جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۳ جنوری ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۷

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ایک اور مژدہ

دو اور مشرف باسلام

معظمی ومکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بحمد اللہ یہ ڈاک بھی آپ کے لئے خوشخبری لاتی ہے۔ چند دنوں سے مختلف اطراف میں خط و کتابت ہو رہی ہے۔ جس کا نتیجہ سر دست یہ ہوا کہ ایک تو کیمبرج یونیورسٹی کے میڈیکل ڈگری کے لئے طیاری کرنے والے نوجوان مسٹر حیین مسلمان ہوئے جن کا اسلامی نام محمود رکھا گیا۔ ان کے متعلق یہ بھی علم ہوا کہ ان کے والدین بھی عیسائیت سے متنفر ہو چکے ہیں اگر خدا نے چاہا تو وہ سعید بیٹے کے قدم بقدم دولت اسلام کو دنیوی دولت پر ایز ادا کریں گے۔ وہ مقام دھیہ پورٹ کے رئیس ہیں دوسری قبولیت ایک اچھے بڑے لکھے پڑھے ذی علم جنٹلمین کے متعلق ہے جان ڈگلس ٹامسن ان کی علمی نگاہ وسیع ہے۔ ایک مدت کی خط و کتابت نے ان کو اسلام کا شیدا کیا۔ جس کا آخری حصہ جو نماز کے متعلق تھا وہ دلچسپی سے خالی نہ تھا۔ وہ ظاہری نماز پر دل کی نماز کو ترجیح دیتے تھے۔ بحمد اللہ اس امر پر بھی ان کی تسلی ہو گئی۔ اور انہوں نے اپنے لئے جامی داؤد نام اسلامی پسند کیا۔ اس خط و کتابت کا آخری حصہ متعلق نماز دوستوں کی دلچسپی کے لئے شایع کر دیا جائے گا۔ ایک اور ذی حیثیت اور ذی علم بزرگ جو مصنف بھی ہیں۔ وہ اب یہاں تک تو آ گئے ہیں کہ ان کا مذہب اسلام ہو سکتا ہے اگرچہ اس مذہب کو وہ کسی پیغمبر کے نام سے وابستہ نہیں کرنا چاہتے۔ دراصل یہ کمزوری ہے کہ جس کے ماتحت وہ جماعت مسلمین میں نام زد ہونے سے گھبراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ طاقت دیدیگا۔ سو الایہ ایک معنے اعتراض ہے جس پر عنقریب ان کو لکھوں گا۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ ایک آدمی کم از کم ایسا چاہئے جو ذی علم مذہب سے کامل واقف دوسرے مذاہب سے آشنا وجیہ خوش کلام لنڈن جیسے شہر میں بیٹھا ہو اور اس کا کام صرف تقریریں کرنا۔ ملاقات کرنا اور خط و کتابت کرنا ہو۔ اور ساتھ ساتھ ووکنگ کے کام بھی چلتے رہیں۔ پھر انشاء اللہ ایک سال میں وہ کام ہو جائیگا جو گذشتہ چار سالوں میں نہ ہو سکا دلچسپی پیدا ہو چکی ہے۔ اس کو قایم رکھنا اور بڑھانا ہے +

دستخط۔ خواجہ کمال الدین بقلم بلال نور احمد۔ ۲۹ نومبر ۱۹۱۶ء

انگلستان سے ایک استفتا

مسئلہ ذبیحہ

از مسجد ووکنگ مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۱۶ء

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ذیل میں ایک مسئلہ [illegible]

کرتا ہوں مسلم پریس سے استدعا ہے کہ وہ از راہ مہربانی اسے اسلامی فرض سمجھ کر کم از کم اس چٹھی کو اپنے صحائف میں جگہ دیں۔ اور جو کچھ علمائے دین اس پر لکھیں اگر وہ ان کے صحائف میں چھپیں تو وہ پرچے مجھے بھیج دیں جوں جوں اس ملک میں اسلام کی طرف لوگوں کی رغبت ہو گی اس مسئلہ نے بھی ہمارے سامنے آنا ہے۔ ہم تو خدا کے فضل سے بہت آرام میں ہیں۔ چونکہ عیدین پر ہمارے ہاں بہت سا گوشت خرچ ہوتا ہے۔ اور ہر ہفتہ میں بھی کثرت مہمانوں نے ہمیں اپنے قصاب کا عزیز خریدار بنا دیا ہے اس لئے وہ اس بات پر راضی ہو گیا ہے۔ کہ ہمارا آدمی ہر پیر اور جمعرات کو مذبح میں جائے اور اسلامی طریق پر ایک بھیڑ ذبح کرآئے چنانچہ ہم اسے افضال ربی میں سے سمجھتے ہیں۔ کہ ہم کو ہر روز ذبیحہ گوشت ملتا ہے لیکن اب مسئلہ ذبیحہ نے عنقریب ایک اور شکل اختیار کرنی ہے۔ خیال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ جانور کو ذبح کے وقت بہت ہی کم تکلیف پہنچے اور ذبحہ کا کوئی ایسا طریق اختیار کیا جاوے جس میں یہ امر حاصل ہو جائے اس غرض کے لئے ایک رایل سوسائٹی بنائی گئی ہے۔ لیکن یہ بھی خدا کے فضل میں سے ہے کہ اب اسلام یہاں کا ایک مذہب سمجھا جانے لگا ہے۔ ٹائمز جیسی حیثیت والے اخبار نے بھی اسلام کو ایک آدھ مضمون میں مغرب کا ایک مذہب قرار دیا ہے۔ اب یہاں ایک احساس پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اسلامی معاملات میں وہ ہماری طرف رجوع کریں۔ اور ووکنگ سے استفسار کریں میں ان امور میں خصوصاً بہت محتاط ہوں میں اگرچہ فقہی مسایل میں حنفی المذہب ہوں لیکن یہ مسایل ایک جائداد مشترکہ ہے۔ اس لئے ہر طبقہ کے علمار سے میری عرض ہے کہ وہ امر استفتا کردہ پر مجھے اپنی رائے سے اطلاع دیں۔ مصر میں جامع ازہر کو بھی لکھا گیا ہے اور دیگر علمار کو بھی جن سے مجھے ذاتی تعارف ہے +

مذکورہ بالا رایل سوسائٹی کی طرف سے مسٹر سیڈی سن کا ایک خط مرقومہ نومبر ۱۹۱۶ء مجھے ملا جس میں انہوں نے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ ذبحہ ہونے والے جانوروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے جانور کو بے ہوش کر دیا جاوے اور بے حسی کی حالت میں اسے ذبحہ کیا جاوے۔ مسٹر سیڈلیین دریافت یہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان بیں حالت کے بعد جانور کو اپنے طریق پر ذبحہ کرے تو کیا ایسا جانور ذبیحہ سمجھا جائیگا میں نے اس کے اس جواب میں اسے لکھا کہ اسلامی ذبیحہ کے دو بڑے اصول ہیں ایک یہ کہ جانور خدا کے نام پر ذبحہ ہو اور دوسرا ایسی جگہ سے کاٹا جائے کہ کل کا کل خون خارج ہو جائے اور جانور بذریعہ اخراج خون مرے کیونکہ خون میں مختلف قسم کے زہریلے مواد ہوتے ہیں جو صحت کے لئے از بس مضر ہیں اس لئے اگر جانور بذریعہ جھٹکا مارا جائے یا اسے اعضار رئیسہ پر چوٹ دیکر مارا جائے یا وہ خود کسی ایسے طریق سے مر جائے کہ جس سے پورا خون خارج نہ ہو سکے تو ایسے جانور کا گوشت بہت سے حصہ خون سے آلودہ ہو جائیگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ دماغ اور دل کا تعلق رگوں کے ذریعے قایم رہے سا ورمنٹ کا ورود اسوقت ہو جب کوئی قطرہ خون جسم میں نہ رہے اور یہ باتیں اسوقت حاصل ہو سکتی ہیں جب شاہ رگ کو کاٹ دیا جاوے اور پشت گردن کی رگیں قایم رہیں۔ یہ امور مسٹر سیڈلیین کو لکھے گئے اور یہ کہا گیا کہ وہاں باتوں کا لحاظ رکھکر جو جواب دیگا۔ اس کے جواب کو علمار ہندوستان اور علما مصر کے سامنے بغرض استفسار پیش کیا جائیگا۔ اور جو کچھ فتویٰ علمار کی طرف سے ملیگا اس سے انکو اطلاع دیجائیگی۔ اب آخری خط آگیا ہے جس کا خلاصہ ذیل میں دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں کہ جہانتک شرط اول ہے یعنی تکبیر کے ماتحت جانور کا ذبحہ ہونا بہ مسلمان ذابح کے ہاتھ ہی ہے۔ امر دویم سو جانور کے بے حس کئے جانے سے جانور مر نہیں جاتا اس کی نبض بدستور قایم رہتی ہے۔ اگر جانور مر جائے تو دل کی حرکت بند ہو جانے سے نبض ٹھہر جائیگی اور خون کا حصہ جسم میں رہ جائیگا لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ لہٰذا حالت بیہوشی میں ذبح کرنے والا شاہ رگ کو کاٹ کر خون خارج کر سکتا ہے۔ بلکہ میرے تجربہ میں مسٹر سیڈلیین لکھتے ہیں۔ ایسے جانور بھی ذبح ہوئے ہیں جو بذریعہ آلہ کئی منٹوں تک بیہوش پڑے رہنے کے بعد ذبح کئے گئے اور کافی خون نکلا۔ اسی چٹھی میں مسٹر سیڈلیین دو جرمن ڈاکٹروں کے تجربہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ ڈاکٹر گولٹنر اور ڈاکٹر کیل نر انہوں نے جہودی مذبحہ میں جاکر ان جانوروں کو بھی معائنہ اور ان پر تجربہ کیا۔ جو جہودی طریق پر ذبح ہوتے ہیں اور ان جانوروں کا بھی جو آلہ زیر بحث کے بے حس کئے جانے کے بعد ذبح ہوئے ڈاکٹر گولٹنر کا تجربہ بھیڑوں اور بچھڑوں پر تھا انہوں نے جانور کا وزن بھی کیا اور اس خون کا بھی وزن کیا جو ان کے جسم نکلا ان پر یہ ثابت ہوا کہ آلہ سے بے حس شدہ مذبوحہ سے جو خون کی مقدار خارج ہوئی وہ اس مقدار خون سے زیادہ تھی جو جہودی طریق سے ذبحہ شدہ جانور سے خارج ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کیلنر نے بر وقت تجربہ جانوروں کے پٹھوں کا بھی معاینہ کیا خون کی مقدار ان کے تجربہ میں بھی بے حس شدہ جانور میں سے زیادہ خارج ہوئی۔ اور وجہ انہوں نے یہ دیکھی کہ جہودی طریق پر ذبحہ جانور کے پٹھے خون اپنے اندر رکھتے ہیں۔ یعنے پٹھے بے حس ہو کر خون کو نہیں روکتے۔ بہرحال استفسار کی صورت یہ ہے۔ آیا اگر کوئی جانور ذبحہ کرنے سے پہلے بیہوش کر لیا جائے یعنی اس کو درد کا احساس نہ رہے اور اس کے بعد ذبح کیا جائے ایسی صورت میں کہ اس کے دل کی حرکت بھی قایم ہے۔ اور نبض بھی اس کی چلتی رہے۔ اور ذبحہ بھی اسلامی طریق پر کیا جاوے تو کیا جانور ذبیحہ سمجھا جائیگا۔ ممکن ہے کہ عنقریب یہاں کا یہ قانون ہو جائے کہ کوئی جانور ذبح نہ ہو جب تک اسے آلہ مذکورہ بالا سے بیہوش نہ کیا جاوے اب تو ہم کبھی گھر میں بھی ذبح کر لیتے ہیں اور قربانیاں بھی کرتے ہیں اور مذبحہ میں بھی جاکر اسلامی طریق برتتے ہیں۔ لیکن جب قانون ہو گیا تو پھر قربانی بھی قانون کے ماتحت کرنی ہو گی از راہ مہربانی علمار دین کسی قدر عجلت سے کام لیں۔ دستخط۔ خواجہ کمال الدین۔ بقلم بلال نور احمد۔ مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۱۶ء

مکرر آنکہ میں نے مسٹر سیڈلیین کو ابھی لکھا ہے کہ وہ مجھے اس امر سے بھی پوری اطلاع دیں کہ وہ آلہ کس قسم کا ہے اور اسکو کسطرح استعمال کیا جاتا ہے آیا اس سے جانور کے کسی حصہ کو چوٹ دیجاتی ہے۔ یا کسی سنگھنی چیز سے اسے بیہوش کیا جاتا ہے اس امر کا بھی خیال رہے کہ جو جانور بندوق سے شکار ہوتا ہے اور زخم کھانے کے بعد اس پر چھری پھیری جاتی ہے۔ اسوقت اس کی حسی کیفیت کیا ہوتی ہے +

٭ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان [illegible]

موجودہ اختلافات سلسلہ احمدیہ اور مسیح موعود و وکنگ مشن کی اہمیت

لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

جو بر موقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور گذشتہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کو پڑھا گیا

ہمارا سالانہ اجتماع اور موجودہ حالات

برادران السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ آج آپ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ایک سالانہ جلسہ میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائے ہیں جن تکلیف دہ حالات کے ماتحت اس انجمن کا وجود پیدا ہوا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں جب ہمارے بھائیوں نے اپنے جدید خیالات سے موجودہ مرکز قادیان کو اس پاک مشن کا اہل نہ رکھا تو مجبوراً ہمیں اس مقدس مشن کے اجرا کے لئے کوئی اور صورت پیدا کرنی پڑی۔ جس کے لئے اس صدی کا مجدد مبعوث ہوا۔ سالہا سال سے ہم لوگ ایک خدا کے مامور کی آواز پر قادیان ہو ہانہیں تعطیلات کے ایام میں جمع ہوتے تھے تاکہ اس خدا کے مسیح کی باتیں سنیں۔ اور اس کے نور سے منور ہو کر اس کے عرفان کو دنیا کے گوشوں میں پھیلائیں۔ اور جو پیغام وہ دنیا کے لئے لایا۔ اس سے اہل دنیا کو اطلاع دیں۔

مسیح موعود کی طرف کشش وجذب کی اصل وجہ

قادیان کوئی میلے کی جگہ نہ تھی کوئی تجارت گاہ نہ تھی نہ کوئی خاص دلچسپی اپنے اندر رکھتی تھی۔ ہاں اس کے اندر ایک وجود تھا جس کا جذب مقناطیس کے جذب سے کہیں زیادہ تھا وہ اپنے رنگ میں ہمیں رنگین کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہم سے وہ کرانا چاہتا تھا جس کے لئے وہ خود مامور ہو کر آیا تھا۔ لیکن خدارا اپنے دلوں کو ٹٹولو اور خوب غور کرو کہ وہ کونسی بات تھی جس نے آپ کو اس کا والہ وشیدا بنا دیا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعوے کہ میں مسیح موعود ہوں اور ان کا یہ دعوے کہ میں وقت کا مجدد ہوں بحیثیت خود اپنے اندر کوئی دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ اور خاصکر ایسے زمانہ میں کہ جب شخصیت پرستی دن بدن مٹتی جاتی ہے اور شخصی غلو کشش کی بجائے وحشت کا موجب ہوتے ہیں۔ اور کسی معلم کی تعلیم ہی اس کے لئے موجب فخر وعزت ہو سکتی ہے محض دعوے مجددیت اور مسیحیت کوئی کشش کا موجب نہ ہو سکتا تھا۔ پھر وہ کونسی بات ہے کہ جس نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو اس قابل کر دیا کہ آپ ہر اسلامی فرقہ کے بہترین نفوس کی محبت پر قبضہ کر لیں۔ ؟ اور جو شخصی دعوے موجب نفرت ہو سکتا تھا۔ وہی دعوے ایک زبردست جذب کا باعث ہو جاوے ✦

فلسفہ محبت ونفرت اور مسیح موعود

اس سوال کے حل کرنے کے لئے ہم محبت اور نفرت کے فلسفہ پر غور کریں۔ ہم میں بقدرت نے چند ضروریات اور خواہشات پیدا کر رکھی ہیں۔ انہیں خواہشات کا پورا کرنا ہماری ہر نقل وحرکت کا موجب ہوتا ہے۔ ہماری خواہشات کے پورا ہونے کا نام خوشی اور ان ضروریات کے نہ پورا ہونے کا نام رنج ہے۔ اب جو باتیں ہماری راحت کا باعث ہو جاتی ہیں ان کی طرف ہمیں میلان ہو جاتا ہے۔ اور وہی ہماری کشش اور محبت کا موجب ہو جاتی ہیں۔ بالمقابل جو باتیں ہماری خواہش کے خلاف یا اس کے پورا ہونے میں مانع ہوں انہیں سے ہمیں وحشت اور نفرت اور آخر کار عداوت ہو جاتی ہے۔ یہی محبت اور عداوت کا راز ہے۔ بعض ہماری خوشیاں جسم سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض روح سے۔ ایک بڑی بھاری خواہش جو ہمیں طبعاً لاحق ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ اس کو اچھا سمجھے جسے ہم اچھا جانتے ہوں۔ اور لوگ کسی معاملہ پر اسی طرح غور کریں اور اسی ایک نتیجہ پر آئیں جس پر ہم قائم ہیں۔ بالفاظ دیگر ایک زمانہ ہمارا ہم رائے اور ہم عقیدہ ہو یا بالفاظ دیگر کل زمانے کا وہی منظور ومحبوب ہو جو ہمارا مطلوب ومحبوب ہے۔ یہ خواہش جو ہر ایک انسان کی فطرت میں مرکوز ہے اس قدر جسمانیات میں نہیں ہوتی جس قدر عقلیہ اور دماغی معاملات میں اور سب سے بڑھ کر مذہبی عقاید میں۔ تم اس کے عاشق وشیدا ہو جاتے ہو جو تمہیں اپنے عقاید میں مضبوط کر دے۔ جو تمہیں اس قابل کر دے کہ تم اپنے عقاید کے باعث کسی ... [illegible]

تم دنیا کے سامنے اپنے عقاید عزت اور وقار کے ساتھ پیش کر سکو۔ اور سب سے بڑھ کر وہ انسان جو تمہاری نگاہ میں اس چیز کو یقیناً اور عرفاناً زیادہ خوبصورت کر کے دکھائے جس کو تم اعتقاداً خوبصورت سمجھتے تھے۔ اور وہ تمہارے مطلوب کا تم سے بڑھ کر عاشق وشیدا ہو وہ تم سے کہیں بڑھ کر تمہارے محبوب کی یکتائی کا قایل اور اس کی محبت میں مرمٹنے والا ہو۔ یہی راز تھا کہ جس سے قادیان جیسے گمنام گاؤں کا رہنے والا تمہارا محبوب اور تمہاری آنکھ کا تارا ہو گیا۔ تم نے دیکھا کہ اس کو اس ذات

مسیح موعود کا عشق آنحضرت صلعم سے

پاک سے محبت ہے کہ جس سے محبت رکھنا تمہارا جزو ایمان ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ اس کا عشق اس محبوب کے ساتھ تمہارے سب عشقوں سے بڑھا ہوا ہے کہ جس سے عشق رکھنا تمہارے نزدیک موجب نجات ہے تم نے دیکھا کہ اس کی خدمات اس محبوب خدا کی عزت قایم کرنے کے لئے اس قدر عظیم الشان ہیں کہ ان کے مقابل تم میں دنیا میں صحابہ کرام کے بعد کسی اور بزرگ کی خدمت نظر نہیں آتی۔ یعنے وہ ذات پاک کہ جس کی محبت میں وہ سرگشتہ ودیوانہ ہو کر کہتا ہے۔ ؎

جان ودلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است
این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ زبحر کمال محمدؐ است

وہ انسان جس کو شاعر ہونے کا دعوے نہ تھا اور جس کا دل ودماغ شاعرانہ ہذیان سے بالکل پاک تھا۔ وہی انسان اپنے آقا ومخدوم علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام کی ذات کا اپنی ذات سے مقابلہ وموازنہ کرتا ہوا یہ کہتا ہے۔ ؎

اس نور پر فدا ہوں۔ اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں۔ بس فیصلہ یہی ہے

یہی وہ باتیں ہیں کہ جن سے وہ ہمارا محبوب ہو گیا یہی وہ باتیں ہیں کہ جن سے اس کے دعاوی ہمارے علم ویقین میں دیگر دلائل کے ساتھ جو بذات خود وزن رکھتے تھے صحیح اور درست ہو گئے ✦

شاعرانہ ترنگ کا ناپاک الزام حضرت مسیح موعود پر

اب سوال یہ ہے کہ کیا معاذ اللہ یہ باتیں اس مقدس انسان نے شاعرانہ ترنگ میں لکھ دیں۔ کیا یہ موحقیقت نہیں اور پناہ بخدا شاعرانہ مبالغہ باصاف الفاظ میں کذب ہیں ✦

وہ نادان ہے جو ایسا خیال کرتا ہے اور بدقسمتی سے ہمارے بعض نوعمر بچوں کو ایسا کہنا پڑا ہے۔ شاید ۱۹۱۲ء میں میں نے تشحیذ الاذہان کا ایک مضمون دیکھا۔ اس مضمون کا راقم اسی خیال میں اس وقت بھی تھا۔ جو آج تعلیم جدید قادیان کا پیدا کردہ ہے۔ وہ آنے والے عقاید فاسد کی پٹری جملانے کے دن تھے۔ راقم مضمون کے حلق میں اشعار بالا اور ایسے ہی صد ہا اور شعر زہر کی گولی تھے۔ اس لئے وہ اس مضمون میں لکھتا ہے۔ اور اپنے زعم میں ایک نکتہ عرفان سے لوگوں کو اطلاع دینا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب اس قسم کی باتیں عموماً شعروں میں لکھتے ہیں اور نثر میں نہیں لکھتے۔ گو یا وہ نوجوان ۱۹۱۲ء میں اپنے عقاید کے اظہار سے ڈرتا ہے۔ ان دبے ہوئے الفاظ میں اشارہ کرتا ہے کہ شعر میں لکھی ہوئی باتیں حقیقت نہیں ہوتیں۔

اے عزیز تجھے خدا سمجھ عطا کرے۔ تو نے سمجھ بھی لیا کہ تیرے اس بچپن کے نکتہ معرفت کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیح موعود ہونے کا مدعی ایک شاعر تھا اور شاعروں کی طرح جو وہ کہہ جاتا تھا وہ حقیقت پر محمول نہ تھا۔ بلکہ وہ قرآن کے ان الفاظ کا مصداق معاذ اللہ ہو رہا تھا۔ وانھم یقولون مالا یفعلون پ۱۹۔ رکوع ۱۵۔

نادان دوست کی محبت موجب تضحیک ہے

دشمن دانا بہ از دوست نادان کا فقرہ انہیں واقعات پر محمول ہوا کرتا ہے نادان اپنی محبت کا اظہار کچھ ایسے طریق پر کیا کرتے ہیں کہ جس سے ان کا محبوب عقلمندوں کی نگاہ میں ذلیل وخوار ہو جاوے۔ ہمارے شیعہ بھائیوں میں سے بعض لوگ بھی جناب علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بعض ایسی باتیں بیان کر دیا کرتے ہیں کہ جن سے ان کی عزت حقیقی قایم نہیں رہتی۔ خلافت راشدہ مصنفہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کے مضامین سے واقف میری اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بھی ان نادان دوستوں نے وہی سلوک کیا جو جناب علی رض کے ساتھ بعض شیعہ صاحبان نے اور جناب مسیح ناصری کے ساتھ تثلیث پرستوں نے کیا ہے ایک شخص کو اگر تم اس کے اصلی رنگ میں پیش کرو تو وہ باتیں جو اس کے حسن وخوبی کا موجب ہوتی ہیں وہی باتیں اس کی ذلت کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اگر اسے

مسیح بحیثیت انسان

ہمیں زیر مطالعہ لایا جاوے تو اس محرف وتبدیل کتاب میں بھی وہ ہمیں ایک عظیم الشان شخص نظر آتا ہے۔ اور اپنی سکینی اور غربت میں دل کا قوی، اسی حیثیت دشمنوں کی قولیاں لگانے والا منافقت سے متنفر اور علماء وقت کے پردہ نفاق کا پھاڑنے والا حق بات کے کہنے سے نہ ٹلنے والا نبیوں کی طرح معجزات دکھلانے والا خدا کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر پیشگوئی کرنے والا۔ اور جس بات کا علم نہیں اس کے متعلق مردانہ وار لاعلمی کا اعتراف کرنے والا اپنی جسمانی کمزوریوں کا معترف۔ مصائب کا مقابلہ کرنے والا دشمنوں کی گالیاں سن کر ان کو دعا دینے والا۔ صداقت کے قایم کرنے میں جان تک کو لڑا دینے والا۔ دم واپسین تک خدا کی امداد کا منتظر یعنی اس وقت جبکہ وہ موت کو سامنے دیکھتا ہے اس کا یہ پکارنا کہ اے خدا اے خدا تو نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اس منٹ سے پہلے تک اس فقرہ کو زبان پر نہ لانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اس لمحہ تک خدا تعالے پر شاکر تھا۔ اور خدا تعالے کی مدد کا منتظر تھا۔ اور اس اپنی حالت سے وہ اس حقیقت کی مجسم تفسیر بن گیا جس کی طرف قرآن ان لفظوں میں اشارہ کرتا ہے مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب اس کا ایلی ایلی لما سبقتانی والا فقرہ اور قرآن کا یہ فقرہ متی نصر اللہ ایک ہی حقیقت کو منکشف کرتا ہے۔ اور اس کا اس آخری تکلیف کے بعد زندہ دشمنوں کے ہاتھ سے بچ جانا کالا (بقرہ ۱۱۸ قریب) کو ثابت کرتا ہے۔ یہ باتیں حضرت مسیح کی شان اور عزت کو بہت بڑھانے والی ہیں بشرطیکہ آپ کے نبی اللہ ہونے کی حیثیت سے ان باتوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جائے ورنہ اگر یہی باتیں حضرت

حضرت مسیح بحیثیت خدا

مسیح کے متعلق بحیثیت خدا دیکھی جاویں تو یہ آپ کی حیثیت کو بہت گھٹا دیتی ہیں۔ الغرض کسی شخص کی عزت اور شان اسی صورت میں بڑھ سکتی ہے جب اس کی طرف وہی صفات منسوب کی جائیں جو اس کی حیثیت کے مناسب حال ہوں۔ اور اگر اس سے بڑھ کر کوئی حیثیت اسے دی جائے تو وہ بجائے عزت کو بڑھانے کے اور بھی مزیل شان ہو جاتی ہے ✦

مزیل شان حیثیت کا موجب کون ہیں

اس کی اس مزیل شان حیثیت کا موجب کون ہیں۔ وہی جو اس کی محبت میں سرگشتہ اور اس کی الفت میں غلو کرنے والے ہیں کاش یہ نادان سمجھتے کہ یہ محبت نہیں یہ دشمنی ہے۔ یہ عزت نہیں یہ ذلت ہے۔ یہی امر آج تاریخ نے پھر دہرا دیا۔ آج ایک اور مسیح پیدا ہوا۔ وہی باتیں جو اس کی اصلی حیثیت میں اس کے لئے موجب عزت تھیں وہی باتیں اس کے لئے نادان غالیان محبت نے باعث ننگ وعار بنا دیں۔

حضرت مسیح موعود بحیثیت مجدد

مرزا صاحب کو اپنی اصلی حیثیت میں دیکھو وہ اس جماعت کا سرتاج نظر آتا ہے۔ جن کا نام مجدد ہے۔ وہ اپنی خدمات میں اس قدر بڑھ گیا کہ دوسروں کی خدمات اس کے مقابل میں دھندلی نظر آتی ہیں جہاں اور مجددین کے مقابل ایک خاص عقیدہ فاسد یا ایک خاص طبقہ خیال کام کرتا نظر آتا ہے وہاں اس زمانہ کے مجدد کے مقابل ہر قسم کی بدعقیدتیاں بدعملیاں ایک سیلاب کی طرح دنیا پر غالب آتی نظر آتی ہیں۔ جہاں امام غزالی کو فلسفہ یونان سے جنگ تھا۔ جہاں حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمہ اللہ کو خشک ملایانہ منطق پر روحانی بارش برسانی تھی۔ جہاں مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمتہ اللہ کو رفض کی بیخ کنی کرنی تھی۔ جہاں شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ کو فقیہانہ مباحث میں حدیث کو ترجیح دینی تھی۔ جہاں مجدد بریلوی کو مسلمانوں کے آخری شرک پیر پرستی اثار پرستی کو دفعہ کرنا منظور تھا۔ وہاں اس چودھویں صدی کے مجدد کو۔ ؎

حسن یوسف دم عیسٰے ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ایک امام غزالی کی طرح فلسفہ یورپ کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ شیخ عبد القادر گیلانی رح کی طرح قال کے عاشقوں کو حال کا سبق آئینہ کمالات اسلام حقیقت الوحی۔ براہین احمدیہ ودیگر کتابوں میں دینا ہوتا ہے۔ مجدد سرہندی کی طرح خلافت شیخین کے قایم کرنے میں علمی نبرد آزما ہونا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی طرح حدیث پر چلنا جزو ایمان ٹھیرا کر اس غلطی سے اہل حدیث کو بچاتا ہے کہ جس میں ان کی بے جا رعونت گذشتہ ساداث الفقہین کی عزت پر حملہ آور ہو جاتی ہے۔ وہ علے الاعلان حنفی المذہب بن کر حدیث کو امام اعظم رح کے قول پر ترجیح دینا سکھلاتا ہے۔ اور پیرین کر اپنے مریدین کے دلوں میں اور پیروں کے مقابل ہزار ہا درجہ بڑھکر اپنی محبت قایم کر کے اپنی زندگی میں اپنے مریدوں کو اثار پرستی گور پرستی اور پیر پرستی کی لعنت سے بچاتا ہے

حضرت مسیح موعود کی بیرونی خدمات

کرنا پڑا۔ باوجود ان خدمات کے جو اور مجددین کی طرح زیادہ تر اندرونی تھیں آپ کے بیرونی خدمات کا وہ بے نظیر موقعہ ملتا ہے جو دوسروں کے حصہ میں نہ آیا تھا۔ آپ نے آریوں کا سکھوں کا برہمو کا، عیسائیوں کا اور فی زمانہ ہر ایک قسم کے عقلی اور فلسفی اعتراضات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا جو مغربی تعلیم نے آج پیدا کر رکھے ہیں۔ جس نے مغرب میں آکر ان عقلی مصائب کو نہیں دیکھا جو آج مذہب کی راہ میں یورپ نے پیدا کر رکھی ہیں وہ اس امام وقت کی عظمت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ حیرت آتی ہے کہ ایک گاؤں کا رہنے والا مغربی زبانوں سے ناآشنا جدید فلسفہ سے اجنبی اس طرح اپنی تحریروں میں ان تمام باتوں کا علاج رکھ جاتا ہے جو آج مذہب کو لاحق ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو مصلحت ربی نے اور مجددین کو حصہ میں نہیں دیں اس لئے ہمارا مجدد اور مجددوں سے اپنی خدمات میں بڑھ گیا اس نے محمد رسول اللہ سے قرآن سے خدا سے وہ عشق کیا کہ ادل کسیکہ بانگ تعشق زند منم۔ کو صحیح کر دکھایا۔ اسی عشق کے باعث انہیں ہر بات

بروز اور ظل

کے طفیل خدا تعالیٰ نے اسے محمد کا بروز اور احمد کا ظل ٹھہرایا۔ اور موجودہ زمانہ کی ضروریات خاصہ کو سامنے رکھکر اسے اس نعمت میں سے حصہ وافر عطا فرمایا کہ جس کا دسترخوان ہر مسلمان کے لئے کھلا ہے۔ اور جس دسترخوان سے شکم سیر ہو کر گذشتہ مجددین نے روحانی فیضان حاصل کئے وہ نعمت ہے ظلی نبوت وہ نعمت ہے خدا سے ہمکلام ہونا وہ نعمت ہے معارف قرآن خدا سے حاصل کرنا وہ نعمت ہے بعض مغیبات الغیبہ سے واقف ہونا۔ یہ اجزائے نبوت

جزوی نبوت اور نبوت تامہ کاملہ میں فرق

ہیں ان میں اگر شریعت شامل کر دی جائے۔ الہامی کتاب داخل کر دی جاوے تو نبوت تامہ ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم کے آنے پر بالفاظ حضرت مرزا صاحب مندرجہ مواہب الرحمن مصنفہ ۱۹۰۳ء حاجت شریعت [۵] نہیں رہی اس لئے جب نبوت میں سے یہ جزو عظیم نکل جائے تو باقی جو کچھ رہ جاتا ہے وہ جزو نبوت ہے۔ یہی وہ بات ہے جس طرف آنحضرت کی حدیث اشارہ کرتی ہے۔ لم یبق من النبوت الا المبشرات یہ وہ حدیث ہے جو صحیحین میں ہے جس پر حضرت مرزا صاحب کا ۱۹۰۲ء سے پہلے اور ۱۹۰۲ء کے بعد رہا۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی تشریح کرنے میں میاں محمود نے لوٹے والی منطق لکھ کر اپنی بے علمی کا ثبوت دیا جس منطق کی دنیا کو کسی کی سیل قلم نے غرق کیا۔ اور اب ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہا کہ اس حدیث کو ہی مجروح قرار دیں۔ بہرحال اگر حضرت آقا مرزا صاحب کو ایک مجدد کی حیثیت میں دیکھیں تو ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مرزا صاحب کے متعلق۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کہنے میں کوئی عذر نہیں۔ اور اس عظیم الشان انسان کو حیثیت

حضرت مسیح موعود کی حیثیت نبی

نبی دیکھیں تو جو عزت اس کی ہماری نگاہ میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ سب کی سب خاک میں مل جاتی ہے۔ نبی اور پندرہ سال اپنے دعوے سے ناآشنا۔ نبی اور رات دن خدا کے الہام پانے والا اور خدا کی بات سے ناواقف۔ خدا اسے نبی کر کے پکارے اور وہ کہے کہ اس سے مجاز مراد ہے۔ اور کبھی یہ کہے کہ الہام کے الفاظ بعض وقت حقیقۃً نہیں ہوتے بلکہ اس کی وہ تفہیم ہوتی ہے جو خدا اسے سمجھاتا ہے۔ اور خدا نے مجھے نبی کہا ہے۔ یا خدا نے مجھے کسی نبی کے نام سے پکارا ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جو گذشتہ صالحین پر بھی متحقق ہو چکی ہے تو اس سے اصلی نبوت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ایک قسم کی ظلیت اور روحانیت منصور ہے۔ کیا اس نے آج الیٰ زمین نبوت سے انکار کر کے اور ظلی نبوت کا اقرار کر کے اور اس حیثیت میں اوصیا و امت کو شریک کر کے یہ نہیں کہا۔

یہ وہ علم ہے جو مجھے خدا تعالیٰ نے دیا

[۵] خدا را مکالمات و مخاطبات است با ولیا ئے خود در ایں امت و ایشاں رنگ انبیا رداده میشود۔ ایشاں در حقیقت انبیا نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است۔ و داده نے شوند مگر فہم قرآن۔ و نہ زیادہ میکنند و نہ کم میکنند از آن قرآن (مواہب الرحمن)

[۶] ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں ہے رسول رسول اللہ آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں نہیں ہے فقالوا انا الیکم مرسلون۔ ہم [illegible]

اب اگر وہ نبی ہے اور جو باتیں نبوت میں ہونی چاہئیں وہ ساری کی ساری اس میں موجود نہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ خود دھوکہ خوردہ ہے اور وہ علم نہیں جو سراج المنیر کے لکھنے کے وقت خدا نے اس کو دیا اور اس کے ایک خلف محمود نے آسے آج سمجھا۔ خدا نے اسے کچھ اور کہا اور اس نے اور سمجھا۔ یا وہ خوب سمجھا لیکن دل کی اس کمزوری سے کہ مبادا علما بگڑ نہ جائیں یا اس کے مرید اس سے الگ نہ ہو جائیں اس نے خدا کے دیئے ہوئے علم کو چھپایا۔ الغرض کوئی حالت لے لو یا اسے کم فہم قرار دیتے ہو یا مبادا چال باز ہر حالت میں نبی تو نبی وہ تو ایک مجدد کی حیثیت کے بھی قابل نہیں رہتا۔ بدقسمتی سے اس وقت ان غالیان

غالیان محبت مرزا کے دو گروہ

محبت مرزا کے دو گروہ ہیں۔ ایک تو وہ نااہل گروہ ہے جو مرزا صاحب کو کم فہم تو قرار نہیں دیتا۔ بلکہ وہ ان کو ایک حکمت عملی کا صاحب ٹھیراتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ باقی کل نبی اس قسم کی حکمت عملیاں کیا کرتے تھے۔ میں نے اس گروہ کو نااہل اس لئے کہا ہے۔ کہ یہ حکمت عملی نہیں بلکہ چال دھوکہ اور دروغگوئی ہے جس سے انبیا علیہم السلام اور مجددین کا گروہ معصوم ہے۔ دوسرے لوگ مرزا صاحب کو کم فہم ٹھیراتے ہیں۔ کاش وہ تحریریں پندرہ

۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات

سالہ جو حضرت مرزا صاحب کی قلم کی جوانی کا زمانہ ہے یوں تو آن کی کل تحریر نور ہی نور ہے۔ لیکن وہی پندرہ سال ہیں جن میں آپ کی نورانی تحریر اپنے جوبن پر ہے۔ کاش اس زمانہ میں جو مرزا صاحب نے اپنی حقیقت کو آشکارا کرنے میں لگایا اسکی بنیاد کوئی الہام ہوتا۔ اس کی تشریح ہوتی۔ ہم کہدیتے کہ الہام کے سمجھنے میں ۱۹۰۱ء تک غلطی کھائی۔ وہاں تو ایک دریا منطق دیکھتے ہیں جو براہین و دلایل کی ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ ایک سمندر علم کا ہے جو اپنے دامن پر صفحے نے قدیم کے علوم کو لئے ہوئے ہے۔ کیا ان سب پر تم پانی پھیر دوگے۔ پھر بتلاؤ تمہیں مرزا کے کس علم پر کس منطق پر کس فضیلت پر ناز ہے۔ وہ تو ایک حقیقت سے ناآشنا انسان ہے۔ البتہ ایک بحث کا تنقیح ہوا

تبدیلی دعوے کی غلط مثال

رہا یہ کہ مرزا صاحب نے ایک وقت مسیح ابن مریم کو زندہ مانا اور پھر اس کی وفات پر دلیل اٹھائی اس امر کو متنازعہ فیہ امر سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا حیات مسیح کی زندگی کو براہین میں تسلیم کیا ہے کیا وہاں یہ لکھا ہے کہ یہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ یا اس عقیدہ پر دلائل دئے ہیں یا کتابیں کی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے اور بعد میں عقیدہ بدلتے تو ہمارے ہاتھ میں کوئی دلیل بھی ہوتی یا بالمقابل اپنا غلطی پر ہونا اور نبوت سے انکار کرنا۔ گذشتہ کتابوں میں محض اس طرح ذکر کیا جیسا عام طرح حیات مسیح کا ذکر ہے۔ اور بعد میں بدلایل بینہ اس عقیدہ کی تردید کی جاتی جیسے وفات مسیح کی کی گئی تو بات ہی تھی۔ بات یہ ہے کہ حضرت صاحب کا ہر دینی امر پر علے العموم وہی عقیدہ ہوا کرتا تھا جو اوروں کا ہوتا تھا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی خاص علم نہ دے۔ اس سارے متنازعہ میں تو وہ دلایل کے دلایل دیتے ہیں اور اپنے علم کو خدا کا دیا ہوا علم قرار دیتے ہیں جس کے متعلق تم کہتے ہو کہ انہوں نے سمجھا ہی نہیں۔ کیا وہ پندرہ سال ان کی جوانی یا بچپن

تبدیلی دعوے سے حضرت صاحب پر الزام عاید ہوتا ہے

کا زمانہ تھا۔ جب جذبات اور خواہشات کو عقل سلیم پر قبضہ ہوتا ہے اور ان کے مقابل عقل کی روشنی دھندلی ہو جاتی ہے اور یہ وہ وقت ہے جن میں سے آج میاں محمود گذر رہا ہے۔ نہیں حضرت کے پندرہ سال تو پختگی عقل کے سال تھے۔ آپ کی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی جو سالامتی فہم کا بہترین زمانہ ہوتا ہے۔ کیا کسی غیر احمدی کا یہ کہنے کا حق نہیں کہ اگر دس سال مرزا صاحب نے اپنے آپ کو نہیں سمجھا۔ اگر ان کا دعوے کلیۃً ہم نہیں سمجھ سکے تو پھر ہم کسی ذمہ داری کے نیچے نہیں آتے۔ لے نادانوں تمہاری ان بیہودہ عقیدوں سے آج ہمارا مرشد اس الزام تلے نہیں آیا جو ہمارے دشمن

(بقیہ حاشیہ کالم اول) انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے۔ اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ۔ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھیرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔ بار بار کہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ **یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے** جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ (سراج منیر صفحہ ۳)

سالہا سال سے درازستے اسپر عاید کر رہے تھے۔ کیا وہ باتیں جو غیر احمدی علما حضرت کی طرف منسوب کرتے تھے اور ہم بالفاظ حضرت آن پر بہتان کا الزام لگاتے تھے۔ آج وہی باتیں تم نہیں کہہ رہے۔ تو پھر تمہاری تحریروں کا نام بہتان اور افترا نہ رکھا جاوے۔ اے نادانوں کیا غزنوی مولوی نے اپنے کسی مرید کو نہیں لکھا تھا کہ مرزا صاحب محض دفع الوقتی کر کے انکار نبوت کر رہا ہے۔ وقت آنے والا ہے کہ وہ نبوت کا دعوے کر دیگا۔ غزنوی کی اس تحریر کو ہم نے افترا اور بہتان سمجھا۔ لیکن اگر سید حامد شاہ

پدر نتواند پسر تمام کند

جیسے شاعر مزاج قصیدہ گو نے میاں محمود کے متعلق آج یہ لکھدیا ہے۔ پدر نتواند پسر تمام کند تو اور ہر ایک امر میں اس سیالکوٹی قصیدہ گو کا یہ مصرع چسپاں کرنا بالکل شاعرانہ تراد جھوٹ ہے۔ ہاں اس یہ مصرع کسی کی زبان سے موزوں نظر آتا ہے تو وہ عبد الجبار ہے جو یہ کہ سکتا ہے کہ میں نہ کہتا تھا کہ آخر کار یہ نبی بن جاوے گا۔ آج تو لوگوں کے ڈر کے مارے یہ شخص پیچ در پیچ عبارتیں لکھتا ہے۔ لیکن جب اس کے مریدوں میں بدا عتقادی پیدا ہو جاوے گی تو یہ دعوے کر دیگا۔ ہاں یہ شخص مرتے دم تک ایسا نہ کرتے کیونکہ جماعت طیار نہ تھی۔ لیکن بیٹے نے جب دیکھا کہ جماعت میں شخصیت کا غلو حقیقت پر غالب آچکا ہے تو دعوے کر دیا۔

پہلی تحریرات کو منسوخ قرار دینے سے حضرت صاحب کے فہم اور علم پر حملہ

الغرض ایک شخص مرزا صاحب کو نبی نہیں مان سکتا جبتک انہیں بیچارہ معاذ اللہ غبی قرار نہ دے لے۔ خدا تعالیٰ نے بار بار انہیں نبی کہے اور وہ ان الہامات کو نہ سمجھے اسی طرح آپکا مبلغ علم جیسا ان قابل عزت نہیں رہتا۔ چونکہ جس قدر تحریرات آپ نے اس مسئلہ پر پندرہ سال تک لکھیں وہ بالفاظ مرزا محمود مسترد ناقابل سند منسوخ ہو جاتی ہیں [۶]۔ یہ نتیجہ ہے اس نبوت کے منوانے کا جو ایک صاحبزادہ اپنے باپ کے لئے تجویز کرتا ہے۔ اب اگر یہ صاحبزادہ سچا ہے تو بتلاؤ مسیح موعود کی علمی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ اگر آپ کی تحریریں کسی الہام پر اجتہاد کے رنگ میں ہوتیں تو مضائقہ نہ تھا۔ حضرت اعلیٰ نے تو صفحات کے صفحات اور کتابوں کی کتابیں اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے پر لکھیں اور علمی رنگ میں اس امر کو ثابت کیا کہ جو وہ لکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ صحیح ہے۔ آپ نے ان مسایل کا استنباط نہایت عالمانہ پیرایہ میں قرآن اور حدیث کی بنا پر کیا اور اس شوکت سے کیا کہ مخالفوں کے قلم توڑ دیئے۔ اپنے علم کو خدا کا دیا ہوا علم ٹھیرایا۔ لیکن ان سب کو میاں محمود منسوخ مسترد ناقابل سند قرار دیتا ہے۔

سلطان القلم کی حیثیت

اب اگر یہ صاحبزادہ سچا ہے تو کیا اب بھی مرزا صاحب واقعی سلطان القلم کہلانے کے قابل ہیں۔ مجھے تو ان حالات میں آپ کی حیثیت ایک معمولی معلم کی نظر نہیں آتی۔ کیا ان باتوں کو دیکھ کر ہمارا جگر کباب نہ ہو جائے کیا جس شخص کو دشمن کے مقابل میں ہم نے سلطان القلم پیش کیا جس کی عزت کو ہندوستان میں عالمانہ حیثیت میں خدا نے قایم کیا جس کے مرید ہونے کا ہمیں آنکھوں پر ناز رہا آج اس کی عزت کو بازیچہ بابا ہم بازی کرنے والے لوگوں نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ کیا وہ عزت جو احمدیوں کی حضرت صاحب کی وفات سے لیکر حضرت قبلہ مولوی حکیم صاحب کی وفات تک تھی اور دن بدن بڑھتی جاتی تھی وہ تمہیں نظر آتی ہے۔ کیا تمہیں اب اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ان حالات کو دیکھ کر اگر ہم خون کے آنسو روئیں تو کیا ہم غلطی کرتے ہیں۔ اگر اس روح فرسا غم کے اظہار میں ہم ان بانیان فساد کو ناملایم الفاظ میں یاد کریں تو نامناسب

فیض یافتگان مسیح موعود کا مذہب

یہ لوگ کاش یہی سمجھتے کہ حضرت صاحب سے خاص طور پر فیضیافتہ اصحاب نے کیا سمجھا۔ کیا قبلہ مولوی نور الدین صاحب نے انہیں نبی مانا۔ کیا قبلہ مولوی سید محمد احسن صاحب یا مولوی غلام حسن خان صاحب۔ سید حامد شاہ مرزا خدا بخش مولوی فضل الدین کھاریاں۔ یا کسی اور عمایدِ جماعت نے بھی حضرت کو نبی سمجھا پھر جو عباد الاغراض آج قادیان میں جمع ہیں ان کی سابقہ تحریریں ان کی موجودہ تحریروں کے خلاف ہیں۔ اس مفتی محمد صادق کو کیا ہو گیا۔ کیا اس نے لکھنؤ میں شبلی مرحوم کے آگے یہ اقرار نہیں کیا کہ ہمارا یقین نہیں کہ مرزا صاحب کوئی نبی ہیں یا ان کی اشاعت نبوت جگہ جگہ کریں۔ پھر آج اس کو کیا ہو گیا کہ

میاں صاحب لکھدیتے ہیں:۔

[۶] نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شایع ہوا ہے جس میں آپ نے نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ پس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا [illegible] (۱۲۱)

مراسلات

جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور احمدیہ کانفرنس

(از قلم جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب محاسب انجمن)

جیساکہ احباب کو علم ہے - صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء سے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۶ء تک ہوا - چار یوم میں سات اجلاس ہوئے - احباب کی آپس میں ملاقات سے اور تبادلہ خیالات سے جو مختلف لیکچراروں کے ذریعہ سے ہوا جن میں حضرت امیر مولٰینا مولوی محمد علی صاحب اور حضرت مولٰینا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی کے وعظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں - احباب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور توحید باریتعالےٰ پر از دیاد ایمان ہوا - اور جس قدر احباب شامل جلسہ تھے - وہ اپنے اندر ایک خاص روحانی تبدیلی پاتے تھے - ایام جلسہ میں ہر طرف قدرت ثانی کی تائید اور نصرت الٰہی نظر آتی تھی - محمودیوں اور آریوں کو مباحثہ میں جو ذلت اٹھانی پڑی وہ بھی اپنے اندر ایک فرقان کا رنگ رکھتی تھی - سامعین حق کو باطل پر غلبہ پاتے ہوئے محسوس کر رہے تھے **جاء الحق وزھق الباطل** کا سماں پورا نظر آتا تھا - الغرض دیکھنے اور سننے میں فرق ہے -

جلسہ ہوا اور گذر گیا - اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر ایک ممبر نے اس سے روحانی فائدے اٹھائے - لیکن اس از دیاد ایمان کیساتھ ہمارے فرائض بڑھنے ضروری تھے سو بڑھ گئے - اور اب ہر ایک قوم کے ممبر کا فرض ہے - کہ وہ اُن کی ادائگی کے لئے کوشش کرے اور جو کام متفقہ طور پر قوم نے آئندہ کرنے کے لئے اپنے ذمہ لئے ہیں اُن کو عملی جامہ پہنائیں -

امسال کانفرنس احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں مفصلہ ذیل ریزولیوشن پاس کئے گئے -

(۱) تبلیغ احمدیت کے لئے سب ممبران خاص کوشش کریں - اور ہر ایک شہر میں جلسے ہوں - جہاں کہ بزرگان سلسلہ کو دعوت دی جاوے - اور پشاور کی جانب حضرت مولٰینا غلام حسن صاحب اور پنجاب میں اور ہندوستان میں حضرت امیر قوم و دیگر علمائے سلسلہ کو بلایا جاوے - اور احمدیت کے مفہوم کو لوگوں پر روشن کیا جائے - تاکہ غلط فہمیاں دور ہو کر سلسلہ احمدیہ کے ممبر بڑھیں - اور اشاعت اسلام کے کام کو زیادہ زور سے شروع کیا جاوے - نیز ٹریکٹ لکھے جاویں اور ایک رسالہ سہ ماہی جاری کیا جاوے جس میں سلسلہ عالیہ کی پوزیشن کو صاف کیا جاوے - اور حقیقت سلسلہ احمدیہ پر مضامین مختلف زبانوں میں لکھے جائیں - اور ہر ایک احمدی اُسے خرید کر اپنے دوستوں میں اُسکی تشہیر کرے - نیز جو کتب سلسلہ احمدیہ کے متعلق انجمن کی طرف سے شائع ہورہی ہیں ان کو مختلف احباب لوگوں میں بیچکر شائع فرماویں - اور خاصکر سلسلہ کی تصنیفات اور غسل مصفٰی - سلسلہ کے اختلافات کے متعلق اصولی بحث اخبار پیغام صلح میں جاری رکھی جاوے جو ہفتہ میں دو بار شائع ہوا کریگا - اور جسکو سب ممبران سلسلہ خرید کیا کریں -

(۲) ایک بورڈنگ کھولا جاوے جس میں امراء اور غرباء کے طلبا لئے جاویں جو مختلف کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں - ان طلباء کے لئے درس قرآن کریم اور دو لیکچر مذہبی سننے ہر ہفتہ میں فرض قرار دئے جاویں - اس سے بعض ایسے طلباء نکل سکیں گے - جو دینی جوش رکھتے ہوں - اور سلسلہ کے مبلغ بن سکیں گے - اس میں داخلہ کے لئے احمدی غیر احمدی کا کوئی سوال نہ ہوگا - ہاں صرف مسلمان ہی اس میں داخل ہوسکینگے -

(۳) چندہ سب احباب بڑھاویں تا قوم کو اپنی ضروریات پورا کرنے کے لئے کسی دوسرے کا دست نگر نہ ہونا پڑے - اور چندوں کو باقاعدہ وصول کرنے کے لئے اور اشاعت احمدیت اور اشاعت اسلام کا کام چلانے کے لئے ضروری ہے - کہ لوکل انجمنوں کو زیادہ مستحکم کیا جاوے اور سکریٹری صاحب آپ کے لئے خاص انتظام فرماویں -

ماسوائے اس کے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر سلسلہ نے یہ تحریک کی کہ سب لوگ چندوں میں زیادہ قربانی دکھاویں - اور اپنے نمونہ کو قرآن اور حدیث کے مطابق بناویں اور اپنی زندگی کو محض ایک کھیل میں صرف نہ کریں - بلکہ کچھ حقیقی کام کرکے دکھاویں چونکہ غیر ممالک میں اشاعت اسلام سن کے لئے بہت روپیہ کی ضرورت ہے - اس لئے بہت سے دوست اس تحریک میں شامل ہوں - جو ہم چند دوستوں نے ملکر ابیٹ آباد میں جاری کی تھی - یعنی اپنی آمد کا دسواں حصہ اس کام کے لئے علیحدہ کرچھوڑیں - چنانچہ اس تحریک میں مفصلہ ذیل احباب پہلے سے شامل ہیں : -

جناب مولٰینا مولوی محمد علی صاحب امیر سلسلہ - جناب خواجہ کمال الدین صاحب - جناب شیخ رحمت اللہ صاحب - جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب - خاکسار سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن جناب شیخ نور احمد صاحب جناب خان محمد عجب خان صاحب - جناب خان عبد الرحیم خان صاحب پشاور - جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب - جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب - جناب میر جی سید حیات علی شاہ صاحب

جلسہ کے ایام میں مفصلہ ذیل احباب نے اس میں شرکت کی اور عند اللہ ماجور ہوئے - جناب مولٰینا حضرت مولوی غلام حسن صاحب نے مبلغ [illegible] روپیہ ماہوار دسواں حصّہ دینے کا وعدہ فرمایا - جناب شیخ محمد اسمٰعیل و مولا بخش صاحب سوداگران لائل پور وسرگودہا نے مبلغ یکصد روپیہ ماہوار - دسواں حصہ دینے کا وعدہ فرمایا - جناب میاں عبد الحق صاحب اوورسیر نے دسواں حصہ آمد ماہوار دینے کا وعدہ فرمایا - جناب مصطفٰے خان صاحب ایڈیٹر اخبار البصر نے دسواں حصہ ماہوار دینے کا وعدہ فرمایا - جناب ملک شیر محمد خانصاحب بی اے نے دسواں حصہ ماہوار دینے کا وعدہ فرمایا - جناب خواجہ جمال الدین صاحب بی اے انسپکٹر سکول جموں وکشمیر نے دسواں حصہ ماہوار آمد کا وعدہ فرمایا - جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ نے " "

جناب مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ڈیرہ غازیخان نے " "

جناب منشی عبد الجبار صاحب پٹواری - ڈھوڈوال نے " "

ماسوائے ان کے مبلغ 3200/-/- روپیہ ایام جلسہ میں نقد احباب نے چندہ میں دیا - جن میں سے بڑی بڑی رقوم کی تفصیل یہ ہے

نام	رقم	نام	رقم
جماعت جموں	[illegible]	جماعت کالس پور	[illegible]
جماعت پشاور	[illegible]	جماعت سرگودہا	[illegible]
احباب لاہور معرفت میاں محمد دین صاحب سوداگر چرم	[illegible]	جماعت راولپنڈی	[illegible]
		جماعت بدوملہی	[illegible]
جماعت وزیر آباد	[illegible]	میر جی حیات علی شاہ صاحب	مار
میر سید سرور شاہ صاحب	[illegible]	دیگر احباب دانہ	[illegible]
چوہدری محمد رسل صاحب	مار	ایس - ایم خانصاحب	[illegible]
شیخ نور احمد صاحب	مار	مرزا انیاز بیگ صاحب	[illegible]
جماعت دیگراں	[illegible]	جماعت سیالکوٹ	[illegible]
شیخ خیر الدین خانصاحب	[illegible]	شیخ نعمت اللہ صاحب	[illegible]
جماعت پسرور	[illegible]	معرفت سید مدثر شاہ صاحب	[illegible]
ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب	[illegible]	شیخ خدا بخش صاحب منصف مردان	[illegible]
جماعت جہاوریاں	[illegible]	جماعت جہلم	[illegible]
مولوی عالم الدین صاحب وکیل	[illegible]	جماعت حیدرآباد معرفت [illegible] خانصاحب	[illegible]
عبد الاکبر خان صاحب	[illegible]		
سیٹھ احمد دین و میاں شمس الدین صاحبان	[illegible]	مطیع اللہ خانصاحب	صہ
		ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب	[illegible]
بابو عبد الحق صاحب	[illegible]	سید محمد علی شاہ صاحب	[illegible]
مرزا محمد بیگ صاحب	صہ	میاں محمد صاحب چنیوٹی	[illegible]
ڈاکٹر نظام الدین صاحب پشاور	[illegible]	مومن حسین خانصاحب	صہ
مولوی عزیز بخش صاحب	[illegible]	اہلیہ خاکسار ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ	[illegible]
دختر خاکسار ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ	[illegible]	مستری محمد شفیع صاحب	صہ
چوہدری الٰہی بخش صاحب	صہ	اہلیہ حضرت خواجہ صاحب	[illegible]
اہلیہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب	صہ	مرزا اسکندر بیگ صاحب	صہ
صاحبزادی "	صہ	میاں شاہنواز صاحب کاغانی	صہ
دادی صاحبہ "	صہ	قاضی ثناء اللہ صاحب	[illegible]
اہلیہ صاحبہ بابو محمد منظور الٰہی صاحب	[illegible]	میاں غلام محمد صاحب	صہ
منشی میر زمان صاحب	صہ	جماعت گوجرانوالہ	[illegible]
حاجی امیر الدین مولا بخش صاحبان	صہ	ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب	صہ

باقی رقوم متفرق طور پر وصول ہوئیں - جن کی تفصیل یہاں دینے کی ضرورت نہیں - [illegible]

اس کے علاوہ مبلغ آٹھ صد وتیس روپیہ کے وعدے حسب ذیل ہوئے

نام	رقم	نام	رقم
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	مار	شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد	ما
جناب مرزا انیاز بیگ صاحب کلانور	[illegible]	خانصاحب شیخ خیر الدین صاحب	[illegible]
شیخ نعمت اللہ صاحب لاہور	[illegible]	حکیم محمد رمضانی صاحب	[illegible]
معلوم الاسم	سار	ملک غلام محمد صاحب	مار

عاشقان سلسلہ احمدیہ کا فرض ہے کہ اس پاک تحریک میں شامل ہوکر اپنی آمدنی کے دہم حصہ کو اشاعت اسلام کے لئے وقف فرماویں - اور نیز انجمن قائم کرکے ہر ایک احمدی کو چندہ میں شریک کریں اور جو غیر احمدی احباب خوشی سے اور انشراح صدر سے اس کار خیر میں حصہ لینے کیلئے تیار ہوں - انکو تحریک کریں - اور سالانہ جلسہ پر خاص فہرست چندہ کی اپنے شہر والوں میں اس مد کے لئے کھولا کریں - تاکہ فنڈ مضبوط ہوں - اور خدا توفیق دے تو بہت سے مشن مختلف مواقعات میں کھولدئے جاویں - اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے ارادہ میں استقلال اور استقامت عطا فرمادے اور ہماری فانی زندگیوں سے بھی کچھ خدمت اسلام کا کام لے - آمین!

خاکسار - سید محمد حسین - محاسب -

بقیہ مضمون از صفحہ ۲ :-

اور بیان کیا - کہ یہ اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ ہے - اس لئے یہاں میں اور محمد علی ایک ہیں - ایسے موقعہ پر جب غیر مذاہب سے مقابلہ ہو - میں محمد علی کے جھنڈے تلے کام کرنے کو تیار ہوں پھر آریہ معترض کا کچھ جواب دیا - اس موقعہ پر ہمارے نوجوان ودیارتھی جی (مولوی عبد الحق صاحب) کی پھرتی اور قابلیت خصوصیت سے قابل ذکر ہے - جنہوں نے مولوی ثناء اللہ کا ایک بیان کردہ حوالہ فی الفور سوامی دیانندجی کی کتاب سے نکالکر اسی وقت جلسہ میں پیش کیا - اور آریہ معترض کے لفظ سامرتھ کے "قدرت" کے معنوں کو آریہ پرتی ندھی سبھا کے مستند ترجمہ کے باوجود جب از روئے لغت صحیح تسلیم نہ کیا تو فی الفور آپ لغت بھی نکال لائے - اور عین برسر جلسہ اس جھوٹ کی قلعی کھولی - بعد ازاں حضرت امیرؓ نے جماعت کو چند آخری نصائح کیں اور دعا پر جلسہ برخاست ہوا -

جلسہ کے بعد بھی بہت سے احباب دوسرے دن نماز جمعہ تک ٹھہرے رہے - اور کچھ اسکے بعد بھی ایک دو دن تک حضرت امیرؓ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے - ان دنوں میاں صاحب کے بھی بعض مرید قادیان سے واپس آتے ہوئے تحقیق حق کے لئے یہاں آئے - حضرت مولٰینا سید محمد احسن صاحب سے بھی ملاقی ہوئے - اور حضرت امیرؓ کے ساتھ بھی انہوں نے گفتگو کی - اور بالآخر حق کے آگے اُنہیں سر تسلیم خم کرنا پڑا - خدا تعالےٰ انہیں اعلان حق کی جرأت بھی عطا فرمائے -

الغرض دسمبر کا یہ آخری ہفتہ اپنی برکات و روحانیت کی وجہ سے ایک خاص رنگ رکھتا تھا - وہ وہ معارف عالیہ اور نکات لطیفہ ان مبارک ایام میں سننے میں آئے کہ ہر وقت تازگی و ازدیاد ایمان کا موجب ہوسکتے ہیں - کوشش کی جائیگی - کہ سالانہ جلسہ کی تقاریر کو یکے بعد دیگرے شائع کرنے کے بعد ان معارف و حقائق کو بھی ایک ایک کرکے ہدیہ ناظرین کیا جائے - وباللہ التوفیق وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین -

حضرت مولٰنا صدر الدین صاحب کی واپسی

حضرت مولٰینا مولوی صدر الدین صاحب انگلستان سے واپس ہندوستان کی طرف روانہ ہوچکے ہیں - ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کو آپ کے مارسیلز سے روانہ ہوجانے کی خبر ہے - غالباً ۱۵ جنوری ۱۹۱۷ء تک جہاز بمبئی پہنچ جائے گا - اور دو دن بعد آپ لاہور میں وارد ہونگے - مولوی صاحب نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کی جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں انہیں ملحوظ رکھکر نہایت مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے - احباب اور نہیں تو کم ازکم لاہور آکر آپ کے استقبال میں شریک ہوں - آپ کا استقبال جس قدر عزت وشان کے ساتھ کیا جائے تھوڑا ہے - ایسے جوانمرد خادمان اسلام اس قحط الرجال کے زمانہ میں کہاں میسر آسکتے ہیں - اللہ تعالےٰ آپ کو بخیر و عافیت اپنے وطن مالوف میں پہنچائے - احباب آپ کی سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچ جانے کے لئے بارگاہ ایزدی میں بالخصوص دست بدعا ہوں +

بحث اسمہٗ احمد اور میاں صاحب

نبوت مسیح موعودؑ اور اسمہٗ احمد کے عقیدے کیوں ایجاد ہوئے

کل دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے میاں صاحب کو کیا کچھ جد و جہد کرنی پڑی۔ وہ ان جدید الاختراع عقائد سے ظاہر ہے۔ جو مسیح موعودؑ کو نبی بنانے اور اسمہٗ احمدؐ کی پیشگوئی آپ پر چسپاں کرنے کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں خود الفضل مؤرخہ ۲۰۔ دسمبر ۱۹۱۶ء میں یہ اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ:-
"مسئلہ کفر کوئی مستقل مسئلہ نہیں۔ کہ اسپر الگ بحث کیجائے بلکہ وہ ثبوت نبوت پر موقوف ہے"
یعنی اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ کل غیر احمدی کافر ہیں یہ ثابت ہونا ضروری ہے کہ مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ اور اس لئے میاں صاحب نے مسیح موعودؑ کو نبی بنانا شروع کیا۔ ایسا ہی اسمہٗ احمدؐ کے متعلق میاں صاحب ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ
"اسمہٗ احمدؐ حضرت صاحب کے دعوےٰ نبوت کی دلائل میں سے ایک دلیل ہے"
گویا نبوت مسیح موعودؑ کے عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لئے اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کو میاں صاحب نے بجائے آنحضرت صلعم کے حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں کرنا ضروری سمجھا اور کیا ؛

تعیین پیشگوئی میں اختلاف اور اسمہٗ احمد کی پیشگوئی میں میاں صاحب کا اجتہاد

لیکن ایک طرف تو اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کو مسیح موعودؑ کی نبوت پر بطور ایک دلیل کے سمجھکر آپ ہی پر اسے چسپاں کرنے کی بے سود کوشش کی گئی۔ اور دوسری طرف اپنے بعض مریدین کی دلداری کے لئے میاں صاحب نے یہ بھی کہدیا۔ کہ

"اسمہٗ احمدؐ تو ایک پیشگوئی ہے اور تعیین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ اسے تو میں اتنی عظمت نہیں دیتا"

یہ اس خط کا اقتباس ہے جو میاں صاحب نے حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کو اسوقت لکھا۔ جب انھوں نے ابھی القول الممجد شائع نہیں کی تھی اور اندر ہی اندر انھیں سمجھانے میں مصروف تھے۔ ایسی ہی بات کا اظہار اس سے بھی زیادہ کھلے الفاظ میں الفضل مؤرخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء میں بھی میاں صاحب نے کیا ہے۔ اور محض ان مریدین کی خاطر سے کیا ہے۔ جو اندر ہی اندر ان کی اس حرکت سے بیزار ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"میرے نزدیک اس پیشگوئی کی تعیین الہامی طور پر کسی رسول نے اپنے متعلق نہیں کی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسکو اپنے اوپر چسپاں نہیں فرمایا اس لئے اس پیشگوئی کی تعیین محض اجتہاد پر ہے۔ اور یہ ایک علمی مسئلہ کی حیثیت رکھتی ہے نہ وہ شخص اسلام کو ضعف پہنچاتا ہے جو اسے مسیح موعودؑ پر چسپاں کرتا ہے۔ اور نہ اسکے کسی اور پر چسپاں کرنے سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے اسی طرح جو شخص اس پیشگوئی کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں قرار دیتا ہے وہ بھی گنہگار نہیں غرض اس آیت کی تعیین اجتہاد کی بناء پر ہے۔ نہ کہ الہام و وحی کی بناء پر۔ اس لئے کسی شخص پر اس کی تعیین کرنے والا مخطی و مصیب تو کہلا سکتا ہے۔ لیکن گنہگار اور خدا و رسول کی ہتک کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔ اور جس طرح قرآن کریم کی اور بیسیوں آیات کے معانی کرنے میں اجتہاد میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اور ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلام کی ہتک اور قرآن کریم سے انحراف کا فتوےٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اس آیت کے معنے میں اختلافات ہتک اسلام و رسول نہیں کہلا سکتے"

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ امر کہ آیہ کریمہ مبشرًا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں ہوتی ہے۔ یہ میاں صاحب کا اپنا اجتہاد یا بالفاظ دیگر اختراع ہے۔ جسے وہ کوئی اتنی بڑی اہمیت بھی نہیں دیتے۔ کہ اس کے خلاف یقین کرنے والے پر کوئی فتوےٰ دیا جا سکے۔ یہی بات میاں صاحب نے اپنے ایک مرید کے منہ پہ بھی ایام جلسہ میں کہی۔ جس کا انہیں یہ جواب دیا گیا اور بہت ہی معقولیت کے ساتھ اسی مرید کی طرف سے یہ کہکر انکی بات کو رد کر دیا۔ کہ اگر اسی طرح کوئی شخص حضرت موسیٰ کی اس پیشگوئی کے متعلق جس میں آپ کو محمدؐ کہا گیا تھا۔ یہ کہدے کہ محمدؐ آنحضرت صلعم نہیں تھے۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کوئی اور شخص ہے تو آپ کے اس خیال کے مطابق کہ "تعیین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے"۔ یا اس سے کوئی آنحضرت صلعم کی ہتک اور قرآن کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ اس شخص کے اس اجتہاد سے بھی اس پر کوئی فتوےٰ تو عائد نہ ہوگا دو ہی پیشگوئیاں ہیں۔ ایک عیسےٰ علیہ السلام کی احمدؐ کے متعلق اور دوسری موسیٰ علیہ السلام کی محمدؐ کے متعلق۔ اب آپ کے اجتہاد کے رو سے عیسےٰ علیہ السلام کی پیشگوئی حضرت نبی کریم صلعم پر چسپاں نہیں ہوتی اور حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں ہوتی ہے۔ ساتھ ہی آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جو کسی فتوےٰ کا سزاوار نہیں۔ پس کیوں کوئی دوسرا شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کو کسی دوسرے پر اپنے اجتہاد سے چسپاں کرکے یہ کہہ نہیں سکتا۔ کہ یہ آنحضرت نبی کریم صلعم کے متعلق نہیں۔ آپ کا نام محمدؐ نہ تھا۔ بلکہ فلاں شخص کا اصلی نام محمدؐ ہے اور یہ اسی پر چسپاں ہوتی ہے۔ اس کا جواب میاں صاحب سوائے اسکے کیا دے سکتے تھے۔ کہ وہ نص صریح کا منکر ہے۔ اور اسلئے کافر۔ مگر کاش وہ یہ بھی بتا دیتے۔ کہ وہ کونسی ایسی نص صریح ہے کہ آنحضرت صلعم کے محمدؐ نام کے لئے تو موجود ہے۔ لیکن احمدؐ کے لئے نہیں۔ اور کیوں آنحضرت صلعم کا نام محمدؐ ہونے سے انکار کرنے والا تو کافر بن جاتا ہے۔ جبکہ آپ کا عقیدہ ہے۔ کہ تعیین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے اور ایک ایسی ہی دوسری پیشگوئی کو آنحضرت صلعم کے حق میں قرار نہ دینے میں وہ کوئی ہرج نہیں دیکھتے۔ اور اسے ایک معمولی اجتہادی مسئلہ قرار دے کر ٹال دیتے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ۔ میاں صاحب کے نزدیک اس پیشگوئی کا آنحضرت پر لگانا شیوۂ مومنانہ نہیں

لیکن ہم سخت حیران ہوجاتے ہیں جب ایک طرف میاں صاحب کو جیساکہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ اس بارہ میں ایسا ...... پاتے ہیں۔ کہ اپنے اس عقیدہ سے اختلاف یا اتفاق کرنے والوں پر وہ کوئی فتوےٰ عائد کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اور دوسری طرف نہایت کھلے الفاظ میں ہم اُن کا وہ فتوےٰ بھی دیکھتے ہیں۔ جو انہوں نے "انوار خلافت" میں اس سے اختلاف رکھنے والوں پر عائد کیا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۲ پر وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"جبکہ اسمہٗ احمد والی آیت کو اگر مطابق مضمون اس آیت کے بجائے رسول کریمؐ کے اوپر چسپاں کرنے کے آپ کے کسی خادم پر چسپاں کیا جائے۔ تو قرآن کریم کی کسی اور آیت کی تکذیب نہیں ہوتی اور آنحضرت صلعم پھر بھی حضرت مسیح کے موعود رہتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر آپ پر صرف اس لئے چسپاں کیا جائے۔ تا یہ ثابت ہو کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آ سکتا۔ کیا خدا تعالےٰ کا خوف دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ کہ اس طرح اس کی کلام کی تحریف کی جاتی ہے۔ اور صریح طور پر اس کے غلط معنے کرکے اسکے مفہوم کو بگاڑا جاتا ہے۔ جب تک حق نہ آیا تھا۔ اسوقت کے لوگ مجبور تھے۔ لیکن اب جبکہ واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ احمدؐ سے مراد آنحضرت صلعم کا ایک خادم ہے تو پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوۂ مومنانہ نہیں"

اب اس عبارت میں اپنے مندرجہ بالا اقوال کے صریح خلاف اس پیشگوئی کی تعیین کو جیسی کچھ اہمیت دی ہے۔ ظاہر ہے۔ بالاختصار ہم ذیل میں ان کے اُن فتاوے کو نمبروار درج کرتے ہیں جو انھوں نے اسمہٗ احمدؐ کی پیشگوئی کو آنحضرت صلعم پر چسپاں کرنے والوں پر مندرجہ بالا عبارت میں عائد کئے ہیں:-

(۱) میاں صاحب کے نزدیک
"اسمہٗ احمد والی آیت کو اگر مطابق مضمون اس آیت کے بجائے رسول کریمؐ کے اوپر چسپاں کرنے کے آپ کے کسی خادم پر چسپاں کیا جائے۔ تو قرآن کریم کی کسی اور آیت کی تکذیب نہیں ہوتی"
بالفاظ دیگر اگر رسول کریم صلعم پر چسپاں کی جائے تو قرآن کریم کی کسی اور آیت کی تکذیب لازم آتی ہے؛ اور وہ شخص جو ایسا کرتا ہے۔ وہ قرآن کریم کی آیت کی تکذیب کرتا ہے۔

(۲) اس آیت کو آنحضرت صلعم پر چسپاں کرنا گویا "اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ" دینا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ
"کیا وجہ ہے کہ اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر صرف اس لئے آپ (آنحضرت صلعم) پر چسپاں کیا جائے تا یہ ثابت ہو کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آ سکتا"

(۳) میاں صاحب کے نزدیک اس پیشگوئی کو آنحضرت صلعم پر چسپاں کرنا گویا "خدا کا خوف دلوں سے اٹھ جانا" ہے۔

(۴) ایسا کرنے سے "اللہ تعالےٰ کی کلام میں تحریف" ہوتی ہے۔

(۵) "صریح طور پر اس کے غلط معنے کرکے اسکے مفہوم کو بگاڑا جاتا" ہے۔

(۶) اس پیشگوئی کو آنحضرت صلعم پر چسپاں کرنا "شیوۂ مومنانہ نہیں"

یہ وہ سند ضروریہ ہیں۔ جو میاں صاحب نے اپنے بے بہا لیکچر میں گذشتہ سال اپنے مریدین پر برسائے۔ ہم تو حیران ہیں کہ میاں صاحب کی کونسی بات کو صحیح سمجھیں۔ آیا ان کے مریدین کی دلداری کے لئے۔ ان کی اس بات کو سچا سمجھیں جس میں انہوں نے المجتہد یخطی و یصیب کہکر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اور اپنے اس فاسد عقیدہ کے نہ ماننے والوں پر کوئی فتوےٰ عائد کرنا جائز نہیں سمجھا۔ یا ان کے مندرجہ بالا فتوے کے مطابق ان کے مریدین کو جو ان سے اس مسئلہ میں اتفاق نہیں رکھتے ....

.... قرآنی آیات کی تکذیب کرنے والے۔ (۲) اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے والے۔ (۳) خدا کا خوف دلوں میں نہ رکھنے والے۔ (۴) کلام الٰہی میں تحریف اور (۵) صریح طور پر غلط معنے کرکے اس کے مفہوم کو بگاڑنے والے۔ (۶) "شیوۂ مومنانہ" کے خلاف ہٹ دھرمی سے کام لینے والے سمجھ لیا جائے۔ آخر یہ تناقض خیالات کیوں؟ کیا اس سے صاف طور پر پتہ نہیں لگتا۔ کہ میاں صاحب اپنے مریدین کا دل رکھنے کے لئے تو اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں کرنے کو اتنی عظمت نہیں دیتے لیکن چونکہ اس کے بغیر نعوذ باللہ کا ساتھی نہیں۔ اس لئے ساتھ ہی ساتھ اس سے اختلاف رکھنے والوں پر فتوے عائد کرنے سے بھی نہیں دریغ نہیں۔ پس ہم میاں صاحب سے نہیں بلکہ ان کے مریدین سے جو اس بارہ میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے آپکو اس کے فتاوے سے کہاں تک مستثنےٰ سمجھتے ہیں اور کیونکر؟ (باقی پھر سہی)

پیغام صلح ہفتہ میں دو بار

آج کا نمبر خلاف معمول بجائے چار کے چھ صفحات پر شایع ہوتا ہے اور اس کا یوم اشاعت بھی ان ایام میں سے نہیں۔ جو آج تک اخبار کے اوپر لکھے جاتے رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس وجہ سے کہ جنوری شاکے سے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ پیغام صلح بجائے چار صفحات پر ہفتہ میں تین بار شایع ہونے کے چھ صفحات پر دو بار شایع ہوا کرے۔ اس انتظام کی رو سے گو بظاہر پیغام صلح کی ناظرین کے ہاتھوں تک پہنچنے میں کچھ زائد دنوں کا وقفہ نظر آئیگا۔ لیکن دراصل آئندہ اس کے بروقت شایع ہونے اور پہلے سے زیادہ اوراق اپنے اندر سامان تنوع لئے ہوئے شایع ہونے کی وجہ سے اسکا دو دفعہ شایع ہونا انشاء اللہ زیادہ موجب دلچسپی ہوگا۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ہمارے ناظرین اخبار کی مالی حالت کو سنوارنے کے لئے اس دو دفعہ کی اشاعت میں اپنے لئے زیادہ سہولت پائینگے اور اس کی توسیع اشاعت میں حتی الوسع دریغ نہ کریں گے۔

ایام اشاعت کے لحاظ سے آئندہ ہر ہفتہ میں دو دن یعنی اتوار اور بدھ کے روز پیغام صلح ناظرین کے ہاتھوں میں ہوا کریگا۔ انشاء اللہ

عقاید محمودیہ سے بیزاری اور فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں نے پہلے حضرت میاں صاحب کی بیعت کی تھی۔ مگر اب بوجہ دیکھنے تحریرات میاں صاحب اور دیگر تحریرات جو وقتاً فوقتاً قادیان سے مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق شایع ہوتی ہوئی دیکھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بالکل ہی قرآن اور حدیث کے مخالف ہے۔ اور پھر علاوہ اس کے آجکل جو نیا مسئلہ اسمہٗ احمد

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۷ جنوری ۱۹۱۷ء | نمبر ۷۵

نکات القرآن

حصہ چہارم

بفضلہ تعالےٰ چھپکر شایع ہو گیا ہے۔ اس میں سورت النساء کی پوری تفسیر ہے جو ۸۸ صفحات پر ختم ہوئی ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ حسب سابق نہایت اعلےٰ ہے۔ باقی مضامین تو پھر آخر قرآن کریم کے ہیں اور بیان کرنے والا حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی ایدہ اللہ بنصرہ جیسا عالم علوم حقانی اور مفسر کلام ربانی پھر کیوں نہ صوری خوبیوں سے بڑھکر حقایق و معارف کا ایک دریا ان کے اندر موجزن ہو۔ مختصر الفاظ میں یہ کہدینا کافی ہے کہ "نکات القرآن" اسم بامسمےٰ "نکات القرآن" ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ ہوکر بازار خریداری میں آیا ہے۔ دیکھیں کتنے ہاتھ اسکی قدر کرنے کیلئے بڑھتے اور کلام الٰہی سے اپنے عشق اور دلبستگی کا ثبوت دیتے ہیں۔ قیمت فی جلد ۶/ دفتر پیغام صلح سے مل سکتے ہیں +

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان پاک نکات میں سے کچھ باتیں جو موجودہ حالات میں ازبس مفید ہو سکتی ہیں۔ ہدیہ ناظرین کی جائیں۔

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ یہ آیت رسولوں کے ایک امتیازی نشان پر فیصلہ کن ہے۔ امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ الآیۃ دالۃ علی انہ لا رسول الا و معہ شریعۃ لیکون مطاعاً فی تلک الشریعۃ و متبوعاً فیہا اذ لو کان لا یدعو الا الی شرع من کان قبلہ لم یکن ھو فی الحقیقۃ مطاعاً بل کان المطاع ھو الرسول المتقدم الذی ھو الواضع لتلک الشریعۃ واللہ تعالیٰ حکم علی کل رسول بانہ مطاع۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ایک شریعت ہو اور وہ اس شریعت میں مطاع ہو۔ اور اس کے بارہ میں اسی کی پیروی کی جائے کیونکہ اگر وہ صرف اپنے سے کسی پہلے رسول کی شریعت کی طرف ہی بلاتا ہے۔ تو فی الحقیقت وہ مطاع نہ ہوا بلکہ مطاع وہ پہلا رسول ہوا جس کی وہ شریعت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ہر ایک رسول کے لئے لازمی ہے کہ وہ مطاع بھی ہو۔ درحقیقت اس آیت میں ایک ایسا حصر ہے کہ اس سے باہر نکلنے کی کوئی گنجایش نہیں۔ ہر ایک رسول کے لئے خود مطاع ہونا لازمی ہے۔ اور وہ مطیع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر وہ خود مطیع ہے تو حقیقی مطاع جیسا کہ امام رازی نے کہا ہے۔ وہ دوسرا رسول ہوا جس کا وہ خود مطیع ہے۔ پس ایسا شخص جو خود مطاع نہیں بلکہ اس کا مطاع کوئی اور ہے وہ حقیقت میں رسول نہیں۔ اس لئے چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس امت کے اندر ہمیشہ کے لئے حقیقی مطاع ایک محمد رسول اللہ ہی ہوگا۔ جیسا کہ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول سے ظاہر ہے۔ اس لئے آپ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی رسول ہوگا تو وہ خود مطاع ہوگا۔ اور اس لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مطاع نہ رہیں گے اور یہ خلاف قرآن کے ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے جب اس کو فان تنازعتم کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے۔ اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں آسکتا۔ نہ کوئی پرانا رسول آسکتا ہے اور نہ نیا کیونکہ جو کوئی بھی رسول ہو کر آئے گا۔ وہ خود مطاع ہوگا۔ اور یہ ہو نہیں سکتا +

جو لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں وہ بھی اس آیت پر غور کریں۔ اور جن لوگوں نے آج تیرہ سو سال بعد ایک رسول کا آنا مان لیا ہے وہ بھی غور کریں۔ اول الذکر سوچیں کہ اگر حضرت عیسےٰ آئیں تو لازماً منصب رسالت کے ساتھ آنے چاہئیں کیونکہ ایک رسول کا منصب رسالت کسی صورت میں چھینا نہیں جا سکتا۔ واللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ کے خلاف ہے۔ اور پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نعوذ باللہ کسی نا قابلیت کی وجہ سے ان کا یہ منصب چھینا گیا۔ لیکن اگر منصب رسالت کیساتھ وہ آئیں تو پھر اس وقت مطاع وہ ہونگے نہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ گویا آنحضرت کی رسالت کا زمانہ ختم ہو جائیگا۔ اور یہ عقیدہ نہایت فاسد ہے۔ اور وہ لوگ جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو رسول بناتے ہیں وہ بھی غور کریں کہ وہ شخص جسے وہ رسول بناتے ہیں بار بار بیان کرتا ہے۔ کہ میری گردن پر محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جوا اسی طرح پر ہے۔ جیسے ہر ایک مسلمان کی گردن پر۔ اور میں نے جو کچھ پایا اسی کی پیروی سے اور اسی کی اطاعت سے پایا۔ اس نے ایک لحہ کے لئے بھی یہ دعوےٰ نہیں کیا۔ کہ میں حقیقی مطاع ہوں۔ بلکہ بار بار اپنا مطاع اور سب مسلمانوں کا مطاع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی بتایا۔ اس امت میں ایک مسیح کے آنے کی پیشگوئی بالکل صحیح اور اس امت میں مسیح موعود کا ظاہر ہونا بالکل حق۔ اور میں وہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ہی مانتا ہوں مگر اس امت میں قطعاً کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر کوئی رسول ہو تو وہ بموجب تصریح اس آیت کے مطاع ہوگا۔ اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مطاع ہونے کا زمانہ یا رسالت کا زمانہ ختم ہو جائے گا +

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بعض انبیاء بھی تو حضرت موسےٰ کی شریعت کے پیرو تھے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گو ان کو نئی شرایع نہ دی گئی ہوں۔ مگر وہ سابق شریعت میں کمی بیشی تغیر و تبدل اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق کر سکتے تھے۔ اس لئے جو شریعت وہ پیش کرتے تھے وہ اپنی مہر سے پیش کرتے تھے جس بات کو وہ درست کہدیں وہ درست اور جس کو وہ غلط کہدیں وہ غلط ماننی ضروری تھی۔ اس لئے بہرحال مطاع وہ خود ہی تھے۔ گو وحی الٰہی نے ان کو بھی ہدایت کی ہو کہ وہ موسوی شریعت کے خاص خاص حصوں کی پیروی کریں لیکن اس امت کے اندر ایسا کوئی انسان نہیں ہو سکتا۔ کہ جو ایک شوشہ بھی شریعت کا کم و بیش کر سکے۔ یا یوں کہہ سکے کہ قرآن کو میں اپنی مہر سے پیش کرتا ہوں۔ بلکہ وہ خود قرآن کی مہر کا محتاج ہے اس لئے حالانکہ پہلے کل رسول فرداً فرداً اپنے اپنے زمانہ میں مطاع تھے۔ اس امت میں تا قیامت ایک ہی مطاع ہوگا۔ اور وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک مجدد بھی اگر کوئی ایسی بات کہے جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو تو اس کی بات ترک کرنی پڑے گی اور قرآن اور حدیث کو ماننا ہوگا +

فلا و ربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم۔ قسم ہے تیرے رب کی ہرگز ایماندار نہیں جب تک کہ تجھے ہی اپنے محمد رسول اللہ حکم نہ بنائیں۔ ان جھگڑوں میں جو ان میں پیدا ہوں یہ آیت اس نتیجہ کو اور بھی مضبوط کرتی ہے جس پر ہم پچھلی آیت پر غور کرکے پہنچے ہیں۔ کہ کوئی شخص اس امت میں مومن کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ یہانتک کہ ہر ایک جھگڑے میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے پس مطاع محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ آپ کے ماتحت بیشک اور بھی حکم ہو سکتے ہیں۔ لیکن حقیقی حکم وہی ہونگے ہر بات کا آخری مرجع آپ کی ہی ذات پاک ہوگی +

یا ایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعاً۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اپنی احتیاط کرتے رہو۔ پھر جماعت جماعت یا اکٹھے ہوکر نکلا کرو۔ اس وقت کے حالات کے مطابق دشمن کے مقابل میں جنگ کے لئے نکلنا پڑتا تھا۔ لیکن یہی نفر کا لفظ تعلیم علم دین حاصل کرنیکے لئے بھی بولا گیا ہے۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ اس لئے آج بھی اس لوگوں کے مقابل جو دین اسلام پر قلم یا زبان سے حملے کرتے ہیں۔ یہی ہدایت ہم کو کام دے سکتی ہے۔ مقابلہ کسی نہ کسی رنگ میں قیامت تک لگا رہیگا۔ پس سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ یعنی ہر وقت مقابلہ کیلئے طیار رہنا چاہیئے۔ آج کل مسلمانوں نے اس تعلیم کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اپنی ذات کے لئے اور اپنے مالوں کی حفاظت کے لئے تو بہت کچھ احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ بیماریوں کے حملوں سے بچیں یا اپنے مال کو دوسروں کی دستبرد سے بچائیں۔ لیکن دین اسلام کے لئے احتیاط کا نام لو تو توکل بتایا جاتا ہے۔ کیا خدا خود اپنے دین کی حفاظت نہ کرے گا؟ تو کیا آنحضرت کے زمانہ میں ہی خدا خود حفاظت نہ کرتا تھا۔ جو اس قدر تاکید پر تاکید نازل ہوتی تھی۔ حفاظت تو تب بھی خدا ہی کرتا تھا۔ اب بھی خدا ہی کرے گا۔ لیکن ظاہر اسباب حفاظت نہ تب چھوڑے جا سکتے تھے۔ نہ اب چھوڑے جا سکتے ہیں۔ خدا کی حفاظت یہی تھی کہ تھوڑے سے کمزور آدمیوں کو ایک طاقتور جنگی قوم کے مقابلہ پر کامیاب کیا اور اب بھی اگر مسلمان اپنے دین کی حمایت میں کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ ان کے تھوڑے کام میں بھی بہت برکت ڈالے گا۔ اور چونکہ مسلمانوں میں اس زمانہ میں اختلاف بہت پیدا ہو گئے ہیں۔ سب کا اکٹھے نکلنا تو محال ہی نظر آتا ہے۔ اگر جماعت جماعت بھی ہوکر اشاعت دین کے لئے کھڑے ہو جائیں تو غنیمت ہے +

موجودہ اختلافات سلسلہ احمدیہ

اور

مسیح موعود

ووکنگ مشن کی اہمیت

لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

جو برموقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گذشتہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۱ء کو پڑھا گیا

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

طلب شہادت پر میاں صاحب اور ان کے مریدین کا رویہ

باقی رہی سید حامد شاہ اور مولوی شیر علی اور چند دیگر احباب تو آپ جب حلفیہ شہادت طلب کی گئی تو کیوں صاحب زادہ صاحب کو بے چینی نے گھیر لیا۔ ہم نے تو سید حامد شاہ قاضی امیر حسین اور دیگر دوستوں سے یہ نہ پوچھا تھا کہ صحیح عقیدہ کیا ہے۔ بلکہ صرف اسی قدر پوچھا تھا کہ کیا انہوں نے حضرت اقدس کو ان کی زندگی میں کبھی نبی مانا۔ تو پھر کیوں صاحبزادہ نے قرآن کے حکم کو توڑ کر ان کو حلفیہ بیان دینے سے روکا اور ثابت کیا کہ اس کے پہلو میں ایک دل ہے جو آثم قلبہ کا مصداق بن چکا ہے۔ پھر لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے کہ انہوں نے خدا کے حکم ولا تکتموا الشہادۃ پر ایک نوعمر کے حکم کو ترجیح دی کس قدر شرمناک بات ہے کہ ایسے مسئلہ میں جس نے جماعت کی بیخ و بن تک ہلا دی سید حامد شاہ جیسا معمر تو خاموش رہے جس نے عمر کا ایک حصہ حضرت کی خدمت میں کاٹا اور قسم کھانے لئے ایک صاحبزادہ سامنے آجاوے جس کی عمر حضرت مرزا صاحب کے زمانے تک کھیل کود اور سیر و شکار میں گذرتی تھی۔ وہ تو اس قسم کا اہل ہی نہیں ہاں اس کو اگر قسم کھانے کا ہی شوق تھا تو اس کے لئے بھی ایک قسم تجویز کی گئی تھی جس سے اس نے انکار کیا۔ وہ قسم یہ تھی کہ جن حضرت کی تحریرات کو میاں محمود نے مسترد و منسوخ اور ناقابل سند قرار دیا ہے ان کو وہ ۱۹۱۵ء سے پہلے بھی جب اسے اس مسئلہ نسخ کے ایجاد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ایسا ہی جانتا تھا یا حضرت اقدس کی زندگی میں بھی اس کا یہ عقیدہ تھا۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم ان کی ۱۵ سالہ تحریرات کو خواہ اس ایک مسئلہ پر ہی منسوخ قرار دو جیسا کہ صاحبزادہ نے کیا۔ اس لئے یہ امر تنقیح طلب تھا کہ یہ ایجاد شدہ مسئلہ نسخ میاں محمود نے ضرورت سے مجبور ہو کر کیا یا پہلے سے ان کا یہ عقیدہ تھا اس لئے حلف طلب کی گئی۔

بہر حال ایک نبوت کے منوانے کے لئے جس قدر بے عزتی ہمارے مرشد کی آپ کے صاحبزادہ کے ہاتھ سے ہوئی وہ کسی اور سے نہیں ہوئی کسی سیاہ سے سیاہ دشمن نے بھی حضرت کو ایسا کذب من قرار نہیں دیا جیسا اہل بیت پرستوں نے کیا۔ رہا یہ کہنا۔ کیونکہ اب یہ آواز پیدا ہونے لگی ہے کہ مرزا صاحب کو غلطی نہیں

۱۹۰۱ء میں کامل نبوت ملنا قطع وتین والی آیت پر پورا نہیں اترتا

لگی بلکہ ۱۹۰۱ء میں نبوت کامل ہوگئی۔ لہذا جو انہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے لکھا وہ بھی صحیح تھا۔ اب بالفرض یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ ۱۹۰۱ء میں اعلان نبوت ہوا تو سلسلہ قطع وتین والی کیا بل کیا ہوگی جو حضرت بار بار اپنے ثبوت صداقت الہام میں اس لئے دیا کرتے تھے کہ خدا تعالے نے آپ کو اتنی لمبی مہلت عطا فرمائی۔ یاد رکھو حضرت آقا کی جو بھی حیثیت بذریعہ الہام ہے وہ ۱۸۸۲ء سے ہے اور وہی حیثیت اخیر تک قایم رہی۔ اگر ۱۹۰۲ء کے بعد کچھ اور ہوگی تو قطع وتین والی بات کو سامنے رکھو۔ اور اگر وہ ابتدا سے تھی تو خدارا ہمارے مرشد کو غبی مت بناؤ۔ لیکن ہم ان لوگوں کو کیا کہیں جب یہ آنحضرت صلعم کی عزت پر اور خلفاء راشدین کی ذات پر اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے حملہ کرنے سے باز نہیں آئے تو ہمارا مرشد کس گنتی میں ہے۔ ان نادانوں کو آخر یہ بھی کہنا پڑا کہ خود آنحضرت صلعم تین برس تک اپنے دعوے نبوت نہ سمجھے۔ یہ اعتراض البتہ سر ولیم میور اور دیگر عیسائیوں نے کیا تھا۔ جو آج صاحبزادہ صاحب کے لئے مایہ ناز ہے۔

حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث منافی نبوت مسیح موعود

پھر ایک مصیبت کے دفعیہ کے لئے انہوں نے صدیق اکبر کی ذات پر حملہ کیا۔ یہ امر مسلم ہے کہ حضرت اقدس نے ورثہ پایا اور ان کا ورثہ صاحبزادہ کو ملا ہیں نے اسے غلطی سے نکالنے کے لئے حدیث (نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث) یعنی نبی نہ ورثہ پاتے ہیں اور نہ ورثہ چھوڑتے ہیں پیش کی اگر اپنے باپ کو نبی بنانے کا شوق تھا تو صاحبزادہ متروکہ حضرت کو ہی چھوڑ دیتے تاکہ یہاں کے معترضین کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملتا کہ آجتک میاں نے کونسا ایثار کیا۔ لیکن یہ میاں سے کب ہو سکتا تھا۔ کہا تو یہ کہا کہ نبی ورثہ پاتے ہیں جیسے سلیمان نے ورثہ پایا۔ آہ افسوس غرض میاں کو کہاں سے کہاں لے گئی۔ یہی ایک حدیث شیعہ سنیوں میں فیصلہ کن حدیث ہے اسی پر باغ فدک کا فیصلہ ہوتا ہے جناب فاطمہ اس کی دعوے دار ہے۔ اب اگر آنحضرت صلعم کوئی جایداد چھوڑ گئے اور باغ فدک ہے تو یہ حدیث جھوٹی اور موضوع۔ اور جناب ابوبکر کا فیصلہ غلط۔ اور اگر یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل بجا تھا۔ اور میاں ... شیعہ نہیں بلکہ سنی ہیں تو پھر مرزا صاحب ہرگز نبی نہیں۔ اور ... ورثہ کا ذکر سلیمان کے ورثہ میں ہے۔ وہ ورثہ روحانی ورثہ ہے۔ یہ وہی ورثہ ہے جس کے رو سے علما کو وارث الانبیا کہا گیا ہے۔ اگر قرآنی آیات میں کسی دنیوی ورثہ کا ذکر ہے تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلعم کا فرمودہ قرآن کریم کے خلاف ٹھیرتا ہے۔ یہیں تو حیرت آتی ہے کہ وہی قادیان جہاں ... ہدایت و ذکا نکلا کرتا تھا جو علم و منطق اور صحیح استدلال کا مرکز تھا۔ آج وہاں کے لوگوں کو کیا ہو گیا۔ جو بات کرتے ہیں بے ٹھیٹھ بے ہودہ بے عقلیوں کا مجموعہ۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہم منہ سے نکالتے ہیں نتیجہ اسکا کیا ہوگا اور اسکا اثر بد تو کسی کی ذات پر نہیں پڑتا مثلاً اگر یہ حدیث صحیح ہے تو مرزا صاحب نبی نہیں اور اگر بر خلاف تعلیم قرآن جیسا صاحبزادہ کہتا ہے نبیوں کے وارث ہوا کرتے ہیں تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلعم خلاف قرآن تعلیم دیتے ہیں اور اگر یہ حدیث موضوع ہے تو صدیق اکبر نہ صرف وضع حدیث کرنے کا ملزم ہے۔ بلکہ ایک غاصب اور ظالم انسان ہے لہذا یا صاحبزادہ اپنے باپ کو نبی بنائے یا شیعوں کا مذہب اختیار کرے۔

حضرت مسیح موعود کا اپنی تحریرات میں نبی کا لفظ اختیار کرنے کی وجہ

بعض وقت ہمارے غیر احمدی دوست ہمیں یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی تحریر میں کیوں ایسے الفاظ استعمال کئے جس سے ایک حصہ جماعت کو لغزش ہوئی اور دوسری طرف غیر احمدی علماء نے ان کی تفسیق و تکفیر کی۔ کاش یہ لوگ اس بات کو سمجھتے کہ مجدد کن اغراض کے لئے دنیا میں آتے ہیں سو یاد رکھنا چاہئے کہ مجددین کی ایک بھاری غرض دنیا میں آنے کی یہ ہوتی ہے کہ وہ اُن اعتراضات کا دفعیہ بوجہ احسن کریں۔ کہ جو ان کے وقت میں اسلام پر ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کو جو بھاری مرض لاحق ہے وہ ایک اگناسٹسزم کی مرض ہے۔ یعنے اس امر سے انکار ہو چکا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی علم آتا ہے اور یا ایسا علم آنا ممکن ہے اس عقیدہ کے ماتحت تمام الہٰی شریعتوں اور الہامی مذاہب کا صفایا ہو جاتا ہے۔ اب اس علم کے امکان اور وجود کا ثبوت سوائے اس کے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی مامور من اللہ آکر ایک رنگ میں الہام کا عملی ثبوت دے کیونکہ اگناسٹسزم کو الہام سے انکار ہے۔

نبوت اور الہام کا ثبوت

اگر الہام کے ثابت کرنے میں منطق ہی کافی ہوتی تو پادیلو نے تو بہت کچھ لکھ دیا تھا۔ لیکن ... کہ آخر وہ الہام اب کہاں۔ الہام کا ثبوت کامل الہام کا وجود ہی دے سکتا ہے ہاں اگر ایک قسم کا الہام تسلیم ہو جائے تو پھر اس سے بہترین شکل کا الہام مان لینا چنداں مشکل امر نہیں۔ ایک امر کا وجود اس کے سایہ سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر اس کا سایہ بھی مفقود ہو جاوے تو پھر اس کے اصل سے بھی انکار لازم ہو جاتا ہے۔ پورانی عمارات اور حالات کا ثبوت ان کے آثار و اظلال سے ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر آثار و اظلال بھی قایم نہ رہیں تو پھر کون ذی عقل ان واقعات کو تسلیم کرے۔ ضرور ہے کہ نبوت کے منوانے کے لئے نبوت کے آثار و اظلال قایم رہیں۔ نبیوں کا وجود منوانے کے لئے یا تو کوئی نبی پیدا ہو یا کوئی ایسا شخص ہو جس میں نبوت کے آثار و اظلال پائے جائیں۔ اور یہ وہ فیض نبوت محمدی ہے کہ جس کو سلف صالحین نے تسلیم کیا ہے اور اس کا نام الہام ولایت تجویز کیا گیا ہے۔ اب معترضین کا یہ اعتراض ہے کہ مرزا صاحب نے اس فیض محمدی کا نام کیوں ظلی بروزی۔ جزوی نبوت رکھا ان کو مناسب ہی نہ تھا کہ وہ کسی رنگ میں لفظ نبوت یا نبی کو اپنی ذات کے ساتھ منسوب کرتے تاکہ آج ان مشکلات کا سامنا نہ ہوتا ان کو یہی مناسب تھا کہ وہ الہام ولایت اپنے الہام کا نام رکھتے۔ جو بات ہمارے دوست بھول جاتے ہیں وہ یہ ہے ... وہ لوگ ہیں جو ان اصطلاحوں سے ناواقف ہیں۔ وہ تو ایک ہی بات جانتے ہو نبی یا غیر نبی۔ نبیوں کے نام سے وہ آشنا ہیں کیونکہ ان کے ہاں تو نبی ہی آئے انہوں نے اپنے انبیاء کے بعد اپنے اندر ایسا کوئی انسان نہیں دیکھا جو نبی تو نہ ہو اور ملہم من اللہ ہو اس لئے وہ ان امور کے سمجھنے کے ناقابل ہیں انہیں تو ایک غیر نبی ملہم بھی نبی نظر آئے گا۔ ان کے محاورے اور اصطلاح میں وہ نبی ہی کہلائیگا۔ یورپ میں آنے کی ضرورت نہیں۔ خود ہندوستان سے گفتگو کر کے دیکھ لو وہ الہام ولایت اور الہام نبوت میں تمیز کرنے کے ناقابل ہیں۔

غیر مسلم زمانہ تو نبوت سے منکر ہے ان کے منوانے کے لئے یا کوئی نبی آئے یا کوئی ایسا آئے جس کے اندر نبوت کا کوئی حصہ ہو۔ ہمارے دوست اس زمانہ کی مشکلات کو سامنے رکھیں اور اپنے آپ کو اس زمانہ کے مجدد کی حیثیت میں لا کر حالات کا موازنہ کریں تو پھر وہ خود بھی وہی کریں گے جو حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ الغا وہ لوگ ہیں جو امکان نبوت کے منکر ہیں ان پر وجود نبوت کو متحقق کرنا ہے۔ وہ الہام نبوت اور الہام ولایت میں تمیز کرنے کے ناقابل ہیں ان کے ہاں نہ کوئی ایسی روایات ہیں اور نہ وہ ان امور سے آشنا ہیں دوسری طرف نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ جس قدر ہدایت کی ضرورت تھی وہ مکمل ہو چکی ہے۔ کوئی نبی نہ پورانا اور نہ نیا آسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے بار بار لکھا تو منکران امکان و وجود نبوت کے مقابل اس امر کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ اس زمانہ کا مجدد نبوت کا دعوے تو کرے۔ لیکن اس کا نام ظلی بروزی نبوت رکھے وہ کہے کہ اللہ تعالے سے مجھے باتیں اسی طرز سے آتی ہیں جس طرح سے نبیوں کو شریعت اور کتابیں ملیں۔ میرا نام نبی تو ہے لیکن مجازی طریق پر نہ حقیقی طریق پر وہ ظل ہے نہ اصل۔ میں نبی نہیں ہاں انبیاء کے رنگ میں رنگین ہوں۔ کیا اس طریق کے سوا ان اصطلاحات کے استعمال کے سوا اس قسم کا لٹریچر لکھنے کے سوا اور کوئی چارہ ہے۔ اگر کوئی عقل اور فہم سے کام لیگا تو وہ حضرت مرزا صاحب کو ان امور میں حق بجانب پا دے گا۔

باوجود صاف کر دینے کے ٹھوکر کھانا لوگوں کا اپنا قصور ہے

رہا ان تحریروں سے اگر کسی کو ٹھوکر لگے تو بیشک لگے مرزا صاحب کا صرف اسی قدر فرض تھا کہ وہ اپنی حیثیت کو صاف کر دیں سو انہوں نے میرے نزدیک ضرورت سے بھی زیادہ صاف کی ہے۔ اگر انہوں نے کہیں اپنے لئے لفظ نبی لکھا تو اسی مقام پر یا اسی کتاب کے کسی اور مقام پر صفحوں کے صفحے اس غلط فہمی کے ازالہ میں لکھ دیئے۔ رہا یہ کہ آپ کے لکھنے پر بھی بعضوں کو دھوکہ لگا تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔

انسانوں کو خدا کیوں بنایا گیا

آخر وہ کونسی بات تھی جس نے دنیا میں انسانوں کو خدا بنایا۔ جب ایک وقت لوگوں نے خدا سے انکار کیا اور خدا کے آثار و اظلال کو جو صحیفہ قدرت کے مظاہر تھے۔ خدا مانا تو ان لوگوں کو غلطی سے نکالنے کے لئے بعض برگزیدہ ہوئے۔ خدا تعالے نے ان سے معجزات سرزد کرائے انہوں نے عناصر پر فوق العادت حکومت کی غرض اس سے یہ تھی کہ جن عناصر کو لوگوں نے خدا مان رکھا تھا۔ وہ ان انسانوں جیسے دوسرے انسانوں کی حکومت تلے نظر آئے۔ اور اس طرح ان کے ذریعہ سے عناصر پرستوں پر خدا کا وجود ثابت ہوا۔ اس کا نتیجہ ہوا تو یہ ہوا کہ بعض تو بالضرور موحد ہو گئے۔ لیکن اکثر ان خدا نماؤں کو خدا ماننے لگ گئے۔ ہمارا زمانہ عناصر پرستیوں سے نکل چکا

ہمارا زمانہ

ہے۔ ہاں یہ زمانہ علم اور عقل پرست ہے صاحب علم و عقل کو یا صاحب نبوت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے زمانہ کے لئے ضرور تھا کہ کوئی انسان مادی علماء پر علماء ربانی یعنے انبیاء علیہم السلام کی فوقیت ثابت کرے آج خدا کے وجود سے اس قدر انکار نہیں جس قدر نبی کے وجود سے انکار ہے آج کسی خدا نما انسان کی بہت حد تک ضرورت نہیں بلکہ نبی نما انسان کی ضرورت ہے اس لئے آج خوارق بھی الہام اور پیشگوئیوں کے رنگ میں زیادہ مفید ہونگے اب اگر ایسا نبی نما انسان پیدا ہو جو الہام اور پیشگوئی کے ذریعہ اس راستہ کو ثابت کر دے کہ جس راستہ میں سے ہو کر نبوت آتی ہے۔ اور نادان اسے نبی سمجھ لے تو کیا مشکل امر ہے۔ جب خدا نما انسانوں کو نااہلوں نے خدا سمجھا تو نبی نماؤں کو اگر لوگ نبی قرار دیں تو ایک معمولی بات ہے اب جو شخص حضرت مرزا صاحب پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ انہوں نے کیوں ایسے الفاظ استعمال کئے کہ جس سے مسئلہ نبوت میں لوگوں کو ٹھوکر لگی۔ وہ پہلے مسیح اور عزیر اور دیگر انبیاء پر اعتراض کرے جنہوں نے خدا نما

...ں کے لئے باعث فخر ہوئے۔ جس وقت سے نبوت شروع ہوئی

توحید کا انکار اور اسکا علاج

دنیا کو مسئلہ توحید سمجھ نہ آیا ہزار انبیاء علیہم السلام آئے وہ انسان کو حجر پرستی شجر پرستی نجم پرستی کے مراحل سے گزارتے گزارتے انسان پرستی تک لائے اور آخر خاتم النبیین نے انسان کو کامل موحد بننے کا سبق پڑھایا۔ ابھی تک انسان بمشکل اس جہالت سے نکلا ہے جس کا نام شرک فی التوحید ہے۔ ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس جہالت کا قریب قریب خاتمہ ہے۔ لیکن انسان کو ایک نہ ایک جہالت سے ایسی محبت ہے وہ ایک جہالت سے نکلا کر کہ دوسری جہالت اختیار نہ کرے

پہلی اور موجودہ حالت میں فرق

ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ جہالت پہلی جہالت سے بہت کم ہے۔ بعض ہم میں سے بعض نے مرزا صاحب کو نبی قرار دیا تو کیا تم نے اپنے مرشدوں کو خدا قرار نہیں دیا۔ تم مزوران کو انسان تو سمجھتے ہو لیکن ان کی طرف کیا ایسے امور منسوب نہیں کرتے جو خدا کے لئے خاص سمجھے ہیں۔ اور اس کی وجہ چند باتیں ہوتی ہیں جو تمہارے مرشدوں سے سرزد ہوتی ہیں۔ پھر اگر حضرت مرزا صاحب کے بعض ماننے والے ان کو امتی بھی مانیں اور ساتھ ہی نبی بھی کہیں اور ان کے متعلق وہ باتیں کہیں جو انبیاء کے لئے خاص ہوتی ہیں تو پھر یہ اسی قسم کی جہالت ہے جو پہلوں سے ہوئی۔ ہاں اس میں سے بعض کی جہالت کا موجب بھی وہی باتیں ہونگی جو مرزا صاحب نے کیں۔ پھر ایک جہالت نے کسی بزرگ کو خدا بنایا تو دوسری نے نبی۔

نبی بنانے والے خدا کیوں نہیں بناتے

ہاں حقیقی موحدوں کے لئے یہ ایک باعث خوشی ہے اور عید کا دن ہے کہ تیرھویں صدی میں ایک انسان پیدا ہوا جو اسی رنگ میں رنگین تھا کہ اس کے ہم رنگ خدا سمجھے گئے۔ لیکن اس کی تعلیم نے انسانوں سے وہ غلطی تو نہ کرائی کہ اسے خدا سمجھتے ہاں وہ نبی سمجھا گیا۔ اگرچہ اس کے الہاموں میں اسی قسم کے الفاظ تھے کہ جن الفاظوں کے ہونے سے مسیح ناصری خدا بنایا گیا۔ مرزا صاحب تو خدا بن سکتے تھے۔ پھر کیوں یہ لوگ اسے خدا نہیں بناتے دیتا؟ کیوں یہ کہہ دیتے ہیں کہ حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے۔ پھر اگر یہ کہیں کہ وہاں مرزا صاحب نے خود لکھ دیا ہے کہ مجاز ہے۔ تو پھر نبوت کے معاملہ میں بھی انہوں نے لکھا ہے کہ مجاز ہے۔ دراصل یہ لوگ اپنی فطرتوں سے مجبور ہیں یہ بات تو یہ بھی تھی لیکن نہیں جب تک ان کی عجائب پرست طبیعت کوئی غیر معمولی امر تسلیم نہ کرے یہ اپنے ممدوح کو اس کی اصلی حقیقت پر قائم نہیں ہونے دیتے۔ یہ لوگ کوئی اس پر احسان نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی عجائب پرست فطرت کے غلام اور پرستار ہیں۔ اگر یہ لوگ آنحضرت کے امتی ...... نہ ہوتے تو پھر جو امور ہم نے حضرت مرزا صاحب سے سرزد ہوتے دیکھے یہ لوگ ضرور اسے خدا بناتے۔ یہ تو غنیمت ہے کہ انہوں نے آپ کے متعلق نبوت تک ہی غلو کیا۔ بہرحال جیسے کہ میں نے ابھی

آیندہ انسان خدا نہیں بنیگا

لکھا ہم موحدین کو خوش ہونا چاہئے اور آج ہمارے لئے یہ روز عید ہے کہ انسان آیندہ اب خدا نہیں بنے گا۔ اور انشاء اللہ کچھ دنوں کے بعد نبی بھی نہیں رہے گا۔ ہاں انبیاء کے رنگ میں رنگین ہو کر انبیاء کی سی خدمت ادا کرے گا۔ اور اس کی جماعت وہ کام کرے گی جو نبیوں کی جماعت کیا کرتی تھی۔ اے

تھوڑے ہیں جو فرض کو پہچانتے ہیں

دوستو تم حیران نہ ہو کہ حضرت کی جماعت میں سے بہتوں نے ٹھوکر کھائی اور تھوڑے اصلیت کو سمجھے مسیح ناصری کو بہتوں نے خدا مانا اور تھوڑوں نے نبی۔ لیکن تمہیں مبارک ہو کہ تم وہ تھوڑے ہو کہ جن کی صداقت پر خود مسیح موعود مہر کر گیا کیونکہ وہ اپنے آخری ایام میں اپنی جماعت کو متنبہ کر گیا کہ تم میں بہت تھوڑے ہیں کہ جنہوں نے مجھے پہچانا اب جو بہت ہیں وہ روئیں اور جو تھوڑے ہیں وہ خوش ہوں۔ لیکن ان تھوڑوں سے میں

ہمارے فرائض

پوچھتا ہوں کہ کیا انہوں نے اپنے فرض کو سمجھا۔ جب تم کو خدا نے اس قدر معرفت عطا کی تم ٹھوکر سے بچے اور تم نے سمجھا کہ مرزا صاحب نہ نبی تھے اور نہ اپنی ذات کو منوانے آئے۔ بلکہ وہ خادم محمد تھے اور امام الزمان ۔۔ جب امت کے دوسرے افراد اور اشغال میں لگ گئے اور دین کی اشاعت اور خدمت سے غافل ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے وقت کے مجدد کو مبعوث کر کے ایک جماعت کو اس کام کے لئے بنایا۔ جس طرح مسلمانوں کی مختلف جماعتیں اور انجمنیں مختلف مقاصد قومی لو اپنے مافی میں لے کر امتیاز کے لئے مختلف نام اپنی انجمنوں کے رکھ لیتی ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ وہ جماعت جو خدمت و اشاعت اسلام کے لئے تیار کی جاوے ان کو بھی ایک امتیازی نام دیا جاوے اس لئے تم احمدی کہلائے یعنی احمدی سے یہ مراد ہے کہ وہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کھڑا ہو جاوے۔ اور ان علمی ہتھیاروں سے آراستہ ہو جو وقت کے امام ان کے لئے طیار کر گئے۔ پچھلے دو سال تم نے خانہ جنگیوں میں گذارے اور اصلی مقصد سے بہت دور چلے گئے۔ اب اس دو سال کی غفلت کا عوضہ یہ ہے کہ تم پھر اپنے اصلی فرض کو سامنے رکھو۔ بہتر ہوتا کہ جو باتیں اب میں کہنے لگا ہوں کہ دو اور رکھتا لیکن چونکہ وہ باتیں حقیقت ہی نفیس ہیں اس لئے مجھے ان کے کہنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں۔ اگر تم آنکھ کھول کر دیکھو اور واقعات عالم پر غور کرو۔ یاد رکھو کہ جو دو

دو عظیم الشان کام

کام اللہ تعالیٰ نے لاہور کی جماعت سے کرا دیئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جو کسی مجدد کی شان کے شایان ہیں۔ ایک ہے ترجمہ قرآن۔ اور دوسرا ہے ووکنگ مشن۔ اگر یہ مشن کامیاب ہو گیا تو پھر دنیا میں وہ امر ہوگا کہ جس پر ایک مجدد کو ناز ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو ہم جو کرتے ہیں اگر وہ قابل تحسین ہے تو ان سب تحسینوں اور شکریوں کا مستحق ہمارا مرزا ہمارا آقا و مرشد ہے۔

اب میں تمہیں کچھ حالات اور ضروریات اس مشن کی سناتا ہوں۔ اس مشن نے کہاں سے کہاں تک اہمیت اختیار کر لی ہے وہ تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ اسی ہفتہ گذشتہ میں

ووکنگ مشن کی اہمیت انگلستان میں۔

ایک اطلاع ہمیں مسئلہ ذبیحہ کے متعلق طرف کی طرف سے آئی ہے کہ آیندہ علاقہ سوتھ ہمپٹن میں جانور جو خاص طور پر ذبح ہوں گے اور وہاں مسلمان ملاح بھی ہوتے ہیں وہ کہاں تک اس طریق ذبح سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ گویا اگر کوئی فتوے شرعی کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا رجوع ہماری طرف ہوتا ہے۔ اس امر کے متعلق میں آیندہ ہفتہ میں مفصل لکھوں گا۔ اسی طرح سے یہاں ایک

اسلامی انگریزی ریڈر بطور نصاب تعلیم

جماعت پیدا ہوئی ہے جن کا خیال ہے کہ پادریوں نے دوسرے مذاہب پر ظلم کیا ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس قسم کا لٹریچر بنایا جاوے۔ چھوٹی چھوٹی ریڈریں بنائی جائیں جن میں اسلام کے متعلق معلومات مسلمانوں کی قلم سے مہیا کی جائیں۔ اور وہ ریڈریں مدرسوں میں پڑھائی جائیں۔ سونے والو اٹھو آنکھیں کھولو۔ اس غیبی تحریک پر غور کرو کہ خدا تعالیٰ کیا کر رہا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے روح رواں مسٹر ...... نے جو انسپکٹر مدارس بھی ہیں۔ ہمارے دفتر میں ایک درخواست کی ہے کہ ہم اسکے دیئے ہوئے عنوانوں پر ایسے چند مضامین لکھ کر بھیج دیں وہ اپنی چٹھی میں ایک فقرہ لکھتا ہے کہ اس کی جماعت کا ایک ممبر اتوار کو ووکنگ میں آیا اور وہاں کے سرمن میں شریک ہوا۔ وہ سرمن اس نے ساری عمر میں بہترین سرمن سنا... (باقی)

بمبئی سے ایک خط

حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلے علے رسولہ

الکریم

جناب مولٰنا المکرم مولوی سید محمد احسن صاحب ایدکم اللہ بنصرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ جناب کا شرف صدور لایا۔ پڑھ کر خوشی حاصل ہوئی۔ جناب کا رسالہ القول الممجد میں نے لاہور سے چار عدد منگوائے تھے۔ ایک میں نے رکھا تھا۔ اور باقی تین میں سے ایک مولوی سید محمد رضوی صاحب کو ایک جناب بابا زین الدین محمد ابراہیم کو دیا تھا۔ ایک عدد کسی احمدی کو دے دیا تھا جو یاد نہیں رسالہ کی تصنیف کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کے دن حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب کا انتقال ہوا۔ اس دن سے جماعت میں جو تفرقہ پڑ گیا۔ اس سے دل میں بڑا ہی صدمہ تھا اور اب تک ہے۔ اگرچہ حسن ظنی کے طور پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میاں محمود احمد صاحب کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور بمبئی کے سب احباب نے اسی طرح خلیفہ تسلیم کر چکے تھے۔ لیکن بعد میں اشتہارات اور اخبارات الحکم۔ فاروق والفضل میں جو مضامین نکلنے لگے اس سے دل میں رنج ہونے لگا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے جماعت قادیان غلو کی طرف جا رہی ہے۔ اس لئے شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں لکھا۔ اور کھول کر سمجھایا کہ ہم لوگ قادیان خاندان کے مرید ... سے تھے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو غلو کیا گیا تھا۔ اس پر یقین رکھتے تھے۔ خدا کے مامور مرزا نے اس زمانہ میں ہم کو اس گڑھے میں سے نکال کر سچے اسلام پر کھڑا کر دیا۔ اب آپ جس روبہ پر جماعت کو چلانے لگے ہیں وہ پھر ویسے ہی گڑھے کی طرف آیندہ لے جائے گا جس میں سے ہم کو مرزا نے نکالا اس کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے صرف اتنا دیا کہ آپ استخارہ کریں اور میں حق پر ہوں یا نہیں۔ اس کی خدا سے استمداد چاہیں۔ بس آج تک پھر کوئی خط نہیں آیا۔ اس کے بعد خلیفہ رشید الدین کو ہم نے خط لکھا۔ جواب ندارد۔ اس کے بعد نواب محمد علی خاں صاحب کو خط لکھا۔ جواب ندارد۔ اس کے بعد مفتی محمد صادق کو خط لکھا۔ جواب غیر متعلق سوالات لے۔ اس کے بعد ظہور الدین اکمل اڈیٹر سابق الفضل کو خط لکھا۔ بلکہ چار پانچ خط جواب و سوال کے ہوئے۔ نتیجہ میں ان کو غلو والے عقیدہ کا سرغنہ پایا۔ پھر کسی کو خط لکھنا چھوڑ دیا۔ اور دعا میں زور کرنے لگے کہ خدایا یہ سلسلہ تیرا قائم کردہ ہے تو اس کو تباہ تو نہیں کرے گا۔ اگر ہم ہی غلطی پر ہیں تو ہم کو سمجھا دے۔ اور اگر ہمارے بھائی غلطی پر ہیں تو ان کو سچے مقام پر کھڑا کر۔ الحمد للہ کہ آپ کے رسالہ القول الممجد نے ہم کو یقین دلایا کہ ہم غلطی پر نہیں ہیں۔ اب یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا پاک ہمارے بھائیوں کو ہدایت دے۔ اور اب پرائیویٹ خطوط چھوڑ کر اخبار الفضل میں مضمون بھیجے۔ اور ان کو لکھا کہ ہم برائین میں سے ہیں۔ اخبار قومی آرگن ہے۔ قومی آواز اپنے اخبار میں جیسے دوسرے بھائیوں کی پہنچائی جاتی ہے۔ ہماری بھی پہنچائی جائے اور ہمارا مضمون شائع کر دیا جائے ان مضامین کی ایک ایک کاپی اخبار پیغام میں بھیجی گئی تھی۔ افسوس کہ اخبار الفضل نے ایک بھی مضمون نہیں لیا۔ اور پیغام صلح نے اس کو شائع کر دیا۔ اگر یہی حالت ہے تو اللہ سے یہی مانگتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ میرے ساتھ بابا زین الدین محمد ابراہیم جن کی عمر آج اسی سال کے قریب ہے۔ جو ۱۸۸۸ء سے حضرت صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خط و کتابت کا سلسلہ رکھتے ہیں اور جنہوں نے ۱۸۹۱ء کے قریب بیعت کی ہے۔ عقائد میں میرے ساتھ متفق ہیں۔ اور قادیان والوں کو غلو پر اور غلط راہ پر سمجھتے ہیں اب کیا کیا جائے۔ خدائے پاک اپنا فضل کرے۔ اور جماعت کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار دعا کا طالب اسمٰعیل آدم

خلفائے عباسیہ اور فریضۂ اشاعت اسلام

(بسلسلہ اشاعت ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء)

مہدی کے بعد خلیفہ مامون الرشید نے بحث و استدلال کے ذریعہ سے جس طرح اشاعت اسلام کی یعنی جس طرح مناظرہ کی مجلسیں منعقد کر کے غیر مذہب والوں کے سامنے عقائد اسلام کی حقانیت ثابت کر کے ان کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ وہ تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے۔ اس لئے ہم اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ لیکن ملکی حیثیت سے بھی اس کے زمانہ میں اسلام نے بہت کچھ وسعت حاصل کی۔ اور بڑے بڑے امراء و سلاطین نے اس کے ذریعہ سے خدائے قدوس کے آگے سر جھکایا۔ جس زمانہ میں وہ سغد۔ اشروسنہ اور فرغانہ پر فوجیں بھیج رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہاں کے لوگوں کو خط کتابت کے ذریعہ سے اسلام کی طرف بھی مائل کرتا جاتا تھا[1] اسی اثنا میں اشاعت اسلام کا ایک اتفاقی سبب اور بھی پیدا ہو گیا یعنی ایک واقعہ کے اثر سے حیدر کاؤس شاہ اشروسنہ کا بیٹا مسلمان ہو کر بغداد چلا آیا اور مامون کو اشروسنہ پر آسانی کے ساتھ حملہ کرنے کی تدبیریں بتائیں۔ مامون نے احمد بن ابی خالد الاحول الکاتب کو ایک فوج گراں کے ساتھ اشروسنہ کی طرف روانہ کیا۔ کاؤس کو خبر ہوئی تو اس نے نہایت سرگرمی کے ساتھ مدافعت کی تیاریاں کیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی اور بغداد میں آ کر اسلام قبول کر لیا۔ مامون نے اس کو اپنے ملک کا بادشاہ بنا کر واپس کر دیا۔ اسی طرح خراسان میں جو عمال تھے۔ ان کو برابر لکھتا رہتا تھا۔ کہ ماوراء النہر کے جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ہیں ان کو اسلام کی طرف مائل کریں۔ چنانچہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے۔ بیت المال سے ان کو وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اور جو لوگ مشرف باسلام ہو کر دربار خلافت میں حاضر ہوتے تھے وہ صلہ و جائزہ سے مالامال کر دئے جاتے تھے۔

ترکستان کے متصل اور جو ممالک تھے۔ مامون نے ان میں بھی بہت کچھ اسلام کی اشاعت کی۔ چنانچہ تبت کا بادشاہ مسلمان ہو کر مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک سنہرا بت پیش کیا۔ جو جواہرات سے مرصع کر کے تخت زریں پر بٹھایا گیا تھا۔ مامون نے اس بت کو کعبہ میں بھیج دیا تاکہ عام طور پر یہ اعلان ہو جائے کہ شاہ تبت کو خدا نے ہدایت دی[2]

مامون کے بعد اور تمام خلفاء نے اس نیک کام کو جاری رکھا۔ [illegible] معتصم نے اپنی تمام فوجی طاقت کا رخ ماوراء النہر۔ سغد۔ اشروسنہ۔ فرغانہ اور شاش کی طرف کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس اطراف کے تمام سلاطین اس کے مطیع ہو گئے۔ اور وہاں کے تمام لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور مسلمان ہو کر ترکوں کے مقابل میں اسلام کے پرجوش سپاہی بن گئے۔

خلیفہ متوکل باللہ کے زمانہ میں بھی اشاعت اسلام کو بہت ترقی ہوئی۔ چنانچہ بغا جو متوکل کی طرف سے آرمینیہ۔ آذربائیجان اور شمشاط کا گورنر تھا۔ اس نے متوکلیہ کے نام سے سنہ ۲۴۱ھ میں ایک مستقل شہر آباد کیا اور اس میں خاص طور پر ان ترکوں کو آباد کیا جو اسلام کی طرف مائل تھے[3]

خلیفہ قاہر باللہ اشاعت اسلام کا اس قدر شائق تھا کہ (بہ روایت ابو الفرج ملطی) جب اپنے دربار کے مشہور طبیب سنان بن ثابت کو بہ سبب خاطر اسلام کی طرف مائل نہ کر سکا تو اس کو دھمکیاں دیں اور وہ خوف کے مارے مسلمان ہو گیا[4]۔ لیکن اب تک ان کوششوں کا منظر [illegible] ایشیا تھا۔ یورپ توحید کی صدا سے بالکل خالی تھا۔ لیکن خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں برفستان یورپ کے مذہبی جمود میں بھی آفتاب اسلام کی شعاعوں نے حرارت اور حرارت کے ساتھ حرکت پیدا کی۔ چنانچہ شاہ بلغار اپنے تمام خاندان کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد خلیفہ مقتدر باللہ سے نماز اور شرائع اسلام کی تعلیم کے لئے ایک آدمی طلب کیا۔ قاصد نے آ کر درخواست کی تو مقتدر نے احمد بن فضلان کو اس غرض کے لئے روانہ کیا۔ احمد بن فضلان نے اس سفر کے واقعات کو مختصر طور پر ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ چونکہ اس سے دعایان اسلام کی مذہبی سرگرمی۔ شاہ بلغار کے مذہبی شوق و شغف اور جوش اسلام کا [illegible] اس لئے ہم اس سفرنامہ کے بعض اقتباسات درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"جب الحسن بن بلطوار شاہ صقالبہ نے ایک خط کے ذریعہ سے امیر المومنین مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ وہ ایک ایسے شخص کو روانہ فرمائے جو ان کو شرائع اسلام کی تعلیم دے اس کے لئے مسجد بنائے۔ اور ایک منبر قائم کرے جس پر کھڑے ہو کر تمام شہر اور تمام ملک کو وہ اسلام کی دعوت دے سکے اور ایک ایسا قلعہ بنوا دے۔ جس میں محصور ہو کر وہ تمام مخالفین اسلام سے محفوظ رہ سکے۔ تو امیر المومنین نے اس کی یہ درخواست قبول کی ۔۔۔۔ اور ہم بغداد سے ۱۱ صفر سنہ ۳۰۹ھ کو روانہ ہوئے جب ہم اس قدر قریب پہنچ گئے کہ صقالبہ کا ملک صرف ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو اس نے ہمارے استقبال کے لئے چار بادشاہوں کو جو اس کے محکوم تھے اور اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو روانہ کیا جب اس کا ملک صرف دو فرسنگ رہ گیا۔ تو بادشاہ نے خود استقبال کیا۔ اور ہم کو دیکھ کر سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔ اس کی آستینوں میں درہم تھے۔ جن کو اس نے ہم پر نچھاور کیا اور ہمارے لئے خیمے نصب کرائے۔ جن میں ہم لوگ اترے۔ ہم ۱۲ محرم سنہ ۳۱۰ھ کو اتوار کے دن پہنچے تھے۔ اور بدھ تک انہی خیموں میں مقیم رہا۔ اور اس زمانہ قیام میں اس کے ملک کے بادشاہ اور اس کے خواص قرآن مجید سننے کے لئے حاضر ہوئے جمعرات کے دن ہم نے اس کو سیاہ کپڑا پہنایا اور اس کے سر پر عمامہ باندھا۔ اور خلیفہ کا خط سنایا وہ اس حالت میں اٹھ کھڑے ہو کر سنتا رہا۔ پھر ہم نے وزیر حامد بن عباس کا خط پڑھا اس نے اس کو بھی کھڑے ہو کر سنا اس کے بعد اس کے رفقاء نے ہم پر درہم نچھاور کئے۔ ہم بھی جو ہدئے لائے تھے اس کے سامنے پیش کئے۔ اور پھر حسب دستور اس کی بی بی کو جو اس کے بائیں جانب بیٹھی ہوئی تھی خلعت پہنایا۔ پھر ہم اس کے خیمے میں آئے جس میں سلاطین اس کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم کو حکم ہوا۔ کہ بائیں جانب بیٹھ جائیں۔ اس کے بچے اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ تنہا تخت پر جس پر دیبائے رومی بچھا ہوا تھا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے دستر خوان طلب کیا۔ اور سب نے اس ملک کے دستور کے موافق کھانا کھایا۔ ہمارے آنے سے پہلے اس کے یہاں یہ خطبہ پڑھا جاتا تھا: "اللّٰھم اصلح الملک بلطوار ملک بلغار" لیکن میں نے کہا کہ" بادشاہ صرف خدا ہے۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس نام کے ساتھ خطبہ پڑھے۔ بالخصوص منبر پر۔ خیر آپ کے آقا امیر المومنین نے یہ ہدایت کی ہے کہ ان کے نام پر صرف یہ خطبہ پڑھا جائے کہ "اللّٰھم اصلح عبدک وخلیفتک جعفر"۔ اس نے کہا "تو پھر کیا صورت اختیار کی جائے"۔ میں نے کہا کہ "صرف آپ کا اور آپ کے باپ کا نام لیا جائے"۔ اس نے کہا۔ کہ "میرا باپ کافر تھا۔ اور میں خود یہ نہیں پسند کرتا۔ کہ میرا وہ نام جو ایک کافر نے رکھا تھا۔ خطبہ میں لیا جائے لیکن میرے مولیٰ امیر المومنین کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا "جعفر" تو اس نے کہا "تو میں بھی یہی نام رکھتا ہوں۔ چنانچہ یہی نام خطبہ میں لیا جائے گا[5]"

ان واقعات کے پیش نظر ہو جانے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ خلفائے عباسیہ نے اپنی زندگی صرف عیش و عشرت کے نذر کر دی تھی۔ اور اسلام کی حقیقی خدمات کو بالکل بھول گئے تھے۔ (از معارف)

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۰ و ۴۳۱ - [2] تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۵۰۔
[3] فتوح البلدان صفحہ ۲۱۴ - [4] فتوح البلدان صفحہ ۲۱۱۔
[5] مختصر الدول صفحہ ۲۸۱۔

[5] معجم البلدان ذکر بلغار۔ اس سفرنامہ میں بہت سی دوراز کار باتیں بھی درج ہیں۔ لیکن جو معقول باتیں ہیں ان کے صحیح تسلیم کرنے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

تازہ خبریں

جرمنی کی امیدیں در دریا بُرد:۔ لنڈن ۲ جنوری۔ ٹائمز کو معلوم ہوا ہے کہ پریزیڈنٹ ولسن کو اتحادیوں کا جواب حال ہی میں ارسال کیا جائیگا۔ اور غالباً چند روز میں دیدیا جائیگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنٹرل لیڈرز ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ متفق نہ ہونگے۔ کیونکہ جنوبی امریکہ کے ساتھ متفقہ کوششوں سے کوئی فائدہ اور کامیابی مرتب نہیں ہوئی۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ممالک ارجنٹائنا۔ برازیل اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستیں عملی کارروائی نہیں کرینگی +

جرمنی فوجی قوت کا خاتمہ:۔ اخبار ہیرلڈ [illegible] رائے کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ صلح کی تجاویز کے رد کرنے سے جرمنی میں لوگوں پر حق کا اظہار ہو جائیگا۔ اور اس سے صلح کے مسئلہ کے حل کرنے میں بڑی سہولت حاصل ہو گی۔ اور اب یقین کرنا چاہیئے۔ کہ جرمنی کی فوجی طاقت کے خاتمہ کا آغاز ہو گیا ہے +

صلح کا امکان:۔ اخبار ٹائمز خیال کرتا ہے۔ کہ صلح کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور جرمنی صلح کے لئے اپنی کوششوں کی تجدید کریگا۔ کیونکہ اس کی طاقتیں اور ذرائع اختتام تک پہنچ گئی ہیں +

مئی سے پیشتر جنگ کا اختتام:۔ لنڈن یکم جنوری۔ اخبار انڈیا نیروبیل کو پان سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جرمنی افسر فیلڈ مارشل ہنڈنبرگ نے افواج کو یہ حکم صادر کیا ہے۔ کہ ان کی قربانیاں ماہ مئی تک ختم ہو جائینگی۔ اور ان کو اس کے بعد لڑنا نہیں پڑیگا۔ نیز دوران جنگ میں خوراک کے انتظامات کی بھی اس طرح سے حد بندی کی گئی ہے لیکن اس قسم کی پیشین گوئی اتحادیوں کے جواب سے پہلے کیگئی تھی +

رزمگاہ بلقان:۔ لنڈن ۲ جنوری۔ ایک روسی بے تار سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ بردڈی کے جنوب مغرب میں کلدار توپوں اور بندوقوں کی شدید گولہ باری کے حملے مسترد کئے گئے +

ارمنوں کا قتل:۔ لنڈن یکم جنوری۔ معتبر سابق ترکی افسران ارمنوں کے قتل عام کے متعلق دردانگیز واقعات کا بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے موش میں مردوں۔ عورتوں اور بچوں کی بیشمار مردہ لاشوں کو دیکھا۔ ان کے جوارح برے طور سے قطع کئے گئے تھے۔ عورتیں اکثر برہنہ تھیں۔ پانچسو عورتیں اور لڑکیاں بطلس کے ایک فوجی کیمپ میں جمع کر دی گئیں۔ اور مجریوں اور کردوں کا ان کے ساتھ اپنے طور پر علاج کرنے کے لئے انتظار کیا گیا تھا۔ افسران مذکور بیان کرتے ہیں کہ ۱۵ ہزار لاشیں دریاؤں اور غاروں میں پائی گئیں۔ اور ایک غار میں بچوں کی لاشیں ڈال دی گئی تھیں۔ بے شمار ارمنوں نے قتل عام و کشت و خون سے بچنے کے لئے خودکشی کی۔ سرکاری حکام نے خوبصورت و حسین عورتوں کو قتل و برائی کے لئے چنا +

ابدوزوں کی جنگ:۔ لنڈن ۲ جنوری۔ مندرجہ ذیل جہاز غرق کر دئے گئے ہیں۔ برطانوی:۔ اسپلے ہال۔ روسی:۔ لشکو ملاردیجین:۔ فلورا بیڈا اور ریوا۔ یونانی:۔ ڈیمیٹرائس۔ انگلنڈر اور دو بادبانی جہاز +

قرآن مجید کا ایک عجیب منظوم ترجمہ اردو۔ طرز مثنوی سترلف[illegible] مولانا مدینہ کی پارہ ۴ ر [illegible] شمس الہند لاہور [illegible]

نبوت محمدیہ

(علی صاحبہا الف الف سلام و تحیتہ)

(۱)

وبالحق انزلناہ وبالحق نزل۔ ہم نے اسے ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا اور ضرورت حقہ کے مطابق یہ کلام اترا۔ اگر دنیا کو کبھی ایک نبی کی ضرورت تھی تو یہ اس وقت تھی۔ کہ جب حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور دنیا میں ہوا۔ جب خدا کے قوانین ساری روئے زمین پر توڑے جا چکے تھے۔ اور جب ہر قوم حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اگر کسی ایک قوم کے قعر مذلت میں گر جانے پر اس قوم کے اندر نبی کا ظہور ہوتا رہا ہے تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پیشتر دنیا کی کل قومیں جہالت کفر و بد دیانتی۔ بداخلاقی اور ناپاکی میں گرفتار ہو چکی تھیں۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کی حالت اخلاقی پہلو سے نہایت درجہ ذلیل ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ گناہ کو بعض حالات میں گناہ سمجھ کر نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ اسے نیکی سمجھ کر اس سے پیار کیا جاتا تھا۔ شاید اس بیان پر بعض لوگوں کو تعجب ہو۔ مگر یہ بالکل سچ ہے۔ اور اس زمانہ کی ایران ہندوستان اور کلیسا کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ نسل انسانی کی ترقی میں یہ زمانہ تھا۔ جب اخلاقی اور روحانی پہلوؤں سے انسان بہت ہی نیچے گر چکا تھا۔ اور انبیاء ایسے ہی وقتوں میں آتے ہیں جب گناہ اور شرارت زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ اور یہی ہر مذہب کی تاریخ بھی بتاتی ہے جیسے خدا تعالےٰ کے اس ظاہری قانون قدرت میں تاریکی کے بعد روشنی اور امساک کے بعد بارش ہوتی ہے اسی طرح اس کے روحانی قانون میں بھی تاریکی کے بعد روشنی آتی ہے تو وہ زمانہ جب دنیا کے چاروں کناروں میں تاریکی اپنے انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس وقت حالت زمانہ اس امر کی متقضی تھی کہ یا تو ہر ملک میں ایک نبی ظاہر ہو جو اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ یا ایک ہی انسان کامل دنیا میں ظاہر ہو کر سب قوموں اور ملکوں کی اصلاح کا بار اپنے اوپر لے اور خدا کے مذہب کو ایک کمال کے رنگ میں پیش کرے۔ مختلف قوموں کو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے مختلف کتابیں ہدایت کے لئے دی گئی تھیں۔ مگر وہ کتابیں انسانی آمیزش اور دستبرد سے پاک نہ رہ سکیں۔ اور اس لئے خدا کی رضا کی راہیں جو انسانوں پر ظاہر کی گئی تھیں وہ پھر تاریک ہو گئیں۔ اور اختلافات ہر جگہ نمودار ہو گئے۔ یہاں تک کہ اصول دین بھی ان اختلافات سے نہ بچ سکے۔ قرآن کریم اس حالت کا نقشہ ذیل کی آیت میں کھینچتا ہے۔ جہاں در حقیقت قرآنی وحی کی ضرورت بیان فرمائی گئی ہے۔

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم فھدی اللہ الذین امنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (البقرہ - ۲۱۳)

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ لوگ سب ایک ہی گروہ میں سو اللہ تعالےٰ نبیوں کو بھیجتا رہا جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔ اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اتارتا رہا تا لوگوں میں اس بارہ میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اور نہیں اختلاف کیا اس میں لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی بعد اس کے کہ کھلے دلایل ان کے پاس آ چکے تھے۔ آپس میں ضد کرتے ہوئے۔ پس اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ اپنے اذن سے ہدایت دی ہے۔ اس بارہ میں جس بارہ میں لوگ حق میں اختلاف کرتے تھے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے +

اس آیت کا پہلا حصہ اس عام قانون کو بیان کرتا ہے۔ جس کے مطابق اللہ تعالےٰ نے مختلف قوموں میں نبی مبعوث فرماتا رہا۔ چونکہ سب لوگ ایک ہی گروہ کے حکم میں ہیں اس لئے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ بعض قوموں میں نبی مبعوث کئے جائیں۔ اور بعض میں نہ کئے جائیں۔ پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر نبی کے ساتھ ایک کتاب بھی نازل کی گئی تا کہ ان مختلف فرقوں میں جو کہ نبی کے ظہور سے پہلے موجود تھے۔ یہ کتاب ایک فیصلہ کی راہ پیش کرے۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ وہی لوگ جن کو رفع اختلاف کے لئے کتاب دی گئی تھی تا کہ وہ اس کی پیروی کریں اس کے خلاف کرنے لگے۔ پس گو ہر قوم میں ایک نبی مبعوث کیا گیا تھا مگر ہر قوم راہ راست کو ترک کر چکی تھی۔ اور انہیں ہدایتوں کے خلاف کا ارتکاب کر چکی تھی جو اس کو دی گئی تھیں۔ پس اس طرح پر اور اختلاف نمودار ہو گئے جن کی وجہ سے ایک اور نبی کی بعثت کی ضرورت پیش آئی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ایسا نبی مبعوث کیا جائے جو سب قوموں کو سیدھی راہ دکھائے اور سب قوموں کے باہمی اختلافات کو دور کرے۔ کیونکہ اگر ہر قوم کے لئے ایک نبی کی ضرورت پیش آتی رہی تا کہ وہ ان کے اختلافات کو مٹائے تو یقیناً اب ایک ایسے نبی کی ضرورت تھی جو مختلف قوموں کے اختلافات کو دور کرے۔ کیونکہ وہ صداقت جس کا ظہور مختلف قوموں میں اپنے اپنے وقت میں ہوا تھا۔ اب سب اس کو بھلا چکی تھیں۔ پس مختلف قومی مذاہب کے اندر اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور جس طرح متفرق قومی قوانین کا یہ تقاضا ہے کہ ایک بین الاقوامی قانون بھی ہو اسی طرح مختلف قومی مذاہب کے اندر ایک بین الاقوامی یا عالمگیر مذہب ضروری تھا۔ جو ان کے باہمی اختلافات کو دور کر کے مذہب کے اصلی اصول کو قایم کر دے +

یہ دلیل واقعی ایسی صاف ہے کہ کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر حکمت الٰہی کا تقاضا ایک وقت میں مختلف قوموں کی ضروریات کے مطابق یہ تھا کہ ان مختلف قوموں پر مختلف انبیاء کے ذریعہ سے اپنے منشاء کو ظاہر کرے اور اگر یہ سچ ہے کہ وہ کتب جو منشائے الٰہی کو دنیا میں ظاہر کرنے والی تھیں۔ مرور زمانہ سے خود بگڑ گئیں۔ اور ان کی اصلی اور حقیقی تعلیم پر ہر ایک تاریکی کا پردہ پڑ گیا۔ تو کیا حکمت الٰہی کا یہ ضروری تقاضا نہ تھا کہ ایک اور کتاب نازل کرے جو ان سب اختلافات کا فیصلہ کرنے والی اور ان سب غلطیوں کو دور کرنے والی ہو۔ علاوہ ازیں خود دنیا کی حالت میں ایک انقلاب آ رہا تھا۔ یعنی یہ کہ مختلف قومیں اب ایک اتحاد کا رنگ اختیار کریں اس لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو تمام پہلی صداقتوں کو آمیزش انسانی سے الگ کر کے ایک خالص اور کامل مجموعہ تعلیم الٰہی کا پیش کرے۔ اور ایک ایسے نبی کی ضرورت تھی۔ جس کی زندگی مختلف انبیاء کی زندگی کا آئینہ ہو۔ اس لئے قرآن حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا جو سچا طور پر دنیا کا آخری نبی ہوا +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی

اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ اور معارف قرآنیہ و علوم سماویہ سے خادمان سلسلہ کو ہر دم مستفید فرماتے رہتے ہیں۔ حضرت فاضل امروہی نے میاں صاحب کے اس خط کو جو انہوں نے جلسہ سالانہ میں مفتی محمد صادق کے ہاتھ ارسال کیا تھا نہایت مفصل و مبسوط اور زبردست جواب دیا ہے۔ جو عنقریب کتابی شکل میں پیغام صلح کے ساتھ بطور ضمیمہ شایع ہوگا +

القول المجید کا جو جواب مولوی سرور شاہ صاحب نے القول المحمود فی شان المحمود نام کتاب میں دیا ہے۔ اسکا نصف سے زیادہ کا جواب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ نے لکھ دیا ہے عنقریب مکمل ہو کر شایع ہوگا۔ انشاء اللہ

خانصاحب میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کل اتوار کے دن لاہور تشریف لائے۔ اور شام کی گاڑی میں واپس فیروزپور تشریف لیگئے

اتوار میں چندوں کی وصولی اور دیگر مقامی انتظامات کے لئے ایک لوکل کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جو بطور شاخ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کام کریگی۔ اس کے سکرٹری جناب مرزا خدا بخش صاحب۔ اور پریذیڈنٹ جناب میاں محمد امین صاحب تاجر چرم تجویز ہوئے ہیں اللہ تعالےٰ ان بزرگوں کی ہمت و کوشش میں برکت ڈالے۔ اور ان کی سعی کو مشکور فرمائے فہرست چندہ میں جس قدر رقم اس وقت تک لکھی گئی ہے۔ ان کی میزان ... تک پہنچتی ہے۔ ابھی اور نام لکھنے باقی ہیں۔ قواعد و ضوابط کے لئے سب کمیٹی بنائی گئی ہے

مولوی صدر الدین صاحب اور شیخ نور احمد صاحب

کا خیریت کا تار پورٹ سعید سے پہنچ گیا ہے فالحمد للہ علے ذالک امید ہے انشاء اللہ ۱۵ جنوری تک بمبئی پہنچ جائینگے جو احباب ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی ملاقات اور استقبال کے لئے سٹیشن لاہور پر تشریف لانا چاہتے ہوں وہ مطلع فرمائیں تا کہ بمبئی سے مولینا کا تار آنے پر ان کو بذریعہ تار لاہور پہنچنے کے وقت سے اطلاع دیجائیگی +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ - ۱۰ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۶۷

"ستارہ صبح" کی درخشانی

۱۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ہم نے اپنے محترم معاصر ستارہ صبح کی چند ان باتوں کا ذکر کیا تھا جو اس نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف بیان کی ہیں۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب کو اسپر شکایت ہے۔ کہ ہم نے کیوں ان کی ان باتوں کا جواب دیا۔ جبکہ ان کا روئے سخن ہماری طرف نہ تھا۔ یہ بیشک صحیح ہے۔ کہ جہانتک اسمہ احمد کی بحث کا تعلق ہے۔ ان کا روئے سخن ہماری طرف نہیں بلکہ جماعت محمودیہ کی طرف ہی تھا۔ وہ تو ہمارے ہی عقاید کی تائید تھی۔ پھر ہم اس بارہ میں مولوی صاحب سے کیونکر مخالفت کر سکتے تھے۔ ہم نے تو جو کچھ لکھا۔ ان تلمیحات وتعریضات کے جواب میں لکھا۔ جو جماعت احمدیہ کے موجودہ افتراق وانشقاق اور حضرت مسیح موعود کے دعوے مجددیت اور نبوت ظلی وبروزی پر مولوی صاحب نے کی ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان امور کے متعلق ہماری طرف سے جواب دیا جانا کوئی بے محل بات نہیں ہو سکتی اس سوال کا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جو ہم نے ان سے ان کے اعتقادات کے بارہ میں کیا تھا۔ اور پوچھا تھا۔ کہ جبکہ حضرت نبی کریم صلعم صاف طور پر یہ وعدہ دے گئے ہیں۔ کہ ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنے اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث کریگا۔ جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔ تمام محدثین نے بالاتفاق اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ اور اسے کیونکر صحیح نہ سمجھا جائے۔ جبکہ تیرہ سو برس سے لیکر اب تک ہر صدی کے سر پہ کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ ایسا پیدا ہوتا رہا ہے جنے مجددیت کا دعوےٰ کر کے آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کو صحیح ثابت کیا۔ تو پھر ایسی حالت میں ہاں ایسے کھلے کھلے اور بین اعتقاد کے باوجود جو جمہور امت کا تیرہ سو سال سے اب تک چلا آیا ہے۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب کا یہ کہنا کہ

> "ان مسلمانوں کے لئے جو دل اور دماغ اور آنکھ رکھتے ہوں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کامل اور شریعت غرا کی روشن نشانی ہمیشہ کے لئے قرآن مجید کی شکل میں چھوڑتے گئے۔ اور انہیں کسی مجدد کی طرف سے مستغنی کرتے گئے۔ اس لئے کہ جیتا جاگتا اور زندہ وتوانا مجدد ہم میں خود کلام اللہ موجود ہے" (ستارہ صبح ۔۔)

کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کیا یہ حدیث مجدد معاذ اللہ موضوع ہے۔ کیا یہ رسول کریم صلعم کی زبان مبارک کے الفاظ نہیں۔ کیا وہ تمام مسلمان جو ہر صدی کے سر پر کسی نہ کسی بزرگ کو مجدد تسلیم کرتے چلے آئے معاذ اللہ دل اور دماغ اور آنکھ نہ رکھتے تھے۔ کہ کلام اللہ جیسے جیتے جاگتے اور زندہ وتوانا مجدد کی موجودگی میں ان کو مجدد مانا۔ ہم حیران ہیں مولوی صاحب نے اس اصل اور ضروری بات کو جو کہ نہ صرف سلف صالحین پر ہی ایک خطرناک زد مارنے والی ہے۔ بلکہ اس سے حدیث نبوی پر بھی حرف آتا ہے۔ کیوں صاف نہ کیا۔ بہتر ہوتا کہ ستارہ صبح کے پورے تین صفحات پر ہمارے متعلق بے فایدہ جواہر ریزیاں کرنے کے بجائے اس اصل بات کا جواب دیتے اور اپنے اعتقادات کو صاف کہتے۔ لیکن انہوں نے باوجود مصلحت کے پردہ میں اپنے اصلی معتقدات کے چھپائے رکھنے کو اپنے شیوہ کے خلاف بتانے اور اس مسئلہ پر اپنے خیالات کو نہایت خوشی سے ظاہر کرنیکی آمادگی کے صرف اتنے سے عذر پر اس سے پہلوتہی کی ہے۔ کہ "یہ بحث کسی قدر اطناب وطوالت کی محتاج ہے جس کی ہم گنجایش نہیں نکال سکتے" اور پھر ساتھ ہی اپنے اس دعوے پر مصر بھی ہیں۔ ایسی حالت میں کیونکر کوئی شخص ان کے اس بیان کو صحیح مان سکتا ہے۔ کہ اب امت محمدیہ میں کوئی مجدد نہیں آ سکتا۔ یہ اسلئے کہ مجدد کے آنے کو مان کر پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے دعوے مجددیت کو بھی طوعاً وکرہاً ماننا پڑتا ہے۔ ورنہ اس صدی کا سر گذر چکا اور حدیث مجدد پوری نہ ہوئی۔ لیکن مولوی ظفر علی خاں صاحب کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہی وجہ ان کے لئے اپنے اصلی معتقدات کو ظاہر کرنے میں روک بن گئی۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ

> "ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ کہ کسی مصلحت کے پردہ میں اپنے اصلی معتقدات کو چھپائے رکھیں"

پھر کیوں انہوں نے اس بحث کے لئے گنجایش نہ نکال سکنے کا بیجا عذر پیش کیا۔ ایک ایسا ضروری مسئلہ جس پر امام وقت کی شناخت کا دارومدار ہے۔ اور عدم شناخت پر موت جاہلیت کا فتویٰ ہے۔ اس کو پہلے خود ہی چھیڑا جائے اور پھر مجدد کے آنے سے انکار کر دیا جائے۔ اور پھر اس کے عواقب ونتایج کا خیال [illegible] کیا جائے۔ اور اپنے اصلی معتقدات کو جو حدیث مجدد اور ان سلف صالحین کے بارہ میں جنہوں نے مجددیت کا دعوےٰ کیا۔ یا کسی کو مجدد تسلیم کیا۔ وہ رکھتے ہیں۔ طوالت وعدم گنجایش کے عذر کے نیچے چھپایا جائے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ کہانتک جایز ہو سکتا ہے۔

پھر ہم نے لکھا تھا کہ

> "جماعت احمدیہ کا کوئی فرد سوائے مریدین میاں صاحب کے رسول اللہ صلعم کو ظلاً وبروزاً بھی کسی انسان کے مقابلہ میں نہیں لاتا۔ بلکہ صالحین امت کا آنحضرت صلعم کے اتباع سے ظلی وبروزی طور پر آپکے رنگ میں رنگین ہونا یا بالفاظ دیگر مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہونا مانتا ہے۔ اور انہیں میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ہیں۔ اس کے خلاف کہنا اگر جان بوجھ کر افترا کرنا نہیں۔ تو کم از کم غلطی پر مبنی ضرور ہے"

ظاہر ہے کہ ان الفاظ میں ہم نے جن باتوں کو جماعت احمدیہ کے اعتقادات کے خلاف بتایا ہے۔ وہ ہے۔ رسول اللہ صلعم کو ظلاً وبروزاً کسی انسان کے **مقابلہ میں** لانے کا الزام۔ باقی یہ کہ آپ کے بعد کوئی ظلی وبروزی نبی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سے ہم نے انکار نہیں کیا۔ بلکہ جیسا کہ خود مولوی ظفر علی صاحب نے تسلیم کیا ہے اگلے فقرہ میں اس کا اقرار ہے۔ لیکن اگر مولوی ظفر علی خاں صاحب کی اس فقرہ سے کہ

> "رسول اللہ صلعم کو جن کا درجہ مقام الوہیت سے صرف دوسرے درجہ پر ہے۔ ہم کسی انسان کے مقابلہ میں ظلاً وبروزاً لاتے ہوئے بھی خواہ وہ انسان جناب مرزا غلام احمد قادیانی کا ہم مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ ذرا جھجکتے ہیں"

یہی مراد تھی جو انہوں نے اب بتائی ہے۔ کہ

> "حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں کسی انسان کو ان کے بعد ظلی وبروزی نبی بھی قرار دینا اپنی دیوانگی کا ثبوت دینا ہے"

تو ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہمارا رسول اللہ صلعم کو ظلاً وبروزاً بھی کسی انسان کے مقابلہ میں لانے سے انکار ٹھیک نہ تھا۔ لیکن دیوانگی کا فتویٰ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر عاید ہوتا ہے یا ان لوگوں پر جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین پر بھی ایسے فتوے کرنے سے ذرا نہ جھجکتے ہوں۔ ظلی وبروزی نبوت کیا ہے۔ وہی فنافی الرسول کا مقام جو تمام اولیاء اللہ نے پایا۔ حضرت مسیح موعود نے اسی ظلی بروزی نبوت کا دعوےٰ کیا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں۔

> "ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دئے گئے۔ اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے"

پس اگر ایسا دعوےٰ کرنا یا کسی کو ان معنوں میں ظلی وبروزی نبی قرار دینا اپنی دیوانگی کا ثبوت دینا ہے۔ تو ذرا مولوی صاحب حضرت مجدد الف ثانی کے جنکے نام کیساتھ مجددیت کا لقب مولوی صاحب کے اس خیال کی تردید کر رہا ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد کوئی مجدد نہیں آسکتا ان الفاظ کی تشریح کریں۔ کہ جو انہوں نے اپنے مکتوبات کے صفحہ ۲۶ پر تحریر فرمائے ہیں۔

> "وتحیلات کمال متابعت وفرط محبت بلکہ محض عنایت

> وموہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نمایند وبکلیت برنگ ایشان منصبغ میگردند۔ حتےٰ کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان وتابعان"

ایسا ہی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ کی تشریح بھی درکار ہے۔ جو فتوح الغیب کے مقالہ ۴ میں آپ نے لکھے ہیں کہ

> "فتکون کبریت الاحمر ...... فرد الفرد وتر الوتر غیب الغیب سر السر فحینئذ تکون وارث کل رسول ونبی وصدیق بک تختم الولایۃ والیک تصدر الابدال بک تنکشف الکروب ...."

اس بات کو تو ہم وہم میں بھی نہیں لا سکتے۔ کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب ان ہر دو بزرگان دین واولیائے کرام پر بھی وہی دیوانگی کا فتویٰ عاید کریں۔ جو انہوں نے ایسے لوگوں پر دیا ہے۔ لیکن ان کے ان کھلے الفاظ کی موجودگی میں ہم نہیں جانتے۔ کہ ان الفاظ کے کیا معنے کریں۔ کیا مولوی صاحب اس بارہ میں بھی اپنے صحیح خیالات سے ہمیں آگاہ فرمائیں گے۔ یا مجدد والے مسئلہ کی طرح اسے بھی عدم گنجایش کے عذر سے ٹال دیں گے۔

مولوی صاحب نے ہمارے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ انہوں نے عرف عام کی پیروی میں عقاید حقہ احمدیہ کے حامیوں کو کیوں قرآنی رشتہ روکا ولا تنابزوا بالالقاب کے خلاف "کمالی" کے نام سے موسوم کیا۔ ہم پر الزام دیا ہے۔ کہ ہم نے بھی میاں صاحب کے مریدوں کو محمودی کے لقب سے ملقب کیا ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ قادیانی اور لاہوری دونو جماعتیں اپنے آپ کو احمدی کہتی ہیں تو امتیاز کے لئے کوئی الگ الگ نام تجویز کرنے ضروری ہیں۔ لیکن مولوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں۔ کہ میاں محمود احمد صاحب خود اپنی جماعت کے لئے محمودی کا لقب پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تازہ تصنیف انوار خلافت میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ

> "ہم کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ **محمودی** ہیں۔ کیونکہ یہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً"

پس جب وہ خود اس بات پر فخر کرتے اور اسی نام کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ تو ہمارا انہیں اسی نام سے مخاطب کرنا ہرگز عرف عام کی پیروی نہیں۔ بلکہ یہ ان کا اصلی نام ہے۔ باقی اس لحاظ سے کہ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے مذہب کا پابند کون فریق ہے اور احمدی کس فریق کا نام ہو سکتا ہے۔ اسپر بھی چنداں بحث یا کسی تصفیہ کی ضرورت نہیں۔ جہانتک مولوی ظفر علی خاں صاحب کا اور ہمارا معاملہ ہے مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ لاہوری جماعت کے عقاید وہی ہیں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

> "رہے لاہوری جماعت کے عقاید سو اس کا فیصلہ خود جناب مرزا غلام احمد صاحب کا یہ ارشاد کئے دیتا ہے۔ کہ سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے میرا نام مجازی نبی رکھا ہے حقیقی نبی نہیں رکھا"

پس خود مولوی صاحب کے اس فیصلہ کے مطابق ہم بوجہ اپنے مرشد کے عقاید پر ہونے کے اسی نام سے مخاطب کئے جانے کے مستحق ہیں جو خود حضرت مسیح موعود نے رکھا۔ اور "کمالی" کا بدنما لقب عرف عام کی بے طرح تقلید ہے +

مسلمانوں کی جہالت

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلعم کیطرف عام مجمعوں میں ایسی ایسی باتیں فخریہ منسوب کرتے ہیں۔ جو ایک مخالف کی نظر میں آپکی حیثیت کو گرا دینے والی ہیں۔ پرسوں بارہ وفات تھی۔ کاش لوگ اس موقعہ پر بجائے فضول بدعات کے اس سید الاولین والآخرین کے نقش قدم پر چلنے کے لئے آپکے ان محاسن پر نظر کرتے جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ اور اثنا اپنے وعظوں اور تقاریر میں وہ باتیں آپ کی طرف منسوب کر کے جنکا قرآن بھی موید نہیں۔ پھر کس قدر ضرورت ہے اشاعت مذہب کے لئے روپیہ کی لیکن اس موقعہ پر کس قدر روپیہ مولود خوانیوں۔ شیرینیوں وغیرہ کے تقسیم کرنے پر ضایع ہو جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ شریعت غرا کے صریح خلاف بدعت پسند طبایع ایک اور عید تجویز کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔ اور نہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اسلام کی غربت ومسکنت کی طرف بھی متوجہ ہو کر اسکی امداد کے وسایل پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے [illegible] +

موجودہ اختلافات سلسلہ احمدیہ

اور

مسیح موعود

و ووکنگ مشن کی اہمیت

لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

جو بموقعہ جلسہ رسالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گذشتہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کو پڑھا گیا

اسلام سے مغربی دنیا کی دلچسپی

اسی طرح لندن میں علے الخصوص ایک خاص انتشار اسلام کے متعلق ہے۔ پچھلے ایک جلسہ میں جو لندن میں ہوا مجھے یہ حیرت ہوئی کہ کس قدر اعلےٰ طبقہ کے لوگ اسلام کے حالات مجھ سے سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ پھر ایک زبردست تحریک آج کل ہی لندن میں ہو رہی ہے۔ اس تحریک کا نام [illegible]

وہ ایک مذہب بنانا چاہتے ہیں اور وہ خط و خال اس مذہب کے دیتے ہیں جو اسلام کے خط و خال ہیں۔ چنانچہ ہمارے دسمبر کے رسالہ میں ایک مضمون آپ اسی عنوان کا پائیں گے۔ اور وہ رسالہ ایام جلسہ سے پہلے لاہور میں پہنچ جاوے گا۔ جو انگریزی دان ہیں ان سے اس مضمون کو ضرور سنو۔ یا بہتر ہو کہ اس مضمون کا ترجمہ کسی وقت جلسہ میں پڑھ دیا جاوے مجھے فرصت نہیں ورنہ میں ترجمہ کر دیتا۔ اگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وہاں ہوں تو وہ ترجمہ کر دیں گے اور آپ کو سنا دیں گے اس سے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی کہ اسلام کے صحیح اصولوں کو ہاتھ میں لے کر اسلام کو پھیلانے کے لئے کس قدر اللہ تعالےٰ اسباب پیدا کر رہا ہے۔ اس مضمون کے پڑھنے سے اور فری رلیجن مود منٹ [illegible] سامنے رکھنے سے [illegible] آج پھر

میں نے احمدیت کو سم قاتل نہیں کہا

کہنے کا موقعہ ملتا ہے جو میں نے ۱۹۱۴ء [illegible] میں کہا تھا۔ کہ اسلام کو مغربی دنیا کے [illegible] سامنے کسی فرقہ کے رنگ میں پیش کرنا اسلام کے حق میں سم قاتل ہے یہی فقرہ ہے جو میں نے اپنی ایک چٹھی مندرجہ پیغام صلح میں لکھا تھا۔ اور بے حیاؤں نے لوگوں کو بھڑکانے کے لئے یہ بیان کیا کہ میں کہتا ہوں احمدیت کا یہاں پھیلانا اسلام کے لئے سم قاتل ہے۔ میں ان کو اس لئے بے حیا کہتا ہوں کہ ان کو خوب علم ہے کہ میں نے احمدیت کو سم قاتل نہیں کہا پھر بھی یہ بہتان مجھ پر باندھتے ہیں ✦

طریق تبلیغ پر بحث

میں کہتا ہوں کہ تم اسلام کی تعلیم وہی پیش کرو۔ جو کہ صحیح [illegible] اور غیر مسلم مذہب کے آگے [illegible] پیش کرو جسمیں [illegible] کوئی فرقہ نہیں۔ عقلمند دنیا کسی مذہب میں فرقوں کے وجود سے اس مذہب کے بطلان کا ثبوت دیکھ لیتی ہے۔ فرقہ بندی مذہب کے لئے لعنت ہے۔ اور اس لعنت سے اللہ تعالےٰ نے اسلام کو پاک رکھا ہے۔ اس مذہب کو فرقے کے لباس میں غیروں کے سامنے پیش کر کے ناپاک مت کرو۔ خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ اگر یہ میرا ایمان ہوتا۔ کہ مرزا صاحب اسلام کی تبلیغ کے لئے نہیں بلکہ فرقہ بنانے کے لئے آئے ہیں وہ صحیح اصول اسلام سکھلاتا نہیں بلکہ اسلام کو فرقہ کے لباس میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں بالضرور ایسا ہی کرتا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں سمجھا۔ خفقہ قادیان [illegible]

محمودی طریق تبلیغ اور اسکے ناگوار نتائج

[illegible] ان کو بھی معلوم ہو جاویگا۔ جو طریق انہوں نے لنڈن میں اختیار کر رکھا ہے وہ ان کو ذلیل کر کے رہیگا۔ یہ لوگ جو یہاں کام کرتے ہیں وہ صحیح حالات سے اطلاع نہیں دیتے۔ بعض لوگ جو غلطی سے ان کے ساتھ شریک ہو گئے اب وہ ان کی تنگ دلیوں سے بیزار ہیں۔ خود جو ایک آدھ مسلمان چوہدری فتح محمد صاحب کے ذریعہ ہوا۔ وہ خود اُن کے طریق عمل سے بیزار

فرقہ کی تبلیغ کے خلاف ایک چٹھی

ہیں۔ ایک چٹھی میں نے حضرت قبلہ مولوی صاحب کی خدمت میں بجنسہٖ اصل بھیجدی ہے۔ جو ایک شخص نے مجھے آج ہی لکھی ہے۔ جسکو چوہدری صاحب احمدی مسلمان بنا گئے تھے۔ وہ اسوقت بھی احمدی ہے۔ لیکن وہ مجھے گذشتہ اتوار کو ملا۔ وہ جمعہ اب ہمارے ساتھ پڑھتا ہے۔ عید میں بھی یہاں آیا۔ اور جب اُسے فرصت ہوتی ہے وہ یہاں آتا ہے۔ اُس نے گذشتہ ملاقات کے وقت مجھے کہا۔ کہ میں قاضی عبداللہ سے جا کر لڑا ہوں کہ اسلام [illegible] نہ کرو۔ ان فرقوں کی بحث کو جو صحیح مذہب میں نہیں ہونی چاہئیں انگلستان میں پیش کر کے مت برباد کرو۔ میں اُس کی چٹھی میں سے دین کے فقرات بلفظ ترجمہ کرتا ہوں۔ اصل مولوی صاحب کے پاس ہے جو چاہے دیکھ لے چونکہ پرائیویٹ چٹھی ہے [illegible] فتح محمد صاحب اُس کے خط سے واقف ہے۔ وہ آ کے خط پڑھ لے اور دیکھ لے کہ آیا یہ خط اُسی صاحب کا نہیں جو جہودی الاصل ہے۔ لیکن دو تین پشت سے عیسائی ہے۔ اور جو فرانس میں بھی لڑائی میں گیا تھا۔ اُس نے مجھے کہا کہ میں نے قادیان بھی لکھا ہے۔ یہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اسلام کو نقصان دیگا۔ فرقہ کا ذکر ہی اسلام کی تضعیف ہے۔ اس بات کا چوہدری فتح محمد کو علم ہے۔ وہ خود بھی میاں صاحب کو مدتوں لکھتا رہا۔ کہ اسلام جس طریق سے یہاں تبلیغ ہو رہا ہے۔ وہ صحیح طریق ہے۔ یہ بات خود چوہدری فتح محمد نے مجھ سے کہی۔ اور اگر میں ان کی ضرور بات کا کافی متکفل ہونے کے ۱۹۱۴ء میں قابل ہوتا تو پھر اسلام کی آج وہ تضحیک نہ ہوتی۔ جو آج ان لوگوں کے ہاتھ سے ہوئی۔ بہر حال

چوہدری فتح محمد کے احمدی مسلمان کا ان سے بیزاری کا خط

اب چٹھی کا ضروری حصہ ذیل میں میں درج کرتا ہوں۔ میاں صاحب کی بھی آنکھیں کھل جاویں گی۔ کہ جن کو وہ احمدی یہاں بناتے ہیں۔ وہ کس قسم کے احمدی ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ کہ:-

"جو بات اہل قادیان نے اس وقت تک ایک انگریز کی دلی کیفیات کے متعلق نہیں سمجھی وہ یہ ہے۔ کہ ایک مغربی کا دل فرقہ کے نام سے خوف زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ فرقہ بندی نے عیسائیت میں کیا کچھ کر دیا ہے۔ لیکن اگر عیسائی مذہب میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ تو ہمکو وہاں تو معقول وجوہات بھی نظر آتی ہیں۔ اول تو عیسائی عقائد ہی اسقدر پیچیدہ ہیں کہ شاید ہی عیسائیوں میں ایک فیصدی ان عقائد کو صحیح طریق پر سمجھ سکے۔ اور یہ ایک فیصدی بھی اپنے مفہوم مذہب میں ایک دوسرے سے سخت متضاد عقائد رکھتے ہیں۔ عیسائیت میں ضروری تھا کہ فرقے در فرقے پیدا ہوں۔ کیونکہ یہاں چاروں طرف مذہبی جہالت ہے اور بہت تھوڑے غور و فکر مذہبا کر سکتے ہیں اور یہ تھوڑے اس قابل نہیں کہ اختلافات کو روک سکیں لیکن اسلام میں تو کوئی وجہ اختلاف ہی ہمیں نظر نہیں آتی ہر ایک شخص [illegible] اور باقی [illegible] وہ اس کے ماتحت آ جاتے ہیں اور ایمانیات پر فرقہ ہونا اسلام میں امر محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام عالمگیر ہے۔ اسلام میں اصول اسلام کو سامنے رکھکر بہت ہی تھوڑے ہونگے۔ جو اپنے مذہب کو نہ سمجھیں۔ بلکہ ہم سب کے سب مسلمان مذہبی معاملات میں سمجھدار ہیں۔ ہاں بعض خاص اعلےٰ عقل کے انسان بھی اسلام میں پیدا ہوتے ہیں جو اسلام کو اُس کی حدود کے اندر رکھتے ہیں جب کبھی وہ دیکھتے ہیں کہ مسلمان کسی معاملہ میں جادۂ ہدایت سے ایک طرف ہوئے ہیں وہ اُن کو اصلی مقام پر لے آتے ہیں۔ ہم سورۂ فاتحہ میں ہدایت کے لئے ہی دعا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں ایک بھی فہرست ہمیں اولیا اور صلحا کی نظر آتی ہے۔ ان صلحا سے لوگ محبت کرتے ہیں اُنکی عزت کرتے ہیں۔ اور خوشی سے چاہتے ہیں کہ ان کے نام پر وہ پکارے جاویں ہر شخص کبھی قادیان میں رہا ہوگا۔ اور اُس نے احمد کو (خدمت اسلام میں) کام کرتے دیکھا ہوگا۔ اُسکے لئے یہ موجب راحت ہونا ہوگا۔ کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہلائے۔ لیکن احمد کو عوضہ

تو خدا پاک جنت میں دیگا۔ دنیوی سعادتیں یا دنیوی مصائب تو ہیچ ہیں۔ وہ تو مرنے کے بعد ہی ہم نے کاٹنا ہے جو ہم یہاں بوتے ہیں۔ اسلئے میرے نزدیک دنیٰ چنداں اہم یہ امر نہیں کہ ہم احمد کا ذکر کریں۔ یا نہ کریں۔ کیونکہ ہمارے سامنے اس سے بھی بڑھ کر ایک سوال قابل غور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلم کا فرض ہے کہ نور اسلام کو یہاں پھیلائے۔ میری یہ خوش قسمتی تھی کہ میں نے اس نور کو پایا۔ اور میں اپنے لئے یہ خوش قسمتی سمجھونگا۔ اگر میں اس نور کے پھیلانے میں حصہ پا سکوں میں فرانس میں شریک جنگ تھا۔ میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے اشاعت صداقت کے لئے زندہ رکھنا۔ انشاء اللہ میری دعا قبول ہوئی۔

انگلستان میں اشاعت اسلام کے لئے ایک انسان کو بعض امور پر پہلے غور کر لینا چاہئے۔ اول یہ کہ عقائد میں یہاں کیا غلطیاں ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہمیں عیسائیت سے سبق لینا چاہئے۔ جن غلطیوں نے عیسائیت کو نقصان پہنچایا۔ اُن سے ہم بچیں۔ بڑا بھاری اعتراض جو عیسائیت کے خلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم اگر عہد نامہ جدید (انجیل) کو بغور پڑھیں۔ تو ہمیں انجیل میں ایک بھی آئت نظر نہیں آتی جو مثلاً فرقہ انگلیکن۔ رومن کیتھولک۔ گریک یا نان کا نفورمسٹ کے عقائد کی تائید کرے۔ بالمقابل ہمارے مشن کا خلاصہ تو یہ ہے کہ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ کتاب اللہ کو دیکھو۔ اور جو انگریز اسلام قبول کریگا۔ وہ عثمان علی۔ احمد یا کسی اور کے متعلق سننا نہیں چاہتا۔ وہ تو قرآن چاہتا ہے خصوصاً ان امور کے دیکھنے کے لئے کہ ہم کس طرح مسلم زندگی بسر کریں [illegible] شاید حضرت احمد کی اُن مسلمانوں کو ضرورت تھی۔ جو قرآن کے راستہ سے دور چلے گئے۔ لیکن تم تو اس وقت تبلیغ اسلام کر رہے ہو۔ ہاں جب ان جزائر میں مسلمانوں کی تعداد کثرت سے ہو جائیگی۔ اور جب اُن کی موجودہ زندگی اُن کو قرآن سے دور لیجاویگی تب ہم کو احمد کی ضرورت پیدا ہو جاویگی لیکن اگر تم اسلام کی تبلیغ کرتے ہو (جو قرآن میں ہے) تو پھر تم کو مسیح موعود کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور مسیح کی قبر کی تلاش کیوں کرتے ہو۔ جب عام طور پر یہاں خود قصہ مسیح کو ہی نہیں مانتے۔ تو پھر ان باتوں کی طرف کون توجہ کریگا۔ اس لئے جیسے آپ کہا کرتے ہیں۔ تخصیلوں کو تبلیغ مذہب سے الگ رکھو..."

یہ حالات ہیں ایک انگریز احمدی مسلمان کے۔ جس کے ساتھ مجھے کوئی موقعہ فرقہ کے متعلق گفتگو کرنے کا نہیں ملا۔ بجز اسکے کہ گذشتہ اتوار وہ اس لئے ووکنگ میں آیا۔ کہ میں اس کے نزدیک جو فریق ثانی کر رہا ہے۔ وہ اسلام کو ذلیل کر رہا ہے اور اس لئے مجھے جلد لنڈن میں کوئی مرکز کھولنا چاہئے [illegible]

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

الفاظ کو یاد کرو۔ جو میں نے ۱۹۱۳-۱۴ء میں یہاں سے لکھے۔ اور جن پر میں ہمیشہ کاربند رہا۔ کہ اسلام کو فرقہ کے لباس میں پیش کر [illegible] فرقہ کا وجود اسلام میں تسلیم کرنا اسلام کے لئے سم قاتل ہے [illegible] مذہب میں فرقے کا وجود اُس مذہب کے بطلان کے لئے کافی ہے۔ تو پھر جس بات کو وہ لعنت عیسائیت کے لئے سمجھتے ہیں ان کو تم یہ بتلاتے ہو کہ اسلام میں بھی وہ لعنت ہے۔ خدا کو کیا جواب دو گے۔ اسلام میں ہرگز کوئی فرقہ نہیں۔ میں نے جو مذہب اپنے دسمبر کے رسالہ میں لکھا ہے اُسے پڑھو۔ پھر جو فرقہ کی لعنت کا عاشق ہے۔ وہ مجھے بتلائے کہ میں نے اُس مضمون میں کونسی غلط بیانی کی ہے۔ میں نے اسلام کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔ اور یہ وہ نقشہ ہے۔ جو میں نے حضرت مرشد مسیح موعود اور حضرت حکیم صاحب سے سیکھا۔ آہ! عبد الغرض بیٹے نے میاں محمود کو کہاں کا کہاں پہنچا دیا کیا یہ شخص جب حج سے واپس آیا تھا اسوقت اُس کی آنکھیں کسی قدر دنیا کو دیکھ کر کھل چکی نہیں۔ اُس نے جو تقریر [illegible] ہماری مسجد میں کی کیا اس میں میرا مذہب قبول نہیں کیا؟ کیا اُس نے میری اقتدا یہ کہنے میں نہیں کی کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور صحیح اسلام وہی ہے جو حضرت مرزا صاحب نے سکھلایا۔ آہ [illegible] کامیابی ایک بار دیکھی

مُراسلات

لالہ صاحب کی لاف

پیسہ اخبار مورخہ ۹ار نومبر ۱۹۱۶ء میں ایک مضمون ایڈیٹر اخبار پرکاش لاہور کا خاکسار کی نظر سے گذرا مضمون مذکور میں لالہ صاحب اپنی خودستائی فرماتے ہوئے ہندو پبلک سے جاہ و حشمت یا نقدی کے طالب ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ صاحبان ثروت و دولت کا اختیار ہے۔ کہ جس کی امانت و دیانت پر انہیں اعتبار ہو۔ اُسے خدمت قومی کے لئے جو کہ اُن کے خیال میں ضروری ہیں۔ انتخاب کریں ہمیں اگر کچھ کہنا ہے۔ تو یہ ہے کہ لالہ صاحب مستور الحال نہیں ہیں۔ جو وہ چھپ چھپ کر ناحق مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں۔ گذشتہ سال جموں سماج کے سالانہ جلسہ پر جو کچھ آپنے دُرافشانی کی اور ناحق ہندو و مسلم پبلک کا دل دُکھایا۔ گو اُسکے جواب میں غریب مسلمان حکام ریاست کے خوف و لحاظ سے خاموش رہے۔ لیکن سناتن دھرم ہندو صاحبان نے جو کچھ سماج سے سلوک کیا۔ وہ لالہ صاحب اور سماج جموں کو تاعمر دل میں کھٹکتا رہیگا۔ لیکن لالہ صاحب ہیں کہ گھر کی چاردیواری میں بہادری کا دم بھرتے ہیں غریب مسلمانوں کی دل آزاری کے درپے ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہ مسلمانان وزیرآباد و ملک عنایت اللہ خان و عبدالستار خان کے دوستانہ احسانات کا صلہ دیتے ہیں۔ جو وزیرآباد کی پبلک پر روشن ہے۔ یا اسلامیہ کالج کی تربیت کا انتقام لیتے ہیں بہرحال جو کچھ ہو راستی اور حقیقت پر مبنی ہونا چاہئے۔ مضمون مذکوہ میں لالہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ۵۰۰ آغاخانی ہندو آریہ بنائے ہیں۔ اور جہاں میں جاتا ہوں۔ اور لیکچر دیتا ہوں۔ تو مسلمان مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔ میں ایک وزیرآباد کا باشندہ ہوں۔ اور بچپن سے لالہ صاحب کا رازدان ہوں میں نے بچپن میں بھی لالہ صاحب کی میٹھی میٹھی باتیں سُنیں۔ اب عالم جوانی میں بھی آپ کی تحریر و تقریر دیکھی وسُنی واللہ مجھے تو لالہ صاحب ہنوز وہی طوطی زبان دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی آپ نے کوئی معقول بات نہ کہی ہے نہ لکھی ہے۔ آپ کا سارا سرمایۂ علم دخبر سوامی دیانند کے منقولات پر ہے۔ تقریر و تحریر میں آپ وہی گراموفون کا پارٹ ادا کردیتے ہیں۔ پھر اس برتے پر آپ کا دعوےٰ ہے۔ کہ میں جہاں جاتا ہوں مسلمان مجھ سے ڈرتے ہیں اگر اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ کی غیر معقولیت سے ڈرتے ہیں تو بجا ہے قرآن شریف ہمیں ایسے لوگوں سے ڈرنے کی تعلیم دیتا اور فرماتا ہے واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما اور اگر آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ مسلمان آپ کے مقابلہ و مناظرہ سے ڈرتے ہیں تو حاشا وکلا کہ کوئی مسلمان آپ سے ڈرتا ہو۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لاتخشوھم واخشون۔

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ دنیا میں ایک اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جو فطرۃ اللہ کا فوٹو ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنّ الدّین عند اللہ الاسلام۔ جس قوم کا یہ ایمان ہو۔ وہ کبھی آپ جیسوں سے ڈرسکتی ہے؟ رہا آغاخانی مسلمانوں کا آریہ ہندو بنانا۔ اسلام وہ مقدس مذہب ہے جس کی تعلیم ہے قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (۲) انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا پیغمبر خدا صلعم نے اپنی پُرزور حکومت کے ایام میں ہزاروں جرار فوج کے بیعت علے الموت کرنے کے بعد صلح حدیبیہ میں عملی نمونہ آزادی مذہب پسندی کا دکھادیا۔ سردار مکہ سہیل نے آپ سے بڑی کڑی شرط لگائی کہ جو ہمارا آدمی مسلمان ہوکر یا ہونے کے واسطے آپ کے پاس جاوے اُسے واپس کردیویں۔ اور جو آپ کا آدمی ہمارے پاس مرتد ہوکر آجاوے۔ ہم واپس نہ دینگے۔ تمام کونسل کے خلاف آپ نے بڑے زور سے اس شرط کو منظور کرلیا اور عمر فاروق رضؓ جیسے کبار صحابہ کو جواب دیا۔ کہ جو مرتد ہوا۔ اُس نے ہم سے دور ہونا ہی تھا۔ وہ کسی طرح ہم میں رہنے کے قابل ہی نہیں۔ اور جس کے دل میں اسلام کی شمع چمک چکی ہے وہ کسی طرح کفر کے اندھیرے میں اوجھل ہونے کا نہیں۔ پھر کیوں ہم اعداء کی تمام شرائط قبول کرکے اور اپنی نامنظور کرکے صلح نہ کریں۔ پھر اس صلح سے اسلام کو جو تقویت ہوئی۔ اور کفار کو جو زک پہنچی علم حدیث اور تاریخ دانوں سے مخفی نہیں۔ اسلام کو جب ابتدا میں ... اور حقیقت میں ... تھا۔ تو اب اسلام و مسلمین کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ایک لالہ سے تو توں میں میں کریں۔ اور خواہ مخواہ گورنمنٹ عالیہ کے امن میں خلل انداز ہوں۔ اور خفیف حرکات کرکے اس کی نظروں سے گریں۔ اسلام نے عہد جوانی میں بھی ایسی پالیسی کو پسند نہیں کیا۔ کہ لوگوں کو سبز باغ دکھا کر اور حقیقت پر پردہ ڈال کر مسلمان بنالیا ہو۔ یا مسلمان بنانے کی تجاویز کی ہوں۔ اسلام نے صاف کہدیا۔ کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ اسلام میں ہرگز جبر نہیں روحانی تعلیم مادی تخیلات سے ممتاز ہوچکی ہے۔ طالبان حق اپنے آپ مطلوب کی تلاش کریں گے۔ لالہ صاحب مذکور اور آپکے دوسرے ہمخیال مذہب و قوم کی ترقی کی ضروری تعلیمات سے جہلا نیچ اقوام کو ناواقف رکھکر اور چکنی چپڑی باتیں سُناکر دام میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ستمبر میں مجھے موضع پنڈوریاں ضلع گوجرانوالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مولوی غلام قادر صاحب مناظر آریہ نے میرے سامنے کئی سکھ اقوام کے اشخاص سے تصدیق کرائی۔ کہ ایک مہاشہ صاحب انہیں شدھ کرنے آئے تھے۔ لیکن جونہی کہ ہم نے اُن سے نیوگ کی کیفیت دریافت کی۔ اور سکھ قوم نے آپ کی زبان سے سُنی۔ تو سب کے سب مہاشا کی صورت سے بیزار ہوگئے۔ اور وہ بیچارہ بے نیل و مرام بیک بینی و دو گوش دل کی اُمنگیں دل ہی میں لیگیا۔ آپ اپنے مذہب و عقائد کی اشاعت میں جو تجاویز و مساعی کرسکتے ہیں۔ وہ کریں۔ مسلمان آپکی حقیقت و قابلیت سے واقف ہیں وہ آپ جیسے شخص سے ہرگز نہیں ڈرسکتے رہی ترقی و اشاعت اسلام۔ کہ مبلغین اسلام قرآن کریم کی معقول و متین روحانی تعلیم کا ڈنکہ ہر طبقہ زمین پر بجا رہے ہیں آپ نے جغرافیہ عالم دیکھا ہوگا۔ آج کوئی طبقہ روئے زمین میں نہیں۔ جہاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا نہیں گونج رہی۔ کوئی حقیقت شناس اور انصاف بین آنکھ انکار نہیں کرسکتی کہ تمام مذاہب میں ایک اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جسکے فقرو فاقہ پر گداؤں سے لیکر شاہوں تک جان نثار ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ عیسائی لوگوں نے کروڑوں روپیہ مذہب کی ترقی کے لالچ میں خرچ کردیا ہے اور کررہے ہیں۔ سماج نے بھی اپنے حسب استطاعت اسی طرح دریغ نہیں کیا . . . .

. . . . محض ایک اسلام ہے۔ جسکے ہاتھ میں آج نہ حکومت ہے نہ زر ہے۔ نہ ایثار ہے۔ اے پیارے اسلام میرا دل دُکھتا ہے جب میں تجھ پر ایسا پیار کرتا ہوں۔ مگر کیا کروں تیرے مالیوں کی سرد مہریوں نے تیرے چہرہ کو پژ مردہ زرد کردیا۔ باوجود اس حالت زار و نزار کے تمام اقطار عالم میں اسلام ہی ایک وہ مذہب ہے جس کی ترقی تمام مذاہب عالم سے ممتاز ہے۔ ایسے وقت و حالت میں اسلام کی یہ ترقی اسلام کا زندہ معجزہ نہیں تو لالہ صاحب ہی بتادیں۔ کہ زندہ معجزہ کس کا نام ہے۔

تعلیم سماج اگر حسب قول آریہ صاحبان قدیمی اور روحانی تعلیم ہے تو کیوں آج کئی ارب سال گذرنے کے بعد بھی دنیا آریہ تعلیم سے واقف نہیں۔ کیا لالہ صاحب ہندوستان کے باہر کسی طبقۂ زمین میں سماجی تعلیم کا پتہ دے سکتے ہیں۔ امید ہے کہ لالہ صاحب اس کا جواب نفی میں دینگے جب جواب نفی ہے۔ تو پھر معلوم نہیں کہ ایک مُنصف مزاج انسان طالب حق کو اس بات کے ماننے سے کیا عذر ہے۔ کہ اسلام تیرہ سو سال میں تمام روئے زمین میں روشناس ہوچکا۔ روشناس تو کیا ایک حصۂ عالم کا ایمان و اعتقاد ہوچکا اور ویدک دھرم یا سماجی تعلیم کئی ارب سالوں میں ہندوستان سے بھی باہر نہ نکل سکی۔

اسلام کی ترقی تاقیام دنیا جب ایک فطرتی امر ہے۔ اور اُسکے فطرتی ہونے کو دنیا تجربہ اور مشاہدہ سے حق دیکھ چکی ہے۔ تو اب اس کی ترقی کے نئے اہل ملک سے جنگ و جدال داناؤں کا کام نہیں۔ بس لالہ جی اگر آپ سے مسلمان مخاطب نہیں ہوتے یا آپ سے کوئی مزاحمت نہیں کرتے تو آپ اسے خوف سے تعبیر نہ کریں۔ آپ سے جہاں تک ہوسکے ایڑی چوٹی تک کا زور لگادیں۔ آپ جیسوں کے لئے تو ایک مسلمان مولوی ثناء اللہ صاحب ہی کافی وافی ہیں۔ آپکو یاد ہوگا۔ کہ اُنہوں نے ایک دفعہ لاہور کی سماج کے جلسہ پر چند شرائط یا امور کے شافی جواب طلب کئے۔ آریہ ہوجانے کا اظہار کیا تھا۔ مگر مولوی صاحب کو آریہ بنانا منظور نہ کیا گیا۔ اور اُنکے پیش کردہ مسائل مستورات کے سامنے بیان کرنے سے روکا گیا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ایک شخص مذہبی عقائد یا مسائل میں تحقیقات کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اور سماجی صاحبان جواب دیں کہ ہم یہ امور مستورات سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ جنکے متعلق اور جنکے کارآمد ہوں۔ انہیں سے اخفا۔ اور اس پالیسی پر ایک سماجی لالہ صاحب کا ادعا کہ مجھ سے مسلمان ڈرتے ہیں۔

آغاخانی جو آریہ ہوگئے ہیں وہ حسب آپ کے مسلمات کے راستی اور روحانیت سے بےبہرہ ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں بہت لوگوں کو سماج کی چاردیواری میں لایا۔ لیکن سماجی صاحبان کی بے مروتی نے اُنکو پھر مسلمان بنادیا۔ اگر ہندو برادری اُن سے رشتہ وغیرہ کا برتاؤ کریں۔ تو آج سب آغاخانی ہندو ہوجاتے ہیں۔ آپ کے خیال میں آغاخانیوں یا اور سندھیوں کا آریہ دھرم قبول کرنا محض ہنود قوم سے رشتہ ناطہ وغیرہ کی خاطر ہے نہ مذہب کی روحانیت و صداقت کی خاطر سو اسلام تو ایسے لوگوں کو اسلام کے احاطہ میں لانے سے بیزار رہے۔ وہ پکار کر فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے۔ کہ صرف مسلمان کہلانے سے نجات ہو جاویگی۔ اور اُن کا امتحان و آزمائش نہ ہوگی! وہ ہسٹری کھول کر نہیں دیکھتے کہ اُن سے پہلی قوموں کے کیسے امتحان ہو۔ ایمان کی خاطر اُن کے سر پر آرے چلائے گئے۔ آگ میں جھونکے گئے اور طرح طرح کی اذیت پہنچائی گئی۔ لیکن اُن کے ایمان میں ذرا فتور نہ آیا۔ مسلمان اگر خواہان نجات ہیں تو اُن مراحل کے لئے تیار رہیں۔ اسلامی ہسٹری بتلاتی ہے کہ واقعی فدایان اسلام نے یہ تمام نمونے اکمل طور پر پورے کرکے دکھائے۔ سو لالہ صاحب میں آپکو بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے کھلے طور پر کہتا ہوں۔ کہ آپ ایسے لوگوں کو خوشی سے آریہ بنادیں آغاخانی تو کیا اگر کوئی دہ لشتہ مسلمان بھی اس اصول و لالچ کا ہے۔ تو اُسے لے جائیے۔ ہمیں نہ کوئی دریغ ہے نہ رنج ہے۔ نہ لے جانے والے سے کچھ ڈر ہے۔ اور نہ اُسے ڈراتے ہیں ہمیں تو مسلمان کام کے مطلوب ہیں نہ نام کے۔ آپکا ملنگ حنیز آبادی

عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان

بحضور جناب امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں نے حسب ترغیب محمد اسمٰعیل صاحب مبلغ جماعت قادیان میاں صاحب کی بیعت کی تھی مگر تحقیقات کے بعد مجھے یقین ہوگیا ہے۔ کہ میاں صاحب کے عقائد بالکل غلط اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے صریحاً خلاف ہیں لہٰذا میں اُن کے عقائد سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ نیز میرے ساتھ میاں شاہ محمد و سردار و اللہ دتا سکنائے موضع لوزرا ضلع گجرات نے بھی میاں صاحب کی بیعت کی تھی وہ بھی میاں صاحب کے عقائد سے سخت بیزار ہیں اُن کی طرف سے بھی میں جداگانہ اعلان بہ ثبت نشان انگوٹھا لکھا کر بھیجدوں گا۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۶ء
بقلم خود پیر اندتا احمدی از لوزرا۔ ضلع گجرات۔

جلسہ سالانہ

پر

ایک ثنائی معترض کی غلط بیانی کا جواب

گذشتہ دو تین، شاعتوں، جلسہ سالانہ کی رپورٹ لکھتے ہوئے ہم نے اس سوال و جواب کا ذکر جو ایک ثنائی معترض اور خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح کے مابین بر موقعہ جلسہ ہوئے تھے عمدًا اسلئے نہ کیا تھا۔ کہ ہمارا ارادہ تھا کہ اس مسئلہ پر ایک مفصل مضمون لکھکر تمام اُن غلط بیانیوں کا بھی ساتھ ہی ازالہ کر دیا جائے جو مولوی ثناء اللہ نے آئے دن اس بارہ میں عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اس ضروری مضمون کی طرف متوجّہ ہوں ۵ار جنوری ۱۹۲۸ء کے اہلحدیث میں خود معترض نے اس سوال و جواب کا ذکر ایسے غلط پیرایہ میں کیا ہے۔ جس سے پڑھنے والوں کو خواہ مخواہ مغالطہ لگ سکتا ہے پہلے تو اپنی اس غلط روئیداد کا عنوان ہی یہ رکھا ہے۔ "مرزائیوں کا لاہوری جلسہ اور اُنکی جماعت لاجواب" اور پھر کس قدر خلاف بیانی سے کام لیکر لکھتا ہے۔ کہ

"اُن مرزائیوں نے آریوں کی طرح جلسوں میں سوال و جواب کا طریق تو جاری کیا۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ اُن کی طرح وسیع ظرفی سے کام کرنا ابھی نہیں سیکھا"۔

معلوم نہیں "وسیع ظرفی" سے معترض کی کیا مُراد ہے کیا یہ کہ اس مخصوص وقت کے علاوہ جو سوال و جواب کے لئے مقرر ہو۔ ایک منٹ بھی زیادہ دینا گناہ سمجھا جائے۔ اگر اسی کا نام وسیع ظرفی ہے تو ہم مانتے ہیں۔ کہ ہم نے بیشک اس موقعہ پر بہت ہی تنگدلی دکھائی کہ پہلے تو اس مقررہ وقت سے زیادہ جو کہ جناب مولوی مصطفٰے خان صاحب بی اے کے بعد سوال و جواب کے لئے مقرر تھا محض لچر اور فضول اعتراضات کے لئے بعض مخالف لوگوں کو دیا۔ اور پھر اور زیادتی یہ کی۔ کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ اشتہار میں سوال و جواب کا کہیں بھی اعلان نہ تھا اور نہ اُس وقت اس قدر گنجائش تھی۔ کہ سوال و جواب کے لئے وقت نکالا جا سکے اس ثنائی معترض کو خاص طور پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیا جا چکا ہے تھا۔ کہ ایسے وقت میں اس کی سنت وزاری کی کوئی پرواہ نہ کرکے اُسے وقت دینے سے صاف انکار کر دیا جاتا۔ ہم حیران ہیں کہ باوجودیکہ .... محمودیوں۔ آریوں اور غیر احمدیوں کو جلسہ سالانہ پر مقررہ وقت سے زیادہ وقت سوال و جواب کے لئے دیا گیا۔ خود ثنائی معترض نے جسے اب ہماری وسیع ظرفی سے انکار ہے۔ محض اس وسیع ظرفی سے ہی فائدہ اُٹھا کر کیا جو کچھ کیا لیکن تاہم وہ اس بات کو نہیں مانتا اور اُلٹا ہمیں تنگدلی کا مورد ٹھہراتا ہے

....

پھر یہیں تک نہیں۔ معترض نے شائد قسم کھائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہمارے خلاف جھوٹ بولنے سے احتراز نہ کریگا۔ چنانچہ اپنے سوال دوہرانے کے بعد جو اُس نے جلسہ میں کیا تھا کہ

"سوال۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی عمر کے آخری ایام میں ایک اشتہار شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" یہ فیصلہ کیا تھا۔ ایک دُعا تھی۔ جو خدا کے حضور کی گئی تھی کہ یا اللہ اگر میں سچا ہوں۔ یعنی مسیح موعود ہوں۔ ملہم وغیرہ ہوں۔ تو مولوی ثناء اللہ کو میری زندگی میں ہلاک کر۔ اور اگر میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھکو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں ہلاک کر"۔ اس کا جو فیصلہ ہوا۔ آپ سب پر روشن ہے۔ کہ امام المناظرین مولانا ثناء اللہ اس وقت تک بخیریت ہیں۔ کیا وجہ کہ مرزائی حضرات ایسی ظاہر اور بیّن صداقت کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب سے بیزاری نہیں کرتے؟ جواب دیا جاوے"۔

وہ لکھتا ہے کہ:۔

"یہ سوال کیا تھا۔ ایک بجلی تھی جو جلسہ میں کوندگئی۔ سب خاموش تھے۔ اور ایک دوسرے کا مُنہ تکتے تھے۔ کوئی چار پانچ منٹ تک سناٹا رہا۔ اور جواب کے لئے کوئی نہ اُٹھتا تھا اڈیٹر پیغام صلح (دوست محمدؐ) نے سر اُبھارا۔ تو ڈاکٹر محمد حسین بولے "کوئی تو آؤ"۔ وہ آئے اور یوں گویا ہوئے"

اتنا تین چار فقرات میں معترض نے تین چار جھوٹ [illegible] پانچ منٹ تو سارے سوال و جواب میں بھی صرف نہیں ہوئے چہ جائیکہ سوال کے بعد انتظار جواب میں لگتے۔ چونکہ یہ وقت سوال و جواب کے مقرر نہ تھا۔ اور نہ ہی اس بحث کے متعلق تمام حوالجات وہاں جلسہ میں موجود تھے۔ اس لئے اس غیر متوقع سوال کے جواب کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ اور نہ کوئی ضرورت تھی کہ جواب دیا جاتا۔ لیکن تاہم معترض کے بیٹھ جانے کے ایک منٹ سے بھی تھوڑا وقفہ بعد خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے بتوفیق ایزد تعالٰے یہ جواب دیا۔ کہ بہتر ہوتا۔ کہ معترض حضرت اقدس کا وہ تمام اشتہار پڑھکر سُنا دیتا۔ جسکے آخر میں صاف طور پر آپ نے لکھا ہے۔ کہ:۔

"بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے۔ کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے"۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ ایک مباہلہ کی صورت تھی جو پیش کی گئی۔ اور خود مولوی ثناء اللہ نے اسے مباہلہ ہی قرار دیا پس جب یہ مباہلہ تھا۔ جس میں ہمیشہ فریق مخالف کا بھی بالمقابل آنا ضروری ہوتا ہے۔ اور خود حضرت اقدس نے اس اشتہار کے آخر میں مولوی ثناء اللہ کو اختیار دیا ہے۔ کہ جو چاہیں اس پر لکھیں جس سے پتہ لگتا ہے کہ فیصلہ اسی طریق سے ہوگا۔ جو مولوی ثناء اللہ کو منظور ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے اس طریق فیصلہ سے راہِ گریز اختیار کی اور صاف لفظوں میں لکھا۔ کہ "یہ حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے"۔ تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں فوت ہوا۔ بلکہ خود مولوی ثناء اللہ کے مسلمہ خیال کے مطابق اللہ تعالٰے نے فیصلہ کیا اور مسیلمہ کذّاب کی طرح مولوی ثناء اللہ کو زندہ رکھا۔

پھر آخر میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ مباہلہ میں دونو فریق کا ایک دوسرے کے مقابل میں آنا ضروری ہوتا ہے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث کا حوالہ دیا۔ اور بتایا کہ ابھی حال ہی میں دہلی میں مولوی نذیر حسین کے پوتے مولوی عبدالسلام کی وفات پر جب الفضل نے اسے ایک نشان قرار دیا۔ اور مولوی عبدالسلام کی وفات کو اس مباہلہ کا اثر بتایا۔ جس کا چیلنج انہوں نے بمعیّت چند دیگر علماء دہلی محمودیوں کو دیا تھا۔ تو مولوی ثناء اللہ نے اہلحدیث کے محولہ بالا نمبر میں صاف لکھا۔ کہ چونکہ بالمقابل خود محمودیوں نے اس مباہلہ کو منظور نہیں کیا۔ اس لئے الفضل کا یہ بیان صحیح نہیں اور مولوی عبدالسلام صاحب مباہلہ کے اثر کے نیچے فوت نہیں ہوئے۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ خود مولوی ثناء اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ مباہلہ تبھی ہو سکتا ہے۔ جب دونوں فریق اُسے منظور کریں تو پھر جب مولوی ثناء اللہ نے باوجود حضرت اقدس کے اس اشتہار کو مباہلہ کا چیلنج تسلیم کرنے کے اُسے منظور نہیں کیا۔ تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود اسی اثر کے نیچے فوت ہوئے۔ ان معقول دلائل کا جواب تو کیا دینا تھا معترض نے اپنے رشد مولوی ثناء اللہ کے نقش قدم پر چلکر اُلٹا اس اشتہار کو مباہلہ نہ بتایا بلکہ اپنی طرف سے ایک دُعا ٹھیراکر ظاہر کرنا شروع کیا۔ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں اسی بارہ میں حضرت اقدس کا یہ الہام مندرج ہے کہ اجیب دعوۃ الداع جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی یہ دعا منظور بھی ہو چکی تھی اور بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ مولوی ثناء اللہ نے یہ نہیں لکھا کہ حرامزادہ کی رسی دراز [illegible]۔ اگر ایسا دکھا دیا جائے تو میں اسی [illegible] تیار ہوں [illegible] اسی وقت کہا کہ مہربانی کرکے یہ لکھدیں کہ آپ اسی وقت بیعت کرلینگے۔ جب مولوی ثناء اللہ کے اخبار میں سے آپکو اس قسم کے الفاظ دکھا دئے جائیں۔ تو پھر اس سے قدم پھسلا۔ اور یہ حجت کھڑی کی کہ مولوی ثناء اللہ کی اپنی طرف سے ہونا چاہئے۔ نہ کسی اور کی طرف سے حالانکہ اس کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ جب معاملہ مولوی ثناء اللہ اور حضرت مسیح موعود کا ہے۔ تو ایک تیسرا شخص جو مولوی ثناء اللہ کی طرف سے [illegible] اور اسکے خاص اخبار اہلحدیث میں [illegible] اور مولوی ثناء اللہ [illegible] تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے یہ جواب نہیں دیا۔ کیا ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں حضرت اقدس کے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کا جواب دیتے ہوئے اس فقرہ پر کہ "میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذّاب کی بہت عمر نہیں ہوتی" یہ حاشیہ نہیں چڑھایا گیا۔ کہ

"کذّاب کی بہت عمر نہیں ہوتی؟ قرآن شریف کے خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کیطرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو۔ من کان فی الضلالۃ فلیمدد له الرحمٰن مدا۔ انما نملی لھم لیزدادوا اثما۔ اور یمدھم فی طغیانھم یعمھون۔ اور بل متعنا ھؤلاء وآباءھم حتی طال علیھم العمر جیکے صاف معنے ہیں کہ خدا تعالٰے جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کریں پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی"۔

کیا یہی الفاظ مندرجہ اہلحدیث کے متعلق خود مولوی ثناء اللہ نے اپنے قلم سے یہ لکھکر اس سے اتفاق نہیں کیا کہ:۔

"میں اسکو (یعنی منقولہ بالا عقیدہ مندرجہ اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کو) صحیح جانتا ہوں۔ اور اسکو مرزا کے حق میں سمجھتا ہوں کیونکہ وہ اس اصول کے توڑنے کو کہتا تھا کہ مفسد اور کذّاب کی بہت عمر نہیں ہوتی" (اہلحدیث ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء [illegible])۔

پس انصاف اور صریح فیصلہ کے خلاف ثنائی معترض کا احمدیہ سٹیج پر کھڑے ہوکر یہ کہنا اور پھر اخبار میں بھی اسی بات کو دہرانا کہ مولوی ثناء اللہ نے ایسا نہیں لکھا۔ کس قدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔ اور پھر اس بات کو بھی اگر نظر انداز کر دیا جائے تو ہماری اس دوسری بات کا کیا جواب دیا۔ جو ہمنے مولوی ثناء اللہ کے بالمقابل نہ آنے کو بیان کرکے بتایا تھا۔ کہ خود مولوی ثناء اللہ کے مسلمات کے مطابق کہ مباہلہ وہی ہوتا ہے جس میں دونوں فریق مقابلہ میں ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ مباہلہ کا نتیجہ نہیں۔ کیا مولوی ثناء اللہ نے حضرت اقدس کے اس اشتہار کو مباہلہ کا چیلنج قرار نہیں دیا کیا اس نے بالمقابل آنے سے راہ گریز اختیار نہیں کی۔ اور اس طریق فیصلہ کو نامنظور نہیں کیا۔ اگر کیا ہے اور ضرور نامنظور کیا ہے جیسا کہ ہم منقولہ بالا الفاظ میں دکھا چکے ہیں تو پھر یہ کہنا کسقدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔ کہ حضرت اقدس کی وفات اسی اشتہار کے ماتحت ہوئی۔ وہی مثال ہوئی کہ لینے کے بٹے اور اور دینے کے اور۔ جب مولوی عبدالسلام مرے تو اُسے تو مباہلہ کا نتیجہ اس لئے قرار نہ دیا جائے۔ کہ بالمقابل اس کے چیلنج کو فریق ثانی نے منظور نہیں کیا۔ لیکن جب حضرت اقدس مسیح موعود فوت ہوں۔ تو باوجودیکہ اسی طرح آپ کے چیلنج کو بھی مولوی ثناء اللہ نے منظور نہیں کیا لیکن اسے اسی مباہلہ کا نتیجہ یا اس اشتہار کا اثر قرار دیا جائے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

الغرض معترض کو اس طرف سے ذرا پہلو بچاتے ہوئے دیکھکر ہم نے بھی اس کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی اس خلاف بیانی کے جواب میں کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار پر حضرت اقدس کو یہ الہام بھی ہو گیا تھا۔ کہ اجیب دعوۃ الداع یہ اعلان کر دینا ضروری سمجھا۔ کہ حضرت اقدس کو یہ الہام اس اشتہار پر ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ یہ اس سے پہلے کا ہے (تعجب ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے بھی اکثر اوقات اسی بات پر زور دیا ہے۔ حالانکہ اسکو بار بار بتایا بھی جا چکا ہے۔ کہ اشتہار مذکور حضرت اقدس نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو لکھا تھا۔ اور یہ الہام اس سے ایک روز پہلے یعنی ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کو ہو چکا تھا جس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ اشتہار کے متعلق نہیں۔)

یہ تو ہیں صحیح اور اصل واقعات اب ان کے خلاف ثنائی معترض کا جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جانا۔ کہ

"باقی تمام مرزائی جماعت ایک عجیب شور و شغب میں مبتلا تھی۔ کوئی مجھے ایک طرف کھینچتا تھا۔ کوئی دوسری طرف کہتا تھا۔ بیٹھ جاؤ"

کہاں کی دیانت داری ہے کچھ خدا کا خوف کرو اور ذرا انصاف سے کام لو!

اطلاع ضروری

بعض اصحاب ترسیل زر کے وقت منی آرڈر کے کوپن میں نہ اپنا نام تحریر فرماتے ہیں اور نہ اطلاع دیتے ہیں کہ رقم کس مد میں جمع کی جائے اس سے عموماً حساب میں غلطی ہو جاتی ہے اسلئے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پتہ اور رقم جو بھیجی جائے اس کی پوری تفصیل تحریر فرمایا کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۲ - یکشنبہ ۴ جنوری ۱۹۱۵ء نمبر ۷۷

تبدیلی عقیدہ

مولوی سرور شاہ صاحب - مفتی محمد صادق صاحب وغیرہما کی تحریروں کے حوالوں سے میں پہلے ایک ٹریکٹ میں یہ دکھا چکا ہوں کہ ان لوگوں کے عقاید میاں صاحب کی مریدی میں داخل ہونے سے پہلے وہی تھے جو ہمارے ہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت جزوی اسی قسم کی ہے جو اس امت میں محدثین یا مجددین کو ملتی ہے۔ اس کے بعد انوار خلافت سے میں دکھا چکا ہوں کہ خود میاں صاحب نے اپنا عقیدہ در بارہ اسمہ احمد حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد بدلنے کا اعتراف کر لیا ہے۔ لیکن یہ کارڈ جس کا عکس اب شایع کیا جاتا ہے اس بات کا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ کس طرح اور کس زور کے ساتھ قادیان سے تبدیلی عقیدہ کی ہدایت ہوتی رہتی ہے تاکہ واقف لوگوں کو مسئلہ نبوت کی الجھن میں ڈال کر تو یہ تبدیلی نہایت آسانی سے کرا لی گئی لیکن بازی بازی، باریش بابا ہم بازی پر عمل کرتے ہوئے ایک شخص نے مولانا مولوی سید محمد احسن جیسے فاضل انسان کو جو ابتدا سے حضرت مسیح موعود کے ساتھ رہے اور آپ کے مخالفوں کو آپ کی طرف سے جواب دیتے رہے اور حضرت مسیح موعود آپ کے ساختہ پرداختہ کی ذمہ داری لیتے رہے ایسے فاضل انسان کو بھی تبدیلی عقیدہ کے لئے لکھ ہی مارا۔ یہ کارڈ ابتدائے ۱۹۱۵ء میں اس وقت لکھا گیا جب میری طرف سے ایک ٹریکٹ بنام القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار شایع ہوا جس میں مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی کے سنہ فروریہ کی طرف توجہ دلا کر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ ہمارا مذہب وہی ہے جو حضرت مسیح موعود اور آپ کے رفقائے اصحاب کا تھا۔ اب ہم اس کارڈ کو شایع کر دیتے ہیں۔ تا ہمارے محمدی دوست سمجھ لیں کہ حضرت مسیح موعود کے مذہب کو الٹ پلٹ کر کچھ کا کچھ بنا دینے میں کن کن ہتھیاروں سے کام لیا گیا ہے۔ اور ان سب باتوں کی غرض کیا ہے۔ تا کل مسلمانوں کی تکفیر ہو جائے جیسا کہ اس کارڈ کے لکھنے والے نے صاف مولانا کو لکھا ہے کہ جزوی نبوت ماننے سے مسلمان ہو نہیں سکتے مگر چونکہ میاں صاحب تشحیذ اپریل ۱۹۱۱ء میں سب مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں اس لئے یہ ضروری ہوا کہ اب نبوت کے مسئلہ کو بھی اس رنگ میں مانا جائے کہ اہل قبلہ کی تکفیر لازم آئے۔ اگر کوئی اہل دل ہے تو یہ باتیں سوچنے کے لئے کافی ہیں کہ میاں صاحب نے کس غلط راہ پر قدم ڈال کر اپنے ساتھ قوم کو بھی ایک خطرناک غلطی میں مبتلا کر دیا ہے۔ کیا اب بھی ہمارے دوست محض تقوے اللہ کو مد نظر رکھ کر شہادت حقہ ادا نہ کریں گے؟ اس کارڈ کے لکھنے والے اکمل صاحب ہیں جن کا تعلق میاں صاحب سے سب کو معلوم ہے +

اصل کارڈ کی جس کا عکس آگے آتا ہے نقل حسب ذیل ہے :-

"مولانا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ - دیر ہوئی کوئی نوازش نامہ تلطف شامہ جناب کا خاکسار کو نہیں ملا۔ چونکہ مولوی محمد علی نے القول الفصل کی غلطی کا اظہار میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں (نبوت) مولانا احسن بھی ہمارے ساتھ تھے - اب کیوں خموش ہیں اس لئے میں نے مباحثہ رامپور کو پھر پڑھا - فی الواقعہ اس میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی جزوی نبوت پر زور دیا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ آپ کی یہ مراد نہیں کہ اس میں تمام نبوت کی شان نہیں پائی جاتی۔ بلکہ صاحب شریعت نبی کے مقابل میں لفظ بولا گیا ہے یعنی اس اعتبار سے جزوی کہ اس میں شریعت نہیں۔ مگر ایک شبہ اور قوی ہے صفحہ ۔۔ بحث نبوۃ مباحثہ رامپور" بعینہ اسی طرح بہ نبی بھی ہوئے اور ہوتے رہینگے - چنانچہ اس امت محمدیہ میں جو خیر الامم ہے ایسے افراد ملہمین کے بکثرت پیدا ہوئے " آپ کی اس عبارت سے واضح ہے کہ آپ مسیح موعود کے سوائے اور اولیائے امت محمدیہ کو بھی نبی خطاب کا مستحق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ - ۳۹۱ میں صاف لکھا ہے اور کوئی اس نام پانے کا مستحق نہیں۔ آپ اسکی وجہ عدم ضرورت صفحہ ۶۱ پر لکھی ہے مگر بات یہ ہے کہ وہ اس درجہ پہنچے ہی نہیں۔ صرف ایک مسیح موعود ہی درجہ نبوت پر فایز ہوا۔ باقی جو صرف کمالات و انعامات نبوۃ سے حصہ پانے کے مجازی یا جزوی نبی

کہلا سکتے ہیں۔ لیکن مسیح موعود جزوی نبی نہیں تھے - پہلے پہلے توضیح مرام سے نیز سنہ ۱۹۰۱ء تک آپ اپنے الہامات کی تاویل کرتے رہے اور اپنی نبوۃ کو جزوی نبوت قرار دیتے رہے یعنی محدثیت مگر پھر غلطی کے ازالہ میں آپ نے لکھا کہ میں اپنا نام محدث کس طرح رکھوں کہ اس کے معنوں میں اظہار علی الغیب کی طرف اشارہ نہیں ہوتا اور حقیقۃ الوحی میں دعوے کیا کہ مسیح ناصری سے مجھے کلی فضیلت ہے جو ایک غیر نبی کو نبی پر نہیں ہو سکتی۔ ہاں پہلے آپ اپنے آپ کو جزوی نبی سمجھ کر مسیح بن مریم پر جزوی فضیلت دیتے مگر پھر کامل نبی سمجھ کر کلی فضیلت دیتے تھے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ کی نبوت بوجہ فیضان و متابعت آنحضرت صلعم و بغیر شریعت کے تھی۔ جزوی نبی جیسے پہلے اولیا راستباز ہوئے ہیں۔ ماننے سے مسئلہ کفر پر بھی اثر پڑتا ہے کیونکہ کافر تو نبی کا منکر ہوتا ہے۔ نہ کہ ولی کا۔ مباحثہ رامپور میں تو محمد علی کے مذہب کی تائید معلوم ہوتی ہے۔ آپ اس اشکال کو رفع فرمائیں اور اپنے عقیدہ میں تبدیلی اور اس کے متعلق ایک مختصر سی تحریر تاکہ لوگوں کا وہم دور ہو کہ مولانا فاضل احسن سلمہ کا کچھ اور مذہب ہے۔

اکمل عفی عنہ"

عکس مکتوب

جس کی نقل اوپر دی گئی ہے

آپ اس اشکال کو رفع فرمائیں اور اپنے عقیدہ میں تبدیلی اور اسکے متعلق ایک مختصر سی تحریر تاکہ لوگوں کا وہم دور ہو کہ مولانا احسن سلمہ کا کچھ اور مذہب ہے

اکمل عفی عنہ

تصحیح - گذشتہ اشاعت میں صفحہ ۲ کے کالم ۲ میں ۲۵ ویں سطر پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ "باقی یہ کہ آپ کے بعد کوئی ظلی و بروزی نبی نہیں ہو سکتا ہے" اسمیں "نہیں" کا لفظ زاید ہے۔ اصل فقرہ یوں ہے "باقی یہ کہ آپکے بعد کوئی ظلی و بروزی

قلت وکثرت کا سوال اور لیمزقنہم کا الہام

جلسہ سالانہ قادیان میں میاں صاحب نے گذشتہ سال یہ بیان فرمایا تھا کہ

"دیکھو جب بیعت ہوئی تھی۔ اس وقت جماعت کا اکثر حصہ ان کے (یعنی ہم احمدیوں کے) ساتھ تھا۔ چنانچہ انہوں نے خود بھی لکھا تھا کہ ہماری طرف جماعت کے بہت آدمی ہیں۔ لیکن مجھے (یعنی میاں صاحب کو) خدا تعالے نے اس وقت بتا دیا تھا کہ لیمزقنہم میں ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ان کی ہڈیاں توڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائینگے۔ بلکہ یہ کہ خدا تعالے ان میں سے لوگوں کو توڑ توڑ کر ہماری طرف لے آئیگا اور ہم میں شامل کر دیگا" (انوار خلافت صفحہ ۱۵)

اب آؤ میاں صاحب کے اس دعوے کو خود انہی کے مسلمات پر عرض کر کے دیکھیں کہ وہ کہاں تک ان سے مطابق ہے۔ اس بات کو چھوڑ کر بھی کہ آئے دن کس جماعت میں سے لوگ نکل نکل کر کس کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔ اور خود حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب جیسا جلیل القدر انسان پہلے کس فریق کے ساتھ تھا۔ اور اب کس کے ساتھ ہے جب ہم ان اعداد و شمار پر نظر کرتے ہیں۔ جو ہماری تعداد کے متعلق قادیان سے آئے دن شایع ہوتے ہیں۔ تو ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ میاں صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ کے کیا معنے کریں +

سب سے پہلا دعوےٰ جو میاں صاحب نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:-

"جب بیعت ہوئی تھی اس وقت جماعت کا
اکثر حصہ ان کے (یعنی ہمارے) ساتھ تھا"

حالانکہ وہ لوگ جنہوں نے محض تعداد کی بناء پر بیعت کی تھی بتا سکتے ہیں کہ میاں صاحب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کس کی طرف سے آئے دن بیعت کرنیوالوں کی لمبی لمبی فہرستیں شایع ہوتی تھیں اور کون اپنی کثرت پر ناز کر کے دوسروں کی قلت کا بطور طعن بیان کیا کرتا تھا۔ اگر یہ سب حقیقت بیان تھا ... تو ذرا ۴ جولائی ۱۹۱۴ء یعنے میاں صاحب کی بیعت کے صرف ۳ ماہ بعد کے الفضل میں صفحہ ۳ کالم ۱ کی وہ عبارت پڑھ لو جہاں ہمیں "چند سو آدمی" ہونے کا طعن دیا گیا ہے پھر اس سے بھی زیادہ صاف ۲۲ جون ۱۹۱۴ء کے الفضل کا وہ حوالہ ہے جہاں بیعت کرنے والوں کی تعداد ۹۸ فیصدی بتائی گئی ہے (یعنے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ چار لاکھ میں سے جو اسی پرچہ میں کل جماعت احمدیہ کی تعداد بتائی گئی ہے۔ ہماری تعداد اس وقت حسب مسلمات الفضل آٹھ ہزار تھی) جو اس کے پہلے بیان کے عین مطابق ہے جہاں ہمیں چند سو بتایا تھا۔ الف ہے

اب اس سے صاف پتہ ملتا ہے کہ میاں صاحب کا یہ دعوےٰ کہ جب بیعت ہوئی تھی اس وقت جماعت کا اکثر حصہ ہمارے ساتھ تھا اور وہ قابل تھے ... کے سراسر خلاف ہے۔ اب موجودہ حالت کو لیجئے اور میاں صاحب کے اس دوسرے دعوے کو کہ لیمزقنہم کے الہام کے مطابق اب ہم میں سے لوگ نکل نکل کر ان کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ انہی کے بیانات کے ساتھ منطبق کیجئے +

اوپر ہم بتا آئے ہیں۔ کہ ابتدا میں میاں صاحب کے ساتھ شامل ہونے والوں کی تعداد حسب روایت الفضل ۹۸ فیصدی تھی جس سے ثابت ہوا کہ ہماری تعداد اس وقت دو فیصدی تھی اب اگر میاں صاحب کا منقولہ بالا بیان کہ اب ہم میں سے لوگ نکل نکل کر ان کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں صحیح ہے۔ تو چاہئے تھا کہ اب ہماری تعداد ۲ فیصدی سے بہت کم رہ جاتی۔ لیکن ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ جب ۴ جنوری ۱۹۱۵ء کے الفضل میں جماعت محمودیہ کا وہ ریزولیوشن دیکھتے ہیں جو گذشتہ جلسہ سالانہ پر انہوں نے پاس کیا اور اس میں یہ بتلاتے ہوئے کہ لاہوری جماعت جماعت احمدیہ کی قائمقام نہیں ہو سکتی۔ یہ الفاظ لکھے ہیں - کہ

"وہ (یعنے لاہوری جماعت) جماعت احمدیہ کا
ایک نہایت ہی قلیل حصہ ہے **جو دو فیصدی**
بھی بمشکل ہوتا ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ ہماری تعداد اب بھی وہی دو فیصدی ہے جو پہلے تھی۔ اور میاں صاحب کا یہ کہنا کہ اب ہم میں سے لوگ نکل نکل کر انکے ساتھ شامل ہو رہے ہیں کسی صورت میں پورا نہیں اترتا۔ سو دونوں میں سے کسی ایک بیان کو غلط ٹھیرانا پڑیگا۔ یا تو میاں صاحب نے خواہ مخواہ دیدہ و دانستہ جھوٹ بولا اور یا ریزولیوشن تجویز کرنے والوں نے غلطی کی ہم اس کو کیا کریں۔ کہ یہ ریزولیوشن بھی میاں صاحب کی منظوری یا تجویز کے بغیر پاس نہیں ہوا۔ اس لئے دونوں حالتوں میں خود میاں صاحب پر ہی الزام آتا ہے۔ کیا میاں صاحب اس الزام کو اٹھانے کی کوشش کریں گے +

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۱۷ء | نمبر ۷۷

نبوت محمدیہ

(۲)

آخری نبی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر آخری نبی ہوئے؟ کیا وجہ ہوئی کہ نبوت کا دروازہ آپ کے بعد بند کیا گیا؟ اس سوال کا مفصل جواب اس قدر وسعت چاہتا ہے۔ کہ اس کے لئے ایک ضخیم و جیم کتاب بھی شاید کفایت نہ کرے۔ اس لئے ہم اس سوال کے صرف ایک پہلو پر غور کرتے ہیں۔ پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ غرض اور مدعا کیا ہے جس کے لئے نبوت کی چادر ایک انسان کے کندھوں پر ڈالی جاتی ہے نبی اس لئے نہیں آتے کہ وہ اپنی بڑائی کا اظہار کریں یا خود اپنی پرستش کرائیں۔ اور خدا کی جگہ آپ لے لیں۔ وہ ایک پیغام لاتا ہے جو اللہ تعالے نے اسے انسانوں کی ہدایت کے لئے دیتا ہے اور وہ خود اسے عمل میں لا کر دکھاتا ہے۔ وہ آسمان سے احکام پاتا اور ان احکام کو اپنے اعمال میں لاتا ہے۔ وہ خود سب سے پہلا فرمانبردار ان احکام الٰہی کا ہوتا ہے اور دوسروں کو بتاتا ہے کہ وہ کس طرح سے ان احکام کی تعمیل کریں۔ اس طرح پر خدا کا کلام اور نبی کی سنت جو ایک مثال کا کام بھی دیتی ہے دوسروں کو ہدایت کے رستہ کی پیروی میں مدد دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنی اصلی پاک حالت میں باقی رہیں۔ اور اسی طرح پر ہم کو پہنچ جائیں۔ اور تعلیم بھی ان کے اندر اپنے کمال میں ظاہر کر دی گئی ہو تو ہمیں دوسرے نبی کی ضرورت نہیں رہتی لیکن یہ دونوں باتیں دنیا کی تاریخ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے کسی کو میسر نہیں آئیں جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے نازل ہوا۔ اس میں تحریف و تبدیل واقع ہو گئی۔ انسانوں کے ہاتھوں نے اس میں کمی بیشی کر دی۔ علاوہ ازیں اسلام سے پہلے کے تمام۔ مذہبی معلموں کی زندگیوں کے واقعات تاریکی میں ہیں۔ اور تاریخی طور پر ان کی صحت کا اطمینان کلی نہیں بلکہ زیادہ تر وہ باتیں قصوں کے رنگ میں رہ گئی ہیں۔ اور اس طرح پر ہم کو ان کے حقیقی حالات کا علم بہت ہی کم ہے۔ اس لئے قرآن اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نزول ضروری ہوا۔ لیکن اگر قرآن کریم آج ہمارے ہاتھوں میں بغیر ایک شوشہ کی تحریف کے ایسا ہی موجود ہے۔ جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا اور اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات تمام صحت اور امانت کے ساتھ ہم تک پہنچائے گئے ہیں۔ اور قرآن نے ہدایت کی راہوں کو بھی پورے طور پر روشن کر دیا ہے۔ اور شریعت کی تکمیل کر دی ہے۔ تو کیا پھر بھی ہمیں کسی اور نبی کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن سب کتابوں میں سے آخری کتاب ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب نبیوں میں آخری نبی ہوئے۔ یہ درحقیقت جو چیز قرآن کو خاتم الکتب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بناتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ قرآن ہدایت اور شریعت کی تکمیل فرماتا ہے۔ محمد رسول اللہ کی شخصیت کو آگے نہیں کرتا۔ پس اگر قرآن کریم میں ہماری اخلاقی ضروریات کو کامل طور پر پورا کیا گیا ہے۔ اور اگر اس ... راہوں کو کامل طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جب احکام قرآنی کو تعمیل میں لا کر نبی کے کام کا عملی حصہ پورا کر دیا ہے تو اب بتاؤ کہ اور نبی کی ضرورت کہاں ہے اور کیوں ہے +

سب سے زیادہ کامیاب نبی

یہ ایک صاف تاریخی واقعہ ہے جس سے دشمن کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے اکیلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا سب سے اعلےٰ مقصد جس کو لے کر انہوں نے زندگی میں شروع کی تھی۔ اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا دیکھ لیا۔ قرآن کریم کی سب سے بڑی خصوصیت جس میں دنیا کی کوئی کتاب اس کی مثل ہونے کا دعوے نہیں کر سکتی۔ وہ حیرت انگیز روحانی انقلاب ہے جو اس کے ذریعہ سے دنیا میں نمودار ہوا۔ اس کی طرف اس کے ان پاک الفاظ میں اشارہ ہے۔ جن سے یہ کتاب شروع ہوتی ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین یعنی یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں عظیم الشان اور کامل ہدایت متقیوں کے لئے ہے۔ یہ بات کہ جو انقلاب اس کتاب نے پیدا کیا۔ اس کی کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ سب کو مسلم ہے۔ کیونکہ اگر جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں صاف اعتراف موجود ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے اور تمام مصلحوں سے بڑھ کر کامیاب ہوئے۔ تو یہ کامیابی اسی پاک کتاب قرآن کے ذریعہ سے وقوع میں آئی۔ اس کے احکام نے ہر قسم کی خطرناک بدیوں کو جو ہزاروں سالوں سے جڑ پکڑے ہوئے تھیں جیسے بت پرستی اور شراب خواری خس و خاشاک کی طرح بہا کر نابود کر دیا۔ اور جزیرہ نمائے عرب میں ان کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا۔ خونخوار جنگجو قوموں کو جن کی عداوتیں صدیوں سے چلی آتی تھیں۔ ایک متحد قوم بنا دیا۔ اور ایک جاہل اور ان پڑھ قوم کو اعلےٰ سے اعلےٰ علوم اور تہذیب کے علم بردار بنا کر ان کو دنیا کے پیشرو بنا دیا۔ علاوہ بریں قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالےٰ کی عظمت و شوکت کا ایک ایسا موثر نقشہ کھینچتا ہے جس کی نظیر کسی دوسری مقدس کتاب میں نظر نہیں آتی۔ اور اس طرح پر قرآن کی یہ تحدی فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی اس جیسی ایک ہی سورۃ کہیں بنا کر دو آجتک قایم ہے جس کا جواب دنیا سے نہیں ہو سکا

عرب کو چھوڑ کر ساری نسل انسانی قرآن کریم کے نزول سے پہلے قعر زمینہ میں گری ہوئی تھی۔ جہالت اور تاریکی کے بادل اخلاق اور روحانیت کے آسمان پر ایسے چھائے ہوئے تھے کہ روشنی کی کوئی شعاع نظر نہ آتی تھی خدا کے قانون بڑی دلیری سے توڑے جاتے اور اس کی حد بندیوں سے بیباکی سے تجاوز کیا جاتا تھا فسق و فجور کی حکومت ساری روئے زمین پر تھی مگر عرب کا ملک سب سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف ہر ایک قسم کے فاحش امور کے ہی مرتکب ہوتے بلکہ ان کے ارتکاب پر اپنی مجلسوں میں اور اپنے اشعار میں فخر کرتے۔ اس زمانہ میں عرب میں شعر گوئی کا شوق کمال کو پہنچا ہوا تھا اور ان کے بڑے بڑے مجمعوں اور مجلسوں کو مشاعرہ کی مجالس زیب و زینت دیتی تھیں مگر اس شاعری کے نازک سے نازک خیالات میں نہایت گندے اور مخرب افعال کے ارتکاب کا ذکر فخر کے طور پر کیا جاتا تھا۔ اب ایک طرف اس قوم کی اس حالت پر غور کرو اور دوسری طرف اس حالت کو دیکھو کہ صرف چوتھائی صدی سے بھی کم عرصہ پر کل کے کل ملک خدا ترس راستباز انسانوں کی جماعت بن کر دنیا کی ... علم سے دور اور جہالت پر فخر کرنے والے تھے۔ وہی دنیا میں علم کی شمع کے حامل بن گئے۔ اور جو عورتوں کو ذلیل ترین حالت میں رکھتے تھے حقوق نسواں کے حامی بن گئے اور دوسروں میں بھی انہوں نے وہی روح پھونک دی جو خود ان کے اندر کام کر رہی تھی۔ اور یہ انقلاب عظیم بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ظہور میں آیا تاریخ میں اس قسم کی اصلاح کی اور کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ اللھم صل علی محمد و بارک وسلم +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ علے ہذا بزرگان ملتجی **حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب** کو پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے اللہ تعالےٰ آپ کو جلد صحت کامل عطا فرمائے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبان آپ کے اخلاص اور محبت کیسا تھا آپ کے علاج میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ انکی سعی کو مشکور فرمائے۔ آمین +

جناب مرزا نیاز بیگ صاحب والد ماجد جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی بیماری کی خبر سن کر دل کو بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ اس بزرگ انسان کو تا دیر بسلامت رکھے۔ احباب آپ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آجکل آپ لاہور میں تشریف رکھتے ہیں +

حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب اور شیخ نور احمد صاحب ۱۸ جنوری ۱۹۱۷ء کو بمبئی پہنچیں گے۔ اور اس کے دوتین روز بعد لاہور روانہ ہونگے جو احباب ان ہر دو مجاہدین فی سبیل اللہ کے استقبال کے لئے لاہور آنا چاہتے ہوں وہ پیشتر سے اطلاع دیں۔ تاکہ بمبئی سے جہاز آنے پر حضرت مولوی صاحب کے لاہور پہنچنے کے وقت سے بذریعہ تار اطلاع دی جا سکے +

جسدن حضرت مولینا صدرالدین صاحب کا تار پورٹ سعید سے موصول ہوا حضرت امیر ایدہ اللہ نے شام کو درس قرآن کریم کے موقعہ پر اس کا اعلان فرماتے ہوئے فرمایا کہ

"ایسے آدمی بہت کم میسر آتے ہیں۔ اس زمانہ کے اعلےٰ درجہ کے صالحین یا زاہدین و عابدین کہلانے یہی لوگ ہیں۔ اگر ان کے استقبال کے لئے دو قدم آگے پیدل چل کر بھی جائیں تو یہ عین طریق سنت ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر سب دوست ثواب حاصل کریں۔ محض نیکی ہونے کی وجہ سے میں اس بات کی ترغیب دیتا ہوں"

افریقہ میں کرمی بابو منظور الٰہی صاحب جس تندہی اور کوشش کیساتھ خدمات دین میں مصروف ہیں۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے اللہ تعالےٰ آپکو دینی و دنیوی حسنات سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ اور آپ بیش از بیش اجر عظیم کے مستحق ہوں احباب بابو صاحب کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اس دور افتادہ بھائی کو صحت و سلامتی کیساتھ جلد واپس لائے۔ آمین +

راولپنڈی سے ایک صاحب جو اخبار کی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ اپنے نام مفت اخبار جاری کرانا چاہتے ہیں۔ دفتر سے زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ کی رعایت ہو سکتی ہے باقی ... روپیہ یعنی نصف قیمت اخبار اگر ناظرین پیغام صلح میں سے کوئی صاحب دیکر انکے نام اخبار جاری کرا دیں۔ تو یہ عین ثواب کا کام ہوگا

گدی بنیری ہی رہے قبلہ بدل نہیں
برعکس اپنے پدرِ مقدس کے چل نہیں

مشہور یہ مسیح کا احمد لقب کریں — بیٹے کو باپ کہہ کے خدا کا غضب کریں
محبوب رب کا ہائے یہ کچھ تو ادب کریں — بُت بھی گھڑیں تو پاؤں کو سر پہ نصب کریں
بچپن ہے بھولپن ہے سلیقہ ابھی نہیں
پیری کا پیر جی کو طریقہ ابھی نہیں

مستوں کے ہاتھ سے بھی کبھی نوش جام کر — جھگڑے کو چھوڑ احمدیت کو سلام کر
جس بات کا تو اہل ہے پیارے وہ کام کر — محمود ہے تو آج سے منصور نام کر
دن رات پانچ وقت جو کی کیا نماز کی
ہر وقت روبرو رہے صورت ایاز کی

جھگڑا ہی کیا ہے مان لے وحدت وجود کو — خالی نہ رکھ پھر اسم پدر سے درود کو
بےخوف ہو کے توڑ دے شرعی قیود کو — بتلا حرم گھر اپنا تو اصل سجود کو
احمد ہے جب غلام محمد بنا لیا
کعبہ بھی اب گر درِ کعبہ تو ڈھا لیا

کفار مسلموں کو کہا واہ میاں جی واہ — پھر جرم کوئی۔ کوئی خطا واہ میاں جی واہ
کس پر الٹ کے کفر پڑا؟ واہ میاں جی واہ — تم کیا ہوئے؟ ہیں کون ہوا؟ واہ میاں جی واہ
ظل کو جب اصل کہتے ہو تو برملا کہو
ہم پادشاہ جارج کہیں تم خدا کہو

*مامور ہی جب اپنے دعاوی کو نہ سمجھے — تفریق کم و بیش و مساوی کو نہ سمجھے
خود ظل نبی حکم سماوی کو نہ سمجھے — بٹالوی کیوں مفتری راوی کو نہ سمجھے؟
لاریب محدث مرا دجال نہیں ہے
تم حق پہ اگر ہو تو وہ بطال نہیں ہے

جو چھیڑ سے کہتے رہے برسوں نہیں اعدا — اب آپ ہی کرنے لگے تم ان کا اعادہ
الزام کے قابل میاں صاحب کے ہیں دادا — جو رکھ گئے کندھے پہ غلامی کا لبادہ
ہے شکر کی جا اسمہ احمد نہیں رکھا
نام حضرت مرزا کا محمد نہیں رکھا

ورنہ نہیں معلوم صنم توڑتے کیا کیا — گنگے کی طرح کلیہ میں گر پھوڑتے کیا کیا
لوگوں کو رہ صدق سے یہ موڑتے کیا کیا — قرآن و احادیث سے تک جوڑتے کیا کیا
پوتے کی جگہ حق نے یہ دادا کو سمجھ دی
شق نام میں احمد کے غلامی کی جو رکھ دی

تردید کو محمود یہ اعجاز یہ کم ہے؟ — کچھ دیکھے جواب اس کا اگر آپ میں دم ہے
سوچو ذرا احمد کی غلامی کی قسم ہے — ہم بچ گئے گمراہی سے مولا کا کرم ہے
حل مشکلیں کیں ابنِ محمد نے علی نے
گرنے سے بچایا درِ کعبہ کو ولی نے

بہکاتے تو ہو کوئی بہکتا بھی ہے ہم میں؟ — دیکھا کوئی رستے سے بھٹکتا بھی ہے ہم میں؟
خواجہ سا مبلغ و یکتا بھی ہے ہم میں — بس آن ملا اب تو فرشتہ بھی ہے ہم میں
جس بازو پہ بیٹھے عیسیٰ موعود بھی اُترے
لڑنے کو اسی سے میاں محمود بھی اُترے

مرشد کا ہے فرزند قلم رکتا ہے میرا — ورنہ کسی میدان میں قدم رکتا ہی میرا
دبتا ہے فلک مجھ سے علم رکتا ہے میرا — بس جوگی جی خاموش کہ دم رکتا ہے میرا
پیغام ہے یہ صلح کا بیعت کریں آکر
اب اپنے بزرگوں کی وہ عزت کریں آکر

بچپن میں انہی گودیوں میں آپ تھے کھیلے — دکھ کیا انہیں معلوم جو ان لوگوں نے جھیلے
جب حضرت اقدس تھے زمانے میں اکیلے — قربانیاں گھر بار کی کرکے بنے چیلے
سیکھا جو انہوں نے ہے وہ تم نے نہیں سیکھا
دیکھا جو انہوں نے ہے وہ تم نے نہیں دیکھا

صحبت میں ہمیشہ نہیں رکھتے تھے مسیحا — جھکتے رہے ان کی ہی طرف پہلے خلیفہ
دعوے نہیں یہ حضرت واصل کا ہی چھوٹا — گھر میں انہی فرزندوں کے تھا جان کو سونپا
نکلی تھی جہاں روح مسیحا کی وہیں ہے
ہاں چرخ پہ اب احمدی بلڈنگ کی زمیں ہے

قابل توجہ احباب احمدیہ

برادران السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ لاہور میں بفضل خدا الوکل انجمن بن چکی ہے۔ میاں الہ دین صاحب نہایت کوشش سے مہربانی فرما کر چندہ وصول کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک معقول رقم ماہواری چندہ کی ہو جایا کرے گی۔ جناب مولوی عزیز بخش صاحب نے ڈیرہ غازی خاں میں معلوم ہوتا ہے سب سے اول ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا ہے جو کانفرنس میں پیش ہوئی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کچ مبلغ ... روپے چندہ اپنی انجمن کا بھجوایا ہے۔ جو کہ ممبران کی تعداد کے مقابل بفضل خدا معقول رقم ہے۔

امید ہے کہ برادران اپنے شہروں میں انجمن ہائے کو استحکام دیکر چندہ کی زیادتی اور باقاعدہ ادائیگی میں کوشش فرماویں گے۔ اور ایسا انتظام کریں گے۔ کہ دس تاریخ ہر ماہ سے پہلے ماہواری چندہ صدر انجمن میں پہنچ جایا کرے۔ کیونکہ اب سستی کا وقت نہیں۔ ووکنگ مشن کے اخراجات کے لئے ہم ہی کو تیار ہونا ہوگا۔ نیز افریقہ میں مشن کے قیام کے لئے اور دیگر مشنوں کے لئے بھی جن کی تجویز درپیش ہے صرف اللہ کے فضل اور روپیہ سے ہی معاملہ طے ہو سکتا ہے۔

خاکسار۔ سید محمد حسین محاسب

اعلان فسخ بیعت

میں حضرت میاں محمود احمد صاحب کی بیعت اس لئے فسخ کرتا ہوں کہ مجھے اب تحقیقات سے معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب جناب حضرت مسیح موعود کو کامل اور ایسا نبی یقین کرتے ہیں جس کی نبوت سے انکار کرنے والا خارج از دائرہ اسلام ہوتا ہے۔ چونکہ ایسا عقیدہ میرے نزدیک قرآن اور حدیث شریف کے مخالف ہے۔ لہٰذا میں اس بیعت سے دست بردار ہوتا ہوں۔

محمد امین رجسٹری اسسٹنٹ بھیرہ

ایک اور اعلان

میں محمد مرتضیٰ خاں ولد مولوی عبد اللہ خاں صاحب پٹیالوی بذریعہ اس اعلان کے احباب احمدیہ پر ظاہر کر دیتا ہوں کہ میں میاں صاحب کے اعتقادات کا سخت مخالف ہوں اگرچہ میں نے اوائل میں غلط فہمی سے بیعت کر لی تھی لیکن جب مجھ کو ان کے عقاید کا علم ہوا میں ان سے الگ ہو گیا اگرچہ میں نے شروع سے ہی ان اعتقادات باطلہ کو غلط سمجھا اور ان سے کبھی بھی اتفاق نہیں کیا۔ چونکہ اب تک بذریعہ اخبار اس بات کا اعلان نہیں ہوا لہٰذا یہ چند سطور لکھ دیتا ہوں کہ میں میاں صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں۔ محمد مرتضیٰ سیکنڈ ماسٹر ... اسکول

ہاں چرخ پہ اب احمدی بلڈنگ کی زمیں ہے

نظم حکیم اللہ یار ضاصاحب جوگی واصل ربانی "قومی شاعر"
جو گذشتہ ۲۷ دسمبر کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر پڑھی گئی

مژگان چشم حور کا ہے مُو قلم مرا　　پڑھ کے درود دیکھنا طرزِ رقم مرا
معشوقِ کبریا ہے محمدؐ صنم مرا　　ہے کیا بڑا رقیب خدا کی قسم مرا

دعویٰ برابری کا ہے عشقِ حضورؐ میں
بات آپڑی ہے بندے میں ربِّ غفور میں

جب تختِ عرش پہ بچھے کرسی قریب ہو　　جلوہ فگن خدا ہو خدا کا حبیب ہو
آواز آئے پیش ہمارا رقیب ہو　　گردن جھکائے سامنے واصل غریب ہو

ہو حکم مستحق ہے تو نارِ جحیم کا
لیکن ہے عشق تجھکو رسولِ کریمؐ کا

مجنوں کو عشق میں سگِ لیلیٰ عزیز ہو　　یوسفؑ کو سو برس کی زلیخا عزیز ہو
لچھمن کو رام، رام کو سیتا عزیز ہو　　گوکل میں رادھکا کو کنھیا عزیز ہو

اصحابِ کہف سے سگِ احمدؐ بلند ہے
ہے گل کے ساتھ اگر ہمیں کانٹا پسند ہے

اچھا پڑھے درود برا بھی پڑھے درود　　چھوٹا پڑھے درود بڑا بھی پڑھے درود
رام و کرشن بھی پڑھیں عیسیٰ پڑھے درود　　بندوں کے ساتھ آج خدا بھی پڑھے درود

ہم دیکھ لیں گے روئے منور جنابؐ کا
تازہ سا کوئی پھول تو لانا گلاب کا

آقا کے ساتھ خلد میں جائینگے سب غلام　　لونڈی خدا کی آئیگی رحمت ہمارے کام
سجدہ نہیں ملک ہمیں جھک کر کریں سلام　　تو کر بھی دینگے ساقیٔ کوثر کو بھر کے جام

آئینگے بن کے دستِ نگر سب حضورؐ کے
لینگے قدم وہ قاسمِ حور و قصور کے

جس کے بھی دل میں ہوگی ولائے محمدی　　جنت میں بے حساب وہ جائے محمدی
محشر میں شور ہوگا وہ آئے محمدی　　ہم سب کے سر پہ ہوگا لوائے محمدی

رضواں کی کیا مجال جو روکے ہمیں ذرا
جنت سے دیں نکال جو ٹوکے ہمیں ذرا

دارین لوٹ ۔ کرشمہ ہر دو سرا کو خوش　　عشقِ محمدی سے تو کر دے خدا کو خوش
کر منتوں سے دلبرِ ربّ العلیٰ کو خوش　　رب خوش ہوا ہوا ہے کہ مصطفیٰ کو خوش

عاشق سہار لیگا تری منہ درازیاں
ہوتی ہیں حسن والوں میں نازک مزاجیاں

حسن گم ہو [illegible] خدا نے جنت [illegible]　　قبضہ بھی اس پہ کر کے ہے [illegible] لیا

حق نے بنائے کعبہ کو بیت الصنم لیا　　احمدؐ سے ہے کرائے پہ گویا حرم لیا

اس رخ بغیر حکم دیا ہے جھکو نہیں
مشرق میں ہم دکھیں بھی تو سجدہ کریں نہیں

یورپ میں بھی جاؤں تو میں کعبہ کو ہوں جھکتا　　وولنگ کی مسجد کا دکھنا مجھے نقشا
مکہ میں محمدؐ کے خدا کا بھی ہے گو چا　　فاران کے کوہ طور پہ شعلہ نہیں چمکا؟

باتیں بھی کرے اور شجر طور سے جھانکے
احمدؐ سے کلیم ایسے حسین آئے کہاں کے

دیدارِ محمدؐ سے خدا دکھتا ہے مجھ کو　　میں چوم لوں قدموں کو یہ کیا دکھتا ہی مجھکو
اندھا ہوں میں وحدت کا ہرا دکھتا ہی مجھکو　　سجدے میں زیادہ ہی صفا دکھتا ہی مجھکو

سرکش سے ذرا کھچتا ہی عاجز کے قریں ہے
اے دیکھنے والے جہاں دیکھے تو وہیں ہے

قرآں بھی اب غور سے تو کیا نہیں پڑھنا　　دو سجدوں میں کیوں سورۂ اقرا نہیں پڑھنا
والظاہر والباطن، اصلا نہیں پڑھنا　　صلوٰۃ خدا پڑھتا ہے کلمہ نہیں پڑھتا

میں کیسے نہ دوں نامِ محمدؐ کی دوہائی
کلمے میں جدائی نہیں اللہ کو بھائی

صلّوا علی النبی کا میں منادی بنوں گا　　جو کام خدا کرتا ہے وہ میں بھی کروں گا
وہ اپنے فرشتوں سے میں یاروں سے کہونگا　　دن رات درود اپنے محمدؐ پہ پڑھوں گا

جھک جائے وہ جب کان پہ قدموں پہ جھکوں میں
وہ بات کرے پاؤں پہ آنکھوں کو ملوں میں

تاثیر سی تاثیر ہے؟ بلبل کی چہک میں　　بس جاتے ہیں کانٹے بھی گلِ تر کی مہک میں
خورشید لئے رہتا ہی ذروں کو چمک میں　　پتھر نمک ہو جاتے ہیں جب کان نمک میں

اللہ کی رنگت کے بھی پاسنگ ہے کوئی؟
من احسن صبغۃ سے فزوں رنگ ہے کوئی؟

تڑپا رہی ہے مجھ کو تو لاتے سرمدی　　آقا ہے میرا ہے جو غلامِ محمدی
نسبت یہی ہے جس سے ہوا ہوں میں احمدی　　احمدؐ نہ کہنا عیسیٰ موعود کو کدی

جیسے خدا ہے ایک محمدؐ بھی ایک ہے
محمود کو خبر نہیں احمدؐ بھی ایک ہے

عرش عظیم ظلّ محمدؐ کا پایہ ہے　　قدموں پہ جو گرے گا وہ احمدؐ کا سایہ ہے
کہ کر نبی غلام کا رتبہ گھٹایا ہے　　عیسیٰ خدا بھی بن کے فلک تک ہی آیا ہے

فرقہ نصیریوں کا علیؓ کو خدا کہے
منہ نوچ لوں خدا کو اگر مصطفیٰ کہے

سر ایک اور ایک سے زیادہ ہیں ہاتھ پاؤں　　ہر حال میں شجر ہے شجر اور چھاؤں چھاؤں
مکہ ہے شہر ۔ آج بھی ہے قادیان گاؤں　　تو ڑ ان بتوں کو کیونکہ ہے محمود تیرا ناؤں

تخلیق کائنات اور وید

لیکچر مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی

جو بر موقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بروز پیر ۲۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کو پڑھا گیا۔

تشہد۔ تعوذ۔ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا الذی لہ ملک السموات والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا۔ جو معدن ہے تمام فیوض کا اور سرچشمہ ہے تمام علوم کا سرمنبع ہے جمیع دعائے کاملہ کا اور منبع ہے کل حسنات اور برکات نافعہ کا۔ اس نے فرقان اپنے بندہ پر حق و باطل کفر و اسلام اور ظلمت و نور میں فرق ظاہر کرنے کے لئے نازل کیا۔ تاکہ وہ اس کے ساتھ تمام دنیا و جہان کو حق کی مخالفت اور ظلمت و ہلاکت کی راہوں سے ڈرانیوالا ہو۔ وہ جس کے قبضہ قدرت میں ملکیت ہے آسمانوں کی اور زمین کی نہ تو اس نے کوئی ولد پکڑا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے ساتھ شریک فی الملک ہے اس لئے کہ اس نے تو ہر شئے کو پیدا کیا ہے اور پھر اس کے لئے ایک قانون مقرر کیا ہے۔ سورۂ فرقان کی اس آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالےٰ نے ہر ایک اقسام شرک کی جو دنیا کے مختلف مذاہب میں پائے جاتے ہیں احسن طور پر تردید کر دی۔ نہ تو پارسی لقطۂ خیال کی طرح یزدان اور اہرمن شریک فی الملک خدا ہیں اور نہ مسیحی اعتقاد کہ مسیح اقنوم ذاتیں سے ہے درست ہے۔ اور اس کا شریک کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس نے ہر شئے کو خواہ مادہ ہو یا غیر مادہ خلق کیا ہے۔ اور کائنات کے پیدا ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ ہر شئے قانون کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔ کوئی محدود اور مقید شئے بغیر محدد اور قید میں لانیوالے کے نہیں ہو سکتی جب تم نظام قدرت کو دیکھتے ہو تو کہتے ہو کہ اس کا کوئی منتظم اور ترتیب دینے والا ہونا چاہئیے۔ کہ جسکے قوانین اور احکام ان اشیاء کو اپنی اپنی حد اور قید سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ تو مادہ اور روح جو اپنی اپنی صفات اور خواص کے اندر محدود اور مقید ہیں اور اپنی اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ کیوں کسی مشاطۂ قدرت کے زیب و زینت دادہ نہیں جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ محدود الزمان چیز حادث یعنی پیدا شدہ ہوتی ہے۔ کوئی ہے۔ جس نے اس کو زمانے کی قید میں مقید کر دیا تو محدود الصفات چیز کیوں پیدا شدہ نہیں کیا وہ اپنی صفات کے احاطہ میں خود بخود مقید ہو گئی۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ محدود الصفات اشیاء کا کوئی محدد نہیں۔ بلکہ وہ ازل سے خود بخود محدود الصفات ہیں تو خدا تعالےٰ کو بھی اپنی قدرت کے اظہار میں نہ صرف محدود بلکہ ان محدود الصفات اشیاء کے ماتحت تسلیم کرنا پڑیگا کیونکہ کوئی ایسا فعل جو ان اشیاء کے خواص سے متعلق نہ ہو اس سے سرزد نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ محدود الصفات اشیاء کو باہم خواہ کسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملاؤ نتیجہ محدود نکلیگا۔ اس لئے کہ محدود اعداد کے ساتھ ضرب دینے سے نتیجہ محدود نکلا کرتا ہے۔ نہ لامحدود۔ اور اگر ایشور اپنی لامحدود صفات کے اظہار کے لئے روح اور مادہ کو جو محدود الصفات ہیں ذریعہ بنانا چاہے۔ تو اسے اس شوخ و شنگ استری کے بروقت جواب دے دینے سے سخت ندامت اٹھانی پڑیگی۔ اور اس بھاگوان کا یہ جواب بڑا ہی معقول جواب ہوگا۔ کہ تم مجھ سے وہ کام لینا چاہتے ہو۔ جس کی اہلیت مجھ میں ازل سے نہیں۔ مانا کہ تم بڑے بلوان اور لامحدود طاقت والے ہو۔ پر آخر چادر دیکھکر پاؤں پسارنے چاہئے۔ اب اس کے لئے سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں کیونکہ یہ ایک ایسی استری ہے کہ جسکے ساتھ اس کا نکاح ازل سے ابد تک کے لئے ہو گیا ہے تو اس کے سبھاؤ گنوں یعنی فطری خواص میں کوئی تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کو فنا کر کے اور بنا سکتا ہے۔ مذاہب عالم میں سے کسی مذہب کی حقیقی تعلیم نے روح و مادہ کو ازلی قرار نہیں دیا۔ کل مذاہب عالم کا اس امر پر متفق ہونا اس کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے کیونکہ کسی غلط اور نادرست مسئلہ پر کل مذہبی دنیا کا متفق ہو جانا عقل کے نزدیک محال عادی ہے اس لئے کہ تمام انسانی علوم کی مستحکم بنیاد استقراء کے سوا کچھ نہیں۔ غور کرو۔ ہم کسی صداقت یا خیال کو کیوں تسلیم کرتے ہیں اس لئے اور صرف اس لئے کہ اس کی صداقت کی ہمارے پاس اس قدر قطعی شہادتیں ہو جاتی ہیں۔ کہ ان سب کا غلط ہونا عقل قبول نہیں کرتی۔ مذاہب عالم کے اس اتحاد عظیم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہندوؤں کی ایک قلیل التعداد جماعت نے یوروپین فلسفہ سے مرعوب ہو کر اپنے پرانے مذہبی ڈھانچ کو مزعومہ سائنس جدیدہ کے گوشت و پوست سے منڈھنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے۔ مگر ؎

> تم نے قندیل سخن کو منڈھ لیا تو کیا ہوا
> ڈھانچ ایں تو ہیں وہی اگلے برس کی نیلیاں

کہا جاتا ہے کہ وید [illegible] نے پرکرتی کو انادی کہا ہے اول تو یہ لفظ پرکرتی جسکے معنے تم مادہ عالم کرتے ہو۔ رگ وید میں ہی نہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا لفظ ہے جو وید میں نہیں آیا۔ آہ کسقدر شور مچایا جاتا ہے۔ کہ پرکرتی اور جیو آتما انادی ہیں لیکن دونوں لفظ وید میں موجود نہیں۔ پھر اس لفظ پرکرتی کی ترکیب پر غور کیا تو یہ لفظ پر آپ سرگ اور لفظ کرت دو لفظوں سے مرکب نظر آیا۔ پر کے معنے پہلا یا اولین اور کرت کے معنے کیا ہوا یا معلول دونوں کو ملاکر معنے ہوئے۔ معلول اول یا سب سے پہلا کیا ہوا۔ اب جو شئے معلول ہے وہ بغیر علت کے کیسے ہو سکتی ہے تو ثابت یہ ہوا۔ کہ لفظ پرکرتی کے اندر اسکے ازلی ہونے کی تردید موجود ہے۔ اس لحاظ سے اول تو پرکرتی کو انادی کہنا۔ یعنی جو شئے معلول ہے اسکو ازلی کہنا غلط۔ اور بالفرض اگر اسکو انادی کہہ بھی دیا جائے۔ تو لفظ انادی پرکرتی کے سوا کسی اور چیز کے ازلی ہونے کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ انادی کے معنے ہیں کہ جس کے پہلے کوئی چیز نہ ہو [illegible] بالجملہ ہو۔ اور در حقیقت یہ لفظ عربی ہے جو ند سے نکلا ہے جس کے معنے شریک کے ہیں۔ انادی جس کی کسی صفت میں کوئی شریک نہ ہو۔ مگر سنسکرت میں یہ لفظ شرکت زمانی کی تردید کے لئے خاص ہو گیا ہے اور اسی لئے دیانند جی نے اس کو ایشور کا نام قرار دیا ہے۔ اگر پرکرتی کو انادی کہا جائے۔ تو ایشور اور روح دونوں کے انادی ہونے کی تردید ہو جاتی ہے۔ اور ایشور کو انادی کہا جائے۔ تو روح اور مادہ کی ازلیت اڑ جاتی ہے۔ اور اگر اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے۔ تو چونکہ ایشور کا نام انادی ہے تو پرکرتی کو انادی کہنے کے معنے یہ ہوئے کہ پرکرتی یعنی مادہ ایشور ہے نیز زبان سنسکرت میں لفظ خدا کا مترادف سوئمبھو ہے یعنے جو خود بخود ہو۔ یا قائم بالذات ہو۔ تو اگر روح اور مادہ کو بھی قائم بالذات یعنی خدا کا پیدا کرتا نہ مانا جائے۔ تو وہ بھی خود بخود ہونیکے سبب سے سوئمبھو یعنی خدا کہلائینگے۔ تو اس لحاظ سے نہ صرف ایک سوئمبھو بلکہ تین سوئمبھو یعنی تین خدا ہونگے۔ اور اگر اسے بھی نظر انداز کر دیں۔ تو لفظ پرکرتی جب استری لنگ یعنی صیغہ مؤنث میں آتا ہے۔ تو اسکے معنے ایشور کے بھی ہوتے ہیں تو اس لحاظ سے ایشور ہی انادی ٹھہرا۔ اور غرض یہ ہے کہ [illegible] اس فقرے کو کہ پرکرتی انادی ہے کسی طرح اس مفہوم سے تعلق نہیں جو اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قدامت روح اور مادہ تو آریہ سماج کے پہلے ہی اصول کے خلاف ہے کیونکہ آریہ سماج کا پہلا اصول یہ ہے۔ کہ سب ست ودیا اور ست ودیا سے جو پدارتھ جانے جاتے ہیں اُن سب کا آدی مول پرمیشور ہے۔ یعنی علوم حقہ۔ اور علوم حقہ سے جن اشیاء کا علم ہوتا ہے۔ اُن کی علت اولیٰ خدا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ آیا روح اور مادہ علوم حقہ سے جانے جاتے ہیں یا نہیں۔ اگر جانے جاتے ہیں تو انکی علت اولیٰ ایشور ٹھہرا۔ اور وہ انہی علت اولے کے پیدا کردہ ٹھہرے۔ اور اگر علوم حقہ سے روح اور مادہ کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ تو روح اور مادہ کی ہستی ہی نہ رہی کیونکہ ست ودیا سے مراد علم الٰہی ہے۔ اور کوئی ایسی ہستی نہیں۔ جو علم الٰہی میں موجود نہ ہو۔ جو شئے علم الٰہی میں موجود نہیں وہ کوئی شئے ہی نہیں پس خلاصہ یہ نکلا۔ کہ نہ تو لفظ پرکرتی وید مقدس میں موجود ہے اور نہ اس کا علم خدا کے علم میں موجود ہے۔ آؤ اس بحث کو وید مقدس کے سامنے پیش کریں۔ اور دیکھیں کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں دیتا ہے۔ دیکھو رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۹۔ منتر ۶۔

[illegible]

کو اداوید کا [illegible] جنت کت آجاتا گت اوم وسرشٹیہ اروا گ دیوا اسیہ وسرجن نا تھا کو وید بت آ بھبھوو۔ کون یقیناً جانتا ہے۔ اور کون اسکو ظاہر کر سکتا ہے کہ کب یہ پیدا ہوا۔ اور کب سرشٹی پیدا ہوئی۔ دیوتا اس پیدایش کے بعد کے ہیں پھر کون جان سکتا ہے کہ پہلے پہل کب ہوا۔ (منتر ۷)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ایم وسرشٹیت آبھبھود یدی وادد ہے یدی وانہ۔ یو اسیہ ادھیکشہ پرم ویومنت سو انگ وید یدی وانہ وید۔ ترجمہ۔ جس سے یہ سرشٹی پہلے پہل پیدا ہوئی خواہ اُس نے یہ پیدا کی یا نہیں کی جس کی آنکھ فضائے اعلےٰ میں اس پر حکمران ہے وہ یقینی طور پر اسے جانتا ہو یا شاید نہ جانتا ہو۔

ان منتروں میں تو وید اور وید کے ایشور نے صاف طور پر تخلیق کائنات سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔ مگر ہمیں ایشور جی کے اس جواب سے مایوس نہ ہونا چاہئیے۔ بلکہ اور منتروں کی تلاش کرنی چاہئیے۔ تاکہ یہ معمہ حل ہو سکے۔

رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۹ منتر اول۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

نا سد ا سیو سدا سید اسیم۔ اس وقت نہ است تھا اور نہ ست تھا۔ نہ ہستی تھی اور نہ نیستی تھی۔ وید مقدس کے گیت گانے والو سنتے ہو۔ وید بھگوان نے کیا فرمایا قدامت مادہ پر بحث کرتے وقت بڑے بڑے اصول موضوعہ وضع کرنے والو۔ عربی منطق میں فضیلت کے دعویدار غور کرو۔ کیا وید بھگوان کے اس فقرے میں صریح ارتفاع النقیضین نہیں۔ یاد رکھو کہ جس طرح اجتماع الضدین محال ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح ارتفاع النقیضین بھی محال ہوا کرتا ہے۔ پس یہ فقرہ کسی فصیح و بلیغ انسان کا تو کیا معمولی انسان کا بھی نہیں ہو سکتا۔ اب ہم غور کرتے ہیں کہ اس لفظ ست سے کیا مراد ہے۔ ست کے معنے ہست مطلق اور کل سنسکرت لٹریچر میں جب تک کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اس کے معنے خدا کے ہوتے ہیں اور اس لئے ست ایشور کا نام ہے ست چت اور انند کو ملاکر سچدانند بن جاتا ہے۔ جو ایشور کا مایۂ ناز نام ہے۔ تین ہستیاں ازلی ہیں کا شور مچانے والو۔ غور کرو یہاں خود ایشور جی کی ہستی بھی معرض خطر میں ہے۔ کیونکہ وید کہتا ہے۔ کہ اس وقت ست نہ تھا۔ آہ تم کہتے ہو کہ ایشور روح اور مادہ تینوں پیدا شدہ نہیں ہیں۔ انشاء اللہ العزیز آج یہ ثابت کروں گا۔ کہ روح و مادہ تو کجا تمہارا ایشور بھی پیدا شدہ ہے۔ وید بھگوان کہتا ہے۔ کہ اُس وقت است نہ تھا۔ اور نہ ست تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ است کس کو کہتے ہیں ست جب استری لنگ یعنی صیغہ مونث میں استعمال ہوتا ہے۔ تو اُس کے معنے جھوٹ موٹ کی چیز۔ چھنال اور کسبی عورت کے ہوتے ہیں اور جب نپنسک لنگ یعنی غیر جاندار کے لئے آتا ہے۔ تو اس کے معنے کائنات کے ہیں محل وقوع کے لحاظ سے یہاں یا تو جھوٹ موٹ کی چیز کے یا کائنات کے لینے پڑیں گے۔ ہندو نقطۂ خیال سے ان معنوں میں [illegible] ہم مناسبت بھی ہے [illegible] اس طرح کہ ہندو فلسفہ صوفی میں اس دنیا کو جھوٹ موٹ کی دنیا خیال کیا گیا ہے۔ اور انکی اصطلاح میں اسکو جگت متھیا کہتے ہیں یعنے یہ دنیا درحقیقت نیست ہے یہ صرف مایا ہی مایا ہے یعنے دھوکے سے دنیا نظر آ رہی ہے۔ چنانچہ جناب کرشن کی بھگوت گیتا کا یہی خلاصہ ہے تو خلاصہ مطلب یہ نکلا۔ کہ یہ کائنات جو حقیقت میں است ہے اس وقت نہ تھی۔ منتر کے اس ٹکڑے کی شکل مفصلہ ذیل ہوگی [illegible] فی الحقیقت است جو ہم [illegible] دھوکے سے نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہار شنبہ ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۷

اسلام اور دیگر مذاہب

تقریر امیر

بر موقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۶ء

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ (آل عمران رکوع ۸)

محکمات و متشابہات

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے ۔ سورہ آل عمران میں عیسائیوں کیساتھ بحث کے سلسلہ میں آئی ہے ۔ اس سورت میں الخصوص صدر رکھا ذرعیسائی مذہب کیساتھ بحث ہے ۔ اس بحث کو نہیں طرح پر کمال تک پہنچایا ہے ۔ سب سے پہلے تو مسیح کی خدائی کے خلاف کچھ دلایل دیئے ہیں ۔ اس کے لئے پہلے ایک اصول قایم کیا ۔ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب ۔ واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ۔ کتاب کے اندر کچھ محکمات ہیں اور کچھ متشابہات ۔ کچھ باتیں اصول کے رنگ میں جڑ کے طور پر ہوتی ہیں ۔ اور کچھ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ۔ تو فرمایا متشابہ بات کے پیچھے لگ جانا یہ موجب فتنہ ہے ۔ نہ کہ کسی صحیح اصول پر قایم کرنے والا استعارہ اور مجاز پر کسی اصول کی بنیاد نہیں رکھی جاتی ۔ بلکہ وہ خود کسی اصول کے ماتحت تاویل طلب ہوتے ہیں ۔

روح و مادہ کی ازلیت کا مدار محکمات پر نہیں

یہاں ابھی ذکر تھا ۔ کہ پرکرتی اور جیو کے غیر مخلوق ہونے کا ثبوت وید سے نہیں ملتا ۔ جو یہ تھا کہ وید میں ان کے غیر مخلوق ہونے کا ذکر ہے ۔ میں نے کہا تھا اگر ویدوں پرکرتی اور جیو کے الفاظ نہیں ملتے تو کوئی ایسا ہی منتر ہو جس سے ان کے غیر مخلوق ہونیکا مفہوم پایا جائے ۔ بجائے اس کے کہ اس کے جواب میں کوئی اصول پیش کیا جاتا ۔ ہمیں یہ ایک کہانی سنائی گئی ۔ کہ ایک درخت ہے ۔ اسپر دو جانور بیٹھے ہوئے ہیں ۔ ایک اس کا پھل کھاتا ہے ۔ اور دوسرا دیکھتا ہے ۔ اب یہ بات بجائے خود ایک استعارہ کا رنگ رکھتی ہے ۔ اسپر کسی اصول کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ۔ نہ ہی اس سے روح و مادہ کی ازلیت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے ۔ جو کچھ کوئی شخص چاہے ۔ اس کے معنے کر سکتا ہے ۔ لیکن اس کے اوپر اصول یہ قایم کیا گیا ۔ کہ روح و مادہ ازلی اور ابدی ہیں ۔ حالانکہ نہ اس میں روح کا ذکر نہ مادہ کا ذکر نہ ان کی ازلیت کا مفہوم ۔ ایک استعارہ کی بنا پر مذہب کا ایک اتنا بڑا اصول بنا لینا بہت ہی فتنوں کو پیدا کر دیتا ہے ۔

قرآن کریم کا سب سے پہلا اصول کہ تشابہات کو محکمات کے ماتحت کرو

قرآن کریم نے سب سے پہلا اصول گو اسے عیسائی مذہب کے مقابلہ میں پیش کیا ہے لیکن درحقیقت یہ سب مذاہب کے خلاف کام دے سکتا ہے ۔ یہ قایم کیا ۔ منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب ۔ اس میں بعض محکم آیتیں اور اصولی باتیں بھی ہیں ۔ اس محکمات سے ہی ہم کس کے عقیدہ کے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے یا نہیں ۔ اصول کی بنیاد تو کبھی تشابہات پر نہیں ہوتی ۔ استعارہ اور مجاز کے اوپر کوئی عقیدہ قایم نہیں کیا جا سکتا ۔ اسلام کے جتنے اصول ہیں تمام کی بنیاد محکمات پر ہے ۔ اسی لئے اسلام کے اندر ایسے فرقے نہیں جو اصول پر جھگڑتے ہوں ۔ اصول تمام فرقے ایک عقیدہ پر ہیں ۔ تو قرآن کریم نے سب سے پہلے ایک طرز مباحثہ کی جو غیر مذاہب کے ساتھ قایم کی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ محکمات کو قایم کرو ۔ اور باقی تمام تشابہات کو اسکے ماتحت کرو ۔

الوہیت مسیح پر اصولی بحث

اس کے بعد قرآن نے وہ دلایل دیئے ہیں ۔ جن سے اصولاً مسیح علیہ السلام کا انسان ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ اس کی پیدایش کا حال ۔ اس کی ماں کا ذکر ۔ بچپن کا زمانہ اور نبوت و تعلیم ۔ ساری باتیں جن سے ان کا بشر ہونا ثابت ہوتا تھا ۔ بیان کی ہیں ۔ حدیثوں میں اس کا تذکرہ آیا ہے ۔ کہ وفد نجران کے سامنے جو کہ عیسائی تھے الوہیت مسیح کے خلاف اسی قسم کے دلایل آنحضرت صلعم نے پیش کئے تھے انہوں نے مسیح علیہ السلام کی بعض خصوصیات کو پیش کر کے آپ کو خدا ثابت کرنا چاہا ۔ ان کو بتایا گیا کہ اس سے کوئی اصول نہیں بنتا ۔ کہ مثلاً مسیح علیہ السلام کو قرآن نے کلمہ کہا ہے ۔

فیصلہ کا دوسرا رنگ : مباھلہ

الغرض نبی کریم صلعم نے ساری باتیں بتا کر جن سے مسیح علیہ السلام کی بشریت ثابت ہوتی ہے ۔ اور اصولاً آپ کی خدائی کی تردید کر کے پھر ایک دوسرا رنگ بیان کیا ۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم ۔ اس قدر کھلے کھلے اور بین دلایل کے بعد بھی جو شخص جھگڑتا ہے ۔ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین ۔ آخر سچے مذہب پر چلنے سے قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے ۔ عیسائی بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ الوہیت مسیح پر ایمان لانے سے انسان مقرب بارگاہ الٰہی ہو جاتا ہے ۔ اور دعا کو بھی صحیح مانا ہے ۔ خود مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے ۔ کہ انہوں نے بہت رو رو کر اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا ۔ دعائیں اور منتیں کیں (عبرانیوں باب ۵ درس ۷) تو فرمایا آؤ اسی طریق سے ہی فیصلہ کر لیں ۔ کہ ایک دوسرے کے مقابلہ پر دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو پھر معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مقرب کون ہے ۔ لیکن اس دوسرے فیصلہ کو بھی فریق مخالف نے نامنظور کیا ۔ اس لئے اس کے بعد ایک تیسرا اصول

فیصلہ کے لئے تیسرا آخری اصول : دعوت الیٰ کلمۃ سواء

فیصلہ کا بتایا کہ قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ ۔ آؤ کوئی مشترک اصول قایم کر لیں ۔ کوئی بات سب میں مشترک ہوتی ہے ۔ اگر اس کو بطور بنیاد کے رکھیں ۔ اور ایک اصول کے طور پر ٹھہرالیں تو اسپر فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے ۔

اہل کتاب کے لفظ میں کل مذاہب کو دعوت

اہل الکتاب میں سب مذاہب آجاتے ہیں جس صورت میں قرآن میں دوسری جگہ فرمایا ۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ۔ اور ہر ایک مذہب جو اپنا تعلق کسی برگزیدہ الٰہی کے ساتھ بتاتا ہے ۔ اپنے ساتھ کوئی نہ کوئی کتاب بھی رکھتا ہے ۔ جو اس کے عقاید کی بنیاد ہوتی ہے ۔ تو درحقیقت یہ تمام مذاہب اہل کتاب کے اندر شامل ہیں اور یا اھل الکتاب میں دراصل کل دنیا کے مذاہب کو مخاطب کیا ہے ۔ کیونکہ ہر مذہب کی بنیاد کسی نہ کسی کتاب پر ہے ۔

مذاہب عالم کا اصول حق پر اتحاد اور امور باطلہ پر اختلاف

دنیا کے تمام مذاہب پر غور کرو تو تمام کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے ۔ اور اتحاد بھی پایا جاتا ہے ۔ مگر ایک عجیب بات ۔ جو ہمیں معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ اصول حقہ میں سب کا اتحاد ہے اور جس قدر ساتھ باطل ملا دیا ہے اس میں اختلاف ہے ۔ کوئی باطل اصول نہیں ۔ کہ جسے ایک مذہب مانتا ہو تو دوسرا بھی اس کا قایل ہو ۔ مثلاً تناسخ اور کفارہ کے متعلق ہندو مذہب اور عیسائیت کوئی بھی ایک دوسرے سے متفق نہیں ۔ اب ان سب کے بالمقابل اسلام کو لو ۔ اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے ۔ کہ دنیا میں نبی اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہے ۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر اپنے زمانہ کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دی ۔ لیکن مرور زمانہ سے وہ تعلیمات تبدیل ہوگئیں ۔ اسلام

اسلام کا دعوےٰ

یہ دعوےٰ کرتا ہے ۔ کہ وہ ان تمام اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم بن کر آیا ہے ۔ فرمایا وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدًی ورحمۃ لقوم یومنون (النحل رکوع ۸۷) ۔ ان پہلے دینوں میں خدا کی توحید میں جو غلطیاں پائی جاتی تھیں اس تعلیم کے اندر ان کا توحید کے رنگ میں ازالہ کر دیا ۔

کلمہ سواء توحید الٰہی ہے

اب اصول مشترک دکھلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک راہ بتائی ہے جب ہم دنیا کے تمام مذاہب پر غور کرتے ہیں تو ان میں توحید الٰہی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ملاوٹ بھی کر دی گئی ہے ۔ جس سے توحید کا اعتقاد تو ان کے اندر ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ شرک بھی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں خالص توحید سوائے اسلام کے کسی کے اندر نہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہی سب سے موٹا اصول بتا دیا تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ وہ کلمہ سواء کیا ہو سکتا ہے یہی کہ نہ عبادت کریں سوائے اللہ کے کسی کی ۔ غیر اللہ کی عبادت ہی درحقیقت شرک ہے ۔ تو فرمایا جس حد تک ایک اللہ کی عبادت کا سوال ہے تم ہمارے ساتھ متفق ہو ۔ باقی تم اور عبادت میں اوروں کو بھی شریک کرتے ہو ۔ تو یہ تمہاری اپنی ایجاد ہے ۔ کلمہ سواء سب مذاہب میں ایک اللہ کی عبادت ہی ہے یہی مشترک اصول اس بات پر شہادت دیتا ہے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے ۔ جو کامل توحید سکھاتا ہے ۔

تین قسم کا شرک جو دنیا میں پایا جاتا ہے

یہاں تین قسم کے شرک کا ذکر فرمایا ہے ۔ پہلے تو فرمایا الا نعبد الا اللہ ۔ غیر اللہ کی پرستش سب سے پہلی اور موٹی قسم شرک کی ہے جو دنیا کے اندر پائی جاتی ہے ۔ اس سے بت پرستی وغیرہ مراد ہے ۔ یا غیر اللہ سے دعا کرنا یا غیر اللہ کو سجدہ کرنا ۔ یہ موٹی قسم شرک کی عرب کے اندر اس وقت بہت زور میں تھی ۔ دوسری قسم شرک کی بتائی ۔ ولا نشرک بہ شیئًا ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں ۔ یہ پہلی شرک سے ذرا باریک قسم شرک کی ہے ۔ اس کی مثال ایسی ہے ۔ جیسے زرتشتی مذہب جو خالق خیر اور خالق شر کا قایل ہے ۔ یا جیسے آریہ مذہب کہ وہ بھی خدا کی صفات میں کامل طور پر اور اور چیزوں کو شریک ٹھیراتے ہیں ۔ جیسا کہ ابھی یہاں وہ بحث کر رہے تھے کہ روح و مادہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ازلیت میں کامل طور پر شریک ہے ۔ یا جیسے عیسائی مذہب کہ وہ تین اقنوم مانتے ہیں ۔ اور ان تینوں کو خدا تعالیٰ کی صفت میں کامل طور پر شریک سمجھتے ہیں ۔ تیسری قسم شرک کی وہ ہے ۔ جہاں فرمایا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ ۔ اللہ کے سوائے ایک دوسرے کو اپنا ارباب نہ بنالو ۔ یہ سب سے باریک قسم کا شرک ہے یہودیوں کو بھی دوسری جگہ کہا ہے ۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ اس وقت لکھا ہے ۔ کہ یہود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ۔ اور کہا کہ قرآن نے یہ ہم پر الزام دیا ہے ۔ حالانکہ ہم کسی کو بھی سوائے اللہ کے اپنا ارباب نہیں سمجھتے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ کیا تم جس چیز کو وہ علما کہتے ہیں ۔ اسے حرام اور جسے وہ حلال کہدیتے ہیں ۔ اسے حلال نہیں سمجھتے ۔ خواہ وہ کتاب اللہ کے خلاف ہو ۔ انہوں نے کہا ہاں ۔ آپ نے فرمایا یہی تو اربابًا من دون اللہ ہوتا ہے ۔

شرک میں آمیزش کے باوجود توحید الٰہی کا اعتقاد سب میں پایا جاتا ہے

تو جتنے شرک دنیا میں پائے جاتے ہیں سب کے سب ان تین قسموں میں آجاتے ہیں ۔ لیکن باوجود اس کے ذات باری کے ایک ہونے کا اعتقاد ان میں بھی پایا جاتا ہے ۔ جیسے کہ وہ ہندو جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی ان سب کے اوپر ایک باری تعالیٰ کے ضرور قایل ہیں ۔ عرب کے بتوں کے پوجاری بھی کہا کرتے تھے ۔ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی ۔ ہم تو ان بتوں کی اس لئے پرستش کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دینگے ۔

عقاید باطلہ کے خلاف مذاہب عالم کی بیرونی شہادت : سب کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا

تو توحید الٰہی کے حق ہونے کا فیصلہ تو یوں ہو جاتا ہے کہ سب مذاہب کے لوگ اس کے قایل ہیں ۔ اور اسپر متفق ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ اب لوگوں نے کچھ نہ کچھ ملاوٹ بھی کی ہے ۔ اور عجیب بات یہ ہے ۔ کہ وہ جو ملاوٹ کرنے والے ہیں وہ کوئی دو مذہب اس ملاوٹ کے بارہ میں ایک دوسرے سے متفق نہیں ۔ کسی نے کچھ ملایا ہے اور کسی نے کچھ ۔ ایک دوسرے کی خود ہی تردید کر دیتے ہیں ۔ توحید الٰہی کے ساتھ جو بات ایک مذہب نے لگائی ہے ۔ وہ دوسرے نے نہیں لگائی ۔ اس وقت کئی قسم کے مذاہب پائے جاتے ہیں ۔ لیکن ہر ایک مذہب کے مشرکانہ عقیدہ کے خلاف دوسروں کی شہادت موجود ہوتی ہے ۔

حق کی تائید کے لئے شہادتیں ہوتی ہیں لیکن باطل کے لئے نہیں

حق کی شناخت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعض موٹی باتیں رکھدی ہیں جن سے ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی غلطی کھانے سے بچ سکتا ہے ۔ چنانچہ یہاں میں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حق کی تائید کے لئے بہت سی شہادتیں ہوتی ہیں ۔ لیکن باطل کو تائید نہیں ملتی ہاں کی میں ایک موٹی مثال دیتا ہوں ۔

ایک مثال : حفاظت قرآن کے خلاف روایات کی تردید

ہمارا قرآن کریم جس کے متعلق دعوےٰ ہے کہ یہ محفوظ کتاب ہے اس کے متعلق ہماری ہی حدیثوں میں بعض ایسی بھی روایات ہیں جو بظاہر اس کی حفاظت کے خلاف ہیں ۔ کسی نے کہا ہے کہ فلاں آیت پہلے پڑھی جاتی تھی ۔ لیکن اب وہ نہیں ہے ۔ کوئی کہتا ہے ۔ کہ فلاں سورت پہلے تھی اب قرآن کے اندر نہیں ۔ اس کے اوپر معترضین نے ۔ بلکہ جب تم اسے گھر میں ایسا دعوےٰ کرنے والے موجود ہیں تو

نورِ رسالت کی تیز شعاعیں

سترھویں صدی کے انگلستان میں

ایک زبردست عیسائی عالم کے دل پر

پہلے پہل لاطینی و فرانسیسی زبانوں کے ذریعہ اسلام کے ٹوٹے پھوٹے حالات انگلستان پہنچے۔ اس ذخیرہ معلومات میں دوسری مغربی زبانیں بھی کچھ کچھ اضافہ کرتی رہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ حالات افسانوں اور نغموں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ زمانہ آگے بڑھتا گیا۔ اور یہ روائتیں اور حکائتیں بھی تعداد اور وسعت میں بڑھتی گئیں۔ چھاپہ کے عالم ایجاد میں آتے ہی ان افسانوں کو کتاب کی صورت میں اہل انگلستان نے محفوظ کر لیا۔

سولھویں اور سترھویں صدی کا دور دورہ تھا۔ انگلستان کی مروج ادب میں تر و تازگی آتی جاتی تھی اور ہر قسم کا لٹریچر کثرت سے طبع ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچ رہا تھا۔ اس زمانہ میں اسلام کے متعلق بھی قصے کہانیاں عجیب عجیب رنگ میں پیش ہوئیں۔ ان میں سے اکثر حد درجہ بیہودہ لغو اور فحش تھیں۔ اگلے وقتوں کے انگریز بھی بڑے بھولے بھالے سیدھے سادے تھے۔ جو کچھ سنتے تھے۔ اسے آمنا و صدقنا کہہ کر مان لیتے تھے۔ اپنی عقل کی کسوٹی پر جھوٹ سچ کو پرکھنا نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ لوگ اسلام کے متعلق اس داستان پاستان کو بہ لطف پڑھتے تھے۔ اور پھر اس کی خوب بھد اڑاتے تھے۔ لطف یہ کہ جاہلوں کے ساتھ پڑھے لکھے اور صرف پڑھے لکھے ہی نہیں بلکہ علماء و فضلاء بھی تحقیر و تذلیل سے نہیں چوکتے تھے۔ آخر بنی جہالت کی اس تاریکی میں چند نفوس جنہوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کے عروج پر نظر غائر ڈالی۔ عام رائے کو مشتبہ نظروں سے دیکھا۔ اور اپنی عقل سلیم کی رہبری میں تحقیقات شروع کی۔ مشرقی علم ادب دوسری زبانوں کا لباس پہنکر انگلستان پہنچا۔ اور اس نے اس کی بہت کچھ دستگیری کی۔ ان میں ڈاکٹر ہنری اسٹب کا نام بھی خاص منزلت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے زمانہ تک اہل انگلستان لاطینی یا فرانسیسی زبانوں میں اسلام اور آنحضرتؐ کے حالات پڑھکر اپنا شوق پورا کر لیا کرتے تھے ان زبانوں سے انگریزی ترجمے بھی شائع ہو گئے تھے۔ اکثر ان پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ جب ڈاکٹر موصوف علم و فضل سے آراستہ ہو کر میدان ادب میں آئے تو انھوں نے اسلام کے متعلق زبان انگریزی میں ایک جامع تصنیف کا تہیہ کیا کتاب کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر موصوف نے کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا۔ مگر افسوس گردش افلاک نے اسے اڑھائی سو سال تک کتم عدم میں رکھا۔ ابھی حال میں اس کے اوراق پریشان انگلستان میں مسلمانوں کی نظر سے گذرے چنانچہ فوراً ایک فنڈ کھولا گیا اور انگلستان کے مسلمانوں سے اس کے طبع کرنے کے لئے اپیل کی گئی۔ خلیل خالد بے نے جنکے نام سے مسلمانان ہند بخوبی آشنا ہیں روپیہ فراہم کرنے میں خاص مساعی کی۔ اور صباح و صراط مستقیم کے اڈیٹروں نے اپنے معزز اخبارات میں چندہ کی الگ الگ فہرستیں کھولدیں چند روز میں روپیہ جمع ہو گیا۔ اور یہ نایاب نسخہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر دنیائے ادب میں پیش ہوا۔ بعد میں اسلامک سوسائٹی لنڈن نے اسے علیحدہ چھپوایا۔ اور اس کا نام :-

ترقی و عروج اسلام

رکھا گیا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دنیائے مغرب کے اسلام اور پیغمبر آخر الزمان (روحی فداہ) کے متعلق کیا خیالات تھے۔ ڈاکٹر اسٹب رسول اکرم کے بڑے مداح تھے اور انھوں نے نہائت مدلل طور پر سیرۃ نبوی اور اسلام پر محاکمہ اور عیسوی دنیا کے لغو و مہمل الزامات کو بڑی خوبی سے مسترد کیا ہے۔ ڈاکٹر اسٹب نے اول اول تو یہودیت اور نصرانیت پر تبصرہ کیا ہے۔ متقدمین عیسائیوں کے متعلق اُن کے ریمارک بڑے دلچسپ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا اصل اصول یہ تھا کہ وہ عیسٰے علیہ السلام کو مسیحا مانتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان کا دوبارہ ورود بنی اسرائیل کی گم شدہ عظمت کو سنبھال اور تمام عالم میں امن و سچائی کو قائم کردیگا۔ اُن متقدمین کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں۔ اور نہ وہ روح القدس اور تثلیث کو مانتے تھے۔ نیز برآں وہ کہتے ہیں اگر موجودہ عقائد ان کے زمانہ میں ہوتے تو وہ اس کا بڑا نہ ان اڑاتے۔ اور انکو کفر و شرک سے تعبیر کرتے۔ مسلمانوں کی نگاہ میں ڈاکٹر ہنری اسٹب کی یہ باتیں خاص معنی رکھتی ہیں۔ آج تمام یورپ متقدمین کے اعتقادات کے خلاف مشنریوں کی ایک فوج ہمارے پاس بھیج رہا ہے۔ کہ ہم ان مہمل اصولوں کو مان لیں۔

ڈاکٹر اسٹب کی اس عجیب و غریب تصنیف میں بعض باتیں نہایت لاجواب ہیں۔ انھوں نے ایک بات میں خود متقدمین علما یورپ کے اقوال سے اُن تمام الزامات کو رد کر دیا۔ جو مؤرخین نے آنحضرت صلعم کی بعثت کے خلاف لگائے ہیں بہت سے مغربی مصنفین نے اسلام کے خلاف غلط فہمیوں اور کورانہ تعصبات پر رائے زنی کی ہے۔ مگر وہ تمام مبہم ہیں اور ڈاکٹر اسٹب کی دلائل کی گرد کو بھی نہیں پہنچے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمیں اصل حالات کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ یہ فخر اسٹب کو ہی حاصل ہے۔ کہ انہوں نے عیسائی ہو کر اس عصیان کو افشا کیا ہے۔ اس موضوع پر موسیو ایلیسا نذرو ڈی آنکونا نے اطالیہ اور ایڈ منڈ ڈوٹے نے فرانس میں کچھ کچھ لکھا ہے۔ مگر انگلستان میں ڈاکٹر اسٹب پہلے فرد ہیں۔ جنہوں نے واقعات کے چہرہ سے پردہ اٹھایا ہے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ بعض معاملات میں ڈاکٹر اسٹب نے بھی غلطیاں کی ہیں مگر ان پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ سترھویں صدی کے انگلستان کے ایک مصنف سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے جو غریب اپنی تمام معلومات کے لئے عیسوی ذرائع پر مدار رکھتا تھا۔ بہرکیف ڈاکٹر اسٹب کی تصنیف کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو وہ ایک نہائت اہم اور مفید کتاب نظر آتی ہے۔ اس بات کا سخت قلق ہے۔ کہ یہ کتاب اتنے عرصہ تک اپنے روئے زیبا کو دنیا کے سامنے پیش نہ کر سکی۔ ورنہ انگریزوں کے دل میں جو متعدد توہمات باطل جاگزین ہو گئے تھے۔ ان کے دور کرنے میں یہ کتاب بہت مدد پہنچاتی۔ بہرنوع اسٹب کا رتبہ گبن اور کارلائل سے کسی عنوان کم نہیں ہے۔ جنکی انصاف پسندی نے انگلستان کے اُن مذہبی تعصبات کو رفع کرنے میں جنہوں نے سرورکائنات کے متعلق انگریزوں کے فیصلہ کو عرصہ دراز تک اندھا کر رکھا تھا۔ بہت بڑی مدد پہنچائی ہے۔ ڈاکٹر اسٹب نے بڑے زور سے اس غلط خیال کی بھی تردید کی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم کی ستودہ صفات میں جو خوبی سب سے زیادہ ڈاکٹر اسٹب کو پسند معلوم ہوتی ہے وہ ان کی تدوین ملکی و تدوین قومی تھی۔

اب ہم ناظرین کے سامنے ڈاکٹر اسٹب کی اس یگانہ تصنیف کے حسنہ حسنہ مقامات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ خود اندازہ کر سکیں۔ کہ حقیقت میں یہ شخص کتنا منصف اور معقول پسند ہے مگر اس سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر موصوف کی زندگی کے حالات ہدیۂ ناظرین کریں۔

ڈاکٹر ہنری اسٹب

۲۸ فروری ۱۶۳۱ء میں علاقہ لنکن شائر میں پیدا ہوئے ان کے والد پادری تھے۔ ۱۶۴۱ء میں ملک میں بغاوت ہوئی اور ان کی والدہ ہنری اسٹب اور ایک بچہ کو ہمراہ لیکر لنڈن چلی آئیں۔ باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ ان نے سوئی چلا چلا کے بچوں کو پالا۔ دونوں بچے بڑے ذہین تھے۔ اُستاد نے اُن کی ذہانت و فطانت کو دیکھکر اپنی آغوش تربیت میں لیا۔ اور انکی تعلیم کی خاص نگرانی کی۔ بعد میں سر ہنری وین نے ہنری کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا اور تعلیم کے تمام اخراجات خود اٹھائے۔ کنگز سکالرشپ حاصل کرنے کے بعد ہنری نے کرائسٹ چرچ اکسفورڈ سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

تین سال تک بوڈلین لائبریری کے لائبریرین رہے۔ اور متعدد کتابیں لکھیں۔ طبیعت برق و باد کے مانند تیز تھی۔ اور روشنی طبع آخر بلائے جان ثابت ہوئی ایک تصنیف میں اعیان مملکت کی بری طرح خبر لی۔ پادریوں اور یونیورسٹیوں کے دھرے اڑا دیئے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ نکالدئے گئے اور ازالۂ حیثیت عرفی کا دعوےٰ دائر ہو گیا۔ مقدمہ سے نجات پاکر اسٹریٹفرڈ میں عزلت گزینی اختیار کی۔ مختلف شعبہ ہائے علوم میں خاص درک حاصل کیا اور مطب کھولکر بیٹھ گئے۔ مگر تمام عمر تصنیف و تالیف میں گذاری۔ یونانی۔ لاطینی زبانوں سیاسی و تاریخی معاملات وغیرہ میں ید طولےٰ تھا۔ حافظہ بڑا عجب پایا تھا۔ اعلےٰ درجہ کے طبیب تھے شگفتہ مزاج و کریم النفس۔ دولت اور اس کے شیدائیوں سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے۔ رونڈ کہتا ہے کہ ان کا قلم خواہ مخالفت یا موافقت میں اتنا استاد تھا کہ کوئی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لاسکتا تھا کوئی ہمسری کا دعوےٰ نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کے قریب بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ رائل سوسائٹی سے انکی ایک جھڑپ ہوا میں انگلستان کے تمام فضلاء نے حصہ لیا۔ ... ایک پیرس گزٹ کی ایڈیٹری کی۔ اس کے بعد انہیں کسی الزام میں ماخوذ کر کے جیلخانہ میں ڈالدیا گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ انہیں کب رہا کیا گیا۔ لیکن اسی زمانہ میں انہوں نے حضرت رسول کریم صلعم کی سیرت پاک اور اسلام کے عروج پر کتاب لکھی ؛

حلیہ مبارک

ڈاکٹر اسٹب نے چند ابواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہودیت و نصرانیت کا خاکہ کھینچکر عرب کے مذہبی عقائد رسم و رواج وغیرہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم کا اعلان حق۔ کفار عرب سے معرکہ آرائیاں۔ مدینہ منورہ میں باشندوں سے سلوک وغیرہ کا بیان کر کے حلیہ مبارک بدیں الفاظ پیش کیا ہے :-

میں شبہ نہیں کرتا کہ آپ ان فرزندگانہ (نبی صلعم) کا حلیہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوں گے۔ ان کا قد اول ایک متوسط اندام جسم کے پہلو میں تھا۔ جو بہت بڑا تھا۔ چہرہ کا رنگ گندمی تھا۔ اور اس میں گلابی جھلک تھی۔ ریش (مبارک) لمبی اور گھنی تھی۔ مگر سفید بال ایک بھی نہ تھا۔ متانت۔ بردباری کے ساتھ جلال و عظمت بشرے سے ٹپکتا تھا۔ مگر ایک خاص قسم کا لطف بھی ہویدا تھا۔ جس سے دیکھنے والے کے دل پر سرور کی لہریں موجیں مارنے لگتی تھیں اور ادب۔ عظمت اور محبت پیدا ہو جاتی تھی آنکھیں روشن اور دل میں اُتر جانے والی تھیں اعضا نہائت سڈول تھے چال ڈھال سے شرافت و نجابت برستی تھی غرض ان کی تمام حرکات و سکنات میں ایک خاص شان دلربائی تھی جو شخص دوچار ہو جاتا تھا اُس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی عرب ان کو دریا کی صاف و شفاف لہروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کہ جس کی روانی کی لطافت سے دیکھنے والوں کی آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہو جاتا ہے اُن کی تقریر کی لذت سے زیادہ شیریں کوئی چیز نہ تھی۔ برتاؤ میں حد درجہ خلق و محبت تھی ہر عمر و مزاج کے آدمیوں میں نہائت خوبی سے گھل مل جاتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ خودداری کے ساتھ بڑوں کا لحاظ کس طرح کرتے ہیں۔ اور چھوٹوں کیساتھ لطف و عنایت سے کس طرح پیش آتے ہیں۔ ذہین و فہیم تھے۔ قوت فیصلہ نہایت زبردست تھی آن کی آن میں بات کی تہ کو پہنچ جاتی تھی۔ فصاحت و بلاغت ایسی بے مثل تھی۔ کہ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد کسی عرب کو نصیب ہوئی وجب کسی سے خوش ہوتے تھے تو دہن سے پھول جھڑنے لگتے تھے۔ مگر عظمت و جبروت ہاتھ سے نہیں جاتی تھی۔ لطف و احسان صحیح موقعوں پر فرمانا خوب جانتے تھے۔ اور انسانی میلان و رجحان خوب سمجھتے تھے لوگوں کے دلوں کا بھید اس طرح معلوم فرما لیتے تھے۔ کہ جاسوسی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ غرضیکہ اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ اور آزادی کے ساتھ نہایت موزون متانت و سنجیدگی تھی۔ لوگوں کو کوئی نامعقول بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ان تمام خوبیوں کے باوصف جسم میں طاقت و چستی۔ جانفشانی و علو ہمتی اتنی تھی کہ عظیم سے عظیم خطرہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ عمدہ شاہسوار تھے۔ اور حد درجہ موٹے تازہ اور چالاک گھوڑوں کی سواری لینے میں انہیں بہت کیفیت آتی تھی۔

پس وہ تمام ان محاسن و مکارم سے متصف تھے کہ جو نہایت عظیم الشان کارناموں کے لئے اشد ضروری ہیں۔ اور جو صلح و جنگ ملک گیری و ملکداری کے لئے یکساں موزون ہیں۔ کوئی شخص اگر ان اوراق کا بغور مطالعہ کریگا۔ تو اس پر اچھی طرح آشکارا ہو جائیگا۔ کہ عیسائیوں نے جو اُن پر مطاعن کئے ہیں وہ بالکل مہمل و لغو ہیں میں نے یہ حالات متعدد مصنفین سے لئے ہیں جن میں عرب بھی شامل ہیں۔ مگر میں نے بہت سے قصے و افسانے جو تمسخر انگیز و بیہودہ ہیں مسترد کر دئے ہیں جو عیسائی مصنفین کی کتابوں میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ اگر آپ عیسائی مصنفین کے رقم کردہ حالات کا مطالعہ کریں۔ تو آپ کو ایک نگاہ میں معلوم ہو جائیگا۔ کہ انھوں نے کس درجہ کذب سے کام لیا ہے ان میں سے بعض کا میں نے ذکر بھی کیا ہے جس سے ہر سمجھدار شخص یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اُس زمانہ کے اوباش عیسائیوں نے اپنے نام نہاد ہمعصر مقدسین سے کم دروغ بافی سے کام نہیں لیا ؛

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلایا گیا

اہل مغرب کا یہ خیال بالکل پوچ و لچر ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

[illegible] کی اشاعت [illegible] اور یہ کہ [illegible] اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا بلکہ اپنے جانشینوں کو بھی ایک دوامی عہد لیکر مجبور کر دیا کہ وہ عیسائیت کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دیں اور نہ صرف عیسائیت کو بلکہ تمام مذاہب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں اور اسلام کا عالم میں ڈنکا بجا دیں۔ لیکن خواہ ان کا یہ خیال ہو یا نہ ہو چاہے کتنے ہی بڑے بڑے لوگوں نے اس کی تائید کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ بالکل صریح غلطی ہے۔ یہ سچ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرب میں معرکہ آرائیاں کیں۔ مگر وہ تمام ایک قدیم مذہب کو زندہ کرنے کے لئے کی گئی تھیں۔ اور ان سے کسی نئے مذہب کی اشاعت مقصود نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے پیروؤں کو بت پرستی معدوم کرنے کی تعلیم و تلقین کی اور تمام عالم ان کی اس تعلیم کا منت کش ہے۔ انہوں نے دنیا کو بتلایا کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں بیدن حشر میں حساب و کتاب ہوگا۔ اور لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دیجائیگی۔ یہودیوں کا بھی دراصل یہی اصول تھا۔ اور وہ چاہتے تھے۔ کہ تمام دنیا میں اس اصول دینی کی اشاعت کر دیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے سات قواعد میں مضمر تھا۔ لیکن یہ خیال کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ نیت تھی کہ وہ بجبر و اکراہ تمام دنیا سے اپنا مذہب منوالیں بطلان عظیم ہے۔ اور اگر بفرض محال یہ خیال بھی ہوتا۔ تو اس میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ اسلئے کہ بہت سے عیسائی فاضل اس امر کو جائز قرار دیتے ہیں کہ مذہب عیسوی کے حلقہ میں لوگوں کو زبردستی لانا چاہیئے۔ اور ہر بادشاہ کو دوسرے بادشاہ کے ملک پر سچے مذہب کی تبلیغ کے لئے یورش کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ (ازصداقت) باقیدارد۔

مراسلات

بمبئی سے ایک خط
ایڈیٹر الفضل کے نام

بعض سابقہ اشاعتوں میں ہم جناب بابا زین الدین محمد ابراہیم سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحبان کے وہ تمام خطوط بجنسہ درج کر چکے ہیں جو انھوں نے ایڈیٹر الفضل کے نام میاں صاحب کے عقائد کی تردید میں لکھے ہیں۔ افسوس کہ باوجود مکرر سہ کرر یاددہانی کے الفضل نے ان خطوط کو شائع نہ کیا ہاں خود میاں صاحب نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ان کے خلاف بہت کچھ بے تکی باتیں کہیں۔ جن پر ہم بعض گذشتہ اشاعتوں میں "میاں صاحب کا خطبہ جمعہ" کے عنوان سے ایک نظر ڈال چکے ہیں۔ اس خطبہ کے شائع ہونے پر سیٹھ صاحبان نے پھر ایک خط ایڈیٹر الفضل کے نام لکھا۔ اور اس میں ان قومی مسائل کو قومی اخبار میں جگہ دینے کے بجائے یوں میاں صاحب سے اسپر ریمارک کرانے پر افسوس کرتے ہوئے انکے غالیانہ عقائد کے خلاف بعض مزید دلائل دئے۔ ہماری طرف بھی انہوں نے حسب معمول اس کی ایک نقل بھیجی لیکن بعض وجوہات کے باعث وہ اب تک شائع نہ ہوسکی آج ہم ذیل میں اس کا ضروری اقتباس ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں وھو ھذا:-

بمبئی - ۱۹ - نومبر ۱۹۱۷ء

جناب ایڈیٹر اخبار الفضل قادیان -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اخبار الفضل جلد ۴ - نمبر ۳۱ - مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء چھپا ہے جسمیں ہمارے خطوط مورخہ ۳۰ ستمبر و ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۷ء مرسلہ بنام ایڈیٹر اخبار الفضل برائے اشاعت اخبار پر ریویو کیا گیا ہے۔ چونکہ اخبار قومی آرگن ہے۔ اور قومی آواز جو عقائد دینیہ کے متعلق ہو۔ اسکو قومی اخبار میں شائع کئے بغیر قوم کی ایک اعلیٰ شخصیت کی زبانی ان خطوط کا حوالہ دیکر سوالات کے غیر متعلقہ باتوں میں خطوط لکھنے والوں کو نشانہ بنانا شان ایڈیٹری کے خلاف ہے بلکہ مذہباً بھی جائز نہیں۔ لہذا مضمون ہذا ضرور اخبار میں چھاپ کر ممنون فرماویں۔

(۱) ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو نبی سمجھتے ہیں۔ اور اس زمرہ کا نبی جو احادیث میں عام طور پر بغیر کسی کا نام مخصوص کئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہ انبیاء بنی اسرائیل آتے رہنے کی بشارت دی گئی ہے۔ مگر صرف مسیح موعود ان میں کا ایک ہی فرد واحد ہے جو نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا۔

(۲) ہم حضرت اقدس مسیح موعود کو مہدی آخر الزمان سمجھتے ہیں (نہ کہ نبی آخر الزمان) قبل دعوے حضرت اقدس ان دو پیشگوئیوں (مہدی اور مسیح) - (جو مسیح موعود کے آنے کے متعلق احادیث میں ہیں) کے مصداق دو شخص سمجھے گئے تھے مگر حضرت اقدس نے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کر کے منوا دیا کہ وہ ایک ہی شخص ہے۔ جو دونوں عہدوں پر ممتاز ہوگا اور دو نہیں ہوں۔ پیشگوئی میں مسیح کا باوجود نبی اللہ ہونے کے مہدی کی متابعت کرنا لکھا ہے اب جب دونوں ایک ہی شخص ہوں تو اس حیثیت سے اس کی صفت مسیحیت کا ماتحت صفت مہدویت ہونا ہے نہ کچھ اور - اس لئے عہدہ فوقیت منوایا جاتا ہے نہ کہ عہدہ ماتحتی - ہاں عہدہ ماتحتی بھی ایک خاص وقت پر منوایا جاتا ہے۔ اور انہی لوگوں کو جو اس عہدہ کے ماتحت کئے گئے ہوں مثلاً وائسرائے اگرچہ تمام شاہی اختیارات رکھتا ہے۔ مگر صرف ہندوستان میں - انگلستان میں وہ ویسا ہی ایک رعایا کا فرد ہے جیسے اور ہیں۔ اب اگر کوئی اس کو حقیقی بادشاہ کہتا ہے۔ تو وہ غلطی کرتا ہے۔ وائسرائے کو وائسرائے یا نائب بادشاہ ہندوستان کہنا اس کا فخر ہے نہ کہ اس کی ہتک - حضرت اقدس فرماتے ہیں - کہ "چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند" ٹھیک وہی مثال صادق آتی ہے کہ جب مسیحیوں نے ایک نبی کو خدا بنا دیا - تو خدائے اعلیٰ نے اپنا ایک اور بندہ اسی شان کا بھیجکر ان کے جھوٹے عقیدہ کی قلعی کھولدی - اس لئے ہم اس عقیدہ کے ساتھ ہرگز اتفاق نہیں کر سکتے - جیسا الگ شخصیت کے ساتھ اخبارات الفضل - فاروق - تشحیذ وغیرہ وغیرہ میں حضرت اقدس کو احمد نبی اللہ - احمد رسول اللہ - آخری زمانہ کا رسول - حقیقی نبی - مستقل نبی - کامل نبی - وغیرہ وغیرہ ماننے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اور توڑ مروڑ کر حضرت اقدس کے کلام مبارک کو پیش کیا جا رہا ہے۔

(۳) ہم حضرت اقدس مسیح موعود کی تمام وہ تحریرات جو عہدۂ مسیحیت پر ممتاز ہونے کے بعد کی ہیں - (انا جعلناک المسیح ابن مریم - الہام مسیح موعود) کسی ایک بھی تحریر کو منسوخ نہیں سمجھتے - حضرت اقدس نے خود تا بوقت وفات کسی تحریر کو بھی منسوخ نہیں فرمایا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم تک جو اس عہدہ جلیلہ کے پیشتر کی تصنیف ہے) بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ آپ کی ان تحریرات میں ہی وہ خزانہ ہے جو ایک عامی کو عارف کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے یا بصورت دیگر ایک عامی سے لیکر عارف تک کو احمدیت سمجھانے کے لئے یہی تحریرات کار آمد ہیں - چہ جائیکہ ہم منسوخ کہیں یا سمجھیں - آپکی ان تحریرات میں شریعت - طریقت - معرفت - حقیقت - ان چاروں مقامات پر پہنچنے کا خزانہ موجود ہے۔

(۴) ہمارا اپنے مضمون مورخہ ۳۰ ستمبر میں بیعت کا سن لکھنا کوئی فخر ظاہر کرنا نہیں تھا - بلکہ یہ بتلانا تھا کہ جن دس شرائط بیعت پر حضرت اقدس مسیح موعود کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی ہوئی ہے۔ بعد کے خلفاء کی بیعت میں ہمارا داخل ہونا اسی بیعت کی تجدید ہے نہ کہ اس بیعت کی منسوخیت کے بعد نئے خلیفہ کی بیعت کی ہوئی ہے - وہی خدا کا مامور تھا وہی امام مفترض الطاعت تھا - بعد کے خلفاء کا کام خود اسی عہد پر قائم رہنا اور جماعت کو بھی اسی عہد پر قائم کرانا ہے ہم نے ۱۹۱۴ء اپریل کے مہینے میں اپنا مذہب یہی ظاہر کیا تھا - کہ جب نہ کتاب حقیقۃ النبوۃ کا وجود تھا نہ کتاب النبوۃ فی الاسلام دنیا میں موجود تھی - جو کچھ تھا مسیح موعود علیہ السلام کا کلام اور کام اور بعد کے خلیفہ اول کا طرز عمل - ہم اپنے اس مذہب پر قائم ہیں - اور دعا ہے کہ اللہ پاک ان تمام احمدیوں کو جو حضرت اقدس کے دست مبارک پر یا بعد کے خلفاء کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں ان سب پر اپنا فضل کرے اور جیسے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کیطابق سلک وحدت میں منسلک تھے ویسا ہی ہمکو پھر قائم کرے۔ خاکساران

زین الدین - محمد ابراہیم - اسمٰعیل آدم

تازہ خبریں

امریکہ کی صلح کے نوٹ کا جواب - لنڈن - ۱۱ جنوری پیرس - ایم براینٹ نے کل سہ پہر کو مسٹر ولسن کے صلح کے نوٹ کے جواب میں اتحادیوں کا جواب امریکہ کے سفیر کو دیدیا ہے۔

بلجیم کا نوٹ بھی دیدیا گیا - لنڈن ۱۱ جنوری - پیرس مسٹر ولسن کے نوٹ کے جواب میں اتحادیوں کے نوٹ کے علاوہ ایم براینٹ نے حکومت بلجیم کی طرف سے ایک نوٹ امریکہ کے سفیر کو اور بھی دیا ہے - جس میں اتحادیوں کے جواب کے ساتھ اتفاق کا اظہار کیا گیا ہے اور بد قسمت بلجیم کے باشندوں کی طرف سے امریکہ کی فیاضی و خدا ترسی پر انہوں نے موجودہ جنگ میں ظاہر کی ہے شکریہ ادا کیا ہے۔

لنڈن ۱۱ جنوری - مسٹر ولسن کو اتحادیوں کے جواب پر جو امیدیں باندھی گئی ہیں اور جن کا اظہار کیا گیا ہے - ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جرمنوں کے جواب سے بہت سی باتوں میں مختلف ہے - یہ نہایت ہی فراخ حوصلگی اور صفائی سے دیا گیا ہے اور اس میں پریزیڈنٹ ولسن اور اہل امریکہ دونوں مخاطب ہیں اس جواب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے - کہ اقوام کے اصولوں پر عملی طور سے عملدرآمد ہونا چاہیئے - کہ صلح میں کامیابی کا امید لیگ کر سکے۔

صلح کی شرطیں - مسٹر ولسن کی درخواست منظور کرتے ہیں اتحادیوں کو کوئی مشکل درپیش نہیں ہے - بشرطیکہ انکی مدعا و تمنا تکمیل تک پہنچیں یہ شرطیں تفصیل سے بیان کی جاسکتی ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) عوض و معاوضہ دیا جائے - (۲) نقصانات کا ہرجانہ - (۳) بلجیم سرویا - مانٹی نگرو کی واگزاری - (۴) مفتوحہ علاقہ جات فرانس - روس اور رومانیہ کا تخلیہ - (۵) یورپ کی اقوام کی ترتیب و مرمت بنا پر تاکہ صلح و امن و اقتصادی و ملکی آزادی و ترقی ممکن ہو سکے - (۶) ملکی عہد و پیمان اور بحری و بری سرحدوں کی ذمہ داری کے لئے بین الاقوامی انتظام تاکہ اس قسم کے حملوں کا اعادہ نہ ہو سکے (۷) تمام صوبجات جو اتحادیوں سے باشندوں کی مرضی کے برخلاف لئے گئے ہیں واپس دیئے جائیں - (۸) سلافی - رومانوی - زیشی سلواک اقوام کی فوجوں کو غیر اقوام سے آزاد کیا جاسکے۔

اتحادیوں کا ارادہ - جرمنی اقوام کے برباد کرنے یا نیست و نابود کرنے کا خیال اتحادیوں کو ہرگز نہیں ہے - وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ملک یورپ جرمنی کی فوجی طاقت کا بازیچۂ اطفال نہ بنا رہے اتحادی موجودہ جنگ کو کامیاب انجام تک پہنچانے کے لئے ہر طرح سے تیار ہیں اور تمام قربانیوں کے لئے کمر بستہ ہیں تاکہ مستقبل میں تہذیب صلح و آشتی ممکن ہو سکے۔

رزمگاہ بلقان - لنڈن ۱۱ جنوری - ایک فرانسیسی سرکاری مراسلت مقدونیہ سے مظہر ہے کہ تمام محاذ پر دو طرفہ پیہم آتشباری جاری ہے - خصوصاً دریائے سٹروما پر اور سلیکوا اور مناسٹر کے اضلاع میں گولہ باری نے نہایت ہی شدت اختیار کر لی ہے - برطانوی فرانسیسی آلات پرواز کے فوجی قیامگاہوں اور چھاؤنیوں پر گولہ باری کی۔

ابدوزوں کی جنگ - لنڈن ۱۱ جنوری - برطانوی جہاز [illegible] اور [illegible] غرق کئے گئے ہیں۔

تو پھر تمہارا یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم محفوظ کتاب ہے لیکن ان میں بھی وہی موٹا اصول حق و باطل کی تمیز کر دیتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو کوئی دو روایتیں ایک بات پر متفق نہیں۔ بلکہ جتنی بھی اس قسم کی روایتیں ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کی تردید کر دیتی ہیں۔ مثلاً ایک صحابی ہیں۔ ابی ابن کعب۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دو سورتیں پہلے قرآن کے اندر نہیں لکھتے تھے۔ جواب لکھی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی بات کے لئے ہزارہا صحابہ میں سے ایک بھی مؤید نہیں ملتا۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں صحابہ کی شہادت اس کے خلاف آ جاتی ہے۔ ایسا ہی مثلاً ابو موسےٰ اشعری ہیں۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ ایک سورہ پہلے قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ جس کی ایک دو آیتیں اب مجھے یاد ہیں۔ لیکن تمام صحابہ کی شہادت ان کے خلاف ہے۔ اور لاکھوں انسانوں میں ایک بھی ان کی بات کی تائید نہیں کرتا۔ تو ایک کو تو غلطی لگ جانا ممکن ہے یہاں قرآن کے لکھنے میں آئے دن غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کتنی کتنی تعداد میں قرآن کریم کے نسخے چھپتے ہیں۔ لیکن بہت ہی کم نسخے ملتے ہیں جن میں غلطی نہ ہو۔ لیکن باوجود اس کے کہ کثرت سے ایسے نسخے پاؤ گے جن کے لفظ غلطیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ سب کی شہادت ایک دوسرے کے خلاف ہو گی۔ اگر ایک قرآن میں کوئی غلطی ہو تو باقی نسخوں کی شہادت اس ایک کو بے وزن کر دیتی ہے۔ تمام الگ الگ چھاپوں میں الگ الگ غلطیاں رہ جائیں گی۔ کوئی ایک دوسرے کی غلطی کو تسلیم نہیں کرتا۔

توحید کے سوائے دیگر عقاید میں مذاہب کا اختلاف

اب اسی طرح توحید کے متعلق بھی حال ہے۔ جتنے مذاہب ہیں۔ اتنے ہی مختلف قسم کی ملاوٹیں اس کے ساتھ کی گئی ہیں۔ کسی نے عبادت لغیر اللہ کو جائز کر رکھا ہے۔ اور دوسروں کی پرستش کو ہی اللہ تعالےٰ کی پرستش قرار دیتا ہے۔ کوئی انسانوں کو بھی خدا بناتا ہے۔ کوئی اللہ تعالےٰ کی صفات میں دوسری اشیاء کو بھی کامل طور پر شریک ٹھیراتا ہے۔ غرض سب الگ الگ اصولوں پر قائم ہیں۔ اور کوئی ایک مذہب دوسرے سے متفق نہیں۔ رام اور کرشن کی خدائی کے قایل سوائے ہندوؤں کے اور کوئی نہیں۔ ایسا ہی مسیح کو سوائے عیسائیوں کے اور کوئی خدا نہیں سمجھتا۔ زرتشت کے مذہب کے سوا دو خالق یعنی خالق خیر اور خالق شر کسی نے تسلیم نہیں کئے۔ جب کسی ایک کا سوال پیش ہو گا۔ تو باقی تمام مذاہب اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور متفقہ طور پر اس کے غلط ہونے پر شہادت دیں گے۔ اس اصول پر ہر ایک پرکھ کر دیکھ لو۔ سوائے اس بات کے کہ توحید الٰہی کا عقیدہ باقی رہ جائے جس پر تمام مذاہب کی شہادت مل سکتی ہے اور کسی بات میں بھی کوئی دو مذہب متفق نظر نہیں آتے۔

رام اور کرشن کی خدائی کا دعوےٰ

حق بات پر سب متفق ہو جاتے ہیں۔ باطل کے سب خلاف ہوتے ہیں۔ رام اور کرشن کی خدائی ایک دعوےٰ ہے۔ اس کی شہادت کے لئے دنیا کا کوئی مذہب کھڑا نہیں ہوتا۔ گویا سب اس کی تردید کرتے ہیں۔ اسی طرح خالص توحید کے ساتھ جس قدر ملاوٹ ہے ایک ایک عقیدہ کو لے لو۔ اور سب مذاہب کو شہادت میں بلاؤ۔ سب اس ملاوٹ کی تردید کریں گے۔ یہی حال باقی اصول باطلہ کا بھی ہے +

تناسخ:۔ مثلاً تناسخ کا مسئلہ ہے۔ اب جاؤ دنیا میں تلاش کر دو دنیا کا کوئی مذہب سوائے ہندو مذہب کے ایسا نہیں پاؤ گے جو تناسخ کے حق ہونے کی شہادت دے۔ کیا زرتشت تناسخ کا قایل ہے۔ کیا عیسائی یہود یا کسی اور مذہب کے پیرو تناسخ پر ایمان رکھتے ہیں +

کفارہ:۔ ایسا ہی کفارہ کو لو۔ کیا ہندو مذہب۔ یا عیسائیت کے سوائے دنیا کا کوئی اور مذہب کفارہ کا قایل ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس قسم کے اعتقاد جن کی دنیا کے کسی دوسرے مذہب سے کوئی شہادت نہیں ملتی صحیح نہیں +

روح و مادہ کی ازلیت کا مسئلہ اور مولانا شبلی کے خیال کی تردید

اس روح و مادہ کی ازلیت والے مسئلہ کو بھی کو دنیا کا کوئی دوسرا مذہب آریوں کے اس عقیدہ سے متفق نہیں۔ کہ روح مادہ ازلی ابدی ہیں۔ ابھی بیاکرستے مولانا شبلی کا ایک حوالہ پڑھا گیا تھا۔ کہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ قرآن میں لکھا ہے۔ کہ دخان سے سب کچھ بنایا گیا تھا۔ حالانکہ یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چلو دخان سے ہی بنایا سہی۔ لیکن اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ دخان ازلی تھا۔ دخان کو پہلے پیدا کیا۔ وہ تو دوسری جگہ فرماتا ہے۔ خلق من تراب۔ تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ مٹی کو پیدا نہیں کیا۔ پھر فرمایا۔ کہ وجعلنا من الماء کل شیئ حی۔ ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ کیا۔ تو کیا اب سمجھ لیا جائے۔ کہ خود پانی پیدا شدہ نہیں +

قرآن کریم کا فیصلہ۔ قرآن جو موجود ہے۔ اسی پر فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ اب جب ہم اس طرف آتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر قرآن شریف میں یہ ملتا ہے خلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا اللہ تعالےٰ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور اس کا اندازہ اور دائرہ عمل مقرر کیا۔ اب کل شیئ میں مادہ اور روح اور سب کچھ آگیا +

تو آسان طریق فیصلہ کا یہی ہے۔ کہ جو کچھ مشترک طور پر تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ اس کو لے لیا جائے +

باطل اصولوں کے خلاف مذاہب عالم کی اندرونی شہادت: دعا۔

ایک اور اصول یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ جو اصول باطل ہے وہ خود اسی مذہب کے دوسرے اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔ مثلاً کفارہ و تناسخ کے قایل یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی کے گناہ معاف نہیں کرتا حالانکہ جو صفات خدا کی انہوں نے تسلیم کی ہیں۔ وہ خود اس اصول کی تردید کرتی ہیں۔ یہ بات کہ خدا معاف کرتا ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے اس بات سے کہ خدا دعا کو سنتا ہے یا نہیں جو بات اس بات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ وہ ہے۔ خدا کا دعا سننے والا ہونا۔ اب کوئی مذہب دنیا میں نہیں۔ جس نے دعا نہ سکھائی ہو۔ جب خدا دعا کو سنتا ہے۔ تو معاف کیوں نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی اس سے بھی دعا مانگتا ہے۔ جس کے اندر اس کو قبول کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ جلانا آگ کا فطری خاصہ ہے۔ اب کوئی شخص اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔ کہ اے آگنی تو مجھے نہ جلا یو۔ تو یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ اس کا ایسا کہنا ہی مجنونانہ کام سمجھا جائیگا۔ تو جب سارے مذاہب میں دعا کرنی سکھائی گئی ہے۔ تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ اس دعا کو قبول کرنے کی اللہ تعالےٰ کو طاقت ہی نہیں۔ وہ عیسائی مذہب جہاں گناہوں کی بخشش صفات الٰہی کے خلاف بتائی گئی ہے وہاں بھی دیکھو لارڈ ز پریئر خود انجیل کے اندر موجود ہے۔ اور اس اصول کے منافی ہے۔ دعا یہ کی جاتی ہے۔ کہ

"جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے

تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر" (متی ۶: ۱۲)

اب کیا کبھی کوئی دنیا میں اپنے قرضداروں کو یوں بھی معاف کیا کرتا ہے۔ کہ روپے اس سے لیکر ان کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اور کہدیا کہ جاؤ میں نے تمہیں بخشدیا۔ ایسا ہی ہندو مذہب کے اندر ایک طرف تو تناسخ کا مسئلہ ہے۔ اور دوسری طرف دعائیں بھی گناہوں کی بخشش کی اللہ تعالےٰ سے کی جاتی ہیں۔ جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ تناسخ کا عقیدہ صحیح نہیں +

تو اصول دعا کی بتاتا ہے کہ توحید الٰہی کے ساتھ جو انہوں نے اور باتیں ایجاد کی ہیں۔ وہ صحیح نہیں۔ گویا نہ صرف بیرونی شہادت ہی تمام مذاہب کی ایک۔ دوسرے مذہب کے خلاف ہے۔ بلکہ اندرونی شہادت بھی بتاتی ہے۔ کہ توحید الٰہی کیساتھ جو دیگر باتیں ملائی جاتی ہیں۔ وہ ان کے اپنے اصول کے خلاف ہیں۔ یہ بڑا موٹا جھگڑا جو اٹھا ہوا ہے

روح و مادہ کی ازلیت کے خلاف آریہ مذہب کی اندرونی شہادت

روح اور مادہ کی ازلیت کا۔ یہ بھی خود انکے اپنے اصول کا مخالف ہے مثال اس کی یوں دیجاتی ہے۔ کہ کمہار جو برتن بناتا ہے تو اسے بعض چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان چیزوں کی تقسیم یوں کی ہے۔ کہ ایک تو وہ قوت جو انسان کے اندر بنانے کی ہوتی ہے۔ اور دوسرے وہ مادہ جس کا وہ برتن بنتا ہے۔ لیکن یہ مثال اللہ تعالےٰ پر عاید نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا کو تو صرف پیدا کرنے والا ہی نہیں مانا جاتا بلکہ بعض اور صفات بھی اس کے اندر مانی جاتی ہیں۔ مثلاً خدا کے اندر بھی سننے کی طاقت ہے اور انسان

خدا اور انسان کی طاقتوں میں فرق خود آریوں کو مسلم ہے

میں بھی۔ لیکن انسان کے سننے کے لئے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک کان اور ان کے اندر قوت شنوائی اور دوسرے باہر ہوا کی موجودگی۔ اگر کانوں کے اندر شنوائی کی طاقت نہ ہو تو بھی ہم دوسرے کی آواز نہیں سن سکتے۔ اور اگر ہوا درمیان میں ذریعہ نہ ہو تو ہماری آواز دوسرے تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور نہ ہم اس کی آواز سن سکتے ہیں۔ جب میں کسی آواز کو سننا چاہوں۔ انہی دو چیزوں کی مدد سے سن سکتا ہوں۔ اس کے بغیر نہیں۔ ایسا ہی جب میں کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اس وقت بھی مجھے دو ہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ اور اسکے اندر دیکھنے کی قوت اور دوسرے وہ روشنی جو باہر کی چیزوں کو روشن کرتی ہے اسکے بغیر میں دیکھ نہیں سکتا۔ خدا کو بھی ہم مانتے ہیں کہ وہ سمیع اور بصیر ہے لیکن جب ہم اسکی صفات سمع اور بصر کے متعلق غور کرتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ خدا کو سننے کیلئے نہ تو ہماری طرح کسی آنکھ کی ضرورت ہے اور نہ کسی مادہ وغیرہ کی۔ خدا تعالیٰ کی سمع اور بصر کی طاقتوں کو ہم انسانی طاقتوں سے بالاتر مانتے ہیں اور یہاں لوگوں کا بھی عقیدہ ہے جو آپ کسی چیز کا محتاج سمجھتے ہیں

دیگر صفات کی طرح صفت خلق میں بھی

خدا کی صفات سمع اور بصر کے قابل [illegible] وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے [illegible] بھی اللہ تعالےٰ نے محتاج نہیں ہو سکتا [illegible] چیزوں کا محتاج ہے۔ جیسے کہ انسان۔ حالانکہ جب باقی صفات میں وہ دوسری چیزوں کا ہماری طرح محتاج نہیں۔ تو اس ایک صفت میں کیونکر ان کا محتاج ٹھیر سکتا ہے۔ اللہ ہماری طرح اُسے اور چیزوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ وہ بات مانو جو اصول کے مخالف نہ ہو۔ یا تو اللہ تعالےٰ کی تمام صفات کو ہی انسان کی طرح مانو۔ سننے۔ میں دیکھنے میں اُسے ویسا ہی دوسری چیزوں کا محتاج سمجھو۔ جیسے بنانے میں سمجھتے ہو۔ اور یا پھر اگر باقی صفات میں وہ محتاج نہیں۔ اور انسان سے بالاتر قوت رکھتا ہے تو اس ایک صفت میں بھی ماننا ہو گا کہ وہ ویسی ہی طاقت رکھتا ہے۔ اور کسی کا محتاج نہیں۔ اصول کو ترک نہ کرو۔ جب اصول کو ترک کرو گے۔ تو لازماً ٹھوکر کھاؤ گے۔

ایک اور اصول: مذاہب عالم کا مقابلہ۔

ایک اور اصول جسکی قرآن نے فیصلہ کے لئے تعلیم دی ہے۔ وہ ہے۔ مذاہب عالم کا مقابلہ۔ دنیا میں اس وقت یہ اصول بھی بہت مانا گیا ہے۔ آج مہذب دنیا اس بات کی ٹوہ میں لگی ہوئی ہے۔ کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو سب مذاہب میں ماننے کے قابل ہیں۔ کیونکہ ان مشترکہ باتوں کو لیکر وہ چاہتے ہیں کہ ایک مذہب بنایا جائے۔ جو عالمگیر ہو۔ ویسے تو دنیا میں مذاہب کے اندر جھگڑے۔ اشتیاں بہت ہیں۔ لیکن باوجود اس کے توحید الٰہی کا اصول سب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔ مشترک اصول تب ہی نکل سکتا ہے کہ پہلے ان تین باتوں کی جن سے قرآن نے رد کیا ہے۔ نفی کرو۔ پس قرآن مجید اس طرف بلاتا ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ طریق سب مذاہب میں فیصلہ کن ہے۔ اب اس طرف طبائع مائل ہیں۔ اور آہستہ آہستہ وہ اس طرف آ رہے ہیں۔ یہ بھی کوئی نہیں کہتا کہ کل لوگ ایک ہی مذہب اختیار کر لینگے۔ بلکہ اس سے اسلام ہی کا غلبہ سب مذاہب پر ثابت ہو گا۔

حق و باطل میں امتیاز کیلئے صحیح موازنہ کی ضرورت

لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ موازنہ صحیح ہو۔ کیونکہ جب تک موازنہ صحیح نہ ہو۔ حق بات معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ جو قرآن نے کہا تھا۔ والذین یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک۔ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اُتارا گیا اور ان کتابوں پر بھی جو تجھ سے پہلے نازل ہوئیں ......

مسلمانوں کو پہلی کتابوں پر ایمان لانیکا حکم اس لئے کہ صحیح موازنہ کر سکیں

اس میں کیوں ایک مسلمان کو پہلی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اسلئے کہ انکے متعلق کوئی تعصب دل میں نہ رہے۔ اور موازنہ ان سے ٹھیک طرح پر کر سکیں۔ انسان کی طبیعت میں جب تعصب ہو۔ تو موازنہ ٹھیک نہیں کر سکتا۔ تو ایک مسلم جو یومنون ...... ما انزل من قبلک پر عمل کرتا ہے۔ وہ ایک ترازو لیکر تولتا ہے اور ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتا ہے۔ مذاہب کے درمیان۔ وہ حق بجانب ہے کہ اصول کو قائم کرکے اس پر دوسروں کو پرکھے۔ لیکن مسلمان کے سوا

دیگر مذاہب پر مسلمانوں کی فوقیت

دوسرے جو لوگ ہیں وہ اس انصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا دوسرے مذاہب کی کتابوں پر ایمان نہیں ہوتا۔ تو وہ مسلم جن کا یہ کام تھا۔ کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں کو دیکھتے۔ ان کو پڑھتے اور اسلام کی عظمت کو ان کے مقابلہ میں ثابت کرتے۔ وہ اس سے بکلی بے خبر ہیں۔ درحقیقت مسلمان کو ایک ایسے اعلےٰ مقام پر کھڑا کیا گیا تھا۔ کہ جو سب سے اوپر تھا۔ اسلام نے جس نظر سے دوسرے مذاہب کو دیکھا ہے۔ اس ایک نظر سے دیکھنے والا اور کوئی مذہب نہیں ہو سکتا۔ ایک مسلمان اگر سچا مسلم ہو۔ یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک پر ایمان رکھتا ہو۔ تو ممکن نہیں کہ وہ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ٹھوکر کھا سکے۔

خلاصہ مضمون

تو پس مذاہب کے فیصلہ کیلئے سب سے پہلے جو ضروری بات ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ایک مشترک اصول قائم کرو۔ اور پھر اس پر سب مذاہب کو لے آؤ۔ اور ایک ایک کرکے پرکھو۔ اسلام ہی کا غلبہ سب پر ثابت ہو گا +

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور ۔ چہار شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۱۷ء | نمبر ۷۹

خطبۃ الجمعہ

(مورخہ ۵ جنوری ۱۹۱۷ء)

ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون وان لک لاجراً غیر ممنون وانک لعلیٰ خلق عظیم۔۔۔۔۔۔۔۔

روحانیت کیا چیز ہے

(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار ۷ جنوری ۱۹۱۷ء)

قناعت اور غناہی انسان کے لئے مفید ہے

یہی دراصل وہ چیز ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے۔ عاجز ہو۔ ہو۔ کوئی پروا نہیں۔ دل کے اندر طاقت ہونی چاہیئے عاجزی وہی قابل تعریف ہے جس کے ساتھ دل مضبوط ہو۔ اگر یہ نہیں۔ تو پھر وہ بھی کسی کام کی نہیں۔ یہ طاقت جو نبی کریم صلعم نے دکھائی۔ یہ کسی چھوٹے انسان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتی یہی طاقت انسان کو کامیاب بنا دینے والی ہے۔ انسان اگر محتاج ہو۔ تو کوئی پروا نہیں۔ غنائے قلب لکار آتی ہے بعض لوگوں کو ہوس ہوتی ہے۔ کہ کاش ہمارے پاس اتنا روپیہ ہوتا۔ تو ہم بھی فلاں شخص کی طرح زندگی بسر کرتے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ یہ تو خواہ مخواہ کا دوزخ خریدنا ہے۔ یہ حالات کا اختلاف جو ہے۔ یہ انسان نے قلب کے اوپر کوئی اثر نہ لے۔ ظاہر طور پر خواہ کتنے ہی انقلاب آئیں۔ اندر کی حالت نہ بدلے۔ اندرونی حالت ہی دراصل روح اور روحانیت ہے۔ ظاہری نظارے ہیچ ہوتے ہیں۔ یہ انسان کے دل کے اوپر کوئی فرق نہیں ڈالتے۔ اگر قلب سلیم رکھتا ہو +

بادشاہت میں فقر اور دشمنوں کیساتھ سلوک

ایسا ہی جب ہم آپ کی آخری حالت کو دیکھیں۔ جب آپ کی زندگی پر ایسا انقلاب عظیم آچکا ہے جو ممکن طور پر کسی کی زندگی میں آ سکتا ہے۔ اس وقت کا بھی عجیب نقشہ دکھایا ہے۔ طاقتور ہو کر اور بادشاہ بنکر کس قدر عاجزی اور فقر کی حالت ہے +

ایک دفعہ آپ تنہا ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے۔ درخت کے ساتھ آپ کی تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ ایک دشمن آیا۔ اور اس نے تلوار کو اپنے قبضہ میں کر کے آپ کو جگایا اور کہا کہ بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ کتنی بے کسی کی حالت ہے۔ دشمن سر پر کھڑا ہے تلوار اس کے ہاتھ میں ہے آپ تن تنہا ہیں۔ اور پاس کچھ ہے نہیں۔ ایسی بے کسی کی حالت میں تو انسان کے حواس بھی قایم نہیں رہتے۔ لیکن اس وقت آپ کس طاقت کا اظہار فرماتے ہیں۔ کوئی مایوسی دل کے اندر نہیں آتی۔ بلکہ جواب اسے یہ دیتے ہیں کہ میرا خدا مجھے تیرے ہاتھ سے بچائیگا۔ اور خدا کے کاموں کو بھی دیکھو کہ اس فقرہ کو سن کر اس کے ہاتھوں میں لرزہ آجاتا ہے۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا لیتے ہیں۔ اور اس دشمن سے پوچھتے ہیں۔ کہ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے دیکھو اس وقت پورے غلبہ کی حالت ہے۔ دشمن مغلوب ہو چکا ہے لیکن ایسے خطرناک دشمن پر غلبہ پا کر بھی یہ نہیں کہ اسے قتل کر دیں۔ نہیں بلکہ الٹا اسے معاف کر دیتے ہیں۔ کس قدر خلق کا اظہار ہے۔ یہانتک کہ دشمن بھی اسے دیکھکر فی الفور اسی وقت مسلمان ہو جاتا ہے۔ یہی اخلاقی فتوحات دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان فتوحات ہیں۔ دنیا میں جس قدر فتوحات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی ہیں۔ وہ سب اخلاق ہی کے ذریعہ میسر آئی ہیں۔ عاجزی وہی دراصل قابل قدر ہے جو اس قدر طاقت کے آجانے پر دکھائی جائے۔ وہ عاجزی جو غربت کے وقت انسان ظاہر کرتا ہے۔ وہ کچھ چیز نہیں۔ اس وقت تو انسان کو طوعاً و کرہاً عاجزی کا ہی اظہار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ کوئی اچنبھا اور عجیب بات نہیں۔ وہ لوگ جو اس بات کے مستحق تھے۔ کہ انہیں قتل کیا جاتا اور ان پر سزائیں وارد کی جاتیں۔ ان کے ساتھ آپ نے اس وقت جب آپ ان پر پورا غلبہ پا چکے تھے بخشش اور رحم کا برتاؤ کیا۔ چھ ہزار قیدیوں کو ایک موقعہ پر آزاد کر دیا۔ ایک دوسرے موقعہ پر خاندان آپ نے اور آپ کے صحابہ نے آزاد کر دیئے۔ فتح مکہ کا واقعہ تو عام مشہور ہے۔ ایک قوم جس نے طرح طرح کے دکھ اور تکلیفیں دیں۔ قتل کے منصوبے باندھے۔ مکہ میں آپ تھے تو اس وقت دکھ دینے سے کسر نہ اٹھا رکھی اور مدینہ میں آگئے۔ تو آپ پر چڑھائیاں کی گئیں۔ جب الحق اوپر پورا غلبہ اور طاقت آپ کو حاصل ہوتی ہے۔ تو اس وقت کیا حکم ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس وقت ان سے کسی خاص قسم کا انتقام لیا جائے بلکہ فرماتے ہیں۔ (لاتثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کوئی سزا نہیں یہ ہے۔ وہ عاجزی اور خلق کا اظہار جو آپ نے غلبہ کے وقت کیا +

جب آپ بادشاہ بنے۔ تو مال اس قدر کثرت سے آیا۔ کہ بہت سے فقیروں کو بھی مالدار بنا دیا۔ لیکن اس وقت بھی اپنی زندگی کے نقشہ کو دیکھو۔ تو وہی فقیری اور مسکینی کی حالت ہے وہی جو ابتدا میں پائی جاتی تھی۔ وہی حالت انتہا میں بھی ہے۔ ایک شخص نادار کو جب روپیہ مل جاتا ہے تو وہ اسکا استعمال بہت برا کرتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم جیسا انسان فقیری کی حالت سے نکل کر اب بادشاہ ہے۔ اس کے پاس خزانے ہیں لیکن اس کی زندگی ہیں ایک۔ اس نے تغیر اور انقلاب بھی نہیں آتا۔ کس قدر قوت ہے اسکے قلب کے اندر۔ دنیا کا کوئی بیرونی نقشہ اس پر اثر نہیں کرتا۔ وہ بادشاہ ہو کر پھر اپنے کپڑے بھی سینے بیٹھ جاتا ہے۔ وہ دودھ بھی خود ہی دوہتا ہے اپنی جوتی بھی خود ہی گانٹھ لیتا ہے۔ غرض ہر ایک کام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔ ایکدفعہ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک بوڑھی عورت مل گئی۔ وہ بیچاری بمشکل چل سکتی تھی۔ اسکا۔۔۔ لینے چلے گئے۔ اور اس کی چیزیں وغیرہ خرید کر اسے لادیں۔ بادشاہ ہو کر بھی آپ کو ایسے ایسے کام کرنے سے عار نہیں تھی +

نبی کریم صلعم کے کام

پھر آپ کو اور بھی کئی ایک اہم کام کرنے پڑتے ہیں۔ فوجوں کو تیار کرنا۔ اور دشمن کے مقابل لیجانا۔ دشمن کے حالات کی خبر رکھنا۔ جب کبھی دشمن کا کوئی کھٹکا ہوتا۔ تو سب سے پہلے آپ خود ۔۔۔ بھی وہ جس کو زمانہ بدل ہی نہ سکے۔ اور جو کل دنیا کے کام آنیوالا ہو۔ پھر نمازوں میں امامت بھی کرانی ہے آج امامت کو ہی ایک اتنا بڑا بوجھ سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ اس کے لئے الگ آدمی مخصوص کرنے پڑتے ہیں۔ جن کا کام ہی اور کوئی نہ ہو۔ پھر آپ کو بحیثیت ایک جج کے فیصلے بھی کرنے پڑتے ہیں۔ پھر آپ کے ساتھ گھر میں بیبیاں بھی ہیں۔ ان کی بھی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ آپ باپ بھی ہیں۔ اولاد بھی آپ کی ہے۔ الغرض کوئی کام نہیں جو آپکو کرنا نہ پڑتا ہو۔ تاریخی طور پر جو شخص چاہے اس قسم کے انسان تلاش کرے کہیں بھی مل نہیں سکتے

آپ کے اعلےٰ نمونہ سے سبق

یہ کوئی سیفاید بات نہیں تھی کہ آپ اس غربت و مسکنت کی حالت میں رہے۔ اور اس قدر کام آپ نے کئے۔ نرا کسی کی تعریف کر دینے سے ہی بھلا کوئی فایدہ نہیں ہوتا۔ آپ میں جو عظیم الشان نمونے پائے جاتے ہیں۔ اگر انسان انہیں بیان کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس سے فایدہ بھی اٹھائے۔ ہمکو محمد رسول اللہ صلعم سے اگر کوئی فایدہ ہو سکتا ہے تو وہ یہی کہ ہم آپ کے نقش قدم پر چلیں ہمارے اندر بھی ایسا قلب ہو کہ اسے بیکسی کی حالت میں کمزور نہ ہونے دیں۔ افلاس اور غربت کی حالت میں بھی کوئی خواہش نہ ہو۔ کہ کاش میرے پاس اتنی دولت ہوتی۔ چاہیئے۔ کہ غربت کی حالت میں بھی اپنے آپ کو ایسا رکھیں کہ غنائے قلب حاصل ہو۔ اگر آسودگی کی حالت ہم پر ہے۔ تو ہمیں بھی سادگی کو چھوڑیں نہیں۔ آسودگی میں زیادہ ٹھاٹھ باٹھ کرنے سے غربت اور مسکینی کے وقت مشکل پڑ جاتی ہے۔ جو لوگ آسودگی کو اختیار کرتے ہیں۔ انہیں ہر حال میں سادہ حالات رہنا خوش رکھتا ہے۔ تو آسودگی کے وقت سادگی اختیار کرنی چاہیئے۔ کھانے میں پینے میں کپڑے میں غرض تمام باتوں میں سادگی کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ہمارے نبی کریم صلعم کا نمونہ یہی ہے۔ کس لئے آپ نے بادشاہت کی حالت میں بھی فقیری کو قایم رکھا۔ محض اپنی امت کے لئے ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ قایم کرنے کیلئے

ازواج مطہرات کو اموال دنیا سے جواب ملنے کی وجہ اور اس سے سبق

یہی وجہ ہوئی کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے مال وغیرہ کی کثرت کو دیکھ کر کچھ اموال کی خواہش کی۔ تو حکم ہوا۔ یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلا۔ اے نبی اپنی بیبیوں کو کہدے۔ کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال وغیرہ سے فایدہ دوں۔ اور تمکو اچھی طرح سے رخصت کروں وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجراً عظیما۔ اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کرتی ہو تو اللہ تعالےٰ نے ایسی محسن عورتوں کیلئے اجر عظیم تیار کیا ہے +

اس سے ہم کو سبق لینا چاہیئے۔ دنیا میں سارے لوگ ان سب کمالات کو حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن تاہم آپکے اس کامل نمونہ کو پیش نظر رکھکر بہت کچھ فواید انسان اٹھا سکتا ہے۔ اس لئے اپنے طرز رہایش اور بود و باش میں سادگی رکھنی چاہیئے اس سے انسان خوش رہتا ہے۔ اور کسی حالت میں بھی اسے رنج نہیں ہوتا۔ انسان کو چاہیئے آپکو کسی چیز کا محتاج نہیں بنانا چاہیئے۔ یہ وہ سبق ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق ۔۔۔ اسکا ۔۔۔ کرنا چاہیئے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۷۰

مسیح موعود حقیقی طور پر احمدی ہیں نہ کہ احمد

احمد کی پیشگوئی مسیح موعود پر حقیقی طور پر چسپاں کرنے کے لئے جو میاں محمود صاحب نے سر توڑ اور بے سود کوشش کی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے ادھر سے اس زہر کا تریاق مختلف رسالہ جات کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ جن میں سے مولانا مولوی محمد احسن صاحب امروہی کا رسالہ **القول المجید** میر عیسٰے صاحب کا رسالہ اسمہ **احمد** اور شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی کا رسالہ **بشارت احمد** خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

چونکہ کافی جواب نکلتا رہا ہے۔ اس لئے میں نے کبھی اس طرف توجہ نہ کی۔ گو میں نے سنا ہے کہ بعض محمودی صاحبان نے بوجہ بدظنی کے (لیکن میں کہوں گا بوجہ حسن ظنی کے) شیخ مولا بخش صاحب کے رسالہ بشارت احمد کو بوجہ میرا اہتمام ہونے کے میری طرف منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ خدا گواہ ہے کہ مجھے اس کے شایع ہونے کی بھی خبر اس وقت ہوئی ہے جب اس پر ریویو اخبار پیغام صلح میں چھپا ہے۔

الغرض اس معاملہ میں میاں صاحب کے مقابلہ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب صف آرا ہیں۔ بادی النظر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب اب جان چھپاتے پھرتے ہیں۔ مریدوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر انہوں نے حسب معمول تعلّی کر دی تھی کہ میں تمام دنیا کے علماء کے سامنے ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ کہنے کو تو اس وقت کہدیا۔ اور خلافت مآب کی شان جلالی اس امر کی متقاضی بھی تھی کہ اس قسم کی تعلّی حسب عادت مریدوں پر رعب جمانے کے لئے کی جاتی۔ مگر اس وقت یہ خیال نہ تھا کہ لینے کے دینے پڑجائیں گے۔ اب جو مقابلہ کے لئے للکارا گیا تو لگے پس و پیش کرنے۔ ورنہ پیشگوئی کے ساتھ مخفی بحث کرنا کیا معنی۔ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق دنیا میں ظاہر ہوتا ہے قرآن کریم کی ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ ان کو چاہیئے کہ تمام دنیا میں شہر بہ شہر کوچہ بکوچہ خانہ بخانہ اس کا اعلان کریں۔ یہ عجیب عجیب کہ اس پر بحث نہیں کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ دعوے شیل جمر ہونے کا کر کے پھر حق کے اظہار سے رکنا اپنے تمام دعوے پر پانی پھیرنا ہے۔ پس میاں صاحب مرد میدان بن کر باہر نکلیں۔ لوگوں سے ڈرنا شان فضل عمری کے خلاف ہے۔ ہر چہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم کہہ کر نکل کھڑے ہوں۔ اور میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے قول کو ایک دفعہ پھر پورا کر کے دکھا دیں کہ آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند کیونکہ آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا مسیح موعود تو اپنے آپ کو صرف احمدؐ کی صفات کا مظہر اور حقیقی طور پر صرف **احمدی** فرماتے تھے۔ اور میاں صاحب ان کو حقیقی احمد بنا چکے ہیں۔ اشتہار واجب الاظہار میں جو مردم شماری کے موقع پر حضور نے شایع فرمایا تھا۔ اور جس میں **خود اپنا اور اپنی جماعت کا نام احمدی** قرار دیا تھا۔ آپ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے **اور اپنی جماعت کے لئے** پسند کرتے ہیں وہ نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** ہے۔ اور جایز ہے کہ اس کو **احمدی مذہب کے مسلمان** کے نام سے بھی پکاریں"

اب جو شخص خود اپنا نام **احمدی** تجویز کرتا ہے ظاہر ہے کہ وہ اپنے تئیں حقیقی طور پر کسی اور ہی احمد کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ورنہ اگر آپ درحقیقت خود ہی احمد تھے۔ تو اپنا نام **احمدی مذہب کا مسلمان** رکھنا بالکل ایک بے معنی بات تھی۔ پھر اپنے آپ کو اور جماعت کو جس احمد کی طرف منسوب کیا ہے اس کی تشریح بھی اسی اشتہار میں خود ہی فرما دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "اور اس فرقہ کا نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک **محمد** صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا **احمد** صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دینگے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائینگے

علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسم **احمدؐ** کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی میں اسم **محمد** کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کریگا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ **احمدی صفات یعنے جمالی صفات** ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام **لڑائیوں کا خاتمہ** ہو جائیگا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں"

مذکورہ بالا عبارت میں صاف طور پر آنحضرت صلعم کے دو نام قرار دئے محمدؐ اور احمدؐ دونو کے ظہور کی تقسیم بھی کر دی۔ پھر اسمہ احمد اور یضع الحرب والی پیشگوئیوں کو آپس میں ملا کر نتیجہ یہ نکالا کہ شخص موعود احمدی صفات یعنے جمالی صفات رکھتا ہوگا۔ کیونکہ اسمہ احمد سے یہ تو ظاہر ہوا کہ موعود آنحضرت صلعم کا کوئی نام ضرور پائیگا۔ خواہ وہ محمد ہو یا احمد۔ مگر یضع الحرب سے ظاہر ہوگیا کہ اس کے وقت جب دین کے لئے سب لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ تو ضرور ہے کہ وہ جمالی نام پائے۔ یعنے احمد نام پائے۔ اور یہ نام مسیح موعود کا محض بوجہ صفات جمالی کے ہے نہ کہ حقیقی طور پر جیسا کہ خود حضرت نے احمدؐ کی تشریح "احمدی صفات یعنے جمالی صفات" رکھنے والا شخص بیان فرما دیا ہے ان معنوں سے آپ مجازی طور پر احمد قرار پائے۔ اور **حقیقی طور پر احمدی**۔ کیونکہ آپ کو آنحضرت صلعم سے نسبت غلامی ہے جیسا کہ خود اپنے متعلق بھی احمدی مذہب کا مسلمان نام قرار دیا ہے۔ اب اس صاف صاف فیصلہ کے بعد بھی کوئی ضد کرے تو اس کی مرضی۔ وما انا علیکم بوکیل۔ نیز ایک اور بات بھی غور طلب ہے کہ آپ نے **احمدی مذہب کے مسلمان یا مسلمان فرقہ احمدیہ** جو اپنا اور اپنی جماعت کا نام قرار دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ احمدیت کو اسلام کا ایک فرقہ قرار دیتے تھے۔ ورنہ اگر اسلام اور احمدیت بقول بڑے میاں صاحب مترادف تھے اور احمدیت کے باہر اسلام کا کوئی مفہوم نہیں۔ بلکہ کفر ہی کفر ہے۔ تو **احمدی مذہب کے مسلمان** ایک بے معنے بات ہوگی۔ کیونکہ دوسرے لفظوں میں یہ فقرہ یوں ہوگا کہ **احمدی مذہب کے احمدی یا مسلمان مذہب کے مسلمان** یا بقول چھوٹے میاں صاحب دائرہ حقیقت کے نیچے **حقیقت مسلمان** جو ایک مہمل فقرہ ہے۔ الغرض احمدی مذہب کے مسلمان نام رکھکر بتا دیا کہ مسلمان ایک عام نام ہے اس میں سے احمدی ایک تخصیص ہے اور بس۔ حقیقۃ الوحی کے ضمیمہ میں حضرت نے اپنے مذہب کو اکابر اہل سنت جماعت کا مذہب قرار دیا ہے۔ تو پھر کس قدر دکھ معلوم ہوتا ہے۔ جب کبھی اخبار میں یہ عنوان دیکھا جاتا۔ "نزع کہ احمدیوں اور سنیوں میں مقدمہ" اس لئے کہ احمدی سے بڑھکر کامل واکمل اور کوئی سنی نہیں ہو سکتا۔ عرف عام کے مطابق سنی سے اگر کچھ مراد ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ تمام خلفائے محمدیہ کو ماننے والا۔ کیونکہ سنی کے مقابل میں شیعہ اور خوارج کا وجود ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ نام محمدی خلفا کے ماننے والوں کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ تو پھر احمدی سے بڑھکر اور کون سنی ہو سکتا ہے۔ جس نے تمام محمدی خلفاء کو یہاں تک کہ آخری خلیفہ محمدی حضرت مسیح موعود کو مانا ہے۔ اس لحاظ سے احمدی کامل واکمل سنی ہے۔ اور اگر سنی سے مراد سنت پر چلنے والا۔ آنحضرت صلعم کے کل احکام کو ماننے والا۔ تو پھر احمدی سے بڑھکر اور کون سنی ہو سکتا ہے۔ جس کی شرائط بیعت میں ہی داخل ہے۔ اور آنحضرت صلعم ہی کے حکم کے مطابق اس نے مسیح موعود کو مانا۔ اور اس طرح کامل طور پر سنت پر عامل ہوا۔ نہ کہ وہ جو مسیح موعود کا انکار کر کے آنحضرت صلعم کے حکم کا نافرمان ہے۔ پس سنت پر چلنے اور کل خلفائے محمدیہ کے ماننے کے لحاظ سے ایک احمدی کامل سنی ہے۔ قرآن کو سب پر مقدم کرنے کے لحاظ سے۔ اہل قرآن۔ حدیث کو فقہ پر مقدم کرنے کے لحاظ سے اہل حدیث پھر مختلف فقہوں میں فقہ حنفی کو ترجیح دینے کے لحاظ سے۔ حنفی ہے۔

خاکسار۔ بشارت احمد عفی عنہ

ایک اور مدعی نبوت

خدا جانے وہ کونسی منحوس گھڑی تھی۔ جب میاں صاحب نے حضرت اقدس کو نبی بناتے ہوئے آیندہ ہزاروں نبیوں کے آنے کی خبر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دروازہ نبوت فاسدہ کا کھل گیا۔ اور اب ہر کہ ومہ نے اٹھکر دعوے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس قادیان سے ایک قلمی اشتہار پہنچا ہے۔ جس میں کسی شخص محمد بخش نامی کثرت مکالمہ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی بنائے جانے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اب محمودیوں کیلئے سوائے اسکے کیا چارہ ہے کہ اسے تسلیم کریں۔ ورنہ حضرت مسیح

یہی شرطیں ٹھیرائی ہیں۔ ایک کثرت مکالمہ مخاطبہ۔ دوسرے اللہ تعالےٰ کا نبی کہنا اور تیسرے دعوے نبوت۔ سو یہ تینوں شرطیں اس اشتہار میں پوری ہیں۔ پھر کیوں اس کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اور میاں صاحب بھی خواہ مخواہ کا کفر خرید رہے ہیں۔ ہم ذیل میں اس اشتہار کو برائے آگاہی میاں صاحب تمام و کمال شایع کئے دیتے ہیں۔ وھوھذا

دعوےٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم دعوےٰ

نبی محمد مہدی قدرت ثانیہ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم نبی محمد مہدی وقدرت ثانیہ

ماہ دسمبر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۱۹۱۶ء و ۱۳۳۵ھ

صاحبان ارشدکم اللہ تعالےٰ۔ ایک مدت دراز سے خاکسار کو اس کثرت کے الہامات ہوئے کہ جن کا کوئی شمار نہ رہا۔ اور خاکسار حضرت صاحب کی کتابوں اور کتاب اللہ وکتاب الرسول سے ان کی مطابقت کرتا رہا۔ آخر سب حلّہ مطابق پایا۔ ادھر کچھ دنوں سے جناب الٰہی کی طرف سے عتاب آمیز الہام ہونے لگے کہ تو ہمارے حکم کو کیوں نہیں کھول کہتا جو ہمارا حکم تجھکو پہنچا۔ اور فاصدع بما تؤمر واعرض عن الجاہلین کا صدہا مرتبہ حکم ہوا۔ اس لئے اب میں جناب الٰہی کے عتاب کی تاب نہ لا کر اس امر پر مجبور ہوا کہ اپنے دعوے کو ظاہر کروں اور مشتہر کر دوں۔ میرا دعوےٰ بحکم وارشاد الٰہی **نبی اور محمد مہدی** اور قدرت ثانیہ ہے اسی لقب سے میں بار بار پکارا گیا ہوں اور اسی کے اظہار کا مجکو حکم ہے اس لئے تمام دنیا اور مخصوص طور پر جماعت احمدیہ کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ برکت جس کا حضرت مسیح موعود نے تم کو وعدہ دیا تھا۔ وہ اس خاکسار کے ذریعہ مل سکتی ہے۔ ضرور اس طرف توجہ کریں ورنہ میں اپنے فرض منصب سے فارغ ہو چکا۔ اور اس کو ادا کر چکا تم کو اپنے اختیار چاہے ادا کرو یا نہ کرو ہے کوئی مرد میدان جو اس میدان میں خم ٹھوک کر کھڑا ہو اور شیطان سے مقابلہ کر کے بازی جیتے اور وارث برکات الٰہی ہے۔ ہم اپنا فرض دعوت اب کر چکے ادا۔ والسلام۔ (خاکسار محمد بخش ملہم قادیان)

کیا میاں صاحب اس صدا پر لبیک کہینگے؟ ورنہ اپنے مزعومہ کفر سے کیونکر بچیں گے۔

عید میلاد اور مسلمان

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ایک مختصر نوٹ میں مسلمانوں کی اس جہالت پر افسوس کیا تھا جو بعض بدعات کو رواج دینے اور ان پر بے شمار روپیہ صرف کرنے کی صورت میں نمایاں ہو رہی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے محترم معاصر میر ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیب النسواں کا قدم اس بارہ میں سب سے آگے ہے۔ میر صاحب تہذیب النسواں کے ایک تازہ پرچہ میں اس پر افسوس کرتے ہیں۔ کہ کیوں مسلم لیگ اور دیگر مختلف اسلامی مجالس میں جو گذشتہ دسمبر ۱۹۱۶ء میں منعقد ہوئیں عید میلاد کی خوشی میں ریزولیوشن پاس نہیں کیا گیا۔ یہ کوئی معمولی خطا نہیں۔ بلکہ آپ اس بنا پر تمام دیگر اہم قومی کارروائیوں کو بے سود ٹھیراتے ہیں۔ ہم حیران ہیں۔ کہ میر صاحب کیوں اس بارہ میں اس قدر فتوے بازی کرنی ضروری سمجھی۔ آخر کب رسول اللہ صلعم نے خود اپنے یوم میلاد کو منایا یا صحابہ نے ہی کب اس کو عید قرار دیا۔ یہ تو ابھی دور کی باتیں ہیں ہمیں تابعین و تبع تابعین میں بھی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ پھر ہم حیران ہیں کہ میر صاحب کی اس ایجاد کو کیا کریں۔ اس سے پہلے میر صاحب قرآن کریم کی ترتیب پر حملہ کر کے ایک نئی اور بالکل غلط ترتیب کے رواج پر زور دیا تھا لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمانوں نے عام طور پر اس صدا کو نفرت کے ساتھ سنا۔ اب ان کا عید میلاد پر اس قدر اصرار کرنا ہم نہیں جانتے کہ کیا کچھ رنگ لائے گا۔ کاش میر صاحب اسلامی دنیا کو ان فضول بدعات کی طرف راغب کرنے کے بجائے کسی نیک کام مثلاً اشاعت اسلام کی ترغیب دلاتے تو خیر کوئی بات بھی تھی۔ عید میلاد منا کر ہم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کی سیاسی یا روحانی حیات کو کیا کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

بیجا مصرف

غالباً میر ممتاز علی صاحب کے لئے یہ خبر از حد خوشی کا موجب ہوگی۔ کہ ان کی مزعومہ عید میلاد کو منانے میں اس وقت بھی مسلمانوں کا قدم کچھ پیچھے نہیں۔ بلکہ بمقابلہ دوسری اسلامی تقریبات کے بہت آگے ہے۔ چنانچہ حال ہی میں کلکتہ کے شیخ محبوب علی صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ آپ نے میلاد کی خوشی میں ۴ جنوری ۱۹۱۷ء کو دس بارہ ہزار روپیہ کے صرف سے جو وہ ہر سال خرچ کرتے ہیں۔ تمام عمائدین شہر بشمول سر...

قدامت وید کے خلاف ثبوت

اس سے پیشتر ہم بابا ابو رحمت حسن صاحب میرٹھی کی طرف سے وہ نسب نامہ شائع کر چکے ہیں جو انہوں نے ویدک رشیوں کا تیار کیا ہے اور جس سے پتہ لگتا ہے کہ آریوں کا یہ دعوے کہ وید قدیم ہیں۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی سراسر غلط ہے۔ اب ہمیں ایک اور مراسلت اسی بارہ میں بابا صاحب موصوف کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے "بھرت راجہ کا تواریخی ثبوت" کے عنوان سے خود ویدک منتروں سے یہ ثابت کرتے ہوئے۔ کہ وہ بہت قریب زمانہ کی تصنیف ہیں۔ حامیان قدامت سے کچھ سوال کئے ہیں۔ جو بجنسہٖ ہدیۂ ناظرین ہے گو بظاہر یہ بحث ہمارے ناظرین کے لئے چنداں دلچسپی نہ ہو۔ لیکن چونکہ اس کا تعلق ایک مذہبی مسئلہ سے ہے۔ جس پر روشنی پڑنا فی زمانہ نہایت ضروری ہے۔ اس لئے ایسے اہم مضامین کا اندراج گاہے گاہے وقتاً فوقتاً خالی از فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (ایڈیٹر)

سوال نمبر ا

بھرت راجہ کا تواریخی ثبوت

ہری دوار میں سب سے بلند مرتبہ ایک راجہ گذرا ہے اسکی بابت تمام ہندوستان کی تواریخ اس طرح رطب اللسان ہے کہ بھرت کے باپ کا نام دشینت تھا اور اس کی راج گدی ہری دوار ضلع سہارنپور تھی۔ ایک دن راجہ دشینت شکار کو نکلا شکاریوں کا ہجوم ساتھ لئے ہوئے مالنی ندی پر پہنچا۔ تپوبن کی سیر کی جی میں ٹھنی۔ لشکر سے الگ ہوا۔ کنو رشی کی جھونپڑی پر پہنچا مکان خالی پایا۔ زور سے آواز دی۔ ایک جوان لڑکی برآمد ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ رشی جی پھول پھل لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر میں آویں گے راجہ اس پر فریفتہ ہوا۔ دریافت کرنے لگا کہ تو کس کی بیٹی ہے۔ وہ بولی میں وشوامتر رشی کی بیٹی مینکا اپسرا کے پیٹ سے ہوں۔ میری والدہ مجھے جنگل مالنی ندی پر ڈال گئی تھی۔ کنو رشی مطلع ہونے پر مجھے اٹھا لایا اور پرورش کیا اُس کے اٹھا لانے سے پیشتر سوروں اور گدّوں نے میری حفاظت کی تھی۔ اس وجہ سے میرا نام شکنتلا رکھا۔ اور وہ اس شرط پر راضی ہوئی۔ کہ اس کے پیٹ سے جو راجہ کا لڑکا پیدا ہو۔ راجہ اُسے گدّی بخشے۔ حمل قرار پایا۔ اور راجہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں جا ملا۔ اور اُس کے دل سے شکنتلا کا خیال رفتہ رفتہ گذشتہ ہوا۔ جب کنو رشی واپس آیا۔ تو شکنتلا کو پژمردہ اور یہ بیتہ شگوفہ کھلا پایا۔ کل حقیقت سُنکر اُسکو تسلی دی اور فرمایا کہ تو بے شرم نہیں ہوئی۔ کیونکہ خواہشمند عورت کا خواہشمند مرد سے مل بیٹھنا گندھرو دواہ کہلاتا ہے اور کشتری کے لئے دھرم شاستر میں لکھا ہے۔ (منو ادھیائے ۳ شلوک ۳۲)

رشی کے منوہر بچن سُنکر شکنتلا کی پریشانی دور ہوئی اور رشی کے پاس خوش و خرّم رہنے لگی۔ پورے دس مہینے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ رشی نے اس کا نام سودمن رکھا۔ (یعنی سب کو قابو میں لانے والا)

سودمن جب چھ سال کا ہوا تو ایسا بہادر ہوا کہ جنگلی بھینسے اور چیتے پکڑ پکڑ کر لائے اور اپنے گھر کے سامنے درختوں سے باندھنے لگا۔ یہ دیکھکر کنو بہت خوش ہوا۔ اور اس کی والدہ سمیت اُسے راجا دشینت کے دربار میں لایا۔ راجہ نے بڑی مشکلوں سے گود میں لیا۔ اور اُس کی والدہ کو اپنے محلوں میں جگہ دی۔ سبب یہ کہ وہ اس واقعہ کو قطعًا بھول گیا تھا۔ اور رشی کے یاد دلانے اور آسمان سے ندا آنے سے یاد آیا۔ (مہابھارت آدی پرب ادھیائے ۶۹ تا ۷۵ کا خلاصہ بھاگوت سکند ۹۔ ادھیائے ۲۰ کا خلاصہ)

اس بیان سے راجا بھرت وشوامتر کا حقیقی اور کنو کا اضافی نواسہ ثابت ہوتا ہے۔

بھرت کا عروج

جب بھرت جوان ہوا۔ برہمن اُسکے اور وہ برہمنوں کا ثنا خوان

ہوا۔ باپ کی گدی پر بیٹھا۔ رانی کوسلتیا سے شادی ہوئی۔ حصول اولاد کے لئے یگن کیا۔ یگن کرانے والوں نے مسمات ممتا کا بیٹا بھردواج اُس کی گود میں لا ڈالا۔ اس نے اُسے پالا۔ پرورش کیا (مہابھارت آدی پرب ادھیائے ۹۴۔ بھاگوت سکند ۹۔ ادھیائے ۲۰ کا آخر وشنو پران انش ۴۔ ادھیائے ۲۰)

بھردواج سے درون پیدا ہوا۔ جو کہ پانڈووں اور کوروں کا پروہت تھا۔ (مہابھارت آدی پرب ادھیائے ۶۳ و ۱۳۱) ..... اس بیان سے معلوم ہوا۔ کہ بھرت راجا۔ بھردواج رشی کے والد برہسپتی جی کا ہمعصر تھا۔ اور مہابھارت اُسکے پوتے کے زمانہ میں ہوا ہے۔

بھرت راجا کی بی بی

راجا بھرت کی فضیلت اور شہرت کے اعتبار سے اسکی بی بی بھی دیویوں میں شمار اور دعاؤں میں پکاری جاتی اور مہی یعنی بڑی، امان ویدوالوں میں کہلاتی ہے۔ (رگوید منڈل اول سوکت ۲۲۔ منتر ۱۰ و سوکت ۱۲۔ منتر ۹۔ ملاحظہ ہو)

بھرت کا زمانہ

جبکہ بھرت کی بی بی کو بڑی اماں حدہ ماجدہ کر کے لکھا ہے ویسے ہی بھرت کو گذشتہ زمانہ کا بزرگ کر کے ویدوں میں لکھا ہے۔ ذیل کا منتر ملاحظہ ہو۔

گذشتہ زمانہ میں بھرت نے اے اگنی طاقتور لوگوں کے ساتھ جمع ہو کر خوشی حاصل کرنے کے لئے تجھ سے التجا کی۔ (یعنی یجن کیا) اور اس میں تیری پوجا کی۔ تو جو کہ پوجا کی لائق ہے۔ (رگوید منڈل ۶ سوکت ۱۶ منتر ۴)

اس منتر کی شرح میںساین اچاری وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ گذشتہ زمانہ والا بھرت شکنتلا کا بیٹا ہے۔ جب ساین اچاری جیسا بزرگ اسے گذشتہ زمانہ کا بزرگ شکنتلا کا فرزند قرار دیتا ہے تو ظاہر ہے۔ کہ جس منتر میں اُسے گذشتہ زمانہ کا بتایا گیا ہے وہ اول کم از کم مہابھارت سے بہت مدت بعد کا ہے۔ کیونکہ وہ بھرت مہابھارت سے پیشتر چند سال گذرا ہے اس گذشتہ زمانہ کا لفظ صادق آنے کے لئے اس میں اور اس منتر کی تصنیف کو عرصہ دراز گذرنا چاہئے۔

ہمارا سوال

اس پر ہمارا سوال ان مورخین اصحاب سے یہ ہے جو کہ ویدوں کی تواریخ سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ جب بھردواج رشی اور بھرت کا زمانہ مہابھارت کا قرب پا گیا۔ تو یہ منتر کہ جس میں بھرت کو زمانہ سے منسوب کیا ہے وہ منتر کس زمانہ کی تصنیف ہے۔ آیا ساین اچاری کے سامنے کی یا اس سے کچھ پہلے کی نفس مضمون پر غور فرما کر جواب دیں تاکہ تسلی ہو۔

بہی خواہ زمن۔ بابا ابو رحمت حسن سہراب دروازہ میرٹھ۔

خیر مقدم

حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب اے۔ بی۔ ٹی مسلم مشنری انگلستان

اڑھائی سال یورپ میں "تبلیغ اسلام" کی اعلیٰ خدمات سر انجام دینے کے بعد ہندوستان میں تشریف لاتے ہیں آپ بتاریخ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء بروز منگل ۹ بجے صبح بمبئی میل پر لاہور پہنچیں گے۔ تمام ہمدردان قوم و بہی خواہان ملت و برادران اسلام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وقت مقررہ پر ریلوے اسٹیشن لاہور پر تشریف لاکر اس محترم خادم اسلام کے خیر مقدم میں شامل ہوں اور ان کی معیت میں احمدیہ بلڈنگس پہنچکر انکے مبارک کلمات سے مستفیض ہوں۔

خاکسار مرزا یعقوب بیگ ایل ایم ایس۔ آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدی برادران کو بالخصوص اس مبارک موقع پر تشریف لاکر حضرت مولانا کی ممدوح کے استقبال میں شریک ہونا چاہئے۔ ایسے مجاہدین فی سبیل اللہ کی قدر و منزلت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

ایڈیٹر پیغام صلح

منقولات

غیر مسلموں پر اسلام کے احسانات

ہم اس مضمون میں زیادہ تر ذکر ان اقوام کا کریں گے جو ہندوستان میں رہتی ہیں۔ اور جن سے مسلمانوں کا روزمرہ سابقہ پڑتا ہے۔ اس وقت سیاسی حالات مسلموں اور غیر مسلموں کو متحد الاغراض بنا رہے ہیں مگر مذہباً اسلام اور اہل اسلام سے نفرت و مغائرت میں کمی نہیں ہوئی لیکن ہم سطور ذیل میں مختصراً عرض کریں گے۔ کہ باوجود اس مغائرت و نفرت کے ہندوستان کی غیر مسلم اقوام نے اسلام سے کیا کیا فائدے اُٹھائے ہیں اور باوجود ان احسانات کے وہ ہمیشہ اسلام پر سب و شتم کرتے رہے ہیں تاہم ہم ان پر ناراض نہیں ہم اُن سے ہمیشہ یہی کہتے ہیں:۔

فاصبحتم بنعمته اخوانا

اسلام کی نعمت سے کس طرح اغیار بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ وہ تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں اگرچہ اسلام نے بوقت ضرورت اپنی قوت اخوت کا وہ اثر دکھایا ہے جو مہاجرین و انصار کے مابین رسول اکرم (فداہ روحی) نے بھائی چارہ قائم کر کے دنیا کے لئے ایک نمونہ چھوڑ دیا ہے۔ مال و منال کی ایسی برابر تقسیم جو دو تجارتی حصہ دار بھی نہیں کرتے۔ اسلام ہی کی تعلیم اخوت کا اثر تھا۔ جن انصار کے پاس دو بیویاں تھیں انہوں نے ایک ایک بیوی کو طلاق دیکر اپنے بھائی مہاجر کے عقد میں دے دی۔ تاکہ اخوت میں کسر نہ رہ جائے اگر کسی عزیز انصاری کے پاس ایک ہی جوتا تھا تو اُس نے ایک پیر اپنے مہاجر بھائی کو دیدیا تاکہ اخوت کی گواہی مدینہ طیبہ کی زمین بھی دیدے۔ یہ معیار اخوت کسی سوشلسٹ کے ذہن میں بھی نہیں آیا۔ اگرچہ سوشلزم اسلام کی تعلیم کو غلط سمجھنے کا ہی نتیجہ ہے اسلام نے اس انتہا سوشلزم کو ضرورت نکل جانے پر ترک کر دیا۔ اور جب مہاجرین خود غنی ہو گئے۔ تو انہوں نے انصار کے حقوق ادا کر دیئے جمہور فرانس نے اٹھارھویں صدی کے اخیر میں تین اصول سکھائے۔ حریت۔ اخوت اور مساوات۔ ہمکو اس پر ناز ہے۔ یورپ کو اس پر ناز ہے لیکن کیا تینوں امر اسلام سے مستعار نہیں لئے گئے۔ کیا نپولین پر مسلمان ہونے کا شبہ نہیں۔ مارٹن لوتھر نے کیتھولک مذہب کی انسان پرستی کے خلاف آواز بلند کی۔ کیا اُس پر کفر کے فتوے نہیں لگے اور کیا اُسے مسلمان کہکر بدنام نہیں کیا گیا؟ ہم اپنے مقصد سے دُور نکلے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں دیکھئے۔ گورو نانک جی توحید کا وعظ کہتے ہیں کیا اُن سے پہلے کثرت پرستی کی تعلیم موجود نہ تھی اور کیا اُنھوں نے ہندوؤں کے شکوک کو دبائے رکھنے کے لئے تبلیغ اسلام کا وہی سلوک اختیار نہیں کیا۔ جو اُن سے صدیوں پہلے خواجہ چشت اجمیری علیہ الرحمۃ والغفران نے راجپوتانہ کے ریگستان میں شروع کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ جس جگہ مسلمان کا سایہ پڑ جاتا تھا اسکو آگ سے پوتر یا پاک کر دیا جاتا تھا۔ مگر جوگی کی بھبوت اور بیراگی کی جٹوں نے آگ کی دھونی اور چنگ و سرود کی کشش نے اس راجپوتانہ میں اسلام پھیلا کر چھوڑا۔ اور آج انکی واصل باللہ کا مزار مرجع ہندو مسلم ہے۔ کیا بابا صاحب نے مولوی دھن اسی طریق کو اختیار نہیں کیا۔ اور کیا ان کے وصال پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں تنازعہ نہیں ہوا۔ اور کیا آج ۲۱ لاکھ سکھ پنجاب میں اور چند لاکھ دیگر اقطاع میں اسی بزرگ کی کوششوں کا پھل نہیں ہیں۔ گو وہ ہندو ہیں ابتدائی رسوم میں وہ ہندو ہیں۔ مگر مذہباً وہ ہندو نہیں ہیں مسلمانوں کی طرح بت پرستی کو جائز نہیں جانتے۔ وحدانیت میں وہ مسلمانوں سے بھی خود کو افضل سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہندو ہیں جن میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہوتی ہے قوم و نسل کی قیود دیگر دہ [illegible] کی مشکلات کھلم کھلا اسلام کا اعتراف کرنے نہیں دیتیں۔ مگر راجہ رام موہن رائے آنجہانی اور کب اٹھے [illegible] جب ہندوستان سے اسلامی حکومت کا آفتاب [illegible] ہو رہا ہے اور بنگال میں عیسائی حکومت کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ وہ خدائے واحد کی تعلیم دیتے ہیں اور قومی طبعی [illegible] سمجھتے ہوئے سب مذہبوں سے فائدہ اٹھانے کی [illegible] دلاتے ہیں کیا اسلام تک پہنچنے کے لئے وہ ارتقائی

منتریں قایم نہیں کر سکے۔ کیا برہمو سماج کے دل میں اب اسلام سے وہ نفرت باقی ہے۔ جو کسی خالص ہندو کے دل میں ہے؟ نہیں وہ تو اسلام کی تعلیم پر غور کرتے ہیں لیکچر دیتے ہیں اور خوبیاں بیان کرتے ہیں محمد رسول اللہ کی سوانح عمری لکھتے ہیں۔ وہ اگر کسی برہمو کا دن اسلامی نماز پڑھنے کو چاہے اُسے روکتے بھی نہیں۔ کیا اسلام کے اس زبردست خاموش اثر سے کوئی انکار کر سکتا ہے؟ اسکے بعد سناتن دھرم میں ایک تموج اُٹھتا ہے بت پرستی کی نفرت ایک بزرگ کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ گو اسلام پر اس کا دل نہیں جمتا۔ مگر وہ اسلام سے استفادہ کرتا ہے۔ اور کروڑ ہا سناتنیوں کو بدعقیدہ کہتا اور اُن کو ویدوں کی تعلیم سے جاہل و بے خبر بتاتا ہے۔ اور منطوقان اسلام (وجود و شہود) کے غلط چربے اتار کر بانگ دہل کہتا ہے کہ اسلام کی توحید ویدوں سے حاصل کردہ ہے وید خود توحدانیت کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ تمام دیوتاؤں کو باطل کر دیتا اور ویدوں کی شریعتوں کو نئے معنے پہنا کر اور مت قائم کر دیتا ہے۔ کیا یہ اس شرم و ندامت کا نتیجہ نہیں ہے جو سوامی دیانند جی مہاراج کے دل میں توحید اسلام کی روشنی کو دیکھ کر اپنی قوم کی بت پرستی پر سینہ میں آتش افروز ہوئی تھی۔ ہندو قوم کی عظمت اور خود داری نے یہ تو گوارا نہ کیا۔ کہ اسلام کا اقرار کر لیں اور کرائیں۔ مگر خود کو اور قوم کو توحید کی چاٹ پر لگایا۔ کتنے آریہ بھائی ہیں جو آج اسلام پر اعتراضات وارد کرنے کی غرض سے فرقان حمید اور احادیث نبوی کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان میں اکثر قوم کی بے خبری میں آہستہ آہستہ اپنے مت کی اصلاح کر رہے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو توحید کی تلاش میں آخرکار اسلام سے مشرف ہوگئے۔ آریہ برادران دیگران متلاشیان حق اپنی تاریخ اور اصلاحات کو دیکھیں اور اسلام کی تعلیم سے ملاتے جائیں۔

مکتی فوج سے کون واقف نہیں۔ جو مفید کام اس کے ساتھ ہو کر رہے ہیں۔ ان کا اعتراف اہل ہندوستان بھی کرتے جاتے ہیں اور سلطنت کی توجہ کے لئے تو ایک خاص شعبہ بنگئی ہے۔ یہ نظام کس کا احسان ہے یہ اسلام کے کملی پوش صوفیائے کرام خانقاہ نشین کا فیض ہے۔ ڈاکٹر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی دعوت اسلام لکھے جانے کے بعد عیسائی مشنریوں کو اسلام کے تبلیغی طریقے معلوم ہوئے انہوں نے دیکھا کہ جب اسلام کو وہ ہمیشہ بدترین مذہب کہتے آئے ہیں وہ کسی شاہی امداد کسی زور شمشیر کسی تبلیغی مشن کے بغیر پھیل رہا اور عیسائیت سے زیادہ ترقی کر رہا ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ کی جدید تصنیف پڑھکر اُن کو تحقیق ہوا کہ اسلام ایک زبردست حقانیت ہے وہ دلوں پر ضرور قبضہ کرتی جائے گی۔ اس لئے انہوں نے وہی طریقے اختیار کئے جو مسلمان صوفیائے کرام و اولیائے عظام اختیار کر چکے ہیں اور جنکو اُن کے خلاف سجادگی کی عیش پرستی میں ترک کر چکے ہیں:-

وخلف من بعدهم خلفٌ اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات (دیکھو رکوع ۴ سورہ مریم)

اور ان کے بعد ایسی اولاد آئی جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور شہوتوں کا اتباع کیا۔

گرو کل کانگڑی کا اصول وہی ہے جو صوفیائے سابقین کی خانقاہوں کا تھا۔ اگرچہ پورا چربا نہیں اُترا اور اسلام کی نفرت نے اس اصول کو جدید مغربی رنگ میں ڈبو دیا۔ تاہم گرو کل کے تجرد طلبہ [illegible] درزدانہ پھر کر ان اصولوں کو پھیلا سکیں گے جو مہاتما منشی رام جی چاہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ابن بطوطہ کا سفرنامہ پڑھیں اور اس میں اسلامی خانقاہوں کا حال پڑھیں تو اب بھی وہ گرو کل کو زیادہ مفید بنا سکتے ہیں۔

سچی اینک کانفرنس حقیقتاً تو یورپ اور ہندوستان کی تمام کانگریسیں اور کانفرنسیں اسلام کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں مساجد میں پنجگانہ نماز۔ جمعہ کو جامع مسجد میں شہر والوں کا جمع ہونا اور امام کا خطبہ پڑھنا۔ عیدین کے موقعہ پر دیہاتیوں اور شہریوں کا گلے ملنا اور اماموں کا حسب موقعہ خطبات پڑھنا۔ حج میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا جمع ہو کر ایک خدا کے آگے ایک لباس ایک حالت عجز۔ ایک سجدہ۔ ایک میدان میں عمر بھر کے گناہوں کا اقرار کرنا اور اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے اِدھر اُدھر پھرنا۔ کہیں آہستہ چلنا۔ کہیں ٹھہرنا۔ کہیں دوڑنا۔ شاہ و گدا۔ امیر و غریب۔ مرد و عورت۔ جوان و پیر کیلئے حریت۔ مساوات اور اخوت کے ایسے زندہ سبق ہیں۔ جنہوں نے دیکھنے اور سننے والی قوموں کو اس کثیر اجتماع ندا کے نکات و اسرار پر غور کرنے اور فائدہ اٹھانے پر مائل کر دیا۔

آج ہر ضرورت کے لئے ملت کو جمع کیا جاتا ہے امام مقرر کئے جاتے ہیں۔ خطبے سُنے جاتے ہیں۔ کیا تمام ہندوستان پر یہ اسلام کا احسان نہیں جو انگلستان و یورپ کی تقلید میں ان پر ہوا ہے۔ ذرا اسی لطف کو دیکھئے۔ سچی اسنک کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے پردھان حال ہی میں بمقام لکھنؤ کیا فرما چکے ہیں:-

اے میرے پیارے بھائیو اور میری پیاری بہنو! برہمو سماج ہندوستان بلکہ کل دنیا میں ایک معاشرتی مذہب کے اعلےٰ اصولوں کو لئے ہوئے پیش کیا گیا تھا۔ اس مذہب سے ہم خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں جو یکہ وتنہا ذات انسانی روح کی تکالیف کو دور کر سکتی ہے اس نے ہمکو شاستروں اور معصوم گروؤں کی قید سے آزاد کر دیا۔ اس نے ہمکو اس قابل بنا دیا کہ ہم خدائے پاک سے براہ راست تعلق پیدا کریں اور کسی کو درمیان نہ ڈالیں ...... یہ تقریر ۱۹۳۵ء میں ہوئی ہے۔ ۱۳۳۵ برس پہلے ہی قرآن پاک کیا فرما چکا ہے:-

(۱) اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو الحیّ القیّوم ۝

(۲) من ذا الّذی یشفع عندہٗ الّا باذنہ ۝

(۳) واتخذوا من دون اللّٰہ اٰلھۃً لیکونوا لھم عزًّا کلّا

(۴) ربّ السّمٰوٰت والارض وما بینھما فاعبدہ واصطبر لعبادتہ ط ھل تعلم لہ سمیًّا ۝

(۵) وما لکم من دون اللّٰہ من اولیاء ثم لا تنصرون ۝

(۶) انّ اللّٰہ لہ ملک السّمٰوٰت والارض ط یحیی ویمیت وما لکم من دون اللّٰہ من ولیّ ولا نصیر ۝

(۷) والٰھکم الٰہ واحد۔ لا الٰہ الّا ھو الرّحمٰن الرّحیم ط

(۸) فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۝

یہ آیات محض توجہ دلانے کے لئے تبرکاً درج کی جاتی ہیں ورنہ فرقان حمید وحدانیت کی تعلیم سے لبریز ہے۔ جسقدر شرک کی نفرت و مضرت دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے قرآن مجید نے کی ہے کسی مذہبی کتاب میں نہیں۔

کانفرنس کی مساعی۔ خدا پرستی [illegible] قابل رشک ہونی چاہئیں۔ ہم بھی اس کے کاربردازان کو مبارکباد دیتے ہیں۔ لیکن جب خدا پرستی ہی ان کا مقصود ہے۔ اور خدا سب کا ایک ہے۔ تو وہ قرآن پاک کی تعلیم کو غور سے پڑھیں اب تک اسلام کی روشنی انہوں نے دور ہی سے دیکھی ہے۔ اس کے نیچے بیٹھکر اپنے حق تلاش دلوں کو دیکھیں۔ اسوقت دنیا کی تمام قوموں نے یہ تو تسلیم کر ہی لیا ہے کہ محمد رسول اللہ عرب کے نبی تھے ...... ہم اہل اسلام صرف ایک خدا کو پوجنے والے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کا ایمان ہے:-

انّی ترکتُ ملّۃ قومٍ لا یؤمنون باللّٰہ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون ۝

ہر مسلمان اپنے نبی برحق صلعم (فداہ ابی و امی وروحی) کی اس حدیث پر ایمان رکھتا ہے:-

الدّنیا سجن المؤمن۔ دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔

ہمکو کلام پاک نے بتایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں اپنے دو ساتھیوں کو تعبیر خواب بیان کرنے سے قبل کیا فرمایا تھا۔ ہم وہی الفاظ مقدسہ سچی اسنک کانفرنس اور اس کے صدر کو سُناتے ہیں۔

ءاربابٌ متفرّقون خیرٌ امِ اللّٰہ الواحد القہّار ۝

تازہ خبریں

مولڈیویا میں جنگ ۔لندن ۱۶ جنوری۔ روس کی ایک بےتار سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بریلیا کے جنوب میں روسیوں اور رومانیوں نے اورسٹ تک ترقی کی۔ رومانیوں نے ریگوسا کے جنوب میں دریائے سوتیزا پر غنیم کے دو حملے پسپا کر دیئے۔

ہم نے بریلوف کے علاقہ میں دریائے ڈینیوب کے اندر جہازوں پر گولہ باری کی۔ ہماری ایک آبدوز کشتی نے باسفورس کے قریب دو جہاز غرق کر دیئے رومانیوں کی پسپائی۔ لندن ۱۶ جنوری۔ جرمنی کا ایک بے تار سرکاری بیان مظہر ہے کہ وادی کامینو اور سوشیا میں غنیم کے حملے ناکام رہے۔ جوابی حملہ نے رومانیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ جہاں وہ ایک جگہ پر اندر گھس آئے تھے ہمارے آتشبار رسالے نے زبردست روسی فوجوں کو آ [illegible] مار بار [illegible]

دونوں جانب حملے کر رہے تھے۔

آتشزدگی سے ۲ ۱/۲ لاکھ کا نقصان :۔ منگل کی سہ پہر کو کاسی پور کے وسیع کارخانہ میں جہاں جوٹ کے گٹھے تیار کئے جاتے ہیں۔ آگ لگ گئی۔ گودام میں جس کا طول ۲۷۵ فٹ اور عرض ۷۵ فٹ ہے آتشزدگی کے وقت قریباً ۶ ہزار جوٹ گٹھے تھے۔ اور بہت سا کھلا مال موجود تھا جد وجہد کے بعد بمشکل آگ فرو کی گئی ۲ ۱/۲ لاکھ روپیہ کے نقصان کا اندازہ کیا گیا ہے۔

ایک عورت کی خانہ تلاشی :۔ محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی بنگال نے چند روز ہوئے کلکتہ میں بیرھوم کی ایک عورت کی خانہ تلاشی لی۔ جہاں سے بازر کی وضع کے ۷ طمنچے اور ۱۰۰ کارتوس برآمد ہوئے۔ جو کمرے کے فرش کے نیچے ایک صندوق میں بند کر کے رکھے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ طمنچے اور کارتوس اس مسروقہ مال کا ایک حصہ ہیں جو سال گذشتہ میں روڈا اینڈ کمپنی کی دوکان سے چرایا گیا تھا۔ اس عورت کے ساتھ ایک بنگالی نوجوان بھی گرفتار کیا گیا ہے۔

دنیا کے اخبارات کی کانگریس ،۔ نیوساؤتھ ویلز (آسٹریلیا) کی حکومت نے تمام دنیا کے تمام اخبار نویسوں کو دعوت دی ہے کہ وہ سال آئندہ بمقام سڈنی کانگریس کے اجلاس میں شریک ہوں مسٹر سولیمز وزیر اعظم نیوساؤتھ ویلز نے واکٹر ولیمز صدر کانگریس سے استدعا کی تھی کہ ۱۹۱۸ء کی کانگریس سڈنی منعقد کی جائے جسے موخر الذکر نے قبول کر لیا۔

دیتا ہے۔ نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجا ست

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا - ﴿﴾ - ایها الناظرون کتاب وسنت وغیرہا سے ثابت ہوچکا ہے۔ کہ پیشگوئی اسمہ احمد کی خاص نبی کریمؐ ہی کے لئے ہے مگر صاحبزادہ صاحب کا اصرار بدستور چلا جاتا ہے مگر معہذا اب یہ بھی لکھنے لگے ہیں کہ یہہ اجتہادی مسئلہ ہے - میرا اجتہاد یہی ہے - اور پیشینگوئیوں کی تعیین میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ اول تو یہہ زور وشور پھر یہہ اجتہادی مسئلہ ؎ بہ بیں تفاوتِ راہ از کجا ست تا بکجا ۔ اس کا جواب کافی وشافی قول مجید - اظہار النصائح میں ہوچکا ہے - آگے رہا اجتہاد یا مذاق کسی شخص کا سو واضح ہو کہ وہ بمقابل نصوص واحادیث مثل انّ لی اسماء انا احمدؐ ومحمدؐ وغیرہ کے اور بمقابل مذاہب صحابہؓ تابعین وتبع تابعین ومفسرین ومحدثین اور خود مذہب حضرت میرزا صاحب کے کیونکر قابلِ قبول ہوسکتا ہے۔ جبکہ آیت مذکورہ یہہ حکم کرتی ہے۔ کہ ایسے مجتہد کا انجام وہ ہے جو آخر آیت میں مذکور ہے اور راول من وقاس کا مصداق ہے۔ اب رہے وساوس اور شبہات سو وہ تو اس قدر ہیں کہ اُن کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی - اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو شروع کیا ہے تعوذ اور استعاذہ کے ساتھ اور ختم بھی فرمایا ہے تعوذ کے ساتھ - قرآن مجید تو ما بین الدفتین بھی ہے اور ما بین الدفتین سے باہر تمام وساوس اور شبہات ہیں - جو مصداق ہیں ظهر الفساد فی البرّ والبحر کے جن کا شمار نہیں ہوسکتا ہے۔ نبی کریمؐ کا نام تو حضرت آدم سے لیکر اور قیامت تک روز قیامت میں بھی ما بین الانبیاء ایسا مشہود ہے کہ بوقت شفاعت کبریٰ کے بھی

بدینوجہ حضرت عیسےٰؑ کی بشارت میں فارقلیط کا لفظ وارد ہوا۔ کہ یہود اور نصاریٰ نے جو بالتفاق اپنے مذہبوں کی رو سے اُنکو ملعون قرار دیتے ہیں وہ نبی اور رسول جب مبعوث ہوگا - میری تطہیر یعنے مدح کریگا - اور مجھکو اس لعنت سے جو دونوں کے مذہبوں میں ہے بری کردیگا - اس لحاظ سے بھی وہ احمدؐ ہوگا - پس فارقلیط لفظ کا معنے احمدؐ کے ہونا لازم آیا - ایک اور وجہ اس امر کی بھی پیدا ہوگئی کہ حضرت عیسیٰؑ نے لفظ فارقلیط یعنے احمدؐ کو کیوں اختیار فرمایا - پس حضرت مسیح موعودؑ کی تحقیقات دوسرے نکتہ سے بھی ثابت شدہ صداقت رہی - پس اب فارقلیط کے معنے جو متضمن یعنے احمدؐ کو ہیں اُس سے انکار کی کوئی وجہ باقی نہ رہی ۞ وهو المدعا ۞

نصیحت

اگرچہ ہم کو بسبب سندت عناد اور عداوت اہالی قادیان کے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ جب یہہ لوگ نصوص بیّنہ کتاب وسنّت اور ایسے اجماعی مسئلہ کو دیکھو نمبر ۷ سلسلہ حوالہ کتب حضرت اقدس کو جس میں صحابہؓ سے لیکر مسیح موعود تک کل امت محمدیہ داخل ہے۔ اُسی کو تسلیم نہیں کرتے تو قرآن مجید کے اسرار اور معارف اور دقائق وحقائق کو کب تسلیم کریں گے۔

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ۔۔۔ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

تاہم امید ہے۔ کہ کوئی سلیم القلب انسان ایسا بھی نکل آوے - کہ اس آیت بشارت کے نکتۂ معرفت کو جو بلاغت قرآن مجید کے متعلق ہے تسلیم کرلیوے - اول ہم تفسیر کشاف کی عبارت کو لکھتے ہیں - والمعنی ارسلت الیکم فی حال تصدیقی ما تقدم منی (من التوراة) وفی حال تبشیری (برسول یاتی من بعدی) یعنی ان دینی

التصدیق بکتب اللّٰہ و انبیائہ جمیعًا ممّن تقدم و تاخر

ظاہر ہے کہ اس آیت کے اول میں تصدیق صرف توراۃ کی کی ہے۔ اور تبشیر صرف ایک رسول کی جو موصوف ہے دو صفتوں یأتی اور احمدؐ کے ساتھ۔ قرآن مجید کی عادت ہے۔ کہ کسی عظیم ترین یا مشہور ترین اشیاء کو ذکر فرماکر مابقی اشیاء کو ترک فرما دیتا ہے۔ تا حسب قواعد علم بلاغت کے جو ما قلّ و دلّ کی طرف ناظر ہیں۔ اُن کا حکم بھی اُس مشہور ترین اور عظیم ترین میں داخل ہو جاوے۔ اسی قاعدہ کی بلاغت کی رو سے اپنے پیشتر کے جملہ صحائف اور کتب میں سے صرف توریت کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ یہی کتاب اشہر و اعظم الکتب ہے۔ جو مصداق ہے۔ یحکم بہا النبیون کی۔ اب رسول سے مراد جس میں تنوین تعظیمی موجود ہے۔ کوئی رسول عظیم الشان ہی کو مراد ہو سکتا ہے جو مصداق ہو

نام احمدؐ نام جملہ انبیا است　　　چونکہ بیامد صد نود ہم پیش ماست

نہ ایسا کوئی رسول جو خود کہہ رہا ہو۔ سے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اور اگر رسول بھی مانا جائے۔ تو لغوی معنے کر کر۔ یا اگر لغوی سے بھی بڑھ کر ہو۔ تو ایک امتی ضرور ہو۔ جو ماتحت ایک رسول کے ہو کر اُس کی غلامی کے ساتھ فخر کر رہا ہو۔ اور اگر غلام بھی نہ ہو تب بھی اشہر الرسل تو ہرگز نہ ہو سکتا ہو۔ تو اندریں صورت اول تو قرآن مجید کی بلاغت اور فصاحت پر ایک سخت حملہ کرتا ہے۔ ثانیاً حضرت عیسٰی کی ایک قسم کی حقارت بھی ہوتی ہے۔ کہ انھوں نے اوّل تو ایک ایسے رسول کی تصدیق کا ذکر فرمایا۔ جس کی کتاب اشہر اور اعظم الکتب تھی اور پھر ایسی گر گئی۔ کہ اس رسول کی بشارت کو ذکر کیا جو کہہ رہا ہے کہ نیاوردہ ام کتاب۔ اور بشارت عیسوی میں کتاب اللہ کا ذکر تک

نہیں۔ اس میں نہ حضرت عیسٰی کی بشارت میں کچھ عظمت واقع ہوئی اور نہ خود حضرت عیسٰی کی کوئی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سمجھ لو۔ کہ ایک شخص تو تمکو بشارت دے کہ فلاں سخی زمیندار تمہارے پاس آویگا۔ اور دوسرا یہ بشارت دیوے کہ ہمارے پاس ایک سخی بادشاہ آویگا۔ اور تیسرا یہ بشارت دے کہ تمہارے پاس ایک سخی شاہنشاہ آویگا۔ تو عقل کی رو سے بھی اُسی تیسرے مبشر کی عظمت اور اس کی بشارت کی بھی عظمت ذہن میں آویگی۔ جو سخی شاہنشاہ کے آنے کی بشارت دے رہا ہے۔ اور خاصکر جبکہ اوّل مشہور ترین کتب اور مرسل الیہم کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر ایسے شخص کی بشارت بیان ہو۔ جو ایک غلام احمدؐ ہو۔ اور اصلی و حقیقی احمدؐ بھی نہ ہو۔ اور پھر اسکی بشارت میں یہ غلطی بھی کی جاوے۔ کہ لفظ غلام کا حذف کر کر اُس کو احمدؐ ہی کہا جاوے۔ قطع نظر مخالفت علم بلاغت کے کس قدر ایک لغو بشارت ہوئی جاتی ہے۔ جو عقل کی رو سے بھی کوئی انسانی عقل تجویز نہیں کر سکتی پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ بشارت اس عظیم الشان رسول کی ہے جو بین الانبیاء اعظم ہے۔ جس پر تنوین تعظیم کی دلالت کرتی ہے اور وہ بین الانبیاء مشہور ترین رسول ہے۔ اور اُس کی کتاب بھی توریت موسٰی سے اس قدر اشہر و اعظم الکتب ہے۔ جس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر وہ رسول اور اسکی کتاب بین الانبیاء مشہور تر اور عظیم تر نہیں۔ تو پھر اُس کی بشارت دہی سے مخاطبین کو کونسا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جسکو کلام مفید کہا جا سکے۔ علم نحو کی رو سے تو یہ جملہ خبریہ مفید بھی نہ ہوا۔ جسکو جملہ خبریہ بھی کہہ سکیں ایک لغو کلام غیر مفید ہو گیا اور پھر اُس پر علاوہ اس کے اسماء میں سے صرف احمدؐ کا ہی ذکر کیا ہے جو تمام انبیاء ماسبق پر فضیلت کا ثبوت

(۳۱) حمامۃ البشریٰ۔ صفحہ ۸۳۔ فلا تظن یا اخی انی قلت کلمۃ فیہ رائحۃ ادعاء النبوۃ۔

(۳۲) جنگ مقدس صفحہ ۶۷۔ میرا نبوت کا کوئی دعوٰی نہیں یہ آپکی غلطی ہے
(۳۳) شہادت القرآن صفحہ ۲۸۔ وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں گے جن میں ظلی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہونگی۔
(۳۴) انوار الاسلام صفحہ ۳۴۔ اور اگر یہ اعتراض ہے۔ کہ نبوت کا دعوٰی کیا ہے۔ اور وہ کلمہ کفر ہے۔ تو بجز اسکے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔
(۳۵) راز حقیقت صفحہ ۱۶۔ اسلام میں آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
(۳۶) کشف الغطا صفحہ ۴۶۔ اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
(۳۷) ایام الصلح صفحہ ۱۴۶۔ ہمارے نبی صلعم کا خاتم الانبیا ہونا ہی حضرت عیسیٰ کی موت کو چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔
(۳۸) ایضاً۔ صفحہ ۱۵۲۔ لا نبی بعدی کہکر نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا
(۳۹) اربعین نمبر ۳۔ صفحہ ۲۵ حاشیہ۔ رسول اور نبی کا لفظ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔
(۴۰) اعجاز احمدی۔ صفحہ ۷۔ بلکہ ہمارے نبی صلعم کے لئے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں اور قیامت تک ہوں گے۔
(۴۱) الوصیۃ صفحہ ۱۰۔ پس اس طرح پر بعض افراد امت نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔
(۴۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۔ مگر ظلی نبوت جسکے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی

اول آدم آخر شان احمد ہست	اے خنک آنکس کہ بیند آخرے
انبیا روشن گہر ہستند لیک	ہست احمد زاں ہمہ روشن ترے
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال	لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

(۶۳) توضیح مرام۔ صفحہ ۱۳۔

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم	آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
گر چہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال	چوں دل احمد نمی بینم دگر عرش عظیم

(۶۴) اشعار حضرت صاحب

آنکہ او را ظلمتے گیرد براہ	نیستش جز سوئے احمد عذر و راہ
(۶۵) تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد	تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
(۶۶) ہیچ ظاہر گز مکن شاداں دل تاریک را	آنکہ او افکر دیں احمد مختار نیست
(۶۷) احمد آخر زماں کو اولیں را جائے فخر	آخریں را مقتدا و ملجاء کہف و حصار
(۶۸) بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست	ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
(۶۹) شرک و بدعت سے ہم بیزار ہیں	خاک راہ احمد مختار ہیں

(۷۰) لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶۔ اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلعم اسی غرض سے ہیں۔
(۷۱) تحفہ گولڑیہ۔ صفحہ ۹۶۔ جس کا نام (یعنی میرا) آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے۔
(۷۲) اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۳۔ ہمارے نبی کریم صلعم کے دو نام ہیں یعنی ایک محمد اور ایک احمد۔
(۷۳) تریاق القلوب اشتہار واجب الاظہار صفحہ ۱۶۔ اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی کریم صلعم کے دو نام تھے ایک محمد صلعم۔ دوسرا احمد صلعم۔
(۷۴) ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۲۔ بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور

سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی +

(۴۳) الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶ ۔ مع ذالك ذكرت غیرمرّة انّ الله ما اراد من نبوّتی الاكثرة المكالمة والمخاطبة و هو مسلم عند اكابر اهل السنة فالنزاع لیس الا نزاعًا لفظیًا فلا تستعجلوا یا اهل العقل و الفطنة و لعنة الله علی من ادعی خلاف ذالك مثقال ذرة ومعها لعنة الناس والملئكة +

(۴۴) ایضًا ۔ صفحہ ۱۴ ۔ فلیس حق احد ان یدعی النبوّة بعد رسولنا المصطفٰی علی الطریقة المستقلة ومابقی بعدهٗ الا كثرة المكالمة ..... وسمّیت نبیًّا من الله علی طریقة المجاز لا علی وجه الحقیقة ۔

(۴۵) مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۷ ۔ یہہ تمام الفاظ نبی وغیرہ حقیقت پر محمول نہیں بلکہ لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے +

(۴۶) مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳ ۔ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت کرتے ہیں ۔ اور لا الٰه الا الله محمد رسول الله کے قائل ہیں ۔ ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولائت ..... اس کے ہم قائل ہیں ۔ اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے ..... صرف ولائت اور مجددیت کا دعویٰ ہے ۔

(۴۷) مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۲۳۳ ۔ یہہ الزامات منکر لیلۃ القدر معجزات ومعراج ودعویٰ نبوت وختم نبوت یہ سب الزامات باطل اور دروغ محض ہیں ۔ میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے

(۴۸) آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۲ ۔ اسمہ احمد کی پیشگوئی کو حضرت نبی کریم صلعم پر چسپاں کیا ہے ۔ اس آئت سے وفات حضرت عیسےٰ ثابت کی ہے ۔

(۴۹) نجم الھدیٰ صفحہ ۱ ۔ اور اُس کے رسول امّی پر درود وسلام ہو ۔ جس کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے +

(۵۰) ایضًا ۔ صفحہ ۴ ۔ اور یہ دونوں اسم (محمدؐ و احمدؐ) ہمارے نبی صلعم کے لئے ابتداء دنیا سے وضع کئے گئے ہیں +

(۵۱) تحفہ گولڑیہ ۔ صفحہ ۹۶ ۔ میرا نام مجازی طور پر احمد ہے +

(۵۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۴-۱ سے احمدؐ ۔ یہ نام میرا ظلّی طور پر ہے +

(۵۳) اعجاز المسیح صفحہ ۱۰۵ ۔ خدا تعالےٰ نام نبی ما محمدؐ و احمدؐ نہاد و این ہر دو نام نہ عیسےٰ را داد نہ موسےٰ را ۔

(۵۴) حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۴ ۔ برتر گمان ووہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

(۵۵) آئینۂ کمالات اسلام صفحہ ۳۹۳ ۔ ہیں غلام سید انام احمدؐ مصطفےٰ صلعم کا ہوں

(۵۶) دافع البلاء ۔ صفحہ ۲۰ ۔ جو غلام احمدؐ ہے ۔ یعنی احمدؐ کا غلام ۔ ؎

زندگی بخش جام احمدؐ ہے ۔	کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے ۔
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا	سب سے بڑھکر مقام احمدؐ ہے
باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا	میرا بستاں کلام احمدؐ ہے ۔
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اُس سے بہتر غلام احمدؐ ہے ۔

(۵۷) براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۸۸ ۔ میرے نام غلام احمدؐ سے ظاہر ہے ۔

(۵۸) الہام حضرت صاحب ۔ غلام احمد کی جے +

(۵۹) ازالہ اوہام ۔ صفحہ ۱۸۵ ۔ کشفی طور پر میرا نام غلام احمدؐ رکھا گیا +

(۶۰) مصرعہ حضرت صاحب ۔ احمدؐ اگر ندیدی بنگر غلام احمدؐ ۔

(۶۱) نجم الھدیٰ ۔ صفحہ ۴ ۔ اور اُس کا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے احمدؐ و محمدؐ ہوا ۔

(۶۲) اشعار حضرت صاحب ۔ احمدؐ آخر زماں کز نور او ؛ شد دل مردم زخورتاباں ترے

نومریدانِ اسلام

(از ایک دردمند دل کی خونابہ فشانی)

اگراز داغ فراق تو کنم شکوہ مرنج
بیدلم صبر جگر دار ندارم چہ کنم

دل نہیں چاہتا کہ عنوان بالا پر کچھ لکھوں کیونکہ لکھتے ہوئے بہت سی باتیں ایسی بھی آجائینگی۔ جو بعض ناظرین کیواسطے سوہان روح ہوں گی مگر رہا بھی نہیں جاتا۔ کیونکہ نہ لکھنا بھی سوہان روح ہے +

اپنی کمزوریوں کا اظہار قلم اگرچہ رُکتا ہے لیکن ہاتھ نہیں رُکنا چاہئے۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ دل پر وہ صدمہ ہے۔ جو مشکل سے بیان ہوسکتا ہے۔ لوگ عادی ہیں کہ اپنے مُنہ سے اپنی تعریف کریں ہم چاہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے اپنی کمزوریوں اور اپنی ناگفتہ بہ تحریکات کا خاکہ کھینچکر دکھائیں ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اس پر بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور رہ بھی نہیں سکتے۔ ہمیں اکثر لوگ یہ الزام دیںگے کہ ہم خود اپنے ہی مُنہ سے اپنی تذلیل کرتے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی گردن پر چھُری رکھتے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہے۔ مگر ہمارا اس میں کیا قصور اور کیا گناہ ہے ہماری فطرت ہی ایسی ہوگئی ہے۔ ہماری سیرت کا خاصہ ہی یہ ہے۔ ہماری تربیت کا بڑا عنصر یہ ہے کہ ہم اپنی تذلیل آپ ہی کریں۔ اگرچہ ساری دُنیا کے اور حصوں میں کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ مگر ہم یہ دِل وگُردہ نہیں رکھتے۔ کہ اوروں کی طرح پنبہ بگوش اور کلید بہ دہن رہیں۔ ہماری کشادہ دلی اور ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ساری دنیا میں اُس کی منادی کریں۔ کیونکہ جب ہم اس مرحلہ پر آتے ہیں تو ہمارا فرض یہ ہوجاتا ہے۔ کہ جہاں تک ہوسکے۔ دامن عیب جوئی فراخ کرتے جائیں اگرچہ ہم خود صدہا عیوب اور کمزوریوں میں مُبتلا ہوں۔ مگر یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ ہم دوسرے کا عیب اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھکر خاموش رہیں۔ یہی ہمارا اسلام ہے۔ اور یہی ہمارا ایمان ؎

آتشیں ما نے شود خاموش
تفتہ از زبان [illegible] ما

قرآن کو پس پشت ڈالدیا اگرچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ "وقولوا للناس حسنا ویسئلونك ما ذا ینفقون۔ قل العفو و الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس وقولوا لهم قولا معروفا۔ اواصلاح بین الناس" وغیرہ

لیکن قرآن مجید کی آیتیں اسواسطے نہیں ہیں۔ کہ ہم اُن پر عمل کریں اول تو باوجود اسقدر لمبے چوڑے دعاوی کے ہم نے قرآن مجید کبھی پڑھا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ عرب میں اُترا اور ہم ہندوستان کے رہنے والے اور دوسرے یہ کہ اگر ہم اُسپر بھی عمل کریں تو ہماری خودغرضی کا حشر کیا ہوگا۔

نومریدان اسلام سے ہمارا سلوک ہندوستان کی دھرتی میں ہر طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذہب میں شامل ہوں۔ مسلمانوں میں بھی یہ ولولہ ہے اگرچہ اسلام کی اس میں ایک خصوصیت تھی مگر جہاں دوسری خرابیاں اسکے حصّہ میں آئی ہیں وہاں اس طرف سے بھی کساد بازاری ہے اور خاصکر یہ مصیبت روز بروز گلوگیر ہے۔ کہ

(۱) نومریدان اسلام یا نومسلموں کا شیرازہ درست نہیں رہتا۔

(۲) نومریدوں یا نومسلموں کے واسطے کوئی ایسا ملجا نہیں ہے۔ جو اُن کی آسائش کا موجب ہو سکے۔

(۳) شروع ہی میں نومریدان اسلام سے اس قسم کی توقعات رکھی جاتی ہیں۔ کہ جو خود پُرانے مُرید بھی پوری نہیں کرتے۔

(۴) ان سے عموماً ایسا سلوک ہوتا ہے۔ جو انسانی فطرت کے ایک حد تک منافی ہے۔

(۵) ان کی بعض کمزوریاں فرقہ بندی کے تحت گناہ کبیرہ شمار ہوتی ہیں۔

(۶) بجائے اس کے کہ متفقہ کوشش کے تحت اُنکی اصلاح کی جائے۔ کاوشانہ پہلو سے اُنکی اشاعت کی جاتی ہے اور تکلیف دہ خوردہ بینی سے اُن کی تخریب کی جاتی ہے۔

ایک بڑی مشکل ایک بڑی بھاری یہ مشکل ہورہی ہے۔ کہ جو فرقہ مسلمانوں میں سے کسی کو مسلمان کرتا ہے۔ دوسرا فرقہ اُسکے مخالف ہوتا ہے۔ اُسکو مسلمان نہیں جانتا۔ اور نہ اُس کی تکریم ملحوظ رکھتا ہے۔ ایک نومرید کے واسطے یہ ایک سخت مشکل ہے۔ ایک نومرید کلمہ پڑھکر جب اسلامی منزل میں داخل ہوتا ہے۔ تو ہر دروازہ سے اُسے یہ آواز آتی ہے۔ کہ اگر تم اس دروازے سے نہ گذرے تو تمہارا کلمہ پڑھنا فضول اور عبث ہے یہ مختلف آوازیں ایک نومرید کے واسطے مایوسی اور بےلطفی کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی پر بس نہیں ہوتی۔ ہر فرقہ ایک بُرے طریقہ سے ایسے نومریدوں کو کوسنے لگتا ہے۔

اسلام پر کفر کا غلبہ جب بسم اللہ اور کلمہ کی یہ حیثیت اور یہ طاقت رہ گئی ہے۔ تو پھر کسی نومسلم اور نومرید کی مایوسی اور مشکلات پر کیوں تعجب اور افسوس نہ کیا جائے۔

کلمہ پڑھنے پر رسول عربی کی تسلیم اور اقرار وحدت خدا پر بھی کوئی بدقسمت مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ ایک بدقسمت گھر بار چھوڑتا ہے۔ کُنبہ سے جُدا ہوتا ہے۔ رشتے ناطے سے الگ ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کی فرقہ بندی میں آکر کافر کا کافر رہتا ہے اسلام پر کفر ایسا غالب آیا ہے۔ کہ باوجود کلمہ پڑھنے۔ موحد ہونے کے بھی کفر کی سیاہی دُھلتی نہیں۔

نومریدوں سے ہماری توقعات جب کوئی غیر مذہب کا آدمی مسلمان ہوجائے تو ہمارے نقطۂ خیال کا پیمانہ یا پارہ یہانتک بڑھ جاتا ہے۔ کہ ہم اُس کی نسبت یہ قرار دیتے ہیں کہ اُسکی حالت ملائکی کیفیت۔ تہذیبی حقیقت۔ تدین معادی صورت۔ دائرہ انسانیت سے گذر کر فرشتوں تک جا پہنچے۔ اُن کی ذات میں کوئی بھی بشری نقص نہ رہے وہ اسلام لاتے ہی مادرزاد معصوم ہوجائیں۔ نہ تو اُن سے کوئی اضطراری غلطی سرزد ہو۔ اور نہ ارادی جو لوجہ نسلی یا پُرانے یا سال خوردہ مسلمانوں کا ہے۔ مناسب اُن پر رکھا جائے۔ وہ ولی ہوں قطب ہوں۔ ابدال ہوں۔ فرشتہ ہوں۔ کروبی ہوں۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہ خداتعالےٰ کی بخشش رحمت ان کے مقابلہ میں قطعاً مسدود ہو اور در توبہ بند۔ اگرچہ خود ہم باوجود اس قدامت اور دعوئ سعادت کے انواع واصناف کی سرتا پا کمزوریوں اور اغلاط میں غرق ہوں اور ہمارے واسطے در رحمت اور باب توبہ کھُلا ہو۔ اور ہمارے لئے یہ فضل ربانی بھی ہو۔ اور ہم رسول کریم کی شفاعت کے متوقع بھی ہوں۔ مگر نومریدوں اور نومسلموں کے لئے اس میں سے کچھ حصّہ میسر نہ ہو۔ تھوڑی سی لغزش یا وضعداری کمزوری پر بھی ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک شور وشغب کا ڈنکہ بجادیا جاتا ہے کہ "دیکھو فلاں ذات شریف باوجود نومرید نومسلم ہونے کے اس فعل کا مرتکب ہوا۔ یہ کمزوری رکھتا ہے یہ گناہ اُس سے سرزد ہوا"۔

موجودہ مسلمان ایک نومسلم کی نظر میں ہائے اسلام سے انحراف۔ شعائر اسلام سے لاپرواہی۔ یہ غضب۔ اگر کوئی نومرید نومسلم شامت اعمال سے یہ کہہ اُٹھے تو کیا وہ حق بجانب نہ ہوگا کہ میاں آخر میں بھی بشر ہوں الانسان مرکب من الخطاء والنسیان ہوں فرشتہ تو نہیں ہوں نبی تو نہیں ہوں۔ میرے واسطے بھی باب توبہ ورحمت کشادہ ہے میری طرح تم میں سے بھی تو صدہا کیا ہزاروں باوجود ادعائے کرامت اور قدامت اسلام ایسی کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔

جہاں تم ہمیں مسلمان بناتے ہو۔ وہاں تمہارا فرض یہ بھی تو ہے کہ ہمیں اس کرامت اور اس قدامت کا کوئی اُسوۂ حسنہ اور نمونہ بھی تو دکھاؤ کوئی عملی نظیر بھی تو ہو۔ ہم خاطی۔ ہم عاصی۔ تم اپنے گریبان میں بھی تو مُنہ ڈالکر دیکھو تم خود بھی تو کہو کہ تمہاری قدیم سرزمین میں رنگ اسلام اور کیفیت ایمان کیا ہے .... مانا کہ تم سابقین میں سے ہو۔ اور تمہاری سبقت واجب التعظیم ہے مگر تمہاری زندگیوں میں سے بھی تو ہماری طرح یا ہم میں سے بعض کیطرح بعض یا چند زندگیاں جوابدہ اور ذمہ وار ہیں کیا تم اُنکی بھی اسیطرح تشہیر اور تذلیل کیا کرتے ہو اور کیا اخوت کا یہی بدلہ دیا کرتے ہو۔ اور کیا تمہاری نگاہوں میں اُنکی بھی یہ رفعت ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ قرآن مجید میں بیسیوں دفعہ نماز کا حکم آیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ نماز ہی سکروں اور مسلمانوں کے درمیان فرق ہے۔ اور سید الشعائر بنی صلواۃ ہے اور سب سے اول اسی کی پرسش ہوگی "اولیں پرسش نماز بود"۔ کیا تم میں سے بڑی بڑی ہستیاں جن پر تمہیں اسقدر فخر ہے جو اس وقت تمہاری قوم کے سربرآوردگان ہیں۔ اور جنہیں قوم اور مذہب کا ایک عظیم الشان ستون کہا جاتا ہے جو کرسئ صدارت پر بڑے بڑے بول بولتے ہیں۔ اور جنکی تعریف میں بہت کچھ رٹا جاتا ہے۔ وہ بھُولے سے بھی اسکے پابند نہیں ہیں۔ پابند کیا معترف بھی نہیں کیا بڑی بڑی مجلسوں۔ موقعوں۔ کانفرنسوں۔ جلسوں اور لیگوں میں کوئی اسکا نمونہ بھی دکھاتا ہے کیا اس بے توجہی پر کبھی کسی نے کچھ کہا بھی اور کبھی کسی نے نوٹس بھی لیا۔ ان اسلامی کانفرنسوں اور لیگوں میں کتنے ایسے ہیں جو نماز کے وقت لیکچر چھوڑکر اُٹھتے ہوں۔ اور اگر نہیں اُٹھتے تو کتنوں نے اُن سے اس کا ذکر تک بھی کیا۔ تذلیل اور تشہیر تو جُدا رہی۔ بڑی بڑی تقریریں کرنیوالے۔ بڑی بڑی زندگیاں بلکہ جوابدہ ہیں۔ عمل تو کجا بعض اُن میں سے سرتسلیم بھی خم نہیں کرتے بہوسو تعریفیں کیجاتی ہیں اور باوجود اسکے انہیں مسلمان اور مومن سمجھا جاتا ہے۔ اور انہیں عزت دیجاتی ہے۔ اور اُن کی تذلیل نہیں کی جاتی .... اگرچہ تم اپنا محاسبہ [illegible] کو بھی کچھ عبرت ہو۔ گو کہ محبت میں گناہ ہے لیکن [illegible] تم صاحب کرامت [illegible] قدامت آلودہ ہوتے ہو۔ تو اس کا کچھ [illegible] نہیں ہوتا اور جب ہم میں سے کوئی تو گرفتار ہوکر بھی آلودہ [illegible] تو ایک شور برپا کردیا جاتا ہے۔ کیا اسلام اور قرآن [illegible] فیصلے ہیں اور کیا شریعت دو رُخ رکھتی ہے۔

ہمارے اسلام پر یہ شکوک اور یہ شبہات اور ہماری کمزوریوں [illegible] پر نوٹس۔ اور اپنی بعض کرتوتوں سے یہ چشم پوشی۔ کیا یہ انصاف [illegible] یہی دعوئے اخوت ہے۔ بجائے اسکے کہ آپ لوگ بُردباری [illegible] ہماری اصلاح اور استقامت کا باعث ہوں ہمارے ساتھ یہ سلوک [illegible]

"این کار از تو آید مسلم چنیں کنند؟"

ہمیں اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف اور ہم [illegible] تائب۔ مگر اس کا کیا علاج ہے۔ کہ اختلاف اسکولز کی [illegible] ہماری بابت مختلف حواشی لگائے جاتے ہیں ہم نے تو کلمہ [illegible] رسول صلعم کا کچھ کر پڑھا تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ [illegible] مختلف تعبیرات ہوگئی ہیں اور اسپر خدانخواستہ اعتبار نہیں [illegible] باہمی کاوشوں کی وجہ سے ہماری دورکدہی [illegible] کی جاتی [illegible] بھی پایۂ اثبات سے گراکر سخا ز نفی لا یا [illegible] ہمارے [illegible] نہیں آتا کہ ہم کیا کریں۔ اور ہمارا حشر حشر میں کیا ہوگا [illegible] امید ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم ہمارے واسطے [illegible] لیکن ان دھرم بکھیڑوں سے ہماری جان عذاب میں ہے [illegible] سخت حیران ہیں۔ کہ کس گروہ میں شامل ہوں۔ اور ہمارا کون [illegible] ہے اور ہماری اخوت کا سلسلہ کس کس سے ملتا ہے۔ اور اگر [illegible] سے ہماری اخوت کسی سے نہیں ہے۔ اور ہم ایک گنڈی [illegible] تو ہم اپنی نسبت کچھ اور سوچ سکیں۔

ہمیں کافر کہو۔ مرتد کہو۔ لیکن خدا کیواسطے ہمارے [illegible] وہ باب بند نہ کرو۔ جو تمام مسلمانوں کے لئے کھُلا ہے [illegible] جادۂ مغفرت سے بےراہ نہ کرو۔ جس کے اور مسلمان [illegible] ہیں۔ "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین" ہیں ہم بھی حصّہ دار ہیں۔

کمزور روحیں یہ ہم بھی جانتے ہیں اور تم بھی [illegible] نہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے بعض کمزور روحیں امتحان [illegible] نہیں اُترتیں۔ جدت قدامت کا کوئی سوال نہیں [illegible] صرف ہمیں ہی جو نشانہ بنایا جاتا ہے اس کی وجہ صرف [illegible] لغزشیں ہی اس کا موجب نہیں ہیں بلکہ یہ کہ ہمیں [illegible] کے مختلف اسکولز وبال میں ڈال رہے ہیں۔ معقول [illegible] کوئی عذر نہیں کرتا۔ قائلین پر فیصلہ کیا جاتا ہے بھلا [illegible] سے کہو کس اسکول کے ارادت مندوں میں سے بعض [illegible] نہیں۔ اور سابقین میں سے بھی بعض کسقدر کمزور ہیں [illegible] ہی جو نشانہ بنایا جاتا ہے اُس کی آخر کوئی وجہ بھی۔ اگر ہمارا [illegible] ہی کا یہ قصور ہے تو پھر بہ الفاظ دیگر یہ نہیں کہا جائیگا [illegible] اسلام کا کوئی اسکول بھی کامیاب نہیں ہوا" [illegible]

کافر کون ہے؟ اگر صرف جدت اور قدامت پر ہی فیصلہ [illegible] یہ دوسری بات ہے ہمارے حضرت ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ تو فرماتے [illegible] کہ اگر ۹۹ علامات کفر ہوں اور ایک علامت اسلام [illegible] کافر نہ کہو"۔ حضرت مجدد الف ثانی کا بھی یہی مذہب [illegible] سبھی اگر ہمیں تم دائرۂ اسلام سے نکالتے اور خارج [illegible] اس کا جواب اس کے سوائے اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ [illegible] "اللہ اسلام کی محافظت کرے"۔ آمین!

ہمارے لئے دُعا کرو دوسرے مذاہب اور غیر اقوام [illegible] ہی سے اسلام کی مخالف ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ خود مسلمان بھی [illegible] یا اُنہیں خوش کرنے کو یا اپنے اسکول کی خاطر ہمیں اسلام [illegible] خارج کرتے ہیں۔ ہائے افسوس یہ اسلامی ہمدردی ہے اور [illegible] اخوت؟ اگر ہم اسلام سے خارج ہونے کے قابل ہیں تو بہت سے [illegible] بھی خارج ہونگے۔ یہ جُدا بات ہے کہ سبقت اُنہیں پُرانا [illegible] رہیں سمجھاتی ہو ہم مسلمان ہیں اگرچہ جدید ہیں ہمارا بھی اسلام [illegible] پر حق ہے صرف حق ہی نہیں ہے۔ دعوی بھی ہے۔ اگر ہم میں کوئی [illegible] غلطی کمزوری ہے۔ تو ہمارے واسطے دعا کرو۔ نہ یہ کہ تم خود بھی [illegible] ذلت کا باعث ہو۔ یاد رکھو یہ طریق اسلام نہیں سکھاتا [illegible] اگر ہم بھی تمہاری طرح کمزوریوں کی فہرستیں لکھنے لگیں [illegible] ہیں۔ لیکن ایسے اخوت اور اسلام کے خلاف جانتے ہیں [illegible] تم پر رحم کرے۔ ہمیں استقلال فی الاسلام اور عمل کی [illegible] کرے اور تمہیں اصلاح عیب پوشی سکتا دہ دلی [illegible]

مولوی ثناء اللہ کا چیلنج منظور

۵ جنوری ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی کے اعلان عزل خلافت میاں صاحب کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے۔ کہ

"ہم ان کو یعنے حضرت مولینا موصوف کو، اطلاع دیتے ہیں۔ کہ یہ عقاید دراصل مرزا صاحب قادیانی کے ہیں۔ بیچارے محمود کی ایجاد نہیں ہے۔ جو صاحب اس امر کی تحقیق کرنا چاہیں۔ ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں آپ کی دونو پارٹیوں کا مباحثہ ہونا تو مشکل۔ بلکہ محال ہے۔ ہم دونوں میں ظروف کی طرح کام دینے کو تیار ہیں یہاں آپ لوگوں کا اختیار ہے۔ کہ اس تحقیق کے لئے امرتسر دفتر اہلحدیث میں تشریف لے آویں۔ یا ہم کو اپنے ہاں بلا لیں۔ بقیہ شرائط بعد منظوری"

مولوی صاحب کا یہ چیلنج ہمیں منظور ہے۔ لیکن بجائے بالمشافہ گفتگو کرنے کے بہتر ہوگا کہ ہر دو اخبارات پیغام صلح اور اہلحدیث میں ہر دو فریق کی تحریرات یکے بعد دیگرے شایع ہوں۔ مثلاً یہ کہ مولوی ثناء اللہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا۔ تمام غیر احمدیوں کو کافر ٹھیرایا۔ اور اسمہ احمد کا حقیقی مصداق اپنے آپکو قرار دیا۔ اہلحدیث میں دلایل لکھیں۔ اس کے جواب میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب یا جو کوئی بھی ہماری طرف سے مقرر ہوں۔ نفی کا ثبوت دیں اور وہ بھی اہلحدیث میں شایع ہو۔ اور ایسا ہی پیغام صلح میں بھی۔ کیا مولوی فاضل ایسا کرنے کو تیار ہیں۔ بقیہ شرائط حسب ضرورت بعد منظوری

مسئلہ تعلیم اور گورنمنٹ

حال ہی میں دہلی میں ڈائرکٹران سررشتہ تعلیم کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی ہے جس میں ہندوستان میں مسئلہ تعلیم پر بہت کچھ غور اور بحث ہوئی ہے جس سے امید پڑتی ہے۔ کہ گورنمنٹ اس ضروری پہلو کی طرف پہلے سے زیادہ اپنی توجہ کو منعطف کریگی۔ اور ہندوستان میں تعلیم کی ترقی اور وسعت میں ساعی ہو کر پہلے سے زیادہ بہبودی اور فلاح کا موجب ہوگی بالخصوص حضور وائسرائے یہ الفاظ کہ

"جنگ نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ تعلیمی معاملات میں دلچسپی لینا ضروری ہے۔ اور میرے خیال میں کوئی چیز عوام کو اس سے زیادہ متوجہ نہیں کر سکتی۔ کہ بقوت [illegible] وقفہ کے بعد عام کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا۔ کہ گورنمنٹ ہند تعلیم کو کس قدر اہم سمجھتی ہے"

خاص طور پر طمانیت بخش ہیں ہمارے خیال میں اگر اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ساتھ ہی طلباء کے اخلاق کا بھی خیال رکھا جائے۔ تو شاید زیادہ مفید ثابت ہو۔ موجودہ تعلیمی پالیسی اس میں شک نہیں کہ بہت سے گریجوایٹ بنا دینے کی موجب ضرور ہوئی ہے۔ گو اخراجات کی زیادتی اور امپرکتابوں کے بہت زیادہ بوجھ اور از حد دماغی محنت کا بار اب اکثر لوگوں کی کمر ہمت کو توڑتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن یہ باتیں بہرحال گورنمنٹ کے پیش نظر ہیں ہی۔ زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دقتوں کے دور ہونے کے ساتھ اخلاقی اصلاحات کا بھی بندوبست کیا جائے۔ بیشمار بچے بعض سکولوں اور کالجوں میں جا کر ہی خراب ہوتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق ایسے خراب ہو گئے اور بگڑ جاتے ہیں۔ کہ جن کے بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ خود اسلامیہ سکولوں کے طلباء کا یہی حال ہے۔ ایسی حالت میں اس پالیسی پر چلتے ہوئے تعلیم نسواں پر زور دینا ہمارے خیال میں اور بھی خرابی کا موجب ہوگا۔

مسلمان پہلے یا ہندوستانی؟

یہ بھی ایک لغو سوال ہے جو منجملہ بعض دیگر سوالات کے اسوقت ہندوستانی مسلمانوں کے زیر بحث ہے۔ اور اس پر ایک دیگر پرچوں میں بار بار بحث ہو رہی ہے حالانکہ جیسا کہ اس سے پیشتر ہم پر مفصل لکھ چکے ہیں۔ اسلام قومیت کا حامی نہیں بلکہ قومی تباغض و تحاسد کو جڑ بنیاد سے اکھیڑنے والا ہے۔ پس جو شخص اپنے آپکو مسلمان کہتا ہے اسکا ہندوستانی یا چینی و افغانی کے الفاظ میں قومی و ملکی تفریق کی بنیاد ڈالنا جایز نہیں۔ ہاں بیشک صحیح ہے۔ کہ ہمارا ہندوستانی ہونا ہمارے مسلمان ہونیکی وجہ سے ہے۔ ہمارے بزرگوں کو اسلام ہی ہندوستان میں لایا۔ اور اس لئے ہم مسلمان ہو کر پھر ہندوستانی ہیں اور اسلام ہی کے زیر ارشاد اپنے اس ملک اور گورنمنٹ کے سچے وفادار اور خیر خواہ۔ کاش ان فضول لفظی معرکہ آرائیوں کے بجائے کبھی کچھ کر کے بھی تو مسلمان دکھائیں۔

عالمِ نسواں

احمدی مستورات کی خاص توجہ کے قابل

عورت جسے مشرقی یا یوں کہنا چاہیئے کہ ہندوستانی طریق معاشرت میں سب سے زیادہ ذلیل مقام پر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی ترقی و رفعت کی فکر ان لوگوں کے سوائے کون کر سکتا ہے۔ جنہیں آج قدرت نے از سر نو قبیل امور کی ہی سر انجام دہی کے لئے خاص طور پر ذمہ دار ٹھیرایا ہے۔

کچھ اوپر تیرہ سو سال ہوئے۔ جب اسلام نے اس خطۂ ملک سے جہاں اس ضعیف و کمزور صنف انسانی کو اور بھی زیادہ ذلیل۔ اس سے بھی زیادہ مستحق عتاب بلکہ صاف لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ لائق کشتنی و گردن زدنی سمجھا جاتا تھا۔ اپنے فیض و برکت سے اس غریب مخلوق کو اوپر اٹھایا اور یہاں تک اٹھایا۔ کہ جسکا وہم و گمان آج مہذب دنیا کی سفریجیٹ (حقوق طلب نسواں) تک کو نہیں ہو سکتا۔ کس قدر عزت و عظمت رسول اللہ صلعم نے اس طبقۂ انسانی کو دی جب اسے مرد کی خدمتگار یا لونڈی نہیں۔ بلکہ اسکی برابر کی حصہ دار قرار دیکر اس کے بھی حقوق مرد کے ذمہ ویسے ہی قایم کئے اور ویسے ہی اس کو اپنے حقوق کے مطالبہ کی حقدار ٹھیرایا۔ جیسے کہ مرد کو اس سے اپنے حقوق طلب کرنیکا حق ہو سکتا ہے۔ کلام الہی نے کھلے لفظوں میں فرمایا کہ **ولھن مثل الذی علیھن** انکے بھی حقوق ویسے ہی مردوں کے اوپر ہیں۔ جیسے کہ خود مردوں کے حقوق ان عورتوں کے اوپر ہیں پھر خود رسول اللہ صلعم کی سیرت اور آپ کے اس سلوک پر نظر ڈالو۔ جو آپ اپنی عورتوں سے کیا کرتے تھے۔ عہد صحابہ پر بھی ذرا غور کرو۔ کس قدر حریت عورتوں کو حاصل تھی۔ جس سے اس طاقت ایمانی کا پتہ لگتا ہے جو اس وقت عورتوں تک کے اندر پائی جاتی تھی۔ اور جس کا ایک شمہ آج بالعموم مردوں کے اندر بھی نظر نہیں آتا۔ الا ماشاء اللہ۔ حضرت عمر رضہ کے سامنے اس بڑھیا کا وہ کلام یاد ہے۔ جس نے آپ کی اس تنبیہ پر کہ مہر کم باندھا کرو۔ فوراً بھری مجلس میں۔ یا ابن الخطاب کے لفظوں سے آپ کو مخاطب کیا۔ اور قرآن کی آیت سے بتایا۔ کہ جب اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ ان آتیتم احدھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئا۔ اگر ان کو ایک سونے کا ڈھیر بھی دیدو تو اس میں سے واپس مت لو۔ تو پھر تم کون ہو۔ اس سے روکنے والے۔ یہ تو ہوا جو کچھ ہوا۔ اور اس پر حضرت عمر رضہ کا جواب اور اپنی بات سے یہ کہکر رجوع کرنا کہ **کل الناس افقہ من عمر**۔ یہ بھی صاف طور پر اس عزت و وقعت کو واضح کر رہا ہے۔ جو اسلام نے عورت کو دی ہے۔ اور جو حضرت عمر رضہ جیسے انسان کے دل میں گڑ چکی تھی۔ لیکن خود سرور دو جہان سردار عالمیان حضرت خاتم النبیین صلعم کے اس فرمان پر بھی غور کرو۔ جس میں آپ نے فرمایا۔ کہ **خیرکم خیرکم باھلہ** اور صرف زبانی ہی کہہ دیا۔ بلکہ خود اپنے عملی نمونہ سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کر کے ثابت کر دیا کہ آپ کے دل میں عورت کی کیسی کچھ عزت اور منزلت تھی۔ اس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے۔ جو حضرت عمر رضہ کی زبانی احادیث میں مذکور ہے۔ اور جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے عورت کو کس عزت و عظمت کے مقام پر بٹھایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کسی بات پر جب میں غصہ میں تھا میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا اور باہم تکرار ہوگئی۔ انہوں نے الٹ کر ویسا ہی جواب دیا اور سختی سے بات کی میں نے کہا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بات کا اسطرح جواب دیتی ہو۔ وہ بولی کہ سبحان اللہ تم کیا ہو کہ میں تمہیں جواب دوں۔ بیٹی (حفصہ) تو خود رسول اللہ صلعم کو برابر کا جواب دیتی ہے حتی کہ دن دن بھر ان سے روٹھی رہتی ہے۔ یہ سنکر میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ تو عجیب بات ہوئی۔ فوراً اٹھکر میں حضرت عمر رضہ کی صاحبزادی اور آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ بیٹی کیا یہ سچ ہے کہ تم آنحضرت کو سوال جواب کرتی ہو اور دن دن بھر روٹھی رہتی ہو۔ اور کیا اور بیویاں بھی ایسا ہی کرتی ہیں۔ حفصہ نے کہا ہاں بیشک ہم ایسا کرتی ہیں۔ مجھے سخت غصہ آیا۔ اور میں نے کہا۔ کہ تجھے اسکی سزا اور اسکے رسول کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔ رسول اللہ کی ناراضگی عین خدا کی ناراضی ہے۔ یہ کیا۔ جو تم اسطرح انہیں ناراض کرتی ہو۔ تجھے حضرت عائشہ رضہ کو دیکھکر بھول جانا چاہیئے جس سے آنحضرت بہت محبت فرماتے ہیں۔ خدا اگر انہیں میرا خیال نہ ہوتا۔ تو وہ تجھے طلاق دے چکے ہوتے۔ تجھ کو جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے مانگ۔ حضرت کو کیوں تکلیف دیتی ہے۔

اسکے بعد میں ام سلمہ آنحضرت کی دوسری زوجہ مطہرہ کے ہاں گیا۔ جن سے قرابت کی وجہ سے مجھے زیادہ موقعہ بیان نصیحت اور وعظ کا حاصل تھا۔ میں نے ان سے بھی وہ تمام باتیں کہیں جو حفصہ سے کہی تھیں لیکن انہوں نے سنتے ہی جواب دیا کہ اے ابن خطاب! تمہاری حالت تو بڑی ہی عجیب ہے تم ہر معاملہ میں دخیل ہو گئے۔ اب بیبیوں تک بھی پہنچے۔ کہ رسول اللہ اور انکی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دینے لگے"

یہ تو پاک خیالات و حالات ہیں۔ جو اسلام کی حقیقی تعلیم کا صحیح نتیجہ ہیں لیکن انکے بالمقابل ذرا موجودہ زمانہ کے مسلمانوں پر بھی نظر ڈالئے۔ ان موجودہ حالات کو دیکھکر جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں صاف لفظوں میں اس پادریانہ کلام کو تبدیل و ذلیل و مراد لینے سے ذرا بھی عار نہیں ہو سکتی کہ موجودہ مسلمانوں کے نزدیک عورت کے اندر روح نہیں۔ گو اعتقاداً مسلمانوں کا یہ خیال نہ ہو لیکن عملی طور پر جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ اسی نتیجہ کا مظہر ہے ہم [illegible] ہیں۔ کہ وہ لوگ جو آج بھی نسوانی ترقیات کے سب سے بڑے حامی ہیں انکا بھی اپنا عملی نمونہ اس کے سراسر خلاف ہے بیشک کسی حد تک ان کی تعلیم دنیوی پر زور دیکر اس الزام سے اپنے آپ کو بری ٹھیرانے کی کوشش کی گئی لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ایک تو وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور دوسرے دین کا اس میں قطعاً کوئی حصہ نہیں۔ جس کے بغیر ہم سمجھتے ہیں۔ کہ بجائے [illegible] کے الٹا نقصان پیدا ہوگا۔ اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ اس [illegible] کی اصلاح کی طرف توجہ کی جائے۔

کیا ہی خوش قسمتی ہے۔ کہ ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک بروز محمد [illegible] جس کی پاک سیرت میں ہمیں ان پاک نمونوں کی بہت حد تک جھلک نظر آتی ہے وہ پاک انسان جہاں مردوں کی اصلاح کے لئے آیا۔ وہیں عورتوں کی اصلاح بھی اس کے مقاصد مشن میں ہم دیکھتے ہیں۔ لیکن کتنی خواتین ہیں جو کہ [illegible] ہم اس کے اس پاک مشن پر چلتی ہوئی دیکھتے ہیں۔ بلکہ اس کے خلاف بہت سے احمدی گھرانے ہیں۔ جہاں ایک یا دو کس احمدی افراد کے علاوہ گھر کی عورتوں اور بچوں پر احمدیت کا کوئی اثر نہیں۔ اور اس [illegible] سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ عورتوں کے اندر تبلیغ و اصلاح کا کام ابھی تک ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔

یہ کام کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینا ہمارا کام نہیں بلکہ یہ ان چند احمدی خواتین کے ذمہ ہے۔ جنہوں نے خدا کے مسیح کے ہاتھ پر بیعت کر کے صرف نماز روزہ تک ہی اپنے فرایض کو مختص سمجھ لیا ہے ان کا یہ کام نہیں کہ وہ اپنے دایرہ تبلیغ کو زیادہ وسیع کریں۔ اپنی ہمجولیوں کو سمجھائیں۔ رفع بدعات اور حصول خیر میں کوشاں ہوں [illegible] ذرا زیادہ ہمت و سعی سے کام لیکر دوسری عورتوں کو بھی ہم نوا بنائیں۔

ہم سمجھتے ہیں۔ کہ عورتوں کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ اور انہی کے اثر سے طبقہ نسواں پر بھی نیکی کا کچھ رنگ چڑھ سکتا ہے۔ اسی غرض کے لئے اور اپنی بہنوں کو اس غفلت کی نیند سے ہوشیار کرنے کی خاطر ہم نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ اخبار میں کچھ نہ کچھ حصہ طبقہ نسواں کا بھی ہوا کرے۔ ہم کوشش کریں گے۔ کہ اس سلسلہ میں اپنی محترم خواتین کے لئے ان کے مناسب حال ضروری مسائل اور لٹریچر اس کے اندر مہیا کریں۔ دلچسپ نوٹس اور مفید اخباری معلومات سے ان کی دلچسپی کو بڑھائیں [illegible] مقدس کام کے لئے ابھاریں۔ نیز ہم ملکیان خواندہ احمدی خواتین سے جو کچھ نہ کچھ لکھنا جانتی ہیں۔ ہم اس امداد کے بھی متوقع ہیں۔ کہ اصلاحی [illegible] اور مختلف مضامین سے اپنی دوسری بہنوں کو مستفید کرنے کی کوشش کریں۔

احمدی احباب کو اس مضمون کو پڑھ چکنے کے بعد اپنے گھروں میں [illegible] سنانا چاہیئے۔ اور اس بارہ میں ہمیں ضروری اعانت سے مستفید [illegible] ہرگز دریغ یا توقف نہیں کرنا چاہیئے۔ بالخصوص جبکہ حضرت امیر [illegible] ربانی امسال جلسہ سالانہ میں وہ اس اصلاح کے بارہ میں کافی [illegible] چکے ہیں۔ جن کو ہم چاہتے ہیں کہ اور نہیں تو اسی صورت میں عملی [illegible] جائے۔ **وما توفیقی الا باللہ**۔

ایک ہندوستانی عورت کی بلند نظری

الحمد للہ کہ ہندوستانی مستورات کی [illegible] عام طور پر یہ نام ہو چکا ہے۔ مگر اس کے اندر بعض ایسی نیک خصال [illegible] موجود ہیں۔ جو اپنی بلند نظری اور اعلے و پاکیزہ خیالات کیوجہ سے [illegible] بننے والی ہیں۔ علیا جناب بیگم صاحبہ بھوپال کا نام کسی سے پوشیدہ نہیں [illegible] ہی میں بھوپال جوڈیشل کورٹ کی عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے [illegible] کے ایڈریس کا جو جواب دیا۔ اس میں فلسفہ عدل پر حسب ذیل گفتگو کی ہے

دنیا میں یہی ایک ایسا فرض ہے جسکی بجا آوری میں کوئی تو سدراہ نہیں ہو سکتی اور کوئی اثر حاکم کے ضمیر کو مغلوب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا [illegible] صرف انصاف ہوتا ہے۔

انصاف خدا اور بندے کے درمیان ایک معاہدہ ہے جسکو [illegible] اسطرح یاد دلاتا ہے۔ اور نصیحت کرتا ہے کہ **ولعنا قلتم فاعدلوا** [illegible] **وبعہد اللہ اوفوا ذالکم وصکم بہ لعلکم تذکرون** [illegible] دینی ہو یا فیصلہ کرنا ہو تو گو فریق مقدمہ اپنا قرابتمند ہی کیوں نہ ہو [illegible] انکا پاس اگر و عہد اللہ کے ساتھ جو عہد کر چکے ہو کس [illegible] جنکا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ اور اللہ اس نصیحت پر عمل کرنیوالوں کو [illegible] کے زمرہ میں داخل کرتا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ **وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین** یعنی اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف سے فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ سورہ نساء میں حکم [illegible] کرنیوالوں کو تہدیدی حکم ہے کہ **واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل** [illegible]

پر تکلف دعوت کی مجلس میلاد بھی منعقد ہوئی اور وہ سب کچھ ہوا جو شاید عید ین کے دن بھی کسی کو خواب کے اندر بھی میسر نہ آیا ہو۔ مگر آخر اس کا کچھ فایدہ بھی ؟ میر ممتاز علی صاحب ہی ہمیں ان فوائد کو سمجھاویں جو اس اسراف سے اسلام کو پہنچ سکتے ہیں۔ اگر تو اس طریق سے اسلام کی عزت وعظمت اور ترقی واشاعت کی کوئی صورت پیدا ہو گئی ہے یا ہو سکتی ہے۔ تو خیر ہم بھی ماننے اور عملی طور پر حصہ لینے کو تیار ہیں لیکن جبکہ سوائے بیجا طور پر روپیہ کے ضائع جانے اور ایک خواہ مخواہ کی بدعت کا مرتکب ہونے کے کوئی فایدہ نہیں۔ تو پھر خدا کے لئے سوچو کہ کسقدر ناعاقبت اندیشی ہے کہ اسلام کی نصرت واعانت کو چھوڑ کر اس کی حالت مسکنت کی کوئی پرواہ نہ کرکے یوں روپیہ کو بیجا صرف کیا جائے۔ کتنے ہیں وہ لوگ جو اشاعت اسلام کے کام میں یوں بیدریغ خرچ کر کے نہ صرف قوم وملک کو کچھ فایدہ پہنچائیں بلکہ خود بھی اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ کاش یہ دس بارہ ہزار روپیہ اگر ہر سال یوں دنیوی نمود ونمایش پر صرف کرنے کے بجائے دین کی راہ میں دیا جاتا تو آج مسلمانوں کے کیمپ مشن اس سے چل سکتے تھے۔ لیکن سمجھائے تو کون۔ نہ علما کو کہنے کی جرات ہے نہ کسی کو ان کے کہنے کی پروا۔

اہلحدیث کی مغالطہ دہی

گذشتہ ۲۱ دسمبر ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ہم نے مسیح موعود کے سلطان القلم ہونے کی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولوی ثناء اللہ کے اس اعتراض کا جواب دیا تھا۔ جو انہوں نے تخلیق سموات والارض کے متعلق حضرت اقدس کے بیان پر کیا تھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں ہمارے اصل جواب پر تو کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ اور صرف چند ضمنی باتوں کا جواب دینے کے بعد ہمارے یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں کہ

"اب ہم اس دوسری آیت کو لیتے ہیں جس کو آپ نے حضرت مسیح موعود کی تصریحات کے خلاف ٹھہرایا ہے۔ اس میں بھی قرآن نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ زمین کو دو دن میں اور آسمان کو دو دن میں یعنی دونوں کو چار دن میں بنایا۔ اگر ایسا ہو تو اس سے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے"

اس قدر الفاظ نقل کر دینے کے بعد مولوی فاضل نے اس پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ

اہلحدیث ۔ لیجئے جناب قرآن مجید کا پارہ ۲۴ رکوع ۱۶ نکالئے۔ وہاں آپ کو صاف صاف یہ الفاظ ملیں گے خلق الارض فی یومین آیت کے الفاظ صرف چار ہیں (۱) خلق (۲) الارض (۳) فی (۴) یومین۔ پس معنے یہ ہوئے کہ اللہ تعالے نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اسی آیت میں آسمان کی پیدایش کا ذکر بھی آپ کو ملیگا۔ جو یوں ہے۔ فقضاھن سبع سماوات فی یومین (پس آسمان کو دو دنوں میں پورا پیدا کر دیا)

اڈیٹر صاحب! آپکے سوال کا جواب تو ہم نے دیدیا اب ہم آپکا تناقض سننا چاہتے ہیں۔ جس سے آپکو ڈراتے ہیں"۔

ہم نہیں جانتے کہ مولوی فاضل کی آنکھوں میں صرف منقولہ بالا الفاظ پڑھکر ہی اس قدر اندھیر کیوں چھا گیا۔ کہ اس سے اگلے فقرات جن میں ہم نے اس تناقض کو واضح کرنے کے بعد دونوں آیتوں کو تطبیق دی ہے۔ نظر نہ آسکے ہم ان کی خاطر انہی فقرات کو دوبارہ نقل کئے دیتے ہیں۔ گو ہمیں خطرہ ہے کہ پہلے کیطرح وہ پھر انکو اندھی صابیج کے رجم سے ڈر کر ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ اور ہم سے پھر سہ بارہ جواب کا مطالبہ کریں بہرحال ہم اس وقت تک ان کی دوسری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے جبتک کہ وہ اس مغالطہ اندازی سے باز آکر پوری آیت قرآنی اور ہمارے اصل جواب کا جواب نہ دیں۔ جو یہ ہے کہ

"اس آیت میں صاف طور پر پہلے یہ فرما کر کہ خلق الارض فی یومین آگے چل کر فرمایا ہے وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام۔ پھر اسکے اوپر پہاڑوں کو بنایا۔ اور اس میں برکت ڈالی۔ اور یہ آخری کام چار دن میں کئے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ امرتسر کے مولوی فاضل ایڈیٹر کو اتنا بھی حساب نہ آتا ہو جو ایک کم عمر بچہ بھی بتا دیگا۔ کہ دو اور چار چھ ہوتے ہیں اب تک تو سنا کرتے تھے کہ مسلمان حساب میں مبتدی ہیں۔ اگر امرتسری فاضل کے حساب کے مطابق دو اور چار کی میزان

ہی نہ کر دیں۔ اور اس لائق بھی نہ سمجھیں۔ کہ "دو چھ" کا لفظ بھی مسلمانوں پر عاید ہو سکے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں تو رہ رہ کر ان الفاظ پر حیرانی ہوتی ہے جو اس چار کے عدد کے ساتھ مولوی فاضل نے ترجمہ میں لگائے ہیں چنانچہ انہوں نے ان الفاظ کا کہ وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ

"اس نے زمین پر پہاڑ پیدا کئے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں لوگوں کی روزی کے سامان رکھے۔ یہ سب کام معہ پہلے کام کے چار دنوں میں کئے"

اس ترجمہ کے جلی کردہ الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں جو ہمارے فاضل ایڈیٹر نے صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے ایزاد کر دیئے ہیں ورنہ اصل آیت میں تو ان کے ہم معنے الفاظ کوئی بھی موجود نہیں لیکن باوجود اس ازحد کوشش اور تحریف کے پھر بھی اصل دعوے تو ثابت نہ ہو سکا۔ دو دن کی کسر رہ ہی گئی۔ کیونکہ اس سے جو نتیجہ نکالا ہے۔ کہ "زمین دو دن میں بنی" وہ اس کے خلاف ہے۔ یہاں تو بتایا ہے۔ کہ یہ سب کام (جو دراصل خلقت زمین کا جزو ہیں) معہ پہلے کام کے چار دنوں میں کئے۔ اور نتیجہ نکالا۔ کہ "زمین دو دن میں بنی"۔ واہ سبحان اللہ منطق بھی ہو تو ایسی اور حساب دانی بھی ہو تو آپ ہی کی۔ اس کے آگے آسمانوں کی پیدایش کا سوال باقی رہ گیا۔ مولوی فاضل کے پہلے زمینی حساب وکتاب کے نتائج کو دیکھکر تو یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ

تو کار زمیں را نکو ساختی

کہ باآسمان نیز پرداختی

لیکن ان کی اس آسمانی پرداخت کو بھی ناظرین پر واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اصل آیت جس سے مولوی فاضل نے ساتوں آسمانوں کے دو دن میں پیدا ہونے کا حضرت مسیح موعود کے خلاف استدلال کیا ہے۔ یہ ہے۔ فقضاھن سبع سماوات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ اب اس آیت میں بھی پہلے کی طرح صاف طور پر فقضاھن سبع سماوات فی یومین کہکر آگے کھلے طور پر فرمایا۔ کہ اوحی فی کل سماء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا اور ظاہر ہے کہ جس طرح وہاں آیت کے پہلے حصہ میں زمین کی پیدایش بغیر ان پہاڑوں اور ان میں روزی وغیرہ کے سامان مہیا ہونے کے نامکمل تھی جس کے لئے مزید چار یوم کا لفظ استعمال کیا یعنی جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے بتایا۔ زمین کی پیدایش کے لئے مختلف مراتب طے کرنے پڑے۔ جیسے بچہ ماں کے شکم میں مختلف مراتب کو طے کر کے اصل شکل وصورت کو پاتا ہے۔ ویسے ہی آسمانوں کی پیدایش بھی بغیر اگلے بیان کردہ کاموں کے نامکمل رہ جاتی ہے۔ گویا یہاں آسمانوں کی پیدایش میں بھی ان کے چند حالتوں میں سے ہو کر گذرنے کا ہی ذکر فرمایا۔ لیکن اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر کو دیکھیئے۔ کہ فقضاھن سبع سماوات کے آگے واوحی فی کل سماء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا کو کھا ہی گئے۔ تاکہ کہیں زمین کے حساب میں فیل ہو جانے کے ساتھ آسمان سے بھی دھتکار نصیب نہ ہو۔ کیونکہ وہاں تو آگے جن چیزوں کو چار دن میں پیدا کرنے کا ذکر ہے ان میں مصابیح کا لفظ بھی ہے۔ جس کے متعلق دوسری جگہ آیا ہے ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیاطین۔ لیکن معترض کو ہم آخر میں پھر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ بات تو صاف ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کا سلطان القلم ہونا ان تمام تصریحات سے ظاہر۔ ہاں بقول آپ کے "فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے۔ سو اسے چھوڑ دیئے"۔

تقاریر جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ کی بعض ضروری تقاریر گذشتہ اشاعتوں میں شایع ہو چکی ہیں لیکن بعض احباب نے حضرت امیر کی ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء والی تقریر کے لئے تقاضا کے خطوط لکھے ہیں کہ جلد شایع کی جائے۔ اس لئے اس ضروری اور معرکتہ الآرا تقریر کو صاف کرنے میں مصروف ہونیکے باعث دوسری کوئی تقریر اس پرچہ میں شایع نہیں ہو سکی۔ ممکن ہے آیندہ اشاعت میں حضرت امیر سے نظر ثانی کرا لینے کے بعد اسے شایع کیا جا سکے۔ ورنہ اس سے پہلے آیندہ پرچہ میں کوئی اور تقریر ہدیہ ناظرین کرام ہوگی۔ انشاء اللہ۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

رسید زر بابت ماہ جنوری ۱۹۱۷ء

معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپازیٹر

نمبر شمار	اسمائے چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
۱	بابا ہدایت اللہ صاحب پنجابی شاعر کوچہ چابکسواراں	۱	۰	۰
۲	میاں محمد امین صاحب تاجر چرم نولکھا	۱۰	۰	۰
۳	مولوی خدا بخش صاحب احمدیہ بلڈنگ مہر کس حویلی بخشیاں	۱	۰	۰
۴	میاں جمال الدین صاحب خوشنویس کوچہ چڑیمار اں	۱	۰	۰
۵	منشی کرم الٰہی صاحب نقشہ نویس کوچہ چابکسواراں	۲	۰	۰
۶	ڈاکٹر نبی بخش صاحب۔ بھاٹی دروازہ	۱	۰	۰
۷	بابو عبدالحق صاحب ٹیلیگراف کلرک۔ بازار حکیماں	۲	۰	۰
۸	شیخ جلال الدین ونور الدین پسر شیخ اسلام الدین کنٹریکٹر جکیم والی	۰	۲	۰
۹	منشی داد خاں صاحب مشین مین۔ ریلوے پریس	۰	۸	۰
۱۰	میاں ناصر الدین وجلال دین۔ بزاز موچی دروازہ	۱	۰	۰
۱۱	صوفی غلام محمد صاحب جلد ساز پیسہ اخبار اسٹریٹ	۱	۹	۰
۱۲	شیخ احمد دین صاحب نقشہ نویس گورنمنٹ پنشنر احمدیہ بلڈنگس	۲	۰	۰
۱۳	پروفیسر چراغ دین صاحب اسلامیہ کالج لاہور	۲	۰	۰
۱۴	مولا بخش صاحب رفوگر۔ انڈیا ہوس وچھیدروڈ	۰	۸	۰
۱۵	بابو عبداللہ صاحب ریلوے پریس	۱	۰	۰
۱۶	سعادت علی خانصاحب رامپوری۔ عطیہ	۵	۰	۰
۱۷	اہلیہ صاحبہ خانصاحب شیخ خیر الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر عطیہ	۲۵	۰	۰
۱۸	اہلیہ صاحبہ جناب شیخ نعمت اللہ صاحب۔ امداد اشاعت اسلام	۲۵	۰	۰
۱۹	میاں دین محمد صاحب ٹھیکہ دار احمدیہ بلڈنگس	۱	۰	۰
۲۰	خواجہ عبدالغنی صاحب منیجر اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا	۱	۰	۰
۲۱	چوہدری عنایت اللہ صاحب متعلم بی اے کلاس اسلامیہ کالج	۱	۰	۰
۲۲	ماسٹر فقیر اللہ صاحب اسسٹنٹ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام	۴	۱۴	۰
۲۳	منشی عبدالمجید صاحب کلرک دفتر احمدیہ انجمن	۱	۰	۰
۲۴	منشی دوست محمد صاحب اڈیٹر پیغام صلح	۱	۱	۶ پائی
۲۵	منشی مظہر الحق صاحب ڈپٹی منیجر اخبار پیغام صلح	۰	۹	۰
۲۶	حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسٰی واعظ انجمن اشاعت اسلام	۱	۶	۳ پائی
۲۷	حکیم خدا بخش صاحب۔ واعظ " "	۱	۹	۰
۲۸	حافظ فضل احمد کلرک بک ڈپو " "	۰	۱۵	۰
۲۹	شیخ رحیم بخش صاحب واعظ انجمن " "	۰	۱۰	۰
۳۰	مولوی عبدالحق۔ طالب علم " "	۰	۹	۰
۳۱	شیخ بشیر اللہ صاحب خادم مسجد احمدیہ " "	۰	۵	۰
۳۲	عبدالرحیم باورچی	۰	۶	۰
۳۳	شیخ عبدالحمید پسر شیخ رحمت اللہ انگلش ویر ہوس	۰	۸	۰
۳۴	اہلیہ " " "	۳	۰	۰
۳۵	عبدالرشید " " "	۱	۰	۰
۳۶	اہلیہ شیخ عبدالرشید " "	۳	۰	۰
۳۷	اہلیہ شیخ رحمت اللہ صاحب	۱۲	۰	۰
۳۸	شیخ برکت اللہ صاحب گلوب فرنشنگ ہوس	۱	۰	۰
۳۹	اہلیہ "	۱۲	۰	۰
۴۰	شیخ عبدالمنان پسر شیخ رحمت اللہ "	۰	۸	۰
۴۱	شیخ محمد صالح " " "	۰	۸	۰
۴۲	شیخ فضل الرحمن پسر " "	۰	۲	۰
۴۳	عبدالرحیم پسر شیخ عبداللہ "	۰	۱	۰
۴۴	امت الحمید دختر شیخ عبدالحمید "	۰	۱	۰
۴۵	شیخ عبداللطیف پسر شیخ عبدالرحمن "	۰	۸	۰
۴۶	شیخ عبدالمجید " "	۰	۸	۰
۴۷	اہلیہ شیخ عبدالعزیز "	۳	۰	۰
۴۸	شیخ ذکاء اللہ پسر شیخ ضیاء اللہ صاحب	۱	۰	۰
۴۹	منشی سجان محمد صاحب	۰	۸	۰
	میزان کل	۱۳۷	۸	۰

اخبار احمدیہ

حضرت امیر حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب ودیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

شیخ اللہ دین صاحب شملوی کو اللہ تعالے جزائے خیر دے جو اس پیرانہ سالی میں پوری جوانمردی کیساتھ خدمات دین میں مصروف ہیں۔ آپ شملہ سے تین ماہ کی رخصت پر لاہور آئے ہوئے ہیں اور یہاں ڈسٹرکٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے تحصیل چندہ میں مصروف ہیں۔ اوپر جو فہرست چندہ درج کی گئی ہے۔ وہ آپکی چند دنوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالے آپکو اس سے بھی زیادہ ہمت عطا فرمائے آپکا نمونہ ہم میں سے بہتوں کیلئے قابل تقلید ہے۔

مراسلات

اعلان از جماعت احمدیہ بمبئی

جماعت احمدیہ بمبئی بحکم حضرت مرشدنا المکرم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قائم ہو کر صدر انجمن احمدیہ قادیان مقررکردہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماتحت آجتک رہی ہے۔ کہ جس صدر انجمن قادیان کے ۱۴ معتمدین لائف ممبر حضور پرنور نے اپنی زندگی میں مقرر کردئے تھے اور بعد اسکے رسالہ الوصیت میں آپ نے لکھدیا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ انجمن خلاف میری منشاء کام نہیں کریگی اور یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کی جانشین ہے چونکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لائف ممبروں میں خلافت ثانیہ کے زمانہ میں عقائد دینیہ کے متعلق اختلاف پیدا ہو کر چند ممبروں نے اس اختلاف عقائد کے باعث صدر انجمن احمدیہ قادیان کی کارروائیوں میں حصہ لینا چھوڑ دیگر دوسری ایک انجمن بنام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جاری کی۔ اب بمبئی کی انجمن احمدیہ نے ڈھائی پونے تین سال کے انتظار اور اختلافات کے متعلق پورے طور سے غور و تحقیق کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ صدر انجمن قادیان کے موجودہ کارکنان وہ عقائد نہیں رکھتے جو حضرت مسیح موعودؑ کے تھے۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کارکنان وہی عقائد رکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب تھا۔ اور نیز ۱۴ ممبران مقررکردہ حضرت مسیح موعودؑ میں کے زندہ ۱۲ اشخاص میں سے ۷ - احمدیہ انجمن لاہور سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انجمن احمدیہ بمبئی اپنے آپ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ساتھ وابستہ کرتی ہے۔ اور اپنے ماہواری چندے اسی جگہ بھیجنے کا فیصلہ کرلی ہے۔ کہ جس جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کی اشاعت ہو تاوقتیکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان اسی حالت میں نہ آجائے جس حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں تھی اور اپنے عقائد کی اشاعت نہ کرے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے ✤ خاکسار زین الدین۔ محمد ابراہیم پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بمبئی - بقلم خاکسار اسمٰعیل آدم سکریٹری احمدیہ انجمن بمبئی - ۱۰ر جنوری ۱۹۱۷ء -

حضرت مسیح موعودؑ اور موجودہ کارکنان صدر انجمن کے عقائد میں اختلاف*

حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ صاحب مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے عقائد جو جماعت احمدیہ کے سچے اعتقادات ہیں۔

(۱) ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم مسلمان ہیں - قرآن کریم ہماری کتاب ہے۔

(۲) تمام انبیائے سابقین کے موعود نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں

(۳) حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہیں یعنے وہ مسیح جو جناب نبی کریم نے فرمایا تھا۔ کہ میری امت میں مسیح ابن مریم آئیگا۔ اور وہ نبی اللہ ہوگا۔ لیکن اسی کے امتی ہوگا۔ جو حدیث علماء امتی کانبیائے بنی اسرائیل کے ماتحت امت محمدیہ میں آسکتے ہیں اور مسیح ناصری خود بھی انبیائے بنی اسرائیل میں کا ایک

خلافت ثانیہ کے وقت کارکنان صدر انجمن احمدیہ کے موجودہ عقائد :-

(۱) ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلعم ہیں - ہم مسلمان ہیں - قرآن ہماری کتاب ہے۔ لیکن حضرت مرزا غلام احمد صاحب بھی ویسے ہی نبی ہیں جیسے حضرت محمد رسول اللہ

(۲) تمام انبیائے سابقین کے موعود نبی حضرت مرزا غلام احمد ہیں۔ اور نبی آخر زمان ہیں ✤

(۳) حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہیں - لیکن آپ نبی ہیں اور ویسے ہی نبی ہیں جیسے انبیائے سابقین اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم - مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں واپس نہیں آئینگے ✤

تھا۔ جو فوت ہو چکا ہے - وہ واپس نہیں آسکتا جیسا کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کے دعوے سے پیشتر پیشگوئی کے طور پر سمجھا گیا تھا وہ ایک امتی ہوگا۔ وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ ہیں۔

(۴) قرآنی پیشگوئی بزبان مسیح ناصری علیہ السلام یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق حضرت نبی کریم صلعم ہیں آپ چونکہ زندہ نبی ہیں اور قیامت تک آپ کی نبوت سے باہر کوئی نبوت نہیں اس لئے آپکی امت میں اس نام کا ایک ظل آئیگا وہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں جسطرح غلاموں کی فتوحات آقا کے نام سے منسوب ہوتی ہیں اسی طرح آقا احمد مصطفے صلعم قرآنی پیشگوئی کے اصلی مصداق ہیں خواہ غلام ایک ہو یا ہزاروں سب اسی آقا کے نام سے شمار کئے جائیں گے۔

(۵) حضرت مرزا غلام احمدؑ نے مسیح موعود کا دعوے کیا اسلئے جو شخص آپکو مسیح موعود مانتا ہے وہ احمدی ہے احمدی کو حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ہیں یہی منوانا چاہئے جو آپکو مسیح موعود نہیں مانتا وہ خدائی سوا خذہ کے نیچے ہے یہ خدا کا معاملہ ہے جس نیت سے وہ ماننے والا نہیں مانتا وہ خدا اور اسکا بندہ جانتا ہے۔ ہاں جو شخص مسیح موعود اور آپکی جماعت کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے حدیث نبوی بن جاتا ہے۔ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے کیونکہ ہمارے آقا نے کہا ہے کہ ہمارے سردار انبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسکو بھی کافر نہ کہو پھر جو شخص کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ اہل قبلہ ہے اسکو ہم کس طرح کافر کہیں تمام وجوہوں سے بڑھکر یہ دو وجہیں اسلام کی ہیں

(۶) حضرت اقدس کی تمام تحریرات جو دعوئے مسیحیت کے بعد کی تصانیف ہیں ہمارے لئے حجت ہیں اور حضرت صاحب کے مذہب کا فیصلہ کرنیوالی ہیں انمیں سے کوئی منسوخ نہیں۔ اور اس میں سینکڑوں جگہ حقیقی نبوت سے انکار آپنے کیاہے۔

(۷) دس شرائط بیعت جس پر حضرت اقدس بیعت لیا کرتے تھے۔ وہ ہر ایک احمدی جو سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اس پر عائد ہوتی ہیں اس سے ایک بھی شرط کا انحراف جادۂ اعتدال اور اصل مذہب حضرت مرزا صاحب سے دور جانا ہے۔

(۸) حضرت اقدس مسیح موعود تھے اور آیت استخلاف کے ماتحت

(۴) قرآنی پیشگوئی اسمہ احمدؑ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اور کوئی اس کا مصداق نہیں اگرچہ آپ کے آقا صفت احمدؐ کے مصداق تھے۔ مگر نام نہیں تھا۔ جب نام نہیں تھا۔ تو قرآنی پیشگوئی بھی آپ کے حق میں نہیں ہاں یہ سچ ہے کہ صفت احمد والے نے ہی احمد بنایا ہے یعنے اگر صفت احمد والے کی احمد نام والا غلامی نہ کرتا تو وہ اس پیشگوئی کا مصداق نہ ہوتا۔ (اس معمہ کو سمجھنے کے لئے تین ایک اور ایک تین سمجھنے والے کی عقل چاہئے)

(۵) حضرت مرزا غلام احمدؑ ویسے ہی نبی ہیں جیسے محمدؐ رسول اللہ - آپ کی نبوت کو نہ ماننے والا (خواہ آپ کو مسیح موعود بھی مانتا ہو) کافر ہے یا فاسق ہے مگر فاسق بھینے کافر ہے کیونکہ فاسقوں اور کافروں کو خدا نے ایک ہی گروہ ہیں۔ کہا ہے۔ دست لئے حضرت اقدس کی نبوت اور رسالت منوانا چاہئے۔ جب تک حضرت اقدس کی نبوۃ اور رسالت کی تبلیغ اور اشاعت نہ ہو اسلام کی اشاعت ہو نہیں سکتی - اگر کوئی شخص حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت بھی کرچکا ہو اشاعت اسلام بھی کرتا ہو۔ تو بھی وہ اشاعت اسلام نہیں کرتا - بلکہ اشاعت کفر کرتا ہے اگر حضرت اقدس کو محمد رسول اللہ صلعم کے جیسا یعنے کامل حقیقی۔ مستقل نبی مان کر نبوت احمدیہ کی دعوت نہیں کرتا ✤

(۶) حضرت اقدس کی تمام تحریرات جو ۱۹۰۲ء سے پہلے کی ہیں سب منسوخ ہیں اس لئے کہ اس میں نبوت کا انکار ہے حضرت اقدس حقیقی نبی ہیں مگر صرف حصول نبوت میں فرق ہے یعنی وہ نبی کریمؐ کی متابعت سے ملی ہے بس باقی نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں جیسے محمد رسول اللہ ویسے ہی احمد رسول اللہ۔ (یعنی مرزا غلام احمدؑ) -

(۷) دس شرائط بیعت پر حضرت شروع میں بیعت لیتے تھے۔ لیکن بعد میں

خلیفہ رسول اللہ تھے اور اس زمانہ کے امت محمدیہ کے امام تھے اور وہ امام تھے جسکو حضرت نبی کریم کی زبانی امام مہدی آخر زمان کی پیشگوئی کی گئی تھی آپ کے جانشین آپکی تعلیمات اور مذہب کی اشاعت کرینگے۔ اور وہ خلیفہ کہلائینگے آپ ہی واجب للاطاعت امام تھے یعنے اختلافات دین میں حکم و عدل تھے نہ کہ نیا دین لائے تھے اسلئے آپ کے خلفاء اسی مذہب کی اتباع کریں جو مذہب خود مسیح موعودؑ کا تھا یعنے اسلام جسکے لانے والے محمد رسول اللہ اور تمسک قرآن اور حدیث صحیح اور اختلاف کی حالت میں مسیح موعودؑ کا فیصلہ۔

(۹) آپ کے الہامات اور وحیں خدا کی طرف سے ہیں لیکن ان الہامات اور وحی کے معنے خلاف قرآن اور وحی محمد رسول اللہ کے کرنے کا کوئی شخص مجاز نہیں وحی نبی کریمؐ کلام مرفوع ہے جس کی دعائیں سجدہ کی حالت میں مانگنی جائز نہیں اور حضرت اقدس نے خود فرمایا ہے کہ میری الہامی دعائیں سجدہ میں بھی مانگ سکتے ہو اس لئے آپ کا الہام اگرچہ خدا کیطرف سے ہے۔ تاہم وحی محمد رسول اللہ یعنے قرآن کے برابر نہیں اور کوئی الہام اور وحی قابل قبول نہیں جس پر قرآنی وحی کی مہر نہ ہو اور کوئی نبوت نبوت نہیں۔ جس پر نبوت محمدیہ کی مہر نہ ہو کوئی نبی بعد نبی آخر زمان نہیں آسکتا۔ جو اس کے وجود کے اندر نہ ہو یعنے ظلی یا بروزی یا جزوی

اس کا خلاصہ کر لیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔ (وہ دین جو خلیفۃ المسیح سمجھا وے نہ وہ دین جو خود مسیح موعودؑ کا تھا)

(۸) حضرت اقدس نبی اللہ تھے ویسے ہی جیسے نبی کریمؐ آپ کا خلیفہ بھی ویسا ہی واجب الاطاعت ہے جیسے خود آپ تھے خلیفہ کا منکر ویسا ہی ہے جیسا آپکا منکر خلیفہ مجسم قرآن ہے خلیفہ جو قرآن کو سمجھتا ہے دوسرا سمجھ ہی نہیں سکتا اسلئے اگر کوئی شخص خلیفہ کے عقائد سے یا خلیفہ کے فہم قرآن سے اختلاف رکھتا ہو تو اپنے ہی قصور فہم کا اقرار کرے اور اگر دل سے وہ اپنے قصور فہم کا اقرار نہ کر سکے تو بھی تقیہ کے طور خاموش رہے اور بیعت میں داخل ہو جائے۔

(۹) حضرت اقدس ویسے ہی نبی ہیں جیسے محمد رسول اللہ اس لئے حضرت اقدس کے الہامات بھی ویسے ہی ہیں جیسے قرآن شریف کلام الہی ہے مگر آپ محمد رسول اللہ کے فیض یافتہ ہیں۔ صرف یہی فرق ہے (خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ ناقص نبی رہتے ہیں - جب تک احمد رسول اللہ کو شامل کرکے پورے نبی نہ بنیں محمدؐ اور احمدؑ ایک ہی رسول ہیں - مگر وجود دو ہیں - وہ ایک اور ایک وہ یہ معمہ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتا) ✤

* یہ اختلاف عقائد کی فہرست گذشتہ ۱۲ر جنوری ۱۹۱۷ء کو جماعت احمدیہ بمبئی کو نماز جمعہ میں سنائی گئی ✤

فسخ بیعت کا اعلان

میں نے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت بذریعہ کارڈ کی تھی۔ اب میں ان عقائد سے جو میاں صاحب کے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب حقیقی اور کامل نبی ہیں جو حضرت صاحب نے اپنے متعلق کبھی نہیں لکھے اور اسمہ احمد کی پیشگوئی خود حضرت مرزا صاحب کے لئے ہے - نہ کہ حضرت رسول اللہ کے لئے - حالانکہ حضرت صاحب نے کبھی ایسا نہیں فرمایا۔ اور تمام جہان کے دوسرے مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں یہ بھی حضرت صاحب کا مذہب نہیں تھا۔ اس لئے میں اس تحریر کی بنا پر جو میں نے میاں صاحب کے باطل ہونے کے متعلق دیکھی۔ فسخ بیعت کا اعلان کرتا ہوں ✤ خاکسار شوق محمد اللہ کہری ٹہوں۔

جلد ۴	مدینۃ المسیح لاہور۔ چہارشنبہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ ہجری۔ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۱۷ء	نمبر

اللہ اور رسول کی اطاعت کے ثمرات

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا۔ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین سے۔ اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے ثمرات کا ذکر ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک شخص اللہ اور رسول کی اطاعت سے نبیوں میں داخل ہو جاتا ہے یا نہیں۔ بالفاظ دیگر نبی بن جاتا ہے یا نہیں۔ اول ہم خود آیت کو دیکھتے ہیں تو اس کے رو سے اللہ تعالیٰ نے ایک منعم علیہم کا گروہ قایم کیا ہے۔ اور اس میں چار قسم کے لوگوں کو داخل کیا ہے۔ نبی صدیق۔ شہید۔ صالح۔ اس تقسیم میں نبی سب سے اول اور صالح سب سے آخر رکھا ہے۔ لیکن صالحین کا گروہ ایسا ہے کہ خود انبیاء نے بھی اس کے اندر داخل ہونے کی دعا کی ہے۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پھر ایک عظیم الشان نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین۔ لغوی معنے کے رو سے صالح وہ ہے جو ہر قسم کی صلاحیت سے آراستہ ہے۔ اور ہر فساد سے پاک ہے۔ پھر شہید بھی انبیاء کو کہا ہے۔ یوم نبعث من کل امۃ شہیدا وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شہیدا۔ اور فرمایا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ شہید کے معنے کے لئے دیکھو نوٹ ۲۱۷ یہ لفظ امام اور پیشرو کے معنے میں بھی آیا ہے۔ اور انبیاء کو صدیق بھی کہا ہے۔ انہ کان صدیقا نبیا۔ پس صدیق۔ شہید۔ صالح وہ اعلیٰ مرتبہ کے انسان ہیں کہ انبیاء کے ان مراتب کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے +

اس آیت کی جو شان نزول بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم آپ کے حضور سے ادھر ادھر جاتے ہیں تو ہمارے دل تڑپتے ہیں کہ جلد ہی پھر آپ کے پاس پہنچیں۔ قیامت میں آپ بڑے اعلیٰ مقامات میں ہونگے۔ ہم وہاں آپکی معیت میں کیونکر رہ سکیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی جس نے یہ وعدہ دیا کہ اطاعت کرنے والے انبیاء کی معیت میں ہونگے۔ لیکن اس کو چھوڑ کر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو ایک ہی گروہ منعم علیہم کا قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو انعامات انبیاء کو ملتے ہیں ان میں باقی تین گروہوں کو بھی گونہ اشتراک ہے۔ اور اپنے اپنے قدر کے مطابق ان انعامات سے متمتع کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت وہ بات جو انبیاء کو باقی تین گروہوں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ نبوت کا کام ہے۔ یعنی خدا کی رضا کی راہوں پر اطلاع پا کر ان راہوں کا مخلوق کو بتانا۔ یا منجانب اللہ ہدایت پا کر اس ہدایت کے ذریعہ سے اپنے متبعین کو صدیق شہید صالح کے مقام تک پہنچانا۔ نبی کی اطاعت سے نبی بن جانا بے معنی بات ہے۔ نبی جیسا کہ ابھی نوٹ ۶۴۳ میں بیان کیا گیا ہے۔ مطاع ہوتا ہے۔ اب نبی کی اطاعت کرکے ایک شخص خود مطاع بن جائے۔ اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ ایک نبی کی اطاعت کرنے کا نتیجہ یہ ملا کہ وہ نبی کی اطاعت سے آزاد ہو گیا۔ اور نہ صرف وہ خود آزاد ہوا بلکہ اپنے مطاع نبی کو مطاع کے مرتبہ سے گرا کر خود اس کے تحت پر بیٹھ گیا گویا کمال اطاعت۔ اطاعت نہ کرنا ہوا جو اجتماع ضدین ہے کمال اطاعت تو چاہتا ہے کہ اس کی اطاعت میں روز بروز ترقی کرتا جائے۔ نہ یہ کہ اطاعت سے آزاد ہو جائے +

اب ہم یہ غور کرتے ہیں کہ کیا آیت کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اطاعت کرنے والا نبی بن جائے۔ سو یہاں وعدہ صرف نبیوں۔ صدیقوں۔ شہدا۔ صالحین کی معیت کا ہے۔ اور معیت کا لازمی نتیجہ اس مرتبہ پر پہنچ جانا نہیں۔ یوں تو اللہ کی بھی معیت کا وعدہ مومنوں کے لئے ہے مگر اللہ مومن یا مومن اللہ نہیں ہو جاتا۔ اگر آیت کے الفاظ یوں ہوتے کہ من یطع اللہ والرسول فاولئک ھم النبیون یہ نتیجہ درست ہوتا۔ مگر جب قرآن صرف معیت کا وعدہ دیتا ہے اور معیت کا لازمی نتیجہ وہی بن جانا نہیں جس کی معیت حاصل ہو۔ تو اس آیت سے نبی بننے کا مفہوم نکالنا بالکل غلط ہے۔ ہاں اب سوال باقی یہ رہتا ہے کہ اگر انبیاء کی معیت کی وجہ سے نبی بننا لازمی نہیں۔ تو صدیقوں اور شہدا اور صالحین کی وجہ سے صدیق اور شہید اور صالح بننا لازمی نہیں۔ سو اول تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء کے آنے کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے متبعین کو صدیقوں شہدا اور صالحین کے مقام تک پہنچائیں۔ دوسرے خود قرآن نے دوسری جگہ تصریح فرما دی کہ کامل مومنوں کو صدیق اور شہید کا مرتبہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم (الحدید ۱۹) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہ صدیق اور شہید ہو جاتے ہیں۔ اپنے رب کے نزدیک۔ اور صالح کے مرتبہ پر پہنچنے کا ذکر تو قرآن میں بکثرت ہے۔ لیکن یہ کہیں نہیں آیا کہ کامل مومن کو نبی بھی بنا دیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔ نبوت موہبت ہے۔ نہ اکتسابی۔ کوئی شخص کوشش کرکے نبی نہیں بن سکتا لیکن کوشش کرکے صدیق شہید اور صالح بن سکتا ہے +

اب ہم آیت کو چھوڑ کر واقعات کو لیتے ہیں تو صحابہ کی کامل فرمانبرداری کا ذکر اللہ اور رسول سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے لئے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی قرآن کریم میں موجود ہے وہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی اس سے بڑھ کر کامل اطاعت کا کوئی مرتبہ تصور میں نہیں آ سکتا۔ ... لیکن ایک طرف اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی کامل اطاعت ایسی صفائی سے ثابت ہے تو دوسری طرف یہ بھی صفائی سے ثابت ہے کہ کوئی صحابی نبوت کے مقام پر کھڑا کیا گیا۔ یعنی نبی نہیں بنایا گیا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ نے فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو عمر۔ گویا حضرت عمر میں وہ جوہر موجود تھے جو نبی میں ہوتے ہیں۔ مگر نبی چونکہ اکتساب سے کوئی نہیں بنتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے نبوت کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بند کر دیا۔ اس لئے نبوت کسی کو نہیں مل سکتی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تیرہ سو سال تک کوئی نبی اس لئے نہیں بنا کہ کسی نے اللہ اور رسول کی کامل اطاعت نہیں کی۔ وہ دشمن اسلام ہیں۔ اور اسلام کو دنیا میں بدنام کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کے گروہ نے کامل اطاعت نہ کی تھی۔ تو کیا خدا نے بھی غلطی سے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی سند ان کو دیدی۔ غرض اگر کامل اطاعت سے کوئی نبی بن سکتا تو صحابہ کا گروہ اس کا حقدار تھا۔ کہ ان میں سینکڑوں نبی ہوتے۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے اطاعت سے نبوت کا ملنا ایک غلط خیال ہے جس کی صاف تردید قرآن سے حدیث سے اور واقعات سے ہوتی ہے۔ ہاں ایک رنگ نبوت بیشک اس امت کے کاملین کو مل جاتا ہے۔ اور یہ رنگ صحابہ کو بھی ملا۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ کسی صحابی کو کسی نبی سے اور کسی کو کسی نبی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی حتی کہ ابوذر غفاری کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی + (ترکات القرآن)

اخبار احمدیہ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج صبح ۹½ بجے کے قریب حضرات مجاہدین اسلام جناب مولانا مولوی صدرالدین صاحب معہ شیخ نور احمد صاحب بلال و دوکنگ بخیر و عافیت لاہور پہنچ گئے۔ سٹیشن پر خلقت کا ایک اژدہام تھا۔ علاوہ احمدی احباب کے بہت سے دیگر معززین شہر بھی استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بیرونجات سیالکوٹ۔ وزیر آباد گوجرانوالہ۔ گوجرہ۔ لائلپور۔ سرگودہ۔ فیروزپور۔ اور اور دیگر مقامات سے بہت سے احمدی احباب پہنچ گئے تھے۔ جن میں مکرمی امیر علی شاہ صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر۔ شیخ محمد جان صاحب۔ ڈاکٹر جلال الدین صاحب شیخ محمد صادق صاحب انسپکٹر ملوٹ . . . .

اور غیر احمدی حضرات میں سے میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب بھی استقبال کے لئے سٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ جس وقت گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی۔ خلقت کا ایک اژدہام ٹوٹا پڑتا تھا حتیٰ کہ سردو مخدوم ملت اور مجاہدین اسلام کو گاڑی سے اترنا بھی دشوار ہو گیا۔ مصافحہ اور معانقہ کرنیوالوں سے ہی فرصت نہ ملتی تھی۔ سٹیشن سے باہر گاڑی پر مخدوم ملت کو حضرت امیر اور حضرت مولانا سید محمد احسن کیساتھ گاڑی میں بٹھلایا گیا اور باقی تمام لوگ گاڑی کیساتھ آہستہ آہستہ احمدیہ بلڈنگ آئے پہنچے جہاں گاڑی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہارشنبہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۸

مذہبی آزادی کو پامال کرنیکی کوشش

ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کی بدولت مذہبی آزادی کا [illegible] مذہبی دنیا کے لئے جیسا کچھ باعث منفعت ثابت ہوا ہے اس کے [illegible] کے بغیر چارہ نہیں۔ خیالات کی آزادی اور ایک دوسرے کو آزادانہ تبلیغ اگر ایک طرف بعض ناگوار نتائج کو پیدا کرنے والی ہے تو دوسری طرف مذہبی علوم کی فراوانی اور مختلف مذہبی پالیوں کا اختلاف دماغوں کی خشکی دور اعلیٰ ترقی پر پہنچانے [illegible] وہ کو بھی بہت حد تک کم کرنے والا ہے۔ لیکن ہندوستان کے [illegible] مذاہب میں ہم حیرت و افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کہ آزادی کا ایک غلط مفہوم سمجھ کر اس کا بے طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس سے جو بد نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ انکے لئے گورنمنٹ کو خواہ مخواہ ذمہ وار ٹھیرایا جاتا ہے۔ دور جانے کی بات نہیں۔ ہمارے ہاں کتنے مشن سکول ہیں جن میں آزادی کے اس پاک اصول کی حقیقی قدر کی جاتی ہے ہندو مسلمانوں کے کتنے بچے محض اپنی کم سنی اور ناواقفیت کے باعث پادریوں کے ہتھے چڑھ کر اپنے آبائی مذہب کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ یا اور نہیں تو انہیں اپنے بزرگوں اور جان سے پیارے مذہب کی شان میں ہتک آمیز کلمات سنکر اپنے مذہبی جذبات کا خون کرانا پڑتا ہے۔ اور کسی کی اتنی مجال نہیں۔ کہ اس کے جواب میں چوں تک بھی کر سکے۔ ابھی حال ہی میں احمد آباد کے مشن سکول کے متعلق اخبارات میں یہ ایک خبر شایع ہوئی ہے۔ کہ ایک عیسائی صاحب جو کانپور سے وہاں تشریف لائے تھے۔ سکول میں لیکچر دلوایا گیا۔ لیکچر سے پہلے لڑکوں کو ہدایت کر دی گئی کہ [illegible] کے تشریف لانے پر جو کچھ کہیں خاموشی سے سن لینا اور کچھ اعتراض نہ کرنا چنانچہ لیکچرار صاحب نے خوب دل کھول کر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ناگوار باتیں سنائیں۔ نعوذ باللہ ان کو دغاباز بتایا۔ اور کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ تک سے صاف کہدیا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہماری بھتیجی ہو۔ بلکہ قیامت میں تمہارے اعمال کام آئیں گے برعکس اس کے عیسٰے مسیح تمام امت کے لئے کفارہ ہوئے وغیرہ وغیرہ"

ان واقعات کے دلخراش اور ہتک آمیز ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ گورنمنٹ عالیہ کی عطا کردہ آزادی کا جائز استعمال ہے۔ گورنمنٹ عالیہ نے کیا یہ کبھی [illegible] کہ اپنے خلاف اتہامات اور حملوں کی جائز طور پر مدافعت کرنے سے کبھی نہیں روکا۔ پھر یہ کس قدر دل دکھانے والی بات ہے۔ کہ مشن سکولوں میں ہاں انہیں مشن سکولوں میں جو گورنمنٹ کی مالی امداد سے دوسرے تمام غیر سرکاری سکولوں کی طرح فایدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اس روپیہ سے فایدہ حاصل کرتے ہیں جو کہ پبلک سے وصول ہوتا ہے۔ یوں آزادی کا خون ہو۔ غریب اور معصوم بچوں کے مونہوں کو بند کر کے ان کے دلوں کو گالیوں کی بوچھاڑ اور اعتراضات کی کند چھری سے چیرا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ پچھلے دنوں بعض دور اندیش اور سمجھدار لیڈران ملک نے گورنمنٹ عالیہ سے یہ التماس کی اور اسے ایک قانون پاس کرانا چاہا۔ کہ کسی سکول میں جسے سرکاری امداد ملتی ہو کسی خاص مذہب کی تعلیم لازمی طور پر نہ دی جائے۔ گو افسوس سرکار عالیہ نے اس قابل قدر تحریک کو شرف قبولیت نہیں بخشا۔ لیکن [illegible] آئیگا۔ کہ مشن سکولوں کو یا تو مجبوراً سرکاری امداد سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ اور یا اپنے عیسائیت کی تبلیغ کو جو ان کا بنیادی مقصد ہے وہ ترک کر دیں۔ لیکن کیا ہی بہتر ہو اگر گورنمنٹ عالیہ کی عطا کردہ آزادی کا وہ یوں بری طرح استعمال کرنے کی بجائے اس سے جائز فایدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور ایک تو غیر مذاہب پہ حملے کرنے کی بجائے صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کریں۔ اور دوسرے اپنی سنانے کے ساتھ کچھ دوسروں کی بھی سن لیا کریں۔

ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اور نہیں تو کم از کم اپنی ہستی کے قیام کے لئے انگلشن سکولوں کے لئے اس تجویز پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ گو اس صورت میں ہم مسلمانوں کے بچے جو کہ اپنے مذہب کی ہستی ہی کم واقفیت ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ بالکل [illegible] ہوتی۔ . . . . ہی [illegible] فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن ہم آزادی کے پاک اصول کا اس طرح سے خون تو نہ ہوگا جس سے کہ خواہ مخواہ گورنمنٹ عالیہ کے سفید دامن پر عوام اور ناواقف لوگوں کو یہ دھبہ نظر آتا ہے۔ کہ وہ باوجود ان کے ہم مذہب ہونے کے ان سے باز پرس نہیں کرتی۔ یہ ہم ہی نہیں کہتے بلکہ [illegible] کے دوسرے اہل الرائے اصحاب بھی ہمارے ساتھ اس بات میں متفق ہیں۔ معاصر [illegible] ہمدم لکھنؤ نابالغ بچے اور مشنری تحریک کے عنوان [illegible] لکھتا ہے۔

"چند ماہ کا عرصہ گذرا ہے کہ کراچی کے ایک مسٹن بنگالی نے اپنی [illegible] کے ہاتھوں میں چلے جانیکی [illegible] کے متعلق ایک دردناک چٹھی متعدد اخبارات میں چھپوائی تھی اور اب ہمعصر پیسہ اخبار لاہور نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں یہ خبر درج کی ہے۔ کہ

"اجمیر میں ایک برہمن کے لڑکے کو جس کی عمر ۱۶ سال کی ہے ایک پادری صاحب دم دلاسا دیکر بہکا لے گئے ہیں۔ لڑکا اس وقت ہوا ہے مشنریوں کے قبضہ میں ہے۔ وہ رات کے وقت اپنے مکان سے غائب ہو گیا اور ایک وکیل کے مکان پر جا کر پناہ لی وہاں سے مشنری والے اسکو چلتے ہوئے لڑکے کا باپ ایک سن رسیدہ برہمن ہے جس کا سوائے اس لڑکے کے کوئی دوسرا لڑکا نہیں۔ اس برہمن کی ایک بیوہ لڑکی ہے اور لڑکے کی ایک خوردسال بی بی بھی ہے۔ ایسی حالت میں لڑکے کا مشنریوں کے قبضہ میں پڑ جانا اور بھی افسوسناک ہے اجمیر میں اب لوگ مشن اسکول قایم کرنیکی علت غائی کو سمجھ گئے ہیں"

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا معاملہ کا کوئی اور بھی پہلو ہو۔ یا لڑکا قانون کی رو سے اپنی مرضی کا مالک و مختار ہو گیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات کا پبلک خیالات پر سخت ناگوار اثر پڑتا ہے۔ اور چونکہ مشنری اصحاب زیادہ تر اس ملک کے اعلیٰ اراکین حکومت کے ہم قوم و ہم وطن و ہم رنگ ہوتے ہیں۔ اور اسی مذہب کی جس کے یہ اراکین پیرو ہیں تبلیغ کرتے ہیں۔ اس لئے بچوں کی مفارقت سے ان کے والدین کو جو کلفت پہنچتی ہے [illegible] مشنریوں کے ساتھ [illegible] گورنمنٹ کو بھی کسی حد تک ذمہ دار سمجھنے لگتے ہیں اور ان کے اعزہ و احباب آشنا سا بھی اس کا اثر قبول کرتے ہیں۔ اور گو یہ خیال عوام کا گورنمنٹ کی پالیسی سے واقف نہ ہونے کے باعث غلط فہمی پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اس کا حکام و رعایا کے تعلقات پر ضرور مضر اثر پڑیگا۔ اس لئے بہت ہی مناسب ہو۔ اگر کوئی قانون ایسا پاس کر دیا جائے کہ مشنری صاحبان کمسن بچوں کو اپنے مذہبی حلقہ میں لانے کی کوشش سے باز رہیں۔ اور اپنی تبلیغی کوششیں بڑی عمر کے آدمیوں تک محدود رکھیں"

ہم نہیں کہتے۔ کہ عیسائیت کی تبلیغ ہندوستان میں نہ کی جائے۔ کی جائے اور ضرور کی جائے۔ کیونکہ اس سے بھی منع کرنا ہمارے نزدیک جایز نہیں۔ لیکن اس تبلیغ میں خدا کے لئے وہ راہ تو اختیار نہ کی جائے۔ جو گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ رکھ کر یہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ زد مارنے والی اور اسکی نسبت لوگوں کے دلوں میں بیجا شکوک و شبہات پیدا کرنیوالی ہو۔ کسی کو اپنے مذہبی خیالات کے اظہار یا ان کی تبلیغ سے کوئی روکتا نہیں۔ اور نہ کسی کو ایسا حق حاصل ہے۔ لیکن یہ بھی کسی کو حق نہیں کہ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو برا بھلا کہا جائے۔ اور زبردستی اس کے جواب سے روکا جائے۔ یا معصوم بچوں اور لڑکیوں کو یوں ان کے والدین سے جدا کر دیا جائے۔ بالغ اور خود مختار ہونے کی صورت میں بھی یہ کہاں جایز ہے۔ کہ انہیں والدین سے بالکل ہی الگ کر دیا جائے کوئی سچا مذہب اس قسم کی خفیف کو جایز نہیں رکھ سکتا۔ اور اسی لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام نے صاف الفاظ میں نہ صرف دنیا میں یہ اعلان ہی کیا۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔ دین میں کوئی جبر نہیں بلکہ آزادی اور امن کی حمایت میں تلوار بھی اٹھائی اور جب تک کل مذاہب امن اور آزادی کے اندر نہیں آگئے۔ اس وقت تک اسے نیام میں نہیں کیا۔ اسی کی طرف قرآن شریف نے اشارہ کیا ہے۔ جہاں فرمایا ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً۔ اگر اللہ بعض لوگوں کی بعض سے مدافعت نہ کرتا تو صومعے اور گرجے اور مندر اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔ گرا دیئے جاتے۔ یہاں غیر مذاہب کے عبادت گاہوں کا نام پہلے لیا ہے۔ اور اسلامی مسجدوں کا بعد میں یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اسلام نے محض مذہبی آزادی کے قایم کرنے کے لئے جنگیں کی ہیں لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ آج اسی آزادی کے موجود ہوتے ہوئے اسے پامال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کاش عیسائی مشنری صاحبان اسے سمجھیں۔ اور اپنی ان حرکات سے اپنے مذہب اور قوم بلکہ گورنمنٹ تک کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش نہ کریں +

اردو سائیکلوپیڈیا میں شعبۂ مذہبیات

غالباً یہ خبر ناظرین کرام مختلف اخبارات میں پڑھ چکے ہونگے کہ حال ہی میں اردو سائیکلوپیڈیا کے نام سے ان تمام علوم و فنون کی ایک جامع تصنیف تیار کی جانی تجویز ہوئی ہے۔ جو مشرق سے وابستہ ہیں۔ یہ تحریک اپنی نوعیت میں جیسی کچھ مفید و کارآمد اور دلچسپ ہوگی۔ وہ اس سکیم سے ظاہر ہے۔ جو مرتبین دائرۃ المعارف کی طرف سے اخبارات میں طبع ہو۔

"تمام مختلف علوم کی [illegible] ماخوذ پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جن میں مذہبیات کا نمبر سب سے پہلے ہے۔ جو دنیا کے تمام ادیان۔ مذاہب۔ تصوف روحانیت وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔ اور اس میں سب سے زیادہ قابل قدر اور مفید ترین امر جو اس سکیم کے اندر ہمیں بتایا گیا ہے۔ یہ ہے کہ وہ مذہبی عنوانات سے متعلق اس کا التزام رکھا جائے گا۔ کہ ناظم و مضمون نگار وہی اصحاب ہو سکیں گے۔ جن کی قیادت و سرداری اس مذہب یا فرقہ کے نزدیک مسلم ہوگی۔ ہندومت پر کوئی ہندو ہی لکھیگا۔ فرقہ آریہ سماج پر کسی آریہ ہی سے لکھا جائے گا۔ خود اسلامی فرقوں میں شیعہ۔ سنی۔ حنفی۔ اہل حدیث۔ احمدی غرض ہر فرقہ سے متعلق اس کے مسلم علما سے مضامین حاصل کئے جائینگے"

غالباً اسی لئے ناظمین شعبہ اور مضامین نگاروں کی جو فہرست شایع ہوئی ہے۔ اس میں حضرت امیر مولنا مولوی محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا نام بھی ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنے کے لئے ان دونو بزرگان کرام سے کافی معلومات فراہم ہو سکتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے مسیح موعود کی محبت میں آٹھوں پہر رہکر آپ کے پاک فیض سے جو فایدہ اٹھایا۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ اور کوئی ایسا شخص جس نے مسیح موعود کی محبت ہی نہیں پائی۔ تمام خیالات واصل جماعت کو صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اسی صحبت گزینی اور ابتدا سے مسیح موعود کی تائید و نصرت کے لحاظ سے وہ شخص وہ ابا طم جماعت احمدیہ بھی سب سے بڑھ کر اس نیابت کا مستحق ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے شہادت دی کہ

از برائش محمد احسن را

تارک روزگار مے بینم

اور جس کا ساختہ پرداختہ خود مسیح موعود بھی منظور فرمایا کرتے تھے اس لئے بہت ہی موزون بات ہوگی۔ اگر [illegible] الذکر ہر دو اصحاب کے ساتھ مولنا سید محمد احسن صاحب کا نام بھی مضامین نگاروں کی فہرست میں لکھا جائے۔ الفضل کا اس کے خلاف یہ [illegible] کو جماعت احمدیہ کی قیادت [illegible] کے زیر انتظام لکھوانیکا مشورہ دینا بالکل مہمل ہے اول تو میاں صاحب کل جماعت احمدیہ کی قیادت و سرداری کے منصب پر نہیں اور دوسرے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی صحبت نہیں پائی بلکہ مسیح موعود کی زندگی میں ان کا سارا وقت سیر و شکار میں گذرتا رہا پھر ایسی حالت میں کیونکر یہ کہنا جایز ہے کہ وہ سلسلہ کے اصل حالات کا پتہ دینگے۔ بالخصوص جبکہ میاں صاحب نے جو مذہب ایجاد کیا ہے وہ مسیح موعود اور آپ کے برگزیدہ اصحاب کے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ الفضل کی ساری بنا اس بات پر ہے کہ میاں صاحب ایک خاص جماعت کے واجب الاطاعت امام ہیں۔ ہونگے لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ جماعت کے حالات بھی جو کچھ بیان کریں گے وہ کل جماعت احمدیہ کو مسلم ہونگے۔ بالخصوص جبکہ ان کے مریدین بھی اکثر عقاید میں ان سے اتفاق نہیں رکھتے۔ یہ کہنا کہ سلسلہ کا مرکز قادیان ہے۔ ہم نہیں جانتے . . . . . . کس دماغ سے نکلی ہوئی دلیل ہے۔ گویا کسی کا کسی مرکزی جگہ پر ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ اس مذہب سے پوری واقفیت رکھتا۔ اور اصل حالات کو جانتا ہے پھر کیا مکہ معظمہ کے رہنے والوں اور وہاں کے قاضی کو اسلام سے پورا واقف اور اسکا [illegible] سمجھا جا [illegible] انصار کے فتوے کو کفر کے خلاف ہے

تقریر جلسہ سالانہ جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں عدہ کیا گیا تھا۔ بروقت تیار نہ ہو سکنے کے باعث درج نہیں ہوگی انشاء اللہ صاف ہو جانیکے بعد جلد شایع کی جائیگی۔

تصحیح۔ گذشتہ اشاعت میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضمون کی پہلی ہی سطور میں القول المسعود کی بجائے القول المجید طبع ہوگیا اور بعض اور خفیف سی غلطیاں ناظرین درست فرمالیں

مجدد والی حدیث سے مولوی ظفر علی خاں کا انکار

بالآخر مولوی ظفر علی خانصاحب نے صاف اور کھلے طور پر اس مہتم بالشان حدیث کو جو کہ امت محمدیہ میں بعثت مجددین کا وعدہ دلاتی ہے۔ اور جس کی صحت پر تمام امت کا اجماع ہے موضوع ٹھیرا کر ان ماموران الٰہی کی صداقت کو بھی مخدوش کر دیا۔ جنہوں نے بحکم الٰہی ہر صدی کے سر پر مجدد ہونے کا دعوےٰ کر کے اس حدیث کی صحت پر شہادت دی ہے۔ چنانچہ ۱۶ جنوری ۱۹۱۷ء کے ستارۂ صبح میں انہوں نے ایک طویل مضمون میں صاف اور کھلے الفاظ میں نہ صرف اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ بلکہ ان بزرگان کرام و اولیائے عظام پر بھی تنگ بندی کا فتوےٰ جڑ دیا ہے۔ جنہوں نے اس کی بنا پر بعض بزرگان امت کو مجدد تسلیم کیا۔ ابو داؤد۔ حاکم۔ بیہقی۔ امام جلال الدین سیوطی۔ اور امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہم . . . . . کا نام لیکر انہوں نے کھلے الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے جو کچھ اس حدیث سے استنباط کیا۔ جس بزرگ کو کسی صدی کا مجدد سمجھا یا تسلیم کیا وہ محض تنگ بندی تھی۔ ہم نہیں جانتے کہ مولوی صاحب کو ایسا ایسے عظیم الشان بزرگوں کے متعلق اس قدر بیباکانہ کلمات لکھنے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ بالخصوص جبکہ نرا ان بزرگوں کا خیال و استنباط ہی نہیں۔ بلکہ مختلف اولیائے کرام کے اپنے دعاوی موجود ہیں جو انہوں نے بربنائے الہام الٰہی اپنے مجدد ہونے کے متعلق کئے۔ کیا کہوگے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو جنہوں نے اپنی مہتم بالشان کتاب تفہیمات الٰہیہ میں کھلے الفاظ میں لکھا ہے۔

کنت نفذ البسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ حین انتہت بی دورۃ الحکمۃ ثم لما البست خلعۃ الحقانیۃ وسلب عنی کل علم نظری و فکری لقیت متحیراً کیف بنائی بی المجددیۃ ثم اوضح ربی جل جلالہ لطفاً خاصاً یجمع بہا بین الحقانیۃ والمجددیۃ بلا نظری وفکری وانی الی الان لما منح تفصیل المجددیۃ ومنحت اجمالہا وعلمت علم الجمع بین المختلفات وعلمت ان الرای فی الشرایع تحریف وفی القضاء امکر منہ	یعنی جب دورہ حکمت کا انتہا تک پہنچ چکا تو اللہ تعالےٰ نے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا۔ اور جب حقانیت کا خلعت مجھے پہنایا گیا اور ہر نظری و فکری علم مجھ سے زائل کر دئے گئے۔ تو میں مدت تک حیرت میں سرگردان رہا۔ کہ میں کیونکر مجددیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونگا اتنے میں اللہ جل جلالہ نے میرے لئے ایک طریقہ ایسا واضح کیا کہ جس سے مجددیت و حقانیت کو باہم پیوست کر دیا گیا جس میں نہ علم نظری کی ضرورت رہی اور نہ علم فکری کی حاجت اور اسوقت تک مجھے مجددیت کی تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا مگر

اس نے اپنے فضل سے اس کا اجمال مجھ پر کھول دیا اور مجھے یہ علم عطا کیا گیا ہے۔ کہ جس کے رو سے میں مسایل مختلفہ کو باہم تطبیق دیسکوں اور باہم جوڑ سکوں۔ اور مجھے اس بات کی بھی تعلیم دی گئی کہ خبردار شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا تحریف ہے اور تصفیہ مقدمات میں رائے دینا کرامت اور بزرگی میں داخل ہے؟

اس میں صاف تحریر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجدد بنایا جانا تحریر فرمایا ہے۔ جس کو مولوی ظفر علی خانصاحب تنگ بندی قرار دیتے ہیں گویا بالفاظ دیگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ لکھنا جھوٹ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں مجدد بنایا۔ یا شاید مولوی ظفر علی خاں خانصاحب کے اعتقاد میں اللہ تعالےٰ نے بھی تنگ بندی سے ہی کام لیکر انہیں مجدد ٹھیرا دیا ہو۔ لیکن پھر ایک شاہ ولی اللہ نہیں دیگر بزرگان دین کا بھی یہی حال ہے۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است بہتر ہو کہ مولوی ظفر علی خانصاحب پہلے حضرت مجدد الف ثانی پر جو اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۱ مکتوب چہارم کے اندر فرماتے ہیں

> و ہر صد سال مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر۔ چنانچہ در میان مائۃ و الف فرق است و در مجددین اینہا نیز ہمان قدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آن است کہ ہر چند در آن مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت بوند و بدلا و نجبا باشند؟

ایسا ہی حضرت سید احمد بریلوی اور دیگر تمام ان اولیائے کرام پر جنہوں نے خود اللہ تعالےٰ سے الہام پاکر مجددیت کے دعوے کئے کھلے الفاظ میں فتوے صادر کریں کہ وہ انہیں کس ذیل میں لاتے ہیں۔ تنگ بندی کا فتوےٰ تو خیر دے ہی دیا ہے۔ لیکن یہ بھی بتادیں۔ کہ خود ایسا دعوےٰ کرنا اور اسے الہام الٰہی کے مطابق بتانا۔ حالانکہ یہ محض تنگ بندی ہو۔ یہ کیونکر جایز ہے۔ اور کس فتوے کا مستحق ہے۔

(باقی کالم ۳ کے آخر میں ملاحظہ ہو)

مراسلات

وصیت جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کیمبلپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن ولد بشیر احمد قوم شیخ ستوطن کانپور حال ساکن امرتسر۔ آج بتاریخ ۱۱ جنوری ۱۹۱۷ء بروز جمعرات بمقام کامل پور الفاظمی ہوش حواس و بلا جبر و اکراہ یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری وفات کے بعد میرے تمام ترکہ کا ایک تہائی حصہ (⅓) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ملکیت متصور ہوگا۔ جسکو انجمن مذکور اشاعت اسلام و اشاعت سلسلہ عالیہ احمدیہ میں صرف کرنے کی مجاز ہوگی۔ اس سے قبل میں نے ایک وصیت لکھی تھی۔ جس کے رو سے انجمن مذکور میرے ترکہ کے صرف دسویں حصہ (1/10) کی مالک ٹھیرتی ہے۔ مگر آج جو میں یہ وصیت کرتا ہوں۔ یہ اس پہلی وصیت کی ناسخ ہے۔ لھذا میری وفات پر میرے ترکہ کے ایک تہائی (⅓) حصہ کی انجمن مذکور مالک ہوگی۔ نہ کہ دسویں حصہ کی۔ لیکن یہ ضروری ہوگا۔ کہ اگر میری وفات پر مجھ پر کچھ قرضہ ہو۔ تو بعد ادائے قرضہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ کی انجمن مذکور حقدار ہوگی۔ نیز اگر میری وفات پر میرا کوئی رہائشی مکان میری ملکیت ہو۔ اور میرے کوئی وارث بھی موجود ہوں۔ اور وہ سب یا ان میں سے جو کوئی یہ چاہے۔ کہ انجمن مذکور کو مکان کے ایک تہائی حصہ کی قیمت دیکر کل مکان پر مطابق شرع محمدی کی تقسیم کے قابض رہے یا رہیں۔ تو ایسی صورت میں انجمن مذکور کا فرض ہوگا۔ کہ وہ ایسا کرنے کی اجازت دیدے۔ اور مکان کے ایک تہائی حصہ کی قیمت بازاری انجمن مذکور وصول کرے میرے ورثا اور اولاد کا فرض ہوگا۔ کہ میری اس وصیت کی تمام باتوں کے پورا کرنے میں حتی المقدور انجمن مذکور کو مدد دیں۔ میری بقایا جائداد و ترکہ کی بروئے شرع محمدی تقسیم ہوگی۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ✤ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ ✤

العبد

خاکسار بشارت احمد عفی اللہ عنہ۔ بقلم خود۔ ۱۱ جنوری ۱۹۱۷ء

گواہ شد

محمد اصغر وکسیس۔ کیمبل پور ۱۱ جنوری ۱۹۱۷ء

گواہ شد

سید احمد ولد صوبہ دار نور احمد سکنہ فتح جھنگ حال ایجنٹ چوہدری محمد اصغر صاحب پلیڈر۔ کیملپور بقلم خود۔ ۱۱ جنوری ۱۹۱۷ء

مت اور وید کے خلاف ثبوت

(گذشتہ سے پیوستہ)

سوال نمبر ۲

ویاس جی کا تواریخی ثبوت۔

یہ بات کل عالم پر روشن ہے کہ ویاس عالم باعمل فاضل اجل پراشر جی کے بیٹے تھے مہابھارت ان کی تصنیف ہے اور پراشر جی کی مدح انسان ناقص البیان کیا کر سکے جس کی ذات کا خود بھگوان ثنا خواں ہے۔ ذیل کا منتر ملاحظہ ہو۔

تیرے خادم پراشریا (؟) اور وسشٹھ نے اپنے گھر سے تجھے خوش کیا ہے۔ وہ تیری دوستی کو نہیں بھولیں گے بہادر شہزادوں کے دن اقبال مند نکلیں گے۔ (رگوید منڈل سوکت ۱۸ منتر ۲۱) . . . . . . پراشر کا باپ کا شکتی تھا (رگوید منڈل اول سوکت ۶۵ تا ۷۳ کی سرخیاں ملاحظہ ہوں) شکتی کے باپ کا نام وسشٹھ تھا۔ ساین اچاری کا بھاشیہ رگوید منڈل اول سوکت ۶۵ کی سرخی ملاحظہ ہو کہ اس میں لکھا ہے کہ دیوتا اگنی ہے اور رشی پراشر ولد شکتی ولد وسشٹھ ہے۔ اس سے نسب نامہ یوں پیدا ہوا کہ

ویاس ولد پراشر ولد شکتی ولد وسشٹھ ولد مترا ورن۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔ مذکورہ بالا حضرات سب وید دل کے رشی ہیں اور ویدوں کو ان کی ذات سے فروغ ہے۔

ویاس جی کی طب اور فلسفہ کی بابت وید اس طرح رطب اللسان ہے۔ جس کو اکشوا کو جانتا تھا۔ جسکو قسط کا چاہنے والا ویاس اور نیتی جانتا تھا۔ (اے قسط) تو وہ ہے۔ اور تو سب بیماریاں کھونے والی ہے۔ (اتھروید کانڈ ۱۹۔ سوکت ۳۹۔ منتر ۹)

ان خوبیوں والے ستودہ صفات ویاس جی کی تعریف آفتاب نصف النہار کی طرح ویدوں میں روشن ہے۔ اور ویاس جی کا مباحثہ جو زرتشت سے ہوا تھا۔ وہ دساتیر آسمانی میں درج ہے۔ جس سے ویاس جی اور زرتشت جی کا ہمعصر ہونا روشن ہے۔

ویاس جی کا زمانہ

زرتشت کی تاریخ محتاج بیان نہیں۔ اس کے سمت سے روشن ہے۔ ایران سے لیکر سورت بمبئی تک کے باشندے بتا سکتے ہیں اور مہابھارت کا وقائع نگار ہونے سے ہندی سمت میں ظاہر ہے۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

پس حضرات مورخین سے سوال یہ ہے کہ جن منتروں یا جس وید میں اس خاندان کا بیان مذکور ہوا ہے۔ کم از کم جس میں ویاس جی کا نام و ذکر درج ہے وہ کس زمانہ کا ہے۔ مضمون مذکور پر غور فرما کر صحیح صحیح تاریخ سے اطلاع دیں ✤ ابو رحمت حسن از میرٹھ

فسخ بیعت کا اعلان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✤ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف مخدوم مکرم امیر الملت خلیفۃ المسیح والمہدی حضرت مولوی محمد علی صاحب دام ظلکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا واضح ہو۔ عاجز نے بعد وفات حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور رسمی طور پر صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کر لی تھی لیکن بعد میں صاحبزادہ موصوف کے عقائد عجیب عجیب سننے میں آئے۔ جن سے عجب حیرت تھی۔ آخر آپ کی تصانیف اور حضرت مخدوم مولوی محمد احسن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی تصانیف اپنے ایک عزیز خلیفہ محمد اکرم سے سنکر دل کو پورا یقین ہو گیا۔ کہ حق بجانب آپ کے ہے۔ اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ آپ نے اس وقت میں بڑے استقلال اور ہمت سے احقاق حق و ابطال باطل فرمایا۔ جزاکم اللہ احسن الجزا ✤

الراقم عاجز مراد بیگ از سامانہ۔ ریاست پٹیالہ۔

بقیہ کالم اول

نہیں امید کہ وہ شخص جسے کبھی اتنی بھی جرأت نہ تھی۔ کہ کسی حق مسئلہ کو جو عامہ خیال کے مخالف ہو سر جلسہ بیان کرنے کے بعد اور بقول خود ”بلا خوف تردید“ بیان کرنے کے بعد اس پر استقلال سے قائم رہ سکے (جیسا کہ مولوی ظفر علی خانصاحب نے ۱۹۱۱ء میں معراج نبوی کو اسلامیہ کالج گراونڈ میں ایک جلسہ کے اندر روحانی کہکر پھر مولویوں کے فتوے کفر سے ڈر کر ایک جلسہ میں اپنے اس اعتقاد سے توبہ کی) وہ جمہور مسلمین کے مسلمہ بزرگان دین پر یوں بیباکانہ فتوے عاید کر سکے یا عاید کرنے کے بعد عام اسلامی جذبات کے جایز طور پر جوش میں آنے پر اس پر مضبوطی سے قایم رہ سکے۔ مولوی صاحب آخر وہی تو ہیں جنہوں نے انجمن حمایت اسلام کے ایک عام جلسہ میں حبیبیہ ہال میں کھڑے ہو کر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی ایک نظم کی تعریف کرتے ہوئے قرآن کریم کی عزت و رفعت پر یہ کہکر ہاتھ ڈال دیا تھا کہ قرآن کریم اردو نظم میں اگر ... تو وہ یہی ڈاکٹر اقبال کی ہی نظم ہوتی پھر اب اگر وہ مجددین امت پر بھی تنگ بندیوں کے علاوہ کوئی اور صاف و صریح فتوے بھی دیدیں۔ جو ان کا اعتقاد چاہتا ہے کہ ان پر دیا جائے۔ تو یہ ان سے کوئی بعید بات نہیں لیکن تاہم ان کے مذہب اور اصل اعتقادات کو الم نشرح کرنے اور عامۃ المسلمین کو مغالطہ میں نہ رکھنے کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے مضمون کا شرح و بسط سے جواب دینے سے پہلے ان سے یہ بھی پوچھ لیا جائے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر ایسے ہی بزرگ جنہوں نے الہام الٰہی سے مجددیت کا دعوےٰ کیا کیا تھے؟ دیکھیں مولوی صاحب کیا جواب دیتے ہیں؟

منقولات

الحق یعلو ولا یعلیٰ

مکرمی ایڈیٹر صاحب الدھر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
قادیان میں جو ریزولیوشن سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پاس کئے گئے ہیں۔ اور جو اخبارہیں بھی شائع کر دئے گئے ہیں افسوس ہے کہ ان میں صفائی سے کام نہیں لیا گیا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پر یہ الزام دیا گیا ہے۔ کہ اس کے سکریٹری نے اخبارات میں یہ غلط اطلاع دی ہے کہ سلسلہ احمدیہ کا قادیانی طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتا اور دنیا کے سارے مسلمانوں کو سوائے احمدیوں کے کافر جانتا ہے میں حیران ہوں کہ میاں محمود صاحب کی صریح تحریروں کے مقابل ان ریزولیوشنوں کو کس قسم کی کارروائی سمجھنا چاہئے اور آیا اس کی غرض سوائے پبلک کو مغالطہ دینے کے اور کچھ ہو سکتی ہے۔

ریزولیوشن میں یقین دلایا گیا ہے کہ "جماعت احمدیہ قادیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور آخری نبی تسلیم کرتی ہے۔ اور قرآن کریم کو آخری کتاب تسلیم کرتی ہے۔ ہاں اس کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق کہ آنیوالا مسیح نبی ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب جو مسیح موعود تھے۔ نبی تھے" اول تو یہ خود بے معنی بات ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بھی ہیں اور آپ کے بعد بھی ایک نبی ہے۔ اگر آپ آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ آخری نبی نہیں پھر اسکو امت کا اجماعی عقیدہ کہنا بھی غلط ہے یہ ایک پیشگوئی تھی اور خود بانی سلسلہ احمدیہ نے جو اس کی تشریح کی ہے وہ دلیل ہے۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی ہے کہ امتی تو وہ ہی تم میں سے ہوگا...... اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائیگی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کے نشانوں میں سے ایک نشان اپنے اندر رکھتی ہے" (ازالہ اوہام ۲ ص ۴۲۳ و ۴۲۴)

اور اگر یہ درست ہے۔ کہ باوجود آنحضرت کے آخری نبی ہونے کے ایک نبی آپ کے بعد آ سکتا ہے۔ تو جماعت احمدیہ قادیان کا یہ عقیدہ کہ وہ "قرآن کریم کو آخری کتاب تسلیم کرتی ہے"۔ اس لئے ہم یہ سنیں گے۔ کہ وہ رسول اللہ صلعم کو "آخری نبی تسلیم کرتی ہے" اور جس طرح آخری نبی کے بعد ایک نبی آ گیا۔ آخری کتاب کے بعد ایک کتاب کیوں نہیں آ سکتی۔ مگر سب سے حیرت انگیز یہ امر ہے۔ کہ اس ریزولیوشن میں تو اس قدر زور دیا گیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان محض اجماعی عقیدہ کی وجہ سے ایک مسیح موعود کا نبی ہونا مانتی ہے لیکن فی الواقع یہ سچ نہیں۔ بلکہ اصل میں یہ جماعت باب نبوت کو کھلا مانتی ہے۔ اور ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا آخری نبی نہیں مانتی۔ ان کے لیڈر میاں محمود احمد صاحب اپنی کتاب انوار خلافت میں صاف الفاظ میں لکھتے ہیں۔

"ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہونگے" صفحہ ۶۲
"وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق لکھتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اب بھی نبی بن سکتا ہے" صفحہ ۶۲
"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھدی جائے۔ اور مجھے کہا جائے۔ کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو میں اسے کہونگا تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں" صفحہ ۶۵۔

پھر نواب محمد علی خان کا ایسا ریزولیوشن پیش کر کے مسلمان پبلک کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

اسی طرح تکفیر مسلمانان کے سلسلہ میں ریزولیوشن میں یہ لکھا ہے "تو ہم مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس الزام کی بھی تردید کرتے ہیں۔ کہ ہم دنیا کے سب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے امام کی تعلیم ہے ہم کسی ایک مسلمان کو بھی کافر نہیں کہتے" مگر میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں" انوار خلافت صفحہ ۹۰
"اگر یہ کہا جائے۔ کہ کسی ایسی جگہ تبلیغ نہیں پہنچی۔ کوئی مر گیا ہو اور اسکے مر چکنے کے بعد کوئی احمدی پہنچے۔ تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے۔ اس کے متعلق یہ ہے کہ ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کی پہچان اسے نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھینگے" (الفضل مورخہ ۶ مئی ۱۹۱۵ء)

"پس نہ صرف اسکو جو آپکو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپکو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے" (تشحیذ اپریل ۱۹۱۱ء)
"جن پر تبلیغ نہیں ہوئی (یعنی مسیح موعود کے دعویٰ کی)... ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ انکو ہو چکی ہے یا نہیں..... چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے۔ ہم ان کو کافر کہیں گے" (تشحیذ اپریل ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۴۹)
کیا اس قدر تصریحی حوالجات کے بعد بھی کسی کو شک رہ سکتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیانی گروہ دنیا کے سارے مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے گھر کے اندر تو یہ عقیدہ اور باہر لوگوں کو یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ اس طرح پبلک کو مغالطہ دینے کا کیا فائدہ۔ اور اگر سچ مچ میاں صاحب سارے مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں نبیوں کا آنا نہیں مانتے تو اپنی قلم سے وہ کیوں چار سطریں شائع نہیں کر دیتے۔ کہ میں نے ان سابقہ تحریروں سے جن میں باب نبوت کو کھلا قرار دیا تھا اور مسلمانوں کو کافر قرار دیا تھا۔ توبہ کر لی ہے۔ میاں کا تو یہاں تک عقیدہ ہے۔ کہ اب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پڑھکر کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ساتھ مسیح موعود کی نبوت کا اقرار ضروری ہے۔ گویا عملاً کلمہ ان کے نزدیک منسوخ ہے۔ والسلام۔

محمد علی

نور رسالت کی تیز شعاعیں

سترھویں صدی کے انگلستان میں

ایک زبردست عیسائی عالم کے دل پر

وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک بادشاہ دوسرے کی رعایا کو سزا دے اور مطیع و منقاد کرے، تو وہ پروردگار عالم کی خاطر ایسا کر سکتا ہے۔ کیونکہ بادشاہ خدا کا خلیفہ ارضی ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جن کے اعمال خراب ہوتے ہیں، ایسی سزا کے مستحق ہیں۔ اور پروردگار عالم کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ان کو پورا استحقاق حاصل ہے۔ اور خدا کی بادشاہت جاہ و جلال کا لوگوں کے دلوں میں سکہ بٹھائیں۔ اور اس کے احکام کی پابندی کرائیں۔ اس قسم کے نظائر کی دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے یہودیوں میں سرقوس نے ایدومیقس کو ختنہ کرانے پر مجبور کیا۔ اور پھر اسے یہودی کرایا۔ عیسائیوں کی تمام کتب تواریخ اس قسم کی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ دین عیسوی کے متعدد ڈاکٹروں کی تعلیم ہے کہ ہر ایسی قوم پر جو گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو چڑھائی کر دینی چاہئے اور اعلان جنگ کے لئے یہ ایک صحیح بہانہ ہے کہ غلط کاروں کو راہ مستقیم پر لایا جاوے اور قانون قدرت پر جس کے وہ روز ازل سے تابع بنائے گئے ہیں زبردستی عملدرآمد کرایا جائے۔

جنگ کے جواز میں یا اسی نوع کی متعدد دلایل پر مذہب نصرانیت قائم ہیں۔ اور گو انہوں نے اور پاپاؤں نے اس کی شدومد سے تائید کر کے مسلمانوں کے لئے راہ اعتذار پیدا کر دی ہے۔ مگر مجھے کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ملا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ملک عرب میں اس اصول پر کبھی بھی عمل کیا ہو۔ انہوں نے بت پرستی کا استیصال تو کیا ہے مگر اسلام میں لوگوں کو بجبر و اکراہ کبھی داخل نہیں کیا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ سلوک

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں اور یہودیوں کو ہمیشہ جان کی امان اور مال کی حفاظت دی اور مذہب کے لئے کبھی تشدد نہیں کیا۔ مدینہ میں یہودیوں کے ارکان مذہبی کی ادائیگی میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ صرف جزیہ ان سے لیا جاتا تھا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے تک یہی حال رہا۔ انہوں نے البتہ عرب سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ان سے یہ کہا گیا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کر دی ہے کہ دو مختلف مذاہب ملک عرب میں نہیں رہنے چاہئیں۔ جو سلطنت کا مرکز ہے۔ اور باوجودیکہ انہیں خارج البلد کر دیا گیا تھا، لیکن یہ امر امور انتظامیہ کی دوراندیشی پر مبنی تھا۔ اور مذہب سے اسے کوئی سروکار نہیں تھا۔ ان کو نہ زبردستی مسلمان کیا گیا اور نہ غیر ملکوں میں جلاوطن کیا گیا۔ لیکن انہی عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے بیت المقدس میں یہودیوں کو کامل آزادی اور حفاظت جان و مال کی دستاویز دی، (اس کے بعد ڈاکٹر اسٹب نے دستاویز کا ترجمہ دیا ہے۔ جسے ہم نے چھوڑ دیا ہے)

اس اعلان حریت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنی سلطنت کی توسیع تو کی مگر اپنے مذہب کی تلوار کے زور سے اشاعت کبھی نہیں کی۔ انہوں نے البتہ اتنا کیا کہ کسی غیر مسلم کو فوجی یا سول اعلیٰ عہدے نہیں دئے۔ اور جو عیسائی و یہودی وغیرہ جزیہ دیتے رہے ان کو کامل امن و امان کی زندگی بسر کرائی۔ اسپین میں عیسائیت اور دیگر مذاہب کے پیروان نہایت سلامتی و اطمینان سے انکے سایہ عاطفت میں رہے۔ کبھی ان کے ساتھ غیر منصفی نہیں کی گئی۔ گو انہوں نے جس ملک کو فتح کیا۔ اس کے امرا و رؤسا اور حکمرانوں کو تباہ و برباد کیا۔ یا بالکل بے دست و پا۔ اور یہ محض اس وجہ سے کہ وہ بغاوت نہ کر سکیں۔ اسکیلنجر کہتا ہے۔ اور امر حق بھی یہی ہے کہ یونانی ترکوں کے زیر نگین بمقابلہ ان کے بادشاہوں کے زیادہ آسایش سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یونانی سلاطین کے زیر حکومت شہزادوں کو علی التواتر قتل اور رفوں پر حد درجہ ظلم و ستم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب وہ تمام خطرات سے بالکل محفوظ ہیں۔ بشرطیکہ ٹیکس باقاعدہ طور پر ادا کرتے رہیں۔ اہل یورپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ ترکوں کے زیر نگین نہ آئیں بلکہ یہ عیسائی شہزادوں اور امرا کی خواہش ہے کہ ترکوں کی زیر اطاعت آنے سے دور رہیں۔

مذہبی تعلیم

کی طرف الحمد للہ کہ مسلمان آہستہ آہستہ کچھ متوجہ ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں سبھا ایجوکیشنل کانفرنس کی تقریر صدارت میں اس موضوع پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا کہ صنعتی اور حرفتی مدارس کا تذکرہ کیا۔ مذہب جو ہم مسلمانوں کی قوم میں داخل ہے اور جس کے بغیر ہماری قومیت کا شیرازہ کبھی مجتمع نہیں ہو سکتا۔ اس کی تعلیم کا مکمل انتظام نہیں۔ اس کا مجھے خود اعتراف ہے کہ سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم کا انتظام گورنمنٹ کے فرائض میں داخل نہیں لیکن مسلمانان برما بجائے خود اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے

ہم کو چاہئے کہ اپنے اپنے مدارس میں مذہبی تعلیم کا پروگرام اسطرح تیار کریں کہ آیندہ چل کر یہی تعلیم مذہب کے بنیادی پتھر کا کام دے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ موجودہ مذہبی تعلیم ہمارے مدارس میں بالکل غیر مکتفی ہے۔ مذہبی تعلیم کا اثر جو کچھ اخلاق پر پڑتا ہے۔ میرے خیال میں آپ حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس بنا پر اگر آپ صاحبان کو ایک خالص عربی مدرسہ کا احساس کراؤں تو غالباً یہ کوئی غیر موزون بات نہ ہوگی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا مذہب ہی ہماری کل کائنات ہے۔ تو اس صورت میں عربی مدارس کا نہ ہونا کیسی عبرت انگیز مثال ہے یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ حضرات جو قدیم تعلیم سے شغف کلی رکھتے ہیں۔ نیز جو جدید تعلیم کے دلدادہ ہیں۔ دونوں اس پر متفق ہو سکتے ہیں باقی امور مثلاً نصاب تعلیم اور نظام تعلیم۔ اس کے لئے بہترین تدبیر یہی ہے کہ ہر دو فریق کے سر برآوردہ اشخاص متفقہ طور پر آپس میں افہام و تفہیم کر لیں۔

اگر مذہبی تعلیم سے آیندہ بھی ایسی ہی غفلت برتی گئی تو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ قوم جو ترقی کے لئے اٹھائی جاوے گی۔ درحقیقت پیچھے پڑے گی۔

کیا مسلمانان پنجاب بھی اس ضروری پہلو کی طرف کبھی متوجہ ہوں گے؟

حضرت مسیح موعود کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ایڈیٹر پیغام صلح کی چٹھی ایڈیٹر صاحب اسوۂ حسنہ کے نام

جولائی گذشتہ میں میرٹھ کے رسالہ اسوۂ حسنہ میں النبوت فی الاسلام پر ایک ریویو شائع ہوا تھا جس میں حضرت اقدس مسیح موعود کی پوزیشن اور آپ کے مذہب کو مخدوش ٹھہرایا گیا تھا۔ ہم نے اس پر ایڈیٹر صاحب رسالہ مذکور کو ایک چٹھی لکھی۔ جس میں اُن کی غلط فہمیوں کو رفع کر کے حضرت اقدس کی اصل پوزیشن کو ظاہر کیا گیا تھا۔ لیکن یہ چٹھی وہاں طبع نہ ہو سکی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے پیغام صلح میں شائع کر دیا جائے۔ وھو ھذا:-

مکرمی ایڈیٹر صاحب اسوۂ حسنہ

جولائی ۱۹۳۶ء کے اسوۂ حسنہ میں آپ نے النبوت فی الاسلام پر ریویو کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میرے خیال میں وہ محض غلط فہمی پر مبنی ہونے کے باعث اس قابل ہیں کہ اُن کا ازالہ کر دیا جائے۔ جس کے لئے ذیل کی چند سطور امید ہے کہ کافی ہوں گی:-

سب سے پہلے آپ نے حضرت مرزا صاحب کے ایک شعر ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ٭ اس سے بہتر غلام احمد ہے

کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ گویا حضرت مرزا صاحب مغفور واقعی نبوت کے مدعی اور ختم نبوت کو توڑنے والے تھے۔ حالانکہ یہ شعر جہاں تک میں نے اسے سمجھا ہے اور خود حضرت مرزا صاحب کے اس بارہ میں دیگر ارشادات کو پڑھا ہے۔ ان قیاسات کا ہرگز متحمل نہیں۔ اول تو کسی نبی سے کسی کے افضل ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ بھی ضرور نبی ہی ہو۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ یہ کوئی لازمی امر نہیں۔ کہ ضرور نبی ہی نبی سے افضل ہوا کرے۔ اور غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جہاں تک ہم بزرگان دین و اولیائے کرام کے اقوال و ارشادات پر نظر ڈالتے ہیں۔ ہمیں اس بات کو مانے بغیر چارہ نہیں کہ بعض اوقات ایک غیر نبی کو بھی نبی پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ گو وہ فضیلت جزوی ہی ہوتی ہے۔ کلی نہیں۔ خود قرآن کریم حضرت موسٰے اور حضرت خضر کے قصہ کو بیان فرماتے ہوئے۔ اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ کیا حضرت موسٰی ایک صاحب شریعت اولوالعزم نبی نہیں تھے۔ پھر کیا حضرت خضر علیہ السلام نے جو کہ نبی بھی نہیں تھے۔ بار بار انّک لن تستطیع معی صبرا کہکر اور ایسے کام سرانجام دیکر جن کی علت غائی حضرت موسٰے کو معلوم نہیں تھی۔ اپنے اس علم لدنی کا ثبوت نہیں دیا۔ جو کہ حضرت موسٰی کو حاصل نہ تھا۔ پھر کیا یہ جزوی فضیلت نہیں۔ جو ایک غیر نبی کو اس اولوالعزم نبی پر حاصل تھی۔ پھر آیئے میں آپ کو قلائد الجواہر سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قصہ سناؤں۔ جو محمد بن یحیٰی تادلی نے یوں ارقام فرمایا ہے۔ کہ حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ جاء نی ابوالعباس الخضر علیہ السلام یمتحنی بما امتحن به الاولیاء من قبلی فکشف لی من سریرته نفقہ علی بما خاطبنه به ثم قلت لهٗ وھو مطرق ان یا خضر ان کنت قلت لموسی انّک لن تستطیع معی صبرا۔ فانک لن تستطیع معی صبرا۔ یا خضر ان کنت اسرائیلیّا فانی اسحاقی دانا محمدی فیھا انا وانت وھذہ الکرۃ وھذا المیدان ھذا محمد وھذا الرحمٰن۔ وھذا فرس مسرج ملجم وقوس موتر وسیفی شاھر رضی اللہ عنہ

اب اس میں بھی صاف طور پر اسی جزوی فضیلت کا ذکر ہے۔ جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ ورنہ کجا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور کجا حضرت موسٰے علیہ السلام۔ پس میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ٭ اس سے بہتر غلام احمد ہے

میں بھی فضیلت کا انہی معنوں میں ذکر کیا ہے۔ اور اسے ایک جزوی فضیلت قرار دیا ہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے جیسا کہ آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔ جو آپ نے اس شعر کی تصنیف کے چار ماہ بعد اپنی کتاب تریاق القلوب میں بدیں الفاظ لکھی۔ کہ

"اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے۔ کہ اس تقریر میں میں نے اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور تمام اہل علم اور معرفت اس فضیلت کے قائل ہیں۔ اور اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اور نہ میں اکیلا اس کا قائل ہوں۔ جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گذرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو والایت عامہ کا خاتم سمجھتے ہیں اور حقیقت آدمیت کی سیر دائرہ کا تمام دائرہ اسپر ختم کرتے ہیں۔ اور اپنے کشوف صحیحہ کی رُو سے اس کا نام آخری آدم رکھتے ہیں" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶ و ۱۶۹)

اب یہاں صاف اور کھلے الفاظ میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی اس فضیلت کو جزوی قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ کہکر۔ کہ "جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے" اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا ہے۔ جو اس سے آپ کے مدعی نبوت ہونے کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی اس جزوی فضیلت کے ثبوت میں اولیاء اللہ اور اکابر کے ارشادات اور کشوف کا حوالہ بھی دیکر بتا دیا ہے۔ کہ یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں۔ جو پہلوں نے نہ کہی ہو۔ (۲) علاوہ ازیں خود اس شعر ہی سے پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا اصل منشاء کیا ہے۔ اور کہ آپ نے ہرگز ہرگز اس میں نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ حتےٰ کہ صرف اپنی شخصیت تک کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ کے الفاظ۔ ع

اس سے بہتر غلام احمد ہے

بزبان حال بتلا رہے ہیں۔ کہ آپ نے صرف اپنا ذکر ہی اس شعر میں نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلعم کے ہر ایک سچے غلام اور پاک متبع کو آپ نے مسیح سے افضل ٹھیرایا ہے جس سے صرف حضرت رسول کریم کی ذات اقدس کی عظمت اور علو شان کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ نہ کچھ اور۔

آپ اس شعر کو ذرہ ایک دفعہ پھر پڑھئے۔ اور پھر ذیل کے الفاظ پر غور فرمائیے۔ آپ کو خود بخود پتہ لگ جاویگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اس شعر میں صرف حضرت رسول کریم ہی کی علو مرتبت کو ہی ظاہر کیا ہے۔ نہ کہ صرف اپنے نفس کو کوئی فضیلت دینا ہی آپ کا مقصود اصلی ہے۔ آپ حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۱۵۰ پر فرماتے ہیں کہ

"آسمان پر خدا کی غیرت عیسائیوں کے مقابل بڑا جوش مار رہی ہے۔ پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنےٰ خادم اسرائیلی مسیح سے بڑھکر ہیں"

کیا یہ الفاظ اس شعر کا اصلی ترجمہ نہیں۔ اور کیا "اس رسول کریم کے ادنےٰ خادم" کے الفاظ سے "غلام احمد" کا صحیح مطلب ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر جب مصنف خود اپنے الفاظ کی یہ منشاء بیان کرتا ہے۔ اور اس میں صرف اپنے آپ کو نہیں بلکہ رسول کریم کے تمام ادنےٰ غلاموں کو مسیح اسرائیلی پر فضیلت دیکر آنحضرت کی بلندی مراتب کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو کسی کا کیا حق ہے۔ کہ اس کے خلاف کوئی مطلب بیان کرے۔

دوسرا اعتراض جو آپ نے کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ جب پہلے مجددین اور محدثوں نے اپنے آپ کو نبی کہلانے کی جرأت نہیں کی۔ تو مرزا صاحب نے ایسا کیوں کیا۔ اسکے متعلق سب سے پہلے یہ گذارش ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز اس بات کو پسند نہیں کیا۔ کہ آپ کو نبی کہا جاتے آپ ایک مکتوب اسی النبوت فی الاسلام (جس پر ریویو کرتے ہوئے آپ نے یہ اعتراض کیا ہے۔) کے ضمیمہ صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۱۶ پر الحکم سے نقل کیا ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو یہ ہرگز ہرگز گوارا نہ تھا کہ آپ کو نبی کہا جائے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

"رسول کے لفظ سے صرف اس قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔

(۲) چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے جاننا چاہئے۔ کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے (۳) جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے۔ اسی طرح وہ عیسائیوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذرتا ہے"

(۳) ہم خادم دین اسلام ہیں۔ اور یہی ہمارے وجود کی علت غائی ہے۔ نبی اور رسول کے الفاظ استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ .... سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر دل میں اس معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہئے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں"

(۴) مناسب ہے۔ کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے۔ ورنہ وہی خدا تعالےٰ کے نزدیک جوابدہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں۔ تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے"۔

پھر الوصیت صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔

"اس (آنحضرت صلعم) کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے"

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

ان سب سے بڑھکر آپ کا وہ اشتہار ہے جو آپ نے ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو بمقام لاہور دیا۔ اور اس میں یہ تحریر فرمایا۔

"بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"

"میری نبوت میں جسکو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جسکے معنے آنحضرت صلعم نے متکلم مراد لئے ہیں"

یہاں تک تو خود مرزا صاحب نے مسلمانوں کے ان باہمی اختلافات و انشقاق کا قلع قمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ جنکی وسعت کا آپ کو خیال ہے۔ باقی اگر یہ کہا جائے۔ کہ باوجود ان تمام تصریحات اور رفع شکوک کے بھی حضرت مرزا صاحب کا لفظ نبی کو۔ مجازی۔ جزوی۔ اور بروزی رنگ میں بھی استعمال کرنا ہی انکے طرز عمل کے خلاف اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات و انشقاق کی وسعت کا موجب تھا۔ تو میں کہتا ہوں کہ ایسے خلاف طرز عمل کو رہنے دیجئے اور ان اختلافات و انشقاق کو اگر اس سے بڑھ سکتا ہے بڑھنے دیجئے۔ کہ اسی میں اسلام کی حیات ہے۔ ہر ایک مجدد اپنے اپنے وقت میں وقتی بیماریوں کا ہی علاج اور انسداد کرتا رہا۔ چنانچہ پہلے زمانہ کے مجددوں اور اولیائے کرام میں سے بعض حضرات کے اقوال میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنکی نظیر دوسروں کی زندگیوں میں نہیں ملتی۔ اس میں سِر یہی ہے کہ ہر ایک مجدد کی ضروریات زمانہ علیحدہ ہوتی ہیں اور انہی ضروریات خصوصی کے لحاظ سے وہ خاص امور پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفیانہ طرز استدلال کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ خیالات کا رواج اگر اسوقت کے ملاؤں کے باہمی اختلافات و انشقاق کا موجب ہوکر بھی جائز اور باعث رحمت و برکت تھا۔ تو آج حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا لوگوں کے انکار نبوت و الہام کو

کرنے کے لئے ظلی و بروزی وغیرہ الفاظ ... کو استعمال کرتا اور ... کام ... ہرگز خلاف مصلحت اور کذب کا ... نہیں۔ اگر خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد
من نمے گویم مگر من عیسئ ثانی شدم

کہنا آپ کو مدعی نبوت بر دلالت نہیں کرتا۔ اگر حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ

پنہ در پنجۂ خدا دارم
من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

کہنا اور ایک بزرگ کا یہ فرمانا۔ کہ

آں نمن بودم کہ سعدی را از دریا بیرون آوردم۔ آں من بودم کہ نوح را از طوفان رہا دادم وغیرہ اُن کی خدائی کا دعوی کرنے کا مترادف نہیں۔ اگر منصور کا اناالحق کہنا اور اس کی وجہ سے دار پر کھینچا جانا بھی اس کی عظمت و بزرگی میں کوئی خلل پیدا نہیں کرتا۔ اگر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا لا الٰہ الا انا فاعبدون کہنا آپ کے دعوے معبودیت کا مظہر نہیں۔ نہ ہی آپ کا یہ فرمانا کہ میں ابراہیم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں موسیٰ اور عیسیٰ ہوں وغیرہ وغیرہ آپ کی نبوت پر دال ہے۔ اگر حضرت مولانا روم کا اپنے پیر کے متعلق۔ ع

او نبی وقت خویش است اے مرید

کہنا اور اُسے نبی کہہ کر پکارنا بھی آپ کے بزرگ اور مسلمان ہونے میں کوئی فرق نہیں ڈالتا اور بالآخر اگر حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا یہ تعلیم دینا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ ان کے مدعی رسالت ہونے پر شاہد نہیں اور باوجود اس ارشاد کے پھر بھی وہ بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔ اور اُن میں ان تمام باتوں سے اختلافات و انشقاق کا پیدا ہونا ان کے لئے موجب گناہ نہیں تو میں کہونگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا بھی اپنے آپ کو جزوی بروزی۔ ظلی و مجازی نبی کہنا نبوت کے ادعا اور ختم نبوت کے انکار کا مستلزم نہیں ہوسکتا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ مرزا محمود احمد صاحب کو نسی ایسے امور پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ جن سے مرزا صاحب کے حقیقی و کامل نبوت کے مدعی ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ جہانتک میں نے ان کی تحریرات کو پڑھا ہے اور میرا خیال ہے۔ کہ ان کی کوئی اس قسم کی تحریر میری نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ان کے تمام عقائد کا دارومدار صرف اس بات پر ہے۔ کہ حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ مسیح موعود کے الہام میں نبی کا لفظ آیا ہے اور مسیح موعود نے جس نبوت سے انکار کیا ہے وہ شرعی نبوت ہے۔ نہ کہ غیر شرعی۔ حالانکہ اس کے برخلاف خود حضرت مسیح موعود نے اس حدیث کو جس میں نبی اللہ کا لفظ آیا ہے۔ بلحاظ روایت حدیث مجروح۔ ضعیف اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور بلحاظ ادب و احترام حدیث اس کی تاویل کر لی کہ اس سے مُراد یہی محدث ہی ہے۔ جیسے مجازاً اور استعارۃً نبی کہا گیا ہے۔ اپنے الہام میں جہاں نبی کا لفظ آیا ہے۔ وہاں ظلی اور مجازی نبوت کے معنے کئے ہیں۔ اور کھلے طور پر لکھا ہے۔ کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ اور ظاہر ہے کہ مجاز کبھی حقیقت نہیں ہوسکتا۔ خواہ غیر تشریعی نبی کے لئے ہی کیوں نہ آئے۔ مجاز اور حقیقت دو متضاد ہیں اور حضرت مرزا صاحب نے ان دونوں کو ایکدوسرے کے مقابل لا کر بتلا دیا ہے کہ آپ غیر تشریعی ہو کر بھی حقیقی اور کامل نبی نہیں۔ اس لئے جہانتک میں نے دیکھا ہے مرزا محمود احمد صاحب نے آجتک حضرت مرزا صاحب کی کوئی ایسی تحریر پیش نہیں کی۔ اور نہ وہ کر سکتے ہیں۔ جس میں آپ نے حقیقی اور کامل نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ میاں محمود احمد صاحب نے تو حضرت مرزا صاحب کی پندرہ سالہ تحریروں کو منسوخ کر دیا ہے۔ جس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی تحریروں کو منسوخ کرنے کے بغیر نبوت کاملہ کا ادعا ثابت کرنے کا حوصلہ انہیں کبھی نہیں پڑتا۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب کی تحریروں سے دعوئے نبوت ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ان کا صرف حضرت صاحب کا مرید ہونا ہی اس بات کی دلیل سمجھی جائے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے منشاء کو سمجھکر ایسا کیا ہے تو پھر عیسائیوں کے متعلق کیوں یہ کہا نہیں جاسکتا کہ انہوں نے بھی حضرت مسیح کی طرف دعوئ الوہیت انکے حسب منشاء ہی منسوب کیا ہے۔ رہا آپ کا یہ ارشاد کہ

"اگر مولوی محمد علی صاحب اس روپیہ اور وقت کو بھی جو النبوۃ فی الاسلام کی تالیف اور طبع و اشاعت میں صرف کیا ہے اشاعت اسلام ہی کے کام میں خرچ کرتے تو ہم اُن کے بہت زیادہ شکرگذار ہوتے اور ان کی اسلامی ہمدردی اور روشن خیالی پر اُن کے دشمنوں کو طعن کرنے کا موقع نہ ملتا"

مولوی محمد علی صاحب کو اس بات کی تو پرواہ نہیں کہ کوئی اُن کا شکرگذار رہتا ہے۔ یا نہیں۔ اور نہ ہی ان کو کسی کے طعن کرنا کوئی خیال ہے۔ انکو تو حق کی بات کے کہہ دینے سے غرض ہے چاہے وہ کسی کو بُرا لگے۔ یا بھلا۔ جو بات ان کے نزدیک حق ہے۔ وہ اُسے کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہاں مگر ذرا نظر کا فرق ہے۔ وہی ایک بات جسے مولوی صاحب موصوف اشاعت اسلام بلکہ اس سے بھی بڑھکر حفاظت اسلام کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک وہ اس مصرف کی نہیں۔ لیکن اگر آپ غور کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی شخص کو حقیقی یا کامل نبی ماننا اور تمام کروڑہا کروڑ مسلمانوں کو کافر ٹھہرانا گویا اسلام کی بیخ پر تبر چلانا ہے۔ پھر کیا آپ پسند کرینگے کہ آپ باہر کی ... تو ... ہوں۔ بلکہ آپ کے گھر ہی میں اسلام کی تباہی کے سامان کئے جاتے ہوں۔ میاں محمود احمد صاحب نے مرزا صاحب کو حقیقی نبی اور کل مسلمانوں کو جو انہیں نہیں مانتے کافر ٹھیرا کر گویا اسلام سے ہی لوگوں کو منحرف کرنا چاہا ہے اور کر رہے ہیں۔ پھر کیا اس فتنہ عظیمہ کو رد کرنا اور اس کا قلع قمع کرنا ایک سچے مسلمان کا فرض نہیں۔

مجھے اس کی تو کچھ شکایت نہیں کہ آپ نے اپنے ناظرین کو اس کتاب کے مطالعہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہر ایک شخص اپنے مصالح کو خود ہی سمجھ سکتا ہے لیکن اس بات کی شکایت ضرور ہے۔ کہ مسلمانوں نے معاملات بالخصوص دینی معاملات کی اہمیت کو سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ ہر ایک بات کو ذرا بھی اپنی منشاء کے خلاف پاکر جھٹ منہ پھیر لیتے ہیں حالانکہ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ہر ایک مخالف و موافق تحریر کو پڑہیں اور سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرنے کے بعد صحیح نتیجہ پر پہنچیں۔ تاکہ اگر کوئی حق بات ہو۔ تو اس سے محروم ہونے کا خسارہ نہ اٹھائیں۔ اور اگر انہیں غلط معلوم ہو تو اس کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں۔ کیونکہ مسلمان جس عظیم الشان انسان (فداہ امی وابی و روحی) کے نام لیوا ہیں اس نے فرمایا تھا کہ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا لیکن افسوس کہ اس کا اخذ کرنا تو کجا مسلمان اس کی تلاش بھی جائز نہیں سمجھتے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

والسلام۔ نیازمند دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح مورخہ ۱۴ ستمبر ... ء

خلاصہ تقاریر حضرت مولینا صدرالدین صاحب شیخ نور احمد صاحب بلال ووکنگ

مسجد احمدیہ میں پہنچکر حضرت مولینا صدرالدین صاحب نے سب سے پہلے قرآن کریم کی وہ خوبصورت جلد نکالی جو آپ اپنی روانگی سے ایک دو یوم پیشتر لنڈن سے لطور نمونہ ... کر ... لائے تھے۔ آپ نے بتایا۔ کہ عین جس دن جہاز روانہ ہونے والا تھا۔ رات کے ۱۲ بجے میں قرآن کریم کا آخری ورق دیکھکر فارغ ہوا۔ صبح جہاز روانہ ہونیکا دن تھا لیکن تار آئی کہ ابھی ایک دو دن کا وقفہ ہے۔ مینے کہا یہ خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے سامان کیا ہے۔ فرمایا۔ مجھے بچپن سے کتابوں کی خوبصورت جلدیں دیکھکر صدمہ ہوتا تھا۔ کہ کیوں قرآن کریم کی جلد بھی ایسی خوبصورت اور اعلے درجہ کی نہیں ہوتی۔ اس موقعہ پر میری خواہش تھی۔ کہ اعلے سے اعلے جلد ہو۔ اسوقت تک جلد بندی کی اُجرت وغیرہ کا معاملہ طے نہیں ہوا تھا۔ اسی دن میں موٹر پر سوار ہو کر وہاں گیا اور دو کا ندار سے (جو وہاں اس کام میں اعلیٰ درجہ کے کاریگروں میں سے ہے) معاملہ طے کیا۔ اور اس سے کہا کہ کل ہی ہم نے جلد لینی ہے۔ چنانچہ اُسنے دوسرے دن دیدی۔ جلد جو آپ نے دکھائی۔ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی اور لچکدار ہے۔ اسکے پشت پر اور سرورق اطراف میں لا یمسہ الا المطھرون کا نہایت اعلے درجہ کا سنہری ٹھپہ لگا ہوا ہے اس کے نیچے "دی ہولی قرآن" انگریزی سنہری حروف میں لکھا ہے جیسے آیت کے نیچے آپ نے فرمایا کہ عمداً قرآن کی عزت کے لکھایا ہے۔ لیکن باوجود اس خوبصورتی کے آپ نے بتایا۔ کہ اصلی جلد جس وقت آئیگی وہ اور بھی خوبصورت ہوگی۔ کیونکہ اس کا رنگ بھی اور ہوگا۔ نیز یہ جلد کئی ہاتھوں میں پھرتی رہنے کی وجہ سے خراب بھی ہوگئی ہے۔

اسی سلسلہ گفتگو کے اثنا میں حکیم اللہ یار خاں صاحب واصل باقی عرف ہمکل جی نے اپنی نہایت پرجوش اور دلچسپ نظم سنائی جس میں ان ہر دو مجاہدان ملت اور حضرت خواجہ صاحب کے کارناموں کا ذکر کر کے اس بابرکت کام کے لئے چندہ کی تحریک کی گئی تھی۔ نیز حضرت مسیح موعود کی صداقت کا اظہار کیا گیا تھا۔ یہ نظم خاص اسی موقعہ کے لئے لکھی گئی تھی۔ اور اسکے ایک ایک بند پر خاص طور پر تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ انشاء اللہ کسی آیندہ اشاعت میں اسے شائع کیا جائیگا۔ نظم کے دوران میں حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب کا ایک رقعہ معہ القول الممجد کی سو جلدوں کے وصول ہوا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ یہ سو جلدیں آپ ہدیتاً اس موقعہ پر اس لئے دیتے ہیں کہ جو صاحب احمدی یا غیر احمدی اسے پڑھنا چاہیں۔ ان کو ہدیتاً دی جائیں۔ تاکہ آپ بھی ثواب میں شریک ہوں اور بھی بعض صاحبوں نے چند دن کی بڑی بڑی رقوم اعطا فرمائیں جن کی تفصیل بعد میں دی جائیگی ازاں بعد حضرت مولینا صدرالدین صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ

میں تعمیل حکم آپکا شکریہ ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ اگرچہ زبانی شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مہربانیوں کو دیکھ کر میرا دل آپ کا شکرگذار ہے۔ جب آپ کے خطوط مجھے بمبئی میں ملے بالخصوص جب ڈاکٹر صاحب کا تار پہنچا۔ تو میں واقعی رو پڑا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کس قدر آپ لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈالدی ہے۔ جب میں یہاں سے گیا۔ تو مکان سے ہی مینے رونا شروع کیا۔ پھر ریل میں بھی روتا رہا۔ پھر جہاز میں بھی روتا ہی گیا۔ ووکنگ میں بھی پڑا رہا۔ اس کیلئو لم نہ تھا۔ اور اس سے پیشتر کسی چٹھی میں کبھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ ہمارے بلال صاحب نے کہا۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم روتے ہو۔ میرے رونے کی وجہ یہ تھی کہ میں دل میں کہتا تھا کہ مجھے وہاں تبلیغ کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اور میں اپنے آپ کو جانتا ہوں۔ کہ کچھ نہیں کر سکتا۔ پھر ملک بھی وہ ہے جہاں بدترین مذاہب اسلام کو سمجھا جاتا ہے۔ وہ جو سید الانبیا اور سید الابرار ہے۔ اس کے متعلق گندے گندے کتابیں شایع کی جاتی ہیں۔ اور لوگ ان کو خوشی سے پڑھتے ہیں۔ اس کے متعلق وہاں وعظ کرنا کیسے کام آسکتا ہے۔ اسلام کے متعلق جو کچھ وہاں کے حالات ہیں۔ اور جس قسم کی باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ کبھی اس کی تفصیلیں سناؤں تو آپ چیخ اٹھیں اور کبھی آپ وہ الفاظ سنیں جو اسلام کے متعلق کہے جاتے ہیں۔ تو آپ کو بہت صدمہ ہو۔ پھر ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں جو ہم کسی کو دیکر مسلمان ہونے کی ترغیب دلائیں۔ وجاہت بھی نہیں۔ نہ ہی لیاقت ہے۔ ان لوگوں سے بڑھکر ہم تاجر بھی نہیں کہ ہماری تجارت کے سبب سے ہی ان کو تحریص ہو۔ پھر یہاں پادری لوگ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ تم عیسائی ہوجاؤ تم کو عورت مل جائیگی۔ یہ بھی ہمارے پاس نہیں۔ ہماری لڑکیاں بھی کالے رنگ کی ہیں۔ کوئی طمع کسی قسم کا نہیں جو ان کو ہماری طرف کھینچے۔ بالکل کوئی ایسی چیز ہمارے پاس نہیں جو ہماری کرامت کو مضبوط کردے۔ پھر یہاں سے ایک شخص جاتا ہے۔ تو کس بستہ اور کس جو صلے پر۔ وہاں تو اگر کوئی ساری عمر بھی بسر کردے اور کوئی مسلمان نہ ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان باتوں کو سوچکر میں رویا۔ کہ یہ حالات ہیں۔ اور میں وہاں تبلیغ کے لئے جاتا ہوں۔ اب بھی میں خوشی سے بھی روتا ہوں۔ خدا خوب جانتا ہے۔ اور وہ میرے ہر ایک گوشہ دل سے واقف ہے کہ میرے دل میں ذرا بھی یہ خیال نہیں۔ کہ میں نے کچھ کیا ہے۔ میں اس بات کو علے البصیرۃ کہتا ہوں۔ کہ مینے کچھ بھی نہیں کیا۔ بھلا ان فوجی آدمیوں کو جنہیں نہ کوئی علم ہے۔ اور نہ وہ پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کیا سمجھا سکتے ہیں۔ دوسروں کو تو قرآن کے فلسفہ سے لٹریچر سے واقف بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی ملٹری کو آپ کیونکر مسلمان کر لینگے۔ پھر ان کو معلوم ہے کہ ان کے مسلمان ہونے کی خبر ان کے افسروں کو مل جائے گی۔ ان کی تصویریں ان تک پہنچ جائیں گی۔ ایسی حالت میں کس طرح وہ مسلمان ہوسکتے ہیں۔ جبتک خاص طور پر کوئی ایسی بات نہ ہو جو انہیں کھینچ لائے۔ پھر میں خدا جانتا ہے۔ اب بھی نہیں سمجھتا کہ وہ کیسے مسلمان ہوگئے۔

پھر اب جو کام ہوا ہے اسے کس کی طرف منسوب کروں میں ہکا بکا ہوتا ہوں۔ تو ایک آتا ہے۔ وہ اتوار کے دن لیکچر دیتا ہے۔ اور متواتر پانچ اتواریں لیکچر دیتا ہے۔ پھر خطبہ پڑھتا ہے۔ یہ ایک ہے۔ ابھی پانچ ایسے ہیں۔ جو خطبے کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ (باقی)

نہایت افسوس ہے کہ کاپی کے مطبع میں جانیکا وقت ختم ہوجانیکے باعث تمام تقریر پوری نہ ہوسکی۔ نہ ہی بلال صاحب کی تقریر دی جاسکی آیندہ اشاعت میں انکو ختم کیا جاویگا۔ انشاء اللہ۔ ایڈیٹر

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یک شنبہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء | نمبر ۸۱

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا تازہ خط

ایک اور خاتون کا قبول اسلام

ذیل میں ایک چٹھی کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو اس ہفتہ دفتر تبلیغ اسلام (ووکنگ) میں موصول ہوئی:-

"جناب والا میں اسلام بطور اپنا مذہب قبول کرنا چاہتی ہوں اور میں صدق دل سے اپنی رضا و رغبت سے یہ ظاہر کرتی ہوں کہ میں ایک ہی خدا واحد کی پرستار ہوں۔ اور میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد (صلعم) خدا کے رسول اور ان کے بندے تھے میں کل پیغمبروں کو یعنی ابراہیم۔ موسے۔ مسیح وغیرہ علیہم السلام کو ایک ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ اور خدا کی توفیق سے مسلم زندگی بسر کروں گی میں کچھ مدت سے گہری دلچسپی کے ساتھ اہل اسلام کے خیالات اور حالات کا مطالعہ کرتی رہی ہوں۔ آپ کا ماہواری رسالہ کیمبرج سے ایک دوست مجھے بھیج دیا کرتے ہیں ہمیشہ پڑھتی ہوں میں نے آپکا وہ لیکچر سنا جو چینڈوس سٹریٹ لنڈن میں گذشتہ مہینہ میں دیا تھا میں آپ کی بہت مشکور ہوں گی کہ اگر آپ مجھے یہ بتلائیں کہ مجھے قرآن شریف کہاں سے مل سکتا ہے۔ اور نیز اور کتابیں جو میرے لئے ضروری ہیں۔ میرے پاس سیل کا ترجمہ قرآن کا ہے۔ لیکن وہ یقیناً اچھا نہیں۔ اگر آپ کسی دن ایر سیڈ فوردیلس نمازگاہ لنڈن میں مل سکیں تو میں چند منٹ کے لئے آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ میں ایک رومن کیتھولک گھر میں پیدا ہوئی۔ اور صرف آج سے دو ماہ پہلے تک وہی میرا مذہب تھا۔ بعض وجوہ سے میں نے اپنے والدین کو تبدیلی مذہب سے اطلاع نہیں دی میں پسند کرتی ہوں کہ کچھ عرصہ کے بعد اس امر کا اظہار ایسے وقت میں کروں کہ جب ان کو تکلیف نہ ہو۔ واقعہ......"

میں نے واقعہ کا نام یہاں دینا پسند نہیں کیا۔ لیکن دو امور ہندوستانی مسلمان بھائیوں کے لئے غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ

ترجمہ قرآن

کی اشاعت کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس خاتون کے خط کے جواب میں ووکنگ مترجم قرآن بھیجدوں۔ اور پادریوں کے اس الزام کے نیچے آجاؤں کہ اگر قرآن میں کوئی خوبی ہوتی تو ان میں سے کوئی نہ کوئی ترجمہ قرآن پیش کر دیتا۔ خدا مولوی محمد علی صاحب کا بھلا کرے جن کی ہفت سالہ محنت شاقہ نے آج ہمیں اس قابل کر دیا کہ ہم مغربی دنیا کے سامنے اپنے ترجمے کو اپنی تفسیر کو اپنی تشریح کو پیش کر سکیں اور اس کے ضمن میں ان ما اہل اعتراضات اور حملوں کا جواب دے سکیں جو مغربی مترجمین قرآن نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیئے۔ ترجمہ انڈیا پیپر پر اسلامک ریویو کی تقطیع کے برابر چودہ سو صفحوں میں ختم ہوتا ہے۔ اس میں قرآن شریف کا متن عربی ایک خوش قلم ہندوستانی کاتب سے لکھوا کر شامل کیا گیا ہے۔ اور لاگت چھپوائی کو سامنے رکھکر اس کی قیمت پندرہ روپے مقرر کی گئی ہے۔ اس قیمت میں نہ اس محنت کا معاوضہ ہے جو مترجم نے سات سال کی اور نہ ان کتب کی قیمت شامل ہے جو اس ترجمہ کرنے کے لئے جمع کی گئیں لیکن اس قلیل قیمت پر بھی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان تشنگان اسلام و قرآن کو ہم کس طرح ہدیۃً اپنا ترجمہ قرآن دے سکیں گے۔ عام اہل اسلام خوب واقف ہیں کہ اس ترجمہ قرآن کے شایع کرنے میں جو تیس ہزار کے لگ بھگ روپیہ خرچ ہوا ہے اس میں کس قدر قلیل سے قلیل رقم عام امداد کی ہے صرف تھوڑے سے مسلمانوں نے اس کا تہیہ کیا ہے کیا ابھی تک وقت نہیں کہ ہمارے بھائی یکدل ہو کر اس کام میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاویں ہم خدا کے سامنے حاضر ہو کر اور صدق دل سے اعلان کرتے ہیں کہ محض خلوص نیت سے ہم نے دین ہی کی خدمت کو سامنے رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشی کو مقدم رکھا اور آئندہ بھی رضائے الٰہی ہماری خضر راہ ہوگی۔ لیکن ہم چند تن کیا کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں

کاش مسلمان سمجھتے اور اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر کرتے کہ صرف ایک ہی مذہب اسلام ہے جس کی تعلیم نے کسی فرقہ بندی کی بنیاد کی گنجایش نہیں رکھی یہ تمہاری بدبختی ہے کہ تم نے ایسے پاک اور بین اصول والے مذہب کو محض اپنی ذاتی اغراض کے ماتحت فرقوں میں تقسیم کر رکھا ہے فرقے بیشک عیسائی مذہب میں ہیں ہندو مذہب میں ہیں۔ اور دنیا جہاں کے کل مذاہب میں ہیں۔ اگر فرقے اپنے صحیح معنوں میں کسی میں نہیں تو وہ صرف اسلام میں نہیں۔ اسلام از روئے تعلیم خدا اور رسول ان سات صداقتوں کو قبول کرتا ہے جس کو شارع اسلام علیہ السلام نے صفت ایمان میں جمع کر دیا ہے فہو ہذا۔ امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ اللہ۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسول۔ یوم اخر۔ قدر خیر و شر۔ روز حشر اجساد۔ ان ساتوں باتوں کے ماننے سے ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا اسی قدر فرض ہے کہ وہ ان بزرگوں کو رسول مانے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ رسول کس کے بیٹے تھے کس طرح پیدا ہوئے کس طرح مرے یہ جزو ایمان نہیں نہ از روئے قرآن کسی کی رسالت پہ ایمان لانا ہمارا فرض ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں کسی کی خوشی ہے۔ کہ رامچندر جی اور کرشن جی یا کسی ایسے بزرگ کو رسول مانے جس کی بعثت آنحضرت صلعم سے پہلے ہوئی۔ خواہ اس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔ لیکن ایک مسلمان ایسے شخص کو رسول نہیں مان سکتا جو آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہو۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص مسیح کو بن باپ مانتا ہے ایک شخص اس کا باپ مانتا ہے۔ کیا دو فرقے ہو سکتے ہیں۔ ایک شخص ان کو زندہ مانتا ہے۔ ایک شخص انہیں وفات یافتہ مانتا ہے۔ اور یہ مختلف خیالات متقدمین میں ابتدا سے چلے آتے ہیں۔ امام مالک مسیح ابن مریم کو وفات یافتہ مانتے ہیں۔ حضرت ابن عباس اور بعض دیگر کا بھی یہ مذہب ہے دوسرے انہیں زندہ مانتے ہیں۔ تو بتلاؤ یہ کس فرقہ بندی کی بنا ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں کسی رسول کی پیدایش یا اس کی وفات کے متعلق مختلف کیفیات کا ماننا کس اسلامی اصول کے منافی ہیں۔ ایک شخص کا اتنا ہی فرض ہے کہ وہ حقیقت ایمان کی صفت اور بلفظ رسلہ کے ماتحت کسی کا رسول ہونا مان لے یا ایسا ہی شیعہ سنیوں کو اسلام کے دو فرقے کہنا محض ایک خوش فہمی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اسلام مکمل ہو گیا۔ آنحضرت صلعم کی شریعت اور قرآن ہی خلیفین کا مسلمہ مذہب ہے آنحضرت صلعم کے ساتھ تعلیم مذہب ختم ہو چکی۔ کسی گروہ کی کسی خاص بزرگ سے محبت ہو تو اسے مبارک۔ کسی کی رائے کسی بزرگ اسلام کے خلاف ہو تو وہ اس کے لئے خدا کے آگے ذمہ وار ہے۔ ان باتوں کو اسلام کے اصول سے کیا تعلق ہے پھر اہل سنت والجماعت میں جو موٹے موٹے چار فرقے سمجھے جاتے ہیں کیا ان ہی سے کسی فرقہ کا کوئی ایسا عقیدہ ہے جو جہاں تک اصول اسلام ہے ایک دوسرے کے خلاف ہو۔ یہ چار فرقے فقیہانہ تحقیق کے ماتحت پیدا ہوئے اور اس تحقیق نے اصول اسلام کو ہمیشہ الگ رکھا۔ اہل حدیث کو مقلدین سے ایک الگ فرقہ قرار دینا بھی ایک اور کم فہمی ہے۔ مجھے تو ایک مسئلہ بھی اہل حدیث کا معلوم نہیں کہ جس پر ہر وقت مقلدین اور غیر مقلدین کا یا اتفاق نکلے کہ اختلاف تو ہر شکل میں آنحضرت صلعم تک پہنچ جاتا ہے صرف کثرت و قلت روایات کا فرق ہے۔ جہاں تک مذہب اسلام اور اس کے اصول کا تعلق ہے مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

احمدی اور غیر احمدی

یہاں بھی وہی معاملہ ہے۔ یہ ہمارے مختلف فرقے ہیں۔ دوستو خدا کے لئے قوم پر رحم کرو اسلام پر رحم کرو اپنی اولادوں پر رحم کرو اپنی جاتی ہوئی عشمت عزت پر رحم کرو۔ بتلاؤ کون سے امور ہیں جن کی بنا پر میں متذکرہ بالا جماعتوں کا نام فرقہ رکھوں۔ فرقے ہندوؤں میں ہیں۔ سناتن دھرمی اور آریہ جن میں سے اگر ایک کے اصول صحیح ہیں۔ تو دوسرا مطلق ہندو رہ نہیں سکتا۔ فرقے عیسائیوں میں ہیں جو اپنے مابہ الامتیاز عقاید کے باعث عیسائی رہ نہیں سکتے بھائیو پہلے ان باتوں کو جمع کرو جن کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی شخص مسلمان یا کافر ہو سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد ان وجوہ کو پیدا کرو جو ہماری مختلف جماعتوں میں مابہ الامتیاز ہیں اور یقیناً یاد رکھو کہ آپ ایک بات بھی مجھے نہیں دکھلا سکتے جس کو ایک ایک طرح مانتا ہو اور دوسرا اس کو دوسری طرح مانتا ہو کیا آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ پر کبھی غور کیا۔ وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ۔ یعنی قرآن کے نازل کرنے کی ایک وجہ ان اختلافات کو مٹانا ہے جو مختلف مذاہب میں پڑ گئے ہیں۔ اب اگر یہ صحیح وجہ ہے ہر الہامی کتاب اس لئے نازل ہوتی ہے کہ کسی مذہب کے اختلافوں کو مٹا دے۔ اور قرآن کا یہ دعوے سچا ہے تو تم اس وقت ایک منطقی مصیبت میں پڑے ہوئے ہو یا تو یہ تسلیم کرو کہ تم نے جن کو فرقے سمجھ رکھا ہے ان میں کوئی اصولی فرق نہیں اور اگر ہے تو پھر ایک اور کتاب کی ضرورت ہے۔ لیکن تم مانتے ہو کہ قرآن آخری کتاب ہے۔ اور قرآن کے آنے کی وجہ اصولی اختلافوں کا مٹانا ہے۔ تو پھر جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اسلام کے اندر بھی جو برائے نام فرقے ہیں۔ ان میں بھی اصولی اختلاف ہے تو وہ خدائے تعالےٰ کو کیا جواب دے گا۔ بہرحال میرا یہ مذہب ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے ایسا بین اور کھول کھول کر اصول اسلام کو بیان کر دیا ہے کہ دنیا میں خواہ ستر کروڑ فرقے اسلام کے ہو جائیں ان میں اصولاً کوئی فرق نہ ہوگا۔ اس لئے ان کو فرقہ کہنا میرے نزدیک گناہ عظیم ہے یہ میرا مذہب آج نہیں پیشتر سے ہی اسی مذہب کو میں نے جلسہ اعلان ۱۹۱۰ء کے لیکچر میں بیان کیا اور اس کا

خلاصہ بھی اخبار میں شایع کیا۔ اس وقت تو یہاں کا آنا میرے وہم میں بھی نہ تھا ساسی ناسب کو میں نے پیرس کی کانفرنس میں بیان کیا اور خدا کے فضل ... ۔
اسی مذہب پر میرا ایمان ہے میں گناہ سمجھتا ہوں کہ اسلام کو فرقہ کے نام سے غیر مسلموں میں بغرض تبلیغ پیش کروں۔ کسی مذہب میں فرقوں کا ہونا جو اہم ہوں ایک دوسرے سے متضاد ہوں اس مذہب کے جھوٹے ہونے کا ایک ثبوت ہے۔ اور یہی ایک زبردست ہتھیار ہم نے عیسائیت کے خلاف یہاں پیش کر رکھا ہے۔ رہا کسی مسئلے میں جس کو اصول مذہب سے تعلق نہیں اختلاف رائے کا رکھنا۔ یہ تو رحمت ہی رحمت ہے۔ اور اس قسم کے اختلافات سب میں موجود ہیں۔ اور یہی وہ اختلاف ہیں جن کی بنا پر مختلف اسلام کے شارحین ہیں الغرض میرا مسلک یہی ہے۔ اور کسی خیال کو سامنے رکھ کر میں اس پر کاربند نہیں روپیہ کی محبت ایک لعنت ہے جس پر لات مارنا خدا تعالےٰ نے کئی سال سے مجھے سکھلا دیا ہے۔ میں ایمان سے کہتا ہوں کہ مجھے جواب ملتا ہے اس سے بہت زیادہ میری آمدنی ۱۹۱۱ء میں تھی۔ جس کی مرضی ہو میرا انکم ٹیکس اس وقت کا دریافت کرلے۔ اگر میرا یہ مذہب ہوتا۔ کہ اسلام میں فرقے ہیں۔ اور ایک ہی فرقہ جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے صحت پر ہے تو میں حرام سمجھتا ہوں کہ میں اگر اس فرقہ میں ہوں تو اس فرقہ کی تلقین یہاں نہ کروں۔ جو وہم ہمارے میاں محمود احمد صاحب کو ہے۔ اگر اس وہم میں میں بھی گرفتار ہوتا تو پھر میں ان کے ساتھ ہوتا۔ تو پھر یاد رکھو کہ وہ جماعت مالی امداد کم از کم مجھے اس قدر دے سکتی تھی جو تمہاری موجودہ امداد سے کہیں زیادہ ہوتی۔ لیکن جب میں ایمانًا اس بات کو غلط سمجھتا ہوں کہ اسلام میں کوئی فرقہ ہی نہیں تو پھر میں کیوں اپنے موجودہ مسلک کو چھوڑ دوں۔ آؤ خدا کے لئے ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اور اس بات پر غور کرو۔ اللہ تعالےٰ نے ایسا پاک اور صاف مذہب تمہیں دیا ہے۔ یاد رکھو کہ جس مذہب میں فرقے ہیں۔ اور ان فرقوں میں اصولی اختلاف ہے وہ مذہب صحیح مذہب نہیں۔ یہ فرقہ بندیاں بعض لوگوں کی ذاتی اغراض سے وابستہ ہیں۔ ان کے روزگار اسی طرح چلتے ہیں اس لئے ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اور کچھ اتفاق کرو +

اخبار احمدیہ

حضرت مولینا صدرالدین صاحب و جناب شیخ نور احمد صاحب بلال ووکنگ کی تشریف آوری کی تقریب میں جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے گذشتہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کو بعض معززین کی دعوت کی چنانچہ نماز مغرب کے بعد حضرت امیرؓ کے درس میں لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ درس کے ختم ہونے پر خان بہادر اللہ بخش خاں اور بعض دیگر مہمانوں نے حضرت مولینا صدرالدین صاحب سے مشن کے کچھ حالات سننے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر حضرت مولینا موصوف نے سفر کی کوفت کے باوجود کامل ایک گھنٹہ تک ایک زبردست اور مبسوط تقریر کی۔ آپ نے ارشاد نبوی علےٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی کا دیگر تمام مذاہب سے مقابلہ کرکے بتایا۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس پر چلنے والا اس کے حق ہونے پر بصیرت کے ساتھ شہادت دے سکتا ہے۔ اور ہر قسم کے اعتراضات کے بالمقابل یہ سینہ سپر ہو کر کھڑا رہتا ہے۔ ورنہ مہذب ممالک میں تو ان کے مذہب پر مجلس میں بیٹھ کر جرح کرنی بھی خلاف تہذیب و شائستگی سمجھی جاتی ہے۔ لیکچر نہایت دلچسپ اور دلپذیر تھا۔ اور تقریب کے اندر جو فصاحت و بلاغت کا ایک دریا موجیں مار رہا تھا۔ یہ تمام تقریر انشاءاللہ حضرت مولینا موصوف کی نظرثانی کے بعد شایع ہوگی۔ تقریر کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ اللہ تعالےٰ اس مقدس میزبان اور اس کے پاک بیان پر اپنی رحمت اور فضل کی بارشیں نازل فرمائے اور ان کی پاک نیات کو بار آور کرے۔ آمین +

۲۴۔ کی صبح کو حضرت امیرؓ کے ہاں حضرت مولینا کی دعوت تھی۔ رات کو حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاں اور ۲۵ کو حضرت خواجہ صاحب کے ہاں +

۲۵۔ جنوری ۱۹۱۷ء کو ۱۲ بجے کی ٹرین میں حضرت مولینا موصوف بمعیت حضرت امیرؓ حضرت ڈاکٹر مرزا صاحب جناب شیخ رحمت اللہ صاحب اور بعض دیگر احباب سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں سنا گیا ہے۔ کہ آپ کے استقبال کے لئے غیر احمدی رؤسائے شہر نے پیشتر سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کر رکھا ہے اس کی مفصل روئیداد آئندہ اشاعت میں شایع ہوگی۔ انشاءاللہ۔

شیخ نور احمد صاحب بلال اسی دن یعنی ۲۵ جنوری ۱۹۱۷ء کو اپنے گھر جالندھر تشریف لے گئے۔
جہلم کی طرف سے مبلغ عـہ روپیہ بابت چندہ ماہوار موصول ہوئے اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے +

بیعت ذیل کے احباب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدی جماعت میں داخل ہوئے
میاں محمد فیروزالدین صاحب۔ بابو منیرالدین شریف صاحب ترچناپلی۔ ایم عبدالعزیز صاحب ترچناپلی ماسٹر فضل الدین شریف صاحب ترچناپلی ایم محمد صاحب ترچناپلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴۔ یکشنبہ ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۱

حضرت اقدس مسیح موعود اور "پیغام صلح"

لاہور کے آریہ سماجی ہمعصر "جیون" نے اپنے نومبر ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں حضرت اقدس مسیح موعود کی ان پاک تجاویز کو جو حضور نے اپنی وفات سے دو تین یوم پیشتر ہندو مسلم اتحاد کے بارہ میں لکھیں اور جنہیں بعدہ پیغام صلح کے نام سے پنجاب یونیورسٹی ہال میں ہندو مسلمانوں کے ایک عالیشان جلسہ میں پڑھکر سنایا گیا۔ چالبازی اور فریب کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کرکے کہ ہمارے سماجی دوست (مسٹر چرنجی لال صاحب پریم) کا دل اپنے گرو کے ہمرنگ ہمیشہ اس قدر بغض و تعصب سے بھرا رہتا ہے۔ کہ انہیں کسی دوسرے کے خلاف نقطہ چینی کرتے وقت اتنی بھی تمیز نہیں رہتی۔ کہ حضرت مسیح موعود ذی شان انسان اور ایک جماعت کے امام کا ذکر کس پیرایہ میں کرنا مناسب ہے۔ اور کس حد تک چالبازی اور مکر و فریب جیسے ناپاک افعال کا آپ جیسے انسان کو مرتکب ٹھیرانا یا ان الفاظ کو اس کے متعلق استعمال کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ خود سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے تیرھویں چودھویں سملاس میں عیسائیوں اور اہل اسلام کے بارہ میں جس تہذیب و شائستگی کا نمونہ دکھایا ہے وہ بھلا ان کے چیلوں کو اس سے بھی بڑھکر بدزبانی کا کیوں مرتکب نہیں بناسکتی بمصداق۔ سہ

نیم بیضہ جو سلطاں ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

حیرانی ہمیں اس بات سے ہے۔ کہ آریہ معترض نے اس مضمون کے لکھتے وقت اس دلنشین نظارہ کو کیوں اپنے ذہن سے فراموش کر دیا۔ جو اس عالیشان لیکچر کے سنائے جانے کے بعد پنجاب یونیورسٹی ہال میں نظر آیا تھا۔ اس وقت لیکچر کے بعد پنڈت رام بھجدت صاحب پلیڈر نے جو آریہ سماج کے معزز و ممتاز لیڈر ہیں کھڑے ہو کر پرزور الفاظ میں اس کی تائید نہیں کی اور انہیں شرائط پر جنہیں آج ایڈیٹر جیون نے مکر و چالبازی پر مبنی بتاکر ناممکن العمل ٹھیرایا ہے۔ مجوزہ صلح نامہ کے اسی وقت لکھے جانے پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ نہ صرف اسی وقت بلکہ گذشتہ نومبر ۱۹۱۵ء میں بھی آریہ سماج وچھووالی کے سالانہ جلسہ مباحثات میں بھی ہماری طرف سے پیغام صلح ہی کے پیش ہونے پر جب ہمارے دوست نے اسی قسم کے ریمارک کئے جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ اور ان شرائط کو ناممکن العمل بتایا تو کس زور کیساتھ لالہ صاحب نے بحیثیت صدر اس کی مخالفت کی اور پیغام صلح کی تائید میں آریہ صاحبان کو کن پرزور الفاظ میں ابھارا غیر مناسب نہ ہوگا۔ اگر ہم انکے الفاظ کو پھر ایک دفعہ اس جگہ دوہرادیں۔ اور اس سماجی سرزہ درا سے یہ دریافت کریں۔ کہ کہیں اس مزعومہ چالبازی اور فریب میں پنڈت صاحب موصوف کو بھی تو تم شریک نہیں سمجھتے۔ جو اس زور کے ساتھ پیغام صلح کی تائید میں رطب اللسان رہتے ہیں ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ جب ایک طرف مہاشہ چرنجی لال صاحب پریم کے ان الفاظ کو پڑھتے ہیں کہ

"اب ہر ایک ایسا شخص جس کے دل میں اپنے مذہب کے لئے ذرا بھی پیار موجود ہو۔ اور رتی بھر دماغ بھی ہو۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ شرائط سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہندوؤں کے دھرم کو تین لاکھ روپیہ میں خرید کیا جائے ....
.. کیا مرزا صاحب کے پیغام صلح کی ان شرائط پر غور کرنے

لہ اگر اس قسم کی صلح نام کے لئے ہندو صاحبان و آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین و تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہونگے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کرینگے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھکر اس پر دستخط کر دیں +

سے یہ صاف ثابت نہیں ہوجاتا کہ ان کا مدعا محض چالاکی اور فریب سے ہندوؤں کو مسلمان بنانا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ جب میرے جیسا معمولی علم و عقل کا شخص اس مطلب کو تاڑ گیا تو کیا مرزا صاحب کو ان شرائط کے تیار کرتے اور پیش کرتے وقت یہ معلوم نہ ہوا ہوگا کہ ان شرائط پر عمل کرنیکا نتیجہ ہوگا ہوا ہوگا اور ضرور ہوا ہوگا۔ اور انہوں نے ان شرائط کو الٹا اس مقصد کی وصولی کے لئے گھڑا تھا کہ علمی بحث سے تو ہندو آریہ مسلمان نہیں ہوتے۔ آؤ صلح کے بہانے ہی آزما دیکھیں"

اور دوسری طرف پنڈت رام بھجدت صاحب جیسے قابل آریہ لیڈر کی اس رائے کو اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ کہ

"آپ (یعنے حضرت مسیح موعود) ہمیشہ اس اتفاق کے حامی تھے اور آپ کی تحریر سے جو مطلب لیا گیا ہے (یعنے مہاشہ چرنجی لال پریم نے جو کچھ اس کا مطلب وچھووالی سٹیج پر بیان کیا تھا جس پر پنڈت صاحب کا یہ ریمارک ہے) وہ صحیح نہیں"

پھر یہی نہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ملک کے دیگر سر برآوردہ اہل ہنود اور بعض دیگر غیر متعلق اہل الرائے اشخاص نے ان تجاویز صلح کے متعلق کیا رائے قایم کی۔ پیغام صلح اس وقت تک ہزارہا کی تعداد میں چھپ کر شایع ہوچکا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ملک کے اکثر اینگلو انڈین اور بعض خالص ہندو جراید نے اس پر جو کچھ ریمارک کئے ہیں۔ وہ ہمارے نوجوان سماجی دوست سے ہرگز متفق نہیں۔ بلکہ کھلے لفظوں میں اسے "سچے دل سے نکلی ہوئی" اور باثر بات کہکر اس کی بڑے زور سے تائید کی ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم یہاں مدراس کے مشہور اخبار ہندو پیٹریٹ کے چند ایک فقرات ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں جن میں اس نے حضرت مسیح موعود کی پیش کردہ شرائط صلح اور اقرار نامہ وغیرہ پر جنہیں آریہ سماجی ہمعصر جیون چالبازی پر مبنی قرار دیتا ہے۔ یوں ریمارک کیا ہے۔

"اس طرح پر اصل وجہ فساد کو قایم کرکے یہ عظیم الشان انسان ایک سچے نبی کی طاقت روح اور جوش کیساتھ اس بات کو بیان کرتا ہے کہ کیوں ایسے مذہبی اختلافات ہمارے اندر نہیں ہونے چاہیئے۔ یہ ایک زبردست تحریر ہے اور پڑھنے والے کو بہت سی نئی باتیں سکھاتی اور اسے غور اور تدبر کا موقعہ دیتی ہے۔ ہندو اور مسلمان جب اس اپیل کو جو ایک سچے دل سے نکلی ہوئی اور ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو چار لاکھ آدمیوں کا یقین اور ایمان ہیں مسیح موعود اور مہدی ہے تو یقینًا ان کے دل اس اثر سے خالی نہ رہیں گے جو ایک سچے دل سے نکلی ہوئی بات کا اثر ہوتا ہے۔ مہدی کی اپیل کے یہ الفاظ قابل غور ہیں (پیارو اصلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ سے ایک ہو جائیں اور ایک قوم بن جائیں آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے آؤ اب یہ بھی آزمالو کہ باہمی تصدیق کی کسقدر برکات ہیں۔

ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یوں ہی ضایع نہیں جانی چاہیئے اور ہر ایک محب وطن ہندوستانی کا یہ مدعا ہونا چاہیئے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے"

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ "جیون" کی رائے زنی تعصب کی ناجائز آلودگی سے خالی نہیں۔ ورنہ کیوں ہندو قوم کا یہ معزز و سابق اخبار ایک ایسی تجویز کی اس زور کے ساتھ تائید کرتا اور اسے سچے دل سے نکلی ہوئی بات قرار دیتا۔ اگر وہ کسی چالبازی پر مبنی ہوتی۔ اور اس سے تین لاکھ کے عوض ہندو دھرم کو خریدنا منظور ہوتا +

رہی وہ جرح جو اس مقدس پیغام کے بعض حصص پر ہمارے دوست مسٹر چرنجی لال پریم نے کی ہے۔ اور اپنی ناپاک رائے کی بنیاد اس کی مخالفانہ رائے پر رکھی ہے۔ اس پر ہم آئندہ اشاعت میں نظر ڈالیں گے انشاءاللہ

محمودی تبلیغ ولایت میں

۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کے الفضل میں محمودی مبلغ قاضی عبداللہ کا ایک خط شایع ہوا ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب کا بھی خصوصیت سے ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔ کہ

"بہت سے لوگ ہیں جنکو تبلیغ کی جارہی ہے۔ اور وہ قریب ہیں اگر میں انکے نام کا اعلان کروں تو وہ خوش ہونگے مگر وہ کو ہمارے مبلغ ووکنگ کے نزدیک مسلمان کہلا سکتے ہیں لیکن میرے نزدیک اس معمہ کا حل کرنے اور پہچاننے کیلئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اپنا اعلان اسلام کرانا اور مسلمان بننا چاہتے ہیں لیکن قاضی صاحب انہیں مسلمان نہیں سمجھتے شاید ان کا یہ فقرہ کام دے سکے

ایک اور صاحب نے الحمدللہ کہ جس بہت ساری گفتگو کے بعد اقرار کیا۔ کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ احمد نبی اللہ ہیں"

ایک مسلم مشنری کا خیر مقدم

نامہ نگار پیغام روزانہ رقمطراز ہے :-

۲۴ - جنوری کی تاریخ تھی ۔ اور ۹ بجے صبح کا وقت - لاہور کے سٹیشن پر بہت سے معززین شہر جمع تھے جن میں حصہ غالب جماعت احمدیہ کے افراد کا تھا - جی - آئی - پی - ریلوے کی ڈاک گاڑی کی آمد کا معینہ وقت گذر چکا تھا ۔ اور انتظار کی ایک ایک گھڑی خدا خدا کر کے کاٹی جا رہی تھی - اتنے میں سامنے سے ٹرین آتی دکھائی دی ۔ سب لوگ ایک خاص گاڑی کی طرف لپکے - کیا دیکھتے ہیں - کہ مولوی صدرالدین صاحب بی - اے - بی ٹی مسلم مشنری انگلستان اور منشی نور احمد صاحب بلال ووکنگ تشریف لائے ہیں - درجہ کا دروازہ کھلتے ہی پلیٹ فارم پر پھولوں کی بارش شروع ہو گئی ۔ مولوی صاحب موصوف نے اس باران گل میں نزول فرمایا - اور بہت سے مشتاق دلوں کے غنچوں کو کھلا دیا ۔ ایک بہت بڑا ہار مولوی صاحب کو پہنایا گیا حاضرین چاروں طرف سے بغلگیری کر چکے - لیکن اُسے خود غرضی کے لئے یا " وفور محبت " شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس نے بغلگیر ہوتے ہی اپنے بیش قیمت اور قابل قدر " بوجھ " کو بغل میں دبایا ۔ اور لگے چلنے - دوسرے مشتاق دلوں کو یہ کب گوارا تھا - انھوں نے بھی مولوی صاحب موصوف کی زیارت بمصافحہ اور بغلگیری سے اپنے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشا منشی نور احمد صاحب " بلال " کی شخصیت بھی حاضرین کی توجہ کا خاص مرکز بنی رہی - احباب نے انہیں بھی خوب بھینچ بھینچ کر دل کی بھڑاس نکالی - الغرض اسی طرح سے یہ مجمع اسٹیشن سے باہر آیا - حضرت مولوی محمد احسن صاحب فاضل امروہی بھی جو آجکل معالجہ کی غرض سے لاہور تشریف فرما ہیں - اپنی بیماری اور ضعف پیری کو خیال میں نہ لا کر سٹیشن تک تشریف لے گئے تھے - مولوی صدرالدین صاحب نے فاضل امروہی سے ملاقات فرمائی اور انکے پہلو ہی میں فٹن میں سوار ہو گئے - حضرت امیر الملت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور منشی نور احمد صاحب بلال بھی اسی فٹن میں سوار ہوئے ۔ اور کثیر التعداد احباب کا ایک مجمع پروانہ وار پا پیادہ گاڑی کے ہمراہ ہولیا - ان کے علاوہ بعض احباب اور سربرآوردہ حضرات دوسری گاڑیوں میں سوار ہو گئے ۔ اور یہ جلوس احمدیہ بلڈنگز پہنچا - جہاں مولوی صدرالدین صاحب مسجد میں تشریف لے گئے - اور انکے شیدائیوں کا ایک عظیم حلقہ اُن کے اردگرد بندھ گیا ۔

مولوی صاحب موصوف نے احباب کو اپنے کچھ حالات سُنانے کے بعد انگریزی ترجمہ قرآن کی ایک جلد ناظرین کو دکھائی جو نمونے کے طور پر باندھی گئی تھی - اور جسے آپ خاص طور پر لنڈن سے ہمراہ لائے تھے - جلد مذکور جلد بندی کے فن کا اعلےٰ نمونہ اور مولوی صاحب موصوف کی معقول پسند اور نفاست پسند طبیعت کا خاص مظہر تھی - دانہ دار چمڑے پر خط طغرا میں قرآن مجید کا نام بحروف عربی اور انگریزی نہایت خوشنما معلوم ہوتا تھا بیساختہ جی چاہتا تھا کہ اُسے آنکھوں پر جگہ دی جائے - ۱۴ سو صفحہ کی حجیم کتاب کو گھٹا کر صرف ڈیڑھ انچ کی موٹائی تک لے آنا کاغذ کی نفاست کا بین ثبوت تھا ۔ ترجمۃ القرآن جو مطبوعہ نسخے بطور نمونہ مولوی صاحب موصوف ہمراہ لائے تھے - وہ معنوی خوبیوں کو چھوڑ کر چھپائی کے لحاظ سے بھی بیحد دیدہ زیب تھے - صفحہ دائیں جانب عربی ٹائپ چھپا ہوا تھا - اور بائیں جانب آیات قرآنی کا ترجمہ اور صفحہ کے ان دونوں کالموں کے نیچے حسب ضرورت انگریزی تفسیر تھی ۔ واقع میں جس محنت اور محبت سے مولوی صاحب موصوف نے ترجمۃ القرآن کی چھپائی کا انتظام کیا ہے ۔ وہ ہر دیکھنے والے کی نظر میں تعریف و توصیف کی مستحق ہوگی ۔

تھوڑی دیر کی گفتگو کے بعد بابو اللہ یار صاحب جوگی " دکنی مدقومی شاعر " سے نظم پڑھنے کی درخواست کی گئی - جوگی صاحب نے کھڑے ہو کر اپنے مشہور و مقبول انداز میں مولوی صدرالدین صاحب اور منشی نور احمد صاحب بلال کا اپنی دلنشین نظم میں خیر مقدم کیا - جس پر حاضرین نے ان کے کلام کی بہت داد دی - اس کے بعد مولوی صدرالدین صاحب نے کھڑے ہو کر احباب کا شکریہ ادا کیا ۔ اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کے بعض پر لطف واقعات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ محض خدا کے فضل و کرم سے انگلستان میں اسلام کی عظمت و جبروت پھیلی -

منشی نور احمد صاحب " بلال " نے بھی اٹھ کر حاضرین کو اپنے قیام انگلستان کے بعض دلچسپ واقعات سُنائے - جن سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے -

پونے بارہ بجے خیر مقدم کا جلسہ اختتام پذیر ہوا ۔

رجعت شمس

(از نامہ نگار کسان)

جناب نواب ذوالفقار علی خان صاحب کی مجلس تذکیر میلاد نبوی میں یہ بھی کہا گیا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی ۔ جس نے انگلستان میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب و جناب مولوی صدرالدین صاحب کے نتائج تبلیغ اسلام مراد ہیں - کیونکہ انہیں بزرگوں کی سعی ایثار سے آفتاب اسلام سرزمین مغرب سے طلوع ہوا ہے ۔

لاہور کو ناز کرنا چاہئے - جن ہاتھوں نے مشعل آفتاب کو سرزمین مغرب میں روشن کیا تھا - انہیں میں سے دو بزرگ (جناب مولوی صدرالدین صاحب بی اے - بی ٹی ۔ و جناب منشی نور احمد صاحب بلال) ۲۴ جنوری ۱۹۳۳ء کو لاہور واپس تشریف لائے ہیں ۔ اور اپنے ساتھ انگریزی میں ترجمہ قرآن شریف کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی لائے ہیں ہم بکمال عقیدت و اخلاص ان رافعان لوائے توحید، مبلغین حق و صدق کی خدمت میں اپنی قلبی تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں ◆

اہل دل احباب کی توجہ کے قابل

اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے ۔ کہ ہمارے پیارے مخدومان حضرات مجاہدین اسلام جناب حضرت مولوی صدرالدین صاحب اور جناب شیخ نور احمد صاحب نہایت کامیابی کے ساتھ ولایت سے ایک لمبے عرصہ قیام کے بعد تشریف لائے اور ہمیں انکی زیارت کل ۔ اچھے صبح نصیب " ہوئی - فالحمد للہ ۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے ۔ کہ آپ کی جماعت میں سے جو لوگ یورپ میں یا ممالک غیر میں تبلیغ اسلام کے لئے جائینگے وہ اصفیا میں سے ہونگے - اور جو اس راہ میں وفات پا جائینگے وہ شہداء میں سے ہونگے ۔ سو یہ ہمارے ان پیارے بھائیوں نے حسب ارشاد مسیح موعود علیہ السلام اصفیاء کا مقام حاصل کیا اور انہوں نے ہم پر بہت احسان کیا - کہ ہمارے محبوب دین اسلام کے لئے تنزلی میں کوشاں ہوئے - اور اس کی صداقت کو دنیا میں ظاہر کر کے واپس آئے ہیں ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آج سے تیرہ سو سال پہلے کہی ہوئی بات ان کے ذریعہ پوری ہوئی ہے یعنی مغرب میں شمس مہدی ظہور پذیر ہوتا ہے - انہوں نے نہ صرف اسلام کو دنیا میں غالب دین ہی ثابت کیا ہے بلکہ پکار پکار کر ساری توجہ کو اس طرف کھینچتا ہے کہ ہمارا رسول (فداہ ابی و امی و مہجتی) معاذ اللہ کوئی کاہن یا مجنون نہ تھے - بلکہ اُس حی و قیوم ۔ علیم و قادر خدا کے برگزیدہ رسول تھے - جسکو اس کائنات عالم کے ذرہ ذرہ پر تصرف ہے ۔ اور جسکو اس واقعہ کا کامل علم تھا ۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی ۔ ان کے ذریعہ اسلام کا غلبہ ہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہی دنیا میں نہیں نکلتی - بلکہ آپ کے نائب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے وقت کے امام حضرت اقدس غلام احمد کے سچے ہونے پر بھی مہر لگتی ہے کیونکہ اُنہوں نے وہ سفید پرند پکڑے جیسے کہ حضرت میرزا صاحب نے پیش گوئی بذریعہ رؤیا صادقہ فرمائی تھی -

الغرض ان احباب کے احسان ہم پر ایک نہیں دو نہیں ہزاراں ہیں ۔ ان اصفیاء کے گروہ کے ذریعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس میں کہ ہم ہیں یہ امر دنیا پر ظاہر ہو گیا ۔ کہ جو جو بہتان دوسرا حصہ جماعت حضرت مسیح موعود پر لگا رہا ہے وہ درست نہیں - کیونکہ بقول حضرت مسیح علیہ السلام ۔ یہ لوگ اصفیاء میں پس ضرور ہیں کہ ان کے اعتقاد برحق ہوں ..... الغرض یہ ہمارے محسن ہیں ۔ هل جزاء الاحسان الا الاحسان ہمارا فرض قرار دیتا ہے کہ ہم آپ کی قدر کریں ۔ اور آپکی خیر و عافیت کے ساتھ اس جہاد کبیرہ سے واپسی پر خوشی منا دیں اور صدقات دیں ۔ چنانچہ لاہور میں سب سے پہلے اس کا اظہار ہمارے قابل قدر قوم ہستی خواجہ وصل الدین ... [illegible]

صاحب نے ایک نظم کے ذریعہ کیا ۔ اس پر ... نے نہایت ہی جوشیلے جوان جن کی قربانی کی روح کو دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے جناب غلام محمد صاحب جلد ساز لاہور نے اس پاک مراجعت کی خوشی میں ایک روپیہ صدقہ دیا - ہمیں اس روپیہ کی بہت قدر ہے ۔ اور یہ روپیہ محض للہ دیا گیا ہے ۔ اور یہ بہت گران قیمت روپیہ ہے - کیونکہ اس کے ساتھ ایک بڑے دردِ دل کا خزانہ ہے ۔ جو بظاہر مسکین ہے لیکن ایک غنی دل رکھتا ہے - اور اُس کے اندر سے دین پاک کی اشاعت کی تڑپ کے لئے شعلے نکل رہے ہیں ۔ مجھے بھائی غلام محمد کی اس حالت نے تڑپا دیا ۔ جس کے باعث کہ انہوں نے ان نو واردِ پاک مہمانان کی خوشی کیلئے اللہ کے حضور شکرانہ بجا لاتے ہوئے اس صدقہ کو میری جانب پھینکا میں حیران تھا کہ کس طرح اس روپیہ کی جو لاکھوں خزانوں کے برابر تھا قدر کروں ۔ مجھے شرم آتی تھی کہ کیوں میرے دل میں یہ تحریک نہ ہوئی اس لئے میں نے چاہا ۔ کہ خاموشی سے اِسے خزانہ انجمن میں داخل کروں ۔ لیکن مجھکو اس اپنے خیال سے نہایت ہی نفرت پیدا ہوئی - اور میں نے اس کا اعلان ان احباب کے چھوٹے سے جلسہ میں کر دیا ۔ جو اسوقت موجود تھے - اللہ اللہ عملی وعظ کا جو اثر ہوتا ہے وہ زبانی وعظوں کا نہیں ہوسکتا ۔ اسی وقت یہ روپیہ جس کی صحبت میں ایک بڑا پاک دل تھا - اکیلا نہ رہا - اور خدا کے پیارے اپنی جیبیں خالی کرنے لگے - افسوس کہ میں پھر بھی حیران تھا - کیونکہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ ہمارے پیارے احباب جنہوں نے اپنی جان و مال کو نکلا، خدا کے سپرد کر دیا ہے اور یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ کے حکم کی پوری مناسبت کے مصداق ہیں اور جو اپنے عزیز وقت کو چھوڑ اپنے روپیہ کو خرچ کر ان پاک مہمانان کی خاطر یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں ، اور مال اس کام کے لئے ہوں ۔ لیکن واہ رے جذبہ عشق اس کا بھی ایک نرالا ہی سماں ہوتا ہے ۔ مانگنے والا تو چاہتا نہیں اور وہ ہیں کہ دے رہے ہیں ۔ میں تھا کہ اس الٰہی فضل کو مشاہدہ کرتا تھا ۔ اور اللہ کے حضور ان عنایتوں کے مقابل جو اس نے ہماری جماعت پر کئے اپنی کوششوں کو دیکھ دیکھ کر شرمندہ ہوا جاتا تھا - اللہ اللہ بڑا رحیم ہے - بڑا فضل کرنیوالا ہے کیسی پاک جماعت قائم کی - اس مادیت کے زمانہ میں ایک ہیں کہ گھر بار چھوڑ - بیوی بچوں کو علیحدہ کر بیکسی کی حالت میں آٹھ ہزار میل پر جاتے ہیں اور وہ بھی ہیں اسوقت کہ جو کچھ پیدا کیا کرایا تھا - وہ سب برباد ہو جاتا ہے - کوئی قوم پیچھے سنبھالنے والی نظر نہیں آتی - لیکن وہ ہیں کہ اللہ پر توکل کر دین کی خدمت کیلئے چل نکلتے ہیں اور ایک ہیں کہ ان کے مال اللہ کی راہ میں دے دیکر رجتے ہی نہیں - وہ ہر دم اسی فکر میں ہیں کہ جو کچھ بھی انہیں خدا نے دیا وہ اسکو دے ہی ڈالیں تب ہی ٹھیک ہے - غرض یہ وہ پاک نظارہ تھا جو ملائکہ کی تحریکوں کا میں نے دیکھا میرا دل روپیہ لینے کو چاہتا نہیں اور ایک غریب مسکین گمدڑی پوش اللہ اللہ درد بھرے دل سے جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے اور ایک روپیہ جس سے کہ شاید اُس نے اسکے بال بچوں نے شام کا کھانا کھانا ہو - ان اپنے پیاروں کی آمد کی خوشی میں اللہ کے حضور شکرانہ بجا لاتا ہوا صدقہ میں نچھاور کر دیتا ہے اور اسطرح اس تحریک کا بانی ٹھہرتا ہے جس نے میرے دل میں یہ جرأت پیدا کی کہ میں اُن بھائیوں کو جو پہلے سے ہی کچھ کم قربانی نہیں کر رہے اس نئی تحریک میں حصہ لینے کے لئے عرض کروں تا ان شکرتم لازیدنکم کے ماتحت اللہ تعالےٰ ہمارے ہزاراں ایسے مشنری کھڑے کرے جو دنیا میں جا دیں اور کامیابی کے ساتھ اشاعت اسلام کریں - اور پھر واپس آویں ۔ اور اسی طرح ہماری مجالس گرم ہوں - پس ہمارے پیارے بھائیو نہیں نہیں میرے پیارے محسنوں - ہمارے سب کے محسن آئے ہیں اٹھو اور انکی قدر کرو ان کے قلوب جو اصفیاء کے درجات میں سے نہایت کامیابی کیساتھ گذر چکے ہیں وہ ہماری جانب سے حوصلہ افزائی کے محتاج نہیں لیکن تمہارا فرض ہے کہ تم انکی حوصلہ افزائی کے سامان پیدا کرو - اور ہر طرح انکی خدمت بجا لاؤ - اگرچہ انہیں تمہاری خدمت کی پرواہ نہ بھی ہو لیکن تم اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ چھوڑو ...... بالآخر عرض ہے کہ بھائی غلام محمد کی تحریک میں بھی شامل ہوں - کیونکہ میرا ایمان ہے کہ یہ بھی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سے نصرتوں کی جاذب ہوگی - خواہ دو دو پیسے دو لیکن دو ضرور - امید ہے کہ جس بھائی تک یہ تحریک پہنچے گی - وہ اپنے دو ... بھائی ... [illegible] شامل کریگا مجھے اس میں روپیہ کی طرف نگاہ نہیں ہاں میرا یہ یقین ہے کہ ہمارا ہر کام اگر قومی رنگ اختیار کر لیگا - تو اس تھوڑے ... [illegible] ... سینکڑوں ایسے ہی موقعہ دکھائیگا ۔ جیسا کہ ایک کل اس نے اپنے خاص فضل سے بغیر ہماری کسی قابلیت کے نصیب کیا ۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے ۔ آمین !

خاکسار ... [illegible]

بقیہ تقریر حضرت مولینا صدر الدین صاحب

(جو ۲۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو گاڑی سے اُترنے کے بعد مسجد احمدیہ میں کی)

ایک دفعہ ایک لڑکی آئی اور مجھے کہا کہ آپ مسئلہ بتائیں کہ کس طرح سے میں ہندوستانی سے نکاح کر سکتی ہوں۔ میں نے اُسے بتادیا۔ اور کہا کہ ہمارے یہاں یہ کہا گیا ہے۔ الدین النصح۔ دین نصیحت ہے۔ میں تمہیں نصیحت کی بات بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ تم مسلمان ہو کر نکاح کرو۔ اس نے کہا اسلام کیا ہوتا ہے۔ میں نے اُسے جب سمجھایا۔ تو وہ کہنے لگی۔ ان باتوں کو تو میں پہلے سے ہی مانتی ہوں۔ میں نے کہا تم تو عیسائی ہو۔ پھر تم کیسے مانتی ہو۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں تو بچپن سے اسی کو عیسائیت سمجھتی ہوں۔ اور ایسے ہی میری ماں بھی سمجھتی ہے۔ میں نے کہا میں تمہیں عیسائیت بتاتا ہوں۔ جب میں نے عیسائیت بیان کی۔ اور جس حد پر عیسائیت مبنی ہے۔ اُس پر خوب زور دیا۔ کہ تو نے ہی خدا کے اکلوتے بیٹے کو مروایا ہے۔ تو اس نے کہا۔ واللہ میں نے کبھی اسے نہیں مانا۔ میرے بچپن سے یہی اعتقاد ہیں جو اسلام کے ہیں۔ پھر وہ گئی اور میں نے اُسے چٹھی بھی لکھی۔ پھر وہ نکاح پڑھوانے کے لئے آئی مجھے خطبہ کے وقت تبلیغ کا موقعہ پھر ملتا ہے۔ اس وقت اسقدر مخلوق آئی کہ ہماری مسجد کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اور باہر تک خلقت کھڑی تھی۔ کہ دیکھیں اسلام میں نکاح کیونکر ہوتا ہے تمام عورتیں تھیں۔ جب انھوں نے خطبہ کو سُنا۔ تو پھر کہنے لگیں۔ کہ اگر یہی اسلامی نکاح ہے جس میں یوں عورت کی حمایت کی جاتی ہے۔ تو ہمارے نکاح بھی تم ہی پڑھو۔ اس عورت نے نکاح سے پہلے مسجد میں اپنے خاوند کو کہا۔ کہ میں تو مسلمان ہو کر نکاح پڑھاؤنگی۔ وہ کہنے لگا۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے اسی وقت کہا۔ کہ یہ میں نے اسکو بطور نصیحت کے کہا تھا۔ ہم کوئی کسی کو مجبور نہیں کرتے"۔ اور چھپانے بھی نہیں بلکہ علانیہ کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر اس نے اپنے خاوند کو کہا۔ کہ جو اعتراض ہو مولوی صاحب کے سامنے پیش کرو۔ اُس نے کہا اعتراض کرنا تھا۔ ہر اتوار کو دیکھتا تھا۔ کہ پادری لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور اُنکو بہت شافی جواب دئے جاتے ہیں۔ اس نے بھی وہیں اعلان کیا۔ کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ وہ لڑکی پھر اپنی اماں۔ اس کے دو بچول اور تین سپاہیوں کو مسلمان کرتی ہے۔ ایسی ہی اور بھی بہت ہیں۔ کیا یہ ہم کام کرتے ہیں؟ ایک عورت مسلمان ہوتی ہے۔ وہ اپنے ساتھ اپنے سارے خاندان کو مسلمان کرتی ہے۔ پھر ایک شخص کو ہم نے مسلمان کیا۔ اُس کے خاندان کے دس ممبر تھے اُس نے ان سب کو مسلمان بنایا۔

پھر ایک لیکچر سفرجیٹ (حقوق طلب عورتوں) کے جلسہ میں ہوا۔ اور اُس میں اُن کو خوب اچھی طرح بتایا۔ کہ اسلام نے ہی عورتوں کو حقوق دئے ہیں۔ وہاں ایک بڑا خبیث شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے لیکچر کے بعد کھڑے ہو کر کہا کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے سب جھوٹ ہے۔ میں نے آدھ گھنٹہ تک اُسکو خوب لتاڑا۔ ایسا لتاڑا۔ کہ کوئی حد نہیں۔ سفرجیٹ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم جانتی ہو کہ یہ شخص کبھی ہندوستان نہیں گیا میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں۔ اگر تم مجھے جنٹلمین سمجھتی ہو۔ اور جانتی ہو کہ میں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ اگر تمہیں علم ہے کہ یہ شخص کبھی ہندوستان نہیں گیا۔ تو پھر صاف بات ہے کہ اس کا کہنا غلط ہے اور سچ وہی ہے۔ جو میں نے تمہیں بتایا۔ اس لتاڑ سے وہ تمام سفرجیٹ خوش ہو گئیں اور انھوں نے میری تائید کی۔ پھر جوش کا یہ حال ہے۔ ایک آتا ہے۔ کیسا خوبصورت آدمی ہے کیسی شوکت کے ساتھ اعلان کرتا ہے مسلمان ہونے کا۔ میں دو چار دن نام نہ دوں۔ تو گھبرا جاتا ہے۔ کہ میرے مسلمان ہونے میں کوئی نقص ہے۔ مسلمان کرنے کی حالت یہ ہے۔ کہ میں کئی کئی ہفتے مسلمان نہیں کرتا۔ انہیں بہت موقعہ دیتا ہوں۔ ابھی چھ سات ایسے بھی ہیں جو ہندوستان میں میرے پاس اعلان بھیجیں گے ایک عورت بہت دیر تک جب میں نے نام نہ دیا۔ تو اُس نے حیران ہو کر کہا۔ کہ خدا کے لئے بتاؤ۔ اتنے مہینے ہو گئے۔ کہ آپ کو میرے مسلمان ہونے میں شبہ ہے۔ ایک عورت کا اعلان کے بہت دیر بعد خط آیا۔ کہ خدا کے لئے نام تو بھیجو۔ اور یہ وہ ہے کہ میں بیمار ہوا۔ تو بالکل پر کبھی میرے لئے پھول لیکر آتی ہے۔ کبھی گملہ اٹھائے لا رہی ہے۔ تمام مٹی لگی ہوئی دیکھکر میں حیران ہوا۔ وہ کہنے لگی یہ گملہ آپ کے لئے لائی تھی۔ پھر جب ہم آنے لگے۔ تو سٹیشن پر پہنچے۔ پہنچ۔ عورتیں سب رو رہی تھیں۔ اسقدر اُن کے اندر محبت ہے۔ اور اس قدر آپس میں ہمدردی کرنے کو تیار ہیں۔ سوائے اس کے کہ خدا کا شکریہ ادا کریں۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

الوداعی جلسہ کی تقریر ہے۔ پردہ اٹھایا۔ تو دیکھتے ہیں نیچے ایک مصلےٰ زرق برق پڑا ہے۔ یہ خاص طور پر تحفہ بنایا گیا پھر مصلےٰ بھی ۴ ۹ شلنگ کپڑے کا ہے۔ یہ سوائے عشق اور محبت کے کبھی نہیں ہو سکتا۔

آپ کی بڑی بڑی مہربانیاں ہیں۔ آپ کے دل آپ کی دعائیں ہمارے ساتھ رہی ہیں۔

(نوٹ)۔ حضرت مولینا کی یہ تقریر پوری نہیں لکھی جا سکی۔ صرف ضروری نوٹ اس وقت لکھ لئے گئے تھے۔ انہی کو اپنے الفاظ میں میں نے لکھدیا ہے۔ اس لئے اس میں جو نقائص ہوں۔ وہ میری طرف سے سمجھے جائیں اور قابل معافی۔

(دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح)

خلاصۂ تقریر شیخ نور احمد صاحب بلال ووکنگ

حضرت مولینا صدر الدین صاحب کے بعد احباب کے تقاضا سے شیخ نور احمد صاحب بلال ووکنگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے پنجابی میں تقریر شروع کی۔ جس میں زیادہ تر اپنے اُن الہامات و پیشگوئیوں کا ذکر تھا۔ جو آپ کو ووکنگ مشن یا وہاں کے بعض معاملات کے متعلق پیشتر سے ہو چکے تھے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اپنے وقت پر سچے ثابت ہوئے۔ مثلاً آپ نے بتایا کہ حضرت خواجہ صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ہمت دی۔ تو وہ ۱۹۱۲ء میں انگلستان تشریف لے گئے۔ میں یہاں کام کرتا رہا۔ آخر مجھے بھی حکم ہوا۔ میں نے خواجہ صاحب کو خط لکھا۔ انھوں نے مجھے بلوا لیا۔ جانے سے پیشتر مجھے بتایا گیا کہ وہاں یہ کام ہے۔ اور ایسا ہوگا۔ ایسا ہوگا۔ پھر یہ بھی بشارت ہوئی۔ کہ ۲ جون ۱۹۱۳ء کو خواجہ صاحب سے ملوگے۔ ہم اتوار کو لنڈن پہنچے۔ وہاں پوچھتے ہوئے رچمنڈ پہنچے ہیں۔ وہاں سے پتہ لگا۔ کہ خواجہ صاحب تو گئے ہیں۔ ۔ ۔ کہ خواجہ صاحب پیرس سے آتے ہیں۔ میں اُن سے ملا۔ میں نے کہا۔ ایک مسجد مل جائے۔ جس میں بانگ دوں۔ تو ۱۷-۱۸ دن بعد مسجد میں پہنچتے ہیں سو وہاں پیشتر سے بتایا گیا کہ سفید رنگ کی چڑیاں آئینگی۔ اُسوقت وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ بہن حلیمہ نے کہا۔ کہ اتنا تم کام کرتے ہو۔ اور کھانے کا یہ حال ہے۔ یہاں کوئی پوچھنے والا ہے نہیں۔ میں نے کہا۔ صبر کر۔ ان میزوں پر لارڈ اور شہزادے شہزادیاں کھانا کھایا کریں گی۔ تو ماہ بھی نہ گذرنے پائے۔ کہ لارڈ صاحب مسلمان ہوئے۔ جس دن شہزادی صالحہ کا نکاح تھا۔ اس دن اس نے دیکھا۔ کہ پرنس اور شہزادے اور بڑے بڑے آدمی وہاں جمع ہیں۔ اُس نے کہا کہ سمجھ نہیں آتی۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا۔ میں خود نہیں سمجھا۔ نکاح سے پہلے رات کے ۱۱ بجے مجھے خواجہ صاحب نے دو چرے کاغذ دیئے۔ کہ ان پر یہ لکھنا ہے جواب نہ ہوں۔ میں حیران۔ تمام دن کا تھکا ہوا ہوں سیاہی میرے پاس ہے نہیں۔ اگر خراب ہو گئے تو کل اتوار ہے اور کاغذ ملنے نہیں جیسے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ جب تکلیف ہو تو دو نفل پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ اُسیوقت میں نے دو نفل پڑھے۔ مجھے یاد آیا۔ کہ میرے ٹرنک میں سیاہی کی دو گولیاں ہیں۔ میں نے اُن گولیوں کو نکالا اور لکھا۔ ایسی ہی اور بھی آپ نے بہت سی باتیں سنائیں۔ جو آپ کے اخلاص اور تقرب الی اللہ پر دال ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس سے زیادہ بھی اجر عظیم عطا فرمائے۔ یہ وہ مبارک انسان ہے۔ جس کی دعاؤں اور مخلصانہ خدمات نے اسلام کی ترقی اور اشاعت میں نمایاں رنگ دکھایا ہے۔ فالحمدللہ۔

اعلان فسخ بیعت

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ براہ کرم ذیل کا اعلان درج اخبار فرما کر ممنون فرماویں۔

میں نے میاں صاحب کی بیعت بوجہ ناواقفیت اُن کے عقائد کے کر لی تھی۔ اب مجھکو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کے عقاید قال اللہ و قال الرسول کے سراسر خلاف ہیں۔ اس لئے میں اُن کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ میری غلطی کو معاف فرمادے!

العبد عمر بخش ولد اللہ بخش ساکنہ گوجرات پنجاب۔ بقلم خود۔

چندہ رسید ممبران جماعت احمدیہ شملہ

(برائے تبلیغ اسلام بابت جنوری ۱۹۱۷ء)

(معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر)

- بابو عبد الرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمہ
- بابو جھنڈو خان صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس شملہ للعہ
- بابو شمس الاسلام صاحب ریڈر " " ۸/
- منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس ۸/
- شیخ الہ دین صاحب " " ۸/
- منشی رحمت علی صاحب " " ۱/
- بابو عبد الرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ میڈیکل برانچ عہ
- مولوی عبد اللہ صاحب کاتب روزانہ فوجی اخبار ۴/

میزان کل للعہ

رسید زر چندہ جماعت وزیر آباد

(بابت ماہ جنوری ۱۹۱۷ء)

- شیخ نیاز احمد صاحب ۔ ۔ ۔ عہ
- حافظ غلام رسول صاحب سوداگر ۔ ۔ عمہ
- بابو عطا الٰہی صاحب ۔ ۔ عمہ
- محمد جان صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸/
- عبد الرحمن ولد محمد جان صاحب ۔ ۔ ۔ عہ
- شیخ عبد الرحمن صاحب سوداگر بوٹ ۸/
- سیٹھ عبد الکریم صاحب عہ
- ۸/

میزان کل ہے

مراسلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم محمد رسول اللہ خاتم النبیین

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے چند سوالات اور انکے جوابات

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے چند سوالات اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے دیئے ہیں کہ میں اُن کے جوابات اُن کو بذریعہ تحریر دوں قبل اس کے کہ میں اُن سوالات کو لکھ کر اُن کے جواب دوں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ چونکہ اب سوالات کی بھی کوئی حد نہیں رہی اور جوابات کی بھی کوئی حد نہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ یہ مناظرات کسی اصل کے ماتحت نہیں اور تعیین اصل دعوے کی بھی نہیں کی گئی۔ اس لئے بطور دعوے کے حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں **اولاً** ایک اصل کا قایم کر لینا ضروری ہے۔ ورنہ پھر جوابات کے جواب ہونے لگیں گے۔ اور تسلسل لازم آجاویگا اور معتدبہ نتیجہ کچھ بھی پیدا نہ ہوگا وھو ہذا:

حضرت مرزا صاحب شارع اور مشرع مبعوث ہوئے ہیں یا ماتحت قرآن مجید و سنت حضرت نبی کریم صلعم کے آپ کی بعثت تھی بشق اول مدعی پر اس کا اثبات دلایل قطعیہ سے ضروری ہے۔ اور اگر ماتحت شریعت غرا بیضا کے آپکی بعثت تھی تو پھر ہر ایک امر مختلف فیہ کا فیصلہ بموجب اس اصل محکم کے ہونا ضروری ہوگا جسکے بغیر مسلمان کا ایمان ہی قایم نہیں رہ سکتا ہے۔ اصل الاصول اور اس کے دو شاہد یہ ہیں:-

شاہد اول۔ فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

شاہد دوم۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ذالک خیر و احسن تاویلا

امر سوم جو الہام حضرت مرزا صاحب مطلق اور مجمل ہوگا اس کی تقیید یا تبیین اگر خود حضرت صاحب نے کردی ہے تو مراد اس سے وہی مقید و مبین ہوگا۔

لاغیر۔ اور اگر تقیید یا تبیین نہیں فرمائی تو درصورت مخالفت کتاب اللہ و سنت صحیحہ کے یا تو وہ مسلّم نہ ہوگا یا تاویل صحیح کر کے مطابق کتاب و سنت کے کرنا ضروری ہوگا جیسا کہ الہام انت منی بمنزلۃ **ولدی** اور جو علوم خادم کتاب و سنت کے ہیں ان کے قواعد اور اصول متفقہ سے اعانت بھی لیجاویگی کیونکہ فریقین میں سے کوئی فریق اہل لسان عربی کا کامل ماہر نہیں ہے جس میں کتاب و سنت ہے۔

ان امروں میں سے جو کوئی انحراف کریگا وہ **مدعی کاذب** قرار پاویگا اور اس کا مذہب **باطل** ٹھیریگا بالفعل مختصر جواب سوالات کے لکھے جاتے ہیں مگر آیندہ پابندی اس اصل کی ضروری ہوگی ورنہ جواب نہ دیا جاویگا۔

سوال (۱) مسیح موعود کی از روئے شریعت اسلامیہ کیا حیثیت ہے؟

الجواب۔ صرف اماماً منکم جس سے حضرت اقدس نے جابجا استدلال کیا ہے۔ اور ضرورۃ الامام کتاب بھی لکھی گئی۔ یا دوسرے لفظوں میں خود حضرت اقدس نے بھی از روئے شریعت اسلامیہ مسیح موعود کی حیثیت صرف مجدد یا امام وقت یا خلیفہ من خلفاء رسول اللہ ہی بتلائی ہے۔ اسی لئے حضرت امام الحیٰ مسیح موعود نے آیت استخلاف اور حدیث مجدد اور حدیث من لم یعرف امام زمانہ کو ہی اپنے دعوے میں پیش کیا ہے۔

سوال (۲) مسیح موعود کے فیصلہ کا اسلام میں کہاں تک اثر ہے؟

الجواب۔ وہیں تک کہ مخالف کتاب اللہ کے نہو۔ ازالہ اوہام میں ہے "اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے **خارج** اور **ملحد** اور **کافر** ہے"

سوال (۳) مسیح موعود کی وحی اور آپ کا کلام اسلامی مسایل متنازع فیہا میں یعنی بمقابلہ متنازع وحی قرآن و حدیث کہاں تک باثر اور فیصل ہے؟

الجواب۔ مسیح موعود کی وحی اور کلام کو قرآن اور حدیث کے مقابل پر لانا شریعت اسلامی کی ہتک ہے۔ مسیح موعود کی وحی اور کلام قرآن و حدیث کے ماتحت ویسی ہی با اثر اور فیصل ہے جیسا کہ اپنے اپنے وقت میں مجددین کی۔

حضرت مرزا صاحب مواہب الرحمٰن میں فرماتے ہیں:-

"وہم ہر کہ مخالفت قرآن کند او بسوئے جہنم خویش را کشیدہ است و ہر کہ انکار احادیث پیغمبر کند آں حدیث تا کہ تنقید آں شدہ و مخالفت بقرآن ندارد ندارد برادر شیطان است و او خرید برائے نفس خود **لعنتے** و **ایمان** را **ضائع** کرد و قرآن مقدم بر ہر چیز است و وحی حَکم یعنی مسیح موعود مقدم است بر احادیث ظنیہ بشرطیکہ آں وحی مسیح موعود بقرآن مطابقت کلی دارد و بشرطیکہ قصہ ہائے آں حدیث بقصہ ہائے قرآن مطابقت ندارند یعنی در قصہ ہائے آں احادیث و قرآن شریف باہم مخالفت باشد"

اور دوسری جگہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

"دو سرچہ سنت و قرآن و اجماع صحابہ ثابت گرد ہمہ کار بند گردد پس ہر کہ ایں ہر سہ طریق را گذاشت او خویشتن را در آتش گذاشت و مآل کار او ہلاکی خواہد بود"

سوال (۴) وحی قرآن کے وہ الفاظ جو معنی نفس نبوت و رسالت پہلے انبیاء و مسیح موعود میں مشترک ہیں وہ از روئے قرآنی مصطلحات مسیح موعود کی حیثیت کو نسبت تساوی و نسبت تباین سے کس نسبت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں؟

الجواب۔ جیسا کہ وحی مریم کی یا حضرت موسیٰ کی ماں کی یا حواریوں کی ہے۔ اس کے ساتھ تو نسبت تساوی کی ہے۔ اور نبی کریم کی وحی کے ساتھ صرف ظلی نسبت ہے۔ جس میں بجز مطابعت کے کوئی چارہ نہیں ازالہ اوہام میں لکھا ہے۔

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور شرف کا بجز سچی اور کامل متابعت کے ہم ہرگز حاصل نہیں کر سکتے ہیں جو کچھ ملتا ہے **ظلی** اور **طفیلی** طور پر ملتا ہے"

اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔

"سو چونکہ ایسے لفظوں سے (یعنی مشترک الفاظ قرآن شریف و وحی مسیح موعود یعنی نبی اور رسول کے لفظ) جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں"

پس نسبت تساوی یا تباین چہ معنی دارد۔ کجا **آقا** اور کجا **غلام احمدؑ**۔

تعجب حیرت اور افسوس ہے کہ جب حضرت صاحب اپنے متعلق نبی رسول کے لفظ کی یہ تاویل فرمادیں کہ یہ لفظ استعارہ اور مجاز کے طور پر میری وحی میں ہیں جیسا کہ فرمایا محدث بھی مرسل ہوتا ہے۔ بھیجے ہوئے کو مرسل کہتے ہیں۔ مجازی معنوں کے رو سے کسی ملہم کو خدا نبی یا رسول کہہ سکتا ہے "کیا قرآن میں ہے انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا"

"بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے **حقیقی معنوں** پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے **جو خدا نے مجھے دیا ہے**۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی **کھولا گیا ہے** کہ **حقیقی نبوت** کے دروازے **خاتم النبیین** صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد **بکلی بند ہیں**"

"مگر عیسےٰ علیہ السلام حقیقی نبی تھے اگر حقیقی معنوں میں نبی آجائے تو ختم نبوت باقی نہیں رہتی خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور؟" پھر اربعین وغیرہ میں لکھا "نبی اور رسول کا اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے" ایسا ہی نزول المسیح میں فرمایا۔ محمدی مسیح کو "متعار طور رسول اور نبی کہا گیا" ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں لکھا۔ **سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ التحقیق**" تجلیات الٰہیہ میں فرمایا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر **نبی کے لفظ کا اطلاق** بھی جایز نہیں جب تک کہ اس کو امتی بھی نہ کہا جائے" براہین پنجم میں فرمایا **امتی نبی ایک الگ مرکب نام** ہے۔ اور اس کے وہ معنے نہیں جو نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں نبی کو **امتی کہنا کفر** ہے۔ اسی براہین پنجم کے صفحہ ۱۸۱ پر فرمایا کہ محدث بھی ایک وجہ سے نبی ہی ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود بھی امتی ہونے کی وجہ سے من وجہ نبی ہے یعنی محدث ہے۔ اسی لئے اپنی کتابوں میں حضرت صاحب نے بار بار فرمایا کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ غرض حضرت صاحب کی تمام کتب سے مسیح موعود کا غیر نبی ہونا اظہر من الشمس ہے۔ اور آپ ان الفاظ کی یہ تشریحات موجود ہوتے ہوئے ہم سے پوچھتے ہیں کہ یہ الفاظ قرآنی مصطلحات کی رو سے مسیح موعود کی حیثیت کو نسبت تساوی اور نسبت تباین سے کس نسبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ **العجب ثم العجب**۔

سوال (۵) نفس نبوت کی تعریف باعتبار شرائط ضروریہ جامعہ مانعہ [illegible] قرآن کیا ہے؟

الجواب۔ نبی کی جامع مانع تعریف از روئے قرآن یہ [illegible]

(۱) فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ یعنی پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سنانے والے اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں جھگڑا کریں۔

اسی کی تائید کہ ہر ایک **نبی صاحب کتاب و صاحب امت** ہوتا ہے ان آیتوں سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ

(۲) وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم ...... بالبینات والزبر۔

(۳) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔

(۴) اولٰئک الذین اٰتیناھم الکتاب والحکم والنبوۃ۔

یعنی خدا تعالےٰ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ نوح۔ داؤد۔ سلیمان۔ ایوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ ہارون۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ۔ الیاس۔ اسمعیل۔ الیسع۔ یونس۔ لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے بعد فرماتا ہے باقی بلحاظ نبوت کافۂ انبیاء و رسل کے نبی اور رسول ہونے کے شرائط ضروریہ از روئے قرآن یہ ہیں۔

۱۔ "وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" کہ وہ امتی نہ ہو۔

۲۔ "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" کہ وہ امتی نہ ہو۔

۳۔ "فانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ" اور "انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ" کہ وہ وحی بپیرایہ وحی رسالت و نبوت جبرائیل کے ذریعہ سے ہو۔

حضرت صاحب نے بھی قرآن کے رو سے نبی کی یہی تعریف فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا۔

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

اور اسلام کی اصطلاح سے جیسا کہ بعض نادان کہتے ہیں اہل اسلام کی اصطلاح مراد نہیں۔ جو غلط العام طور پر مسلمانوں نے خود بنائی تھی۔ اور حضرت نے ان کے الفاظ میں اس کو نقل کر دیا تھا۔ بلکہ اسلام کی اصطلاح سے حضرت صاحب کی مراد قرآن کی اصطلاح ہے۔ جیسا کہ حوالجات ذیل سے ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں حضرت نے قرآن سے اخذ کیں۔

۱۔ حسب **تصریح قرآن کریم** رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقاید دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں (ازالہ اوہام)

۲۔ جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا **نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ** کی رو سے **بکلی ممتنع** ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (ایضاً)

۳۔ رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے کہ وہ بواسطہ جبرئیل کے اور بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں ××× اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائینگے ××× تو سنت اللہ کے موافق جبرئیل کی معرفت وحی الٰہی ان پر نازل ہوگی اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرایہ اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائینگے اور اس کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم **منسوخ** ہو جائیگا (ایضاً)

۴۔ جو شخص **امتی** کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا۔ وہ بداہت سمجھ لیگا کہ **حضرت عیسےٰ** کو امتی کہنا ایک کفر ہے ××× گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ اُن ہدایتوں کے **پیرو نہ تھے** جو ان پر نازل ہوئی تھیں۔ اور **براہ راست خدا نے** ان پر تجلی فرمائی تھی ××× ان کو خدا تعالےٰ نے **الگ کتابیں** دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ **ان کتابوں** پر عمل کریں۔ اور کراویں جیسا کہ **قرآن شریف اس پر گواہ** ہے۔ براہین پنجم۔

۵۔ وحی الٰہی کے دعوے کو یہ امر مستلزم ہے کہ وہ **وحی اپنی زبان میں** ہو نہ عربی میں کیونکہ اپنی مادری زبان اس شخص کے لئے **لازم ہے** جو مستقل طور پر ...... دعوے نبوت کرتا ہے (ریویو مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی)

اسی پنجم فرمایا ہے کہ نبوت تامہ جو کافۂ انبیاء و رسل کو ملتی رہی وہ **منقطع** ہو چکی ہے۔ اور اس کے انقطاع پر ہمارا ایمان ہے جیسا کہ فرمایا۔

[illegible]

الوحی فقد امنا بانقطاعہا من یوم نزول فیہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" (توضیح مرام)
والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلے اللہ علیہ وسلم (ضمیمہ حقیقۃ الوحی)

سوال (۶) کیا مسیح موعود کی نبوت آپ کے امتی نبی، ظلی، بروزی اور مجازی نبی ہونے سے نوع خصوصیت کا اظہار کرتی ہے جو نبوت ختمی مآب کی خصوصیت ختمت کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ یا یہ نفس نبوت کے لئے بوجہ منافی شرائط باعث نقص ہے؟

الجواب - مسیح موعود کی نبوت آپ کے امتی نبی ظلی بروزی اور مجازی نبی ہونے سے کسی نوع نبوت کا اظہار نہیں کرتی - بلکہ یہ امتیت والی نبوت بوجہ منافی شرائط و لوازم نبوت کے نفی نبوت تامہ کاملہ کا اظہار کرتی ہے - یعنی فی نفسہ یہ نبوت جو نبوت جزئیہ و مجازیہ یا ظلیہ وغیرہ ناموں سے اب موسوم ہوئی - از روے اصطلاح قرآن نبوت ہی نہیں ہے علاوہ ازیں یہ بھی فرضی طور پر ختمیت کی یہ خصوصیت خلاف سنن آلہیہ ثابت ہم نہیں مانتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کسی کو نبی بنا سکتی ہے یا آپ معطی نبوت یا نبی گر ہیں نبی بننے کے لئے پہلے کسی نبی کی اتباع شرط ہوئی اور قیامت تک ہو سکتی ہے - اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کی آیت ہی ان تمام اوہام باطلہ کا پورا ازالہ کرتی ہے - شریعت اسلام نے جیسا کہ حضرت کے ایمان میں من یوم نزل فیہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کا لفظ موجود ہے - اب یہ ثابت شدہ امر ہو گیا ہے کہ لفظ نبی کا اطلاق کسی امتی ولی پر رفع التباس کے لئے جائز نہیں رکھا تا کہ عوام کے غلو کرنے سے شریعت غرا و بیضا اسلام میں کوئی تبدل اور تغیر پیدا ہو - اسی وجہ سے حضرت اقدس نے وصیت فرمائی کہ

"ایسے الفاظ سے اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے - اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں"

اور غلو کا دروازہ ایسا کھلا ہوا ہے کہ ابھی خلاف تعلیم حضرت صاحب حضرت مسیح موعود کو ایک قسم کا شارع و مشرع نبی اور نبی کامل و نبی حقیقی نبی آخر الزمان کہنے لگے ونعوذ باللہ منہ -

سوال (۷) کیا طریق حصول نبوت کا مختلف ہونا منافی شرائط نبوت ہے؟

الجواب - جبکہ نبوت کے ملنے کا طریق صرف ایک ہی ہے جو موہبت الٰہی ہے - اور انسان اس شرف اور کمال کو یعنی نبوت کو اپنے کسب یا کسی نبی کی اتباع سے حاصل نہیں کر سکتا تو پھر کوئی طریق اس کے حصول کے لئے تجویز کرنا کمال گستاخی ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے جہاں پر کمالات انسانی کے مدارج بیان فرمائے ہیں - اور منجملہ ان کے بھی جو اعلےٰ درجہ کا باکمال انسان ہوتا ہے جس کا ذکر ان نکمل کے ساتھ کیا ہے تو لفظ مع کا ارشاد فرما دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ من یطع اللہ والرسول فاولئک ہم الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین الخ

سوال (۸) ضرورت نبوت کے مقتضی کون کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے پہلے انبیاء کی نبوت کی ضرورت پیش آئی؟

الجواب - یہ اسباب ہیں:-

۱- جبکہ کتاب اللہ اصلاً مفقود ہو جائے -
۲- جبکہ کتاب اللہ محرف مبدل ہو جائے -
۳- جبکہ احکام الٰہی میں سے کوئی حکم بوجہ مختص القوم و مختص الزمان ہونے کے قابل تنسیخ ہو یا کوئی نیا حکم آنا ہو -
۴- جبکہ شریعت میں ابھی تکمیل کی ضرورت اور حاجت ہو
۵- جبکہ الگ الگ قوموں اور الگ الگ ملکوں کے لئے الگ الگ نبی ہوں اور ساری دنیا کے لئے ابھی ایک نبی نہ آیا ہو -
۶- جبکہ اس کتاب کے ہمیشہ تک محفوظ رہنے کا وعدہ الٰہی نہ ہو +
۷- جبکہ اس نبی کا فیض روحانی بند ہو جائے اور اس دین میں کامل انسان بنانے کی طاقت نہ رہے -

چونکہ اب آفتاب نبوت تامہ کاملہ جامعہ طالع ہو چکا ہے تو جس طرح دوسری اشیاء مستفیض از آفتاب کو آفتاب نہیں کہہ سکتے - اسی طرح دوسرے مامورین اور مصلحین امت محمدیہ کو نبی نہیں کہہ سکتے - صدی کے سر پر حسب ضرورت آنے والے کو مصلح اور مجدد کہہ سکتے ہیں - محدث بھی کہہ سکتے ہیں - محدث کہہ سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ تا کہ التباس لازم نہ آوے اور شریعت اسلام میں سد ذرایع کا دروازہ بڑا وسیع ہے اسی لئے ضرورت کے وقت جو مصلح آیا یا آویگا (چونکہ قرآن مجید کے بعد نبی آنے کی ضرورت کو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے اٹھا دیا ہے) اس لئے شریعت اسلام میں اس کو بخطاب نبی بول چال میں ذکر کرنا جائز نہیں رکھا گیا - پھر اسی لئے خود حضرت مسیح موعود نے جہاں پر الہام میں لفظ مطلق نبی کا آ گیا ہے اس کو لفظ جزوی - بروزی مجازی - ظلی کے مقید کر دیا - اب کسی کی مجال نہیں کہ اس قید کو دور کر سکے مسیح موعود کے لئے اب جہاں کہیں لفظ نبی کا آویگا اس کو حکم لک خطاب العزۃ کے ایک اعزازی نام مقید بقیود سمجھیں گے لاغیر

سوال (۹) کیا آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا بلا استثناء احدی مانع انواع نبوت اور مانع اسباب ضرورت نبوت ہے؟

الجواب - لاریب حضرت نبی کریم کا خاتم النبیین ہونا بلا استثناء احدی مانع بعثت نبیین و مانع اسباب ضرورت نبوت ہے - شریعت اسلام نے خاتم النبیین فرما کر واسطے سد ذرایع کے "الا انہ لا نبی بعدی" اور "لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب" اور "لو قدر بعدی نبی لکان ابراہیم" - اور "دجالون کذابون" کی احادیث صحیح میں تاکید سے فرما دیا کہ "کلہم یزعم انہ نبی اللہ" یا "کلہم یزعم انہ رسول اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی" وغیرہ وغیرہ بتاکید تمام سد ذرایع کے لئے ارشاد فرما دیا اب کسی کی مجال نہیں جو ان کو بدل سکے -

جب انبیاء بالفاظ حضرت اقدس اس لئے آتے ہیں کہ
"تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں"

یا کسی پہلی شریعت کی تکمیل کریں اس لئے بعد خاتم النبیین کے مانع انواع نبوت اور مانع اسباب ضرورت نبوت تکمیل شریعت اور تکمیل قرآن ہے قرآن کریم کا خاتم الکتب اور خاتم الشرائع ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اب قیامت تک بعد آنحضرت صلعم کے کسی نبی کی کبھی بھی دنیا کو ضرورت نہ ہوگی - اور نہ قدرت ایسے اسباب ہی پیدا کریگی جس سے کبھی دنیا کو نبی کی ضرورت ہو -

سوال (۱۰) کیا واقعات مشہودہ و حالات موجودہ بلحاظ اسباب ضرورت نبوت پہلے اسباب ضرورت نبوت سے کم ہیں؟

الجواب - بلحاظ اس کے کہ مسلمانوں میں بڑا روحانی تنزل اور بلحاظ اس کے کہ ان کے فرق اور اختلاف حد سے زیادہ ہو گئے ہیں اگر آپ پہلوں سے کم نہیں ہیں - لیکن جب نبیوں کے سے کام امت محمدیہ کا ایک ولی کر سکتا ہے اور جب صرف ایک غلام ہی کافی ہے - مجدد بھی کافی ہے - مسیح موعود بھی کافی ہے مومن کی شان سے بہت بعید ہے کہ جس خطاب کو واسطے عظمت نبی کریم کے شریعت نے دوسروں کے لئے جائز نہیں فرمایا یا اسی خطاب ممنوعہ للغیر کو عنادًا و اصرارًا آپ دوسرے کے لئے تجویز کرتے ہیں - اور بمقابلہ نصوص شرعیہ کے اپنے ڈھکوسلوں سے طرح طرح کے وسواس اور شبہات پیدا کرتے ہیں - نعوذ باللہ منہ - قال المسیح الموعود

الوقت یدعو مصلحا مجددا
فادلوا بنظر ظاہر وجنان

سوال (۱۱) حضرت خاتم النبیین کی شان ختمت محل مدح میں مذکور ہے یا محل ذم میں اور کیا آپ کے افاضہ سے من حیث النبوۃ کامل نبی کا پیدا ہونا شق اول سے ہے یا شق ثانی سے -

الجواب - لاریب حضرت خاتم النبیین کی شان ختمیت محل مدح میں ہے نہ محل ذم میں کیونکہ آپ کی شریعت آپ کی نبوت آپ کے افاضہ روحانیہ کے کمال کو زائل اور منقطع کرنے والی کوئی چیز کبھی پیدا نہ ہوگی اسی لئے ماننا پڑتا ہے کہ شان ختمیت محل مدح میں ہے جب ہی تو یہ مہر ختمیت کی ٹوٹ نہیں سکتی آپ کے افاضہ سے غلام احمد ہو کر سب عہدے مہدویت - مجددیت - مسیحیت موعودہ - محدثیت کے مل سکتے ہیں مگر نبی کامل و حقیقی نہیں ہو سکتے ورنہ شان ختمیت محل مذمت میں ہو جائے گی پھر نہ آپ آخری نبی رہیں گے اور نہ وقت اور عہد کے نبی - یہ سوال ایسا ہی ہے گو یا آپ کے افاضہ سے من حیث النبوۃ کامل نبی کا پیدا ہونا شق اول سے ہے یا شق ثانی سے ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ محمد رسول اللہ اپنے افاضہ سے اپنے جیسا صاحب شریعت اور صاحب کتاب اور صاحب امت نبی کسی کو بنائے تو محل مدح میں ہے یا محل ذم میں یا جیسا کہ کوئی بلحاظ خدا کے قادر مطلق ہونے کے یہ کہے کہ خدا اپنے جیسا خدا بنائے تو محل مدح میں ہے یا محل ذم میں -

سوال (۱۲) لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں المبشرات سے کس کے مبشرات مراد ہیں - آیا آنحضرت صلعم کے یا کسی غیر کے اور نبوت سے نبوت آنحضرت مراد ہے یا نبوت مطلقہ عامہ؟

الجواب - بطفیل اتباع نبی کریم کے مبشرات دوسروں کو بھی ہوتے ہیں - ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ اور لہم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا اور یہ کل مبشرات نبوت عامہ مطلقہ ... سے ہیں جیسا کہ مومن کی رویا صالحہ بھی ۱/۴۶ واں جزو نبوت عامہ مطلقہ کا ہے - مگر جزو نبوت یعنی مبشرات کو کل نبوت کہنا کسی طرح جائز نہیں -

نمبر ۱۳ و ۱۴ میں آپ نے کوئی سوال نہیں کیا صرف اپنے اوہام کا اظہار کیا ہے - چونکہ ان اوہام کا ازالہ بھی ضروری ہے - اس لئے ذیل کے دو کالموں میں قولکم اور اقول کے طرز پر ان کو بھی لکھ دیا جاتا ہے -

قولکم - حضرت مسیح کی وہی کزرع اخرج شطأہ کا الہام جو مثلہم فی الانجیل کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتی ہے اس کا فقرہ لیعجب الزراع ظاہر کرتا ہے کہ احمد کی پیشگوئی مسیح موعود کے حق میں ہے اس لئے کہ احمد کزرع اخرج شطأہ کی طرح حقیقی کی مانند مقام استفاضہ کو ظاہر کرتا ہے اور آنحضرت جو محمد ہیں اور مقام افاضہ پر ہیں وہ اس احمد کے جو زراعت کی طرح ہے مربی ہیں جسکے نشو و نما اور ترقی سے وہ کسان خوش ہوتا ہے یعنی احمد کی ترقی محمد صلعم کی خوشی کا باعث ہے +

اقول - حضرت مسیح موعود نے گو اس آیت میں جو نکتہ بیان فرمایا ہے وہ ہمکو مسلم ہے لیکن صرف اسی حصہ میں کہ جس میں لکھا ہے ومن علمہم احمد اخرج شطأہ یا اس کا فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار اور مثلہم فی الانجیل میں وہی کا ذکر نہیں بلکہ نبی کریم کے صحابہ کا ذکر ہے جنکی ترقی کی مثل دین اسلام میں بیان فرمائی گئی ہے نبی کریم تنہا تبلیغ دین اسلام کے لئے کھڑے ہوئے تھے پھر اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کو انکے ذریعہ سے بتدریج قوی کیا جیسا کہ کھیتی بتدریج ترقی کرتی ہے - اس ترقی

تدریجی کو جو حضرت نبی کریم کے وقت میں واقع ہوئی زراع کے ساتھ تشبیہ دی ہے ظلی طور پر ہم مسیح موعود کے وقت میں بھی اس ترقی کو تسلیم کرتے ہیں خود مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں انکے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں تو بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزوی فضایل ہیں جو ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے"

اور حضرت اقدس نے بجا تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع دونوں فضائل محمدیت اور احمدیت کے ہیں پس اس آیت میں صرف احمد کی پیشگوئی کہاں ہے ظلی طور پر ایک اشارہ لطیفہ احمدیت کی طرف بھی ہو سکتا ہے جو ہمکو مسلم ہے کہ وہ ذات پاک جسکا نام محمد احمد دونوں ہیں وہ احمد مسیح موعود کی ترقی سے خوش ہوتا ہے بلکہ کل ازنو کی ترقی سے اسکو خوشی ہوتی ہے اللہم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد اور آخر آیت میں تمام مومنوں کے لئے وعدہ فرمایا گیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجرا عظیما - اور جسطرح آیت میں زرع کا ذکر ہے شطأ کا بھی ذکر موجود ہے جسکی طرف فآزرہ اور فاستغلظ اور لیغیظ مشعر ہے اور زراع سے مراد نبی کریم ہو سکتے ہیں - اور چونکہ صیغہ زراع جمع کا ہے اس لئے تمام مومنین بھی زراع اخراہ کے مراد ہو سکتے ہیں - الحاصل قرآن کے اسرار کی انتہا نہیں ہے +

یہ محض خلاف واقعہ بات ہے کہ احمد کی پیشگوئی مسیح موعود کے حق میں ہے احمد عربی لفظ اور عربی نام ہے - یہ نام حضرت مرزا صاحب کا نہیں ہو سکتا - نہ آپ عربی اور نہ آپ کے ماں باپ عربی اور نہ آپ کا نام احمد کسی نے رکھا ہے اور نہ آپ نبی اور پیغمبر - نہ محمد نام احمد نام کے مقابل مقام افاضہ پر اور نہ احمد نام محمد نام کے مقابل پر مقام استفاضہ پر یہ محض بناوٹی باتیں ہیں جنکی کوئی اصل قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں نہیں حضرت مسیح موعود نے محمد اور احمد دو نام حضرت نبی کریم کے فرمائے ہیں - اور کہیں نہیں فرمایا کہ آنحضرت جو محمد ہیں اور مقام افاضہ پر ہیں - وہ اس احمد کے جو پیشگوئی اسمہ احمد میں قرآن میں مذکور ہے مقام استفاضہ کو ظاہر کرتا ہے - اس لئے بھی احمد کی پیشگوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مصداق ثابت ہوتے ہیں نہ کہ مسیح موعود کیونکہ حضرت صاحب کے الہام میں بھی اللہ تعالےٰ احمد آنحضرت صلعم کا ہی نام بتلاتا ہے - اور غلام احمد مسیح موعود کو فرماتا ہے جیسا کہ یہ الہامی شعر

بر زمکان وہم ستا احمد کی شان ہے + جسکا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

حضرت نبی کریم کا نام احمد بین الانبیاء بھی ایسا معروف اور مشہور ہے کہ قیامت میں بھی حضرت سید النبیین واصدق الصادقین وخیر المرسلین امام الطیبین ختمی مآب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو احمد نام سے ہی پکارینگے دیکھو احادیث طویلہ کو جو حضور سرور کائنات کی شفاعت کبرےٰ کے باب میں متعدد طرق سے وارد ہوئی ہیں - کیا آپکو شفاعت کبرےٰ سے بھی حصہ اور نصیب لینا منظور نہیں ہے - قیامت میں تو انبیاء تک بھی یہی کہینگے کہ احمد کے پاس شفاعت کیلئے جاؤ - اور آپکو اس سے انکار پر ہی اصرار ہے سچ فرمایا حضرت صاحب نے -

نشان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

(باقی دارد)

الراقم خاکسار - محمد حسین مرہم عیسیٰ
مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۶ء

جلد ۴ ۔ مدینۃ المسیح لاہور ۔ چہارشنبہ ۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری ۔ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء

اظہار حقیقت

جذبات و تصورات سے جو خیالات پیدا ہوتے ہیں ان کو جچے اور تلے ہوئے الفاظ میں ظاہر کر دینے کی صنعت کا نام شاعری ہے قرآن کریم کے رو سے ایسی شاعری موجب گمراہی ہے جو لغویات تک محدود ہو ہاں ایسے خیالات کا جچے تلے ہوئے الفاظ میں ظاہر کرنا جایز ہے کہ جن میں خدا تعالےٰ کی محبت و الفت کی تحریک ہو اور جن میں سراپا اخلاق و کرم سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عزت و عظمت کا اظہار ہو اور آپ کے مقدس دین متین کی حمایت و نصرت کی جھلک اس میں نظر آتی ہو۔ اس قسم کی شاعری خدام دین متین کے مذاق کے مطابق ہے۔ اور اسی کو ہم نتیجہ خیز بھی تقین کرنے کے وجوہات رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ آیندہ پیغام صلح کے پہلے صفحات کو ان سے زینت دیں ہمارے احباب میں جو حضرات اس کا مذاق سلیم رکھتے ہیں وہ اس کام میں ہماری امداد کریں۔ لیکن طول طویل نظموں کی ہم کو ضرورت نہیں صرف ایک کالم اس کام کے لئے ہم وقف کر سکتے ہیں اور اسی قسم کے بیانات کے لئے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اب ہم اپنے ایک دوست کے کلام سے اس کام کو شروع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

بڑوں میں ہیں بے شک بڑائی کی باتیں

بیاں تم سے ہوں اب صفائی کی باتیں
کرو تم نہ اب کج ادائی کی باتیں
محمد نبی ہے مسیحا ہے خادم
کہیں سب سے۔ یہ ہیں صفائی کی باتیں
غلامی سے عزت مسیحا نے پائی
کرو غور۔ یہ ہیں بھلائی کی باتیں
طفیل نبیؐ اس نے الہام پایا
بتائیں خدا نے خدائی کی باتیں
محمدؐ کو احمد کہا کبریا نے
بڑوں میں ہیں بے شک بڑائی کی باتیں
نہ ارباب باطل کی باتوں پہ دیکھو
نہیں ... ہرگز خدائی کی باتیں ...

شرارت سے خادم کو آقا بنایا
بھلا یہ بھی ہیں کیا بھلائی کی باتیں
غلامی سے احمد کی نکلیں وہ کیسے
پسند آئیں کیونکر جدائی کی باتیں
اگر تم میں الفت ہے ختم الرسل کی
بناؤ نہ تم جگ ہنسائی کی باتیں
جو ظلی ہے اصلی بنے کس طرح سے
سناؤ نہ تم بے حیائی کی باتیں
محمد علیؑ کو خدا شاد رکھے
بتائی ہیں جس نے بھلائی کی باتیں

اخبار احمدیہ

حضرت فاضل امروہوی مولینا سید محمد احسن صاحب ادام اللہ فیضہم آج ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء کو معہ اہل و عیال دو بجے کی گاڑی میں امروہہ واپس تشریف لے گئے۔ آپ کا ارادہ وہاں چند خانگی امورات سرانجام دینے کے بعد دوبارہ مستقل قیام کے لئے لاہور تشریف لانے کا ہے اللہم ایدہ بروح القدس۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ اور ہمیں آپکی برکات سے حصہ وافر حاصل کرنے کی توفیق دے +

بھیرہ کے احمدی احباب نے وہاں ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء کو جلسہ کیا۔ جس میں شمولیت کے لئے جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب معہ مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی تشریف لے گئے۔ مفصل حالات کے لئے وہاں سے رپورٹ کے آنے کا انتظار ہے۔ فی الحال اسی قدر معلوم ہو سکا ہے۔ صرف ایک ودیارتھی صاحب کا لیکچر ہوا۔ جس میں آریہ صاحبان کو بھی گفتگو کا موقعہ دیا گیا۔ لیکن بالآخر ان کو یہ کہنا پڑا۔ کہ ہم ان باتوں کا جواب اپنے کسی بڑے پنڈت سے پوچھ کر دینگے۔ ودیارتھی صاحب نے بھی ماشاءاللہ بڑے زور سے ان کو چیلنج دیا۔ کہ وادعوا شہداءکم ان کنتم صادقین۔ ڈاکٹر محمد امین صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ کی خدمات خاص طور پر قابل شکریہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے جوش اور ہمت میں اور بھی برکت ڈالے۔ بڑے ہی کام کے کوئی ہیں اور سلسلہ کے کاموں میں اخلاص اور جوش کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔
حصاری میں جناب عبدالرحمن خانصاحب احمدی نقشہ نویس ...

فوت ہو گئے ہیں۔ احباب ان کا جنازہ غائب پڑھیں ...
میاں ... صاحب کے اس خط کا جو بنام ... صاحب کے نام مفتی محمد صادق صاحب ... جواب آج کے پرچہ میں بطور ضمیمہ کتابی شکل میں ... کی بہت سی زاید کتابیں تیار ... گئی ہیں ... احمدی حلقوں میں تقسیم کرنے کے لئے بکار ہو ... منگوالیں +

بیعت۔ ترچیاپلی سے مندرجہ ذیل احباب ... احمد کی بیعت میں داخل ہوئے :-
سید احمد صاحب۔
محمد فخرالدین صاحب۔
محمد عباس علی صاحب۔
عبدالوحید خانصاحب۔
سید خواجہ محی الدین صاحب۔
میاں شہاب الدین صاحب۔

مولوی اکبر شاہ خانصاحب کا رسالہ ... کے لحاظ سے دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ احباب ... رسالہ سمجھ کر خود بھی خریدیں اور اپنے دیگر دوستوں ... خریداری کی سفارش کریں +

رویا۔ جناب وارث علی صاحب آباد کار چک ... لکھ کر بھیجا ہے۔ جسے وہ چاہتے ہیں کہ اخبار میں ... کہ کوئی صاحب علم تعبیر اسکی تعبیر سے مطلع فرما سکیں ...
مورخہ ۲۵ و ۲۶ تاریخ کی درمیانی شب کو ... کہ ایک تیز رو تند خو زبردست چالاک گھوڑ ... کے لحاظ سے خود وہ گھوڑا آپ ہی اپنا نمونہ تھا) ... ہیں۔ اور گھوڑا ایسا سرپٹ دوڑتا ہوا جیسے ... ہے۔ چلا آرہا ہے۔ سڑک پر سے گھوڑا آرہا تھا ... بیٹھا ہوا ہے۔ دروازہ سے نکل کر گھوڑے کو ... رفتار ... اور دل میں یہ کہتا تھا کہ ممکن ہے کہ گھوڑا اس ... یہ خیال کر رہا تھا۔ گھوڑا جس پر مولوی صاحب ... تھے۔ کوٹھی کے برآمدہ میں دوڑتا ہوا آگیا ... سفید کاغذ ... اشیا ... ایک شخص نے کہا ... اس قدر خواب اپنے کے بعد بیدار ہو ... اگر کوئی صاحب اس کی تعبیر لکھ ... کر دیا جاسکے گا +
مولینا ... سیالکوٹ ... کی ذیل ... +

اخبار احمدیہ

حضرت مولوی صدرالدین صاحب کا لاہور سے روانہ ہو کر سیالکوٹ میں ورود فرمانا

حضرت مولوی صدرالدین صاحب جب لاہور سے بتاریخ ۲۵ جنوری ۱۹۱۶ء بروز جمعرات کلکتہ میل

سے سیالکوٹ کو روانہ ہوئے۔ تو آپ کی معیت میں امیر ملت حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس لاہور۔ جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب۔ جناب سید امیر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس پنشنر۔ جناب جلال الدین صاحب جو گوجرہ سے تشریف لائے تھے۔ شیخ الہ دین صاحب۔ اور جناب میرزا خدابخش صاحب تھے۔ اسی گاڑی میں جس میں جناب تشریف فرما تھے۔ سردار محمد سرور خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گجرات وچند ایک دیگر معززین بھی تھے۔ دوران تقریر ولائت کا تذکرہ بھی آیا۔ تو مولینا صاحب نے انگریزی قوم کے خصائل حسنہ کا ایسا عجیب ذکر کیا۔ کہ انگلش نیشن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کو سنکر سامعین کے دل سے دعا اور زبان سے بے اختیار تعریف نکلتی تھی۔ واقعی جس قوم کو خدا بڑا بناتا ہے اور حکومت کا بارگراں سپرد کرتا ہے۔ اُن کے اخلاق ایسے ہی اعلےٰ و افضل ہونے چاہئیں غرض قوم انگلشیہ کے حالات مسرت آیات سے بڑی لذت اور بیحد سرور حاصل ہوا۔ پھر گوجرانوالہ کے سٹیشن پر شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور تمام جماعت احمدیہ کے ممبران ملاقات کیلئے موجود تھے۔ سب سے حضرت مولینا صاحب خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ جب ٹرین وزیرآباد کے سٹیشن پر پہنچی۔ تو جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیرآباد معہ حافظ غلام رسول صاحب و شیخ محمد جان صاحب و شیخ عبدالحسن صاحب و دیگر تمام جماعت احمدیہ استقبال کے لئے موجود تھے۔ سیالکوٹ جانے کے لئے دو گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ اس لئے جماعت وزیرآباد ہم سب کو شہر میں لے گئی۔ اور مسجد شیخ نیاز احمد صاحب میں جو ایک عمدہ خوش قطع مسجد ہے نماز پڑھی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر چائے نوشی ہوئی جس کا جناب شیخ نیاز احمد صاحب اہتمام پہلے ہی سے کر چکے تھے۔ بعد ازاں وقت مقررہ پر سٹیشن پر پہنچ گئے۔ ٹھیک ۵ بجے سیالکوٹ کے سٹیشن پہنچے وہاں جاکر دیکھا کہ ہزارہا لوگ صفیں بنا کر کھڑے تھے۔ تمام شہر کے رؤسا و بیرسٹران و وکیل صاحبان و اہلکاران بھی تھے۔ خاصکر انجمن اسلامیہ کے ممبران قابل تحسین و آفرین ہیں جنہوں نے اِس استقبال میں بڑا حصہ لیا مدرسہ اسلامیہ کے تمام اُستاد اور تمام طلباء سڑک پر دو رویہ صف آرا تھے۔ اپنی جماعت احمدیہ کے کل ممبران بھی موجود تھے۔ جن میں جناب شیخ غلام حیدر صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس۔ پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ سیالکوٹ و شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش وغیرہ بھی تھے۔ صرف اسی قدر لوگ نہیں تھے۔ بلکہ تمام شہر کے لوگ کثرت سے تھے۔ حتے کہ ہندو صاحبان و سکھ صاحبان بھی شریک تھے اور اکثر لوگوں نے کہا کہ ایسا مجمع شہر سیالکوٹ میں بہت کم ہوا ہے۔ غرض یہ جلوس سٹیشن سے روانہ ہو کر تمام بازار سے گذرتا ہوا۔ شہر کے دوسری طرف جہاں مولینا صاحب کا مکان تھا۔ بڑی شان وشوکت سے پنڈال میں پہنچا۔ جہاں رؤساء شہر نے شامیانے لگائے ہوئے اور فرش کیا ہوا تھا۔ تمام گرداگرد وسیع پیمانہ پر میزیں لگائی تھیں۔ اور مٹھائی و چاء کا کافی سے زیادہ انتظام کیا ہوا تھا۔ سب لوگوں کو چاء اور مٹھائی دی گئی بعدازاں لوگوں نے درخواست کی کہ کچھ حالات ولائت کے سنائے جائیں چنانچہ حضرت مولوی صدرالدین صاحب نے کھڑے ہو کر ولائت کے نومسلموں کے عجیب عجیب حالات بیان کئے اور دکھلایا کہ قوم انگریز جو ایک روشن دماغ اور تعلیم یافتہ قوم ہے۔ اسلام کے کیسے شیدائی اور عاشق ہیں۔ کس محبت سے وضو کر کے نمازوں میں شریک ہوتے اور اذان کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ انگریزی نسل کی خواتین مبارکہ اسلام کی باتوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو سنکر کیسی مسرت ظاہر کرتی ہیں۔ اگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا آبائی طور سے مذہب اسلام کی گرویدہ تھیں۔ اور انگریزی نیشن کے چھوٹے لڑکے لڑکیاں اسلامی سلام اور نماز سے ایسی واقف ہو گئی ہیں۔ کہ اُسکے معانی کو بھی خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک چھوٹی لڑکی نے سر آغا خان صاحب کو السلام علیکم کہا۔ تو سر آغا خان صاحب نے اُس لڑکی سے پوچھا۔ کہ تم السلام علیکم کے معنے بھی جانتی ہو۔ تو اُس نے جھٹ اُس کے معنے صحیح صحیح بیان کر دیئے۔ جس سے سر آغا خان صاحب بہت مسرور ہوئے۔ غرض مولینا صاحب نے مختصراً کچھ حالات بیان فرمائے۔ پھر آخر پر قرآن کریم کے ترجمہ کا ذکر کیا۔ اور پھر نگی جلد کا نمونہ جو ساتھ لائے تھے۔ دکھلایا۔ اور قرآن شریف کے اوراق بھی دکھلائے کہ کس خوبی کے ساتھ یہ چھاپے گئے ہیں ان سب حالات کو سُنکر سب لوگ محو حیرت کھڑے رہے اور اس قدر دلچسپی لے رہے تھے کہ جب مولینا صاحب نے اپنی تقریر کو ختم کیا تو لوگ ویسے کے ویسے کھڑے رہ گئے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سیر ہی نہیں ہوئے۔ اور وہ اور حالات کے سننے کے لئے خواہشمند ہیں۔ الغرض بڑی خیر وخوبی کے ساتھ جلسہ اختتام کو پہنچا۔ بالآخر مولینا صاحب اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ اور آہستہ آہستہ لوگ وہاں سے رخصت ہوئے دوسرے روز مسجد میر حسام الدین صاحب میں حضرت امیر ملت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔ خطبہ نہایت مؤثر اور پُر درد تھا۔ لوگوں پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ تمام مسجد اندر اور باہر سے بھر گئی تھی۔ بلکہ چھت کے اوپر بھی کچھ آدمی تھے۔

آج ۲۷۔ کی صبح کو ۸ بجے کی گاڑی میں حضرت امیر ملت مولنا مولوی محمد علی صاحب و حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور کو روانہ ہو گئے ہیں۔ (رپورٹر)

وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں مسمات کنیز فاطمہ زوجہ سید کرامت حسین ساکن امرتسر اس بات کا اعلان کرتی ہوں کہ میں نے ۱۹۰۶ء میں اپنے ترکہ کا ⅓ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وصیت کر دیا تھا۔ کہ میرے مرنے کے بعد انجمن مذکور کو دیا جائے۔ مگر اب چونکہ اس انجمن کی تار و پود میاں محمود احمد صاحب نے اکھیڑ دی ہے۔ اور در حقیقت موجودہ انجمن قادیان اب وہ انجمن نہیں رہی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود نے اپنے رسالہ الوصیت میں کیا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اس اعلان کے میں اپنی پہلی وصیت منسوخ کرتی ہوں۔ اور اعلان کرتی ہوں اور دوبارہ بقائمی ہوش و حواس و بلا جبر و اکراہ وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات کے بعد میرے ترکہ کا ایک تہائی حصہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ملکیت قرار پائیگا۔ جو اسے اشاعت اسلام اور اشاعت سلسلہ احمدیہ میں خرچ کرنے کی مجاز ہوگی۔

والسلام۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ٥

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

العبد کنیز فاطمہ زوجہ سید کرامت حسین

نشان انگوٹھا مسمات ۱۲ جنوری ۱۹۱۶ء

گواہ شد بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن کامل پور

گواہ شد محمد خان کمپونڈر سول ہسپتال کامل پور

تازہ خبریں

رزمگاہ روس و رومانیا۔ لنڈن ۲۷ جنوری۔ رومانیا کی بے تار سرکاری رپورٹ مظہر ہے:۔ کہ سخت برف باری کے باوجود کاشن اور سوشیزا کی وادیوں میں غنیم پر حملہ کر کے اسے ۱۱ گھنٹہ کی خونریز جنگ کے بعد پسپا کر دیا ٭

۲۸ جنوری۔ جاسی سے ۵ جنوری کا تار مظہر ہے کہ شدید سردی اور برفباری کی وجہ سے جنگی کارروائیوں میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ صورت حالات عام طور پر قابل اطمینان اور غیر متبدل ہے اور غنیم بلا ہراول توجہ ناشتی کے علاقہ اور ہیر سخہ وبشنہ کے مقام القاال کی طرف سبدل کر رہا ہے جہاں اس کی نہائت سختی سے مزاحمت کی جارہی ہے۔

رومانی کمان افسروں کی تبدیلیاں:۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ۱۴ رومانی جرنیلوں کو سبکدوش کر کے ان کی جگہ ماتحت افسر سپہ سالار مقرر کئے گئے ہیں ٭

منٹاؤ کے قریب غنیم کی گھبراہٹ:۔ لنڈن ۲۷ جنوری۔ روس کی بے تار سرکاری رپورٹ مظہر ہے کہ شدید گولہ باری کے بعد جرمنوں کو کالنسم کے مشرق میں شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ منٹاؤ میں ہم نے گیس خارج کر کے جرمنوں کا سخت قافیہ تنگ کیا ٭

روس کے خلاف منصوبہ بازی:۔ لنڈن ۲۷ جنوری۔ سٹاک ہولم کا تار مظہر ہے کہ:۔ فنلینڈ کی سرحد پر ڈانڈی کے حکام نے ۴ اشخاص کو اس الزام میں گرفتار کیا ہے۔ کہ وہ ملٹی پر روسی گولہ بارود کے گوداموں کو اڑا دینے کی غرض سے گولے ناجائز طور پر سرحد سے پار لے جانا چاہتے تھے۔ اس پارٹی کے سرگروہ جرمن بتائے جاتے ہیں ٭

ساحل انگلستان پر حملہ۔ لنڈن ۲۶ جنوری۔ ساحل

[illegible] سیمنوک پر جرمن [illegible] کے درمیان [illegible] صرف ۳ منٹ تک رہا۔

۲۵ جنوری۔ ایمسٹرڈم کا بحری مبصر اس جرمن قزاق کی مخصوص کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ جرمن آبدوز کشتیوں نے دو مرتبہ انگلستان کے ساحل پر گولہ باری کی ہے۔ اور اب اس بے سود کارروائی کا بظاہر جرمنی میں اس خیال کو قائم رکھنے کی غرض سے اعادہ کیا گیا ہے کہ بحیرہ شمال پر کس کی فوقیت کا مسئلہ ہنوز متنازعہ فیہ ہے ٭

آبدوز کشتیوں کی ستم گری:۔ لنڈن ۲۵ جنوری برطانی سٹیمر آذکرٹن اور ولندیزی سٹیمر سلینڈیا اور زنیا غرق کر دیے گئے ہیں سٹر ہمیڈو کے عملے کے تمام آدمی اب بچا لئے گئے ہیں۔

بحیرہ اوقیانوس کے جرمن قزاق کی تخصیص۔ لنڈن ۲۷ جنوری جرمن اخبار برلنر ٹیجبلاٹ رقمطراز ہے کہ بحر اوقیانوس کا جرمن قزاق مشقی جہاز وینٹا ہے ٭

طاعونی اموات:۔ ہفتہ مختتمہ ۲ جنوری کے اندر تمام ہندوستان قابل مرض طاعون سے ۱۳۶۸۵۔ اموات بتفصیل ذیل وقوع میں آئیں:۔ احاطہ بمبئی و سندھ ۴۵۰۰۔ مدراس ۵۵۲۔ بنگال بہار و اڑلیسہ ۵۹۲۔ صوبجات متحدہ ۲۰۴۳۔ پنجاب ۷۴۷ برہما ۱۹۴۔ ممالک متوسط ۱۵۹۱۔ ریاست میسور ۲۳۶ حیدرآباد ۱۳۶۷۔ وسط ہند ۲۱۵۔ راجپوتانہ ۱۲۔

مولوی محبوب عالم کو مقدمہ کا نوٹس:۔ پلٹین گوسٹر ہوا ہے کہ پنڈت امرناتھ جی شرما نے جو بھگوان بیاس کی بابت سے ہیں۔ مولوی محبوب عالم کو نوٹس دیا ہے کہ یا تو وہ چار ہزار روپیہ مختلف فنڈوں میں اجمعا نہ ادا کریں۔ اور تحریر کی معافی مانگیں۔ ورنہ اُن کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا جائیگا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب پہلے ہی معافی مانگ چکے ہیں ٭

دھلی میں گیہوں:۔ دہلی کی منڈی میں آجکل گیہوں فی روپیہ کے ۸ سیر فروخت ہو رہے ہیں ٭

پہلے درویش کے جنگی کارنامے

(یعنی ان بڑی لڑائیوں کا بیان جن میں خود حضور سرور کائنات شریک تھے) عنوان بالا سے بحث میں نہایت مؤثر و دلکش تاریخی مضامین کا ایک قابل دید سلسلہ حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب نے میرٹھ کے مذہبی و ادبی رسالہ رازونیاز کیلئے لکھنا شروع کیا ہے اس کا پہلا حصہ رازونیاز کے نوروز نمبر معروف بہ درویش جنتری ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا ہے۔ جو صاحب اس تاریخی مضمون کے مطالعہ سے لطف اٹھانا چاہیں وہ صرف ۳ کے ٹکٹ بھیجکر ہم سے درویش جنتری ۱۹۱۶ء منگا لیں جس میں سال بھر کیلئے پنجگانہ نماز اور سحر و افطار کے نہایت صحیح اوقات۔ ایک ہزار سے زائد بزرگان دین کے عرسوں کی تاریخیں۔ حضرت جرجیس علیہ السلام کا عبرت آموز قصہ۔ اولیاء اللہ کی دلسوز حکایات۔ فقہی مسائل۔ شرعی آداب۔ اعمال و وظائف۔ مجرب علاج۔ اسلامی اخبارات و رسائل کی فہرست اور بہت سے کارآمد اور دلچسپ باتیں درج کی گئی ہیں۔ اور جس کی ایک ایک سطر پڑھنے کے قابل ہے۔ رسالہ رازونیاز کی سالانہ قیمت عہ (ششماہی ۱۲ اور سہ ماہی ۷) ہے کے مستقل خریداروں کو درویش جنتری مفت دی جاتی ہے محض ۷ خرچ کر کے آپ درویش جنتری اور رازونیاز کے دو پرچے خرید سکتے ہیں ٭

ضرورت ہے:۔ درویش جنتری ۱۹۱۶ء کو کمیشن پر فروخت کرنیکے لئے ایجنٹوں کی بہت جلد ضرورت ہے۔ ۲۵ جنتریوں کی قیمت ایجنٹوں سے [illegible] کے صرف [illegible] لی جائے گی ٭

مینیجر "رازونیاز" و درویش جنتری کمپنی میرٹھ

میں مجھے گندے گندے الزامات لگاتے ہیں۔اُن کے پاس ٹھہرنا کسی طرح درست نہ تھا۔آپ چاہتے۔ تو مبائعین کے ہاں آپ کے آرام کا ہر طرح انتظام ہوسکتا تھا۔اور اب تو اُن کے جلسہ میں سُنا ہے آپ کی تقریر بھی ہوگی۔میں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا۔کہ انشاءاللہ ابتدا و میری طرف سے نہ ہوگی۔اور میں حتی المقدور آپ کے خلاف لکھنے سے پرہیز کرونگا اور ابتک میں اس بات پر قائم ہوں۔اور آپ تو خود اختلاف میں اظہار رائے کے قائل ہیں۔اگر آپ کے رسالہ یا مضامین کا کسی نے جواب دیا ہو۔تو امید ہے کہ اسے ناپسند نہ کیا ہوگا۔ بہرحال آپ کا وہاں ٹھہرنا بعض لوگوں کے لئے غلط فہمی کا موجب ہوتا ہے۔مفتی محمد صادق صاحب کے ہاتھ یہ خط ارسال ہے۔جبکہ آپ کے نزدیک اس قسم کا اختلاف خلفاء اربعہ کے زمانہ میں بھی ہوا ہے۔تو اس اختلاف کی بنا پر آپ کا میرے اور مرکزی جماعت کے دشمنوں سے اس قسم کا رابطۂ اتحاد رکھنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔اگر آپ چاہیں۔تو مفتی صاحب لاہور میں ہی دوسری جگہ آپ کی رہائش کا انتظام کر سکتے ہیں۔اور اگر آپ چاہیں تو آپ کے قادیان لانے کے لئے بھی ہر طرح کے آرام کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ مجھے خدا تعالےٰ نے محبت کرنے والا دل دیا ہے۔میں نے جو تعلق بنایا ہو۔اُسے توڑنے کا عادی نہیں۔ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تو الگ بات ہے۔پس میں تو ہر طرح آپ سے محبت کا معاملہ ہی کروں گا۔الا ماشاءاللہ۔اور میری طرف سے ابتداء نہ ہوگی۔ہاں اگر جماعت کو ابتلاء میں ڈالا گیا۔تو جس کام پر خدا تعالےٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے اُس کے پورا کرنے کے لئے کسی اور تعلق کی پروا نہیں کرتا۔خواہ مجھے کیسا ہی پیارا رشتہ کیوں نہ توڑنا پڑے۔ مجھے اُس کی پروا نہیں۔واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین + خاکسار مرزا محمود احمد۔

مسئلہ ہے۔اور دوسرا مسئلہ بھی بلحاظ شریعت کے دین اسلام کے لئے بڑا خطرناک ہے۔جیساکہ اس کی طرف اشارہ میں نے اظہار النصائح و قول المجید میں کردیا ہے۔الحاصل بعد اللتی واللتیا احباب لاہور کے کسوجہ سے آپ کے خطرناک دشمن ہیں۔میں نے مانا۔کہ جیسا آپ کے اخبارات اُنکو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔اُنکے عوام بھی اُسکا بدلہ دے رہے ہوں۔اور یہ بھی میں نے فرض کرلیا۔کہ اُن کی طرف سے بدائت بھی ہوئی ہو اور البادی اظلم علی البادی کو آپ پیش کریں۔لیکن چونکہ آپ امام تھے۔آپکو صبر کرنا ہی لازم تھا۔وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا۔مگر آپ کی طرف سے یہ امر مشاہد ہورہا ہے۔کہ جو شخص احمدی اُن کی دیوار کے سائہ کے تلے کو بھی نکل جاوے تو وہ باغی ہے۔خارجی ہے۔دین اسلام سے باہر ہے۔وچنیں وچناں۔مجھکو شیطان۔جاہل۔بے عقل۔رذیل۔بیل اور گدہا وغیرہ بھی لکھا گیا۔اور قصور ندارد۔اے جناب گستاخی معاف آپ کی امامت سیاسی نہیں ہے۔جسپر آپ کوئی ایسے احکام صادر فرمادیں۔جو الوار خلافت میں لکھے ہوئے ہیں آپ جس گورنمنٹ عالیہ کے ماتحت ہیں اُس کی ماتحتی میں کوئی شخصی خلافت سیاسی قائم نہیں کرسکتا۔اور امامت ارادی میں ہر شخص کا اختیار ہے کہ آپکے عقائد فاسدہ باطلہ جو محض خلاف مذہب حضرت مسیح موعود کے ہیں تسلیم نکرے آپ اُس کا کیا کرسکتے ہیں۔گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک کے لئے آزادی مذہب دے دی ہے۔خصوصًا مذہب مسیح موعود کے لئے پھر یہ تشدد چہ معنے دارد۔اور جو جناب نے بڑی بڑی تحدیاں ملہمانہ منجانب اللہ اپنے مخالفین مذہب کے لئے بربادی اور تباہی کی پیشگوئیاں القول الفصل میں تحریر فرمائی تھیں جن سے میں اولا خوش بھی ہوا تھا۔کہ اگر ہمارے خلیفۂ وقت ایسے ملہم ربانی ہیں۔تو بہت ہی اچھا ہوا۔لیکن کیا کیجئے کہ وہ تمام کی تمام تحدیاں برعکس واقع ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔جس کے دعوے منجانب اللہ کرنے سے آپ صادق ثابت نہ ہوئے۔جنکے دفع کے لئے میں نے اظہار النصائح و رد المنح بارہ ۱۰ و ۱۱ و نمبر ۱۲ میں

(النصیحت)

حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں میاں صاحب کا ایک خط اور اس کا جواب

ایام جلسہ میں یعنی گذشتہ ۲۵۔ دسمبر ۱۹۱۶ء کو میاں محمود احمد صاحب کا ایک خط بدست مفتی محمد صادق صاحب و مولوی غلام رسول صاحب راجیکے حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں موصول ہوا تھا۔ ذیل میں اُس خط کی نقل بلفظہٖ حضرت مولٰنا صاحب کا جواب برائے افادۂ جماعت احمدیہ شائع کیا جاتا ہے۔

خط میاں محمود احمد صاحب

مکرمی مولوی سید محمد احسن صاحب۔

السلام علیکم۔ مختلف دوستوں کے خطوط اور اخبارات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ چند روز کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ آپ قادیان تشریف نہ لائے۔ حالانکہ اگر آپ تشریف لاتے۔ تو پالکی وغیرہ سواری کا انتظام کیا جاسکتا تھا جس سے آپ کو ہرگز تکلیف نہ ہوتی۔ چونکہ آپ پیغام بلڈنگ میں اترے ہیں۔ دشمنوں کے لئے ایک موقعہ ہنسی کا ہے۔ کہ گویا آپ میری جماعت سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اور قادیان سے الگ ہوگئے ہیں۔ میرے نزدیک بھی آپ کا وہاں اترنا کسی صورت میں جائز نہ تھا۔ آپ تو بیعت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے خطرناک دشمن جو اپنے اخبارات

کے صفحہ ۹ میں سطر بارہ تیرہ میں بصفحہ ۹ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ گویا آپ کی خلافت کے عہد سے اسمہٗ احمد کی پیشگوئی میں حق نازل ہوگیا۔ اس لئے خلاف اسکے اعتقاد رکھنا ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوۂ مومنانہ نہیں ہے۔ انتہی۔ اس سے صرف اتنا تو فائدہ ہم لوگوں کو ہوگیا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفہ اول تو کفر اور بے ایمانی سے بچ گئے کیونکہ اس وقت تک حق آپ پر نازل نہیں ہوا تھا۔ این ہم غنیمت است۔ لیکن اب بھی ہزارہا احمدی جو اس ایمانی مسئلہ کو تسلیم نہیں کرسکتے۔ وہ سب ایمان سے آپکے نزدیک خارج ہیں۔ وکذا وکذا من العبارۃ الایمانیہ۔ اور ان سب پر علاوہ یہ کہ ہم جیسے عقائد والوں کے ساتھ معاملات میں بھی وہ دستور العمل برتا گیا۔ اور برتا جاتا ہے۔ اور بار بار برتا جاتا ہے۔ جو تعلیم اسلام میں حربیوں کے ساتھ بھی نہ برتا گیا ہوگا۔ کما سیاتی۔ پھر علاوہ اس سب پر چند احباب کی شکایت بھی میرے پاس آتی رہی۔ کہ صاحبزادہ صاحب ہمارے خطوط کا جواب ہی نہیں دیتے۔ اور خود مدت سے علےٰ نفسی مجھکو تجربہ ہو رہا ہے۔ کہ میرے بہت متعدد خطوط کا جواب بھی ندارد۔ تب بحکم من جرب المجرب کے محقق اور محقق ہوگیا۔ کہ فی الحقیقت جناب سے بسبب شدت نفسانیت کے اس حکم ذیل تاکیدی اسلام کی تعمیل نہیں ہوسکتی۔ جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا ان اللہ کان علی کل شئ حسیبا۔ اور ان سب خطوط میں نہایت درجہ کی حسن تحیت بھی درج تھی۔ اس سے خاکسار کو ثابت ہوا کہ آپ کے قلب میں عظمت اور محبت اور خوف اس آئت کے صیغہ امر کا بھی نہیں رہا۔ ان اللہ کان علی کل شئ حسیبا کی وعید کی بھی کچھ حقیقت ہی نہیں۔ اور پھر باوجود اس ایمان کے اپنے ایک خط دستخطی خاص میں جو رجسٹرڈ میرے پاس صادر ہوا تھا۔ اس میں میرے مذہب اور اپنے مذہب کو متحد قرار دیا ہے اور پیشگوئی

اسمہٗ احمد کی نسبت لکھا ہے کہ میں اسکو کچھ عظمت ہی نہیں دیتا ہوں اور دوسرے لوگ جو جناب کے حواشی میں سے ہیں۔ اسکو ایمانیات سے قرار دے رہے ہیں۔ اور نیز انوار خلافۃ میں جناب بھی اس کو ایمانیات سے تحریر فرماتے ہیں۔ اور قطعی ایمانی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ تو مجھکو بڑا تعجب ہوا کہ عقائد ایمانیات میں یہ کیسی دو رنگی ہے۔ کہ کسی کو کچھ لکھا جاتا ہے اور دوسرے کو اس کے خلاف کہا جاتا ہے۔ اور یہ شعر بے اختیار زبان پر آگیا

گرچنیں ہماند وگہ چنداں این   اینچہ حیرانی است در دین تیں

باوجود ان دو رنگیوں کے میں کیونکر یقین کرسکتا تھا کہ اس ناقابل کی خاطر سواری پالکی کی بٹالہ سے قادیان تک موجود ہو جاتی۔ باوجودیکہ مجھکو قول المحمود میں جاہل رزیل شیطان بیل اور گدھا بلکہ اس سے بدتر کہا گیا ہے۔ اور سابق اس سے میں لکھ بھی چکا تھا کہ میرا ارادہ قادیان میں بھی آنیکا ہے۔ لیکن جواب ندارد۔ پھر متواتر سن چکا ہوں۔ کہ ہم جیسے عقائد کے لوگ جو قادیان گئے تھے۔ یا جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ حربیوں کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ پھر لا یحل للمومن ان یذل نفسہ کا خیال مجھکو کیونکر نہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایسے خطرناک دشمن جو اپنے اخبارات میں مجھے گندے سے گندے الزامات لگاتے ہیں اُن کے پاس ٹھہرنا کسی طرح درست نہ تھا۔ جناب من سالہا سال ہو گئے ان لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بڑے اخلاص اور محبت سے ہزاروں روپیہ خرچ کیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے خاص احباب میں سے تھے۔ قلمی۔ مالی۔ جسمی اعانت ہمیشہ کرتے رہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح بھی اُن کے ساتھ بڑی دلجوئی و دلداری اور انکی تربیت طرح طرح سے ہی فرماتے رہے اور آپ بھی انکے عہد خلافت میں شاید بخوف خلیفہ یا کسی اور وجہ سے اُن کی مدح و ثنا کرتے رہے ہیں۔ ہاں آپکی آغاز خلافت میں اپنے اجتہاد کے بموجب آپکے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی اور خاکسار نے اپنے اجتہاد کے بموجب بیعت کا کرنا ضروری سمجھا

لکھا۔ اور قول مجید بھی اسی غرض کے لئے لکھا تھا۔ لیکن اس کا بھی نتیجہ برعکس واقع ہوا۔ ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔ اگر فرض کیا جاوے کہ یہ لوگ آپ کے دشمن بھی ہیں۔ تو کیا آپ کے نزدیک یہ آئت منسوخ ہے جو بڑے زور شور سے تاکیداً فرمائی گئی ہے۔ کہ ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیرٌ بما تعملون۔ اور پھر پڑھو اس آئت کو جو ابتداء میں لکھی گئی ہے۔ احباب لاہور تو کل ہندوستان میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور یورپ و لنڈن و وکنگ میں صیغہ تعلیم اسلام ایسا جاری کیا ہے۔ کہ کبھی پہلے نہ ہوا تھا۔ اور آپ کے والد ماجد صاحب حضرت مسیح موعود کا الہام پورا کر رہے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی مرضی کے موافق تبلیغ اسلام کی ہو رہی ہے۔ گو آپ کی خواہش کے بموجب نہ سہی۔ تو آپ پر فرض ہے۔ کہ تعاونوا علی البر والتقوی پر عمل کریں۔ نہ یہ کہ اُن کے مکانوں میں بھی کوئی ٹھہرنے نہ پاوے قدغن ہے کہ اس کوچہ میں کوئی جانے نہ پاوے۔ اور جانے اگر پاوے تو پھر آنے نہ پاوے اگر آپکو کوئی ذاتی عداوت ہے۔ جیسا کہ مجھکو معلوم ہے تو پھر اس ذاتی عداوت کو مسائل دینی سے کیا تعلق ہے خصوصاً جبکہ خود ہی آپ اسی عنائت نامہ میں یہ مضمون رقم فرماتے ہیں۔ کہ ایسے اختلافات دین اسلام میں مجتہدین اور تابعین اور صحابہ میں بھی واقع ہوئے تھے۔ یعنی ایسے اختلافات کی میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں پھر یہ مضمون تو آپ کا آپ کے عملدرآمد کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ؎

گرچنیں ہماند وگہ چنداں این   اینچہ حیرانی است در دین تیں

کہ صرف قول مجید کے لکھنے سے یا واسطے معالجہ مرض فالج کے اُنکے یہاں ارادہ قیام سے یا خطابات مذکورہ کو آپ کے تالیفات میں مجھکو عنائت فرمائے گئے۔ افسوس

تو اتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ لیکن بعض جزوی امور جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے اُن کو نظر کشفی دُور سے دیکھتی ہے اور اُن میں کچھ تو اتر نہیں ہوتا۔ اس لئے کبھی ان کی تشخیص دھوکا بھی کھا لیتی ہے۔ پس حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جو اپنی پیشگوئیوں میں دھوکے کھائے وہ اسی رنگ میں کھانے تھے۔ مگر نبوت کے دعوے میں انہوں نے دھوکا نہیں کھایا کیونکہ وہ حقیقت نبوت قریب سے دکھائی گئی۔ اور بار بار دکھائی گئی۔ اور واضح ہو کہ نواس بن سمعان کی حدیث میں جو ایک طویل حدیث ہے اس میں نبی کا لفظ ترمذی میں موجود ہی نہیں۔ اب تو مطلع صاف ہو گیا۔ کہ آنیوالے مسیح کی نسبت نبی کا لفظ نہ کہیں قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے فاین المفر بات وہی سچی رہی۔ جو مسیح موعود نبوت جزوی وغیرہ لکھتے ہیں و ھوالمدعا۔ کیونکہ حضرت صاحب آپ کے برعکس جو الہام میں نبی کا لفظ آ گیا تھا۔ اس کی تاویل ہی کرتے رہے۔ لیکن براہین جیسی کتاب لکھی تو ثابت ہوا کہ جو لوگ نبوت حقیقی یا اسمہ احمد کی پیشگوئی کو جس میں لفظ رسول کا بھی موجود ہے۔ حضرت کی نسبت ثابت کرنا چاہتے ہیں انکا چاہا ہرگز وقوع میں نہیں آویگا۔ **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** عطائے نبوت اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ نہ انسانوں کا۔ وماذا بعد الحق الا الضلال۔

خلاصہ حوالجات کتب حضرت اقدس

جس میں آپ نے نبوت کی تاویل کی ہے اور اسمہ احمد کی پیشگوئی کو حضرت نبی کریم صلعم پر چسپاں کیا ہے اور اپنے آپکو ظلی اور بروزی لکھا ہے

(۱) ایک غلطی کا ازالہ۔ خاتم النبیین ایک مُہر الٰہی ہے۔ یہ نہیں ٹوٹ سکتی۔

(۲) کتاب البریۃ صفحہ ۱۸۵۔ نبوت حقیقی ختم ہو چکی۔ ورنہ تار و پود اسلام کا درہم برہم ہو جاتا

امری الی اللہ۔ آپ نے اپنے لباس التقوےٰ کو بالکل اتار دیا ہے

اذا انت لم تلبس ثیابًا من التقی — عریت وان واری القمیص

پھر آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ میں حتی المقدور آپ کے خلاف لکھنے سے پرہیز کروں گا۔ اور اب تک میں اس بات پر قائم ہوں۔ الخ۔ العجب وما ادرٰیک ما العجب آپ جس مسئلہ کو ایمانیات سے قرار دیتے ہیں اور تمام دنیا کے علماء کو بمقابلہ اس مسئلہ کے مقابلہ میں مدعو کر کر چیلنج کر رہے ہیں پھر آپ یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ آپ کے خلاف لکھنے سے میں پرہیز کروں گا۔ جناب من میرا آپ کا اختلاف انہی تین مسئلوں میں ہے۔ ایک تو تکفیر تمام اہل اسلام کی جو تحذیر المومنین دلائل کتاب و سنت سے اور نیز مذاہب اکابر مجتہدین کے فتوےٰ سے یہ تکفیر رد کی گئی ہے۔ اور یہ کتاب مجھسے حضرت اقدس نے لکھوائی اور پسند فرمائی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم حضرت کے روبرو فرمایا کہ بے نظیر۔ دوسرا مسئلہ اسمہ احمد ہے۔ جس کے لئے ہندوستان میں ہونے کے قول مجدد لکھا گیا۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے مصداق اصلی اور حقیقی طور پر صرف نبی کریم ہی ہیں۔ اگر آپ لاکھ ورق بھی لکھیں تب بھی مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ احمد کی حیثیت سے ہی اس پیشگوئی کو حضرت مرزا صاحب ہی کے لئے قرار اور اس لاکھ ورقوں کی کتاب کا جواب اس ایک فقرہ میں ہے کہ کے لئے مسمّی کا معہود اور معلوم اور معین ہونا مابین المتکلم والمخاطب اور مرزا صاحب بوقت نزول سورہ صف کے مابین المتکلم والمخاطب معہود اور معین نہ تھے۔ اگر کسی کو دعوےٰ ہے تو اس کا ثبوت دے اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آدم سے لیکر مسیح ابن مریم تک نبی کریم ہی معہود ہیں۔ دیکھو لفظ آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لیکن برعکس اس کے آپ اس مسئلہ کو ایمانیات سے قرار دیتے ہیں

تیسرا مسئلہ نبوت کاملہ اور رسالت حقیقی حضرت مرزا صاحب کا ہے۔ جس کا رد خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں جابجا تحریر فرمایا ہے۔ کما سیاتی فی الحوالات التی فی کتب السلسلة۔ یہ ایمان جناب کا اعجب العجائب ایمان ہے کہ میرے مقابلہ میں آپ اُس ایمان کو بھی ترک کر دینگے۔ بلکہ مایا مرہ ایمانکم جناب من ناظرین ایسے آپ کے عقائد ایمانیہ کو دیکھکر کیا کہیں گے۔ اس سے تو سرور شاہ کا ایمان ہی افضل ہے کہ وہ بیچارہ قول مجد کو دیکھکر مبہوت تو ہو گیا۔ لیکن کچھ تو اس نے ۵ یا ۶ ماہ میں ہاتھ پاؤں ملاکر ایک رسالہ بنام القول المحمود لکھکر شایع کر دیا۔ حالانکہ میری ہی کتابوں اور رسائل کو مطالعہ کرکر وہ احمدی ہوا تھا۔ چنانچہ اس کا قول ہے کہ ہم تو آپ کے غلام ہیں اگر غلام نہیں تو مرزا صاحب کے مرید بھی نہیں ہیں۔ قال الشاعر ؎

اعلمہ الرمایۃ کل یوم فلما اسند ساعدہ رمانی

پھر جناب اسی خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس قسم کا اختلاف خلفاء اربعہ کے زمانہ میں بھی ہوا ہے۔ تو اس اختلاف کی بناپر آپ کا میرے اور مرکز جماعت کے دشمنوں سے اس قسم کا رابطہ اتحاد رکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

جناب من آپ کے اقوال عجیبہ میں کہاں تک لکھوں۔ مسائل ایمانیات میں تو آپ اختلاف کو لکھتے ہیں اور مجتہدین و صحابہ کرامؓ کے اختلاف پر اس اختلاف کو آپ قیاس فرماتے ہیں۔ اول تو صحابہ کرامؓ کے درمیان ایمانیات میں کبھی اختلاف واقع ہی نہیں ہوا۔ اور اگر واقع ہوا ہو۔ تو بفرضاً تو جروا اور سلمنا کہ یہ آپ کا اور میرا اختلاف اجتہادی ویسا ہی ہے جیسا صحابہؓ میں تھا۔ تو پھر یہ اذیت اور تہاجر اور عداوت شدید کیوں ہے۔ جو اس فتنہ نامی فتن قتال و جنگ وقتل خوارج و بغاۃ کا الزام الخلافۃ میں لکھکر جماعت کو ورغلایا ہے۔ آپ کی خلافت سیاسی تو ہے ہی نہیں۔ اور یہ خطابات کیوں عنایت کئے گئے۔ کیا صحابہ میں ایسے اختلافات سے ایسا سلوک کیا جاتا تھا۔ ہر دو فریق باہم اتحاد اور محبت کے ساتھ تکمہ اسلام کی تائید کرو

ہاں مجھے پھر یاد آگیا کہ آپ اپنی خلافت کو سیاسی ہی خلافت اعتقاد کر رہے ہیں۔ جب ہی تو آپ نے الزار خلافت میں جو تاریخ خلیفہ ثالث و رابع کی بہ نسبت خوارج لکھی ہے۔ اُس کو اپنی خلافت پر قیاس کیا ہے۔ تو میں آپکو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آیندہ کبھی اس کا خیال تک نہ لانا۔ گورنمنٹ عالیہ کے منشاء کے محض خلاف ہے۔ اور اگر یہ صورت نہیں تو کیا آپ اپنی امامت کو نبوت اعتقاد کر رہے ہیں جو تمام حضرت کے مذہب پر پانی پھیر دیا۔ کما سیاتی۔ آپ کے رد برد نصوص بینات پیش کی جاتی ہیں۔ احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ سے لیکر صحابہ کرام تابعین مجتہدین۔ مفسرین۔ محدثین کے مذاہب پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر آپ سب کی تکذیب کرتے چلے جاتے ہیں۔ دیکھو قول مجد اور اظہار النصائح کو۔ اس کا نتیجہ بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اور جو شخص احمدی آپ کے حکم جاو بیجا کو نہ مانے وہ باغی ہے۔ خارجی ہے یعنی واجب القتل ہے۔ جیسا کہ اُسوقت میں قتل وقتال واقع ہوا تھا۔ تو ذرا اس آیت کریمہ کو بھی خوب یاد رکھو۔ جو آگے آتی ہے۔ اس تمام منصوبہ بازی اور مکر و فریب کا نتیجہ ترقی معکوس برآمد ہوگا خواہ آپ اپنی نبوت کے مدعی ہوں یا حضرت مسیح موعودؑ کی کامل نبوت کے دعویدار ہوں۔ کما قال اللہ تعالیٰ وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا وما یمکرون الا بانفسھم وما یشعرون۔ واذا جاءتھم آیۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ سیصیب الذین اجرموا صغار عند اللہ و عذاب شدید بما کانوا یمکرون۔ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذالک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون وھذا صراط ربک مستقیما قد فصلنا

ہی ہے وھو ھذا :۔ اسمہ احمد میں اسم کو آپ علم قرار دیتے ہیں۔ سلمنا۔ اور بموجب قواعد نحو کے علم ہونے میں شرط ہے۔ کہ وہ علم معہود اور معلوم بین المتکلم والمخاطب ہولیں آپ ثابت کریں۔ کہ مرزا صاحب بوقت نزول آیت بشارت اسمہ احمد کے مخاطبین میں معہود اور متعین اور معلوم تھے اور نبی کریمؐ معہود نہ تھے فقط۔ دیکھو شرح اس کی اظہار النصائح میں جو آپ کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور آپ کے روبرو چند حوالجات حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کے جو آپ کے مخالف اور ہمارے موافق میں ہم لکھدیتے ہیں۔ دو ہفتہ میں اس خط کے پہنچنے سے ان حوالجات وغیرہ کا جواب مرحمت فرما دیں مگر شرط یہ ہے کہ بموجب قواعد علم اصول فقہ کے ہو وہ یہ کہ مطلق جب کسی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے یا مجمل کسی بیان کے ساتھ مبین کر دیا جاوے تو پھر مطلق سے مراد وہی مقید ہوتا ہے۔ لاغیر۔ اور مجمل سے مراد وہی مبین ہوتا ہے۔ لاغیر۔ اس قاعدہ کو بغیر ضرورت اشد کے منقوض نہیں کیا جا سکتا یہ قاعدہ ملحوظ رہے۔ نہ یہ کہ تمام علوم مسلمہ امت سے مطلق العنان ہوکر جو چاہا سو لکھدیا۔ ان کتب محولہ ذیل میں کہیں اپنے آپ کو احمد ظلی لکھا ہے۔ اور کہیں حضرت نبی کریمؐ ہی کو احمد حقیقی قرار دیا ہے۔ نہ اپنے آپ کو۔ اور نبوت جزوی اپنی ثابت کی ہے نہ نبوت مطلقہ۔ کاملہ تامہ حوالجات حسب ذیل ہیں۔ سب ملکر جواب دو۔ اور پھر یاد رکھو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسا دعوےٰ جو تم کر رہے ہو۔ کہیں نہیں کیا۔ تو چونکہ مرسل پر ایمان لانا اپنے ما انزل الیہ پر ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے آپکے نزدیک حضرت مرزا صاحب ایمان سے محروم رہکر اس دنیا سے چلے گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ الآیۃ وغیرہ وغیرہ من الآیات

اگر اندر میعاد کے حسب شرط مذکورہ جواب نہ آیا تو پھر ثابت ہو جاویگا۔ کہ آپ ہی مخالفت حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کی کر رہے ہیں۔ اور یہ تو ثابت شدہ صداقت اکمل کے خط سے ہو ہی چکی ہے۔ کہ آپ اپنے حواشی کو تبدیل مذہب مسیح موعود کی تعلیم کر رہے ہیں اور ان میں جو تاویلات کی جاتی ہیں وہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ رسول کو سب سے اول اپنی نبوت و رسالت پر ایمان لانا چاہئے۔ ورنہ خود مرزا صاحب نعوذ باللہ بے ایمان قرار پاتے ہیں۔ اور حضرت اقدسؑ نے براہین احمدیہ علیٰ حقیت کتاب اللہ والنبوت محمدیہ تو ضرور لکھی ہے گو وہ کامل ہوگئی ہو یا غیر مکمل ہو۔ لیکن کوئی اشتہار یا کوئی رسالہ اور کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی جس میں اپنی نبوت اور رسالت حقیقی کے براہین درج کئے ہوں۔ برعکس اس کے اپنی نبوت کی تاویل ہی کرتے رہے جیسا کہ ان حوالجات سے ظاہر ہوگا۔ اب جو احمدی نبوت حقیقی حضرت کی اثبات کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی یہی مثل ہے کہ مدعی سست و گواہ چست۔ بموجب آیت امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ کے اقل درجہ اسقدر تو حضرت پر فرض تھا کہ اگر ۱۹۰۱ء کے قبل کوئی کتاب نہ لکھی تھی تو اسکے بعد ہی ضرور لکھتے۔ حالانکہ نبی اپنی نبوت میں غلطی نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت صاحب اعجاز احمدی صفحہ ۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اُس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اُٹھتے ہیں۔ اور اسقدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے اور پھر بعض دوسرے جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو وہ اُس یقین کو مضر نہیں ہوتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور اُن کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آزادہ روہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دو بار یک شنبہ و چہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۴ — ششماہی ۲ — طلباء سے سالانہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور — یک شنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۴ فروری ۱۹۱۷ء | نمبر ۸۳

ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

ذکر خدائے پاک ہی وردِ زباں رہے
سینہ کسی کی یاد میں ہر دم تپاں رہے
اس کی طرف خیال رہے رات دن مرا
جب تک کہ جسم میں مری روح رواں رہے
نقشہ جمے وہ قلب پہ حسنِ عجیب کا
آنکھوں سے جو نہاں ہے وہ دل پر عیاں رہے
مجھ کو نہیں ہے کام بتوں سے جناب من!
بس اک خدائے پاک سے پیوند جاں رہے
ہمکو ہے عشق روئے مقدس کا اے حضور!
کوچہ میں تیرے اسلئے ہر دم دواں رہے
دنیا کمینوں کو ذلیل نہیں اچھا عزیز من!
لازم ہے اک خدا کے لئے جسم و جاں رہے
دنیا کی الجھنوں میں رہے رات دن پھنسے
غفلت میں پڑ کے ہائے کہاں سے کہاں رہے
دل پارہ پارہ ہو گیا زخمی ہوا جگر
المجد فراقِ یار میں ہم نیم جاں رہے
عشاقِ حق نے محملِ اقدس کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک ضروری حلفیہ شہادت اور اس پر مفتی محمد صادق صاحب کی تصدیق

قریباً دو سال کا عرصہ ہوا جب حضرت خواجہ صاحب نے جماعت کے بعض ممتاز افراد سے جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں بہت دیر تک رہے اس بات کی شہادت طلب کی تھی۔ کہ موجودہ مسایل متنازعہ میں بروقت وفات حضرت مسیح موعود ان کا کیا عقیدہ تھا مریدین میاں صاحب نے تو اس موقعہ پر عمداً گریز کی راہ اختیار کی۔ بالخصوص محمد صادق صاحب نے بے طرح الجھنیں ڈال کر باقی لوگوں کو بھی ادائیگی شہادت سے روکا۔ بلکہ بعد میں یہ بھی کہدیا کہ میں تو اس وقت تک جب الہی حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت کی سمجھ نہ آئی تھی۔ آپ کو نبی سمجھتا تھا۔ لیکن حق بات آخر ظاہر ہو کر ہی رہتی تھی۔ اگر اس طرح نہیں تو کسی اور طرح سہی بہت عرصہ گذرنے نہ پایا تھا۔ کہ مسیح موعود کے اس برگزیدہ صحابی نے جنہیں آپ نے فرشتہ قرار دیا ہے۔ ان فتنہ زا خیالات سے متنبہ ہو کر علے الاعلان حق کی شہادت دی اور اپنے عملی نمونہ سے بتا دیا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے وقت جماعت کا کیا مذہب تھا۔ اب اس دوسرے فرشتہ حضرت مولینا نورالدین صاحب مرحوم کے متعلق جو بقول مسیح موعود آپ کی ایسی پیروی کرنے والا تھا جیسے نبض حرکت تنفس کی۔ عام طور پر یہ شور برپا کیا جاتا ہے کہ آپ بھی نبوت مسیح موعود میں میاں صاحب کے ہم عقیدہ تھے۔ اگرچہ اس خلاف بیانی کا پردہ اس سے پیشتر متعدد مرتبہ خود آپ کے اقوال سے ہی فاش ہو چکا ہے۔ لیکن اس بارہ میں ایک اور کھلی تحریر آج ہمیں موصول ہوئی ہے۔ جو جناب خدا بخش صاحب ساکنہ تلونڈی نے بھجوائی ہے۔ یہ ایک حلفیہ شہادت ہے جس میں حضرت مولینا مرحوم نے حضرت مسیح موعود کے دعوئے مہدی و مسیح اور مجددیت کی سچائی کی شہادت دی ہے۔ اور نبوت وغیرہ کا کوئی بیان نہیں کیا نیچے مفتی صاحب کی بھی تصدیق ہے کیا مفتی صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ حضرت مولینا کی اس حلفیہ شہادت کی تصدیق کرتے وقت مسیح موعود کی نبوت کا عقیدہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ورنہ کیوں انہوں نے اس سے آگے دعوئے نبوت کے متعلق بھی حضرت مولینا سے نہ لکھوایا؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولینا مرحوم حضرت مسیح موعود کو کیا سمجھتے تھے مسئلہ کفر و اسلام میں خود آپ کی اپنی زبانی شہادت ہے جو آپ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے دی۔ کہ اس مسئلہ کو ہمارے میاں نے نہیں سمجھا تو نبوت کا فیصلہ بھی اسی سے ...

عکس مکتوب حضرت مولینا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح مرحوم

نقل مطابق اصل

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ — میں اللہ تعالےٰ کی قسم کر یہ چند حروف لکھتا ہوں کہ میرزا غلام احمد پسر مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان ضلع گورداسپور اپنے دعوے مہدی و مسیح و مجددیت میں میرے نزدیک سچا تھا۔ اسکے دعاوی کی تکذیب میں کوئی آیہ قرآنیہ اور کوئی حدیث صحیحہ کسی کتاب میں میں نے نہیں دیکھی۔ نورالدین ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء

حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے ہاتھ سے حلفیہ بیان لکھا ہے جو ارسال خدمت ہے — خادم محمد صادق

اخبار احمدیہ

خیریت — امیر قوم اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

قدم ملی — امروہوی حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب طال اللہ حیاتہم گذشتہ جنوری ۱۹۱۷ء کو بخیر و عافیت امروہہ پہنچ گئے۔ فالحمد للہ۔

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے والد ماجد جناب مرزا نیاز بیگ صاحب کلانور بیمار ہیں کل آپ بمعیت حضرت ڈاکٹر مرزا صاحب کلانور تشریف لیگئے غالباً ڈاکٹر صاحب دو تین روز تک واپس لاہور آجائیں گے۔ احباب مرزا صاحب بزرگوار کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یک شنبہ ۴ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۳

حضرت اقدس مسیح موعود اور ”پیغام صلح“

(۳)

میاں صاحب کے غلط بیانات کی تردید

گذشتہ اشاعت میں ہم بدلایل قاطعہ اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی پیش کردہ شرایط صلح نہ صرف سچائی اور نیک نیتی کیساتھ تجویز ہوئی ہیں۔ بلکہ وہ قابل عملدرآمد بھی ہیں۔ لیکن اس دروغ بافی کو کیا کیا جائے۔ جو اس کو ایک چال ثابت کرنے کے۔ لیے خود گھر کے اندر ہی کی جا رہی ہو۔ اور ان شرایط کو ناقابل عمل ٹھیرا کر خود اپنے کہلانے والوں نے بھی غیروں کو حملہ کا موقعہ دے رکھا ہو +

میاں محمود احمد صاحب جنہوں نے اپنا کام ہی یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو دنیا میں مخدوش ثابت کریں۔ جو آپ کو نہ صرف نبی اور بے سمجھ ہی بتلاتے ہیں۔ بلکہ چالباز قرار دینے میں بھی انہیں کوئی عار نہیں۔ ان سے بھلا کب یہ بعید بات ہے۔ کہ وہ ہمارے آریہ مہاشہ چرنجی لال جی پریم کے ہم آواز ہو کر ان کی امداد نہ کریں۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود پر پندرہ سال تک اپنی نبوت کو نہ سمجھنے کا الزام دینا اور خود خدا کے دیئے ہوئے علم کو غلط بیہودہ یہ ہیں ظاہر کرنے کا آپ پر بہتان باندھنا اور دوسری طرف آپ کو نبی بھی بنانا شان نبوت کے منافی اور اس کی ہتک اور تذلیل ہے۔ تو دوسری طرف آپ کی پیش کردہ دلایل اور ہر ایک ان شرایط کو جو آپ نے کسی قوم سے صلح وغیرہ کے لئے تجویز کیں ناممکن العمل ٹھیرانا نعوذ باللہ نعوذ باللہ اس پاک باز انسان کی شان صالحیت پر بھی ہاتھ ڈالنا اور اسے چالباز ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن ہم بڑے افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ کہ میاں صاحب نے اس قسم کی تمام شرایط کو ناممکن العمل ٹھیرا کر معنوں انہیں ایک چال ہی ثابت کیا ہے۔ ابھی حال ہی میں دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھنے کے متعلق میاں صاحب کے اپنے یہ الفاظ الفضل مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۷ء میں خطبہ جمعہ کی ذیل میں طبع ہوئے ہیں۔ جن میں وہ فرماتے ہیں۔ کہ

”آج ہمارے نئے مخالف (غیر مبایعین) ہم کو کہتے ہیں کہ تعلیم یافتہ طبقہ اس قسم کا ہے کہ وہ ہمیں کافر نہیں کہتا۔ پس جب وہ لوگ ہمیں کافر نہیں کہتے۔ تو ہم بھی ان کو حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے ماتحت کافر نہیں کہہ سکتے۔ ہم کہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسے لوگ ہیں تو ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ کم از کم دو سو مولویوں کے نام بنام کی فہرست بنا کر جنہوں نے ہمیں کافر کہا ہے۔ شایع کر دیں کہ ہم ان مولویوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور پھر وہ خدا کے تازہ بتازہ نشانات کو جو ہمیں خدا کی طرف سے ملے ہیں۔ ان کو قبول کریں۔ اور ان کے دل میں کوئی شعبہ نفاق نہ ہو۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ہم بھی ان کو مسلمان کہیں گے۔ اب یہ ایسی بات ہے جیسی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے نبی کریم کے متعلق فرمائی ہے۔ کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اسے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم ان سے کہدو کہ میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا۔ گویا نہ خدا کا کوئی بیٹا ہے نہ اس کی عبادت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح نہ کوئی ایسا غیر احمدی شخص ہے جس نے حضرت صاحب کی اس شرط کو پورا کیا ہو اور نہ ہم کسی کو مسلمان کہہ سکتے۔ کیونکہ اس قسم کا آدمی جو ان مولویوں کو کافر کہے۔ پھر حضرت مسیح موعود کے تازہ بتازہ نشانات کو مانے اور پھر اس میں کوئی شعبہ نفاق بھی نہ ہو۔ تو وہ غیر احمدی نہیں رہ سکتا وہ تو ضرور حضرت مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہو جائیگا لیکن اگر اس نے بیعت نہیں کی۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے دل میں شعبہ نفاق باقی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی“ +

میاں صاحب کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی ان شرایط کو جو آپ نے دوسرے مسلمانوں کو مسلمان سمجھنے کے متعلق قایم کیں ناقابل عمل اور تعلیق بالمحال سمجھتے ہیں۔ لیکن سمجھ نہیں آتی۔ کہ ان شرایط کو قایم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جب حضرت مسیح موعود جانتے تھے کہ کوئی شخص احمدی ہوئے بغیر ان پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ کیا آپ کو نعوذ باللہ کسی مخالف کا خوف تھا۔ کہ آپ نے بجائے اس کے کہ صاف صاف یوں کہدیتے کہ میاں تم سب کافر ہو۔ اور جب تک بیعت نہ کر لو ہم تمہیں مسلمان نہیں سمجھ سکتے ....

آپ نے خواہ مخواہ پیچیدگیاں ڈالیں۔ اور ایک دو معزز ملاقات کرنے والے دوست مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کو یہ کہا کہ

”جب تک یہ لوگ ایک اشتہار نہ دیں۔ کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کو کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دیدیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں“ (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

آپ کا ایسا کہنے سے اگر یہی مراد تھی۔ کہ وہ احمدی ہو جائیں جیسا کہ میاں صاحب کا بیان ہے تو کم از کم آپ کے الفاظ اس تاویل کے متحمل نہیں۔ ان سے ہی پتہ لگتا ہے کہ بیعت نہ کرنیکے باوجود بھی کوئی شخص چاہے تو ان شرایط کو پورا کر سکتا ہے پھر انہی شرایط کے ماتحت غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کا حکم دینے چہ معنے دارد؟ ظاہر ہے۔ کہ کسی کے احمدی ہو جانے پر تو جماعت کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے حضرت مسیح موعود کے کسی نئے حکم کی ضرورت بھی نہیں۔ حالانکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اگر وہ ان شرایط کو پورا کر دیں تو

”میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دیدیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں“

یہ کہنا کہ ان شرایط کو کوئی شخص احمدی ہوئے بغیر پورا ہی نہیں کر سکتا۔ اور ایسا ان شرایط کو پیش کرنا ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین کے مطابق ہے۔ اس وجہ سے غلط ہے۔ کہ ان شرایط کا حضرت مسیح موعود کے دعاوی کیساتھ کوئی بھی تعلق نہیں۔ بالخصوص میاں صاحب کی دعاوی نبوت کا جس کے اوپر انہوں نے مسئلہ کفر اور دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز کے حرام ہونے کی بنا رکھی ہے۔ ان کے ساتھ قطعاً کوئی واسطہ ہی نہیں۔ یعنے کوئی شخص صرف سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مسلمان اور اس کے مکفرین کو کافر اعلان کر کے احمدی نہیں بن جاتا۔ کھلے اور واضح نشانات کی تصدیق کرنے کی بھی جو شرط حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں لگائی ہے وہ کسی کے احمدی بنا دینے کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے بیعت بھی شرط ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ میاں صاحب کے اس خیال کے کہ کوئی شخص احمدی ہوئے بغیر مصدق ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں شعبہ نفاق باقی رہ جاتا ہے صریح خلاف حضرت مسیح موعود خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں کو اسی حقیقۃ الوحی میں اپنا مصدق قرار دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے آپ کی بیعت ہرگز نہیں کی تھی۔ گویا میاں صاحب کا یہ کہنا غلط ہے۔ کہ ایسی کوئی مثال نہیں پائی جاتی کہ مسلمان فرقہ احمدیہ کے اندر شامل ہوئے بغیر بھی کوئی شخص ان شرایط کو پورا کر سکتا ہو کیونکہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں کو حضرت مسیح کا اپنا مصدق قرار دینا اس بات کی کھلی شہادت ہے۔ کہ تصدیق کے لئے بیعت شرط نہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر میاں صاحب کے نزدیک تو کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ آپ کے نبی ہونے پر ایمان نہ لاوے کیونکہ ان کے نزدیک تو دوسرے مسلمانوں کے کفر کی بنا ہی حضرت مسیح موعود کو نبی نہ ماننے پر ہے۔ تو ایسی حالت میں تو ان کے نزدیک کھلے نشانوں کی تصدیق بھی نہ ہونی چاہیئے۔ کہ وہ نبوت مسیح موعود کو مانے۔ اور اس لئے چونکہ ہم آپ کو نبی نہیں مانتے میاں صاحب کو چاہیئے۔ کہ کھلے لفظوں میں ہمیں کفر کا فتوےٰ دیں۔ اور وہی تعلقات رکھیں جو وہ دوسرے مسلمانوں سے رکھتے ہیں۔ نہ ہمیں احمدی مسلمان کہنا انکے نبوت مسیح موعود والے عقیدہ کی بیخ کنی کرنیوالا ہے بلکہ خود ہمارا وجود اس بات کی شہادت ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی پیش کردہ شرایط تعلیق بالمحال نہیں بلکہ ممکن العمل بھی ہیں کیونکہ ہم تو باوجود نبوت مسیح موعود کو نہ ماننے کے ان شرایط کو پورا کر رہے ہیں +

بہرحال یہاں اس مضمون کے اندر اس مسئلہ کو چھیڑنے سے ہمارا مقصد صرف یہ دکھانا تھا۔ کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعود کی تمام باتوں کو جو کسی نہ کسی صورت میں ان کے عقاید کے منافی ہیں۔ یا تو ناسمجھی پر مبنی قرار دیکر یا تعلیق بالمحال کا شائبہ تک بھی ان باتوں کے اندر پایا نہیں جاتا۔ اور اس لئے ایک مخالف کو میاں صاحب کے خیالات کی بنا پر حضرت مسیح موعود پر زد مارنے کا ایک موقعہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مضمون زیر عنوان کے متعلق بھی میاں صاحب کے بعض ایسے لفظ پائے جاتے ہیں۔ جن کی بنا پر ہمارے آریہ مہاشہ چرنجی لال پریم کو حضرت مسیح موعود پر چالبازی کا ناپاک الزام دینے کی جرأت ہوئی۔ میاں صاحب کے وہ لفظ قبول کرتے ہیں نومبر ۱۹۱۳ء کے الفضل میں بعنوان ”دوگانہ تھی“ چھپے ہوئے ہیں۔ جن میں وہ لکھتے ہیں کہ

”اس صلح کی غرض ہندوؤں سے صلح نہ تھی۔ بلکہ انہیں اسلام کے قریب لانا مقصود تھا۔ پھر اگر اہل ہنود پیغام صلح کو قبول کر لیتے۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تو پھر ان کے لئے اسلام قبول کرنے میں مشکل ہی کیا تھی جب آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کر لیتے۔ تو خود بخود اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اور اسلام میں داخل ہو کر بجائے اس کے کہ ہم نے گائے کے گوشت کا استعمال ترک کر اتنے خود اسکا استعمال شروع کر دیتے“

جس حد تک تو اس صلح سے ہندوؤں کے اسلام کے قریب آ جانے کا امید ہو سکتی ہے ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں۔ کیونکہ وہ تعصب اور تنگدلی جو اسلام کے متعلق عام طور پر ہندوؤں میں پائی جاتی ہے۔ ان شرایط کو قبول کر لینے سے بہت حد تک دور ہو کر صداقت کیساتھ تحقیق حق اور ابطال باطل کے لئے ان کے دل وسیع ہو جاتے۔ اور اس صورت میں اسلام جو سراپا حق ہے ان کے قلوب پر بھی اثر انداز ہوتا۔ لیکن یہ کہنا کہ اس صلح کی غرض ہندوؤں سے صلح نہ تھی۔ اور کہ وہ جب آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کر لیتے تو خود بخود اسلام میں داخل ہو جاتے یہ کسی صورت میں صحیح نہیں۔ غالباً یہ اسی قسم کے مسلمان ہوتے۔ جیسا کہ مفتی صاحب ہندوؤں اور بنگالیوں سے صرف اس قدر کہلا کر کہ میں احمد نبی اللہ کو مانتا ہوں۔ بہت سے احمدی مسلمان بنا لیا کرتے ہیں ایسے مسلمان بنانے کے لئے ان تمام شرایط کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی البتہ صرف آنحضرت کی رسالت کا اقرار ہی ان کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہوگا۔ پھر وہ بیشک اپنے دین پر رہیں۔ اور میاں صاحب اپنے دین پر۔ وہ انہیں مسلمان ہی کہیں گے۔ خدا ایسے اسلام سے پناہ میں رکھے +

ہمیں میاں صاحب کے اس بیان کے خلاف ان دلایل کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جو گذشتہ اشاعتوں میں ہم دے چکے ہیں۔ وہی اپنے دوست مہاشہ چرنجی لال پریم سے بامید رکھتے ہیں کہ وہ آیندہ ایسی لغویات پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھیں گے بہتر ہو۔ کہ وہ دلایل کے ساتھ ہماری باتوں کو رد کریں۔ اور ان کو تاہ ہتھیاروں کو استعمال کرنے کے بجائے کسی صحیح اصول پر قایم ہوں +

پنجاب میں بائیبل کی اشاعت

مسیحی لوگوں کی سرگرمی و مذہبی انہماک کی رپورٹیں

اس سے پیشتر بھی وقتاً فوقتاً پیش ہوتی رہی ہیں۔ حال میں پنجاب بائیبل سوسائٹی کے ایک جلسہ میں جو لاہور میں منعقد ہوا بائیبل کی اشاعت فروخت اور عطایا وغیرہ کے جو اعداد و شمار شایع ہوئے ہیں وہ اور بھی حیرت خیز اور سبق آموز ہیں +

سال مذکور میں انجیل اور اس کے مختلف حصے ایک لاکھ ۵۷ ہزار ۸ سو ۸۰ کی تعداد میں شایع کئے گئے۔ جن میں ایک ہزار ۹ سو ۳ مکمل بائیبل ۷ ہزار دو سو ۴ عہد نامہ جدید کے نسخے اور ایک لاکھ ۴۸ ہزار ۵ سو ۱۶ حصے شامل ہیں۔ یہ تعداد ۱۹۱۴ء کی نسبت ابتدءً ۳ ہزار کے زیادہ ہے۔ حالانکہ ۱۹۱۴ء تمام سالہائے ماسبق سے سبقت لیگیا تھا +

انجیل اور اس کے مختلف حصص ۲۰ مختلف زبانوں اور حروف میں چھاپے گئے۔ اردو (فارسی رسم الخط) میں ۴۷ ہزار ۸ سو ۰، یعنی دیگر تمام زبانوں سے زیادہ نسخے شایع کئے گئے۔ پنجابی گورمکھی میں ۲۱ ہزار ۲ سو ۹۹ اور ہندی میں ۱۸ ہزار ۲ سو ۶۹ کا بیان تقسیم کی گئیں۔ انگریزی زبان میں صرف ۸ ہزار ۵ سو ۷ نسخے چھاپے گئے +

سکرٹری صاحب کے یہ فقرے مسلمانوں کی خاص توجہ کے لایق ہیں کہ طبع و نشر انجیل میں اس بے مثل ترقی کے وجوہ حسب ذیل تھے :-

(۱) اشاعت تعلیم میں ترقی۔ قدیم تعصبات کی کمی۔ اور عمدہ ادبیات کی طلب صادق۔

(۲) مطبوعات کا حسن ظاہری

(۳) مبلغین عیسائیت کی بے مثل سرگرمی اور انہماک۔

تمام ہند میں ۱۹۰۸ء میں بائیبل کے ۷ لاکھ ۵۶ ہزار نسخے تقسیم کئے گئے تھے یہ تعداد ترقی کرتے کرتے ۱۹۱۴ء میں ۹ لاکھ ۸۳ ہزار تک پہنچ گئی تھی لیکن ۱۹۱۵ء میں اثرات جنگ کی وجہ سے کم ہو کر ۸ لاکھ ۰۹ ہزار رہ گئی جس میں اس سوسائٹی کا حصہ ایک لاکھ ۱۵ ہزار انجیلیں ہے +

اس کے بالمقابل مسلمانوں کی ہمت کو دیکھو کہ انہوں نے قرآن کریم کے مختلف تراجم کی اشاعت میں کہانتک کوشش۔ تو سوائے اس کے کیا کہیں کہ کچھ بھی نہیں۔ دیکھیں اب انگریزی ترجمہ قرآن کی اشاعت میں کہانتک بلند ہمتی کا اظہار کیا جاتا ہے +

مولوی ثناء اللہ کے چیلنج کا جواب

۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ نے حضرت امیر قوم کے ٹریکٹ ”تکفیر اہل قبلہ سے ڈرو“ کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر کہ مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر الٹ کر پڑتا ہے یہ لکھا ہے کہ

قرآن پر حملہ اور اُسکے وجوہ کی تحقیقات

از

شیخ عبدالقادر آفندی المغربی

شائد ہی کوئی ایسا دن گذرتا ہو کہ قرآن پر حملہ کرنے یا اُس کی وقعت گھٹانے کے متعلق کسی یورپین اہل قلم کی آواز نہ سُنی جاتی ہو۔ اس نغمہ کے جواب میں بعض اوقات کوئی نہ کوئی مسلمان بھی بول اُٹھتا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ خود ہی معترض کا کوئی ہمقوم اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اعتراضات کے تار و پود بکھیر دیتا ہے۔ حال میں اسی جنگ کا واقعہ فرانس میں پیش آیا ہے۔ موسیو سالموں ریناش ایک مشہور بزرگ ہیں انھوں نے تاریخ الادیان (مذاہب دنیا کی تاریخ) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں قرآن پر سخت و درشت حملے کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ اس میں کوئی خوبی نہیں ہے حتیٰ کہ فصاحت و بلاغت سے بھی خالی ہے۔ فرانس کے شہرۂ آفاق مستشرق ڈاکٹر موریس کو اس پر صبر نہ آسکا۔ انھوں نے بڑی سختی سے ان اعتراضات کو مردود ثابت کیا ہے۔ یہ جواب اخبار لا بارول فرانسس روزان میں شائع ہوا ہے۔

دونوں صاحب فرانس کے نامور اہل قلم ہیں۔ لیکن ڈاکٹر موریس کی قابلیت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ وہ عالم بھی ہیں اور اورینٹلسٹ بھی عربی زبان کے ماہر ہیں۔ عربیت کے آداب اور بلاغت کے اُمور سے آگاہ ہیں۔ عربی سے فرنچ میں ترجمہ کرنے کی انہیں خاص مہارت ہے اس شہرت کی بنا پر حال میں گورنمنٹ فرانس نے فرانسیسی زبان میں قرآن کے ترجمہ کی خدمت انہیں تفویض کی ہے۔ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس ترجمہ میں اصل زبان کی بلاغت محفوظ رہے۔ اور آیات کے مفہوم میں ذرا بھی خلل نہ آنے پائے۔ موسیو ریناش کی رد میں اُنہوں نے جو مضمون لکھا ہے۔ ہم پہلے اس کو نقل کرتے ہیں اس کے بعد دکھائینگے۔ کہ منشائے تنقید کیا ہے۔ اور کن توہمات کی بنا پر یورپ اعتراض کرنے کو کھڑا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر موریس لکھتے ہیں:۔

موسیو سالموں ریناش کو شائد اُن کے فضل و کمال و ذکاوت و حق پسندی کا مجھ سے زیادہ کوئی معترف و قدردان نہ ملیگا لیکن اسقدر شناسی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کچھ وہ کہتے جائیں میں ماننا جاؤں میری رائے میں یہ خیال نہ مفید نہیں ہے اس سے ان کے خیالات میں غلو بڑھتا جائیگا۔ اور اُن کی رائیں حد انصاف سے دُور ہوتی جائینگی۔ یہ اسی تحسین ناشناس کا نتیجہ ہے کہ تاریخ الادیان کو دوبارہ اُنہوں نے اپنے خرچ اور اپنے ہی نام سے شائع تو کرا یا ہے۔ مگر نظر ثانی تک نہیں کی۔ کہ اُس کی غلطیاں تو درست ہو جائیں اور فضولیات کی کچھ تلافی تو ہو سکتی۔ عجیب بات یہ ہے کہ موسیو ریناش نے اس کتاب میں بزرگان عرب کے اعلےٰ طبقہ پر سخت ترین حملے کئے ہیں۔ لعنت اور سبّ و شتم کا شائد ہی کوئی لفظ بچا ہوگا۔ جو اس باب میں اُن کے قلم سے بیساختہ نکلا ہو۔ یہ بروحق اُن خانقاہ نشین پیشانیز دینے والے پادریوں کے مشابہ ہے۔ جو قرون متوسطہ میں تھے۔ اور جن کی بدولت یہ صدیاں ابتک یادگار چلی آتی ہیں۔

قرآن کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ "اس کی عبارت رکیک ہے۔ اور فصاحت و بلاغت سے تو بالکل ہی معرّا ہے"! اسی پر بس نہیں کفایت نہیں کی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نفرت خیز الزام لگائے ہیں۔ جن کے بیان کرنے سے میں خاموش رہنا بہتر سمجھتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھکر سخت قلق ہوا۔ اور میرے حواس مضطرب ہو گئے اس لئے کہ اگر کسی نامسلمان کو قرآن کی صداقت میں شبہ کرنا جائز ہے اور اس کے دعوے کی صحت و درستی میں اُسکو شک ہو سکتا ہے۔ تو کم از کم یہ تو کسی طرح جائز نہیں کہ اُس کے لٹریچر کی نسبت جو فصاحت و بلاغت کے انتہائی درجہ میں ہے شک کر سکے۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت جس کو تسلیم نہ ہو وہ غلطی پر ہے۔ اُس کی راستی و خلوص میں شبہ ہے اور اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ اس کی عقل میں خلل ہے۔

قرآن کی اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین سو ملین (تیس کروڑ) انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں طیار کی ہیں ان سب میں سے یہ بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں اس میں آسمان و زمین کے بنانیوالے کی حمد و ثنا بھری ہوئی ہے۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ جس نے تمام چیزیں پیدا کیں ہیں اور ہر ایک چیز کی اُن کی استعداد کے مطابق راہ نمائی کی ہے۔ علماء کے لئے یہ ایک علمی اکاڈمی ہے اہل لغت کے لئے جامع ڈکشنری ہے۔ لٹریری مذاق والوں کے لئے جن کو زبان کی اصلاح [illegible] علم نحو کی یہ ایک گرامر ہے۔ شاعری کو پسند کرنے والے اور جذبات کی تہذیب و شائستگی پر نظر رکھنے والوں کیلئے عروض کی کتاب ہے۔ دنیا بھر کے قوانین و شرائع کی یہ انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں کہ داؤد کے زمانے سے لیکر جان باپٹسٹ کے عہد تک نازل ہوئی ہیں محاسن لفظی و معنوی کے اعتبار سے وہ سب قرآن کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے برابر کبھی نہیں ہو سکتیں۔

یہی سبب ہے کہ مسلمانوں میں اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں جسقدر علم بڑھتا جاتا ہے۔ حقائق پر عبور ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کتاب (قرآن) کے ساتھ اُن کا تعلق بڑھتا ہے اُس کی تعظیم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے عجائبات کے ساتھ اُن کی دلچسپی ترقی کر جاتی ہے آیات کا اقتباس کرتے ہیں۔ کلام کی آرائش ان آیتوں سے بڑھاتے ہیں جس قدر اُن کا پایۂ رفیع ہوتا ہے۔ اور خیالات میں شستگی و شگفتگی ہوتی ہے۔ اسی قدر اپنی رائے و خیال کا مدار آیات قرآنی کو ٹھہرانے میں کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت سے معمور ہیں دل سے اس کو مقدس مانتے ہیں دوسری قوموں کی جو کتابیں یا شریعتیں ملی ہیں۔ ان کی نسبت نہ انہیں کوئی خیال پیدا ہوتا۔ اور نہ رشک آتا ہے اس لئے کہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ اُن کی کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے اس کی فصاحت و بلاغت سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے۔ اور اس کی واقعیت کی یہ دلیل ہے۔ کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ مسلمان شعراء و نثار اُن کو دیکھکر سجدہ کرنے لگتے ہیں قیامت تک کے لئے اس کو سرمایۂ ناز جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ فصیح کلام اور دقیق معنوی کا یہ ایک مواج دریا ہے۔

مجھے امید تھی کہ موسیو ریناش قرآن کے متعلق اتنا سخت فیصلہ کرنے میں میرے ترجمۂ قرآن کے مکمل ہونے تک تامّل فرمائینگے۔ میرے ترجمہ سے اُن کو معلوم ہوگا۔ کہ کمال بلاغت اور اعلےٰ مطالب میں قرآن کا درجہ کس قدر بلند ہے اب تک ان امور کی صحت میں انہیں جو شک ہے وہ اعتقاد راسخ و ایمان سلیم سے بدل جاتا۔ یہ عذر کافی نہیں ہے کہ وہ قرآن کی زبان نہیں جانتے۔ لہٰذا اس فیصلہ میں اُنکو معذور رکھنا چاہئیے۔ جو ایک بات نہیں جانتا۔ اُس کو فیصلہ کرنا کیا ضرور ہے۔ موسیو ساواری و کازیمرسکی کے ترجمے کافی نہیں ہیں نہ اِن سے مطلوبہ اغراض حاصل ہو سکتے اور نہ قرآن کی حقیقت سے اطلاع ہوتی موسیو ریناش جیسا حق پسند و منصف مزاج شخص جس کی زندگی علم و ادب و تالیف و تصنیف ہی میں اب تک بسر ہوئی ہے امر حق کی پیروی سے اُس کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مجھے توقع ہے۔ کہ اصلی حقیقت سے جب ان کو اطلاع ہوگی، تو اپنی غلطیوں کی وہ خود تصحیح کر دینگے۔ اور قرآن پر تہمت باندھکر اسلامی دنیا کو غضبناک کرنے کی جو صورت نکالی ہے اُس سے خود بخود باز آئیں گے۔

میری رائے میں اُن کو اپنی غلطی سے بہت جلد رجوع کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ تلافی و استدراک جس طرح ان کا اخلاقی فرض ہے اسی طرح ایک قومی و ملکی فرض بھی ہے۔

فرانس کے دائرہ حکومت میں لاکھوں مسلمان آباد ہیں جن کی رشد و ہدایت اور نجاح و فلاح کا قانون اساسی فقط قرآن حکیم ہے جسکی وقعت و سربلندی اُنکی زندگی کا مقصد وحید ہے۔ ان کے نزدیک قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت عدیم المثال واقع ہوئی ہے اور اگر تمام دنیا کے فصحا و بلغاء متفق ہو کر اس کی ایک آیت کا مقابلہ کرنا چاہیں تو عاجز و درماندہ رہ جائینگے۔ اور اس اعجاز خداوند قدوس کے آگے اپنی گردنوں کو خم کر دینگے۔ ایسی حالت میں صاحب موصوف کو باوجود علم و فضل یہ کسی طرح سے جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب پر حملہ کر کے اپنے ہزارہا انسانی بھائیوں کی دل آزاری کا باعث ہو۔ حالانکہ وہ امن و خاموشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حلقۂ مذہب سے بیرون ان کوششوں سے کوئی سروکار نہیں۔

تازہ خبریں

السّاس میں شدید گولہ باری:۔ لنڈن ۳۰ر جنوری۔ اس شہر کی فرانسیسی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ پہاڑی نمبر ۳۰۴ کے علاقہ میں دشمن بمبوں کا ایک شدید حملہ ہوا۔ لیکن ہم نے غنیم کو شدید نقصان کے ساتھ پسپا کیا۔

بلغروں اور جرمنوں میں کشیدگی:۔ لنڈن ۲۹ر جنوری۔ ایک روسی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ روسیوں نے کیمولنگ جیکو بلوے کی سڑک پر جارحانہ کارروائی اختیار کی اور تین ورسٹ (ایک روسی میل جو انگریزی میل کے ⅔ کے برابر ہوتا ہے) محاذ پر غنیم کی قیامگاہوں پر حملہ کر کے اسیران جنگ اور مال غنیمت پر قبضہ کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں نے ۲ میل کے محاذ پر ڈیڑھ میل پیشقدمی کی ہے۔

ترکوں کا عظیم نقصان:۔ لنڈن ۲۹ر جنوری عراق عرب کی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ ہم قط العمارہ سے جنوب اور مغرب میں ترکوں کی دوسری اور پہلی خطوط تصادم پر جو ۴۲۰۰ گز وسیع ہیں۔ قابض ہیں اور علاوہ ازیں تیسری اور چہارم خطوط مدافعت پر جو ۶۰۰ گز کے محاذ پر واقعہ ہیں۔ ہم فوقیت رکھتے ہیں۔

۹۵۰ مردہ لاشیں پائی گئیں:۔ ترکوں کی ۹۵۰ مردہ لاشیں پائی گئی ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سا نقصان ہوا ہے۔ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

ریلوے تصادم:۔ الہ آباد سے ریلوے تصادم کی ایک خبر موصول ہوئی ہے۔ جو اپنی نوعیت میں نہایت ہی دردانگیز ہے۔ اس کے واقعات یہ ہیں۔ کہ بھرواری سٹیشن پر جو الہ آباد سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ نمبر ۳۰ ڈون مسافر گاڑی اور ایک مال گاڑی کے درمیان تصادم ہوا۔ جو واقعات موصول ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پلیٹ فارم پر جو مال گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اور مسافر گاڑی کے لئے پلیٹ فارم خالی کرنے کے لئے روانہ کر دی گئی۔ پیشتر اس کے کہ مال گاڑی پلیٹ فارم سے نکل جائے۔ مسافر گاڑی پوری تیزی سے آگئی۔ اور دونوں انجن مل گئے۔ اس وقت دُھند پھیلا ہوا تھا۔ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ۵ یا ۶ مسافر زخمی ہو گئے۔ جو الہ آباد میں زیر علاج ہیں۔ ڈرائیور اندرسن اور مالگاڑی کے ڈرائیور صحیح و سالم ہیں۔ مزید تفصیلی واقعات ابھی تک موصول نہیں ہوئے۔ لائن تقریباً صاف کر دی گئی۔

(بعد کی خبر) نمبر ۳۰ ڈون مسافر گاڑی ۲۵ پ مال گاڑی سے بھرواری کے مقام پر ٹکرا گئی۔ اور دونوں انجنوں کو نقصان پہنچا۔ مسافر گاڑی کی دو گاڑیاں پاش پاش ہو گئیں۔ مسافروں کو گاڑیوں سے تبدیل کیا گیا۔ اور لائن اس سہ پہر کو صاف کر دی جائے گی۔

ایک ایڈیٹر جیل میں:۔ زبان تامل میں ایک اخبار شائع ہوتا ہے جس میں اُس کے ایڈیٹر نے اشتعال انگیز کلام استعمال کیا ہے اور بددیانتی کا الزام دیا گیا ہے جس کے مورد ایم۔ پی۔ ٹے۔ پی کار اور ڈی کے سید ابراہیم عطاکنندہ ہیں۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ کیا کہ آرٹیکل مذکور نہایت ہی اشتعال انگیز ہے اور اس لئے ملزم کو ۶ ماہ قید اور ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ایکسال قید بامشقت کی سزا دی جائے گی۔

ریلوں پر مسافروں کی کثرت:۔ کراچی کی تجار جماعت نے ریلوے بورڈ سے درخواست کی تھی کہ انکو ریلوں کی تخفیف سے بہت سی تکلیفیں درپیش ہیں۔ اسکے جواب میں بورڈ نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ریلوں کی تخفیف سے تجارت پیشہ اصحاب کو بہت سی دقتیں درپیش ہیں لیکن اسکی وجہ کوئلہ کی کمی ہے امید ہے کہ ان شکایات کا انسداد ہمیشہ کیلئے فوراً کیا جائے گا۔

عقیدہ ہمیشہ تبدیل کیا یا مکفر المسلمین پارٹی یعنی محمودیوں نے

(از قلم حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ)

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ سنہ ۱۹۱۲ء میں قادیان کے مشہور زبان دراز میر قاسم علی نے خلاف حکم قرآن "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت" ایک دینی امر میں سردار بچن سنگھ صاحب پلیڈر کو لودھیانہ میں مولوی ثناء اللہ کے مقابل سرپنچ مانا تھا۔ جس پر سیدنا المہدی حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت ہی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اسی میر قاسم علی کا بیان جو اُس نے سرپنچ مذکور کو اپنے عقیدہ کے متعلق لکھایا اسوقت پڑھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اُس بیان اور موجودہ عقائد محمودیہ میں ایک بیّن تفاوت ہے جو اُس کے تبدیلی عقیدہ پر شاہد ہے۔

سوال از طرف سرپنچ۔ آیا مرزا صاحب کا دعوےٰ دیگر انبیاء کے ہمرتبہ وہم پلہ ہونے کا تھا۔ یا کم و بیش ؟

جواب از طرف میر قاسم علی:۔ اسلام میں انبیاء دو قسم کے ہیں ایک صاحب شریعت و صاحب امت۔ دوئم جو اسی شریعت اور اسی نبی کے ماتحت ہوں۔ پہلی قسم حضرت محمد صاحب نبی اسلام کی ہے۔ **دوسری** مثال حضرت یحییٰ۔ مرزا صاحب قسم دوم کے نبی تھے۔ (یہ ایک گھر کا بنایا ہؤا مسئلہ ہے کہ انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں جس پر کوئی نص قرآنی یا حدیثی دلالت نہیں کرتی۔ اگر یہ سچ ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایک قسم کے نبی تو صاحب امت یعنی مطاع ہوں اور دوسری قسم کے نبی امتی۔ حالانکہ قرآن فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ یعنی نبی ہرگز امتی نہیں ہوتا۔ مسیح موعود نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ نبی کو امتی کہنا ایک کفر ہے۔ ناقل)

سوال از طرف سرپنچ:۔ ان دونوں قسم کے انبیاؤں میں روحانیت کے لحاظ سے کچھ فرق ہوتا ہے۔ اور کیا ؟

جواب از طرف میر قاسم علی:۔ اول قسم کے انبیاء پورے کمال کو پہنچے ہوئے اور دوئم قسم کے اُن سے کم درجہ پر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مالک اور نوکر کی حیثیت (یہ بھی صریحًا غلط ہے۔ قرآن اور حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ نبیوں میں آقا اور غلام کی حیثیت ہوتی ہی نہیں۔ ناقل)

سوال از طرف سرپنچ:۔ حضرت محمد صاحب کے بعد آپ کی مقرر کردہ قسم دوم میں کون کون نبی ہوئے ہیں ؟

جواب از طرف میر قاسم علی:۔ ہمارے عقیدہ میں جتنے نائب خلفاء یا مجددین حضرت محمد صاحب کے بعد ہوئے وہ سب کے سب قسم دوم کے نبی تھے۔ [اس پر مولوی ثناء اللہ نے یہ حاشیہ چڑھایا۔ "پھر انکے انکار سے تو آدمی کافر نہ ہو۔ اور مرزا صاحب کے انکار سے کافر ہو۔ یہ کیوں؟ ناقل] حضرت محمد صاحب نے فرمایا "علماء امتی" میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں" (مگر ظلم ہے کہ آج ہم یہ عقیدہ رکھکر احمدیت سے خارج کہے جاتے ہیں۔ ناقل)

سوال از طرف سرپنچ:۔ قسم دوم کے انبیاء بھی صاحب وحی والہام ہوتے ہیں ؟

جواب از طرف میر قاسم علی:۔ ہاں۔

ناظرین ملاحظہ فرماویں۔ کہ آج وہی میر قاسم علی اپنے رسالہ "ازہاق باطل" کے صفحہ ۳۷ پر کیا لکھتا ہے۔

"مرپنچم جو مسٹر محمد علی (یہ حضرت امیر کو خطاب دیا ہے۔ ناقل) نے بیان کیا ہے۔ اُس میں ایک بے معنی "یعنی" لگا کر لکھا ہے۔ کہ:۔

"یعنی آپ (یعنی مسیح موعودؑ) اُن معنوں میں نبی ورسول تھے۔ جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں"

یہ ایسا جھوٹ ہے جو ایک احمدی سے سرزد ہونا ناممکن ہے (مگر یہ جھوٹ ہے۔ تو کیا وہ سچ تھا۔ جو تم نے سرپنچ کو ایک بھری مجلس تے [illegible] نے لکھایا تھا۔ کہ جتنے نائب یعنے خلفاء یا مجدد حضرت محمد صاحب کے بعد ہوئے ہیں وہ سب کے سب قسم دوم کے نبی تھے۔ یعنے اُسی طرح کے نبی جیسے کہ حضرت یحییٰ یا حضرت مسیح موعود تھے۔ یا اُس وقت احمدیت اور معنی اور اس وقت اور۔ ناقل)

ناظرین ایک طرف اُن عقائد کو پڑھیں جو اخباروں میں اس خلافت فاسدہ سے پہلے سب احمدیوں کے شائع ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف ان عقائد کو جو آج اخباروں میں نکل رہے ہیں اور پھر خود ہی اندازہ کرلیں۔ کہ تبدیلیٔ عقیدہ ہیئے کی یا مکفر المسلمین پارٹی یعنے محمودیوں نے

حکیم مرہم عیسیٰ کوہ کہ

ہر قسم کے ضرب و زخم۔ تیغ۔ خارش۔ بواسیر۔ طاعون۔ سرطان وغیرہ قسم کے زہریلے اور خطرناک پھوڑوں پھنسیوں کے لئے اکسیر اور بے نظیر دوا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۸

وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ کے اصل اور صحیح معنے

(از افادات حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کا اصل مصداق مسیح موعود کو ثابت کرنے کے لئے جو ہاتھ پاؤں میاں صاحب نے مارے ہیں۔ اُن میں ایک یہ بات بھی بیان کی ہے۔ کہ اس میں جو ھو یدعیٰ الی الاسلام کہا گیا تو مدعو الی الاسلام وہ رسول ہے جسکی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اسی آ دوسرے لوگ اپنے کسی مفروضہ اسلام کی طرف جو حقیقی اسلام دراصل نہیں۔ بلاتے ہیں۔ اور چونکہ آنحضرت کے وقت ایسا کوئی دوسرا فرقہ نہ تھا جو اسلام کا پیرو اپنے آپکو کہتا ہو۔ اور آپ کو اس کی طرف اس نے دعوت دی ہو۔ ایسے فرقے مسیح موعود کے وقت میں ہی موجود ہیں۔ یعنے دوسرے مسلمان آپ کو کفر پر سمجھکر اپنے مفروضہ اسلام کی طرف بلاتے رہے اس لئے بھی یہ پیشگوئی مسیح موعود کے متعلق ہے۔ نہ آنحضرت صلعم کے بارہ میں۔ حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب نے اس لچر دلیل کی لغویت پر اپنی کتاب اظہار المصابیح میں نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے اور اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دلائل کے ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ حقیقت میں مدعو الی الاسلام مشرکین وکفار ہیں نہ وہ رسول۔ بلکہ وہ رسول تو داعی الی الاسلام ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

پھر یدعیٰ الی الاسلام کی نسبت سخت غلطی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو بھی رد فرماتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین من قبل وفی ھٰذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی النّاس فاقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزّکوٰۃ واعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم المولیٰ ونعم النّصیر اغلب کہ آپ اس آیت کو بھی حقیقی طور پر حضرت مرزا صاحب ہی کے لئے قرار دیدیویں گے۔ کیونکہ جملہ صفات مندرجہ آیت حضرت مرزا صاحب پر صادق آسکتی ہیں۔ صرف ابیکم میں اگر کوئی کچھ کہیگا۔ تو آپ اپنے مسلک کے بموجب کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہاں پر ابوّت روحانی مراد ہے نہ ابوّت جسمانی۔ آخر حضرت ابراہیمؑ جن لوگوں کے جسمانی باپ نہیں ہیں۔ سمّٰکم المسلمین میں وہ بھی تو داخل ہیں۔ پس اب کوئی اعتراض نہیں رہا۔ کلّا وحاشا ونعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات پس اس آیت سے بطور نص کے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت تک جس قدر صدہا انبیاء ہوئے ہیں وہ داعی الی الاسلام ہی ہوئے ہیں اور اُن کے مخالفین سب کے سب یدعیٰ الی الاسلام کے مصداق رہے ہیں۔ اور وقت بعثت نبی کریم صلعم سے تو ہیں ہی۔ اور دین اسلام تو وہ دین ہے جس کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انّ الدّین عند اللہ الاسلام۔ پس اگر غیر احمدیوں کا یہی دین اسلام مندرجہ آیت ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب غیر احمدیوں کی مدعو الی الاسلام ہوکر یدعیٰ الی الاسلام کے مصداق ہوئے۔ تو مکفرین سب کے سب داعی الی الاسلام ہوئے۔ پس مرزا صاحب نعوذ باللہ کافر ہو ہی گئے۔ اچھا ہم اب دیگر آیات پر بھی غور کرتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین اگر غیر احمدیوں کا اسلام یہی مندرجہ آیت ہے تو بھی یہاں آتش در کاسہ موجود ہے۔ اندریں صورت حضرت مرزا صاحب کی بعثت باطل ہوگئی۔ نعوذ باللہ منہ اب اور آیت پر بھی نظر کرتے ہیں۔ جس سے مرزا صاحب کا یدعیٰ الی الاسلام ہونا پایا جاتا ہو۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یہ ہی ہمارے اعتقاد میں وہ دین اسلام نہیں جس کی طرف غیر احمدی مرزا صاحب کے داعی ہوکر ان کو مدعو کرسکیں۔ اس کی طرف تو مرزا صاحب خود داعی ہیں۔ اچھا اور کوئی آیت دیکھیں۔ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السّماء۔ کذٰلک یجعل اللہ الرّجس علی الّذین لا یؤمنون ۰ مگر ہمارا تو ایمان ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دین اسلام کے لئے شرح صدر ہوگیا تھا! ۔ تو اس آیت کی رُو سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب یدعیٰ الی الاسلام کے مصداق تھے۔ ایہا الاحباب! انوار خلافت میں لکھا ہؤا ہے۔ کہ غیر احمدی تو داعی الی الاسلام ہیں اور مرزا صاحب مدعو الی الاسلام تھے۔ اس لئے آپ صاحبان باکمل وجہ کوشش کریں۔ جس سے یہ امر ثابت ہوجاوے۔ کہ مرزا صاحب مدعو الی الاسلام تھے۔ تو اور کوئی آیت نکالو۔ شاید یہ آیت ہو۔ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ اولٰئک فی ضلال مبین۔ یہ آیت بھی نہیں ہوسکتی۔ ہمارا تو یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب نور اسلام سے منور تھے۔ اور غیر احمدی خصوصًا مکذبین قاسیۃ القلوب تھے جنہوں نے تکذیب و تکفیر کی۔ اب بتاؤ وہ کونسا اسلام ہے۔ جس کی طرف مرزا صاحب یدعیٰ الی الاسلام ہوسکیں۔ ہاں مجھے یاد آیا کہ مخالفین اپنے خیالوں میں یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ عیسےٰ بن مریم زندہ بجسم عنصری چوتھے آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہی مزعوم وہ اسلام ہے۔ جس کی طرف مرزا صاحب مدعو ہیں۔ پس انوار خلافت میں اسی لحاظ سے لکھا ہے۔ مگر پھر اس پر یہ گذارش ہے۔ کہ قرآن مجید کی آیات میں یہ کہاں فرمایا ہوا ہے کہ یدعیٰ الی الاسلام الذی یزعم المخالفون ان مزعومھم ھو الاسلام بل الاسلام الحق ھو الذی یدعوا الیہ المسیح الموعود فالقضیۃ علی العکس ففی الاٰیۃ ھٰذہ العبارات محذوفۃ او مقدرۃ۔ مگر ایہا الاحباب غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ آیت متنازعہ فیہا میں اس قدر تبدیل و تغیر کی گئی کہ کلام الٰہی کلام اللہ ہی نہیں رہ سکتا۔ پس ایسے معنے کیونکر صحیح ہوسکتے ہیں جن سے اسقدر تحریف لازم آتی ہو۔ کہ الامان الامان کہنا پڑے پس معنی صحیح وہی ہیں جو تمام تفاسیر قدیمہ و جدیدہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں پر صرف تفسیر کشاف سے لکھے دیتے ہیں وھو ھٰذا۔ ومن اظلم ممن افتریٰ الاٰیۃ وایّ الناس اشد ظلما ممن یدعوہ ربہ علیٰ لسان نبیہ الی الاسلام الذی لہ فیہ سعادۃ الدارین فیجعل مکان اجابتہ الیہ افتراء الکذب علی اللہ بقولہ لکلامہ الذی ھو دعاء عبادہ الی الحق ھٰذا سحر لان السحر کذب وتمویہ ان معنوں میں نہ کوئی محذوف یا مقدر بلا قرینہ ماننا پڑا۔ اور نہ کوئی عبارت محذوف کی گئی۔ صرف الفاظ نظم قرآنی کی تفسیر کردی گئی ہے۔ توضیح اظلم کی تفسیر اشد ظلما یدعیٰ الی الاسلام کا صیغہ چونکہ مبنی للمفعول ہے اُسکے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے جو معروف و مشہور ہے یعنی اللہ تعالےٰ یا اُس کا رسول جو داعی الی الاسلام ہیں۔ جیسا خلق العالم میں خالق مشہور ہے۔ اور چونکہ اسلام کے مادہ میں سلامت اور سعادت موجود ہے اُس کے تفسیری الفاظ نمبر سوئم میں ہوتی ہے۔ قالوا ھٰذا سحر مبین کے تفسیری الفاظ افتراء الکذب علی اللہ بقولہ صریح ہوگئے لا غیر اور چونکہ جاءھم بالبیّنات میں صیغہ بیّنات کا بھی موجود ہے اس کے تفسیری الفاظ لکلامہ الذی ھو دعاء عبادہ الی الحق ہوگئے اور سحر کے لئے یہ تفسیر ظاہر ہے۔ کہ لان السحر کذب وتمویۃ۔ پس تفسیر اسکو کہتے ہیں نہ یہ کہ اپنی طرف سے عبارتوں کی عبارتیں بڑھا دی جاویں۔ دیکھو انوار خلافت کی تقریر جس میں کس قدر زیادت و تبدیل و تغیر کی گئی ہے پھر علاوہ اسکے ہم احمدی ہوکر یہ جرأت کیونکر کرسکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو خود اللہ تعالےٰ ہی کے کلام پاک میں مفتری اور اظلم قرار دیکر یدعیٰ الی الاسلام کا مصداق گردانیں۔ اور مکذبین مسیح موعود کو داعی الی الاسلام سمجھ لیویں۔ نہ سیاق کو دیکھیں اور نہ سباق پر نظر کریں اور بشارت عیسیٰ بن مریم کے بعد جو فلما جاءھم کا صیغہ ہے اسکو صیغہ مستقبل کا گردانکر ۱۳ سو سال کے بعد اُس کا محقق ہونا تسلیم کریں۔ ان ھٰذا الافتراء۔ محض بمحبت و حباب بڑے انکسار کے ساتھ عرض ہے کہ قول الممجد کی براہین پر نظر غائر کریں اور اسمہ احمد کی تفسیر دیکھیں۔

اعلان فسخ بیعت

میں نے پہلے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح حضرت مولنا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن چونکہ میاں صاحب حضرت محمد صاحب کو نبی حقیقی اور کامل مانتے ہیں اور اسمہ احمد کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں اور سب دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور یہ مذہب حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت نہیں اس لئے میں میاں صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کے ہم عقیدہ ہوں اور انکو ہی جماعت احمدیہ کا امیر مانتا ہوں۔ مولا بخش ولد عبد محمد ساکن [illegible] تحصیل قصور۔ ۲ فروری سنہ ۱۷ء

"ہماری تحقیق میں جو حدیث دانی پر مبنی ہے۔ کوئی شخص بھی جو کسی مسلمان کو اس کے کسی خیال پر **غلط فہمی سے دیانت داری کے ساتھ** فتوے کفر لگاتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ خواہ وہ شخص جس پر فتوے لگایا گیا ہے۔ پکا مسلمان ولی اللہ ہو۔"

اور اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ چیلنج بھی دیا ہے کہ

"اس مسئلہ میں ہم سے (یعنے مولوی ثناء اللہ) بالمشافہ گفتگو کریں۔ چونکہ ہماری (ثناء اللہ کی) غرض ان کو (یعنے جماعت احمدیہ کو) سمجھانے کی ہے۔ اس لئے ہم کوئی شرط نہیں لگاتے۔ بلکہ محض یہ کہتے ہیں کہ بالمشافہ گفتگو کریں۔ تحریری کریں۔ یا تقریری کریں کسی مقام پر اور کسی مکان پر کریں۔ جہاں ان کی مرضی ہو کریں۔"

ہم حیران ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے کس بنا پر یہ چیلنج دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود یا حضرت امیر نے کب یہ لکھا ہے کہ "کوئی شخص بھی جو کسی مسلمان کو اس کے کسی خیال پر غلط فہمی سے دیانت داری کیساتھ فتوے کفر لگاتا ہے" کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن دیانتداری کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے حضرت مسیح موعود نے ایک مدت تک اپنے مکفرین کو محض اس لئے اس حدیث کے ماتحت کافر نہیں کہا۔ کہ ممکن ہے انہیں بعض باتوں سے دھوکا لگ گیا ہو اور غلط فہمی میں دیانتداری کیساتھ انہوں نے فتوے کفر دیا ہو۔ آپ نے کھلے لفظوں میں انہی مکفرین میں سے ایک یعنے مولوی عبدالحق غزنوی کو اس کے مباہلہ کے چیلنج کے جواب میں مسلمان کہا۔ لیکن جب آپ نے کھول کھول کر اپنے عقاید کا اظہار کر دیا۔ اور ان مفتریات کی کھلے طور تردید کر دی جو دعوے نبوت وغیرہ کے نام سے اس فتوے کفر کی آڑ بنائی گئی تھیں۔ اور پھر بھی ان مکفر مولویوں کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا۔ بلکہ دن بدن ان کا اصرار بڑھتا ہی گیا۔ جو صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ غلط فہمی سے دیانتداری کے ساتھ نہیں۔ بلکہ جان بوجھ کر بغض و عداوت اور ضد اور ہٹ کیساتھ انہوں نے کیا جو کچھ کیا۔ تو پھر اس قدر اتمام حجت کے بعد حضرت مسیح موعود نے بھی اس حدیث کی بنا پر کفر کا انہی پر الٹ کر پڑنا بیان کیا۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ کے الفاظ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک کوئی شخص جو کسی مسلمان کو اس کے کسی خیال پر غلط فہمی سے دیانت داری کیساتھ نہیں۔ بلکہ عمداً بد دیانتی کے ساتھ کافر ٹھیراتا ہے۔ کافر ہو جاتا ہے۔ کیا مولوی فاضل اس نتیجہ کو جو انہی کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے اور جس میں حضرت مسیح موعود کے طرز عمل کی تائید ہے کھلے الفاظ میں شایع کرینگے۔ ورنہ براہ مہربانی "غلط فہمی سے دیانتداری کیساتھ" کے الفاظ کی تشریح فرماویں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے۔

تین سوالوں کے جواب

گوجرانوالہ سے ایک صاحب نے جو میاں صاحب کے مریدین میں سے ہیں تین سوال لکھ کر حضرت امیر کی خدمت میں ارسال کئے ہیں پہلا سوال یہ ہے کہ

"جب جناب مسیح موعود علیہ السلام احمدی نہیں تو آپ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی کس طرح ہو گئے ہیں"

اس کا جواب اس سے پیشتر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنے ایک مضمون "مسیح موعود حقیقی طور پر احمدی ہیں نہ کہ احمد" میں بالتفصیل دے چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے احمدی نام اپنے نام پر تجویز نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے اسم احمد کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔ جیسا کہ آپ اشتہار واجب الاظہار میں جس میں اپنی جماعت کا نام تجویز کیا ہے صاف طور پر فرماتے ہیں کہ

"اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ ہمارے نبی صلعم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلعم دوسرا احمد صلعم .... سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی۔ اول آنحضرت صلعم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ اور مخالفین کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کریگا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ **احمدی صفات یعنے جمالی صفات** ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا۔ کہ اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔"

اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے کسی احمد نام کی وجہ سے (آپ کا کوئی نام ہی نہیں) اپنی جماعت کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" نہیں رکھا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے اسم احمد کے ساتھ ہی اس کی نسبت قائم کی ہے۔ اور اسی لئے اپنے آپ کو بھی اسی فرقہ کے اندر شامل قرار دیکر اپنا بھی احمدی ہونا ظاہر کیا ہے۔ نہ کہ احمد۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ

"اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزون ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** ہے۔ اور جایز ہے کہ اس کو **احمدی مذہب کے مسلمان کے نام** سے پکاریں۔"

تو پس حضرت مسیح موعود کا نام احمد نہ ہونے کے باوجود ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی اسی لئے ہو گئے۔ کہ ہم مسلمان فرقہ احمدیہ میں جو آنحضرت صلعم کے اسم احمد سے نسبت رکھتا ہے۔ شامل ہو گئے۔ اور خود حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق "احمدی صفات یعنے جمالی صفات" کے مظہر ٹھہرے۔

سوال دوم۔ "جب جناب رسول کریم صلعم ہی احمد ہیں۔ تو پھر ان کو احمد ماننے والے غیر احمدی کیوں اور کس طرح ہو گئے ہیں"

جواب۔ "غیر احمدی" کی اصطلاح حضرت مسیح موعود کی قایم کی ہوئی نہیں نہ آپ نے اس کو کہیں اپنی کتابوں وغیرہ میں استعمال کیا ہے۔ بلکہ عام طور پر آپ احمدیوں کے علاوہ باقی مسلمانوں کو دوسرے مسلمان یا صرف "مسلمانوں" یا کسی خاص فرقہ کا ذکر ہونے پر ان فرقوں کے نام سے پکارتے ہیں۔ غیر احمدی کی اصطلاح آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی ایجاد ہے اور یہ محض اس وقت استعمال ہوتی ہے۔ جب احمدیوں کے سوائے باقی مسلمانوں کا ذکر کرنا مقصود ہو۔ غیر کا لفظ محض "مسلمان فرقہ احمدیہ" سے امتیاز کے لئے ہے۔ نہ کہ اس لحاظ سے کہ ان کا آنحضرت صلعم سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال سوئم۔ "اگر وہ لوگ (یعنے غیر احمدی) مسلمان بھی ہیں تو پھر ان کو غیر احمدی کہنے والا خود کون ہوا۔ جبکہ اس صورت کہ حقیقی احمد صرف جناب رسول کریم کو ہی قرار دیا ہے"

جواب۔ الاعمال بالنیات۔ دوسرے سوال کے جواب میں ہم غیر احمدی کے لفظ سے اپنی مراد بتا چکے ہیں۔ کہ اس سے آنحضرت صلعم سے تعلق نہ رکھنے والا مراد نہیں۔ بلکہ صرف احمدی کا غیر یعنے وہ لوگ مراد ہیں جو "مسلمان فرقہ احمدیہ" میں شامل نہیں۔ اس صورت میں ان کو مسلمان مان کر غیر احمدی کہنے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا لیکن تاہم چونکہ یہ لفظ خواہ مخواہ مغالطہ میں ڈالنے والا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے کبھی اسے استعمال نہیں کیا اس لئے آج سے ہم بھی اس کو ترک کر دیں گے اور اس امتیاز کے لئے انہی الفاظ کو استعمال کریں گے۔ جو حضرت مسیح موعود استعمال کرتے رہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ پر کیا یہ فرض نہیں کہ آپ بھی حضرت مسیح موعود ہی کے ارشاد کے مطابق اسی نسبت سے اپنے آپ کو احمدی کہیں جس نسبت سے آنحضور نے اپنا اور اپنی جماعت کا یہ نام رکھا۔ یعنے آنحضرت صلعم کو احمد مانیں۔ اور آپ کے تجویز کردہ نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" پر غور کر کے کل دنیا جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ "مسلمان فرقہ احمدیہ" کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں سلسلہ احمدیہ کے علاوہ بھی باقی کوئی مسلمان ہیں جن میں سے یہ بھی ایک فرقہ ہے۔

کامیابی کا معیار

۲۳ جنوری ۱۹۴۰ء کے الفضل میں میاں صاحب کا ایک خطبہ جمعہ شایع ہوا ہے جس میں انہوں نے گذشتہ تین سالوں کے جلسوں کا ایک ایک کر کے ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے۔ کہ ان تمام سالوں میں انکے جلسوں پر زیادہ لوگ جاتے رہے۔ جو گویا انکی کامیابی کا نشان ہے اخبار نور نے بھی اس کثرت تعداد کو مبالغہ آمیز الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ہمارے جلسے کے متعلق یہانتک کذب بیانی کی ہے کہ یہاں ۷۰ آدمی باہر سے آئے تھے ہم حیران ہیں کہ کن باتوں پر میاں صاحب کو فخر اور تکبر ہے کس نے لوگوں کو قادیان جانے سے روکا اور کب انکے جلسوں کی رونق کو کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ اشتہارات جن میں ہمارے جلسوں میں شمولیت سے لوگوں کو روکا گیا صفحہ ہستی سے مفقود نہیں ہو گئے۔ میاں صاحب بیشک جتنا جی چاہے اس کثرت تعداد پر خوش ہو لیں جسم انکے ساتھ زیادہ ہیں۔ تو دل ہمارے ساتھ ہیں۔ ہمیں عقاید کی درستی مطلوب ہے۔ سو اللہ تعالے کے فضل سے ہم اس میں کامیاب ہیں۔ چندوں کی رقوم بتارہی ہیں۔ کہ اللہ تعالے کی نصرت و تائید کس کے شامل حال ہے اس ظاہر تعداد کی زیادتی کے متعلق بہتر ہو کہ میاں صاحب اپنے لندنی مبلغ کے اس سرٹیفکیٹ کو پڑھ لیں جو الفضل کے اسی پرچہ میں درج ہوا ہے کہ

"اگر اسمیں کامیابی صرف اسی طریقہ سے جانچی جاوے کہ کتنے حقیقی مسلمان ہوئے ہیں تو میں عرض کرونگا کہ بعض تعداد کامیابی کا معیار نہیں"

باقی میاں صاحب کے متعلق اس نے کہا ہے کہ

"یہ بات بالکل صحیح ہے جو مجھے حضرت خلیفہ ثانی نے سمجھائی ہے کہ ان لوگوں کیلئے نشانات ایزدی کے ماتحت ایک خاص وقت مقرر ہے ہمارا کام ان کے سامنے حجت کا کرنا۔ تو [illegible] ... کہ اسکو کامیابی کا معیار [illegible] ... اور کثرت [illegible]"

عالم نسواں

لڑکیوں کی پیدائش پر توہمات

عالم نسواں پر عام طور پر نظر ڈالتے ہوئے سب سے پہلی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ لڑکیوں کی پیدائش پر لوگوں کے عام خیالات و توہمات ہیں۔ اس بارہ میں جہانتک مختلف مذاہب عالم۔ اور گذشتہ و موجودہ حالات کو دیکھا جاتا ہے۔ ان سب کے اندر فطرت انسانی کا رجحان زیادہ تر نفرت کی طرف ہی پایا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے خدا کی مخلوق کا ایک ضروری حصہ جس کے بغیر انسانی ہستی کا قیام مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ پھر خود مردوں کے لئے بہت سی ایسی باتوں میں جو ان کے احاطہ عمل سے باہر ہیں۔ لیکن ان کے بغیر گذارہ بھی نہیں۔ وہ کام دیتی ہیں۔ بچوں کا جننا۔ ان کی تربیت وغیرہ کا کام ایک ایسا ضروری امر ہے جسے انسانی زندگی کا جزو لاینفک کہنا چاہئے بلکہ اس کے بغیر انسانی ہستی ہی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے ایسے ایسے مہتم بالشان کام جن میں بہت سی مصائب اور دکھ بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ان بیچاری مستورات کے سپرد ہیں۔ لیکن تاہم انسانی طبقہ کے اس نصف حصہ کے ساتھ اس قدر نفرت و حقارت کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کہ گویا وہ خدا کی مخلوق ہی نہیں۔ مرد تو الگ رہے۔ خود ان کی ہم جنس مستورات بلکہ لڑکیوں کی مائیں بھی ان کی پیدائش پر غم کا حقارت آمیز برتاؤ کرتی ہیں۔ اور بالمقابل لڑکوں کی پیدائش پر جیسی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ وہ ان کے توہمات باطلہ کو جو لڑکیوں کے متعلق ان کے دلوں میں جاگزین ہیں۔ آشکارا کرنے والے ہیں۔

یہ کیفیت کوئی آج ہی نہیں۔ ابتدائی زمانہ سے لیکر جب سے کہ تاریخ ہمیں بتا سکتی ہے یہی حالت چلی آتی ہے۔ اسلام سے پہلے عرب کی جو کچھ حالت اس بارہ میں تھی۔ وہ آجتک زبان زد عام ہے کسی کے گھر میں لڑکی کا پیدا ہونا گویا موت کے برابر تھا۔ اسے عار ہوتی تھی۔ کہ کوئی اسے لڑکی والا کہے۔ اسی لئے اکثر اوقات بڑی بڑی عمر کی لڑکیوں کو بھی لیجاکر زندہ گاڑ آتے تھے قرآن کریم ان کی حالت کا نقشہ نہایت مختصر الفاظ میں۔ لیکن جامع طور پر کھینچتا ہے۔ جہاں فرمایا۔ اذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب۔ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر سنائی جاتی ہے کہ تیرے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ پھر اس خبر کی (مزعومہ) برائی کی وجہ سے وہ اپنی قوم سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے۔ کہ آیا اس لڑکی کو ذلت کی حالت میں رہنے دے۔ یا اسے مٹی میں گاڑ آئے۔

اللہ اللہ کس قدر رنجیدگی پیدا کرنیوالی بات ہے جس کے ذکر سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غریب لڑکیوں کی جان پر کس قدر ظلم ہے۔ کہ اس کا پیدا ہونا ہی گویا باپ کی ذلت کا باعث ہے۔ اور وہ بزعم خود دنیا میں منہ دکھانیوالا نہیں رہتا۔ اور چاہتا ہے کہ اسے زندہ گاڑ آئے۔ بلکہ اکثر حالات میں ایسا کر بھی گذرتا ہے۔ گویا اس کی فطرت ہی مسخ ہو چکی ہے۔ اور اس کے اندر رحم کا مادہ ہی نہیں رہتا۔ کہ اگر وہ اپنے اس فعل کو مخلوق خدا پر ایک ظلم اور خدا کی دی ہوئی نعمت کی ناقدر شناسی سمجھ کر ہی نہیں۔ اگر اپنی اولاد و پارہ جگر ہونے کے خیال سے بھی نہیں۔ تو کم از کم ایک ناتوان جسم و جان کی اس قابل رحم حالت کو جس کا محض خیال ہی خیال انسان کے دل میں رحم پیدا کر دیتا ہے۔ دیکھ کر اس کا دل پگھل آتا۔ اس کی صدائے عجز اور رونے کی آواز بلس کا باپ کو اس کی اس حالت بیرحمی میں بھی متوجہ کرتی۔ اور اس سے مہربانی اور رحم کی التجا کرتا افسوس کوئی بھی بات اس کے بے رحم دل پر اثر نہیں کرتی۔ اور وہ پتھر دل انسان اس لخت جگر کو یونہی مٹی کے اندر دبا کر خوشی خوشی گھر آ جاتا ہے کس قدر ظلم کی بات ہے۔ اور کیسا خونین منظر۔ بالمقابل لڑکوں کی طرف دیکھو۔ تو انہیں ہر طرح سے ہر بات میں راحت و آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے انکو برا کہنا بھی کسی حالت میں جایز نہیں۔ بلکہ ایسے اظہار پر ناراضگی کیا جاتا ہے۔ کیا یہ باتیں صاف طور پر اس غیر منصفانہ اور متفاوت طریق کو ظاہر کرنیوالی نہیں۔ جو بنی نوع انسان نے اپنے ایک کمزور اور ناتوان عضو کے متعلق ابتدا سے اختیار کر رکھا ہے۔ اور عجیب بات ہے۔ کہ مردوں کے ساتھ بڑھ کر عورتیں بھی غریب اور معصوم بچیوں کو اسی نظر حقارت سے دیکھتیں اور ان کے زندہ درگور کرنے میں حصہ لیتی ہیں۔ اور ان پر ذرا بھی رحم نہیں کھاتیں۔

(باقی پھر سہی)

احمدی خواتین

کی خدمت میں ہم نے یہ التماس کی تھی۔ کہ وہ اپنی بہنوں میں تبلیغ کی کوئی راہ نکالیں ضرورت ہے کہ اب ہماری بہنیں ان طریقوں کو تبلیغ وہ سمجھتی ہیں کہ اس تبلیغ میں اختیار کرنے سے فایدہ ہو سکتا ہے بیان کرتے ہوئے اپنی دوسری بہنوں کے فایدہ کیلئے لکھکر بھیجیں۔ اور بھی مختلف افکار جو وہ قومی بہبودی کیلئے مفید سمجھتی ہوں ہمارے پاس بھیجیں تاکہ اسے شایع ہو سکیں۔ ہمیں امید ہے اس طریق سے ایک دوسری بہنوں سے تعارف ہو کر میل جول تعلقات بھی وسیع ہونگے اور تبادلہ خیالات [illegible]

مراسلات

خواجہ صاحب کی صدق بیانی اور الفضل کی خلاف بیانی

(از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ)

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۱۷ء میں "خواجہ صاحب کی خلاف بیانی" کے عنوان سے ایک آرٹیکل نکلا ہے جس میں ایڈیٹر صاحب الفضل نے نہایت ہی جھوٹ اور خلاف بیانی سے کام لیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون "مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں" کیسا قرآن اور حدیث کے مطابق صحیح مضمون ہے کہ تمام جہان کے مسلمان ایک ہی واحد خدا کے پرستار۔ ایک ہی واحد دین۔ ایک ہی واحد اصول۔ ایک ہی واحد رسول اور ایک ہی واحد کتاب رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی فرقہ نہیں۔ مگر تعصب کا ستیاناس ہو کہ الفضل کا متعصب ایڈیٹر اس کو بے سروپا مضمون ہی بتاتا ہے۔ گویا اس کے نزدیک عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح بہت فرقے ہیں اور آپس میں اصولاً اختلاف رکھتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں مسلمان دین واحد پر جمع اور متفق تب مانے جا سکتے ہیں۔ جب خاتم النبیین کے بعد ایک اور نبی مانیں ورنہ اسلام اسلام ہی نہیں اور مسلمان مسلمان ہی نہیں۔

تعجب یہ کہ الفضل خواجہ صاحب کے ایسا مضمون لکھنے کی یہ وجہ بتلاتا ہے "از رے طلبی سخن در ین است"۔ مگر میں کہتا ہوں کیا یہ علیم بذات الصدور ہے۔ ہاں شاید الفضل کو یہ الفاظ اس لئے لکھنے پڑے ہیں کہ چونکہ قادیان میں اسوقت روپیہ کی قلت بہت ہے اور ان کو آئے دن اپنی مفلس جماعت کے آگے دست سوال دراز کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور بہت کچھ سبز باغ دکھانے پر بھی وصول کچھ نہیں ہوتا۔ اپنی اس ناگفتہ بہ حالت پر قیاس کر کے حضرت خواجہ صاحب پر بھی زرطلبی کا فتوے تھوپ دے۔ مگر ان فضولیوں سے حاصل خاک بھی نہیں ہوگا الحمد للہ رب العٰلمین کہ خواجہ صاحب کو خدا کے فضل و کرم سے وہ کچھ کامیابی و الٰہی تائید حاصل ہوئی۔ کہ اگر ہم ساری عمر بھی سجدوں میں پڑے رہیں۔ تو اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ حسرت کن کے لئے ساری عمر رہیگی۔ انہیں کیلئے جو مارے حسد کے مرے جاتے ہیں۔

مجھے تو ایڈیٹر صاحب کے وہ الفاظ پڑھ کر جو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھے بہت ہی تعجب ہوا ہے کہ "خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت کھلے اور صاف الفاظ میں نبی اور رسول ہونے کا دعوے کیا۔" اور یہ کہ "خواجہ صاحب نے جان بوجھ کر اخبار ہمدم کے ناظرین کو دھوکہ دینا چاہا ہے"۔ افسوس الفضل نے حضرت مسیح موعود کے دعوے کی نسبت غلط فہمی پھیلانے کا وہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو اس سے ۲۰ برس پہلے بٹالوی صاحب یا سخت سے سخت معاندین سلسلہ احمدیہ نے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ یعنی یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ چونکہ الفضل نے اپنی نفسانی اغراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود پر مدعی نبوت ہونے کا افترا کیا ہے۔ اور اور بھی بہت سی خلاف واقعہ باتیں لکھی ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ اظہار حقیقت اور ازہاق باطل کیا جاوے۔

الفضل لکھتا ہے کہ :-

"حضرت مسیح موعود نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا نہایت صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین - ناقل) اور ایک جگہ نہیں بلکہ بیسیوں جگہ۔ چنانچہ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے"۔

مگر ہم حیران ہیں کہ ایڈیٹر صاحب کے ان الفاظ کو ان کی لاعلمی پر محمول کریں یا دھوکا دہی پر۔ جبکہ خود مسیح موعود نے نہایت کھلے اور صاف الفاظ میں آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے انقطاع پر اپنے ایمان کا دارو مدار رکھا ہے۔ اور اسی حقیقۃ الوحی میں یہ الفاظ لکھے ہیں :-

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ" صفحہ ۔

اب جبکہ نہایت کھلے الفاظ موجود ہیں کہ نبوت آنحضرت صلعم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ تو یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں رسول اور نبی ہونے کا دعوے کیا ہے یہ نہایت درجہ کا افترا اور نہایت درجہ کا ظلم ہے۔ دیکھو اسی حقیقۃ الوحی میں حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کا سراسر افتراء ہے" (صفحہ ۳۹)

پھر اگر تتمہ حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۶۸ ہی دیکھا جائے جہاں سے الفضل نے حضرت صاحب کے نبی اور رسول ہونے کا دعوے پیش کیا ہے۔ تو اسی جگہ یہی لکھا ہے کہ :-

"یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کس قدر حماقت کس قدر جہالت اور کس قدر حق سے خروج ہے"۔

یہ تو ہم یقین نہیں کر سکتے۔ کہ الفضل حضرت مسیح موعود کی تمام تحریروں سے بے علم اور ناواقف ہو کر یہ لکھ رہا ہے جس میں حضرت صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونیکا انکار کیا ہے۔ بلکہ اپنے مخالفوں کو بڑے زور سے کہا ہے کہ یہ تمہاری جہالت اور حماقت ہے۔ اور خالی از صداقت بات ہے۔ کہ تم میری طرف دعوے نبوت منسوب کرتے ہو۔ میرا ایسا کوئی دعوے نہیں۔ میں ایک امتی ہوں اور صرف خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف رکھتا ہوں۔ اس لئے ہم یہی کہینگے۔ کہ الفضل نے جان بوجھکر ان الفاظ کو پڑھتے ہوئے حضرت صاحب پر افتراء کیا ہے کہ گویا آپ نے دعوے نبوت کیا ہے۔

باقی رہا یہ سوال۔ پھر اس عبارت کے کیا معنے ہیں جو حضرت اقدس نے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں خدا کی قسم کھا کر لکھی ہے کہ "اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اسی نے **میرا نام نبی رکھا ہے**"۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب حضرت صاحب نے خود ہی اسی کتاب میں اس فقرہ کے معنے اس طرح پر فرمائے ہیں۔ کہ :-

"سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ"

یعنے خدا نے میرا نام مجازاً نبی رکھا ہے نہ حقیقتاً۔ تو کیا اس کو پڑھکر کوئی صحیح العقل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص مدعی نبوت و رسالت ہے۔ کیا نبی بھی یہ کہا کرتا ہے کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا"۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰) یا یہ کہ میری نبوت ظلی ہے۔ اصلی نہیں۔ یا یہ کہ جو میری طرف یہ بات منسوب کرتا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ مجھ پر افتراء کرتا ہے۔ یا یہ ہمارا نبی محمد صلعم ہی ہے اور وہی آخری نبی ہے۔ اور نبوت منقطع ہو چکی۔ وہ خاتم النبیین ہے سلسلہ مرسلین بھی منقطع ہو چکا۔ نبی ہو اور ایسی متضاد باتیں اس کی کلام میں ہوں۔

نبی چھوڑ کسی مجدد اور امام وقت کے کلام میں بھی ایسا تضاد نہیں ہو سکتا۔ اگر نبی اور رسول تھے۔ تو نبوت و رسالت کیا لائے۔ کیا صرف پیشینگوئیاں یا کوئی دین بھی کونسی بات تھی جو شریعت میں نہیں تھی اور انہوں نے آکر پوری کی۔

مغلقات و معضلات دین میں کونسا مسئلہ نبوت سے حل کیا۔ آخری نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول ہو کر کیا بنایا۔ اور کیا کیا؟ کیا بے امت بے شریعت بے کتاب صرف خدا سے خبر پا کر پیشینگوئیاں کرنیوالے نبی کا بھی قرآن اور حدیث میں کہیں ذکر ہے۔ اگر نہیں تو خدا سے ڈرو۔ کیوں اپنے خیال اور توہمات سے ایسا نبی پیش کر کے سچے مذہب اسلام کی ہنسی و تحقیر کراتے ہو۔ یا لوگوں کی نظر میں خدا کے پاک نبیوں کو صرف پیشینگوئیاں کرنے والے ہی دکھاتے ہو۔ دوسرا حوالہ جو الفضل نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے یہ ہے۔ کہ

"میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی رکھا ہے۔ (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

اگر الفضل اسی نزول المسیح کا صفحہ ۳۰ و ۴۸ پڑھ لیتا اور اسکو بھی اسکے ساتھ نقل کر دیتا۔ یا کم سے کم یہی لکھ دیتا کہ مجھی مسیح کو حدیث میں

"مستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا ہے"! (حاشیہ صفحہ ۳)

تو ہم جان لیتے کہ الفضل۔ خمیر میں خلاف بیانی کا مادہ نہیں۔ بلکہ اس نے اپنی سادہ لوحی سے ایسا سمجھ لیا ہے کہ مستعار طور پر بھی رسول اور نبی کہے ہوئے کو وہ حقیقت میں نبی اللہ اور رسول اللہ ہی سمجھتا ہے۔ اور ایسا ہی مستعار طور پر ولد اللہ اور فرشتہ کہے ہوئے کو بھی وہ حقیقت میں ولد اللہ اور فرشتہ ہی مانتا ہے

پھر تیسرا حوالہ یہ دیا ہے۔ کہ

"سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

مگر یہ عبارت صفحہ ۱۳ سے نہ لکھدی۔ کہ

(میں) اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اُسی کا ظل

جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اسکی بہت ہی تحقیر کی۔ یعنی حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم"

اور نہ یہ عبارت صفحہ آخری دافع البلاء سے لکھی۔

"حقیقی منجی مدینہ اور قیامت تک نجات کا تحمل کھانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا۔ اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا"۔

تا پتہ لگ جاتا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے متعلق رسول کے لفظ کے کیا معنے لیتے ہیں اور کیا اُن معنوں کے رُو سے کبھی شریعت اسلام میں کوئی نبی اور رسول مانا جا سکتا ہے۔ نہایت افسوس تو یہ ہے کہ الفضل اپنے نئے اعتقادات کی خرابیوں کو نہیں دیکھتا اور حضرت خواجہ صاحب پر بیہودہ اعتراض کرتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ کوئی ان کا ایسا اعتراض نہیں جو مکفر مولویوں نے حضرت صاحب پر پہلے نہ کیا ہو۔ اور حضرت صاحب نے وہی جواب نہ دیا ہو جو حضرت خواجہ صاحب دیتے ہیں

چوتھا حوالہ یہ ہے

"میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں۔ کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں۔ تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول ہونے سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

مگر افسوس کہ الفضل نے اس عبارت کے اوپر کے لفظ چھوڑ دیئے جو یہ ہیں :-

"اور نبی ایک لفظ ہے۔ جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں۔ خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا"!

پس یہ الفضل کی غلطی ہے۔ کہ لغوی معنے کے لحاظ سے جو شخص یہ کہے۔ کہ میں ان معنوں میں نبی ہوں کہ میری پیشینگوئیاں قریب ڈیڑھ سو کے پوری ہو چکی ہیں۔ اسکو بھی شریعت اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے جو معنے ہیں انہی معنوں میں نبی اور رسول مانا جائے۔ کیا نبی کی کائنات صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ خدا سے خبر پا کر صرف پیشینگوئیاں کیا کرے۔ یا جس کی رویا صالحہ اولام کی رُو سے قریب ڈیڑھ سو کے پیشینگوئیاں پوری ہو جاویں وہ نبی اور رسول ہو جاتا ہے۔ اور اگر صرف نبی کے لغوی معنوں کے رُو سے ہی کوئی شخص نبی بن سکتا ہے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود کے ان فقروں کے کیا معنے ہیں جو اسی اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کے اخیر میں لکھے ہوئے ہیں۔

"اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں"۔

تعجب ہے کہ ایک شخص نبی اور رسول ہو۔ اور یہ کہے کہ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں۔ اور جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعوے نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ کیا اگر فی نفسہٖ بروزی اور ظلی صورت کا نبی بھی شریعت اسلام کی رُو سے نبی ہوا کرتا ہے۔ تو وہ نبوت کا دعوے کرنے کی نسبت ایسے الفاظ لکھ سکتا ہے۔ یا اپنی کتابوں میں ان الفاظ کی اس طرح قید لگا سکتا ہے۔ کہ

"یہ الفاظ (یعنے نبی اور رسول۔ ناقل) بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جسکو خدا بھیجتا ہے۔ وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں"۔ (اربعین نمبر ۲ حاشیہ صفحہ ۱۸)

کیا اس سے یہی نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ہرگز منشا نہیں تھی کہ کوئی شخص انکو شریعت اسلام کی اصطلاح کی رو سے نبی اور رسول کہے اور نہ اُن کا دعویٰ نبی اور رسول ہونیکا تھا۔ یا یوں کہو کہ وہ ظلی اور بروزی اور مجازی نبی کو نبی سمجھتے ہی نہ تھے۔ اور یہ بات بہت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر ظلی اور بروزی اور مجازی نبی بھی نبی ہوتا تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت مرزا صاحب ان لوگوں کی نسبت جو یہ کہتے تھے کہ آپ نے نبی اور رسول ہونیکا دعویٰ کیا۔ یہ الفاظ لکھتے کہ میری طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنیوالا مفتری شریر خبیث اور ناپاک خیال ہے۔ اور ایسا ہی بلحاظ نفس نبوت کے باوجود حقیقی نبی اور رسول ہونے کے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیوں حضرت صاحب نے خلاف ارشاد الٰہی اپنے آپ کو مجازی اور ظلی اور بروزی یا جزوی نبی لکھا۔ دو باتوں میں سے ایک بات صحیح ہے۔ یا تو مجازی، ظلی اور بروزی نبی نبی نہیں صرف ایک

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور - چہار شنبہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۷ فروری ۱۹۱۷ء | نمبر ۶۴

دینی ولولہ

از حضرت اقدس مسیح موعود

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں آتا ہے مرے سو سو ابال
آنکھ تر ہے دل میں میرے درد ہے
کیوں دلوں پر اس قدر یہ گرد ہے
دل ہوا جاتا ہے ہر دم بے قرار
کس بیاباں میں نکالوں یہ بخار
ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر
مر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر
آسماں پر غافلو اک جوش ہے
کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے
ہو گیا دیں کفر کے حملوں سے چور
چپ رہے کب تک خداوند غیور
اس صدی کا بیسواں اب سال ہے
شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے؟
افترا کی کب تلک بنیاد ہے
وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس
لعنتی ہوتا ہے مرد مفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

درثمین کامل جس میں منجملہ دیگر نظموں کے مندرجہ بالا اشعار نقل کئے گئے ہیں نہایت خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ زیر اہتمام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام چھپ کر شایع ہوئی ہے قیمت مجلد ۱۲ / بے جلد ۹ /

اخبار احمدیہ

آریوں سے ایک دلچسپ مناظرہ

کسی دوسری جگہ ہم نے آریہ یودک سماج انارکلی لاہور کے اس جلسہ کا ذکر کیا ہے جو گذشتہ ۳ و ۴ فروری ۱۹۱۷ء کو آریہ سماج مندر لاہور میں ہوا۔ اس نوجوانوں کی سوسایٹی نے پہلے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مناظرہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے کسی وجہ سے انکار کر دیا۔ بالآخر انہوں انہوں نے حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کی خدمت میں اپنی درخواست گذرانی جس دن یہ درخواست پیش ہوئی مناظرہ میں صرف ایک یا دو دن باقی تھے لیکن تاہم حضرت امیر نے مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ مولوی صاحب ممدوح سے پیغام صلح کے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ آپ قریباً ایک سال سے سنسکرت زبان اور ویدوں وغیرہ کی تحصیل میں مصروف ہیں۔ اور اس لئے دیانندی خیالات کے تار و پود کو وہ خود انہی کی مستند کتب سے بخوبی بکھیر سکتے ہیں چنانچہ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ مناظرہ ڈی اے وی سکول متصل مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے اندرونی وسیع میدان میں ۴ فروری ۱۹۱۷ء کی شام کو ساڑھے ۶ بجے سے ۹ بجے تک قدامت مادہ پر ہوا۔ بالمقابل آریوں کے مشہور مناظرہ جس کی تعریف خود ان کے پریذیڈنٹ صاحب نے بھی کی۔ پنڈت رامچندر جی دہلوی تھے۔ شروع میں مولوی صاحب نے سورت تبارک الذی کی ابتدائی آیات میں خلق کل شیئاً فقدرہ تقدیراً سے حدوث مادہ پر دلیل دی۔ اور اس کے ساتھ مزید ۴ عقلی و نقلی سوالات کئے اور سوامی دیانند کے اپنے بعض اقوال اور سمرتی اور دیگر مستند کتب سے سنسکرت عبارات پڑھ کر ثابت کیا۔ کہ ان سب کے نزدیک ابتدا میں سوائے خدا کے اور کچھ نہ تھا اور یہ جو کچھ دنیا کا کارخانہ ہے۔ یا جس چیز سے وہ بنا ہے یعنے مادہ وغیرہ۔ وہ سب نیست سے ہست ہوا ہے۔ نہ یہ کہ اللہ تعالے کے ساتھ مادہ بھی صفت ازلیت میں شریک کامل ہے۔ بیس منٹ تک ان سب دلایل کے بیان ہو چکنے کے بعد پنڈت رامچندر جی نے جواب دینا شروع کیا۔ اور عجیب بات ہے۔ کہ بجائے اصل مضمون یعنے اثبات قدامت پر دلایل دینے کے اس آیت قرآنی کو کہ واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالاخرۃ حجاباً مستوراً وجعلنا علی قلوبهم اکنۃ ان یفقہوہ وفی اذانہم وقرا پڑھ کر اور یہ کہہ کر کہ دیکھو قرآن کا خدا بجائے ہدایت دینے کے الٹا ان بیچاروں کی عقل اور پردہ ڈال دیتا ہے۔ اور انہیں سمجھنے نہیں دیتا اور کانوں میں بوجھ دیتا ہے۔ وغیرہ گویا اصل بحث کو پھیر کر کسی اور طرف لیجانا چاہا۔ مولوی عبد الحق صاحب نے جواباً بتایا یعنی کہ اللہ تعالے نے قرآن میں اپنا ایک قانون بتا دیا ہے کہ وما یضل بہ الا الفاسقین اور یہ اس کا قانون ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ جو شخص اپنے گھر کے دروازوں کو بند کر لیتا ہے۔ اللہ تعالے اس گھر کے اندر تاریکی کر دیتا ہے لیکن پنڈت جی نے تو اپنے مطلب کی آیات اکٹھی کی ہوئی تھیں۔ اور آیات قرآنی فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا وما یشاؤن الا ان یشاء الله۔ اور لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین وغیرہ ہی یاد کی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہی کو بار بار انہوں نے پیش کیا اور اصل باتوں کی طرف توجہ نہ دے کر وقت کو ٹالنا چاہا۔ اور ٹال دیا۔ حالانکہ ہماری طرف سے ان باتوں کے بھی جواب دیئے گئے۔ اور پیش کردہ اصل سوالات کو بھی بار بار دہرانے کے ساتھ ۵ اور سوال مولوی صاحب نے کر دیئے لیکن جہاں ابھی پہلے ہی سوالوں کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا وہاں ان کا بھی کیا جواب ہو سکتا تھا۔ بالخصوص جبکہ ان میں یہ ایک ایسا بھی سوال تھا۔ کہ وہ وید سے پرکرتی کے لفظ کو نکال دیں جس کے جواب میں انہیں اقرار کرنا پڑا کہ وید میں پرکرتی کا کوئی لفظ نہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے مفہوم کو ظاہر کرنے والے اور الفاظ ہیں۔ مگر افسوس کہ کوئی ایسا منتر نہ پڑھا جس میں اس مفہوم کا کوئی لفظ ہو۔ اور اس میں نعوذ باللہ مادہ کی قدامت کا ذکر ہو۔ مولوی عبد الحق صاحب نے بہتیرا مطالبہ کیا۔ کہ جن باتوں کے تم دعویدار ہو اور اسے اپنی الہامی کتاب کی بنا پر مانتے ہو اس کا ذکر بھی تو اپنی الہامی کتاب سے دکھاؤ۔ لیکن افسوس کہ آریہ مہاشے اس سوال کو پی گئے۔ اور الٹا ہم سے قرآن کی وہ آیت مانگی جس میں نفی قدامت کا ذکر ہو جس کا بھی بار بار انہیں جواب دیا گیا۔ کہ اللہ تعالے فرماتا ہے خلق کل شیئاً فقدرہ تقدیراً۔ ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور پھر اس کو قوانین میں جکڑ بند کیا۔ مگر مہاشے نے اس کا کیا خوب جواب دیا۔ کہ یہاں کل شیئاً میں جتنی اشیا ہیں کہ مجردات ہیں۔ یا مرکبات۔ مجردات چونکہ پیدا شدہ نہیں اس لئے اس کا مطلب مرکبات ہی ماننے پڑیں گے۔ یہ خوش سدیل بھی وہ دی کہ جو قابل تعجب فیہ ہے۔ مولوی صاحب نے اس کا نہایت لطیف جواب دیا کہ کل شیئاً میں جو اضافت ہے وہ استغراق کی ہے۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ کل شیئاً سے مراد مجردات و مرکبات سب کچھ ہیں۔ لیکن آریہ مہاشے نے اس کی طرف بھی توجہ نہ دی۔ اور بالکل اسے کھا گئے۔ الغرض مباحثہ نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ اژدہام بہت تھا۔ اور ہزارہا لوگ بیٹھے تھے اکثروں کو بیٹھنے کی جگہ بھی نہ ملی لیکن عام طور پر مسلمانوں کی تعداد نفی کے برابر تھی۔ جس پر افسوس کئے بغیر چارہ نہیں۔ اپنی احمدیہ جماعت میں سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ مولوی خدا بخش صاحب۔ حکیم مریم عیسے صاحب۔ داروغہ نبی بخش صاحب۔ خواجہ عبد الغنی صاحب۔ شیخ السدین صاحب اور دیگر بہت سے دوست موجود تھے +

بیرونی احباب کو اس طرف بالخصوص توجہ کرنی چاہیئے کہ اپنے اپنے مقامی حالات کو جو جماعت احمدیہ سے متعلق ہوں مختصراً لکھ کر برائے اندراج اخبار بھیجا کریں۔ اس طرح سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اور بہت سے دیگر فواید کا بھی موجب ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہارشنبہ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۴

اسلام اور آریہ سماج
مسلمان نوجوانوں کی توجہ کے قابل

آریہ سماج جس کی پیدایش کو ابھی بہت عرصہ نہیں ہوا اور اس کی منشانی شکل بصورت امید نہیں دلاتی۔ کہ اسے لینے بانی کے خیالات اور عادات کے اوپر چل کر آیندہ بہت زیادہ عرصہ تک قایم و برقرار رہنا نصیب ہو اسکے اندر آج کیا کچھ ہو رہا ہے۔ قوم کو زندہ اور برقرار رکھنے اور انہیں مذہب کی طرف لانے کے لئے کس قدر زبردست مساعی سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ وہ امور ہیں۔ جو آج ہمیں اس چھوٹے سے جلسہ میں کشاں کشاں لے گئے۔ جو آریہ یودک سماج کی طرف سے مندر آریہ سماج انارکلی لاہور میں منعقد ہونے والا تھا۔ وہاں جا کر ہم نے کیا دیکھا۔ اگر اس جوش و خروش اس بڑے بھاری اجتماع کو مدنظر رکھ کر جو نوجوانوں کی اس چھوٹی سی مجلس میں دیکھنے میں آیا نیز ان زبردست الفاظ کو جو پروفیسر دیوان چند جیسے قابل لیکچرار نے ایک گھنٹہ سے زاید عرصہ میں وہاں کہے۔ پیش نظر رکھ کر اس سوال کا جواب دینا ہو۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ ہم نے وہ کچھ دیکھا جو آج کل کے مسلمانوں کے اندر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ یہ ایک نوجوانوں کا جلسہ تھا جو آریہ سماج سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ آریہ سماج جس کے اصولوں کو ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ نہ صرف خلاف علم و عقل ہی ہیں بلکہ بعض ان میں سے تہذیب و شائستگی کے بھی سراسر خلاف ہیں۔ جس کی بنیادوں کو خدا کے مسیح اور مامور من اللہ نے آج سے بہت پہلے دلایل کے ذریعہ سے کھوکھلا کر کے رکھدیا آج اسی آریہ سماج کے نوجوانوں کے اندر ہم مذہب کے لئے وہ روح دیکھتے ہیں۔ جو افسوس ہے۔ نہ خود اپنے اندر نہیں پاتے اس وقت اس بات سے قطع نظر کر کے کہ پروفیسر دیوانچند جی نے اپنے لیکچر میں اسلام پر کس قدر دلخراش حملے کئے۔ اور وہ کس قدر بیجا تھے۔ ہمیں صرف اس قدر بتانا ہے کہ جو کچھ انہوں نے بیان کیا۔ وہ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوانوں کی جو پہلے ہی سے مذہب کے لئے اپنے اندر بہت بڑا جوش رکھتے ہیں۔ قومی و مذہبی زندگی کے لئے بہت ہی مفید تھا۔ تین سوال آپ نے بتایا کہ ہر ایک شخص کے لئے قابل جواب ہیں۔ جو شخص ان کے جواب دے سکتا ہے وہی حقیقی معنوں میں روحانی آدمی ہے ورنہ وہ روحانی نہیں وہ تین سوال یہ ہیں کہ

(۱)۔ اللہ تعالےٰ کو وہ کیا سمجھتا ہے۔

(۲)۔ اللہ تعالےٰ سے اسکا کس قدر تعلق ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالےٰ سے اسے کتنا ڈر اور پیار ہے۔

ان تین سوالات کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے متعلق ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سوامی جی کی تعلیم کے سراسر خلاف ہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا تعالےٰ کی صفات عدل و رحم پر بحث کرتے ہوئے جو انہوں نے بیان کیا۔ کہ ہر ایک شخص کو اتنا دینا جتنا اس کے لئے مفید ہو۔ یہی عدل اور یہی حقیقی رحم ہے۔ اور اس کی مثال میں بتایا۔ کہ ایک بڑے آدمی کی بیماری میں اس قدر مشقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ جتنا کہ ایک دو برس کے بچہ کیلئے یا ان کے گھر کے کام میں جو نیچے ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔ انہیں تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی محنت کا پھل لیتے ہیں جو وہ گھر کے کام میں کرتے ہیں۔ لیکن ایک دو برس کا بچہ جو کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس کا بھی اسی گھر میں پرورش پانا یہ عدل کے خلاف نہیں۔ کیونکہ وہ اس کا مستحق ہے۔ کہ بغیر کام کئے اس کی پرورش کی جائے۔ یہ سوامی جی کی تعلیم کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو ہر ایک شخص اپنے کئے کا ہی پھل پاتا ہے۔ جو شخص جیسا عمل کرتا ہے۔ اس قسم کی جزا یا سزا اسے مل سکتی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی کو معذور اور مجبور دیکھ کر معاف بھی کر دے جیسا کہ ہمارے لایق پروفیسر صاحب اپنے دو برس کے بچہ کو بغیر اس کے کام کرنے کے پرورش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ معذور ہے اور وہ کچھ کر نہیں سکتا۔

ایسا ہی گو ہمیں پروفیسر صاحب کی اس وسیع واقفیت کو دیکھ کر جو وہ یورپین فلاسفروں کے خیالات سے رکھتے ہیں۔ اور جن کی شہادتوں کو انہوں نے کالوحی المنزل من السماء سمجھ کر اپنی تمام باتوں کے ثبوت میں پیش کیا۔ [illegible]

کو دیکھ کر جو ان کی ان باتوں سے عیاں ہوتا تھا۔ جو دوران تقریر میں انہوں نے اس کی طرف منسوب کیں۔ ہمیں سخت حیرت ہوئی۔ مثلاً مسئلہ شفاعت کے متعلق انہوں نے کس قدر غلط بیانی سے کام لیا۔ کہ اسلام کسی ایسی شفاعت کا حامی ہے۔ کہ جس کی رو سے اس کو ماننے والے بغیر اعمال صالحہ بجالانے کے محض آنحضرت صلعم کی وساطت سے جنت میں چلے جائیں گے۔ اسلام کسی ایسی شفاعت کا ہرگز حامی نہیں بلکہ اس نے جس شفاعت کی امید دلائی ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو خود پروفیسر صاحب ہر روز اپنے گھر میں اپنے دو برس کے بچہ کی کرتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے اس بچہ کو بغیر اسکے کسی کام کرنے کے مفت میں پرورش کرنے کی علت یہ بیان فرمائی۔ کہ وہ معذور و مجبور ہے۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم انہی اشخاص کی شفاعت کرینگے جو اعمال بجالانے سے یا بجالا کر اس اعلےٰ کمال کو پانے سے کسی وجہ سے (عمداً نہیں) معذور و مجبور رہے۔ جو اسے بہشت کے اندر لے جا سکتا ہے۔ اس بات کو ہم اس سے پیشتر بہت دفعہ قرآنی شواہد سے ثابت کر چکے ہیں۔ جن کی اب یہاں گنجایش نہیں۔ تعجب ہے۔ کہ اس صاف اور کھلی تعلیم کے خلاف کیوں خواہ مخواہ غلط بیانی سے کام لیا جاتا ہے۔ غالباً اس لئے کہ پروفیسر صاحب اس قسم کی شفاعت کو بھی گو انسانوں کے اندر تو جایز سمجھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا کسی کو ایسی حالت میں بھی معاف کرنا از روئے تعلیم سوامی صاحب جایز نہیں سمجھتے۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ عدل و رحم کے بیان کردہ مترادف معانی ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خدا کے اندر اتنا بھی رحم کا مادہ نہیں جتنا خود پروفیسر صاحب کے اندر اپنے دو برس کے بچہ کے لئے ہے۔

لیکن بہر حال ان باتوں کے باوجود جو مذہبی روح اس لیکچر میں نوجوان طلبار کے اندر پھونکی جا رہی تھی۔ اور مذہب کے لئے خدا تعالےٰ کی خاطر لینے آپ کو قربان کرنے کی جو سپرٹ ان کے اندر پیدا کرنے کی کوشش انہوں نے کی۔ وہ ان کی قومی زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ آج ہمارے اندر کتنے تعلیم یافتہ ہیں جن کو مذہب سے اتنا لگاؤ اور مس ہو۔ کہ ایم۔ اے پاس کر کے وہ نہ صرف اپنے آپ کو ہی خدمت دین پر لگا دیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس نیک کام کی طرف بلائیں۔ الا ماشاء اللہ۔ مسلمانوں کی حالت اس پہلو میں تو بالکل آج گئی گذری ہے۔ ہمارے تعلیم یافتہ اصحاب ہیں۔ تو انہیں مذہب سے کوئی مس نہیں۔ اور جو طلبار ہیں۔ انہیں دین کی باتیں پسند نہیں آتیں اسی لئے ہم نے اوپر یہ فقرہ لکھا۔ کہ جو ہم نے وہاں جا کر وہ کچھ دیکھا جو آجکل کے مسلمانوں کے اندر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ کیونکہ عام طور پر مسلمانوں کے مذہبی پہلو کی جو حالت ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہاں کوئی مشاعرہ کا جلسہ ہو یا ملکی معاملات پر نکتہ چینی۔ یا سب سے بڑھ کر یہ کہ کوئی تھیٹر یا بائیسکوپ کا تماشا ہو۔ تو اور تو اور خود طلبار بھی جنہیں کبھی کسی بات کرنے کا بھی وقت نہیں مل سکتا بہت کچھ وقت نکال لیتے ہیں۔

مسلمانوں میں کتنی مذہبی انجمنیں ہیں۔ جو اس طرح اسلام کا وعظ کرتی ہوں۔ اور پھر کتنے نوجوان ہیں جو ان میں حصہ لیتے ہیں۔ یا انہوں نے علیحدہ انجمنوں کے ذریعہ اس کام کو سنبھال کر رکھا ہو۔ سنا کرتے ہیں کہ لاہور میں ایک انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن ہے۔ بہت مبارک! لیکن اس کا کام کیا ہے۔ بیشک ایک دو موقعوں پر مذہبی لیکچر بھی کرائے ہیں لیکن ماتمی ریزولیوشن پاس ہوئے ہونگے بہتر ہو۔ کہ ان ریزولیوشنوں سے قطع نظر کر کے خود وہ بننے کی کوشش کی جائے جنکا کہ رونا رویا جاتا ہے اسلام ہم سے یہ نہیں چاہتا کہ دوسروں کے ماتم میں لگے رہیں۔ اور خود کچھ کر کے نہ دکھائیں۔ بلکہ اسلام چاہتا ہے۔ کہ ہم خود اپنے اندر ان اعلےٰ صفات کو پیدا کریں۔ جو کسی وقت انسانوں میں جن کا آج تمہیں رونا ہے پائی جاتی تھیں۔ اس لئے خود کچھ کر کے دکھاؤ تاکہ نیک نتیجہ حاصل کرو ورنہ دیکھ لو۔ کہ غیر اقوام تم پر کس قدر سبقت لے جا چکی ہیں اور لیجا رہی ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے متعلق اسلام کی صحیح تعلیم

اوپر ہم نے مسئلہ شفاعت پر پروفیسر دیوانچند صاحب کی غلط بیانی کا جواب دیا ہے۔ لینے اسی لیکچر میں پروفیسر صاحب نے اللہ تعالےٰ کے متعلق بھی بائیبل اور اسلام کے خیالات کا ذکر کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اسلام کے متعلق ان کی واقفیت کا دایرہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سملاس سے زیادہ وسیع نہیں ہوا ہم حیران ہیں کہ ایم۔ اے پاس کر کے اپنے سے چھ ہزار کوس پرے بیٹھے ہوئے لوگوں کے اقوال کو تو پروفیسر از بر کر لیتے ہیں۔ لیکن اس مذہب کے متعلق جس سے انہیں رات دن مقابلہ درپیش ہے۔ اور جس کے ماننے والے گویا چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں۔ وہ براہ راست خود واقفیت پیدا کرنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے۔ اسلام کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے خدا کو مجسم صورت میں پیش کیا۔ اور چوتھے یا ساتویں آسمان پر اسے بٹھا ہوا بتایا ہے نہ صرف توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کا ہی مصداق ہے بلکہ ہرگز [illegible]

[illegible] طرف یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کو مجسم نہیں بتاتا۔ بلکہ اس [illegible] بھی وہ کسی چیز کو نہیں ٹھیراتا۔ چنانچہ صاف طور پر قرآن کریم نے فرمایا [illegible] شیئ۔ اس کی مثل کی مانند بھی کوئی چیز نہیں۔ کان عرشہ علی الماء [illegible] مراد نہیں۔ کہ وہ پانی کے اوپر اپنا تخت بچھا کر بیٹھا ہوا ہے۔ بلکہ عرش [illegible] معنے مفردات راغب میں حکومت کے لکھے ہیں۔ پس اس کا مطلب صاف ہے۔ کہ پانیوں پر بھی اس کی حکومت ہے۔ لیکن دوسری طرف [illegible] کو ازلی ابدی مان کر پروفیسر صاحب کا اللہ تعالےٰ کو بے مثل بتانا خلاف عقل ہے جس کی صفت ازلیت میں روح و مادہ بھی شریک ہیں۔ [illegible] ہیں۔ اسے بے مثل کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

مسئلہ قربانی

ایسا ہی پروفیسر صاحب نے مسئلہ قربانی کا بھی ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا [illegible] کہ وہ اپنی قربانی پیش کرنے کے بجائے بے زبان جانوروں کے گلے پر چھری پھیرتے ہیں۔ اور اسی پر اپنی نجات کا دارو مدار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس [illegible] بیسیوں دفعہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ اسلامی قربانی کا یہ مفہوم ہرگز نہیں بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کیلئے قربان کرنے واسطے تصویری زبان میں [illegible] قرآن خود فرماتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ اللہ تعالےٰ کو تمہاری ان قربانیوں کا گوشت و خون نہیں [illegible] بلکہ اسے صرف تقوےٰ جو تم اس سے اپنے اندر پیدا کرتے ہو [illegible] لیکن ہم حیران رہ جاتے ہیں جب ان حقایق کے خلاف ان لوگوں کی [illegible] جن کے جسم کا ذرہ ذرہ جن کی عبادات و لباسات سب کچھ [illegible] کی قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ انہی بے زبان جانوروں کے متعلق ایسے [illegible] وعظ سنتے ہیں۔

اسلامی حق مہر کے متعلق ایک غلط بیانی کی تردید

۲ فروری ۱۹۱۷ء کے [illegible] میں آریہ سماجیوں کی اس تحریک [illegible] کرتے ہوئے جو انہوں [illegible] یتیم خانہ کے لئے کی ہے [illegible] لڑکی کی شادی کرنے سے پیشتر لڑکے سے پانچسو روپیہ نقد کسی بنک [illegible] کے نام سے جمع کرالیں۔ تاکہ اگر کسی وجہ سے ناچاقی ہو جائے تو لڑکی [illegible] سے فایدہ اٹھا سکے۔ اسلامی حق مہر کے متعلق بھی خدا جانے کیوں [illegible] دیئے ہیں کہ وہ

"مرد کو اس حالت میں ادا کرنا پڑتا ہے جبکہ وہ عورت کو بلا قصور چھوڑنے کا حوصلہ کرے"

پھر لکھا ہے کہ

"اسلامی رواج کا تو صرف یہی مطلب تھا کہ لڑکے سے شادی کے وقت مہر کی مقررشدہ رقم کا صرف پختہ اقرار لے لیا جاوے۔ جس کی ادائیگی اس صورت میں ہونی چاہئے جبکہ لڑکے پر لڑکی کے بے قصور چھوڑنے کا جرم ثابت ہو جائے"

حالانکہ اسلام میں حق مہر ہرگز اس بات کا نام نہیں۔ بلکہ خواہ کوئی شخص اپنی بیوی سے قطع تعلق کرے یا نہ کرے حق مہر اس کے لئے بہرحال ادا کرنا [illegible] ہے۔ اس لئے شاید ہمارے معزز معاصر کو یہ معلوم نہیں کہ بعض [illegible] حق مہر کا کچھ حصہ اسی وقت ادا بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور باقی کا عند المطالبہ [illegible] کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ وہ حسن سلوک ہے جو اسلام نے عورتوں [illegible] کیا ہے۔ ورنہ دوسرے مذاہب میں تو عورت کو یہ بھی حق نہیں دیا [illegible] جیسا کہ متذکرہ بالا سماجی تجویز سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس کمی کو [illegible] کر کے اس اسلامی قانون کو بھی اپنے اندر لینے کی کوشش کرتے [illegible] ہے۔ کہ اخبار ریلیجین جیسا حامی نسواں اس سماجی تجویز کے خلاف [illegible] آریوں کو اس تجویز پر عامل ہونے سے منع کرتا ہے۔

نواب وقار الملک مرحوم اور ان کی یادگار

اسوقت اسلامی اخبارات میں [illegible] ہندوستان کے اس سچے محب [illegible] پر بجا طور پر رنج و افسوس کا [illegible] ہیں۔ جو واقعی اور حقیقی طور پر وقار الملک کے لقب سے ملقب تھا۔ پس [illegible] مادر گیتی نے جن چند قابل نفوس کو مسلمانوں کے اندر پیدا کیا ہے ان میں [illegible] کا وجود ازبس غنیمت تھا۔ مرحوم نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کی تعلیم [illegible] صرف کیا۔ اور حتی الوسع اس صحیح نصب العین کی طرف انہیں لیجانا چاہا۔ جو ان کی [illegible] اور وقار کے مناسب تھا۔ اسوقت اسلامی اخبارات میں مرحوم کی یادگار کے [illegible] رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ اور ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال کے فرزند ارجمند [illegible] صاحب نے اس مقصد کے لئے پانچ ہزار روپیہ بھی عنایت کیا ہے۔ کیا ہی [illegible] مسلمانوں کو چاہئے کہ مرحوم کی دینی پاسداری اور ان خیالات کو مدنظر رکھکر جو انہوں [illegible]

منقولات

قرآن پر حملہ اور اسکے وجوہ کی تحقیقات

(از شیخ عبد القادر آفندی المغربی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

موسیو سیناش کو اسلامی دنیا کے ساتھ کافی واقفیت کا موقع ملا۔ تو انہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا۔ کہ مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ مذہب کی بڑی عزت کرتا ہے۔ مذہبی آداب کا نہایت پابند ہے اور اس کے احکام سے وہ بے تعلق نہیں ہونا چاہتا نئی نسل کا ہر ایک فرد اور درس گاہوں کے تمام لڑکے اس مقدس کتاب (قرآن) کی شان میں توہین کا ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کر سکتے اور سچ بات تو یہ ہے کہ ان کو گوارا کرنا بھی نہ چاہئے "

اس لئے کہ قرآن میں دو نمایاں حیثیتیں ہیں۔ اور ان دونوں حیثیتوں سے وہ تمام آسمانی کتابوں پر مرجح ہے پہلی حیثیت یہ ہے۔ کہ اسکے انتساب کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ پیغمبر عرب سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے حالانکہ تورات وانجیل وغیرہ میں اس شبہ کی بڑی گنجائش ہے

دوسری حیثیت یہ ہے۔ کہ قرآن کو مسلمان عربی زبان کی حفاظت کا مرجع سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی اصول کی تطبیق کا ماخذ جانتے ہیں۔ تاریخ الادیان کی توسیع واشاعت کی نسبت خود موسیو سیناش کو جو تمنا ہوگی۔ وہی مجھے بھی ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا ان لیڈروں کے دل میں وقعت ہو جو قرآن کے متعلق جہالت کی تاریکی میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اس سے بدگمان ہو رہے ہیں۔ موسیو دیناش نے اگر اپنی غلطیوں کی تصحیح کر دی تو خیالات کو روشن کرنے اور تاریکی مٹانے میں اس کتاب کے ذریعہ سے بڑی مدد مل سکتی ہے "

ہم ان خیالات پر ڈاکٹر موریس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ہمکو افسوس ہے کہ موسیو دیناش کو قرآن کریم کی تنقید کا حوصلہ ہوا۔ حالانکہ صاحب موصوف کی عربی دانی اسی قدر ہے جس قدر کہ ایک مولوی فرانسیسی جانتا ہو۔

جس طرح کازیمرسکی کا ترجمہ قرآن پڑھکر موسیو دیناش نے قرآن کی تنقید کی ہے اسی طرح اگر کوئی مولوی تیماک کا جو فرانسیسیوں کی رائے میں فرنچ زبان کی فصیح ترین کتاب ہے ترجمہ پڑھکر نکتہ چینی پر آمادہ ہو اور کہے کہ " فصاحت وبلاغت کیسی؟ یہ تو نہایت رکیک ولا یعنی ولچر کتاب ہے" تو کیا فرانسیسی اسکے قول کو مان لینگے۔ یا یہ کہینگے کہ یہ شخص جاہل ہے؟ اور کیا اسکے ریمارک کی بنا پر یہ نہ کہینگے۔ کہ مولویوں کا فرقہ ذوق سلیم وفہم صحیح سے بے تعلق ہوا کرتا ہے

ڈاکٹر موریس کے ہوتے ہوئے ہمکو موسیو دیناش کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ موقع ومناسبت کے خیال سے ہم چند اصولی باتیں بیان کرنا چاہتے ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے آیات کے مفہوم سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

(الف) قرآن کا پایۂ بلاغت نہایت بلند ہے کلام کی بلاغت اصل میں یہ ہے کہ وہ سرکش طبیعتیں جن کو باطل پر اصرار ہو۔ ان سب کو کشاں کشاں حق کے سامنے لاکر کھڑا کر دے۔ قرآن کی یہی روش ہے۔ عرب کے بڑے بڑے فصحا وبلغا سے وہ خطاب کر رہا ہے ان کے معتقدات عقائد وخیالات کے بالکل خلاف باتیں کرتا ہے ان کے عقائد پر سخت سے سخت حملے انکی جانب سے ہوتے ہیں انکے خیالات کے مفاسد اور خرابیوں کو کھولکر دکھا دیتا ہے لیکن یہ مغرور ومتکبر طبیعتیں جو ہر بات میں سرکشی پر آمادہ تھیں چار ونا چار اسکے سامنے گردن جھکا دیتی ہیں۔ اور اس کی بات مان لیتی ہیں جو نہیں مانتیں وہ کم از کم متحیر تو ضرور ہوتی ہیں کبھی کہتی ہیں کہ قرآن سحر وجادو ہے کبھی اس کی تاثیر سے لوگوں کو ڈراتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اسکو نہ سنو اور اس کے ساتھ لغویت کا برتاؤ کرو (لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه) ٭

قرآن کے ابتدائی مخاطب اہل عرب تھے اور اسکے مقابلہ میں انکی یہ حالت تھی۔ اور انکی طبیعتوں میں قرآن کی تاثیر کا یہ درجہ تھا۔ پھر اس تاثیر کا نام بلاغت نہیں ہے تو پھر بلاغت اور کیا چیز ہے؟

(ب) قرآن کی جتنی آیتیں ہیں سب بلیغ ہیں حتی کہ جنکو ہم نہیں سمجھتے اور متشابہات کہتے ہیں۔ ان میں بھی بلاغت ہے۔ نہ زبان دانی کا مادہ کمزور ضعیف ہوگیا ہے اور خود اہل عرب کی عربیت بھی کمزور ہوتی جاتی ہے

باایں ہمہ اہل زبان کو ان آیات متشابہات کے سمجھنے میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور نہ مخاطبین قرآن نے متشابہات کے مطالب سے کبھی ناواقفیت ظاہر کی۔ صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان آیات کو برابر سمجھتے تھے۔ نہ انہیں کوئی شک ہوتا تھا۔ اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھتے تھے۔

(ج) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ قرآن کے بنانے والے تھے۔ نہ ایسی تعلیمات کی تالیف ان سے ممکن تھی۔ اور نہ ادعائے وحی میں وہ خدا پر افترا کرتے تھے سب سے بڑی دلیل اس کی خود قرآن ہے قرآن نے بیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملامت کی ہے عتاب کیا ہے اور جو زیادہ بہتر باتیں تھیں ان کی ہدایتیں کی ہیں کوئی شخص خواہ کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو۔ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے۔ تو یہ نہایت سخت دشوار ہے کہ علی الاعلان اپنی غلطی کا اعتراف کرے خصوصاً وہ شخص جو اپنے آپ کو لیڈر بنانے کی فکر میں ہو۔ ظاہر ہے کہ لیڈری اصابت رائے پر مبنی ہے۔ جب قوم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ فلاں شخص کی رائیں اکثر غلط ہوا کرتی ہیں تو عام رائے اسکو لیڈر کیوں ماننے لگی۔ اس لحاظ سے یہ بہت مشکل ہے کہ کوئی اپنی کمزوریوں کو ظاہر کرتا رہے اور آپ اپنا بھرم کھول دے۔ قرآن میں متعدد آیتیں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی ہے کہ فلاں امر میں آپ نے بہتر صورت کو ترک کرکے معمولی طریقہ کیوں اختیار کیا۔

(از الفلاح)

اسلام اور مساوات

(ایک واقعہ)

جنگ صفین میں حضور علی مرتضیٰ کی ایک زرہ گم ہوگئی۔ جب آپ مراجعت فرمائے کوفہ ہوئے تو اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھکر فرمانے لگے۔ کہ یہ زرہ تمہیں کہاں سے ہاتھ لگی۔ یہ تو میرا مال ہے۔ یہودی کی شوخ چشمی ملاحظہ ہو۔ کہ باوجودیکہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ جس شخص کے مال پر اس نے دست تصرف دراز کیا ہے وہ کوئی معمولی آدمی نہیں۔ ایک عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا ہے اور اس بات پر قادر ہے۔ کہ اس سے بجبر اپنا مال وصول کرے کہ یہ جبر بھی حق پر مبنی ہے۔ لیکن صاف انکار کر گیا۔ اور کہنے لگا کہ چہ خوش! یہ بھی آپ نے ایک ہی کہی کہ زرہ آپ کی ہے۔ اجی حضور یہ تو میرا مال ہے جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ اس پر میرا قبضہ ہے۔ اور قبضہ دلیل ملکیت ہے۔ حضرت علیؓ لاجواب ہوگئے اور کہنے لگے۔ کہ اچھا چلو قاضی کے پاس چلیں منصب قضاۃ پر ابو شریح مامور تھے۔ ان کے اجلاس میں جب حضرت علیؓ بحیثیت مدعی اور یہودی بحیثیت مدعا علیہ حاضر ہوا۔ تو انہوں نے حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ کہ امیر المومنین کہئے۔ آپ کو کیا کہنا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہودی کے پاس جو زرہ ہے یہ میری ہے۔ میں نے نہ تو اسے اس شخص کے ہاتھ بیچا ہے اور نہ بطور ہدیہ اسے دی ہے۔ میرا مال مجھے دلوایا جائے۔ قاضی شریح نے یہ بیان سنکر اور اسے اسلام کے قانون شہادت کی رو سے غیر شافی پاکر بطریق استخفاف "ایش" کہا جس کے معنے اردو محاورہ کے مطابق یہ ہونگے۔ کہ آپ کیسی بچوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے یہودی سے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا جواب ہے۔ اس نے کہا کہ یہ زرہ میری ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ اس پر میں قابض ہوں۔ دونوں کے بیانات سننے کے بعد قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے کہا کہ یا امیر المومنین آپ کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل بھی ہے۔ انھوں نے کہا۔ کہ ہاں میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسنؓ میرے۔ دعوے کی صداقت کے گواہ ہیں۔ ان سے دریافت کر لیا جائے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ قاضی ابو شریح نے کہا۔ کہ از روئے قانون آپ کے بیٹے کی شہادت آپ کے حق میں ناقابل تسلیم ہے۔ حضرت علیؓ نے جز بز ہوکر فرمایا کہ حسنؓ کی شہادت اور ناقابل پذیرائی ہو۔ یہ کیا ماجرا ہے میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے۔ کہ حسنؓ اور حسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ کیا جنتیوں کی شہادت بھی رد کی جاسکتی ہے؟ قاضی شریح نے کہا۔ کہ آپ فردوس بریں کا ذکر فرش زمین کے ساتھ کیوں کرتے ہیں۔ اپنے دعوے کی کوئی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔ یہودی نے جب امیر المومنین اور ان کے قاضی کی یہ گفتگو سنی تو اسلام کی عدیم النظیر رواداری۔ نصفت پژوہی اور مساوات کا قائل ہوکر بے اختیار کہہ اٹھا۔ کہ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله اور یہ کہکر وہ حضرت علیؓ کو دے دی۔ کہ حقیقت میں یہ مال حضور ہی کا ہے ٭

(از ستارہ صبح)

اظہار النصائح اور القول المجید:۔ یہ دو نادر تصنیفات ہیں جو آنحضرت صلعم کے اسم احمد اور پیشگوئی اسمہ احمد کے آنحضرت صلعم کے حق میں پورے ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ قیمت ۱۰ و ۲؍ دفتر پیغام صلح سے طلب کرو ٭

تازہ خبریں

تالدیوبہ میں کامیابی:۔ لنڈن ۳۱ جنوری۔ ایک بے تار [illegible] مراسلت مظہر ہے۔ کہ وہلیپنوما کے جنوب میں شدید حملہ [illegible] وہ نا کامیاب ثابت ہوئے۔ روسی، ایک سہارے کے مقابلہ میں [illegible]

روسی کامیابی۔ لنڈن یکم فروری۔ ایک بے تار روسی خبر [illegible] مظہر ہے۔ کہ باوجود کہرا اور زہریلی گاسوں کے ہم نے غنیم کی [illegible] سے پاک وصاف کر دیا۔ اور خندقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا ٭

غنیم کے تین حملے مسترد:۔ ہم نے چہار شنبہ کے روز غنیم کے تین حملے جو جیکو مینی کے مشرق میں گھاٹیوں کی تسخیر کے لئے کئے گئے تھے مسترد کئے ٭

ایک ہزار قیدی گرفتار۔ ہم نے سہ شنبہ کے روز ایک ہزار قیدی گرفتار کئے ٭

دو ماہی گیر کشتیاں غرق:۔ لنڈن ۳۱ جنوری۔ مندرجہ ذیل [illegible] گئے ہیں:۔ برطانوی:۔ کمبرن ریج۔ پرتگال:۔ [illegible] ناروجین:۔ آرکو اور ہال جورک۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل ماہی گیر کشتیاں بھی غرق کر دی گئیں:۔ برطانوی ماہی گیر کشتی:۔ ایک ولیمزی کشتی۔

جہاز کمبرن ریج کو جرمنی ڈاکو نے ۲۷ جنوری سے پیشتر غرق کیا تھا۔

سردی سے جانیں گنوائیں: لنڈن یکم فروری۔ [illegible] اس امر کو پر زور الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اور نہایت ہی صراحت سے [illegible] کہ برطانوی کروزر میں دھماکے کے بعد پسماندگان کشتیوں اور سفینوں میں اتار دئے گئے۔ جو ملاح گم ومفقود ہوگئے تھے وہ سردی کی شدت سے ساحل تک نہ پہونچ سکے ٭

پنجاب میڈیکل کونسل کے متعلق انتخابات کا نتیجہ کرنل [illegible] آئی۔ ایم۔ ایس۔ انسپکٹر جنرل سول ہاسپٹلز پنجاب نے جو پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ریٹرننگ افسر مقرر ہوئے تھے۔ اعلان کر دیا ہے۔ مندرجہ ذیل اصحاب منتخب ہوئے ہیں:۔

اے گروپ (یعنی وہ میڈیکل اصحاب جو برٹش میڈیکل ایکٹ کے ماتحت رجسٹر کئے گئے ہیں) (۱) لفٹننٹ کرنل سی۔ ایچ۔ جیمز آئی۔ ایم۔ ایس سول سرجن امرتسر (۲) ڈاکٹر جیمیز بلڈ ایم۔ ڈی۔ پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

بی گروپ (پنجاب یونیورسٹی کے گریجوایٹ ولائسنشیٹ) خان بہادر دلاور علی سول سرجن ملتان۔ مرزا یعقوب بیگ ایل۔ ایم۔ ایس پرائیویٹ پراکٹیشنر لاہور۔ لالہ سیدا رام بی۔ اے۔ ایم بی سول سرجن [illegible]

سی گروپ۔ (سب اسسٹنٹ سرجنز) رائے صاحب خزان [illegible]

ڈی گروپ (دیگر میڈیکل پریکٹشنران) رائے صاحب [illegible] ایم بی پرائیویٹ پریکٹشنر راولپنڈی ٭

وزیر ہند کا مراسلہ۔ دہلی یکم فروری۔ مندرجہ ذیل تار [illegible] صاحب وزیر ہند سے حضور وائسرائے کو موصول ہوا۔

[illegible] کے گرد ونواح میں غنیم کے خطوط تصادم پر برطانوی [illegible] نے حملہ کیا اور خندقوں پر بم کے گولے پے درپے شدت سے برسائے جن سے غنیم کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا۔

آرمینٹرز کے قریب برطانوی غنیم کی تیسری خط مدافعت میں گھس گئے اور مورچوں کو برباد کر دیا۔ اور قیدیوں کو گرفتار کیا۔

برطانیوں نے لنس کے گرد ونواح میں ایک سرنگ کھینگ سے [illegible] غنیم کی فوجی قیام گاہوں۔ چھاؤنیوں۔ اور لنس کے قرب وجوار میں فوجی چوکیوں پر شدید گولہ باری ہوتی رہی۔

مراسلات

اسمہ احمد کے حقیقی مصداق حضرت نبی کریم صلعم ہی ہیں

حضرت مسیح موعود کی اپنی شہادت

ایہا الاحباب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔
آپ صاحبان کو یہ تو اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحب حضرت صاحب جری اللہ فی حلل الانبیاء کے مذہب سے کس قدر دور چلے گئے ہیں۔ اور مجھ کو تو اس کا یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے حضرت صاحب کی کتب واشتہارات کا بالکل مطالعہ نہیں کیا۔ اسی وجہ سے جناب کو بہ سبب نہ معلوم ہونے مذہب حضرت مسیح موعود کے نئے نئے عقاید ایجاد کرنے پڑے جیسا کہ اس مندرجہ ذیل مضمون سے واضح ہو جاویگا کہ یہ میری رائے ٹھیک ہے یا نہیں۔ اولاً خاکسار صاحبزادہ صاحب کے مضمون کو جو انوار خلافت میں بصفحہ ۴۲ تحریر فرمایا ہے نقل کرتا ہے بعد اس کے حضرت جری اللہ کی تحریر لکھوں گا۔ مبایعین حضرت میاں صاحب سے امید ہے کہ انصاف سے پڑھیں گے۔ اور حق کو قبول کرینگے۔ اور ہمارے احباب کوشش کریں کہ یہ مضمون مبایعین کو سنا دیں +

تحریر و عقیدہ صاحبزادہ صاحب

(مندرجہ انوار خلافت صفحہ ۴۲)

"ہم انجیل میں دو نبیوں کے آنے کی خبر پاتے ہیں۔ ایک وہ جو نبیوں کا موعود ہے اور جس کا آنا گویا خدا تعالے کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرے مسیح کی دوبارہ آمد اور بتایا گیا ہے کہ پہلے وہ نبی آئیگا پھر مسیح دوبارہ آئیگا اور ان دونوں پیشگوئیوں میں احمدؐ کا نام ہی موجود نہیں پس جبکہ اسمہ احمد والی آیت کو اگر مطابق مضمون اس آیت کے بجائے رسول کریم کے آپ کے خادم پر چسپاں کیا جائے تو قرآن کریم کی کسی آیت کی تکذیب نہیں ہوتی اور آنحضرت صلعم پھر بھی حضرت مسیح کے موعود رہتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس آیت کے مضمون کو توڑ مروڑ کر آپ پر صرف اس لئے چسپاں کیا جائے تا یہ ثابت ہو کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں آسکتا۔ کیا خدا تعالے کا خوف دلوں سے اٹھ گیا ہے کہ اس طرح اس کے کلام میں تحریف کی جاتی ہے اور صریح طور پر اس کے غلط معنی کر کے اس کے مفہوم کو بگاڑا جاتا ہے جب تک حق نہ آیا تھا اس وقت تک کے لوگ مجبور تھے۔ لیکن اب جبکہ واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ احمدؐ سے مراد آنحضرت صلعم کا ایک خادم ہے تو پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لینا شیوہ مومنانہ نہیں پھر ایک عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ زور دیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلعم کا نام احمد تھا اور دوسری طرف یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ انجیل میں آنحضرت صلعم کا نام محمدؐ آیا ہے۔ پھر اسمہ احمدؐ والی پیشگوئی آپ پر چسپاں کرنا گویا آپ کی تکذیب کرنا ہے کیونکہ انجیل تو صریح محمد نام سے آپ کی خبر دیتی ہے۔ اور اس پیشگوئی میں کسی احمد نام رسول کی خبر دی گئی ہے تو کیا صاف ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پیشگوئی اور ہے اور یہ اور اور کیا اس پیشگوئی کو آپ پر چسپاں کرنے والا قرآن کریم پر غلط بیانی کا الزام نہیں لگاتا کہ انجیل میں تو محمد نام لکھا تھا لیکن قرآن کریم احمد نام بتاتا ہے۔ ایسا شخص نعوذ باللہ غور تو کرے کہ اس کی یہ حرکت اسے کس خطرناک مقام پر کھڑا کر دیتی ہے۔ اور وہ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے قرآن کریم اور رسول کریم کی تکذیب کر دیتا ہے"

اب ناظرین میاں صاحب کے اس بیان کے بالمقابل حضرت صاحب کی یہ تقریر پڑھیں جو حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے بر موقعہ جلسہ سالانہ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء کی وہو ہذا۔

تقریر حضرت اقدس مسیح موعود

وہ آپ (یعنی رسول کریم صلعم) کو دنیا میں ایسے وقت پر بھیجا کہ دنیا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اس وقت تک زندہ رکھا کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کی آواز آپ کو نہ آگئی اور فوجوں کی فوجیں اسلام میں داخل ہوتی ہوئیں آپ نے نہ دیکھ لیں۔ غرض اسی قسم کی بہت سی وجوہ ہیں جن سے آپ کا نام محمدؐ رکھا گیا پھر آپ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا وہ احمدؐ ہے چنانچہ حضرت مسیح نے اسی نام کی پیشگوئی کی تھی۔ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ یعنی میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کی میں بشارت دیتا ہوں اور اس کا نام احمد ہو گا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جو اللہ تعالے کی حد سے زیادہ تعریف کرنیوالا ہو اس لفظ سے صاف پایا جاتا ہے۔ اور سچی بات بھی یہی ہے کہ کوئی اسی کی تعریف کرتا ہے جس سے کچھ لیتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ لیتا ہے اسی قدر زیادہ تعریف کرتا ہے اگر کسی کو ایک روپیہ دیا جاوے تو وہ اسی قدر تعریف [illegible]

واضح طور پر پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سب سے زیادہ خدا کا فضل پایا ہے دراصل اس نام میں ایک پیشگوئی ہے کہ یہ بہت ہی بڑے فضلوں کا وارث اور مالک ہو گا پھر آپ کے مبارک ناموں میں ایک سر یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں ان میں جدا جدا کمال ہیں محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے۔ اور اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے وہ اپنے محبوب و معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمد عاشقانہ شان میں ہو کر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے اس میں ایک ستر یہ تھا کہ آپ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کر دی گئی ایک تو مکی زندگی جو ۱۳ برس کے زمانہ کی ہے اور دوسری وہ زندگی جو مدنی زندگی ہے اور وہ ۱۰ برس کی ہے مکہ کی زندگی میں اسم احمد کی تجلی تھی اس وقت آپ کی دن رات خدا تعالے کے حضور گریہ وبکا اور طلب استعانت اور دعا میں گذرتی تھی۔ اگر کوئی شخص آپ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ جو تضرع اور زاری آپ نے اس مکی زندگی میں کی ہے وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا پھر آپ کی تضرع اپنے لئے نہ تھی بلکہ یہ تضرع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی خدا پرستی کا نام ونشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالے نے ایمان رکھکر ایک لذت اور سرور آچکا تھا اور فطرتاً دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے ادھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں۔ اور بڑی بڑی مشکلات اور مصایب کا سامنا تھا غرض دنیا کی اس حالت پر آپ گریہ وزاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نکل جاتی اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین یہ آپ کی متضرعانہ زندگی تھی اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا اس وقت آپ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمدؐ کی تجلی کے وقت ہوا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے واستفتحوا وخاب کل جبار عنید .... غرض وہ زمانہ آنحضرت صلعم کی مکی زندگی کا اسم احمد کے ظہور کا زمانہ تھا اس لئے مکہ میں عاشقانہ رنگ کا جلوہ دکھایا۔ اپنے آپ کو خاک میں ملا دیا۔ اور ہزاروں موتیں اپنے اوپر وارد کرلیں۔ اللہ تعالے کے سوا کوئی اس جوش وفا تضرع اور دعا و بکا کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ ان موتوں کے بعد وہ موت وہ زندگی آپ کو ملی کہ ہزاروں لاکھوں مردوں کو زندہ کرنیوالا ٹھیرے اور حاشر الناس کہلائے اور اب تک اپنی قوت قدسی کے زور سے کروڑہا مردوں کو زندہ کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہینگے۔ پس اس مکی زندگی اور عاشقانہ ظہور کے بعد جو اسم احمد کی تجلی تھی دوسرا دور آپ کی جلالی زندگی اسم محمد صلعم کے ظہور کا معشوقانہ شان میں ہوا .... اب میں پھر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حمد ہی سے محمدؐ اور احمدؐ نکلا ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ رسول صلعم کے دو نام تھے۔ گویا حمد کے دو مظہر ہوئے۔ اور پھر الحمد للہ کے بعد اللہ تعالی کی چار صفتیں رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین بیان کی ہیں میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ الحمد للہ کا مظہر رسول اللہ صلے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ظہوروں محمدؐ اور احمدؐ میں ہوا ....
اب حصہ کو تاہ کرتا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان صفات اربعہ کی تجلی چمکی لیکن بات بڑی غور طلب ہے کہ صحابہ کی جماعت اتنی ہی نہ سمجھو جو پہلے گذر چکے بلکہ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اللہ تعالے نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ بھی صحابہ ہی میں داخل ہے۔ جو احمدؐ کے بروز کے ساتھ ہونگے چنانچہ فرمایا ہے واخرین منہم لما یلحقوا بہم .... اور یہ چودہویں صدی وہی صدی ہے جس کے لئے عورتیں تک کہتی تھیں کہ چودہویں صدی خیر و برکت کی آئے گی خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ اور چودہویں صدی میں اللہ تعالے کے منشا کے موافق اسم احمد کا بروز ہوا۔ اور وہ میں ہوں اور دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں (۴ا جنوری سنہ ۱۹۰۸ء) اس جماعت کا نام احمدی رکھے جانے پر کسی نے سنایا کہ کوئی اعتراض کرتا تھا کہ یہ نیا نام ہے۔ اس پر کچھ گفتگو ہوئی۔ فرمایا (یہ ڈائری جناب مفتی محمد صادق صاحب کی لکھی ہے امید ہے کہ جناب مفتی صاحب اس کو غور سے پڑھیں گے) لوگوں نے جو اپنے نام حنفی شافعی وغیرہ رکھے ہیں یہ سب بدعت ہیں حضرت رسول کریم صلعم کے دو ہی نام تھے محمدؐ اور احمدؐ صلعم آنحضرت کا اسم اعظم محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم اللہ ہے اسم اللہ دیگر کل اسماء مثلاً حی قیوم رحمٰن رحیم وغیرہ کا موصوف ہے حضرت رسول کریم کا نام احمدؐ وہ ہے جس کا ذکر حضرت عیسٰے مسیح نے کیا یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضرت موسٰے نے یہ الفاظ نہیں کہے بلکہ انہوں نے محمد رسول اللہ والذین امنوا معہ اشداء .... میں حضرت رسول کریم صلعم کی مدنی زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی جنہوں نے [illegible]

علیہ وسلم کیونکہ حضرت موسٰے خود بھی جلالی رنگ میں ہے اور حضرت عیسٰے نے آپ کا نام احمدؐ بتلایا۔ کیونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے [illegible] [illegible] ہوا۔ فرمایا جمعہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے کا دن [illegible] اور [illegible] متبرک تھا مگر پہلی امتوں نے غلطی کھائی کسی نے شنبہ کے دن کو [illegible] اور کسی نے یکشنبہ کے دن کو حضرت رسول کریم صلعم نے اصل دن کو [illegible] ایسا ہی اسلامی فرقوں نے غلطی کھائی کسی نے اپنے آپ کو حنفی کہا [illegible] اور کسی نے شیعہ اور کسی نے سنی مگر حضرت رسول کریم صلعم کے دو ہی نام [illegible] اور احمدؐ صلعم اور مسلمانوں کے دو ہی فرقے ہیں محمدی یا احمدی محمدی اس وقت جب جلال کا اظہار ہو احمدی اس وقت جب جمال کا اظہار ہو۔ [illegible]
نماز عید الفطر سے پیشتر حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولوی سید عبد الرحیم صاحب کٹکی سے دریافت فرمایا کیا وہاں بھی فرقہ احمدیہ کا اشتہار پہنچا ہے اور اس کی اشاعت اچھی طرح کر دی گئی ہے جس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضور پہنچا اور اشاعت بھی [illegible] کر دی گئی ہے مخالفوں نے بڑے بڑے اعتراض کئے اور جہلا کو بہکایا کہ اب کلمہ بھی لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھیں گے۔ اس پر حضرت [illegible] مرسل اللہ نے ایک تقریر فرمائی۔ فرمایا جاہل لوگوں کو بات [illegible] لگتی ہے ان کو سمجھانا چاہئے۔ کہ پیغمبر خدا صلعم کے دو ہی نام تھے [illegible] نے پیشگوئی کی تو احمد صلعم کے نام سے کی کیونکہ وہ خود جمالی شان رکھتے تھے یہ وہی نام ہے جس کا ترجمہ فارقلیط ہے جہلا کے دماغ میں عقل نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کو موٹی موٹی نظروں کے ساتھ جب تک [illegible] جاوے وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کو تو بچوں کی طرح سبق دینا چاہئے [illegible] بھی تو طرح طرح کی نظیروں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ قرآن شریف [illegible] گم شدہ ہے جنہوں نے اس نعمت کو پالیا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں جن کے پاس حق ہے وہ کیوں کامیاب نہ ہو حق والا اگر دوسرے کو جو اس سے بے خبر ہیں سمجھاتا نہیں ہے تو وہ بزدلی اور گناہ کرتا ہے [illegible] سمجھانے سے اگر اور نہیں تو وہ منہ ہی بند کر لیگا ....
اس میں ستر یہ ہے کہ باطل معبودوں کی نفی اور توحید الٰہی کا اظہار جلالی طور پر ظاہر ہونے والا تھا عرب تو باز آنے والے نہ تھے اس لئے محمدی جلال [illegible] ہوا۔ احمدی رنگ میں وہ ماننے والے نہ تھے اس جمالی رنگ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے وہ کامیابی نہیں ہوئی جو محمدؐ رسول اللہ صلعم کو ہوئی اس میں اشارہ تھا کہ جلال سے اشاعت ہوگی ....
.... جو شخص اب بھی ضد کرے وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے [illegible] خاکسار جناب سید سرور شاہ صاحب۔ ومولوی غلام رسول صاحب [illegible] وجناب [illegible] ظہور الدین اکمل صاحب وجناب میاں محمد سعید صاحب [illegible] وجناب میر حامد شاہ صاحب وجناب ذو الفقار علی خاں صاحب [illegible] ومولوی محمد حسین صاحب حج وجناب مفتی محمد صادق صاحب [illegible] محمد یوسف پشاوری سے عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب [illegible] جری اللہ فی حلل الانبیاء کی ان ہر دو تقریروں میں مطابقت کر [illegible] اگر نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو ان عقاید فاسدہ خلاف مذہب [illegible] مسیح موعود سے توبہ کریں اور صاحبزادہ صاحب مکرم سے بھی عرض [illegible] والا بھی بنظر انصاف اس مضمون کو پڑھیں اور ان عقاید سے رجوع کریں [illegible] عمرؓ نے تو اسی پل میں رجوع کیا تھا آپ بھی حضرت صاحب کے [illegible] موافق احمدیہ جماعت کو تعلیم دیں۔ نہ مخالف سے

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔
سید محمد یعقوب احمدی پسر حضرت مولوی سید محمد [illegible]

غلطیوں کا انبار

اس سے پیشتر بھی اس بات کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ [illegible] اغلاط میں نہایت اہتمام کرنیکے پیغام صلح میں [illegible] جاتی ہیں۔ یہ کوئی پیغام صلح سے ہی خاص نہیں۔ اخبارات کا عموماً یہی حال [illegible] مناسب نہیں ہو سکتا۔ اگر بعض بڑی بڑی غلطیوں کی ایک فہرست [illegible] گذشتہ اشاعت یعنی ۴ فروری ۱۹۳۱ء کے پرچہ میں ذیل کی اغلاط قابل تصحیح ہیں۔

نمبر صفحہ کالم وسطر	غلط	صحیح
صفحہ ۱ کالم ۱ سطر ۱۲	گمان میں بھی نہ تھا	گمان میں بھی [illegible]
عکس خط کے اوپر کی سرخی	عکس مکتوت	عکس مکتوب
صفحہ ۲ کالم ۱ نیچے سے ۸ ویں سطر	مولوں	مولویوں
۱۰ ویں سطر	پورا ہو	پورا کیا ہو
۲ کالم ۲ نیچے سے ۳ ویں سطر	حضرت مسیح موعود خواجہ غلام [illegible] صاحب چاچڑاں	حضرت مسیح موعود [illegible] چاچڑاں [illegible]
۲ کالم ۲ نیچے سے ۱۲ و ۱۱ سطر	یا التعلیق بالجمال کا شائبہ تک بھی انکے اندر پایا نہیں جاتا	یا [illegible] بالجمال [illegible] دیتے ہیں حالانکہ [illegible] شائبہ تک بھی [illegible]
۲ نیچے سے ۵ ویں سطر	نومبر ۱۹۱۳ء کے الفضل میں [illegible]	۵ نومبر ۱۹۱۳ء کے [illegible]

خواجہ صاحب کی صدق بیانی

اور

الفضل کی خلاف بیانی

(از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

بالآخر ہم اس بات کا لکھنا بہت ضروری سمجھتے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد جس پیغمبر اور نبی کو الفضل نے ان تحریروں کی رُو سے پیش کیا ہے۔ وہ ایک ایسا پیغمبر اور نبی ہے۔ جس کی پیغمبری کا عدم اور وجود برابر ہے۔ کیونکہ جب وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اگر ایک شخص اُس پر ایمان لاکر صرف اُن کے الہاموں پر چلنا چاہے تو وہ اُسکو اپنے الہاموں پر چلا کر خدا تک پہنچا سکے۔ بلکہ اُس کے الہامات خود اس بات کے محتاج ہیں کہ اُن کا صحیح اور غلط ہونا اُس سے پہلے نبی کی وحیوں پر عرض کرنے سے معلوم ہو۔ اور اُس کی اپنی نجات بھی اپنی وحیوں پر عمل کرنے سے نہیں۔ بلکہ اُسی پہلے نبی کی وحیوں پر عمل کرنے پر موقوف ہو۔ اور جب تک وہ اُس نبی کی وحی کی پیروی نہ کرے تب تک باوجود نبی ہونے کے گمراہ - بیدین اور ناقص ہی رہے۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس پیغمبر کی پیغمبری اور نبوت کی دنیا کو کیوں اور کیا ضرورت ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب نے کونسی غلط بیانی کی جو یہ لکھا کہ

"ایک مسلمان کسی ایسے شخص کو رسول نہیں مان سکتا جو آنحضرت صلعم کے بعد پیدا ہو"

کیا حضرت مرزا صاحب نے ایسا نہیں لکھا کہ

"آنیوالے مسیح موعودؑ کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رُو سے ہے۔ جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟ (انجام آتھم)

پھر کیا چشمۂ معرفت میں جو سب سے آخری کتاب اور حقیقۃ الوحی کے بعد لکھی گئی ہے یہ نہیں لکھا کہ:-

"پہلے زمانہ کے لوگ تھوڑے تھے اور زمین کے چھوٹے سے قطعے پر آباد تھے۔ اور پھر وہ زمین کے دُور دُور کناروں تک پھیل گئے - اور زبانیں بھی مختلف ہو گئیں۔ اور اس قدر آبادی بڑھی کہ ایک ملک دوسرے ملک سے ایک علیحدہ دنیا کی طرح ہو گیا تو ایسی صورت میں کیا ضرور نہ تھا - کہ خدا تعالٰے ہر ایک ملک کے لئے الگ الگ نبی اور رسول بھیجتا اور کسی ایک کتاب پر کفایت نہ رکھتا۔ ہاں جب دُنیا نے پھر اتحاد اور اجتماع کے لئے پلٹا کھایا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے لئے سامان پیدا ہو گئے۔ اور باہمی تعارف کے لئے انواع و اقسام کے ذرائع اور وسائل نکل آئے۔ تب وہ وقت آگیا۔ کہ قومی تفرقہ درمیان سے اُٹھا دیا جاوے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کیا جاوے۔ تب خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا۔ تا وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے۔ اور تا وہ جیسا کہ ابتداء میں ایک قوم تھی آخر میں بھی ایک ہی قوم بنا دے" (چشمۂ معرفت صفحہ ۱۳۲)

اب جا کر حضرت مرزا صاحب سے پوچھو۔ کہ آپ تو رسول اور نبی تھے آپ نے ایسا کیوں لکھ دیا۔ کہ اب سب دنیا کے لئے ایک ہی کتاب قرآن اور ایک ہی نبی محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں۔ اب کوئی رسول اور نبی دنیا کے لئے نہیں آئیگا۔

دوسری بات جو الفضل نے خواجہ صاحب کی خلاف بیانی کی لکھی ہے - یہ لکھی ہے۔ کہ اسلامی فرقوں کے متعلق خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ ان میں اصولاً کوئی فرق نہیں۔ وہ لکھتا ہے:-

"یہ درست ہو یا غلط مگر خواجہ صاحب نے جو یہ بتلایا ہے کہ یہی مذہب میں نے اپنے مرشد حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے سیکھا۔ اور یہی مذہب میں نے حضرت قبلہ مولوی نور الدین صاحب سے سیکھا۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ نہ تو حضرت مرزا صاحب کا یہ مذہب ہے جو خواجہ صاحب نے ظاہر کیا اور نہ ہی حضرت مولوی نور الدین صاحب کا۔ اور آگے آپ لکھتے ہیں کہ ہم بہت ہی مشکور ہوں گے۔ اگر خواجہ صاحب اپنے مذہب کی تائید میں حضرت اقدس اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تحریروں سے کوئی ایک آدھ حوالہ ہی دکھا دیں گے"

یہ ہے میاں الفضل صاحب کا مطالبہ۔ سو میں ان کے سالبہ کیمطابق پہلے تمیل سے صرف ایک ایک تحریر ... [illegible] ... جو حضرت صاحب فرماتے ہیں

"وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں وہی رسولؐ مقبول ہے جو پہلے تھا۔ وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی۔ اصول دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی۔ جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ مسیح موعودؑ کا دعوے اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعوے کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی - اب جبکہ ان باتوں میں کوئی بھی نہیں صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے۔ اور مسیح موعودؑ کا دعوے اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعوے سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے - تو کیا اس دعوے کے تسلیم کرنے کے لئے کسی بڑے معجزے یا کرامت کی حاجت ہے"۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۳۴۹)

اور سیدنا المہدی نور الدین اعظم نے اپنے خط میں جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو لکھا - یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ:-

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ اصل اور جڑھ ہے باقی سب فرع ہیں"

تو باقی سوال ہی کیا رہ جاتا ہے - یہ دو حوالے ہم نے حضرت اقدس اور مولینا مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی تحریروں سے پیش کر دئے ہیں - اب ممکن نہیں کہ الفضل کبھی ساری عمر بھی ان کا کوئی جواب دے سکے۔

الحاصل خواجہ صاحب نے جو اپنا مذہب پیش کیا ہے۔ وہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی سیکھا اور وہی حق ہے۔ اور جو مذہب میاں صاحب اور میاں صاحب کے مریدوں کا الفضل کے ذریعہ ظاہر ہو رہا ہے وہ سب اُن کا خود ایجاد کردہ ہے۔ حضرت صاحب کا نہیں ۔

ابطال قدامت وید

سوال نمبر ۳

وشوامتر کا تواریخی ثبوت

یہ بات سب سے زیادہ مشہور ہے۔ کہ وشوامتر رشی مہاراج رام چندر جی کے اتالیق اور ہم سفر تھے۔ رامائن اور مہابھارت وغیرہ کے علاوہ کل دنیا کی تواریخ اس بات کی شاہد ہے۔ اور وہ دونوں آپس میں دو تن ایک جان تھے۔ کسی شخص کو ان دونوں کے باہمی اتحاد و تعلقات سے انکار نہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ وشوامتر رام چندر کے ہمعصر تھے۔

وشوامتر کی تصنیف رگوید کا تیسرا منڈل وغیرہ ہے اور تصنیف کے اعتبار سے وہ رشی کہلاتا ہے۔ اس کا عالی نسل اور کراماتی ہونا ویدوں سے ثابت ہے۔ ذیل کا منتر ملاحظہ ہو۔

وشوامتر کی بزرگی

طاقتور عاقل وشوامتر جو کہ عالی نسل سے تھا - اسکو اس ذات کی طرف سے تحریک ہوئی جو کہ سب دیکھتی ہے - اس نے دریا کا طوفان بند کر دیا۔ جبکہ وہ راجا سُداس کا پروہت بنا جب اندر کشکون کے ذریعے اُس کا دوست بنا رگوید منڈل سات سوکت ۹۴ منتر ۹۔

اس منتر سے ظاہر ہے کہ وشوامتر راجا سُداس کا پروہت تھا اور جب راجا سُداس کا لشکر دریا کے کنارے پر پہنچا۔ تو وشوامتر نے منتروں کے زور سے اندر دیوتا کو دعوت دی اور وہ فوراً حاضر ہوا - اور وشوامتر کے حکم سے اُس نے دریا کو روکا - اور راجا سُداس اپنا لشکر لیکر پار اُتر گیا۔

یہ واقعہ دریائے ستلج پر کا ہے۔ چنانچہ ذیل کے منتروں سے ہویدا ہے - بغور ملاحظہ ہو -

پہاڑوں سے نکلکر میدان میں آکر ایسی سرگرم ملتی ہوئی دوڑتی ہیں۔ کہ جیسے ڈھیلی باگ والی لڑتی ہوئی دو گھوڑیاں بچھڑوں کو چاٹتی ہوئی دو گوؤں کی مانند بیاس اور ستلج اپنے چمکتے ہوئے پانیوں کو نیچے کی طرف جلدی سے لے جاتی ہیں۔ (۱)

تم دونوں جنہیں اندر آگے کو دھکیلتا ہے۔ تم جس سے التجا کرتی ہو۔ کہ وہ تمہیں آگے کو لے جاوے۔ سمندر کی جانب رتھ۔ اپنی موجوں سے پھولتی ہوئی تم میں سے ہر ایک ایکدوسری کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے (۲) ہم پاکیزہ ستلج پر پہنچے۔ ہم دریاس پر پہنچے۔ جو بڑی بڑی چوڑی اور برکت ملی ہے۔ پیدونوں ناچتی [illegible] ہے [illegible] کو [illegible] تمدن ہیں۔ بچھڑوں کو چاٹتی ہوئی گوؤں کی مانند (۳)

(اس منتر سے معلوم ہوا۔ کہ وشوامتر اور راجا سُداس سرسوتی کے [illegible] سے روانہ ہوئے تھے۔ کہ اول ستلج پر پہنچے۔ پھر بیاس پر پہنچے کیونکہ [illegible] سرسوتی کی جانب ہے اور اول ملتا ہے۔ ساچھلے گھر سے مراد [illegible])

(ندیاں بولیں) ہم دونوں ندیاں پانی کی موجوں سے بڑھتی [illegible] ہوئی دیوتوں کے بنائے ہوئے گھر کو جاتی ہیں۔ ہمارا بہنا [illegible] نہیں ٹھہریگا۔ گویتا ندیوں کو ہانک مار کر کیا کریگا۔ (۴)

(وشوامتر بولا) اے پاک ندیو۔ تم میری منت بھری فرمائش [illegible] ایک مہورت کو سنک کا فرزند ورہتی چینگا کر تمہاری [illegible] عنایت کا خواستگار تمہیں ہانک مارتا ہے۔ (۵)

(وشوامتر کی ذات کشک تھی اس واسطے اس نام سے اپنی ذات کو [illegible] کرتا ہے۔)

(ندیاں بولیں) اندر نے ہماری۔ انہاں کھائیں۔ وریتر کو گرایا۔ جس [illegible] ہمارے پانی روک رکھے تھے۔ سو تا دیوتا پیارے ہاتھوں والا [illegible] لایا۔ اندر کے چلانے سے ہم پھیلکر بہتی ہیں۔ (۶)

(وشوامتر بولا) اندر کے بہادرانہ کام سراہنے چاہئیں۔ اُس [illegible] کو چیر ڈالا۔ اپنے بجر سے پانی روکنے والوں کو مارا اور پانی اپنی [illegible] منوق سے بہ نکلے۔ (۷)

(ندیاں بولیں) تو اپنی اس بات کو مت بھولنا آئندہ نسلیں [illegible] جواب کے طور پر گا کر اسے گونجا دینگی۔ اے گویتے تو اپنے [illegible] میں محبت آمیز مہربانی ہم پر ظاہر کر اور لوگوں میں ہمیں رسوا نہ کر [illegible] نمستے ہو وے۔ (۸)

(وشوامتر بولا) اے بہنو۔ تم گویتے کی بات سنو۔ جو کہ بہت [illegible] رتھ لیکر تمہارے پاس آیا ہے۔ جھک جاؤ۔ ہمیں آسانی [illegible] اُترنے دو۔ اپنے پانی سمیت رتھوں کے دھروں کے نیچے [illegible]

(ندیاں بولیں) اے گویتے ہم تیری بات سنینگی تو بہت دور [illegible] رتھ لایا ہے۔ پالنے والی ماں کی مانند۔ میں تیرے لئے اپنے آپ [illegible] جھکا لوں گی۔ جیسے کنواری اپنے آپ کو اپنے دوست کے [illegible] جھکا لیتی ہے۔ (۱۰)

تمام بھرت جلدی سے پار ہوئے۔ اندر نے سب کو [illegible] اے ندیو، تمہارے پانی آگے کو اچھی طرح چلیں [illegible] عنایت کا مستحق ہوا۔ تم پوجا کی قابل ہو۔ (۱۱)

بھرت پار اُترے۔ گویتے نے ندیوں کی شفقت پائی۔ تم [illegible] سے بھولو۔ اپنی گذرگاہیں پانی سے بھرو۔ جلدی جلدی چلو اور [illegible] سے مالا مال کر دو۔ (۱۲)

اور ایسا ہو کہ تمہاری موجیں آنیاں اُٹھاتے رہیں۔ پیل [illegible] بجا دیں۔ بیلوں کی جوٹ بے گناہ جو کسی کو دکھ نہیں دیتی [illegible] نہ ہو۔ (۱۳) رگوید منڈل ۳ - سوکت ۳۳۔

(اس بیان سے وشوامتر کی بزرگی خود ظاہر ہے - محتاج بیان نہیں)

یہ خاکسار اس واقعہ کی تصدیق کے لئے جب ستلج کی سیر کو نکلا [illegible] ہوا کہ یہ واقعہ ہری کے پتن کا ہے۔ اور جب سے وشوامتر سے یہ [illegible] وقوع میں آیا ہے۔ جب سے اُس کا نام ہری کا پتن لینے [illegible] ہوا ہے۔ اس سے پہلے نہ تھا۔ کہ اندر نے خود ظاہر ہو کر یہ کام کیا [illegible] وجہ سے اس کا نام ہری کا گھاٹ تھا۔

ہمارا سوال

(۱) اس واقعہ کی شہادت جب ویدوں میں کئی جگہ مذکور ہے۔ اور خود [illegible] بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تواریخ میں بھی درج ہے تو [illegible] کہ وید ہندوستان کے ہی ہیں۔ تبت کے نہیں کیونکہ ہندوستان کے [illegible] بھرت راجا وغیرہ ہندوستان کے باشندوں کی اولاد کا ذکر نہیں پایا [illegible]

(۲) بھرت ورش سے نکلکر بھرتوں کا ستلج پر اور ستلج سے بیاس پر جانا [illegible] ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی چڑھائی لاہور کی سمت کو تھی پھر کیونکر [illegible] کہ تبت سے آریہ آئے۔ بالفرض وہ تبت سے آتے تو ان کو اول [illegible] بیاس اُترنا پھر ستلج اُترنا ہوتا اور یہاں معاملہ برعکس ہے اس سے ثابت [illegible] کہ آریہ وسط ہند سے چلے اور تبت وغیرہ کو گئے تھے۔

(۳) جیسا کہ وشوامتر کہتا ہے کہ میں بہت دور سے آیا ہوں تو کیا وہ [illegible] چلا تھا یا ہستنا پور سے۔ کیونکہ مورخ لوگ ان ہی دونوں راجدھانیوں کو قدیمی مانتے ہیں اور بھرت بھی انہی دونوں میں گذرے ہیں۔ ایک ساہیں [illegible] کا بھائی۔ ایک ساہیں بھرت کھنڈ کا بانی۔

(۴) بالآخر جن منتروں میں وشوامتر اور بھرتوں وغیرہ کا ذکر آیا ہے وہ [illegible] کس زمانہ کے ہیں۔ جواب ویدوں کے منتروں یا ان کی قدیم تفسیر [illegible] ہی عطا فرمایا جاوے۔ السائل بابا ابو رحمت حسن از سہارن [illegible]

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور - یک شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۷ء | نمبر ۸۵

اُلفتِ حق تیرے سینہ میں نہاں ہے کہ نہیں

ظلمتِ کفر ہر اک سمت عیاں ہے کہ نہیں
جلوۂ نصرتِ اسلام نہاں ہے کہ نہیں

چھوڑ کر ایک خدا تجھکو صنم یاد آئے
بُتِ بے پیر کی جانب تو رواں ہے کہ نہیں

شبِ ہجراں کی درازی ہے سوا زلفوں سے
تیرے پیچھے یہ سیاہ مار دواں ہے کہ نہیں

دل میں باطل کو جگہ دے کے غضب تو نے کیا
اُلفتِ حق تیرے سینہ میں نہاں ہے کہ نہیں

غمِ اسلام سے جلتا ہی رہا قلب میرا
دیکھ اس دل میں مرے آہ و فغاں ہے کہ نہیں

جس کی اُلفت میں سلگتا ہوں الٰہی! دن رات
عشق کی آگ کا یارب! یہ دھواں ہے کہ نہیں

شرک میں پڑ کے گیا بھول خدا کی وحدت
بُت کی اُلفت تری غفلت سے عیاں ہے کہ نہیں

حسن میں بڑھ کے حسینوں سے ہے حسنِ ازلی
اُس کی قدرت میں چمک اُسکی نہاں ہے کہ نہیں

خادمِ قوم بنو خدمتِ اسلام کرو
[illegible]

حضرت مسیح موعود کا اپنا بیان

دربارۂ نبوّت

(از بدر مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

سوال - جس حال میں کہ محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا مثیل ہے - تو کیا وجہ ہے کہ امت محمدیہ کے مجددین اور اکابر نے اپنے واسطے نبی کا لفظ اختیار نہ کیا - حالانکہ موسوی سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں - کہ وہ لوگ نبی کہلاتے ہیں اور جس حال میں کہ اس امت میں کسی نے آجتک اپنے آپکو اس طرح کھلے طور پر نبی نہیں کہا - تو اب مرزا صاحب کیوں اپنے آپکو نبی کہتے ہیں -

حقیقی اور لطیف جواب (از حضرت مسیح موعود) اس امت میں سابقہ مجددین اور ماموریں کا نبی نہ پکارا جانا آنحضرت کی شان اور عظمت کو ثابت کرتا ہے - جس کا فخر آنحضرت صلعم کو ہی ہے - موسے کو ہرگز نہیں ہے کیونکہ جب موسے کے بعد نبی کہلانے والے بار بار آئے - اور صدہا ہزار ہا آئے - تو اس سے موسے کی کسر شان ہوئی - کہ جو خطاب انکا تھا - وہی اوروں کو کثرت سے ملا - موسے کے بارہ میں خاتم النبیین کا لفظ استعمال نہیں ہوا - مگر آنحضرت کے حق میں ہوا ہے - اس لئے خدا نے اس امت میں یوں کیا - کہ بہت سے ایسے پیدا کئے - جنکو شرف مکالمہ تو دیا - مگر آنحضرت کی شان اور عظمت کے لحاظ سے لفظ نبی کا انکے حق میں نہ رکھا لیکن اگر اس امت میں کوئی بھی نبی نہ پکارا جاتا - تو مماثلت موسوی کا پہلو بہت ناقص ظہرتا - اور من وجہ امت موسوی کو ایک فضیلت ہو جاتی اس لئے یہ خطاب آنحضرت نے خود اپنی زبان مبارک سے ایک شخص کو دیا جس نے مسیح ابن مریم ہو کر دنیا میں آنا تھا - کیونکہ اس جگہ دو پہلو مد نظر تھے - ایک ختم نبوت کا - اسے اس طرح نبھایا - کہ جو نبی کے لفظ کی کثرت موسوی سلسلہ میں تھی - اسے اڑا دیا - دوسری مشابہت - اسے اس طرح سے پورا کیا - کہ ایک کو نبی کا خطاب دیدیا - تکمیل مشابہت کے لئے اس لفظ کا ہونا ضروری تھا - سو پورا ہو گیا - اور جو مصلحت یہاں مد نظر تھی - وہ موسوی سلسلہ میں نہیں تھی - کیونکہ موسے خاتم نبوت نہیں تھے -

نبوت کے بارے میں اپنا مذہب محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے - کہ نبوت تشریعی جائز نہیں - دوسری جائز ہے - مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے - صرف آنحضرت کے انعکاس سے جو نبوت ہو - وہ جائز ہے -

کیا عورت نبوت کر سکتی ہے نبوت پر ذکر ہوتے ہوئے فرمایا - کہ ایک دفعہ ایک عورت نے نبوت کا دعوے کیا - جب اس کے سامنے لا نبی بعدی کی حدیث پیش ہوئی - تو اس نے جواب دیا - کہ لا نبیۃ بعدی تو نہیں ہے - مردوں کی نبوت کی نفی ہے - نہ کہ عورتوں کی - فرمایا کہ یہ اسکی غلطی تھی - قرآن شریف میں اکثر خطاب مردوں سے ہے - اور ہر جا [illegible]

تو جو احکام آقا کے لئے ہوں - خادم اس میں خود ہی شریک ہوتا ہے - [illegible] مردوں کی نبوت کی نفی ہوئی - تو عورتوں کی بدرجہ اولی ہوئی -

کس قسم کی وحی جاری ہے (از بدر مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء) ایک صاحب نے سوال کیا - کہ انقطاع وحی کی نسبت جو حکم آچکا ہے - تو پھر اب وحی کیونکر ہوئی - اور آجتک سوائے جناب کے اور کسی نے ہمیوں صاحب وحی ہونے کا دعوے نہ کیا -

حضرت اقدس - اسبات کا کیا ثبوت ہے کہ آجتک کسی نے دعوے نہ کیا -

سائل - جہانتک میری معلومات ہیں وہانتک میں نے نہیں دیکھا -

حضرت اقدس - آپکی معلومات تو چند ایک کتابیں حدیث کی اور [illegible] اس سے کیا پتہ لگتا ہے - اگر اسمیں الف لام کی رعایت نہ کی جاوے [illegible] اس سے بہت سے فساد لازم آویں گے - اور انسان ضلالت میں [illegible] امر ضروری ہے - کہ وحی شریعت اور وحی غیر شریعت میں فرق کیا جاوے بلکہ اس امتیاز میں تو جانوروں کو جو وحی ہوتی ہے - اسکو بھی [illegible] بھلا آپ بتلاویں کہ قرآن شریف میں جو یہ لکھا ہے کہ اوحینا الی النحل [illegible] اب آپکے نزدیک شہد کی مکھی کی وحی ختم ہو چکی ہے یا جاری ہے [illegible]

سائل - جاری ہے -

حضرت اقدس - جب مکھی کی وحی ابتک منقطع نہیں ہوئی تو [illegible] جو وحی ہوتی ہے - وہ کیسے منقطع ہو سکتی ہے - ہاں یہ فرق ہے کہ [illegible] سے اس وحی شریعت کو الگ کیا جاوے - ورنہ یوں تو ہمیشہ [illegible] میں ہوتے رہے ہیں - اور ہوتے رہیں گے - جنپر وحی کا نزول [illegible] مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس وحی کے قائل [illegible] اور اگر اسی کو مانا جاوے - کہ ہر ایک قسم کی وحی منقطع ہو گئی ہے [illegible] ہے کہ امور مشہودہ اور محسوسہ سے انکار کیا جاوے - اب جیسے کہ [illegible] ہے کہ خدا کی وحی نازل ہوتی ہے - پس اگر ایسے مشہود [illegible] حدیث اس کے مخالف ہو - تو کہا جاویگا کہ اسمیں غلو ہے - [illegible] ایک کتاب حال میں لکھی ہے - جسمیں عبد اللہ غزنوی کے الہامات [illegible]

پھر جس حال میں یہ سلسلہ موسوی سلسلہ کے قدم بقدم [illegible] موسوی سلسلہ میں برابر وحی جاری رہی حتٰے کہ عورتوں کو [illegible] وجہ ہے کہ محمدی سلسلہ میں وہ بند ہو گیا اس امت کے [illegible] بھی گذرے ہوئے -

علاوہ اس کے اگر وحی نہ ہو - تو پھر اھدنا الصراط المستقیم [illegible] الذین انعمت علیہم کے کیا معنے ہوں گے - کیا یہاں انعام سے [illegible] پلاؤ وغیرہ ہے - یا کہ خلعت نبوت اور مکالمہ الٰہی ذخیرہ جو کہ [illegible] رہا - غرضیکہ معرفت تام انبیاؤں کو بھی وحی کے [illegible] جس غرض کے لئے انسان اسلام قبول کرتا ہے [illegible] ہے کہ اس کے اتباع سے وحی ملے اور پھر اگر وحی منقطع [illegible] جاوے - تو آنحضرت صلعم کی وحی منقطع ہوئی [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یک شنبہ ۱۱ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۵

حضرت مسیح موعود کی پوزیشن اسلام میں

یکم فروری ۱۹۱۷ء کے اخبار "ہمدم" میں کسی شیعہ سید عبد السلام کی طرف سے ایک مضمون بعنوان "مرزا صاحب قادیانی کی پوزیشن اسلام میں" شائع ہوا ہے۔ جس میں معترض نے حضرت خواجہ صاحب کے ان فقرات پر جن میں آپ نے حضرت مسیح موعود کا مجدد ہونا ثابت کیا ہے۔ نکتہ چینی کرتے ہوئے اعجاز احمدی کے چند اشعار نقل کر کے ان سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے امام حسین کی ہتک و تذلیل کی ہے۔ جو ایک ادنے مسلمان کی شان سے بھی بعید ہے۔ چہ جائیکہ ایک مجدد اور معلم اسلام کے قلم سے ایسے الفاظ نکلیں۔

اسی مضمون کو معزز ہمعصر مدینہ نے بھی مختصر ایڈیٹوریل نوٹ کے ساتھ اپنے ایڈیٹوریل کالمز میں جگہ دی ہے۔ حالانکہ اگر ہمارا معزز معاصر اس کو شائع کرنے سے پہلے اصل کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لیتا۔ تو معترض کی غلط بیانی اس پر خود ہی آشکارا ہو جاتی اور اسے اس مضمون کو اپنے اخبار میں نقل کرنے یا کم از کم اسے افتتاحیہ بنانے کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔

ہم حیران ہیں کہ ہمارے معترضین اعتراض کرتے وقت تعصب کی رنگدار عینک کیوں اپنی آنکھوں پر لگا لیتے ہیں۔ کہ جو انہیں کسی عبارت کے سیاق و سباق پر بھی نظر ڈالنے اور اس کے اصل مطلب پر غور کرنے سے روک دیتی ہے۔ ان احادیث سے فی الحال قطع نظر کر کے جو معترض نے اپنے اعتقاد کے مطابق فضیلت اہلبیت کے بارہ میں نقل کی ہیں۔ جب ہم اعجاز احمدی کے ان اشعار پر ہی نظر ڈالتے اور ان کے سیاق و سباق کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ہرگز ان میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی ہتک نظر نہیں آتی۔ بلکہ ان میں تو امام حسین کے متعلق شیعی معتقدات کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے اس شرک کی بیخکنی کی ہے۔ جو ان کے اندر پنہاں ہے۔ چنانچہ معترض کے پیش کردہ اشعار سے پہلے آپ فرماتے ہیں اور مولوی علی حائری شیعہ کو مخاطب کر کے اس کی گالیوں کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

عکفتم علیٰ قبر الحسین کمشرکٍ ٭ فلا ھو نجاکم و لا ھو ینصرٗ

تم نے مشرکوں کی طرح حسینؓ کی قبر کا اعتکاف کیا۔ پس وہ تمہیں چھڑا نہ سکا اور نہ مدد کر سکا ٭

و یوم ضللتم ما فعلتم بعذرکم ٭ باخ الحسینؓ و ولدہ اذا حصرٗ

اور جبکہ تم نے وہ کام کیا جو کیا حسینؓ کے بھائی مسلم کیساتھ اور اسکی اولاد کیساتھ اور وہ قید کئے گئے ٭

فظل الاساری یلعنون وفاءکم ٭ فرنفروا اھل البیت اوذوا و دمروا

پس وہ قیدی یعنی اہلبیت تمہاری وفاء پر لعنت کرتے تھے۔ تم بھاگ گئے اور اہلبیت دکھ دئے گئے اور قتل کئے گئے ٭

ھنالک قوی و عجز من تحسبونہ ٭ شفیع النبی محمد فتفکروا

تب عجز اور ضعف اس کا یعنی حسینؓ کا ظاہر ہو گیا۔ جسکو تم کہتے تھے کہ آنحضرتؐ کی بھی قیامت کو وہی شفاعت کریگا ٭

زعمتم حسیناً اللہ سید الوریٰ ٭ و کل نبی منہ ینجو و یغفروا

تم گمان کرتے ہو کہ حسینؓ تمام مخلوق کا سردار ہے۔ اور ہر ایک نبی اسی کی شفاعت سے نجات پائیگا اور بخشا جاویگا ٭

فان کان ھذا الشرک فی الدین جائزاً ٭ فبا للغو رسل اللہ فی الناس بعثروا

پس اگر یہ شرک دین میں جائز ہوتا۔ تو تمام پیغمبر محض لغو طور پر مبعوث شمار کئے جاتے ٭

اس کے آگے وہ اشعار ہیں جنہیں معترض نے نوٹ کیا ہے۔ حالانکہ مندرجہ بالا اشعار کے ساتھ ان پر نظر ڈالنے سے صاف طور پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے امام حسینؓ کی کوئی توہین ان کے اندر نہیں کی۔ بلکہ جیسا کہ مندرجہ بالا اشعار سے ظاہر ہوتا ہے شیعی مشرکانہ معتقدات کا قلع قمع کرنے کے لئے اس رنگ میں امام حسینؓ کی بشریت اور ان باتوں کو واضح کیا ہے۔ جو ایک ایسے انسان کے اندر جو شیعوں کی منسوب کردہ صفات سے متصف ہو۔ پائی جانی ممکن نہیں۔ ورنہ یوں تو بیشک امام حسینؓ کا یزید کے مقابلہ میں نہایت عزم و استقلال کیساتھ لڑتے ہوئے جان دینا آپ کی افضلیت کو بہت وجہ بڑھا دیتا ہے۔ بلکہ آپ کا یہ عزم و استقلال اور تقوے و طہارت ہم سب کے لئے ایک اسوۂ حسنہ ہے۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ کہ

"اس امام کا تقوے اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے"

لیکن یہی افضلیت خاک میں مل جاتی ہے۔ اگر آپ کی طرف وہ صفات منسوب کی جائیں۔ جو حضرات تشیع کے معتقدات میں داخل ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جبکہ آپ کو تمام مخلوق کا سردار اور ہر ایک نبی بلکہ آنحضرت صلعم کا بھی شفیع مانا جائے۔ آپ کا دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب ہو کر شہادت پا جانا آپ کی اس تمام افضلیت پر پانی پھیر دیتا ہے ٹھیک اسی طرح جیسا کہ حضرت مسیح کو اگر خدا مانا جائے تو آپ کا تمام وہ عجز جو دشمنوں کے بالمقابل نظر آتا ہے۔ آپ کا تمام رات خدا سے رو رو کر دعائیں مانگنا اور دوستوں سے بھی دعا کی التجا کرنا پھر ایک موقع پر بھوک لگنے پر انجیر کے درخت کی طرف جانا یہ سب باتیں کوئی حرج پیدا کرنے والی نہیں۔ بلکہ آپ کی شان کو بڑھا دینے والی ہیں۔ لیکن اگر آپکو . . . . خدا مانا جائے۔ تو یہی باتیں آپ کی شان فضیلت کو بٹہ لگانے والی ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے شیعوں کے مشرکانہ اور مبالغہ آمیز اعتقادات کو ہی مدنظر رکھکر حضرت امام حسینؓ کا اس طرز سے ان اشعار میں ذکر کیا۔ ورنہ درحقیقت ان کی کسی قسم کی ہتک کرنا آپ کے ملحوظ نہ تھی۔ جیسا کہ آپ نے خود ان اشعار سے پہلے اسی اعجاز احمدی میں ۳۸ پر اپنے انہی اشعار کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ

"میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے یہ انسانی کارروائی نہیں۔ **خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادا ولیاً لی دست بدست اسکو پکڑ لیتا ہے۔** پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے۔ اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔"

ان الفاظ میں آپ نے صاف طور پر امام حسینؓ کو کامل۔ راستباز اور ولی قرار دیا ہے۔ اور آپ پر زبان درازی اور بدزبانی کرنے والے کو خبیث اور خدا کے وعید کے نیچے قرار دیا ہے۔ بلکہ آپ اس کا ایک رات بھی زندہ رہنا یقین نہیں کرتے۔ تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ان اشعار میں امام حسینؓ کی کوئی ہتک اور تذلیل کی ہے۔ آپ نے تو ان کا لکھا جانا آسمانی مصالح کے ماتحت بتایا ہے۔ اور وہ وہی ہیں جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا۔ کہ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عیسےٰ کی طرف منسوب شدہ مشرکانہ صفات کا قلع قمع ہو۔

علاوہ ازیں حضرت امام حسینؓ کے بارہ میں آپ کا ایک اور علیحدہ اشتہار چھپا ہوا موجود ہے۔ جس میں آپ نے امام موصوف کے متعلق کسی کے ہتک آمیز الفاظ کی تردید کرتے ہوئے آپ کی اصل شان اور افضلیت کو واضح کیا ہے۔ اور ایسے کلمات لکھنے والے کو سخت ڈانٹ بتائی ہے۔ اور نہایت برے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ یہ اشتہار "تبلیغ حق" کے عنوان سے ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو لکھا گیا جسے ہم بجنسہ ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔ اس کے جلی کردہ فقرات معترض کی خاص توجہ کے قابل ہیں

اشتہار حضرت مسیح موعودؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید

تبلیغ حق

واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا لعنت اللہ علی الکاذبین مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے منہ سے **ایسے خبیث الفاظ** نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گذرتا ہے۔ کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے ورد تبرے اور لعن و طعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے **سفیہانہ بات** کے جواب [illegible]

کے مقابل پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہ [illegible] علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہرحال میں [اس اشتہار] کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں [کہ یزید] ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کہا جاتا ہے۔ وہ معنے اس میں موجود نہ تھے مومن بننا کوئی [امر سہل نہیں] ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے قالت الاعراب [آمنا] قل لم تومنوا و لکن قولوا اسلمنا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے [اور جو اپنے خدا] اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی [باریک] اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں [محو ہو جاتے] ہیں۔ اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ [اخلاقی حالت] ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں [دور] لیجاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں [دنیا کی محبت] نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا [اور] بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی سے اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔ جو شخص مجھے برا کہتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے عوض میں کسی برگزیدہ اور محبوب الٰہی کی نسبت شوخی کا لفظ زبان پر لانا معصیت ہے ایسے موقع پر درگذر کرنا اور نادان دشمن کے حق میں دعا کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر وہ لوگ مجھے جانتے کہ میں کس کی طرف سے ہوں تو ہرگز برا نہ کہتے وہ مجھے ایک دجال اور مفتری خیال کرتے ہیں [جو خدا کی] لعنت ہے۔ موسیٰ کیا اور جو کچھ اپنے مرتبہ کی نسبت کہا وہ بیٹے نہیں [کہا] کہتا پس مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان بحثوں کو طول دوں اگر میں مفتری اور دجال ہوں اور اگر درحقیقت میں اپنے ان [دعاوی] کرنے میں جو میں خدا کی وحی کی طرف ان کو منسوب کرتا ہوں [سچا] ہوں تو میرے ساتھ اس دنیا اور آخرت میں خدا کا وہ معاملہ ہو [گا جو صادقوں] اور مفتریوں سے ہوا کرتا ہے کیونکہ محبوب اور مردود یکساں نہیں [ہو سکتے] سو اے عزیزو! صبر کرو کہ آخر وہ امر جو مخفی ہے کھل جائے گا [اور معلوم ہو جائے گا] کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وقت پر آیا ہوں۔ مگر وہ دل [جو سخت ہو گئے] اور وہ آنکھیں جو بند ہو گئیں میں ان کا کیا علاج کر سکتا ہوں [خدا میری] نسبت اشارہ کر کے فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ پس جبکہ خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا تو اس صورت میں کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص میری جماعت میں سے خدا کا کام اپنے گلے ڈال کر اپنے مخالفوں پر ناجائز حملے شروع کرے نرمی کرو اور دعا میں لگے رہو اور سچی توبہ کو اپنا شفیع ٹھہراؤ۔ اور زمین پر آہستگی سے چلو خدا کسی قوم کا رشتہ دار نہیں ہے۔ اگر تم نے اس کی جماعت کہلا کر تقویٰ اور طہارت کو اختیار نہ کیا اور تمہارے دلوں میں خوف اور خشیت پیدا [نہ ہوئی تو] سمجھو کہ وہ تمہیں مخالفوں سے پہلے ہلاک کریگا کیونکہ [تمہاری آنکھ کھولی] گئی اور پھر بھی تم سو گئے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ خدا کو تمہاری [کچھ حاجت ہے] [illegible]

جلسہ سالانہ قادیان کی بعض باتیں

قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت حقیقی ثابت کرنے اور جملہ دیگر مسلمانان کو خارج از دائرۂ اسلام کرنے کے لئے اور آیت مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ مرزا صاحب پر چسپاں کرنے کے لئے عجیب وغریب اختراعات و ایجادات سے کام لیا جاتا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ سخن پروری ہو تو ایسی ہو۔ چنانچہ جلسۂ مذا میں ۲۶ دسمبر ۱۹۱۶ء کو حافظ روشن علی صاحب نے ما کان محمدؐ ...... الخ کی تفسیر کرتے ہوئے خاتم النبیین کے یہ معنے کئے۔ کہ آپ کی مہر نبوت حاصل کرکے دوسرے شخص نبی ہوسکتے ہیں۔ یعنی وہ شخص نبی ہوسکتا ہے۔ جو فیض نبوت اکمل اور اتم طور پر حاصل کرے۔ اور آپ سے تصدیق نبوت کی مہر حاصل کرے تو اس سے لازمًا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ (۱) اس ۱۳۰۰ سال کے عرصہ میں ایک فرد بھی ایسا نہ گذرا۔ بلکہ صحابہؓ کو بھی یہ رتبہ حاصل نہ ہوسکا۔ کہ آنحضرت صلعم کے نقش قدم پہ چلکر مہر نبوت حاصل کرتے اور نبی کا لقب پاتے اور باقی جتنے بزرگان دین گذرے مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا امام ابوحنیفہؒ یا امام غزالیؒ وغیرھم سب کے سب اس فیض نبوت سے محروم رہے۔ (۲) اور نبی وہ ہوں گے۔ جنہیں آنحضرت صلعم سے نبوت عطا ہوگی۔ کیونکہ بزعم ان کے فیض رسول سے نبوت کا درجہ ملتا ہے۔ لیکن یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر فیض رسول سے نبی بنے ہوتے۔ تو سب سے اول بموجب حدیث **لو کان بعدی نبیّ لکان عمرؓ**۔ حضرت عمرؓ نبی ہوتے۔ کیونکہ آپ کا وصف خود آنحضرت صلعم نے بیان کردیا۔ مگر جبکہ آپ باوصف متابعت رسول کے نبی نہیں بنائے گئے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ **اسلام جیسے نبی مقرر کرتا ہے وہ خود حضرت مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) بھی نہ تھے**۔ اور نہ ہی ۱۳۰۰ سال تک کوئی نبی آیا۔ اور نہ آگے آئیگا۔ بعض اصحاب اس حدیث کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ اس وقت دین تازہ اور شریعت جدید تھی۔ اس لئے حضرت عمرؓ نبی نہ بنائے گئے۔ سو اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے۔ کہ یہ بات کہاں سے پایۂ ثبوت تک پہنچی ہے۔ کہ شریعت جدید کو وقت کسی اور نبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ موسوی سلسلہ میں تو یکے بعد دیگرے مسلسل نبی آتے رہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰؑ کو شریعت بھی تازہ ملی تھی۔ پس قاعدہ کلیہ نہیں کہ شریعت کے پرانی ہونے سے نبی کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ اور یہ ہمارے نبی صلعم کی شریعت جس نے ہر صدی پر تجدید دین کے لئے مجدد بھیجنے کا قاعدہ مقرر کردیا ہے۔ کبھی پرانی ہونے والی ہے۔ جس کے لئے نبیوں کی ضرورت پڑے۔ ہاں یہ جو جواب دیا جاتا ہے کہ **خاتم النبیین** کے معنے مہر نبیوں کی ہے۔ یعنی وہ شخص نبی ہوسکتا ہے۔ جسکو آنحضرت صلعم تصدیق کریں۔ خواہ ماقبل آپ کے ہوا ہو۔ یا مابعد ہووے۔ اگر ہم خاتم النبیین کے یہی معنے کریں۔ جو آج ہمیں بتلائے جاتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ یحییٰؑ۔ زکریاؑ۔ عیسیٰؑ وغیرھم نبیوں کی تصدیق آنحضرت صلعم نے کی ورنہ توریت و دیگر صحائف سے ان کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا جب تک آنحضرت صلعم اُن کا نبی ہونا تصدیق نہ کرتے۔ اسی طرح مابعد بھی وہی نبی ہونگے۔ جن کی نبوت کی آنحضرت صلعم تصدیق فرمادینگے تو اس صورت میں یہ سوال دل میں ضرور کھٹکتا ہے۔ کہ کیا مرزا صاحب یا کسی اور نبی کی تصدیق جو بقول اُن کے نبوت کا دروازہ بند نہ ہونے سے قائم ہے۔ ان سب کی تصدیق نبوت کے لئے آنحضرت صلعم دوبارہ دنیا میں تشریف آور ہوں گے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر مہر کردیں گے۔ صاحبو! خیال کرنے کی بات ہے۔ کہ یہ کیسا کچا اور بودا خیال ہے۔ جس پر آپ قوم کو مدعو کررہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے جن کی تصدیق نبوت کرنی تھی۔ کردی اور اپنی مہر نبوت سے اُن کی صداقت کو ثابت کردیا۔ اب آگے نہ تو نبوت کی ضرورت ہی رہی اور نہ ہی آپ کا دوبارہ عالم میں جلوہ فرما ہونا ہوگا۔ اور نہ ہی کسی کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ ؎

این خیال است و محال است و جنوں

مگر آپ یاد رکھیں۔ کہ اب آپ کے تصدیق فرمانے سے کوئی نبی نہ ہوگا۔ نبی جنہوں نے ہونا تھا ہو گئے۔ اور ان کی تصدیق بھی کی گئی۔ اب آپ کیا ڈھونڈتے ہیں۔ اور نبوت مابعد کا مسئلہ کہاں سے نکالتے ہیں۔ ہاں ایک اور بات ہے۔ جس پر آپ صاحبان کا زیادہ زور ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے خود اپنے لئے نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا۔ اس وجہ سے

الاسلام میں خوب بحث کی گئی ہے۔ اور بپایۂ ثبوت یہ بات پہنچائی گئی ہے۔ کہ مرزا صاحب کو جو امتیازی لقب نبی کا ...... حاصل ہوا۔ وہ صرف **محدثیت والی نبوت** ہے۔ جسے بالفاظ دیگر جزوی۔ ظلی۔ بروزی۔ طفیلی یا انعکاسی نبوت یعنی محدثیت کہہ سکتے ہیں۔ کامل یا حقیقی نہیں ہے۔ اُن نبیوں کے زمرہ میں بوجہ امتی ہونے کے ہرگز شامل نہیں ہوسکتے جن کی تصدیق آنحضرت صلعم نے کی ہے۔ اور قرآن شریف نے اُنکی سچائی کی گواہی دی ہے۔ کیونکہ نبوت میں صرف مبشرات کا ہی حصہ رہ گیا ہے۔ رہا تشریعی نبی یا غیر تشریعی نبی ہونیکا سوال۔ سو اسکو بھی یہ حدیث سعد بن ابی وقاص والی منزدید کرتی ہے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو کہ **انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبیّ بعدی**۔ یعنی تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے۔ جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے فرق یہ ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے کیا نسبت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت تھے۔ اور ہارون صاحب شریعت نہ تھے۔ اگر آپ کے بعد غیر تشریعی نبی ہونے ہوتے۔ تو اس صورت میں آپ صرف اتنا ہی فرماتے۔ **انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ**۔ تو نتیجہ نکل سکتا تھا۔ کہ اس سے مراد یہ ہو کہ نبوت غیر تشریعی کا سلسلہ جاری رہنے کے واسطے یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔ مگر **انہٗ لا نبیّ بعدی** نے تو صاف بیان کردیا کہ نبوت تشریعی اور غیر تشریعی کسی کا سلسلہ ہی جاری نہ رہا۔ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اب غیر تشریعی نبوت کا عقیدہ کہاں سے تیار کیا گیا ہے۔ کہ سب سوالوں کا آخری جواب غیر تشریعی نبوت کا دیا جاتا ہے۔ دراصل یہ سب سقم یا نقص جو نبوت کے مسئلہ کی نسبت وارد ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے مجاز کو حقیقت پر اور استعارہ یا تشبیہ کو اصل پر محمول کیا ہے۔ ورنہ حضرت اقدسؑ نے اگر آپ کو لفظ نبی اور رسول سے تعبیر کیا ہے۔ تو وہ بروزی طور پر اور پھر آپ ہی اس امر کا ایک غلطی کے ازالہ میں اقرار کردیا ہے۔ کہ **مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے**۔ اس لئے اس کی بروزی نبوت **اور رسالت سے مہر ختمیت نہیں ٹوٹتی**۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حقیقی طور پر مرزا صاحب نبی اور رسول نہ تھے۔ حقیقی طور پر اگر نبی اور رسول تھے تو وہی مدینہ والے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ جب صاف لکھا گیا ہے۔ کہ **مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے**۔ تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسیح موعودؑ حقیقی نبی اور رسول ہیں۔

مسیح موعودؑ کی نبوت کا مسئلہ ثابت کرنیکے واسطے جو تراش خراش کی جاتی ہے۔ وہ حوالہ ذیل سے معلوم ہوسکتی ہے۔ جو اب کے جلسہ میں مفتی محمد صادق صاحب نے فرمائی تھی۔ کہ مخالفین جو ہم پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ ہر نبی کتاب لاتا ہے۔ اور مرزا صاحب چونکہ کوئی کتاب نہیں لائے۔ اس لئے وہ نبی نہیں ہوسکتے۔ یہ ان کی بالکل غلط فہمی ہے۔ مرزا صاحب ایک نہیں دو نہیں۔ بلکہ اسّی کے قریب کتاب لائے ہیں۔ اور خطبہ الہامیہ تو کل کا کل ہی ایک الہامی کتاب ہے۔ کیا اس پر بھی مرزا صاحب کے صاحب کتاب ہونے میں کسی کو شک ہے۔ یہ تھا۔ مرزا صاحب کے صاحب کتاب نبی بنانے کا ثبوت۔ کہ آج اتنے سال بعد مفتی صاحب کو مرزا صاحب کے نبی بنانے کے واسطے کیا دلیل سوجھی۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ نہ سوجھی تھی۔ اور خود صاحب کتاب کو بھی یہ معلوم نہ تھا۔ کہ آج قرآن شریف کے بعد یہ کتاب مجھ پر اُتری ہے۔ جو مجھے نبی بناتی ہے۔ اور صاحب کتاب بھی۔ دوستو۔ اگر یہی بات ہے۔ تو قرآن خاتم الکتب کب رہ سکتی ہے۔ نہیں ثابت ہوتا۔ کہ مفتی جی کیسی کیسی باتیں نکل رہی ہیں اور اس پر یہ دعوے۔ کہ غیر احمدی کافر۔ اور خارج از دائرۂ اسلام ہیں۔ سوائے اس کے ایک اور کلمہ جو ان مفتی صاحب کی زبان سے سرزد ہوا۔ کس قدر قابل افسوس ہے۔ جو اس موقع پر آپ نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلعم کا نام احمدؐ نہ تھا۔ بلکہ محمدؐ ہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ کسی انجیل میں احمدؐ کا لفظ ہی موجود نہیں۔ کیونکہ آیت مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ کے مصداق حقیقی آنحضرت صلعم نہ تھے۔ اگر اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہوتے تو کیوں نہ احمدؐ کا لفظ کسی انجیل میں ہوتا۔ حالانکہ محمدؐ کا لفظ توریت میں موجود تھا۔ احمدؐ کا لفظ نہ ہونا۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی [illegible] احمدؐ عربی کے لئے ہی نہ تھی۔ بلکہ یہ احمدؐ کا لفظ [illegible] قبل قرآن شریف میں محفوظ کرکے اس احمدؐ کے لئے رکھا گیا تھا۔ جس کا پورا ہونا اب دیکھا جاتا ہے۔ گویا مفتی صاحب نے اپنے زعم میں ثابت کردیا۔ کہ اس آیت کے مصداق حقیقی آنحضرت صلعم نہیں۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں (اللہ ایسے باطل عقیدہ سے محفوظ رکھے)۔ اب تک ہمیں یہ معلوم تھا۔ کہ اناجیل میں لفظ **فارقلیط** کے معنے **احمد** کے ہیں اور اس کے مصداق آنحضرت صلعم ہیں۔ لیکن مفتی صاحب نے تو ان سب پر پانی پھیر دیا۔ اور ایک طرح عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا۔ کہ ہماری کتابوں میں لفظ فارقلیط کے مصداق تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ہوسکتے جبکہ تم خود اس کے معترف ہو کہ آپ کا نام احمدؐ نہیں۔ تو پھر ہم کیسے حسب فرمان حضرت مسیحؑ کے تمہارے نبی پر ایمان لاسکتے ہیں۔ جبکہ وہ اس پیشگوئی کے مصداق ہی نہیں ٹھیرتے اور یہ اعتراض بھی کرسکتے ہیں۔ کہ تم نے (اہل اسلام) **فارقلیط** کے معنے غلط سمجھے۔ جو اپنے نبی کو مصداق حضرت مسیحؑ کی پیشگوئی کا ٹھہرایا۔ گویا حضرت مسیحؑ کے بعد حسب فرمودہ حضرت مسیحؑ کے آنحضرت پر ایمان لانا فرض نہ تھا۔ ؎

من ز وضع زمانہ می ترسم ۔ کہ مبادا ازیں بتر گردد

اگر ظلی یا انعکاسی طور پر اس پیشگوئی کا مصداق مرزا صاحب کو کہا جاتا تو بھی ہمارے واسطے بہت کچھ کہنے سننے اور ماننے کا موقع تھا۔ لیکن جب دل میں کچھ اور ہی خیال ہو تو پھر کب حق نکل سکتا ہے۔ سچ ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔ تا ثریا می رود دیوار کج

انہی باطل اور بیہودہ تاویلات نے جماعت میں سے ایک ایسے گروہ کو جو ان باطل عقائد کے علیحدہ کردیا جسے مسیح موعودؑ نے **فرشتہ کے لفظ سے** پکارا تھا۔ اور جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرکے ثابت کردیا کہ حق بات کہتے ہیں۔ خواہ وہ اپنے کی زبان سے نکلے یا بیگانے کی اور جنہیں دنیا پر دین پیارا ہے۔ وہ طلب صداقت کے لئے ہرگز اس امر کی پرواہ نہیں کرتے۔ کہ کوئی ہم سے ناراض ہوگا یا راضی۔ انہیں اگر طلب اور تلاش ہوتی ہے تو حق کی۔ اور اسی وجہ سے وہ ایک نہ ایک دن حق کو حاصل کرہی لیتے ہیں۔ لاریب حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی علمی لیاقت اور صفائی تحقیق نے کبھی اس امر کی اجازت نہیں دی ہوگی۔ کہ وہ جماعت میں ایک غلط عقیدہ قائم ہونے کے لئے دنیا کو دین پر مقدم کرکے [illegible] ملا دیتے۔ بلکہ ان کی ضمیر نے جس بات کو قبول کیا۔ وہی بات آپ نے اپنی آخری عمر کے ایام میں منہ سے نکالی۔ جزاکم اللہ خیرا۔

میرا منشاء ہر فرد جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا مدعی ہے۔ اُسے واجب ہے کہ اس بارہ میں خوب طرح فیصلہ کرلے۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن اُسے خدا کے حضور اپنے اعمال کی بازپرس کے لئے حاضر ہونا ہے۔ لیکن [illegible] کے خوف کو کام میں لاؤ۔ آپ کی ایسی تحریرات و تقریرات سے نہ صرف مخالفین ہی ہنسی اور مذاق اُڑاتے ہیں۔ بلکہ خود جماعت کے عقائد میں پراگندگی اور برگشتگی ہوتی جاتی ہے۔ مزید بہ کل اسلام میں [illegible] کرتے ہو۔ اب زیادہ بنا مناسب نہیں۔ [illegible] حرفے بس است۔

نبوت کے مسئلہ کی نسبت تحقیق اور غور و خوض کے [illegible] نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ ظلی یا جزوی یا انعکاسی یا طفیلی یا بروزی نبوت سے نبوت حقیقی مراد نہیں۔ کیونکہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے ✤ خاکسار غلام دستگیر مدرس اول [illegible]

رسول اللہ صلعم کی نسبت یورپ کے ایک مستشرق کی رائے

پروفیسر ڈیگیجی جن کی استشراقی فضیلت مغرب میں مسلم ہے [illegible] محمد صلعم کی سیرت پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں وہ گوناگوں [illegible] نظر آتے ہیں ان میں ہم وہ فہم و ذکا پاتے ہیں جو قریش کی امتیازی [illegible] سلیقہ۔ میانہ روی اور ضبط نفس کی وہ جیتی جاگتی تصویر تھے۔ [illegible] ہیں جو صرف صحیح المزاج انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ [illegible] پیغمبر سے واضع قوانین اور واضع قوانین سے فرمانروا [illegible] نے کبھی اس سے بڑے لقب کی تمنا نہ کی کہ وہ خدا کے رسول ہیں [illegible] جو کچھ ہے وہ سب اسی ایک لفظ میں مضمر ہے۔ ہر چیز [illegible] پذیر تھا۔ اور اس روحانی کشمکش کے دوران میں جو بعثت سے قبل [illegible] اس استعداد کے درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ کہ خود [illegible] یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جو کیفیت اُن پر [illegible]

تازہ خبریں

آبدوز کشتیوں کی سرگرمی: ۔لنڈن ۵ رفروری۔ محکمہ بحری نے ذیل کے بیانات شائع کئے ہیں:۔

برطانی سٹیمر ایولیسٹون کے پسماندوں کا بیان ہے۔ کہ جہاز کو ایک آبدوز کشتی نے گولوں کی آتشباری سے غرق کر دیا۔ عملے کے آدمیوں نے جہاز کو ڈوبتے ہوئے چھوڑ دیا۔ جس کے بعد آبدوز کشتی نے ان کی کشتیوں پر گولے پھینکے۔ ماسٹر اور تین ملاح ہلاک ہوگئے۔ اور دوسرا لفٹیننٹ شدید مجروح ہوا۔ مقتولین میں بالٹی مور کا ایک ملاح بھی تھا۔

ترکی جنگی پالیسی: ۔ لنڈن ۶ رفروری۔ امسٹرڈم۔ سلطان ترکی نے وزیر اعظم کا استعفےٰ منظور کر لیا ہے۔ طلعت بے ان کی جگہ مقرر ہوئے ہیں۔ جنگی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

رزمگاہ عراق عرب: ۔ لنڈن ۵ رفروری۔ عراق عرب کا کمیونک مظہر ہے۔ کہ جمعہ کی شب کو ہماری فوج نہر کی بڑھتے ہوئے قاعدہ کے مقابل میں قط العمارہ سے ۲۵ میل مغرب کی جانب دریائے دجلہ کے کنارہ پر ایک جگہ تک پہنچ گئی۔

سنیچر کے روز دریائے حی اور دجلہ کے اتصال کے مغرب جانب ہم نے ۶۵ گز کے محاذ پر تین خندقوں کی لائنوں اور ۴۰۰ گز گہرائی پر قبضہ کر لیا۔ غنیم کو شدید نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ ہم اس وقت قط العمارہ کے مقابل میں دریائے حی کے دہانہ پر قابض ہیں۔

کامیاب ہوائی تاخت: ۔ لنڈن ۶ رفروری۔ محکمہ بحری نے اعلان کیا ہے کہ بحری ہوائی جہازوں نے جمعہ کے روز بروجس کی بندرگاہ پر حملہ کر کے تارپیڈو کشتیوں پر بم پھینکے۔ اور گودی اور مکانات کو آگ لگا دی۔ ہفتہ کے روز ایک اور کامیاب حملہ میں گودیوں اور ریلوے لائنوں پر بم پھینکے گئے۔ کئی قسم کی مشکلات اور شدید سردی کے باوجود ہوائی جہاز واپس لوٹ آئے۔

ایک ریاست کے اڈیٹر کی سزایابی: ۔ جنوبی ہند کی ریاست ترابنکور کے ایک اڈیٹر کی اخبار کو جس پر دربار کی طرف سے ایکسائز رجمنٹ کی نقل و حرکت شائع کرنے کے متعلق مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ ۵۱ روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی جو اس وقت ادا کر دیا گیا۔

مقدمہ قتل میں براءت: ۔ میرٹھ کے ایک سربرآوردہ زمیندار مسمی ہنسراج سنگھ کو سشن جج میرٹھ کی عدالت سے اس الزام میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے۔ کہ اس نے ایک شخص کو جو اس کی زمین میں

ہل جوت رہا تھا۔ مار ڈالا ہے۔ مگر جوڈیشل کمشنر صاحب نے اپیل پر گواہوں کی شہادت کو نامعتبر قرار دیکر رہا کر دیا۔

جنوبی ہند میں بارش: ۔ گذشتہ چند روز کے اندر جنوبی ہند کے مشرقی اور مغربی ہر دو علاقوں میں خوب بارش ہونے کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ بمبئی میں ۲ اور ۳ فروری کی شب کو خوب بارش ہوئی۔ جس سے بعض فصلوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ مدراس میل کی لائن پر ایک روز کثرت باراں سے پہاڑ کا کچھ حصہ پھسل کر آ گرا۔ جس سے لائن رک گئی اور ڈاک کئی گھنٹہ کی دیر سے پہنچی۔

گھاس کا عطیہ: ۔ ہز ہائنس مہاراجہ ہولکر والئی اندور نے نہایت فیاضی سے ۲۰ لاکھ پونڈ گھاس جنگی اغراض کے لئے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں پیش کی ہے۔ جسے ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا ہے۔

قصور کے ہنود کی درخواست: ۔ قصور میں مسلمانوں کی آبادی ہنود سے بہت زیادہ ہونے کے باعث وہاں کے ہنود نے گورنمنٹ کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بھیجی ہے۔ کہ انہیں جداگانہ حلقہ انتخاب سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ تناسب کے لحاظ سے ممبر مقرر کرنے سے انکے حقوق و فرائض کی کبھی کامل نگہداشت نہیں ہو سکتی۔

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی رہائی: ۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی جو چند روز ہوئے کسی شبہ میں گرفتار کر کے لاہور لائے گئے تھے۔ رہا کر دیئے گئے اور اپنے وطن سیالکوٹ میں پہنچ گئے۔

خشک گھاس کا عطیہ: ۔ میجر نواب محمد نصراللہ خان (رکھوبال) نے فیاضدلی سے ۴۲۴۴ من خشک گھاس گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بلاقیمت پیش کی ہے۔ جسے ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا ہے۔

گیہوں کی برآمد: ۔ یکم اپریل ۱۹۱۶ء سے ۲۰ جنوری ۱۹۱۷ء تک ہندوستان سے گیہوں کی برآمد ۷ لاکھ ۷ ہزار ۷۰۰ ٹن تک پہنچ گئی۔ حالانکہ ۱۶-۱۹۱۵ء و ۱۵-۱۹۱۴ء میں برآمد کی مقدار علی الترتیب ۶۴۴۲۰۰۹ اور ۷۲۲۲۷۰۸ ٹن تھی۔

طاعونی اموات: ۔ ہفتہ مختتمہ ۲۷ رجنوری کے اندر کل ہندوستان میں مرض طاعون سے ۱۱۵۷۲ اموات بہ تفصیل ذیل وقوع میں آئیں۔ احاطہ بمبئی و سندھ ۳۶۹۹۔ مدراس ۴۱۸۔ بہار و اڑیسہ ۶۶۶۔ صوبجات متحدہ ۲۲۶۱۔ پنجاب ۴۹۔ برہما ۲۱۸۔ ممالک متوسط ۳۴۹۔ ریاست میسور ۳۰۱۔ حیدرآباد ۴۴۵۔ وسط ہند ۲۴۲۔ ۔۔۔

جناب نواب وقار الملک سید مشتاق حسین صاحب مرحوم

کی شاندار زندگی کے حالات اگر ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو حیات مشتاق منگوا کر دیکھئے جس میں قوم کے سچے خیرخواہ کے فوٹو کے علاوہ پیدائش سے لے کر آخری زندگی تک کے مکمل و مفصل حالات درج ہیں

حجم کتاب ۶۰ صفحات قیمت فی جلد مجلد … ۸ر

سوانحعمری حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت صاحب کی شاندار زندگی کے پورے حالات مفصل درج ہیں۔ ۸ر

حیات جاودانی: ۔ نواب محسن الملک بہادر کی پوری زندگی کے مفصل و مکمل حالات۔ مجلد … ۸ر

حیات حالی: ۔ مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم کی لاجواب زندگی کے مفصل حالات … ۸ر

حیات فردوسی: ۔ شاہنامہ کے مصنف حضرت فردوسی کے پورے پورے حالات زندگی درج ہیں۔ … ۸ر

حیات امیر: ۔ ہز میجسٹی امیر حبیب اللہ خان صاحب کے حالات زندگی … ۶ر

حیات زیب النسا بیگم: ۔ اورنگ زیب عالمگیر غازی کی بیٹی کے مفصل حالات معہ چند غزلیات کے قیمت … ۸ر

حالات حضور جارج خامس: ۔ شہنشاہ حضور جارج پنجم کے مفصل و مکمل حالات زندگی عہ

حالات سعدی: ۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ کے شاندار حالات … ۱۲ر

سوانحعمری خالد بن ولید: ۔ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے شاندار زندگی کے حالات … ۱۲ر

سوانحعمری ابن خلدون: ۔ علامہ ابن خلدون مشہور اسلامی مورخ کی زندگی کے حالات … ۴ر

مسدس حالی: ۔ مولانا سید الطاف حسین صاحب حالی کی مقبول زمانہ نظم ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۸ر

شکوہ ہند " " " ۴ر

ایک بیوہ کی مناجات " " " ۴ر

الفاروق: ۔ مکمل سوانحعمری حضرت عمر فاروق ہر دو حصہ مصنفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم۔ لاجواب کتاب ہے۔ " " " ۲ ۸ر

سیرۃ النعمان: ۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ " " " ۱۲ر

المامون: ۔ مکمل سوانحعمری خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ " " " ۱۲ر

الغزالی: ۔ " " امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ " " " ۱۲ر

مقالات شبلی: ۔ نہایت ہی دلچسپ کتاب ہے۔ " " " ۱۲ر

سفرنامہ روم و مصر و شام: ۔ بلاد اسلامیہ کا مکمل سفرنامہ جو علامہ شبلی مرحوم کا اپنا تھا … ۱۲ر

اورنگ زیب عالمگیر: ۔ پر ایک نظر مصنفہ مولانا شبلی مرحوم۔ مجلد ہے …

رسائل شبلی: ۔ پانچ نہایت ہی دلچسپ مضامین مولانا شبلی مرحوم کی لاجواب کتاب ہے۔

قومی گیت: ۔ جس میں نہایت ہی لاجواب نظمیں درج ہیں۔ قیمت … ۸ر

شکوہ: ۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے کی لاجواب مشہور زمانہ نظمیں ہیں۔

جواب شکوہ: ۔ " " " ۸ر

شمع و شاعر: ۔ " " " ۸ر

فریاد امت: ۔ " " " ۸ر

نالۂ یتیم: ۔ " " " ۸ر

بلال: ۔ " " " ۶ر

تاریخ تمدن اسلام: ۔ علامہ جرجی زیدان ایڈ رسالہ الہلال مصر حصہ اول حجم ۳۱۶ صفحے۔ قیمت … ۲ر

تاریخ جاپان: ۔ اس فخر ایشیا ملک کی مکمل اور پہلی تاریخ … عہ

تاریخ اسلام: ۔ رائٹ آنریبل سید امیر علی بالقابہم کی لکھی ہوئی اسلامی تاریخ … ۱۲ر

انگلش ٹیچر: ۔ بلا مدد استاد کے چند روز میں انگریزی سکھانے والی لاجواب کتاب ہے … ۱۲ر

اس کے علاوہ اور بھی جس کتاب کی ضرورت ہو۔ نام تحریر کرنے پر روانہ کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک قسم کی ترکی ٹوپیاں ملائم سخت کم و بیش قیمت کی۔ اور عید کارڈ ہر ایک قسم کے موجود ہیں۔ آرڈر کے وقت نام کتاب اور اپنا پتہ ضرور ہی خوشخط لکھیں۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار۔ بعض کتابوں کی بہت ہی جلدیں باقی ہیں۔ اس لئے آرڈر جلدی ہی روانہ کریں۔

درج شدہ قیمتیں وہی ہیں۔ جو گرانی سے پہلے تھیں۔ زیادتی بالکل نہیں ہے۔

نوٹ:۔ ہر ایک کی لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔

آرڈر کیواسطے پتہ کافی ہے

ہیں یہ بھی کہ تو وہ تمہیں ہلاک کرے گا اور ایک اور قوم تمہارے عوض لائیگا جو اسکے حکموں پر چلے گی۔ اور میرے آنے کی غرض صرف یہی نہیں کہ میں ظاہر کروں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں یہ تو مسلمانوں کے دلوں پر سے ایک روک کا اٹھانا اور سچا واقعہ ان پر ظاہر کرنا ہے بلکہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ تا مسلمان خالص توحید پر قایم ہو جائیں اور ان کو خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذوق اور احسان سے ظاہر ہوں اور ان کے اندر سے ہر ایک قسم کا گند نکل جائے اور اگر مخالف سمجھتے تو عقاید کے بارے میں مجھ میں اور ان میں کچھ بڑا اختلاف نہ تھا۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عیسٰے علیہ السلام مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے۔ سو میں بھی قایل ہوں کہ جیسا کہ آیت انی متوفیک ورافعک الی کا منشا ہے بے شک حضرت عیسٰے بعد وفات مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے صرف فرق یہ ہے کہ وہ جسم عنصری نہ تھا بلکہ ایک نورانی جسم تھا جو ان کو اسی طرح خدا کی طرف سے ملا جیسا آدم اور ابراہیم اور موسےٰ اور داؤد اور یحیےٰ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کو ملا تھا ایسا ہی ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ضرور دنیا میں دوبارہ آنے والے تھے جیسا کہ آنے کا صرف فرق یہ ہے کہ جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ ہے ان کا آنا صرف بروزی طور پر ہوا جیسا کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں بروزی طور پر آیا تھا۔ پس سوچنا چاہیئے کہ اس قلیل اختلاف کی وجہ سے جو ضرور ہونا چاہیئے تھا اس قدر شور مچانا کس قدر تقوےٰ سے دور ہے۔ آخر جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم بنکر آیا ضرور تھا جیسا کہ لفظ حکم کا مفہوم ہے کچھ غلطیاں اس قوم کی ظاہر کرتا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ ورنہ اس کا حکم کہلانا باطل ہوگا۔ اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں میں اپنے مخالفوں کو صرف یہ کہکر کہ اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون اس اعلان کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ ✦

پیغام صلح ہم نہیں سمجھتے کہ اس قدر تصریحات اور حضرت مسیح موعودؑ کی ان کھلی تحریرات کے بعد بھی معترض کو کوئی گنجائش باقی رہ گئی ہو۔ بہتر ہو۔ کہ آئندہ ایسی باتوں کو شائع کرنے سے پہلے ذرہ اس کے متعلق پوری تحقیقات کر لیا کریں ✦

اسلام میں اصولی اختلاف کوئی نہیں

گذشتہ اشاعت میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے اس ضروری مضمون کی دوسری قسط شائع کی جا چکی ہے جو نبوت مسیح موعودؑ پر حضرت خواجہ صاحب کے بیانات کی تصدیق اور الفضل کی خلاف بیانی پر انہوں نے لکھا ہے۔ مضمون کے آخر میں حضرت خواجہ صاحب کے اس بیان پر کہ اسلام میں کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ الفضل کے اس مطالبہ کا بھی نہائت سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ جس میں اس نے اس کے ثبوت حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تحریرات سے کوئی ایک آدھ ہی حوالہ طلب کیا ہے۔ لیکن الفضل کے اپنے الفاظ کچھ اس قسم کے ہیں۔ کہ جن سے بظاہر شبہ پڑتا ہے کہ وہ کہیں خود بھی تو حضرت خواجہ صاحب کا ہی ہمخیال نہیں اور صرف یہ کہکر ٹال دیا ہے کہ "یہ درست ہو یا غلط" کیوں صاحب درست کیوں ہو۔ اور غلط ہی کیوں نہیں اسی لئے کہ پھر اس سے اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور نہ ہنود و مذاہب کی طرح اسلام کی بھی کوئی جامع مانع تعریف ہو سکتی ہے۔ ہر ایک شخص جس طرح مرضی چاہے دین بنالے۔ وہ مسلمان ہی رہیگا۔ لیکن اس دقت کو کیوں حائل ہونے دیا جائے۔ جب نزعومہ نبوت مسیح موعودؑ سبکو اسلام سے خارج کر رہی ہے۔ اسلام تو رہ ہی جاتا ہے۔ میاں صاحب کے چند مریدین ہیں۔ ممکن ہے کہ انہی چند مسلمانوں کو ذہن میں رکھکر اصولی اختلاف نہ ہونے کے خیال کو درست کہدیا ہو۔ لیکن اس صورت میں بھی ایک دقت باقی رہ جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم بھی تو مسیح موعودؑ کو کامل نبی نہیں مانتے۔ اور نہ ایسا ہی میاں صاحب کے بعض مریدین بھی پھر نبی کے انکار سے تو کفر لازم آتا ہے۔ اور اسی کی بنا پر دوسرے سب مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا گیا۔ پھر ہمیں کیونکر وہ "احمدی مسلمان" کہہ سکتے ہیں۔ اگر تو ہم باوجود مسیح موعودؑ کو نبی نہ ماننے کے کافر نہیں۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ باقی مسلمان بھی نہ اس بنا پر کافر ہیں اور نہ اُن میں احمدیہ میں کوئی اصولی اختلاف ہے۔ خود میاں صاحب ہمارے اور اپنے درمیان اصولی فرق کے قائل نہیں۔ حالانکہ جس مسئلہ کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اصولی فرق کا موجب ٹھہرایا جاتا ہے یعنے نبوت مسیح موعودؑ۔ اسی کے ہم بھی قائل نہیں۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس بات کو باقی مسلمان نہ ماننے سے کافر ہو گئے۔ اُسی بات کو ہم نہ ماننے کے باوجود مسلمان کے مسلمان رہے۔ کیا الفضل ایسے روشنی ڈالنے کی کوشش کریگا۔ سیدھی بات ہے۔ یا تو ہم پر بھی کفر کا فتوےٰ دو۔ ورنہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ مسلمانوں کے اندر اصولی اختلاف ہے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی شہادت مسلمانوں اور احمدیوں میں کوئی فرق نہیں

اس حوالہ کے علاوہ جو حکیم صاحب نے اپنی تحریر میں اس بات کے ثبوت میں دیا ہے کہ حضرت مولانا نور الدین کے نزدیک اسلام میں اصولی اختلاف نہیں حضرت مولانا مرحوم کے الفاظ اس مسئلہ کو صاف کر دینے والے ہیں۔ جہاں آپ نے فرمایا ہے کہ

" دوسرے مسلمانوں سے اصول دین میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ جہاں وہ ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء کی وفات کو مانتے ہیں۔ وہاں ایک حضرت مسیح کی وفات کو ہم نے مان لیا۔ تو کیا گناہ ہے۔ ایسا ہی امت محمدیہ میں مکالمہ مخاطبہ الٰہی اولیاء اللہ سے جاری رہا۔ تو مرزا صاحب سے خدا تعالیٰ نے کا مکالمہ ماننا کیا ہرج رکھتا ہے۔ مسیح کا نزول ماننا اصول دین میں داخل نہیں" (بدر مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۱۲ء)

اس قدر صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے ضد اور تعصب سے کام لینا اور اسے غلط بیانی پر مبنی قرار دینا حق پسندی سے کوسوں دور سمجھا گیا نہیں تو کیا ہے۔

کلید قرآن

مسٹر انیس احمد صاحب بی۔ اے (علیگ)، فیلو محمڈن کالج علیگڑھ کے نام سے بہت مشہور ہوا ہندوستان کی مذہبی دنیا معروف ہو چکی ہے۔ آپ نے نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ اپنی اس تصنیف میں قرآن مجید کی صحیح تعلیم سے مسلمانوں کو واقف اور اُن بیہودہ خیالات کا دفعیہ کرنا چاہا ہے۔ جو اسلام کو مفلسی و ناداری کا ایک سرچشمہ سمجھتے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کی موجودہ تباہی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے آیات قرآنی سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے ہی دنیوی تنزل ان میں واقع ہوا اور دکھایا ہے۔ کہ اسلام میں دینی و دنیوی دولت و مال و متاع ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چلتا ہے۔ نہ یہ کہ اسلام مفلسی و قلاشی کا حامی ہے۔ اور دولتمندوں کا دشمن۔ اس بات کو آپ نے صحابہ کرام کی مختلف مثالوں سے بھی واضح کیا ہے۔ اور اپنے مطالب و مقاصد کے لئے نہائت خوبصورتی کے ساتھ مفصل طور پر شواہد قرآنی پیش کئے ہیں۔ یہ کتاب موجودہ مسلمانوں میں عام طور پر تقسیم کئے جانے کے قابل ہے۔ ۱۸×۲۲ کے ۱۱۶ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ کاغذ اور لکھائی چھپائی نہائت اعلےٰ ہے۔ لیکن قیمت کا علم نہیں۔ غالباً مصنف سے مل سکتی ہے ✦

سلسلہ خطبات غربیہ

قریباً تین چار سال سے اہل اسلام کی نظریں کرۂ ارض کی اس سمت کو لگی ہوئی ہیں جس طرف ووکنگ کا چھوٹا سا قصبہ واقعہ ہے۔ کیونکہ اس چھوٹے سے قصبہ سے ہر ہفتہ ایک ایسی دلکش آواز ہمارے کانوں میں آتی ہے۔ کہ جو ہمارے اندر خوشی و انبساط پیدا کر دینے والی ہے۔ یہ آواز کیا ہے۔ یہ کسی نہ کسی سعید روح کے اس دین متین کے اندر داخل ہونے کی خبر ہے۔ جس کے کہ آج ہم بھی نام لیوا ہیں۔ مسلمانان ہند بہت بیقرار ہیں۔ یہ سننے کے لئے کہ وہ کونسا مقناطیسی اثر ہے۔ جو انگریزوں کی خود دار قوم کو اس ملک کے اندر جہاں اسلام کے خلاف افترا پردازی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے بہت ہی اچھا کیا۔ کہ اپنے ان لیکچروں کو جو اس دلکش تبدیلی کا موجب ہوئے۔ سلسلہ خطبات غربیہ کے عنوان سے طبع کرانا شروع کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس سلسلہ کے وہ ابتدائی خطبات ہیں۔ جو شروع میں اسلام کی عظمت کو وہاں کے لوگوں کے دلوں میں قائم کرنے اور اُن کے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے کا موجب ہوئے۔ یہ نمبر "مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات" کے نام سے چار مضامین پر مشتمل ہے۔ (۱) میری مرضی نہیں۔ بلکہ تیری مرضی۔ (۲) خدا کی کامل تصویر۔ (۳) اسلام ہی بپتسمہ آتشین ہے۔ (۴) الہام ایک فیض ربوبیت ہے۔ ان چاروں خطبات میں جن زبردست دلائل کے ساتھ اسلام کی عظمت کو واضح کیا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے۔ کہ یہی ایک فطری دین ہے۔ جس پر انسان چل سکتا ہے۔ وہ اس کے پڑھنے سے ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔ قیمت فی جلد ۵؍ دفتر اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتا ہے ✦

عالم النسوان

ہماری اپیل کا جواب ایک نیکدل احمدی خاتون کی طرف سے

گذشتہ دو تین اشاعتوں میں ہم نے مستورات کی [illegible] زار کا ذکر کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی طرف [illegible] خواتین کو توجہ دلائی تھی اور اُن سے یہ چاہا تھا کہ [illegible] موضوع پر اخبار میں اپنے خیالات کا اظہار کریں [illegible] کہ ہمیں اس کے جواب کے لئے زیادہ دیر تک انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ اور ہماری احمدی [illegible] نے اس مبارک تحریک کو شرف قبولیت بخشنے میں [illegible] فرمایا۔ اس بارہ میں سب سے پہلا نمبر ہماری محترمہ بہن صدیقہ خاتون صاحبہ کا ہے۔ جنہوں نے ذیل کا گرامی [illegible] لکھکر برائے اشاعت ارسال کیا ہے۔ اس مضمون کا ایک ایک لفظ اس جوش اور محبت کو ظاہر کرتا ہے جو ہماری [illegible] بہن کو دین کے ساتھ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری دیگر بہنیں بھی اس مضمون کو پڑھکر اس سے پورا فائدہ اٹھائینگی اور اس مبارک تحریک میں عملی حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کرینگی۔ ضرورت ہے۔ کہ اپنے ان مضامین میں ہماری بہنیں ان پاک کوششوں اور طریقوں کا بالصراحت ذکر کریں جو تبلیغ دین کے لئے وہ کر رہی ہیں۔ یا کرنا چاہتی ہیں۔ اور جو دیگر مستورات کو اسلام پر کاربند کرنے کے لئے ضروری ہیں . . . . ہماری محترمہ بہن [illegible] نے اپنے اصل مضمون سے پہلے جو چٹھی لکھی ہے [illegible] مردوں کی اس کم التفاتی کو ظاہر کرنیوالی ہے جو [illegible] عورتوں کے دینی معاملات میں اختیار کر رکھی ہے۔ [illegible] اسے بھی بجنسہ شائع کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا [illegible] کہ ایک نیکدل خاتون کی ان جائز شکایات کو ہمارے [illegible] ٹھنڈے دل سے سنکر اُن کے انسداد [illegible]

جناب ایڈیٹر صاحب مکرم۔ السلام علیکم۔ یہ پیغام [illegible] کہ آپ نے طبقۂ نسوان کی اصلاح کی طرف توجہ [illegible] معزز اخبار کے کالموں میں اُن کی اصلاح اور [illegible] کے لئے جگہ دی ہے۔ نہائت خوشی ہوئی۔ الحمد للہ [illegible] ہم مستورات کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مرد تو یہ سمجھتے [illegible] گھر کی نگرانی کرنے بچوں کے پالنے اور نماز روزہ [illegible] سکتی ہیں۔ مگر ہم نے خود بھی یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ہم سے [illegible] اس ناقص حالت کے زیادہ تر ذمہ دار مرد ہی ہیں۔ [illegible] نہیں دیتے کہ ہم بھی اُن کے کسی کام کی تحریک [illegible] شاذ ہی کبھی ایسا ہوا ہوگا۔ کہ کسی لیکچر۔ کسی وعظ [illegible] کے لئے پردہ کا انتظام ہوا ہو۔ بیشک اس میں [illegible] جب ایک مفید کام استقلال سے شروع کر دیا جائے [illegible] اور رکاوٹیں بھی انشاء اللہ دور ہو جاتی ہیں [illegible] میں مختلف استعداد والے ہوتے ہیں اسی طرح [illegible] استعدادیں ہوتی ہیں۔ اگر دو چار اس کان سے سن کر [illegible] تو کچھ ایسی بھی ہونگی۔ جنکے دل پر ان باتوں لیکچر و وعظ [illegible] ان کی معلومات بڑھینگی۔ اور وہ کچھ کرنے کے [illegible] ذیل میں میں اپنے ناچیز خیالات لکھکر ارسال [illegible] اگر مفید ہوں تو اپنے قیمتی کالموں میں جگہ دے کر [illegible]

دین کی خدمت

> بکسے سلے دین احمد ہیچ خویش و [illegible]
> ہر کسے در کار خود با دین احمد کار [illegible]

پیاری بہنو! اس شعر میں حضرت مسیح موعودؑ نے [illegible] کیسا پُر درد نقشہ کھینچا ہے۔ دیکھ لو۔ آجکل دین کی [illegible] ہے۔ غیر مذاہب کے حملوں کا یہ نشانہ بنا ہوا ہے [illegible] نام لیوا (پیرو) ہیں۔ اُن کا یہ حال ہے۔ کہ اگر ایک [illegible] اور دین کی کچھ خدمت کرتا ہے۔ تو دوسرا اُس کی [illegible] اکھاڑنے کو موجود ہو جاتا ہے۔ مفلسی اور تنگدستی نے [illegible] ہے۔ اگر کچھ خدا کے بندے دین کو دنیا پر مقدم [illegible] پر آمادہ ہوتے ہیں۔ تو انکو روپیہ مہیا کرنا ہی مشکل [illegible] میں ہم مستورات کا علیحدہ ہو کر [illegible] کیونکہ جہاں اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں مومنوں [illegible]

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور - چہار شنبہ - ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۹۶

احمدؐ ہی پیشوا ہے احمدؐ ہی مقتدا ہے

اسلام میں ہے راحت توحید میں مزا ہے
کیوں کفر میں پڑا ہے؟ اصنام پر فدا ہے؟
اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت
لطف و کرم کا طالب اسلام ہو رہا ہے
دنیا پرست اسپر کرتے ہیں سخت حملے
بیکس ہے وہ خدایا! تیرا ہی آسرا ہے
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
اسلام نے بتائی راحت کی یہ دوا ہے
ہنگام تنگدستی۔ تو مانگ اس خدا سے
وہ الغنی خدا ہے۔ دست کرم کھلا ہے
کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
ساحل پہ اب لگا دے سب کی یہی صدا ہے
آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
پی کر کے جام اس کے غفلت میں کیوں پڑا ہے؟
ہشیار ہو خدارا وحدت کے جام پی کر
کیوں شرک میں پھنسا ہے؟ کیوں بت پہ مر رہا ہے؟
احمدؐ ہے اور محمدؐ جو فخر انبیا ہے
وہ سب کا پیشوا ہے وہ سب کا رہنما ہے
رحمت ہے وہ خدا کی۔ اے بندگان عالی!
قرآں کو دیکھ لیجے! اس میں یہی لکھا ہے
گو بندۂ خدا ہے۔ لیکن ہے فرد کامل
تکمیل کرنے والا۔ ہادی رہنما ہے
اور نے غلام ان کا ہے میرزا ہمارا
گو ہے وہ اک مجدد پر شان میں بڑا ہے
کہتے رہے یہ حضرتؑ جب تک رہا وہ ہم میں
احمدؐ ہی پیشوا ہے۔ احمدؐ ہی مقتدا ہے
اسلام ہی دوا ہے امراض روح و تن کی
خواہش ہے گر شفا کی۔ یہ نسخۂ شفا ہے
الفت لگاؤ اس سے رغبت بڑھاؤ اس سے
دل میں بساؤ اس کو وہ ہی تو دلربا ہے
کل مذہبوں سے اعلےٰ کل ملتوں سے امجد
اسلام ہی ہے افضل اسلام ہی بڑا ہے

ملفوظات مسیح موعود

اس عنوان کے نیچے ارادہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تقاریر اور تحریرات میں سے کچھ وقتاً فوقتاً احباب کی دلچسپی اور دینی مصلحت کے لئے شایع ہوتا رہے۔ امید کہ حضرت جری اللہ کے ان قابل قدر نکات اور جواہر ریزوں کو آویزۂ گوش بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

جماعت کو کس بات کی خواہش ہونی چاہئیے؟

بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ایسی شے بتلاؤ جس سے الہام اور کشوف ہونے لگیں۔ وہ میرے نزدیک دیوانہ ہیں محبت ذاتی نہ ہو اور مکاشفہ کی طلب ہو۔ یہ تو سخت بیہودہ ہے۔ اول ایک عاشق والا کرب اور تعلق اور سوزش تم میں ہونی چاہئیے ایمان کا تکیہ کسی دوسری شے پر نہ ہو۔ نہ دوزخ نہ بہشت کا خیال ہو۔ بھلا جب کوئی کسی سے عشق رکھتا ہے تو کیا اس کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ ایک سو یا دو سو روپیہ مل جاوے۔ ماں کو بچے سے کیا محبت ہے کیا وہ روپے پیسے کے لئے ہے جو خدا کی طرف سچا ہوتا ہے۔ وہ تو حیران ہوتا ہے کہ کون شے ہے جو اسے کشش کرتی جاتی ہے۔ اور یہی ہے جو کہ دارالامان تک پہنچاتی ہے۔ کشوف وغیرہ چیزیں ہی کیا ہیں۔ اس لئے لکھا ہے کہ ایک نبی کی ولایت اس کی نبوت سے بڑھ کر افضل ہوتی ہے کیونکہ ولایت ایک تعلق ذاتی ہے۔ اور نبوت ایک منصب ہے ہماری جماعت کو کسی دوسری شے کی ہوس سوائے محبت الٰہی کے نہ کرنی چاہئیے۔ یہی فکر چاہئیے کہ [illegible] تعالےٰ سے اس کی ذاتی محبت کس قدر ہے۔ اگر صرف دعوے کرے [illegible] قبول نہ ہوگا جب تک علامات نہ ہوں۔ جب مجازی محبت کے نشان [illegible] ہوتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حقیقی محبت کے نہ ہوں۔ ماں کا اگر بچہ گم ہو جائے تو روٹی اس کی چھوٹ جاتی ہے۔ طبیعت بدل جاتی ہے تاریکی اس پر [illegible] ہو جاتی ہے جوں جوں رات گذرتی ہے اس کی بیقراری بڑھتی [illegible] ہے حتیٰ کہ قریب موت کے پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اس وقت اس کا بچہ [illegible] تو ہزار عید اسے ہوتی ہے اس کا نام محبت ذاتی ہے اسی لئے خدا [illegible] کو نو امع الصادقین یعنی صادقوں کی صحبت میں رہو اور دیر تک [illegible] ممکن ہے کہ انسان سال دو سال تک کچھ بھی نہ دیکھ سکے کیونکہ یہ [illegible] منحصر ہے۔ لکھا ہے کہ جن کا تعلق خدا سے محبت ذاتی کا ہوتا ہے [illegible] قسم کی شرم دامنگیر ہوتی ہے کہ وہ راز کسی طرح منکشف ہو جاوے [illegible] وہ خلوت میں ہوں اور خدا سے تعلق کا سلسلہ جاری ہو اور کوئی [illegible] اوپر سے آجاوے تو وہ اس قدر شرمندہ ہوتے ہیں جیسے ایک [illegible] زنا کرتا پکڑا جاوے۔ چونکہ یہ تمام اسرار صحبت میں ہیں اسی لئے کہا [illegible] مع الصادقین۔ کافروں نے کہا مالھذا الرسول یاکلون الطعام [illegible] یہ کیا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے پانی پیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے [illegible] نے سوائے آب و غیرہ کے اور کچھ نہیں دیکھا ایسے ہی اگر یہاں [illegible] نماز روزہ رکھ لے تو اس نے کیا دیکھا وہ ایک گھڑی ہوتی ہے [illegible] کے دل کو منور کر دیتی ہے اسی لئے کہا کرتے ہیں کہ مکہ معظمہ [illegible] واسطے صحت نیت کے ساتھ جانا آسان ہے۔ لیکن صحت نیت [illegible] واپس آنا مشکل ہے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ حاجیوں سے ڈرو۔

غیر از جماعت کا جنازہ

پیشتر ازیں بھی حضرت اقدس کے اپنے فتاوے اور عمل سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آپ کے نزدیک [illegible] مسلمانوں کا جنہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ لیکن مکفر [illegible] مکذب بھی نہیں جنازہ جایز ہے آج ہم اس بارہ میں حضرت اقدس کا ایک اور فتوے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو بدر جلد ۷ نمبر [illegible] نماز جنازہ پڑھنے پر آپ نے فرمایا:-

"ہو کہ رسول اللہ صلعم نے ایک منافق کو کرتہ دیا اور اس کے جنازہ کی [illegible] ممکن ہے کہ اس نے غرغرہ کے وقت توبہ کر لی ہو۔ مومن کا کام ہے کہ [illegible] رکھے اسی لئے نماز جنازہ کا جواز رکھا ہے کہ ہر ایک کی پڑھ لی جا[illegible] ہاں اگر کوئی سخت معاند ہو یا فساد کا اندیشہ ہے تو پھر نہ پڑھنی چا[illegible] ہماری جماعت کے سر پر فرض نہیں ہے بطور احسان کے ہماری [illegible] دوسرے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھ سکتی ہے۔"

تھا کہ ایسے شخص کو جماعت سے خارج کر دیا جائیگا لیکن افسوس ہے وہ صرف یقولون ما لا یفعلون کا ہی مصداق تھا جس میں کبر مقتاً کا الٰہی وعید بھی یاد نہ رہا۔ خیر بہرحال ہمیں اس سے کام نہیں وہ جواب دیں یا نہ دیں ان کے مریدین کی یہ عملی شہادت ہی ان کے اعتقادی بطالت کے لئے کافی ہے۔ ابھی حال ہی میں ان کے ایک اور مرید میاں معراج الدین صاحب سینٹری انسپکٹر کانپور نے لاہور میں اپنے والد ماجد حکیم اللہ دین صاحب بازار حکیماں کا جنہیں سلسلہ احمدیہ سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔ ایک دوسرے امام کے پیچھے جو وہ بھی سلسلہ احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتا جنازہ پڑھا جیسا کہ وہ غیر از جماعت تھا، لوگوں میں سے جو اس واقعہ کے چشمدید گواہ ہیں ایک نے میاں معراج الدین سے کہا بھی کہ آپ کے نزدیک تو ان کا جنازہ جایز نہیں۔ آپ نے کیوں جنازہ پڑھ لیا جس پر انہیں جواب یہ ملا۔ کہ کون بے ایمان کہتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ میاں معراج الدین صاحب نے یہ پاکیزہ خطاب کس کو دیا۔ آیا اپنے پیر صاحب کو یا خود اپنے آپ کو حیرانی کی بات ہے کہ مرید ایک ذرا ذرا سی بات پر یوں علانیہ بھری مجلسوں میں پیر صاحب کو گالیاں دیتے ہیں اور پھر بھی مرید کے مرید اور میاں صاحب ویسے کے ویسے ہی مصلح موعود۔ اور فخر الرسل اور فضل عمر اور کیا کیا کچھ ہیں۔ حقیقت میں اولوالعزم بھی ہو۔ تو ایسا ہی ہو۔ کہ کسی بات کی پروا نہیں۔ خواہ مرید اٹھ کر دو چار گالیاں ہی سنا دے کیونکہ آخر مرید ہی تو ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ یہ پیری اور مریدی کے تعلقات پیر سمجھے یا مرید ہمیں تو یہاں صرف اس واقعہ کا اظہار کرنا اور میاں صاحب کے عقاید اپنے عمل سے باطل ٹھیرانے والوں کی فہرست میں ایک اور اضافہ کی خوشخبری سنانا مقصود تھا۔ کیا میاں صاحب اب بھی اس طرف متوجہ نہ ہوں گے؟

ایک علمی مجلس کا قیام

ایک مدت سے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کہ بزرگان سلف کے ان علمی جواہر ریزوں کو جو علوم مشرقیہ سے متعلق اور آج بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ اردو کا جامہ پہنا کر ان کی عام اشاعت کی جائے۔ کیونکہ ان عالیشان علوم کا زندہ کرنا بھی ایک حد تک قومی زندگی کی جان ہے۔ معاصر العصر نے تو اس ضرورت کو اپنی بعض گذشتہ اشاعتوں میں پیش کرتے ہوئے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو بھی توجہ دلائی تھی جسکی باقی دیگر معاصرین نے بھی تائید کی۔ الحمد للہ کہ اب یہ تحریک عملی جامہ اختیار کرنیوالی ہے۔ "بیت الحکمۃ" کے نام سے پنجاب کے بعض معزز مسلمانوں نے ایک مجلس قائم کی ہے جس نے اس خدمت کو انجام دینا اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور نہ صرف بزرگان سلف کی علمی تصنیفات کے تراجم کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ بلکہ موجودہ اہل قلم حضرات اور مصنفین سے بھی مفید موضوعات پر کتابیں لکھوانا اپنے ذمہ لیا ہے مسلمان بچوں کیلئے دینیات اور اسلامیات کے چھوٹے چھوٹے رسائل شائع کرنا اسکی سب سے پہلی غرض ہوگی۔ مجلس نے ایک قابل مصنف کی خدمات علمی حاصل کرنیکا بھی تہیہ کر لیا ہے۔ معاصر العصر اس تحریک کا آرگن ہوگا۔ اسکے بانیوں میں (۱) ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب (۲) علامہ عبداللہ العمادی صاحب (۳) بشیر حسین خان صاحب سکریٹری بزم اسلام لاہور۔ (۴) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب (۵) ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب (۶) ابوالمعالی سید [illegible] (۷) مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے۔ اور مربیان معاونین میں نواب عبدالغفار علی خانصاحب کی [illegible] خصوصیت سے قابل تذکرہ ہیں مجلس نے اپنی ابتدائی [illegible]

پانچسو روپیہ سالانہ بطور وصیت

سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں ابھی حال میں پانچسو روپیہ کا ایک چک وصول ہوا ہے۔ جو بمبئی سے سیٹھ اسمٰعیل آدم [illegible] صاحبان نے اس وصیت کی تعمیل میں بھجوایا ہے جو وہاں حاجی اسمٰعیل حاجی یوسف صاحب مرحوم احمد آبادی نے کی ہوئی ہے۔ اور جس کے آپ ٹرسٹی ہیں آپ ہر سال اسیقدر رقم اس وصیت کے مطابق انجمن کو بھجوائینگے۔ اس موصول شدہ رقم کو آپنے ترجمۃ القرآن پر صرف کرنیکی ہدایت فرمائی ہے یہ محبت اسلام یہ جوش اور اخلاص فی الدین فی الواقع بہت ہی قابل قدر ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اس عظیم الشان قربانی پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور اپنی رحمتوں کی بارش ان پر برسائے ہمارے ہردو سیٹھ صاحبان بھی قابل شکر ہیں جو مرحوم کی اس امانت کو صحیح مصرف پر خرچ کر رہے ہیں۔ اور اشاعت ترجمۃ القرآن کو جو حقیقت میں تمام نیکیوں سے بڑھکر ہے مقدم سمجھتے ہیں اللہ تعالےٰ آپ کو ان پاک خیالات اور مخلصانہ مساعی پر اجر عظیم عطا فرماوے۔

آرایش و زیبایش عورتوں کا کام ہے نہ کہ مردوں کا؟

اودھ پنچ کے تازہ پرچہ میں دہلی کی آیندہ مسلم لیڈیز کانفرنس کے متعلق بعض ظرافت آمیز ریزولیوشن شایع ہوئے ہیں۔ جو یوں تو اس قابل نہیں کہ ان کا تذکرہ بھی کیا جائے لیکن انہی میں ایک ریزولیوشن کے چند ایک الفاظ جو اس نوٹ کا عنوان ہیں۔ در اصل موجودہ مسلمان نوجوانوں کے آویزہ گوش بننے کے قابل ہیں۔

"آرایش و زیبایش عورتوں کا کام ہے۔ نہ کہ مردوں کا"

یہ وہ حقیقت ہے جو اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے تلقین کی۔ اور جس پر عمل کرنے سے ہی کوئی قوم شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکتی ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ آج مسلمانوں بالخصوص

عالمِ نسواں

ایک اور قابل محترمہ کا خط لاہور سے

نماز پر ایک ضروری مضمون

پہلے تو یہی سنا کرتے تھے کہ مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ دیندار ہوتی ہیں۔ مگر اب تو انگریزیت کی ہوا کچھ ایسی چلی کہ چار دیواری میں بیٹھنے اور ناقص العقل کہلانے والا فرقہ بھی اس سے محروم نہ رہا۔ اسلام کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے مسلمان مذہب سے دور جا پڑے تھے اور مسلمان کہلانا ان کے لئے باعث شرم تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے اپنے برگزیدہ بندے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیج کر ڈوبتے ہوئے مسلمانوں کو بچا لیا اور اسلام کی شان دوبارہ دنیا میں ظاہر ہوئی۔ چونکہ مردوں کو وعظ و نصائح سننے اور اصلاح کا موقعہ زیادہ میسر ہے اس لئے وہ شعار اسلامی کے زیادہ پابند ہو گئے۔ مگر عام طور پر مستورات کو ایسے موقعہ بہت کم ملتے ہیں۔ اس لئے ان کی حالت زیادہ پست ہے اگر مرد اس طرف توجہ کریں اور اپنے گھروں میں اصلاح شروع کریں تو بہت مفید ہو۔ شکر ہے کہ پیغام صلح نے بھی ادھر توجہ کی ہے۔ امید ہے کہ بہنیں مفید مضامین لکھ کر مدد کریں گی۔ میں نماز پر کچھ لکھتی ہوں جو کہ سب سے ضروری فرض ہے۔ اور افسوس ہے کہ ہم اس سے غافل ہیں۔ اسلام میں نماز بمنزلہ ستون کے ہے جس نے نماز نہ پڑھی اس کے اسلام کا خدا حافظ ہے۔ نماز ہی مسلمانوں کا امتیازی نشان ہے۔ اور اسلام ایسا مذہب ہے جو بندوں کو دن میں پانچ مرتبہ خدا ئے واحد کے حضور میں حاضر کرتا ہے۔ بیشک خدا سے تعلق بڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے اور یہی روحانی ترقی کا زینہ ہے۔

بہنو غور کرو جب دنیا کا کوئی بادشاہ یا نواب کسی شخص کو باریاب کرے اور اس کی عرض معروض سنے تو وہ شخص اپنی خوش قسمتی پر کس قدر نازاں ہوتا ہے۔ پھر حیف ہے کہ وہ مالک حقیقی ہمیں اپنے حضور بلائے اور ہم حیلے بہانے بنائیں۔ بعض بی بیاں گھر کے کام کی زیادتی کا عذر کر دیتی ہیں۔ اور بعض محض کاہلی سے نماز نہیں پڑھتیں یا ایک وقت پڑھی تو دو وقت ناغہ کر دی۔ اور اس طرح اپنا قیمتی وقت خدائے پاک کی یاد سے غفلت میں گذار دیتی ہیں۔ پیاری بہنو! یہ دنیا کے دھندے تو ہمیشہ ہی لگے رہیں گے۔ مگر جب پیام اجل آ جاتا ہے جس کا کوئی وقت مقرر نہیں تو سب یہیں دھرا رہ جاتا ہے۔ جن چیزوں کے لئے خدا کو چھوڑا وہی دغا دے جاتی ہیں۔ پس ایسی زندگی گذارنی چاہئے کہ اس نازک وقت میں یہ نہ کہنا پڑے کہ کاش خدا ہمیں اور مہلت دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔ بلکہ دنیا کے جھگڑوں میں سے بھی کچھ وقت نکالو اور خدا کی یاد میں بسر کرو۔ اللہ تعالےٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ کہ قیامت کے دن کافر کہیں گے کہ کاش ہم پھر لوٹ کر دنیا میں بھیج دیئے جائیں۔ تاکہ اچھے اچھے اعمال کریں۔ پس اس زندگی کو غنیمت جانو۔ ع

خبرے کن اے فلاں غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

سر دست پانچ وقت نماز پڑھنی اگرچہ کسی قدر مشکل معلوم ہوتی ہے لیکن اگر فرض سمجھ کر ضرور ادا کی جائے تو چند دنوں میں ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ پھر اس کے بغیر چین نہیں پڑتی۔ اور نماز پڑھ کر جو روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے اس کو کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

کیا ہی مبارک ہے وہ بی بی جو علے الصباح اٹھ کر خدا کا سب سے بڑا اور پہلا فرض ادا کرے۔ اور رات کے وقت جبکہ تمام گھر خواب راحت میں ہو وہ دن کے دھندوں سے فرصت پا کر اپنے معبود حقیقی کے سامنے کھڑی ہو۔ اپنے دل کا درد دکھ خدا کے حضور میں پیش کرے اور اس سے بخشش اور مدد مانگے۔ یقیناً جب وہ بستر پر لیٹے گی تو اس کا دل سچی خوشی سے لبریز ہوگا۔ بیشک بابرکت ہے وہ گھر جس کے سب چھوٹے بڑے نماز کے پابند ہوں۔ اور ننھے ننھے بچے بھی ماں کے ساتھ جانماز پر سجدے کریں۔

پیاری بہنو! تم پر اپنا ہی فرض نہیں بلکہ ایک اور فرض بھی ہے تم آیندہ نسل کی مائیں ہو۔ تم اپنی اولاد کی ذمہ وار ہو بچے جو دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ بچپن کا خیال بہت پختہ ہوتا ہے۔ اگر تم نماز کی پابند ہو تو تمہارے بچے بغیر کسی خاص کوشش کے خود بخود ہی نماز کے خوگر ہو جائیں گے۔ بچپن میں اگر نماز پڑھنی آ جائے تو تمام عمر عادت رہتی ہے اس لئے اپنے گھروں کو اسلامی رنگ میں رنگین کر دو کہ تمہارے تربیت یافتہ بچے جب بڑے ہو کر [illegible]

کی ذرا سی بے پروائی بھی ان کے مذہبی عقیدہ کو متزلزل [illegible] اسلام کے خزاں رسیدہ چمن کی بہار اب اسی پر موقوف ہے کہ [illegible] بچے ماؤں کی گود سے دین سیکھ کر نکلیں اور اسلام کے سچے [illegible]

اس زمانے میں جبکہ تعلیم نسواں کا کم و بیش چرچا [illegible] ہو گیا ہے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ اسکولوں کی تعلیم [illegible] عموماً دین سے بے پروا ہوتی ہیں۔ نماز سے ان کو کوئی [illegible] قرآن سے وہ بے غرض ہیں۔ سکولوں سے اس طرف [illegible] یہی سب سے بڑا ہتھیار ہے کہ مائیں خود دین سے واقف اور [illegible] پابند ہوں۔ تاکہ بچیاں بچپن ہی میں مذہب سے خوگر ہو جائیں [illegible] نبی کریم نے (ان پر ہزاروں سلام و درود ہوں) فرمایا ہے [illegible] تین چیزیں محبوب ہیں۔ جن میں سب سے پہلے نماز ہے۔ ہمیں چاہئے کہ محبوب خدا کی محبوب شئے کو اختیار کریں تاکہ خدا کی رضا [illegible] ہوں۔

نماز جمعہ بھی جس کو میسر ہو ضرور پڑھنی چاہئے۔ لاہوری بہنوں کو خدا کے فضل سے نماز جمعہ کا موقعہ ملتا ہے۔ ان کو اس [illegible] فایدہ اٹھانا چاہئے۔ گذشتہ اخبار میں بہن صدیقہ خاتون [illegible] کی ہے کہ مستورات کو وعظ و نصیحت سننے کا اتفاق بہت کم ملتا ہے [illegible] یہ شکایت درست ہے۔ خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ ہمیں [illegible] سننے کا موقعہ میسر ہے۔ پھر بھی جو محروم رہیں تو ان کی بدنصیبی [illegible] چاہئے کہ جس طرح بیاہ شادی کی محفلوں کے لئے وقت نکال [illegible] ہیں کم از کم اس کوشش و تڑپ سے نماز جمعہ کے لئے بھی [illegible] اور جمعہ کے خطبہ کو نہایت غور و توجہ سے سنیں۔ نیز ان [illegible] پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آخر میں دعا ہے کہ اے قادر قیوم تو ہم کو توفیق عطا [illegible] احکام بجا لائیں۔ اور اپنا سر عجز و نیاز تیرے در پر جھکائیں [illegible] دینی و دنیوی کامیابی اسی میں پوشیدہ ہے۔ والسلام

خاکسار۔ احمدی خاتون [illegible]

مسلم لیڈیز کانفرنس

مردوں کی طرح مسلمان عورتوں [illegible] نام کی ایک کانفرنس [illegible] کر رکھی ہے۔ جس کے اجلاس ہر سال منعقد ہوتے ہیں [illegible] اجلاس کی مختصر رپورٹ ہم نے پیغام صلح میں درج کی تھی اور [illegible] کا اظہار کیا تھا۔ کہ کانفرنس کا مذہبی خیالات کی طرف [illegible] اور اس کے ثبوت میں ایک خاتون کی تقریر کا کچھ [illegible] لیکن ہمیں اس بات کا آجتک پتہ نہیں لگا۔ کہ کانفرنس نے عملی [illegible] کچھ کر کے دکھایا ہے۔ سال بھر کی خاموشی کے بعد اب پھر [illegible] کا اجلاس منعقد ہونے کی خبر آئی ہے۔ جس میں پھر پہلے کی طرح چند ایک [illegible] اور ریزولیوشنوں سے بڑھکر کوئی چنداں امید نہیں ہو سکتی [illegible] دنیوی نمود و نمایش کا آج مسلمانوں میں بہت زور ہے۔ جلسے [illegible] ہوتی ہیں۔ اخباروں میں نام نکل جاتا ہے۔ لیکن کام کوئی نہیں [illegible] کسی خواتین کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان بیشمار جاہل مستورات کو جو دین [illegible] واقف نہیں جن کے اندر طرح طرح کی بدعتوں اور خلاف اسلام [illegible] کا بہت زور ہے ان کے گھروں میں جا کر سمجھائیں۔ ان سے میل ملاقات [illegible] پیدا کریں۔ اور اسلامی تعلیمات سے انہیں واقف کریں۔ صرف جلسوں [illegible] کر دینا چنداں مفید نہیں۔ جبتک عملی طور پر خود ان باتوں پر کاربند [illegible] ناواقف مستورات کو بھی کاربند بنائیں۔

لایق مسلمان خاتونیں کہاں ہیں؟

ہم نے گذشتہ اشاعت میں [illegible] لاہور کے ایک اسلامیہ گرلز [illegible] مذہبی تعلیم ستردہ ہو جانے کا ذکر کر [illegible] بتایا تھا کہ اس اور ایسے ہی [illegible] اسلامی مدارس پر جو شہر کے مختلف حصص میں میونسپلٹی کی طرف [illegible] ہوئے ہیں۔ ایک ہندو عورت سپرنٹنڈنٹ مقرر ہے۔ اس کی [illegible] میونسپلٹی کی طرف سے یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ اس قابلیت کی کوئی مسلمان [illegible] نہیں ملتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ میونسپلٹی کا عذر ایک حد تک صحیح بھی ہے [illegible] بات سے اختلاف ہے۔ کہ ضرور اس قابلیت کی ریعنے گریجوایٹ [illegible] ہی سپرنٹنڈنٹ بنائی جاسکتی ہے۔ ابتدائی سکول میں مسلمان [illegible] دینا ہے۔ ہماری سمجھ میں کوئی دیندار اور تجربہ کار خاتون جو [illegible] پڑھنا جانتی ہوں۔ اس کام کو بخوبی نباہ سکتی ہیں۔ لیکن سوال [illegible] بھی کہاں سے آئیں۔ کیا مسلم لیڈیز کانفرنس جو "آل انڈیا" کی [illegible] لگا کر کل ہندوستانی خواتین کی نیابت کا ذمہ لے چکی ہے اس ضروری [illegible] تشفی جواب دے سکتی ہے بہتر ہوگا کہ کانفرنس کے زیر اہتمام ایسی قابل [illegible] عورتیں تیار کی جائیں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ ۱۴ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۸

غیر مذاہب میں کیا ہو رہا ہے؟

مسیحی مشن کی طرف سے ایک خاص مہم کی تیاریاں
احمدی نوجوانوں کی خاص توجہ کے قابل

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے آریہ سماجی نوجوانوں کے مذہبی جوش اور سرگرمی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بالمقابل مسلمانوں کی غفلت کا کا بھی تذکرہ کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں آج ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس وقت مذہبی دنیا کی عام حالت کیا ہے۔ کس طرح سے غیر مسلم لوگ پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اپنے مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ آیندہ اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے اپنے دایرہ عمل کو زیادہ وسیع اور کارگر بنانے کے لئے کیا کچھ خاص تیاریاں کی ہیں۔ اور بالمقابل ہم اپنے فرائض سے کس حد تک غافل ہو رہے ہیں +

ہندوستان میں مسیحی مشن کو قائم ہوئے کوئی بہت دیر نہیں ہوئی بالخصوص پنجاب میں مسیحی مشنریوں کو آئے ہوئے بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ لیکن اس قلیل مدت میں مسیحیت نے یہاں کیا کچھ ترقی کی کس قدر ہندو تانیوں کو جو پیاسا ہی مذہب کے بجائے کسی بھیڑوں کے گلہ میں شامل کر لیا کتنے مسلمان اسلام جیسے سلامتی بخش مذہب سے اپنی گردن اطاعت موڑ کر کفارہ مسیح کی نذر ہوئے ضرورت نہیں کہ ان باتوں کی تفصیل میں پڑ کر بے فایدہ پرانے زخموں کو ہرا کیا جائے۔ ان وسایل سے قطع نظر کر کے جو اس تبلیغ میں عیسائی مشنریوں نے اپنی تعداد کو بڑھانے کیلئے اختیار کئے ان مصائب اور دقتوں کو مدنظر رکھکر جو انہوں نے اس راہ میں اٹھائیں اور بعض اوقات اپنی جان کے اوپر بن جانے پر بھی اس کام کو نہ چھوڑا۔ ہمیں ان کی ہمت و استقلال پر صد مرحبا کہنی پڑتی ہے۔ اور فی الحقیقت یہی ایک بات ہے جو اس وقت دنیا میں مسیحیت کی ایک گونہ ترقی کا موجب ہوئی ہے۔ ورنہ افریقہ میں ایک طرف اسلام کی بلا اسباب حیرت انگیز ترقی اور دوسری طرف سخت مسیحی جد وجہد جیسا کچھ تناسب تعداد پیش کر رہی ہیں۔ وہ کھلے طور پر اس بات پر شاہد ہے۔ کہ جو کچھ ان کے مفید مطلب آج تک ہوا ہے یا ہو رہا ہے۔ کوئی ان کے اصولوں کی پختگی پر مبنی نہیں۔ لیکن ان باتوں کو چھیڑنا اس وقت ہمارا مدعا نہیں۔ ہم تو صرف اس حیرت انگیز جوش و سرگرمی اور تجاویز اور ہدایات اور اس زبردست تیاری کا یہاں ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس قدر جد وجہد اور اس کے بعض خوشگوار نتایج کے بعد بھی اب پھر نئے سرے سے ایک تازہ مسیحی مہم کے لئے آجکل کی جا رہی ہے۔ بلکہ ایک حد تک کام کو شروع بھی کر دیا گیا ہے +

اس وقت ہمارے سامنے وہ رسالہ ہے کہ جو اس زبردست مہم کی تیاری کے لئے ”ہندوستان کی پریسبٹیرین چرچ کی بشارتی مہم کے لئے ضروری ہدایات“ کے نام سے طبع ہو کر مسیحیوں میں عام طور تقسیم کیا گیا ہے اس رسالہ میں سب سے پہلے ”بشارتی مہم کی مختصر تاریخ“ کے عنوان سے ملک کوریا میں اس مسیحی جد وجہد کا ذکر کرتے ہوئے جو سنہ ۱۹۰۷ء میں وہاں کے ایک کلیسا کے پاسبان نے شروع کیں۔ اور اپنی کامیاب کوششوں سے مسیحیوں کے لئے آج اس امید کی بنیاد ڈالدی ہے۔ کہ

”ایشیا میں کوریا کا ملک پہلا مسیحی ملک بنے گا“

اور پھر اسی کی تقلید میں چین اور جاپان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کرنے اور جنوبی ہندوستان میں بھی ایک قلیل عرصہ میں آٹھ ہزار اشخاص کے تلاشیوں کے زمرہ میں شامل ہونے اور چھ ہزار کے مسیحیت کو قبول کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے شمالی ہندوستان میں بھی اس مہم کی تیاری کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس مہم کے لئے دو خاص ہفتے مقرر کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک یعنی ۵ سے ۱۱ فروری ۱۹۱۷ء تک صرف شہری مہم کے لئے مخصوص تھا۔ اور ہم نے دیکھا کہ ان سات دنوں میں لاہور میں جا بجا لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری رہا جو اس میں کوئی شک نہیں کہ نا واقف طبایع پر بے حد اثر ڈالنے والے تھے کس طرح سے ایک مسیحی لیکچرار گناہ جیسے خوفناک دشمن کو سٹیج پر کھڑے [illegible]

خوفناک نتایج کو بیان کر کے انہیں اس بات میں اپنا ہم آواز بلکہ ہم عقیدہ بنالینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ . . . . کہ کوئی بھی انسان دنیا میں گناہ سے بچا ہوا نہیں۔ نہ ہی اس کے خوفناک اثرات سے ہی کوئی بچ سکتا ہے۔ پھر کیا ہے صرف ایک ہی شے باقی ہے۔ کہ کفارہ پر ایمان لاؤ اور نجات پاؤ۔ اگرچہ اس لیکچر کے اندر لیکچرار کا اپنا اعتراف کہ مسیحی بھی گناہ سے بچے ہوئے نہیں۔ اس آخری مشورہ کو باطل کر دینے والے ہیں۔ کیونکہ جب وہ بھی گناہ سے بچے ہوئے نہیں۔ اور نہ ہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ گناہ کی سزا سے ہی بچ سکتے ہیں۔ خود اس دنیا میں کوئی چور مسیحی ہو کر سزا سے نہیں بچ سکتا۔ تو پھر کفارہ کا کوئی فایدہ نہ رہا۔ لیکن آخر سننے والوں میں بالخصوص طلبا میں سے بعض ایسے بھی ناواقف ہوتے ہیں جنہیں ان کی بظاہر ہمدردانہ باتوں کے بالمقابل سوچ وچار کا بہت ہی کم موقع ہوتا ہے اس لئے بھی اور کچھ ان ذرایع سے جو ان لیکچروں کے علاوہ حصول مقصد کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل پر کوئی اثر بھی ہو۔ گو ابھی تک ہمیں کم از کم لاہور کے ان لیکچروں کے نتایج کا پتہ نہیں لگا جس سے ہم اس بات کا یقینی طور پر اندازہ لگا سکیں۔ لیکن وہ ہدایات جو موسومہ بالا رسالہ میں اس مہم میں حصہ لینے والوں کو کی گئی ہیں۔ ایک حد تک اس خطرہ کو ضرور پیدا کر دینے والی ہیں

لیکچروں کے متعلق تو خاص طور پر یہ ہدایت ہے ہی کہ

”یہ لیکچر عام لوگوں کی دلچسپی کو مدنظر رکھ کر دیئے جانے چاہئیں“

لیکن اس کے ساتھ ہی ان کا اصل مدعا جو بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

”لوگوں سے واقفیت پیدا ہو۔ اور ان کو ہمارے گرجوں کے پاس آنے جانے کا شوق حاصل ہو۔ اور وہ ہمارے اوپر بھروسہ کرنا سیکھیں“

اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے جو تجویز کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ

”ان جلسوں کے دوران میں شخصی کام کرنے والے ساری مجلس کے درمیان اچھی طرح سے تقسیم کر دیتے چاہئیں تاکہ وہ خوب غور کے ساتھ لوگوں کے چہروں کو قابلیت کے نشانوں کے لئے تکتے رہیں اور جونہی کہ جلسہ ختم ہو۔ ان لوگوں کے ساتھ جن کے لئے روح کی طرف سے ان کو ہدایت ہو بات چیت کریں“

صرف یہیں تک نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک اور ہدایت یہ کی گئی ہے کہ

”جلسوں کے دوران میں تلاشیوں کی فہرست بمعہ ان کے پتوں کے تیار کرنی چاہئے۔ چاہئے کہ کارندے ان آدمیوں کو ملنے کے لئے جاویں اور ان کے ساتھ اپنے اشتیاق اور دوستی کا اظہار کریں۔ اور اس بات کا خیال رکھیں۔ کہ ہر ایک آدمی کے پاس کم از کم ایک نیا عہد نامہ موجود ہو۔ کوئی مفید رسالہ بھی ان کے ہاتھ میں دینا فایدہ مند ہوگا۔ ہر ایک تلاشی کو بتاکید بتلانا چاہئے کہ وہ اس خاص جلسہ میں جو تلاشیوں کے واسطے ہوگا حاضر ہو۔ یہ تلاشیوں کے لئے خاص جلسہ بشارتی ہفتے کے بعد والے اتوار یعنی ۱۱ فروری کے دن منعقد کرنا چاہئے۔ اور اس موقعہ پر کوئی خاص فایدہ مند دکھ دینا چاہئے۔ شاید بائیبل کے مطالعہ پر۔ اس موقعہ پر بائیبل کی جماعتوں کے بارے میں ضروری اطلاع اور اشتہار دینے چاہئیں۔ اس موقعہ پر درس ایسے آدمی سے دلایا جائے جس کو سننے والوں کے دلوں میں سرگرمی پیدا کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ چاہئے کہ پاسبان اور مسیحی کارندے تلاشیوں کے ملنے کے لئے حاضر ہوں اور اس موقعہ پر گرجے اور گرجے کی عبادتوں کے بارے میں بھی اطلاع دینی چاہئے۔ بڑی کوشش کرنی چاہئے کہ سب تلاشی محسوس کریں۔ کہ گرمجوشی اور تپاک کے ساتھ ان کی آؤ بھگت کی گئی ہے اور معلوم کریں کہ مسیحیوں میں سچی ہمدردی اور یگانگت پائی جاتی ہے“

یہ تلاشی کون ہیں۔ اور کہاں تک ان کے دلوں پر ان باتوں کا اثر ہو سکتا ہے اس کے لئے صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ صرف لیکچر کے دوران کسی کے چہرہ سے قابلیت کے نشانات تاڑ لینا اور ان کی فہرستیں وغیرہ مرتب کرنے سے ہی نہیں بلکہ ایک خاص کارڈ ان کے درمیان تقسیم کر کے یہ اقرار بھی لیا جاتا ہے کہ وہ بائیبل کو پڑھیں گے اور عموماً ان جلسوں میں جیسا کہ لاہور میں دیکھا گیا ہے۔ لوگ فوراً بھی ان پر دستخط کر دیتے ہیں۔ لیکن ان دستخطوں کا نتیجہ کیا ہوگا اور وہ نادان بچے جنہوں نے ہنسی ٹھٹھے کے طور پر ایسے دستخط کر دیئے بعد میں کیا نتیجہ اٹھانے والے ہیں۔ وہ ذیل کی ہدایات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو اس رسالہ میں دستخط کرانے والے مسیحیوں کو دی گئی ہیں۔

”چاہئیں۔ اور ان کے لئے ایسی جگہ اور ایسے وقت مقرر کرنے چاہئیں جو حاضر ہونے والوں کے لئے سب سے موزوں ہوں یہ کام کم از کم تین ماہ تک جاری رکھنی چاہئیں جنہوں نے کارڈوں پر دستخط کئے۔ لیکن حاضر نہیں ہوئے۔ ان سے فوراً جا کر ملنا چاہئے اور ان کو جماعت میں لانے کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے چاہئے کہ جماعت کا ہادی متلاشیوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے وسیلے یا اپنے گھر پر ان کو دعوت دینے کے وسیلے یا اور طرح سے ان پر اپنا دلی لگاؤ اور محبت ظاہر کرے۔ جیسے موقع ملے اور جس طرح سے روح القدس ہدایت کرے۔ جماعت کا ہادی ہر ایک شخص کے ساتھ جس نے اپنا نام لکھایا ہے گفتگو کرے اور اس کو آخری فیصلہ کرنے پر آمادہ کرے۔ اپنی غفلت یا دیری کے سبب کسی کو جماعت سے غیر حاضر نہ رہنے دے۔ تا وقتیکہ وہ مسیح کے روبرو نہ لایا جاوے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ بائیبل کی جماعتیں کسی طریقے سے کلیسیا کے ساتھ وابستہ کی جاویں۔ اور یہ کہ تلاشی کو اپنے استاد کے علاوہ اور ہمدرد مسیحیوں سے بھی ملنے کا موقعہ ملے۔ اس کو گرجے کی عبادتوں۔ دعائیہ جلسوں اور میل جول کے جلسوں وغیرہ میں آنے کی دعوت دینی چاہئے متلاشیوں کے لئے وقتاً فوقتاً خاص جلسے کرنا بھی فایدہ مند ہوگا“

اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ جن نادان طلبا یا اور دیگر لوگوں نے کسی ایک یا دوسری وجہ سے ان کارڈوں پر دستخط کئے ہیں۔ وہ کس قدر ابتلا میں آ گئے ہیں۔

پر اب بھی ہمیں عاقبت کی فکر میں سوچنا چاہئے اٹھو اور ان لوگوں کا پتہ لگاؤ جنہوں نے ان کارڈوں پر دستخط کئے ہیں ان کو ان بلا خیز نتایج سے بچاؤ۔ آیندہ ایسے دستخطوں سے اپنے نوجوانوں کو روکو۔ اور غریب مسلمانوں اور ہندوؤں کو اس خانماں بربادی سے بچانے کی کوشش کرو۔

دیکھو نہ تمہارے بچوں پر ہی نہیں بلکہ عورتوں پر بھی یہ دست تطاول دراز ہونے والا ہے۔ کیونکہ یہ ہدایت ہوئی ہے کہ

”اس کمیٹی کا دوسرا کام غیر مسیحی عورتوں کے پاس بائیبل پہنچانا ہے شہروں میں یہ کام زیادہ تر شخصی ملاقات کی قسم کا ہوگا۔ چاہئے کہ مسیحی عورتیں خاص چنے ہوئے گھروں میں اس شخصی کام کے لئے جاویں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض شہروں میں عورتوں کے لئے باقاعدہ بشارتی جلسے کئے جاویں۔ دیہات میں غالباً سب سے بہتر طریقہ کام کا یہ ہوگا کہ بائیبل سکھانے والی عورتوں اور رضاکار طور پر اپنی خوشی سے کام کرنے والی عورتوں کا ایک خاص طور پر تیار کیا ہوا جتھا چنے ہوئے مرکزی علاقوں میں بھیجا جاوے تا کہ اس مرکز سے وہ اردگرد کے چند ایک گاؤں کی غیر مسیحی عورتوں میں کام کریں“

اور پھر جس طرح سے مردوں میں ان کی دلچسپی کے مطابق راہ اختیار کرنے کی ہدایت تھی عورتوں میں بھی ان طریقوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو ان کی دلچسپی کو بڑھانے اور کھینچنے والے ہیں۔ گانے کی طرف عموماً لوگوں کو بڑی رغبت ہوتی ہے۔ اور پھر عورتوں میں تو بہت ہی زیادہ میجک لینٹرن تو بالخصوص دیہاتی عورتوں کے لئے ایک عجوبہ چیز ہے پس اس ہدایت پر عمل کرنے سے کہ

”عورتوں کے درمیان کام کرنے کے لئے میجک لینٹرن اور تصویریں اور اگر ممکن ہو بورڈنگ سکول کی لڑکیوں کی ایک گانے والی جماعت خاص طور پر مفید ثابت ہوگی“

عورتیں جس دلچسپی اور بے حد رغبت کے ساتھ مشنری خیالات کو سنیں گی اور کچھ بوجہ ناواقفیت اور کچھ جواب کی سکت نہ رکھنے کے باعث اپنی خاموشی سے اور پھر آہستہ آہستہ ان باتوں سے متاثر ہو کر جو کچھ نتیجہ نکلے گا جیسا کہ اس سے پیشتر بھی ہندوستان میں دیکھا جا چکا ہے وہ افسوسناک مخفی نہیں۔ کہ اس موقعہ پر خاص جد وجہد سے کام لیا جائے۔ اور ایسے دیہاتی علاقوں میں جہاں [illegible] پہنچے۔ نہ صرف اپنے بچوں کو مسیحی مشنریوں سے منع کیا جائے بلکہ احتیاط کی جائے کہ مشنری عورتیں گھروں کے اندر آویں۔ اپنی عورتوں کو پہلے سے ان باتوں سے مطلع کر دینا چاہئے۔ اور انہیں کسی ایسی بات کے سننے یا ایسی صورت سے [illegible] چاہئے۔ ہم آیندہ اشاعت میں اس بارہ میں عملی کارروائی کرنے کے لئے چند ضروری تجاویز پیش کریں گے۔ انشاء اللہ۔

دوسرے مسلمانوں کا جنازہ

اس سے پیشتر متعدد [illegible] کے بعض ان مریدین [illegible] جا چکے ہیں۔ جنہوں نے خلاف حکم میاں صاحب بعض دوسرے کے جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں جنازے پڑھے۔ افسوس [illegible]

مراسلات

حضرت مسیح موعودؑ حقیقی طور پر احمدی ہیں نہ کہ احمد

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا مضمون جو بعنوان بالا ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں شائع کرایا ہے واقعی اگر ہمارے غلطی خوردہ بھائی غور سے پڑھتے۔ تو ممکن تھا۔ کہ ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر آجاتے۔ مگر وہاں تو سوائے میاں صاحب کے کسی دوسرے کی کلام کو سننا حرام سمجھا جاتا ہے۔ وہاں نہ تو خدا کے حکم کی پرواہ ہے نہ رسول کے حکم کی۔ نہ حضرت صاحب کے فرمان کی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کھول کھول کر بتلایا۔ کہ میرا دعوے نبوت کا ہرگز نہیں نہ میں نے علیحدہ قبلہ بنایا نہ میں نے حقیقی احمدؐ ہونے کا دعوے کیا ہے۔ اب دیکھو لوگوں نے حضرت صاحب کی تعلیم کو بگاڑ کر کہاں تک غلو کیا ہے۔ حضرت صاحب کا اصول کیسا صاف اور سیدھا ہے۔ ایک مولوی اعتراض کرتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا۔ حالانکہ خدا نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب . . . . اخبار بدر نمبر ۳۲ جلد ۴ مطبوعہ ۳ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کالم ۲ پر فرماتے ہیں :-

"اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں بھی یہی نام آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آچکا ہے۔ اسلام کے ۷۳ فرقے ہوگئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہؓ کو سب وشتم کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے ازواج مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو برا کہتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ خارجی حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو برا کہتے ہیں۔ اور پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں۔ بلاد شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو امام حسینؓ پر تبرا بازی کرتے ہیں اور مسلمان بنے پھرتے ہیں اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے شافعی حنبلی وغیرہ اپنے نام تجویز کئے۔ آجکل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت ودوزخ۔ ملائکہ۔ وحی سب باتوں کا منکر ہے یہاں تک کہ سید احمد خان صاحب کا خیال تھا۔ کہ قرآن مجید بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خیالات کا نتیجہ ہے۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے واسطے اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا گیا۔ اگر احمدی نام رکھنے میں ہتک ہے تو پھر شافعی۔ حنبلی کہلانے میں بھی ہتک ہے۔ مگر یہ نام ان اکابر کے رکھے ہوئے ہیں۔ جنکو آپ لوگ سچا جانتے ہیں۔ وہ شخص بدبخت ہوگا جو ایسے لوگوں پر اعتراض کرے اور ان کو برا کہے۔ صرف امتیاز کے لئے ان لوگوں نے اپنے یہ نام رکھے تھے۔ یہ چار امام اسلام کیواسطے مثل چار دیواری کے تھے۔ اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے۔ تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی وغیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی۔ جیسا کہ حنبلی شافعی نام تھے۔ ایسا ہی احمدی بھی نام ہے۔ بلکہ احمدؐ کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے۔ اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام۔"

خاکسار۔ عبد الرحمٰن احمدی بخت ہزاروی از مڈھ رانجھا ضلع شاہپور - ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء

اخبار احمدیہ

بیس آدمیوں کا فسخ بیعت

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے ذیل کا اعلان پیرکوٹ کے بیس آدمیوں کا گوجرانوالہ سے ارسال کیا ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مخدومنا ومولٰینا حضرت قبلہ امیر الملت حضرت مولوی محمد علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد ہم لوگوں نے تحریری بیعت بلاسوچے سمجھے میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر کر لی تھی۔ چونکہ عرصہ دو سال سے مخالفت سلسلہ عالیہ میں واقعہ ہوگئی۔ طرفین کے خیالات کا موازنہ کیا گیا۔ الحمد للہ کہ ہم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے سمجھ عطا فرمائی اور آپ کا عقیدہ حضرت صاحب کے بالکل مطابق اور میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ حضرت صاحب کے بالکل خلاف پایا یعنی چونکہ میاں صاحب حضرت صاحب کو کامل نبی اور حقیقی نبی سمجھتے ہیں۔ اور حضرت صاحب نے ایسا کہیں نہیں فرمایا۔ بلکہ مجازی اور جزوی نبی اور ظلی نبی اپنے آپکو کہا اور اسمہ احمدؐ کا حقیقی مصداق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھا نہ اپنے آپ کو۔ اور اہل قبلہ کی تکفیر سے بھی منع فرمایا۔ اس لئے ہم لوگ میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کرتے ہیں اور آپ کے ہم عقیدہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے۔

العبد

خاکسار محمد حیات خلف مولوی جلال الدین صاحب مرحوم سکنہ موضع پیرکوٹ تحصیل حافظ آباد۔ ضلع گوجرانوالہ۔ مع بیوی و دو دختر اور ایک فرزند۔

العبد

چوہدری الٰہی بخش خلف چوہدری بختاور مع تین لڑکے و اہلیہ و یک دختر۔

العبد

چوہدری غلام محمد۔ خلف چوہدری مبارک معہ دو لڑکیاں اور دو لڑکے۔ و اہلیہ خود۔

العبد

میاں اسمٰعیل امام مسجد موضع پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ معہ دو فرزند مورخہ ۸ فروری ۱۹۱۴ء

یہ کل بیس کس ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ پیرکوٹ میں بھی ایک بڑی جماعت ہماری بن گئی ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین۔

خاکسار۔ خاکپائے اقدام۔ محمد حسین مرہم عیسیٰ۔ ۹ فروری ۱۹۱۴ء

نو مبائعین

ذیل کے احباب حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدؐ کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں :-

- میاں عزیز الرحمٰن صاحب لاہور
۲ - مسٹر محمد حسین خان صاحب - بلسر۔
۳ - بابو دین محمد خان صاحب - خواص پور۔
۴ - شاہ باز خان صاحب - ،،
۵ - محمد شریف خان صاحب ،،
۶ - اہلیہ صاحبہ - ایس - ایم خان صاحب - اگیت پوری
۷ - والدہ صاحبہ ،، ،, ،,
۸ - غلام محمد صاحب - خواص پور۔
۹ - جہانداد خان صاحب - بلسر۔
۱۰ - اللہ داد خان صاحب - ،،
۱۱ - رشید احمد خان صاحب ،،
۱۲ - محمودہ بیگم صاحبہ اگیت پوری۔
۱۳ - حمیدہ بیگم صاحبہ ،،
۱۴ - خداداد خان صاحب ،،
۱۵ - اہلیہ صاحبہ مسٹر محمد حسن خان صاحب - بلسر۔

حضرت مولینا صدر الدین صاحب کا لیکچر حبیبیہ ہال لاہور میں

گذشتہ ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء کو لاہور کی انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام حضرت مولینا مولوی صدر الدین صاحب نے حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں یونیورسل ریلیجن (عالمگیر مذہب) پر بزبان انگریزی ایک عالمانہ لیکچر دیا۔ جس میں آپ نے الحمد للہ رب العلمین سے اس بات کا ثبوت دیتے ہوئے۔ اسلام نے کسی ایسے خدا کو نہیں منوایا۔ جو کسی خاص قوم پر ہی اپنی رحمت کی بارش بھیجتا ہو۔ اور دوسری اقوام سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو نہ ہی اسے کسی خاص قوم سے ہی زیادہ محبت ہے اور دوسروں سے وہ بغض رکھتا ہے بلکہ وہ عالمین کا رب ہے۔ عالمین اسلئے کہا کہ ہر ایک چیز بذات خود ایک علم اپنے اندر رکھتی ہے - جیسے مثلاً انسان کے جسم میں ہی فزیالوجی۔ سائیکالوجی . . . . وغیرہ مختلف علوم ہیں۔ بتایا کہ خدا تعالیٰ کی عالمگیر رحمت کا قائل ہو کر ایک مسلم کا سینہ کس قدر فراخ ہو جاتا ہے اور دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرنے اور ان کے انبیاء کے ماننے میں اسے کوئی عذر نہیں رہتا۔ بلکہ اسی لئے . . . . قرآن کریم نے دوسری جگہ یہود ونصاریٰ کے ان اقوال کو نقل کیا ہے کہ قالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیءٍ و قالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شیءٍ - گو ایک مسلمان کو یہ سنا کر ہدایت کی ہے۔ کہ تم نے ایسی باتیں نہ کہنی اور صاف کھلے لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔

آپ نے بتایا۔ کہ اسلام نے ہمیں ہرگز اپنے آپکو منوانے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ اس نے تو مطالبہ کیا ہے۔ کہ

قرآن سے بڑھکر کوئی ہدایت دینے والی کتاب لاؤ تو ہم ماننے کو تیار ہیں۔ وہ کوئی خلاف عقل باتوں کو نہیں منواتا بلکہ فرماتا ہے کہ تنزیل من اللہ العزیز الحکیم۔ یہ تو خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ حکیم کے معنے ہیں دانا یا فلاسفر تو اسلام نے جس خدا کو منوایا ہے وہ اعلیٰ درجہ کا فلاسفر یعنی دانا اور سمجھدار ہے۔ وہ خلاف عقل بات نہیں منواتا۔

پھر آپ نے آنحضرت صلعم کی زندگی سے اس بات کا ثبوت دیتے ہوئے کہ آپ نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ باوجود ان پر حکمران ہونیکے ہمیشہ مہربانی کا برتاؤ کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلم کا سینہ کسقدر فراخ ہوتا ہے بتایا کہ اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا جسمیں اسوقت کے عیسائیوں میں سے اعلیٰ اور چیدہ لوگ شامل تھے وہیں انہیں اتوار کا دن آگیا۔ اور چونکہ انہیں گرجا کرنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آتی تھی کچھ گھبراہٹ سی ہوئی آنحضرت صلعم نے فوراً آپکی طرف کہ انہیں مسجد کے اندر گرجا کرنے کی اجازت دی پھر آپنے ان احکام کا ذکر کیا جو آنحضرت صلعم نے عیسائیوں اور یہودیوں کی معبدوں کی حفاظت اور انکی بنانے کے متعلق دئے ہیں اور بتایا کہ کسقدر وسیع ظرفی آپنے ان احکام کے اندر دکھائی ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام دوسری اقوام کو کس نظر سے دیکھتا ہے آپ نے بتایا۔ کہ اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور فطرت کبھی بدل نہیں سکتی خود قرآن شریف کا ارشاد ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ذالک الدین القیم - فطرت الٰہی یہ ہے لوگوں کو پیدا کیا گیا اور یہی دین قیم (مضبوط دین) ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے بتایا۔ کہ واقعات کا نتیجہ اسلام ہی فطرتی مذہب ہے اور اسلئے عالمگیر بھی۔ ان واقعات سے ملتا ہے جو انگلستان میں پیش آئے۔ آپنے ایک دو انگریزوں کا مثال کے طور پر ذکر کیا کہ جو مذہب کو اسی رنگ میں مانتے تھے جو اسلام نے تلقین کیا ہے اور انہیں ہرگز معلوم نہ تھا۔ کہ یہ اسلام ہے جو اس بات پر شاہد ہے کہ اسلام فطرتی دین ہے اس لئے چونکہ فطرت صحیحہ ہر جگہ ایکسا ہی ہے وہ اسلامی اصولوں کو ماننے لگ جاتی ہے اور اسلام کے عالمگیر ہونے پر شہادت دیتی ہے۔

الغرض آپ نے نہایت وضاحت کیساتھ بدلائل قاطعہ اسلام کے عالمگیر ہونیکا ثبوت دیا۔ جو حاضرین کیلئے از حد دلچسپی اور خوشی کا موجب ہوا میں مسلمان طلبا بہت کثرت سے شریک تھے اور علاوہ معززین شہر بھی۔ صدر جلسہ نواب ذوالفقار علی صاحب تھے۔ جنہوں نے آخر پر بعض یورپین مصنفین کے اقوال اور بعض تاریخی حوالجات اسلام کے عالمگیر ہونے پر چند مزید دلائل دیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ۔ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملایک وز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر راست
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباہ

ہفتہ میں دو بار یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ ۔ قیمت ۔ ششماہی ۔ طلباء سے سالانہ

جلد ۴ | مقام المسیح لاہور ۔ یک شنبہ ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۵ ہجری ۔ مطابق ۱۸ فروری سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۶۸

لباس شیر میں کرتے ہیں روباہ بازیاں کیسی

ہماری قوم میں مولا! یہ ہیں منہ زوریاں کیسی
جھگڑتے ہی ہیں آپس میں یہ ہیں بیماریاں کیسی

بتاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کن اداؤں سے
گھٹانے کے لئے ملت سکے ہیں منہ زوریاں کیسی

ترقی سے نہیں مطلب تنزل سے ہی الفت ہے
گھٹے جب ملت بیضا تو نمبرداریاں کیسی

بڑا بننے کی خواہش ہے نہیں ہے شوق خدمت کا
سمائی خود سری سر میں ہیں یہ مغروریاں کیسی

غرض اسلام کی خدمت سے کیا مطلب ہے نقدی سے
جناب زرگی الفت میں ہیں آہ و زاریاں کیسی

غلام احمد مختار کو احمد بناتے ہیں
نہیں آتا سمجھ میں ہیں یہ برخورداریاں کیسی

مجدد دین کے جو آیا مسیحا اور مہدی بھی
نبی لانے کو بھی اس کے یہ ہیں تیاریاں کیسی

سمجھ کر تعبیر ہنکاتے ہیں میاں کے مریدوں کو
لباس شیر میں کرتے ہیں روباہ بازیاں کیسی

ارے خواب گراں میں سونے والو ہوش میں آؤ
یہ غفلت کب تلک یارو یہ لاپرواہیاں کیسی

کرو اسلام کی خدمت کہ جو ہے کام مسلم کا
فرنگستان میں ہیں اسکے لئے تیاریاں کیسی

ملفوظات مسیح موعود

عرش کیا ہے

عرش کے متعلق ایک صاحب نے سوال کیا کہ ثم استویٰ علی العرش کے کیا معنی ہیں اور عرش کیا شے ہے فرمایا کہ اس کے بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں کوئی تو اسے مخلوق کہتا ہے اور کوئی غیر مخلوق ۔ لیکن اگر ہم غیر مخلوق نہ کہیں تو پھر استوا باطل ہوتا ہے ۔ اس میں شک نہیں ہے کہ عرش کے مخلوق ہونے کی بحث ہی عبث ہے ۔ یہ ایک استعارہ ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنی اعلےٰ درجے کی بلندی کو بیان کیا ہے یعنی ایک ایسا مقام جو کہ ہر ایک جسم اور ہر ایک نقص سے پاک ہے اور اس کے مقابلہ پر یہ دنیا اور تمام عالم ہے کہ جس کی انسان کو پوری پوری خبر بھی نہیں ہے ایسے مقام کو قدیم کہا جا سکتا ہے ۔ لوگ اس میں حیران ہیں اور غلطی سے اسے ایک مادی شے خیال کرتے ہیں اور قدامت کے لحاظ سے جو اعتراض لفظ ثم کا آتا ہے تو بات یہ ہے کہ قدامت میں ثم آ جاتا ہے ۔ جیسے قلم ہاتھ میں ہوتا ہے تو جیسے قلم حرکت کرتا ہے ویسے ہاتھ حرکت کرتا ہے مگر ہاتھ کو تقدم ہوتا ہے ۔ آریہ لوگ ۔ خدا کی قدامت کے متعلق اہل اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا خدا چھ سات ہزار برس سے چلا آتا ہے ۔ یہ ان کی غلطی ہے اس مخلوق کو دیکھ کر خدا کی عمر کا اندازہ کرنا نادانی ہے ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ آدم سے اول کیا تھا اور کس قسم کی مخلوق تھی اس وقت کی بات وہی جانے کل یوم ھو فی شان وہ اور اس کے صفات قدیم ہی سے ہیں ۔ مگر اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہر ایک صفت کا علم ہم کو دیوے اور نہ اسکے کام اس دنیا میں سما سکتے ہیں خدا کے کلام میں دقیق نظر کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ وہ ازلی اور ابدی ہے اور مخلوقات کی ترتیب اس کے ازلی ہونے کی مخالف نہیں ہے ۔ اور استعارات کو ظاہر پر حمل کر کے مشہودات پر لانا بھی ایک نادانی ہے ۔ اس کی صفت ہے کہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ہم عرش اور استوا پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی حقیقت اور کنہ کو خدا کے حوالے کرتے ہیں جب دنیا وغیرہ نہ تھی عرش تب بھی تھا جیسے لکھا ہے کان عرشہ علی الماء اس کے متعلق خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ایک مجہول الکنہ امر ہے ۔ اور خدا کی تجلیات کی طرف اشارہ ہے ۔ وہ خلق السمٰوات والارض چاہتی تھی اس لئے اول وہ ہو کر استوا علی العرش ہوا ۔ اگرچہ توریت میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے مگر وہ اچھے الفاظ میں نہیں ہے ۔ اور لکھا ہے کہ خدا ...... ماندہ ہو کر تھک گیا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان کسی کام میں مصروف ہوتا ہے تو اس کے چہرہ اور خط و خال وغیرہ اور دیگر اعضا کا پورا پورا پتہ نہیں لگتا مگر جب وہ فارغ ہو کر ایک تخت یا چارپائی پر آرام کی حالت میں ہو تو اس کے ہر ایک عضو کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں ۔ اسی طرح استعارہ کے طور پر خدا کی صفات کے ظہور کو ثم استوی علی العرش سے بیان کیا ہے کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد صفات الٰہیہ کا ظہور ہوا صفات اس کے ازلی ابدی ہیں ۔ مگر جب مخلوق ہو تو خالق کو شناخت کرے اور مصنوع سے صانع کا پتہ لگتا ہے ۔ اسی طرح اس کے علم اور قدرت وغیرہ صفات کا پتہ لگتا ہے ثم استویٰ علی العرش میں اسی تجلی کی طرف اشارہ ہے جو خلق السمٰوات والارض کے بعد ہوئی ۔

اسی طرح اس تجلی کے بعد ایک اور تجلی ہو گی جب کہ ہر شے فنا ہو گی پھر ایک اور تیسری تجلی ہو گی کہ احیائے اموات ہو گا غرضیکہ یہ ایک استعارہ ہے جس کے اندر داخل ہونا روا نہیں ہے صرف ایک تجلی سے اسے تعبیر کر سکتے ہیں قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر ایک صفات میں داخل کیا ہے جیسے ذو العرش المجید گویا یہ اپنے علو کو دوسرے معنوں میں عرش سے بیان کیا ہے اور وہ کوئی مادی شے نہیں ہے ورنہ زمین اور آسمان وغیرہ کی طرح عرش کی پیدائش کا ذکر بھی ہوتا اس لئے شبہ گذرتا ہے کہ ہے تو شے مگر غیر مخلوق اور یہ بات کھا کر آریوں کی طرف انسان چلا جاتا ہے کہ جیسے وہ خدا کے ہم ... اور اشیاء کو غیر مخلوق مانتے ہیں ویسے ہی یہ عرش کو ایک شے غیر مخلوق ... خدا ماننے لگتے ہیں ۔ یہ گمراہی ہے اصل یہ ہے کہ یہ شے خدا کے ... نہیں ہے جنہوں نے اسے ایک شے غیر مخلوق قرار دیا وہ اسے ... نہیں مانتے اور جنہوں نے مادی مانا وہ گمراہی پر ہیں کہ خدا کو ایک ... شے کا محتاج مانتے ہیں کہ ایک ڈولہ کی طرح فرشتوں نے اسے اٹھایا ہوا ہے ولا یؤدہ حفظھما چار ملایک کا عرش کو اٹھانا یہ بھی ایک استعارہ ہے رب ۔ رحمٰن ۔ رحیم اور مالک یوم الدین یہ صفات الٰہی کے مظہر ہیں ... اصل میں ملائکہ ہیں اور یہی صفات جب زیادہ جوش سے کام کرتی ہیں تو ان کو ملایک سے تعبیر کیا گیا ہے جو شخص اسے بیان نہ کر سکے کہ ایک مجہول الکنہ حقیقت ہے ۔ ہمارا اس پر ایمان ہے ... خدا کے سپرد کرے اطاعت کا طریق یہ ہے کہ خدا کی باتیں ... کرے اور ان پر ایمان رکھے اور اس کی اصل حقیقت یہی ہے کہ ... تجلیات ثلٰثہ کی طرف اشارہ ہے کان عرشہ علی الماء ... ایک تجلی تھی ۔ اور ہمارے معنے یہاں پانی بھی نہیں کر سکتے خدا ... کے نزدیک ماء کے کیا معنے ہیں اس کی کنہ خدا کو معلوم ہے ... ہمارا پر بھی ایسا ہی ایمان ہے ۔ وہاں یہ تو نہ ہو گا کہ ...... گائے بھینسیں ہونگی ۔ اور دودھ دوہ کر حوض میں ڈالا جاویگا ... کہ وہ اشیاء ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں اور نہ زبان نے چکھیں نہ دل میں ان کے فہم کا مادہ ہے حالانکہ اس کو دفعہ ... ہی لکھا ہے جو کہ آنکھوں سے نظر آتا ہے اور ہم اسے ... کئی باتیں ہیں جو کہ ہم خود دیکھتے ہیں مگر نہ تو الفاظ ملتے ہیں کہ ... سکیں نہ اس کے بیان کرنے پر قادر ہیں یہ ایسی باتیں ہیں کہ ... دنیا پر قیاس کریں تو صدہا اعتراضات پیدا ہوتے ہیں ... فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ سے ظاہر ہے ... وعدہ یہاں بھی ہے مگر ہم اسے جسمانیات پر نہیں حمل کر ...

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ... اور دیگر بزرگان ملت ... مولانا صدر الدین صاحب ادام اللہ فیوضہم کل ... سیالکوٹ تشریف لے گئے حضرت فاضل امروہوی اپنے وطن ... علاج کرا رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مصروف ...

فٹ نوٹ ۔ لہ مراد از حضرت مسیح موعود ۔ کہ یہ مصرعہ حضرت میرزا ... کا مقطع ... لیا گیا ہے ۔ منہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یک شنبہ ۱۸ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۷۸

ووکنگ مشن انگلستان
اور
رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے
(۱)

لارڈ ہیڈلے ووکنگ مشن کے قریباً پونے دو سو نومسلموں کی فہرست میں دوسرے نومسلم ہیں پہلی نومسلمہ ایک خاتون تھیں۔ مگر بلحاظ اپنی دنیوی عزت و وجاہت کے گویا آپ ہی اول نمبر پر ہیں ان کے متعلق گذشتہ ماہ میں اسلامی نقطۂ خیال سے کوئی ناپسندیدہ امر سننے میں آیا۔ ناپسندیدہ امر کا ارتکاب کوئی پرانا مسلمان کرے یا نیا مسلمان یکساں برا ہے۔ مگر جو طرز عمل اس موقعہ پر بعض اخبار نویسوں نے اختیار کیا وہ ایک نومسلم کی کمزوری سے بدرجہا بڑھ کر قابل نفرت ہے ؛

اپنے بھائیوں کی کسی کمزوری پر خوش ہونا مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ بھائی کی کمزوری کے ذکر کو بھی قرآن کریم نے اپنے بھائی کے مردہ گوشت کے کھانے سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ فرمایا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ۔ ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تو تم نفرت کرتے ہو پھر تمہاری سمجھ کو کیا ہو گیا کہ اپنے بھائی کی کمزوری پر منہ مارتے ہو۔ یہ گویا مردہ گوشت کھانے سے بھی بدتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے متعلق یہ معلوم ہونے پر کہ وہ شراب پینے کی علت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اور چلا گیا ہے۔ آپ نے اسے خط لکھا جس میں قرآن کریم کی ایک آیت درج ہے۔ اس کو پڑھ کر وہ شخص تائب ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو نصیحت کی اور سمجھایا کہ جب اپنے بھائی کی کسی کمزوری کو دیکھو تو اس کے لئے دعا کرو۔ اسے حقیقت پر آگاہ کرو و لا تکونوا اعوانا للشیاطین علیہ۔ اس کے خلاف شیطانوں کے مددگار نہ ہو۔ مگر آج مسلمان خود تعلیم اسلام سے خود کتنی دور پڑے ہوئے ہیں لیکن سب سے پہلے اپنے بھائیوں پر ہی تیر چلانے کے لئے تیار ہوتے ہیں ؛

حدیث میں آیا ہے۔ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً مومن مومن کے لئے عمارت کی طرح پر ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کر رہا ہے۔ کیا رونے کا مقام نہیں کہ آج بجائے ایک دوسرے کی قوت کا موجب ہونے کے مسلمان ایک دوسرے کے گرانے کے لئے زور لگا رہے ہیں۔ حالانکہ حق اخوت یہ تھا کہ ایک دوسرے کی کمزوری پر اسے نرمی اور اخلاق کے ساتھ اس کے ترک کرنے کی نصیحت کی جاتی۔ نہ یہ کہ کسی سے ذرا لغزش ہوئی تو اسے اچھالتے پھرا کر اس کو ساری دنیا میں مشتہر کیا جائے۔ افسوس کہ اپنے قابل نفرین فعلوں پر فخر کیا جاتا ہے۔ اور ایک نومسلم کی لغزش پر اس قدر شور برپا کیا جاتا ہے۔ کیا ایک نومسلم پہلے دن ہی فرشتہ بن جانا چاہئے۔ اور پرانے مسلمان جو چاہیں کریں ؛

قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں راز کیا ہے کہ لارڈ ہیڈلے کی ایک لغزش کو بجائے اس کے کہ ان عیسائی اخبار نویسوں کو جواب دیا جاتا جنہوں نے اسے شایع کر کے اسلام پر ایک حملہ کرنا چاہا تھا اس قدر مشتہر کیا جاتا ہے۔ کیا خود مسلمان بہتیرے ایسے نہیں جو اس سے بہت بڑھ کر بد افعال کے مرتکب ہوتے ہیں پھر ایک نومسلم تو ہر طرح سے قابل رعایت ہے۔ انہی معترضوں میں بہتیرے ایسے ہونگے جو خود افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ خلاف شریعت کام کئے ہیں یا کرتے ہیں۔ یا جن لوگوں کو یہ مدح سرائیاں کرتے ہیں وہ اسی قبیل کے بہت سے کاموں کے ارتکاب کر چکے ہونگے۔ اگر ایک شخص ان کے کسی عیب کی طرف اشارہ بھی کرے تو اسے ذاتی حملے قرار دے کر اس پر نفرین کی جائے گی۔ بلکہ ہی آنکھوں کے شہتیروں کو نہ دیکھنے والے دوسروں کے [illegible]

مسلمانوں سے [illegible] پیسے خرچ ہوئے ان کا انجام کیا ہوا۔ مگر اس پر کسی کو خیال نہ آیا ؛

اس کا جواب معزز معاصر وکیل کے ایک مضمون نے دیا ہے۔ جو کسی گذشتہ اشاعت میں نومریدان اسلام کے عنوان سے شایع ہو چکا ہے اس میں واقعی اس بیماری کی اصل جڑ کا پتہ لگایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”بڑی بھاری مشکل یہ ہو رہی ہے کہ جو فرقہ مسلمانوں میں سے کسی کو مسلمان کرتا ہے۔ دوسرا فرقہ اس کے مخالف ہوتا ہے اس کو مسلمان نہیں جانتا اور نہ اس کی تکریم ملحوظ رکھتا ہے۔ ایک نومرید کے واسطے یہ ایک سخت مشکل ہے۔ ایک نومرید کلمہ پڑھ کر جب اسلامی منزل میں داخل ہوتا ہے تو ہر دروازہ سے اسے یہ آواز آتی ہے کہ اگر تم اس دروازہ سے نہ گذرے تو تمہارا کلمہ پڑھنا فضول اور عبث ہے“

سو بات یہ ہے کہ اعتراض لارڈ ہیڈلے پر نہیں۔ بلکہ خواجہ کمال الدین پر ہے۔ جس قدر اخبار نویسوں نے لارڈ ہیڈلے کے اس واقعہ کو مشتہر کیا ہے ان سب کی آخری تان یہیں آ کر ٹوٹتی ہے کہ خواجہ کمال الدین کے نومسلموں کا یہ حال ہے۔ اس لئے اس مشن کو مدد نہ دینی چاہیئے۔ اگر انہی اخبار نویسوں کے ذریعہ سے لارڈ ہیڈلے مسلمان ہوئے ہوتے تو شراب پینے سے بدتر جرائم کا ارتکاب بھی قابل ذکر نہ ہوتا۔ جیسا کہ اپنے لیڈروں کے افعال خلاف شریعت کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے کو مسلمان کیا ہے خواجہ کمال الدین نے اور اب موقعہ مل گیا ہے کہ اس پیرایہ میں خواجہ کمال الدین کی طرف سے لوگوں کو بدظن کیا جائے۔ اور اس کے لئے یہ مصالحہ کافی ہاتھ آ گیا ہے کہ ایک شخص نے جس کو خواجہ صاحب نے مسلمان کیا تھا۔ شراب پی لی۔ اب یہ اسلامی مشن گردن زدنی ہو گیا۔ اور مسلمانوں کا فرض ہو گیا کہ اپنی ساری طاقت اس اسلامی مشن کے نیست و نابود کرنے میں لگائیں تین چار سال ہو گئے تھے کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اب خدا خدا کر کے یہ موقعہ ہاتھ لگا ہے ؛

اب دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر ان ”خیر خواہان“ اسلام کی یہ آرزو پوری ہو جائے۔ کہ ووکنگ مشن نہ رہے اور خواجہ کمال الدین تبلیغ اسلام کے کام کو ترک کر دیں تو یہ نقصان کس کو ہو گا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بڑا ہی پر حکمت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے الحسد الشیطان۔ حسد بھی ایک شیطان ہے۔ حاسد انسان انجام کو نہیں دیکھتا اس کے حسد کی آگ اسے عواقب امور کو سوچنے کے قابل نہیں رکھتی۔ وہ نہیں سوچتا کہ اس سے نقصان خواجہ کمال الدین کی ذات کو تو کچھ نہیں پہنچتا وہ تو ہزار روپے ماہوار کی چلتی ہوئی پریکٹس کو چھوڑ کر گیا ہے۔ اور پھر آ کر اپنے کام کو سنبھال سکتا ہے۔ نقصان تو تبلیغ اسلام کے کام کو پہنچے گا گویا خود اسلام کو نقصان پہنچا۔ یکے بر سر شاخ و بن مے برید۔ سوال اس سے بڑھ کر احمقانہ فعل کا مرتکب ہے تھا۔ کیا یہ اسلام کے حامی اور اسلام کے خیر خواہ ہیں کہ تبلیغ اسلام کے کام کو بجائے زیادہ پہنچانے کے۔ بجائے اس میں کچھ حصہ لینے کے اور اس کی امداد کرنے کے۔ اس کی تخریب کے درپے ہو رہے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر افسوس ان لوگوں کی حالت پر یہ ہے کہ یہ تو خدا کا کام ہے جو ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے دین کی ترقی کو روکنا نہیں چاہتا۔ پھر ان لوگوں کا انجام جو تبلیغ اسلام کے کام کی تخریب کے درپے ہیں۔ سوائے خائب و خاسر ہونے کے اور کیا ہو سکتا ہے ؛

کاش ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ عملی زندگی ایک دن میں بدل نہیں جایا کرتی اس کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ اس لئے جو شخص مسلم بنتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کس مرض کے علاج کی طرف اسے پہلے متوجہ ہونا چاہیئے اور کس کے علاج کی طرف بعد۔ حدیث شریف میں ہے۔ الربانی من یربی الناس بصغار العلم قبل کبارھا۔ ربی یا ربانی وہ ہے جو لوگوں کی تربیت علم کی سہل باتوں سے اس کی مشکل باتوں سے پیشتر کرتا ہے۔ قرآن کریم کے تدریجی نزول نے ہی اس راہ کو قایم کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی اول مخاطب ایک ایسی قوم تھی جو علم اور تہذیب کے لحاظ سے دنیا کی کل قوموں سے پیچھے تھی۔ یوں تو ۲۳ سال ہیں چھوڑ ۲۰۰ سال میں بھی اس قوم کی اصلاح اور علم و تہذیب کے میدان میں سب قوموں پر سبقت لے جانا ایک معجزہ ہوتا۔ مگر آخر خدائے حکیم نے اس قوم کی تربیت تدریجی ہی فرمائی ؛

تاریخ اسلام سے مسلمانوں کی بے خبری نے بھی انہیں حق سے بہت دور ڈالا ہوا ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عراقی حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنا قرآن دکھلا دیجئے۔ کیونکہ لوگ قرآن کریم کو ترتیب سے نہیں پڑھتے۔ مطلب [illegible]

حدیث العہد بالاسلام تھا۔ اس نے اس لئے یہ سمجھا کہ صحیح ترتیب [illegible] کی ترتیب نزولی ہے۔ اور ترتیب جو مروج تھی اور جو آج بھی مروج ہے [illegible] درست نہیں۔ اس نے سمجھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بی ہیں ان کے پاس کوئی اور قرآن ہو گا جس میں [illegible] نزول پر ہو گی۔ حضرت عائشہ نے اسے ملامت کی اور اپنا قرآن [illegible] مختلف مقامات پڑھ سنائے اور یہ بتایا کہ ترتیب نزولی کے [illegible] تو فلاں حکم پہلے نازل ہوا اور فلاں سورت نازل ہوئی۔ مگر اصل ترتیب قرآن کی وہی ہے جس پر یہ پڑھا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر پہلے ہی [illegible] یہ حکم دیا جاتا کہ تم زنا مت کرو۔ یا شراب نہ پیو تو وہ کہتے کہ ہم [illegible] پس اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن لوگوں کو اسلام میں داخل کیا [illegible] گو مبلغ اسلام کا مقصد یہی ہونا چاہیئے کہ ان کو پورے طور پر اسلامی [illegible] کی شاہراہ پر چلائے مگر اسے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ ایک دن [illegible] اور نہ ساری بیماریاں وہ یکمرتبہ دور کر سکتا ہے ؛

لیکن یہ معترض پبلک کو یہ بھی نہیں بتاتے کہ جب وہ اس [illegible] الی الخیر کے نیک کام کو برباد کر لیں گے تو پھر خود کونسی راہ اختیار کریں گے اور آیا کوئی طریق تبلیغ اسلام کا ایسا تجویز کریں گے کہ جس پر عمل [illegible] سے آیندہ ایسے کسی واقعہ کا خدشہ نہ رہے گا کہ یورپ کے نومسلموں میں سے کوئی شراب کے نزدیک جائے یا اور کوئی لغزش [illegible] ہو۔ اور اگر ایسا پھر بھی ہو یعنی کسی نومرید نے خواہ وہ سو میں سے [illegible] ہی ہو۔ شراب پی لی۔ یا کسی اور خلاف شریعت امر کا ارتکاب کیا [illegible] دوسرے مشن کو بھی بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے گا۔ ان لوگوں کی عقل پر بھی حیرت آتی ہے جنہوں نے پبلک کو ایسا بے وقوف [illegible] ہے کہ ان کی ان حاسدانہ چال بازیوں کو وہ نہیں سمجھ سکتی۔ وہ [illegible] کہاں سے لائے جائیں گے جن میں اس قدر تبدیلی ہو گی کہ [illegible] ان کے سامنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیگا [illegible] ہو جائے گا۔ پھر اس سے کسی قسم کے خلاف شریعت امر کا ارتکاب [illegible] اگر ایسا کوئی مبلغ ان کی نظر میں ہے تو اسے اب کیوں چھپائے [illegible] ہیں۔ اور اگر دین اسلام کی تبلیغ کوئی وہ بیہودہ کام سمجھتے ہیں [illegible] افعال سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو کم از کم ایسے مبلغ کے ذریعہ سے پہلے [illegible] اصلاح کرالیں۔ کہ ایک دفعہ اس کے سامنے کلمہ توحید پڑھ دیں [illegible] قدیم مسلمانوں پر بھی وہی اثر ہو جائے جس کی توقع نومسلموں سے [illegible] ہے کہ اس مبلغ کے سامنے کلمہ توحید کا اقرار کرنے ہی سے تمام [illegible] پاک ہو جائیں ؛

بات سیدھی ہے یا تو ان لوگوں کے ذہن میں اس قسم کے [illegible] ہیں اور یا نہیں۔ اگر تو ہیں تو پھر ان کو باہر کیوں نہیں نکالتے اور [illegible] پڑھنے سے جو مقناطیسی اثر ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم خود کیوں [illegible] ہو رہے ہیں۔ اس خضر راہ کی موجودگی کے باوجود کیوں خود [illegible] پڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ جانتے ہیں کہ ایسے مبلغ نہ دنیا میں کبھی [illegible] ہیں نہ ہو سکتے ہیں تو پھر ایک چلتے ہوئے نیک کام کی تخریب کر کے وہ [illegible] کس اجر کے امیدوار ہیں۔ لارڈ ہیڈلے نے شراب پی لی تو کیا [illegible] ہو گیا؟ اور اگر بالفرض نومسلموں میں سے کوئی مرتد بھی ہو جائے [illegible] سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام کے کام کو پہلے برباد کرنا [illegible] دونوں صورتوں میں ان لوگوں کا صاف عندیہ سوائے اس کے [illegible] آتا کہ وہ حسد کی وجہ سے ووکنگ مشن کے تبلیغی کام کو سرسبز ہوتا [illegible] سکتے۔ ایسے لوگوں کے لئے الٰہی فتوے موجود ہے قل موتوا [illegible]

تعزیت نامہ

اس نام سے ایک ۱۲۵ صفحہ کا رسالہ [illegible] پر جناب شیخ محمد احسان الحق صاحب [illegible] میرٹھ نے شایع کیا ہے۔ جس میں آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب کی وفات کے متعلق ان مختلف مضامین و تحریرات کو جو اخبارات میں یا خواجہ صاحب مرحوم کے احباب اور شناساؤں نے ان کی خدمات [illegible] حالات زندگی کے متعلق لکھیں یکجا جمع کیا گیا ہے۔ اور اس کے [illegible] وہ خطوط اور تار وغیرہ بھی جو گورنمنٹ یا دیگر لوگوں نے بطور ہمدردی [illegible] پسماندگان کو لکھے ”نیز انجمنوں اور جلسوں کے ریزولیوشن بھی نقل کئے [illegible] اور اس طرح سے اس کتاب میں خواجہ صاحب مرحوم کے حالات سے واقفیت کے لئے بہت کچھ مسالہ جمع کر دیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں بہتر ہوتا اگر [illegible] حالات پر ایک مستقل کتاب جس کا شیخ صاحب نے وعدہ دلایا ہے لکھی [illegible] اس تعزیت نامہ کو اس کا ضمیمہ بنا دیا جاتا لیکن تاہم یہ موجودہ کام بھی قدر [illegible] ہے۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس وقت ملکی معاملات میں مسلمانوں کے ناخدا بنے بیٹھے ہیں خواجہ صاحب مرحوم کے ان مجمل حالات کو پڑھ کر ان سے سبق [illegible] حاصل کرینگے [illegible]

میاں اکمل صاحب جو خاکسار کو تبدیلی عقائد کے لئے حکم صادر فرماتے تھے۔ ابتدا اُن کے عقائد بھی وہی ثابت ہو گئے۔ جو خاکسار نے القول الممجد اظہار النصائح۔ النصیحت وغیرہ میں تحریر کئے ہیں۔ اور دیگر کا بسلسلہ کے اقوال بھی اس عریضہ میں درج کئے گئے۔ پھر میں ہی کیوں خواہ مخواہ لکھ کر شیطان وغیرہ ہو گیا۔ پس شیطان وغیرہ وہی ہیں جو بدعی مذہب رکھتے ہیں پس اب آپ ہی فرمائے۔ کہ جن بدعات کو آپ قائم کرتے ہیں۔ بموجب ان حوالوں کے ایمان سے کون محروم ہے۔ اور جاہل کون ہے۔ ہٹو کر کھانے والا کون ہے۔ اور بے عقل کون ہے۔ آیا قول محمود والا یا اُن آپ کی بدعات کا استیصال کرنے والا۔ اور آپ تو حضرت میرزا صاحب کو نبی حقیقی اعتقاد کر کر قرار دیکر خاتم النبیین کا بھی انکار کرتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلعم تو اپنی امت کو بھی خاتم الامم قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سید المرسلین خاتم النبیین فرماتے ہیں۔ تفسیر آیت۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس میں قال انتم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا و اکرمھا علی اللہ تعالی۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ والدارمی۔ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن۔ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق و ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ مراد اتمام سے ختم ہے۔ یعنے جیسے کہ پیغمبر تمہارے خاتم النبیین اور سردار رسولوں کے ہیں۔ تم بھی خاتم امتوں کے اور اکرم اور اتم اُن کے ہو۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آویگا۔ کیونکہ اگر کوئی نبی آتا تو پھر یہ امت خاتم الامم کیونکر ہو سکتی تھی۔ اور ذکر کیا امام بغوی نے ساتھ سند اپنی کے بطریق مرفوع کے قال ان الجنۃ حرمت علی الانبیاء کلھم حتی ادخلھا و حرمت علی الامم حتی تدخلھا امتی یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ بلاشبہ جنت حرام ہے سب انبیاء پر یہاں تک کہ داخل ہوں میں اس میں اور حرام ہوئی جنت سب امتوں پر یہاں تک کہ داخل ہو جنت میں امت میری پس ان آپ کی بدعات کا مٹنے والا انشاء اللہ تعالے یہ ہی خاکسار ہے۔ اور پھر ان حدیثوں اور آیتوں مذکورہ کا مصداق ہے۔ اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔ آپ جیسے ہی بدعتیوں کے لئے ہے۔ جو ایسی بدعتیں سلسلہ احمدیہ مسیح موعودؑ میں ایجاد کر لی ہیں۔ ونعوذ باللہ منھا یہ ہے حقیقت عزت خاکسار کی۔ جو مصنف قول محمود نے اس میں خلاف و برعکس قرآن مجید اور احادیث صحاح اور خود نخالف مذہب اپنے اور اعتقادات حضرت مسیح موعودؑ کے لکھے ہیں۔ اور ابھی تک میں نے اس کا بدلہ ایک ذرہ بھر بھی نہیں لیا۔ آپ بتلا دیں کہ قول محمود میں کوئی ایک کلمہ بھی بغیر تعظیم و اکرام کے حضرت صاحبزادہ صاحب اور حواشی صاحبزادہ کو لکھا ہے۔؟ بینوا و توجروا۔

اور وساوس اور شبہات کا میدان تو اس قدر وسیع ہے۔ کہ اللہ تعالے نے بھی اپنی کلام پاک کو جو ختم فرمایا ہے۔ تو سورۃ والناس پر بصیغہ امر فرمایا ہے۔ اس لئے میں بھی حسب تعمیل امر الٰہی پناہ اُسی وحدہٗ لاشریک سے چاہتا ہوں۔ کہ قل اعوذ برب الناس ملک الناس۔ الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس من الجنۃ والناس۔ اور آپ پر فرض ہے کہ در صورت جواب کے پابندی اصول مذکورہ ضمیمہ کے جواب دیویں والا فلا۔

ناظرین پر واضح ہو۔ کہ صاحبزادہ صاحب کو اپنی کثرت جماعت پر نہایت درجہ کا کبر ہے۔ اور بڑا فخر ہے۔ حالانکہ ایک سردار کو ہرگز ہرگز اپنی کسی جماعت کی کثرت اور قوت جسمی یا طاقت مالی پر غرّاں ہونا نہیں چاہئے۔ اور اس راہ میں اسی ہدایت قرآنی پر عمل کرنا فرض ہے۔ کہ:۔ جعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا۔ خصوصاً سلسلہ احمدیہ کے مدعی خلافت کو۔ اور اللہ تعالے کی ہر دو صفات جمال و جلال پر نظر غائر رکھکر دیگر ہدایات قرآنی پر نظر رکھنی چاہئے۔ جو افسوس کہ بالکل نظر نہیں کی جاتی۔ اور کسی آیت میں تو وہ مالک الملک جو بیدہ ملکوت کل شئ کا مصداق ہے۔ صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتا ہے:۔ ولقد صدقکم اللہ وعدہٗ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبون اور کہیں ارشاد کرتا ہے۔ کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم اور کہیں فرمایا گیا ہے یمحو اللہ ما یشاء و یثبت اور کہیں فرماتا ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ ان نصوص کے مقابلہ میں سارا کبر اور غرور اور اصرار و عناد کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ یہیں وجہ ہے حضرت صدیق اکبرؓ جو تمام ہمارے خلفائے اسلام اور مجددین سے افضل ہیں جب وہ خلافت تامی نبوت پر بیٹھے ہیں تو اس وقت جو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں کے دو ایک فقرہ یہ ہیں۔ ایھا الناس انما انا متبع ولست بمبتدع فان احسنت فاعینونی وان زغت فقوّمونی۔ الحاصل اب میں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ان عقائد فاسدہ سے رجوع فرما کر اپنے رجوع کا اعلان کرادیں۔ ورنہ انجام اچھا نہیں۔ دین اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے واسطے بہت مضر ہے۔ لیکن مجھکو قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بحکم ولکن لا تحبون الناصحین کے انکا کبر و استقلال خاکسار کے مقابلہ میں زیادتی ہی پکڑیگا۔ افوض امری الی اللہ۔

تنبیہ میں بڑا ہی افسوس کرتا ہوں کہ جن موجودہ اہالیٔ قادیان کو ذوالرائے سمجھتا تھا۔ وہ بھی مجھ پر وہ اعتراض کرتے ہیں۔ جن کی زد اولاً تو حضرت مسیح موعود پر وارد ہوتی ہے۔ اور پھر خود اُن پر عائد ہوتی ہے۔ صدق اللہ تعالے یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین۔ چنانچہ مفتی صاحب کا تو یہ فتوے ہوا۔ کہ میں اب کسی کا مرید ہی نہیں رہا۔ اس لئے میں کسی شمار نہیں رہا۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی میری ارادت اب منتفی ہو گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ عقائد فاسدہ بدعات خلافت کا میں مرید نہیں ہوں۔ جو بالفعل ایجاد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اکثر اہالیان قادیان اُن بدعات کے مرید ہیں۔ اب ناظرین بالانصاف وور از اعتساف غور فرماویں۔ کہ باوجود ان حوالجات مائینہ عامل کے جن کے آپ لوگ معمول ہیں۔ قطع نظر اُن براہین مندرجہ کتاب سنت وغیرہ کے جو دیگر رسائل میں موجود ہیں یہ حوالے انہیں صاحبان کے قلم سے نقلاً لکھے گئے ہیں۔ میرے مضامین نہیں ہیں۔ اور تغیرّ عقائد کے لئے ان ہی میاں اکمل نے یا حضرت مبہوت صاحب نے مجھکو تحریر کیا تھا۔ یا میں نے اُن کو تغیرّ کے لئے لکھا یا کوئی سب و شتم کیا۔ دوسرے صاحب مولوی فضل دین صاحب مختار عدالت ہیں جو ایک کارڈ میں مجھ پر یہ کرم اور فضل فرماتے ہیں۔ کہ تم تو چھپے ہوئے دشمن نکلے۔ دوستو! کیا صدیق جیسا شخص بھی تمہارے نزدیک چھپا ہوا دشمن ہو سکتا ہے۔؟

(۱) جس نے فتح اسلام کی اشاعت کے قبل سے ہی بغیر ملاقات کئے حضرت مسیح موعودؑ کے اعلام الناس جیسے رسائل لکھے۔ (۲) اور حضرت کی اخیر وفات تک لکھتا رہا۔ دیکھو رسالہ التبیان فی استہلال القبیان جو حضرت کی وفات سے کچھ چند روز پہلے لکھا گیا۔ (۳) اور بعد وفات حضرت اقدس کے سنہ ضروری مباحثہ رامپوری شائع کیا گیا۔ جس میں میرا وہی مذہب ہے جو ان حوالجات مائۃ عامل میں لکھا گیا ہے۔ (۴) اور خود حضرت اقدس مسجد مبارک میں اس کے پیچھے امام بنا کر نماز بھی پڑھتے رہے۔ (۵) اور اس کی مدح و ثنا اخیر وقت تک فرماتے رہے۔ حضرت صاحب کے اخیر وقت کا ایک خط میرے پاس موجود ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ مولوی محمد احسن صاحب ایک فاضل جیّد اور قدیم دسے سلسلہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔ اور ایسے علماء ہمارے سلسلہ کے لئے زیب و زینت ہیں۔ محررہ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ جو دفتر صدر انجمن احمدیہ میں بھی موجود ہے۔ ولا فخر لی۔

(۶) اور مزید برآں الہام بھی اس کی نسبت ایسا لکھدیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خاص مسیح موعودؑ کے مذہب کی تائید کے لئے محمد احسن تارک روزگار رہا ہے۔ (۷) اور اُس کا ساختہ پرداختہ مناظرات میں بھی ایسا منظور فرمایا۔ کہ اُس کی ہار جیت کو اپنی ہار جیت قرار دیدیا و کذا و کذا لتفہ لا فخر لی۔

مگر افسوس کہ حضرت ملہم ربانی کو تمام اپنی عمر بعثت میں کبھی یہ الہام نہ ہوا۔ کہ تم جو کبھی اسکو ایک رجل فرشتہ سیرت بھی لکھدیتے ہو۔ فرشتہ کیسا یہ تو تمہارے مذہب کا چھپا ہوا دشمن ہے شیطان ہے۔ رزیل بھی ہے گندہ ہے۔ بیل ہے۔ جاہل و بے عقل ہے۔ تم کیا غضب کرتے ہو۔ اور نمازوں میں اس کو امام بنا کر اپنی نمازیں تلف کرتے ہو۔ خصوصاً جمعہ کی نمازیں بھی ضائع کرتے ہو۔ اور پھر اس کے خطبہائے کی تعریف بھی کرتے ہو۔ دوستو! ذرا انصاف تو کرو۔ کہ یہ اعتراضات جو مجھ پر کئے جاتے ہیں۔ کس قدر زد ہیں۔ حضرت کی صداقت پر صدق اللہ تعالی۔ یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین۔ یہ الہام ہوئے تو ایک بہوت کو نہ ہوئے۔ تو حضرت ملہم ربانی کو۔

یاد رکھو کہ یہ تو وہی زد ہے۔ جو اہل تشیع یا اہل رفض اُس صدیق اول پر کرتے ہیں اور وہ زد رسول کریمؐ پر پڑتی ہے۔ کہ ایسے دشمن رسول و اہلبیت کو نبی کریمؐ صدیق ہی صدیق فرماتے رہے اسی طرح جو تم مجھ پر زد کر دگے وہ حضرت مسیح موعودؑ پر ہی آویگی۔ گو نبدا اس کے تمہارے نزدیک مجھ پر بھی آجاوے۔ اور تمہاری تاویلوں کا دامن تو ایسا فراخ ہے۔ جیسا کہ اہل تشیع کی تاویلوں کا دامن بہت وسیع اور فراخ ہے۔ کہ آجتک حضرت صدیق اکبر کو اول عدو اصلی دشمن حضرت فاطمہؓ اور اہل بیت کا قرار دیا جاتا ہے ونعوذ باللہ مگر یہ حملہ اور ہم تمہارے کالعدم اور سہیج ہیں۔ اما الزبد فیذھب جفاءً۔ و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔

ہمارا کام سمجھانا ہے ہم سمجھا رہے ہیں

اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

العبد سید محمد احسن عفی اللہ عنہ تعالیٰ سید مجددین

میاں صاحب کیوں فیصلہ نہیں کرتے

میاں صاحب کے اُستاد میاں ... کے نام سے ہمارے احباب ... اُستاد ہم نے اس لئے کہا ... کے موجودہ عقائد در اصل ... کے ابتدائی خیالات ہیں جو کہ میاں ظہیر الدین کا ایجاد ... فرق صرف اتنا ہے کہ میاں صاحب ابھی صاف لفظوں میں ... اقدس کو شرعی نبی نہیں کہتے ہیں اور میاں ظہیر الدین کے ... آپ شرعی نبی تھے۔ نیاں میاں صاحب سمجھتے ہیں کہ ۱۹۰۲ء ... حضرت صاحب کو اپنی نبوت کا پتہ نہ تھا۔ میاں ظہیر الدین ... اسکے خلاف یہ اعتقاد ہے۔ کہ پتہ تو تھا۔ لیکن لوگوں ... حکمت عملی (بالفاظ دیگر چالبازی) سے کام لیتے تھے ... ہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ احمد جری اللہ انہوں نے ... کر رکھا ہے۔ قادیان کو قبلہ سمجھتے ہیں۔ اسمہٗ احمدؐ میں ... سے متفق ہیں۔ وغیرہ۔ میاں صاحب بھی وہ اصل ... باتوں کی طرف آہستہ آہستہ آرہے ہیں۔ اور کوئی دن ... جب انہیں بھی کھلے طور پر ان باتوں کا اعلان کرنا پڑیگا ... لطف یہ ہے۔ کہ اُستاد شاگرد کی آجتک بلنے میں نہیں ... اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میاں صاحب اپنی جگہ اپنے آپکو ... سمجھتے ہیں۔ بلکہ اسکے مریدین ان کو مصلح موعود بھی بنا ... جس پر کچھ کچھ میاں صاحب کو بھی شک ہے کہ شائد ایسا ہی ...

تا نباشد چیزکہ مردم نگویند چیزہا

اور کوئی دن آتا ہے۔ جب وہ کھلے طور پر مصلح موعود ... بلنے والے ہیں۔ لیکن ادھر میاں ظہیر الدین بھی اپنے ... یوسف موعود اور مصلح موعود سمجھتے ہیں۔ حیرانی یہ ہے۔ کہ میاں ... کو وہ بار بار مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں۔ لیکن وہ ... نہیں آتے۔ اب پھر ایک اشتہار "آسمانی فیصلہ" ... سے ہمارے سامنے ہے۔ جس میں میاں صاحب کے ... بیعت لینے کو خلاف الوصیت کہکر اور اس بات کی ... ہوئے۔ کہ انہیں خدا تعالٰے نے بار بار کہا ہے کہ ... یہ لکھا ہے۔ کہ "اگر میاں صاحب موصوف کو خدا نے ... کے ذریعہ سے خلیفہ منتخب کیا ہے۔ تو مہربانی کرکے ... اس الہام کو شائع کریں۔ اور گول مول کرکے احمدیوں کو ... نہ ڈالیں۔ اور نیز اس بات کی بھی اجازت دیں۔ کہ ہم ان ... منت ایسی پیشگوئی شائع کرسکیں۔ جس کے ذریعہ ... صدق و کذب کو پرکھنے کا احمدیوں کو آسانی سے موقع ... میاں صاحب سے اس بات کی توقع کرنا کہ وہ اس کا ... دینگے۔ تحصیل حاصل ہے۔ پس کیا ہم امید کرسکتے ہیں ... آئندہ کے لئے کم از کم ہمیں اس بات کے لئے مطلع ... کہ ہم ان کے ساتھ مباہلہ نہیں کرتے۔ ظہیر الدین عبداللہ ... اور ہم میں سے مولوی محمد یسین صاحب دالوی کے ساتھ ... کرلو۔ پھر ہم سے بھی دیکھا جائیگا۔ آہ! مسیح موعود کی ... اور کس طرح نادانوں کے ہاتھوں میں پارہ پارہ ہو رہی ... خلاف اسلام معتقدات ایجاد کرکے ایک نیا مذہب ... مباہلہ کو ایک کھیل سمجھ لیا گیا ہے۔ جو بھی اٹھتا ہے مباہلہ ... زور ہے۔ خدا رحم کرے۔

امرتسر میں محمودیوں اور دوسرے مسلمانوں میں مقدمہ

امرتسر میں آجکل ایک مقدمہ ... دوسرے مسلمانوں کے درمیان ... ہو گیا ہے جسکی بنا یہ بتائی جاتی ... ایک شخص جو پہلے احمدی ... میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہوا ہے اس پر اسکی بیوی کے لواحقین نے ... میں درخواست دی ہے۔ کہ اسکے نکاح کو فسخ قرار دیا جائے سوال ... بہت اہم ہے۔ جس حالت میں میاں صاحب کے نزدیک "جیسے ایک غیر احمدی کا فرض ہے۔ کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اسکے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے۔ ایسے ہی ایک احمدی کا فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں اسے مسلمان نہ سمجھے" تو دونوں ایک دوسرے کے نزدیک کافر ہوئے اور اسی لئے کافر و مسلم ... ہو سکتا بہتر ہو کہ خود میاں صاحب کو اس بارہ میں گواہی کیلئے طلب کیا جائے جس سے مقدمہ کے سربراہ ہونے میں بہت کچھ مدد ملیگی ...

ضمیمہ النصیحۃ لرفع الفضیحۃ

از حضرت مولانا محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

اس مضمون میں جو صاحب بحث کرنا چاہیں اگر موجب ان اصول ذیل کے کچھ تحریر کریں گے تب تو جواب دیا جاویگا۔ لیکن بغیر لحاظ ان اصول کے بحث کی طرف التفات نہ کیا جاویگا۔ وہی ہذہ

(۱) حضرت مرزا صاحب مسیح موعود شارع اور مشرع ہو کر مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ماتحت قرآن مجید اور سنت نبی کریم ان کی بعثت واقع ہوئی تھی جس پر نصوص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ دال ہیں فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک الایہ وغیرہ

(۲) بموجب علم اصول کے آئندہ بحث کی جاوے۔ مثلاً یہ یہ اصل ہے کہ ان الخطاب اذا ورد مطلقا فی موضع مقیدا فی موضع اٰخر فیحمل المطلق علی المقید سواء کان ھذا التقیید متقدما او متاخرا فھذا التقیید دال علی ان المراد بالمطلق لا غیر فقط محمد احسن عفی عنہ

محب قدیم جناب مفتی محمد صادق صاحب وعلیکم السلام۔ جلد اول غایت البرہان واپس وصول ہوگئی مع ایک خط جناب کے۔ آپ کی خدمت میں جو میں نے شکایت بدتہذیبی مصنف القول المحمود کی لکھی تھی۔ اس کے جواب میں بلکہ اس کی تائید میں ایک فقرہ جناب نے اخیر میں یہ بھی لکھا تھا کہ آپ کس شمار میں ہیں۔ نہ کسی کے پیر ہیں اور نہ کسی کے مرید۔ یعنی قول محمود کا آپ کی نسبت شیطان یا رزیل وغیرہ لکھنا جائز ہے۔ کیونکہ آپ کسی شمار میں نہیں۔ جناب من اگر آپ اس کی بدتہذیبی کا کچھ جواب تائیداً نہ لکھتے اور اس کی تائید نہ فرماتے تو میں اس کی کچھ پرواہ نہ کرتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جناب بھی اس کی بدتہذیبی کے موید ہیں۔ اس لئے آپ کی تنبیہ کے لئے کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ جناب من موجودہ اہالی قادیان نے ایسی بدعات سیئہ اور محدثات ضلالت بینہ نکالی ہیں جو مخالف قرآن مجید واحادیث صحاح ومذاہب صحابہ وتابعین وجملہ محدثین ومفسرین اور تمام اولیائے مجددین امت وملہمین کے ہیں اور خود مذہب حضرت مسیح موعود کے ضد ہیں بلکہ استیصال کرنیوالے مذہب مسیح موعود کے ہیں۔ اور خاکسار نے ان تمام بدعات کا رد دندان شکن قول مجید واظہار النصائح اور رسالۃ النصیحت میں لکھا ہے اور جواب کافی و شافی بڑی تہذیب کے ساتھ دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ نے ان مسایل کی طرف بالکل توجہ نہ فرمائی۔ اس لئے عرض کرتا ہوں ولا فخر الی کہ میں وہ مومن احمدی مخلص ہوں جس کی نسبت مسیح موعود اپنی آخری عمر تک مدح وثنا فرماتے رہے۔ اور عند اللہ وعند الرسول انشاء اللہ تعالےٰ وہ شخص ہوں جس کی عزت کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون اور رسول کریم خاتم النبیین سرور عالم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی کی اس پیشگوئی کا مصداق بنا ہوں جو آپ نے ارشاد فرمائی ہے کہ لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علےٰ ذالک متفق علیہ پس کیا میں کسی بدعتی کا مرید ہوسکتا ہوں یہ مریدی آپ کو ہی نامبارک رہے۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ گو میں عمر میں ہشتاد سال سے متجاوز ہوں اور بمرض فالج بھی مبتلا ہوں۔ لیکن آپ کی بدعات کا استیصال بفضلہ تعالےٰ وقوتہ العلیا بخوبی کرچکا ہوں اور بشرط عدم توبہ انشاء اللہ تعالےٰ اور بھی کروں گا اگر اس پر بھی آپ نے توجہ نہ فرمائی تو بحکم یستبدل قوما غیرکم کے دوسری نسل توجہ فرمائیگی مجھ کو امید ہے کہ اگر آپ نے ان ایجاد کردہ بدعات خلاف مذہب حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء سے توبہ نہ کی تو آپ کی ان بدعات کا اضمحلال اور تنزل میں دیکھ کر انشاء اللہ تعالےٰ اس دنیا سے جاؤں گا کیونکہ اس کے آثار بہت علی طور پر نمایاں ہو چکے ہیں اور اگر میں قبل اس کے فوت بھی ہوگیا تو بحکم پیشین گوئی لا یزال الحدیث مذکورہ مخبر صادق خاتم النبیین وسید المرسلین صلعم کے دوسری قوم (لا یضرھم من خذلھم الحدیث) طیار ہے جو اس کے استیصال کی طرف متوجہ ہے فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ کیا آپ نے الہام انی معین من اراد اعانتک وانی مہین من اراد اہانتک کو مردہ سمجھ لیا ہے جو ایک ذرہ بھر بھی توجہ اس طرف نہیں فرماتے کہ آپ کے عقاید فاسدہ سے لوگ توبہ کرتے چلے جاتے ہیں دیکھو بمبئی کی جماعت کو اور دوسرے افراد سلسلہ احمدیہ کو کہ آغاز خلافت جدیدہ سے اس وقت تک کس قدر افراد سلسلہ نے توبہ کی ہے فاعتبروا یا اولوا الابصار اور پھر احقاق حق وابطال باطل کے لئے کس قدر غیب سے براہین نکلتی چلی آتی ہیں۔ اگر جناب کی تسکین پہلے دلایل قاہرہ وبراہین باہرہ سے نہیں ہوئی تو اور لیجئے جو برخوردار سید محمد یعقوب نے امروہہ میں آکر ان بدعات کے سر کچلنے کے لئے آپ کی خود کتابوں اور اخباروں اور اشتہاروں سے نکالی ہیں جو حضرت کے کس قدر ضد ہیں ان میں سے اندکے از بسیار ونمونہ از خروارے آپ کو لکھے جاتے ہیں یا ربانی صحبت باقی۔ اور جو خط صاحبزادہ صاحب کا معہ مولوی محمد اسحاق صاحب آپ میرے پاس لائے تھے اس کا جواب بھی ارسال کیا گیا ہے جس میں ۷۷ حوالجات لکھے گئے ہیں اگر آپ ان کا رد کریں گے تو مذہب حضرت اقدس مسیح موعود کا نعوذ باللہ گویا مردود ہوگا اور اگر آپ ان حوالوں کو تسلیم کریں تو آپ پر ضروری ہے کہ اپنی توبہ کا اعلان فرماویں تاکہ یہ فتنہ رفع دفع ہو کیونکہ آپ ان بدعات کو تمام دنیا میں شایع فرما چکے ہیں اسی طرح اعلان رجوع کا ضروری ہے وما السبیل الا الاصلاح بالتعلن ذیل کے نمبرون کا معہ مضمون النصیحت کے جواب ہونا ضروری ہے یا تو تصدیق ہو اور اگر تکذیب ہو تو مع الدلایل والبراہین ہونی چاہئے اور ۷۷ نمبر تو رسالہ النصیحت میں ہی لکھے جاچکے ہیں۔ اور بہوت کا جواب کوئی ضروری کہتا ہی نہیں کہ حرف ان آیت میں کہاں موجود ہے حالانکہ حرف او نہیں آیات مندرجہ میں موجود ہے میری آنکھوں سے دیکھو وان ھذا صراطی مستقیما۔ حوالجات اب دیکھو۔

دیکھو کتاب [۸۸] نور دین صفحہ ۲۱۲ سطر ۱۰ یہ ہمارا آقا غلام احمد ہے اس لئے ضرور ہے کہ احمد محمد صلعم کی غلامی اور اتباع کی برکات اور ثمرات اسے حاصل ہوں۔ الخ۔

ایضاً صفحہ [۸۹] ۲۳۳ میرزا حقیقتاً واقعی طور پر عین محمد واحمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے۔ الخ۔

الحکم نمبر [۹۰] ۳۵ جلد ۳ صفحہ ۳ کالم ۲ مضمون مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم احمد صلعم کو لفظ فارقلیط کی حیثیت سے ماننے کی راہ میں جو ٹھوکریں آپ کے ہم عصر نصاریٰ نے کھائی ہیں وہی آج ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ تائیدات سماویہ اور نصرت ہائے الہیہ نے جو حضرت احمد فارقلیط مثیل موسےٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے شامل تھیں اور وہ ہیں بین فارق اور ما بہ الامتیاز تھیں آپ میں اور دوسروں میں سعید فطرتوں کو یقین دلا دیا کہ حضور سرور عالم صلعم حق پر ہیں اور آپ کے مخالف بطلان پر الخ

الحکم نمبر [۹۱] ۳۶ صفحہ ۱۰ کالم دوسطر ۱۳ جلد ۳۔ میں مولوی عبدالکریم صاحب نے احمد ومحمد دونوں نام آپ کے لکھے ہیں الخ۔

الحکم نمبر [۹۲] ۳۸ جلد ۳ صفحہ ۳ کالم ۳ خطبہ مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول مرحوم میں۔ محمد مصطفےٰ واحمد مجتبےٰ دونوں نام آپ کے لکھے ہیں۔

الحکم نمبر [۹۳] ۳۹ جلد ۳ صفحہ ۳ خطبہ مولوی عبدالکریم صاحب۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے آقا اور مرشد بالنشیر محمد واحمد صلعم میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود بھی کفر سے سچے بیزار ہیں۔ الخ۔

الحکم جلد ۵ نمبر [۹۴] ۲ صفحہ ۴ سطر ۷ تقریر حضرت مسیح موعود۔ پھر آپ کا ایک اور نام رکھا گیا۔ وہ احمد ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی نام کی پیشین گوئی کی تھی۔ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

الحکم جلد ۵ نمبر [۹۵] ۴ صفحہ ۱۱ کالم دو ڈائری حضرت اقدس جو مرتبہ جناب صادق قادیانی کی ہے حضرت رسول کریم صلعم کے دو ہی نام تھے محمد واحمد صلعم ۔۔۔۔۔۔ حضرت رسول کریم کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔۔۔۔۔۔ حضرت موسےٰ نے آنحضرت صلعم کا نام محمد صلعم بتلایا اور حضرت عیسےٰ نے آپ کا نام احمد بتایا۔۔۔۔۔ مگر حضرت رسول کریم صلعم کے دو ہی نام تھے محمد واحمد صلعم اور مسلمانوں کے دو فرقے ہی ہوسکتے ہیں محمدی یا احمدی۔

الحکم نمبر [۹۶] ۵ جلد ۵ صفحہ ۴ کالم اول ڈائری حضرت اقدس۔ مخالفین کا قول کہ اب کلمہ لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھیں گے اس کے جواب میں فرمایا جاہل لوگوں کو بات بات میں ٹھوکر لگتی ہے۔ ان کو سمجھانا چاہئے کہ پیغمبر خدا صلعم کے دو ہی نام تھے جب مسیح نے پیشگوئی کی تو احمد صلعم کے نام سے کی × × × یہ وہی نام ہے جس کا ترجمہ فارقلیط ہے جہلا کے دماغ میں عقل نہیں ہوتی ۔۔۔۔۔۔۔ جو شخص اب بھی ضد کرے وہ ایمان سے خارج ہے۔

الحکم جلد [۹۷] ۵ نمبر ۵ صفحہ ۳ کالم ۳ رسول اللہ صلعم کے دو ہی نام تھے ایک محمد صلعم ۔۔۔۔۔۔۔ دوسرا احمد صلعم۔

الحکم نمبر [۹۸] ۸ جلد ۷ صفحہ ۶ کالم ۲ خطبہ مولوی عبدالکریم صاحب۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا آپ کی زندگی اور تعظیم وجلال کا سب سے بڑا نشان جو ابتدا سے انتہا تک فضیلت بتاتا ہے آپ کا نام مبارک ہے۔ یعنی احمد ومحمد صلعم یہ دونوں نام ہمیشہ کی زندگی فضیلت اور اکرام پر دلالت کرتے ہیں۔ الخ

تشحیذ الاذہان نمبر [۹۹] ۱ جلد ۶ صفحہ ۲۸۔ اور پھر آج بھی لا تیئسوا من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب کا پیغام احمد نے شیدائی کو سنا کر حقیقی طمانیت اور سکینت کا وعدہ دیا۔ احمد کا شیدائی یہاں پر حضرت میرزا صاحب ہیں اور نبی کریم احمد ہیں۔

اس بات کا ثبوت دیا کہ تمام برکتیں محمد صلعم میں ہیں یہ اور اپنے ... یہ الفاظ ڈالکر ؎

برتر گمان ووہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

عیسائیوں کے تمام فخر کو خاک میں ملادیا۔

تشحیذ الاذہان جلد [۹۰] ۴ نمبر ۵ صفحہ ۲۰۳۔ مگر چونکہ میرے مخدوم صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلعم کی مکمل تاریخ لکھنا چاہتے ہیں۔

تشحیذ الاذہان جلد [۹۲] ۴ نمبر ۶ صفحہ ۲۳۸ مضمون صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب ؎

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دین احمد پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ وار

صادقوں کی روشنی [۹۳] مصنفہ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب صفحہ ۷۵ اور حضرت اقدس احمد کے غلام ہیں اور ان کے پیرو ہیں اور ہر ایک بات میں ان کے قدم بقدم چلنے والے ہیں۔

تشحیذ الاذہان جلد [۹۴] ۳ نمبر ۱۳ صفحہ ۴۸۶ ریمارک صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بر عبارت حضرت صاحب۔ مندرجہ ذیل نظم حضرت صاحب کی کاپی میں سے نقل کیا جاتا ہے۔ ایک ایک لفظ عشق احمد میں ڈوبا ہوا ہے اگر مخالفین راستی سے کام لیں تو یہ ایک نوٹ ہی آپ کی سچائی کے لئے بین ثبوت ہے

تشحیذ الاذہان نمبر [۹۵] ۸ جلد ۳ صفحہ ۳۴۸ مضمون صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ اخبار عصر جدید کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں اور آپ کا یہ کہنا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم سے بڑے ہونے کا دعوےٰ کیا بالکل افترا ہے۔ کیونکہ باوجود تمام دعاوی کے جو آپ کرتے تھے آپ کو غلام احمد ہونے کا فخر حاصل تھا اور آپ پکار پکار کر کہتے تھے کہ ؎

برتر گمان ووہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

پھر وہ کون سے دلایل ہیں جن سے پیشین گوئی مبشراً برسول الایہ کے مصداق آپ نہیں ہیں۔

اشعار [۹۶] صاحبزادہ صاحب البدر مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۰۶ء نمبر ۳۶ جلد ۲ ؎

دین اسلام کی ہر بات کو جھٹلائیں لوگ
احمد پاک کے حق میں کریں سب وشتم
عاشق احمد ودلدادہ مولائے کریم
حسرت ویاس سے مرجائیں بہ چشم پرنم
پر وہ غیور خدا کب اسے کرتا ہے پسند
دین احمد ہو تباہ اور ہو دشمن خرم

باایں ہمہ پھر انکار پیشین گوئی مبشراً برسول الایہ کا بحق نبی کریم صلعم کیا ایسا ہی انکار نہیں جیسا کہ شمس نصف النہار کا انکار

البدر جلد [۹۷] ۲ نمبر ۲۴ صفحہ ۷ اشعار میاں اکمل صاحب ؎

السلام اے باغ احمد کے نہال
السلام اے ابن مریم کے کمال
السلام اے روئے احمد کے جمال
السلام اے شان سرمد کے جلال

الفضل نمبر [۹۸] ۳ صفحہ ۱۰ جلد ایک۔ تاریخ الاسلام۔ مضمون صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ کیونکہ جب آپ کا سلوک ... ان کا عشق آپ سے دیکھا جاتا ہے تو بے اختیار ... جاتا ہے ؎

مرحبا احمد مکی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

الفضل نمبر [۹۹] ۴ جلد ایک صفحہ ۹۔ اشعار میاں اکمل صاحب ؎

بوہریرہ سے روایت ہے رسول عربی
حضرت احمد مختار زدہ مکی مدنی
ہم سے فرمانے لگے مرد تھا اسرائیلی ...
حاجت قرض جو اک روز اسے پیش آئی

الفضل نمبر [۱۰۰] ۱۵ جلد ایک صفحہ ۱۴۔ ہاں مجھے وہ یاد آگیا ... کے بعد خدا کے خاص حبیب رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فدا تھا۔ اور فدا ... درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔ اور ہمیشہ اس کا فخر ... میں تھا کہ غلام احمد کہلاسکے۔ ... کیا مرتبہ ہے اس رسول کا جس کی غلامی ...

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۲ فروری ۱۹۵۱ء)

بیان فرمودہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔۔۔۔ محمد رسول اللہ صلعم کس قدر افضل ہیں دوسرے انسانوں سے۔ آپ کے حالات کو پڑھنے اور اُن پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ انسانوں کے اندر ایک بے نظیر انسان ہے۔ جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اس عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ ہمیں یہ خوش خبری سُناتا ہے۔ کہ قل انما انا بشر مثلکم۔ کہدے میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ ایک معمولی انسان کے مُنہ سے یہ کلمہ نکلے تو شائد چنداں وقعت کے قابل نہ ہو۔ لیکن وہ انسان جو کل دنیا جہان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا جب اُس کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلیں تو یہ اُس کے پیروؤں کے لئے ان کو اپنا خدا سمجھ لیا۔ تو ایسی حالت میں وہ کیونکر ان کے نمونہ پر چلنے اور اس حد تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے سے کہ انما انا بشر مثلکم۔ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں کس قدر قوت پیدا ہو جاتی ہے انسان کے اندر۔ جب وہ بے نظیر انسان بھی ہمارے جیسا انسان ہی ہے۔ تو کو انسانیت کا اعلےٰ مرتبہ اور شرف ہے جبکو اُس کا پیرو حاصل نہیں کر سکتا۔ کسی اعلےٰ مقصد کے سامنے رکھنے سے جبتک اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ کوئی فائدہ نہیں۔ انسان کے سامنے جتنا اعلےٰ مقصد ہوتا ہے اسی قدر وہ ترقی کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس اعلےٰ مقصد تک پہنچنا اس کے لئے ممکن بھی ہو۔ اگر ہمارے سامنے ایک اعلےٰ مقصد رکھا جائے اور دوسری طرف یہ بھی بتا دیا جائے کہ تم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا ہمارے لئے برابر ہے۔ نصب العین ہمارے سامنے وہ ہونا چاہئے۔ کہ اگر نظر اُس تک پہنچتی ہو تو ہمت بھی وہاں تک پہنچے۔ وہ مقصد سامنے رکھدینا۔ کہ جس کو کوئی پا ہی نہیں سکتا۔ اس کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ تو محمد رسول اللہ صلعم کو ایک طرف تو نمونہ بنایا اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق کا۔ اور پھر یہ نہیں۔ کہ وہ کوئی انسانوں سے بڑھکر مخلوق ہو۔ بلکہ تم کو بھی اللہ تعالےٰ نے ایسے ہی قوائے دئے ہیں۔ وہی طاقتیں دی ہیں۔ جن سے آپ کام لیا کرتے تھے۔ درحقیقت نبی کریم صلعم کے ظہور کے ساتھ بڑی بڑی مشکلات کو حل کر دیا ہے۔ اور ہر ایک قسم کے اعلےٰ مقاصد کو ممکن الحصول بنادیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی معرفت اور انسانوں کے حقوق۔ یہ اسلام کے دو بڑے رکن ہیں۔ ان دونوں میں کوئی بات ایسی نہیں رکھی۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا پیرو اسے نہ پا سکے۔ آپ کے اندر جو سادگی ہے۔ اس نے تمام باتوں کو ہمارے قبضۂ قدرت میں کر دیا ہے۔ اور ہم اس سے پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں پہلے نبیوں کے حالات میں لوگوں نے معجوبے بنا رکھے ہیں جن سے کسی دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام اگر اپنی قوم کو ایک ایسے سمندر میں سے لے نکلے ہوں جہاں دونوں طرف پانی کی دو دیواریں بن گئی ہوں۔ اور بیچ میں اُن کے گذرنے کے لئے سڑک ہو۔ اگر ان پانی کی دیواروں کے اندر ایسی کھڑکیاں بھی بن گئی ہوں جن سے بنی اسرائیل ایکدوسرے کو دیکھ سکتے ہوں۔ تو گو بلحاظ عجوبے کے یہ ایک اعلےٰ بات ہو۔ لیکن ہماری زندگی پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مع جسم آسمان پر لےگیا ہو۔ تو ہمیں اس سے کیا فائدہ۔ نہ ہمارے لئے آسمان پر جسم سمیت جانا مقدر۔ اور نہ اسکی کوئی ضرورت۔

موسےٰ علیہ السلام کا واقعہ اپنی قوم کو فرعون کے قبضہ سے نکالنے کا بڑا عجیب۔ لیکن ہم اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چلو محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی میں دیکھیں۔ کہ آپ کی زندگی ہمپر کیا اثر ڈال سکتی ہے۔ ایک قوم حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ملی۔ انکو حکم ہوا۔ کہ فرعون کے قبضہ سے انہیں باہر نکالو۔ اور آزادی دو۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کو بھی ایک قوم ملتی ہے۔ مشکلات اور مصائب کے نیچے ہیں۔ ان کے اوپر طرح طرح کے ظلم ہوتے ہیں۔ آپکو بھی حکم ہوتا ہے۔ کہ ان کو یہاں سے نکالو۔ وہاں تو محض ایک ٹکڑا زمین کے لئے بنی اسرائیل نکلتے ہیں۔ یہاں یہ بھی نہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ سب کے سب اکٹھے نکل جائیں۔ نہ ہی خود پہلے نکل جانے کا خیال تک بھی ہے۔ بلکہ پہلے صحابہؓ کو ایک ایک کر کے حکم دیتے ہیں۔ کہ اس شہر کو چھوڑ دو۔ وہ خفیہ خفیہ وہاں سے ایک ایک کر کے نکلتے ہیں۔ اگر نکلنا چاہتے ہیں تو نکلنے بھی نہیں دیتے۔ تو سارے صحابہؓ ایک ایک کر کے نکلکر چلے جاتے ہیں۔ اور آپ وہاں تنہا رہجاتے ہیں۔ معمولی حالات کے اندر دنیا میں ہمیشہ بڑوں کی جان پہلے بچائی جاتی ہے۔ اور چھوٹوں کا اتنا خیال نہیں ہوتا لیکن یہ بھی ایک انسان ہے اس کو فکر ہے تو سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کی جان کا۔ اپنی جان کا اسے کوئی خیال تک بھی نہیں۔ اب تنہا دشمن کے مُنہ میں بیٹھا ہے۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ ایک بڑے سے بڑے معاند کے مُنہ سے بھی اس پر تعریف کے کلمات ہی نکلے ہیں۔ وہ اس واقعہ پر عش عش کرتا ہے کہ کس طرح یہ اس کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو آپ دوسرے امن کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس میں خودغرضی کے خلاف وہ عظیم الشان سبق دیا ہے۔ کہ جس پر انسان کاربند ہو کر بہت بڑے بڑے کام کر سکتا ہے لیکن اگر ایک بڑا عظیم الشان معجزہ ظاہر ہو گیا ہوتا کہ یکایک وہاں سے نکل کر مع ساتھیوں کے مثلاً مدینہ میں پہنچ جاتے تو ہمکو اس سے کیا فائدہ ہوتا۔ کیونکہ ہم تو یہ کر سکتے ہی نہیں مگر نہیں وہ تمام دُکھ اور تکلیفیں آپ پر اللہ تعالےٰ وارد کرتا ہے جو انسانوں کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور یہ نہیں کہ دُکھ اُٹھانے کے بغیر ہی آپ کسی طرح سے مقام امن پر پہنچ جائیں۔ انا بشر مثلکم کی یہ ایک چھوٹی سی تفسیر ہے۔ دیکھو جس طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایک وقت دشمن کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کا بھی دشمن محاصرہ کر لیتے ہیں۔ نبی کریم صلعم وہاں سے کسی طرح نکل آتے ہیں۔ اور تھوڑے سے فاصلہ پر ایک غار کے اندر چھپ جاتے ہیں لیکن حضرت عیسےٰ دشمن کے ہاتھ میں مغلوب ہیں مگر محمد رسول اللہ صلعم کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ آپ کو دشمن کے ہاتھ کے اندر مغلوب کر دے۔ بیکسی تک تو آپکو پہنچایا۔ لیکن دشمن کا مغلوب نہیں کیا۔

فرعون کے حالات کو پڑھو حضرت موسیٰؑ کو اُسکے پاس بھیجا جاتا ہے۔ آپ کو حکم ہوتا ہے کہ قولوا لہٗ قولاً لینا۔ آخر وہ بادشاہ ہے۔ ذرا اس کے ساتھ نرمی سے کلام کرنا۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی نہیں کہ دشمنوں کے آگے مغلوب ہو کر بات ہی کریں۔ آپ کے بالمقابل بھی ایک نہیں کئی فرعون ہیں۔ جو خود آپ کے پاس وفد بنکر آتے ہیں۔ اور آپ کے آگے درخواستیں کرتے ہیں۔ وہاں تو موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس خود جاکر صرف اتنی التجا کرتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کر دو۔ لیکن یہاں خود فرعون درخواستیں لیکر آتے ہیں۔ کہ آپ بتوں کے خلاف کہنا چھوڑ دیں۔ تنہا محمد رسول اللہ صلعم اور بالمقابل سارے کے سارے فرعون۔ لیکن وہ سب کے سب مغلوب ہیں۔ غالب کسی طرح پر نہیں۔ اسی طرح پر حضرت عیسےٰ کا واقعہ ہے۔ کہ صلیب پر زخم لگے اور بڑے لگے۔ ہمارے نبی کریم صلعم کو بھی احد کے جنگ میں بڑے زخم لگے تھے۔ آپ کے سر کے اندر بھی ایک بہت بڑا زخم آیا تھا۔ دانت بھی دو شہید ہو گئے تھے۔ لیکن ایک فرق نظر آتا ہے ہمیں حضرت عیسےٰ اور آنحضرت صلعم میں۔ حضرت عیسےٰ کو زخم لگتے ہیں۔ تو دشمن کا مغلوب ہو کر۔ اور محمد رسول اللہ صلعم زخم کھانے کے باوجود بھی دشمن پر غالب ہیں۔ عین اس موقعہ پر جب دشمن نے سمجھ لیا کہ آپ کا کام تمام ہو گیا۔ آپ دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ:-

الیّ عباد اللّٰہ انا رسول اللّٰہ

خدا کے بندو! اِدھر آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ عجیب بات ہے۔ ایک مشابہت کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ ادھر سے آواز آتی ہے۔ ابوسفیان کھڑا ہو کر پکارتا ہے۔ افیکم محمد کہ تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ فرماتے ہیں۔ خاموش ہو رہو۔

حضرت عیسےٰ کو بھی ایک بیکسی کی حالت پیش آتی ہے لیکن لوگوں کا اعتقاد ہے کہ انہیں وہاں سے آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ بالمقابل آنحضرت صلعم وہاں سے بھاگ کر ایک غار میں جا چھپتے ہیں اول الذکر سے تو ہم کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ لیکن آنحضرت صلعم کے طریق عمل سے ہمیں ایک بڑا مفید سبق ملتا ہے۔

اسلام نے وہ بہت بڑا احسان جو انسانوں کے اوپر کیا ہے یہ ہے۔ کہ وہ معجوبہ پرست نہیں نہیں بنانا چاہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو ایسے سادہ اور صاف اور بیّن طور پر ہمارے سامنے رکھدیا۔ کہ ہمیں ہر لمحہ زندگی میں اس سے بہت بڑی مدد ملتی ہے۔ بات بھی حقیقت میں یہی ہے۔ وہی باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا رنگ کچھ ایسا [illegible] بنا ہے [illegible] دیکھو۔ تو ہمیں اس سے بہت کچھ سبق مل [illegible] لیکن لوگوں کی طبائع عجوبہ پرست ہیں۔ وہ فائدہ [illegible] ہمیشہ عجوبہ ہی کے رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ [illegible] وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ دیکھو تو کتنی ہی نشانیاں [illegible] زمین کے اندر ہیں۔ جن کے اوپر سے یونہی گذر جاتے ہیں [illegible] نہیں دیتے۔ انسان کو معمولی حالات کے اندر بھی بہت باتیں مل سکتی ہیں۔ جو اس کے لئے نشان سے کم نہیں۔ [illegible] ہر ایک انسان اس انتظار میں ہی لگا رہے کہ جب تک کوئی [illegible] نہ ہو۔ ماننا ہی نہیں۔ مذہب کو تمام عجوبہ پرستیوں سے پاک [illegible] اسلام کا ایک بڑا کام ہے۔ لیکن آج مسلمانوں نے بہت [illegible] عجوبہ پرستی کی لے لیں۔ اور اصل حقیقت کو چھوڑ دیا۔ [illegible] دیکھا جائے۔ تو خود انسان کے اندر بڑے بڑے عجوبے [illegible] ہر انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے ایسی قوتیں اور طاقتیں [illegible] جو عجوبہ سے کم نہیں۔ وہ محمد رسول اللہ صلعم جو ہماری طرح [illegible] انسان ہے۔ بات کیا ہے۔ کہ ایک بیس سال کے عرصہ میں تمام [illegible] کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ ان کی عادات ان کی خصائل۔ انکے [illegible] کو بالکل بدلکر کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ تلوار [illegible] زور سے اس نے مسلمان بنایا۔ لیکن خود انہی کہنے والوں [illegible] سے ایک نے یہ سوال ان سے کیا ہے۔ کہ تم جو کہتے ہو [illegible] کے زور سے مسلمان کئے گئے۔ بتاؤ وہ تلوار کس طرح [illegible] سامنے رکھی گئی۔ ایک طرف تنہا محمد رسول اللہ صلعم اور [illegible] طرف سارا عرب۔ اکیلے آدمی کی تلوار کیا کر سکتی ہے۔ آنحضرت [illegible] اللہ صلعم کس طرح اپنی زندگی کے بیس سالوں کے اندر سارے [illegible] کو اپنا مطیع و منقاد بنا سکتا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ان کی [illegible] کو بھی بدل دیتا ہے۔ تو درحقیقت انسان اگر اپنی طاقتوں کو [illegible] چاہے۔ تو انہی سے کام لیکر عجیب کام دکھا سکتا ہے ہر ایک [illegible] اپنے اندر عجوبہ رکھتا ہے۔ وہ امی جسکے پاس نہ دولت تھی [illegible] کس طرح پر کل دنیا کے ہر بات میں ہادی بن گئے۔ انہی قوتوں [illegible] سے ہم بھی کام لیں۔ تو بہت کچھ دنیا میں اصلاح کر سکتے [illegible] قرآن جس نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ موجود ہمارے [illegible] پاس بھی ہے۔ لیکن ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ہماری [illegible] اس بیمار کی ہے۔ جس کے پاس ایک حاذق طبیب کا نسخہ [illegible] لیکن وہ استعمال نہیں کرتا۔ لیں وہ بیمار کبھی اچھا ہو سکتا ہے [illegible] کو استعمال کرنے کے بجائے ایک خوبصورت کپڑے میں [illegible] طاق کے اوپر رکھدے۔ یہی حالت ہماری اور ہمارے [illegible] قرآن کی ہے۔ ہم اس کو پڑھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے [illegible] صرف لپیٹ کر اونچا رکھدینا کافی سمجھتے ہیں۔ اس نسخہ کو [illegible] نہیں کرتے۔ ایک وہ قوم ہے جو اس سے محروم ہے۔ لیکن ایک [illegible] رکھتی ہے۔ مگر فائدہ نہیں اٹھاتی۔ بہت سی باتیں ہیں کہ [illegible] کے پڑھنے سے کھلتی ہیں۔ انسان کو بڑے بڑے سبق [illegible] ہیں مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ لوگ دوسروں کی غلطیاں [illegible] ہو جاتے ہیں۔ مگر اپنے آپ کو نہیں دیکھتے۔ اپنی [illegible] یہی سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں دوسروں کے لئے ہیں۔ ہمارے لئے [illegible] یہی سب سے بڑا خطرے کا مقام ہوتا ہے۔ کہ انسان [illegible] کمزوریوں کو دیکھے۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ ہم [illegible] تام جو اس کے اندر شفاء للناس آیا ہے۔ ہم [illegible] ساعی ہوں۔ اس سے حقیقی فائدہ اٹھائیں۔ اور قرآن [illegible] عمل کرنے کی کوشش کریں۔ [illegible]

فسخ بیعت کا اعلان

میں نے میاں صاحب کی بیعت محض حسن ظن سے اپنے شہر [illegible] ساتھ کر لی تھی۔ لیکن غور اور سوچ کے بعد معلوم ہوا [illegible] وہ عقائد نہیں ہیں جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے تھے [illegible] محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہوں اور [illegible] کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور میں تمام مسلمانوں [illegible] کلمہ گو مومن مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور کافر نہیں جانتا [illegible] کا حقیقی مصداق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مانتا ہوں۔ میاں صاحب چونکہ ان باتوں کے خلاف ہیں [illegible] دل سے بیعت کو توڑ کر انکی غلامی سے دست بردار ہوتا ہوں [illegible] جماعت لاہور کو جو اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے حق [illegible]

جلد ۴ | سنۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۱ فروری سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۸۸

وہ تو داتا ہے ہر ایک قوم کے انسانوں کا

(از حکیم الہ یار خانصاحب جوگی لاہور)

ہندوؤں کا ہے خدا اور نہ مسلمانوں کا
یہودیوں کا مجوسوں کا کرستانوں کا

پاس سکھوں کا اسے ہے نہ افغانوں کا
وہ تو داتا ہے ہر اک قوم کے انسانوں کا

جس نے پیدا کیا ہے لاج اسی کو سب کی
وہ پالنا سب کو یہ تعریف ہے ہر رب کی

جتنی مخلوق ہے سب زیر اثر رہتی ہے
اتنے گھمسان میں کیڑوں کی خبر رہتی ہے

اس کی مرضی سے کسی میں جو کسر رہتی ہے
جڑ تنہ شاخ کے ریشوں پہ نظر رہتی ہے

اس کی قدرت سے شجر نشو و نما پاتے ہیں
خشک لکڑی سے بھی پھل پھول نکل آتے ہیں

وہ خدائی کے جز و کل پہ نظر رکھتا ہے
سرو و شمشاد پہ سنبل پہ نظر رکھتا ہے

پر قمری دل بلبل پہ نظر رکھتا ہے
انتہا ہے کہ رگ گل پہ نظر رکھتا ہے

پھول میں حسن تو کانٹوں میں خلش اسکی ہے
چاند میں خنکی تو سورج میں تپش اسکی ہے

جب سر شاخ پہ لب بند کلی آتی ہے
پہلوئے گل میں نظر کتنی بھلی آتی ہے

اوشیں تیلی کی نازوں سے پلی آتی ہے
روزی پاتال سے اس کی بھی چلی آتی ہے

راز سربستہ ہیں غنچوں کی طرح کھلتے ہیں
نیچے ہلنے نہیں یہ دست دعا ہلتے ہیں

اس کو ہر پردے میں ہر شے ہے دکھائی دیتی
شب دیجور میں کیڑی ہے دکھائی دیتی

قدم مور کی آہٹ ہے سنائی دیتی
جوگی اب چپ کہ نہیں طبع رسائی دیتی

نور سے اس کے ہی آنکھوں نے ضیا پائی ہے
اپنی قدرت کا وہ خود آپ تماشائی ہے

ملفوظات مسیح موعود

سود اور ایمان

ایک نے سوال کیا کہ ضرورت پر سود پر روپیہ لیکر تجارت وغیرہ کرنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا حرام ہے ہاں اگر کسی دوست اور تعارف کی جگہ سے روپیہ لیا جاوے اور کوئی وعدہ اس کو زیادہ دینے کا نہ ہو نہ اس کے دل میں زیادہ لینے کا خیال ہو۔ پھر اگر مقروض اصل سے کچھ زیادہ دیدے تو وہ سود نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر ضرورت سخت ہو اور سوائے سود کے کام نہ چل سکے تو پھر اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے اس کی حرمت مومنین کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور مومن وہ ہوتا ہے جو ایمان پر قایم ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کا متولی و متکفل ہوتا ہے اسلام میں کروڑہا ایسے آدمی گذرے ہیں جنہوں نے نہ سود لیا نہ دیا آخران کے حوائج بھی پورے ہوتے رہے کہ نہ ۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ نہ لو نہ دو۔ جو ایسا کرتا ہے وہ گویا خدا کے ساتھ لڑائی کی طیاری کرتا ہے۔ ایمان ہو تو اس کا عوض خدا بخشتا ہے۔ ایمان بڑی بابرکت شے ہے الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اگر اسے خیال ہو کہ پھر کیا کرے تو کیا خدا کا حکم بھی بیکار ہے اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ سود تو کوئی شے ہی نہیں ہے اگر اللہ تعالےٰ کا حکم ہوتا کہ زمین کا پانی نہ پیا کرو۔ تو وہ ہمیشہ بارش کا پانی آسمان سے دیا کرتا۔ اسی طرح ضرورت پر وہ خود ایسی راہ نکال ہی دیتا ہے کہ جس سے اس کی نافرمانی بھی نہ ہو۔ جب تک ایمان میں میل کچیل ہوتا ہے تب تک یہ ضعف اور کمزوری ہے کوئی گناہ چھوٹ نہیں سکتا۔ جب تک خدا نہ چھڑا دے۔ ورنہ انسان تو ہر ایک گناہ پر یہ عذر پیش کرتا ہے کہ ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ اگر چھوڑیں تو گذارہ نہیں چلتا۔ دوکاندار وں اور عطاروں کو دیکھا جاوے کہ پرانا مال سالہا سال تک بیچتے ہیں۔ دھوکا دیتے ہیں ملازم پیشہ لوگ رشوت خوری کرتے ہیں اور سب یہ عذر کرتے ہیں کہ گذارہ نہیں چلتا۔ ان سب کو اگر اکٹھا کر کے نتیجہ نکالا جاوے تو پھر یہ نکلتا ہے کہ خدا کی کتاب پر عمل نہ کرو کیونکہ گذارہ نہیں چلتا۔ حالانکہ مومن کے لئے خدا خود سہولت کر دیتا ہے۔ یہ تمام راستبازوں کا مجرب علاج ہے کہ مصیبت اور صعوبت میں خدا خود راہ نکال دیتا ہے۔

لوگ خدا کی قدر نہیں کرتے۔ جیسے بھروسہ ان کو حرام کے دروازے پر ہے ویسا خدا پر نہیں ہے۔ خدا پر ایمان یہ ایک ایسا نسخہ ہے کہ اگر قدر ہوتی تو چاہئے کہ جیسے اور عجیب نسخہ مخفی رکھنا چاہتے ہیں ویسے ہی اسے بھی مخفی رکھا جاوے۔

میں نے کئی دفعہ بیماری میں آزمایا ہے کہ پیشاب بار بار آرہا ہے۔ دست بھی لگے ہیں۔ آخر خدا سے دعا کی صبح کو الہام ہوا دعاءک مستجاب۔ اس کے بعد ہی وہ کثرت جاتی رہی اور کمزوری کی جگہ طاقت آگئی یہ خدا کی طاقت ہے ایسا عجیب ہے کہ ان نسخوں سے بھی زیادہ قابل قدر ہے جو کیمیا وغیرہ کے ہوتے ہیں مجھے بھی ایک دفعہ خیال آیا کہ یہ تو چھپانے کے قابل ہے پھر سوچا کہ یہ تو بخل ہے ایسی مفید شے کو دنیا پر اظہار کرنا چاہئے کہ مخلوق الٰہی کو فائدہ حاصل ہو۔ یہی فرق اسلام اور دوسرے مذاہب کے خدا میں ہے۔ ان کا خدا بولتا نہیں۔ خدا معلوم یہ بھی کیسا ایمان ہے اسلام کا خدا جیسے پہلے تھا ویسے ہی اب ہے نہ طاقت کم ہوئی نہ بوڑھا ہوا۔ نہ کچھ اور نقص اس میں واقع ہوا ایسے خدا پر جس کا ایمان ہو وہ اگر آگ میں بھی پڑا ہو تو اسے حوصلہ ہوتا ہے ابراہیم علیہ السلام کو آخر آگ میں ڈالا ہی تھا۔ ویسے ہی ہم بھی آگ میں ڈالے گئے خون کا مقدمہ بنایا گیا۔ اگر اس میں دیا دس سال کی قید ہو جاتی تو سب سلسلہ تباہ ہو جاتا۔ سب قوموں نے متفق ہو کر یہ آگ سلگائی تھی۔ اس وقت سوائے خدا کے اور کون تھا۔ وہی الہام ہوئے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوئے تھے آخر میں الہام ہوا ابراء اور تسلی دی کہ سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔

انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی

فرمایا کہ میرے نزدیک اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ شخص بمنزلہ توحید کے ہوتا ہے جو کہ ایسے زمانہ میں آوے جبکہ توحید کی حقارت اور بے عزتی ہوئی ہو اور شرک کی عظمت اور قدر کی جاتی ہو۔ اس شخص مامور شدہ کو توحید کی پیاس ایسی لگائی جاتی ہے کہ وہ تمام اپنے اغراض اور مقاصد کو ایک طرف رکھ کر توحید کے قایم کرنے میں خود ایک مجسم توحید ہو جاتا ہے اس کا اٹھنے بیٹھنے اور حرکت اور سکون اور ہر ایک قول و فعل میں توحید کی بو اسے لگی ہوئی ہوتی ہے۔ دنیا میں لوگوں نے اپنے اپنے مقاصد کو بت بنا رکھا ہے۔ مگر جب تک خدا کسی کو یہ سوز و گداز توحید کے واسطے نہ لگا دے تب تک نہیں لگ سکتا جیسے لوگ اولاد اور اپنی دوسری اغراض کے لئے بے قرار ہوتے ہیں حتے کہ بعض خودکشیاں کر لیتے ہیں اسی طرح وہ توحید کے لئے بے قرار ہوتا ہے کہ خدا کی خواہشات اس کی توحید اور عظمت اور جلال غالب آویں۔ اس وقت کہا جاتا ہے کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ توحید کی وجہ سے ہزارہا بستیاں تباہ ہوئے جنگوں میں لوگ قتل ہوئے۔ طاعون وغیرہ قحط اور دیگر بلاؤں سے ملک کے ملک ہلاک ہوئے تا آخر توحید پیاری تھی تو یہ ہوا۔

حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت سلمہم اللہ خیریت سے ہیں۔

اخبار احمدیہ: حضرت مولینا صدر الدین صاحب پر صوابح غفنہ (مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۱۷ء) کو سیالکوٹ سے واپس لاہور تشریف لے آئے۔

بیرونی جماعتوں میں جلسوں کی تحریک ہو رہی ہے جو انشاء اللہ عنقریب شروع ہونے والے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ ۲۱ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۱

ووکنگ مشن انگلستان
اور
رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے
(۳)

کس قدر شکر کا مقام تھا کہ تیرہ سو سال بعد یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع ہوا تھا - اور اللہ تعالےٰ نے اسے ایسی کامیابی دی کہ تین سال کے عرصہ میں پونے دو سو تک نومسلموں کی تعداد پہنچ گئی اور اسلام سے بہت سی بدظنیاں دور ہو گئیں - اسلام جس کو پہلے یورپ میں ایک ذلیل بت پرستی کا مذہب سمجھا جاتا تھا - اس کی عزت ہونے لگی اور لوگوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ دنیا میں اگر کوئی مذہب قابل قبول ہے تو وہ اسلام ہے - بڑے بڑے فوجی عہدیداران سرکاری پروفیسر - اخباروں کے ایڈیٹر اور دوسرے معزز لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے - اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب میں طلوع ہوا تو شپرچشموں کو روشنی بری معلوم ہوئی - ورنہ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ اس قدر عظیم الشان کام ہو - پونے دوصد بڑے بڑے معزز انسان مسلمان ہو جائیں - لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ اس مقام پر بلند ہو جہاں یہ آواز سینکڑوں سالوں سے کبھی سنی نہیں گئی - اور محض اتنی بات پر کہ ان میں سے ایک نے شراب پی لی - منادی دی جائے کہ بس ووکنگ کے اسلامی مشن کی حقیقت معلوم ہو گئی - ہزاروں صفحات پاک تعلیم اسلام کے لکھے گئے - اور لاکھوں کی تعداد میں ان کی اشاعت ہوئی - خود گرجاؤں کے مسیحی واعظوں کے مونہہ سے عین منبر پر اسلام کی خوبیوں کا اعتراف ہونے لگا - اتنے بڑے مشہور انسان اتنی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان باتوں سے تو ووکنگ کے اسلامی مشن کی حقیقت معلوم نہ ہوئی اور اس مشن کے لئے ایک کلمہ خیر ان اخباروں میں نہ نکلا - گویا تبلیغ اسلام کی تائید اسی طرح ہوتی ہے کہ پونے دو سو نومسلموں میں سے کبھی بھول کر بھی ایک کا نام نہ لیا جائے - اور تمام خدمات کو بالائے طاق رکھکر ایک نومسلم کی لغزش پر تبلیغ کے کام کی تخریب کے درپے ہو جائیں - یہ مسلمانوں کی حالت ہے +

وہ مسلمان جن کو حکم تھا کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر تم میں ایک گروہ ایسا موجود ہے جو اسلام اور قرآن کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں ان کی یہ حالت ہو کہ نہ صرف دعوت الی الخیر کے کام کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں بلکہ ایک شخص جو دعوت الی الخیر کے کام کے لئے اٹھا - اور خدا نے اس کو اس قدر نصرت دی کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی تو حسد کے مارے اس کی تخریب کے درپے ہو گئے - قیامت کے دن یہ لوگ خدا کے سامنے کون سا مونہہ لیکر آئیں گے اور کیا جواب دیں گے کہ ہم نے تیرے دین کی نصرت کے لئے کیا کیا تھا یہی کہ جب کوئی اس دین کی نصرت کے لئے اٹھا اس کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے رہے - کیا یہی قرآن کے اس حکم کی تعمیل ہے کہ تم میں داعیان اسلام کی ایک جماعت ہونی چاہیئے +

دوسری قوموں کو دیکھو کہ گو ان کی کتب مقدسہ میں کوئی کلمہ بھی ایسا نہیں مگر پھر بھی کس قدر جوش سے اپنے دین کی تائید میں مصروف ہیں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ان کے داعیین ہیں - اپنے اپنے مذہب کے لٹریچر کے انبار در انبار اشاعت کے لئے تیار ہیں - اخبارات - رسالے - کتابیں مبلغین سب موجود پھر قوم لاکھوں روپوں سے ان کی مدد کرتی ہے - اگر دس سال میں بھی دو چار آدمیوں کو اپنے مذہب میں لے آتے ہیں تو ہمت ان کی بڑھائی جاتی ہے - اگر ان کے نومریدین میں کوئی نقص ہے - کوئی کمزوری ہے - تو ان کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا جاتا ہے - نقارے بجا کر اس کو دنیا میں مشہور نہیں کیا جاتا مگر آہ مسلمان جنکو خیر الامم کا پاک خطاب عطا ہوا تھا - جن کو دنیا میں نیکی سکھانے کے لئے معلم بنایا گیا تھا - جیسا کہ ارشاد خداوندی لتکونوا شہداء علی الناس سے ظاہر ہے - اپنی ہی قوم [illegible]

اگر عیسائی اخبارات میں لارڈ ہیڈلے کی لغزش پر شور مچایا گیا تو ایک مذہبی مخالف اسلام کی حیثیت سے کم از کم اپنی قوم کے نقطہ خیالی سے ان کو یہ حق تھا - گو ان میں بھی سنجیدہ اور معقول آدمی کبھی اس حملہ کی معقولیت کو تسلیم نہیں کر سکتے - مگر بجائے اس کے کہ ان کو جواب دیا جاتا خود ان سے بڑھکر حاشئے چڑھائے گئے - اور گویا اس طرح تبلیغ اسلام کے کام پر ہنسی کی گئی - اس واقعہ کا جواب کس قدر آسان تھا - اسلام کی تو تعلیم ہی ایمان و عمل صالح پر مبنی ہے یعنی ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی ضرورت ہے - اور لیس للانسان الا ما سعیٰ جس حد تک انسان کوشش کریگا اسی قدر پھل پائے گا - پس اگر ایک شخص مسلمان ہو کر خلاف تعلیم اسلام کوئی کام کرتا ہے تو اس کا الزام اسلام پر کیا - ہاں اگر ایک شخص بپتسمہ لیکر پھر کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو عیسائیت پر اس لئے اعتراض آتا ہے کہ عیسائی مذہب کا یہ دعوےٰ ہے کہ کفارہ پر ایمان لانے سے گناہ سے انسان بچ جاتا ہے پس ایک نو عیسائی اگر کفارہ پر ایمان لاکر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ کفارہ کے بے اثر ہونے کو ثابت کرتا ہے - مگر اسلام کی تو تعلیم ہی یہی ہے کہ نجات اپنے نیک اعمال سے ہے - اسلام کوئی کفارہ نہیں بناتا - پھر یہ کس قدر حماقت ہے کہ اسلام کی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے اپنے اوپر وہ الزام قبول کر لیا جائے جو کفارہ کی تعلیم پر ہوتا ہے +

اسلام کا یہ بھی دعوےٰ نہیں کہ وہ پہلے دن ہی ساری بیماریوں کو صاف کر دیتا ہے - بیشک قرآن شفا ہے - لیکن اس شفا سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے جو اس کے بتائے ہوئے نسخوں پر عمل کرتا ہے - لارڈ ہیڈلے سے جو حرکت سرزد ہوئی وہ اسلام کی تعلیم کا نتیجہ نہیں جو الزام اسلام پر آئے بلکہ یہ اس کے پہلے مذہب کا اثر باقی ہے - عیسائیت نے شراب خوری سے انسان کو روکا نہیں اور شراب پینا یا شراب سے بدمست ہو جانا عیسائی مذہب کے نزدیک کوئی گناہ ہے - یہی وجہ ہے کہ عیسائی ممالک میں شراب خوری بہت زیادہ پائی جاتی ہے - اب جو جو بیماریاں پہلے مذہب کی وجہ سے موجود ہیں بیشک اسلام ان کو دور کرکے دکھائے گا - مگر حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے - اس کے یہ معنے نہیں کہ کلمہ پڑھتے ہی ہر ایک قسم کی بیماری ہر انسان میں سے فوراً دور ہو جاتی ہے - ہاں بہتوں میں سے اکثر حصہ ان بیماریوں کا دور ہوتا چلا جاتا ہے - اور یہی تعلیم اسلام کی کامیابی ہے - باقی رہا عیسائی اخبارات کا اس پر اعتراض کرکے اسلام پر حملہ کرنا سو وہ عقلمندوں کے نزدیک کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے - اگر ایک نومسلم میں سے اس کے سابقہ مذہب کی وجہ سے پیدا ہوئی ہوئی کوئی بیماری فوراً دور نہیں ہوئی - تو اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا - اور تعجب یہ کہ یہی حرکت اگر کسی عیسائی سے سرزد ہوئی تو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اسے گناہ کا نام بھی نہیں آسکتا کیا یہ ایک مشہور بات نہیں کہ بہت مقامات پر شراب خوری کی بیماری عیسائی مذہب کے ساتھ پھیلی ہے - پس عیسائیت اور اسلام کا فرق تو ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے ختنا و سیع شراب خوری کی بیماری کو دور کیا - اور عیسائی مذہب کی وجہ سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے +

پھر یہ تو تبلیغ اسلام کا کام ہے جس کی بیخ کنی کے درپے ہونا اپنی جڑ کو کاٹنا ہے - اگر اس کے اس فایدہ کو ہی دیکھا جاتا جو انگلستان کے مقیم مسلمانوں پر اس کا ہوا ہے - تو کئی ہزار روپے ماہوار کا خرچ - مسلمانان انگلستان کی بہتری کے لئے کوئی زیادہ خرچ نہ تھا جس کی طرف سے مسلمانان ہند اب تک غافل رہے ہیں - باقاعدہ جمعہ کا انتظام - عیدین کی رونق - ایک اسلامی سوسائٹی کا میسر آجانا - اسلامی لٹریچر کا ملتے رہنا - کیا یہ مسلمانان انگلستان کے لئے چھوٹی سی نعمت ہے - اگر اور کوئی بھی کام ووکنگ مشن کا نہ ہوتا تو یہی کام اتنا بڑا تھا کہ ہزار روپے ماہوار کی رقم اس کے سامنے ہیچ ہے - دوسری قومیں تو محض عام انسانی ہمدردی کے لئے سالوں پر لاکھوں روپے صرف کر دیں - اور ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی بہبودی کے لئے چند ہزار روپوں کا خرچ برداشت نہ کر سکیں - کیا بحیثیت قوم یہ ہماری ہمت پر افسوس نہیں اور مسلمانوں کے نام پر ایک دھبہ نہیں - سچ تو یہ ہے کہ اب تک ہماری قوم نے اپنے فرائض کو سمجھا نہیں بہت لوگوں کے نزدیک گھر میں ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالتے رہنا اور مسلمانوں کو کافر بنانے رہنا ہی اسلام کی تعلیم کی غائت غائی ہے - کاش وہ سمجھتے کہ وہ بحیثیت ایک قوم کے کبھی عزت نہیں پا سکتے جبتک کہ قوم کی عزت کے لئے لاکھوں روپے صرف نہ کریں - اور اختلاف رکھتے ہوئے اتحاد سے کام کرنا نہ سیکھیں - اے اسلام کے نام لیواؤ - جہاں اسلام کی عزت کا سوال ہے وہاں اپنے فروعی اختلافات کو کچھ دیر کے لئے پیچھے ہٹا کر رکھو - گھر کے میدان میں تمہارے باہمی گتھم گتھا ہونے کے لئے کافی میدان ہے دوسروں کے سامنے اپنی تنگدلی دکھا کر کیوں اپنی ذلت کراتے ہو - اگر کوئی شخص تم کی خدمت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو تم اس کی مدد کرکے ثواب کے حقدار بنو - [illegible]

کے پھیلنے میں سب سے پہلے ضرورت ہے - وسعت اخلاق کے دکھلانے کی وہ بات جو تمام مذاہب کو جرمت کھوکھلا کر رہی ہے وہ ان کے خطرناک تفرقے ہیں کہ ہر فرقہ اصول میں دوسرے سے الگ ہے - اور ایک دوسرے کو اہل نار قرار دیتے ہیں - ان کے بالمقابل اسلام کی کس قدر عظمت دلوں پر قائم ہو سکتی ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام کے اندر اصول پر سب فرقوں کے اتحاد کے ساتھ فروعی اختلافات کے لئے گنجایش ہے - اور یہی عالمگیر مذہب کی علامت ہوتی ہے - اگر تم اس کے خلاف ثابت کرنا چاہو گے اگر اپنے رویہ سے دکھاؤ گے کہ اصول دین میں مسلمان متحد نہیں اور فروعی اختلافات سے لوگ کافر بن جاتے ہیں تو تم اسلام کو ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے +

بالآخر ہمیں قادیانی اخبار الفضل کے متعلق بھی جس نے اس خبر کو نوٹ کرنے سے پہلے اپنے اس غم و غصہ کا اظہار کیا ہے - جو اسے ووکنگ مشن اور اس کے مقدس بانی حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ ہے - کچھ عرض کرنا ہے ہم حیران ہیں - کہ لارڈ ہیڈلے کے شراب پینے کو ان گالیوں سے کیا نسبت ہے جو اس نے خواجہ صاحب کو دی ہیں "وہ چالباز"، "وہ طمع ساز"، "یہ بدقسمت انسان"، "جو چالبازی سے کئی ایک لوگوں کو دھوکا میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کرتا رہا"، "اور دھوکا اور فریب دیکر اور رائی کا پہاڑ دکھا کے خراج تحسین وصول کر رہا تھا"، "جو دن بدن عجب اور ریاکاری میں بڑھتا گیا"، "مدد اور اپنی دھوکا بازی اور طمع سازی کو اور زیادہ چمکاتا گیا"، "اور اس کی بنیاد ہی دھوکا اور فریب سے خمیر شدہ زمین پر رکھی گئی ہے"، وغیرہ وغیرہ کونسی گالی ہے - جو اس نے نہیں دی مگر چہ ان کے جواب میں ہمیں بھی لا یحب اللہ الجہر بالسوء الا من ظلم کا ارشاد قرآنی یاد ہے - اور خدا کے فضل سے ان ناپاک گالیوں کے جواب میں ہم بھی انتقام لینے پر پورے طور پر قادر ہیں - لیکن اس کو دور از اخلاق سمجھ کر اس سے قطع نظر اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کو خواجہ صاحب کی دشمنی نے اس قابل بھی نہیں رہنے دیا کہ جبکہ وہ نام لیوا بنے پھرتے ہیں اور جسے اسکے اصلی مرتبہ سے بڑھا کر نبی اللہ تک بنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی - ہاں خدا کا وہ مامور اور مسیح موعود جس کی غلامی اور صحبت گزینی کا حضرت خواجہ صاحب کو بھی شرف حاصل ہے اس کے اس پاک ارشاد پر ہی غور کریں کہ

"اگر میرا مرید شراب سے بدمست ہو کر بازار میں
گرا ہوا ہو تو میں اسے کندھوں پر اٹھا کر گھر
لے آؤں"

حیرانی ہے کہ ایک شخص مسیح موعود اور باعتقاد الفضل نبی اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے اسکا مرید ہو کر شراب پیئے - یہاں تک کہ اس سے بدمست ہو کر بازار میں گر جائے - لیکن مسیح موعود کیساتھ اس کی ارادت میں ذرا بھی فرق نہ آئے نہ ہی مسیح موعود اسے اپنے سے علیحدہ کریں - لیکن ایک نومسلم کے شراب پی لینے سے اور جان بوجھکر نہیں بلکہ کسی بیماری کا شکار ہونے کی وجہ سے نہ صرف وہ نومسلم ہی اسلام سے خارج ہو جائے - بلکہ خواجہ کمال الدین صاحب بھی اسکے اس فعل کی وجہ سے نہ معلوم کشتنی و گردن زدنی سے آگے بھی کوئی سزا ہے کہ نہیں جس کے مستحق ٹھیر جاتے ہیں - ع - ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

کیا تم مولوی ثناء اللہ کا وہ اعتراض بھی بھول گئے - جو وہ حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو نقل کرکے آپکی اصلاحی کوششوں اور قوت قدسی پر کیا کرتا ہے جاؤ اور خود جماعت احمدیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے اس سرٹیفکیٹ کو پڑھو اور پھر خواجہ کمال الدین کے اس نومسلم کو بھی اسی ذیل میں سمجھ لو - اگرچہ یہ نسبت بھی بلحاظ اس غیرت دینی اور مذہبی جوش کے جو لارڈ موصوف کو ہے صحیح نہیں - آپ فرماتے ہیں -

"مولوی نورالدین صاحب بارہا مجھ سے تذکرہ کر چکے ہیں
کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص
اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور الٰہی محبت
باہم پیدا نہیں کی - سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی
صاحب موصوف کا مقولہ بالکل صحیح ہے"

(اشتہار ملحقہ شہادت القرآن)

خدا کا ایک مامور بلکہ تمہارے اعتقاد کے بموجب نبی اللہ اور اس کی جماعت کا یہ حال ؟ غالباً یہ وہی اہلیت - پاک دلی - اور پرہیزگاری و الٰہی محبت کے فقدان کا نقشہ ہے - جو الفضل نے لارڈ ہیڈلے اور حضرت خواجہ صاحب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے اندر دکھایا ہے - پھر جب مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرکے بھی ان لوگوں کا یہ حال ہے - تو خواجہ صاحب تو خود آپ کے غلاموں میں داخل ہیں +

اے کاش ان لوگوں کو بے وجہ بغض اور حسد نہ ہوتا تو ان کے لئے تو حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اس قدر لوگوں کا جو بفضل خدا کسی حالت میں بھی ہرگز

بہتان عصائے موسےٰ کا جواب جو حضرت فاضل امروہی نے کتاب آیات الرحمان میں دیا

آیات الرحمان صفحہ ۱۴۷۔ وسوسہ اول: مرزا صاحب نے آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کا مشارٌ الیہ اپنے تئیں قرار دیکر رسالت اور نبوت کی مسند پر تکیہ لگایا ہے الخ

الجواب:۔ اے ناظرین غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ بابو صاحب اور اُنکے ہم آواز اور رفقاء کے عقائد کے بموجب تو آنحضرت صلعم کی رسالت ہی ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ اُن کے عقائد کے بموجب تو حضرت عیسٰےؑ زندہ موجود ہیں اور کس عظمت و شان کے ساتھ دوسرے یا چوتھے آسمان پر بصفات الوہیت **الآن کما کان ولا یزول ولا یحول** متصف ہیں۔ اور آیت مذکورہ بآواز بلند اپنے منطوق سے یہ کہہ رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم جن کا نام احمدؐ ہے۔ وہ بعد رسالت حضرت عیسٰے کے آوینگے۔ پس درصورت زندہ ہونے رسول اللہ کے ابھی حضرت احمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہی نہیں ہوئے فاین المفر۔ لیکن بموجب ہمارے عقائد کے حضرت عیسٰے **فلما توفیتنی** وغیرہ نصوص قطعیہ قرآنیہ کے وفات پاچکے۔ اور رسالت احمد صلعم متحقق ہوچکی پس اب کوئی مامور من اللہ ہوکر آویگا۔ وہ اسی احمد صلعم سے مستفید ہوکر آویگا۔ اور ظاہر ہے کہ مستفیض اور مفیض میں مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں مناسبت میں کمی وبیشی ضرور ہوتی ہے .... پس اس طرح پر جو آفتاب نبوت احمدیہ کے مقابل ہوکر فیض حاصل کریگا۔ اس میں بقدر اپنی استعداد کے فیوض احمدیت آجاوینگے۔ لیکن چونکہ مہدی موعود اور مسیح موعود کا استفاضہ اس آفتاب نبوت احمدیہ سے نقطۂ انتہائی کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ لھذا آیت مذکورہ میں ایک اشارہ لطیفہ اس مہدی موعود کیطرف بھی ہوا۔ اور حدیث **یواطی اسمہٗ اسمی** نے اس اشارہ کو واضح کردیا۔ پس اگر حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کے مصداق ثانوی اور بالعرض ہوئے تو نہائت درجہ کی عظمت وشان آنحضرت صلعم اور قرآن مجید کی ہوئی۔" انتہٰی موضع الحاجۃ۔ پس حضرت قبلہ کا تو وہی عقیدہ ابتک ہے اور وہ بھی عقائد بالضرور آپ کے ہی ہیں ؞

بہتان ثانی مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کا جواب

دوسرا بہتان جو مولوی ثناءاللہ صاحب نے اس مضمون از الہ اوہام کی نسبت لکھا تھا۔ اس کا جواب مولوی سید صادق حسین صاحب مختار اٹاوی رسالہ مُصادق کلمات بجواب ثنائی ہفوات میں بصفحہ ۸۸ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ جواب۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے جو دعوے رسالت تابع شریعت محمدیہ یا امتی رسول ہونیکا شروع میں کیا تھا۔ اس پر آپ برابر اخیر دم تک قائم رہے کبھی اُس سے انکار نہیں کیا۔ اس لئے ...... امرتسری کی نکتہ چینی اس بارہ میں سراسر کذب فریب پر مبنی ہے مدعی رسالت غیر تابع شریعت محمدیہ۔ اُسکا دعوے کبھی آپنے کیا ہی نہیں۔ اگر کوئی ایسے دعوے کا بہتان آپ پر لگائے تو وہ کذاب و مفتری قابل تعزیر ہے .... امرتسری نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ کی عبارت نقل کرکے جو اعتراض کیا ہے۔ اُس سے معترض کا صرف **دجل وفریب** ظاہر ہوتا ہے۔ دیگر ہیچ۔ اول تو فاضل ...... صاحب نے نقل عبارت ازالہ اوہام میں اپنی یہودیانہ فطرت کے ایسے جوہر دکھلائے ہیں۔ کہ جنکو دیکھکر ایک حق پسند و باحیا انسان انگشت بدندان ومتحیر وحیران رہجاتا ہے۔ اس پر امرتسری ..... کی پادریانہ ..... کاحیرت انگیز نظارہ پیش کررہی ہے۔ بایں ہمہ امرتسری ..... اس بات کا آرزومند ہے کہ اُسکو سچا اور نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا مان لیا جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ۔ ور ہُما از جہاں شود معدوم

ممکن ہے کہ چند آنکھوں کے اندھے اور گانٹھ کے پورے اُنکے دام تزویر وفساد میں پھنسکر اُنکی ردی اور کھوٹی متاع کے خریدار بنجائیں۔ مگر صاحبان بصیرت لعن طعن کے تحفہ کے سوائے اسے اور کیا پیش کرسکتے ہیں۔ اس لئے امرتسری کی کارروائی پردہ تیر انداز حقیقت ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۲، ۶۷۵ میں لکھتے ہیں۔ (چونکہ خاکسار وہ عبارت ازالہ کی لکھ چکا ہے اسلئے یہاں بسبب طوالت کے ترک کرتا ہوں) ناظرین ازالہ اوہام کی اصل عبارت یہ ہے۔ جسکو امرتسری ... نے تحریف وتبدیل کے ساتھ نقل کرکے حضرت مرزا صاحب پر یہ افتراء کیا ہے کہ انکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں بلکہ میرے حق میں ہے۔ حضرت صاحب تو صاف طور پر لکھتے ہیں۔ کہ اس امت کے لوگوں میں بحکم ظلّی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم فقط احمدؐ ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنی جامع جلال وجمال ہیں۔ مگر امرتسری ..... یہ مطلب نکالنا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ...... الالعنۃ اللہ علی الکاذبین ...... امرتسری کو اگر لفظ محمدؐ واحمدؐ کی تشریح جمالی وجلالی کے متعلق اعتراض ہے تو یہ بات اُسکی ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے ...... مجھے تعجب ہے کہ مولوی فاضل ہوکر اس معترض کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ جب مرزا صاحب نے آپ کو بروز محمدؐی بتلاتے ہیں [illegible]

آنحضرت صلعم کی پیشگوئی زیر بحث کا مصداق ہونے سے کیونکر انکار کرسکتے ہیں۔ کسی نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں کہا ہے ؎

چشم باز وگوش باز وایں ذکا ۔ خیرہ ام درچشم بندی خُدا"

انتہٰی موضع الحاجۃ۔ اب سید صادق حسین صاحب سے التماس ہے کہ اس اپنے عقیدہ کو ملاحظہ فرماویں۔ اور پھر اپنے پیر صاحب کے عقیدہ کو۔ کیونکہ آپ نے مولوی ثناءاللہ صاحب کو جو اس نے یہ بہتان لگایا تھا۔ کہ دیکھو مرزا صاحب اس بشارت کے مصداق اولین اپنے آپ بنتے ہیں۔ اور رسول کریم صلعم کو اس بشارت کا مصداق نہیں مانتے تو آپ نے مولوی صاحب کو مندرجہ ذیل خطابات سے یاد فرمایا ہے۔ مکذب۔ فاضل اجہل۔ دجال۔ پادریانہ فضلہ خوار۔ خناس۔ بوم۔ دجالانہ کارروائی۔ یہودی۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اب جس شخص کا عقیدہ بھی یہی ہو کہ اس بشارت کے حقیقی مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔ تو کیا ایسے شخص سے جسکو آپ ایسے خطابات سے یاد فرماتے ہوں۔ مومن کو بیعت کرنی چاہئے۔ چونکہ یہ جواب رسالہ احمدی نمبر ۹ جلد ۳ میں طبع ہوا ہے جس کے اڈیٹر میر قاسم علی صاحب تھے وہ اس کے اوپر یہ ریمارک کرتے ہیں۔ کہ باقی اعتراضات کا قلع قمع بذریعہ احمدی کرکے صرف ایک چھوٹا سا رسالہ ہفوات میرزا یہودی مذکور کا جواب سے باقی تھا جس کا جواب اس رسالہ کے ذریعہ ادا کرکے تمام قرضہ چکا دیا ہے خدا کا ہزار و بےشمار شکر ہے"۔ اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ یہ جواب جو مولوی صادق حسین نے دیا ہے۔ بعد نظر اڈیٹر صاحب کے اس رسالہ میں درج ہوا ہے۔ اور اُن کا بھی سابق میں یہی عقیدہ تھا۔ مگر اب وہ ایسے شخص کے مرید ہیں کہ پہلے اس عقیدہ والیکو وہ بےنقط سُنایا کرتے تھے۔ کہ الامان والحفیظ!

بہتان ثالث مولوی انواراللہ خان صاحب حیدرآبادی وغیرہ کا جواب

اس کا جواب مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی کتاب انواراللہ کے صفحہ ۲۵۵ پر اسطرح فرماتے ہیں۔ قولہٗ۔ ازالہ میں لکھا ہے۔ کہ اس آنیوالے کا نام احمدؐ ہوگا۔ الخ ..... **اقول**۔ یعنی جواب۔ نعوذ باللہ اس بشارت سے یعنی **مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ** سے سرور کائنات سید المرسلین کو حضرت مرزا صاحب ہرگز خارج نہیں کرتے۔ بلکہ وہ تو شفیع المذنبین کی غلامی کا بگلوس کمر اطاعت پر لگاکر خدا اور رسول کے ناموس کو انہی کی تائید اور توفیق سے حسب مرضی خدا ورسول عملدرآمد کررہے ہیں آپ کتاب براہین احمدیہ وا عجاز مسیح و اعجاز احمدی و آئینہ کمالات و تحفہ گولڑیہ وغیرہ غور سے پڑھیں۔ یہ آپ کی حد سے بڑھی ہوئی خودسری ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب پر بہتان عظیم کرتے ہیں۔ کہ میرزا صاحب رسول اللہ صلعم کی حدیث کو بے وقعت اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کے قول کو وقعت دار ٹھیراتے ہیں۔ **اور یہ بھی تمہارا صریح جھوٹ ہے جو کہتے ہو**۔ کہ مرزا صاحب آیت **یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ** کی بشارت کو نعوذ باللہ رسول مقبول صلعم سے ہٹا کر اوّلاً اپنے ہی لئے ثابت کرتے ہیں۔ **ھٰذا بھتانٌ عظیم وقول الزور**۔ حضرت رسول کریم صلعم کا اس بشارت سے اوّلاً بالکل تعلق نہ ہونا جیسا آپ نے زبردستی لکھ مارا محض افتراء اور کذب ہے۔ جسکو خود ہی آپ نے بنایا حضرت مرزا صاحب کا تو مذہب آپ بکرر سُن چکے ...... ازالہ اوہام کی عبارت جیسے آپ خود ہی لکھتے ہیں۔ "مگر ہمارے نبی کریم صلعم فقط احمدؐ ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنی جامع جلال وجمال۔ اس سے ظاہر ہے کہ متکلم کی مراد یہ ہے۔ کہ اس بشارت کے مصداق اولٰی صرف آنحضرت ہی ہیں۔ کیونکہ اس کلام کے متکلم کے نزدیک آپ جامع صفات جمال جلال ہیں ...... پس معترض صاحب نے جو افتراء کیا ہے۔ وہ کیونکر پیش کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ خود توضیح مرام میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ وہ ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اُسی ذات کامل الصفات پر ختم ہوگیا ہے۔ جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہوسکے ...... آگے رہا ظلی اور طفیلی طور پر اس بشارت کا مصداق ہونا کسی امتی مجدد ومحدث کیواسطے سو بحکم **المرءمع من احبّ** کے اسمیں کیا استبعاد ہے ...... خلاصہ مقصود سنئے۔ کہ آنحضرت سرور کائنات محمدؐ واحمدؐ صلعم ہوکر ہر ایک قسم کی نبوت اور پیشگوئی کے مصداق کاملتر ہوچکے۔ اور کاملہ اور جامع نبوت پر مُہر ختم بھی لگ چکی۔ انتہٰی موضع الحاجۃ؛ جناب مولوی صاحب موصوف سے عرض ہے کہ جس شخص نے حضرت صاحب پر یہ اتہام لگایا تھا کہ اس بشارت کے حقیقی مصداق مرزا صاحب اپنے آپ بنتے ہیں اسکو [illegible]

بہتان عظیم باندھنے والا۔ یہ قول زور ہے۔ افتراء کرنیوالا۔ یعنی مفتری وغیرہ وغیرہ۔ اب یہی اتہام بلکہ اس سے بڑھکر آپ کے پیر صاحب مرزا صاحب پر لگارہے ہیں۔ کیا وہ بھی ان خطابات کے آپ کے نزدیک مستحق ہیں۔ اگر ہیں تو کیا کسی مفتری سے مومن کو بیعت کرنی جائز ہے۔ بینوا وتوجروا ؞

بہتان رابع مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و عبداللہ صاحب امرتسری کا جواب فاضل امروہی کیطرف سے

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا جواب تو تحذیر المومنین میں ہے اور عبداللہ صاحب کے بہتان کا جواب فکہ لشکت میں ہے۔ کیونکہ معنوی جواب ایک ہی ہیں۔ اس لئے صرف تحذیر المومنین سے لکھتا ہوں۔ صفحہ ۹۳۔ اقول۔ **لعنۃ اللہ علی الکاذبین**۔ قطع نظر دیگر مقامات کے کیا اس جگہ یہ عبارت موجود نہیں ہے "مگر ہمارے نبی صلعم فقط احمدؐ ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنی جامع جلال وجمال ہیں"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ اس بشارت کے مصداق اول صرف آنحضرت صلعم ہی ہیں کیونکہ اس کلام کے متکلم کے نزدیک آپ جامع صفات جلال یعنی محمدیت کے بھی ہیں۔ اور جامع صفات جمال یعنی احمدیت کے بھی ہیں ؎ ولنعم ما قیل ؎

حسن یوسف دم عیسٰے ید بیضا داری ؞ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آگے رہا ظلی اور طفیلی طور پر اس بشارت کا مصداق ہونا کسی امتی اور مجدد ومحدث کیواسطے سو بحکم **المرء مع من احبّ** کے اس میں کیا استبعاد ہے"!

بہتان خامس میاں اکمل صاحب کا جواب بزبان سابق اکمل صاحب

پانچواں بہتان میں نے میاں اکمل صاحب کا جو آپنے رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ فروری ۱۹۱۶ء میں بصفحہ ۲۷۔ اسی عبارت ازالہ اوہام کی بابت لکھا تھا۔ اس کا رد میاں اکمل صاحب ہی کی تحریر سے دیا جاتا ہے۔ امید کہ میاں اکمل صاحب اسکو بنظر انصاف دیکھیں گے۔ اور حق کو قبول فرمائیں گے۔ آپ رسالہ تشحیذ الاذہان نمبر ۱ جلد ۸ بصفحہ ۱۴ تحریر فرماتے ہیں۔ (مہدی کا نام) نام کے متعلق **یواطی اِسمُہٗ اسمی واسم ابیہ ابی** (ابوداؤد) میں آیا ہے۔ اور اس اعتبار سے لوگوں نے اس کا نام محمدؐ بن عبداللہ سمجھا ہے مگر تعجب ہے کہ اس نام کے کئی مہدی ہوئے۔ مگر انہوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اسی ابوداؤد میں لیسمّٰی باسم نبیکم بھی آیا ہے۔ اور سب مانتے ہیں کہ نبی کریمؐ کا نام احمدؐ بھی تھا۔ چنانچہ حضرت عیسٰیؑ نے اسی نام کے مطابق پیشگوئی فرمائی ...... اور وہ اسی امّت محمدؐیہ کا ایک فرد کامل اور آنحضرت صلعم کا ایک غلام ہوگا۔ پس اس کا نام غلام احمدؐ ہی چاہئے"۔ پھر آپ تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبرا بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۴۸ پر "وہ نبی" مضمون لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ کو پڑھئے۔ خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اور اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی۔ اب کوئی انصاف طلب دل لیکر اُٹھے اور بتائے کہ وہ کون قدوس تھا۔ جو فاران سے نکلا۔ جس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ یسوع جس نے کہا کہ بنی آدم کے لئے سر ٹیکنے کی جگہ نہیں۔ یا وہ جسے ایک مہینہ کی راہ کا رعب دیا گیا۔ اور زمین جس کی ستائش سے معمور ہوئی۔ اور سب پکار اُٹھے محمدؐ اور جس کی ستائش اب بھی چھتوں پر چڑھکر بلند آواز سے کی جاتی ہے کہ **اشھد ان محمد رسول اللہ**۔ عربی کے پرانے ترجموں میں یہ الفاظ ہیں **امتلاءالارض من تحمید احمد** اس میں تو احمدؐ نام بھی آگیا"۔ انتہٰے۔

اب فرمائیے اکمل صاحب اگر حضرت رسول کریم صلعم کا نام احمد صلعم نہیں تھا۔ تو حبقوق نبی کی پیشگوئی جس میں احمدؐ نام آپ کے قول کے مطابق کس کے واسطے ہے۔ اور لیجئے آپ اسی نمبر میں بصفحہ ۱۴۸ فرماتے ہیں "جنہیں خدا نے برگزیدہ کیا حضرت محمدؐ مصطفٰے احمدؐ مجتبٰے نام سے مشہور کیا۔ اپنی رضامندی کا سرٹیفیکیٹ نہ صرف اُنہیں بلکہ ان کے پیروؤں کو دیا"۔ پھر اسی نمبر کے صفحہ ۱۵۳ پر تحریر فرماتے ہیں ویلوس کے بعد میں آپ صاحبان کو انجیل کی طرف متوجہ کرتا ہوں جیسا کہ یوحنّا باب ایک میں مسیح بھی اپنے جانے کے وقت قوم کو یہی بشارت دیتا ہے۔ بلکہ اپنے جانے کی علّت غائی یہی ٹھیراتا ہے۔ ...... یہ پیشگوئی تو حضرت محمدؐ مصطفٰے احمدؐ مجتبٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پوری ہوتی ہے۔ اور سنئے آپ اپنی کتاب ظہور مہدی میں بصفحہ ۲۲۶ بعنوان الہامی کتب کی پیشگوئیاں پر مضمون لکھتے ہوئے

طبع ہوئی۔ اور بدعتی عقائد ۱۹۱۴ء میں شائع ہونے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ۱۹۱۴ء تک آپ کا اس مسئلہ میں کیا عقیدہ تھا۔ اور کیا پھر الکھاتے لکیا ہم نے کبھی اگلے الہاموں کی کتابوں کو دیکھا۔ اور اس میں اپنے نبی اور حضرت عیسٰے وغیرہ کی نسبت جو پیشگوئیاں ہیں۔ انکو ملاحظہ کیا۔ اور اُن کے الفاظ کو دیکھا۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ توریت پیدائش باب ۴۹ میں مسیح ابن مریم کو سیلا کہا گیا ہے۔ حالانکہ سیلا یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کے پوتے کا نام تھا۔ یہ اِس لئے کہ کہ مسیح اسی خاندان سے تھا۔ اس لئے اُسے پوتے کا لقب دیا گیا۔ پھر اُسی عیسٰے کی نسبت یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کی ہے۔ کہ ایک کنواری بیٹا جنیگی۔ اور اُس کا نام عمانوایل رکھے گی۔ حالانکہ اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم کی نسبت فارقلیط وغیرہ کا نام آیا ہے مگر نام تو آپ کا محمد صلعم تھا۔ دور کیوں جاتے ہو۔ ماں باپ نے تو آپ کا نام محمدؐ ہی رکھا۔ اور اسی نام سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام مشہور تھے (یہ فقرہ بسبب ناواقفی علم حدیث کے لکھا گیا ہے۔ قول مجدد وغیرہ میں بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام احمدؐ بھی رکھا ہے)

مگر حضرت عیسٰے کی زبان سے جو پیشگوئی قرآن مجید میں مذکور ہے وہ احمدؐ کے نام سے ہے۔ اور ہم سب آپ کو احمد صلوٰۃ اللّٰہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ مگر یہ آپ کا اصلی نام نہ تھا۔ پس ایسا ہی اگر نام غلام احمد ہے تو عیسٰے و ابن مریم پکارنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ عین سنن نبویہ کے مطابق ہے" پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر اس شعر کی تفسیر فرماتے ہیں ؎

احمدم در سے خواہم ٭ نام آں نام دارم بینم

[1] آپ کے نام کے ساتھ غلام کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ باوجود اس شان و علو کے غلامان احمد صلعم سے ہیں اور اسی سے فیض یافتہ پھر آپ اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر بعنوان "کچھ اور نشانیاں مسیح موعود کی" کے مضمون پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (۱) آپ کا اہل فارس میں سے ہونا۔ اور اس لحاظ سے اہل بیت بننا اور من وجہ قریش سے ہونا۔ (۲) آپ کا نام وہی جو رسول پاک کا نام یعنی احمدؐ۔ جیسے فرمایا۔ عن ابن مسعود۔ بالفرض اگر دنیا سے ایک دن بھی رہ گیا۔ تو اللّٰہ تعالٰے اس دن کو دراز کر دیگا۔ **حتٰی یبعث فیہ رجلٌ یواطی اسمہٗ اسمی** (رواہ ابوداؤد و ترمذی تخلیص الصحاح) یہانتک کہ ایک عظیم الشان شخص میری امت میں سے پیدا ہوگا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا" آپ کی تحریرات کے حوالہ تو بہت ہیں۔ میں صرف اس قدر ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ تاکہ مضمون زیادہ طویل نہ ہو جائے۔ باقی حوالہ انشاءاللّٰہ تعالٰی کتاب عقائد احمدیہ میں لکھوں گا۔ ناظرین آپ نے میاں اکمل صاحب کا سالقہ عقیدہ دیکھ لیا کہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے خاکسار نے میاں اکمل صاحب کو زمرۂ مخالفین میں اور بہتان کرنے والا حضرت صاحب پر قرار دیا ہے۔ یہ ہے حقیقت ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۷۳ کی عبارت کی۔ ناظرین انصاف سے فرمادیں کہ یہ جواب میاں اکمل صاحب کے بہتان و الزام حضرت صاحب پر کا ٹھیک ہے۔ اور میاں اکمل صاحب کو چاہئے۔ کہ اپنے گریبان میں مونہہ ڈال کر دیکھیں اور خوف خدا کریں آخر ایک روز اُس کے روبرو ہو کر جواب دینا ہے۔ اور حق کو قبول فرمادیں اور اس خلافت کو خلافت بدعی سمجھکر توبہ کریں وانّ لھم ذالک **لانھم منھمکون فی الدنیا وحب الدنیا راس کل خطیئۃ** - اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اللّٰہ تعالٰے سے دعا کرتا ہوں کہ اللّٰہ تعالٰے اس کو قبول فرماوے اور مبائعین میاں صاحب کے لئے موجب ہدایت ہو۔ ناظرین بھی آمین کہیں۔ انشاءاللّٰہ تعالٰے اسکے دوسرے حصہ میں آپ کے پہلے حوالہ کی جو تذکرۃ الشہادتین سے نقل کر کر بزعم خود کچھ ثابت کیا ہے قلعی کھولیگا۔ کہ آپ نے اُس میں کس قدر مکر سے کام لیا ہے۔ اگر اس کا جواب آپ تحریر فرمادیں تو جس پرچہ میں وہ طبع ہو۔ تو ایک کاپی اُس کی مجھ کو بھی روانہ فرمادیں۔ والسلام ٭

میں ہوں آپ کا ناصح دوست سید محمد یعقوب احمدی پسر حضرت احسن المناظرین مولوی سید محمد احسن صاحب احمدی فاضل امروہوی امروہہ۔ شاہ علی سرائے۔ ضلع مراد آباد۔ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۷ء

فسخ بیعت

جس وقت میں نے بیعت حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی تھی جسکو ۱۸ سال ہوئے ہیں اُسوقت حضرت صاحب کے جو دعاوی تھے وہی اب تک میرے ہیں اُسوقت نہ حضرت صاحب نے کوئی دعویٰ حقیقی نبی کا کیا تھا۔ اور نہ کل مسلمانوں کو کافر کہا تھا اور نہ آیت اسمہٗ احمد کی نسبت یہ لکھا یا کہا کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بارہ میں نہیں بلکہ ہمارے واسطے نازل ہوئی ہے یہ سب عقیدے نئے بنے ہیں میں انکے خلاف ہوں یہ سب تازہ عقیدے ہیں نقدہ۔۔۔ ۱۹۱۷ [illegible]

عالم نسوان

ایک محترمہ احمدی خاتون کی نصیحت دوسری بہنوں کو

قابل توجہ احمدی خواتین

"قرآن کریم کو پڑھو"

اللّٰہ تعالٰے نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ **وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا** یعنی نبی کریم فرمائینگے۔ کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ترک کر دیا۔ یا ایک بکواس سمجھ رکھا تھا۔ گو قوم سے مراد اولاً وہ لوگ ہی ہوں۔ جو آپ کے اول مخاطب تھے۔ مگر مسلمانوں کی حالت پر بھی یہ صادق آتی ہے۔ اور مسلمانوں کے قرآن کریم کو ترک کر دینے کا احادیث میں بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ایک روایت مشہور ہے۔ کہ کسی صحابی نے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللّٰہ جبکہ ہم قرآن کو پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھائیں گے۔ وہ آگے اپنی اولاد کو پڑھائیں گے۔ تو پھر قرآن کو کس طرح چھوڑ دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا مگر ایسا ہی ہوگا۔ کہ مسلمان قرآن مجید پر عمل نہ کریں گے ٭

سو واقعی اگر غور کیا جائے۔ تو یہ پیشگوئی اس زمانے میں کیسی لفظ بہ لفظ پوری ہو گئی ہے۔ مسلمانوں نے کلام مجید کو اپنا رہبر بنانا چھوڑ دیا ہے۔ کتنے ہیں۔ جو اس کو اپنے دینی و دنیوی معاملات میں مدنظر رکھتے ہیں۔ عمل کرنا تو کار سے دارد پڑھنا اور سمجھنا ہی دشوار ہو رہا ہے۔ کالجوں کے نوجوانوں کو شیکسپیر اور ملٹن کے ڈرامے و نظمیں تو کئی یاد ہونگی۔ مگر کلام اللّٰہ کی کسی سورت کو یاد کرنے یا پڑھنے کے لئے فرصت نکالنی محال ہے۔ الاماشاءاللّٰہ جب مردوں کی یہ حالت ہے۔ تو عورتیں معذور سمجھی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ وہ مردوں کی محتاج ہیں۔ جس رنگ میں وہ ہونگے ان پر بھی کم و بیش اثر پڑیگا۔ خدا کے فضل و کرم سے احمدیہ جماعت کلام مجید کو پڑھنے اور پڑھانے کے لئے موجودہ زمانہ میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ سب نہیں تو اکثر ان میں سے پڑھتے اور درس دیتے ہیں۔ اس لئے میں اپنی احمدی بہنوں کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ وہ بھی قرآن کریم کے پڑھنے میں کوشش کریں اور اپنی دوسری بہنوں کے لئے نمونہ بنیں۔ ہم نے حضرت امام الزمان کے دست مبارک پر عہد کیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گی پس لازم ہے کہ ہم اس طرف زیادہ توجہ کریں تاکہ ہر ایک امر میں کلام اللّٰہ ہمارے لئے راہ نما ہو۔

رسمی طور پر پڑھنے کا رواج تو اب بھی ہے۔ مگر خالی پڑھنے سے اس قدر فائدہ نہیں جس قدر ترجمہ کے ساتھ پڑھنے سے ہے۔ نیز سمجھکر پڑھنے سے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ اور خداوند کریم عمل کی توفیق دیتا ہے۔ اگر تواریخ کی کتابوں کو پڑھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ قرون اولٰے میں کیسی کیسی صاحب علم و فضل خواتین گذری ہیں۔ جو درس دیتی تھیں اور بڑے بڑے عالم و فاضل ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ اگرچہ اس زمانہ میں کہ مردوں کا قحط ہے ایسی عورتیں پیدا ہونی مشکل ہیں۔ لیکن ممکن نہیں کہ کوئی محنت کرے اور اس کے ثمرات سے محروم رہے۔ خدا نے مختلف دماغی قابلیتیں رکھی ہیں تو دو تو کوشش کریں تو ایک دو قابل بھی نکل آئیں گی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہمارے اور فرائض بھی بہت ہیں۔ مثلاً انتظام خانہ داری۔ بچوں کی تربیت وغیرہ وغیرہ ایسے کام ہیں۔ کہ ان سے ہی فرصت نکالنی مشکل ہوتی ہے۔ مگر بہت سی بیبیاں ایسی بھی ہیں۔ جو اگر چاہیں تو اپنا وقت نکال سکتی ہیں۔ ہاں یہ مشکل ضرور ہے۔ کہ اس کام میں ہم ایک حد تک مردوں کی محتاج ہیں۔ سو اس کے لئے میں اپنے معزز بھائیوں کی خدمت میں اپیل کرتی ہوں۔ کہ وہ خدا کے لئے اپنے گھروں کی طرف متوجہ ہوں۔ اپنی مستورات کو قرآن پڑھائیں اور دین متین کی راہ بتائیں۔ اس میں اُن کے لئے بھی فائدہ ہے۔ کہ دین سے واقف بیوی اکثر معاملات مثلاً بچوں کی دینی تربیت ترک رسومات وغیرہ میں ان کی معاون ہونگی۔ نیز لڑکیاں بھی قابل توجہ ہیں۔ اولاد کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کو دینی تعلیم دی جائے۔ اور خصوصاً لڑکیاں توجہ کی زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ لڑکے تو باہر جاکر بھی پڑھ سکتے ہیں مگر لڑکیوں کی درسگاہ اُن کا گھر ہی ہے اور پھر جو فرصت و اطمینان کنوارپن میں میسر ہوتا ہے وہ شادی کے بعد کہاں۔ اس لئے اگر ہمارے بزرگ بھائی یہ عہد کر لیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کو ضرور ترجمہ قرآن پڑھائینگے تو اس بے زبان فرقہ پر نہایت احسان ہوگا۔ واللّٰہ یحب المحسنین۔ یقیناً خدا کی درگاہ میں مستحق ثواب ہونگے۔

نیز جو لڑکیاں ماں باپ کے گھر میں قرآن مجید پڑھ لینگی۔ ان میں سے اکثر شادی کے بعد بھی یہ شغل جاری رکھیں گی اور اپنے بچوں کو پڑھائینگی جس کا اجر والدین کو بھی ضرور ملیگا۔

اکثر صاحب ثروت والدین اپنی اولاد کی پرورش نہایت فراخدلی سے کرتے ہیں۔ اور بڑی سیر چشمی سے انکی تمام ضروریات پوری کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے وہ اس روحانی پرورش سے غافل ہیں۔ صاحب اولاد غور کریں۔ کہ جب خدانخواستہ ان کا کوئی بچہ بیمار ہو جائے تو اُن کو کتنا فکر ہوتا ہے۔ کسقدر دوڑ دھوپ سے علاج کرتے ہیں غرضکہ کوئی ممکن طریق نہیں چھوڑتے اور جب تک بچہ کو آرام نہ آجائے چین نہیں لیتے۔ تو کیا افسوس کا مقام نہیں کہ وہ اس روحانی بیماری سے بے خبر ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔ نسخہ اُن کے گھر میں موجود ہے مگر استعمال نہیں کرتے۔ کیا اولاد پر یہ ظلم نہیں کہ ان کو اس جام جانبخش سے محروم رکھا جائے اور وہ روحانیت سے بے بہرہ رہیں۔

مسلمانوں کے مرض کا یہی علاج ہے اور وہ اسی نسخہ کو استعمال کرکے ترقی کے زینہ پر چڑھ سکتے ہیں۔

بعض لوگوں کو درس دینے کا شوق ہوتا ہے۔ اور وہ درس دیتے بھی ہیں۔ تو کیا یہ قابل شرم بات نہیں کہ باہر لوگوں کو تو معرفت کے جام بھر بھر کر پلائیں اور گھر والوں کو اس سے محروم رکھیں۔ ضرور وہ اس بخل سے جوابدہ ہونگے۔ جب لڑکی جوان ہوتی ہے تو ماں باپ کو جہیز کا فکر دامنگیر ہوتا ہے۔ وہ اپنے خرچ میں سے پس انداز کرتے ہیں۔ قرض لیتے ہیں اور حسب مقدور جہیز پورا کرتے ہیں۔ کاش وہ اس قیمتی جہیز کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ اور اتنی نہ سہی تو اس سے نصف کوشش ہی اس کے لئے کریں۔ تو یہ جہیز لڑکی کو تمام بیش قیمت زیور و کپڑوں وغیرہ سے بڑھکر کام آئیگا۔ اور دین و دنیا میں اس کی بہتری کا موجب ہوگا۔

قرآن شریف کو جہیز میں دینے کا رواج تو عام ہے بڑے خوبصورت ریشمی۔ زریں غلافوں میں لپیٹ کر دیتے ہیں مگر یہ ظاہری خوبصورتی کوئی چیز نہیں۔ جبتک کہ اس کی باطنی خوبصورتیوں کو پڑھنے والا نہ سمجھے۔ اس لئے میں مکرر عرض کرتی ہوں۔ کہ وہ معزز بھائی جن کے دلوں میں قرآن کریم کا عشق ہے۔ تڑپ ہے۔ وہ میری اس کمزور آواز پر توجہ کریں۔ اپنی لڑکیوں کو پڑھائیں۔ اور اپنے احباب و دوستوں کو ادھر متوجہ کریں۔ ان کو سمجھائیں۔ بار بار یاد دہانی کریں اور اپنے عمل سے بھی ان کے لئے نمونہ بنیں۔

آخر میں میں اپنی احمدی بہنوں کو اس قدر کہنا چاہتی ہوں۔ کہ وہ جس طرح کسی زیور یا کپڑے کے لئے اپنے شوہر یا والدین کو کہتی ہیں اور یاد دلاتی رہتی ہیں کم از کم اسی طرح وہ قرآن پڑھنے کے لئے بھی کہیں امید ہے ان کے اس شوق کو دیکھ کر مردوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ اس نیک اور مفید بالش کو پورا کرنے کی کوشش کرینگے اور ساتھ ہی استقلال بھی شرط ہے یہ نہیں کہ چار دن کا شوق ہو گیا پھر اسی غفلت میں جا پڑے۔

نیز اردو خواندہ بہنیں اگر قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق جو رسالے شائع ہوتے ہیں وہ پڑھیں تو مفید ہوگا۔ اگر لفظی ترجمہ کا قرآن مجید سامنے رکھکر نکات القرآن کا مطالعہ کریں۔ تو جلد سمجھ میں آجاتا ہے۔

اسی طریق سے میری ایک عزیز بہن نے سات سیپارے با ترجمہ پڑھ لئے ہیں۔ غرضکہ دل میں شوق و تڑپ ہونی چاہئے۔ اللّٰہ تعالٰے کوئی نہ کوئی راہ کھول دیتا ہے۔

خداوند کریم ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم اس کے کلام پاک کو پڑھیں۔ سمجھیں اور عمل کریں ٭

بقیہ مضمون از صفحہ ۲ :- کسی بات کے محتاج نہیں۔ علم۔ دولت۔ عزت و وجاہت۔ غرض کوئی بات نہیں جو انکو میسر نہ ہو۔ ہر اسلمان ہو جانا ہی ان کا صرف اسلام کا اعلان ہی کر دینا موجب خوشی ہونا چاہئے تھا۔ نہ باعث غم انگلستان جیسے ملک میں جہاں پادریوں نے اسلام کے خلاف کیا کیا کچھ غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں اور جہاں مسلمان ہونیوالوں کیلئے کسقدر مصائب کا سامنا ہے ایسے ذی وجاہت اور قابل انسانوں کا یوں بلا خوف تردید اعلان اسلام کرنا کیا کچھ تھوڑی سی بات ہے۔ لیکن ؎

درکوئے نیک نامی مارا گذر نہ دادند ٭ گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

بات اصل یہ ہے۔ کہ حسد کی آگ نے ان لوگوں کے دلوں میں یہانتک گھر کر لیا ہے۔ کہ انہیں حضرت کی نیکیاں بھی عیوب ہی نظر آتی ہیں اور انکی تنگی قلب ہرگز کسی کی خوبی کے اعتراف کی انہیں اجازت نہیں دیتی پس ایسی حالت میں ان باتوں کا سوائے اسکے اور کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ کہ ؎

بمیر اے حسود کیں رنجیست ٭ کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

حضرت خواجہ صاحب کے استفتاء کے جواب

جنوری ۱۹۱۷ء کے پیغام صلح میں حضرت خواجہ صاحب کا ایک استفتا شائع کیا گیا تھا جس میں آپ نے بتایا ہے کہ انگلستان میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ

"جانور کو ذبح کیوقت بہت ہی کم تکلیف پہنچے اور ذبح کا کوئی ایسا طریق اختیار کیا جاوے جس میں یہ امر حاصل ہو جائے اس غرض کیلئے ایک ائل سوسائٹی بنائی گئی ہے اور ذبح ہونے والے جانوروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے جانور کو بیہوش کیا جائے اور بے حسی کی حالت میں [illegible] ذبح کیا جاوے اگر کوئی مسلمان اس حالت کے بعد جانور کو اپنے طریق پر ذبیحہ کرے تو کیا ایسا جانور ذبح سمجھا جائیگا۔ جانور کے بے حس کئے جانے سے جانور مر نہیں جاتا اس کی نبض برابر قائم رہتی ہے۔ اگر جانور مر جائے تو دل کی حرکت بند ہو جانے سے [illegible] جائے گی اور خون کا حصہ جسم میں رہ جائیگا لیکن [illegible] لہذا اسی حالت بیہوشی میں ذبح کرنیوالا [illegible] رگ کو کاٹ کر خون خارج کر سکتا ہے۔ ایسے جانور بھی ذبح ہوئے ہیں جو [illegible] کئی منٹ تک بیہوش پڑے رہنے کے بعد ذبح کئے گئے [illegible] خون نکلا۔ بہرحال استفتا کی صورت یہ ہے۔ آیا اگر کوئی جانور ذبح کرنے سے پہلے بیہوش کر لیا جائے یعنی اسکو درد کا احساس [illegible] اور اسکے بعد ذبح کیا جائے۔ ایسی صورت میں کہ اس [illegible] کی حرکت بھی قائم رہے اور نبض بھی اس کی چلتی رہے اور ذبح بھی اسلامی طریق پر کیا جاوے تو کیا ایسا جانور ذبیحہ سمجھا جائیگا۔ گمان ہے کہ عنقریب یہاں (یعنی انگلستان) کا یہ قانون ہو جائے کہ کوئی جانور ذبح نہ ہو جب تک اس کو آلہ مذکور سے بیہوش نہ کیا جاوے۔ اس امر کی ابھی اطلاع نہیں کہ وہ آلہ کس قسم کا ہے اور اسکو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ آیا اس سے جانور کے کسی حصہ پر ضرب لگائی جاتی ہے یا کسی منشی چیز سے اسے بیہوش کیا جاتا ہے"

اس استفتا کی طرف افسوس ہے کہ علماء نے ابھی تک توجہ نہیں کی۔ صرف دو فتوے ابھی تک ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ جن میں سے ایک مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی طرف سے معزز ہمعصر مدینہ مورخہ ۸ فروری ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اور دوسرا مولوی عبد الغفور صاحب الہمایونی کی طرف سے دفتر پیغام صلح میں موصول ہوا ہے۔ ہم ان دونوں کو پیغام صلح میں بغرض افادہ عام نقل کئے دیتے ہیں۔ اور بھی جتنے فتوے اس بارہ میں موصول ہونگے وہ سب کے سب شائع کر دئے جائینگے۔ امید کہ حضرات علمائے کرام بہت جلد اسطرف متوجہ ہونگے۔

(۱)

الجواب

(منجانب مولوی اشرف علی صاحب از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر)

یہاں دو مقام پر کلام ہے۔ ایک یہ کہ ایسی حالت میں ذبح کرنے سے جانور حلال ہوگا یا نہیں سو چونکہ یہ فعل کسی شرط حلت کے منافی نہیں اور حیات پورے طور پر باقی ہے۔ اس لئے جواب یہ ہے کہ جانور حلال ہو جاویگا۔ فی الدر المختار ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیاتہ عند الذبح وان علم حیاتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وھذا یتاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی فقر الذئب بطنھا فذکاۃ ھذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیاتھا خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل۔ فی رد المختار قولہ فتحرکت ای بغیر نحو مد رجل وفتح عین مما لا یدل علی الحیوۃ قولہ او خرج الدم ای کما یخرج من الحی الی قولہ عند الامام وھو ظاہر الروایۃ قولہ وعلیہ الفتوی خلافا لھما ص ۳۰۱ ج ۵

دوسرا کلام یہ ہے کہ خود یہ فعل جائز ہے یا نہیں سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ دیکھنا چاہیئے کہ اس آلہ سے اس جانور کے کسی حصہ پر ضرب لگائی جاتی ہے یا کسی نشہ آور چیز سے اسکو بیہوش کیا جاتا ہے جیسا کہ سائل نے ہمیں تردد ظاہر کیا ہے اور غالب طریق ثانی ہے سو اگر ایسا ہے تو یہ فعل حرام ہے۔ اما الطریق الاول فلما فی الدر المختار مکروھات الذبح النخع بلوغ السکین النخاع وھو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن من الاضطراب فی رد المختار وقیل النخع ان یمد راسہ حتی یظہر مذبحہ وقیل ان یکسر عنقہ قبل ان یسکن عن الاضطراب وان الکل مکروہ لما فیہ من تعذیب حیوان بلا فائدۃ۔ ھدایہ ج ۵ ص [illegible]

واما الطریق الثانی فلما فی در المختار وحرم الانتفاع بھا ولو لسقی دواب ج ۵ ص [illegible] اور اگر یہ دونوں طریقے نہیں بلکہ کسی مباح طریق سے اس جانور کے حاسہ کو معطل کر دیا جاتا ہے۔ تو وہ بھی دو وجہ سے ناجائز ہے۔ اول اس وجہ سے کہ قبل بیہوش ہونیکے اسکے حواس سالم تھے اور بعد بیہوش ہونے کے حواس کا بطلان یقینی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس آلہ سے حرکت باطل ہو جاتی ہو گو کہ وہ حس [illegible] اور بطلان حرکت بطلان حس کو مستلزم نہیں ممکن ہے کہ اس آلہ کا اثر صرف جوارح معطل کر دینے میں ایسا ہو۔ جیسے کسی شخص کے ہاتھ پاؤں زور سے پکڑ کر اسکا گلا گھونٹ دیا جائے تو اسکو حرکت نہ ہوگی مگر احساس ہوگا۔ پس پہلے سے وہی حس [illegible] یقینی اور اب زوال حس میں شک ہو گیا اور عقلی و شرعی قاعدہ ہے کہ الیقین لا یزول بالشک پس بقاء حس کی صورت میں یہ آلہ زیادت تعذیب کا سبب ہوگا۔ اس لئے ناجائز ہے اور خود حیوان متکلم نہیں جو اپنا حال بیان کر سکے اور انسان پر امتحان کر لینے سے دھوکہ نہ کھایا جاوے کیونکہ انسان اور بہائم کے [illegible] خواص باہم متفاوت ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے الاہی طریق کو طریق مشروع سے جس میں بیہوش نہیں کیا جاتا یقینا زیادہ [illegible] سمجھے کر طریق مشروع کو ناقص اور مبتدع کو کامل اور مخترع کو [illegible] پر ترجیح دینا قریب بہ کفر ہے۔ ان دو وجہ سے خود یہ طریق بدعت سیئہ اور تحریف فی الدین ہونیکے سبب خلاف شرع ہے پس ایسا قانون بنانا خلاف مذہب اسلام ہے۔ وا عندان [illegible] قوانین کو اطلاع دیکر درخواست کی جاوے کہ اہل اسلام کے لئے ایسا قانون مقرر نہ کریں۔ جیسا کہ معاہدہ ہے۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

(۲)

(منجانب مولوی عبد الغفور صاحب الہمایونی)

جانور را علم زندگی باشد۔ [illegible] او را میتہ نتوان گفت۔ پس اگر [illegible] ایذائش بکشند۔ خوردن آن بلاشبہ جائز است۔ چونکہ جانور حی تذکیہ بکشند حلال است۔ اگرچہ بیہوش باشد۔ وکسے از علماء ذکر نکردہ کہ بیہوشی جانور حکم موت دارد۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر عبد الغفور الہمایونی۔

تازہ خبریں

پنجاب [illegible] مقامات طاعون زدہ قرار دئے گئے ہیں ضلع کرنال میں [illegible] ضلع انبالہ میں تحصیل ہائے انبالہ وجگادھری اور شہر انبالہ و [illegible] ضلع جالندھر میں تحصیل پھلور ضلع ہوشیار [illegible] میں تحصیل لدھیانہ۔ ضلع لاہور میں شہر لاہور، تحصیل لاہور، ضلع امرتسر میں تحصیل امرتسر۔ ضلع گورداسپور میں پٹھان کوٹ شہر و پٹھان کوٹ تحصیل اور بٹالہ شہر۔ ضلع گوجرانوالہ میں گوجرانوالہ تحصیل اور گوجرانوالہ شہر۔ اور حافظ آباد شہر ضلع گوجرات میں تحصیل ہائے گجرات و کھاریاں۔ ضلع جہلم میں شہر جہلم۔ ضلع راولپنڈی میں شہر راولپنڈی اور تحصیل راولپنڈی۔ دیسی ریاستوں میں ریاست جلیند۔

حال میں ایک شخص مسمی محمود بیگ ساکن محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں دو تلواریں فروخت کرتا ہوا گرفتار کیا گیا تھا۔ ان تلواروں کی قیمت اس نے اسی روپے طلب کی تھی۔ ان تلواروں کے علاوہ اسکے پاس ایک بھالی اور ایک قرولی بھی برآمد ہوئی۔ ملزم ضمانت پر رہا ہے اور مقدمہ چل رہا ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ کوئلہ کی قلت میں اب تخفیف ہو گئی ہے اس لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے نے مال کی آمد و رفت کے متعلق جو قیود عائد کی تھیں وہ ۱۲ر فروری سے دور کر دی ہیں۔

۲۱ فروری کو بوقت ۴ بجے شام پنجاب یونیورسٹی کی عربی زبان کی [illegible] عربی ٹیچروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوگی جس میں یونیورسٹی کے خاص لیکچرار پروفیسر مارگولی آتھ صاحب بھی شریک ہوں گے۔

[illegible] کا ایک نامہ نگار ایلوسے خبر دیتا ہے۔ کہ مدراس کے لارڈ بشپ نے یکم فروری کو ایلور میں تین صد ہندو مردوں عورتوں اور بچوں کو بپتسمہ دیکر عیسائی بنایا۔

سلطنت متحدہ سے تمام قسم کے سامان خوراک کی برآمد کی ممانعت کی گئی ہے۔ یا عنقریب ممانعت کی جائیگی۔ اگرچہ اغلبا ضروری اشیاء جو دیگر جگہ سے نہیں مل سکتیں ایک محدود مقدار کے منگائے جانے کے متعلق لائسنسوں کا بندوبست کیا جائیگا۔ مثلاً ٹین بند دودھ مینٹ اور بچوں اور بیماروں کی اغذیہ وغیرہ۔ مقامی گورنمنٹوں سے کہا گیا ہے کہ امسال ۱۹۱۷ء کے لئے ایسی ضروری اشیاء کی فہرست بنا کر بھیجیں جن میں ایسی اشیاء داخل نہ کی جائیں۔ جو نہایت ضروری نہیں ہیں یا جو دیگر ذرائع سے بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔

گورنمنٹ بڑودہ نے ریاست میں صابن اور تیل کی صنعتوں کو ترقی کے لئے مسٹر جے ھکروسی کو جو پیرس یونیورسٹی کے قابل گریجویٹ ہیں۔ اینا مسٹیر مقرر فرمایا ہے۔

ماھی کانتا ایجنسی کی عام رعایا علاقہ داروں اور دیسی والیان ریاست کی طرف سے جنگ کے سلسلہ میں ایک ہوائی جہاز کے لئے فیاضانہ طور پر چندہ دیا گیا ہے۔

جلد ۴ مدینۃ المسیح لاہور - یک شنبہ جمادی الاول ۱۳۳۵ ہجری - مطابق ۲۵ فروری ۱۹۱۷ نمبر ۸۹

گرمیٔ ہنگامۂ اہل تمنا دیکھئے

بنتے ہوئے قوموں کا جہاں میں پھر بگڑنا دیکھئے
بگڑی قوموں کا بھی گر کر پھر سنبھلنا دیکھئے

بام شوکت سے گریں تحت الثریٰ میں جس طرح
رفتہ رفتہ پھر اسی رفعت پہ چڑھنا دیکھئے

اس نے پھسلایا بہت پر پھنس کے نکلا دام سے
پنجۂ ابلیس سے دل کا نکلا دیکھئے

اس کی خوشبو سے معطر ہو گیا سارا جہاں
باغ عالم میں مرے گل کا مہکنا دیکھئے

سب طرح سے اس کو سمجھایا مگر آیا نہ باز
طفل دل کا انکے کوچہ میں مچلنا دیکھئے

آبرو کوچہ میں تیرے نالے سب جاتی رہی
خلد سے اب ابن آدم کا نکلنا دیکھئے

مشت خاکی کو ہزاروں نعمتیں حاصل ہوئیں
چشمۂ رحمت سے رحمت کا ابلنا دیکھئے

مجمع عشاق میں دیدار کا ہے اشتیاق
گرمیٔ ہنگامۂ اہل تمنا دیکھئے

گرچہ مسلم ہیں مگر کافر کہا اس شوخ نے
مسلموں پر کفر کے فتوے کا جڑنا دیکھئے

حق کو پا کر پھر ضلالت ہی پسند آئی انہیں
ان کا باطل کی طرف شوخی سے چلنا دیکھئے

ڈر نہیں روز جزا کا خوف خالق بھی نہیں
غور سے امجد ذرا ان کا اکڑنا دیکھئے

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

لندن میں جلسۂ مولود النبی (صلعم)

لندن! اور ہوٹل سیسل اور اس میں مجلس میلاد! خدا کی شان!!!
۶ جنوری مطابق ۱۲ ربیع الاول کو یہ مقدس مجلس منعقد ہوئی ڈیڑھ صد سے اوپر متنفس اس میں شریک ہوئے - ہندی - مصری - ایرانی عربی - ترکی - افریقی - نائیجیرین - مورشیس والے - بغدادی - الغرض مختلف قسم کے مسلم جن میں سے بعض اپنے قومی لباس میں اپنی مقدس رسم کے مناتے کے لئے جمع ہوئے - لیکن ان سب کی تعداد بمشکل ۱/۳ تھی ۲/۳ سے زیادہ مسلم اور غیر مسلم انگریز - فرانسیس اور بلجیئن جنٹلمین اور خواتین تھیں - یوں تو اس مجلس کے تہیہ پر بیس کے قریب پونڈ خرچ ہوئے لیکن جس تزک اور احتشام اور جس نتیجہ خیز اور موثر طریق پر یہ تہ انداجلسہ ہوا اور جس کا جو دیرپا اثر غیر مسلم لے کر گئے - اس پر بیسیوں ایسی رقمیں قربان کوئی میرے دل سے پوچھے - اس جلسہ کا جو اثر میں نے اہل جلسہ پر دیکھا اور جس خاص مسرت سے میرا دل اس وقت بلیوں اچھل رہا تھا - اس پر ایک بس کیا بیسیوں بیس پونڈ قربان کر دوں تو بہت نہیں یہ تو ایک مقدس شکل اس مقصد عظیم کے حصول کی ہے جس کا نام اشاعت و تبلیغ اسلام ہے - لیکچر - خطبے - رسالہ - اشتہار - یہ سب راہیں ایک ہی منزل کی ہیں لیکن حاضرین ان مواقع پر یہاں ایک مستعد اور تعصب سے پاک اور اثر پذیر دل لیکر ہر ایک ایسے امر کو دلچسپی سے سنتے ہیں جس کو خاص تعلق اس موقع سے ہو اور ایسے وقت کے تاثرات عموماً تیز اور دیرپا ہوتے ہیں - مولود کا جلسہ اور آنحضرت صلعم کے حالات - پھر ایک مشہور اہل قلم اور مصنف انگریز کی زبانی یہی سنے تو دوران تقریر میں جس طرف دیکھا اس تقریر کو سامعین پر تیر بہدف پایا - اور حق تو یہ ہے کہ مسٹر پکتھال نے اپنی محبت رسول کا حق ادا کر دیا کیا کسی مادر زاد مسلم نے عشق کو ظاہر کرنا ہے - منتظمین جلسہ کی رائے یہ بھی کہ میں خود اس موقعہ پر کچھ بیان کروں - لیکن میرے اصرار پر مسٹر مارماڈیوک پکتھال اس تقریب مولود پر تقریر کرنے والے مقرر ہوئے - لیکن ایک زبردست مصور کی طرح مسٹر موصوف نے کن کن زبردست رنگوں میں وہ خلق عظیم ہا کے نقشے اپنے سامعین کے آگے آہستہ آہستہ پیش کئے - وہ کیا عجیب اور دلکش سماں تھا - ہم مسلمان منٹ منٹ پر جوش حیرت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نثار ہوئے جاتے تھے اور یہ بھی بھول گئے کہ مغربی لوگ اس تقریر کو کیا سمجھتے ہونگے - پھر ایک عالم وجد ہی تو تھا جس میں سب کچھ معاف تھا - نو مسلم خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ جس کا دامن پکڑا وہ اسی قابل تھا - غیر مسلم محو حیرت کہ یہ وہ شخص ہے جو مورد طعن آجتک دنیائے مغرب میں تھا - یہ اس وقت کا صحیح نقشہ ہے جو میں نے محسوس کیا - اگر کسی اور موقعہ پر یہی تقریر ہوتی تو شاید اس قدر اثر پیدا نہ کرتی - مثلاً اب اگر آئندہ - معراج - شب برات - لیلۃ القدر - یا کوئی اور تاریخ کے لحاظ سے اہم موقع نکال کر ہم اسلام پر یا آنحضرت صلعم پر کچھ بیان کریں اور اس موقع کو مذہب کے بجائے سوشل رنگ دیدیں تو اس کا اثر بانسبت خالی تقریر یا لیکچر سے دوبالا ہوگا - کہاں ہیں محبت رسول کا دم بھرنے والے اگر عشق رسول رکھتے ہو تو اس اظہار کا یہ بہترین موقعہ ہے - اگر تم نے آجتک ہمیں اشاعت اسلام میں - یا اسلامی تصانیف کو بلاقیمت تقسیم کرنے میں کوئی مدد نہیں دی - تو ہمیں یا اپنے کسی معتمد کو یا شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی سکرٹری سنٹرل اسلامک سوسائٹی کو یا سید امیر علی صاحب کو یا مرزا عباس بیگ صاحب انڈیا آفس کو ایک ایسے جلسہ کے اخراجات فرداً فرداً بھیجدو - اور ان کو کہدو کہ مولد النبی کا سا کوئی جلسہ کرادو - الاعمال بالنیات - ان سب امور میں صرف ایک ہی غرض اشاعت اسلام مضمر ہے تم یقیناً ماجور عند اللہ ہوگے *

مسٹر مارماڈیوک پکتھال کی تقریر کے علاوہ باقی کا پروگرام بھی یہاں کے مذاق کو اور اسلامی خیال کو لئے ہوئے از حد دلچسپ تھا سب سے اول قرآن خوانی مصری لہجہ میں - اس کے بعد بزبان انگریزی میں نے ایک لمبی دعا کی جو دراصل ایک مختصر سا لیکچر اور آنحضرت صلعم اور اسلام کے محاسن کا ایک حسن بیان تھا پھر بعد مسٹر علیخان کا جامی کی مشہور زاقیہ نعت اور مس ہیار نبٹن کا ایک ہندی ٹھمری باشتیاق زیارت مدینہ (کوئی ایسی سکھی جا کر نبی سے پی کے دوارے پہنچا دیتی) گانا - مجلس کو مجلس سمع بنا رہا تھا - گویا متصوفین جمع ہو کر قوالی سے محظوظ ہو رہے تھے - سمع کے بعد مسٹر پکتھال کی تقریر ہوئی - اور اس کے بعد مسٹر احسان البکری نے جو مصر کا رئیس زادہ ہے مصری طریق پر مولود شریف پڑھا اس کے بعد چار اور مسلم مصری عربی اور بغدادی تھے جو ہر شعر پر وقفہ بوقفہ یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک وغیرہ کہتے تھے - زاں بعد ان چاروں میں سے ایک ہمارے عرب دوست عبد الحی اسٹیج پر آئے - اور عربی لہجے میں چند اشعار ذوقیہ ولادت النبی کے متعلق انہوں نے گائے - یہ وہی شعر تھے جو کہ مدینہ میں لوگ اس موقعہ پر جوش میں گایا کرتے ہیں - اخیر میں سید یوسف علی ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر نے جو اس موقعہ کے پریسیڈنٹ بھی تھے - تقریر کی - انگریزی دعا - مسٹر پکتھال کی تقریر اور مسٹر اصغر علی کی تقریر - اسلامک ریویو فروری نمبر میں اور اس کا ترجمہ غالباً مارچ نمبر رسالہ اشاعت اسلام لاہور عزیز منزل میں چھپ جاوے گا - میں چاہتا ہوں کہ مسلم بھائی مسٹر پکتھال کی تقریر کو توجہ سے پڑھیں - اس کا ترجمہ خاص اہتمام سے کرایا جاویگا - پھر دیکھیں کہ اس انگریز جنٹلمین کی تقریر پڑھ کر اسلام کی سرد شدہ محبت از سر نو گدگداتی ہے یا نہیں *

مسجد ووکنگ - انگلینڈ خادم - خواجہ کمال الدین

نوٹ - یہ مجلس زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی ہوا *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یک شنبہ ۲۵ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۸۹

پھر بہار آئی
خدا کی بات پھر پوری ہوئی

خدا کا مسیح اس دنیا میں آیا بھی اور چلا بھی گیا - لیکن اس کی صداقت کے نشان نہ صرف اس کی زندگی میں ہی پے در پے ظاہر ہوتے - بلکہ وصال کے بعد بھی شاید ہی کوئی سال بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کوئی لمحہ اور ساعت ان سے خالی جاتی ہو - بالخصوص موجودہ ہوشربا حالات و واقعات جو دنیا کے ہر گوشہ پر اپنا اثر ڈالے ہوئے ہیں بزبان حال بتا رہے ہیں - کہ اس مامور ربانی کا یہ قول کہ ؎

خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار

کس قدر راستی اور صداقت پر مبنی تھا - اور وہ بات جس پر اس منذر الٰہی نے اپنی صداقت کا دارومدار رکھا تھا آج کس طرح لفظاً بلفظ پوری ہو رہی ہے +

لیکن افسوس کہ دنیا پرست اور حق سے عناد اور دشمنی رکھنے والے لوگ صداقت کے علانیہ ظاہر ہو جانے پر بھی اس سے بے خبر اور سرکشی ہی چلے جاتے ہیں - اور ذرا بھی اس کی پروا نہیں کرتے اس لئے الٰہی تازیانہ ایک اور رنگ اختیار کرتا ہے - اور انہیں ایک دوسری راہ سے حق کی طرف لانا چاہتا ہے -

دیکھو آجکل بھی اور قریباً ہر سال موسم بہار کے اندر اللہ تعالےٰ کے ان الفاظ کو پورا ہوتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں جو اپنے مسیح کے منہ سے نکلوائے اور فرمایا -

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

آجکل بہار کا موسم ہے اور الہام الٰہی بتا رہا ہے کہ موسم بہار میں خدا کی کسی بات کا اعادہ ہونے والا ہے - پھر جاؤ اور دیکھو خدا کی وہ کونسی بات تھی جو پوری ہوئی اور پھر پوری ہوئی اور پھر پوری ہوئی حتیٰ کہ خدا جانے کس قدر تواتر کیساتھ پورا ہونے کے بعد پھر ان ایام میں ہم دیکھتے ہیں - کہ من وعن طور پر پوری ہوئی اور ہو رہی ہے +

اس وقت ہندوستان کے ہر چہار طرف نظر ڈال کر دیکھو - اس کے شہروں اور بلاد کی آبادیوں پر ایک نگاہ ڈالو - اور دیکھو کہ کیونکر سرزمین ہندوستان کے ایک بڑے حصہ پر پھر وہ بہار ، کے اس خوفناک اثر نے جو طاعون کی شکل میں کچھ عرصہ سے ظاہر ہو رہا ہے - اپنا تسلط جمانا شروع کر دیا ہے - بلکہ بعض علاقہ جات ہندوستان پر تو وہ پورے طور پر متسلط ہو بھی چکا ہے - چنانچہ اس بارہ میں حیدر آباد کی مثال سے بہت کچھ سمجھا سکتی ہے - گو پنجاب کے تمام ان بڑے بڑے علاقوں کے نام بھی گذشتہ اشاعتوں میں خبروں کے ذیل میں بتائے جا چکے ہیں جنہیں طاعون زدہ قرار دیا گیا ہے - اور ایسا ہی دیگر حصص ملک کی خبریں بھی اس بارہ میں شائع ہو رہی ہیں لیکن حیدر آباد کے تشویشناک حالات بہت ہی عبرت انگیز ہیں - اہالیان پنجاب اور دیگر علاقہ جات کو بالخصوص انہیں دیکھ کر اور خود اپنے علاقوں میں اس خطرناک مرض کے رونما ہونے کو مدنظر رکھ کر سبق عبرت حاصل کرنا چاہئے - ان کے لئے ذریعہ ہے کہ اگر پہلے واقعات بھول گئے ہیں تو ان تازہ نتائج سے ہی ... ہیں -

دیکھو پہلے بھی ایک وقت آیا تھا - جب یہ شاندار اور پررونق بلدہ خدا کی قہری تجلی کے اس زبردست ہاتھ میں پڑ کر کس قدر قلیل وقت میں ایک ذرا سی جگہ بن گیا - موسی ندی کی ایک اور ناقابل روک طغیانی نے اس کی بہت سی آبادیوں اور آباد گلی کوچوں کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کے نشانات کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا بلکہ ... ندی کی ... زمین نے بھی ابل ابل کر طوفان نوح کو یاد دلا دیا - اس وقت بھی اس عذاب کے اندر بھی قدرت الٰہی کا یہ ایک نشان دکھایا گیا کہ اگرچہ طوفان نے محلوں کے محلوں کو تباہ اور نیست و نابود کر دیا لیکن الٰہی عبادت خانے یعنے مساجد اسی طرح مضبوطی کے ساتھ کھڑی کی کھڑی رہیں - پھر کیا یہ کچھ کم قابل عبرت بات تھی - کیا یہ تمہاری دن رات کی کرتوتوں سے اللہ تعالےٰ کی ناراضگی ظاہر کرکے مساجد میں سرنیاز کو جھکانے کے لئے توجہ دلانا نہیں کرتا تھا - پھر کتنے ہیں جنہوں نے اس سے سبق اٹھایا - اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال کو سنوارنے کے ساتھ اس مامور الٰہی کی بھی تکذیب سے باز آ گئے - اس کا جواب سوائے نفی اور کیا دیا جا سکتا ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ اس عذاب الٰہی کے بعد اس مامور ربانی کے ایک مخلص خادم نے صحیفہ آصفیہ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر آئندہ اپنی اصلاح اور مامور من اللہ کی اطاعت کے لئے وہاں کے لوگوں کو دعوت دی - لیکن عذاب آیا اور ٹل گیا - اب کس کو اس کی پروا تھی - اور کون ان باتوں کی طرف متوجہ ہوتا تھا - بلکہ اس کے خلاف ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی چند ہی روز ہوئے اسی حیدر آباد سے اسی مامور من اللہ کی تکفیر و تکذیب میں ایک کتاب اور اس کے بعد ایک فتوے شائع ہوتا ہے جس میں بعض بیہودہ اور غلط خیالات اس مقدس انسان کی طرف منسوب کرکے کافر دجال . . .

. . . .

. . . .

. . . .

وغیرہ وغیرہ گندے اور ناپاک الفاظ سے یاد کیا گیا ہے - بلکہ اس کے پاک اور مخلص خادموں کو بھی ایسے ہی ناپاک الفاظ سے کوسا گیا ہے - اور ان کی اس اسلامی اور دینی خدمات کو جو وہ ولایت میں سرانجام دے رہے ہیں - لائق تخریب بتایا ہے - پھر بھلا خدا کی غیرت کب ان باتوں کو برداشت کر سکتی تھی - ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے گرفتار ہو گئے

طاعون آئی اور بڑے زور شور سے آئی اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اسی حیدر آباد کی بہت سی آبادی کا اس وقت تک صفایا کر دیا ہے اور ابھی کر رہی ہے - فنعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا -

ہمارا ان باتوں کا اظہار کسی خوشی کی بنا پر نہیں - بلکہ محض اس خدائی نشان کا ذکر کرنا مقصود ہے - جو حیدر آباد میں ان دنوں ظاہر ہو رہا ہے - ہمیں اس بات کا رنج ہے اور سخت افسوس کہ یوں ایک کثیر حصہ مخلوق خدا پر ایسی سخت تباہی واقعہ ہوئی مگر اس بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے کہ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم یہ جو کچھ واقعہ ہوا یا ہو رہا ہے سب تمہاری اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے - کاش اب بھی کوئی سمجھے اور غور کرے کہ ؎

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

بیشک نقل مکان اور کھلی آب و ہوا میں چلے جانا - جو کہ ہم سنتے ہیں کہ آجکل عام طور پر اہل حیدر آباد کا طرز عمل ہو رہا ہے - اور جس کے خلاف پیش آنے والی رکاوٹوں اور فسادات تکفیر وغیرہ پر ہم آئندہ اشاعت میں بحث کریں گے ایک بہت ہی ضروری جائز اور لابدی امر ہے - اور ہم سمجھتے ہیں - کہ وہ شخص جو ایسے مواقع پر ان تدابیر پر عمل پیرا نہیں ہوتا وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے - جیسے اشاعت آئندہ میں شواہد قرآنیہ وحدیثیہ سے ثابت کیا جائے گا - لیکن ان سب باتوں کے ساتھ اعمال بد سے رجوع - اور تقوے وطہارت کو اختیار کرنا - خدا تعالےٰ کے پاک بندوں کے مقابلہ سے ہٹ جانا نہ صرف یہی بلکہ حسب ارشاد قرآنی کونوا مع الصادقین ان کی معیت میں ہو جانا یہی وہ اصل باتیں ہیں جو اس عذاب سے انسان کو دائمی طور پر چھڑا دینے والی ہیں - بالخصوص طاعون کے متعلق تو خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ اس مامور من اللہ کے ساتھ ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار - الا الذین علوا واستکبروا - یعنے میں تیرے گھر یعنے جماعت میں داخل ہونے والوں کی حفاظت کروں گا - سوائے ان کے جو جماعت میں داخل ہو کر بھی غرور اور تکبر پر تلے رہیں - پس آؤ اور اس مامور من اللہ کا دامن پکڑو - اور اپنے تقوے وطہارت اور صدق وصفا سے اپنے آپ کو ان عذابوں سے ہمیشہ کے لئے بچاؤ +

آریہ سماجی لٹریچر پر گورنمنٹ صوبجات متحدہ کا ریمارک

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم گورنمنٹ صوبجات متحدہ کا ... جو وہاں کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں آریہ سماجی لٹریچر پر دیا گیا ہے اور اس میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ

"ان کی دیکھنے آریہ سماج کی کتب مناظرہ میں درشت کلامی کرنے میں کوئی نمایاں کمی واقعہ نہیں ہوئی ہے جس میں کہ مثل سابق سچائی ومعقولیت کا لحاظ نہیں رکھا گیا"

اس بجا ریمارک پر جو ہم دیکھتے ہیں - کہ نہ صرف صوبجات متحدہ بلکہ خود پنجاب کی آریہ سماجی کتب ورسایل پر بھی عاید ہوتا ہے - جو بحث ومناظرات سے متعلق ہیں - بلکہ ستیارتھ پرکاش جیسی کتاب بھی جو خود سوامی دیانند جی کی طرف منسوب کی جاتی ہے - اس الزام سے بری نہیں - حال ہی میں یوپی کی لیجسلیٹو کونسل میں وہاں کے نامی ہندو لیڈر آنریبل مسٹر منچا مینی نے یہ سوال کیا ہے کہ

"گذشتہ سال کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں جو ریمارکس آریہ سماج کے لٹریچر کے متعلق دیئے گئے ہیں - ان کے خلاف گورنمنٹ کے پاس آریہ سماجوں کے پروٹسٹ پہنچے ہیں؟ اگر پہنچے ہیں تو گورنمنٹ اس معاملہ میں کیا کارروائی کرنا چاہتی ہے - کیا گورنمنٹ براہ مہربانی ان ریمارکس کے رپورٹ ہذا سے خارج کرنے کا حکم دیگی؟"

آنریبل مسٹر برن چیف سیکرٹری گورنمنٹ صوبجات متحدہ نے اس کا بہت ہی معقول دیا کہ

"گورنمنٹ کو اس معاملہ میں متعدد پروٹسٹ وصول ہوئے ہیں - لیکن وہ اس معاملہ میں کچھ کرنا نہیں چاہتی پروٹسٹ کرنے والوں کی طرح آنریبل ممبر نے بھی اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے - کہ ریمارکس آریہ سماج کے تمام لٹریچر کے متعلق نہیں - بلکہ سماج کے بحث مباحثہ کے لٹریچر کے متعلق ہیں - اور دیگر کتب میں اصلاح کی حقیقی کوشش کے لئے مناسب کریڈٹ بھی دیا گیا ہے"

فی الحقیقت گورنمنٹ کا یہ جواب مندرجہ بالا ریمارک کے الفاظ کے مطابق ہے - اور مسافر کی اسپریچ دیکھا کہ اس میں

"بحیثیت مجموعی کل آریہ سماج کو مورد الزام گردانا گیا ہے ... نہیں چاہئے تھا -"

اس وقت تک جایز نہیں ہو سکتی - جب تک کہ واقعات سے اس الزام کو غلط ثابت نہ کیا جائے - دوسرے مذاہب کو بھی اس بارہ میں حسب منشائے مسافر ملزم گردان لیا جائے تو اس سے ہم نہیں سمجھتے - کہ آریہ سماج کے سر پر سے الزام کیسے دور ہو سکتا ہے - وہ تو بہرحال قائم رہیگا ہی - اس لئے مسافر کا اپنی بریت کے لئے دوسروں کے اوپر الزام دینا کیونکر جایز ہو سکتا ہے - جبتک پہلے اپنے اوپر سے وہ اس الزام کو از روئے واقعات غلط ثابت نہ کرے - پہلے اپنی خیر مناؤ پھر دوسروں کو بھی دیکھا جائیگا - ع

تجھے پرائی کیا پڑی ہے اپنی نبیڑ تو

بارہ مسلمان آریہ ہو گئے

مسافر آگرہ کی یہ خبر خدا جانے کہاں تک سچ ہے - کہ فرخ آباد میں بارہ نفوس دین فطرت کو چھوڑ کر آریہ مذہب میں جا داخل ہوئے - نہیں معلوم فرخ آباد کی اسلامیہ انجمن کہاں سو رہی ہے - اور کیوں ان باتوں پر جو آئے دن ان علاقہ جات میں واقعہ ہوتی رہتی ہیں - نوٹس نہیں لیتی - کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کی یہ رسوائی اور بے وجہ ذلت انہیں سنتی ہے - اس قدر نفوس کا دین اسلام کے حلقہ اطاعت سے نکل کر کسی دوسرے دین میں چلا جانا ان تماشا دیکھنے والوں کیلئے بھی کیا کچھ موجب گناہ نہیں صرف اپنی اور اپنے دین کی ذلت ہی نہیں بلکہ اپنے بھائی بندوں کو اس طرح سے نار جہنم میں جاتے ہوئے دیکھ ... ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ کرنا تمہاری عاقبت کو کس قدر سنوارنے والا ہے - بہتر ہو سکا اگر خود کچھ کر سکتے - تو ایسے مواقع پر دوسر قابل مسلمانوں سے ہی کوئی مدد لے لیا کرے - لیکن افسوس ہے - کہ پیچھے بھی ایک دفعہ واقع پر باوجود ہمارے پیشتر سے متنبہ کر دینے کے کسی نے کوئی توجہ نہ کی - اور اب بھی امید نہیں - کہ وہاں کے مسلمان کہلانے والوں کے کانوں پر جوں بھی رینگے - اس لئے ضرورت ہے کہ دوسرے اہل دل مسلمان اس طرف متوجہ ہوں - اور اس علاقہ میں غیر مذاہب بالخصوص آریہ سماج کی آئے دن کی کامیاب کوششوں کے مقابلہ میں اسلام کی امداد میں ساعی ہوں - یاایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم مسلمانو! اگر تم دین الٰہی کی امداد کروگے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا - اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دے گا +

نے ایسا فرمایا ہے۔ کہ میں نبیوں کی مہر ہوں۔ اور اس لئے ہوں۔ کہ آئندہ میری مہر سے ہی نبی بنیں گے۔ کیا خدا نے الہام سے حضرت مسیح موعود پر یہ معنے کھولے ہیں یا کیا آپ پر الہاماً خدا نے اس آیت کی یہ تاویل ظاہر فرمائی ہے جو آپ کہتے ہیں کہ

"ہمارے نزدیک اس کی تشریح یہ ہے کہ نبی کریم صلعم کی مہر سے ہی نبی بن سکیں گے۔"

اگر الہاماً یہ معنے نہ مسیح موعود پر کھلے نہ آپ پر تو یہ آپ نے اچھا نہیں کیا کہ خدا پر افترا کیا۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ختم رسول دعوے ہے کہ اب نبی کریم صلعم کی مہر سے نبی بن سکیں گے جس پر ایک بھی صحیح دلیل نہیں مل سکتی کہ کیوں خدا نے خود نبی بنانے کا کام چھوڑ دیا۔ اور اب نبی بنانے کا کام محمد رسول اللہ خاتم النبیین کے سپرد کر دیا اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر چلنے والا آخر جا کر نبی بن جاتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو برس میں ایک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر ایسا چلنے والا پیدا نہ ہوا۔ جو آخر جا کر نبی بن جاتا۔ صرف ایک مسیح موعود ہی محمدی تعلیم پر چلنے والا پیدا ہوا۔ کیا نبی بننے کے لئے محمدی تعلیم پر چلنے کا کوئی الگ طریقہ ہے۔ جو قرآن میں نہیں یا نبی بننے کے طریقہ پر چلنا ایسا ہی دشوار اور مشکل تھا کہ بجز مسیح موعود کے کوئی اور اس پر چل ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر معلوم نہیں حافظ صاحب کا ان معنوں سے کہ آپ کی مہر سے ہی نبی بنیں گے کیا مطلب ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ نبی تو خدا ہی بنائے گا۔ لیکن رسول اللہ صلعم اس کی نبوت پر مہر کریں گے یعنی اس کی تصدیق کریں گے۔ کہ وہ نبی برحق ہے۔ اول تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر نبی کے آنے کے بعد دنیا میں پھر آنا لازم آئیگا۔ کیونکہ تصدیق بغیر شاہد کے کیسے ہو۔ مثلاً اگر مہر کے معنے تصدیق کے ہی صحیح ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ مسیح موعود جب آویں۔ تو پھر ان کے بعد ان کی تصدیق کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاویں کیونکہ بغیر آپ کے آکر تصدیق کرنے کے کیا معلوم ہے کہ مدعی مسیحیت موعود وہ درحقیقت عیسیٰ موعود ہے یا نہیں۔ بالخصوص جبکہ یہ بھی آثار میں آچکا ہے۔ کہ مہدی مسعود اور اس کی تمام جماعت مسیح موعود وغیرہ کو کافر ٹھیرایا جائیگا۔ تو اس حالت میں حسب اقرار ان معنوں کے کہ مہر بمعنے تصدیق ہے۔ حضرت نبی کریم کے آنے کی نہایت ضرورت ہے۔ تا آکر علمائے مکفرین کو کافر اور کاذب ٹھیرا دیں۔ اور عیسیٰ موعود کو سچا نبی قرار دیں۔ اور چونکہ یہ ممکن نہیں اس لئے یہ معنی بھی اس کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تصدیق ہمیشہ شاہد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور شاہد پیچھے ہوتا ہے نہ پہلے۔ اگر تصدیق کے یہ معنے کہو۔ کہ جبکہ اس سچے موعود کی تمام علامتیں جو پیش از وقت بیان ہوئی ہیں مع اس کے دعوے کے ظاہر ہو جائیں تو یہی اس کی تصدیق ہے۔ تو اس طرح تو کل نبی خاتم النبیین ٹھیریں گے۔ اگر کہو کہ حضرت نبی کریم صلعم اس شان اور اس درجہ کے نبی ہیں کہ ان کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے تو یہ بھی صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ جو خود دلیل کا محتاج ہے کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ جب اس ایک فرد امتی کو نبوت ملجائے اور وہ نبی بن جائے تو اس کے نبی ہو جانے کے بعد امتی ہونے کی حقیقت اس کے نفس سے مفقود ہو جائے کیونکہ نبی ہو کر پھر کوئی امتی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں۔ نبی ہونے کے بعد بھی اگر وہ امتی ہی رہے۔ تو اس کا نبی ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے والے کو کامل نبی ماننا یہی اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے۔ پس دیکھو حافظ صاحب کہ قرآنی اصولوں کو چھوڑ کر اور فرقانی وصایا کو ترک کر کے کیا کچھ بلائیں ان خیالی معنوں پر وارد ہوتی ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کے قدیم قانون کو جو تمام نبیوں کے نبی بنانے پر ظاہر ہوتا آیا ہے۔ ترک کر کے اور صرف آپ کے خود تراشیدہ خیال پر بھروسہ کر کے خلاف تعلیم اسلام ایک امتی کو کامل نبی مان لیں۔

اگر ہمارا یہی کمزور اور ضعیف اور عاجز نبی ہے۔ جس پر ساری عمر بھی نبی کی صحیح تعریف بذریعہ وحی نہیں کھولی گئی اور یہی وجہ تھی۔ کہ وہ ہمیشہ اپنے متعلق نبی کے لفظ کی ہمیشہ تاویل کیا کرتا تھا۔ خلاف سنت انبیاء وہ اپنے نبی کی اتباع کا اخیر عمر تک ایسا ہی محتاج رہا۔ جیسے کہ ہم سب امتی۔ تو ہم کیونکر مان لیں کہ نبوت امتی ایک چیز کا نام ہے۔ کہ صرف خدا سے خبریں پاکر پیشگوئیاں کرتا۔

اگر خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کہ نبیوں کو ختم کرنیوالا۔ تو یہ کیسی نامعقول بات ہے۔ کہ خدا اب اپنی پہلی سنت کے مطابق نبی بنا ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ اس میں کامل طور پر حقیقت امتیت کی پائی نہ جائے۔ اگر اس کی سنت قدیم سے یہی ہے تو کہ اس نے اپنی سنت قرآن میں نبی بنانے کی یہی بیان کی ہے۔ اگر یہی بیان کی ہے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خاتم النبیین کے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر پہلے یہ سنت اس کی نبی بنانے کی نہ تھی۔ تو کیا اس نے اپنی سنت قدیمہ کے خلاف یہ سنت قائم کی ہے؟ حالانکہ وہ قرآن کریم میں فرما چکا ہے

لا تجد لسنتنا تحویلاً۔ پھر معلوم نہیں کہ کیوں ناحق بے وجہ خلاف قرآن کریم خلاف عقل و نقل آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ

"وہ صرف رسول اللہ ہی نہیں۔ کہ اس کی اولاد عام مومنین ہوں۔ بلکہ وہ ایسا ہے۔ جس کی مہر سے نبی بنیں گے۔ وہ نبیوں کا باپ ہے"

گو حافظ صاحب نے بزعم خود ان معنوں سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر میں ہونے والے نبی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے بعد بھی اور نبی ہیں۔ مگر یہ سب جھوٹی تاویلیں ہی تاویلیں ہیں۔ اس آیت کے ہرگز یہ معنے نکل نہیں سکتے۔ جو حافظ صاحب نے نکالے ہیں۔ اول تو حافظ صاحب نے خواہ مخواہ دیدہ و دانستہ خلق خدا کو چاہ ضلالت میں ڈالنے کے لئے خاتم النبیین کے معنے ابوالانبیاء کر کے صریح مغالطہ دیا ہے۔ پھر ساتھ ہی اس کے وکان اللہ بکل شیئ علیما کے ترجمہ میں ایسا ہیر پھیر کیا ہے۔ کہ جس سے انکی اس درجہ کی تحریف معنوی قرآن کریم کی اس آیت کی ثابت ہوتی ہے۔ ان ہر دو کلمات بینات کا صحیح صحیح ترجمہ اور صاف معنے اور مطلب تو انشاء اللہ العزیز میں ابھی آگے چل کر تحریر کرونگا لیکن اس جگہ سب سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حافظ صاحب نے جو اس آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے خود من گھڑت معنی کر کے طریق استدلال و طرز اثبات قائم کیا ہے۔ وہ ایسا باطل اور خلاف قرآن ہے کہ اس کے باطل اور فاسد ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اول جو معنے خاتم النبیین کے کلمہ کے انہوں نے کئے ہیں۔ کہ آپ کی مہر سے نبی بنیں گے۔ ان کا باطل ہونا تو اوپر ثابت کیا گیا ہے دوسرے معنی جو انہوں نے پیش کئے ہیں کہ "وہ نبیوں کا باپ ہے"۔ اگر حافظ صاحب ذرا خود بھی غور کریں۔ کہ اگر بقول ان کے خاتم النبیین کے معنے "آپ کی مہر سے نبی بنیں گے" کے بالفرض معنے "آپ نبیوں کے باپ ہیں" ہی لئے جاویں۔ تب بھی یہ معنے کسی طرح اور کسی صورت میں بھی صحیح اور واقعہ کے مطابق ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مومنین کے روحانی باپ ہونے کی طرح نبیوں کے بھی روحانی باپ تب آنحضرت صلعم ثابت ہوتے جب نبی بھی آپ کی روحانی اولاد میں سے پیدا ہوتے رہتے یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ رسول اللہ ہونے کی وجہ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے باپ نزول آیت سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ اور ہر وقت میں ثابت ہوں۔ مگر نبیوں کے باپ اتنے لمبے عرصہ تیرہ سو برس میں بھی آکر ثابت نہ ہوں۔ جبکہ نبی بننے کا آنحضرت صلعم کے بعد یہ قاعدہ مقرر ہوا۔ کہ جو کوئی انہیں مومنین میں سے جنکے آپ روحانی باپ ہیں کامل اتباع کرے اور نبی بن جائے۔ تو عقل تجویز کرتی ہے۔ کہ جس طرح حضرت مسیح موعود نے ایسی کامل اتباع آنحضرت صلعم کی کی کہ ایک بال برابر بھی قدم اپنا آپ کی اطاعت سے باہر نہ کر سکے تو یہ اتفاق پہلوں کے لئے بھی ممکن تھا اور اگر ممکن نہیں تھا تو پھر کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں ہو سکتی کہ مسیح موعود کے لئے ایسی اتباع کیوں ممکن ہو گئی اور پہلوں کے لئے کیوں غیر ممکن تھی۔ اور آئندہ کے لئے کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ پس تو ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی امتیت کو من حیث الامتیت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ تعلق نہ تھا۔ صرف اس اتفاق کے پیش آجانے سے کہ بقول محمودیاں مسیح موعود ہی ایسی کامل اتباع آنحضرت صلعم کی کر سکا۔ کہ آنحضرت صلعم کی نبوت نے اس سے اتحاد کر لیا۔ اور وہ نبی بن گیا۔ تو اس اتحاد کو بنا ایک کسبی امر ہوا جس میں ہر ایک کسب کنندہ کا اشتراک ہے پھر پہلوں میں ایسا کیوں نہیں ہوا۔ اور پچھلوں میں ایسا کیوں ہو سکتا ہے؟

اب میں اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ اگر بالفرض وہی غلط معنے بھی لئے جاویں۔ تب بھی اس صورت میں کوئی ثبوت آیت ہذا سے اس امر کا وہم و خیال تک میں نہیں آ سکتا کہ آنحضرت صلعم "نبیوں کے باپ ہیں" کیونکہ جن معنوں میں حضرت مرزا صاحب نبی بنتے ہیں۔ ان معنوں میں اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالانبیاء کہا جاوے تو آنحضرت صلعم کی اس سے سخت کسر شان اور مذمت متصور ہوتی ہے نہ مدح اور ساتھ ہی خاتم النبیین کی آیت کی بھی ترمیم کرنی پڑتی ہے کیونکہ جبکہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی بیان کر کے نبی بنایا جاتا ہے۔ جس کی یہ تشریح ہے کہ

"اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں...... اور اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں...... تا جیسا کہ احادیث ــــ میں آیا ہے۔ کہ ایسا شخص (یعنی امتی نبی۔ ناقل) ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

اس عبارت کی رو سے اب چاہئے کہ حافظ صاحب بجائے اس کے کہ خاتم النبیین کے معنے ابوالانبیاء کیا کریں ابوالنبی کیا کریں۔ اور بشری نیکی کریں۔ اگر پہلے اس آیت کی اس طرح پر ترمیم کر لیں کہ بجائے خاتم النبیین کے خاتم النبی اس کی دوسری قرأت آپ بنا لیں کیا حافظ صاحب مسیح موعود کے اس بیان پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور ایمان رکھتے ہیں۔ تو پہلے اس حوالہ اور آیت خاتم النبیین کے ان معنوں کی کہ "آپ نبیوں کے باپ ہیں" ان معنوں کے کہ آپ کی مہر اپنے کسی کامل متبع امتی پر نقش نبوت لگا کر نبی بنایا کریگی، تطبیق کر کے دکھا دیں اگر ایمان نہیں رکھتے تو کیا اس عبارت کو اپنے پیر میاں محمود احمد صاحب کے کہنے کے مطابق منسوخ سمجھتے ہیں۔ آج پیر اسحٰق صاحب کہاں گئے جو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس حوالہ کا کوئی جواب پیغام صلح والوں کے پاس نہیں ہے۔ کیا وہ از راہ مہربانی فرما سکتے ہیں کہ انوار خلافت میں جناب میاں صاحب کے یہ لکھدینے سے کہ ہزاروں نبی آئیں گے۔ آج آنکو اس حوالہ کا جواب آگیا ہے۔ یا حافظ روشن علی صاحب کے ان معنوں سے جو انہوں نے آیت خاتم النبیین کے کئے ہیں۔ اس حوالہ کا جواب انکے پاس بن گیا ہے۔ اور وہ کیا ہے۔ ایسا ہی حافظ صاحب نے جو اپنے مضمون میں وکان اللہ بکل شیئ علیما کے معنے کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے:

"قرون سابقہ میں اس کی کوئی نظیر نہ تھی کہ کوئی نبی بھی ایسا ہوا کہ جس کی مہر سے اور اتباع سے کوئی نبی بن سکتا ہو۔ اور ایسے انسان کا وجود جو کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہو۔ آنحضرت تک کوئی اس کا مثیل اور شبیہ نہیں پایا گیا۔...... اس واسطے امتی نبی کا ادراک کرنا بہت مشکل تھا۔ نبی نے تو تیرہ سو برس بعد آنا تھا۔ اور اسی کے وجود سے اس علم غیب کا مشہود ہونا تھا۔ یہ راز سربمہر پڑا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہوا۔ جس کا انتظار یہ آیت مدتوں کر رہی تھی اور جس کی طلب میں دونوں ہاتھ پھیلا رہی تھی وہ خدا کا مسیح موعود ہے۔ جس کے ظہور نے ثابت کر دیا کہ آنحضرت نبیوں کے باپ ہیں"

اگر اسکو بھی مان لیا جائے۔ کہ یہ عقدہ اس وقت آکر حل ہونا تھا۔ جب مسیح موعود نے نبی بننا تھا۔ کہ آنحضرت صلعم ہی ایک ایسے نبی ہیں۔ جن کی مہر اور اتباع سے نبی بنا کریں گے۔ ان معنوں کر کے آپ نبیوں کے باپ ہیں جبکہ دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہوئے۔ کہ آیت تو تیرہ سو برس تک بے معنی ہی پڑی رہی۔ اور خود رسول اللہ صلعم پر بھی یہ انکشاف نہ ہوا۔ اور نعوذ باللہ من ذالک یونہی رجماً بالغیب کے طور رسول اللہ صلعم نے فرما دیا ہوتا۔ کہ لا نبی بعدی تب بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے۔ کہ مسیح موعود کے ظہور نے کس طرح ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم ان معنوں کر کے نبیوں کے باپ ہیں۔ نبیوں کا لفظ تو جمع پڑا ہوا اور بہت سے نبیوں کو چاہتا ہے نہ کہ صرف ایک امتی نبی کو یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہونا تو ساری امت میں سے۔ صرف ایک نے نبی اور وہ ہو گیا۔ تو اس ایک کا ظہور آنحضرت صلعم کا نبیوں کا باپ ہونا ثابت کیونکر کر گیا۔ جبکہ پیشگوئی بھی صرف ایک ہی روحانی بیٹے کے نبی ہونے کی بتاتی تو آنحضرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

"خاتم النبیین کے عجیب معنی"

از تشحیذ فروری ۱۹۱۷ء

از رشحات قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ

ہمیں کچھ ضرورت نہ تھا کہ حضرات محمودی مولوی صاحبوں کے عقاید کی نسبت کچھ لکھتے اور بتلاتے کہ محمودی مذہب کیا چیز ہے اور اس کی اصلیت کیا ہے۔ یہ بابی مذہب اور تثلیثی عقاید کا ایک مجموعہ ہے یا کیا ہے مگر ان دنوں میں ایک تازہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ فروری ۱۷ء جہلم میں بیٹھے جناب میاں صاحب کے ایک مرید سے مانگ کر دیکھا اور پڑھا چونکہ سفر میں بیٹھے یہ مضمون لکھا ہے اس لئے اس کی کوئی ترتیب نہیں رکھی گئی جو کچھ یاد آیا قلم اٹھا کر لکھ دیا۔ اس رسالہ تشحیذ میں ایک خوفناک افترا کیا گیا ہے یعنے جو مضمون حضرت مرزا صاحب کی قلم سے نہیں نکلا اس کو غیر مبایعین کے لئے موجودہ نزاع میں فیصلہ کن اتبلایا گیا ہے۔ اور غیر مبایعین سے خطاب کے عنوان سے جو مضمون اکمل صاحب نے لکھا ہے اور اس میں اس نے تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۴ کا حاشیہ نقل کیا ہے۔ اس میں تو اس نے کمال ہی کیا ہے کہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ گویا حضرت اقدس کی قلم سے ہی نکلا ہوا یہ حاشیہ ہے۔ پھر یہاں تک بے ایمانی کی ہے کہ مولوی عبید اللہ صاحب بسمل کے اپنی طرف سے چڑھائے ہوئے اس تمام حاشیہ کو اور اس کے ان الفاظ کو کہ "عقیدہ ما اینست کہ سلسلہ نبوت ختم نشدہ است" حضرت اقدس کا عقیدہ تبلایا ہے حالانکہ یہ حضرت اقدس کے الفاظ نہیں۔ افسوس کہ مدت سے محمودی خود حضرت صاحب کی کتابوں کو نہیں پڑھتے۔ اور وہ باتیں جو یہ فرقہ اپنے عقاید باطلہ کی وجہ سے اور بہانہ بازی سے حضرت اقدس کی طرف منسوب کرتا ہے ان سے یہ لوگ بالکل بے خبر ہیں۔ اور نادان محمودی مولویوں نے جو دشمن اہلبیت مسیح موعود کہنا تم میں اور ان لوگوں میں ایک دیوار کھینچ دی ہے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ زمانہ جاتا رہا جس میں ان کے مکر و فریب کچھ کام کرتے تھے اب سب یہ محمودی ہوں یا غیر محمودی اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور جو تہمت ان عقاید باطلہ کی لگائی جاتی ہے۔

یاد رہے کہ ہم مسیح موعود کی کلام کی ہر طرح عزت کرتے ہیں اور ان کو خدا کا ایک برگزیدہ اور مقدس انسان سمجھتے ہیں اور اپنا امام مقتدا اور مرشد جانتے ہیں۔ ہاں چونکہ ہم ان کو خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبر اور نبی نہیں مان سکتے۔ اس لئے ان کے ہر قول کو قرآن اور حدیث کے ماتحت ہی مانتے ہیں اور ہم ایسے عقاید کے سخت مخالف ہیں جو آج کل قادیان سے شایع ہو رہے ہیں کہ ۸۹ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک باوجود ملہم عامل ہونے کے حضرت اقدس نبوت مسیح موعود کے متعلق غلط ہی فیصلے دیتے رہے اور غلط ہی استدلال قرآن اور حدیث سے کرتے رہے کہ مسیح موعود کیسے نبی ہو سکتا ہے جبکہ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور کہ ہمارے سید و مولےٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے والے مسیح کے لئے نبوت شرط نہیں ٹھیرائی۔ مگر ہمیں اس جگہ یہ دکھلانا منظور ہے کہ آج تشحیذ فروری ۱۹۱۷ء میں کس طرح ایک باطل اور غلط عقیدہ کو (کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا) منوانے کے لئے قرآن کریم کی محکم آیات کی توڑ مروڑ کر نہایت غلط اور بہت ہی باطل تاویل کی جاتی ہے یہ محمودی لوگ جنہوں نے اپنا ایک نیا نبی اپنے ہی توہمات سے آپ ہی تراش لیا ہے۔ یہاں ہیں دروغ اور بہ افترا باتوں سے ختم نبوت جیسے عقیدہ متفق علیہا اسلام کی جو مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ ہے بیخکنی کے لئے درپے ہو گئے ہیں کہ قرآن کریم سے خاتم النبیین کے لفظ کو اپنی تحریف معنوی سے اڑانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ لاکھ جتن کریں۔ لاکھ اس آیت کے توڑ مروڑ کرتے کریں سوان کا فرضی نبی حقیقی نبی نہیں بنیگا۔ پر نہیں بنیگا +

کوئی مسلمان خاتم النبیین کے بعد کسی کے تحقیقی صادق ہونیکا قایل نہیں

جب سے دنیا میں اسلام کا ظہور ہوا تب سے لیکر اسوقت تک کوئی بھی مسلمان اس بات کا قائل نہیں ہوا جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صادق پیدا ہو گا۔ مسلمان ہو کر یہ ماننا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہوا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر اور بالغ ہو کر پھر چاہے کہ ماں کے پیٹ میں داخل ہو جائے اور وہی نطفہ پھر بن جائے جو پہلے تھا۔

جب خدائے قادر فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین تو یہ ہو نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبی ہو کر آئے۔ یہ آنحضرت صلعم پر ایک افترا اور بہتان ہے کہ آپ نے آنے والے مسیح موعود کو نبی اللہ کہا۔ کوئی اس کا غلام اور امتی خواہ وہ کتنا ہی بڑا مسیح یا مہدی ہو کر کیوں نہ آئے آنحضرت صلعم کے تخت رسالت و نبوت پر قیامت تک قدم نہیں رکھ سکتا۔ اندھا ہے وہ جو اس آفتاب حقیقی کے ہوتے کسی دوسرے آفتاب کا محتاج ہے یہی وہ آخری نبی ہے جس کے بعد کوئی اور نبی صادق نہیں۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نہیں یہی وہ شریعت ہے جس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں یہی وہ دین ہے جس کے بعد کوئی اور دین نہیں۔ یہی وہ وحی نبوت و رسالت ہے جس کے بعد کوئی اور وحی نبوت اور رسالت نہیں۔ سب ملتیں جو بعد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نبی مانتی ہیں ہلاک ہونگی۔ مگر وہ ملت جو حقیقی معنوں میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتی اور حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند یقین کرتی ہے وہ ہلاک نہ ہوگی۔ مسیح موعود صرف اس کے در کا ایک چاکر اس کا ایک غلام ہے اور اس کی شریعت کے ہزارہا خادموں میں سے ایک خادم وہ بھی ہے ہم اس کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی ہے یا حضرت عیسےٰ پر کل فضیلت رکھتا ہے۔ وہ صرف ایک ملہم من اللہ ہے ایک امام ہے ایک مجدد ہے ایک مصلح ہے ایک خلیفہ من خلفاء محمد صلعم اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کے بعد درحقیقت کسی نبی نے آنا تھا تو اس عربی رسول کے خاتم النبیین قرار دینے کی خدا کو کچھ ضرورت نہ تھی۔ اندھا دشمن یونہی بکواس کرتا ہے کہ خاتم النبیین پر سلسلہ انبیاء کا ختم نہیں ہوا اس کا دل مجذوم ہے آنکھیں بینائی سے محروم۔ اس کا علم صرف اس حد تک ہے کہ ظنیات کا ایک پوچ رہا ہے اس سے آگے اس کی قسمت میں کچھ نہیں وہ

یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا کا کچھ خوف نہیں اور جن کے منصوبے رات دن اسی کوشش میں ہیں کہ کسی طرح لوگ تاریکی سے پیار کریں اور روشنی کو چھوڑ دیں یہ ان ساحروں سے بڑھ کر نہیں جنہوں نے موسے نبی کے سامنے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھا دیئے تھے۔ اور جو موسیٰ نبی کا عصا ان سب کو نگل گیا تھا۔ اسی طرح قرآن شریف خدا تعالےٰ کا عصا ہے وہ دن بدن ان رسیوں کے سانپوں کو نگلتا جاتا ہے۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ بہت نزدیک ہیں کہ سحر سے بنے ہوئے رسیوں کے سانپوں کا نام و نشان نہ رہیگا صرف قرآن رہ جائیگا اور دنیا لاچار ہو کر قرآن مجید کے قدموں پر سر رکھیگی اور کسی باطل فرقہ اور باطل پیشوا کی پیروی نہ کرے گی۔ یہ لوگ اپنے رسالوں اور اخباروں کے ذریعے ان باتوں کے لئے مجبور ہوئے کہ طرح طرح کے افتراؤں اور مکروں اور فریبوں اور دھوکہ دہی اور محض جعل اور بناوٹی باتوں سے کام لیا جائے۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے لکھنا چاہتے ہیں کہ تشحیذ فروری ۱۷ء میں نہایت ہی برخلاف علم و تشریح و تفسیر حضرت اقدس کے آیت خاتم النبیین کے معنے بتلائے گئے ہیں۔ ایک مولوی حافظ روشن علی کی ہی اس تفسیر و تشریح کو دیکھو کہ اس میں اپنے باطل عقیدہ کو نبا ہنے کے لئے کتنا اس نے جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اور خاتم النبیین کی آیت کی طرف جو کچھ معنی منسوب کئے ہیں وہ کیسے خلاف عقل و علم و سنت الہیہ ثابت کئے ہیں۔ خصوصًا اس آیت کے تیسرے اور چوتھے حصہ یعنے خاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئًا علیما کے جو معنے اور تشریح حافظ صاحب نے کی ہے وہ ایسی رکیک اور فضول ہے کہ وہ ہر طرح سے رد کرنے کے لایق ہے مثلاً حافظ صاحب کہتے ہیں:۔

"سو واضح ہو کہ لفظی معنی میں تو کچھ اختلاف نہیں
کیونکہ خاتم کے معنے مہر اور النبیین سے مراد نبی اور پیغمبر
جن کا مرکب یہ ہوا کہ آپ یعنے آنحضرت نبیوں کی مہر ہیں"

پھر کہتے ہیں۔

"کہ ہمارے نزدیک اس کی تشریح یہ ہے کہ نبی کریم
صلعم کی مہر سے ہی نبی بن سکیں گے"

اور آگے ہر ایک آدمی سے اپیل کرتے ہیں کہ

"دوسر قسم کے بیرونی اثرات سے خالی الذہن ہو کر محض
خدا کے لئے اس میں غور کریں کیونکہ اس آیت پر ایک
ایسے مسئلہ کا دارومدار ہے جن پر اس زمانہ میں کہ
ایک مدعی نبوت و رسالت ظاہر ہو چکا ہے کفر
و ایمان کا دارومدار ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔
ناقل ہٰذا"

لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ "لفظی معنی میں تو کچھ اختلاف نہیں" یہ بھی غلط ہے یہ معنی کسی نے آج تک سوائے حافظ صاحب کے نہیں کئے کہ آنحضرت نبیوں کی مہر ہیں "اگر تم قرآن مجید کے ترجموں کو دیکھیں تو ان میں بھی کسی نے یہ معنی نہیں کئے کہ آنحضرت نبیوں کی مہر ہیں" بلکہ معنے یہ کئے ہیں کہ

"محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں لیکن
رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر
اور ہے اللہ سب چیز جانتا"

یہ ترجمہ تو حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ دوسرا ترجمہ تحت اللفظ شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے۔

"نہیں ہے محمد باپ کسی کا مردوں تمہارے میں
سے ولیکن پیغمبر خدا کا ہے اور ختم کرنے والا تمام نبیوں
کا۔ اور ہے اللہ ہر چیز کو جاننے والا۔"

اور اس کے حاشیہ پر شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "کسی کو اس کا بیٹا نہ جانو۔ مگر رسول اللہ کا ہے۔ اس حساب سے سب اس کے بیٹے ہیں۔ اور پیغمبروں پر مہر ہے اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں یہ بڑائی ہے اس کو سب پر ہے"

تیسرا ترجمہ اس آیت کا یہ ہے۔

"لوگو محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ
نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے
رسول ہیں اور (خطوں کی مہر کی طرح) سب پیغمبروں
کے آخر میں ہیں۔ اور اللہ تمام چیزوں کے حال سے
واقف ہے"

یہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ ہے۔

اور چوتھا ترجمہ یہ ہے۔

"اے تمام لوگو ہرگز نہیں ہے محمد جسمانی باپ
تمہارے مردوں میں سے کسی ایک شخص کا بھی (پھر
یہ بھی زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے میں کیوں
حرج سمجھے) لیکن ہاں ایمانی باپ تو تمہارا بلاریب
ہے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کا رسول جو ہوا خصوصًا
وہ جب تمام رسولوں کے پیچھے ہونیوالا ہے تو اس کا
مرد بیٹا کس طرح ہو جو مظنہ نبوت ہو سکتا"

یہ چار ترجمے اس بات کے گواہ ہیں کہ حافظ صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں اور ان میں بہت فرق ہے پھر معلوم نہیں حافظ صاحب کیسے فرماتے ہیں کہ لفظی معنوں میں تو کچھ اختلاف نہیں۔

اب ہم حافظ صاحب کے ان معنی پر غور کرتے ہیں کہ ان کے معنوں سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا بنتے ہیں۔ جو معنے حافظ صاحب نے کئے ہیں وہ ہیں "آنحضرت نبیوں کی مہر ہیں۔ انگشتری ہیں" ان معنوں سے محمد رسول اللہ نبیوں کی انگشتری بنے۔ خاتم یا انگشتری انگلی کے لئے ایک زیور ہے۔ تو نبیوں کی مہر کے ظاہر معنے یہ ہوئے کہ آپ نبیوں کی انگشتری ہیں۔ اور یہ جو حافظ صاحب نے کہا ہے کہ نبیوں کی مہر کی ہمارے نزدیک تشریح یہ ہے کہ نبی کریم صلعم کی مہر سے ہی نبی بن سکیں گے" یہ بھی ایک جھوٹا دعوےٰ ہے کیونکہ حافظ صاحب یہ نہیں بتاتے کہ نبیوں کی مہر نبی کیسے بنا سکتی ہے۔ آیا یہ مہر جس کو نبی بنانا چاہے اس کو نبی بنا سکتی ہے یا اسی کو نبی بناتی ہے اور اسی پر ہی نقش نبوت کرتی ہے جس کی پہلے سے پیشگوئی نبی ہونے کی ہو۔ اگر اسی کو نبی بنا سکتی ہے جس کی نسبت پیشگوئی نبی ہونے کی ہو تو کیا یہ مہر صرف ایک نبی بنانے اور اسپر نقش کرنے کے لئے بنی تھی؟ کیونکہ پیشگوئی صرف ایک ہی کے لئے بتلائی جاتی ہے۔ اگر ایک ہی کے لئے بنی تھی تو اب یہ مہر کس کام کی رہی۔ اس نے تو ایک نبی بنا کر آگے پھر دنیا کو فیض نبوت سے بند کر دیا۔ اگر کہو کہ ہزاروں اس مہر سے نبی بن سکیں گے تو تیرہ سو برس تک یہ مہر کیا ہوئی تھی کیا کہیں کھوئی گئی تھی اور اب دستیاب ہوئی ہے کہ اب اس نے نبی بنانے شروع کر دیئے۔ کیا قرآن کریم تیرہ سو برس تک آسمان پر ہی رہا تھا۔ اور اب زمین پر اترا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ سب کچھ مان بھی لیا جائے کہ تیرہ سو برس تک قرآن آسمان پر ہی رہا اور اب نازل ہوا تو اس بات کا پھر کیا ثبوت ہے کہ یہ مہر حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا بھی گئی یا نہیں جبکہ ان کا نبی ہونا قرآن کریم کے رو سے ثابت نہیں۔

اے حافظ صاحب کیا آپ کا یہی تقوےٰ اور علم ہے کہ آپ رجمًا بالغیب کے طور پر ایک من گھڑت معنی اس آیت کریمہ کے آج بنانے بیٹھے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ صرف آپ کا ہی خیال ہے یا آپ نے کسی حدیث اور کتاب سے اس بات کو اخذ کیا ہے۔ کیا حضرت نبی کریم صلعم

صلعم ابوالانبیاء کیسے بن گئے۔ یا تو رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی میں اور نہیں روحانی بیٹوں کے نبی ہونے کی پیشگوئی دکھاؤ۔ یا ان معنوں کرکے خاتم النبیین کے معنے ابوالانبیاء کرکے خدا پر افترا مت کرو۔ لیکن اگر حافظ صاحب مسیح موعود کے ایک ہی مخصوص امتی نبی ہونے کی خصوصیت کو اڑا کر اور دوسرے امتی نبی ہونے کا بھی انتظار کرتے ہیں تو بھی خاتم النبیین کے وہ معنے جو حافظ صاحب کر رہے ہیں صحیح نہیں بیٹھتے۔ کیونکہ حافظ صاحب تو اب اس ایمان پر ہیں۔ کہ مومن صرف وہی ہیں جو مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ تو اب وہ سلسلہ تو منقطع ہوگیا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا تھا۔ کیونکہ بقول اُن کے اب محمد رسول اللہ صلعم کو رسول اللہ ماننے کوئی مومن مسلمان ہو نہیں سکتا۔ جب تک مرزا صاحب کو نبی نہ مانے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ سلسلہ ہی ختم ہوگیا۔ اور اب نبی اور رسول ہونے کی وجہ سے سلسلہ مرزا صاحب کا چلا تو اب نبی مرزا صاحب کی اتباع اور مہر سے بنا کریں گے۔ نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع سے۔ اب حافظ صاحب فرمائیں کہ خاتم النبیین کے معنے ابوالانبیاء کس طرح درست ہونگے اگر ہو کہ اس نبی بیٹے کے آگے بیٹوں سے نبی ہونگے۔ تو اول تو حضرت مرزا صاحب نے اپنے کسی بیٹے کے نبی ہونے کی خدا سے خبر نہیں دی۔ اور نہ کسی اور کے نبی ہونے کی پیشگوئی کی۔ بلکہ اس وہم کو دور کرنے کے لئے صاف فرما دیا۔ کہ

”وانی علیٰ مقام الختم من الولایۃ۔ کما کان سیدی المصطفیٰ علیٰ مقام الختم من النبوۃ وانہٗ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء لاولی بعدی الا الذی ھو منی وعلیٰ عہدی“

اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیسا کہ ہمارے سید و مولےٰ آنحضرت صلعم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے۔ (مگر ظلم یہ ہے کہ آج یہ سب غلط ہوگئے۔ ناقل) اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا خطبہ الہامیہ ص۳۵

اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ سے یعنی مسیح موعود سے ولیوں کا سلسلہ چلا نہ نبیوں کا۔ اب حافظ صاحب کے وہ معنے کہاں گئے۔ لیعنی یہ کہ ”پہلے عام مومنین کا باپ ہونیکا اثبات نبی کریم صلعم کے لئے کیا ہے۔ اس کے بعد خاص بندوں نبیوں کی ابوت کا اثبات آپ کے لئے کیا گیا ہے“

اب آؤ یہ فرض کرکے کہ چلو ایک نبی تو آہی گیا۔ (گو اس زمانہ میں آکر واحد کے صیغے جمع اور جمع کے صیغے واحد کی صورت اختیار کر گئے ہیں) دیکھیں کہ وہ جن معنوں میں اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ اُن معنوں کے رُو سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوالانبیاء یا ابوالنبی کہنا روا ہے۔ یا نہیں۔

اول تو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں یہ شکل آپڑی ہے۔ کہ حافظ صاحب کے پیر و مرشد میاں محمود احمد صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ اُن کے نزدیک مسیح موعود کی سنہ ۱۹۰۱ء تک کی تحریریں متعلق مسئلہ نبوت مسیح موعود منسوخ ہیں کیونکہ اُس وقت تک مسیح موعود کو سمجھ ہی نہیں آئی تھی کہ نبی کسے کہتے ہیں۔ وہ عام طور پر جو معنے نبی کے مسلمان مولوی کرتے تھے۔ انہی معنوں کو راست سمجھکر اپنے آپ کو غیر نبی سمجھ لیتے تھے۔ گو بار بار خدا الہام میں بھی آپ کو نبی کہتا تھا۔ مگر وہ اُس لفظ نبی کی بھی ایسی تاویل کر لیتے تھے۔ جس سے آپ کا غیر نبی ہونا ثابت ہو۔ چونکہ میاں صاحب اور اُن کے مریدین حضرت مرزا صاحب کی پہلی اور پچھلی تحریرات میں بہت ہی تناقض بتلاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے گھر میں ہی فیصلہ کر دیا۔ کہ پچھلی تحریریں الہام الٰہی کے ماتحت لکھی گئی ہیں اور پہلی اجتہاد کے ماتحت۔ مگر یہ بات بالکل بے ثبوت اور محض من گھڑت ہے۔ نہ تو حضرت صاحب کی عبارت میں کوئی ایسا امتیاز پایا جاتا ہے۔ اور نہ حضرت صاحب نے کبھی جزوی نبوت سے بڑھ کر نبی ہونے کا دعوےٰ کیا اور نہ الہام کے ذریعہ انہوں نے بتلایا کہ مجھے خدا نے نبی کی یہ تعریف بتائی ہے۔ اس لئے میں نبی ہوں۔ آپ کا دعویٰ صرف مسیح موعود۔ امام مہدی آخر الزمان اور مجدد ہونیکا تھا۔ نہ کچھ اور۔

پس غور کا مقام ہے۔ کہ اگر درحقیقت وہ تحریریں مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ منسوخ ہوتیں تو پھر مسیح موعود کا خود اُن کو منسوخ نہ بتلانا کسقدر گناہ کی بات تھی۔ اُنکو تو کھول کھول کر بتلانا چاہئے تھا۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تو میرا دعوےٰ بیشک جزوی نبی ہونے کا تھا۔ پر وہ میری غلطی تھی خدا نے الہاماً مجھ پر ظاہر فرما دیا ہے۔ کہ میں درحقیقت نبی ہوں اور کامل نبی ہوں۔ اور جو معنے شریعت اسلام نبی کے کرتی ہے۔ اُن معنوں کی رو سے نبی ہوں۔ مگر ایسا انہوں نے اپنی تحریر یا تقریر میں کہیں نہیں فرمایا۔ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کے اول سے لیکر آخر تک واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی تحریروں میں تواردِ بہ تواتر ایک ہی مضمون کا اسقدر ہے۔ کہ بار بار ایک ہی بات کو دوہراتے ہیں۔ تاکسی طرح کا ابہام باقی نہ رہ جائے۔ مگر باوجود اس کے اس بات کو کہیں ایک جگہ بھی نہیں لکھتے نہ فرماتے کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک میں اپنے آپکو غیر نبی سمجھتا رہا۔ اب میں اپنے آپکو نبی یقین رکھتا ہوں تم بھی مجھے نبی مانو۔ اور میری نبوت کا اقرار کرو۔ اور اس بات کا اب اعلان کرو۔ کہ میں نبی ہوں۔ پیچھے بھی اپنے جزوی نبی ہونے کے متعلق وہی لکھا جو پہلے لکھتے تھے۔ پیچھے بھی کامل نبی کی از روئے نصوص قرآنیہ وہی تعریف کی جو پہلے کی۔ چنانچہ شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اُن معنوں کی رُو سے جو آپ نے نبی کی تعریف کی اور شرائط اور لوازم اُسکے بتلائے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حسب تصریح قرآن کریم رسول اُسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین بذریعہ جبرائیل حاصل کئے ہوں۔

۲۔ جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رُو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن اللہ

۳۔ رسولوں کی تعلیم اور اعلام کیلئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے کہ بواسطہ جبرئیل کے اور بذریعہ نزول آیات ربانی کے سکھلائے جاتے ہیں اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آ جائینگے ..... تو سنت اللہ کے موافق جبرئیل کی معرفت وحی الٰہی ان پر نازل ہوگی اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے۔ نئے لباس۔ نئے پیرایہ اور نئی زبان میں اُن پر نازل ہو جاوینگے۔ اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی قرآن کریم منسوخ ہو جائیگا۔

۴۔ جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالیگا وہ ببداہت سمجھ لیگا۔ کہ حضرت عیسے کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے ..... گو وہ بلا تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ اُن ہدایتوں کے پیرو تھے۔ جو اُن پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے اُن پر تجلی فرمائی تھی ..... اُن کو خدا نے الگ کتابیں دی تھیں اور اُنکو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں۔ جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔ ضمیمہ براہین پنجم ص۱۹۲۔

۵۔ وحی الٰہی کے دعویٰ کو یہ امر مستلزم ہے کہ وہ وحی اپنی مادری زبان میں ہو۔ نہ عربی میں۔ کیونکہ اپنی مادری زبان اُس شخص کے لئے لازم ہے۔ جو مستقل طور پر دعویٰ نبوت کا کرتا ہو (ریویو مباحثہ چکرالوی و بٹالوی)

۶۔ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کو واحد لاشریک مانو۔ اور ساتھ اسکے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (حقیقۃ الوحی)

..... سو چونکہ یہ باتیں آپ میں نہیں پائی جاتی تھیں اس لئے آپ ہمیشہ فرمایا اور لکھا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میری طرف یہ بات منسوب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ نبی ہے۔ یا اُس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ وہ مجھ پر افترا کرتا ہے اور صاف فرماتے اور بار بار لکھتے تھے۔ کہ شریعت اسلام نبی کے جو معنے کرتی ہے اُن معنوں کی رُو سے میں ہرگز نبی نہیں ہوں۔ جیسا کہ لکھا:-

”یہ الفاظ (نبی اور رسول) بطور استعارہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جسکو خدا بھیجتا ہے وہ اُسی کا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دے اُسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں“ اربعین نمبر۲ حاشیہ ص۱۸

ایسا ہی آپ نے اپنی ہر کتاب میں لکھا۔ کہ نبوت ختم ہوگئی اور جزوی اور مجازی نبوت یعنی ولایت امامت خلافت باقی ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں بھی لکھا ہے:-

”النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی نبوت منقطع ہے ہمارے نبی صلعم کے بعد وما بقی بعدہٗ الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔ یعنی خدا نے میرا نام مجاز کے طور پر نبی رکھا ہے۔ نہ حقیقت کے طور پر“

پھر فرمایا:-

”ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ۔ یعنی شریعت اسلام اور صحفِ انبیاء نبی کے جو معنی کرتے ہیں۔ میں ان معنوں میں نبی نہیں“

بات صاف ہے کہ حضرت اقدس نے اپنے حق میں لفظ نبی کو بدون کسی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ اور مجاز کے کسی جگہ اور کسی نسبت تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ حضرت اقدس کی کتابوں کو دیکھ جاؤ۔ کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہ پاؤ گے۔ کہ میں اصطلاح اسلام میں نبی ہوں۔ یا شریعت اسلام جو نبی کے معنے کرتی ہے۔ اُن معنوں سے میں نبی ہوں یاد رکھو۔ کہ نبی کا لفظ قرآن مجید میں خاص معنوں میں ہی وارد ہوا ہے۔ کیا ہم نبی کے لفظ کو قرآن مجید میں بطور مجاز و استعارہ یا محض لغوی معنی لیتے ہوئے برابر ہو سکتے ہیں۔ اس طرح تو صوم و صلوٰۃ۔ زکوٰۃ و حج کے بھی کچھ اور معنے بن جاویں گے۔ اب سوچو۔ اور سمجھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کن نبیوں کے باپ ہیں۔ حقیقی یا مجازی نبیوں کے کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ جو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوتا ہے۔ وہ مجازی نبی ہوتا ہے نہ حقیقی نبی۔ اور میاں محمود احمد صاحب گدی نشین قادیان کی اصطلاح میں جو مجازی نبی ہوتا ہے۔ وہ نقلی۔ بناوٹی اور جعلی نبی ہوتا ہے تو معاذ اللہ۔ ثم معاذ اللہ۔ آنحضرت صلعم نقلی اور بناوٹی اور جعلی نبیوں کے باپ ہوئے۔ شکر ہے کہ ایسا ہی مجازی نبی ہوا۔ ورنہ معاذ اللہ۔ ثم معاذ اللہ۔ خاتم النبیین کی ہوتی کی وہ تضحیک ہوتی۔ کہ العیاذ۔ الامان۔

میں نے جو لکھا ہے۔ کہ میاں صاحب کی اصطلاح میں مجازی نبی۔ نقلی و بناوٹی اور جعلی نبی ہوتا ہے یہ میں نے اس بنا پر لکھا ہے۔ کہ میاں صاحب کے مریدوں سے جب جب واسطہ پڑا ہے۔ اور بحث اس امر پر ہوئی ہے۔ کہ حضرت صاحب اصلی نبی نہیں۔ ظلی نبی ہیں۔ حقیقی نبی نہیں۔ مجازی نبی ہیں۔ کامل نبی نہیں۔ جزوی نبی ہیں۔ شریعت اسلام نبی کے جو معنے کرتی ہے اُن معنوں سے نبی نہیں۔ لغوی معنوں میں نبی ہیں مستقل نبی نہیں۔ امتی نبی ہیں۔ تو انہوں نے یہی جواب دیا ہے کہ اصلی کے مقابل تو نقلی ہوتا ہے۔ اور حقیقی کے مقابل بناوٹی اور جعلی ہوتا ہے۔ یہ سارے لفظ میاں صاحب کی شاگردی سے اُن کے مریدوں نے سیکھے ہیں۔ نہ جناب میاں صاحب القول الفصل میں نقلی۔ جعلی بناوٹی کے مقابل حقیقی کا استعمال کرتے نہ اُنکے مریدوں کو یہ جرأت ہوتی کہ ظلی مجازی جزوی نبی کو نقلی بناوٹی جعلی نبی کہتے

اصل بات یہ ہے کہ محمودی مولوی صاحبان قرآن شریف پر بہت ہی ناراض ہیں اور ناراض ہونے کی وجہ ہی یہ ہے کہ قرآن شریف نے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا اور اپنے متعلق مکمل الکتب ہونیکا دعوےٰ کرکے آگے اس سے کسی نبی اور کسی کتاب کی حاجت نہیں چھوڑی۔ وہ صرف اسی بات سے کہ قرآن اور حضرت نبی کریم کے بعد کسی نبی اور کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں ناراض ہوں ہوا کریں۔ جو شخص قرآن شریف کو خدا کی کتاب مانتا ہے وہ تو کبھی بھی خاتم النبیین کے بعد کسی کے نبی صادق ہونے کا قائل نہیں ہو سکتا مجھے تعجب ہے کہ محمودی مولویوں کو کس بات پر ناز ہے اگر اُنکا نبی وہ ہے جو خود امتی ہے تو اُس کا نبی ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر اُن کی وہ کتاب ہے۔ جو الہامات کا مجموعہ ہے۔ تو وہ تو نبوت نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کے مقابل کچھ بھی نہیں۔ (باقی آئندہ)

منقولات

اسلام اور احمدیت

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب روز نامہ پنجابی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - آپ کے ۱۷- فروری ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں مفتی محمد صادق صاحب کا ایک مضمون بعنوان بالا شائع ہوا ہے - جس میں مفتی صاحب نے ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی ہے جو ۱۷- فروری ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں اُن پر کئے گئے تھے - مثلاً وہ کہتے ہیں - کہ

" اہل اسلام میں جو اختلافات دینی مسائل میں ہو گئے تھے - اُن کا چودھویں صدی کے مجدد حضرت مسیح موعود نے بلحاظ حکم عدل ہونے کے فیصلہ کیا ہے - اور تمام غلطیوں کو رفع کر کے اصلی اور حقیقی اسلام کو تمام کے سامنے پیش کیا ہے - لیکن افسوس کہ یہ نہیں بتایا - کہ وہ " اصلی اور حقیقی اسلام " آیا وہی ہے - جو خواجہ صاحب پیش کرتے ہیں یا کچھ اور - ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کے ساتھ مفتی صاحب اور ان کے پیر کا صرف اسی قدر اختلاف ہے - کہ وہ وہاں مسیح موعود کو نہیں پیش کرتے - اور اُنہیں نبی اللہ نہیں منواتے - باقی جو کچھ خواجہ صاحب وہاں پیش کرتے ہیں - اُس کے متعلق تو خود مفتی صاحب کے لیکچر سے پہلے چوہدری نصر اللہ خان صاحب پریذیڈنٹ نے اعتراف کیا - کہ بالکل صحیح اور سچ ہے - نقص صرف اتنا ہے - کہ وہ اسے عام مسلمانوں کا مذہب قرار دیتے ہیں نہ کسی خاص فرقے کا - تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ مفتی صاحب کا " حقیقی اور اصلی اسلام " نبوت مرزا صاحب کے سوا اور کچھ نہیں - کیونکہ وہ صرف اتنے سے اختلاف پر خواجہ صاحب کے بنائے ہوئے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے - نہ ان کروڑہا افراد مسلمین کو جنہوں نے مرزا صاحب کو کسی ایک یا دوسری وجہ سے نہیں مانا - مسلمان جانتے ہیں بلکہ ان کے اعتقاد میں وہ سب کے سب باوجود جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے محض مسیح موعود کو نہ ماننے کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ اُن کے نزدیک اصلی اور حقیقی اسلام یہی ہے کہ مرزا صاحب کو نبی اللہ مانا جائے - گویا بالفاظ دیگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اب منسوخ - کیونکہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا نہ پڑھنا اب برابر ہے - اور کوئی شخص آنحضرت صلعم پر ایمان لا کر اب مسلمان نہیں ہو سکتا - جبتک مرزا صاحب کو نبی اللہ نہ مان لے - کیا مفتی صاحب براہ مہربانی اس بات کو صاف کریں گے -

مفتی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ میرا خیال نہ تھا - کہ میرے کام تبلیغ لنڈن میں خواجہ صاحب کے ساتھ مجھے کسی قسم کی بدمزگی پیدا کرنے کی ضرورت ہوگی - مگر افسوس ہے کہ اس کی ابتدا خواجہ صاحب کے نادان دوستوں نے یہاں سے ہی کر دی - یہ سراسر غلط ہے - مفتی صاحب کوئی اول کھلے اس کام کے لئے ولایت نہیں چلے - اس سے پہلے چوہدری فتح محمد اور قاضی عبد اللہ صاحب میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے وہاں اسی کام پر مامور رہے ہیں - پھر جو کچھ وہاں کرتے ہیں - جو کچھ اخبارات میں اُن کی طرف سے شائع ہوتا ہے - کیا اس بدمزگی پیدا کرنے والا نہیں یہ ابتدا کس کی طرف سے ہوئی - کس نے پہلے خواجہ صاحب کے چلتے مشن سے علیحدگی اختیار کر کے اور وہاں مسیح موعود کو بطور نبی پیش کر کے بدمزگی اور نفاق کی صورت پیدا کی اور اسلام کو بدنام کرنا چاہا - اور آئے دن اخبارات میں کون خواجہ صاحب کے بنائے ہوئے مسلمانوں کو کافر ٹھیراتا ہے -

تعجب ہے - کہ ابتدا تو پہلے ان کی طرف سے ہوئی - اور الزام ہم پر دیا جاتا ہے - ہم تو بدمزگی پیدا کرنا نہیں چاہتے - بلکہ یہی کہتے ہیں کہ آؤ ایک ساتھ ہو کر اور مل کر اسلام کی تبلیغ کرو - محمد رسول اللہ صلعم کا کلمہ پڑھواؤ - کوئی نیا دین نہ پیش کرو - والسلام ✤ دوست محمد اڈیٹر پیغام صلح -

اسلامک ریویو بابت مارچ و اپریل ۱۹۱۷ء

وو کنگ سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ کاغذ وغیرہ کی دقتوں کے باعث مارچ ۱۹۱۷ء کا اسلامک ریویو وقت پر شائع نہ ہوگا - اپریل ۱۹۱۷ء کے پرچہ کے ساتھ ہی اسے اکٹھا شائع کر دیا جائیگا - خریداران اسلامک ریویو مطلع رہیں ✤

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(۲) - رسید زر چندہ - ماہ جنوری ۱۹۱۷ء

(معرفت شیخ اللہ دین کمپوزیٹر شملوی)

نمبر	اسمائے چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
۵۶	مسماۃ فضلاں بی بی زوجہ چراغ شاہ ٹھیکیدار نکلسن ڈیرہ مری	۱	۸	۰
۵۷	میاں الٰہی بخش صاحب لوہار - بھاٹی دروازہ لاہور	۰	۴	۰
۵۸	میاں حسین بخش صاحب پولیس گارڈ نمبر ۲ متصل کچہری لاہور	۰	۴	۰
۵۹	حکیم اللہ یار خان صاحب جوگی - واصل باللہ - لاہور	۲	۰	۰
۶۰	مرزا احمد سعید صاحب سٹوڈنٹ میڈیکل کالج لاہور	۰	۲	۰
۶۱	بابو عبد العزیز صاحب کمپوزیٹر پنجاب گورنمنٹ پریس	۰	۸	۰
۶۲	میاں چراغ دین صاحب سوداگر کمرشیل بلڈنگس لاہور	۱	۰	۰
۶۳	بابو فیض احمد صاحب ملازم محکمہ نہر	۱	۰	۰
۶۴	مہر چند اینڈ سنز صاحبان سوداگران چوب موچی دروازہ	۵	۰	۰
۶۵	حضرت امیر قوم جناب مولوی محمد علی صاحب	۱۴	۸	۰
۶۶	اہلیہ صاحبہ بابو منظور الٰہی صاحب - احمدیہ بلڈنگس لاہور	۱۵	۰	۰
۶۷	میاں امام الدین صاحب بسکٹ میکر "	۰	۸	۰
۶۸	مولوی الٰہی بخش صاحب سٹوڈنٹ اسلامیہ کالج "	۱	۰	۰
۶۹	قاضی محمد شفیق صاحب سٹوڈنٹ گورنمنٹ کالج "	۰	۶	۰
۷۰	میاں علی محمد صاحب ملازم حضرت امیر قوم "	۱	۲	۰
۷۱	میاں قادر بخش صاحب ملازم حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب	۱	۸	۰
۷۲	بابو ہدایت اللہ صاحب دفتر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور	۰	۸	۰
۷۳	بابو عبد الصبوح صاحب طالب علم "	۰	۶	۰
۷۴	مولوی مشتاق احمد صاحب "	۰	۶	۰
۷۵	مولوی ولی احمد صاحب "	۰	۶	۰
۷۶	خلیفہ عبد الحکیم صاحب خوشنویس دفتر پیغام صلح	۰	۱۱	۰
۷۷	منشی محمد مسعود عالم صاحب خوشنویس "	۰	۱۵	۰
۷۸	منشی محمد اکبر صاحب خوشنویس اشاعت اسلام	۰	۱	۰
۷۹	مولوی محمد حسن صاحب مدرس اسلامیہ ہائی سکول نمبر ۲ احمدیہ بلڈنگس	۱	۳	۰
۸۰	منشی مولا بخش صاحب بہاولپور	۱۲	۰	۰
۸۱	شیخ ضیاء اللہ صاحب اتالیق چیفس کالج لاہور	۰	۱۰	۰
۸۲	مستری عبد الرحمن صاحب معمار - احمدیہ بلڈنگس لاہور	۱	۰	۰
۸۳	مولوی صدیق حسن صاحب طالب علم "	۰	۷	۶
۸۴	میاں ولی اللہ ولد ماسٹر فقیر اللہ صاحب "	۰	۴	۰
۸۵	میاں نذیر احمد صاحب ملازم شیخ برکت اللہ صاحب	۰	۲	۰
۸۶	خلیفہ تفضل حسین صاحب پرنسپل اسسٹنٹ پوسٹماسٹر جنرل لاہور	۴	۰	۰
۸۷	مولوی محمد مصطفیٰ خان صاحب ایڈیٹر العصر - احمدیہ بلڈنگس	۶	۰	۰
۸۸	راجہ غلام قادر صاحب مینیجر اخبار العصر "	۱	۰	۰
۸۹	بابو محمود خان صاحب دفتر اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا	۰	۸	۰
۹۰	مرزا عبد الغفور صاحب مینیجر اخبار العصر احمدیہ بلڈنگس	۰	۸	۰
۹۱	ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن	۵	۰	۰
۹۲	ڈاکٹر حسن علی صاحب اسسٹنٹ سرجن	۲	۰	۰
۹۳	مرزا احمد سعید صاحب پبلشر پنجاب اخبار - لاہور	۲	۰	۰
۹۴	ملک غلام محمد صاحب ککے زئی	۵	۰	۰
۹۵	محمد عبد اللہ خان صاحب سٹوڈنٹ اسلامیہ کالج "	۱	۰	۰
۹۶	عبد المجید صاحب احمدی "		۰	۰
۹۷	چوہدری عبد القادر صاحب احمدی "	۰	۲	۰
۹۸	بابو عبد الرحمن صاحب سب اوورسیر پی ڈبلیو ڈی احمدیہ بلڈنگس	۳	۰	۰
۹۹	میاں محمد ابراہیم صاحب ملازم حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب	۰	۴	۰
۱۰۰	مولوی ثناء اللہ صاحب مدرس نارمل سکول دہلی بلڈنگس	۰	۴	۰
۱۰۱	صوفی عبد اللہ صاحب - موتی بازار متصل مسجد ----	۰	۸	۰
۱۰۲	رشیدہ بیگم و نذیر بیگم دختران شیخ اسلام الدین - کٹڑہ کلیم شاہ	۰	۲	۰
۱۰۳	میاں تاج الدین صاحب وظیفہ یاب اسسٹنٹ اسلامیہ کالج لاہور	۰	۱	۶
۱۰۴	داروغہ نبی بخش صاحب گورنمنٹ پنشنر ----	۱	۰	۰
۱۰۵	میاں مولا بخش صاحب قریشی علاقہ بند بزاز ہٹہ لاہور	۰	۸	۰
۱۰۶	مرزا داؤد بیگ صاحب سٹوڈنٹ احمدیہ بلڈنگس --	۰	۴	۰
۱۰۷	مرزا عبد الرحمن بیگ صاحب طالب علم --	۰	۲	۰
۱۰۸	بیرون جمعہ انجمن اشاعت اسلام لاہور وقتاً فوقتاً	۳	۱۰	۶
۱۰۹	پیر برکت شاہ صاحب مرنگ لاہور --			
۱۱۰	مرزا محمد بیگ صاحب کاتب احمدیہ بلڈنگس --	۰	۲	۰
۱۱۱	بابا محمد بخش صاحب احمدی ------		۱	
	میزان کل --	۹۵	۳	۶

اخبار احمدیہ

لائل پور میں وہاں کی جماعت نے ۲۴- ۲۵- فروری ۱۹۱۷ء کو اپنے سالانہ جلسہ کا اعلان کیا ہے - حضرت امیرؓ - حضرت مولینا صدر الدین صاحب - مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی - حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ اور خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح کی تقریریں ہفتہ کو ۴ بجے شام سے شروع ہو کر اتوار کی شام تک ہونگی - اللہ تعالیٰ کامیاب و بامراد کرے ✤

تازہ خبریں

ہفتہ مختتمہ ۱۰- فروری میں ہندوستان میں پلیگ کے ۱۴۲۱۲ کیس اور ۱۳۰۲ اور ۱۲۸ اموات ہوئیں جنکی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے - صوبہ بمبئی وسندھ ۲۴۱۴، صوبہ مدراس ۳۸۳، صوبہ بہار و اڑیسہ ۱۰۵۸، صوبجات متحدہ ۳۵۸۳، صوبہ پنجاب ۷۰، صوبہ برہما ۲۴۲، صوبجات متوسط ۱۴۰۸، ریاست میسور ۲۴۲، ریاست حیدرآباد ۱۴۱، وسط ہند ۱۹۹، راجپوتانہ ۷۰، کشمیر ۸ اموات ✤

مقدمہ سازش کے چند ملزمین جو اس وقت تک گرفتار نہیں ہو سکے ہیں ، انکی تلاش جاری ہے - اب معلوم ہوا ہے - کہ ڈاکٹر متھرا داس (سنگھائی) ارور سنگھ اور چند دیگر اشخاص روسی سرحد میں گرفتار کئے گئے ہیں - عنقریب ایک نئی عدالت خاص کے روبرو ان ملزمین کے مقدمہ کی تحقیقات ہو گی ✤

لیڈی سمتھ صاحبہ جو بمبئی سے لکھنؤ واپس آگئی ہیں - اپنے خاوند کی واپسی تک اس صوبہ میں رہیں گی ✤

نارتھ ویسٹرن ریلوے ورکشاپ سکھر کے کثیر تعداد ملازموں نے سٹرائک کر دی - ان کی سب سے بڑی شکایت ، ریلوے پاسوں کے متعلق ہے - جن کا منظور کیا جانا محدود کیا گیا ہے - دوسری شکایت تنخواہ کی کمی ہے - جس میں گذشتہ چند سالوں سے کوئی ترقی نہیں ہوئی - سکھر میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کی کیرج اور ویگن ورکشاپ کے ملازموں کی جو سٹرائک کی تھی اب ختم ہو گئی اور تمام ملازم کام پر آ گئے ہیں - حکام نے لاہور کو تار خبر ارسال کر دی ہے - کہ ملازموں کی شکایات دور کی جائیں ✤

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۲۸ فروری ۱۹۱۷ء | نمبر ۹۰

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

دو خواتین مشرف بہ اسلام

ایک نتیجہ خیز اور دلچسپ خط

مخدومی و محترمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پچھلے ماہ دو بیبیاں مشرف باسلام ہوئیں مس نیرڈ (لندن) جن کا اسلامی نام رشیدہ رکھا گیا۔ دوسری پی بی سنر کینیر جن کا اسلامی نام صالحہ تجویز ہوا۔ مس نیرڈ تو مدت تک ہمارے خطبات جمعہ کو سننے کے لئے آتی رہیں۔ اور آخر کار دو ہفتہ ہوئے کہ انہوں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مسز کینیر گلاسگو سے ہیں۔ ہمارے ایک دوست کے ذریعے اسلامک ریویو ایک مدت سے ان کے پاس جاتا رہا۔ اکتوبر گذشتہ میں انہوں نے ذیل کا خط دوست مذکور کو لکھا:-

پیارے بھائی میں آپ کی از حد ممنون ہوں کہ آپ میری زندگی میں موجب راحت ہوئی ہیں۔ دو سال سے میری روح خدا کی راہ میں قدم زن ہونا چاہتی تھی۔ مجھے کس قدر اس ذات سے محبت ہے اور میں کس قدر شکر گذار ہوں۔ نہیں بھائی فی الواقع ہم میں اور اس میں کوئی درمیانی واسطہ نہیں جیسے بچے پیارے باپ کے پاس جا سکتے ہیں ویسے ہم بھی جا سکتے ہیں۔ پیارے بھائی آپ مجھے ممنون کرینگے اگر آپ مجھے بتا سکیں کہ میں کس طرح خدا کی راہ میں خادم بن سکتی ہوں میں جب یہ آخری رسالہ ستمبر نمبر اسلامک ریویو پڑھ رہی تھی۔ تو میری روح جوش زن تھی۔ کہ کس طرح میں تم لوگوں کے ساتھ ہو جاؤں جو اس طرح پاک دل کے ساتھ خدا کو پیار کرتے ہیں۔ پیارے بھائی مجھے یقین ہے کہ میرے لکھنے سے آپ کو غلط فہمی نہ ہوگی کاش اپنی منشا کو ظاہر کرنے کے لئے پھر آپ کی شکر گذار ہوں۔ اگر خدا نے میری امداد کی تو اپنے اعزا و اقربا کو اس خوبصورت اور بہتر راستہ سے اطلاع دونگی جس پر ہم اپنے خدا سے محبت کر سکیں۔ س ۔

خدا دارم چہ غم دارم

آپ کی۔ پی کینیر

برادران اسلام اس خط کو پڑھیں اور غور کریں جہاں ہم نے کوشش کی اور اسلامک ریویو بھیجا۔ وہاں مفید نتائج مرتب ہوئے۔ کیا اب بھی ہمارے دوست اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ کثرت سے اسلامک ریویو اور اسلامی لٹریچر ہیاں ہر طرف پھیلایا جائے۔ فقط

خواجہ کمال الدین

ملفوظات مسیح موعود

نبی اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے

حضرت مسیح موعود کا ایک خط

تقریباً ایک سال ہوا ہے۔ جب حضرت خواجہ صاحب نے حدیث نبوی نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پیش کر کے میاں سے یہ کہا تھا۔ کہ یا تو اگر مسیح موعود کا ترکہ لینا آپکے لئے جایز ہے جیسا کہ آپکے عمل سے ثابت ہے۔ تو مسیح موعود نبی نہیں ورنہ آپکو چاہیئے کہ تمام جایداد جو آپ نے ترکہ میں لی ہے بیت المال کے حوالہ کریں اسکے جواب میں الفضل میں ایک بڑا لمبا چوڑا مضمون شایع ہوا۔ جس میں یہ ثابت کرنیکی کوشش کیگئی کہ انبیاء ورثہ لیتے بھی رہے اور دیتے بھی رہے وغیرہ ثبوت میں ورث سلیمان داؤد اور دیگر ایسی ہی آیات کو پیش کیا گیا۔ اس کے مفصل جواب تو شایع ہو چکے ہیں۔ لیکن مسیح موعود کا ذیل کا خط جو آپ نے کسی شیعہ کے نام لکھا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

مکرمی اخوی مولوی سید حسین صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپکا عنایت نامہ مجھکو ملا تعجب ہے کہ جس حالت میں اس عاجز کے الہام کی نسبت شکوک شبہات ہیں۔ تو میرا الہام کیونکر آپکے تسلی بخش ہوگا یہ تمام دعوے بھی الہام ہی پر مبنی ہیں پھر نہ آپنے لکھا ہے کہ آپنے حد سے بڑھکا ایک بڑے پایہ پر قدم رکھا اور کتاب اللہ و احادیث کے صحیح معنوں کو چھوڑ دیا تو پھر اس حالت میں آپکی دوسرا الہام کو کب غرض کی نگاہ سے دیکھینگے عزیز من نہیں نے قرآن کریم کو چھوڑا اور نہ احادیث رسول صلعم کو لیکن جو لوگ قرآن اور حدیث میں غور نہ کریں انکا علاج میں کیا کروں۔ میں نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ اور رسالہ اتمام الحجۃ اور نور الحق وغیرہ میں ان مضامین کو بسط سے لکھا ہے پھر اگر کوئی نہ سمجھے تو اسکا علاج انسان کے ہاتھ میں نہیں۔ مسیح کے ڈھونڈنیوالے فروع پر زور نہیں مارتے بلکہ اصول کو دیکھتے ہیں پھر جبکہ قرآن اور حدیث اور آثار صحابہ اور ائمہ دین کے صریح اقرار سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو گئے تو آپکے عالم میں مسیح کو آسمان سے اتارنا چاہیئے ہیں اگر آپ میرے پاس آویں یا میری کتابوں کو غور سے دیکھیں تو میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ آپ اس بیہودہ اعتقاد سے ایک ساعت کیلئے بھی قایم رہ سکیں مگر انصاف شرط ہے اور امید رکھتا ہوں کہ آپ منصف مزاج ہونگے مگر قلت معلومات آپکو مانع ہو رہی ہے کیا عمدہ ہو کہ آپ ایک یا دو ہفتہ کیلئے میرے پاس آجاویں تا آپکی پوری تسلی ہو اور آپکا ایمان اس صدمہ سے بچ جاوے جو غلط فہمی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ آپنے قلم اٹھا کر ایسی باتیں ایسے طور سے لکھدیں جو تقوےٰ سے بعید ہیں اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لا تقف ما لیس

ہیں مگر آپنے کتابیں نہیں دیکھی ہیں آپ پر یہ الزام نہیں لگاتا کہ آپنے عمداً حق سے گریز کی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر مومن کو اس بیجا حرکت سے محفوظ رکھے مگر بیشک آپ پر یہ الزام ہے کہ آپنے باوجود بیخبری کے جلدی رائے ظاہر کر دی مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ جلدی نہ کرے اور فدک کی بات جو آپکو گھبراہٹ ہے میں اسمیں تعجب ہی کرتا ہوں کہ یہ گھبراہٹ کیوں ہے علماء کے اتفاق سے باغ فدک غنیمت کی اس قسم سے تھا جسکو فی کہتے ہیں چنانچہ علمائے شیعہ بھی اسکے قایل ہیں اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہوتا ہے کہ فی میں نہ ہبہ ہو سکتا ہے اور نہ تقسیم ہو سکتی ہے اس صورت میں اگر حضرت فاطمہ رضؓ نے فدک کا دعوےٰ کیا تو حضرت فاطمہ رضؓ کی غلطی ہے قرآن شریف فرماتا ہے کہ فی ایک مشترک چیز ہے جسمیں مہاجرین ابن السبیل اور ذوی القربیٰ وغیرہ سب داخل ہیں پھر وہ حضرت فاطمہؓ کو کیونکر دیا جاتا چنانچہ یہی مقدمہ حضرت عمرؓ کی خلافت کیوقت حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے حق کا دعوےٰ کیا تو حضرت عمرؓ نے انکے حوالے اس شرط سے کر دیا کہ وہ اسکے متولی ہو کر وہ تمام حقوق ادا کریں جو قرآن شریف میں درج ہیں بعد انہوں نے تقسیم کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا کہ باغ فدک آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا مگر حضرت عباسؓ نے اس بیان کی تکذیب کی اور اسکی صحت نکار کیا۔ غرض فی میں نہ تقسیم ہوتی ہے نہ ہبہ ہوتا ہے قرآن شریف کے اگر کوئی معارض حدیث ہو تو وہ ترک کرنیکے لایق ہے شیعوں کی معتبر کتاب کلینی میں لکھا ہے اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو وہ قبول کرنیکے لایق نہیں۔ پھر کسقدر غلطی ہے کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ سلیمان داؤد کا وارث ہوا آپکو معلوم نہیں کہ حضرت داؤد کے کئی بیٹے تھے پس اگر یہ مال کے وارث ہیں تو سلیمان کی تخصیص سے معنے فاسد ہوتے ہیں اس لئے آیت کے معنے یہ ہیں کہ داؤد کی نبوت داؤد کی بادشاہی داؤد کا علم حضرت سلیمان کو ملا بھائیونکو نہیں ملا مگر یہ آیت تو اہل سنت کے مفید ہے نہ شیعہ کے کیونکہ اس آیت سے صاف پایا جاتا ہے کہ دوسرے بھائی ان چیزوں کے وارث نہیں ہوئے جنکا سلیمان وارث ہوا اسیطرح تورات سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ اپنے باپ کا وارث نہ ہوا اور نہ موسیٰ کا بیٹا اسکا وارث ہوا ایسا ہی انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح جنکے چار بھائی اور بہنیں یعنی یعقوب وغیرہ بھی بھائی حضرت مریم کے وارث ہوئے اور حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں وراثت سے دست برداری ظاہر کی پھر دیکھئے کہ یہ حدیث لا نورث وما ترکناہ فہو صدقۃ جو حضرت ابوبکرؓ نے سنائی ہے اسکی ہم مضمون کلینی میں ایک حدیث موجود ہے اور کلینی شیعوں میں وہ کتاب ہے کہ اسکی شان میں شروع میں لکھا ہے کہ مہدی موعود صاحب الزمان نے اسکی تصدیق کر دی ہے گویا صاحب کلینی نے یہ کتاب انکو دکھا دی اور انہوں نے اسکی صحت کو تصدیق کیا پھر جبکہ ایسی مقدس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ ردی ہے اور نیز یہ کہ وراثت دنیا کا مال نہیں ہوتی یہ فیصلہ شیعوں کے اقرار سے ہو گیا باقی رہا یہ امر کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے کیوں دعوےٰ کیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے کچھ ملتا ہوگا اور شاید آنحضرت صلعم نے مجمل طور پر کچھ فرمایا ہوگا سو بشریت سے حضرت فاطمہؓ کے اجتہاد میں غلطی ہوئی کہ انہوں نے کہہ دیا کہ یہ سب میرا مال ہے اور قابل تقسیم ہے علاوہ اسکے اس انکار کے لفظ محفوظ نہیں خدا جانے حضرت فاطمہؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ ۲۸ فروری ۱۹۱۷ء نمبر ۹۰

طاعون اور اسکا علاج
توکل کا غلط مفہوم

کیا ہی قابل رحم حالت ہے۔ اس شخص کی جو بیمار ہے۔ لیکن علاج کو کو برا سمجھتا ہے۔ مگر جہاں تمام قوم ہی مبتلائے اوہام ہو۔ اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر بھی اس کے علاج کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اس سے اپنے چھٹکارے کی سبیل نہ سوچے وہ تو اور بھی زیادہ رحم کے قابل ہے۔ طاعون اور ایسی ہی دیگر وبائیں جہاں ایک عذاب الٰہی کا رنگ رکھتی ہیں۔ جس کی دوا اور علاج تقوے وطہارت اور توبہ واستغفار ہے۔ وہیں جبتک اس موقعہ پر اسباب جسمانی سے بھی کام نہ لیا جائے۔ جو مختلف امراض میں اختیار کرنے ضروری ہیں۔ اس وقت تک نرا تقوے وطہارت بھی کام نہیں دے سکتا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو امراض کا علاج۔ دوائیوں کا استعمال اور دیگر مختلف اسباب کی رعایت یہ بھی خود تقوے وطہارت کے اندر داخل ہے۔ لیکن وہ قوم جو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر نہ تو اپنے اعمال میں ہی کوئی تبدیلی پیدا کرے۔ اور نہ ہی اس کے ضروری علاج کی طرف متوجہ ہو بلکہ الٹا اسے موجب کفر یقین کرے۔ (کیا وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالتی)۔ ہم سمجھتے ہیں۔ یہ بھی اس پر عذاب ہی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے ہلاکت خریدتی ہے۔ اور اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتی۔ اسلام نے کہیں بھی اس قسم کا توکل ہمیں نہیں سکھایا کہ ہمیں بیماریوں کے علاج سے ہمیں روک دے۔ بلکہ اس کے خلاف قرآن کریم کا یہ کھلا ارشاد موجود ہے۔ کہ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ لیکن افسوس کہ تقدیر کے غلط مفہوم اور توکل کے بیجا توہمات نے انہیں اس ارشاد الٰہی کی تعمیل سے روک رکھا ہے۔ حیدرآباد میں آجکل اسی قسم کے واقعات پیش آرہے ہیں طاعون کا زور ہے۔ ہر روز سینکڑوں نفوس اس عذاب الٰہی کی نذر ہو رہے ہیں۔ لیکن لوگ جب ان اسباب ضروریہ کو اختیار کرنا چاہتے ہیں جو اس کی روک تھام کر سکتے ہیں تو ملانوں کی طرف سے جھٹ فتاوے کفر شایع ہو جاتے ہیں۔ کہ دیکھنا ایسا نہ کرنا۔ شہر سے باہر نہ جانا۔ وبا زدہ مقام پر ہی رہ کر خود بھی ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ۔ اجی اگر تقدیر میں تمہاری موت لکھی ہے۔ تو وہ تو واقعہ ہو کر ہی رہے گی خواہ تم کہیں چلے جاؤ۔ اور اگر نہیں تو تم یہاں بھی بچ رہوگے۔ اللہ پر توکل کیوں نہیں کرتے۔ توکل سے منہ نہ موڑو۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ہیں وہ خیالات جو آجکل ان بزرگان قوم کے دلوں میں سمائے ہوئے ہیں۔ جو کانبیاء بنی اسرائیل اور رسول اللہ صلعم کے گدی نشین ہونے کے دعویدار ہیں۔ بھلا جس قوم کے علماء کی یہ حالت ہو۔ وہ کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ اور روحانیت میں تو ایک طرف جسمانیات میں بھی وہ کس قدر ارذل ترین مقام کی طرف دھکیل دیئے جانے کے قابل ہے۔ بلکہ اس کا تو نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ جانا چاہئے۔ کیا یہ باتیں اسلام کی تضحیک اور رسوائی کا باعث نہیں۔ نہ صرف تمہاری اپنی جانوں کا ہی نقصان ان خیالات سے ہو رہا ہے۔ بلکہ اسلام جیسا پاک مذہب جس نے ہر بات میں صفائی تطہیر اور رعایت اسباب کو ملحوظ رکھا ہے۔ غیر اقوام کی نظروں میں ذلیل ورسوا ہو رہا ہے۔ اور تعجب ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ جو عامل بالحدیث کہلاتے ہیں۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔ اگر اسلام نے اس قسم کا توکل سکھایا ہے۔ تو پھر کیوں دوسری بیماریوں میں دوائی وغیرہ استعمال کیا کرتے ہو۔ کیوں حصول معاش کیلئے در بدر مارے مارے پھرتے ہو۔ بس ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہو۔ اور اگر خدا اپنے ... کے خلاف اس طرح سے بھیج دیا کرتا ہے۔ تو ویسے ہی تمہیں روزی پہنچ جائے گی۔ اور وہیں بیٹھے بیٹھے تندرست ہو جاؤ افسوس کہ آج انہیں باطل خیالات نے مسلمانوں کو اس قدر تنزل

آپ کو سنوارتے نہیں۔ اچھا اگر یہی توکل درست ہے۔ کہ وبا زدہ مقام سے باہر نہیں چلے جانا چاہئے۔ تو اسلام میں خودکشی کیوں حرام ہو گئی۔ جو شخص خودکشی کرتا ہے اس کی تقدیر ہی یہی تھی۔ اس کی موت آئی ہوئی تھی مر گیا۔ اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ لیکن نہیں جاؤ اور رسول اللہ صلعم کے حالات کا بھی مطالعہ کرو۔ آپ تو رعایت اسباب کو یہانتک ملحوظ رکھتے تھے کہ باوجودیکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کے ساتھ وعدہ بھی ہو چکا تھا۔ کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اللہ تعالےٰ تجھے لوگوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھیگا لیکن باوجود اس کے آپ جب جنگ میں جاتے۔ تو ضرور اسلحہ ساتھ رکھتے بلکہ دو دو زرہ زیب تن فرماتے۔ جب کسی ایسی دیوار کے پاس سے آپ کا گذر ہوتا۔ جس کے گرنے کا خوف ہو۔ تو آپ جھٹ اس سے پرے ہٹ جاتے۔ توکل کے متعلق آپ کا کھلا ارشاد ہے اعقل ثم توکل۔ اونٹ کا زانو باندھ۔ پھر توکل کر۔ یعنے بغیر رعایت اسباب کے توکل جائز نہیں۔ توکل یہی ہے کہ اسباب کی رعایت کرو۔ اور پھر نتائج کو اللہ پر چھوڑ دو۔ یہ آپ نے اس موقع پر فرمایا۔ جب ایک شخص اونٹ کو باہر کھلا چھوڑ کر آپ کے پاس آ بیٹھا۔ اور بعدہٗ جب معلوم ہونے پر آپ نے اس سے اس کھلا چھوڑنے کا سبب پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے اللہ پر توکل کر کے چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اعقل ثم توکل۔ توکل یہ نہیں۔ کہ تم کسی چیز کی حفاظت کا سامان نہ کرو۔ کسی امر کے لئے ضروری اسباب کی رعایت ہی نہ رکھو۔ بلکہ توکل تو اسباب کی رعایت کے بعد ہوتا ہے نہ کہ اس کے بغیر۔

بیماریوں اور بالخصوص متعدی امراض کے متعلق بھی آپکے کھلے ارشادات موجود ہیں۔ کہ ان سے بچنا چاہئے بلکہ آپکا اپنا عمل بھی یہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی احادیث سے واضح ہے:-

(۱) آپ کا ارشاد ہے "فر من المجذوم کما تفر من الاسد" یعنی جذامی سے اس طرح بھاگ جس طرح تو شیر سے بھاگتا ہے۔

(۲) جب بنی ثقیف کا وفد بیعت کے لئے حاضر ہوا تو انکے درمیان ایک شخص جذامی بھی تھا۔ مگر بجائے اس کے کہ آپ دست مبارک سے اس کی بیعت لیتے۔ آپ نے اسے کہلا بھیجا کہ تیری بیعت ہم نے قبول کر لی۔ اور تو یہاں سے واپس چلا جا۔

(۳) ایک موقع پر آپ نے فرمایا "لا یورد ممرض علی مصح" یعنے بیمار اونٹوں والا اپنے اونٹوں کو تندرست اونٹوں والے کے حوض پر پانی پلانے نہ لائے۔

(۴) بنی عکل اور بنی عرینہ کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہ ہونے کے سبب سے آپ نے حکم دیا کہ سرکاری شتر خانہ میں رہیں جو حوالی مدینہ میں تھا۔

(۵) جب فروہ ابن مسیک نے عرض کی کہ ہماری زمین وبا زدہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس زمین کو چھوڑ دے کیونکہ وبا آلودہ مقامات کے نزدیک رہنے میں تباہی ہے۔" اس کے متعلق امام خطابی فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا علاج ہے۔ کیونکہ اچھی ہواؤں کا حاصل کرنا صحت بدن کے لئے سب سے مفید چیز ہے۔ کیونکہ خراب ہوائیں صحت کے لئے مضر ہیں۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سپہ سالار نے جو سفر میں تھا آپ کو خبر بھیجی کہ جس شہر میں ہم وارد ہیں وہاں طاعون پھیل گیا ہے۔ امیر المومنین جناب عمر رضی اللہ عنہ نے حکم بھیج دیا کہ فی الفور اپنی فوج کو لے کر کسی میدان یا پہاڑ پر چلے جاؤ۔ ایک شخص نے اس حکم پر اپنے فہم کے موافق اعتراض کیا کہ آپ تقدیر سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی ایک تقدیر سے بھاگ کر اس کی دوسری تقدیر کے نیچے ہی آتا ہوں۔

(۷) طاعون زدہ مقام سے بھاگنے کی ممانعت میں جو حدیث وارد ہے اس کی نسبت تمام شراح وآئمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ بھاگنا صرف اس صورت میں منع ہے جب کوئی شخص خدا تعالےٰ کو قادر نہ جان کر یہ یقین کرے کہ میں بھاگنے سے ضرور بچ جاؤنگا۔ ورنہ بطور علاج اور تبدیل ہوا بالکل جائز ہے۔ کیونکہ طاعون وغیرہ امراض متعدیہ میں سے ہیں...... (قسطلانی فتح الباری وغیرہما)

اس قسم کی احادیث کے بارہ میں جو اشکال لفظی پیش کیا جاتا ہے اس پر ہم آیندہ اشاعت میں بالتفصیل لکھیں گے۔ انشاءاللہ

ہندو مشنری سوسائٹی

مسلمانوں نے تو آج بالعموم اشاعت دین کی طرف سے خدائے تعالےٰ کے صریح حکم کے باوجود جیسی کچھ غفلت اختیار کر رکھی ...

مذہبی سنت مقدسہ اس سے مانع ہیں کہ ان کی اشاعت کی جائے اور کسی غیر قوم کے شخص کو ان کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔ وہ ہندو جن کو اپنے دھرم کی اشاعت سے یہانتک روکا گیا تھا۔ کہ اور تو اور اگر خود ان کی اپنی قوم کا کوئی ادنیٰ طبقہ کا انسان جسے شودر کے نام سے پکارا گیا ہے۔ کوئی ویدک شرتی سن لے۔ تو اس کے کانوں میں بھی سیسہ پگھلا کر ڈالنے کا حکم ہے۔ آج انہی ہندوؤں نے اس بات کو خوب سمجھ لیا ہے کہ قوم کی زندگی محض اشاعت مذہب سے ہی وابستہ ہے۔ چنانچہ اس غرض سے حال ہی میں بمبئی میں ایک سوسائٹی قائم ہوئی ہے جس کا نام ہندو مشنری سوسائٹی رکھا گیا ہے۔ اگرچہ کوئی تمام اصول نہیں۔ جن کو اس سوسائٹی کی طرف سے منوایا جاتا ہو۔ بلکہ محض شماری طاقت کو بڑھانے پر زور ہے۔ جیسا کہ اس کی ان اغراض سے ظاہر ہے جو بمبئی کے اخبارات میں شایع ہوئی ہیں کہ

"اس سوسائٹی کا ہندوؤں کے کسی خاص فرقہ یا سماج سے تعلق نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے ممبر تمام ہندو درشنیوں ورِیفارمروں کی یکساں قدر ومنزلت کریں گے اور ہمیشہ بحیثیت مجموعی ہندو دھرم کا پرچار کریں گے۔ اس سوسائٹی کے اصول حسب ذیل ہونگے:-

(۱) جو شخص بھی اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے وہ ہندو ہے۔

(۲) جو شخص بھی ہندو دھرم میں آنا چاہیگا اسے بلا توقف اس دھرم میں داخل کر لیا جائیگا۔ (تشریح نمبر ۱) ہر شخص ہندو ہے جو خود کو ہندو کہتا ہے۔ اور ہندو دھرم کے عام اصولوں پر عامل ہے (تشریح نمبر ۲) ہندو دھرم کے اندر ایسی مذہبی خوبیاں موجود ہیں جو ایک غیر ہندو کے دل کو اپیل کر سکتی ہیں۔ اگر ایسے اشخاص ہندو بننا چاہیں تو وہ بلا لحاظ قومیت مذہب وتذکیر وتانیث ہندو دھرم میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(تشریح نمبر ۳) تمام ہندو خواہ وہ پیدائشی ہوں یا باہر سے آئے ہوئے ایک ہی سطح پر سمجھے جائیں گے۔ پراچین دھارمک گرنتھوں کا پٹھن پاٹھن۔ سندھیا بندھن پراتھنا اپاسنا وگیہ اپویت دھارن کرنا یہ سب ایک ہندو کے دھارمک فرایض ہیں۔ اور ان کی پابندی سب پر یکساں طور سے لازمی ہے۔

(نوٹ) ذات پات۔ کھانا پینا ولباس ان کا دھرم سے کوئی سمبندھ نہیں"

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ نرا یہی خیال اور انہی باتوں پر عامل ہوتے ہوئے اور رشما رکے بڑھا لینے میں بھی انہیں بہت حد تک فایدہ ہوگا۔ اور ان کی قومی زندگی کے ممد ومعاون ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی حالت کو بھی دیکھو جو غیر مسلموں کو مسلمان کرنا تو ایک طرف رہا خود مسلمانوں کو ہی کافر بنانے کے درپے ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ اس سوسائٹی کی طرح ہمیں بھی لوگوں کو برائے نام مسلمان بنانا چاہئے۔ لیکن ہمارا یہ بھی تو کام نہیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے پھریں۔ اور کسی کو اسلام کی تلقین کرنا تو ایک طرف رہا جو خود بخود اسلام کے اندر آنا چاہیں۔ اور آ چکے ہوں ان کو دھکے دے دے کر باہر نکالنے کی کوشش کریں۔ کاش مسلمان سمجھیں۔ اور اور نہیں تو غیروں کی دیکھا دیکھی ہی اشاعت اسلام میں کوشاں ہو۔ نہ اس کی تخریب میں۔

مسافر کی خفگی

ہمارا آریہ سماجی ہمعصر مسافر اس سوسائٹی پر بے وجہ ناراض ہے۔ وہ اس حد تک تو اس سوسائٹی کو مفید سمجھتا ہے۔ جہانتک غیر مذاہب والوں کو اپنے اندر بلانا اس کا کام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہہ دیا ہے۔ کہ "باقی معاملہ ٹیڑھی ہے۔ اور ہمیں (مسافر کو) اندیشہ ہے کہ اس کے باقی گروہ بڑا اصول اسکے مفید کام میں بھی رخنہ انداز نہ ہوں"

لیکن کاش اس نے یہ بھی بتا دیا ہوتا کہ ہندو مذہب میں داخل کرنے کے لئے وہ کونسے اصول اس سوسائٹی کو اختیار کرنے چاہئیں جن پر تمام فرقوں کا اتفاق ہو۔ ہندو مذہب کے متعلق تو اسی لئے آجتک پتہ نہیں لگ سکا کہ کونسے خاص اصول واعتقادات کا نام ہے۔ سوائے اس کے ہر ایک وہ شخص جو اپنے آپکو ہندو کہے وہ ہندو ہے۔ اور یہی بات اس سوسائٹی کی اغراض میں داخل ہے۔ یہ شرف تو اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو اس کے اصول پر زد ڈال سکے۔ اصول سب فرقوں کے ایک ہیں اور یہی عالمگیر مذہب کی علامت ہے

چین کی اسلامی دنیا*
میں
مسیحی مشنریوں کا رسوخ

زنچو سے ساٹھ میل گوشہ شمال و مشرق میں ایک سرسبز وادی ہے جس میں مسلمانوں سے آباد - شہر پناہ کی دیواروں سے گھرے ہوئے تین شہر آباد ہیں - ان میں سے شہر بزرگ (ہنی وادی) چانگ چیا چو ان کے نام سے موسوم ہے - صوبہ بھر میں یہ شہر وسعت و عمارات کے لحاظ سے بہترین شہر ہے - سوائے چند ملازمت پیشہ لوگوں کے محض مسلمانوں کی آبادی ہے - جو پچاس ہزار افراد ہیں - اسکے دونوں دائیں اور بائیں پہلوؤں پر دس میل کے تفاوت سے دو چھوٹے چھوٹے دیواروں سے گھرے ہوئے دو شہر ہیں - جن کی آبادی پینتیس اور پندراں ہزار ہے - ان میں سے ایک شہر میں چینی فوجی افسر رہتے ہیں - اور وہی سول کے مقدمات بھی دیکھ لیتے ہیں چینی سوانح نگار لکھتا ہے - کہ یہ تینوں شہر بالکل مسلمانوں سے آباد ہیں - چند غیر مسلم چینیوں کو بھی ان مقامات پر رہنا نہایت دشوار ہے شہر میں لحم خنزیر آنے کی ممانعت ہے - چینیوں کو کنوؤں سے پانی پینے کا بھی حکم نہیں ہے - کیونکہ پھر مسلمان ان کنوؤں سے دوبارہ پانی نہیں پیتے - چانگ چیا چو ان مشرقی کانسو اور مغربی سیسانی کا مکہ سمجھا جاتا ہے - اور ان کے سردار جنرل زنلن سیاوائی اور ماشن ینن آبادی کے مختلف طبقوں پر پورا اقتدار رکھتے ہیں اس ضلع میں ایک سو چھپن مسجدیں ہیں اور ہر مسجد میں ایک عربی مدرسہ بھی ہے -

چانگ چیا چو ان کھال غیر مدبوغ چمڑے اور سمور کی تجارت کا مرکز ہے - ہانکو - ہونن - شانتنگ - اور چین کے دوسرے حصص بعیدہ سے ہزاروں تاجر اسے تجارتی مرکز سمجھکر ہر سال آتے ہیں - اس وادی کے شمال و جنوب میں قریب اڑھائی لاکھ مسلمانوں کے آباد ہیں - نینن میں پانچہزار - زنچو میں دس ہزار - نینسین میں پانچہزار اور لیبی سین میں تین ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے

یہ مشنری یہاں خاص توجہ کے قابل ہے - کہ

یہ سرزمین صنعت میں خاص طور پر مشہور ہے - ان حصص کے مسلمان مشنریوں سے بہت دوستانہ برتاؤ رکھتے ہیں - اور نہایت روشن خیال ہیں - یہ بات کانسو کے مغربی حصہ میں نہیں پائی جاتی یہاں کے کشمیر تاجران چرم تجارت کی غرض سے ہانکو اور شنگھائی ہر سال جاتے رہتے ہیں - یہ نہایت خوشحال لوگ ہیں ایک مسلمان فقیر بھی یہاں نہیں ہے -

اُن میں تقسیم کتب و وعظ مذہبی جاری کیا گیا - اور ہنوز جاری ہے - ملاؤں سے مسجد میں ملاقاتیں کی گئیں - بارہ عربی زبان کی انجیلیں ایک سو جدید مواعظ تین سو پارہ ہائے انجیل اور تین ہزار خاص مسائل کے رسائل چینی اور عربی دونوں زبانوں میں قریب قریب اُن لوگوں کو تقسیم کئے جا چکے ہیں -

ایک مسلمان حپیر والے نے کیا جاؤلے جانے کے لئے چینی زبان میں ایک بائیبل خریدی - (کیا جاؤ صوبہ کے انتہائی جنوب میں واقع ہے) - ایک حکمران نے عربی زبان کی بائیبل خریدی - اس سرزمین میں ہمارے مواعظ و فوائد کی صلاحیت ہے *

چینی مساجد کی سیر

ایک نامہ نگار چین سے دو چینی مساجد کی دلچسپ سیر کے کوائف لکھتا ہے - جو اُس نے معہ اپنے دو ہمراہیوں کے کی تھی :-

ہم شہر میں جنوبی پھاٹک سے داخل ہوئے - اور شہر پناہ کی دیوار کے نیچے نیچے بائیں جانب روانہ ہوئے - کئی سو قدم حسب تحریر بالا چلے ہونگے - کہ ہم تینوں ایک خوبصورت مقام پر پہونچے - کئی بڑے دروازوں سے ہوتے ہوئے ایک زینہ پر چڑھ گئے یہاں ایک سولہ سترہ برس کا لڑکا صاف ستھرا اور اچھا لباس پہنے ہوئے ملا - اور ہمیں دوسرے صحن میں لے گیا - جہاں مدرسہ تھا - ہم لوگ اتفاقاً پشت کی طرف سے آئے تھے کیونکہ ہمارے سامنے کی دیوار کے بڑے بڑے دروازوں سے آنے کا راستہ معلوم ہوتا تھا - ہمارے دائیں طرف مغربی پہلو پر مسجد کے بڑے دروازے تھے - اور سب بند تھے - اور بائیں جانب مدرسہ کا کمرہ تھا جس میں سے ایک واجب التعظیم مولوی فوراً ہمارے پاس آگیا - یہ شخص در حقیقت مقدس بزرگ تھا - اس کی لانبی سفید داڑھی اور چہرہ کی متانت و سنجیدگی سے جلال برستا تھا - وہ نہایت حلیم الطبع و سلیم المزاج تھا جب اُسے ہمارا حال معلوم ہوا - کہ ہم کون ہیں تو نہایت خوش ہوا - اور ہمیں مسجد میں لیگیا - اُس نے ہمیں اجازت دی - کہ بغیر جوتا اُتارے مسجد میں جا کے سیر کریں - اُس نے دیواروں کے کتبے سمجھائے - اور مکہ کی طرف سجدہ کرنے منبر اور مصلے کے مطالب سے آگاہ کیا - ایک لڑکے کو بھیجا کعبہ ارم کا نقشہ منگایا اور ہم لوگوں کو دکھایا - اس کے بعد ہم مدرسہ کی عمارت میں جا کے بیٹھے - بیشک جو کچھ کہا جاتا تھا - وہ سب ہماری سمجھ سے باہر تھا - لیکن اُس کی قابلیت بہت وسیع تھی - چنانچہ مندرجہ ذیل باتیں ہوئیں - معلوم ہوا کہ اُس نے صرف چین ہی کی سیاحت نہیں کی ہے - بلکہ سنگاپور اور بعض ہندوستانی حصص ملک کی سیاحت کے ساتھ ہی فریضہ حج بھی ادا کیا ہے وہ عربی سمجھتا تھا - اور کسی قدر انگریزی بھی جانتا تھا - ہمارے اس کہنے پر کہ جو کتابیں لڑکوں کو پڑھائی جاتی ہیں کیا ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں - یہ سُن کر اُس نے بڑی خوشی سے اظہار رضامندی کیا - اُس نے کہا - کہ یہ پارہ ہائے قرآنی ہیں - اُس نے ہمیں یہ بھی اجازت دی کہ اُن پاروں کو اپنے ہاتھ میں لیکے دیکھیں در حقیقت بچے اپنی کتابیں مجھے دکھانے کے لئے بہت بیتاب تھے - سب کتابیں عربی زبان میں تھیں -

اس کے بعد ہمنے قطعات کا ایک بنڈل پیش کیا اور تمنا ظاہر کی - کہ مسجد کے متعلقہ اشخاص کو اُن کے پڑھنے کی اجازت دی جائے - مولوی صاحب نے قطعات دیکھے - اور جب اُن کی نظر عربی تحریر پر پڑی جو کناروں پر لکھی ہوئی تھی - تو ہم میں سے ایک کو مخاطب کر کے دریافت کیا کہ کیا آپ عربی پڑھ لیتے ہیں - لیکن جب نفی میں جواب دیا گیا - تو اس تحریر کے معانی سمجھائے آخر مسجد کے متعلق جسقدر احاطہ تھا ہمیں دکھایا گیا - تین مہمانوں کے لئے نہایت خوبصورت مصفا عمارت کے متعلق یہ ضرور کہونگا - کہ دالان کی وضع عمدہ مختصر سامان کی ترتیب نفاست اور بہترین صفائی سے تھی - مولوی صاحب سلیم الطبع اور خوش مزاج آدمی تھے - کسی بات سے چینیوں کی بدمزاجی یا مردم آزاری کا پتہ نہ چلتا تھا - وہ اپنے مرتبہ سے واقف اور اسپر قائم تھے - کئی بار خلاف مزاج امورات پر ضبط کر کے نہایت سنجیدگی اور نرمی سے نہیں کہہ کے زبانی خوش مزاجی کا ثبوت دیا - جس سے ہمارے الفاظ اور عقائد پر کوئی اثر نہ پڑ سکے -

جب ہم اس مسجد سے رخصت ہوئے تو جنوبی دروازہ سے ہوکے ایک دوسری مسجد بزرگ میں بیرون شہر پہنچے - یہاں ہمارا استقبال پہلے کی نسبت بالکل جداگانہ ہوا - اندرون شہر کی مساجد سے یہ مسجد بڑی اور کئی باتوں میں بہتر تھی - صحن میں متعدد اشخاص اور اطفال تھے - لیکن پہلے ہم سے کوئی خبر پرساں بھی نہ ہوا بہرکیف انکے بعد ہی مہمان منزل میں گئے - اور ایک ملا ہم سے ملاقات کی غرض سے آیا - اور ہم سے بیٹھنے کو کہا - مسٹر ایم سے اصرار کرنا شروع کیا کہ وہ مقام بلند پر بیٹھیں - لیکن ایسی حقارت انگیز اور بلند آواز سے کہ سُننے والا تعمیل امر پر مجبور ہو جائے - چاء آئی - اور ہم لوگوں نے پی کر گفتگو کرنا شروع کر دی - اور چند قطعات پیش کئے - ملا نے مسٹر ایم سے دریافت کیا - کہ عربی پڑھ سکتے ہیں لیکن جب ہیں ”نہیں“ کہا گیا تو ہمیں خیال نہیں - کہ اُس نے کوئی ملائم بات کہی ہو - لیکن اُسکے چہرہ سے نفرت کے آثار پیدا ہو گئے - جس کی وجہ سے جو لوگ گرد بیٹھے یا کھڑے ہوئے تھے انہیں بھی پوری کیفیت واضح ہو گئی - مکالمہ نے نہایت تھوڑے وقت میں بحث کی صورت اختیار کر لی - اور اُسی وقت ملا نے ایک لڑکے کو قرآن شریف لانے کیواسطے بھیجا - اس کے بعد پھر اُسنے پوچھا کہ مسٹر ایم عربی پڑھ سکتے ہیں اور پھر وہی نفرت انگیز جھلک چہرہ سے نمایاں ہوئی - آخر ایک آیتہ کا ترجمہ کیا - میں بحث کے مطالب کو نہیں سمجھ سکا - البتہ جب وہ اس سوال کیطرف جھکا - کہ آیا مسیح علیہ السلام خدا ہیں یا نہیں - اور مصلوب ہوئے کہ نہیں - جتنی دیر بحث ہوئی صرف وقت ضائع ہوا کیونکہ تصدیق کی خواہش نہ پائی جاتی تھی -

ابھی ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے - کہ نماز کا وقت آگیا اور ایک جوان آدمی نے عربی زبان میں ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اذان دی - یہ سُن کر تعجب ہوتا ہے - کہ چین میں [illegible] اتفاق ہوا کہ

اسوقت ہمیں غور کرنے کا موقع ملا - اور یہ خیال پیدا ہوا - کہ زندگی کے ختم کرنے واسطے یہ نہایت سخت وقت ہوتا ہے - ہر شخص اس امر کو ضرور محسوس کریگا کہ عربی زبان کانوں کو نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے اور یقینی معنے خیز ہوتی ہے - اُن لوگوں کا پورا قرآن پڑھ جانا اور معانی سمجھنا بھی کوئی معمولی بات نہ تھی

کرسمس کے روز اندرون شہر کی مسجد کا معمر ملا مع اپنے دو لڑکوں اور لڑکی کے ہم سے ملنے آیا -

دوران گفتگو میں اُس نے ہمارا [illegible] ہدایت کی اور تدبیر بتائی کہ چینی مسلمانوں میں عیسائیت پھیلانے کی یہ صورت بہتر ہوگی - آخر میں اُس نے کہا کہ تمہیں ایک چینی ایسا ڈھونڈھنا چاہئے - جو عربی اور اسلام سے واقف ہو *

ضمیر کی صدا
فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

یہ اس الہامی کتاب کا فقرہ ہے جو ملک عرب کے ایک برگزیدہ شخص عظیم الفطرت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور جو تیرہ سو سال سے ایک ہی نہج پر بلا کسی تغیر و تبدیل اور تحریف دلی پلیشی کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلی آتی ہے - اور جو مصداق و نحن لہ لحافظون اپنے نازل کرنیوالے کی حفاظت میں ہے - اس آیتہ کریمہ میں یہ جتایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کے ضمیر انسان کے قلب میں یہ قوت رکھدی ہے مکہ ”وہ بدی اور نیکی میں تمیز اور شناخت کر سکے“ - قدرت کی جانب سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے ضمیر یا قلب نہ دیا گیا ہو ہر شخص ضمیر رکھتا ہے اور ہر شخص کے پہلو میں دل موجود ہے - اس آیت اور اس تلاشی کی تصدیق ہر دل اور ہر ضمیر سے ہو سکتی ہے کوئی ضمیر اور کوئی دل ایسا نہیں جو اسکی تصدیق نہ کرے صادق - کاذب - سارق - ایماندار خائن - امین - بدچلن - نیک چلن - دونوں اس کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں - اگرچہ اُن کی تصدیق کا رنگ کسی حد تک جداگانہ ہو - ہر چور یہ کہہ سکتا ہے - کہ جب وہ چوری کا ارادہ کرتا ہے - تو اسکا ضمیر اور اُسکا دل اُسے کیا کچھ کہتا ہے - ہر کاذب اسطرح اپنی ضمیر کی آواز سُن سکتا ہے - ہر خائن اور ہر بدچلن بھی اپنے ضمیر کی صدا سُنتا ہے سُنتا ہی نہیں بلکہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے - کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے درست نہیں وہ ایک برائی اور ایک عیب ہے - دیکھو - ایک چور باوجود ضمیر کی تنبیہ کے بھی جب چوری کرتا اور پرایا مال متاع پاکر اپنی اغراض کے ماتحت خوش ہوتا اور ایک فارغ البالی کا اُسے ایک ذریعہ جاتا ہے تو جب خود اُسکے ہاں کوئی چوری کرتا ہے یا اُسکی نقدی و مال چراتا ہے تو اُسکے دل پر جو دوسرے کی چوری پر فتوی دیچکا تھا - ایک صدمہ ہوتا ہے وہ پولیس کی جانب دوڑتا اور ہر شخص پر شبہ کرتا ہے - اُس کی بیوی اور اُس کے بچے اور بچیاں افسوس کرتی ہیں کہ کیوں اُن کے ہاں چوری ہوئی اور کیوں اُن کا مال چلا گیا - اگر چوری بُری عادت اور بُرا رویہ نہیں تو چاہئے تھا - کہ ایک چور جو دوسروں کے ہاں رات دن چوری کرتا اور اپنی چوری سے خوش ہوتا اُسکا دل افسردہ نہ ہوتا - کیونکہ جو فعل وہ خود کرتا ہے وہی فعل اُسکے ساتھ بھی کیا گیا ہے لیکن ایسا شخص کڑھتا اور افسوس کرتا ہے - اُسپر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے - اور ہر جگہ کہتا پھرتا ہے کہ میرا مال چلا گیا - اور میرے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے - یہ دلیل اسبات کی ہے کہ چوری ایک بُرا فعل ہے - ورنہ چور اُسے بُرا نہ جانتا کیونکہ وہ اُسے اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھتا ہے - ایک گالی دینے والا جب اپنی نسبت کسی سے گالی سنتا ہے تو اُسکا دماغ پھر جاتا ہے اُس کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں اُس کے دل میں مارے جوش کے ایک اُبال آجاتا ہے - اگر گالی یا گالی دینا بُرا نہیں تو کیوں ایسا شخص جو روز اوروں کو گالیاں دیتا ہے اسپر ناخوش اور ناراض ہوتا ہے - کیونکہ اُس کے نزدیک تو گالی دینا کوئی بُری عادت اور دُکھ دینے والی بات نہیں تھی ثابت ہوا کہ گالی دینا بُری عادت ہے کیونکہ جو شخص خود گالی دیتا اور ایسی عادت رکھتا ہے - وہ ہی اُس سے نفرت کرتا ہے - ایک مسخرہ دوسروں سے ہر روز مسخری اور ٹھٹھا کرتا ہے - لیکن جب کوئی اُس سے مسخری کرتا ہے تو بیزار ہوتا ہے - یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بیجا مسخری ایک تکلیف دہ بات ہے * ایک سرشتہ دار ہر روز مقدمہ والوں سے بخوشی رشوت لیتا ہے ایک دفعہ گاؤں کے پٹواری یا کسی دوسرے اہلکار نے اُس سے بھی رشوت مانگی - تو بُرا مانا - اہلکار نے کہا - کہ حضور یہ وہی کام ہے - جو آپ بھی روز کرتے ہیں اگر لیتے ہو تو دو بھی - جو شخص دوسرے کا مُنہ چڑاتا ہے اپنے مُنہ چڑانے پر کیوں ناساض ہوتا ہے - اسواسطے کہ یہ روش فی الحقیقت بُری ہے - ... جو شخص کسی دوسرے سے نیکی کرتا ہے اُس کا دل خوش ہوتا ہے اور وہ اُس طریق عمل میں ایک طمانیت پاتا ہے - صرف اسوجہ اور اس باعث یہ طمانیت دیتی ہے - کہ جب کوئی دوسرا شخص سے نیکی کرتا ہے تو اُس کا دل خوش ہوتا ہے - یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نیکی فی الواقع اور فی نفسہٖ ایک [illegible] عمل اور نیکی ہے -

ایک پُرانا مقولہ ہے :-

”ہر کہ بر خود نپسندی بر دیگراں ہم مپسند“

ہر ضمیر اور ہر دل آواز دیتا اور صدا پہنچاتا ہے - ہر ضمیر اور ہر دل کا جو فرض ہے - وہ پورا کرتا ہے - سننا اور غور کرنے کے واسطے کان چاہئے سیینے

جلد ۴ | مقام المسیح لاہور جمادی الثانی ۱۳۳۵ ہجری مطابق یکم اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۹۹

کلام مسیح موعود

یارب کجاست محرم رازِ مکاشفات
تا او برباطنش خبر آرد زِ مخبرم

آں قبلہ رو نمود بگیتی بہ چار دہم
بعد از ہزار وستہ کہ بُت افگند در حرم

جوشید آں چناں کرمِ منبع فیوض
کامد ندائے یار زہر کوئے و معبرم

اے معترض بخوفِ الٰہی صبور باش
تا خود خدا عیاں کند آں نورِ اخترم

آخر نخواندۂ کہ گمانِ نکو کنید
چوں سیروی بروں نہ حدودش برادرم

برمن چرا کشی تو چنیں خنجرِ زباں
از خود نیم ز قادرِ ذوالمجد اکبرم

ماموروم و مرا چہ دریں کار اختیار
رو ایں سخن بگو بخداوند آمرم

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

حکم است ز آسماں بزمیں میرسانمش
گر بشنوم نگویمش آں را کجا برم

ملفوظات مسیح موعود

تزکیہ نفس اور اوراد

ایک استفسار کے جواب میں کہ آجکل کے پیر اور گدی نشین وظائف وغیرہ مختلف قسم کے اوراد بتاتے ہیں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ مومن جو بات سچے یقین سے کہے وہ ضرور موثر ہوتی ہے کیونکہ مومن کا مطہر قلب اسرار الٰہی کا خزینہ ہے۔ جو کچھ اس پاک لوح انسانی پر منقش ہوتا ہے وہ آئینہ خدا نما ہے مگر انسان جب ضعف بشریت سے سہو و گناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر ذرا بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا تو دل پر سیاہ زنگ بیٹھ جاتا اور رفتہ رفتہ قلب انسانی کہ خشیت الٰہی سے گداز اور شفاف تھا سخت اور سیاہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر جونہی انسان اپنی مرض قلب کو معلوم کر کے اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے اور شب و روز نماز میں دعائیں اور استغفار و زاری و قلق جاری رکھتا ہے۔ اور اس کی دعائیں انتہا کو پہنچتی ہیں تو تجلیات الٰہی اپنے فضل کے پانی سے اس ناپاکی کو دھو ڈالتی ہیں۔ اور انسان بشرطیکہ ثابت قدم رہے ایک قلب ایک نئی زندگی کا پیراہن پہن لیتا ہے گویا کہ اس کا تولد ثانی ہوتا ہے۔ دو زبردست لشکر ہیں جن کے درمیان انسان چلتا ہے ایک لشکر رحمن کا دوسرا شیطان کا اگر یہ لشکر رحمن کی طرف جھک جاوے اور اس سے مدد طلب کرے تو اسے بحکم الٰہی مدد دی جاتی ہے۔ اور اگر شیطان کی طرف رجوع کیا تو گناہوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ گناہ کی زہریلی ہوا سے بچنے کے لئے رحمن کی حفاظت میں ہو جاوے۔ وہ چیز جو انسان اور رحمن میں دوری اور تفرقہ ڈالتی ہے وہ فقط گناہ ہی ہے۔ جو اس سے بچ گیا۔ اس نے اللہ تعالےٰ کی گود میں پناہ لی۔ دراصل گناہ سے بچنے کے لئے دو ہی طریق ہیں اول یہ کہ انسان خود کوشش کرے۔ دوسرے اللہ تعالےٰ سے جو زبردست مالک و قادر ہے استقامت طلب کرے یہانتک کہ اسے پاک زندگی میسر آوے اور یہی تزکیہ نفس کہلاتا ہے۔ اور بندوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو انعامات و اکرامات ہوتے ہیں وہ محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہی ہوتے ہیں۔ پیروں فقیروں صوفیوں گدی نشینوں کے خود تراشیدہ ورد و وظائف طریق و رسومات سب فضول بدعات ہیں جو ہرگز ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ اگر یہ لوگ کل معاملات دنیوی و دینی کو ان خود ساختہ بدعات سے ہی درست کر سکتے ہیں تو یہ ذرہ ذرہ سی بات پر کیوں تکرار کرتے لڑتے جھگڑتے ہیں کہ سرکاری عدالتوں میں جائز و ناجائز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ سب باتیں دراصل وقت کا ضائع کرنا اور خداداد دماغی استعدادوں کا تباہ کرنا ہے۔ انسان اس لئے نہیں بنایا گیا کہ لمبی تسبیح لیکر صبح و شام تمام لوازمات و حقوق کو تلف کر کے بے توجہگی سے سبحان اللہ سبحان اللہ میں لگا رہے لیکن اوقات گرامی بھی تباہ کرے۔ اور خود اپنے قویٰ کو بھی تباہ کر دیوے۔ اور اوروں کے تباہ کرنے کے لئے شب و روز کوشاں رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت سے بچاوے۔ الغرض یہ سب باتیں سنت نبوی صلعم کو چھوڑ دینے سے پیدا ہوئیں۔ یہ حالت ایسی ہے جیسے پھوڑا کہ اندر سے تو پیپ سے بھرا ہوا ہے اور باہر سے شیشے کی طرح چمکتا ہے۔ زبان سے تو ورد وظائف کرتے ہیں اور اندرونے بدکاری و گناہ سے سیاہ ہوئے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ سب کچھ خدا سے طلب کرے جب وہ کسی کو کچھ دیدیتا ہے تو اس کی بلند شان کے خلاف ہے کہ واپس لے۔ یہ وہی ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں سکھایا گیا اور پیدا کیا گیا یہ لوگ اس سے بہت دور ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں سارے دن میں چار دفعہ دم لیتا ہوں، بعض فقط ایک یا دو دفعہ اس سے لوگ ان کو ولی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اور ایسی ایسیات دم کشی کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ فخر کے قابل یہ بات ہے کہ انسان مرضیات الٰہی پر چل کر اپنے پیغمبر نبی کریم سے صلح و آشتی پیدا کرے جس سے کہ وہ انبیاء کا وارث کہلائے اور صلحاء و ابدال میں داخل ہو۔ اسی توحید کو پکڑے اور اس پر ثابت قدم رہے اللہ تعالےٰ اپنا غلبہ و عظمت اس کے دل پر بٹھا دیگا۔

وظیفوں کے ہم قایل نہیں۔ یہ سب منتر جنتر ہیں جو ہمارے ملک کے جوگی سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں البتہ دعا کرنی چاہیئے۔ خواہ اپنی ہی زبان میں ہو سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہو۔ ایسا کہ وہ قادر الحی القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔ جس طرح انسان آگ یا اور ہلاک کرنے والی اشیاء سے ڈرتا ہے ویسے ہی اس کو گناہ کی سوزش سے ڈرنا چاہیئے۔ گناہ گار زندگی انسان کے لئے دنیا میں مجسم دوزخ ہے۔ جس پر غضب الٰہی کی سموم چلتی اور اس کو ہلاک کر دیتی ہے جس طرح آگ سے انسان ڈرتا ہے اسی طرح گناہ سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی آگ ہے۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ نماز میں رو رو کر دعائیں مانگو تو اللہ تعالےٰ تم پر اپنے فضل کی نسیم چلائے۔ دیکھو شیعہ لوگ کیسے راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ حسین حسین تو کرتے مگر احکام الٰہی کی بیحرمتی کرتے ہیں۔ حالانکہ حسین کو بھی بلکہ تمام رسولوں کو استغفار کی ایسی سخت ضرورت تھی جیسے ہم کو۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کا فعل اس پر شاہد ہے۔ کون ہے جو آپ سے بڑھ کر نمونہ بن سکتا ہے۔

بچوں کو سزا دینے کے متعلق فرمایا کہ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ [illegible] یکم اپریل ۱۹۱۶ء نمبر ۹۹

سیرت مسیح موعود کا ایک ورق

وہ لوگ جو اس برگزیدہ انسان اس امام وقت اس مامور من اللہ کی صحبت گزینی کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے دہن شیریں مقال سے جن کو معارف و حقایق کے سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ روزمرہ کے حالات و واقعات کو دیکھنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا ہے۔ وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ کہ اس موجودہ زمانہ میں اس عالم پرفتن میں اس دہریت اور لامذہبی کے وقت میں اس پاکباز۔ اس سلطان القلم اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کا وجود تشنہ کامان صداقت کے لئے کس قدر ابر رحمت تھا۔ ہم تو حیران رہ جاتے ہیں جب مسیح کی انسان کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اس کے بڑھاپے کے عالم کو دیکھتے ہیں۔ ان بیماریوں کی طرف خیال لے جاتے ہیں۔ جو اسے لاحق تھیں۔ پھر ان عالیشان کاموں پر نگاہ ڈالتے ہیں جو اسنے باوجود ان سب عوارض کے کئے اور انہیں انجام تک پہنچا کر دکھا دیا۔ وہ اس کی رات دن کی محویت تصنیف و تالیف کا مہتم بالشان کام۔ دوسری طرف خدام اور دیگر متلاشیان حق سے ملنا ملانا۔ ان کو ہر روز وعظ و نصیحت کرنا ان کے نت نئے سوالات کا جواب دینا۔ ان کی رہائش۔ ان کے کھانے پینے اور ہر ایک قسم کی آسائش کا جو مہمانداروں پر واجب ہوتی ہے انتظام کرنا۔ پھر دوسری طرف مخالفین کے حملوں کے جواب۔ ان کی رخنہ اندازیوں اور فتنہ پردازیوں کا سد باب ان مخالفتوں میں پیش آنے والے مقدمات کی پیروی آخر یہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کام جو اس ایک اکیلے انسان کو ہر روز کرنے پڑتے تھے۔ اور اسنے کئے۔ کوئی چھوٹی سی بات نہیں آپ کا اسی کے قریب کتابیں لکھنا اور بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھنا۔ اور ایسی حالت میں لکھنا۔ جب دوسری طرف ملنے والوں کا بھی ایک تانتا بندھا رہتا ہے پھر ان میں وہ وہ حقایق عالیہ و معارف قرآنیہ بیان کرنا اور ایسے ایسے نازک مسایل پر بحث کرنا کہ جو مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دینے والے ہیں۔ جن میں اسلام کو دوسرے تمام مذاہب کے بالمقابل معزز و ممتاز ثابت کرنا ہے۔ ایسی حالت میں بلکہ معمولی نوشت و خواند کے لئے بھی لوگ تو تنہائی کو چاہتے ہیں۔ لیکن آپ کی یہ حالت ہے۔ کہ اگر تنہائی میں بھی جا کر بیٹھے ہیں۔ تو بچے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ بار بار آتے ہیں۔ دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اور بار بار آپ کو کھولنا پڑتا ہے۔ بیہودہ پاس شور و غل مچاتے ہیں کبھی آپ کی تمام عرقریزی اور محنت کا نتیجہ جو لکھے ہوئے کاغذوں کی شکل میں وہاں سے اسے بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ کاغذوں کو آگ لگاتے ہیں اور آپ کو خبر تک نہیں ہوتی جب سلسل مضمون کے دیکھنے کے لئے ان کاغذوں کی تلاش ہوتی ہے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ تو جل گئے۔ لیکن پھر بھی آپ کا یہ حال ہے۔ کہ چہرہ پر شکن تک نہیں آیا۔ لوگ تو ذرا ذرا سی بات پر غریب معصوم بچوں کو جو ابھی پوری طرح بات بھی نہیں کر سکتے۔ ایسا ایسا سخت مارتے ہیں۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں لیکن اس پاک انسان کے تحمل۔ عفو۔ کمزوروں اور چھوٹوں پر لطف و کرم۔ توکل علی اللہ اور صبر و شکر کا یہ حال ہے۔ کہ بجائے کسی خفگی کا اظہار کرنے کے بس صرف خندہ پیشانی کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بہتر مضمون لکھوانا منظور ہوگا۔ اللہ اللہ یہ حالات۔ یہ پاک نمونہ سوائے برگزیدگان الٰہی کے اور کہاں مل سکتا ہے گھر کے اندر کے حالات کو بھی دیکھو۔ کیونکہ ان سب کاموں کے ساتھ اہل و عیال بھی آپ کے پاس ہے جس کی آپ نے فکر کرنی ہے۔ اس کی بھی ضروریات کو بنا سنا ہے۔ جب گھر میں جاتے ہیں۔ تو یہ نہیں۔ کہ دوسرے گھروں کی طرح وہاں ایسا سمجھ لیا جائے۔ کہ گویا کوئی ہتوا آگیا۔ بلکہ آپ جیسا رحیم و کریم انسان تو کوئی قصور بھی اگر دیکھتا ہے۔ تو چشم پوشی سے ہی کام لیتا ہے ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ گھر کے اندر گئے۔ تو دیکھا کہ ایک خادمہ کو سیر فضیحت ہو رہی ہے۔ کہ اس نے کچھ چاول چرا لئے ہیں۔ آپ مسکرا کر فرماتے ہیں۔ کہ محتاج ہے۔ فضیحت مت کرو۔ اور کچھ اور دیدو۔ اس کی ضرورت پوری ہو جائے گا۔ اپنے خدام میں بھی اگر کسی کی شکایت پیش ہوتی ہے تو ایک دوسرے پر رحم اور چشم پوشی کی ہی تعلیم دیتے ہیں۔ گو اس کے ساتھ قصور کرنے والوں کو بھی کسی اور طرز سے سمجھا دیتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ

”میرا یہ مذہب ہے۔ کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے۔ مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے دوستوں میں کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو۔ اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لایم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع نہ کر دینا چاہیئے۔ اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے“

کیا یہ سب باتیں۔ یہ پیارے خصایل۔ یہ شاندار نمونہ جو سراسر ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا تھا۔ خدام مسیح موعود کو کبھی بھول سکتا ہے۔ ع

یاد آں وقتیکہ یار الطاف و احساں داشتند

آں مسیح وقت و نیز آں مہدی نصفت شعار

وہ لوگ جو اس کی صداقت کا کوئی نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ضد اور تعصب نے ان کی آنکھوں کو چندھیا نہیں دیا۔ تو آئیں اور دیکھیں کہ سو نشانوں کا یہ ایک نشان اس کی صداقت پر گواہ ہے۔ کہ کس قدر مخالفتوں کے ہوتے ہوئے۔ صرف غیر مذاہب ہی نہیں۔ اپنوں اور ساری اسلامی دنیا کی بھی مخالفت بلکہ استیصال کی کوششوں کے باوجود آپ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور آپ کے مخالف ناکام۔ آپ بامراد ہوتے ہیں۔ اور مخالف نامراد۔ آپ کا سلسلہ۔ آپ کی جماعت دن بدن ترقی کرتی ہے۔ اور مخالفین کی جمعیت گھٹتی چلی جا رہی ہے اور انشاء اللہ عنقریب وہ دن بھی آنے والا ہے۔ جب اس طرح گھٹتے گھٹتے نام کو بھی باقی نہ رہے گی۔ پھر کیا وہ لوگ جو اپنی کوششوں کو نامراد ہوتا دیکھ کر اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دے لیا کرتے تھے۔ کہ یہ سلسلہ صرف مرزا صاحب کے دم سے ہے۔ آپ کے بعد ان کی جماعت منتشر ہو جائے گی۔ لوگ خود بخود بیزار ہو جائیں گے۔ اور یہ سلسلہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ پھر جب ان کی یہ حسرت بھی پوری نہ ہوئی تو مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ [illegible] کرتے تھے۔ [illegible] اب بھی جبکہ نہ مرزا صاحب ہیں۔ نہ مولوی نور الدین۔ آپ کے خدام کی حتی الوسع آپ کے مشن کی سر انجام دہی میں ویسی ہی پرجوش اور سرگرم اور کامیاب کوشش کو دیکھ کر اپنی مخالفت حق کو پہچان نہیں سکے۔ کیا وہ نہیں جان سکتے۔ کہ اگر ان کے ساتھ بھی کوئی حق تھا۔ تو کیوں ان کو ذرا بھی کامیابی نہ ہوئی اور بالمقابل ناحق پر کھڑے ہونے والے کامیاب اور کامران ہو گئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہاں کہدیا جائے گا۔ کہ آپ کے پیرووں میں موجودہ تفرقہ ان باطل امیدوں کے پورا ہونے کا نشان ہے لیکن غور کرنا چاہیئے۔ کہ آخر اس تفرقہ نے۔ جماعت کی ترقی۔ سلسلہ کی مضبوط و محکم بنیاد اور اس کے جوش و سرگرمی پر کیا اثر ڈالا۔ آیا ان باتوں میں پہلے سے کوئی ذراسی بھی کمی یا کمزوری واقعہ ہوئی۔ یا یہ دن بدن اور بھی ترقی پر ہے۔ ہم تو حیران رہ جاتے ہیں۔ اس ضد و عداوت۔ اس ہٹ دھرمی اور شقاوت قلبی۔ اس ناجایز بغض اور بے وجہ تعصب پر جو اس مامور من اللہ کی مخالفت پر لوگوں کو اب بھی آمادہ کرتا۔ اور ابھارتا ہے۔ جب حق ظاہر ہو چکا۔ بات کھل چکی۔ اور آفتاب نصف النہار کی طرح اس کی صداقت آشکارا ہو گئی۔ تو پھر بھی ہٹ دھرمی سے کام لینا کہاں تک شایاں ہے۔ اب تو وقت تھا جیسا کہ حالات وقت بتا رہے ہیں۔ کہ ان باطل امیدوں سے ہاتھ دھو لئے جاتے لیکن افسوس تمہاری حالت ان مشرکین عرب سے بھی گئی گذری ہو گئی جنہوں نے جب اپنی تمام کوششوں کو ناکام ہوتے دیکھا تو بالآخر اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ اگر ان کے بتوں میں بھی کچھ ہوتا تو کچھ تو ان کی مدد کرتے +

کاش ہمارے مخالفین اس پاک انسان کی سیرت پر ہی غور کرتے اور دیکھتے۔ کہ اس کی اندرونی و پرایئویٹ زندگی بھی کس قدر شاندار ہے۔ اور ہر ایک قسم کی لغزش سے پاک اعلےٰ سے اعلےٰ نمونے اس کی اندرونی زندگی میں ہمیں ملتے ہیں۔ جنہیں ہم وقتاً فوقتاً واضح کرتے رہینگے اگر کسی کے اندر حق کی قبولیت کا مادہ بھی ہے۔ اور دیانت و امانت عقل و تمیز اس سے سلب نہیں ہو چکا۔ تو وہ غور کرے اور دیکھے کہ جو انسان اپنی اندرونی زندگی میں بھی اپنے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلعم کی طرح اور آپ کی پیروی میں ہر ایک قسم کے نقص سے پاک اور خوبیوں [illegible] ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ پر کیونکر جھوٹ تراش سکتا اور ایک کثیر مخلوق خدا کو گمراہی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ کیا کوئی ہے جو فکر کرے۔ اور حق کی طرف رجوع لائے +

جرایم پیشہ فرقوں کی اصلاح اور مکتی فوج

گذشتہ پنجشنبہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو فورمن کرسچین کالج لاہور میں سر آر ٹی سر مائیکل اوڈوایر لفٹننٹ گورنر پنجاب کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں پنجاب کے ان قابل رحم اشخاص کی جنہیں جرایم پیشہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اصلاح کے متعلق مسٹر بوتھ ٹکر کمشنر مکتی فوج نے تقریر کی۔ اور ان اصلاحی کاموں کی تفصیل بتائی۔ جو مکتی فوج نے سر انجام دیئے۔ جس کے بعد رائے بہادر پنڈت ہری کشن کول سی آئی ای ڈپٹی کمشنر نے جو جرایم پیشہ اقوام کی اصلاح کے متعلق کار خاص پر مامور ہیں۔ ایک مختصر تقریر میں بتایا کہ

”پنجاب میں ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ تک جرایم پیشہ لوگ ہیں۔ جن میں سے کچھ تو مقامی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور کچھ سیلانی۔ اس قدر مردوں عورتوں اور بچوں کی اصلاح کا کام نہایت عظیم الشان ہے۔ گورنمنٹ پنجاب نے ان کی اصلاح کی سکیم مرتب کر کے وزیر ہند کی خدمت میں بغرض منظوری روانہ کی ہے۔ کہ اس سکیم کو کامیاب بنانے میں وہ انجمنیں اور افراد گورنمنٹ کا ہاتھ بٹائیں۔ جو بنی نوع انسان کی ہمدرد ہیں۔ مکتی فوج انجمن اسلامیہ انجمن حمایت اسلام احمدیہ سوسائٹی قادیانی سوسائٹی۔ چیف خالصہ دیوان آریہ سماج اور دیو سماج اب سے پیشتر ہی گورنمنٹ کا ہاتھ بٹانے پر آمادگی ظاہر کر چکے ہیں۔ مگر ابھی پنجاب میں اس کو عملی طور پر صرف مکتی فوج نے انجام دیا ہے۔ اور جب گورنمنٹ کی سکیم منظور ہو کر آ جائیگی۔ تو مکتی فوج کو آیندہ اور زیادہ کام کرنے کا موقعہ ہاتھ لگے گا۔ لفٹننٹ گورنر پنجاب نے ابتدائی اور مدامی مصارف کی شکل میں بہت سا روپیہ جرایم پیشہ لوگوں کی اصلاح پر صرف کرنے کا ارادہ کیا ہے جو انجمنیں یا اشخاص اس کام کو اپنے ذمہ لیں گے۔ ان پر مصارف کا [illegible] بار نہیں ڈالا جائے گا۔ ان سے یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ ان نو آبادیوں کے انتظام کے لئے جن میں جرایم پیشہ لوگ رکھے جائیں موزوں آدمی دیں۔ جو اپنے فرایض خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ اور صنعتی نو آبادیوں میں جو ہنر و فنون سکھائے جائیں۔ ان میں مالی امداد دیں“

بیشک مکتی فوج کا کام اس پہلو میں بہت ہی قابل ستایش ہے جس محنت اور مستعدی سے اس دشوار کام کو انہوں نے سر انجام دیا ہے۔ وہ درحقیقت قابل داد ہے لیکن دوسری انجمنوں کو اس بارہ میں یہ کہکر مطعون کرنا کہ انہوں نے اس کام کا ذمہ نہیں لیا۔ یا امداد کا وعدہ کر کے ابھی تک اسے پورا نہیں کیا اس وجہ سے صحیح نہیں کہ اول تو ان کو اس قسم کا موقع آج تک نہیں دیا گیا۔ اور جب انہیں گذشتہ سال اس خدمت کے لئے بلایا گیا تو مندرجہ بالا انجمنوں نے اسپر پوری مستعدی کا اظہار کیا۔ خود جہاں تک ہمیں علم ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے سب سے بڑھ کر بوجہ احسن اس پر آمادگی ظاہر کی۔ اور گورنمنٹ نے بھی اسے منظور کیا۔ لیکن آج تک کوئی عملی کام نہ ہونے کی وجہ محض گورنمنٹ کی طرف سے کچھ التوا ہونا ہے ورنہ کام کرنے کے لئے بفضلہ اب بھی احمدیہ جماعت تیار ہے۔ اور انشاء اللہ عنقریب عملی رنگ میں ایک شاندار پیمانہ پر شروع کر کے حسب دلخواہ نتایج پیش کر سکیگی وباللہ التوفیق۔ اس بارہ میں اگر تفصیلی حالات یا کیفیت ہمیں میسر آ سکی ممکن ہے کسی آیندہ اشاعت میں ہم شائع کر سکیں +

سر آنر کی تقریر

اس بارہ میں سر آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب کے ریمارکس بھی جو انہوں نے اس ضروری کام کے متعلق کئے ہیں۔ خاص توجہ کے قابل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

”جرایم پیشہ لوگوں کی اصلاح کی تحریک کسی فرقہ اور مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ ان کی اصلاح کے لئے اور زیادہ نو آبادیوں کی ضرورت ہے۔ اور جن انجمنوں نے اس اصلاح میں مدد دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے ان کی مدد سے گورنمنٹ فایدہ اٹھائے گی۔ گورنمنٹ نے اصلاحی جیل خانوں اور صنعتی نو آبادیوں کے قایم کرنے کے علاوہ نہر لوئر چناب کے رقبہ میں [illegible] ایکڑ اراضی جس کی قیمت ۲۲ لاکھ روپیہ ہے۔ جرایم پیشہ فرقوں کی نو آبادیوں کے لئے مخصوص کی ہے“

ہمیں امید ہے۔ کہ گورنمنٹ کی اس امداد سے اسلامی انجمنیں اور بالخصوص احمدیہ جماعت فایدہ اٹھائے گی۔ اور اس ضروری کام کو سر انجام دینے میں گورنمنٹ کو پوری امداد دے گی +

جی کی فتح - اور واہ گورو جی کا خالصہ سکھ پنتھ سے شروع ہوا ہے اور یہ ایجاد اور اختراع اس بات کی نشانی اور ثبوت ہے کہ سکھ لوگوں نے رفتہ رفتہ اپنے تئیں ہندوؤں سے جُدا کرنے کی کوشش شروع ہی سے رکھی ہے - اور اُن کا یہ خیال آج کا نہیں ہے - پہلے ہی سے اُن کے دماغ میں یہ خیال متموج رہا ہے - اور یہ ایک طبعی خواہش ہے کہ ہر شخص اور ہر قوم یا ہر فرقہ بعض بڑے بڑے اُمور کی تفریق کی وجہ سے ایسے امور میں بھی جُدائی اور تفریق چاہتا ہے۔

آریہ لوگوں کا نمستے کہنا بھی اسی قسم کی ایک کوشش خیال کی جا سکتی ہے گو اُسے وہ مشکوریت اور عمومیت حاصل نہیں ہوئی جو سکھوں میں واہ گورو جی کی فتح اور واہ گورو جی کا خالصہ کو ہوئی ہے -

گڈ مارننگ وغیرہ کا صرف انگریزی خوانوں میں رواج ہے اور اس کا استعمال ہر شخص ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی کرتا اور کر سکتا ہے - اگرچہ اس کا رواج ابھی تک ایک محدود حالت میں ہے - اور عموماً گھر بار میں آکر اس کا استعمال بند ہو جاتا ہے - لیکن پھر بھی اس کا رواج ہے ضرور اور دوسری طرف انگریز بھی کبھی سلام اور بندگی کا استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس کا استعمال موقعہ موقعہ پر ہوتا ہے - اکثر جواب میں سلام یا بندگی کہی جاتی ہے - اور کبھی کبھی کوئی کوئی یورپین شروع میں بھی بندگی اور سلام کہدیتا ہے -

مسلمان کبھی - رام رام اور نمستے - واہ گورو جی کی فتح واہ گورو جی کا خالصہ نہیں کہتا - اور ہندو اور سکھ کبھی سلام علیکم نہیں کہتے - گو سلام علیکم کا ایک جزو سلام تو کہہ لیتے ہیں مگر سلام علیکم نہیں کہتے جس طرح ہندو اور سکھ یہ سمجھتا ہے - کہ السلام علیکم ایک مذہبی ٹرم ہے اسی طرح ایک مسلمان بھی رام رام اور واہ گورو جی کو ایک مذہبی ٹرم جانتا ہے بندگی کی ٹرم کو عموماً ہندو ہی استعمال کرتے ہیں مگر بعض اوقات مسلمان بھی اُس کا استعمال کر لیتے ہیں۔

رام رام کہنے سے ایک مسلمان یا ایک عیسائی یہ سمجھیگا کہ کہنے والا ایک ہندو ہے اور واہ گورو جی کے خالصہ سے بھی ایک مسلمان اور ایک عیسائی خیال کریگا - کہ گوئندہ ایک ہندو یا ایک سکھ ہے لیکن السلام علیکم کہنے سے کبھی کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ مسلمان نہیں ہے - سُننے والے کا پہلا خیال یہ ہوگا - کہ گوئندہ ایک مُسلمان ہے -

گو یہ جملہ ایک اسلامی جُملہ ہے اور یہ سب الفاظ عربی یا اسلامی ہیں - لیکن اگر معانی پر غور کیا جائے - تو یہ محض ایک دُعائیہ الفاظ ہیں - اور یہ سب کے مقابلہ میں مشترک معانی رکھتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ - خدا کی جانب سے تم پر سلامتی ہو - خدا تم پر رحم کرے - وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ - خدا کی جانب سے تم پر بھی سلامتی ہو - خدا تم پر بھی رحم کرے - یہ معانی گوڈ مارننگ اور گوڈ ایوننگ کے معانی سے اگرچہ مختلف ہیں لیکن اُن کا مفہوم بھی سلام علیکم میں آجاتا ہے - سلام علیکم و علیکم ایک ایسا جامع اور خوش آیند جملہ ہے - کہ اس میں کوئی بھی ایسی کیفیت نہیں پائی جاتی جو مکروہ یا غیر مناسب ہو ہر شخص سلامتی کا خواہاں اور رحمت کا طالب ہے اور سلامتی اور رحمت اُسی بارگاہ سے چاہی جاتی ہے جو دینے کے قابل ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا اثر

اِن اسلامی الفاظ میں ایک اثر اور ایک کشش ہے چاہے کوئی واقف ہو یا نہ ہو - جب دوسرے شخص کے مُنہ سے یہ کلمہ نکل جاتا ہے تو دوسرا سُننے والا فوراً ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ گوئندہ مذہب اور دین میں میرا بھائی ہے - اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جس نیاز کی اور جس خیال اخوت سے سلام علیکم کہتا ہے یہ صورت یہ جرأت یہ بے باکی یہ شان اخوت کسی دوسری قوم میں نہیں ملتا - ایک چھوٹے درجہ کا مسلمان بھی ایک بڑے درجہ کے مسلمان کو اُسی جرأت اور اُسی کشادہ دلی سے سلام علیکم کہتا ہے جیسے وہ کسی اپنے ہم درجہ کو کہتا ہے - کہنے کے وقت اُس میں ایک قسم کی جرأت پائی جاتی ہے۔

اگرچہ بعض شیخی مآب مسلمان بعض اوقات چھوٹے درجہ کے مسلمانوں سے سلام علیکم کہنا اسواسطے پسند نہیں کرتے - کہ وہ ایک برابری کا سلام ہے لیکن مسلمان چاہے کسی درجہ کا ہو سلام علیکم کہنے سے جھجکتا نہیں - اور اگر کوئی مسلمان اس کا جواب علیکم السلام میں نہ دیوے تو عام طور پر اسکو بُرا مانا جاتا ہے۔

سلام علیکم اور مساوات

سلام علیکم اور علیکم السلام میں مساوات کی کشش پائی جاتی ہے جہاں یا جس وقت سلام علیکم کہا جاتا ہے - فوراً ہی دونوں طرف یہ برقی رَو دوڑ جاتی ہے کہ کہنے والا اور سُننے والا دونوں ایک ہی سلسلہ اخوت رکھتے ہیں - حال کی جنگ میں ایک موقعہ پر الجزائری مسلمانوں اور ہندوستانی مسلمانوں کی پلٹنوں کی مُٹھ بھیڑ ہو گئی - دونوں طرف سے السلام علیکم و سلام علیکم کہنے سے دونوں میں اخوت کی بجلیاں دوڑ گئیں - بغیر اس کے کہ کوئی شناسائی اور واقفیت کرائے دونوں جانب اخوت کی کشش سے ایسے مِل جُل گئے - کہ گویا برسوں کے واقف تھے - ایک دوسرے کی بولی نہ جاننے پر بھی دونوں میں اُلفت اور محبت کی لہریں اُٹھنے لگیں - صرف السلام علیکم و علیکم السلام کہنے سے ایک نے دوسرے کو پہچان لیا اور جان لیا کہ ہم ایک ہی شجر کی شاخیں اور ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں - انگلستان کے ایک اخبار نے اس اخوت اور اس کشش پر ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ مارا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس قسم کی کشش کسی اور طریقۂ سلام میں نہیں پائی جاتی -

السّلام علیکم اور تعارف

السّلام علیکم و علیکم سلام میں تعارف کی ضرورت نہیں پڑتی کہنے کے ساتھ ہی دونوں سمجھ جاتے ہیں کہ دونوں مسلمان ہیں اور دونوں میں ایک رشتہ ہے نام اور مسکن پوچھنے کی بعد میں کہیں نوبت آتی ہے السلام علیکم اور سلام علیکم کہنے سے تسلّی ہو جاتی ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں نہ کوئی منافرت رہتی ہے - اور نہ کوئی مغائرت - یہ بات کسی دوسرے طریقۂ سلام میں نہیں پائی جاتی یا یہ کہ جس وسعت سے السّلام علیکم اور سلام علیکم میں یہ بات پائی جاتی ہے اور کوئی طریقۂ سلام ایسی وسعت نہیں رکھتا - چاہے کوئی ملک ہو اور کوئی قوم اور کوئی سی زبان رکھتی ہو - سب میں سلام علیکم ایک ہی ہوگا -

اشارات سے بریت

السّلام علیکم اور سلام علیکم میں اشارات کی ضرورت نہیں پڑتی - نہ جھکنا - نہ چھاتی پر ہاتھ رکھنا نہ ہاتھ جوڑنا نہ پاؤں پڑنا - صرف السلام علیکم اور سلام علیکم ہی کہدینا کافی ہوتا ہے - گو بعض مسلمان اشارات بھی کرتے ہیں - لیکن اس کی اجازت اور ضرورت نہیں شرعاً صرف السّلام علیکم اور سلام علیکم کہدینا ہی کافی ہوتا ہے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے - کہ کسی کے سامنے جھکنا اور ہاتھ جوڑنا درست نہیں ہے - سیدھے سادے طور پر ایک دوسرے سے ملو اور سلام علیکم کرو - اگرچہ ان ہدایات کے خلاف مسلمانوں میں بہت کچھ رواج ہو گیا ہے اور تعظیمی ادب و آداب اور سلام بہت کچھ معمول ہیں لیکن اصل حکم یہی ہے کہ مُنہ سے سلام علیکم و علیکم السّلام کہو اور اس پر ابتدائی تخاطب کا خاتمہ کر دو۔

عورتیں اور السّلام علیکم

دوسرے اسلامی ممالک میں رواج ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی ایک دوسرے کو السّلام علیکم اور سلام علیکم کہتی ہیں - ہندوستان میں یہ رسم کم ہوتے ہوتے صرف سلام ہی رہ گیا ہے حالانکہ دونوں کے واسطے ایک ہی قسم کا حکم تھا اور ایک ہی سٹیج پر مردوں اور عورتوں کو رکھا گیا تھا - جہاں اور اسلامی رسمیں گھٹ رہی ہیں وہاں ہندوستان میں السلام علیکم اور علیکم السّلام کی رسم بھی کم ہو رہی ہے۔

عام میلان

عام طور پر مسلمانوں میں بجائے شرعی سلام علیکم کے صرف سلام پر ہی کفائت کی جاتی ہے - بعض مسلمان تو اپنی امارت اور ریاست کے شوق اور گھمنڈ میں کسی مسلمان سے السلام علیکم کا سُننا پسند بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ اس میں مساوات اور برابری کی ایک جھلک پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں - کہ ایک چھوٹے درجہ کا مسلمان ایک بڑے درجہ کے مسلمان سے کن الفاظ میں مخاطب ہوتا اور کس جرأت برادرانہ سے پیش آتا ہے - چھوٹے درجہ کے مسلمانوں میں اس رسم شرعی کی بہت کچھ پابندی ہے - لیکن بڑے درجوں میں اس کی پابندی دن بدن کم ہو رہی ہے بڑے درجہ والوں کو صرف اس وجہ سے اس سے چڑ ہے کہ اس میں ایک مساوات اور ایک برادرانہ پہلو پایا جاتا ہے - باوجود ان سب قسم کی کمزوریوں اور کراہتوں کے بھی السّلام علیکم و سلام علیکم کی جو ست مذاکشش ہے وہ کسی اور طریقہ سلام میں نہیں پائی جاتی - کبھی ذرا غور سے سُنو اور دیکھو تو سہی کہ کس جوش اور کس جرأت سے ایک غریب مسلمان ایک مقتدر مسلمان کو ایک مجمع عام میں السلام علیکم کہتا ہے - غریب مسلمان کا طریق تکلم ثابت کر رہا ہے کہ وہ خود کو ایک برابر والا سمجھتا ہے -

اللّٰھم زد فزد ❊ (از اسوۂ حسنہ پرچہ)

سلطان احمد - (پنڈ دادنخان)

تازہ خبریں

ولایت موصل میں داخلہ - لنڈن ۲۶ر مارچ - ایک روسی اعلان مظہر ہے - کہ روسی فوجیں ترکوں کا تعاقب کرتے ہوئے ولایت موصل میں داخل ہو گئی ہیں ❊

جرمنوں کا حملہ پسپا - لنڈن ۲۶ر مارچ - ایک تار برقی روسی اعلان مظہر ہے - کہ لوسا روسی کے علاقہ میں جرمنوں نے زہریلی گیس چھوڑ کر پیشقدمی کی - لیکن ان کو پیچھے ہٹا دیا گیا - جرمنوں نے بیر د لونسکی کے مشرق میں بھی حملہ کیا - لیکن ان کو منتشر کر دیا گیا - ہمارا رکیپین کی پہاڑیوں پر قبضہ ہے - جو فائیکن کی طرف میں ترک میانشاہ لنگا کے قریب بلندیوں پر متمکن ہیں ❊

عراق عرب میں جنگ - دہلی ۲۷ر مارچ - عراق عرب کے چشمدید شاہدین نے حسب ذیل واقعات کی کیفیت روانہ کی ہے:-

شاہروبن ۲۴ر مارچ - ہمارا دستہ جو فائیکن کیطرف پسپا ہو رہا تھا - وہ اب اُن ترکی فوج کے قریب پہنچ چکا ہے - جو ایرانی سرحد پر جرمن مارشل کے آگے آگے مغرب کی طرف پسپا ہو رہی تھی - آج تک تو پخانہ نے سنہ کر کے گڈیر نے شاہروبن قبضہ کر لیا - جو بغداد سے ۵۶ میل شمال مشرق کی طرف ایک کنارہ واقع ہے - ہمارے ہاتھ کچھ قیدی اور اناج کا بہت سا ذخیرہ آیا - جو ترکوں نے جمع کر رکھا تھا ترکوں نے گامل کے باہر نہر مہروت کا پل یکدم توڑ کر اس علاقہ میں کسی قدر طغیانی پیدا کر دی - دشمن کے کسل ریاست کے جنوب مغرب میں دریائے دیالا کو اس مقام پر عبور کیا جہاں یہ ندی جبل عمرین میں سے گذرتی ہے - اب وہ اس بادیہ کے قریب ایک مستحکم مقام پر قابض ہیں اور ندی کے دائیں کنارہ پر بھی ایک استحکام ان کے قبضہ میں ہے -

ہوا بازوں نے خبر دی ہے کہ فوجیں کفری کی طرف پسپا ہو رہی ہیں جہاں تیل کے چشمے واقع ہیں لیکن وہ سڑا ہراہ پر نہیں چلتیں - ترکوں نے سامان جمع کرنے کے لئے ندی کو عبور کرنے کا کام ملتوی کر دیا ہے - اور چونکہ کفری اور موصل کے درمیان اُنہیں بہت سا غیر آباد علاقہ عبور کرنا ہے اس لئے وہ سامان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے ❊

روسیوں کا قرب - مفرور سپاہی اور افسر ہستور چلے آ رہے ہیں - اور ان کا بیان ہے کہ روسی مقربین ہیرن کے مشرق کی طرف سے آ رہے ہیں پل مقدر تک ہماری فوجوں کی کوئی خاص مزاحمت نہیں کی گئی ۱۸ر مارچ کو ہمارا کالم اول فوج نے باکوبا کے ۵ میل جنوب کی طرف دریائے دیالا کو عبور کر لیا - اور دشمن کے عقبی حصہ اور اس کے بازو کو سخت خطرہ میں لا کر اسے ان استحکامات سے باہر کر دیا - جنکو وہ توپوں کی رو سے قائم رکھنا چاہتا تھا - ۱۹ر مارچ کو ہمارا دستہ باکوبا میں داخل ہو گیا - اور ہمارا رسالہ نے فائیکن کی سڑک پر ۵ میل اور آگے ایک جسر پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کر لیا ❊

ویران علاقہ - بغداد اور باکوبا کے درمیان سڑک کے ذریعہ ۳۴ میل کا فاصلہ ہے اور یہ سارا علاقہ بالکل ویران ہے - میلوں تک کہیں گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا - لیکن دریا کے کنارے غیر معمولی طور پر زرخیز باکوبہ پہنچکر ہمیں فائیکن کا برستان نظر آیا - جہاں گذشتہ موسم بہار میں برنیل بالسوٹ نے قبضہ کر لیا تھا - یہ جگہ بغداد کے شمال مغرب میں ۵ میل فاصلہ کوہ میں واقع ہے - سرحد ایران سے ۱۲ میل اور ہمارے موجودہ کیمپ سے ۳۰ میل ہے - باکوبہ اور جبل ہمرین کے درمیان سارا علاقہ زرخیز ہے اور مقامی ضروریات کے مطابق یہاں کافی سامان مہیا ہو سکتا ہے ❊

ایک ہندو لڑکی کے اغوا کا مقدمہ - گورکھپور کے سیشن جج نے ایک شخص سکھدیو نامی کو ایک ہندو لڑکی کے بھگا لیجانے کے جرم میں سال قید کی سزا دی - حالات مقدمہ یہ ہیں کہ اس لڑکی کی شادی ہوئے تین چار سال گذر چکے تھے - جب یہ اپنے باپ کے گھر آئی تو ملزم اُسے بھگا لے گیا - ماہ ستمبر سے اپریل تک اضلاع اعظم گڑھ اور گورکھپور میں اسکو لئے پھرتا رہا - ایک روز لڑکی کے باپ نے ان دونوں کو گورکھپور کی کلکٹری کی کچہری کے پاس دیکھ لیا - اور دونوں کو گرفتار کرا دیا - ڈاکٹر ایم خان نے تصدیق کی کہ لڑکی کی عمر ۱۶ سال سے کچھ زیادہ یا کم ہے سیشن جج گورکھپور نے اس کی عمر ۱۶ سال سے کم قبول کر کے ملزم کو ۳ سال قید کی سزا دی ہے

پیدائش و اموات - ہفتہ مختتمہ ۱۰ر مارچ ۱۹۱۷ء صوبہ پنجاب کی ۲۸ بڑی بڑی میونسپلٹیوں میں ۸۷۸ بچے پیدا ہوئے - ۴۵۲ لڑکے اور ۴۲۶ لڑکیاں اور ۶۹۶ - اموات وقوع میں آئیں (۳۸۵ مرد اور ۳۰۸ عورتیں)

یونیورسٹی ڈبل کمپنی - پنجاب زراعتی کالج کی مندرجہ ذیل طلبا نے اپنی خدمات یونیورسٹی ڈبل کمپنی کو پیش کی ہیں (۱) منشی محمد حنیف - (۲) سردار گوپال سنگھ - (۳) سردار اندر سنگھ - یہ تینوں طلبا کالج کی دوسری جماعت میں پڑھتے تھے ❊

بطور نقل اس نے پیش کر دی ہے۔ پھر آپ اور کیا ثبوت مانگتے ہیں۔ مولوی محمد یمین صاحب کا دوسرا سوال بھی معقول ہے کہ خصوصیت پر جب وہ خود قسم کھاتا ہے۔ امر متنازعہ مرزا صاحب کی حقیقی اور کامل نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس پر بحث ہونی چاہیے تھی۔ حالانکہ سعدی صاحب نے مرزا صاحب کی خصوصیت پر صفحوں کے صفحے سیاہ کر مارے جو انجام کار بے سود اور رائگاں گئے۔ ع

پائے پیش آمد است پس دیوار

انصاف کی بات ہے کہ پہلے آپ سعدی صاحب سے وہ تحریر شائع کرائیں کہ جس پر آپ نے مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن جب کسی ایسی تحریر کا وجود ہی نہیں۔ تو پھر آپ ناواقفوں کو بتا دیں ہمارے تو سارے کا سارا معاملہ ہے۔

الراقم سید محبوب شاہ الحسنی الجیلی الحنفی از دانہ۔ ڈاکخانہ بالنہرہ ضلع ہزارہ۔

الفضل سے چند ضروری سوالات

ذیل کے چند سوالات ہمارے مکرم دوست مسٹر ٹی ایم ابراہیم نے لکھ کر برائے اشاعت ارسال کئے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ الفضل سے ان کا جواب طلب کیا جائے۔

(۱) کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہتک ہے کہ آپ کی قوت قدسی سے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں ایک بھی نبی نہ بن سکا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہتک نہیں۔ کہ آپ کی قوت قدسی نے تیرہ سو سال کی طویل مدت میں صرف ایک ہی نبی بنایا اور اس سے پہلے باوجود آپ کی حد درجہ کی پیروی کے کوئی شخص نبی نہ بن سکا۔

(۲) کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار ان لوگوں پر کچھ بھی فضیلت نہیں رکھتے۔ جو آپ کے بعد آئے۔ اگر انہیں بعد کے لوگوں پر فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے بلا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام سیکھا اور آپ کی صحبت سے فیض حاصل کیا تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تو نبی نہ بن سکیں۔ اور مسیح موعود جو تیرہ سو برس بعد آئے نبی ہو گئے۔

(۳) تمہارے اس اعتقاد سے کہ آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو سال میں صرف ایک ہی نبی آیا۔ کیا یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آپکی قوت قدسی ہی معاذ اللہ۔ اتنی ناقص تھی۔ کہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو بھی آپ نبی نہ بنا سکے۔ یا معاذ اللہ۔ آپ کو بدقسمتی سے ساتھی ہی ایسے ملے۔ کہ کوئی ان میں سے نبی بننے کے قابل نہ تھا۔ موخر الذکر نتیجہ اس وجہ سے ناقابل تسلیم ہوگا۔ کہ خود نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ لو کان بعدی نبیًا لکان عمرؓ۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو وہ عمرؓ ہوتا۔ اس لئے اپنے فاسد عقائد کے باعث تمہیں ماننے کے بغیر چارہ نہیں کہ نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کئے بغیر تم رہ نہیں سکتے۔ کہ آپ کی توجہ روحانی ہی ایسی تھی کہ اپنے ساتھیوں اور فرمانبردار اطاعت گذار ساتھیوں کو نبی نہ بنا سکے۔ اگر یہی تمہارا ایمان ہے تو اسکا کھول کر اعلان کیا جائے۔

(۴) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جیتے جی اپنے ساتھیوں کو نبی نہ بنا سکے۔ اگر نبوت بقول میاں صاحب محض کامل اطاعت سے مل سکتی ہے) تو اپنی وفات کے بعد تیرہ سو برس پیچھے کیونکر کوئی آپ کی اطاعت سے نبی بن سکتا ہے۔ جو طاقت کسی شخص کو جیتے جی حاصل نہیں۔ وہ فوت ہو جانے کے بعد کیونکر میسر آسکتی ہے ایک ہی قسم کے حالات کے ماتحت تو ایک ہی قسم کے نتائج برآمد ہوا کرتے ہیں۔ اس مسلم اصول کے خلاف تمہارا یہ عقیدہ کیونکر واجب التسلیم ہو سکتا ہے۔

(۵) کہا جاتا ہے۔ کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی شخص (مسیح موعود) کو نبی کہا ہے۔ اس لئے وہی اس نام کو پانے کے لئے مخصوص ہے۔ اور دوسرا کوئی نہیں۔ اگر اس پر انصاف کے ساتھ غور کیا جائے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ نبی کریم صلعم کے بعد سوائے مسیح موعود کے اور کسی کو بھی نبی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اور کسی کے متعلق آپ نے پیشگوئی نہیں کی۔ لیکن اس عقیدہ کو بیان کو کیا کریں۔ کہ باوجود اس خصوصیت کے قائم کرنے کے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ ابھی مسیح موعود کے بعد اور ہزاروں نبی آنیوالے ہیں۔ بتاؤ وہ خصوصیت کیا ہوئی۔ اور ان ہزاروں نبیوں کے متعلق نبی کریم صلعم نے کہاں پیشگوئی کی ہے۔

ان سوالات کے جواب میں محض حضرت مسیح موعودؑ کی عبارات کو ہی نقل کر دینا کافی نہیں۔ ہاں اپنے جوابات کی تائید میں ان کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ اس سے کوئی مسیح موعود کی تحریرات کی ہتک کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ جب دونوں فریق اپنی تحریرات کے مطالب ایک دوسرے کے خلاف لیتے ہیں۔ تو اپنی متنازعہ فیہ عبارات کو بطور جواب نہیں پیش کیا جا سکتا۔ خود عقلی جواب دو۔ اور اپنی تائید کے لئے اگر ہو سکے۔ تو ان عبارات کو بھی پیش کر دو۔

فسخ بیعت کا اعلان

میں میاں صاحب کی جماعت میں تھا جو اس وقت غلو ہو رہا ہے اس کو بہت ناپسند کرتا ہوں۔ اور ان عقائد سے سخت بیزار ہوں جو اس وقت ظاہر کئے جا رہے ہیں۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حضرت مرزا صاحب ہی حقیقی اور اصلی مصداق ہیں۔ اور آپ خاتم النبیینؐ کے بعد کامل نبی اور حقیقی نبی اور ایسے نبی ہیں کہ جیسے محمد صلعم یا عیسےٰ یا موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے اور تمام اہل قبلہ کی یہ جماعت اسی لئے تکفیر کر رہی ہے۔ میرے یہ عقائد نہیں ہیں۔ میں صرف حضرت صاحب کو جزوی نبی مانتا ہوں اور اسمہ احمدؐ کی پیشگوئی کا اصلی اور حقیقی مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور میں تمام کلمہ گو اہل قبلہ کو سوائے انکے جنہوں نے حضرت صاحب کو کافر کہا کافر نہیں جانتا۔ اور آیت استخلاف کے ماتحت مسیح موعودؑ کو خلیفہ من خلفاء رسول اللہ مانتا ہوں اور انکے ملکر کو آیت استخلاف کے آخری ٹکڑے کا مصداق یقین کرتا ہوں۔ چونکہ میاں صاحب حضرت صاحب کے مذہب اور عقائد سے بہت دور نکل گئے ہیں اس لئے میں انکی بیعت کو فسخ کرتا ہوں اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کو اپنا اور تمام جماعت احمدیہ کا امیر مانتا ہوں۔

حافظ مولوی علم الدین۔ محلہ سائیں کرم علی شاہ گجرات۔

نوٹ:- مولوی حافظ علم الدین صاحب وہ احمدی ہیں جو حضرت اقدس کے سب سے پہلے مریدوں میں سے ہیں۔ اور اس وقت کے بیعت شدہ ہیں جبکہ حضرت اقدس ابھی فتح اسلام لکھ رہے تھے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیرؓ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی ناسازی طبع کی خبر آئی تھی۔ لیکن بفضلہ آرام ہے۔ فالج کا عارضہ ابھی ہے۔ جو انشاء اللہ لگاتار علاج سے آہستہ آہستہ دور ہو جائیگا۔

مسلم ہائی سکول کے لئے خاص طور پر تیاریاں ہو رہی ہیں شہر سے باہر میکلوڈ روڈ پر دیال سنگھ کالج کے قریب ایک بڑی کوٹھی کرایہ پر لیگئی ہے ڈیسک بن رہے ہیں۔ ۲ اپریل ۱۹۱۷ء کو سکول کھلنے والا ہے۔ درخواستیں داخلہ کے لئے آ رہی ہیں۔ احمدی احباب کو اس طرف خاص توجہ فرمانی چاہئے۔ اور اپنے بچوں کو بالضرور بھجوانا چاہیے۔

بیعت۔ مفصلہ ذیل اصحاب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے:-

اہلیہ جناب محمد محمود صاحب ترچناپلی مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ترچناپلی اہلیہ جناب ابو الغنی محمد عبد الرحمن صاحب " سید احمد اللہ صاحب " شیر محمد خان صاحب۔ ڈیرہ غازیخان۔ سید چن پیر صاحب کامل پور منشی دریام الدین صاحب۔ فیروزپور۔

رسید زر۔ اخویم بابو منظور الہٰی صاحب جو اس وقت ایسٹ افریقہ میں ہیں۔ حسب دستور خدمات دینیہ میں پورے جوش اور سرگرمی سے مصروف ہیں۔ زبانی تبلیغ اور رسالوں اور کتابوں وغیرہ کی اشاعت کے ساتھ فراہمی چندہ کا کام بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ حال میں انہوں نے [illegible] روپیہ محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمت میں بھجوائے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) جناب چوہدری غلام نبی صاحب ہیڈ پوسٹ ماسٹر چندہ اشاعت اسلام [illegible]

(۲) جناب ملک چراغ الدین صاحب ہیڈ کلرک ملٹری ریلوے " [illegible]

(۳) جناب بابو نبی بخش صاحب محکمہ سروے ملٹری " " [illegible]

(۴) جناب چوہدری غوث محمد صاحب سٹیشن ماسٹر ملٹری ریلوے ٹانگہ چندہ لنگر [illegible]

(۵) جناب لفٹننٹ امتیاز علی خان صاحب رامپور امپیریل ٹروپس [illegible]

(۶) جناب میر عالم صاحب محکمہ ٹرانسپورٹ۔ چندہ اشاعت اسلام۔ [illegible]

(۷) جناب میاں محمد الدین صاحب کانٹے والا ملٹری ریلوے۔ [illegible]

(۸) جناب میاں عمر بیگ صاحب " " ۱۲

(۹) جناب چوہدری غلام محمد صاحب ڈرائیور " [illegible]

میزان کل [illegible]

منی آرڈر [illegible] — نیوں منی آرڈر ۱۲ — بقایا موجودہ [illegible]

منقولات
السلام علیکم

ہر انسانی سوسائٹی یا ہر قوم میں ابتدائی تعارف اور شناسائی کے واسطے کوئی نہ کوئی لفظی طریقہ مخاطب کرنے کا مقرر ہے۔ وہ قومیں جو ابتک تہذیبی دائرہ سے کسی قدر دور رہیں ان میں بھی کوئی نہ کوئی ایسا جملہ یا فقرہ ہے۔ اور بعض اقوام یا بعض گروہوں میں کسی حد تک مخصوص اشارات سے بھی یہ کام نکالا جاتا ہے۔

الفاظ اور فقرات مقررہ کے ساتھ اشارات بھی مقرر ہیں جیسے سر کا ہلانا یا ہاتھ کا اٹھانا یا ہاتھ کا چھاتی اور سینہ پر رکھنا ایسے اشارات سے بھی یہی کام لیا جاتا ہے۔ جو الفاظ اور فقرات مقررہ سے لینا مقصود ہو۔ یہ طریقے اسواسطے اختیار کئے گئے ہیں کہ ابتدائی ملاقاتوں میں ایک سہولت ہو اور مناسب تعارف نکلے۔

یہ تمام طریقے مندرجہ ذیل قسمیں رکھتے ہیں:-

(الف) عرفی (ب) تخاطبی۔ (ج) رسمی (د) تعظیمی (ہ) دعائیہ

انسان طبعًا یا فطرتًا اس بات کا خواہشمند رہتا ہے۔ کہ جب وہ کسی دوسرے انسان سے ملے تو ضرورت پر یا معمولی حالات میں بھی اس سے بات چیت کرنے کی کوئی سبیل نکلے اور ملتے ہی فورًا مطلب کی بات شروع کر دینا ذرا اس قاعدہ اور تہذیب کے خلاف معلوم ہوتا ہے جو انسانی طبقوں میں مروج اور معمول ہے۔ یہی فطرتی خیال تھا جس نے تمام انسانی جماعتوں کو اس طریقۂ سلام کے نکالنے اور ایجاد پر مجبور کیا۔ اور رفتہ رفتہ انسان ایک مضبوطی کے ساتھ اس کا عادی ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب اگر کوئی اس طریقہ سے پہلو تہی کرے تو اسے بے ادب خیال کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ آتے ہی جھگڑا چھیڑ دیا نہ سلام نہ دعا۔ "وہ تو سلام کا بھی روادار نہیں"۔ "وہ بھی کوئی آدمی ہے نہ بندگی نہ آداب"۔ "میری تو اس سے سلام علیکم بھی نہیں"۔ "واللہ اس سے کبھی بندگی سندگی بھی نہیں ہوئی"۔

اس وقت ہندوستان میں سلام کے مختلف طریقے مروج ہیں اور اسی طرح دوسری قوموں اور دوسرے ممالک میں بھی مختلف طریقے موضوع اور معمول ہیں۔ اور اگر ہم مختصرًا ہندوستان کے تمام مروجہ طریقے دکھائیں تو ان کی تفصیل حسب ذیل ہو سکتی ہے۔

(۱) آداب (۲) بندگی۔ (۳) نمستے۔ (۴) گوڈ مارننگ (۵) گوڈ نون۔ (۶) گوڈ ایوننگ۔ (۷) گوڈ ڈے۔ (۸) گوڈ نائٹ۔ (۹) واگروجی کی فتح واہ گروجی کا خالصہ۔ (۱۰) رام رام۔ (۱۱) جے سیتا رام۔ (۱۲) سلام۔ تسلیم۔ (۱۳) سلام علیکم

اس وقت۔ یہی طریق سلام ہیں۔ جن کا ہندوستان کی دھرتی میں ایک حد تک یا ایک بڑی حد تک استعمال ہے۔ پارسیوں اور دیگر چھوٹی چھوٹی قوموں کے طریقے کسی حد تک جدا گانہ ہیں۔ مگر ان کا رجحان بھی اب زیادہ تر بندگی۔ گوڈ مارننگ وغیرہ کی جانب ہوتا جاتا ہے۔ ہندوستان کی ابتدائی قومیں عمومًا ان ہی جماعتوں کا طرز سلام لیتی ہیں جن میں وہ بستی ہیں۔ مثلًا جو چوہڑے سکھوں میں رہتے ہیں وہ سکھوں کا طریقہ سلام اختیار کرتے ہیں۔ اور جو ہندوؤں کی آبادی میں رہتے ہیں وہ بندگی بندگی کہتے ہیں۔ ان سب الفاظ یا طریقوں میں سے الفاظ ذیل عمومًا ہر ایک مذہب یا ہر ایک قوم کا آدمی بلا تفریق ایک دوسرے کے مقابلہ میں استعمال کرنا روا کر سکتا ہے۔

(۱) آداب (۲) بندگی (۳) گوڈ مارننگ وغیرہ (۴) تسلیم (۵) سلام۔

ہندو مسلمان۔ عیسائی پارسی وغیرہ وغیرہ یہ الفاظ بغیر کسی کراہت اور نفرت کے استعمال کرتے ہیں۔ رام رام۔ نمستے۔ واہ گروجی کی فتح۔ واہ گروجی کا خالصہ ہندو اقوام ہیں اور سکھوں میں کسی حد تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں استعمال کرتے یا کر سکتے ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان یا عیسائی یہ الفاظ استعمال نہیں کرتا یا کرنے سے عمومًا جھجکتا ہے۔

ان الفاظ میں سے لفظ آداب۔ بندگی۔ تسلیم اور سلام ہندوؤں کے مقرر کردہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ ان الفاظ کا اطلاق ہندوستان کی موجودہ اقوام کے اشتراک کی وجہ سے ہوتا گیا ہے۔ بندگی اگرچہ عمومًا ہندو ہی کہتے ہیں اور ان میں ہی اس کا زیادہ تر رواج بھی ہے۔ مگر یہ لفظ ہندی نہیں ہے۔ بندگی بندہ سے بنائی گئی ہے۔ چونکہ ہندو لوگ السلام علیکم نہیں کہہ سکتے تھے اس واسطے انہوں نے لفظ بندگی وضع کر لیا۔ ورنہ ہندوؤں کا اصلی سلام رام رام یا نمستے یا جے سیتا رام ہے۔ اگرچہ لفظ نمستے کا رواج آریہ فرقہ کی ہستی کا ایک جدید طریق یا ایک جدید نشانی ہے۔ لیکن کیا حقیقت اور ہندوؤں میں کبھی یہ لفظ [illegible] رہا ہے۔ واہ گروجی

مذاکرہ علمیہ

قصۂ لبید کہن یا وید کا بھید

اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور

کسی جذبہ کے استبداد کے بعد انسان جب اپنی حدود سے متجاوز ہوتا ہے۔ تو عقل و انصاف کی قیود سے یکسر آزاد ہو جاتا ہے اور شدت غیظ و غضب میں وہ کچھ کر گذرتا ہے جو کسی مغلوب الغضب حیوان سے بھی متصور نہیں اور اکثر حالتوں میں شے مغضوب علیہ کی تعیین قطعاً نہیں ہوتی یہ ایک عارضی جنون ہوتا ہے۔ اور جنون کا خاصۂ امتیازی یہ ہے کہ انسان ایک ہی خیال ایک ہی پیش نظر تصور پر بلا لحاظ اختلاف مواقع و حالات عمل کرتا ہے۔ اور جب اس کے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس پر آتش غضب بھڑک سکے یا جب مجلس اغیار سے خالی ہوتی ہے۔ تو انسان خود اپنی انگلیاں کاٹنے لگتا ہے۔ میز پر ہاتھ دے مارتا ہے۔ غرض جن حرکات کا منشاء دوسروں کو نقصان و ضرر پہنچانا ہوتا ہے۔ ان کا مورد خود اپنے آپکو اور اپنے سے تعلق رکھنے والی اشیاء کو بنا لیتا ہے۔ وہ خدا جو علیم بذات الصدور ہے جو حقائق و معارف نفس (سائیکولوجی) کا بہترین عالم ہے۔ فرماتا ہے جنون کی اس طغیانی میں چارہ گری مشکل ہے۔ اسکے علاج سے ہاتھ اٹھا لو۔ اسکو اس کے غیظ و غضب کے سپرد کر دو۔ کہ اس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ قوموں کے بعض افراد جنون کی اس انتہائی منزل پر پہنچکر ہلاک ہوتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں بھی اس قسم کے لوگ موجود ہیں۔ جو اس آخری گول کو حاصل کرنے کے لئے تیز گام ہیں سوامی دیانند جی کی ستیارتھ پرکاش سے لیکر آریہ مسافر آگرہ کے موجودہ نمبر تک آریہ دوستوں کی کل کشش قلم کو دیکھ جاؤ۔ ایک ہی شراب ہے جو آئے دن نئی مشکوں میں بھری جاتی ہے۔ ایک ہی تصور پیش نظر ہے کہ غیر مذاہب کا مضحکہ اڑایا جائے۔ اپنی ہی انگلیوں کو شدت غیظ و غضب سے کاٹتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنے مخالف کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ قرآن کریم کی ہر حقیقت اور صداقت پر تنقید ہو جائے خواہ خود وید اس حقیقت اور صداقت کا مقر ہی کیوں نہ ہو۔

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج میں وید مقدس سے کامل صلاح و مشورہ کے بعد اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ آج تک قرآن کریم پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کیا گیا جو خود وید مقدس پر نہ عاید ہوتا ہو۔ اور وید مقدس میں کوئی ایسی خوبی نہیں جو قرآن کریم میں بدرجہ اولیٰ موجود نہیں۔ پس اگر قرآن کریم کی آنکھ میں تمہیں تنکے کا شبہ ہو تو وید کی آنکھ میں ہم شہتیر دکھانے کو تیار ہیں اور وید کی ایک کلی کے بالمقابل قرآن کریم میں ہم گلزار عظیم دکھانے کو تیار ہیں وید مقدس کی نسبت پروفیسر کو بسروکس آنجہانی کی رائے کو پڑھکر کہ "ویدوں کا مطالعہ بمشکل تمام اس محنت کا اجر دیتا ہے جو اسکے مطالعہ میں اٹھانی پڑتی ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن" (پہاڑ کھود کر گھاس کے تنکے نکالنا ہے۔ اس فقرے میں ایک لطیفہ یہ ہے کہ خود لفظ وید کے معنے گھاس کے پولے کے بھی ہیں) ہم اس عوض و بدل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ پر جبکہ گذشتہ نصف صدی سے قرآن کریم آریہ دوستوں کے لئے مشق ناز کا کام دے رہا ہے۔ اور وہ اس یونانی بُت کی طرح چاروں طرف مسلسل تیر اندازی کر رہے ہیں جو آنکھوں سے تو اندھا تھا۔ مگر نہایت تیزی سے تیر چلا رہا تھا۔ تو ہماری غفلت پر حسرت اور اس صبر آزما پر صد ہزار آہ جو اسوقت تک ہم سے ظہور پذیر ہوا ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے وید کو پڑھا۔ اور اس لیلائے محمل نشین سے دو چار ہوئے۔

مذاہب کی اس عظیم الشان کشمکش میں ساحل مراد کا منہ دیکھنا بغیر اس کے متصور نہیں کہ غیر مذاہب کا مطالعہ کیا جائے۔ اس مقصد کو مد نظر رکھکر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم وید مقدس سے ناظرین کا تعارف کرانے کی سعی کرتے ہیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ نعم۔ حدیث شریف میں ہے الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن۔ حق و حکمت کی بات مومن کا گم شدہ مال ہے جہاں سے ملے اس پر قبضہ کرے۔ پس اگر وید مقدس میں کوئی خوبی ہو تو ہمیں اس کے قبول کرنے سے انکار نہیں۔ بعض امور پر جو حقیقت کے خلاف ہونگے نظر انتقادی بھی ڈالی جائیگی۔ ہاں دوران تنقید میں حتی الوسع کوشش کیجائیگی کہ اسکے اندر وہ رنگ نہ پیدا ہو جو سوامی دیانند جی یا دیگر آریہ معترضین کا مایۂ ناز ہے۔ بلکہ اصل مقصود لطف صرف علم افزائی رہیگی۔

وید مقدس میں تحریف یا تغیر و تبدل کے بارے میں میں اس سے پیشتر غالباً دس نمبروں میں بحث کر چکا ہوں افسوس ہے کہ کسی سماجی دوست نے اس کے خلاف ایک حرف تک نہیں لکھا تاکہ میں اندازہ کر سکتا کہ ان کے پاس اس کے خلاف کس وزن کے وجوہ و دلائل ہیں۔ گو اس بحث کا بہت سا حصہ ابھی باقی ہے تاہم وید مقدس کیا فرماتا ہے۔ اس کا سننا نسبتاً زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال یاران کہن کا قصہ ہے۔ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مگر

> ہر کہ گوید جملہ حق است ابلہی است
> وانکہ گوید جملہ باطل آں شقی است
> چونکہ حق و باطلے آمیختند
> نقد و قلب اندر چہ نداں ریختند
> پس محک مے بایدش بگزیدہ
> در حقائق امتحاں ہا دیدہ

اب رگوید کی شرح منتر سنو!

رگوید منتر اول۔

(اگنم) آگ کو (ایڑے) میں پوجتا ہوں یا اس سے دعا مانگتا ہوں (پروہتم) پیر و مرشد یا مہتمم رحیم (یگیہ کا یا مذہبی رسوم کا) (دیوم) روشن کرنے والا یا دیوتا (رتوجم) ریت یا رسوم کا منصرم (ہوتارم) آگ کی چیزیں یا نذر و نیاز کا لینے دینے والا (رتن دھاتم) جواہر رکھنے والا یعنی بڑا دولتمند۔

اس منتر کے مصنف جناب مدھو چھنداس صاحب ولد وشوامتر کے فرزند ارجمند ہیں۔

منتر کا مطلب صاف ہے کہ میں آگ کے دیوتا کی جو مذہبی رسوم کا مہتمم و منصرم ہے۔ نذروں نیازوں کا قبول کرنے والا ہے۔ اور بڑا دولتمند ہے پوجا کرتا ہوں۔ یا اس سے دعا مانگتا ہوں۔

نرکت جو آریوں کی ایک تفسیر ہے اسکی تشریح یوں کرتا ہے (اگنی پرتھوی ستھانم ہستم) اگنی دیوتا کی جگہ زمین ہے۔ (اگرے نیتی) اگر نی چونکہ اس کو لوگ آگے لے جاتے ہیں دیوتا کی پرستش کے لئے) اس لئے اگنی اگرنی (آگے لیجانے) سے بنا ہے۔ (یا اس کو آتش پرست اپنی عبادت کی جگہوں میں پہلے جلاتے ہیں) یا (انگم نیتی) جو ہر چیز کو جلا کر اپنا رنگ یعنی عضو بنا لیتا ہے۔ گویا جو خود جلتا ہے اور اوروں کو جلا کر اپنا ہمجنس بنا لیتا ہے یا جو (اکنو پنہ) ایندھن کو نہیں چھوڑتا۔ یہ ہے جناب اگنی کے اوصاف ستودہ صفات۔ (باقی آئندہ)

خاکسار۔ عبد الحق۔ ودیارتھی۔

مکہ کی وجہ تسمیہ

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین

سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت دیا گیا اور ہدایت سب قوموں کیلئے یہ دین اسلام کا دوسرا امتیازی نشان ہے کہ اسکا مرکز اس گھر کو قرار دیا گیا جو اس عالم پر توحید الٰہی کا سب سے پہلا نشان ہے بکہ اور مکہ ایک ہی ہیں مکہ معظمہ کا نام بکہ رکھے جانے کے کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں بعض کے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگ حج کیلئے کثرت سے جمع ہوتے اور ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں جیسے کہ محمد بن علی الباقر اور مجاہد اور قتادہ کا قول ہے سمیت مکۃ بکۃ لانھم یتباکون فیھا ای یزدحمون فی الطواف۔ ایک اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ سمیت بکۃ لانھا تبک اعناق الجبابرۃ لا یریدھا جبار بسوء الا اندقت عنقہ یعنی اسے بکہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بڑے بڑے سرکشوں کی گردنوں کو پست کر دیتا ہے۔ کوئی سرکش برے ارادے سے اس پر بڑھکر نہیں آتا مگر اسکی گردن توڑ دیجاتی ہے چنانچہ اسی لئے مکہ کا ایک نام الحاطمہ بھی ہے یعنی جو شخص اسکا استخفاف کرنیکا ارادہ کرتا ہے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے ایک مشہور نام مکہ کا ام القریٰ بھی ہے جو قرآن کریم میں بھی وارد ہوا ہے جسکے معنے ہیں بستیوں کی ماں یعنی جسکی چھاتیوں سے ساری زمین توحید الٰہی اور دین حق کا دودھ چوسیگی یہی ساری دنیا کا حقیقی مرکز ہے اسی وجہ سے مفسرین نے اسے زمین کا مرکز بھی کہا ہے جس سے مراد یہی ہے کہ وہ روحانی مرکز ہے ساری دنیا اسی ہدایت کے سرچشمہ سے سیراب ہوگی۔ اسلام کے امتیازی کمالات میں سے یہ بات ہے کہ اس مذہب سے تعلق رکھنے والا ہر ایک لفظ آپ ہی اپنی حقیقت ظاہر کرتا ہے خود لفظ اسلام مذہب کی اصل غرض و غایت کو بتاتا ہے پھر اسکا رسول اس کی کتاب سب ایک حقیقت کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ حتےٰ کہ وہ مقام جہاں سے یہ پاک سرچشمہ پھوٹ کر نکلا وہ بھی اپنے معنے میں ہی اپنی اصلی حقیقت سمجھ بیٹھا ہے (نکات القرآن)

مراسلات

موضع دانتہ میں احمدیوں کے مباحثہ پر نظر

آج میرے پاس قادیان سے اخبار فاروق مورخہ ۸ مارچ ۱۹۳۰ء پہنچا۔ میں حیران ہوا کہ نہ میں مرزائی ہوں اور نہ میں نے کوئی درخواست اجراء اخبار کیلئے بھیجی ہے میرے نام بلا طلب پرچہ کس طرح آگیا مگر کھولنے سے معلوم ہوا کہ اس میں مباحثہ دانتہ کا ذکر درج ہے۔ جو "دانتہ کی معاندین پر فتح مبین" کے عنوان سے ہے جسے پڑھکر بیساختہ ہنسی آئی اور پھر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ قادیان کے اخبارات میں جیسے کامیابی۔ فتحمندی۔ ترقی وغیرہ وغیرہ موٹے موٹے الفاظ سے نعرے بلند ہوا کرتے ہیں وہ غالباً ایسے ہی ہونگے۔ جیسے اس فتح کا نمونہ ہمارے سامنے ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مضمون نگار کے اس فقرہ سے مترشح ہوتا ہے کہ مولوی سرور شاہ صاحب وغیرہ نے کہا کہ محمد یمین نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ وہ میاں صاحب کے خلاف تقریر نہیں کریگا) مولوی محمد یمین کے اس وعدہ سے اسکو بہت رنج پہنچا ہے۔ اور رنج کی وجہ دریافت پر یہ معلوم ہوئی کہ جب چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تو یہ لوگ اپنے امیر سے انعام و اکرام لیکر اور فوائد حاصل کر لیتے ہیں اور اپنے خلوص اور خیر خواہی کا ثبوت اس طرح دیتے ہیں کہ کچھ اوروں کو سناتے ہیں اور اوروں سے اپنے پیر کیلئے اس کے عوض تحائف لیتے ہیں۔ بہرحال ان کے پیٹ کا کام ہو جاتا ہے ورنہ تو وعدہ انتظار کرتا کہ کیا سچ مچ مولوی محمد یمین نے وعدہ کیا ہے اور اگر کیا ہے تو ایفا کریگا یا نہیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں آگیا۔ اب جبکہ میرے پاس پرچہ انہوں نے بھیجا ہے تو میں اصل صاحب کو مخاطب کرنیکا حقدار ہوں اور میں پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی قادیانی مبلغین نے آپ کو یہی جتلایا ہے کہ ہمکو فتح حاصل ہوئی ہے یہ تو بالکل خلاف واقعہ ہے۔ لیکن میں امید نہیں کر سکتا کہ مولوی سرور شاہ صاحب جیسے علامہ آل رسول ہو کر ایسا خلاف واقعہ بیان کریں گے۔ اگر فتح کا معنی یہ ہے کہ میدان مباحثہ سے اپنی گٹھڑی باندھکر اٹھ جائے اور کھلے لفظوں میں کہہ دے کہ میں قرآن نہیں مانتا۔ تو سعدی صاحب بیشک فتحیاب ہیں ورنہ جس طرح قادیانی مبلغین سوالات کا جواب نہ دیکر بھاگ اٹھے یہ تماشا بھی قابل دید تھا۔ اگر فی الواقعہ وہ مبلغین اپنی فتح سمجھتے ہیں تو آپ ان سے وہ دلائل شائع کرائیں جن سے انہوں نے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کی ہے کیونکہ اصل بحث تو مطابق قرارداد شرط سعدی صاحب مرزا صاحب کی حقیقی نبوت اور کامل نبوت پر تھی پس اگر وہ مبلغین میدان مباحثہ کی ایسی کوئی تحریر شائع نہیں کر سکے تو پھر آپ کا فرض ہے کہ آپ ان کی اس غلط بیانی کی تردید شائع کریں۔

مولوی محمد یمین صاحب نے جو مطالبات سعدی صاحب سے کئے ہیں وہ مطابق شرط قرارداد سعدی صاحب ہیں۔ جو یہ ہیں۔ کہ سعدی صاحب نے لکھا ہے کہ ہماری بحث اصولی اور قرآن شریف سے ہونی چاہئے" پس قرآن کریم کے نام سے آپ لوگ کیوں ایسے بھاگتے ہیں۔ جب ہم مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ جات کی طرف آتے ہیں تو فریقین انہیں اپنی اپنی تائید میں پیش کر دیتے ہیں اور پھر وہاں ناسخ و منسوخ کا سوال بھی پاتے ہیں ایک فریق ۱۹۰۲ء سے پیشتر کے حوالے منسوخ مانتا ہے بلکہ صرف اسی پر بس نہیں کرتا یہ بھی کہتا ہے کہ مرزا صاحب اتنی مدت اپنے دعوے کو سمجھے ہی نہیں ہیں۔ دوسرا فریق ان باتوں کو مانتا ہی نہیں پس جو بات خود ہی متنازعہ فیہ ہے وہ بحث میں کس طرح پیش ہو سکتی ہے۔ اب لامحالہ مرزا صاحب کی تصانیف کو ایک طرف رکھکر قرآن شریف کو حکم بنانا قرین قیاس ہے۔ جس حالت میں کہ دونوں فریق قرآن کریم کی پیروی کے مدعی ہیں۔ ہاں اگر سعدی صاحب کی طرح سب جماعت اعلان کر دے جیسا کہ اس نے سر اجلاس کہدیا کہ میں قرآن نہیں مانتا۔ تو پھر آپ لوگ میرے خیال میں بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ مولوی محمد یمین قطعاً ثابت نہیں کر سکا۔ کہ مرزا صاحب جیسے نبی امت محمدیہ میں اور بھی گذرے ہیں یہ بھی آپ کی صریح غلطی ہے۔ کیونکہ اسی ٹریکٹ کے صفحہ ۵ پر مولوی محمد یمین صاحب نے ایک مدلل فہرست ان بزرگوں کی دے دی ہے۔ جن کی نبوت مرزا صاحب کی طرح مجددیت کے مفہوم میں محدود ہے اور طرفہ یہ کہ جو گواہیاں انہوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں لکھی ہیں وہ مولوی سرور شاہ صاحب۔ مفتی محمد صادق کی ہیں۔ وہ خود مدعی یا مدعا علیہ ہیں اور مولوی نور الدین صاحب کی گواہی تو بالکل فیصلہ کن ہے کہ انکو قادیانی لوگ مہدی ثابت کرتے ہیں۔ پھر قرآن شریف کی آیۃ ملا...

"اس میں بھی کبھی مسلمان بستے تھے"

دنیا کا وہ کونسا طبقہ ہے جہاں کسی وقت مسلمانوں کا دور دورہ نہ تھا۔ یا آج یہ حالت ہے کہ ان جگہوں میں بھی جو ان کی دولت و سطوت کے مرکز قرار پا گئے تھے۔ ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ ہسپانیہ کی شاندار اسلامی حکومت کس کو یاد نہیں۔ پھر کیا اس وقت وہاں اس کے کوئی آثار باقی ہیں؟

ایسے مقامات میں سے ایک جزیرہ صقلیہ بھی ہے جو عام طور پر اب سسلی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ جزیرہ اٹلی کے جنوب کی طرف واقع ہے۔ معاصر دلگداز کے ایک تازہ نمبر میں اس کے بعض حالات شایع ہوئے ہیں۔ جن میں اس اسلامی شان و شکوہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جو کبھی اسے نصیب تھی اور ساتھ ہی اس کی موجودہ حالت بھی بتائی ہے۔ اور لکھا ہے کہ "فی الحال اس جزیرے کے کل رہنے والے مسیحی ہیں۔ اور مسلمانوں کا اس میں کہیں نام و نشان بھی نہیں لیکن ہمیشہ ایسا نہ تھا کبھی اس میں لاکھوں مسلمان آباد تھے۔ ابن جبیر اندلسی اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ کہ اس میں مساجد کی اس قدر کثرت ہے کہ ہر تیر کی زد پر کوئی نہ کوئی مسجد ضرور ملتی ہے۔ یا تو یہاں اتنے نمازی تھے کہ انکے لئے اتنی مسجدوں کی ضرورت پیش آئی۔ یا آج یہ حالت ہے کہ کسی مسلمان کو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ کہ جا کے دیکھے کہ ان خدا پرستی کے معابد میں کوئی باقی بھی بچا یا نہیں۔ اور ہے بھی تو اپنی عبرتناک زبان خاموشی سے کیا کہہ رہی ہے"۔ فی الحقیقت ان گذشتہ حالات پر جس قدر حسرت و افسوس کے آنسو بہائے جائیں تھوڑا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ ان سے آخر بنیگا کیا فرض کرو وہاں کوئی مسلمان جائے بھی۔ اور تلاش کرنے سے وہ مسجدیں بھی مل جائیں۔ پھر بھی ان کا فایدہ؟ بھلا جہاں مسلمان ہزاروں ہزار کی تعداد میں خود موجود ہیں مذہبی آزادی بھی ہے۔ مسجدیں بھی ایک تیر کے فاصلہ پر کیا چپہ چپہ پر واقعہ ہیں۔ جب وہاں ان سے بہت کم فایدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اکثر تو ویران ہی پڑی رہتی ہیں۔ تو صقلیہ میں مسجدیں ہوں تو کیا اور نہ ہوں تو کیا۔ ضرورت ہے عمل کی۔ ان مساجد کو آباد کرنے کی۔ لیکن وہ مسلمانوں سے مفقود ہے۔ ہاں شور مچانے اور واویلا کرنے کو ہر جگہ اور ہر گھڑی موجود ہیں یہی تنزل و ادبار کے اصل اسباب ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔ کہ کوئی عزت و رفعت نصیب ہو۔ اس لئے ہمارے محترم بزرگوں اور واقفان حال کا فرض ہے کہ وہ نرا قصہ گوئیوں اور مرثیہ خوانیوں پر ہی اپنے اوقات گرامی اور روپیہ کو ضایع نہ کرتے رہیں۔ بلکہ ان گذشتہ حالات و واقعات کو بیان کر سکنے کے ساتھ موجودہ ادبار کے اصل اسباب کو بھی واضح کریں۔ اور ان سے عبرت دلاتے اور اصلاح اعمال کی طرف مسلمانوں کو راغب کرنے کی کوشش کریں۔

خلافت الٰہیہ

اس نام سے ایک کتاب مولوی سید محمد سبطین صاحب سرسوی کے قلم سے نکل کر نیک مین جعفریہ ایسوسی ایشن لاہور کی طرف سے شایع ہوئی ہے۔ جس میں حسب عادت تشیع حضرت علی رضہ کی مدح و ثنا اور ان کی خلافت کو ہی خلافت الٰہیہ ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی تحریف سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ مثلاً ھذا صراط علی مستقیم کے معنے یہ کئے ہیں کہ "صراط مستقیم علی ہے" کیونکہ مصنف کے نزدیک اصل لفظ عَلَیَّ نہیں عَلِیٌّ ہے۔ اسی قسم کی بیسیوں باتیں اس میں ہیں۔ اور باقی احادیث سے تو آجتک شیعہ حضرات نے جو کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ اور بعض موضوع احادیث سے بھی استناد و استنباط کرنے میں جو نمایاں سرگرمی دکھائی ہے وہ تو اس کا جزو خصوصی ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ مذہب جو اصلاح اخلاق و اعمال کا نام ہے کیوں اسے کسی شخصیت پر ہی قربان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قرآن کی بات بات سے علی و حسنین اور دیگر اہلبیت کا ذکر نکالنا کیا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ گویا قرآن صرف انہی کی بزرگی کو قائم کرنے کے لئے آیا ہے۔ باقی لوگوں کے اصلاح عمل سے اسے کوئی کام نہیں ہم نہیں کہتے کہ ان بزرگواروں کی عزت نہیں ہونی چاہئے۔ بیشک ان کی عزت کرو لیکن نہ اسلئے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ یہ بھی بیشک عزت کی ایک بات ہے لیکن ان کی اصل بزرگی اسی میں ہے۔ کہ وہ پاکباز اور تقوٰے شعار تھے۔ اور ایسے ہی وہ تمام نیک جنہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور آپکے صحابہ میں شامل ہوگئے باقی خلافت وغیرہ کے متعلق جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب اس پر آنسو بہانے اور بلافصل ثابت کرنے پر زور مارنا کیا فایدہ رکھتا ہے۔ قرآن ان باتوں کے لئے نہیں آیا۔ اس کا کام اصلاح اخلاق و اعمال ہے جو اس نے قرون اولے میں دنیا کی کی۔ اور اب بھی جو کوئی اس کی طرف متوجہ ہو اس کی اصلاح کرنے کو تیار ہے۔ پس اس سے وہ فایدہ اٹھاؤ جو اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور خواہ مخواہ کی ژولیدہ بیانیوں کا مورد نہ بنو۔ کتاب مذکور سیکرٹری نیک مین جعفریہ ایسوسی ایشن لاہور سے بقیمت ۵ر علاوہ محصولڈاک مل سکتی ہے۔

عالم نسوان

موجودہ تعلیم کا اثر حالات زندگی پر

اس زمانہ میں جبکہ مردوں کی حالت بھی عورتوں سے گئی گذری ہو چکی ہے۔ نوجوان طلبا اپنے گرانبہا اوقات کا اکثر حصہ فضول آرایش و زیبایش پر ضایع کر دیتے ہیں۔ ان غریب عورتوں پر کیا الزام۔ جو کچھ اپنے فطری تقاضا سے مجبور ہو کر جو عورتوں کا خاصہ سمجھنا چاہئے۔ اور کچھ اس پر موجودہ تعلیم کے بداثرات سے متاثر ہو کر فیشن پسندی پر اپنے گھر بار عزیز و اقارب اور خاوند و اولاد تک کو چھوڑ دینا گوارا کر لیتی ہیں۔ اپنے گھروں سے باہر نکل کر شریف خاندانوں کی ناموس کو بٹہ لگانے سے نہیں دریغ نہیں کرتیں۔ یہانتک کہ اپنے مذہب کو بھی خیرباد کہہ کر ارتداد کی راہ اختیار کر لیتی ہیں ہاں بیشک ان کا یہ جرم ایک بہت بڑا جرم ہے۔ ایک ناقابل عفو خطا ہے۔ ایک حیا سوز اور نفرت انگیز نظارہ ہے۔ لیکن پھر بھی ہم اس بات کے کہنے سے رک نہیں سکتے۔ کہ اس میں ان غریب عورتوں پر کیا الزام؟ پھر یہ الزام کس پر؟ صاف لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ ان کے والدین پر ان لوگوں پر۔ جنہوں نے ان کی تربیت ٹھیک طرح نہ کی۔ انگریزیت پر اس قدر فریفتہ و شیدا ہوئے کہ اس کے بالمقابل اپنے مذہب اور اس کی پاک باتوں کو بھی بھلا دیا لڑکیوں کو بی۔ اے اور ایم۔ اے بنانا ضروری سمجھا۔ لیکن قرآن و حدیث کا ایک لفظ تک بھی نہ بتایا۔ پھر ایسی حالت میں اس قدر ناواقفیت اور بالمقابل نادرست خیالات اور تعلیمات پر فریفتگی کے عالم میں اگر کوئی لڑکی فیشن کی طرف مایل ہوتی ہے۔ اس پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے کو تیار ہو جاتی ہے۔ تو اس بیچاری پر کیا الزام۔ اور کیوں وہی والدین جنہوں نے اسے اس حالت تک پہنچایا۔ اب اس کی اس قسم کی باتوں پر ناراض ہوتے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی۔ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ

باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

پہلے غلط طریق تعلیم پر اپنی لڑکیوں کو چلاتے ہیں۔ ان کی تربیت میں بعض ایسی باتیں روا رکھتے ہیں جو کسی صورت میں بھی عورتوں کے مناسب حال نہیں۔ اور پھر جب ان کے نتایج ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں تو پھر شور مچاتے ہیں۔ اخباروں میں رونے روتے ہیں۔ اور ان غریبوں کو خود سارے جہان میں نشر کرواتے ہیں۔ حالانکہ غور کرنے والی بات ہے۔ کہ جب تم خود ان کو اس پر مایل کرتے ہو۔ اور ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ اسی انگریزیت پر جس کی طفیل یہ سب کچھ دیکھنا نصیب ہوا ضایع کر دیتے ہو۔ تو پھر اس کے ان نتایج کو قبول کرنے سے انکار کیوں۔ ایسی حالت میں تو اگر کوئی لڑکی تمہارے ان بے موقع احکام سے منہ موڑ کر گھر سے نکل بھاگتی ہے۔ اور شوکیسپونڈ میں جا پناہ لیتی ہے جیسا کہ ایک واقعہ منظر ہے۔ تو اس کا الزام اس پر نہیں یہ سب تمہارا اپنا قصور ہے۔

افسوس افراط و تفریط کے غلط میلان نے کیا کیا نقصان مسلمانوں کو پہنچائے ہیں۔ ایک طرف تو اس قدر جہالت ہے۔ کہ عورتیں تو ایک طرف رہیں مردوں تک کو ایک حرف کی بھی شناخت نہیں جس کا یہ کھلا نتیجہ ہے۔ کہ پیدائش کے دن سے لے کر موت کے وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی ایسی ایسی ناجایز اور جاہلانہ رسمیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ کہ جن سے تہذیب کوسوں دور بھاگتی ہے۔ لیکن جن گھروں میں تعلیم کا چرچا ہے۔ گو ان جاہلانہ رسوم کی ان میں بھی کمی نہیں ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی انگریزیت کی ہوا کچھ ایسی بھر گئی ہے۔ کہ جس نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اپنے آبائی گھروں کے اندر تو بالکل ہی دم گھٹ جاتا ہے۔ اور اگر ٹھنڈی سڑکوں کی سیر یا شمن کمپونڈ کی ہوا میسر نہ آئے تو شاید مر ہی جائیں یہی نہیں اس کے کئی ایک لوازمات ہیں۔ جو بالآخر خاندان۔ عزت و عظمت۔ ننگ و ناموس اور مال و دولت غرض سب کچھ تباہ کر کے رہتے ہیں۔ کاش تعلیم نسواں پر زور دینے والے جہالت آمیز تفریط کے خلاف طبع آزمائی کرنے کے ساتھ اس افراط کا بھی علاج کریں۔ اور لوگوں کو صحیح راہ کی طرف لانے میں کوشاں ہوں۔

محمود بیگم صاحبہ کی ہدایات

آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس سے اپیل

دہلی میں جو تقریر جناب محمود بیگم صاحبہ نے بحیثیت پریذیڈنٹ کی وہ تمام خواتین اسلام کی گہری توجہ کی مستحق ہے۔ آپ کی رائے یہ ہے کہ کانفرنس کو مفصلہ ذیل امور میں قوم کی خدمت اور مدد کرنی چاہئے۔

(۱) بچوں کی جسمانی دماغی اور اخلاقی پرداخت کے متعلق قوم کی ماؤں کو ضروری اصول اور طریقوں سے آگاہ کرنا اور ان پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کرنا۔

(۲) جو رسوم اور عقاید بچوں کی تعلیم اور تربیت میں حارج اور اسراف کا باعث ہیں ان کی اصلاح کرنا۔

(۳) تعلیم یافتہ لڑکیوں کے اخلاق اور طرز زندگی کو اسلامی سادگی کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنا۔

(۴) شریف خاندانوں اور مسلمان آبادیوں میں مکاتب کھولنا اور موجودہ مکاتب کی نگرانی اور ترقی کے لئے کوشش کرنا۔

ان اغراض کے حصول کے لئے جو طریقے آپ نے تجویز کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) پرورش و تربیت اطفال کی جانب راغب کرتے رہیں ممبران کانفرنس کا اپنے حلقہ اثر میں خواتین کو اس جانب متوجہ کرنا۔

(۲) جو اخبار طبقہ اناث کی اصلاح و اشاعت تعلیم کے لئے جاری ہیں۔ ان کی مدد کرنا۔

(۳) کانفرنس میں ایسی بیبیوں کو مدعو کرنا۔ اور برسر اجلاس ان کے تجربات معلوم کرنا۔ جنہوں نے بفضل خدا اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت میں کامیابی کا نمونہ دکھایا ہے۔ نیز اس امر پر بہت زور دیا گیا تھا کہ ماؤں کو اپنی اولاد کے سامنے حقیقی اسلامی تعلیم کا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ اور ان کو گھروں میں اور مدارس میں حقیقی اسلامی تعلیم دینی چاہئے۔ (وکیل)

نمونہ بن کر دکھاؤ

کسی شخص کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ تمام تجاویز نہایت معقول اور از بس ضروری ہیں۔ اور بالخصوص موجودہ حالت میں جب کہ ظاہری نمود و نمایش اور فیشن پرستی کے شوق نے تعلیم کے اصلی منشا کو شکست دیدی ہے۔ اور لڑکیاں اپنی ماؤں اور دیگر فیشن پسند خواتین کی تقلید میں فیشن کی خاطر سب کچھ بھولتی جاتی ہیں۔ تو اس بات کی بیش از بیش ضرورت ہے۔ کہ مرد عورتوں کو اور عورتیں بچوں کو اسلامی سادگی اور پاکیزگی کا نمونہ بن کے دکھائیں جب تک والدین اپنے عمل سے بچوں کو سچی اسلامیت کا نمونہ بن کر نہیں دکھائیں گے۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ بچوں میں محض کتابوں کے رٹ لینے یا والدین سے زبانی تقریریں سن کر وہ اوصاف حسنہ پیدا ہو جائیں جو ہم سب اپنے بچوں میں دیکھنے کے متمنی ہیں۔ خیال کرو کہ جب بقول ایک خاتون نامہ نگار کے "ایک لیڈی نے محض کانفرنس میں شرکت کی غرض سے ڈھائی ہزار روپے کی خاص پوشاک بنوائی تھی" اور اس بات کو بھی بعض خواتین نے کانفرنس کی کامیابی کی ایک دلیل قرار دیا ہے۔ تو دیگر خواتین اور لڑکیوں پر اس مثال کا بجز اس کے اور کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ کہ وہ بھی جلسوں کے لئے اس قدر قیمتی پوشاکوں کو ضروری شے سمجھیں۔ اور مستورات میں بجائے پاکیزہ سادگی کے رفتہ رفتہ بیش قیمت ملبوسات سے آراستہ ہونے کا میلان پیدا ہو جائے۔ اور وہ حقیقی مقصد جو اس قسم کی اصلاحی تحریکات میں مضمر ہے۔ فوت ہو جائے۔ پس سب سے بڑی ضرورت اس وقت عمل کی ہے۔ باتیں بہت ہو چکیں۔ اب کام کا وقت ہے اور اس بات کی ضرورت۔ کہ ہم جو کچھ منہ سے کہیں۔ اسے کر کے دکھائیں اور اس طرح اپنی ذاتی فلاح کے ساتھ اپنی نیک مثال سے اپنے ہمجنسوں کو بھی فایدہ پہنچائیں۔ (وکیل)

ہیں جن میں احادیث صحاح بھی ہیں اور حسان بھی ہیں۔ جو سنزاوار تمسک کی ہوتی ہیں گویا کہ وہ بمنزلہ حدیث ہو گئی ہیں اور اقوال حضرت مسیح موعود کے ایک عدد تک مذکور کئے گئے ہیں۔ جو وہ بھی اسی مدعا پر دال ہیں۔ خواہ دلالۃ النص ہوں یا عبارۃ النص یا اشارۃ النص کے طور پر ہوں پس یہ مدعا تو دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ سے کالشمس فی نصف النہار روشن ہو گیا ہے کہ دین اسلام میں کوئی امام اور مجدد وغیرہ ایسا نبی ہو کر نہیں آسکتا۔ کہ جو لفظی کے معنی اسلام میں ہیں ان میں تمام ما وضع لہ کا بعد نبی کریم کے مصداق ہو سکے ورنہ پھر تو تمام دین اسلام اور خود حضرت مسیح موعود کا سلسلہ احمدیہ نابود ہوا جاتا ہے ونعوذ باللہ من ہذا الاعتقاد الفاسد چونکہ یہ مسئلہ فریقین میں متفق علیہ ہے ✦

اس لئے جناب عالی کی خدمت والا میں زیادہ تکلیف اس بارہ میں نہیں دیگئی صرف ملاحظہ رسائل مذکورہ کا کافی ووافی ہونے پر اکتفا کیا گیا ہے بلکہ جب تک کہ کل دلائل مندرجہ رسائل مذکورہ کا ثبوت نہ ہو جاوے تب تک یہ مدعا ثابت رہیگا کیونکہ آپ صرف مجازی کے قائل ہیں نہ حقیقی نبی کے

محاورات اور بول چال میں کسی مجدد کو مطلق نبی یا کامل نبی استعمال کرنیکا بیان

آگے رہا دوسرا امر کہ کسی مومن کامل کو یا مجدد کو نبی کہہ سکتے ہیں یا نہیں جواب اس کا نظم میں بھی ہے اور رسالہ کے ساتھ بھی ہے نظم میں تو اس لئے ہے جسکا بیان مختصر یہ ہے کہ مجازاً مومن کامل یا مجدد و ملہم کو مجاز نبی کہہ سکتے ہیں کیونکہ مجاز کی تعریف یہ ہے کہ دلالۃ اللفظ علی جزء ما وضع لہ کدلالۃ الانسان علی الحیوان الناطق وعلی لازمہ الخارج عنہ کدلالۃ الانسان علی الضاحک مجاز ملاحظہ ہو درایہ شرح نقایہ جلال الدین سیوطی کا مفتاح العلوم سکاکی مختصر معانی اور مطوّل وغیرہ من کتب علم المعانی والبیان۔ اور چونکہ مجاز اکثر علم تشبیہ پر ہی متفرع ہوتا ہے اور تشبیہ کی یہ تعریف ہے کہ التشبیہ الدلالۃ علی مشارکۃ امر لامر فی معنی کزید اسد۔ اس لئے بعد اس علم کے ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ مجدد اور ملہم اور مومن کامل کی رویا جزو نبوت ہے یا نہیں؟

الجواب: جزو نبوت بالفرور ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ رواہ البخاری ایضاً وعن انس قال قال رسول اللہ صلعم الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ متفق علیہ اس بارہ میں احادیث بہت کثرت سے واقع ہیں جو اہل حدیث پر مخفی نہیں ہیں۔ خود جناب والا مولانا محمد سعید صاحب سے دریافت فرمالیویں پس مومن کامل اور مجدد کو خصوصاً حضرت مسیح موعود کو اس جزو نبوت میں جزو بالفرور شرکت حاصل ہے تو آپ مجازی نبی ہو گئے۔ کیونکہ مجازی کی تعریف میں گذر چکا ہے کہ دلالۃ اللفظ علی جزء ما وضع لہ مجاز۔

مجاز اور حقیقت دونوں جمع نہیں ہوسکتے

الحاصل جبکہ یہ مسئلہ ذیل بھی علم بیان کا متفق علیہ ہے کہ مجاز میں معنی حقیقی اور مجازی دونوں ہرگز جمع نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ کنایہ میں جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ ما بہ الامتیاز درمیان کنایہ و مجاز کے یہی ہے کہ مجاز میں معنے حقیقی اور مجازی دونوں معنی جمع نہیں ہوتے اور کنایہ میں جمع ہو سکتے ہیں پس جبکہ ما نحن فیہ میں جناب والا کے نزدیک بھی مسلمات سے ہے کہ یہاں پر معنی مجازی ہی مراد ہیں تو پھر معنی حقیقی لفظ نبی کے بعد آنحضرت صلعم کے مجدد پر علم بیان کی رو سے بھی صادق نہیں آسکتے۔ اور اس پر علاوہ احادیث صحاح میں مدعیان نبوت کو کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ یا کلھم یزعم انہ رسول اللہ فرمایا گیا ہے۔ اور ختم بی النبیون وغیرہ وغیرہ بھی ارشاد ہوا۔ تو پھر خلاف علم معقولات علوم بیان اور نیز علم منقولات کتاب و سنت کے آپکو کیونکر نبی مطلق یا نبی کامل کہہ سکتے ہیں۔ اور واسطے سد ذرائع مطلق نبی بھی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کہ اپنے محاورات اور بول چال میں آپ کو نبی اللہ یا رسول اللہ کہا کریں یا احمد رسول مصداق حقیقی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا قرار دیویں ؟

من نیستم رسول نیاوردہ ام

جیسا کہ غالیان سیالکوٹی میں سے ایک صاحب چودھری مولا بخش مرحوم نے رسالہ احمد رسول لکھا تھا بعد اس کے وہ بیچارہ فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر کوئی صاحب کہیں کہ علم بیان میں کہاں مذکور ہے کہ حقیقت اور مجاز دونوں جمع نہیں ہو سکتے تو واضح ہو کہ یہ مسئلہ تو ہر ایک طالب علم معانی و بیان کے نزدیک مشہور و معلوم ہے کہ ان اقامت قرینۃ علی عدم ارادۃ ما وضع لہ فھو مجاز والا فکنایۃ۔ مفتاح العلوم سکاکی کی عبارت تعریف مجاز میں اگرچہ مختلف ہے۔ لیکن اس میں بھی کا اختلاف اس امر میں نہیں کہ مجاز اور حقیقت جمع نہیں ہوتے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے واما المجاز فھو الکلمۃ المستعملۃ فی غیر ما ھی موضوعۃ لہ بالتحقیق استعمالا فی الغیر بالنسبۃ الی نوع حقیقتھا مع قرینۃ مانعۃ عن ارادۃ معناھا فی ذالک النوع وقولی بالتحقیق احتراز ان لا تخرج الاستعارۃ التی ھی من باب المجاز نظراً الی دعوی استعمالھا فیما ھی موضوعۃ

اذا اتفق کونھا مستعملۃ فیما تکون موضوعۃ لہ لا بالنسبۃ الی نوع حقیقتھا کما اذا استعمل صاحب اللغۃ لفظ الغائط فیما یفضل عن الانسان من منھضم متنا ولا تہ او کما اذا استعمل صاحب الحقیقۃ الشرعیۃ الصلوٰۃ للدعاء او صاحب العرف اللغۃ الدابۃ لا بنوع حقیقتھا اللغویۃ … فیھا او الشرعیۃ والعرفیۃ … مع قرینۃ مانعۃ عن ارادۃ … احتراز عن الکنایۃ فان الکنایۃ کما ستعرف تستعمل فیراد بھا الکنایۃ عنہ فتقع مستعملۃ فی غیر ما ھی موضوعۃ لہ مع ارادۃ ما ھی لہ مجازا او ابتداء … ھذا القید ولک ان تقول المجاز ھو الکلمۃ المستعملۃ فی غیر ما تدل علیھا بنفسھا دلالۃ ظاہرۃ استعمالا فی الغیر بالنسبۃ الی نوع حقیقتھا مع قرینۃ مانعۃ عن ارادۃ ما تدل علیہ بنفسھا فی ذالک النوع ولک ان تقول المجاز ھو الکلمۃ المستعملۃ فی معناھا بالتحقیق استعمالا فی غیر بالنسبۃ الی نوع حقیقتھا مع قرینۃ مانعۃ عن ارادۃ معناھا فی ذالک النوع۔ پس دیکھئے قید مع قرینۃ مانعۃ عن ارادۃ معناھا فی ذالک النوع کی مجاز کی تینوں تعریفوں میں داخل ہے اس لئے لفظ نبی کے معنی بھی مجازی لئے جاوینگے جیسا کہ باتفاق فریقین ہے علاوہ کتب و سنت کے علم معانی اور بیان کی رو سے بھی معنی حقیقی مراد نہیں لئے جاسکتے۔ وھو المدعا الحاصل بموجب ارشاد کے کہ اگر مجاز کے معنی حل ہو جاویں تو نزاع خود بخود منفصل ہو جاتا ہے یہ نزاع تو فیصل ہو گیا کیا عمدہ آپکا ارشاد تھا۔ ؎

اے زفرصت بےخبر در ہر چہ خواہی زود باش

جس کی تعمیل باوجود ضعف پیری اور مرض فالج اور عوارض مرض دیگر بیماری وغیرہ کے کرچکا الحمد للہ ثم الحمد للہ اور چونکہ مسیح موعود مشرع نبی ہرگز نہیں ہیں اسلئے بھی معنی حقیقی مراد نہیں لئے جاسکتے

بحث ظلی نبی کی

دوسرے لفظ ظل کی بحث تحریر فرمائی ہے جس کے اخیر میں ایک شعر تحریر فرمایا ہے ؎

رق الزجاج ورقت الخمر ✦ فتشابھا فتشاکل الامر
فکانما خمر ولا قدح ✦ فکانما قدح ولا خمر

اسکو سنکر پھر جناب قبلہ نے جزاہ اللہ خیرا فرمایا کہ اس شعر نے بھی اس نزاع کو حل کر دیا ہے۔ مگر اولاً ہم حدیث ابلغ البلغاء سے معنی ظل کے حل کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس میں زیادہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے عن ابن عمر ان النبی صلعم قال ان السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ الحدیث بیہقی فی شعب الایمان۔ سلطان کا ظل اللہ ہونا بھی از قسم مجاز ہے پس یہاں پر مشبہ سلطان ہے اور مشبہ بہ ظل اللہ تعالے کا ہے جو اسکی صفت ہے اور وجہ شبہ بھی ہے جو شراح نے لکھی ہے چنانچہ لمعات میں لکھا ہے بیان لوجہ الشبہ لکما ان الناس یستریحون الی برد الظل من حر الشمس کذالک یستریحون الی برد عدلہ من حر الظلم پس اس حدیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ کسی کا ظل ہر امر میں مثل اصل اور ذوالظل کے نہیں ہو سکتا ورنہ جس قدر سلاطین مومن عادل اس امت میں گذرے ہیں سب کے سب مستحق عبودیت ہو جاویں ونعوذ باللہ منہ یا تمام صفات خدائی ان میں موجود ہوں تب جاکر وہ ظل اللہ کہلاویں۔ بلکہ وجہ شبہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ سلطان سے بھی اسکے عدل سے رعایا کو آرام و آسائش پہنچتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کی صفت رحم سے آسائش مخلوق کو ہوتی ہے تو گویا وہ بھی ظل صفات الٰہی کا ہوا اور چونکہ حضرت مسیح موعود بھی فنا فی الرسول تھے۔ جیسا کہ دیگر مجددین بلکہ ان سے زیادہ پس جس لئے ان کی بعثت ہوئی تھی اس بارہ میں بھی وہ ظلی نبی ہوئے مگر حسب مقتضائے ضرورت زمانہ و زمانیات کے آپکی بعثت واقع ہوئی یعنی بسبب شیوع علوم و فنون کثیرہ کے آپکو الہامات بھی بہت کثرت کے ساتھ واقع ہوئے تاکہ مقابلہ ان تمام علوم طبعیات و سائنس وغیرہ کا کیا جاوے جو دنیا میں شائع ہیں اور وما ارسلنا الا رحمۃ للعالمین بھی آپکو الہام میں نازل ہوا کیونکہ ذرائع اور اسباب اسکے ریلوے اور تار برقی اور ٹیلیفون وغیرہ وغیرہ دنیا بھر میں شائع ہو رہے ہیں اسلئے آپکو بطفیل غلامی کے اس آیت کے الہام کی بھی باللہ تعالیٰ نے کو ضرورت پڑی وکذا وکذا پس ظل کے ہونیکا یہ مطلب کیونکر ہو سکتا ہے کہ انکا ہر ایک قول یا انکا ہر ایک فعل یا انکی ہر ایک تقریر یا انکا ہر ایک الہام مثل انت منی بمنزلۃ ولدی وغیرہ وغیرہ ایسے حجت شرعی ہو جاوے جس سے تمام احکام شرعیہ ثابت کئے جاویں آپنے تو کوئی مسئلہ فرائض یا واجبات یا سنن کا بھی ایسا ایجاد نہیں کیا جو مثل مجتہدین امت کے کوئی جدید مسئلہ نکالا ہو۔ ہر ایک چھوٹا یا بڑا مسئلہ حضرت ہم ہی سے دریافت فرمایا کرتے تھے اور وہی فتوے عمل در آمد میں رہتا تھا جو اخبار اور رسالوں میں شائع ہو چکا ہے ہاں بسبب انکی نفس قدسی ہونیکے آپکو یہ حق حاصل تھا کہ مثل دیگر مجتہدین کے کسی مسئلہ میں اجتہاد بھی فرماتے مگر کسی مسئلہ میں اپنے کبھی اجتہاد نہیں فرمایا سوائے ان مسائل کے جنکے متعلق آپکی بعثت واقع ہوئی تھی یعنی مسیح ابن مریم کی وفات اور انیا مسیح موعود ہونا اور بعض آیات کی تفسیر عجیب و غریب جو بذریعہ کشف و الہامات کے کیگئی ہیں پس ہر ایک حرکت و سکون یا الہام آپکا حجت شرعی نہیں ہو سکتا جیسا کہ السلطان ظل اللہ کا جبتک کہ کتاب و سنت صحیحہ کے موافق یا موید نہوں اسکی بحث خاکسار نے مضمون حدیث الہام کے بارہ میں کسیقدر لکھی ہے اسکو ملاحظہ فرمالیا جاوے مگر بہت جلد ؎

اے زفرصت بےخبر در ہر چہ خواہی زود باش

پس اس بارہ میں بھی خاکسار زیادہ طوالت نہیں دینا چاہتا کیونکہ مسائل ملہم غیر خاکسار کے اس بحث کیلئے کافی ہیں اور اسمیں کوئی بڑا اختلاف بھی نہیں کیونکہ آپکو شارع اور مشرع فریقین میں سے کوئی نہیں جانتا مگر چند غالی جیسا کہ منشی ظہیر الدین و ڈاکٹر نور محمد وغیرہما ہیں پس آپ کیونکر غیر ثابت شدہ کو

حکم ہونا اور خلفاء ربانی نبوت اسوقت تک ہیں تو جیسے حضرت مسیح موعود بھی تھے ویسے ہی اپنے وقت میں سب کے سب حکم و عدل ہی تھے کتاب و سنت میں انکا حکم ہونا بخوبی ثابت ہے دیکھو آیت استخلاف علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی مگر اسی امر کیلئے جسکے مسائل خلافت لبعثت واقع تھی خصوصاً جنکی خلافت سیاسی تھی کہ انتظاماً انکی اطاعت واجب ہے خاکسار اپنے رسائل میں حضرت صدیق اکبر کا قول بھی اس خطبہ سے نقل کرچکا ہے جو وقت اجلاس خلافت کے آپنے فرمایا تھا کہ ایھا الناس انما متبع ولست بمتبتدع فان احسنت فاعینونی وان زغت فقوموني کیا یا اصول زرین حضرت صدیق اکبر کا قیامت تک ہر ایک غالی مسیح اور صدیق کیلئے واجب العمل نہیں ہے ضرور ہے کیونکہ الیوم اکملت لکم دینکم کا بھی زمانہ نزول گذر چکا۔ اور فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الآیۃ کا مصداق حقیقی و اصلی بھی ایک ہی شخص کامل و اکمل ہو گذرا لا غیر اور قرآن مجید میں تو ہم کو اور تم کو بھی بعض امور میں حکم فرمایا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ - فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا - تو کیا ہم ہر ایک امر میں حکم ہو سکتے ہیں۔ پس جن امور میں کہ آجکل زمانہ میں فساد شرک وغیرہ برپا تھا یعنی الوہیت عیسیٰ و بدعات وغیرہ وغیرہ میں آپ ضرور حکم ہیں ورنہ پھر تو الیوم اکملت لکم دینکم وغیرہ آیات و احادیث سب رد ہوئی جاتی ہیں اور اکثر قرآن مجید منسوخ ہو جاویگا۔ چنانچہ منشی ظہیر الدین و نور محمد صاحب وغیرہ غالیوں کا یہی مذہب ہے۔ اور ان غالیوں کو قادیان ہی کے غلو سے بہت مدد ملگئی ہے۔ جبکہ ابھی سے یہ حال ہے تو پھر آئندہ نسلوں کیلئے کیا اپنے عقائد باطلہ خلاف کتاب و سنت کے حجت نہ ہوسکیں گے - ضرور ہونگے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو خاتم النبیین کے اوپر ہے (وکان فضل اللہ علیک عظیما) اس سے امید قوی ہے کہ اما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کا نظارہ ضرور بالضرور واقع ہوگا - اور ابھی سے ہو رہا ہے صاحبزادہ صاحب کے مذہب سے بہت لوگ توبہ کرکے فسخ بیعت کرتے چلے جاتے ہیں والحمد للہ رب العلمین - یہاں پر ایک سوال وارد ہو سکتا ہے کہ خلیفہ کی بیعت کا نقض کرنا تو ممنوعات شرعیہ سے ہے پھر تم نے اسپر الحمد للہ کیوں کہا - فرق درمیان خلیفہ سیاسی و خلیفہ ارادی۔

الجواب - اول تو جو اطاعت خلیفہ میں اوامر و نواہی آئے ہیں وہ امر معروف میں ہیں نہ امر منکر میں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق حتی کہ حضرت ابراہیم نے جبکہ اپنی ذریت کی امامت کے لئے دعا کی تو فوراً فرمادیا گیا۔ قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تمام کتاب و سنت بھری ہوئی ہے - کنتم خیر امۃ - الآیۃ - ثانیاً یہ کہ واسطے انتظام ملک کے یہ اطاعت اس خلیفہ کے لئے ہے جو سیاسی ہو یعنی حاکم ہو جیسا کہ حضرت نظام ملک حیدر آباد کے ہیں نہ وہ خلیفہ جس کی خلافت ارادی ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ گو دل سے تو یہی چاہتے ہیں کہ میں خلیفہ سیاسی بن جاؤں جیسا کہ مجھکو بخوبی ثابت ہو گیا مگر کیونکر ہوتے گورنمنٹ عالیہ برٹش کے بغیر اجازت اور انکی ماتحتی میں ہو کر وہ خلیفہ سیاسی ہرگز نہیں ہو سکتے پس جبکہ ان کے یہ عقائد فاسدہ ہیں جو انوار خلافت میں مندرج ہیں اور نیز بہت سے انکے فقرات مندرجہ سے سیاست کی بو بھی آتی ہے - جو خلاف منشاء گورنمنٹ عالیہ کے ہے اس لئے میں بھی بکمال وجہ نقض بیعت ان سے کرچکا ہوں۔ کہ مبادا مجھ سے بھی گورنمنٹ عالیہ بدظن نہ ہو جاوے - اور دین بھی میرا تباہ ہو اور دنیا بھی۔ اس لئے میں نے الحمد للہ کہا کہ جن احمدیوں نے ان کی بیعت سے توبہ کرلی ہے ان اندیشوں سے بھی وہ محفوظ ہو گئے - اب وہ شعر عربی کا سمجھنا باقی رہا۔ سو اس میں دو جگہ پر لفظ کانّ کا موجود ہے۔ جو خالص تشبیہ کیلئے آتا ہے اور اخیر کے دونوں شعروں میں شاعر بتصریح تمام فتشابھا کہکر وجہ شبہ بتلا رہا ہے کہ دونوں ہم شکل ہو گئے ہیں پس اس وجہ شبہ سے جو تشاکل باہمی واقع ہے شاعر کہہ رہا ہے۔ کہ اگر خمر کو مجازاً قدح کہوں تو خمر نہیں کہہ سکتا اور جو قدح کو مجازاً خمر کہہ دوں تو قدح نہیں کہہ سکتا - یعنی وہی بات کہ مجاز اور حقیقت دونوں جمع نہیں ہو سکتے - پس اس شعر سے بھی ہمارا مدعا حاصل کہ مجاز اور حقیقت دونوں جمع نہیں ہو سکتے - اور اسی شعر نے من فرق بینی وبین المصطفےٰ کے معنے کو بھی حل کر دیا - کہ مشبہ اور مشبہ بہ جو دو ہوتے ہیں وہ حقیقی طور پر متحد حقیقی ہرگز نہیں ہو سکتے ہیں وھو المدعا تیسرا لفظ بروز ہے - چونکہ جناب نے اسکو بھی بمنزلہ ظل کے قرار دیا ہے اس لئے اس میں زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں - کیونکہ بروز کی بحث بھی بالآخر مجاز یا ظل پر ہی جاکر ٹھیر جاتی ہے البتہ یہ مسئلہ تصوف کا ہے اگر آپ چاہیں گے تو علم تصوف کی رو سے اسکو بھی انشاء اللہ تعالیٰ بالبسط حل کر دیا جاویگا

جزوی نبی کی بحث

چوتھا لفظ جزوی ہے۔ چونکہ مجاز کی تعریف میں جزو موضوع لہ پر دلالت کرنا بھی داخل ہے۔ کہ دلالۃ اللفظ علی جزء ما وضع لہ مجاز۔ اس لئے اس بارہ میں بھی زیادہ سمع خراشی کرنی غیر مناسب ہے۔ کیونکہ مجاز کی بحث نے اسکا خاتمہ کر دیا ہے اور ملاست عقل بھی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ کسی چیز کے جزو کو کل کہا جاوے کجا جزو اور کجا کل - کوئی ذی عقل کسی عضو اور جزو انسان کو کل انسان کہہ سکتا ہے کلا و حاشا - صدق رسول اللہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری ۔ مطابق ۸ اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۱

چند سوالات کے جواب

ازطرف حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

حیدرآباد سے مولوی غلام اکبر خانصاحب وکیل نے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں دو عدد خطوط لکھے تھے جن میں آپ سے چند سوالات کئے تھے ۔ جنکے جواب میں حضرت مولینا اور آپکے فرزند گرامی اخویم سید محمد یعقوب صاحب نے جو کچھ لکھا اسے از راہ عنایت برائے اشاعت ارسال فرمایا ہے ۔ امید کہ یہ بہت کچھ فواید کا موجب ہوگا

جواب خط اول

ازطرف سید محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدوم و مکرم جناب مولوی غلام اکبر خانصاحب ۔ وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ معہ دیگر صحیفہ گرامی متضمن تحقیقات مسائل نبوت حضرت اقدس و تکفیر کل غیر احمدیان ایک لفافہ میں موصول ہوا ان مسایل میں خاکسار نے کوئی تحقیق جناب والا سے نہیں چاہی تھی کیونکہ ان دونوں مسایل میں مدت دراز ہوگئی کہ جناب والد ماجد نے ایسی تحقیقات سے کتاب تحذیر المومنین عن اکفار المسلمین مبرہن بکتاب و سنت و اجماع امت و مجتہدین اہل اسلام آغاز دعوے حضرت مسیح موعود میں تصنیف فرمائی ہے ۔ کہ حضرت اقدس کا ایک کشف جلی و تحدیانہ مندرجہ براہین حصہ سوم صفحہ ۲۵۳ جو اس کی تصدیق کامل فرمارہا ہے ۔ اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم حضرت کے روبرو اس کو تحذیر بے نظیر فرمایا کرتے تھے اور تمام سلسلہ جماعت احمدیہ میں یہ کتاب ایسی مقبول ہوئی کہ کوئی فرد سلسلہ احمدیہ کا آخر خلافت اول تک ایسا نہیں پایا جاویگا جس کو وہ مقبول نہ ہو اور مخالفین کا تو اب تک یہ حال ہے کہ بجز سکوت کے انکا ناطقہ بند ہے ۔ اور پھر یہ کتاب منجملہ انہیں کتابوں کے ہے جس کو حضرت اقدس نے نشانات صداقت میں سے ایک نشان ۱۷۶ قرار دیا ہے ملاحظہ عالی ہو حقیقت الوحی ہاں شاید عہد خلافت بدعی میں (جو اس کی نسبت اب تک کچھ نہیں کہا گیا) اگر اب کچھ کہا جاوے تو بعید نہیں مگر وقت اس قابل آویش آوے گی کہ اس کے نزدیک بھی یہ خلافت خلافت بدعی قرار پا جاویگی بخلوص نیت تھا اید یہم دایدی المومنین ۔ معہذا یہ خاکسار جو جناب والا کے فنون و علوم کے روبرو ایک طفل مکتب کی مانند بھی نہیں ہے ۔ ایسے مسایل دقیقہ میں جنکا حل آغاز دعوے مسیحائی میں حسب مضمون صدر ہوچکا ہے ۔ جناب والا کو کیونکر اس کی تحقیق کے لئے تکلیف دیسکتا تھا آپ سے تو خاکسار یہ امید نہیں رکھتا کہ میرے عریضہ کا جو یہ توجہ کہ جناب قبلہ مولوی صاحب بنا بر معالجہ مرض فالج بوقت مراجعت وارد ارتداد یان راستہ لاہور موجود تھے (جناب والا واسطے عیادت کے بھی تشریف نہ لائے آکیسر یہ خیال ناراضی پیدا ہوا تھا ورنہ کچھ نہیں الاحاجۃ فی نفس یعقوب قضٰھا کجا تحقیق مسایل حل شدہ اور کجا ترک عیادت مسنونہ جو مفت میں ایک عبادت حاصل ہوتی تھی ہاں اب یہ خیال بھی بطور حدیث نفس کے بہا

ہوتا ہے اور یہ بھی اس لئے کہ جناب والا خود بھی اس عنایت نامہ میں بعض اہل علم کی طرف کچھ اشارہ فرمار ہے ہیں) کہ شاید یہ صحیفہ گرامی بمشاورت کسی اہل علم کا ساختہ پرداختہ ہے اور جناب کی طرف سے نہو ۔ حاشا و کلا مگر خاکسار کو اس کا بھی تعجب ہے کہ ہماری جماعت کے علماء حیدرآباد میں خوب جانتے ہیں کہ نہ میرا مذہب ہے اور نہ یہ قبلہ والد ماجد کا کہ بعثت مسیح کو حسب مضمون مندرجہ قرآن مجید الذین جعل القرآن عضین فوربک لنسئلنھم اجمعین کے دو ٹکڑے کئے جاویں کہ ۱۹۰۱ء کے قبل کے دلایل مندرجہ کتاب و سنت کے قابل تمسک نہوں اور صرف چھ سات تسلسل کے دعاوی قابل دستاویز ہوں ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر باوجود اس کے کوئی اہل علم صاحب بھی ایسی جدید تحقیق مسایل دقیقہ کی یعنی تکفیر جملہ مسلمانان و نبوت حقیقی حضرت اقدس کی نسبت ازسرنو بطور تحصیل حاصل کے کیونکر لکھ سکتے ہیں غرضکہ حیرانی دونوں طرف سے رفع نہیں ہوتی نہ جناب والا کی طرف سے اور نہ کسی اہل علم صاحب کی طرف سے ۔ بعد التی واللتیا اگر کوئی اہل علم جماعت کے حسب اصرار مندرجہ نامہ والا بھی چاہتے ہیں تو میں واسطے تنقید کے اس صحیفہ گرامی کو جناب قبلہ والد ماجد کے روبرو باین شرط پیش کردونگا کہ اول پیشگوئی حضرت عیسےٰ کی کس طرح پر حل ہو مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد حضرت نبی کریم امی عربی فداہ ابی و امی پر سرگز پوری نہیں ہوئی کیونکہ وہ اس کے مصداق ہی نہیں تھے ۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب ہی پر پوری ہوئی ہے ۔ کیونکہ وہی اس کے مصداق ہیں کما فی انوار خلافت بدعیہ پس اس کو اول حل کر دیا جاوے اس کے حل کرنے سے باقی دونوں مسایل مندرجہ بڑی آسانی سے حل ہو جاوینگے ۔ کیونکہ اول تو یہ مسئلہ ایمانیات سے ہے دوسرے اس کے دلایل ایسے قطعی ہیں کہ تمام دنیا کے علماء کو مدعو کیا گیا ہے ۔ تیسرے ۱۹۱۵ء سے لیکر اس وقت مارچ ۱۹۱۷ء تک بڑا زور شور بالفصل میں لکھا جا رہا ہے ۔ حتیٰ قرآن مجید تو اس رسول مبشر بہ کو رسول عظیم الشان فرماتا ہے اور اس پیشگوئی کا وقوع بیان کر رہا ہے جسکو نبی امی عربی اپنے اور چسپاں فرما رہے ہیں انا بشارۃ عیسےٰ بن مریم اور حضرت اقدس قصیدہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

نہ یہ ہیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا وغیرہ وغیرہ من الوجوہ التی تقتضی تقدیم الانفصال لہذہ المسئلہ علی المسایل الاخری مکرر آنکہ رسالہ اظہار النصائح اور النصیحت مع دیگر مضامین شایع شدہ کے ارسال خدمت والا میں یہ غرض ہے کہ جناب کے مضامین صحیفہ گرامی کے جوابات ان میں بھی موجود ہیں ۔ اگر ان سے ہی فیصلہ ہو جاوے تو پھر کسی طوالت موجب ملال خدام جناب کو نہ ہوگی ورنہ حسب شرط حیات اور مشیت ایزدی کے جناب والا کے صحیفہ گرامی کو واسطے تنقید کے بحضور جناب قبلہ پیش کردونگا ۔ زیادہ حد ادب مرض فالج کا علاج حسب سابق ہو رہا ہے اور رنگین بجلی سے بھی کیا جا رہا ہے ۔ دعا فرمایئے کہ صحت کلی حاصل ہو ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۲ مارچ ۱۹۱۷ء ۔ بواپسی ڈاک ✽

جواب خط ثانی

ازطرف حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

تا نہ نور احمد آید چارہ گر ✽ کس نمے گیرد ز تاریکی بدر

حضرت اقدس ہوں یا دیگر اولیائے امت سب اپنے قدم پر وہ اسکے محتاج ہیں

اعلام الاعلام

آپکا فرمان ؎ اے زفرصت بے خبر در ہر چہ خواہی زود باش

مخدوم و مکرم جناب مولوی غلام اکبر خانصاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ از الطاف نامے دو عدد صادر ہوئے تھے ایک کا جواب معہ رسالہ اظہار النصائح و رسالہ النصیحت خدمت والا میں روانہ کرچکا ہوں ۔ اور دوسرا صحیفہ گرامی جونکہ بعض مسایل دقیقہ پر مشتمل تھا اس لئے عرض کیا گیا تھا کہ بخدمت جناب قبلہ والد ماجد صاحب پیش کیا جاویگا سو آج مینے مناسب سمجھا کہ پیش کر کے جواب لے لوں کیونکہ جناب نے اس عنایت نامہ میں بڑی تاکید سے فرمایا ہے کہ خدا کے لئے جلد تسلیم بھیجے ؎

اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ خواہی زود باش

کیا معلوم کہ کل کیا واقعات آپکو پیش آئیں ۔ اور آپ کو اپنے اوپر اختیار باقی رہے یا نہ رہے ۔ انتہی پاس لئے جو حضرت قبلہ نے فرمایا ہے وہ بلفظہا پیش کرتا ہوں ✽

سوال نمبر ۱ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں مجازی نبی ہوں ۔ سلسلہ آپکے درمیان نزاع نبی کے لفظ پر نہیں ہے ۔ نزاع مجازی کے لفظ کی وجہ سے ہوئی ہے ۔ پس اگر مجازی کے معنے حل ہو جاویں تو نزاع خود بخود منفصل ہو جاتی ہے انتہی موضع الحاجۃ ۔ یہ جواب کتب مسلمہ مثل مفتاح العلوم سکاکی و درایہ نقایہ ملا جلال الدین سیوطی مختصر معانی اور مطول وغیرہا سے ہوگا ✽

الجواب ۔ فرمایا کہ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا کیا عمدہ بات فرمائی ہے آخر تو میرے محب اکرم اعلیٰ درجہ کے فہیم اور اعلیٰ درجہ کے وکیل ہیں فی الحقیقت جس قدر اختلاف واقع ہوا ہے وہ اسی حقیقت اور مجاز کے معنی نہ سمجھنے سے واقع ہوا ہے ملس لئے ضروری ہے کہ مجاز اور حقیقت کو بموجب علم معانی اور بیان کے مختصر طور پر بیان کیا جاوے ۔ پس معنی حقیقت کی تو یہی تعریف ہے مگر نزدیک اہل علم بیان کے کہ دلالت اللفظ علےٰ تمام ما وضع لہ و ضعیت ملاحظہ فرمایا جاوے درایہ شرح نقایہ مفتاح العلوم سکاکی مختصر معانی اور مطول وغیرہ کتب علم بیان کو اب دیکھنا یہ ہے کہ دین اسلام کی اصطلاح میں لفظ نبی کے معنے از روئے کتاب و سنت و اجماع امت بعد نزول آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے حسب مذہب اجماعی جملہ علماء امت اور نیز حضرت مسیح موعود کے جو تمام موقعوں پر حل کیا ہیں ۔ بقول محمد اور اظہار النصائح و رسالہ النصیحۃ و دیگر تمام مضامین خاکسار مطبوعہ پیغام صلح وغیرہ میں مبرہن کر دیا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی نیا اور نہ پرانا کوئی ایسا آسکتا ہے جو لقب نبی کے تمام موضوع لہ کا ماصدق علیہ ہوسکتا ہو ملاحظہ ہو لیجیے تفاسیر و شروح ایات احادیث مندرجہ رسالہ

مثالیں اسکی بیان فرما کر نتیجہ یہ نکالنا چاہا ہے کہ نبی متصف بہ نبوت ناقصہ کو بھی نبی کے لفظ کے ساتھ بول چال اور محاورات میں نبی بول سکتے ہیں جیسا کہ انسان ناقص کو انسان اور مسلمان ناقص کو مسلمان بول سکتے ہیں وکذا وکذا۔ جنابمن یہ قیاس بالکل قیاس مع الفارق ہے جو کسی طرح پر جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان تو بھی ہمیشہ قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے۔ اور مسلمان بھی مدام قیامت تک پیدا ہونگے بلکہ ولی ہی پیدا ہونگے۔ مجدد بھی مبعوث ہونگے ملہم بھی ہوتے رہینگے محدث بھی ہوتے رہینگے۔ مہدی بھی ہونگے۔ اور مسیح بھی ہونگے۔ لیکن خاتم النبیین نے دروازہ نبوت حقیقی کا بند کر دیا اور اس دروازہ پر ایسی مہر لگا دی ہے کہ کہیں پر فرمایا گیا ختم بی النبیون ہے کہ اس قصر نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی وہ بھی ختم بی النبیون نے بند کر دی۔ الّا انّہ لا نبی بعدی نے لفظ نبی کو جو ایک مفہوم کلی کے طور پر تھا اسکو جزئی بنا دیا اور اگر مفہوم کلی بھی تسلیم کیا جاوے تو مثل شمس کے جسکے دوسرے فرد خارج میں موجود نہیں منحصر فی فرد واحد گردان دیا۔ ملاحظہ ہوں رسائل مذکورہ۔ اور لفظ مسلمان کا ایک صنف مفہوم کل ہے۔ جو قیامت تک وجود اس کا باقی ہے۔ لیکن لفظ نبی کا دین اسلام میں بعد نبی کریمؐ کے مفہوم کلی نہیں رہا جیسا کہ سابق انبیاء کے وقت میں تھا۔ ملاحظہ ہوں رسائل اظہار النصائح وغیرہ

وعن ابی ھریرۃ عن النبی صلعم قال کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی۔ وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فان اللہ سائلھم عما استرعاھم۔ متفق علیہ۔ (یہاں پر مراد خلافت سے سیاسی خلافت ہے نہ ارادی)۔ حدیث دجّالون کذّابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وغیرہ وغیرہ۔ آنیوالے مصلحین کو کہیں مجدد فرمایا گیا ہے۔ اور کہیں مہدی اور کہیں مسیح اور کہیں امامکم منکم وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ لفظ نبی کے استعمال کو سخت ممنوع کیا گیا ہے۔ اور من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای کے وہی معنے ہیں جو ان آیات کے معنے ہیں والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم۔ ایضاً۔ لا نفرق بین احد من رسلہ وغیرہ وغیرہ من الآیات۔ الخ مسل۔ فضلنا بعضھم علی بعض کے آپ بھی قائل ہیں۔ اس قول کے یہ معنی کیونکر آپ کر سکتے ہیں کہ مجھکو ہر ایک امر میں نبی کریم خاتم النبیین کے ساتھ اتحاد حقیقی ہے۔ نبی کریمؐ کی ذکور میں سے اولاد نہ تھی۔ حضرت مرزا صاحب کی اولاد ذکور بھی ہے۔ نبی کریمؐ خاتم النبیین ہیں۔ حضرت مرزا صاحب خاتم النبیین نہیں تھے۔ نبی کریمؐ شارع اور مشرع نبی ہیں حضرت مرزا صاحب شارع اور مشرع نبی نہیں۔ نبی کریمؐ کی یہ شان ہے کہ وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المومنین۔ مرزا صاحب تو من دون المومنین میں داخل ہیں نہ خالصۃ لک ہیں وکذا وکذا۔ غرضکہ ہر ایک امر میں عدم تفریق ہرگز ہرگز مراد نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تمام شریعت دین اسلام کی گڑبڑ ہو جاویگی پس جن امور کیواسطے آپ کی بعثت تھی انہی امور میں عدم تفریق مراد ہو سکتی ہے۔ وہ بھی جبکہ اس کا انکار و نصوص کی تکذیب ہو۔ والّا۔ فلا۔

اگرچہ اس مسئلہ تکفیر اور نبوت میں رسائل شائع شدہ اہل انصاف کے نزدیک کافی ووافی ہیں۔ خصوصاً تحذیر المومنین اور القول المجید و اظہار النصائح وغیرہ۔ لیکن جناب والا نے ناصحانہ اور خیر خواہانہ تحریر فرمایا ہے کہ خدا کے لئے جلد تسلیم کیجئے "اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش۔ کیا معلوم کہ کل آپ کو کیا واقعات پیش آویں اور آپکو اپنے اوپر اختیار باقی رہے یا نہ رہے۔ اس لئے عرض ہے کہ بہت جلد ان پانچوں مسئلوں کو جو جناب کے مسلمات سے ہیں حل فرما کر تسلیم کیا جاوے کہ مجاز کیساتھ نہ حقیقت جمع ہو سکتی ہے اور نہ ظل کو اصل کہہ سکتے ہیں اور نہ جزء کو کل کہہ سکتے ہیں اور نہ ناقص کو کامل کہہ سکتے ہیں۔ جو بالکل بداہت عقل کے بھی خلاف ہے اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کتاب و سنت کے خلاف ہونا تو ثابت ہی ہو چکا ہے۔ اور احکام مجاز اور ظل اور جزو اور ناقص کے بعینہ وہی نہیں ہو سکتے جو حقیقت اور اصل اور کامل کے ہوتے ہیں۔ جب یہ مسائل حل ہو جاوینگے تو تکفیر اور نبوت کے مسائل بھی خود بخود حل ہو جاوینگے۔ بعد حل ہو جانے ان مسائل کے جو ظل کی حرکت کی نسبت جناب نے تحریر فرمایا ہے اس کی طرف اور مزید توجہ کیجاویگی۔ ثبت العرش ثم النقش۔ مگر بالفعل یہ گزارش رکھئے کہ آپ نے ظل کو اصل قرار دے لیا ہے اور اصل کو فوت شدہ یا معدوم محض خیال کر لیا ہے حالانکہ اصل زندہ اور موجود ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ جناب والا کے اس فقرہ سے "اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ خواہی زود باش" اور نیز بعض دیگر فقرات سے جو اسی عنایت نامہ میں درج ہیں مجھے بہت خوف اور اندیشہ پیدا ہوا ہے۔ کہ فی الحقیقت تکفیر جملہ اہل قبلہ کی اور نبوت کاملہ یا مطلقہ مسیح موعود کا مسئلہ جو بڑا خطرناک ہے اسلئے ...

جناب کی ہی سابقہ تحریر سے کچھ عرض کرتا ہوں۔ جناب عالی نے رسالہ القول المجید کی نسبت ایک عنایت نامہ میں مجھکو یہ تحریر فرمایا تھا۔ جو بلفظہا پیش کرتا ہوں **عطوفت نامہ معہ عجالہ نافعہ القول المجید نور علی نور بنکر پہنچا اور چشم بصیرت کو منور کیا۔ باوجود عدیم الفرصتی کے بیں بڑے شوق سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ اصل مسودہ تو دیکھ ہی چکا تھا اس سے کچھ اور ہی لذت و سرور حاصل ہو رہا ہے۔** مورخہ ۵۔ جولائی ۱۹۱۴ء۔ اور اس سے قبل کے عنایت نامہ میں جو اس مضمون کی نسبت تھا۔ جو اخبار پیغام صلح نمبر ۹۷ جلد ۳ مورخہ ۹ر مارچ ۱۹۱۶ء میں بعنوان حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی ایک تازہ شہادت حضرت مسیح موعود کی نبوت پر۔ تحریر فرماتے ہیں جو تحریر آپ کی اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سے شائع ہوئی ہے وہ میرے لئے گہری تسکین کا باعث ہوئی ہے۔ بعینہ اور بجنسہ یہی خیالات میرے بھی اس مسئلہ کے متعلق ہیں آپ کی تحریر نے دل کو قوی اور خیالات کو پختہ کر دیا۔ مورخہ ۱۹ر مارچ ۱۹۱۶ء۔ اگر حکم ہو تو فوٹو شائع کر دیا جاوے۔ علیٰ ہذا القیاس بعض دیگر صحائف میں بھی قریب قریب اس کے خاکسار کے فقط لفظ قلّت کو کافی سمجھا گیا ہے۔ پس اول تو خاکسار کے رسائل تحذیر المومنین وغیرہ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ کافی ہی تھے اب جانے قادیان کے وہ دلائل جو جناب پر منکشف ہوئے ہیں وہ اس صحیفہ گرامی میں مندرج ہیں۔ جن میں کوئی دلیل ایسی نہیں پائی گئی جو دلائل مندرجہ رسالجات کو توڑ سکے اس لئے خدمت والا میں وہی عبارت پیش کر کے درخواست کرتا ہوں کہ بہت جلد خدا کیلئے ان سب کا جواب مرحمت فرمایا جاوے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش۔ کیا معلوم کہ کل کیا واقعات آپکو پیش آویں اور آپکو اپنے اوپر اختیار باقی رہے یا نہ رہے۔ اس عریضہ میں زیادہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھکر اور دلائل نہیں دے سکتا۔ کہ طوالت موجب ملالت جناب والا نہ ہو۔ اور یہ جو آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مامور کیلئے کچھ ضروری نہیں ہے کہ اس کے لئے امت محمدیہ میں پیشگوئی کی ضرورت ہو یہ میری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے کل امور مہمہ کے جو قیامت تک امت کو پیش آنیوالے ہیں ان سب کی خبر دے دی ہے ملاحظہ ہو حدیث متفق علیہ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلعم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشیء قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ۔ متفق علیہ۔ جناب کی اس تحریر سے تو حضرت خاتم النبیینؐ کی نبوت میں بڑا نقصان لازم آتا ہے اور ایسا مدعی جس کا ذکر نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ حدیث میں ہے۔ وہ تو مستقل مامور ہونا چاہتا ہے جو محض خلاف ہے اگر کوئی ایسا شخص مامور ہونے کا دعوے کرے تو ہم اسکو کس ذریعہ سے قبول کر سکتے ہیں۔ کتاب اللہ تو کہہ رہی ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ پس اگر جناب حقیقتاً اور فی الواقع ناصح اور خیر خواہ ہیں تو بہت جلد ان سب رسائل کے جواب میں دلائل کتاب و سنت سے خاکسار کو جواب عنایت فرمایا جاوے اور جو دلائل قیاسی جناب نے تحریر فرمائے ہیں وہ نصوص کے مقابل قیاسات ہیں جو مقبول نہیں ہو سکتے۔ اور جناب والا کے مسلمات سے بھی محض خلاف ہیں۔ ماجاء بہ النبی کی بحث تو ہر ایک فرقہ اندرونی اسلام کا پیش کر رہا ہے۔ اہلحدیث۔ مقلدین کو ماجاء بہ النبی سے کا فر کہہ رہے ہیں اور برعکس علیٰ ہذا القیاس ہر ایک فرقہ اندرون اہل اسلام کا یہی حال ہے۔ میزان تو اس کی صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی ہے اور واضح خاطر عاطر رہے کہ کفر سے مراد کفر دون کفر ہے۔ میرے نزدیک کفر مخرج عن ملت اسلام وہی کفر ہے جو نصوص کتاب و سنت کا بلا تاویل صحیح انکار کیا جاوے۔ اس لئے بڑی عاجزی سے التجا ہے کہ میرے کل رسالے جو اس بارہ میں ہیں مطالعہ فرما لیجئے۔ مجھکو امید ہے کہ دلائل مندرجہ رسالجات کو مطالعہ فرما کر جواب تحریر فرماوینگے۔ بالفعل آنجناب کی خدمت عالی میں اپیل کیا جاتا ہے۔ آپ انصاف فرما کر اس کا فیصلہ فرما دیں۔ کہ قول مجید تو وہی رسالہ پسندیدہ جناب موجب سرور و لذت ایمانی کا ہے ابھی تک کچھ تبدیل ہو کر دوبارہ شائع نہیں ہوا۔ جو اس میں ترمیم کیجائے اور پیغام صلح کا خط بھی وہی ہے جس سے آپ کی گہری تسکین ہو چکی ہے اور وہی خاکسار ہے جس کا ایک قلّت آپ کو کافی تھا۔ مضمون پیغام بھی دوبارہ نہیں طبع ہوا جس میں کوئی تغیر و تبدیل کیجائے۔ ان میں کونسا لفظ خلاف تہذیب ایسا ہے۔ جسکے جواب میں خاکسار کو القول المحمود کے صفحہ ۱ میں جاہل۔ شیطان۔ رذیل۔ بیل۔ گدھا وغیرہ لکھا گیا ہے بینوا توجروا۔ اگر آپ نے اس بارہ میں انصاف نہ فرمایا تو خاکسار عقیدہ۔ اس لئے بالفعل صرف اس ہی مقدمہ کو فیصل فرما دیجئے۔ اور اگر فیصل نہ فرمایا تو جبکہ القول المحمود والوں کا یہ اخلاق ہے اور عقائد وہ ہیں جو الوار خلافت میں سے خاکسار درج کر چکا ہے تو پھر میں نقض بیعت ارادی میں کیوں معذور نہ ہوں۔

بینوا توجروا۔ باقی جو تحریرات متضمن شدید دنیوی یا تہدید اخروی کا صاحبزادہ صاحب اخبار الفضل وغیرہ میں میری نسبت شائع فرما رہے ہیں اُن کی مجھکو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو تہدیدات الہامی جو القول الفصل میں نسبت غیر مبایعین مندرج کی تھیں جن میں یہ دعوے الہامی کیا تھا۔ کہ مجھکو یہ الہامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے دعاوی اُن الہاموں کی نسبت القول الفصل میں کئے گئے تھے وہ سب کے سب محض خلاف نکلے۔ بلکہ اس وقت سے اس وقت تک ہندوستان و یورپ میں اُن الہامات کے خلاف مدعا صاحبزادہ صاحب کے واقعات صادر ہو رہے ہیں۔ پس خاکسار کو ان تہدیدات کی کیا پرواہ ہے جو مدت تک ملازم ملازمِ ... کے ساتھ رہا ہے۔ فما حق من کان ذا عقل ودین ان لا یرفع الی مخرفاتھم راسا ولا یفتح جز عبلا تھم اذنا کما قیل من ابیات۔

فما لشتم الشوامخ غندریہ ٭ نمز علی جوانبھا ثمود
ولا البحر الخضم یعاب یوما ٭ اذا بالت بجانبہ القرود

ہاں مجھکو پھر یاد آ گیا۔ آپ نے ظل کو بھی اصل قرار دیکر ہر ایک اس کی حرکت اور سکون کو اصل کی حرکت و سکون قرار دے لیا ہے۔ مگر فرمائیے۔ کہ جو اصل ہے وہ ظل کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور برعکس اس کا کیونکر ممکن ہے۔ پس ایک ذرہ بھر توجہ فرمائیے۔ کہ جو کچھ حضرت اقدس لائے ہیں وہ ان مسلمات کے بموجب ماجاء بہ النبی نہیں ہے بلکہ ماجاء بہ جزو النبی۔ ماجاء بہ ظل النبی۔ ماجاء بہ النبی المجازی۔ ماجاء بہ النبی الناقص ہے۔ اور اس آپ کے مسئلہ کو وہی حدیث بخوبی حل کر رہی ہے۔ جو میں نے اپنے رسائل میں لکھی ہے۔ کہ نبی علیہ السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور ایک شخص مسجد میں سو رہا تھا۔ نبی کریمؐ نے حضرت علی سے فرمایا۔ کہ تم اسکو جگا دو۔ آپ نے جگا دیا۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے خود اسکو کیوں نہیں جگایا۔ جواب میں فرمایا۔ کہ انکارہ علی کفر وانکارہ علیک لیس بکفر۔ اور تہتر فرقوں کی جو حدیث آپ نے تحریر فرمائی ہے اس کی شرح تو بہت طویل الذیل ہے لیکن اس کے مقابل میں دوسری روایت بھی موجود ہے کہ بہتر فرقے جنتی ہیں اور صرف ایک فرقہ ناری ہے۔ اس کی شرح دیکھی جاوے تحذیر المومنین میں۔ اور اگر جناب کے پاس تحذیر المومنین نہیں ہے تو قول مجید کو تو آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے جس سے لذت ایمانی دوبالا ہو گئی ہے۔ اس کے اول میں قرآن مجید کی ایک آیت لکھی ہے قال اللہ تعالیٰ۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی وسعت رحمت کے سبب الذین اصطفینا کو منقسم قرار دیکر ظالم لنفسہ کو الذین اصطفینا کی تینوں قسموں میں سے ایک قسم قرار دیا ہے۔ پس آپ کی تقریر کا حل اسی ایک آیت میں موجود ہے۔ پھر باقی رسائل کو ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اس مسئلہ تکفیر کا خلاصہ ذیل آپ خوب یاد رکھیں۔ جو یہ ہے کہ ایک کفر اور ناری ہونا تو دائرہ اسلام کے اندر اندر ہے جو مخرج عن الملۃ الاسلامیہ نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دین اسلام کے اندر اندر صدہا امور کو کفر اور ناری ہونا فرمایا گیا ہے جو امام بخاری صاحب نے بھی اس کفر دون کفر کے مسئلہ کو ایک باب منعقد کر کے حل فرما دیا ہے۔ اور دوسرا کفر اور ناری ہونا وہ ہے جو مخرج عن الملۃ الاسلام ہے۔ البتہ یہ کفر اور ناری ہونا دائرہ اسلام سے باہر ہے۔ اور مخرج عن الملۃ۔ افسوس یہ ہے کہ بعض علماء متعصبین نے دونوں کفروں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ اور ان میں امتیاز نہیں کیا۔ اسی بے تمیزی کے سبب ان آیات کو جو کفار کے حق میں وارد ہوئی ہیں اُن کو اس کفر اور ناری ہونے پر محمول کر لیا ہے جو دائرہ اسلام کے اندر کا کفر ہے اور اس خلط ملط کرنے سے ایک عظیم الشان فساد اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اندریں صورت صحابہ سے لیکر اس وقت تک کوئی مسلمان مسلمان ہی نہیں رہ سکتا۔ پس اس خلاصہ کو آپ خوب یاد رکھیں اور رحمۃ للعالمین کی رحمت کو جسکو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع کر دیا ہے۔ آپ تنگ نہ کریں۔ اور آپ کے تنگ کرنے سے وہ رحمت وسیع تنگ ہو بھی نہیں سکتی۔ اور علی رغم انف ابی ذر وغیرہ کی حدیث کو یاد رکھیں ورنہ امت محمدیہ میں تو کوئی مسلمان آپکو نظر ہی نہیں آئیگا۔ نہ میں نہ آپ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ظل کی تشریح بعبارت دیگر ملاحظہ ہو

مابہ الامتیاز درمیان دین اسلام اور دیگر ادیان باطلہ کے یہی تو ہے۔ کہ دین اسلام میں تو اصل محفوظ باقی ہے اس لئے قیامت تک ظل بھی ہوئے اور ہوتے رہینگے۔ اور دیگر ادیان باطلہ میں اصل محفوظ و باقی نہیں رہی اس لئے اُن میں ظل پیدا نہیں ہو سکتے۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہار شنبہ ۴ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰۰

مذہب اور آرایش

مذہبی دنیا میں یہ ایک خیال رائج چلا آتا ہے۔ اور عموماً اس خیال نے لوگوں کو بہت حد تک مذہب سے برگشتہ کر دیا ہے کہ خدا سے ملنے یا اس کا نیک بندہ بننے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان دنیا سے قطعاً الگ ہو بیٹھے اسے دنیا کے راحت افزا سامانوں اور لطیف اور طیب غذا اور دیگر سامان آرایش سے کوئی بھی تعلق و واسطہ نہ ہو۔ چنانچہ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بہت سے جوگی اور وہ لوگ جو گیان دھیان کے اندر منہمک رہنا چاہتے ہیں۔ خود مسلمانوں کے اندر بھی بعض صوفی مشرب اور وہ جو فقیری کے دعویدار کہلاتے ہیں۔ ان کی شکل و صورت۔ ان کا لباس۔ ان کی رہایش یہاں تک کہ ان کا کھانا پینا بھی بہت ہی گھناؤنا اور نفرت انگیز ہوتا ہے۔ ان کو پسند آتا ہے دیا جیسا کہ آجکل عموماً دیکھا جاتا ہے محض ریاکاری کے لئے وہ اس بات کو اختیار کر لیتے ہیں۔ کہ ان کے بدن پر بہت میل جمی ہوئی ہو۔ ان کے ناخن بہت بڑھے ہوئے ہوں۔ بال لمبے لٹکے رہتے ہوں اور ان کے اندر جوئیں اور دیگر قسم کے کیڑے بھرے ہوئے ہوں۔ پھر ان کے بدن کے کپڑے بھی چیتھڑوں کے بنے ہوں تو خیر ہوتے ہی ہیں۔ لیکن جوؤں وغیرہ کا ان کے اندر بھی پایا جانا گویا شان فقیری یا خدا دوستی کے لئے ایک لابدی امر ہے اور پھر سب سے بڑھ کر اس ہیئت کذائی اور ڈراؤنی شکل و صورت کے ساتھ جو کچھ وہ کھاتے ہیں وہ اور بھی نفرت انگیز ہوتا ہے۔ اول تو کوئی نظیف چیز وہ اپنے پاس تک پھٹکنے نہیں دیتے۔ اور اگر خدا نخواستہ کوئی پاکیزہ کھانا ان کو میسر بھی آگیا۔ تو پھر نفس کے اس سے حظ اٹھانے کا خوف ہے۔ اس کو کسی صورت میں ذرا بھر بھی لطف و سرور پہنچانا گویا خدا پرستی کے شرائط سے ہی قطعاً بعید ہے۔ اس لئے اس اچھے بھلے کھانے میں وہ کوئی نہ کوئی پلید اور نفرت انگیز چیز بھی ملا لیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ ہے ہمارے ملک کی حالت اور عموماً مذہبی دنیا کو جیسے ان نام کے ولیوں اور خدا پرستوں نے تباہ کیا ہے۔ اور کسی نے نہیں کیا۔ انہی سے کچھ نیچے اتر کر پھر وہ لوگ بھی ہیں۔ جو گو اس انتہائی حد کو نہیں پہنچے۔ لیکن تم زندگی والوں کو بھی اچھا اور نیک سمجھتے ہیں۔ اور کسی قسم کی آرایش و زیبایش کو بھی پسند نہیں کرتے۔ بلکہ ذرا بھی آرایش کرنے والوں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک طرف یہ تمام لوگ ہیں اور دوسری طرف ہمارے وہ نوجوان ہیں۔ جو اپنی زندگی کی غرض و غایت اور علت غائی ہی یہی سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ تن آرائی میں مصروف رہا کریں۔ بوٹ کالر نکٹائی تو خیر ایک معمولی سی بات ہے۔ ان کو تو ہر دم فکر ہی اس بات کی رہتی ہے کہ ان کے تمام اوضاع و اطوار۔ طرز معاشرت اور طریق بود و باش۔ ملبوسات و اغذیات وغیرہ سب کے سب یورپین رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ مغرب کی جسے وہ تہذیب کے انتہائی نقطہ پر سمجھتے ہیں۔ تقلید سے ایک ذرا بھر لغزش وہ پرلے درجہ کی بد تہذیبی یہ معمول کرتے ہیں۔ طالب علم ہیں۔ اور اپنی پڑھائی کے قیمتی اوقات کو بالوں کی آرایش اور کنگھی پٹی پر ضائع کر رہے ہیں۔ ڈاڑھی بھی خدا نے کیا ھیدی انکے لئے ایک آفت ہے کہ ہر روز جب تک اس پر استرا نہ پھر جائے چین نہیں آتا۔ نماز میں کون پڑھے اور کون مسجد کے اندر جائے۔ پاؤں سے بوٹ کا اتارنا یقیناً ایک تکلیف دہ امر ہے۔ چلو یہ نہ سہی لیکن بوٹ کے اوپر مسح کرنا بھی تو دقت سے خالی نہیں۔ اچھا طو تما وکر تا یہ بھی برداشت کر لیا لیکن نماز کون پڑھے۔ بیٹھتے ہیں۔ تو پتلون بیٹھنے نہیں دیتی۔ پھر اس میں شکن پڑتے ہیں۔ غرض طرح طرح کی دقتیں ہیں۔ جو نماز کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے ہی دیگر ارکان شرعی کے بجا لانے میں بھی۔ اس لئے چلو مذہب سے چھٹی پاؤ۔ نماز روزہ کو جواب دیدو۔ اور اگر اتنے ہی تم مذہب کے دلدادہ ہو۔ تو گرجا والوں کی طرح کرسی پر بیٹھ کر ذرا اپنے سر کو جھکا کر کچھ دعا کر لیا کرو۔

الغرض ہمارے نوجوانوں اور مغربی فیشن آرائی کے دلدادوں کی نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ اسپر روپیہ تو جو کچھ صرف ہوتا ہے۔ وہ تو الگ رہا۔ اپنے قیمتی اوقات۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے مذہب کو بھی خیرباد کہہ دینے سے انہیں عار نہیں۔ ان کے سامنے ذرا کوئی پرانی وضع کا انسان آیا اور انہوں نے مضحکہ اڑانا شروع کیا۔ نماز پڑھنے والوں کو وہ بیوقوف اور جاہل اور بد تہذیب سمجھتے ہیں۔ گو تمام لوگ اس رنگ میں رنگے ہوئے نہیں۔ اکثر ایسے بھی ہیں۔ جو حد اوسط پر قائم ہیں۔ لیکن ان افراط کی طرف جانیوالوں کی بھی کمی نہیں۔

اب آؤ ذرا اسلام کا مطالعہ کریں۔ وہ ہمیں کیا تعلیم دیتا ہے۔ کس حد تک ان باتوں کو جائز ٹھہراتا ہے۔ یا ان دونوں گروہوں میں سے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کسی ایک کی تائید کرتا ہے۔ یہ حکم دیتا ہے۔ آیا وہ تارک صوفی کہلانے والے اور گودڑی پوش راہبوں کی طرح ہمیں سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے الگ ہو بیٹھنے اور ہر ایک قسم کی ذلیل حالت کو اختیار کر لینے کی ہدایت کرتا ہے۔ یا ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی موجودہ تہذیب کی طرف رجوع دلاتا ہے۔ یا جیسا کہ حق ہے۔ اور انسانی عقل فکر اور آرام و آسایش اس بات کے متقاضی ہیں۔ ان دونوں کے بین بین کسی راہ پر لے جانا چاہتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب ہم قرآن کریم کو کھول کر دیکھتے ہیں۔ تو اس میں جا بجا دنیا کی ہی مذمت کی گئی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ہے اعلموا انما الحیوٰة الدنیا لعب و لھو و زینة و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما و فی الاخرة عذاب شدید۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی کھیل ہے۔ اور ایک بے فایدہ چیز ہے۔ اور زینت ہے۔ جس میں تم آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہو۔ اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہتے ہو۔ اس کی مثال مینہ کی ہے کہ اس کی وجہ سے کھیتی کو لہلہاتے دیکھ کر کسان خوش ہوتا ہے۔ پھر وہ سوکھ جاتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے۔ پھر ایندھن بن جاتی ہے غرض آخرت میں عذاب شدید ہے۔

اب اس میں صریحاً دنیا کی زندگی کو ایک بے فایدہ چیز اور کھیل قرار دیدیا اور زینت بھی اسے کہا ہے۔ جس کا نتیجہ عذاب شدید بتایا ہے۔ لیکن اسی قرآن میں دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے۔ قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ قل ھی للذین امنوا فی الحیوٰة الدنیا۔ کہدے کون ہے جس نے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی۔ حرام کیا۔ اور ایسا ہی پاک اور طیب کھانوں کو بھی۔ کہدے یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو ایمان لائے۔ اب اس میں صاف طور پر مومنوں کے لئے زینت کو حلال کیا ہے۔ بلکہ اس سے پہلے یہ بھی حکم دیا ہے۔ کہ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ اے بنی آدم مسجدوں میں جاتے وقت زینت کر لیا کرو۔ اس کی تائید حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔ اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صاف ستھرا رہنا اور نمازوں اور بالخصوص جمعہ اور عیدین وغیرہ میں زینت کرنا۔ اور خوشبو بھی اگر میسر آئے تو لگانا بہت پسند فرماتے اور اسے ضروری قرار دیتے تھے۔ بہت سی حدیثیں اس بارہ میں آئی ہیں جو عام طور پر معلوم ہیں۔ تو پس قرآن کریم کی ان صاف و صریح آیات سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل اور آپ کے ارشادات سے جب یہ کھلے طور پر ثابت ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا کو اس رنگ میں جیسا کہ آجکل کے رہبانوں کا قاعدہ ہے۔ نہ آپ نے ترک کیا۔ اور نہ اپنے ساتھیوں کے لئے یہ پسند فرمایا۔ بلکہ کھلے لفظوں میں فرمایا کہ لا رھبانیة فی الاسلام۔ اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں پھر قرآن مجید کی اس آیت اور بعض دیگر آیات کا بھی۔ جن میں دنیا کی مذمت کی ہے۔ اور اس کے سامانہائے آرایش و زیبایش کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے کیا مطلب ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اس میں صاف طور پر اسی قسم کی دنیوی زندگی اور زینت وغیرہ کی مذمت کی ہے ...... کہ جو محض لہو و لعب کے طور پر اختیار کی جائے جس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا مقصود ہو۔ جس میں کثرت اموال اور اولاد انسان کو اپنے اوپر ایسا فریفتہ کر لے۔ کہ وہ اس دنیا کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھ بیٹھے۔ اور اسی کو اپنی بڑائی اور زندگی کا موجب ٹھیرائے۔ اور خدا تعالےٰ کو بالکل بھلا بیٹھے۔ لیکن جہاں ایسا نہیں اور جو لوگ دنیا میں رہ کر اس کی زینتوں کو بجا طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان سے اتنا ہی فایدہ اٹھاتے ہیں جتنا جائز ہو۔ کوئی شیخی تکبر اور ایک دوسرے پر اظہار فضیلت ان کا مطمح نظر نہیں ہوتا۔ ان کے لئے اس میں کوئی ڈر نہیں۔ ان کا دنیا کی زینتوں سے فایدہ حاصل کرنا۔ اور صاحب اموال و اولاد ہونا ہرگز موجب نقصان نہیں۔ بلکہ اسپر فرمایا کہ مغفرة من اللہ و رضوان۔ اللہ کی مغفرت بھی ہوتی ہے۔ اور رضوان بھی۔ وہ ان بد خیالات اور غلط طریق عمل سے بچائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کو بھی وہ پا لیتے ہیں۔

تو پس اس آیت میں بھی کوئی دنیوی زینتوں وغیرہ سے روکا نہیں بلکہ ان کے بد استعمال سے ہی منع فرمایا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ قرآن کریم نے کوئی دنیا میں رہنے سہنے اس کے کاروبار میں حصہ لینے۔ اس کے اموال سے فایدہ اٹھانے یا زینت وغیرہ کرنے سے روکا ہے۔ صریحاً غلط اور قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے۔ مثال جو لوگ حد اوسط سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور افراط کی طرف جا کر صرف زیب و زینت کو ہی محض آرایش و زیبایش کو ہی اپنا مطمح نظر بنا لیتے ہیں۔ جس طرح سے وہ غلطی پر ہیں ایسی طرح سے وہ بھی جن کا یہ خیال ہے کہ اسلام نے کسی قسم کی زیب و زینت سے انسان کو روکا ہے۔ اسلام اعتدال اور اوسط کی طرف ہمیں لیجانا چاہتا ہے۔ ہر ایک طبقہ اور حالات کے مناسب حال پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا حامی نہیں۔ کہ انسان دنیا کو چھوڑ کر الگ تھلگ ہو بیٹھے نہ ہی اس نے ہمیں صاف ستھرا رہنے۔ خوش پوشاک پہننے اور دیگر آرایش سے منع کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی نہیں کہ اپنی حد سے انسان بڑھ جائے۔ انسان معمولی حالات میں بھی صاف ستھرا رہ سکتا ہے۔ ایک غریب آدمی کی آرایش یہی ہے۔ کہ اپنی غربت کے اندر معمولی سادہ لباس جو ستھرا بھی رہ سکتا ہے پہنے۔ اگر میسر آئے تو خوشبو بھی لگائے۔ مسواک سے منہ کی پاکیزگی اور صفائی کے لئے بہت مفید ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ آرایش کر سکتا ہے۔ زیادہ نفیس لباس و سامان آرایش اسے میسر آسکتا ہے وہ اسے بھی اختیار کرے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ صرف اسی ایک بات کو اپنا مطمح نظر بنا لے۔ اور دوسرے ضروری کاموں کو بالائے طاق رکھ دے۔ پھر یہ خیال ایک دوسرے پر فخر جتانے کا موجب بن جاتا ہے یہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ اور اب جہاں وہ لوگ قابل الزام ہیں جو انگریزی تہذیب کے دلدادہ ہو کر اسی قسم کی آرایش میں اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں۔ وہیں بعض وہ لوگ بھی ہیں جن کو عورتوں کے ملبوسات بہت پسند ہیں۔ مخملی پاجامے اور ایسے ہی زیورات وغیرہ کا پہننا عموماً ان کو اچھا لگتا ہے۔ حالانکہ یہ مردوں کے کام کی چیزیں نہیں۔ پھر بعض ملبوسات ہیں۔ جو بالخصوص عورتوں میں مروج ہیں۔ وہ اس قدر باریک ہوتے ہیں کہ جسم کے اندر سے نظر آتا ہے۔ ایسے لباسوں کے پہننے کا بھی کوئی فایدہ نہیں بلکہ الٹے نقصان کا موجب ہیں۔ لباس جہاں آرایش کا موجب ہو سکتا ہے وہیں انسان کی حفاظت کا بھی ایک سامان ہے۔ وہ لباس اور زینت جو انسان کو بد اخلاقی کی طرف لے جانیوالا ہو۔ وہ تو الٹا مضرت رساں ہے۔ اسی لئے عورتوں کے لئے مخصوص طور پر یہ حکم ہے۔ کہ لا یبدین زینتھن اپنی زینت کو غیر محرم پر ظاہر نہ کریں کیونکہ ان کی اظہار زینت کا نتیجہ بد اخلاقی اور شرمناک نتائج کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح جن مردوں کی زینت اس حد تک پہنچ جائے جو اس قسم کے نتائج پیدا کرنے والی ہو۔ جیسا کہ آجکل نوجوانوں میں بالخصوص دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کے بھی آفات سے بہرحال بچنا ہی بہتر ہے ....

.... الغرض اسلام نے نہ تو اس قسم کی زینتوں کو جائز رکھا ہے۔ جو انسان کو دوسرے کاموں سے غافل بنا دیں اور اکثر اوقات نتائج قبیحہ کی طرف لے جانیوالی ہوں۔ اور نہ ہی اس نے ہمیں ان کے جائز استعمال سے روکا ہے۔ اس نے ایک حد اوسط کی طرف ہمیں لے جانا چاہا ہے۔ اور یہی ہر حال میں فایدہ مند ہو سکتا ہے۔

امرتسری مقدمہ کی روئداد

اس سے قبل ہم مجمل طور پر اس مقدمہ کی اطلاع دے چکے ہیں۔ جو اندنوں امرتسر میں ایک احمدی اور اس کی غیر احمدی بیوی کے مابین چل رہا ہے۔ اب ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث سے اس کی یہ مفصل روئداد معلوم ہوئی ہے۔ کہ

در محلہ کٹڑہ بھنگیاں میں ایک لڑکا مرزائی ہو گیا ہے اس کی بیوی نے عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ مضمون دعوے یہ تھا کہ چونکہ میرا خاوند مرزائی ہو گیا ہے۔ اور مرزائی بحکم فتوےٰ علمائے اسلام کافر ہیں۔ لہٰذا میرا نکاح اس سے فسخ کیا جائے۔ مدعیہ کی طرف سے چھ علماء گواہ طلب ہوئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی عبد الواحد صاحب غزنوی۔ مولوی نور احمد صاحب امرتسری۔ مولوی عبد الصمد صاحب امرتسری۔ مولوی غلام مصطفےٰ صاحب امرتسری۔ پہلے دو صاحب نہ آئے۔ باقی چار صاحبوں کی شہادتیں ۱۹ مارچ کو سب جج صاحب کی عدالت میں ہوئیں چاروں کا بیان متفق تھا۔ کہ مرزا صاحب دعوائے نبوت اور توہین حضرت عیسےٰ مسیح علیہ السلام وغیرہ کرنے سے کافر تھے۔ اُن کے اتباع بھی اسی حکم میں ہیں۔ لہٰذا نکاح فسخ ہے۔ مرزا صاحب کے دعوائے رسالت کے ثبوت میں مرزا جی کا رسالہ دافع البلاء پیش ہوا جس میں لکھا ہے۔ کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اس کی تشریح موجودہ خلیفہ قادیانی کی تحریرات مثل انوار خلافت وغیرہ سے کی گئی۔ جس میں وہ منکرین مرزا کو کافر لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب کے

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور۔ جمادی الثانی ۱۳۳۵ ہجری۔ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۰

دعوت الی الحق

از حضرت مسیح موعود

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عز و وقار

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ملفوظات مسیح موعود

تزکیہ نفس اور صحابہ کرام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے جیسے کہ ایک برتن قلعی کرا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے ایسے ہی ان لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورات نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے گویا آیت قد افلح من زکٰھا کے سچے مصداق تھے مجھے خوب معلوم ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری دنیا کو کسی طرح سے کوئی جنبش آئی تو ہم کدھر جاویں گے مگر تعجب تو یہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارے ہاتھ پر اقرار کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم سمجھیں گے۔ اور دوسری طرف دنیا اور مافیہا میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ دنیا کی خاطر ایک دینی نقصان برداشت کرنا گوارا کرتے ہیں۔ ذرا سا کوئی کنبہ میں بیمار ہو جاوے۔ ایک بکری ہی مر جاوے تو جھٹ بول اٹھتے ہیں کہ یہ کیا ہوا ہم تو مرزا صاحب کے مرید تھے ہمارے ساتھ کیوں یہ حادثہ واقع ہوا۔ حالانکہ یہ خیال انکا خام ہے وہ اس سچے رشتے سے جو اللہ تعالےٰ سے باندھنا چاہئے ناواقف ہیں برکات الٰہی انسان پر اس وقت نازل ہوتے ہیں جب خدا سے مضبوط رشتہ باندھا جاوے جیسے رشتہ دار عمل کو آپس میں رشتہ کا پاس ہوتا ہے ویسا ہی اللہ تعالےٰ کو اپنے بندہ کے رشتہ کا جو وہ اس پاک ذات کے ساتھ ہے سخت پاس ہوتا ہے وہ مولا کریم اس کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی دکھ یا مصیبت اسکو پہنچتا ہے تو وہ بندہ اپنے لئے راحت جانتا ہے۔ الغرض کوئی دکھ اس رشتہ کو توڑتا نہیں اور نہ کوئی شکوہ پیدا کرتا ہے ایک سچا تعلق اور حقیقی عشق عبد و معبود میں قائم ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں چالیس آدمی بھی ایسے معنی و طور نفس کے ہو جاویں تو [illegible] عشر عشیر میں حق تعالےٰ کی رضا کو مقدم کریں تو ہم جان لیں کہ ہم جس مطلب کیلئے آئے تھے وہ پورا ہو چکا اور جو کچھ کرنا تھا کر لیا لیکن دیکھنے کی بات ہے کہ صحابہ کرام منہم نے تعلقات بھی تو فرد بنا سے سمجھے ہیں [illegible] بیس سال تھا زر تھا مگر ان کی [illegible] کس قدر انقلاب آیا کہ سب کے سب ایک ہی دفعہ دست بردار ہو گئے اور فیصلہ کر دیا کہ ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین ہمارا سب کچھ اسی کے لئے ہے۔ مگر اس قسم کے لوگ ہم میں ہو جاویں تو کون سی آسمانی برکت اس سے [illegible] ہے۔

بیعت کرنا صرف زبانی اقرار ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنے آپ کو فروخت کر دینا ہے [illegible] نقصان [illegible] ہوں نہ ہو کسی کی پرواہ نہ کی جاوے مگر [illegible] بہت سے لوگ [illegible] اپنے اقرار کو پورا کرتے ہیں بلکہ خدا تعالےٰ

کو آزمانا چاہتے ہیں پس یہی سمجھ رکھا ہے کہ اب ہمیں مطلقاً کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ایک پر امن زندگی بسر ہو حالانکہ انبیاؤں قطبوں پر مصائب آئے اور وہ ثابت قدم رہے مگر یہ چاہتے ہیں کہ ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں بیعت کیا ہوئی گویا خدا تعالےٰ کو رشوت دینی ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون یعنے کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ بہ فقط کلمہ پڑھ لینے پر ہی چھوڑ دیئے جاویں گے اور ان کو ابتلاؤں میں نہیں ڈالا جاویگا پھر یہ لوگ ملاؤں سے کیسے بچ سکتے ہیں ہر ایک شخص کو جو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے جان لینا چاہئے کہ جب تک آخرت کے سرمایہ کا فکر نہ کیا جاوے کچھ نہ بنے گا اور یہ ٹھیک کرنا کہ ملک الموت میرے پاس سے نہ پھٹکے میرے کنبے کا نقصان نہ ہو میرے مال کا بال بیکا نہ ہو ٹھیک نہیں ہے خود شرط وفا دکھلاوے اور ثابت قدمی و صدق سے متقل رہے اللہ تعالےٰ مخفی راہوں سے اسکی رعایت کریگا اور ہر ایک قدم پر اس کا مددگار بن جاویگا انسان کو حرف بچگانہ نماز اور روزوں وغیرہ وغیرہ احکام کی ظاہری بجا آوری پر ہی ناز نہیں کرنا چاہئے۔ نماز پڑھنی تھی پڑھ لی روزے رکھنے تھے رکھ لئے زکوٰۃ دینی تھی دیدی وغیرہ وغیرہ مگر نوافل ہیں جن سے نیک اعمال کی تتمہ و تکمیل ہوتی ہے اور یہی ترقیات کا موجب ہوتا ہے مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات و صدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھیرایا ہے بجا لاوے اور ہر ایک کار خیر کے کرنے میں اسکو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنع و نمائش و ریا کو اس میں دخل نہ ہو یہ حالت مومن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اس کا اللہ تعالےٰ کے ساتھ پیدا کرتی ہے اس وقت اللہ تعالےٰ اسکی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اسکے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اسکے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ کام کرتا ہے الغرض ہر ایک تعلق اسکا اور ہر ایک حرکت و سکون اسکا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اس وقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے کہ میں کسی بات میں اسقدر تردد نہیں کرتا جسقدر کہ اسکی موت میں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مومن اور غیر مومن میں ہمیشہ فرق رکھدیا جاتا ہے مومن کو چاہئے کہ ہر وقت رضاء الٰہی کو مد نظر رکھے اور ہر ایک قضا کے سامنے سر تسلیم خم کریں فرق نہ کرے کون ہے جو عبودیت سے انکار کرکے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے +

تعلقات الٰہی ہمیشہ پاک بندوں سے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے ابراہیم الذی وفیٰ لوگوں پر جو احسان کرے ہرگز نہ جتلاوے جو ابراہیم کے صفات رکھتا ہے ابراہیم بن سکتا ہے ہر ایک گناہ بخشنے کے قابل ہے مگر اللہ تعالےٰ کے سوا اور کو معبود کار ساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے ان الشرک لظلم عظیم۔ لا یغفران یشرک بہ یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے [illegible] دنیا پر زور دیا جاوے اسی کا نام ہی شرک ہے اور معاصی کی مثال تو حقہ کی سی ہے کہ اسکے چھوڑ دینے سے کوئی وقت و مشکل کی بات نظر نہیں آتی مگر شرک کی مثال افیم کی سی ہے کہ عادت ہو جاتی ہے جسکا چھوڑنا محال ہے یعنی کا یہ خیال کہ ہم ہو گا [illegible]

شیطانی [illegible]

ہوتا ہے [illegible]

منقولات

مختلف ممالک میں مسلمانوں کی مذہبی حالت

ہندوستانی مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ سے شرمناک غفلت برت رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ اس فرض اہم کی بجا آوری کے لائق نہیں رہے وہ مذہب کی گرفت سے آزاد ہونے جاتے ہیں اور سیاسی ترقی اور عارضی کامیابیوں کی دُھن میں رُوح مذہب وجوہر قومیت سے بیگانگی اختیار کر رہے ہیں۔

مسیحی مبلغ مسلمانانِ ہند کی اس حالت پر اظہار مسرت کر رہے ہیں۔ اور وہ "چرچ مشنری ریویو" کی زبان میں اس بات کے آرزومند پائے جاتے ہیں۔ کہ "اگر عیسائی موقع کی اہمیت کو سمجھتے اور اسکو غنیمت جانتے ہیں۔ تو انہیں اس سے فائدہ اٹھانے میں سرگرم سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہئے"۔

یہی مسیحی لوگ ہمیں بتاتے ہیں کہ دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ ریورنڈ اے۔ ہوپ اصفہان سے تحریر فرماتے ہیں کہ گذشتہ چند برسوں میں ایران میں ہمارے نقطۂ نگاہ سے اہم تغیرات وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ "ملاؤں کو جو طاقت و اعتبار عام لوگوں پر حاصل تھا۔ وہ بہت کچھ کم ہوگیا ہے اور بہت سے لوگ اپنے مذہبی رہنماؤں کو نفرت وحقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں ان میں سے بعض اپنے اس خیال کو علانیہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ملک کی موجودہ مخدوش حالت کی وجہ زیادہ تر اسلام اور اُس کے سرگرم مؤید ملّاں اور سید ہی ہیں۔

ریورنڈ ہوپ خوش ہیں کہ جہاں دس بارہ سال پیشتر انجیل فروخت کرنیوالوں کو اپنا کام خفیہ طور پر انجام دینا پڑتا تھا۔ وہاں اب اس کام کو کھلم کھلا انجام دیا جا رہا ہے۔ اور کوئی معترض نہیں ہوتا۔ اُن کا خیال ہے۔ کہ ایران میں عیسائیت کی عاجلانہ تبلیغ کے لئے ایسے مقامات پر مسیحی مدارس جاری کرنے کی ضرورت ہے جو اب تک ان سے محروم ہیں اپنے مضمون کے اخیر میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ "عیسائیوں کے تبلیغی نقطۂ نظر سے ایران کا مستقبل نہایت روشن ہے۔ سلسلہ رسل و رسائل کی توسیع ایران کو یورپ سے قریب تر لے آئیگی اور تعلیم کی عام اشاعت بہت سے ایرانیوں میں جو عربوں ترکوں اور مصریوں کی بہ نسبت کم قدامت پسند اور زیادہ ذہین وفہیم ہیں۔ اس حد تک مذہبی آزادی پیدا کر دیگی۔ کہ وہ اسلام کو ترک کر کے دامن عیسائیت میں پناہ لیں گے اور یہی حالت اُنکی عقلی و اخلاقی زندگی کی پیاس کو رفع کرنیوالی ثابت ہوگی"

ایران میں ایک قوم "کاشغائی" آباد ہے۔ جو دو لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ دہلی کے خاندان مغلیہ کی اولاد سے ہیں اور کسی زمانہ میں عرب عثمانیہ میں آباد تھے۔ اب بھی اُنکی زبان فارسی نہیں بلکہ ترکی ہے۔ حتیٰ کہ اُن کی عورتیں اکثر حالتوں میں فارسی سمجھ بھی نہیں سکتیں۔ اُن پر صولت الدولہ حکمران ہے۔ جس کی عمر اس وقت ۳۵ سال کی ہے۔ ڈاکٹر کر "چرچ مشنری ریویو" بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں لکھتے ہیں۔ کہ صولت الدولہ کو مسیحی مشنریوں سے خاص شغف ہے۔ وہ اپنے بچّوں کو انجیل پڑھاتا ہے۔ مشنریوں کی طبّی خدمات نے اس جماعت کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ اور اگر کچھ مدت بعد یہ لوگ اپنے دین آبائی سے الگ ہوکر مذہب عیسائی اختیار کرلیں تو یہ کوئی عجیب بات نہ ہوگی۔ ڈاکٹر موصوف ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم ایران کے تین قصبوں میں جاگزین ہیں۔ جن کی مجموعی آبادی دو لاکھ نفوس پر مبنی ہے ان قصبوں میں ہمارے ۴۹ مرد اور ۴۲ عورتیں (ایرانی عارضی) اور ۱۳ مرد اور ۱۹ عورتیں (یورپین) کام کرتی ہیں"۔

مصر میں بھی حالات بڑی تیزی سے متغیر ہو رہے ہیں۔ قاہرہ میں ایک زنانہ مدرسہ "امریکن مشن گرلز کالج" کے نام سے جاری ہے۔ جس کی رپورٹ حال میں شائع ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کالج مذکور مختلف قوموں اور جماعتوں کی لڑکیوں کا مجموعہ ہے۔ اُس میں ایرانی۔ مصری۔ ترکی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ یونانی۔ روسی۔ ہسپانی۔ رومانی۔ بلغاری۔ ارمنی۔ شامی۔ اطالی۔ سوس (سوئٹزرلینڈ کی) اور عرب لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ ان میں مسلمان۔ یہودی۔ قبطی۔ پروٹسٹنٹ۔ کیتھولک۔ بہائی وغیرہ ہر مذہب کی لڑکیاں شامل ہیں۔ اور اس تمام معجون مرکب سے کالج ہر سال خوشحال تندرست عیسائی لڑکیاں پیدا کرتا ہے۔

رپورٹ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ بعض لڑکیاں تو کھلم کھلا عیسائی مذہب اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن بہت سی ایسی بھی ہیں۔ جو ایسا نہیں کر سکتیں۔ اور عیسائیت کا پودا اُن کے دل ہی میں بڑھتا اور پھلتا پھولتا رہتا ہے۔

مسلمانانِ چین بیدار ہو رہے ہیں لیکن ایک چینی عیسائی۔ اے۔ ڈبلیو ہونگ کا قول ہے کہ اُن کی بیداری اُنہیں رفتہ رفتہ عیسائیت کی طرف لے آئیگی جس طرح دیگر ممالک کے مسلمانوں کی بیداری انہیں عیسائیت کی طرف لے آرہی ہے۔ چینی مسلمانوں میں قدامت کی روح مفقود ہو رہی ہے۔ اور تحقیق و تدقیق کا مادہ اُن میں روز افزوں ترقی پر ہے۔ قرآن ایک ہزار سال سے مسلمانانِ چین کے دلوں پر حکومت کر رہا ہے۔ مگر اب تک اس کا ترجمہ چینی زبان میں نہیں ہوا۔ حال میں اُنہوں نے ایک سپارہ کا ترجمہ کیا تھا۔ اور اب دوسرے سپارے کا ترجمہ بھی چھپ کر شائع ہوگیا ہے۔

مسلمانانِ چین نے اپنی ترقی و اصلاح کے لئے جو تجاویز سوچی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ عام مسلمانوں میں تعلیم وصنعت وحرفت کی ترقی۔ اصول و آئین اسلام کی ترجمہ چینی زبان میں۔ رسوم و عادات کی اصلاح۔ مسلمانوں کو دین اسلام پر مضبوط رکھنے کی کوشش۔ اور غیر مذاہب کا مقابلہ۔ وہ مجالس اور تقاریر کے ذریعہ سے مذہبی رسوم و عقائد کی توضیح۔ اور تاریخ و تفسیر کی تشریح کرنے میں مصروف ہیں۔ صحت و تندرستی کی طرف بھی اُن کی توجہ مبذول ہوئی ہے یہ پروگرام انہوں نے جنوری ۱۹۱۶ء میں مرتب کیا تھا۔ اور اس میں اُنہوں نے معقول ترقی کی ہے۔ وہ کئی کتابیں اور رسالے شائع کر چکے ہیں اور عیسائیوں کی نکتہ چینیوں کا جواب معقول پیرایہ میں دیتے ہیں۔

چین کے پایۂ تخت (پکین) کے جنوبی حصہ میں ایک عظیم الشان مسجد ہے اور اسی میں اس تحریک کا مرکزی دفتر ہے۔ مسجد کا امام نہایت روشن خیال شخص ہے۔ اور وہ تحریک مذکور کو بالکل جدید طریقوں سے کامیاب بنانے میں سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ اگرچہ ہمارے مسیحی دوست اس کیفیت کو اپنی کامیابی پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن اگر چینی مسلمان اور نیز دیگر ممالک کے مسلمان تبلیغ کے نئے اور پرانے طریقوں کو ملا کر ایک صراط مستقیم پیدا کرلیں اور اپنی ذات سے سچے فرزندان اسلام کا نمونہ پیش کرنے کے علاوہ جدید طریق دعوت سے بھی حسب ضرورت کام لیں تو وہ حالات حاضرہ سے ایک بڑی حد تک بآسانی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

رسالہ "مسلم ورلڈ" جو لنڈن کے بجائے آئندہ نیویارک سے شائع ہوگا۔ لکھتا ہے کہ ایک نوجوان خاتون جو ووکنگ میں کچھ مدت پیشتر مسلمان ہوگئی تھی۔ اب اسلامی عقائد سے دل برداشتہ ہوگئی ہے۔ لیکن وہ عیسائیت میں واپس نہیں آنا چاہتی۔ وہ کہتی ہے کہ "مسلمانوں کو تو میں پسند نہیں کرتی۔ لیکن اب میں تثلیث کو بھی نہیں مان سکتی"۔

نوجوان خاتون کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ مسیحی مبلغین کے لئے بھی۔ جب ایک مسیحی عورت ایک دفعہ اسلامی توحید کا لطف اٹھانے کے بعد تثلیث سے ہمیشہ کے لئے بیزار ہوگئی ہے۔ تو ایک سچا مسلمان جس نے اسلام کے زیر سایہ پرورش ونشوونما پائی ہے۔ کیونکر اس اصلی اور حقیقی توحید سے روگردان ہوسکتا ہے۔ جو قرآن اور صرف قرآن ہی سکھاتی ہے۔ تاوقتیکہ اسلامی تعلیم کا اثر اُس کے دل و دماغ سے قطعاً زائل نہ کر دیا جائے اور اُسے دہریت کے روح شکن خم سے سیراب نہ کیا جائے۔

جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اپنے مذہب سے غفلت ہی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں در پردہ نفرت بھی ہے۔ وہ اسلام کو تمدن وتہذیب وترقی کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ وہ اس عقائد و اصول کو تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اور اگرچہ ظاہرداری کے لئے قرآن زیب طاق ہے۔ مگر اُن کے دلوں میں کلام اللہ کی حقیقی عظمت بالکل نہیں ہے۔ اس کی ذمہ داری اُن کے والدین پر ہے۔ جو مذہب سے انہیں ناآشنائے محض رکھتے ہیں۔ اور اُن کے معصوم دلوں کو کفر و زندقہ کا ہدف بننے دیتے ہیں۔ جب تک مسلمانوں کی یہ کیفیت ہے دیگر مذاہب کے مبلغین کی چاروں راہیں کھلی ہیں اور مختلف ممالک عالم میں مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جائے گی لیکن اگر وہ استاد زمانہ سے سبق سیکھیں اور اپنے گردوپیش چشم بصیرت کھول کر دیکھیں تو تبلیغ کے میدان میں کوئی اُن سے بازی نہیں جیت سکتا۔ چہ جائیکہ اُن میں اپنے مذہب کی کامیابی کے ساتھ اشاعت کر سکے۔ (از وکیل)

پیغام صلح: مسلم ورلڈ ایک مسیحی رسالہ ہے اور مسلمانوں کا سخت دشمن۔ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلانا اس کا ہمیشہ کا کام ہے۔ اور انہی میں سے ایک وہ بات بھی ہے۔ جو اوپر ووکنگ مشن کی نو مسلم خاتون کے متعلق نقل ہوئی ہے یہ بالکل غلط ہے۔ کہ کوئی نو مسلم خاتون اسلام سے بیزار ہے۔ بیزار کہاں وہ تو من بدن اسلام کی ایک ایک بات پر دالہ و شیدا ہو رہی ہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی۔ تو ظاہر ہے۔ کہ صرف مسلم ورلڈ ہی نہیں۔ ولائیت کے تمام اخبارات میں اُس کا ذکر آتا۔

تازہ خبریں

ہمعصر مشیر دکن سے یہ دریافت کر کے مسرت ہوئی ہے کہ بلدہ حیدرآباد (دکن) کو بفضل تعالیٰ اب طاعون سے نجات مل گئی ہے۔ اس اثناء میں ۵۵ ہزار سے زیادہ مردانیں اور ۱۷ ہزار سے زیادہ موتیں اس نامراد وبا کی بدولت وہاں ہوئیں۔ اور ۱۸ ہزار سے زیادہ آدمی اس کے خوف سے باہر میدانوں میں ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔

جبلپور میں پلیگ نہایت زور شور سے پھیل گئی ہے اور باشندگان شہر پریشانی کے عالم میں دیگر علاقہ جات میں منتشر ہو رہے ہیں۔

حسب ذیل اخبارات وغیرہ کے قائم مقام عراق عرب گئے ہیں:-
(۱) مسٹر سینڈبروک قائم مقام انگلش مین کلکتہ۔ (۲) ایڈیٹر صاحب مدراس میل مدراس۔ (۳) مسٹر ڈگبی قائم مقام ایسوسی ایٹڈ پریس کلکتہ (۴) مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور۔ (۵) مسٹر جوشی ایڈیٹر گیان پرکاش روزانہ (مرہٹی) بمبئی۔ (۶) مسٹر جاگیہ قائم مقام سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی پونہ۔

مسز اینی بیسنٹ کا اخبار نیو انڈیا رقمطراز ہے کہ مقدمہ نیو انڈیا کے متعلق ہائیکورٹ مدراس کے فیصلے جو تعداد میں ۹ ہیں مع دلائل وجوہ اپیل انگلستان میں بھیجے گئے ہیں کہ اپیل کی اجازت حاصل کرنے کے لئے پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی میں درخواست کی جائے۔

بمبئی میں متعدد اشخاص دس روپے کے جعلی نوٹ بنانے کے الزام میں گرفتار کئے گئے ہیں۔

اسلامی یتیم خانہ کلکتہ کی عمارت کے لئے اڑھائی لاکھ روپیہ میں سے تقریباً پونے دو لاکھ کا انتظام ہوگیا ہے۔ پون لاکھ کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر متھرا سنگھ کو جسے لاہور کے تیسرے ضمنی مقدمہ سازش میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا۔ بدھ کے روز پھانسی پر لٹکایا گیا۔

گورنمنٹ ہند نے پرانے اخبارات کی جو ردی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ درآمد ہندوستان میں بند کر دی ہے۔ اس بندش کا اثر یہ ہوگا کہ ردی کا غذ اور بھی گراں ہو جائیگا۔

مدراس ہائیکورٹ میں مسٹر جسٹس عبدالرحیم اور مسٹر جسٹس نیپیئر نے ایک اپیل خارج کر دی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اوتم پلیام کے ہندوؤں نے ایک مذہبی تہوار میں مسلمانوں کی مسجد کے سامنے قربانیاں کرنی چاہیں مسلمانوں نے اعتراض کیا۔ ہندو مسلح تھے۔ بلوہ ہوگیا۔ نصف درجن مسلمان زخمی ہوئے۔ اور دو مسلمان مارے گئے۔ مسلمانوں نے ۱۲ ہندوؤں کے خلاف نالش دائر کی۔ لیکن صرف ایک ہندو کا عدالت سیشن میں چالان کیا گیا۔ اور اسکو بھی سیشن جج نے رہا کر دیا۔ حجان ہائیکورٹ نے ۱۳ ہندوؤں کو ماتحت عدالت میں بلوہ اور قتل کے جرم میں ماخوذ کیا ہے۔

کپورتھلہ کی رانی صاحبہ پریم کور کی لیڈی سکرٹری میڈموازل ایل ڈرجن کی شادی مسٹر ای۔ ہیم اٹکینس معلم ہزہائینس نواب صاحب بہاولپور سے ہوئی۔

انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں ہز آنر کی شمولیت۔ سکرٹری صاحب انجمن حمایت اسلام لاہور مطلع فرماتے ہیں۔ کہ:-
صوبہ پنجاب کے بیدار مغز وہمدرد حاکم اعلیٰ جناب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر ہز آنر سر مائیکل فرانسس اوڈائر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس کو ۷۔ اپریل ۱۹۱۶ء کے بعد ۱ بجے صبح اپنی شمولیت و تشریف آوری سے افتخار بخشیں گے۔

الصباح لاہور۔ ہمیں یہ سنکر خوشی ہوئی کہ مولینا عمادی سابق ایڈیٹر زمیندار وکسان کے زیر ادارت لاہور سے ایک اور روزانہ اخبار بنام الصباح ۱۴۔ اپریل سے شائع ہونیوالا ہے۔ جسکے مقاصد حسب ذیل ہیں:-
(۱) ملک و قوم اور راعی و رعایا کے بہترین فوائد کی سچی ترجمانی۔
(۲) ہر ایک اہم معاملہ پر کامل آزادی سے بحث کرنا۔
(۳) جائز قومی و ملکی حقوق حاصل کرنے کے لئے زبردست کوشش۔
(۴) اہل ہند کو زیر سایہ برطانیہ ایک طاقتور علمی وعملی قوم بنانا۔
(۵) آئینی طریق پر آئینی آزادی کے لئے ملک کو طیار کرنا۔
(۶) ہر قسم کی ضروری خبریں سب سے پہلے شائع کرنا۔
قیمت سالانہ ۸ روپے۔ فی پرچہ دو پیسے۔ درخواستیں بنام مینجر روزنامہ "الصباح" لاہور۔

مسلم ہائی سکول (جو) کا افتتاح کوٹھی سیکلوڈ روڈ متصل سینٹرل ٹریننگ کالج (اب) کالج لاہور میں ۲۔ اپریل ۱۹۱۶ء سے ہوگیا ہے۔ جناب مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ پرنسپل کالج مذکور نے افسران تعلیم سے ملاقات کی ہے۔ اور امید ہے۔ بہت جلد کالج مذکور کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے ہو جائیگا۔

مذاکرہ علمیہ

نبی کی بعد اُسکے حکم کی اطاعت کیونکر ہو سکتی ہے

قرآن مجید کی دو آیتیں اور مسافر آگرہ کی اُن پر تنقید — اس وقت ۵ دسمبر ۱۹۲۱ء کا اخبار "مسافر" ہمارے پیش نظر ہے جس میں اُس نے "پیغام صلح" کو مخاطب کرکے یہ دو آیتیں معہ ترجمہ لکھی ہیں:-

(آیت اولے) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

(آیت ثانیہ) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

ترجمہ "اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسواسطے کہ خدا کے حکم سے لوگ اُس کی اطاعت کریں۔ اور (اے رسول) جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اگر تمہارے پاس چلے آتے۔ اور خدا سے معافی مانگتے۔ اور رسول (تم بھی) اُن کی مغفرت چاہتے تو بے شک وہ خدا کو بڑا توبہ قبول کرنیوالا پاتے۔ پس (اے رسول) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے مومن نہ ہونگے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حکم نہ بناویں پھر (یہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کرو۔ اس سے دل تنگ نہ ہوں۔ اور خوش خوش اس کو مان لیں"

مسافر اس پر تنقید کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"پہلی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ تمام رسول اسی لئے بھیجے جاتے ہیں۔ کہ لوگ اُن کا حکم مانیں۔" اور دوسری میں فرمایا جاتا ہے کہ اے محمدؐ جب تک یہ لوگ تجھ سے انصاف نہ کرالیں گے بلکہ اس کے ساتھ ہی تیرے انصاف سے مطمئن نہ ہونگے وہ ہرگز ایماندار نہ ہو سکینگے۔" "کیسی لطیف منطق ہے کہ اوّل تو سب کو اپنے فیصلوں کے لئے آنحضرت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور پھر ان فیصلہ جات سے مطمئن بھی ہونا ہوگا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اس آیت کا فی زمانہ کیا اثر ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ آنحضرت ہی موجود ہیں اور نہ اُن کا کوئی جانشین ہی موجود ہے۔ ایسی صورت میں لوگ اپنا انصاف کس سے کرائیں!

۱۔ تمہید جواب اعتراض

۱۔ یہ آیات فلسفۂ تمدن کے اصول کی طرف رہنمائی کرتی ہیں — ان دونوں آیتوں میں فلسفۂ تمدن کے اصول کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے نبی کی ضرورت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے۔ کہ ہر رسول کی بعثت صرف اس لئے ہوتی ہے۔ کہ لوگ اس کی اطاعت کریں۔ اور اس کے حکم کے موافق عمل درآمد کرکے اپنی زندگی کے حالات کو درست کریں۔ اس بیان میں بہت بڑے **مسئلۂ اسلامی** بلکہ **مسئلۂ عقلی** کو لے لیا ہے اور وہ یہ کہ بنی آدم چونکہ **تمدنی مزاج** رکھتے ہیں۔ جب تک ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوکر اسباب معیشت کو مہیا نہ کریں۔ انسانی زندگی کبھی خوبی سے بسر نہیں ہو سکتی۔ کسی کو لازم ہے کہ **زراعت** کرے۔ کسی کو ضرورت ہے کہ **تجارت** کرے کسی کا فرض ہے کہ **صناعت و حرفت** کرے۔ کوئی کسی کیلئے **لباس** مہیا کرے تو کوئی کسی کیلئے طعام۔ کوئی کسی کے لئے گرمی کے واسطے اسباب مہیا کرے تو کوئی کسی کے لئے موسم سرما کے اسباب۔ غرض دنیوی زندگی بغیر شراکت باہمی کے بسر نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ ہر شخص اپنے ہی نفع کو ملحوظ رکھتا ہے اور اپنی ہی جانب فائدہ کے رجوع کا خواہشمند رہتا ہے۔ لہذا **منازعت** کا پیدا ہو جانا بہت آسان ہے۔ بلکہ مشاہد و محسوس ہے کہ ذرا ذرا سے معاملات میں باہم **نزاع و فساد** اور **جنگ و جدال** کی نوبت آیا کرتی ہے۔ اور اگر اسکو اس طرح رہنے دیا جائے تو تھوڑے ہی زمانہ میں نسل انسانی کا خاتمہ ہو جائے۔ اور سب لوگ لڑ مر کر فنا ہو جائیں ایسی صورت میں حکیم علی الاطلاق اور خالق عالم کی حکمت کا مقتضا یہ ہے۔ کہ جب انسانی زندگی کو اس نے تمدنی بنایا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی قانون بھی اُن کے لئے ایسا بنا دے۔ جس کے مطابق عمل کرنے سے لوگ بہ آسائش اپنی زندگانی کے امور کو انجام دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضرور ہے کہ اس قانون کے پہنچانے کے لئے کوئی ایسا متدین۔ باایمان۔ عاقل اور نیک نفس آدمی مقرر کیا جائے۔ جس پر مساوی طور سے ہر شخص اطمینان کر سکے۔ اور اپنے منازعات میں اسے حکم بنا کر رفع منازعہ کرے۔

۲۔ ضرورت نبی پر استدلال اور نبی کی صفات — یہ بات اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک چند باتیں اس شخص میں نہ ہوں۔

۱۔ وہ شخص عامل ہو۔ جس کے معنے ہیں کہ ہر فرد بشر کے واجبی حقوق کا پورا خیال رکھتا ہو۔ جھوٹ نہ بولتا ہو۔ غیبت نہ کرتا ہو۔ بدکار نہ ہو۔ شرابخوار نہ ہو دغا باز نہ ہو۔ نفس پرست نہ ہو۔ سفلہ ہوس نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عاقل ہو۔ فہم و فراست میں سب سے بالاتر ہو۔ تاکہ ہر شخص کی ضرورتوں کو عقل کی میزان میں تول کر اُنکے منازعات کا فیصلہ کر سکے۔

۳۔ طالب جاہ و منصب نہ ہو۔ اور جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے سب کو ایک قانون مساوات کے اندر سمجھتا ہو۔

۴۔ سہو و نسیان سے بھی محفوظ ہو۔ تاکہ دفعات قانون الٰہیہ میں اسکو بھول چوک نہ واقع ہو۔ اور کچھ کا کچھ حکم نہ بیان کر جائے۔

۵۔ خالق کل اور صانع عالم کی طرف سے کوئی سرٹیفکٹ بھی ایسا رکھتا ہو جسے دیکھکر عام لوگ سمجھ سکیں کہ بالضرور یہ شخص ہمارے خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ اور ہماری اصلاح کے لئے آیا ہے۔

۶۔ اُس کے انداز بسر و زندگی ایسے ہوں کہ ہر شخص کو اُس کے اعمال و اقوال پر پورا بھروسہ کرنے کی کافی وجہ مل سکے۔

جب ایسا شخص لوگوں کے درمیان ظاہر ہو۔ تو عقل کا فیصلہ صحیح یہی ہے۔ کہ اس کے قول و فعل کو تسلیم کریں۔ اس کے امر و نہی پر عمل کریں۔ اس کے وعدہ و وعید کو سچ سمجھیں۔ اس پر کافی اطمینان کرکے اپنے نزاعات کے فیصلہ کو اس کی رائے پر چھوڑ دیں۔ اگر وہ صلح کل کا حکم دے تو صلح کریں۔ اگر وہ کسی موقعہ پر جنگ کا حکم دے تو جنگ کریں۔ کیونکہ اس کا حکم ہمیشہ عاقلانہ ہوگا۔ اور جو کچھ وہ کہیگا۔ وہ خالق عالم ہی کا حکم ہوگا۔

۳۔ آیت اول کا جزو اوّل اور اس کی جامعیت — اسی مسئلہ کو اس مختصر جملہ میں پروردگار عالم نے ادا فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء ع ۹) ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ ہمارے اذن سے لوگ اُس کی اطاعت کریں۔ اور اُس کے احکام اور امر و نواہی پر عمل کرنا اپنا فرض اوّلین سمجھیں۔ کیونکہ اگر اُس کے احکام کو نہ مانا تو لامحالہ نزاعات قائم رہینگے۔ اور نتیجہ وہی ہوگا جو اس کے نہ ہونے کی حالت میں ہوتا۔ لیکن حکیم علی الاطلاق ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ بندوں کے حالات منتشر ہوں۔ لہٰذا اپنا **پیغامبر** ضرور مقرر کرتا ہے۔ تاکہ اُس کی فرمانبرداری کے بعد کسی کو کسی سے ضرر نہ پہنچ سکے۔ اور ہر شخص اپنے امور میں اس سے مدد لے سکے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

۲۔ اصل اعتراض کا جواب

۴۔ نبی کی اطاعت اُسکے بعد بھی ہو سکتی ہے — اب یہ خیال کہ "یہ امور صرف اُنکی زندگی ہی میں پورے ہو سکتے ہیں۔ لہذا اُسکے مرنے کے نہیں ہو سکتے" غلط ہے۔ کیونکہ اطاعت کیواسطے اُس کا زندہ رہنا لازم نہیں۔ بلکہ اُسکے اقوال و احکام جو حکیمانہ اور عاقلانہ ہونگے اُسکے مرنے کے بعد بھی ہر شخص کی راہنمائی کا کام دے سکیں گے۔

۵۔ شریعت محمدی کی اکملیت اور فضیلت — اسوقت چونکہ بحث صرف جناب سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اسلئے ہم بتائے دیتے ہیں کہ آپکی شریعت کو خدا تعالےٰ نے اسقدر مکمل بنا کر بھیجا ہے۔ کہ قیامت تک پھر کسی دوسری شریعت کی حاجت نہ ہو۔ اس شریعت نے انسانی ضروریات کی ایک عظیم الشان اور طولانی فہرست پیش نظر رکھکر کل احکام جزئیہ و کلیہ کو مرتب کیا ہے۔ کوئی سوال دنیا میں ایسا پیش نہیں آ سکتا جس کا حکم اور جواب اسلامی شریعت نے پہلے ہی سے نہ بنا دیا ہو۔ اور وہ اسلامی کتب میں مذکور نہ ہو۔ یہ خصوصیت کسی دوسری شریعت یا دوسری کتاب میں نہیں ہے۔ اور اس امر کی توضیح کسی دوسرے موقع پر ہو سکتی ہے۔

۶۔ یہ آیتیں عام ہیں انکی تعمیل کسی زمانہ خاص کے ساتھ مخصوص نہیں — ایسی صورت میں ہر انسان عاقل کا فرض ہے کہ وہ اس شریعت کے احکام کو جو عین حکم رسول ہیں اپنا پیشرو بنائے اور اپنی زندگی کی اصلاح و درستی کیلئے ہمیشہ انہیں پیش نظر رکھے اسی کا نام اطاعت ہے۔ اور یہی مطلب ہے۔ اس جملہ کا۔ کہ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اسلئے کہ لوگ اسکی فرمانبرداری کریں۔ لہٰذا ہمارے اس رسول کی فرمانبرداری بھی ہر شخص پر فرض ہے" اور وہ اسکی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں آسانی سے ممکن ہے۔ اسکے اقوال موجود ہیں اسکے احکام قلمبند ہیں اس کے فیصلجات محفوظ ہیں۔ صرف اطاعت کی ضرورت ہے جو انسانوں پر لازم ہے۔ ہاں اگر اطاعت کیلئے اُس کی زندگی ہی کی ضرورت ہوتی یا اسکے اقوال و احکام موجود و معلوم نہ ہوتے تو البتہ یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ یہ آیت اس زمانہ میں بیکار ہے لیکن ایسا نہیں ہے اطاعت کیواسطے مطاع کی زندگی لازم نہیں اور نہ رسول اکرم کے اقوال و احکام ہی نامعلوم ہیں۔ البتہ اس امر کے جتلانے کی ہر وقت ضرورت ہے۔ کہ "اَيُّهَا النَّاسُ! تم ہمارے رسول کی اطاعت کرو"۔ اور وہ اس آیت سے ہر زمانہ ہر قوم ہر وقت اور ہر ساعت میں پورا ہو رہا ہے۔ لہٰذا ایک سنٹ کیلئے بھی یہ آیت بیکار نہیں اور نہ کسی پر الزام عدم تبلیغ کا عائد ہو سکتا ہے۔

۳۔ آیات معترض علیہا کے محاسن عقلیہ

ہم نے مسافر آگرہ کے اصل اعتراض کا جواب کافی وافی دیدیا ہے اور اُسکے ساتھ ہی آیات معترض علیہا کی خوبی و جامعیت بھی مجملاً بیان کر چکے ہیں اب ہم ان آیات کی خوبیاں دکھلاتے ہیں جن میں تمدن کی تعلیم [illegible] درج ہوتا ہے۔

۷۔ پہلی خوبی (خدا تعالیٰ کی رحیمی و کریمی) — آیت اول سے مستنبط ہوتا ہے کہ گناہگار شخص خدا سے معافی مانگے۔ تو وہ [illegible] کہ اذ ظلموا انفسہم سے مراد معصیت ہی ہے چونکہ معصیت کا [illegible] نفس پر پڑتا ہے اور وہی اسکی زحمت بھگتتا ہے۔ تو دراصل وہ اپنے نفس [illegible] طرح کسی شخص کے ظلم سے دوسرے انسان کو زحمت پہنچتی ہے اور وہ ظالم [illegible] وہ شخص اپنے نفس کو زحمت پہنچانے کے سبب ظالم کہا گیا ہے۔ بہرحال [illegible] اور شفقت کا پروردگار عالم کیطرف سے اظہار کیا گیا ہے جس [illegible] وہ یہ کہ خدا تعالیٰ ایسا رحیم و کریم ہے کہ باوجودیکہ انسان اُسکی مخالفت کرتا اور [illegible] میدان میں اپنی حد سے تجاوز ہوکر قدم زن ہوتا ہے حالانکہ شب و روز اُسکی [illegible] اور ہر آن اُسکی رحمتوں میں کروٹیں بدلتا رہتا ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ ہرگز [illegible] مگر پھر بھی جسوقت سچے دل سے معافی مانگتا ہے معاف کر دیا جاتا ہے اُسکا [illegible] کی سزا ہی دیجائے۔ بلکہ توبہ و انابت کے [illegible] کا بدلہ ہو سکتی ہے جسکی نظیر [illegible]

۸۔ دوسری خوبی (رہنما تنزیہی کی ضرورت) — دوسرا امر یہ بھی مستنبط ہے کہ آدمی کا فرض ہے کہ وہ [illegible] سے خوفزدہ ہے اور [illegible] یہ بات ہدایت استغفار سے سمجھ میں آئی یعنی اگر وہ انسان خدا کی سزا سے [illegible] تو اس سے اپنے اعمال بد کی معافی کا [illegible] کیوں ہوگا۔

۹۔ تیسری خوبی (استغفار کا اثر تمدن پر) — یعنی نفس استغفار حکمت تمدن میں بھی نہایت کارآمد [illegible] انسان کے حالات زندگی درست ہو سکتے ہیں جسوقت [illegible] توجہ ہوگی اور بعد یہ خیال گذریگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کاموں کے مرتکب [illegible] نہیں تو لامحالہ اُسکی عقل ان کاموں کے ترک کی اسے ہدایت کریگی اور [illegible] اعمال بن سکیگا جس سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کا اثر محدود زمانہ تک نہیں [illegible] میں ہر شخص اس سے مساوی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کسی وقت بھی یہ آیت بیکار نہیں [illegible] مسافر آگرہ کا یہ خیال کہ "تعلیم جس کا حکم ایک خاص زمانہ اور ایک خاص قوم تک محدود [illegible] کیسے عالمگیر تسلیم کر سکتی ہے" صحیح نہیں۔ اسلئے کہ اس کی سمجھ میں آیت مذکورہ کا [illegible] جیسے ہم نے کسی قدر توضیح کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ لہذا اس آیت کا مفہوم [illegible] قوم سے تعلق نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے آدمیوں کیلئے خواہ وہ کسی وقت میں پیدا [illegible] اس تعلیم کا عالمگیر ہونا ہر وقت ملحوظ رہیگا اور کوئی زمانہ اور کوئی قوم اسکی [illegible] نہیں کر سکتی ہم حقیقت استغفار کو کسی دوسرے موقع پر مفصل بیان کر [illegible]

۱۰۔ چوتھی خوبی (رسالت نبی کی بقا) — چوتھی بات جو اس آیت سے مستنبط [illegible] یا ہادی دین کی رعایت اور اُسکا احترام ملحوظ رکھنا ہے جو تمدن کیلئے نہایت [illegible] نظام عالم کیلئے بیحد ضروری ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ واستغفر لہم الرسول [illegible] یعنی لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے ہادی اور نبی کو جو خدا کا بھیجا ہوا ہے اپنے [illegible] دین و دنیا خدا تعالیٰ کے معاملہ میں اور اس سے دعا و شفاعت کرائیں [illegible] خود مثل انکی جناب میں کرسکا جاریہ بات اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک [illegible] اور خدا کا مقرب سمجھیں اور جب اسے ایسا سمجھیں گے تو لامحالہ اُسکے [illegible] احکام کو واجب العمل جانینگے۔ اور جب ایسا ہوگا تو یقیناً اُنکے نظام تمدن [illegible] ٹھیک واقع ہونگے۔ جو غرض اُنکی بعثت کی اصلی ہے۔ اس لحاظ سے بھی [illegible] محدود زمانہ اور محدود قوم کیلئے مخصوص نہیں ہوتی بلکہ ہر زمانہ والے اس کے [illegible]

۱۱۔ پانچویں خوبی (ہادی دین کے فیصلہ پر اطمینان کی ضرورت) — پانچویں بات جو اس بیان سے سمجھی گئی ہو وہ [illegible] اولین ہے کہ جبتک وہ حکم بنائے اُسکے فیصلہ پر [illegible] اگر دل مطمئن نہیں ہے تو ہرگز اُسکا حکم تسلیم کرنے کیلئے اُسکا نفس آمادہ نہ [illegible] اُسکا اضطراب قلبی قائم رہیگا جو اُسکے احوال زندگی کو متغیر رکھنے کیلئے کافی ہے [illegible] کہ اپنے لئے ہر ہیچ ایسا تجویز کرے جو بالکل قابل اطمینان ہو اور پھر اُسکے فیصلہ کو [illegible] کرے اور یہ بات اسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جبتک اس حکم کو عامل [illegible] یہی ہے اسلام نے بتایا ہے کہ اسکے کل صفات اور اہلیت و دیانت کو [illegible] سکو نفس پیدا نہیں ہو سکتا اور جبکہ انسان نے اپنے حکم یعنی رسول کو [illegible] مان لیا تو ہر زمانہ میں اُسے حق حاصل ہے کہ اُسکے احکام کو اپنا پیشرو [illegible] زندگی میں ہو یا اُسکے مرنے کے بعد۔ اس امر کی توضیح دوسری آیت [illegible] میں کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیتیں مذکورہ کسی خاص قوم یا زمانہ تک محدود [illegible] دیا ہی ہمیشہ نوع انسان کی اس خواہش سے بھی پوری ہوتی ہیں جب تک کی [illegible]

۴۔ تتمہ اعتراض مسافر اور اُسکا جواب

۱۲۔ مسافر کا استعجاب — مسافر آگرہ کہتا ہے کیسی لطیف منطق ہے کہ اوّل تو [illegible] کیلئے آنحضرت کیطرف رجوع کرنا ہوگا اور پھر ان فیصلہ جات سے مطمئن ہونا [illegible]

۱۳۔ مسافر کا تعجب — ہم نہیں سمجھ سکے کہ اس لطیف منطق میں مسافر کو کونسی [illegible] بات قابل اعتراض کی گئی ہے کیا اگر یہ بات تسلیم ہو جائے کہ فلاں شخص باطہر و [illegible] خیر خواہ نوع بشر ہے نیز اُسکے پاس ایسی سندات بھی ہیں جنکے ذریعے [illegible] خدا کا مقرب اور بھیجا ہوا ثابت کیا ہے تو کیا اہل دنیا کا فرض نہ ہوگا کہ [illegible] عموماً اپنے فیصلوں کیلئے رجوع کریں اور کیا ایسا ہی عقل اجازت [illegible] کسی اور کو جو اس صفت کا نہ ہو فیصل قضایا کیلئے تجویز کیا جائے ہرگز نہیں [illegible] اپنی کم عقلی کی وجہ سے [illegible] وہ فلاں [illegible]

مُسلم ہائی سکول لاہور کے حاسد

قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جب کوئی نیا تحریک شروع ہوتی ہے اور کوئی حق امر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اسکے حاسد اور مخالف بھی اسیوقت پیدا ہو جاتے ہیں اسکی [illegible] ہمارے سامنے ہے ایک مسلم ہائی سکول لاہور [illegible] ہی لاہور کے مشن سکولوں میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں جاتے اور اپنے شفاف قلب کے اوپر عیسائے پرستی کا نقش کھنچوا لاتے ہیں۔ جس کا یہ صاف اور کھلا نتیجہ نظر آرہا ہے۔ کہ آئے دن کسی ایک مسلمان اور نوجوان طالب علم اسلام جیسے پاک مذہب کو خیرباد کہکر کفارہ مسیح کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ہاں ان لوگوں کو خوف اگر ہوتا ہے تو کس سے قرآن مجید اور حدیث شریف کی پاک تعلیم سے یہی وجہ ہے کہ جونہی مسلم ہائی سکول لاہور کا نام سنا اور اسکے پراسپکٹس میں قرآن کریم اور حدیث شریف کے خاص طور پر پڑھائے جانے کا ذکر ہوا بس لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ کا شور بپا کر دیا۔ حیرانی ہے۔ کہ منہ سے اپنے آپکو مسلمان کہنا اور عملی طور پر اسلام کی مخالفت پر کھڑے ہونا یہ کہاں کی دینداری ہے۔ کاش میاں پیر بخش کو دھن کا ایک مضمون ۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں شایع ہوا ہے کبھی مشن ہائی سکول میں جانیوالے چھوٹے چھوٹے بچوں کا بھی خیال ہوتا۔ اور وہ اور نہیں تو اپنے اسلامیہ سکولوں کو ہی امداد دینے کے لئے ان کے والدین کو سمجھاتے کہ

"چھوٹے چھوٹے بچے سادہ تختہ یا کاغذ کی مانند ہوتے ہیں جس قسم کی تعلیم یا صحبت انکو ہوتی ہے ویسے ہی وہ ہو جاتے ہیں۔ صحبت کا اثر بڑا قوی ہوتا ہے۔ جس قسم کی جماعت کے ساتھ بچوں کا میل جول ہوگا۔ وہی مذہب اور اخلاق اس بچے میں پیدا ہونگے جن کے زیر اثر بچہ تربیت و تعلیم پاتا ہے۔ پس اس (مشن) سکول کے بچے یقیناً (عیسائی) عقائد کے ہونگے۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے سکول کے بچوں کو اس سکول کی تربیت اور تعلیم سے بچا دے۔"

تو ہم بھی سمجھ لیتے کہ انہیں اسلام کا کچھ تو درد اور پاس ہے۔ مگر حیرانی ہے۔ کہ اسکا تو آجتک انہیں خیال تک بھی نہیں آیا۔ مسلمانوں کے بہت سے بچے مشن سکولوں مشن کالجوں۔ سرہندوں کے سکول سناتم دھرم ہائی سکول ہائی سکول اور ایسا ہی دیگر ہندو سکولوں میں بھی تعلیم پاتے ہیں لیکن مسلم ہائی سکول کا جسمیں قرآن و حدیث پڑھایا جائیگا۔ نام سنا اور جھٹ آگ بگولہ ہو گئے۔ کیا مشن سکولوں میں جانیوالے چھوٹے چھوٹے بچے سادہ تختہ یا کاغذ کی مانند نہیں ہوتے۔ کیا وہ اپنی تعلیم اور صحبت کے موافق عیسائیت کے رنگ میں نہیں رنگے گئے۔ یا اُن پر صحبت کا بڑا قوی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور نہ ہی اُن میں وہ مذہب اور اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں۔ جس قسم کے اُن عیسائیوں میں ہیں جن سے اُن کا میل جول ہوتا ہے اور جنکے زیر اثر وہ تربیت و تعلیم پاتے ہیں ہم حیران ہیں کہ ان بظاہر اسلام کے حامیوں اور اسکا درد رکھنے والوں کو کیا کہیں اور انہیں کیا سمجھیں۔ ایک طرف تو یہ دعوے مسلمانی اور دوسری طرف عیسائیت کی ترقی و اشاعت پر دل ٹھہر با ہے لیکن قرآن اور حدیث کا نام آتے ہی یہ شور و غوغا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میاں پیر بخش نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ کہ سکول کے "سب کے سب کارکنان مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید و پیرو ہیں"۔ حالانکہ اُن کو اتنی خبر نہیں کہ ان سات معلمین میں سے جنکے انہوں نے نام لکھے ہیں صرف تین احمدی ہیں اور باقی چار جماعت احمدیہ میں شامل نہیں پھر سمجھ نہیں آتا کہ یہ لوگ کیونکر باوجود خود نہ احمدی ہونے کے انہیں احمدی عقائد تلقین کرینگے۔ ہاں اگر احمدی عقائد سے مراد قرآن مجید اور حدیث شریف ہے تو اسکے پڑھانے کا انتظام بے شک سکول میں کیا گیا ہے۔ بلکہ اسے لازمی رکھا گیا ہے۔ میاں پیر بخش کو اگر یہ بُرا معلوم ہوتا ہے تو ہو۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ لیکن ہمیں امید نہیں کہ مسلمانوں کے قرآن مجید اور حدیث شریف کی عزت سے اس حد تک خالی ہو چکے ہوں کہ وہ انکی تعلیم کے برابر بھی ان کو وقعت دینا ضروری نہ سمجھیں۔ اور اپنی اولاد کو اسکی تعلیم سے بہرہ ور کرکے دہریت اور خلاف اسلام عقائد سے بچانے میں ساعی نہ ہوں۔ ایک اور اسی قسم کی مراسلت اسی روزانہ پیسہ اخبار میں قادیان کے ایک طیل بلند بانگ کی طرف سے شایع ہوئی ہے۔ جس میں خواہ مخواہ اور بیفائدہ انجمن حمایت اسلام کو اکسانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ مفکر جیسے اچھے مرد اخبار کے کالموں کے کالم اسی انجمن حمایت اسلام کی مخالفت اور بدگوئی پر صرف کر چکے ہیں۔ وہ ایسے کیونکر اور کس لئے اسکی بیفائدہ حمایت کا پہلو لیتا ہے۔ اور کسی فرضی نقصان کا ذکر کرکے اسے خواہ مخواہ بھڑکانے کی بیہودہ کوشش کرتا ہے۔ خود تو اسی انجمن اور اسکے ساتھ جمہور مسلمانوں کو سرے سے اسلام سے ہی خارج سمجھتے ہیں اور انکے اشاعت اسلام کے کاموں کو کبھی مٹی کے دیئے سے مماثلت دیتے ہیں لیکن ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انجمن حمایت اسلام کو اشاعت اسلام کا کام بھی نہ کرنے دیا۔ اور بالمقابل ایک انجمن کھڑی کر دی اور اب تعلیمی کام میں بھی انجمن کو نقصان پہنچانے کے لئے قدم اٹھایا ہے۔ بہتر ہو کہ پہلے شیخ یعقوب علی صاحب (جنکو ہجو گوئی اور شنا خوانی میں ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ خاص طور پر مشق ہو چکی ہے اور شاید اسی وجہ سے اب اس قسم کے مضامین کے لئے دربار خلافت سے انکا تقرر عمل میں آیا ہے۔) یہ بھی بتا دیں۔ کہ کیا لاہور کی انجمن حمایت اسلام اشاعت اسلام کا کام اپنی طاقت کے موافق کرنا چاہتی تھی کہ ہم نے پسند نہ کیا۔ ہماری پسندیدگی یا ناپسندیدگی سے کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اگر انجمن کی خواہش تھی۔ تو ہم نے انہیں کب روکا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو تو قائم ہوئے ابھی تین ہی سال ہوئے ہیں لیکن انجمن حمایت اسلام کو تو اب تیسواں سال ہے۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے امل الذکر انجمن کا تقرر انجمن حمایت اسلام کے اس ارادہ کو نقصان پہنچانے کیلئے تھا۔ انجمن حمایت اسلام کے تعلیمی کام کو بھی نقصان پہنچانے کا وہم محض شیخ یعقوب علی کی حاسدانہ فطرت کا ہی نتیجہ ہے۔ ورنہ نہ اس غرض سے مسلم ہائی سکول کے قیام کا ارادہ کسی نے کیا۔ اور نہ ہی خود انجمن حمایت اسلام نے آجتک اس ارادہ کو اس غرض پر محمول کیا۔ معلوم نہیں شیخصاحب کن مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ اس سکول کے خلاف آواز اٹھانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آیا وہی جنکو وہ اور اُن کے پیر صاحب خارج از اسلام ٹھیرانے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا چکے ہیں۔ اور لگا رہے ہیں کیا انہی لوگوں کے کسی فرضی ارادہ اشاعت اسلام کے روبراہ نہ ہونے پر شیخصاحب کو افسوس ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ انکے زعم کا فروں نے اسلام کی کیا اشاعت کرنی ہے۔ وہ تو اگر کچھ تبلیغ کرینگے تو کفر کی ہی کریں گے پھر شیخصاحب کا افسوس کیا معنے رکھتا ہے۔ تعجب ہے کہ آج تو ہم پر یہ شکایت کی جاتی ہے اور اس بنا پر دوسروں کو ہمارے خلاف اکسایا جاتا ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں سے ملکر کام نہیں کرتے اور دوسری طرف یہی لوگ ہیں جو جماعت احمدیہ میں اسی بات کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے ہیں کہ یہ لوگ غیر احمدیوں سے مل چکے ہیں۔ انجمن حمایت اسلام کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور احمدیت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ بتاؤ اُن کے کونسے بیان پر اعتبار کیا جائے۔ انکی کس بات کو صحیح سمجھا جائے کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔ خود ایک جھوٹ تراشتے ہیں اور پھر مصداق دروغگورا حافظہ نباشد اسکے مخالف بیان کرکے اپنی صداقت پر پانی پھیر دیتے ہیں پس ایسے لوگوں کو جو ایسی متضاد باتیں کرنے کے عادی ہیں کیونکر قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔

آخر میں پھر اس بات کا اعلان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بالکل غلط ہے کہ انجمن حمایت اسلام کو کوئی نقصان پہنچانے کے لئے مسلم ہائی سکول قائم کیا گیا ہے۔ نہ ہی اس سکول کے قیام سے انجمن کے تعلیمی کام کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لاہور جیسے شہر میں تو طالب علموں کی اسقدر بھرمار ہے کہ اگر اور بھی کچھ سکول قائم ہوں تو وہ بھی بخوبی چل سکتے ہیں خود انجمن حمایت اسلام کو یکے بعد دیگرے تین سکول کھولنے پڑے ہیں۔ جن میں دو تو ہائی سکول ہیں اور ایک مڈل۔ لیکن پھر بھی مشن سکول۔ ماڈل سکول۔ دیال سنگھ سکول اور دیگر بعض سکولوں میں مسلمان بچے بہت کثرت سے تعلیم پاتے ہیں اور ابھی بعض وہ بھی ہیں جو بوجہ عدم گنجایش ادھر ادھر دھکے کھا کر کسی اور شغل میں لگ جاتے ہیں۔ ان حالات میں مسلم ہائی سکول کا قیام یقیناً مسلمانوں کے لئے ایک رحمت و برکت ہے جو انجمن حمایت اسلام کے شاندار تعلیمی کام کے لئے ہرگز موجب نقصان نہیں۔ بلکہ اس کی روز افزوں ذمہ واریوں کو ہلکا کرنے کا موجب ہوگا +

مراسلات

تبدیلیٔ عقیدہ کا الزام کس پر عاید ہوتا ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی وحی وحیٔ ولائیت و محدثیت تھی نہ کہ وحی نبوۃ

اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۶-۱۹ اگست ۱۹۱۰ء صفحہ ۴ کالم ۲ میں ملا ابراہیم سیالکوٹی خلف مستری قادر بخش صاحب کے خطوط کا جواب با صواب کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھا ہے جس میں ملا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا اعتراض لکھکر اُس کا جو جواب دیا ہے اس سے خوب روشنی پڑ سکتی ہے کہ کن لوگوں نے اپنے عقاید کو بدلا چنانچہ لکھا ہے"

۱۸ ستمبر ۱۹۱۰ء کے اخبار بدر میں حضرت خلیفۃ المسیح کا جو خط ایڈیٹر صاحب البیان کے نام سے چھپا ہے۔ اُس میں یہ عبارت ہے:-

"لوگ اور آپ ہم پر کیوں خفا ہیں اس لئے کہ مرزا نے دعوئ مکالمہ الٰہیہ کا کیا۔ مگر اس دعوے کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء۔ صدیقوں۔ شہدا اور صلحا کی راہ عطا فرما۔ اور ان راہوں میں [illegible] مکالمہ [illegible] اگر ہم مکالمہ کے مدعی [illegible] کیا بنی اسرائیل کو عبادت عجل پر ملامت ہوئی۔ اولم یروا انہ لا یکلمہم ولا یہدیہم سبیلا۔ کہ ان کا معبود ان سے بات نہیں کرتا۔ اور اُنکو ہدایت نہیں فرماتا۔ پس اسوقت مسلمان کیوں مکالمات الٰہیہ سے انکار کر رہے ہیں"

اس عبارت کے متعلق ملا ابراہیم صاحب اپنے مضمون محولہ بالا میں اس طرح رقمطراز ہیں:-

"اس عبارت میں آپ نے مکالمہ الٰہیہ کے اجراء کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔ ایک عقلی مگر اندر ونے انقص۔ دیگر نقلی بحوالہ آیت۔ پہلی وجہ آپکے مدعا کی مثبت بدو وجہ نہیں۔ اول اسلئے کہ اگر آپ کو یا کسی کو اس کیوں کا جواب معلوم نہ ہو تو اس عدم علم کی بنا پر بخلاف آیت وخاتم النبیین اجرائے مکالمہ نبوت نہیں کر سکتے۔ دوم اس لئے کہ مطلق مکالمہ محل نزاع نہیں۔ بلکہ محل نزاع مکالمہ نبوت و رسالت ہے۔ پس دلیل ناتمام ہے۔"

ملا ابراہیم کا یہ پہلا سوال تھا اب اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ کی عبارت میں مکالمہ الٰہیہ سے مراد مکالمۂ ولائت و محدثیت ہے۔ جس کی نسبت توجیہہ دوم ملا صاحب خود لکھتے ہیں کہ محل نزاع نہیں۔ پس اُن کی خامہ فرسائی فضول ہے۔"

اب کیا مفتی صاحب یا کوئی اور محمودی صاحب مانینگے کہ حضرت اقدس کی وحی وحیٔ ولائت اور وحیٔ محدثیت تھی۔ ہرگز نہیں۔ فرمائیے عقاید ہم نے بدلے ہیں یا محمودیوں نے۔

اخیر میں میں ایک سوال محمودی علماء سے کرتا ہوں۔ برائے خدا وہ اس کا جواب ضرور دیں۔ تا معلوم ہو کہ کتاب اور سنت سے آپ لوگ اس کو تمسک کرتے ہیں۔ یا اس کے لئے اور راہ آپ نے اختیار کی ہے؟

نبوت تشریعی کے ختم اور نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل قرآن مجید سے اور بعد اُس کے قول رسول کریم صلعم سے بر طریق محدثین مطلوب ہے مہربانی کرکے جواب اقوال الرجال سے نہ ہو کیا مطلب خاتم النبیین کے معنے اگر نبوت اور نبیوں کا ختم ہونا نہیں تو آپ لوگ صاحب شریعت نبیوں کا ختم ہونا اور قرآن کریم کا خاتم الکتب ہونا کیونکر اور کس طرح مانتے ہیں؟

خاکسار۔ محمد حسین مرہم عیسٰے۔ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء

زر چندہ برائے مُسلم ہائی سکول لاہور

اسمائے گرامی چندہ دہندگان	روپیہ	آنہ	پائی
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰	۰	۰
ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب	۵۰۰	۰	۰
خان صاحب میاں غلام رسول خانصاحب	۲۵۰	۰	۰
ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب	۱۵۰	۰	۰
حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی	۱۰۰	۰	۰
شیخ محمد صادق صاحب سب انسپکٹر پولیس	۱۰۰	۰	۰
شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر وزیرآباد	۱۰۰۰	۰	۰
بابو عطاء الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر	۱۰۰	۰	۰
شیخ عبدالرحمٰن صاحب سوداگر لوٹ۔ وزیرآباد	۱۰	۰	۰
شیخ محمد جان صاحب سوداگر۔ وزیرآباد	۱۰۰	۰	۰
مولوی عالم دین صاحب وکیل	[illegible]	۰	۰
منشی محبوب عالم صاحب۔ گوجرانوالہ	۵۰	۰	۰
حسین خان صاحب۔ حیدرآباد دکن	۲۵	۰	۰
چوہدری محمد الدین صاحب ڈپٹی کلیکٹر [illegible]	[illegible]	۰	۰
شاہ محمد خان صاحب ریلوے انجینیر [illegible]	۲۰	۰	۰
سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب۔ بمبئی۔	۲۰	۰	۰
چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب نائب تحصیلدار	۲۵	۰	۰
سید محمد شاہنواز صاحب ہیڈ کنسٹبل	۲۵	۰	۰
سید سرور شاہ صاحب۔ داتہ۔	۴۰	۰	۰
بابو عبدالغنی صاحب۔ سنبھل۔	۳۰	۰	۰
ڈاکٹر غلام محمد صاحب اسسٹنٹ سرجن	۱۰۰	۰	۰
جماعت جموں	۲۵۰	۰	۰
سید احمد علی شاہ صاحب کورٹ سب انسپکٹر	۳۰	۰	۰
مخدوم محمد اشرف صاحب	۲۵	۰	۰
مولوی عزیز بخش صاحب بی۔ اے۔	۵۰	۰	۰
شیخ نظام الدین صاحب کورٹ انسپکٹر	۵۰	۰	۰
قاضی سمیع اللہ صاحب	۵۰	۰	۰
حکیم غلام محمد [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہار شنبہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰۲

سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے متعلق ایک مدعی صوفیت کی بڑ

خواجہ حسن نظامی صاحب مہتمم حلقہ نظام المشائخ دہلی کا نام اخباری دنیا خوب جانتی ہے۔ کیونکہ فقیری کے دعوے کے ساتھ آپ ماشاءاللہ اخبار نویسی اور ارباب نامہ نگاری میں بھی بہت کچھ دخیل رہا کرتے ہیں۔ عموماً تو جھینگر کا جنازہ اٹھانے۔ پدلے کی چلن پر چلنے۔ کوّے کی شرارت آمیز کارروائیوں پر اسے ڈانٹ بتلانے۔ اور اور ایسی ہی بے سروپا باتوں میں انہیں بڑا شغف رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کبھی کبھی مذہبی معاملات پر بھی نکتہ چینی کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور فقیری سے باہر نکل کر میدان مناظرہ و مجادلہ میں بھی آ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور الٰہی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دینے کے لئے کوشش اور جد وجہد میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ چنانچہ ابھی تھوڑے سال ہی ہوئے کہ ایک کتاب نزول مہدی کے متعلق لکھ کر انہوں نے شائع کی۔ اور لوگوں کو کسی خونی مہدی کے لئے منتظر و بیکل کرنے میں پوری کامیابی حاصل کی۔ لیکن خدا تو اس بات کا پابند نہیں کہ کسی کے منہ کی بڑ کے پیچھے لگ جائے۔ اور یوں اپنے پاک سلسلہ اپنے برگزیدہ انسان اور اپنے اس پاک کلام کو جو وہ اس پر نازل فرماتا ہے کسی کے پاس خاطر سے جھوٹا ٹھیرا دے۔ وہ تو اسی کو سچ ٹھیرائے گا جو اس کی طرف سے ہے۔ اور کسی کی منہ کی بڑ کو نہیں۔ چنانچہ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ خواجہ حسن نظامی کی بتائی ہوئی تاریخ نزول مہدی کے غلط ثابت ہونے اور یونہی گذر جانے پر ان کو دوبارہ ایک اعلان کے ذریعہ اپنی میعاد کو بڑھانا پڑا اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ انہوں نے اس کو بڑھایا۔ آخری تاریخ جو اس وقت تک مقرر ہے۔ وہ ۱۳۳۵ ہجری ہے یعنے موجودہ سال۔ خواجہ صاحب کو غالباً اپنی اسی ناکامی اور کلیم دعوے کی کے اس انشقاق نے بہت کچھ غم و غصہ میں مبتلا کر دیا ہے جس کا اظہار انہوں نے جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ کے نظام المشائخ میں دو فقرا کے دشمن کے عنوان سے کیا ہے۔ ہمیں تعجب ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے کیوں خواہ مخواہ اپنی جھوٹی لن ترانیوں کو گالیوں کے گندہ لباس سے چھپانے کی بے سود کوشش کی کیوں انہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریک پر حسرت و اندوہ کے آنسو بہانے شروع کئے ہو بدعتی فقیروں کے تنزل پر جواب اس پاک سلسلہ کی کامیاب کوششوں سے بفضلہ تعالیٰ پھٹ چکے ہیں۔ یہ پیوند جو خواجہ صاحب نے لگانا چاہا ہے۔ افسوس ہے کہ کچھ موزون سا نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ جو اسلام کا حقیقی مفہوم پیش کرتا ہے۔ ان بدعتی فقیروں کا سخت دشمن ہے۔ جو اولیاؤں کی گدیوں پر بیٹھ کر ان کی قبروں کے مجاور بن کر لوگوں سے روپیہ بٹورتے اور اپنے عیش و آرام ناجائز مصارف پر اسے خرچ کر دیتے ہیں۔ نہ انہیں نماز یاد ہے نہ روزہ۔ ہاں اگر یاد ہے تو ایک ھُو یا بزرگوں کی قبروں پر مجرے کرانا اور ناچ نچانا۔ ایسے فقیروں۔ ایسے فقیری کے دعویداروں۔ ایسے قبر پرستوں کا بیشک سلسلہ عالیہ احمدیہ دشمن ہے۔ اور نہایت سخت دشمن ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ کے روشن خیال اور عقلمند لوگ آئے دن اس کے ساتھ مل کر اسی دشمنی کے مرتکب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی پہلی کوششوں کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ ایک پہلو بدلا ہے۔ اور صرف احمدیوں کو ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ علیگڈھ کالج کو بھی کوسنے دیئے ہیں۔ جس کی بھی بظاہر سوائے اس کے اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ روشنی علم سے منور ہو کر وہاں کے لوگ بھی اس پیری مریدی اور گورپرستی و قبرپرستی سے دست بردار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں احمدیہ جماعت کو خواجہ صاحب نے فقرا کا دوسرا اور دینی دشمن قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ جب یہ فقیری حلقے علم و عقل اور دین و ایمان سے اس قدر دور پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کہ ہر ایک دینی و دنیوی تحریک اس کے خلاف ہی اٹھتی ہے جیسا کہ علیگڈھ کالج اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف رونا رونے سے ظاہر ہے تو ایسے فقرا سے فایدہ کیا اور ان کے پاس جا کر ان کے بیعت ہو کر وصول کیا ہوگا +

بظاہر کس قدر دلفریب پیرایہ میں وہ فرماتے ہیں۔ اور سلسلہ احمدیہ کے بالمقابل بیعت صوفیہ کے لئے تیرہ سو برس کا یوں حوالہ دیتے ہیں کہ

> "وہ دوسری تحریک قادیان سے دین کے لباس میں کھڑی ہوئی۔ اس کی بنیاد بھی بیعت پر تھی۔ گو وہ بیعت ایک مفروضہ دعوے عجیب کے ماتحت بیان کی جاتی تھی تاہم اس کا ایک فرقہ عظیم سے ٹکرانا لازمی تھا۔ جس کے ہاں تیرہ سو برس سے باضابطہ بیعت کا طریقہ رائج ہوتا آیا ہے"

لیکن یہ نہیں بتایا کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جس زمانہ کو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سمجھنا چاہئے۔ یہ ھُو کے نعرے۔ یہ قبر پرستی یہ قبروں پر عرس اور ناچ و رنگ غرض سینکڑوں بدعات جن کا صوفی کہلانے والے لوگوں میں رواج ہے۔ کب رائج تھا۔ بلکہ آنحضرت تو خود فرماتے ہیں۔ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔ پھر یہ بھی نہیں۔ کہ آپ کے بعد صحابہ۔ تابعین بلکہ تبع تابعین میں سے بھی کسی نے ان باتوں میں حصہ لیا ہو۔ جب یہ حال ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان موجودہ فقیری کے دعویداروں نے بالکل خلاف اسلام خلاف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم علاوہ خلاف قرآن رویہ اختیار کر رکھا ہے تو اس کو تیرہ سو برس کی باضابطہ بیعت کے نام سے پکارنا کیونکر جائز ہے۔ یہ تو فیج اعوج کی ایجاد ہے۔ نہ رسول اللہ صلعم نے اس قسم کی بیعت کسی سے لی۔ جو ان بدعات کیطرف لے جانے والی ہو۔ اور نہ ہی ان مشائخ کرام اور بزرگان دین نے اس بیعت کا لینا اس لئے جائز سمجھا اور لی کہ لوگ خلاف دین مصطفٰے کارروائیاں شروع کر دیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی یہ کہنا تو قطعاً غلط ہے۔ کہ کسی "مفروضہ دعوے عجیب کے ماتحت" بیعت لی۔ مفروضہ دعوے جو مفروضہ نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے آپ نے بہت بعد میں کیا۔ لیکن بیعت کا سلسلہ تو پہلے سے جاری تھا۔ خود بخود لوگوں نے آپ کو زمانہ کا مجدد کہنا اور لکھنا شروع کیا۔ اور آپ سے بیعت کی درخواستیں کیں۔ حالانکہ آپ اس وقت تک مسیح موعود اور مہدی کے منصب پر مامور نہیں ہوئے تھے۔ ہاں آپ نے اللہ تعالےٰ کی رضامندی پا کر ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا پھر یہ بھی نہیں کہ بعد میں کوئی اور بیعت ..... لینے لگے ہوں۔ بلکہ وہی پہلی سی بیعت قایم رکھی۔ اور اپنے مبایعین سے صرف اقرار آخرت کو ہی قایم کرایا۔ نہ ایسے۔ جو آپ کے نبوت کا ادعا نہ رکھنے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ پھر اس کو کسی "مفروضہ دعوے عجیب کے ماتحت" قرار دینا اگر غلط بیانی سے کام لینا نہیں تو اپنی ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے خواجہ صاحب نے اپنی انشا پردازی کا ثبوت اس مضمون میں دینا چاہا ہے۔ اور ہم معترف ہیں کہ انہوں نے سلسلہ عالیہ کے خلاف زور آزمائی کرتے ہوئے اپنی لفاظی سے خوب ہی دل دہلی ہے اور خوب ہاتھ پاؤں دکھائے ہیں۔ لیکن افسوس ان کی یہ لفاظی ھُو کی بے ڈنکوں اور سابق لن ترانیوں کی طرح ذرا بھی سود مند ثابت نہ ہوگی وہ لاکھ جتن کریں نئے نئے روپ بدلیں پچھلے سلسل فرار کے بعد تھکن کے لمبے سانس لیں۔ خود مع اپنی لفاظیوں اور مجاورین کے بیشک جتنا چاہے زور لگالیں آخر وہی کامیاب ہوگا اور ہو رہا ہے جو خدا کا ہے اور خدا کی طرف سے ہے۔ اور ماکمی جماعت کی کامیابی و ناکامی کی بنا اس پر ہے کہ ان میں آپس میں اختلاف ہے یا نہیں۔ تو پھر خواجہ صاحب کو خود سمجھ لینا چاہئے۔ کہ وہ اور ان کا حلقہ فقر کہاں تک کامیاب ہوا اور ہو رہا ہے۔ اول تو سرے سے تمام مسلمانوں کے اندر ہی اس قدر اختلاف ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں شیعہ۔ سنی۔ حنفی۔ اہلحدیث سیکڑوں ہی وغیرہ فرقے کیا بتلا رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کے معیار کے مطابق تو پھر یہی دین اسلام اور پیغمبر عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ ناکامی کا بھی موجب ہوگا۔ لیکن اس سے بھی آگے بڑھکر جب ہم خواجہ صاحب کے مایہ ناز فرقہ صوفیہ کو دیکھتے ہیں۔ تو ان میں بھی نقشبندیہ۔ سہروردیہ قادریہ چشتیہ وغیرہ فرقوں کو گنتے چلے جاؤ کہاں تک۔ ان سے حسب مراد خواجہ صاحب کامیابی کی بو آتی ہے۔ ان کا طریق عبادات۔ ان کے اوراد۔ ان کا طرز عمل وغیرہ کہاں تک ایک دوسرے کے متحد ہے۔ ایک اگر بغداد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز سمجھتا ہے۔ تو دوسرا اس کے خلاف ہے۔ ایک سماع کے جواز کا قایل ہے۔ تو دوسرا نہیں۔ ایک نے کچھ وظایف بنا رکھے ہیں اور دوسرے نے کچھ۔ پھر اس قدر اختلاف کے ہوتے کسی دوسرے فرقہ کے آپس کے اختلاف کو موجب ناکامی ٹھیرانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کا اس اختلاف کو سلسلہ احمدیہ کی ناکامی کی دلیل ٹھیرانا کسی اور مقصد کی خاطر ہو۔ اور وہ اس داغ بدنامی کو مٹانے کی کوشش ہے جو ۱۳۲۹ھ کی وجہ سے ان پر لگنے والا ہے۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ لاکھ کوشش کریں خواہ ان کے آنسوؤں کے دریا ہی کیوں نہ بہہ جائیں۔ لیکن مہدی کے نام سے جو قصے انہوں نے تراشے ہیں۔ اور جو روایات وقت اور حالات زمانہ اور لوگوں کی طبیعتوں کے رجحان کو دیکھ کر انہوں نے بنائی تھیں۔ اور ان کے پورا ہونے کا وقت بھی بتایا تھا جس پر بہت کچھ بھی انہیں وصول ہوا۔ وہ وقت اب آن پہنچا ہے۔ تھوڑی دیر کی بات ہے۔ خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ خواجہ صاحب اپنے مفروضہ مہدی کو کونسی غاروں سے ڈھونڈ کر نکالتے ہیں۔ اور کونسے آسمان سے پہلے مسیح کو دوبارہ اتارتے ہیں۔ فانتظروا +

ہاں ہم انتظار کے ساتھ ہم انہیں پھر اس طرف متوجہ کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ زبان طعن دراز کرنا ٹھیک نہیں۔ آپ اپنی گلیم سیاہ کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے۔ دوسروں کے منہ آنے اور برگزیدگان الٰہی سے مقابلہ کرنے کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا +

شیطان کا ایک بھائی اور اس کی شیطنت

معاصر آریہ گزٹ اس معاملہ کا ذمہ دار ہے کہ بنگلور کے ایک رسالہ العرفان نے جو پیر شاہ محمد سلطان صاحب پھلواری شائع ہوتا ہے۔ اپنے تیسرے نمبر میں شیطان کے متعلق لکھا ہے کہ

> "شبلی بغدادی بستر نزاع پر پڑے تھے۔ سکرات کا عالم طاری تھا۔ یکایک آپ نے آنکھیں کھولیں اور کہا افسوس کہ ہم شیطان کے درجہ کو بھی نہ پہنچے بڑے بڑے انبیا بھی اسی تمنا میں رخصت ہوگئے اور اب ہم بھی جاتے ہیں۔ مرشد کی زبان سے مرید نے یہ انوکھے الفاظ سن کر سمجھا کہ ان کا دماغ چل گیا ہے اور زبان قابو میں نہیں۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو کچھ شبلی نے کہا سچ کہا۔ شیطان کا درجہ عالم عشق و نیاز میں بہت بلند ہے۔ اور اس درجہ کا حاصل کرنا دشوار ہے"

آگے چل کر لکھا ہے کہ

> "لوگ جسے مردود و ملعون سمجھتے ہیں۔ وہ تو حسن ازل کا پہلا عاشق ناکام تھا۔ اس کا قصور صرف اسی قدر ہے کہ اس کی غیرت نے شرکت غم کو بھی نہ چاہا۔ معشوق ازلی کا سچا جانباز تھا۔ معشوق نے اس سے اپنا دل ہٹا کر دوسرے عاشق (انسان خاکی) سے لگا لیا۔ اور چونکہ اپنے پرانے عاشق کو جلانا مقصود تھا۔ اس لئے اس عاشق سر جانی نے یہ ستم کیا۔ کہ اسے حکم دیا کہ اپنے رقیب کو سجدہ کرے لیکن شیطان کی غیرت نے یہ ذلت گوارا نہ کی۔ عاشق معشوق کے طعنے سے جھڑکیاں سنیں اور بالآخر ہجر گوارا کیا۔ لیکن رقابت برداشت نہ کر سکا۔ اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ عشق کا درجہ حقیقی شیطان کو حاصل ہے۔ خدا سے عشق ہو۔ تو کم از کم اتنا تو ہو جتنا کہ شیطان کو ہوا۔ حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے کہ جسے کسی چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر بہت زیادہ کیا کرتا ہے۔ قرآن میں سینکڑوں جگہ شیطان کا ذکر آیا ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ خدا کو شیطان سے محبت ہے اور شیطان خدا کا عاشق اور سچا موحد ہے"

بظاہر یہ الفاظ کسی مسلمان کے قلم سے نکلے ہوئے معلوم نہیں ہوتے بلکہ ہمیں تو اس پر یقین نہیں کہ یہ کسی دانا انسان کے قلم سے نکلے ہوں۔ حیرت ہے کہ لوگ کن کن راہوں کو اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جنکا اسلام بلکہ کسی مذہب کے ساتھ جو خدا سے تعلق رکھنے کا دعویدار ہے کوئی واسطہ نہیں۔ ممکن ہے کہ یہی خواجہ حسن نظامی صاحب کے کسی حلقہ کے مدعی کی تحریر ہو۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو غالباً خواجہ صاحب ایسی باتوں کو تو فقرا کے دشمنوں کی فہرست میں شمار نہ کرتے ہونگے۔ حقیقت میں جتنا ان نام کے صوفیوں اور فقرا نے اسلام کو بدنام کیا ہے شاید ہی کسی فرقہ اور طبقہ نے ایسا ہو۔ جس نے بول سلام کی بیخکنی میں اپنا زور صرف کیا ہو۔ انکا کرام حتی کہ انبیائے عظام کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اصحاب میکدہ منقولہ بالا الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ انکا لکھنے والا ابھی اس صوفیت کا دعویدار جتنی تو انہیں شیطان سے بھی کم درجہ کا ہی تو کہہ دیا بلکہ خود خدا تعالےٰ کو بھی اس کی محبت کرنیوالا قرار دیدیا۔ فنعوذ باللہ من ھذہ الھفوات المتعلقہ اللہ ایسے لوگوں سے جو شیطنت کا دم بھریں محفوظ رکھے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آزادہ روہوں مرا مسلک ہے صلح کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

ہفتہ میں دوبار یک شنبہ وچہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے

سالانہ قیمت ؎ ششماہی ؎ سطلبی ؎

طلباء سے سالانہ للعہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملایک وز خبر ہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور چہار شنبہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۲

زار زار

اس سے پیشتر ہم حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار" پر بالتفصیل لکھ چکے ہیں۔ اور بتلا چکے ہیں کہ واقعات عالم نے کس طرح اس مامور من اللہ کے الفاظ کو من وعن پورا کر دیا۔ اس حالت زار کا جو زار کی ہوئی۔ ایک غیر شخص چودھری دلو رام صاحب کوثری نے معاصر العصر میں خوب نقشہ کھینچا ہے۔ جو امید کہ ناظرین کی دلچسپی اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا۔

وہ تخت ہے نہ تاج نہ شہر و دیار ہے
افسوس زار روس کا کیا حال زار ہے

قبضے میں اب ملک نہ دولت نہ فوج ہے
آرام قصر ہے نہ امان حصار ہے

کل جس کا اختیار تھا سولہ کروڑ پر
آج اپنی جان سے بھی وہ بے اختیار ہے

روتی ہے زار زار جو زارینا زار کی
اس غم سے زار زار بھی زار و نزار ہے

اقبال زار زار کا زیر و زبر ہوا
وہ زور ہے نہ زر ہے نہ عز و وقار ہے

بیزار زار زار سے اب جان زار سے
آزار و غم بڑا ہے کہ دل بے قرار ہے

سب طلق العنانیاں مسدود ہو چکیں
بازار زار کا نہ کہیں رہگذار ہے

پلٹی جو کایا روس کی تو سور[1] بن گیا
جمہور سلطنت میں بڑا اقتدار ہے

کیا کوئی غریب کو راحت نصیب ہو
دنیا میں زار روس بھی زار و نزار ہے

[1] سور یعنی بہادر سر۔ روس کو اگر پلٹ کر دوسری جانب سے پڑھو تو سور ہو جاتا ہے۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ایک اور خاتون کا قبول اسلام

انگلستان میں ہزاروں روحیں مسلمان ہیں

ذیل کا خط حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کو مسجد ووکنگ میں ایک انگریز خاتون کی طرف سے موصول ہوا ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ انگلستان اسلام کے کس قدر قریب ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ جیسا کہ اصل خط کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہزاروں ایسی روحیں وہاں موجود ہیں جو عملی اور اعتقادی طور پر مسلمان ہیں۔ صرف اعلان انہوں نے نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہیں معلوم ہے کہ جس مذہب پر ہم کاربند ہیں۔ یا جو اعتقاد مذہب کے متعلق ہمارے ہیں وہ وہی ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ یہی ایک بات درحقیقت اسلام کے فطرتی مذہب ہونے پر شاہد ہے۔ کہ ان لوگوں کی جنہیں اسلام سے کوئی بھی قطعًا واقفیت نہیں۔ فطرت گواہی دے اٹھتی ہے۔ کہ نسل انسانی کے لئے عقل سلیم کے مطابق اگر کوئی مذہب ہو سکتا ہے۔ اور ہونا چاہئیے تو وہ فلاں اعتقادات کا حامی ہونا چاہئیے۔ اور وہ اعتقادات وہی ہیں جو اسلام نے تلقین کئے ہیں۔ اس کے بہت سے واقعات شاہد ہیں کہ ہمارے ووکنگ کے مبلغین کو جب کبھی کسی انگریز سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ تو اس نے وہی کچھ اپنے اعتقادات بیان کئے۔ جو اسلام نے تلقین کئے ہیں۔ بہت سی اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اور انہی میں سے ایک مثال یہ خط بھی ہے۔ جو ایک انگریز خاتون مسز سکینس نامی نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں لکھ کر ارسال کیا ہے۔ اور نہایت کھلے طور پر اس میں انگلستان کے ہزاروں انسانوں کے عملاً مسلمان ہونے کا ذکر کر کے اپنے اسلام کا اعلان کیا ہے۔ وھو ھذا

۱۷ جنوری ۱۹۱۷ء

پیارے بھائی خواجہ کمال الدین۔

مجھے اس تحریر پر جو میں آپ کی خدمت میں لکھنے کی جرأت کرتی ہوں معاف رکھیں۔ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔ کہ مذہب اسلام پر اپنے ایمان کا اعلان کرنے سے مجھے کس قدر مسرت ہے۔ میں نے بہت سفر کئے ہیں۔ اور بہت مذاہب کو دیکھا ہے۔ اب سالہا سال سے مجھے اپنے مذہب کو ماننے میں تامل رہا ہے۔ اور میں اپنے جی میں یہ کہا کرتی تھی۔ کہ میں اس مذہب پر ہرگز ایمان نہیں رکھتی۔ اور نہ کبھی رکھ سکتی ہوں۔ تو اس لئے نہیں پراٹسٹنٹ ہوں۔ نہ کیتھولک۔ اور نہ ہی میتھوڈسٹ وغیرہ۔ ہاں ایک مذہب اسلام ہی ہے۔ جو اس وقت میرا دین و ایمان ہے۔ اس پر میں ایمان لاتی ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ تمام جہان کا ایک اکیلا خالق اور مالک ہے۔ مجھے امن اور سلامتی بخشے گا۔ جس کی ہمیں خواہش اور طلب ہے۔ کاش میں اور زیادہ گورے انسانوں کو اس قدر بہادر پاتی کہ وہ اس شاندار کام کی امداد کے لئے آگے بڑھتے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ ہزاروں ایسے اشخاص موجود ہیں۔ جو درحقیقت مسلمان ہیں۔ لیکن انہیں پتہ نہیں۔ اس زمانہ میں گرجے اس بے اطمینانی اور عدم تسکین کا کھلا ثبوت ہیں جہان کی طرف سے ہو چکی ہے۔ لیکن تمہارے اس مذہب (اسلام) میں کوئی خودنمائی و خود پسندی اور غرور و تکبر موجود نہیں۔ یہاں تمام کے تمام آپس میں بھائی اور بہنیں ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جو قابل قدر اور لائق تحسین بات ہے وہ کسی ذات پات وغیرہ کا نہ ہونا ہے۔ میرے پیارے بھائی کمال الدین۔ کاش دنیا اس قدر وسیع القلب اور دانا اور عقلمند ہوتی۔ کہ ذرا سوچتی کہ اگلے جہان میں (عالم آخرت میں) تو اس بات کی کوئی تفریق نہیں۔ کہ ہمارا رنگ کیسا ہے۔ اور ہمارے پاس کیا کچھ مال و دولت موجود ہے۔ بلکہ تمام کے تمام خدائے واحد سے ملنے کے لئے ایک ہی جنت کے لئے کوشاں ہیں۔ تو یہ دنیا اور اس کی زندگی اس موجودہ حالت سے کس قدر مختلف ہوتی۔ پھر تو یہاں امراء وغیرہ کے لئے کوئی خاص جگہیں نہ ہوتیں۔ میں نہایت سادگی کے ساتھ مشرق کے اس مذہب کو پسند کرتی۔ اور اس سے پیار کرتی ہوں۔ اور میرا پیارا اور نہایت قیمتی دوست مسٹر .... بھی نیکی میں ایسی ہی مثال رکھتا ہے۔ ہر ایک شخص جو مذہب اسلام کو (جو اب میرا مذہب ہے) اپنا مذہب بناتا ہے۔ اسے چاہئیے کہ وہ خود بھی نیکی اور پارسائی میں یہانتک کمال دکھائے کہ ایک ہو جائے .... راقمہ مائی بی

اسلامی نام حنیفہ رکھا گیا۔

انگلستان کے مذہبی اخبارات

مذہبی اخبارات کی حالت ہر جگہ ہی نازک ہے لیکن تاہم مشرق اور مغرب میں یہ فرق ہے۔ کہ اول الذکر جتنا مذہب سے قریب ہے، اتنا ہی عملاً اسکی امداد سے عاری لیکن موخر الذکر جتنا مذہب سے دور ہے اتنا ہی عملاً اسکی امداد میں ساعی ہے دیکھو لوکس قدر روشن ہیں۔ جو یورپ اور امریکہ کے بل بوتے پر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر چل رہے ہیں لیکن ایسی ہی حالت وہاں کے مذہبی اخبارات کی بھی ہے مثال کے طور پر لندن کے کرسچین کامن ویلتھ نے جس کی اشاعت ہزار تک پہنچتی ہے جنگ کے ناگوار اثر سے متاثر ہو کر ایک ہزار پونڈ کیلئے اپیل کی جو اسکے ناظرین نے بہت جلد جمع کر دیئے۔ ایک ہزار پونڈ کیلئے اب پھر اپیل کی ہے جن میں چار سو پونڈ جمع ہو چکے ہیں۔ کیا اسکے بالمقابل ہندوستانی مسلمان بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے یہاں کے مذہبی اخبارات کی مخدوش حالت کو سنوارنے کیلئے نہیں تو اس واحد اسلامی رسالہ کی جو اسلامک ریویو کے نام انگلستان کی سرزمین کو اسلام کے آب حیات سے سیراب کرنے میں ساعی ہے۔ کہانتک امداد کی۔ اور اسکے کس قدر پرچے اپنی گرہ سے خرید کر

ملفوظات مسیح موعود

دہریہ مذہب کی تردید

(حضرت مسیح موعود کے قلم سے)

سوال دہریہ: خدا کا اگر جسم نہیں ہے تو کیا چیز ہے؟

جواب: جسم اسے کہتے ہیں کہ وزن ہو سکے کہ اتنے سیر ہے یا اتنے من ہے اور مساحت ہو سکے کہ اتنا لمبا ہے یا اتنا چوڑا ہے!

خدا ایک نور ہے، جو سب نقصانوں سے پاک ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔ جب ہم روح کی طرف دیکھتے ہیں تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ دنیا میں ایسی بھی چیزیں ہوتی ہیں کہ جسم نہیں ہیں اور پھر موجود ہیں وفی انفسکم افلا تبصرون۔

ایک دلیل وجود خدا تعالیٰ پر یہ ہے کہ زمانہ کا ابتدا ضرور ایک ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر زمانہ کا ابتدا نہیں تو چاہئے کہ بنی آدم تمام زمین کو روک لیں اور ایک گز جگہ خالی نہ ہوتی حالانکہ حکیموں نے تجربہ کر کے تخمینہ لگا دیا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت سے سات ہزار برس تک تمام ربع مسکون بھر سکتا ہے اگر سات ہزار برس سے زیادہ مدت گذرے تو اس کے واسطے کوئی اور زمین چاہئے۔ ہر ایک آدمی سوچ سکتا ہے کہ اس کی قوم کے کس قدر آدمی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں مثلاً آج سے آٹھ سو برس سے مغول نام ایک شخص تھا جس کی اولاد قوم مغل ہے۔ اب شمار کرو کہ اب کتنے مغل ہیں۔ اسی طرح کل عرصہ تین سو برس کا گزرا ہے کہ باوا نانک صاحب ایک شخص ہوا ہے۔ اب اس کی اولاد ہزارہا ہوئی ہیں۔ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ دنیا کا ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ہے۔ ابتدا اس سے ثابت ہوا کہ جیسا اوپر کی طرف نظر کرتے جاؤ تو دنیا کا گنتی ثابت ہوتا ہے اور انتہا اس سے ثابت ہوا کہ زمین ایک میدان محدود ہے غیر محدود پیدائش کی گنجائش نہیں رکھتا تو ناچار کسی دن اس دنیا کا خاتمہ ہے پس جس چیز کا ابتدا اور انتہا ہے وہ چیز مصنوعی ہے قدیمی نہیں اور جب مصنوعی ہوئی تو اسکا ایک صانع ماننا پڑا۔ اور وہ خدا ہے۔

اگر یہ کہو کہ بعض خاندانوں میں کثرت اولاد نہیں آتے گئے آتے رہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک عارضہ ہے۔ ورنہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ایک بکری آدمی خریدتا ہے تو اس کا ریوڑ بن جاتا ہے اور یہ ایک قاعدہ ہے کہ دنیا میں طبعی موت ساٹھ ستر برس کے بعد آتی ہے اور پرورش پندرہ برس کے بعد شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس پر صاف دلیل یہ ہے کہ جو جزیرے پہلے آباد نہ تھے وہ اب آباد ہیں۔

دوسری دلیل وجود واجب الوجود پر یہ ہے کہ کوئی مصنوع بغیر صانع کے نظر نہیں آتا۔ اور ایک چھوٹا سا کوٹھا بغیر بنانیوالے کے بن نہیں سکتا۔ پھر دنیا کا کوٹھا کہ جس کے فرش کا محیط چوبیس ہزار میل سے زیادہ ہے۔ اور جس کی چھت نہایت کمال صفائی سے محکم طور پر بنائی گئی ہے۔ اور جس کے اوپر چراغ رکھے ہیں کہ نہ روشنی بخشیں اور ایسی ترتیب ہے کہ ایک کو سب سے اعلیٰ بنایا ہے اور باقی کو اس کے تابع مقرر کیا ہے کس طرح بغیر بنانے والے خود بخود بن گیا۔

اس جگہ دہریہ یہ سوال کرتے ہیں کہ دنیا کے کوٹھوں کے بنانے والوں کو ہم بچشم خود دیکھتے ہیں لیکن آسمان زمین بنانے والا ہم کو نظر نہیں آتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوٹھا بنانے والا نظر آتا۔ تو دلیل پکڑنے کی کیا حاجت تھی دلیل تو اسی جگہ پکڑی جاتی ہے کہ جب ایک شے کا وجود بغیر اسکے نظر آنے کے ثابت کرنا پڑتا ہے۔ دیکھو مصر میں ایسی ایسی قدیم عمارات موجود ہیں کہ اب اس زمانہ کے لوگ ان کو بنا نہیں سکتے۔ لیکن یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی معمار تھے جنہوں نے ان کو بنایا مصنوع کی صانع پر ذاتی دلالت ہے۔ خواہ صانع نظر آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اگر ایک آدمی ایک نئی کل پیدا کرے جو ایک آدمی نے پہلے نہیں کی اور اس جنس کی صنعت پہلے کسی نے نہیں بنائی اور وہ آدمی ہم نے دیکھا بھی نہ ہو تو کیا ہم ایسا خیال کریں گے کہ وہ صنعت خود بخود بن گئی۔ ہر ایک عقلمندی کا کام ایک عاقل کی دستکاری پر دلالت کرتا ہے یہ مثال تعصب اور تاریکی نفس ہے کہ باوجود اقرار اس بات کے کہ ایک صنعت کو دیکھکر یہ کہیں کہ فی الحقیقت یہ عاقلانہ کام ہیں پھر انکار کریں کہ کسی عاقل کی بنائی ہوئی نہیں ذی شعور اور غیر ذی شعور کے فعل میں ہمیشہ ایک فرق ہوتا ہے جس مصنوع میں یہ علامت پائی جاوے کہ اس کے صانع نے اپنے مطالب کو بالارادہ مد نظر رکھا ہے اور فعل عبث نہیں تو اس مصنوع پر عقل سلیم حکم کرے گی کہ یہ کسی صانع ذی شعور کا فعل ہے جیسے اگر کسی کاغذ پر سیاہی گر جائے تو ممکن ہے کہ انسان نے گرائی ہو یا کسی چوہے نے گرائی ہو یا یونہی اتفاقاً گر پڑی ہو لیکن اگر کسی کاغذ پر ایک صفحہ کسی کتاب کا لکھا جائے جو کوئی ضروری مطلب اس سے معلوم ہوتا ہو تو کوئی دانا

ہوں۔ پہلے اس وضع کے حرف ہم نے نہیں لکھے۔ لیکن جب ہم نے غور سے دریافت کر لیا کہ یہ بھی حرف ہیں اور اس کی عبارت میں صدہا صفحہ پر برابر بنتے چلے گئے تو یہ اگرچہ ہم نے اس کے کاتب کو نہیں دیکھا اور نہ اس نئی طرز کے کبھی حروف دیکھے۔ لیکن اس میں کیا شک رہیگا کہ ضرور یہ کسی کاتب کا ایجاد ہے۔

دیکھو اگر یہ کوٹھا زمین آسمان ایک چھوٹا کوٹھا ہوتا۔ تو تم اس کی کمال خوبصورتی کو دیکھکر ضرور کہتے کہ کسی دانا انسان کا بنایا ہوا ہے۔ پس اب سوچنا چاہئے کہ جس حالت میں اگر یہ چھوٹا کوٹھا بھی بغیر بنانے والے کے بن نہیں سکتا تھا۔ تو اب کہ بڑا کوٹھا ہے بغیر بنانے والے کے کسطرح بن گیا۔

تیسری دلیل وجود خدا تعالیٰ پر یہ ہے کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چیز دوسری چیز کی مدد سے طیار ہوتی ہے جیسے درخت پانی کی مدد سے اور بارش ہوتی ہے آفتاب کی مدد سے اور وجود حیوانات کا ہوتا ہے۔ دوسرے حیوانات کی مدد سے اور زمین پر کوئی چیز نظر نہیں آتی کہ بغیر دوسری کے اسکا بچا ہو سکے یا پیدا ہو سکے پس ایک وجود ایسا ماننا پڑا جو سب کا مددگار ہو وہی واجب الوجود ہے۔

آدمی بنا نطفہ سے اور نطفہ بنا اناج سے اور اناج بنا مٹی سے اور مٹی کہاں سے بنی؟ اگر کہو کہ مٹی خود بخود چلی آتی ہے تو یہ بات ناقص ہے کیونکہ خود بخود وجود اس چیز کا ہوتا ہے جو دوسرے کی کسی حالت میں محتاج نہ ہو لیکن مٹی اکٹھا رہنے میں پانی کی محتاج ہے۔ اگر مٹی میں پانی نہ ملا ہو تو مٹی کو ہوا اڑا کر لیجائے۔ اور نیز مٹی بنا تات کے اگلنے میں پانی کی محتاج ہے اور کوئی محتاج چیز قدیمی نہیں ہو سکتی اور محتاج کو نہیں کہہ سکتے کہ اس کا وجود واجب ہے علاوہ اس کے مٹی سے درخت پیدا ہوتے ہیں اور وہ اس سے بہتر ہیں اور ناقص واجب الوجود نہیں ہو سکتا۔

دلیل چہارم یہ ہے کہ فرمایا ہے خدا تعالیٰ نے فتبارک اللہ احسن الخالقین اور نیز فرمایا ہے افی اللہ شک فاطر السموات والارض ان دونوں آیتوں کے یہ معنی ہیں کہ ملاحظہ عالم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک چیز ایک چیز کی خالق اور فاطر ہے جیسے سورج کی گرمی سے بخارات پیدا ہوتے ہیں۔ اور بخارات سے بادل پیدا ہوتا ہے۔ اور بادل سے پانی پیدا ہوتا ہے۔ اور پانی سے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن خدا احسن الخالقین ہے اور اسی طرح خدا فاطر السموات والارض ہے جو ان کو عدم سے وجود بخشتا ہے۔

پھر خدا نہ ہو تو دروازہ تمام خیرات کا بند ہو جاتا ہے کیونکہ تمام لوگ اس طرح خیرات کرتے ہیں۔ کہ اس خیرات کے دینے سے ہمارا فائدہ ہے۔ اور کوئی شخص بالحاظ فائدہ نقصان کے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسا کام اس کی نظر میں محض عبث ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح وجود خدا نہ ماننے والا بدی سے رُک نہیں سکتا۔ کیونکہ بدی اس لحاظ سے بدی ہوتی ہے کہ اس کا نتیجہ ہے اگر اس کا نتیجہ بد نہ کہا جائے تو پھر ہرگز دل اس کو بد نہیں خیال کر سکتا پھر اگر بدی کرنے میں کسی کا خوف نہ ہو تو پھر بدی کرنے سے کون مانع ہے اور اگر کہو کہ بادشاہ اور حاکم مانع ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ بادشاہوں اور حاکموں کو کون مانع ہے جو شخص صاحب قدرت ہے اس کو کس کا خوف ہے علاوہ اس کے حاکم اور بادشاہ ہر وقت حاضر ناظر نہیں ہوتے اور نہ انسان خیال کرتا ہے کہ وہ میرے کاموں کو ہر وقت دیکھتے ہیں۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم زمین و آسمان کے صانع کو نہیں دیکھتے اس واسطے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ ان کی صاف شرارت ہے کیونکہ اگر اس دنیا میں صانع دیکھا جاتا تو پھر یہ دنیا دنیا نہ رہتی۔ اور نہ کسی کو نیک کام کرنے میں ثواب ہوتا اس واسطے کہ ثواب اسی وقت تک ہے کہ جب آدمی تقویٰ اختیار کر کے بحالت پوشیدگی خدا کے اوپر ایمان لاوے اور اگر خدا اپنی ذات کو خود بخود ظاہر کرے تو پھر اس کا ثواب کیا هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب۔ یعنے یہ کتاب ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے کہ خدا پر اس کی پوشیدہ حالت میں ایمان لاتے ہیں۔

دوسری دلیل وجود خدا تعالیٰ پر یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے خیالات کا اسی پر اتفاق ہے کہ ایک ذات رب العالمین ہے۔ اور نیز اس بات پر اتفاق ہے کہ حقیقت میں صنعت زمین آسمان کی ایک ایسی صنعت ہے کہ بجز صانع کے ہرگز نہیں بن سکتی پس جس بات کو بہت دانا تجویز کریں وہی حق ہوتی ہے۔ سو سیانے ایکومت مورکھا اپو اپنی۔

دہریہ کہتے ہیں کہ ہم نے زمین و آسمان کے صانع کو نہیں دیکھا۔ اور صانع ہر ایک چیز کے ہم کو نظر آتے ہیں۔ پھر کس طرح وجود صانع پر یقین کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صانع نظر نہ آوے تو مصنوع تو نظر آتا ہے۔ اور اگر شے مصنوع ہے اور نہایت کاریگری سے بنائی گئی ہے مگر اس کا صانع نظر نہیں آتا تو یہ تو ہم ضرور کہیں گے کہ کسی شخص نے اس کو ضرور بنایا ہے بحث تو یہ ہے کہ مصنوع صانع پر دلالت کرتا ہے۔ یا نہیں۔

ان میں پائی جاتی ہوں پھر بھی جب تک ہم صانع نہ دیکھیں گے اس پر ایمان نہ لائینگے۔ یہ ان کی شرارت ہے ورنہ صانع کے دیکھنے کی کچھ ضرورت نہیں جو کام عقلمندی کا ہے۔ جب ہم پر ثابت ہو جائے کہ عقلمندی کا ہے تو بلا اختیار ہمارے دل میں بیٹھ جائیگا کہ کسی عاقل نے بنایا ہے۔

زمین و آسمان میں جتنی چیزیں ہیں ہم ان کو بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ایک چیز دوسری چیز کی مدد سے بنتی ہے۔ اور ایک چیز دوسری چیز کی مدد سے قائم رہتی ہے بلکہ زمین آسمان کی مدد سے اپنی طاقتیں ظاہر کرتی ہے پس صورت میں یہ سوال دہریہ پر ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کس کی مدد اور آسرا سے پیدا ہوئے ہیں اور اب تک قائم رہے ہوئے ہیں۔ دہریہ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ زمین و آسمان اپنی شہادت سے قائم ہیں پس پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ جیسا باپ کا بیٹے سے پہچانا جاتا ہے جو کچھ زمین و آسمان میں پیدا ہوتا ہے وہ ان دونوں کا بیٹا ہے وہ بغیر آسرے کے ٹھہر نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہی شہادت زمین و آسمان ہے کیونکہ مولود کا والد سے مختلف سمجھا نہیں ہو سکتا۔

جو کام عقلمندی کا ہے۔ جب ہم پر ثابت ہو جائے گا۔ کہ عقلمندی کا ہے۔ تو پھر اس بات کی حاجت نہ رہے گی کہ پھر ہم اس کے صانع کو دیکھیں دلیل اس پر یہ ہے کہ جس فعل میں صریح معلوم ہو کہ اس کے فاعل نے دیدہ و دانستہ اس کے بنانے سے ایک بات کا قصد کیا ہے۔ اس خیال کو کوئی نادان اتفاقی طور پر نہیں مانیگا۔ بلکہ یہی سمجھیگا کہ ضرور اس کا ایک فاعل ہے مثلاً اگر سیاہی کاغذ پر یونہی پڑ جائے تو اس میں شک ہوگا کہ کس طرح گر گئی لیکن اگر ورق دو ورق حرف لکھے جائیں۔ اور حرف بھی وہ حرف کہ جن میں کوئی مقصد کاتب کا معلوم ہوتا ہو تو اس کو کوئی عقلمند نہیں کہے گا کہ خود بخود لکھے گئے۔

پھر دہریہ سے یہ سوال ہے کہ سورج اور چاند اور زمین اور ہوا جو تمہاری خدمت میں مشغول ہیں۔ اور ایک دم تمہاری خدمت سے الگ نہیں ہوتے تم ان کا احسان مانتے ہو یا نہیں۔ اگر تم کہو کہ بغیر شعور کے یہ کام لگے ہوئے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ جو فعل بغیر شعور کے اور بغیر نگرانی مدبر کے ہوتا ہے وہ بگڑ جاتا ہے۔ اور اگر شعور سے ہو تو تم کو ان کا ممنون ہونا چاہئے۔

پھر دہریہ سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آفتاب کا نکلنا اور بارشوں کا ہونا اتفاقی ہے یا کسی کے تصرف سے۔ اگر اتفاقی ہے تو چاہئے کہ کبھی دنیا نہ رہے اور بہت بارشوں سے یا بہت دھوپوں سے فصل برباد ہو جائے کیونکہ اتفاقی امر میں خطا بھی ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی تصرف سے ہے تو وجود خدا کا ثابت ہوا کیونکہ خدا وہی ہے جو دنیا میں تصرف رکھتا ہے۔

پھر دہریہ کہتے ہیں کہ کسی نے خدا کو دیکھا نہیں۔ اگر خدا کا وجود ہوتا تو اسکو کوئی دیکھتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بندوں کو خدا دل کی آنکھ سے اپنے دیدار دکھاتا ہے کہ پھر جو لوگ ان کے تابع ہوئے اور ان کی پیروی کی وہ اس درجہ تک پہنچ گئے جہاں کو خدا اپنی پہچان بخشتے اس صورت میں یہ دعوے جو کسی نے خدا کو دیکھا نہیں باطل ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک اندھا وجود آفتاب سے منکر ہوا اور کہے کہ جب تک میں نہ دیکھ لوں آفتاب پر یقین نہ کروں گا اس کا یہی جواب ہے کہ تو اندھا ہے اور آنکھ سے آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا تیرے واسطے طریق حصول تحقیق یہ ہے کہ جنہوں نے دیکھا ہے ان کے بیان پر اعتماد کرنا یا پہلے اپنی آنکھوں کا علاج کرا پھر اس کو دیکھ لیگا۔

ہم دہریہ سے پوچھتے ہیں کہ سکھ دکھ دینے والا کوئی دوسرا ہے۔ یا اپنی تدبیر سے مل سکتا ہے۔ اگر اپنی تدبیر سے مل سکتا ہے تو کیوں تمام لوگ اپنی عمر زیادہ نہیں کر سکتے۔ آرام زیادہ نہیں کر سکتے۔ ایک بوڑھا ہو کر مرتا ہے ایک جوان ہی مر جاتا ہے۔ حالانکہ سب کوئی عمر زیادہ چاہتا ہے۔ بعض وقت آدمی سکھ چاہتا ہے۔ اور غیب سے اس پر دکھ آ پڑتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سکھ دکھ دینے والا کوئی اور ہی ہے اور وہی خدا تعالیٰ ہے۔

عرش کے متعلق

فرمایا کہ عرش اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صفات کا مظہر اتم ہے عرش کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا [illegible] کی تفصیل حوالہ بخدا کرنی چاہئے۔ جنہوں نے مخلوق کہا ہے انہوں نے بھی غلطی کھائی ہے کیونکہ پھر اس سے وہ محدود لازم آتا ہے۔ اور جو غیر مخلوق کہتے ہیں وہ توحید کے خلاف کہتے ہیں کیونکہ الذی خلق کل شیئ اگر یہ غیر مخلوق ہو تو پھر اس سے باہر رہ جاتی ہے۔ مومن موحد اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے یہ ایک استعارہ ہے جیسے الخط واصوم بالخطی والمصیب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ استعارات کے ذریعہ کلام کرتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی کیفیت کو حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ پس ہمارا مذہب عرش کے متعلق یہی ہے کہ اسکے مخلوق یا غیر مخلوق ہونیکی بحث میں دخل نہ دو۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اعلیٰ دبعنہ کی

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے فرخ آباد میں بارہ مسلمانوں کے آریہ ہو جانے کا ذکر کرتے ہوئے وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی بے حسی پر اظہار افسوس کیا تھا۔ اور اہل دل مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ اس علاقہ میں غیر مذاہب بالخصوص آریہ سماج کی آئے دن کی کامیاب کوششوں کے مقابلہ میں اسلام کی امداد میں ساعی ہوں۔ ہمارے اس نوٹ پر خدا جانے کیوں قادیان کا اخبار نور (برعکس نہند نام زنگی کافور) خواہ مخواہ شور و غوغا بلند کر رہا ہے۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو کوستے ہوئے اس کی بتیس ہزار کی آمد پر جو گذشتہ سال ہوئی بے فائدہ حسرت و افسوس کے آنسو بہا رہا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ میاں نور کو کیوں خواہ مخواہ اس بتیس ہزار کی جلن ہو رہی ہے۔ جبکہ اس کا ایک پیسہ بھی اس میں نہیں۔ ہاں قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ اور سکھوں اور نانک پنتھیوں میں تبلیغ اسلام کے لئے خود اس نے جو کچھ روپیہ جمع کیا وہ کیا ہوا اس کا حساب کتاب کہاں ہے۔ کہاں خرچ ہوا۔ کتنے لوگ مسلمان ہوئے۔ قرآن کریم کا گورمکھی ترجمہ کہاں ہے کب شائع ہوگا۔ کیا جو شخص خود ان سوالات کا جوابدہ ہو۔ وہ دوسروں پر جہاں کہ باقاعدہ کوڑی کوڑی کا حساب کتاب رہتا ہے۔ اور اس کے مصارف کا بھی پتہ دیا جاتا ہے۔ کوئی اعتراض کرنے کا حقدار ہے۔ جس بیہودگی کے ساتھ ایڈیٹر نور نے ہم پر اعتراض کئے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ اس کا تسلی بخش جواب دیا جائے۔ اور نہ ہی ان اعتراضات کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ ہاں اشاعت اسلام کالج کا ذکر کرکے جو کچھ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ کالج کا بند ہونا محض آئندہ قابل طالب علموں کے نہ ملنے کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہی نقصان افسوس ہے۔ کہ اس حد تک لوگوں کو بے حس اور غافل و لاپرواہ کر دیا ہے۔ کہ دین کی ذرا بھی پرواہ نہیں رہی اور اپنی زندگیوں کو دین کے لئے وقف کرنا عار سمجھتے ہیں۔ ایسی حالت میں اشاعت اسلام کالج چلتا تو کیونکر۔ خود قادیان میں بھی تو ایک تبلیغی کالج انہی دنوں ہماری دیکھا دیکھی قائم کیا گیا تھا۔ پھر اس کا کیا حشر ہوا۔ وہ کیوں مر چکا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نام و نشان تک نہیں۔ بہتر ہو کہ دوسروں کی آنکھوں میں تنکے دیکھنے والے پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر کو نکال لیں۔

آریہ گزٹ کی نصیحت کثرت ازدواج کے متعلق

اس زمانہ میں جبکہ یورپ کے موجودہ ہولناک واقعات نے مدبرین زمانہ کو اس طرف متوجہ کر دیا ہے۔ کہ وہ جنگ کے بعد کثرت ازدواج کے مسئلہ کو یورپ میں رائج کریں کیونکہ انگلستان اور دیگر ممالک یورپ میں موجودہ جنگ نے صنف ذکور پر بالخصوص جو آفت ڈھائی ہے۔ وہ صنف اناث اور آئندہ افزائش نسل کی راہ میں بہت کچھ دقتیں حائل کرنے والی ہے جنکا انسداد صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تعدد ازدواج کے مسئلہ کو رائج کیا جائے۔ ایسے حالات کو مشاہدہ کرتے ہوئے بھی کس قدر تعجب کی بات ہے کوئی متعصب انسان خواہ مخواہ انہی دقیانوسی خیالات کو لیکر جو کبھی محض اسلام کو بدنام کرنے کیلئے وضع کئے جاتے تھے۔ اس ضروری مسئلہ کی بنا پر اسلام پر معترض ہو۔ ہمعصر آریہ گزٹ معاصر المنیر سے کسی مسلمان کی اس چیخ و پکار کو نقل کرنے کے بعد کہ تعدد ازدواج میں عدل بالکل قائم نہیں رہ سکتا۔ اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ یہ رائے دیتا ہے۔ کہ

"وہ بہتر ہے۔ کہ مسلمان اس مسئلہ کو قرآن شریف سے نکال دیں"۔

ہم حیران ہیں کہ قرآن شریف سے اس مسئلہ کو نکال دینے کی معاصر آریہ گزٹ کو فکر کیوں پڑ گئی۔ جبکہ مسلمانوں میں اسکا اس قدر رواج بھی پایا نہیں جتنا کہ جنگ کے بعد یورپ میں اسکا ہونیوالا ہے۔ معاصر مذکور کو چاہئے۔ کہ پہلے یورپین مدبرین کے دماغوں سے اس خیال کو نکالدے۔ اور موجودہ جنگ سے پیدا ہونیوالی دقتوں کے رفعداد کی کوئی ایسی ہی کارگر تجویز بتائے۔ ورنہ قرآن شریف پر معترض ہونا خود روزمرہ کی ضروریات کا انکار کرنا نہیں؟ قرآن شریف ہر زمانہ اور ملک کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں تمام ان ضروریات کا علاج بتایا گیا ہے۔ جو نسل انسانی کو پیش آ سکتی ہیں۔ انہی میں سے ایک تعدد ازدواج کا مسئلہ بھی ہے۔ جس کی آج نسل انسانی بالخصوص یورپین اقوام کو جس قدر اشد ضرورت ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

رہا عدل و انصاف نہ ہو سکنے کا خیال ہو پھر بھی خود قرآن کریم کی ہی ہدایت پر شاہد ہے۔ قرآن کریم خود بیان فرماتا ہے کہ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ اس کے ساتھ شرط نے ہنسک لگائی ہے جس کا یہی مطلب ہے کہ انسان اپنی طرف سے عدل کرے کوئی کوتاہی نہ کرے۔ اور حتی الوسع عدل میں ہی کوشاں رہے۔ ہاں اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا تو پھر ہرگز ایک سے زیادہ نکاح نہ کرے۔ اسکے ساتھ ہی ہم معاصر مذکور کو یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ تعدد ازدواج

عالم نسوان

فضول رسومات

۲۔ گانے کی رسم

اس سے پیشتر ہماری ایک محترمہ خاتون نے جہیز دکھانے کی رسم کی قباحتوں پر روشنی ڈالی تھی۔ اور بتایا تھا۔ کہ کس طرح اس رسم کو پورا کرنے اور برادری میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے یا کم از کم دوسروں کے برابر رہنے کے لئے بیسیوں مسلمان غریب گھرانوں کو تباہی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ اور ان بیشمار بیہودہ اور مشرکانہ رسومات کی قباحتوں کو بیان کر کے جو اس وقت مسلمانوں میں ہندوؤں کی دیکھا دیکھی رائج ہیں۔ انہیں ان سے روکنے کی کوشش کی جائے۔ بہتر ہو کہ دوسری بہنیں بالخصوص ہماری محترمہ خاتون جو اس سے قبل بھی اس سلسلہ کا ایک نمبر لکھ چکی ہیں۔ اگر سب رسوم کے متعلق نہیں تو بعض بعض پر ہی کچھ نہ کچھ خود بھی لکھیں۔ عورتوں کے اندر جو جو کچھ خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کا زیادہ تر اور پورا علم عورتوں ہی کو ہوتا ہے۔ اس لئے وہی ان باتوں پر ٹھیک طور پر روشنی ڈال سکتی ہیں۔ فی الحال ہم اس سلسلہ میں رسم مندرجہ عنوان یعنے گانے کی رسم پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ رسم پنجاب میں عام طور پر رائج ہے حتے کہ بڑے بڑے معزز اور بعض اوقات تعلیم یافتہ گھرانوں میں بھی اس کا رواج ہے اس کی بنیاد ایک مشرکانہ خیال پر رکھی گئی ہے۔ جو ہندوؤں میں رائج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شادی و بیاہ کے موقع پر دولہا اور دولھن کو مبادا کوئی آسیب نہ ہو جائے یا کوئی اور دکھ نہ پہنچے۔ اس سے حفاظت کے لئے ان کی کلائی پر سرخ دھاگوں یا چاندی سونے کا ایک پھندنا سا باندھ دیا جاتا ہے۔ اور ایک سیاہ دھاگہ پاؤں کے ٹخنہ پر۔ گو مسلمانوں میں۔ اور شاید ہندوؤں میں بھی اب یہ محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے۔ جو ویسے ہی تقلیداً ادا کر دی جاتی ہے۔ اور اس کی یہ بنیاد اور حقیقت کسی کو بھی یاد نہیں لیکن اس کی اصل حقیقت جہاں سے اس کی بنیاد پڑی یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس غرض سے بعض دوسرے مواقع پر بھی بعض توہم پرست دھاگوں وغیرہ پر کسی بزرگ سے جھاڑ پھونک کرا کر اپنے بازوؤں پر باندھ لیا کرتے ہیں۔ یہ رسم اب مردوں میں تو اتنی پسندیدہ نہیں رہی۔ لیکن عورتوں میں اس کا دلدادہ ہی زور و شور ہے۔ اور وہ بسبب اپنی جہالت اور ناسمجھی کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض بلکہ اکثر مرد بعض عورتوں کی رضامندی کے لئے یا ان کی ضد کو پورا کرنے کے لئے اس پر کاربند ہو جاتے ہیں۔ اور اگر دولھا اس قدر سمجھدار اور مہذب ہوا کہ ان جہالت آمیز باتوں میں حصہ لینا اس نے پسند نہ کیا تو رسم کو پورا کرنے کے لئے ویسے ہی عارضی طور پر کسی بچہ کے ہاتھ پر یا کسی اور چیز پر وہی گانا باندھ دیتے ہیں۔ گانا کو باندھنے کے ساتھ اس موقعہ پر دولھا یا دلھن کے جس کو گانا باندھا جاتا ہے۔ سر پر سے پیسے یا اور نقدی وغیرہ نثار کئے جاتے ہیں۔ جس کا یہ طریق ہے کہ نقدی کو سر پر سے گھما کر کار ندوں اور ان لوگوں کو جو ایسے مواقع پر کام کاج کرتے ہیں۔ مثلاً نائی وغیرہ ان کو دیئے جاتے ہیں یہ گانا وغیرہ دولھا دلھن کے ہاتھوں پر تا اختتام بیاہ بندھا رہتا ہے۔ یہانتک کہ جب نکاح کے بعد دوسرے دن دلھن دولھا کے گھر اپنے والدین کے ہاں رخصت ہوتی ہے۔ تو اس سے پہلے ان دونوں کو آمنے سامنے بٹھا کر مختلف قسم کی رسوم ادا کی جاتی ہیں۔ جو وہ بھی کسی صورت میں جائز نہیں۔ اور اس کے بعد دونو ایک دوسرے کا گانا کھولتے ہیں جس میں بیچاروں کو بڑی دقت پڑتی ہے کیونکہ اس وقت خاص اہتمام کے ساتھ دونو طرف سے مضبوط گانٹھیں باندھ دی جاتی ہیں۔ بعض دیہاتی لوگ تو یہانتک جہالت سے بھرے ہوتے ہیں کہ وہ اس گانا کے ساتھ ایک لوہے کی چھڑی بھی لئے پھرتے ہیں جو وہ بھی اس رسم کا ایک جزو لاینفک سمجھا جاتا ہے۔ الغرض یہ اور از قبیل مختلف رسوم اس کے سلسلہ میں واقعہ ہوتی ہیں کچھ برادری کو تقسیم بھی کیا جاتا ہے جس میں غریب آدمیوں کا تو گھر بار لٹ جاتا ہے۔ خدا رحم کرے مسلمانوں کی حالت پر۔ جہالت اور بے دینی نے انہیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ کجا تو وہ اسلامی سادگی کہ ایک مجمع لوگوں کا اکٹھا ہوا۔ اور خطیب نے کھڑے ہو کر خطبہ نکاح پڑھا۔ میاں بیوی کو اپنی آئندہ زندگی میں ایک دوسرے کے مختلف حقوق بتا کر ان پر کاربند ہونے کی نصیحت کی۔ اور آخر ان کا کچھ صرف ہوا۔ نہ ان کا اور چند منٹوں میں نکاح ہو گیا۔ اور کیا یہ جہالت کہ اب اسی نکاح (نہیں بلکہ بیاہ کہنا چاہئے) کو کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔ طرح طرح کی رسومات میں خدا اور رسول کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ اور بیہودہ اسراف سے گھروں کے گھر۔ خاندانوں پر خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔ کیا ہوا جی۔ اجی فلاں بیٹے کی شادی تھی۔ بس اکلوتا بیٹا ہی تو تھا اسی کی شادی وغیرہ پر تمام گھر بار لٹا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پیاری بہنو اور بھائیو۔ خدا کے لئے اس طرف متوجہ ہو۔ ان باتوں کو دیکھو۔ اپنے گھروں کی رسومات پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو کہ آخر اس قسم کی جہالت آمیز کارروائیوں سے نتیجہ کیا ہے۔ کس قدر برا معلوم ہوتا ہے۔ کوئی مرد جب اس کی کلائی پر ایسی بدنما چیز بندھی ہوئی ہوتی ہے۔ سوچنا چاہئے۔ کہ آخر یہ کیوں باندھا جاتا ہے۔ اور اس کا فائدہ کیا ہے۔ کیا کہیں کوئی قرآن کا حکم ہے۔ یا کہیں رسول اللہ صلعم نے ایسا کیا ہے یا کرنے کا حکم دیا ہے یا کسی اور بزرگ دین نے کبھی ان باتوں پر عمل کیا ہے۔ جب اسلام میں کہیں بھی اس کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ تو مسلمان اس پر کاربند کیوں ہیں۔ صاف کہنا چاہئے کہ ہمسایوں کی دیکھا دیکھی۔ جاؤ جا کر دیکھو کہ ہندوؤں کے ہاں ہی رسم رائج ہے یا نہیں۔ بس تم نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسی باتوں کو اختیار کر لیا۔ پھر اگر انہی کی تقلید کرنی ہے تو اور باتوں میں بھی کیوں نہیں کرتے۔ کیوں ان کی طرح بتوں کو نہیں پوجتے۔ اور مسلمان کہلا کر اسلام کو بدنام کرتے ہو دیکھو وہ تو اب ان باتوں سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اور انہیں چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن تم ہو کوئی نہ کوئی عذر کوئی نہ کوئی بہانہ پورا کرنے کے لئے ڈھونڈ نکالتے ہو۔ کبھی والدہ صاحبہ نہیں مانتی۔ کبھی بیوی گھر سے نکلی جاتی ہیں۔ اور کبھی دولہا کے سسرال بغیر اس کے راضی نہیں ہوتے .... خدا کے لئے مسلمانوں اس پر غور کرو۔ ان باتوں کو اپنے سامنے رکھو۔ تمہارے روزمرہ کے اعمال کا یہ مرقع ہے جس کو دوسری اقوام کے سامنے رکھ کر اگر دیکھو۔ تو بے اختیار یہ شعر زبان سے نکلتا ہے۔

> ایک وہ ہیں کہ جنہیں تصویر بنا آتی ہے
> ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

وہ تو اپنے مذہب کو زمانے کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچانے کے لئے ایسی باتوں کو ترک کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور عمدہ اور پسندیدہ باتیں اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن تم ہو کہ انہی باتوں میں مبتلا ہو کر اپنے پاکیزہ مذہب کے نام کو بدنام کر رہے ہو۔

کیا ان باتوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ہو سکتی ہے اور ضرور ہو سکتی ہے۔ ہاں اس کے لئے بہت تھوڑی ہمت درکار ہے۔ بیوی اگر اس پر ناراض اور باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتی۔ تو اسے بکنے دو۔ یہانتک کہ اگر والدہ بھی اس پر مصر ہے تو اس کی بھی اس بات کو نہ مانو۔ قرآن کا حکم ہے وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما اگر وہ تجھے اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر مجبور کریں۔ تو ہرگز ان کی نہ مان وصاحبھما فی الدنیا معروفاً۔ ہاں دیگر دنیوی معاملات میں ان سے سلوک کرتے رہو۔ پھر کیا حرج ہے اگر ان کی نہ مانی جائے۔ بیشک دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ گھر کے اندر اس سخت مصیبت کو دیکھ کر رنج پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آخر خدا کی رضا بھی مقدم ہے۔ دین اسلام بدنام ہوتا ہے اس کی اس میں مخالفت ہے۔ رسول اللہ صلعم کے اسوہ کے خلاف ہے پھر کیونکر مانا جا سکتا ہے۔ کس قدر نامردوں کی سی باتیں ہیں۔ کہ عورتیں تو اپنی ناجائز باتیں منوا لیتی ہیں۔ لیکن مرد عورتوں سے نہیں منوا سکتے اس کے لئے کوئی اتنی بڑی سختی کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر انسان عقلمند اور باحوصلہ ہو۔ تو انہیں وعظ کرے۔ عقلمندی کے ساتھ سمجھائے اور لاکھ کوششوں پر بھی ایک نہ مانے تو آخر خود بخود اسی کی مانی جائیگی اور وہ اپنی بات سے باز آ جائیں گی۔ اس کی بعض مثالیں بھی ہیں۔ جو پھر کبھی پیش کی جائیں گی۔ لیکن اس بارہ میں زیادہ کارگر اور دل پر اثر کرنے والی کوششیں وہی ہونگی۔ جو سمجھدار اور دیندار مستورات ایسی جہالت کو دور کرنے کے لئے کریں۔

پردہ ہونا چاہئیے یا نہیں؟

شمالی ہند کے ہندوؤں میں پردہ کا دستور ہے دکن کے ہندوؤں میں نہیں ہے۔ لاہور کے ہندو پردہ کو دور کرنے جاتے ہیں آریہ سماجی پردہ کے مخالف ہیں سکھوں نے بھی حد تک پردہ کو دور کر دیا ہے تاہم اس مسئلہ میں پورا اتفاق رائے نہیں ہے۔ مسلمان تو صاف طور پر پردہ کے حامی ہیں مگر چلو یہ سے بعض صاحب نے اس کی مخالفت کی ہے لیکن کسی نے انکی آواز کو نہیں سنا۔ ایک سکھ صاحب سردار اتر سنگھ فیروزپوری نے سکھوں میں موجودہ بے پردگی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ وہ عورتوں کے بازاروں اور سڑکوں پر بے پردہ ہو کر پھرنے اور غیر مردوں سے آنکھ ملانے اور ہنسی سے بات چیت کرنے کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ اور یہ شعر لکھتے ہیں۔

خون میں غیرت رہی باقی نہ سمجھو گے کبھی خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کا حامی

اسلامیہ ہائی سکول و سینیئر لوکل کیمرج

کالج کا اجراء اور اسکے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

الحمد للہ کہ ۲ اپریل ۱۹۱۶ء کو مسلم ہائی سکول لاہور کھل گیا اور اس میں طلباء داخل ہونے شروع ہوگئے - اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ یہ سکول ہر ایک طرح سے کامیابی حاصل کریگا - اور جیسے کہ مولانا مولوی صدرالدین صاحب پرنسپل کالج کی اعلیٰ افسران تعلیم کیساتھ ملاقات سے معلوم ہوا ہے - انشاء اللہ اس سکول کا بہت جلدی پنجاب یونیورسٹی سے الحاق ہو جائیگا - بعض لوگ جو ابتداء سے ہمارے سلسلہ کے مخالف ہیں - چونکہ اس سکول کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے یہ عرض کیا جاتا ہے کہ یہ سکول معاذ اللہ کسی دوسرے سکول یا جماعت کے خلاف نہیں کھولا گیا - بلکہ اس قسم کے سکول کی ضرورت اکثر تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب محسوس کرتے تھے کہ جسکا اسٹاف نہایت اعلیٰ ہو - جیسے کہ انگلستان کے بہترین پبلک سکولوں میں ہوتا ہے تاکہ لائق و قابل طالب علم پیدا ہوں - ہم نے محض ہمدردی اہل اسلام کیلئے بہت سی مالی قربانی کے ساتھ اس قسم کے سکول کے اجراء کا انتظام کیا ہے - جس میں اول مڈل سے ہی قابل ترین اساتذہ طلباء کو میسّر ہوں - جیسے کہ پراسپکٹس سے ظاہر ہے ہم نے کوشش کی ہے کہ قریبًا سب استاد ایم - اے - ایم - ایس - سی کی قابلیت رکھتے ہوں - یا بی - اے - آنرز یا دیگر اعلیٰ ڈگریوں سے مزیّن ہوں پرنسپل صاحب بفضلہٖ محکمہ تعلیم میں پہلے سے ہی خاص امتیاز اور شہرت رکھتے ہیں - اور اب وہ قریبًا تین سال انگلستان میں رہکر وہاں کے کالجوں اور سکولوں کی طرز تعلیم اور دیگر کوائف سے پوری آگاہی حاصل کر چکے ہیں - جہاں مروّجہ تعلیم کے حصول کیلئے اعلےٰ استاد بہم پہنچائے گئے ہیں - وہاں دینی تعلیم کے لئے بھی قابل ترین علماء باعمل کا انتظام کیا گیا ہے - اور تجویز یہ ہے کہ طلباء انٹرنس کا امتحان پاس کرنے تک تمام قرآن مجید اور حدیث شریف کو اچھی طرح سے پڑھ لیں اور اس سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کر لیں *

جو طلباء کہ ولایت جاکر ڈاکٹری - انجینئرنگ یا بیرسٹری یا آرمٹس کے امتحانات کیلئے وہاں کے کالجوں میں داخل ہونا چاہیں یا رڑکی کالج میں داخل ہونا چاہیں اُن کے لئے سینئر لوکل کیمرج کالج کلاس کھولی گئی ہے - جس میں کہ وہ باسانی انشاء اللہ ولایت کا یہ امتحان اس جگہ سے پاس کر کے اُن کالجوں میں داخل ہو سکیں گے اور اس لئے کہ ولایت جاکر بھی اپنی دینداری کو قائم رکھیں گے ان کے لئے بھی دینی تعلیم کا حصول لازمی کیا گیا ہے -

اس قسم کے سکول و کالج کے اجراء کے لئے قریبًا دو ہزار روپیہ ماہوار کا ہمکو متحمل ہونا پڑا ہے - اور اس سکول کا قریبًا تمام بوجھ سردست ہماری جماعت کے بعض مخلص احباب نے اپنے سر پر اُٹھا یا ہے - اور یہ محض ابتغاء لوجہ اللہ ہے - تاکہ اس سے مسلمانوں کا دینی و دنیادی رنگ میں بھلا ہو اور ہماری آئندہ نسلیں دیندار ہوں - اور اس غرض سے کہ کام کرنے والوں میں یکجہتی ہو - اسکے کارکن صرف ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہیں - اگر سکول محض احمدیت کی اشاعت کے لئے جاری کیا جاتا جیسے بعض لوگ غلط فہمی پھیلا رہے ہیں تو اس کے اسٹاف میں سب معلمین صرف احمدی ہی ہوتے - حالانکہ یہ بات واقعات کے خلاف ہے ہم نے اس کے اسٹاف میں بہت قابل حضرات پروفیسر رکھے ہیں جو احمدی نہیں ہیں - ماسوا اس کے ہم تو احمدیہ جماعت کا صرف اس قدر مفہوم جانتے ہیں کہ یہ جماعت اس زمانہ کے مجدد وقت کی تیار کردہ ہے - جو کہ محض خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کے لئے قائم کیگئی ہے - اس کے سوائے اس جماعت کی اور کوئی غرض نہیں اور ہمارے ساتھ جو کوئی اخلاص رکھے اور خدمات دینی میں شامل ہونا چاہے ہم اسکو خوشی سے اپنے ساتھ شامل کرتے ہیں یہ تو محض ایک عام تعلیمی درسگاہ ہے - ہم نے تو ولایت کے مشن میں بھی ملک عبدالقیوم صاحب بی - اے - علیگ کو اپنے اسٹاف میں رکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے - کہ ہم تنگدل نہیں - ہماری اخوت کا ہاتھ ہر ایک ایسے شخص کے لئے کھلا ہے جو خدمت دین اسلام کا دل میں میں اس امر کو بھی ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم حضرت مرزا صاحب قادیانی کو (جو ہمارے امام ہیں) ہرگز نبی حقیقی تسلیم نہیں کرتے - بلکہ آپکو اس زمانہ کا مجدد اور دیگر اولیاء اللہ کی طرح مجازی رنگ میں نبی مانتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) اور باتباع قرآن کریم و سنت و فرمودہ حضرت امام زمان مرحوم و مغفور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا کیونکہ اس سے ختمیت کی مہر ٹوٹتی ہے اور اس سے نبوت محمدیہ کی ہتک ہے - اس لئے ہم آخری زمانہ میں مسیح موعود کی آمد سے مراد (جیسا کہ احادیث میں آیا ہے " امامکم منکم " تمہارا امام تم میں سے ہوگا) ایک امتی کی آمد سمجھتے ہیں جو کہ مجازی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت رکھتا ہوگا - اور اس کے مصداق حضرت مرزا صاحب امام وقت کو مانتے ہیں - یہ ہمارے عقاید ہیں جنکو کہ ہم کسی سے نہیں چھپاتے - اور ہم یہ صاف طور پر عرض کر دیتے ہیں کہ یہ اسلامی شعار کے خلاف ہے کہ کسی کو کسی خاص عقیدہ کے قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جائے - اس لئے سکول میں احمدی طالب علم اور دوسرے مسلمان طالب علم یکساں طور پر داخل ہو کر فایدہ اُٹھا سکتے ہیں - اور مذہب کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں - اس لئے مذہبی تعلیم بھی عام رنگ میں رکھی ہے - یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف جو کہ سب فرقوں کے لئے یکساں ہے -

بالآخر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آخر مسلمانوں کے جہاں اتنے فرقے ہیں اُن میں ایک احمدی جماعت بھی ہے - ایسے ہی شیعہ بھی ہیں - کیا جب شیعہ کالج کھلیگا تو اس بنا پر دوسرے مسلمان اُس میں شامل نہیں ہوں گے کہ اس کے بانی مبانی شیعہ حضرات ہیں - مسلمان اسقدر تنگدلی سے کام لینگے تو وہ کسی نیک تحریک سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے - ہمارے سکول کا اسٹاف خود اس بات کی دلیل ہے - کہ یہ سکول صرف احمدی طلباء کیلئے نہیں - کیونکہ اس میں بہت سے ایسے پروفیسر ہیں جو احمدی نہیں ہیں البتہ اس سکول میں قرآن و حدیث کی تعلیم اور نماز روزہ کی پابندی لازمی ہوگی - اور جو مسلمان اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتے وہ بے شک اس میں شامل نہ ہوں مگر جن کا خدا و رسول و قرآن وہی ہے جو ہمارا ہے اُن کے لئے اس کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے - اور وہ اُس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں - کسی شخص کی مخالفت ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی - جب تک کہ خدا ہمارے مخالف نہ ہو - اور اگر وہ ہمارے ساتھ ہے تو ہماری امداد کے لئے وہی کافی ہے - اور وہی ہماری نیّات سے خوب واقف ہے - واللہ المستعان علیٰ ما یصفون و اٰخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّہ الامین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وخلفائہ اجمعین - ربّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم *

خاکسار مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور - ۴ اپریل ۱۹۱۶ء -

اعلان فسخ بیعت

میرا اعتقاد وہی ہے جو حضرت مرزا صاحب نے کہا - اور خلیفہ نورالدین صاحب نے کہا - اور جس کو اب تک راسخ الاعتقاد مان رہے ہیں - اور مانتے ہی چلے جاویں گے - پیشگوئی اسمہٗ احمد کو میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مانتا ہوں - نہ مرزا صاحب کے حق میں - حضرت احمد عربی صلعم کا میں جناب مرزا صاحب کو غلام جانتا ہوں - حضرت مرزا صاحب کو میں مجازی - جزوی نبی مانتا ہوں نہ حقیقی نبی - نبوت اور شریعت حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے - میں کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہیں جانتا - سوائے اُن کے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو کافر کہا - میں میاں صاحب کو اور اُنکی جماعت کے موجودہ عقائد کو بہت غلط اور بڑا غلو یقین کرتا ہوں

راقم عبدالستار سوسی فروش بقلم خود - از شہر ملتان -

تصحیح - گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں مسلم ہائی سکول کے لئے چندہ کی جو فہرست شایع ہوئی ہے اس میں جناب سعدالدین صاحب وکیل پشاور کا نام سعادت دین لکھا گیا ہے جو غلط ہے

کیوں نہ جاری ہوگیا ہے مسلم ہائی سکول

قاعدہ ہے یہ بیان جاہلات واہ الفضول
مصلحت قومی میں ہو جاتے ہیں دل اُنکے ملول
غم مچا دیتے ہیں فکر و غم اُن کو نہیں
ہو رہا ہے قوم پر ادبار و نکبت کا نزول
چاروں طرفوں سے لیا اسلام کو اعدا نے گھیر
مسلمانوں کو نہیں کچھ خبر جز شرب و اکول
خوش اُنہیں کیا ہے لڑائی - ہیں تماشا بین کیا
چھوٹی سی ہو بات اُس کو دیتے ہیں بیہودہ طول
عالمان اہل دنیا ہیں حریص البطن آج
علم تکفیری کی جن کو سند ہے باطل حصول
پہلوانوں کی طرح ہے شوق کشتی کا اُنہیں
حلم داور سے کراہت نفرت از قول رسولؐ
ذکر گر تعلیم قرآن اور تدریس حدیث
ہوتا ہے عزم مصمم ہے اُنہیں وہ نا قبول
لیکن تعلیم اناجیل و علوم اطلات
مطلقًا اس سے نہیں ہوتے ہیں دل اُنکے ملول
ہاں تعصّب اور حسد و بخل سے کہتے ہیں آج
کیوں یہ جاری ہوگیا ہے مسلم ہائی سکول
اس میں گو تعلیم قرآن اور تدریس حدیث
عالم و فاضل معلّم گو ہیں اصحاب عقول
تربیت اُن کی سے ہونگے جو نکہ طلباء حق شناس
ہم رہیں گے خار - وہ ہو جائینگے گلشن کے پھول
پس یہ جانے شرم ہے ہم پہلوانوں کے لئے
ہو نکتے خم ہم پچھڑیں - لیں بازی جیت اہل سکول
پیر بخشوں کو الٰہی بخش فہم اور عقل و ہوش
راہ سیدھی پر چلیں وہ چھوڑ کر راہ فضول
کاش ہو جاویں وہ خادم عاشق قول خدا
سمجھیں سمجھاویں - ہمیشہ قول آں سلطان رسول
از لطیفہ خاکسار خلیفہ عبدالحکیم احمدی عفی اللہ عنہ *

کرو دوستو خدمت پاک قرآن

ہیں اچھے جو کرتے ہیں دیں کی اشاعت
پسند آتی ہے - حق کو ایسی عبادت
جو دین الٰہی کے خادم بنے ہیں
دعاؤں میں ہے اُن کی اثر اجابت
ہے داعی الے الخیر یہ احمدی قوم
بتا دے یہ بھولوں کو راہ ہدایت
کرے وعظ توحید و تبلیغ احمد
یہ ہے اس جماعت کی غرض اور غایت
مسیحا کی بعثت کا مطلب یہی تھا
بدیں غرض کی اُس نے قائم جماعت
امیر جماعت پہ برکات حق ہوں
پڑھایا ہمیں جس نے سبق اشاعت
چھڑایا ہمیں پنجہ غالیوں سے
سکھایا ہمیں وعظ ختم رسالت
ہیں شرارت و کنگ اس کی دعائیں
وجود اس کا ہے سلسلہ کی ضمانت
کرو دوستو! خدمت پاک قرآں
کرو پیش دنیا کے نور ہدایت
ملے حق سے درجہ ھم المفلحون کا
ہو مرنا ہمارا بھی موت شہادت
ہے نور محمد یہ حق سے طلبگار
اُٹھے بن کے مسلم بیوم قیامت

رسید زر

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب احمدی - سرگودہا کی معرفت مفصلہ ذیل رقوم موصول ہوئی ہیں
ستری نظام الدین صاحب چندہ ماہوار ۵ ڈاکٹر محمد شریف صاحب ۵
منشی محمد مطیع اللہ خانصاحب ۵ مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب ۵

مذاکرہ علمیہ

حدیث ثقلین اور تشیع

(سلسلہ کیلئے دیکھو پیغام صلح نمبر ۹۶)

قال علیہ السلام۔ الکذب ذلٌ

ہم شیعہ مولویوں کی دروغ بافی کا کس قدر ذکر کریں۔ اور اُن کی ابلہ فریبی اور سامعین کو دھوکہ دینے پر کتنا کچھ تقریر کریں۔ مولوی احمد علی صاحب نے حدیث ثقلین اور حدیث غدیر۔ من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ کو باہم خلط ملط کر دیا ہے۔ مگر ان کے نصیب کہ صواعق محرقہ عربی ہمارے پاس موجود ہے۔ ابن حجر نے کسی جگہ نہیں لکھا کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ بلکہ صفحہ ۱۳۹ پر اس حدیث کو لکھکر فرماتے ہیں۔ قال الترمذی حسن غریب و اخرجہ اخرون الخ ...... پھر صفحہ ۱۴۰ پر لکھتے ہیں ولهذا الحدیث طرق کثیرۃ عن بضع وعشرین صحابیا لاحاجة لنا ببسطها۔ مگر مولوی احمد علی صاحب اصول فن حدیث سے ناواقف ہوکر لکھتے ہیں کہ اس بات سے متواتر ہوگئی۔ بھلے لوگ جب اس کے سب طرق صحیح ہوں۔ منکرات و شذوذ اور جرح سے مبرا ہوں اور پھر یہ سلسلہ صحاح حسان ہر طبقات میں کثرت سے پہنچ جاوے تب تواتر کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ کیا مولوی احمد علی صاحب نہیں دیکھتے کہ اسی صواعق محرقہ میں صفحہ ۲۵ پر ابن حجر حدیث من کنت مولاہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور سولہ صحابہ سے اور بعض کے نزدیک تیس صحابہ سے منقول ہے۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ طرقہ کثیرۃٌ۔ اور لکھتے ہیں۔ انہ صحیح لا مریۃ فیہ۔ پھر اس سے آگے چلکر فرماتے ہیں۔ ان فرقة الشیعة لتفقوا علی اعتبار التواتر فیما یستدل بہ علی الامامة و قد علم لفیہ لما مر من الخلاف فی صحت هذا الحدیث بل طاعنون فی صحتہ جماعة من ائمة الحدیث وعدولہ المرجوع الیهم فیہ کابی داؤد السجستانی وابی حاتم الرازی وغیرهم فهذا الحدیث مع کونہ احادًا مختلف فی صحتہ الخ (صفحہ ۲۵ صواعق محرقہ)

اب مولوی احمد علی صاحب اگر علم حدیث کے فن کا علم رکھتے ہوتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ باوجود اس کے کہ یہ حدیث ایک طرف تو اس قدر صحابہ سے مروی ہے اور اس کے اکثر طرق صحاح اور حسان کے درجہ تک پہنچ گئے ہیں مگر چونکہ دیگر وجوہ سے مجروح اور مختلف اور عوارض سے مملو ہے۔ اور محدثین کے نقد میں مخدوش ثابت ہوگئی ہے۔ جرح اور تعدیل میں پورے نہیں اُترے تو درجہ تواتر سے گر کر احاد تک پہنچگئی ہے۔ جیسا کہ خود صواعق محرقہ کی عبارت سے واضح اور ظاہر ہے۔ پس اے مولوی صاحب سمجھ لو کہ یہ حدیث ثقلین جس کا وہ حال ہے جو ہم نے اپنے متعدد مضامین میں اس کی قلعی کھولدی ہے۔ جو ایک محقق صاحب بصیرت اور اہل حق کے لئے کافی سے بھی زائد ہے حسن غریب کا درجہ بھی نہیں رکھتی۔ بلکہ منکرات اور تدلیسات اور کذب سے اس کے راوی متہم ہیں کب درجہ تواتر تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر ان سب امور سے اغماض نظر کی جاوے تو اس کا درجہ غایت مافی الباب احاد سے نہیں بڑھ سکتا۔ اگرچہ صحیح بھی ہو۔ اور آپ کے ہاں تو اصول اور اعتقادات اور امامت کے نصوص کو متواترات سے ثابت کرنے کے بعد قبول کیا جاتا ہے یا بایں شور اشوری یا بایں بے نمکی۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مولوی صاحب دھوکہ دہی مذموم امر ہے۔ پھر دین میں تو اشد درجہ کا گناہ ہے۔ دین کو بازیچۂ اطفال بنانا تائید مذہب میں غلط اور بیہودہ استدلال کرنا کچھ تو شرم کرنی چاہئے۔ ابن حجر نے صواعق میں ان احادیث کو فضیلت کی ذیل میں درج کیا ہے۔ اور فضائل کی احادیث تسامح سے خالی نہیں اس لئے فضائل کی احادیث سے اصولی مسائل اور اعتقادی امور کو ثابت کرنا محققین اور اہل فن کے نزدیک ہرگز درست نہیں۔ اور فضائل میں ضعیف اور احاد اور مجروح احادیث سے حجت اور استدلال کر سکتے ہیں۔ یہ شیعہ اور سُنّی ہردو کے محدثین کا متفقہ مسئلہ ہے مگر اس سے اصولی اور اعتقادی امور پر استدلال نہیں کر سکتے۔ یہی ابن حجر لکھتے ہیں۔ غایتها انها توجب ضعف سندہ و قد مر انفا ان الضعیف حجة فی المناقب (صواعق صفحہ ۲۶۔ حاشیہ)۔ فافهم۔

خاکسار نذیر علی۔ بقلم خود۔
۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء

قصۂ سیلاکہن یا وید کا بھید

(گذشتہ سے پیوستہ)

منتر کا اصل ترجمہ

جناب اگنی کے اوصاف حمیدہ سے تعارف کے بعد جو آریہ سماج کی مایۂ ناز تفسیر میں مرقوم ہیں نرکت نے جو ترجمہ رگوید کے پہلے منتر کا کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(اگنم یا چامی (ایڑ دھیشنیا کریا پوجا کرما) میں اگنی سے یا چنا (دعا) کرتا ہوں لفظ ایڑ دھ کے معنی دعا کرنا۔ مانگنا اور پوجا کرنے کے ہیں۔ نرکت کے اس ترجمہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ یہاں آگ کی پرستش ثابت ہے اور آتش پرستی کے سوا اور کچھ اس منتر کا مطلب نہیں۔ ورنہ نرکت میں ضرور مذکور ہوتے۔

اس منتر پر دیانندجی کی گلکاری

اس منتر پر سوامی دیانند جی کی گلکاری بھی قابل ملاحظہ ہے۔ ملاحظہ ہو رگوید بھاشیہ سوامی دیانند۔

ہم لوگ (دیجیے) علما کے لائق مجموعی تعریف صفات اور فعل کے (دہوتارم) بخشنے اور لینے والے پیدائش کے وقت دنیا پیدا کرنے والے اور موسموں میں عبادت لائق (دیر وہتم) پیدائش سے قبل ذرات عالم کے رکھنے والے (رلوجم) باربار جسیم مخلوق کو وقت پر بنانے والے قابل پرستش (رتن دھاتم) یقین کرکے دریا زمین یا سونا وغیرہ رتن رکھنے والے (دیوم) دینے والے یا سب چیزوں کو روشن کرنیوالے (اگنی) پرمیشور کی (ایڑھے) ستایش کرتے ہیں۔

دوسرے معنے فائدہ اٹھانے کے لئے (دیجیے) ہم لوگ علم اور صناعی سے پیدا کرنے لائق چیزوں (دہوتارم) دینے والے (دیر وہتم) ان چیزوں کے پیدا کرنے کے زمانے سے پہلے بھی موجود رکھنے والے (رلوجم) فن صناعی کے وسائل کے باعث سے (رتن دھاتم) اچھے اچھے رتن سونا وغیرہ دلانے والے (دیوم) جنگ وغیرہ میں ان ہتھیاروں کے ذریعے کہ جو چلتے میں فتح کرنے والے۔ (اگنی) دنیاوی آگ کی (ایڑھے) باربار (ورتو) کرتے ہیں۔

تیسرے معنے۔ اے اگنی پرمیشور تم عین علم ہو میں تمہاری تعریف کرتا ہوں تم (دیر وہتم) سب جگت کے پیارے ہو۔ (دیجیہ دیوم) سب لوگوں کے معبود ہو (رلوجم) بسنت وغیرہ موسم کے بنانے والے ہو (دہوتارم) سب دنیا کو زہد اور فیض دینے والے اور پرلے کے وقت علت فاعلی میں سب دنیا کا ہوم کرنے والے ہو۔ (ایڑھے) اس لئے میں بار بار آپ کی تعریف کرتا ہوں۔ اس کو قبول کیجیے۔ (آریہ بھونی)

سوامی جی کا ترجمہ سونے میں سہاگہ نہیں بلکہ پیتل پر ملمع ہے جن الفاظ پر خط کھینچا گیا ہے۔ ان کے مترادف الفاظ وید میں قطعاً نہیں ہیں اور نہ ان الفاظ کے یہ معنے کسی قدیم بھاشیہ میں مرقوم ہیں۔ بلکہ از سرتا پا سوامی جی کی ایجاد ہیں۔ اگر ان معنوں کی سند کسی جگہ ہو تو دیانندی دوست پیش کرکے مبلغ ہزار کا انعام لیں۔

سوامی جی کے ملمع نے مضمون خبط کر دینے کے علاوہ عبارت ایسی بے جوڑ اور مہمل کر دی ہے کہ ایک فقرہ کا دوسرے فقرے سے کوئی ربط نظر نہیں آتا۔

آتش پرستی کی حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عالم کائنات میں کوئی چیز موجودہ حالت میں خلق نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک نہایت ہی بسیط اور سادہ حالت سے قانون قدرت کے مضبوط ہاتھ کے ماتحت اس حالت پر پہنچی ہے۔ اسی طرح مذہب نے بھی مختلف حالات اور مختلف وقتوں میں ضرورت زمانہ کے ماتحت شاخسانے نکالے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم تمدن کے علمی نشان رگوید کے ۱۰۱۷ اگیت ہیں۔ جن سے ہندیوں کے ابتدائی خیالات اور مذہب کی شان ہویدا ہے۔ وید مقدس کے شجرہ عظیم کی ۱۱۳۱ شاخوں میں سے صرف ۴ پژمردہ شاخیں اس وقت باقی رہ گئی ہیں ان کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ ۳۳ دیوتا۔ جن میں سے ۱۱ آسمان کے ۱۱ پانی کے اور ۱۱ زمین کے ہیں۔ کی مبالغہ آمیز تعریف بار بار بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ نرکت میں ان کے الگ الگ مقامات کی تعیین موجود ہے۔ اگنی دیوتا کا مقام زمین قرار دیا گیا ہے۔ بعض دیوتا فائدے کے لالچ سے تسلیم کئے گئے ہیں اور بعض کے آگے خوف سے سر جھکایا گیا ہے۔ آگ کی دریافت ابتدائی تمدن کے لئے نہایت ضروری چیز تھی۔ انسان کی زندگی میں کسقدر تغیر عظیم پیدا کر دینے والا عنصر ہے۔ انسان اس کی دریافت سے تہذیب کے پہلے زینے پر قدم رکھتا ہے۔ اس کی بدولت کچی اور خام چیزوں کی بجائے انسان پکا کر کھانے لگتا ہے۔ تیرہ و تار راتیں اسکی برکت سے روشن ہوگئی ہیں۔ انسان کی [illegible] صرف [illegible] کا کام [illegible] شب کی تاریکی میں بھی کام کرنے لگتی ہے۔ کڑکتی ہوئی سردی اور تھرتھرا دینے والے جاڑوں سے انسان اپنی زندگی کو بچانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس جمال آتشی کی قدر اس وقت بھی اُن حیوانی ہستیوں سے پوچھو جو جنگل میں مسافروں کی روانگی کے بعد اس اگنی دیوتا کے پاس آ بیٹھتے ہیں جو مسافروں نے سردی کے لئے جلائی تھی۔ لکڑی کو لکڑی کے ساتھ رگڑ کر جو آگ پیدا کی جاتی تھی اس کی پیدائش کو عجیب در عجیب رنگ آمیزی کے پیرایوں میں وید مقدس کی رچاؤں میں بیان کیا گیا ہے۔ اور عہد قدیم کے رشیوں نے اس کی تعریف میں اپنے آپ کو گنگ پایا ہے۔ ان کی نگاہ میں یہ کس قدر محیر العقول نظارہ ہے کہ جو کچھ اس آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ آگ اسکو رفعت کے آسمان پر پہنچا دیتی ہے وہ ایک مقدس رسول ہے۔ پردہت ہے۔ جو خدا کی طرف سے انسان کی طرف نہیں بلکہ انسان کی طرف سے آسمانی خداؤں کی طرف جاتا ہے۔ اور اس پیغام اور نذر و نیاز کو جو انسان آسمانی ہستیوں کو اپنے پر مہربان کرنے کیلئے بھیجتا ہے اُن تک پہنچا دیتا ہے آسمانی دیوتا اس کے ذریعے سے خوشنودی کی بُو سونگھتے ہیں

تنقید

(۱) اس منتر کا مصنف جیساکہ اس سوکت کے سر پر رونہ اصل سے مرقوم ہے۔ مدہو چھندا ولد وشوامتر ہے۔ یہ کہنا کہ مدہو ولد چھندا اس سوکت کا مصنف نہیں بلکہ اس پر وید منتر کا اصل مفہوم ظاہر ہوا تھا۔ ایک بے ثبوت دعوےٰ ہے کیونکہ وہ اصل مفہوم جو اس رشی پر ظاہر ہوا تھا۔ وہ تو موجود نہیں صرف نام کا کیا فائدہ۔ نام کی بجائے اگر مفہوم موجود ہوتا تو آج ویدوں کے منتر ناپید اکلید کے مصداق نہ ہوتے۔ اس امر کی تائید میں کہ ویدوں کے مصنف وہی مقدس رشی ہیں جن کا نام ہر سوکت کے سر پر موجود ہے۔ میں سوامی وِویکانند جیسے مہاتما کے الفاظ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ سوامی جی نے شکاگو (امریکہ) کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس میں بڑے فخر سے بیان کیا کہ "وید ان روحانی قوانین کا مجموعہ ہے جو مختلف اشخاص نے مختلف زمانوں میں دریافت کئے تھے (وید کو الہامی کہنے والے منتر مانیں) اُن قوانین کی تدوین کرنیوالے رشی تھے۔ ہم ان کو کامل سمجھکر عزت کرتے ہیں اور سامعین کی خدمت میں اس بات کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ اعلےٰ درجہ کے مدوّنان قوانین روحانی میں چند عورتیں بھی تھیں"

(۲) اگنی کے معنے ایشور کسی معتبر لغت میں نہیں لکھے۔ بلکہ امر کوش نرکت۔ منیشتھ وغیرہ میں آگ لکھے ہیں۔

(۳) وید مقدس میں یہ مذکور نہیں کہ یہ دعا خود ایشور جی مانگتے ہیں یا لوگوں کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیتے ہیں۔ پس اگر یہ الہامی ہے تو خود ایشور جی آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی رشی یہ دعا مانگتا ہے تو یہ الہامی کلام نہیں۔ سوامی دیانند جی نے جو سورہ فاتحہ پر اعتراض کیا ہے۔ اُسکو ملحوظ رکھکر جواب کی تکلیف فرمائی جاوے۔

(۴) اس آتش پرستی کی تاویل جو ہوا کی شدھی (صفائی) سے کرتے ہیں تو اول تو آجکل اس قدر انجن اور آتشی بھٹیاں ہیں کہ اُن کی موجودگی میں آریوں کی ویدی (آگ جلانے کا گڑھا) آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ اور اگر ہون سے واقعی ہوا صاف ہوتی ہے تو مہربانی کرکے کل آریہ سماجی ایک اپنے مکان میں بند ہوکر بڑا عظیم الشان ہون کریں اور اس میں دل بھی اور خوشبوئیں جلائیں۔ اور اُس مکان کو چاروں طرف سے خوب بند کرلیں تاکہ ساری صاف شدہ ہوا اندر ہی رہے پھر جیسے خدا بچائے اس سے ہم ہوا کی شدھی کی کیفیت پوچھ لیں گے۔

خاکسار۔ عبدالحق ودیارتھی۔

حافظ ابراہیم بن طہمان کو بیت المال سے ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ ایکبار اُن سے خلیفہ کے دربار میں کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ "میں نہیں جانتا" لوگ بولے کہ آپ ہر مہینہ میں اسقدر وظیفہ لیتے ہیں۔ اور ایک مسئلہ کا صحیح جواب نہیں دے سکتے" بولے۔ میں وظیفہ اس غرض سے لیتا ہوں کہ صحیح مسئلہ بتا سکوں۔ اور اگر غیر صحیح مسئلہ پر میں وظیفہ لینا پسند کرتا تو اب تک بیت المال کا کل سرمایہ فنا ہو چکا ہوتا۔[۱]

علم حدیث کی صحت کا تمام تر دار ومدار جرح و تعدیل پر ہے۔ لیکن ایکبار قاضی معاذ بن معاذ نے عفان بن مسلم کو دس ہزار اشرفیاں اس غرض سے دیں کہ وہ ایک شخص پر جرح و تعدیل نہ کریں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ "میں حق کو باطل نہیں کر سکتا"[۲]۔

ایکبار ایک ہاشمی ابن مبارک کے پاس حدیث سننے کیلئے آیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ واپس چلا تو اُٹھے اور رکاب تھام کر اسکو سوار کرایا۔ ہاشمی نے کہا کہ آپ میرے سامنے حدیث تو بیان نہیں کرتے اور میرا رکاب تھامتے ہیں" بولے، میں آپکے سامنے خود تو ذلیل ہو سکتا ہوں۔ لیکن حدیث کو ذلیل نہیں کر سکتا۔[۳]

مذہبی روایات کی بےحرمتی کی ابتدا سب سے پہلے امرا کے گروہ کیطرف سے ہوتی ہے۔ پھر اُنکے اثر سے یہ زہر تمام قوم کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ لیکن محدثین کرام نے امراء کے سامنے کبھی فن حدیث کی بےحرمتی گوارا نہیں کی۔ ایکبار سلطان مسعود عبدالقاہر رہاوی کے حلقۂ درس میں آیا اور اپنے بھائی سے باتیں کرنا شروع کیں انہوں نے ڈانٹا اور کہا کہ "ہم علم حدیث کی تعلیم اس غرض سے نہیں دیتے کہ تم دونوں یہاں آکر باتیں کرو"[۴]

اس بےنیازی کا اثر اشاعت حدیث پر احادیث نبوی کی حفاظت و صیانت کے ساتھ محدثین کرام کے اس زہد و استغناء کا اثر اشاعت حدیث پر بھی نہایت وسعت کے ساتھ پڑا۔ جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ثابت ہوا ہوگا اس بےنیازی نے محدثین کی نگاہ میں مال و دولت کو بالکل بےحقیقت کر دیا تھا اسلئے اُنکو جو کچھ ملتا تھا اسکو بیدریغ علم حدیث کی تدوین و اشاعت میں صرف کرتے تھے۔ حافظ صالح بن احمد کی ملک میں صرف ایک چکی تھی۔ اُنہوں نے بٹوارا کرایا تو اُنکو ۰۰، ۷ دینار پر فروخت کر ڈالا، اور اس رقم سے طلبہ کے لیے تحریر و کتابت کا سامان فراہم کیا۔[۵]

حافظ ابن جوہری نے اپنی کل میراث فن حدیث کی جمع و ترتیب میں صرف کر دی۔[۶] حافظ ابوالقاسم کو سلطنت کی طرف سے جو ماہوار تنخواہ ملتی تھی اُس میں سے ایک حبہ بھی اپنے اوپر صرف نہیں کرتے تھے بلکہ اسکو طلبہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔[۷] حافظ احمد بن مہدی نہایت دولتمند محدث تھے۔ اور اپنی دولت کا بہت بڑا حصہ اہل علم پر صرف کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان پر تین لاکھ درہم صرف کیا۔[۸]

شیخ بن محمد بھی نہایت دولتمند تھے اور مکہ میں اہل حدیث کے لئے بہت سی جائداد وقف کر رکھی تھی۔[۹]

متانت و وقار تمدن ایک دائمی حرکت کا نام ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں سنجیدگی و متانت بالکل مفقود ہو گئی ہے اور اسکی جگہ تفریح اور لہو و لعب کے سامان نے لے لی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مذہبی۔ ملکی اور قومی مقاصد کے لئے شاندار جلسے کئے جاتے ہیں قوم اور ملک کے تمام اکابر و اعیان اُن میں جمع ہوتے ہیں لیکن شور و غل کے سوا ان میں سکون و اطمینان کی جھلک کہیں نظر نہیں آتی لیکن علم حدیث کے ادب و احترام نے محدثین کرام کو متانت و وقار کا مجسمہ بنا دیا تھا۔ اسلئے انکی مقدس صحبتوں میں کلمات طیبہ نبویہ کی صدائے بازگشت کے سوا اور کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی امام ابراہیم بن ابی طالب کے حلقۂ درس میں طلبا بمشکل چھینک سکتے تھے۔[۱۰] حافظ عبداللہ بن موسیٰ کے متعلق عجلی کا بیان ہے کہ انکو کسی نے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا[۱۱]۔ امام اسحاق بن سفیان ایکمرتبہ حدیث کی روایت کر رہے تھے بسوء اتفاق سے ایک لڑکا ہنس پڑا۔ انہوں نے فوراً اسکو نکلوا دیا۔[۱۲]

یہ متانت اور وقار محدثین کا عام شعار تھا اور اگر کوئی محدث اسکے خلاف کوئی حرکت کرتا تھا تو اسپر سخت اعتراضات کئے جاتے تھے امام ابوعبداللہ صوری فطرۃً ظریف الطبع اور خوش مزاج محدث تھے ایکدن وہ ابوالعباس رازی کے سامنے پڑھ رہے تھے کہ انکو کسی بات پر ہنسی آگئی۔ اس شہر کی ایک جماعت نے جو وہاں موجود تھی اسپر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ "آپکے شایان شان نہیں آپ حدیث رسول اللہ پڑھتے ہیں اور پھر ہنستے ہیں ہمارے شہر کے شیوخ اسکو پسند نہیں کرتے"[۱۳]

محدثین کی اسی متانت و سنجیدگی نے فن حدیث کی عزت و وقار کو قائم رکھا۔ تم نے اوپر پڑھا ہوگا کہ جب ایک بادشاہ نے ایک محدث کے حلقۂ درس میں باتیں کرنا شروع کیں تو انہوں نے اسکو کسطرح ڈانٹ بتائی (بعد از معارف)

---

[۱] طبقات الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۹۲۔ [۲] ایضاً جلد ا صفحہ ۳۴۸۔ [۳] ایضاً جلد ا صفحہ ۲۵۲۔ [۴] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۹۷۔ [۵] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۱۹۴۔ [۶] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۲۵۰۔ [۷] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۴۱۔ [۸] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۴۔ [۹] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۸۔ [۱۰] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۱۳۔ [۱۱] ایضاً جلد ا صفحہ ۳۲۴۔ [۱۲] ایضاً جلد ۔ صفحہ ۲۳۵۔ [۱۳] ایضاً جلد ۲۔ صفحہ ۳۱۲۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ ۵ اپریل کو بروز جمعرات امرتسر جناب بابو صفدر جنگ صاحب سابق کوتوال امرتسر کے ہاں ایک شادی کی تقریب پر تشریف لے گئے۔ اس سے پیشتر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی کامل پور سے لاہور ہوتے ہوئے امرتسر تشریف لیجا چکے تھے۔ آج ۹ اپریل کی صبح کو ہر دو مخدومان ملت واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب لاہور ہوتے ہوئے اسی وقت کامل پور واپس چلے گئے۔

مسلم ہائی سکول بفضلہ تعالےٰ دن بدن رونق اور ترقی پر ہے پچاس سے زائد طالب علم اس وقت تک اپنے نام لکھوا چکے ہیں۔ پڑھائی شروع ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے رحمت و برکت کا موجب ٹھیرائے۔

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں ۸ اپریل کو بوقت ۱۰ بجے صبح حضرت مولٰنا مولوی صدرالدین صاحب کا عظیم الشان لیکچر اسلام پر ہوا۔ مولٰنا موصوف کا لیکچر اپنی شان اور دلچسپی کے لحاظ سے تمام جلسہ میں نرالا لیکچر تھا۔ جسے لوگوں نے نہایت دلچسپی سے سنا۔ آپ نے اسلام کے زندہ اور فطرتی مذہب ہونے کا قرآن سے ذکر کرتے ہوئے اپنے ذاتی تجارب کو جو ووکنگ مشن میں حاصل ہوئے بیان کیا اور کئی ایک انگریزوں کی مثالوں سے بتایا کہ کس طرح اسلام باوجود ان تک نہ پہنچنے کے ان کے دلوں میں گھر کر رہا ہے۔ اور وہ بغیر اس بات کے جاننے کے کہ یہ مذہب اسلام ہے اپنے آبائی مذہب سے بیزار ہو کر ان اصولوں اور اعتقادات پر کاربند ہیں۔ جو اسلام نے تلقین کئے۔ اسکے ساتھ ہی آپ اپنی برجستہ اور پُر فصاحت تقریر میں حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کارناموں کا بھی نہایت خوبصورت پیرایہ میں ذکر کرتے رہے۔ تقریر اس قدر موثر اور دلچسپ تھی۔ کہ جب وقت بہت گذر جانے کے باعث اراکین انجمن نے اسے ختم کرنے کے لئے کہا۔ تو کل حاضرین نے بالاتفاق اسکو جاری رکھنے پر زور دیا۔ بلکہ مولوی عبدالمجید صاحب بی اے ایل وکیل لائل پور نے بھی اپنا وقت دے دیا۔ اس لئے کوئی پونے دو گھنٹہ تک تقریر ہوتی رہی اور لوگ نہایت ذوق و شوق سے اسے سنتے رہے۔ حتےٰ کہ جب آخر میں اراکین انجمن کی استدعا پر آپ نے اسے ختم کیا تو لوگ ابھی تک اس پر راضی نہ تھے۔ دوران تقریر میں بہت لوگوں نے آپ کی اس شاندار تقریر کے اعزاز میں ۵ روپے سے لیکر ۲۰ روپیہ تک کی مختلف رقوم بطور عطیہ انجمن کو دیں۔

چندہ جماعت لائل پور

نام	روپیہ	آنہ	پائی
شیخ مولابخش صاحب مالک کارخانہ	۶	۰	۰
میاں محمد صاحب	۶	۰	۰
منشی نذر محمد صاحب	۰	۸	۰
منشی اللہ جوایا صاحب	۰	۸	۰
شیخ مولابخش صاحب کالونی ہوس	۱۰	۰	۰
حاجی مبارک الدین صاحب	۲	۰	۰
شیخ مولابخش صاحب آڑھتی	۲	۰	۰
میاں محمد یوسف صاحب	۰	۴	۰
بابو محمد حسین صاحب نقشہ نویس	۰	۸	۰
بابو محمد حسین صاحب پوسٹ ماسٹر	۱	۰	۰
بقایا سابقہ	۰	۱۰	۰
میزان کل	۲۹	۶	۰

شیخ ہدایت اللہ صاحب احمدی بوٹ مرچنٹ پشاور سے ذیل کی رقوم برائے اشاعت اسلام فنڈ ارسال فرماتے ہیں:-

نام	روپیہ	آنہ	پائی
شیخ صاحب خود	۱۰	۰	۰
اہلیہ شیخ صاحب	۱۰	۰	۰
سیڈ ریڈ مجی صاحب نومسلم	۳	۰	۰
قیمت کھال	۲	۰	۰

نومبائعین

ذیل کے اصحاب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدؑ کی بیعت میں داخل ہوئے منشی محمد نصیب صاحب لاہور۔ سید آل احمد صاحب امروہہ۔ منشی اللہ بخش صاحب۔ ڈیرہ غازی خان۔

تازہ خبریں

روز روشن میں ڈاکہ:- کلکتہ کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ ضلع بوگرا کے مقام مہاستھان گور میں ایک میلہ کے موقعہ پر سخت ڈاکہ پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے بدمعاش جنکی تعداد سو کے قریب بتائی جاتی ہے روز روشن میں پونا کی ایک سرکس پارٹی پر جو میلہ میں تماشا دکھا رہی تھی حملہ آور ہوئے اور دیکھنے والوں اور دوکانداروں کو زد و کوب کر کے خیمہ کو آگ لگا دی اور ۱۰ ہزار روپیہ کا مال و نقد لیکر چلتے بنے۔ اسی اثناء میں سرکس کا ایک شیر کھل گیا۔ اور اس نے بعض جانوروں کو نقصان پہنچایا۔ پولیس نے فوراً اپنے سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع دی۔ جس پر صاحب مجسٹریٹ پولیس کے مسلح سپاہیوں کو ہمراہ لیکر موقعہ پر پہنچ گئے اور قریباً ۲۴ اشخاص کو گرفتار کر لیا ہے۔ مزید تحقیقات جاری ہے۔

دیناج پور میں خانہ تلاشی - چند روز ہوئے خفیہ پولیس نے کئی ایک مکانات کی تلاشی کے دوران میں چند نوجوانوں کو گرفتار کر لیا ایک کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ اس نے بعض غلط بیانات دیئے تھے ایک لڑکا کئی دن سے اپنے آپ کو مخفی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پولیس نے بدقت تمام اس کا پتہ لگا لیا۔ جب پولیس نے اسکے مکان کو گھیر لیا تو وہ ایک دیوار پر چڑھ گیا کہ شائد اس حیلہ سے جان بچ جائے۔ لیکن انجام کار وہ بھی گرفتار کر لیا گیا۔ عام خیال ہے کہ چند نوجوان پولیس کی زد سے بچنے کے لئے دیناج پور میں آئے ہوئے ہیں۔ چھپانے کی خاطر ریلوے سٹیشن کے قریب ہی انہوں نے ایک مکان بھی کرایہ پر لے لیا تھا۔ لیکن اُن کا یہ تمام فریب کامیاب نہ ہو سکا۔ اور سب یکے بعد دیگرے زیر حراست کر لئے گئے۔

ایک سوداگر لٹ گیا ڈائمنڈ ہاربر کلکتہ کی کلیبی روڈ پر ایک بنگالی سوداگر کپڑے کی دکان کرتا ہے گذشتہ چہارشنبہ کو کام کاج سے فارغ ہو کر کچھ رات گذرے حسب معمول گھر کو واپس جا رہا تھا۔ اور بدقسمتی سے اُس روز کی تمام آمدنی اسکی جیب میں تھی جس کی مقدار چار سو چالیس روپیہ ہوگی۔

ابھی گھر میں گھسنے نہ پایا تھا۔ کہ ایک درجن لٹھ بازوں نے بیک وقت اُس پر حملہ کر کے اس قدر شدت سے زد و کوب کی جس سے انکو یقین ہو گیا۔ کہ اب اس سخت جان میں زندگی کے آثار نہیں رہے۔ رقم جیب سے ہی نکال کر اسکو مردہ خیال کر کے نہر کے کنارہ پر پھینکدیا اور خود رفو چکر ہو گئے۔ صبح کو پولیس نے خبر ملنے پر مقامی ہسپتال میں اس کے بیانات لئے۔

مسلح ڈاکوؤں کا تعاقب - چھاؤنی بارکپور کے قریب قصبہ بلیوکریں رات کے اندھیرے میں ڈاکوؤں کا ایک زبردست گروہ جس میں کم و بیش تیس پینتیس آدمی ہوں گے آتشیں آلات سے مسلح ہو کر ایک مکان پر حملہ آور ہوئے۔ اگرچہ نصف شب کا حصہ گذر چکا تھا۔ حسن اتفاق سے گھر والوں کی آنکھ کھل گئی۔ اور شور برپا کر دیا گاؤں والے لاٹھیاں لیکر فوراً موجود ہو گئے۔ اور ڈاکوؤں کو اندازہ حرب دیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ ڈاکوؤں نے بندوق کے فائر کرنے شروع کر دیئے اُن کو امید تھی۔ کہ گاؤں کے لوگ خوف زدہ ہو کر بھاگ جائینگے لیکن انہوں نے اور زیادہ ہمت سے کام لیا۔ اور اگرچہ ان کا ساتھی سخت مجروح ہو چکا تھا۔ اس پر بھی انہوں نے ڈاکوؤں کا ناک میں دم کر دیا جب ڈاکوؤں کا ایک ساتھی گرفتار ہو گیا تو یہ بھاگے لیکن اہل دیہ نے ان کا تعاقب جاری رکھا یہاں تک کہ ریلوے سٹیشن کے قریب وہاں کی پولیس کی نصرت و اعانت سے دو اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا۔ باقی اندھیرے میں کہیں غائب ہو گئے لیکن پولیس ان کی تلاش و جستجو میں مصروف ہے"۔

فصل و موسم پنجاب - اس ہفتہ کے اندر اکثر اضلاع میں خفیف بارش ہوئی جو مفید ثابت ہوئی جنوب مشرقی اضلاع کے بعض حصوں کے سوا جہاں غیر آبپاش فصلوں کی کٹائی شروع ہو گئی ہے ہر جگہ مزید بارش کی ضرورت ہے نہری علاقوں کے گیہوں اور دیگر فصلوں کی حالت اور پیداوار کی توقعات متوسط اور عمدہ کے مابین اور ... علاقوں کی فصلیں متوسط سے کم ہیں۔ بعض اضلاع میں سرسوں چنے اور جو کی کٹائی جاری ہے۔ زائد فصل بجہ اور نیشکر کی تخم ریزی ہو رہی ہے۔ مواشی کی حالت عام طور پر اچھی ہے اور پینے اور آبپاشی کے لئے پانی اور چارہ کافی ہے۔ مگر لاہور اور شاہپور میں نہر کے پانی کی قلت ہے۔ غلہ کا ذخیرہ کافی ہے۔ نرخ عام طور پر ساکن ہے۔ مگر کسی قدر مائل بارزانی ہے۔ گیہوں کا نرخ ضلع راولپنڈی میں ۸ سیر فیروزپور اور لاہور میں ۹½ سیر لائل پور میں ۹¾ سیر اور انبالہ میں ۱۰½ سیر فی روپیہ ہے۔

منقولات

اخلاق نبوی کا ایک عظیم الشان مظہر

یعنی

محدثین کرام کے فضائل اخلاق

(۱۴)

(از مولانا عبدالسلام ندوی)

عالم زنا نہی و ز افغان ما پُر است
شد عندلیب خاک و چمن از نوا پُر است

مادیت دنیا کو مختلف مناظر دکھا دکھا کر اپنا فریفتہ بناتی رہتی ہے صبح ہونے کے ساتھ آسمان اپنے ہاتھ میں ایک جام زرنگار لیکر نمایاں ہوتا ہے اور تمام دنیا کو مخمور کر جاتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو شفق کی ارغوانی شراب اس جام کو لبریز کر دیتی ہے اور دنیا نشہ میں چور ہو کر سرمست بادۂ خواب ہو جاتی ہے۔ بہار آتی ہے تو زمین کی قوت نمو کبھی سبزہ زار کی صورت میں زمین پر چھا جاتی ہے۔ کبھی سرو صنوبر کی شکل میں کنگرۂ فلک سے ٹکر لڑنا چاہتی ہے۔ اور کبھی پھولوں کے قالب میں تمام فضا کو محیط ہو جاتی ہے۔ غرض دن نہیں نکلتا بلکہ مادیت نئے آن بان سے نکلتی ہے۔ شام نہیں آتی بلکہ مادیت عروس از بنکر ہمارے سامنے آتی ہے موسم نہیں بدلتے بلکہ مادیت اپنے نئے نئے لباس بدل کر ہمارے سامنے نمایاں ہوتی ہے۔ لیکن کیا ان میں ایک چیز بھی اپنی قوت جذب و کشش کو ہمیشہ قائم رکھ سکتی ہے؟ کیا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہتا ہے؟ کیا شفق ہمیشہ پھولی رہتی ہے؟ کیا سبزہ ہمیشہ لہلہاتا رہتا ہے؟ کیا سرو صنوبر کی گردن ہمیشہ بلند رہتی ہے؟ کیا پھول ہمیشہ شاداب رہتے ہیں؟ یقیناً نہیں رہتے۔ اور اگر یہ ظاہر فریب نظارہ ہمیشہ کیلئے قائم نہیں رہتا تو ہمکو مادیت کے دائرہ سے آگے بڑھکر اس عالم قدس میں قدم رکھنا چاہئے۔ جس کی نسبت ایک نکتہ دان فطرت نے کہا تھا۔

لیک بالاتر ازیں جملہ جہانے دگر است
کہ ندراں کالبد دیگر و جہانے دگر است

یہی وہ عالم ہے جس کا سورج کبھی نہیں ڈوبتا اور یہی وہ باغ ہے جس کی بہار پر کبھی خزاں نہیں آتی اور یہی وہ دنیا ہے جو کبھی قالب بے روح نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی عالم میں زندگی بسر فرماتی تھی۔ اس لئے آپ کا روحانی اثر ہمیشہ قائم رہا اور ہمیشہ قائم رہیگا۔ صحابہ کرام کی زندگی اسی آفتاب عالمتاب کا پرتو تھی اور محدثین کرام کو اسی مسیح النفس کے کلمات طیبات نے زندگی بخشی تھی۔ صحابہ کرام نے آپ کے خلق عظیم کو اپنی عملی طاقت سے جس طرح زندہ رکھا تھا اس کے لئے سیر الصحابہ کی اشاعت کا انتظار کرنا چاہئے۔ لیکن تابعین تبع تابعین اور محدثین کرام کی زندگی بھی نہایت وسعت کے ساتھ آپ کی تعلیمات و تلقینات کے عملی آثار و نتائج کو نمایاں کر سکتی ہے اس لئے ہم نے اپنے مطالعہ کے مصروف اوقات میں ان بزرگوں کے فضائل اخلاق کا بھی

دیکھا - جہاں کہیں کوئی ٹکڑا اٹھالیا

اور آج اپنے ان لختہائے جگر کو وقف عام کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم

تمام محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ دنیا کی کسی قوم نے اپنے پیغمبر کی روایات کو اس صداقت۔ اس دیانت اس محنت اور اس جامعیت کے ساتھ محفوظ نہیں رکھا۔ جس کی مثال مسلمانوں کے علم حدیث کے ہر صفحہ سے مل سکتی ہے۔ لیکن کیا محدثین کرام کے فضائل اخلاق کے سوا اور کسی چیز نے مسلمانوں کو اس فخر کا موقع دیا ہے؟ دنیا میں اور بھی بہت سے علوم و فنون پھیلے۔ لیکن کوئی بھی دنیوی مفاسد سے خالی نہ تھا اور اس لئے ان کے اثر سے آزاد نہ تھا صرف ایک علم حدیث ہے۔ جس کا مقصد مذہب اور اخلاق کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور مسلمانوں کو فخر ہے کہ محدثین کرام کی اخلاقی طاقت نے اس مقصد جلیل کو ہمیشہ قائم رکھا۔

استغنا و قناعت محدثین کرام نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ امام ابراہیم بن ابی طالب کا ذریعہ معاش صرف ایک دوکان کا کرایہ تھا جس کی مقدار ۱۹ درہم ماہوار تھی[1]۔ امام محمود بن علی بن میمون اجرت پر کتابت کر کے وجہ معاش حاصل کرتے تھے[2]۔ امام ابن سکرہ کا گذر اوقات معمولی تجارت پر تھا جسکو وہ چند دوستوں کی شرکت میں کرتے تھے[3]۔ امام ابو محمد الحسین بن مسعود کے باپ پوستین بناتے تھے۔ اور اسکو بیچکر وجہ معاش پیدا کرتے تھے۔ اس حالت میں وہ اس قناعت کے ساتھ زندگی

[1] طبقات الحفاظ جلد ۴ صفحہ ۱۹ [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ [3] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۷۵

کو صرف روٹی کا ایک ٹکڑا ملا اور یہ ہچا ہے تھے لوگوں نے اس پر ملامت کی تو زیتون کے تیل کا اور اضافہ کر لیا[1]۔ اس بنا پر اگر محدثین کرام کے ہاتھ کو زہد اور استغنا نے نذر کا نہ ہوتا تو وہ نہایت آسانی کے ساتھ دست سوال بن سکتا تھا۔ لیکن با ایں ہمہ قناعت و بے نیازی نے ان کے ہاتھ کو کبھی امراء و سلاطین کے دامن کرم کی طرف بڑھنے نہ دیا۔

اسلام میں اکثر علوم و فنون نے امراء و سلاطین کی شاہانہ فیاضیوں کے بل پر ترقی کی ہے۔ مامون نے فلسفہ یونانی کا ترجمہ کروایا تو جس کاغذ پر ترجمہ کیا جاتا تھا اس کے برابر تول تول کے سونا دیتا تھا۔ اس لئے بہت سے لوگ دبیز کاغذ پر ترجمہ کرتے تھے۔ کہ معاوضہ زیادہ ہاتھ آئے۔ لیکن محدثین کرام کے استغنا نے درہم و دینار کو ہمیشہ اپنے دامن کا بدنما داغ سمجھا اور اگر کسی محدث نے اس زرین اخلاقی اصول کی خلاف ورزی کی تو اس کے لئے یہ سخت ننگ و عار کا موجب خیال کیا گیا۔ امام حارث بن محمد چونکہ نہایت تنگدست و کثیر العیال تھے۔ اس لئے ان کو مجبوراً روایت حدیث پر مالی معاوضہ لینا پڑتا تھا۔ لیکن با ایں ہمہ مجبوری دارقطنی نے ان کی توثیق کی تو ان الفاظ میں اس کا دفع دخل کیا

وما اخذ الدراهم على روايته فكان فقيرا اكثيرا لبنات[2]	لیکن وہ روایت پر اسلئے درہم لیتے تھے کہ وہ محتاج تھے اور ان کے بہت سی لڑکیاں تھیں۔

اسی مجبوری کی وجہ سے علی بن عبدالعزیز بھی اس ننگ کو گوارا کرتے تھے اور لوگوں کی لعنت و ملامت سہتے تھے۔ نسائی نے اسی عیب کی بنا پر ان کو ناپسند کیا ہے[3]۔ ابو یعلی موصلی اور حسن بن سفیان دونوں بڑے پایہ کے محدث تھے۔ لیکن ابو عمرو الحیری نے ایک موقع پر ابو یعلی کو حسن پر ترجیح دی۔ لوگوں نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حسن کا مسند ان سے بڑا ہے اور ان کے شیوخ اعلےٰ درجہ کے ہیں۔ بولے اسکی وجہ یہ ہے کہ ابو یعلی خالصۃً لوجہ اللہ روایت کرتے تھے اور حسن نے اس کو ذریعہ معاش بنا لیا تھا[4]۔

اس قسم کی حرص و طمع کا مرکز صرف امراء و سلاطین کا دربار ہو سکتا تھا۔ اس لئے محدثین نے اس گروہ کے تقرب ہی کو ناجائز قرار دیا۔ [5]سر بن حاجب نے جن اسباب کی بنا پر محدث بکری کی تضعیف کی ہے ان میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ امراء کے یہاں جاتے تھے[6]۔ اس تشدد و التزام کی بنا پر محدثین کرام کے سوانح زندگی میں زہد و استغنا کی نہایت روشن مثالیں نظر آتی ہیں۔ علج بن احمد ایک نہایت دولتمند محدث تھے۔ انہوں نے ایک بار ابن حبویہ کو اپنے گھر میں بلایا اور اشرفیوں کے توڑے دکھا کر کہا کہ جس قدر جی چاہے لیلو۔ انہوں نے شکر گذاری کے ساتھ انکار کر دیا[7]۔ ابن ماسی نے حافظ ابو عمر الزاہد کے مصارف ضروریہ اپنے ذمے لے لئے تھے۔ اور برابر ان کے یہاں بھیجتا رہتا تھا۔ ایکبار کچھ دنوں کے لئے یہ رقم بند کر دی۔ لیکن بعد کو کل رقم ایک ساتھ بھیجی۔ اور اس تعویق پر معذرت کی۔ انہوں نے اس کو واپس کر دیا اور خط کی پشت پر لکھوا دیا۔ کہ آپ پہلے ہماری عزت فرماتے تھے۔ تو ہم اس رقم کے مالک ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد جب آپ نے اپنی توجہ ہٹالی تو ہمکو اس دردسر سے نجات حاصل ہوئی۔

ایک بار خطیب بغدادی جامع صور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک علوی آیا اس کی آستینوں میں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں اسکو دکھا کر اس نے خطیب بغدادی سے کہا کہ "ان کو اپنی ضروریات میں صرف فرمائیے" خطیب نے نہایت ترش روئی سے کہا کہ "مجھے اس کی ضرورت نہیں" بولا کہ "شاید آپ اسکو کم سمجھتے ہیں" اور یہ کہکر انکے مصلّے پر آستین جھاڑ دی اور کہا کہ یہ تین سو اشرفیاں ہیں" خطیب نے مصلیٰ سنبھالا اور سر جھکا کر چلتے ہوئے۔ علوی اپنا سا منہ لیکر رہ گیا[8]۔

ایک بار سفاح مدینہ میں آیا اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کو کچھ مال دینا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا[9]۔

ایکبار قاسم بن مخیمرہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس آئے ان پر ۸۰ دینار کا قرض آتا تھا۔ انہوں نے انکی جانب سے ادا کر دیا انکی سواری کے لئے ایک خچر دیا اور ۵۰ دینار یا درہم) وظیفہ مقرر کر دیا۔ انہوں نے سپاس گذاری کے لہجہ میں کہا کہ "آپ نے مجھکو اب تجارت سے بے نیاز کر دیا" اس کے بعد انہوں نے ایک حدیث پوچھی۔ تو بولے کہ "اے امیر المومنین معاف فرمائیے" راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے اس طریقہ سے حدیث کی روایت کو پسند نہیں کیا[10]۔

[1] طبقات الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۳۴ [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۳۱ [3] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ [4] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۲۸ [5] ۔۔۔ [6] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۸ [7] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۹۰ [8] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۳۳۴ [9] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ [10] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۰۹

ایکبار دلف بن ابی دلف بن عیسیٰ ...... کے سب تھے آیا اور دروازہ پر ٹھیر گیا۔ ان کے نکلنے میں دیر ہوئی تو خدام نے جا کر کہا۔ کہ بادشاہ کا لڑکا دروازہ پر کھڑا ہے اور آپ نہیں نکلتے۔ انہوں نے دامن میں روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا اور نکلکر کہا کہ جو اس پر قانع ہو گیا ہے اسکو بادشاہ کے لڑکے سے کیا غرض خدا کی قسم میں اس کے سامنے حدیث نہ بیان کروں گا[1]۔

اسلام میں جعفر بن یحییٰ برمکی کی فیاضیوں نے تمام دنیا کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ لیکن صرف محدثین کا گروہ اس شکنجہ سے آزاد تھا۔ ایکبار اس نے عیسیٰ بن یونس کو ایک لاکھ درہم دینا چاہا۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ "اہل علم طعنہ دینگے کہ میں نے حدیث کی قیمت لی[2]۔"

ایکبار مامون رشید نے کوفہ میں تمام محدثین کو بلوایا۔ عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس کے سوا تمام لوگ آئے۔ اور اس کے سامنے حدیثیں بیان کیں۔ اب مامون اور امین خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان بزرگوں نے انکے سامنے روایت حدیث کی۔ مامون نے عیسیٰ بن یونس کو دس ہزار کی رقم دینا چاہی لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

ایکبار امیر طاہر نے حافظ بن رافع کی خدمت میں پانچ ہزار کی رقم بھیجی۔ لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا[3]۔

ایکبار خلیفہ مکتفی باللہ نے ایک کتاب کی صورت میں تمام علماء کے اقوال کو جمع کرانا چاہا۔ اس غرض کے لئے لوگوں نے امام محمد بن جریر طبری کا انتخاب کیا۔ وہ آئے اور اس کے متعلق ایک کتاب لکھوائی۔ ان کو اس پر صلہ دیا گیا۔ تو انکار کر دیا۔ لوگوں نے کہا "آخر ضروریات کے لئے کوئی صورت تو ہونی چاہئے" بولے "میں امیر المومنین سے درخواست کرونگا کہ جمعہ کے دن سوال کرنے کی عام ممانعت کر دیں"۔ اسی طرح ان سے ایک وزیر نے فقہ میں ایک کتاب تالیف کرائی اور ایک ہزار دینار اس کے صلہ میں دیا۔ لیکن انہوں نے اسکو واپس کر دیا[4]۔

صرف ان صلات و جائزات کی تخصیص نہیں بلکہ محدثین کرام عموماً مذہبی خدمات پر کسی قسم کا معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے۔ امام احمد بن حنبل نے صیغۂ قضا سے کبھی وظیفہ نہیں لیا بلکہ محدثین تو خود اس خدمت ہی کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ایکبار امام محمد بن جریر طبری کی خدمت میں یہ عہدہ پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا[5]۔

غرض محدثین کی زندگی کا خالص مقصد اشاعت علم اور اشاعت مذہب تھا اور اسکو وہ کسی قسم کی دنیوی آلائش سے آلودہ و مخلوط نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایکبار ابو نصر سجزی کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کر کے نکاح کی درخواست کی اور کہا کہ مجھے درحقیقت نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حیلہ سے صرف آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کہ "اشرفیاں اٹھاؤ اور چلی جاؤ"۔ وہ واپس گئی تو کہا کہ میں سجستان سے صرف تحصیل علم کے لئے نکلا ہوں۔ اس لئے اگر نکاح کر لوں گا۔ تو مجھ سے طالب العلم کا خطاب چھن جائیگا۔ اور میں تحصیل علم کے ثواب پر کسی دوسری چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا[6]۔

ایکبار زکریا بن عدی کی آنکھیں آشوب کر آئیں۔ ایک شاگرد نے ان کی خدمت میں سرمہ پیش کیا۔ بولے کہ تم مجھ سے حدیث سنتے ہو؟ اس نے اقرار کیا تو سرمے کو واپس کر دیا[7]۔

ایکبار حسن بصری نے بازار میں کپڑا خریدنا چاہا۔ قیمت چکانے پر بزاز نے کہا کہ "آپ کو اس قیمت پر دیتا ہوں۔ دوسرا ہوتا تو اس سے زیادہ لیتا"۔ چونکہ یہ رعایت صرف اس بنا پر تھی کہ وہ بہت بڑے محدث تھے۔ اس لئے عمر بھر انہوں نے اس سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کیا۔ یعنی پھر کبھی بازار تشریف نہیں لے گئے[8]۔

محدثین کرام کا یہ زہد و استغنا اگرچہ اخلاقی حیثیت سے تمام دنیا کیلئے اسوۂ حسنہ بن سکتا ہے لیکن اس کا اثر صرف اخلاق ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کا اصلی احسان یہ ہے۔ کہ ان کی اس خود دارانہ بے نیازی نے علم حدیث کو کسی قسم کے دنیوی اثر سے متاثر ہونے نہیں دیا۔ یہود کے مذہب کو دنیوی حرص و طمع نے بالکل مسخ و بے اثر کر دیا۔ لیکن محدثین کرام نے مال و دولت کے لالچ سے مذہبی روایات کا ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی روایتیں تمام دنیا سے زیادہ موثق و قابل اعتماد ہیں۔

[1] طبقات الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳ [2] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۲۵۰ [3] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ [4] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ [5] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۱۴ [6] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ [7] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۳۱۶ [8] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۳۶۳

[9] مسند داری۔

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور۔ یکشنبہ ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۲

چون زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار

چون زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار
عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار

آن مقامِ قرب کو دارد بدلدارِ قدیم
کس نداند شان آن از واصلانِ کردگار

آن عنایتہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو
کس بخوابے ہم ندیدہ مثل آن اندر دیار

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقاں
آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

آن مبارک پے کہ آمد ذات باآیاتِ او
رحمتے زان ذاتِ عالم پرور و پروردگار

آنکہ دارد قربِ خاص اندر جنابِ پاک حق
آنکہ شانِ او نفہمد کس ز خاصان و کبار

احمدِ آخر زمان کو اولین را جائے فخر
آخرین را مقتدا و ملجا و کہف و حصار

ہست درگاہِ بزرگش کشتیِ عالم پناہ
کس نگردد روزِ محشر جز بپناہش رستگار

از ہمہ چیزے فزون تر در ہمہ نوعِ کمال
آسمان ہا پیشِ اوجِ ہمتِ او ذرہ وار

مظہرِ نورے کہ پنہان بود از عہدِ ازل
مطلعِ شمسے کہ بود از ابتدا در استتار

(مسیح موعود)

ملفوظات مسیح موعودؑ

تسلی کے تین ذرایع

فرمایا کہ عادات اور رسوم کا قلع قمع کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ اور یہی ایک حجاب اور ہزاروں انوار سے محروم بھی رکھتا ہے ورنہ ہمارا معاملہ تو نہایت ہی صاف اور کھلا کھلا ہے۔ کیسے ہی دلایل اور براہین سے ایک امر کو مدلل کرکے کیوں نہ بیان کیا جاوے۔ عادت و رسم کا پابند ضرور اسکے ماننے میں پس و پیش کریگا اور جب تک وہ اس حجاب کو پھاڑ کر باہر نہ نکلے اسے حق لینا نصیب ہی نہیں ہوتا +

آنحضرت صلعم کی صداقت کیسی جلی اور صاف تھی مگر ان کے دعوے کے وقت بھی عیسائی راہبوں اور یہودی مولویوں نے جو عادت اور رسم کے پابند تھے ہزارہا ہزاروں عذر تراشے اور آپ کو صادق کہنے کی بجائے کاذب کا خطاب دیا گویا رسم اور عادت کی ظلمت نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا کہ وہ نور کو ظلمت کہتے تھے ورنہ آپ کے معجزات بینات۔ اور فیوض اس قدر کامل اور اعلے تھے کہ کبھی کو ان سے انکار ممکن نہ تھا +

اس زمانہ میں بھی اللہ تعالے نے ہر ایک قسم کے دلایل اور بینات ہمارے واسطے جمع کر دیئے ہیں۔ انسان کی تسلی پانے کے تین ہی طریق ہوا کرتے ہیں +

اول نقلی دلایل سو وہ قرآن شریف کے نصوص سے ثابت ہیں۔ کیونکہ جو شخص قرآن شریف کو کلام الٰہی مانتا ہے اسے تو اس بن چارہ نہیں بلکہ اس کا ایمان ہی کلام الٰہی کے بغیر ناقص ہے +

دلایل کا دوسرا حصہ احادیث ہیں سو ان میں سے وہ احادیث قابل پذیرائی ہیں جو قرآن شریف کے معارض نہ ہوں۔ کیونکہ جو حدیث قرآن شریف کے مخالف معارض ہے وہ ردی ہے۔ اور قبول کرنے کے لایق نہیں مثلاً قرآن شریف بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسےٰؑ سے پہلے ہوئے ہیں مگر اگر حدیث میں یہ ہو کہ حضرت موسےٰؑ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے ہوئے ہیں تو وہ بالکل ردی ہے اور ماننے کے لایق نہیں۔ یا ایسی ہی اگر اور کوئی مخالفت صریح قرآن شریف کی کوئی حدیث کرے تو وہ بھی اس ذیل میں داخل ہے +

احادیث میں احتمال صدق اور کذب دونو طرح کا ہے کیونکہ احادیث تو قرآن شریف کی طرح اس وقت رسول اللہ صلعم نے جمع نہیں کیں۔ اور نہ ہی ان کا قرآن شریف کی طرح کوئی نام رکھا ہے۔ بلکہ آپ سے قریباً اڑھائی سو برس بعد جمع ہوئی ہیں۔ غرض ان کے صدق کذب کا معیار قرآن شریف ہے۔ پس جو احادیث قرآن شریف کے معارض نہیں وہ ماننے کے لایق ہیں +

یہ جو سارے فرقے بن گئے ہیں یہ بھی تو ان احادیث کے نتایج میں سے ایک نتیجہ ہے۔ جب لوگوں کی توجہ قرآن شریف سے ہٹ گئی اور احادیث کو قرآن شریف پر قاضی جانا تو یہاں تک نوبت پہنچی +

تیسرا ذریعہ عقل ہے جس سے انسان حق کو پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں مجرمین کے الفاظ درج ہیں کہ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ سو اگر ان لوگوں سے سوال کیا جاوے کہ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کوئی شخص زندہ بجسم العنصری آسمان پر چلا جاوے اور دو ہزار برس تک وہیں بیٹھا رہے اور کسی قسم کی ضروریات اور عوارض اسے نہ لگیں کیا کوئی عقل ہے جو اس خصوصیت کو مان سکے۔ بھلا ان لوگوں سے پوچھا جاوے کہ اس خصوصیت کی جو تم نے حضرت عیسےٰ میں مانی ہے کیا وجہ ہے۔ یہ تو ایک قسم کا باریک شرک ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اللہ تعالے انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ ہر ایک امر میں نظایر ضروری ہیں۔ جس چیز میں نظیر نہیں وہ چیز خطرناک ہے۔ آج کل جس طرح کا ہمارا جھگڑا ہے اسی قسم کا ایک جھگڑا پہلے بھی اہل کتاب میں گذر چکا ہے۔ اور وہ الیاس کا معاملہ تھا۔ ان کی کتابوں میں لکھا تھا۔ کہ مسیح ؑ آسمان سے نہیں نازل ہوگا جب تک ایلیا آسمان سے دوبارہ نہ آلے۔ اسی بنا پر جب حضرت مسیح ؑ نے ادعا کیا اور انہوں نے یہود کو ایمان کی دعوت کی تو انہوں نے صاف انکار کیا۔ کہ ہمارے ہاں مسیح کی علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے ایلیا آسمان سے دوبارہ نازل ہوگا مگر حضرت مسیح نے اس کی یہی تاویل کی تھی کہ یہی شخص یعنے یوحنا (یحیےٰ) ہی الیاس ہے۔ اور یہ الیاس کی (الیاس) خو بو لیکر آیا ہے۔ اسی کو ایلیا مان لو۔ وہ آسمان سے دوبارہ نہیں آ دیگا۔ جس نے آنا تھا سو آچکا۔ چاہو مانو چاہو نہ مانو +

غرض حضرت عیسےٰ ؑ پر بھی یہ ایک مصیبت پڑ چکی تھی اور ان کا فیصلہ ہمارے اس مقدمہ کے لئے ایک دلیل ہو سکتا ہے۔ اگر حضرت حضرت عیسےٰ ؑ یہود کے مقابل میں حق پر تھے تو ہمارا معاملہ بھی صاف ہے۔ ورنہ پہلے حضرت عیسےٰ ؑ کی نبوت کا انکار کریں۔ بعد میں ہمارا معاملہ آئے گا +

اگر واقعی طور پر ان یہودیوں کی طرح یہ یہودی بھی حق پر ہیں تو پھر اول تو حضرت عیسےٰ ؑ کی نبوت کا ثبوت نہیں۔ تو ان کا آسمان سے آنا کجا۔ پس یا تو یہ مسلمان اس بات کو مان لیں کہ آسمان پر کوئی شخص زندہ نہیں جا یا کرتا۔ اور نہ ہی وہ دوبارہ واپس آیا کرتے ہیں۔ اور وہ اسی قاعدے کے مطابق حضرت عیسےٰ ؑ کو دوسرے انبیاء کی طرح وفات پائے ہوئے مان لیں۔ اور یا حضرت عیسےٰ ؑ کی نبوت سے انکار کریں۔ اور اس طرح پر ان کی آمد کے متعلق تمام امیدوں سے ہاتھ دھولیں۔ غرض ان کی منفرد اور خاص قسم کی زندگی ایک خطرناک قسم کا شرک ہے۔ غرض دوسری قسم کے دلایل عقلی تھے سو ان کے رو سے بھی یہ قدم ملزم ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ سہ شنبہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰۳

جنگ مہابھارت اور بھگوان کرشن کا نزول

(بلال وہ کنگ کا پیغام اہل ہند کے نام)

موجودہ جنگ یورپ کے متعلق جہاں اس وقت تک اور مختلف آوازیں ہمارے سننے میں آئی ہیں اور مختلف طبقات عالم میں طرح طرح کے خیالات اس کے متعلق ظاہر کئے جاتے ہیں۔ وہیں ہندو برادران وطن اور بعض اور لوگوں کی بھی یہ خیال ہے۔ جو ابتدائے جنگ سے ہم سنتے چلے آئے ہیں۔ کہ یہ جنگ دراصل وہی مہابھارت کی جنگ ہے۔ جو ہزار سال ہوئے سرزمین ہندوستان میں کوروں اور پانڈوں کی دو بڑی قوموں کے درمیان ہوئی تھی جس میں اس زمانہ کے آفتاب روحانیت جناب کرشن جی مہاراج بھی ایک فریق کے ساتھ شامل تھے۔ چنانچہ ابھی چندہی دن ہوئے۔ نیو پونا کالج کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر آنریبل مسٹر دادا بھائی سانول داس سی۔ آئی۔ ای نے بھی اپنی تقریر میں اسی خیال کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ

”مجھے اس جنگ میں بھارت ورش کے جنگ کا نقشہ
نظر آتا ہے۔ جس میں بھگوان کرشن چندر جی نے صاف
الفاظ میں کہا تھا۔ کہ میں ادھرم کو دور کرنے اور دھرم
کو قایم رکھنے کے لئے جگ میں جنم لیتا ہوں“

مسٹر دادا بھائی کے یہ الفاظ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ جنگ یورپ کے حالات کے عین مطابق ہیں۔ جس جوش و خروش کے ساتھ ہندوستان میں مہابھارت کی معرکۃ الآرا جنگ برپا ہوئی تھی۔ اور اس کے طویل الاختتام واقعات نے ہندوستان کی ایک عظیم الشان قوم کو جو بالفاظ کرشن جی مہاراج ادھرم پر کاربند تھی صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ پھر کوروں اور پانڈوں کا آپس کا تعلق جو کچھ بھی تھا جس قدر گہرے رشتہ کے باوجود وہ ایک دوسرے کے خلاف اٹھے اور عزیز سے عزیز رشتہ داروں کو توپ و تفنگ کا آماجگاہ بنایا۔ وہ موجودہ جنگ یورپ کے حالات سے کسی طرح بھی متفاوت نہیں۔ جب ہم جرمنی کے رشتہ داری کے ان قریبی تعلقات کو جو اس کے انگلستان اور پھر روس کے ساتھ ہیں ایک طرف رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان ظالمانہ کارروائیوں کو دیکھتے ہیں۔ جو اس نے انسانی اصول و قوانین کے صریح خلاف اختیار کر رکھی ہیں اور اپنے وحشیانہ برتاؤ سے اس حالت کو پیدا کر دیا ہے۔ کہ جس حالت میں جناب کرشن مہاراج نے اپنے دوبارہ جنم کی خبر دی تھی۔ تو لامحالہ ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ جنگ واقعی مہابھارت کی ہی جنگ کا مرقع ہے۔ جس میں برطانیہ کی عظیم الشان طاقت انشاء اللہ اس ادھرم کو کچلنے میں کامیاب رہے گی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ جب جناب کرشن جی ایسے وقت میں جب اس قسم کے واقعات رونما ہوں۔ اپنے دوبارہ جنم کی خبر دیتے ہیں۔ اور پہلی جنگ مہابھارت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خود کرشن جی بنفس نفیس ایک فریق کی حمایت میں کھڑے تھے۔ تو اس موجودہ جنگ میں بھی آیا۔ انہوں نے جنم لیا؟ اس سوال کا جواب گو دراصل ہندو صاحبان پر عاید ہوتا ہے۔ لیکن اس بات کے جوابدہ ہیں کہ جب دنیا میں دھرم کی جگہ ادھرم نے لے لی ہے صداقت کو کچلنے اور باطل کو قایم کرنے کے لئے ہر طرف اور ہر ایک پیرایہ میں کوشش کی جا رہی ہے۔ جب نہ صرف مذہبی معاملات میں ہی بلکہ دنیوی اور ملکی امور میں بھی خواہ مخواہ اور ناجایز طور پر ایک دوسرے پر دباؤ ڈالنے قتل و خونریزی سے کام لینے اور عزیز سے عزیز رشتہ داروں کی گردنوں پر بے دریغ چھری پھیرنے میں کوئی تامل نہیں کیا جاتا۔ تو پھر ایسی حالت میں اس قدر ادھرم کے ہوتے ہوئے کیا وجہ ہے کہ جناب کرشن جی مہاراج حسب وعدہ دنیا میں نہیں آئے۔ کیوں انہوں نے آکر دھرم کو قایم اور ادھرم کو دور نہیں کیا۔ جب تم خود اس بات کے معترف ہو۔ کہ موجودہ جنگ یورپ وہی مہابھارت کی جنگ کا دوسرا نقشہ ہے۔ جب تم اس بات کے قایل ہو۔ کہ مہابھارت کی جنگ میں جناب کرشن نے جو کچھ بھی حصہ لیا وہ محض ادھرم کو دور اور دھرم کو قایم کرنے کے لئے تھا۔ جب تمہارا ایمان ہے کہ جناب کرشن جی مہاراج ایسے وقتوں میں دنیا میں آیا کرتے ہیں

”جب دنیا میں ادھرم ہو جاتا ہے تو میں اسے دور
کرنے اور دھرم قایم کرنے کے لئے آیا کرتا ہوں“

تمہارے اس ایمان پر شاہد۔ تو بتاؤ کہ اس موجودہ وقت میں اس سخت بے دینی کے عالم میں کیوں کرشن جی نے دنیا میں نزول نہ فرمایا۔ انہیں زمانہ کی موجودہ حالت پر کیوں رحم نہیں آیا اور آج تک اپنی نورانی شکل سے عالم کو منور فرمانے کی تکلیف گوارا نہیں کی؟

یہ ایک سوال ہے۔ جس کا جواب ہمارے ہندو برادران وطن کے ذمہ ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ اس کا جواب دیں۔ یا گیتا کے ان الفاظ کو زمانہ کے حالات پر اپنی خواہشات کے مطابق منطبق کر کے ان کی صداقت سے منہ پھیر لیں۔ ہم انہیں یہ خوشخبری سنانا چاہتے ہیں۔ کہ جناب کرشن جی مہاراج کے یہ الفاظ بالآخر صداقت کی کسوٹی پر پورے اترے۔ دنیا میں بے دینی پھیلی مذہبی کا دور دورہ ہوا۔ ادھرم نے دھرم کا استیصال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ستے کہ دنیا نے پھر سے مہیب و ہولناک جنگ کی شکل دیکھی۔ جو مہابھارت کے نام سے سرزمین ہندوستان میں مشہور تھی۔ جب یہ کچھ ہوا۔ تو عین اسی وقت کرشن جی مہاراج نے بھی حسب وعدہ دنیا میں پھر نزول فرمایا۔ وہ آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ اس نے دنیا کو اپنے آنے کی اطلاع خوب کھول کھول کر دی۔ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ زمانہ کو اس وعدہ کی یاد دلا کر اس کے مطابق اپنے نزول سے خبر دی۔ اور اپنے اس الہام کو دنیا پر آشکارا کیا کہ

”ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں
آئی ہے“

اس کرشن رودر گوپال نے اپنے زمانہ حیات میں ادھرم کو مٹانے اور دھرم کو قایم کرنے۔ بے دینی کے استیصال اور دین کے رواج میں جو زبردست اور کارآمد کوشش کی جس بلند آہنگی کے ساتھ اس موجودہ جنگ مہابھارت کا نقشہ دنیا کے سامنے کھینچا اور انہیں بتایا۔ کہ کس طرح ادھرم پر چلنے والوں کا استیصال ہوگا۔ پھر خود تو نہیں۔ لیکن اپنے ساتھیوں کو جس فریق کی تم مظلومیت کا حکم دیا۔ اور اس کی امداد میں پورے طور پر ساعی ہونے کی تاکید کی۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عمل پیرا ہونے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ وہ اس کی حق و صداقت کی حمایت۔ اور دینی سرگرمی پر شاہد ہے۔ افسوس زمانہ نے اس کو نہ پہچانا وقت پر اس کی قدر نہ کی حالات زمانہ کو دیکھ کر بھی اس کی طرف رجوع نہ ہوئے۔ باوجودیکہ اس نے بھارت ورش کے جنگ مہابھارت کے دوبارہ ظہور پذیر ہونے کو اپنی صداقت کا نشان ٹھہرایا اور کھلے لفظوں میں فرمایا کہ

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اسپہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

مگر پھر بھی فرزندان عالم نے نہ ماننا تھا اور نہ مانا۔ تھوڑے ہیں جو اس کے ساتھ ہوئے اور اپنے نمونہ سے اس کی صداقت کی شہادت دی لیکن کیا وہ لوگ جنہوں نے اس پاک انسان کو پا کر بھی۔ اس کے حالات کو بھی ملاحظہ کر کے اور اس وقت کو جان کر بھی جو اس نے اپنے دوبارہ نزول کا بتایا تھا۔ پھر بھی اس پر ایمان نہیں لائے۔ اور تکذیب پر ہی کمر باندھ رکھی۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ کرشن جی مہاراج کا منشا بالآخر کیا ہوا آپ کے وہ پاک الفاظ جو خود تمہاری مسلمہ کتاب گیتا کے اندر مندرج ہیں۔ کیوں پورے نہ ہوئے۔ خدا کے لئے دوستو آؤ۔ اور اس معاملہ پر ذرا صدق دل سے غور کرو۔ اور سوچو کہ جب آنے والا آگیا۔ اور عین اس وقت آیا جبکہ اس کے آنے کا وقت تھا۔ تو پھر بھی انکار کرنا خود اپنی مذہبی کتاب بلکہ کرشن جیسے مقدس انسان کو جھٹلانا نہیں تو کیا ہے۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ کرشن جی مہاراج کا نزول اس زمانہ کے ریفارمر اور خدا کے سچے مامور حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ کی شکل میں ہوا ہے پس جو انتظار میں تھے آئیں اور اس پاک انسان کا ساتھ دیکر اپنے مقدس پیشرو کے الفاظ کو سچا ثابت کریں۔

دسہرہ اور محرم

جا سال تقریباً ایک ہی دنوں میں واقعہ ہونے والے ہیں۔ ابھی سے ان پر طبع آزمائیاں ہونے لگی ہیں یہانتک کہ صوبجات متحدہ کی لیجسلیٹو کونسل میں بھی آنریبل سید رضا علی نے اس مضمون کا ایک ریزولیوشن پیش کیا ہے کہ غیر سرکاری ممبروں کی ایک کمیٹی مرتب کی جائے جو مسٹر کٹ کمشنروں کو اس امر کی سفارش کرے۔ کہ وہ دسہرہ اور محرم کے موقعہ پر ایسی تدابیر اختیار کریں۔ جو ہندو مسلمانوں کے تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی نہ واقعہ ہونے دیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں اور ہم دل سے اس بات کے موید ہیں کہ ہندوستان کی ان دو بڑی قوموں میں اتفاق و اتحاد کی جس قدر ضرورت ہے۔ اور کسی بات کی اس قدر ضرورت نہیں۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ آنریبل سید رضا علی کا یہ قابلِ قدر ریزولیوشن بسبب کافی تائید نہ ہونے کے مسترد کر دیا گیا۔ حالانکہ آئے دن مختلف علاقہ جات ملت میں بعض نہایت ہی چھوٹی چھوٹی اور غیر ضروری باتوں پر جس قدر بلوہ و فساد برپا ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے مایۂ تو کچھ غریبوں کی جان جاتی کچھ زخمی ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے پھر مقدمات میں رہا سہا اثاثہ بھی صرف ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ایسے ایسے موقعوں پر مجسٹریٹوں کو اس طرف متوجہ کرنا اور رفع فساد کی تدابیر کی سفارش ان سے کرنا ایک نہایت ضروری اور اہم امر ہے جو خدا جانے کیوں نظرانداز کر دیا گیا۔

جہالت کا عبرت انگیز نظارہ

لیکن اس کے ساتھ ہی خود ہمارے لئے بھی یہ کچھ کم عبرت انگیز بات نہیں۔ ہمیں بھی اپنی جہالت پر آٹھ آٹھ آنسو رونا چاہئے کہ جبکہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان حکومت خود اختیاری کا مستحق ہے اس کا پورا اہل ہے ہم حیران ہیں کہ ایسا کہنے والے اور سٹیجوں پر کھڑے ہو کر بڑی بلند آہنگی سے ہندوستان کے لئے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کیا جاتا ہے کیوں اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیوں اپنی ان آئے دن کے فسادات کے خلاف اپنی اہلیت سے کام لیکر کوئی عملی نمونہ نہیں دکھاتے عملی طور پر تو یہ حالت ہے کہ ان باتوں میں جو محض آپس کے سمجھوتہ سے فیصل ہو سکتی ہیں بجائے امن و امان کی صورت اختیار کرنے کے حکام سے امداد کے لئے دست سوال دراز کرنا پڑتا ہے لیکن زبانی حکومت خود اختیاری کا ہی ہوا سر پر سمایا ہوا ہے۔ کاش پہلے اس جہالت کا قلع قمع کرنے کی کوشش کی جائے۔ لوگوں کو اس قابل نہ بنایا جائے۔ کہ وہ اس قسم کی جہالت آمیز کارروائیوں سے باز آجائیں۔ اور خواہ مخواہ بے فایدہ باتوں پر فساد برپا کر کے اپنی قوم اور ملک کو بدنام نہ کریں۔

فساد کیوں ہو؟

پہلے کئی متعدد مرتبہ اس قسم کی باتوں پر ہم نے اپنی اس حیرانی کا اظہار کیا ہے۔ اور اب پھر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں آج تک یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ آخر اس قسم کے فسادات کے رونما ہونے کی وجہ کیا ہے کسی ایک شخص یا اشخاص کے کسی فعل سے دوسرے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ فرض کرو کہ محرم کے دنوں میں ہندو ہی کی عید ہے جس وقت جلوس وغیرہ شادیانوں کے ساتھ نکلیں جب مسلمان تعزیوں وغیرہ کو لئے پھرتے ہوں۔ اس سے معلوم نہیں کیا ہو جاتا ہے ہندوؤں کا وہ اپنا مذہبی کام ہے۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں کریں۔ مسلمانوں کو تو قرآن سے ان باتوں کا حکم ہی نہیں۔ یہ تعزیہ داری اور سوگ وغیرہ سب سرے سے بے بنیاد باتیں ہیں۔ اور بالکل خلاف قرآن و خلاف اسلام بلکہ پھر ان پر انہیں شکایت پیدا ہونا کہاں تک جایز ہے۔ بہتر ہو کہ ایسے موقعہ پر وہ ان باتوں کو ہی ترک کر دیں۔ کوئی تعزیہ وغیرہ نہ نکالیں۔ اور مفت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہ خریدیں۔ کیسے نقصان اور دیگر شماتت کا بیجا حساب ہم مفت کی دردسری بھی اٹھائی جائے۔ روپیہ بھی خرچ ہو حکام کو بھی خواہ مخواہ دقتیں اٹھانی نہ پڑیں۔ اور پھر مصداق ہے

”نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم“

ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بھی ناراضگی ہو تو ایسی باتوں سے فایدہ کیا؟

اتحاد و اتفاق کی اصل صورت

لیکن اس سے بھی بڑھ کر اتحاد و اتفاق کو قایم اور مستحکم کرنے اور ہر امر میں کام دینے کے لئے جو تجویز مفید ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک دوسری قوم کے دلوں سے ایک دوسرے کے پیشواؤں اور کتب مقدسہ کے متعلق منافرت کو دور کیا جائے اور اس کی جگہ ان کے دلوں میں ان کی عزت قایم کی جائے۔ دراصل یہی مذہبی منافرت ہی ہے کہ آئے دن ہندوستان کو فتنہ و فساد کا آماجگاہ بنائے رکھتی ہے اس کے انسداد کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس کی جگہ ایک دوسرے کے دلوں میں عزت پیدا کی جائے۔ بجائے ایک دوسری اقوام کے مذہبی پیشروؤں کو جھوٹا اور مفتری سمجھنے کے انہیں عزت کے ساتھ یاد کریں اور انہیں راستباز یقین کریں۔ اسی سے پھر تمام ان افعال و اعمال پر بھی جو ان مذہبی پیشواؤں کی طرف منسوب کئے جائیں۔ با خلوص اختیار کی جا سکتی ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ ان اعمال کا ان بزرگوں سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ صرف وہی قوم کر سکتی ہے۔ جس میں وہ مبعوث ہوں۔ لیکن جس حد تک اس کا تعلق دوسرے لوگوں کے ساتھ ہے انہیں ایک دوسرے کی عزت لازمی طور پر کرنی چاہئے۔

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی یا حال زار

افسوس ہے کہ دنیا نے اس عالیشان انسان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ جو کہ ہمیشہ سے ہوتا ہے۔ برا طرح طرح کے بے سروپا اعتراضات اخبارات میں کئے جاتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ ہر کچھ کہا جاتا ہے ...

مراسلات

ڈیرہ غازیخان میں جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

ڈیرہ غازیخان کے جلسہ کی رپورٹ اس سے پہلے خلاصۃً دی جاچکی ہے لیکن تفصیلی حالات کا ابھی انتظار تھا۔ جو الحمدللہ کہ حضرت مولینا عزیز بخش صاحب بی اے نے لکھکر ارسال فرمائے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

مخفی نہ رہے۔ کہ سال گذشتہ کے جلسہ کانفرنس ڈیرہ غازیخان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے دو دلکش لیکچر ہوئے تھے جنکا اثر اہالیٔ ڈیرہ پر اس قدر گہرا ہوا۔ کہ ہرطرف سے خواجہ خواجہ کی آواز آنے لگی۔ اور لوگوں کو آپ کے کلام سے ایسی دلبستگی ہوگئی کہ اُنکو پھر ڈیرہ میں دیکھنے کے لئے بیقرار تھے۔ لیکن چونکہ آپ اپنے اصل کام تبلیغ اسلام پر ولایت تشریف لیجا چکے تھے۔ اس لئے اس سال یہاں کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں نے خصوصاً نوجوانان شیدایان اسلام نے اس بات پر بہت زور دیا کہ آپ کے رفیق حضرت مولوی صدرالدین صاحب کو اپنے جلسہ سالانہ میں مدعو کیا جاوے۔ چنانچہ اس بارہ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی خدمت میں پے درپے خطوط بھیجے اور پھر ایک تار دیا گیا۔ آخر حضرت ممدوح نے باوجود علالت طبع کے ڈیرہ تشریف لانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔ چنانچہ آپ ۱۵ تاریخ کو معیت حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے اس دور افتادہ شہر ڈیرہ میں ٹھیک ایک بجے رونق افروز ہوئے اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مشتاقان زیارت کو بہرہ ور فرمایا۔

اسی رات ½۹ بجے سے ۱۲ بجے تک آپ نے زیر صدارت جناب شیخ خورشید محمد صاحب بہادر ایم اے نائب مہتمم بندولبست ڈیرہ غازیخان جامع مسجد کے پنڈال میں تقریر فرمائی یہاں اگرچہ بہت لوگ ناخواندہ تھے۔ جو اُردو زبان کو مشکل سے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے ایسی سلیس تقریر فرمائی۔ کہ سب کے سب تصویر کی مانند خاموشی سے سُنتے رہے۔ قبل اس کے مولویوں کے وعظوں میں جو حالانکہ اس شہر کی زبان میں ہوتے تھے۔ سامعین کی تعداد بہت کم ہوا کرتی تھی۔ لیکن آپ کے سٹیج پر کھڑے ہونے سے پنڈال اسقدر بھر گیا کہ بعضوں کو تو باہر ہی ٹھہرنا پڑا۔ آپ نے اپنے مضمون کو ایسے لطیف اور عمدہ پیرایہ میں بیان فرمایا۔ کہ سامعین عش عش کر اُٹھے۔ آپ نے نبی کریم صلعم کی لائف کے کرشمے ظاہر کر کے مسلمانوں کو آپ کی اتباع کے لئے زور دیا۔ ولایت میں اسلام کی کامیابی کا بھی ذکر فرمایا۔ اور کئی نومسلموں کی تصویریں بھی دکھائیں۔ اور اُن کے بعض دلچسپ حالات سُنا کر سامعین کو بہت محظوظ فرمایا۔ باوجودیکہ آپ بہت کمزور تھے۔ تاہم برابر ½۲ گھنٹے تک آپ نے تقریر فرمائی۔ اور اس عرصہ میں آپ کی آواز میں بھی کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور لوگ بھی برابر ٹکٹکی باندھے اس قابل واعظ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ۱۶ تاریخ کو انجمن حمایت اسلام نے سب تمندار صاحبان کو اپنے جلسے دعوت دی اور مولوی صاحب کا ایک لیکچر بہت اصرار سے مقرر کرایا۔ لیکن اُس دن چونکہ کوئی صاحب ان میں سے جلسے میں تشریف نہیں لائے تھے اسلئے اُسدن مولوی صاحب کا کوئی لیکچر نہیں ہوا۔

چونکہ مولوی صاحب اور حکیم صاحب یہاں موجود تھے۔ اس لئے احمدی احباب نے انجمن کے جلسے کی تاریخوں کے عین بعد جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تاریخیں ۱۷۔ ۱۸ مقرر کیں۔ اور اپنے جلسہ میں حضرت امیر قوم احمدیہ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ کو مدعو کیا۔ جنہوں نے بہت شفقت اور مہربانی سے اپنے عزیز وقت کا جس میں کہ انہوں نے ایک اہم کام کرنا تھا ایک حصہ بچا کر اس شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ اور ۱۷ تاریخ کو ۲ بجے کے قریب یہاں پہنچے۔ آپ کی اس مہربانی اور شفقت کا شکریہ ادا ہونا مشکل ہے۔ آپ کے ساتھ مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی بھی تھے اور حضرت مولوی صدرالدین صاحب معہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ تو پہلے ہی سے یہاں موجود تھے۔ حضرت مولوی صدرالدین صاحب اگرچہ بوجہ بیماری کے کمزور طبیعت تھے۔ تاہم آپ نے نہایت مہربانی سے اس جلسہ میں بھی ایک تقریر فرمائی۔ مولوی صاحب کا ہم نہایت تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ حکیم صاحب اور ودیارتھی صاحب کا بھی ایک ایک لیکچر تھا۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی جائیگی۔ چونکہ وقت تھوڑا تھا۔ اس لئے سوائے حضرت امیرؓ کے باقیوں کا صرف ایک ایک لیکچر ہوا۔

ہمیں قوی امید دلائی گئی تھی کہ اُسی پنڈال میں جہاں انجمن حمایت

افسوس سے کہا جاتا ہے۔ کہ بعد میں چند تنگدل مولویوں کی حسب خواہش ممبران انجمن نے اس پنڈال کے دینے سے انکار کر دیا۔ البتہ پھر بھی اُنہوں نے فراخدلی سے سامان دریاں اور شامیانہ وغیرہ کے دینے کا وعدہ کیا۔ اور خان صاحب غلام حسن خان صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس نے تو ایسی دریا دلی دکھائی۔ کہ خاص اپنے مکان کے احاطہ میں جو خاصہ وسیع ہے۔ ہمیں اپنے جلسہ کرنے کی اجازت دی۔ جو بعد میں نہایت ہی موزون اور مناسب ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزاء خیر عطا فرماوے۔ آمین!

دوسرے دن یعنی ۱۷ تاریخ کو شامیانہ کھڑا کیا گیا۔ اور دریاں چٹائیاں وغیرہ بھی بچھائی گئیں۔ اور تین یا چار گھنٹے میں سب کچھ مکمل ہوگیا۔ اس کام میں منشی عبدالرحمٰن صاحب نے جو یہاں کی انجمن حمایت اسلام کے ایک اعلےٰ و سرگرم رکن ہیں بڑی امداد دی بلکہ خود اپنے سامنے سب کام تکمیل تک پہنچا دیا اور احمدی احباب میں سے منشی محمد بخش صاحب و منشی ولی محمد صاحب و ممبران ینگ پارٹی بھی تن مصروف رہے۔ اور جلسہ میں اپنی خدمات بڑی محبت سے ادا کر کے سعادت حاصل کی اس جلسہ کے سب سے بڑے محرک اور ممد آغا محمد ناصر خان صاحب ہیں جنہوں نے بہت تن دہی سے ایک معقول رقم چندہ کی جمع کی۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے۔ آمین!

دوسرا سوال معزز مہمانان کے قیام کے لئے مکان کی تلاش کا تھا۔ کیونکہ اول تو یہاں کوئی عمدہ مکان ملنا ہی مشکل ہے دوسرا ان دنوں بتقریب جلسہ اسپان و جرگہ ہائے شاہی بوجہ کثرت واردین کوئی مکان کرائے پر بھی نہیں مل سکتا تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ جو کام کرنا چاہے اُسے کون روک سکتا ہے اس نے ہمارے جلسے کو اوروں کے لئے نمونہ بنانا تھا۔ تو اس کے لئے اُس نے ویسا ہی سامان کر دیا۔ جب انجمن والوں نے پنڈال دینے سے انکار کیا تو اللہ تعالےٰ نے دوسری جگہ ہمیں دے دی۔ رہائش مہمانان کے لئے مکان نہیں ملتا تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ کا اس قدر فضل ہوا کہ خان صاحب مولوی نجم الدین صاحب ای۔ اے۔ سی۔ نے بڑی کوشش سے ہمیں ایک نہایت عمدہ مکان تلاش کرا دیا۔ ہماری جماعت تو کوئی اتنی بڑی نہ تھی کہ اتنا انتظام اور کام کر سکتی لیکن خدا تعالےٰ نے غیب سے ہی گویا فرشتوں کو ہماری مدد میں لگا دیا۔ مکان نہایت ہی موزون تھا۔ جس میں بہت سارے کمرے تھے۔ اور ہر ایک طرح سے آرام دہ تھا۔ منشی محمد بخش صاحب نے کھانے اور مہمانوں کی خاطر داری کا انتظام اپنے ذمے لیا۔ اور اُن کے ساتھ منشی الٰہ بخش صاحب بھی شامل تھے جنہوں نے بڑی توجہ سے مہمانوں کی خدمت کی۔

۱۷ تاریخ کو ۵ بجے حضرت امیر کی تقریر ہوئی گویا آج احمدیہ جلسہ کا افتتاح ہوا۔ حضرت مولینا صدرالدین صاحب کے لیکچروں کی قبولیت اور حضرت امیرؓ کے روحانی جذبہ نے پبلک میں وہ کشش پیدا کر دی تھی۔ کہ آناً فاناً بڑے شوق سے حاضرین جوق در جوق جمع ہوگئے۔ بفضلہ تعالےٰ پنڈال بھر گیا۔ جناب حضرت امیر کی معرکۃ الآرا سپیچ قرآن کریم کی فضیلت دیگر کتب سماوی پر ایسی مدلل اور مؤثر تھی۔ جس کے اثر سے پبلک پر ایک عالم محویت طاری تھا۔ آپ کا پرجلال چہرہ اور قدوسی لب و لہجہ۔ متقیانہ شان۔ ولیانہ کلام نے سامعین کے دلوں پر سلف اولین کا نقشہ جما دیا تھا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اس فرشتہ سیرت مقدس انسان کی شخصیت نے ہی اختتام کلام سے پہلے سلسلہ عالیہ و بانیٔ سلسلہ کے متعلق کافی رعب جما دیا تھا آپ نے تعلیم اسلام کی فضیلت کو دوسرے ادیان کی تعلیم پر براہین کاملہ و دلائل قویہ سے نہایت ہی مؤثر طریقہ سے ثابت فرمایا۔ عرب کا قبل از اسلام نقشہ کھینچتے ہوئے ظاہر کیا کہ یہ اسلام کی ہی تعلیم ہے۔ کہ عرب جیسی جاہل اور وحشی قوم جس میں ۳۶۰ بتوں کی پرستش کے علاوہ نظم و نثر میں بھی زنا بدکاری و شراب خوری کا فخریہ طور پر اظہار کیا جاتا تھا۔ قتل ڈاکے فسادات عربوں کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھے۔ مگر ”انما الخمر والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان“ کی آیہ کریمہ کا نازل ہونا ہی تھا۔ کہ عرب اعلےٰ درجے کے تقوےٰ پر عامل ہو جاتے ہیں۔ اُنکی زندگیوں پر انقلاب آجاتا ہے جو ”تراھم رکعا سجدا“ کی قرأت سے ظاہر ہوتا ہے غرضکہ ایسی قوم کو انسان اور پھر انسان سے باخدا انسان بنا دیا۔ مگر دیگر مذاہب میں ایسی فوری اثر والی تعلیم کا وجود بھی نہیں ہے۔ ہندو آریوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ اُن کی دلچسپی بھی مسلمانوں کی دلچسپی سے کم نہ تھی۔ مولینا کا وعظ ”سخن کز دل بروں آید نشیند

صاحب کا وعظ ہوا۔ آج گذشتہ لیکچر کی نسبت لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم تھا۔ لیکچر نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں تھا۔ اس میں خوبی یہ تھی کہ آریوں۔ عیسائیوں۔ غیراحمدیوں اور محمودیوں کے فاسد خیالات کی مکمل تردید کی گئی۔ حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے مشن کی مفصل اور واضح تبلیغ کی گئی۔ کہ جس کی نظیر اس شہر میں اب تک نہیں ملتی۔ اثناء تقریر میں محمودیوں میں سے ایک شخص مسمی الٰہ بخش نے کھڑے ہو کر کچھ اعتراض کرنا چاہا۔ لیکن جب اُسے کہا گیا۔ کہ وہ اپنے صحیح عقیدہ پیش کرے تو وہ حیران سا رہ گیا۔ اور خاموشی کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ بعد ازاں ڈیرہ کے ایک مولوی نے حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا جو ثناء اللہ کے لئے کی گئی تھی۔ پڑھکر اُس کی عدم قبولیت پر اعتراض کیا۔ حضرت لیکچرار نے اس اعتراض کے متعلق نہایت وضاحت سے جواب دیا۔ حتیٰ کہ معترض کو سوائے سکوت کے کچھ نہ بن آیا۔

وفات مسیح کے متعلق وہ خبر لی گئی۔ کہ حاضرین نے حال و قال سے ثابت کر دیا کہ وفات مسیح ڈیرہ غازیخان کی معقول پسند پبلک کا مسلمہ عقیدہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ نے ایسا فروغ پایا کہ حاضرین میں سے سوائے ان ضدی ملانوں کے باقی سب کو تسلیم کرنا پڑا۔ ایسی کامیابی کیلئے مولینا صاحب کی تقریر دلپذیر و برجستہ وعظوں سے نوجوانوں۔ بوڑھوں۔ غریبوں۔ امیروں تک میں وہ محبت و ذوق پیدا ہوگیا تھا۔ کہ مولوی صاحب کے چہرہ کو دیکھتے ہی حاضرین میں ایک سرور اور انبساط پیدا ہو جاتا تھا۔ اسمہ احمد پڑھکر باقی مسلمان بھائیوں کو بتلایا کہ اگر حضرت عیسےٰ واپس آویں گے تو یا تو محمد رسول اللہ صلعم پھر اس کے بعد آوینگے جیسا کہ آیت کا مطلب ہے یا خود حضرت مسیح خاتم النبیین بن جاوینگے۔ پھر اس پر خوب زور دیا۔ کہ نہ تو نیا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی پرانا۔ مسلمان بھائیوں کو بجز وفات مسیح کے اور مسیح کے آنحضرت صلعم کے بعد نہ اُترنے کے عقیدے کے اور کچھ ماننا اُس وقت مشکل ہوگیا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ جو کچھ مولوی صاحب منواتے تھے۔ لوگ مانتے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی اصلی پوزیشن میں پیش کرنے سے حضرت مولوی صاحب نے لوگوں کے دلوں میں ایک بڑی ہلچل ڈالدی اور خدا کا شکر ہے کہ ڈیرہ غازیخان کے مسلمان صحیح احمدیت کے بہت قریب آگئے ہیں۔

۱۸ کی صبح کو مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر نے آریہ مذہب کا بیخ و بن اُدھیڑ دی۔ اور سامعین اُن کی سنسکرت کی قرأت سُن کر خوب حیران اور محظوظ ہوئے۔ افسوس کہ ایک دو ہندوؤں کے سوا اسوقت دن کو ہندو آئے جس سے ایک گونہ اس بات کا افسوس رہ گیا کہ ان ہندوؤں کے کانوں میں یہ وید نہ پہنچ سکی۔ خدا کرے کہ مولوی صاحب کے شلوک پھر کسی وقت ہم ڈیرہ میں سُن سکیں اور آریہ پبلک کے بلوانے کے لئے مناسب وقت تجویز کر سکیں۔ آمین۔

بعدہٗ جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کا لیکچر تھا۔ آپنے وفات مسیح کے متعلق نہایت معقول اور مؤثر دلائل حاضرین کی خدمت میں پیش کئے۔ وفات مسیح اور تبلیغ حضرت صاحب تو ہر ایک لیکچر میں پہلے بھی ہوتی رہی۔ لیکن اس وقت خاص طور پر وفات مسیح پر زور دیا گیا۔ جس سے حاضرین پر خوب اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا طرز استدلال ماشاء اللہ ناظرین پیغام صلح جانتے ہیں۔ اس شوکت اور پُرعظمت آواز سے تقریر ادا کی کہ یہ اُن کا ہی حق تھا۔

پانچ بجے شام کو آخیری اور نہایت ہی دلکش و دلربا سپیچ حضرت امیر قوم کی ختم نبوت پر ہوئی۔ حضرت صاحب کی تقریر میں جو روانی اور تیزی اور درد و خشوع بھرا ہوا تھا۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ ثابت فرمایا۔ کہ بائیبل اور حدیث کی رو سے عمارت نبوت میں ایک اینٹ کی کسر باقی تھی جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ظہور سے پوری ہوگئی۔ دوسری اینٹ تب کھڑی کی جاسکتی ہے۔ کہ پہلے اس عمارت سے کوئی اینٹ نکالی جاوے۔ اس جملہ کو بڑے زور سے حاضرین کی خدمت میں پیش کیا۔ افسوس کہ وقت نے وفا نہ کی اور اس ضلع کے بیدار مغز آنریبل نواب سر محمد بہرام خان صاحب۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کی تشریف آوری اور اُن کی انٹروڈیوس وغیرہ کے علاوہ حسب خواہش نواب صاحب حضرت مولوی صدرالدین صاحب کو پھر دوبارہ موقعہ تقریر دیا گیا۔ اسطرح بیش بہا مضمون مختصر کیا گیا۔ مگر جو کچھ ہوا وہ نہایت ہی مکمل اور مؤثر ہوا۔ آنریبل نواب صاحب ممدوح کے ساتھ نواب زادہ سردار محمد جمال خان صاحب تمندار لغاری و پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ضلع ڈیرہ غازیخان۔ سردار لشکر خان صاحب تمندار گورچانی و سردار پیند بیخان صاحب تمندار بزدار بھی تشریف فرما ہوئے۔ اور سردار کریمداد خان صاحب و سردار رب نواز خان صاحب رئیس تمن ہوا و جناب غلام حسین خان صاحب کورٹ انسپکٹر۔ خان صاحب مولوی

کو پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان کے ذریعہ اس بات کی تکذیب کی جاتی ہے۔ وہ وہی ہیں۔ جن کے جوابات ہم پہلے سے دے چکے ہیں۔ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ موجودہ جنگ کی خبر کسی اور نے پہلے سے نہیں دی تھی۔ لیکن کسی سیاست دان مدبر کی پیشگوئی اور ایک مامور من اللہ کے کہنے میں ہمیشہ ایک بین فرق ہوتا ہے۔ اور وہ اس پیشگوئی میں بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کوئی ماہر سیاست تھے قطعاً غلط ہے۔ اور اگر ہوں بھی تو ایسے وقت میں جبکہ جنگ کے بجائے ہر طرف صلح ہی پر زور دیا جا رہا ہو۔ سوائے اس شخص کے جو ہر قسم کے اندرونی معاملات کی تفصیلات سے واقف ہو۔ کیونکر کوئی شخص اس قسم کی باتوں کی اس قدر عرصہ پہلے اتنے مخالف حالات کے ہوتے ہوئے خبر دے سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وحی الٰہی سے اسے معلوم ہو۔ اور پھر پیشگوئی میں جو کچھ نقشہ کھینچا ہے۔ حالات جو کچھ بیان کئے ہیں اور مثال کے رنگ میں ایک خاص واقعہ کی طرف جن صاف اور صریح الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔ ان سب کا لفظ بلفظ پورا ہو جانا یہ آپ کی صداقت پر اور بھی بڑی پختہ دلیل ہے۔ اس قسم کی تفصیلات تو کوئی بڑے سے بڑا مدبر بھی پیشتر سے نہیں بتا سکتا ✦

اس پیشگوئی کے متعلق ہمارا پہلا اور موجودہ خیال

ہمعصر پرکاش نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ "جب روس اور جرمنی کی جنگ شروع ہوئی تھی اس وقت احمدی اصحاب کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ اس پیشگوئی کو پیش کریں۔ کیونکہ اس وقت گورنمنٹ بلا شبہ ان کے خلاف ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے مطابق کارروائی کرتی۔ لیکن اب جبکہ روس کی حکومت میں انقلاب آچکا ہے۔ اس وقت احمدی اصحاب بھی میدان میں نکل آئے ہیں"۔

اول تو یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ ہم نے واقعہ ہو جانے کے بعد اس پیشگوئی کو پیش کیا۔ گذشتہ مارچ پرچہ میں ہم پیغام صلح مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۱۴ء سے اپنی وہ عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں اس تمام پیشگوئی کو موجودہ جنگ پر منطبق کرتے ہوئے مصرع

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

پر یہ لکھ چکے ہیں کہ اس سے بظاہر زار کی حالت خطرہ میں نظر آتی ہے لیکن اگر ایسا نہ بھی کیا ہو۔ تو بھی اس سے ہرج کیا لازم آتا ہے کہ ایک وقت انہی وجوہات کی بنا پر جو ہمعصر پرکاش نے بیان کی ہیں پیشگوئی نہ بیان کیا جائے۔ یا اصل موضوع له پر نہ بھی منطبق کیا جائے۔ تو بھی اس میں ہرج کیا لازم آتا ہے۔ پیشگوئی تو بہر حال پہلے کی ہے۔ اور اس وقت کی ہے جب اس کے پورا ہونے کے بظاہر کوئی آثار نہ تھے۔ جب واقعات نے بعد میں اس کو پورا کر دیا۔ تو ایک حق پسند کا کام نہیں کہ اس قسم کی بے سروپا باتوں سے رد کرنے کی کوشش کرے۔ اور تعصب کی ناجائز آلایش سے اس پر پردہ ڈال دے ✦

ترجمان لاہور

یہ فلسفہ سائنس اور لٹریچر کا ماہوار رسالہ زیر ارادت لالہ تہر تھو رام صاحب فیروز پوری لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ نظم و نثر میں نہایت اعلےٰ درجہ کے علمی مضامین اور اس کے ساتھ دلچسپ انگریزی ناولوں کے جن میں مخرب اخلاق ہونے کا شائبہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ تراجم اس میں شائع ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے چوتھی جلد کا چوتھا نمبر ہے۔ جو اسی ماہ میں شائع ہوا ہے۔ اس میں خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب شیخ عبدالرحیم صاحب بل۔ مولوی مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی۔ مرزا محمد نواز صاحب اصغر۔ منشی عبدالکریم صاحب صبر دہلوی۔ بابو روشن لال صاحب۔ پنڈت میلا رام صاحب وفا۔ منشی لشمبر پرشاد صاحب منور لکھنوی۔ اور دیگر ہندو مسلمان اہل قلم۔ صاحبان علم و فضل اور ارباب سخن کے اعلےٰ درجہ کے علمی مضامین اور غزلیں مندرج ہیں۔ ہمارے اس زمانہ میں جبکہ ایک طرف اخباری دنیا کی زندگاری محسوس علمی مضامین سے انکے ناظرین کو محروم رکھتی ہے۔ اور دوسری طرف لوگوں کا بگڑا ہوا مذاق مخرب اخلاق ناولوں کی طرف ہی راجع ہے۔ ترجمان کا باوجود کاغذ و پریس کی گوناگون دشواریوں کے علم و فلسفہ کی اس طرح سے بے دریغ ہو کر ترجمانی کرنا اور ہر مہینہ بہت سے درسے بہا نچھاور کر دینا بہت ہی غنیمت اور از بس قابل قدر کام ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ایسے قیمتی رسالوں کی اہل علم اصحاب کو بالخصوص بہت قدر کرنی چاہئے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین نہ صرف خود اس رسالہ کو خرید کر اس سے مستفید ہوں۔ بلکہ حتے الوسع اس کی توسیع اشاعت میں بھی ساعی ہوں ✦

عالم نسواں

عورتوں کی حالت قبل از اسلام

اسلام سے پہلے عرب۔ شام۔ مصر۔ روم اور ایران میں عورتیں مال و متاع کی طرح سمجھی جاتی تھیں۔ ایک مرد جس قدر شادیاں چاہتا کر سکتا تھا کسی مذہب کسی قوم اور کسی سلطنت سے تعداد ازدواج پر کوئی حد نہیں لگائی گئی تھی اور نہ طلاق کے متعلق کچھ قید تھی کسی عورت سے شادی کر لینا اور اس کو طلاق دے دینا مرد کی مرضی پر تھا۔ ایک ہی عورت کو اس کا شوہر سینکڑوں بار طلاق دے کر نکال سکتا تھا اور جب چاہتا اس کو واپس لے سکتا تھا۔ وہ کبھی اس کے حد اختیار سے باہر نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلام نے چار ازدواج کی حد خاص شرائط کے ساتھ لگا دی جو عملی طور پر امتناع کے برابر ہے۔ طلاق کی نسبت حدیث شریف میں ہے کہ خدا کی نظر میں جائز فعلوں میں سے یہ نہایت غضبناک فعل ہے۔ طلاق کو بھی خاص خاص شرایط اور قواعد کے ساتھ مقید کر دیا۔ عورتوں کی اسی بے حد ذلت و مصیبت کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب میں لڑکیوں کے مار دینے کی رسم جاری ہو گئی تھی اسلام نے بچہ کشی کو قطعاً بند فرما دیا ✦

شادی کرنے میں کسی رشتہ کی روک نہیں تھی۔ ایک بیٹا ایک سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا کرتا تھا۔ ایک مرد کئی بہنوں سے ایک وقت میں نکاح کر سکتا تھا۔ خالہ۔ پھوپھی۔ بھانجی سے بھی نکاح کر لیا کرتے تھے ایرانیوں میں تو ماں اور بہن سے بھی نکاح کرنا ممنوع نہ تھا۔ جب کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو دوسرے مال و متاع کی طرح وہ بھی اپنے خاوند کے ورثا کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ جن کو یہ اختیار ہوتا تھا کہ جس سے چاہیں اس کی شادی کر دیں۔ عورت کو اپنے وجود پر کوئی اختیار نہ تھا۔ اسلام نے ان تمام رسومات ظالمانہ کو بند فرما دیا۔ اور عورتوں کو اپنے وجود کے متعلق آزادی بخشی۔ کہ اگر وہ چاہیں اور جہاں چاہیں نکاح کریں یا نہ کریں:-

ارشاد باریتعالےٰ ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے واسطے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ۔ اور نہ ان کو اس نیت سے روکے رکھو کہ جو کچھ تم نے دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو تا وقتیکہ انہوں نے کوئی صریح بے حیائی نہ کی ہو۔ اور ان سے نیک نامی کے طریق پر گذران کرو۔ اگر تم ان سے کراہت کرتے ہو تو یاد رکھو کہ ممکن ہے تم ایسی بات سے کراہت کرتے ہو جس میں اللہ نے بہت بھلائی رکھی ہے ✦

اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح مت کرو۔ ہاں جو ہو چکا سو ہو چکا۔ تحقیق وہ فحش بات تھی۔ اور قابل نفرت۔ اور بہت برا طریق تھا۔ تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں تمہاری بہنیں تمہاری پھوپھیاں تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری دودھ کی مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔ اور تمہاری دودھ کی بہنیں اور تمہاری ساسیں تم پر حرام ہیں۔ اور جن بیبیوں کے ساتھ تم صحبت کر چکے ہو ان کی گیلڑ لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں تم پر حرام ہیں۔ اگر ان کے ساتھ تم نے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں (اگر گیلڑ لڑکیوں سے نکاح کر لو) اور تمہاری بہوئیں یعنی صلبی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنوں کا ایک ساتھ جمع کرنا تم پر حرام ہے۔ ہاں جو ہو چکا سو ہو چکا۔ بیشک اللہ غفور اور رحیم ہے ✦

اور دوسروں کی منکوحہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں مگر جو در جنگ میں تمہارے قبضہ میں آ چکیں۔ تم پر اللہ کا یہ تحریری حکم ہے۔ ان کے علاوہ تم پر حلال ہے کہ اپنے مالوں سے پارساؤں کے طریق پر نہ کہ شہوت پرستوں کی طرح عورتیں چاہو۔ پھر جن سے لطف صحبت اٹھا چکے۔ تو ان کو ان کا مہر جو مقرر ہوا ادا کر دو۔ ہاں اگر ٹھہرانے کے پیچھے آپس میں رضامندی سے کچھ کمی بیشی کر لو تو کوئی گناہ نہیں۔ تحقیق اللہ تعالےٰ علیم و حکیم ہے ✦

اور جس کو یہ مقدور نہ ہو کہ آزاد مومنہ سے نکاح کرے تو مومنہ لونڈیوں میں سے جو تمہارے قبضہ میں آئی ہوں نکاح کر سکے۔ اور اللہ تمہارے ایمانوں کو جانتا ہے۔ بعض تمہارے بعض سے ہیں۔ پس ان کے مالکوں کے اذن سے ان کے ساتھ نکاح کر لو۔ اور نیک نامی کے طریق پر ان کا مہر ان کو ادا کر دو۔ وہ عفیفہ بن کر رہنے والی ہوں۔ نہ کسبیوں کی طرح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ✦

عورتوں پر ایک اور ظلم یہ تھا کہ ان کو اپنے خاوند یا والدین یا دیگر رشتہ داروں کے ترکہ میں سے کچھ حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ اسلام نے ذکور کے مقابل اناث کا نصف حصہ مقرر کیا۔ ایرانیوں میں تو عورت کی حیثیت اپنے باپ کے گھر غلاموں کی سی تھی۔ وہ نابالغ لڑکیوں کو بیچ سکتے تھے۔ باپ کی عدم موجودگی میں اس کے بیٹے اس کو فروخت کر سکتے

نہیں کر سکتیں۔ اپنی مرضی کے مطابق اپنی جائداد کو خرچ نہیں کر سکتیں۔ اپنے خاوند پر گذارہ کا دعوےٰ نہیں کر سکتیں۔ اور جو کچھ وہ اپنے خاوند کی غیبت میں کما دیں وہ ان کے خاوند کا متصور ہوتا ہے۔ موجودہ توریت سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت موسےٰ اور حضرت یعقوب نے اپنی شادیوں کے عوض میں بیویوں کے مہر کی بجائے اپنے خسروں کی خدمتیں کیں۔ آنحضرت صلعم جو رحمۃ اللعالمین ہیں اور قرآن مجید جو کل عالم کے واسطے نصیحت ہے انہوں نے مستورات کی پستی کو دور کیا اور ان کو معقول طور پر مردوں کے برابر حقوق بخشے ✦

اور عورتوں کے واسطے وہی حقوق نیک طریق پر ہیں جو ان پر ہیں۔ اور مردوں کے ان پر ایک درجہ ہے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے مردوں کے واسطے اس میں حصہ ہے۔ جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے واسطے اس میں جو انہوں نے کمایا ✦ (مدینہ)

شرک

پیاری بہنو شرک سے بچو۔ شرک بہت بری چیز ہے حدیث میں آیا ہے۔ کہ مشرک نہیں بخشا جائے گا۔ مرد تو اکثر شرک سے بچتے ہیں۔ مگر عورتیں عام طور پر اس میں مبتلا ہیں۔ ابھی میں نے دیکھا ہے۔ ایک جگہ بیبیاں جمع تھیں۔ جنہوں نے ہاتھ پاؤں میں لوہے کے تار پہن رکھے تھے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ یہ منت کی بیڑیاں ہیں۔ اس لئے پہنی ہیں۔ کہ اب زندگی قیدی ہو گئے۔ اب موت کا کچھ ڈر نہیں۔ میں نے کہا کہ تم میں سے کوئی مرتا تو نہیں ہوگا۔ اور اگر مرتے ہیں۔ تو فضول بغیر جرم کیوں قیدی بنی ہو۔ یہ سن کر سب لاجواب ہو گئیں

بعض عورتیں تعزیوں کو بہت مانتی ہیں۔ ان پر نشان چڑھاتی ہیں۔ اپنے بچوں کو فقیر بناتی ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتی ہیں۔ کہ تعزیے بھی سنتے اور امید بر لاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کے سامنے تعزیہ کاغذ اور لکڑی سے بنایا جاتا ہے۔ بہت سی عورتیں قبروں پر چادر چڑھانے جاتی ہیں۔ ایک تو قبروں پر ہزاروں مرد ہوتے ہیں۔ وہاں جانا کون سی عقل کی بات ہے۔ دوسرے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ قبریں یا قبروں والے اولاد رزق وغیرہ دے سکتے ہیں۔ ہرگز درست نہیں ✦

اسی طرح یہ عقیدہ کہ بھوت پریت جن وغیرہ کسی کو نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بالکل غلط اور بیہودہ خیال ہے۔ خداوند تعالےٰ کے سوا کوئی کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بھوت پریت تو کیا شے ہیں۔ بڑے بڑے نبی ولی اس کی سرکار میں عاجز و درماندہ ہیں کسی آدمی یا مکان کو منحوس نہیں کہنا چاہئے۔ انسان کی تکلیف و راحت خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ کسی مکان یا جگہ میں نہیں۔ اور اس نے کسی آدمی کو منحوس نہیں بنایا۔ آدمی کا اچھا یا برا ہونا اس کے اعمال پر موقوف ہے ✦

میں اکثر دیکھتی ہوں۔ کہ بڑی بڑی موحد عورتیں بھی دنیا کی ابتلاؤں میں پڑ کر شرک میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کسی عورت کا لڑکا بیمار ہو جائے اور بہت سے علاج سے بھی تندرست نہ ہو۔ تو آخر ان کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔ اور وہ دوائیوں سے گزر کر منتر جنتر اور جادو ٹونوں پر آ جاتی ہیں۔ عورتوں کو چاہئے۔ کہ صرف خدا پر نظر رکھیں اگر وہ کوئی تکلیف بھیجتا ہے تو اس کے دور کرنے پر بھی قادر ہے۔ وہ انسان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن شرک کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ نہ اس کے معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ بہنو۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ تاکہ خدا تعالےٰ رحم فرمائے ✦

خاکسار ہمشیرہ عبدالقوی (تہذیب)

نصاب تعلیم نسواں

امسال انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر نواب زادہ میجر حمید اللہ خان صاحب نے بطور صدر جو تقریر کی اس میں نصاب تعلیم نسواں کی تدوین پر بھی زور دیا اور فرمایا کہ زنانہ مدارس کے نصاب کا مسئلہ ابھی تک تصفیہ طلب ہے۔ اور چونکہ اسکا طے کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے اور اسی کے صحیح فیصلے پر ہماری آیندہ نسلوں کی بہبود کا انحصار ہے۔ اس لئے اکابر قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقامی رسم و رواج کو پیش نظر رکھ کر اپنی قومی اور مذہبی ضرورتوں کے مطابق توجہ اور احتیاط کے ساتھ اور کامل غور و خوض کے بعد ایک مناسب نصاب تجویز کریں جو ہمارے ایوان ترقی کا سنگ بنیاد ہو۔ عورتوں کی تعلیم حقیقت میں مردوں کی اصلی تربیت ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ قومی ایثار اور مذہبی ہمدردی کی جو روح ہم اپنے ابنائے ملت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی درسگاہ آغوش مادر ہے۔ فضلائے پنجاب نے خواتین زمانہ مذاق کی مفید اور کارآمد کتابیں تیار کر کے اردو ادبیات میں مفید اور ضروری اضافہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی ابھی اس پہلو میں ترقی کا میدان بہت وسیع ہے۔ اور ارباب قلم کو اپنی ہمت اس طرف مبذول کرنی چاہئے۔

وجناب عطا جیلانی صاحب تحصیلدار بندوبست و دیگر معززین و عمائد شہر پہلے سے ہی جلسہ میں موجود تھے۔

غیر احمدیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا سوال اٹھا۔ حضرت مولانا نے خوب واضح طور پر سمجھایا۔ کہ اگر تم لوگ اعلان کر کے لکھ دو کہ ہمارے حضرت مسیح موعود مسلمان ہیں اور ان کے مکفر بموجب حدیث کے کافر ہیں تو ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

جب جلسہ ختم ہوا۔ تو خوش قسمتی سے نماز مغرب کا وقت تھا۔ حضرت امیر کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر فرمایا۔ کہ اذان کی آواز سنتے ہی لوگوں کے دلوں سے احمدیت اور غیر احمدیت کا سوال ہی اٹھ گیا۔ اور تقریباً سب حاضرین اس پاک امام کے پیچھے فریضۂ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جن میں ایک قابل قدر حافظ و واعظ مولوی غلام محمد صاحب بھی شامل تھے۔

بعد فراغت نماز بر مکان حضرت امیر قوم ایک دعوت کے ذریعہ عمائد اور احباب ڈیرہ کو تبلیغ کی گئی۔ وہی حافظ صاحب بھی موجود تھے۔ مولوی صاحب نے آیت فلما توفیتنی کے ذریعے وفات مسیح کے وہ وہ نکات بیان فرمائے کہ حاضرین میں سے اکثروں نے اسی وقت وفات مسیح کو مان لیا۔ حافظ صاحب نے چند ایک سوال کئے جن کے جواب بہت ہی عمدہ دئے گئے۔ کہ حافظ صاحب آخر چپ رہ گئے۔

غرض جلسہ ڈیرہ غازیخان کیا بلحاظ تبلیغ اسلام و تبلیغ احمدیت اشاعت اخلاق محمدیہ ارتباط سلسلہ مودت ایسا مقبول و محبوب ہوا۔ کہ ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ جلسوں میں اللہ تعالیٰ کے اور بھی افضال ہوں گے۔ والسلام۔

خاکسار۔ عزیز بخش سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ڈیرہ غازیخان۔

دونوں میں سچا کون ہے

قرآن، حدیث اور مسیح موعودؑ کے حوالوں سے قادیانی اور لاہوری پارٹی ایک دوسرے کے خلاف اپنے آپکو سچا ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ مگر میں ایک عقل کی بات بتاتا ہوں جو ہر دو میں فیصلہ کن ہے۔ جب کوئی شخص کسی کی بیعت کرتا ہے تو پھر اگر اسکی جان چلی جائے تو چلی جائے مگر وہ بیعت سے کبھی بیزار نہیں ہوتا۔ ہم نے آجتک یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ فلاں شخص فلاں کی بیعت کر کے منحرف ہو گیا ہے۔ مگر آج وہ زمانہ آ گیا ہے کہ آئے دن ہم پیغام صلح میں فسخ بیعت کا اعلان دیکھتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے۔ درحقیقت یہ میاں صاحب کی باطل پرستی پر دال ہے اگر میاں صاحب اپنے مریدوں کو پیغام صلح کے پڑھنے کی اجازت دیدیں تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ تمام مرید تھوڑے عرصہ میں میاں صاحب کو خیرباد کہکر اپنے اصلی مقصد کو پالینگے۔ اگر میاں صاحب اپنے مذہب میں سچے ہیں تو افضل میں اعلان کر دیں کہ ہر ایک شخص پیغام صلح بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ ع تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ اگر وہ ایسا اعلان نہیں کرتے تو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ مگر میاں صاحب خوب یاد رکھیں کہ خدائی کام کبھی نہیں رکتے خدا ضرور اپنی سچائی کو بڑے زور آور حملوں سے ظاہر کر دیگا۔ اور بہت سی سعید روحیں حق و باطل میں تمیز کر کے یکے بعد دیگرے میاں صاحب سے دست برداری کا اعلان کرتی جائینگی میاں صاحب کتنا ہی اپنے مریدوں کو کیوں نہ روکیں مگر انصاف پسند اس منطق کو خوب سمجھتے ہیں اور پیغام صلح کو پڑھتے ہیں خاصکر مولوی محمد احسن صاحب کی بیزاری نے میاں صاحب کے مریدوں کی آنکھیں کھولدی ہیں۔ اب وہ دونوں کے خیالات کا موازنہ کرتے ہیں اور امیر صاحب کی مدحتی کا دم بھرتے ہیں۔ خاکسار نذیر محمد سردار ڈیرہ غازیخان۔

جماعت احمدیہ شملہ

رسیدات بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۱۶ء معرفت شیخ الٰہ دین صاحب کمپوزیٹر

خواجہ خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس

منشی عبدالرحیم صاحب لفٹننٹ ریلوے بورڈ

شیخ عبدالحق صاحب ایگزامنر آفس

شیخ اسلام دین۔ ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس

ملک غلام محمد صاحب اسسٹنٹ سکشن ہولڈر

شیخ نصیر الحق صاحب برادرزادہ شیخ عبدالحق صاحب

منشی عبداللطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس

شیخ الٰہ دین صاحب

مولوی عبداللہ صاحب خوشنویس سدرن فوجی اخبار

رسالہ لطف سخن:- اپریل میں شہر سیالکوٹ سے ایک علمی ادبی ماہوار رسالہ شائع ہو گا جس میں ملک کے ممتاز و معزز اہل قلم آدمیوں۔ انشاپرداز اور مضمون نگاروں کے مضامین نظم و نثر شائع ہوا کریں گے … چندہ سالانہ … کاغذ ولایتی۔ چھپائی نہایت اعلیٰ

مذاکرۂ علمیہ

قصۂ لیکھن یا وید کا بھید

(نمبر ۳)

منتر ۲۔ (اگنی) آگ (پوروے بھی) پہلے زمانے کے (رشی بھی) رشی لوگوں سے (ایڑ عیہ) پوجی گئی ہے (سہ اُت) وہی اگنی (ایہہ) یہاں (دیوان) دیوتاؤں کو (وکھشتی) لاوے۔

مطلب:- آگ جسکو پرانے اور نئے رشیوں نے پوجا ہے دیوتاؤں کو یہاں لاوے۔

اس منتر سے بمقصد ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) آتش پرستی قدیمی بزرگوں کا آبائی ورثہ ہے۔

(۲) یہ دعوے باطل ہے کہ وید شروع دنیا میں الہام ہوئے تھے۔

(۳) پرانے رشی وید مقدس کے رشی نہیں۔ (بلکہ اُن کے استاد ایران کے آتش پرست ہیں)

(۴) آگ آسمانی دیوتاؤں کی مہربانی حاصل کرنے کیلئے جلائی جاتی ہے (ہوا کی صفائی مقصود نہیں)

(۵) دیوتا کسی اور جگہ موجود ہیں جنکو یہاں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

(۶) آگ کو ایک ہرکارہ سمجھا گیا ہے۔ جسکے سپرد لوگوں کا پیغام دیوتاؤں کو پہنچانا ہے۔

(۷) آتش پرستی کی بنا الہام پر نہیں۔ بلکہ باپ دادوں کی تقلید پر ہے۔

(۸) دیوتا انسانوں سے الگ کوئی ہستی ہے۔

(۹) یہ کلام کسی آتش پرست کا ہے۔ خدا کا نہیں۔

(۱۰) دیوتا سے مراد خدا نہیں۔ کیونکہ یہاں دیوتا بصیغہ جمع آیا ہے۔

وید مقدس میں اس منتر کے موجود ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ وید مقدس کی تعلیم توحید کی تعلیم ہے۔

منتر کی زمین ایسی سنگلاخ ہے کہ اس پر سوامی دیانند جی کا زور قلم بھی گلکاری نہیں کر سکا۔ بلکہ برعکس اس کے پرانے اور نئے زمانے کے رشی ان کو بھی تسلیم کرنے پڑے۔ اور یوں ان کے ہی قلم سے وید کے شروع دنیا میں ہونے کی تردید ہو گئی بعض آریہ دوستوں پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وید میں پرانے اور نئے رشیوں (منتر دیکھنے والوں) کا ذکر ہے۔ تو وہ جواب دیا کرتے ہیں کہ پرانے رشیوں سے مراد اس دنیا سے پہلی دنیا کے رشی مراد ہیں یہ ایک ایسا لغو اور بیہودہ جواب ہے کہ جس کا ثبوت قطعاً انکے پاس کوئی نہیں۔ نہ تو وید منتر کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور نہ کسی اور معتبر تفسیر میں اس کا ذکر ہے بلکہ سائنا چاریہ نے صاف طور پر انکو اسی دنیا کے قدیم رشی تسلیم کیا ہے۔ خود سوامی دیانند جی نے بھی پرانے رشیوں کو پہلے سمے کے رشی لکھا ہے یہ نہیں لکھا کہ اس دنیا سے پہلے جو دنیا تھی۔ اس کے رشی مراد ہیں۔

(منتر ۳) اگنینا۔ رئیم۔ اشنوت۔ پوشم۔ ایو۔ دِوِدوِ۔ یشسم ویرد تم

(ترجمہ) اگنی کے ذریعے سے (یا آتش پرستی سے) (ایسی) دولت حاصل ہوتی ہے۔ (جو) دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ جو شہرت دینے والی اور اولاد بڑھانیوالی ہے۔

اس منتر سے مندرجہ ذیل تعلیم حاصل ہوتی ہے۔

(۱) آتش پرستی کی غرض دنیا طلبی ہے۔

(۲) آتش پرستوں میں دولت کی حرص دن بدن ترقی کرتی رہتی ہے۔

(۳) آتش پرستی سے اولاد کی افزائش سمجھنا وہم پرستی ہے۔

(۴) آتش سوزاں کو شہرت دینے والی کہنا۔ آگ کی بیجا خوشامد ہے۔ البتہ ان معنوں میں آگ کو شہرت دینے والی کہنا ٹھیک ہو سکتا ہے۔ کہ جب کسی کے مکان کو لگتی ہے۔ تو وہ شخص اپنے مکان سمیت چار دانگ عالم میں مشہور ہو جاتا ہے)

(۵) سوامی دیانند جی فرماتے ہیں کہ آگ سے کلوں وغیرہ میں کام لینے سے دولت شہرت اور جسم کی مضبوطی حاصل ہوتی ہے اگر اس منتر کا یہی مطلب ہے تو اس صورت میں اگنی کے بڑے بھائی جل دیوتا (پانی) کو فراموش کر دینے کے کیا معنی۔ جسکے بغیر سٹیم (بھاپ) نہیں بن سکتی اور سوامی جی کا خیالی انجن کھڑے کا کھڑا رہجاتا ہے۔

(۶) جب اولاد۔ دولت اور جسم کی مضبوطی گذشتہ جنم کے اعمال کا ثمرہ ہے۔ تو آتش پرستی سے ان کا بڑھنا مسئلہ تناسخ کو جواب دیتا ہے ؎

تعلیم تو گفت کسا نیکہ با فلک سیاہ
با آب گنگا و جمنا سفید نتواں کرد

(۷) کلام بے ربط اور مطلب خبط ہے۔

خاکسار عبدالحق۔ ودیارتھی۔

منقولات

امن اور اسلام

جن ملکوں میں ہمیشہ اندرونی جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہاں کی باشندے عموماً نقض امن اور قتل و خونریزی کے عادی ہو جاتے ہیں اور کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ اس سلسلہ کو قائم رکھتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب بھی اسی قسم کا بدقسمت ملک تھا۔ اس لئے ریگستان عرب میں انسانی خون کے جو طوفان برپا ہوئے اور اس میں باہمی جنگ و جدال کی جو تلاطم خیز لہریں اٹھیں اُس نے اہل عرب کے جذبات میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا اور اس کا اثر عموماً راہزنی غارتگری اور نقض امن کی صورت میں ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ یہانتک کہ خود عرب میں ایک قبیلہ اس بنا پر نہایت بدنام تھا۔ کہ وہ ایام حج میں حاجیوں کا مال چرا لیا کرتا تھا۔ چنانچہ اہل عرب نے اس قبیلہ کو "سراق الحجیج" کا خطاب دیا تھا۔ قبیلہ ہذیل میں ڈاکوؤں کی ایک خاص جماعت قائم ہو گئی تھی جس سے عرب کے امن کا شیرازہ بالکل درہم برہم کر دیا تھا۔

اسلام دنیا میں آیا۔ تو عرب کی تمام قوتوں کا رخ اسکی طرف پھر گیا۔ اس لئے اسلام اور داعی اسلام پر مالی، سیاسی، اخلاقی مختلف حیثیتوں سے اس نقض امن کا اثر بھی پڑا۔ چنانچہ ایک بار مقام ذی قرد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کا جو گلہ چرا کرتا تھا۔ اُس پر قبیلہ غطفان نے دفعتہً ڈاکہ مارا۔ اور تمام اونٹوں کو لوٹ لے گیا[1]۔

قبائل عکل و عرینہ کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔ اور مدینہ میں قیام کیا۔ یہاں کی آب و ہوا ناموافق ہوئی تو اُس نے آنحضرت صلعم سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے اسکو صدقہ کے اونٹوں کی چراگاہ میں بھیجدیا۔ کہ صحرا کی تازہ ہوا کھا کر اور اونٹوں کا تازہ دودھ پی کر قوت و توانائی حاصل کریں لیکن اُن لوگوں نے صحیح و تندرست ہونے کے بعد اسلام کو خیرباد کہا۔ مرتد ہو گئے۔ اور تمام اونٹوں کو لوٹ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اور چرواہوں کو قتل کر ڈالا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے اُن کو پکڑوایا اور سزائیں دیں[2]۔

کبھی کبھی عرب کی اس فطرت کا ظہور نہایت بے رحمانہ شکل میں ہوتا تھا چنانچہ ایک یہودی نے چند زیورات کے لالچ میں ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھکر کچلدیا۔ لڑکی کو لوگ آنحضرت صلعم کے پاس اُٹھا لائے۔ ابھی تک لڑکی میں بقدر ہوش باقی تھا کہ آنحضرتؐ نے قاتل کا نام پوچھا تو اُس نے سر اُٹھایا اور اشارہ سے بتلایا۔ چنانچہ آنحضرت نے قاتل سے اسی طریقہ پر قصاص لیا۔ یعنی اُس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھکر کچلوا دیا[3]۔

اسی طرح چند مسلمان خیبر کیطرف گئے اور وہاں پہنچکر اپنی اپنی ضرورتوں کیلئے متفرق ہو گئے۔ پلٹے تو ایک شخص کو مقتول پایا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر کی آپنے قاتل کے متعلق شہادت طلب فرمائی لیکن وہ لوگ کوئی گواہ پیش نہ کر سکے آنحضرتؐ نے خیبر کے یہودیوں سے قسم لینی چاہی لیکن اُن لوگوں نے اُنکی قسم پر اعتماد ظاہر نہیں کیا۔ مجبوراً خود آپ نے صدقے کے اونٹوں سے اُس کی دیت دے دی[4]۔

ایکبار عرب کے مختلف قبیلوں نے آنحضرت صلعم سے فوجی مدد کی درخواست کی۔ آنحضرتؐ نے قراء صحابہ میں سے ستر آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب وہ لوگ بیر معونہ پر پہونچے تو اُن قبائل نے بیوفائی کی اور اُنکو قتل کر دیا[5]۔ اس قسم کے جرائم صرف کفار ہی تک محدود نہ تھے بلکہ جب تک آنحضرت صلعم کے فیض صحبت اور آپ کی روحانی تربیت نے مسلمانوں کے نظام اخلاق کو پختہ اور مکمل نہیں کیا تھا خود ان سے بھی کبھی کبھی اس قسم کے افعال سرزد ہو جایا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے بمقام حدیبیہ کفار مکہ سے جو معاہدۂ صلح کیا تھا اُسکی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ مکہ سے جو مسلمان مدینہ بھاگکر آئیگا آپ اُنکو واپس کر دیا کریں گے اس بنا پر جب ابوبصیرؓ مکہ سے مدینہ بھاگ آئے تو قریش نے اُنکو واپس لانے کیلئے دو شخص بھیجے۔ آنحضرتؐ نے ابوبصیر کو اُنکے حوالے کر دیا۔ لیکن ابوبصیر نے راستے میں دھوکہ سے ایک شخص کو قتل کر دیا اور پھر مدینہ واپس چلے آئے۔ آنحضرتؐ نے اُنکو دوبارہ واپس کرنا چاہا۔ تو وہ دریا کے کنارے بھاگ گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ مکہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی سب نکل نکل کے جا ملے۔ اب ایک مستقل جماعت قائم ہو گئی جو عموماً قریش کے اموال تجارت کو لوٹا کرتی تھی۔ قریش نے آنحضرت کی خدمت میں اسکی شکایت کی تو آپ نے اُن لوگوں کو اپنے پاس بلا لیا[6]۔ لیکن اس بدامنی کا سب سے زیادہ مضر اور شدید اثر خود اشاعت اسلام پر پڑتا تھا۔ اسلام اپنے روحانی اثر سے تمام عرب میں نہایت سرعت کیساتھ پھیلتا جاتا تھا۔ اور عرب کے مسلمان قبائل آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض صحبت اُٹھانا اور تعلیمات اسلامیہ سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے تھے۔ لیکن بدامنی کا یہ طوفان ان روحانی لہروں کو بھی اپنے اندر سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ وفد عبدالقیس نے آپکے فیض تربیت و تعلیم

---

[1] بخاری جزو ۵ ص ۱۲۴ [2] بخاری جزو ۶ ص ۱۲۳ [3] بخاری جزو ۹ ص ۵ [4] بخاری جزو ۹ ص ۹ [5] بخاری جزو ۵ ص ۱۰۵ [6] ابوداؤد جلد ۲ ص ۳۵

سے محروم رہنے کا سبب نہایت حسرت آمیز الفاظ میں یہ بیان کیا تھا۔

یارسول اللّٰہ! قد حالت بیننا و بینك کفار مضر ولن نخلص الیك الا فی الشہر الحرام فمرنا بشیئ ناخذہ عنك وندعوا الیہ من وراءنا۔۔۔۔۔۔۔

یارسول اللّٰہ! کفار مضر ہمارے اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے ہیں اور ہم انکی رکاوٹوں کی وجہ سے ہمیشہ آپکی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتے صرف حج کے مہینوں میں آسکتے ہیں کہ وہ امن کا زمانہ ہوتا ہے پس آپ ہمکو اسلام کے احکام وتعلیمات سکھلا دیجئے۔ ہم خود بھی سیکھ لیں۔ اور جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتے انکو بھی ان احکام کی دعوت دیں"

اسلام اگرچہ اپنی دعوت کو تلوار سے شروع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر حق کے قیام کے لئے تلوار کے بغیر چارہ نہیں۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

مذہب کوئی زبردستی کی چیز نہیں اور ہدایت ایکدوسرے سے بالکل الگ ہوگئی ہے اور ہر شخص نور وظلمت میں اب خود امتیاز کرسکتا ہے"

! لیکن وہ کامل سکون واطمینان کے ساتھ اشاعت اسلام کا بہر حال جائز حق رکھتا تھا اور اس لئے قیام امن وبسط عدل کیلئے منکرین کی فطرت خبیثہ کا جانبازانہ مقابلہ کرسکتا تھا۔

دنیا میں بظاہر نرمی وملاطفت اخلاقی تعلیم کی اشاعت کے لئے زیادہ مؤثر وموزوں خیال کئے جاتے ہیں۔ لیکن اسوقت اسلام کے سامنے اخلاقی تعلیم کی اشاعت سے مقدم تر ایک دوسرا سوال تھا اس وقت یہ بحث نہیں تھی کہ سطح پر عمارت کیونکر قائم کی جائے گفتگو یہ تھی کہ سطح کیونکر ہموار کی جائے؟ اسلام نے مکہ کے ایک ایک قبیلے سے نوبرس تک نہایت نرم لہجے میں اس سوال کا جواب طلب کیا لیکن صحرائے عرب کے ہر نشیب وفراز نے جواب دیا۔ کہ ہماری گردنیں صرف تلوار ہی سے جھک سکتی ہیں"۔ اسلئے اسلام نے میان سے تلوار نکالی۔ اور قوت سے قوت کا مقابلہ کیا۔ لیکن عرب کی جنگجو فطرت کی طرح اس کا مقصد بغض وانتقام کے خون سے تلوار کو رنگین کرنا نہ تھا، بلکہ بدامنی کے ان تودوں کو ہموار کرنا تھا۔ جو اشاعت حق وعدل کی راہ میں حائل تھے۔ چنانچہ صحابہ جب اس ناہموار راہ کی شدائد وتکالیف سے چور چور ہو کر سررشتہ صبر وسکون کو ہاتھ سے چھوڑ دینا چاہتے تھے۔ تو آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم اس مقصد اعظم کی اہمیت بتلاکر ان کے اندر عزم واستقلال کی روح پھونک دیتے تھے۔

شکونا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو متوسد بردۃ لہ فی ظل الکعبۃ۔ قلنا لہ الا تستنصر لنا؟ الا تدعو اللّٰہ لنا؟ قال کان الرجل فیمن قبلکم یحفر لہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق باثنتین وما یصدہ ذالك عن دینہ و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظم او عصب وما یصدہ ذالك عن دینہ واللّٰہ لیتمن ھذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف اللّٰہ او الذئب علی غنمہ ولکنکم تستعجلون

۔۔۔ سرہانے رکھکر خانہ کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے ہم نے اپنی تکلیفوں کی شکایت کی اور کہا: باوجود ان شدائد کے آپ ہمارے لئے خدا سے کیوں مدد نہیں مانگتے؟ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا تم سے پہلے کی قوموں میں جو صاحب عزم مسلمان تھے ان کے لئے زمین میں گڑھے کھودے جاتے تھے۔ اور وہ ان گڑھوں میں کھڑے کردیئے جاتے تھے پھر آرہ لایا جاتا تھا۔ اور انکے سر پر رکھکر انکو دو ٹکڑے کردیا جاتا تھا۔ لیکن یہ مصیبت بھی انکو دین سے نہیں پھیر سکتی تھی انکی کھالوں پر لوہے کی کنگھیاں پھرائی جو گوشت سے ہڈی اور پٹھوں کو جدا کردیتی تھیں۔ لیکن پھر بھی انکے ایمان میں کسی قسم کا تزلزل نہیں پیدا ہوتا تھا۔ تمکو صبر کرنا چاہئے۔ خدا کی قسم! دین اسلام کامل ہو کے رہیگا۔ اور اس کا کمال یہ ہے کہ یمن سے ایک شتر سوار اس امن وسکوت کے ساتھ حضرموت تک چلا جائیگا کہ اسکے دل میں بجز خدا کے اور اس بھیڑئیے کے جو اس کی بکریوں کو پکڑ لیجاتا ہے۔ اور کسی چیز کا خوف نہ ہوگا۔ لیکن آہ! تم لوگ ایسے وسیع ایسے عظیم ایسے جلیل مقصد کے حصول میں ضعف بشری سے جلدی کر رہے ہو!

آنحضرت نے اس مقصد کو عدی بن حاتم کے دل میں نہایت وضاحت کے ساتھ جاگزین فرمایا ہے اور اس سے غزوات اسلامیہ کا منتہائے خیال نہایت واضح طور پر منکشف ہو جاتا ہے۔

عن عدی بن حاتم قال: بینا انا عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ اتاہ رجل فشکا الیہ الفاقۃ۔ ثم اتاہ اٰخر فشکا قطع السبیل فقال

عدی ابن حاتم کہتے ہیں میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک آدمی آیا اور تنگدستی کی شکایت کی پھر دوسرا آدمی آیا اور لٹ جانے کی شکایت کی آپ نے میری طرف مخاطب ہوکر

یا عدی! ھل رأیت الحیرۃ قلت لم ارھا وقد انبئت عنہا قال فان طالت بك حیاۃ لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ لا تخاف احدا الا اللّٰہ قلت فیما بینی وبین نفسی فاین دعار طئ الذین قد سعروا البلاد؟ ولئن طالت بك حیاۃ لتفتحن کنوز کسرٰی بن ھرمز۔ ولئن طالت بك حیاۃ لترین الرجل یخرج ملء کفہ من ذھب او فضۃ یطلب من یقبلہ منہ فلا یجد احد یقبلہ منہ!

فرمایا:- کیوں عدی! تم نے شہر حیرہ کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھا تو نہیں ہے۔ البتہ سنا ہے" آپ نے فرمایا اگر تم زندہ رہے تو دیکھ لینا۔ کہ ایک پردہ نشین عورت تنہا ملک حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی۔ لیکن خدا کے سوا اسکو راہ میں کسی چیز کا ڈر نہ ہوگا" عدی کہتے ہیں۔ کہ میں نے دل میں کہا" قبیلہ طے کے ڈاکو کیا ہو جائینگے۔ جنہوں نے تمام ملک عرب میں آگ لگا رکھی ہے پھر آپ نے فرمایا۔ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانہ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے" میں نے تعجب سے پوچھا" کسرے بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں "کسریٰ بن ہرمز" پھر آپ نے فرمایا۔ "اگر تم زندہ رہے۔ تو دیکھو گے کہ ایک آدمی اپنی مٹھی میں سونا یا چاندی لیکر گھر سے چلیگا اور فقراء کو دینا چاہیگا۔ مگر ہر شخص بجائے خود اس قدر مستغنی ہوگا۔ کہ اس صدقہ کو کوئی قبول نہ کریگا"۔

قال عدی:- فرأیت الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ لا تخاف الا اللّٰہ وکنت فیمن افتتح کنوز کسرٰی بن ھرمز۔ ولئن طالت بکم حیاۃ لترون ما قال النبی ابو القاسم صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔[1]

عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت بیخوف آتی ہے۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کرکے چلی جاتی ہے۔ کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ کھولا گیا اور میں اسکے کھولنے والوں میں شریک تھا۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی تیسری بشارت یعنی اس قدر اللّٰہ تعالےٰ دولت عطا کرے گا۔ کہ صدقہ لینے والے مسکین نہ ملیں گے۔ تو عدی نے کہا۔ کہ جو لوگ زندہ رہیں گے۔ وہ اسکو بھی دیکھ لیں گے"!

چنانچہ اس دور کے بعد جو لوگ آئے۔ انہوں نے اس چیز کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ بشارت تھی جو اسلام نے اس قوم کو دی تھی۔ جو ریگستان کے صحرائی خیموں میں سوتی۔ خشک کھجور کھاتی اور اونٹوں کو چراتی تھی۔ مگر اس نے یقین کیا اور اس کا پھل پایا! پھر آہ! موجودہ عہد کے وہ مسلمان جو محلوں میں اور ریشمی بستروں پر سوکر آج اسلام کے وعدہ پر یقین نہیں لاتے۔ اور اسکے لئے اپنے اندر کوئی یقین نہیں رکھتے۔! فشتان ما بین الیوم والامس!

غزوات اسلامیہ کا یہی مقصد تھا۔ چنانچہ جب یہ مقصد حاصل ہوگیا۔ دار الامن (کعبہ) کا دروازہ تمام دنیا کے لئے کھل گیا۔ باہمی جنگ وخونریزی کی جگہ امن وامان قائم ہوگیا۔ فتنہ وفساد وکفر کا غبار بیٹھ گیا۔ حریت واستقلال انسانی کا شرف وجود میں آگیا تو اس نے اپنی تکمیل کا عام اعلان کردیا:-

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

پس اسلام اور امن ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اسلام کی صلح بھی امن کے لئے ہے۔ جنگ بھی امن کے لئے۔ حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ۔ (خطیب دہلی)

[1] بخاری جزو ۱۴: باب علامات النبوۃ

اخبار احمدیہ

حضرت امیرؓ بفضلہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہیں درس قرآن کریم میں کل سورہ الحدید شروع ہوئی ہے۔

حضرت مولینا صدرالدین صاحب۔ حضرات ڈاکٹر صاحبان اور دیگر بزرگان ملت بھی بحمد اللّٰہ بخیریت ہیں۔

جناب بابو منظور الہیٰ صاحب کا تار بمبئی سے آیا ہے کہ وہ افریقہ سے واپس پہنچ گئے ہیں غالباً ایکدو دن تک لاہور پہنچ جائیں۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

ایک عیسائی لیڈی کا قبول اسلام کل مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو حضرت مولینا صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر ایک عیسائی لیڈی نے اسلام قبول کیا لیڈی مذکورہ کی والدہ نے اسکی رغبت اسلام کی طرف دیکھکر پہلے ہی اپنی جائداد سے محروم ملازمت بھی بحیرا دیا لیکن اس نے اس کی قطعاً پروا نہ کی۔ اللّٰہ تعالےٰ نے بیش از پیش استقامت واستقلال عطا فرمائے۔ اسلامی نام رشیدہ بیگم رکھا گیا۔

تازہ خبریں

ہوڑہ اسٹیشن پر آدمی غائب ہونیکا پراسرار واقعہ:- ۱۸ مارچ گذشتہ دہن باد سے مستری لال ولد پربولال بارٹھ واڑی جس کی عمر ۵۰ سال بتائی جاتی ہے۔ مال بزازی خرید نے کے لئے کلکتہ روانہ ہوا۔ ۱۹-۲۰ مارچ کو مال خرید کرکے اور اس کے بنڈل بندھوا اس نے مالک دوکان کو مالگاڑی میں روانہ کردینے کی تاکید کی اور کچھ مال تخمیناً ۲۰ سیر کے قریب ساتھ رکھا۔ ۲۱ کو اس نے ٹکٹ انٹر کلاس خرید کیا اور مال کو بک کرکے بلٹی حاصل کی اب اسکو دہن باد ۲۱ مارچ کو آنا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں پہنچا۔

۲۲ مارچ کو کلکتہ سے ایک پارسل بذریعہ ڈاک ملا جو یہاں ۲۳ مارچ کو ملا۔ اس میں زیور طلائی انگوٹھی وزنجیر وغیرہ اور بیک مال کی بلٹی اور مختصر چٹھی ملی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "میں مجبوری سے رنگون اور الینور جانے مجھے کہاں رکھا جائیگا۔ کہتے ہیں کہ تین ماہ تک پچیس روپیہ تمہیں ملیگا اور زیادہ حالات میں نہ لکھ سکتا ہوں اور نہ اجازت ہے"۔ خط وپارسل کا ملنا تھا کہ ان کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی اسی وقت کلکتہ میں آدمی دوڑائے گئے کلکتہ میں بڑے بڑے کیلوں کی امداد حاصل کی گئی۔ پتہ نہ ملا۔ اب سنا ہے کہ کمشنر صاحب پولیس کلکتہ کو رپورٹ کی گئی ہے۔ اور حضور لاٹ صاحب کو بھی ایک درخواست دی گئی ہے۔ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

تین عورتوں کا قاتل:- جوڈیشل کمشنر کورگ نے ایک شخص مسمی کتا ماکو جو پچیس سال کا ہے اس جرم میں پھانسی کی سزا دی ہے۔ کہ اس نے اپنی خالہ اور اس کی بیٹی اور نواسی کو صرف اس بنا پر قتل کردیا کہ اس کی خالہ کا ایک صندوقچہ گم ہوگیا تھا۔ اور وہ شبہ کرتی تھی کہ ملزم ہی صندوقچہ اڑا لے گیا ہے۔ ان تینوں عورتوں کے قتل کے بعد ملزم نے اپنی خالہ کے نواسے کو بھی قتل کرنا چاہا۔ مگر وہ بچ گیا ملزم نے عدالت میں اپنے قصور کا اعتراف کیا۔

فاقہ کشی کے باعث خودکشی:- چارشنبہ گذشتہ کو شب ستاپل داس لین (کلکتہ) کے ایک خالی مکان سے ایک لاش برآمد ہوئی۔ جس کی حالت نہایت خراب تھی۔ متوفی کی جیب سے چوکا غذات برآمد ہوئے ان سے اور بیرونی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ متوفی کا نام سرش چندر تھا۔ جس کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ تین دن ہوئے۔ کہ وہ اپنے والدین کو کچھ کہے بغیر گھر سے نکل گیا۔ اور ان کو اس کا حال لاش ملنے کے وقت تک کچھ بھی معلوم نہ ہوا۔ متوفی کی ٹانگوں پر کسی تیزاب سے گوشت جل جانے کے نشان تھے۔ اور اس کا چہرہ کالا سیاہ ہو رہا تھا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بیچارے نے فلاکت وناداری سے تنگ آکر اور فاقہ کشی کی تاب نہ لاکر خودکشی کرلی ہے۔

مشاعرہ بزم احباب:- سکریٹری صاحب مشاعرہ مکرم احباب کو اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۲۲ اپریل کو بروز یکشنبہ بوقت آٹھ بجے شام کوچہ سوداگراں اندرون شاہ عالمی دروازہ زیر صدارت جناب سعادت علی خان صاحب رئیس لاہور ہوگا۔ جس میں اہل سخن حضرات کی شراکت خصوصیت سے لازمی ہے۔ مصرع ہائے طرح حسب ذیل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک پر طبع آزمائی فرمائیں۔

۱۔ شہید ناز کو نیند آگئی آغوش خنجر میں
۲۔ خواب سے پہلے ملی خواب کی تعبیر مجھے

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

نمبر مقدمہ ۲۴۸

بعدالت شیخ عبدالرحمن صاحب منصف درجہ دوم شکر گڈھ ضلع گورداسپور

مہر چند ولد مشتاقا ذات مہاجن بنام ساون ولد گلا با ذات جولاہہ ساکن چک بہویا پرگنہ شکر گڈھ۔ ضلع گورداسپور۔ مدعی

المہر حال قاضی چک بہر منیہ پرگنہ گورداسپور ضلع گورداسپور۔ مدعا علیہ

دعوےٰ ۔۔۔ بزر ڈگری

اشتہار

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء کو حاضر عدالت ہوکر جوابدہی مقدمہ کی کرے تو بہتر۔ ورنہ اس کی سب کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۱۴ اپریل ۱۹۳۸ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

جلد ۴ | مقام بیت المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۴

پیغامِ عمل

(نظم جو سید غلام بھیک صاحب نیرنگ بی۔ اے نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے بتیسویں سالانہ جلسے میں پڑھی)۔

بند اول

ہم نفس! عہد سلف کی یاد خوانی ہو چکی،
چھوڑ اس قصے کو، رنگیں داستانی ہو چکی،
گردشِ گردوں کا شکوہ۔ بخت واژوں کا گلہ،
داستانِ انقلابِ دارِ فانی ہو چکی
تابکے آخر رہیگا شغل یادِ رفتگاں!
دورِ ماضی کی بہت کچھ نوحہ خوانی ہو چکی،
عزم و ہمت بھی نہ بہ جائیں اشکوں کے ساتھ!
ضبط کیجے سیل گریہ کی روانی ہو چکی،
خوب سوئے سرد جھونکوں میں نسیم آہ کے
جاگ اُٹھئے خواب غفلت کی گرانی ہو چکی!
اچھے اچھے وعظ۔ اچھی اچھی نظمیں سُن چکے،
لیکچر و تقریر کی گوہر فشانی ہو چکی!
کارنامے اگلے لوگوں کے کہاں تک گایئے
کرکے بھی دکھلایئے کا کچھ؟ کہانی ہو چکی،
کام کے میدان کی اب کھایئے چل کر ہوا
یعنی سیرِ باغ الفاظ و معانی ہو چکی،
ترجمہ کیجے عمل میں بھی اب اپنے علم کا
نکتہ سنجی ہو چکی معجز بیانی ہو چکی
آشتی کرنی پڑے گی انقلابِ دہر سے
روٹھے رہئے گا کہاں تک؟ سرگرانی ہو چکی،
ماں اختلافِ موج ایں دریا شناکردن چہ سود؟
خویشتن را غرقۂ بحر فنا کردن چہ سود؟

ملفوظات مسیح موعود

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

فرمایا انت منی تو بالکل صاف ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض اور نکتہ چینی نہیں ہو سکتی میرا ظہور محض اللہ تعالےٰ ہی کے فضل سے ہے اور اسی سے ہے دوسرا حصہ اس الہام کا کسی قدر شرح طلب ہے سو یاد رکھنا چاہئے کہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جیسا قرآن شریف میں بار بار اسکا ذکر ہوا ہے وحدہٗ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ افعال الٰہیہ میں سچی بات یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید پر ایمان کامل اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان ہر قسم کے شرک سے پاک نہ ہو۔ توحید تب ہی پوری ہوتی ہے کہ درحقیقت اللہ تعالےٰ کو کیا باعتبار ذات اور کیا باعتبار صفات اور افعال کے بے مثل مانے۔ نادان میرے اس الہام پر تو اعتراض کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں کہ اسکی حقیقت کیا ہے لیکن اپنی زبان سے ایک خدا کا اقرار کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالےٰ کی صفات بھی دوسرے کیلئے تجویز کرتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کو محی اور ممیت مانتے ہیں۔ عالم الغیب مانتے ہیں حی القیوم مانتے ہیں کیا یہ شرک ہے یا نہیں؟ یہ خطرناک شرک ہے جس نے عیسائی قوم کو تباہ کیا ہے اور اب مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے ان کے اس قسم کے اعتقادوں کو اپنے اعتقادات میں داخل کر لیا ہے پس اس قسم کی صفات جو اللہ تعالےٰ کی ہیں کسی دوسرے انسان میں خواہ وہ نبی ہو یا ولی تجویز نہ کرے اور اسی طرح خدا تعالےٰ کے افعال میں بھی کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔ دنیا میں جو اسباب کا سلسلہ جاری ہے بعض لوگ اس حد تک اسباب پرست ہو جاتے ہیں۔ توحید کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ شرک فی الاسباب کا بھی شائبہ باقی نہ رہے خواص الاشیاء کی نسبت یہ یقین نہ کیا جاوے کہ وہ خواص انکے ذاتی ہیں بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ وہ خواص بھی اللہ تعالےٰ نے ان میں ودیعت کر رکھے ہیں جیسے تربد اسہال لاتی ہے۔ یا سم الفار ہلاک کرتا ہے اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان میں رکھے ہوئے ہیں اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے اور نہ اسے کھا کر کوئی مر سکتا ہے۔ غرض اسباب کے سلسلہ کو حد اعتدال سے نہ بڑھاوے اور صفات و افعال الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے۔ تو توحید کی حقیقت اس میں متحقق ہوگی اور اسے موحد کہیں گے لیکن اگر وہ صفات و افعال الٰہیہ کو کسی دوسرے کے لئے تجویز کرتا ہے تو وہ زبان سے گو کتنا ہی توحید ماننے کا اقرار کرے وہ موحد نہیں کہلا سکتا ایسے موحد تو آریہ بھی ہیں جو اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں لیکن باوجود اس اقرار کے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کو خدا نے پیدا نہیں کیا وہ اپنے وجود اور قیام میں اللہ تعالےٰ کے محتاج نہیں ہیں گویا اپنی ذات میں ایک مستقل وجود رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا اسی طرح

پر بہت سے لوگ ہیں جو شرک اور توحید میں فرق نہیں کر سکتے۔ ایسے افعال اور اعمال ان سے سرزد ہوتے ہیں یا وہ اس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں جن میں صاف طور پر شرک پایا جاتا ہے مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے یا فلاں کام درست نہ ہوتا پس انسان کو چاہئے کہ اسباب کے سلسلہ کو حد اعتدال سے نہ بڑھاوے اور صفت و افعال الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے +

انسان میں جو قوتیں اور ملکہ اللہ تعالےٰ نے رکھے ہیں ان میں وہ حد سے نہیں بڑھ سکتے مثلاً آنکھ اس نے دیکھنے کے لئے بنائی ہے اور کان سننے کے لئے زبان بولنے اور ذائقہ کے لئے اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کانوں سے بجائے سننے کے دیکھنے کا کام لے اور زبان سے بولنے اور چکھنے کی بجائے سننے کا کام لے ان اعضا اور قوےٰ کے افعال اور خواص محدود ہیں مگر اللہ تعالےٰ کے افعال اور صفات محدود نہیں ہیں۔ اور وہ لیس کمثلہ شئی ہے غرض یہ توحید تب ہی پوری ہوگی جب اللہ تعالےٰ کو ہر طرح سے وحدہٗ لاشریک یقین کیا جاوے اور انسان اپنی حقیقت کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت سمجھ لے کہ نہ میں اور نہ میری تدابیر اور اسباب کچھ چیز ہیں +

اس سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید ہم استعمال اسباب سے منع کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے ہم اسباب کے استعمال سے منع نہیں کرتے بلکہ رعایت اسباب بھی ضروری ہے۔ کیونکہ انسانی بناوٹ بجائے خود اس رعایت کو چاہتی ہے لیکن اسباب کا استعمال اس حد تک نہ کرے کہ اُن کو خدا کا شریک بنا دے۔ بلکہ ان کو بطور خادم سمجھے جیسے کسی کو بٹالہ جانا ہو تو وہ یکہ یا ٹٹو کرایہ کرتا ہے تو اصلی مقصد ان کا بٹالہ پہنچنا ہے نہ وہ ٹٹو یا یکہ۔ پس اسباب پر کلی بھروسہ نہ کرے یہ سمجھے کہ ان الفاظ میں استعمال نے کچھ تاثیریں رکھی ہیں اگر اللہ تعالےٰ نہ چاہے تو وہ تاثیریں بیکار ہو جائیں اور کوئی نفع نہ دیں اسی کے موافق ہے جو مجھے الہام ہوا ہے۔

رب کل شیء خادمک

بت پرستوں کا شرک تو موٹا ہوتا ہے کہ پتھر بنا کر پوجا کرتے ہیں یا کسی درخت یا اور شے کی پرستش کرتے ہیں اسکو تو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ باطل ہے یہ زمانہ اس قسم کی بت پرستی کا نہیں ہے بلکہ اسباب پرستی کا زمانہ ہے اگر کوئی بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے اور سست ہو جاوے تو اس پر تو خدا کی لعنت ہوتی ہے لیکن جو اسباب کو خدا بنا لیتا ہے وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت یہ دو شرکوں میں مبتلا ہے ایک تو مردوں کی پرستش کر رہا ہے اور جو اس سے بچے ہیں اور مذہب سے آزاد ہو گئے ہیں وہ اسباب کی پرستش کر رہے ہیں اور اس طرح پر اسباب پرستی مرض دق کی طرح لگی ہوئی ہے اور یورپ کی اتباع سے اس ملک کے نوجوانوں اور نو تعلیمیافتہ لوگوں کو بھی اسی مرض میں مبتلا کر دیا ہے وہ اب سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ ہم اسلام سے باہر جا رہے ہیں اور خدا پرستی کو چھوڑ کر اسباب پرستی کے دق میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ یہ دق دور نہیں ہو سکتی اور اسکا علاج نہیں ہو سکتا جب تک انسان کے دل میں خدا کی ایک نالی نہ ہو جو اللہ تعالےٰ کے فیض اور اثر کو اس تک پہنچاتی ہے اور یہ نالی اسوقت پیدا ہوتی ہے جب انسان ایک منکسر النفس ہو جاوے اور اپنی ہستی کو باطل فانی سمجھ لے جس کو فنا نظری کہتے ہیں +

فنا کی دو قسمیں ہیں ایک فنا حقیقی ہوتی ہے جیسے وجودی مانتے ہیں کہ سب خدا ہی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۲۸ چہارشنبہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۰ء نمبر ۱۰۴

شجر تکفیر کی بیخکنی

تاریکی کے اندر روشنی کی شعاعیں

کفر بازی اور تکفیر و تفسیق کا مرض موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں جس شدت کے ساتھ پھیل رہا ہے ۔ اور بھائی کو بھائی سے جدا کرنے میں اس نے جو نمایاں کامیابی حاصل کی ہے ۔ بالخصوص ہندوستان کے اندر جس مضبوطی کے ساتھ ہر طرف اس نے اپنا قدم جمایا ہے ۔ اس کے اعتراف میں کس کو کلام ہو سکتا ہے ۔ وہ اسلام جس نے اپنی یہ امتیازی خصوصیت بتائی تھی اپنی اس نعمت کا شکریہ ہم سے چاہا تھا کہ اذکنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ اس نے تمہارے دلوں کے اندر ایک دوسرے کی محبت ڈالی پس تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ۔ جس نے ہماری پہلی حالت کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا تھا کہ کنتم علےٰ شفا حفرۃ من النار ۔ تم آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے ۔ اور فانقذکم کی نعمت ربانی سے سرفراز فرماتے کو یاد دلا کر آئندہ بھی اس سے بچنے کی تلقین فرمائی تھی ۔ افسوس کہ آج عملی طور پر ہم نے اسے بھلا دیا اور پھر ان عالیشان نعمائے الٰہی کی یہانتک بے قدردی کی کہ پھر اسی آگ کے گڑھے پر آ کھڑے ہوئے ۔

یہی نہیں کہ اس پہلی حالت کے بدل جانیکا قرآن کریم نے محض ذکر ہی کیا ہے صرف ان نعما کی یاد ہی نہیں دلائی بلکہ انہی آیات میں مسلمانوں کو لا تفرقوا کے قیمتی ارشاد میں پھر ان سابقہ تفرقوں میں پڑنے سے بھی وہ روکتا ۔ اور دوسری جگہ اس کی بیخکنی کے لئے یہانتک حکم فرماتا ہے کہ ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٔ الیٰ امر اللہ ۔ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ۔ اگر مومنوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو ۔ اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے ۔ تو اس سے جو زیادتی کرتا ہے ۔ لڑو یہانتک کہ وہ اللہ کی طرف آ جائے ۔ اگر وہ . . . تو ان کے درمیان عدل کیساتھ صلح کرا دو ۔ اور انصاف کرو بیشک اللہ تعالےٰ انصاف پسندوں سے محبت کرتا ہے ۔ اس میں کس قدر صفائی کے ساتھ قرآن کریم نے ہمیں تین باتوں کا ارشاد فرمایا ۔ (۱) جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں ۔ تو ان دونوں کی صلح کرا دو ۔ (۲) اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرتا ہے ۔ تو اس کے ساتھ لڑا جائے ۔ یہانتک کہ وہ سیدھا ہو جائے اور اللہ کے امر کی طرف آ جائے (۳) جس وقت وہ سیدھا ہو جائے اور اس زیادتی کو چھوڑ دے تو پھر عدل اور انصاف کے ساتھ ان کی آپس میں صلح کرا دو ۔ ایک طرف قرآن کریم کا یہ ارشاد اور اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان کہ من قال لاخیہ المسلم کافر فقد باء باحدھما ۔ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے ۔ ان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ کر پڑا ۔ لیکن دوسری طرف موجودہ مسلمانوں کا رویہ کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں ۔ اور نہایت آزادی اور جرأت کے ساتھ کہدیتے ہیں ۔ بات بات پہ کفر ہے ۔ بات بات پر لڑائی اور دنگا و فساد ہے لیکن کوئی نہیں جو ان باتوں کو روکنے والا ہو جو ان کفر بازوں کو بائیکاٹ کر کے بلکہ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ان کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دیدے ۔ اور صلح و اتحاد کی طرف لے آئے ۔ آہ ! یہیں کہا جاتا ہے ۔ بلکہ مجدد زمان امام وقت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام دیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی جماعت کو دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ کا بیج بو یا ۔ لیکن کاش ایسا کہنے والے اور اپنے مطلب کے صرف ایک ہی پہلو پر غور کرنے والے ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھتے ۔ قرآن کے اس ارشاد پر بھی غور کرتے ۔ رسول کریم صلعم کے صاف و صریح حکم کو بھی نظر تلے لاتے تو انہیں معلوم ہو جاتا ۔ کہ حضرت مسیح موعود کا یہ حکم ۔ آپ کا اور آپ کی جماعت کا یہ طرز عمل قرآن کریم اور حدیث شریف کے عین مطابق ہے ۔ اور اس کے بالمقابل باقی مسلمانوں کا طریق عمل ان کے سراسر خلاف ۔ کاش وہ دیکھتے کہ کیونکر فتوے باز ملانوں نے اس شیدائی اسلام کو کافر ٹھہرانے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا ۔ اس کی اسلام کو سرسبز کرنے والی پاک کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ باقی مسلمانوں نے بجائے اس کے کہ اس کفر بازی کی روک تھام کرتے قرآن کریم کے ارشاد کے ماتحت ان کفر بازوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ۔ انہوں نے بھی الٹا ان مکفرین کا ساتھ دیا ۔ اس ہنگامہ آرائی میں ان کی امداد کی اور قرآن کریم کے اس کھلے ارشاد اور رسول اللہ صلعم کے پاک حکم کی قطعاً کوئی پروا نہ کی ۔ اب بتاؤ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے ۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم قرآن کریم کے اسی ارشاد کے ماتحت ایسے تمام لوگوں سے اپنی نمازیں وغیرہ علیحدہ کرلیں ۔ حضرت مسیح موعود کے ماننے یا نہ ماننے کا سوال علیحدہ ہے ۔ ہم اسے کسی مسلمان ہونے کے لئے شرط نہیں قرار دیتے ۔ لیکن جس حد تک خود جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے اسلام کا سوال ہے ۔ بتاؤ کہ ان مکفرین کے ساتھ قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم نے کیا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے ۔ پھر تم کیوں اس ارشاد الٰہی کو بھلا رہے ہو ۔ کیوں حدیث رسول اللہ صلعم سے یوں عملی طور پر منحرف ہو رہے ہو ۔ اور قطعاً کوئی پروا نہیں کرتے کہ اس سے کیا کچھ قباحتیں پیدا ہونگی اور کس خطرناک نتائج اور سزاؤں کا مورد ٹھہرنا پڑیگا ۔

خدا بھلا کرے مسلمانان کلکتہ کا جنہوں نے حال ہی میں اس تکفیر کے خلاف ہم نے سنا ہے کہ آواز اٹھائی ہے ۔ چنانچہ معاصر ”صداقت“ کی ۱۲ اپریل کی اشاعت میں یہ رپورٹ درج ہوئی ہے کہ

”۷ ماہ حال کو مسلمانان کلکتہ کا ایک جلسہ بمقام ... روڈ اس غرض سے منعقد ہوا کہ کلکتہ کے مسلمانوں کی تردید کی جائے جو وقتاً فوقتاً تمام علمائے اسلام کے خلاف تکفیر کے اشتہارات شایع کرتے رہتے ہیں جلسہ میں مسلمانوں کی تعداد معقول تھی ۔ کارروائی تلاوت قرآن مجید کے بعد شروع ہوئی ۔ ایک غیر دیوبندی مولوی صاحب نے نہایت عامیانہ لہجہ میں شخصی معاملات کا تذکرہ چھیڑ دیا ۔ اور دو تین گھنٹہ تک دماغ کو پریشان کرنے والی تقریر کی بذاتیات کی بحث نے لوگوں میں اشتعال پیدا کر دیا ۔ مگر الحمد للہ کوئی بے لطفی کی بات نہ ہوئی ۔ عوام نے شور مچایا ۔ کہ مولوی صاحب بیٹھ جائیں ۔ اور مولوی صاحب بیٹھ جانے پر مجبور ہوئے ۔ بعد ازاں جناب اسمٰعیل صاحب اور جناب مولوی سہیل صاحب فیلسوف نے صلح و آشتی کی تقریریں کی جس سے حاضرین جلسہ میں متانت اور سکون کی کیفیت پیدا ہو گئی ۔ آخر دو بجے شب کے قریب جلسہ نعتیہ نظموں کے پڑھنے کے بعد دعا کے ساتھ بخیر و خوبی ختم ہو گیا ۔“

اس سے اگلی اشاعت میں معاصر مذکور اپنے ایڈیٹوریل نوٹ میں رقمطراز ہے ۔ کہ

”گذشتہ اشاعت میں ہم ایک جلسہ کی روئیداد درج کر چکے ہیں جس میں کلکتہ کے بعض مسلمانوں کی تکفیرانہ (بونان جارحانہ) روش پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا تھا ۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب غیر مسلم اقوام کے افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہو کر مسلمانوں کی برادری میں شامل ہوتے تھے تو اس پر غیر معمولی خوشی منائی جاتی تھی ۔ آج مسلمانوں میں یہ مرض طاعون کی طرح پھیل گیا ہے کہ وہ تکفیر کے خود ساختہ آلہ سے اپنے ہی بھائیوں کو اسلام کے دائرہ سے خارج کرنے کی فکر میں رہتے ہیں ۔ ہم نہایت ادب کیساتھ ان تکفیر باز بزرگواروں کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ جس آلہ کو وہ اس پھرتی اور بے سمجھی سے استعمال کرتے ہیں اس سے اسلام کے تبلیغی مقاصد کو سخت ضعف پہنچتا ہے ۔ اسلام ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی پوری کوشش اس دین کی اشاعت میں صرف کریں جس نے ہم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہم اپنی ہی برادری میں تشتت و فساد کی بنیاد ڈالیں گے تو نہ صرف ہمارا اصلی مقصد فوت ہو جائیگا بلکہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگے ۔ جب محبت اور اخوت کا رشتہ ٹوٹ گیا تو ہماری حالت ان بھیڑوں کی طرح ہو جائیگی جو آندھی یا طوفان میں ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہیں ۔ اور کوئی ان کی خبر نہیں لیتا ان بھیڑوں کا جو حشر ہوتا ہے وہ محتاج تشریح نہیں ۔ کلام مجید میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ کفار سے بحث کریں تو اس طرح کہ انہیں ناگوار نہ گذرے ۔ اس ارشاد میں یہی حکمت ہے کہ غیر مسلم اقوام اسلام کے اخلاق سے متاثر ہوں ۔ رسول اکرم صلعم کی مقدس زندگی مجسم اخلاق تھی جن مولویوں نے تکفیر بازی کو اپنی ذاتی اغراض کے لئے پیشہ بنا رکھا ہے انہیں اگر بندوں سے نہیں تو خدا سے تو ڈرنا چاہئے ۔ جاہلوں کی لڑائی اس قدر برا اثر نہیں پیدا کرتی جس قدر کہ مولویوں کی لڑائی ۔ ہم اس لڑائی کے خلاف جہاد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ عامۃ المسلمین سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ہرگز ایسی لڑائی میں دلچسپی نہ لیں جس سے دلوں میں تعصب کے جذبات مشتعل ہوں ۔ یہ وقت ایک دوسرے سے لڑنے کا نہیں بلکہ غیروں کو اپنا بنانے کا ہے ۔ یہ ہماری طاقت اور ہمارے علم و فضل کا بدترین استعمال ہے کہ ہم اسلام کے شجر پر تکفیر کا تیشہ چلائیں ۔“

مسلمانان کلکتہ کی آواز اور معاصر صداقت کا یہ نوٹ مسلمانوں کی آیندہ بہبودی و فلاح کی ایک نیک فال ہے ۔ اور ہم اس سے امید لگا سکتے ہیں ۔ کہ انشاءاللہ وہ وقت جلد آنے والا ہے ۔ جب شجر اسلام تکفیر کے اس تیشہ سے محفوظ ہو جائے اور مسلمان اس شفا حفرۃ من النار سے ہٹ کر پھر سے الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کے مصداق ٹھیریں لیکن اس اقدام عمل میں صرف اتنا ہی لکار نہیں کہ بس صلح و اتحاد کے وعظ کر دیے جائیں ۔ اور کفر بازی سے محض زبانی لوگوں کو روکا جائے ۔ یہ بھی ضروری ہے ۔ بلکہ یہ اس منزل کی ابتدائی سیڑھی ہے ۔ کیونکہ جب تک لوگوں کو تکفیر سے نفرت نہ دلائی جائے ان کو صلح و اتحاد کی طرف مائل نہ کیا جائے ۔ اس وقت تک کوئی بھی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور چیز کی بھی ضرورت ہے ۔ اصل منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ہمیں اس سے بڑھ کر بھی ایک قدم اٹھانا ہے ۔ اور جب تک ہم وہ قدم نہ اٹھائیں تب تک اقدام عمل میں اس دوسری سیڑھی کو بھی طے نہ کر لیں ۔ اس وقت تک اصل مقصود ہاتھ نہیں آسکتا ۔ اور نہ ہی یہ صلح و اتحاد کے وعظ ہی کارگر ہو سکتے ہیں ۔ اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ قرآن کریم نے اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے تین باتوں پر عمل پیرا ہونے کا ہمیں حکم دیا ہے ۔ (۱) باہمی لڑائی میں ہم صلح کرا دیں (۲) اگر ایک زیادتی کرتا ہے تو اس سے لڑیں ۔ اور (۳) پھر صلح کرا دیں ۔ اور حقیقت میں نرا صلح کا وعظ کر دینا کیونکر کارگر ہو سکتا ہے ۔ جب تک اس کی مخالفت کرنے والوں کا علاج نہ کیا جائے اور ان کی مخالفت اور مقابلہ میں کھڑے ہو کر انہیں اس مذموم فعل سے نہ روک دیا جائے تم لاکھ دوسروں کو امن اور صلح کی طرف رجوع دلاؤ انہیں اتحاد و اتفاق کی خوبیاں بتا کر اس پر قائم کرنے کی کوشش کرو لیکن جبتک اس سے انحراف کرنیوالوں پر کوئی سزا نہیں اس وقت تک یہ مرض رک نہیں سکتا ۔ لوگ اس جرم سے باز نہیں آسکتے ۔ رسول اللہ صلعم نے اسی لئے فرمایا کہ جو مسلمان بھائی کو کافر کہے ۔ وہ کفر اس پر الٹ کر پڑتا ہے ۔ گویا کافر کہنے والوں کے لئے یہ سزا تجویز کی کہ ان سے بھی کفار کا سا سلوک کیا جائے ۔ ان سے قطع تعلق کر لیا جائے ۔ اور عملی طور پر انہیں اپنی اس زیادتی سے باز آجانے پر مجبور کیا جائے ۔

آؤ اب اس دوا کو بھی ذرا استعمال کریں ۔ صلح و اتحاد کے وعظ ہو چکے کفر بازی کے خلاف آوازیں اٹھ چکیں ۔ زبانی ”اتفاق“ ”اتفاق“ کی صدائیں بھی بلند ہو چکیں ۔ آؤ اب اس دوسری راہ کو بھی اختیار کریں ۔ قرآن کریم کے اس دوسرے حکم پر بھی چلنے کی کوشش کریں ۔ ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پورے طور پر عامل ہوں ۔ ہم ان سے لڑیں ۔ جو مسلمانوں کو کافر کہنے میں دلیر ہو چکے ہیں ۔ اور اپنی زیادتی پر سختی کے ساتھ مصر ہیں ۔ تو پھر دیکھو کہ کیونکر اس مرض کا جلد سے جلد استیصال ہوتا ہے ۔ خدا کا شکر ہے ۔ کہ ہمارا رویہ اسی اس بارہ میں اسی عدل و انصاف پر مبنی ہے ۔ جس کا قرآن کریم نے ارشاد کیا ہے قرآن کریم کا مندرجہ بالا حکم اور حدیث نبوی بھی جو کسی خاص شخص کے لئے نہیں اس میں احمدیت و غیر احمدیت کا لحاظ نہیں رکھا گیا ۔ عام مسلمانوں کو اس سے فایدہ اٹھانے کا حق یکساں طور پر حاصل ہے ۔ اس لئے اگر کوئی غیر احمدی مولوی حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو کافر ٹھہرا کر اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کی مخالفت و مقابلہ کیا جائے تو اسی سزا کا مستحق وہ احمدی بھی ہے ۔ جو اس جرم کا مرتکب ہو ۔ ایسے اشخاص کا خواہ وہ کوئی بھی ہوں ۔ مقابلہ کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ اور کرتے ہیں ۔ مگر وائے برحال ان لوگوں کے جو باوجود ان سب باتوں کو دیکھنے اور دل سے ان کو برا سمجھنے کے باوجود ان باتوں کو اسلام کے حق میں ضر یقین کرنے کے پھر بھی اس کے اصل علاج کی طرف نہیں آتے ۔ اپنی خواہشات کا پردہ انہیں اپنے کسی محبوب کی اس حرکت زبون پر ساکت رہنے یا کم از کم اس کو سزا دینے کی طرف مائل کئے رکھتا ہے ۔ اور وہ نہیں سوچتے کہ اس علاج کے بغیر ازغم وافسوس اور اتحاد و اتفاق کا شور و غل کیونکر کارگر ہو سکتا ہے ۔

پس آؤ آج اس بات کا اعلان کر دو کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والے پر وہی کفر الٹ کر پڑتا ہے بلکہ کھلے طور پر اس شہادت کو ادا کرو کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے جنھوں نے آپ کو کافر کہا وہ کفران پر الٹ کر پڑا پھر دیکھو کہ اس سے کیا کچھ برکت و کامیابی ہوتی ہے ۔ اتحاد و اتفاق کی راہ کیونکر کھل جاتی ہے ۔ وہ جنہیں تم علیحدگی نماز کے باعث تفرقہ پرداز کہتے ہو تم دیکھو گے کہ بغیر سلسلہ احمدیہ داخل ہونے کے کیونکر عملی طور پر باوجود ویسے ہی پکے احمدی رہنے کے اسی اتحاد و اتفاق میں سب سے پہلے حصہ لیتے اور اس ظاہری تفرقہ کو بھی اٹھا دیتے ہیں ۔ جیسا کہ مسلمانے عالم ہے بار ہا انکا تجربہ کیا ...

منقولات

اسلام کی کہانی اب غیر سناتے ہیں

مسٹر ٹی۔آر۔ڈبلیو لنٹ نے "دی سٹوری آف اسلام" (اسلام کی کہانی) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جسے انگلستان میں مشنری ایجوکیشن کی متحدہ کونسل نے شائع کیا ہے۔ رسالہ "دی ایسٹ اینڈ دی ویسٹ" نے اس کتاب پر ریویو کیا ہے جس کا حسب ذیل اقتباس اس قابل ہے کہ برادران اسلام اور بالخصوص علمائے کرام اس کے نفس مضمون پر چند منٹ کے لئے غور فرمائیں:۔

یہ کتاب پہلے ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت ہم نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ" اس میں اسلام کے آغاز اور اس کی ترقی کے حالات مشرح طور پر درج کئے گئے ہیں۔کتاب اس انداز اور پیرایہ میں لکھی گئی ہے کہ دیکھنے والے کو اسلام کے متعلق اپنی معلومات بڑھانے کا شوق دامنگیر ہو۔ یہ کتاب جس میں جابجا تصویریں دی گئی ہیں برطانیہ کے ان نوعمر طالبعلموں کے نام پر معنون کی جاتی ہے جنہیں اسلام کی کہانی کے مستقبل میں ایک بہت بڑا حصّہ لینا ہے"۔ کتاب کے ناظرین کے لئے یہ بات باعث دلچسپی ہوگی کہ اس کا مصنف جنگ سے پہلے "نیشنل لے مینس مشنری موومنٹ" کا جنرل سکرٹری تھا۔ وہ اس وقت فوج میں ایک کمیشن یافتہ افسر ہے۔ اور یہ موجودہ کتاب ایک فوجی بیرک سے شائع ہوئی ہے"۔

یہ ریویو صاف بتا رہا ہے۔ کہ اسلام کی کہانی لکھنے سے مصنف کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ برطانیہ کے نوعمر طالبعلموں کو ابھی سے یہ سبق پڑھا دیا جائے کہ اسلام کی کہانی کے مستقبل میں انہیں ایک بہت بڑا حصّہ لینا پڑیگا۔ "اسلام کی کہانی کا مستقبل" ایک ایسا وسیع جملہ ہے کہ ہم یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا مصنف کے پیش نظر اسلام کا سیاسی مستقبل ہے یا مسلمانوں کا مذہب دونوں میں سے خواہ کوئی بات ہو لیکن یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اسلام کی کہانی اور وہ بھی مسٹر لنٹ کی زبانی برطانیہ کے نوعمر طالبعلموں کے لئے خاص معنے رکھتی ہے۔ عیسائی میں ہر سال اسلام کے متعلق خبر نہیں کتنی کتابیں شائع ہوتی ہیں مگر ہمیں افسوس ہے کہ پڑتا ہے کہ بجز شاذ مستثنیات کے ان کتابوں کا بیشتر حصّہ اسلام کی تصویر کو اُن کے اصلی رنگ میں پیش نہیں کرتا۔ اور شاید وہ کر بھی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ ان کتابوں کے مصنف قدرتی طور پر اپنے مذہب کو دُنیا کے تمام مذاہب و ادیان سے افضل سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے نقطۂ خیال سے جو کچھ کرتے ہیں ٹھیک کرتے ہیں اور اسی کو اپنے مذہب کی بھی خدمت سمجھتے ہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں اسلام کے خلاف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی تاریکی چھائی ہوئی ہے وہاں ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے آدمی ہیں جو گمراہی اور لاعلمی کے اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں وہ صحیح راستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں اور نہیں ملتا۔ ان کی آنکھیں روشنی ڈھونڈتی ہیں مگر انہیں کوئی شعاع یا کرن نہیں دکھائی دیتی۔ ان لوگوں کی گمراہی اور لاعلمی کی ذمہ داری کس جماعت پر عائد ہوتی ہے؟ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ ذمہ داری کسی ایک جماعت پر نہیں۔ بلکہ ان تمام مسلمانوں پر وارد ہوتی ہے۔ جو ان سب باتوں کا علم رکھتے ہیں اور پھر کچھ نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کا فرض ہر مسلمان پر واجب ہے اگر یہ صحیح ہے۔ تو ہندوستان کے ۷ کروڑ مسلمانوں میں کتنے اشخاص نے اس حقیقت پر غور کیا ہے۔ کہ ان کی اپنی خاموشی اور سرد مہری اسلام کی اشاعت کے راستہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلام بجائے خود ایک زندہ اور زندگی پیدا کرنے والی طاقت ہے لیکن یہ طاقت ان لوگوں کے لئے بیکار ہے جو اپنی افسردہ یا مردہ دلی سے دوسروں کی حرارت کو ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں۔

ہم نہیں کہتے کہ جس قدر کتابیں یورپ یا امریکہ میں اسلام کے خلاف غلط فہمی اور شبہات پیدا کرتی ہیں ان سب کا جواب دیا جائے۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلام کا آفتاب اپنی نورانی کرنوں سے مغرب کی سرزمین کو منور کرے۔ تو پھر ہمیں بھی تبلیغ اور اشاعت کے متعلق وہی روش اختیار کرنی چاہئے۔ جس پر مسیحی انجمنیں کاربند ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم بھی کثرت کے ساتھ کتابیں شائع کریں۔ اور انہیں بہت کم قیمت پر ان ہاتھوں تک پہنچائیں جو انہیں شوق سے لیں اور پڑھیں۔ ہمیں ایک مستقل مزاج کسان کی طرح کھلے دل سے بیج چھڑکنا چاہئے۔ پہلے سال بے شک بہت سا بیج ضائع ہوگا۔ اور کم دانے آگیں گے۔ لیکن ناممکن ہے کہ ہماری لگاتار کی محنت اور سرگرمی اپنا پھل نہ لائے۔ اگر ہزاروں میں سے دو یورپینوں نے بھی ہماری کتاب کو دلچسپی سے پڑھ لیا تو ہماری تبلیغ کا راستہ صاف ہو جائیگا اور اسلام کے حامیوں اور شیدائیوں کی تعداد بتدریج بڑھتی جائے گی۔ ہم خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے ماہوار رسالہ "مسلم انڈیا اینڈ اسلامک ریویو" کی خدمات کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ "مسلم انڈیا" نے اپنی تھوڑی سی عمر میں بہت کچھ کر دکھایا ہے لیکن "مسلم انڈیا" انگلستان کے مسیحی نقارخانہ میں طوطی کی آواز ہے ہم پھر بھی صدا بلند کریں گے۔ کہ جب تک ہندوستان میں ایسے علمائے کرام کی ایک مستقل کانفرنس قائم نہیں ہوگی۔ جو ہندوستان اور بیرونی ممالک میں صرف اسلام کی تبلیغ کو اپنا مشن قرار دیں۔ اس وقت تک تبلیغ کے متعلق ہماری کوششیں کارگر نہیں ہو سکتیں۔

اگر ہندوستان کے پیشوایانِ دین اور اسلامی انجمنوں کی ایک ڈائرکٹری لکھی جائے۔ تو اس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہمارے پاس کس قدر عظیم الشان طاقت ہے مگر افسوس یہ طاقت بکھری ہوئی ہے اور ہم اس سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ ایک عالم کا دوسرے عالم سے اتفاق نہیں۔ اور ایک انجمن کا دوسری انجمن سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر علماء کا علم اور انجمنوں کی کوشش ایک مرکز پر آجائے تو اس سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ایک ایسا عالمگیر نظام قائم ہو سکتا ہے جس کے نتائج اس وقت ہمارے قیاس میں نہیں آسکتے۔ علمائے کرام سوچیں کہ کیا ہندوستان میں تبلیغ اسلام ان علماء پر واجب نہیں جو اپنے بھائیوں کی تکفیر کیلئے دن رات مصروف جوڑتے رہتے ہیں مسلمانوں کے لیڈر غور کریں۔ کہ کیا لیگ کانگریس اور کونسل کا انہماک انہیں تبلیغ کے فرض سے سبکدوش کر دیتا ہے! عامہ مسلمین خیال کریں کہ کیا اسلامی گذشتہ عظمت کا نقش دیکھ لینے یا اسلاف کے کارناموں پر خوش ہو لینے سے تبلیغ کا فرض پورا ہو جاتا ہے۔ کیا ہندوستان میں کوئی خدا کا ایسا بندہ نہیں ہے کہ وہ مسٹر لنٹ کی طرح اسلام کی کہانی محض اس لئے لکھے کہ ہندوستان کے نوعمر مسلمان طالب علم اس کہانی کے مستقبل میں ایک بہت بڑا حصّہ لیں؟

مسلمانو! یاد رکھو تمہاری زندگی تمہارے مذہب کے ساتھ ہے۔ جو قوم اپنے مذہب کو زندہ نہیں رکھ سکتی۔ وہ اپنی شخصیت کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتی۔ مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جو مجارحت سے روکتی اور مدافعت کے لئے تیار رکھتی ہے۔ اگر مذہب نہیں تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی کھاتے پیتے اور مر جاتے ہیں۔ لیکن جب تک زندہ رہتے ہیں بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ہل کھینچتے اور چابک کھاتے ہیں۔ یعنی وہ جیتے ہیں مگر دوسروں کے لئے وہ مرتے ہیں تو اپنے لئے۔ کوئی اُن کے مرنے پر بھی دو آنسو نہیں بہاتا۔ ان کے لاشے چماروں کے آگے پھینک دئے جاتے ہیں اُنکی جگہ اور جانور خرید لئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو تمکو یہ زمانہ مساوات کبھی نہ ملیگا۔ آج ہر شخص اور ہر قوم کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مذہب اور تہذیب کی اشاعت کرے۔ آج محکوم اپنا مذہب حاکم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور حاکم اس پر متانت کے ساتھ غور کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آج حاکم محکوم کو اپنا مذہب اختیار کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ اور پھر بھی خندہ پیشانی سے تعلقات کو مربوط کرتا ہے تمہاری زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ دیکھو قرآن پاک فرماتا ہے۔

فلا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

یہ خطاب تمام کلمہ گویوں سے ہے۔ اس میں سُنی شیعہ مقلد۔ غیر مقلد۔ احمدی۔ غیر احمدی کسی کی تخصیص نہیں۔ رب العالمین کا معاہدہ ہے۔ جو چاہے اس معاہدہ پر دستخط کر کے چشمۂ جاریہ سے سیراب ہو سکتا ہے۔ (صداقت)

اخبار احمدیہ

حضرت امیرؓ۔ دیگر برادران و بزرگان ملت بحمداللہ بخیریت ہیں۔

جناب بابو منظور الٰہی صاحب کے دو تین دن تک لاہور پہنچنے کی خبر ہے۔ دیگر ان سے مولوی محمد یحیٰی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے بھائی محمد یعقوب صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۳ سال کی ایک لڑکی مرحومہ کے پیچھے رہ گئی ہے گذشتہ جمعہ کے دن بعد از نماز جمعہ مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔ دیگر احباب بھی اپنے اپنے ہاں جنازہ غائب پڑھ دیں۔

زکوٰۃ کے دن آ رہے ہیں اس کے متعلق محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خاص تحریک آئندہ اشاعت میں شائع ہوگی۔ لیکن ہمیں خود اپنے آپ اس طرف متوجہ ہونا چاہئے تاکہ کسی تحریک کی ضرورت ہی نہ رہے۔ خدا کی راہ میں ہر سال اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ دینا کوئی بڑی بات نہیں بالخصوص جبکہ وہ سارا روپیہ خود اپنی ہی بہبودی اور قومی ضروریات کے کام آنے والا ہو۔

امتحانات میں شامل ہونے والے احمدی طلباء دعا کے لئے ملتجی ہیں۔ احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

تازہ خبریں

کلکتہ میں آتشزدگی:۔ گذشتہ دوشنبہ کی شب کو بوقت ۹ بجے اولٹا ڈانگہ کلکتہ کے پل کے قریب سن کے ایک گودام میں آگ لگ گئی۔ آگ بجھانے کے انجن فوراً موقع پر پہنچ گئے اگرچہ ان کی کوشش سے آگ آس پاس کے گوداموں تک نہ پھیل سکی۔ لیکن یہ گودام جلکر راکھ ہو گیا۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۵ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔

ہندوستان پر حملہ کرنے کی سازش۔ نیویارک میں ایک بنگالی ڈاکٹر مسمّی چندر چکربتی اور ایک جرمن ڈاکٹر و کیمسٹ مسمّی ہارلسٹ سکز کی گرفتاری پر بڑی سنسنی پھیلی۔ انہیں ہندوستان میں بغاوت پھیلانے کے لئے سازش کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ بلز مین نے اقبال کیا کہ انہیں وولف وان ایگل کی طرف سے جو برنسٹارف کی سفارت کا ایک ممبر ہے۔ ایک لاکھ ۰۰ ہزار روپیہ ملا تھا۔ جان ایگل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کنیڈا میں نہر اولینڈ کے تباہ کرنے کی سازش میں ایک سرغنہ شخص تھا۔ لیکن اسے برنسٹارف کیساتھ جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ اور وہ اب جرمنی کو روانہ ہو گیا ہے متذکرہ بالا سازش میں تجویز کیا گیا تھا۔ کہ چینی علاقہ میں سے ہندوستان پر حملہ کیا جائے چنانچہ ایک چینی کو برطانوی ایشیائی مقبوضات میں بغاوت کی آگ مشتعل کرنے کے لئے منتخب کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے مشن پر چین میں پہنچ گیا ہے۔ امریکہ کی خفیہ پولیس نے لگاتار ان تھک کوششوں کے بعد معلوم کیا ہے کہ جرمنی نے اس ملک میں سازش کا بھاری جال پھیلا رکھا ہے اور کہ یہ سازش برلن میں شروع کی گئی تھی۔ اور وہیں سے اسکے متعلق تمام ہدایتیں صادر ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر چکربتی نے اپنے آپ کو ایک ایرانی سوداگر بتلا کر پروانہ راہداری حاصل کیا اور اس طرح برلن پہنچا جہاں اُس نے سرکردہ جرمن افسروں سے مشورہ کیا۔ چندر چکربتی نے نیویارک واپس آکر وان ایگل کو ساتھ لیکر کئی ہندوستانی زبانوں میں مخربانہ پمفلٹ شائع کئے اور بڑی سرگرمی سے اس کام کو شروع کیا۔ جس مکان میں یہ دونوں شخص گرفتار کئے گئے وہاں سے پولیس کو بہت سے کاغذات اور ایک مکمل کیمیکل لیبوریٹری دستیاب ہوئی۔

بندرگاہ رنگون میں حادثہ۔ ۱۱ اپریل کو رنگون میں ایک جہاز کے چار یورپین ملازموں نے کنارہ پر جانے کے لئے ایک ڈونگی کرایہ پر لی۔ ان میں سے تین تو ڈونگی پر سوار ہو گئے۔ لیکن جب چوتھے نے قدم رکھا۔ تو ڈونگی الٹ گئی۔ دو آدمی بچا لئے گئے۔ تیسرا بمشکل ہاتھ آیا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ چنانچہ اسے ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ چوتھا گم ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ غرق ہو گیا ہے۔

قوم یوسف زئی کیطرف سے حضور وائسرائے کی خدمت میں پیشکش۔ مندرجہ ذیل پریس کمیونک برائے اشاعت موصول ہوئی ہے کہ ۱۱ اپریل کو جب ہزایکسیلنسی حضور وائسرائے مردان میں سے گذر رہے تو خانان اور قوم یوسف زئی کے نمائندوں نے آنحضور کی خدمت میں ۹ ہزار روپیہ اس غرض سے پیش کیا کہ اُسے جنگ کے متعلق جس طرح مناسب سمجھیں استعمال کریں۔ آنحضور نے مناسب الفاظ میں پیشکش قبول فرمائی۔

آبدوز کشتیوں کی جنگ فرانسیسی اعداد۔ لنڈن ۱۴ اپریل۔ پیرس میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ہفتہ مختتمہ ۸ اپریل میں ۹۰۹ تجارتی جہاز فرانسیسی بندرگاہوں میں داخل ہوئے اور ۷۰۵ جہاز وہاں سے روانہ ہوئے ۱۶۰۰ ٹن سے زیادہ وزن کے تین تجارتی جہاز غرق کئے گئے اور ایک جہاز ۱۶۰۰ ٹن سے کم وزن کا غرق کیا گیا ہے۔ تین جہازوں پر ناکامیاب حملے کئے گئے۔ ماہیگیر کشتیاں غرق کی گئیں۔

سرویہ میں بغاوت۔ لنڈن ۱۲ اپریل۔ ماہ مارچ میں سرویا میں جو بغاوت ہوئی تھی۔ ریوٹر کو اس کی تصدیق ہو گئی ہے باغیوں نے کئی شہری جہازوں اور اسلحہ جات کے ڈپوؤں پر قبضہ کر لیا تھا اور نش کی طرف چڑھائی کی تھی بلغاریوں کو بڑا خوف ہوا اور انھوں نے دو ڈویژن ان کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کئے۔ تاہم دو ہفتہ کی لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ باغی نش سے دروازوں تک پہنچ گئے۔ اور انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہوتا۔ لیکن ایک تیسرا ڈویژن پہنچ گیا۔ باغیوں کو جس طرح دبایا گیا۔ وہ نہایت دردانگیز نظارہ تھا۔ بلغاریوں نے شہروں میں سولین باشندوں کا قتل عام کیا۔ عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑا۔ اور تمام لوگوں کو نظر بند کیا گیا۔

حالت ۱۹۱۲ء تک برابر اپنی پہلی پالیسی کو قائم رکھا اور تقسیم بنگال کے خلاف کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی مگر خدا کا کلام آخر پورا ہونا تھا اور ہو کر رہا - اور باوجودیکہ گورنمنٹ اس معاملہ میں صاف صاف انکار کرتی رہی تھی - اور اس لئے لوگ اس طرف سے بالکل مایوس ہو چکے تھے اور کسی کو وہم تک بھی نہ تھا - کہ اب اس معاملہ میں کوئی مزید کارروائی ہوگی کہ ۱۹۱۲ء میں دربار دہلی کے موقعہ پر اس معاملہ میں وہ کارروائی ہوئی - جو لفظاً لفظاً الہام الہٰی کی صداقت کو ظاہر کر رہی تھی - اس عظیم الشان دربار سے پہلے گورنمنٹ ہند نے بنگال کو گورنر دینے اور تقسیم بنگال میں ایک حد تک ترمیم کرنے کے متعلق جو مراسلہ صاحب وزیر ہند کو لکھا اس میں صاف اس بات کا اظہار کیا گیا کہ اہل بنگال کی دلجوئی کے لئے یہ ترمیم ضروری ہے - مثلاً اس مراسلہ میں ذیل کے الفاظ پائے جاتے ہیں - "ہمارا یہی مقصد ہے کہ اس رنج کو فرو کیا جائے - جو تقسیم بنگال سے پیدا ہوا ہے" "مختلف حالات نے ہم کو یہ یقین دلا دیا ہے - کہ تقسیم بنگال سے جو تلخ خیالات پیدا ہوئے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں - ہر شخص جو ملک کی بہتری اور خوشحالی کی کچھ بھی سچی خواہش رکھتا ہے یہ چاہتا ہے کہ اگر ممکن ہو - تو اس رنج کو کم کرنے کا کوئی طریق اختیار کیا جائے" اس قسم کے خیالات سے یہ مراسلہ بھرا پڑا ہے - جس میں صاف صاف یہ اعتراف ہے - کہ بنگال کی دلجوئی ضروری ہے اب مقام غور ہے کہ خدائے عالم الغیب کے سوائے یہ کس کی آواز ہو سکتی تھی - جو اس قدر حالات مخالف میں ایسی صحت کے ساتھ آئندہ کی ایسی بابیک خبر دے اسی قسم کے اور بھی بڑے بڑے عظیم الشان امور ہیں جن کے متعلق قبل از وقت خبر دی گئی اور وہ واقع ہوئے - اب میں اہل انصاف سے خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان امور پر غور کریں - اور بالخصوص اہل اسلام سے - اور یہ بھی کہتا ہوں - کہ جن لوگوں نے پہلے مخالفت کی حیثیت میں حضرت امام پر دعوئے نبوت کا الزام لگایا - جس کا وہ بار بار انکار کرتے رہے - اور مدعی نبوت کو خارج از اسلام قرار دیتے رہے - یا جنہوں نے پہلے مسیح کے پیروؤں کی طرح اب غلو کر کے ان مخالفوں کی ہاں میں ہاں ملا کر آپ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کیا ہے[1] ان دونوں فریقوں نے سخت غلطی کھائی ہے جو لوگ آپ کے دعاوی کے بارہ میں یا دیگر امور کے متعلق مزید حالات دریافت کرنا چاہتے ہوں وہ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے خط وکتابت کریں - یا احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خاکسار سے ملیں - یہ دین کا معاملہ ہے - اس میں تساہل اچھا نہیں - اگر یہ شخص جس کی صداقت کے ایسے ایسے بیّن نشان ظاہر ہوئے ہیں سچا تھا - تو بہت جلد اس کے ساتھ ہو جانا ضروری ہے اور اسلام کی اشاعت میں جو اس کے آنے کی غرض تھی شامل ہو جانا فرض ہے - پس اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنواؤ - اور ان باتوں کی طرف بھی نہ جاؤ - کہ ان کے پیروؤں میں سے ایک فریق انہیں نبی کہتا ہے - کیا حضرت مسیح علیہ السلام دنیا میں اپنی خدائی منوانے آئے تھے؟ نہیں بلکہ اپنے آپ کو بندہ کہتے اور محض خدا کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے - مگر پہلے مخالف علمائے یہود نے اُن پر یہ جھوٹا الزام لگایا - کہ آپ خدائی کا دعوئے کرتے ہیں اور بالآخر اُن کے متبعین بھی اسی میں شامل ہو گئے اور اُن میں موحد گروہ قریباً معدوم ہی ہو گیا - مگر یہاں تو خدا کے فضل سے ایک جماعت حق پر کھڑی ہے - اس لئے اُس کے ساتھ ہو جاؤ۔

المشتہر:

خاکسار محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

[1] یعنی میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین جنہوں نے اسی مسئلہ نبوت کی وجہ سے کل دنیائے اسلام کو کافر قرار دے رکھا ہے۔

پیغام صلح حضرت امیرؓ کا مندرجہ بالا مضمون علیحدہ ٹریکٹ کی شکل میں چھپ کر ہزارہا کی تعداد انجمن حمایت اسلام کے گذشتہ جلسہ سالانہ پر تقسیم کیا گیا - اب دوبارہ چھپ رہا ہے - احباب اپنے اپنے شہروں اور حلقۂ اثر میں تقسیم کرنے کے لئے حسب ضرورت ٹکٹ بھیجکر منگوا لیں - ایسے ایسے ٹریکٹوں سے بہت آسانی کے ساتھ تبلیغ ہو سکتی ہے - جتنی الوسع ان مواقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔

اسلامی جمہوریت غیروں کے گھر میں

مسلمانوں کے قومی کاموں کا جو کچھ حال آج ہو رہا ہے جس طرح سے مسلمان لیڈر ذاتی مفاد کو استبدادیت کے مذبح پر قربان کرنا چاہتے اور کر رہے ہیں اسکے بیان کی چنداں حاجت نہیں کہ کانفرنسوں اور انجمنوں کے آئے دن کے مناظر بتا رہے ہیں کہ جمہوریت کا صرف نام ہی نام ہم میں باقی رہ گیا ہے لیکن اسپر عمل اگر دیکھنا ہو تو ہمیں غیروں کے گھروں میں جانا پڑیگا - ابھی حال ہی میں لاہور میں سکھ کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں جو کچھ شان جمہوریت دیکھی گئی کانفرنس کے صدر مجلس نے انجمن حمایت اسلام کے وفد کے ایڈریس کرنے یا اسکی قبولیت کیلئے اپنی قوم سے اجازت لینے میں جو شان جمہوریت دکھائی وہ مسلمان کہلانے والوں کیلئے باعث صد عبرت ہے - اور بھی بعض باتیں ہیں جو مسلمانوں نے چھوڑ دی ہیں اور دوسری قوموں کی وہ آنکھوں کا تارا ہو رہی ہیں ان پر پھر کسی وقت روشنی ڈالی جائیگی۔

مُذاکرۂ علمیہ

ابطالِ قدامتِ وید

(۱۱)

وید امرت

ناظرین آریہ گزٹ لاہور کے ایڈیٹر صاحب نے آریہ گزٹ مطبوعہ ۲۹ مارچ ۱۹۱۳ء کے پرچہ کے صفحہ ۳ کالم اول میں وید امرت نام ایک سرخی لکھ کر اس کی ذیل میں یہ منتر لکھا ہے - کہ:

"ईशा वास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्। तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्यस्विद्धनम्"

اس پر یہ حوالہ دیا ہے کہ یجروید چالیسواں ادھیا منتر پہلا اور ترجمہ اسکا یہ لکھا ہے کہ سے منشیہ تو جو پرکرتی سے لیکر پرتھوی پرینت سب پراپت ہونے یوگ سرشٹی میں پرانی مانتر سنپورن ایشور یہ سے بیکت سرو شکتمان پرماتما سے اچھادن کرنے یوگ یعنی سب اور سے ویاپت ہونے یوگ ہے اس تیاگ کئے ہوئے جگت سے پدارتھوں کے بھوگنے کا انو بھو کر کنتو کسی کی بھی وستو یا سنر کی مت ابھلاشا کر۔ لیکن منقول عنہ کا پتہ نہیں دیا اور یہ بھی نہیں بتایا کہ ان جواہرات کو کھتی میں سے نکال کر کنوئیں میں کیوں ڈالا ہے کہ جس زبان میں وہ اپنا روز انہ لین دین بات چیت - سودا سلف کرتا ہے جسے عام لوگ بخوبی سمجھتے ہیں اس میں ترجمہ کیوں نہیں کیا اگر بخل وتعصب کی بدولت یہ کارروائی ہے - تو پرمیشور کو کیا جواب دینگے - کہ جب تبلیغ کی بابت سوال ہوگا - کہ تم نے میری مخلوق کو پہنچایا یا اس سے چھپایا - ... تھے مامم واجہم پر کیا عمل کیا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ تل اوٹ پہاڑ یہ وید امرت گوکھرو ہے یا ہاتھی چنگھاڑ - یا یوں کو تاہی ریش حضرت ایش خدا کا کلام ہے یا کسی بندے کا انعام ہے - اس جستجو میں جب ہم آپ نشانوں پر نظر دوڑاتے ہیں تو ان میں کہ دور سے بیٹھا ہوا اسکو بھی پاتے ہیں جب یہ ایش یجروید سے باہر چلا جاتا ہے تو وہ نامکمل پستک نظر آتا ہے اب گو ہم تو مشکل نہ گو ہم تو مشکل از حد نازک مقام ہے - بڑے بڑے فضلا کی ترکی تمام ہے - ویدار تھ گھڑتا نے بھی یہاں یہ کمال دکھایا ہے کہ اسے یجروید میں ویداور اپنشدوں میں اپنشد گنایا ہے - یہی وجہ ہے کہ ہم اسی کے کمال پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دل کھول کر قدم آگے کو دھرتے ہیں۔

آگرے والے جوالا پرساد نے یجروید کا ترجمہ کیا ہے اُس نے اس کا نام پرہم بھاشی رکھا ہے - سو جب اُس نے یجروید کے ۳۹ ادھیائے پورے کر ڈالے تو ان پر کرم کانڈ ختم ہوا لکھا ہے - اور نیا ٹائیٹل دیکر اس کے بعد ایش اپنشد کا ترجمہ کیا ہے - اس سے صاف واضح ہے کہ یجروید فقط ۳۹ ادھیا تک ہے - اور ایش اپنشد یجروید کی چالیسویں ادھیا نہیں ہے - ..... مراد آباد والے پنڈت جوالا پرساد جی نے یجروید پر منتر بھاشی لکھا ہے اس نے صفحہ ۱۳۰۳ پر یجروید کو ختم کر کے صاف لکھدیا ہے کہ یہاں کرم کانڈ ختم ہے اب اس سے آگے یجروید کی چالیسویں ادھیا شروع ہوتی ہے اور وہ ایش اپنشد ہے صاحب موصوف نے منتر بھاشی کے شروع میں بھی وشیشک سوچی میں یہ اول ہی ظاہر کر دیا ہے - کہ یجروید کی چالیسویں ادھیا اپنشد ہے - پروفیسر گریفتھ اور میکس مولر اور پادری ولسن صاحب وغیرہ انگریزی مترجموں نے بھی اسے اُپ نشد ہی مانا ہے۔

جب ایش سلامت کا اُپنشد ہونا ثابت ہوا - تو بقول پنڈت دیانند صاحب وہ وید نہ رہا - جب وید نہ رہا - تو اس کے مصنف بزرگ کی جستجو لازم آئی پس جب ہم پنڈت دیانند جی کے وید بھاشی پر نظر دوڑاتے ہیں تو اس میں ایش جی کے منتر منتر پر لکھا ہوا:- दीर्घतमा ऋषिः आत्मा देवता پاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا گویا دیرگھتما ہے اور آتما دیوتا ہے۔

پنڈت جی کے ہر منتر پر اسکے بار بار لکھنے سے مطلب یہ تھا کہ قوم کے بعض افراد حد سے زیادہ غبی ہوتے ہیں بار بار سمجھائے بغیران کی فہمید پلید میں نہیں آتا چونکہ یہ مسئلہ سب سے لطیف تھا اسواسطے انہوں نے اپنے قلم سے وید بھاشی میں بار بار لکھکر بتلا دیا کہ یہ اپنشد دیرگھتما رشی کا گیت ہے - اور اس کا آتما دیوتا ہے۔

اب اتنے بڑے رشی کے سمجھانے پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو اُس کے ہٹ دھرم ہونے میں کلام نہیں۔

صاحب موصوف کے علاوہ پنڈت جوالا پرساد مراد آبادی اور آگرہ وی وغیرہ ویدوں کے مترجموں انگریز وید دیپ اور کانیان وغیرہ بزرگوں کے نزدیک اس کا گویا دیرگھتما رشی ہے - چونکہ یہ بزرگ بھی سچے ہیں اور پنڈت صاحب بھی اپنے معتقدین میں مہرشی مانے گئے ہیں - ہم ان سب کو سچا مانکر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایش اب ان دونوں میں سے کسی نہ کسی کا کلام ضرور ہے کہ اس کی ہستی کی بحث ان دونوں میں محصور ہے - چونکہ اتنی لمبی بحث میں بھی کسی نے اسے خدا کا کلام کہا نہیں - اسواسطے یہ کلام خدا نہیں اُپنشد کہلانے کے سبب ویدوں سے جدا ہے - یجروید کی چالیسویں ادھیائے ہونے کے سبب لوگوں نے اسے وید کہا ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کا مضمون کیسا [illegible] فلاسفی آتما دیوتا ہے - جناب جس سنسکرت [illegible] چاہیں پوچھ لیں - کہ آتما کسے کہتے ہیں وہ فوراً [illegible] آتما روح کا نام ہے۔

جب آتما روح کا نام نکلا اور یہ منتر آتما کی تعریفیں نکلا تو اس روح کی تحقیق ضروری ہوئی کہ وہ کونسی ہے - کہ جس کی تعریف اس ادھیائے میں کی گئی ہے۔

جب ہم اس ادھیائے کے پہلے منتر پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا جواب شروع سطر میں ہی نظر آ جاتا ہے - کہ وہ عیشا دیوتی ہے اس کے لفظ اس کے یہ ہیں کہ عیشا واسیم ایدم سروم الخ اس کے بقول پنڈت دیانند جی کے جو سب پر آچھادن کرنے یوگ ہے اور بقول آریہ گزٹ کے ایڈیٹر کے جو سب کو دیکھ رہا ہے اور بقول منتر مذکور کے جو سب پر واس کرتا ہے اور بقول قدیم اہل وید کے سب پر چھایا ہوا ہے اور بقول اہل انجیل کے آسمان پر اپنے فضل وجلال کی [illegible] سے بیٹھا ہے۔

جب آتما کا نام عیشا ثابت ہوا اور یہ دونوں اسم ایک ہی ذات کے پائے گئے اور ۱۷ بارگن کر پنڈت دیانند جی نے کہدیا - کہ اس سوکت کا دیوتا آتما ہے تو اب اس پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہ رہی آریہ گزٹ کا ایڈیٹر غیظ وغضب میں نہ آئے دل کو تھام کر ہمارے مضمون کو غور سے پڑھے - اور پھر اب جو چاہے کوشش کرے اور خوب یاد رکھے کہ حق کے روبرو اسکی لفاظی اور دعوٰی درازی کچھ نہیں چلے گی - منتر مذکور بالصدد آتما کی تعریف میں رہیگا آپ کے ایشور کی ثنا نہیں ہو سکیگا - کیونکہ آتما اور عیشا ایشور کے نام نہیں ہیں - بلکہ اسی ذات کے ہیں جسے روح القدس اور یسوع اور عیسےٰ کہتے ہیں اور ضرور بتانا پڑیگا کہ یہ کس زمانہ کی تصنیف ہیں جبکہ نگھنٹو میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ آتما اور عیشا ایشور کے نام ہیں تو بغیر اسکے سہارے کے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایشور کے نام ہیں - حضرت عیسےٰ کے نہیں ہیں۔

ناظرین جب آتما اور عیشا ویدوں کے رو سے ایشور کے نام نہ رہے اور کسی دوسرے کے ثابت ہوئے تو جو انہوں نے وید امرت بتایا تھا - سب زہریلا اور کڑوا کسیلا نکلا - لکھنے کی ضرورت بھی نہ رہی - اور اس پر انہوں نے جو کہ لفاظی کی تھی کہ ایشور [illegible] ویسا ہے سب بیکار گئی - اور اس مثل کی مصداق ہوئی [illegible]

خواجہ در بند ولبست ایوان است

خانہ از پائے بست ویران است

جواب کا منتظر ابو رحمت حسن - ۱۱ - اپریل ۱۹۱۳ء

تحیّۃ المسلمین

لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمناً جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اسکو یہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے - اسلام کے معنے تحیۃ المسلمین یعنی اسلامی سلام یا السلام علیکم ہیں اور مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر یہ گمان ہے کہ وہ دشمن ہے اور وہ السلام علیکم کہے تو اسکو مسلم ہی سمجھنا چاہئے کہ تو مومن نہیں یہ تہی جان بچانے کو السلام علیکم کہتی ہے [illegible] چاہئے - روایات سے بھی ثابت ہے کہ ایک شخص پر جس [illegible] شخص کو باوجود اسکے کہ اُس نے اسلامی سلام یعنی السلام علیکم کہا تھا اسکی [illegible] کیا تھا قتل کر ڈالا تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے پس یہاں السلام علیکم کو اسلامی شعار قرار دیا ہے اور قرآن کی اس تصریح کی رو سے جو شخص مسلمان کو السلام علیکم کہتا ہے اسے کافر کہنے کا حق نہیں اس آیت میں جو آگے چلکر الفاظ کذٰلک کنتم من قبل آئے ہیں - کہ تم بھی پہلے ایسے ہی تھے اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمکو شک ہو کہ وہ شخص ضعیف الایمان والا ہے تاہم تمہیں یہ حق حاصل نہیں - کیونکہ بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ پہلے ضعیف الایمان ہوتے ہیں - مگر پھر مضبوط ہو جاتے ہیں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں بھی ایسے لوگ پہلے تھے - پھر خدا نے ان کو مضبوط کر دیا۔

(نکات القرآن)

غیر قومیں مذہب کیلئے کس قدر کوشاں ہیں

کہتے ہیں بنی اسرائیل کے کسی نبی نے اپنی قوم کو توحید پر اس قدر مضبوطی کیسا تھ کھڑے ہونے کی ہدایت کی تھی۔ جیسے کہ عرب بتوں کی پرستش پر جمے ہوئے تھے۔ آج مسلمانوں کو بھی مذہب پر کاربند ہونے کے لئے کچھ اسی قسم کی مثالیں سنانی پڑتی ہیں۔ سناتن دھرم کے عقاید وخیالات سے کون واقف نہیں بت پرستی میں انہی عربوں کا سا کچھ رنگ سارنگ ان میں بھی پایا جاتا ہے۔ مورتی پوجا کے یہ لوگ اس زمانہ میں بھی شیدائی پائے جاتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ اپنے اس عقیدہ پر اور پختگی کے ساتھ قایم ہونے کا ان کی دینوی کانفرنسوں میں بھی ذکر آتا ہے۔ حال ہی میں لاہور میں جہاں ایک طرف انجمن حمایت اسلام اور سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کے شاندار جلسے ہو رہے تھے۔ وہیں دوسری طرف بیڈلا ہال میں آل انڈیا سناتن دھرم کانفرنس کا انعقاد بھی نہایت اعلےٰ پیمانہ پر ہوا۔ جس کی صدارت کے لئے مہاراجہ صاحب دربھنگہ کلکتہ سے تشریف فرما ہوئے۔ مہاراجہ صاحب کی تقریر صدارت کے چند الفاظ اس قابل ہیں کہ ناظرین کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اور دکھایا جائے کہ غیر قوموں اور ان لوگوں میں جو مورتی پوجا کے حامی ہیں مذہب کیطرف رجحان کس حد تک پایا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

"ہماری صحت بخش ترقی خواہ وہ معاشرتی ہو یا مجلسی۔ اخلاقی ہو یا دماغی۔ صنعتی ہو یا تجارتی۔ اقتصادی ہو یا اور قسم کی۔ ہماری روحانی اور مذہبی ترقی کی محتاج ہے۔ ہمارا یہ یقین نہیں ہے کہ صرف سائینس اور اس کے آلات سے ہمارے علم میں اضافہ ہوگا۔ حالانکہ یہ چیزیں مفید ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مذہب کی پیروی سے ہمارا علم بڑھیگا۔ اگرچہ یہ عقیدہ موجودہ زمانہ والوں کے دل کو نہ لگے۔ لیکن اس کی صحت میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اپنے مدعا کو کیونکر عملی صورت دے سکتے ہیں؟ مذہب اور عقیدہ کی ترقی انجمنوں کے ذریعہ سے اس قدر زیادہ نہیں ہوتی جس قدر کہ افراد کے ذریعہ سے۔ اس لئے ہر سناتن دھرمی کو پابند مذہب ہونا چاہیئے۔ اور اپنے مذہب کے اصول کا ماہر سب سے اول عقیدہ کو مضبوط بنائے۔ پھر اس کے مطابق افعال عمل میں لاؤ۔ افراد کے پابند مذہب ہونے کے بعد سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہماری تعلیم گاہوں میں اخلاقی اور مذہبی اصول سکھائے جائیں۔ اور سرکاری تعلیم گاہوں میں اپنے خرچ سے مذہبی تعلیم دینے والے استاد مقرر کرائیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کو ترقی دینے ذرائع کا سامان بہم پہنچائیں۔ اور لوگوں میں مذہب کے ساتھ دلی محبت پیدا کرائیں۔"

ایک طرف تو یہ اس مذہب کے لوگوں کے خیالات ہیں۔ جو ترقی وتمدن کے بالکل مخالف ومنافی ہے۔ لیکن دوسری طرف مسلمان جنکا پاک مذہب انہیں دنیوی ترقی میں بھی اوج کمال پر پہنچانیوالا ہے۔ ان کی یہ حالت ہے کہ کبھی بھولے سے بھی اپنی کانفرنسوں میں مذہب کا نام نہیں لیتے۔ ہاں کچھ تمسخر وغیرہ کر دیتے ہوں تو تعجب نہیں

مسلم ہائی سکول لاہور

وسٹیر یوکل کیمبرج کالج خوب رونق اور ترقی پر ہیں۔ سکول میں پچاس سے زاید طالب علم داخل ہو چکے ہیں۔ کالج میں بھی تعداد روزافزوں ترقی پر ہے بورڈنگ میں خود حضرت مولینا صدرالدین صاحب کے علاوہ مولینا مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی جو سکول میں بھی عربی واردو پڑھاتے ہیں۔ اور مولوی خدابخش صاحب شملوی جیسے بزرگ انسان طلبار کی نگرانی اور اخلاقی تربیت پر مقرر ہیں۔ پرسوں بروز ہفتہ حضرت مولینا صدرالدین صاحب نے سکول قایم کے بعد حدیث نبوی الاعمال بالنیات پر طلبار کے سامنے ایک لطیف تقریر کی۔ اور انہیں نیک وپاک نیات کی تلقین فرمائی۔ بعد از نماز مغرب کھانا کھانے کے وقت حضرت مولینا مولوی مبارک علی صاحب نے مولوی خدابخش صاحب کے سوال کے جواب میں سنِدہ خدا کی تعریف کی۔ اور بتایا کہ اسلام نہ ندہ خدا کو منواتا ہے جو دیکھنے اور سننے کے ساتھ بولتا بھی ہے۔ ایسی ایسی لطیف باتیں اور پاکیزہ اخلاق جو طلبا کو باتوں باتوں میں سکھا دیئے جاتے ہیں بھلا کہاں میسر آسکتے ہیں اور ایسی حالت میں مسلم ہائی سکول مسلمان بچوں کے لئے جس قدر باعث رحمت وبرکت ہو سکتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ احمدی قوم کے لئے تو بالخصوص یہ سکول ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اگر اس موقعہ پر فایدہ نہ اٹھایا اور اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت کی فکر نہ کی۔ تو ہم سے زیادہ جوابدہ اور کون ہو سکتا ہے۔ دوسرے مسلمان تو جتنا بھی فایدہ اس سے اٹھائیں تھوڑا ہے۔ لیکن بہرحال اس کی ذمہ داری احمدی قوم کے اوپر زیادہ تر ہے۔ ایسے موقعہ پر کوئی بھی احمدی بچہ جو تعلیم پاتا ہے۔ اپنے اس سکول سے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ ورنہ سوائے اس کے کہ ایکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ والا حساب ہو اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے +

عالم نسوان

ایک بی بی کے سوال

مطبوعہ انتخاب ۱۶ افروری ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۵

کا جواب

سوال صرف یہ کیا گیا ہے کہ "وہ کس قسم کے شخص اپنی بیویوں کو خوش رکھ سکتے ہیں"۔ مگر یہ سوال مکمل نہیں تاوقتیکہ اس کے ساتھ یہ امر بھی شامل نہ کر لیا جاوے کہ "وہ کس قسم کی بیویاں اپنے میاں کو خوش رکھ سکتی ہیں"۔ یا ایک ہی مشترکہ سوال کیا جاوے جو جانبین کے حالات پر مشتمل ہو کہ "وہ کس قسم کے میاں بی بی باہم خوش رہ سکتے ہیں"۔

سوال میں جو بیویوں کو خوش رکھنے والے مردوں کے متعلق مختلف خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی خیال بھی ہر ایک حالت میں درست ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اور اس قسم کے اور تمام خیالات خاص حالات کے ماتحت پیدا ہوئے ہیں۔ مگر وہ قاعدہ کلیہ کے عام طور پر عام حالات سے مطابقت نہیں کھا سکتے +

اس سوال کا صحیح جواب دینے کے واسطے پہلا امر غور طلب یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خوش رہنے کی ضرورت صرف عورت کو ہی ہے یا مرد کو بھی قرآن تو یہ فرماتا ہے خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ ترجمہ "تمہارے لئے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں۔ تاکہ ان کے پاس تم کو قرار آوے اور تم میں باہم محبت ومہربانی پیدا کی۔ تو جس حالت میں عورت ومرد دونوں کو محبت اور مودت اور راحت اور خوشی یکساں ضرورت ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ خوشی جانبین کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ اصل میں خوشی خواہش کے پورا ہو جانے کا نام ہے۔ اس واسطے جب تک خواہشات پوری نہ ہوں۔ یا جب تک خواہشات کو گھٹا کر ایسے مقام تک نہ لایا جاوے کہ وہ پوری ہو سکیں۔ اس وقت تک کوئی انسان خوش رہ ہی نہیں سکتا سو امر اول تو ناممکن الحصول ہے کہ تمام خواہشات کسی کی دنیا میں پوری ہوں۔ بڑے بڑے شہنشاہ بھی کئی قسم کے ارمان دل ہی دل میں لیکر دنیا سے رخصت ہو جاتے رہے۔ البتہ بہشتیوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کی بشارت ہے کہ ولہم فیہا ما یشتہون کہ جو کچھ بہشتی لوگ چاہیں گے وہ سب کچھ انہیں مل جائیگا۔ یا اللہ تعالےٰ کو ہمیشہ یہ قدرت حاصل ہے کہ جس امر کا وہ ارادہ کرتا ہے پورا ہو جاتا ہے۔ جب یہ حالت کسی انسان کو میسر آ ہی نہیں سکتی تو پھر اس خیال کو دل سے نکال دینا چاہیئے کہ میری تمام خواہشیں پوری ہوں البتہ دوسری بات ممکن الحصول ہے کہ خواہشات کو اعتدال پر لا کر وہ حالت پیدا کر لی جائے کہ جو خواہش پوری ہو جائے اس کو خدا کا فضل سمجھ کر اس کی حمد کی جاوے۔ اور جو پوری نہ ہو سکے اس کی سوزش دل میں نہ لگی رہے۔ اور راضی بقضا ہو کر فارغ ہو جاوے۔ مگر اب یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس قسم کی خواہش پوری نہ ہو سکنے پر صبر یا قناعت کرنی چاہیئے۔ اور کس قسم کے مطالبات ایک دوسرے کے میاں اور بیوی کو پورے کرنے ضروری ہیں تاکہ میاں بیوی اپنے دلوں میں ان ہی مطالبات اور خواہشات کو جگہ دیں جو کہ انصافاً ایک دوسرے کے ذمہ ہوں۔ باقی خواہشات کو جو ناواجب یا غیر ضروری ہیں دل سے نکال دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو امورات کسی انسان کے احاطہ قدرت سے باہر ہوں ان کی بابت وہ مکلف نہیں ہو سکتا اور نہ قابل الزام۔ ان پر تو صبر وکوہ برتی کرنا چاہیئے۔ مثلاً ان کی صورت شکل تنگدستی بیماری۔ کا کوئی اور فطرتی نقص۔ لیکن اس کے متعلق بھی تخلصی کے واسطے ایک راہ شریعت اسلام نے بتائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ شادی سے قبل ان جملہ امورات پر میاں بیوی اور ان کے والدین سوچ بچار کر لیں۔ اور ظاہری شکل وشباہت وغیرہ کی نسبت میاں بیوی کس طرح سے ایک دوسرے سے متعلق دیکھ بھال لیں۔ اور اخلاقی اور دیگر قسم کے نقائص پر ان کے والدین اور ولی غور کر لیں۔ تاکہ بعد میں ناچاقی پیدا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نکاح میں میاں بیوی کی رضامندی کے علاوہ ان کے بزرگوں کی اجازت بھی ضروری رکھی گئی ہے۔ اگر اس اصول پر شادی ہوگی۔ تو بہت کم نقص بعد میں پیدا ہونگے +

دوسری قسم کے مطالبات وہ ہیں جو شادی کے بعد جائز طور پر میاں بیوی کے ذمہ عاید ہوتے ہیں۔ سو ان کا فیصلہ کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ میاں اور بیوی اپنے اپنے حقوق وفرائض سے آگاہ ہوں اور ایک اصول اور قانون کے ماتحت اپنے مطالبات کو لا دیں۔ دنیا کے تمام تعلقات میں عوض معاوضہ کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر بادشاہ اپنی رعایا سے وفاداری اور فرمانبرداری وغیرہ کا مطالبہ کر سکتا ہے تو رعایا کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ اس سے عدل اور انصاف اور اپنی محافظت نظام تربیت وغیرہ کا مطالبہ کرے جب تک دونوں طرف سے فرض شناسی نہیں ہوگی۔ نہ سلطنت میں امن قایم رہے گا۔ اور نہ خانہ آبادی ہی ہوگی۔ غرضیکہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ ذیل میں چند آیات قرآنی مع ترجمہ نقل کی جاتی ہیں۔ جو میاں اور بیوی کو خاص ہدایات کا پابند کرتی ہیں۔ اور یہی ان کی خوشی کا ایک ذریعہ ہے +

مرد کو حکم ہے وعاشروھن بالمعروف یعنی عورتوں کے ساتھ بھلائی سے معاشرت کرو۔ پھر فرمایا الرجال قوامون علی النساء الخ ترجمہ "مرد عورتوں کے محافظ اور ان کو درست رکھنے کے واسطے بنائے گئے ہیں۔ اس واسطے کہ ان پر اللہ تعالےٰ نے یہ خاص فضل کیا ہے کہ ان کو اس قسم کی لیاقت دے رکھی ہے۔ اور اس لئے کہ وہ اپنا مال بھی خرچ کرتے ہیں پھر جو نیک بیبیاں ہیں وہ حکم مانتی ہیں۔ اور خاوند کی پیٹھ پیچھے اس کے مال اور اولاد اور آبرو کی حفاظت کرتی ہیں حفاظت کرتی ہیں حفاظت الٰہی سے"۔

اختصار کے طور پر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اگر میاں بیوی اس خدائی قانون کا اپنے آپ کو پابند بنا لیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ پھر وہ خوشحال نہ رہ سکیں +

پھر سوال کرنے والی بی بی نے تعجب سے لکھا ہے کہ "اب تو ہر طرف علم پھیلا ہوا ہے پھر بھی بدبخت ہندوستان کی لڑکی خوشی سے زندگی نہیں کاٹ سکتی"۔

اصل میں سائلہ کی اس عبارت کے اندر ہی اس کا جواب موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جو علم آجکل عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ اس کے ذریعہ سے میاں بیوی کی خوشحالی پیدا ہو سکے۔ کیونکہ آجکل کے علم نے بیوی کے حقوق اور فرائض حقیقی طور پر ذہن نشین نہیں کرائے۔ اور اگر بالفرض وہ حقوق وفرائض کو جانتے ہیں تو وہ طاقت ان میں پیدا نہیں کی کہ جس کی وجہ سے وہ ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ بلکہ ان کی خیر افسانہ ناول خوانی۔ تاریخ اور اخبارات کا مطالعہ ان کی خواہشات کو ایسا وسیع کر دیتا ہے کہ دنیا کی جہان کی نعمتیں ان کی نظر کو سیر نہیں کر سکتیں۔ پھر اطمینان اور سکون اور خوشی حاصل ہو۔ تو کیونکر؟ البتہ اگر مذہبی تعلیم کا اثر دل پر بیٹھ جاوے اور ان احکامات مذہبی پر چلنا فرض سمجھ لیا جاوے تو خود بخود ان پر چلنے سے خوشحالی اور فرحت حاصل ہو جاوے گی۔ اور شکایات کا سد باب ہو جاویگا اور یہی ہماری مراد ہے + (انتخاب)

تجویز انسداد رسومات

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہندوستان کا ہر وہ اخبار جو طبقہ نسوان کی ترقی کے لئے جاری کیا جائے۔ ایسے مضمونوں سے لبریز ہونا چاہیئے جن سے اس ترقی کے زمانے میں پیچھے رہ جانے والے طبقے کو کسی نہ کسی طرح کا تعلیمی یا اخلاقی فایدہ ضرور ہو۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر میں ایک تجویز تہذیبی بہنوں کے روبرو پیش کرتی ہوں۔ اور امید ہے کہ ہماری وہ لائق فائق بہنیں جن کا قلم ہمیشہ عورتوں کی مشکلات میں ان کی رہبری کا کام دیتا ہے۔ میری تجویز پر توجہ فرمائیں گی +

قریباً ۱۲ سال سے میں زنانہ رسالے اور اخبار دیکھا کرتی ہوں۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک کسی زنانہ پرچے نے خاص طور پر اس کام کا بیڑا نہیں اٹھایا کہ وہ فضول اور خلاف شریعت رسمیں جو طبقہ نسوان میں وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جن کے بجا لانے سے سوائے گنہگاری اور فضول خرچی کے اور کوئی فایدہ ان کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کر کے اپنی قوم کو قعر مذلت میں گرنے سے بچا لیا جائے +

اگرچہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی کبھی زنانہ پرچوں میں کوئی کوئی ایسا مضمون دکھائی دیتا ہے جس میں کسی ناجائز رسم کے ترک کرنے کی ترغیب دی گئی ہو۔ مگر پھر بھی یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایسے مضمون سے سوائے تفریح طبع ناظرین کوئی عملی فایدہ نہیں ہوتا کیونکہ جو باتیں مدتوں سے طبیعتوں میں جمی ہوئی ہیں۔ ان کی مخالفت میں ایک دو آوازیں موثر نہیں ہو سکتیں جب تک کہ متواتر پرزور صدائیں بلند کر کے خفتگان کنج جہالت کو بیدار نہ کیا جائے

. . . .

بفضل خدا ہماری تمام مضمون نگار بہنیں قابل اور سمجھدار ہیں۔ اور وہ ایسے مضمونوں کو نہایت خوبی کے ساتھ لکھ سکتی ہیں۔ اور مذہبی اور معاشرتی نقطہ خیال سے دلیلیں پیش کر کر کے بری رسموں کو بہنوں کے ذہن نشین کرا سکتی ہیں کہ واقعی بری رسمیں نقصانات سے پر ہیں۔ اور یک قلم چھوڑ دینے کے لایق ہیں۔ علاوہ اس کے بعض رسمیں ایسی بھی ہیں جو شرعاً جائز ہیں۔ مگر عام لوگوں کو معلوم نہیں۔ ان کو بیان کر کے ان پر عمل درآمد کرنے کی ترغیب دلانی چاہیئے +

ت۔ ن۔ للی تاج۔ لاہور

(تہذیب)

ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

ذیل کا مضمون حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے بصورت ٹریکٹ شائع ہوا ہے۔ (ایڈیٹر)

دینِ اسلام وہ دین ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے تاقیامت ایک سلسلہ نشانات کا عطا فرمایا ہے جو کبھی ختم اور منقطع ہونیوالا نہیں اور گو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ مگر آیت قرآنی لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا۔ (یعنی سچے مسلمانوں کو اس دنیا کی زندگی میں بشارتیں دیجائیں گی) اور حدیث صحیح لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات) کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے جو وہ اپنے پاک اور برگزیدہ بندوں سے کرتا ہے پیشگوئی کے سلسلہ کو اس اُمت میں قیامت تک جاری رکھا ہے۔ اور نہ صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھُلی کھُلی پیشگوئیاں جو احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اور قرآنی پیشگوئیوں کا ظہور ہی ہر زمانہ میں ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کے خدّام کو بھی شرف ہمکلامی عطا فرما کر تازہ بتازہ نشانات دینِ اسلام کی صداقت کے ہر زمانہ میں ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اور اس اُمت کے اندر ہزارہا اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں کہ اپنے اپنے وقت میں انہوں نے اِس طرح پر خدا کی قدرت اور علم کے زندہ نشانات لوگوں کو دکھا کر نہ صرف مخالفین پر اِتمامِ حجت کیا ہے۔ بلکہ مُسلمانوں کے دلوں میں بھی ایک روشنی اور زندگی پیدا کر دی ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو قوت ایمانی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جلوہ نمائیوں کو دیکھکر ایک انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ محض دلائل سے پیدا نہیں ہوتی۔

اس وقت میں جس عظیم الشان نشانِ صداقتِ اسلام کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ ایک پیشگوئی ہے۔ جو حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع کی اور جو قبل از وقت اخبارات اور کتب میں چھپ کر اطراف واکناف عالم میں پھیل گئی۔ چنانچہ آپ کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۱۲۰ پر یہ پیشگوئی موٹے الفاظ میں چھپی ہوئی ہے* اور وہ پیشگوئی حسب ذیل ہے:-

اِک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد + جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار
آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب + اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یکبیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے + کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر + نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آبِ رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن + صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار
ہوش اُڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس + بھُولینگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی + راہ کو بھُولینگے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں + سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار
مُضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جنّ و انس + زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار
اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان + آسماں حملے کریگا کھینچکر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس + اِسپہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا + کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف + قرض ہے واپس ملیگا تجھکو یہ سارا اُدھار

خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے۔ اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا۔ جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیئے۔ جسکی طرف سورت اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو۔ بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔" (منقول از براہین احمدیہ)

اِن اشعار کو اِس حاشیہ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے جو خود پیشگوئی کرنیوالے نے لفظ زلزلہ پر دیا ہے۔ کہ اس سے مراد کوئی ایسی شدید آفت ہے۔ جس سے جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آئے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا پر ایک ایسی مہیب آفت آنے کی خبر دیتا ہے۔ جس سے انسانوں کی جانوں اور شہروں اور دیہات اور سرسبز ملکوں پر خطرناک تباہی واقع ہونے والی ہے۔ اس ہولناک مُصیبت کے متعلق چند امُور وہ ایسے بیان کر دیتا ہے جو کھُلے طور پر موجودہ واقعات جنگ پر چسپاں ہو رہے ہیں +

اوّل یہ کہ یہ ایک ایسی مہیب آفت ہوگی "جس سے گردش کھائینگے دیہات اور شہر اور مرغزار" یعنی آبادیوں کی تباہی کے ساتھ سرسبز ملکوں کو بھی تباہ کر دے گی۔ اب دیکھو کہ کس قدر تباہی اس جنگ میں جرمنوں نے کی ہے۔ بلجیم جب فتح ہوا تھا۔ تو اس وقت بعض شہروں کے شہر بالکل ویرانہ کر دیئے گئے۔ ایسا ہی اب فرانس کے جن علاقوں سے جرمنی پیچھے ہٹ گیا ہے اُن کی تباہی کا کیا نقشہ تاروں سے ہی نظر آتا ہے۔ فرانس کا وہ علاقہ نہایت ہی سرسبز علاقہ تھا۔ گویا ایک باغ تھا۔ مگر وہ سب تباہ کر دیا گیا۔ ایسا ہی پولینڈ اور رومانیہ اور سرویہ کے سرسبز علاقوں اور اُن کے دیہات اور شہروں پر کیسی تباہی آئی ہے۔ شہر ویران ہو گئے۔ دیہات اُجڑ گئے اور سرسبز زمینوں کو ویرانہ کر دیا گیا۔

دوئم یہ کہ اس ہولناک مُصیبت میں کُشت وخون کا بازار گرم ہوگا۔ جس کی طرف ذیل کے الفاظ توجہ دلا رہے ہیں۔ "نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار" اور "خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار"۔ اور ایسا ہی سفید پوشاکوں والوں کا مثل درختانِ چنار ہو جانا۔ یعنی جیسے چنار کے پتّے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر گویا خون کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں۔ ایسا ہی صاف لباس خون آلودہ ہو جائیں گے۔ اب غور کا مقام ہے کہ کس قدر کُشت وخون اِس جنگ کے اندر ہوا ہے۔ لاکھوں انسان مر چکے اور جو زخمی ہوئے ہیں اُن کی تعداد تو شائد کروڑ تک پہنچ چکی ہوگی۔ بڑے بڑے ناز ونعمت میں پلے ہوئے اور عیش وآرام کی زندگی بسر کرنے والے بھی اس جنگ کی نذر ہوئے۔ کتنے بے خانمان ہو کر وطن سے بے وطن پڑے ہیں اور کس طرح جہاں یہ آفت نمودار ہوتی ہے۔ لوگ بدحواس ہو کر اُس کے آگے بھاگتے ہیں۔ "ہوش اُڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس"۔

سوئم۔ ایک بڑی بھاری علامت اِس تباہ کن آفت کی یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ اِس کی تباہی کسی ایک مُلک تک محدود نہ ہوگی۔ بلکہ دُنیا کا اِس قدر کثیر حصّہ اس میں مُبتلا ہوگا۔ کہ گویا یہ کُل عالم پر محیط ہوگی اور اِس کی نظیر دُنیا نے نہ دیکھی ہوگی۔ سو اس میں ایک ذرّہ بھی شک نہیں کہ مُہیب سے مُہیب جنگ جو آج تک دُنیا میں ہو چکے۔ اور خطرناک سے خطرناک بھونچال جو زمین کے کسی حصّہ کو برباد کر چکے۔ ان سب کی تباہی اِس تباہی کے بالمقابل ہیچ ہے۔ جو اِس جنگ عالمگیر میں ہو چکی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ پُرانی اور نئی دُنیا یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ امریکہ سب یکساں اِس میں مُبتلا ہیں +

چہارم۔ ان تمام امُور کے علاوہ ایک ایسا بیّن نشان اِسکا بتا دیا ہے کہ عقل اِنسانی حیرت میں رہ جاتی ہے۔ اور وہ نشان یہ ہے۔ کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار"۔ یعنی اُس گھڑی اور اِس ہولناک مُصیبت کا ایک یہ نشان ہے کہ اُس وقت زار کی حالت زار ہو جائے گی۔ زار اِس وقت دُنیا کا اکیلا ہی خود مختار بادشاہ سمجھنا چاہئیے۔ کیونکہ اور ملکوں میں آئینی حکومتیں ہو چکی ہیں۔ علاوہ ازیں وسعت مملکت کے لحاظ سے بھی وہ ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اور اس کی حکومت سولہ کروڑ انسانوں پر ایسی تھی۔ کہ اُس کے حکم کے سامنے کسی قانون اور آئین کی کوئی قدر وقیمت ہی نہ تھی۔ مگر آج دیکھو کہ اِس دُنیا کے گویا سب سے جبّار انسان کی حالت کیا ہے۔ اِس حالتِ زار کا نقشہ کھینچنا بھی محال ہے۔ وہ نہ صرف اس اپنے تاج وتخت سے ہی علیحدہ کیا گیا ہے۔ وہ نہ صرف اُن لوگوں کے ہاتھ میں قید ہے۔ جو کل تک اس کی نظروں میں ہیچ تھے۔ بلکہ وہ ایک قیدِ تنہائی میں پڑا ہوا ہے زار بیگم سے بھی الگ اور اپنے بال بچوں سے بھی الگ۔ یہ بھی کوئی نہیں جانتا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ ہاں اُس کی آخری حالت کا جو دُنیا کے علم میں ہے ذیل کا نقشہ رویٹر کے تار میں کھینچا گیا ہے۔ جب اُن کی گرفتاری کا فرمان پیش کیا گیا۔ اور اُس کی اطلاع زار کو ہوئی۔ تو اُس نے صرف اس قدر کہا "میں ہر جگہ جانے اور ہر قسم کے فیصلہ کو منظور کرنے کے لئے آمادہ ہوں"۔ پھر لکھا ہے "زار نے کاسک وردی پہنی ہوئی تھی۔ وہ بڑے سکون کے ساتھ باہر نکلا۔ مگر اُس کی صورت نہایت افسردہ تھی باہر ایک موٹر کار منتظر تھی۔ وہ اُس پر سوار ہو گیا۔ عوام میں سے کوئی موجود نہ تھا۔" زار بیگم علیحدہ اپنے بچوں سمیت اس آزادی سے بھی محروم ہیں۔ جو ایک غریب مزدور کو بھی حاصل ہوتی ہے +

آج سے قریباً بارہ سال پیشتر ان امُور کی اس صفائی کے ساتھ اطلاع دینا کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صرف خدائے عالم الغیب کی پُرشوکت کلام ہی ان رازہائے سربستہ کو ظاہر کر سکتی تھی یہ وہ وقت تھا۔ جب اِن امور کی خبر دی گئی۔ کہ اس وقت تمام دُنیا میں صلح وامن کا غلغلہ بلند تھا۔ خود ہمارے بادشاہ سابق ایڈورڈ ہفتم پیس میکر یعنی صلح کرنیوالے کے نام سے مشہور ہوئے اس لئے کہ انہوں نے دُنیا میں صلح قائم کرنے کے لئے بڑی بڑی تجاویز کیں اور عام لوگوں کی طبائع کا رجحان بھی اسی طرف تھا۔ کہ دُنیا میں جنگ نہ ہونے پائے اور اس قسم کے مہیب جنگ کا وقوع میں آنا کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ مگر خدائی طاقت کا اظہار اس امر میں نظر آتا ہے۔ کہ ایسے حالاتِ مخالف میں نہ صرف ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی کی بلکہ اس ساعت کا پتہ کھلے الفاظ میں یوں بتایا کہ اس وقت زار جو دنیا کا سب سے جابر انسان ہے وہ حالتِ زار میں ہوگا۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ دنیا کے کسی خود مختار بادشاہ کو اس زمانہ میں یہ مُصیبت پیش آ جانا ایک ظنی بات بھی ہو سکتی ہے مگر میں کہتا ہوں۔ کہ پیشگوئی تو دو باتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کرتی ہے۔ یعنی ایک ہولناک عالمگیر جنگ کا دنیا میں ظہور پذیر ہونا اور اس ہولناک جنگ میں زار کا باحالتِ زار ہو جانا۔ اوّل تو خود زار کی فوج اس قدر طاقتور اور زبردست کہ اُس کی طاقت زبان زدِ خلائق۔ پھر اُس کی حمائت میں دُنیا کی اس قدر طاقتیں۔ اور سب سے بڑھکر خود ہماری گورنمنٹ اس کی حمائت میں موجود۔ اور ہر طرح سے اس کی مدد کرنے والی اور ہر قسم کی ضروریات اسے بہم پہنچانے والی۔ کیا کسی کے وہم وگمان میں یہ آ سکتا تھا۔ کہ ایسی حالت میں زار کی یہ حالت زار ہوگی۔

اگر زار اسی طرح وفاداری سے ہماری گورنمنٹ کے اغراض کا حامی رہتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ یہ مُصیبت ہی اسے پیش نہ آتی مگر عالم الغیب خدا کے لفظ غلط نہ ہو سکتے تھے۔ زار اور اسکے سابقہ وزراء اندر ہی اندر جرمنی کے ساتھ صلح کرنے کی تجویز کرنے لگے۔ اور اگر یہ صورت ہو جاتی تو نتیجہ اچھّا نہ ہوتا۔ کیونکہ اس جنگ کا خاتمہ اگر یونہی کسی معمولی صلح پر ہو جائے۔ اور پھر دوسرے دن کوئی اور جنگ چھڑ جائے تو انسان کی بہتری کے اغراض جو اس قدر کُشت وخون کے بعد ضرور حاصل ہونے چاہئیں کبھی میسّر نہیں آ سکتے۔ اس لئے ہماری گورنمنٹ کے وزراء بالکل حق پر ہیں۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ صلح ایسی حالت میں ہو کہ یہ اغراض پورے طور پر حاصل ہونے کی امید ہو جائے۔ غرض یہ ایک عجیب نشان خدائے تعالےٰ کے علمِ کامل اور اعلےٰ طاقت کا ہے کہ اتنی مدت پیشتر اِن واقعات کو ایک باخدا انسان کے مُونھ سے کہلوا دیا تا کہ جہاں اس جنگ سے اور فوائد حاصل ہوں ایک یہ فائدہ بھی حاصل ہو کہ دین اسلام کی صداقت دُنیا پر روشن ہو جائے۔ اس کے پھیلنے کے لئے دُنیا میں سارے سامان پیدا ہو جائیں اور یہ دُنیا پر روشن ہو جائے۔ کہ اس مادی دُنیا کے اوپر جو مادہ پرستی میں مُبتلا ہے ایک عظیم الشان طاقت حکمران ہے اور حقیقی حکم اسی کا چلتا ہے اور سب باتیں اسی کے ارادہ کے ماتحت اِس عالم میں ظہور پذیر ہوتی ہیں اور وہ اپنے پاک بندوں پر ظاہر بھی ہوتا رہتا ہے +

ہاں جہاں خداوند قدیر اور عالم الغیب کے علم اور قدرت کا یہ ایک نشان ہے اور اسلام کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ وہاں اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کا بھی یہ ایک بھاری ثبوت ہے۔ تا دُنیا پر یہ ظاہر ہو جائے۔ کہ وہ شخص جسکو کافر وکاذب کہا گیا۔ حالانکہ اُس کی خدمات اسلام کے لئے مسلّم تھیں۔ اور وہ شب وروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت کو ہی دُنیا میں بلند کرنے میں لگا رہتا تھا۔ مگر ایسے انسان کو بھی بعض لوگوں نے تعصّب کی پٹی باندھکر اور بعض نے غلطی سے اُن کے ساتھ شامل ہو کر جھوٹا اور مُفتری کہا۔ پس خدا نے اس کی صداقت کے بڑے بڑے بیّن ثبوت دُنیا میں دکھا دیئے۔ انہی میں سے ایک یہ بھی نشان ہے۔ اور اس قسم کے عام نشان اور بھی بہت سے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اور واقعہ کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ جب لارڈ کرزن کے عہد حکومت میں صوبہ بنگال کی تقسیم کر کے اُس کے دو حصّے کر دیئے گئے تو بنگالی قوم میں ایک سخت شور برپا ہوا۔ اخباری شورش کے علاوہ ہر طرح حکومت ہند کے سامنے اس فریاد کو پہنچایا گیا۔ مگر گورنمنٹ نے نہ اخباری شورش کی پرواہ کی اور نہ ہی اُن دلائل کی صحت کو تسلیم کیا جو تقسیم کے خلاف دیئے جاتے تھے۔ پارلیمنٹ میں بھی سوال کیا گیا مگر مدبّرین نے صاف جواب دیا کہ اب اس تقسیم میں کسی قسم کی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ انہی حالات میں جب ہر طرف سے مایُوسی ہو چکی اور کوئی چارہ باقی نہ رہا تو اسی برگزیدہ خدا پر یہ الہام الٰہی نازل ہوا "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب اُن کی دلجوئی ہوگی"۔ یہ ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ دلجوئی کی کوئی صُورت نظر نہ آتی تھی۔ بلکہ اس ایجی ٹیشن کے ساتھ جو انارکسٹ تحریک شروع ہوئی اور قتل ڈکیتیاں قیمتی جانوں پر حملے ہونے لگے انہوں نے حکام کو مجبور کر دیا کہ ان جرائم کی بیخکنی کے لئے سختی سے کام لیں۔ اِن حالات میں واقعی یہ آواز عجیب ہی نہ تھی۔ بلکہ اس پر کسی کو یقین بھی نہ آ سکتا تھا۔ اس الہام کے بعد بھی کئی سال تک یہی حالت رہی اور گورنمنٹ نے

* موجودہ جنگ کے شروع ہونے پر یہ پیشگوئی دوبارہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی
۱ لفظ زلزلہ کی تشریح گو خود پیشگوئی کے ساتھ ہی صراحت سے موجود ہے مگر مزید وضاحت کے لئے یہاں لغت کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے لسان العرب میں ہے۔ قال ابن الانباری۔ فی قولھم اصابت القوم زلزلۃ قال الزلزلۃ التخویف والتحذیر۔ یعنی ابن الانباری کہتا ہے۔ کہ قوم کو زلزلہ پہنچنے سے مراد خوف وحذر کا آنا ہے۔ اور پھر اس میں ہے۔ الزلازل الشدائد والزلزل الاھوال۔ یعنی زلزلوں سے مراد خطرناک تکلیفیں اور ہولناک مصائب ہیں +

جلد ۴ | منبۃ المسیح لاہور ۔ یک شنبہ ۸ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۵

پیغام عمل

(نظم جو غلام محی الدین صاحب بی اے نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں پڑھی)
(گذشتہ سے پیوستہ)

بند دوم

ماجرائے رفتگاں ہے گوش عبرت کے لئے
آپ اسے سنتے ہیں جوش و رد رقت کے لئے
بھولتے ہیں آپ سن کر کارنامے قوم کے
ہم سناتے ہیں یہ قصے جوش و غیرت کے لئے
آپ کے دل میں سنان غم بنی یہ داستان!
کیوں نہ یہ مہمیز ہو رہوار ہمت کے لئے؟
سرگذشت قوم کو دیکھو نگاہ غور سے
کیا سبق آموز منظر ہے بصیرت کے لئے!
رہبر علم و تمدن کیوں بنے صحرا نشیں؟
کیا صفت زینہ بنی اس بام رفعت کیلئے؟
ان میں ایثار و استقلال، عزم و اتحاد
وقف کر دیتے تھے جانیں قوم و ملت کے لئے
ان کے آگے سد اسکندر بھی اک میدان تھا
کوہ اور صحرا تھے یکساں ان کی ہمت کیلئے
کیا حبش اور کیا عرب بس صبغۃ اللّٰہی تھے سب
ہیچ تھے رنگ و نسب چشم اخوت کے لئے
دست و بازو صاف کہتے ہیں زبان حال سے
محنت انساں کے لئے! انسان محنت کے لئے!
عشق ہے خرمن کو خود دہقاں کے خون گرم سے
مضطرب ہیں راحتیں اہل مشقت کے لئے
آنچہ مرداں کردہ اند امروز کردن میتواں
راہ نقش پائے ایں پاکاں سپردن میتواں

ملفوظات مسیح موعود

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

(گذشتہ سے پیوستہ)

جیسے ایک لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالا جاوے۔ اور وہ اس قدر گرم کیا جاوے کہ سرخ آگ کے انگارے کی طرح ہو جاوے۔ اس وقت وہ لوہا آگ ہی کی شکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب ایک راستباز بندہ اللہ تعالےٰ کی محبت اور وفاداری کے اعلےٰ درجہ پر پہنچکر فنافی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور کمال درجہ کی نیستی طاری پاتی ہے اس وقت وہ ایک نمونہ خدا کا ہوتا ہے اور حقیقی طور پر وہ اسوقت کہلاتا ہے

اَنْتَ مِنِّیْ

یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے جو دعا سے ملتا ہے۔ یاد رکھو دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے مومن کا کام ہے کہ ہمیشہ دعا میں لگا رہے۔ اور اس استقلال اور صبر کیساتھ دعا کرے کہ اس کو کمال کے درجہ پر پہنچا دے۔ اپنی طرف سے کوئی کمی اور دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ اور اس بات کی بھی پرواہ نہ کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ بلکہ

گر نباشد بدوست رہ بردن ٭ شرط عشق است در طلب مردن

جب انسان اس حد تک دعا کو پہنچتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ اس دعا کا جواب دیتا ہے جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دونگا۔ اور تمہاری دعا قبول کرونگا۔ حقیقت میں دعا کرنا بڑا ہی مشکل ہے جبتک انسان پورے صدق و وفا کے ساتھ۔ اور صبر اور استقلال سے دعا میں لگا نہ رہے۔ کچھ فایدہ نہیں ہوتا بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو دعا کرتے ہیں مگر بڑی بے دلی اور عجلت سے چاہتے ہیں کہ ایک ہی دن میں ان کی دعا مثمر بثمرات ہو جاوے حالانکہ یہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے اس نے ہر کام کیلئے اوقات مقرر فرمائے ہیں۔ اور جس قدر کام دنیا میں ہو رہے ہیں وہ تدریجی ہیں اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک طرفۃ العین میں جو چاہے سو کر دے اور ایک کن سے سب کچھ ہو جاتا ہے مگر دنیا میں اس نے اپنا یہی قانون رکھا ہے۔ اس لئے دعا کرتے وقت آدمی کو اس کے نتیجہ کے ظاہر ہونے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے یہ بھی یاد رکھو دعا اپنی زبان میں بھی کر سکتے ہو بلکہ چاہیئے کہ مسنون ادعیہ کے بعد اپنی زبان میں آدمی دعا کرے کیونکہ اس زبان میں وہ پورے طور پر اپنے خیالات اور حالات کا اظہار کر سکتا ہے۔ اس زبان پر وہ قادر ہوتا ہے۔ دعا نماز کا مغز اور روح ہے اور رسمی نماز جبتک اس میں سوز نہ ہو کچھ نہیں اور سوز کے پیدا کرنیکے لئے ضروری ہے کہ گریہ و بکا اور خشوع و خضوع ہو اور یہ اسوقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی حالت کو بخوبی بیان کرے اور ایک اضطراب اور قلق اس کے دل میں ہو۔ اور یہ بات اسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک اپنی زبان میں انسان اپنے مطالب کو پیش نہ کرے۔ غرض دعا کے ساتھ صدق اور وفا کو طلب کرے۔ پھر اللہ تعالےٰ کی محبت میں وفاداری کیساتھ فنا ہو کر کامل نیستی کی صورت اختیار کرے۔ اس نیستی سے ایک ہستی پیدا ہوتی ہے جس میں وہ اس بات کا حقدار ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے کہے کہ انت منی اصل حقیقت انت منی کی تو یہی ہے ... پر تو ظاہر ہی ہے کہ ہر ایک چیز اللہ ہی کے فضل اور کرم سے ہے اب اسکے بعد ایک ...

وَاَنَا مِنْکَ

ہے پس اسکی حقیقت سمجھنے کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا انسان جو نیستی کے کامل درجہ پر پہنچکر ایک نئی زندگی اور حیات طیبہ حاصل کر چکا ہے اور جس کو خدا تعالےٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ہے انت منی جو اس کے قرب اور معرفت الٰہی کی حقیقت ... آشنا ہونیکی دلیل ہے۔ اور یہ انسان خدا تعالےٰ کی توحید اور اسکی عزت و عظمت ... کے ظہور کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک عینی اور زندہ ثبوت ہوتا ہے۔ اس رنگ سے اور اس لحاظ سے گویا خدا تعالےٰ کا ظہور اس ... ہے اور خدا تعالےٰ کے ظہور کا ایک آئینہ ہوتا ہے اس حالت میں جب ایک خود ... نما آئینہ ہو اللہ تعالےٰ ان کے لئے یہ کہتا ہے۔ وانا منک

ایسا انسان جسکو انا منک کی آواز آتی ہے اس وقت دنیا میں آتا ہے جب خدا پرستی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا ہے۔ اسوقت بھی چونکہ دنیا میں ... بہت بڑھ گیا ہے اور خدا شناسی اور خدا رسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ کو قایم کیا ہے۔ اور محض اپنے فضل و کرم سے اس نے مجکو مبعوث کیا ہے تا میں ان لوگوں کو جو اللہ تعالےٰ سے غافل اور بیخبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں انہیں خدا تعالےٰ دکھلا دوں۔ اس بنا پر اللہ تعالےٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا انت منی وانا منک

اعتراض کرنیکو کیا ہے جب طبیعت میں فساد اور ناپاکی ہو تو وہ نیکی کی ... پسند کرتی ہے بلکہ خلاف طبع سمجھکر اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے ... کا ثبوت اس پر اعتراض ہی ہے اگر خدا تعالےٰ کا انکار اور دہریت بڑھی ہوئی ... اعتراض کیا جاتا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسوقت خدا تعالےٰ کا پاک ... دنیا کو نظر نہ آتا تھا اور وہ اب مجھ میں ہو کر نظر آئیگا۔ اور ... اس کی قدرتوں کے نمونے اور عجائبات قدرت میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں جن کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے ہیں مگر جو اندھے ہیں وہ کیونکر دیکھ سکتے ہیں اللہ تعالےٰ اس امر کو محبوب رکھتا ہے کہ وہ شناخت کیا جاوے ... شناخت کی یہی راہ ہے کہ مجھے شناخت کرو

یہی وجہ ہے کہ میرا نام اس نے خلیفۃ اللہ رکھا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت ... اس میں آدم میرا نام رکھا ہے۔ یہ حقیقت اس الہام کی ہے۔ اب اگر ... کوئی اعتراض کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ خود اس کو دکھا دیگا کہ ... حق پر ہے ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یکشنبہ ۲۲ - اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰۵

زکوٰۃ کے متعلق خاص توجہ کی ضرورت

تقریباً ہر سال اسلام کے اس مہتم بالشان مسئلہ اس قومی فلاح و بہبود کے اصل الاصول نہیں بلکہ مسلمانوں کے اس گوہر مقصود کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے جس کا حصول ان کے لئے بمنزلہ آب حیات ہے جس کے پا لینے پر ہی ان کی زندگی کا دار و مدار ہے اور ان کی حیات قومی کا انحصار اسی پر ہے۔ زکوٰۃ جیسا عظیم الشان مسئلہ جس کی تاکید قرآن کریم نے سوائے چند شاذ مستثنیات کے ہر اس موقعہ پر کی ہے۔ جہاں صلوٰۃ رمضان کا حکم دیا ہے۔ جس کے لئے فرمایا جہاں مصارف زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے کہ یہ فریضہ احکام میں سے ہے۔ نہیں بلکہ اسے اسلام کے ان پانچ ارکان میں سے ایک رکن قرار دیا ہے۔ جن کے اوپر اس کی بنا رکھی گئی ہے۔ اور جن کے بغیر یہ محل ٹھیک طور پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ آہ! آج اس سے ہم اس قدر غافل و لا پروا ہو گئے۔ دنیوی مشغولیتوں اور روپیہ کی حد سے زیادہ محبت نے ہمیں اس قدر گھیر لیا کہ اس کی ہوش ہی نہ رہی۔ اور اگر کسی کے ہلانے۔ اور سختی کے ساتھ جھنجوڑنے سے کچھ تھوڑی بہت ہوش بھی آئی۔ تو زبانی ہاں ہوں تک ہی اس کی نوبت پہنچی۔ اور اس سے آگے کچھ بھی نہیں۔ جانتے ہو زکوٰۃ کسے کہتے ہیں۔ کیوں اسے ہم پر فرض کیا گیا کیا خدا بھی دنیوی بادشاہوں کی طرح ہم سے کوئی ڈنڈ لینا چاہتا ہے۔ کیا اس میں اس کا کوئی اپنا فائدہ ہے۔ اس کا کچھ اس سے بن جاتا ہے۔ اور اگر ہم زکوٰۃ نہ دیں۔ تو اس کا کام بگڑ جاتا ہے۔ ایسا کہنا یقیناً اس کی عظیم الشان نعماء کی ناقدر شناسی اور اس افضال و اکرام سے انحراف ہوگا۔ یہ سب ہے کس کا کس نے یہ دیا ہے۔ کس کا یہ پیدا کردہ ہے۔ جب یہ سب کچھ خود اسی مالک کا دیا ہوا ہے۔ جب یہ اسی کے اشارہ کن سے پیدا ہوا ہے۔ اور دامن دنیوی کو اسی کے حکم سے اس نے مالا مال کیا۔ تو پھر یہ کہنا کس قدر ناسمجھی بلکہ دیدہ دلیری ہے۔ کہ گویا اس کے کسی حصہ کے اس کی راہ میں خرچ کر دینے سے اس کا کچھ سنور جائیگا۔ ایسا خدا خدا ہی کاہے کو ہے۔ وہ تو ہم بندوں سے بھی گیا گذرا ہوگا کہ ہم تو اپنی محنت اور قوت بازو سے کچھ حاصل کریں۔ اور وہ ہمارا محتاج ہو۔ یہ کوئی فرضی باتیں نہیں۔ لوگ عموماً تمسخر و استہزا کے رنگ میں ایسی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے۔ کہ ان کا اللہ فقیر و نحن اغنیاء کا باطل خیال صحیح ہو۔ تو ایسے خدا کی خدائی ہی کس کام کی ہے اور کب ماننے کے لائق ہے وہ اگر غور کر کے دیکھیں۔ تو قرآن کریم نے اس بات کا بھی خوب کھول کر جواب دیا ہے۔ اور مصارف زکوٰۃ کو بیان کر کے اس نے بتا دیا ہے کہ زکوٰۃ کے دینے میں فایدہ کس کا ہے۔ آیا دینے والے کا یا اللہ کا۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ (۱) فقرا۔ (۲) مساکین (۳) عاملین علیہا (۴) مولفۃ القلوب (۵) اسیر (۶) قرضدار (۷) فی سبیل اللہ اور (۸) مسافر۔ اب سوچو کہ ان آٹھ جگہوں پر خرچ کرنا آیا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مفید ہے۔ یا خود ہماری بہبودی اور حیات کا موجب ہو سکتا ہے۔ انفرادی حالات سے قطع نظر کر کے ذرا قومی زندگی پر نظر ڈالو۔ اور غور کرو کہ وہ قوم کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ جس کے جسم کے تمام مختلف اعضا فقدان اسباب معیشت کی وجہ سے سسک رہے ہوں۔ اور کسی کو بھی ان کی طرف کوئی دھیان نہ ہو۔ اس وقت تو دنیا کی مادی تہذیب نے بھی ایک فرقہ ایسا پیدا کر دیا ہے جو مشترکہ اور مساوی آمد و اخراجات کے لئے ساعی ہے۔ گو اس کی یہ کوششیں اور پیش نظر خیال حد اعتدال سے متجاوز ہو کر افراط کا رنگ اختیار کئے ہوئے ہے۔ لیکن اس میں بھی شان نبوی "امرا سے لے کر غربا کو دیا جائے" کی جھلک تو اس میں بھی پائی ہی جاتی ہے۔ اور حقیقت میں جس قوم کے بہت سے افراد غیر خوشگوار حالت میں گذارا نہیں کھانے کو بھی میسر نہ آئے۔ ان کے اخلاق۔ ان کے اعمال۔ ان کے عقاید و خیالات غرض سبھی کچھ بگڑ جاتے ہیں۔ اور وہ تنزل کے انتہائی گڑھے میں جا گرتی ہے۔ آج یہی ہماری حالت ہے۔ زکوٰۃ کا تو بہت ہی کم ذکر ہوتا ہے۔ اور دیتے بھی ہیں۔ تو بے محل۔ باقی خیرات نہ تو اس قسم کی کی جاتی ہے۔ جس کا قرآن کریم حکم دیتا ہے۔ اور نہ ہی ان کا محل و مصرف اور طریق تقسیم ہی کسی صورت میں اس قومی حیات کے لئے کارگر اور مفید ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ الٹا نقصان دہ ہے۔ اسلام نے جو ہمیں جا بجا خیرات اور صدقات کا حکم دیا ہے۔ اور زکوٰۃ کے اہم ترین فریضہ کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے تو اس کا مقصد و منشا اسی حیات کو قائم کرنا ہے جبتک یہ نہ ہو کوئی قوم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور نہ ہی دنیا کی زندہ قوموں میں شمار ہو سکتی ہے +

جاؤ اور ذرا غیر قوموں سے ہی جا کر سبق لو۔ اس وقت ہمارے سامنے دنیا میں جو عظیم الشان جنگ ہو رہا ہے۔ اور قوموں کی زندگی اور موت کا سوال توپ و تفنگ سے طے کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے موقعہ پر کس قدر زبردست جانی و مالی قربانیاں لوگوں کو کرنی پڑی ہیں۔ اور اپنی قوم کو موت سے بچانے کے لئے اپنے اموال و املاک کو انہوں نے بخوشی خاطر قربان کر دیا ہے پھر یہی نہیں۔ آئے دن دیگر مختلف قومی ضروریات کے لئے قوموں کو کیا کیا کچھ قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ بلکہ خود مسلمانوں کو آئے دن مختلف ضروریات کے لئے کتنا کچھ چندہ دینا پڑتا ہے اسلام نے جو فطری مذہب ہونے کے لحاظ سے اصول و ضوابط کا ہمیں پابند بنانا چاہتا ہے علاوہ اس کے علاوہ ہمارے مطمح نظر کو اور بھی زیادہ بلند کرنا چاہتا ہے۔ عام خیرات اور چندوں کے علاوہ زکوٰۃ کا ایک باقاعدہ نظام قائم کیا۔ تاکہ ایک تو اس کی فرضیت کی وجہ سے قومی ضروریات پوری ہوتی چلی جائیں۔ اور دوسرے یہ سارے کا سارا مال ایک جگہ جمع ہو کر جمہوری رائے سے خرچ ہو تاکہ ہر ایک شخص کو اصل اور جایز مصارف کے تلاش کرنے میں جو غلطیاں واقعہ ہو سکتی ہیں۔ ان کا اندفاع ہو جائے ہر ایک مصرف اور ضرورت کے مطابق اور مناسب حال پر خرچ ہو اور قومی نظام خوش اسلوبی کے ساتھ چل سکے۔ گویا بالفاظ دیگر زکوٰۃ کے اندر ایک اور بھی حکم آ جاتا ہے۔ اور وہ ہے اسلامی بیت المال کا قیام زکوٰۃ اور بیت المال گویا یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ دو لازم و ملزوم چیزیں ہیں اسلام کا حقیقی منشا ہر زکوٰۃ کی ادائیگی سے دراصل اس کا ایک قومی بیت المال میں جمع ہونا۔ اور وہاں سے ضروری مصارف پر خرچ ہونا ہے۔ لوگوں کا اپنی اپنی جگہ جہاں دل چاہے۔ خرچ کر دینا اس حقیقی منشا کو پورا نہیں کرتا۔ اول تو ہر ایک شخص جایز مصارف کی شناخت نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے سب مصارف پر اسکو خرچ نہیں سکتا۔ ایک قومی بیت المال ہی ان سب نقایص کا دفعیہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ابتدا ایام اسلام میں ہمیں نظر آتا ہے۔ خود بخود خرچ کرنے میں زکوٰۃ کے مصارف میں سے والعاملین علیہا کی کوئی مد ہی قایم نہیں ہو سکتی۔ تو اس پر خرچ کیسے ہوگا۔ پھر دیگر مصارف مثلاً فقرا و مساکین وغیرہ پر تو ویسے بھی عموماً لوگ صدقات وغیرہ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن ایک سب سے بڑی ضروری مد جس کا قرآن کریم نے فی سبیل اللہ نام رکھا ہے۔ عام طور پر کس مپرسی کی حالت میں ہے فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین ہیں اور آجکل کے مجاہدین وہی ہیں جو اشاعت اسلام کے مہتم بالشان کام میں منہمک ہیں۔ ان کی اور اشاعت اسلام کی ضروریات کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ بہت کچھ کام دے سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس قدر اس مقصد پر روپیہ خرچ ہو قومی ترقی اور حیات کے لئے یہ اور بھی مفید ہوگا۔ بہر حال ضرورت ہے ان سب باتوں کے لئے ایک بیت المال کی۔ جو الحمد للہ کہ اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام قایم ہے۔ اور وہاں سے ان سب مصارف پر حسب ضرورت روپیہ خرچ ہوتا ہے کاش مسلمان اس پہلو میں ہی متفق ہو کر کام کرتے۔ اور ایسی حالت میں جبکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس بیت المال کو قائم کر چکی ہے۔ اپنے صدقات اور زکوٰۃ وغیرہ کو اس کی معرفت خرچ کرتے ضرورت تو وہ بھی محسوس کر رہے ہیں جس کے ثبوت میں ۱۷ - اپریل ۱۹۱۷ء کے خطیب کا حوالہ دے دینا کافی ہوگا۔ چنانچہ ہمارے معزز معاصر خطیب نے اس ضرورت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"اسلامی ہندوستان میں عرصہ سے ایک بیت المال کی ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے۔ اور ملک کے ہر چہار گوشہ سے اس کے لئے آوازیں بلند ہوئیں۔ مگر تقریباً سب صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ حالانکہ اگر یہ تجویز تکمیل کے درجہ تک پہنچ جائے تو ہماری قومی کشتی جو گرداب حوادث میں پھنسی غوطہ کھا رہی ہے۔ آج ساحل مقصود پر پہنچ سکتی ہے۔ ہمارے سینکڑوں کام محض روپیہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے خراب و خستہ حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ بہت سے کام ایسے ہیں۔ جن کو ضرورت ہے۔ موجودہ حالت سے زیادہ ترقی دی جائے لیکن روپیہ کی کمی اس میں حارج ہے۔ مثلاً تبلیغ و اشاعت اسلام کا ایک اہم ضرورت ہے مگر کوئی ایسا انتظام و اہتمام نہیں کہ حق کی آواز ہر ذی روح کے کانوں تک ہم پہنچا سکیں اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی جیبوں سے جو روپیہ نکلتا ہے وہ بالکل بے قاعدہ طور پر غیر مستحقین کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور اصلی مستحق اور واقعی ضروریات نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اس لئے اگر بیت المال کے قیام کی کوئی ممکن صورت ہے۔ تو وہ صرف زکوٰۃ کا ذریعہ ہے۔ ہندوستان کی کم از کم سات کروڑ آبادی ہے۔ اس میں سے بچوں اور عورتوں کو نکال دینے کے بعد کم از کم دو کروڑ مسلمان مرد باقی رہ جاتے ہیں۔ اس میں غربا اور متوسط طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ اگر اس طرح اوسط نکالا جائے۔ کہ ہر شخص سال بھر میں صرف اس قدر نصاب کا مالک ہوتا ہے۔ کہ ایک روپیہ زکوٰۃ کا اس پر واجب ہو تب بھی ایک سال کی آمدنی دو کروڑ روپیہ ہوتی ہے۔ اس میں سے بھی ہندوستان کے موجودہ افلاس و ادبار کے خیال سے پچاس لاکھ اور گھٹا دیا جائے تب بھی ڈیڑھ کروڑ ہوتا ہے +

یہ رقم کم وزنی نہیں ہے۔ اس سے مسلمانوں کی تمام قومی ضروریات اور رفاہ عام کے کل کاروبار باحسن وجوہ انجام پا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں۔ تو ہر سال ایک یونیورسٹی بنا سکتے ہیں"

لیکن اس ضرورت کا علاج جو کیا جا چکا ہے۔ اس کی طرف ابھی توجہ نہیں ہم احمدی قوم کو بالخصوص اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس کا خمیر ہی اسلام کے پاک احکام کی تعمیل سے ترکیب پذیر ہوا ہے۔ اس اس مہتم بالشان حکم اس رکن دین کی طرف سے ان کا غافل رہنا ان اغراض دینیہ اور اس افراد کے سراسر خلاف ہے۔ جو حضرت مسیح موعود ناتھ پر انہوں نے کیا۔ ہم نہیں جانتے کہ کوئی احمدی بزرگ مالی معیار نصاب ہو کر فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے منحرف رہتا ہو۔ بالخصوص ہماری مستورات کو خاص طور پر اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ [illegible] کے پاس زیورات وغیرہ کی شکل میں اتنا مال ہوتا ہے۔ کہ جنکو سالہا سال گذر جاتے ہیں۔ اگر وہ سال میں ایک دفعہ اس کا چالیسواں حصہ خدا کی راہ میں دے دیا کریں۔ تو اس سے کچھ کم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ گھروں میں تو آئے دن اس قسم کی چیزیں بنتی ہی رہتی ہیں۔ نہیں [illegible] ہم اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ کم از کم ان اسلامی احکامات اور ارکان دین میں ہمیں تلقین کی ضرورت نہ رہے۔ جو قوم خود دنیا کو تلقین کرنے بنا ہوئی ہو۔ اس کو بھی تلقین کی ضرورت باقی رہ جائے تو پھر دوسروں کو کیا [illegible] پس اس ضروری فریضہ کی طرف جو اس وقت بالکل نظر انداز ہو چکا ہے ہمیں بالخصوص توجہ کرنی چاہئے۔ اور اس موقعہ پر خاص صدق دل سے کام لے کر اپنے گھروں کے عناد و ناداروں سے بھی زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر کے انجمن کے خزانہ میں بھجوانا چاہئے۔ تاکہ ہمارے قومی نشو و نما کے کام [illegible]

ولنفصرن اللہ ینصرکم

محرم اور دسہرہ

پر اس سے پہلے ہم تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور بتا چکے ہیں کہ یہ رسوم اصل مذہب کے خلاف ہونے کے باعث واجب الترک ہیں۔ اسلامی معاصر وکیل نے بھی اپنی ۱۸ - اپریل کی اشاعت میں اس موضوع پر ایک نوٹ لکھا ہے جس میں ہمارے اس خیال کی تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ امسال محرم اور دسہرہ کا اجتماع ہے۔ ہندو مسلمانوں کو فکر ہے۔ کہ کہیں یہ اجتماع فساد کا موجب نہ بن جائے۔ بعض مسلمان چاہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمانوں کی خاطر سے دسہرہ کی تاریخیں بدل دیں۔ ہندو جواب دیتے ہیں۔ کہ ہمیں کیا پڑی ہے کہ اپنی خوشی کو یوں منغص کریں۔ اسپر مسلمانوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمان تعزیئے نکال کر اظہار ماتم کریں۔ اور ہندو دسہرہ منا کر اظہار مسرت کریں کسی سے کوئی تعرض نہ کرے۔ ایک تیسرا فریق کہتا ہے۔ کہ ایک گھر میں ماتم ہو۔ تو دوسرے گھر میں شادی کی محفل کچھ بھلی نہیں معلوم ہوتی اس لئے کوئی چارہ کار سوچنا چاہئے۔ ایک اور گروہ کی نمایندگی آنریبل مسٹر [illegible] نے کونسل صوبہ متحدہ میں یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ ہندو مسلم تعلقات [illegible] دسہرہ اور محرم کے موقع پر کشیدگی کو روکنے کی غرض سے ایک کمیشن بنائی جاوئیں۔ ہونا منظور ہو چکی ہے۔ اب ایک پانچواں گروہ پیدا ہو گیا ہے اور ہمیں اس گروہ سے اتفاق ہے کہ محرم اور دسہرہ چونکہ مذہبی حیثیت سے قطعاً غیر ضروری تیوہار ہیں اس لئے بہترین صورت اس قسم کے مناقشات کے استیصال کی یہ ہے کہ ان رسوم کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا جائے اگرچہ ہندو و مسلمان دونوں قوموں میں ایسے افراد کی کثیر تعداد موجود ہے جو ان تیوہاروں کو بعض قومی فوائد کے لحاظ سے جاری رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ جو فوائد ان رسوم سے مترتب ہوتے ہیں اول تو وہ بالکل عارضی اور موہوم ہوتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں وہ ان نقصانات کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتے جو اقتصادی اور دوسرے پہلوؤں سے رونما ہوتے ہیں۔ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن واقعات کی یہ رسوم یادگار ہیں ان کو مناسب پیرایہ میں زندہ رکھتے ہوئے ان رسوم کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ اسلامی تاریخ میں تعزیہ کا کہیں نشان نہیں ملتا اور [illegible] جماعت کی سرزمین یعنی ایران میں تو اس وقت بھی تعزیئے نہیں نکالے جاتے پھر ہندوستان میں انکو یہ حضرات کیونکر جائز رکھتے ہیں؟ خدا کرے یہ پاکیزہ خیالات ملک میں عام طور پر پیدا ہو جائیں تاکہ ان بدعات سے اصل مذہب اسلام پر جو بدنما دھبہ لگ رہا ہے وہ [illegible]

آئینہ معرفت - جام خدا نما - جام واصل باللہ - چشمۂ نجات چشمۂ حیات جاوید - اکسیر معرفت -

شائقین یہ معلوم کر کے مطمئن ہونگے - کہ یہ کتاب انشاء اللہ تعالےٰ شاندار لکھائی چھپائی - جلد بندی کے ساتھ اعلےٰ کاغذ پر حتے الامکان جلدی سے شائع ہونے والی ہے - فقط - والسلام ◆ عریضہ خاکسار درست محمد حجانہ از جاپلو ضلع ڈیرہ غازیخان ۱۲ اپریل

پیغام صلح :- ہمارے خیال میں اس کا نام "کلیات نور الدین" ہونا چاہیئے ◆

مباحثہ دانہ کے متعلق غلط بیانی اور اس کا رد

فاروق مورخہ ۸ مارچ میں میاں اکمل کا مضمون میں نے بغور اور بار بار پڑھا اس مضمون کے تین حصے ہیں - پہلا حصہ اکاذیب ہے جسکا جواب میں آگے مختصراً دونگا - دوسرا حصہ میرد فروشی کا طعنہ - حصہ سوئم عدم ضرورت قرآن شریف پر ہے - چونکہ میں بہت کم فرصت ہوں دوئم عدم ضرورت قرآن کے جواب کیلئے قادیان سے کچھ تحریریں منگوائی ہیں جو غالباً ہفتہ عشرہ تک آجائینگی اس لئے انکا پھر خاطر خواہ جواب عرض کرونگا - پہلے حصہ کا مختصر جواب اب لیجئے مفصل آئیندہ -

"مولانا سرور شاہ صاحب نے فرمایا - اس دفعہ محمد یمین کو ایسی ہزیمت و ندامت اٹھانی پڑی کہ ہمیں (مولوی سرور شاہ) رحم آتا ہے"

مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اور جناب قاضی اکمل صاحب ہیں اگر ایک رتی بھی حیا باقی ہے تو ان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے مناظر کا وہ مضمون جس میں میرے سوالات کا جواب دیکر مجھے دانہ میں لاجواب کیا گیا ہے اور جسکی وجہ سے مجھے ہزیمت و ندامت اٹھانی پڑی ہے شائع کریں ورنہ یہ لعنت کا طوق دونوں کے گلے کا ہار تا قیامت رہیگا - مطابق آیت والشعراء یتبعھم الغاوون اکمل صاحب تو ایک حد تک معذور بھی سمجھے جاسکتے ہیں کیونکہ اکلا فاء بنرشح بما فیہ - یہی وجہ کہ ایمان فروشی یا تبدیلی عقاید جیسے قابل شرم کام کی پروانے لکھنے کیلئے اکمل صاحب کو متعین کیا گیا ہے مگر سخت افسوس اور ہزار افسوس مولوی سرور شاہ پر ہے جو شریف الدین شریف ہونیکے علاوہ آل رسول کہلاکر صرف ایک جبہ پہننے کی وجہ سے کبھی شملہ میں واللہ باللہ کہکر جھوٹ بولتے ہیں اور کبھی دانہ میں واللہ باللہ ثم تاللہ کہکر کذب بیانی کرتے ہیں سال گذشتہ ۱۹۳۶ء کی جنوری میں دانہ میں انکی اس تین لڑی قسم یا تکیہ کلام پر جو قابل قدر جواب میں نے معززین دانہ (جو انکے قریبی رشتہ دار ہیں) وغیرہ اہل دیہ کے سامنے دیا تھا - میرے خیال پر کیا بلکہ سب حاضرین کے نزدیک انکے لئے کافی سے بڑھکر تھا اور یہی وجہ ہے کہ پھر حضور والا نے مباحثہ کا نام دانہ میں نہیں لیا مگر چونکہ جناب فضل عمر مصلح موعود کی صحبت کا اثر بدرجہ غایت ان پر ہوگیا ہے اس لئے یہ بیساختہ بوقت ضرورت جو کچھ جسطرح بن آیا - کہے چلے جاتے ہیں - میں تمام محمودیوں سے التماس کرتا ہوں - کہ وہ مولانا صاحب کو ذرا جبہ سے پکڑ کر دریافت کریں کہ سعدی کا وہ مضمون جوابی جس سے مانوی معاندین پر فتح مبین نصیب ہوئی کہاں ہے - یہ ہیں صدر انجمن قادیان کے قاضی اور ممبر - محمودیو! مبارک! پھر مبارک! میں کہتا ہوں کہ اگر احمدی اور محمودی ممبر مجھے اور سعدی صاحب لاہوری کو اپنی اپنی طرف سے مناظر مقرر کر کے ہم میں سے کسی کی فتح یا شکست کا فیصلہ قطعی قرار دیتے اور پھر میرے محسن مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب قادیانی ایسا ڈبل کذب الصریح تصنیف کر کے اس فعل قبیح کے مرتکب ہوتے تو بھی کچھ بہانہ (خواہ خام ہی سہی) بنتا مگر صرف سعدی صاحب اور میرے ہی تبادلہ خیالات پر مولوی صاحب کو ایسی افترا بازی کی کیا اور کیوں ضرورت پیش آئی - اگر قومی روپیہ ہضم کرنے یا اپنی ناموری کا خیال تھا - تو خود ہی یہاں مرد میدان بنکر شرائط طے کر کے دو ذی علم منصفوں کے سامنے تحریری بحث کرتے - اگر از روئے قرآن شریف مرزا صاحب کو اصلی حقیقی کامل نبی ثابت کرتے تو پھر بہ نسبت اس کذب الصریح کے وہ آپ کے لئے زیادہ موجب عزت تھا - مگر افسوس کہ خود تو باوجود مبلغ ہونے اور لغرض تبلیغ ہی دانہ میں آنے کے بحث سے انکاری کے انکاری ہی رہے - مگر ایسی غلط بیانی کے بانی بن گئے - ایک طرف اکمل صاحب اپنے فرضی خلیفہ کی نسبت میرے اظہار عقیدہ پر شکایت کر کے اپنے آپ کو دربار خلافت کا خیر خواہ جتاتے ہیں اور دوسری طرف مجھے میرہ فروش کہکر میری رہنمائی کرتے ہیں - کہ میں بھی اس طرز سے میاں صاحب کی نسبت کچھ لکھوں انشاء اللہ تعالےٰ میں اکمل صاحب کی اس خواہش کو اچھی طرح پورا کرونگا ◆ راقم محمد یمین احمدی از دانہ - مانسہرہ - ہزارہ -

احمدیت کی اشاعت کیلئے ایک مفید تجویز

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - واقعات نے ثابت کر دیا ہے - کہ دہریت اور الحاد کے زہر کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وجود مسعود اس مادیت کے زمانہ میں ایک تریاق اور نعمت غیر مترقبہ ہے - اپنے تو اپنے مخالفین تک مذاہب باطلہ کی تردید کے وقت تصانیف حضرت مسیح موعودؑ کے ہتھیار استعمال کرتے ہیں - یہ بالکل سچ ہے کہ اگر بیس سال پہلے اس پاک مامور من اللہ کی بعثت مبارک ظہور میں آتی - تو موجودہ اسلامی تر و تازگی دیکھنے میں قطعاً نہ آتی - لہٰذا تصانیف امام کے ہر دو وہ خزانے لدنی اور علوم الٰہیہ بھرے پڑے ہیں جن کی اشاعت اور مطالعہ پر موجودہ اور آئندہ نسلوں کی بہتری اور اشاعت اسلام کا دار و مدار ہے - بہ الفاظ دیگر اگر ہم لوگ ان بیش بہا کتب کے دلائل قاطعہ و براہین قاہرہ سے لا علم رہیں - اور غفلت انکاری سے کام لیویں تو اسلام اور مسلمین کی روحانیت اور اشاعت محض التوا میں پڑ جاویگی - اور نہ سچا جوش اور درد و گداز ہم میں پیدا ہوگا جو صراط مستقیم کی ایک بین نشانی ہی چاہیئے - نہ ہم میں نماز اور روزہ اور پارسائی کی روح پھونکی جاسکتی ہے ان چیزوں سے آج کل کی دہریت اور علوم باطلہ سخت مانع ہیں - حضرت اقدس کی کتب کا مطالعہ ان باتوں کے لئے بہترین چارہ ہے - ؎

این آتشے کہ دامن آخر زمان لپیٖد دست

از بہر چارہ اش سحر اشکبر کوشم

حضرت اقدس کا اپنا شعر ہے - درد و گداز کے نہ ہونے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا - کتب کے مطالعہ سے صحیح احمدیت کا وجود خود بخود پبلک پر ہویدا ہوگا - لہٰذا دوستوں کی خدمت میں التماس ہے -

(۱) جبکہ درس قرآن و حدیث روز مرہ ہمارے حلقوں میں ہوتا ہے - تو ہفتہ میں ایک دفعہ غیر مذاہب کی تردید کے متعلق جو حضور کی کتابیں ہیں - بطور درس کے پڑھائی اور سنائی جاویں - اس طریق سے جو احباب کسی نہ کسی وجہ سے انفرادی طور پر کتب کا مطالعہ نہ کر سکتے ہوں - وہ بھی مستفید ہو جاوینگے ◆

(۲) دعاوی حضرت صاحب اور اصلاح اندرونی مسلمانان کے متعلق جو حضرت صاحب کی تصانیف ہیں - ہفتہ میں ان کے لئے ایک دن ضرور رکھا جاوے - اور جستہ جستہ مقامات پڑھکر حاضرین کو سنائے جاویں - اس ضمن میں گاہ بگاہ حضرت مولینا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ خلیفۃ المسیح اور دیگر خدام سلسلہ کی تصانیف بھی شامل ہوسکتی ہیں - (۳) زیادہ مذاق اور شوق پیدا کرنے کے لئے مفید ہوگا - کہ ہفتہ وار مقامی جلسے ہوا کریں - اور ہمارے احباب باری باری ان مضامین پر مشق اور تقریریں کریں (۴) مناسب وقت پر مختلف مضامین بالا پر امتحان لیا جاوے - اور مہارت خوبی کیا لی جاوے یہ طریقہ بھی زیادہ شوق اور دلچسپی کا موجب ہوگا - انشاء اللہ - (۵) یہ امر بھی ضروری ہے - کہ لوکل چندہ میں سے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ وفات مسیح وغیرہ پر شائع کرا کے نہایت احسن پیرایہ میں عام و خاص میں اشاعت کئے جاویں -

(۶) درس قرآن کا عام طریقہ ہے - کہ جماعت کا امام سنایا جاوے - میری رائے میں علاوہ اسکے ہر جگہ نوجوانوں کو خود قرآن شریف کے معنے شروع کرا دئیے جاویں اگرچہ تھوڑی تھوڑی ہی عبارت کیوں نہ ہو - تاکہ ہر ایک ممبر قرآن شریف کو خود سمجھے - مباحثے اور تقریریں بھی ہونی چاہئیں - (۷) ہمارے مسلمان برادران میں روز بروز تعصب کم ہوتا جاتا ہے ہمارے ساتھ وہ اب الفت کرتے ہیں دوسری پارٹی کے غلط پیرایہ وعظ نے انکو اگرچہ متنفر کر دیا ہے اور پہلے بھی چند غلط فہمیوں سے سلسلہ کو ایک ہوا سمجھتے رہے ہیں مگر اب لاہور کی انجمن نے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں اشاعت کا طریق بہت مقبول اور مفید ثابت ہوا ہے - اور جادلہم بالتی ھی احسن کے مصداق ہمارے مبلغین کیا بلحاظ عام اشاعت کیا بلحاظ وعظ احمدیت پبلک میلان پر کامیاب ہوگئے ہیں - اور یہی طرز حضرت مسیح موعودؑ کا تھا جب وعظ میں الجھن پیچیدگی تنفر اور کشیدگی روز بروز ہوتی جاوے اور دوسروں کو کافر کہا جاوے - وہ باطل ہونے پر خود دلیل ہے - اسلئے اسلامی بھائیوں کو اس طرز اشاعت کی تحریک کے ذریعہ بلایا جاوے بڑی خوشی سے ہمارے ساتھ شامل ہوسکتے ہیں - برادران! بدون عملی کام کے اور جد و جہد کے نتائج مترتب نہیں ہوا کرتے نہ روحانیت خود جماعت میں نہ دوسروں میں پھیل سکتی ہے غفلت کے کام دنیا میں پھیلتے نہیں اور ہرگز نہیں پھیلتے - اگر ہماری غفلت سے التوا ہوگیا تو ہماری بجائے کوئی اور قوم کھڑی ہو جائیگی - اور ہم جوابدہ ہوں گے آپ اور ہم مسلمان بنیں تو دوسرے بنینگے آپ اور ہم اسلام بنیں تو دوسرے مانینگے سچا اخلاص درد و تڑپ پیدا کریں تھوڑی سی کوشش سے بڑا نتیجہ نکلتا ہے

منقولات

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ

(خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے)

ہماری تاریخوں، ہمارے تذکرات ہمارے علوم و فنون اور ہمارے واقعات و کیفیات وغیرہ وغیرہ کی بنیاد، شروع اور خاتمہ کیا ہے؟ ہم اپنے ارگرد - یمین و یسار کیا کچھ پاتے ہیں -

مختلف واقعات - مختلف کیفیات -

ان مختلف واقعات اور مختلف کیفیات کی تاویل اور تعبیر ہم کس کس پیرایہ اور کس کس رنگ میں کرنے کے عادی ہیں - کبھی ہم ان کا نام تاریخ رکھتے ہیں کبھی تذکرہ - کبھی قصہ کبھی کہانی - کبھی ناول کبھی شعر کبھی نظم کبھی حکمت - اور کبھی فلسفہ اور سائنس - کیا ان میں سے کوئی بھی ایسی کیفیت ہے جو ان مختلف واقعات اور مختلف کیفیات سے باہر ہو - کیا ہم کسی ایک شے یا کسی ایک مادہ کا بھی اس پہلو سے پتہ نشان دے سکتے ہیں -

ہم خود بھی کیا ہیں :-

منجملہ قدرت کے مختلف اور بو قلموں واقعات کے ایک واقعہ یا ہستی - کیا ہم ان واقعات یا سلاسل واقعات سے نہیں ہیں جو اس کائنات اور اس دنیا میں وجود پذیر ہیں - دنیا یا اس کائنات کے کل واقعات - کل کیفیات کی وابستگی اور واسطہ دنیا کے کسی نہ کسی وقت سے ہوتا ہے - اگرچہ ہم بہت سے واقعات اور کیفیات کے وقت سے ناواقف ہوتے ہیں - مگر پھر بھی انسانی نقطۂ خیال سے ہم نہیں جانتے کہ :-

ہر واقعہ اور ہر کیفیت کسی نہ کسی وقت سے مربوط اور وابستہ ہوتا ہے - ہم خود بھی اور جو کچھ ہمارے ارد گرد پایا جاتا ہے - وہ بھی کسی نہ کسی وقت اور زمانہ سے وابستہ ہے -

وقت اور زمانہ کے چند ضمنی حصے ہوتے ہیں - اور ہم اپنی اطلاع میں ان کے مختلف نام رکھتے ہیں - سیکنڈ یا سیکنڈ کے حصوں سے لیکر ہم صدی تک پہنچ جاتے ہیں - اور ایک بڑا موٹا اندازہ ہمارے نقطۂ خیال سے یوم یا دن بھی ہے - اگرچہ ایک دن یا ایک یوم کے اندرونی حصے اور جزئیات بھی ہوتے ہیں مگر ... زمانہ ایام ہی سے شروع ہوتا ہے اور ایام ہی واقعات اور کیفیات ... مندرجہ عنوان فقرہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے :-

مطلب اس کا یہ ہے کہ :-

"ہر دن ایک نئی شان رکھتا ہے"

"ہر دن کی ایک نئی شان ہوتی ہے"

اس آیت کے مفہوم پر ناقدانہ اطلاع پانے کے لئے ضروری ہے - کہ ہم لفظ شان کی واجبی تعبیر سے واقف ہوں - لفظ شان کے لغوی معانی :- شوکت - عظمت - کار - حال اور حق کے ہیں - اصطلاح میں ہر چیز کی ایک ایسی حقیقت کیفیت اور ایسی حالت مراد ہے - جو دوسری اشیاء سے اکثر متغایر اور متبائن ہو - آیت مندرجہ عنوان میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر دن کی شان یعنی شوکت و عظمت - حقیقت - کیفیت اور حالت دوسرے دن سے اکثر جداگانہ اور مختلف ہوتی ہے اگر ہم مختلف دنوں کی تصویریں اتار سکتے - تو یہ تصویریں منہ سے بولتیں کہ ان میں باعتبار واقعات کیفیات کے کیا کچھ فرق ہے - اور ایکدوسرے سے کیا کچھ نسبت رکھتا ہے - صرف دو دنوں ہی کی کیفیات اور واقعات کے مقابلہ کرنے سے تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ باعتبار واقعات اور کیفیات کے ان میں کیا کچھ فرق ہے - ایک دن کے واقعات اور کیفیات تمہیں کہینگے کہ وہ دوسرے دن کے واقعات اور کیفیات سے بہت کچھ تباین رکھتے ہیں گو ان دونوں دنوں میں آفتاب طلوع بھی ہوا اور غروب بھی مگر پھر بھی ان کے واقعات اور کیفیات میں بہت کچھ فرق ہے - انسان صرف اپنی عمر ہی کے چند دنوں کا موازنہ اور محاسبہ کر کے دیکھے تو سمجھ لے کہ اس کی عمر کا ایکدن دوسرے دن سے کیا کچھ اختلاف رکھتا ہے - چھوٹی چھوٹی باتیں اسے بکشادہ دلی بتلا دینگی کہ انکی کیفیتوں میں بہت کچھ تباین اور اختلاف ہے

قرآن مجید کی اس مختصر سی آیت قل یا حق میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ دن تو تمہارے زمانہ اور تمہاری عمروں کا ایک ادنیٰ حصہ ہے ذرا دیکھو تو سہی کہ تمہارا ایکدن تمہارے دوسرے دن سے باعتبار واقعات اور کیفیات کے کیا کچھ کیفیت رکھتا ہے اور اس اختلاف شان سے تم کیا کچھ فائدہ اٹھاتے یا اٹھا سکتے ہو -

یہی دن اور اس دن کی شان تمہاری مختلف تاریخوں تذکرات علوم و فنون کا شروع اور خاتمہ ہے - چونکہ ہر دن کی شان اور ہر دن کی رفتار دوسرے دن سے متغایر اور متباین ہوتی ہے اور ہر دن اپنے ساتھ ایک

بہت سی نئی باتیں دیتا ہے۔ اس واسطے انسان کا یہ فرض ہے کہ ہر دن کے کارناموں پر غور کرے اور اُن کارناموں سے حتی الامکان عملی اور علمی رنگ میں مستفید ہونے کی کوشش کرے اس آیت میں ایک خصوصیت کے ساتھ انسان کو واقعات مختلفہ اور تاریخی امور پر غور کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ آیت کریمہ انسان پر تاریخ کا مطالعہ اور اس سے واقف ہونا لازم گردانتی ہے اور اس سے مترشح ہوتا ہے جو ظاہر ہو سکتا ہے۔ خدائے قدیر کا یہ کہنا کہ ہر دن ایک جداگانہ شان رکھتا ہے۔ یوں ہی نہیں بلکہ یہ کہ انسان اس پر جداگانہ غور کرے اور دیکھے کہ ایک دن کی شان دوسرے دن کی شان سے کیا کچھ نسبت اور وابستگی رکھتی ہے۔

جب تم یہ آیت ذرا توجہ سے پڑھو گے تو ہر بار کے پڑھنے پر تمہیں یہ معلوم ہوتا جائیگا کہ اس کی حقیقت اور شان نزول کیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات دو شان نزول رکھتی ہیں۔

(الف) شان نزول موقتہ

(ب) شان نزول مستمرہ۔

یہ آیت کریمہ ایک مستمرہ شان نزول رکھتی ہے جب تک سلسلہ ایام ختم نہ ہو تب تک ایام کی شان بھی ختم نہیں ہوگی۔ اگر ہم چند دنوں کے واقعات اور کیفیات بالفاظ دیگر ہر دن کی شان کی حقیقت اور کیفیت جمع کر کے دیکھیں گے یا اس پر ناقدانہ غور کریں گے تو اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوگا؟

کوئی نہ کوئی تاریخانہ مصالحہ۔

کوئی نہ کوئی علم و فن۔

کسی نہ کسی قسم کی معلومات۔

جب ہمارا ماحصل یہ ہوگا۔ تو بالفاظ دیگر ہر دن کی شان پر غور کرنا اور غور و تفکر کے بعد ان سے مختلف نتائج تک پہنچنا ایک علمی ذخیرہ ہوگا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس آیت کریمہ سے اُن عقائد کی تردید اور ابطال بھی مراد ہے جو بعض انسانوں کو اس طرف لے گئے ہیں کہ نعوذ باللہ

خدا کچھ نہیں کر سکتا۔ خدا بیکار بیٹھا ہے۔

خدا دنیا کے کسی معاملہ میں دخل نہیں دیتا۔

خدا کی قدرت محض محدود ہے۔

خدا کا علم وسعت نہیں رکھتا۔

جو کچھ ہو رہا ہے خود بخود ہو رہا ہے۔

ایسے عقائد اور ایسے خیالات کی تردید بھی اس آیت سے ہوتی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو سہی کہ ہر دن میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ہر دن کی کیفیات اور واقعات کس طرح ایک دن کو دوسرے دن سے جدا اور ممتاز کرتے ہیں۔ کیا یہ امر [illegible] کرتا کہ اس میں کسی مدبر طاقت کا ہاتھ ہے۔ کیا یہ صرف دہریوں کی طاقت سے ہو رہا ہے اور کیا اس پردہ کے پیچھے کوئی اعلےٰ طاقت نہیں ہے کیا یہ تمام تغیرات اور تبدلات ایسے ہی ہو گئے ہیں۔ ذرا سمجھو تو سہی یہ انقلاب کس قانون کے تحت ہو رہا ہے۔ غور تو کرو۔ ہر دن میں جو ایک قسم کی ترتیب پائی جاتی ہے اس کا مرتب کون ہے۔

کیا انسان جو سب مخلوقات سے برتر اور ممتاز ہے۔ یہ بھی کبھی پایا جاتا ہے۔ کہ آنے والے دن کی گھڑیاں اس کے حق میں اسکی مرضی کے خلاف ہوں یا اُن گھڑیوں میں اُس کے ارادوں پر پانی پھر جاوے۔ یا اُن کے واقعات اور کیفیات کچھ اور رنگ رکھیں۔

یہ تمام قسم کے تغیرات اور تبدلات ہمیں زیادہ تر اس طرف لے جاتے ہیں کہ یہ تغیرات اور تبدلات خود بخود ہی نہیں ہو رہے ہیں بلکہ ان کا کوئی چلانے والا ہے اور وہ بڑا قادر حکیم اور زبردست ہے۔ اگر آفتاب اور ماہتاب بلا کسی قانون کے خود بخود ہی طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ تو ان کی ترتیب اور سلسلہ میں کبھی تو فرق آتا۔ یہ تو ایک ہی ضابطہ کے تحت چل رہے ہیں۔ اور ان کے ہر طلوع و غروب میں ایک علیحدہ ہی شان ہوتی ہے۔ اور علیحدہ ہی رنگ۔ اگر یہ کسی اتفاق ہی سے ہو رہا ہے تو کیا وہ اتفاق کبھی دوسری طرف رخ ہی نہیں کرتا۔ حالانکہ ہم اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ:۔

ایسا اتفاق کوئی بصیرت بھی نہیں رکھتا۔

کیا ایک بے بصیرت طاقت سے کبھی کوئی ایسی امید ہو سکتی ہے۔ دیکھو ہر دن اور ہر دن کی ہر گھڑی اپنے اندر ایک ارتقائی اور انحطاطی قوت یا رنگ رکھتی ہے جس طرح ایک دن چڑھتا اور پھر کم ہوتا جاتا ہے اسی طرح اسکے متعلقہ واقعات بھی گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں ہر دن اور ہر رات مختلف ارادوں اور مختلف عزائم پر حکومت کرتی ہے ہر ایک قسم کے عزائم اور ارادوں کی تخمینیں ہر دن کے قبضہ میں دی جاتی ہیں کوئی نہیں جانتا کہ اُن کا انجام کس دن کیا ہوگا جسطرح کوئی نہیں جانتا کہ ہر صبح اور شام کوئی ڈاکیہ کسی کی قسمت و تقدیر کا حصہ ڈاک میں کیا کچھ لا رہا ہے۔ اسیطرح کوئی نہیں جانتا۔ کہ ہر دن کی صبح۔ دوپہر اور شام اپنے ساتھ کچھ تغیرات اور تبدلات لاتی ہے۔ اور اُن کا اثر مخلوق میں سے کس کس پر ہوگا۔

خدا نے اسی واسطے قرآن مجید میں برب الفلق کہکر ہر صبح اللہ سے مسلم دعا مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ ذرا عبرت سے اُن لوگوں کو دیکھو جو صبح تو مسرور و شاداں تھے اور شام کو اُن جیسا بدقسمت کوئی نہ تھا۔ یا کل شام تو اُن کے گھروں میں شادیانے بجتے تھے اور آج ابھی پو بھی نہ پھٹی تھی کہ وہاں چیخ چنگھاڑ پڑ گئی۔ وہ گھر جو باب مسرت تھا۔ باب غموم بنگیا کیا ایسے دل شکن اور حوصلہ افزا واقعات سے ہم اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہر دن کی شان دوسرے دن سے جداگانہ نہیں ہو سکتی اور ہم اُن سے اپنے اپنے رنگ میں متاثر نہیں ہوتے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

کہا گیا ہے۔ کُلّ لیل ھو فی شان نہیں کہا گیا۔ کیا رات دن کی طرح کوئی شان اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ ایک محاورہ ہے جب ایام اور یوم کہا جاتا ہے تو اس میں رات شامل ہوتی ہے۔ کوئی یوم بغیر رات کے یوم مکمل نہیں ہوتا۔ دیکھو جب کہا جاتا ہے کہ:۔

"کتنے دن کام کیا"

"کتنے ایام گذرے"

"کس قدر ایام ہوئے"

تو ان فقرات کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ ان ایام میں راتیں شامل نہیں ہیں۔ رات ماہتاب سے منسوب ہے اور دن آفتاب سے۔ ماہتاب آفتاب سے مستفیض ہے اسواسطے یوم جو آفتاب سے منسوب ہے لیل کو بھی محتوی ہے۔ بڑے بڑے کام یوم ہی سے منسوب ہوتے ہیں۔ دیکھو۔ یوم الدین۔ یوم الحشر۔ یوم الحساب۔ یوم المنشور اور یوم القیامۃ۔ اسی جہت سے کہتے ہیں قرآن مجید میں بھی یوم الدین آیا ہے۔ اس دنیا کا شروع بھی یوم ہی سے ہوا۔ بائیبل میں آتا ہے۔ پہلا دن ہوا۔

اس سے ثابت ہے کہ دن کا نمبر اول ہے اور رات کا نمبر دوئم۔ لازمی تھا کہ کُلّ یوم ھو فی شان ہی کہا جاتا کیونکہ یہ رات کو بھی محتوی ہے قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں کہا گیا ہے "جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ والنہار مبصراً۔ تمہارے لئے رات واسطے آرام کے بنائی۔ اور دن اس لئے کہ سب چیزیں اور سب واقعات کا تم احساس اور استفادہ کر سکو۔

چونکہ رات آرام کیواسطے بنائی گئی ہے اور دن مختلف واقعات اور کیفیات کے لئے۔ اس لئے باعتبار احتواء کے کُلّ یوم ھو فی شان کہا گیا۔

ہر دن کی شان بہ اعتبار تجدد امثال موقوعات اور تصرفات منشودہ دوسرے دن سے جدا ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ:۔

خدا دنیا کو پیدا کر کے کچھ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ بیکار ہے۔ اس عقیدہ کا اس آیت میں ابطال کیا گیا ہے۔ خدائی تصرفات ہر دن کیا ہر آن میں مختلف الوان میں وجود پذیر ہیں۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن پر سب کچھ روشن ہے۔ اور جنہیں اس طرف توجہ نہیں وہ پڑے کچھ کہیں۔

یہ آیت کریمہ اپنے معانی اور اغراض کی حیثیت سے علمی اور عملی رنگ میں ایک خصوصیت رکھتی ہے۔ کُلّ یوم ھو فی شان فبای آلاء ربکما تکذبان ندبر شرط ہے۔ (از خطیب)

علوم عربیہ کا اثر اطراف عالم میں

امسال ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس منعقدہ مدراس کیلئے مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی بحیثیت صدر جو خطبہ لکھا اسمیں علم کے بارہ میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے اور مسلمانوں کی علمی جانفشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے علوم عربیہ کے وسیع اثر اور اسکی تحصیل میں گذشتہ اور موجودہ مسلمانوں کی کوششوں اور خیالات بالخصوص ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ علوم عربیہ کی تاثیر قوت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ جس قوم اور ملک میں پہنچے۔ وہیں علم و کمال کی بنیاد جما دی امام محمد بن حنبل امام ابوحنیفہ فارسی اور حکیم ابونصر فارابی ترک تھے۔ علوم عربیہ کا اثر صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رہا۔ دوسرے مذاہب کے پیرو بھی ان سے فیضیاب ہوتے رہے۔ خلافت اندلس اور حروب صلیبیہ کے سلسلے میں جب یورپ کی اقوام کو مسلمانوں سے ملنے کا موقع ملا تو علمی شوق نے ان میں بھی ایک تحریک پیدا کردی ابوسینا اور ابن رشد کا فلسفہ صدیوں تک یورپ کے درس میں شامل رہا۔ اندلس مدت تک اہل یورپ کی تعلیم کا مرکز رہا۔ انگریزی ہیئت کی کتابیں دیکھئے۔ اصطلاحی الفاظ ان کی عربیت پر صاف شہادت دیتے ہیں۔ ہمارے ملکی بھائی ہندوؤں نے ہمیشہ علوم عربیہ سے استفادہ کیا۔ راجہ کندن لال اشکی کی منتخب تنقیح الاخبار کتاب [illegible] منگر نرخمی کی حدائق النجوم اور رائے منولال کی فلسفی کتاب سدید الاستخراج [illegible] راجہ رام موہن رائے کے قابل ہاتھوں سے رکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ راجہ نے پٹنہ میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ گذشتہ موسم سرما میں کلکتہ کے ایک نامور بنگالی بابو صاحب نے مجھ سے کہا۔ کہ ان کے باپ اور چچا کے زمانے تک کلکتہ سے بکثرت بنگالی عربی پڑھنے پٹنہ جایا کرتے تھے چنانچہ ان کے چچا نے چند برس میں علوم عربیہ کی تکمیل کی تھی۔ اس عہد کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات و ربط کی یہ ایک سبق آموز مثال ہے۔ کہ جناب مفتی محمد لطیف اللہ صاحب مرحوم کے استاد فارسی منشی موہن لال تھے اور مولانائے مغفور کے تلامذہ میں جے بہاری لال کایستھ تھے میں نے بچشم خود دیکھا کہ مولانا کے دو مشہور رشید تلامذہ اُنکے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرتے تھے۔

عالم علم کیلئے

ہمارے علماء کی شان ہمیشہ یہ رہی کہ انہوں نے علم کو علم کیلئے حاصل کیا۔ علوم دین سے انہوں نے خدا اور اسکے رسول کی خوشنودی مقصود رکھی۔ علوم دنیویہ جنکو بہت کم ذریعہ جاہ و ثروت بنایا۔ اُنکی خدمت بھی بحیثیت علم کرتے رہے۔ یہ واقعہ زرین تاریخی کارنامہ ہے کہ جب بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم ہوا۔ اور وہاں علماء کے گرانقدر مشاہرے اور طلباء کیلئے بیش قرار وظائف اور سامان آسائش ان کے لئے مہیا کئے گئے تو علمائے بخارا نے علم کی مجلس ماتم منعقد کی اور کہا کہ اب علم علم کے لئے نہیں۔ بلکہ جاہ و ثروت کیلئے حاصل کیا جائیگا۔ اسی یکسوئی اور وحدت مقصود کا اثر تھا۔ کہ ہمارا علمی گروہ تغیرات زمانہ سے بہت کم متاثر ہوا۔ اگلے زمانے میں جبکہ امن و امان زیادہ ارزان نہ تھی سلاطین کا انقلاب۔ امراء کا عروج و تنزل ملک میں تزلزل پیدا کرتا رہتا تھا۔ لیکن اس کا اثر ترقی علوم پر بہت کم ہوا۔ اسکی آخری مثال دہلی کے محدثین کا خاندان ہے مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے وقت جب تخت گاہ حوادث کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی اور تاج و تخت تاراج ہو رہا تھا شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان انتہائی سکون و وقار کے ساتھ علم دین کی خدمت میں منہمک تھا۔ اور اسی دور نے شاہ کی ذات میں ایک ایسا حکیم الامت پیش کیا جسکی مثال امام غزالی کے بعد مشکل سے ملسکتی ہے اور ایک اسی خاندان پر کیا منحصر ہے دہلی مرحوم کی آخری بہار نے کمال کے بہت سے گل سر سبد نمایاں کئے۔

علوم عربیہ اور عملی دماغ

اس بے تعلقی و یکسوئی کے ساتھ علوم عربیہ عملی دماغ اور کاروباری ذہن پیدا کرنے میں کبھی قاصر نہیں رہے ائمہ مجتہدین کی معاملہ فہمی پر فقہ کے مسائل زبردست گواہ ہیں آج بھی قانون کا بہترین سرمایہ خیال کئے جاتے ہیں جن بزرگوں نے خالص دنیاوی کاروبار کی جانب توجہ کی وہ کامیابی کی اعلےٰ منزل پر پہنچے۔ امام یحییٰ ابن اکثم امام حدیث تھے مامون الرشید کی تاریخ پڑھئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس یادگار روزگار خلافت کے انتظام میں امام ممدوح کا کیا حصہ تھا۔ امام ابن ماکولا (علم الرجال کے بے مثل کتاب کمال کے مصنف) جس طرح نامور امام حدیث تھے اسی طرح کامیاب وزیر ابن ابی داؤد و نظام الملک طوسی صاحب ابن عباد وغیرہ وزرائے نامور کی ذات سے ایوان وزارت اور قصر علم دونوں یکساں زینت کے ساتھ مزین تھے ہندوستان کی تاریخ میں عہد اکبری سلطنت کے اعلےٰ نظم و نسق اور مشکل مسائل کے لحاظ سے ہمیشہ یادگار رہیگا امرائے اکبری کے نورتن کی آب و تاب ابوالفضل فیضی میر فتح اللہ شیرازی حکیم ہمام خانخاناں کے دم سے تھی کیا اس کے یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ ان میں سے ہر ایک عربی مدرسہ میں پورا فاضل بن چکا تھا۔ اس دور آخر میں بھی جن دماغوں نے تعلیم جدید کا مسئلہ حل کیا وہ قدیم مدارس کے تربیت یافتہ تھے۔ اور ابھی یہ بحث باقی ہے کہ ہمارے جدید تعلیم یافتہ گروہ نے ان سے بہتر کہاں تک مسئلہ تعلیم کو سمجھا ہے؟

تہیدستی علم کیلئے سنگ راہ نہیں

اس زمانہ میں ہمارے قدیم علوم کے اساتذہ اور طلباء دونوں میں خیال دلنشین ہے کہ اگلے علماء کی کامیابیوں کا سنگ بنیاد وہ فراغ خاطر اور فراخدستی تھی جو اس عہد کی قدر دانی کا نتیجہ تھی۔ میں بالاعلان کہتا ہوں کہ یہ خیال گذشتہ اہل کمال کی جناب میں گستاخی بلکہ اُن پر ظلم ہے۔ ان بزرگوں کے حالات پڑھنے سے آپکو معلوم ہوجائیگا کہ ہم اُن سے بہت زیادہ فارغ البال اور امن میں ہیں مثلاً سنئے۔ امام بخاری کو ایام طالبعلمی میں اکثر تہیدستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر تین تین روز متواتر جنگل کی بوٹیاں کھانی پڑیں۔ امام ابوعلی بلخی جب عسقلان میں تھے تو خرچ سے اسقدر تنگ ہو گئے۔ کہ کئی فاقوں کی نوبت پہنچی جب بھوک نے بہت ستایا تو نانبائی کی دکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ اس فقدان قوت کی حالت میں کھانے کی خوشبو سے ہی کچھ قوت حاصل کریں۔ یہ تو مثالیں فراغدستی کی ہیں فارغ البالی ملاحظہ ہو۔ علوم عقلیہ میں شفا و اشارات کا جو درجہ ہے اس سے ہر طالب علم واقف ہے۔ شیخ الرئیس نے اشارات اس حالت میں لکھی کہ جان کے خوف سے ایک لوہار کے گھر میں چھپا ہوا تھا۔ اسی لوہار سے سامان تحریر منگوا کر یہ بے نظیر کتاب لکھدی۔ ہمارے علماء کے حالات میں یہی ایک واقعہ نہیں ہزاروں واقعات ایسے گذرے ہیں۔

علماء کی کامیابی کا سنگ بنیاد

اصل راز علمائے قدیم کی کامیابی کا وہ شوق طلب تھا جو علمی شیفتگی سے پیدا ہوتا تھا۔ اور یہی شوق منزل کی ہر دشواری کو آسان کر دیتا تھا۔ امام ابوحاتم رازی نے شوق طلب میں ۷ ہزار میل سفر پیادہ پا کیا۔ ۷ ہزار تک شمار کر کے انہوں نے میلوں کو شمار کرنا چھوڑ دیا۔ کتاب النفس ارسطو کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جسپر حکیم ابونصر فارابی کے ہاتھ کی یہ عبارت تحریر تھی قرأت ھذا الکتاب مائۃ مرۃ لیغی میں اس نسخے کو سو بار پڑھا۔ امام مزنی نے کتاب الام شافعی کا مطالعہ مسلسل پچاس برس تک کیا اور انکا بیان ہے کہ ہر دفعہ کے مطالعہ میں نئے فوائد حاصل ہوئے۔ یہ کھلا ہوا راز ہے کہ اب اس علمی تشنگی کا نشان بھی نہیں الا ماشاء اللہ۔ [illegible] (باقی آئندہ)

خفیہ مشورے

گذشتہ تعطیلات ایسٹر میں قادیان میں احمدیہ کانفرنس کے نام سے محمودی جماعتوں کے سیکرٹریوں اور پریزیڈنٹوں کو بعض مشوروں کے لئے بلایا گیا۔ یہ کانفرنس کیا تھی۔ اور کون کونسی تجاویز اس میں پیش اور پاس ہوئیں۔ اس کو بیان کرنے کی نہ ضرورت اور نہ ہی گنجائش ہے صرف ایک دو باتوں کا ہم یہاں ذکر کرنا چاہتے ہیں مثلاً یہ کہ الفضل نے اس کی رپورٹ لکھتے ہوئے یہ بھی ایک فقرہ لکھا ہے۔ کہ

"غیر مبائعین کے فتنہ کو دور کرنے کے متعلق گفتگو ہوئی اور اسکے لئے مختلف تجاویز پاس ہوئیں"

یہ نہیں بتایا کہ وہ گفتگو کیا تھی اور کیا کیا تجاویز پاس ہوئیں۔ ان مخفی تجاویز پر جو محض دکھ پہنچانے کی نیت سے کی گئی ہیں۔ قرآن کریم نے کیا ہی پاک اور تسلی بخش فیصلہ پیشتر سے دے رکھا ہے۔ کہ انما النجوی من الشیطان لیحزن الذین امنوا ولیس بضارھم شیئاً الا باذن اللہ۔ پس خفیہ کمیٹیاں ان لوگوں کو مبارک رہیں۔ جن کا کام ہی دوسروں کو دکھ دینا اور نیکی کی راہ روڑا اٹکانا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ جس طرح سے پہلے مخالفین اسلام کے اس قسم کے مشورے مسلمانوں کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے۔ انشاء اللہ یہ خفیہ کمیٹیاں بھی ناکام ہی رہیں گی۔ اور کوئی عمدہ نتیجہ ان سے برآمد نہیں آنے کا +

احمدیت سے خارج کرنے کی تجویز

الفضل نے تو اس گفتگو کو چھپایا مگر ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بات آخر نکل ہی جاتی ہے رسنا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب نے جو آجکل خیر سے صدر انجمن کو اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں تجویز پیش کی کہ کسی طرح سے ممبران جماعت احمدیہ کے جو گدی پرستی میں مبتلا نہیں ہوئے۔ اور میاں صاحب کی بیعت انہوں نے نہیں کی۔ احمدیت سے خارج کر دیا جاوے۔ ہمیں افسوس ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تجویز منظور نہیں ہوئی۔ شاید پھر کبھی منظور ہو جائے۔ گو اس کی منظوری یا نامنظوری ہماری احمدیت پر کوئی بھی اثر نہیں ڈال سکتی۔ لیکن تاہم شیخ صاحب کی یہ تجویز اس قابل نہ تھی کہ اسے رد کر دیا جاتا۔ بلکہ اگر ہم سے پوچھا جاتا تو اسی وقت ہم جواب دیتے اور اب بھی بشرح صدر اس بات کا اعلان کرنے کو تیار ہیں۔ اور یہ لکھ دیتے ہیں کہ بیشک اس احمدیت سے ہم الگ ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی کبھی ایسی احمدیت میں شامل نہیں ہوئے جو شیخ یعقوب علی جیسے لوگوں نے اختیار کر رکھی ہے ایسی احمدیت سے ہم خود ہی دل سے متنفر ہیں۔ اور اس کو دور دو ہاتھ سے سلام کرتے ہیں +

بلند اخلاق کا نمونہ

اسی کانفرنس میں ہی شیخ یعقوب علی صاحب نے احمدیہ پریس کی مضبوطی یعنی احمدیہ اخبارات و رسایل کی ترقی و اشاعت کی طرف بھی توجہ دلائی۔ شیخ صاحب کی نیت اس سے خواہ کچھ بھی ہو۔ اور الحکم کی گذشتہ بے عنوانیوں پر پردہ ڈالنا ہی ان کا مقصود کیوں نہ ہو۔ لیکن میاں صاحب نے اس موقعہ پر جو قابل قدر مشورہ دیا۔ اور جس بلند اخلاق کی تعلیم جماعت کو دی۔ وہ یہ ہے۔ کہ

"وہ لوگ جو اخبار خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ لیکن خریدتے نہیں۔ انہیں پڑھنے کے لئے پرچہ نہ دیا جائے"

ہمیں امید ہے کہ جماعت محمودیہ اپنے پیر کی اس اخلاقی تعلیم پر فی الفور کاربند ہو گی۔ جو اگر محمودی اخبارات کی توسیع اشاعت کا موجب نہیں ہو سکتی تو خیر بہر حال میاں صاحب اور ان کے مریدین کی بلند اخلاقی کا نمونہ تو اس سے قایم ہو جائیگا۔ اور یہ بھی۔ کہ ان اخبارات کے نہ ملنے سے سادہ لوح لوگ محمودی مغالطہ آفرینیوں کا شکار ہونے سے بچ جائینگے +

تبدیلیاں اور تقرریاں

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم اب صدر انجمن کے اسسٹنٹ سکرٹری ہیں۔ شیخ صاحب کی یہ تقرری جس کو شاید ایک دو ماہ ہوئے ہیں میاں صاحب کی خلافت کے نتائج کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور بتا رہی ہے۔ کہ صدر انجمن کی حالت اب کہاں تک پہنچ چکی ہے۔ جس انجمن کی باگ شیخ یعقوب علی جیسے انسان کے ہاتھ میں ہو۔ اور جس قوم کی یہ انجمن ہو۔ اس انجمن اور اس قوم کے انتظامات و حالات کو جان لینا کوئی مشکل امر ہے۔ الانسان یعرف بصدیقہ یعنی انسان اپنے دوست کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے پس صدر انجمن قادیان اور اسکے حامیوں کا بھی کسی ملی بلند پایہ کے پیچھے لگ جانا انکے اخلاق و اعمال کا پتہ دیتا ہے۔ ۷ اپریل کے الفضل میں یہ بھی اعلان ہوا ہے کہ میاں بشیر احمد صاحب برادر خورد میاں محمود احمد صاحب ریویو کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں یہ نہیں بتایا کہ مولوی شیر علی صاحب کو کس کام پر لگایا گیا ہے۔ بہر حال میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق بھی یہ سمجھنا کہ ریویو کو پھر پہلے نہج پر لے آئینگے اور اسلام کی عظمت و فضیلت کو ثابت کر کے دین کو شاد ہونگے ایک ادر موہوم ہے۔ نا تجربہ کار مسلمانوں کا نرسنا نہیں جو کچھ زور بلند تھے پہلے صرف کیا گیا۔ ای کے اعادہ کی توقع اور اگلی منسے مذہب کی تلقین کی امید رنگانی

عالم نسواں

جنس لطیف کا حوصلہ

کہا جاتا ہے کہ عورتوں کا دل بہت کمزور ہوتا ہے مشہور ہے۔ کہ مستورات کا قلب معمولی غم کو بھی بہت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اور یہ ایک حد تک درست اور صحیح بھی ہے۔ لیکن اسلام نے صفحہ عالم پر ظہور پذیر ہو کر اس جنس لطیف میں ایسا مضبوط دل اور ایسا پختہ حوصلہ پیدا کر دیا تھا کہ جسے کوئی بڑی سے بڑی مصیبت اور بڑے سے بڑا الم ناک واقعہ متزلزل نہ کر سکتا تھا۔ ان کے لئے خدا کی راہ میں ہر سانحہ بجائے اضطراب اور بے چینی پیدا کرنے کے ایمان کے بڑھانے کا موجب ہوتا تھا۔ اور ہر مصیبت خوش خبری کی نوید جانفزا لاتی تھی۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی ایسی محبت اور الفت جاگزین ہو چکی تھی کہ جس نے دنیا و مافیہا کی تمام محبوب ترین چیزوں کی نسبت پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ان کے قوائے اگرچہ کمزور تھے لیکن دل ایسے مضبوط تھے۔ جن سے دنیا کی ہر ایک طاقت ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی تھی۔ انہوں نے جسمانی تکالیف برداشت کیں اور اس قدر برداشت کیں کہ جان تک دیدی۔ مگر یہی انہیں سوجھی حاصل ہوا۔ کہ ایک نہ ایک دن مرنا تو ضرور ہے۔ پھر اگر خدا کی راہ میں ہی جان نکلے تو اس سے بڑھکر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ ان کو اپنے گھروں سے نکالا گیا۔ اپنے خاوندوں اور بچوں سے جدا کیا گیا۔ اور ہر قسم کی تکالیف پہنچانے میں کوئی کمی نہ کی گئی۔ مگر وہ شعل ہدایت جو ان کے قلوب میں روشن ہو چکی تھی اسے کوئی نہ بجھا سکا۔ ان کے عزیز و اقارب نے ان کے سامنے جام شہادت پیا اور بظاہر ان کی زندگی کو ایک دردانگیز زندگی بنا گئے۔ لیکن ان کے مونہوں سے انا للہ و انا الیہ راجعون کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔ اگر مردوں نے اپنے خون کے قطروں سے آبیاری کی تو عورتوں نے صبر اور تحمل کی کھاد سے اس کے نشوونما میں مدد دی اگر مردوں نے بزور سیف و سنان سے دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ تو عورتوں نے بھی مدد اور تعاون کرنے سے دریغ نہ کیا اور ہمیشہ کے لئے یہ نمونہ قائم کر گئیں۔ کہ عورتیں بھی اگر ہمت اور کوشش سے کام لیں تو خدا کی رضا حاصل کرنے میں مردوں سے پیچھے نہیں رہ سکتیں +

تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ عورتوں نے میدان جنگ میں داد جوانمردی دیکر اپنے کوہ وقار حوصلہ کا ثبوت دیا۔ اور کڑے سے کڑے وقت میں بھی رشتہ صبر کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ لیکن میں اس وقت صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرونگا +

جنگ احد کا واقعہ ایسا دردناک واقعہ ہے کہ تاریخ اسلام میں خاص طور پر بہت سے صحابہ کرام کے خون سے رنگین ہے۔ اور جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی چشم زخم پہنچا اور آپ کے چہرہ مبارک پر خود کے چبھ جانے کی وجہ سے چار دانت شہید ہو گئے۔ اور لڑائی کے ابتدا میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن چند صحابہ جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے ایک درہ کی حفاظت پر بٹھا رکھا تھا۔ اور جن کو تاکید تھی کہ خواہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست۔ تم اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔ ان کی غلطی سے مسلمانوں کو ایک رنگ میں شکست ہو گئی۔ اور وہ اس طرح کہ جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور کفار بھاگنے لگے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مسلمانوں میں آملے۔ تاکہ بھاگتے ہوئے کفار پر حملہ کرنے میں شریک ہوں۔ اور مال غنیمت کے جمع کرنے میں شامل ہوں لیکن بھاگتے ہوئے کفار نے جب وہ درہ خالی دیکھا۔ جہاں ان کو بٹھایا گیا تھا تو وہ اس میں سے گذر کر مسلمانوں کے عقب سے حملہ آور ہوئے مسلمان اس وقت یہ خیال کئے ہوئے بے فکر ہو چکے تھے کہ کفار بھاگ گئے ہیں دوسرے مال و اسباب کے جمع کرنے میں مشغول تھے۔ اس لئے کفار کے اس اچانک حملہ سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور اس پر غضب یہ ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانے کی افواہ بھی اڑ گئی۔ جس سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ ایسی خطرناک حالت میں جبکہ مردوں کے دل ہاتھ سے جا چکے تھے۔ اور ان کے حوصلے پست ہو رہے تھے ان جانبازوں کی صف میں ایک خاتون بھی کھڑی تھی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو رہے تھے۔ اور کفار کے پتھروں کو اپنے جسموں کی فصیل کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب تک جانے سے روک رہے تھے اس بہادر اور دلیر خاتون کا نام ام عمارہ تھا۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں کھڑی تھی جبکہ چند ہی صحابہ آپ کے اردگرد جمع تھے۔ اور کفار کا سخت ہجوم تھا۔ وہ تلوار اور نیزے سے مصروف پیکار تھی کہ اس کی نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر پڑی۔ جو زخمی تھا۔ پوچھا حضور آپ کو یہ زخم کس نے پہنچایا ہے۔ آپ نے ایک شخص کا نام لیا جس کو ابن قمیہ کہتے تھے۔ یہ سن کر ام عمارہ اس شخص کی طرف چل پڑیں اور پیشتر اس کے کہ اس پر حملہ آور ہوتیں۔ اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس کا وار خطا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اس پر تلوار کے چند وار کئے لیکن مضبوط دل کی مالکہ کے کمزور ہاتھوں اور کافر کی دوہری زرہ نے اس پر کوئی خاص اثر نہ ہونے دیا۔ مگر کیا اس میں کچھ شک رہ گیا کہ ام عمارہ نے دلیری اور بہادری کا جوہر دکھانے میں کوئی کمی کی؟ ہرگز نہیں +

ہماری بہنوں کو چاہیئے کہ اس واقعہ کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں کہ کیا ان میں بھی وہی حوصلہ اور جرأت ہے۔ جو ام عمارہ میں تھا۔ خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ ہمیں اس وقت تک اشاعت اسلام میں ان مشکلات اور مصائب کا سامنا نہیں۔ جن کا مقابلہ صحابہ کرام۔ اور ان کی مستورات کو کرنا پڑتا تھا کیونکہ اس وقت مخالفین اسلام قوت بازو اور تلوار کے زور سے اشاعت اسلام کو روکنا چاہتے تھے۔ اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے تھے۔

مگر اب برٹش گورنمنٹ کی برکات کی وجہ سے امن اور آشتی کا زمانہ ہے اور خدا کے فضل سے ہمیں ان مصائب اور تکالیف کا مقابلہ نہیں کرنا پڑتا جن سے ہمارے بزرگان اسلاف کو واسطہ پڑا۔ اور نہ ہی کبھی پڑے گا +

اب تلوار اور زور کی بجائے زبان اور قلم سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس مقابلہ میں بھی خاص ہمت اور کوشش کی ضرورت ہے ہماری بہنوں کو دیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے اس مقصد اور مدعا کے لئے کہاں تک ہمت دکھائی اور کس قدر حوصلہ سے کام لیا ہے۔ اگر انہوں نے خاص طور پر کوئی کوشش نہیں کی۔ تو کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے کہ صحابہ کرام کی مستورات تو اس قدر حوصلہ دکھائیں کہ اسلام کے لئے جان تک دیدینے سے دریغ نہ کریں۔ اور نہایت جرأت اور دلیری سے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں جا موجود ہوں۔ لیکن احمدی مستورات خدا کی راہ میں اپنی زبان اور اپنے مال کو لگا کر بھی کوئی خاص نمونہ نہ پیش کریں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انسان کو جان تمام دنیاوی چیزوں سے عزیز تر ہوتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب اسلام کے لئے جان دینے والیوں کے نمونے موجود ہوں تو پھر مال اور آرام قربان کرنے میں پس و پیش کیا جائے۔ پس ضرورت ہے اس بات کی کہ احمدی خواتین میں بھی وہی روح کام کرنے لگے۔ جو صحابہ کرام کی مستورات میں کرتی تھی۔ اور وہی جوش اور وہی فدائیت ان میں پیدا ہو جائے جو ان کی پیش رووں میں تھی۔ تاکہ عورتوں میں احمدیت کی تبلیغ خاص طور پر ہو سکے

احمدی خواتین کی توجہ کے قابل

خدا جانے کیوں ہماری احمدی بہنوں نے جن کے خاص مفاد کے لئے یہ کالم وقف کئے گئے ہیں شروع میں دو تین مضامین لکھ کر اپنی توجہ کو اس طرف سے ہٹا لیا ہے کیا صرف ان چند ایک مضامین سے عالم نسواں کی مذہبی اصلاح ہو گئی۔ اور اب کوئی ضرورت انہیں سمجھانے کی نہیں بہت سی بیہودہ رسوم اور رواجات ہیں۔ جو اسلام سے دور ہونے کے باوجود عورتوں کے اندر زیادہ تر پائے جاتے ہیں۔ پھر عورتوں کے توہمات و غلط معتقدات کی اصلاح احمدی خواتین کا خاص فرض ہے۔ ان باتوں کی طرف انہیں بہت جلد توجہ کرنی چاہئے۔ اور نہ صرف ان بدعات و باطل خیالات کے رد میں ہی مضامین لکھنے چاہئیں بلکہ اصلاح کے دیگر طریقے بھی اختیار کرنے چاہئیں۔ اور اس بات پر بحث کر کے ایک قطعی فیصلہ کرنا چاہئے۔ کہ کون طریق اختیار کرنا ضروری ہے ہمیں امید ہے کہ اس ضروری گذارش کے بعد کسی مزید یاددہانی کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اور ہماری بہنیں ان ضروری امور پر فی الفور قلم اٹھا کر اپنے اہم فرایض سے سبکدوش ہونگی +

احمدی خواتین اور زکوٰۃ

آج کے افتتاحیہ میں زکوٰۃ کے متعلق تحریک کرتے ہوئے۔ آخر میں احمدی خواتین سے خاص طور پر اس طرف توجہ کرنے کی گذارش کی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ تمام بہنیں اس گذارش پر توجہ فرما کر بہت جلد فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہونگی اور دوسری بہنوں کو اس طرف توجہ دلائیں گی۔ بلکہ خود ان سے زکوٰۃ کا روپیہ لیکر انجمن کو بھیج دینگی +

مذاکرۂ علمیہ

ابطال قدامت وید

(۱۲)

مضمون نمبر ۹ کی تائید اور آریہ گزٹ کے ہفوات کی تردید

ناظرین سے مخفی نہیں کہ میں نے نمبر ۹ میں اول یہ ظاہر کیا تھا کہ اسوقت میرے سامنے پنڈت دیانندجی کا رگوید بھاشیہ رکھا ہے اس کے صفحہ ۱۰۸۹ رگوید منڈل ۴ سوکت ۱۹ کی سرخی میں لکھا ہے کہ اس سوکت کا वाम देव ऋषि: इन्द्रो देवता وام دیو رشی اور اندر دیوتا ہے۔

دوئم یہ لکھا تھا جب ہم نے اس رشی (وام دیو) کے پورے گیت کو اندر دیوتا کے لحاظ سے مطالعہ کیا تو دیوتا مذکور کی حمد و ثناء میں اعلےٰ درجے پر پایا۔ اور جی میں آیا کہ کسی ویدوں کے عالم تواریخ وید کے مؤرخ سے پوچھنا چاہئے کہ جو سوکت مذکور کے منتر ۹ میں بدیں عنوان مذکور ہوا ہے۔ کہ اے گھوڑوں کے مالک الخ

سوئم اس سے آگے چلکر اس کی تائید میں منڈل مذکور کے سوکت ۴۰ کا سولہواں منتر پیش کیا تھا۔ اور اس پر یہ لکھا تھا کہ اس منتر کا بھی بقول پنڈت دیانندجی اندر دیوتا ہے اور یہ وام دیو رشی کا گیت ہے

چہارم آخر پر یہ شرح کر دیا تھا۔ کہ ویدوں کے حافظ براہ عنایت اس سوال کا جواب باصواب ضرور عطا فرمائیں۔ سوکتوں کی سرخیاں اور سائن بھاشیہ وغیرہ مدنظر رکھکر ایسا جواب دیں کہ سونے پر سہاگہ ہو

اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں نے پنڈت دیانندجی کے بھاشیہ سے محض سرخیوں کا حوالہ نقل کیا تھا۔ ترجمہ نہیں لیا۔ دوسرے یہ دکھایا ہے کہ جسے پنڈت جی کے معتقد کلام الٰہی مانتے ہیں وہ انکے پیشوا کے نزدیک وام دیو رشی کا گیت ہے۔ چنانچہ اس کے بھاشیہ میں ان سوکتوں کے سر پر لکھا رہا ہے کہ ان کا رشی وام دیو ہے۔

تیسرے سوکت مذکور کے منتر ۹ کا حوالہ دیا ہے پنڈت دیانندجی کے بھاشیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ ایڈیٹر صاحب سے غلط فہمی ہوئی ہے جو کہ سوکت کو بھاشیہ کہتے ہیں اور ترجمہ مذکور کو پنڈت صاحب کا ترجمہ سمجھتے ہیں۔ چوتھے یہ بھی ہے کہ اگر میں پنڈت صاحب کے بھاشیہ کا حوالہ دیتا تو سائن بھاشیہ کی جانب مجیب کو توجہ نہ دلاتا یہ بھی ایڈیٹر صاحب کی غلط فہمی ہے۔ کہ باوجود متنبہ کر دینے کے وہ سائن بھاشیہ کی جانب نہیں گئے بلکہ پنڈت صاحب کے بھاشیہ کی طرف رجوع ہوئے۔

اس سے میرا مطلب یہ تھا۔ کہ مجیب سائن بھاشیہ کو پڑھکر سمجھ لیگا کہ یہ تواریخی واقعہ ہے اور سائل کا حق ہے کہ وہ اس کی بابت سوال کرے اور مجیب کا فرض ہے۔ کہ وہ مناسب جواب دے مگر جناب اڈیٹر صاحب کی عقل پر آفرین کہ جو غیظ و غصے کی بدولت رخصت ہوئی اور انہوں نے اپنی کج فہمی سے کچھ سے کچھ سمجھا۔ اور سچائے جواب کے عتاب سے کام لیا اور جوش میں آکر بیہوش ہوئے۔ اور جو جی میں آیا لکھ مارا۔ بحکم آنکہ داناؤں نے کہا ہے کہ؎

اگر آری بوحشت سخت گوئید

خردمندش بہ نرمی دل بجوئید

ہم اڈیٹر صاحب سے بصد منت دریافت کرتے ہیں کہ وہ ذرا عقل سے کام لیکر جواب دیں کیونکہ ہمیں تحقیق منظور ہے خواہ مخواہ کا دنگل منظور نہیں۔

(۱) اگرو اور اس کے فرزند کا ذکر ان منتروں میں سائن بھاشیہ کے رو سے ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو (۲) اگرو کے خاوند کا نام کیا تھا جس سے اس نے وہ فرزند جنا تھا۔ اگر خاوند نہیں تھا تو پھر اس کے کنواری ہونے میں کیا شک ہے۔ (۳) اگرو کے فرزند کا نام کیا تھا۔ (۴) یہ واقعہ کس جگہ کا ہے جو کہ سوکت مذکور کے منتر ۹ میں وام دیو رشی نے گایا ہے۔ (۵) وام دیو رشی کون تھا۔ اور کہاں کا باشندہ تھا۔ (۶) بھوشیہ پوران کا مطالعہ کرکے بتادیں کہ اس میں جو کہ کنواری کے فرزند کا حال مذکور ہوا ہے وہ اس اگرو کے فرزند کا ہے یا نہیں۔ جس کی جانب میں نے اشارہ مضمون ۱۰ میں کیا ہے۔ (۷) ویدک زبان ام الالسنہ ہے۔ یا نہیں اگر ہے تو اس میں اگر اسو۔ تارم۔ کوس۔ سام۔ سوم عیشا۔ الوس۔ سینا۔ رام کرشن وغیرہ عبرانی الفاظ پائے جانے کیا جرم ہیں۔ اگر کوئی جرم نہیں۔ تو ہمارا عیشا کو عبرانی لفظ کہنا یا یہ دریافت کرنا کہ یہ منتر جس میں عیشا لفظ آتما کی صفت ہو کر آیا ہے۔ کس زمانہ کا ہے کیا جرم ہے۔ اگر کوئی جرم نہیں تو گویا آریہ گزٹ کے اڈیٹر نے فقط دریافت کرنے کے جرم میں مکر، فریب، دغا، چڑیا گھر، عجائب خانہ وغیرہ پبلک کو دکھائے میں تو کیوں دکھائے ہیں۔ کیا یہی ان کی عالی ظرفی اور ہمہ دانی ہے۔ کہ اپنی ناواقفی چھپانے کو جواب سے قاصر رہنے کے وقت سائل کو صلواتیں سنانا اور لفاظی سے کام چلانا۔ کیا ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے یا لکھنا نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بڑھ چڑھکر لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ چونکہ ہماری دینی کتاب ہمیں یہ ہدایت کرتی ہے کہ واصبر علیٰ ما اصابك ان ذالك من عزم الامور۔ اس واسطے ہم اس رویہ کو اختیار نہیں کرتے اور اڈیٹر صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ آپ خفا نہ ہوں اس بار عظیم کو آپ اپنے کندھے پر نہ لیں جو کہ اسکو اٹھا نہیں سکتے اور آپ جواب باصواب نہیں دیسکتے؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی

کایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

مجیب مذکورہ بالا سوالوں کے جواب عطا فرمائیگا جبھی اڈیٹر صاحب کے اعتراضوں کا جواب بھی ہو جاویگا۔ ناظرین ان کے جواب کے منتظر رہیں فقط۔ ابو رحمت حسن میرٹھی۔

واقعہ صلیب مسیح اور یہود و نصاریٰ کا خیال

وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ اس آیت کے معنے کرنے میں بھی بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو معنے کئے ہیں وہ تو یہ ہیں کہ ہر ایک یہودی اپنی موت سے پہلے یعنی حالت نزع میں حضرت عیسٰے پر ایمان لاتا ہے۔ ابوہریرہؓ نے اس آیت کو ایک روایت کے ساتھ لگا کر اپنا مفہوم اس آیت کا یہ بتایا ہے۔ کہ حضرت عیسٰے کی موت سے پہلے سارے اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے یعنی مسلمان ہو جائیں گے۔ مؤخر الذکر معنے کے غلط ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اصل تو کروڑ در کروڑ اہل کتاب اب تک مر چکے ہیں جو مسلمان نہیں ہوئے حالانکہ ان من اھل الکتاب میں حصر کر دیا گیا ہے۔ کہ کوئی بھی نہیں جو ایمان نہ لائے لیکن اگر اس کی توجیہہ بلا دلیل یوں کر لی جائے کہ اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو حضرت عیسٰی کے دوبارہ آنے کیوقت دنیا میں موجود ہوں گے۔ تو پھر بھی یہ معنے قرآن کے خلاف ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رکھوں گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک حضرت مسیح کے منکر بھی رہیں گے پس سب کا مسلمان ہو جانا خلاف قرآن ہے۔ ہاں حضرت ابن عباسؓ والے معنے کہ حالت نزع میں ہر ایک یہودی ایمان لے آتا ہے ان پر ویسے تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ اعتراض ضرور ہوتا ہے۔ کہ خدا کو حضرت عیسٰے کی ایسی کیا رعایت ملحوظ ہے کہ دنیا کے کافر اور انبیاء پر تو حالت نزع میں ایمان نہیں لاتے لیکن عیسٰے کے منکروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت عیسٰے پر ایمان لائیں۔

میرے نزدیک آیت کے معنے صاف ہیں پہلی آیات میں یہ ذکر تھا کہ یہود اور عیسائی دونوں کو اس بارہ میں شک ہے کہ مسیح مصلوب ہوا۔ محض ظن کی بناء پر وہ ایسا کہتے ہیں اور یقین ان کو ہرگز نہیں۔ تو اب فرمایا۔ کہ یا ایں سارے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ دونوں اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح مصلوب ہوا۔ جس امر کے متعلق شک ہو اسے بنائے ایمان قرار دینا تعجبات میں سے ہے۔ اور اسی پر یہاں اظہار تعجب فرمایا ہے۔ کہ ایسی شکی تو بات ہے اور یہود و نصاریٰ دونوں اس پر ایمان لاتے ہیں یہود تو اس لئے کہ وہ یہود نہیں رہ سکتے جب تک کہ مسیح کو جھوٹا ثابت نہ کر لیں اور مسیح کے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس بڑی دلیل اس کا مصلوب ہونا ہے کیونکہ توریت کی رو سے مصلوب لعنتی ہوتا ہے اور نصاریٰ اسلئے کہ ان کے کفارہ کی بنیاد ہی مسیح کے مصلوب ہونے پر ہے۔ اگر مسیح مصلوب نہیں ہوا۔ تو کفارہ باطل ہے۔ اگر مسیح طبعی موت مر گئے تو کفارہ باطل ہے۔ اور کفارہ کے بغیر عیسائی کی نجات نہیں۔ پس ہر دو اہل کتاب اس بات پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسیح مصلوب ہوا۔ قبل موتہ کا لفظ کیوں استعمال فرمایا۔ اس لئے کہ عیسائی کے لئے ضروری ہے کہ موت سے پہلے پادری کے سامنے مسیح کی خدائی اور کفارہ کا اقرار کرے اور چونکہ کثرت تو عیسائیوں کی ہی ہے اس لئے بلحاظ تغلیب دونوں کے لئے لفظ قبل موتہ بولدیا ہے یا یہاں اہل کتاب سے صرف عیسائی مراد ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ساتھ ہی دوسری آیت میں فرمایا۔ فبظلم من الذین ھادوا گویا ان اہل کتاب سے الگ کرنے کو ہی ان کا نام لیا۔ ورنہ ان کا ذکر ضمائر میں ہی چلا آتا تھا۔ (نکات القرآن)

مراسلات

مکمل مجموعہ کلام نورالدینؓ

سبحان اللہ وبحمدہ۔ حضرت امیر المومنین قبلہ حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام کیسا ہی روح پرور۔ برقی الاثر۔ پُر شوکت پُر جلال۔ مختصر مگر پُرمغز۔ غرضکہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مصداق تھا۔ بڑے سعید ہیں وہ لوگ جو حضرت ممدوح کی زندگی میں آنجنابؓ کے کلام سے بذریعہ صحبت یا اخبارات کے سیراب ہوئے ہیں۔ کہ اُن کے کلام سے سیراب ہونیوالے خدا تعالیٰ سے ملگئے اور اُن کی خوشبو سے تمام جہان معطر ہو گیا۔ مگر آنجنابؓ کا کلام اس پایہ کا نہیں کہ اُن کی زندگی میں ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ ایسا جامع کلام ہے۔ کہ ہر زمانے میں تشنگان راہ حقیقت کے واسطے زندگی بخش ہو سکتا ہے۔ اور ان کے کلام کو محفوظ و مرتب کرنا بنی نوع انسان کی۔ دین اسلام کی۔ قرآن کریم کی۔ سنت رسول اللہ صلعم کی اور حضرت مسیح موعود کے پاک سلسلہ کی سچی خدمت کرنا ہے۔ کیونکہ آنجنابؓ کا کلام بنی نوع کی بھلائی۔ اشاعت دین اسلام۔ حقایق کتب القرآن احیائے سنت رسول اللہ صلعم اور صداقت و شوکت سلسلہ احمدیہ کی پرورش کرنیوالا ہے۔ خاکسار نے آنجنابؓ کے کلام کی شان و منزلت پر نظر کرتے ہوئے اور دنیا میں آئندہ آنے والی قوموں پر رحم کرتے ہوئے۔ آنجنابؓ کی زندگی ہی میں بذریعہ اخبار بدر مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء احمدی قوم کے آگے جمع و ترتیب کلام نورالدینؓ کیواسطے پُر درد اپیل کی تھی۔ جسکے چند فقرے حسب ذیل ہیں:۔

"اے مقدس سرزمین قادیان کے وہ سمجھدار باشندو! جو حضرت امیر المومنین قبلہ نورالدینؓ کی صحبت بابرکت کی دولت لوٹ رہے ہو۔ اس کی زکوٰۃ یہ ہوگی کہ آپ مل جل کر ایک ہی کتاب شائع کریں۔ جس میں حضرت ممدوحؓ کے کل وعظ خطبے تقریریں۔ کلام۔ مکتوبات۔ ملفوظات درج ہوں۔ جب ایسی کتاب کسی گھر میں موجود ہوگی۔ تو سمجھا جاویگا۔ کہ اس گھر میں نورالدینؓ زندہ موجود ہے۔ سب دور افتادہ بھائی اور آئندہ نسلیں آپ کے اس احسان کی مشکور ہونگی"

اگرچہ بعض احباب نے مختلف ناموں سے آپ کے کلام کو کتابی صورت میں شائع کیا۔ (جزاہم اللہ تعالیٰ) مگر ضرورت ہے کہ آنجناب کا مکمل کلام یکجا کتابی صورت میں محفوظ و شائع ہو۔ خاکسار نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا۔ چونکہ قوم کو خدمت سلسلہ حقہ کے غیر محدود کام درپیش ہیں۔ اس لئے خود ہی یہ کام شروع کر دیا۔ میں نے بفضلہ تعالیٰ آپ کے اُن سب مکالمات مذاکرات۔ وعظوں۔ خطبوں۔ خطوط و اعلانات وغیرہ کا مسالہ جمع کرلیا ہے۔ جو سلسلہ کے اخبارات الحکم و بدر وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ نیز آپؓ کے کلام کے وہ حسنہ حسنہ حصے بھی منتخب کر لئے ہیں جو آپ کی تصانیف و نوٹ ہائے درس وغیرہ میں درج ہیں۔

اب اس خیال سے

کہ آپؓ کا کلام ہر پہلو سے مکمل اور جامع ہو ضرورت اس امر کی ہے کہ آپؓ کے ایسے اقوال یا خطوط جو اخبارات میں شائع نہیں ہوئے جمع کئے جاویں۔ اس لئے اُن تمام نیک بختوں کی خدمت میں جو آنجنابؓ سے ہمنشینی یا خط و کتابت کے شرفیافتہ ہیں۔ التماس کی جاتی ہے۔ کہ آنجنابؓ کے جس قدر اقوال یاد ہوں۔ یا جسقدر ایسے خطوط موجود ہوں۔ ان کو نقل کرکے بذریعہ پیڈ یا بیرنگ پتہ ذیل پر بہت جلد ارسال فرمائیں۔ چونکہ آنجنابؓ کا دائرہ اثر بہت ہی وسیع تھا اس لئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہندوؤں۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ یار و اغیار۔ دور و نزدیک۔ اعلیٰ و ادنےٰ طبقہ کے کثیر التعداد لوگوں کے پاس ضرور ضرور ایسے اقوال یا مکتوبات کم و بیش محفوظ ہونگے۔ اور جناب ممدوح کے اہلبیت و خدام و شاگردان رشید سے تو مجھے خاص توقع ہے۔ بہرحال جو صاحبان یا صاحبات ایسا مسالہ مجھے بہم پہنچائیں۔ اُن کی سعی میرے نزدیک قابل شکریہ اور خدا کے نزدیک مستحق جزائے خیر ہوگی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ آنجناب کے اپنے قلم یا زبان سے نکلا ہوا مضمون ہی بغیر کسی قسم کے حاشیے یا ریویو کے بھیجا جاوے۔ کیونکہ جناب کا کلام بغیر کسی حاشیہ کے شائع ہوگا۔

نیز بزرگان قوم سے کتاب مجوزہ کا اسم نامزد کرنے کا استصواب کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک بعض طباع احباب نے حسب ذیل نام تجویز کئے ہیں:۔ مکمل مجموعہ کلام نورالدینؓ۔ مجموعہ کلام نورالدینؓ

جلد ۴	بیت المسیح لاہور ۔ یک شنبہ ۲ رجب ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۱۷ء	نمبر ۱۰۶

نوٹس بنام صدر انجمن احمدیہ قادیان

از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

آج بتاریخ ۱۶ اپریل ۱۹۱۷ء کو برخوردار سید محمد یعقوب نے ایجنڈہ کا وہ نوٹس سنایا جو نمبر ۹ ۱۰ تھا۔ افسر صاحب مقبرہ بہشتی نے یہ رپورٹ تحریر فرمائی ہے۔ کہ "مولوی صاحب نے ہماری غرض پوری نہیں کی اور سلسلہ کا کچھ کام نہیں کرتے الٹا نقصان پہنچاتے ہیں لہذا وظیفہ بند کرنا چاہیئے" یہ تحریر ان کی محض غلط ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ صدر انجمن نے مجھ کو سب کام سے سبکدوش اول ہی کر دیا ہے۔ اور میرا وظیفہ بطور پنشن کے تاحیات مقرر ہوا ہے۔ اس لئے مدعا کے لئے یہ تقریب تام نہیں ہے ملاحظہ ہو رزولیوشن ۲۲۶ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۸ء جس کے الفاظ یہ ہیں

> "حضرت مولوی محمد احسن صاحب کی خدمات اور قربانی جو اس سلسلہ کے لئے انہوں نے کی ہے اور ان کے تبحر علمی اور معلومات دینی ہر طرح سے قابل قدر ہیں۔ اور انہوں نے اپنی عمر سلسلہ کی خدمات کے لئے ہی صرف کر دی ہے۔ اس لئے مجلس معتمدین یہ ضروری سمجھتی ہے کہ ان کی گذشتہ خدمات کے لحاظ سے تاحیات پچاس روپیہ ماہوار بطور وظیفہ ان کی خدمت میں پیش کئے جاویں۔ جو یکم جنوری ۱۹۰۹ء سے مقبرہ بہشتی سے دیئے جاویں"

اس رزولیوشن کی رو سے یہ رپورٹ محض غلط ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ خاکسار اس دم تک کہ جو عمر ہشتاد سالہ سے متجاوز ہے۔ اور بمرض فالج بھی مبتلا ہے حضرت مسیح موعود کی اغراض بعثت کو ایسا پورا کر رہا ہے کہ جس لئے حضرت اقدس کی بعثت واقع ہوئی تھی۔ اور آپ کے خلیفہ ثانی ان اغراض کا استیصال کرنے کے لئے ہمہ تن کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن خاکسار ان اغراض مسیح موعود کی تکمیل کے لئے ایسی کوشش کر رہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول مقبول صلعم و احادیث صحاح سے و نیز اجماع تمام امت از صحابہ تا مسیح موعود سے آیات بینات و نصوص قرآنی بھی پیش کی ہیں۔ امد مذاہب اولیائے مجددین سابقین سے بھی ان اغراض کی تائید کی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود کے بکثرت اقوال سے ان کی اغراض کو ثابت کیا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا الہام ہے کہ

> ازبرائے محمد احسن را
> تارک روزگار مے بینم

ازبرائے کا لفظ جو ترجمہ حرف لام تخصیص کا ہے وہ خاص تائید مسیح موعود کے مذہب کے لئے ہے۔ نہ عقاید فاسدہ کی تائید کے لئے اور نہ اس خلاف کی تائید کے لئے کہ جس نے حضرت مسیح موعود کی بعثت کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں جیسا کہ مخالفین قرآن مجید نے کئے تھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ الذین جعلوا القرآن عضین۔ کیونکہ صاحبزادہ صاحب نے ۱۹۰۲ء کے قبل کی کل بعثت کا کارخانہ کالمنسوخ کیا ہے جو زاید دس ورق ہیں اور بعد ۱۹۰۲ء کا قابل تمسک ٹھیرایا ہے (نعوذ باللہ منہ) حالانکہ اس بعثت کے دو ٹکڑے کرنے سے کوئی مدعا خلافت کا بھی ہرگز حاصل نہیں ہوا۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے[1] تا اخیر وفات تک حضرت کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے جو ناسخ و منسوخ مانا جاوے۔ اور آگے جناب سیکرٹری صاحب جو رپورٹ کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں کے ساتھ مل گئے ہیں وکذا اور کافی موقعہ ان کو توبہ و رجوع کا خلیفۃ المسیح نے دیا۔ لیکن انہوں نے فایدہ نہیں اٹھایا۔ یہ رپورٹ تو ایسی غلط ہے کہ اس کے اغلاط مختصر بیان کرنے کی بھی یہاں پر گنجائش نہیں کسی دوسرے وقت انشاءاللہ وہ اغلاط ظاہر کئے جاویں گے۔ ہاں مجھ کو زیادہ تر تعجب اس رپورٹ کے سننے سے اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ رپورٹ جناب نواب محمد علی خانصاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ چونکہ وہ ایک ریاست کے رئیس ہیں میرے خیال میں ایسے رؤسا بڑے عقیل و فہیم ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھ کو یہ خیال ہے کہ ان کے عقل و فہم سے ایسی رپورٹ بہت بعید ہے لہذا نہایت تعجب کیا جاتا ہے کہ ان کو باوجود ارادت حضرت اقدس کے اتنا بھی خیال نہ آیا کہ قطع نظر الہامات حضرت اقدس کے حضرت کی نصائح میں موجود ہے کہ ؎

> کبھی نصرت نہیں ملتی درمولےٰ سے گندوں کو
> کبھی ضایع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

الیٰ آخر الاشعار۔ اگر یہ عقاید خلافت کے حضرت مسیح موعود کے مذہب کے مخالف نہیں ہیں تو میں خاکسار یا جماعت لاہور یا کوئی شخص ان کے سلسلہ خلافت کو کیا ضرر پہنچا سکتا ہے۔ کلا و حاشا۔ کیا حضرت مسیح موعود کو تمام مخالفین و دنیا نے کوئی ضرر پہنچایا۔ ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صدہا آدمی صاحبزادہ صاحب کی خلافت کی بیعت سے توبہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور باوجود آمد کے خزانہ میں روپیہ ندارد۔ اور پھر یہ مضامین نصائح واسطے احقاق حق و ابطال باطل کے ہیں اور بقول آپ کے خلیفہ صاحب کے وہ صرف ایک اختلاف رائے ہے۔ پس اس کو بموجب ان کے قول کے میرے وظیفہ کے بند کرنے سے کیا علاقہ اور تعلق ہے۔ میرے نزدیک تو حسب منشاء حضرت مسیح موعود کے اس وظیفہ میں ترقی المضاعف ہونی چاہیئے تھی۔ حضرت مسیح موعود کی تحریر انجمن میں موجود ہے۔ اور میرے پاس بھی موجود ہے کہ

> "یہ رقم قلیل بنظر مولوی صاحب کی فضیلت علمی و قربانی و اعمالی کے کوئی چیز نہیں ہے ان کا وظیفہ یا تنخواہ تو اور زیادہ ہونا چاہیئے"

پس اس اختلاف رائے سے وظیفہ بند کرنا کیا معنی رکھتا ہے [illegible] کیا ایسا اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ وظیفہ تو میرے کسی کام [illegible] [illegible] نہیں ہے۔ یہ وظیفہ تا حیات ہے اور گذشتہ [illegible] بطور پنشن مقرر کیا گیا ہے۔ جہاں تک [illegible] [illegible]

موعود کے لئے کام کر رہا ہوں۔ اور آپ اپنے خلیفہ صاحب سے دریافت فرماویں کہ یہ احقاق حق و ابطال باطل حسب مذہب مسیح موعود جو میرے ہاتھ سے بطور نصائح کے واقع ہو رہا ہے۔ وہ تو ایک شبلی کا پھول ہے۔ اس لئے میں پکار پکار کر کہتا ہوں [illegible] [illegible] کہ جو شخص مصداق حضرت کے الہام [illegible] ؎

> ازبرائے محمد احسن را
> تارک روزگار مے بینم

بجائے ترقی وظیفہ کے وظیفہ بند کرنے کی کوشش [illegible] اس الہام کا یہ مطلب سمجھ [illegible] محمد احسن تارک روزگار مے بینم + اور یہ عقاید مذموم [illegible] خلافت [illegible] اور خیالات فاسدہ تو ایسے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی وفات بھی نعوذ باللہ منہ بے ایمانی کی حالت میں ہوئی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیونکہ [illegible] بشارت اسمہ احمد موافق مذہب خلافت کے ایسی ایمانیات ملی ہے اور دی گئی ہے کہ تمام دنیا کے علماء کو اس عقیدہ ایمانی کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔ تو پھر بحکم آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ کے اس پر ایمان لانا سب سے اول حضرت کو ہی ضروری تھا تو نعوذ باللہ حضرت اس ایمان سے محروم رہے اور دنیا سے گذر گئے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ یہ نوشلی کا ایک پھول تھا جو خلیفہ صاحب نے خود قرار دیا ہے۔ اور فی الحقیقت وہ سچ بھی ہے کیونکہ مجھ کو اس وجہ سے کہ وہ فرزند حضرت مسیح موعود کے ہیں بمقتضائے اپنے تحمل و کرم جبلی کے اس پھول کو اپنے سر پر پھینکنے کی ضرورت پڑی۔ ورنہ یاد رکھو کہ اس ظلم کے مقابل ایسا نہ ہو کہ شبلی کی دل پتھر پھینک مارے۔ اور میں اتمام حجت کے لئے آپکو اخبار الفضل ۲۸ الف جلد ایک مورخہ ۹ مئی ۱۹۱۴ء صفحہ ۳ کالم ۳ کی عبارت بھی یاد دلاتا ہوں کہ "دیکھو ایک بڑھے کو ایذا نہ دو ورنہ اس کی ایک ہی آہ عبرتناک انجام دکھا دے گی" الخ۔ خوب یاد رکھو غرضکہ اس رپورٹ کے جواب میں چند شعر بھی آپ کے مذاق طبع کے واسطے ہدیۃً پیش کئے دیتا ہوں۔ جو اتفاقیہ زبانی سے وارد ہوئے ہیں۔ اور وہ ایک استاد کامل کے شعر کی تضمین میں ہیں۔ وہی ہذا ؎

> حسن سبز بخط سبز مرا کرد اسیر
> دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم
> من دریں قصہ بیعت کہ باصرار شدم
> بے خبر بود م ازیں ۔ بہ گنہگار شدم
> حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
> دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم

---

[1] [illegible] [illegible]

ملہ سوق الدلیل علی وجہ یستلزم المطلوب ۱۲

توجوضرر و نقصان اُن کو پہنچ رہا ہے ہرگز نہ پہنچتا۔ کیا حضرت مسیح موعود جو حق پر تھے ان کو تمام دنیا کی مخالفت نے کوئی ضرر پہنچایا کلا و حاشا فرمایا حضرت اقدس نے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولےٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس کی قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

عبرت عبرت فاعتبروا یا اولی الابصار +

تنبیہ ششم

صرف یہی تین امر تمہارے دشمن ہیں اور احباب لاہور سعر ہیں سب تمہارے دوست ہیں۔ ہاں البتہ بعض فضائح و مخزیات اور عیوب دینی و دنیاوی جو تمہاری اجازت سے تمہارے حواشی پیدا کررہے ہیں۔ اور تم ان میں ان کے شریک حال ہو۔ انہی دشمنوں نے تم کو نقصان پہنچایا ہے۔ اور اگر رجوع نہیں کیا تو آئندہ آپ کو بہت نقصان ہوگا۔ مومن کی یہی شان ہے کہ جو اپنے دوسرے بھائی میں کوئی عیب اور نقصان دیکھے تو اس پر اس کو متنبہ کردے۔ المومن مراۃ المومنین کے یہی معنی ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے ؎

کو دشمن شوخ چشم و بے باک
کو عیب مرا بمن نماید
از صحبت دوستی برنجم
کو عیب مرا حسن نماید

ولیکن کیا کیجئے کہ بحکم ولاکن لاتحبون الناصحین کے تم کو یہ میری نصائح بیانتک بری معلوم ہوئیں کہ میرا وہ وظیفہ جو تا حیات خود حضرت اقدس کی انجمن کی طرف سے مقرر تھا۔ اس کے بند کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہو۔ اس قطعہ سعدی شیراز کو خوب یاد رکھو ؎

الا تا نشنوی مدح سخن گو
کہ اندک مایہ نفعے از تو دارد
اگر روزے مرادش بر نیاری
دو صد چنداں عیوبت بر شمارد

عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار +

تنبیہ ہفتم

میں عبدالدراہم والدنانیر نہیں ہوں کہ جو تمہاری ہر ایک بیجا بات کو ہاں حضور آپ کا حکم درست ہے۔ حضور بہت درست ہے۔ کہتا چلا جاؤں۔ یہ تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو عبدالدراہم والدنانیر کے مصداق ہوں جن کی نسبت حضرت نبی کریم نے کلام نبوت میں یہ بد دعا فرمائی ہے کہ تعس عبد الدرہم والدینار۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تنبیہ ہشتم

اگر تم کو یہ خیال ہے کہ میں پسر حضرت مسیح موعود اور مصلح موعود ہوں ہاں پہلے میرا بھی یہی خیال تھا۔ مگر آپ کو یہ خیال رکھنا بھی چاہئے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ اور وقوع پیشین گوئی میں بڑے بڑے اسرار ہوتے ہیں دیکھو پیشین گوئی جو مسیح موعود کی نسبت تھی۔ اس میں کیا کیا اسرار مخفی تھے۔ اور کس قدر اس میں دشواریاں اور مشکلات پیش آئی تھیں۔ جو اکثر علمائے سابقین اور علمائے لاحقین کی سمجھ میں نہ آئیں۔ کسی نے ان کا انکار کیا کسی نے ان کو مانا۔ اور ان گروہ خیالات واقع رکھے۔ جو بالکل وقوع میں نہ آئے۔ اور حضرت مسیح موعود نے اور خاکسار نے چہل حدیث مسک العارف وغیرہ میں تمام احادیثوں کی کیسی کیسی تاویلات کیں۔ اور وہی تاویلات صحیح قرار پائیں کہ التاویل ہما یؤول الیہ الشیئ الی اصل مرادہ بالاخرۃ۔ اس لئے آپ بھی خوب یاد رکھیں کہ اس پیشگوئی کی اصلی مراد صحیح نہیں معلوم کس طرح وقوع میں آوے گی۔ پس جس طرح وقوع میں آوے گی۔ وہی مراد اصلی ہوگی۔ نہ جو آپ کا خیال یقینی اور آپ کے حواشی کا خیال قطعی ہے۔ پس اس خیال کو بھی یقینی طور پر آپ اپنے ذہن میں قطعی طور پر جگہ نہ دیں۔ اور اس کے اوپر پورا بھروسہ نہ کریں۔ اور اس آیت کو بھی یاد رکھیں کہ ان اللّٰہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور اس کو یاد رکھیں کہ یمحو اللّٰہ ما یشاء ویثبت۔ اور پھر دیکھو ان آیات ذیل کی تفسیر کو کہ اگر اس پیشگوئی کے مسلمنا آپ ہی مصداق ہیں۔ تب بھی اللّٰہ تعالیٰ کے غناء ذاتی سے بڑا خوف کرنا چاہئے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ:۔ اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ ایضًا ولقد صدقکم اللّٰہ وعدہ اذ تحسونہم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما

تحبون۔ کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ایک ہی وقت میں اپنے وعدہ کو بھی پورا کردیا۔ اور بعد نافرمانی کے نافرمانی کا مزا بھی چکھادیا۔ عبرت عبرت عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اور اگر آپ کو کثرت جماعت اور کثرت خوشامدیوں کا خیال ہے تو پھر بڑی عبرت آپ کو حاصل کرنی چاہئے۔ نزار کی پیشگوئی الفضل میں آپ لکھ چکے ہیں۔ آپ کی نہ جماعت اس کے برابر اتنی کثیر ہے۔ اور نہ آپ کے پاس کچھ خزانہ ہے۔ اور نہ کوئی قوت ملکی ہے۔ پس دیکھو ایک تھوڑی سی مدت میں نزار کا کیا حال زار ہوگیا۔ پس انسان کو لازم ہے کہ کسی اپنی قوت اور طاقت پر گھمنڈ نہ کرے۔ مگر آپ کو اب تک ان مسائل ثلاثہ میں بڑا ہی انہماک ہوتا چلا جاتا ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت فاعتبروا یا اولی الابصار!

تنبیہ نہم

روحانیات میں تو متشابہات و اسرار ہوتے ہی ہیں۔ لیکن خود جسمانیات میں بھی بڑے بڑے اشتباہ واقع ہو جاتے ہیں۔ دیکھو دروازہ کے بند کرنے کی بھی آواز ہوتی ہے۔ اور کھولنے کی حالت میں بھی آواز آتی ہے۔ پس چاہئے کہ جو بند ہونے کی آواز ہے اُسکو دروازہ کھولنے کی آواز مت خیال کرو۔ اور یہاں پر تو ان دونوں آوازوں میں بڑا مابہ الامتیاز بھی ہے۔ کہ آپ کی بیعت سے اکثر مبایعین توبہ کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر جماعت لاہور میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کیا کوئی آپ کے حواشی میں ایسا نہیں موجود جو ان دونوں آوازوں میں تمیز کر سکے قال الشاعر؎

تفاوت است میان شنیدن من و تو
تو لبستن در و من فتح باب مے شنوم

مگر مجھکو افسوس آتا ہے کہ آپ کے حواشی میں سے کسی کو بھی مابہ الامتیاز معلوم ہوتا ہوا نہیں معلوم ہوتا۔ عبرت عبرت عبرت فاعتبروا یا اولی الابصار!

تنبیہ دہم

اہل عقل کے نزدیک ان دونوں فریقوں میں ایک بہت بڑا مابہ الامتیاز یہی ہے۔ کہ قدرت ثانی کی جو پیشگوئی حضرت اقدس کی ہے۔ اگر ذی عقل اُس پر غور کریں گے۔ تو حق و باطل بخوبی سمجھینگے۔ مختصر یہ ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے جو کشفی معنے حضرت اقدس نے لکھے ہیں اُن پر غور کرنے سے حق و باطل واضح ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر انگریزی مولوی درمیان یورپ وغیرہ کے کس کے ہاتھ سے شائع ہوئی۔ قرآن مجید چونکہ ایک آفتاب روشن دین اسلام کے لئے ہے۔ اُس کا طلوع یورپ میں آپ کے حواشی سے نہ ہو سکا۔ اور جنکو آپ دشمن سمجھتے ہیں۔ انہی کے واسطہ سے یہ آرزو حضرت اقدس کی پوری ہونی شروع ہوگئی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ آپ کی طرف سے تو اب تک دو پارہ بھی شائع نہ ہو سکے پس اسی پر لفظ قدرت کا بھی صادق آسکتا ہے اور مفہوم ثانویت کا بھی اسی پر صادق ہو سکتا ہے۔ لاغیر۔ کیونکہ ہندوستان وغیرہ میں تو وہی قدرت اول کام کر رہی ہے۔ ہاں یورپ وغیرہ میں کہہ سکتے ہیں کہ قدرت ثانی ہے۔ جو بذریعہ اشاعت تفسیر قرآنی کے ظہور میں آئی۔ لاغیر۔ ایک وسیع مسجد موسومہ ووکنگ کی کس کی تولیت میں ہے آپ کے پاس تو ابھی تک کوئی چھوٹا سا قطعہ بھی آپ کی ملکیت تولیت میں نہیں آیا۔ نماز ہائے پنجگانہ کی جماعت کس کے ہاتھ کی وساطت سے قائم ہو رہی ہے۔ خطبہائے عیدین اور جمعوں کے مسجد ووکنگ میں پڑھکر کون تمام دُنیا میں اُن کو شائع کر رہا ہے۔ جو عین آرزو حضرت اقدس کی تھی۔ لیکن آپ جو اس آرزو کو پورا نہ کر سکے اور نہ اُس کشف کو پورا کر سکے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ حضرت اقدس خطبہ پڑھتے وقت سفید پرندوں کا شکار کر رہے ہیں۔ رسائل براہین سیترہ وام الالسنہ وغیرہ جو حضرت اقدس کی بہت آرزو بھی تھی۔ اور اُن کے لئے دُعا بھی کی تمام دنیائے یورپ میں کون شائع کر رہا ہے۔ ماہوار رسالہ اسلامک ریویو انگریزی وارد و تمام دنیائے یورپ وغیرہ میں جس میں معارف قرآنی و دین اسلام کے حقائق مندرج ہوتے ہیں وہ کس کے ذریعہ سے شائع ہو رہے ہیں۔ ہر ماہ میں چند یورپین داخل اسلام جو ہوتے ہیں وہ کس کی وساطت سے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جن کی تعداد قریب دو صد کے ہوگئی ہے۔ ہاں حرص نفسانی سے آپ بھی کوشش کر رہے ہیں لیکن اُس کے ساتھ توفیق رفیق نہیں ہوتی۔ بموجب مذہب حضرت اقدس کے جو شخص ان طلوع الشمس من مغربہا کی سعی و کوشش کے لئے یورپ میں جاویگا۔ تو وہ حضرت کی ہی ایک شاخ ہوگا۔ اور اصفیا میں سے شمار ہوگا۔ اور اگر اُس کی موت وہاں آجاویگی تو وہ شہید ہوگا۔ پس وہ کون شخص ہے۔ بینوا و توجروا۔ ان سب کے جوابوں میں آپ کے حواشی ضرور یہ کوشش کرینگے۔ کہ چند اعتراض و نکتہ چینیاں ان اصفیا و شاخہائے حضرت اقدس کی نسبت الفضل میں شائع ضرور کریں گے۔ مگر ایسے اعتراضوں و نکتہ چینیوں سے کوئی ضرر دفع پیشنگوئی حضرت اقدس کو آپ نہیں پہنچا سکتے اور نہ منسوخ یہ

بازی اور کثرت جماعت سے یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی طرف سے تو یہ آواز شائع ہو رہی ہے۔ جو خود قرآن میں موجود ہے۔ ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ حتی ینفضوا۔ جس خوف سے آپ کے حواشی جو مصداق عبدالدرہم والدینار کے ہیں آپ کے خوف سے ایسی رپورٹیں سناتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ خاکسار کو بڑے زور شور سے یہ آواز آرہی ہے۔ وللّٰہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون۔ آپ کے حواشی کو یہ آواز آرہی ہے۔ کہ ؎

قدغن ہے کہ اس کوچہ میں کوئی جانے نہ پاوے
اور جانے اگر پاوے تو پھر آنے نہ پاوے

قال اللّٰہ تعالیٰ۔ یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ مگر خاکسار کو یہ آواز آرہی ہے وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لایعلمون۔ الحاصل آپ جو بار بار ان لوگوں کو جنہوں نے بفضل اللّٰہ تعالیٰ قادیان میں بڑی بڑی جانفشانی اور محنتوں اور انفاق اموال سے تمام مدات آمد و خرچ انجمن اور صیغہ ہائے انجمن قائم کئے ہیں۔ دشمن دشمن پکار پکار کر کہہ رہے ہیں مگر وہ تو دشمن نہیں بلکہ آپ کے دوست ہیں۔ اور پھر اس بارہ عداوت میں اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اُس کو میں بار بار لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں قال اللّٰہ تعالیٰ ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب۔ عبرت عبرت عبرت فاعتبروا یا اولی الابصار +

تنبیہ یازدہم

پارہ اوّل کی تفسیر انگریزی واردو میں جو آپ کی طرف سے لکھی گئی ہے اُس میں آخرۃ سے مراد حضرت اقدس مسیح موعود کی وحی اور الہام مراد لیگئی ہے۔ جب اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ قواعد نحو سے یہ جائز نہیں کیونکہ آخرۃ کا لفظ جو صفت ہے۔ مؤنث ہے پس اس لئے موصوف بھی اس کا مؤنث ہونا چاہئے جیسا کہ کشاف و تمام مفسرین نے لفظ آخرۃ کے موصوف کو لفظ دار جو لفظ عربی مؤنث ہے لکھا ہے۔ اور موصوف صفت کے درمیان میں مطابقت کا ہونا درمیان تذکیر و تانیث کے واجب ہے۔ یعنی بالدار الآخرۃ ھم یوقنون۔ تو اس پر کہا جاتا ہے کہ تم حضرت خلیفہ فضل عمر پر اعتراض کرتے ہو۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ان غالیوں کے نزدیک فضل عمر کے وقت میں تمام علوم معطل و بیکار ہو گئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ +

تنبیہ دوازدہم

ایک دوست جو بڑے مدعی علم و فضل کے ہیں اور پیشہ وکالت کا بھی کرتے ہیں۔ خاکسار کے رسائل وغیرہ کا یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ تم تو چھپے ہوئے دشمن مسیح موعود کے نکلے۔ کجا مضامین مبرہن بدلائل کتاب و سنت و اجماع امت و مؤید بعبد اقوال حضرت مسیح موعود اور کجا ایسے خادم قدیم کا چھپا ہوا دشمن ہونا۔ جس کی نسبت مسیح موعود اُسکو اور اُس کی کتابوں کو حقیقۃ الوحی نشان ۱۴۸ میں اپنی صداقت کا نشان ٹھیراتے ہیں شرم شرم۔ شرم۔ فاعتبروا یا اولی الابصار +

تنبیہ سیزدہم

ایک سکریٹری صاحب لکھنو کے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا رسالہ القول المجید چونکہ دہلی میں طبع ہوا ہے۔ اور قادیان میں طبع نہیں ہوا۔ اس لئے ہماری جماعت اسکو نہیں خرید سکتی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ کہ یہ اوہام پرستی حالانکہ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ایسی آزادی عنایت فرمائی ہے کہ اہل الرائے مجاز کر دئے گئے ہیں کہ قوانین گورنمنٹ عالیہ پر بھی جائز نکتہ چینی کر کر ان کی اصلاح کرائیں۔ اور کوئی حکم صراحتًا یا حکمًا یا اشارۃً ایسا جاری نہیں ہوا۔ کہ دار السلطنت کے غیر شہر میں کوئی کتاب طبع ہو۔ اور اُسکو کوئی نہ خریدے۔ اور نہ مطالعہ کرے۔ پس یہ افراط ان حواشی فضل عمر صاحب کا اگر بڑا غلو در غلو نہیں ہے۔ تو اُس کو اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ بینوا و توجروا۔ عبرت عبرت عبرت! فاعتبروا یا اولی الابصار!

تنبیہ چہاردہم

ایک ہمارے دوست غالی جو سب سے زیادہ اکمل ہیں۔ وہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ رسالہ قول مجید وغیرہ کا طبع ہونا بغیر اجازت حضرت خلیفہ فضل عمر کے نہیں چاہئے تھا۔ افسوس صد افسوس کہ صحابہ بھی مجاز تھے کہ وہ رسول مقبول صلعم کے روبرو اپنی رائے دستورہ پیش کریں اور خود رسول کریمؐ کو بتاکید حکم آیا ہے۔ وشاورھم فی الامر۔ اور ایک سورہ قرآن مجید میں اب تک موجود ہے۔ جس کا نام سورہ شوریٰ ہے۔ لیکن جناب فضل عمر کی خلافت میں یہ سب احکام قرآن منسوخ ہو گئے۔ عبرت! عبرت! عبرت!!!

فاعتبروا یا اولی الابصار!!!

تنبیہ پانزدہم

بڑے بڑے اکابر صحابہ اور مجتہدین امت نے اکثر مسائل میں بعد معلوم ہو جانے دلیل کے رجوع کیا ہے۔ دیکھو ہمارے رسائل تحفہ مدراس وغیرہ کو۔ لیکن جناب فضل عمر کے قلم سے یا زبان سے جو بات نکل چکی ہے۔ جیسا کہ اسمہ احمد ہے کیا ممکن ہے۔ کہ اس سے رجوع کیا جاوے۔ کیونکہ شان فضل عمری کے خلاف ہے۔ عبرت! عبرت! عبرت!!!

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ لیکن یاد رہے کہ ایسے متعصب اور خود پسند بہت لوگ گزرے ہیں اور آئندہ بھی ہونگے۔ لیکن واما الزبد فیذھب جفاء۔ واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض ٭

تنبیہ شانزدہم

حضرت فضل عمر صاحب جس قدر مخالفت کرنا چاہیں حضرت مسیح موعود کی مخالفت کر لیں۔ تو کچھ باک نہیں۔ حتیٰ کہ ان کی لعنت کے اس طرح ہر دو ٹکڑے بھی کر دیویں۔ کہ ۱۹۰۲ء کے قبل کی کتابیں قابل استدلال نہیں وکذا وکذا کیونکہ فضل عمر ہیں۔ اور پسر مصلح موعود ہیں۔ لیکن کوئی دوسرا ایسا خادم قدیم حضرت کی کتابیں اور خود اسکو اور اس کے رسائل کو الہام سے ایک نشان صداقت کا حضرت نے اپنے لئے فرمایا ہے۔ اگر وہ حضرت کے اقوال سے بھی تمسک کر کے حضرت کا یہ قول لکھے۔ کہ سہ

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

تو یہ حضرت کے اقوال سے تمسک کر کے الا بھی مسیح موعود کی وقعت پر حملہ کرتا ہے۔ وکذا وکذا۔ شرم! شرم! شرم!

فاعتبروا یا اولی الابصار ٭

تنبیہ ہفدہم

بے ضابطگیاں انجمن کا یہ حال ہے۔ کہ وظیفہ خواروں یتامےٰ اور طلباء کے وظائف محض بے ضابطہ خلاف قواعد بند کئے جاتے ہیں۔ اور محض مخفی طور پر بغیر ایجنڈا کے نوٹس میں لائے ہوئے تخفیف کئے جاتے ہیں۔ اور جو کسی خادم قدیم کا وظیفہ بنظر اس کی قربانیوں اور فضائل علمیہ کے تاحیات مقرر ہوا ہے۔ اس کے بند کرنے میں کوشش کی جاتی ہے۔ قصور صرف یہ کہ اس نے خلاف رائے حضرت فضل عمر کے اپنے مضامین میں ناصحانہ پرائیویٹ خطوط بھی لکھے۔ اور بالآخر دشمنوں کے مکان میں واسطے علاج مرض فالج کے چند روز تک مقیم رہا۔ اس لئے وظیفہ اس کا بند کیا جاوے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت!!

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ افسوس کہ ایں امانت شد قیامت شد۔

تنبیہ ہشدہم

وہ دلائل جن سے اسمہ احمد کی پیشین گوئی نبی کریمؐ کے لئے ہرگز نہیں ہو سکتی اور صرف حضرت مرزا صاحب ہی کے لئے ہونے کے ثبوت میں دئے گئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں۔ جو ذیل کے ثبوت ہیں۔ کہ اطفال مکتب بھی اس پر مضحکہ اڑا رہے ہیں۔ جیسے منجملہ ان کے ایک یہ ثبوت ہے کہ غلام احمد کی ترکیب کسی قاعدہ اور کسی زبان سے درست نہیں ہو سکتی نہ غلام احمد اور نہ احمد غلام۔ اس لئے یہ نام صحیح نہیں ہو سکتا۔ فقط نام آپ کا احمد ہی رہا۔ اس لئے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشین گوئی کے صرف آپ ہی مصداق ہیں۔ نہ نبی کریم۔ الوار خلافت سہ

بریں عقل و دانش بباید گریست

یہ قدر ہے اس قرآن مجید کی جس کی شان ہے۔ کہ لو انزلنا

ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ۔ افسوس تفسیر قرآن مجید کو ایک [illegible] اطفال قرار دے رکھا ہے۔ عبرت! عبرت! عبرت! فاعتبروا یا اولی الابصار ٭

تنبیہ نوزدہم

اثبات نبوت مطلقہ حضرت مسیح موعود میں وہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں جو اوھن عن عنکبوت ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے دیکھو حدیث میں موجود ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ حالانکہ اول تو یہ حدیث ہی ضعیف ہے۔ اور اگر ہم نے واسطے حزب تکفیر مخالفین کے واسطے اثبات نبوت جزوی کے جو امت محمدیہ میں قیامت تک رہے گی پہلے کسی رسالہ میں لکھا بھی ہے۔ تو ایسی حدیث ضعیف سے نبوۃ مطلقہ باکامل اور حقیقی حضرت مرزا صاحب کی جو مخالف نصوص بینہ قرآنی اور احادیث صحاح کے ہے اور پھر صحابہ کرام سے لیکر حضرت مسیح موعود تک کے اجماع کے بالکل خلاف ہے کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔ پھر اس حدیث سے ہی امکان نبوت بعد خاتم النبیین کے ثابت کر کر یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نبی حقیقی اور رسول حقیقی تھے۔ کہ لو عاش ابراھیم من النبی صلعم لکان نبیا صدیقا۔ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اس میں بھی حرف لو موجود ہے جو دونوں مقدموں کی انتفا پر دلالت کرتا ہے۔ پھر دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ لو قدر ان یکون بعدہ نبی لکان ابو نعیم۔ غرضیکہ اثبات ایسے مسئلہ دقیق کے لئے کہ جس کے انکار سے انسان ابدی جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے جان توڑ کوشش کر رہے ہیں و انی لھم دلائل اس پر علاوہ یہ کہ ہم نبوت جزئی اور بروزی۔ مجازی یا لغوی رسالت کا کب انکار کرتے ہیں جو خواہ مخواہ عداوت قائم کی جاتی ہے۔ دوسرے اس پہلی حدیث میں لفظ کان کا موجود ہے۔ جو تشبیہ کیلئے آتا ہے۔ تیسرے اس میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی کیا تخصیص ہے حضرت نبی کریم کی امت میں لاکھوں کروڑوں علماء کانبیاء گزر چکے اور ایسے انبیاء تو لاکھوں قیامت تک ہوتے رہینگے۔ چوتھے کسی کی نبوت حقیقی کے ثبوت کے لئے دلائل قطعیہ چاہئیں۔ کہ جن کے انکار سے انسان جہنم ابدی میں داخل ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا ابدا اولئک ھم شر البریۃ۔ پھر افسوس بینہ کتاب وسنت کے علاوہ ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد آپ کے کوئی نبی نیا یا پرانا ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھو رسائل ہمارے۔ پھر ایسے مسئلہ دقیق کے لئے ایسے دلائل واہیہ سے تمسک کرنا چہ معنے دارد۔ شرم شرم۔ شرم۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ٭

تنبیہ بستم

بعض روایات سے حضرت نبی کریمؐ کے بعد نبی کے وجود کو امکاناً ثابت کر کر کہنے لگتے ہیں کہ بس حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ ان بیچاروں کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی شئے کے امکان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ واقع بھی ہو جاوے۔ لفظ شمس کے لئے ممکن ہے کہ دوسرے شمس کے وجود کا بھی امکان ہو۔ مگر موجود نہیں ہے۔ خاصکر جبکہ خود حضرت مسیح موعود نے جیسا کہ ہم نے اپنے بعض مضامین میں ثابت کر دیا ہے خود حضرت کے یکصد اقوال سے کہ آپ نے ہرگز ہرگز دعوے نبوت حقیقی یا کامل کے ہونے کا نہیں کیا سہ

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ نبی کو اپنی نبوت اور رسالت پر سب سے اول ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کا مذہب اخیر حیات تک یہی رہا۔ کہ من نیستم رسول الخ۔ پس ان غالیوں کے مذہب سے نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اس ایمان سے محروم ہو کر دنیا سے گذر گئے۔ ثم نعوذ باللہ منہ۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

سید محمد احسن از امروہہ۔ شاہ علی سرائے۔
بقلم سید محمد یعقوب۔

امرتسری مقدمہ فسخ نکاح

اس سے پیشتر اس مقدمہ کا جو امرتسر میں کسی شخص کے میاں صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس کی بیوی نے فسخ نکاح کے لئے دایر کر رکھا ہے۔ اس قدر حال لکھا جا چکا ہے۔ کہ بعض منکر مولویوں نے مذہبیہ [illegible] سے لطف [illegible] حضرت مسیح [illegible]

بقول اہلحدیث ۱۹؍ اپریل کو مدعا علیہ کی طرف سے شہادت تھی سنا گیا پانچ گواہ ان کے آئے جن میں سے دو بیرسٹر ایک وکیل مولوی [illegible] بدر الدین بیرسٹر سیالکوٹ بیرسٹر مہاجر بیرسٹر لائلپور۔ میاں حفیظ اللہ وکیل امرتسر ان تینوں کا بیان تھا کہ ہم احمدی نہیں۔ مگر ہم نے مرزائیوں کو مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہم بھی ان کے پیچھے پڑھ لیا کرتے ہیں۔ ہم ان کو مسلمان جانتے ہیں۔ جرح میں اقرار کیا کہ ہم مرزا صاحب کی تصنیفات اور مفصل عقائد سے واقف نہیں یہ بھی کہا کہ بعد پیغمبر اسلام علیہ السلام کے نبوت کا دعوے کرنا برا ہے۔ مسٹر محمد اکبر نے تو یہ بھی کہا کہ نبوت کا مدعی بیوقوف ہے۔ ان کے بعد مولوی اسحاق قادیانی مرزا صاحب کے سالے آئے جنہوں نے اسلام اور غیر مرزائی کے کفر کی شہادت دی۔ جرح میں اقرار کیا کہ اگر کوئی احمدی احمدیت سے پھر جائے تو اس کی احمدی بیوی علیحدگی کے لئے عدالت میں چارہ جوئی کرے۔ تو کھلے لفظوں میں کہا کہ مرزا صاحب نبی ہیں جو ان کو نہ مانے وہ کافر ہے حدیث پیش ہوئی کہ آنحضرت نے حضرت علی کے حق میں فرمایا ہے تو میرے نزدیک ہارون کی طرح ہے الا انہ لا نبی بعدی۔ اس کا ترجمہ بقلم خود لکھ کر دیا کہ اے علی تو میرے بعد نبی نہیں ہے۔ ہر چند پوچھا گیا تو کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ جواب دیا اسلوب کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

مولوی سرور شاہ قادیانی نے مرزا کو نبی کہا۔ اور غیر احمدیوں کو کافر اور مسلمان دونوں کہا۔ کافر تو اس لئے کہ نبی کے حکم سے منکر ہیں۔ مسلمان اس لئے کہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ غیر احمدیوں سے رشتہ نکاح کرنا یا نماز پڑھنا خواہ بچہ ہی ہو منع بتلایا۔ مگر احمدی کے غیر احمدی بن جانے پر اس کی احمدی بیوی کو علیحدگی کا فتوےٰ نہیں دیا۔ بحث کے لئے ۲۱؍ اپریل مقرر ہوئی ہے۔

تعجب ہے جن وجوہات پر فسخ نکاح کا دعوےٰ کیا گیا ہے ان کو خود گواہان مدعا علیہ کی شہادت ثابت کر رہی ہے جب بقول مذکورہ بالا خود مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور ان کے تمام نہ ماننے والے خارج از اسلام ہیں۔ تو پھر یہ مقدمہ کس [illegible] کر رکھا ہے۔ پھر تو مدعیہ کا دعوےٰ صحیح ہے نکاح فسخ [illegible] عذر ہو سکتا ہے۔ ایک کافرہ عورت کا نکاح کسی مومن [illegible] جائز ہے۔ بالخصوص جبکہ بالمقابل بقول میر اسحاق کسی [illegible] خارج از جماعت ہو جانے پر اس کی احمدی بیوی علیحدگی [illegible] میں چارہ جوئی کر سکتی ہے۔ مولوی سرور شاہ صاحب [illegible] آتا ہے کہ انہوں نے تمام دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتے ہوئے [illegible] احمدی کے غیر احمدی بن جانے پر علیحدگی کا فتوےٰ نہیں دیا [illegible] نزدیک ایک مومن عورت کا نکاح ایک کافر سے رہ سکتا ہے محمودی مولویوں کی شان مولویت اول تو آپس میں ہی [illegible] ایک کچھ کہتا ہے۔ اور دوسرا کچھ۔ اور پھر کفر و اسلام [illegible] دینے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اتنا نہیں سوچتے کہ [illegible] ہیں۔ اور اس کے عواقب و نتائج کیا ہونگے۔ مولوی [illegible] نے خلیفہ رشید الدین صاحب کی رعایت ملحوظ رکھی [illegible] شمس الدین صاحب مرحوم کی کیونکہ یہ دونوں اپنی لڑکیاں [illegible] چکے ہیں۔ میاں صاحب نے بھی آج تک ان کے ساتھ [illegible] رکھی ہے گو سمجھ نہیں آتا کہ انکے اعتقادات کے یہ کہاں تک مطابق [illegible] ایک طرف دوسرے مسلمانوں میں لڑکی بیاہنے والا بھی [illegible] ہے۔ دوسری طرف جواینا کرتے ہیں ان پر یہ عتاب وارد نہیں [illegible] سرور شاہ صاحب نے کہاں تک بھی آزادی دے دی کہ اگر کوئی [illegible] سے منحرف بھی ہو جائے تو نکاح ویسے کا ویسا ہی قائم رہتا [illegible]

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

الغرض ان سروں نے جو کچھ کہا۔ جن باطل اعتقادات کو بیان [illegible] حضرت مسیح موعود کی پوزیشن پر حملہ کیا۔ اور حدیث نبوی [illegible] کی سعی کی۔ اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کے کیا کہا [illegible] اس قسم کے مقدمات ہر جگہ قائم ہو رہے ہیں کثیر کے [illegible] حال ہی اس سے پیشتر سنا جا چکا ہے۔ اب امرتسر کے [illegible] بہاولپور سے بھی کسی ایسے مقدمہ کی خبر آئی ہے۔ جو سب [illegible] کے عقاید کا نتیجہ ہے ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یک شنبہ ۲۹ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰۶

مولوی صدر الدین صاحب اور منشی بلال نور احمد

(از قدوائی)

جب کبھی مورخین برطانوی جزائر میں اسلام کی تاریخ لکھیں گے تو حضرت مولوی صدر الدین کا نام اسلام کے شیدائیوں کی صف اول میں لکھا جائے گا۔ مولینا صدر الدین صاحب مئی ۱۹۱۴ء میں ووکنگ پہنچے تاکہ خواجہ کمال الدین صاحب کی جگہ جن کے سر پہ برطانوی جزائر میں تبلیغ اسلام کا جھنڈا گاڑنے کا سہرا ہے تبلیغ کا کام سنبھالیں۔ مولوی صاحب کا انتخاب خواجہ صاحب کی جگہ ایک بینظیر کامیابی کا موجب ہوا۔ خواجہ صاحب اس سے بہتر ہاتھوں میں اپنے قیمتی کاموں کو نہ چھوڑ سکتے تھے۔ اور اس انتخاب میں حکمت الٰہی کا ہاتھ تھا۔ جب مولینا صدر الدین صاحب ولایت میں تشریف لائے تو وہ یہاں کے لوگوں کے اطوار اور عادات سے بہت حد تک ناواقف تھے۔ اور اس لئے بہ نسبت اس کے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں ہردلعزیزی حاصل کریں جس کی ضرورت ایک مبلغ کو ہے یہ اندیشہ زیادہ قوی تھا کہ وہ ان کے حالات میں غلط فہمی کا شکار ہوں۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رفیق کار خواجہ کمال الدین کی طرح یہ خدمت بڑی بھاری قربانی اور اپنے فواید کا ایثار کر کے محض اللہ کی خاطر اپنے ذمہ لی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی نصرت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب قریباً اڑھائی سال بعد وہ یہاں سے رخصت ہونے لگے۔ تو برطانوی، مصری اور ہندوستانی مرد عورتیں اور بچے جو گردو درگردہ ووکنگ سٹیشن پر ان کو رخصت کرنے کے لئے جمع ہوئے سب کے سب ان کی جدائی کا درد محسوس کر کے زار زار رو رہے تھے +

ان کی اس بینظیر ہردلعزیزی کا راز یہ تھا کہ اگرچہ مولوی صدر الدین صاحب یورپ کے آداب سے ناواقف تھے مگر وہ آداب اسلامی کے خوب واقف تھے۔ اور انہوں نے کوشش کی کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملات میں اس سید البشر کی پیروی کریں جس کو خدائے عظیم کی طرف سے صاحب خلق عظیم کا پر عظمت خطاب ملا تھا۔ بیشک مولوی صدر الدین صاحب کی ہردلعزیزی کی جو انہوں نے اس قدر قلیل عرصہ میں حاصل کر لی وجہ سوائے اس کے کوئی نہ تھی کہ آپ نے اس قابل ستایش انسان کے اخلاق حمیدہ سے فایدہ اٹھایا۔ جس کا نام نامی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو تمام قوموں کے لئے قابل ستایش انسان ہے۔ جو مشرق کا بھی نبی ہے اور مغرب کا بھی نبی ہے۔ جو ساری مخلوقات کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ جو غیر مسلموں کا بھی لالامین ہے جو اول المومنین اور اول المسلمین ہے۔ یہی راز مولوی صدر الدین صاحب کی اجنبیوں میں ہردلعزیزی کا تھا۔ ان کی روانگی کے وقت سب طرف سے یہ آواز سنی جاتی تھی۔ کہ برطانیہ کے لوگ انکی عدم موجودگی کو بہت محسوس کرینگے اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلام کی تربیت اور تہذیب بھی عالمگیر ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بڑے ہردلعزیز انسان تھے پس لئے جو کوئی شخص صحیح معنے میں مسلم ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے وہ ہر سوسائٹی میں سب سے اعلےٰ درجہ کا جنٹلمین ہوگا خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ چونکہ مولوی صدر الدین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی اس لئے باوجود مقامی حالات کی ناواقفی کے وہ مغربی لوگوں میں ہردلعزیز ہوگئے۔ ان کا وعظ لفظوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنی عملی زندگی میں اپنے وعظ کی صداقت کا ثبوت دیا۔ جو کچھ وہ موعظہ سے اسلام کی تائید میں کہتے تھے۔ اسپر خلوص دل اور سچے جوش سے خود بھی ایمان رکھتے تھے۔ اس لئے ان کا وعظ بہت موثر ہوا اور ان کو برطانوی مسلمانوں کی تعداد میں بیش بہا اضافہ کی بینظیر کامیابی ہوئی۔ ان کی اپنی فیاض طبیعت ان کی منکسر المزاجی ان کی ہمدردی ان کی ملنساری ان کی اپنے مذہب اور ہم مذہبوں کے ساتھ ہمدردی۔ یہ وہ باتیں تھیں جنہوں نے انہیں ایک کامیاب واعظ۔ دوست اور رہنما دار بنایا۔ وہ لوگ جو ان کے کام پر آئیں ان کو چاہئے کہ ان کے طرز عمل سے فایدہ اٹھائیں اور ان کے نمونہ کی پیروی کریں۔ اور مغربی اقوام کے سامنے ایک سچے مسلم کی زندگی کا صحیح نمونہ پیش کریں۔ اسلام ایک عملی رنگ کا مذہب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہر تفصیل کا دنیا کو علم ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ نے ہمارے لئے ایک قیمتی مثال چھوڑی ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ مشکل نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اسلام کی پیروی کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق حاصل کریں۔ یورپ میں زندگی بہت خود غرضی کی مادی اور غیر ہمدردانہ ہوگئی ہے۔ اس میں انسانیت کا عنصر بہت کم ہوتا جا رہا ہے۔ اکثر اوقات ایک شخص کو اپنے ہمسایہ کے نام کا بھی علم نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ اس کی مصیبت میں اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ یا اس کے کسی کام آئے جو کچھ میل جول کے اخلاق ہیں وہ اکثر حالات میں محض سطحی ہوتے ہیں۔ وہ گہری ہمدردی جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے حقیقی طور پر ملا سکتی ہے وہ عموماً معدوم ہے۔ اکثر اوقات نہایت قریبی رشتہ داروں میں بھی زندگی کے حالات میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک دولت سے مالامال عیش و آرام میں زندگی بسر کر رہا ہے تو دوسرا ذلیل مفلسی کی حالت میں پڑا ہوتا ہے اور اس کی عملی ہمدردی کا خیال تک بھی کہیں نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ اہل یورپ کی زندگی کے روشن پہلو بھی ہیں۔ ان میں خوبیاں بھی ہیں مگر تاریک پہلو بھی ضرور ہیں۔ مشرق مغرب سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے مگر مغرب بھی بہت کچھ مشرق سے سیکھ سکتا ہے۔ یہ مشرق سے ہی تھا ہاں اسی مشرق سے جو ایک مسلم ہے کہ مغرب نے اپنا مذہب سیکھا۔ مگر بدقسمتی سے مذہب کے لینے میں مغرب ایک غلط فہمی میں مبتلا ہوگیا۔ اور اس سچے مذہب کو بگاڑ دیا گیا۔ اور اپنی تہذیب بھی مغرب نے درحقیقت مشرق سے ہی حاصل کی ہے۔ یعنی اسلامی مشرق سے مگر اس میں بھی بہت سے نقصان رساں اجزا شامل کر دیئے گئے۔ چاہئے کہ مسلمان پھر حقیقی تہذیب کا نمونہ اس ملک کے لوگوں کے سامنے پیش کریں وہ تہذیب جو اپنے اندر روح اور دل رکھتی ہو وہ ترقی جو مادی اور اخلاقی دونوں رنگ میں ہو۔ محض لفظوں کا وعظ بیان کچھ فایدہ نہ دے گا۔ جس چیز کی ضرورت ہے وہ نیک نمونہ ہے۔ انسانی فطرت کا علم انسانوں کی ہدایت کے لئے نمونہ طلب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم یسوع مسیح کی نسبت بہت زیادہ کامیاب ہوئے مسیح کے پیروؤں نے انہیں خدا بنا لیا۔ ایسے مقام پر پہنچایا جہاں خود نہیں پہنچ سکتے۔ اب وہ ان کے لئے نمونہ نہ رہا۔ مسیح کو خدا بنانا محض ایک قوم پرستی ہی نہ تھی محض ایک ناقابل قبول بت پرستی ہی نہ تھی محض ایک نامناسب انسان پرستی ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کا سب سے بڑھ کر یہ نقصان ہوا کہ یسوع مسیح کے وعظ کی جو اصل غرض تھی وہی اس کے ساتھ مفقود ہوگئی۔ اس کا اس زمین پر آنا محض بیہودہ ہوگیا۔ جب اس کے متعلق یہ اعتقاد ہوگیا کہ کوئی بشر اس کی پیروی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بشر نہ تھا بلکہ خدا تھا۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ رہا ہے کہ آپ بشر تھے اور بشری رہے۔ مسلمان جانتے ہیں کہ آپ کی پیروی کر سکتے ہیں۔ آپ کے اخلاق سے فایدہ اٹھا سکتے ہیں۔ آپ کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں۔ انسان میں جو اعلےٰ سے اعلےٰ وصف پایا جا سکتا ہے ان تمام اوصاف کا اسوہ حسنہ نیک اور کامل نمونہ ان کو آپ کی زندگی میں ملتا ہے۔ آپ نے زمانہ کی ریت پر نہایت نمایاں اور نہ مٹنے کے قابل نقش قدم چھوڑے ہیں۔ اگر مولوی صدر الدین ان نقشوں پر چل سکتے ہیں تو دوسرے بھی چل سکتے ہیں۔ جو کوئی اس مبارک نقش قدم پر چلیگا وہ ہردلعزیز ہو جائیگا۔ اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں ہو جائے گی +

مولوی صدر الدین صاحب انگریزی زبان کے اچھے ماہر تھے۔ ہندوستان میں بھی ان کے تعلقات یوروپین افسروں سے رہے تھے۔ پگڑی کو الگ کر کے باقی لباس وہ یوروپین طرز کا رکھتے تھے مگر ان کے رفیق بلال نور احمد ٹوٹی پھوٹی انگریزی جانتے تھے۔ وہ ہندوستانی لباس پہن کر ووکنگ کے بازاروں میں پھرتے تھے۔ ان کو یہ بات سمجھ میں ہی نہ آتی تھی کہ کسطرح کوئی شخص نری مادیت کا قایل ہو سکتا ہے ان کو رویا اور مکاشفات بکثرت ہوتے تھے۔ اور وہ ان کو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں ان انگریزوں کے سامنے جو مسجد کی زیارت کے لئے آتے تھے بیان کیا کرتے تھے۔ ان میں سے بہت سے جو مادہ پرستی میں غرق تھے ان کی گفتگو پر ہنسا کرتے تھے۔ وہ ان کی گفتگو کی طرف سے بالکل نا آشنا تھے۔ مگر ووکنگ کے سارے قصبہ میں ایک بھی آدمی ایسا نہ تھا۔ جو بلال نور احمد مشہور بہ منشی جی ما کو جانتا ہو اور پھر ان سے محبت نہ کرتا ہو۔ باوجود اس کے کہ ان کا لباس اس کے نزدیک عجیب و غریب ان کی انگریزی ٹوٹی پھوٹی گفتگو ناآشنایانہ تھی۔ جب وہ بازار میں نکلتے تھے تو چھوٹے بچے بجائے اس کے کہ ان کے غیر معروف لباس کی وجہ سے ان پر ہنسیں یا ان کو دق کریں اسلامی سلام کے ساتھ ان کو ملتے تھے یعنی السلام علیکم کہتے تھے۔ جو انہوں نے خود ہی ان کو سکھا دیا تھا۔ ان کی بلند آواز جب وہ نماز کے لئے پکارتے تھے جس نے ان کے لئے بلال کا نام خاص کر دیا۔ مسجد کے زائرین کے لئے ایک دلکشی کا موجب ہوتی تھی۔ ان کے مہربانانہ اور ہمدردی کے سلوک نے سب دلوں میں ان کے لئے محبت پیدا کر دی تھی۔ وہ ایک سچے مسلم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اس لئے ضرور تھا کہ ان سے محبت کی جاتی۔ مولوی صدر الدین اور بلال نور احمد دونوں کی ہردلعزیزی کا اصلی راز ایک ہی تھا۔ وہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ میری دعا ہے کہ سب مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ ان پاک نقوش پر چلنے کی توفیق دے اور اللہ تعالےٰ ان تمام لوگوں کو سچی راحت اور کامیابی عطا فرمائے۔ جنہوں نے برطانوی جزائر پر اس نقش پا کو زندہ کرنے کے لئے کوئی خدمت کی ہے جو نقش قدم پہلے تیرہ سو سال ہوئے عرب کی ریتلی سرزمین پر ڈالے گئے تھے۔ آمین۔

ندوۃ العلما اور اشاعت اسلام

امسال ندوۃ العلما کا اجلاس جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ مدراس میں منعقد ہوا جس کو یہ ایک خصوصیت حاصل ہوئی ہے۔ کہ اس میں اشاعت اسلام کے لئے ایک خاص فنڈ کھولا گیا ہے اور یہ امر از حد موجب مسرت ہے کہ جنوبی ہند کے مسلمانوں نے اس کام میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لیا ہے۔ اور یکلخت چالیس ہزار روپیہ کی گرانبہا رقم جمع کر دی ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) حاجی عبد العزیز صاحب — دس ہزار روپیہ
(۲) حکیم عبد العزیز صاحب — پانچہزار روپیہ
(۳) منشی عبد الحکیم صاحب — پانچہزار روپیہ
(۴) ایک دوست — دو ہزار روپیہ
(۵) ایک اور دوست — دو ہزار روپیہ
(۶) الحاج محمد عبد القدوس بادشاہ صاحب — دو ہزار روپیہ
(۷) باتگی حیات پاشا صاحب — دو ہزار روپیہ
(۸) جلال عبد الکریم صاحب — دو ہزار روپیہ
(۹) ولی اللہ شاہ صاحب — ایک ہزار روپیہ
(۱۰) مولوی عبد الغفور صاحب بنگلور — ایک ہزار روپیہ

ان کے علاوہ آٹھ اصحاب نے پانسو روپیہ چندہ دیا ہے۔ جن میں آنریبل مسٹر جسٹس عبد الرحیم کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ چند رقوم دو سو اور ایک سو کی بھی ملی ہیں۔ اور چند اصحاب نے معقول امداد کا وعدہ بلا تعیین رقوم فرمایا ہے +

یہ اعداد و شمار ہم مسلمانان پنجاب کے لئے موجب ندامت ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص اٹھا اور تبلیغ اسلام کے لئے اپنا سب چھوڑ کر دور دراز ممالک میں چلا گیا۔ اس نے اپنی جان پر دکھ اٹھائے اور وہ کام کر دکھایا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ لیکن ہم نے کہاں تک اس کی مدد کی۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے بہت بڑی ہمت اور قربانی درکار ہے۔ کیا مسلمانان پنجاب اب مدراس کی اس ایسی قربانی کے سامنے بھی اپنی روایتی زندہ دلی پر ہی تکبر کرتے رہیں گے یا کچھ کر کے بھی دکھائیں گے +

ہمیں خوشی ہے کہ ندوۃ العلما نے اشاعت اسلام کے ضروری فرض کی طرف توجہ کی اور اسے اس میں کافی امداد بھی مل گئی۔ لیکن ندوہ نے ابھی تک اس ضروری کام کی سرانجام دہی کے متعلق کوئی پروگرام شائع نہیں کیا اس لئے یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کام کو کیونکر اور کہاں سے شروع کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہو کہ اس روپیہ سے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا مشن قایم کرنے کے ساتھ ولایت کے اسلامی مشن کی تقویت و استحکام کا بھی بندوبست کیا جائے۔ جو وہاں اسلام کے جلد سے جلد بارآور ہونے کا موجب ہوگا اور بیش از پیش شاندار نتائج ظہور پذیر ہوں ہو سکتے ہیں +

احمدی قوم کی توجہ کے قابل

اس کی بہت بڑی ذمہواری تو دراصل احمدی قوم پر عاید ہوتی ہے۔ انہوں نے خدا کے مامور کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ پھر کس قدر مقام افسوس ہوگا۔ کہ ہم اس اہم فرض کی سرانجام دہی سے پیچھے رہ جائیں۔ اور وہ لوگ جو اس مامور الٰہی کے ساتھ نہیں ہوئے۔ ہم سے سبقت لے جائیں۔ مدراس کے باہمت مسلمانوں کے مندرجہ بالا عطیات کو سامنے رکھو۔ اور پھر دیکھو کہ ہم نے کہاں تک اس دریا دلی سے کام لیا ہے۔ بیشک ہم غریب ہیں۔ لیکن آخر جتنا کچھ بھی خدا نے دیا ہے۔ اس کے دینے سے بھی ہرگز دریغ نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی بہت بڑی بات نہیں۔ اگر ووکنگ مشن کا سارا بوجھ احمدی قوم صرف اپنے سر پر اٹھالے۔ اور پوری ہمت و سعی کیساتھ اس مبارک کام کو سرانجام دے۔ ورنہ ہمارے لئے یہ از حد موجب خسران ہوگا کہ اس مشن کے بدیہی ثمرات کو پاتے ہوئے بھی اس کی آبیاری سے کوتاہی کریں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

آزادہ روہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ۔ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
مہر او با شیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابیکہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال ۔ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ۔ ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد ۔ ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است ۔ منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است ۔ منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں ۔ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
برہمہ از جان و دل ایمان ماست ۔ ہر کہ انکار ے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباہ

ہفتہ میں دو بار یک شنبہ و چہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۸ سے ششماہی ۵ سہ ماہی ۳ طلباء سے سالانہ ۶

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور چہار شنبہ یکم رجب ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۶

پیغام عمل

(نظم جو سید غلام بھیک صاحب نیرنگ بی اے نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے بتیسویں سالانہ جلسے میں پڑھی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

بند سوم

صحن بُستاں اب بھی ہے فصل بہاراں اب بھی ہے
پھول خنداں اب بھی ہے بلبل غزلخواں اب بھی ہے
ہے اسی دستور پر آرایش بزم حیات
آلۂ تقدیر عقل و دست انساں اب بھی ہے
ربط اسباب و نتائج کا وہی ہے قاعدہ
نخل کوشش پُرثمر غافل پشیماں اب بھی ہے
آج بھی ہے تخم میں خاصیت نشو و نمو
کشت زار و آب و باد و مہر تاباں اب بھی ہے
یاد رکھو الیس للانسان الا ماسعےٰ
کل جو نافذ تھا وہی آئین یزداں اب بھی ہے
پائے ہمت کے لئے میدان اب بھی ہے فراخ
کرنے والے کے لئے جو کل تھا ساماں اب بھی ہے
قیس بھی پیدا نہیں ہے ورنہ دشت نجد میں
خار صحرا اب بھی ہے ریگ بیاباں اب بھی ہے
کام کرنے والے اب بھی پاتے ہیں محنت کا پھل
لعل کا گاہک نہیں ملتا بدخشاں اب بھی ہے
کان اب بھی ہے وہی ہیرے نکلتے تھے جہاں
جس سے کل موتی برستے تھے وہ نیساں اب بھی ہے
آج بھی موجود ہے اگلوں کا جو تھا رہنما
وہ حدیث ہادی بطحا وہ قرآں اب بھی ہے
طور لبریز تجلی ۔ دیدۂ موسےٰ کجا است
حسن عذرا جلوہ پیرا ۔ وامق شیدا کجا است

ملفوظات مسیح موعود

بیعت کی غرض

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی بیعت کی کیا غرض ہے؟ کیا وہ دنیا کے لئے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے؟ بہت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غایت اور مقصد صرف دنیا ہوتی ہے ورنہ بیعت سے انکے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں انہیں پیدا نہیں ہوتا۔ انکے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے گناہوں سے بچتے نہیں۔ ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھہراتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گذر جاویگی خواہ تنگی میں گذرے خواہ فراخی میں مگر آخرت کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اسکا انقطاع نہیں ہے پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا تعالےٰ سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالےٰ کا خوف اسکے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جسکو اللہ تعالےٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا کا فضل اسکی دستگیری کریگا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا اور وہ اپنے رب سے راضی ہوگا اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپرواہی کیساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اسکا انجام خطرناک ہے ۔

اس لئے بیعت کرتے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فایدہ حاصل ہوگا۔ اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بیفایدہ ہے لیکن اگر دین کیلئے اور اللہ تعالےٰ کی رضا کیلئے ہے تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں ایسی بیعت سے انسان کو دو بڑے فایدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے جیسے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین یعنے اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہوں کی کشش سے پاک ہونیوالے ہیں۔ توبہ حقیقت میں ایک ایسی شے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کیساتھ کیجاوے تو اسکے ساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اس کو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے یہی باعث ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنیوالا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا یعنے توبہ سے پہلے کے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں اسوقت سے پہلے جو کچھ بھی اسکے حالات تھے۔ اور جو بیجا حرکات اور بے اعتدالیاں اسکے چال چلن میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے انکو معاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے۔ پس اگر اس نے خدا تعالےٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے تو اسے چاہیئے کہ اب اپنے گناہوں کا نیا حساب نہ ڈالے اور پھر اپنے آپ کو گناہ کی ناپاکی سے آلودہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعا کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے اور خدا تعالےٰ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے اور اپنی اس زندگی کے حالات پر نادم اور شرمسار رہے جو توبہ کے زمانہ سے پہلے گذری ہے۔ انسان کی عمر کے کئی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک حصہ میں کئی قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک حصہ جوانی کا ہوتا ہے جس میں اس کے حسب حال جذبات کسل و غفلت ہوتی ہے پھر دوسری عمر کا ایک حصہ ہوتا ہے جس میں دغا فریب۔ ریاکاری اور مختلف قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ غرض عمر کا ہر ایک حصہ اپنے طرز کے گناہ رکھتا ہے ۔

پس یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ توبہ کرنیوالے کے گناہ بخش دیتا ہے اور توبہ کے ذریعہ انسان پھر اپنے رب سے صلح کر سکتا ہے۔ دیکھو انسان پر جب کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ قابل سزا ٹھہر جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم الایہ یعنے جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آتا ہے اس کی سزا جہنم ہے۔ وہاں نہ وہ جیتا ہے نہ مرتا ہے یہ ایک جرم کی سزا ہے۔ اور جو ہزارہا لاکھوں جرموں کا مرتکب ہوا اس کا کیا حال ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں پیش ہوا اور بعد ثبوت اسپر فرد قرارداد جرم بھی لگ جاوے۔ اور اس کے بعد عدالت اس کو چھوڑ دے تو کس قدر احسان عظیم اس حاکم کا ہوگا۔ اب غور کرو کہ توبہ وہی بریت ہے جو فرد قرارداد جرم کے بعد حاصل ہوتی ہے توبہ کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ۔

اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کس قدر گناہوں میں وہ مبتلا تھا۔ اور ان کی سزا کس قدر اس کو ملنے والی تھی جو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے معاف کر دی پس تم نے جو توبہ کی ہے۔ چاہیئے کہ تم اس توبہ کی حقیقت سے واقف ہو کر ان تمام گناہوں سے بچو جن میں تم مبتلا تھے۔ اور جن سے بچنے کا تم نے اقرار کیا ہے۔ ہر ایک گناہ خواہ زبان کا ہو یا آنکھ کا یا کان کا غرض ہر اعضاء کے جدا جدا گناہ ہیں ان سے بچتے رہو۔ کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے ۔

(باقی آیندہ)

شاگرد منو مذکور - اترے رامچندر کا استاد و ہمدم تھا - چندربان رامچندر کا ہمعصر - چندربان کا فرزند بدھ رشی رامچندر کے بیٹے لوکش کا ہمعصر اور اس کا بیٹا پورروا رامچندر کے پوتوں کا ہمعصر تھا۔

دوسری شاخ کا حال بدیں منوال ہے - کہ پورروا کا چچا درواسا پانڈوں کا ہمعصر تھا - تیسری شاخ جو کہ در شاخ ہے - وہ یہ ہے - کہ ارجن پانڈو اپنے بھائیوں سے جدا اندری پوری میں آیا اور پورے پانچ سال وہاں پر گذارے - جب ناچنے گانے وغیرہ فنوں میں کامل ہوا تو ایک فن باقی رہا - جسے استری پرکشا کہتے ہیں اس کے لئے اندر دیوتا نے چترسین گندھرو سے کہا کہ تم اروشی سے جا کر کہو - کہ وہ اس فن میں بھی ارجن کو ماہر کر دے - اور اس نے اُسے جا کر کہا اور وہ اُسکے کہنے کے موافق ارجن کے پاس بن سنور کر سج دھج سے چاندنی رات میں چھم چھم کرتی ہوئی آئی - اور جماع کی طالب ہوئی - پورا قصہ مہابھارت بن پرب ادھیائے ۴۶ میں ہے۔

اس سے واضح ہے - کہ پورروا مذکورہ بالا ارجن کا ہمعصر تھا کہ اروشی ان کی معشوقہ اس کی عاشق ہے - یعنی یہ دونوں بزرگ ایک ہی نرا نوہ کے دو بیٹے ہیں - دونوں کا زمانہ واحد ہے۔

چونکہ مذکورہ بالا بزرگوں کا ذکر ویدوں میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے - اسواسطے ظاہر ہے کہ ویدان کے بعد کے تیار شدہ ہیں -

نیز یہ کہ مذکورہ بالا بزرگ مہابھارت کی جنگ کے جنگی مرد تھے - اور ان کے تذکرے وید میں ہیں - اس سے ظاہر ہے کہ وید مہابھارت کی جنگ کے بعد بنائے گئے ہیں ؛

اب ویدوں کے مورخوں سے سوال یہ ہے - کہ براہ عنایت وہ ان کی تصنیف کا صحیح زمانہ بتاویں - خواہ مخواہ کی لغت بازی کر کے گاجروں میں گٹھلیاں نہ ملاویں - کیونکہ یہ معرکہ تواریخی ہے - لہٰذا تاریخ سے ہی اس کا پتہ لگانا چاہیئے فقط ؛

المستائل - بلریا ابو رحمت حسن -

مراسلات

اعلان عقائد

بخدمت اقدس حضرت امیر قوم و امیر المومنین دام اقبالہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں کسی کلمہ گو کو کافر ہرگز نہیں کہتا سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر کہکر خود کفر کا جوا اپنے اوپر نہیں لے لیا - اور اسمہ احمد کے مصداق حقیقی طور پر حضرت رسول کریم صلعم ہی پر ایمان رکھتا ہوں - میں آپکو اپنا امیر تصور کرتا ہوں - آپ میرے لئے خدا کے حضور میں دعائیں کرتے رہا کریں - کہ مولا کریم مجھکو شیطان کے غلبہ سے بچاوے - اور میں دین کو دنیا پر مقدم کروں - جیسا کہ میں نے اپنے امام ہمام کے ہاتھ پر وعدہ کیا ہوا ہے - آمین - ثم آمین ! آپکا غلام الفقیر الحق احمدی برادر زادہ شیخ عبد الحق ایگزیمنر آفس ملٹری ورکس شملہ ۱۸ ۴/۱۷

چندہ اشاعت اسلام از جانب جماعت پشاور

(معرفت جناب مرزا اللہ دتہ صاحب)

تاریخ	رقم	تاریخ	رقم
۲۵ر جنوری سنہ ۱۹۱۷ء	عسہ	۱۸ر اپریل سنہ ۱۹۱۷ء	صہ
۳ر فروری "	لعہ	۱۴ر صدر	صہ
۱۴ر صدر	۱۲/ عیسہ	۱۶ر صدر	ے
۱۹ر مارچ	صہ	۱۹ر صدر	للعہ
۲۳ر صدر	صعہ	میزان کل	۱۱ لعہ

عالم نسواں

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زندگی سے ہماری مستورات کو سبق

ہمارے رسول کریم صلعم کا احتساب ہمہ گیر تھا - محتسب گرامی قدر کی نظروں میں عائشہ صدیقہؓ اگر پاکباز اور محبوب تھیں تو یہ امر انکی خداداد قابلیت پر دال ہے - بلاشبہ عائشہ صدیقہؓ ایک عمدہ اوصاف کی خاتون تھیں - آپ کے کیرکٹر ہماری مستورات کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہیں آپ کے اخلاق و اعمال ہماری خواتین کے لئے روشنی کا مینار ہیں - اور اگر ہماری بہو بیٹیاں فضول ناولوں اور بے معنی تالیفات سے قطع نظر عائشہ صدیقہ رضہ کی سیرت کا مطالعہ کیا کریں تو بے شمار برکات کا موجب ہو - عائشہ رضہ ایک معزز اور محترم خاندان کی نونہال تھیں - قریش کی امارت و حشمت میں کسی کو کلام نہیں ہے - یہ خاندان عرب کا مالک و مختار تھا - دنیا میں جس قدر نعماء دنیوی کسی فارغ البال خاندان کو میسر ہو سکتی ہیں وہ سب ان کے ہاں مہیا تھیں - گھر میں بادشاہی بھی تھی - دماغوں میں زیر کی بھی تھی - عموماً ایسے گھرانوں کی خواتین کاروبار خانگی سے بے نیاز ہوا کرتی ہیں - ان کو دن رات کی تمیز نہیں ہوا کرتی - بناؤ سنگار کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہوتا - لونڈیاں باندیاں ہر وقت حاضر - تمدن و معاشرت کے نشیب و فراز کو انکی بلا جانے ! پیدا ہوتے ہی عیش کا دودھ پیا - ہوش سنبھالکر ایک دنیا جہان کو ہر وقت اپنے سامنے دست بستہ پایا - جوان ہو کر اپنے خاوندوں کے گھروں کی ملکہ بن گئیں - یہاں بھی اقبال ان کو جہیز میں لگیا - دنیا کی یہ نعمتیں ان امیر مستورات کو ورثتاً مغلوب الغضب اور گستاخ بیکار اور نمائش پرست بنا دیا کرتی ہیں لیکن ہمارے رسول کریم صلعم کی محبوبہ بیوی باوجود ایسے ہی امیر خاندان کی لڑکی ہونے کے نہایت ہی ہوشیار با تمیز صاحب تمیز اور اپنے مقدس خاوند کی وفادار تھیں - صدیق اکبرؓ کا چشم و چراغ - قریش کا نونہال - عیش و راحت میں پل پلوس کر ایک ایسے مبارک اور بہتر انسان کی زوجیت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا ! جس کے قبضے میں دونوں جہان کی روحانی کنجیاں تھیں - ہر زینت و آسائش کے دنیوی سامان سے وہ قطعاً تہیدست تھے - ہمارے یہاں امیر امیروں کی طرف دیکھتے ہیں - کیرکٹر کی پروا نہیں کرتے - ایک رئیس کا لڑکا خواہ دنیا بھر کے عیب کا بادشاہ ہو - اس کو تو اپنا عزیز ترین سرمایہ بے تکلف سونپ دیتے ہیں - پر ایک شریف متوسط صاحبزادے کو حقیر سمجھتے ہیں آخر اس امیر پرستی کا خوب خمیازہ بھگتتے ہیں اخلاق و اعمال کا دل میں کئی دفعہ جامہ چاک ہوتا رہتا ہے - بیوی کے دماغ میں بھی میکے کی امارت و حشمت کا غرور رہتا ہے - اس کی نظروں میں خاوند کی یکسر تی وقعت نہیں ہوتی - وہ اپنے غریب شوہر سے ہر وقت نالاں اور کشیدہ رہتی ہے ساس کی جان ایک عذاب میں مبتلا رہتی ہے - شوہر صاحب بھی بیوی سے بیزار ہیں - مئے ناب میں سرشار ہیں ان کی محبوبہ بالطرزہ ...... ہیں - جن پر جان دیتے ہیں - رات کو دس بارہ بجے تک گھر میں شکل نہیں دکھلاتے - یہ کشیدگی میاں بیوی دونوں کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہے - گھر میں نہ میاں کا دل لگتا ہے نہ بیوی کا - دونوں کے مزاج برہم رہتے ہیں - لیکن عائشہ رضہ کو ایک ایسا مبارک شوہر ملا تھا - جو اخلاق و حسنات کا معلم اولین و آخرین تھا - جسکی ذات بابرکات مجسم خیر و برکت تھی - جسکے وجود ذی جود پر ایک عالم فخر کرتا تھا - جسکے دم تخیل کا ایک ایک نقطہ دنیا بھر کی گتھیوں کو چٹکیوں سلجھاتا تھا - جو صرف آدمیوں کے ہی اخلاق و اعمال کا نقاد و مصلح نہیں تھا - بلکہ جنس لطیف کی بہتری اور بہبودی بھی اسکے پیش نظر تھی - دنیا کے لئے پیام سعادت لیکر آیا تھا - اس کی ولادت کا یوم سعید دنیا کی ساری ترقیوں کی یوم سعید تھا - اس نے جس طرح آدمیوں کو قلب ماہیت کا تماشہ دکھلا دیا - اسی طرح مستورات کی بھی کایا پلٹ دی - ان کے کیرکٹر کو معیار شرافت قرار دے دیا - قباتی نجابت و شرافت اور نسبی حسبی تفاخر پر انسان کے اعمال حسنہ کو ترجیح دی - ایسے بابرکت ہادی کی نیک بخت بیویاں کیوں نہ نسوانی اسوہ حسنہ کا مکمل ترین نمونہ ہوں ؟ یہی وجہ ہے کہ ہم عائشہ صدیقہ رضہ کی ذات میں وہ سب خوبیاں دیکھتے ہیں جن کا آج شدید احساس ہو رہا ہے سب سے پہلے تو یہ نکتہ ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ جسوقت عائشہ صدیقہ کا نکاح آنحضرت صلعم سے ہوا ہے - ہمارے رسول کریمؐ کی عافیت کن حالات میں سے گذر رہی تھی ؟ یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول کریمؐ کی پہلی بیوی (ام المومنین حضرت خدیجہؓ) کا انتقال ہو چکا تھا - اور وہ کفار مکہ جو آنحضرتؐ کے عم بزرگوار ابو طالب اور آپکی ہمراز و دمساز ہوم (خدیجہؓ) کے زیر دست اثر کہ ہے کسقدر ...

ہوئے تھے - اب یکسر شوریدگی و طغیان پر آمادہ ہو گئے تھے - آپ کا ذرہ ذرہ رسول پاکؐ کا بد خواہ تھا - عالم ہستی میں ... نفوس کے وہ کسی کو اپنا نہیں پاتے تھے - قریش اپنی ساری ہیبتناک طاقتوں اور روح فرسا جمعیتوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کو تکلیف دینے پر تلے ہوئے تھے - حق و صدق کی مخالفت پر ایک غدار جمعیت آمادہ تھی تکذیب و افترا کا بازار گرم تھا - ایسے نازک زمانہ میں اگر ابو بکر ایسے ذیجاہ باپ کی عائشہ رضہ ایسی سعادتمند لڑکی آنحضرت کو اپنا سرتاج بنانے پر آمادہ ہو گئی - تو اس کے توکل میں فرق میں کیا کلام ہو سکتا ہے ؟ ہماری مستورات کے لئے عائشہ صدیقہؓ کے نکاح میں یہ عمدہ اور موثر سبق موجود ہے - کہ پاکدامن اور مستقل مزاج بیبیاں کسی مصیبت سے بھی نہیں گھبرایا کرتیں ! ان کے لئے عیش و کلفت ایک ہی اثر رکھتی ہیں - جنس لطیف اپنی لطافت اور نزاکت پر ناز کر سکتی ہے - لیکن اس کو اس غلطی کا ارتکاب کسی حالت میں کبھی نہیں کرنا چاہیئے - کہ بزدلی اور کمزوری اور پژمردگی بھی زنانہ اوصاف ہیں ! حضرت عائشہؓ بھی جنس لطیف کی ایک گوہر نایاب تھیں - پر ان کے حوصلے بہت بلند تھے - یہ مستقل مزاج اور متوکل راضی برضا صبر آزما تھیں - دنیا بھر کی مایوسیاں ان سے ٹکرائی تھیں - اور پاش پاش ہو جاتی تھیں پر ان کے ابرو ئے صبر و تحمل پر کبھی بل تک نہیں آتا تھا - آپ کو عجیب دل و دماغ ملا تھا - عورت ذات ہو کر ایسی بہادر اور غیور تھیں کہ سبحان اللہ ایک عائشہ صدیقہ رضہ کے نکاح کا ایک یہ حصہ ہے - دوسری جانب ہماری ہندوستانی مخدرات ہیں جن کے نرم و نازک قلوب شاید صدیقہ رضہ کے یہ سوانحات پڑھکر بھی کانپنے لگ جاتے ہونگے - ان کی پست ہمتی کا آج دنیا کے عرض و طول میں غلغلہ ہے - ایسے بہادر شیروں کی اولاد ہو کر یہ بزدل بنی جاتی ہیں - مصیبت اور تکلیف کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتیں - عائشہ صدیقہ رضہ نے تو بے سرو سامانی کے عالم میں رسول کریم صلعم کا دامن پکڑنا قبول کر لیا تھا - کیا تم میں یہ طاقت ہے کہ اپنے سالہا سال کے رفیقوں کا زبانی لسانی ہی حوصلہ بڑھا دیا کرو ؟ ہرگز نہیں ! برخلاف اس کے جب کبھی بدقسمتی سے تمہارے شوہر کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہو - اور مردوں کے بھی حوصلے پست کر کے چھوڑتی ہو - کیا یہ بزدلی اور کمزوری تمہارے لئے زیبا ہے ؟ کیا تم حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی سیرت سے یہ سبق اخذ نہیں کر سکتیں - کہ دنیا میں صبر اور توکل کی زندگی سے بڑھکر اور کوئی مقدس حیات نہیں ہے ! دوسرا سبق جو تم حضرت عائشہ رضہ سے اکتساب کر سکتی ہو وہ سادگی کا ہے - ہمارے یہاں تو مرد بھی ماشاء اللہ تکلفات کے بندے ہیں - تکلفات اور ٹیپ ٹاپ کے بغیر ان کو چین نہیں آتی ہے - بیجا اسراف نے ان کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں - لیکن مردوں سے بڑھکر ہماری مستورات فضول خرچیوں کا ارتکاب کرتی ہیں - لیکن عائشہ صدیقہ رضہ کو اسراف و تکلفات سے سخت نفرت تھی - سادگی انکو محبوب تھی - ان کی ساری عمر سادگی میں کٹی - اگر وہ چاہتیں تو اپنی زندگی میں عیش کے خوبی سامان کر سکتی تھیں - لیکن آپکا ہمیشہ سادگی میں رہا - مسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہے - کہ جب دنیا میں زوجیت کے تعلقات کا پہلا پہر تو مجھ پر پڑا تو میں اپنی عزیز ترین گڑیاں بھی ہمراہ لے گئی تھی - وہ گڑیاں مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز تھیں - میں نے اپنی زندگی کو انقلاب کے ایک حیرت انگیز سانچے میں ڈھلا ہوا پایا - سب سامان تغیر کا شکار ہو چکا تھا - لیکن ایک میری گڑیاں ہی ایسی تھیں - جو بدستور میری ہمراز اور دمساز تھیں - گڑیوں کو مجھ سے اور مجھ کو گڑیوں سے بے انتہا محبت تھی - عید کا بابرکت مہینہ تھا - ہاں وہ عید جو دنیا پر سایہ فگن تھی جس کے ہر ثانیہ میں مومنین کے لئے یکسر راحت و تعیش کا پیام ہوا کرتا ہے - مجھے بھی قدرتاً اس عید سے غیر معمولی انس تھا - میں نے اپنی مناکحت کے لئے عید ہی کے مہینے کو پسند کیا - مہر اور ولیمہ سادگی کا مکمل ترین نمونہ تھا - اس موسم نے نہ تو عرب کے تکلفات پر نظر کی اور نہ کسی اونٹ بکرے دنبے کی قربانی کی پروا کی - ہمیں ولیمہ کی کل کائنات ایک دودھ کا پیالہ تھا - جسکو تم ایک جام جہاں نما کہہ سکتے ہو - نہ برادری کے غرور کا خیال تھا - نہ رسوم کی پابندی مدنظر تھی - وہی دودھ کا پیالہ ہماری مجلس ولیمہ کو زینت دے رہا تھا - سچ پوچھو تو یہ سادگی اُن تکلفات سے بدرجہا بہتر ہے جو بعد میں دیوالہ نکال دیا کرتے ہیں - عائشہ رضہ کا نکاح ہمارے رسم پرست احباب کے لئے ایک عمدہ نظیر ہے - وہ بزرگ جو اپنی نیک بخت لڑکیوں کی شادی پر اپنی جائداد تباہ کر دیا کرتے ہیں ... دوست ... نہ اور رسوم تکلفات میں برباد کر کے ...

نہیں آیا کرتا وہ براہِ کرم اپنے رسول کریم صلعم کی مبارک شادی کا احوال بنظر غور ملاحظہ فرمائیں۔ ابوبکر صدیق رضہ کی جگر گوشہ عائشہؓ کا نکاح دونوں جہان کا مالک (محمدؐ بن عبداللہ) دولہا اور دعوت ولیمہ کی کائنات ایک دودھ کا پیالہ۔ وہ بھی سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا۔ ہوا! سبحان اللہ۔ آج زبان وقلم سے رسوم کی مذمت کرنیوالے تو بے شمار مرد عورت پیدا ہو گئے ہیں۔ اخبارات کے کالم۔ اور جلسوں کے پلیٹ فارم۔ اصلاح رسوم کی آواز سے گونج رہے ہیں۔ ہر ایک وہ شخص جو اردو کی دو چار سیدھی ٹیڑھی سطریں لکھ سکتا ہے اور ہر وہ شخص جو کسی قدر غلط سلط بول سکتا ہے اپنے آپ کو ریفارمر سمجھتا ہے۔ جب بولتا ہے۔ جب لکھتا ہے۔ ہمیشہ اصلاح رسوم پر زور دیتا ہے لیکن غضب یہ ہے کہ خود اپنے مشورہ پر عمل نہیں کرتا۔ دوسروں کے لئے اس کے پاس بے شمار نصائح ہیں لیکن اپنے گھر کے لئے کچھ بھی نہیں۔ جب اس کی لڑکی کی یا بہن کی شادی ہوتی ہے تو نہایت بے شرمی سے انہیں مذموم تکلفات کا ارتکاب کرتا ہے۔ جن کی ہمیشہ اپنی زبان سے اور اپنے قلم سے مذمت کیا کرتا تھا۔ یہ نمائشی ٹیپ ٹاپ نہایت تکلیف دہ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ رسوم پر زیادہ مرنے والی ہماری بے خبر اور بے علم خواتین ہی ہیں۔ بایں ہمہ مرد بھی بری الذمہ نہیں ہیں کیا مردوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ اپنی لڑکیوں کو صحیح تعلیم وتربیت سے بہرہ اندوز کریں۔ ہماری جن خواتین کی نظر سے سیرت عائشہ رضہ گذری ہے کیا وہ رسوم کی غلامی کو گوارا کر سکتی ہیں؟ بہرحال عائشہ رضہ کی سیرت سے ہماری مستورات یہ نہایت مبارک اور ضروری سبق بھی اخذ کر سکتی ہیں؟ کہ ممدوحہ کو کس قدر سادگی محبوب تھی۔ اور کہ ہمیں بھی ان کے اتباع میں شادی کے بیجا اسراف وتکلفات سے توبہ کر دینی چاہیئے۔ ..... ایک اور سبق ہے جو ہماری مستورات کو سیرت عائشہ رضہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ دے رہی ہے وہ تعلقات شوہر وبیوی کی خوشگوار سیرت ہے۔ جن بزرگوں نے ہمارے معاشرت وتمدن اور ملت مرحومہ کے اخلاق واعمال کا مطالعہ کیا ہے ان سے یہ حقیقت نفس الامری پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ زمانہ کی نیرنگیوں نے جہاں دوسرے اوصاف پر انقلاب کی بجلی گرا دی ہے وہاں نسوانی اخلاق اور مردانہ اعمال پر بھی دستبرد سے پرہیز نہیں کیا ہمارے اسلاف کے گھر حقیقتاً بہشت کا نمونہ تھے۔ یہاں دنیا جہان کی مسرتیں اور خوشنودیاں اپنا جشن منایا کرتی تھیں۔ راحت وعیش کا ایک طوفان تھا جو ہمارے بزرگوں کے گھروں میں امنڈا رہتا تھا۔ ہماری مائیں بہنیں اور بیٹیاں نہایت ہی پاکباز۔ وفادار۔ عقیل وفہیم ہوا کرتی تھیں۔ ان کے اخلاق فاضلہ نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ مرد بھی ایسے ہی نیکبخت تھے یہ اپنے فیملی اسٹاف سے غیر معمولی اُلفت کرتے تھے۔ میاں بیوی کے تعلقات نہایت خوشگوار ہوا کرتے تھے۔ میاں کیلئے بیوی ایک سدا گلاب کا پھول تھی جو کبھی نہیں مرجھاتا۔ جس کی ترو تازگی پر دنیا بھر کے دل لئے رشک کھاتے تھے۔ وفاداری کی خوشبو سے مشام جان معطر ہوا کرتا تھا۔ خاوند کی طمانیت سے قلب کا یہ عالم ہوتا۔ کہ اگر باہر خون خرابہ ہو کر بھی گھر آتا تو اس سدا گلاب کو دیکھ ساری کلفت دور ہو جاتی۔ وہ سمجھتا کہ جب تک میرا یہ مشیر باتدبیر موجود ہے۔ جب تک میرے شریک حیات پھول میں وفاداری کی خوشبو باقی ہے مجھے دنیا کی کوئی تکلیف بھی پژمردہ نہیں کر سکتی۔ یہی ڈھارس تھی۔ جو اسکو ہمیشہ مستعد ومطمئن رکھتی تھی۔ ادھر بیوی بھی اپنے شوہر کو "اپنے سر کا تاج" سمجھتی تھی۔ اس کے ہر ایک کلمۂ صدق پر آمین کہنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ہر ایک رنج وراحت میں شریک رہتی تھی۔ عائشہ صدیقہ رضہ کی سیرت پڑھ لو۔ تعلقات فیمابین کیسے خوشگوار تھے؟ رسول کریم صلعم کی نگاہ میں جناب عائشہؓ کی کیسی بے لاگ عزت وحرمت تھی؟ ایک باوقار اور عظیم الشان نبیؐ ہونے کے باوجود کس اخلاص وانکسار کا برتاؤ تھا؟ دلجوئی کا کس درجہ لحاظ تھا؟ دوسری طرف جناب صدیقہ رضہ بھی ہمارے رسول کریم صلعم کا کس قدر ادب کرتی تھیں؟ حضور کے ہر ایک ارشاد کی تعمیل اپنے لئے موجب سعادت سمجھتی تھیں۔ ایسے خوشگوار تعلقات اب بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ اب ہمارے خانگی تعلقات کی کیا کیفیت ہے؟ آہ! کچھ نہ پوچھو! یہ نہایت ہی تکلیف دہ داستان ہے۔ بیجا غرور۔ بدچلنی۔ بے علمی نے ہمارے گھروں کو جو کسی زمانہ میں سچ مچ بہشت کا نمونہ تھے جہنم بنا دیا ہے۔ بیوی ہے تو مغلوب الغضب۔ میاں ہے تو پانچوں عیب شرعی۔ نہ گھر کی فکر نہ گھاٹ کا خیال نہ دنیا کی لاج نہ عقبیٰ کی شرم۔ دونوں خیر سے بدمزاج ہیں۔ یوں تو نیو لائیٹ کے دعویدار ہیں لیکن خدا اس نئی روشنی سے بچائے۔ رہی سہی حرمت اسی نئی روشنی کی نذر ہوئی۔ حیا وشرم جو ہماری مستورات کا طرۂ امتیاز تھا۔ عفت وعصمت جو ہمارے تمدن کا اساس بنیاد تھا محو وگمنام ہو چکے ہیں۔ پہلے جب کہ مدبر خاوند

خاوند گھر میں آتا تھا۔ تو نیک بخت اور وفادار بیوی کی محبت اس کے انتشار واضطرار کو فرحت وانبساط میں تبدیل کر دیا کرتی تھی برخلاف اس کے اب یہ حالت ہے کہ جب ہشاش بشاش خاوند گھر میں آتا ہے تو معلوم نہیں وہ کون سے طاعونی جراثیم سرایت کر جاتے ہیں کہ اس کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔ اس کیلئے یہ گھر خانۂ زندان سے کم نہیں بیوی کا یہ چڑچڑاپن، میاں کا یکسر جوش وطغیان، یہ ایسے متضاد عنصر ہیں جن کا وصال ممکن ہی نہیں۔ نہ بیوی کو میاں کی پروا، نہ میاں کو بیوی کا خیال۔ دونوں کے تعلقات کی یہ ناگوار کشیدگی آخر انتہا تک لاتی ہے۔ بیوی کو طلاق ملتا ہے۔ میاں تنور کی روٹی کھاتے ہیں۔ اولاد سے اوّل تو محروم ہی رہتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی یا بد قسمتی سے کوئی معصوم بچہ تولد ہو ہی گیا ہو تو ساتھ ہی اس کی بھی مٹی خراب ہوتی ہے۔ جہالت اور غیر صحیح تربیت ان سب نقائص کی بانی مبانی ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں مہذب ہوں تو یہ ممکن نہیں کہ تعلقات اس قدر کشیدہ ہوں۔ جہالت نے ذکور واناث کو یکساں برباد کر دیا ہے تعلیم کی روشنی پھیلتی بھی ہے تو وہ دماغوں کو منور کرنے کی بجائے اور بھی تکدر کر دیتی ہے۔ میاں کا دماغ بھی عرش معلیٰ کی سیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور بیوی بھی یورپین لیڈیز کی ریس میں اپنا بھیس بدل لیتی ہے۔ نہ بیوی کی نظر میں خاوند کی وقعت رہتی ہے۔ اور نہ شوہر ہی بیوی سے محبت کرتا ہے۔ تعلیم نسواں کا مسئلہ ایک مستقل عنوان کا محتاج ہے۔ اور ہم اس مضمون میں بتفصیل اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ نکتہ صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ ہماری مستورات کی ترقی اور تہذیب نفس کا دارومدار اگر انگریزی تعلیم وتربیت پر ہی منحصر ہے۔ تو نیو لائٹ لیڈیز یقیناً مہذب ومتمدن ہوتیں اور جنس لطیف میں ہم آج بھی بے شمار زبیدہ اور عائشہ دیکھتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مشرقی تعلیم وتربیت نے تو عائشہ رضہ ایسی پاکدامن اور مہذب خواتین پیدا کیں جن کی عصمت واخلاق پرستی کا آجتک شہرہ ہے۔ اور مغربی تعلیم نے ایک بھی ایسی عائشہ رضہ پیدا نہیں کی۔ جس سے اس کی تہی دستی نمایاں ہے۔ اندریں حالات یہ زیادہ انسب ہوگا۔ کہ ہماری مستورات فضول ٹیپ ٹاپ سے بے نیاز ہو کر اپنے قرون اولیٰ کی خواتین اسلام کی سیرت پر تدبر کریں کہ یہ ہماری معاشرت کے بے شمار نقائص کی ایک ہی مؤثر اصلاح ہے۔ جنس لطیف کے لئے حُسن ظاہری کے علاوہ حُسن باطنی اور فصاحت وبلاغت بھی بہترین زیور ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ ان سے بھی مزین تھیں۔ آپ کے کلام میں اس قدر تاثیر اور معقولیت تھی۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم پر بہت ہی زیادہ اثر پڑا کرتا تھا۔ حسن باطنی اور تدبیر سیاست کا یہ عالم تھا۔ کہ نبی کریمؐ ایسے ہمہ صفت موصوف ریفارمر اور پولیٹیشن کو بھی مشورت باہمی کی ضرورت محسوس ہوا کرتی تھی۔ آپ کے مشورے بالعموم معقولیت کا پہلو لئے ہوتے تھے۔ آپکی یہ زیرکی اور فراست ایسی تھی۔ جن کے فقدان کا ماتم آج ہر گھر میں ہو رہا ہے۔ ہماری مستورات کج خلق اور کمزور فطرت بے عقل ہیں۔ فصاحت وبلاغت کی جگہ فحش صلواتوں نے لے لی ہے۔ جن مبارک اور مقدس دہانوں سے پہلے زمانہ میں پھول جھڑا کرتے تھے۔ اب آگ برستی ہے فحش گوئی اپنی ترقی کی منحوس اور بھیانک منزلیں نہایت تیزی کے ساتھ طے کر رہی ہے فصاحت کے علاوہ "حسن باطنی" کا یہ عالم ہے کہ سیاست منزل تو بھلا دور کی بات ہے ہم اپنی بیویوں سے کسی معمولی خانگی معاملہ میں بھی مشورہ نہیں کر سکتے۔ جہالت نے ان کے دل ودماغ کو مکدر کر دیا ہے۔ حسن تدبیر کی روشنی گل ہو گئی ہے۔ جب ہم حضرت عائشہؓ کے حالات میں یہ پڑھتے ہیں کہ صرف ۹ سال کے قلیل زمانہ میں آپ کے ذہن رسا اور تخیل پاکیزہ نے فقہ وحدیث پر عبور تامہ حاصل کر لیا تھا۔ تو بیساختہ زبان سے احسنت ومرحبا نکلتی ہے۔ حضرت عائشہ رضہ کی فضیلت کا یہ عالم تھا۔ کہ بڑے بڑے گرامی قدر اصحاب ان کی استعداد کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ بلکہ خلفائے نامدار بھی بسا اوقات اس فاضلہ خاتون کی علمیت اور بیش قدر معلومات سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ کو ایک بے مثل اور فہیم فقیہ ومحدث کا درجہ حاصل تھا۔ اگر آپ کی محفوظ احادیث کا شمار کیا جائے تو ہزاروں تک پہنچتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اگر عائشہ صدیقہ رضہ کا فکر آسمان پایہ احادیث کی چھان بین نہ کرتا تو فرقۂ نسواں کے خصوص میں آج زبان حدیث وروایت خاموش ہوتی اور مسائل نسوانی اپنے عقیدوں کے حل کو قیامت تک ترستے!

آپ کی روایت کی صداقت کے لئے کیا یہ کم ہے؟ کہ ہوش سنبھالتے ہی ابدی ازلی شارع سے اپنے آپ کو وابستہ پایا۔ ایسے عظیم الشان ماہر رموز نہانی کی صحبت کا فخر حاصل کیا جو اشاروں کنایوں سے ہی بڑے بڑے معرکے کے مسائل کو حل کر دیا تھا جنہوں نے

کو کسی دنیاوی مدرسہ میں زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا تھا ہمہ اوقات بحضور جسم اقدس ہمہ وقت واسطہ تھی۔ جس کے معلم خود اللہ تعالیٰ تھے جو بلاشبہ سب معلموں کے معلم حقیقی ہیں۔ ایسے عالی جاہ معمار اور روحانیت ومادیت کے حقیقی بادشاہ سے وابستگی کوئی خوش نصیبی نہیں تھی۔ اسی صحبت مقدس کا یہ اثر تھا کہ جناب عائشہ صدیقہ رضہ کا ذہن نہایت ہی لطیف ہو گیا تھا۔ معاملات عبادت وسیاست کے حل میں آپکو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جنس لطیف پر آپ کے بے شمار احسانات ہیں۔ آپ نے نسوانی طبقہ کے تمدن ومعاشرت کو روشنی دی۔ ان کے حقوق کی وکالت کی آج کس قدر خواتین گرامی قدر ہیں۔ جنہوں نے امور شرعی وسیاسی کا مطالعہ کیا ہے۔ کس قدر بیگمات ہیں جنہوں نے فقہ وحدیث میں اپنی ہم جنس بہنوں کے اذکار وحقوق پر نگاہ ڈالی ہے۔ ہماری مستورات کے ذہن وتدبر کا کیا حال ہے؟ قرآن کے رموز ونکات پر کتنی بہنوں کو عبور ہے! دینیات کی روشنی نے کس قدر بیگمات کے دل ودماغ منور کر دیئے ہیں؟ ان سوالات کا جواب خود ہماری مستورات دیں گی! جن کے علم وفضل کا نقد کرتے ہوئے ہمیں خود شرم محسوس ہوتی ہے حضرت عائشہ رضہ نہ صرف دینیات میں کامل فقیہ ومحدث کا درجہ رکھتی تھیں۔ بلکہ سیاست ملکی میں بھی ایک معقول پولیٹیشن کا درجہ آپ کو حاصل تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم اکثر معاملات سیاست میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ بعد میں خلفائے اربعہ کا بھی یہ دستور تھا کہ جب حالات ملکی میں انتشار واضطرار کا پہلو غالب آ جاتا تو جناب صدیقہ رضہ سے رجوع کیا جاتا اور ان کی رائے ایسی زبردست اور معقول ہوتی۔ کہ بڑے بڑے سپہ سالاروں کی گردنیں خم ہو جاتیں۔ ایسی فہیم وعلیم خواتین کا فیض تھا کہ بہت ہی قلیل زمانہ میں دنیا کا ایک معقول رقبہ اسلام کے زیر نگین آ گیا۔ آج ہماری بیگمات کی جو حالت ہے وہ کا سب کو علم ہے۔ سوفٹ صابون۔ عطریات اور پارچات ان کی طلب ہے۔ نہ ان کو ملت مرحومہ کے اضمحلال وارتحلال کا احساس ہے نہ اپنی ہم جنس خواتین کے تنزل کا خیال ہے نہ ان کی رگوں میں وہ قریشی یا مغلئی افغانی خون ہے جس کی حرارت کا پارہ قومی غم کے زمانہ میں ۱۱۲ درجے ہمیشہ متجاوز ہوا کرتا تھا۔ نہ وہ اسلامی غیرت وحمیت ہے جس نے کفر کے کمزور قلوب پر اسلامی اقبال نقش کر دیا تھا۔ کیا ہماری مستورات حضرت عائشہ رضہ کی سیرت سے دینیات وسیاسیات کے اکتساب کا ذوق پیدا نہیں کر سکتیں؟ سیرت عائشہ رضہ میں ہمیں ایثار وسخاوت کا بھی بے نظیر درس دے رہا ہے۔ عاقل ومنتظم ہونے کے دوش بدوش وہ انتہا درجہ کی سخی اور کریم النفس تھیں۔ کئی کئی ہزار درہم آپ کے قدوم کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ لیکن اسی وقت خیرات میں تقسیم کر دیتیں زر جتنی سے آپ کو جس قدر نفرت تھی اسی قدر صحیح مصرف کا بھی احساس تھا۔ وہ اگر خرچ کرتی تھیں تو موقعہ ومحل کو ملحوظ رکھ کر کرتی تھیں۔ یہ نہیں تھا کہ فضول کر آرام اور آسائش ظاہری پر ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہا دیا جائے اور قومی ملکی ضروریات ہمیشہ ہماری جوجہد کی منتظر ہی رہیں! آپ کے خلوص وایثار کا یہ عالم تھا کہ قومی ضروریات پر ہزاروں درہم نثار کر دیتی تھیں اور خود اپنے کپڑوں کو پیوند لگایا کرتی تھیں انکو معصوم اور غریب لوگوں کی عریانی کا فکر تھا ملت کے مفلس طبقہ کی تشنگی کا احساس تھا اور وہ جب تک اسلامیوں کی دستگیری نہیں کر لیتی تھیں خود اپنی ذات کے عیش اپنے لئے حرام سمجھتی تھیں۔ جناب صدیقہ رضہ نے اپنے زر وجواہر کو قوم کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ ملت کا ہر ایک معصوم نونہال عائشہ رضہ کو اپنا مربی سمجھتا تھا۔ آپ کے پہلو میں جو دل تھا وہ درد واحساس کے جذبات سے سرشار تھا۔ لیکن جناب صدیقہ رضہ کی زیارت سے ہمیشہ محروم رہی خود غرضی آپکی قدسوسی کو ہمیشہ ترستی رہی عدم احساس آپکے پاس کبھی نہیں پھٹکا۔ ہماری مستورات کی اس کا کیا عالم ہے؟ اپنی ضروریات کے مقابلہ میں قومی احتیاجات کا کس قدر پاس ولحاظ ہے؟ ان سوالات کے جوابات واقعات کی زبان دے رہی ہے۔ کیا ہماری خواتین سیرت عائشہ رضہ کے ان جواہر ریزوں سے عبرت حاصل نہیں کر سکتیں؟ کیا انکی چشم بصیرت واقعی بے نور ہو گئی ہے؟ کیا انکے احساس قلب پر سچ مچ غفلت کی بجلی گر پڑی ہے؟

جناب عائشہ رضہ کی فضیلت وعلمیت فقہ وحدیث تک ہی محدود نہیں تھی ایام جاہلیت میں عرب کی شاعری کی دھوم تھی۔ جناب صدیقہ بھی اچھی فصیح وشاعرہ تھیں اچھے شعر کہا کرتی تھیں۔ فن طبابت میں بھی ید طولیٰ رکھتی تھیں حضرت عمرؓ جیسے زبردست عالم اور بارعب خلیفہ کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت عائشہ رضہ کی خدمت میں آتے نہایت مؤدب حاضر ہوتے اور انکی فضیلت کا ہمیشہ اعتراف کیا کرتے الغرض جناب عائشہ رضہ کا وجود بیحد عجیب برکات وفیوض اور علوم وراسرار کا مجلس شرعی میں اگر آپ زبردست فقیہ تھیں تو معاشرت کے باب میں زبردست مفکر کا درجہ رکھتی تھیں۔ طب میں اچھی طبیبہ اور شاعری میں معقول شاعرہ تھیں [illegible] خصوص میں فہیم [illegible] امن وسکون میں اگر آپکا دماغ قانون تمدن واخلاق کی تدوین میں مصروف تھا تو حالت جنگ میں ہوشیار جرنیل تھیں آپکی [illegible]

[illegible]

ابطال قِدمِ وید

(۱۳)

راجا پورروا اور بی بی اُربسی کا قصہ

منوجی رجا دوسواں کے بیٹے بڑے بزرگ اور تپسیہ ورکتے اتفاق وقت سے بڑھاپے کے ایام میں اُنہوں نے حصول اولاد کے لئے یجّن کیا اسکی بدولت ان کے یہاں الا इला نام ایک دختر نیک اختر صاحب جمال کو دنسال پیدا ہوئی اس کی صورت اور سیرت اور پیاری پیاری باتوں پر منوجی پھولے نہ سماتے تھے۔ ایک دن وششٹ جی آئے وہ لڑکی بھی ان کے پاس آکر کھیلنے لگی۔ منوجی نے وششٹ رشی سے فرمایا کہ تم اس لڑکی کو لڑکا کردو۔ اُنہوں نے منتروں کے زور سے اُسے لڑکا بنا دیا۔

جب وہ لڑکا جوان ہوا۔ تو راجوں کے فرزندوں کی طرح جنگلوں میں شکار کھیلنے جانے لگا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ اپنے یاروں دوستوں سمیت شکار کھیلتا کھیلتا امبکا بن (ضلع انبالہ) میں جا نکلا۔ وہاں پر اُماں جی اپنی ساٹھ ہزار سہیلیوں سمیت بن بار کھیل رہی تھیں۔ اور تن پر عریانی کے سوا دوسرا جامہ نہ تھا۔ وہ ان جوانوں کو دیکھکر شرما گئیں اور یہ بددعا دی کہ جو کوئی مرد اس بن میں ہے ایسا ہو کہ وہ ناری ہوجاوے بس کیا تھا مُنہ سے نکلتے ہی ویسے ہی ہوگیا۔ کہ لڑکا مذکور مع اپنے ساتھیوں کے عورتیں بن گیا۔ اور اُن کے گھوڑے گھوڑیاں بن گئے اور سخت نادم ہوکر اس بن میں مارے مارے پھرنے لگے۔ اُس وقت چندرمان کا بیٹا بُدھ رشی ایک تالاب پر تپ کر رہا تھا۔ جب یہ شامت کی ماری اُدھر جا نکلی وہ اس پر فریفتہ ہوا۔ اور اُس سے میل پیدا کر کے اُس سے خوش رہنے لگا۔ باقی کی تو عورتیں اور مردوں کے ساتھ چلی گئیں اور اُنکی بیبیاں بنکر اُن کے پاس رہنے لگیں۔ اور سب وہیں پر سما گئیں۔

اِلا بُدھ رشی سے حاملہ ہوئی اور پورے دس مہینے کے بعد لڑکا جنی بُدھ نے اُس کا نام پُورروا رکھا۔ اور وہ اُس کی پرورش کرتی رہی۔ اور دو سال اس جنگل میں گذر گئے۔ جب پُورروا کا دودھ چھوٹا تو اتفاقاً وہاں پر وششٹ رشی تشریف لائے کہ جنکی دُعا سے وہ لڑکا بنی تھی۔ اُن کے سامنے زار زار روئی اور وطن کو جانے اور پھر مرد بننے کی تمنا کی۔ رشی کو اس کی الحاح وزاری پر ترس آیا۔ برہماجی سے عرض کی کہ اسے معافی دو۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ یہ اُماں کی دعا ہے ٹل نہیں سکتی۔ وششٹ جی نے دوبارہ سہ بارہ عرض کی۔ تو برہماجی نے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ اب سے یہ ایک مہینہ مرد اور ایک مہینہ عورت رہا کریگی اور اسی وقت سے ایسا ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ جب راجا مرد بن جاتا تو راج گدی کا کام کرتا۔ جب عورت ہوجاتا تو عورتوں کی طرح گھر میں چھپکر بیٹھ رہتا۔ اِلا نے پُورروا کو بُدھ کے پاس چھوڑا۔ اور خود دریائے جمنا کے کنارے قلعہ بسا کر اس میں قیام فرمایا۔ اور وہ قلعہ وہی ہے جسے آجکل اریل کہتے ہیں۔ اور وہ الہ آباد کے قریب ہے جسکو اکبر بادشاہ نے توڑ پھوڑ کر از سرِ نو تعمیر کرایا۔ اور تا حال موجود ہے۔

الہ آباد جس شہر کا نام ہے ابتدا میں اس کا نام اِلاواس (इलावास) مشہور تھا۔ اکبر بادشاہ نے اسے بدلکر الہ آباد کر دیا درحقیقت یہ شہر منوجی کی لڑکی اِلا کا بسایا ہوا ہے۔ جو کہ پُورروا کا باپ بھی اور ماں بھی تھی اور مذکورہ بالا قصہ بالمیکی راماین اُتر کانڈ سرگ ۹۹ لغایت سرگ ۱۰۱ میں ہے۔ میں نے یہاں پر مختصراً نقل کیا ہے۔

منوجی کی بیٹی اِلا کو الا بھی کہتے ہیں اور اڑا بھی کہتے ہیں وہ ویدوں کی دیویوں میں مذکور اور بڑی مشہور ہے۔ بطور نمونہ ذیل کا منتر ملاحظہ ہو۔ ایسا ہو کہ تین لازوال دیویاں۔ اِلا۔ سرسوتی۔ بھارتی راحت بخشنے والیاں ہماری اس پوال پر آکر بیٹھیں۔ رگوید منڈل اوّل سوکت ۱۳ منتر ۹۔

جب پُورروا جوان ہوا۔ اور راج پاٹ کے قابل سمجھا گیا۔ تو اس کی ماں اِلا نے الہ آباد کے متصل تھوڑا سا علاقہ اُسے بخشا اور وہ اُس میں قلعہ بنا کر بسنے لگا۔ اور اس کا نام پرتشٹھان پور رکھا اور اُسکا ویرانہ تاحال موجود ہے۔

پُورروا کی جوانی کے عالم کی جتنی باتیں تھیں سب تعجب خیز تھیں جب اُسے تپ کا دھیان آیا تو اس نے تپ میں اپنے باپ سے زیادہ کمال حاصل کیا سورگ کے مالک اندر دیوتا کو اندیشہ پیدا ہوا کہ پُورروا مجھ سے میری اندرائی نہ چھین لے۔ اُس نے اُسکا تپ خراب کرنے کی نیت سے سورگ کے رہنے والی اُروشی اپسرا کو روانہ کیا وہ باریک سی چادر کچھ کھُلی کچھ ڈھکی اوڑھکر پُورروا کے باغوں میں آئی اور جھولا ڈال کر جھولنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد پُورروا بھی اُدھر جا نکلا۔ اور اسکا حُسن و جوانی دیکھکر اُس پر فریفتہ ہوا۔ اور اُس سے محبت آمیز باتیں کرنے لگا۔ وہ اس سے اس شرط پر راضی ہوئی کہ پُورروا اُسے اپنی برہنگی نہ دکھاوے۔ اور یہ کہ اُسے روزانہ تازہ مکھن کھلاوے اور یہ کہ اُس کا بچھے وہ اپنے ساتھ لائی تھی چوری نہ جاوے۔

ویدوں میں لکھا ہے کہ اڑوشی فقط چار سال راجا مذکور کے گھر میں رہی اور رشتپتھ براہمن کانڈ ۱۱ ادھیائے اول میں ہے کہ اس کے گھر میں اکسٹھ ہزار سال رہی اور ان دونوں کو اتنا بڑا دراز زمانہ ملکر رہنا سہنا چار دن کے برابر بھی معلوم نہ ہوا۔ بلکہ ایسا گذرا کہ جیسے آنکھوں کے سامنے سے بجلی کود جاتی ہے۔

اب اندر کے اکھاڑے میں اروشی کی یاد ہوئی۔ اُسے گندھرو بلانے آئے اور رات کے وقت چوری چوری گندھرو اروشی سے کچھ سرگوشی کرنے لگے اور یہ بات قرار پائی کہ صبح ہوتے ہی مجھے باسی مکھن کھلا دینا اور رات کو مینڈھا چورا کر لیجانا۔ میں بعد ازاں خود بخود چلی آؤں گی۔

جب صبح ہوئی گندھرو نے باسی مکھن لا کر کھلا دیا جب آدھی رات ہوئی مینڈھا چُرا کر لیگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اروشی چلا اٹھی کہ میرا مینڈھا چور لئے جاتے ہیں۔ دوڑیو۔ ان کو پکڑیو۔ راجا ننگا سو رہا تھا چور چور کی آواز سُن کر ایکدم چونک اُٹھا اور ایک طرف کو دوڑ پڑا جب تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اب اروشی بولی۔ کہ بس جی باسی مکھن بھی کھایا اور مینڈھا بھی چوری گیا اور آپ کی برہنگی بھی دیکھ لی اب تینوں شرطیں پوری ہوئیں۔ اس بندی کا رخصتی سلام ہے اور پریوں کیطرح اُڑ کر آسمان کو چلنے لگی۔ راجا نے اُسوقت اُسکے آگے بہت کچھ آہ وزاری کی مگر اروشی نے ایک نہ سُنی اور وہاں سے اُڑ کر سورگ کو چلتی بنی۔ تصویر ذیل ملاحظہ ہو۔

جب اروشی نظروں سے غائب ہوگئی راجا اُسکے فراق میں بیتاب ہوا۔ اور راج پاٹ پر خاک ڈالکر سورگ لوک کی جانب راہ لی چلتے چلتے سرسوتی ندی کے کنارے تھانیسر کے قریب آیا اور برگد کے درخت کے سائے تلے بیتاب ہوکر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش میں آیا۔ تو وہاں نہانے دھونیوالی عورتوں کے زیوروں کی آواز سُنی اور اُس نے جدھر سے آواز آتی تھی اُدھر کان لگایا۔ اور وہ عام عورتیں نہ تھیں بلکہ تلوتما وغیرہ اروشی کی سہیلیاں تھیں جو کہ اروشی سمیت وہاں پر نہا رہی تھیں کہ اتنے میں تلوتما نے اروشی سے پوچھا کہ تو زمین پر کس آدمی کے پاس رہی تھی وہ بولی کہ اس شخص کے پاس جو اسوقت تیرے سامنے اس برگد کے نیچے کھڑا ہے اور میری جُدائی کیوجہ سے حیران و پریشان ہو رہا ہے۔

جب تلوتما نے پُورروا کیطرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو اُسے مرضِ فراق میں مُبتلا پایا۔ اور راجا ہوکر گداؤں کا گدا گر نظر آیا۔ تلوتما نے اُس کی پریشانی پر رحم کھا کر سفارش کی کہ اس سے پھر بھی ملاقات کرنی چاہئے اُسکی سفارش اروشی نے قبول کی اور کنڈ میں سے نکلکر درخت کے نیچے آئی پورروا رو رو کر عرض کرنے لگا اروشی نے یہ پتے کی بات فرمائی کہ اے راجا تو بڑا بیوقوف ہے۔ کہ ایک عورت کی محبت میں راج پاٹ سب چھوڑ آیا ہے۔ مجھے دیکھ کہ میں عورت ہوں اور مردوں کی محبت سے ایسی آزاد ہوں کہ جبتک کسی سے محبت کرتی ہوں اُسے جان سے عزیز رکھتی ہوں جب اُس سے دوستی توڑ لیتی ہوں۔ تو اُس سے بالکل مُنہ موڑتی ہوں ہزار سال کی محبت ایک آن میں فراموش کرتی ہوں اور اسطرح پر کہ پھر اسکی جان لینے میں دریغ نہیں ہوتا اور یہی عادت سب عورتوں کی ہوتی ہے۔

اروشی کو مہربان پاکر راجا نے یہ درخواست کی کہ ہم تم دوبارہ ملکر پھر رہنے لگیں۔ اُس نے انکار کیا اور کہا کہ میں تیرے پاس ایکدفعہ پھر آؤنگی۔ اور میری آمد کا دن اگلے برس کا پہلا دن ہوگا یعنی لگتے چیت کی پورنماشی کو میں تیرے پاس شب باش ہونگی۔ اور یہ کہنے کے بعد وہ کنڈ میں جاکر نہانے لگی اور راجا اپنے وطن کو روانہ ہوا خوشی خوشی گھر پہنچا۔ پورروا اروشی کی خاطر ایک باغ لگوایا اور اس میں محل بنوایا جب حسب وعدہ اروشی آئی۔ راجا کے پاس رہی اور رخصت ہونا چاہا۔ راجا نے بہت کچھ منت کی مگر اروشی کی عقل میں ایک نہ آئی پرند کیطرح پرتشٹھان پور سے اُڑ کر سورگ لوک میں پہنچی اور جیسے پہلے تھی اوروں میں مصروف ہوئی۔ بھاگوت سکند ۹ ادھیائے ۱۴۔ مہابھارت آدی پرب ادھیائے ۷۵۔

پُورروا کے اروشی کے پیٹ سے آیوہا نام لڑکا پیدا ہوا۔ اروشی نے اسے اپنا دودھ پلایا۔ پرورش کیا اور وہ اپنے باپ کی گدی پر باپ کے بعد بیٹھا جیسا کہ یہ واقعہ دلربا ہے ویسے ہی مقدس شاعروں نے اسے مختلف رنگوں سے رنگا ہے۔ اروشی کے اڑنے والی سرگ کے اپسرا ہونے اور راجا پورروا کے اِلا بنت منو کا فرزند ہونے میں کسی کو کلام نہیں جس طرح بالمیکی راماین میں اور مہابھارت اور بھاگوت اور وشنو پوران وغیرہ تواریخوں میں یہ مفصل پایا جاتا ہے ویسے ہی اسکا ذکر ویدوں میں آتا ہے۔ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۹۵ ملاحظہ ہو ذیل میں اسکا ترجمہ ہے۔

اروشی اور پورروا کی بات چیت

(پورروا کہتا ہے) اے میری جوڑ ذرا ٹھیر جا۔ اے تند خو تیز مزاج والی آ ہم تم ملکر بات چیت کریں جو کہ پچھلے دنوں ہم سے نہیں ہو سکی اور ہمارے یہ خیالات جیسے کہ پہلا انہوں نے تجھے کبھی نہیں تسلی دی (۱)

(اروشی کہتی ہے) مجھے اب تیری ان باتوں سے کیا مطلب۔ جب میں صبح کاذب کی مانند تیرے پاس سے چلی آئی۔ اے پورروا تو اپنے گھر کو واپس جا۔ میں ہوا کی مانند مشکل سے ہاتھ آتی ہوں۔ (۲)

(پورروا کہتا ہے) اس تیر کی مانند جو کہ ترکش سے نکالا جاتا ہے اور جیت کے لئے پھینکا جاتا ہے۔ یا تیز گھوڑے کی مانند جو کہ بازی لگا کر سرپٹ چھوڑا جاتا ہے۔ اور سینکڑوں کو جیتتا ہے۔ تو بجلی سی چمکتی ہوئی معلوم ہوئی۔ منصوبہ باندھتے ہوئے بزدل گندھرو تجھ سے تیرے لیجانے کی باتیں اسطرح کرتے تھے کہ جسطرح بکری کا بچہ مصیبت میں ممیاتا ہے (۳)

اے اروشی تو یاد کر اپنے سسر کو اور دولت دیتی ہوئی پاس والے مکان سے جب اسکے عاشق نے اُس کی خواہش کی اس گھر کو تلاش کیا۔ جہاں اس نے خوشی اڑائی تھی۔ اور شب و روز اپنے خاوند کی بغل گرم کرتی تھی۔ (۴) … تو دن میں تین تین مرتبہ اپنی جوڑ سے بغلگیر ہوا۔ پر اُس نے تیرے اس عاشقانہ ناز و انداز پر سرد مہری ظاہر کی۔ (۵) ۔ سرخ گائے کی مانند درخشاں جلدی سے آتی ہیں وہ دھان گائے کی مانند ہم سری سے راجتی ہیں۔ (۶) ۔ جب تو پیدا ہوا۔ سورگ سے دیویاں اُتریں۔ دیوتوں نے تجھے قوت بخشی۔ شور کرکے چلنے والے پانیوں نے تجھے پالا۔ دسیو قوم کو غارت کرنے کی نیت سے سخت سخت لڑائیاں لڑنے کے لئے تجھے بڑھایا۔ (۷)

میں پورروا نے جو کہ فانی ہوں ان غیر فانی سورگ کی اپسراؤں کیطرف جنہوں نے اپنے لباس اتار رکھے تھے اپنی بغل میں دبانے کی خواہش کی تو وہ بیلے ناگ کی مانند جو کہ پو جاتا ہے ڈر کر بھاگ نکلیں۔ جیسے کہ رتھ کے گھوڑے جو آ رکھتے ہی بھاگ نکلتے ہیں۔ (۸)

فانی پورروا غیر فانی اپسراؤں سے جفت ہوتا ہے وہ جسوقت اسے اجازت دیتی ہیں اپنے بدن کی خوبصورتی بگلوں کی مانند ظاہر کرتی ہیں جیسے گھوڑے گھوڑیاں آپس میں کلول کرتے ہیں ویسے وہ کاٹتی اور کترتی ہیں (۹) اروشی گرنے والی بجلی کی مانند چمکتی ہوئی میرے لئے سورگ سے مزیدار تحفے لائی اس رو سے ایک مضبوط جوان بہادر پیدا ہوا۔ ایسا ہو کہ اروشی ہمیشہ کیلئے اس کی عمر دراز کرے (۱۰)

(اروشی کہتی ہے) تیری ہستی نے تجھے دودھان گائے کا دودھ پلایا۔ اے پورروا یہ آیوہا لطافت تو ہی نے مجھے دی ہے۔ میں نے اول دن تجھے خبردار کر دیا تھا۔ اور میں جانتی تھی کہ تو نے میری نہیں سُنی پھر اب کیوں کہتا ہے۔ جب کوئی بات تجھے نفع بخش نہیں ہے۔ (۱۱)

(پورروا کہتا ہے) اے اروشی۔ بیٹا کب پیدا ہوگا۔ اپنے باپ کو کب تلاش کریگا ماتم کرنیوالے کی مانند روئیگا۔ جب اُسے پہلے پہل یہ معلوم ہوگا کہ تیرا باپ تجھ سے بہت دور رہا اتفاق سے ملکر رہنے والے جورو خاوند کو کون جدا کر سکتا ہے۔ جبکہ آگ تیرے خاوند کے باپ کے گھر میں روشن ہے۔ (۱۲)

(اروشی کہتی ہے) میں تجھے تسلی دونگی۔ جب اُس کے آنسو بہینگے وہ رنج میں نہیں روئیگا۔ اور نہ شور مچائیگا۔ جو کہ بابرکت ہے اور ہم دونوں سے پیدا ہوا ہے میں اسے تیرے پاس بھیجدونگی۔ اے بے عقل اپنے گھر کا رستہ لے تو مجھے نہیں دیتا۔ (۱۳)

(پورروا مرنے کی دھمکی دیتا ہے) یہ تیرا عاشق اب ہمیشہ کیلئے تجھ سے جدا ہوتا ہے یہ بڑی دور بھاگ جائیگا۔ پھر کبھی نہیں آئیگا اسکا بچھونا موت کے سینے پر ہوگا۔ اور خونخوار بھیڑئے اسے پھاڑ پھاڑ کر کھا جائینگے (۱۴)

(اروشی سمجھاتی ہے) اے پورروا تو نہ مر۔ نہ گم ہو۔ منحوس بھیڑئے تجھے نہ کھائیں۔ عورتوں کی دوستی پکی نہیں ہوتی انکے دل چرخ پر ملہ کی طرح اڑاؤ ہوتے ہیں۔ (۱۵)

میں نے تم لوگوں میں قیام کیا۔ چار سردیوں کی راتیں تم میں گذاریں میں دن میں ایکمرتبہ تازہ مکھن کھایا کرتی تھی اور میں اب بھی اسپر راضی ہوں (۱۶)

(پورروا کہتا ہے) میں سب سے بہتر عاشق اروشی کا ہوں۔ اپنی ملاقات کیلئے اسے پکارتا ہوں جو کہ ہوا میں اُڑتی اور ملکوں کی سیر کرتی پھرتی ہے دینے والی جو چیز عہد و پیمان سے تجھے دی تھی۔ وہی تجھے روزانہ ملیگی تو دوبارہ میری طرف چلی آ۔ میرا دل تیرے لئے سخت بے چین ہے۔ (۱۷)

(اروشی کہتی ہے) اڑ ऐल کے بیٹے تیری بابت دیوتا یہ کہتے ہیں کہ موت نے تجھے چُن لیا ہے تیرے اپنے نذرانوں سے دیوتوں کی سیوا کرینگے۔ اسکے علاوہ تو سورگ میں خوش ہوگا۔ (۱۸) رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۹۵۔

• سوکت کی سرخی سے اور منتر ۱۸ سے واضح ہے کہ یہ پورروا اِلا کا بیٹا ہے۔ آخری منتر سے پورروا کا بوڑھا ہونا پایا جاتا ہے۔

اب اس کا حسبی نسب نامہ ملاحظہ ہو۔ پورروا پسر سمات اِلا بنت منو پسر دوسوان۔ پسر سمات اوتی۔

اور نسبی نسب نامہ یہ ہے۔ پورروا پسر بُدھ پسر چندرمان پسر اتر سے

مدراس میں محمدی فنڈ

مسلمانان مدراس کی ہمت و سعی پر ہمیں صد مرحبا کہنا چاہئے۔ جنہوں نے صرف مندرجہ بالا چالیس ہزار روپیہ ہی خالص اشاعت اسلام کے لئے اکٹھا نہیں کر دیا بلکہ اس کے ساتھ محمدی فنڈ کے نام سے جو حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر نامزد کیا گیا ہے غریب طلباء کو وظایف دینے کے لئے بھی سات ہزار روپیہ کی رقم فی الفور جمع کر دی۔ یہ فنڈ دراصل مولوی قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کی خدمات کے اعتراف میں قایم کیا گیا ہے۔ جو انہوں نے ندوہ کی کیں۔ اور خود قاری صاحب کے کہنے پر آنحضرت صلعم کے اسم مبارک محمدؐ پر اس کا نام محمدی فنڈ رکھا گیا۔ کیا اراکین ندوہ ان گرانبہا رقوم سے بہترین فایدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے۔ اور طلباء میں اعلےٰ اسلامی اخلاق اور اسلامیت کی پوری شان پیدا کرنے میں کوشاں ہونگے +

الہ آباد یونیورسٹی میں آنحضرت صلعم کی توہین

افسوس ہے کہ اس علم و تہذیب کے زمانہ میں بلکہ یوں کہنا چاہئے اسلام کے آفتاب صداقت کی درخشانی کو دیکھ کر بھی بعض کوتاہ اندیش تعصب کی آلایش سے اس قدر آلودہ رہتے ہیں کہ انہیں سوائے اس کے چارہ نہیں۔ کہ اپنی آنکھوں کو بند کئے رہیں۔ اور نیکی کے اعتراف کے بجائے الٹا اس پر طعن سے کام لیا کریں اور بغایت زبان درازی ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے میں ساعی رہیں یوں تو ایسے افراد کا دنیا میں پایا جانا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ اور نہ ہی یہ امر کوئی حیرانی کا موجب ہو سکتا ہے کہ وہ یوں دیدہ دلیری سے اسلام کے خلاف بیہودہ طعنہ زنی شروع کر دیتے ہیں مگر یہ بات نہ صرف موجب حیرانی ہی ہے۔ بلکہ قوانین یونیورسٹیز کے بھی صریح خلاف۔ کہ امتحانات کے پرچوں میں اس مقدس انسان کے لئے ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے جائیں جس کے تیس کروڑ پیرو اس وقت دنیا کے ہر طبقہ پر چھائے ہوئے ہیں۔ الہ آباد یونیورسٹی نے امسال بی اے امتحان کے ایک پرچہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق جو لفظ استعمال کئے۔ جن ناپاک الفاظ کو مسلمان طلباء کے سامنے عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ وہ برطانوی حکومت کے پاک دامن پر اسلامی دنیا کے اوپر ظلم و ستم کا دھبہ لگانے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔ اس نے یہ کہکر

"وہ ایک جاہل وحشی آدمی تھے ..... عام جہالت و لاعلمی نے ان کو ندامت و ملامت کے کاموں سے محفوظ رکھا لیکن انکی زندگی کا دایرہ تنگ ہو گیا اور وہ ان ملکوتی اثرات سے بالکل محروم ہو گئے۔ جس سے ہمارے قلوب افکار بزرگان گذشتہ کی سوانح زندگی پڑھ کر منور ہوتے ہیں" مسلمانان عالم اور ان کے مقدس ہادی صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے جس کا جواب اگر ممتحن صاحب ویسے پرائیویٹ حیثیت میں ان خیالات کا اظہار کرتے تو دلایل کے ساتھ دیا جا سکتا تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں چونکہ اس کی ذمہ داری الہ آباد یونیورسٹی پر عاید ہوتی ہے اس لئے بالکل جایز و روا ہوگا۔ اگر ہز آنر چانسلر یونیورسٹی یا دیگر ذمہ دار اراکین سے اس معاملہ پر نوٹس لینے کی استدعا کی جائے +

سوانحعمری مہاتما مارٹن لوتھر مصلح دین عیسوی

مارٹن لوتھر یورپ کا وہ عظیم الشان انسان گذرا ہے جس نے پوپ کی جابرانہ اور ناجایز اطاعت سے منہ موڑ کر یورپ کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا اور استبداد و ناجایز تقلید کی جگہ حریت و مساوات کو رواج دینے کی کوشش کی جس کا نتیجہ عیسائیوں کے پراٹسٹنٹ فرقہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اپنے وقت میں اس شخص کو بھی بہت بڑی تکالیف اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اٹھانی پڑیں۔ اور چونکہ اس کے خیالات اسلامی تعلیم حریت کے کسی قدر مشابہ تھے اسلئے اسکے مخالفین نے اسکا نام محمڈن ڈاگ (محمدی کتا) اپنے وقت میں رکھا۔ لیکن یورپ کی موجودہ ترقی اگر سچ پوچھا جائے تو اسی شخص کی بدولت رونما ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر آزادی رائے کا جو کچھ حال یورپ میں تھا۔ وہ ان بیشمار انسانی نفوس کے حالات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو استبدادیت کے مذبح پر قربان کئے جاتے رہے ہیں۔ ایسی حالت میں جبکہ اسلام کے صرف ایک اصول کو پاکر یورپ کو اتنا کچھ نصیب ہوا ہے۔ اگر وہ اسلام کو ہی اپنا مذہب بنائے۔ اور محمڈن ڈاگ کی بجائے خود محمد مصطفےٰ صلعم سے آکر سیکھے تو کیا کچھ اسے نصیب نہ ہو۔ یورپ کے اس مصلح یعنے مارٹن لوتھر کی ایک سوانحعمری نشر دھے پرکاش دیوجی کے قلم سے نکلکر شایع ہوئی ہے جس میں اسکے تمام واقعات زندگی کو دلکش پیرایہ میں درج کیا گیا ہے۔ شردھے پرکاش دیوجی اس سے پیشتر آنحضرت صلعم کی سوانح عمری لکھکر مسلمانوں سے اعتماد کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہیں جس کی وجہ سے انکی یہ تصنیف بھی امید ہے قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیگی قیمت ۸ ؍ ملنے کا پتہ دفتر براہمو سماج لاہور۔

مذاکرۂ علمیہ
حدیث الثقلین اور شیعہ حضرات

(از قلم حکیم محمد حسین مرہم عیسےٰ)

قال اللہ تبارک و تعالیٰ۔ ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شیٔ۔

میرے مکرم اور واجب الاحترام بھائی اور نہایت لایق اور زکی دوست مولوی مرزا نذر علی صاحب احمدی پشاوری نے جس قابلیت اور عمدگی سے اخبار پیغام صلح کے متعدد پرچوں میں اس روایت کا جس پر مذہب شیعہ کا دارومدار ہے شیعہ صاحبوں کی ہی مستند کتابوں سے غیر متواتر و مجہول السند ہونا ثابت کیا اور ہر ایک پہلو پر بحث کر کے ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ روایت حدیث کے طبقہ چہارم سے بھی ادنیٰ درجہ کی کتابوں کی ہے۔ کسی مستند حدیث کی کتاب میں نہیں وہ ہر طرح سے قابل داد و لایق صاد نہایت اعلےٰ اور بےنظیر ہے۔ اصلاح نمبر ۳ جلد ۲ میں جو اس کا جواب نکلا ہے وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل ہے۔ اگر انصاف پسند حق طلب اصحاب اخبار پیغام صلح کے وہ نمبر جن میں اس حدیث پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھیں اور شیعہ پرچہ اصلاح کو بھی اس کے مقابل رکھکر دیکھیں تو انہیں خود معلوم ہو جائیگا کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس حدیث کے صحیح اور موافق کتاب اللہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اللہ تعالےٰ منشی صاحب کو بیش از بیش اجر دے اور ان پر رحمت اور برکت کرے۔ اور ان کی قلم میں اس سے بھی زیادہ زور بخشے اور لوگوں کو ان کے علم سے متمتع کرے۔ یہ نہایت مبارک کام خدمت دین کا انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے +

خاکسار ذیل میں وہ مختصر گفتگو درج کرتا ہے۔ جو ایک شیعہ مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری اور میرے درمیان شیعوں کے قبلہ و کعبہ اور شمس العلماء جناب سید علی حایری صاحب مجتہد لاہوری کے مکان پر ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء کو اسی حدیث کے متعلق ہوئی +

مجھ کو مولوی احمد علی صاحب سے گفتگو کا موقعہ تو اسی دن ہوا مگر میں بیضرور رکھوں گا کہ ان کو گفتگو میں دوسرے کو بھڑکانا اور دھمکانا بہت آتا ہے۔ جناب سید علی حائری صاحب مجتہد لاہوری سے بھی میری مسایل مختلف فیہ میں بیسیوں دفعہ گفتگو ہوئی اور ہوتی رہتی ہے مگر جس تہذیب اور متانت سے جناب مجتہد صاحب گفتگو کرتے ہیں اس متانت اور تہذیب کا ایک شمہ بھی ان کے شاگرد مرزا احمد علی صاحب میں نہیں۔ مرزا احمد علی صاحب اپنی گفتگو میں بہت سی ناروا اور دلآزار باتیں ایسی کہدیتے تھے جن سے جناب مجتہد صاحب کو بھی انہیں روکنا پڑتا تھا۔ آپ عربی عبارتوں کے پڑھنے میں بھی فاش غلطیاں کر جاتے تھے۔ آپ حدیث انی تارک فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر میں الثقل الاکبر کو بجائے فتح ثاء و فتح قاف کے بکسرۂ ثاء و سکون قاف پڑھتے تھے۔ ایسا مُتَّفَقٌ علیہ کو مُتَّفِقٌ علیہ پڑھتے تھے۔ اور پھر اصرار بھی کرتے تھے کہ یہی صحیح ہے جو میں پڑھتا ہوں۔ جب اس قسم کی فاش غلطیاں ان کی ان کو بتلائی گئیں تو آپ نے بھی خاکسار کے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہنے پر ٹوکا اور کہا کہ وَسَلَّم۔ کیا ہوتا ہے سنو خاکسار نے کہا کہ فرمایئے صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ ہے یا سَلِّمْ تو خاموش ہو گئے +

مرزا احمد علی صاحب شیعہ۔ آپ گفتگو سے پہلے ایک موضوع مقرر کرلیں۔

خاکسار (احمدی) میرا موضوع تو قرآن اور حدیث رسول اللہ ہیں قرآن مجید جو ہر ایک تنازع کا حکم ہے۔ اس کو تو میں ہر ایک قول پر مقدم رکھوں گا۔ پھر نبی کریم کو حکم آ فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الخ ہر ایک متنازع امر میں حکم مانونگا۔ اور وہ احادیث جو حضرت نبی کریم سے السابقون الاولون من المھاجرین والانصار نقل فرما دیں ان کو تو میں یقیناً رسول اللہ کا کلام یقین کرتا ہوں۔ آپ حدیث ذیل انی تارک فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر فاما الاکبر فکتاب ربی واما الاصغر فعترتی اھل بیتی فاحفظونی فیھما فلن تضلوا ابدا ما تمسکتم بھما کا متواتر متفق ہونا ثابت کریں۔ اور کتاب اللہ سے اس کی موافقت دکھا دیں۔

مرزا احمد علی صاحب نے اکمال الدین نام ایک کتاب نکالی اس میں دو ایک جگہ سے اس حدیث کے متعلق کچھ پڑھا۔ مگر کسی جگہ کچھ الفاظ کسی جگہ کچھ۔ کسی جگہ ما تمسکتم بہ کسی جگہ ما تمسکتم بھما ایک حدیث میں یہ مضمون تھا کہ قرآن اور میری عترت اہل بیت سفینہ نوح ہیں۔ اور یہی سب کی نجات کا موجب ہیں۔ لطیفہ۔ قرآن بھی سفینہ نوح۔ اور عترت اہل بیت رسول اللہ بھی سفینہ نوح حدیث شیعہ کہتی ہے۔ وہ دو کشتیوں پر سوار ہونے سے نجات ہوگی۔ کیوں صاحب کوئی دو کشتیوں پر سوار ہو کر نجات پا سکتا ہے۔ غرض دو تین کتابوں سے (کیونکہ مجتہد صاحب سید علی حایری صاحب کا مکان کتابوں سے بھرا ہوا تھا) مرزا احمد علی صاحب نے اس حدیث کو سنایا۔ مگر مطالب مختلف الفاظ مختلف۔ اول تو کسی راوی سے حدیث کے یہ الفاظ الثقل الاکبر و الثقل الاصغر مجھے نہ دکھائے گئے دوسرے جس قدر راوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کو بیان کرنے والے تھے قواعد محدثین کے مطابق ان کے بھی ثقہ اور صادق راوی ہونے کا ثبوت میرے سامنے پیش کیا گیا۔ نہ تیسرے جو کتب شیعہ کی الفین۔ کافی کلینی اور اثبات البصائر سے کوئی ثبوت اس حدیث کے متواتر یا صحیح مرفوع متصل ہونے کا نہ دیا گیا۔ ہاں مولوی مرزا احمد علی صاحب نے صواعق محرقہ سے ایک حوالہ پڑھا مطالبہ کچھ ہوتا تھا مولوی صاحب دکھاتے کچھ تھے۔ مطالبہ تھا حدیث الثقلین کے متواتر اور متفق علیہ ہونے کا۔ دکھاتے تھے کہ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ اس کے مختلف راویوں کی تعداد ۲۵ تک ہے۔ مگر مرزا احمد علی صاحب نے ابن حجر کی کتاب سے یہ نہ دکھایا کہ حدیث الثقلین متواتر اور متفق علیہ ہے شاید شیعی مذہب میں جس حدیث کو ۲۵ مختلف راوی مختلف طور پر بیان کرنے والے ہوں خواہ وہ کذاب ہی ہوں۔ وہی حدیث متواتر ہوتی ہوگی مگر بقول محدثین متواتر وہ حدیث ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور ہر زمانہ میں بکثرت لوگوں نے اس کی روایت کیا ہو کہ عقل ان کے جھوٹ بولنے کو محال جانے۔ مثل قرآن اور نماز وغیرہ کے جب مولوی احمد علی صاحب اس حدیث کے متواتر متفق علیہ ثابت کرنے سے عاجز آگئے۔ اور اس طرح سے کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ تو میں نے کہا کہ آؤ اب قرآن سے فیصلہ چاہیں جس کو

قرآن کی کوئی آیت تشیع کی تائید نہیں کرتی

خدا نے اختلاف مٹانے کو نازل کیا ہے انسانوں کے ہاتھ کی تراشی ہوئی سڑتیں اور ہوا و ہوس سے آلودہ قصے تو ہمارے پلے کچھ بھی نہیں ڈالتے۔ یہ تو اتنا بھی نہیں بتا سکتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عترت حضرت علیؓ کو فرمایا ہے یا اولاد فاطمہ کو۔ اور اہل بیت ان چار تن حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کو فرمایا ہے یا بارہ اماموں کو۔ خدا کا رسول ہمیں ایسا حکم نہیں دے سکتا جس پر ہم عمل نہ کر سکیں۔ قرآن تو تمام مسلمین جانتے ہیں کہ یہ ہے اور اس کو ماننے اور عمل کرنے والے عمل بھی کرتے ہیں۔ عترت اور اہل بیت رسول اللہ کی آجتک تعیین ہی نہیں ہو سکی۔ اس لئے یہ ایسا حکم ہو گیا کہ جس پر عمل ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ خود مدعیان اتباع اہل بیت مختلف ہیں ان کو آج تک ہی پتہ نہیں لگا۔ کہ اہل بیت اور عترت سے مراد کون ہے اور کون نہیں۔

خاکسار۔ یہ حدیث ہی خلاف قرآن ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر۔ اے ایماندارو اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانو اور حاکم وقت کی فرمانبرداری کرو۔ پس اگر تم مسلمانوں کا آپس میں کسی مسئلہ دین میں جھگڑا پڑ جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ تعالےٰ اور روز قیامت پر ایمان ہے +

پھر فرماتا ہے فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما تیرے رب کی قسم یہ لوگ ہرگز ایماندار نہ بن سکیں گے جب تک تجھے اپنے تنازعات میں حکم نہ بناویں اور پھر جو تو فیصلہ کرے اس سے اپنے دل میں تنگی نہ پاویں اور مان لیں +

"یہ حدیث جس کو حدیث الثقلین کر کے بیان کیا جاتا ہے کسطرح پر ان آیات کے سامنے قابل اعتماد نہیں رہتی۔ اسکے موضوع ہونیکی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ جب تمہارا آپس میں کسی مسئلہ دین میں جھگڑا پڑ جائے تو اللہ اور اس کے رسول کیطرف رجوع کرو۔ اہل بیت کیطرف رجوع کرنے کا کہیں حکم نہیں دیتا۔ اور اگر فرماتا ہے تو یہی کہ تم رسول اللہ صلعم کو ہی اپنے تنازع میں اپنا حاکم بناؤ۔ اور حدیث کہتی ہے کہ بڑا حاکم قرآن اور چھوٹا حاکم عترت اہل بیت رسول ہے۔ قرآن سے ہر مسئلہ دین میں اپنے جھگڑے کا فیصلہ کراؤ۔ قرآن فرماتا ہے فاستمسک بالذی اوحی الیک انہ لذکر لک ولقومک قرآن کو ہر ایک امر میں دستاویز پکڑو تم سب کا اسی میں شرف ہے کہ تم قرآن کو دستاویز پکڑو۔ یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم ہوتا ہے کہ تو بھی اور تیری قوم بھی اسی قرآن سے تمسک کرے +

یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں بھی اہل بیت کا محتاج ہے قرآن مجید میں کوئی ایسا مجمل بیان نہیں ہے جس کی تفسیر خود قرآن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کر دی ہو رسول خدا نے خدا کے احکام کی جو اس پر نازل کئے گئے ہیں صاف صاف بغیر اسکے کہ ان کا کوئی جز چھپایا بیان کر دیا رسول اللہ صلعم سے کوئی مسئلہ ایسا باقی نہیں رہا جس کی حاجت اہل بیت سے پوچھنے کی ہو اہل بیت رسول اللہ کو خود حکم ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے نقش قدم پر چلیں وہ

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل :: ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

حضرت مسیح موعود

اور

آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست	بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامنِ پاکش بدست ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دوبار

یک شنبہ و چہار شنبہ

کو شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود

اور

آپ کی جماعت کا مذہب

ما اندو یا ہمیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جانِ ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسلِ رب العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است	منکرِ آں مستحقِ لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکرِ آں مورد لعنِ خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب	نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

سالانہ

قیمت لے رششماہی ۱۲ سہ ماہی ۱۰

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور - چہارشنبہ ۹ - رجب المرجب سنہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۲ مئی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰۸

ضروری نصائح

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بجز فضلِ خداوندی چہ درمانے ضلالت را
نہ بخشد سود اعجازے تہیدستانِ قسمت را
اگر بر آسماں صد ماہتاب و صد خور سے تابد
نہ بیند روزِ روشن آنکہ گم کردہ بصارت را
تو اے دانا بترس از آنکہ سوئے او بخواہی رفت
بہ دنیا دل چہ مے بندی چہ دانی وقتِ رحلت را
مشو از بہرِ دنیا سرکشِ فرمانِ احدیت
مخر از بہرِ روزے چند اے مسکیں تو شقوت را
اگر خواہی کہ یابی در دو عالم جاہ و دولت را
خدا را باش و از دل پیشہ خود گیر طاعت را
غلامِ درگہش باش و بعالم بادشاہی کن
نباشد ہیچ از غیرے پرستارانِ حضرت را
تو از دل سوئے یارِ خود بیا تا نیز یار آید
محبت مے کشد با جذبِ روحانی محبت را
خدا در نصرتِ آنکس بود کو ناصرِ دین ست
ہمیں افتاد آئین از ازل درگاہِ عزت را
اگر باور نمے آید بخواں ایں واقعاتم را
کہ تا بینی تو در ہر مشکلم انواعِ نصرت را
ہر آنکو یابد از درگاہ از خدمت ہمے یابد
کہ غفلت را سزا ہست و اجر ہست خدمت را
من اندر کارِ خود حیرانم و رازش نمے دانم
کہ من بے خدمتے دیدم چنیں نعماء و حشمت را
نہاں اندر نہاں اندر نہاں اندر نہاں ہستم
کجا باشد خبر از ما گرفتارانِ نخوت را

ملفوظات مسیح موعود

بیعت کی غرض

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

گناہ کی زہر وقتاً فوقتاً جمع ہوتی رہتی ہے۔ اور آخر اس مقدار اور حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جہاں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس بیعت کا پہلا فائدہ توبہ ہے کہ یہ گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہے۔ اس کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور گناہوں پر ایک خط النسخ پھیر دیتی ہے۔

دوسرا فائدہ اس توبہ سے یہ ہے۔ کہ اس توبہ میں ایک قوت و استحکام ہوتا ہے۔ جو مامور من اللہ کے ہاتھ پر سچے دل سے کیجاتی ہے۔ انسان جب خود توبہ کرتا ہے۔ تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے۔ بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے۔ مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کی جاتی ہے جب وہ سچے دل سے کریگا۔ تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہوگی وہ خدا خود اُسے قوت دیگا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دیجاویگی۔ جس سے وہ اُس پر قائم رہ سکیگا۔ اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ کرنے میں یہی فرق ہے کہ پہلی کمزور ہوتی ہے دوسری مستحکم۔ کیونکہ اس کے ساتھ مامور کی اپنی توجہ کشش اور دعائیں ہوتی ہیں۔ جو توبہ کرنیوالے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں اور آسمانی قوت اُسے پہنچاتے ہیں۔ جس سے ایک پاک تبدیلی اُس کے اندر شروع ہو جاتی ہے۔ اور نیکی کا بیج بویا جاتا ہے جو آخر ایک باردار درخت بن جاتا ہے۔

پس اگر استقامت اور صبر رکھو گے۔ تو تھوڑے دنوں کے بعد دیکھو گے کہ تم پہلی حالت سے بہت آگے گذر گئے ہو۔

غرض

اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔ دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے۔ اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے یاد رکھو اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ کیونکہ دنیا تو گذرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گذر جائے گی۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

دنیا اور اس کے اغراض اور مقاصد کو بالکل الگ رکھو۔ اُنکو دین کے ساتھ ہرگز نہ ملاؤ۔ کیونکہ دنیا فنا ہونیوالی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے۔ دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے تم دیکھتے ہو کہ ہر آن اور ہر دم میں ہزاروں موتیں ہوتی ہیں۔ مختلف اسی طاعون ہلاک کر رہی ہے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کون کب تک زندہ رہیگا۔ جب موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت آجاویگی۔ پھر کیسی غلطی اور بیہودگی ہے کہ اس سے غافل رہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آخرت کی فکر کرو۔ جو آخرت کی فکر کریگا۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اُس پر رحم کریگا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ جب انسان مومن کامل بنتا ہے۔ تو وہ اُس میں اور اُس کے غیر میں فرق رکھدیتا ہے اس لئے پہلے مومن بنو۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقوےٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو۔ اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو۔ نوع انسان کے حقوق کی حفاظت کرو۔ اور کسی کو دُکھ نہ دو۔ راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو۔ تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کردیگا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو۔ کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ اور اُن کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی اُن کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔

پانچوقت اپنی نمازوں میں دعاء کرو۔ اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے۔ نماز کا مزا نہیں ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضور قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو۔ عاجزی جب پیدا ہوتی ہے جو یہ سمجھ آجاوے کہ کیا پڑھتا ہے اس لئے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لئے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ نماز کو اپنی زبان ہی میں پڑھو۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ مسنون ادعیہ اور اذکار کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو۔ ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے۔ نماز دعا ہی کا نام ہے۔ اس لئے اس میں دعا کرو۔ کہ وہ تمکو دُنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے اور خاتمہ بالخیر ہو۔

اپنی بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرو۔ نیک انسان بنو اور ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو ۔

بقیہ نظم از کالم اوّل

ندائے رحمت از درگاہِ باری بشنوم ہر دم
اگر کرمے کند لعنت چہ وزن آں ہرزہ لعنت را
اگر در حلقۂ اہلِ خدا داخل شوی یا نے
نوشتیم از رہِ شفقت کہ مامورِ یم دعوت را

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہار شنبہ ۲ مئی ۱۹۱۷ء - نمبر ۱۰۸

"نقاش" کا نقش ثانی

(۳)

مولوی ظفر علی خان اور ہم

خدا کی شان دُنیا میں جو بھی نیک کام شروع ہوتا ہے اور کسی حق بات کی تائید اور باطل کا ابطال کوئی شخص کرنے کھڑا ہوتا ہے۔ تو بیرونی دشمن اور حامیان عقائد باطلہ تو خیر مخالفت پر کمربستہ ہوتے ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ بعض وہ لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جو بظاہر ان دشمنوں کی جماعت میں شامل نہیں ہوتے بلکہ جماعت حقہ کے اندر ملے جلے رہتے ہیں۔ لیکن موقعہ بننے پر اُن کے بھی اندرونی گند کا اظہار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ اُٹھتے ہیں اور مخالفین کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ اُن سے سازباز کرتے ہیں۔ اور مار آستین بنکر حق کی مخالفت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے اس زمانہ میں ہی ایک نیک کام تبلیغ اسلام کا شروع ہوا۔ ہم میں سے ایک شخص اُٹھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دور دراز ممالک میں جا بیٹھا اس نے اپنی خداداد قابلیت اور حد درجہ کی محنت سے - ہاں یوں کہنا چاہئے - کہ بہت سی مصائب اُٹھا کر اور بالآخر خدا تعالیٰ کے افضال سے مؤید ہو کر ایک بہت بڑی جماعت بہت سے قابل انگریز نومسلمین کی پیدا کی۔ جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ انگلستان جیسے ملک میں بلکہ کل یورپ میں شجر اسلام کے شاندار مستقبل کی امید دلانیوالا ہے۔ ہمارے لئے اس سے بڑھکر اور کیا خوشی کا موجب ہو سکتا تھا۔ وہ کام جو کیا جسکی طرف رغبت بلکہ خیال تک بھی کرنا آج شان ترقی کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ جو بعض کوتاہ فہم اور بر خود غلط اندیش انسانوں کی ہنسی اور تمسخر کا آماجگاہ ٹھہر چکا ہے۔ حالانکہ یہ وہ بات تھی جسے ایک مسلمان کا فرض اولین اور امت مرحومہ کی پہلی غرض قرار دیا گیا تھا۔ لیکن باوجودیکہ اس مقدس انسان نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اس کام کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ایک حد تک اسے کر کے دکھا بھی دیا۔ مگر پھر بھی اسلام کے اندرونی دشمنوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ان میں سے بعض مولوی کہلانے والے اُٹھے اور بجائے تائید کے خواجہ کمال الدین کی غلطیاں بیان کرنی شروع کیں۔ بعض کھڑے ہوئے اور مالی امداد سے لوگوں کو روکنا شروع کیا۔ اور بعض مار آستین فتویٰ بازی پر بھی اُتر آئے۔ اور اندر ہی اندر طرح طرح کے حیلوں سے خواہ مخواہ ڈسنے لگے۔

کوئی وقت تھا جب مولوی ظفر علی خانصاحب ایڈیٹر زمیندار ان مخالفین میں نہیں۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحب کے بڑے مؤید اور ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ وہ خود انگلستان گئے اور حضرت خواجہ صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب کو اپنی آنکھوں سے وہاں اسلام کو پھیلاتے ہوئے دیکھا۔ جس کا اُن کے دل پر یہاں تک اثر تھا۔ یا شاید مطلب پرستی نے اُنہیں یہاں تک اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ کہ زمیندار میں آئے دن خواجہ صاحب کی تعریف میں کالم کے کالم سیاہ ہوتے تھے۔ جس سے اُس کے ناظرین کو بھی شبہ ہونے لگا۔ کہ کہیں زمیندار احمدی پرچہ تو نہیں۔ چنانچہ اسی لئے زمیندار کو بار بار اس شبہ کا ازالہ بھی کرنا پڑا۔ یہ واقعات ہیں۔ اور ہم حیران ہیں کہ موجودہ ایڈیٹر صاحب ستارۂ صبح کو سابق ایڈیٹر زمیندار سے کہاں تک مناسبت دیں۔ ایک طرف وہ جوش و خروش اور تائید و نصرت دیں کہ رات دن ووکنگ مشن کی مدح سرائی میں منہمک ہیں۔ اور دوسری طرف یہ حالت کہ اسی ووکنگ مشن کے کارفرماؤں کو "تاج ہیچم" کہکر تمام کام کو ہی بے حقیقت قرار دے دیا جاتا ہے ہم تو نہیں کہہ سکتے کہ مولوی صاحب کو "بی ٹی" کی یہ الوکھی لعنت کیوں سوجھی۔ صرف یہی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ "بی اے" کی بے اسلام ڈگری نے انہیں مجبور کیا ہے۔ کہ اپنے سابق رویہ کے خلاف اس مخالفت اسلام پر کمربستہ ہوں۔ جس کا نمونہ آئے دن ستارۂ صبح کے اندر پیش ہوتا رہتا ہے۔

اس سے پیشتر مولوی صاحب کی قابل رحم حالت کا جو حدیث مجدد کے انکار سے ہوئی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی مخالفت پر کھڑے ہو کر انہوں نے اولیائے کرام اور مجددین عظام کی شان پر جو دھبہ لگایا ہے۔ اسکا نقشہ ہم دکھا چکے ہیں ہمیں امید تھی کہ مولوی صاحب اور نہیں تو کم از کم اسی شان تحقیق کے ساتھ جو حدیث مجدد کو موضوع ثابت کرنے میں انہوں نے دکھائی ہے اس الزام کو ثابت کرینگے یا کم از کم اس کا اعتراف ہی کرینگے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب - حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد صاحب سرہندی حضرت سید احمد صاحب بریلوی۔ اور دیگر تمام وہ بزرگان دین جنہوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور جیسا کہ ہم اس سے پیشتر بعض اصل عبارات سے دکھا چکے ہیں۔ الہام الٰہی کی بنا پر کیا۔ وہ محض تک بندی اور اللہ تعالیٰ پر ایک افترا تھا۔ لیکن افسوس اس کا تو انہوں نے نہ کھلے طور پر اعتراف کیا اور نہ ہی اور کوئی اس کی توجیہ بیان کی۔ ہاں کوتاہ ہتھیاروں پر اُتر آئے اور لگے "ہیچم کی گولیاں" پیش کرنے اور اپنے ناظرین کی سوء ہضمی کو جو زمیندار کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی اس طریق سے رفع کر کے ستارۂ صبح کے بازار خریداری کو رونق دینے۔ کبھی انہیں حق کی مخالفت میں مسیح موعود پر اعتراض سوجھتے ہیں اور کبھی آریوں کی حمایت میں نامہ نگار پیغام صلح کی تردید میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ اس سے کسی حق بات کی تائید ہوتی ہے نہ اس لئے کہ کسی غلطی کا ازالہ اس سے ہو جائیگا۔ بلکہ اس لئے کہ لکھنے والے نے اپنا مضمون پیغام صلح میں کیوں لکھا۔ اُس نے قدامت وید کی تردید اگر کی۔ تو پیغام صلح میں کیوں کی۔ کیوں کسی اور پرچہ میں نہیں کی۔ پیغام صلح کی مخالفت مولوی صاحب کو اس پر ہرگز مائل نہیں کر سکتی کہ وہ ایسے مضمون کی کسی صورت میں بھی تائید کریں۔ اسلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ تو ہو۔ قدامت وید کا غلط ادعا ثابت ہو جائے تو ہرج نہیں۔ غرض حق کی خواہ کیسی ہی مخالفت کیوں نہ ہو۔ اور مخالفین کو کتنا ہی سہارا کیوں نہ ملے۔ لیکن مولوی صاحب ہیں۔ کہ پیغام صلح کی کسی بھی بات کی تائید اُن کے نزدیک جائز نہیں۔ خواہ اس میں اپنا بھی دین رہے یا نہ رہے اپنا سر پھوڑ لینے میں ہرج نہیں مگر احمدی کی مخالفت ہونے سے نہ رہ جائے۔

بابا ابورحمت حسن صاحب کا ایک سلسلہ مضامین پیغام صلح میں ابطال قدامت وید کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ اس پر آریہ گزٹ نے شور مچانا شروع کیا۔ اور معقولیت کے ساتھ اصل سوالوں کا جواب دینے کے بجائے قرآن کریم پر بعض لغو اعتراض شروع کر دیئے۔ جنکے جواب کئی دفعہ اس سے پیشتر دیئے جا چکے ہیں۔ مولوی ظفر علی خان صاحب بجائے اسکے کہ آریہ گزٹ کے اس غلط رویہ کو ظاہر کرنے کے ساتھ مولوی ابورحمت صاحب کے اصل سوالات کو نظر انصاف سے دیکھتے۔ اُلٹا پیغام صلح پر لے دے شروع کر دی اور عجیب بات ہے کہ بظاہر تو آریوں کی حمایت میں قلم اُٹھایا اور خوب پانی پی پی کر پیغام صلح کو کوسا۔ لیکن جن یورپین مصنفین میکسمیولر وغیرہ کے خیالات کو بیان کیا۔ وہ بھی قدامت وید کے دعویٰ کو ثابت کرنے کے بجائے اُلٹا اُس کی تردید ہی کرنے والے ہیں۔ وید آج سے پندرہ سو سال پہلے بنے یا حضرت مسیح سے ساٹھ ہزار برس پیشتر - بہر حال قدامت وید کا دعویٰ قائم نہ رہا لیکن سوال یہ ہے کہ میکسمیولر کی بات مولوی صاحب کے نزدیک کیوں قابل پذیرائی ہو گئی۔ اور مولوی ابورحمت حسن صاحب نے اگر وید کے اپنے بیان کردہ واقعات کو سامنے رکھکر انہیں حضرت مسیح کے بعد کے زمانہ کی تصنیف بتایا۔ تو یہ کیوں قابل قبول نہیں۔ شاید اس لئے کہ میکسمیولر یورپین ہے اور مولوی ابورحمت ہندوستانی۔ ورنہ نرا میکسمیولر کا نام تو اسکی ہر ایک بات کے سچ اور صحت ہونے کی سند نہیں ہو سکتا لیکن اہل دانش کے نزدیک نرا کسی کا یورپین ہونا بھی کوئی ایسی دلیل نہیں۔ کہ جو اس کی ہر بات کے سچا ہونے کی شہادت دے۔ خود مولوی صاحب نے ستارۂ صبح کے کسی پرچہ میں "اسلام یورپ کی نظر میں" کے عنوان سے پروفیسر ونلسن کی کتاب پر جو تبصرہ کیا ہے۔ اور افرأیتم اللات والعزّیٰ و مناۃ الثالثۃ الاخریٰ کے آگے پروفیسر موصوف کی طرف سے تلک الغرانیق العلیٰ و ان شفاعتھن لترتجیٰ نقل ہونے پر جو لے دے کی ہے اور اس روایت کو غلط ثابت کر کے یورپین مصنفین کی ذرہ نگاری کی جیسی کچھ پھبتیاں بکھیری ہیں وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ نرا کسی کا یورپین ہونا اُس کی صحت اقوال کو ثابت نہیں کرتا۔ پھر اگر ویدوں کے متعلق کسی امر کی تحقیق میں میکسمیولر نے اگر کوئی غلطی ہوئی ہے اور مولوی ابورحمت نے اُسے صاف کر دیں تو اس سے اندھیر کونسا آگیا۔

مولوی صاحب کا خیال ہے کہ مولوی ابورحمت حسن صاحب نے جو ویدوں کے لفظ ایش کو عیسےٰ کا معرب قرار دیا ہے تو محض پیشتر سے یہ قیاس کر کے کہ وید حضرت مسیح کے زمانہ کے بعد کی تصنیف ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں مولوی ابورحمت کا سوال اس قیاس پر مبنی نہیں اور نہ ہی نرا لفظ ایش پر دارومدار ہے - بلکہ وہ تو ویدوں کے اندر بعض قصے پاتے ہیں اور اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ ان قصوں کے اندر جو کچھ واقعات بیان ہوئے ہیں۔ وہ کس زمانہ میں واقع ہوئے۔ تاریخ کو جب وہ ٹٹولتے ہیں تو اس سے ویدوں کی تصنیف کا زمانہ اُنہیں وہی نظر آتا ہے جو انہوں نے اپنے مضامین میں بیان کیا۔ مثلاً یہی ایش اور کنواری والا قصہ۔ اس کے واقعات متعلقہ جو وید میں بیان ہوئے ہیں۔ انکو سامنے رکھکر مولوی ابورحمت صاحب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ یہ حضرت مسیح کے زمانہ کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس سے نہ تو یہ مطلب ہے کہ تمام ہی وید اسی زمانہ کی تصنیف ہیں نہ ہی مولوی صاحب کے اس بیشک وہ بات پر ہی کوئی اتنی ضد ہے کہ وہ اس کے سوائے اور کسی زمانہ کی طرف رجوع کرنے کے لئے تیار ہی نہ ہوں بلکہ ان کا استدلال تو استفہام کے رنگ میں ہے کہ بظاہر ان باتوں سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔ اگر مولوی ظفر علی خان صاحب یا آریہ گزٹ کو اس سے انکار ہے۔ تو اُن کی پیشکردہ باتوں کا معقولیت کے ساتھ جواب دیں۔ ویدوں کے اس بیان کو کسی اور زمانہ پر منطبق کر کے دکھائیں۔ ورنہ نرا اس بات کے کہہ دینے سے کہ مولوی صاحب نے اینٹور کا ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے ایش بنا لیا اور اسے عیسےٰ کہدیا۔ جواب نہیں ہو جاتا۔ جب وید کے اس منتر میں ہے ہی ایش کا لفظ تو اس کو اینٹور کا ایک جزو کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

رہا یہ امر کہ:-

"برہمنوں کا دھرم جو ویدوں کا دھرم ہے۔ مہاتما بدھ کے کیش و آئین سے پہلے موجود تھا"

اس سے بھی کوئی ہرج لازم نہیں آتا اور مولوی ابورحمت صاحب نے اس سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اُن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ویدوں کے مختلف مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی ایک زمانہ کی تصنیف نہیں۔ مختلف زمانوں کی یہ تصنیف ہیں۔ اور اسی لئے مختلف وقتوں اور ازمنہ کے حالات و واقعات کا ان میں ذکر ہے اس لئے حامیان قدامت سے ان کا یہ سوال ہے کہ اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ اگر ان کی پیش کردہ شرتیاں انہی زمانوں اور واقعات پر منطبق نہیں ہوتیں - تو ان کا صحیح مطلب بیان کریں۔ یا کسی اور زمانہ پر انہیں منطبق کر کے دکھائیں ورنہ مولوی ظفر علی خان صاحب یا آریہ گزٹ کا یوں ہی واویلا مچانا ہرگز سود مند نہیں ہو سکتا۔

اکمل کی مطالبہ کا جواب

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ مکرم شیخ مولا بخش صاحب پوسٹ ماسٹر سیالکوٹ کا ایک مضمون میاں اکمل کے اس مطالبہ کے جواب میں درج کیا گیا ہے جو وہ بار بار الفضل میں کر چکا ہے۔ اگرچہ شیخصاحب مکرم نے پیغام صلح کی طرح میاں صاحب کے کسی مرید کے دوسرے مسلمانوں میں لڑکی دینے یا اُن کا جنازہ پڑھنے کے بارہ میں ان سے کوئی سوال

فضائل اسلام

اسلامی اخوت

(از جناب مرتضیٰ خان صاحب بی-اے)

انّما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ الآیہ۔

قرآن مجید کی لاانتہا نعمائے میں سے یہ ایک نعمت نہایت ہی عظیم الشان ہے۔ کہ اس نے اپنے متبعین کو بلاتفریق ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑا کر کے سب کو ارشاد فرمایا۔ کہ انّما المومنون اخوۃ یعنی مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ نسل انسانی کا یہ کس قدر احترام و اعزاز ہے کہ بلحاظ ایک ہی مذہب کے پیرو ہونے کے کسی کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیگئی۔ اور مساوات کا وہ سبق دیا ہے۔ کہ جس سے کسی کو وجہ شکایت پیدا نہیں ہو سکتی کہ کیوں مجھے اپنے ہم جلسوں میں ذلیل و حقیر رکھا گیا ہے اور کیوں فلاں کو مجھ سے اعلےٰ اور افضل پوزیشن دی گئی ہے۔ اسلام نے دوسری اقوام اور غیر مذاہب سے بھی احسان عام کی تلقین فرمائی۔ اور کافہ انام کے لئے اپنی ہمدردی اور شفقت کا دامن وسیع فرمایا لیکن مسلمانوں کے اپنے اندرونی تعلقات کے متعلق کیا ہی دل خوش کن اور عمدہ تعلیم دی۔ کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور اُن میں کوئی غیریت اور بیگانگی نہیں۔ ایک بادشاہ اگرچہ عظیم الشان شخصیت رکھتا ہے اور کروڑوں نفوس پر حکمرانی کرتا ہے۔ اور اس کے پاس زر و حشم بھی بیشمار ہوتی ہے۔ ایک گدا جو نان شبینہ تک کے لئے محتاج ہے اور جسکی شخصیت پر مجوب الحالی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور جسکے کپڑوں پر بھی بیسیوں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ہاں وہی گدا اُس عظیم الشان بادشاہ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر **اخوت** کا نعرہ بلند کرسکتا ہے۔ قدیم زمانہ کے ہندوؤں نے اپنی قوم میں ذاتوں کی تمیز کر کے اگر ایک فرقہ کو بڑھا دیا۔ تو دوسرے فرقہ کو ایسا گرایا۔ کہ ان کو اپنے اقبال کا خواب بھی نہیں آسکتا تھا۔ لیکن اسلام نے سب کے لئے ترقیوں کی راہیں کھول دیں۔ اُس نے اپنے متبعین کو ذاتوں کی قید سے چھڑا دیا اور سبکو حکم دیدیا۔ کہ اُس کے نزدیک ذات کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ الغرض اخوت کی یہ تعلیم اور مساوات کی یہ تلقین اسلام کی اُن ممتاز خصوصیتوں میں سے ہے۔ کہ جس کی نظیر کسی دوسری جگہ ملنی مشکل ہے جو تمدنی اور معاشرتی برکات اِس اخوت سے دنیا میں ظہور پذیر ہوئیں اُن کے شمار کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کی جو حالت تھی۔ وہ تاریخ کے مطالعہ کرنیوالوں سے پوشیدہ نہیں۔ لڑائی۔ دنگہ فساد اہل عرب کا دن رات کا معمول تھا۔ بغض۔ دشمنی۔ کینہ گویا اُن کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اپنا فخر اور دوسرے کی تذلیل اور توہین اُنکی دل لگی تھی۔ کوئی دو گھر یا خاندان ایسے نہیں نظر آتے تھے۔ کہ جن میں صلح اور صفائی سے گذرتی ہو۔ الغرض سب طرف عداوت۔ حسد۔ کینہ کا بازار گرم تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم کی تعلیم اخوت کا یہ اثر ہوا کہ وہی لوگ جن میں دشمنی اور عداوت کی آگ مشتعل ہو رہی تھی آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ وہی جو ایکدوسرے کو حقارت اور نفرت سے دیکھتے تھے۔ ایکدوسرے کی عزت و احترام کرنے لگ گئے جن میں قدیم سے بغض اور کینہ چلا آتا تھا۔ آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور اُن میں اس درجہ اخلاص اور محبت پیدا ہو گئی جو ماں جائے بھائیوں میں مشکل نظر آتی ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید نے اس کا ذکر فرمایا ہے:۔

واذکروا نعمت اللّٰہ اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ یعنے اے مسلمانوں اللہ تعالےٰ کی اُس نعمت کو یاد کرو۔ کہ تم پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ لیکن پھر خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اس اخوت کے عملی نمونے اگر دیکھنے ہوں تو قرون اولےٰ میں بکثرت مل سکتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی علیہ السلام میں ایک گونہ دنیوی اختلاف تھا۔ لیکن باوجود اس اختلاف کے جب ایک غیر مسلم نے حضرت علیؓ پر حملہ کرنا چاہا تو امیر معاویہ نے اُسکو جواب دیا کہ مجھکو اور علی کو دو نہ سمجھو۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اپنے غلام سمیت مدینہ کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں کبھی آپ شتر پر سوار ہوتے اور کبھی غلام کو بٹھاتے۔ شہر میں داخلہ کے وقت غلام کی باری سوار ہونے کی تھی اُس نے انکار بھی کیا کہ شہر میں تو کم از کم یہ مناسب نہیں۔ کہ خلیفہ پیادہ پا ہو۔ اور غلام اونٹ پر۔ لیکن آپ نے نہ مانا۔ اور اس طرح سے شہر میں داخل ہوئے کہ غلام اونٹ پر اور خلیفہ اُس کی مہار پکڑے آ رہا تھا۔

خود حضرت ممدوح کہ کائنات فخر موجودات کی سبق آموز زندگی پر غور کرو۔ کہ ایک دفعہ سفر میں کسی نے گوشت اور آٹا نذر کیا صحابہؓ میں سے ایک نے کہا کہ میں آٹا گوندھتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہانڈی پکاتا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں آگ روشن کرتا ہوں حضرت رحمۃ للعٰلمین نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں لکڑیاں لاتا ہوں۔ اللہ اکبر اُس مبارک وجود نے مساوات اور اخوت کی کیسی اعلےٰ اور بے نظیر مثال اپنے طرز عمل سے اپنے متبعین کے سامنے پیش کی۔

الفاروق میں لکھا ہے۔ کہ ابو عبیدہ ثقفی کے لئے فتح عراق کے زمانہ میں فروخ اور نزادبند دو سردار جن میں صلح ہو چکی تھی کئی قسم کے کھانے لذیذ لائے۔ ابو عبیدہ نے دریافت کیا کہ کیا یہ کھانے تمام فوج کے لئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمام فوج کے لئے ابھی تمام چیزیں مہیا نہیں ہو سکیں۔ ہاں ارادہ ہے۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ کہ ہمیں ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں مسلمانوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں۔ ابو عبیدہ بہت ہی برا شخص ہوگا۔ اگر وہ اپنا پیٹ عمدہ چیزوں سے بھر لے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو چھوڑ دے۔ فتوحات شام کے زمانہ میں رومیوں کا ایک قاصد ابو عبیدہ کے پاس آیا۔ اور دیکھا کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ قاصد نے استعجاباً پوچھا۔ کہ آپ نے فرش یا مسند کیوں نہیں بچھا رکھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں خود فرش پر بیٹھوں اور میرے مسلمان بھائی زمین پر۔

الغرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس مبارک زمانہ میں قرآن مجید کی تعلیم کردہ اخوت کا کس قدر احساس تھا۔ اور مسلمان آپس میں کس طرح سے مساوات کو قائم رکھتے تھے۔ اور اپنے ہم مذہبوں کو کس اعزاز و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اُن میں اختلافات بھی پیدا ہو جاتے تھے۔ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے بھی تھے۔ اُن میں مخالفتیں بھی ہوتی تھیں اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ فروعی اور جزوی مسائل پر وہ ایکدوسرے کے مخالف بھی ہو جاتے تھے۔ لیکن باوجود ان تمام امور کے وہ اخوت کو نہیں چھوڑ دیتے تھے ان کے ہم مذہب اُن پر سختیاں بھی کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے وہ اخواننا بغوا علینا کہکر اُن کو اپنا بھائی ہی سمجھتے اور ظاہر کرتے تھے۔ اور اُن کو اپنی اسلامی برادری سے خارج نہیں کر دیتے تھے۔

لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں سے دوسری برکات کی طرح یہ برکت بھی اُٹھ گئی۔ اُنہوں نے ارشاد خداوندی واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا کی زرین نصیحت کو فراموش کر کے اپنے اندر چھوٹی چھوٹی اور خفیف باتوں پر ہی سے تفرقہ پیدا کر لیا۔ فتفشلوا وتذھب ریحکم کے وعید نے آخر رنگ دکھایا۔ اور مسلمانوں پر وہ وقت آگیا۔ جو آج ہمارے سامنے ہے۔

اگر معوّتے ہم نہ قول پیمبر یہ کہ ہیں سب مسلمان باہم برادر
برادر ہے جبتک برادر کا یاور ہے یاور خود اُس کا خداوند داور

آہ! اس اخوت کو چھوڑ دینے سے مسلمانوں کی وہ جمعیت وہ طاقت وہ شوکت اور مخالفین پر وہ ہیبت مفقود و معدوم ہو گئی۔ دوستو! بھلا اُس قوم کا بھی دنیا میں آثار قائم رہ سکتا ہے جو معمولی معمولی باتوں پر اپنے بھائیوں کو خارج از اسلام قرار دینے لگے۔ کیا وہ قوم کسی اہم کام کو متفقہ طور پر سرانجام دے سکتی ہے کیا اس سے کوئی عظیم الشان کارنمایاں ظہور پذیر ہو سکتا ہے حقیقت یہی ہے کہ آج اگر ہم قعر مذلت میں گر گئے ہیں۔ آج اگر اقبال ہم سے مُنہ موڑ گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ہم **اخوت اسلامی** کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہم میں اب وہ مساوات کی روح کام نہیں کرتی۔ ہم بھائیوں کی ہمدردی کے حکم کو پس پشت ڈال چکے ہیں ہم نے حبل اللّٰہ کو ہاتھوں سے چھوڑ دیا ہے۔

تحقیق الادیان

ابطال قدامت وید

(۱۳)

منوجی کا طوفان

صبح کے وقت منوجی کے نہانے کے لئے وہ پانی لائے۔ جب منوجی نے چلو میں پانی لیا۔ اُس میں ایک سینگی مچھلی کا ننھا سا بچہ نظر آیا۔ جب منو نے اس کی طرف نگاہ کی تو وہ اس سے انسانی زبان میں بولا کہ تو مجھے ضائع نہ کر بلکہ پال۔ میں تجھے آنیوالے طوفان سے بچاؤں گا۔ اُس نے اُسے اُٹھا کر مٹکے میں ڈالدیا۔ جب وہ بڑا ہوا۔ تو کنوئیں میں چھوڑ دیا۔ جب اُس میں نہ سما سکا تو ندی میں ڈلوایا۔ اب وہ اور بھی موٹا ہوا۔ اور ندی میں پھنس گیا لوگ اُس پر سے وارپار جانے لگے۔ اور وہ منوجی سے بولا کہ اب وقت طوفان آیا۔ تم کشتی بناؤ۔ اور اس میں سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس نے فوراً کشتی بنوائی اور اُس کی سونے کی زنجیر اس مچھلی کے سینگ سے باندھی اور وہ جہاز بن گئی۔ اب طوفان برپا ہوا اور پہاڑ کی جانب چلنے لگا۔ چلتے چلتے ہمالیہ پربت پر چڑھ گیا۔ اور دونوں وہ اس میں ڈوبا رہا۔

قصبہ سری پور کے قریب جو مینار کی طرح بلند پہاڑ کی نہایت طول طویل چوٹی علاقہ کشمیر میں نظر آتی ہے اُس سے اُس کشتی کی زنجیر باندھکر مچھلی غائب ہوئی۔ (درحقیقت وہ مچھلی نہ تھی بلکہ بشنو تھا۔ مچھلی کے روپ میں ظاہر ہوا) ۔ جب پانی اُترنا شروع ہوا کشتی نیچے کو سرکنی شروع ہوئی اور سرکتی سرکتی زمین پر آ لگی۔ شت پتھ کانڈ اول ادھیائے ۸۔ برہمن ۱

طوفان کا پانی سترہ لاکھ اڑتالیس ہزار سال تک تمام پہاڑوں اور بڑا عظموں میں موجیں مارتا رہا جب پانی خشک ہوا۔ اور زمین پیدا ہوئی تو منو نے برہما جی سے دریافت کیا۔ کہ میں اب کہاں گھر بساؤں ہری نے کہا۔ کوشل دیس میں۔ کوشل پور کے قریب ایودھن نگر بساؤ اور منو نے اس کے حکم پر عمل کیا اور جس پہاڑ سے ناؤ باندھی گئی تھی اُس کا نام ناؤ بندھن پہاڑ ہے اور تاحال اس قصّے اور واقعہ کا گواہ قائم ہے۔ مہابھارت بن پرب ادھیائے ۸۸ بھاگوت سکند ۸ ادھیائے ۲۴۔ بالمیکی رامائن بال کانڈ سرگ ۵۔

ناؤ کی زنجیر سونے کی تھی اور جہاں پر آ کر اُس نے قیام کیا تھا وہیں کُنٹھ پیدا ہوتی ہے۔ جو کہ ہر مرض کی دوا ہے۔ اتھرون وید کانڈ ۱۹۔ سوکت ۹ ۳۹ منتر ۷، ۸ و ۹۔ قسط کا بیان۔

مغربی گھاٹ پر مذکورہ بالا مچھلی کے پیدا ہونے کی وجہ سے ہی ایک پہاڑ کا نام ملیا گری یعنی مچھلی والا پہاڑ ہو گیا ہے اور تاحال اسی نام سے مشہور ہے۔

اسلامی روائتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ علما ہند میں طوفان کے برپا ہونے کے قائل ہیں۔ ذیل کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

طوفان تنور سے اُبلنا شروع ہوا وہ پتھر کا تھا۔ اس میں اماں حوا روٹیاں پکایا کرتی تھی اُس کی وفات کے بعد وہ تنور نوح کی میراث میں آیا (جامع البیان) حضرت ابن عباس سے روائت ہے۔ کہ تنور ہندوستان میں تھا۔ (ابن کثیر) وہ تنور ہند میں تھا۔ دوسرے قول میں ہے وردہ ندی پر جزیرے میں تھا۔ (بیضاوی)

کرت مالا ندی کا نام عربوں کی زبان میں شائد وردہ کی ندی ہو اور وہ شاید ورود کا مقلوب ہے جو کہ منو کی اصلی بستی تھی۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ غیر زبان کے بعض الفاظ کو اہل زبان جب اپنی بولی میں لاتے ہیں تو انہیں اُلٹ لیتے ہیں جیسا کہ لفظ مذکور اور اسم بیتاب کہ اُسے طالور کر کے بولتے ہیں۔

اس کے علاوہ تنوری شہر علاقہ باہ پیا ہٹ میں اس وقت جمنا پر واقع ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر طوفان کے بعد یہاں بسایا گیا ہو اور پرانے شہر کی یادگار ہو۔ ہمالیہ پہاڑ کی بلند چوٹیوں پر طوفان کے پانی کی موجیں مارنے کا بدیہی ثبوت ایک یہ ہے۔ کہ وہاں پر سوسومن یکے وزنی دریائی جانوروں کی ہڈیاں دستیاب ہوتی ہیں کہ جو بدون پانی کے وہاں پر پہنچ نہیں سکتیں۔ اور بدون پانی کے اُن کا اتنی بلند چوٹیوں پر پہنچنا ناممکن ہے۔ یقیناً طوفان کے ذریعے وہاں پر پہنچیں اور پانی اُترنے کے ساتھ (معمولی جھیلوں کی طرح نہیں) اُترنے نہ پائیں۔ بالآخر اپنے سے کمزور جانوروں کا شکار کرنے کی بجائے خود ہی موت کا شکار ہوئیں۔ اور برفانی ملک میں ہونے کے سبب اُن کی ہڈیاں تاحال ہو جود اور مسلسل پڑی ہیں۔

یہ طوفان کیا تھا۔ یہ انقلاب اعظم تھا۔ اس کی بدولت دریا پہاڑ وغیرہ اپنی اصلی جگہ پر نہ رہے۔ اہل کشتی کے سوا کوئی زندہ نہ تھا اور وہ گنے ہوئے اسّی مرد تھے۔ جنہوں نے زمین پر اُترتے ہی دریائے فرات کے کنارے پر اسّی شہر بسائے۔ جو کثرت کی آبادی کے سبب آپس میں سب مل گئے۔ اور اس کا نام ثمانین ہوا۔ اب ویدوں کے مورخوں سے یہ سوال ہے کہ ویدوں میں طوفان کا بیان آ جانے سے واضح ہے کہ وید طوفان کے بعد کے ہیں۔ پس وہ منو کون تھا اور وہ کہاں رہتا تھا۔ کہ جسکے زمانہ میں یہ طوفان آیا تھا اور ایودھن نگر اور کوشل پور کون ہے۔ پاک پٹن اور پٹھانوں کا قصور باکو کی حد سرا ہے۔ اور طوفان کا نکلنا کہاں سے شروع ہوا تھا۔ جی خواہ خلائق

یا سب ادعائے میاں صاحب ان کو جماعت سے خارج کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ لیکن تاہم انہوں نے اپنے مضمون میں بہت سے اسی قسم کے واقعات گنوا دیئے ہیں۔ اور اس طرح سے ہمارے مطالبہ کو اور بھی سخت کر دیا ہے۔ گو شیخ صاحب مکرم ایسا مطالبہ کرنا اس لئے پسند نہیں فرماتے کہ اُس کا کوئی جواب دینے والا نہیں لیکن ہمارے نزدیک میاں صاحب کا یہ سکوت ہی اُن کے غلط عقائد کو ملیامیٹ کر دینے والا ہے۔ اس لئے میاں صاحب اور اُن کے تمام مریدین بالخصوص اُن کے خواجہ سرا میاں اکمل سے ہمارا یہ مطالبہ کسی صورت میں بھی ٹل نہیں سکتا۔ کہ کیوں خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی ایک غیر از جماعت سے بیاہی گئی۔ کیوں میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم لاہور نے ایک مخالف کو اپنی لڑکی دی اور باوجود میاں صاحب کے اس ادعاء کے کہ

”اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا۔ تو میں اُسکو جماعت سے خارج کردونگا“

آج تک میاں شمس الدین صاحب کو جماعت سے خارج نہ کیا گیا۔ ایسا ہی وہ تمام واقعات جو آج کے بہرہ مراسلات میں مکرم شیخ مولا بخش صاحب نے بیان کئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان سب کو میاں صاحب کے ایک ایک مرید تک پہنچایا جائے۔ اور اُن سے سوال کیا جائے کہ جب تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں۔ جب مسیح موعود نبی ہیں۔ اور ایسے نبی جن کے محض انکار سے ہی کفر لازم آتا ہے تو ایسے کافروں ہاں منکرین نبوت کو لڑکیاں دینے۔ اُن کے جنازے پڑھنے یہ کس دین اور کونسی شریعت میں جائز ہیں خود ہی تم اعلان کرتے ہو اور بڑے جوش اور غصہ میں آکر ایسے تمام لوگوں کو احمدیت بالفاظ دیگر اسلام سے خارج کہہ کہہ کر ڈراتے ہو۔ اور پھر جب عمل کی نوبت آتی ہے۔ جب تم میں سے بڑے بڑے اکابرین اُٹھتے ہیں اور انہی افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو پھر انہیں جماعت کے اندر سمجھنے۔ اُن سے میل جول رکھنے۔ ان کو ویسے کا ویسا پاک باطن احمدی یقین کرنیکے کیا معنے۔ آخر کچھ خدا کے خوف سے بھی کام لو۔ دین کو ہنسی اور کھیل نہ بناؤ۔ اسکے ساتھ بچوں کا سا سلوک نہ کرو کسی ایک اصول پر قائم ہو۔ یا تو اگر واقعی تم مسیح موعود کو نبی اللہ یقین کرتے ہو تو اٹھو اور حسب ادعائے خود ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے خارج کرو۔ اور یا پھر جیسا کہ حق ہے ایسے فاسد عقائد کو چھوڑ کر صحیح راہ پر گامزن ہو۔ اور خواہ مخواہ لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کی طرف لیجانے کی بجائے صداقت پر کاربند ہو۔ میاں صاحب خواہ لاکھ سر پٹکیں اور یا چھو چھوڑ لاکھ مہریں اپنے منہ پر لگا لیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ اس مطالبہ سے اُنکا پیچھا چھوٹنے کا نہیں۔ میاں اس نے الفضل میں ہمارے بعض دیگر مطالبات کا تو جواب دینے کی کوشش کی جس پر ہم عنقریب روشنی ڈالینگے۔ لیکن اس ضروری مطالبہ کا جواب نہیں دیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آپکی مراسلت سے اس مطالبہ کی اہمیت پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ اور اسکے ساتھ مکرم شیخ مولا بخش صاحب نے بھی جو اہم مطالبہ کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے کیا وہ اسکا جواب دیگا؟

ایڈیٹر الفضل پیغام صلح کے پروف ریڈروں میں

اخباری دنیا میں کام کرنیوالے اس بات سے خوب واقف ہیں کہ کسطرح سے باوجود از حد احتیاط کرنے اخبار کے اندر بیسیوں غلطیاں رہجاتی ہیں بعض الفاظ بلکہ فقرات بھی کاتب یا پریس کی عنایت سے حذف ہو جاتے یا چھپنے سے رہجاتی ہیں پیغام صلح بھی ان ناگزیر مشکلات سے مستثنے نہیں رہتا۔ کی غلطیوں کے علاوہ بعض اوقات بعض منقول شدہ مضامین کے حوالے بھی عمداً نہیں بلکہ سہواً دینے سے رہجاتے ہیں اس سے پہلے تو خیر یہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی لیکن ہم ایڈیٹر صاحب الفضل کے مشکور ہیں کہ انہوں نے پیغام صلح کی اتنی سی فروگذاشت کو بھی پسند نہیں کیا اور کبھی کبھی اسکی پروف ریڈری کی خدمات سرانجام دیکر ہمیں ممنون فرمایا ہے اس سے پیشتر شاید مکرم مولوی مصطفٰے خان صاحب بی اے کے ایک قابلانہ مضمون پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اُس نے باحسن وجوہ ان خدمات کو سرانجام دیا تھا اور اب پھر ۲۸ اپریل کے الفضل میں ایک حوالہ کی فروگذاشت پر نوٹس لیا ہے اور پروف ریڈری میں اپنی باریک بینی کی داد ہم سے چاہی ہے ہمیں اس سے انکار نہیں ۲۲ اپریل کے صفحہ ۴ پر عالم نسواں کی ذیل میں جنس لطیف کا حوصلہ کے عنوان سے جو مضمون درج ہوا ہے۔ وہ ہمارا لکھا ہوا نہ تھا بلکہ اخبار ”نور“ سے نقل کیا گیا تھا لیکن ہم حیران ہیں کہ ایڈیٹر نور کی دماغ کاوی کا جب یہ نتیجہ نہیں بلکہ خود مدیر الفضل کی شوخی دماغ کا اثر ہے تو اسکا حوالہ ”نور“ نے کیوں نہیں دیا اور کیوں مدیر الفضل کو وہی غم و غصہ نور پر لاحق نہ ہوا جو اُس نے ہم پر نکالنا چاہا ہے مگر پھر ”نور“ ہے خواہ کیسی ہی گہری ساز باز کیوں نہ ہو ہمیں تو بہرحال ایسے پروف ریڈروں کی بیحد ضرورت تھی اور ہم مدیر الفضل کے مشکور ہیں کہ اس نے ہماری اس ضرورت کو رفع کیا اور کر رہا ہے۔

مذاکرہ علمیہ

حدیث الثقلین اور شیعہ حضرات

(گفتگو مابین حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے و مولوی احمد علی صاحب شیعی)

مشکوۃ میں ایک حدیث ہے: وعن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی رض فاخبرته فقال اوقد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا انها ستکون فتنة۔ قلت ما المخرج منها یا رسول اللہ قال کتاب اللہ فیه خبر ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبار قصمه اللہ ومن ابتغی الهدی فی غیره اضله اللہ وهو حبل اللہ المتین . . . . .
من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حکم به عدل ومن دعا الیه هدی الی صراط المستقیم

یعنی روایت ہے حارث اعور سے کہ میں مسجد میں جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کر رہے تھے۔ گذرا۔ سو میں یہ بات دیکھکر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثوں میں کیوں لگ گئے۔ علیؓ کے پاس گیا۔ اور اُسکو جاکر یہ خبر دی علیؓ نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کے خوض میں مشغول ہیں اور قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں میں نے کہا کہ ہاں تب علی نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا۔ یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں لگینگی اور اختلاف میں پڑینگے۔ اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گے۔ تب میں نے عرض کی کہ اُس فتنہ سے کیونکر رہائی ہوگی۔ تب آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے رہائی ہوگی اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے اور آنیوالے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جو تم میں تنازعات پیدا ہوں اُن کا اس میں فیصلہ موجود ہے۔ وہ قول فصل ہے ہزل نہیں۔ جو شخص اُس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈیگا۔ اور اُس کو حکم نہیں بنائیگا۔ خداتعالیٰ اُس کو گمراہ کردیگا۔ وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اُس کے حوالہ سے کوئی بات کہی اُس نے سچ کہا اور جس نے اُس پر عمل کیا وہ ماجور ہے۔ اور جس نے اسکے رُو سے حکم کیا۔ اُس نے عدالت کی اور جس نے اُس کی طرف بُلایا۔ اُس نے راہ راست کی طرف بُلایا (رواہ الترمذی والدارمی)

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث میں صاف اور صریح طور پر خبر دی گئی ہے۔ کہ حدیثوں میں جھگڑے اُٹھینگے اور اسوقت یہ جھگڑے ایک فتنہ ہو جائیں گے۔ اور لوگ ان حدیثوں سے ہی طرح طرح کی ہدایت نکال لینگے۔ اور انواع و اقسام کے اختلافات اُسوقت میں باہم پڑ جائینگے تب اُس فتنہ سے مخلصی پانے کے لئے قرآن کریم ہی فیصل ہوگا جو شخص اُس کو محک اور معیار اور میزان قرار دیگا وہ بچ جائیگا۔ اور جو شخص اُسکو محک قرار نہیں دیگا۔ وہ ہلاک ہو جائیگا۔ صاحبان آپ انصاف فرماویں۔ کہ کیا یہ حدیث باآواز بلند نہیں پکارتی کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلاف باہمی پائے جاتے ہیں اُن کا تصفیہ قرآن کریم کے رُو سے کرنا چاہئے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام کے ماننے والوں میں کئی اختلاف ہو گئے ہیں ہر ایک اپنے طور پر حدیثیں پیش کرتا ہے اور دوسروں کی حدیثوں کو ضعیف یا موضوع قرار دیتا ہے۔

غرض اصولی طور پر ہم قرآن کریم کی ان آیات کے مقابل جن میں ہمیں صرف خدا اور رسول کی ہی اطاعت کا حکم ہے اس حدیث کو بالکل غیر معتبر بلکہ محض باطل تسلیم کرتے ہیں۔

مرزا احمد علی صاحب ۔ آیت اولی الامر منکم سے مُراد دوازدہ امام ہیں۔ اس لئے جیسے رسول کی اطاعت کا حکم ہے ویسے اُن کی بھی اطاعت کا حکم ہے۔

خاکسار ۔ اول تو اس آیت میں دوازدہ امام کا کوئی ذکر نہیں نہ اولی الامر کے معنے کسی حدیث کی کتاب یا لغت حدیث میں بارہ کے لکھے ہیں۔ اولی الامر سے مُراد تو حکام وقت ہیں۔ لیکن اگر بالفرض اولی الامر سے مُراد دوازدہ امام بھی ہوں تب بھی وہ بات جو حدیث ثقلین کہتی ہے (یعنی یہ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ میں تمہاری ہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جس سے اگر تم تمسک کروگے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ قرآن اور میری عترت اہلبیت اور شیعہ اس حدیث کو تمام مسلمانوں میں متواتر اور متفق علیہ بیان کرتے ہیں) قرآن مجید سے مطابقت نہیں کھاتی۔ قرآن فرماتا ہے قیامت تک کیلئے اور کل دنیا کے لئے ہادی کامل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپکی زندگی کے کل واقعات ایک عملی تعلیمات کا مجموعہ ہیں جس طرح قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی قولی کتاب ہے۔ اور سنت اللہ اُس کی فعلی کتاب ہے اسی طرح پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی ایک فعلی کتاب ہے جو گویا قرآن کریم کی شرح اور تفسیر ہے۔ اللہ تعالے نے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں یہ کلمات نہیں فرمائے۔ انك لعلی خلق عظیم (تو خلق عظیم پر ہے) وکان فضل اللہ علیك عظیما۔ (تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے) غرض قرآن کریم آنحضرت صلعم کے متعلق فرماتا ہے کہ کوئی نبی بھی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچسکتا سو تو ہی سب پیغمبروں سے افضل اور اعلے اور بہتر اور خاتم النبیین اور تمام دنیا کا ہادی اور سب سے اگر حدیث ثقلین کو صحیح مانا جائے تو اس سے اہلبیت کا آنحضرت صلعم کی نسبت افضل اور اعلے اور بہتر اور ہر مسئلہ دین میں آپ سے بڑھکر حکم ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید کے بعد اُن کا مرتبہ رہا۔ نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اب خدا کے لئے سوچو کہ کیا رہا ہے کہ ہم ہر مسئلہ دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک کرنا چھوڑ کر اہلبیت سے اُس کا تمسک کیا کریں بہتر ہوتا کہ شیعہ صاحبان اس روایت کا جھوٹا ہونا قبول کر لیتے مگر پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کے سردار پر اہلبیت کی فضیلت کے روادار نہ ہوتے۔

یہ آیت فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول اس بات پر نص صریح ہے کہ سوائے خدا اور رسول کے اور کسی سے کسی مسئلہ دین میں فیصلہ لینے یا تمسک کرنے کا حکم نہیں قرآن نے یہ خوب سچائی ظاہر کی کہ ہر ایک مسئلہ دین کے تنازع کے وقت اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور اولی الامر کو بیچ میں سے نکال دیا اور کہیں بھی اشارہ کے طور پر اولی الامر سے دینی فیصلہ کرانے کا حکم نہ دیا۔ بلکہ ایمان کی شرط یہ قرار دی کہ ہر ایک شخص تب مومن ہو سکتا ہے جب اپنے ہر ایک تنازع میں رسول اللہ کو ہی اپنا حکم بنا دے۔ رسول اللہ سے ہی اپنا فیصلہ چاہے رسول اللہ سے ہی ہر ایک امر دین اور ہر ایک مسئلہ دین کا تمسک کرے۔

عترت اہل بیت رسول اللہ کے بارہ میں اگر خداتعالےٰ قرآن مجید میں کسی ایسے لفظ کو استعمال کرتا جس سے اس ثقلین والی روایت کی تصدیق ہو سکتی تو کسی کو اسکے حدیث رسول اللہ ہونے کے بارہ میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہوتی۔ مگر ان لوگوں کا جن کے مذہب کا دار و مدار ہی اس ثقلین والی روایت پر ہے۔ اللہ جلشانہ نے ایسا بند و بست کیا ہے کہ قرآن کریم میں کسی جگہ ان کے مقرر کردہ دوازدہ اماموں سے کوئی مسئلہ دین تمسک کرنے کا کہیں اشارہ تک بھی نہیں کہا۔ قرآن مجید کی قرآن کریم سے ہی تفسیر کرنی چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ وہ قیامت تک کے لئے صرف رسول خدا کو ہی ہر ایک تنازع میں حکم ٹھیراتا ہے۔ ہر ایک مسئلہ دین میں رسول خدا صلعم سے ہی تمسک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہر ایک امر میں اس کی اطاعت کا ہی حکم دیتا ہے نہ یا رسول خدا کے سوا کسی اور کا بھی۔ اور اقوال سلف و خلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا۔ جن کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے اگر یہ اقوال رطب و یابس جو شیعہ صاحبان کی کتب حدیث میں ہیں کچھ استحکام رکھتے تو ان کتابوں میں آئمہ اہلبیت کے اقوال متضادہ کیوں درج ہوتے اگر خود اہلبیت کا یہی اقوال متضادہ ہیں تو حقیقت شیعیت معدوم شد۔

میں پوچھتا ہوں کیا اہلبیت رسول کو رسول خدا کی اطاعت کا حکم نہ تھا۔ کیا اہلبیت رسول اللہ کو ہر ایک تنازع میں رسول خدا کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہ تھا۔ جب اہل بیت رسول بھی ساری امت کی طرح رسول خدا کی ہی اطاعت کی ہر بات میں محتاج تھی۔ تو کیا رسول خدا کو یہ اختیار تھا کہ خدا تو رسول کو ساری امت کے لئے حکم بنا دے اور رسول آگے ساری امت کے لئے اپنے اختیار سے اپنے اہلبیت کو حکم مقرر کر دے۔ کیا کانہ انبیاء و رسل کبھی یہ بھی کیا کرتے ہیں کہ کچھ اپنے احکام بھی احکام الٰہی کے سواء مقرر کریں۔ جب نہیں تو پھر یہ حدیث ثقلین کیونکر صحیح ٹھیر سکتی ہے کہ رسول اللہ کے بعد ہر مسئلہ دین قرآن اور عترت اہلبیت رسول سے تمسک کرنا۔ رسول اللہ کا نام ہی بیچ میں ندارد۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہر جگہ جہاں دینی امور میں اتباع کا حکم ہے وہاں کتاب اللہ یا رسول اللہ کی اتباع کا حکم ہے۔ اہل بیت کی اتباع کا حکم قرآن کریم کی کسی آیت میں بھی نہیں۔

نئے نئے معارف اور نکات

یوں تو ہمارے میاں صاحب کی خلافت اور اُن کے نت نئے عقائد کی بنیاد ہی ان الوکھے خیالات پر ہے جو عالم اسلامی تو ایک طرف رہا۔ شائید ساری دُنیا میں آجتک کسی کو نہیں سوجھے۔ اور اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ اس درجہ و دید کے پائے پر جسقدر بھی ان کے کمال علمی کا اعتراف کیا جائے بیجا نہ ہوگا۔ لیکن بعض اوقات بعض ایسی بھی باتیں اُنکے مُنہ سے نکلجاتی ہیں۔ جو بالخصوص نادرات میں سے ہونے کیوجہ سے اس قابل ہوتی ہیں۔ کہ ان کے لئے ایک علیحدہ عجائب گھر تیار کیا جائے جو صرف ان معارف کی شان عظمیٰ کا ہی مظہر ہو۔ مثلاً اس وقت ہمارے سامنے اپریل ۱۹۱۷ء کا تشحیذ الاذہان ہے۔ جس میں "درس حدیث" کے عنوان سے میاں صاحب کے بعض نکات لکھے ہیں۔ جو اس قابل ہیں۔ کہ ناظرین اور بالخصوص میاں صاحب کے اپنے مریدین کی ظیافت طبع کے لئے اُنہیں پیش کیا جائے۔ اور اُن سے سفارش کی جائے۔ کہ ان معارف غالیہ کو یا تو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکالیں۔ تا اس کے اثر سے محفوظ رہ سکیں اور یا اپنے پیر کے کمال علمی اور ان پاکیزہ خیالات کو پیش نظر رکھکر اس کی صحت دماغ کے لئے دست بدعا ہوں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

احمدیہ بلڈنگس کی نحوست "بعض جگہ بڑی منحوس ہوتی ہے وہاں آدمی کی صحت یا اخلاق یا دین خراب ہوجاتا ہے۔ جیسے لاہور میں پیغام بلڈنگس وہاں جو آدمی جاتا ہے وہ کچھ نہ کچھ نحوست وہاں سے لیکر ہی آتا ہے۔ اچھا بھلا آدمی وہاں جاوے اس کے خیالات کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے بتلایا ہے کہ ایسی منحوس جگہوں کی نحوست سے بچنے کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو۔"

میاں صاحب کا یہ سرٹیفکٹ ہمارے سر آنکھوں پر۔ فی الحقیقت یہ اعتراف ہے اس صداقت کا جو خود بخود لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی چلی جارہی ہے۔ خود مسیح موعودؑ اور ہر ایک صادق انسان کے مخالفین نے یہی کہہ کہہ کر لوگوں کو اس کی طرف جانے سے منع کیا۔ کہ وہ لوگوں پر جادو کرتا ہے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں میاں صاحب نے "نحوست" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ ورنہ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ آیا وہ بھی احمدیہ بلڈنگس ہی کی نحوست تھی۔ جس نے آخر وقت میں بھی مسیح موعودؑ کے مُنہ سے وہی لفظ نکالے جو اُن کے سارے عقائد فاسدہ پر پانی پھیرنے والے ہیں۔ نبوت اور تکفیر جیسے اہم مسائل کا جس وضاحت سے مسیح موعود نے فیصلہ کیا ہے۔ اور احمدیہ بلڈنگس کے اندر بیٹھکر کیا ہے۔ میاں صاحب کے قول کے مطابق تو اس کا بھی سبب یہاں کی نحوست ہی ہوگی۔ اگرچہ یہ وہی باتیں تھیں جو آپ شروع سے آخر تک کہتے رہے۔ اور اس لحاظ سے قادیان بھی اس فتوے سے بچ نہیں سکتا۔ بلکہ وہاں تو روحانی نحوست کے ساتھ جسمانی طور پر بھی نحوست ہی نحوست اسی وقت سے چھا رہی ہے۔ جب سے کہ تخت خلافت جناب خلافت مآب کے سپرد ہوا۔ شائید ہی الفضل کا کوئی پرچہ ایسا ہو۔ جس میں میاں صاحب کی خیریت کی خبر لکھی ہو۔ آج زکام ہے۔ تو کل بخار۔ پرسوں گلے میں تکلیف تھی۔ تو اترسوں کوئی اور بیماری پیدا ہو گئی گو یہ سب باتیں ہمارے نزدیک قدرتی حوادث ہیں۔ لیکن میاں صاحب کے نزدیک "بعض جگہ بڑی منحوس ہوتی ہے وہاں آدمی کی صحت۔ اخلاق یا دین خراب ہو جاتا ہے"۔ اس لئے اُنکی خرابیٔ صحت بھی شائید اسی نحوست کی وجہ سے ہو۔ اور وہاں کے لوگوں کے اخلاق کی شہادت تو خود میاں صاحب کے مریدین بھی دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں۔ رہا دین سو اُس کی خرابی پر قرآن۔ حدیث اور خود مسیح موعودؑ کی تحریرات شاہد ہیں۔ فاین المفر؟

ہاں اس احمدیہ بلڈنگس کے پاک اثرات کا یہانتک اعتراف کہ "اچھا بھلا آدمی وہاں جاتا ہے اُس کے خیالات کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں" یعنے میاں صاحب کے باطل خیالات سے منحرف ہوکر صداقت کو قبول کرلیتا ہے۔ یہ ایسا سرٹیفکٹ ہے جس پر ہم میاں صاحب کا شکریہ ادا کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔

میاں صاحب کی علمیت اور لغت دانی ایک اور لطیفہ سُنئے اسی درس حدیث میں میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"حضرت علی کا مقابلہ کرنے والوں نے بھی یہ کہا تھا۔ کہ الحکم لِلّٰہِ والامر شوریٰ بیننا۔ ہم وہی حکم مانیں گے جو خدا نے دیا۔ خلیفہ کچھ چیز نہیں ہے۔ سب کام مشورے سے کرو۔ اسوقت بھی مشورے مشورے کے لئے پھرتے ہیں۔ معلوم ہوتاہے یہ لفظ مشورے مشتق ہے"

بہ بہ خوش! لغت دانی جناب والا معلوم شد۔ لیکن اگر اس "معلوم ہوتا ہے" کے ساتھ کوئی حوالہ بھی کسی لغت کا دیدیا جاتا۔ تو شائد خلافت مآب کی فضیلت علمی اور بھی زیادہ قابل داد ہوتی۔

حدیث فہمی و تاریخدانی جناب خلافت مآب کی اس شان عقلیت وعلمیت کے ساتھ ذیل کی مطلب آفرینی بھی کچھ کم قابل داد نہیں۔ ایک حدیث کا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک غلط قصہ کسی نے بنا کر رکھدیا ہے۔ مطلب بیان کرتے ہوئے آپ اصل واقعہ پر یُوں روشنی ڈالتے ہیں کہ:۔

"حجر ایک انسان تھا۔ پتھر نہ تھا۔ ایسے نام لوگوں میں ہوتے ہیں...... اگر حجر پتھر ہی تھا۔ تو کیا حضرت موسیٰ پاگل تھے کہ اُسے مارنے لگ گئے اور اُس کے پیچھے بھاگے...... یہود میں ننگا نہانے کی عادت تھی۔ حجر حضرت موسیٰ کا مرید معلوم ہوتا ہے اسکو علم تھا کہ آپ میں کوئی نقص نہیں ہے۔ بلکہ یہود یونہی آپ پر الزام لگاتے ہیں۔ مریدوں کو تو پھر برداشت نہیں ہوتی۔ کہ اُنکے پیر پر کوئی الزام لگایا جائے اسلئے اس الزام کو دُور کرنے کیلئے یہ کیا کہ جب حضرت موسےٰ نہانے لگے تو اُنکے کپڑے اُٹھا کر دوڑ گیا حضرت موسیٰ بھی نہا کر اُس کے پیچھے کپڑے لینے کیلئے گئے تو ان کو یہودیوں نے دیکھ لیا۔ کوئی اگر اعتراض کرے کہ موسیٰ علیہ السلام کیوں اُس کے پیچھے دوڑے۔ جواب یہ ہے کہ ان کو کوئی علم نہ تھا کہ آگے آدمی کھڑے ہیں اور مجھے دیکھ لیں گے۔"

آپ خلافت کی اس حدیث فہمی و تاریخدانی پر تو بے اختیار صد مرحبا کہنا ہی پڑتا ہے لیکن کیا جناب والا بتائینگے کہ یہ قصہ آیا انہوں نے از خود تراشا۔ خود کسی شخص کا نام حجر رکھا اور پھر خود اسکو حضرت موسیٰ کی مریدی میں داخل کرکے اُس کی اس غیوری کا انکشاف فرمایا۔ پھر خود ہی حضرت موسیٰ کے عدم علم کا بھی قیاس کرکے اُن کے ننگا دوڑنے کو جائز ٹھیرایا۔ یا کہ اس کا کوئی معتبر تاریخی ثبوت بھی دے سکتے ہیں ایسی غیوری کے کیا کہنے کہ جسکی شان یہاں تک بلند ہو۔ کہ اپنے پیر بلکہ ایک نبی کو لوگوں میں ننگا آنے پر مجبور کرے۔ افسوس کہ یہ غیورانہ سپرٹ میاں صاحب کے مریدین میں نہیں پائی جاتی ورنہ وہ بھی اور نہیں تو اپنے پیر کے اوپر سے ایک الزام کے اٹھانے کیلئے ہی کم از کم اسکے احکام کی تعمیل سے تو انحراف نہ کرتے نہ غیر از جماعت لوگوں میں لڑکیاں دیتے نہ اُن لوگوں کے جنازے پڑھتے لیکن افسوس کہ وہ تو جیسا کہ کسی دوسری جگہ مکرم شیخ مولا بخش صاحب نے واقعات سے ثابت کیا ہے گویا میاں صاحب کی مخالفت پر ہی اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور میاں صاحب ہیں کہ اُن کی دلداری سے اُنہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ ورنہ بعض گر الغذر قوم ہاتھ سے جاتی ہیں۔

غیر احمدی قرآن نہیں جانتے "غرض یہ ہیں وہ حقائق ومعارف جو اس میں کوئی شک نہیں کہ آجتک نہ کسی نے بیان کئے اور نہ آئندہ بیان ہونگے۔ بس قرآن اور حدیث دانی میاں صاحب پر ختم ہے شائید یہی وجہ ہے کہ گذشتہ سال انہوں نے کسی موقعہ پر یہ بھی کہدیا تھا کہ غیر احمدی قرآن نہیں جانتے اور ان کے خواجہ سرا میاں اکمل نے جو اب بھی یہ تمام نکات عالیہ ہم تک پہنچانے کا موجب ہوا ہے بیچارے ابوالکلام پر یہ دے کی تھی۔ ابوالکلام بھلا ان باتوں کو کیا جانیں اور غیر احمدی تو کیا ہم تو یہاں تک بھی ماننے کو تیار ہیں کہ یہ معارف عالیہ آجتک دُنیائے اسلام میں کسی کو بھی نہیں سوجھے یہاں تک کہ خود مسیح موعودؑ اور مولوی نورالدین صاحب بھی ان سے محروم ہی رہے۔ اور یہ شرف صرف میاں صاحب کو ہی حاصل ہوا۔ بشرطیکہ میاں اکمل نے ان نکات کے روایت کرنے میں دیانتداری سے کام لیا ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ ان باتوں کو بالخصوص شائع کرنے میں اُن کی نیت اور منشاء میاں صاحب کی فضیلت علمی کو جتانا ہے یا نہیں خواہ مخواہ رسوا کرنا۔

اخبار پیغام صلح لاہور

مراسلات

اکمل صاحب ضیا کی کھلی چٹھی کا جواب

جناب قاضی اکمل صاحب وعلیکم السلام۔ چونکہ آپ نے خاص طور پر مجھ کو ایک حوالے کے مطالبہ پر یاد فرمایا ہے اس لئے میں آپکا مشکور ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ جس کتاب یا اشتہار میں سے یہ حوالہ لیا ہے آپکو بتلا دونگا۔ مگر پہلے آپ میرے چند ایک سوال سُن لیں آپ خاطر جمع رکھیں میں آپ سے اس قسم کے سوال نہیں کرونگا۔ جس قسم کے جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے جائز سوال پر آپ ناراض ہیں اور گریز کرتے ہیں۔

اگر اسی قسم کے سوال کرنے ہوں۔ تو میں بیسیوں کر سکتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے سیالکوٹ کے مبائعین دوستوں میں یہ مرض عام ہے جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ چند ہفتے ہوئے ایک مبائع فیروز دین زرگر نے اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی سے کیا اور اسکے چند دن بعد ایک اور مبائع عبدالعزیز زرگر نے بھی اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی سے کیا ہے۔ مگر میں نے یا ہمارے کسی احمدی دوست نے آپ پر ہرگز سوال نہیں کیا اور نہ ہی کرنا پسند کرتے ہیں پھر مستری حسن محمد صاحب مبائع کی لڑکی کا مستری فیض احمد صاحب مبائع جموں والے کی بھتیجی کا نکاح غیر احمدی لڑکے سے ہوا ہے۔ اور ایک بڑے مجمع میں جس میں غیر احمدی برات کے تمام آدمی اور مستری فیض احمد مبائع جموں والے اور مہر دین مبائع اور عمر دین مبائع وغیرہ بھی موجود تھے۔ اور لطف یہ کہ مولوی فیض الدین مبائع نے نکاح پڑھا۔ حالانکہ تمام مجمع جانتا تھا کہ مولوی صاحب اعتقاداً تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور مولوی صاحب بھی خوب جانتے تھے کہ لڑکا اور لڑکے کا باپ خالص غیر احمدی ہیں۔ مگر میں نے ہرگز آپ پر یہ سوال کبھی نہیں کیا اور نہ کرنا پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ مرض لاعلاج تو مبائعین کا اوقات میں کثرت سے ہے۔ غیر احمدیوں سے لڑکیوں کے نکاح کرتے ہیں جنازے پڑھتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ مولوی فیض الدین صاحب نے ایک مکفر اور مکذب کا جنازہ پڑھا۔ حالانکہ نقیب صاحب نے کہا بھی کہ یہ شخص مکفر اور مکذب تھا میں اس کا جنازہ نہیں پڑھتا مگر باقی سب بزرگوں نے اس مکفر اور مکذب کا جنازہ پڑھ ہی کے چھوڑا حالانکہ مولوی فیض الدین صاحب مبائع کو تمام لوگوں کو کافر کہنے کا از حد شوق ہے۔ پھر ایک مبائع کے والد صاحب فوت ہوئے تو اُن کا جنازہ پڑھا گیا۔ مگر رات کے وقت پڑھا گیا۔ پھر مفتی عبداللہ صاحب مبائع کی غیر احمدی ہمشیرہ صاحبہ فوت ہوئیں تو اُن کا جنازہ پڑھا گیا۔ پھر ایک اور عجیب واقعہ سُنئے کہ چراغدین طالب علم نفقتہ ہائی سکول قادیان کی غیر احمدی والدہ فوت ہو گئیں تو انہوں نے قادیان جا کر کہا کہ میری غیر احمدی والدہ فوت ہوگئی ہیں۔ مگر میں نے اُن کا جنازہ نہیں پڑھا تو جناب کی ایڈیٹری میں اخبار الفضل میں چراغدین مبائع کی نہایت تعریف کی گئی۔ کہ شاباش ہمکو ایسے ہی نوجوان چاہئیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر لطف یہ ہے کہ جس غیر احمدی والدہ کا جنازہ نہ پڑھنے پر چراغدین مبائع طالب علم کی تعریفوں کے پُل باندھ دیئے تھے۔ اسی غیر احمدی کا جنازہ مولوی فیض الدین مبائع نے جمعہ میں تمام جماعت مبائعین کے ساتھ پڑھا چراغدین مذکور یا مولوی فیض الدین کو کسی نے پوچھا تک نہیں تھا۔ تو جب مبائعین کی یہ حالت ہے کہ ایک طرف ایک شخص کا جنازہ نہ پڑھنے پر ایک شخص کی تعریفوں کے پُل باندھے جاویں دوسری طرف اسی غیر احمدی کا جنازہ تمام جماعت مبائعین سیالکوٹ پڑھ لیں۔ اور اُنکو کوئی نہ پوچھے تو پھر ہم سوال کریں اور کس پر کریں۔ اپنے سوال کو ضائع کریں تو حالت یہاں پہنچ چکی ہے۔ کہ جب ہم مبائعین سے پوچھتے ہیں کہ تم غیر احمدیوں کا جنازہ خلاف فتوے جناب میاں صاحب کیوں پڑھتے ہو جبکہ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو کوئی کہتا ہے کہ یہ میاں صاحب کا فتوےٰ حضرت صاحب کے خلاف ہے ہم اسکو نہیں مانتے کوئی کہتا ہے یہ میاں صاحب کا اپنا اجتہاد ہے ہم نہیں مانتے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہمارے میاں صاحب نے انوار خلافت صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے کہ "حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے اور بعض حوالے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر غور کیا جائیگی"۔ تو کہتے ہیں کہ ابھی ہمارے میاں صاحب نے اس خط پر غور نہیں کی (گو عرصہ سال سے زائد گذر گیا ہے) تو پھر ہم کیوں نہ "غور کیا جائیگی" کے الفاظ سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ انوار خلافت صفحہ ۹۱ میں میاں صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت خلیفہ اول نے ایک شخص کو جس نے غیر احمدی کو لڑکی دی تھی جماعت سے

ہر کہ از بد باز ناید نار را گردد وقود

مردم نا اہل گویندم کہ چوں عیسیٰ شدی
بشنو از من ایں جواب شاں کہ اے قوم حسود

چوں شمارا شد یہود اندر کتاب پاک نام
پس خدا عیسیٰ مرا کرد ہست از بہر یہود

ورنہ از روئے حقیقت تخم ایشاں نیستند
نیز ہم من ابن مریم نیستم اندر وجود

گر نبودندے شما ۔ ما را نبودے ہم اثر
از شما شد ہم ظہورم پس زغوغا ہا چہ سود

ہر چہ بود از نیک و بد در دین اسرائیلیاں
آں ہمہ در ملت احمد نقوش خود نمود

قوم ما در ہر قدم مانند بقوم موسوی
بعض زیشاں صالحان و بعض دیگر چوں عنود

چونکہ موسیٰ شد نبی ما ۔ کہ صدر دین ماست
لاجرم عیسیٰ شدم آخر ازاں رب ودود

نیز ہم اینجا یہود بد گہر پیدا شدند
تا بیازارند عیسیٰ را چو آں قومے کہ بود

الغرض آں ذو المنن در ہر صلاح و ہر فساد
ہمچو اسرائیلیاں بر قوم ما ہر در کشود

چوں خدا نام رسول پاک ما موسیٰ نہاد
نام شد بوجہل را فرعون چوں کینش فزود

پس در اول چوں کلیم آمد بحکم کردگار
ہم پے تکمیل عیسیٰ را در آخر شد ورود

بعد ازیں رو تافتن از مقتضائے شقوت است
ورنہ ایں گفتار ما ہر شک و شبہت را ربود

پس چہ حاصل تیر ہا انداختن بر صادقاں
ہر کہ از بد باز ناید نار را گردد وقود

(مسیح موعود)

ملفوظات مسیح موعود

ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے

فرمایا اسلام کا دعوےٰ کرنا اور میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ جبتک ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو کچھ نہیں منہ سے دعوےٰ کرنا اور عمل سے اسکا ثبوت نہ دینا خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے اور اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۔ یعنے اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو ۔ یہ امر کہ تم وہ باتیں کہو جنپر تم عمل نہیں کرتے خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑے غضب کا موجب ہیں ۔

پس وہ انسان جس کو اسلام کا دعوےٰ ہے یا جو میرے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو اس دعوےٰ کے موافق نہیں بناتا اور اس کے اندر کھوٹ رہتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کے بڑے غضب کے نیچے آجاتا ہے اس سے بچنا لازم ہے ۔

شرعی اور کونی اوامر

فرمایا اوامر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک امر شرعی ہوتا ہے جس کے برخلاف انسان کر سکتا ہے ۔ دوسرے اوامر کونی ہوتے ہیں جن کا خلاف ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا قلنا یا نار کونی بردا و سلما علےٰ ابراہیم ۔ اس میں کوئی خلاف نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ آگ اس حکم کے خلاف ہرگز نہ کر سکتی تھی ۔ انسان کو جو حکم اللہ تعالےٰ نے شریعت کے رنگ میں دیے ہیں جیسے اقیموا الصلوٰۃ نماز کو قایم رکھو یا فرمایا واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان پر جب وہ ایک عرصہ تک قایم رہتا ہے تو یہ احکام بھی شرعی رنگ سے نکلکر کونی رنگ اختیار کر لیتے ہیں ۔ اور پھر وہ ان احکام کی خلاف ورزی کر ہی نہیں سکتا ۔

آدم کی خلافت کسی قوم پر تھی یا نہیں

ایک شخص کے اس سوال پر کہ آدم علیہ السلام جو خلیفہ بن کر آئے تھے تو اس وقت کوئی قوم موجود تھی تو پھر حوا کی نئی پیدایش کی ضرورت نہ تھی ۔ اسی موجودہ قوم سے نکاح کر سکتے تھے ۔ فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے ومن حسن الاسلام ترک ما لا یعنیہ ہیچ و پوچ غیر مفید امور کو ترک کر دینا بھی اسلام کی خوبی ہے قرآن شریف میں جو فرمایا گیا ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ پہلے سے اس وقت کوئی قوم موجود ہو ۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے والجان خلقنہ من قبل من نار السموم ایک قوم جان بھی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے موجود تھی ۔ اور ایسا ہی بخاری میں ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ سے خالق ہے ۔ اور حق بھی یہی ہے ۔ کیونکہ اگر اس کو ہمیشہ سے خالق نہ مانیں تو پھر نعوذ باللہ اس کی ذات پر حرف آتا ہے اور یہ ماننا پڑے گا کہ آدم سے پہلے وہ معطل تھا ۔ اور قرآن شریف میں جو ترکیب ہے وہ اللہ تعالےٰ کی صفات کے استمرار پر دلالت کرتی ہے اور اگر آدم سے پہلے خلق نہ ہوتی تو یہ ترکیب نہ ہوتی ۔ پس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مخلوق ضرور تھی ۔

سوال کے دوسرے حصہ کی بابت یاد رکھنا چاہیے کہ ممکن ہے جس قوم پر آدم علیہ السلام کی پیدایش ہوئی ہو وہاں کے لوگ کسی عذاب الٰہی سے ایسے تباہ ہو گئے ہوں کہ کوئی آدمی نہ بچا ہو اور دنیا میں اس قسم کا سلسلہ دیکھا جاتا ہے کہ کوئی مقام بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور کوئی غیر آباد آباد ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہل یورپ اب تک قطب شمالی میں کسی آبادی کی تلاش کر رہے ہیں تا یہ معلوم کریں کہ اول کون سے قطعات زمین آباد تھے مگر ایسی مشکلات میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ایمان لانا چاہیے کہ خدا تعالےٰ رب ۔ رحمن ۔ رحیم ۔ مالک یوم الدین ہے اور ہمیشہ سے ہے ۔ جاندار کی پیدایش ایک تکوین سے ہوتی ہے اور ایک تکوین سے ممکن ہے کہ آدم کے وقت اور مخلوق ہو اور اس کی جنس سے نہ ہو ۔ یا اگر ہو بھی تو اس میں کیا حرج ہے کہ قدرت نمائی کے لئے آدم کی پسلی سے حوا کو پیدا کر دیا ہو انسان کو بیعت کر کے سب امر و نہی ماننے چاہئیں اور اللہ تعالےٰ کی قدرتوں پر ایمان لانا چاہیے ۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ ممکن ہے کہ ایک قوم موجود ہو اور وہ اس کے ہوتے ہوئے ایک اور قوم پیدا کر دے یا اسے ہلاک کر کے دوسری قوم پیدا کرے ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی ایک جگہ ایسا واقعہ بیان ہوا ہے ۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خلیفہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ایک قوم ضرور ہی پہلے سے موجود ہو ایسا ہو سکتا ہے کہ اور قوم پیدا کر کے پہلی قوم کا اسے خلیفہ بنایا جاوے ۔ اور آدم اس کے مورث اعلےٰ ہوں ۔ انسان چونکہ ازلی ابدی نہیں اسپر تغیرات آتے ہیں ۔ مگر خدا تعالےٰ پر نہیں آتے ۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے بھی آدم کہا گیا ہے ۔ اس کا سر یہ ہے کہ جب روحانیت پر موت آجاتی ہے ۔ اور اصل انسانیت فوت ہو جاتی ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ ایک شخص کو بطور آدم پیدا کرتا ہے ۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ یہ اللہ تعالےٰ کی عادت ہے کہ بعض فرقوں کو ہلاک کر دیتا ہے ۔ جیسے نوح کے وقت بھی کیا ۔ اور پھر ایک نئی پیدایش کی ۔ اگر یہ سلسلہ ہلاکت نہ ہو ۔ تو پھر زمین پر اس قدر آبادی ہو کر رہنا محال ہو جاوے ۔ ان قبروں نے ہی پردہ پوشی کی ہوئی ہے ۔

احمد الحمد اشاعت اسلام کیلئے مرزا یعقوب بیگ صاحب ۔۔۔ نے ۔۔۔ چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰے رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یک شنبہ ۶ مئی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰۴

اخلاق محمدی صلعم

مسلم مشنری کی کامیابی کا راز

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں مولوی صدرالدین صاحب اور شیخ بلال نور احمدؐ، کے عنوان سے مسٹر قدوائی کا ایک مضمون اسلامک ریویو سے شایع کیا گیا تھا۔ اس مضمون میں جس بات کو ان ہر دو بزرگوں کی انگلستان میں کامیابی کا موجب بتایا گیا ہے۔ اور جس خلق عظیم کی پیروی میں انہیں اس قدر ہر دلعزیزی اس جگہ حاصل ہوئی ہے وہ اسلام کے عظیم الشان روحانی فیض کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت اور کمال انسانیت پر شاہد عادل۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہذیب انسانی کے کس قدر اعلٰے معراج پر تھے۔ کہ جس کی اتباع کرنے والا چاہے وہ کسی قسم کے مزعومہ رسوم و رواج اور اوضاع و اطوار سے واقف نہ بھی ہو۔ اور اس کی پابندی اپنے اوپر نہ لے۔ بہت کچھ کام دنیا میں کر سکتا ہے۔ یہانتک وہ لوگ بھی جو اپنے آپ کو اپنے اوضاع و اطوار کے لحاظ سے کمال تہذیب پر سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کو اپنے سے بڑھکر عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کیوں انگلستان جیسی سرزمین میں ایک اسلامی مشنری اس قدر جلد کامیابی کا منہ دیکھتا ہے۔ کیوں خواجہ کمال الدین مولوی صدرالدین۔ اور ان کے رفیق شیخ بلال نور احمد وہاں کے لوگوں کے دلوں میں اس قدر جلد گھر کر لیتے ہیں۔ اس کا سبب سوائے خلق محمدی صلعم کے اور کچھ نہیں ہو سکتا .... رسالہ اشاعت اسلام کے اپریل ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں اس ضروری موضوع پر خوب وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کا یہ آسان پہلو ہے۔ کہ وہاں لوگ کس قدر غلط عقاید کو چھوڑ کر معقول باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ گویا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ہزاروں لوگ مسلمان ہیں۔ مگر ان کو ابھی اپنے مسلمان ہونیکا علم نہیں۔ لیکن بایں اس کام کا ایک مشکل پہلو بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ہزاروں لوگوں تک اگر اسلام کی صحیح تصویر کھینچکر اسلامی لٹریچر پہنچایا جائے تو ان میں سے بہت سے اہل ہمت ایسے بھی نکل آئیں گے جو کسی مخالف کی پرواہ نہ کر کے علانیہ اسلام کے جھنڈے تلے آئیں گے۔ جس کی ایک مثال خود مسز بکین ہیں۔ مگر محض لٹریچر کا پہنچانا کبھی بھی کوئی مفید اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ اسلامی تعلیم کی زندہ اور جیتی جاگتی تصویریں بھی ان لوگوں کے سامنے پیش نہ کی جائیں۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف درحقیقت مسٹر قدوائی نے اپنے اس مختصر مضمون میں توجہ دلائی ہے۔ جو انہوں نے ولایت سے مولانا مولوی صدرالدین صاحب اور بلال نور احمد صاحب کی روانگی کے متعلق لکھا ہے +

اس امر کو بیان کرتے ہوئے۔ کہ مولینا مولوی صدرالدین صاحب کی کامیابی کا کیا راز ہے۔ اور کس طرح پر انہوں نے اور ان کے رفیق سفر بلال نور احمد صاحب نے اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کی۔ کہ انکی روانگی کے وقت ریلوے سٹیشن پر لوگ رو رہے تھے۔ مسٹر قدوائی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور وہ نتیجہ بالکل درست ہے۔ کہ یہ اعلٰے درجہ کے اسلامی اخلاق تھے۔ جنہوں نے لوگوں کو اس قدر گرویدہ کر لیا۔ اور ایک تھوڑے سے عرصہ میں ایک کثیر تعداد کا مسلمان ہو جانا درحقیقت اسی وجہ سے تھا۔ کہ انہوں نے وسعت اخلاق کا وہ نمونہ دکھایا جس نے دلوں کو مسخر کر کے ان کو اسلام کا شیدائی بنا دیا۔ محض تعلیم ہی اچھے رنگ میں پیش کرنے سے کوئی فایدہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ عملاً یہ ثابت نہ کر دیا جائے۔ کہ اسلام خلق کے کس اعلٰے سے اعلٰے مقام پر انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ مسٹر قدوائی نے ان لوگوں کو جو تبلیغ اسلام کو ایک بہت سہل کام سمجھتے ہیں۔ درحقیقت اس مشکل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ پہلے انسان ان لوگوں کو خود اسلام کے اعلٰے اخلاق کا نمونہ بن کر دکھائے۔ تب اس کی بات موثر ہو سکتی ہے۔ ورنہ اگر اچھا نمونہ ساتھ نہ ہو۔ اخلاق میں صاحب خلق عظیم کا اتباع نہ ہو تو ساری تعلیم بے سود ہے +

فی الواقع اسلام کی کامیابیوں میں ہمیشہ اخلاق ہی بڑا کام کرتے رہے ہیں۔ خود ملک عرب کا بیس سال کے عرصہ میں اس طرح پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدا ہو جانا۔ کہ اس کی ایک تعداد سینکڑوں اور ہزاروں سالوں کی بدیوں کو ترک کر دیا۔ اور عادات کے اندر داخل شدہ رسوم کو خیر باد کہدیا۔ اور اپنے مذہب کو خس و خاشاک کی طرح پھینک دیا۔ درحقیقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات کا نتیجہ تھا۔ مخالف تو کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بزور شمشیر عربوں کو مسلمان بنا لیا۔ مگر کیا جن لوگوں کو جبر سے ایک بات منوائی جائے ان کے اندر اس کی حقانیت کے لئے ایسی شرح صدر پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ دیوانوں کی طرح دنیا میں پھیل گئے۔ کہ جس پاک سرچشمہ سے ان کو زندگی ملی ہے۔ اس کا پتہ دوسروں کو بھی دیں اور ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کیں۔ مگر دنیا کا کوئی کونہ خالی نہ چھوڑا۔ کیا یہ تڑپ اسلام کی تبلیغ کی ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتی تھی جو خود اسلام کو ناپسند کرتے ہوں۔ اور محض تلوار کے ڈر سے کہدیا ہو کہ اچھا ہم بھی خدا کو ایک اور محمد صلعم کو اس کا رسول مانتے ہیں +

صلح حدیبیہ کا واقعہ اکیلا ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ نہ صرف لوگ بجبر مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بلکہ باوجود مخالفین کے جبر کے مسلمان ہوتے چلے جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ میں یہ شرط نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لی تھی۔ کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفار کے ساتھ جا ملے تو کفار اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہونگے لیکن اگر کفار میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ تو مسلمان پابند ہونگے۔ کہ اسے کفار کی طرف لوٹا دیں۔ اس شرط کو بعض صحابہ نے ناپسند بھی کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ یہ ہمارے لئے ذلت کی شرط ہے۔ مگر وہ شخص جس کے قلب میں خدا کی وحی کا نور تھا۔ اس نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور آج ہمیں یہ نظر آتا ہے۔ کہ اس شرط کی قبولیت کس طرح پر اسلام سے اعتراض جبر کو دور کرتی ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ اجازت دی گئی کہ ان میں سے جو کوئی چاہے کفار سے جا ملے۔ تو اب وہ لوگ جو بجبر مسلمان ہوئے تھے ان کو کیسا اچھا موقع تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں چلے جاتے۔ اور اس طرح پر مسلمانوں کی جمعیت کمزور ہو جاتی اور کفار کی جمعیت طاقتور ہو جاتی۔ لیکن کیا ساری تاریخ میں ایک بھی مثال ملتی ہے کہ اس قدر اختیار دینے کے باوجود ایک ہی مسلمان ایسا ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں کفار کے پاس چلا گیا ہو۔ اگر ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ایک بھی مسلمان ایسا نہیں ملتا تو ایک قطعی اور یقینی ثبوت ہے اس امر کا۔ کہ بجبر کوئی مسلمان نہ ہوا تھا دوسری طرف جو شرط مسلمانوں نے قبول کر لی تھی۔ کہ اگر کفار میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آملے تو مسلمان مجبور ہونگے کہ وہ اسے کفار کیطرف لوٹا دیں۔ اس نے بھی اخلاق اور استقلال اسلامی کا ایک بے نظیر نقشہ دنیا میں دکھایا ہے۔ صلح کے تھوڑے ہی دن بعد لوگ کفار میں سے مسلمانوں طرف آنے لگے۔ تاکہ مدینہ میں پہنچ کر امن کی حالت میں اعلان اسلام کریں مگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفائے عہد کا اس موقعہ پر وہ بے نظیر نمونہ دکھایا ہے۔ جس کی نظیر ساری دنیا میں تلاش کرو تو نہیں ملتی۔ آپ کا دل کس قدر دردمند تھا۔ کہ لوگ اسلام کے اندر داخل ہوں۔ اور کس طرح پر ماریں کھا کر آپ ایک ایک شخص کو اسلام کا پیغام پہنچاتے تھے۔ لیکن اب آپ کے پاس لوگ آتے ہیں۔ کہ ہمیں اسلام میں داخل کرو۔ تو آپ انہیں جواب دیتے ہیں۔ کہ نہیں میں عہد کر چکا ہوں۔ میں تمہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا یہ تو آپ کے وفائے عہد کے خلق عظیم کا نمونہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اسلام کی طاقت کو بھی دیکھو۔ جس دل میں ایک دفعہ گھر کر لیا پھر اس نے موت کو آسان سمجھا مگر اسلام کو نہیں چھوڑا۔ یہ لوگ بجائے اس کے کہ اسے بدسلوکی سمجھ کر اپنی قوم کے ساتھ واپس جا ملیں۔ اس قدر اسلام کے عاشق ہو چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں۔ اچھا اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے معاہدہ کا پابند ہے۔ تو ہم نے تو خدا کے لئے دین اسلام کو قبول کیا ہے۔ ہم مدینہ کو چھوڑتے ہیں۔ مگر ہم اب کفر کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتے۔ وہ ایک ایک دو دو کر کے ایک خاص علاقہ میں جو مسلمانوں کی حکومت سے بھی باہر ہے اور کفار مکہ کی حکومت بھی وہاں نہیں ایک بستی بنا لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ ایک بھاری بستی بن جاتی ہے۔ مقام غور ہے۔ کہ کس قدر قوت اسلام کے اندر تھی۔ اور لوگوں کے دل کس طرح اسکے قابو میں تھے۔ کہ دنیا کی ہر ایک روک ان کی آنکھوں کے سامنے ہیچ تھی ہاں اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات نے ہی عرب کو آپ کے سامنے جھکا دیا۔ جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں آپ قیدی پکڑتے۔ اور اکثر اوقات بغیر ایک حبہ معاوضہ لینے کے ان کو چھوڑ دیتے۔ پھر ایسے اخلاقی معجزات کو دیکھ کر کیوں وہ لوگ گرویدہ اسلام نہ ہوتے فتح مکہ میں جو نمونہ عفو کا آپ نے دکھایا اس نے سارے اہل مکہ کو جو آپ کے سخت ترین دشمن رہ چکے تھے۔ اس آیت قرآنی کا مصداق بنا دیا۔ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ وہ لوگ جو خوب جانتے تھے کہ کس طرح پر ہم نے مسلمانوں کو دکھ دیئے اور قتل کیا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کے ہر قسم کے منصوبے کئے۔ اس کی جمعیت کو برباد کرنا چاہا۔ اب جبکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہم پر غلبہ حاصل ہوتا ہے تو اسے بھی ہمارے ساتھ جائز طور پر ایسی قسم کا سلوک کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ مگر جب انہوں نے اخلاق نبوت کا وہ عظیم الشان معجزہ دیکھا کہ آپ نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم کو ہم ملامت بھی نہیں کرتے۔ تو وہ جوق در جوق اسلام کے اندر داخل ہو گئے +

غرض یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اخلاقی معجزات نے ہی پہلے اسلام کا گرویدہ لوگوں کو کیا۔ اور اب بھی مسلم مشنری کی پہلی ضرورت یہی ہے کہ وہ صاحب خلق عظیم کے نقش قدم پر چل کر لوگوں کو اسلام کا عاشق بنائے۔ مغرب اسلام کو ضرور قبول کریگا۔ مگر جب تک اخلاق کے نمونے انسانوں کی شکل میں ان لوگوں کو نہ دکھائے جائیں۔ اس وقت تک لٹریچر تعلیم کی اشاعت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی +

طبقہ ذکور کے متعلق ایک مسلمان خاتون کی رائے اور ووکنگ مشن کے کام کا اعتراف

کہا جاتا ہے کہ عورتیں جاہل ہوتی ہیں اور بالخصوص ہندوستان کی اور اس میں بھی مسلمان عورتیں ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ ان سے کسی قابلانہ بات کی توقع کی جائے یہ رائے ہے ہمارے بعض دارندگان مغربیت کی جو اس میں شک نہیں کہ بہت حد تک صحیح بھی ہے۔ لیکن خود ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے اس نصف حصہ کو یوں بیکار ٹھیرا چکے اور اسپر ناکارہ ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ اس کی کیفیت سننی ہو تو آؤ اسی طبقہ نسواں سے چل کر دریافت کریں کہ وہ ہماری نسبت کیا رائے رکھتی ہیں۔ اور ہمیں کس قدر عزت و عظمت کی نگاہ دیکھتی ہیں۔ اہلیہ صاحبہ ہمایوں مرزا بیرسٹر ایٹ لا مقیم حیدرآباد دکن نے معاصر وکیل میں اپنے مضمون کے دوران میں مسلمان مردوں جو حامل عقل و تمیز کے ان واحد ٹھیکیداروں کے متعلق لکھتی ہیں اور بہت خوب لکھتی ہیں کہ :-

"دنیا تو قوم کے لیڈروں اور سربرآوردہ لوگوں کی بری درگت بنتی ہے۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ ایسے مضامین پڑھتی ہوں کچھ دن پیشتر مولوی عبداللہ صاحب کے علیگڈھ کے زنانہ مدرسہ کی نسبت نکتہ چینی ہوتی رہی۔ کبھی کسی اخبار نے مولوی محبوب عالم صاحب پیسہ اخبار کی خبر لی۔ کبھی صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب پر نکتہ چینی کی بوچھاڑیں ہوتی رہیں پھر خواجہ کمال الدین صاحب کے مشن ووکنگ کے دھرے اڑائے گئے حالانکہ خواجہ صاحب نے وہ کام کیا ہے اور کر رہے ہیں جو آجتک کسی سے نہیں ہوا تھا۔ حال ہی میں بیچارے لارڈ ہیڈلے کی شر الجوسی کی مہندی کی چینی کی گئی۔ تل کا تلا سنگ کیا گیا۔ جیسے سرے سے دنیا بھر کے مسلمان خمر الجوری سے مبرا ہیں۔ اور ایک مسلمان نے حسب عادت سابقہ شراب پیکر دامن اسلام پر قیامت خیز دھبہ لگایا جس کے لئے یہ آفت برپا کی گئی۔ صرف یہی نہیں جہاں کسی مسلمان نے کوئی اچھا کام شروع کیا۔ دوسروں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا۔ کبھی تو فرعی اختلاف مذہب کے سبب سے کبھی ..... عہدہ داران سرکار کے سامنے اپنا رسوخ بڑھانے کی غرض سے کبھی اس خیال سے بھی کہ وہ خود اس کے بانی کیوں نہ ہوئے۔ اس نئے کام کی تباہی کی اس کے ملیامیٹ کرنے کی فکر شروع ہو جاتی ہے ہمارے پولیٹیکل لیڈروں کی بھی سلامتی سے وہی حالت ہے جو سوشل وایجوکیشنل مصلحوں اور رہبروں کی اخبارات میں آئے دن کے یہی جھگڑے رہتے ہیں جنکو دیکھکر دم گھٹتا ہے۔ سہ

کس کو دکھلاؤں آبلے دل کے
زخم تازے ہوئے ہیں چھل چھل کے

کیا ہمارے لیڈران قوم اور بزرگ ایک عورت کے منہ سے یہ لفظ اور ان دلخراش واقعات کو سن کر کوئی عبرت حاصل کریں گے؟ +

احمدیت کو ترک کرنیوالا مرتد نہیں

کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی سرور شاہ اور میر محمد اسحق کی ان شہادتوں کا خلاصہ دیا جا چکا ہے۔ جو انہوں نے امرتسر کے مقدمہ فسخ نکاح میں دیں۔ اب تازہ معاصر الحکم نے ان ہر دو کے مفصل بیانات شایع کئے ہیں۔ جن میں مولوی سرور شاہ صاحب کے بیان میں ایک یہ فقرہ بھی ہے کہ

"اگر کوئی احمدی غیر احمدی ہو جائے تو اس کو مرتد نہیں کہا جاویگا۔ عبدالحکیم جو احمدی سے غیر احمدی ہو گیا تھا۔ مرزا صاحب نے اس کو مرتد نہیں کہا لغت کے لحاظ سے مرتد کہا۔ شریعت کے لحاظ سے نہیں۔ شرع میں مرتد اس کو کہتے ہیں جو اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جاوے۔"

ہم حیران ہیں۔ کہ مولوی صاحب کے اس بیان کو کیا سمجھیں۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ احمدیت کو چھوڑ کر بھی کوئی شخص اسلام ہی پر کاربند سمجھا جا سکتا ہے اگر ایسا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ جنہوں نے سرے سے حضرت مسیح موعود کو مانا ہی نہیں لیکن دیگر شعائر اسلام پر وہ ویسے ہی کاربند ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ وہ کیونکر کافر ہو گئے صاف لفظ ہیں کہ شرع میں مرتد اس کو کہتے ہیں جو اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں چلا جاوے" اور کہ "اگر کوئی غیر احمدی ہو جاوے تو اس کو مرتد نہیں کہا جاویگا" جس سے معلوم ہوا۔ کہ اسلام احمدیت سے کوئی علیحدہ مذہب ہے۔ اور یہ کہنا غلط ہے کہ احمدیت ہی اسلام ہے۔ ورنہ اس کو چھوڑنے سے ہی اسلام کا چھوڑنا لازم آتا۔ لیکن مولوی سرور شاہ صاحب نے اس میں تفریق کی اور ساتھ ہی ڈاکٹر عبدالحکیم جیسے مکذب و مرتد کو بھی مرتد یعنے اسلام کو چھوڑنیوالا کہنا جائز نہیں ٹھیرایا۔ گویا بالفاظ دیگر ڈاکٹر عبدالحکیم باوجود حضرت اقدس کی تکذیب کے بلکہ آنحضرت صلعم کی اطاعت کو بھی نجات کے لئے غیر ضروری سمجھنے کے اسلام ہی پر کاربند ہے۔ اور مرتد نہیں۔ ہم حیران ہیں۔ کہ مولوی سرور شاہ کی ایک طرف اس قدر وسیع ظرفی اور دوسری طرف اس تنگدلی کو کہ

"جو مرزا غلام احمد کو نہیں مانتے ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ نماز پڑھے۔ روزہ رکھے حج کرے زکوۃ دیوے۔ اور خدا تعالیٰ کو مانے"

کیا سمجھیں اور ان دونو بیانات کو کس طرح تطبیق دیں +

"جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دیوے"

اسی بیان میں آگے چل کر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ :-

"جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دیوے ہم اسکے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں"

عدالت میں جا کر قرآن پر ہاتھ رکھکر اس قدر جھوٹ اور اتنا صریح کذب ہم نہیں جانتے کہ ایک مولوی اور وہ بھی قادیان کے مولوی کہلانے والے شخص کے کہاں تک شایان ہے۔ گو مولوی سرور شاہ کے منہ سے اس قسم کا جھوٹ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے کتنے ہی معاملات میں کئی موقعوں پر علانیہ اس نے جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کیا جبر ایک مولوی محمودی کی شہادت ابھی جیسی ہوئی موجود ہے۔ تاہم ہم حیران ہیں۔ کہ ان لوگوں کے دلوں پر اس کا کیا اثر ہوتا ہوگا۔ جو میاں صاحب کے مریدین میں شامل ہو کر غیر از جماعت لوگوں سے رشتے کر کے پھر بھی مخلص احمدی کہلاتے ہیں۔ اور ہرگز کوئی بھی انقطاع تعلقات یا انکے خارج از جماعت نہ ہونے کے باوجود تحدیاں کی جاتی ہیں۔ کہ

"میں انہیں جماعت سے خارج کر دونگا" (انوار خلافت صـ)

اور عدالتوں میں حلف اٹھا اٹھا کر کہا جاتا ہے۔ کہ

"ہم اس کے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں"

کیا میاں صاحب یا مولوی سرور شاہ نے میاں شمس الدین صاحب سوداگر چرم لاہو سے قطع تعلق کیا۔ کیا میاں عبدالعزیز مستری حسن محمد سیالکوٹی اور مولوی فیض محمد جموں وغیرہم کو بائیکاٹ کیا۔ جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ باوجود بار بار کی یاددہانی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تو یہ کہنا کس قدر جھوٹ ہے۔ کہ

"جو شخص احمدی ہو کر غیر احمدی کو رشتہ دے ہم اسکے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں"

کیا کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کی آیت بھی بھول گئی۔ کہا میر اسحاق نے یہ کہتے ہوئے۔ کہ

"احمدی اس شخص کو جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور اسکی نبوت پر اعتراض کرتا ہے اسکو لڑکی نہیں دیوینگے"

میاں شمس الدین صاحب کو غیر احمدی تصور کر لیا تھا۔ یا ان کا پانچسو روپیہ کا نذرانہ اب بھول چکا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم سفارش کرینگے کہ میاں شمس الدین صاحب اپنے اپنے پیر صاحب کی پھر بھی مٹھی گرم کرنے سے دریغ نہ فرمائیں تا وہ آئندہ ذرا سوچ سمجھ کر شہادت دلوانے کے کام آئے +

جنازہ اور سلام علیکم

آگے چل کر مولوی سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "ہم غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے خواہ بچہ ہو یا جوان کوئی ہو۔ ہم غیر احمدی کو سلام علیکم کہتے ہیں"

ایک تو یہ بھی واقعات کے صریح خلاف ہے۔ کہ وہ غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے ابھی گذشتہ اشاعت میں بکرم شیخ مولا بخش صاحب بہت سے ایسے نام گنوا چکے ہیں۔ جنہوں نے غیر احمدی کا جنازہ پڑھا۔ رہا سلام علیکم لینا سو یہ آجتک معلوم نہیں ہوا کہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کافر ... سے سلام علیکم لینا اسلام کے کہاں تک مطابق ہے کیا معلوم ...

مذاکرہ علمیہ

حدیث الثقلین اور شیعہ حضرات

از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ بجواب مولوی احمد علی صاحب شیعی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

نبی صلعم کا تمام گھرانا راستباز تھا

ہاں یہ صحیح ہے کہ رسول خدا کا تمام گھرانا رسول صلعم کی بیویاں لڑکیاں نواسے نواسیاں داماد اور دوازدہ امام خدا کے راستباز بندوں میں سے تھے لیکن وہ نبی نہ تھے تا خدا کی طرف سے وہ ہر مسئلہ میں حکم عدل ٹھیرتے اور ان سے ہر مسئلہ دین متمسک کرنے کا حکم ہوتا۔ خدا کے راستباز بندے تو کروڑہا دنیا میں گذر چکے اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں پس بلاوجہ اہلبیت میں سے چند بزرگوں کو لے لینا اور باقی کو چھوڑ کر ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ ہر مسئلہ دین میں حکم مان لینا خدا کے حکم کی صریح نافرمانی کرنا ہے۔ جو فرمایا لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ...... واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا پر عمل کر کے قرآن کریم کی یقینی بات پر ایمان لانا چاہئے۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلاً ما تذکرون ایسی فیصلہ کرنے والی آیت ہے جس سے صریح اور صاف طور پر صاف ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کی طرف ہونی چاہئے پھر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث یا قول کو من دونہ میں داخل دیکھے تو اس سے منہ پھیرے اسی لئے ہم احمدیوں کا مذہب تو یہی ہے کہ جو حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور کسی طرح سے اس سے مطابقت نہ کہا جا سکے ہم اس کو ہرگز منجانب رسول کریم یقین نہیں کرتے +

خاکسار تو حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو کہ حسبنا کتاب اللہ اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے +

مجتہد صاحب سید علی حائری فرمانے لگے ہم تو قول عمر پر ہرگز کاربند نہیں ہو سکتے۔ قرآن ہمارے لئے ہرگز کافی نہیں +

خاکسار پھر کیا قرآن کریم غلط ہے جو فرماتا ہے اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم (ترجمہ) کیا ان کو کافی نہیں ... کہ ہم نے اتاری تجھ پر یہ کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ آہ قرآن کریم غلط نہیں ہم قرآن مجید پر توجہ غور و فکر اور اس کے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ہمارا تکیہ خدا کے کلام مجید پر رہا ہی نہیں بلکہ ان روایات پر آ رہا ہے جن کے دفتر لوگوں نے پیچھے مرتب کئے اور جن کا کوئی وجود زمانہ رسول اللہ میں ہرگز ہرگز پایا ہی نہیں جاتا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی اعلےٰ اور ارفع اور بلند اور اعظم شان کو طرح طرح کے سوالوں میں کم کیا جاتا ہے کبھی ایک ... پر جوش شیعہ کہکر اسے خفیف کر دیتا ہے کہ کوئی مسئلہ دین اس میں ملتا ہی نہیں اس لئے اس سے سند لینے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خدا خود قرآن کی نسبت فرماتا ہے تفصیل کل شیء اس میں ہر مسئلہ دین کی تفصیل ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیء ہم نے اس کتاب میں کوئی امر دین کوئی حقانی صداقت باہر نہیں چھوڑی۔ تبیاناً لکل شیء اس میں ہر مسئلہ دین کا بیان ہے کل شیء فصلناہ تفصیلاً۔ ہم نے سب باتیں قرآن میں خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں اگر اس میں کوئی مسئلہ دین مل ہی نہیں سکتا تھا تو کیا خدا نے یہ غلط اور خلاف واقعہ فرمایا۔ ہرگز نہیں ومن اصدق من اللہ قیلاً۔

پھر کوئی بزرگ شیعہ یہکر اس کی طرف رجوع کرنا بے سود محض سمجھتا ہے کہ قرآن خدا کی خاموش اور گونگی کتاب ہے۔ اور علی خدا کی ناطق یعنے گویا کتاب ہے۔ حالانکہ خدائی کتاب کا ناطق ہونا اس آیت سے ثابت ہے ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق۔ اور حضرت علی کے اقوال سے حجت لینے کا یہ حال ہے۔ کہ تقیہ کا احتمال آپ کی ہر ایک کلام میں موجود ہے۔ دیکھو تہذیب الاحکام میں ابو جعفر طوسی نے جناب امیر سے روایت کی ہے۔ قال علیہ السلام حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ شیعہ علما کہتے ہیں تقیہ کے باعث کہا ہے اب فرمائیے حضرت علی کے اقوال کا کیا اعتبار رہا اور پھر یہ اعتقاد رکھنا کہ قرآن مجمل ہے اور اس میں ناسخ و منسوخ ہے۔ اس لئے رفع اختلاف اس سے نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کا نام مبین اور مفصل رکھا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے ولقد انزلنا الیکم آیات مبینات اور فرماتا ہے افغیر اللہ ابتغی حکماً وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلاً۔ غرض بیسیوں حیلے قرآن کی بلند شان کو گھٹانے اور ائمہ کی شان کو نبیوں کی شان سے بھی بلند ظاہر کرنے کے لئے تراشتے ہیں۔ شیعوں کی ایک مستند کتاب تشئید المطاعن کے صفحہ ۳۰۰ پر قرآن کی شان اور درجہ کو گھٹانے اور قرآن مجید کو ایک غیر معصوم معصوموں کی کتاب ثابت کرنے کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"اکثر احکام از قرآن مستنبط نمی شوند آنچہ مستنبط مے شود بغایت اجمال

واشکال دارند ... است و اختلاف فہم در فہم اسنا ...
محکم نیست آیا ... است ... متشابہ ... قرآن
ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ ظاہر و مأول عام و خاص مطلق و مقید وغیر اینہا
است پس چگونہ کتاب خدا برائے رفع اختلاف کافی باشد"

یہ تو قرآن غیر ذی عوج اور عربی مبین کا ان کے ہاں حال ہے جس کو خدا نے اختلاف مٹانے کو نازل کیا۔ قال اللہ تعالےٰ وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ یہی عجیب حال شیعہ صاحبان کا یہ ہے کہ منہ سے تو سب قرآن مجید کی محض زبانی عظمت کے لئے یہ کہتے اور مانتے ہیں کہ علم حدیث ایک ظنی علم ہے اور کوئی حدیث بمقابلہ نص قرآنی کے سند یا حجت قطعی نہیں ہو سکتی تاہم شیعہ صاحبان کا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول حسبنا کتاب اللہ کے ساتھ رویہ اور سلوک بالکل اور بعینہ ویسا ہی عمل میں آرہا ہے جیسا کہ کسی سخت مخالف اور دشمن کا رویہ اپنے مخالف سے ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس شیعہ صاحبان کی مثال بھی حضرت عمرؓ کے متعلق ٹھیک وہی ہو گئی ہے ع

ببیں کمند حفظ امام مبین کشند

سیدنا حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ پر شیعہ صاحبان کی مخالفت

چنانچہ ایڈیٹر اصلاح نے جو ایک متعصب شیعہ ہیں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر لکھ مارا کہ "حسبنا کتاب اللہ ہی وہ جملہ ہے جس نے اسلامی دنیا میں فساد کی جڑ قایم کی"۔ اور پھر ایک زمنی بات لکھ ماری کہ "صحاح ستہ میں موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے وصیت نامہ لکھنا چاہا۔ ایتونی بدواۃ وقرطاس اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدی کہ دوات کاغذ لاؤ ہم ایسی کتاب لکھدیں کہ پھر گمراہ نہ ہو تو عمر نے کہا حسبنا کتاب اللہ"

اگرچہ شیعیت کی بنیاد ہی مسلمانوں میں اختلافات اور فتنہ جھگڑا اور عناد ڈالنے پر ہے اور شیعوں کی ہر رگ و ریشہ کا عنصر ہی اختلافات کے خمیر سے بنایا گیا ہے۔ لیکن جو عناد و نفاق شیعہ سنی میں اس حدیث قرطاس نے پیدا کئے ... صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے بغض کا باعث ہی حدیث ہوئی ہے۔ مسلم باب کتاب العلم میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔ لما اشتد بالنبی صلعم وجعہ قال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ... النبی صلعم غلب الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا (ترجمہ) جب نبی صلعم پر بیماری نے سختی کی تو فرمایا لاؤ میرے پاس کورے ورقوں کی ایک کتاب لکھوں گا میں تمہارے لئے کتاب اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ضرور بیماری کا غلبہ ہے حالانکہ ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے ہم کو کافی ہے۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید سے بڑھکر تو کوئی ہدایت نہیں جو ہر ایک گمراہی کو دور کرتی ہے اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی لکھکر دیں گے کہ قرآن مجید پر عمل کرو اور کراؤ۔ اس کے علاوہ اور کیا لکھ کر دیں گے شیعہ صاحبان پر تو اس حدیث نے غضب ہی ڈھا دیا کہ لو صاحب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو باغ فدک فاطمۃ الزہرا اور مسند خلافت حضرت علی کو دینا چاہتے تھے مگر عمر صاحب نے حسبنا کتاب اللہ کہدیا۔ گویا حسبنا کتاب اللہ کہنے سے شیعان علی کی آرزوں کے سبز باغ پر اوس پڑ گئی۔ ان کو آجتک یہی رونا چلا جاتا ہے کہ شیخین نے خلافت۔ اور باغ فدک کو اہلبیت سے چھین لیا۔ حالانکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس حدیث کا مضمون ہی قرآن کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذاً لارتاب المبطلون۔ مگر حدیث کہتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکتب لکم" میں تمہیں لکھدوں جس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں بطور اعجاز کے یہ بتلایا گیا ہے۔ لا تخطہ بیمینک۔ دوسرے اس حدیث کا مضمون دوسری حدیثوں کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے مثلاً یہ حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یا مثلاً یہ حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یا مثلاً یہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین اور یہ حدیث کہتی ہے اکتب لکم لن تضلوا بعدی۔ پھر جبکہ حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔ لا تکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن (الحدیث) کہ مجھ سے قرآن مجید کے بغیر کچھ نہ لکھو تو اس ممانعت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ہو گا حسبنا کتاب اللہ اس میں حضرت عمرؓ کا کیا قصور ہے

سیدنا حضرت عمرؓ کا حسبنا کتاب اللہ کہنا خدا کے عین فرمودہ کے مطابق تھا

تیسرا اس حدیث پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ کیا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس جملہ ایتونی بدواۃ وقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی کہنے کے دو تین گھنٹے بعد ہی فوت ہو گئے تھے یا اس کے بعد بھی تین چار روز تک زندہ رہے

اگر یہ حالت ہوتی تو زندہ رہے۔ تو پھر کیوں نہ یہ وصیت لکھ دی۔ پھر حضرت علیؓ پر اعتراض آتا ہے اگر سیدنا حضرت عمرؓ نے یہ کلمہ فرمایا تھا۔ تو آپ ہی آنحضرت نبی کریمؐ کے حکم کی تعمیل فرما لیتے۔ غرض یہ حدیث محض خلاف قرآن ہی نہیں بلکہ اس میں ضرور کوئی غلط بات ہے جو سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذمے لگائی گئی ہے۔ کیونکہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حسبنا کتاب اللہ کہنا نہ کسی حکم الہیٰ کے خلاف تھا۔ نہ کسی حدیث صحیح کے خلاف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ خدا کے عین زمرہ کے مطابق کہا۔ سیدنا حضرت عمرؓ کے اس قول حسبنا کتاب اللہ کی مخالفت میں شیعہ صاحبان کی موضوعہ حدیثوں کے دفتر بے معنی کے سلسلے اس درجہ پریشان و بے پایان ہیں کہ جنکے مبتدا اور منتہیٰ کا کچھ پتا ہی نہیں مل سکتا۔

اب میں پھر اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور جناب مجتہد صاحب سید علی حائری کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ چونکہ یہ جملہ حسبنا کتاب اللہ ایک نہایت ہی مقدس اور رفیع الشان حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ اس لئے ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ ہر ایک شخص مومن ہی تب بنتا ہے۔ کہ جب سچے دل سے اس بات کا اقرار کرے کہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور کتاب اللہ ہی حق وباطل میں فرق کرنے کے لئے آئی ہے۔ اور کتاب اللہ ہی احادیث کے لئے جو راویوں کے دخل سے جمع کی گئی ہیں۔ معیار ہے۔ گو اس معیار کے تمام استعمال پر عوام کو قدرت فہم حاصل نہیں لیکن قدرت کا حاصل نہ ہونا اور چیز ہے۔ اور ایک چیز کا ایک چیز کے لئے واقعی طور پر معیار ہونا اور امر ہے۔ آخر قرآن کریم ہی ہے کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندوں کو بچاتا ہے اور اسی عروۃ الوثقیٰ کے پنجہ سے اُس کے سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے۔ کچھ شک میں ہیں۔ کیا جو صفات اللہ جل شانہ نے قرآن کریم کے لئے آپ بیان کی ہیں اُن پر ایمان لانا فرض نہیں۔ اگر فرض ہے تو کیا اللہ جلشانہ نے قرآن کریم کا قول فصل۔ فرقان۔ میزان۔ امام۔ حکم۔ نور۔ شفاء۔ روح۔ بصائر نام نہیں رکھا۔ اور کیا اس کو جمیع اختلافات کے دور کرنے کا آلہ نہیں ٹھیرایا۔ اور کیا یہ نہیں فرمایا۔ کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔ اور کیا قرآن مجید میں یہ نہیں لکھا کہ اس کے فیصلہ کے مخالف کوئی حدیث ماننے کے لائق نہیں۔ اگر یہ سب باتیں سچ ہیں تو کیا مومن کے لئے ضروری نہیں۔ جو اُن پر ایمان لاوے اور زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ ہاں وہ لوگ جو قرآن کریم میں کبھی غور نہیں کرتے اور نہ اسکو اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ خود اس پر عمل کریں اور کراویں اور نہ اُس سے مسائل شرعیہ کا استنباط اور استخراج کرنے پر وہ قادر ہوتے ہیں۔ نہ وہ خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوتے ہیں وہ احادیث نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ کہ گویا وہ قرآن کریم پر کچھ زائد بیان کرتی ہیں۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں حدیث صحیح یقیناً اور قرآن کے مطابق ہے اور قرآن کی کسی آیت کی تفسیر یا آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کی عکسی تصویر۔ اس سے بڑھکر کچھ نہیں۔ کیونکہ حدیث وہ چیز ہے جس کو راویوں کے اعتبار پر آنحضرت صلعم کا کلام کہا جاتا ہے۔ ہر چند محدثین نے بہت چھان بین کی ہے۔ اور اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ مگر وہ بھی آخر انسان تھے۔ ان کی یہ شان نہیں۔ کہ وہ غلطی سے مبرا ہوں۔ اور نہ کبھی انہوں نے دعوے کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن سے مستغنی کرنے والا ہے۔ اس لئے حدیثوں کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم سے بڑھکر اور کوئی معیار ہمارے پاس نہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ خدا جو حکم فرماتا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ کیا اس حبل سے اہلبیت مراد ہیں۔ پھر جس حالت میں وہ اس حبل اللہ قرآن مجید سے پنجہ مارنے کیلئے تاکید شدید فرماتا ہے۔ تو کیا اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں +

اناللہ وانا الیہ راجعون | یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص بزرگ میاں حیات گل صاحب کشمیری دیگراں جنہوں نے گذشتہ سال ترجمۃ القرآن فنڈ میں اپنی نصف پونجی دو صد روپیہ عطا کیا تھا بقضائے الہیٰ فوت ہوگئے۔ مرحوم نے باقی نصف پونجی مبلغ دو صد روپیہ کیساتھ یکصد روپیہ اور جمع کر کے حج کا ارادہ کر رکھا تھا لیکن موت نے فرصت نہ دی اور وہ تین صد روپیہ بھی آپ انجمن کیلئے دے گئے۔ اللہ آپکو اجر عظیم عطا فرمائے اور آپکی روح پر اپنی رحمت کی بارشیں برسائے۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں +

تحقیق الادیان

ویدوں کا امرت

वसिष्ठ ऋषि: मण्डूका देवता:

وسشٹھ رشی۔ مینڈک دیوتا۔ رگوید منڈل ۷ سوکت ۱۰۳۔

ترجمہ۔ ورت چال والے برہمن سال بھر تک چپ چاپ پڑے رہتے ہیں۔ ان مینڈکوں نے اس آواز کو بلند کیا ہے جو کہ پرجنیا (بادل) نے ان کے پیٹ میں ڈالی ہے۔ (۱)

آسمان سے پانی برسا ایک سوکھی کھال پر جو کہ تالاب کی تہ میں پڑی تھی جب مینڈکوں کا راگ منڈلی کی صورت پر نکلا جیسے گایوں کے (ڈ)کرانے کی آواز نکلتی ہے جبکہ بچھڑے اُن کے پاس ہوں (۲)

(اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ مینڈک مر کر سوکھ جاتے ہیں اُن کی کھال تالابوں میں سوکھی پڑی رہتی ہے۔ جب برسات کا پانی برستا ہے وہ آبجیات ہو کر انہیں لگتا ہے کھالیں پھول آتی اور موٹی تازی ہو جاتی ہیں اور اُن میں حس و حرکت۔ آواز وغیرہ سب موجود ہو جاتی ہے)

جب بارش کی بوندیں اُن پر پڑتی ہیں وہ پیاسے اور پانی کے جوئندہ کی طرح ایکدوسری کی جستجو کرتے ہیں اور کھلبلی مچاتا ہوا (خوشی کے نعرے لگاتا ہوا) ایک کو ایک دہائی دیتا ہے۔ جیسے بیٹا اپنے باپ کو (۳)

ایک سے ایک دلی مانتا سے پیش آتا ہے جبکہ وہ پانی کی جھڑی میں عیش اُڑاتے ہیں جب مینڈک بوندوں سے بھیگ کر آگے کو جست کرتا ہے۔ سبز مینڈک اور چتی دار مینڈک ہر دو اپنی اپنی آواز کو آپس میں ملاتے ہیں (۴)

جب ان میں سے ہر ایک دوسرے کی بولی کو دوہراتا ہے شاگرد کی مانند اُستاد سے سبق لیتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ (ہمارے کے طور پر) جب وہ باتوں پر فصاحت کیساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ عضو عضو بڑھتا ہے۔ (۵)

ایک گائے کی طرح ایک بکرے کی مانند بولتا ہے ایک سبز ہے۔ ایک چتی دار ہے سب کا نام ایک صورت جدا جدا۔ بولتے ہوئے مختلف طور پر آواز کا اُتار چڑھاؤ کرتے ہیں (۶)

(یعنی کوئی گائے کی طرح رانبھتا ہے کوئی بکری کی طرح ممیاتا ہے۔ ان کی فصاحت پر ہم کان لگاتے ہیں تو مارے مسرت کے ہمارا عضو عضو بڑھ جاتا ہے۔ ہم جامے میں پھولے نہیں سماتے)

उपाने ... اتی راتر کی رسم میں جیسے برہمن سوم کی رسم میں خوش خوش بولتے ہیں ویسے ہی اے مینڈکو تم سال تمام میں اس دن کی عزت تالاب کے گرد جمع ہو کر کرتے ہو جو کہ برسات کے مہینے کا پہلا دن ہوتا ہے (۷)

سوم رس کی رسم کو پورا کرنے کیلئے ان برہمنوں (مینڈکوں) نے آواز بلند کی ہے سال تمام کی رسم کے دن میں۔ یہ ادھیوریو (گرمی سے) پسینہ پسینہ ہوتے ہوئے ڈوئیاں چلاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پوشیدہ نہیں رہتا (۸)

(یعنی جیسا ادھریو گرمی کی پروا نہ کرتا ہوا ہون کنڈ میں ڈوئیاں بھر بھر گھی وغیرہ ڈالتا اور منتر بولتا رہتا ہے ویسے ہی یہ مینڈک بھی برسات کے لگتے ہی بول اٹھتے ہیں خاموش نہیں رہتے)۔۔۔ مطلب یہ کہ جیسا برہمن اپنی رسم میں پختہ ہوتا ہے ویسے ہی مینڈک بھی اپنے سالانہ جلسہ برسات کے پہلے دن میں اپنی پختگی سے کام لیتے ہیں اس سے غافل نہیں رہتے)۔۔۔ دوآدش ماس کی رسم جو کہ دیوتوں سے مقرر ہے پورا کرتے ہیں۔ مینڈک اس موسم کو نہیں بھولتے۔ جب وہ برس آتا ہے تو مینڈک بھی گھرم جیسے کی مانند گرم ہوئے اور جلدی جلدی آزاد ہونے لگے (۹)۔ (یعنی برسات کا موسم آتے ہی مینڈک ہرن کا چھپا بنکر چلنے لگ جاتے ہیں)

گائے کی طرح رانبھنے والوں نے بکری کی طرح ممیانے والوں نے ہمیں دولت بخشی سبز اور چتی والوں نے ہمارے لئے خزانہ کھولا۔ مینڈک ہمیں سینکڑوں گائیں دیں ہزار برس کی عمریں بخشیں۔ (۱۰) (سوامی)

الحاصل جیسا کہ مینڈک اپنی رسم اور ورت کو نہیں چھوڑتے بلکہ ہمیشہ قائم رکھتے ہیں ایسے ہی ہمیں بھی سالانہ جلسے وغیرہ جو رسم جاری ہو چکی ہے اُسے قائم رکھنا چاہئے اور جیسا کہ وہ برسات کے آتے ہی جی اُٹھتے ہیں اور متفق ہو کر پانیوں کے کنارے پر گیت گاتے اور وجد میں آکر خوشی کے نعرے لگاتے ہیں ویسے ہی جلسوں کی تحریک ہوتے ہی متفق الرائے ہو کر مل بیٹھنا اور متفق اللسان ہو کر ایک بول بولنا چاہئے۔۔۔۔ مینڈک باوجودیکہ مختلف رنگ اور جُدا جُدا آواز والے ہوتے ہیں پر اس موسم میں سب ایک ہو جاتے ہیں ویسے ہی شخصیت اور مختلف حیثیتیں اپنے سے علیحدہ کر کے ہمیں بھی یک تن و یک سخن بنکر سالانہ جلسہ کرنا چاہئے۔ اس خاکسار کے نزدیک اس سوکت کا یہی مفہوم ہوتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔ اس میں اگر غلطی معلوم ہو۔ تو ویددان کرپا کر کے اصلاح کر دیں اور اس کا اجر خدا سے پاویں +

بہی خواہ زمن ابو رحمت حسن۔

چند سوالوں کے جواب

کسی صاحب نے حضرت امیرؓ سے چند سوالات کئے تھے جنکا جواب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے لکھا ہے جسے برائے افادہ ناظرین کرام شائع کیا جاتا ہے۔

مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

سوال اول:۔ روح مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ اگر مخلوق ہے تو اسکو موت ضرور ہے۔ اگر غیر مخلوق ہے تو خدا کی مانند ہے۔

الجواب:۔ روح مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرًا۔ کیا خلق کل شیٔ میں روح داخل نہیں۔ ضروداخل ہے۔ یہ جو آپ نے فرمایا "اگر مخلوق ہے تو اس کو موت ضرور ہے" یہ قاعدہ آپ نے کہاں سے نکال لیا ہے کہ جو مخلوق ہوتا ہے وہ مرتا بھی ضرور ہے کیا ہوا۔ پانی۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں اور ملائکہ کا مرنا بھی آپ مانتے ہیں اگر مرنے سے مراد آپ کی یہ ہے کہ یہ سب چیزیں قیامت کے دن معدوم ہو جائینگی اور خدا کی ذات کے سوا کوئی اور مخلوق شئے اُسوقت مخلوق نہ ہوگی تو یہی مذہب سب مسلمانوں کا ہے کہ اُسوقت روح وغیرہ کچھ نہیں ہوگی۔ میدان حشر میں جب اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو کھڑا کریگا تو یہ سب چیزیں بھی اللہ کے کن کہنے سے پھر موجود ہو جائیں گی۔

سوال دوم۔ شیطان کی عمر اتنی لمبی کیوں کیگئی۔ ایسے ملعون کے مقابلے میں ایک نیک آدمی کی عمر بھی لمبی ہونی چاہئے "ہر فرعونے را موسیٰ" مثل مشہور ہے۔

الجواب۔ شیطان کا لفظ شطن یا شیط سے نکلا ہے پہلے لفظ کے معنے ہیں ایسا شخص جو جناب الہیٰ سے دُور ہے اور دوسرے لفظ کے لحاظ سے شیطان سے مُراد ہے۔ بدکاریوں میں ہلاک ہونیوالی چیز۔

اسے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ قرآن کریم میں مذکور ہوا ہے کہ دنیا میں بدی ایک شئے ہے اور اُس کا محرک بھی کوئی وجود ہے جسکا نام شیطان ہے یہ امر واقعہ ہے جس طرح بدی ہے اور ہو رہی ہے اور بدقسمتی سے اسکی رو چل رہی ہے اسیطرح اُسکے بالمقابل نیکی ہے اور ہو رہی ہے ہمیشہ سے مقابلہ ایکدوسرے کا ہوتا چلا آیا ہے۔ انہی نفس الامری باتوں کا نقشہ قرآن کریم نے اس مخفی محرک اور طاقت کا ظہور کی حقیقت بتا کر دکھایا ہے بدی کا جو محرک ہے اسکا نام "شیطان" ہے نیکی کے محرک ملائکہ اور نیک لوگ ہیں۔ یہ آپ نے سچ فرمایا ہے "ہر فرعونے را موسیٰ" اگر شیطان ہیں تو اُنکے مقابل ملک بھی تو ہیں اگر شیطان کی عمر اتنی لمبی رکھی گئی ہے تو ایسے ملعون کے مقابلے میں ملائک کی عمر بھی لمبی رکھی گئی ہے جسطرح وہ ملعون تحریک بدی کی کرتا رہتا ہے اسیطرح اُسکے مقابل پر نوری فرشتے تحریک نیکی کی کرتے رہتے ہیں جس طرح روشنی اور تاریکی پر کوئی موت قیامت تک نہیں اسی طرح ملک اور شیطان پر بھی نہیں۔ پھر غور فرمائیے فرشتوں کا وجود تو قیامت کے بعد بھی ہوگا۔ مگر شیطان کا وجود صرف دُنیا کی عمر تک ہی محدود ہے۔

اگر کسی بد آدمی کی اتنی لمبی عمر ہوئی ہے جتنی کہ شیطان کی اسوقت تک خیال کیجاتی ہے تو پھر بیشک آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس ملعون کے مقابلے میں ایک نیک آدمی کی عمر بھی لمبی ہونی چاہئے۔

سوال سوئم۔ نماز کی کیفیت قرآن سے مطلق نہیں ملتی مثلاً تعداد رکعت اشارتاً یا کنایۃً نہیں ملتی اگر حدیث نے قرآن شریف کی شرح کر کے ثابت کی ہے تو وہ کونسی آیت ہے۔

الجواب۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ تعامل کے ذریعے ہمکو پہنچے ہیں کیا آپ تعامل کو نہیں مانتے اگر آپ تعامل کو مانتے ہیں تو پھر آپکا یہ سوال صحیح نہیں کہ قرآن سے دکھاؤ نماز کی رکعتیں کہاں لکھی ہیں۔ ہاں یہ جو آپنے لکھا ہے۔ تعداد رکعت اشارۃً و کنایۃً قرآن میں نہیں ملتی یہ غلط ہے۔ دیکھئے خود رسول اللہ صلعم کو حکم ہوتا ہے۔

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک (پ ۵ ع ۱۲)

اس میں نماز کی کیفیت کا صاف بیان ہے کہ نماز قیام رکوع اور سجدہ کا نام ہے سجدہ کے بعد کا ہونا بھی اس سے عیاں ہے اور اس نماز کی جو سفر میں پڑھی گئی دو رکعت ہونا بھی اس میں صاف ثابت ہے۔ باقی رہا روزمرہ نمازوں کا ذکر۔ مفسرین میں سے بعض نے رکعتوں کا ذکر بطور مجاز اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث وربٰع کی آیت سے بھی نکالا ہے مگر ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں تعامل اور تواتر کے ذریعہ سے عبادات کا طریق ہم تک صحیح وسالم پہنچ چکا ہے اگر تعامل اور تواتر کو ہم چھوڑ دیں تو قرآن کریم کا کلام اللہ ہونا اور آنحضرت صلعم کی زندگی اس طرح اسکا موجود ہونا بھی ثابت نہ ہو سکیگا روئے زمین کا کوئی مسلمان اس بات کا قائل نہیں کہ صبح کی فرض نماز کی دو رکعت نہیں چار رکعت ہیں یا شام کی فرض نماز کی تین رکعت نہیں دو ہیں یا چار ہیں ایسا ہی ظہر عصر اور عشاء کی نماز کی رکعتوں میں کوئی اختلاف نہیں معلوم نہیں اس سوال سے آپکا کیا منشاء ہے کیا اگر قرآن کریم سے آپکو رکعتیں ثابت نہ ہوئیں تو آپ نماز ترک کر دینگے جب نہیں تو ایسی روشن اور ظاہر باتوں پر ایسے سوالات کرنا کیا معنی۔ کل آپ یہ فرمائیں گے کہ چونکہ کلمہ طیبہ قرآن میں ایک جگہ نہیں آیا اسلئے اسکو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ اذان کا ذکر نہیں اسلئے اذان کا کہنا

فضائل اسلام

اسلام کا روحانی اثر اپنے مخاطبین پر

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۔ ۔ ۔ الی ۔ ۔ ۔ یسبح لہ ما فی السموات و الارض وھو العزیز الحکیم۔ (سورت

بعض دعاوی ہیں قرآن کے کہ اُن کے سمجھنے میں کوئی بڑی مشکل پیش نہیں آتی۔ مثلاً قرآن دعوے کرتا ہے کہ وہ شفا ہے۔ سمجھ آگیا کہ اس کا منشاء ہے کہ جسمانی بیماری کے لئے کچھ دوائیں بطور شفا کام دیتی ہیں ویسے ہی روحانی بیماریوں کے دور کرنے کے لئے قرآن بطور ایک شفا کے بنا ہے وہ کہتا ہے کہ میں ہدایت ہوں۔ سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس کا منشا ہے۔ کہ غلط راہوں سے بچا کر ایک صحیح اور سیدھے راستہ کی طرف لے آتا ہے۔ ان اعلےٰ مقامات پر پہنچا دیتا ہے۔ جو ہر ایک کمزوری اور نقص سے پاک ہوں۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں نور ہوں۔ سمجھ آجاتا ہے۔ کہ جو تاریکیاں روحانیات کے معاملہ میں۔ اخلاق کے معاملہ میں۔ اور دیگر کئی ایک معاملات میں حائل ہوتی ہیں۔ ان سب کو دور کرنے والا ہے۔ اور بھی اسی قسم کے دعاوی ہیں۔ جن کا سمجھنا مشکل نہیں۔ بآسانی پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ اس سے اللہ تعالےٰ کا منشائے حقیقی کیا ہے۔ لیکن بعض دعاوی ایسے بھی ہیں۔ کہ اُن کا سمجھ آنا ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس آیت میں بھی ایک دعوے کیا ہے۔ فرمایا۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو دیکھتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے کانپ جاتا۔ اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ بظاہر اسکے سمجھنے میں مشکلات ہیں۔ کہ پہاڑ پر قرآن کے نازل ہونے کے کیا معنے اور وہ کیونکر اللہ کا ڈر محسوس کر سکتا ہے۔ آیا یہ کوئی اسی قسم کا دعوے ہے جیسا کہ لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو یوں کریں۔ آیا خدا نے بھی کوئی ایسی بات کہہ دی ہے۔ جو بظاہر ناممکنات میں سے ہے اس کے لئے اس کے اگلے الفاظ غور طلب ہیں جن میں فرماتا ہے۔ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ یہ لوگوں کے لئے ایک مثال ہے۔ جو ہم نے بیان کی تاکہ وہ اس میں فکر کریں۔ معلوم ہوا کوئی بات ضرور ہے۔ کوئی حقیقت اس کے اندر ہے جو غور طلب ہے اور یہاں اس کو مثال کے رنگ میں بیان کیا ہے۔

اصل میں وہ بیماریاں جو انسان کے اندر پائی جاتی ہیں کیا ہیں اُن کی مثال ایسی ہے۔ جس طرح سے ایک بیج بویا جائے۔ پھر وہ ذرا باہر نکلیگا پھر بڑھیگا۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے ایک عظیم الشان درخت بن جائیگا اسی قسم کی مثال بدی کی بھی ہے۔ جب پہلے کرتا ہے۔ تو اُس کی مثال اُسوقت بیج کی ہوتی ہے۔ جب اس کے مناسب حال پھر کام کرتا جاتا ہے تو وہ عادت پختہ ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کی طبیعت کے اندر بدی بھی آہستہ آہستہ مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ ایک بیج پہلے کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن جب بویا جائے اور اس کی تھوڑی سی خبر گیری کی جائے تو وہ پھوٹ کر آہستہ آہستہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ بڑ کے درخت کا بیج پہلے کس قدر چھوٹا سا ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی کونپل سی نکلتی ہے۔ اس وقت بھی اگر ہم چاہیں۔ تو آسانی سے اُسے اُکھاڑ سکتے ہیں پھر جب وہ بڑھتا ہے اور ذرا اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ تو اُسکے اُکھاڑنے کے لئے ذرا زیادہ زور لگا رہتا ہے۔ گو اُسوقت ایک ہاتھ کے دھکا سے اُسے اُکھاڑا جاسکتا ہے۔ لیکن جب وہ ایک بڑا بھاری درخت بن جاتا ہے۔ تو پھر وہ اُکھڑ بھی نہیں سکتا۔ پھر اس کے لئے کلہاڑوں اور بہت سے آدمیوں کی طاقت بکار ہوتی ہے۔ خود قرآن نے اس مثال کو بیان کیا ہے۔ ایسا ہی حال بدی کا بھی ہوتا ہے۔ جب پہلے پہل اسے کرتا ہے۔ تو وہ ناچیز اور حقیر سی ہوتی ہے۔ اگر چاہے تو اسے اسی وقت آسانی سے اُکھاڑ سکتا ہے۔ پھر اگر اس کو پرورش کرے۔ اسی کے مطابق کام کرے۔ تو وہ کچھ نظر آنے لگتی ہے۔ اور زیادہ پختہ ہوتی ہے لیکن پھر بھی اُسے دھکا دیکر باہر نکال سکتا ہے۔ لیکن ذرا زیادہ کوشش کے ساتھ۔ لیکن اگر اس کو اُکھاڑتا نہیں۔ تو پھر وہ وقت آتا ہے کہ اگر پُورا زور لگائے۔ تو نکل جاتی ہے۔ اس سے بھی اگر غافل رہے۔ تو پھر وقت آتا ہے۔ کہ اگر چاہے۔ کہ اُسے اُکھاڑے تو اُکھاڑ نہیں سکتا۔ وہ طبیعت کے اندر پختہ اور راسخ ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا اپنی طاقت سے اُکھاڑنا محال ہو جاتا ہے جس طرح سے دیکھتے ہو۔ کہ زمین کے اندر درخت جب اپنی پوری عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اس کا اُکھاڑنا سہل کام نہیں۔ پھر کوئی شخص اگر اپنا پُورا زور بھی خرچ کرے۔ تو اُسے اُکھاڑ نہیں سکتا اسی طرح بدیاں بھی جب راسخ ہو جاتی ہیں۔ اور طبیعت کے اندر رچ جاتی ہیں تو پھر اُن کو اگر نکالنا بھی چاہے تو نہیں نکل سکتیں۔ لیکن جب انسان کا بڑھاپے کا وقت آتا ہے۔ اور وہ کچھ بھی کر نہیں سکتا۔ تو پھر خود بخود یہ سب باتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ اور پھر متقی بن بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال اس درخت کی ہے کہ زمین سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس وجہ سے بالکل سوکھ کر سڑ جاتا ہے۔ پس جیسے وہ درخت بھی جو بہت مضبوط ہو جاتا ہے بعض وقت خود بخود خشک ہو جاتا ہے اسی طرح بڑھاپے میں بھی بدیاں خود بخود دُور ہو جاتی ہیں۔ ایک شعر ہے ؎

کفی الشیب والاسلام بالمرء ناھیا

بڑھاپا اور اسلام انسان کو بُرائیوں سے روکنے کے لئے بس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے یہ شعر پڑھا تھا تو آپ نے اسے پسند فرمایا۔ لیکن پڑھا آپ نے اسے اسطرح کہ ؎

کفی الاسلام والشیب بالمرء ناھیا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم شعر ٹھیک اس طرح بنتا ہے ؎ کفی الشیب والاسلام بالمرء ناھیا۔ آپ نے فرمایا یونہی ٹھیک ہے ؎ کفی الاسلام والشیب بالمرء ناھیا۔ آپ کو شعروں سے کیا تعلق تھا۔ آپ نے تو صرف حق بات کو ظاہر کرنا تھا کہ اصل طاقت اسلام ہی کی ہے کہ وہ بدیوں سے روکتا ہے۔ باقی بڑھاپا تو ایک عارضہ ہے۔ اس کے اندر انسان کا رُکنا کوئی کمال کی بات نہیں۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو خود بخود بیماری اس کے اندر سے نکل جاتی ہے۔ دانا آدمی کا کام ہے۔ کہ پیشتر اس کے کہ اس پر بڑھاپا آئے اپنے آپکو بدیوں سے آزاد کرے۔ ہر ایک بدعادت کو پہلے سے ہی دُور کرنے کی کوشش کرے۔

یہ تو ایک حالت ہے جو میں نے بیان کی۔ لیکن اس کے علاوہ اس قدرت کے اندر ایک اور نظارہ بھی ہمیں نظر آتا ہے وہ پہاڑوں کا ہے۔ درخت کا پیدا ہونا۔ بڑھنا اور پھر سوکھنا تو ہماری آنکھوں کے سامنے پیش آتا ہے۔ لیکن یہ پہاڑ ایک ہی حالت پر چلے آتے ہیں۔ گو زمانہ اُن کے اندر بھی تغیرات پیدا کرتا رہتا ہے لیکن ہماری آنکھیں اُن کے اندر کوئی انقلاب نہیں دیکھتیں۔ بالکل معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اُن کے اندر کبھی کوئی فرق آیا ہو۔ درختوں اور انسان کو تو قدرتی بیماریاں بھی معرض تنزل میں ڈال دیتی ہیں۔ لیکن یہ چیزیں (یعنی پہاڑ) ایسی راسخ اور مضبوط ہیں کہ قدرتی بیماریاں بھی انہیں دور نہیں کر سکتیں۔

یہی حال بعض اوقات بدعادات کا بھی ہو جاتا ہے۔ عرب کے ملک کو ہی لے لیں۔ وہ جو شراب خوری میں حد درجہ پہنچے ہوئے تھے۔ وہ جو سخت بد افعال تھے۔ اور بدیوں اور بدکرداریوں میں وہی رنگ اختیار کر لیا تھا۔ جو پہاڑوں کا ہے۔ بُت پرستی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی۔ یہاں تک کہ اس بُت پرستی کے خلاف اس ملک عرب کے اندر بڑی بڑی کوششیں ہوئیں عیسائیوں اور یہود نے وہاں جا جا کر وہ زور مارا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن وہ پہاڑ کی مانند اسی پر قائم رہے اور ذرا بھی جنبش نہیں کھائی۔ بھلا کبھی کسی انسان کے وہم میں بھی یہ آسکتا تھا۔ کہ یہ لوگ بھی سدھر جائینگے۔ ان کی بُت پرستی تو یہاں تک ضرب المثل ہو چکی تھی۔ کہ بنی اسرائیل کا ایک نبی اپنے پیروؤں کو یہ نصیحت کرتا ہے۔ کہ تم توحید کے اوپر ایسی مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ جیسے اہل عرب بُت پرستی پر قائم ہیں۔ ایسی حالت میں تو قطعًا کوئی شخص محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ ان کی بھی کبھی اصلاح ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں فرمایا کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم تمہاری ان بیماریوں کو دُور نہیں کر سکتے۔ ہم تمہاری ان تمام امراض کی جو تمہاری جبلّت کے اندر ہیں کایا پلٹ کر دینگے۔ تمہارے دلوں میں ان پہاڑوں جیسے سخت قلوب کے اندر وہ خشیت الٰہی پیدا ہو جائیگی۔ جو ان تمام بدعادات کو نسیًا منسیًا کر دیگی۔ یہ نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پورا بھی کر کے دکھا دیا۔ اس مثال کو جو یہاں دی ہے۔ ان کی زندگی میں واضح کر کے دکھا دیا کس طرح سے تمام کی تمام بیماریاں یکے بعد دیگرے ان کے اندر سے دور ہو گئیں۔ کس قدر اعجوبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ ادھر ایک آیت نازل ہوتی ہے۔ اُدھر ساتھ ہی بیماری دور ہو جاتی ہے کس کس قسم کے خطرناک جرائم کا ایک آن کی آن میں ایسا استیصال ہو گیا۔ کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ کہیں دُنیا میں کوئی ایسا بھی نظارہ نظر آتا ہے کہ کسی نے یوں آن کی آن میں ایسی خطرناک امراض کو دُور کر دیا ہو۔ ادھر شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوتا ہے اور ادھر خبر آتی ہے۔ کہ تمام گھروں میں شراب کے مٹکے توڑ ڈالے گئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نالیاں بہ گئیں۔ یہ ہے۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ کا نظارہ۔ واقعات نے بتا دیا کہ یہ محض دعوے ہی دعوے نہیں۔ بلکہ یہ قرآن ان بدیوں کو دور بھی کر سکتا ہے جو پہاڑوں کی طرح راسخ نظر آتی ہیں اور جنکو نہ کوئی انسانی کوشش نہ زمانہ کے انقلابات جنبش میں لا سکتے ہیں۔ کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بیماریوں کو دور کر کے نہیں دکھا دیا۔ اور آج سارے عرب میں کہیں بھی بُت پرستی اور شراب خوری وغیرہ کا نام و نشان بھی پایا جاتا ہے۔ وہ بد اخلاقیاں اور بدکرداریاں جو اس وقت پائی جاتی تھیں۔ کہیں اس وقت بھی نظر آتی ہیں۔؟

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس آیت کے اندر کیا کیا عجائبات ہیں لیکن جہانتک میں نے غور کیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اس قرآن کے اثر سے بڑی بڑی جبلّی بیماریاں بھی دُور ہو جائینگی۔ اور کوئی بدی ایسی نہیں جو پھیر کر لا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ عملی طور پر قرآن نے ایسا کر کے بھی دکھا دیا۔ اور ہر ایک بیماری کو ایسا صاف کیا۔ کہ گویا کبھی کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ کیا ہمارے لئے بھی اس سے نصیحت حاصل کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں کیا ہم پر قرآن کا ایسا ہی نزول ہو سکتا ہے کہ نہیں خوب غور کرو جس شخص نے قرآن سے فائدہ اُٹھایا۔ اسطرح پر کہ اسکی کسی آیت کو پڑھکر کسی بدی کو اپنے اندر سے دُور کر دیا اُسکے اوپر قرآن کی اُس آیت کا نزول ہو گیا۔ اگر سارے قرآن کو اپنے اوپر نازل کرنا چاہتے ہو تو اس سارے پر عمل کرو۔ ساری بیماریوں کو اپنے اندر سے دور کرو۔ پھر تم پر بھی قرآن کا نزول صادق آئیگا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کی رحمت کی بارش تم پر اُترے۔ کوشش کرو۔ اور اسے اپنے اوپر نازل کر لو۔ مجھے تو بڑا مزا آجاتا ہے یہ دیکھکر کہ وہ تعلیم جسکو لوگ محال بھی سمجھتے ہیں اس پر بھی صحابہؓ نے عمل کر کے دکھا دیا یوں تو قرآن کی تعلیم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت روشن نظر آتی ہے۔ دشمنوں سے سخت سخت ایذائیں اُٹھانا اور موقع ملنے پر اُنہیں معاف کر دینا یہ آپ ہی کے اخلاق کا کرشمہ تھا۔ لیکن آپکی پاک صحبت سے فیضیاب ہو کر صحابہ کرامؓ نے جو نمونہ دکھایا۔ اور جن محالات کو اپنے عمل سے ممکن کر دکھایا وہ بھی کچھ کم قابل وقعت نہیں۔ عثمان بن مظعون ایک صحابی تھے ابتداء میں وہ ہجرت کر کے حبشہ میں چلے گئے تھے۔ تھوڑے دنوں کے بعد خبر پہنچی۔ کہ قریش نے اب مظالم چھوڑ دیئے ہیں اور وہ مسلمانوں سے صلح کا برتاؤ رکھتے ہیں تو وہ بھی دیگر صحابہ کیساتھ واپس مکہ میں آگئے جب یہ وہاں پہنچے تو ایک شخص نے اُنہیں اپنی پناہ میں لے لیا ایک مجلس میں وہ گئے۔ وہاں کچھ مشاعرہ تھا۔ جب یہ مصرعہ پڑھا گیا۔

الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل

یعنی ہر ایک چیز سوائے اللہ کے باطل ہے۔ تو اُنہوں نے کہا تو نے سچ کہا۔ جب دوسرا مصرعہ پڑھا گیا۔

وکل نعیم لا محالۃ زائل

یعنے ہر ایک نعمت لا محالہ زائل ہونے والی ہے۔ وہ بول اُٹھے کذبت تو نے جھوٹ کہا۔ جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہ ہوں گی۔ ان کا یہ کہنا تھا۔ کہ ایک شخص کو جوش آگیا۔ اُس نے اُٹھکر ایک دھپڑ اُنکے مُنہ پر مارا۔ اور اس زور سے مارا کہ اُنکی آنکھ سیاہ ہو گئی اُنہوں نے اسکا مقابلہ کرنیکے بجائے اُسے کہا یہ میری دوسری آنکھ بھی اسی کی محتاج ہے کہ جو اسکی بہن کو چوٹ پہنچی ہے وہی اسکو بھی پہنچے۔ ہمکو تو مدت ہوئی عیسائیوں سے مطالبہ کرتے ہوئے۔ کہ تم کوئی ایک مثال پیش کرو۔ جس میں حضرت مسیح کی تعلیم پر عملدرآمد ہوا ہو کہ جو تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اُسکی طرف پھیر دے۔ لیکن اسکی کوئی مثال وہ نہیں دکھا سکتے۔ بالمقابل محمد رسول اللہ صلعم نے جو تعلیم اپنے پیروؤں کو دی۔ اُسپر تو اُنہوں نے عمل کر کے دکھایا ہی تھا مگر اس سے بڑھکر یہ بھی اُنکا کمال ہے۔ کہ وہ نمونہ بھی دکھا دیا۔ جو مسیح کی تعلیم کے باوجود خود مسیحیوں میں نہیں پایا جاتا۔

افسوس مسلمانوں پر کہ جن کے پاس نرے دعوے ہی دعوے رہ گئے۔ اور عمل کوئی نہیں ✤

کیا آپ نے پیغام کی توسیع اشاعت کی بھی کوئی فکر کی؟ سلسلہ عالیہ کا یہ واحد آرگن اپنے ناظرین سے صرف دو دو نئے خریدار اصل کے بہم پہنچانے کا ملتجی ہے۔ کیا آپ اس کا تسلی بخش جواب مرحمت فرمائینگے ✤

مراسلات

خواجہ حسن نظامی دہلوی جواب دیں

خواجہ حسن نظامی دہلوی ساکنہ "حجرۂ رین بسیرا" دہلی کے نام نامی اسم گرامی سے اکثر حضرات واقف ہیں کیونکہ آپ وہ بزرگ ہیں کہ جو خرقۂ درویشی پہن رہنے کے باوجود ملک اور قوم کی اپنے دماغ اور عقل و سمجھ کے مطابق ایک حد تک خدمت کرتے ہیں۔ آپ کے مضامین اکثر سادہ الفاظ اور صاف عبارتوں میں ہوتے ہیں جن سے ہر ایک اُردو دان فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ یعنے معمولی لیاقت اور سمجھ کے حضرات بھی مضامین کو سطحی خیالات کو رنگین اور مزیدار بنانیوالے ہوتے ہیں۔ مگر واقعی دلچسپ اور مفید بھی ضرور ہوتے ہیں "مچھر کا اعلانِ جنگ" "مکھی کا میدانِ جنگ" "بم" "ہوائی جہاز" "توپخانہ" "بندوق" وغیرہ عنوان کے بہت سے مضامین لکھتے ہیں اور عنوان کو نبھانے میں خواجہ صاحب نے کمال حاصل کیا ہے۔ خواجہ صاحب کا وجود فی زمانہ حجرہ نشینوں اور گدّی خانوں میں بسا غنیمت ہے۔ آپ نے حال میں ایک کتاب "غذائی انکم ٹیکس" کے نام سے شائع فرمائی ہے جس میں زکوٰۃ کے مسئلہ کے متعلق خامہ فرسائی ہے رسالہ اپنے رنگ میں واقعی قابلِ قدر اور لائق عزت کتاب ہے۔ اسی رسالہ کے ساتھ ایک فہرست کتب مصنفہ خواجہ صاحب بھی پیوست ہے۔ جس کا عنوان "آئینہ دیدار علم" ہے جسکے صفحہ ۳۴ پر ایک عجیب وغریب کتاب کا بھی اعلان ہے جس کا نام خواجہ صاحب کی جدت پسند طبیعت نے "یزید نامہ" تجویز کیا ہے۔ جس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ "یہ کتاب محرم نامہ کا دوسرا حصہ ہے۔ محرم نامہ تو بطور ایک افسانہ کے لکھا گیا تھا۔ یزید نامہ اُس کی مؤرخانہ شرح ہے جس میں اوّل خلافت سے لیکر واقعہ کربلا تک ہر اختلافی مسئلہ پر مدلل بحث ہوئی ہے اور پھر اُن واقعات کا ذکر ہے جو واقعہ کربلا کے بعد پیش آئے اور یزید شمر۔ ابن زیاد اور تمام قاتلان بنی فاطمہ کا حال ہے اور اُن سب لڑائیوں کا تذکرہ ہے جو یزید کے زمانہ میں **یا اُس کے بعد واقعہ کربلا کے سبب بنی امیہ اور مسلمانوں میں ہوئیں** اس کتاب کو دیکھکر خواجہ صاحب کے وہ مخالف جو محرم نامہ پر تاریخی اعتراض کرتے ہیں خود تسلیم کر لیں گے۔ کہ محرم نامہ باعتبار واقعات تاریخ بالکل معتبر اور مکمل کتاب ہے" (صفحہ ۳۴ "غذائے انکم ٹیکس" مطبوعہ ہلالی پریس دہلی)

مذکورہ بالا عبارت میں سے جس کو ہم نے جلی کر دیا ہے صرف وہ حصہ غور طلب ہے کیونکہ اس میں حضرت خواجہ صاحب کے خیالات کے مطابق بنی امیہ کو مسلمانوں سے الگ دکھایا گیا ہے۔ جس سے یہ سمجھ میں آتا ایک امر لازمی ہے کہ خواجہ صاحب کا غالباً یہی مذہب ہے کہ بنی امیہ مسلمان نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے اس اختلاف کے باعث جو بنی فاطمہ اور بنی امیہ میں سیاسی لحاظ سے ظہور پذیر ہوا۔ نہ کہ مذہبی اور دینی پہلو کے لحاظ سے۔ اوّل الذکر کو مسلمان اور ثانی الذکر کو محض بنی امیہ لکھا تاکہ فرق بیّن ظاہر ہو جاوے۔ اگر یہ صورت جو خواجہ صاحب کے تخیلات کا نتیجہ ہے قابلِ تبدل ہے تو بہت سی مشکلات رُونما ہوتی ہیں۔ کیونکہ تاریخ کے اوراق پر یہ مسطور و مکتوب ہے کہ بعد خلافت اربعہ کے نشرِ اسلام کا موجب صرف بنی امیہ ہی ہوئے ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں سے الگ کوئی شخصیت رکھتے ہیں جن پر لفظ مسلمان اطلاق نہیں پا سکتا۔ تو لازماً یہ ماننا پڑیگا۔ کہ جو حضرات بنی امیہ کے ذریعہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ وہ بھی در اصل مسلمان نہیں ہو سکتے۔ عقبہ بن نافعہ الفہری۔ موسیٰ بن نصیر۔ طارق بن زیاد۔ محمد بن قاسم۔ مسلمہ بن عبد الملک وغیرہ وغیرہ سب بنی امیہ کے روشن گہر اور خادمانِ اسلام اور اسلام کی اشاعت کا ذوق و شوق عملی رنگ میں رکھنے والے اور اُس کو دُنیا کے کناروں تک پھیلانے کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان میں بھی اسلام در اصل بنی امیہ کے طفیل سے ہی آیا ہے۔ یعنے خلیفہ ولید بن عبد الملکؒ کے وقت محمد بن قاسم وغیرہ نے ہی اپنے نیک نمونوں سے انتشار اسلام اس سرکردہ دیوتاؤں کی جنم بھومی میں کیا۔ افریقہ۔ مصر۔ عراق عرب وغیرہ میں اسلام کا پھریرہ اُڑانے والے اور اندلس کی سرزمین کو غسلِ اسلام سے شیریں کام بنانے والے بنی امیہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ بنی امیہ نے جو خدمات اسلام کی کیں۔ اُن کا اسلام تا قیامت مرہون منت رہیگا۔ لیکن افسوس کہ ایک حجرہ نشین اور خانقاہ کے پاس تکیہ لگانیوالے کے نزدیک بنی امیہ مسلمانوں سے الگ درجہ پر رہنے کے قابل ہیں

خواجہ صاحب۔ یزید اور ابن زیاد کی سیاسی حرکتوں پر خواہ کچھ ہی لکھیں۔ یزید کو جسقدر چاہیں طمانچے ماریں اور ابن زیاد کو جسقدر ہو سکے گالیاں دیں۔ مگر للّٰہ بنی امیہ کو اسلام سے خارج اور غیر از اسلام ہونے کے اشارے کنائے نہ کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ اسلام کے حق میں نہایت خطرناک قرار پاتا ہے۔ یزید و ابن زیاد کی حرکتوں سے اللہ تعالےٰ واقف ہے۔ کراماً کاتبین نے خدا کے روبرو اُن کے افعال اور کردار پیش کر دیئے ہوں گے۔ اب ہمکو کیا ضرورت ہے۔ کہ یزید کے مُنہ پر طمانچے مارنے کے لئے سعی بلیغ کریں۔ جبکہ یزید کا مُنہ ہی ہم کو صفحۂ دہر میں نظر نہیں آتا۔ اور نہ امام حسین علیہ السلام کو ہم ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اسوقت نہ تو ہم یزید کو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ امام حسینؓ کو کچھ فائدہ پہنچانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وقت ہاتھ سے نکل گیا ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

کی مثل کو زیر نظر رکھنا چاہئے۔ البتہ بنی امیہ کے احسانات جو اسلام پر ہیں وہ ہرگز بھولنے کے لائق نہیں ہیں۔ خواجہ صاحب غالباً اس امر سے بھی غافل و بے خبر نہ ہوں گے۔ کہ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بھی آخر بنی امیہ میں سے ہی تھے۔ اُنہوں نے جناب علی رضؓ کے متعلق جو کام کیا وہ کیسا عظیم الشان کام ہے جس سے آج وہ فرقہ قریباً ناپید ہے کہ جو مولیٰ علیؑ پر تبرہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ اگر حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوتے تو نہ معلوم آج وہ حضرات جو حضرت علیؓ کو تبرہ کرنا جائز سمجھتے تھے کس قدر زور پر ہوتے۔ معاویہ بن یزید اور عمر بن عبد العزیز جیسے نیک انسان بنی امیہ میں در اصل ایسے ملتے ہیں کہ جن کا شیدایان حضرت علی مرتضیٰ کو ممنون و رہینِ منت ہونا فرض ہے۔ اگر ان لوگوں جیسے ہمدردی کی رو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابوسفیان کے طرفداروں میں ہوتی تو محرم کا واقعہ ہی پیش نہ آتا۔ مگر جو ہونا تھا۔ وہ ہو گیا سانپ نکل گیا اب لکیر پیٹنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ بالکل سراسر نرالی ہے کہ بنی امیہ مسلمانوں سے الگ شخصیت رکھتے ہیں سیاسی معاملات رقبۂ اسلامیہ کی حفاظت اور قیام امن کے لئے کسی کا کچھ کرنا امر دیگر ہے۔ جس پر قلم اُٹھانے کی نہ تو ہمکو ضرورت ہے اور نہ خواجہ صاحب کو کیونکہ یہ معاملہ عوام کے لئے باعث فتنہ ہے۔ خواجہ صاحب کا فرض ہے کہ وہ یہ بتلائیں کہ آیا وہ در اصل بنی امیہ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں بلکہ کفر یقین کرتے ہیں؟ امید کہ خواجہ صاحب اس مضمون کو پڑھکر خاموش نہ ہو جاویں گے۔ بلکہ مردِ میدان بنکر اپنی پوزیشن کو صاف کرینگے ؂

(ایک قدردان خادمان اسلام)

عقائد محمودیہ سے بیزاری

السلام علیکم میرا عقیدہ دربارہ حضرت مسیح موعودؑ یہ ہے کہ میں کسی غیر احمدی کو کافر نہیں سمجھتا۔ اور حقیقی نبی بھی نہیں سمجھتا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتا ہوں۔ اسمہ احمد کو بھی محمد رسول اللہ کے حق میں ہی مانتا ہوں۔ ان عقائد کو جو اب نکلے ہیں بُرا سمجھتا ہوں ؂ نور الحق بقلم خود ساکن سید الفتح لائل پور

اعلانِ عقائد

السلام علیکم۔ عرض ہے کہ میرا عقیدہ دربارہ حضرت مسیح موعود یہ ہے۔ کہ آپ حقیقی نبی نہیں ہیں۔ اور کل غیر احمدی کو کافر کہنے والوں کو میں بُرا سمجھتا ہوں۔ اور جن غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی تکفیر کی ہے۔ اُن کو میں کافر کہتا ہوں۔ اور حضرت نبی کریمؐ خاتم النبیین ہیں۔ یہ ہے میرا عقیدہ . . . . والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؂

خاکسار عبد اللہ درزی احمدی ساکنہ سید والہ۔ ضلع لائل پور ۲۴/۱۲/۱۶

جنگ کی ڈایری

(گذشتہ سے پیوستہ)

سنہ ۱۹۱۶ء

۳؍ جنوری۔ البانیا نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کیا ؂

۱۷؍ جنوری۔ آسٹریا نے مانٹی نیگرو پر قبضہ کر لیا ؂

۱۵؍ فروری۔ روسی ارض روم پر قابض ہو گئے ؂

۱۹؍ فروری۔ اتحادی افواج نے جرمن مغربی افریقہ پر قبضہ جما لیا ؂

۲۱؍ فروری۔ وردن کی عظیم الشان جنگ شروع ہوئی ؂

۲؍ مارچ۔ پرتگال نے گوا پر جرمن جہازات پکڑ لئے ؂

۱۲؍ اپریل۔ اہل پرتگال نے جرمن مشرقی افریقہ کے شہر کرونگا کو فتح کر لیا ؂

۱۳؍ اپریل۔ جرمن تیسری بار وردن پر پسپا ہوئے ؂

۱۸؍ اپریل۔ روسیوں نے طرابزون کو فتح کر لیا ؂

۳۱؍ مئی۔ جٹلینڈ سے برطانوی بحری فتح ؂

۴؍ جون۔ روس نے گلیشیا میں جارحانہ کارروائی شروع کی ؂

۶؍ جون۔ لارڈ کچنر غرق ہو گئے ؂

۹؍ جون۔ شریف مکہ نے حجاز کی خود مختاری کا اعلان کیا ؂

۱۷؍ جون۔ روسیوں نے گلیشیا میں زرنوٹز کو دوبارہ فتح کر لیا ؂

یکم جولائی۔ برطانوی اور فرانسیسی جارحانہ حملے شروع ہوئے ؂

۷؍ جولائی۔ برطانوی افواج نے جرمن مشرقی افریقہ کے مقام ٹانگا پر قبضہ جما لیا ؂

۲۵؍ جولائی۔ روسیوں نے آرمینیا میں ارزنجان کو فتح کر لیا ؂

۲۸؍ جولائی۔ روسی افواج نے گلیشیا میں براڈی پر فتح پائی ؂

۹؍ اگست۔ اطالویوں نے گوریزیا لے لیا ؂

۱۱؍ اگست۔ اتحادیوں نے سالونیکا سے پیشقدمی شروع کی ؂

۲۸؍ اگست۔ رومانیا نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ دے دیا ؂

۳۱؍ اگست۔ جرمن وردن سے بالکل پسپا ہوئے ؂

۱۸؍ نومبر۔ جرمنوں نے رومانیا پر حملہ کیا ؂

۱۹؍ نومبر۔ اتحادیوں نے مناستر پر دوبارہ قبضہ کر لیا ؂

۵؍ دسمبر۔ مسٹر اسکوئتھ مستعفی ہو گئے ؂

۱۰؍ دسمبر۔ مسٹر لائیڈ جارج وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر تعینات ہوئے ؂

سنہ ۱۹۱۷ء

۱۸؍ جنوری۔ ہندوستانی قرضہ جنگ کا اعلان ؂

۱۱؍ مارچ۔ فتح بغداد۔

۱۲؍ مارچ۔ انقلاب روس (جرمنی کے خلاف)۔

۱۳؍ مارچ۔ جرمنوں کو فرانس میں پسپا کیا گیا ؂

۱۷؍ مارچ۔ بپوم اور پیرون پر دوبارہ قبضہ ؂

۳؍ اپریل۔ پریسیڈنٹ ولسن (امریکہ) نے کانگریس سے اس بات کے اعلان کی اجازت چاہی۔ کہ جرمنی اور امریکہ کے مابین کی حالت جنگ کی ہے ؂

۴؍ اپریل۔ بلجیم کا امدادی جہاز ٹرپور بغیر اطلاع کے تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا ؂

۵؍ اپریل۔ ممالک متحدہ (امریکہ) کی سینٹ ۸۲ ووٹوں سے جن کی مخالفت میں صرف ۶ ووٹ تھے۔ جنگ کا ریزولیوشن پاس کر دیا ؂

۵؍ اپریل۔ مسٹر میکنامارا نے بیان کیا۔ کہ جرمن ابتک چھ ہسپتالی جہاز کو سرنگون یا تارپیڈو سے غرق کر چکے ہیں۔ جن میں ۲۴۷ جانیں ضائع ہوئی ہیں ؂

۶؍ اپریل کو امریکہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا ؂

۸؍ اپریل کیوبا کا جرمنی کے خلاف اعلان جنگ ؂

۹؍ اپریل کو آراس کی لڑائی شروع ہوئی برطانوی سپاہ کا قبضہ شیلا ہی پر ہو گیا پندرہ ہزار سے زائد قیدی اور ۲۰۰ توپیں ہاتھ آئیں۔ پانامہ نے جرمنی سے سیاسی تعلقات توڑ دیئے

۱۰؍ اپریل ہسپتالی جہاز سالٹا اسد بار انگلستان میں ایک کان سے ٹکرا کر غرق ہو گیا جس میں ۵۲ ڈاکٹر اور نرسیں غرق ہو گئیں ؂

۱۳؍ اپریل۔ مسٹر لائیڈ جارج نے امریکن لنچن کلب میں ایک پُر جوش تقریر کی

۱۵؍ اپریل۔ سائسنز اور ریمز کے درمیان فرانسیسیوں کا عظیم الشان جارحانہ حملہ شروع ہوا ؂

۱۸؍ اپریل۔ جرمن میں کارخانہ بارود کے ایک لاکھ سے زائد مزدوروں نے سٹرائک کر دی ؂

دیوان عام میں امریکہ کی مداخلت جنگ کے متعلق اتفاق رائے سے قدر و منزلت کا ریزولیوشن پاس ہوا ؂

درخواست جنازہ غائب

جناب مرزا امراد بیگ صاحب ساکنہ سامانہ جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مریدین میں سے تھے اور ابھی تھوڑا عرصہ ہوا میاں صاحب کی بیعت کو اُنہوں نے بیعت کو فسخ کیا تھا۔ بعمر ستر سال فوت ہو گئے۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں ؂

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۱۶ رجب ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۹ مئی ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱۰

بھرے ہیں لاکھوں عالم اے خدا تو نے ستاروں میں
تو ہی ہے حسن میں یکتا تو ہی بہتر نگاروں میں
نہیں ہے تیرا ثانی اے مری جاں گلعذاروں میں
مثالِ بوئے گل پنہاں ہے گو تو چشم عالم سے
مگر چرچا ہے تیرا باغِ عالم میں ہزاروں میں
• حسینانِ جہاں کے حسنِ دلکش سے ہوا ظاہر
چمک حسنِ ازل کے حسن کی ہے ماہ پاروں میں
ہوا یہ راز ظاہر عالمانِ علم ہیئت سے
بھرے ہیں لاکھوں عالم اے خدا تو نے ستاروں میں
رقیبوں کی رقابت تیرے کوچہ میں نہیں چلتی
ضلالت کا نہیں خطرہ جو تو ہو راہداروں میں
گھٹائے رنج و غم اک آن میں سینہ سے ٹلتی ہے
ضیائے خرمی کرتا ہے جب تو غمگساروں میں
ہوئے شیدا ہزاروں جان و دل مصحفِ رخ کے
کیا ہے غور جس نے حضرتِ قرآں کے پاروں میں
دلِ عالم کو تو چاہے تو کھینچے ایک حرکت سے
اثر ہے کہربا سے بھی فزوں تیرے اشاروں میں
ہوئے مغرور رہے محروم دیدارِ الٰہی سے
جمالِ روئے جاناں ہم نے پایا خاکساروں میں
کرو اعمالِ نیک اور شرک و بدعت سے بچو یارو!
مجاور بن کے کیوں بیٹھے ہو جا کر تم مزاروں میں
مٹائیں سارے جھگڑے لیڈرانِ قوم گر ملکر
تو پھر کیونکر نہ یہ سمجھیں کہ ہیں وہ ہوشیاروں میں
"ہلالِ بزمِ مسلم" کو خدایا شاد رکھ ہردم
نظر آئے نہ احمد کو کبھی وہ سوگواروں میں

[1] مراد از حضرت شیخ نور احمد ہلال ودکنگ رضی اللہ عنہ

ملفوظات مسیح موعود

نجات

فرمایا نجات کے متعلق جو عقیدہ قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نجات نہ تو صوم سے ہے نہ صلوٰۃ سے نہ زکوٰۃ اور صدقات سے۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ جس کو دعا حاصل کرتی ہے اسی لئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سب سے اول تعلیم فرمائی ہے کیونکہ جب دعا قبول ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے جس سے اعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ کیونکہ جب انسان کی دعا جو سچے دل اور خلوص نیت سے ہو قبول ہوتی ہے تو پھر نیکی اور اس کے شرائط ساتھ خود ہی مرتب ہو جاتے ہیں +

اگر نجات کو محض اعمال پر منحصر کیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور دعا کو محض بے حقیقت سمجھا جاوے۔ جیسا کہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے تو یہ ایک باریک شرک ہے۔ کیونکہ اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ انسان خود بخود نجات پا سکتا ہے۔ اور اعمال اس کے اپنے اختیار میں ہیں جن کو وہ خود بخود بجا لاتا ہے۔ تو اس صورت میں نجات کی کلید انسان ہی کے اپنے ہاتھ میں ہوئی۔ اور خدا سے نجات کا کچھ تعلق اور واسطہ نہ ہوا۔ گویا وہ خود۔۔ کوئی چیز نہ ہوا اور اس کا عدم وجود برابر ٹھہرا۔ معاذ اللہ

مگر نہیں ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ نجات اس کے فضل سے ملتی ہے اور اسی کا فضل ہے جو اعمالِ صالحہ کی توفیق دی جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل دعا سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن وہ دعا جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے۔ وہ بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ انسان کا ذاتی اختیار نہیں کہ وہ دعا کے تمام لوازمات اور شرائط محویت متوکل تبتل سوز و گداز وغیرہ کو خود بخود مہیا کرے۔ جب اس قسم کی دعا کی توفیق کسی کو ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی جاذب ہو کر ان تمام شرائط اور لوازم کو حاصل کرتی ہے۔ جو اعمالِ صالحہ کی روح ہیں۔ ہمارا نجات کے متعلق یہی مذہب ہے +

چونکہ نجات کوئی مصنوعی اور بناوٹی بات نہیں کہ صرف زبان سے کہدینا اس کے لئے کافی ہو کہ نجات ہو گئی۔ اس لئے اسلام نے نجات کا معیار یہ رکھا ہے کہ اس کے آثار اور علامات اسی دنیا میں شروع ہو جائیں اور بہشتی زندگی حاصل ہو۔ لیکن یہ صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ باقی دوسرے مذاہب نے جو کچھ نجات کے متعلق بیان کیا ہے وہ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مبطل ہے بلکہ فطرت انسانی کے خلاف اور عقلی طور پر بھی ایک بیہودہ امر ثابت ہوتا ہے وہ نجات ایسی ہے کہ جس کا کوئی اثر اور نمونہ اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایک پھوڑے کی سی ہے۔ جو باہر سے چمکتا ہے اور اس کے اندر پیپ ہے۔ نجات یافتہ انسان کی حالت ایسی ہونی چاہئیے کہ اس کی تبدیلی نمایاں طور پر نظر آوے اور دوسرے تسلیم کر لیں کہ واقعی اس نے نجات پالی ہے اور خدا نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن کیا کوئی عیسائی جو خونِ مسیح کو نجات کا اکیلا ذریعہ سمجھتا ہے کہہ سکتا ہے کہ اس نے نجات پالی ہے اور نجات کے آثار و علامات اس میں پائے جاتے ہیں۔ مسیح کے صلیب ملنے تک تو شاید ان کی حالت کسی قدر اچھی ہو مگر بعد تو ہر دوسرا دن پہلے سے بدتر ہوتا گیا۔ یہانتک کہ اب تو فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا۔ کیا یہ نجات کے آثار ہیں؟

آریوں کو بھی فضل سے کوئی تعلق نہیں دونوں دست خود دہان خود کے مصداق ہیں۔ اور ان کے پرمیشر نے تو ابھی کچھ بھی نہیں کیا مکتی کو نجات کامل مل ہی نہیں سکتی۔ اور وہ تمام نجاست کے کیڑے علاوہ ان کیڑوں مکوڑوں کے جو موجود ہیں سب انسان ہیں جن کو نجات حاصل نہیں ہوئی۔ تو بتاؤ کہ وہ اور کسی کو نجات دیگا +

جب اس قدر کثیر اور بے شمار تعداد ابھی باقی ہے آریوں کی دعا بھی ترمیم کے قابل ہے۔ کیونکہ ان کی مکتی سے مراد جاودانی مکتی نہیں ہوتی بلکہ ایک محدود وقت تک انسان جونوں سے نجات پاتا ہے اور چونکہ روحیں محدود ہیں اور نئی روح پرمیشر پیدا نہیں کر سکتا مجبوراً ان نجات یافتہ کو نکال دیتا ہے۔ پس جب ان کے پرمیشر جاودانی مکتی ہی نہیں دیتی تو دعا بھی ترمیم کر کے یوں مانگنی چاہئیے کہ اے پرمیشر جو تو دائمی مکتی دینے کے قابل نہیں ہے۔ تو ایک خاص وقت تک مجھے نجات دے اور پھر دھکا دے کر اسی دار المحن دنیا میں بھیجدے اور فطرت بھی بدل ڈال کہ اس میں جاودانی نجات کا تقاضا ہی نہ رہے۔ عجیب ہے کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ انسانی فطرت کا تقاضا جاودانی نجات کا ہے نہ عارضی کا اور عارضی نجات والا جس کو یقین ہو کہ وہ پھر انہیں تلخیوں میں بھیجا جاویگا کب خوشی حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے پرمیشر پر انسان کیا بھروسہ اور امید رکھ سکتا ہے بقول شخصے

باخویشتن چہ کردی کہ ماہ کنی نظیری
خفا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

فہرست چندہ جماعت احمدیہ شملہ بابت اشاعت اسلام

معرفت شیخ اللہ دین کیپ ماسٹر بابت ماہ اپریل ۱۹۱۷ء

جناب فقیر محمد صاحب ہیڈ کلرک گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس ... نقشہ نویس ریلوے بورڈ ... محمد اشرف صاحب ... شیخ عبد الحق صاحب کلرک گزیٹیر آفس ... شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس ... بابو محمد یوسف خان صاحب ریڈر ... شیخ اللہ دین کیپ ماسٹر ... منشی محمد لطیف ... میزان کل ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ ۹ مئی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۰

حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں کوئی اختلاف نہیں

(۱)

کچھ دنوں سے لاہور کی شیعہ کمیونٹی کی طرف سے ذوالفقار نامی ایک ہفتہ وار اخبار شایع ہو رہا ہے۔ جس کا مقصد اولین جو اس کے اب تک کے شایع شدہ پرچوں سے ظاہر ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیر و تکذیب کرنا ہے۔ فی الحقیقت جہاں راستباز وں اور محبت گزینان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرا کرنا راتدن کا ورد ہو۔ جنکا شغل اور ہر دم کا وظیفہ ہی خدا کے پاک بندوں پر لعن طعن کرنا قرار پا چکا ہو۔ اس جگہ اور ان لوگوں کے مونہوں سے مسیح موعود کی تکذیب اور آپ پر بہتان بندی نہ تو کوئی نئی بات ہے۔ اور نہ ہی مقام استعجاب۔ لیکن تعجب آتا ہے۔ تو اسپر کہ ذوالفقار کا شیعہ ایڈیٹر خود میدان میں نکلنے کے بجائے کیوں ایک ایسے شخص سے کام لے رہا ہے۔ اور اس کی پیٹھ پر تھپکیاں دے دے کر اسے اکساتا ہے۔ جسپر خود شیعہ کمیونٹی کو بھی کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں۔ ہمارے ایک شیعہ نامہ نگار نے اسی فتح محمد کی جو اُس وقت اہلحدیث کا بسرغنہ بنکر ہمارے سامنے آیا تھا۔ اور اس سے پیشتر خود اسی اہلحدیث کی مخالفت بھی کر چکا تھا۔ سنہ

دو رنگی چھوڑ کر یکرنگ ہو جا

کی بجا نصیحت کی تھی۔ لیکن افسوس کہ اس سے فایدہ اٹھانے کی بجائے الٹا اس نے ذوالفقار کے کالموں میں شیعیت کی تعلیم شعار تعلیم کا نمونہ ہمارے سامنے پیش کرنا شروع کیا ہے۔ بہرحال ہمیں اس سے غرض نہیں چاہے وہ لاکھ مذہب بدلے۔ اور منافقت کا کتنا ہی اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے شیعہ حضرات کی حمایت میں امام وقت کی مخالفت پر کمربستہ ہو۔ یہ تو خود اس مذہب کی بطالت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ جس کی حمایت و نصرت کرنے والے ایسے ایسے لوگ ہیں +

اس شخص نے "مرزا صاحب قادیانی کی تحریروں میں اختلاف" کے عنوان سے ایک مضمون ذوالفقار کے نمبر ۳ میں شایع کیا ہے جس میں کمال مغالطہ آفرینی سے کام لیکر یا تو وہ دھوکا دہی کا مرتکب ہوا ہے اور یا اس نے اپنی ناسمجھی کا ثبوت دیا ہے۔ ایک طرف تو وہ لکھتا ہے۔ کہ

"میرا مقصد مرزا صاحب کے اختلاف دکھانے سے احمدی جماعت کی دلآزاری کرنا نہیں۔ بلکہ کمال متانت اور تہذیب کیساتھ انہیں حقیقت حال پر مطلع کرنا ہے"

لیکن معلوم نہیں یہ متانت اور تہذیب جو اس نے اپنے مضمون میں دکھائی ہے۔ اور امام وقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بار بار دروغگوئی جھوٹ اور ہوش و حواس کے درست نہ ہونے کے جو مہذب الفاظ استعمال کئے ہیں آیا یہ شیعہ کمیونٹی کی خود ساختہ تہذیب کا نتیجہ ہے۔ یا میاں فتح محمد کے اخلاق و اعمال کا آئینہ۔ ممکن ہے صحابہ کرام پر راتدن کی تبرا بازی کو سن سن کر اس نے تہذیب و متانت کے یہی معنے سمجھ لئے ہوں۔ لیکن اسے ہوش کی دوا کرنی چاہیئے۔ اور کسی دوسرے پر اعتراض کرنے سے پیشتر دیکھ لینا چاہئے کہ کہیں اسے خود ہی تو اختلال دماغ کا عارضہ لاحق نہیں؟ ہمارے خیال میں اس کے اختلال دماغ کے ثابت کرنے کے لئے صرف ان اعتراضات کو بیان کر دینا ہی کافی ہے۔ جو حضرت اقدس کی کتب میں اختلاف ثابت کرنے کیلئے لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ

"توضیح المرام کے صفحہ ۲۹ میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ اہل اسلام اس بات کے قایل ہیں کہ ملایک شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چلکر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بالبداہت باطل ہے۔ اس عبارت میں دو سفید جھوٹ ہیں (۱) اہل اسلام کو ناحق مرزا صاحب گمراہی میں شریک کرتے ہیں (۲) ملایک شخصی وجود سے زمین پر نہیں چلتے۔ اہل انصاف پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے پاس جو مہمان آئے تھے وہ آدمیوں کی شکل میں تھے۔ جن کے کھانے کیلئے حضرت ابراہیم گائے کے بچھڑے کا گوشت بھون کر لائے تھے۔ جب انہوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں۔ اور نیز بی بی مریم کے پاس فرشتہ تندرست آدمی کی شکل میں آیا تھا جس کو بی بی مریم نے آتے ہوئے دیکھکر پناہ مانگی تھی۔ اور نیز لوط کے جو مہمان آئے تھے وہ فرشتے ہی تھے جن کو ان کی بدکار قوم دیکھکر پکڑنے کے لئے دوڑے آئے تھے۔ یہ تینوں قصے قرآن مجید میں مذکور ہیں"

اب اس سے بڑھکر اختلال دماغ کا اور کیا ثبوت ہوگا کہ اس بات کے ثبوت میں کہ "ملایک شخصی وجود کیساتھ انسانوں کی طرح چل کر زمین پر اترتے ہیں" جو دلایل پیش کئے ہیں وہ خود اس دعوے کے مخالف ہیں۔ حضرت ابراہیم کے ہاں جو فرشتے بطور مہمان آئے یا حضرت مریم کے پاس جو فرشتہ آیا اور ایسا ہی حضرت لوط کی قوم پر جو فرشتے عذاب لیکر گئے۔ وہ کیا اپنے شخصی وجود کے ساتھ پیروں سے چلکر زمین پر اترے تھے۔ خود ہی تو تم کہہ رہے ہو۔ کہ "وہ آدمیوں کی شکل میں تھے" "اور نیز بی بی مریم کے پاس فرشتہ تندرست آدمی کی شکل میں آیا تھا" وغیرہ تو پھر جب وہ تھے ہی آدمیوں کی شکل میں تو ان کا شخصی وجود کہاں گیا۔ اگر وہ اپنے شخصی وجود کیساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چلکر زمین پر اترتے۔ تو حضرت ابراہیم کیوں انہیں پہچان نہ لیتے۔ کیوں حضرت مریم اس سے پناہ مانگتیں۔ کیوں لوط کی بدکار قوم انہیں دیکھکر پکڑنے کو دوڑتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے شخصی وجود کیساتھ زمین پر نہیں آیا کرتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ ان کا تمثل ہوتا ہے جو زمین پر نمودار ہوتا ہے خود قرآن کریم اسپر شاہد ہے کیونکہ جہاں حضرت مریم کے پاس فرشتہ کے آنیکا ذکر کیا ہے۔ وہاں فرمایا فتمثل لھا بشرا سویا۔ وہ فرشتہ ایک بشر کی شکل میں انکے لئے متمثل ہو کر آیا۔ اسی حقیقت کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود توضیح مرام صفحہ ۳۰ تا ۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"اگر یہی ضرور ہوتا کہ ملایک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کیلئے اپنے اصل وجود کے ساتھ زمین پر اترا کرتے تو پھر ان سے کوئی کام انجام پذیر ہونا بغایت درجہ محال تھا۔ مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلہ پر رہتے ہیں اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کہ اول پیروں سے چل کر اس کے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اس کو موقعہ ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کیلئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اسکے کم عرصہ میں تمام جہان گھوم کر چلا آوے ہرگز نہیں بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو انکے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے جیسا کہ خدا تعالیٰ انکی طرف سے قرآن شریف میں فرماتا ہے وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون سورۃ صافات جزو ۲۳۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اسکی گرمی اور روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فایدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ انکو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے انکو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملایک اللہ کا انکو لقب دیں۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔ اور بحکمت کاملہ خداوند تعالےٰ زمین کی ہر ایک مستعد چیز کو اسکے کمال مطلوب تک پہنچانے کے لئے یہ روحانیات خدمت میں لگی ہوئی ہیں"

پس حضرت مسیح موعود نے اپنی مندرجہ عبارت میں خود قرآن کریم سے ثابت کیا ہے کہ فرشتے اپنی قرارگاہ سے ہل کر ادھر ادھر نہیں جاتے۔ بلکہ یہاں انکے تمثل ہیں جو کسی کو دکھائی دیتے ہیں۔ یا خواب وغیرہ میں نظر آتے ہیں۔ تعجب ہے میاں فتح محمد کو معلوم نہیں یہ مانتے ہوئے بھی کہ حضرت ابراہیم، حضرت مریم اور حضرت لوط کے پاس جو فرشتے آئے تھے وہ اپنی اصلی شکل میں نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے انکے میزبانوں نے انہیں پہچانا بھی نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود کی تحریر پر اعتراض کیوں سوجھا سوائے اسکے کہ اسکے اختلال دماغ نے آپکی اس عبارت کو گمراہی پر مبنی ظاہر کیا ہو اور تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی +

متخالف و متضاد رویہ

۲۸ اپریل کے الفضل میں مدینۃ المسیح کی ذیل میں یہ ایک نوٹ لکھا ہے کہ:-

"آج ۲۷ اپریل جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس جو بٹالہ کسی تقریب پر آئے ہوئے تھے۔ یہاں آئے۔ اور سیدھے مقبرہ بہشتی میں پہنچے جہاں اطلاع ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب موصوف کی ناشتہ وغیرہ سے تواضع کی گئی اور ظہر کی نماز کیلئے بھی حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ لیکن کسی ضروری کام کے عذر سے ظہر سے پہلے مقبرہ بہشتی سے حضرت صاحب ہمراہ مسجد مبارک کے نیچے تک لائے۔ پھر شیخ صاحب روانہ ہو گئے"

میاں صاحب کے اس حسن سلوک اور مہمان نوازی پر جو انہوں نے شیخ صاحب کی اور جسکا اظہار الفضل نے اپنی مندرجہ بالا تحریر میں کیا ہے۔ انکے اس مخالفانہ رویہ کو مدنظر رکھکر جو اس وقت تک بذریعہ تحریر و تقریر اور عملی طور پر بھی جاری ہوتا رہا ہے۔ ہمیں رہ رہ کر حیرت آتی ہے۔ یہی میاں صاحب ہیں جنہوں نے ابھی چند ہی دن ہوئے احمدیہ بلڈنگس کو "منحوست" کی جگہ قرار دیا۔ اور یہاں کے آنے جانے والوں کو نحوست زدہ۔ پھر کھلے طور پر ہم سے مواکلت مجالست و مناکحت وغیرہ حرام قرار دیگئی۔ اور میاں صاحب نے ایسا فتویٰ دینے والے کو معذور قرار دیا۔ پھر معلوم نہیں ان فتوؤں کے ہوتے ہوئے حضرت شیخ صاحب سے جو اکثر احمدیہ بلڈنگس میں آتے جاتے ہیں۔ جو انہی اکابر بزرگان ملت میں سے ہیں جو سب سے پہلے میاں صاحب کے عقاید کی تکذیب کے لئے کھڑے ہوئے۔ جن سے ذرا سا بھی تعلق رکھنے سے آگ کے چھو جانے کا احتمال نہیں بلکہ یقین تھا۔ جن سے سلام علیکم تک کرنا روا نہ تھا کیونکر میاں صاحب نے صرف خود چلکر ملنے کے لئے گئے۔ نہ صرف ان سے سلام علیکم ہی لی۔ بلکہ اپنے فتوے کے صریح خلاف ان سے مجالست اور اسکے ساتھ ہی مواکلت۔ مجالست بھی ایسی جس کی سمجھی اور رسمی مگر مسلسل بھی شیخ صاحب قادیان تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اکیلے نہیں بلکہ میاں صاحب حضرت امیر ہمراہ اور دیگر احباب بھی تھے۔ اس وقت تو میاں صاحب نے اخلاق کا یہ نمونہ دکھایا تھا کہ اپنے مریدین کو حکم دیدیا کہ کوئی شخص ان سے ملے نہیں۔ ہم نے جب ان ہی کی مواکلت و مجالست وغیرہ کی حرمت کا فتوے یاد دلا کر اسکی تردید کی خواہش ظاہر کی تھی تو پھر پیغام چار روز تک بھی طاق نسیان پر چلا گیا۔ اور کوئی جواب تک نہ ملا۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اس قدر متضاد و متخالف رویہ اور خیالات لئے کیوں ہیں۔ کیا شیخ صاحب کے جانے سے احمدیہ بلڈنگس کی نحوست اڑ گئی تھی۔ یا شیخ صاحب پر اس کا اثر نہیں ہوا۔ یا وہ پہلا فتوے اب قایم نہیں رہا۔ اور مواکلت و مجالست وغیرہ جائز ٹھہر چکی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم میاں صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ اسکا اعلان کریں۔ اور بتائیں کہ اس کی کیا وجہ ہوئی اور وہ حکم الناس کا خیال کہاں گیا۔ یا یہ ضروری ہے کہ میاں صاحب کا فتوے اور رہے اور عمل اس کے خلاف جس بات کا مرتکب انہوں نے انوار خلافت میں حضرت مسیح موعود کو بھی قرار دیا ہے کہ آپ کا فتوے درباره جنازہ اور تھا اور عمل اس کے خلاف تھا۔ لم تقولون ما لا تفعلون کی وعید نہیں کیوں بھول گئی۔ اگر میاں صاحب اپنے فتووں پر نادم ہیں تو یہ بھی خوشی کا مقام ہے۔ صبح کا بھولا شام کو آ جائے تو بھولا نہیں کہنا چاہیئے ہم امید کرتے ہیں کہ میاں صاحب اخلاقی جرأت سے کام لیکر اپنی جماعت کو بھی نصیحت کریں گے کہ آیندہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کے سمجھنے کیلئے ان کی باتیں سنیں۔ ان کی تحریریں پڑھیں۔ اگر میاں صاحب کو یہ خوف نہیں کہ ان کی جماعت عقاید حقہ کی دلیل پاکر ان کے عقاید سے بیزار ہو جائیگی تو کیوں وہ اسے ان تحریروں کو پڑھنے سے روکتے ہیں +

وکٹوریہ ڈائمنڈ جوبلی ہائی سکول وزیرآباد

اس سکول کے متعلق ہمارے ایک نامہ نگار نے ایک مضمون لکھکر بھیجی ہے جس میں تعلیم کے متعلق کی کامیاب کوششوں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ یہ سکول کئی سال سے ملک و قوم کی خدمت اعلیٰ پیمانہ پر کر رہا ہے۔ اور اس خصوصیت کے لحاظ سے کہ تمام صوبہ میں ہندو مسلمانوں کا واحد کامیاب سکول ہے۔ یہ ہر ملک و ملت کے لئے مایہ فخر ہو سکتا ہے۔ اس سکول کے نتایج ہمیشہ اعلیٰ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر گذشتہ دس سال کے امتحانات انٹرنس کے نتایج کی اوسط فیصدی نکالی جائے۔ تو اس مدرسہ کا نمبر پنجاب بھر میں اول رہتا ہے۔ امسال باوجودیکہ امتحان انٹرنس کئی پہلوؤں سے گذشتہ سالہائے سابق سے بہت مشکل تھا۔ مگر اس مدرسہ کے ۱۱۴ امیدواروں میں سے ۱۰۲ پاس ہوئے۔ اور سائنس فیکلٹی کا نتیجہ ۹۰ فیصدی رہا ہے۔ اس شاندار نتیجہ پر صاحب ہیڈماسٹر اور سٹاف مدرسہ مستحق مبارکباد ہیں۔ الغرض گذشتہ کئی سالوں سے پنجاب بھر کے سکولوں میں وزیرآباد کے اس سکول کا نام ہمیشہ عزت کیساتھ لیا جاتا رہا ہے۔ جس کی وجہ اس کے اعلیٰ نتایج اور قابل اساتذہ کی کامیاب جدوجہد ہی ہے۔ پس وزیرآباد کے مسلمانوں کو اپنے بچوں کی دنیوی تعلیم کے لئے خود اپنے شہر کے اندر ایک ایسے اعلیٰ سکول سے فایدہ اٹھانے کا بہترین موقعہ حاصل ہے۔ اور بشرطیکہ اس دنیوی تعلیم کے ساتھ کوئی اور دینی و قومی مصلحتیں مانع میں حایل نہ ہوں۔ انہیں اپنے بچوں کو اس میں بھیج کر اس کی امداد اور بیش از بیش ترقیات میں ساعی ہونا چاہیئے۔ بلکہ بیرونی لوگوں کو بھی جو ایسا کر سکیں۔ اس میں حصہ لینے میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے +

الغرض ان تمام احادیث میں غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ کسی میں صرف تمسک بالقرآن کا حکم ہے اور کسی میں اتباع قرآن و سنت رسول اللہ کا اور کسی میں قرآن اور سنت رسول اللہ کا سنت و سیرت صحابہ کرام و خلفاء راشدین کا اور کسی میں قرآن اور اہلبیت و عترت رسول اللہ کی اتباع کا حکم ہے اور ہر ایک کے ساتھ دلائل اور براہین کے موئیدات اور شواہد موجود ہیں۔ ایک محقق صاحب بصیرت ناقد ذکی الفہم کیلئے ان سب احادیث میں کسطرح عمل پیرا ہونا چاہئے اور ان اختلافات کو کس طرح سلجھانا چاہئے ہمارے امامیہ اصحاب بتائید مذہب خود ایک پہلو پر بڑا زور دیتے ہیں اور دوسری طرف سے بالکل اغماض نظر کر جاتے ہیں یا تو ان میں جمع اور تطبیق کی کوشش کیجاویگی یا بمقابلہ اقوی و صحیح احادیث کے دوسری احادیث کو چھوڑنا پڑیگا۔ اور ضرور اُن ہی احادیث کو قبول کیا جاویگا جنکے ساتھ قرآن مطابقت رکھتا ہو۔ پس ظاہر اور بالکل اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مسلمات تشیع کا ہرگز موئید نہیں۔ کیونکہ قرآن کسی جگہ نہیں کہتا کہ اہلبیت یعنی بارہ یا تیرہ سے تمسک کیا جاوے یہ دعویٰ نرا دعویٰ اور لایعنی دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل عقل اور نقل صحیح سے نہیں ملتی اور مدعیوں کا جھوٹ اس میں طشت از بام ہے مشاہدہ اور واقعات سے یہ امر ثابت نہیں ہوسکتا... ہاں وہ امر جو ان احادیث میں درمیان شیعہ و سنی متفق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن اور سنت رسول اللہ ہر دو کے نزدیک قابل اتباع و تمسک ہے۔ باقی رہے اہلبیت یعنے بقول تشیع بارہ ۱۲ اور بقول اہل سنت ازواج مطہرات و اولاد علی و فاطمہ و جمیع بنی ہاشم اور بنی مطلب و اولاد عقیل و جعفر و آل عباس وغیرہ جو سب اہلبیت رسول ہیں اور صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم۔ اس میں جھگڑا ہے۔ مگر ایک با انصاف صاحب عقل و دانش جب غور کرتا ہے۔ تو اہلسنت کے مسلمات کو بالکل صحیح پاتا ہے بغیر کسی پیرو... اور مذہبی عصبیت اور تائید کے۔ کیونکہ اہلسنت والجماعت ان ہر دو میں پھر جمع اور توفیق پیدا کر لیتے ہیں اس طرح پر کہ اہلبیت کرام جن میں ازواج مطہرات داخل ہیں اور صحابہ کرام خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سب درجہ بدرجہ واجب الاتباع والتمسک ہیں جو اولاد روحانی آنحضرت صلعم کی ہے وہ سب آپ کی آل ہے لفظ اہلبیت اور عترت کی بحث معنوی کو ملحوظ رکھکر۔ مگر تشیع اپنے دعویٰ میں منفرد ہیں۔ اہلبیت اور عترت کا بارہ میں منحصر کرنا ایک ایسا لایعنی دعویٰ ہے جسکی تائید نہ قرآن سے نہ احادیث رسول اللہ سے نہ لغت عرب سے ہوتی ہے صرف تنگ بندی اور مذہبی عصبیت ہے اور بس ایک آدھ روایت کو سامنے رکھکر اس پر خامہ فرسائی کرنا اور اسکو موم کی ناک کیطرح ہر طرف موڑ لینا یہ عمل اہل دین کا ہرگز نہیں۔ پھر واقعات اُنکے دعویٰ کو ہزار سال سے جھٹلا رہے ہیں۔ کیونکہ بارھواں اہلبیت جس سے اس زمانہ میں بقول تشیع تمسک لازم ہے ہزار سال سے مفقود الخبر اور عدم پتہ ہے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں ایک قرآن دوم اہلبیت۔ اب بقول تشیع قرآن تو موجود ہے اہلبیت ندارد۔ گویا بموجب مسلمات تشیع ہزار سال سے اُس حدیث پیشکردہ و مستند تشیع کا مورد اور محل کوئی پیدا نہیں حالانکہ حدیث اخبار ہے اسپر کہ دو چیزیں ہمیشہ رہینگی۔ اور ہرگز اس میں ایکدوسرے سے جُدا نہ ہونگی۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھکو ملیں۔ اگر وہ ثقل اصغر شیعوں کا موہومی امام محمد بن حسن العسکری ہی ہے تو وہ کہاں ہے اسکو پیش کرو۔ ہم اس سے تمسک کرنے کو تیار ہیں۔ وہ خود کیوں بھاگتا پھرتا ہے۔ یہ نادان در پردہ دشمن دین و اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حملہ کر کے العیاذ باللہ نقل کفر کفر نباشد آنحضرت کو دروغگو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔

تشیع کے اس لایعنی دعویٰ کی بعینہ یہ مثال ہے کہ ایک بادشاہ اپنا ایک رسول اور قاصد ایک قوم کی طرف اپنا فرمان دیکر بھیجدے اور حکمدے کہ اس فرمان میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے قاصد سے پوچھکر اسپر عمل کرنا اب قوم میں وہ فرمان معلوم نہیں کس طرح سے پہنچگیا ہے مگر قاصد اور بادشاہ کا رسول ندارد ہے آخر قوم نے تنگ آکر خود ہی فرمان کو پڑھنا شروع کر دیا اور اُسکی تاویلیں اور تشریحیں اور تفسیریں شروع کر دیں اور بڑا اختلاف ان میں پیدا ہوگیا۔ آخر الامر قوم کو بادشاہ کے سامنے بحیثیت مجرم پیش کیا گیا بادشاہ نے کہا کیوں ہمارے حکم کی کسطرح تعمیل ہوئی قوم نے کہا صاحب حضور کے رسول اور قاصد کی ہزار سال سے انتظار کر کر تنگ آ گئے۔ آخر ہمنے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اسکو پڑھا اور اس پر عمل شروع کر دیا قاصد بالکل نہیں آیا قاصد سے سوال ہوا کیوں۔ کہا حضور یہ مجھکو مار لیتے تھے اور حضور نے حکمدیا کہ غار سر من رای میں چھپ جاؤ میں پانچ ہی برس کی عمر میں چھپ گیا اور پھر نہ نکلا اور حضور کا اصلی فرمان یہ میری بغل میں ہے جسے اُنکو بالکل نہیں بتلایا۔ جس فرمان پر یہ خود بخود عمل کرنے لگ گئے ہیں وہ تو اصلی نہیں اس میں کچھ دال میں کالا کالا ضرور ہے۔ اب بتلاؤ مقدمہ کس کے حق میں فیصلہ ہوگا تمہارے ہاں تو عدل اصول دین میں سے ہے۔ پھر خدا نے یا رسول نے فرمان بھیجکر قاصد کو کیوں چھپ جانے کا حکمدیا آیا ایسی صورت میں بادشاہ کی حجت قوم پر کچھ ہوسکتی ہے جس نے خود قاصد کو چھپ جانیکا حکم دیدیا۔ یا قاصد خود نافرمان تھا چھپ گیا۔ پس اہل سنت والجماعت جو قرآن اور سنت رسول اللہ اور سیرۃ صحابہ و اہلبیت کرام سب کی اتباع کرتے ہیں حق پر ہیں۔ ہاں وہ زرارہ اور ابوبصیر اور مومن الطاق وغیرہ کی اتباع نہیں کرتے جو خود ہی بیدین لوگ تھے۔ اور ائمہ اہلبیت اُن سے شاکی رہے اور اُن پر وثوق نہ رکھتے تھے۔ اور وہ خود بھی ائمہ اہلبیت پر اعتماد نہ رکھتے تھے۔ وہ چلتے پُرزے خود غرض لوگ تھے۔ اُن کا متبع اہلبیت ہونا غلط ہے یہ تو اہل بیت کے دشمن ہیں۔ عیاں را چہ بیان نیست ✦

مولوی احمد علی صاحب کی جرح کا جواب

اس حدیث کے متعلق محدثانہ اصول کے مطابق میں نے ایک بحث ذکر کیا تھا جس میں رواۃ حدیث کے متعلق کتب اسماء الرجال سے ان پر جرح نقل کی گئی تھی مگر شیعی مولوی جو اصول علم حدیث و فن جرح و تعدیل کا علم نہیں رکھتا بالمقابل اُس جرح کے۔ راویوں کی توثیق کرنے لگا ہے۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔ اسکو اس قدر علم نہیں کہ جرح کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اس حدیث کے چھ راوی سلسلہ روایت میں ہیں جن میں پانچ مجروح ہیں۔

عطیہ بن سعد الکوفی۔ اعمش۔ (۱) ان کی نسبت مرزا حسین النوری الطبرسی مجتہد مطلق ایران لکھتے ہیں کہ "ابو علی پسر شیخ طوسی است ..... در کتاب بشارۃ المصطفےٰ کہ از کتب نفیسہ موجود است سنداً روایت کردہ از اعمش کہ از بزرگان محدثین است و او از عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی کوفی جلالی کہ او نیز از رواۃ امامیہ است الخ (صفحہ ۱۱۶ - لؤلؤ و المرجان) (۲) الاعمش کوفی مشہور ذکرہ الشیخ فی کتاب الرجال فی اصحاب صادق ... معروف بالفضل والثقۃ والجلالۃ والتشیع (صفحہ ۸۷ رواشح السماویہ میر باقر داماد) یہ تو علماء تشیع کی شہادت ہے کہ یہ دونوں راوی شیعہ امامیہ ہیں اور اکابر رواۃ امامیہ سے ہیں۔

(۳) القول مرسلات ابی اسحاق عندی شبہ لا شیٔ والاعمش والتیمی و یحیی بن ابی کثیر و مرسلات ابن عیینۃ شبہ الریح - ای لا یعتمد علیہ (صفحہ ۲۹ جلد ۲ کتاب العلل صحیح ترمذی) شیعہ مولوی کے جھوٹ کو کئی دفعہ میں نے طشت از بام کیا مگر پھر بھی اسکو جھوٹ لکھنے سے شرم اور حیا نہیں۔ رجال مشکوٰۃ میں اس کو کہاں صادق لکھا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:۔

فاشتری رجل من بنی کاھل وھو احد الاعلام المشھورین بعلم الحدیث والقراۃ وعلیہ مدار اکثر الکوفیین الخ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ) ✦

اس کو ثقہ تک نہیں لکھا - حالانکہ اس کے آگے صاحب اکمال نے - الاعرج کو لکھا اور اس کے ساتھ لکھا - من مشاہیر التابعین وثقاتھم - اس کے آگے ابراہیم بن میسرہ کا حال لکھا ہے اور اس کی نسبت لکھا ہے ثقۃ صحیح الحدیث - مگر اعمش کی نسبت ایسے الفاظ ہیں جس سے اس کا علم حدیث سے واقف ہونا اور مشہور ہونا پایا جاتا ہے اس کی توثیق نہیں پائی جاتی - اور یہ امر بہت صاف ہے عالم بالحدیث ہونا علیحدہ امر ہے۔ اور ثقہ ہونا علیحدہ امر ہے۔

اخبار پیغام صلح نمبر ۹۲ - ۲۷ فروری ۱۹۱۶ء کو اس کے ہمراہ ملا کر پڑھا جاوے۔ مفصل جرح رواۃ کی نسبت میں نے اس میں نقل کی ہے اب علاوہ اس کے یہ راوی شیعہ بھی ہیں پھر جو روایت بتائید مذہب خود انہوں نے لکھی کہاں تک قابل قبول و توثیق ہوسکتی ہے اور مولوی احمد علی کا یہ عمل کہ ان کو موثق ثابت کریں غیر مفید ہے کیونکہ جرح تعدیل پر مقدم ہے ممکن ہے کہ ایک شخص نے ایک راوی کی توثیق کی ہو اور اسکو اس کے چال چلن اور دیگر حالات کا پورا پورا علم نہ ہوا ہو مگر جس نے اسپر جرح کی ہے وہ قابل قبول ہے اس لئے کہ جارح پر اس کا عیب اور قبح ظاہر ہوگیا تب اُس نے اس کی تفتیش کی اور جیسے اس کی توثیق کی اس پر اس کا عیب اور نقص پوشیدہ رہا۔ بالخصوص جو راوی شیعہ مذہب ہو اور تقیہ و کمال دین اس کا اصول مذہب ہو اگر اس کے عیب اور نقائص ایک سُنی محدث پر ظاہر نہ ہوں تو جائے تعجب نہیں۔ کیونکہ ایک تقیہ باز آدمی کا ظاہر جو اسکے باطن کے خلاف ہوتا ہے ایک شخص کو دھوکہ میں ڈال سکتا ہے اور اسیواسطے تقیہ وہ اپنا شعار قرار دیتا ہے کہ دیگر لوگ اُس کے ظاہر پر اعتماد کریں اور اُس کا خبث باطن پوشیدہ رہے۔ اس لئے ایک شیعہ راوی کی توثیق محققین اہل حدیث نہیں کرسکتے - کلبی جس کی ایک کنیت ابی نصر بھی ہے وہ بھی شیعہ ہے - اگرچہ بعض اُسکو سُنی کہتے ہیں بہرحال اس کا حال مشتبہ ہے۔ اہل سنت میں اس کا درجہ محدثین میں نہیں۔ بلکہ اہل تواریخ و انساب میں اس کا شمار ہے اور اس پر سخت جرح نقل کی گئی ہے۔ دیکھو پیغام صلح نمبر ۹۲ - اور شیعہ اسماء الرجال میں اس کو صاف شیعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ قال حدثنا ھشام بن محمد السائب الکلبی عن ابی مخنف لوط الخ (ص ۲۲۵ رجال نجاشی)

ھشام بن محمد بن السائب بن بشیر الخ ... العالم بالایام المشھور بالفضل والعلم وکان یختص بمذھبنا ولہ الحدیث الخ (ص ۳۰۵ رجال نجاشی) اس میں صاف لکھا ہے کہ وہ شیعہ ہے۔ یختص بمذھبنا۔ اب مولوی احمد علی ہزار کوشش کریں۔ ان کو توثیق فائدہ نہیں دیتی کیونکہ جرح کا نتیجہ یہ ہے کہ حدیث کا درجہ تو اتر۔ تو خبر صحیح اور حسن بھی قرار نہیں پاتا - بلکہ وہ ضعاف میں شمار ہوگی اور فی الجملہ بقاعدہ تسامح فضائل اور مناقب میں قابل قبول ہوگی - نہ کہ اصول اعتقادات اور امامت میں - اور میں نے پہلے لکھا ہے کہ خود ثقل اصغر کے سردار امیر المومنین علی مرتضیٰ نے قرآن اور سنت رسول اللہ صلعم کو واجب الاتباع والتمسک قرار دیا ہے لا غیر۔ دیکھیں نہج البلاغۃ ص ۲۶۳ جلد ۱ و ص ۴۸۰ جلد ۱ - اگر تم خدا اور رسول کا قول نہیں مانتے تو کم از کم اپنے سردار ائمہ اور امام اول کا حکم تو مانو - میں اور سب اقوال کو چھوڑ کر صرف اس جگہ جناب مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام کے اقوال کا مکرر اعادہ کر دیتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ تشیع اتباع اہل بیت کے دعوے میں خود کس قدر سچے ہیں۔ بدبختو! جس بات کا دعوے کرتے ہو۔ کہ ہم متبع اہلبیت ہیں۔ اس کو خود ہی نہیں مانتے ہو۔ اب غور کرو۔ سردار اہل بیت کے اقوال ہیں جو بطور حکم کے فرماتے ہیں۔

(۱) افیضوا فی ذکر اللہ فانہ احسن الذکر واقتدوا بھدی نبیکم فانہ افضل الھدی واستنوا بسنتہ فانہ اھدی السنن وتعلموا القرآن فانہ احسن الحدیث (ص ۲۶ نہج البلاغۃ)

(۲) قال علی علیہ السلام - اما وصیتی فاللہ لا تشرکوا بہ شیئاً ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا تضیعوا سنتہ - اقیموا ھذین العمودین واوقدوا ھذین المصباحین وخلاکم ذم ما لم تشردوا الخ۔ (ص ۳۳۳ نہج البلاغۃ جلد ۱)

(۳) قال علی علیہ السلام - واعلموا انہ لیس علی احد بعد القرآن من فاقۃ ولا لاحد قبل القرآن من غنی فاستشفوہ من ادوائکم واستعینوا بہ علی لأوائکم (صفحہ ۴۰۴ نہج البلاغۃ - جلد ۱)

جان لو - کہ علم قرآن حاصل کرنے کے بعد انسان کو کسی علم کی احتیاج نہیں - الخ (نیرنگ فصاحت ص ۲۵۳)

ای ان التمسک بالقرآن لا یحتاج الی غیرہ الخ۔ متمسک بالقرآن کو اور کسی کی حاجت نہیں رہتی۔

(۴) قال علی علیہ السلام وعلیکم بکتاب اللہ فانہ حبل المتین والنور المبین والشفاء النافع والری الناقع والعصمۃ للمتمسک (ص ۳۶۵ نہج البلاغۃ جلد ۱)

اب آخری قول اپنے ثقل اصغر اور سردار ائمہ کا سنو۔ اور کچھ حیا اور شرم کرو۔ اور اپنی خود رائیوں سے توبہ کرو۔ قیامت کے دن اسی علی کو کیا منہ دکھاؤ گے کہ اسپر کیا کیا افتراء پردازی اس دنیا میں تم کر رہے ہو اور جھوٹے اقوال اُن سے تم منسوب کر رہے ہو۔ یہ علی مرتضےٰ کا اُس وقت کا قول ہے۔ جبکہ مولیٰ مرتضےٰ نے اپنے اور معاویہ کے ہمراہ فیصلہ کرنے کے لئے حکم مقرر فرمائے تھے۔ وہ اس قول میں ہم اپنے لئے اور ہم تمام مسلمین اور مؤمنین کے لئے قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الاتباع والتمسک قرار دیتے ہیں اور اُن کے اپنے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی متبع قرآن و سنت رسول اللہ تھے اور اُنہوں نے اپنی پوزیشن کو صاف کر دیا ہے۔ کہ امام یا خلیفہ کا حکم کس قدر واجب ہے۔ اور تنازع کی صورت میں کون حکم ہوسکتے ہیں اور تمہارے مسئلہ امام مفروض الطاعت کی قلعی بھی اسی سے کھلجاتی ہے اور تمہارا جھوٹ ظاہر من الشمس ہوجاتا ہے کہ خود مدعی کو وہ دعویٰ نہیں جو تم افتراء پردازی کر کے اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ وھو ھذا۔

(۵) قال علی علیہ السلام - انا لم نحکم الرجال وانما حکمنا القرآن ... ولما دعانا القوم الی ان نحکم بیننا القرآن ... وقد قال اللہ سبحانہ - فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول) فردہ الی اللہ ان نحکم بکتابہ وردہ الی الرسول ان ناخذ بسنتہ - الخ (ص ۲۹۵ جلد ۱ نہج البلاغۃ)

(۶) فلما افضت الی نظرت الی کتاب اللہ وما وضع لنا وامرنا بالحکم بہ فاتبعتہ وما استن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقتدیتہ ... ما ذکرتما من امر الاسوۃ فان ذالک امر لم احکم انا فیہ برأیی ولا ولیتہ ھوی منی بل وجدت انا وانتما ما جاء بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۵۱۹ جلد ۱ نہج البلاغۃ) اب خود علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن موجود ہے اور رسول اللہ صلعم کی قائمقام اسکی سنت موجود ہے اور ان ہر دو سے تمسک کرنا چاہئے بلکہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ تم اور میں دونوں اسکو جانتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایا ہے فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الخ۔ یہ رسول اللہ کیلئے مخصوص ہے۔ امام یا خلیفہ کا جسقدر حق ہے خواہ اہلبیت سے یا غیر اہلبیت سے وہ علی مرتضیٰ نے بتلا دیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ امام کے ہمراہ نزاع کا واقعہ ہوجانا ممکن ہے اور نزاع کی صورت میں تمسک قرآن اور سنت رسول سے ہوگا۔ اور ان کی ... لا دینگے۔ (۷) حدثنی ھشام بن الحکم انہ سمع ابا عبد اللہ یقول لا تقبلوا علینا حدیثا الا ما وافق القرآن والسنۃ ... واتقوا اللہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا وسنۃ نبینا فانا اذا حدثنا قلنا قال اللہ عز وجل وقال رسول اللہ صلعم (رجال کشی) ... اثنا عشریہ کے مجتہد لاہوری اپنی تفسیر بینظیر میں فرماتے ہیں ... حدیث با قرآن مطابقت ... (ص ۲۷ جلد ۱۴) پس این حدیث با قرآن کے مطابقت دارد چرا قرآن را حکم نسازند ...

مراسلات

اعلان فسخ بیعت و بیزاری از عقاید محمودیہ

میں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر جناب میاں صاحب کے اس امر کو مدّ نظر رکھکر کہ وحدت قومی پاش پاش نہ ہو۔ بیعت کر لی تھی اور اب بھی محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اس بیعت سے اسلئے دست بردار ہوتا ہوں کہ وہ عقائد جن سے عالمگیر اخوت کا شیرازہ بندھا ہوا تھا۔ میاں صاحب کی ناجائز اولوالعزمی نے آن واحد میں اُن کو ملیا میٹ کر دیا۔ مثلاً کہ حضرت مسیح موعودؑ بلحاظ نفس نبوت کامل و حقیقی نبی ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اخیر دم تک یہی فرمایا۔ کہ میں ظلی و بروزی نبی ہوں اور ظلی و بروزی علے قدر مراتب اُمت محمدیہ میں ہمیشہ ہوتے رہے۔ اور اس صدی کا اُمتی نبی یا ظلی نبی یا بروزی نبی میں ہوں۔ اور آئندہ کیلئے اپنے جیسے کا آنا دس ہزار تک بھی جائز رکھا۔ یہ اصول حضرت مرزا صاحب کا ایسا محکم نظر آرہا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء کے بعد اُنہوں نے ہرگز ہرگز تبدیلی نہیں کی۔ اور تبدیلی وہ کر بھی کیسے سکتے تھے جبکہ رات دن اُن کی تربیت کرنیوالا خدا کا الہام تھا جو کہ بارش کی مانند ہوا۔ دیکھو حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۳۔ مگر بقول قادیانی اصحاب خدا جیسا معلّم بھی ایک انسان کو بے بہرہ کا بے بہرہ ہی یا کند ذہن کا کند ذہن ہی رکھ سکتا ہے۔ تو یہ امر کم از کم میری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے۔ ایسا غبی انسان حسب خیال میاں صاحب دنیا کی اصلاح کیا کریگا۔ علاوہ ازیں میرا یہ بھی اعتقاد ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا کہ حضرت میرزا صاحب ۱۹۰۱ء تک اپنے مفہوم دعویٰ نبوت کو نہیں سمجھ سکے۔ پرلے درجہ کا حمق ہے کیونکہ اس عقیدہ سے تو اسلام کی فضیلت خاک میں ملجاتی ہے۔ اور اس کی وجہ صاف یوں ہے کہ قرآن کریم میں تو اس اُمت کی تعریفیں ہوں "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس"۔ لیکن اس اُمت کا خدا نخواستہ مسیح موعودؑ جسکے واسطے حضرت رسول مقبول صلعم نے ہی نہ صرف پیشگوئی فرمائی تھی بلکہ دیگر نبیوں نے بھی۔ وہ ایسا بقول ہمارے غلطی خوردہ کند ذہن دوستوں کے اپنے دعوئے ماموریت کو پچیس سال نہیں سمجھ سکا۔ تو پھر دوسرے مجدد جو کہ عام دعوئے کے ماتحت ہر صدی کے سر پر آئے وہ کس شمار و قطار میں ہو سکتے ہیں کیونکہ جس پر فخر تھا وہ ہی بقول محمودی صاحبان ادھورا رہا۔ تو یہ بیچارے محدث تو کسی شمار میں رہا نہیں اس سے اندازہ کر لو اُمت کا کہ بقول ہمارے قادیانی اصحاب سب اُمتوں سے افضل اُمت محمدیہ ہے یا کہ نعوذ باللہ سب سے ابتر۔ لاحول ولا قوۃ میں حیران ہوں کہ کس طرح میں نے حسن ظنی سے کام لیکر دو تین سال تک خاموشی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و رحم کرے۔

ہمارے غلطی خوردہ دوست تو کہہ ہی دینگے۔ کہ ساری اُمت محمدیہ ہی ردی رہی۔ اور غالباً اندرونہ اِن کا یہی ہوگا کیونکہ اِس پر قوی قرینہ یہ ہے کہ ہمارے قادیانی دوست کل اہل قبلہ بلا استثنےٰ حضرت مرزا صاحب کے دعوے سے محض انکار کو کفر یعنے اخراج از دائرہ اسلام تصور کرتے ہیں۔ میں اس امر سے بھی حیران ہی ہوتا ہوں کہ یہ کیسے گندے عقیدے ہیں جو یونہی بغیر سوچے سمجھے کافی طور سے بنائے جاتے ہیں۔ کیا حضرت مرزا صاحب یا ایک احمدی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی پڑھتے تھے۔ یا کچھ اور۔ اگر یہی پاک کلمہ پڑھتے تھے۔ جس سے کہ گناہ دُور ہو جاتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ میاں محمود صاحب تو اِسکو پڑھکر مسلمان کہلائیں اور دوسرا زید بھی اسی مقدس کلمہ کو پڑھے تو وہ مسلمان نہ رہے۔ کیا عجیب دلکو خوش کرنے والی باتیں ہیں۔ پھر عملی طور پر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ قرآن کریم صفت ایمان وغیرہ وغیرہ احمدی و غیر احمدی سب میں مشترک ہے جب غیر احمدی بھی انہیں اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ جنکو ایک احمدی پڑھکر اپنے آپکو دائرہ اسلام کے اندر سمجھتا ہے۔ تو پھر یہ قیاس بالکل مع الفارق ہے۔ کہ ایک شخص تو اِن عقائد کو پڑھکر مسلمان کہلائے اور دوسرا کافر۔ میں حیران ہوں کہ مذہب نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان بھائی پر رحم کرے۔ آمین۔ آمین۔ ثم آمین!

اِسْمُہٗ اَحْمَدُ پر جو میاں صاحب نے ہاتھ مارا ہے اس سے اُنہوں نے اسلامی وحدت کو بالکل ہی پاش پاش کر دیا۔ آہ - مثل ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی تلاش کر لیا ہوتا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی قول ہی پیش کر دیا ہوتا۔ کہ اُنہوں نے اس آئت کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہو۔ یہ تو وہی بات ہوئی۔ مدعی سست۔ گواہ چست۔ کیسے ہی بھولے پن سے میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پہلے میرا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ یہ پیشگوئی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری ہو گئی۔ لیکن بعد میں جب خدا نے دلائل مجھے سمجھا دیئے۔ تو میں نے اس عقیدہ سے تبدیلی کر لی۔ دیکھو انوار خلافت۔ اور جب وہ خدا ئی دلائل سامنے آئے اور ہم نے اُنکو پرکھا تو دیکھ لیا کہ بقول شخصے:-

جسکی ہو بسم اللہ غلط ۔ خود غلط۔ املا غلط۔ انشا غلط

کیا حضرت میرزا صاحب کا نام اُن کے والدین نے "احمد" رکھا۔ یا "غلام احمد"۔ خدا کی شان ہے۔ پہلے ہی سے حضرت امام الزمان کا نام ایسا تجویز کرا دیا۔ جس سے کہ باطل کی جڑیں بالکل ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔ یہ تو "احمد" پڑے پکارتے پھرتے ہیں۔ اُدھر خدا نے پہلے ہی "غلام" کا نام رکھکر فیصلہ ہی فرما دیا ہوا ہے۔ غرضیکہ اس طرح پر بیسیوں اور امور بھی ہیں۔ لیکن یہ موقعہ نہیں کہ اُن سب کو تفصیل وار گنا جاوے۔ پس اخیر پر یہ عرض کرتے ہوئے۔ کہ میں مفصلہ ذیل امور سے:-

(۱) کہ حضرت مرزا صاحب بلحاظ نفس نبوت مستقل حقیقی و اصلی نبی ہیں۔
(۲) حضرت مرزا صاحب کا محض انکار کفر یعنے دائرہ اسلام سے اخراج ہے۔
(۳) اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کے حقیقی اور اصلی مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔
(۴) ۱۹۰۱ء تک حضرت مرزا صاحب اپنا دعوئے ماموریت یا تفہیم نبوت وغیرہ وغیرہ نہیں سمجھ سکے۔

ہرگز ہرگز اور قطعاً جناب میاں صاحب کیساتھ اتفاق نہیں کرتا۔ اور انہی امور کے باعث میں جناب میاں صاحب کی بیعت سے دست بردار ہوکر احمدی جماعت میں شمولیت اختیار کرتا ہوں۔ اور حضرت امیر المومنین مولینا محمد علی صاحب کو امیر الملت تسلیم کرتا ہوں اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو حقیقی جانشین حضرت میرزا صاحب کا اعتقاد رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے جیسے دیگر احباب کو بھی چشم بصیرت عطا فرمادے۔ آمین! ثم آمین! اور وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی میں امتیاز کلی قائم کرسکنے کے قابل ہوسکیں۔ والسلام۔

خاکسار۔ احمد علی ہیڈ کنسٹیبل اول پولیس شملہ۔ یکم مئی ۱۹۱۷ء

مومنین اور مومنات کی خدمت میں ایک التماس

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مسلمانوں میں مسئلہ زکوٰۃ ایسا معروف امر ہے کہ ہر مسلمان مرد و زن اس سے بخوبی واقف ہے یہ ایک خداوندی ارشاد ہے جس کے رُو سے ہر مسلمان پر جو اپنی ضروریات زندگی پورا کرنے کے بعد سال بھر میں کم از کم ۵۲ روپیہ بچا سکتا ہے فرض کردہ چالیسواں حصہ اپنے مال کا اللہ تعالیٰ کیلئے علیحدہ کر دے جس کو خاص ہدایات کے ماتحت بیت المال میں جمع کیا جائے۔ اور قومی فلاح اور بہبودی کے لئے خرچ کیا جائے اسکی کل تفصیل قرآن اور حدیث میں موجود ہے یہ ارشاد الٰہی ان پانچ ارکان میں سے ایک بڑا بھاری رکن ہے جن پر کہ اسلام کی عظیم الشان عمارت کھڑی کی گئی ہے اور جس طرح ایک شخص بغیر کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے اسلام کے دائرہ میں داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ بغیر ادائیگی نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے حقیقت اسلام کو نہیں پا سکتا۔ یعنے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے جس کامیابی اور فلاح اور نجات کے عظیم الشان قصر میں وہ داخل ہوا تھا بغیر ان ارکان دین پر قدم مارنے کے اسکے اعلےٰ مینار پر نہیں چڑھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین اس میں ان لوگوں کو جو مسلمان ہیں مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ انھیں حکم دیتا ہے کہ اگر دُنیا اور آخرۃ میں اعلےٰ قوم بننا چاہتے ہو تو تم مومن بن جاؤ۔ اس سے ثابت ہوا کہ باوجود کلمہ گو اور مسلمان ہونے کے جب تک انسان ارکان اسلام کے ادا کرنے کا جو حق ہے اس طرح سے ادا نہیں کرتا وہ دُنیا اور آخرۃ میں اعلےٰ کامیابیوں کا امیدوار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی عموم رحزن سے نجات پا سکتا ہے۔

الغرض ایک مسلمان کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ بلا ناغہ الٰہی ہدایت کے ماتحت پنجگانہ نماز ادا کرے۔ تو وہاں اُس کے لئے یہ بھی فرض اولین ہے کہ جب مالدار ہو اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرے تندرست ہو روزہ رکھے تو فیق پا دے تو فریضہ حج کو پورا کرے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری نمازوں وغیرہ کی اور نہ ہی ہمارے روپیہ کی کچھ حاجت ہے۔ اللہ غنی و انتم الفقراء۔ بس ان عبادات کی غرض صرف ہماری اپنی بھلائی ہے اور یہ سب اس لئے ہے تا کہ ہم میں حقیقت اسلام پیدا ہو دہنے جو اقرار لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر معبودان باطلہ سے دست بردار ہونے کا کیا ہے اور پھر محمد رسول اللہ کہہ کر اپنی رضا اور خواہشات کو رضائے الٰہی کے بکلّی سپرد کر دیا ہے ہمارے ان قول و اقرار کی حقیقت کو ہمارے قلوب میں پیدا کرنے کے لئے یہ سب احکام ہم پر جاری کئے گئے ہیں نماز پڑھکر ہم پانچ وقت ہر ایک دنیوی تعلق کو اللہ کے لئے قربان کرنے کی اپنے میں طاقت پیدا کرتے ہیں اور روزہ رکھکر حلال و طیب جسمانی ضروریات کو بھی اللہ کے لئے قربان کرنے کی روح ہم میں پیدا ہوتی ہے اور روپیہ کے خرچ سے زر کی محبت سے ہم اپنے دل کو پاک کر سکتے ہیں اور بالآخر حج کر کے زر اور عزیز وطن اور اپنے رشتہ داروں کی محبت کا دل میں اگر کوئی شعبہ باقی ہو۔ تو اس سے بھی دل کو حج کے ذریعہ پاک کر جاتے ہیں اور اس طرح ہمارے قلب صافی میں سوائے اللہ کے کسی غیر کے لئے جگہ ہی نہیں رہتی۔ اور ہم اللہ سے اور اللہ ہم سے راضی ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی اس حقیقت کو نہایت آسان طریق پر سمجھانے کے لئے فرمایا ہے۔ ؎

اسلام نام کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

پس برادران اگر کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ایک مسلمان زبانی اقرار خدا کے لئے فنا ہونے کا کرتا ہے تو وہ اس دُنیا کے اندر رہتا ہوا نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے عملی طور پر اپنے قلب کی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے۔ پس جو شخص ان ارکان اسلام میں سے ایک کو ادا نہیں کرتا وہ خوب سمجھ لے کہ اپنی نفسانی خواہشات و رضا کو خدا کے لئے ترک نہیں کرتا اور وہ اس فنا فی اللہ کے درجہ یعنی حقیقت اسلام سے دُور رہتا ہے۔ اس کا کلمہ پڑھنا اُسے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ وہ ایک زبان کی بات ہے جس کا قلب سے کوئی تعلق نہیں اسکی مثال ایسی ہے جیسے اُس شخص کی جس نے ایک بیج زمین میں بو دیا۔ لیکن اسکی پرداخت نہ کی۔ یہاں تک کہ وہ بجائے پیڑ بننے یا پھل لانے کے گل سڑ کر تباہ ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہماری زبانوں سے نہیں بلکہ قلوب سے ہے۔

پس اے برادران فی الاسلام اس حقیقت کو سمجھو اور اپنے قلوب کو مسلم بناؤ۔ اسی میں ہماری ترقی اور بہتری ہے۔ اس ذلت اور کمزوری اور تنزل کا جو آج مسلمانان دُنیا میں نظر آتی ہے اصل سبب یہی ہے کہ ہماری اسلامی کلمہ شہادت سے شروع ہوتی ہے لیکن اسکی حقیقت کو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ ہم نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے ظاہر ہے کہ جب کسی عمارت کی بنیاد کو ہی مضبوط نہ کیا جائے تو وہ گر جاتی ہے اور بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہوتی ہے۔ پس کہ جب مسلمان اسلام کے ارکانوں کی ادائیگی ہی چھوڑ دیں جو اُسکے عظیم الشان قلعے کی بنیاد ہیں تو پھر کیوں ساری کی ساری مسلمانوں کی قومی عمارت زمین کے ساتھ نہ مل جائے وہ لوگ جو ارکان اسلام کو ادا نہیں کرتے خوب یاد رکھیں کہ اُن کی بڑی بڑی تعلیمی کوششیں اُن کی صنعت و حرفت کے لئے جد وجہد اُنکے پولیٹیکل معاملات میں دخل ان کے قومی کاموں میں چندے اُن کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اُن کے ذریعے جو عمارت وہ طیار کرتے ہیں۔ اُس کی بنیاد ریت پر ہے جلد ایک معمولی صدمہ سے گر کر تباہ ہو جائیگی۔ پس اے مسلمان بھائیو اور بہنو اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ ارکان اسلام کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسکے بغیر تم مسلمان تو کہلا سکتے ہو کہلا کر بھی جو ثمرات اسلام کے ہیں اور جو تمہارے قرون اولیٰ کو ملے نہیں پا سکتے۔ پس اے برادران اس ذلت و ادبار کا جو آج مسلمانوں پر نازل ہو رہا ہے اسلام ذمہ وار نہیں تم خود ذمہ وار ہو۔ خوب سمجھ لو۔ اگر تمہارے جسموں کو اپنے قیام کے لئے اناج کی ضرورت ہے اور محض چٹنی اور مربّوں سے زندہ نہیں رکھ سکتے۔ تو تمہاری روح بھی ادھر اُدھر قومی کاموں میں چندہ دینے سے جب تک کہ تم زکوٰۃ ادا نہ کرو۔ نہیں بچ سکتی۔ صدقات بھی دو اور چندے بھی دل کھول کھول کر ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ادائیگی کے لئے ہی مسلمانوں کو تحریص دلائی ہے لیکن ضروری ہے کہ پہلے دین کی فکر کرو۔ اور وہ اسی میں ہے کہ ان اسلام کے پانچ ارکان کو مضبوطی سے پکڑو۔ ان میں سے آج جس رکن کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ زکوٰۃ ہے۔

تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ زکوٰۃ کا حکم نماز کے ساتھ ہی قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ پس جس طرح نماز ایک مسلمان کا ضروری فرض ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ دینا بھی اس کے لئے لازمی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقٰت۔ صدقات ہوں یا زکوٰۃ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے دئے جاویں اللہ تعالیٰ انہیں بڑھاتا ہے۔ اگرچہ ظاہراً سود سے مال بڑھتا ہے اور زکوٰۃ سے کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا قول اس کے خلاف ہے۔ جس کی شہادت کہ بعض قدرتی منظر بھی دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک کی طرف جناب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ مرحوم نے بھی ان الفاظ میں متوجہ کیا ہے ؎

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را
چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

یہ ایک صداقت ہے۔ جس سے انسان انکار نہیں کر سکتا۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کا جہاں اپنی ذاتی ضروریات کو پورا کرنا فرض ہے۔ وہاں اس پر اس کے قریبیوں رشتہ داروں وغیرہ کے بھی بعض حقوق ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح اس پر بعض قومی فرائض کا ادا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے جن سے اُسے اگرچہ فوری نہیں لیکن بالآخر فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قل یا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آزاد وہ ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ۔ ہرگز کبھی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ ۴ قیمت ۔ ششماہی ۲ ۔ سہ ماہی ۱ ۔ طلباء سے سالانہ ۳

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور ۔ یکشنبہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۴ مئی ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱۱

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ ہر نبوت را بروشد اختتام
مہر او با شیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو سیراب و شد سیراب ہست ۔ ز ونشد سیراب ہر سیراب ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال ۔ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ۔ ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد ۔ ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است ۔ منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندو راست ۔ منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقیں ۔ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ۔ ہر کہ انکار آرد از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباب

میری مرہم سے شفا پائیگا ہر ملک و دیار

اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجکو دکھلادے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بیقرار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو قرآں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے
بعد اس کے ظن غالب کو ہیں کرتے اختیار
پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں
تنگ ہو جائے مخالف پر مجال کارزار
باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا اثمار
مرہم عیسےٰ نے دی تھی محض عیسےٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائیگا ہر ملک و دیار
جھانکتے تھے نور کو وہ روزن دیوار سے
لیک جب در کھل گئے پھر ہو گئے شپر شعار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار
پر ہوئے دیں کے لئے یہ لوگ مار آستیں
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزردہ یار
غل مچاتے ہیں یہ کافر ہے اور دجال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مردار خوار

(مسیح موعود)

ملفوظات مسیح موعود

مجہول الکنہ اشیاء کی دریافت اور ایمان باللہ

فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر خدا تعالےٰ کی قدرت ہے کہ جیسے ایک طرف بغض و حسد کرنیوالے ہمارے دشمن موجود ہیں ویسے ہی انکے بالمقابل وہ لوگ بھی ہیں جو کہ اسی تحریک سے راہ راست کی طرف آجاتے ہیں +

مامور کا زمانہ بھی ایک قیامت ہے ۔ جیسے لوگ جزا کے دن دو فریقوں میں تقسیم ہو جاویں گے یعنی فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر ایسے ہی مامور کی بعثت کے وقت بھی دو فریق ہو جاتے ہیں +

پیشگوئی کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ کا قول کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ جیسے تقریباً سات سو برس پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا گیا ۔ اور مسیح علیہ السلام کے وقت پورا ہوا ۔ ویسا ہی آپ کے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی میں ہمارے زمانہ میں پورا ہو رہا ہے +

ملائکہ اور شیطان کے وجود میں فرق فرمایا کہ اہل عرب اس قسم کے استثنا کرتے ہیں صرف نحو میں بھی اگر دیکھا جاوے تو ایسے استثناء بکثرت ہوا کرتے ہیں ۔ اور ایسی نظریں موجود ہیں جیسے کہا جاوے کہ میرے پاس ساری قوم آئی مگر گدھا اس سے یہ سمجھنا کہ ساری کی ساری قوم جنس حمار میں سے تھی غلط ہے ۔ کان من الجن کے بھی یہ معنے ہوئے کہ وہ فقط ابلیس ہی قوم جن میں سے تھا ملائکہ میں سے نہیں تھا ملائک ایک الگ پاک جنس ہے اور شیطان الگ ۔ ملائکہ اور ابلیس کا راز ایسا مخفی در مخفی ہے کہ بجز امنا و صدقنا کے انسان کو چارہ نہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو اقتدار و توفیق نہیں دی ۔ مگر وسوسہ اندازی ہیں وہ محرک ہے جیسے ملائکہ پاک تحریکات کے محرک ہیں ویسے ہی شیطان ناپاک جذبات کا محرک ہے ملائکہ کی منشاء ہے کہ انسان پاکیزہ ہو مطہر ہو اور اسکے اخلاق عمدہ ہوں اور اسکے بالمقابل شیطان چاہتا ہے کہ انسان گندہ اور ناپاک ہو +

اصل بات یہ ہے کہ قانون الٰہی ملائکہ و ابلیس کی تحریکات کا دوش بدوش چلتا ہے لیکن آخرکار ارادہ الٰہی غالب آجاتا ہے ۔ گویا پس پردہ ایک جنگ ہے جو خود بخود جاری رہکر آخر قادر و مقتدر حق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور باطل کی شکست

مجہول الکنہ اشیاء چار چیزیں ہیں جن کی کنہ و راز کو معلوم کرنا انسان کی طاقت سے بالاتر ہے ۔

اول ۔ اللہ جل شانہ دوم ۔ روح سوم ۔ ملائکہ چہارم ۔ ابلیس ۔ جو شخص ان چاروں میں سے خدا تعالےٰ کے وجود کا قائل ہے اور اس کے صفات الوہیت پر ایمان رکھتا ہے ضرور ہے کہ وہ ہر سہ اشیاء روح و ملائکہ و ابلیس پر ایمان لائے +

مثلاً روح جیسے انسان کے اندر داخل ہوتی معلوم نہیں ہوتی ویسے ہی اس میں سے خارج ہوتی بھی معلوم نہیں ہوتی ۔ انسان کو ہر حال میں رضائے الٰہی پر چلنا چاہئے ۔ اور کارخانہ الٰہی میں دخل در معقولات نہیں دینا چاہئے تقوےٰ اور طہارت اطاعت و وفا میں ترقی کرنی چاہئے ۔ اور یہ سب باتیں تب ممکن ہیں جب انسان کامل ایمان اور یقین سے ثابت قدم رہے اور صدق و اخلاص اپنے مولا کریم سے دکھلائے ۔ اور وہ باتیں جو علم الٰہی میں مخفی ہیں اس کے کنہ کے معلوم کرنے میں بے سود کوشش نہ کرے مثلاً ملیلہ قبض کو دور کرتی ہے ۔ اور سم الفار ہلاک کرتا ہے ۔ اب کیا ضرورت پڑی ہے کہ بے فایدہ اس وہم میں بھاگا پھرے کہ کون سی شے ہے جو یہ اثر کرتی ہے طبیب کا کام ہے کہ ان کے خواص کو معلوم کرے ۔ اور یہ سوال کہ کیوں یہ خواص پیدا ہوگئے حوالہ بخدا کرے ۔ جو شخص ہر ایک چیز کے خواص و ماہیت دریافت کرنے کے پیچھے لگ جاتا ہے ۔ وہ نادانی سے کارخانہ ربی اور اسکے منشاء سے بالکل ناواقف و نابلد ہے اگر کوئی کہے کہ شیطان و ملائکہ دکھلاؤ تو کہنا چاہئے کہ انکے اندر یہ خواص کہ بیٹھے بٹھائے آناً فاناً بدی کی طرف متوجہ ہو جانا یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کی ذات سے بھی منکر ہو جانا اور کبھی نیکی میں ترقی کرنا اور انتہا درجہ کی انکسار و فروتنی و عجز و نیاز میں گر جانا ۔ یہ اندرونی کششیں جو تمہارے اندر موجود ہیں ان سب کے محرک جو قوے ہیں وہ ان دو الفاظ ملائک و شیطان کے وجود میں مجسم ہیں +

سعادت اس میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لایا جاوے اور اسکو حاضر و ناظر یقین کیا جاوے اور اس کی عین موجودگی کا تصور دل میں رکھ کر ہر ایک بدی اور ناراستی سے پرہیز کیا جاوے یہی بڑی دانش و حکمت ہے اور یہی معرفت الٰہی کا سیراب کرنے والا شیریں سوتہ ہے جس سے اولیاء کے لئے اہل اللہ ایک ریگستان کے پیاسے کی طرح آگے بڑھکر خوش مزگی سے پیتے ہیں ۔ اور یہی وہ آب کوثر ہے جو مولائے کریم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے اپنے اولیاء و اصفیاء کو پلاتا ہے +

مومن چونکہ خدا تعالیٰ کی معرفت کا محتاج ہے اور ہر کوئی اسی کی طرف نظر اٹھائے دیکھ رہا ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے بھی یہ دروازہ پورے طور پر کھولا ہوا ہے ۔ جوں جوں انسان اس راہ میں کوشش کریگا توں توں وہ رحمت اسپر کھلتا جاویگا ۔ دنیا میں بے انت ایسی چیزیں ہیں جن کی ہمیں خبر بھی نہیں پھر ایسی چیزوں کے دریافت کے لئے سرگرداں ہونا کونسی عقلمندی ہے ۔ کونسی چیز ہے جس کی تحقیق انسان نے پورے طور سے کرلی جو چیز اللہ جل شانہ نے انسان کے لئے چنداں مفید نہیں سمجھی وہ پورے طور پر انسان پر منکشف بھی نہیں ہوتی پس جو ہر ایک چیز کو دریافت کرنا چاہتا ہے وہ خدا بننا چاہتا ہے ۔ جس راہ پر انسان پہنچ نہیں سکتا چاہئے کہ اسے چھوڑ دے ۔ انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے اسپر قانع رہے اگر یہ توقع رکھے کہ آسمان کے درخت کا پھل آوے تو یہ کہاں ممکن ہے اسکا ہاتھ وہاں پہنچ بھی نہیں سکتا تو وہ مجنون ہے ۔ ہاں جب اللہ تعالےٰ اس کی نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ ۱۳ مئی ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱۱

وراثت میں اصول جمہوریت

اسلامی قانون وراثت کو بعض جلد باز معترضین نے اس بناء پر محل اعتراض ٹھیرایا ہے کہ اس سے جایداد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو کچھ قانون وراثت اسلام نے قایم کیا۔ اس میں بھی مساوات انسانی کا پہلو دکھایا ہے۔ اور کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ چنانچہ اس قانون کا پہلا اصول یوں قایم کیا :-

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو والدین یا قریبی چھوڑ مریں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس میں سے جو والدین اور قریبی چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت ایک مقرر حصہ ہے یا ال جاہلیت یعنی اسلام کے ظہور سے پہلے عرب لوگ ورثہ کا کوئی حصہ عورتوں کو نہ دیتے تھے اور نہ بچوں کو دیتے تھے۔ ان کا اصول قانون وراثت یہ تھا۔ کہ جو شخص جنگ کر سکتا ہے۔ اور غنیمت کا مال حاصل کر سکتا ہے وہی ورثہ کا حقدار بھی ہے۔ اس طرح عورتوں اور چھوٹے بچوں کو محروم الارث رکھا جاتا تھا قرآن کریم نے پہلی اصلاح قانون وراثت میں یہ کی۔ کہ مردوں اور عورتوں کو مال متروکہ میں یکساں حصہ دار ٹھیرایا۔ کیا طاقت تھی کہ ایک لفظ سے صدیوں کے قانون کو بدل دیا۔ آج تو عورتیں اپنے حقوق طلب کرنے کے لئے مہذب ممالک میں کھڑی ہیں۔ پھر تعلیمیافتہ ملک ہیں۔ لیکن ان کے حقوق دینے میں مردوں کو کیسا تامل ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نہ تھیں عرب میں کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ مگر ادھر ایک فقرہ قرآن کے اندر نازل ہو گیا۔ ادھر پرانا قانون ایسا صفحہ دنیا سے مٹا کہ گویا اس کا کبھی نام ونشان بھی نہ تھا۔ یہ الٰہی طاقت تھی۔ کہ بغیر کسی ظاہری طاقت کے پرانے قانون کو توڑ کر آن کی آن میں نیا قانون منوا لیا۔ کسی کی مجال تھی۔ کہ آیندہ عورتوں کا حصہ دینے سے انکار کرے۔ یہ اصلاح منجانب اللہ تھی۔ کہ ایک ضعیف اور بیکس مخلوق کے لئے جس کے حقوق کو صدیوں پاؤں تلے روندا گیا تھا ایک قانون دنیا میں آگیا۔ طاقتور تو اپنے حقوق خود لے لیتے ہیں۔ کمزوروں کو ان کے حقوق دلانا پھر بلا ان کے مطالبہ کے دلانا یہ اس خدا کا کام تھا جو طاقتوروں کمزوروں دونوں کا خدا ہے قرآن کا یہ کس قدر احسان عورتوں پر ہے۔ بلکہ نسل انسانی پر کس قدر احسان ہے کہ اس کی آواز آج سے تیرہ سو سال پیشتر ایک ضعیف اور عاجز کے لئے اٹھی اور ایسی اٹھی کہ ان کو زبردستوں کے مظالم سے ہمیشہ کے لئے آزاد کر گئی۔ ہاں افسوس ہے تو ان مسلمانوں پر جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کر کے آج اس قرآنی قانون کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ اور اپنے رواجوں کی پیروی کر کے عورتوں کو اپنے حقوق سے پھر محروم کر دیا ہے +

کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کے بعد مختلف ورثا کے حصص قایم کر دیئے۔ اور ہر ایک شخص کی متروکہ جایداد کے چند حصے کر دیئے ہیں۔ کچھ خاوند یا بی بی کو مل جاتا ہے۔ کچھ ماں باپ کو کچھ اولاد کو اور بعض حالات میں بھائیوں بہنوں کو یا قریبی رشتہ داروں کو نہ ہونے کی صورت میں دور کے رشتہ داروں کو گویا ہر شخص کی جایداد میں سے ان لوگوں کو حصہ دیا ہے جن سے انسان کو کچھ نفع عام طور پر پہنچتا رہتا ہے۔ اور اس طرح پر گویا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کا قانون دکھایا ہے۔ عام طور پر ہر انسان اپنی زندگی میں خاوند یا بی بی سے ماں باپ سے اولاد سے کچھ منفعت اٹھاتا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اس کے مال میں جو وہ اپنی وفات کے وقت چھوڑے ان قریبیوں میں سے بعض تو کچھ پالیں یا جیسا بعض ملکوں میں رواج ہے ایک ہی سب کچھ پالے اور باقی محروم رہیں۔ اس لئے پہلی حکمت وراثت کو سب میں تقسیم کرنے کی یہ ہے کہ تا سب وہ لوگ جن سے انسان کو منفعت پہنچتی ہے اس سے منفعت حاصل کریں۔ اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان الفاظ میں کہ اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ یعنی تم کو ماں باپ سے منافع پہنچتے ہیں۔ بیٹوں سے بھی منافع پہنچتے ہیں [illegible]

سمجھا ہے اور ایک دوسرے پر بلا وجہ ترجیح نہیں دی +

یہ بات تو نہایت صاف تھی۔ اور قانون الٰہی جس مصلحت پر مبنی ہے وہ ایسی نہیں کہ کوئی عقلمند انسان اس سے انکار کر سکے۔ لیکن بعض دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس طرح پر بنی بنائی جایداد تباہ ہو جاتی ہے۔ یوں تو لوگ کسی جایداد کو محفوظ کرنا چاہیں۔ اسلام نے اس کے لئے بھی ایک راہ وقف علے الاولاد کے قانون میں رکھی ہے۔ مگر یہ استثنائی حالات میں ہوتے ہیں۔ قرآن کریم موٹے موٹے اصول بتا دیتا ہے۔ تفصیلات میں پڑنے سے ایک قانون کی ساری تفصیلات سے ہی اتنی بڑی کتاب بن جائے اور پھر بھی کل کی کل تفصیلات اس کی نہ آسکیں عام طور پر دنیا میں جایدادیں اس قابل نہیں ہوتیں۔ کہ انہیں ضرور محفوظ رکھا جائے اور کوئی خاص فوائد ان کے محفوظ رکھنے سے حاصل ہو سکیں دوسرے جس صورت میں ایک بیٹے کا دوسرے کی خاطر محروم کیا جانا صاف طور پر خلاف انصاف ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ صرف جایدادوں کی فرضی حفاظت کے لئے انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جائے۔ اور پھر حفاظت کیا ہے۔ کیا بڑی جایدادوں کو اکیلے وارثوں نے پاکر تباہ نہیں کر دیا اگر کسی قانون کی غرض کسی جایداد کا دیر تک محفوظ رکھنا ہے۔ تو اسلام نے استثنائی صورتوں میں اس کے لئے قانون وقف علے الاولاد بتا دیا ہے ورنہ اکیلے وارث کو مل جانے سے کسی جایداد کے محفوظ ہو جانے کی کوئی ضمانت نہیں مل جاتی۔ بلکہ اور بھی زیادہ اس کی تباہی کا سامان ہوتا ہے +

اسلام کا اصول تقسیم وراثت حقوق انسانی کی مساوات پر مبنی ہے اولاد میں ایک مساوات ہے وہ سب حصہ دار ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ بیٹیوں کو محروم کر دیا جائے۔ اور بیٹوں کو ساری جائداد دی جائے اور نہ ہی یہ قرین انصاف ہے کہ ساری اولاد محروم کر کے ایک کے سپرد کل جایداد کر دی جائے۔ اسی طرح پر اگر میاں بی بی کی جائداد کا وارث ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ بی بی میاں کی جائداد میں سے حصہ نہ لے اور اس کے لئے کیسی مصیبت ہے۔ کہ ایک طرف اس کا خاوند مر جائے دوسری طرف وہ کل جایداد سے محروم کر دی جائے۔ اسی طرح پر ماں باپ کے حقوق ہیں۔ گویا اس تقسیم وراثت میں بھی اسلام نے جمہوریت کا اصول قایم رکھا ہے۔ کہ جن کے یکساں حقوق ہیں۔ وہ سب اپنے حقوق کو پائیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم کر دے پس یہی وہ صحیح قانون ہے۔ جس سے دنیا کی حقیقی اصلاح ہو سکتی ہے مدہا جایدادوں کا بننا یا تقسیم ہو جانا جس طرح ایک انسان اپنی سعی اور کوشش سے ایک جایداد بنا سکتا ہے۔ اسی طرح دوسرا بھی بنا سکتا ہے جو قوتیں ایک انسان کو اللہ تعالے نے دی ہیں۔ وہی دوسرے کو بھی دی ہیں۔ جو سامان ایک کے لئے دیا گئے ہیں۔ وہی دوسرے کے لئے بھی مہیا کئے ہیں۔ پس جو مساوات قانون قدرت میں اللہ تعالے نے رکھی ہے اسی کو تقسیم وراثت میں مدنظر رکھا ہے۔ بڑا بیٹا چھوٹے بیٹوں سے علیحدہ قوتے نہیں رکھتا۔ اس کی طاقتیں چھوٹے [illegible] مسلوب نہیں کر دیں کہ وہ تو بغیر جایداد کے پالنے کے دنیا میں گذر نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے کر سکتے ہیں۔ پس یہ ظاہر ہے۔ کہ قرآن کریم کی تقسیم وراثت مساوات حقوق انسانی اور اعلے درجہ کی معقولیت پر مبنی ہے +

ہاں اس تقسیم میں اولاد کا ذکر کرتے ہوئے یہ اصول باندھ دیا کہ للذکر مثل حظ الانثیین لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ملے گا اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ عموماً کمانے والے دنیا میں مرد ہی ہوتے ہیں۔ عورتوں کو ایسے موقعے بھی کم ملتے ہیں۔ اس لئے مردوں کا حصہ عورتوں کی نسبت فایق رکھا اور پھر مرد کو اپنی بی بی پر خرچ بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح ہر عورت بذریعہ مرد کے بھی ایک حصہ پالیتی ہے۔ اور یہ تقسیم عقل اور انصاف کے بالکل مطابق ہے +

اس سے ظاہر ہے کہ بڑی بات جو اسلام نے تقسیم وراثت میں مدنظر رکھی ہے وہ یہ ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ سب لوگوں کو دنیا میں یکساں موقعہ دیا جائے۔ مال کثیر کا ایک ہی شخص کے پاس جمع ہوتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے۔ جس پر آج خود یورپ میں ایک بڑا گروہ نالاں ہے۔ اور وہ دولت میں مساوات کے اصول کو قایم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروہ سوشلسٹوں کا کہلاتا ہے۔ جن کا اصول یہ ہے کہ دولت جو مختلف لوگ کمائیں وہ سب میں یکساں تقسیم ہو۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسا کوئی قانون عمل رنگ میں نہیں آسکتا۔ مساوات دولت کا اصول جہاں تک ممکن تھا اس کو اسلام نے اپنے اندر لے لیا ہے۔ اور ان میں سے ایک امر جو دنیا میں دولت کی مساوات پیدا کرتا ہے۔ یہی تقسیم وراثت کا اصول ہے۔ دوسرا امر اسی رنگ میں سود کی ممانعت ہے کیونکہ سود کا نتیجہ بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ جو شخص زیادہ مالدار ہیں ان کا مال بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جو غریب ہیں ان کا افلاس بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس حرمت سود

مسیح موعود کی پوزیشن میاں صاحب کے نزدیک

"انوار خلافت صفحہ ۹۰ میں میاں صاحب فرماتے ہیں کہ :-

"پھر ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک مشکل پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک خط بھی ملا ہے۔ جس پر غور کی جائے گی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل اس کے خلاف ہے"

کیا میاں صاحب مہربانی فرما کر بتا سکتے ہیں۔ کہ جس شخص کی یہ صفات ہوں جو انہوں نے بیان کیں۔ جو کہے کچھ اور عمل اس کا کچھ اور ہو۔ اسے اصطلاح شریعت میں کیا کہتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ

۱۔ "حضرت مسیح موعود نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے"

۲۔ "بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے"

۳۔ "ایک خط بھی ملا ہے" جس پر میاں صاحب میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "غور کی جائیگی"

پھر بھی ایسی صاف اور صریح باتوں کے باوجود میاں صاحب کا یہ کہنا کہ

"حضرت مسیح موعود کا عمل اس کے برخلاف ہے"

حضرت مسیح موعود کی پوزیشن پر کتنا بڑا حملہ ہے۔ میاں صاحب مسیح موعود کو کیا سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے کھلے ارشاد کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے بالکل برخلاف وہ حضرت مسیح موعود کا عمل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر مسیح موعود کہتے کچھ تھے۔ اور عمل کچھ اور کرتے تھے تو پھر ان کی حیثیت کیا باقی رہ جاتی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ میاں صاحب کے دل میں مسیح موعود کی کیا عزت ووقعت باقی رہ گئی ہے۔ مسیح موعود کیا وہ بتائیں گے۔ کہ ان کے مندرجہ بالا فقرات کو لنے رموز نبوت کو منکشف کرنیوالے ہیں +

غور کب ہوگی

تعجب ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اجازت دینے بارہ میں آپ کے کھلے حوالجات اور آپکی ایک دستی تحریر کو مانتے ہوئے بھی ان پر غور کئے بدوں میاں صاحب فتوے دینے کے درپے ہو گئے۔ کفر واسلام کا معاملہ اور میاں صاحب مسیح موعود کے فتاوے پر بھی غور نہیں کی۔ اور فتنہ کی بازی شروع کر دی لیکن [illegible] آؤ اس وعدہ کو بھی ڈیڑھ سال سے قریب ہو گیا۔ کیا میاں صاحب نے اثنا پر غور کی ہے۔ اگر کی ہے۔ تو کس نتیجہ پر پہنچے ہیں مسیح موعود کے ان فتاوے اس اجازت اور اس خط کو وہ کیا سمجھتے ہیں کیونکہ انہیں پس پشت ڈال سکتے ہیں۔ لیکن اگر تا حال اس قدر دلیل ہے تب بھی انہوں نے اس پر غور نہیں کی تو کیا وہ بتا سکتے ہیں۔ کہ وہ غور کی جائے گی کی مدت انتظار کب ختم ہوگی۔ اور ڈیڑھ سال کے عرصہ تک انہوں نے کیوں غور نہیں کی۔ ایسی حالت میں جبکہ وہ غور کر کے کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے۔ یہ کہاں کا راز ہے کہ جماعت کو کسی غیر از جماعت کا جنازہ نہ پڑھنے دیں بحالیکہ خود مسیح موعود کے کھلے فتاوے اور دستی خط خود خلافت آپ کے سامنے ہے +

خط کو شایع کیا جائے

بہتر ہو کہ اس خط کا جس کا حوالہ میاں صاحب نے مندرجہ بالا اعلان میں دیا ہے عکس شایع کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے۔ کہ وہ کہاں تک اس قابل ہے۔ کہ اس پر غور کرنے اور صحیح مطلب کو سمجھنے میں ہی سالہا سال خرچ کر دیئے جائیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ صاف وصریح عبارات کے معنے اپنے مطلب کے مطابق بنانے میں تو سالہا سال کیا تمام عمر بھی صرف ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ گو میاں صاحب کی قلب سازی کی مشین پر معنوں کا گھڑ لینا تو ایک لمحہ لفظوں کے مجاہج اور اشتقاق کا بھی بدل جانا کوئی بڑی بات نہیں مگر تاہم خواہ انہوں نے غور کی ہے یا نہیں ہم ان سے ملتمس ہیں۔ کہ براہ نوازش حضرت مسیح موعود کے اس خط کو اخبار میں شایع فرما دیں۔ کیا وہ ایسا کریں گے۔ اس کے لئے انہیں ایک رجسٹری خط لکھا گیا ہے +

خود میاں صاحب نے اسی مسئلہ جنازہ کے متعلق اگلے ہی صفحہ پر فرمایا ہے کہ:

"یہ دین کی باتیں ہیں ان میں جھگڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی"

اس لئے ہم نہیں چاہتے۔ کہ ان سے کسی قسم کا جھگڑا کریں صرف ان سے حضرت مسیح موعود کے اس خط کا مطالبہ کرتے ہیں جو انہوں نے اندر چھپا رکھا ہے جب یہ دین کی باتیں ہیں۔ تو خود میاں صاحب کے جھگڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ انہیں چاہئے کہ اس خط کو شایع کر دیں۔ مسیح موعود کی تحریرات کو شایع کرنے میں ہمیں جلدی

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْم

برادران اسلام اللہ جل شانہ نے تمہیں اپنے کلام پاک میں خیر امت کے لقب سے ملقب فرمایا اور تمہیں مشرف فرمایا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے یہ قرون لعمتیں کسی کے حصہ میں آیا اور زمانہ مستقبل میں آ دے۔ مسلم جس قدر اس پر ناز کرے وہ بجا اور جتنا فخر کرے صحیح ہے۔ دیکھو یہ اس کا کیسا فضل ہے جو صرف تمہارے ہی ساتھ مخصوص کر دیا گیا کہ تم کو وہ مکمل اور لاتبدیل شریعت فرمائی کہ جو ہر زمانہ اور ہر مقام کے لئے نافذ العمل اور موجب امن ہے پھر تم کو ایسا سردار سید البشر خاتم النبیین کامل و اکمل نبی مرحمت فرمایا کہ اس سے خدا تعالےٰ نے انبیاء کے بار بار مبعوث فرمانے کی ضرورت کو بھی ان تمام اصلاحات کے ذریعہ جو انسانی ضروریات سے تعلق رکھتی ہیں پورا فرما کر دروازہ کا مدبند فرما دیا۔ یہی وجہ حضور کے حیات النبی ہونیکی ہے۔ کہ اب بعد وصال بھی حضور سرور کائنات کی ویسی ہی بادشاہی اور حکومت ہے جیسی کہ زمانہ قبل از وصال۔ الغرض جس قدر خدائی افضال واکرام اس امت مرحومہ پر نازل ہوئے ہیں ان کی نظیر ہمیں پہلے نہیں ملتی لیکن صد ہزار افسوس کہ جو تعلیم اور خصوصیت ہمکو ان افضال انعامات کا مورد بناتی اور ترقی کی راہیں دکھلاتی ہے۔ ہم اس سے منہ موڑے اپنی بیجا قیاسیات اور توہمات کی پیروی کر رہے ہیں۔ متقدمین اسلامی کی سوانح عمریاں دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ جب تک ہم میں وہ خصوصیت جس کا نام توحید ہے باقی تھی۔ اور ہمارے جذبات اس رنگ میں رنگین تھے۔ اور ہم سچی قرآنی تعلیم کے پیرو و عامل تھے۔ ہمارا ستارۂ اوج روز بروز رو بترقی تھا۔ ہمیں دنیا اور دین دونوں کی وہ وہ فتوحات اور برکات حاصل ہوئیں جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ یاد رکھو کہ یہ قوت توحید ہی وہ قوت ہے جو انسان میں بجلی کی طرح اپنا کام کرتی اور دنیا کی ہر مشکل کو انسانی قوت کے مدمقابل ہیچ کر دکھاتی ہے یہی اسلام کا وہ امتیازی ہے جو دیگر مذاہب سے اسے ممتاز ثابت کر رہا ہے۔ یہی سرچشمہ ہے کہ جس میں ہزار ہا عرفان بھرے ہوئے ہیں۔ یہی وہ سیدھی راہ ہے جس پر چل کر انسان منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ یہی وہ جامہ ہے جس سے زیب تن کر انسان ہر قسم کی مسموم آب و ہوا سے محفوظ و مصئون رہ سکتا ہے جس نے اس کو چھوڑا اس سے خدا نے منہ موڑا پھر اسے خدائی قہر سے کون نجات دلانیوالا ہے گویا اس نے اپنی ہستی کو اس ہلاکت کے تاریک گڑھے میں ڈالدیا کہ جہاں سے وہ کبھی نہ نکل سکیگا۔ صفحات تاریخ عالم کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا۔ کہ جب کبھی کسی قوم کے مٹنے اور زوال پذیر ہونیکے دن آئے ہیں تو اول اس کے ہاتھ سے شمشیر توحید نکل گئی ہے اور شرک کے خوفناک شیر کا لقمہ بن گئی ہے۔ دیکھو شرک ہی تمام برائیوں اور بدیوں اور خباثتوں کا سرچشمہ ہے اسی میں وہ گمراہیاں مضمر ہیں جو انسان کو قدم قدم پر عقاید فاسدہ اور توہمات باطلہ کا شکار کر دیتی ہیں خود حضور سرور کائنات نبی کریم صلعم جس مقصد کی تکمیل اور جس چیز کی اصلاح کیلئے تشریف لائے وہ خصوصیت کیساتھ شرک ہی تھا جس کی بیخکنی از اول تا آخر ہر فقرہ سے قرآن پاک میں فرمائی گئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ اور ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا۔ غور کرو کیسی بیزاری اللہ جل شانہ شرک سے ظاہر فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اس کی رحمت و کرم ہر قسم کے گنہگار کے لئے عام ہے لیکن اس کا باب عفو مشرک کے لئے مسدود ہے۔ سب سے بڑھ کر شرک وہ قرار دیا ہے۔ جو کفار مکہ کا تھا۔ کفار مکہ بتوں کو محض خدا کا مقرب خیال کر کر اور خدا کی طرف سے تقرب پائے ہوئے سمجھ کر معبود و مسجود بنائے ہوئے تھے۔ ورنہ دراصل خدائی وجود کے وہ بھی قایل تھے۔

آج بھی یہ مہلک بیماری ایک بڑے حصہ اسلامی میں کم و بیش پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ جس کو کوئی میزان عدل میں تول کر تقلید کفار مکہ کا خطاب دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ اگر پتھر کے انسانوں کی پرستش کرتے تھے تو یہ حضرات مٹی کے ڈھیروں کو پوجتے ہیں وہ ان بتوں سے ہر مشکل کا حل چاہتے تھے تو یہ ان بزرگوں کی خاک کے تودوں سے وہی کام لیتے ہیں جن کی روحیں بہشت بریں میں مقیم ہیں اور خبر بھی نہیں رکھتیں کہ کون ان سے مخاطب کر رہا ہے۔ ہاں البتہ عموماً شیطان لعین ایسے مواقع سے استفادہ اٹھاتا اور اپنا تصرف جماتا ہے۔ اور چونکہ کبھی کبھی کسی داعی اور اہل غرض کا مدعا اپنی امکانی کوشش سے پورا ہو جاتا ہے تو پس اس شیطان کی اور چڑھ بنی اور گمراہی از شرک کی طرف اور نکمان ہو گیا چنانچہ میں یہ دیکھ کر بہت متاسف ہوتا ہوں کہ اس وبائی بیماری میں ایسے ایسے افراد قوم مبتلا نظر آتے ہیں جو قوم کے لیڈر اور صاحب الرائے ملتے جاتے ہیں اللہ ہی اپنا فضل فرمائے اور قلوب سیاہ میں روشنی ڈالدے تا ہدایت پائیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرسکیں۔ (باقی آیندہ)

الاسلام

ایثار

از جناب مرتضیٰ خانصاحب بی اے بی ٹی

ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ

دنیا کی تاریخ پر غور کرو اور دیکھو کہ قومیں ایثار سے ہی ترقی کرتی ہیں اور جب ان میں سے ایثار کی اعلیٰ صفت اٹھ جاتی ہے تو ان میں سے اقبال بھی اٹھ جاتا ہے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایثار سے ہی قومیں بنتی ہیں اور ایثار کے چھوڑ دینے سے ہی قومیں بگڑ جاتی ہیں۔ اگر قرون اولےٰ کے مسلمان، دینی اور دنیوی ترقی کے میدان میں گوئے سبقت لے گئے تو اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ ایثار کی اعلیٰ صفت سے موصوف تھے مال تو کیا چیز ہیں وہ جانوں کے دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے کانوں میں یہ پیغام الٰہی ہر وقت گونجتا رہتا تھا کہ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم بان لھم الجنۃ۔ دنیا کے اموال اور دنیوی زندگیاں ان کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

جب اس پاک گروہ کے پاک افراد پر نظر پڑتی ہے۔ تو زبان سے بے اختیار مرحبا نکل جاتی ہے کہ ان کے رگ و ریشہ میں کس طرح سے ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جنگ میں مصروف ہیں ایک شخص دامن میں کھجوریں ڈالے ہوئے حاضر خدمت ہوتا ہے۔ حضرت سے پوچھتا ہے ان لڑنے والوں کو کیا اجر ملیگا حضرت جواب دیتے ہیں کہ جنت ملے گی۔ وہ کھجوریں وہیں پھینک دیتا ہے۔ اور بڑی خوشی سے میدان جنگ میں اپنی جان دیدیتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت دشمنان دین سے برسرپیکار ہیں۔ ایک ضعیف بڑھیا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے۔ اور اپنے چار بیٹے پیش کرتی ہے۔ حضرت رحمۃ للعالمین فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ تیرے بیٹے لڑائی میں کام آئیں کیونکہ تو ضعیف ہے لہذا تیرے بڑھاپے کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ضعیفہ اصرار کرتی ہے اسپر حضرت بکمال شفقت اس کے چاروں بیٹوں میں سے ایک کو منظور کر لیتے ہیں۔ جو لڑائی میں جاتے ہی کام آجاتا ہے۔ ضعیفہ پھر دوسرا بیٹا پیش کرتی ہے۔ حضرت انکار فرماتے ہیں۔ ضعیفہ اصرار کرتی ہے مگر حضرت اس کی عرض کو شرف قبولیت بخشتے ہیں۔ چنانچہ دوسرا لڑکا بھی لڑائی میں جاکر شہید ہو جاتا ہے۔ ضعیفہ پھر تیسرے کے لئے عرض کرتی ہے۔ حضرت پھر انکار فرماتے ہیں۔ ضعیفہ پھر اصرار کرتی ہے۔ اور آخر تیسرا بھی میدان میں جاکر جام شہادت پی لیتا ہے۔ غرضیکہ اس طرح سے جب ضعیفہ کے چاروں لڑکے اپنی جانیں دے چکے تو ضعیفہ نے خوشی کے آنسو بہاکر آج میری کوکھ ہری ہوگئی کہ میرے چاروں لڑکے رسول اللہ پر قربان ہوگئے۔ جنگ یرموک میں حضرت حذیفہ کے چچا زاد بھائی مجروح ہوکر میدان جنگ میں گرے پڑے تھے حذیفہ ان کے لئے پانی لائے اور کہا کہ پانی پلاؤں۔ اتنے میں قریب سے ایک آہ سنائی دی جو ہشام بن العاص کی تھی۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ ان کو پلاؤ۔ جب حذیفہ ہشام کے پاس پانی لے کر گئے تو قریب سے ایک اور آہ سنائی دی ہشام نے اشارہ کیا کہ ان کو پانی پلادو۔ اسی میں تینوں کی روح پرواز کر گئی۔ اب اس سے بڑھکر ایثار کی اعلیٰ مثال کیا ہوسکتی ہے کہ ایک شخص مر رہا ہے۔ جانکنی کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ اور پانی کے ایک قطرہ کے لئے ترس رہا ہے مگر جب اس کو میسر آتا ہے تو اپنے بھائی کی تکلیف کو اپنے نفس کی تکلیف پر ترجیح دیتا ہے۔ اور خود اسی کرب و بلا میں مرنا منظور کر لیتا ہے۔ مسلمانوں کے اس ایثار نے ان کو ایک برگزیدہ اور ممتاز قوم بنا دیا۔ لیکن وہی ایثار جو کسی وقت ایک مسلم کا امتیاز خصوصی تھا۔ وہ خود غرضی اور مطلب پرستی کی تبع اور مذموم عادت سے بدل گیا۔ آج قرآن مجید بھی وہی ہے جو تیرہ سو سال پہلے تھا۔ حضرت نبی کریم کے اقوال بھی موجود ہیں۔ صحابہ کا طرز عمل بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن ہم میں عمل ہرگز نہیں ہے اور عمل اس لئے نہیں کہ ہمارے دلوں میں وہ کامل اور پختہ ایمان اب نہیں رہا جو ہمارے قابل اقتدا بھائیوں میں تھا۔ آج ہم اپنے نفسوں کو ترجیح دیتے ہیں اور ایک پیسہ کی خاطر دوسروں کے نقصان سے دریغ نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ۔ دنیا کے اسباب۔ دنیا کے اسباب کے لئے ہم لہو پسینہ ایک کئے دیتے ہیں لیکن دین کے لئے ایک تھوڑی سی مشقت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا۔ اس میں شک نہیں کہ آج تلوار کا زمانہ نہیں۔ لیکن کیا دین کے لئے اموال قربان کرنے کا وقت بھی نہیں آج اگر اسلام کمزور ہوگیا ہے اور دین کی بنیاد سست پڑ گئی ہے تو ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں دینی کاموں کے لئے وقف کیں۔ کتنوں نے للعیت کو کام میں لاکر اپنی جان و مال اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے۔ حق یہی ہے کہ ہم میں اب ایثار نہیں رہا۔ اول تو صحابہ کے نقش قدم پر کوئی صاحب ایثار پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر پیدا ہوتا بھی ہے تو بجائے اس کے کہ ہم شکر گزار ہوں اس کے ایثار کو خود غرضی سے منسوب کرتے ہیں۔ بطن نمایاں سمجھتے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ اس میں ضرور اس کے نفس کا شائبہ اور اس کی ذاتی غرض کو دخل ہے یہ سچ ہے المرء یقیس علیٰ نفسہ۔ ہم سے جہاں تک ہوسکتا ہے ہم ایسے فنا فی القوم کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بیجا و بیجا طور پر اسکی مخالفت کرنا اپنا فرض قومی سمجھتے ہیں۔ اور اتنا نہیں سوچتے کہ اس سے تو ہم اپنی ہی جڑھ کاٹ رہے ہیں۔ عزیزان! مسلمانوں کا یہ طرز عمل نہیں ہونا چاہیئے جو تم نے اختیار کیا ہوا ہے۔ تم ایثار کرنے والوں کو اگر اس طرح سے بدنام کروگے تو یاد رکھو تمہاری قوم میں سے ایثار بالکل مفقود ہوجائے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ قوم کا بچہ بچہ ایثار کی صفت سے مزین ہوکر تمہارے لئے باعث فخر و عزت ہو تو ایسے ایثار کرنے والوں کی قدر اور عزت کرو۔

اطاعت اولی الامر

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اولی الامر کی۔ یہیں نے اولی الامر کے معنے اپنے اولی الامر یا اپنے حکام کئے ہیں کیونکہ اولی الامر منکم سے یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی اولی الامر ہوں ان کی اطاعت کرو کیونکہ اس صورت میں اسلام ایک عالمگیر مذہب تھا جو مختلف ملکوں میں پھیلا تھا۔ تو یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ جہاں کہیں مسلمانوں میں کوئی اولی الامر ہو ساری دنیا کے مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے ہر ملک کے لوگ اپنے اپنے اولی الامر کی اطاعت ہی کر سکتے ہیں۔ پھر علاوہ ازیں ہر مقام میں ہر گروہ کے لئے الگ اولی الامر ہونگے۔ ایک دفتر کے ملازمین کے لئے ان کا سر دفتر بھی اولی الامر میں سے ہوگا۔ ایک کالج کے طالب علموں کے لئے اس کالج کا پرنسپل۔ ایک محکمہ کے لئے اس محکمہ کا افسر۔ ایک محکمہ کا افسر دوسرے محکمہ کے لئے اولی الامر میں سے نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اولی الامر سے مراد صرف خلیفہ یا بادشاہ ہی لیا جائے۔ تو بھی ایک ملک کا بادشاہ دوسرے ملک کے مسلمانوں کے لئے اولی الامر نہیں ہوسکتا۔ ایران کے بادشاہ اپنے ملک کو ہی اپنا اولی الامر سمجھیں گے اور افغانستان کے اپنے بادشاہ کو ہی اپنا اولی الامر سمجھیں گے۔ اور افغانستان کے اپنے بادشاہ کو نہ ہی قرآن کریم ایسی ناقابل عمل تعلیم دے سکتا ہے۔ پس اولی الامر منکم سے مراد اپنے اپنے اولی الامر ہیں۔ اور اس لئے منکم کے لفظ سے یہ استدلال نہیں ہوسکتا کہ اس میں صرف مسلمان بادشاہ ہی کی اطاعت کا ذکر ہے۔ بلکہ اولی الامر منکم سے مراد صرف یہ ہوئی کہ جو کوئی اے مسلمانو تم پر حاکم ہو اس کی اطاعت کرو۔ لیکن اس اطاعت سے یہ مراد نہیں کہ دینی معاملات میں بھی ہر ایک حاکم کی اطاعت کرو۔ کیونکہ وہ معاملات جن میں حاکم و محکوم ایک نہیں مثلاً مذہب وہ اگلے حصہ آیت فان تنازعتم فی شیء کے ماتحت آئیں گے۔ چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ غیر مذہب کے حکام کے ماتحت رہے ہیں اور وہاں کے حکام کی اطاعت کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ عمل ان معنوں کی صحت پر مزید شہادت ہے مثلاً وہ صحابہ جو نجاشی شاہ حبش کے ماتحت رہے جو عیسائی تھا گو وہ بالآخر مسلمان ہوگیا۔ یا وہ صحابہ جو دین حق کی دعوت کو لے کر غیر ملکوں میں جا آباد ہوئے یا وہاں جاکر رہتے تھے۔ وہ وہاں کے حکام کی اطاعت سے باہر نہ تھے۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول پھر اگر تم کسی معاملہ میں تنازعہ کرو تو اسکو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولی الامر کے ساتھ جھگڑا بھی ہوسکتا ہے۔ وہ امام معصوم جیسا کہ اہل التشیع نے مانا ہے۔ یا خلیفہ معصوم جیسا آجکل ایک گروہ ماننے والا پیدا ہوگیا قرآن کے نزدیک کوئی نہیں ہر امر کا اصل مرجع اللہ اور رسول ہی رہیں گے یعنی کتاب اللہ اور سنت نبوی اگر امام معصوم یا خلیفہ معصوم بھی ماننے کے قابل ہوتا تو رسول کیساتھ اسکا ذکر بھی ہوتا۔ یہاں باہمی تنازعات کا ذکر ہے اور خلیفہ سے بھی یا ایک امام سے بھی ایک قسم کا تنازعہ ہوسکتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ابوبکر صدیق و عمر فاروق جیسا انسانوں کے ہوتے ہوئے جنہوں نے نبی کریم کے ہاتھ سے تربیت پائی اور اعلےٰ سے اعلےٰ مدارج پر پہنچے صحابہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے۔ سنتے کہ حضرت ابوبکر و عمر سے بھی بعض صحابہ کو بعض مسائل میں اختلاف تھا ایسے اختلافات کی صورت میں حکم کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ہے اور پس اور ان دونوں میں کتاب اللہ مقدم ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا روی عنی فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ والا فذروہ یعنی جب مجھ سے کسی حدیث کی روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کر کے دیکھو اگر اسکے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ اسے چھوڑ دو۔ غرض اس آیت میں خواہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو سب کا کوئی [illegible]

مکتوبات امیرؓ

ارادہ ہے کہ اس عنوان کے نیچے وہ تمام خطوط وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں جو مسائل دینیہ پر حضرت امیرؓ کی طرف سے لوگوں کے سوالات کے جوابات میں لکھے جاتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

سود کے متعلق ایک سوال اور اسکا جواب

ذیل کا مکتوب کسی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں کہ سود کو اشاعت اسلام پر خرچ کرنے کے لئے جائز رکھا گیا ہے حضور نے لکھکر بھجوایا ہے جو انشاء اللہ بہت سے شکوک کے ازالہ کا موجب ہوگا۔

مکرمی و معظمی جناب بابو صاحب۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپکا خط پہنچا جس میں تفسیری نوٹوں کی اس عبارت پر بنکوں کے سودی روپیہ کو خاص شرائط کے ماتحت اشاعت اسلام کے لئے جائز قرار دیا ہے چند سوال کئے ہیں اور آدھ جگہ بیجا نکتہ چینی بھی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اجتہاد سود کے بارے میں کتاب اور سنت کے خلاف ہے۔ اور اس کے خلاف ہونے پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ رسول خدا اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں کفار سے لڑائیاں ہوئیں اور روپیہ کی ضرورت پڑی مگر پھر بھی آپنے اور آپ کے خلفاء نے سود کے روپیہ کو اس کام کے لئے جائز نہیں قرار دیا علاوہ اس کے قرآن اور حدیث میں اس کے جواز کے لئے کوئی استثنا بھی نہیں۔ آپ اس کے جواز کے لئے قرآن اور سنت سے کھلی کھلی سند چاہتے ہیں مگر یاد رہے کہ اجتہاد کرنا ہی تب پڑتا ہے جب کسی چیز کا جائز اور نہ جائز ہونا کتاب اور سنت سے صریح طور پر معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کے جواز کے لئے قرآن اور حدیث میں کوئی کھلا کھلا استثنا ہو۔ اگر کسی چیز کا جائز اور نہ جائز ہونا قرآن اور حدیث میں صریح طور پر موجود ہے تو اس کے جواز کے لئے اجتہاد کی ضرورت ہی کیا ہوئی۔ مجتہد کو اجتہاد کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب ایک مشکل قرآن اور حدیث سے بظاہر حل نہیں ہوتی۔ اور اس کا حل قرآن اور حدیث کے مفہوم میں موجود ہوتا ہے جب مجتہد اپنے اجتہاد سے اس مشکل کو حل کرتا ہے۔ میری تحریر کا یہ منشا نہیں کہ جو لوگ صاحب مال ہیں وہ اپنا روپیہ ضرور سود پر لگائیں یا بنکوں میں جمع کرائیں۔ اور وہاں سے سود لیکر اس کو اشاعت اسلام کے لئے ہم کو دیں یا مسلمانوں کی جس جماعت کے ہاتھ میں اشاعت اسلام کا کام ہے اس کے سپرد کریں۔ بلکہ منشا یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنا روپیہ حفاظت کے لئے بنکوں میں رکھا ہوا ہے۔ اگر وہ سود وہاں سے لیں تو وہ اس کو اپنے نفس پر اور اپنے اہل و عیال کے نفس خرچ نہ کریں۔ کیونکہ یہ قطعی حرام ہے۔ بجائے اس کے اشاعت اسلام کے کام پر خرچ کریں ایسا کرنے سے انپر کوئی گناہ نہیں۔ یہ اجازت ایک اضطراری حالت میں ہے۔ کیونکہ اسلام کی اشاعت کا کوئی سامان مسلمانوں میں نہیں رہا زکوٰۃ اول تو لوگ دیتے نہیں۔ جو دیتے ہیں وہ خود جہاں چاہتے ہیں خرچ کر لیتے ہیں۔ اشاعت اسلام کا مہتم بالشان کام کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے بس جن لوگوں کو یہ کام کرنا پڑتا ہے وہ جانتے ہیں کہ کیسی اضطراری حالت واقع ہو گئی ہے۔ اضطراری حالت میں جب خنزیر کھانے کی اجازت نفسانی ضرورتوں کے واسطے ہے تو اسلام کی ہمدردی کے واسطے اگر انسان دین کو ہلاکت سے بچانے کے لئے سود کے روپیہ کو اشاعت اسلام پر خرچ کر دے تو کیا قباحت ہے۔ یہ اجازت مختص المقام اور مختص الزمان ہے۔ جب اسلام کی نازک حالت نہ رہے تو اس کی ضرورت بھی نہ رہے گی۔ کیونکہ سود کا عام حکم حرمت ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں اس کے جواز کے لئے کوئی استثنا نہیں۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ بظاہر کوئی استثنا نہیں۔ اگر استثنا ہوتا تو جھگڑا ہی کا ہیکو ہوتا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شراب کے استعمال کے لئے قرآن اور حدیث میں کونسا استثنا ہے۔ جب اس کے لئے کوئی استثنا نہیں تو ضرورت کے وقت بطور دوائی اس کا استعمال کیوں جائز ہے جبکہ اس کا استعمال حرام ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ رسول خدا اور خلفاء کے زمانہ میں جنگوں کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت تھی۔ مگر انہوں نے سود کے جواز کو جائز نہ ٹھہرایا۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اس وقت دین اسلام ایسی غربت اور کس مپرسی کی حالت میں نہ تھا۔ جیسا کہ اب ہے اور نہ ہی اس وقت کے مسلمان دین اسلام اور اس کی ضروریات سے ایسے غافل تھے جیسا کہ اب ہیں۔ انہوں نے اپنے مال کیا بلکہ اپنی جانیں بھی خدا کی راہ میں قربان کر دیں اس وقت کے مسلمانوں کی عملی حالت نہایت ردی ہے اور ایثار کا

[illegible]

کی ہمدردی کے لئے کھڑے ہو جاتے تو ایسے سود کے جواز کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ ایک اضطراری حالت میں ہمارے امام نے اس کے جواز کے لئے فتوٰی دیا۔ اور اس فتوٰے دینے میں نہایت احتیاط ہوتی ہے پھر اس قسم کی ایک نظیر بھی ملتی ہے۔ جو گو سود کے بارے میں نہیں مگر شرطبال کے بارے میں ہے جو درحقیقت ایک قسم میسر ہے رسول خدا صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ ان اونٹوں کو جو انہوں نے غلبت الروم والی پیشگوئی کے متعلق شرط میں جیتے تھے ان کو ذبح کر کے مساکین کو کھلا دیں۔ یہ بھی ہمارے اجتہاد کی ایک دلیل ہے۔ ایسا ہی بعض علماء نے دار الحرب میں سود کا لینا جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ دار الامن میں وہ جائز نہیں مانتے۔ ان کے پاس کونسی صریح حدیث ہے یا خلفاء کا طرز عمل ہے انپر کیوں اعتراض نہیں حالانکہ وہ اپنے نفس کے لئے لینا ہے۔ اور یہاں صرف ایک دینی ضرورت کے لئے۔ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ اس طرح امن اٹھ جائیگا۔ اور ہر دشمن اسلام کا مال لوٹ لینا ایک مستحسن امر سمجھا جائیگا۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ یہاں تو اسلام کے دشمنوں یا دوستوں کا سوال نہیں یہ اعتراض ان پر ہو سکتا ہے جو دار الحرب میں سود لینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ سود اور لوٹ کے مال میں بڑا فرق ہے۔ سود والا اپنی رضامندی سے دیتا ہے لوٹ یا ڈاکہ یا دھوکہ میں دوسرے پر ظلم ہے۔ سود نہ لینا اپنے حق کو چھوڑنا ہے۔ جو عرف عام میں ایک گونہ حق قرار پا گیا ہے اور ڈاکہ یا چوری دوسرے کے حق کو چھیننا ہے۔ اس لئے سود کا لینا عرف عام میں جائز ہے۔ مگر ڈاکہ چوری وغیرہ جائز نہیں۔ اسلام چونکہ بہت اعلیٰ درجہ کے اخلاق ایک مسلمان کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے اس حق کو قربان کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ ہمدردی انسانی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ انسان دکھائے اور سود کے لینے سے عام طور پر جو ذلیل اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں ان سے ایک مسلم بچا رہے۔ یہ ایک بین فرق دونوں صورتوں میں ہے۔ اگر کوئی ناجائز حیلے نکالکر اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنا چاہے تو کیا ہم اس کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں۔

اخیر پر آپ نے بیجا نکتہ چینی کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انگلستان میں تو سودی روپیہ اشاعت میں خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے لارڈ ہیڈلے اسلام بھی لائے تو نامکمل طور پر اور شراب بھی نہ چھوڑی۔ معلوم نہیں کہ آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا۔ کیا آپ کو آیت ولا تقف ما لیس لک بہ علم یاد نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہاں کے مسلمان جو نسلاً بعد نسلاً مسلمان ہیں۔ اور وہ سودی روپیہ سے مسلمان بھی نہیں ہوئے کیا ان میں سے کوئی شراب نہیں پیتا نہ کوئی چوری کرتا ہے۔ اور نہ کوئی زنا کرتا ہے۔ ایسی نکتہ چینی بہت بیجا ہے کیا ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں میں کیا ان لوگوں کے اندر جو دشمنان اسلام کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور جہاد میں شامل تھے کیا ایسی نظیریں نہیں ملتی ہیں۔ کہ کسی شخص نے شراب پی لی ہے۔ یا کیا بعض لوگ ان میں سے جن کو خود رسول اللہ صلعم نے مسلمان کیا مرتد نہیں ہو گئے۔ اور منافقوں کی جماعت ذکر قرآن کریم میں بار بار نہیں آتا یہ نامکمل مسلمان کون ہونگے ایسے اعتراض کرنے میں تقوٰے سے کام لینا چاہئے۔ پھر آپ کو کیا علم ہے کہ لارڈ ہیڈلے کے اندر کس قدر اسلامی غیرت ہے۔ اس کی ایک لغزش کو پلے باندھ لینا یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ اس شراب نوشی سے بھی بدتر کام ہے۔

میاں صاحب جواب دیں

مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

عرصہ دیر ہوئی کہ مفصل ذیل عریضہ جناب صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ کسی اخبار کے کونے میں شائع کر کے جواب دیں مگر تا حال کسی اخبار میں میری نظر سے نہیں گذرا اس واسطے معروض ہوں کہ آپ اپنے اخبار گوہر بار میں شائع فرما کر خاکسار کو ممنون و متشکر فرماویں۔ و ھو ہذا

مکرم و معظم جناب خلیفۃ المسیح صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ مقصد ذیل عبارت کو غور و تدبر کا بار دیکھ کر جواب باصواب کسی کونہ اخبار میں مزین فرما کر عند اللہ ماجور ہوں بصورت دیگر عریضہ ہذا کو اگر ردی کی ٹوکری میں ڈالیں تو بندہ کسی دوسری اخبار میں شائع کر دیگا۔

(۱) منکر ختم نبوت و مستقل نبی و رسول و اسمہ احمد کا مصداق خاص یعنی فارسی الاصل نبی کو ماننا ہے مثل ان نبی کے چشمہ فیض سے مستفیض ہو کر ظلی بروزی طفیلی نبی اور رسول ہو سکتے ہیں چنانچہ جناب مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی ظلی و بروزی طفیلی زمرہ میں سے نبی اور رسول ہیں جیسا کہ انکی تحریرات اظہر من الشمس ہے۔ (۲) کسی کلمہ گو اور مشارک قبلہ کو کافر کہنا یا ماننا صریح خلاف عقاید جناب مسیح موعود علیہ السلام ہے مثال جنگ مقدس احمد بیگ کو یاد رکھ کر لفظوں میں جناب مسیح موعود علیہ السلام کو خلیفہ برحق ماننے والے کو کافر کہنا کہ خود ہی بچا ہے

تحقیق الادیان

ابطال قدامت وید

(نمبر ۱۵)

امتیازی قومیں

ترجمہ۔ سچائی سے سچائی کی جگہ رہنے والا گندھروں کا اگنی ہے وہ ہم برہمنوں اور کشتریوں کو پالے اسکے لئے سواہا بولو وہ نام بولی اسکی معشوقہ ہے اسکے لئے بھی سواہا

اس منتر سے معلوم ہوا کہ گندھروں کا مانا ہوا دیوتا اگنی ہے اور اگنی کی معشوقہ کا نام سودھا ہے اور ان دونوں کے لئے اہوتی دی جاتی ہے۔

ترجمہ۔ یکساں محبت رکھنے والا ایشمار گانیوالا گندھروں کا سورج ہے وہ ہم برہمنوں اور کشتریوں کو پالے اسکے لئے سواہا بولو اور وہ نام مریچیا اس کی محبوبہ ہے اس کے لئے بھی سواہا۔

اس منتر سے معلوم ہوا کہ گندھروں کا مانا ہوا دیوتا سورج ہے اور اس کی معشوقہ کا نام ایوہ ہے اور ان دونوں کیلئے اہوتی دی جاتی ہے۔

ترجمہ۔ دل کی راحت سورج کی کرنوں کی مانند چمکنے والا گندھروں کا چاند اور ہم برہمنوں اور کشتریوں کو پالے اسکے لئے سواہا بولو اسکی معشوقہ بھکوریہ نچھتر ہے اسکے لئے بھی سواہا۔

اس منتر سے معلوم ہوا کہ گندھروں کا مانا ہوا دیوتا چاند ہے اور اسکی معشوقہ کا نام بھکوریہ ہے۔

ترجمہ۔ تیز اور سب جگہ پہنچنے والا گندھروں کا وایو ہے وہ ہم برہمنوں اور کشتریوں کو پالے اسکے لئے سواہا بولو اور جانام والی آپو دیوی اسکی مطلوبہ اسکے لئے بھی سواہا

اس منتر سے معلوم ہوا کہ گندھروں کا دیوتا وایو ہے اور اسکی مطلوبہ کا نام آپ ہے

ترجمہ۔ سب سے بازوؤں والا بلند پرواز گندھروں کا یگنہ ہے وہ برہمنوں اور کشتریوں کو پالے اسکے لئے سواہا ستما ستاوا نام والی دکشنا اسکی مرغوبہ اسکے لئے سواہا

اس منتر سے معلوم ہوا کہ گندھروں کا مسلم دیوتا یگنہ ہے اسکی معشوقہ کا نام ستاوا ہے

ترجمہ۔ پرجا کا مالک سب کا پالنے والا گندھروں کا من ہے وہ ہم برہمنوں اور کشتریوں کو پالے اسکے لئے سواہا بولو اشٹی نام گائن اس کی معشوقہ ہے اسکے لئے سواہا۔

اس منتر سے معلوم ہوا کہ سب سے بلند مرتبہ گندھروں کا دیوتا من ہے اور اسکی معشوقہ کا نام اشٹی جو کہ گانا گاتی ہے۔

ترجمہ۔ اے زمین کے مالک پرجاپتی تیرا مسکن ہے اور یہاں پر بھی تو ہمارا ہو جا ہم برہمنوں اور کشتریوں کے لئے بہت بڑی آسودگی خاندانی بخش اس آسودگی کے حصول کیلئے ہم آپکے لئے بار بار اہوتیاں دیتے ہیں اور سواہا بولتے ہیں یجر وید ادھیائے ۱۸ منتر ۳۸ تا ۴۴۔

ان سب منتروں سے واضح ہو کہ ابتداً میں گندھر قوم سب سے زیادہ عزت رسی اور انکے مانے ہوئے دیوتا اگنی سورج وایو وغیرہ تھے ان کے اقبال اور جاہ و جلال کو دیکھکر دوسری قومیں عش عش کرتی تھیں اور جانتی تھیں کہ انکے دیوتوں کی مدد ہی کے سبب سے یہ سطوت اور دولت گندھروں کو حاصل ہے اور دوسری قوموں میں سب سے ممتاز چھتری اور برہمن دو فرقے تھے جو سب کام مل جل کر کرتے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ گندھروں کے دیوتا انہیں آسودگی دیتے ہیں تو وہ بھی گندھروں کی طرح انکے دیوتوں کو پوجنا اور یگنہ میں اہوتیاں دینے لگے اور اس میں کامیاب ہوئے دیوتوں نے انکی اہوتیاں قبول کیں ان کے طرفدار ہوئے اور گندھروں کا کام چھوڑ دیا۔

جب گندھروں کی دولت لٹنے اور بادشاہت چھینی گئی تو وہ جان گئے کہ برہمنوں نے اہوتیوں کے زور سے ہمارے دیوتاؤں کو اپنا طرفدار بنا لیا ہے جب پہلے سے دگنی اہوتیاں دینے لگے اب دیوتوں کی یہ حالت ہوئی کہ جدھر سے زیادہ ملتا ادھر ہی ڈھلک جاتے چنانچہ ذیل کے منتروں سے ہویدا ہے۔

وہ روز بروز ان کالی رنگت والوں کو ان کے مکانوں سے دور دور بھگا مارتا اور وہ جگہ جگہ بھاگتے پھرے۔ اس بہادر نے کمینے داسوں ورچن اور شمبر [illegible] اس جگہ کہ جہاں پانی جمع ہوتے ہیں مارا رگ وید منڈل ۲ سوکت ۱۴ منتر ۲۱

وہ جس کو دونوں گروہ اپنی اپنی مدد کے لئے جنگ میں پکارتے ہیں رگوید منڈل ۲ سوکت ۱۲ منتر ۸۔

وہ جس کو اس طرف اور اس طرف کے دونوں حریف پکارتے ہیں منڈل ۶ سوکت ۲۵ منتر ۶

اے اندر تو دونوں کو مارتا ہے آریہ ہو یا دسیو۔ رگوید منڈل ۶ سوکت ۳۳ منتر ۳

وہ اندر اگنی دونوں دشمنوں کو مارتے ہیں آریہ ہوں یا دسیو رگوید منڈل ۶ سوکت ۶۰ منتر ۶

اے اگنی تو نے پہاڑ کی اور میدان کی دولت لی تو نے دشمنوں کو مارا آریوں کو بھی دسیو قوم کو بھی رگوید منڈل دس سوکت ۶۹ منتر ۶

کی دولت حاصل کر سکتے ہیں منواد ھیائے ۹ شلوک ۳۲۲؛
ان منتروں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ دونوں فرقے کبھی گندھرووں سے اور کبھی کالی رنگت والوں سے مقابلہ کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی آپس میں بھی لڑ جاتے تھے۔ اور اپنے مقدس دیوتوں کی ذات پر انہیں کامل بھروسا تھا اس لئے وہ انہیں گھی کی اہوتیاں دے دے اپنا جانبدار بنا لیتے اور فاتح گروہ اپنی فتح نہیں بلکہ اسی دیوتا کی فتح قرار دیتا کہ جس کی پوجا سے اس کے زعم میں وہ فتح نصیب ہوئی تھی۔ اور بڑے فخر سے وہ اپنے گیتوں میں اسے ظاہر کرتا اور بڑے بڑے جلسوں میں خود گا کر عوام پر اس کا اثر ڈالتا کہ فلاں دیوتا کی پوجا اور اس کے لئے بہتر اہوتیاں دینے کا یہ پھل اور نفع ملا ہے۔

ویدوں اور سمرتیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں اور کشتریوں کا مورث اعلےٰ شخص واحد تھا اور وہ دونوں ایک بزرگ کی اولاد سے تھے۔ کسی اعتبار سے ان میں امتیاز پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ایک برہمن اور دوسرا کشتری کہکے پکارا جاتا تھا اور ان دونوں کے روزانہ برتاؤ اور فرائض جداگانہ تھے اور انہی فرقوں میں سے رشی پیدا ہوئے ہیں جو کہ ویدوں کے مصنف گذرے ہیں۔ ان میں سے جو کشتری تھے وہ براج رشی۔ جو برہمن تھے۔ وہ برہم رشی کہلاتے۔ اور یہ دونوں طرح کے رشی دونوں گروہوں کے مخالفانہ جلسوں میں جا کر گایا کرتے تھے۔ اور گانے کے صلے میں ملک و دولت جاہ و حشمت اور راجاؤں کی بیٹیاں پاتے تھے۔ پھر ان رشیوں کا جگہ جگہ تھا چنانچہ سب سے مقدم اور اول جو گروہ گذرا ہے وہ سپت رشی کہلاتا ہے اور اس میں سات برہمن حسب ذیل جمع تھے۔ وششٹھ۔ وشوامتر۔ پلستی۔ گوتم۔ انگرا۔ اترے۔ بھردواج۔ اور یہ ساتوں زمانہ واحد میں تھے اور ہم خیال تھے۔ اور جہاں کہیں لفظ سپت رشی بولا جاتا ہے وہاں اس سے مراد مذکورہ بالا ساتوں حضرات ہی ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ستو رکھ۔ سو رشیوں کا مجموعہ تھا۔ یہ برگزیدہ جماعت جہاں جاتی تھی وہاں ستو ردش کے نام سے پکاری جاتی تھی اور وہ تعداد میں پورے ایک ستو تھے۔ چنانچہ جس جگہ ان کا قیام تھا وہ بھی انہی کے نام سے نامزد تھی اور تا حال ہے۔ اور اس کی جگہ پر سورشی نام گاؤں آباد ہے۔ اور وہ موضع ضلع فرخ آباد میں ہے وہاں کے باشندے اس گاؤں کی وجہ تسمیہ بھی بتلاتے ہیں۔ کہ ابتدا میں یہ بستی ایک سو رشیوں کی جائے قرار تھی۔ اور جہاں کوئی اکیلا رشی رہتا تھا اس کی جگہ پر اسی کے نام سے ایک گاؤں آباد اور اس کی یادگار رہیں وہاں پر کوئی نہ کوئی عمارت یا مندر یا تالاب تا حال موجود ہے جو کہ اسی رشی کی خاص نشانی قرار دیا جا چکا ہے + (باقی دارد)

مراسلات

اعلان فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً

مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

جناب میاں محمود احمد صاحب اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۱۲۱ پہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عقیدہ نبوت کے متعلق تبدیلی کا اظہار ۱۹۰۱ء میں فرمایا ہے۔ اور اس سے پہلے تقریباً پندرہ سال تک آپ کو اپنے نبی ہونے کی تفہیم نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ الہامات میں بارہا آپ کو نبی اور رسول کے الفاظ سے جناب باریتعالےٰ نے مخاطب فرمایا ہے نہ صرف یہ کہ جناب میاں صاحب کے خیال کے مطابق آپ کو اپنے دعوے کا پتہ نہیں لگا۔ بلکہ اپنے اصلی دعوے کے مخالف بڑے زور سے قرآن شریف احادیث اور اقوال آئمہ سے دلایل دیکر سینکڑوں صفحے بھر دیئے کتنی حیرت کی بات ہے کہ ایک نبی کو پندرہ سال تک اپنے نبی ہونے کا پتہ نہ لگے کیا نبی اور حکم ایسے ہوا کرتے ہیں کہ حق تو وہ ہو جو مخالف پیش کر رہے ہوں۔ اور حکم الٹا باطل پر فیصلہ دیتا رہے اس طرح تو حضور کے تمام دعاوی اور تحاریر پر پانی پھر جاتا ہے اور سارا سلسلہ ہی مشکوک ہو کر درہم برہم ہو جاتا ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ حضور کی اپنے دعوے کے متعلق اتنے لمبے عرصہ تک کی عدم تفہیم عقل و فکر کے مخالف ہے بلکہ خود حضور کی اس صریح تحریر کے خلاف ہے جو جناب نے اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۶ پر زیب رقم فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلایل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں۔ اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں۔ کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے پھر دوسری جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی .... نبیوں اور رسولوں کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے کہ اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کہ شک باقی نہیں رہتا لیکن بعض جزوی امر جو اہم مقاصد سے نہیں ہوتے ان کو نظر میں دور سے دیکھتی ہے۔ اور ان میں کچھ تواتر نہیں ہوتا اس لئے کبھی ان کی تشخیص دھوکا بھی کھا لیتی ہے پس حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جو اپنی پیشگوئیوں میں دھوکے کھائے وہ اسی رنگ میں کھائے تھے۔ مگر نبوت کے دعوے میں انہوں نے دھوکا نہیں کھایا۔ کیونکہ حقیقت نبوت قریب سے دکھائی گئی اور بار بار دکھائی گئی۔

صاحبان بصیرت خدارا بتلائیں کہ اس کھلی تحریر کو ہم کہاں لے جائیں۔ جناب میاں صاحب کے فتوے منسوخی کے نیچے بھی تو نہیں آتی۔ کیونکہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہے۔ بفرض محال اگر حضور نے یہ کھلا فیصلہ قلمبند نہ فرمایا ہوتا تو بھی ایک سمجھدار آدمی کے نزدیک یہ ناقابل قبول بات تھی کم از کم میرے دل سے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے حضور کی تصانیف کی قدر و منزلت کافور ہو جاتی ہے پھر جب ہم غلطی کے ازالہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں یہ نہیں لکھا کہ آپ اپنے کسی سابقہ عقیدہ میں تبدیلی اور کسی نئے دعوے کا اظہار فرما رہے ہیں۔ بلکہ سابقہ کتابوں کے نہ پڑھنے پر ڈانٹا گیا ہے۔ یہ امر تو مسلم ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں میں تو محدثوں والی نبوت پر دلایل لکھتے ہیں۔ اگر نیا عقیدہ کا اظہار مقصود ہوتا تو یوں فرماتے کہ پہلی کتابوں میں میں نبوت کے متعلق غلط لکھتا رہا ہوں۔ اور اب میں ان کو منسوخ سمجھنے کی اطلاع دیتا ہوں اس سے بھی زیادہ عجب بات یہ ہے کہ اعلان تو ابھی آپ کر نہیں چکے اور ڈانٹنے پہلے لگ گئے بھلا اس بیچارے کا کیا قصور جبکہ اعلان ہی نہیں ہوا تو اس کے نہ ماننے پر ڈانٹنا چہ معنی دارد؟ اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ غلطی کے ازالہ میں آپ نے کسی سابقہ عقیدہ کو فسخ اور نئے عقیدہ کا اختیار کرنے کا اعلان نہیں کیا کیونکہ میاں صاحب نے بھی کوئی دیگر تحریر تبدیلئے عقیدہ پر پیش اب تک نہیں کی۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضور کا اپنے دعوے کے متعلق شروع سے آخر تک ہمیشہ ایک ہی خیال رہا ہے۔ اور جناب میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے صریح خلاف تعلیم دے کر قوم کو تباہی میں ڈال رہے ہیں۔ اس لئے میں فسخ بیعت کا اعلان کرتا ہوں +

خاکسار عبد الرحمن المعروف اللہ بخش سابق سکرٹری انجمن احمدیہ جھنگ مگھیانہ

ایک احمدی خاتون کی قابل تقلید مثال

ہم نہایت ہی شکریہ کے ساتھ مبلغ ما/ دو صد روپیہ چندہ کا جو ہمیں آج مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۱۷ء کو ایک نیک دل احمدی خاتون یعنی مکرمہ جنابہ مزمل بیگم صاحبہ زوجہ میرزا عنایت اللہ بیگ صاحب انسپکٹر سرگودہ سے وصول ہوا اعلان کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ جنابہ محترمہ کو اس دنیا میں اور آخرۃ میں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور جسمانی اور روحانی آلام سے محفوظ رکھے +

اس چندہ میں سے مبلغ یکصد روپیہ اشاعت اسلام کے لئے ہے اور مبلغ یکصد روپیہ مسلم ہائی سکول کے لئے۔ جنابہ مکرمہ نے یہ چندہ دے کر ایک نہایت ہی اچھی نیک مثال قایم کی ہے۔ کیونکہ آپ احمدی مستورات میں سے پہلی بہن ہیں جنہوں نے مسلم ہائی سکول میں چندہ دیا ہمیں امید ہے کہ باقی بہنیں بھی اس میں حصہ لینے کی طرف توجہ فرمائیں گی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ جنابہ محترمہ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور بیش از بیش آیندہ ان قومی خدمات میں حصہ لینے کی توفیق عطا کرے۔ کیونکہ سوائے اس خدمت کے باقی سب اخراجات کا انتہا اس دنیا کی زندگی تک ہی ہو جاتا ہے یہی وہ توشہ ہے جو انسان کے ساتھ قیامت میں جا سکتا ہے + خاکسار محمد حسین محاسب

تازہ خبریں

کوائف جنگ

۴ مئی پنجاب کی سرحد پر پہاڑ جات کی جدوجہد میں سلسلہ تاریکی میں دخل انداز ہونے والے محسودیوں کا مقابلہ کیا گیا۔ اور مختلف جگہوں چھوٹی چھوٹی لڑائیوں حملہ آوروں کو شکست ہوئی ایک کپتان ایک سیکنڈ لفٹنٹ دو ہندوستانی افسر اور پچاس ہندوستانی سپاہی زخمی اور ہندوستانی افسر ایک کپتان اور پچاس ہندوستانی سپاہی کام آئے۔

ہندوستانی قرضہ جنگ کی مد میں موصول شدہ درخواستوں کی کل رقسم ۳۷۰۰۱۵۷۷۱ روپیہ تک پہنچ چکی ہے +

۵ مئی بلیکورٹ کے نواح میں لڑائی جاری ہے بمبازوں نے کونٹ کی سمت اپنا رستہ بنا لیا دشمن کے چھ ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے اور چار کو پسپا کیا گیا +

۶ مئی فرانسیسی سالئنز اور چیمن ڈی ڈیمز کے شمال مشرق میں کامیاب ہوئے واگزبلیش کے جنوب مشرق میں ہیڈنبرگ لائین کے ایک ایک دمدمہ پر حملہ کر کے ۲ کلو میٹر کے محاذ پر جرمن پوزیشنوں کو فتح کر دیا۔ دشمن کو سخت نقصان پہنچا۔ سرنی لا ڈونس واقعہ چیمن ڈی ڈیمز کے مشرق سے کراؤن کے مشرق تک میدان مرتفع پر قبضہ کر لیا۔ وادی ایلیٹ اور روسٹ کے پہاڑی ٹیلوں تک پہنچ گئے۔ اور گورڈ کے مشرق میں دشمن نے قدم جما لئے۔ آلپین کے شمال کی بلندیوں پر نئی لڑائی جاری ہے۔ سالونیکا کے شمال میں مفتوحہ علاقوں کو لینے کے لئے دشمن نے متعدد حملے کئے لیکن ناکام رہا۔ اب تک کل ۵۸۰۰ قیدی ہاتھ آئے ہیں جن میں ۱۵۰ افسر ہیں۔ سونٹ کو اٹلی کے مغرب میں ایک قلعہ بند مقام فتح ہوا۔ ہوائی جہازوں نے دشمن کے ریلوے سٹیشنوں۔ چوکیوں۔ کارخانوں پر بم گولے برسائے۔ ۶ ہوائی جہازوں نے ۲۰ ہوائی جہازوں سے جنگ کی۔

۵ مئی جمعہ کی سہپر کو روس میں صلح پسندوں اور گورنمنٹ کے طرفداروں کے مابین مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ چند صلح پسندوں نے بندوقوں کے فائر کئے گورنمنٹ کے کئی نو وارد زخمی ہوئے۔ بالآخر صلح پسندوں کو منتشر کر دیا گیا +

۷ مئی تسخیر بغداد اور دار السلام واقعہ افریقہ پر نجف اور کربلا کے علما نے حضور ملک معظم کو مبارکباد کے پیغام بھیجے ہیں +

ہندوستان کی خبریں

ہفتہ مختتمہ ۲۸ اپریل میں ۱۲۷۰۸ پلیگ کی وارداتیں ہوئیں جن میں سے ۹۸۰۰ آدمی فوت ہوئے۔ سب سے زیادہ موتیں صوبجات متحدہ میں ہوئیں جہاں ۵۰۰۰ آدمی مرے۔ پنجاب میں بھی ۲۳۸ ۲ کی تعداد کوئی تھوڑی نہیں +

کلکتہ میں ۷ مئی کی شام کو کلکتہ کو ایک نہایت پر رونق بازار میں چھ بنگالی ڈاکوؤں نے ریوالوروں کی مدد سے قریباً دس ہزار روپیہ کی مالیت کے زیور ایک جوہری کی دوکان سے لوٹ لئے اور جوہری کے دو نوجوان لڑکوں کو گولی سے مار دیا۔ دو آدمی زخمی ہوئے۔ ڈاکو بھاگ گئے اور ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ ایک اور بنگالی کی لاش اگلے دن صبح کو سٹی فلور مل کے قریب پائی گئی۔ جس کے متعلق خیال ہے کہ اس کا گذشتہ شب کے ڈاکہ سے کچھ تعلق ہے +

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت شیخ عبد الرحمن صاحب منصف درجہ دوم شکرگڑھ

(مقدمہ نمبر ۵۲۲)

مالکھی رام ولد لچھمن داس ذات مہاجن ساکن ٹربالی پرگنہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور بنام روشن ولد فتح دین ذات کشمیری ساکن بھیکا پرگنہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور

دعوے [illegible] روپے

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ ۱۲/۵ کو حاضر ہو کر جوابدہی مقدمہ کی کرے تو بہتر ورنہ اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آویگی۔

آج بتاریخ ۵/۷ کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا +

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت شیخ عبد الرحمن صاحب منصف درجہ دوم شکرگڑھ

بالا سنگھ ولد میا سنگھ ذات جٹ ساکن سندی دوابہ پرگنہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور بنام چوہڑ سنگھ ولد ادم ذات جٹ ساکن بوگڑہ حال چک ۲۹ گوروکی نگری تحصیل و ضلع منٹگمری ڈاکخانہ اسٹیشن کسووالی

دعوے [illegible] روپے

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ ۵/۱۲ کو حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ کی کرے تو بہتر ورنہ اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی +

آج بتاریخ ۵/۷ کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا +

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

سیمراج ولد ملکھی ذات برہمن ساکن دیرووالی پرگنہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور بنام نکو ولد لچھمن ذات برہمن ساکن دیرووالی پرگنہ شکرگڑھ ضلع گورداسپور

دعوے [illegible] روپے

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ ۵/۱۲ ۱۹ کو حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ کی کرے تو بہتر ورنہ اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاویگی +

آج بتاریخ ۵/۷ ۱۷ کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا +

جلد ۴ | مقام المسیح لاہور۔ چہار شنبہ ۲۳ رجب ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱۲

تاج وتخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہو ویں ہم نثار

جسطرح تو دور ہے لوگوں سے میں بھی دور ہوں
ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا راز دار

نیک ظن کرنا طریق صالحان قوم ہے
لیک سو پردہ میں ہوں ان سے نہیں ہوں آشکار

بیخبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
میرے باطن کی نہیں ان کو خبر اک ذرّہ وار

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

ملک سے مجکو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

تاج وتخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
ان کی شاہی میں میں پاتا ہوں رفاہِ روزگار

مجکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار

داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ
جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزت سے ہمکو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلت سے ہو راضی اسپہ سو عزت نثار

ہم اسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار

ملفوظات مسیح موعود

گناہ سے کیسے بچ سکتے ہیں

گناہ سے انسان کیسے بچ سکتا ہے۔ اس کا علاج یہ تو بالکل نہیں کہ عیسائیوں کی طرح ایک کے سر میں درد ہو تو دوسرا اپنے سر میں پتھر مارلے۔ اور پیٹ کا درد۔ سر درد ہو جاتا ... دراصل انسان کا اعتدال سے گذر جانا ہی گناہ کا موجب ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ بات پھر عادت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور یہ سوال کہ عادت دور ہو سکتی ہے اکثر لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عادت دور نہیں ہو سکتی۔ اور عیسائیوں کا تو پختہ یقین وایمان ہے کہ عادت یا فطرت ثانی ہرگز دور نہیں ہو سکتی اور نہ بدل سکتی ہے۔ مسیح کے کفارہ کو مانکر بھی یہ تو یقین نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ انسان گناہ سے بالطبع نفرت کرنے لگ جائے۔ البتہ اس کفارہ کے طفیل آخروی عذاب سے نجات پا جائے گا۔ یہی اعتقاد ہے جو رکھنے سے انسان خلیع الرسن ہو کر ...... ناسزاوار امور میں دل کھول کر ترقی کرتا ہے +

اپنی جماعت سے خطاب

ہماری جماعت کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ کہ ذرا سا گناہ خواہ کیسا ہی صغیرہ ہو۔ جب گردن پر سوار ہو گیا۔ تو رفتہ رفتہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ طرح طرح کے عیوب مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہی اندر ایسے رچ جاتے ہیں کہ اس سے نجات مشکل ہو جاتی ہے +

انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے۔ اپنے تئیں شامت اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ کبیر نے سچ کہا ہے ؎

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام
جے ہوتے گھر اونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنے اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے۔ اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا۔ جب لوگ اپنی اعلےٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی ذات بافندہ پر نظر کر کے شکر کرتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا۔ بہر نہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور ناقابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلےٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئے اور ہر ایک طرح کے غرور و رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچا دے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالےٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا +

جس قدر نیک اخلاق ہیں تھوڑی سی کمی بیشی سے وہ بداخلاقی میں بدل جاتے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے۔ وہ ایک ہی ہے یعنے دعا۔ جب کوئی شخص بکاؤ زاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی وطہارت کی چادر پہنا دیتا ہے۔ اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بیجا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خدا کو ماننے کے بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ درحقیقت اس میں ایک دہریت کی رگ ہے۔ اور اس کو پورا پورا یقین وایمان اللہ پر نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے۔ جو حساب وکتاب لینے والا ہے۔ اور ایک آن میں اس کو تباہ کر سکتا ہے۔ تو وہ کیسے بدی کر سکتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا دراں حالیکہ وہ مومن ہے۔ اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا دراں حالیکہ وہ مومن ہے۔ بدکرداریوں سے نجات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ یہ بصیرت اور معرفت پیدا ہو کہ خدا کا غضب ایک ہلاک کرنے والی بجلی کی طرح گرتا۔ اور بھسم کرنے والی آگ کی طرح تباہ کر دیتا ہے۔ جب عظمت الٰہی دل پر ایسی مستولی ہو جاتی ہے کہ سب افعال بد اندر ہی اندر گداز ہو جاتے ہیں +

حقیقی نجات

پس نجات معرفت میں ہی ہے۔ معرفت ہی سے محبت بڑھتی ہے۔ اس لئے سب سے اول معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ محبت کو زیادہ کرنیوالی دو چیزیں ہیں حسن اور احسان۔ جس شخص کو اللہ جلشانہ کا حسن اور احسان معلوم نہیں وہ کیا محبت کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنے کفار جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گذر نہ جائے +

مفسرین اس کا مطلب ظاہری طور پر لیتے ہیں۔ مگر میں یہی کہتا ہوں کہ نجات کے طلبگار کو خدا کی راہ میں نفس کے شتر بے مہار کو مجاہدات سے ایسا دبلا کر دینا چاہئے۔ کہ وہ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے۔ جب تک نفس دنیوی لذائذ و شہوانی حظوظ سے موٹا ہوا ہوا ہے۔ تب تک یہ شریعت کے پاک راہ سے گذر کر بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا +

دنیوی لذات پر موت وارد کرو اور خوف وخشیت الٰہی سے دبلے ہو جاؤ تب تم گذر سکو گے۔ اور یہی گذرنا تمہیں جنت میں پہنچا کر نجات اخروی کا موجب ہوگا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ ۔ چہارشنبہ ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۲

زلزلہ کی پیشگوئی پر اعتراض کا جواب

از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

میں نے ایک اعلان کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کی طرف طالبان حق کو توجہ دلائی تھی جس کی کھلی کھلی علامت زار روس کی علیحدگی تاج و تخت میں ظاہر ہوئی۔ جن لوگوں کو حق سے کچھ واسطہ نہیں بلکہ ان کی غرض ہی حضرت مسیح موعود کی مخالفت ہے۔ انہوں نے ایسی صریح اور کھلی پیشگوئی کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم کا مصداق ثابت کیا ہے۔ بعض ہر کج طبع اس بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ کہ چونکہ زلزلہ کا لفظ پیشگوئی میں موجود ہے اس لئے جنگ اس کی مصداق نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ خود حضرت مسیح موعود کے اپنے الفاظ نقل کئے گئے تھے۔ کہ جہاں پیشگوئی ہے وہیں یہ تصریح بھی موجود ہے۔ کہ "ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نمونہ دکھلا سکے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے"۔ اور لغت کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔ اس پیشگوئی کی اشاعت کے وقت بھی حضرت مسیح موعود پر یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ جو پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں چھپا ہوا موجود ہے کہ "جناب مقدس مرزا صاحب نے دوبارہ زلزلہ آنے کی خبر دی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کوئی زلزلہ ہے یا اور شدید آفت ہے" اور پھر لکھا تھا کہ "جس حالت میں قرآن شریف میں دونوں زلزلوں کی خبر ہے پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ شاید وہ زلزلہ ہے یا کوئی اور آفت ہے"۔ جس کا جواب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۴ پر دیا ہے کہ "سنت اللہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ تاویل احتمال بھی پیش نظر رہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں ایک قوم کے لئے ایک جگہ فرماتا ہے زلزلوا زلزالاً شدیداً یعنی ان پر سخت زلزلہ آیا۔ حالانکہ ان پر کوئی زلزلہ نہیں آیا تھا۔ بلکہ یہاں بھی خطرناک جنگ کے لئے ہی زلزلہ کا لفظ بولا گیا ہے" پس ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض قابل توجہ نہیں۔

البتہ ایک صاحب محمد صدیق نام لاہور سے ایک اعتراض کرتے ہیں جو انہوں نے ایک خط میں میرے نام لکھا ہے۔ اس کا جواب بیشک ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کا اعتراض یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اسی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھا ہے کہ یہ زلزلہ نمونہ قیامت میری زندگی میں ہوگا۔ اور ضمیمہ صفحہ ۹۳ کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے "مگر وہ اگر وہ آخر کو کوئی معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں"۔ یہ اعتراض بیشک قابل غور ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ جیسا کہ میاں محمد صدیق صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ اعتراض وہ محض خدا کے خوف سے کرتے ہیں "کیونکہ اس کے ساتھ بعض کی زندگی اور حیات کا معاملہ ہے" اسی طرح وہ خوف خدا کو مدنظر رکھتے ہوئے اب اس بات پر بھی غور کریں گے کہ حضرت مسیح موعود کے اور آپ کے الہامات کی ان الفاظ سے کیسی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

یہ بالکل سچ ہے کہ کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ضمیمہ میں حضرت مسیح موعود نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ پہلا زلزلہ میری زندگی میں ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ واقعات اور دوسرے الہامات کو بھی دیکھنا ضروری ہے۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم اور اس کا ضمیمہ ایک ایسی کتاب ہے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں شائع نہیں ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کتاب لکھی کب گئی۔ سو اس کے لئے ہمیں زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر جہاں اشعار میں زلزلہ کی پیشگوئی درج کی ہے وہیں اس کی تاریخ بھی حضرت کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی ہے چنانچہ یہ پیشگوئی اس مصرعہ سے شروع ہوتی ہے "اک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد" جس کے نیچے یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں تاریخ امروزہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء جس سے معلوم ہوا کہ یہ اشعار اس تاریخ کو اس کتاب میں لکھے گئے۔ اب اصل کتاب تو یہیں صفحہ ۱۴۰ پر ختم ہو جاتی ہے اور یہ اس کا آخری صفحہ ہے۔ جو ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء کو لکھا گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضرت صاحب کی کتب جو بعد میں شائع ہوئیں وہ بھی آپ کی زندگی میں ہی لکھی گئیں۔ بلکہ مسودہ لکھنے کے ساتھ ساتھ ہی چھپتی جاتی تھیں

ناتمام رہنے کی وجہ سے یا بعض دوسری کتابوں کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے ان کی اشاعت آپ کی زندگی میں نہیں ہوئی۔ تو یہ اوراق تاریخ مذکورہ کے قریب قریب طبع ہو چکے تھے۔ انہیں ایام میں یعنی ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کو آپ نے ایک اشتہار اسی زلزلہ کے متعلق شائع کیا۔ جس پر پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں کچھ اعتراضات کئے گئے اور ان اعتراضات کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے اسی کتاب کا ایک ضمیمہ شروع کر دیا کیونکہ یہ کتاب زلزلہ کی پیشگوئی پر ختم ہوتی تھی۔ اس لئے ساتھ ہی ان اعتراضات کا جواب شروع ہو گیا۔ چنانچہ یہ ضمیمہ ذیل کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

"ایک صاحب محمد اکرام اللہ نام نے روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں میرے ان اشتہارات کی نسبت جن میں اول دفعہ اور دوم دفعہ کے زلزلہ کی نسبت پیشگوئیاں ہیں کچھ اعتراض شائع کئے ہیں"۔ ان اعتراضات کا جواب ضمیمہ مذکور کے صفحہ ۱ سے لیکر ۱۰۲ تک چلتا ہے۔ اور صفحہ ۱۰۲ سے مزید اعتراضات کا جواب شروع ہوتا ہے۔ جو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے پیسہ اخبار ۱۹ جون ۱۹۰۵ء میں شائع کئے تھے۔ ان دونوں اعتراضات کی نوعیت ملتی جلتی ہے۔ یعنی ایک ہی اشتہار پر ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محمد اکرام اللہ صاحب کے اعتراضات مندرجہ پیسہ اخبار ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء کا جواب لکھا جا چکا ہے۔ جب ۱۹ جون کا پیسہ اخبار حضرت صاحب کو ملتا ہے اور اس میں مزید اعتراضات ہیں جن کا جواب ضمیمہ ۱۰۲ سے شروع کیا جاتا ہے پس یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت صاحب کی کتاب کا وہ حصہ جو ضمیمہ صفحہ ۱ سے ۱۰۲ تک ہے وہ ۲۲ مئی اور ۱۹ جون ۱۹۰۵ء کے درمیان لکھا گیا۔ اور اس میں یعنی ضمیمہ ۹۳ یا بعض دوسرے مقامات میں یہ عبارت ہے کہ یہ ضروری ہے کہ یہ زلزلہ میری زندگی میں آئے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کو ان عبارات کے لکھنے کے وقت یہی علم دیا گیا تھا کہ یہ زلزلہ آپ کی زندگی میں آنیوالا ہے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا اس کے بعد اس علم میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اور اس کو حضرت مسیح موعود نے شائع فرمایا۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں آپ کو بہت سے الہامات اس امر کے متعلق ہوئے کہ آپ کی اجل قریب آگئی ہے۔ یہ الہامات ایک رسالہ الوصیت نام میں آپ نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں ہی لکھکر شائع فرما دیئے۔ ان الہامات میں یہ الہام بھی ہے قرب اجلک المقدر اور یہ بھی کہ "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں" اور یہ بھی کہ واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک یعنی چاہیں تو ہم تمہیں بعض وہ امور دکھلا دیں جن کا ان کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں یا تمہیں وفات دیدیں جس میں یہ صاف اشارہ پایا جاتا ہے کہ بعض امور جن کا وعدہ دیا گیا تھا بعد از موت واقعہ ہونگے۔ اگر اسی قدر بات رہتی تو ایک معترض کو پھر بھی نکتہ چینی کی گنجایش تھی۔ لیکن چونکہ یہ ایک بڑی اہم پیشگوئی تھی اس لئے الہام الٰہی نے اس میں اور بھی وضاحت کر دی۔ اور اس کتاب کے لکھا جانے کے بعد اور ان اوراق کے طبع ہو جانے کے بعد اور پہلی خبر سے قریباً گیارہ ماہ بعد حضرت مسیح موعود پر یہ ظاہر کیا گیا کہ زلزلہ کے وقت میں تاخیر ڈال دی گئی ہے۔ چنانچہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اپریل ۱۹۰۶ء میں صفحہ ۱۶۲ پر ذیل کے رویا اور الہامات درج ہیں:-

"۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء فرمایا آج زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی تھی۔ کہ کب آویگا۔ اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور پھر الہام ہوا رب اخر وقت ھذا یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اس کا وقت کچھ پیچھے ڈال دے۔ قاعدہ نحو کے مطابق ھذا کی جگہ ھذہ چاہئے تھا۔ مگر اس جگہ ھذا سے مراد ھذا العذاب ہے کیونکہ اصل غرض تو عذاب سے ہے ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آچکے ہیں۔ پھر بعد اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا رب سلطنی علی النار یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے" اس کے ساتھ ہی ایک اور الہام درج ہے:-

"۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء اخرہ اللہ الیٰ وقت مسمّٰی اللہ تعالےٰ نے اس میں تاخیر ڈالدی ہے وقت مقرر تک۔ فرمایا چھوٹے زلزلے تو آتے رہتے ہیں۔ لیکن سخت زلزلہ جو آنے والا ہے اس کے وقت میں تاخیر ڈالی گئی ہے۔ مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ تاخیر کتنی ہے"۔

اس تصریح کے بعد اب کسی شخص کو یہ گنجایش نہیں کہ وہ اس بات پر اعتراض کرے جو کچھ پہلے آپ کو بتایا گیا۔ اس میں یہی بتایا گیا کہ آپ کی زندگی میں وہ واقعہ ہونیوالا ہے۔ لیکن یمحو اللہ ما یشاء و یثبت اللہ تعالےٰ کی مصلحت نے یہی چاہا کہ آپ کی زندگی میں یہ واقعہ نہ ہو۔ چونکہ یہ کتاب حضرت صاحب کی زندگی میں شائع نہیں ہوئی اس لئے آپ کو یہ موقعہ بھی نہیں ملا کہ اس عبارت میں جو اس [illegible] نہیں لکھی گئی تھی ترمیم فرماتے۔ بہرحال جہاں تک اشاعت کا سوال ہے اس

زلزلہ عظیم کے وقت میں تاخیر کے واقعہ ہو جانے کا ذکر یعنی آپ کی زندگی میں اس کا ظاہر نہ ہونا براہین احمدیہ حصہ پنجم کی اشاعت سے جس میں زلزلہ کی تفصیلی خبر ہے مدت پہلے شائع ہو چکا۔ اور کافی طور پر شائع ہو چکا۔ یعنی سلسلہ کے سارے اخبارات اور رسالوں میں اس کی اشاعت ہو چکی اور اس کے بعد کوئی شخص انصاف سے کام لیکر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ یہ زلزلہ آپ کی زندگی میں کیوں نہیں ہوا بلکہ اس میں حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان ہے کہ کس صفائی سے جو بات آپ پر ظاہر ہوتی تھی وہ آپ شائع فرما دیتے تھے۔ اور آپ کے الہامات کے منجانب اللہ ہونے پر بھی یہ ایک قطعی اور فیصلہ کن دلیل ہے۔ جو چاہے اس سے فایدہ اٹھائے۔

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خود الہامات سے صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ سے مراد واقعی کوئی اور واقعہ تاکہ ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر کی تحریر میں درج ہے۔ اس کی طرف جب اشارہ کیا گیا تو ایسے لفظ سے اشارہ کیا گیا جو زلزلہ کے لئے نہیں بلکہ مطلق عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ اور پھر ساتھ ہی دوسرے الہام میں سلطنی علی النار کے لفظ بتاتے ہیں۔ کہ اسی زلزلہ کو نار بھی کہا ہے۔ اور نار کا لفظ استعارۃً جنگ کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ہے کلما اوقدوا نارا للحرب۔ یہ باتیں ان لوگوں کے لئے جو دل رکھتے ہیں سوچنے کو کافی ہیں۔ وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔

مسلم ہائی سکول لاہور

کو قایم ہوئے آج ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہو چکا۔ اس قلیل مدت میں اس نے کیا کچھ کیا کس قدر فرزندان قوم نے اس کی آغوش میں تربیت پانا اپنے لئے ضروری سمجھا۔ اور اس میں آداخل ہوئے۔ گو ان باتوں کا تسلی بخش جواب ابھی کہ سکول کو قایم ہوئے لمبا عرصہ نہیں ہوا بخوبی دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان باتوں کے سننے اور خوش ہو رہنے سے تو کوئی فایدہ نہیں جبتک خود بھی عملی طور پر اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ سکول میں اس وقت تک نوے سے زاید طلبا داخل ہو چکے ہیں مروجہ سرکاری تعلیم میں شروع سے لیکر انتہائی جماعت تک جس اعلےٰ نصب العین کو سامنے رکھا گیا ہے وہ ان قابل ترین اور تجربہ کار معلمین کی فہرست سے ظاہر ہے۔ جو سکول کے سٹاف میں کام کر رہے ہیں نہ صرف انگریزی۔ ریاضی۔ سائنس وغیرہ کے لئے ایم اے اور ایم ایس سی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ ڈرائنگ جیسے ضروری فن کے لئے بھی جسے آجکل سکولوں میں محض خط کشی کا وجہ دیکر خشک سا مضمون بنا دیا گیا ہے۔ ایک قابل استاد کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ جو فن ڈرائنگ میں اول درجہ حاصل کر چکے ہیں جن کی کوششوں سے اس سکول میں ڈرائنگ نرا خط کشی کا نام ہی نہیں رہا۔ بلکہ مختلف اشیا کی ہو بہو شکلیں بنا لینا شروع سے ہی طلبار کو سکھایا جاتا ہے۔ اور اس لئے ڈرائنگ سیکھنے میں بچے شروع سے ہی نہایت دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں جس کے علاوہ تعلیم عربی تو اس سکول کے اول ترین مقاصد میں سے ہے جس کے لئے بھی الحمد للہ کہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب کی کامیاب کوششوں سے انگریزی علوم کی طرح قابل ترین معلم شروع سے ہی سکول میں موجود ہیں اس کے علاوہ خود حضرت مولوی صدر الدین صاحب ہر روز طلبا کو وعظ فرماتے اور دین کی باتیں طلبار کے گوشگذار کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب پڑھنے اور پڑھانے والوں کو جزائے خیر دے اور ان کے پاک مقاصد میں انہیں کامیاب فرمائے۔ ہاں سوال اب یہ ہے۔ کہ آیا اس قدر سہولتوں اور اعلےٰ سامانوں کے پیدا ہو جانے پر بھی ان سے خاطر خواہ فایدہ اٹھانا ضروری نہیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ہمارے وہ احباب جنہوں نے ابتک اس طرف توجہ نہیں فرمائی بہت جلد متوجہ ہو کر اپنے بچوں کو سکول میں داخل کر دینگے۔ ورنہ پڑھائی میں پیچھے رہ جانے سے تعلیم میں سخت نقصان واقعہ ہوگا۔

میاں صاحب بحیثیت مصلح موعود

"حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر مخالفین کی طرف سے جو کچھ اعتراضات ہوئے ہیں (جن کا جواب آج ہی کے افتتاحیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے) ان کی تردید میں میاں صاحب نے بھی ایک پمفلٹ شایع کیا ہے۔ جہانتک اس پمفلٹ کا موضوع مخالفین کے اعتراضات کا دفعیہ ہے۔ اسپر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن اس میں منجملہ اور باتوں کے اس اعتراض کا حوالہ دیتے ہوئے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا ہے۔ کہ وہ زلزلہ یا آفت شدیدہ آپ کی زندگی میں آئے گی" اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

"بیشک حضرت مسیح موعود نے ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی حکمت کاملہ نے چاہا کہ اس کے برخلاف ہو۔ اور وہ وقت بجائے حضرت مسیح موعود

قرآن کریم کے اگر ظاہری سلسلہ کو بھی دیکھا جائے تو پانچ وقت کے فرض اور آٹھ وقت کے نوافل میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ حفاظ و علماء اہل دل ہر رکعت میں مختلف سورتیں پڑھتے تھے یہی تعامل اہل اسلام کا اب تک تیرہ سو سال سے ہے۔ اور اس میں اصل کتاب کے محفوظ رہنے کا بڑا سر ہے وہ یہ ضروری تھا کہ مسلمان لوگ قرآن کریم کا مدارس اور دور کریں اور یہ دور باہم مل کر پڑھنا خود حضرت نبی کریم بھی حضرت جبرئیل سے کرتے رہے۔ اور صحابہ میں باہم مل کر قرآن پڑھنا یعنے اس کا دور کرنا بھی عام معمول تھا امر یقول اللہ کے سامنے۔ حتے کہ خطرناک حالت میں بھی قرآن کا پڑھنا مسلمانوں میں معمول ہے۔ اور اسے ختم کرتے ہیں لیکن و تبارک تو وہ لہلوانے بھی جانتے ہیں پھر ہر سال رمضان شریف میں قرآن کریم بکثرت پڑھا جاتا تھا اور پڑھا جاتا ہے۔

اگر واقعی بقول آپ کے حضرت عثمان نے قرآن شریف میں کمی بیشی کی تو آپ کے اسد اللہ الغالب کس کھوہ میں مخفی تھے۔ انہوں نے عثمان کا مقابلہ کیوں نہ کیا اور تمام صحابہ کو اس بات سے کیوں متنبہ نہ کیا کہ عثمان نے یہ غضب ڈھایا ہے اگر وہ ایسے ہی بزدل تھے اور اس وقت ان کے برسر حکومت ہونے سے ڈر گئے۔ تو جب وہ برسر حکومت ہوئے ان کا سب سے پہلا فرض یہ تھا کہ قرآن صحیح دنیا میں پیش کرتے۔ اور ہر جگہ اس قرآن کے تلف کرنے کا حکم صادر کرتے کیا اس میں دین کی غیرت نہ تھی۔ ملک کے لئے تو ہزارہا جانوں کا خون کرایا اور خدا کے دین کے لئے ان سے یہ اہم ترین کام نہ ہو سکا۔ پھر ان سے بھی فروگذاشت ہو گئی تھی تو امام حسنؓ اور ان کے بعد امام حسینؓ ہی اس کام کو سرانجام دیتے۔ دنیاوی لالچ ایسا دامنگیر ہو گیا کہ جو سب سے اولین فرض تھا۔ اس کی تو کسی نے بھی پرواہ نہ کی اور ملک کے لئے ہزارہا مخلوق خدا کو نہ تیغ کرایا۔

پھر باوجود سخت عداوت و مخالفت متکلمان شیعہ و سنی و خوارج و روافض وغیرہ فرق اسلام ایک ہی قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ باوجود مسلمانوں کے دین میں سست ہو جانے کے بھی ہزاروں ہزار حافظ عورتیں اور مرد اس وقت بھی موجود ہیں۔ اب جب یہ حال ہے تو نبی کریم کے وقت جب مذہب اسلام میں نئے نئے جوشیلے داخل ہوئے یا اینکہ ان کی قوت حفظ ضرب المثل تھی ان کو ۲۳ برس میں بتدریج قرآن کریم سنایا اور پڑھایا گیا بحفاظ اور قاری صحابہ میں اس قدر تھے کہ بلا مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ گویا ہر ایک فرد ہی ان کا حافظ قرآن تھا۔ پھر نبی اسلام نے قرآن کی قدر و منزلت کی یہی کہ فرمایا یومّہم القوم اقرءہم لکتاب اللہ قوم کا امام وہی ہو جو سب سے صحیح اور بہتر کتاب اللہ کو پڑھ سکتا ہو۔ اس ارشاد سے ادنے درجہ کے لوگ اس واسطے صحت کے ساتھ اس کو پڑھتے اور یاد کرتے تھے کہ آگے پڑھیں اور اعلے لوگ اس لئے کہ پیچھے نہ رہیں۔ ایک جنگ یمامہ میں ہی جو آنحضرت کے انتقال کے بعد ہوئی تھی۔ بارہ سو قرا اور حفاظ قرآن تھے۔

یہ تمام وجود جو قرآن کریم کی عصمت اور حفاظت کے لئے بیان کئے ہیں کہتے ہیں کہ دنیا میں قدیم سے اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں جسے اکرام اور حفاظت کا شرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ملا ہو جیسا کہ قرآن کریم کو وحی کی کتابت کیلئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت معتبر اور معزز مومنوں کو منتخب فرماتے تھے مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عثمان حضرت علی وغیرہ کیا لکھا کرتے تھے مدینہ میں انکے علاوہ ابی بن کعب زید بن ثابت زبیر بن عوام ابن مسعود وغیرہ صحابی بھی لکھا کرتے تھے مزید احتیاط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کر رکھی تھی کہ جو لوگ قرآن لکھا کرتے تھے ان کو بیڑا کر منع کر دیا تھا لا تکتبوا عنی غیر القرآن مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو۔ غرض بیامر اظہر من الشمس طور پر واضح ہے کہ پورا قرآن نہایت صحت کیساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات میں متفرق طور پر متعدد صحابہ کے پاس لکھا ہوا موجود تھا اور سینکڑوں کو زبانی یاد تھا۔

جمع قرآن کا کام حضرت عثمان نے ہرگز نہیں کیا چونکہ صحابہ کو اور خاصکر ان صحابہ کو جو لکھنا جانتے تھے جو زیادہ تر بڑے بڑے صحابہ تھے بوجہ جنگ اور اشاعت اسلام میں مصروف رہنے کے ابتداء میں یہ موقع نہیں ملا کہ اس مصحف کی نقلیں ملک میں شایع کرتے علاوہ بریں انکو قرآن کی طرف سے کافی اطمینان بھی ہو گیا تھا کہ وہ ایک مجتمع اور محفوظ حالت اور صحیح شکل میں انکے پاس موجود ہے جس وقت وہ چاہینگے اسکو شایع کر دینگے۔ ہاں چونکہ عرب کے بعض بعض قبائل میں کسیقدر لب و لہجہ میں اختلاف تھا مثلاً حتی کو عتی کہتا تھا کوئی ابتدائی الف کو ی پڑھتا تھا مثلاً امیر کو ایمیر اسی قسم کے بعض بعض حروف کے مخارج اور اسکی کیفیت ادا میں اسی قسم کے اختلافات تھے۔ چونکہ ان اختلافات سے قرآن کے معانی پر مطلق اثر نہیں پڑتا تھا اسلئے نبی صلعم نے قرآن کو کسی خاص لہجہ میں پڑھنے پر مجبور نہ فرمایا بلکہ عام اجازت تھی کہ جسطرح جو پڑھ سکتا ہو پڑھے لیکن جب اہل عجم اسلام لانے لگے تو عربی زبان سے ناواقف ہونیکی وجہ سے ان کی قرأت قرآن میں بعض غلطیاں ہونے لگیں بس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی نقلیں صحیح قرأت کے مطابق لیکر تمام اسلامی ممالک میں اسے شایع کر دیا۔ اور ہر ایک صوبہ میں ایک ایک نقل اسکی بھیجدی۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے کوئی مزید کام نہیں کیا صرف یہی کیا کہ قرأت میں لوگوں نے اختلافات پیدا کر دئیے تھے انہوں نے معتمد صحابہ کو بلا کر صحیح قرآن کو جو خود حضرت نبی کریم کے عین حیات میں جمع ہوا تھا معتبر قرأت کے مطابق جو آنحضرت سے ہوئی لکھوا دیا۔ حضرت عثمان نے بلا کمی بیشی کے اسی ترتیب اسی صورت کیساتھ اس قرآن کی نقلیں کرائیں جو حضرت نبی کریم کی زندگی میں ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کے ماتحت جمع کیا گیا تھا اور باقیدار رہا۔

تحقیق الادیان

ابطال قدامت وید

امتیازی قومیں

(بقیہ از نمبرہ گذشتہ پیوستہ)

چونکہ رشی بے شمار تھے اور ان کی تصنیف بھی بے حساب تھی اس واسطے تمام احاطہ تحریر میں نہیں آئی معلوم ہوتی۔ اور جو تحریر میں آچکی ہے وہ چاروں ویدوں وغیرہ میں مرقوم ہے۔ اور اس پر اسی کا نام ولدیت سمیت ویدوں کے جمع کرنے والوں نے درج کر دیا ہوا ہے۔ اور بعض کی خاص عبارتوں میں بھی کہیں کہیں مذکور ہے۔ اور یہ ہو سکتا تھا کہ ان ناموں کی فہرست علیحدہ کر کے یکجائی طور لکھ دی جاتی اور شرح کے طور پر اس کی تشریح بھی کر دی جاتی جو کہ اس وقت تواریخ کا کام دیتی مگر تا حال کسی بزرگ نے ایسا نہیں کیا اسی وجہ سے ان کی تواریخ عام طور پر نہیں ملتی بلکہ ہندوستان کی دنیا سے گم ہے اور جن بزرگوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور قلم چلایا ہے۔ انہوں نے رشیوں کے مہاتم (مجاہد) لکھے ہیں۔ اور تقدیم و تاخیر کی ترتیب نہیں رکھی بلکہ سب کو خلط ملط کر دیا ہے۔ اور ویدوں کے اندر لکھے ہوئے نسب نامہ کو پس پشت ڈال کر ایک نیا نسب نامہ از خود گھڑ لیا ہے جو کہ بالکل بے اصل اور سراسر غلط ہے۔ اور کسی طرح بھی ماننے کے قابل نہیں اور جن کتابوں کا نام تواریخ ہے ان میں ان رشیوں کے مزید حالات بھی پائے جاتے ہیں جو کہ ویدوں سے علاوہ ہیں اور پوران والوں نے ان کی تواریخ کو اور بھی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیا ہے۔ اور تا حال پڑی ہے۔ کسی نے اس کو باہر لانے کی جانب توجہ نہیں کی۔

سلطان زین العابدین والی کشمیر ایک بہت بڑا عالم و فاضل گذرا ہے جو کہ خود سنسکرت دان تھا اس نے اپنے حکم سے ان حالات کو روشنی میں لانے کی کوشش کی تمام پورانوں کو بہم پہنچا کر کتاب راج ترنگنی سنسکرت میں لکھی اور وہ تا حال موجود ہے اس کا ترجمہ اکبر بادشاہ نے فارسی زبان میں کروایا اور اس کا نام بھی راج ترنگنی رکھا۔ ناظرین ان دونوں کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اور معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ دونوں کتابیں تمام پورانوں کا خلاصہ اور سب سے اعلے درجہ کی ہیں مگر تواریخ کے طور پر نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے رشیوں منیوں کی سکونت اور پیدائش کے مقام کا اور ولدیت کا حوالہ بالکل نہیں دیا جس وجہ وہ بھی پایہ اعتبار سے ساقط ہیں کہ تواریخی حالات بیان کرنے میں ساکت ہیں۔

جن بزرگوں نے برہمن اور کشتریوں کے مہاتم لکھے ہیں انہوں نے اس میں تواریخ کے فن کا لحاظ بالکل نہیں رکھا۔ بلکہ شاعرانہ مبالغہ وغیرہ صنعتوں کو پورا کیا ہے۔ اس وجہ سے وہ اور بھی گہرے اندھیرے میں چلے گئے ہیں۔ بعض کے خیال میں یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ جس طرح اکاش بیل کا درخت پھل پھول سے بڑا بارونق ہوتا ہے اور نفع خاص وغیرہ سے قدرت الٰہی کا نمونہ اور ایک بہت اچھی چیز ہے لیکن اس کی جڑ زمین پر نہیں ہوتی اور وہ پھل پھول اور سبزی وغیرہ کے درختوں پر پھیلی ہوئی بکثرت نظر آتی ہے۔ ویسے ہی رشی منی طبقات الارض کی سکونت اور لوث انسانی سے پاک ہوتے ہیں۔ اپنی زیست اور پیدائش اور موت میں کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ بعض سو سو سال تک حمل میں رہ کر بعض اس سے کم و بیش رہ کر وید و ویدانگ وغیرہ حفظ کر کے مادری حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ بعض خلاف فطرت انسانی کے ہرنی وغیرہ حیوانی بطن سے بعض کان آنکھ ناک وغیرہ عضووں سے بعض بدن کی میل سے پیدا ہوتے ہیں اور والدہ کے منہ تک نہیں دیکھا سیدھے جنگل کو سدھارے اور تپ میں مصروف ہوئے ان کی زبان قدرت کا قلم تھا۔ اس سے جو کچھ نکلا اسٹ نکلا کہ دنیا مٹ گئی اور ان کی کہی ہوئی بات قائم رہی بے شمار برسوں زندہ رہے۔ جہاں چاہا بسرام کیا۔ اور نظروں سے غائب ہو کر دوسری جگہ جنم جا لیا۔

ان بے ریا مصنفوں کے اس خیال کی بدولت نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے (مہاتم) کے پڑھنے سننے والے سب رشیوں منیوں پہ عاشق ہو جاتے ہیں۔ اور دل تڑپتا اور چاہتا ہے کہ وہ خاک ہی نصیب ہو جائے کہ جس پہ وہ فروکش تھے تو آنکھوں کو لگائیں اور شفا پائیں۔ مگر خاک گلیاں ان کی ہوا تک بھی نہیں ملتی۔ اور وہ مدح سرائی کیا ہوئی۔ رشیوں کی سطری پر برسات کی اماوس کی گھٹا والی اندھیری رات ہوئی کہ جو قدرے سوجھتا تھا وہ بھی ندارد ہوا اور جس طرح اندھیری کوٹھری میں اندھیری شب میں اندھے کو کھوئی ہوئی سوئی کا پایا جانا دشوار ہوتا ہے ویسے ہی برہمنوں اور کشتریوں کے صحیح صحیح حالات اور واقعات کا میسر آ جانا دشوار ہو گیا۔ اب جو کوئی ان کی تصانیف میں دل دیتا ہے۔ دیکھتے ہی

ملکیں مارتا پھرتا ہے کہ جیسے کوئی گھڑ نے میں جو تا کسی کا ملک کے مقام و گرام وغیرہ کا پتہ لگتا ہی نہیں۔ باوجودیکہ سب ہندوستان کے وسط کی زمین پر موجود اور سیاحوں کو چلتے پھرتے ملتے رہتے ہیں اور تا حال قائم ہیں اور ہزاروں طرح کے انقلاب آ جانے پر بھی مٹے نہیں بلکہ بدستور رفتہ قائم ہیں۔ اور وہاں کے باشندے ان کی بہت سی خود بخود ایک دوسرے سے بیان کرتے چلے آتے ہیں کسی کے مٹنے سے نہیں مٹ سکتے اور ان کی وجہ سے وہ مقام مشہور ہیں۔ ان مصنفوں کے مقلدوں نے کیا غضب ڈھایا کہ ان کے کلام کی شرح و تفسیر کیا کی بات کی رسی اور بھی دراز کر دی۔ جو تھوڑا بہت نور باقی تھا وہ بھی جاتا رہا اور تواریخ صحیحہ کل عالم سے رخصت ہوئی۔

ان کے بعد ہمارے اس زمانہ میں یہ مرض سب سے زیادہ بڑھ کر پھیلا ہوا ہے کہ جس کو جس مصنف سے عقیدت ہے وہ اسی کی تحریر پر ایمان رکھتا اور دوسروں کے نوشتوں سے منکر ہے اور ایسا منکر ہے کہ وہ ان کی تحریر کو دیکھنا اور سننا بھی نہیں چاہتا۔ یہاں تک آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے کہ خدا ہی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بخوشی کھا لیتے ہیں اور مخالف کی تحریر دیکھنی سننی بھی گوارا نہیں کرتے اس لئے ان کی آنکھ حق بین۔ اور گوش حق نیوش نہیں ہے اور دل مردہ ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی سچی تواریخ لکھ کر ان کے سامنے بھی رکھ دے۔ تو وہ اس سے فایدہ اٹھانے کو تیار نہیں ہوتے بلکہ فی الفور اس کی تردید پہ کمر مضبوط باندھ لیتے ہیں۔

یہ بات قدیم الایام سے چلی آتی ہے اور بالعموم ہندوؤں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ گائے برہمن اور عورت کے مقابلے میں جھوٹ بولنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ سنو اور جیلے۔

اس وجہ سے بعض مصنفوں نے ایک معمولی برہمن کی شان کے بڑھانے کو شلوک اپنا فخر سمجھا۔ اور اس خیال سے کہ شاید اصلیت ظاہر ہو جاوے۔ ان کی ذات پر پردہ ڈالا ان کے نسب اور نام و مقام کو ایسا گم کیا کہ تا حال کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں کے باشندہ تھے۔ اور کون تھے۔ باوجودیکہ جستجو کا ذریعہ ریل تار ڈاک پریس اخبار اشتہار سب جگہ دستیاب اور جویندہ اچھی طرح سے ان کا پتہ چلا سکتا تھا۔ مگر نہ چلایا۔ کیونکہ جن کو ان کی جستجو ضروری تھی ان کا رشی بنانا مدنظر تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے دبا دیا اور گم کیا تاکہ ان کے چال چلن اور حال قال سے کوئی آگاہ نہ ہونے پاوے مگر عقلمندوں کے نزدیک وہ سورج سے بھی زیادہ روشن سب کی نظروں میں موجود ہیں کیونکہ ان کی نشست برخاست تعلق ہے اور دلی جذبات کا مظہر ہمارے پاس ان کی تحریرات کافی و وافی ہیں پس جس طرح بھیڑوں میں چھپانے سے اونٹ نہیں چھپ سکتا ویسے ہی کسی کے چھپانے سے کوئی نہیں چھپ سکتا کیونکہ دین کا باشندہ زمین پہ ساکن ہونے سے اپنی ذات کے نشانات اور صفات اپنے قایم و مقام چھوڑ جاتا ہے۔ اس سے اس کا پتہ بخوبی ملتا چلتا ہے اور کھلتا رہیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مذہب باوا نانک خلاف مذہب وید

کیتیاں تیری قدرتیں کی وڈی تیری ذات
کیتی تیری حیا جنت صفت کریں دن رات

یعنی کس قدر تیری قدرتیں ہیں اور کس قدر تیری بخشش اور عطا ہے اور کس قدر تیری مخلوق ارواح و اجسام ہیں۔ جو دن رات تیری تعریف کرتے ہیں یہ شعر بھی قرآن شریف کا ترجمہ ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ ھو العلی العظیم۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ یعنی خدا وہ ہے جسکے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں وہ نہایت بزرگ اور صاحب عظمت ہے اور اسکی نعمت اور بخشش اسقدر ہے کہ اگر تم اسکو گننا چاہو تو یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے اور کوئی چیز جو خدا کی حمد و ثنا میں مشغول نہیں ہر ایک چیز اسکے ذکر میں لگی ہوئی ہے۔

اب دیکھو باوا صاحب کا یہ شعر انہیں آیات کا ترجمہ ہے لیکن یہ شعر وید کے صریح برخلاف ہے کیونکہ وید کی رو سے پرمیشر کی عطا سب کچھ اپنی عملوں کا پھل ہے اور وید اس بات کا بھی وغیرہ خدا تعالیٰ کی صفت و ثنا میں کر رہے ہیں۔ بلکہ وید دیوان چیزوں کو دیوتا ہی قرار دیتا ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ نام اگرچہ مخلوق کے ہیں مگر پرمیشر کے بھی یہ نام ہیں تو اس بات کا ثبوت دینا چاہئے کہ جیسا قرآن بیان کرتا ہے کہ چاند سورج ستارے پانی آگ مٹی ہوا سب خدا کی مخلوق ہے اور اسی کی تعریف کر رہے ہیں اور ان چیزوں میں سے کسی کی پرستش جائز نہیں ایسا ہی وید میں بھی بیان ہو تو ہے مگر یہ بات ہرگز نہیں تعصب سے ضد کرنا اور بات ہے لیکن سچ تو یہ ہے

کہ زندگی میں آنے کے آپ لے کسی اور موعود کے وقت میں آوے۔

آج سے پہلے جب تک محمودی باطل آرائیوں کو دیکھنے کا ہمیں موقعہ ملا ہے ان میں اس خاص مسئلہ موعودیت کے متعلق پیراں نے پرند مریداں می پرانند کا نظارہ ہی پیش نظر رہا ہے۔ مریدوں نے اس تین سال کے عرصہ میں روز اول سے ہی وہ شور برپا کئے رکھا۔ کہ گویا اس کی رو میں وہ عقاید حقہ اور دین وایمان کو بھی بہا لیجانا چاہتے تھے لیکن بھلا ہو خلافت مآب کا۔ کہ اگر مریدوں کو اس ناحق کوشی سے نہیں روکا۔ بلکہ آیندہ عمارت کے لئے مریدین کے ہاتھوں پیشتر سے ہی اس سنگ بنیاد کا رکھا جانا باعث غنیمت سمجھا۔ تو ساتھ ہی اس قدر عرصہ میں کبھی بھی اپنی پوری رضامندی کا اعلان نہیں کیا۔ اور کسی آنیوالے وقت کی انتظار اور تذبذب میں ہی پڑے رہے۔ جب کبھی کسی نے پوچھا اور ان بنانے والے مریدین کی طومار بندی اور خود خلافت مآب کی تماشاگری کو مورد اعتراض ٹھیرایا تو اس کا یہی جواب ملا کہ

"میں مصلح موعود ہونے کا دعوے نہیں کرتا۔ اگر میں ہوں تو الحمد للہ۔ دعوے سے فایدہ نہیں۔ اور اگر میں نہیں تو اس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہو گیا۔ بعض لوگ مجھے وہ موعود سمجھتے ہیں۔ میں ان کو بھی نہیں روکتا۔ ہر ایک شخص کا اپنا خیال وتحقیق ہے۔ اور خلاف شریعت نہیں"

(الفضل مورخہ ۲ فروری ۱۹۱۶ء)

بچاؤ چھوڑنے کی یہ راہ بیشک میاں صاحب کے منطقی دماغ کی ایک انوکھی ایجاد ہے۔ جو کھلم کھلا دعوے کر دینے کے لئے موزون حالات کے پیدا کر دینے میں ایک بہت بڑے ممد ومعارف کا کام دے سکتی تھی۔ لیکن باوجود اس صریح انکار اور حفظ ماتقدم کے اب یہ کیا ہوا کہ مندرجہ بالا عبارت میں اپنے آپ کو ہر موعود کی حیثیت میں پیش کرتے ہیں۔ اور کسی اور موعود کے کے الفاظ میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے وقوع کو اشارۃً اپنی موعودیت کا نشان ٹھہراتے ہیں۔ میاں صاحب کے یہ اشارے اور کنائے بتا رہے ہیں کہ گدی اور پیر پرستی کی منزل کو طے شدہ پا کر اب انہوں نے ذرا اور آگے قدم رکھنا چاہا ہے۔

اس تین سال کے عرصہ میں میاں صاحب کے مریدین نے جو کچھ کوشش اور جدوجہد اپنے پیر کو بنانے میں کی۔ وہ واقعی مستحق مبارکباد ہے۔ آخر ہوتے ہوتے انہوں نے وہ سب کچھ انہیں بنا ہی لیا جس کے لئے وہ شروع سے چیخ وپکار کر رہے تھے۔ لیکن اب ایک اور منزل ابھی میاں صاحب کیلئے باقی ہے۔ ایک طرف انہوں نے یہ موعود ہونے کا دعوے کیا ہے۔ اور دوسری طرف ان کے استاد میاں ظہیر الدین ایک مدت سے اسی منصب کا ادعا کر رہے ہیں۔ اور متعدد مرتبہ میاں صاحب کو مباہلہ کا چیلنج بھی دے چکے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے میاں صاحب کو اس کے ساتھ فیصلہ کر لینا چاہئے۔ تاکہ انکے معاملہ میں آسانی سے غور ہو سکے۔

ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا

ایک طرف میاں صاحب نے اس پمفلٹ میں اپنے آپ کو بحیثیت "موعود" پیش کیا ہے اور دوسری طرف آیت کریمہ **ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا** کو بھی لے آئے ہیں۔ جس سے ایک شبہ سا پیدا ہوتا ہے۔ کہ شاید اب موعودیت کی طرح رسالت کے دایرہ میں بھی وہ قدم رکھنے کی ادعا رکھتے ہیں۔ "موعود" بننے کے بعد تو ایسا کرنا میاں صاحب کے لئے کوئی بعید امر نہیں۔ ہزاروں نبیوں کا آنا ان کو بلا واسطہ فرشتہ کے معلوم ہو چکا ہے۔ .... کثرت مکالمہ مخاطبہ کا جو نبی ہونے کے لئے ان کے نزدیک شرط ہے وہ پہلے سے ادعا رکھتے ہیں۔ اور اب تو "موعود" بھی جس کے لئے بوعدے الوہیت قرب وحی سے مخصوص ہونا شرط تھا۔ انہوں نے اپنے آپکو کہدیا ہے۔ "کثرت" "کیا تھ یا اور بھی قرب روحی سے مخصوص تھا" گویا کثرت پر کثرت ہو گئی۔ پھر اور کیا چاہئے۔ اب تو نبی بنانے ہی ہیں پس کیا تعجب ہے کہ ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا انہوں نے خود اپنے لئے ہی پیش کی ہو۔ بالخصوص جبکہ ان کے وقت میں ایک اتنا بڑا عذاب بھی دنیا پر مسلط ہے۔ تو ان کا اپنے آپکو اس حیثیت میں پیش کرنا جیسا کہ شبہ گذرتا ہے محل استعجاب نہیں۔ ہاں محمودیوں کو خوش ہونا چاہئے۔ کہ مسیح کی اس خصوصیت کو جس کا ان سب کو ادعا ہے۔ توڑنے کے لئے جو ہزاروں نبی آنے والے تھے۔ ان کی ابتدا میاں صاحب نے کچھ کچھ کر دی ہے۔ ....

..... جس سے اسلام کے دایرہ کو اور بھی بے حقیقت اور تنگ بنانے اور اب احمدیوں کو بھی اسلام سے خارج کرنے کا انہیں خاص موقع حاصل ہو گا۔

مذاکرہ علمیہ

حدیث الثقلین اور شیعہ حضرات

از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ بجواب مولوی احمد علی صاحب شیعی

جمع وترتیب قرآن

میں نے بار بار مجتہد صاحب سید علی حایری سے یہی پوچھا کہ قرآن مجید جو فرماتا ہے لا یجاورونک یعنے کوئی منافق تیری مجاورت میں رہنے نہ پاویگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو رسول خدا کی زندگی اور مابعد الموت یہ مجاورت کا شرف کیوں ملا۔ کیا کوئی شیعہ راضی ہو سکتا ہے کہ ان کے پاک اماموں میں سے کسی ایک کی منافقوں کے اندر قبر ہو پھر خدا نے کیوں ایسا کیا اگر نعوذ باللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ منافق ہیں تو پھر قرآن کبھی اخبار غیب کے متعلق جھوٹ آتا ہے۔ اس کی خبروں کا پھر کچھ اعتبار نہ رہا۔ اور پھر خدا کی ذات پر بھی سخت حرف آتا ہے کہ اس نے منافقوں کی تو ایسی رعایت کی کہ ان کو ہر امر میں بامراد اور کامیاب کرتا رہا۔ اور حضرت علی کے ساتھ جو سچے حقدار تھے یہ سخت بے انصافی روا رکھی۔ مگر مجتہد صاحب نے کوئی تشفی بخش جواب اسکا نہ دیا۔ اور نہ مجھے امید ہے کہ کوئی عالم یا مجتہد شیعہ مجھے اس آیت کا کبھی جواب دے۔

مجتہد صاحب۔ سید علی حایری صاحب کی طرف سے یہ سوال مجھ پر ہوا کہ بتاؤ قرآن مجید زمانہ رسول اللہ میں اسی ہیئت اور ترتیب سے جو اس وقت موجود ہے لکھا ہوا موجود تھا یا اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس طرح ترتیب دیا تھا۔

خاکسار۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے ماتحت آیات اور سورتوں کو ترتیب دیا ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کاتبین وحی میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ان کے حکم کے مطابق آیات اور سورتوں کی ترتیب دی تھی۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد تینوں میں حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ سورۃ الانفال اور سورۃ براءۃ کو کس مناسبت سے آپ نے ملا دیا ہے۔ اور پھر ان کے درمیان میں بسم اللہ بھی نہیں لکھی حضرت عثمان نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ جب کوئی آیت اترتی تو آپ فوراً کسی کاتب وحی کو بلا کر بتلا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت کی ہے اس کو فلاں جگہ فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے درج کر دو۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ ترتیب آیات بالکل جبرئیل کی بتائی ہوئی ہے اور تمام قرآن وہی ہے جو بین الدفتین جو ہمارے درمیان موجود ہے اس سے نہ کچھ کم ہے نہ زیادہ اس کی ترتیب اور نظم اللہ کی طرف سے ہے کوئی آیت نہ مقدم کی جا سکتی ہے نہ موخر سورتوں کے متعلق بھی ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے ان کو اسی صورت میں حسب حکم الٰہی ترتیب دیا ہے۔ قرآن خود اس پر آپ گواہ ہے۔

(۱) **قرآن کریم نزول کے وقت معاً لکھوایا جاتا تھا**۔ اسی واسطے فرمایا۔ **والطور وکتاب مسطور فی رق منشور**۔ **ذالک الکتاب لا ریب فیہ** وغیرہ۔

(۲) اس کے کاتب بعض معزز بنائے گئے تھے جیسے فرمایا فی **صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ**۔

(۳) ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ رسول پاک میں اس کے نسخہ موجود تھے۔ اسی واسطے فرمایا لا یمسہ الا المطہرون۔

اول۔ دیکھئے اللہ تعالےٰ قرآن مجید کو کتاب فرماتا ہے۔ اگر زمانہ رسول خدا میں قرآن مجید کتاب کی صورت میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ لوگوں کی زبانوں یا منتشر اوراق اور پراگندہ پتوں اور تختیوں پر ہی تھا تو اس کو اللہ تعالےٰ کا لفظ کتاب کہنا درست نہ ہوتا۔

دوم۔ کافر قرآن کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو یہ رسول لکھ لکھوا لیتا ہے۔ جیسا کہ یہ آیت **وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا**۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ کفار عرب بھی جانتے تھے کہ قرآن مجید ایک کتاب کی صورت میں لکھا جاتا تھا۔

سوم۔ وحی کی کتابت ایک جماعت معزز بین کے اہتمام میں تھی جس وقت کوئی آیت اترتی اسی وقت لکھ لی جاتی تھی۔ **انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ** یعنے بیشک یہ قرآن ایک نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے اور یاد رکھے ادب کے ورقوں میں جو کرامت والے مرفوع اور مطہر ہیں۔ معزز بزرگ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے۔ علاوہ ازیں کلمات وحی کا لوگوں کو سنایا جانا کتابت کے بعد ہوتا تھا اور جو کچھ سنایا جاتا تھا وہ

اسی کتاب قرآن مجید کا جزو ہوتا تھا کیونکہ کتاب میں سے سنانے کا حکم تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **اتل ما اوحی من الکتاب**۔

چہارم۔ وحی اور کتابت لازم وملزوم تھے اسی مفہوم کو دوسرے مقام پر ایک اور طرز پر ادا کیا ہے۔

"ام عندہم الغیب فہم یکتبون" کیا ان کے پاس خبر غیب ہے پھر ان کو لکھ لیتے ہیں۔

اس آیت میں اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ قرآن مجید کی وحی تو اسی وقت لکھ لی جاتی ہے۔ کیا قرآن کے منکروں کے پاس بھی کوئی غیب سے وحی آتی ہے جس کو وہ بھی لکھ لیتے ہیں۔

پنجم۔ قرآن مجید کی ترتیب وحی سے ہوئی نہ کسی اور طریق سے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **ولقد وصلنا لہم القول لعلہم یتذکرون**۔ اور بیشک ہم نے ان لوگوں کے واسطے قرآن مجید کو ترتیب دیا تھا کہ یہ نصیحت پکڑیں۔ دیکھئے اس آیت میں قرآن مجید کی آیتوں کی نظم یا ترتیب دینے کو اس ذات پاک کی طرف نسبت کی گئی ہے۔

(دہم) قرآن کا جمع کرنا اور اس کو ترتیب دینا خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے اسی واسطے فرمایا **ان علینا جمعہ وقرآنہ** ...... **ثم ان علینا بیانہ** اور فرمایا **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** اور **لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ**۔ پیغمبر وحی کے لئے اپنی زبان کو جلدی نہ ہلایا کرو تاکہ وہ تم کو جلدی یاد ہو جائے کیونکہ اس کو جمع کرنا اور پڑھانا ہمارا ذمہ ...... پھر اس کو ترتیب دینا اور بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

ان آیتوں سے صاف ثابت اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کا وعدہ تھا کہ ہم قرآن مجید کو یکجا جمع کریں گے اور پھر پڑھا بھی دینگے اور اس کی ترتیب بھی بتلا دینگے اور اس کی حفاظت بھی کریں گے۔ اب اگر یہ مان لیا جاوے کہ قرآن مجید کو حضرت عثمان نے جمع کیا تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ خدا نے اپنے رسول کے ساتھ وعدہ پورا نہ کیا ومن اصدق من اللہ قیلا۔ خدا سے بڑھ کر کون اپنے قول میں سچا ہے اگر خدا کے تمام قول سچے ہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ قرآن مجید بھی حضرت نبی کریم کی عین حیات میں خدا نے جمع کرا دیا تھا۔ اور اسی یکجا قرآن کو ہی یاد وہ تمام لوگ دیکھ دیکھ کر پڑھتے اور یاد کرتے تھے۔

پنجم۔ قرآن کریم کی ترتیب خدا کے حکم سے ہوتی تھی جبرئیل جس طرح کہتے تھے اسی طرح آنحضرت صلعم اسے ترتیب دیتے تھے **نزلہ علی قلبک باذن اللہ** **وقرآنا فرقناہ لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا**۔ اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ تو پڑھ کر لوگوں کے سامنے اسے پڑھے اور ہم نے اس کو نازل کرنے کے بعد ترتیب میں کر دیا ہے۔

ششم۔ قرآن کی آیتیں نازل ہونے کے وقت ترتیب سے رکھی جاتی تھیں **وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذالک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا**۔ عرب کہتے ہیں رتل الکلام ترتیلا۔ جیسے معنے ہیں احسن تالیفہ یعنے اس نے اچھی طرح اس کو تالیف اور ترتیب دیا۔

ہفتم۔ قرآن کریم کی محافظت کا ٹھیکہ دار خود اللہ رب العلمین بنتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** اور فرماتا ہے **لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ** محققین مفسرین نے اس آیت کی تفسیر یوں بھی لکھی ہے کہ اس کتاب قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ شامل نہ ہو سکیگا جو کلام الٰہی نہ ہو اور نہ کوئی لفظ کلام الٰہی کا اس میں درج ہونے سے رہ جائیگا۔

مجتہد صاحب سید علی حایری صاحب فرمانے لگے کہ میں سنیوں کی کتابوں سے ثابت کر سکتا ہوں کہ خلیفہ عثمان نے اس قرآن کو زبردستی جاری کیا ہے۔ یہ اصلی قرآن نہیں ہے حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ دو آیتیں ایک رقعہ پر لکھی ہوئی تھیں اس کو ایک گوسپند نے کھا لیا۔

خاکسار۔ میں ایسی روایتوں کو مفتریات سمجھتا ہوں۔ جب خدا اس کی محافظت کا ذمہ آپ لیتا ہے۔ اس کو جمع کرنے اور ترتیب دینے کا ٹھیکہ خود آپ بنتا ہے تو ہم کیسے یقین کریں کہ یہ روائتیں صحیح ہیں۔ اگر اختلاف لفظی او حسب قرأتوں اور اختلاف لفظی حاضر وغائب یا متکلم اور غائب اور اعراب میں ہوتا یا بفرض یہ اختلاف ہوتا کہ ایک جملہ آیت کا اس قرآن سے باہر کیا گیا یا قرآن کی عبارت واضح اور فصیح کرنے کے لئے ایک لفظ زیادہ کیا گیا۔ یا بفرض محال اس قسم کا بھی تغیر کوئی مسلمان اس قرآن میں مانتا۔ کہ فلاں حرف قرآن سے کم کیا گیا ہے یا فلاں حرف الٹ پلٹ کیا گیا ہے تو سنیوں کا قرآن اور ہوتا اور شیعوں کا اور۔ روافض کا اور خوارج کا اور ظاہری لوگوں کا اور قرآن ہوتا باطنی یعنے اہل تصوف کا اور مقلدوں کا اور اور غیر مقلدوں کا اور۔ جیسا کہ توریت انجیل کا حال ہے ایک فرقہ کی ایک انجیل ہے دوسرے کی کوئی اور ہے۔

خطبہ جمعہ

اسلامی اصول فلاح

کوشش اور جدوجہد سے ہی سب کچھ مل سکتا ہے

از حضرت امیر ایدہ اللہ

افرأیت الذی تولّی واعطی قلیلا واکدی اعندہ علم الغیب فھو یری ....

اسلام سے پہلے خاص مذہبی خیال

اسلام کے آنے سے پیشتر دنیا میں ایک خاص رنگ کا مذہبی خیال جاگزین ہو چکا تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ انسان اپنی کوشش سے کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی ہمت وسعی سے کچھ پا سکتا ہی نہیں۔ اس خیال کا محرک خواہ کوئی بھی امر ہوا ہو ممکن ہے کہ وہی جو انسان کی طبیعت کے اندر کسل پایا جاتا ہے کہ باوجود طاقت رکھنے کے ترقی نہیں کرتا۔ اور ہاتھ پاؤں ہلانے میں سست ہے وہی اس کے نشوونما کا موجب ہوا ہو۔ یا ممکن ہے کہ مذہب کے اندر سہولیت پیدا کرنے کے لئے اس خیال نے ترقی پائی ہو کیونکہ عام لوگ مذہب کے اندر سہولیت چاہتے ہیں اپنے کاموں کے اندر وہ سہولیت نہیں۔ جو مذہب میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہرحال کچھ بھی وجہ ہو۔ یہ ایک خیال تھا۔ جس نے جڑ پکڑی اور ایسی پکڑی کہ خونوں کے اندر سرایت کر گیا۔ اور باوجود عقل سلیم کے خلاف ہونے کے کسی نہ کسی رنگ میں چلا ہی جاتا ہے

اسلام کا اصلاحی کام

اسلام نے تو کل مذاہب کے اندر اصلاح کی ہے اور ایسا کرنا اسکا کام تھا اس لئے اس نے اس خیال کی بھی اصلاح کی۔ اور اسکے بالمقابل ایک اصول قائم کیا۔ اور بڑے کھلے لفظوں میں قائم کیا۔ اور فرمایا کہ الا تزر وازرۃ وزر اخری۔ یہ جو لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرا اٹھا لیتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ہر ایک انسان کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنا ہی بوجھ اٹھائے۔ جسکے سر پر اپنا بوجھ ہے۔ وہ دوسرے کا بوجھ کیا اٹھائیگا ان لیس للانسان الا ما سعی۔ سوائے سعی کوشش اور جدوجہد کے کچھ نہیں ملتا۔ دنیا میں اپنے کاروبار اور معاملات میں دیکھو کیا بغیر سعی کے کچھ مل جاتا ہے۔ دنیا میں تو کوئی کام بغیر محنت اور کوشش کے نہیں چلتا۔ پھر تعجب ہے کہ جو اصول دنیا میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسے مذہب میں باطل کر لیں +

پہلے انبیاء بھی اس خیال محرک نہیں ہوئے

پھر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ام لم ینبأ بما صحف موسی وابراھیم الذی وفی یہ کہاں سے تم نے لیا۔ ہمارے رسول سے پہلے بھی آئے ہیں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو۔ کہاں انہوں نے ایسی تعلیم دی۔ موسیٰ سے بھی اوپر چلے جاؤ۔ ابراہیم کو دیکھو۔ کیا کسی نے یہ بھی تعلیم دی کہ انسان بغیر محنت اور کوشش کے بھی کچھ پا سکتا ہے۔ اسلام نے انسانی کوشش کو انسانی جدوجہد کو بیانتک ضروری قرار دیا ہے۔ کہ ہر ایک معاملہ میں ہی کہا کہ جدوجہد کئے بغیر گذارہ نہیں۔ خدا کو پانے کے لئے بھی یہ نہیں۔ کہ تسبیح لیکر کوٹھڑی میں بیٹھ رہے۔ اور ہاتھ پاؤں نہ ہلائے بلکہ وہاں بھی نری تسبیح اور بیٹھ رہنے سے کام نہیں چلتا +

اسلام کا سب سے بڑا احسان عجوبہ پرستی کا استیصال

اسلام کا سب سے بڑا احسان دنیا پر یہ ہے۔ کہ تمام قسم کی باتیں جو عجوبہ پرستی کے رنگ میں رائج تھیں۔ ان سب کو دور کر کے ایک سادگی کی تصویر کھینچکر رکھدی ہے۔ جس نے بتا دیا ہے کہ مذہب کوئی انوکھی اور اوپری چیز نہیں جہاں کسی روحانی امر کا ذکر کرنا ہوتا ہے۔ وہیں کسی ظاہر امر کو بطور دلیل لے آتا ہے۔ غرض اسلام کا یہ احسان ہے۔ دنیا کے اوپر کہ اس نے ان تمام باتوں کو مذہب کے نام سے دور کر دیا ہے۔ جو عجوبہ کا رنگ رکھتی تھیں۔ یہانتک کہ معجزات کے

اسلام اور اس سے پہلے معجزات میں فرق

اندر بھی ایک سادگی کا رنگ پیدا کر دیا ہے ایسی باتیں نہیں رکھیں کہ جنہیں ماننے سے طبیعت گھبراتی ہو۔ سب سے بڑا معجزہ کسی نبی کی زندگی میں یہی ہوتا ہے۔ کہ اس کے دشمن جو اسکو ہلاک کرنا چاہتے ہیں وہ ناکام اور نامراد ہو کر خود تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں وہ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ لیکن ہم جس قدر انبیاء کی زندگی میں معجزات کو دیکھتے ہیں۔ وہ قریباً خاص ہی رنگ کے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ کوئی امر غیر معمولی طور پر واقعہ ہوا۔ اور اس سے کام ہو گیا۔ مثلاً اس قسم کے معجزے مشہور ہیں۔ کوئی نبی جنگ کر رہا ہے شام کا وقت ہو گیا ہے۔ لیکن جنگ ختم ہونے والی ہے۔ اس نبی نے سورج کو وہیں روک لیا ہے کہ جنگ ختم ہو لے

حضرت موسیٰ کا معجزہ

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے چھڑا کر لاتے ہیں سمندر پر آتے ہیں۔ یہ نہیں کہ انکی قوم کے لوگ ہاتھ پاؤں ہلائیں اور بہت نکل جائیں۔ بلکہ حضرت موسیٰ ایک سونٹا دیتے ہیں وہ وہاں سے نکل جاتے ہیں انکے پیچھے انکے دشمن آتے ہیں۔ وہ انکے دیکھتے ہوئے اس سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں کوئی ہاتھ پاؤں ہلانے نہیں پڑتے اس کے مقابلہ کے لئے۔ بلکہ اس کو تباہ ہوتے ہوئے خوشی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون وہ غرق ہوتے تھے۔ اور وہ انہیں دیکھتے تھے۔ ایک تو یہ قوم ہے۔ کہ اس کو دشمن

آنحضرت صلعم کے معجزات

کے مقابلہ کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں ہلانے پڑتے اور ایک محمد رسول اللہ صلعم کو بھی ایک موقعہ پیش آتا ہے۔ آپ کو بھی فرمایا تھا۔ کہ تمہارے دشمنوں کو تباہ کر دینگے بھر کیا ہے۔ نہ کوئی لاٹھی ہے۔ نہ وہ کسی سمندر میں غرق ہوتے ہیں۔ بلکہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جاؤ ان کے مقابل میں لڑائی کرو۔ خواہ تم تین سو ہو اور وہ ہزار ہوں۔ اور خواہ کیسی ہی بڑی سے بڑی تعداد میں چڑھکر کیوں نہ آئیں اور تم خواہ کتنے ہی تھوڑے ہو۔ لیکن یوں نہیں کہ ویسے ہی تباہ ہو جائیں۔ مقابلہ کرو۔ خود کوشش کر کے ان پر غالب آؤ +

دس ہزار آدمی مدینہ پر چڑھ آئے ہیں۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ بڑے بڑے عظیم الشان صحابہ سب کے سب خندق کھود کر مٹی اٹھاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی عجیب سامان پیدا کر کے دشمن کو وہیں غرق کر دیتے۔ نہیں حکم ہوتا ہے کہ جتنی طاقت ہے صرف کرو معجزہ بھی دکھا دینگے۔ لیکن یہ نہیں کہ تم ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤ اور یونہی دیکھتے ہوئے سب کچھ ہو جائے۔ بلکہ تمہیں خود کام کرنا ہوگا۔ مسلمان سپاہی اپنی حفاظت کا کرتے ہیں کفار اپنا زور ان کے خلاف لگاتے ہیں۔ اور آخر کار ایک سخت آندھی اسپر ایسی چلتی ہے کہ ملک کو بھاگ اٹھتے ہیں +

فایدہ میں کون رہا؟

اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ قوم اچھی رہی جسکے نبی نے اس کو بغیر کسی تکلیف کے بچا لیا۔ اور دشمن کو اس کے دیکھتے ہوئے تباہ کر دیا۔ یا یہ جن کو باوجود کامیابی کے وعدوں کے خود بھی جدوجہد کرنی پڑی۔ بلکہ سخت مشقت اٹھانی پڑی انہوں نے بھی غلبہ پا لیا اور انہوں نے بھی۔ غالب تو بالآخر دونو ہو گئے لیکن بظاہر کچھ ان کی عظمت نظر آتی ہے۔ کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔ دوسروں کو بالمقابل سخت دکھ اٹھانے پڑے۔ ایک طرف کہا جاتا ہے کہ یہ امت سب سے بڑھکر ہے۔ اس کو سب پر فضیلت ہے لیکن ان کو کوئی ایسا نظارہ نہیں دکھایا جاتا کہ وہ بیٹھے رہیں۔ اور دشمن کو غرق ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ اس کے لئے ذرا انہی قوموں کے بعد کی تاریخ کو دیکھو۔ کہ پہلی قوم واقعی بعد میں بھی فایدہ میں رہی یا وہ پچھلی قوم رہی۔

بنی اسرائیل اور صحابہ رسول اللہ صلعم

بنی اسرائیل کی قوم کی بعد کی تاریخ ہمیں کیا بتاتی ہے یہی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے بعد میں انہیں کہا کہ چلو فلاں ملک میں اور اس کے لوگوں کے ساتھ جنگ کرو۔ تو وہ قوم جو ایک بڑا نظارہ دیکھ چکی ہے وہ اب بھلا یہ کب چاہتی ہے کہ کسی مشقت کو اپنے اوپر برداشت کرے وہ تو اب بھی وہی چاہتی ہے کہ اسی طرح دیکھتے دیکھتے دشمن تباہ ہو جائیں اور اسے تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ان کو تو وہی معجزات درکار ہیں۔ اس لئے وہ جواب دیتے ہیں اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون جا تو اور تیرا رب ہے دونو جا کر لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے تماشا دیکھیں گے۔ وہ شاید سمجھتے ہوں کہ پہلے جو خدا نے ہماری کسی کوشش کے بغیر دشمن کو تباہ کر دیا تھا اب بھی ایسا ہی کر دیگا۔ بالمقابل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم کو وہ معجزہ دکھایا۔ کہ جس نے ان کو ہر ایک بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے کے قابل بنا دیا۔ دراصل انسان کے اپنے اندر جو خوبیاں ہیں وہ بھی ایک معجزہ سے کم نہیں اگر اپنی طاقتوں سے کام لے۔ تو یہ خوبیاں ظاہر ہو کر اسے ہمیشہ کے لئے کامکا بنا دیتی ہیں۔ اس قوم بنی اسرائیل کی بھی بعد کی حالت دیکھو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے وقت تو انہوں نے نہ کچھ کرنا تھا اور نہ کیا۔ ان کے بعد چھ لاکھ کی عظیم الشان قوم بعد یوشع علیہ السلام لے جاتے ہیں اور انہیں فاتح بناتے ہیں۔ لیکن تھوڑا عرصہ بعد پھر ذلیل ہو کر تباہ ہونے لگتے ہیں پھر داؤد آتا ہے۔ اور وہ انہیں کھڑا کرتا ہے۔ پھر سلیمان کے بعد تباہی آ جاتی ہے۔ غرض اس قوم کی ساری تاریخ کو پڑھکر دیکھو یہی تباہی اور رسوائی کی ہی حالت نظر آتی ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ معجزات کو دیکھ کر پھر ہاتھ پاؤں توڑ کر پڑ رہے۔ کہ اب تو جو کچھ ہوگا معجزات سے ہی ہوگا۔ ہم کیوں ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ لیکن محمد رسول اللہ کے صحابی

صحابہ کا اندرونی معجزہ

بھی ہیں۔ ان کو کسی باہر کے معجزہ کی ضرورت نہ رہی۔ ان کے اپنے اندر معجزہ سے کم چیز نہ تھی۔ وہ معجزہ جیسا یک دفعہ ظاہر ہو جاتا ہے تو ایک مستقل اور دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ انسان کے اندر جتنی طاقتیں ہیں۔ وہ ایک بڑے بھاری معجزہ کا کام دے سکتی ہیں۔ لیکن لوگوں نے باہر کے معجزات پر ہی نظر رکھی۔ صحابہ کرام انہی طاقتوں سے کام لیتے ہیں۔ اور پھر مدینہ تک یہی معجزہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ جو سامان قدرت میں ہیں یہ بھی خود انسان کے اندر موجود ہیں۔ انسان خود ایک عالم صغیر ہے پہلے تو وہ بڑی چیزیں ظاہر ہوا کرتی تھیں۔ اور انسان عجوبہ کے رنگ میں انہیں دیکھتا تھا لیکن صحابہ کرام نے خود ان اندرونی طاقتوں کو استعمال میں لا کر وہی معجزہ دکھا دیا

مسلمانوں کو کس قسم کے معجزات کی امید رکھنی چاہئے

غرض اسلام نے جہاں یہ تعلیم دی ہے کہ کوشش سے ہی سب کچھ ملتا ہے وہیں معجزات کو بھی کوشش کا ہی رنگ دے دیا ہے۔ اس لئے اگر مسلمان کسی ایسے معجزہ کی امید کریں کہ خود بخود ظاہر ہو کر انہیں بڑا بنا دے تو یہ غلط ہے۔ خود کچھ کر کے دکھاؤ پھر خدا کی طرف سے معجزات بھی دیکھو۔ لکھا ہے کہ صلیبی جنگوں کے اندر جب کہ تمام یورپ میں جوش پھیلا ہوا تھا بعض لڑکوں نے بھی جنگ میں حصہ لینا چاہا۔ چنانچہ ۱۲-۱۳ سال کے لڑکے ایک فوج بنا کر نکلے۔ ایک لڑکا ان کا سپہ سالار بن گیا۔ اب چلتے چلتے آگے سمندر آ گیا۔ اس لڑکے نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سونٹا مار کر سمندر کو خشک کر لیا تھا۔ اسی طرح میں بھی کرونگا مگر وہاں سونٹے مارنے سے کیا ہوتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے اندر کوئی ایسی بات نہیں رکھی کہ وہ معجزہ نمائی کا محتاج رہے۔ اس نے تو خود تمہارے اندر وہ تمام طاقتیں رکھی ہیں جو تم کو معجزہ نما بنا سکتی ہیں۔ اس لئے تم دیکھنے کے محتاج نہ رہو بلکہ دکھانے والے بنو +

تھوڑی کوشش سے کچھ نہیں بنتا

اس سے پہلے ساتھ ہی فرمایا ہے۔ افرأیت الذی تولّی واعطی قلیلا واکدی اعندہ علم الغیب فھو یری۔ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو کہ اس نے منہ پھیرا۔ پھر کچھ تھوڑا سا دیا۔ پھر قطع کر لیا کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اس سے دیکھ لیتا ہے۔ یہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کہ انسان اگر چاہے کہ تھوڑی سی کوشش کر کے نتیجہ پالے تو یہ غلط ہے۔ لوگوں نے لکھا ہے۔ کہ یہ کسی کافر کے متعلق ہے لیکن دراصل اس میں سمجھایا ہے کہ وہ جو ساری باتوں کو نہیں لیتے۔ اور بعض کو ترک کرتے ہیں۔ وہ عمدہ نتیجہ کی امید نہیں لگا سکتے۔ جبتک انسان کسی امر میں اپنا پورا زور نہیں لگاتا۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی۔ فایدہ اسی وقت ہے کہ سب باتوں کو مانا جائے اور ان پر پوری قوت صرف کی جائے۔ لیکن اب جب میں

مسلمانوں کی موجودہ حالت اور منکرین اسلام

اس بات پر غور کرتا ہوں۔ تو ہمارے اس زمانہ یہی آواز آتی ہے۔ کہ مسلمان تباہ ہیں۔ مسلمان گر چکے ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ آیا نرا ان باتوں کے کہتے رہنے سے ہی کچھ بن جائیگا۔ یا کچھ اس کے لئے عمل بھی درکار ہے قرآن کی باتیں ایسی نہیں کہ دنیا اس کو نہ مانتی ہو۔ بلکہ بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ جتنا بظاہر منکران قرآن کا اس پر ایمان ہے۔ مسلمانوں کا ہے ہی نہیں۔ قرآن تو کہے۔ ان لیس للانسان الا ما سعی اور غیر مسلم دنیا اس پر عامل ہو۔ اور مسلمان عمل چھوڑ دیں نتیجہ وہی پائیگا جو قرآن کے اصول پر عمل کرتا ہے۔ پھر ایک مسلمان اور غیر مسلم میں امتیاز کیا ہے۔ کچھ باتیں قرآن کریم کی ہم مانتے ہیں لیکن عمل کوئی نہیں۔ بعض باتیں وہ بھی مانتے ہیں اور ان پر عامل ہیں ہمارے نرے منہ سے کہدینے سے ہی تو کوئی فرق نہیں پڑ جاتا۔ اگر کوئی فرق ہو سکتا ہے۔ تو وہ عمل سے ہی دکھانا چاہئے۔ چہ جائیکہ تم احمدی ہو کر کچھ کر کے نہ دکھاؤ +

جماعت کی خاص توجہ کے قابل

مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ ابتک خود ہماری قوم میں بھی اتنا شوق نہیں۔ کہ قرآن شریف میں خود بھی فکر کریں۔ اور اس سے فایدہ اٹھائیں۔ بڑی قربانی ہوتی ہے۔ ایک درس سن لیا جاتا ہے۔ لیکن کیا نرا اس درس کا سن لینا اور پھر خود کچھ نہ کرنا اعطی قلیلا واکدی سے کچھ بڑھ کر ہے۔ اسلام ایک ایسی محبوب چیز ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم ایسا کمال رکھنے والا انسان ہے۔ کہ جس کی انتہا نہیں۔ تم کو معلوم نہیں کہ قرآن کے اندر کیا کیا کمالات ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پڑھو اور دیکھو کہ ان میں کیا کیا علوم تمہاری بہتری کے لئے موجود ہیں جن سے تم بہت کچھ فایدہ حاصل کر سکتے ہو۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے حالات کو پڑھکر غیر مسلم بھی عاشق ہو جاتے ہیں۔ ابھی لندن میں ایک جلسہ ہوا ہے۔ مولود النبی۔ اس میں ایک غیر مسلم کھڑا ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا وہ نقشہ کھینچتا ہے کہ جسے دیکھکر حیرت ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کا تو یہ حال ہے۔ تم نے کہاں تک پڑھا اور کہاں تک اپنی اولادوں کو پڑھایا۔ زبان سے تو بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ لیکن فی الوا قرآن کو پڑھنے کی حدیث کو پڑھنے کی کہاں تک کوشش کی۔ تم اپنے بچوں کے لئے بڑے بڑے سامان کرتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور حدیث پڑھوا [illegible]

کھانتک بند و بست کیا۔ ایک مدت گذر گئی کہتے ہوئے۔ جو لوگ کہتے ہی چلے جائیں اور کر کر کچھ نہیں۔ وہ کہانتک عزت پا سکتے ہیں۔ یہ نمونہ اگر دکھانا ہو۔ تو یہ تو پہلے ہی موجود تھا۔ دن تو یونہی گذرتے چلے جاتے ہیں۔ کچھ کرنا ہو تو کرو۔ کوئی عملی رنگ دکھاؤ۔ تم میں ایسے ایسے لوگ ہیں کہ اگر کرنا چاہیں تو ابھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ابھی ان کے سیکھنے کا وقت ہے۔ آئندہ جو نسلیں پیدا ہوتی ہیں ان کو بھی سکھانا ضروری ہے۔ لیکن حالت برعکس نظر آتی ہے۔ لوگ تو یہانتک شکایت کرنے لگے ہیں کہ فلاں فلاں احمدیوں کے بچوں کی حالت اچھی نہیں کسی کی بات کو سنکر غصہ کر لینا ٹھیک نہیں۔ بلکہ اگر فی الواقع وہ کمزوری اپنے اندر ہے تو اس کو رفع کرنا چاہئے۔ دشمن کی بات سے بھی فائدہ اٹھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ گالی کے عوض گالی دیکر خوش ہو رہیں ہیہودہ اس وقت کو ٹالتے سست جاؤ۔ بلکہ اس کے لئے آج سے ہی فکر کرو۔

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

(گذشتہ سے پیوستہ)

منجملہ دیگر مزارات موقوعہ اجمیر شریف و دہلی وغیرہ وغیرہ لاہور بھی اس وباء عام سے محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ ایک نمایاں حصہ لے رہا ہے۔ یہاں بھی عرس کے موقعہ پر خصوصاً اور ہر جمعرات کو عموماً جو بدعت اور شرک حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ہوتا ہے وہ ایک موحد انسان کا دل دہلا دینے کو کافی ہے کم نہیں اس موقع پر بھی بڑے بڑے ریشائیل ملانے۔ جبہ و دستار سے آراستہ ظاہری لباس زہد و تقوے سے ملبوس ہو کر سجدے کرتے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں مانگتے اور منتیں مانتے ہیں۔ اور اس طرح ان خفتگان عقل و خرد کا یا اسوہ قبیحہ عوام پر بحد درجہ موثر ہو کر باعث ضلالت ہوتا ہوا آتا ہے۔ اور محض الکل پر چلنے کی تعلیم دے کر تنگ و تار غار میں ڈال دیتا ہے۔ گو یہ سب کچھ ہے مگر ان بیچارے عوام کی گمراہی کا باعث وہ ملانے ہیں جو ان کو خود عمل تبلا تے اور ان پر ایسا رنگ جماتے ہیں جس سے یہ راہ ہدایت سے بہت دور جا پڑتے ہیں۔ لیکن یہ عذر لنگ ہی ہے کوئی کسی فعل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ انہیں کو خدائے حکیم و دانا نے بغرض امتحان پیدا فرمایا ہے جو اس کے مکر و فریب کو پا گیا وہی نجات پا گیا۔ دوستو شیطان جیسے ملا کا دامن لپیٹنا ہے۔ تو بہت سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ تمہیں خدا نے تمام حواس صحیح عنایت فرمائے ہیں۔ خود اندازہ کر دو اور جانچو کہ معاملہ کس رنگ میں صحیح نظر آتا ہے۔ ہماری اس عرض پر بعض حضرات اپنے اس عقیدہ فاسدہ و باطلہ کو یوں موزونیت کا جامہ پہنائیں گے کہ دراصل طلب استعانت کا اصل مرجع تو خدا تعالے ہی ہے۔ صرف مقربان الٰہی کے توسل اور حضوری سے طلب امداد کی جاتی ہے کہ یہ ہماری سفارش کریں اور کام بنا دیں۔ ان دشمنان دین سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا خدائے پاک نے اپنی صفات رحیمی و کریمی جن کے ساتھ علیم و خبیر بھی شامل ہیں دوسروں کو تقسیم کر دی ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک معطل ہو بیٹھا ہے کیونکہ اس صورت میں اس سے تا بدرحم و کرم والے علم و خبر والے تو صد ہا فوت شدہ انسان ہو جاتے ہیں جو اس عقیدہ فاسدہ کی رو سے لوگوں کی مشکلات کا حل خدا سے بدرجہ احسن کر دیتے ہیں۔ دیکھو خدائے قدوس ان سب عیبوں سے پاک ہے وہ علیم و خبیر ہے اس نے اس آنے والی بیماری کا علاج کس قدر پیشتر اول سورہ فاتحہ شریف میں ہی فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے الحمد للہ رب العالمین۔ جمیع قسم کے محاسن و محامد اللہ کے واسطے موزون ہیں۔ الرحمن الرحیم مالک یوم الدین جو بلا کسی عیوض کے رحم فرماتا ہے۔ اور نیکی کا پورا بدلہ دینے میں رحم سے کام لیتا ہے۔ مالک ہے روز جزا و سزا کا۔ اب آگے ارشاد ہوتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اس ہی خدا کی جو ان مذکورہ بالا صفات سے متصف ہے عبادت کرتے اور اسی سے ہر مشکل کو رجوع کر کر مدد و استعانت طلب کرتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ایسے ان خوبیوں والے خدا دکھا ہم کو وہ راہ جس میں کجی نہ ہو ان لوگوں کے قدم بقدم جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کی تقلید کرا کہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ یہاں الرحمن الرحیم والے پاک جملہ سے خدائی رحم اور انتہائی فوقیت یہ نظر آتا ہے کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی انسانی وجود میں نہیں پایا جا سکتا۔ تو کہ ایک مردہ انسان میں اول تو یہی امر بحث طلب ہے کہ آیا انسان بعد مرگ بھی اس دنیا کے معاملات سے باخبر ہوتا ہے یا نہیں اگر تھوڑی دیر کو یہ مان بھی لیا جائے (کیونکہ ہم یہاں اپنے اصل مقصد کو چھوڑ کر دوسری طرف جانا نہیں چاہتے اور اس کو طے کرنا چاہتے ہیں) تو بھی آیت کریمہ الرحمن الرحیم کے ماتحت اس انسان کی قوت رحم کبھی خدائی صفات کی ہمسری نہیں کر سکتی اور خدا سے زیادہ جو تمام بنی نوع کے لئے ایک شفیق باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمدردی ظاہر نہیں کر سکتی۔ ازاں بعد جو تھی آیت میں ایاک کلمہ حصر کا فرما کر عبادت و استعانت کو محض اپنی ذات سے مخصوص فرما دیا ہے۔ اور صاف طور پر بتا دیا ہے کہ عبادت و استعانت دونوں ہموزن اور یکساں اہمیت رکھتی ہیں۔ اب اس سے موازنہ یوں ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی مسلم غیر اللہ کی عبادت کر سکتا اور اسے مسجود بنا سکتا ہے تو تو طلب اعانت بھی غیر خدا سے جائز و مستحسن طریق ہے ورنہ جو کچھ مواخذہ ہے وہ ظاہر ہی ہے پانچویں آیت میں ان لوگوں کا اسوہ حسنہ طلب کیا گیا ہے جن پر خدائی انعامات ہوئے ہیں۔ وہ کون ہیں۔ انبیا اصفیا صلحا وغیرہ وغیرہ اس آیتہ کریمہ سے بھی بین طور پر شرک کی بیخکنی ہوتی ہے کہ ان اصحاب مقدس نے اپنے متقدمین کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا جو آج تم ان کے ساتھ کر رہے ہو تو بیشک تمہاری اس قسم کی اشتراک صفات الٰہی کی وہ تاویل ہو سکتی ہے جو اکثر جہلا کیا کرتے ہیں اور جنکا میں نے کہیں سطور بالا میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ کسی بزرگ نے متقدمین میں سے ایسا رنگ اختیار نہیں کیا اور جہانتک بن پڑا ہے بزرگان دین نے شرک کا بیج اول صفحہ دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہا ہے جو ہمارے لئے قابل عمل اور واجب التعظیم اسوہ حسنہ ہے۔

اب آخر میں اپنے ناظرین کے فائدہ کے لئے اس خیال سے کہ کیا عجب ہے کوئی سعید روح اس سے بھی راہ ہدایت پا جائے ایک لطیف مثال عرض کرتا ہوں۔ کیا آپ نے کبھی نماز جنازہ کی تعدیل ارکان پر غائر نظر ڈالی ہے۔ کہ اسے کیوں اور کس مصلحت سے خدا نے رکوع و سجود سے معرا رکھا ہے غالباً اس مقصد الٰہی سے عام بے خبر ہیں۔ خدائے غیور و جبار کی غیرت نے اس امر کو بھی قبول نہ کیا اور احتیاط برتی ہے کہ ایک مردہ جسم کو سامنے رکھکر یا دل میں معلوم کر کر رکوع و سجود کیا جائے جو بجز باری تعالےٰ کسی دوسری ہستی کے شایان شان نہیں۔ اس میں ایک یہ بھی مصلحت خداوندی عمل میں لائی گئی ہے کہ اگر رکوع و سجود کیا جاتا تو ضرور زمانہ کی گردش اسے دوسرے رنگ میں پلٹ دیتی۔ اور پھر ہر مردہ جسم کی عبادت قائم ہو جاتی جیسا کہ واقعات گذشتہ کی شکل ہمیشہ اور ہر زمانہ میں پبلک کی رنگ آمیزی سے نسلاً بعد نسلاً ایسی بتدریج تبدیلی اختیار کرتی رہتی ہے۔ جس سے واقعات کی اصلی صورت مسخ ہو کر امتیاز حق و باطل ہی محال ہو جاتا ہے۔

راقم الحروف حقیر و فقیر سید آل احمد امروہوی

اعلان فسخ بیعت

مجھے سمجھ نہیں آئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ ماننے والے بلا امتیاز وغیرہ اسلام سے خارج ہیں اور نہ ہی حضور رسول کریم صلعم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کی حقیقی معنوں کے لحاظ سے بعثت کا قائل ہوں آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کا اصلی اور صحیح مصداق جناب ختم المرسلین کے وجود باجود کو سمجھتا ہوں چونکہ ان تمام مسائل کے صریح خلاف میاں صاحب تعلیم دے رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی ہتک کر رہے ہیں۔ اسلئے میں اپنی بیعت فسخ کر دینے کا اعلان کرتا ہوں۔

خاکسار اللہ دین ولد میاں علی بخش صاحب ٹیلر ماسٹر ٹھیکیدار وردی پولیس جھنگ

مولوی فضل الدین صاحب ساکنہ کھاریاں

تحریر فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بجواب استفسار عقائد اختلافیہ در نبوت مسیح موعود و کفر و اسلام غیر احمدیان و مصداق بشارت اسمہٗ احمد

معروض

اس عاجز کا فہم یہی تھا اور ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود مجازی و ظلی نبی ہیں۔ حقیقی نبی نہیں اور غیر احمدیان۔ غیر مکفرین۔ غیر مکذبین کو میں کافر نہیں سمجھتا بسبب نہی وارد فی الحدیث۔

اور اصلی مصداق بشارت اسمہٗ احمد کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بوجہ نیابت و ظل آنحضرت صلعم حضرت مسیح موعود بھی ہیں۔ اور جو مولانا حضرت مولوی محمد احسن صاحب نے القول الممجد میں ان مسائل پر تحقیق کی ہے میرا اس کے ساتھ اتفاق الفہم ہے۔ اور حضرت میاں صاحب کا اختلاف الفہم مسائل مذکورہ بالا میں میرے فہم میں صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

العبد فضل الدین عفی عنہ از کھاریاں۔

خبریں

۹ مئی۔ سالونیکا میں ۴ ہزار آدمیوں نے ایک پُر جوش مظاہرہ کیا اور شاہ قسطنطین اور اُن کے خاندان کی معزولی کا سختی سے مطالبہ کیا۔

۹ مئی۔ جنرل سر ڈگلس ہیگ نے وزیر سامان حرب کو حسب ذیل چٹھی ارسال کی ہے:۔ فوجوں نے حال کے معرکوں میں سامان حرب کے بنانے والے کارکنوں اور مزدوروں کی خدمات سے خاص فائدہ اٹھایا ہے جنہوں نے توپوں، بندوقوں، گولوں، آلات ہوائی اور مسلح موٹروں سے اُن کی مدد کی ہے۔ فوج کو امید ہے کہ وہ اپنی کوششوں کو برابر جاری رکھینگے۔ تاکہ آئندہ بھی فوج کو کسی قسم کی ضرورت پیش نہ آئے ناقابل اور بیکار لوگوں کی ساخت میں جو نمایاں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کام زیادہ سرگرمی اور مستعدی سے ہو رہا ہے۔

کلکتہ کا حادثہ۔ آرمینین اسٹریٹ کی ڈکیتی کے بعد ہی اسٹرینڈ اسٹریٹ میں جو قتل دریافت ہوا تھا۔ اسکی مزید کیفیت یہ معلوم ہوئی کہ واقعہ قتل آرمینین اسٹریٹ کی ڈکیتی کے تھوڑی ہی دیر بعد قریب ۹ بجے شب کے اس طرح ہوا ½ ۹ بجے کے بعد ایک موٹر جنوب کی طرف سے آئی۔ چونکہ سڑک بند تھی۔ اس وجہ سے موٹر ٹھہر گئی۔ مقتول موٹر سے اُترا اور اُس نے گاڑی واپس لیجانے کے لئے پہیہ کو گھمایا جب وہ اپنی جگہ پر واپس آ رہا تھا۔ تو اس پر گولی چلائی گئی۔ اور وہ سخت زخمی ہوا۔ اس کی عمر کوئی ۳۰ برس ہو گی۔ اس کی جیبوں میں سے ایک بٹوا جس میں کچھ روپے تھے۔ اور ایک طپنچہ معہ کارتوسوں کے برآمد ہوا۔ گاڑی کے اندر جو لوگ بیٹھے تھے۔ وہ فوراً چلے گئے۔ ابھی تک مقتول کو کسی نے شناخت نہیں کیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مقتول اُن آدمیوں میں شامل تھا جنہوں نے آرمینین اسٹریٹ میں ڈاکہ ڈالا تھا۔ آرمینین اسٹریٹ کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ سوا آٹھ بجے وقوع میں آیا۔ ۴ بنگالی اس میں شریک تھے۔ ایک سپاہی بندوق کی آواز سنکر موقع پر پہنچا۔ اس پر بھی گولی چلائی گئی مگر وہ بچ گیا وہاں سے بھاگ کر اُس نے پولیس کو اطلاع دی۔ جو اُسی وقت موقع واردات پر پہنچی۔ مگر ڈاکو بھاگ چکے تھے۔ اس دوکان کے قریب کچھ کارتوس اور ایک پستول پایا گیا۔ اسوقت تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

تین گرفتاریاں۔ کلکتہ کی ڈکیتی کے متعلق پولیس نے تین آدمیوں کو ابتک گرفتار کیا ہے۔

قرضہ جنگ۔ آجتک ہندوستان بھر سے ۱۸ کروڑ ۸۹ لاکھ ۴۲ ہزار ۴ سو روپے قرضہ جنگ میں وصول ہوئے ہیں۔ سرکاری اندازہ دس کروڑ روپیہ تھا۔ گویا گورنمنٹ کی امیدوں سے تقریباً دوگنا روپیہ جمع ہو چکا ہے۔

جلد ۴ | [illegible] المسیح لاہور - یک شنبہ رجب سنہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱۳

رنگ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوبتر

رنگ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوبتر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار
سو چڑھے سورج نہیں بن روئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصل دلبر ہے شب تاریک و تار
اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بےنظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار
اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار
کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوار عشق
کون کرتا ہے وفا بن اس کے جس کا دل فگار
غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار
کون چھوڑے خواب شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون لے خار مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پرخطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیر تیغ آبدار
پر ہزار افسوس دنیا کی طرف ہیں جھک گئے
وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانۂ ناپائدار
جس کو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقویٰ شعار
منبروں پر ان کے سارا گالیوں کا وعظ ہے
مجلسوں میں ان کی ہر دم سبّ و غیبت کاروبار
جس طرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہو گئی
ہر طرف اس کے لئے رغبت دلائیں بار بار
ایک کانٹا بھی اگر دیں کے لئے ان کو لگے
چیخ کر اس سے وہ بھاگیں شیر سے جیسے حمار
ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
دیں کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سوگوار

ملفوظات مسیح موعود

گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو۔ کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا۔ یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں۔ اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے۔ بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی۔ جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے۔ تو وہی گندے خیالات اور حالات رہے۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے اگر یہ نہیں تو ہرگز ممکن نہیں۔ کہ انسان ان سب گناہوں سے بچ سکے جو کہ اسے مصری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو۔ کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے۔ یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے۔ اور موت آئی۔ تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں۔ تو انسان جو عقلمند ہے اسے کس قدر خوف اور پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ امر بہت ہی بدیہی ہے۔ کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔ مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا۔ حتے کہ اگر حکام بھی حکم دیویں تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا اور دل پر یہ خوف غالب ہوگا کہ کہیں مجکو بھی طاعون نہ ہو جاوے۔ اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے نکلے۔ پس گناہ پیدا ہی کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو۔ اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے جس قدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر خوف زیادہ ہوگا ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

اس امر میں اصل معرفت ہے۔ اور اس کا نتیجہ خوف ہے معرفت ایک ایسی شے ہے۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ادنے ادنے کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے جیسے پسّو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے پس کیا وجہ ہے کہ خدا جو قادر مطلق ہے۔ اور علیم و بصیر ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے اس کے احکام کے برخلاف کرتے ہیں یا اس قدر جرأت کرتے ہیں۔ اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ معرفت نہیں ✦

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے۔ کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب معروف ہوتے ہیں تو خدا کے قہر اور اس کی عظمت کو بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ اسی وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک خدا کی مدد ساتھ نہ ہو۔ ہرگز رہائی نہیں ہوتی ✦

نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خدمات سے اسے محفوظ نہ رکھیگا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم عادت کے طور پر ادا کرلینے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے وہ شے ہے جسے دل بھی محسوس کرے۔ کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانۂ الوہیت پر گر پڑے۔ جہانتک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں۔ وہ دور ہوں اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اس پر استقامت کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سم قاتل ہے۔ اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے۔ اور جس نے اسے پیدا کیا اوسی کے پاس اس کا علاج ہے ✦

میں عام طور پر یہ عادت یا دیں کہو کہ انسانی مزاج کی خاصیت ثابت ہو گئی ہے کہ وہ زہر کھانے کا بھی عادی ہو جاتا ہے۔ بعض کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی تولہ افیون کھاتے ایسا ہی بعض کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ایک خطرناک وزن سنکھیا روز کھاتے ہیں جس سے کم حکم تین انسان بلاتوقف مر سکتے ہیں بعض سم الفار کھانے کے عادی دیکھے گئے جس سے دو انسان بالضرور مر جاتیں اور کسی طرح جان نہ بچ سکیں یہ فلاسفی پیدا ہوتی ہے کہ روحانی زہر یعنے گناہ کیلئے بھی کوئی ایسا ہی قانون الٰہی ہے

اشتعال دہی سے متاثر ہو کر انہوں نے اپنا کیا۔ مسلمانوں کا پہلو ہمیشہ سے ہی دفاعی رہا ہے۔ اس وقت بھی جب ان مناظرات اور اشتعال دہ تحریرات کی بنیاد ہندوستان میں پڑی اس کی ابتدا مسلمانوں نے نہیں کی۔ ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس اور اس سے پہلے منشی اندرمن کے مضامین اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ ابتدا ہمیشہ آریہ سماج یا دوسروں کی طرف سے ہوئی۔ مسلمانوں نے جو کچھ کیا مدافعی طور پر کیا جس کا اعتراف الحمدللہ کہ اب گورنمنٹ کی طرف سے بھی ہونے لگا ہے اب یہ سماجی لیڈروں کے لئے موقعہ ہے کہ وہ اپنے اس رویہ کو ان سرکاری خیالات کی روشنی میں بدلنے کی کوشش کریں۔ اور بجائے خفگی اور ناراضگی کا اظہار کرنے کے اصلاح کا پہلو اختیار کریں ✦

امرتسری مقدمہ فسخ نکاح پر الفضل اور فاروق

امرتسر کے مقدمہ فسخ نکاح کے محمودیوں کے حق میں فیصل ہونے الفضل اور فاروق نے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی عادت کے مطابق پیغام صلح پر بھی لے دے کرنا ضروری سمجھا ہے۔ الفضل نے تو اہلحدیث سے ہمارا واقعات مقدمہ کو نقل کرنا قرآن کریم کے حکم ان جاءکم فاسق بنبا ء فتبینوا کے خلاف ٹھہرایا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ اہلحدیث کے بیان کردہ واقعات غلط ہیں۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ خود اس نے نہ تو صحیح واقعات کو بیان کیا۔ اور نہ ہی اس کی غلطیوں کو کھول کر بتایا۔ اور ان مقدمہ میں ایک اہلحدیث ہی مقدمہ کی رپورٹ سناتا رہا۔ خود الفضل نے بھی کوئی رپورٹ وغیرہ نہیں چھاپی۔ پھر ان واقعات کی تغلیط کا کس طرح سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ رہا یہ کہ وہ فاسق ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ لیکن کیا ہمارے متعلق اب یہ فتوے فسق اٹھ چکا ہے۔ کیونکہ قرآن تو یا ایھا الذین امنوا کہکر خطاب فرماتا ہے۔ جس میں ہم تو بفضل خدا شامل ہیں۔ لیکن الفضل کے باطل نگار ایڈیٹر کو شاید اپنے پیر کی تقلید میں ایسا ماننے سے انکار ہو اس صورت میں وہ ہمیں بتا دے۔ کہ کن معنوں میں یہ آیت اس نے ہمیں سنائی ہے۔ اگر شنا۔ اہلحدیث بھی فاسق ہے اور ہم بھی فاسق۔ تو فاسق کو فاسق کے بیان لینے میں کیا قباحت لازم آئی یا ستان اگر وہ ہمیں امنوا میں شامل سمجھتا ہے۔ تو اس کا جواب وہی ہے جو ہم اوپر دے چکے ہیں۔ لیکن ایسا سمجھنے پر پھر اپنے پیر کے فتاوے کو وہ کس ذیل میں شمار کریگا؟

فاروق کو بڑا فخر ہے۔ کہ مولوی سرور شاہ اور میر اسحاق نے کھلم کھلا عدالت میں نبوت مسیح موعود اور کفر کا اقرار کیا اور اسبات کو وہ ہمارے اس بیان کا کہ محمودی اپنے عقیدہ کو کھلم کھلا بیان نہیں کرسکتے کافی جواب سمجھتا ہے۔ کاش اس میں اس قدر شرم و حیا باقی ہوتی کہ مولوی سرور شاہ کے متضاد بیانات کو پڑھ کر چلو بھر پانی میں ڈوب مرتا۔ غیر احمدی مسلمان ہیں بھی اور نہیں بھی ہیں۔ یہ فقرات کس کس سے تجویز کئے۔ کیوں صاف کہہ نہ دیا۔ کہ کل مسلمان جنہوں نے مسیح موعود کی بیعت نہیں کی کافر ہیں۔ کیوں قادیاں میں سالانہ جلسہ پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس بیان کی کہ میاں صاحب اور ان کے مریدین تمام ایسے مسلمانوں کو جنہوں نے مسیح موعود کو نہیں مانا کافر سمجھتے ہیں۔ تردید کی گئی۔ اور ان گول مول الفاظ کو بصورت ریزولیوشن تجویز کر کے تمام اخبارات میں بھیجا گیا۔ کہ ہم تو کسی کو کافر نہیں کہتے۔ سوائے ان کے جن کو قرآن کافر کہتا ہے۔ کیا یہ گول مول الفاظ اس بزدلی کو ثابت کرنے والے نہیں جو پبلک میں اپنے عقاید کو بیان کرتے ہوئے تمہیں دامنگیر ہوتی ہے۔ صاف نکلکر میدان میں سب کو کافر کہتے ہوئے شرم کیوں آتی ہے۔ ابھی اس خط و کتابت کا تمام پلندا محفوظ ہے۔ جس میں پبلک مناظرہ کرنے سے راہ فرار اختیار کی گئی۔ اب بھی اگر اس قدر جرأت پیدا ہو گئی ہے۔ تو آؤ میدان میں نکلو۔ اور پبلک جلسہ کر کے اپنے عقاید کا اظہار کرو۔ اور نہیں تو اسی مناظرہ کی سابقہ تجویز کو عمل لا کر اپنی ہمت و جرأت کا ثبوت دو۔ کیا کوئی جواب دیگا ✦

سینئر لوکل و رنیکولر کالج

مسلم ہائی سکول لاہور کے ساتھ سینئر لوکل ورنیکولر کالج کی شاخ ان طلبار کے لئے بہت کچھ سہولیت پیدا کرنے والی ہے جو امتحان انٹرنس پاس کرنیکے بعد کالجوں میں تعلیم حاصل نہ کرنا چاہتے ہوں۔ اور بالخصوص انگلستان جانے کا ارادہ رکھتے ہوں ایسے طلبار کو فی الفور اس کالج میں آ داخل ہونا چاہئے۔ کالج کی پڑھائی شروع ہو چکی ہے۔ اور ایسی حالت میں ذرا سی دیر بہت کچھ مشکلات پیدا کرنے والی ہوگی۔ بیس روپیہ ماہوار فیس بہت تھوڑی ہے ✦

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

لارڈ ہیڈلے بالقابہ

شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لندن کے قلم سے

مجھے اردو اخبارات سے معلوم ہوا کہ لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے مقدمہ نے نہ صرف ہندوستان کے پادریوں کو اسلام پر طعنہ زنی کا موقعہ دیا۔ بلکہ چند اسلامی اخبارات نے بھی اس بہانہ سے ووکنگ مشن پر حملہ شروع کر دیا۔ خصوصاً قادیانی پرچے نے ✦

پادریوں کی طعنہ زنی کا تو جواب یہی ہے کہ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ عیسائی ممالک کے لوگوں کی شراب خواری کی عادت قبیح کی اصلاح ایک دشوار کام ہے۔ اور بہت گہرا اسلامی اثر چاہتی ہے۔ خود لارڈ ہیڈلے سے معلوم ہوا کہ ان کی پرورش اشارت پر ہوئی ہے (میں اس شراب کے اجزا سے ناواقف ہوں۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ ہندوستان میں ہوتی ہی ہے یا نہیں) انگلستان کی ایک عام مثل ہے۔

ڈرنک ایز اے لارڈ (Drunk as a Lord) اگر لارڈوں سے اور عوام سے شراب خواری وغیرہ چھوڑائی جا سکتی ہے تو صرف اسلام کے ذریعہ سے عیسائیت بالکل قاصر ہے۔ بلکہ کہا تو یہ جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ نے خود نہ صرف شراب پی بلکہ پانی کو شراب سے بدلنے کا معجزہ دکھایا۔ اور اسی کی یاد میں اب ایک طرح سے ہر عیسائی کو کچھ نہ کچھ شراب پینا اور نہیں تو ہولی کمیونین (Holy Communion) میں ضروری ہو گیا ✦

کوئی عیسائی کس منہ سے اسلام پر شراب نوشی کے معاملہ میں الزام دے سکتا ہے۔ پادری صاحبان کو اس واقعہ پر اور شرمندہ ہونا چاہئے۔ نہ کہ طعنہ زن۔ معلوم نہیں کتنے واقعات یہاں اسی طرح کے پیش آتے رہتے ہیں۔ کوئی خبر بھی نہیں لیتا۔ چونکہ لارڈ ہیڈلے مسلمان ہو گئے ہیں اور زیادہ نام آور اس لئے اخبارات نے ان کے واقعہ کو شایع کر دیا۔ اور شہرت دی۔ جس ہفتہ لارڈ ہیڈلے کا وہ ناگوار معاملہ ہوا اسی ہفتہ ایک پادری Parson ایک دوکان آرمی نیوی سٹور (Army Navy Stores) میں جا کر کچھ چیزوں کے چرانے اور پھر پولیس کو رشوت دینے کی کوشش کرنے کے جرم میں گرفتار ہوا مگر جیوری نے اس لئے معافی کی سفارش کی کہ وہ پارسن تھا اور اس وقت دماغی حالت شاید اچھی نہ رہی ہو ✦

یہاں پادریوں نے لارڈ ہیڈلے کے واقعہ پر تو ہمارے مشن پر حملہ کرنے کی مطلق جرأت نہ کی۔ ورنہ ہم اچھی طرح خبر لینے کو تیار تھے ✦

اسلام شراب خوری کی صاف صاف مخالفت کرتا ہے۔ عیسائیت نہیں کرتی ہے۔ اگر لارڈ ہیڈلے مسلمان ہو کر بھی اپنی چالیس پچاس سال کی عادت کی طرف کبھی عود کر گئے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے۔ اگر کوئی پرانا مسلمان جو اسلام ہی میں پیدا ہوا ہو۔ وہ بھی کوئی ایسی حرکت کرے تو اسلام کا قصور کچھ نہ ہوگا۔ اسلام کا کام ایسا قانون بنانا تھا جو بہبودی و فلاح انسان کے لئے مفید ہو۔ اس نے بنا دیا۔ عیسائیت نے وہ بھی نہیں بنایا۔ اسلام نے تو یہ معجزہ بھی دکھایا کہ نہ صرف قانون بنایا۔ بلکہ کروڑوں بندگان خدا کو شراب کے مہلک اثر سے بچا دیا۔ اور آج عیسائی ممالک کے حکمران بھی لوگوں کو اسی اسلامی قانون کی طرف بلا رہے ہیں۔ نہ کہ عیسائی طریقہ کی طرف ✦

پادریوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ خود بادشاہ انگلستان نے اپنے یہاں شراب بند کی ہے۔ یعنی اسلامی قانون کا تتبع کیا ہے نہ کہ عیسائی قانون کا

اب رہا ان نادان مسلمانوں کا جواب جو لارڈ ہیڈلے کے واقعہ کی وجہ سے ووکنگ مشن کے منہ آئے ہیں۔ یہ مجھے آسان نہیں میرا قلم تند ہے تیز ہے۔ اپنوں سے مکالمہ میں تندی تیزی کیا اچھی لگی۔ مسلمانوں کا اعتراض ہی افسوسناک ہے۔ ان کو پادریوں کی خبر لینی چاہئے تھی۔ نہ کہ خود اپنوں پر اعتراض کرنا۔ اور مشن کی بدی کا سبب نہ بنانا۔

میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے متعلق اپنے چشم دید حالات کو بیان کئے دیتا ہوں۔ اس سے ان مسلمانوں کو بھی تسکین ہو جاویگی۔ جن کے دل اس واقعہ سے افسردہ ہوئے ہونگے۔ اور کون ایسا مسلمان ہے جس کا دل اس خبر سے افسردہ نہ ہوا ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے کو سال دو سال میں ایک دماغی دورہ ہو جاتا ہے۔ ایک نازک ترین خانگی واقعہ ہے۔ جو ان کی زندگی میں ہوا جس نے ان کی خانہ داری کی راحت کو تباہ کیا۔ اس زمانہ میں اگر وہ مسلمان ہوتے تو شراب کو غم غلط کرنے کا ذریعہ نہ بناتے۔ بدقسمتی سے وہ عیسائی تھے۔ اور انہوں نے اپنے دل کو تو شراب سے بہلایا۔ مگر دماغ کو ایک دورے کا شکار بنا دیا ✦

جس زمانہ میں یہ دورہ دماغی ہوتا ہے۔ لارڈ ہیڈلے اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔ اس مرتبہ یہ دورہ بہت زور کا ہو گیا۔ جو ستمبر سے شروع ہوا۔ میں نے جب ان کو اس حالت میں دیکھا میرے دل کو از حد صدمہ ہوتا رہا۔ ان سے ذاتی ہمدردی کے باعث۔ اور اس لئے بھی کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور ان کو یہاں ایک مسلمان کی نظیر بننا چاہئے تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ ان کے حرکات پر متعصب لوگ حاشیہ چڑھا دینگے۔ اور دماغی حالت پر محمول کرنے کے بجائے طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ ہم ان کی حالت کے جاننے والوں کو یہ دوگونہ رنج الگ تھا۔ اور بڑی مشکلات کا سامنا علیحدہ۔ اس لئے کہ وہ ہمارے گھر کو اپنا مامن بنائے ہوئے تھے۔

ان دنوں ہم دیکھتے تھے۔ کہ وہ اپنے بچوں تک کی جن کی پرورش انہوں نے خود ماں بن کر کی۔ خبرگیری سے غافل ہیں۔ وہ بیچارے سراسیمہ پریشان۔ عزیز دوست سب پریشان۔ نشاکی۔ خود ذاتی نقصان لارڈ ہیڈلے کا بہت تھا۔ ان دنوں وہ یہاں بہت مشہور ہو رہے تھے۔ ان کے مضامین اخبارات میں نکلتے رہتے تھے۔ اور ان کی یہ اہمیت ہوتی تھی کہ پیکارڈ پر موٹے حروف میں لکھا جاتا تھا

تحریر کردہ لارڈ ہیڈلے لیکچر دینے کے لئے بھی جگہ جگہ سے درخواستیں آتی تھیں۔ ان کی حالت دماغی کی وجہ سے یہ سب بند۔ اور ایک بڑا ذریعہ آمدنی بند۔ ہم لوگوں کو ان کے اس مشن سے گہرے تعلقات کے باعث بھی خلجان تھا۔ مگر چارہ کار کیا تھا۔ ان کا اپنا بھی تو قصور نہ تھا۔ بیماری کسی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اس بیماری کی حالت میں ان کو اپنے پر قدرت نہیں رہی۔ پرانی عادت نے عود کیا۔ اور ذرا سی اسٹاوٹ بھی اور ہیجان کا موجب ہوئی ✦

میرے قلب کو تو ان کی اس حالت سے بہت تکلیف تھی۔ اور ان سے ہمدردی کا بہت وفور۔ میں سمجھتا ہوں ہر ان کے دوست کو اور ہر مسلمان کو ان کی اس حالت میں ان سے ہمدردی ہوگی۔ حالانکہ ان کے اس زمانہ کی حرکات یہ تھیں کہ ان کی اولاد بھی ان کے برداشت کرنے سے قاصر ہوئی تھی۔ دورے کی آخری حالت وہ تھی جب مقدمہ ہو گیا۔ اب الحمدللہ وہ بہت بہتر ہو رہے ہیں ✦

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے معاملہ میں جو بات مسلمانوں کے دیکھنے کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ آیا خواجہ صاحب نے یا کسی ایسے شخص نے جو یہاں کے مشن سے تعلقات رکھتا ہو۔ لارڈ ہیڈلے کی خوشی کی خاطر یا کسی اور ملاحظہ سے کسی امر و نواہی اسلام کے خلاف کسی چیز کو جائز یا ممنوع نہیں کر دیا ہے۔ الحمدللہ کہ ایسا نہیں ہوا۔ خواجہ صاحب کے مضمون رسالہ میں شراب کے خلاف نکلتے رہے۔ میرا بھی ایک مضمون اپریل کے پرچہ میں غالباً نکلا ہے خواجہ صاحب کو ذاتی طور پر لارڈ ہیڈلے سے بھائی کی سی محبت ہے۔ اور لارڈ صاحب کو بھی ان سے ویسی ہی محبت ہے۔ اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ لارڈ ہیڈلے کے مسلمان ہونے نے مشن کو بہت تقویت دی تھی ✦

اگر ہندوستان میں یہ خیال ہو کہ یہاں جمہوریت کا زور ہے اس لئے لارڈوں وغیرہ کو کوئی پوچھتا نہ ہوگا تو یہ بہت بڑی غلطی ہے ✦

یہاں خطاب اور عہدہ بڑی وقعت رکھتا ہے (ٹائیٹل) پر لوگ واقعی جان دیتے ہیں۔ یہاں مرتبہ کے تعصبات ہندوستان کی ذات کے تعصبات سے زیادہ ہیں۔ لارڈ ہیڈلے ممتاز گھرانے کے شخص ہیں۔ لارڈ ہیڈلے کا نام لوگوں کے دلوں میں اونچا جاتا تھا۔ اور جب وہ ان کو مسلمان پاتے تھے بہت موثر ہوتے تھے۔ اس معاملہ نے مشن کو نقصان ایک حد تک پہنچایا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی تلافی کرے ✦

یہاں کے مشن کے نام پر نکتہ چینی کرنے والوں کو اس بات کا بھی ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہاں کے لوگ تعلیم یافتہ اگر نہیں تو لکھتے پڑھتے تو ضرور ہیں۔ اور اپنے قدیمی طریقوں کے دلدادہ ہیں۔ ان سے اس کی توقع نہ رکھنا چاہئے۔ کہ وہ فوراً ہمارے اعتقادات پر اس طرح راسخ ہو جاوینگے۔ جس طرح ہم مادر زاد مسلمان ہوتے ہیں۔ نہ ان سے اس کی امید رکھنا چاہئے کہ وہ فوراً ہی لکھے پڑھے بس اپنے سب طریقوں کو خیرباد کہہ دینگے ✦

یہاں اسلام کو لوگ عقل سے پرکھ کر اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ نہ محض اعتقاد سے نہیں۔ جو لوگ صرف اعتقاد ہی کو کافی سمجھتے ہیں وہ ہرگز مسلمان نہ ہونگے۔ ان کا اعتقاد تثلیث وغیرہ پر بہت پختہ ہے۔ اٹل ہے۔ لارڈ ہیڈلے مسلمان اس لئے ہوئے ہیں کہ عیسائیت کو وہ خلاف عقل سمجھتے ہیں اور عیسائیوں کے اعتقادات کو اغلاط۔ اسلام کے وہ اس لئے عاشق ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ رسول کریم سے محبت ان سے زیادہ کسی انگریز کے دل میں نہ ہوگی۔ اور بہت سے مادر زاد مسلمان بھی اس میں ان سے سبقت مشکل سے لے سکتے ہیں۔ کہتے ہی ایک مذہب ہے جو عقل کی تسکین کر سکتا ہے ✦

بدقسمتی سے شراب کے مسئلہ میں بعض کی یہ رائے ہے کہ اسلام نے اسے قطعاً ممنوع نہیں کہا ہے۔ بلکہ اس کی زیادتی کو روکا ہے۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان یہ سن کر تعجب کریں گے کہ میں نے بعض دینی تعلیم

مثلاً بغداد و مصر۔ اصفہان کے مسلمانوں کو یہی کہتے سنا۔ کہ قرآن نے شراب کے لئے حرام کا لفظ اُسطرح نہیں استعمال کیا۔ جسطرح سور کے گوشت وغیرہ کے لئے۔ میں نے اپنے مضمون میں اس لئے خاصکر یہ دکھایا ہے۔ کہ قرآن پاک نے شراب کا چھونا تک منع کیا۔ یہ لوگ بلاشُبہ اس خیال میں غلطی کرتے ہیں کہ شراب حرام نہیں۔ مگر یہ غلطی ان پر بحث مباحثہ ہی سے روشن کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ چند ماہ سے اسلامک ریویو میں اسی بات پر زور دیا جارہا ہے۔ کہ شراب مطلقاً حرام ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے بہت سے دوست ہندوستان میں ان مشکلات کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے جو یہاں تبلیغ اسلام میں پیش آتی ہیں۔ یہاں ہر معاملہ ہر مسئلہ کی کُنہ دکھائے بغیر کام چل نہیں سکتا۔ گوناگون معاملات پیش ہوتے رہتے ہیں۔ کسی کو تعدد ازدواج پر شدید اعتراض ہے۔ کسی کو طریقہ طلاق پر۔ کسی کو پردہ پر۔ کوئی ختنہ کی وجہ پوچھتا ہے۔ کوئی ذبیحہ کی تشریح چاہتا ہے۔ عورتوں اور معاشرت کے متعلق بحث رہتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے یہ کہدینا ہرگز کافی نہیں۔ کہ قرآن پاک کے یہ احکام ہیں۔ رسول اللہ کی یہ سنت ہے۔ اسلام کی شرع کی خوبیوں کو ان کے اسطرح ذہن نشین کرنا ہے کہ وہ اپنے سابقہ طریقوں کو۔ مذہب کو بدلنے پر آمادہ ہوں۔ کیا یہ کوئی آسان بات ہے بدقسمتی سے عیسائیت نے معاشرت میں ہرطرح کی آزادی دے رکھی ہے۔ اور اسلام نے قیود پیدا کی ہیں۔ انسان کی سرشت سہولت پسند ہے یہاں کے لوگوں کو قیود کا عادی کرنا آسان نہیں۔ شراب نہ پیو۔ سؤر نہ کھاؤ۔ زنا سے پرہیز کرو۔ یہ نہ کرو۔ وہ کرو۔ سب کی وجہ سمجھانا اور قائل کرانا آسان نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان یا خواجہ کمال الدین صاحب مجھ سے متفق ہونگے یا نہیں۔ مگر میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ یہاں ابھی عرصہ دراز تک اسی کو بہت غنیمت سمجھنا چاہئے۔ کہ لوگ تثلیث پرستی سے چھوٹ جاویں۔ رسول اللہ صلعم کو بُرا کہنے سے باز آویں۔ عادت بد کو جہاں تک ہوسکے چھوڑیں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان یہ توقع رکھتے ہیں کہ یہاں کا ہر شخص کلمہ پڑھتے ہی ولی اور بزرگ ہو جاویگا۔ وہ دفعۃً دھوکہ کھاتے ہیں۔ یہ کام اولوالعزم پیغمبر کا ہے۔ کہ دفعۃً قوم کی قوم کی کایا پلٹ دے۔ سوا ہمارے پیغمبر آخر الزمان (روحی فداک) اور کسی پیغمبر سے یہ کام نہیں ہؤا۔ میں خواجہ صاحب کو پیغمبر نہیں مانتا۔ میں ان سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ انگلستان کے لوگوں کی سرشت ایک دم سے بدل دینگے۔ یہاں رفتہ رفتہ کرکے بلکہ کئی نسلوں میں وہ خو بو آسکتی ہے جو ہم مادر زاد مسلمانوں میں ہے۔ یہ مقام شکر کا ہے۔ اور بہت شکر کا ہے کہ یہاں اب کم سے کم ایک خاندان تو ایسا ہے جو اسلام کے ہر احکام پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور اُس کی دیکھا دیکھی دو تین خاندان متاثر ہو رہے ہیں۔ اور وہ خاندان ہاول ہے۔ سو آفرین ہے اس خاندان پر۔ وہ اس قصبہ میں انگشت نما بنا ہؤا ہے۔ چھوٹا سا بچہ قاسم ہاول غریب یہاں کسی بچوں کی پلٹن میں اس لئے نہیں جاسکتا۔ کہ وہ اُنکے گرجے نہیں جاتا۔ مسلمان ہے۔ متعصب عورتیں ان کی دوکان پر آکر اُنکو بائبل کے سرٹیفکیٹ پیش کرتی ہیں۔ ان کے کام میں ہرج ہوتا ہے۔ اللہ اُنکو سُنواری کی توفیق دیتا رہے۔

لارڈ ہیڈلے سچے دل سے مسلمان ہیں۔ اگر یہ جنگ نہ ہوئی ہوتی تو وہ حج بیت اللہ کو بھی جاتے یہاں اسلام کی اشاعت کا اُن کو جنون ہے۔ اسلام کے خلاف کسی کے لیکچر لکھنے پر اُن کو اس طرح غصہ آتا ہے۔ جسطرح ہم سب کو۔ صحت ہونے پر اُن کو سب سے زیادہ شرمندگی جو ہوئی وہ یہ ہے کہ اُنکے ذریعے لوگوں نے اشاعت اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اپنی علالت کی حالت میں بھی انہوں نے موجودہ عیسائیت کے خلاف تقریر کی۔ علالت میں بھی مسجد کو جائے پناہ سمجھتے رہے۔ خدا پر بھروسہ اس حال میں بھی رکھتے رہے۔

مبارک ہیں خواجہ کمال الدین صاحب کہ اُن کے ہاتھ پر ایک ایسا شخص مسلمان ہؤا جو ہر طرح عزت کے قابل ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو دعا کرنی چاہئے کہ خداوند عالم اُنکو اور ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق دے۔ جو اُنکے اور ہم سب کے لئے بہتر ہوگا۔ خواجہ صاحب سے دشمنی ہو یا ان سے رقابت۔ اس کا اثر اشاعت اسلام پر تو نہ پڑے۔ قادیانیوں نے تو اپنے کو اسلام میں سے خارج کرلیا ہے۔ استدعا تمام مسلمانوں سے یہ ہے کہ خدا کے لئے۔ اس کے رسول کے لئے اشاعت اسلام کے کام میں مدد نہیں کرسکتے تو روڑا تو نہ اٹکاویں۔ مجھے از حد غصہ معلوم ہوتا ہے جب کوئی خواہ مخواہ خواجہ کمال الدین سے سوء ظنی کرتا ہے۔ اور اس سوء ظنی میں اسکا کبھی خیال نہیں رکھتا کہ اس سے اشاعت اسلام میں فرق تو نہ آویگا۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کو خواجہ کمال الدین پر اطمینان نہیں تو اُنکا ہاتھ کس نے پکڑا ہے کہ وہ قابل اعتبار شخص کو نہ بھیجیں مگر وہ شخص ہے کون۔ اگر ہندوستان میں کوئی دوسرا اس وقت موجود نہیں (اور میں سمجھتا ہوں کہ موجود نہیں) تو خواجہ کمال الدین صاحب کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اُنکے دلکو بڑھانا چاہئے اُنکی ہمت کو بڑھانا چاہئے۔ اُنکی مالی مدد کرنا چاہئے۔ اُنکی اخلاقی مدد کرنا چاہئے۔ اللہ ایسے سامان کرے کہ ہمارے مشن کو خوب کامیابی ہو۔ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ نیت سچا چاہئے اپنی سعی اُٹھا نہ رکھنی چاہئے وہ مدد کریگا۔

تحقیق الادیان

ویدامرت

(از جناب مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی)

یوم تقوم الساعۃ یومئذٍ یخسر المبطلون۔ وتری کل امۃ جاثیۃ۔ کل امۃ تدعیٰ الیٰ کتابھا الیوم تجزون ما کنتم تعملون ٥

اُس انسان کی بے بصیرتی پر افسوس جو آفتاب صداقت کی شعاعوں کو ظلمت کے پردوں میں چھپانا چاہتا ہے۔ اور زبان حقیقت کی مرزوش صداؤں کو ہنگامۂ ادعا و تضلیل میں گم کردینے کی سعی ناروا میں ہے۔ اور وہ جو ردئے اصلیت کو نا بہانے توجیہ و تعلیل اور پردہ ہائے تفسیر و تشریح سے مستور کرنے کی فکر میں ہے۔ اور معلوم ہے تجاہل برتتا ہے۔ اصلیت سے ابا کرتا ہے یقین کا معترف نہیں اُس بدبخت انسان کو کہدو کہ آفتاب صداقت کا نور ظلمت کے پردوں سے پھوٹ کر نکلیگا۔ فیصلے کی گھڑی سر پر کھڑی ہوگی۔ باطل پرست خائب و خاسر ہونگے۔ تب ہر ایک کو اسی کی کتاب کی طرف دعوت دی جائیگی۔ کہ وہ اپنے تمام دعاوی کو اپنی کتاب سے ثابت کردکھائے۔ تو تُو دیکھیگا کہ ہر ایک باطل مذہب حقیقت کے سامنے سرنگون ہوگا۔ ندامت سے گھٹنوں کے بل گر جائیگا۔ **الیوم تجزون ما کنتم تعملون ٥**

بیسویں صدی کے دیدہ فریب اور محیر العقول عجائبات میں سے سوامی دیانندجی کا وید بھاشیہ (ویدوں کا ترجمہ) بھی اپنی نوعیت کی ایک ہی ایجاد ہے۔ سوامی جی نے جو گلکاری وید مقدس کی زمین پر کی ہے۔ اس کا رنگ امتداد زمانہ سے خودبخود اُڑتا چلا جاتا ہے۔ اسلئے کہ خود ویدوں کی ارض مقدس اُن اجزاء سے یکسر خالی ہے۔ جو اُس لالہ زار کی بقاء کے لئے ضروری اور لابُد ہیں۔ وید مقدس بذات خود ایک دیوار قہقہہ ہے اور سوامی جی کا بھاشیہ زعفران زار جو دیوار پر قائم نہیں رہ سکتا۔ پروفیسر میکسمولر نے کیا اچھا کہا کہ دیانندجی کی تاویلوں کا چراغ مغربی ہوا کے پہنچنے پر خودبخود گل ہو جائیگا۔

بایں ہمہ ہمارے آریہ دوست دیانندجی کے بھاشیہ کو الہام سے کم نہیں سمجھتے۔ اور جب کبھی وید مقدس کے لالہ زار میں سے کسی پھول کو پیش کیا جاتا ہے۔ تو جھٹ دیانندجی کا بھاشیہ پیش کردیتے ہیں۔ کہ سوامی جی نے یوں لکھا ہے۔ ادھر سوامی جی ہیں کہ تاویلوں کی بھرمار سے مطلب خبط کئے دیتے ہیں۔ مولینا ابو رحمت نے کہیں رگوید منڈل ۴ سوکت ۱۹ منتر ۹ کو پیش کرکے اُس کے لفظی ترجمے سے کسی کنواری کے بیٹے کا مرکزجی اُٹھنا ثابت کردیا تو ہمارے پُرانے دوست خوشحال چند جی ایڈیٹر آریہ گزٹ بجائے خوش ہونے کے اسم بےمسمیٰ ہوکر وید مقدس کے اندرجی مہاراج کی طرح آپے سے باہر ہوگئے۔ اور اندھا دھند درتر (اندر کا خاص ہتھیار) چلانے لگ گئے۔ اور جس طرح جناب اندر (آریوں کے پرمیشور) نے حسب روایت رگوید منڈل اول سوکت ۱۱ منتر ۷۔

मायाभिरिन्द्र मायिनं त्वं शुष्णमवातिरः

(ترجمہ)۔ ہے اندر تونے مکار شوشنا کو مکر سے قتل کیا، غریب شوشنا کو فریب سے قتل کیا۔ اسی طرح فریب کا درتر لیکر غریب ابو رحمت کے سر ہوگئے۔ پہلے تو سوامی جی کی سنت کے مطابق مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے خدا کو گالیاں دیں۔ مسلمانوں کو مکار اور مسلمانوں کے خدا کو مکاروں کا مکار کہا۔ جب غصہ ذرا ٹھنڈا ہؤا۔ تو اصل اعتراض کے جواب میں سوامی جی کا بھاشیہ نقل کرکے چپت ہوگئے۔ نرکت کا صرف نام لیکر رہ گئے۔ غصہ میں اتنا نہ ہوسکا۔ کہ نرکت نے جو ترجمہ اس منتر کا کیا ہے۔ اسکو ہی دیکھ لیں کہ اُس میں دیانندجی کے ترجمے کی تائید کہاں نکلتی۔ بلکہ وہی اگرو (کنواری) اور دیمک کی بانبی کا ذکر ہے دیکھو نرکت ۳ کھنڈ ۲۰

वम्री इति सीमकाना (ورمی) یہ دیمک کا

वम्रीभ्यः पुत्रमग्रुवो अदानम् ..... نام ہے)

دیمکوں سے کھائے گئے اگرو (کنواری) کے بیٹے کو بانبی سے نکال لایا۔ تعجب ہے کہ یہاں مُنی یاسک جیسا عظیم الشان انسان تو اُس کو اگرو کا بیٹا لکھتا ہے اور سائناچاریہ جیسا فاضل

अग्रुर्नाम काचित् स्त्री اگرو عورت تھی۔

(اجی وہ مشہور ہی Holy Virgin کے نام سے تھی)۔ اور ایڈیٹر آریہ گزٹ ہیں کہ ہمیں دیانندجی کی سب سے نرالی تاویلیں سنا رہے ہیں۔ خیر یہ تو پُرانا قرضہ تھا جو الحمدللہ ادا ہؤا۔ آج ہمیں گلزار وید میں سے ایک اور پھول پیش کرنا ہے۔ ملاحظہ ہو رگوید منڈل اول سوکت ۲۷ منتر ۱:-

अश्वं न त्वा वारवन्तं वन्दध्या अग्निं नमोभिः सम्राजन्तमध्वराणाम्

(ترجمہ) اے آگنی والا جاہ ہم تیری اس طرح تعریف کرتے ہیں۔ جسطرح گھوڑا اپنی دُم سے (مکھیاں اُڑاتا ہے)

سماجی دوستو وید مقدس کی فصاحت و بلاغت پر بھی قربان ہونیکو جی چاہتا ہے۔ کیا لطیف پیرایہ تشبیہ اور کسقدر عجیب طرز ادا ہے۔ وید مقدس نے تو صرف اپنی دُم سے کہکر ارباب سنسکرت کے مخصوص طرز بیان (مہمل گوئی) کا ثبوت دیا تھا۔ مگر بھاشیہ کار (مفسر) نے مکھیاں اُڑاتا ہے زیادہ کرکے لطف کو دوبالا کردیا۔

ویدوں کی تصنیف کے زمانہ میں اگر کوئی اس منتر کی ایسی لطیف توضیح کرتا تو اسکو ضرور ۵۰۰ کنواریاں اور ۶ ارب گائے اور ۲۱ بیل جتی گاڑیاں راجہ کرن کے ہاں سے انعام ملجاتا۔ ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۸ سوکت ۱۹ منتر ۳۶ و ۳۷۔

अदान्मे पौरुकुत्स्यः पञ्चाशतं त्रसदस्युर्वधूनाम् । मंहिष्ठो अर्यः सत्पतिः ॥३६॥ उत मे प्रयियोर्वयियोः सुवास्त्वा अधि तुग्वनि । तिसॄणां सप्ततीनां श्यावः प्रणेता भुवद्वसुर्दियानां पतिः ॥३७॥

[illegible Devanagari lines]

(ترجمہ) نہایت سخی مہربان اور بہادروں کے مالک پرو کتس کے فرزند ترسدسیو نے مجھے پچاس دوشیزہ کنواریوں کا دان دیا ہے نیز جاہ و جلال والے سیاو نے سوستو کے مقام پر ایک مضبوط گھوڑا اور ۲۱۰ مویشیوں کا گلہ میرے لئے ہانک دیا ہے۔ رگوید منڈل ۸ سوکت ۴ منتر ۲۰ کنونے پری میدہ سمیت صبح کی قصیدہ خوانی کے صلے میں بے عیب مویشیوں کے ۶۰۰۰ گلے حاصل کئے (منتر ۲۱) مجھے اس عطیہ کی بخشش پر درخت تک پکار اُٹھے ان رشیوں کو دیکھو انہوں نے نہایت عُمدہ گائیں اور گھوڑے حاصل کئے ہیں۔ جب معمولی معمولی گیتوں کے صلے میں ایسا گرانبہا انعام ملجاتا تھا۔ تو اس منتر کے صلہ میں تو انعام مذکورۃ الصدر سے کم نہ ملنا چاہئے اب اس منتر کی زمین پر جو کسی قدر سنگلاخ ہے سوامی جی کی گلکاری ملاحظہ ہو۔ (رگوید بھاشیہ صفحہ ۴۴۴)

"ہم لوگ نمسکار ستتی اور اُن آدمی پدارتھوں کے ساتھ اتم کیش والے دیگوان گھوڑے کے سمان راجیہ کے پالن اگنی ہوتر سے لیکر شلپ پرینت یجیوں میں پرکاش یکت آپ ودمان کو ستتی کرنے کو پروورت ہوتے ہوئے سیوا کرتے ہیں۔"

(اُردو ترجمہ) ہم لوگ (تعظیم تعریف اور اناج وغیرہ کے ساتھ) (اعلیٰ ایال والے تیزرو) گھوڑے کی مانند (سلطنت کے بڑھانے والے ہون (سوختنی بھٹی) سے لیکر کلوں وغیرہ روشن کرنیوالے نیک آپ) (عالم کی) تعریف (میں مصروف ہوکر خدمت) کرتے ہیں۔

جن الفاظ کو خطوط وحدانی میں کردیا گیا ہے۔ یہ سوامی جی کا اپنا گل بوٹا ہے۔ جس کے لئے وید منتر میں زمین نہیں۔ اس قدر کھینچ تان کے باوجود یہ معلوم نہ ہؤا کہ گھوڑے کی تیزروی سے تعریف کرنے میں کس قسم کی تشبیہ ہے اس سے تو ہزار درجے بہتر سائن بھاشیہ ہی رہا۔ جس نے مطلب تو صاف کردیا۔ کہ ہم تیری اس طرح تعریف کرتے ہیں۔ جسطرح گھوڑا اپنی دُم سے مکھیاں اُڑاتا ہے۔ ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

مذاکرہ علمیہ

حدیث الثقلین

اور

علی مرتضیٰ علیہ السلام

اس حدیث پر میں نے اس قدر کافی بحث کی ہے کہ ایک صادق طالب حق کے لئے کافی اور وافی ہے۔ پچھلے پیغام صلح میں مجھکو مجتہد لاہور کے اس کلمہ پر سخت تعجب ہؤا کہ حسبنا کتاب اللہ درست نہیں میں نے اس حدیث پر دو صرا ورق لکھکر بھیجا ہے جو انشاء اللہ عنقریب چھپ جاویگا۔ اور اس کے آخر میں میں نے علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دو اقوال درج کر دئے ہیں جن سے ثابت ہے کہ مولا مرتضیٰ بھی صرف قرآن ہی کو واجب الاتباع والتمسک قرار دیتے ہیں۔ اس جگہ صرف دو قول میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کے اور درج کرتا ہوں۔ اور تمام علماء شیعہ کی استبازی کو دیکھتا ہوں کہ وہ محبت اہلبیت کے دعوے میں کہاں تک صادق ہیں زبانی دعویٰ بغیر عمل کیا چیز ہے۔ میں دیکھونگا کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے حکم کی وہ کس طرح دل وجان سے پیروی کرینگے۔

علی مرتضیٰ علیہ السلام حکم دیتے ہیں۔ حارث ہمدانی کو:-

(۱) وتمسک بحبل القرآن واستنصحه واحل حلاله وحرم حرامه وصدق بما سلف من الحق الخ (صفحہ ۱۷۰ نہج البلاغۃ جلد ۲)۔ قرآن کی حبل المتین سے تمسک کر اور اسی سے نصیحت حاصل کر۔ اسکے حلال کو حلال سمجھ اور اس کے حرام کو حرام جان۔ الخ

(۲) ثم اختار سبحانه لمحمد صلی اللہ علیه واٰله لقاءه ورضی له ما عنده واکرمه عن دار الدنیا ورغب به عن مقارنة البلوی فقبضه الیه کریما صلی اللہ علیه واٰله وخلف فیکم ما خلفت الانبیاء فی اممها اذ لم یترکوهم هملا بغیر طریق واضح ولا علم قائم کتاب ربکم فیکم مبینا حلاله وحرامه وفرائضه وفضائله الخ (صفحہ ۲۰ نہج البلاغۃ جلد ۱)

(ترجمہ)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی ملاقات کو اختیار کیا اور بر ضا ورغبت اپنا تقرب ان کے واسطے پسند فرمایا۔ دار دنیا سے رحلت کر جانے پر انہیں مکرم کیا .... پس انہیں اپنے پاس نہایت ہی عزت واکرام سے بلا لیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ اُس پیغمبر برحق نے تمہارے درمیان اُس چیز کو چھوڑا جسے انبیاء سلف اپنی امتوں میں چھوڑتے چلے آئے ہیں۔ کیونکہ کسی نبی نے اپنی امت کو شتر بے مہار کیطرح واضح اور صاف راستے اور قائم رہنے والی نشانی کے بغیر نہیں چھوڑا۔ تمہارے درمیان جو چیز چھوڑی گئی ہے وہ خدا کی کتاب ہے۔ جو اُس کے حلال وحرام۔ فرائض ومستحبات کو بیان کرنیوالی ہے۔ الخ

اسی خطبہ میں قرآن کی نسبت آگے چلکر فرماتے ہیں: مفسرا مجمله یہ کتاب (قرآن) اپنے مجمل کی تفسیر کرنے والی ہے۔

اے عاقل اور ہوشمندو! علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے تمہارے درمیان کتاب اللہ کو چھوڑا۔ اب یا تو علیؑ کا قول مانو۔ خلفت فیکم کتاب اللہ یا خلفت فیکم الثقلین کو مانو علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن نے خود اپنے مجملات کی تفسیر کر دی ہے تم کہتے ہو نہیں۔ ائمہ اہلبیت اس کے مفسر ہیں۔

اب میں دیکھونگا کہ تشیع کے علماء علی مرتضیٰ کے ان دونوں قولوں کو بسر وچشم مانتے ہیں یا ان سے منہ موڑتے ہیں اور ابن سبا کے مروجہ طریقہ پر چلتے ہیں یا ہوس الطاق زرارہ وغیرہ کے مرویات سخیفہ وژولیدہ بیانات سے تمسک کرتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

خاکسار۔ نذر علی از شہر پشاور۔ ۱۰ ۵/۱۲

طاعت رسولؐ

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ لوگ جو رسول کی اطاعت کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ سوچیں کہ جو لوگ خدا اور رسول کی اطاعت میں فرق کرتے ہیں۔ ان کو منافق کہا گیا ہے۔ خدا سے تعلق تو رسول کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور وہی خدا کی رضا کی راہیں بتاتا ہے پس جو کچھ وہ کہے اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ اگلی آیت میں منافقوں کا ذکر کیا کہ مونہہ سے تو اطاعت کہدیتے ہیں مگر عمل اسکے خلاف ہے کیونکہ گھر میں جا کر رسول اللہ کے خلاف منصوبے کرتے ہیں (نکات القرآن)

مراسلات

بہی خواہان اسلام و اسلامک ریویو سے اپیل

مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جو کچھ کام اس وقت تک ووکنگ مشن خدمت اسلام کا کر چکا ہے۔ اور جو کچھ آیندہ کر رہا ہے وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ میں اس خاص خط کے ذریعہ آپ کی توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف منعطف کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں۔ کہ جس طرح آپ ہمیشہ خدمت اسلام کے ثواب کو حاصل کرتے رہے ہیں اس طرف بھی پوری توجہ فرماکر عند اللہ ماجور ہونگے۔

زکوٰۃ کا ایک ایسا فریضہ ہے کہ جس پر نہ صرف قرآن شریف نے بار بار زور دیا ہے اور قیام نماز کے ساتھ اسے اسلام کا دوسرا رکن عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ اولاً زکوٰۃ اور اس کے بیت المال میں جمع ہو کر مصروف اسلامی پر خرچ ہونے کی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہانتک ضرورت کو سمجھا کہ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا جنگ کیا گیا۔ اور آجتک ان کے نام کے ساتھ مرتد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کے وقت کا واقعہ ہے۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی نظر آتا ہے۔ بلکہ لفظ زکوٰۃ خود اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہ مال کو پاک کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں یہ حکم ہوا تھا۔ کہ جو لوگ غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہوئے مگر ان کی توبہ خدا نے قبول کر لی۔ اُن کے مالوں سے صدقہ لے لیں یہ حکم اس لئے ہوا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے مال سے زکوٰۃ لینے سے انکار کیا تھا۔

چنانچہ اس بارہ میں ارشاد الٰہی یوں ہوا خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها۔ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے لو اس کے ذریعہ سے تم ان کی تطہیر کرو گے۔ اور ان کو پاک کر دوگے (التوبہ) افسوس کہ اب مسلمانوں کی توجہ اس طرف بالکل نہیں رہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہیں قومی طور پر فلاح بھی حاصل نہیں۔ کیونکہ ان کی تومیت کے جو کچھ اصول مقرر کئے گئے تھے وہ انہوں نے ترک کر دیئے۔

دوسری دقت یہ واقع ہوئی ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ دیتے بھی ہیں وہ اس کے صحیح مصرف سے ناواقف ہیں۔ اور اکثر لوگ زکوٰۃ دینے والے ان لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیتے ہیں۔ جو اس کے حقدار نہیں۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے متعلق یہ حکم تھا کہ وہ ایک بیت المال میں جمع ہو کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہو مگر اب چونکہ وہ انتظام تو نہیں اس لئے اوّل تو حق یہ ہے۔ کہ خود اشاعت اسلام سب سے بڑھکر اس زکوٰۃ کی حقدار ہے۔ اسلام ایک بیکسی اور غریبی کی حالت میں ہے۔ اور اس کی توسیع واشاعت کا اس کی پاک صداقتوں کو دنیا میں پھیلانے کا کوئی انتظام میں نہیں ہے۔ پس لئے زکوٰۃ کا سارا روپیہ اشاعت اسلام میں چلا جائے تو حرج نہیں۔ لیکن اگر بعض روپیہ بھی ان مصارف میں جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمائے ہیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جائے تو ان مصارف میں جہاد یعنی اشاعت اسلام اور مولفۃ القلوب یعنی جو لوگ اسلام سے قریب ہیں ان پر روپیہ خرچ کرنا یہ ایسے امور ہیں جن کو اس وقت رسالہ اسلامک ریویو اور ووکنگ مشن ہی بہترین طریق پر ادا کر رہے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اپنی زکوٰۃ کی رقم در نہ اس میں سے کم از کم نصف ووکنگ مشن کی اغراض کے لئے مرحمت فرماویں۔ اور اپنے دیگر احباب اور تعلقداروں سے بھی یہ اپیل کریں کہ وہ اس موقع پر جب بہر حال قرآن کے حکم کے ماتحت انہوں نے اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں نکالنا ہے۔ تبلیغ اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کرکے بڑا حصہ اپنی زکوٰۃ کا اس مصرف کے لئے عطا فرماویں الدال علی الخیر کفاعله۔ آپ اگر لوگوں کو اس نیکی کی ترغیب دیں گے تو آپ خود تو بہر حال اجر عظیم کے مستحق ٹھیرینگے۔ اور خدا چاہے تو اس طرح پر تبلیغ اسلام کے اس مشن کو بھاری مدد پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اس کا انحصار انہی چند احباب پر ہے جو اس کام کی اہمیت کو سمجھتے اور اس خدمت اسلام کے لئے سچا جوش دل میں رکھتے ہیں۔ اس حسن ظن کی بنا پر جناب کی خدمت میں خصوصیت سے یہ اپیل ارسال کرتا ہوں۔ اس کو ختم کرنے سے پہلے میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جناب مجھے اتنا اعتبار بخشیں کی اس اپیل کو ملاحظہ فرمائیں جو اشاعت اسلام کے اپریل نمبر میں شایع ہو چکی ہے۔ جس پر رسالہ مذکورہ کے چند فقرات میاں بھی نقل کرتا ہوں۔

اسلامک ریویو

بھی ایک مقصد رکھتا ہے۔ اس کی بنیاد ایک خاص غرض کے لئے ۱۹۱۳ء کی ابتدا میں رکھی گئی۔ جب ہمارے بھائی خواجہ کمال الدین نے انگلستان کے کام کی بنیاد رکھی جس میں تازہ تخیل اور جوش بھرا ہوا تھا [illegible] یہ ایک قوت تبلیغی تھی جو بولا [illegible] مطالعہ اسپا کا [illegible] ہے۔ اور یہ [illegible] ہے۔ یہ ایک بڑی ہمت کا کام تھا جسے ہر مسلمان [illegible] توسیع اشاعت کے لئے۔ اور غیر ممالک میں اس کی [illegible] کے لئے جو اسے ہر دلعزیز بنا دے جوش رکھتا تھا [illegible] کیا۔ لیکن یہ ایک ایسی ہمت کا کام تھا جو ہمارے [illegible] عظیم الشان قربانی چاہتا تھا۔ اور وہ قربانی بڑی خوشی [illegible] سے اس نے کر کے دکھائی۔ آپ لوگ ریویو کو پڑھتے ہیں [illegible] اصول اس کی امیدوں اس کی آرزوؤں اس کے مقاصد [illegible] ہوں کہ اس کی قیمت کو جانتے ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے [illegible] کیا رہی ہے۔ اس نے کس قدر کوشش کی ہے۔ اور کن [illegible] کوشش میں جو اغراض وفوائد اسلام کی تائید [illegible] ہے کامیابی حاصل کی ہے۔ اگر ایک طرف اس نے [illegible] یہ دکھلایا ہے کہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کیا جائے جس [illegible] بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سکھایا تھا۔ اور [illegible] پیش کرتا ہے۔ تو دوسری طرف اس نے اسلامی خیالات [illegible] اسلامی علوم پر مضامین لکھ کر یہ بھی بتلانے کی کوشش کی [illegible] نے علوم کی ترقی اور تہذیب کی تدریجی نشوونما میں کیا کیا [illegible] کی ہیں۔

برادران! میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیں کہ یہ بہ دہرانے کی بات نہیں کہ ریویو کو کس نے جاری کیا اور کون اس میں مضامین لکھنے والے ہیں۔ ریویو ان کا پرچہ نہیں [illegible] کے لئے چلایا جاتا ہے کہ اس کی اشاعت میں کسی خاص شخص [illegible] مدنظر نہیں۔ یہ نہ خواجہ صاحب کا پرچہ ہے نہ کسی [illegible] کا

اے مسلمانو! ریویو تمہارا پرچہ ہے

تمہی پر اس کی کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار ہے۔ ایک [illegible] الشیوع پرچہ اس امداد سے ہی زندہ رہ سکتا ہے جو [illegible] پہنچے۔ بالخصوص قارئین کے اس حصہ سے جن کو [illegible] اشاعت سے وابستگی ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے پھیلانا [illegible]

ریویو اسلام کو پھیلاتا ہے۔ اور اس لئے یہ اسلام [illegible]

اور اسلام کے پیروؤں کا۔ یہ تمہارا پرچہ بھی ہے اور [illegible] تم پر یہ فرض ہے کہ تم اسے ہر طرح سے قوت اور مدد پہنچاؤ [illegible] وہ مقاصد ہیں جو اس کے پیش نظر ہیں۔ پرچہ بھی تمہارا اپنی [illegible] سے بڑھ کر یہ کام تمہارا ہی ہے۔ اس لئے اس [illegible] ہونے کا یہی وقت ہے۔ اور ہر ایک شخص جو اس قابل ہے اس کا فرض ہے کہ وہ فوراً کھڑا ہو جائے۔ اسلام کی اس فوج میں کوئی کاہل [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چلو اور

دین کے لئے استقلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ

جس قدر زور لگا سکتے ہو اس وقت لگاؤ تا اسلام کا شاندار جھنڈا برٹش امپائر کے مرکز میں اور عیسائیت کے سب سے [illegible] کال دنیا کے سب سے نمایاں مقام پر بلند رہے۔

کیا عرب اور راز [illegible] کے شریفوں اور سیدوں [illegible] اور علماؤں اور امراء اسلام کے موجودہ فرزندوں کی رگوں میں [illegible] اسلامی کا خون نہیں بہتا؟ کیا وہ فیاضی قوت اور وسیع دل [illegible] میں نہیں؟ کیا ان کی محبت اس دین کے لئے کمزور ہوگئی [illegible] جوش ٹھنڈا پڑگیا ہے جس کی ان کے بزرگوں کے دلوں میں [illegible] محبت تھی۔ اور جس کے لئے انہوں نے حسب حالات مقتضی [illegible] قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ایسا نہیں [illegible] یقین ہے کہ ابھی اسی جوش کی آگ مسلمانوں کے دلوں میں [illegible] اور اسلام کی محبت اب بھی ایسی ہی زبردست ہے۔ اور یہ [illegible] ان الفاظ کا پڑھنے والا اس رسالہ کا خریدار بن جائے۔ اور [illegible] وہ قلم یا زبان یا دونوں سے دوسروں کے لئے خریدار [illegible] جائیں ایک انگلستان ہے سامنے ہے۔ اسلام کا جھنڈا [illegible] لہرا رہا ہے۔ اے مسلمانوں کے فرزندو! اسی ہوا میں [illegible] لہرانے کا سامان جلد مہیا کر دو۔

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو واشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

صیغہ تعلیم ریاست انب صوبہ سرحد

ریاست انب جو دریائے سندھ کے کنارے پر صوبہ سرحد میں واقعہ ہے جو کہ ایک عمدہ زرخیز اور سرسبز علاقہ ہے۔ اس کا اکثر حصہ خود مختار ہے اور احکام سرکاری پر زیادہ دارومدار ہے۔ جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست نے جو کہ نہایت ہی دور اندیش۔ قوم پرور اور عادل ہیں اپنی دور اندیشی اور قوم پروری کی زندہ مثال اپنے عہد حکومت میں کچھ دی ہے جس کی مثال بہت ہی کم موجود ہو گی۔ وہ حسب ذیل ہے:-

نواب صاحب ممدوح نے ۱۹۱۳ء میں اپنے قلم سے احکام جاری فرمائے جب سے کہ ریاست میں دینی تعلیم لازمی قرار پائی صیغہ مذکور کے سکریٹری محمد کرم داد خان صاحب مقرر ہوئے۔ جنہوں نے اپنی جان توڑ کوشش سے وہ کامیابی حاصل کی۔ جو کہ قابل تحسین ہے۔ کل ریاست کو ۱۳ حلقوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک حلقہ میں لائق امام بطور گرداور مقرر کئے گئے تا ہوار حسب ذیل امورات کا گوشوارہ دفتر سکریٹری میں بلا ناغہ روانہ کیا کریں۔

نام گرداور۔ نام دہات۔ نام طالب علم معہ ولدیت و قومیت۔ عمر۔ قاعدہ خوان۔ سیپارہ خوان۔ قرآن شریف معہ ترجمہ خوان۔ کتب خوان۔ نام و مدارج امام یا استاد۔ مسجد دہ آباد یا غیر آباد۔ نمازی۔ بے نماز۔ یتیم دہ۔ بیوگان دہ۔ دستور خلاف شرع۔ تعداد اطفال جو تعلیم نہیں پاتے۔ رپورٹ متعلق ماہ فلاں۔

اگرچہ ابتداء میں بہت مشکلات درپیش ہوئیں۔ کہ ایسے سرحدی علاقہ میں کامیابی ہونی مشکل امر تھی۔ تاہم جناب نواب صاحب بہادر کی توجہ خاص اور دلچسپی سے بہت عمدہ نتیجہ نکلا۔

مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۱۶ء کو سال اختتام پر سکریٹری صاحب ڈاکٹر کرم داد خان صاحب نے رپورٹ جملہ سال مرتب کی اور جناب نواب صاحب بہادر نے بذات خود ملاحظہ دفتر تعلیم و مدرسہ دربند کے سالانہ امتحان کے لئے رونق افروز ہوئے۔ یہ دن دربند میں نہایت ہی خوشی کا تھا۔ اور طلباء مدرسہ عمدہ صاف لباس پہن کر امتحان کے لئے حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے طلباء نے قرآن شریف کی سورتیں حفظ نہایت فصاحت اور خوش آوازی سے سنائیں۔ جسے نواب صاحب ممدوح اور اُس کے وزراء سنکر بہت ہی متاثر ہوئے۔ اور استادوں کی بہت ہی تعریف کی۔ بعد اِس کے چند طلباء نے نظم پڑھی۔ جو کہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے بیان کی گئیں۔ اور طلباء کا امتحان لیا گیا۔ کامیاب طلباء کو انعام دیئے گئے۔ اور استادان کی ترقی کی منظوری فرمائی۔ آخر کار سکریٹری صاحب نے سال تمام کی رپورٹ اور اس کی گذشتہ سال سے ترقی کا خلاصہ سنایا

رپورٹ علاقہ سے معلوم ہوا۔ کہ تمام علاقہ میں ۲۵۵۹ لڑکے تعلیم پا رہے ہیں اور بے نماز ۱۲۰ برآمد ہوئے۔ خلاف شرع صرف ۵۔ رپورٹ ہوئے ... ابتداء حالت سے سہ چند ترقی ہے۔ اگر خدا نے چاہا۔ یہی سلسلہ اور حالت رہی تو سال آئندہ میں اور بھی زیادہ ترقی کی امید ہے۔ نیز سکریٹری صاحب نے تجویز کیا کہ دربند کو ایک اعلےٰ پیمانہ کا دارالعلوم بنایا جاوے۔ جو کہ یاغستان میں روشنی اور دین رسول اللہ کی ترقی کا باعث ہو۔ اور اس دارالعلوم کی شاخ کسی اعلےٰ دینی مدرسہ ہندوستان سے پیوستہ ہو۔ جناب نواب صاحب بہادر نے اس رائے کو منظور فرمایا +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالےٰ بخیر و عافیت ہیں۔ دیگر بزرگانِ ملت بھی بحمد اللہ بخیریت ہیں +

مسلم ہائی سکول اور سینیر نوکل کمرشل کالج بفضلہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ طلباء جوق در جوق داخلہ کے لئے آ رہے ہیں لیکن حضرت مولینا صدرالدین صاحب حتی الوسع قابل اور لائق طالب علموں کو ہی لیتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت اخلاق کا بھی بہت کچھ خیال رکھتے ہیں +

نومبائعین:- ذیل کے احباب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدؑ کی بیعت میں داخل ہوئے:-

میاں میراں بخش صاحب - سیالکوٹ۔
مسماۃ بلقیس بیگم صاحبہ - میرٹھ۔
میر عبداللہ حسین صاحب - میلاپور۔
مظہر الحسن صاحب - شمیر کوٹ۔
شیخ عبداللطیف صاحب - قصبہ نور پور۔

منقولات

جنگی خدمت پر عورتیں

جس وقت کوئی عورت موجودہ جنگ میں کسی محاذ پر لڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ تو بہت تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر اس جنگ میں اس کی کافی مثالیں موجود ہیں۔ کہ عورتوں نے جنگ میں حصہ لیا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ اسی محاذ پر یہ واقعات زیادہ ہوئے ہیں۔ سب لوگوں نے زمانہ سابق کی مردانہ عورتوں کے کارنامے سنے ہونگے۔ گو بہت سے لوگ ان کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں مگر فی الحقیقت اس قسم کی عورتیں ضرور گذر چکی ہیں۔ لوگ یہ بھی سنتے ہیں کہ کسی زمانہ میں لڑنے والی عورتوں کی کمپنیاں۔ رجمنٹیں اور فوجیں ہوتی تھیں دریائے آمیزن کا نام بھی انہی جنگی عورتوں کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ جو اسکے کنارے پر آباد تھیں۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور کے پاس ۱۵۰ مردانہ عورتوں کا ایک باڈی گارڈ تھا۔ جو ایران کشمیر اور پنجاب کی لڑکیوں سے بھرتی کیا گیا تھا۔ جاوا جب ڈچ لوگوں کی ماتحتی سے آزاد تھا۔ اسوقت وہاں کے بادشاہ کے پاس عورتوں کی ایک فوج تھی۔ جو سوار تھی۔ آگے آگے چلتی تھی اور دیگر فوجی کام کرتی تھی۔ سن وانکسد بادشاہ ڈینیگس کا ایک ہزار عورتوں کا ایک باڈی گارڈ تھا۔ شاہان مغلیہ کے محل کی اندرونی ڈیوڑھی پر قلماقنیاں۔ تھیں ادا بیگنیاں ہتھیار باندھکر پہرے دیتی تھیں۔ اور ایسے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے کہ ان زمانہ کے سپاہیوں کو یہی اسلحہ بیرونی مداخلت کے بر خلاف استعمال کرنے پڑے۔ راجپوتانہ کے پرانے حصوں میں کئی رانیوں اور ساجادیا کے نام آتے ہیں۔ جنہوں نے میدان کارزار میں دشمنوں کے مقابلہ میں داد مردانگی دی۔ اور بعض اوقات اپنے دارالصدر کو بچا لیا عربوں اور ترکوں میں عورتیں ہمیشہ لڑتی رہیں اور اسوقت بھی جوہر شجاعت دکھاتی رہتی ہیں۔ موجودہ جنگ میں کئی واقعات ایسے سننے گئے ہیں کہ عورتیں اپنی جنس کو چھپا کر فوج میں بھرتی ہوگئیں۔ اور زخمی ہونے پر اُن کا راز کھلا۔ ہر ایک قوم کی فوجی تاریخ میں اس قسم کے چند واقعات ملتے ہیں امریکہ میں ایک خاتون بیب ہیم نامی ہیں جو اپنے ملک کی طرف سے ہسپانوی سپاہیوں سے لڑیں۔ انہوں نے فلیپائن میں میدان جنگ میں پہونچنے کے لئے ایک (کیبن بوائے) جہازی لڑکے کا بھیس بدلا اور اس کے بعد سپاہی کا بھیس بدل کر جنگ میں شریک ہوئیں۔

ایک اور عورت جو امریکہ میں لڑی اُس کا نام سنورہ اوریناد اسکوٹز تھا۔ یہ ایک اعلےٰ خاندان کی عورت تھی۔ جب "سول وار" شروع ہوئی۔ تو اسکو لڑائی میں شامل ہونے کا بیحد شوق پیدا ہوا۔ اور اس نے اپنے خاوند کو مجبور کیا کہ وہ فیڈرل فوجوں سے علیحدگی حاصل کرے۔ اور جنوبی ریاستوں کی فوجوں میں شریک ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی درخواست کی کہ اسکو اپنے زیر کمان بطور ایک سپاہی کے بھرتی کر لے۔ جب خاوند نے اس سے انکار کیا تو وہ اس کا ایک سوٹ پہنکر نیو آرلینز روانہ ہوگئی۔ اور وہاں ایک درزی سے جس نے اس کے راز کو افشا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اپنے کپڑے درست کرائے۔ اور مصنوعی مونچھیں لیکر لگائیں۔ اس کے بعد بہت سے آدمیوں کو بھرتی کرکے اپنے خاوند کے پاس لے گئی۔ اس مرتبہ اُس نے اپنی بیوی کے خیالات کو منظور کیا۔ بلکہ اسکو بتایا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو اس طرح قواعد کرائے۔ لفٹننٹ ہیری بفورڈ کے نام سے اس عورت نے کئی مرتبہ اس فیڈرل فوج کی لائن کو مجبور کیا۔ اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایسی عورتیں موجود ہیں جو موجودہ جنگ میں لڑ رہی ہیں۔ کم از کم ۲۰ عورتیں ہنگری کے والنٹیروں میں بھرتی ہوئیں۔ جس میں روزا کا قصہ دلچسپ ہے۔ وہ گلیشیا کی تمام لڑائی میں شریک رہی اور کوہ کارپیتھین کے بدترین علاقوں میں لڑی۔ اس کا باپ اور بھائی مارے گئے۔ اور اس کا عاشق قتل ہوا۔ مگر وہ لڑائی میں برابر شریک رہی۔ اپنے اظہار شجاعت کی قدر دانی میں اُس نے دو تمغے پائے۔ اس کے بعد وہ جرمن رسالے میں تبدیل کر دی گئی۔ اس کی دو پسلیاں ایک گولے کے ٹکڑے سے ٹوٹ گئی ہیں۔ مگر وہ جنگ کی اسوقت تک شائق ہے۔ اسی طرح گیلی پولی کے معرکوں میں ترکی عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا گیا۔ اور روس کی تو بعض عالی مرتبت ناکتخدا لڑکیاں فوج میں بھرتی ہوئیں +

(اسٹار بٹس)

تازہ خبریں

آریہ سماج لاہور میں سالانہ فساد:- لاہور کی آریہ سماج میں نہیں یہ بھی کوئی رسم ٹھیر چکی ہے۔ کہ ہر سال آپس میں کچھ نہ کچھ فساد کرے۔ گذشتہ اتوار انتخاب ممبران کے لئے سماج مندر انارکلی میں تھا۔ جس میں لالہ سٹھاکر دت صاحب پریسیڈنٹ کے مخالفین نے بھی ممبری کا چندہ دیا۔ پہلے تو چندہ لئے بغیر ہی جلسہ برخاست کرنے کی کوشش ہوئی۔ لیکن جب ایسا نہ ہو سکا۔ اور ان لوگوں نے بڑی سماجت سے کام لیا۔ تو باہمی مشورہ کے بعد ان سے چندہ لینا منظور کر لیا گیا۔ اس پر انہوں نے سوال اٹھایا کہ جن جن کو ممبر منظور کیا جائے ان کا بعد میں اعلان کر دیا جائے۔ لیکن اس سوال کو لالہ جی کے فریق نے اس لئے منظور نہ کیا۔ کہ وہ لوگ ہتک عزت کی نالش کر دیں گے۔ کیونکہ ممبر نہ بنانے کی چندہ نہ ملنے کے علاوہ وجہ یہی وجہ سماج کے قواعد میں بد چلنی ہے۔ اس پر فساد ہونے لگا تو مسٹر ... کہ صاحب انسپکٹر پولیس پہنچ گئے۔ ان کی کوشش اور سمجھانے سے ہر دو فریق نے صاحب ڈپٹی کمشنر کے آگے معاملہ کو دوسرے روز پیش کرنا منظور کیا۔ چنانچہ دوسرے دن صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے ہر دو فریق کو صاحب انسپکٹر پولیس نے پیش کیا۔ صاحب بہادر نے ہر دو کو سمجھایا۔ اور کسی کو منصف مقرر کرنے کے لئے کہا۔ اس کے لئے لالہ ہنسراج جی کا نام تجویز ہوا۔ لیکن یہ کہنا مشکل نہیں کہ لالہ ہنسراج جی اس خدمت کو منظور کرینگے۔ آئندہ اتوار مورخہ ۱۹ مئی کو پریسیڈنٹ کا انتخاب ہونیوالا ہے۔ اور اسی کے لئے یہ سارا جھگڑا بیشتر برپا ہوا ہے۔ دیکھئے کیا نتیجہ ہو۔ نیز لالہ سٹھاکر دت پر ایک کتب خانہ کو جو چھ ہزار روپیہ کی مالیت کا بتایا جاتا ہے۔ دو ہزار روپیہ پر فروخت کر دینے کا الزام دیا گیا ہے اور ان پر اس الزام میں نالش بھی کر دی گئی ہے۔ دیکھئے کیا نتیجہ نکلے۔

جاپانی طالب علم کلکتہ میں ایک جاپانی طالب علم مسٹر کموسا بدھ مذہب کی تحقیقات اور سنسکرت کی تعلیم کے لئے کلکتہ آیا ہے اسکو جاپانی گورنمنٹ نے اس کام کے لئے ایک وظیفہ عنایت کیا ہے یہ شخص بدھ مذہب کی مقدس کتاب "ستر پیا ستراگا" کا چینی نسخہ بھی اپنے ساتھ لایا ہے۔ جو ۸۰۰ جلدوں میں ہے یہ کتاب ٹوکیو یونیورسٹی کی طرف سے کلکتہ یونیورسٹی کو عطا کی جائے گی۔

دھرم سالہ میں زلزلہ - دھرم سالہ کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ گذشتہ منگل کی نسبت کہ وہ ۱۹۰۵ء کے ہولناک زلزلہ سے زیادہ وقت تک رہا اب تک گو صرف دو آدمیوں کی ہلاکت کا پتہ لگا ہے مگر بہت سے لوگ زخمی ہوئے گورنمنٹ ہسپتال کا ایک حصہ گر گیا اور چھاونی کے کچھ مکانات بھی گرے۔ مگر مضافات کے ...

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل + ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ شعبان سنہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۳ مئی سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱۴

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنیوالی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنیوالی ہے

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دن ندامت آنیوالی ہے

خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنیوالی ہے

خدا ظاہر کرے گا اک نشاں پر رعب پر ہیبت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنیوالی ہے

ملفوظات مسیح موعود

متقی کون ہے؟

ایک مولوی صاحب جن کے والد بزرگوار احمدی جماعت میں داخل تھے اور بقضائے الٰہی فوت ہو گئے علاقہ گوجرانوالہ سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو حضرت اقدس سے ارادت حاصل نہ تھی۔ اور نہ اپنے والد مرحوم کو صراط مستقیم پر سمجھتے تھے۔ چند احباب کی تحریک سے وہ بحث و مباحثہ کی غرض لیکر یہاں آئے تھے۔ حضرت اقدس کے روبرو تو ان کی کوئی کلام ہم نے نہ سنی حضرت مولوی نورالدین صاحب سے البتہ کلام کرتے رہے جس میں نووارد مولوی صاحب نے یہ کہا کہ ہمارے نزدیک بہت سے متقی ہیں کہ جنہوں نے مرزا صاحب کو نہیں مانا اور چونکہ ہم ان کو متقی اور راست باز تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی نہیں مانتے۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ جو ضد اور تعصب وغیرہ سے تو پاک ہے اور سچی ارادت سے حق کا طالب ہے اور اس لئے کسی شخص کو متقی مان کر اسکی تقلید سے وہ حضرت امام علیہ السلام کا منکر ہے تو میرے نزدیک وہ اس وقت تک معذور ہے جبتک کہ اللہ تعالیٰ اس پر حقیقت کو واضح نہ کر دے کہ قد تبین الرشد من الغی ہو۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیہلک من هلك عن بينة ويحيى من حى عن بينة جو ہلاک ہو وہ بھی بین آیات دیکھکر ہلاک ہو اور جو زندہ ہو وہ بھی بین آیات دیکھکر زندہ ہو +

نووارد مولوی صاحب نے چاہا کہ اسکی تصدیق حضرت مرزا صاحب سے کرائی جاوے۔ پس لئے جناب حکیم صاحب نے بوقت ظہر اس مسئلہ کو حضرت امام علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کیا جس پر آپ نے فرمایا کہ اس قسم کا سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا تو انہوں نے جواب دیا علمها عند ربی ایسے ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے وہ جیسے جیسے سمجھے گا ویسا معاملہ اس سے کریگا۔ ہاں کوئی آدمی کسی کو متقی کیونکر یقینی کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے لا تزکوا انفسکم اور فرماتا ہے هو اعلم بمن اتقیٰ اور فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم بذات الصدور ہے ہاں مامور من اللہ کے متقی ہونے اور نہ ہونے کے نشانات بین ہوتے ہیں نماوروں کے۔

ایک اور شخص کے سوال پر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اور آپ نے دعویٰ کیا تو اسوقت بھی لوگوں کی نظر میں بہت سے یہودی عالم متقی اور پرہیزگار مشہور تھے لیکن پس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا کے نزدیک بھی متقی ہوں۔ خدا تعالیٰ تو ان متقیوں کا ذکر کرتا ہے جو اس کے نزدیک تقویٰ اور اخلاص رکھتے ہیں بعض ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوےٰ سنا لوگوں میں جو ان کی وجاہت تھی اس میں فرق آتا دیکھکر رعونت سے انکار کر دیا اور حق کو اختیار کرنا گوارا نہ کیا اب دیکھو کہ لوگوں کے نزدیک تو وہ بھی متقی تھے مگر ان کا نام حقیقی متقی نہیں تھا۔

حقیقی متقی وہ شخص ہے کہ جسکی خواہ آبرو جاوے ہزار ذلت آتی ہو جان جانے کا خطرہ ہو نفر و فاقہ کی نوبت آگئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے۔ لیکن حق کو ہرگز نہ چھپاوے متقی کے یہ معنے جیسا آجکل کے مولوی عدالتوں میں بیان کرتے ہیں ہرگز نہیں ہیں کہ جو شخص زبان سے سب جانتا ہو خواہ اسکا عملدرآمد اس پر ہو یا نہ ہو اور خواہ جھوٹ بھی بول لیتا ہو چوری بھی کرتا ہو تو وہ متقی ہے۔ تقوےٰ کے بھی مراتب ہوتے ہیں۔ اور جبتک کہ یہ کامل نہ ہوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ہوتا۔ ہر ایک شے وہی کار آمد ہوتی ہے جس کا پورا وزن لیا جاوے۔ اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ہے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ پی لینے سے اسے سیری حاصل نہ ہوگی اور نہ جان کو بچا سکے گا۔ جبتک پوری خوراک کھانے اور پینے کی اسے نہ ملے یہی حال تقوےٰ کا ہے کہ جبتک انسان اسے پورے طور پر ہر ایک پہلو سے اختیار نہیں کرتا تب تک وہ متقی نہیں ہو سکتا ورنہ یہ بات نہیں تو ہم ایک کافر کو بھی متقی کہہ سکتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی نیکی تو کافر یعنی خوبی اس کے اندر ضرور ہوگی اللہ تعالیٰ نے محض ظلمت کو کسی کے لئے پیدا نہیں کیا مگر تقویٰ کی یہ مقدار اگر ایک کافر کے اندر ہو تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ تقویٰ کی مقدار ہونی چاہئے جس سے دل روشن ہو خدا راضی ہو اور ہر ایک بدی سے انسان بچ جاوے۔ بہت سے ایسے مسلمان ہیں کہ جو کہتے ہیں کیا ہم نہیں رکھتے نماز نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ مگر ان باتوں سے وہ متقی نہیں ہو سکتے تقوےٰ اور شے ہے۔ جبتک انسان خدا کو مقدم نہیں رکھتا اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو خواہ قوم کا خواہ دوستوں اور شہر کے رہنے والوں کا خدا سے ڈرکر نہیں توڑتا اور خدا کے لئے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا تب تک وہ متقی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں جو بڑے بڑے متقیوں کے ساتھ بہ وعدے ہیں متقیوں کا ذکر ہے جنہوں نے تقوےٰ کو وہاں تک نبھایا جہانتک انسان کی طاقت تھی بشریت کے قویٰ لئے جہانتک ان کا ساتھ دیا برابر تقوےٰ پر قائم رہے حتیٰ کہ انکی طاقتیں ہار گئیں اور پھر خدا سے اور طاقت طلب کی جیسے کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ظاہر ہے ایاک نعبد یعنی اپنی طاقت تک تو ہم نے کام کیا اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ایاک نستعین یعنی آگے چلنے کے لئے اور نئی طاقت تجھ سے طلب کرتے ہیں جیسے حافظ نے کہا ہے۔ س

مابدان منزل عالی نتوانیم رسید + ہاں اگر لطف شما پیش نہد گامے چند

پس خوب یاد رکھو کہ خدا کے نزدیک متقی ہونا اور شے ہے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اور شے +

مسیح علیہ السلام کے وقت جو مخالفوں کے جبّے وغیرہ بنتے تھے اسکا باعث یہی تھا کہ جو عالم لوگ یہود کے نزدیک مسلم تھے اور متقی پرہیزگار تسلیم کئے جاتے تھے وہ مخالف تھے اگر وہ مخالف نہ ہوتے تو جبّے وغیرہ نہ بنتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی حال تھا عجب بخل ریا نمود اور وجاہت کی پاسداری وغیرہ باتیں تھیں جنہوں نے حق کی نبوت کو ان سے دور رکھا غرضیکہ تقویٰ مشکل شے ہے جب اللہ عطا کرتا ہے تو اسکے علامات بھی ساتھ ہی رکھ دیتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ ۔ چہارشنبہ ۲۳ مئی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۴

تبدیلی عقیدہ کے متعلق مولوی شیر علی صاحب سے ایک ضروری سوال

مکرم مولوی شیر علی صاحب قادیان کے ان بزرگوں میں سے ہیں جو ابتدا سے خلافت محمودیہ کے پشت پناہ کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ایک مدت تک ریویو آف ریلیجنز میں آپ نہ صرف بحیثیت نامہ نگار ہی بہت سے مضامین لکھتے رہے۔ بلکہ اس کی ادارت کے منصب پر بھی کچھ عرصہ تک فائز رہ چکے ہیں۔ آجکل آپ نے بہت سے طویل خطوط کا ایک سلسلہ جماعت حقہ احمدیہ کے بعض ممبروں کے نام لکھ لکھکر بھجوا رہے ہیں جن میں جماعت کے موجودہ اختلافی مسایل نبوت مسیح موعود اور مسئلہ کفر وغیرہ پر آپ نے بڑی شرح وبسط کیساتھ بحث کی ہے۔ جا بجا بزرگان ملت بالخصوص حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب پر حملے بھی کئے ہیں۔ اور زیادہ تر اس بات پر زور دیا ہے کہ ان مسایل نبوت اور کفر میں ان کا اعتقاد ہمیشہ وہی رہا ہے جو اب ہے۔ خود حضرت مسیح موعود کے منہ سے آپ لگاتار انہی باتوں کو سنتے رہے جو اب میخ کی طرح ان کے دل میں گڑ چکی ہیں۔ اور کسی طرح بھی نکل نہیں سکتیں۔ اور کہ یہ وہی باتیں ہیں۔ جو آپ ہمیشہ سے ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے رہے ہیں۔ جس کا جی چاہے مقابلہ کرکے دیکھ لے چنانچہ آپ کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں جو یہ فرماتے ہیں۔

Was Ahmad a Prophet? If so in what sense? In reply to these questions I might have referred you to what I wrote in the Review of Religions on this subject, long before there was any sign of the present Controversy. But that may cause you inconvenience. So I let you know what my belief was on the subject in the Life-time of the Promised Messiah and you can verify it, if you like, by comparing it with what I wrote in the Review.

مطلب اس عبارت کا یہ ہے۔ کہ ان سوالات کے جواب میں کہ کیا احمد نبی اللہ تھے تو کس قسم کے نبی تھے میں آپ کو ان تحریرات کا حوالہ دوں۔ جو اس مضمون پر موجودہ مباحثے سے مدتوں پہلے جبکہ ان جھگڑوں کا نام ونشان بھی نہ تھا میں لکھ چکا ہوں تو یہ آپ کیلئے باعث تکلیف ہوگا اس لئے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں میرا عقیدہ کیا تھا۔ اور آپ اگر پسند کریں۔ تو ریویو سے اس کا مقابلہ کرکے اس کی تصدیق بھی کر سکتے ہیں

اس کے آگے آپ نے جو اپنا عقیدہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے:۔

From what I repeatedly heard from the blessed lips of the Promised Messiah — from what I heard from him times out of number, I had come to believe with full and complete clearness that Ahmad was a Prophet a prophet in the same sense in which Moses, Jesus, Zoroaster and others were Prophets. As to the prophethood itself there was no difference. I never regarded him inferior to any of these prophets in respect of prophethood and I believed him to be superior to many prophets in respect of rank.

ترجمہ ان باتوں سے جو مسیح موعود کے دہان مبارک سے میں اکثر سنتا رہا ہوں اور بے شمار مرتبہ میرے کانوں میں پہنچتی رہی ہیں۔ میں کامل صفائی کے ساتھ اس یقین پر پہنچ گیا۔ کہ احمد نبی تھے اور ان معنوں میں نبی تھے جن معنوں میں موسیٰ عیسیٰ۔ زرتشت۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نبی تھے۔ بلحاظ نبوت ان کی اور مسیح موعود کی نبوت میں کوئی فرق نہیں میں نے کبھی ان سب انبیاء میں سے بلحاظ نبوت کسی طرح بھی آپ کو کم نہیں سمجھا۔ اور بلحاظ مرتبہ میں آپ کو اکثر انبیاء سے بڑھکر یقین کرتا رہا۔“

یہ ہے وہ اعتقاد جو مولوی شیر علی صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے خود مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ان گنت مرتبہ سن کر اختیار کیا۔ بلکہ ان موجودہ مباحثات سے بہت عرصہ پہلے اسے ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے بھی رہے جس کے لئے آپ اجازت دیتے ہیں۔ کہ ریویو کے فایلوں سے اسکا مقابلہ کرکے اسکی تصدیق کر لی جائے مگر افسوس ہے کہ خود کسی خاص مضمون کا حوالہ نہیں دیا۔ اس لئے آؤ ذرا خود ہی ریویو آف ریلیجنز کو بھی دیکھیں اور اپنے مکرم مولوی شیر علی صاحب کی اس اجازت سے فایدہ اٹھاکر اس بات کی ٹوہ لگائیں کہ کیا آپ نے اپنے اس مندرجہ بالا اعتقاد کو ہی حسب ادعائے خود اپنے مضامین میں بھی لکھا ہے۔ اور کہیں اس کے مخالف تو کوئی بات نہیں کہی۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ اس مضمون پر ان مباحثات سے مدتوں پہلے ریویو آف ریلیجنز میں لکھ چکے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ آپ کا عقیدہ ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ اور کبھی بدلا نہیں۔ آیا یہ واقعی صحیح ہے ”مدتوں پہلے“ کی باتوں کو فی الحال تھوڑی دیر کے لئے نظرانداز کرکے ہم آپ کی خاص ان ایام کی ہی تحریرات میں نظر ڈالتے ہیں۔ جب یہ موجودہ مسایل کم از کم قادیان کی چاردیواری میں بڑے زور وشور سے معرض بحث میں آچکے تھے فروری ۱۹۱۴ء کا مہینہ وہ مہینہ۔ جب حضرت مولینا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بستر علالت پر تھے۔ اور آپ کی حالت دن بدن تشویشناک تھی جبکہ تھوڑے ہی دن بعد ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ اور ان پہلے کی بعید بعد انجان نے کھلم کھلا جماعت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ اس ایسے وقت میں جبکہ قادیان کے مولوی صاحب پوش بڑی بڑی کتابیں سروں پر رکھکر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر بھاگے پھرتے اور بھلا۔ فلاں کی آزادی تمثیل کو اپنے عمل سے ثابت کر رہے تھے ہمارے مکرم مولوی شیر علی صاحب ایک مضمون لکھتے ہیں۔ *Ahmad as a Prophet.* احمد بحیثیت نبی اس مضمون کے شروع میں لفظ *Prophet* پر آپ ایک نوٹ لکھتے ہیں جو حسب ذیل ہے:۔

The word prophet is used here not in the strict terminology of the Muslim Law. The Holy prophet Mohamad, may Peace and blessing of God be upon him, being the last of the prophets in that sense, but in the broad sense of one endowed with the gift of prophecy by Divine inspiration, a gift which is promised to every true muslim by the holy Quran, and one which was possessed in an eminent degree by the late Mirza Ghulam Ahmad of Quadian.

ترجمہ لفظ پرافٹ دینی اسلامی اصطلاح کے اصل معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا کیونکہ ان معنوں کے لحاظ سے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے بلکہ یہ لفظ اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے وہ شخص مراد ہے جسکو الہام الٰہی کے ذریعہ پیشگوئیوں کے انعام سے سرفراز کیا گیا ہو۔ اور یہ انعام ہے جسکا وعدہ قرآن کریم نے ہر ایک سچے مسلمان کیساتھ کیا ہے یہی انعام حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم ومغفور کو بھی زیادہ کثرت کیساتھ ملا تھا“

اب اس عبارت میں ہمارے مکرم مولوی شیر علی صاحب نے جن معنوں میں حضرت مسیح موعود کے متعلق نبی کا لفظ استعمال کیا ہے ظاہر ہے ایک طرف تو آپ کا بیان ہے کہ ”احمد نبی اللہ تھے اور انہی معنوں میں نبی اللہ تھے جن معنوں میں موسیٰ عیسیٰ۔ زرتشت اور دیگر انبیاء علیہم السلام نبی تھے بلحاظ نبوت ان کی اور حضرت مسیح موعود کی نبوت میں کوئی فرق نہیں“

پھر کیا یہ دعوےٰ ہے کہ آپ اپنے اس اعتقاد کو ریویو آف ریلیجنز میں بھی بیان کرتے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ریویو آف ریلیجنز کی ورق گردانی سے جو کچھ ثابت ہوا جو کچھ اپنا اعتقاد اس ریویو میں مولوی صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ اور انہی ایام میں لکھا ہے۔ جبکہ نبوت مسیح موعود پر کم از کم قادیان میں بڑے زور وشور سے بحث شروع ہو چکی تھی وہ صاف ثابت کر رہا ہے کہ ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کجا موسیٰ۔ عیسیٰ۔ زرتشت اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور کجا حضرت مسیح موعود کہ جنکے متعلق لفظ نبی کو استعمال کرتے ہوئے بھی مولوی صاحب اس قدر ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔ کہ مبادا اسے کہیں اسلامی اصطلاح کے اصل معنوں میں قرار نہ دیدیا جائے۔ اور اس لئے اس کی تشریح فرما دیتے ہیں۔ اور اسے مکالمہ مخاطبہ کے ماتحت پیشگوئیاں کرنیوالا کی حد تک محدود کرکے ہر ایک سچے مسلم کو اسکا جایز حقدار ٹھیراتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہم حیران ہیں کہ ایک طرف تو مولوی صاحب اپنی اسی چٹھی میں لکھتے ہیں کہ

Another fact which positively proves that Ahmad was a Prophet in the real sense of the term is that in the word of God revealed to him Ahmad is repeatedly spoken of as a Rasul and a Nabi

ترجمہ ”ایک اور برہان جس سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ احمد نبی اللہ تھے اور لفظ نبوت کے اصلی معنوں میں آپ نبی تھے۔ یہ ہے کہ وہ الہامات جو آپکو ہوئے ان میں آپکو بار بار نبی کہکر پکارا گیا ہے“

لیکن دوسری طرف اپنے رسالہ کے اندر اسی *real sense* اصلی معنوں میں استعمال شدہ لفظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

The word prophet is used here not in the strict terminology of Muslim Law.

لفظ نبی یہاں شریعت اسلام کی اصطلاح کے اصلی معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اب بتلایئے تا کہ کس بیان کو صحیح سمجھا جائے۔ ریویو آف ریلیجنز پر تو وہ بات نہیں جو آپ نے اس چٹھی میں لکھی ہے۔ حالانکہ آپ کا دعوےٰ یہ تھا کہ آپ ان مباحثات کے شروع ہونے سے مدتوں پہلے انہی باتوں کو لکھتے رہے ہیں۔ اور اسکی تصدیق ریویو سے کی جاسکتی ہے۔ اب بتایئے تصدیق کہاں ہوئی۔ یہاں تو الٹی تکذیب ہو گئی مسیح موعود سے آپ نے جو کچھ سنا تھا وہ تو الگ رہا۔ یہاں تو اپنا لکھا ہوا بھی آپکو یاد نہ رہا۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی جہانتک آپ کی تحریرات ہماری نظر سے گذری ہیں آئی ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں نبی نہیں کہا گیا کہ گویا آپ میں اور دیگر انبیاء میں کوئی فرق نہ ہو بلکہ اس کے برخلاف جب کبھی لکھا۔ آنحضرت صلعم کو آخری اور ایک ہی نبی تمام امت کیلئے تسلیم کیا ۱۹۱۰ء میں آپ ”انبیائے عالم“ کے عنوان سے سردار پریتم سنگھ صاحب ایم اے کے جواب میں ایک مضمون لکھتے ہیں۔ اور اسمیں صاف طور پر آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھتے ہیں کہ

”آپ کل زبانوں کیلئے اور کل قوموں کیلئے ایک ہی نبی ہیں“

حالانکہ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ وہ بارہا ان گنت مرتبہ حضرت مسیح موعود کے منہ سے سنکر اس پر ایمان لا چکے تھے اور یہ عقیدہ آپکے دل میں راسخ ہو چکا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود بھی نبی ہیں۔ اور بحیثیت نبوت ویسے ہی نبی ہیں۔ جیسے دیگر انبیاء علیہم السلام پھر اس یقین وایمان کے ہوتے ہوئے کیونکر انہوں نے اسلام کیلئے ایک ہی نبی ہونے پر فخر کیا کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت کو وہاں بالکل بھلا دیا۔ دو ہی باتیں ہیں یا تو اس وقت آپکا ایمان نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ اور یا آپ نے اپنے اعتقاد کو اسوقت جان بوجھ کر چھپایا۔ اول الذکر صورت میں آپ کا یہ فرمان کہ آپ ان موجودہ مباحثات سے مدتوں پہلے اسی مضمون پر اپنے انہی خیالات کا اظہار ریویو میں کر چکے ہیں صریحاً غلط ٹھیرتا ہے۔ اور موخرالذکر صورت میں آپ پر مداہنت کا الزام عاید ہوتا ہے۔ اب یہ خود مولوی صاحب کا کام ہے کہ دونوں میں سے جو بات ان کو پسند ہو اسے قبول کریں۔ ان کے دونو بیانات ان کے سامنے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ اسی منصفانہ دیانت کیساتھ جسکے ساتھ وہ ان چٹھیوں کو لکھنے کے مدعی ہیں۔ خداتعالےٰ کو حاضر وناظر جان کر اور یہ سمجھ کر کہ اس احکم الحاکمین کے روبرو انہیں ان باتوں کا جوابدہ ہونا پڑیگا۔ اپنے ان متضاد بیانات کا صحیح مطلب بیان فرمائینگے۔ اور اپنے اوپر سے تبدیلی عقیدہ اور اسکے ساتھ جھوٹ کا الزام جو ان بیانات کو دیکھکر ان پر عاید ہوتا ہے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

حجر والی حدیث

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے حدیث حجر کی اس توجیہ کا ذکر کیا تھا جو میاں صاحب کی طرف ماہ اپریل کے تشحیذ میں منسوب کی گئی ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ میاں صاحب کا حجر کو حضرت موسےٰ کا مرید قرار دیکر یہ کہنا کہ حضرت موسےٰ ننگے نہاتے تھے۔ اور کہ حجر آپ کے کپڑے لے بھاگا۔ تاکہ اس ذریعہ سے لوگوں کے اس خیال کو کہ حضرت موسےٰ میں کوئی جسمانی نقص ہے غلط ثابت کرے۔ چنانچہ حضرت موسےٰ جب کپڑے لینے کے لئے ننگے اس کے پیچھے بھاگے آئے تو لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے خیال کو غلط پایا۔ ان نکات عالیہ سے مسیح موعود اور مولوی نورالدین صاحب بھی محروم رہے تھا۔

فاروق اسپر خواہ مخواہ سیخ پا ہو رہا ہے اور اپنے پیر کی دستار فضیلت میں اس ایک بہت ہی بوسیدہ پیوند لگانے کی کوشش کی ہے۔ وہ حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت سے حلفیہ شہادتیں طلب کرتا ہے۔ کہ آیا حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی حجر کو آدمی کا نام ہی قرار دیا تھا۔ یا نہیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ حضرت مولوی صاحب نے یہ کب کہا تھا کہ حضرت موسےٰ نعوذ باللہ ننگے ہی نہاتے تھے۔ اور ننگے ہی کپڑے لینے کے لئے بھاگے بھاگے قوم میں چلے گئے۔ فاروق کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے۔ تو پیش کرے۔ حدیث کے راویوں پر جرح کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب اسکے ظاہر الفاظ ہی اس قابل نہیں۔ کہ انہیں صحیح تسلیم کیا جا سکے اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ حضرت موسےٰ ننگے ہی نہایا کرتے تھے۔ اور حجر جو کہا جاتا ہے کہ آپکا کوئی مرید یا غلام تھا کسی غلط فہمی کو رفع کرنے اور یہ دکھانے کے لئے کہ حضرت موسےٰ میں کوئی جسمانی نقص نہیں۔ آپ کے کپڑے لے بھاگا۔ اور آپ اسی حالت میں اس کے پیچھے بھاگے ہوئے گئے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ گویا اس حجر سے کم از کم پردہ نہیں کرتے تھے۔ اور آپ اسکے سامنے کپڑے اتار کر ننگے نہانے کے لئے گئے۔ ورنہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ حضرت موسےٰ میں جس نقص کے ہونے کا گمان کیا جاتا ہے۔ وہ موجود نہیں اس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہوا کہ مریدوں کے سامنے پیر کا ننگا ہونا جائز ہے۔ معلوم نہیں میاں صاحب نے کبھی اس جواز سے فایدہ اٹھایا ہے یا نہیں لیکن بہرحال ان کا اس حدیث پر اس قدر زور دینا ثابت کرتا ہے کہ وہ ایسا کرنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے تو اگر حجر کو آدمی قرار دیا۔ تو ساتھ ہی حضرت موسےٰ کے ننگا ہونے کو آپنے کبھی نہیں مانا لیکن میاں صاحب جو اس کے قایل ہیں۔ وہ بتائیں۔ کہ یہ مریدوں کے سامنے ننگا ہونا کونسی شریعت میں جائز ہے۔ اور انہوں نے خود کے مرتبہ اس اس جواز سے فایدہ اٹھایا۔ یا کم از کم فاروق کا دشنام نگار ایڈیٹر ہی حلفیہ بتادے کہ اس نے اپنے پیر کو کتنی دفعہ ننگا دیکھا۔ پھر حضرت موسےٰ کا ننگے بھاگے ہوئے جانا اس قدر شرمناک اور حیا سوز فعل ہے جو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ ایسی حالت میں اس خلاف عقل و تہذیب مضمون کی موجودگی اس حدیث کو کس طرح صحیح کہا جا سکتا ہے۔ ہاں اس کی کوئی ایسی تاویل اور توجیہ کر دی جائے جو عقل و فہم میں آسکے اور قرآن کے خلاف نہ ہو۔ تو البتہ اسے مانا جا سکتا ہے۔ مگر میاں صاحب کے موجودہ معنوں کی مد سے تو خواہ مخواہ حضرت موسےٰ پر ایک خطرناک حملہ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس اب ان لوگوں کی عقل پر یہاں تک پتھر پڑ چکے ہیں۔ کہ ایک اولوالعزم نبی پر بھی یہ الزام دھرنے سے نہیں چوکتے جو ایک ادنےٰ مومن کے بھی شایان نہیں۔

نادار مسلمان طلباء اور یتامی

انجمن حمایت اسلام کی طرف سے یہ ایک اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ امسال امتحان انٹرنس میں یتیم خانہ انجمن میں سے سات طالبعلم شامل ہوئے تھے۔ جو سب کے سب بفضل خدا کامیاب ہو گئے۔ چونکہ بروئے قواعد انجمن اب اس امتحان کے پاس کر لینے کے بعد انہیں یتیم خانہ سے علیحدہ ہونا پڑیگا اور انجمن ان کی مزید امداد نہیں کر سکتی۔ اسلئے انہیں اپنی تعلیم کو جاری رکھنے کیلئے ترحم خسروانہ کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے انجمن سفارش کرتی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ایک اعلان بھی بعض اخبارات میں انجمن ہی کی طرف سے دیکھنے میں آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ ایسے نادار طلباء کے لئے جو کالجوں کی تعلیم کے مصارف کو برداشت کرنے سے قاصر ہیں انجمن نے ۷۵ روپے کے پچاس وظائف منظور کئے ہیں انجمن کی یہ فیاضی بہت قابل تحسین ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اس امداد کو ان بچوں کے لئے کیوں جائز نہیں سمجھا گیا۔ اور دوسرے نادار طلباء کی تلاش ہونے لگی۔ اور طلباء تو خواہ کتنے ہی نادار ہوں۔ بہرحال انہیں اقرباء کا کچھ سہارا ہوگا۔ لیکن ان بیچاروں کو جنکے کوئی قریبی بھی نہیں۔ اور تمام عمر انہوں نے انجمن حمایت ہی کے زیر تربیت بسر کی۔ انجمن سے علیحدہ ہو جانے پر یا یوں کہنا چاہئے کہ انجمن کا اپنا دست شفقت اٹھا لینے پر کون پوچھنے والا ہے۔ بہتر ہو کہ ان وظائف کو سب سے پہلے ان یتیم بچوں پر صرف کیا جائے۔ اور نادار طلباء کے لئے انجمن کوئی علیحدہ فنڈ قایم کرنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ بے ماں باپ کے بچے یوں سامنے ترستے رہیں۔ اور انجمن ان کی طرف۔ سے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اور دوسروں کے رحم پر انہیں چھوڑ دے۔

سلسلہ کالجھ ... کا ذکر کرتے ہوئے گذشتہ اشاعت میں ... [illegible]

اسلام اور موجودہ مسلمان

نامۂ تاجر ۶

مسلمانوں کے موجودہ تنزل کے اسباب اور انکا علاج

از جناب مرزا عبدالکریم صاحب تاجر پونچھ

مکرمی مرزا عبدالکریم صاحب پونچھ کے اسم گرامی سے ہمارے احباب بخوبی واقف ہیں ما آپ اس سے پیشتر وقتاً فوقتاً نامۂ تاجر، کے عنوان محمودی باطل آرائیوں کو پاش پاش کرنے میں اپنے قلم کا سکہ بخوبی بٹھا چکے ہیں۔ آج ہم آپکے جس گرامی نامہ سے پیغام صلح کو زینت دینا چاہتے ہیں اس میں آپنے مسلمانوں کی عام موجودہ حالت اور انکے تنزل کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے ان کا حقیقی علاج بتایا ہے۔ یہ ابھی گویا تمہید ہے اس آیندہ مضمون کی جو آپ اس موضوع پر کئی نمبروں میں لکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کا یہ گرامی نامہ پوری دلچسپی اور گہری توجہ کے ساتھ پڑھا جائیگا۔ اور آپکی بیان کردہ باتوں اور اسلامی تعلیمات پر عامل ہونے کی کوشش کی جائیگی۔ یہ اس قسم کی باتیں نہیں کہ انہیں صرف ایک نظر دیکھ کر بس طاق نسیان پر رکھ دیا جائے۔ بلکہ ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان ان سب پاک تعلیمات کو اپنا حرز جان بنائے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو امت مرحومہ کی پہلے بھی ترقی و فلاح کا موجب ہوئیں اور آیندہ بھی وہ انہی کے ذریعہ سے تنزل کے تاریک گڑھے سے نکل کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

تحقیق خدا تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب کہ وہ خود نہ اسکو بدلیں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں — غالب

برادران ملت۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مدت ہوئی کہ اپنے نہایت ہی عزیز بھائیوں (انصار اللہ) کی کئی تحریرات پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا کسی کی درشتی اور سب و شتم کا جواب دینا تو ہمارے ذمہ نہیں جو جیسی کریگا ویسی بھریگا۔ اور بار ہا ہمارا معزز پیغام صلح بھی ان کی غیر معقول باتوں کا جواب معقولیت کے ساتھ دے چکا۔ اور حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہوی بھی معہ اپنے فرزند ارجمند سید یعقوب کے اس سانپ کا سر کچل چکے ہیں جو آدم ثانی کے دور میں بارِ دگر نمودار ہوا ہے۔ اس لئے چنداں حاجت نہ تھی کہ خاکسار بھی کچھ عرض کرتا۔ لیکن پیارے ہادی آخر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدین النصیحۃ دین خیر خواہی اور نصیحت کا نام ہے اس لئے میں بھی تمام مسلم قوم کی خدمت بلا تخصیص احدے عرض پرداز ہوا ہوں کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی یہاں بحث نہیں ایک مشعل ہے جو قوم کے آگے پیش ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
دربند آں مباش کہ نشنید یا شنید

مسلمانوں کی موجودہ حالت

میں دیکھتا ہوں کہ اخلاص جاتا رہا ایمان جاتا رہا۔ تقویٰ جاتا رہا۔ بددیانتی اور ظلم اور جور و جفا بغض و حسد و کینہ خود غرضی و مردم آزاری حرص و طمع و دنیا پرستی وغیرہ وغیرہ قسم قسم کے معاصی کا ایک سیلاب ہے جو چاروں طرف دنیا پر پھیلا ہوا ہے۔ دین کو ایک بازیچہ طفلاں بنا لیا گیا ہے جو کسی کے جی میں آتا ہے انا پ شناپ بتھا ملتے جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی جماعت کا یہ حال دیکھکر کمال رنج پہنچتا ہے۔ حضرت صاحب نے سچ فرمایا تھا کہ۔ ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کنند وقت خوشترم

اگرچہ یہ شعر حضرت صاحب نے احمدیوں کے متعلق نہیں کہا۔ بلکہ عام مسلمانوں کی حالت کے متعلق فرمایا تھا لیکن افسوس اور تو اور اب تو خود احمدیوں کا یہ حال ہے کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے اثر سے ایسے کورے کے کورے نظر آتے ہیں کہ گویا مسیح موعود کو انہوں نے کبھی خواب میں نہیں دیکھا۔ کہاں کہ مسلمان سچے مسلمان کہنے کو تو ہزاروں ہیں جو بڑے پاکیزہ القاب رکھتے ہیں لیکن عملی حالت کے لحاظ سے نہایت افسوس ہے کہ صرف کاغذ کے ہی پھول ثابت ہو رہے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ۔ ؎

مہد اقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

ہمیں کیا بننا چاہئے

پس میں ہر ایک مسلم بھائی کی خدمت میں بادب ... [illegible]

مسلمان بنو۔ ایمان دار بنو۔ متقی بنو۔ پرہیزگار بنو۔ ہاں بھائیو تمام الیعنی اور بیہودگیوں کو چھوڑ کر خدا و رسول کے سچے فرمانبردار بنو۔ دیکھو دنیا روز چند آخر کار با خداوند۔ جبتک کہ گنا سوز ایمان حاصل نہ ہو تب تک کبھی مسلم قوم فلاح نہیں پا سکتی۔ دیکھو رسم و عادت کا ایمان نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ اس زمانہ میں لمبی لمبی نمازیں پڑھ لینا تو بیشک آسان ہے لیکن قبلہ بھی بنانا بہت مشکل ہے۔ صایم الدہر ہونا آسان ہے مگر اپنے نفس پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ زکوٰۃ و صدقات کا ادا کر لینا آسان ہے مگر نفس کو آلودگیوں سے پاک رکھنا بہت مشکل ہے۔ لمبے لمبے وظیفے کر لینا۔ مراقبہ و چلہ کشی وغیرہ آسان پر حقوق اللہ حقوق العباد کو نگاہ رکھنا بہت مشکل ہے۔ بھائیو تم سب پیارے آقا سید الانس والجان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت ہو جن کی نسبت قرآن پاک کا یہ ارشاد ہے کہ

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ یعنے تم بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے اور بدیوں سے روکنے کے لئے بنائے گئے ہو۔ اللھم ارحم امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لیکن جب تم خود ہی سو گئے تو دوسروں کو کیا جگاؤ گے۔ ع

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

بس تمہارے لئے یہ حرکتیں زیبا نہیں دیتیں ذرا غور تو کرو کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے اعمال و افعال میں کہاں تک دین اسلام کی جھلک یا ملت ابراہیمی کی چمک باقی ہے۔ کہنے کو تو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ۷۲ سے چھوڑ ۷۳ ملکہ ۷ یا اس سے بھی زیادہ فرقہ جات اسلام میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور کل حزب بما لدیہم فرحون کے مطابق ہر ایک اپنے آپ کو راستی پر ہی بتلاتا ہے مگر خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ قلیل من عبادی الشکور تھوڑے ہیں جو میرے قدر شناس بندے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اکثر حصہ جماعت اسلام کا بگڑ چکا اسی لئے کہ دن قوم تمام ارضی و سماوی آفات کا آماجگاہ بن رہی ہے۔ اور کوئی صورت اس دکھوں کی مار سے نکلنے کی نظر نہیں آتی

لوگوں کے تجویز کردہ علاج

کسی نے انگریزی پڑھنا علاج بتایا کسی نے تجارت علاج بتایا کسی نے زراعت کسی نے سود خواری کسی نے انجمنیں بنانا کسی نے گورنمنٹ سے درخواست کر کے مسلمانوں کو ممبریاں حاصل کرنا اور حکام سے رسوخ پیدا کرنا علاج بتایا۔ الغرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ کوئی پیر بنا کوئی مرید بنا کوئی بزرگوں کی اولاد ہونے کا فخر کرنے لگا مگر سب فضول کیونکہ صرف بزرگوں کی اولاد ہونا بھی کوئی چیز نہیں جب تک کہ انسان خود کسی قابل نہ ہو۔ لوگوں نے انگریزیاں بھی پڑھ دیکھیں جنٹلمین بھی بہتیرے بن گئے وکالتیں اور بیرسٹریاں بھی ہزاروں نے پاس کر لیں عدالتوں کے مجسٹریٹ بھی بہتیرے بن گئے ڈاکٹر اور حکیم بھی بنے گدھے کا بوجھ کتابیں پڑھ کر عالم فاضل اور مولوی فاضل وغیرہ بھی بہتیرے بنے پھر بہتیرے ہیں جو بڑے بڑے ہنرمند اور تاجر بھی ہیں روپیہ بھی بہتیر کماتے ہیں پھر بھی ذلت کی ایک گویا آگ ہے جو تمام اسلامی دنیا پر چاروں طرف اپنا دامن پھیلائے ہوئے اور ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ساری قوم بلا استثناء کسی فرقہ یا جماعت کے قعر مذلت میں گر رہی ہے بھائیو

اصل وجہ فساد

سو اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ قوم نے قرآن پاک کو پس پشت ڈالدیا خدا و رسول کو بھلا دیا تقویٰ چھوڑ دیا اور لوگوں کی دیکھا دیکھی دنیا پرست اور غفلت شعار بن گئے بلکہ بیگانوں سے بدتر ہو گئے اس لئے چونکہ غیر پر وہ افسوس نہیں ہوتا جو اپنا کی تھوڑی سی لغزش پر بھی ہوتا ہے اس لئے سب سے بڑھ کر سزا ہوئی دیکھو پیارے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کی حالت کا کیا سچا نقشہ کھینچا ہے

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی — وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی — خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی — حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی
ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی — نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
غفلت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی — ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی — نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی
خوان تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی — دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی
مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی — دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی
سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی — اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی
تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی — صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
ملا کے تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو — عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو
اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے — مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے [illegible]
اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں — روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں
تقویٰ کے جامے جتنے تھے وہ چاک ہو گئے — جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے — باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے
ہنستے تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے — تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے
سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں — وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں
[illegible]

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۶ء

اسلام اور رہبانیت

لقد ارسلنا نوحًا وابراهيم وجعلنا فی ذریتهما النبوة والکتب ...... الی ...... وان الفضل بید الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم (الحدید رکوع ۴)۔

ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا۔ اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کو رکھا ہے۔ کچھ لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں اور اکثر فسق کی راہ اختیار کر لیتے ہیں پھر اس کے بعد فرمایا۔ ثم قفینا علی آثارهم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم وآتیناه الانجیل۔ نوح اور ابراہیم پر ہی کیا خصوصیت ہے ہم نے ان کے پیچھے اور بھی رسول بھیجے۔ گویا دنیا میں ایک سلسلہ رسالت کا لگا دیا۔ پھر سب سے آخر میں عیسیٰ ابن مریم کو رکھا جس کو ہم نے انجیل دی۔

متبعین حضرت مسیح اور رہبانیت

وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوه رأفة ورحمة ورهبانیة ن ابتدعوها ما کتبنها علیهم۔ اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے عیسیٰ ابن مریم کی اتباع کی محبت اور رأفت رکھ دی۔ یہ تو ہمارا فعل تھا۔ مگر انہوں نے کچھ اپنی طرف سے بھی باتیں نکال لیں۔ جن کا ہماری طرف سے حکم نہیں تھا۔ یہ بھی نہیں کہ کوئی خدا کی نافرمانی کرنا ان کی نیت تھی۔ الا ابتغاء رضوان الله۔ صرف اللہ کی رضا چاہنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا۔ فما رعوها حق رعایتها۔ پھر اس پر جو کچھ اسے ملحوظ رکھنے کا حق تھا اس کو مدنظر نہ رکھ سکے۔ فآتینا الذین آمنوا منهم اجرهم وکثیر منهم فسقون۔ پس ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے اجر دیئے اور اکثر ان میں سے فاسق تھے۔

مسلمانوں کو رحمت الٰہی کے دو حصے ملنے کا وعدہ

اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد کہ کس طرح رسولوں کو بھیجا اور پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔ اس کے بعد فرماتا ہے یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کے احکام کی نگہداشت کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں دیگا۔ ویجعل لکم نورًا تمشون به ویغفر لکم اور تمہارے لئے نور بنا دیگا۔ جس کے ساتھ تم چلو گے اور تم پر غفر کریگا۔ والله غفور رحیم اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مسلمانوں کیساتھ یہ خصوصیت کیوں؟

اب یہاں جو کہا۔ یؤتکم کفلین من رحمته تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دیگا۔ یہ کیوں؟ خدا کا فضل کسی خاص قوم کے ہاتھ میں تو دے نہیں دیا جاتا وہ تو اسی کے قبضۂ قدرت میں ہوتا ہے۔ پھر یہ کیوں کہا۔ کہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے دیگا۔ اور بھی بہت سے سبق اس کے اندر ہیں لیکن ایک یہ امر خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔ جو فرمایا کہ آمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کیا مسلمانوں کے ساتھ کوئی خصوصیت ہے۔ مسلمانوں کو تو کوئی دعویٰ بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ دوسری قوموں کو تھا۔ پھر کیوں ان کو دو حصے ملتے ہیں۔ کیا خدا بھی کوئی طرفداری کرتا ہے۔ کہ ایک قوم کا یہاں طرفدار ہو گیا ہے۔ اصل میں یہاں جو رہبانیت کا اور رأفت اور رحمت کا ذکر چھیڑا ہے۔

وہ دو حصے کیا ہیں؟

اسی کے اندر بتا دیا ہے کہ وہ دو حصے کیا ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاء آئے ہیں۔ ان سب کی تعلیم قوائے انسانی کے ایک خاص پہلو پر مشتمل رہی ہے انسان

دو قسم کے اخلاق

کے اندر دو قسم کے اخلاق پائے جاتے ہیں ایک وہ صفات یا اخلاق ہیں جو خشونت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک وہ جو عاجزی اور نرمی سے متعلق ہیں اوّل الذکر قسم کے اخلاق کے اندر شجاعت۔ بہادری وغیرہ ہیں۔ انہی میں غضب بھی ہے۔ اس کو ہم اخلاق کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتے۔ انسانی اخلاق دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ اس کی بہادری، شجاعت۔ غصہ۔ انتقام اس کا نڈر ہونا اور خطرہ کے مقام پر بے خوف ہو کر جانا۔ یہ سب اخلاق ہی ہیں جو خشونت کے اندر آ سکتے ہیں۔ دوسری طرف وہ صفات ہیں۔ جنکے اندر جھک جانا۔ عاجزی اختیار کرنا۔ تکلیف کو برداشت کرنا۔ نرمی اور فروتنی سے کام لینا وغیرہ باتیں آ جاتی ہیں

جنگ کے بغیر انسان کا گذارہ نہیں چل سکتا

جہاں تک تاریخ پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے انسان کو دنیا میں جنگ کے بغیر چارہ نہیں رہا۔ انسان کا دنیا میں رہنا اور ترقی کرنا یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ اسے جنگوں سے واسطہ نہ پڑے۔ پہلا مرحلہ جو پیش آتا ہے ترقی حاصل کرنے کے لئے وہ لڑائی اور جنگ کا مرحلہ ہی ہے۔ نہ صرف دوسری چیزوں کے ساتھ بلکہ اپنوں کے ساتھ بھی انسان کو جنگ کرنے پڑتے ہیں۔ تو اس لئے

دیگر انبیاء اور حضرت مسیح

جس قدر سلسلہ رسل کا چلتا ہے۔ وہ عمومًا انہی قوائے کی تکمیل پر زور دیتے رہے ہیں جو خشونت پیدا کرنے والے ہیں۔ جنگوں کی تعلیم اور انتقام پر ہی عمومًا سلسلہ بنی اسرائیل اور دیگر انبیاء نے زور دیا ہے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسےٰ آتے ہیں۔ جو نرمی اور فروتنی کے پہلو پر زور دیتے ہیں۔ لیکن آپ سے پہلے بالخصوص بنی اسرائیل میں جو نبی آئے ہیں انہوں نے عمومًا خشونت والے قوائے پر ہی زور دیا ہے۔ گویا جتنی انسان کی قوتیں خشونت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں وہ پہلے ظہور پذیر ہوتی ہیں اور سب سے آخر میں حضرت عیسےٰ کے ذریعہ نرمی اور عاجزی کے قوائے کو ترقی دی جاتی ہے۔ اسی لئے خصوصیت سے فرمایا۔ وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوه رأفة ورحمة۔ وہ نرمی کے اخلاق ان کے اندر پیدا ہو کر ان کے دلوں میں محبت اور رحمت بھر جاتی ہے۔ دوسری جگہ عیسائیوں کی تعریف بھی کی ہے۔ ان الفاظ میں کہ ولتجدن اقربهم مودة للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذالک بان منهم قسیسین ورهبانا وانهم لا یستکبرون۔ تو مسلمانوں کے ساتھ قریب تر محبت میں ان لوگوں کو پائیگا۔ جو نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں قسیس اور رہبان ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ یہاں بھی ان کی وہی تعریف فرمائی ہے کہ ان کے اندر نرمی اور محبت پائی جاتی ہے۔ یہ دو قسم کے اخلاق الگ الگ

ابتدا میں انبیاء علیہم السلام نے خشونت اور جنگوں پر زور دیا

الگ انبیاء کی زندگی میں پائے جاتے ہیں ان میں خشونت کے اخلاق پر ابتداء میں بہت کچھ زور دیا گیا ہے یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی جو ابتدائی زمانہ کے بزرگ اور اوتار ہیں۔ انہوں نے بھی انہی اخلاق پر زور دیا ہے۔ ویدوں کو چھوڑ کر بھی جنکے اندر دشمن کی تباہی اور ہلاکت کی دعائیں بھری پڑی ہیں رامچندر اور کرشن کو بھی لے لو۔ ان دونوں کو بھی جنگ کرنے پڑے ہیں۔ گیتا میں تو اسقدر جنگ پر ابھارا گیا ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسکے اندر سمجھایا گیا ہے کہ جنگ کرنا کوئی بے رحمی میں داخل نہیں تو یہاں ہندوستان میں بھی ابتدائی تعلیم سختی سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ یہی نظارہ ساری دنیا

مہاتما بدھ اور حضرت مسیح اخلاق ملائمت پر

میں نظر آتا ہے۔ لیکن بعد میں گوتم بدھ کی صفات کا ایک انسان آتا ہے۔ جو خشونت کے اخلاق پر زور دینے کے بجائے نرمی کے اخلاق پر زور دیتا ہے اور رہبانیت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ گویا جس طرح سلسلہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کی تعلیم اخلاق خشونت سے تعلق رکھتی ہے آخرکار حضرت عیسےٰ نرمی کے پہلو پر زور دینے کے لئے آتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں پہلے بزرگ جیسے ویدوں کے رشی، رامچندر اور کرشن جی خشونت کے اخلاق پر زور دیتے ہیں اور آخرکار گوتم بدھ نرمی کے اخلاق کی تعلیم دینے آتا ہے۔ یہی نظارہ ساری دنیا میں نظر آتا ہے۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلعم کی زندگی میں ان دونوں

نبی کریم صلعم کی زندگی کے دو پہلو

پہلوؤں کو رکھ دیا ہے۔ ایک حصہ آپ کی مکی زندگی کا ہے۔ جس میں ایک قسم کے اخلاق کا ظہور ہوتا ہے۔ اور دوسرا حصہ مدنی زندگی کا ہے جو دوسری قسم کے اخلاق کے لئے ہے۔ اس لئے فرمایا۔ آمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته اللہ کے اس رسول پر ایمان لاؤ۔ تمکو اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دیگا۔ واقعی طور پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی زندگی ان دونوں قسم کے اخلاق پر مشتمل دکھائی دیتی ہے اپنے اپنے موقعہ و محل پر دونوں قسم کے اخلاق کا کمال آپ نے دکھایا ہے۔

رہبانیت کی تردید اور انسانی اخلاقی توازن

یہ جو رہبانیت کا ذکر کیا ہے۔ یہ کس لئے کیا؟ اس میں بتایا ہے۔ کہ جب انسان ایک طرف کو پڑ جاتا ہے ...... تو کوئی پہلو فیصلہ کر لیتا ہے۔ تو اعتدال کے ساتھ اس کی رعایت کرنی اس کے لئے مشکل ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اخلاق انسانی میں توازن پیدا کیا ہے۔ اور دونوں قسم کے اخلاق کو قائم رکھا ہے۔ ورنہ جب ایک طرف کے اخلاق پر زور دیا جائے۔ تو دوسری قسم کے اخلاق آہستہ آہستہ کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اگر ایک قوم نرمی جنگوں پر ہی لگ جائے تو نرمی کے اخلاق اس کے اندر سے جاتے رہتے ہیں۔ اسلام نے اخلاق انسانی کے اندر توازن پیدا کر دیا۔ ایک طرف وہ باتیں رکھیں جو خشونت اور دل کی جرأت اور ہمت کو پست نہ ہونے دیں۔ اور دوسری طرف عفو اور نرمی کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ بلکہ دونوں قسم کے

صحابہ رضی اللہ عنہم میں کمال اخلاق انسانی

اخلاق کا کمال مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرووں کی تعریف کی کہ اشداء علی الکفار رحماء بینهم۔ کفر یا کفار بدی کے قائم مقام ہے۔ تو فرمایا کہ بدی کے مقابلہ کے لئے بڑے ہی سخت ہیں۔ اور بڑے ہی نرم ہیں نیکی حاصل کرنے کے لئے۔ وہ رہبانیت کی حالت جو مسیح کے پیرووں میں پیدا ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ کی زندگی میں نظر نہیں آتی۔ صحابہ کی زندگی میں دیکھو۔ نہ وہ لوگ وہاں نظر آتے ہیں جو اخلاق خشونت کے دکھانے میں اسقدر بڑھے ہوں کہ سوائے جنگ و جدال کے اور کوئی کام ہی نہ رہا ہو اور نہ وہ جنہوں نے اسقدر نرمی کے اخلاق کا مطیع اپنے آپکو کر دیا ہے کہ جن کو جھونپڑیوں کے اندر بند ہو کر چلہ کشیوں میں ہی عمر گذار دی۔ بلکہ ان کا کمال یہ نظر آتا ہے کہ اخلاق خشونت کے اعلےٰ سے اعلےٰ ظہور کے وقت نرمی کے اخلاق ظاہر کر رہے ہیں۔ مثلاً جنگوں کے اندر ہمارے سخت ترین دشمنوں پر کامل فتح کے وقت پہلے درجہ کا عفو اور نرمی۔ اور نرمی کے اخلاق کے اعلےٰ سے اعلےٰ ظہور کے وقت اخلاق جو انمردی ظاہر کر رہے ہیں۔ اور عبادت میں مصروف ہیں۔ خدا کی یاد کی لذت میں محو ہیں۔ اور فورًا دشمن کا مقابلہ آ پڑتا ہے تو جنگ کے لئے ہتھیار تیار ہو رہے ہیں۔ سختی کے اندر نرمی اور نرمی کے اندر سختی کا نظارہ اگر دنیا میں دیکھنا چاہو تو وہ صرف اس کامل گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر ہی پاؤ گے۔ یہ جتنے صوفی ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے چلے ایجاد کئے ہیں۔ صحابہ کرام کی زندگی میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو عبادت میں لگا ہو تو دوسرے پہلو کو ترک کر دیا ہو۔ اگر کسی نے شاذ و نادر یہ رنگ اختیار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فورًا منع کر دیا نیکی

نیکی میانہ روی کا نام ہی ہے

تو نام ہی میانہ روی کا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین میں یہی بات سکھلائی ہے۔ ہر ایک امر میں افراط اور تفریط سے بچ کر میانہ روی اختیار کرنے کا نام ہی نیکی ہے۔ مثلاً ایک باپ کا حق ہمارے ذمہ ہے۔ اس میں بھی افراط ہو سکتی ہے اور تفریط بھی۔ ایسا ہی خدا کی عبادت میں بھی افراط ہو سکتی ہے کہ جن طرزوں میں عبادت کرنے کا حکم نہیں۔ ان کو اختیار کر لیا جائے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزا ئے بر مصطفےٰ

بیشک نیکی کے اندر بڑی ترقی کرو۔ اور اس میں اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھو۔ لیکن اسی راہ سے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سکھائی ہے۔ کیوں نصاریٰ نے رہبانیت کو اختیار کیا۔ اس لئے کہ انہوں نے سمجھا کہ ہم اس طرح سے بہت عبادت کریں گے۔ آخر انہوں نے دوسری قسم کے اخلاق کو مار لیا۔ حقیقی نیکی یہی ہے۔ کہ دونوں قسم

حامیان رہبانیت کی ابتدائی اور آخری حالت

کے قوائے کا توازن رکھا جائے۔ اگر دنیا کے معاملات میں ترقی کرنا ہو۔ تو رہبانیت کام نہیں دے سکتی دیکھو۔ ایک طرف اس حالت کو بھی جب نصاریٰ کے اندر حد درجہ کی رہبانیت پائی جاتی تھی۔ سالہا سال اس رہبانیت میں ان کو گذر گئے۔ اور وہ اس میں ترقی کرتے گئے جس کا آخر یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہ ہر قسم کے علوم سے بے بہرہ ہو گئے۔ جب کوئی شخص کوئی علم کی بات کہتا تو جھٹ اس پر فتوے لگا کر اسے مورد عذاب ٹھہرا دیا جاتا۔ اس لئے کسی بھی علم میں کوئی ترقی نہیں کی۔ بلکہ بالکل بے بہرہ رہے۔ اسکے بعد برعکس عمل شروع ہوا اور دنیا کی طرف اپنی توجہ کو بالکل پھیر دیا۔ انتہا اس کی کہاں نظر آتی ہے یہی کہ دین سے بے بہرہ ہو گئے۔ اور اس سے کوئی نسبت تک نہیں کہ وہ تمام عبادت بالکل اڑ گئی۔

اسلام میں توازن حالات

بالمقابل اسلام کو دیکھو۔ ایک گھنٹہ اتنا

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور یک شنبہ شعبان ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱۵

پھر مسیح وقت سے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی
سب سے اول ہو گئے منکر یہی دیں کے منار

پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود
پھر مسیح وقت سے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

تھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہا
پھر سٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقش جدار

میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار

پر اگر آتا کوئی جیسی انہیں امید تھی
اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بیشمار

ایسے مہدی کے لئے میداں کھلا تھا قوم میں
پھر تو اس پر جمع ہوتے ایک دم میں صد ہزار

پر یہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا
آگ آتی گر نہ میں آتا تو پھر جاتا قرار

آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر اتنے نشان
قوم نے مجھکو کہا کذاب ہے اور بد شعار

ہے یقیں یہ آگ کچھ مدت تلک جاتی نہیں
ہاں مگر توبہ کریں با صد نیاز و انکسار

یہ نہیں اک اتفاقی امر تا ہوتا علاج
ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا
وہ نہیں راضی کہ بیدینی ہو ان کا کاروبار

ملفوظات مسیح موعود

آنحضرت صلعم کی فوق العادت کامیابی

دنیا میں اسی طرح پر قاعدہ ہے کہ جب مثلاً محکمہ بندوبست ایک جگہ کام کرتا ہے۔ اور وہ کام ختم ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ عملہ وہاں نہیں رہتا ہے اسی طرح پر انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام دنیا میں آتے ہیں۔ ان کے آنے کی ایک غرض ہوتی ہے۔ اور جب وہ پوری ہو جاتی ہے پھر وہ رخصت ہو جاتے ہیں +

لیکن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھتا ہوں تو آپ سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت اور قابل فخر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جو کامیابی آپ کو حاصل ہوئی۔ وہ کسی اور کو نہیں ملی +

آپ ایسے زمانہ میں آئے کہ دنیا کی حالت مسخ ہو چکی تھی اور وہ مجذوم کی طرح بگڑی ہوئی تھی۔ اور آپ اس وقت رخصت ہوئے جب آپ نے لاکھوں انسانوں کو ایک خدا کے حضور رجوع کا دیا۔ اور توحید پر قائم کر دیا۔ آپ کی قوت قدسی کی تاثیر کا مقابلہ کسی نبی کی قوت قدسی نہیں کر سکتی۔ حضرت عیسے علیہ السلام ایسی حالت میں منقطع ہوئے کہ وہ

حواری جو بڑی محنت سے طیار کئے گئے تھے جن کو رات دن ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملتا تھا۔ وہ بھی پورے طور پر مخلص اور وفادار ثابت نہ ہوئے۔ اور خود حضرت مسیح کو ان کے ایمان اور اخلاص پر شک ہی رہا۔ یہاں تک کہ وہ آخری وقت جو مصیبت اور مشکلات کا وقت تھا وہ حواری ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک نے گرفتار کرا دیا۔ اور دوسرے نے سامنے کھڑے ہو کر تین مرتبہ لعنت کی۔ اس سے بڑھ کر ناکامی اور کیا ہو گی +

حضرت موسے جیسے اولو العزم نبی بھی راستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ اور وہ ارض مقدس کی کامیابی نہ دیکھ سکے۔ اور ان کے بعد ان کا خلیفہ اور جانشین اس کا فاتح ہوا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی قابل فخر کامیابی کا نمونہ ہے۔ اور وہ کامیابی ایسی عظیم الشان ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ آپ جس بات کو چاہتے تھے جبتک اس کو پورا نہ کر لیا آپ رخصت نہیں ہوتے۔ آپ کی روحانیت کا تعلق سب سے زیادہ خدا تعالے سے تھا۔ اور آپ اللہ تعالے کی توحید کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کون اس سے ناواقف ہے کہ اس سرزمین میں جو بتوں سے بھری ہوئی تھی ہمیشہ کے لئے بت پرستی دور ہو کر ایک خدا کی پرستش قائم ہو گئی۔ آپ کی نبوت کے سارے ہی پہلو اس قدر روشن ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا +

آپ ایک خطرناک تاریکی کے وقت دنیا میں آئے اور اس وقت گئے جب اس تاریکی سے دنیا کو روشن کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی قدسی قوت کے کمالات کا یہ بھی ایک اثر اور نمونہ ہے کہ وہ کمالات ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ نظر آتے ہیں اور کبھی وہ قصہ یا کہانی کا رنگ اختیار نہیں کر سکتے۔ اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ خوارق اور اعجاز اب نہیں ہیں پیچھے ہی رہ گئے ہیں۔ مگر یہ ان کی بدقسمتی اور محرومی ہے۔ وہ خود چونکہ ان کمالات و برکات سے جو حقیقی اسلام ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اطاعت سے حاصل ہوتی ہیں۔ محروم ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تاثیریں اور برکات پہلے ہوا کرتی تھیں اب نہیں۔ ایسے بیہودہ اعتقاد سے یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان پر حملہ کرتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ خدا تعالے نے اس وقت جبکہ مسلمانوں میں یہ زہر پھیل گئی تھی اور خود مسلمانوں کے گھروں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے پیدا ہو گئے تھے۔

مجھے بھیجا ہے تاکہ میں دکھاؤں کہ اسلام کے برکات اور خوارق ہر زمانہ میں تازہ بتازہ نظر آتے ہیں۔

اور لاکھوں انسان گواہ ہیں کہ انہوں نے ان برکات کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور صدہا ایسے ہیں جنہوں نے خود ان برکات اور فیض سے حصہ پایا ہے +

اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایسا بین ثبوت ہے کہ اس معیار پر آج کسی نبی کا متبع وہ علامات اور آثار نہیں دکھا سکتا۔

جو میں دکھا سکتا ہوں (باقی آئندہ)

اقتباسات

زار کی حالت زار

نورس گزٹ کا ایک نامہ نگار معزول زار روس اور اس کے خاندان کے (جو آجکل) زار کیسیلو کے محل میں نظر بند ہیں) روزانہ مشاغل کا ایک نہایت دلچسپ خاکہ پیش کرتا ہے سابق شاہ روس کے تمام بچے بیمار ہیں وہ سب چیچک میں مبتلا ہیں گرانڈ ڈیوک الکسس جب اچھا ہو گیا تو باغ میں ٹہلتے ہوئے گر پڑا اور ہاتھ میں سخت چوٹ آگئی وہ اب ذات الریہ کے عارضہ میں مبتلا ہے۔ زار کی دو لڑکیوں کے پھیپھڑے خراب ہو گئے ہیں صرف گرانڈ ڈچس تاتیانا ہی اس قدر تندرست ہیں کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ کبھی کبھی چہل قدمی کے لئے چلی جاتی ہیں۔ سابق زار کو اپنی ملکہ سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن وہ دونوں بچوں سے آزادی کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ زارینہ کے متعلق کوئی خبر نہیں دیجاتی۔ ملکہ کی دونوں لیڈیز ان ویٹنگ اکثر اپنے ہی کمروں میں رہتی ہیں اور ان میں سے ایک ملکہ کی سوانح عمری تیار کر رہی ہے +

سابق زار جو ہمیشہ سے کھلی ہوا کا شائق رہا ہے کئی گھنٹے باغ میں صرف کرتے ہیں۔ جب تک زمین برف سے ڈھکی رہی تھی وہ باغ کی روشوں کو ایک لکڑی کے بیلچہ سے صاف کرتے رہتے تھے اور اب جبکہ برف باری کا موسم ختم ہو گیا ہے۔ وہ باغ کی جھیل کی برف کو توڑنے ... اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں ... اور اخبار نامہ نگار کے دام ادا کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں اور جواب میں وہ لوگ انکو مسٹر کرنل کے نام سے پکارتے ہیں ... اور مزدوروں کی انجمن نے سب ... خطابوں کو موقوف کر دیا ہے اور اپنے سابق شہنشاہ کو مسٹر ... کا خطاب دیا ہے۔ سابق زار محافظ سپاہیوں کے افسروں سے جو زار کیسیلو کے قیدیوں کی حفاظت پر متعین ہیں بڑی خندہ پیشانی سے گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن سیاسیات پر بحث نہیں کرتے۔ افسر بھی انکو مسٹر کرنل کے نام سے پکارتے ہیں۔ شاہزادہ ڈول گرکاف اور کاونٹ ... سابق زار کیساتھ مقیم ہیں۔

سابق زار کی تمام خط وکتابت کھولدی جاتی ہے اور جب سے یہ معلوم ہوا کہ قلعہ کی محافظ سپاہ کے سابق کمانڈنٹ نے جواب بر طرف کر دیا گیا ہے ایسے خطوط کو غفلت کو گذرنے کی اجازت دی جنکا حکم سرکار سے نہیں ملا تھا سابق زار پر زیادہ سختی کیجاتی ہے۔ قیدی بغیر روک مقام کے کسی افسر کی موجودگی میں ٹیلیفون کو استعمال کر سکتے ہیں لیکن کسی قیدی کو اب اس حالت میں ٹیلیفون کے استعمال کرنیکی ضرورت لاحق نہیں ہوتی ہے۔ محل کے اخراجات میں بہت کچھ کمی کر دیگئی ہے مثلاً جب سے ایم کرنیکی زار کیسیلو گیا ہے پچاس خدمتگاروں کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ نورس گزٹ کے بیان کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص حدود کے اندر سابق زار اور زارینہ کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے لیکن دیگر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان پر چھوٹی چھوٹی بندشیں اسقدر عاید کر دی گئی ہیں کہ انہیں ان سے بہت سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے مثلاً وہ شاہی مکان جہاں بے موسم پھول اگائے جاتے ہیں پھولوں سے خالی کر دئے گئے ہیں اور پھولوں کو بازار میں فروخت کر دیا گیا۔ ایسٹر کے زمانہ میں روس کے تمام مکان پھولوں سے آراستہ کئے جاتے ہیں ... دئے جاتے ہیں شاہی محل ایسٹر میں عمدہ پھولوں سے بھرا رہتا تھا۔ اب یہ حکم دیا گیا ہے کہ سابق ملکہ کوئی کمرہ پھولوں سے ... شاہی اصطبل کے بڈھے ناکارہ گھوڑوں کو گولی سے مار دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ پالتو خانگی جانوروں کو جو دودھ ملا کرتا تھا اب بند کر دیا گیا ہے۔ اور علی ہذا القیاس اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی تکلیفیں دیجا رہی ہیں کسی غیر شخص کو محل میں جانے کی اجازت نہیں اور وہ ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یک شنبہ - ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۵

۲۶ مئی

وہ دن - وہ مذہبی دنیا میں ایک تزلزل اور تہلکہ برپا کر دینے والی گھڑی ہاں وہ درد انگیز ساعت جب خدا کا مسیح ہم تشنہ کامان راہ ہدیٰ کو حقایق و معارف کے چشموں سے سیراب کرتے ہوئے اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے پیارے مولا کریم سے جا ملا - اور اپنے خدام کو اچانک جدائی کا داغ دے گیا - ہاں وہ وقت جبکہ دشمنان صدق و خفا بینا اپنی شوخیوں اور شرارتوں میں حد سے بڑھ گئے - اور حامیان صداقت کے اس صدمہ کے عالم میں اپنی شیطنت کے وہ وہ گندے نمونے دکھائے - جو کسی رذیل ترین انسان سے بھی بشرطیکہ وہ واقعی انسان ہو شایان نہیں ہو سکتے - اس ایسے وقت میں جبکہ خدام مسیح موعود نے اپنے صبر و استقلال اپنی بردباری و شرافت اور راز حد بیداری و تقویٰ شعاری کا وہ عالیشان نمونہ دکھایا جو اس موجودہ وقت میں شاید چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے - ہم نے دیکھا کہ کس طرح سے مامورین الٰہی کیساتھ دنیا اور ابنائے دنیا پیش آتے - اس کے ساتھ کیا کچھ سلوک روا رکھتے - اور شرافت و نجابت کا کسقدر برا نمونہ دکھاتے ہیں - وہ بڑے بڑے مدعیان عقل و تہذیب جو ہمیشہ اپنے آپکو بڑے فخر کیساتھ بطور ایک مصلح - ایک مذہبی و روحانی لیڈر کے پیش کرتے اور ایک دیندار اور تقوےٰ شعار انسان کی حیثیت میں اپنے آپکو ظاہر کرتے ہیں - اس آزمایش کے وقت میں ان کے دعوے عقل و انسانیت بالائے طاق ہو گئے - اور دنیا نے دیکھ لیا - کہ کیونکر وقت آنے پر تمام بناوٹی تہذیب اور علم و عقل کی تمام ملمع سازی پانی ہو کر بہ جاتی اور ان کو اصلی حیثیت میں دنیا کے سامنے آشکار کرتی ہے - ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں زند

۲۶ مئی کا دن وہ دن جبکہ ان سب واقعات کو ہم نے بچشم خود دیکھا - اور پیارے مسیح کی جدائی کے غم کے ساتھ مدعیان اسلامیت کی بھی زبونی اور بناوٹی تہذیب پر آٹھ آٹھ آنسو بہانے پڑے - آج اپنے سالانہ دورہ کے بعد پھر ہم پر آیا ہے اور ہم از کم اپنے نام سے پیارے مسیحا کی اس جدائی اور شدہ دشمنوں کی ان ریشہ دوانیوں کو یاد دلا کر پھر پرانے زخموں کو ہرا کرنا چاہتا ہے - آہ وقت وہ خوشگوار اور نہایت ہی خوش نصیب سماں جب حضرت مسیح موعود کا دلربا کلام آپکے دلنشین وعظ اور خدام کے حلقہ میں بیٹھکر حقایق و معارف کے دریا بہاتا - نہ صرف یہی بلکہ تمام مخالفین اسلام کے بالمقابل سینہ سپر ہو کر پیارے اسلام کے منور چہرہ کو ان پر ظاہر کرنا سعید روحوں کے لئے ہر آن ایک لطف و سرور پیدا کئے رکھتا تھا - کیونکر خدام مسیح کی یاد سے بھول سکتا ہے +

نادان کہتے ہیں - اور حق و حقیقت کو چشم انصاف سے دیکھنے کے بجائے تعصب کی آنکھوں سے دیکھتے اور بار بار یہ اعتراض کرتے ہیں - کہ میرزا نے دنیا میں آ کر کیا کام کیا - گویا ان کی نظروں میں آپ کا مذاہب کے دنگل میں کھڑا ہو کر اسلام کے روشن چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنا اور ایسی ایسی براہین نیرہ سے مخالفین اسلام کا ستیاناس کرنا کہ جس کے بالمقابل انہیں پیٹھ دکھانے کے بغیر چارہ نہ رہا - مسلمان کہلانے والے لاکھوں متشککین کے دلوں سے اسلام کے متعلق بیہودہ شکوک کو دور کر کے اس کے پاک اور روشن چہرہ کا انکو فریفتہ بنانا - اور سب سے بڑھکر یہ کہ ایسے انسان تیار کرنا جو نہ صرف اسکے سکھائے ہوئے اصولوں کو لیکر دور دراز ممالک میں اسلام کی فتح کا ڈنکہ بجانے کیلئے نکل گئے - بلکہ اپنی صدق و راستبازی اور حسن عمل اور عمدہ نمونہ سے بھی بہت سے قلوب کو فتح کر رہے ہیں - افسوس کہ کوتاہ بینوں کی نظروں میں یہ کوئی ایسا کام ہی نہیں - جسے کچھ وقعت دی جائے - اے کاش یہ معترض خود بھی تو کچھ کر کے دکھاتے - خود بھی اسلام کے لئے کبھی تو مصایب و تکالیف کو برداشت کرنا اپنا شیوہ ٹھیراتے - اپنے نمونہ اور اسوہ کے ذریعہ بھی تو کوئی ایسا ایک ہی انسان پیدا کرتے جو اسلام کا اس درجہ جوش رکھتا ہو ... کو چھوڑ کر حسن عمل کیطرف راغب ہوا ہو - تکبر اور غرور کی بات نہیں محض مخالفین و معترضین پر اتمام حجت کے لئے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے - اور ہم پوچھتے ہیں کیا تھا ان معترضین کو اسطرف بلاتے ہیں - کہ وہ بغض و تعصب کو بالائے طاق رکھکر آئیں اور دیکھیں کہ میرزا نے کیا کیا عالیشان کام سرانجام دیئے جن کا ایک شمہ آج کے مراسلات میں ہمارے ایک قابل نامہ نگار نے دکھایا ہے +

الغرض وہ دلنشین باتیں اور پیارے مسیح کی چند روزہ صحبت ...... جب یاد آتی ہے - تو جہاں اس سے ایک سرور اور لذت حاصل ہوتی ہے - ساتھ ہی اس جدائی کے صدمہ کو - کہ جو آج کے دن ہمیں پیش آیا - اندوہ و غم کی ایک تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے - لیکن ہمارے لئے صرف اس صدمہ و غم کا ذکر کر دینا ہی کافی نہیں - بلکہ یوں کہنا چاہیئے - کہ ایسے غموم و ہموم میں اپنے آپکو مبتلا کرنا خواہ مخواہ اپنے وقت کو ضایع کرنا ہو گا - بیشک ۲۶ مئی کا دن ہمیں ان باتوں کی یاد دلاتا ہے جو بہت کچھ درد و قلق کو پیدا کرنے والی ہیں - لیکن اس کے ساتھ ہی ایک خوشخبری ایک دلنشین بشارت اور ایک ''دائمی وعدہ'' کی طرف وہ ہمیں بلا رہا ہے جس کے لئے یہ قابل یادگار دن مقرر تھا - اور جس کی خاطر پیارے مسیحا کی جدائی کا صدمہ ہمیں پہنچنا ضروری تھا - جاؤ اور الوصیت کو پڑھو - اور دیکھو کہ اس پاک انسان نے کس قدر صاف اور کھلے الفاظ میں ان درد انگیز واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی پیشتر سے خبر دیکر انہیں کسی دائمی وعدہ کا پیش خیمہ ٹھیرایا - اور صاف طور پر فرمایا ہے - کہ

''سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے - کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے - سو اب ممکن نہیں ہے - کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے - اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو - اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں - کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے - اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے - کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا - اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں - لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا - جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی - جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے - اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے - بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا - سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے - تا بعد اس کے وہ دن آوے - جو دائمی وعدہ کا دن ہے - ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے - وہ سب کچھ تمہیں دکھائیگا جس کا اس نے وعدہ فرمایا - اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں - اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے - مگر ضرور ہے - کہ یہ دنیا رہے - جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی - میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا - اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں - اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے - سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو - اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں - تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے - اپنی موت کو قریب سمجھو - تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائیگی ''

یہ دلخوشکن بشارات جو حضرت مسیح موعود نے اپنی وفات سے بہت تھوڑا عرصہ پہلے ہمیں دیں اور اپنی جدائی کے دن کی خبر دیکر اسکے بعد کے حالات کا بھی صاف الفاظ میں پتہ دیا - یہ بھی بتایا کہ اس جدائی کے دن مخالفین کو کس قدر خوشیاں حاصل ہونگی - دشمن زور میں آ جائینگے - اور خیال کرینگے کہ اب کام بگڑ گیا - اور یقین کر لینگے - کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی - پھر اس بات کی بھی خبر دی کہ تب خدا تعالےٰ اپنی زبردست قدرت ظاہر کریگا اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیگا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور ساتھ ہی ایک اور زبردست بشارت دی جس میں ایک دائمی وعدہ کے دن کی انتظار میں دعائیں سے کام لینے کا حکم دیا - اب کونسا ''دائمی وعدہ کا دن'' ہے - اور آیا وہ ابھی تک ہم پر آیا ہے یا نہیں - آیا اس کے لئے صرف دعائیں ہی کرنا ضروری ہے - یا کوشش اور جد و جہد سے بھی ہمیں کام لینا چاہیئے - ان سب باتوں کو سمجھنے کے لئے الوصیت ہی کے ان فقرات کو پڑھ لینا چاہیئے جن میں کہ حضرت مسیح موعود جماعت کو یہ وصیت فرماتے ہیں کہ

''خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا - ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے - جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو ''

الوصیت پر جھگڑنے والو - اور اس اسوہ حسنہ کے احکام کو اپنی سنہری ورد بھی خواہشات کے نتیجہ پر قربان کرنے اور انہیں بدل ڈالنے والو اور ان الفاظ کو ایک نظر دیکھو پھر دیکھو - کہ وہ تمہاری مزعومہ قدر رہتا ہے۔

ہاں وہ ''دائمی وعدہ کا دن'' جس کی حضرت مسیح موعود نے مندرجہ بالا الفاظ میں بشارت دی یہ کہ خلیفہ کے وجود میں کیسے حاصل ہو سکتا ہے وہ تو کوئی اور بات ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے تو اللہ تعالےٰ کے زمین کی متفرق آبادیوں یورپ اور ایشیا کے نیک فطرت لوگوں کو توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرنے کو ہی قدرت ثانیہ اور دائمی وعدہ کا دن ٹھیرایا - خلیفے ہمیشہ تک نہیں رہ سکتے لیکن خدا تعالےٰ کی تائیدات اور نصرتیں ہمیشہ ہمیشہ تک کام آ سکتی ہیں بشرطیکہ کوئی انہیں جذب کرنیوالا ہو - پس وہ بات جس کا حضرت مسیح موعود نے وعدہ دیا جس کے لئے آپ نے اس جدائی کے دن کی افسوسناک خبر ہمیں سنائی اور اس کے بعد ایک دائمی وعدہ کے دن کے آنے کی خوشخبری دی - دیکھو کہ وہ پیارے مسیح کے ایک خادم کی جد و جہد اور للّٰہی قربانیوں سے ہم پر آ رہا ہے - اور اگر ہم چاہتے ہیں - کہ وہ اپنی پوری شوکت اور رفعت کیساتھ ہمیں نصیب ہو - تو اٹھو اور زمین کی متفرق آبادیوں میں نکل جاؤ - ان تمام روحوں کو جو وہاں آباد ہیں - توحید الٰہی کا پیغام سنا دو - یہی اس پیارے انسان کی بعثت کا مقصد تھا - اس کو لیکر وہ آیا - اور اس کی تکمیل کے لئے ایک جماعت بنائی - پس تمام وہ لوگ جو آپ کے پیرو ہونے کے مدعی ہیں - انھیں اور آپ کی اس وصیت پر عامل ہوں +

پیغام صلح کی ایک سازش کا انکشاف

مہاشہ خوشحالچندجی کے لئے قابل انعام

مہاشہ خوشحالچند جی ایڈیٹر ریکنیف نے اپنے ۱۴ مئی کے پرچہ میں ''پیغام صلح کی سازش'' کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے - جس میں آپ نے ہماری ایک بہت بڑی سازش کا انکشاف فرمایا ہے - اور حقیقت یہ ہے - کہ فن سراغرسانی میں وہ کمال دکھایا ہے - جو اس بیسویں صدی کے بڑے سے بڑے ترقی یافتہ طبقات میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا - آپ فرماتے ہیں - اور کس خوبی کے ساتھ پیغام صلح کی حیرت انگیز سازش کا یہ انکشاف فرماتے ہیں کہ

''ہمارے پاس سرگودھا کے ایک مہاشہ کا خط پہنچا ہے جس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے - کہ پیغام صلح کے ایڈیٹر صاحب اور ان کے حواریوں نے ویدک دھرم پر ناجائز حملے کرنے کیلئے ایک سازش کی ہے - خط کا اقتباس یہ ہے ؎

''کل حافظ پہلوان کا خط مولوی ..... کے نام آیا ہے جس میں یہ لفظ تحریر ہیں - کہ دشمنوں کی طرف سے اسلام پر حملے ہوتے رہتے ہیں - خصوصاً لالہ گنگا رام نے جو اعتراض کئے تھے - ان کے مضمون کے دفعیہ کیلئے پیغام صلح میں وید پر اعتراض جاری کر دئے ہیں - اور آپ جانتے ہیں کہ انکے حملے شرارت کے سوا کچھ نہیں ہوتے اب یہ جوابی حملوں سے چپ کر جاوینگے - اور یہ خط غالباً ایڈیٹر صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے - کیونکہ حافظ پہلوان نابینا ہیں -

پیغام صلح میں کچھ عرصہ سے ویدوں پر بعض مضمون جاریوں کیطرف سے فضول و گندے حملے کئے جا رہے ہیں جنہیں سے ہم نے پبلک کے سامنے ایک کا نمونہ بھی رکھا تھا - اور اس کا قرار واقعی جواب بھی دیا تھا - ہم نے ہی نہیں بلکہ مولوی ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر ستارہ صبح نے بھی پیغام صلح کے حضرت کی اس حرکت کی پرزور تردید کی تھی - جس کا جواب آج تک ان سے بن نہیں آیا - اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ وہ تا قیامت بھی جواب نہیں دے سکینگے - اس طرح کے لایعنی اور بے سر و پا الزامات ویدوں پر لگائے جا رہے ہیں - اور یہ کیوں ؟ اس لئے تاکہ قرآنی شیش محل محفوظ رہ سکے کتنی کمزور سازش ہے - اور کتنی بودی کوشش ہے -

پیغام صلح نے اس طرح کے ناجائز حملہ کرنے کی جو سازش کی ہے - اس میں اسے کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی - اس کا بھانڈا پھوٹا چاہتا ہے ''

کس قدر زبردست انکشاف ہے - جو ہمارے مہاشہ نے کیا - اور کتنی بڑی ہولناک سازش ہے - جو پیغام صلح سے ظہور میں آئی - ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس عظیم الشان کام کے بدلے جو ہمارے مہاشہ نے کیا ہے - گورنمنٹ انہیں معقول انعام سے سرفراز فرمائے - بلکہ ضروری ہے کہ اس موجودہ جنگ میں ہمارے لالہ صاحب کی قیمتی خدمات سے فایدہ اٹھایا جائے - کیونکہ صرف یہی نہیں - کہ ہمارے دوست مہاشہ خوشحالچندجی ایک ذرا سی ادھر ادھر کی فرضی بات پر بھی بعض اہم ترین نتائج تک ہی پہنچ جانے کی اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں - بلکہ جیسا کہ ان کے مندرجہ بالا نوٹ سے ظاہر ہے - انہیں لوگوں کی بجی تحریر کو فوراً پہچان لینے کا خوب ہی ملکہ حاصل ہے - جن کی انہوں نے ساری عمر میں تو کبھی شکل ہی دیکھی ہے - اور نہ ہی دستخط کو کبھی دیکھنے کا موقع ملا ہے ''پیغام صلح'' کی سازش اور ''ویدوں پر اعتراض جاری کرنے'' کی

"کمزور سازش" اور "بودی کوشش" جسکا انکشاف ہمارے دوست نے فرمایا۔ واقعی اس قابل ہے کہ اسے اس کی قرار واقعی سزا دیجائے۔ اور ہم حیران ہیں کہ ایک اتنی بڑی سازش کا انکشاف زمانہ کے ساتھ ہمارے دوست لالہ جی نے کیوں گورنمنٹ سے اس کی التجا نہیں کی +

آریہ مہاشہ سے ایک التماس

اس کا تو ہمیں اعتراف ہے کہ آریہ مہاشہ نے اس سازش کے انکشاف میں حیرت انگیز سمجھ اور عقل کا اظہار کیا ہے۔ جو ہر طرح سے لائق داد ہے۔ لیکن یہ ہمیں معلوم نہیں ہوا۔ کہ "پیغام صلح" کے جن "فضول اور گندے جملوں" کی طرف مہاشہ صاحب نے اشارہ کیا ہے۔ ان سے ان کی کیا مراد ہے۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ لالہ خوشحال چند جی جیسے علم و عقل کے مالک نے ان الفاظ میں ان معقول سوالات کی طرف اشارہ کیا ہو جو ابطال تدامت وید یا بعض دیگر عنوانوں کے ماتحت پیغام صلح میں شایع ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو کوئی فضول اور گندے جملے نہیں۔ نہ ہی یہ کوئی اتنی بڑی سازش ہے کہ ویدوں کی جو بات سمجھ میں آئے۔ وہ اپنے آریہ مہاشوں سے پوچھ ہی جائے۔ خود سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں سوالات تو جوابات ہی کے رنگ میں تمام مسایل کو حل کیا ہے۔ اس لئے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کونسے "فضول اور گندے جملے" ہیں جو پیغام صلح نے کئے۔ اور جن کا جواب ہمارے مہاشہ جی اور مولوی ظفر علی خانصاحب نے دیا۔ آیا کنواری کا قصہ۔ سو وہ تو خود ویدوں میں مذکور ہے۔ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں کہ آریہ گزٹ اور مولوی ظفر علی خانصاحب نے ویدوں کی حمایت میں کس قدر کوتاہ ہتھیاروں سے کام لیا ہے۔ بلکہ خود مولوی ابو رحمت صاحب اور مولوی عبد الحق صاحب بھی آریہ گزٹ کے جواب میں اسپر روشنی ڈال چکے ہیں۔ ان اتنے حوالوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ اس کا جواب اب تک نہیں آیا۔ پھر کیا مہاشہ صاحب نے اس منتر کا حوالہ دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو ویدوں میں "ورانگنی وان جاہ" کی تعریف میں لکھا ہے۔ اور اس میں اس علے التشبیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو گھوڑے کے اپنی دم سے مکھیاں اڑانے یا بقول سوامی جی اسکے اعلے ایال والے اور تیز رو ہونے پر مبنی ہے۔ یا ہمارے لالہ صاحب کو ان پرانے اور نئے رشیوں کے تذکرہ پر غصہ آیا ہے۔ جن کا ویدوں میں ذکر ہونے کا حوالہ دے کر قدامت کے مسئلہ کو باطل کیا گیا تھا۔ یہی اور اسی قسم کی باتیں ہیں۔ جو ہمارے بعض قابل نامہ نگاروں نے پیغام صلح میں لکھی ہیں۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ ان میں جو باتیں ویدوں کی طرف منسوب کیگئی ہیں۔ وہ انکے اندر موجود نہیں۔ پھر ان کو سازش کیسے کہا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سازش جسکا ہمارے دوست نے انکشاف فرمایا ہے۔ وہ وہ نہیں۔ جو ہم نے سمجھی یا آریہ گزٹ نے لکھی۔ گو ہم اوپر اسکے سچ ہونے کا اعتراف کر چکے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دیانندی نناسخ کے چکر کیطرح کہ جسمیں گذشتہ جنم کے حالات کا بھی پتہ تک نہیں ہوتا۔ یہ کوئی ایسی ہی بات ہے جسکا ہمیں خود بھی علم نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے دوست مہاشہ صاحب نے اسکا پورے طور پر انکشاف فرمایا ہے۔ ہاں آخر میں ایک فقرہ

"اس کا بھانڈا پھوٹا چاہتا ہے"

کے الفاظ میں کسی آیندہ انکشاف کی امید دلا رہا ہے۔ خدا خیر کرے +

آریہ گزٹ کا افسوس

معاصر ہمدم لکھنؤ نے اپنی ۱۱ مئی کی اشاعت میں "مرنے کے بعد کی حیات" کے عنوان سے ایک لطیف مضمون میں یورپ کے بعض توہمات اور روحوں سے باتیں کرنیکی کدوکاوش کا تذکرہ کرتے ہوئے خود ہندوستان کے بھی بعض لوگوں کے خیالات کا کسی قدر تذکرہ کیا تھا اور یہاں کے "مزہو فقرا" کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا تھا کہ

"لکھنؤ کے جوار ہی میں ایک مقام پر ایک بزرگ کے بعض معتقدین انکی تصویر کے سامنے کھانا وغیرہ رکھتے ہیں اور اسکو مقدس سمجھ کر خود بڑے ادب کیساتھ کھاتے ہیں"

آریہ گزٹ کو اسپر افسوس ہے کہ

"ہمعصر نے اس مسلمانی فرقہ کا نام نہیں لکھا اور نہ ہی بتلایا ہے۔ کہ کس بزرگ کی تصویر کی پرستش کی جاتی ہے"

مگر ہمیں تعجب ہے۔ کہ ہمارے معاصر کو اپنے گھر میں کروڑہا تصویروں اور مورتیوں کے پجاریوں اور انکو کھانا وغیرہ دینے والونکو چھوڑ کر ان مسلمان کہلانیوالے جہلا کے دریافت حالات کی کیوں فکر پڑی کہیں انکی اس تصویر پرستی سے انکے درحقیقت ہندو ہونیکی تو اسے خوشبو نہیں آگئی۔ اگر ایسا ہے تو ہم اسے مبارکباد دیتے ہیں کہ ہندو دھرم اس پہلو واقعی کامیاب ہے۔ کیونکہ اسکا بویا ہوا بت پرستی کا بیج آج اس روشنی کے زمانہ میں بھی اپنا کچھ نہ کچھ اثر دکھا رہا ہے۔ اور دیانندی توحید بھی اسکو ابھی تک مٹا نہیں سکی۔ مگر اسلام سو اسکو چھوڑ دیجیے یہ خرابیاں انہی میں نمودار ہوئیں۔ اور اسکے اس زبردست روحانی جذبہ کو مدنظر رکھکر جس نے اس سے پیشتر عرب جیسی ناہموار سرزمین سے اسکا استیصال کر دیا۔ یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ ان لوگوں تک اصل اسلام کی روشنی پہنچنے کی دیر ہے پھر تمام ہندویت جو اپنا

چودھویں صدی کا چاند
ہمارا مہدی مسعود

(احمدی نامہ نگار کی قلم سے)

حضرت نبی کریم کی پیشگوئی امت مرحومہ کے روحانی تنزل کے بارہ میں

حضرت مخبر صادق صلعم نے جہاں امت کو ان دینی اور دنیوی برکات کی جو انکو حاصل ہونیوالی تھیں خوشخبری دی وہیں ساتھ ہی جو وقت اسپر مصیبت کا آنیوالا تھا اس سے بھی خبردار کیا۔ حضور صلعم کی کشفی آنکھ ان واقعات کو دیکھ رہی تھی کہ میری امت پر ایک ایسا وقت بھی آنیوالا ہے کہ جب دنیوی برکات کے ساتھ دینی برکتیں بھی ان میں سے اٹھ جائیں گی۔ وہی علماء جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق تھے علماء ھم شر من تحت ادیم السماء کے مصداق ہو جائینگے وہی مساجد جو یذکر فیہا اسم اللہ کی مصداق تھیں مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی کا نقشہ ظاہر کریں گی۔ وہی قرآن مجید جو کسی زمانہ میں مسلمانوں کا دستور العمل تھا لا یبقی من القرآن الا رسمہ کی دردناک کیفیت ظاہر کریگا اسلام کی وہ سر بفلک عمارت جو اپنی بلندی میں عرش سے باتیں کرتی تھی گر کر لا یبقی من الاسلام الا اسمہ کا خوفناک نظارہ آنکھوں کے سامنے پیش کریگی آہ! نبی کریم کے یہ الفاظ کیسے دردناک ہیں خبر نہیں کہ صحابہ کرام پر ایسے الفاظ کیسے شاق گذرتے ہونگے۔ اور وہ کیسے پریشان اور مغموم ہوتے ہونگے کہ جس دین کو انہوں نے اپنے خونوں سے سینچا ہے وہ اس طرح خراب و خستہ ہو جائیگا

غم کی خبر کیساتھ تسلی اور آمد مسیح کی بشارت

لیکن کیا نبی کریم نے انکو اس غم میں تسلی نہ دی کیا ان کو اس مصیبت کی خبر دی اور اس کا علاج نہ بتایا۔ اور کیا اپنی امت کو اس تنگی کے وقت میں بے یار و مددگار ہی چھوڑ دیا۔ نہیں نہیں آپ نے ساتھ تسلی بھی دی اور فرمایا ابشروا ثم ابشروا انما مثل امتی کمثل غیث لا یدری اولہ خیر ام آخرہ و کیف یھلک امۃ انا اولھا و اثنا عشر خلیفۃ من بعدی والمسیح ابن مریم آخرھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ دجالی فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے بار بار اپنی امت کو یہ خوشخبری سنائی کہ اس امت کا ایک نگہبان میرے بعد بھی آنیوالا ہے۔ یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسی ابن مریم اماما مھدیا وحکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب اوزارھا۔ اس آنیوالے کا نام کہیں مسیح

آنیوالے کے مختلف نام علامات و درجات اور کام

اور کہیں مہدی تجویز فرمایا لا المھدی الا عیسی۔ اور اس کو اپنی طرف سے سلام بھیجا کہ من ادرک عیسی ابن مریم فلیقرأہ منی السلام۔ اور اس لئے کہ وہ دوسرے جھوٹے مدعیوں میں صحت سے پہچانا جا سکے اس کی چند علامتیں مقرر فرمائیں۔ اور اس قدر اتحاد اپنا اس سے ظاہر فرمایا کہ اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کی قبر میری قبر میں ہوگی۔ حکم اور عدل بنکر مہمات دین میں فیصلہ دینے اور بغیر تلوار کے کسر صلیب اور قتل خنزیر کرنے کا اہم کام اسکے سپرد کیا

دنیائے اسلام کا شدید انتظار اور مختلف لوگوں پر گمان

دنیائے اسلام اس مبارک وجود کی قرون اولے سے ہی منتظر اور چشم براہ تھی کہ وہ کب ظہور فرماتا ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان اس کے مبارک چہرہ کو ترستے دنیا سے سدھار گئے اور اسکی غلامی اور رفاقت کی تمنا اپنے ساتھ لے گئے۔ بغداد کے خلفاء نے اس مبارک لقب کو اپنے پر چسپاں کرنیکی کوشش بھی کی اور خوشامدیوں نے اپنے ممدوحوں کو اس جلیل القدر منصب پر سرفراز کرنا چاہا اور اسکے وجود کو عوام الناس کی آنکھوں میں مصنوعی حدیثوں سے مشتبہ بھی کرنا چاہا۔ لیکن جس کو خدا نے مہدی بنانا تھا اسی کو بنایا۔ ان جو اس منصب کا اہل تھا۔ اسی کو وہ منصب عطا کیا۔ اکثر کی نظر غلط پر پڑتی رہی وہ یہاں سے ظہور فرمائیگا۔ لیکن خدا کے رازوں کو کون جانتا ہے اور اس کی باتوں کو انسانی ادراک کب پہنچ سکتا ہے۔ اس کو ٹھیک علم ہے کہ کون کس بات کا مستحق ہے۔ آخر وہ مہدی مسعود بڑی انتظار لیکن

مہدی کی پیدائش اور آپ کے کام

عین ضرورت کے وقت پنجاب کی ایک گمنام بستی میں پیدا ہوا۔ کون جانتا تھا کہ یہ بچہ ایک دن اسلام کا آفتاب بن کر چمکیگا جس کی شعاعیں دور دور تک پہنچینگی وہ ایسا ابر نیساں ہوگا کہ اس کی گہرباری سے دنیا کے دامن پر ہو جائینگے وہ ایک ایسی بارش ہوگی کہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیگی۔ وہ ایک ایسا نور ہوگا کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دیگا۔ وہ ایسا مظفر و منصور ہوکر آئیگا کہ دشمن اسکا دامن کو نہ چھو سکیں گے۔ وہ ایک ایسا بہادر سپاہی ہوگا کہ مقابلہ کے میدان میں اس کے قدم ذرا بھر لغزش نہ کھائیں گے۔ اسکا قلم وہ کام کریگا جو تلواروں سے میسر نہیں آ سکتا۔ وہ وہ روحانی تو تیں لیکر آئیگا کہ جن کی نظیر دنیا نے نہیں دیکھی ہوگی +

مکالمہ مخاطبہ الہیہ آپکو کب اور کس حالت میں شروع ہوا

تقریباً چالیس برس کا سن تھا (ان للمھدی اربعین سنۃ) جبکہ اللہ تعالی نے اس کو اپنی وحی سے مشرف فرمایا۔ یہ وہی عمر ہوتی ہے کہ دنیادار لوگوں میں بھی دنیا کی محبت ایک حد تک ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور بڑھاپے کے دن قریب آنے سے دنیوی ہوا و حرص سے انسان عموماً خالی ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ شخص جسکا بچپن بھی تنہائی اور گوشہ گزینی میں گذرا اور جسکی جوانی بھی خدائے واحد کی عبادت میں گزری اس سے یہ کہاں ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ بڑھاپے کے قریب پہنچکر خدا پر افترا باندھنے لگ جائے۔ عیاذاً باللہ اس کی نسبت افترا یا بناوٹ کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔ اہل دنیا کی اگر آنکھ کھلی ہوتی تو وہ دیکھتے کہ وہ اس شان کا انسان تھا کہ مادر گیتی اس کا مثیل پیدا کرنے سے قاصر ہے +

دعوے مسیحیت و مہدویت اور اپنوں و بیگانوں کا جوش مخالفت

وہ ایک غریب و بیکس انسان تھا۔ دعوے کیوقت وہ خود جانتا تھا کہ میں ایک عظیم الشان دعوے دنیا کے سامنے پیش کرنے لگا ہوں۔ کہاں امت محمدیہ کے ایک گروہ عظیم کا یہ غلط عقیدہ کہ حضرت ابن مریم علیہ السلام بجسم عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور کہاں قادیان کے ایک گمنام شخص کا دعوے مسیحائی۔ غرض یہ ایک بڑا عظیم الشان دعوے تھا لیکن ابتدا سے ہی اسکے اندر عزم و استقلال اور بردباری کے خصائص موجود تھے جو ایسے اولوالعزم کے امتیازات خصوصی ہوتے ہیں۔ اور آخر انہیں امتیازات کی وجہ سے وہ پہچانا گیا کہ وہ کاذب نہیں صادق ہے۔ غیر قوموں نے تو اسکا دشمن بننا ہی تھا لیکن جس دشمنی عداوت اور مخالفت کا طوفان بے تمیزی اپنی قوم نے برپا کیا اس کے لکھنے سے قلم شرماتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکو بے گناہ ستایا گیا۔ بے قصور دکھ دیا گیا۔ اور بلا وجہ تنگ کیا گیا۔ وہ سچا تھا۔ اسکو جھوٹا کہا گیا۔ اسپر بیجا حملے کئے گئے۔ اسکو کافر اور دجال مشہور کیا گیا

آپکا استقلال اور اللہ تعالی کا آپکو تسلی دینا

لیکن وہ غضب کا استقلال لیکر آیا تھا۔ اور اس کو اس پار ازل سے ایسا گرا ہوا پیوند تھا جسکو کوئی چیز توڑ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے اس کے حاسدوں کے حسد اور دشمنوں کی دشمنیاں اسکا بال بھی بیکا نہ کر سکیں۔

بدبوئے حاسداں نہ رساند زیاں بمن
لیکن سرزماں زنافہ یاد دشش معطرم

ایک طرف خدا کا بشیر کلام اسکو ہر مشکل میں تسلی اور اطمینان دیتا کہ تیرے جیسا موتی ضایع نہیں کیا جائیگا۔ دوسری طرف خود رسول خدا اسکی دلجوئی کرتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ صلعم کی زیارت اور آپکا تسلی دینا

جب آپ پر علما زمانہ نے کفر کا فتویٰ لگایا تو آنحضرت ایکدفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ بیسیوں دفعہ حضرت مہدی کے پاس تشریف لائے اور تسلی دی کہ تم نہ گھبرا آخر صادقوں کے ساتھ اسی طرح کے معاملات پیش آیا کرتے ہیں۔ لوگ اسکو برا کہتے اور گالیاں دیتے تھے لیکن وہ اپنے دل میں خوش تھا کہ میرا میرے دلبر سے جوڑ ہے۔

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا ہم ہو گئے اس پر نثار

آپکے رفقا

وہ دنیا میں بے یار و مددگار تھا تو خدا نے اسکو اعلے سے اعلے رفیق بھی بخشے اور اس کو وہ نور بردیئے جنکی بشارت پہلی کتب میں درج ہے دنیا کے مسلم عالم محدث مفسر وہ ہیں اسکے قدموں پر گرے۔ آج اگرچہ ناعاقبت اندیش سید احسن جیسے وحید العصر کو جاہل قرار دیں تو دیں لیکن ان حاسدوں کو کیا معلوم کہ پشاور سے لیکر دکن تک سید احسن کے تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا شمار مخالف میں وہ چلا اور سنبیرہ رعب ہے کہ تم میں سے کسی ایک کا بھی نہیں۔ اور جب اسکو اپنی تبلیغ انگریزی دان پبلک میں کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک قابل ترین ایم اے بھی اسکے قدموں پر گرا ہوا اور ایک وہ بھی تھا جس نے اس کے راستہ میں جان قربان کر دی +

حضرت مرزا صاحب کی خصوصیات اور کام

وہ ایک آسمانی انسان تھا اور ان خصوصیتوں سے جو اسکو حاصل تھیں خوب نکھر کر پہچانا گیا کہ وہ زمینی نہیں آسمانی ہے اسکے عظیم الشان کارنامے اسکے عالیشان دعوے۔ اسکی معجزانہ پیشگوئیاں اسکی علمی اور روحانی فتوحات۔ اسکی خارق عادت کرامات اسکا روحانی جذبہ۔ اسکا عشق اسلام اور نبی اکرم سے یہ سب باتیں صاف بتلاتی ہیں کہ اسکو خدا نے اپنے ہاتھوں سے چن لیا تھا۔ اسکی باتیں اسکی گفتگو اسکی تقریر صاف ظاہر کرتی تھی کہ وہ کسی اور عالم کا انسان ہے۔ اسکا دل اور اسکا دماغ اس عشق حقیقی سے معمور تھا کہ جسکا پالینا انسانی زندگی کا انتہائی مقصد ہے۔ خدا نے اسکو اپنے ہاتھوں سے سنوارا اور خود اسکی تربیت اور تہذیب اخلاق فرمائی اور اسکو قلب سلیم عطا فرمایا۔ اور وہ ہدایت جو قرآن شریف میں مضمر تھی اسپر منکشف کر دی علم دینی کے دروازے اسپر کھول دیئے اور جن امور کو اسکو کہہ کیا کہ جنکی انتہا [illegible]

...کی حقیقت اسلام کی حقیقت کو ... نے سے اسلام ... ایسی مقابل تو دنیا بیابانِ مانیم کی عینکیں اس نے آکر سوامی اسی کے آنے سے قرب سے آفتاب نکلا۔ اور اسی کے دم سے کفار مرے۔ اپنی انذاری اور بشیری پیشگوئیوں کے ساتھ جہاں خدا کی وحی کے ثبوت خلق خدا کے سامنے پیش کئے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ خدا کی تمام ازلی وابدی ہیں۔ اور اس کی کلام کی صفت اب معطل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے تلاش کرنیوالوں کو مکالمہ مخاطبہ سے مشرف فرماتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت تھی جس کو اس نے آکر ظاہر کیا۔ قرآن کریم کے اس نے وہ اسرار کھولے

قرآن کریم کے اسرار و نکات کو آپ نے کھولا

اور اس کے کامل ہدایت ہونے کے اس کے دلائل و ثبوت دیئے۔ کہ دنیا بھر کی کتابوں میں سے اس کو ہی افضل و ممتاز کر دکھایا۔ اسی حربہ سے اس نے ہر ایک دشمن کا مقابلہ کیا اور اسی سے ہی سب کو زیر و مغلوب کیا۔ اسمیں کیا شک ہے کہ دنیا میں قرآن مجید کی بہت سی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ اور علماء اسلام نے اسکے رموز و نکات کے بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ زمانہ کی طبیعتیں کچھ عجیب نہج پر پڑ چکی تھیں وہ میرزا کا ہی بتایا ہوا قرآن تھا کہ اس کی عظمت کا سکہ مخالفین کے دلپر بیٹھ گیا +

قرآن شریف کے وہ ادق مسائل جن کے حل کرنے میں علما با وجود سخت جد وجہد کے عہدہ برآ نہ ہوسکے اس نے سلیس عبارت میں پانی کیطرح بہا دیئے +

یقتل الخنزیر کی پیشگوئی کا پورا ہونا

کس زبردست اور متحدیانہ طور سے اس نے یقتل الخنزیر والی پیشگوئی کے ذریعہ سے ہستی باری تعالیٰ۔ استجابت دعا۔ صداقت اسلام اور صداقت نبی کریم کو ثابت کر دکھایا۔ اور نبی کریم کے الفاظ ہر ایک آواز جبرئیل کی ہوگی اور ایک آواز شیطانی کہ فلاں ظالم مارا گیا کسطرح حضرت مہدی کے ذریعہ سے حرف بحرف پورے ہوگئے +

جلسہ مذاہب میں اسلام کا غلبہ حضرت میرزا کے ہاتھوں سے

کس زبردست اور متحدیانہ رنگ میں اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کر دکھایا۔ وہ جو نبی کے دار الخلافہ میں دنیا کے مذاہب کا دنگل لگا اس میں اس جری اللہ نے وہ جوہر دکھلائے کہ سب دوست دشمن مرحبا کہہ اٹھے۔ اور بڑے بڑے مدعی کھسیانے ہوکر اپنا سا منہ لیکر چلے گئے۔ یوں تو ہر ایک مسلمان کہتا ہے کہ ہمارا مذہب سچا ہے۔ لیکن کہنے میں اور کر دکھانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تمہارے پاس محض دعوے ہی دعوے ہے لیکن حضرت میرزا صرف کہتے ہی نہیں تھے وہ کر دکھاتے تھے۔ بلکہ منوا دیتے تھے کہ فی الواقعہ اسلام سچا ہے۔ جنگ مقدس میں پندرہ دن تک کس متانت اور بردباری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرکے آخر اسکو نیست و نابود کیا +

ڈوئی کا مقابلہ اور یورپ و امریکہ پر اتمام حجت

اس کی ان تحدیوں کا صرف ایشیا ہی گواہ نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ بھی شاہد ہیں۔ امریکہ کے کذاب نبی ڈوئی کو کن شاندار الفاظ میں آپنے چیلنج دیا اور کن پرشوکت الفاظ میں اسکی تباہی کی خبر اسکو دی۔ عیسائیت کے پوپ میرزا غلام احمد مہدی مسیح کو خوب جانتے ہیں۔ کہ کس طرح سے تیس سال تک وہ دعوت پر دعوت دیتا رہا۔ اور کسطرح سے اس نے ان کے مذہب کے ستون کو اکھاڑ ڈالا۔ کیونکہ اس نے ان کے خدا کو زمین کے نیچے سلا دیا۔ یہی کسر صلیب تھی جو اس کے ہاتھوں سے ہوئی اور یہی وہ کام تھا جس کے لئے وہ آیا تھا۔ اور اس سے وہ آخر عہدہ برآ ہوکر گیا +

سکھوں و دیگر تمام مذاہب میں تبلیغ

سکھوں کی قوم کو کس عمدہ طریقہ سے تبلیغ کی اور کس خوبی سے ان پر ثابت کیا کہ تمہارا گرو جس کے تم چیلے ہو مسلمان تھا۔ غرض تمام مذاہب کے دعاوی اور دلیلوں کو توڑا۔ سب پر اسلام کی خوبیوں کو منشرح کیا۔ اور سب پر اپنی تبلیغ کی آواز پہنچائی۔ کوئی سا موقعہ کیوں نہ ہو جہاں اسلام اور نبی اسلام کا سوال ہو وہ سب سے پہلے میدان میں نکلتا تھا۔ اور قلم کے وہ جوہر دکھاتا کہ عدو کی زبان مرحبا کہہ اٹھتی +

مسلمانوں میں آپکا اصلاحی کام

ایک طرف تو اسلام کے بیرونی دشمنوں کے حملوں کا قلع قمع کرکے ان پر حجت قائم کی دوسری طرف اپنی قوم کی طرف بھی متوجہ ہوا اور جن بدعتوں اور بداعتقادیوں میں مسلمان مبتلا تھے ان سے ان کو متنبہ کیا۔

بے خبر مسلمان جو اصل اور حقیقی رستہ کو بھول بیٹھے تھے قال اللہ و قال الرسول کو چھوڑ کر من گھڑت عبادتیں۔ لغو وظیفے اور فضول تسبیحیں اپنا نجات کا وسیلہ سمجھ رہے تھے۔ آپنے ان کو سمجھایا کہ جو امر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہمیں بھی نہیں کرنا چاہئے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا

ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

جتنے زوائد جتنے تکلفات لوگوں نے عبادات میں پیدا کر لئے تھے ملیا میٹ کئے۔ ... سب کو دعا کرنے کے لئے تاکید کی اور بتایا کہ دعا ہی عبادت کا مغز ہے اور یہ ... اور دعا ہی ... خدائی فضلوں کی جاذب ہے۔ اور دعا ہی وہ چیز ہے کہ انسان خدا سے پا سکتا ہے۔ خود فرمایا کرتے کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا دعا سے حاصل کیا۔ اور اپنے معتقدین کو یہی ارشاد فرماتے کہ اگر خدائی جلووں کا نظارہ کرنا ہو تو دعا کیا کرو۔

آپ کی جماعت

آپنے اپنی زندگی میں ایک قابل اقتدا جماعت تیار کی اور اپنے انفاس قدسی سے ان کا تزکیہ فرما کر اشاعت اسلام کا مقدس کام انکے سپرد کیا۔ کیونکہ آپ کی بعثت کی غرض اشاعت اسلام ہی تھی۔ اپنے متبعین کو اس حد تک علوم و حقائق اسلام سے متمتع کیا کہ دنیا میں آج وہی ایک جماعت ہے جو اسلام کے محاسن بیان کرنے میں عہدہ برآ ہوسکتی ہے۔ وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

تعلیم

کبھی کوئی ایسی بات تعلیم نہ کی جو شریعت مصطفوی کے ذرہ بھر بھی خلاف ہو۔ کبھی کوئی غیر مشروع اور خلاف سنت وظیفہ یا ورد پڑھنے کے لئے ارشاد نہ فرمایا۔ ہاں بتایا تو یہ بتایا کہ پنجگانہ نمازوں کیساتھ تہجد کو قائم کرو۔ اور استغفار و درود شریف پڑھنے میں خاص اہتمام کرو۔ وہی پاک تعلیم جو آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی اسی کی آپنے تجدید فرمائی اور اسی منہاج پر چلنے کی اپنی جماعت کو تلقین فرمائی۔ اسلام اس آخری زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کا

مذاہب سے مقابلہ اور پیغام صلح

مرہون منت ہے کہ آپکے وجود سے اسکی صداقت دنیا میں ظاہر ہوئی۔ آپکی ساری عمر خدمت اسلام میں گذری۔ اسلام کی خاطر وہ کبھی عیسائیوں سے لڑا کبھی آریوں سے جھگڑا اور کبھی سکھوں کو سمجھایا پھر کبھی آپنے اپنی قوم کو انکی بدعملیوں اور بداعتقادیوں پر جھڑکا اور ڈانٹا۔ آخر سب کو پیغام صلح دیکر اور اپنے عمل سے ثابت کرکے کہ وہ دنیا میں صلح لیکر آیا ہے جنگ کرنے نہیں آیا۔ ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو جبکہ وہ اپنے انصار کے مکان میں ٹھہرا ہوا تھا اپنے محبوب حقیقی کے دامن شفقت میں جا چھپا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ صدق اللّٰہ تعالیٰ یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ۔ اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کے انصار پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

اسلام اور موجودہ مسلمان

نامہ تاجر

(بقیہ اشاعت گذشتہ)

مسلمانوں کے موجودہ تنزل کی اسباب اور انکا علاج

داد و ستد کے معاملات داد و ستد کے معاملات میں کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ کہ ایسا کرنا لوٹ لینے کے برابر ہے۔ بہت ہیں جو بظاہر نیک معلوم ہوتے ہیں مگر صرف اسی حد تک کہ نمازیں پڑھ لیں روزے رکھ لئے۔ ورنہ جب داد و ستد کا کسی سے معاملہ آن پڑے تو ان کا سارا اندرونہ ظاہر ہو جاتا ہے بڑے بڑے پرہیزگار سو نیکوکار لوگ فی زمانہ اس معاملہ میں آکر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اور پردے کھل جاتے ہیں۔ پس سچا مومن وہی ہے جس کا آجکل کے زمانہ میں مسلمان ہونے کے باوجود لین دین کا معاملہ کھرا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تعاملوا کالاجانب وتعاشروا کالاخوان۔ آپس میں معاملہ اغیار کی طرح کرو۔ اور معاشرت بھائیوں کی طرح۔ قرض خواہ کے لئے چاہئے کہ اپنے مقروض بھائی کے لئے حتی الوسع سہولت پیدا کرے کیونکہ مروت اور احسان کرنا خدا تعالیٰ کے پیاروں کا کام ہے اور تلک الایام نداولہا بین الناس کی وعید سے ڈرتا رہے سدا کسی پر ایک جیسے دن نہیں رہتے اور اگر مقروض نادار ہے تو اسے اور مہلت دینی چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ یعنے اگر مقروض تنگدست ہے اپنے وعدہ پر قرض ادا نہیں کرسکتا تو اسکو فراخی تک مہلت دینی چاہئے۔ اور غریب مقروض کو دکھ نہ دینا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبہم اللّٰہ یوم القیامۃ۔ اور مقروض کو چاہئے کہ ہر حالت میں ایمانداری سے کام لیکر حسب وعدہ وقت پر قرضہ ادا کردے۔ بلکہ ہوسکے تو ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کو مدنظر رکھکر اپنے قرضخواہ کو اصل سے کچھ زیادہ بھی مروت کے طور پر دے دے۔ اور احسان فراموشی کرکے چھپنا نہ پھرے ورنہ یاد رکھو کہ یہ ناقابل عفو گناہ ہے خدا تعالیٰ سے جبتک کہ اہل قرضخواہ معاف نہ کرے۔ معافی کی امید رکھنا بالکل غلط اور فضول ہے۔

سود مگر قرضخواہ خواہ مخواہ اصل سے کچھ زیادہ مقروض سے لینے کا مجاز نہیں ہے ورنہ یہ سود کہلائیگا۔ اور سود لینا مسلمانوں کیلئے خنزیر سے بھی بدتر ہے کیونکہ فرمایا: فاذنوا بحرب من اللّٰہ یعنی سود خوار کو خدا کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل بہت سے مسلمان ہیں جو کہ کئی قسم کے حیلوں بہانوں سے صریح اسکو کھا رہے ہیں۔ دیکھو کسی کا مکان رہن لیکر کوئی مسلمان اس مکان سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جبتک کہ مکان کی مرمت و شکست و ریخت کا ذمہ اپنی گردن پر نہ لے نہ اس مکان کا بغیر اسکے کرایہ کھا سکتا ہے جو ایسا کرتا ہے وہ صریح سود کھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل کو ہر دم یاد رکھو اور ایسی حرکات سے باز رہو کہ ...

دیگر معاملات میں دوسروں سے مساوات کا سلوک

تمسخر و استہزا نہ کرو کہ یہ بڑی بدخصلت ہے اور کسی کی حقارت نہ کرو کیونکہ اسلام میں خرد و کلاں کی یا شریف و رذیل کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ زیادہ تر شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم۔ ورنہ اسلام میں ایک شہنشاہ اور گدا سب برابر ہیں ایک ہی پلیٹ فارم پر ہیں۔ اسلام نے تمام تکبروں اور غروروں کی جڑ کاٹ دی ہے۔ آہ! آج اگر مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان ہوتے تو اس حالت کو نہ پہنچتے۔ ہاں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان خدا تعالیٰ کا خوف کرتے اور بدمعاملگی کی عادت نہ ڈال لیتے تو آج سود خواروں کے ہتھے چڑھکر یوں تباہ نہ ہوتے کہ دس بیس روپیہ اصل کے عوض ہزاروں کی جائیدادیں تلف کروا رہے ہیں اور اسقدر تباہ حال ہو رہے ہیں کہ پھر بھی ان کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ پھر اگر حسن خلق سے کام لیتے اور غرور اور تکبر اور نفرت کی اکڑفوں سے پرہیز رکھتے تو کبھی ذلیل نہ ہوتے دوستو اگر اور کوئی گناہ نہ بھی ہو تب بھی یہ تکبر ایک ایسی چیز ہے کہ اگرچہ زمین سے لیکر آسمان تک انسان کی نیکیوں کا انبار چنا ہوا ہو تب بھی اس نار (غرور و تکبر) کی ایک چنگاری اس تمام انبار کو بھسم کرنے کو کافی ہے مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس موذی مرض نے آجکل تمام اسلامی دنیا کو کھا لیا ہے ایسے ایسے مغرور مسلمان پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر ایک غریب مسلمان اسکو اپنا بھائی سمجھکر السلام علیکم کہے (جسکے معنے سراسر خدا کی رحمت اور سلامتی کے ہیں) تو انکو سخت برا معلوم ہوتا ہے پس کوئی مجھے بتائے کہ جس قوم کو خدا کی سلامتی سے اسقدر نفرت ہو وہ سلامت کیونکر رہ سکتی ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک قوم میں رعونت نہیں آئی اور جب تک کہ قوم لین دین اور معاشرت کے معاملات میں سچی اور سیدھی رہی ہے اسوقت تک قوم ہرگز تباہ نہیں ہوئی۔ دوستو یہ سب ناشکر گذاریاں ہیں جو قوم کو کھا گئیں پھر نہ خدا یاد رہا۔ نہ رسول یاد رہا۔ پھر تو لوگوں نے خدا اور رسول چھوڑ قبروں کی بھی پرستش کی تو اب پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

شرک الٹے شرک میں گرفتار ہو گئے اور فباؤ بغضب علیٰ غضب کی آیت ان پر صادق آئی۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ دوستو! مردم پرستی۔ پیر پرستی۔ قبر پرستی۔ فیشن پرستی۔ زر پرستی۔ نفس پرستی یا دنیا پرستی یہ سب غیر کی پرستشیں ہیں۔ ان سے بچو کہ یہ کام نہ آئینگی۔ ہاں خدا پرستی اختیار کرو کہ وہ ہر ایک دکھ سے نجات دلا سکتی ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں سے دل لگا لیتا اور انکا ہی گرویدہ ہو جاتا ہے تو پھر اسکو سزا یہ ملتی ہے کہ دن بدن اسکی حالت ردی ہوتی جاتی اور جناب الٰہی کیطرف سے اسقدر غافل ہو جاتا ہے کہ اسکی روحانیت بالکل مردہ ہو جاتی ہے اور محبت الٰہی کی آگ بالکل سرد پڑ جاتی ہے اسلئے وہ دن بدن دنیا میں ہی دھنستا چلا جاتا ہے اور خدا اسکو یاد بھی نہیں آتا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب کہ دنیا ایک مردار ہے اور طالب اسکا کتا ہے پھر جب انسان عشق الٰہی کی آگ ہی بالکل بجھا چکا تو پھر وہ اسے کیونکر یاد آسکتا ہے اسی لئے تو بیگانہ بنکر ادھر ادھر ٹکریں مارتا پھرتا ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے اور انکو سمجھ دے

مسلمانوں کا ضمیر وحدانیت ان سے کیا چاہتا ہے

کہ تمہارا ضمیر تو فقط اطاعت اللہ و رسول سے بڑا اتحاد اور جو کچھ تم نے کسی زمانہ میں پایا اسی سے پایا پھر اب اس راہ کو چھوڑ کر تم ادھر ادھر اطراف کو کیوں اپنا اپنا علیحدہ علیحدہ قبلہ بنائے پھرتے ہو۔ یاد رکھو کہ مسلمانوں کا قبلہ ایک ہے انکی کتاب ایک ہی ہے انکا دین ایک ہی ہے انکی نماز ایک ہی ہے ان کا رسول ایک خدا ایک ہی ہے۔ مقصد رضائے الٰہی کی طلب (اور اشاعت دین) ایک ہی ہے پس واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا فتفشلوا فتذہب ریحکم یعنی مضبوط پکڑلو اللہ کی رسی کو اکٹھے ہوکر اور بکھر نہیں گئے (اگر ایسا کرو گے) تو پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اڑ جائیگی اور کبھی ... دیکھو اسکی خلاف ورزی کر لینے کیا کچھ وبال آئے؟ بعض وہ ہیں جو کسی کی خاطر سے یا کسی کی بیجا

لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق خوشامد کی وجہ سے حق پر پردہ ڈالدیتے ہیں۔ اور ذرا اپنی جرأت ایمانی کا ثبوت نہیں دیتے۔ بھائیو یہ بڑا ظلم عظیم ہے۔ کسی کی خوشامد کے مارے خدا اور رسول کو پس پشت نہ ڈالو کیونکہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (گناہ کے کام میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں) مومن کے لئے ضروری ہے کہ اگر کوئی امر خلاف شریعت دیکھے تو اگر طاقت رکھتا ہے تو اسکو ہاتھ سے روک دے اگر اتنی طاقت نہیں تو زبان سے روک دے اگر اتنی بھی طاقت نہیں تو جی میں برا جانے پس میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔ اب آگے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ مومن کیلئے ہر حالت میں خدا تعالیٰ ہی کافی کارساز ہے۔ اگر حق کی خاطر اسے کوئی تکلیف بھی پہنچے گی تو اسے سعادت خیال کرنا چاہئے اور کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ بہت ہیں جو پتھر کے بتوں اور قبروں کے پوجاری ہیں مگر وہ جو اپنی ہوا و ہوس کے (یعنی نفسانی ناجائز خواہشات) کے پجاری ہیں وہ ان سے بڑھکر خطرناک حالت میں ہیں۔ پھر بہت ہیں جو بڑے بڑے آدمیوں کے جو صریحا خدا اور رسول کی راہ سے ہٹانیوالے ہیں ایسے مطیع و فرمانبردار ہیں کہ گویا وہ انکے خدا ہیں بلحاظ ان کے نفع و ضرر کے۔ [illegible] ہیں وہ ان سے بھی بڑھکر خطرناک دشمنان اسلام ہیں کیا تمہیں یاد نہیں کہ لایتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے پس ایسا کرنیوالے اسلام کے خطرناک دشمن اس لئے ہیں کہ وہ نہ صرف خود گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ دوسروں پر بھی اپنے برے نمونہ کا اثر ڈالکر انکو بھی اپنی گمراہی میں ... کی

خطبۂ جمعہ

(مؤرخہ ۹۔ مارچ ۱۹۱۶ء)

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ...... الٰی ...... وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ٥ (البقرہ رکوع ۴)

ان آیات سے مخالفین کا استہزا اور اصل سے بے خبری قرآن کریم کی یہ چند آیات جو میں نے اسوقت پڑھی ہیں۔ ان کے اوپر ایک لفظ پرست ناحق شناس قوم نے بڑی بڑی پھبتیاں اڑائی ہیں ان پر تمسخر کیا ہے۔ کہ قرآن نے یہ کیا کہا...... ایسا ایسا تمسخر اس پر کیا ہے کہ شائد ایک دیکھنے والا اسکو دیکھکر کہے۔ کہ واقعی قرآن ایک مہمل کلام ہے۔ جس میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں۔ حالانکہ ان آیات کے اندر قرآن کریم نے ایک حقیقت بیان کی ہے جس سے دُنیا کبھی انکار نہیں کرسکتی۔ گو یہ بیان ایک ایسے پیرایہ میں کیا ہے۔ کہ ایک مکالمہ کا رنگ نظر آتا ہے۔ لیکن بہر حال اس سارے بیان میں ایک حقیقت کا اظہار ہے ؞

انسان کی طبیعت کے دو پہلو انسان کی طبیعت میں اللہ تعالے نے دو پہلو رکھے ہیں۔ ایک نرمی کا پہلو۔ جس کا اظہار عاجزی۔ انکساری۔ عبادت زہد میں پایا جاتا ہے۔ اور دوسرا سختی کا۔ پہلو جس کا اظہار قوت۔ شجاعت انتقام۔ خونریزی میں پایا جاتا ہے۔ نرمی کا پہلو عموماً طبائع کو اچھا لگتا ہے حالانکہ جب تک دو صرے پہلو کا ظہور نہ ہو۔ انسان انسان کامل نہیں بن سکتا

نبی کریم صلعم کی مدنی زندگی پر مخالفین کا اعتراض اور اسکا جواب بعینہ یہی اعتراض ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر کیا گیا ہے۔ کہ آپ کی وہ زندگی جو مکہ میں گذری وہ بہتر تھی بہ نسبت اس زندگی کے جو مدینہ میں آکر آپ نے بسر کی کیونکہ مکہ میں وہی نرمی والا پہلو ہی غالب رہا۔ اور آپ نے اپنے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں۔ کہ وہ پہلو بڑا ہی اچھا تھا بہ نسبت اس کے کہ آپ نے مدینہ میں آکر تلوار اُٹھائی۔ اللہ تعالے نے جو حقائق قرآن کریم میں بیان کئے ہیں۔ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق لوگوں کے اعتراضات کا بھی بخوبی دفعیہ کیا ہے۔

نرے نرمی کے پہلو سے انسان کی زندگی نہیں رہ سکتی وہ بڑے بڑے فلسفی جو دُنیا میں نرا یہ بتاتے ہیں۔ کہ نرمی کا ہی پہلو قابل تعریف ہے۔ ان کو معلوم نہیں ہے کہ نرے نرمی ہی کے پہلو سے انسان کی زندگی نہیں رہ سکتی بلکہ اس دُنیا میں جن باتوں پر انسانی زندگی کا دارو مدار ہے۔ انہی میں سے ایک سختی اور جنگ بھی ہے۔ جنگ کے بغیر انسانی زندگی محالات سے ہے۔ انسان نرا نمک ہی نہیں۔ اسکے اندر اور بھی صفات اللہ تعالے نے ودیعت کی ہیں۔ خدا کے فعل کے اندر

خدا کے فعل کے ماتحت انسان کا خلیفہ ہونا بھی وہی باتیں نظر آتی ہیں۔ اس لئے انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ کہا انسان کو بھی خلیفہ کہا ہے۔ خلیفہ کس کو کہتے ہیں۔ وہ شخص جو کسی کی طاقتوں اور قوتوں کو لیکر آتا ہے۔ وہ بعض اس کی قوتوں اور طاقتوں کو اس کے ماتحت استعمال کرتا ہے۔ انسان کو مخلوق پر حکمرانی کرنے کا اختیار اور طاقت دی گئی ہے۔ وہ اللہ تعالی کی دی ہوئی طاقتوں کے ذریعہ سے اس کی دوسری مخلوق پر حکمران ہے۔ پھر انسانوں میں

اعلےٰ اور ادنےٰ قسم کے انسان کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض وہ جو وہ طاقتیں اور قوتیں غلط طور پر استعمال کرتے ہیں اور بعض وہ جو ٹھیک طور پر استعمال کرکے اعلےٰ فوائد حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثمّ رددناہ اسفل سافلین۔ ہم نے تو انسان کو اعلےٰ سے اعلےٰ مراتب پر پیدا کیا پھر اسکو (بسبب اسکے قوائے کے غلط استعمال کے) نچلے سے نچلے طبقہ میں دھکیل دیا ؞

پس جو انسان ان اخلاق کا ان قوائے کا ان طاقتوں کا بُرا استعمال کرتا ہے۔ وہ نچلے سے نچلے طبقہ ذلّت و رسوائی کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے پھر بعض وہ ہیں جو اپنے قوائے کو ٹھیک طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو اعلےٰ سے اعلےٰ کمال پر پہنچاتے ہیں یہ انبیا کا گروہ ہیں۔ انہیں خاص طور پر خلیفۃ اللہ کہتے ہیں۔ پھر ان پر ایک اور انسان ہے۔ جو سب پر فضیلت لیگیا۔ اور اعلےٰ سے اعلےٰ کمال تک اُسنے انسانی قوائے کو پہنچایا ہے وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کو تمام مخلوق کا حاکم بنایا تو اصل حقیقت یہی ہے کہ جس قسم کے قولے انسان کو دئے ہیں۔ وہ کسی کو نہیں دئے۔ تمام دوسری مخلوق اس کے مطیع و فرمانبردار کردی ہے۔ فرمایا۔ سخّر لکم ما فی السّموات وما فی الارض جمیعًا۔ یہ انسان کا علو ہے۔ اسی طرح انسانوں کے اندر انبیاء کو خاص مرتبہ دیا۔ اور ان میں سے پھر ایک خاص انسان کو چُن لیا۔ جو اپنے اعلےٰ مدارج اور کمال اخلاق انسانی کے لحاظ سے بے نظیر انسان ہے۔ اس انسان کا نام محمد رسول اللہ صلعم ہے۔

بڑائی کا معیار اور آنحضرت صلعم کی فضیلت وہ کونسی باتیں ہیں۔ جن سے آپ کی یہ بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی انسان دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ انسان کی صفات کا ظہور بہت سے متفرق طریقوں پر ہوتا ہے۔ ہم کسی انسان کو کس وقت بڑا کہتے ہیں کیا اس لحاظ سے کہ اس کا قد بڑا ہو۔ یا اس لحاظ سے کہ کپڑے اعلےٰ ہوں یا دولت اور مال بہت ہو۔ تو ہم اسے بڑا کہہ سکتے ہیں۔ یا محنت بہت کرتا ہو ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں کسی کی بڑائی کو ثابت نہیں کرتیں۔ اور نہ ہم انکی وجہ سے کسی کو بڑا کہتے ہیں۔ بلکہ بڑائی کا معیار اور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کی بےغرضی و بے نفسی۔ جسقدر کوئی انسان بے غرضی سے بے نفسی سے کام کرتا ہے جسقدر بے غرض اور بے نفس وہ ہوتا ہے۔ اتنی ہی اس کی عزت ہوتی ہے۔ اس کا وہ اجر نہ مانگنا دلیل ہوتی ہے۔ اس بات کی کہ وہ اپنے نفس کے لئے کام نہیں کرتا۔ بے غرضی سے کام کرتا ہے۔ جسقدر ہم جانتے ہوں۔ کہ فلاں شخص بے غرضی اور بے نفسی سے کام کرتا ہے۔ اتنی ہی اُس کی عزت ہمارے دلوں میں بڑھتی ہے اور اسیوقت تک اس کی وہ عزت دلوں کے اندر رہتی ہے۔ جبتک کہ یہ یقین ہو کہ یہ بڑا بے غرض اور بے نفس انسان ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے

انبیاء علیہم السلام کی حد درجہ کی بے نفسی فرمایا ہے۔ نحن معاشر الانبیاء ما نورث ما ترکنا ہ صدقۃ انبیاء یہاں تک بےنفس اور بےغرض ہوتے ہیں وہ ورثہ بھی نہیں چھوڑتے۔ تو جسقدر کام بےغرضی سے ہوگا۔ اُسیقدر اُسکا کرنیوالا عزت کا مستحق ہوگا۔ بے نفسی اور بےغرضی اعلےٰ سے اعلےٰ معیار ہے انسان کی عزت کا۔ آؤ اس پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پرکھکر دیکھیں۔ ایک واقعہ نبی کریم

نبی کریم صلعم کی بے نفسی پر ایک شہادت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیکسی کے وقت کا ہے کہ قریش کے بڑے بڑے سردار ابوطالب کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اپنے بھتیجے کو روکدو۔ کہ ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہے۔ بُرا کیا کہنا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ان کے بتوں کو گالیاں تو نہیں دیتے تھے۔ بلکہ خود قرآن کے اندر یہاں تک حکم آتا ہے کہ لا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ۔ پھر وہ کیا تھا۔ جو آنحضرت صلعم کہتے تھے اور کفار انہیں گالیوں سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ دلائل تھیں اسبات کی۔ کہ یہ بُت کسی کام آنیوالے نہیں اور صرف ایک ہی خدا کی پرستش ہمیں کرنی چاہئے۔ کفار نے کوئی یونہی آنحضرت کو اس سے روکنا نہیں چاہا۔ بلکہ کہا کہ اگر آپ کی مرضی کوئی مال و دولت جمع کرنے کی ہو تو ہم بہت سا مال جمع کرکے لا دیتے ہیں۔ اگر آپکو بادشاہ بننا منظور ہو۔ تو ہم وہ بھی آپکو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ کو کوئی خوبصورت عورت مطلوب ہو۔ تو ہم عرب کی خوبصورت سے خوبصورت عورت بھی پیش کردینے کو تیار ہیں۔ اب اگر ایک شخص کو اپنی ذات کے فائدہ کے کچھ مطلوب ہو اور وہ اس کی خواہش رکھتا ہو۔ تو اسکو اس سے بہتر اسکو لینا موقع لکا ہے۔ سب کچھ تو مل رہا ہے۔ اس وقت آپ نے دیکھا کہ ابوطالب بھی کچھ ان کفار کے رؤسا کی طرفداری کرنے لگے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "اے چچا اگر یہ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھدیں تو بھی میں اس سے باز نہیں آسکتا۔ یہ آپ کی بےنفسی کا بڑا عظیم الشان ثبوت ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کے دل میں کوئی ذاتی اور نفسانی خواہش نہ تھی۔ خوب جانتا ہے۔ کہ اکیلا ہوں۔ تنہا ہوں کوئی مددگار نہیں۔ ایک چچا تھا وہ بھی اب ان کی طرفداری کرنا چاہتا ہے۔ پھر ان کفار کے سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں کے اندر ایک ہے۔ لیکن با ایں ہمہ دولت پر لات مارتا ہے عزت پر لات مارتا ہے۔ شہوات پر لات مارتا ہے اور کسی کی بھی مخالفت کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ اور ایک واقعہ جو اس سے بہت بعد کا ہے۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی آپکی بے نفسی پر شاہد ہے وہ بھی آپ کی بے نفسی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ چودہ سو آدمیوں کو لیکر مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ کفار اب مدینہ پر کوئی ڈیڑھ دو سال سے چڑھ کر نہیں آئے تھے۔ آپ ان آدمیوں کو ساتھ لیکر کسی لڑائی کے لئے نہیں بلکہ حج کیلئے جاتے ہیں۔ راستہ میں مکہ سے تھوڑی دور کفار کا ایک گروہ ملا جس نے آگے جانے سے روکدیا۔ اور کہا کہ اگر آپ آگے گئے۔ تو ہم جنگ کرینگے آنحضرت صلعم نے پہلے اپنے معزز آدمیوں کو مکہ میں بھیجکر انہیں سمجھایا کہ ہم محض حج کرنے آئے ہیں۔ حج کرکے واپس چلے جائینگے۔ لیکن انہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ حضرت عثمانؓ کی ان میں بڑی عزت تھی۔ وہ بھی گئے۔ ان کو انہوں نے کہا۔ کہ آپ حج کرلیں مگر محمد رسول اللہ صلعم کو ہم اس سال حج نہیں کرنے دینگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ کہ میں تو رسول اللہ صلعم کے بغیر حج نہیں کرسکتا۔ غرض اس موقعہ پر بالآخر یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ایک معاہدہ آنحضرت صلعم اور کفار کے مابین لکھا گیا جس میں بہت سی ایسی شرائط تھیں۔ جو بظاہر مسلمانوں کی کمزوری ظاہر کرنیوالی ہیں۔ مثلاً یہ کہ کفار کیطرف اگر کوئی مسلمان مرتد ہوکر چلا جائے۔ تو وہ اُسے واپس نہیں کرینگے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مسلمانوں کے پاس آجائے۔ تو مسلمان اسے واپس لوٹا دینگے۔ بظاہر یہ شرائط بہت کمزوری ظاہر کرنیوالی ہیں۔ لیکن بالآخر ان کا نتیجہ رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کے حق میں بہت اچھا نکلا۔ اس معاہدہ کے شروع میں آپ نے یہ لفظ لکھوائے کہ مابین فلاں شخص (سہیل ابن عمرو) قریش کے نمائندہ اور محمد رسول اللہ صلعم کے۔ اسپر انہوں نے اعتراض کیا۔ کہ اگر ہم آپکو رسول اللہ مانتے تو حج کیوں نہ کردینے دیتے حضرت علیؓ اس معاہدہ کو لکھنے والے تھے آپ نے انہیں کہا کہ رسول اللہ کے لفظ کو کاٹ دو۔ انہوں اس سے احتراز کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کاغذ لیکر خود اپنے ہاتھ سے "رسول اللہ" کا لفظ کاٹ دیا اور اس کی جگہ محمد ابن عبد اللہ لکھوا دیا۔ یہاں کسقدر بے نفسی اس انسان کی نظر آتی ہے یہ اپنی ذات کا معاملہ ہی نہ تھا۔ بلکہ اگر اسے نہ کاٹتے۔ تو کفار تو جنگ پر تُلے ہوئے تھے لیکن مسلمان کوئی جنگ کیلئے تیار ہوکر نہ آئے تھے۔ یہاں مسلمانوں کے پاس کوئی سامان نہیں۔ انہیں بچانا ہے اگر اپنے لئے کوئی وجاہت کی طلب ہوتی تو یہ رسول اللہ کا لفظ کیوں کٹوا دیتے۔ مگر نہیں۔ وہاں خواہ مخواہ ایک غریب جماعت کا خون ہوتا تھا۔ اس لئے اپنی عزت اور وجاہت کی کوئی پروا نہیں کی۔ مسلمانوں کو بچانے کیلئے رسول اللہ کا لفظ بھی کاٹ دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے متعلق نبی کا لفظ کاٹنے کا اعلان اور آجکل کے جہلا کا گمان آج بعض نادانوں نے اسکو مضحکہ بنالیا ہے۔ ہمارے حضرت صاحب کا ایک اشتہار ہے۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں لاہور میں ایک بحث چھڑ گئی تھی جس میں مخالفین آپ پر الزام دیتے تھے۔ کہ آپ نبوت کے مدعی ہیں آپ اس سے انکار کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ میرا دعوےٰ صرف محدث ہونے کا ہے۔ اس پر مخالفین آپ کی کتابوں سے بتاتے تھے۔ کہ آپ نے وہاں نبی کا لفظ لکھا ہے۔ جس کا استعمال جائز نہیں۔ حالانکہ وہ بھی ورنہ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ آخر فیصلہ اس بات پر ہوا۔ کہ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے کہا۔ کہ اگر وہ دیعنی دوسرے مسلمان) ان الفاظ سے ناراض ہیں۔ اور انکے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرماکر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھکو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالی خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جسکے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں...... تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کیلئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہوسکتا ہے۔" یہ ایک مجمع میں آپ نے یہ اشتہار اپنے دعوے کی وضاحت کے لئے شائع فرمایا تھا آپنے اس میں صاف لکھا ہے کہ "بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"۔ کیسی کھلی اور صاف دلیل تھی اسبات کے اوپر کہ آپ نے جس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے وہ کامل نبوت نہیں بلکہ جزوی ہے وہ محدثیت والی نبوت ہے مگر آج کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے صلح حدیبیہ میں اپنے نام کے آگے سے لفظ رسول اللہ کاٹ دیا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے متعلق نبی کا لفظ کاٹنا صلح حدیبیہ سے مطابق نہیں حالانکہ اسکا اور اس واقعہ کا کوئی تعلق نہیں یہاں آنحضرت صلعم کے متعلق نبوت کی کوئی بحث درمیان میں نہیں۔ لیکن مرزا صاحب کے متعلق تو بحث نبوت کی ہے۔ ایک فریق نبوت کا دعوےٰ آپکی طرف منسوب کرتا ہے۔ آپ اس سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں ایسی نبوت کو لعنتی اور کذاب سمجھتا ہوں۔ آنحضرت صلعم کے متعلق نہ وہاں نبوت کی بحث ہے نہ آپ اپنے نبی ہونے سے منکر ہیں۔ وہاں تو ایک عہدنامہ ہو رہا ہے۔ جس میں فریقین کا مساوی حیثیتوں میں ذکر ہونا چاہئے۔ آخر محمد رسول اللہ محمد بن عبد اللہ بھی ہے۔ محمد بن عبد اللہ کہنے سے رسالت کا انکار لازم نہیں آتا۔ دو فریق ہیں اگر دونوں کو یکساں لکھا جائے تو ہرج کیا ہے۔ تو یہ ایک بڑی دلیل تھی آپ کی بے نفسی کے اوپر۔ ایک جگہ کہا جاتا ہے۔ کہ بتوں کی مذمت چھوڑ دو ساری دولت دے دیتے ہیں۔ لیکن نہیں چھوڑتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہاں اپنی ذات کا معاملہ نہیں۔ یہ تو خدا کے ماجد کی خدمت ہے۔ اس کا معاملہ آپڑا ہے۔ اس کے ذکر کو ترک نہیں کرسکتے۔ مگر دیکھو حدیبیہ میں وہاں بھی اپنی ذات اور عزت کی کوئی پروا نہیں کی ؞ (باقی دارد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہارشنبہ ۳۰ مئی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۶

منازل کامیابی

سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قایم ہوئے اب نصف صدی کے قریب قریب زمانہ ہو چکا ہے۔ اور وہ وقت بھی دور نہیں جب اس کی عمر صدیوں تک جا پہنچے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ مشیت ایزدی سے اس کو صفت دوام حاصل ہو چکی ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ اس کا دایرہ ایک محدود تعداد تک ہی محیط رہنے والا ہے۔ بلکہ وہ وقت بھی انشاء اللہ عنقریب آنے والا ہے جب دنیا جہان کے تمام سعید انسان حضرت مرزا صاحب کے حلقہ بیعت میں شمولیت کو اپنے لئے باعث فخر ومباہات سمجھیں گے۔ بلکہ ابھی سے ہم دیکھتے ہیں کہ سعید فطرت روحیں کم از کم آپ کے کمالات آپ کی خدمات اسلام.... ...... اور آپ کے انفاس قدسیہ کے قایل ہوتے جاتے ہیں کوئی وقت تھا جب حضرت مسیح موعود کی حمایت میں ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا موجب صد مصائب و آلام تھا۔ یہاں تک کہ جو شخص احمدیوں کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی مستحق نار جہنم۔ علیٰ ہذا القیاس لیکن اس کے بعد وہ بھی وقت آیا جب یہ مخالفت۔ یہ طوفان بے تمیزی بے حد درجہ کی تفریط اور لعن وطعن۔ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوا لوگوں کا مزاج کچھ کچھ حد اعتدال کی طرف آنے لگا۔ اور سوچ وبچار غور وفکر اور تفکر و تدبر سے کام لینے والوں کے دلوں میں خود بخود ہی یہ سوالات پیدا ہو کر اصلاح کا موجب بنے شروع ہوئے۔ کہ آخر وہ کیا بات ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب نے خلاف اسلام کہی یا کی۔ وہ باتیں جو آپ نے تلقین کیں۔ اور قرآن اور حدیث سے دلایل کے انبار جمع کر کے بالخصوص ان پر زور دیا جن کو ہمارے مولوی کہلانے والے حضرات نے خلاف اسلام کہہ کہہ کر آسمان سر پر اٹھائے رکھا۔ ہاں وہ مسایل خصوصی جو آپ کی تمام زندگی میں مباحثات کے مرکز بنے رہے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہنا کیونکر اور کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ ان سے اسلام کی مخالفت یا تخریب لازم آتی ہے۔ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے یا دو ہزار سال سے اب تک اس جسم عنصری کیساتھ الآن کما کان زندہ اور برقرار موجود ہیں۔ اور فلک چہارم پر اس وقت کے منتظر ہیں جب اللہ تعالےٰ انہیں دوبارہ اس دنیا میں امت محمدیہ اور دیگر امتوں کی اصلاح کے لئے بھیجے۔ حضرت مرزا صاحب کا اس کے متعلق اول الذکر اعتقاد کو بیان کرنا۔ اور بیسیوں نہیں سینکڑوں دلایل اور شواہد سے اس بات کو ثابت کر دینا کہ حضرت مسیح کو زندہ ماننے میں نہ صرف قرآن کریم اور احادیث نبوی کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نہ صرف اس سنت اللہ کا ہی ابطال ہو جاتا ہے۔ جو دن رات ہمارے پیش نظر ہے اور جس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولن تجد لسنة الله تبديلا۔ وہ سنت اللہ جس کو اس نے خود ہی اپنے پاک کلام کے اندر ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کہ الم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا۔ کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں ہر دو کے لئے کافی نہیں بنایا جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ کوئی شخص زندہ ہو یا مردہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں جا سکتا۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک بہت بڑی قباحت جو اس اعتقاد میں ہمیں نظر آتی ہے۔ اور جو بہت سے مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کا موجب ہوئی۔ وہ پادریوں کا یہ اعتراض ہے کہ ایک طرف مسیح کو مسلمان دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر مانتے ہیں۔ اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اس قدر طویل مدت میں نہ تو ان کے جسم پر کوئی انقلاب واقع ہوا ہے۔ اور نہ ہی ان کو کوئی اور حوائج بشریہ لاحق ہوئی ہیں۔ اور بالمقابل حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جن کو افضل الرسل اور خاتم النبیین مانا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ایمان ہے۔ کہ آپ ہی حیات النبی ہیں۔ یہ مسلم امر ہے کہ وہ طبعی عمر پا کر اسی دنیا میں فوت ہو گئے۔ اور ان کا رفع بجسدہ العنصری نہ ہوا۔ حالانکہ تمام عمر دعائیں کرتے رہے۔ اور نماز کے اندر اس حالت میں دعا کرتے رہے جو دو سجدوں کے درمیان قبولیت دعا کی حالت بتائی جاتی ہے۔ کہ اللھم اغفر لی وارحمنی وارفعنی واجبرنی۔ تعجب ہے۔ کہ مسیح کا تو اللہ تعالےٰ نے خود بخود ہی رفع فرما لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مسلمانوں کے نزدیک درجہ اور مرتبہ میں حضرت مسیح سے بہت بڑی فوقیت رکھتے۔ اور آپ کو خدا تعالےٰ سے وہ درجہ قرب حاصل ہے جو دنیا میں دوسرے کسی انسان کو نصیب نہیں ہوا تمام عمر نماز کے اندر دعا کرنے اور رفع کی دعا کرنے کے باوجود اس صورت میں التجا کے رفع نہ کیا جس صورت میں حضرت مسیح کا رفع مانا جاتا ہے۔ کس قدر سخت توہین تھی جو پادریوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور اسی اعتقاد کی بنا پر کی جو مسلمانوں کے اندر مروج ہے۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ نہ حضرت مسیح کا رفع اس صورت میں ہوا۔ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ اور نہ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے رفع کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کی بلکہ انہی معنوں میں یہ رفع ہوا جن معنوں میں خود قرآن کریم نے اس لفظ کو دوسری جگہ استعمال کیا ہے۔ اور جو کہ لغت عرب اور بڑی بڑی مستند تفاسیر کے اندر بھی مذکور ہے۔ تفسیر کبیر کے اندر امام رازی اس لفظ کے متعلق فرماتے ہیں کہ هو الرفعة بالدرجة والمنقبة لا بالمكان والجهة كما ان الفوقية ليست بالمكان بل بالدرجة یعنے جس رفعت یا رفع بلند کرنے کا یہاں ذکر ہے۔ وہ بلندی درجہ اور مرتبہ کی ہے۔ نہ مکان اور سمت کی۔ جیسا کہ جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا میں فوقیت بلحاظ درجہ کے مراد ہے۔ نہ بلحاظ مکان کے۔ الغرض اور اسی قسم کی دیگر بہت سی دلایل آپ نے وفات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے دیں۔ اور اسلام کی پادریوں کی زد سے عین وقت پر حفاظت کی۔ بہت سے نو تعلیم یافتہ مسلمانوں کے شکوک کو جو ان اعتراضات کی وجہ سے انہیں قرآن کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیدا ہو گئے تھے۔ نہایت خوبی کیساتھ رفع کیا۔ اور بتایا کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے جو ہر زمانہ میں انسان کو اس کی کامیابی اور فلاح کے رستہ پر چلا سکتا ہے یہی وہ پاک دین ہے۔ جو ایک زندہ اور قادر خدا کو پیش کرتا ہے۔ وہ خدا جو ہر زمانہ میں اپنے پاک بندوں کیساتھ ہمکلام ہوتا رہا۔ اور اب بھی اس کے زندہ اور اسلام کے برحق ہونے کا یہ ایک ثبوت ہے کہ اس پاک مذہب کی پیروی کرنیوالوں سے وہ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اس کو اپنے پاک کلام کے پانی سے سیراب فرماتا ہے۔ ورنہ دیگر مذاہب کے اعتقادات کی رو سے خدا تعالےٰ کی ہستی اور اس کی صفت تکلم کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جب وہ اس بات کا قایل ہی نہیں کہ خدا اب بھی کسی کے ساتھ ہمکلام ہو سکتا ہے۔ تو یہ کیونکر مانا جائے کہ ایسا خدا جو اپنے بندوں سے بولتا ہی نہیں ضرور زندہ ہے اور وہ مر نہیں گیا۔ یا اس کی صفت تکلم معطل نہیں ہو گئی۔ اسلام جس نے اپنے مومن بندوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ لهم البشرى في الحيوة الدنيا۔ دنیا کی زندگی میں انہیں مبشرات دیئے جائینگے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تائید میں یہ فرمایا۔ کہ لم يبق من النبوة الا المبشرات۔ نبوت تو باقی نہیں رہی۔ مگر اس کا ایک جزو مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ اور کھلے لفظوں میں اپنی پیاری امت کی اصلاح وحفاظت کے لئے مجددین کے ہر صدی کے سر پر مبعوث ہونے کا وعدہ دلایا۔ جو خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے مخلوق کی اصلاح اور دین میں داخل شدہ غلطیوں کو دور کریں۔ جن میں سے خود حضرت مرزا صاحب نے بھی اس چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ وہی اسلام اپنے اس طرز عمل اور واقعات سے ثابت کر رہا ہے۔ کہ اسکا خدا زندہ ہے۔ اور ہمیشہ تک زندہ رہیگا۔ وہ بولتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ تک بولتا رہیگا یہ وہ دلیل ہے جس کے بالمقابل کوئی دوسرا مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے اس کے ذریعہ سے کل مذاہب کے سروں کو قلم کر کے رکھدیا۔ یہ وہ باتیں تھیں۔ جنہوں نے گو شروع شروع میں اسلامی دنیا میں ایک شور برپا کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ معقول طبایع کو یہ باتیں کھاگئیں اور انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی ان خدمات اسلام اور غیر مذاہب کو شکست فاش دینے کا علانیہ اعتراف کرنا شروع کیا چنانچہ آپ کی وفات پر تمام ان اخباروں نے جو عام طور پر اسلامی دنیا میں بڑی عزت اور وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ سے قطعاً کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔ آپ کی ان شاندار خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ اور آپ کے وصال کو مدعا لفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کے جو آپکی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ پر محمول کیا۔ اور آپ کے متعلق صاف طور پر کہا کہ

”ان کی (حضرت مسیح موعود کی) یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جسنے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال کئے رکھا۔ آیندہ بھی جاری رہے“ (وکیل)

یہ وہ پہلی منزل تھی جو سلسلہ عالیہ کی عام قبولیت کا موجب ہوئی اور طبایع کے اندر سے عام طور پر وہ نفرت دور ہونی شروع ہوئی۔ جو مولوی کہلانے والوں نے پیدا کر رکھی تھی۔ لیکن ایک اور منزل ابھی باقی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس تک پہنچنے کے لئے جو جد وجہد اور کوشش ہمارے ذمے ہے جس کام لینا چاہئے تھا۔ اور اس کی طرف جس قدر جلد جلد قدم اٹھانا ضروری تھا۔ نہیں اٹھا۔ یا صرف اسی قدر منوا لینے سے کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ اور اس زمانہ میں اسلام کو آپ نے دیگر مذاہب پر غالب کیا ہمارا فرض ختم نہیں ہو جاتا اور سچ تو یہ ہے۔ کہ ہم نے تو اس قدر منوانے میں بھی کوئی نمایاں خدمت نہیں کی۔ یہ سب کچھ محض فضل ربی تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کی روز روشن کی طرح ظاہر اور علانیہ خدمات اسلام جنہوں نے خود بخود لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ ورنہ ہم میں سے اکثریت کا دعوےٰ رکھنے والے تو وہ ہیں۔ جنہوں نے بعض غلط اور خلاف اسلام دعاوی حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کر کے اور فاسد اعتقادات کو گھڑ کر سلسلہ کو الٹا دنیا میں بدنام کرنے کی سعی ناروا کی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ اٹھیں۔ اور سلسلہ کی ترقی واشاعت اور اس کے اندر لوگوں کو داخل کرنے میں ساعی ہوں۔ اس قدر طویل مدت میں جو سلسلہ کو قایم ہوئے ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ اور تو اور ہندوستان کے بھی اکثر مقامات پر ابھی تک اس کا نام تک بھی نہیں سنا گیا۔ زیادہ کوششوں کا دائرہ پنجاب تک ہی محدود رہا ہے۔ اور اب تو وہ بھی نہیں پنجاب کے علاوہ ہندوستان کے دیگر مقامات پر شاذ ونادر ہی ایسی جگہیں ہیں۔ جہاں کوئی خال خال احمدی موجود ہیں۔ اس بارہ میں آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ ہمارے محترم دوست دلاور خاں صاحب احمدی بی۔ اے نے جماعت حقہ احمدیہ سے ایک پر درد اپیل کی ہے۔ جو امید کہ توجہ سے پڑھی جائیگی۔ اور زبانی باتوں کو چھوڑ کر عملی طور پر کام کرنے کی تدابیر سوچی جائیں گی جن پر ہم آیندہ اشاعت میں غور کرینگے۔ انشاء اللہ۔

نادار مسلمان طلبا اور یتامیٰ

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے اس عنوان سے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سات یتیم طلبار کی جو امتحان انٹرنس میں امسال کامیاب ہوئے ہیں۔ قابل رحم حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس پر اظہار تعجب کیا تھا کہ انجمن ان سات یتامیٰ کے اوپر سے تو اب دست شفقت ہٹا لینا چاہتی۔ اور انہیں عوام کے رحم پر چھوڑتی ہے۔ لیکن ایک دوسرے اعلان میں ۵۷۵ روپیہ کے پچاس وظایف کا نادار مسلمان طلبار کے لئے اعلان کرتی ہے۔ حالانکہ اس امداد کے سب سے پہلے مستحق وہی سات یتامیٰ ہیں۔ ہمارے اس نوٹ کو پڑھکر ایک ہمدرد یتامیٰ نے ایک طرف سے ایک کارڈ ہمیں بھیجا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ۔

”آپ کے اخبار مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۱۷ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے ۷ یتیم طلبا کے وظایف کیلئے تحریر کیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں یہ تحریر کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ ان وظایف کے واسطے انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کی توجہ مبذول کرائی جاوے۔ اس انجمن کا کافی سرمایہ ہے۔ اور اس کے علاوہ آمدنی بھی مستقل ہی نہیں بلکہ معقول ہے۔ اور یہ بات اس کی اغراض ومقاصد کی صف اولین میں ہے۔ اس لئے اس امر کی تحریک کی جاوے۔ کہ انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کا جو جلسۂ عام بعد زنگل مورخہ ۲۹ ماہ حال کو ہونیوالا ہے۔ اور جس میں سالانہ بجٹ پیش ہوگا کوئی صاحب ان یتامی کے وظایف کے واسطے تحریک کر کے عنداللہ مشکور ہوں“

انجمن اسلامیہ پنجاب کی مالی حیثیت اور کافی سرمایہ کے متعلق ہمارے نامہ نگار کا خیال بالکل صحیح ہے۔ اور ہم ایک مدت سے تعجب اور حیرت کیساتھ یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ باوجودیکہ انجمن کو لاہور کی اکثر مساجد اور دیگر اوقاف سے ایک کافی آمد ہوتی ہے۔ اس سے آجتک کچھ بھی مسلمانوں کے مذہبی وقومی مفاد پر صرف نہیں ہوا۔ یہ سچ ہے۔ کہ انجمن نے لاہور میں ایک چھوٹا سا ہال تعمیر کر رکھا ہے۔ جس میں ہر روز تازہ بتازہ انگریزی واردو اخبارات بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن نرا ایک ریڈنگ روم پر سب کچھ صرف نہیں ہو جاتا۔ اور نہ ہی ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ان مقدس ترین مقامات کی جو انجمن کے زیر تصرف ہیں۔ آمد کا یہ کوئی بہترین مصرف ہے۔ ہماری یہ آواز ممکن ہے ارا کین انجمن کے کانوں میں اس وقت پہنچے جب وہ انجمن کے مالی اخراجات کا مجوزہ بجٹ کی صورت میں آیندہ ایک سال کے لئے فیصلہ کر چکے ہوں۔ لیکن جہانتک ہمیں معلوم ہے۔ اس کے بجٹ میں بعض مدات ایسی بھی موجود ہیں جن سے اگر انجمن چاہے تو ان یتامیٰ کے جو اس وقت مساکین کے حکم میں ہیں اخراجات تعلیم مہیا کرنے کی گنجایش نکال سکتی ہے۔ اور بھی بعض اصلاحات انجمن کے موجودہ طریق عمل کے اندر ہونی ضروری ہیں جن کی طرف بعض لوکل اخبارات بالخصوص توجہ دلا رہے ہیں۔ کیا ممبران انجمن اس ضروری گذارش پر عمل پیرا ہونگے۔

ثنائی مقدمات

امرتسری معاند مولوی ثناء اللہ آجکل عجیب کشمکش میں مبتلا ہے۔ پیشتر ازیں ایک مقدمہ میں جو مباحثہ جبل پور سے متعلق تھا۔ ہمراہ فریق مخالف حکیم محمد عبد الحق ابتداءً امرتسری پر سو سو روپیہ جرمانہ ہو چکا ہے۔ اب ...

ایک اور مقدمہ ایک شیعہ سید جناب سید عنایت علی شاہ صاحب عنایت وزیرآبادی پر اپنا پیدا کر رکھا ہے۔ کہ انھوں نے اپنی کسی کتاب میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ اس نے حضرت میرزا صاحب کے اشتہار آخری فیصلہ کے جواب میں لکھا تھا کہ "حرام زادے کی رسی دراز ہے"۔ اور اس طرح سے خود اپنے قول کا مصداق ٹھیرا۔ ثناء اللہ کو ایسا لکھنے سے انکار ہے۔ اور مستغاث علیہ کو اصرار کہ اس نے ضرور ایسا لکھا۔ اس مقدمہ کی ایک پیشی ۲۴ اپریل کو تھی۔ جس میں سید عنایت علی شاہ صاحب نے ایک بہت طویل تحریری بیان عدالت میں داخل کیا جس میں مختلف ابواب اور ان کے اندر فصلیں قائم کر کے ان تمام برے الفاظ کو لکھا گیا ہے جو عام طور پر تمام فرقہ ہائے اسلام حتّے کہ اہل حدیث کی طرف سے بھی اس کے متعلق استعمال ہوتے رہے۔ مثلاً باب اللعن کے عنوان سے ایک خاص باب قائم کر کے ان لعنتوں کو شمار کیا گیا ہے جو ثناء اللہ کے مخالفین کی طرف سے اس پر برستی رہی ہیں۔ باب الطیور میں ان جانوروں کے نام لکھے گئے جن سے اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایسا ہی ان الفاظ کو بھی تقسیم ابواب و فصول کے ساتھ نوٹ کیا گیا ہے۔ اور خود مولوی ثناء اللہ دوسروں کے متعلق استعمال کرتا رہا ہے۔ اور یوں ثابت کیا گیا ہے کہ ثناء اللہ کی حیثیت عرفی دراصل کوئی نہیں۔ ایسا ہی دو اور مقدمات کی مولوی ثناء اللہ کو آجکل بحیثیت مدعا علیہ پیروی کرنی پڑتی ہے ان میں سے ایک تو سید عنایت علی شاہ صاحب کی طرف سے اہلحدیث مطبوعہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۲ء وغیرہ کے کسی دلآزار مضمون کی بنا پر دائر ہے۔ اور اس میں ۴ مئی کو مولوی فاضل کا ایک سو روپیہ کا مچلکہ بھی ہو گیا۔ دوسرا مقدمہ حکیم محمد عبدالحق صاحب ابوتراب امرتسری کی طرف سے دائر ہے۔ اور اس میں بھی مولوی فاضل کا مچلکہ ہو گیا ہے سچ ہے۔ ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

کیا اب بھی اہلحدیث سن اور اہلحدیث میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے؟

مجازی اور جزوی نبوت کی پر لطف تشریحات

جب سے کہ محمودی گورکھ دھندوں کو جماعت حقہ احمدیہ کے زبردست دلایل سے شکست یاب ہونا پڑا ہے اور عقل و فکر کی گھاٹی سے اتر کر میدان جہالت میں انہوں نے جگہ لی ہے بعض عجیب عجیب باتیں سننے میں آتی ہیں جو ان خیالات کے رکھنے والوں کی مذبوحی حرکات پر شاہد ہیں۔ کوئی تو کہتا ہے کہ بھلا صاحب آپ بھی جو حضرت مسیح موعود کو مجازی نبی مانتے ہیں تو آخر مجازی نبی بھی نبی ہوتا ہے۔ کوئی اور آتا ہے اور عقل و فکر سے آزاد ہو کر فوراً کہہ دیتا ہے "اجی مجازی نبی ہوئے تو کیا۔ اور حقیقی ہوئے۔ تو کیا بہرحال ہیں تو نبی ہی نا۔ نبی کا لفظ تو دونوں میں مشترک ہے ہی پھر جھگڑا کس بات پر ہے" معلوم نہیں کہ ایسا کہنے والوں کو یہ بھی نکتہ کبھی سوجھا ہے یا نہیں کہ غیر نبی اور نبی میں بھی نبی کا لفظ تو بہرحال مشترک ہے ہی پھر اسمیں بھی کوئی فرق نہ ہوا۔ ایک صاحب ہیں جنہوں نے طویل الاقامت ہو کر اپنی ایسی ہی فارغ العقل باتوں سے کل طویل الحمق کی ایک عربی ضرب المثل کو ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اور ابھی دو تین ہی دن ہوئے ہیں اپنا نام "منادی آسمانی فیصلہ" "ہم عزلت گزینوں" کو سنانے اور حق و صداقت سے منور کرنے کے لئے بڑے کر و فر کے ساتھ جلوہ آرائے منبر ہوئے تھے۔ وہ ایک حامی صداقت سے باتیں کرتے ہوئے فرمانے لگے "اجی حضرت مسیح موعود اگر جزوی نبی ہیں تو بھی کیا حرج ہے بہرحال جتنے نبی ہیں اتنے تو حقیقی ہیں" سبحان اللہ وبحمدہ واقعی "منصف کن لیکچر" دینا آپ ہی کا کام تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ آپ نے اس ایک ہی بات میں اپنے "منصف او رعلم" "و عقل" کا فیصلہ ہی تو کر دیا پھر بھلا کون ایسا کور دل ہے جو اسے نہ مانے اور ایسی اہم دلیل سے نہ تو مسیح موعود کے فاسد عقیدہ کا قایل نہ ہو جائے ایک اور مزیدار بات سنئے میاں الفضل کے ایک نامہ نگار ہیں جنکے قلم کو مدیر الفضل کی جناب سے "دو حقیقت رقم" کا خطاب عنایت ہو چکا ہے۔ آپکے ہاں ایکدفعہ ہمارے فاضل دوست حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے کو جب جانے کا اتفاق ہوا۔ اور انہوں نے ۱۹۰۱ء کے بعد کی ابھی حضرت صاحب کی ایک تحریر سے دکھایا کہ آپنے اپنے آپکو مسیح پر جزئی فضیلت دی ہے۔ تو اتفاق سے اس حوالہ میں جزئی کا لفظ "جزی" لکھے لکھا تھا بس پھر کیا تھا۔ آپ جنت کی ورق گردانی ہونے اور عربی اور فارسی کی تمام دہی کوئی لغت ہو جو انہیں "جزی" کے لفظ کو حل کرنے اور اسمیں لفظی یا معنوی تغیر تبدل کرنیکے لئے نہ دیکھی ہو۔ ممکن ہے۔ یہ لفظ "الجزی" ہو بلکہ "وجزی" "الفتح" جس سے مولوی اسکے معنے کچھ اور ہوں۔ ممکن ہے جزئی کا لفظ غلط ہوا ور دراصل یہ لفظ "جزئی" ہو۔ بعض کی تجاویز کے تحت جزئیت میں بہتر ممکن ہے "حتی" ہی ہو۔ اچھا صاحب اور نہیں تو ضرور یہی ہوگا۔ سبحان اللہ وبحمدہ کیا عجیب نکات ہیں۔ کیوں نہ ہو جب پیر کے نزدیک "مشور رائے" کا لفظ "مشور" ہی سے مشتق ہو تو مرید کیلئے "جزی" کو "حتی" بنا دینا کونسا مشکل کام ہے۔ لغت میں ہونا بھی کیا ضرور ہے۔ ممکن ہے لغت والوں کو بھی غلطی لگ گئی ہو۔ بات ہی کونسی ہے۔ جب مامور من اللہ کو پندرہ سال تک

کلام الامام امام الکلام

حضرت مسیح موعود کے کلام پر ایک سرسری نظر (۱)

(جناب مصطفےٰ خاں صاحب بی۔ اے کے قلم سے)

حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جو شہرت دوام مبداء فیاض سے عنایت ہوئی ہے وہ ایک مذہبی پیشوا۔ مجدد وقت مسیح موعود و مہدی مسعود کی حیثیت میں ہوئی ہے۔ اور اسی حیثیت مذہبی کو مدنظر رکھ کر آپکے معاندین و مخالفین نے آپ کو علی العموم نشانہ اعتراضات بنایا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ دعوےٰ مسیحیت و مہدویت کے علاوہ آپ کے کلام فصاحت التیام کی بدولت آپ کو زمرہ متکلمین میں بھی ایک اعلےٰ پایہ حاصل ہے اور ہمیشہ حاصل رہے گا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مذہب اسلام کا ماخذ یعنے قرآن مجید خود بہ لحاظ علم کلام ایک عدیم النظیر صحیفہ ہے۔ اس کے گلشن ہدایت میں جہاں اخلاقی و روحانی مشام کے لئے نکہت جانفزا کی فراوانی ہے وہاں ذوق سلیم کی آبیاری کے لئے فصاحت و بلاغت کے چمن بھی موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ فصحائے عرب نے جو اپنی قوت گویائی کے سامنے تمام دنیا کو گونگا (عجم) کہتے تھے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا پس اس کتاب مقدس کے حامل و مفسرین کا فرض منصبی ہے کہ وہ اس کی پر حکمت تعلیم کو نہایت اچھوتے اور موثر طریق سے لوگوں کے دلنشین کریں اسالیب فصاحت سے کیونکر بے بہرہ ہو سکتے ہیں؟ مولانا شبلی مرحوم کے نزدیک "دراصل علم کلام یہی ہے کہ اسلام کے عقاید کی اس طرح تشریح کی جائے۔ اور اس کے حقائق و معارف اس طرح بتائے جائیں کہ خود بخود دلنشین ہو جائیں" اور اسی تعریف کے لحاظ سے مولینا ممدوح الشان نے مولانا روم کو متکلمین کے سلسلہ میں شامل کیا ہے۔ علم کلام کی وہ تعریف جو مولانا شبلی نے کی ہے درست تسلیم کی جائے۔ اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور اسی اصول کے ماتحت مولانا روم کو صوفیائے کرام کے زمرہ عالیہ میں سے نکال کر زمرہ متکلمین میں داخل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود زمرہ متکلمین میں شمار نہ ہوں۔ اس دہریت اور مادہ پرستی کے زمانہ میں جس فوق العادت معجز بیانی سے حضرت مسیح موعود نے حقائق و معارف قرآن کا دریا بہایا ہے۔ اس سے کم از کم وہ لوگ جن کو علوم الہیات سے کچھ لگاؤ ہے انکار نہیں کر سکتے۔

لیکن کس قدر حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان علی العموم ان جواہر ریزوں کی طرف تو توجہ نہیں کرتے جو حضرت امام کے کلام معجز نظام میں بکثرت پائے جاتے ہیں مگر کہیں تقاضائے بشریت یا ذہول سے کوئی لفظ خلاف محاورہ بندھ جاتا ہے۔ یا کوئی بندش چست نہیں ہوتی تو اس کو پلے باندھ کر اس کی تشہیر پیکر باندھ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق نہ انصاف کے قرین قیاس ہے اور نہ اصول انتقاد کے موافق۔ اس ظلم اور اخلاقی کمزوری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام کا دعوائے مسیحیت ان نقادان سخن کی طبع نازک پر گراں ہے۔ لیکن کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ تم حضرت کی ذات پر تنقید کرنے بیٹھے ہو یا آپ کے کلام پر۔ عرب کے سخن فہم اور سخن سنج کفار تو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو تسلیم کریں۔ لیکن چودھویں صدی کے مسلمان ایک ایسے قابل مصنف کے کلام کے نقایص و معائب دکھانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں جس نے خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور جس کے کلام فصاحت التیام میں اگر ایک کمزوری ہے تو اس کے ساتھ ایک ہزار خوبیاں بھی ہیں مگر

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

ہندوستان کی زمین سے اٹھ کر جب کوئی شخص آسمان شہرت و عظمت پر مہر و ماہ ہو کر چمکا۔ اسی وقت کلاب الدنیا نے اس پر عوعو کرنا شروع کیا۔ داغ۔ امیر۔ حالی۔ اکبر تقریباً سب اسی گھاٹی سے اتر چکے ہیں۔ ہمیں خوب یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ ادب اردو کے کسی ماہوار رسالہ میں ایک پردہ نشین نامہ نگار جنہیں داغ کی شاعری سے بغض بھی تھا اپنی نظر انتقاد کا ثبوت اس طرح دیا کہ پہلے تو بیچارے داغ مرحوم کی شاعری کو کوسنا شروع کیا اور اس سب و شتم کی دلیل میں ایک قطعہ داغ کی طرف منسوب کیا۔ جو اصل میں حالی کی تصنیف تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ مضمون نگار کی طبع نقاد رباعی اور قطعہ میں تمیز نہیں کر سکتی تھی چنانچہ آپ نے اس قطعہ کو رباعی ہی سمجھا اور رباعی ہی لکھا۔ اس قسم کی تنقید یا تقریظ سے محض مسلمانوں کے مذاق سلیم کے فقدان کا پتہ چلتا ہے جو ایک علم دوست قوم کے لئے رونے کا مقام ہے داغ کے کلام اور شاعری کو بھی علم کلام کے بعض ادعائی مبصر فصیح الملک مطاعن گوناگوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور یہ الزام تو گویا ثابت ہو چکا ہے کہ داغ کی شاعری لطیف جذبات کی ترجمانی نہیں کرتی بلکہ اس کو محض ہوسناکانہ مذاق کی ضیافت کرلی آتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض بھی صرف تصویر کا ایک پہلو دیکھنے سے پیدا ہوا۔ ؎

آنکھ سب ایک کھلی رکھتے ہیں اور اک بند کی
اس میں ہندو بھی ہیں مسلم بھی ہیں عیسائی بھی

ایسے حضرات داغ کی شاعری کے وہ خذف ریزے تو چن چن کر جمع کر لیتے ہیں جو جواہر ریزوں کیساتھ خال خال ملے جلے ہوتے ہیں۔ لیکن ان گوہر پارے معانی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے جو فکر کر کے ناسفتہ موتی بنائے ہیں مثلاً تعصب و عناد کی عینک سے یہ شعر تو انہیں دیوان داغ میں ہر جگہ نظر آتا ہے کہ

ہاتھا پائی میں ناچتے جانا
کھلتے جالے میں ڈھلتے جانا

لیکن اس کے بالمقابل یہ شعر تعصب کی پٹی کی وجہ سے نظر نہیں آتے۔ ؎

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپینگے وہ ایسے کہاں کے ہیں

یا یہ شعر تو یاد سے نہیں اتریگا۔ ؎

تو جو ہرجائی ہے اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

مگر یہ شعر کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آئے گا۔ ؎

جو عاشقی میں خاک ہوا کیمیا ہوا
کہتا تھا کل یہ خاک میں کوئی ملا ہوا

اسی طرح ان حضرات نے داغ کے ان جذبات عالیہ کی طرف کبھی توجہ نہیں کی جو ہیں تصوف کی رنگ آمیزی اہل دل کو وجد میں لاسکتی ہے۔ ؎

رگ جان سے نزدیک ہے میری جان تو
مگر پھر جو دیکھا کہاں ہیں کہاں تو
حقیقت میں ہے ماسوا چیز ہی کیا
ادھر تو ادھر تو یہاں تو وہاں تو

شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی شاعری ایک نیچرل شاعری تھی اور ہمارے نزدیک اس قسم کی شاعری قوم و ملک کی بہبودی کے لئے نہایت مفید اور سود مند ہوئی ہے مگر نکتہ چینی کے گلوخ سے وہ بھی نہیں بچ سکے۔ چنانچہ ان کی شاعری کے نقایص و معائب تفصیل کیساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں خود نکتہ چینوں کو محسوس نہیں ہوئی۔ بلکہ ماتم کے پاؤں میں سب کا پاؤں ان سب اعتراضات کا اماماں ایک ہی اعتراض کافی تھا کہ حالی بیچارے اہل زبان نہیں اردو تو دہلی کی خانہ زاد ہے۔ اور یہ پانی پت کے رہنے والے۔ چنانچہ اس تلخ اعتراض کا جواب خود مولینا اس طرح دیتے ہیں۔ ؎

حالی کو تو بدنام کیا اس کے وطن نے
اور آپ نے بدنام کیا اپنے وطن کو

الغرض اہل قلم اور اہل سخن پر اعتراض ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ بات کوئی معیوب بھی نہیں۔ لیکن رونا تو اس کا ہے کہ ہمارے نقادان سخن کی نظر انتقاد بہت غلط انداز واقع ہوئی ہے۔ جب کبھی دیکھتی ہے عیب ہی عیب دیکھتی ہے صواب دیکھنا اس کے لئے حرام ہو گیا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ لفظ و معنی کو پرکھنے والے حضرات قائل کی ذات کو اس کے کلام سے ہمیشہ وابستہ کر دیتے ہیں۔ اور جو کبیدگی قائل کی ذات کے متعلق ہوتی ہے بابِ کلام اظہار اپنی تبصرہ میں بکرات و مرات کرتے ہیں۔ حضرت میرزا کے معتقدات سے کبیدہ خاطر ہو کر بعض حضرات نے آپ کے کلام میں نقص نکالنے شروع کئے اور اس فن تنقید میں یہاں تک تراش خراش کی اور اس بے اصولے پن سے کام لیا کہ دو دو سو صفحے کی فصیح و بلیغ کتاب میں پانچ غلطیاں سہو کاتب کی وجہ سے سرزد ہو گئی ہیں تو ان کو بغل میں دبائے اپنی شان مولویت کی کلاہ پر میں سیر کلغی لگانے کی فکر دامنگیر ہے۔ حالانکہ علم دوستی اور علمی صداقت کا تقاضا یہ تھا کہ ان غلطیوں کو اس معجزانہ کلام کے سامنے جس میں فصاحت و بلاغت کا التزام کیا گیا تھا۔ پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دیجاتی کیونکہ اس قسم کی لغزشیں تو ہر ایک شخص سے سرزد ہو سکتی ہیں۔ اور ہوتی رہتی ہیں سچ ہے۔ ؎

گر علم خشک دور کرے باطن نہ راہ زدے
ہر عالم و فقیہ شدے ہیچ چا کرم

اس مضمون میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ دکھائیں گے کہ حضرت میرزا کے کلام کو کیا مرتبہ حاصل ہے اور باوجود اس امر کے کہ آپنے کبھی زباندانی یا شعر گوئی کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی باقاعدہ کسی مشاعرہ میں مشق کی نہ کسی استاد سے اصلاح لی آپ کے کلام میں گلہائے معانی کی کس قدر فراوانی ہے۔ (باقی آئندہ)

مراسلات

احمدی جماعت لاہور سے خطاب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اے وہ جو آج سے چند ماہ پہلے گمراہ اور فاسق کہلائے جاتے تھے۔ آج تم پر خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہیں۔ اٹھو۔ خدا کی ستائش اور حمد میں سجدہ کرو۔ رحمٰن اور رحیم نے تمہاری شکایتیں سن لیں اور جب تم نے صبر [illegible] سے اس کی استعانت طلب کی تو اس نے اپنے فضل اور کرم سے اپنی پاک روح القدس تمہاری مدد کے لئے بھیجدی۔ اے وہ جماعت جو منافق کہلائی جاتی تھی۔ وہ جس کے امیر پر خدا کے مسیح کے گھر میں اس لئے پتھر پھینکے گئے۔ کہ اس نے کہا ربنا اللہ اور یہ کہ میں نہ کسی غیر کی بلکہ مسیح اور مہدی کی تعلیم پر چلنے والا ہوں۔ اٹھ اپنی آنکھ کھول دیکھ آسمانی نصرت تیرے ہاتھ ہے اور وہ خدا جو قوی اور عزیز ہے اس نے تیرے اخلاص پر نظر ڈالی۔ خاتم النبیین اور اس کے پیارے بروز کی روح تیرے لئے آسمان میں سفارش کرتی ہے۔ اور رحمٰن کے ملائک اس کے عرش کے اردگرد یہی کہتے ہیں ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ تیرے قدم صراط مستقیم پر جمائے گئے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ساری امیدیں تیرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اٹھ اور احمد اور اسکے بروز کی تعلیم کو زمین کے ہر گوشے تک پہنچا۔ اور یہ کب ہوسکتا تھا۔ کہ محمدی مسیح کے حواری فاجر اور فاسق ہوں (استغفر اللہ) نکلتے حالانکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپکو موسوی مسیح پر اس بارے جزوی فضیلت تھی۔ اس لئے خدا کو یہ پسند نہ تھا۔ کہ محمد علی، غلام حسن، محمد علی، خواجہ رحمت اللہ۔ یعقوب بیگ۔ اور سید محمد حسین شاہ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سب کے سب فاسق اور منافق ہوں اور یہ سب وہ لوگ ہیں۔ جنکے حق میں مسیح نے تحسین کے کلمات لکھے ہیں۔ اور جن کے ایثار اور اخلاص پر ایک زمانہ شاہد ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے بھائیوں کے خیال میں آج اُن سے بدترین انسان نہیں۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت مسیح کے ایام زندگی میں ہر قدم پر صادق نکلے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کو سختی اور مشکل کے وقت یہ کلمات کہے نحن انصار اللہ اٰمنا باللہ واشھد بانا مسلمون۔ بھلا خدا کو یہ کب منظور تھا۔ کہ وہ جن کے نام مع الشہدین میں لکھے ہوئے ہوں اُن پر آسمانی غضب اس لئے اترے کہ وہ خدا کے مسیح اور مہدی کو بروزی جزوی ظلی اور مجازی نبی مانتے ہیں۔ اور مانتے تھے۔ اے اُن اولیا کو فاسق کہنے والو! کیا حضرت مسیح کو اپنے وقت میں ان لوگوں کا یہ عقیدہ معلوم نہ تھا۔ کیا انکو معلوم نہ تھا۔ کہ یہ لوگ مجھے مجازی اور جزوی نبی مانتے ہیں۔ پھر کیا کبھی انہوں نے بیعت کی تجدید کے لئے انکو کہا تھا۔ کیونکہ بیعت انہوں نے اس لئے کی تھی کہ وہ اپنے آپکو جزوی نبی کہتے تھے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کے مسیح کو ان کا ایمان معلوم تھا۔ یہ سب اُن کے پیارے اور عزیز تھے۔ اور جو ایمان ان کا اسوقت تھا۔ آج بھی اُن کا وہی ایمان ہے۔ چلو اس بحث کو جانے دو۔ واللہ بما تعملون بصیر۔ خدا اب چاہتا ہے۔ کہ تمہارے ہاتھ سے اشاعت اسلام ہو۔ اور احمدیت ہر قوم اور ملک میں پھیلے۔ ہمارے ایک بھائی نے اپنے سر پر کفرستان میں اشاعت اسلام کا ذمہ اٹھا لیا ہے۔ اور وہ لوگ جو اُس کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے ہیں وہ بہت جلدی انشاء اللہ خدا کے موعود کو پہچان لینگے۔ اور جب انہوں نے اسلام کو قبول کیا۔ انکو مسیح موعودؑ کے قبول کرنے میں کیا مشکل حائل ہوسکتی ہے۔ آؤ ہم دوسرے مسلمان گھروں میں مسیح اور مہدی کی آمد کی منادی کریں۔ آؤ ہم ان کے ہاں یہ پیغام اور خوش خبری پہنچاویں کہ وہ جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ روحانی آبحیات اور جمالی رنگ لا چکا۔ آؤ ان کو سمجھا دیں کہ کیسے مُردے زندہ ہو رہے ہیں۔ اندھے دیکھتے ہیں۔ اور لنگڑے اور کوڑھی تندرست ہوتے ہیں خنزیر طبع مسیح کے سانس سے قتل کئے گئے ہیں اور صلیب کا وہ عظیم الشان درخت جو کئی سالوں تک پھلتا پھولتا رہا خدا کے مسیح نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ تم قادیان والوں پر ثابت کرو کہ تم احمدیت کے دشمن نہیں بلکہ شیدائی ہو۔ اور یاد رکھو کہ جوں جوں تم اس فرض مقدس کو اپنے کندھوں پر لوگے اتنے زیادہ تمہارے بچھڑے ہوئے بھائی تم سے آکر ملیں گے۔ یاد رکھو کہ ہر وہ روح جس نے مسیح کو نہ پہچانا۔ خوف اور خطرے میں ہے۔ قریب ہے۔ کہ شیطان اسکو اُچک لے جائے۔ اور شیطان اور اُس کے وسوسوں سے نجات مسیح کی غلامی میں ہے۔ اگر ہم اس کشتی مقدس میں بیٹھ جاتے ہیں۔ تو ہم خدا اور رسول اور مسیح کے آگے ذمہ وار ہوں گے۔ خدا چاہتا ہے کہ احمدیت پھیلے۔ خدا کے سارے فرشتے تیار ہیں کہ اس پاک تحریک کو دلوں میں جگہ دیں۔ لیکن [illegible]

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک نفس اس پر غور کرے۔ اور اس بات کا قصد کرے کہ میں اس فرض مقدس کے لئے مقرر کیا گیا ہوں حیف ہے اس احمدی پر جو رات کے چوبیس گھنٹوں میں پندرہ منٹ بھی تبلیغ حق میں صرف نہ کرے۔ دیکھو تمہارے ذمے ایک بہت بڑا فرض ہے۔ تم وہی جماعت کہلاتے ہو جن کے بارے میں کہا گیا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ خیال کرو تمہارا ایمان ہے۔ کہ اسلام کی آخری ترقی مسیح کی تعلیم کے ذریعہ ہوگی۔ لیکن افسوس کہ جو کچھ سعی ہم نے اس راہ میں آجتک کی ہے۔ وہ بہت ہی قلیل ہے۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اسی میں ہے۔ کہ ان کے سب افراد اس زمانہ کے مامور کو مانیں کیونکہ ان کی ترقی اور بہبود ہی کے لئے ہی خدا نے اسے مسیح موعود بنا کر بھیجا۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

خاکسار محمد دلاور خان احمدی۔ بی۔ اے۔

ایک سوال کا جواب

مورخہ ۴ مئی سنہ ۱۹۱۷ء کو برادرم عبدالرحیم صاحب احمدی جو اٹھائی سال کے بعد میدان جنگ سے واپس آئے اور جنہوں نے وہاں قیام سرزمین فرانس میں ٹیچنگس آف اسلام کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرانے کا کام سرانجام دیا تھا) بمبئی میں آئے۔ مسئلہ نبوت حضرت اقدس اور مسئلہ کفر و اسلام میں اُن کے ساتھ تبادلہ خیالات ہوئے۔ آخیر میں یہاں سے روانہ ہوئے۔ مجھے ایک تحریری سوال دیا جو اسکے ساتھ ملفوف ہے۔ وہ یہ ہے:

سوال (از جناب عبدالرحیم صاحب):۔ "میں یہ عرض کرتا ہوں قرآن یا حدیث صحیحہ سے اس بات کو ثابت کرکے دکھلا دیں۔ کہ کس قسم کے نبی مانے جاویں اور کس قسم کے نبی نہ مانے جاویں۔ کیونکہ نبی یا رسول کا خطاب جس شخص کو دیا جاوے اس کا نبی ماننا از روئے قرآن و حدیث صحیحہ سے مسلمہ امر ہے جو کوئی اس نبوت سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے"۔

جواب۔ (از خاکسار اسمٰعیل آدم) جو انکو تحریری دیا گیا۔ مگر اس کی نقل نہیں رکھی لیکن جواب یاد ہے۔ "اس سوال کا جواب دینے کے قبل اس سوال کو حل کرنا چاہیے کہ جو سلسلہ بعثت انبیا جس طرح کا حضرت نبی کریم صلعم سے پہلے جاری تھا۔ وہ از روئے قرآن و حدیث صحیحہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی جاری ہے یا نہیں۔ اگر جاری ہے تو جواب اثبات میں ہے۔ اور اگر جاری نہیں تو سوال ہی غلط ہے"۔

دوسرا جواب:۔ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود جو اس امت موعودہ میں بموجب احادیث صحیحہ اماماً حکماً عدلاً مبعوث ہوئے اپنے اس منصب جلیلہ پر مامور ہونے کے بعد اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہے۔ اور آپ کی تحریرات مسئلہ خاتم النبیین میں تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ کہ آپ کے بعد وہ بعثت سلسلہ انبیاء ختم ہوگیا ہے۔ جو آپ کی تشریف آوری سے پہلے تھا۔ آپ ہی ساری دنیا کے لئے نبی ہیں اور جب تک دنیا ختم ہو آپ کی نبوت جاری ہے۔ آپ کی امت میں مجددین اور اولیاء اللہ کا گروہ تاقیامت آتا رہیگا۔ جو امتی ہونگے اور بفضلہ تعالیٰ ضرورت زمانہ کیمطابق اُنسے انبیاء جیسے کام کرائیگا گویا وہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہونگے۔ جو معیار صداقت انبیاء کا قرآن واحادیث صحیحہ میں موجود ہے اسی معیار پر وہ برگزیدگان الٰہی بھی صادق کہلائینگے جسطرح کے وہ خود بھی جزوی نبی ہونگے۔ اُنکے منکر بھی ویسے ہی جزوی کافر کہلائینگے۔ نہ کہ کافر مطلق اور دائرہ اسلام سے خارج"۔ چند حوالجات بھی حضرت اقدس کی اُن کتابوں سے دیئے گئے ہیں۔ جو آپ کے اس منصب جلیلہ یعنی مسیحیت و مہدویت کے بعد لکھے گئے ہیں ۱۸۹۱ء کے بعد کے۔

میری عرض ہے کہ دوسرے برادران احمدی بھی اس سوال کا جواب بذریعہ اخبار دیں۔ کہ جو اختلاف ہمارے درمیان بڑھ گیا ہے۔ اس کا صلاحیت کے ساتھ فیصلہ ہو جاوے۔

خاکسار۔ اسمٰعیل آدم از بمبئی۔

تازہ خبریں

سرحد پر فساد۔ گورنمنٹ ہند نے ایک تازہ کمیونیک شملہ سے شائع کر کے اطلاع دی ہے۔ کہ محسودیوں کے بعض حصوں کی طرف سے چھاپے مارے جارہے ہیں اور ہمارے سپاہیوں کی کئی موقعوں پر اُن سے مڈبھیڑ ہوئی [illegible] باقاعدہ اور ملیشیا فوج سرواکئی سے نکلی تاکہ درہ خندا کے راستے محسودیوں کے جرگہ کی واپسی کو روکے۔ کئی گھنٹے کی لڑائی کے بعد ہمارے سپاہی [illegible] نقصان پہنچا کر سرواکئی میں واپس آئے۔ ۱۶ مئی کو معلوم ہوا کہ [illegible] کو جو شلی کلاچ سے درہ گھوری کی طرف جارہا تھا۔ اُس نے [illegible] مضبوطی سے قابض پایا اور ایک پکٹ پر دشمنوں کی شدید [illegible] ڈیرہ جات اور بنوں کی سرحدی محافظ فوجوں کو محسودیوں [illegible] کے لئے تقویت دی جارہی ہے۔

اخبار مسلمان کلکتہ ایک دیسی اخبار کے حوالے سے [illegible] ضلع ڈھاکہ کے عام مسلمانوں سے تقریباً آٹھ ہزار روپیہ [illegible] کے لئے چندہ جمع کیا گیا تھا۔ جو ایک مولوی کے توسط سے [illegible] مولوی مذکور یہ روپیہ لے کر بصرہ میں گرفتار کرکے ہندوستان [illegible] اس نے اقبال جرم کرکے مدلل پانچ مسلمانوں کو [illegible] جو گرفتار کئے گئے ہیں۔ نیز بھانہ روپ گنج میں [illegible] تلاشیاں بھی ہوئی ہیں۔

ہفتہ مختتمہ ۱۲ مئی کی موسمی و فصلی رپورٹ [illegible] قریباً عام بارش ہوئی۔ برما اور شمال مشرقی سرحدی [illegible] اس نے صوبجات متحدہ میں تربوز کی فصل اور دیگر [illegible] قدر نقصان پہنچایا۔ موسم خزاں کی فصلوں کی تخم ریزی [illegible] کے لئے بارش مفید ثابت ہوئی اور بکی حالت [illegible] قریباً اوسط درجہ کی ہوگی۔ [illegible] آسام اور بنگال [illegible] کم ہوگیا ہے۔ صوبجات متحدہ، پنجاب شمال مغربی سرحدی [illegible] متوسط اور جزیرہ نما میں نرخ بدستور ہے۔

کلکتہ اسٹریٹ کی ہولناک ڈکیتی کے متعلق [illegible] زر و جواہرات جانے کے علاوہ دو جانیں بھی [illegible] کچھ سراغ لگانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اور ایک [illegible] (بلنے والی موٹر گاڑی) کے مالک کو گرفتار کیا گیا ہے [illegible] قریباً ۲۰ ہزار روپیہ کا زیور بھی برآمد [illegible] بھی حراست میں لے لیا گیا ہے اور کلکتہ کالج کا ایک [illegible] بھی اسی سلسلہ میں گرفتار ہوا ہے۔

۴ جون کو ملک معظم کی سالگرہ کی وجہ سے عام تعطیل [illegible] نیز کوئی توپ ریلیز سلامیاں، جہازوں کی آراستگی [illegible] البتہ جھنڈے بلند کئے جائینگے اور حسب معمول [illegible] بھی شائع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یکشنبہ - ۳ جون ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۷

لیلہ مبارکہ میں مسلمانوں کا اپنے اموال و دین کو آگ کی نذر کرنا!

اس وقت ہم اس مبارک مہینہ میں سے ہو کر گذر رہے ہیں جو اسلامی دنیا میں شعبان المعظم کے نام سے مشہور اور بہت سی گوناگوں برکات و حسنات کا جامع سمجھا جاتا ہے۔ وہ مبارک مہینہ جو حسب ارشاد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی برکات و فضایل کے لحاظ سے یہ ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے۔ کہ اس کے اندر لوگوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کی طرف سے چڑھتے ہیں اور آیندہ واقع ہونے والے دنیوی امور حتےٰ کہ انسانوں کی موت و حیات کے متعلق بھی حضور باریتعالےٰ کی طرف سے احکام صادر ہوتے ہیں۔ اس مہینہ کے اندر وہ مبارک رات تین یا چار روز کے بعد ہم پر آئے گی جب ارشاد نبوی کے مطابق خداوند تعالےٰ سماء الدنیا پر نزول فرمائیگا۔ اور اس کے رحم و کرم کی بارش ہر ایک انسان کے خطاء عصیان کو دھو ڈالیگی۔ سوائے ان کے جنہوں نے اپنے مولا کریم کی رضاجوئی میں کسی اور چیز کو حائل ہونے دیا اور اپنے مشرکانہ عقاید و اعمال کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہو گئے لیکن اسی رات مسلمان جن کو حکم تھا۔ کہ وہ اپنے پیارے مولا کریم کے آگے اس وقت بالخصوص سربسجود ہوں۔ اور اس کی اطاعت گذاری و فرمانبرداری کے اظہار کے لئے دست بستہ حضور خداوندی میں حاضر ہوں۔ افسوس کہ وہ اپنے لہو و لعب اور اموال و دین کو آگ لگانے میں مشغول ہونگے +

شب برات کی رات وہ رات جبکہ رسول اللہ صلعم کا حکم ہے کہ فقوموا لیلہا وصوموا نہارہا۔ اس کی رات کو کھڑے رہو۔ اور دن کو روزہ رکھو۔ آج ہم مسلمانوں پر کس حالت میں وارد ہوتی ہے اور کس قسم کا نقشہ اور نمونہ ہم دنیا میں اپنی دینی غیرت کا پیش کرتے ہیں۔ اس کے بیان کرنے کی شاید اتنی ضرورت نہیں جس قدر ان غلط توجیہات اور بیہودہ عذرات پر آنسو بہانے کی حاجت ہے جو اپنی ان نالائق حرکات کے جواز اور ان کو جاری رکھنے کے لئے بعض مہذب اور دیندار کہلانے والے پڑھے لکھے مسلمانوں کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ بہت تھوڑی مدت ہوئی ہے کہ لاہور کے چند مسلمانوں کا ایک وفد حضور ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا تھا۔ کہ مسلمانوں کی ان جہالت آمیز اور تباہ کن حرکات کو جو آتشبازی وغیرہ کی صورت میں ان کے دین و اموال کو بھسم کر رہی ہیں حکماً روک دینے کے لئے آپ سے گذارش کرے۔ لیکن بعض ان اخبارات نے جو اپنی نام نہاد قومی ہمدردی اور دینی پاسداری کی آڑ میں ہر ایک جایز و ناجایز بات میں اپنا دخل و تصرف ضروری سمجھتے تھے خدا جانے کیوں اس آتشبازی کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ اور اسے مسلمانوں کی بہادری و شجاعت کی موجب قرار دیکر اس کی مخالفت کو ناجایز ٹھیرایا۔ آہ! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں یہ بھی تو معلوم نہیں۔ کہ بہادری و شجاعت کس جانور کا نام ہے۔ اور وہ ان چند پٹاخوں اور پھلجڑیوں وغیرہ سے کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر آگ لگانے کا نام ہی بہادری و شجاعت ہے اور اس کے بغیر تمہارے دلیرانہ جذبات کا نقدان ہوا جاتا ہے تو کیوں اٹھ کر اپنے گھروں کو آگ نہیں لگا دیتے۔ سمجھ نہیں آتی کہ وہ کونسی بہادری اور شجاعت ہے جو ان آتشبازوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر انہی باتوں سے شجاعت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ تو چاہئے تھا کہ سب سے بڑھکر شجاع اور دلیر وہ قوم ہوتی جس کا رات دن یہی کام ہے۔ اور آتشباز کے نام سے ہم میں مشہور ہیں +

لیکن بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان باتوں سے کوئی جرأت و بہادری کی صفات پیدا ہونگی تو بھی اس بات کی آجتک سمجھ نہیں آئی کہ اس لیلہ مبارکہ۔ اس بابرکت مہینہ کی شب پرانوار کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے۔ اس مبارک رات سے جو شب برات کے نام سے ہم میں مشہور ہے۔ اسکا کیا تعلق ہے۔ قرآن کریم کا وہ کونسا حکم ہے۔ یا کس حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان آتشبازیوں کی اول تو اجازت دی اور پھر اس خاص رات کو ایسی فتنہ زا کارروائیوں اور ناواجب حرکات کا حکم دیا۔ اگر یہ نہیں۔ اور ہرگز نہیں تو پھر سمجھ نہیں آتا۔ کہ کیوں مسلمانو

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اول تو ویسے بھی آئے دن اپنی دنیوی رسوم و رواجات میں اپنے دینی فقدان اور خلاف نبوی کارروائیوں کا وہ بدنما نقشہ دکھایا جاتا ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن وہ تو ہیں ہی سرے سے ناجایز۔ جن کی کوئی بنا اور اصل ہی نہیں۔ یہاں تو جس چیز کی تقدیس و حرمت کو مقدس طور پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور ہمارے دینی فلاح و بہبودی کا اسے موجب قرار دیا گیا ہے۔ اس میں بھی جب ہم حصہ لیتے ہیں۔ تو ایک ایسے رنگ میں جو بالکل ناواجب اور خلاف دین و ایمان ہے۔ جاؤ تو نبی کریم صلعم کے حالات کو دیکھو۔ آپ کی ان عبادات اور ادعیہ پر ایک نظر ڈالو۔ جو آپ نے شعبان اور پھر شب برات کو کیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اور اپنے اس کلام مبارک کے اندر مسلمانوں کی موجودہ غفلت کا بھی کیا ہی مختصر الفاظ میں یہ کہکر فوٹو کھینچتے ہیں کہ شعبان بین رجب و رمضان یغفل الناس عنہ یرفع فیہ اعمال العباد فاحب ان لا یرفع عملی وانا صائم ترجمہ۔ شعبان کا مہینہ جو رجب اور رمضان کے مابین ہے۔ لوگ اس سے اکثر غافل رہتے ہیں۔ اس کے اندر لوگوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ اور مجھے یہی محبوب ہے۔ کہ میرا عمل اس حالت میں چڑھے کہ میں روزہ دار ہوں۔ کیا ہی پاک انسان ہے۔ یہ نہیں کہ آجکل کے مسلمانوں کی طرح ایسے بابرکت ایام کو کسی لہو و لعب کے لئے منائے بلکہ ان کے اندر تو آپ اور بھی زیادہ عبادات کو پسند فرماتے ہیں۔ اور یغفل الناس عنہ کے جملہ میں ان لہو و لعب کے کاموں کو ان مبارک ایام سے غفلت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا حالت ہوتی تھی۔ ان ایام کے اندر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہراً اکثر من شعبان فانہ کان یصوم شعبان کلہ وکان یقول خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں سوائے رمضان کے مطابق دیگر احادیث) روزے نہیں رکھتے تھے اور آپ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ عمل کرو جس قدر تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ مایل نہیں ہوتا جبتک کہ تم خود اس کی طرف مایل نہ ہو۔ لیکن کیا ٹھیک مسلمانوں نے اس اسوہ حسنہ کو اپنا نصب العین ٹھیرایا۔ اور اس ارشاد نبوی کو اپنے عمل میں لانا ضروری قرار دیا ہے۔ صوم و صلوٰۃ تو ایک طرف یہاں تو حسب ارشاد نبوی انہا یغفل الناس عنہ کا نقشہ ہی ہر وقت پیش نظر ہے۔ بعض دین کی راہ میں خرچ کرنیکو کہو۔ تو ناداری مانع آئیگی لیکن آگ لگانے کے لئے ہر سال غریب سے غریب مسلمان کے گھر سے بھی کچھ نہ کچھ ضرور نکل آئیگا۔ اور نہیں تو اپنے بالغوں سے ہی اپنی نام نہاد شجاعت کے حصول نہیں بلکہ اپنی وقار و عزت کو بھسم کرنے کا سامان کر لیا جائیگا مثل مشہور ہے جب کسی کے دن الٹے آتے ہیں۔ تو اسے الٹا ہی سیدھا ہی دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ بھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے کے دعویدار ہیں۔ اور مولوی کا طغرائے خصوصی ان کے نام کا جزو خاص ہے۔ اس بیماری کا علاج کرنے اور رسول اللہ صلعم کے عمل کو بتانے کے بجائے الٹا اسی آتشبازی میں اپنا اسلامی وقار پاتے ہیں۔ اور صرف جایز ہی نہیں اسے فرض قرار دیتے ہیں الامان۔ اراکین وہ دن خوب یاد ہیں۔ جب مذکورہ بالا نام نہاد شجاعت کے پرستاروں نے ان مولویوں کی پناہ لینی چاہی۔ تو بعض عالم کہلانے والوں نے ان کی حمایت میں آواز اٹھائی اور اس آگ کے نہ کرنے کو اسلامی وقار کا فقدان قرار دیا اور کھلے لفظوں میں کہا کہ اس آتشبازی سے اسلام کی شوکت قایم ہوتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون +

مگر کیا یہ حضرات ہمیں بتا سکتے ہیں۔ کہ ان کے نام نہاد اسلامی وقار و شوکت کے حصول کا یہ طریق کہیں رسول اللہ صلعم نے بھی اختیار کیا یا اس کے اختیار کرنے کی اجازت دی۔ جب یہ نہیں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر حضور نبی کریم کے اپنے اقوال اور طرز عمل سے ثابت کر چکے ہیں۔ آپ کا عمل اس کے بالکل برخلاف تھا۔ تو پھر تمہارا ان بدعات کو جایز قرار دینا چہ معنی دارد۔ اے کاش کوئی ان باتوں کو سمجھے اور ایسی لغو حرکات سے اسلام کو بدنام کرنے سے باز آ جائے +

قاضی عبداللہ صاحب کی چٹھی

محمود دینی زمیلی قاضی عبداللہ صاحب کی ایک چٹھی ۲۲ مئی ۱۹۱۷ء کے روزنامہ پیسہ اخبار میں شایع ہوئی ہے۔ جس میں ڈگلس ٹامس نامی کسی شخص کے متعلق جو خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔

کریم صلعم پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت خواجہ صاحب نے داخلہ اسلام کے فارم پر اس کے دستخط کروا لئے۔ یہ چٹھی کوئی نئی نہیں نہیں اس قسم کی مغالطہ دہی اب ان لوگوں کا رات دن کا شغلہ ٹھیر چکا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے۔ کہ وہ نبی کریم صلعم پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس سے فارم پر دستخط کروا لئے۔ آپ کی پوزیشن کو مخدوش ٹھیرانا نہیں بلکہ خود اس انگریز کے اوپر ایک غلط الزام حملہ کرنا ہے۔ داخلہ اسلام کے فارم چھپے ہوئے ہیں جن میں صاف طور پر لفظ لکھے ہیں

یعنے میں محمد رسول اللہ صلعم کے اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہونے پر ایمان لاتا ہوں۔ اور پھر صاف طور پر اس کے نیچے انگریزی حروف میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ پھر ایسے فارم پر ایک ایسے شخص سے جو صاف طور پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ہی منکر ہے حضرت خواجہ صاحب کیونکر دستخط لے سکتے تھے۔ وہ تو صاف کہہ سکتا تھا کہ جب میں آنحضرت کو رسول ہی نہیں مانتا۔ تو دستخط میں کیسے کر سکتا ہوں۔ لیکن چونکہ بقول قاضی عبداللہ اس نے فارم پر اپنے ہاتھ سے دستخط کئے ہیں۔ اس لئے مندرجہ بالا بیان میں صریحاً غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ واقعی اس انگریز نے قاضی عبداللہ سے ایسا ہی کہا ہو تو بھی خواجہ صاحب پر ہرگز مورد الزام نہیں ٹھیر سکتے۔ انہوں نے جو کچھ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ماننا ضروری ہے۔ ان سب باتوں کو ایک چھپے ہوئے فارم کی صورت میں اس کے سامنے رکھدیا۔ اور پھر اس سے دستخط لئے۔ اس کا اس فارم پر دستخط کر دینا اس بات کی شہادت ہے کہ اس نے ان باتوں کو مان لیا جو اس میں درج ہیں۔ بعد میں اگر وہ انکار کرتا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی شرارت ہے حضرت خواجہ صاحب پر اس کا کوئی الزام نہیں +

مفتی صاحب کے بنائے ہوئے مسلمان

اسی خط میں قاضی صاحب نے جارج سپیر نامی کسی شخص کے متعلق بیان کیا ہے کہ مفتی صاحب کے ہاتھ پر نبی اسلام پر ایمان لانیکی خبر ہے لیکن کیا قاضی صاحب اس بات کا یقین دلا سکتے ہیں۔ کہ اس شخص نے دل سے دین اسلام کو قبول کیا ہے۔ اور اپنی قبولیت کے بعد اس کے اعمال میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوگا۔ نقص نہ رہنا تو ایک طرف وہ تو خود مفتی صاحب کو اتنا بھی اعتبار نہیں کہ یہ لوگ جو انکے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں وہ عملی طور پر پورے مسلمان ہو گئے‘‘ (الفضل ۵ مئی ۱۹۱۷ء) پھر اپنی آنکھ کا شہتیر نکالنے کے بجائے دوسروں کے تنکے کے پیچھے پڑنا کس قدر حماقت ہے۔ پہلے خود اپنی حالت کو دیکھو۔ اگر تم خود کسی کو مسلمان کر کے اور سب کچھ حتیٰ کہ مسیح موعود کو بھی نبی اللہ منوا لینے کے باوجود انہیں ’’پورے مسلمان‘‘ نہیں سمجھتے۔ اور تمہیں ان پر اتنا اعتماد نہیں۔ کہ سچے دل سے مسلمان ہوتے ہیں۔ یا کسی اور وجہ سے تو پھر دوسروں پر تم کس منہ سے اعتراض کر سکتے ہو۔ باوجودیکہ حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کے متعلق بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ سچے دل سے مسلمان ہوئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ عملی طور پر پورے مسلمان ہو گئے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر بفرض محال کوئی شاذ و نادر ایسا بھی انسان ہو جو شرارت کرنا چاہتا ہو۔ تو اس میں مسلمان کرنے والوں کا کیا قصور۔ کیا قرآن میں یہودیوں کا قول آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ بھی بھول گیا۔ کیا تمہاری ان تعریفات کے مطابق کوئی شخص یہودیوں کے اس مکر پر رسول اللہ صلعم کو مورد الزام نہیں ٹھیرا سکتا مگر افسوس کہ خدا کا خوف دلوں میں نہیں رہا۔ اور حسد و بغض کی وجہ سے ان کے سینے جل کر کباب ہو چکے ہیں +

’’نبی اسلام‘‘ سے کیا مراد ہے

قاضی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ

’’ایک شخص جارج سپیر نام مفتی صاحب کی تبلیغ سے حضرت نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا‘‘

’’نبی اسلام‘‘ سے معلوم نہیں قاضی صاحب کی کیا مراد ہے۔ آجکل اسلام کے اندر وہ ایک نہیں بلکہ دو نبی مانتے ہیں۔ اور تبلیغ میں وہ آنحضرت صلعم کو نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود کو بحیثیت نبی پیش کرنا اور منوانا ضروری سمجھتے ہیں خود مفتی صاحب کی جو سفر کی رپورٹیں الفضل میں شایع ہوئی ہیں اس میں آنحضرت صلعم کو منوانے کا ذکر تک نہیں بلکہ جہاں کہیں بھی کسی کو تبلیغ کی ہے مسیح موعود کو ہی نبی منوایا ہے۔ اور اسی لئے بیعت کے خطوط بھیجنے کا تذکرہ اپنے خطوط میں الفضل میں کیا ہے۔ پس جارج سپیر کے ساتھ یہ خصوصیت کیونکر اختیار کی جا سکتی تھی کہ اس کو آنحضرت صلعم

اور مسیح موعود کی مند عو بر نبوت کا اقرار نہ لیا جائے۔ امید ہے کہ قاضی صاحب اس بات کو صاف ذکر یں گے۔ اور ان الفاظ کی جو عام مسلمانوں کی خوشامد اور دلجوئی کے لئے انہوں نے اختیار کئے ہیں۔ تشریح فرما دینگے۔ اور اس بات کا کھلے طور پر اعلان کر دینگے کہ نبی اسلام سے ان کی کیا مراد ہے۔ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم یا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی +

عام مسلمانوں سے چندہ کی درخواست

آخر وہ بات جس کا ہمیں الزام دیا جاتا تھا کہ یہ عام مسلمانوں سے چندہ لیتے ہیں۔ خود ان معترضین پر بھی وارد ہو ہی گئی۔ ۱۹ اکے روز نامہ ہمدم میں قاضی عبد اللہ کی ایک چٹھی شایع ہوئی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:-

”میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ مرزا صاحب کے ایسے مضامین کو جو اسلام کی تائید میں چھپوا کر شایع کرنیکا ثواب لینا چاہتے ہیں سو اطلاعاً لکھا جاتا ہے کہ ہم بآسانی اسکا انتظام کر سکتے ہیں جو رقم اس مطلب کے واسطے آئیگا اسکی رسید دیجائیگی اور فرستندہ کو براہ راست یا بذریعہ اخبارات جسطرح وہ پسند کرینگے پورا حساب مفصل بھیجا جاویگا“

سچ ہے جو شخص کسی بیگناہ پر کوئی الزام دیتا ہے۔ وہ نہیں مرتا جبتک خود بھی اسی الزام کا مورد نہ ٹھیر جائے۔ قاضی عبد اللہ صاحب نے حجت تو خوب پیش کی۔ بھلا وہ کون لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود کے مضامین کو چھپوانے کا ثواب لینا چاہتے ہیں۔ اور اس لئے آپ انکے آگے دست سوال دراز کرتے ہیں کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہیں آپ اور آپکے پیر خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے چندہ مانگنا آپنے کیونکر جایز سمجھا۔ ہم پر الزام دینے والو ذرا اپنے بھی گریبان میں منہ ڈالو۔ اور دیکھو کہ روپیہ چھنکار نے نہ صرف تمہارے منہ میں ہی پانی بھر دیا۔ بلکہ تمہارا تو تمام جسم ہی اس کے لئے عرق عرق ہو رہا ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی وہ بھی دن آئے جب کسی کے کہنے میں آکر ایسے مضامین سے مسیح موعود کا ذکر بھی تہیں نکال دینا پڑے اور بعض استتر دبہ الفسہم کے مصداق ٹھیرو +

ناقص مجازی بروزی ظلی غیر حقیقی ایم اے

نبوت کے متعلق کامل و ناقص وغیرہ کی اصطلاحات آجتک سنتے ہی رہے ہیں اب محمودی عجائب گھر میں ایم اے کی ڈگری کیساتھ بھی ان اصطلاحات کو آویزاں کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اپنے ایک طویل مضمون میں جس پر مفصل روشنی پھر ڈالی جائیگی ۲۶ مئی کے الفضل میں سمیت نبیًا من اللہ علے طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

”اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے اللہ تعالے نے اپنی وحی تبارک من علم و تعلم میں آنکو متعلم و شاگرد فرمایا اور آنحضرت کو استاذ و معلم۔ اب استاذ جو ایم اے ہے اگر اس سے کوئی پڑھکر ایم اے تک کی تعلیم حاصل کرے اور ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے سے ایم اے کہلائے مگر کیا ایم اے ہونیکے لحاظ سے استاذ اور شاگرد میں کچھ فرق ہوگا۔ پھر اگر شاگرد اپنے ایم اے ہونیکی ڈگری کو جو استاذ سے بطور استفاضہ حاصل کی ہے اسکے لئے اپنے استاذ کے مقابل تعلق استفاضہ کے لحاظ کیلئے بصورت اصطلاح قایم کرنیکے یا بطور کسر نفسی اور رعب استاذ کے یہ کہے کہ میرا استاذ حقیقی اور کامل و مستقل ایم اے ہے اور میں اسکے مقابل ناقص مجازی بروزی ظلی غیر مستقل غیر حقیقی ایم اے ہوں تو گو ان الفاظ سے کوئی شخص کچھ ہی سمجھے مگر لیکن اسکے ایم اے ہونے اور ایم اے کی ڈگری میں تو کچھ فرق نہیں سمجھا جائیگا اسی طرح مسیح موعود کے نبی ہونیکے متعلق لفظ مجاز اور ظل اور بروز کو سمجھنا چاہئے اور اسی پر استفادہ کے لفظ علے طریق المجاز کو قیاس کرنا چاہئے“

مولوی صاحب کی اس فاضلانہ طبع آزمائی کی ہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن کاش وہ یہ بھی بتا دیتے کہ آپکی اس تعریف کے لحاظ سے آیا صفحہ ہستی پر کوئی حقیقی ایم اے بھی ہوا ہے یا سب کے سب ”ناقص مجازی بروزی ظلی اور غیر حقیقی ایم اے“ ہی ہیں۔ کیونکہ اسمیں تو مولوی صاحب کو بھی غالبًا کلام نہ ہوگا کہ آخر لوگ کسی نہ کسی سے کچھ نہ کچھ پڑھکر اس ڈگری کو پاتے ہیں۔ تو پھر یوں کہنا چاہئے کہ گویا دنیا میں کوئی حقیقی ایم اے ہوا ہی نہیں۔ نیا دنیا کیا فاضلانہ منطق کو اور ہمیں بتائیں یا ہماں بتائیں مسیح موعود کو کہ ”مجاز کو حقیقت قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا ایک خوبصورت معشوق کو دیو کہنا یا بنانا“

اور یہ حضرات ہیں کہ انکے نزدیک مجاز اور حقیقت میں کوئی فرق ہی نہیں معلوم ایسا ہیں صرف کسر نفسی کیلئے دوسرے کو مجازی کہدیا جاتا ہے پھر اگر یہی صحیح ہے کہ صرف استادی شاگردی کے اظہار کیلئے ایسے لفظ اختیار کئے گئے ہیں ورنہ در اصل حضرت مسیح موعود اور آنحضرت برابر ہیں۔ تو شاگرد تو بعض اوقات استاد سے بڑھ بھی جاتا ہے کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ مسیح موعود ممکن ہے آنحضرت سے بڑھکر ہی ہوں نکبر مقتاً عند اللہ امید کہ مولوی صاحب اس نکتہ کو بھی حل فرما دینگے کہ انکے ادعائی مجازی ایم اے تو اپنے آپکو عرفی ایم اے ہی ہمیشہ کہتے ہیں۔ اور انکے لئے ایسا کہنا بالکل جائز ہے ظلی اور بروزی اصطلاحات کو ساتھ لگانا ہی انکے لئے باعث مضحکہ ہوگا سو قادیان کے نو ایم اے جیسا صاحب اگر ایسا کرتے ہوں تو معلوم نہیں ہمکو۔ مسیح موعود کیلئے کیوں یہ تمام ہوگیا کہ باوجود نبی

تحقیق الادیان
کفارۃ المسیح

مذکورہ بالا عنوان چار چیزوں کے ابطال پر موقوف ہے:۔

اول یہ کہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام نہ الہ اور نہ ابن اللہ اور نہ مظہر اللہ تھے۔ جیسا کہ مسیحی صاحبان اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا کی ذات میں تین شخص ہیں یعنی آب۔ ابن۔ روح القدس۔ اور بناءً علیہ عیسائی صاحبان ثمانیہ امور ذیل کے قایل ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ وہ حضرات کثرۃ فی الوحدۃ کے قایل ہیں۔ دوئم الوہیت کی لازمی صفات مسیح میں ملتے ہیں۔ سوئم مسیح کو کل ہستی کا محافظ جانتے ہیں چہارم مانتے ہیں کہ وہ لاتبدیل ہے۔ پانچواں۔ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہمہ دان ہے چھٹا۔ حاضر و ناظر۔ ساتواں۔ قادر مطلق۔ آٹھواں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسیح کو ہمیشہ کی زندگی ہے +

سب سے پہلے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ آیا کثرت فی الوحدۃ کیا مسئلہ ہے۔ سو واضح ہو کہ اس مسئلہ کا ثبوت اول تو یہودیوں کی کتب اور ان کے اعتقاد کے منافی ہے۔ دوئم اناجیل مروجہ میں بھی اس کا تصریحًا ذکر پایا نہیں جاتا۔ بلکہ اس کے خلاف ہے سوئم عقلاً بھی۔ کتاب خروج ۲۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی جو زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ یوحنا کی کتاب ۱۲ میں ایسا فرماتے ہیں سب حکموں میں اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خدا ہے۔ پھر فرماتے ہیں حیات ابدی یہ ہے کہ وے تجھکو اکیلا سچا خدا اور مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں ۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ قرآن مجید و فرقان حمید کے تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں میں ماسوا سورۃ توبہ اور ایک اور سورت کے جو میں اس وقت یاد نہیں رکھتا سب جگہ اللہ جل شانہ نے صریحًا ابنیت اور ولد اللہ ہونے کے اعتقاد کو بیخ و بن سے اڑا دیا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پر ارشاد باری ہے ”ومن یقل منہم انی الہ من دونہ فذالک نجزیہ جہنم کذالک نجزی الظالمین۔“ یعنے جو شخص یکہ کہ میں خدا ہوں بجز اس سچے خدا کے تو ہم اس کو سزا دینگے پھر حکم ہے کہ وقالوا اتخذ الرحمن ولدًا سبحانہ بل عباد مکرمون عیسائی کہتے ہیں کہ رحمن نے اپنا بیٹا پکڑا پاک ہے وہ بیٹوں سے۔ بلکہ یہ تو عزت وار بندے ہیں۔ جلے غور ہے کہ مولود تو مسیح اور والد بزرگوار اللہ ثم ہوئے۔ تجربہ اور مشاہدہ کو عقلائے عالم نے اعلے درجہ کا استدلال مانا ہے جب دو چیزوں میں موازنہ کیا جائے تو چار نسبتوں میں سے ضرور کوئی نہ کوئی مابہ الاشتراک ہوگا۔ اول مساوات نسبت ہے وہ یہ کہ آیا مسیح ابن اور اللہ اب میں مساوات کا درجہ ہے عیسائیوں کی کتب اور ان کے اعتقادی رموز کے خلاف ہے کیونکہ یہ صاحبان ابن کو مساوی اب نہیں مانتے بلکہ بالعکس خادم اور عبد بھی تسلیم کرتے ہیں پس یہ مصرعہ ان پر خوب صادق ہے ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

خدا عز سبحانہ وجل شانہ فرماتے ہیں بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ۔ الخ علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف میں بیان کرتے ہیں کہ سموات والارض اجسام ہیں اور ولادت اجسام کی صفات میں سے ہے۔ اور جناب کبریا ذو المجد والعلا جسم اور جسمانیت سے منزہ ہیں وہ تو مبدع الاجسام ہیں لہذا متجسم نہیں ہوتے اور کوئی اپنا خاص جسم جو متحیز اور متشکل ہو سکے پسند نہیں فرماتے۔ چہ جائیکہ والد اور مولود بنیں جن میں غایت درجہ کی احتیاج ہے۔ سبحانہ وتعالی عما یشرکون۔ دوئم درجہ مساوات یوں بھی باطل ہے کہ عالم تکوین اور وجود میں ولادت جنس واحد کے دو زوجین میں وقوع پذیر ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ تعالے ذاتہ اپنی مجانس اور ہم جنس سے پاک ہے پس اس کا والد اور مولود ہونا باطل ہے۔ یہاں پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ جناب من آیت میں تو لفظ ”صاحبۃ“ کا موجود ہے اور عیسائی صاحبان مریم بتول کو صاحبۃ تسلیم نہیں کرتے۔ تو گذارش ہے کہ رومن کیتھلک مریم صدیقہ کو خدا کی جورو مانتے اور حضرت صدیقہ مریم کی تصویر میں شب و روز لگے ہوئے منہمک ہو رہے ہیں۔ اگر میرے الفاظ بہ تقدیر سے شکوک لاحق ہوں تو جنگ مقدس کو مطالعہ فرمایئے۔ جہاں آتھم نے مناظرہ میں خود اقرار کیا کہ رومن کیتھلک واقعی مریم کو اللہ کی جورو مانتے ہیں ۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ خدا تعالے فرماتے ہیں وقال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین انما ھو الٰہ واحد فایای فارھبون سارے رومن کیتھلک عیسائیو۔ راہبو۔ سسٹرو۔ مدد و نہ بناؤ مسیح کو اور مریم کو میرے مساوی خدا میں اکیلا سچا خدا ہوں تم مجھ سے ہی ڈرا کرو کہلاؤ سوئم

یوں بھی مسیح مساوی اللہ کے نہیں ہو سکتا۔ چونکہ مسیح باتفاق نصاریٰ اور اہل اسلام گرچہ عیسائی صاحبان خدا کو مخلوق مانتے اور ہم غریبان اہل اسلام مسیح کو خدا کے رسول ہونے کی حیثیت میں تکوین اور مخلوق مانتے ہیں لیکن مگر نصاریٰ کی قید حیثیت کو طاق میں رکھیں اور تھوڑے لمحہ کیواسطے تامل اور عقل انسانی سے کام لیں تو لامحالہ امور تکوین اور تخلیق کے ہوتے مخلوق تو ضرور ہیں۔ لہذا ثابت ہے کہ ہر ایک چیز اس کی مخلوق ہے اور تمام کائنات کا وہ خالق ہے ہرگز نہیں کہ خالق اور مخلوق میں فرق ہی نہ رہے اور اندھی نگری چوپٹ راجہ کی مثال صادق آوے۔ بعنا اور احتیاج کی صفات دنیا میں معدوم ہو جائیں۔ اور کسی دیوانہ کی طرح ہو رہیں کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ قرآن شریف میں خداوند عالم ہدایت فرماتے ہیں ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم قل اللہ خالق کل شیء وھو الواحد القہار کیا انہوں نے خدا تعالے کے شریک ایسی صفات کے ٹھہرا رکھے ہیں کہ جیسے خدا تعالے خالق ہیں وہ بھی خلق کے کام میں خدا کو مدد دیتے ہیں اس وجہ سے ان پر خلق ایک مشتبہ اور امر موہوم ہو گیا ہے اور ان کو خدا مان لیا ہے۔ اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ان کو کہدو کہ ثابت شدہ یہی ہے کہ اللہ تعالے خالق ہر ایک چیز کا ہے۔ اور وہی اکیلا ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے۔ خداوند تعالے نے تو زمین اور آسمان آفتاب ماہتاب سیارے ستارے اور ہر ایک چیز پیدا کی مگر ابن اللہ صاحب یوں ہی بغیر کسی وصف خداوندی کے خدا بن گئے۔ زیادہ تعجب کا مقام یہ ہے کہ پادری صاحبان نے حواریوں کے نوشتوں کے برمحل معانی محمول نہ کر کے اپنی طرف سے نیا اور پرانا عہد نامہ ہیں۔ بے سوچے اور سمجھے آیا ان میں ارتباط پیدا کر دیئے ہیں۔ ان کا کیا حق تھا کہ متون اور شروح میں گڑبڑ مچا دیں۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ کثرۃ فی الوحدۃ کے مسئلہ کو جس کا ثبوت نہ توراۃ اور نہ رسولوں کی تحریروں میں ملتا ہے آیات ذیل کو اس سے کیا نسبت مثال کے طور پر عرض ہے کہ یرمیاہ نبی فرماتے ہیں ۲۳ آیت ہیں کہ اس کے دنوں میں اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا کیا بنی اسرائیل نے سلامتی سے سکونت اور اطمینان حاصل کیا میں کہتا ہوں کہاں وہ کہاں ہے بلکہ حواری بھی محروم رہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ آجکل کے اسرائیلی مراد ہیں تو اس کا ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ بلکہ اس بشارت کے وارث محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور خلفاء ہیں علیہم صلوۃ اللہ وسلامہ اور دیکھئے یسعیاہ ۷ باب ۱۴ میں کنواری حاملہ ہوگی بیٹا جنیگی نام اس کا عمانوائیل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ کیا اس وقت صدوقی اور فقیہی اور فریسیوں کے سامنے جو عالم باعمل اور وارث توریت تھے مسیح علیہ السلام نے جواب دیا۔ بلکہ یہ تو متی اور یوحنا وغیرہ رسولوں کا اپنا ایزادی حاشیہ ہے۔ بلکہ یہ بشارت تو مسیح سے کئی ایک برس پہلے پوری ہو گئی تھی۔ اگر پوری نہیں ہوئی تو علیہم الاثبات۔ اور بھی چند مقامات سے عیسائی صاحبان مسئلہ کثرۃ فی الوحدۃ کا اقتباس کرتے ہیں ان سے بھی ان کی مطلب برآری ادھوری اور ناقص رہ جاتی ہے۔ بخوف طوالت اور کمی وقت متروک ہے

عقلاً دلیل کثرۃ فی الوحدۃ کے بطلان پر یہ ہے کہ عیسائی صاحبان یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ مسیح کامل انسان اور کامل خدا ہے۔ جس پر یہ سوال طبعًا علیہ ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے مخلوق خواہ از انواع انسان یا دیگر حیوان ہوں ان کے حسب الاجسام ایک ہی روح بطور امانت رکھدی ہے دو روحیں کسی مخلوق میں نہیں اور نہ ہی اس کے متقدمین اور متاخرین فلاسفر قایل ہیں۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ مسیح انسان تو ضرور تھے انکار اس سے قطعًا نہیں گریز اس سے امکاناً نہیں۔ یہ نہیں تھا کہ ایک اللہ تعالے کی روح اور دوسرے انسان کی روح۔ اور ہر دو ارواح کے مجموعہ کا نام مسیح تھا۔ از روئے بیانات اناجیل اور از روئے کلام توراۃ و صحف انبیاء و کتب قدیمہ اور قرآن مجید و فرقان حمید گویا سب الہامی کتب اور عقول انسانیہ کے خلاف ہے قدرت کے قوانین بھی کے مخالف ہے ایک جسم ہو اور دو ارواح ہوں اور پھر دونوں کے ہوتے ہوئے جسم میں فساد لاحق نہ ہو معدہ۔ دماغ۔ قلب۔ جگر۔ بدن کے تمام اعضائے رئیسہ قدرت کی صنعت سے اپنے اپنے مواضع پر انسانی کل کو چلا رہے ہیں۔ باوجود یکا اور اتحاد کے پھر بھی بدن انسانی میں بدل مایتحلل کی ضرورت پڑتی ہے اور رفتہ رفتہ فنا ہو جاتا ہے۔ اور عقلمند آدمی کبھی اور کسی صورت میں یہ نہیں مانیگا کہ واحد جسم کی تدبیر اور اصلاح کرنے والی دو ارواح ہیں بہر کیف روح سب اجسام کی ایک ہی ہوتی ہے جو بتفریق اجسام منقسم اور سمجھ نہیں آتی ہے۔ اس صورت میں سوال یہ ہے کہ آیا اس صورت میں کفارہ ہوئی جو انسانی روح تھی و یا اس روح کے ساتھ مصلوب ہوئی جو خدا کی روح تھی۔ بصورت اول اگر انسانی روح کے ساتھ مصلوب ہوئے تو خدا نہ ہوئے بلکہ انسان ہوئے علاوہ ازیں روح میں اتصال اور انفصال قطعًا نہیں اور نہ یہ من صفات الارواح ہیں۔ بلکہ یہ تو من صفات الاجسام ہر چہ صاحبان اپنے مریدوں کو اعتقاد ان الفاظ میں سکھاتے اور سمجھاتے

خطبہ جمعہ

(مؤرخہ ۱۸ مئی ۱۹۱۸ء)

وہ اخلاق جو ایک مسلمان کو حاصل کرنے چاہئیں

تبارک الذی جعل فی السماء بروجًا وجعل فیہا سراجًا وقمرًا منیرًا ...... الی ...... وکان بین ذالک قوامًا۔

(سورۃ فرقان رکوع ۶) اس رکوع کے اس حصہ میں اور اس سے آگے بھی کچھ ان اخلاق کا ذکر ہے۔ جو ایک سچے مسلمان کو حاصل کرنے چاہئیں۔ لیکن اس کی ابتداء ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ تبارک الذی جعل فی السماء بروجًا وجعل فیہا سراجًا وقمرًا منیرًا یعنی بابرکت ہے وہ جس نے بنائے آسمان میں ستارے اور بنایا اس میں سورج اور چاند روشن۔

قرآن کریم میں کثرت کے ساتھ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا ہے تاکہ انسان اس سے سبق حاصل کرے اور ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرے۔ ذکر تو کرنا ہے اخلاق کا اور بتانا ہے کہ انسان کو کیا کچھ اخلاق حاصل کرنے چاہئیں اور شروع کرتا ہے جعل فی السماء بروجًا سے۔ درحقیقت اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ کہ جس طرح ظاہر مخلوق میں دیکھتے ہو کہ کوئی سورج ہے جو روشنی دیتا ہے۔ اس روشنی اور گرمی سے ہر ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے پھر کوئی قمر ہے۔ جو اس سورج سے روشنی مستعار لیتا ہے ایسا ہی اور ستارے جو بقدر اپنی استعداد کے اس سے روشنی لیتے ہیں۔ اسی طرح سے

روحانیت میں سورج

تو خود رسول اللہ صلعم ہیں آپ کی قوت قدسی وہ روشنی ہے جو دوسروں پر اپنا اثر کرتی ہے۔ پھر ان میں کچھ قمر بنجاتے ہیں کوئی بروج بنجاتے ہیں کوئی ستارے ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے اصحابی کالنجوم میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ غرض بقدر اپنی طاقت اور استعداد کے آپ سے روشنی پاتے ہیں آگے جو اس رکوع کے اندر ذکر آتا ہے۔ عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا اس قسم کی اور بھی آیات قرآن میں آئی ہیں جن میں ان

اخلاق کا ذکر

ہے جو مومن کو اختیار کرنے ضروری ہیں لیکن کیا یہ اخلاق کا کوئی فرضی نقشہ ہے۔ جس طرح دوسری کتابوں نے بعض فرضی نقشے کھینچے ہیں۔ مثلاً جیسے انجیل میں ایک فرضی نقشہ کھینچا ہے۔ کیوں کرو۔ اور دوں کرو حالانکہ عملی رنگ میں کچھ بھی نہیں۔ کیا قرآن نے بھی کوئی فرضی نقشہ عباد الرحمٰن کا ہمارے سامنے رکھدیا ہے کہ ہمیں ویسا بننا چاہئے۔ اور ہم یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ آیا عملاً ہم ویسے بن بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن کریم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ پر تدبّر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے کوئی فرضی نقشہ عباد الرحمٰن کا ہمارے سامنے نہیں رکھا۔ بلکہ یہ جن لوگوں کے اخلاق کو بیان کیا ہے۔ جن لوگوں کو یہاں

عباد الرحمٰن

کے نام سے پکارا ہے۔ اور اُن کے جو کچھ اخلاق بیان کئے ہیں یہ حقیقتًا نقشہ کھینچا ہے۔ ان پاک نفس انسانوں کا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ کیا عجیب جواب دیا تھا اس پاک اور بزرگ عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب اُن سے کہا گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کچھ تو بیان کرو۔ آپ تو اُن کے ساتھ رہی ہیں آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔

کان خلقہ القرآن

آنحضرت صلعم کے اخلاق سے تو قرآن بھرا پڑا ہے۔ کیا مطلب کہ قرآن کریم کے اندر جو اعلےٰ سے اعلےٰ نقشے اخلاق کے کھینچے گئے ہیں کہ ایسی استقامت دکھاؤ۔ ایسا صبر دکھاؤ۔ ایسی راستبازی دکھاؤ۔ ایسا تقویٰ دکھاؤ۔ ایسا انفاق کرو۔ ایسا احسان کرو۔ وغیرہ ذالک۔ وہ درحقیقت ذات پاک نبوی کے ہی اخلاق فاضلہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح سے وہ جو مومنوں کا نقشہ قرآن نے کھینچا ہے وہ کوئی فرضی نقشہ نہیں بلکہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات کو ہی بیان فرمادیا ہے جو باتیں بیان کی ہیں وہ یہ نہیں کہ ابھی عمل میں نہ آئی ہوں۔ بلکہ یہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال کا نقشہ

ہے۔ قرآن نے کوئی فرضی مرقعے ہمارے آگے پیش نہیں کئے۔ مثلاً یہ جو صفات آتی ہیں۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون ...... الخ یہ بھی کوئی فرضی نقشہ نہیں۔ مومن فلاح پاگئے۔ کون مومن جو نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں جو لغو سے اعراض کرتے ہیں جو پاکیزہ عمل ہیں۔ جو اپنی فروج کی محافظت کرتے ہیں ...... ایسا ہی جو امانتوں اور عہدوں کی نگہداشت رکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ تمام تر مومنوں کا ہی نقشہ ہے۔ کن مومنوں کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جو آپ کے صحابہ کہلاتے ہیں۔ اگر ویسے کسی کو سمجھ نہ آئے تو یوں سمجھے کہ فرمایا قد افلح المومنون جن چند مومنوں کے اندر یہ یہ صفات ہوں وہ کامیاب ہونگے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کامیاب ہوئے۔ پس معلوم ہوا کہ بحیثیت ایک قوم کے یہ اخلاق فاضلہ اُنکے اندر موجود تھے۔ اِکے دُکے میں نہیں بلکہ ساری قوم صحابہ کی ان اخلاق فاضلہ سے متصف تھی۔ اس بات کو ایک دشمن اسلام نے بھی تسلیم کیا ہے۔ وہ اسلام کی تاریخ لکھتے ہوئے اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ تبدیلی جو چند سالوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دکھائی اسی کا نقشہ ان آیات میں کھینچا گیا ہے۔ جو عباد الرحمٰن کی صفات کو بیان کرتی ہیں اور یہ بالکل سچ ہے۔ آپ کی کی زندگی صرف تیرہ سال تھی جس میں آپ نے انکے اخلاق و اعمال کی گویا کایا پلٹ دی۔ اور یہاں یہ بتایا کہ دیکھو یہ وہی لوگ ہیں جو تم جیسے تھے۔ آج وہ محمد رسول اللہ کی بدولت کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف ہیں ہاں

قرآن کریم کا ایک اور کمال

ہے کہ اس پاک کتاب نے ان اخلاق فاضلہ کا تو ذکر کردیا۔ جو اس عظیم الشان انقلاب سے پیدا ہوئے۔ مگر ان صفات مذمومہ کا جن سے وہ نکلے تھے۔ ذکر نہیں فرمایا۔ کیونکہ اس سے اشارہ ہو جاتا ان کی پہلی برائیوں کی طرف اور درحقیقت وہ ایسے اعلےٰ مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کی پہلی برائیاں اب ذکر کے قابل بھی نہ رہی تھیں۔ اس لئے صرف ان اخلاق فاضلہ کا ہی نام لیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت یعنی آپ کی قوت قدسیہ سے اُنھوں نے حاصل کئے تھے۔ فرمایا عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا۔ رحمٰن کے بندے زمین کے اندر ہون سے چلتے ہیں

ہَون کے معنے

ہیں سکینت۔ وقار۔ تواضع۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سر کو جھکائے ہوئے چلتے ہیں۔ نہ ہی یہ مراد ہے کہ وہ آہستہ چلتے ہیں جلدی چلنا منع نہیں۔ یہاں زمین پر چلنا انہی معنوں میں ہے جیسے ہم اپنی زبان میں بھی کہدیتے ہیں کہ فلاں اچھی چال چلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُنکے معاملات لوگوں کے ساتھ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ اُنکے اخلاق ایسے ہوتے ہیں۔ اُنکے اندر سکینت وقار اور تواضع پائی جاتی ہے۔ ہَون کے لفظ سے

پہلی حالت

کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ ایک زمانہ ان عربوں پر ایسا بھی گذر چکا ہے کہ جب ان کے اندر حد درجہ کا تکبّر اور ظلم وستم پایا جاتا تھا۔ لیکن اب اُن کے معاملات کو دیکھو۔ نہ اُنکے اندر کوئی تکبّر ہے۔ اور نہ ظلم و تعدی۔ بلکہ تمام معاملات سکینت اور وقار سے ہوتے ہیں۔ سکینت اسکو کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اوچھا پن نہ ہو جو بات ہو۔ اُسے ٹھنڈے دل سے سُن لے وقار اپنی عزت کو قائم کرنیکا نام ہے۔ ہَون کے معنوں میں یہ نہیں پایا جاتا کہ انسان اپنے آپکو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتا رہے۔ اور اپنی عزت کو قائم رکھنا ھون کے خلاف نہیں بلکہ انسانیت کو اپنے بلند مرتبہ پر رکھنا شرف انسانیت ہے۔

تواضع

یہ ہے کہ انسان دوسرے کی خاطر جھک جائے دوسرے کی عزت اس کی تکریمت کو ملحوظ رکھے۔ بعض لوگ اس میں اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ کہ دوسرے کی خاطر جھک جائیں۔ یا اس کی عزت ملحوظ رکھیں لیکن جو شخص دوسرے کی عزت نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی بھی عزت نہیں کرسکتا۔ کوئی متکبّر آدمی جو دوسرے کی عزت اور وقار کو ملحوظ نہیں رکھتا خوب یاد رکھو کہ خود اپنے نفس کا بھی وقار اور عزت نہیں کرسکتا سب سے بڑی بیماری مسلمانوں میں یہ ہے کہ وہ بھائیوں کے حقوق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ خود اپنے حقوق کو لینا چاہتے ہیں وہ کسی نے کہا تھا۔ کہ ع

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

تواضع اگر فقیر کرے تو اُس کی تو یہ خو ہے۔ ہاں بڑے آدمیوں کا تواضع کرنا ایک نیکی ہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ اس کے بھی برعکس ہے۔ ایک غریب تواضع کرنے میں اپنی ہتک سمجھتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ شاید میں دوسرے کی عزت کروں گا۔ تو یہ سمجھیگا۔ کہ اسنے ذلیل ہونے کی وجہ سے میری عزت کی۔ اس لئے

تکبّر کی بیماری

امیروں اور دولتمندوں سے بڑھکر غریبوں میں آگئی ہے۔ وہ اپنی عزت کروانا چاہتے ہیں۔ لیکن دوسروں کی کرنا نہیں چاہتے حالانکہ انسان کو چاہئے کہ سب بھائیوں کے حقوق کی پرواہ کرے۔ اپنے حق کو اسی حد تک لے جس حد تک دوسرے کا حق دینے کو تیار ہو۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا ہے۔ کہ دوسروں سے اس عزت کا طالب ہو جو خود ان کی کرنا نہیں چاہتا۔

آجکل اس زمانہ میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے فوائد کی خاطر دوسروں کے حقوق کو تلف کرنا بالکل جائز سمجھتے ہیں۔

ایک فلسفہ

نکلا ہے۔ کہ جسقدر بھی انسان اپنی منفعت کی خاطر دوسروں کے حقوق کو تلف کرے بجا ہے۔ اس خیال کا حامی جرمنی میں ایک پروفیسر ہے اُس نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے اور بڑا زور دیا ہے اس بات پر کہ کسی دوسرے کی حق تلفی اپنے فائدہ کی خاطر کرنی بُری بات نہیں۔ درحقیقت لگانا تو اُس نے اسپر چاہا ہے۔ کہ ایک قوم کو دوسری قوم کی حق تلفی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن قوموں سے ہی چلکر پھر آہستہ آہستہ افراد تک نوبت آپہنچی ہے۔ آخر وہی حالت ہوگی جو عرب کی ہوئی۔ وہاں اسی طرح آہستہ آہستہ بھائی بھائی کا دشمن ہوگیا۔ قرآن کریم میں

دوسروں کے حقوق

کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ اور اُن کی نگہداشت کی بڑی تاکید ہے اگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے حقوق نہ لے۔ لیکن ہر شخص اپنے حقوق کے مطالبہ کا خود ہی اسقدر جوش رکھتا ہے کہ اس کے لئے وہ کسی وعظ و نصیحت کا عمومًا محتاج نہیں ہوتا۔ ہاں دوسروں کے حقوق دینے میں چونکہ انسان بخیل ہوتا ہے۔ اس لئے اسی حد پر زیادہ زور دینے کی ضرورت بھی تھی یہ غلط ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے۔ کہ قتال کے حکم سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ جنگ تو خود اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لئے ہے بیشک یہ ضروری ہے۔ کہ اپنے حقوق سے اگر اگر معمولی طور پر نہیں ملتے۔ تو جائز حدود کے اندر طاقت بھی بیشک صرف کرنی پڑتی ہے لیکن جسقدر اپنے حقوق لینا چاہتا ہے اتنا ہی دوسروں کا حق بھی نہیں دے۔ انسان کی تربیت صحیح تبھی ہوسکتی ہے۔ کہ دوسروں کے حقوق اُنکو دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں کے اندر بھی دوسروں کے حقوق کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ تو ایک قسم کے اخلاق کا بیان ہے لیکن دنیا میں

اور قسم کے لوگ

بھی ہوتے ہیں جو سیدھی راہ پر چلنا نہیں چاہتے۔ تو فرمایا بیشک ان سے کوئی مومن تواضع سے پیش نہیں آسکتا۔ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا۔ ایسے موقعہ پر جب کوئی جاہل مخاطب ہو۔ تو وہ انہیں سلام کہدیتے ہیں۔ یعنی اُن سے ترک معاملہ کر لیتے ہیں۔ سلام کہنے کا مطلب یہی ہے کہ ایسے لوگوں سے اپنا بچاؤ کرلے۔ اور اُن سے علیحدہ ہو جائے۔ عرب کے لوگ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا کو کیا جانیں وہ تو جہالت کا جواب اس سے بڑھکر جہالت میں دینے میں ہی اپنا فخر سمجھتے تھے یہ وہ قوم تھی کہ جب کوئی جہالت کا معاملہ اُنسے کرے تو یہ اُس سے بڑھکر جہالت اُسکے ساتھ کرنا اپنی شان سمجھتے تھے۔ اُن کا مشہور شعر ہے ؎

الا لا یجھلن احد علینا
فنجھل فوق جھل الجاھلینا

یعنے خبردار جو شخص ہمسے جہالت کا سلوک کریگا۔ ہم اسکے ساتھ شدید تر جہالت کا معاملہ کرینگے۔ اسلام اسکے خلاف تعلیم دیتا ہے یہ نہیں کہ کوئی ایک کہے تو تم آٹھ سناؤ۔ بلکہ ایسے موقعہ پر جوابدینے سے بھی روک کر فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ترک کردو اور اُن سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اس سے اگلی آیت میں کچھ

اللہ تعالےٰ کے ساتھ مومن کے تعلقات

کا ذکر فرمایا۔ فرمایا۔ والذین یبیتون لربھم سجدًا وقیامًا وہ لوگ رات کیوقت اپنے رب کیلئے سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہیں یعنی راتکو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ دن کو تو اپنے کاروبار میں لگے رہتے ہیں راتکو اپنے رب کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ رات کا قیام دن کے کاروبار کا معاوضہ ہے خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب قم اللیل الا قلیلا کا حکمدیا۔ یعنی رات کو عبادت الٰہی میں قیام کرو تو اسکی وجہ بھی ساتھ ہی بیان فرمائی۔ ان لک فی النھار سبحًا طویلا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دن کو تو نبی کریم صلعم کو لوگوں کی تربیت اور دیگر دینی کاموں سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ سوائے پنجوقتہ نمازوں کے زیادہ عبادت بھی کرسکیں اسلئے راتکو عبادت کرنے کا حکمدیا۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ ساری رات کھڑے رہو۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا۔ حق تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سونے سے پہلے بھی نماز پڑھتا ہے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہونے کی حالت میں سو جاتا ہے پھر صبح اٹھکر نماز میں لگ جاتا ہے تو گویا اسکی ساری رات ہی عبادت میں گذری۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نماز عشاء کے بعد باتیں نہ کرتے تھے۔ بلکہ نماز پڑھتے ہی سو جاتے تھے اسطرح گویا نیند کا وقت بھی عبادت میں ہی لگ جاتا۔ ایک مسلمان کے لئے کیا عمدہ بات رکھدی ہے کہ سوتے وقت بھی ذکر الٰہی کرے اور خدا کی عبادت کچھ کرے اور جب سو کر اُٹھے تو اسوقت بھی

خدا ہی یاد ہو۔ اسی کے حضور میں جھک جائے۔ گویا اس نے سارا وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھا۔ اور اُس کی عبادت میں مصروف رہا۔ مومنوں کی ان صفات سے کہ وہ رات اپنے رب کے ذکر میں گذار دیتے ہیں بیان کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہی لوگ جو اب اس طرح خدا کے حضور جھکے رہتے ہیں انکی پہلی حالت کو دیکھو۔ کہ کس طرح راتیں عیش و عشرت میں اور ناچ تماشوں میں گذارتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلعم نے کتنا بڑا انقلاب پیدا کیا ہے۔ کہ نہ صرف وہ ناچ تماشے ہی اُن سے چھڑوا دئے۔ بلکہ وہ وقت اسی اچھے مصرف میں لگا دیا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما۔ انھا ساءت مستقرا ومقاما۔ یہ اسی کے متعلق ایک دُعا سکھائی ہے۔ اور پھر اس کے بعد ایک

تیسرا خلق

انسان کی اپنی ذات کے متعلق بیان کیا۔ کہ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔ سب سے پہلے گویا دوسرے انسانوں کے حقوق کا ذکر کیا۔ پھر حقوق الٰہی یا ذکر اللہ کا۔ اب اس کی اپنی ذات کے متعلق کچھ حقوق بتاتا ہے اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا جب خرچ کرتے ہیں۔ نہ تو اس میں اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی دکھاتے ہیں۔ سب سے عمدہ جو اسراف کے معنے کئے گئے ہیں۔ وہ خدا کی نافرمانی میں خرچ کرنا ہے اور قتر کے معنے خدا کی رضا میں خرچ نہ کرنا۔ جو شخص ہزار، لاکھ روپیہ خدا کی فرمانبرداری اور اس کی رضا پر خرچ کرتا ہے وہ اسراف نہیں کرتا۔ لیکن اگر خدا کی نافرمانی میں ایک پیسہ بھی خرچ کرتا ہے۔ وہ اسراف کا مرتکب ہوتا ہے۔

خدا تعالےٰ کی نافرمانی

یہی نہیں کہ فلاں جگہ پر خرچ کیا جائے اور فلاں جگہ پر نہیں بلکہ جو بھی خلاف شریعت رسوم و رواج انسان اپنے ذمہ لگا لیتا ہے۔ وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ اپنے آپ کو حد سے باہر نہ لگائے خدا کی رضا کے خلاف خرچ کرنے میں حد در جہ کا محتاط ہو۔ اور خدا کی رضا پر خرچ کرنے میں تنگی کرے

خدا کی رضا

اسی میں ہے۔ کہ جائز حقوق جو اُس کے ذمہ ہیں۔ اُن کو ادا کرے اگر ان جائز حقوق کو ادا نہیں کرتا۔ اور ان پر خرچ کرنے میں تنگی کرتا ہے۔ تو یہ خدا کی رضا پر خرچ کرنے میں تنگی کرتا ہے۔ مثلاً اولاد کی تعلیم پر خرچ کرنا ہے۔ اس میں تنگی سے کام لیتا ہے۔ تو یہ قتر کے نیچے آ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جو شادی پر یا ماتم کے وقت سب کچھ خرچ کر دیتا ہے۔ وہ اسراف کرتا ہے۔

صحیح راہ

یہی ہے کہ کان بین ذالک قواما۔ ان دونوں کے بین بین چلے۔ دوسری جگہ بھی یہی فرمایا۔ کہ لا یجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط۔ نہ تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھ دے اور نہ اسکو بالکل ہی کھول دے۔ ہاتھ کو گردن سے باندھنا یہی ہے کہ ہاتھ کو تنگ کر لینا۔ خرچ میں تنگی اختیار کرنا اور بالکل کھول دینے کا مطلب ہے کہ اسراف میں منہمک ہو جانا۔ تو ان دونوں باتوں سے منع فرمایا۔ اور درمیانی راہ کی تلقین کی۔

خلاصہ مطلب

تو ان تین آیتوں میں تین باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک تو دوسروں کے حقوق کے متعلق کہ اپنے حقوق کو لینے کے ساتھ دوسروں کے حقوق کو بھی ملحوظ رکھا کرو۔ اور اُن کے دینے سے دریغ نہ کرو۔ دوئم اللہ تعالےٰ کے حقوق کے متعلق کہ دن کو اگر دوسرے انسانوں سے نیک معاملہ کرنے میں صرف کرو۔ تو رات کو خدا کے ساتھ تعلق بڑھاؤ۔ یعنی رات کے وقت کچھ اللہ تعالےٰ کی عبادت بھی کیا کرو۔ تیسرا اپنی ذات کے متعلق نہ تو ناجائز طور پر صرف کرو۔ اور نہ ہی ناجائز ضرورت کے وقت ہاتھ کو روکو۔ دونوں کے درمیان راہ اختیار کرو۔

اخبار و سیر

اخلاق نبوی کا ایک عظیم الشان مظہر

یعنی

محدثین کرام کے فضائل اخلاق

(۲)

جرأت و آزادی مذہب، علم، اخلاق، اور سیاست کی بربادی کی تاریخ اگر مرتب کی جائے تو اس کا اصلی سبب علماء کی مداہنت قرار پائیگی، لیکن محدثین کرام کی غیر متزلزل اخلاقی جرأت نے ہمیشہ ان چیزوں کی محافظت کی، ایشیاء میں امراء و سلاطین کا گروہ نہایت مطلق العنان خیال کیا گیا ہے۔ لیکن محدثین کرام نے ہر موقع پر اس گروہ کی بے اعتدالیوں پر روک ٹوک کی اور قوت و اقتدار کا خوف، اور جاہ و مال کا اثر اُن کو اس سے نہ روک سکا، ایکبار امین نے کوئی ایسا فقرہ کہہ دیا جس سے یہ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وہ خلق قرآن کا قائل ہے، حافظ اسمٰعیل بن علیہ کو خبر ہوئی تو اُسکے دربار میں پہنچے، اُسکو بُرا بھلا کہا اور اُسپر حملہ کرنا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امین نے اس غلطی پر توبہ کی[1]۔

ایکبار امام ثوری، مہدی کے پاس گئے اور کہا کہ عمرؓ نے اپنے حج میں صرف بارہ درہم صرف کئے تھے اور تمہارا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے، مہدی نہایت برہم ہوا اور کہا کہ "آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی آپکی طرح ہو جاؤں، بولے، اگر تم میری طرح ہونا پسند نہیں کرتے" تو کم از کم موجودہ حالت میں تو کمی کر سکتے ہو[2]۔

امام محی الدین نووی کا عام دستور یہ تھا۔ کہ ہمیشہ بادشاہوں کے ظلم و عدوان پر روک ٹوک کرتے رہتے تھے۔ اور خط کتابت کے ذریعہ سے اُنکو رعایا کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے۔ ایکبار شام کے لوگ قحط کی وجہ سے سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے تو اُنھوں نے بادشاہ وقت بدرالدین کو اسکی طرف توجہ دلائی اُنھوں نے دارالعدل میں سلطان ظاہر سے اس کثرت سے دارو گیر کی۔ کہ خود وہ کہا کرتا تھا کہ میں اُنسے سخت گھبراتا ہوں[3]۔

امام عبدالغنی بن واحد نے اپنی زندگی کا مقصد صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قرار دیا تھا۔ اور اس مذہبی خدمت کے انجام دینے میں سخت سے سخت خطرات کو برداشت کرتے تھے۔ ایکبار اُنہوں نے ایک شخص کی شراب زمین پر گرا دی تو اُس نے فوراً تلوار کھینچ لی۔ لیکن وہ بالکل نہیں گھبرائے اور جھپٹ کر اُسکے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ ایک بادشاہی حکم سے باجا بج رہا تھا۔ اُنہوں نے دیکھا تو سب کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ قاضی کو خبر ہوئی تو اُس نے بُلوایا کہ آکر ان چیزوں کے متعلق مناظرہ کرلیں۔ بولے، یہ باجے قطعاً حرام ہیں۔ میں خود نہ جاؤنگا۔ اگر قاضی کو ضرورت ہو تو خود آئے۔ چپراسی دوبارہ آیا۔ کہ آپ نے شاہی باجے کو بیکار کر دیا ہے آپکو ضرور چلنا پڑیگا۔ بولے خدا بادشاہ اور قاضی دونوں کی گردن مارے۔ بالآخر چپراسی واپس گیا۔ اور پھر پلٹ کر نہ آیا[4]۔

یہ آزادی محدثین کی عام امتیازی خصوصیت خیال کیجاتی تھی۔ اس لئے اگر اس گروہ میں کوئی شخص اس اخلاقی روش سے ہٹ جاتا تھا۔ تو اُسکے لئے یہ نہایت ننگ و عار کا موجب سمجھا جاتا تھا۔ علامہ ذہبی حافظ ابوبکر محمد اشبیلی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

تعلق باذیال الملک ولم یجر مجاری العلماء فی مجاھرۃ السلاطین وحربھم بل داھن[5] اُنہوں نے بادشاہوں کا دامن پکڑا اور تمام علماء کی طرح بادشاہوں کی آزادانہ روک ٹوک نہیں کی۔ بلکہ مداہنت سے کام لیا۔

لیکن محدثین میں یہ اخلاقی جرأت صرف زہد و قناعت نے پیدا کی تھی۔ اوپر گذر چکا ہے کہ قبیصہ بن عقبہ نے دامن میں روٹی کا ایک ٹکڑا رکھ کر کہا تھا کہ جو اسپر قانع ہو، اُسکو بادشاہ کے لڑکے کی کیا پروا ہو سکتی ہے"۔

سادہ زندگی لیکن اس بے نیازی کا اصلی سبب یہ تھا کہ محدثین کرام اسقدر سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کہ اُنکو امراء و سلاطین کی فیاضیوں کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ امام نووی کو اُنکے والد کی طرف سے انجیر اور روٹی ملتی تھی، اور وہ اسی پر اپنا گذر اوقات کرتے تھے۔ اسکے علاوہ تمام مزخرفات دنیوی سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ نہ حمام میں جاتے تھے نہ کسی قسم کا میوہ کھاتے تھے۔ نہ عمدہ لباس پہنتے تھے۔ اُنکے لئے موٹا جھوٹا کپڑا کافی تھا اور اُس میں بھی پیوند لگے رہتے تھے[6]۔

[1] طبقات الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۴۵ - [2] ایضاً جلد ا صفحہ ۱۸۵ [3] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۲۶۲ [4] ایضاً جلد ۴ - صفحہ ۱۶۰ [5] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۹۱ [6] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۲۶۴ -

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ محدثین کرام نے یہ طرز زندگی مجبورانہ طور پر اختیار کیا تھا۔ بعض محدثین نہایت دولتمند تھے۔ لیکن با ایں ہمہ اُنہوں نے محدثین کی اس عام روش کو قائم رکھا۔ علامہ ذہبی امام محمد بن عبداللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

یروح الی الجمعۃ وقمیصہ مرقوع ولو شاء ان یلبس ارفع ما یکون لانہ کان عندہ من المال امر کثیر[1] اور جمعہ میں پیوند لگا ہوا کرتہ پہن کر گئے اور اگر وہ چاہتے تو عمدہ سے عمدہ کپڑا پہن سکتے تھے، کیونکہ اُنکے پاس کثرت سے مال تھا۔

حافظ عبدالغنی اس قدر متمول اور فیاض تھے کہ راتوں کو لوگوں کے مکان پر خفیہ طور پر آٹے کی بوریاں رکھ آتے تھے۔ لیکن با ایں ہمہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے[2]۔

محدثین کا اثر لیکن با ایں ہمہ فقر و فاقہ دُنیائے اسلام پر محدثین کا یہ اثر تھا۔ کہ اُن کے سامنے بڑے سے بڑے جبابرہ کی گردنیں جُھک جاتی تھیں۔ اوپر گذر چکا ہے۔ کہ سلطان ظاہر ایک محدث کی نسبت کہا کرتا تھا۔ کہ میں ان سے گھبراتا ہوں، مامون الرشید مسئلہ خلق قرآن کا قائل تھا۔ اور اُس کی اشاعت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انکو یزید بن ہارون کا خوف اس کی اجازت نہیں دیتا تھا، وہ خود کہا کرتا تھا۔ کہ اگر یزید بن ہارون نہ ہوتے" تو میں اس عقیدہ کا علانیہ اظہار کرتا"۔ لوگوں نے کہا۔ "یزید کون شخص ہے جس سے آپ ڈرتے ہیں"۔ بولا۔ اگر میں اس کا اعلان کروں تو وہ اس کی تردید کرینگے۔ اور ایک فتنہ عظیم اُٹھ کھڑا ہوگا[3]۔

ایکبار امام مالک خلیفہ ابو جعفر کے یہاں تشریف لیگئے۔ دیکھا کہ ایک لڑکا آ آکر واپس جاتا ہے۔ جعفر نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کون ہے؟ یہ میرا لڑکا ہے لیکن آپ کے خوف سے آنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

قوم پر یہ اثر تھا کہ لوگ محدثین کرام کی آستان بوسی کو اپنے لئے مایۂ عزت و فخر سمجھتے تھے۔ ابوسعد کا بیان ہے کہ "میں ایکبار ابوسعد بن بغدادی کے دروازہ پر دیر تک کھڑا رہا۔ وہ نکلے تو معذرت کی کہ میں نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا۔ اُنھوں نے کہا کہ محدثین کے دروازہ پر کھڑا رہنا عزت ہے[4]۔

عزت و شہرت کا آخری مرکز سلطنت ہے۔ لیکن اس معاملہ میں صرف محدثین ہی کا بوریائے فقر تخت شاہی کا مقابلہ کرسکتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن واقد کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں جاکر امام مالک کے دولتکدہ کو دیکھا تو معلوم ہوتا تھا کہ کسی امیر کا دروازہ ہے[5]۔

حافظ عبدالغنی گھر سے نکلتے تھے تو لوگ بازاروں میں صف بستہ کھڑے ہوکر اُن کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، مصر میں جمعہ کے لئے گھر سے روانہ ہوتے تھے تو راستہ میں لوگوں کا اسقدر ہجوم ہوتا تھا کہ اُنکے ساتھ چلنا دشوار ہو جاتا تھا، محمود بن سلامہ الحرانی کا بیان ہے کہ اصفہان کے لوگوں پر ان کا یہ اثر تھا کہ اگر وہ وہاں کے بادشاہ ہونا چاہتے۔ تو نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتے تھے[6]۔

امام فریابی بغداد میں آئے تو لوگوں نے شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اُن کا استقبال کیا، اور ایک خاص مقام پر سماع حدیث کے لئے ایک مجلس منعقد کی۔ جس میں تقریباً ۳۰ ہزار آدمی جمع ہوئے جس میں صرف مستملی ۳۱۶ تھے[7]۔ حافظ ابویعلیٰ نے وفات پائی تو اُنکے ماتم میں اکثر بازار بند ہوگئے[8]۔ حافظ دار قطنی مصر سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے بادیدۂ پرنم اُن کو الوداع کہا[9]۔

لیکن با ایں ہمہ عزت و جاہ محدثین کی اخلاقی حالت امراء و سلاطین سے بالکل مختلف تھی۔ امراء و سلاطین بلکہ دنیادار علماء تک کا مقصد جاہ و اقتدار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن محدثین نے اس دنیوی عزت کو ہمیشہ اپنے اصلی مقصد یعنی خلوص کے منافی سمجھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حافظ ہمام بن یحییٰ فرماتے تھے۔ کہ میں نیکی کے کاموں میں حدیث کے سوا تمام نیک اعمال کے متعلق اللہ تعالےٰ کی ذات سے ثواب کی توقع رکھتا ہوں[10]۔

امام سفیان ثوری کا قول تھا کہ "علم حدیث کی تحصیل موت کا زاد راہ نہیں ہوسکتی وہ صرف انسان کا ایک مشغلہ ہے"۔ ابواسامہ کہتے ہیں کہ "انکا یہ قول بالکل صحیح ہے کیونکہ حدیث کی تحصیل خود حدیث سے مختلف چیز ہے۔ انسان اکثر اسکے ذریعہ سے فخر و نمود کا خواستگار رہتا ہے اور ستائش آمیز کلمات اور معزز القاب حاصل کر کے اپنا دل خوش کرلیتا ہے[11]۔

سلاطین و امراء اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد اپنے سوا تمام دنیا کو

[1] طبقات الحفاظ جلد ۴ صفحہ ۲۶ [2] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۲۷ [3] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۷ [4] ایضاً جلد ا صفحہ ۲۹۲، [5] ایضاً جلد ا صفحہ ۱۸۹، [6] ایضاً جلد ا صفحہ ۸۱، [7] ایضاً جلد ا صفحہ ۱۸۸، [8] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۷۰، [9] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۶۲، [10] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۷۵، [11] ایضاً جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، [12] ایضاً جلد ا صفحہ ۱۸۱، [13] ایضاً جلد ا صفحہ ۱۸۴،

مراسلات

"مسافر آگرہ"

"قرآن مجید پر تنقید" کے عنوان سے مسافر آگرہ جلد ۱۲ نمبر ۹ صفحہ ۶ میں زیر سرخی "آیات ساقط الاثر" اپنے محدود معلومات پر بھروسہ رکھکر قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اگر تمکو ڈر ہو وے کہ ستاویں تم کو کافر - البتہ کافر تمہارے دشمن ہیں صریح - اور جب تو ان کا فروں میں ہو۔ پھر نماز میں کھڑا ہوا کرے - تو چاہئے کہ ایک جماعت آکر کھڑی ہو تیرے ساتھ - اور ساتھ لیویں اپنے ہتھیار پھر سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جاویں - اور آوے دوسری جماعت - جس نے نماز نہیں ادا کی وہ نماز ادا کریں تیرے ساتھ - اور پاس لیویں اپنا بچاؤ ہتھیار - کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بے خبر ہو، اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تو تم پر جھک پڑیں ایک حملہ کرکر" پر اعتراض ہے کہ جس حالت میں اب آنحضرت صلعم موجود نہیں ہیں اور موجودہ زمانہ نے جنگوں کے مطابق لاکھوں کی تعداد میں افواج طرفین میں مقابلہ کرنے والی ہوں - تو کسی طرح سے بھی اس آیت پر عمل نہیں ہو سکتا - نہ خود آنحضرت صلعم امام ہوئے جنکو نماز کے واسطے ایسا حکمدیا - اور نہ ہی ممکن ہے کہ ایسے کثیر لشکر میں افواج دو جماعتوں میں نماز ادا کر سکیں وغیرہ - اس لحاظ سے گویا یہ آیت ساقط الاثر ہے۔

ہمیں ایسے معترضین کے لکھنے اور کہنے پر کہ جن کی تحریر ہی اُنکے علم و فضل کا ثبوت دے رہی ہو ایسا ہی افسوس آتا ہے جیسا کہ اُس شخص کے حال پر جس کی حالت مطابق شعر ذیل کے ہو۔

آنکس کہ نہ داند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدہر بماند

قرآن شریف کی آیت پر تنقید کرنیوالو پہلے اپنے علم کی تو تنقید کرلو۔ جسکے بل بوتے پر اسقدر نازاں ہو۔ جس کی حقیقت اُسوقت کھل جاتی ہے کہ جب کچھ اظہار خیالات کرتے ہو۔ حقیقت میں اظہار خیالات ہی وہ شے ہے جسکے ہونے سے کسی کی علمی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

کیا وہ شخص جسکو قرآن شریف کا فہم ہے ایک منٹ کیلئے بھی ایسے اعتراض پر کان دھریگا اور یقین کریگا کہ یہ آیت ساقط الاثر ہے - سورہ نور کی آیت استخلاف جو اللہ پاک کی طرف سے وعدہ کے طور پر بشارت ہے - کہ مومنوں اور صالحین کیواسطے بعد آنحضرت صلعم قیامت تک خلافت کا دروازہ کھلا ہے جو کہ بحیثیت جانشین رسول ہوتے ہیں جو مراتب ویسی ہی شان رکھتے ہیں جیسے کہ دنیاوی بادشاہوں کے جانشین دنیاوی سلطنتوں میں بادشاہ کا حکم بجا لانے میں بادشاہ کی ملازمت میں بحیثیت وائسرائے - کمشنر ڈپٹی کمشنر، تحصیلدار، چپڑاسی وغیرہ وغیرہ کی جو اسامیاں ہیں وہ سب بحیثیت جانشینان بادشاہ کے ہیں گو بلحاظ درجات ایک سے ایک فضیلت رکھتا ہے اور وائسرائے بحیثیت نائب السلطان ہے - مگر تعمیل احکام سلطانی میں حسب مراتب سب خلافت سے تعلق رکھتے ہیں - ایک وائسرائے یا کمانڈر انچیف جس قسم کے اختیارات تعمیل احکام سلطانی میں رکھتا ہے وہ گو باقی جملہ خادمان کے اختیارات پر حاوی ہوتے ہیں - مگر ہر خادم حسب مراتب جیسا اختیار رکھتا ہے وہ نیابت کا کام کر رہا ہے۔

آیت استخلاف میں جو وعدہ خلافت کا ہے اُس میں اُس روحانی سلطنت کے بادشاہ وقت یعنی آنحضرت صلعم کے نائب الرسول بھی بحیثیت وائسرائے اور اُن کے ماتحت مختلف خادمان ہر خدمت کو جو اُن سے متعلق ہیں بجا لانے میں نیابت کا کام کر رہے ہیں ان لحاظ سے اُن کا کام خود رسول کا کام ہے - جیسا کہ خادمان بادشاہ کا کام خود بادشاہ کا کام ہے جو عام مشاہدہ میں عیاں ہے آنحضرت صلعم کی زندگی کا پاک نمونہ ہمیں جس جس رنگ میں بھی ملتا ہے - وہ عام طور سے دنیا بھر کی زندگیوں کا مجموعہ ہے - اور عام طور پر ہر مسلم جس زندگی کے شعبہ میں گامزن ہے - وہ متابعت آنحضرت صلعم کے ماتحت نیابت کا حق ادا کر رہا ہے - اس لحاظ سے جہاں کہیں بھی قیامت تک ایسے جنگوں کا واسطہ پڑے جس میں کہ کفار سے مسلمانوں کا مقابلہ پڑے - اور مسلمانوں کی حالت آیت مندرجہ بالا کے مطابق ہو - تو ہر سپہ سالار یا کمانڈر یا ہر حصہ فوج کا دستیارج افسر اسوقت یہی عمل کریگا - جو آنحضرت صلعم نے کیا - اور اسوقت وہ ماتحت متابعت آنحضرت صلعم جو اپنا فرض ادا کر رہا ہوگا - وہ اُس کا کام نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہوگا - اور یہی حیات النبی کی شان کے شایان بھی تھا - کہ جس مطلب کیواسطے اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کی بعثت کی وہ تا قیامت عملی حالت میں زندہ ہے اسکا ثبوت اسلامی دنیا میں روز روشن کی طرح موجود ہے کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ جبکہ مسلمانوں میں نیابت کا حق ادا نہ کیا گیا ہو۔ روئے زمین کے مسلمانوں میں جہاں کہیں چاہو - دیکھ سکتے ہو - کہ جن جن امورات کو آنحضرت صلعم نے بحیثیت سردار کیا وہ آجتک ادا ہو رہے ہیں مسجدوں میں نمازوں کی ادائگی میں بحیثیت امام - جنگوں میں بحیثیت سپہ سالار یا انتظام مملکت میں بحیثیت بادشاہ وغیرہ وغیرہ جو کچھ بھی ہوا وہ اب بھی ماتحت آنحضرت صلعم زندہ نمونہ موجود ہے - اور سب سے بڑھکر بحیثیت مصلح اعظم جو کام کہ روحانی مملکت کا آپ سے متعلق تھا - وہ بھی موجود چلا آرہا ہے - کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا - کہ ہر صدی کے سر پر نائب الرسول بحیثیت وائسرائے یا مجددین کا سلسلہ نہ ہوا ہو جنہوں نے حقیقی اسلامی روح کی تازگی کا کام اُسی حق نیابت کے ماتحت کیا جسکے واسطے آنحضرت صلعم کی بعثت کا منشا تھا اللہ انہوں نے ہر خدمت دین کو عین متابعت آنحضرت صلعم کے ماتحت بالفاظ دیگر خود آنحضرت صلعم میں فنافی الرسول کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کا ذاتی کام پیش کیا - چنانچہ اس زمانہ میں بھی جن کی آنکھوں میں حقیقی بینائی اور کانوں میں حقیقی شنوائی تھی زندہ نمونہ دیکھنے اور سُننے میں آیا - کہ ایک خادم آنحضرت صلعم نے غلام احمد کے نام اور نائب الرسول کی حیثیت سے جو جو فرائض سرانجام دئے اپنی ذات سے منسوب نہیں کئے - بلکہ اسی زندہ اور کامل نبی عربی صلعم کی شان کو پیش کیا اور کہا کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ اس کا ہے ؏

منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

کی آواز اُس عظیم الشان مسیح موعود و مہدی مسعود کے مُنہ سے نکلا ہوا ریکارڈ موجود ہے۔

ان واقعات کے ہوتے ہوئے کسی مسلم کے دل میں ذرہ بھر بھی گمان و وہم پیدا نہیں ہو سکتا - کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو بات خاص اُنکی ذات کی طرف اشارت، دلالت کرتی ہیں ساقط الاثر ہو سکتی ہیں ہرگز ہرگز نہیں - ہاں اگر علم دین سے ایسے لوگ جو بے خبر ہوں ایسے عیاروں کی عیاری میں آجاویں تو وہ قرآن مجید کا قصور نہیں بلکہ خود اُن کی جہالت کا باعث ہے اور اسی واسطے آنحضرت صلعم نے وقت کے امام کی شناخت نہ کرنے کو جاہلیت کی موت شمار فرمایا ہے - اور ایسے جاہلوں کا عام نظارہ ہم کو دیکھتے بھی ہیں جبکہ سماجی یا مسیحی اخباروں میں نام کے مسلمان اسلام جیسے پاکیزہ مکمل اور زندہ مذہب سے مُنہ پھیر کر چاہ ضلالت میں سر کے بل گر جاتے ہیں کسی شخص کا بی اے یا ایم اے ہونا اور علم دین سے محض کورہ رہنا اسکی جہالت کیواسطے کھلا سرٹیفکیٹ ہے یہ مسلمانوں کی غفلت ہے کہ وہ اپنی قومی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے ایسے اسلام کے نام کو بٹہ لگانے والے انسانوں کو دبگانے میں مدد نہیں دے سکتے - مگر ہاں یہ اللہ پاک کا فضل ہے - کہ احمدی قوم کا ایک ایک فرد بھی جو ایک دفعہ اُس چشمہ روحانیت سے ایک گھونٹ پی چکا ہے اور امام وقت کی تعلیم سے مستفیض ہو چکا ہے - ہرگز ہرگز ایسے پھندوں میں نہیں آسکتا - کیونکہ اُن میں حقیقی زندگی کی روح موجود ہے - اور وہ ہرگز جاہلیت کی موت نہیں مر سکتے ہاں ممکن ہے کہ بعض احمدیوں میں بھی ایسے ہوں جنہوں نے اس چشمہ روحانیت سے فائدہ نہ اٹھایا ہو - بلکہ محض کنارہ پر کھڑے رہ کر خشک کے خشک ہونٹ رہ چکے ہوں وہ بوجہ علم الیقین گو دوسرے جاہلوں سے تو اچھے ہیں جنکو یقین کا بھی حصہ نہیں ملا - ہاں حق الیقین کی حالت سے نیچے ہونے کی وجہ سے شائد ٹھوکر کھا جائیں۔

یہاں اگیت پوری میں اکثر آریہ سماج کے اپدیشک آتے ہیں جنکے لیکچروں میں راقم الحروف کو بھی جانے کا موقعہ اور بعض دفعہ تو تقریر کا بھی موقعہ مطابق آیت "قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم" ہوا جس کا نتیجہ سماجی برادران اگیت پوری کی موجودگی میں جو کچھ بھی نکلا - اس پر اگیت پوری کی پبلک شاہد ہے - کہ سماجی نمایندگان نے آریہ سماج کے عقائد میں پرمیشور کی صفات میں سب کا خالق ہونا مانا ہے جس میں روح اور مادہ بھی شامل ہیں اور اسی کا پبلک میں اظہار کیا اور پھر کھلے الفاظ میں اسلام کی آریہ سماج سے یگانگت ہونے کا اظہار کیا۔

سماجی دوستو! شکر کرو کہ اسلام نے آکر کروڑہا خداؤں کی پرستش سے جو آپ کے حصہ میں ویدوں کی بدولت آچکی تھیں بیزاری کا اظہار کیا - اور ایسے ایسے دلائل قاطعہ پیش کئے کہ آخر وید کی پرستاروں کو اپنی کمزوریاں محسوس ہو گئیں - اور یہ اُن کمزوریوں کی ہی وجہ ہے کہ آج سوامی دیانند کے خیالات میں ڈھلا ہوا ایک فرقہ آریہ سماج کے نام سے نکلا اور اُس نے اسلام کے کام کا بہت سا حصہ قبول کرکے اُسکو اپنا نصب العین بھی بنایا۔

وید جن کی زبان سنسکرت ہے - جو کسی حصہ ملک میں بولی نہیں جاتی - گو اس کا سمجھنا بوجہ اِس مُردہ زبان ہونے کے ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی بچہ کی زبان کا سمجھنا - جبکہ وہ زبان بھی ادا نہ کر سکے - ہاں قیاساً اس کا اندازہ کچھ کا کچھ لگانا اور بات ہے - بچہ کی باتوں کا ماں اگر کچھ قیاس کرتی ہے - تو باپ کچھ اور ہی اور سننے والے کچھ اور ہی سب اپنے اپنے قیاسات کا اظہار کرتے ہیں - جو اصل میں بچہ کی بات کی حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رکھتے - آج تک ہزارہا پنڈت وغیرہ گذر چکے - جنہوں نے ویدوں کو پڑھا - یا ویدوں کی باتوں کو سُنا - اور چونکہ ان کی زبان ایک مردہ زبان تھی - اور ہے - اسواسطے اپنے اپنے قیاسات پر اُن کا اظہار کیا جس سے متلف شاستر ہا کتابوں کے ذخیرہ پُر ہیں - آج اگر ایک آریہ سماج کسی گورو کل کو قائم کرکے اُس وید کی باتوں کو سمجھنا چاہے تو وہ بھی محض اُن کے قیاسات کا مجموعہ ہوگا - نہ کہ حقیقی منشا وید۔

یہی وجہ ہے - کہ جب کوئی کتاب محرف یا مبدل ہو جاتی ہے تو اس کا ہونا اور نہ ہونا یکساں معنی رکھتا ہے - قیاسوں پر ٹھہرا ہو کر کسی قیاسی سامان سے کوئی قیاسی عمارت اگر تعمیر کرو گے تو وہ کہاں کام آسکتی ہے خدارا تعصب و حسد و بغض کی بیماریوں سے پاک ہو کر ذرا چشمہ اسلام سے واقفیت تو پیدا کرو - اور دیکھو کہ جس مقصد کو آپ لیکرلو کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں - کیسی مضبوط اور پائدار ہوتی ہے - چاہ ضلالت میں پڑا رہ کر روشنی سے نفرت کرنا اور پھر یہ بھی کہنا کہ روشنی ہوتی ہی نہیں ہے اور کہ جو کچھ ہے یہ ہی ہے - جس میں ہم ہیں روشنی کے عدم وجود پر دلیل نہیں ہو سکتی ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

خاکسار شاہ محمد خان ریلوے انجنیئر اگیت پوری۔

اعلان عقائد و بیعت

بخدمت حضرت جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ - عرض ہے کہ خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود کے دست مبارک پر بیعت کی ہوئی ہے اس وقت جو دو فریق ہیں - اُن میں سے میں آپ کو اور آپ کے فریق کو حق پر سمجھتا ہوں کیونکہ میں بھی حضرت اقدس کو صرف مجازی نبی یا جزوی نبی مانتا ہوں حقیقی و کامل نبی نہیں مانتا اور نہ میں کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر کہتا ہوں - سوائے اُن کے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو کافر کہا - میں اپنی اہلیہ غلام فاطمہ کی بیعت کے لئے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں - آپ اسکو احمدیت میں داخل کرلیں اور ہمارے لئے دُعا کریں - کہ خدا تعالےٰ یہاں بھی ہمارے ساتھ اور لوگوں کو بھی احمدیت میں داخل کرے - آمین! بد سراج الدین بقلم خود خاص موضع گہوتولی تحصیل چانگاں خاص پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور ۲۳ 5/12

فسخ بیعت کا اعلان

میں ایک پُرانا احمدی ہوں اِس سے پہلے صاحبزادہ صاحب کی بیعت کرچکا ہوں - اب میں نہائت غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں - کہ صاحبزادہ صاحب کے بعض عقائد حضرت میرزا صاحب کے عقائد کے متضاد ہیں اس لئے میں اُن کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور مولوی محمد علی صاحب کے عقائد کے ساتھ متفق ہوں کیونکہ صاحب موصوف کے عقائد حضرت مرزا صاحب کے عقائد ہیں:

خادم قوم میر فرزند حسن احمدی از مندرالوالہ تحصیل رعیہ ضلع سیالکوٹ

ضرورت نکاح

ایک شریف قوم کے احمدی بھائی کے واسطے جن کی آمدنی معقول ہے - جوان رشتہ کی ضرورت ہے - لڑکی کے والدین شریف ہوں - خواہ کسی قوم کے ہوں - خط و کتابت بذریعہ ایڈیٹر اخبار پیغام صلح لاہور ہو۔

جلد ۴ | منڈی الیسبیٹے لاہور - یکشنبہ ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۰ جون ۱۹۱۷ء | نمبر

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکر او شد سراسر صورتِ ربِ رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک
ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمد نمے بینی دگر عرشِ عظیم
منت ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار
صد بلا را مے خرم از ذوقِ آں عین النعیم
از عنایاتِ خدا و زفضلِ آں دادارِ پاک
دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
آں مقامم آیتِ خاصش کہ بر من شد عیاں
گفتنے گردیدمے طبعے دریں راہِ سلیم
در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم
(المسیح موعود)

ملفوظات حضرت مسیح موعود

خداشناسی اور سچے ایمان کی ضرورت

فرمایا کہ ضروری بات خداشناسی ہے کہ خدا کی قدرت اور جزا سزا پر ایمان ہو اسکی کمی سے دنیا میں فسق و فجور ہو رہا ہے۔ لوگوں کی توجہ دنیا کیطرف اور گناہوں کی طرف بہت ہے۔ دن اور رات یہی فکر ہے کہ کسی طرح دنیا میں دولت۔ وجاہت۔ عزت ملے جس قدر کوشش ہے خواہ کسی پیرایہ میں ہی ہو مگر وہ دُنیا کے لئے ہے خدا کے لئے ہرگز نہیں۔ دین کا اصل لُب اور خلاصہ یہ ہے کہ خدا پر سچا ایمان ہو مگر اب مولوی وعظ کرتے ہیں تو اُن کے وعظ کی بھی علت غائی یہ ہوتی ہے کہ اُسے چار پیسے ملجائیں۔ جیسے ایک چور باریک در باریک حیلے چوری کے لئے کرتا ہے ویسے ہی یہ لوگ کرتے ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کہ عذاب الٰہی نازل ہو اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایک اعتراض ہم پر یہ ہوتا ہے کہ اپنی تعریف کرتے ہیں اور اپنے آپکو مطہر و برگزیدہ قرار دیتے ہیں۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ خدا تعالےٰ جو کہیں فرماتا ہے کیا ہم اُس کی نافرمانی کریں۔ اگر ان باتوں کا اظہار نہ کریں تو معصیت میں داخل ہو۔

قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کیا الفاظ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمائے ہیں ان لوگوں کے خیال کے مطابق تو وہ بھی خودستائی ہوگی۔

خودستائی کرنیوالا حق سے دُور ہوتا ہے۔ مگر جب خدا تعالےٰ فرمائے۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ یہ اعتراض ان نادانوں کا صرف مجھ پر ہی نہیں ہے بلکہ آدم سے لیکر جسقدر نبی۔ رسول۔ اولیا اور مامور گذرے ہیں۔ سب پر ہے۔ ذرا غور کرنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ جسے خدا تعالےٰ مامور کرتا ہے۔ ضرور ہے کہ اُس کے لئے اجتبا اور اصطفا ہو اور کچھ نہ کچھ اس میں ضرور خصوصیت چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کل مخلوق میں سے اُسے برگزیدہ کرے۔ خدا کی نظر خطا جانے والی نہیں ہوتی۔ پس جب وہ کسی کو منتخب کرتا ہے وہ معمولی آدمی نہیں ہوتا۔ قرآن شریف میں اسی کیطرف اشارہ ہے واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ اس سوال کا آخر احصل یہ ہے کہ وہ ہمیں مفتری کہیں گے مگر پھر اُن پر سوال ہوتا ہے کہ عجیب خدا ہے کہ سقدر عرصہ دراز سے برابر افترا کا موقعہ دئے چلا جاتا ہے۔ اور جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی وقوع میں آتا ہے۔ اگر مفتریوں کے ساتھ خدا کے یہ سلوک ہیں اور اسطرح سے اُنکی تائید اور نصرت کی جاتی ہے جیسے ہماری۔ تو پھر کل انبیاء کو بھی اُنہیں مفتری قرار دینا پڑیگا۔ وہی علامات اور براہین جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپکی صداقت کے نشان اور دلیل تھے وہی اب بھی موجود ہیں۔ جسے خدا تعالےٰ چاہے منتخب کرے مگر وہ اسکی تعریف نہ کرے تو کیا گندہ کرے۔ اس سے خدا پر حرف آتا ہے کہ اسکا انتخاب گندہ ٹھہرتا ہے۔ گو دنیا کے مجازی حکام اعلیٰ کو بھی دیکھو تو وہ بھی حتی الوسع کمشنری لفٹنٹی ڈپٹی کمشنری وغیرہ کے عہدوں کیلئے انہیں کو انتخاب کرتے ہیں۔ جو کہ اُنکی نظر میں لائق ہوتے ہیں۔ اگر وہ حکام اعلےٰ کی نظر میں نالائق اور ذمہ داریوں کی بجا آوری کے ناقابل ہوں۔ تو انتخاب نہیں کئے جاتے۔ پس اسیطرح ماموریں وغیرہ خدا تعالیٰ کی نظروں میں نالائق اور نکمے ہوتے تو پھر لوگوں کو مزکّی بنانے کی خدمت اُن سے کیسے لی جائے۔

یہ ایک نکتہ ہے کہ انکا جو اعتراض ہوتا ہے وہ صرف میری ذات پر نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے کہ آدم سے لیکر جسقدر نبی اسوقت تک گذرے ہیں سب اسمیں شامل ہوتے ہیں۔ بھلا وہ ایک اعتراض کر کے تو دکھلاویں جو سابقہ انبیاء میں سے کسی پر نہ پڑتا ہو۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ ایمان کے لوازم تمام اسوقت ردی ہو گئے تھے۔ دل حلاوت ایمان سے خالی ہیں دُنیا کی زیب و زینت کے خیال نے دلوں پر تصرف کر لیا ہے ایک گھپ تاریکی ظلمات میں لوگ پڑے ہوئے ہیں اسوقت بڑی ضرورت اور احتیاج اس امر کی ہے کہ وہ تقوے جسکے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور کتاب اللہ نازل ہوئی حاصل ہو۔ ایک مُردہ ایمان لوگوں کے پاس ہے۔ اسلئے اس ایمان کی کوئی نشانی بھی ہاتھ میں نہیں ہے اور اسی باعث سے یہ وبال ان لوگوں پر ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ کیا ہم نماز ادا نہیں کرتے روزہ نہیں رکھتے کلمہ نہیں پڑھتے۔ ان کم بختوں کو اتنی خبر نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔ تو یہود بھی تو سب عبادتیں کرتے تھے۔ پھر وہ کیوں مغضوب ہوئے۔ انکی نہایت بدقسمتی اور شقاوت ہے کہ بھلا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے دین کیا ہے۔ کب کہا جاتا ہے کہ فلاں متقی ہے۔ فلاں مومن ہے۔ صرف چھلکے اور پوست پر نازاں ہیں۔ اور مغز کو ہاتھ سے کھو دیا ہے جو کہ دین کی اصلی روح ہے۔ اب خدا چاہتا ہے۔ کہ وہ روح دوبارہ پیدا کرے۔ اگر ان لوگوں میں تقوے اور معرفت ہو۔ تو یہ اعتراض کر کے خود ہی نادم ہوں۔

بمبئی حج کمیٹی کی صلاح

بمبئی حج کمیٹی کا جلسہ ۱۹ مئی ۱۹۱۷ء کو منعقد ہوا [illegible] جہازوں کی قلت کی وجہ سے اُن بہادر حجاج کو جو تکالیف [illegible] اس سال پیش آنے والی ہیں۔ گفتگو ہوئی اور کمیٹی نے [illegible] شائع کرنے کا فیصلہ کیا:۔

"بمبئی حج کمیٹی کی یہ رائے ہے۔ کہ چونکہ حاجیوں کے لئے جہازوں کے ملنے میں بڑی مشکلیں واقع ہوئی ہیں اسلئے مناسب ہے کہ حتی الامکان عازمان حج کی تعداد میں کمی کی جائے۔ اب تک حاجیوں کے جہاز کے جانے کی کوئی تاریخ معین نہیں ہوئی اور جہازی کمپنیوں نے سفر حج کے لئے ایک جہاز بھی مہیا کرنے کے لئے کم توجہی ہی ظاہر کی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ عازمان حج کو بمبئی پہنچنے کے بعد جہاز کا بہت انتظار کرنا پڑیگا۔ اور جہاز ملا بھی تو اس کا کرایہ بہت زیادہ ہوگا۔ اور ساتھ ہی بمبئی کے ناقابل برداشت اخراجات کی زیر باری اس کے علاوہ ہوگی۔ اور اگر جہاز میسر نہ آیا۔ تو عازمان حج کو اتنی بیفائدہ تکلیف اور زیر باری کے بعد اپنے گھروں کو شکستہ دلی کے ساتھ لوٹنا پڑیگا۔ ان حالات میں جو جنگ کی وجہ سے ناگزیر ہیں۔ بمبئی کی حج کمیٹی تمام عازمانِ حج کو [illegible] کے آرام و نفع کے لحاظ سے یہ صلاح دیتی ہے کہ وہ [illegible] اس سال سفر حج کا ارادہ ملتوی کر دیں"

بمبئی حج کمیٹی تمام مقامی حج کمیٹیوں اور انجمنوں سے [illegible] کرتی ہے۔ کہ وہ ان حالات کو کمیٹی کی رائے کے ساتھ عازمان حج کی اطلاع کے لئے جلد مشتہر کر دیں اور مقامی حج کمیٹیوں [illegible] انجمنوں کے اراکین سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنے [illegible] سے یا اور جس طرح ممکن ہو عازمان حج کو اس سال اپنا ارادہ سفر حج ملتوی کرنے کی فہمائش کریں۔ پلیسیڈنٹ حج کمیٹی [illegible]

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ چہارشنبہ کو [illegible] کی گاڑی ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ احباب اسٹیشن پر [illegible] موجود تھے۔ روانگی سے قبل مسجد احمدیہ میں آپ نے نہایت [illegible] ساتھ ایک زبردست تقریر کی جس میں احباب کو ان فرائض پر [illegible] ہونے کی نصیحت کی جنکی سرانجام دہی کے لئے سلسلہ حقہ [illegible] تمام تقریر کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگی انشاء اللہ

مولوی عبد السبوح صاحب بھی جنہوں نے امسال [illegible] فاضل کا امتحان پاس کیا ہے۔ حضرت امیر کے ہمراہ [illegible] ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔

نو مبایعین ذیل کے اصحاب حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدی [illegible] بیگو ملد پد بہو سکنہ بہاگپور۔ جنگی پد امیر بخش۔ [illegible] مقصود بی بی اہلیہ مہر علی خان [illegible] بہاگپور۔ بابو [illegible] علی [illegible] مستری الٰہی محمد صاحب دھرسلہ۔ میاں محمد عظیم صاحب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ مورخہ ۱۰ رجون ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱۸

مولوی غلام رسول راجیکی کے جوابات پر ایک نظر

(۱)

الفضل ۲۹ مئی ۱۹۱۷ء میں مولوی غلام رسول راجیکی نے چند سوالات کے جوابات کی کوشش کی ہے اور اپنی غالیانہ عادت کے مطابق جوابات میں بہت کچھ غلو سے کام لیا ہے۔

سوال اوّل یعنی وہ کلمہ گو جنکو حضرت مسیح موعودؑ کی اطلاع نہیں پہنچی مسلمان ہیں یا دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

اس کے جواب میں مولوی صاحب نے بہت کچھ پیچ وتاب کھائے ہیں پہلے تو ان کو مسلمان یعنی دائرۂ اسلام کے اندر مانا ہے مگر اخیر جاکر نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایسے لوگ ایک قسم کے منکر ہی ثابت ہوئے۔ حالانکہ یہ اصل سوال کا جواب ہرگز نہیں۔ سائل کا سوال تو یہ ہے کہ آیا ناواقف مسلمان دائرہ اسلام کے اندر ہیں یا خارج از اسلام۔ اسکے جواب میں یہ کہنا کہ وہ اپنے موجودہ اسلام کے رو سے مسلمان ہی کہلائیں گے اور ساتھ ہی اسکے ایک قسم کے منکر بھی عجیب منطق ہے مولوی صاحب کو سب سے پہلے دائرۂ اسلام کی تشریح کر دینی چاہئے تھی بعد ازاں انکو کوئی فیصلہ کرنے کا حق پہنچ سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک انصار کے معاملہ میں تو یہ امر مسلمہ تھا۔ کہ ایک موعود نبی کی بعثت کے وقت واقف اور ناواقف ایک نہ ایک فتوے کے نیچے آگئے۔ مگر یہاں تو خود مدعی فرماتا ہے کہ:۔

”ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق وصواب سے دور سمجھتا ہوں۔ جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں میں بلا شبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک کہ وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے“

اب اس صاف اور صریح عبارت کی موجودگی میں جس میں ذرا بھر بھی ابہام کو دخل نہیں۔ مولوی صاحب اپنے من گھڑت خیالات کو پیش کرنا کہاں تک راستی پر مبنی ہے۔ مندرجہ بالا حوالہ میں حضرت اقدسؑ نے صرف مکفر ومکذب کو کافر قرار دیا ہے۔ دوسرے کسی کلمہ گو کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا دائرہ اسلام حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کردہ دائرۂ اسلام سے بالکل مختلف ہے۔ مولوی صاحب کی اس چالاکی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے حقیقۃ الوحی کی جس عبارت کو پیش کیا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان لوگوں کے متعلق لکھی ہے۔ جنکو آنحضرت صلعم کے بارہ میں اتمام حجت نہیں ہوئی نہ ان لوگوں کے بارہ میں جن پر خود مسیح موعودؑ کے متعلق اتمام حجت نہیں ہوئی مولوی صاحب نے کمال چالاکی سے اس عبارت کو تو چھوڑ دیا جس میں حضرت صاحب ڈاکٹر عبد الحکیم خان کے اسی افتراء کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے

”ڈاکٹر عبد الحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائیگا اور دوزخ میں پڑیگا“

کھلے طور پر اس کی تردید کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:۔

”یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اسکی عادت ہے یہ افتراء میرے پر کیا ہے یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہت کوئی عقل اسکو قبول نہیں کرسکتی جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے اس پر مؤاخذہ کیونکر ہو سکتا ہے“

اور اسکے برخلاف ان الفاظ کو نقل کر دیا ہے جو ان لوگوں کے متعلق حضرت صاحب نے لکھے ہیں جنکو آنحضرت صلعم کے بارہ میں اتمام حجت نہیں ہوئی اور وہ یہ ہیں کہ:۔

[illegible]

منکر ہے۔ تو گو شریعت نے جس کی بنا ظاہر ہے اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے۔ اور ہم بھی باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا“

مولوی غلام رسول راجیکی نے اس عبارت کو ان لوگوں کے متعلق ظاہر کرنے میں جن پر مسیح موعودؑ کے متعلق اتمام حجت نہیں ہوئی۔ جس دجل سے کام لیا ہے اس پر رہ رہ کر افسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ اوّل الذکر عبارت جو حضرت صاحب نے اپنے متعلق لکھی ہے۔ اس کے بعد ہی آنحضرت صلعم کا ذکر چلتا ہے اور اسی کی ذیل میں یہ دوسری مولوی صاحب کی نقل کردہ عبارت ہے لیکن مولوی صاحب کو تو جواب دینے سے مطلب تھا نہ تحقیق حق سے کام۔

جنازہ کا سوال

دوسرا سوال یہ تھا۔ کہ جو لوگ آپ کے حق میں خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں اُن کا جنازہ اپنے امام کے پیچھے پڑھ لینا جائز ہے یا نہ۔

اس کا جواب مولوی صاحب نے دیا ہے کہ حضرت اقدسؑ کا یہ فتوے بعد شائع ہونے حقیقۃ الوحی کے قابل اتباع نہیں۔ کیونکہ اس کتاب میں آپؑ نے اپنے تمام مخالفین کو کافر قرار دیا ہے بہت خوب۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ حقیقۃ الوحی ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی ہے جس میں بقول مولوی صاحب ودیگر محمودیاں حضرت اقدسؑ نے جملہ مخالف مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ لیکن میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب کو اپنی نبوت کی سمجھ آگئی تھی۔ جبکا ظاہر ہے کہ یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہئے تھا۔ کہ اسی وقت سے آپ اپنے کل نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے مگر اسکے خلاف آپ ۱۹۰۲ء میں بعض ”غیر احمدی“ مسلمانوں کا جنازہ جائز قرار دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ انہیں اسوقت تک بھی مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ جسکا اعتراف مولوی غلام رسول کو بھی کرنا پڑا ہے اور اسی لئے انھوں نے حقیقۃ الوحی سے اس ۱۹۰۲ء کے مذہب کو منسوخ ٹھیرایا ہے۔ یعنی اب مولوی غلام رسول کے نزدیک ۱۹۰۷ء تک حضرت صاحب اپنے تمام نہ ماننے والے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے رہے اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا۔ کہ آپ کو اسوقت تک اپنی نبوت کا کوئی پتہ چلا تھا۔ اور جب پتہ لگا۔ تو اس کے ایک سال بعد آپ فوت بھی ہوگئے۔ یہ ہے ان لوگوں کا مذہب فانا للہ وانا الیہ راجعون ابھی معلوم نہیں کسی دن کو یہ بھی کہدیں گے۔ کہ آخر وقت تک حضرت صاحب کو پتہ ہی نہیں لگا۔ کہ آپ نبی ہیں ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

مولوی غلام رسول کو چاہئے۔ کہ اسکو صاف کریں۔

(۱) آیا ”غیر احمدیوں“ کا جنازہ جائز قرار دینے سے پہلے ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب کو اپنی نبوت کا پتہ لگا تھا یا نہیں۔

(ب) اگر آپ کو معلوم تھا کہ آپ نبی ہیں۔ اور آپ کے تمام نہ ماننے والے حتےٰ کہ وہ بھی جنکو خبر بھی نہیں پہنچی۔ کافر۔ تو کیوں آپ نے اُن کے جنازہ کی اجازت دی۔ اور بقول آپ کے تا حقیقۃ الوحی تک اسکو التوا میں رکھا۔ پھر آؤ اسی حقیقۃ الوحی کے بعد کے زمانہ کو بھی دیکھیں اس میں بھی حضرت صاحب کا مذہب انہی سابقہ فتاوے کے مطابق معلوم ہوتا ہے کیونکہ حقیقۃ الوحی جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی ہے اور اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ ۱۷ رمارچ ۱۹۰۸ء کو علاقہ بلوچستان کے کسی شخص کے جواب میں لکھواتے ہیں۔

(بدر نمبر ۷-۸-۹ جلد ۸ مورخہ ۲۴-۳۱ دسمبر ۱۹۰۸ء)

”چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھیرایا ہے۔ اور فتوے لکھے ہیں اور باقی لوگ اُن کے پیرو ہیں پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دیدیں کہ ہم اُن مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر اُنکے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے ورنہ جو شخص مسلمانوں کو کافر کہے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے پھر اُس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں یہ تو شرع شریف کے رو سے جائز نہیں ہے“

یہ تحریر حقیقۃ الوحی کی عمدہ طور پر تشریح کرتی ہے یہاں بھی کفر کا فتوے لگانے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ اور اپنی بیعت کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی درمیان سے اُٹھا دیا ہے۔ صرف مکفروں سے بیزاری کا اعلان جملہ روکیں اٹھا دینے کے لئے کافی ہے۔ معاذ اللہ کہ مسیح موعودؑ الہامی نبی تھا کہ ۱۹۰۷ء

ہیں اپنے مخالف مسلمانوں کو بلا استثناء کافر قرار دیتے اور پھر ایک ہی سال بعد اپنے عقیدہ سے رجوع کرلے۔ کیا یہی شان حکم کی ہوا کرتی ہے۔ اسی پر بس نہیں حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے بعد اور وفات سے کچھ یوم پیشتر مئی ۱۹۰۸ء میں ماسٹری موسیٰ صاحب محمودی نے ایک اقرار نامہ جماعت بھڑیار کے منشوء سے لکھوا کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا تھا جو اخبار بدر ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء صلہ پر چھپا ہوا موجود ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ قابلِ غور ہیں:۔

”نہ کسی بدگو مکفر کا جنازہ پڑھینگے۔ ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے بشرطیکہ اس وقت پیش امام جو ہو وہ احمدی ہو“

اس اقرار نامہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا:۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے۔ مرزا غلام احمد“

اس اقرار نامہ کو ماسٹری موسیٰ صاحب نے ایک آئینہ دار چوکھٹے میں جڑوایا ہوا تھا۔ مگر اب غالبًا غالیانہ عقائد کی پیروی کے باعث اسے کہیں چھپا دیا ہوگا۔ تاہم اخبار بدر میں شائع شدہ تحریر ان لوگوں پر کافی اتمام حجت ہے مولوی صاحب! ان فتاوے کی موجودگی میں جو حقیقۃ الوحی سے بعد کے لکھے ہوئے ہیں آپ کا یہ لکھنا کہ:۔

”اب جو حکم جنازہ وغیرہ کا کافروں کے متعلق ہے وہی فتویٰ ان خاموش اور درمیانی حالت والے منکروں کے حق میں ہے“

کہاں تک مسیح موعودؑ کی پیروی میں ہے۔ حقیقۃ الوحی سے پہلے کے فتاوے موجود اس کے بعد کے بھی موجود۔ پھر بھی اگر آپ حضرت اقدسؑ پر بہتان باندھتے چلے جاویں کہ حضور نے غیر احمدیوں کو بلا استثناء کافر قرار دیا۔ تو یہ ظلم عظیم ہے۔

شہروں میں بسنے والے غور کریں

گذشتہ اشاعت میں اخویم مکرم ڈاکٹر سید غلام مجتبےٰ صاحب کی چھٹی ”سماٹرا (صومالی لینڈ)“ کے عنوان سے شائع کی گئی تھی اُس چھٹی کو پڑھکر اور دوسری طرف اس فہرست چندہ دیکھکر جو آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ شائع کی گئی ہے حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے جنگل کے اندر بیٹھکر کسقدر مشقت اٹھائی اور روپیہ فراہم کیا۔ دوسری طرف ایک ہم بھی ہیں جو شہروں کے اندر رہتے اور ہر قسم کے سامانوں سے متمتع ہو رہے ہیں لیکن غفلت کی نیند نے کچھ ایسا مست وبیخود کر رکھا ہے۔ کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اپنی سستی اپنی غفلت کو نہیں دیکھتے اور فضول عذرات سے اپنے فرض کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ یا کم از کم اس غفلت وسستی پر زبانی لن ترانیوں کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش ہم شہروں کے اندر رہنے والے اُن جنگلوں میں رہنے والوں کو بھی جنکو کئی کئی کوس تک پانی بھی نہیں ملتا ایک نظر دیکھیں اور اُن کی کامیاب اور مخلصانہ جد وجہد کو ہی اپنے لئے نمونہ بنائیں غور کرنے کی بات ہے کہ جب ایک شخص جنگل کے اندر بیٹھکر بھی اپنی ہمت وسعی اور جوش واخلاص سے ایک کافی رقم جمع کرسکتا ہے۔ تو ہم شہروں میں رہ کر کیوں نہیں کرسکتے۔ لیکن ضرورت صرف جوش اور اخلاص کی ہے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو پھر شہر ہو یا جنگل مومن کے لئے سب ایک ہے۔ اور اُسے ہر جگہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مکرم ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے۔ اور انہیں بیش از بیش ہمت واخلاص عطا فرمائے اور اُن کے اس پاک نمونہ سے ہم شہروں کے اندر بسنے والوں کو بھی فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

انگریزی حکومت میں برادران وطن کی سکھا شاہی

باوجودیکہ سلطنت انگلشیہ کی برکات اور اسکی عطا کردہ آزادی نے دنیا کے اکثر حصہ سے جہالت کی تاریکی کو دور کرکے فراخ خیالی اور علم کی روشنی کو پھیلا دیا ہے۔ لیکن تاہم وہ طبائع جنکو ہمیشہ بغض وتعصب سے ہی کام رہتا ہے اور ایکدوسری قوموں اور افراد کو لڑانے میں ان کا فائدہ ہے وہ بھلا کہاں اپنی تعلیم کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ آئے دن ہندوستان کے مختلف علاقوں میں فساد اور خونریزیاں ہوتی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے نہیں۔ کہ کوئی حکومت ہے۔ جس میں بمصداق دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند ان دو قوموں کی بن نہیں آتی بلکہ اس کی ایک اور ہی وجہ ہے۔ بدقسمتی سے مذہبی تعصب اور تنگ خیالی نے ایکدوسرے کو اسقدر متنفر کر رکھا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ آئے دن کمسر یتوں اور بوچڑ خانوں کے اندر گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ ان مر لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن بعض اعداقوں میں

جہانکہ بیا اوسان وطن کا نزور ہے۔ گائے تو ایک طرف اگر گوشت خوری کا بھی نام تک لیا جائے تو پھر مسلمانوں کے لئے دنیا میں رہنے کی جگہ نہیں۔ ابھی حال ہی میں آریہ اخبارات نے ایک مراسلت شائع کی ہے اور اپنی طرف سے اس پر بہت کچھ حاشئے بھی چڑھائے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ضلع کرنال تحصیل کیتھل میں موضع ساون باشندگان دیہہ کی طرف سے چوپال کے اندر گوشت خوری سے ممانعت کا نوٹس لگا ہوا ہے۔ اتفاق سے کوئی مسلمان انسپکٹر پولیس ادھر آنکلا اور بیچارے کی شامت جو آئی۔ کہیں گوشت کھا بیٹھا۔ بس پھر کیا تھا وہاں کے مقامی ہندوؤں کو آگ ہی تو لگ گئی۔ اور وہ ایک ڈیپوٹیشن کی صورت انسپکٹر صاحب کے پاس پہنچے۔ اور اپنے "مذہبی جذبات کی اس فرضی "توہین" کا جواب ان سے طلب کیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے جواب میں ان لوگوں کو دھمکایا اور آریہ سماج پہ شدھی کا الزام دیکر ایک آریہ سماجی کی رپورٹ کرنے اور دیگر لوگوں پر بھی کوئی مقدمہ چلانے کی دھمکی دی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل واقعات کیا ہیں اور کن امور کی بنا پر انسپکٹر صاحب نے ایسی باتیں کہیں۔ بشرطیکہ وہ صحیح ہوں کیونکہ ممکن ہے کہ دھولپور کے آریہ سماجی سندر کی طرح یہ بھی کسی دل لگی ہی کا مشغلہ ہو)۔ لیکن تاہم سوال یہ ہے کہ ایک ایسے گاؤں کے اندر جو انگریزی حکومت کی حدود کے اندر واقع ہے اس قسم کا جبر و تشدد اور ایسی سخت ممانعت کیوں ہے۔ گوشت خوری کے خلاف یہ جابرانہ تہدید جو کہا جاتا ہے۔ کہ باشندگان دیہہ کی طرف سے کی گئی ہے۔ حکومت انگریزی کی رعایا ہو کر اسکی عطا کردہ آزادی اور دیگر برکات سے مستفیض ہو کر اسکے نام کو بدنام کرنے کی شرمناک کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

دیانندی عربیت معاصر آریہ گزٹ میں چند دنوں سے "اسلام کی کایا پلٹ" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون شائع ہو رہا ہے۔ جس میں فاضل مضمون نگار سوامی دگیان بھکشو جی نے مولینا عمادی کی ایک کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں سوامی صاحب کی قابلیت اور زبان اردو میں آپکی فصاحت و بلاغت کا کچھ تھوڑا سا نمونہ تو ہمارے دوست مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی پیغام صلح کی ایک گذشتہ اشاعت میں دکھلا چکے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی تمام ان الزامات کو جو سوامی جی نے اسلام پر لگائے تھے ہمارے قابل دوست نے خود وید سے ثابت کر دکھایا ہے۔ جس کا ایک نمونہ آجکی اشاعت میں بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائینگے۔ لیکن دل چاہتا ہے کہ آریہ گزٹ کے ایک تازہ پرچہ سے سوامی جی کی عربیت کا بھی تھوڑا سا نمونہ ناظرین کرام کے پیش کیا جائے۔ ۷ر جون ۱۹۲۷ء کے آریہ گزٹ میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ:-

"ذرا غور کیجئے۔ مولوی صاحب صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں "عالم میں ہر چیز متحرک ہے۔ قرآن نے وضاحت سے اسکو بیان کیا کہ کلّ فی فلک یسبحون یعنی ہر چیز اپنے مدار میں تیر رہی ہے" مولوی صاحب نے فلک کے معنے اپنا مدار کیا ہے حالانکہ عام طور پر فلک کے معنے آسمان کے لئے جایا کرتے ہیں۔ اور کئی ایک مفسرین نے آسمان ہی ترجمہ کیا ہے۔ لیکن ہم اس بات کے لئے مولوی صاحب اور ان کے ہمخیالوں کو مجبور نہیں کرتے۔ کہ وہ ضروری مفسرین کے پیچھے چلیں اور جو معنے ان لوگوں نے لیا ہے وہی یہ لوگ لیں خوشی ہے کہ مسلمان لوگ بھی اپنی علمیت پر ناز کرنے لگے ہیں اور پرانے مفسرین کے نقش قدم چلنا اپنے لئے باعث جہالت سمجھتے ہیں خیر کچھ ہو ہم یہاں پر دو اعتراض پیش کرتے ہیں پہلے تو یہ کہ یسبحون جس کا جناب عالی نے تیر رہے ہیں یہ ارتھ کیا۔ کیا دراصل اس لفظ کے یہی معنی ہیں یا کچھ اور۔ ہمارا دعوٰے ہے۔ کہ اس کے معنے ہرگز یہ نہیں بلکہ تسبیح کر رہے ہیں۔ یہ ہمارا دعوے ہی دعوے نہیں بلکہ ہم اس کے لئے ثبوت دینے کو بھی تیار رہیں۔ مثلاً والملئکۃ یسبحون بحمد ربھم (سورۃ شوریٰ ع ۱) یعنے فرشتے بھی تسبیح کر رہے ہیں ساتھ تعریف اپنے رب کی"

سوامی جی کی اس قابلانہ مضمون نگاری ....

اور انکی اس عربی دانی پر بے اختیار مرحبا کہنی پڑتی ہے بیشک باایں قابلیت و لیاقت سوامی جی کا اسلام پر جہالت و تاریکی کا الزام لگانا کوئی تعجب انگیز امر نہیں خدا نہ کرے وہ تو اس قسم کے ودوان بزرگ ثابت ہوئے ہیں کہ اگر انکو اس زبردست علمی انکشاف کا "د جہاں قرار دیا جائے جسکو "زمین گول ہے۔ کیونکہ چاول سفید ہیں" کے مختصر الفاظ میں دہرایا جاسکتا ہے تو مرگز بیجا نہیں ایسے مہاپرشوں کو جو کسی زبان کے محاورات کا خیال نہ کرکے محض حرفوں کے جوڑ اور شاہت پر یسبحون اور یسبّحونا میں فرق کرنا نہ جانتے ہوں حالانکہ سبح کے معنے ہی المر السریع فی الماء (پانی کے اندر تیرنا) کے ہیں۔ کیونکہ کسی اور صحیح کے قائل کرایا جا سکتا ہے سوامی صاحب نے قرآنی علم و فلسفہ پر تو ہنسی اور تمسخر اڑایا۔ لیکن وید بھگو ان کی علمیت کا راز بھی اپنی ان عالمانہ باتوں سے منکشف کرنے میں کوئی کسر

تحقیق الادیان

شجرِ ہندویت کا نیا شاخسانہ

ناری کون ہے اور ناجی کون سوامی دگیان بھکشو کی پہلی اصل (مذہب میں عقل کو دخل دینا کفر در مذہب ہے) کو وید مقدس اور منوسمرتی کے حوالوں سے رفع کرنے کے بعد ہم اُن کی دوسری جھنجھلاہٹ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اس اصل پر باقی حوالجات کو جواب الجواب کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل اسلام میں اگر معلوم کرنا چاہو کہ کون لوگ ناری اور کون لوگ ناجی ہیں تو صاف جواب یہ ملیگا۔ کہ اہل سنت مگر شیعہ لوگوں سے پوچھا جاوے کہ کون کا فرا در مسلم ہے۔ تو جواب ملیگا کہ شیعہ مسلم ہیں۔ سوامی وگیان بھکشو کو اگر واقعی یہی امر اسلام میں داخل ہونے سے مانع ہے تو وہ مسلمانوں کے جس فرقے میں چاہیں مشرف بہ اسلام ہو جائیں ہم اُن کے اسلام کا فتوے اسلام کے ہر فرقے سے لے دینے کے لئے تیار ہیں۔ برخلاف اس کے ہندو مذہب میں کی کوئی شاخ انہیں مکتی (نجات) کی لٹیا لینے کی قائل نہ ہوگی۔ اور خود آریہ سماج میں سنیاسی پارٹی اور سنز ما پارٹی۔ بابو پارٹی۔ اور لالہ پارٹی کے اندرونی مناقشات (دیکھو لی سماج لاہور سے دریافت کیجئے) ایک دوسرے کو کیا کیا خطاب نہیں دے رہے۔ مگر تم اس بات کے منتظر ہو گے کہ ہمیں نے اس کے متعلق وید مقدس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ سنئے اور غور کیجئے۔ کہ وید مقدس کس کو ناری قرار دے رہا ہے۔ ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۴ سوکت ۵ منتر ۵- ابھراتر و نا یوشنو وینتہ پتی ریپو نا جنیو دُریوہ پاپاسہ سنتو انرتا ستیہ ادم پدم جننۃ گمبھیرم

(ترجمہ) وہ لوگ جو اُن نیور تول کی مانند ادھر اُدھر آتے جاتے ہیں۔ جن کے ساتھ بھائی نہیں ہوتے۔ اور جو اپنے خاوندوں کی مخالفت کرتی ہیں اور جھوٹے اور نا راست ہیں۔ وہ اس گہرے مقام (دوزخ) میں پیدا ہوں گے۔

اس منتر کا مطلب سوا اس کے کچھ نہیں کہ جو لوگ اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ چھاڑ کر ادھر اُدھر سماجوں میں پڑے پھرتے ہیں۔ دوسرے مذاہب پر جھوٹے الزام لگاتے پھرتے ہیں۔ سائنا چاریہ نے ادم پدم جننۃ گمبھیرم سے مراد نرک استھان لیا ہے ملاحظہ ہو سائن بھاشیہ۔

اہل نار کی دوسری علامت یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۹- اندھنتم پر وشنتی یے اسمبھوتی مپاستے تتو بھویو تے تموے اسمبھنیا رتہ " اندھکار (دوزخ) میں داخل ہوتے ہیں وہ لوگ جو پرکرتی (جسم) کی پوجا کرتے ہیں۔ اور اُس سے بھی بڑھکر اندھکار میں وہ پڑتے ہیں جو ایشور کی پوجا میں مشغول ہیں (دیکھو اچھٹ ہیدھر اور شنکر بھاش اور ستر بھاش) وید مقدس کے اس ارشاد کے مطابق صرف ایشور کی پوجا کرنے والے جہنم کا ٹکٹ خرید رہے ہیں

اہل نار کی تیسری علامت ملاحظہ ہو پانچواں وید (مہابھارت) وید وکریی نیچہ اُیو دبیدا نانگ جیہ ایو نیلیکا و دبیا نانگھ محدود نکا نہیں تے ومثی نربا گاکمین " (ترجمہ) وہ لوگ جو ویدوں کو بیچتے ہیں اور نیز وہ جو اُن کو لکھتے ہیں اور وہ بھی جو اُن کی بیحرمتی کرتے ہیں وہ نرک کو جائینگے۔ وید مقدس کا پرچار (اشاعت) کرنے والوں کو مہاں منی دیاس کا یہ زرین قول سنکر وید پرچار (اشاعت) سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے۔ اس کے متعلق گاروڈ پُران کے دلچسپ حوالے ہم کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں فی الحال سوامی دگیان بھکشو اور اُن کے رفقاء ان تین حوالوں پر غور کرکے اپنی نسبت خود فتوے لگالیں کہ وہ ناری ہیں یا ناجی۔ ان کے جواب میں کسی ارتھ گڑھنا اور انرتھ کرنا (معنوں میں غضب ڈھانیوالے) کے معنے ہرگز قابل قبول نہ ہونگے۔ بلکہ کسی قدیم وید بھاش (تفسیر وید) کا حوالہ دینا ضروری ہوگا۔

ناستک کون ہے سوامی دگیان بھکشو کو ہم سے یہ بھی شکایت ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص علم اور سائنس کی طرف قدم بڑھاتا ہے اسکو باقی مسلمان کافر کا خطاب دے دیتے ہیں جیسا کہ سید احمد اور محمد اسمٰعیل کو دیا گیا اس کے جواب میں میں بھکشو کو ۱۸۸۱ء کے جلسہ بنارس کو یاد دلاتا ہوں جبکہ کل ہندوستان کے ۳۰۰ مقدس پنڈتوں نے سوامی دیانندجی کے ناستک (دہریہ) ہونے کا فتوے دیا۔ خود آریہ سماج نے ایک فریق کو کلچرڈ اور

کیا کیا خطاب نہیں دئے۔ آج سے دو سال پہلے ہی کا ذکر ہے کہ ہندوستان کے تمام اطراف واکناف کے پنڈتوں نے سکندرہ کے سفر کو ناجائز قرار دیا اور اس پر الہ آباد کی ہائی کورٹ کا فیصلہ موجود ہے کہ کوئی شخص ہندوستان کی چار دیواری سے باہر جاکر ہندو نہیں رہ سکتا۔ خود آریہ سماج کے ذرا ذرا سے اختلاف پر کیا کیا خطاب نہیں دئے گئے۔ سوامی کھیم سین صاحب شرمان پنڈت راج نرائن صاحب سوامی ہری پرشاد صاحب پروفیسر گوروکل کانگڑی۔ مہرشی شیوبرت لعل صاحب ایم۔ اے سابق ایڈیٹر آریہ گزٹ راجہ فتح سنگھ صاحب پریذیڈنٹ آریہ پرتی ندھی پوپی وغیرہ وغیرہ پر کیا کیا فتوے نہیں دئے گئے۔ اور خود سوامی وگیان بھکشو کے وہ الفاظ جو اُس نے سوامی اکھلانند جیسے آریہ فاضل کی شان میں دیانند سے صرف ایک ذرا سے مسئلہ کے اختلاف کی بنا پر ڈی اے وی سکول کے صحن میں دوران مباحثہ میں استعمال کئے۔ ان الفاظ کے سامنے لفظ کافر بھی گرد ہے۔ جب آریوں کے بعض معزز حضرات نے پروفیسر ڈارون کی ایوولیوشن تھیوری کو آریہ سدھانت (عقائد) میں داخل کرنے کی پرزور سفارش کی (کہ جس سے تناسخ کا تانا باناہ سرے سے اُڑ جاتا ہے) تو بتایئے آریہ سماج کے ارباب حل وعقد نے اُن سے کیا سلوک کیا۔ اے کاش دیانندجی اسوقت موجود ہوتے۔ جب ایوولیوشن تھیوری کو مسترد کیا گیا تو اُن کی غیرت اس علمی مسئلہ کی یوں توہین نہ ہونے دیتی اور وہ وید مقدس میں بیسیوں منتر اس کی تائید میں پیش کر دیتے پھر کس کی مجال تھی کہ آریہ ہو کر چون وچرا کرتا۔ میں سوامی وگیان بھکشو اور آریہ سماج کے تمام سنیاسیوں پروفیسروں اور آریہ پرتی ندھی کے ممبروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایوولیوشن تھیوری جیسے علمی مسئلہ کو مسترد کرکے جگ ہنسائی کا موقعہ نہ دیں بلکہ اسکو اپنے سدھانت (عقیدے) میں داخل کرکے اپنے علم درست ہونے کا ثبوت دیں۔ مجھے حیرت ہے کہ جب مہرشی سپل جیسا فاضل ایوولیوشن تھیوری کو تسلیم کرتا ہے تو آریہ سماج اس علم صحیح کے خلاف لٹھ لئے پھرتا ہے۔

سبع سموات کا ثبوت وید مقدس سے پورانک ویدک مذہب (قدیمی ویدیوں کا مذہب) سات زمین سات آسمان اور سات سمندروں کا اب تک قائل ہے مگر شجر ہندویت کے نئے شاخسانہ نے اور ویدک سدھانتوں (عقائد) کی طرح اس پر بھی ہڑتال پھیر دی اور اپنے تاویلی صابن سے گدھے کو گھوڑا بنانے کی فکر میں ہیں۔ خود وید مقدس کے متنل الذکر کلمہ (گایتری) میں سات آسمانوں کے سات نام لیکر ہر ایک سے دعا کی گئی ہے

گایتری منتر:- भूः भुवः स्वः महः जनः तपः सत्यम्

تشریح کے لئے دیکھو مشری کرشن دو دیپاین بھاشیہ وید بیاس پہلا۔ اسیچی نام ادکاش سے لیکر میرو پربت کی پیٹھ تک بھولوک ہے۔ دوسرا آسمان میرو پربت کی پیٹھ سے لیکر دھرو ناک ستارے تک انترکھش ہے تیسرا " انترکھش سے پرے جو لوک ہے اسکو مہندر لوک کہتے ہیں۔ چوتھا " مہندر لوک سے پرے مہ لوک ہے۔ پانچواں " مہ لوک سے پرے جن لوک ہے۔ چھٹا " جن لوک سے پرے تپ لوک ہے۔ ساتواں " تپ لوک سے پرے ستیہ لوک ہے جن۔ تپ اور ستیہ لوک کو برہم لوک بھی کہتے ہیں ان سات آسمانوں میں جو جو دیوتا (فرشتے) اور مخلوق رہتی ہے ان سب کا مفصل ذکر بھاشیہ میں اور تیتری اپنشد کی برہم ولی یا پانچویں انوواک کے پہلے منتر میں موجود ہے۔ خود سوامی دیانندجی مہاراج نے ۱۸۷۵ء کے پہلے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷ و ۲۳۳ پر اسکو تسلیم کیا ہے۔

آسمان سونے کے ہیں اسکے بعد گیان بھکشو کہتا ہے کہ "اصلی مسلمان آسمان سونے کے مانتے ہیں" قرآن کریم میں تو ایسی کوئی تعلیم موجود نہیں ہے۔ البتہ آریوں کے الہامی نوشتوں میں سب کے سب آسمان ویدک سدھانت کی رو سے مادی ہیں ملاحظہ ہو چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۸ کھنڈ ۵۔ منتر ۳ ارا اور نیا دو برہم لوک میں جھیلیں ہیں جو اس سے تیسرے آسمان پر جھیل ایرم مدیا ہے۔ اور اسوتھا درخت جس سے سوم برستی ہے۔ اور برہمن کا شہر اپراجیتا اور سنہری محل ہے۔ پرپاٹھک ۷، کھنڈ ۹ منتر ۱ میں ہے کہ یہ برہم ہے۔ یہ ودیا ہے پہلے یہ نیست تھا پھر ہست ہوا اور پیدا ہوا پھر انڈے کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ انڈا ایک سال تک پڑا رہا۔ اور آخر پھوٹا۔ دونوں ٹکڑوں میں سے ایک چاندی کا اور دوسرا سونے کا تھا

مراسلات

ماموروں میں فرق کس نے کیا

قولہٗ تعالیٰ۔ انّ الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ اولئک ھم الکفرون حقا۔ واعتدنا للکفرین عذابا مھینا۔ (سورۃ النساء)

مسلمان تو تمام انبیاء کی نبوت وہبی تسلیم کرتے ہیں اب جو کوئی معدودے چند آدمی بھی ایک حقیقی نبی بنانے کے لئے نبوت اکتسابی تسلیم کرتے ہیں۔ تو سمجھو کہ وہ یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ کے مصداق بنکر نبوت انبیاء میں فرق پیدا کرتے ہیں جیسا کہ آجکل محمودی مسیح موعود مرحوم مغفور کو حقیقی نبی تسلیم کرکے اُن کی نبوت اکتسابی بیان کرتے ہیں۔

جبکہ محمودی مسیح موعود مرحوم مغفور کی نبوت اکتسابی تسلیم کرتے ہیں تو مسیح موعود کو حقیقی نبی تسلیم کرنا کیا معنی۔ صحیح تو یہ ہے کہ مسیح موعود کی نبوت اکتسابی تھی اور دیگر مجددین و اولیاء کرام امت محمدیہ کی نبوت بھی اکتسابی تھی۔ پس دیگر مجددین و اولیاء کرام امت محمدیہ کی نبوت میں اور مسیح موعود امت محمدیہ میں فرق کرنا نؤمن ببعض ونکفر ببعض کا مصداق بننا ہے۔ اور یہ جو چاہتے ہیں کہ نکالیں نئی راہ یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ محمودی صاحبان اس نئی راہ کی وعید بھی سُن لیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا۔ (سورۃ النساء) اور والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۔ (سورۃ النساء) اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا کسی کو اُن میں سے اُنکو دیگا اُنکے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ پس مسلمان تمام انبیاء کو رسول و نبی حقیقی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اُن کی نبوت وہبی تسلیم کرتے ہیں اور مجددین و اولیاء امت محمدیہ کی نبوت کو جو کہ مجازی ہے اکتسابی تسلیم کرتے ہیں انہیں جُدائی نہیں کرتے ہیں۔ ولم یفرقوا بین احد منھم وہی حق پر ہیں۔ اور راہِ مستقیم پر ہیں۔ اور ایسا نہ کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا (سورۃ النساء)۔ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول سے جب کھل چکی اس پر راہ کی بات اور چلے سب مسلمانوں کی راہ سے سوا ہم اسکو حوالہ کریں وہی طرف جو اس نے پکڑی اور ڈالیں اسکو دوزخ میں اور بہت بُری جگہ پہنچا۔ فتدبر!

خادم محمد سیف الدین از پشاور شہر محلہ یکہ توت حال فیروزپور۔

فہرست چندہ دہندگان برائے ترجمۃ القرآن

(از مقام لاس خوردہ برٹش شمالی لینڈا)
(معرفت ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن)

نام	رقم	نام	رقم
حوالدار زمان علی خان صاحب	۷ر	شاہ محمد صاحب	۴ر
حوالدار برہان علیخان صاحب	عہ ر	شاہنواز صاحب	۸ر
جھوٹو خان صاحب	۸ر	نیک عالم صاحب	۴ر
علم دین صاحب	۴ر	ولیداد صاحب سپاہی	عہ ر
لال حسین شاہ صاحب	۴ر	بوستان خان صاحب	عہ ر
ماجھی خان صاحب	۴ر	کرمداد صاحب	۴ر
عصمت اللہ صاحب	۶ر	محمد خان صاحب	۴ر
رحمت خان صاحب	۴ر	حاکم خان صاحب	۸ر
رحمت علی صاحب	۴ر	گلاب شاہ صاحب	۴ر
حوالدار سرفراز خان صاحب	عہ	محمد خان صاحب	۸ر
میزان	ــــ	میزان	[illegible]

نام	رقم	نام	رقم
میزان پچھلا	ــــ	میزان پچھلا	[illegible]
قاسم علی صاحب	۴ر	اللہ دتا صاحب لیس نائک	عہ
شرف دین صاحب	۴ر	بیوں خان صاحب	۴ر
جہان خان صاحب	۴ر	فتح محمد صاحب	۴ر
دتا خان صاحب	۸ر	شاہ زمان صاحب	۴ر
خان محمد صاحب	۴ر	ولیداد صاحب	۴ر
امام دین صاحب	۸ر	سردار خان صاحب	۴ر
مصطفا خان صاحب	۴ر	دلاور خان صاحب	۴ر
رحمت علی صاحب	۸ر	میران شاہ صاحب	۴ر
فیروز خان صاحب	۸ر	عطا محمد صاحب	۴ر
احمد نواز صاحب	۴ر	محمد نواز صاحب	۴ر
شہبا خان صاحب سپاہی	۷ر	سیف علی صاحب	۸ر
سردار خان صاحب	۴ر	نواب علی صاحب نائک	عہ ر
جان محمد صاحب سپاہی	عہ ر	سید اللہ خان صاحب	عہ
لنگا خان صاحب	۴ر	شادمان خان صاحب	۴ر
علی شان صاحب	۸ر	امام دین صاحب لیس نائک	عہ ر
چمن خان صاحب	۸ر	ابدالی خان صاحب سپاہی	عہ ر
فضل کریم صاحب	۸ر	گلاب خان صاحب	۸ر
اللہ دتا صاحب	۴ر	شیر محمد صاحب	۴ر
گھنیا خان صاحب	۵ر	ماجھی خان صاحب	۸ر
حوالدار حبیب خان صاحب	۸ر	لعل خان صاحب	۴ر
جہان داد صاحب	۸ر	نور محمد صاحب	۸ر
مولوی سلطان محمود صاحب	۸ر	حوالدار مہر دین صاحب	عہ ر
باغ علی صاحب	۴ر	حیدر خان صاحب	۱ر
کمیں خان صاحب	۴ر	شجادل خان صاحب	۴ر
طالب خان صاحب	۴ر	علی احمد صاحب	۴ر
محمد یعقوب صاحب	۴ر	منگو حجام	۸ر
محمد افسر صاحب	۸ر	فیروز الدین صاحب خیاط	۳ر
سلطان علی صاحب	۸ر	احمد خان صاحب	۴ر
پیر بخش صاحب	۴ر	خدا بخش صاحب	۲ر
میران بخش صاحب	۴ر	گلاب خان صاحب	۶ر
مدد خان صاحب	۴ر	محمد خان صاحب	۶ر
عبداللہ خان صاحب	۱۰ر	سید غلام مجتبیٰ صاحب	۷ر
فتح محمد صاحب	۴ر	حمید اللہ صاحب	۸ر
عندال خان صاحب	۴ر	مولاداد صاحب سپاہی	عہ ر
فتح خان صاحب	۴ر	کمالا خان صاحب	۴ر
شیر خان صاحب	۴ر	اللہ دتا صاحب	۸ر
جہانداد صاحب	۸ر	فضل داد صاحب	۳ر
مولا بخش صاحب سپاہی	عہ ر	سرخرو خان صاحب	۸ر
جماعت علی شاہ صاحب	۸ر	نقو خان صاحب سپاہی	عہ
غلام محمد صاحب	۴ر	فضل الٰہی صاحب	۴ر
علی گوہر صاحب	۲ر	گلجان صاحب	۲ر
صاحبداد صاحب	۴ر	عنایت بہشتی	۴ر

میزان کل [illegible] منی آرڈر کمشن ۱ا ر
بقایا منی آرڈر [illegible]

"فلسفۂ توحید"

خواجہ حسن نظامی ساکن "حجرہ دین بسیرا" دہلی کا ایک مضمون عنوان بالا سے نظام المشائخ بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں شائع ہوا ہے۔ چونکہ مضمون فی نفسہ مفید اور نفع رسان ہے اس لئے ہمارے ایک نامہ نگار نے اسکو منظوم کرکے برائے اشاعت ارسال کیا ہے۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل کرتے ہیں (ایڈیٹر)

مجھکو تیری ہی قسم شرک سے نفرت ہے مجھے
تیری توحید سے اے یار محبت ہے مجھے
شرک سے جبکہ خداوند ہے نفرت رکھتا
اُس کا بندہ بھی بتوں کی نہیں چاہت رکھتا
کل مذاہب کی بنا نغمۂ توحید ہی ہے
کل رسولوں کی صدا نغمۂ توحید ہی ہے
ہر پیغمبر ہی پیغام خدا سے لایا
اسے جتنے کے ہیں احکام خدا سے لایا
اس کی خاطر ہی خداوند نے بھیجی توریت
وید و انجیل میں موجود ہیں اس کی آیات
سخت احکام ہیں قرآن میں اس کے ہی لئے
ہے جو تاکید ہے وہ تاکید ہے اس کے ہی لئے
شرک سے بڑھ کے نہیں ظلم و ستم کوئی بڑا
ہے یہ قرآن میں ارشادِ خداوند لکھا
صاحبو! غور کرو شرک میں ہے بات وہ کیا
جس سے ہو جاتا ہے ناراض خدائے یکتا
کیا زنا سے بھی نظر آتا ہے یہ جرم بڑا
جس سے عفت پہ زنا کار ہے حملہ کرتا
اس نے چوری سے بھی بڑھکر کہیں آفت ڈھائی
مے پرستی سے خرابی کہیں اس سے آئی
سینکڑوں جرم ہیں جو اس سے بڑے ہیں یارو!
شرک ظاہر میں نظر آتا ہے ادنےٰ سیانو
بات اتنی ہے فقط غیر کی مانی عظمت
مثلِ خالق کے بھی مخلوق کی جانی عزت
سخت جرموں سے بتایا گیا بدتر اس کو
جرم کی صف میں رکھا سب سے ہے بڑھکر اسکو
بات یہ ہے کہ خدا غیر نہیں ہو سکتا
اُلفت غیر تو سینہ میں نہیں بو سکتا
فلسفہ شرک کا ہے غور کے قابل حضرات!
اس کی جانب بھی کرو فکر کو مائل حضرات!
جاندار وں میں درختوں میں ہے اس سے نفرت
آم و خرما بھی نہیں غیر کی رکھتے اُلفت
چھوٹے پودوں کو سمجھتے ہیں وہ شرک اکثر
بڑھنے دیتے ہیں کہاں سائے میں اپنے اکثر
وہ سمجھتے ہیں زمیں صرف ہے اُن کی جاگیر
غیر کے بڑھنے سے رہتی نہیں اُن کی توقیر
اجنبی گھاس کو اغیار سمجھتے ہیں کسان
اس کے رہنے سے سمجھتے ہیں سراسر نقصان
اپنے کھیتوں میں نہیں غیروں کی شرکت بھاتی
اُن کے رہنے سے گھٹی جاتی ہے اُن کی چھاتی
خواہش شیر ہے جنگل میں نہ آئے کوئی شریک
سارے تابع رہیں آگے رہیں اُسکے ہی وہ نزدیک
سانڈ کو کب یہ گوارا ہو کہ دیکھے وہ حریف
اُس کو لڑ بھڑ کے بھگا دیتا ہے کرتا ہے ضعیف
جانور جتنے ہیں احوال یہی ہے اُن کا
غیرتِ وحدتِ خالص ہی ہر اک ہے رکھتا
شرک سے دل میں ہر اک شے کی ہی بیزاری ہے
شرک کرتا ہے وُہی جس کی خرد ماری ہے
مردمی جس میں ہے غیرت کی حرارت جس میں
صاف آتی ہے نظر شرک سے نفرت اُس میں
جس میں غیرت و حمیت نہیں کچھ بھی باقی
اُس سے راضی نہ کبھی ہوگا ہمارا ساقی
گر حمیت کی کوئی رگ ہو رہے شرک سے دُور
گر ہو غیرت تو رہے شرک کی عادت سے نفور
اپنے محبوب سے مطلوب سے شرکت نہ کرو
ظلم ایسا نہ کرو ایسی حماقت نہ کرو
اپنی خوبی میں جو یکتا ہے خدا وہ ہی تو ہے
حسن بے مثل جو رکھتا ہے خدا وہی تو ہے
اُس کی چاہت ہے اگر اُسکے بناؤ نہ رقیب
جان سے دل سے رکھو حضرتِ رحمٰں کو حبیب
بوئے انسان رہے تجھ میں کہ انسان ہے تو
خوئے حیوان نہ آنے کہ نہ حیوان ہے تو
شجر و حیواں کو جب شرک سے بیزاری ہو
ہے ستم تجھ پہ اگر اس کی [illegible] طاری ہو

---

1. آم کے باغ میں خرما کے اور خرما کے باغ میں آم اچھی طرح نہیں پھولا پھلا کرتے۔
2. بڑے درختوں کے سائے میں چھوٹے درخت نہیں بڑھا کرتے ہیں۔
3. سجار سانڈ جو گائیوں کے گلہ میں رکھا جاتا ہے۔
4. ساقیٔ کوثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے۔ آپ اس سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے۔ کہ جسکو خدا تعالےٰ کے لئے غیرت نہیں ہے اور وہ اس کے ساتھ [illegible]

اخبار و سِیَر

داعی یثرب

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

(از حاجی معین الدین ندوی رفیق دار المصنفین)

صحابہ کرام میں بڑے بڑے ارباب فضائل اور بڑی بڑی خوبیوں کے بزرگ گذرے ہیں، حضرت خالدؓ سیف اللہ تھے، حضرت علیؓ اسد اللہ تھے، حضرت ابن عباس حبر الامہ تھے، حضرت ابوذر مسیح الاسلام تھے، حضرت ابو عبیدہ امین الملہ تھے، لیکن جن بزرگ کا نام میں نے سر عنوان پر لکھا ہے اُن کے محاسن کا سر عنوان صرف ایک ہے یعنی یہ کہ وہ یثرب کے معلم اوّل تھے۔

سنہ ۱۲ نبوی میں سرزمین یثرب کے صرف ۱۲ آدمیوں نے حضرت داعی اسلام علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی، اسکے ایک سال بعد یہ تعداد بہتر تک پہنچ گئی۔ اور چند مہینے کے بعد جب آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ تو شہر یثرب کا کوئی گھر ایسا نہ تھا۔ جو پرتو اسلام سے منور نہ ہو، یہ حیرت انگیز انقلاب صرف ایک تربیت یافتہ نبوت کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ اُن کا نام مصعب بکنیت ابو محمدؐ، باپ کا نام عمیرؓ ہاشم کے پوتے اور عبد مناف کے پرپوتے تھے، مکہ وطن تھا، نہایت حسین وخوشرو، اور ماں باپ کے بہت لاڈلے تھے، خدا نے گھر میں دولت بھی دی تھی، دونوں نے لخت جگر کو آغوش محبت میں نہایت ناز و نعمت سے پالا تھا، عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اُس زمانہ میں میسر آسکتی آسکتی تھی۔ وہ اُن کے لئے مہیا ہوتا تھا، ناز و نعمت سے پل کر بچپنے نے جب شباب کی منزل میں قدم رکھا۔ آوازۂ اسلام کانوں میں آیا، خدائے پاک نے حسن ظاہری سلامت ذوق، اور طبع لطیف کے ساتھ اُنکے آئینۂ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ پیلائے حقیقت کے خط و خال نے فریفتہ کرلیا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہوکر شیدائیان اسلام میں داخل ہو گئے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلعم ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزین تھے اور فدا کاران اسلام کے لئے مکہ کی سرزمین مصیبتوں کا آسمان بن رہی تھی، اس بناء پر حضرت مصعب نے ایک عرصہ تک اپنے نئے عقیدہ کو مخفی رکھا۔ چھپ چھپ کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے اور جمال مبارک سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے، ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا، اُنکی ماں اور اہل خاندان کو خبر کردی، اس کفرستان میں اسوقت معبود حقیقی کے آگے سر نیاز خم کرنا کوئی خفیف جرم نہ تھا، والدین نے سُنا، تو تمام مادرانہ محبت اور پدرانہ شفقت فتنہ غیظ و غضب اور بغض و انتقام سے مبدل ہوگئی، اور بالآخر اپنے لاڈلے اور نازپروردہ فرزند کے لئے قید تنہائی کی سزا پسند آئی۔ اسلام کے شیدائی نے یہ گوارا کیا، لیکن ایک کو دو نہ کہا۔

مزاج قدرتاً لطافت پسند تھا، حضرت مصعب اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے، حضرمی جوتا جو اس زمانہ میں صرف امراء کیلئے مخصوص تھا وہ اُنکے روز کام میں آتا غرض اُنکے وقت کا اکثر حصہ آرائش و زیبائش اور ذالعن مشکیں کے سنوارنے میں بسر ہوتا تھا، لیکن جب اسلام لائے تو شراب توحید نے کچھ ایسا مست کردیا، کہ تمام تکلفات بھول گئے ایک روز دربار نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف ایک کھال کا ٹکڑا تھا، جس میں جا بجا سے پیوند لگے ہوئے تھے صحابہ کرامؓ نے دیکھا، تو سب نے عبرت سے گردنیں جھکا لیں آنحضرت صلعم نے فرمایا، الحمد للہ اب دنیا اور تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہئے، یہ وہ نوجوان ہے، جس سے زیادہ مکہ میں کوئی نازپروردہ نہ تھا۔ لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے اسکو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔

ہجرت حبش حضرت مصعب ایک عرصہ تک قید کے مصائب سے تنگ آکر بالآخر ترک وطن پر آمادہ ہوئے۔ اور شائقان امن و سکون کے ساتھ سرزمین حبش کی راہ لی، اس نازپروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم و نازک کپڑوں کی حاجت تھی، نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش وتنعم کی فکر، جلوۂ توحید کے صرف ایک نظارہ نے تمام فانی ساز و سامان سے بے نیاز کردیا۔ ایک مدت کے بعد حبش سے پھر مکہ واپس آئے۔ تو خود انکی ماں کو ان پریشان حالی پر رحم آگیا، اور گذشتہ مظالم کے اعادہ سے باز آگئی۔

سے اصابہ تذکرہ مصعب بن عمیر [illegible]، سے طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۸۸، سے [illegible]

تعلیم دین و تبلیغ اسلام اس اثناء میں خورشید اسلام کی ضیا بار اُنکی شعاعیں کوہ فاران کی چوٹیوں سے گذر کر وادی یثرب تک پہنچ چکی تھیں، اور مدینہ منورہ کے ۱۲ معززین نے موسم حج میں داعی توحید کو لبیک کہا تھا" چونکہ رسم بیعت ایک گھاٹی کے اندر ادا ہوئی تھی، اس لئے تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

مدینہ کی اس نومسلم جماعت نے دربار نبوت میں درخواست بھیجی کہ اُنکی تعلیم و تلقین اور گمراہان یثرب کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی معلم دین و ہادی باخبر کا تقرر فرمایا جائے، حضرت سرورِ کائنات کی نگاہ جوہر شناس نے اس خدمت کے لئے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو منتخب کیا، اور چند اسرار و نکات کی تعلیم کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمادیا۔ اسوقت تک تبلیغ اشاعت اسلام کا کام مہبط وحی و الہام علیہ السلام کے سواء اور کسی نے انجام نہیں دیا تھا، یہ پہلا موقع ہے۔ کہ فیض یافتگانِ نبوت میں سے ایک کو نیابت کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔ مصعب اب مصعب نہ تھے وہ نائب رسول تھے وہ اسلام کے سب سے پہلے داعی بنکر سرزمین یثرب کو سدھارتے ہیں۔ آؤ دیکھیں کہ وہ اس نیابت کا فرض کس طرح انجام دیتے ہیں، اس سرزمین میں جو موسیٰ کی شریعت کا مرکز اور بنی اسرائیل کی حکومت کا تختگاہ ہے لوائے محمدی کس طرح بلند ہوا اور آسمان کی ایک نئی بادشاہی کا کس طرح اعلان کرتے ہیں۔

حضرت مصعب مدینہ پہنچکر حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر جو پہلے مسلمان ہوچکے تھے۔ فروکش ہوئے۔ یہ خیال فضول تھا، تمام اہل یثرب استماع حق کے لئے کسی مجمع میں خود جمع ہوسکینگے۔ حضرت مصعب نے پُر درد اور شائقین قبول کی گھر گھر تلاش شروع کی۔ دعوت و تبلیغ کے لئے انہوں نے پُر زور دلائل کا انتخاب نہیں کیا۔ توحید کی سچائی پر انہوں نے فلسفیانہ براہین کی جستجو نہ کی، قرآن کی حقانیت پر اُس کی بےنظیر فصاحت و بلاغت کا دعویٰ نہیں کیا، رسالت کی تصدیق کے لئے انہوں نے پیغمبر کے معجزات نہیں گنائے۔ صرف ایک ہی چیز اُن کے پاس تھی، قرآن حکیم کی چند سورتیں جو اسوقت نازل ہوچکی تھیں۔ جہاں جاتے پڑھکر سُناتے یہی اُنکے دلائل کا ذخیرہ فلسفیانہ براہین کا سرمایہ اور محیر العقول معجزات کا خزینہ تھا مخالفت کے بادہائے خاسد پہاڑ بنکر سامنے آئے لیکن اُنکی تاثیر سے چند منٹ میں ذرات بنکر اُڑ جاتے ہیں۔

اس طرح جب یثرب میں اسلام نے گھر کرلیا تو تلاوت قرآن اور تبلیغ کیلئے حضرت اسعد کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے محلہ میں لوگوں کو جمع کرتے۔ ایک روز وہ حسب معمول بنی ظفر کے محلہ میں چند مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ کہ قبیلہ عبد الاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے رفیق اسید بن حضیر سے جو قبیلہ کے سردار اور معزز تھے کہا "اس اسلام کے واعظ کو جو یہاں آکر ہمارے ضعیف الاعتقاد عزیزوں کو گمراہ کرتا ہے اپنے محلہ سے نکال دو اگر اسعد سے مجھکو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں ہم کو اسکی تکلیف نہ دیتا، یہ سن کر اسید نے نیزہ اٹھایا، اور حضرت مصعب اور حضرت اسعد کے پاس آکر خشم آلود لہجہ میں کہا، "تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے کہ بیوقوفوں کو گمراہ کرو؟ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو بہتر ہے کہ ابھی یہاں سے چلے جاؤ" حضرت مصعب نے اس آگ کو آگے نہیں بڑھنے دیا، انہوں نے اس پر پانی کے چھینٹے دیئے اور نرمی کیساتھ کہا "اسید، تم پہلے بیٹھکر ہماری باتیں سُنو۔ اگر پسند آئے قبول کرو۔ ورنہ ہم خود چلے جائینگے"! اسید نے کہا" ہاں یہ سچ ہے، کہو کیا کہتے ہو" یہ کہکر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر بیٹھ گئے، حضرت مصعب نے حسب دستور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھکر سُنائیں دیکھنا تھا کہ پتھر کا دل موم تھا، بیتاب ہوکر بولے کیسا اچھا مذہب ہے کیسی بہتر ہدایت ہے۔! مجھے جلد بتاؤ کہ اس مذہب میں داخل ہونیکا کیا طریقہ ہے حضرت مصعب نے کہا، پہلے نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہنو۔ پھر صدق دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرو۔ انہوں نے فوراً اس ہدایت کی تعمیل کی۔ اسلام زندگی کا یہ جوش ہے ابھی حضرت اسید کے اسلام کو چند منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ فرض تبلیغ کا احساس خود اُنکے دل میں بھی پیدا ہوا۔ بولے "میرے علاوہ ایک اور شخص ہے جسکو راہ راست پر لانا ہوگا، اگر وہ اس دائرہ میں داخل ہوگیا تو تمام قبیلۂ عبد الاشہل اُس کی پیروی کریگا۔ میں ابھی اسکو آپ کے پاس بھیجتا ہوں"

حضرت اسید اب بزم احباب میں واپس آئے، تمام مجمع نے دیکھا کہ غیظ و غضب کی جگہ چہرہ پر عشق و محبت کا نور تاباں ہے سعد بن معاذ نے دور ہی سے دیکھکر کہا" خدا کی قسم اس شخص کی حالت میں ضرور کچھ انقلاب ہوگیا ہے اور جب قریب آئے تو پوچھا کہو کیا کر آئے؟ حضرت اسید نے جواب دیا۔ خدا کی قسم وہ دونوں بھی خوف زدہ نہ ہوئے۔ میں نے اُن کو منع کیا تو بولے کہ ہم وہی کرینگے جو تم پسند کروگے لیکن میں نے سُنا ہے کہ بنی حارثہ تمہارے اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے نکلے ہیں تاکہ اس طرح تمہاری تذلیل ہو چونکہ بنی حارثہ اور عبد الاشہل میں دیرینہ عداوت تھی اسلئے حضرت اسید کا افسون کارگر ہوگیا، سعد بن معاذ جوش غضب میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور تخالف مذہبی کے باوجود اسعد کی مدد کیلئے روانہ ہوگئے لیکن یہاں بالکل امن و سکون تھا، سمجھ گئے کہ اُسید نے ان دونوں سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے ایک موقع پیدا کیا ہے۔ پھر فوراً مذہبی تعصب سے بھر گیا اور خشمگین لہجہ میں بولے ابو امامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا۔ تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ تمہیں کیونکر ہمارے محلہ میں ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت ہوئی جسکو ہم سخت ناپسند کرتے ہیں؟

حضرت مصعب پھر آگے بڑھے۔ اور کانوں میں وہ افسون پھونکا جو بارہا تجربہ سے کامیاب ہوچکا تھا سُننے کے ساتھ حضرت سعد محو اسلام تھے۔ اُسیوقت اسلام کے حلقہ بگوشی میں داخل ہوئے۔ اسلام نے پھر اپنا کام کیا اور وہی تبلیغ کا نشہ اب اُنکے سر میں بھی تھا۔ جوش اور ولولہ سے لبریز اپنے قبیلہ میں آئے اور سوال کیا" اے بنی عبد الاشہل" بتاؤ میں تمہارا کون ہوں؟ سب نے بیک آواز کہا، "تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو" بولے خدا کی قسم تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے گفتگو کرنا مجھپر حرام ہے جب تک تم خدا اور اُسکے رسول پر ایمان نہ لاؤ" یہ الفاظ ابھی فضا میں گونج رہے تھے۔ کہ عبد الاشہل کا تمام قبیلہ دائرہ اسلام میں داخل تھا۔

حضرت مصعب ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان رہے۔ لیکن جب بنی نجار نے اُن پر تشدد شروع کیا تو بنی نجار جو چند ہی روز کے بعد اسلام کے دست و بازو اور مقدم رسول کے لئے سب سے زیادہ بیتاب تھے۔ تو حضرت سعد بن معاذ کے مکان پر اٹھ آئے اور یہیں سے خورشید اسلام کی [illegible] کا مژدہ سُناتے رہے۔ یہاں تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند گھروں کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر اس نور سے روشن ہوگئے۔

مدینہ میں جمعہ قائم کرنا یثرب میں مسلمانوں کی ایک معتدبہ جماعت پیدا ہوگئی اور اب دوسرا فرض بھی عائد ہوگیا۔ حضرت مصعب نے دربار نبوت سے اجازت حاصل کرکے حضرت سعد بن خیثمہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ کی بنیاد ڈالی، پہلے کھڑے ہوکر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا، پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھائی، نماز کے بعد حاضرین کی ضیافت کیلئے ایک بکری ذبح کی گئی، اس طرح وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک دفعہ برادران اسلام کو باہم بغلگیر ہونے کا موقع دیتا ہے پہلے پہل حضرت مصعب بن عمیر کی تحریک سے یثرب میں قائم ہوگیا۔

سے سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۳۹ و خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۶ سے طبقات [illegible] جلد ۳ صفحہ ۸۳

جلد ۴ | بلڈنگ المسیح لاہور | چہارشنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۳ جون ۱۹۱۷ عیسوی | نمبر ۱۱۹

مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
مے درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب
کور چشم آناں کہ در انکار ہا افتادہ اند
بشنوید اے طالباں کز غیب بکنند ایں ندا
مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند
صادقم در طرف مولے بانشانہا آمدم
صد در علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

اے کہ دجالم بخشمت بنز ضال
چوں نترسی از خدائے ذوالجلال
مومنے را نام کافر مے نہی
کافرم گر مومنی با ایں خیال

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیقِ من استادہ اند

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

سوادِ اعظم کیا شے ہے

ایک یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سوادِ اعظم حیات مسیح کا قائل ہے اگر سوادِ اعظم کے یہ معنی ہیں کہ ایک گروہ کثیر ایک طرف ہو تو اس کی بات سچی ہوتی ہے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہود و عیسائی قوم کا بھی سوادِ اعظم تھا۔ وہ اہل کتاب ہی تھے۔ بڑے بڑے عالم فاضل عابداُن میں موجود تھے۔ ان کے معیار سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں انکی شہادت معتبر مان لینی چاہئے۔ اصل سوادِ اعظم وہ لوگ ہیں جو حقیقی طور پر اللہ کو مانتے ہیں۔ اور علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ پر انکا ایمان ہے۔ اور ان کی شہادت معتبر ہوتی ہے بھلا سوچکر دیکھو کہ جس راہ میں بچھو، سانپ اور درندے وغیرہ ہوں کیا دس ہزار اندھے اس کی بنسبت یہ کہیں کہ یہ راہ اختیار کرو۔ تو کوئی اُن کی بات مانیگا۔ اور جو اُن کے پیچھے چلینگے۔ وہ سب مرینگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں علےٰ وجہ البصیرت بلاتا ہوں اگرچہ آپ ایک فرد واحد تھے۔ لیکن آپ کے مقابل ہزار ہا منکرین کی بات قابلِ اعتبار نہ تھی۔ جو آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ اب سوقت ایک سوادِ اعظم نہیں ہے بلکہ کئی سوادِ اعظم ہیں۔ افیونیوں۔ بھنگیوں چرسیوں۔ شرابیوں وغیرہ کا بھی ایک سوادِ اعظم ہے۔ مخلوق پرستوں کا بھی ایک سوادِ اعظم ہے۔ تو کیا ان لوگوں کے اقوال کو سند پکڑا جاوے۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ کہ شاکر اور سمجھدار بندے ہمیشہ کم ہوتے ہیں۔ جو کہ حقیقی طور پر قرآن پر چلنے والے ہیں اور خدا تعالےٰ نے اُن کو اپنی محبت اور تقوے عطا کیا ہے۔

وہ خواہ قلیل ہوں مگر اصل میں سوادِ اعظم وہی ہے!

اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اُمّۃ کہا ہے۔ حالانکہ وہ ایک فرد واحد تھے۔ مگر سوادِ اعظم کے حکم میں تھے۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جو لوگ شرارتوں منصوبوں اور حیلہ بازیوں میں رہتے ہیں۔ اُن کا عمل ایک بالشت بھی آسمان پر جا سکے۔ اور وہ اُن نیک بندوں کے برابر ہوں۔ جن کی عظمت خدا کی نظر میں ہے۔ عبداللطیف ہی کی ایک نظیر دیکھ لو۔ کہ بار بار موقعہ ملا کہ جان بچا وے۔ مگر اُس نے یہی کہا۔ کہ میں نے حق کو پالیا۔ اس کے آگے جان کیا شے ہے۔ سوچکر دیکھو کیا جھوٹ کیواسطے دیدہ دانستہ کوئی جان جیسی عزیز شے دے سکتا ہے۔

ایک بدنصیبی ان لوگوں کی یہ ہے۔ کہ آکر صحبت حاصل نہیں کرتے اور دُور دُور رہتے ہیں اُن کے اسلام کی مثال ایک تصویر کی مثال ہے کہ اس میں نہ ہڈی نہ گوشت نہ پوست نہ خون نہ روح اور پھر اُسے انسان کہا جاوے۔ اپنی کثرت پر ناز کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کی عزت نہیں کرتے حالانکہ اس کثرت پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی ہے۔ آپ نے دو گروہوں کا تو ذکر کیا ہے۔ ایک اپنا اور ایک مسیح موعود کا۔ اور درمیانی زمانہ کو جس میں اُنکی تعداد کروڑوں تک پہونچی۔ اور کثرت ہوئی فیج اعوج کہا ہے۔ پھر اصل میں یہ کثرت بھی نہیں ہے۔ خود ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے ہر ایک کا الگ الگ مذہب ہے۔ ایک دوسرے کی تکفیر کر رہا ہے جب یہ حال ہے تو کیا خدا کی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہ آوے گا۔ خود انھیں میں سے ہیں جو مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ مسیح اسی میں سے ہوگا۔ حدیثوں میں امامکم منکم موجود ہے سورہ نور میں منکم ہے۔

معراج میں آپؐ نے اسرائیلی مسیح کا حُلیہ اور دیکھا اور آنے والے اپنے مسیح کا اور حُلیہ تبلایا۔ پھر کیا یہ سچ نہیں ہے۔ کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر سب انبیاء فوت ہو چکے ہیں ان تمام نبوتوں کے بعد … آنکو کیا چاہئے۔

عذاب کی کثرت

وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْھَا عَذَابًا شَدِیْدًا یہ آیۃ اسی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ اس میں ہلاکت اور عذاب مختلف پیرایوں میں ہے۔ کہیں طوفان ہے کہیں زلزلوں سے کہیں آگ کے لگنے سے اگرچہ اس سے پیشتر بھی یہ سب باتیں دنیا میں ہوتی رہی ہیں مگر آجکل ان کی کثرت خارق عادت کے طور پر ہو رہی ہے جسکی وجہ سے یہ ایک نشان ہے اس آیت میں طاعون کا نام نہیں ہے صرف ہلاکت کا ذکر ہے خواہ کسی قسم کی ہو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس قوت اور پوری توجہ سے لوگوں نے دنیا اور اس کے ناجائز وسایل کو مقدم رکھا ہوا ہے اور عظمت الٰہی کو دلوں سے اٹھا دیا ہے اب صرف وعظوں کا کام نہیں ہے کہ اس کا علاج کر سکیں عذاب الٰہی کی ضرورت ہے

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایبٹ آباد میں

سکرٹری صاحب کی طرف سے ضروری اطلاع

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت ایبٹ آباد پہنچ گئے۔ آں ممدوح کا ارادہ ہے کہ اس دفعہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ کی تکمیل میں اپنا وقت خرچ کریں سلسلہ اس کے گذشتہ موسم سرما میں آپ کی صحت اچھی نہیں رہی۔ مگر باوجود اس کے ترجمۃ القرآن کے پروف دیکھنے اور دیگر تصانیف کے کام میں مصروف رہتے ہیں چنانچہ آپ نے چار رسالے انگریزی میں عام اسلام و سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین۔ اور اللہ تعالےٰ آں ممدوح کو اس تبدیلی آب و ہوا سے کامل صحت عطا فرماوے۔ اور آپ بیش از بیش خدمات دینی کو سرانجام دے سکیں۔ آمین۔

چونکہ زیادہ تر وقت حضرت امیر کا ترجمۃ القرآن اردو پر صرف ہوگا اس لئے اسدفعہ سارے قرآن مجید کا درس نہیں ہو سکیگا۔ معمولی درس قرآن کا ہوگا۔ رہایش کے لئے اسدفعہ ایک مختصر سی کوٹھی کا انتظام حضرت امیر قوم کے لئے ہو سکا ہے۔ مہمانوں کے لئے کافی گنجایش نہیں ہے۔ اس لئے جو اصحاب درس قرآن کی خاطر وہاں جانا چاہیں حضرت امیر سے پہلے خط و کتابت کر کے اجازت حاصل کر لیں۔ خاکسار مرزا یعقوب بیگ سکرٹری۔

اسلامیہ لائبریری

اشاعت اسلام کو اپنا نصب العین قرار دے لینے کے بعد اور میدان عمل میں قدم بڑھانے سے پیشتر مرد میدان پیدا کرنے کا سوال ہے جس کا انحصار اسلامی لٹریچر سے کامل واقفیت اور غیر مذاہب کی کتب کے مطالعہ پر ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے لائبریری قایم ہو چکی ہوئی ہے مگر اس کی موجودہ صورت بالکل نامکمل ہے۔ اشاعت اسلام کے شیدائیوں سے التماس ہے کہ ان کے پاس جس قدر کتابیں اسلام کی تائید میں ہوں یا تردید میں لائبریری کو مرحمت فرما کر مشکور فرماویں اہل قلم حضرات اپنی تصنیف کا ایک ایک نسخہ ضرور عنایت فرماویں۔ لائبریرین اسلامیہ لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فہرست چندہ جماعت احمدیہ شملہ

بابت ماہ اپریل و مئی ۱۹۱۷ء معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر

۱۔ مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے سیڈیکل برانچ (زکوۃ فنڈ)
۲۔ منشی امام خاں صاحب سیالکوٹ۔ حال وارد شملہ
۳۔ بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس شملہ
۴۔ شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر 〃 〃
۵۔ منشی عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس۔ ریلوے بورڈ
۶۔ شیخ عبدالحق صاحب کلارک اگزیمینر آفس شملہ نابھہ ہوس
۷۔ شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس

میزان کل

چندہ برائے سکول از جماعت احمدیہ شملہ

بابو منشی عبدالرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ … جناب بابو بشیر احمد …

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ مورخہ ۱۳ جون سنہ ۱۹۱۶ء - نمبر ۱۱۹

مولوی غلام رسول راجیکی کی جوابات پر ایک نظر

نمبر (۳)

خلیفہ رشید الدین اور میاں صاحب پر دھوکا دہی کا الزام

تیسرا سوال: - خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی کا نکاح غیر از جماعت کے ساتھ ہونے کے متعلق ہے یعنی یہ کہ اگر کل مسلمان جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہیں کی بلا استثناء کافر ہیں - تو کیوں حضرت مسیح موعودؑ نے خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی غیر از جماعت کو دینے کی رضامندی دی - کیوں حضرت مولینا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح اسی غیر از جماعت کے ساتھ پڑھایا اور خود میاں صاحب اُس کی برات وغیرہ میں شریک ہوئے - یہ سوال کئی بار کیا گیا ہے اور آج تک اسکے مختلف جوابات قادیان سے ملے ہیں - کبھی تو کہا جاتا ہے کہ لڑکی ہی غیر احمدی تھی اس لئے غیر احمدی یعنی کافرہ لڑکی کا نکاح غیر احمدی یعنی کافر مرد کے ساتھ کر دینے میں حرج نہیں کبھی یہ بھی کہدیا گیا کہ بھلا میاں صاحب اسوقت کوئی صاحب اختیار تھے کہ اس نکاح کو نہ ہونے دیتے - گویا اگر میاں صاحب اختیار ہوتے تو خدا جانے مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی کیا کچھ سلوک کرتے - لیکن اس سے تو مطلب نہیں کہ وہ صاحب اختیار تھے یا نہیں - سوال تو یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کا مذہب کیا تھا تو آپ کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے کل نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے تھے - اگر ایسا ہوتا تو آپ کبھی کسی غیر از جماعت کو جنازہ کی اجازت نہ دیتے - افسوس ہے کہ اسکا تو کوئی جواب بن نہیں آتا - اور الٹا جوش جنون میں بعض ایسی ایسی مضحکہ خیز حرکات کر گزرتے ہیں کہ جو مذبوحی حرکات سے کسی صورت میں بھی کم نہیں

مولوی غلام رسول صاحب نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے اور وہ اپنی نوعیت میں ان تمام جوابات سے عجیب تر ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت صاحب نے محض اس بناء پر کہ خلیفہ صاحب بحیثیت احمدی ہونے کے جس لڑکی کی نسبت رشتہ کے متعلق کہتے ہیں وہ ضرور خلیفہ صاحب کے موافق ہی ہوگا - اسلئے آپ نے اپنا لڑکے کے احمدی اور سلسلہ میں داخل ہونے کے خیال پر اجازت کا اظہار فرمایا - اب اس پر یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خلیفہ صاحب کی لڑکی کا رشتہ غیر احمدیوں سے جو کافر تھے کیوں کرایا - کسقدر افترا اور بہتان ہے - اگر یہ صحیح ہے - تو پھر جب حضرت مسیح موعودؑ کو لڑکے کے غیر احمدی ہونے کے متعلق علم ہوا - تو آپ نے اس رشتہ کے متعلق اظہار ناراضگی کیوں فرمایا - پھر اتنا ہی نہیں بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہم حقیقۃ الوحی لکھ رہے ہیں جب ختم ہو جائیگی تو کتاب لڑکے کو دینا - اگر وہ مان گیا - اور احمدی ہوگیا تو رشتہ کر دینا - نہ ہوا تو نہ کرنا - لیکن حقیقۃ الوحی لکھتے لکھتے درمیان میں کچھ عرصہ کتاب کا لکھنا ملتوی ہوگیا تو حضور کی یاد سے وہ بات حکمت الٰہیہ سے اُتر گئی - اسی اثناء میں حضور کا وصال ہوگیا - اور رشتہ کی بات کے متعلق کسی قسم کا تذکرہ نہ چھڑا - اسکے بعد حضرت خلیفہ اول سے بھی جب نکاح خوانی کے متعلق کہا گیا - تو انہی الفاظ میں کہ جو نکاح خوانی کے لئے مؤید اور مفید مطلب تھے - یعنی صرف اتنا حصہ تو ذکر کر دیا گیا کہ حضرت مسیح موعود کی اجازت سے یہ رشتہ ہوا تھا اور یہ نہ ذکر کیا کہ آپ کو لڑکے کے غیر احمدی ہونے کے علم کے بعد ناراضگی ہوئی اور حقیقۃ الوحی کے پڑھنے اور احمدیت کے قبول کرنے کی شرط پر رشتہ دینا قرار پایا"۔

کیا عجیب جواب ہے - لیکن کاش مولوی صاحب یہ بھی بتا دیتے کہ خلیفہ رشید الدین اور خود میاں صاحب جو اسوقت بوجہ ان کے داماد ہونے کے ان تمام حالات سے بخوبی باخبر ہو چکے تھے - جنہوں نے پہلے حضرت مسیح موعود اور پھر حضرت مولینا نور الدین صاحب کو حسب تسلیم مولوی صاحب نکاح خوانی کے لئے مؤید اور مفید مطلب لفظوں میں ذکر کر کے دھوکا دیا - اور یہ جانتے ہوئے کہ لڑکا غیر احمدی ہے - حضرت اقدس سے اس بات کو مخفی رشتہ داروں کی خاطر چھپائے رکھا اور دھوکا دہی سے اجازت حاصل کی - اگر بالفرض خلیفہ رشید الدین نے حضرت اقدس حکم و عدل و ملہم ربانی کو عمداً دھوکا دیا تھا - تو میاں محمود احمد صاحب یا اُن کے ہم جلیسوں نے کیوں نہ حضرت صاحب سے اصل معاملہ بیان کر دیا - اور اس اجازت کی منسوخی کا اعلان کروایا -

مولوی صاحب مدعی سست گواہ چست کی مثال کو پورا کرنے کے لئے تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت صاحب کو لڑکے کے غیر احمدی ہونے کا علم ہوا تو آپ نے اس رشتہ کے متعلق اظہار ناراضگی فرمایا - بلکہ ساتھ ہی فرما دیا - کہ اگر حقیقۃ الوحی پڑھ لینے کے بعد وہ احمدی ہوگیا - تو لڑکی دیدینا ورنہ نہیں - مگر افسوس کہ خلیفہ رشید الدین صاحب اور اُن کے قریبی رشتہ دار نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کو بھی عمداً دھوکے میں رکھ کر اس رشتہ کو ایک غیر احمدی (کافر) کے ساتھ کرنے میں کامیاب ہو گئے - یہ حال ہے میاں صاحب کا اور اُن کے قریبی رشتہ داروں کا - کہ ایک دھوکا دہی کا منصوبہ بنا کر بڑے بڑے عظیم الشان بزرگوں حتی کہ حسب اعتقاد خود ایک اولو العزم نبی کو بھی دھوکا دینے کامیاب ہو جاتے ہیں -

مولوی صاحب نے ہم پر الزام دیا ہے - کہ ہم نے لا تقربوا الصلوٰۃ کی طرح آگے پیچھے کی باتوں کو چھوڑ کر اس معاملہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ جس معاملہ کا حل اب تین سال کے بعد مولوی صاحب کے خشک دماغ میں آیا ہے - اُسے حل کرنے سے میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے حواری یہیں تک لا چار ہیں - اگر مولوی صاحب کی منطق مان بھی جاوے تو نتیجہ یہی ہے - کہ مسیح موعودؑ اور خلیفۃ المسیح ہر دو دھوکہ خوردہ اور خلیفہ رشید الدین اور اُن کے رشتہ دار عمداً دھوکہ دینے والے تھے - جس کے لئے میاں صاحب اور اُن کے خسر خلیفہ صاحب مستحق مبارکباد ہیں کیونکہ یہ وہ خطاب ہے جو خود اُن کے مرید اور "فاضل اجل" مرید نے ان پر دیا ہے - امید کہ انہیں اس سے انکار نہ ہوگا - ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب نے جو حالات اس معاملہ کے اب تین سال بعد سنائے ہیں وہ انہوں نے کہاں سے لئے ظاہر ہے کہ آجتک یہ فرضی حالات سلسلہ کی کسی تحریر میں نہیں آئے - نہ ہی زبانی کبھی یہ بیان ہوئے - بلکہ خود میاں صاحب کا طرز عمل ہمیشہ ہماری تائید میں رہا - کہ وہ لاہور آکر اُن کافروں کے ہاں ٹھہرتے رہے - اور ناراضگی کا اظہار کسی موقعہ پر بذریعہ تحریر یا تقریر نہ فرمایا - حضرت اقدس کی راست اور نبوت بھی عجیب قسم کی ثابت ہوتی ہے - کہ ایک شخص عمداً اصل حالات کو چھپا کر ایک خلاف شرع مسئلہ کا حل اپنی مرضی کے مطابق چاہتا ہے - مگر اس علم کو اس بات کی نبوت نہ ملی - کہ میرے غلط فیصلہ سے معاملہ کہاں تک پہنچیگا - مرم لڑکی اگر غیر احمدی اور مکفر ہے تو اسکا الزام اُسکے والد پر ہے جس نے حضرت صاحب سے جملہ حالات عرض نہ کئے ورنہ اگر لڑکی کو صحبت صالحین نصیب ہوتی تو وہ مکفر نہ ہوتی - اس رشتہ کے ہو جانے سے تو حضرت صاحب پر الزام آتا ہے - چہ جائیکہ اسے خوبی میں شمار کیا جائے مولوی صاحب اخیر میں اسے مستثنیات میں بھی شمار کرنے پر آ گئے ہیں - بہت خوب کیا رسول کریمؐ یا کسی نبی نے کسی کافر کو مسلمان لڑکی بیاہنے کی اجازت کسی صورت میں بھی دی - ہرگز نہیں - پھر یہ استثناء قرآن شریف کے ایک مسلمہ قانون کی خلاف ورزی نہیں تو اور کیا ہے - اور کیا مسیح موعودؑ کا یہ منصب ہے کہ وہ قرآن شریف کے کسی صریح حکم کو استثناء کے ماتحت لا کر اُسے منسوخ کر سکتا ہے -

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "مسیح موعودؑ کے مکفرین اور منکرین کے کافر ہونے کے فتوے کے بعد آیت **لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن** کے رو سے جب غیر احمدیوں کو لڑکی دینا حلال ہی نہیں تو اس صریح حکم کے بعد چون و چرا کرنا کسی مومن اور حق پرست انسان کا کام نہیں ہو سکتا" مولوی صاحب بات تو درست ہے مگر جنہوں نے ایسا فعل کیا - اور پھر جو اس فعل ناجائز و حرام کو سرانجام پاتے ہوئے خاموشی سے دیکھتے رہے - اور اس کے خلاف ذرا بھی آواز نہ اُٹھائی آپ کیوں اُن کو مومنوں اور حق پرستوں میں شمار کرتے ہیں مسیح موعودؑ تو بقول آپ کے ایک امر کو حرام قرار دے مگر خلیفہ رشید الدین صاحب مسیح موعودؑ کے گھر میں بیٹھکر اس امر کا ارتکاب کریں اور میاں صاحب مجلس نکاح خوانی و دیگر ہر موقع پر اُس میں شریک حال رہیں کہاں تک مومنانہ اور حق پرستی پر مبنی کام ہے - پھر اسپر ظلم یہ - کہ چودھویں صدی کا خشک مولوی اسپر استثناء کا پردہ ڈال کر اسے جائز بھی قرار دینے کی کوشش کرتا ہے - اصل بات یہ ہے - کہ مولوی صاحب کے جوابات میں ہی خود اُن کے اپنے اصولوں کی تردید موجود ہے مگر بقول ملّاں آں باشد کہ بند نہ شود - مولوی صاحب ہیں کہ مضمون کو کھینچے جا رہے ہیں -

اخیر میں لکھتے ہیں کہ اگر مسیح موعودؑ کی اس اجازت سے غیر احمدیوں کا مسلمان ہونا استنباط کرنا ہے - تو پیغام والے علیٰ العموم اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے - کیونکہ وہ مکفر ہیں - مولوی صاحب کی یہ دلیل بھی آپ کی روشنی طبع کو ظاہر کرتی ہے - مولوی صاحب ذرا سوچ سے کام لیں - مسیح موعودؑ نے یہ رشتہ پنجاب کے مکفروں میں ہی دینے کی اجازت دی نہ کہ انگلستان یا کسی غیر ملک میں اور افسوس تو یہ ہے کہ ایسے مکفر ایک خاص الخاص احمدی کی لڑکی جو مسیح موعودؑ کا نواسہ بھی ہے - قادیان کی سرزمین سے اور خاص حضرت صاحب کے مکان میں سے سب مولویوں اور میاں صاحبان کی حاضری میں نکاح کر کے لے آئے - اور کسی کے کان پر جوں تک نہ ہلی - اصل میں یہ تحفہ قادیان کے اُن تمام لوگوں پر جو جملہ کلمہ گوؤں کو کافر کہتے ہیں کہ ایک کافر کی لڑکی اُن سب کی موجودگی میں بیاہ کر لے آیا - اور کسی نے زبان تک نہ ہلائی -

مولوی صاحب اپنی خشک دماغی سے مجبور ہو کر خواجہ صاحب کے منہ بھی آئے ہیں مگر یہاں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ حسد کی آگ میں جلنے والوں کے لئے اتنی ہی سزا کافی ہے - کہ وہ خدا کے دین کی کامیابی دیکھ دیکھ کر جلتے رہیں۔

فیصلہ مباحثہ شملہ پچھلے دنوں مباحثہ شملہ کے فیصلہ کا جملہ حصہ جو مسئلہ کفر و اسلام پر جناب ثالث شیخ محمد عمر صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب نے بحق جماعت احمدیہ لاہور دیا تھا - چھپ کر شائع ہو چکا ہے - لیکن اب ہمیں فریق مباحثہ شیخ عبد الحق صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے - کہ فریق ثانی مولوی عمر الدین یہ جھوٹی خبر مشہور کر رہا ہے - کہ وکیل صاحب نے فیصلہ کو بدل دیا ہے اور اسی قسم کی کوئی تحریر اس نے الفضل میں بھی برائے اشاعت بھیجی ہے - شیخ عبد الحق صاحب نے اس کے متعلق جناب ثالث سے خط و کتابت کی ہے - جنہوں نے اس غلط افواہ کی قطعاً تردید کی ہے یہ خط و کتابت ہمیں برائے اشاعت موصول ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے

مکرم و معظم جناب شیخ صاحب محمد عمر بی اے پلیڈر چیف کورٹ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - عرض یہ ہے کہ جو فیصلہ بربنائے تحریرات حضرت مرزا صاحب مشتمل بر مسئلہ کفر و اسلام آپ نے دیا ہے - اور جو کہ بشکل رسالہ اب شائع کیا گیا ہے - اُسکے متعلق عمر دین (قادیانی پارٹی) یہ مشہور کر رہا ہے - کہ وکیل صاحب نے اپنے سابقہ فیصلہ کو جو اس رسالہ میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے تبدیل کر دیا ہے - اور جیسا کہ سنا گیا ہے کہ اب اُس نے اخبار الفضل میں بھی کوئی اسی قسم کی تحریر پبلک کو بدظن کرنے اور مغالطہ میں ڈالنے کے لئے برائے اندراج بھیجی ہے - اور چونکہ اس غیر منصفانہ روش سے جو کہ عمر دین نے اختیار کی ہے بعض سعید روحوں پر جو کہ ہماری طرف ان کی جماعت سے ٹوٹ کر آنے والے ہیں برا اثر پڑ سکتا ہے - آپ از راہ نوازش ...... اپنی دستخطی تحریر سے در بارہ اوہام باطلہ کی تردید کر دیں - تاکہ پبلک فریق مخالف کے دھوکے سے گری ہوئی باتوں کا توجہ احسن موازنہ کر سکے - والسلام
خاکسار عبد الحق احمدی سکریٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

جواب ثالث

اگر مولوی عمر دین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ میں نے اپنا فیصلہ در بارہ مسئلہ کفر و اسلام تبدیل کر دیا ہے - تو یہ صحیح نہیں - اسوقت تک میری رائے یہ ہے
(۱) محض انکار دعویٰ کی وجہ سے مرزا صاحب نے اپنے منکرین کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا -
(۲) مرزا صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف صاحب الشریعت انبیاء یا اُن انبیاء کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے جو احکام جدیدہ لائے ہیں مرزا صاحب ایسے نبی نہیں جو صاحب شریعت ہوں یا احکام جدیدہ لائے ہوں
(۳) مرزا صاحب نے محض اپنے مکفرین اور مکذبین کو کافر کہا ہے اگر یہ ثابت ہو کہ کسی مومن کا مکفر اور مکذب دائرہ اسلام سے خارج ہے تو بیشک مرزا صاحب کا مکفر اور مکذب بھی اسی وجہ تکفیر اور تکذیب کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہوگا - اس میں مرزا صاحب کو دیگر محدثین اور مامورین پر کوئی خصوصیت نہیں مکفرین اور مکذبین سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو مرزا صاحب کو کافر یا کاذب جانتے ہوں - اور مکفر و مکذب مولویوں کے پیرو ہیں -

مولوی عمر دین کی درخواست تجویز ثانی زیر غور ہے - میں ہر وقت اپنی رائے مسئلہ نبوت یا مسئلہ کفر و اسلام کی نسبت تبدیل کرنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ وجوہات معقول ہوں - اسوقت تک میری رائے یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے - میں افسوس کے ساتھ یہ ظاہر کرتا ہوں کہ جو فیصلہ شائع کیا گیا ہے اس میں کتابت کی بیشمار غلطیاں ہیں - اور شاید نتیجہ کو بھی زیادہ واضح طور پر بیان کرنے کی ضرورت ہے

دستخط محمد عمر - مورخہ ۹ جون سنہ ۱۹۱۶ء

پیغام صلح امید کہ اس صاف اور صریح جواب کے بعد کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہیگی۔

پر منحصر ہے۔ کہ وہ چیزیں آنحضرت صلعم نے چھوڑ دیں۔ ایک قرآن دوسرا اہلبیت۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ اب اس خبر کو واقعات سے ہم ملاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن اسوقت "بین الدفتین" ہمارے پاس موجود ہے۔ اور قیامت تک رہیگا۔ مگر اہل بیت بقول تشیع۔ وہ بارہواں حسن العسکری کا فرزند محمد نام مفقود الخبر ہے پتہ ہی اُس کا نہیں۔ اب تفریق۔ قرآن اور اہلبیت میں ظاہر اور باہر ہے اور بارہ سو سال سے یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث یہ کہتی ہے کہ وہ ہر دو باہم جدا ایک دوسرے سے نہ ہونگے۔ اور تم اہلبیت کو قرآن کی صحبت میں ستا رہ اور جس میں نہیں بتلا سکتے اور یہ تمہارے دعوے کے کذب پر دلیل یقین اور روشن ہے۔ اور اس سے روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ کاش تمہارے میں عقل اور سمجھ ہو۔ واقعات نے تو اس حدیث کو جیسا کہ تم اُسکے معنے کرتے ہو۔ موضوع ثابت کر دیا ہے۔ ففہم۔ والسلام علی من اتبع الہدے

خاکسار۔ نذر علی از پشاور۔

حدیث ثقلین اور شیعہ حضرات

بجواب مولوی احمد علی صاحب شیعی

اجی حضرت! آپکا رسالہ شرلیعہ عمالہ المنیفہ المسمیٰ بہ الہدیٰ ملاحظہ سے گذرا۔ سنئے ہمارا اور اہل شیعہ کا اس میں اتفاق ہے کہ جو حدیث یا قول معارض قرآنی ہو وہ باطل ہے۔ چنانچہ کلینی جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ ہر ایک ایسی حدیث جو کتاب اللہ سے معارض ہو وہ مردود ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب اللہ نے فی کی تقسیم یا ہبہ کو جایز نہیں رکھا۔ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء الخ۔ متقدمین شیعہ ہم سے اس بات میں اتفاق رکھتے ہیں کہ باغ فدک فے میں سے تھا۔ چنانچہ متقدمین شیعہ نے اس اعتراض کا کسی مقام میں ذکر نہیں کیا اور فے میں نہ ایک خاص شخص کے لئے ہبہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ تقسیم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ حق مشترک مہاجرین امہات المومنین اور ابن السبیل وغیرہ کا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ذاتی مال نہ تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کسی باغ یا خانگی مال ومتاع کے وارث نہیں ہوئے تھے۔ اگر وارث سے مراد بھی دنیوی مال ہوتا تو اس جگہ دوسرے اٹھارہ بھائیوں کا بھی ذکر کرنا چاہئے تھا کہ وہ کیوں محروم کئے گئے۔ علی ہذا وغیرہ وغیرہ ❖

اجی حضرت سنئے جو کچھ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حکم صادر ہوا وہ نفسانی حکم نہ تھا نہ یہ کہا جاوے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ علیہ السلام کو ایذا دی حدیث میں ایذا کے یہ معنے ہیں جو نفسانی اغراض کی بنا پر دیجاوے۔ لیکن اگر عدالت کے حکم سے کوئی ناراض ہو تو یہ ایذا میں داخل نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ انہی وجوہ سے مجبور تھے اور ان کا حکم خدا کا حکم تھا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دفعہ خود حضرت علی رضہ نے ابو جہل کی لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا جس سے جناب مقدس نبوی کو سخت رنج پہنچا تھا۔ اور یہ ارادہ حضرت فاطمہ رضہ کی سخت ایذا کا موجب تھا ایسے اعتراض کا جواب دینا البتہ سخت مشکل ہے ❖

اجی حضرت سنئے! قرآن مجید فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ بہر حال اولی الامر کے فیصلہ کو منظور کرنا چاہئے۔ اگر یہ لوگ شیعہ لوگ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اولی الامر نہیں سمجھتے تو اس صورت میں اعتراض ہوگا کہ اگر جناب صدیق اکبر رضہ خلیفۃ اللہ غاصب تھے تو کیوں حضرت فاطمہ رضہ ان کے پاس باوجود آیت ستر کے حاضر ہوئیں قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ طاغوت کی طرف ہرگز کوئی اپنا مقدمہ نہ لیجاوے پس اگر بقول شیعہ جناب صدیق اکبر رضہ حضرت فاطمہ رضہ کی نظر میں غاصب تھے تو کیوں حضرت فاطمہ رضہ نے طاغوت کیطرف رجوع کیا۔ کلینی میں بتائید قرآن شریف صاف حدیث لکھی ہے کہ طاغوت کیطرف ہرگز کوئی مقدمہ نہ لیجاوے اگر کوئی مالی نقصان ہوتا ہو تو صبر کر دے یہی وجہ ہے کہ پہلے شیعہ اس معاملہ میں خاموش رہے ❖

اجی حضرت سنئے یہ مال سنیوں کا ہے والذین جاؤ من بعدہم یقولون الخ اب بتاؤ کہ جو اپنے آپ کو حقدار سمجھتے ہیں یعنے شیعہ وہ اگلے صحابہ کے حق میں دعا مانگتے اور مغفرت چاہتے ہیں یا اُن سب کو تبرا بھیجتے ہیں۔ قرآن مجید تو کہتا ہے۔ یہ ان کا حق ہے جو تبرا نہیں بھیجتے یعنی یہ مال ان لوگوں کا ہے جو بعد میں آئینگے اور کہینگے کہ اے ہمارے رب ہماری اور ہماری اُن بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں کسی مسلمان کی نسبت کوئی کھوٹ نہ ہو۔ فتدبر۔

از راقم محمد سیف الدین از پشاور شہر محلہ یکہ توت
حال فیروزپور شہر ۲ جون ۱۹۱۷ء

مکتوبات امیر رضہ

سماع موتیٰ

کسی صاحب نے سمع موتےٰ کے متعلق چند سوالات بذریعہ خط لکھکر بھیجے تھے۔ ان کا مفصل جواب حضرت امیر رضہ کے ارشاد کے مطابق مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے لکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی خود حضرت امیر رضہ نے بھی اصولی رنگ میں اس مسئلہ پر مختصراً روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں ان ہر دو چٹھیات کو برائے افادہ ناظرین کرام شایع کیا جاتا ہے :-

۱۔ مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کے خط کا مفصل جواب میں نے حکیم محمد حسین صاحب سے لکھوایا ہے۔ کیونکہ مجھے فرصت کم تھی۔ ایسے معاملات میں ہمیشہ پہلے ایک اصول قائم کر لینا ضروری ہوتا ہے۔ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی مجموعی شہادت اس بات کی مؤید ہے کہ مُردے سُنا کرتے ہیں۔ خواہ کافر ہوں یا مسلم یا صالح یا نبی یا اُس کے خلاف۔ جو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ اُن میں تو کفار کے بھی سُن لینے کا استدلال اسیطرح ہو سکتا ہے جسطرح صلحاء کے۔ پس کوئی مابہ الامتیاز نہ رہا۔ لیکن جب ہم مجموعی شہادت کو دیکھینگے۔ تو ایسا اعتقاد صاف خلاف قرآن نظر آتا ہے۔ پس ایسے واقعات جن سے خلاف قرآن کوئی استدلال ہو۔ اُن کی ہم لازماً ایسی تاویل کرینگے کہ وہ قرآن کے ماتحت ہو جائیں۔ اور یہی ہر ایک مسلمان کا فرض ہونا چاہئے۔ قرآن نے آخر کوئی اصول قایم کئے ہیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ کہیں کہدے کہ مُردے نہیں سُنا کرتے اور کہیں کہدے کہ وہ سُن لیا کرتے ہیں۔ پس پہلے یہ دیکھنا ہے۔ کہ زیادہ وضاحت کے ساتھ آیات قرآنی سے کونسی بات ثابت ہوگی ہے۔ وہ یہی ہوگی۔ کہ مُردے سُنا نہیں کرتے۔ وہ اور عالم میں ہیں اور ہم اور عالم میں۔ پس اب جس قدر امور سے یا احادیث سے اسکے خلاف کوئی شہادت پیدا ہو اُسکو قرآن کے ماتحت کر لیں گے۔ اور اُس کی مناسب تاویل کر لیں گے۔ ورنہ خدا کے کلام کے سامنے کسی صحابی کا استدلال کوئی حجت بھی نہیں۔ والسلام۔ محمد علی۔

۲۔ جواب سوالات از طرف حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! بجواب خط عرض ہے کہ ہر ایک مولوی اور مشائخ جو علاوہ کتاب اللہ المجید وسنت رسول اللہ الحمید کے کوئی حکم دین اسلام میں کسی اور کتاب سے بیان کرتا ہے وہ ہر طرح رد کرنے کے لائق ہے۔ سرودوں کی مجالس۔ پیرزادوں کے کشف و کرامت۔ مریدوں کا رقص اور وجد کرنا۔ حضرت نبی کریم رؤف رحیم رحمۃ للعلمین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر مانا جانا اور یہ کہ رزق بھی وہی صلے اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے ہیں وغیرہ وغیرہ من گھڑت خانہ ساز وہم و خیال سب کے سب بہتان وافتراء علی اللہ ہیں۔ جو کہ سراسر ثمرہ ونتیجہ سفاہت و جہالت و بیخبری و نادانی کتاب اللہ المجید کا ہے ایسا ہی تقریبات بارہ وفات۔ محرم اور بڑے پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی گیارہویں وغیرہ کا کھانا ولیوں کے عرسوں پر جانا اُن کی قبروں پر نذر و نیاز چڑھانا سب باطل اور حرام ہے۔ یہ اُن پیروں اور سجادہ نشینوں کے خانہ ساز رستے اور طریقے ہیں۔ جنہوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا۔ لوگوں کو سمجھانا چاہئے۔ کہ یہ باتیں اصل اسلام میں یعنے قرآن اور حدیث میں نہیں پائی جاتیں۔ اسلئے ان مذکورہ بالا باطل پیشواؤں کی سند لینا اور اُن کی شفاعت پر بھروسا کرنا سراسر سفاہت اور حماقت ہے سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں قابل اعتبار و اعتماد بطور سند شرعی کے جاننا بھی موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ تصور شیخ کا مسئلہ اور ہمہ اوست کا مسئلہ ہندوؤں کی ایجاد اور ہندوؤں سے ہی لیا گیا ہے قلب جاری ہونیکا مسئلہ بھی ہندوؤں سے ہی لیا گیا ہے۔ قرآن و سنت میں ان باتوں کا ذکر کہیں نہیں۔ قلب جاری ہونا وغیرہ دراصل ایک کمین ہے جو سادہ لوح جہلا کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے کیا جاتا ہے ان خیالی باتوں اور کھیلوں کا اصلاح نفس اور روحانی امور سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا ایسے تمام کھیل خدا سے بُعد کا موجب ہوتے ہیں۔ سمع موتیٰ کا مسئلہ بھی ہندوؤں کی ایجاد ہے۔ جب مُردوں کی آواز دُنیا میں آ ہی نہیں سکتی۔ تو ہماری آواز مُردوں تک کہاں جا سکتی ہے۔ خواہ کوئی نبی ہو یا صدیق۔ خدا تعالےٰ نے اُن کے درمیان اور دُنیا والوں کے درمیان قیامت تک ایک حجاب رکھدیا ہے۔ اسلئے دُنیا والوں کے سب تعلق اُن سے قطع ہیں۔ بعض احمق میت کے ہاتھ میں کچھ آیتیں لکھکر دیدیتے ہیں بعض کفن پر آیتیں لکھدیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا قرآن اور حدیث میں مطلق ذکر نہیں۔ فاتحہ۔ تیجا۔ چالیسواں یہ سب کام بھی ناجائز ہیں اسلام میں ان کی کوئی سند نہیں۔ قبور پر بیٹھکر قرآن پڑھنا بھی شریعت میں ثابت نہیں۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث ہے جس میں قبر پر بیٹھنے سے نہی پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو نسائی جلد اول صفحہ ۲۵۷۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ حتی تحرق خیر لہ من ان یجلس علی قبر

یعنی تم میں سے کسی کا آگ کی چنگاری پر بیٹھکر جلنا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ اگر سماع موتیٰ کا مسئلہ درست ہوتا تو قبر پر بیٹھکر قرآن وغیرہ پڑھنا یا بیٹھنا کیوں منع ہوتا۔ اسی لئے قبرستان میں نذر و نیاز کی نیت سے جانا یا وہاں جاکر منتیں مانگنا جائز نہیں۔ ہاں وہاں جاکر اگر کوئی عبرت سیکھے اور اپنی موت یاد کرے تو جانا جائز ہے ❖

اب میں جناب کے سوالوں کا جواب عرض کرتا ہوں :-

سوال اوّل - اہل قبور کو زندہ آدمی اپنا کلام براہ راست کسی طریقہ پر سُنا سکتا ہے اگرچہ قبر سے کوئی جواب نہ ملے مگر کیا متکلم باور کر سکتا ہے۔ کہ مُردہ نے اس کا کلام کم از کم ضرور سُن لیا ہوگا ❖

الجواب - میت نہ آواز سُن سکتی ہے اور نہ ہم اپنا کلام براہ راست کسی طریقے پر میت کو سُنا سکتے ہیں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان تدعوھم الی الھدیٰ لا یتبعوکم سواء علیکم ادعوتموھم ام انتم صامتون ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صادقین۔ الھم ارجل یمشون بہا ام لھم اید یبطشون بہا ام لھم اذان یسمعون بہا قل ادعوا شرکاءکم ثم کیدون فلا تنظرون ❖

اس آیت سے خوب صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ مرجاتے ہیں اُن کی زندگی کے نہ پاؤں رہتے ہیں نہ ہاتھ نہ آنکھیں نہ کان اور ایسا ہی نہ زبان وغیرہ۔ اور اسی وجہ سے نہ وہ چل سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں نہ پکڑ سکتے ہیں پس یہ کافی ثبوت ہے عدم سماع موتیٰ کا۔ پھر دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انک لا تسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور ایسی ہی بہتیری آیات ہیں۔ جن سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ مُردوں میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ بول سکیں اور کسی کا کلام سُن سکیں اس کے ثبوت کی کیا ضرورت ہے یہ بدیہی بات ہے۔ صرف عقل کے دشمنوں اور کتاب اللہ کے منکروں کا یہ اعتقاد ہو سکتا ہے کہ وہ تو مُردوں کا کلام نہیں سُن سکتے پر مُردے اُن کی کلام ضرور سُن لیتے ہیں ❖

سوال (۲) اگر مُردہ کے ساتھ ہمکلامی کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے یا مُردہ کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ کلام براہ راست سُن سکتا ہے تو اس کی کیا تشریح ہے ؟ آیا وہ صورت قبر کے موقعہ پر جانے کے بغیر پیدا ہو سکتی ہے یا نہ اگر قبر پر جانا ضروری ہے تو زندہ متکلم اور قبر کے درمیان کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کسقدر فاصلہ کا ہونا درکار ہے۔ اور جن مُردوں کو قبر نصیب نہیں ہوئی تو ان کو اپنا کلام سنانے کا کیا ذریعہ ہے۔

الجواب - نہ مُردہ کے ساتھ ہمکلامی کی کوئی صورت اس دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے نہ مُردہ کسی صورت میں ہمارا کوئی کلام براہ راست سُن سکتا ہے خواہ ہم قبر پر جائیں یا نہ جائیں۔ اور خواہ مُردہ کو قبر نصیب ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو خواہ اُسکی قبر کہیں ہو ہمارے پاس اُنکو اپنے کلام سُنانے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اسکے کہ خدا تعالےٰ اور اُسکے ملائکہ اُس کلام کو اُس تک پہنچا دیں۔ خدا تعالےٰ کے ذریعہ ہی مُردہ ہماری آواز سُن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی اپنے ذریعے کوئی خبر اُن کے متعلق ہمکو پہنچاتا ہے۔ رؤیا اور مکاشفہ میں بھی گو کسی مُردہ کی شکل ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور آنکھ بھی اُسکو شناخت کر لیتی ہے کہ یہ فلاں شخص ہے اور انسان رؤیا اور مکاشفہ کی حالت میں مُردہ سے اپنے کو ہمکلام بھی پاتا ہے۔ مگر اس میں بھی قطعی اور یقینی طور پر سوائے خدا تعالےٰ کی اطلاع کے کوئی نہیں بتلا سکتا کہ اُس میت کو بھی اُسوقت یہ علم ہوتا ہے کہ میں اس وقت فلاں کا کلام سُن رہا ہوں۔ یا فلاں کو میں یہ اپنا کلام سُنا رہا ہوں جس طرح عالم مثال یعنی رؤیا میں ہم ایک زندہ سے ہمکلام ہوتے

کوٹ موکھل کی جرائم پیشہ آبادی

گذشتہ اشاعت میں ہم نے ضلع سیالکوٹ میں کوٹ موکھل کی جرائم پیشہ آبادی کا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سپرد ہونے کی خبر شائع کی تھی۔ بمقام مسرت ہے کہ انجمن نے اس گاؤں میں اپنا تسلط جمانے اور وہاں کے جرائم پیشہ لوگوں کی جو کہ چوری کے پیشہ کے ہمیشہ سے عادی ہیں۔ اصلاح کرنے شروع ہی میں نمایاں جد و جہد سے کام لینا شروع کر دیا ہے جو بحمداللہ کامیاب نظر آتی ہیں۔ گاؤں کا چارج ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب جیسے قابل سمجھدار اور شفیق انسان کو دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ بہت کچھ نتائج حسنہ کا موجب ہوگا۔ بلکہ ابھی سے عمدہ نتائج کی خبریں سننے میں آ رہی ہیں۔ بالخصوص یہ خبر از حد موجب مسرت و ابتہاج ہے کہ گذشتہ جمعہ کو تمام جرائم پیشہ لوگوں نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر قرآن پر ہاتھ رکھ رکھ کر تمام بد افعال چوری وغیرہ سے توبہ کی۔ اور قسم اٹھائی کہ آئندہ وہ افعال شنیعہ کے قریب تک نہ جائیں گے۔ یہ لوگ جو کبھی واروں کی قوم کے نام سے مشہور ہیں۔ پڑھے لکھے اور قرآن حدیث سے خوب واقف ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں لیکن باوجود اس کے چوری کی عادت کچھ ایسی پڑ چکی ہے۔ کہ چھوٹنے میں نہیں آتی ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب قابل مبارکباد ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ پر انہوں نے اس بری عادت سے توبہ کی ہے۔ خدا تعالےٰ انہیں استقامت بخشے اور ان کی عملی حالت کو سنوارنے میں ڈاکٹر صاحب کی مساعی جمیلہ کو کامیاب فرمائے آمین۔

اسی سلسلہ میں یہ خبر بھی موجب مسرت ہوگی۔ کہ گورنمنٹ نے حسب وعدہ دوسرا گاؤں کوٹ موہن پور بھی انجمن کے سپرد کر دیا ہے جہاں کے انچارج بھی ڈاکٹر صاحب موصوف ہی بنائے گئے ہیں۔ آپ کی امداد کے لئے ہر دو گاؤں میں دو دو اشخاص بطور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کام کر رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان سب کام کرنے والوں کو ہمت خلوص عطا فرمائے۔ اور انہیں کامیاب کرے آمین۔

”زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار“

حضرت مسیح موعود کے اس نشان صداقت کے وقوع پر اس سے پیشتر مفصل لکھا جا چکا ہے لیکن بعض ناواقف اور ایک حد تک ضدی طبائع کو ابھی تک اس پر اعتراض ہے۔ جن میں سے بعض کا جواب ہم اس سے پیشتر دے چکے ہیں۔ اب ہمیں مدراس کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہاں کے ایک اخبار ”روزانہ قومی رپورٹ“ نے اپنی ۳۱ مئی کی اشاعت میں اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے۔ یہ اعتراض کیا ہے کہ ”زار بھی ہوگا تو ہوگا“، تو شک اور وہم پیدا کرتا ہے۔ پیشگوئی کبھی مشکوک اور موہوم نہیں ہوتی۔ حالانکہ اگر ہمارا معترض معاصر اس پر غور کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس پیشگوئی کے اندر کوئی ابہام وغیرہ نہیں ”زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار“ بیشک یہ ایک شرطیہ جملہ ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ وہ ایسا خطرناک عذاب ہوگا۔ کہ اگر زار بھی اس وقت موجود ہوگا۔ تو وہ بھی باوجود دولت و شوکت شہنشاہی کے باحال زار ہو جائیگا۔ لیکن اس سے ”اردو زبان میں“ ”ہوگا تو ہوگا“ کے محل استعمال کی طرف اشارہ کر کے ہمارے معاصر کا ایسے فقروں کو شرط کے پورا ہو جانے پر بھی قطعی نہ سمجھنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ یہاں تو شرط اور جزا دونوں پوری ہو گئیں۔ زار بھی موجود ہے۔ اور حالت بھی اسکی زار ہے پھر سمجھ نہیں آتا کہ مشکوک کونسی بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شرط کا ہونا اسے مشکوک ٹھہراتا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ دراصل اس پیشگوئی میں شدت عذاب کا اظہار مقصود ہے۔ جسکے لئے زار کو بطور مثال لایا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس مثال کو بھی عین بعین طور پر پورا کر دکھایا۔

باقی یہ کہنا کہ پیشگوئیوں میں ابہام نہیں ہوتا بالکل غلط ہے آنحضرت صلعم پیشگوئی فرماتے ہیں کہ آپکے بعد آپکی وہ بیوی فوت ہوگی جسکے ہاتھ لمبے ہونگے لیکن چھوٹے ہاتھوں والی بیوی کے سب سے پہلے فوت ہونے پر راز کھلتا ہے۔ کہ لمبے ہاتھوں سے سخاوت مراد تھی۔ آپکو دکھایا جاتا ہے۔ کہ آپ کھجوروں والے مقام میں ہجرت کرتے ہیں جس سے یمامہ مراد لیتے ہیں لیکن بعد میں مدینہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ اپنے آپکو معہ صحابہ کو حج کرتے ہوئے دیکھتے۔ اور سمجھتے ہیں کہ اسی سال آپ حج کرینگے لیکن مشیت ایزدی میں اسکے لئے ابھی کچھ اور وقت درکار تھا اور پھر شرطیہ پیشگوئیوں میں سب سے بڑھکر نمایاں یونس علیہ السلام کی پیشگوئی ہے جو انکی قوم پر بشرطیکہ وہ صلاحیت اختیار نہ کرے عذاب آنیکے متعلق تھی جو ظاہر ہے کہ انکے صلاحیت اختیار کرنیکی وجہ سے ٹل گئی۔ پس اگر پیشگوئیوں میں ابہام نہ ہوا کرتا تو چاہئے تھا۔ کہ قبل از وقوع اصل واقعات کا ٹھیک طور پر علم ہو جاتا۔ لیکن ایسا نہیں کچھ نہ کچھ ابہام ضرور رہ جاتا ہے۔ گو یہ الہام اس زار والی پیشگوئی میں قطعاً پایا نہیں جاتا۔ اگر وہ ”ہوگا تو ہوگا“ اسے یہ شک کیا جاتا ہے کہ اس میں زار کی موجودگی شرط ہے تو بھلا یہ بھی مرزا صاحب کے اختیار میں تھا کہ زار کے موجود ہونے پر اسکو باحال زار کر دیں۔ بالفرض اس بات کو چھوڑ کر کہ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو اس میں یہ گنجایش تھی کہ کہدیا جاتا کہ الفاظ پیشگوئی ”بھی ہوگا تو ہوگا“ کے لفظ اسکی موجودگی کو شرط ٹھیراتے ہیں۔ چونکہ وہ موجود نہ رہا اس لئے ان الفاظ کا پورا ہونا بھی ضروری نہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا زار کی موجودگی کی صورت میں مرزا صاحب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسکو باحال زار کر دیتے جب یہ بھی نہیں تو بہر حال پیشگوئی پوری ہو جانے پر اپنی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے۔ زار

مذاکرۂ علمیہ

حدیث ثقلین

یہ حدیث ترمذی باب المناقب میں دو جگہ درج ہے۔ ایک حدیث کا سلسلہ روایت زید بن ارقم پر منتہی ہوتا ہے۔ اور دوسری حدیث جابر بن عبداللہ صحابی رسول اللہ پر ختم ہوتی ہے پہلی حدیث کے چھ راوی ہیں جن میں سے پانچ راویوں پر میں نے مفصل جرح نقل کر کے ان کو مجروح اور مخدوش شیعی اور مدلس وضاع اور کذاب ثابت کیا ہے۔ اور پیغام صلح کے متعدد پرچوں اور ایک علیحدہ ٹریکٹ میں اور ضمیمہ پیغام صلح میں مفصل اور کافی بحث میں نے کی ہے اور آخر میں قرآن اور اقوال متعددہ علی مرتضیٰ علیہ السلام سے ثابت کیا ہے۔ کہ صرف قرآن ہی واجب الاتباع و التمسک ہے لاغیر اور حدیث زیر بحث موضوع اور اضعاف کی قسم سے ہے اور بس۔

میں نے پیغام صلح کے کسی پرچہ میں وعدہ کیا تھا کہ جابر والی حدیث کے متعلق پھر کسی موقعہ پر اس کے رواۃ کے متعلق عرض کرونگا۔ اس لئے اب وہ وعدہ ایفاء کرتا ہوں مجھکو اللہ تعالیٰ نے مذہب تشیع کے قلع و قمع میں ایک روح عطاء فرمائی ہے اور گویا دیکھتا ہوں۔ کہ میں حضرت امام ابن تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ کا بروز ہوں۔ فذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔ وھو ھذا:۔

یہ حدیث ترمذی جلد ۲ باب المناقب ص۲۱۹ پر درج ہے۔

حدثنا نصر بن عبد الرحمٰن الکوفی نا زید بن الحسن عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللّٰہ الخ

.... اس میں چار راوی غیر متہم ہیں۔ جابر اور امام علی زین العابدین اور محمد باقر اور جعفر صادق اور بحث دو راویوں میں ہے۔ پہلا راوی اس حدیث کا نصر بن عبدالرحمٰن ہے اور یہ کوفی ہے اور شیعی ہے۔ اور بقول علامہ شوستری تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و لو ابو حنیفہ کوفی باشد۔ اور کوفی کی حدیث ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ کوفی نابودی کس قدر یہ لوگ دشمنان اہلبیت تھے۔ فریب اور مکر خدع جھوٹ بیوفائی غرضیکہ کوئی عیب شرعی ایسا نہیں جو ان کوفیوں میں نہ پایا جاتا ہو۔ اور جس پر ناسخ التواریخ شاہد عدل ہے پھر نصر بن عبدالرحمٰن کی ملاقات ہمراہ زید بن الحسن کے ثابت نہیں۔ چنانچہ زید بن الحسن کے حالات سے ظاہر ہوگا۔ پس پہلا راوی کوفی مجروح اور شیعی ہے۔ جس کی روایت قابل وثوق نہیں۔ جو مؤید مذہب خود۔ اس سے منقول ہے اور نصر بن عبدالرحمٰن کی ملاقات جعفر صادق سے بھی ثابت نہیں بہر حال قلت میں انقطاع ہے اور نصر بن عبدالرحمٰن اور زید بن الحسن کی اور کوئی روایت ترمذی میں میری نظر سے آجتک نہیں گذری والعلم عنداللّٰہ کتب اسماء الرجال بھی اس کی توثیق سے ساکت ہے۔

(زید بن الحسن)

یہ وہ شخص ہے جس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں مطابق تحریر ابو جعفر المنصور آگ لگا دی تھی۔ ملاحظہ ہو (۱) اصول کافی مطبوعہ نولکشور ص۲۲۳ ..... قال وجہ ابو جعفر المنصور الی الحسن بن زید وھو والیہ علی الحرمین ان احرق علی جعفر بن محمد دارہ فالقی النار فی دار ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام فاخذت النار فی الباب والدھلیز فخرج ابو عبد اللّٰہ الخ (ص۲۲۳ کافی)

اب ایسا شخص جو امام جعفر کا دشمن ہے۔ وہ کس طرح اس سے حدیث نقل اور روایت کرتا ہے۔ اور لیتا ہے حالانکہ وہ اسی امام جعفر کے گھر کو آگ لگا دیتا ہے۔ اور پھر ایسے شخص کی روایت کہاں تک مسموع ہے جو ایک بیگناہ کے گھر کو آگ لگا دے درحالیکہ وہ اس کا نزدیکی رشتہ دار بھی ہو۔

(۲) زید بن الحسن پسر نخستین حسن علیہ السلام است و کنیت او ابو الحسن است و او بزرگتر از برادرش حسن مثنیٰ است و او در سفر عراق ملازمت رکاب عم خود حسین بن علی علیہم السلام را نفرمود و بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام کا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر بن العوام دعویدار خلافت گشت با او بیعت کرد و منزد او مشتافت الخ (ص۲۸۸ ناسخ التواریخ جلد پنجم)

(۳) زید بن الحسن ہمیشہ مکہ اور مدینہ میں رہے اور کوفہ کی طرف بالکل نہیں گئے۔ اور نہ ان کی ملاقات ہمراہ نضر بن عبدالرحمٰن کے ثابت ہوتی ہے۔

(۴) ملا باقر مجلسی اپنی کتاب تذکرۃ الائمہ میں لکھا ہے کہ زید بن الحسن امام محمد باقر و امام جعفر صادق کا دشمن تھا۔ زید بابت میراث عداوت اختیار کرد و نوبت بشحنہ و قاضی رسانید نزد ہشام بن عبد الملک بملک شام رفت و او را متوجہ قتل گردانید۔ و باعث بر دادن زہر گردید۔ اب بقول علماء مجتہدین شیعہ جو شخص امام جعفر صادق کے باپ امام محمد باقر کے قتل کا باعث ہوا۔ وہ کس طرح اسی جعفر صادق سے حدیث روایت کرتا ہے اور حدیث بھی وہ جو زید بن الحسن کے عقیدہ اور مذہب کے خلاف ہے۔ زید بن الحسن جو حدیث ثقلین کا خود بقول تشیع راوی ہے وہ خود احد الثقلین محمد باقر اور جعفر صادق سے کیا عمل کر رہا ہے۔ تنبیہ۔ اے جاہل متطلب ذرہ غور کر ان حالات کو سمجھ تیرے مذہب کی بفضلہ ھذا اینٹ سے اینٹ بجادی ہے کیا تجھ میں کچھ شرم اور حیا ہے جو میری اس نئی تنقید کو ملاحظہ کرے۔

(۵) زید بن الحسن مدینہ میں علاقجات رسول اللہ پر متولی تھا سلیمان بن عبد الملک نے اسکو عزل کر دیا تھا۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اس نے پھر زید بن الحسن کو تولیت سپرد کر دی اور حاکم مدینہ کو لکھ بھیجا کہ ان کو اپنے منصب پر برقرار رکھا جاوے۔ محمد بن بشیر خارجی نے اس زید بن الحسن کی مدح میں اشعار کہے ہیں۔ اور لسان الملک صاحب ناسخ التواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمراہ بنو امیہ کے مدارات سے چلتا تھا۔ اور ان کے اعمال کا مقلد تھا (جلد پنجم ناسخ التواریخ)

اب ظاہر ہے کہ زید بن الحسن ہرگز متمسک باہل بیت و ائمہ اثنا عشرہ نہ تھا۔ بلکہ ان کا دشمن تھا۔ اور عبداللہ بن زبیر جو بقول تشیع دشمن اہلبیت تھا۔ اس کے جا کر بیعت کر لی۔ اور امام حسینؑ کی بیعت نہ کی پھر وہ اس حدیث کو کیسے صحیح تسلیم کر سکتا ہے اور اس کا عمل خلاف اس حدیث ثقلین کے ہے۔ اور لسان الملک کی تحقیق میں وہ خارجی اور مداہن شخص تھا۔ اصل میں جب سے مذہب روافض ایجاد ہوا ہے ہزارہا احادیث فضائل اور مباحث میں انہوں نے وضع کی ہیں اور وضاع مختلف قسم پر طریق وضع کا استعمال کرتے تھے۔ منجملہ ان کے یہ طریقہ بھی تھا کہ جو اسماء کئی آدمیوں کے ایک ہی ہوں ان سے نام ملتے ہوں۔ ان کے ناموں کو سلسلہ روایت میں ہمراہ ثقات کے مخلوط کر دیتے تھے۔ یا کوئی ٹکڑہ ایک حدیث کا اور کوئی ٹکڑہ دوسری حدیث کا لیکر اسکو ایک حدیث کا جدا متن بنا لیتے تھے۔ غرضکہ ہر قسم کی تدبیریں وضع حدیث کے وثوق کی وضاعوں نے پیدا کی ہوئی تھیں۔ اس لئے ایک متبحر صاحب فن اور صاحب معرفت ہی ان دقیق طریقہ وضع حدیث سے باخبر ہو سکتا ہے نہ ہر کس ناکس یہ ایک بڑا وسیع اور عمیق علم احادیث کے متعلق ہے جسکو صاحب انصاف جرأت و بصیرت جان سکتے ہیں لاغیر۔ ترمذی کی احادیث بالخصوص مناقب کی احادیث اور وہ بھی صحیح ترمذی میں ہرگز قابل وثوق نہیں ہو سکتیں۔

زید بن الحسن امام جعفر سے بڑا ہے۔ بلکہ ایک قاعدہ سے جد امجد ہے امام جعفر کا۔ اور قریب العہد ہے۔ زمانہ رسول اللہ صلعم اور علیؓ اور حسنین علیہم السلام سے پس لازم تھا کہ جعفر روایت کرتے زید بن الحسن اپنے جد اور دادا سے۔ یہاں الٹی ندی بہا دیتے ہیں کہ دادا اپنے پوتے سے روایت کرتا ہے۔ جس پوتے کو وہ اچھا بھی نہیں جانتے اور امام جانتے ہیں۔ یہ ایک تداخل اور تدلیس ہے جو روافض کے چلتے پرزوں نے دروغ کے لئے ایجاد کیا ہوا تھا۔ بیشک بعض امور علماء اور محدثین اہلبیت سے پوشیدہ رہے اور ان سے تسامح واقع ہوا۔ مگر مناقب اور فضائل کی احادیث میں انہوں نے خود ایسا کیا۔ ان کو خبر نہ تھی کہ روافض ایک وقت ان سے فائدہ اٹھاوینگے۔ روافض کے پاس سوائے مناقب کے اور کوئی مستند نہیں۔ شیعہ اور سنی دونوں اس پر متفق ہیں کہ احادیث الفضائل یتسامح فیہا عندا اہل العلم۔ پھر کبھی اصول اور عقائد میں انہی احادیث کو حجت میں پیش کرتے ہیں۔ حیا اور شرم نہیں کرتے خود تسلیم کرتے ہیں کہ مسائل اصول اور عقائد امامت و خلافت کو ہم متواترات سے ثابت کرتے ہیں اور عمل اس کے خلاف ہے ہمیشہ احاد اور اضعاف موضوعات سے حجت لاتے ہیں۔ حدیث ثقلین جیسا کہ تم روایت کرتے ہو۔ قرآن کے خلاف ہے دیگر احادیث صحاح کے خلاف علی مرتضیٰ علیہ السلام کے اقوال کے خلاف پھر کس طرح تم اسکو حجت میں پیش کرتے ہو۔ بصورت تنزل من حیث الروایت ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ حدیث ہے مگر واقعات اور مشاہدہ اس کی تکذیب کرتے ہیں جیسا کہ تمہارا مزعوم اس حدیث کی نسبت ہے اس لئے کہ یہ حدیث تو بطور اخبار مستقبلہ کے مذکور ہے اور سابقہ

دستے ... نے کا پانسہ پلٹ دیا، اور فاتح مسلمان ناگہانی طور سے مغلوب ہوکر تتر بتر ہوگئے تو اس وقت بھی یہ علمبردار اسلام یکہ وتنہا مشرکین کے نرغہ میں ثابت قدم رہا، کیونکہ لوائے توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائے ملت کے لئے سخت عار تھا۔ غرض اسی حالت میں مشرکین کے شہسوار ابن قمیہ نے بڑھکر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ شہید ہوگیا۔ لیکن بائیں ہاتھ نے فوراً قائم مقامی کی، اس وقت اس کی زبان پر یہ آیت جاری تھی؛

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ محمد ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں،

ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی قلم تھا، لیکن اس دفعہ دونوں خون آلود بازوؤں نے حلقہ کرکے علم کو سینہ سے چمٹا دیا اُسنے جھنجھلا کر تلوار پھینکدی، اور اس زور سے نیزہ تاک کر مارا کہ انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی، اور اسلام کا سچا فدائی اسی آیت کا اعادہ کرتے ہوئے فرش خاک پر دائمی راحت کی نیند سو رہا۔ لیکن اسلامی پھریرا سرنگون ہونے کے لئے نہیں آیا تھا، انکے بھائی ابوالروم بن عمیر نے بڑھکر اسکو سنبھالا، اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے۔

رسول کی تعزیت | اختتام جنگ کے بعد آنحضرت صلعم حضرت مصعب بن عمیر کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی؛

من المومنین رجال صدقوا مومنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے ما عاهدوا الله علیه خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا اسکو سچا کر دکھایا؛ پھر لاش سے مخاطب ہوکر فرمایا: میں نے تجھکو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تجھسا حسین و خوش پوشاک کوئی نہ تھا، لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تیرے بال اُلجھے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے" پھر ارشاد ہوا "بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر رہوگے"۔ اسکے بعد غازیان دین کو حکم ہوا کہ کشتگان راہ خدا کی آخری زیارت کرکے سلام بھیجیں۔ اور فرمایا " قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روز قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے"،

تجہیز و تکفین | اُس زمانہ میں غربت و افلاس کا یہ حال تھا کہ شہید ملت کو کفن تک نصیب نہوا۔ آہ! حضرت مصعب بن عمیر جن کا جسم نورانی کبھی دیبا و حریر کا عادی تھا، وہ اس طرح رخصت ہوتے ہیں کہ صرف ایک خوناب چادر انکے لئے دنیا کا آخری تحفہ ہے اور وہ بھی اس قدر مختصر کہ اس سے سر چھپایا جاتا ہے تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپائے جاتے ہیں تو سر کھل جاتا ہے۔ بالآخر حضرت خیر الانام کے ایماء سے پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈالی جاتی ہے اور انکے بھائی حضرت ابوالروم بن عمیر، حضرت عامر بن ربیعہ، اور حضرت سویبط بن سعد کی مدد سے اس پیکر قدس کو سپرد خاک فرماتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

تصویر عبرت | جن آنکھوں نے عسرت و ناداری کا یہ دردناک نظارہ دیکھا تھا وہ عہد تمول و فراغ حالی میں بھی اس تصویر عبرت کو یاد کرکے اشک حسرت سے لبریز ہوجاتی تھیں خلافت راشدہ کی فاتحانہ لڑائیوں میں گو قیصر و کسریٰ کے خزانے فرزندان توحید کے قبضہ میں تھے۔ اور روم و ایران کے زر و جواہر ریگستان عرب کے خزف ریزے تھے۔ تاہم جن ہاتھوں نے شہدائے ملت کو گھاس کا کفن دیا تھا۔ وہ ان زخارف دنیاوی کو مس کرکے کانپ اٹھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ایک متمول صحابی تھے۔ اُن کا تجارتی قافلہ جب مدینہ میں داخل ہوتا تھا تو تمام شہر میں غلغلہ برپا ہوجاتا تھا، لیکن آغاز اسلام کی عسرت و تنگ حالی نے مرقع عبرت بنکر انکو کبھی اس دولت بے پایاں سے لطف اندوز نہ ہونے دیا، وہ ایک دفعہ روزہ سے تھے۔ شام کے وقت کھانا سامنے آیا۔ تو بے اختیار عسرت ماضیہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ بولے۔ "مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے تو کفن میں صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہوجاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا۔ حمزہ بھی اسی طرح شہید ہوئے۔ جو مجھ سے اچھے تھے۔ لیکن اب دنیا ہمارے لئے کشادہ ہوگئی ہے۔ اور ہمیں ایسی ایسی نعمتیں مرحمت فرمائی گئی ہیں، ہمکو ڈر ہے کہ شاید ہماری نیکیوں کے معاوضہ میں عجلت کی گئی" اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ (از معارف)

طبقات ابن سعد، جلد ۳ صفحہ ۸۲، ایضاً صفحہ ۸۴، ایضاً، ایضاً جلد ۳ صفحہ ۸۴، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۴، بخاری باب ہجرت النبی و اصحابہ الی المدینۃ، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۴، اسد الغابہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف، بخاری باب غزوہ احد،

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی معتابہ ایک مسلمان خاتون کی حقگوئی

کسی گذشتہ اشاعت میں شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا لنڈن کا ایک زبردست مضمون درج کیا گیا تھا جس میں آپ نے لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے معتقدہ کے اصل واقعات لکھکر بعض مسلمان اخبارات کے بیہودہ اعتراضات کو رد کیا تھا۔ لیکن بحمداللہ ہندوستان میں اگر مرد نہیں تو عورتوں میں ایسی نیک طینت خواتین موجود ہیں جو اصل معاملہ کو نظر انصاف اور نیک نیتی سے دیکھنے میں مردوں سے سبقت لیگئی ہیں۔ کسی گذشتہ اشاعت میں حیدرآباد کی ایک خاتون کا نوٹ ایڈیٹوریل کالم میں نقل کیا گیا تھا۔ آج ہم "رسالہ پیام امید" سے جنابہ آزاد بیگم صاحبہ کا جو اس رسالہ کی ایڈیٹر ہیں اس موضوع پر ایک ضروری مضمون ناظرین کرتے ہیں۔ وھو ھذا :-

شامت اعمال سے لنڈن کے بعض اخباروں کے عیسائی ایڈیٹروں نے کسی موقعہ پر لارڈ ہیڈلے کے شراب پی لینے پر اسلام کا مضحکہ اُڑایا۔ اس کا صاف جواب یہ تھا کہ اس موقعہ پر عیسائیت قابل مضحکہ ہے نہ کہ اسلام۔ عیسائیت شراب خوری کی بدعادت کے خلاف صدا بلند نہیں کرتی۔ اسلام کرتا ہے۔ اگر مشرف بہ اسلام ہوجانے پر کسی متنفس سے کسی وقت ایسی کمزوری ظہور میں آجاتی ہے تو اس کا الزام عیسائیت کی پشتہا پشت تک شرابخوری پر آتا ہے نہ کہ اسلام پر۔ اسلام نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ ہر نو مسلم اسلام پر ایمان لاتے ہی چھو منتر کے زور سے پشتہا پشت کی بدعادات بڑے رسم و رواج سے معصوم بنا دیا جائیگا۔ ایسے موقعوں پر ترقی بتدریج ہوگی ساری خامیوں کا علاج ایک منٹ میں نہیں ہوسکتا۔ کسی واحد متنفس سے اگر کوئی انسانی کمزوری یا کوئی لغزش ظہور میں آجائے تو اس کا مذہب قابل ملامت نہیں قرار پاسکتا۔ بلکہ اس لغزش کا وہی ذمہ دار ہے جس سے ویسی لغزش ظہور میں آئی ہو۔ عیسائی مذہب کے عقیدے کے موافق اللہ پاک کے دس احکام ہیں۔ جنکے ذریعہ سے جھوٹ بولنا۔ چوری کرنا وغیرہ وغیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے کیا اگر کوئی عیسائی جھوٹ بولے یا چوری کرے تو اللہ پاک کے یہ دس احکام یا عیسائیت قابل ملامت قرار دیجا سکے گی؟ مگر ہمیں یہ معلوم کرکے حد سے زیادہ رنج ہوا کہ ہمارے بعض اردو اخبارات کے ایڈیٹروں نے بجائے اس کے ایسا دندان شکن جواب دیتے خود ہی اسلامی مشن کا خاکہ اُڑانا شروع کردیا۔ اور اسلامی مشن ہی کی بیخکنی پر تل گئے!

عیسائی اخبار نویس اسلامی مشن کا خاکہ اُڑائیں تو اس میں کوئی بات خلاف موقعہ نہیں ہے مگر اسلامی اخبارات اسلامی مشن کا خاکہ اُڑاکر پھر بھی قومی اخبارات بنے رہ سکیں یہ بات صرف ہندوستان ہی میں ممکن ہے۔ ہمارے بعض اخبارات نے پہلے تو وہ شور مچانا شروع کیا کہ خواجہ کمال الدین انگلستان میں احمدی فرقہ کے نمائندے بنکر گئے ہیں اور جس خدمت کو وہ تبلیغ اسلام کے نام سے پکارتے ہیں حقیقت میں محض تبلیغ احمدیت ہے۔ خواجہ کمال الدین نے تین سال کے عرصہ میں پونے دوسو اعلے طبقہ کے تعلیم یافتہ انگریزوں کو مشرف بہ اسلام کیا ہے۔ مگر کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ اُن میں سے ایک بھی احمدی عقائد رکھتا ہے! اسلام کے اندرونی شعبہ جات سے نہ دُنیا کو کوئی بحث ہے اور ہمیں اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ اور ہمارا بھائی ہے اور ایسا بھائی جو ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے تم کہتے ہو کہ زید شیعہ ہے اور بکر سُنی۔ ہم کہتے ہیں کہ زید ہمارا دل ہے اور بکر ہمارا جگر۔ ہم صرف اتنے ہی پر بس نہیں کرتے۔ بلکہ ہندی مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسی کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر عمرو ہندو ہے اور خالد مسلمان۔ تو خالد ہماری داہنی آنکھ ہے اور عمر ہماری بائیں آنکھ۔ اسلام اس لئے دُنیا میں آیا ہے۔ کہ دشمنوں کو دوست غیروں کو اپنا بنائے۔ نہ اس لئے کہ اپنوں کو غیر بنا کر بھائی سے بھائی کو جدا کردے! ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام نے بزور شمشیر دُنیا کو تسخیر کرلیا تھا۔ یہ اسلام کا پہلا دور تھا۔ وہ دور اب ختم ہوگیا۔ یہ دوسرا دور ہے اس دور میں تلوار میان میں رکھ لی گئی ہے۔ اور تلوار کی جگہ قلم اور زبان نے لی ہے۔ اگر دور اول میں ہم نے اعلان جنگ کرکے دنیا کو صلح امن کا پیام پہنچایا تھا۔ تو

اب صلح کرکے۔ دوستی کرکے۔ محبت کے مضبوط رشتہ میں باندھکر ہم ساری دُنیا کو اپنا بنائینگے۔ لنڈن قدیمی دُنیا کا پایۂ تخت ہے یعنی دُنیا کا پایۂ تخت ہے جہاں آفتاب ہی غروب نہیں ہوتا۔ لنڈن کو بزور شمشیر ساری دُنیا فتح کرلینے دو۔ ہم اُسے اسیر محبت بناکر پایۂ تخت لنڈن پر اپنا پھریرا اڑائینگے۔ ہمارے اس ہلالی پھریرے کا علم بردار کون ہے؟ ہمارا علم بردار خواجہ کمال الدین ہے۔ یہ ہلالی پھریرا ووکنگ مشن کی مسجد کے بلند میناروں پر اُڑ رہا ہے۔ پونے دوسو برگزیدہ افراد اس پھریرے کے سایۂ امن میں آچکے ہیں۔ اللہ وہ دن بھی جلد لائیگا کہ یہ پونے دوسو پونے دو لاکھ اور پونے دو کروڑ ہوجائیں گے۔ اللہ وہ دن جلد لائے ہم اُسی ساعت سعید کے منتظر ہیں یہ بیسویں صدی کی اسلامی فتوحات ہیں اور یہ فتوحات ہمیں اُن فتوحات سے بھی زیادہ عزیز ہیں جو بزور شمشیر عمل میں آئی تھیں۔ یاد رکھو کہ خواجہ کمال الدین یا انکے مشن کی توہین اسلام کی توہین ہے اور اسلام اس توہین کو کبھی معاف نہیں کریگا۔

خواجہ کمال الدین کے عقائد احمدی ہیں تو ہونے دو۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ اُنکے عقائد اُنکے ساتھ ہیں۔ ہمیں اُنکے عقائد سے لڑنا منظور نہیں ہے ہمیں تو دُنیا کو یہ دکھانا ہے کہ ہر کلمہ گو ہمارا حقیقی بھائی ہے۔ اور اسلام کی اندرونی فرقہ بندی ہمیں ایکدوسرے سے جدا نہیں کرسکتی۔ اگر ہمارا ایک احمدی بھائی۔ ایک شیعہ بھائی یا ایک سُنی بھائی کوئی قومی یا اسلامی خدمت کرتا ہے۔ تو وہ ساری قوم کا مخدوم ہے۔ اُسکے عقائد اُسے اس خدمت کے لئے نا قابل نہیں بنا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خواجہ کمال الدین کو دل و جگر میں جگہ دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نواب حاجی فتح علیخان قزلباش کو ہم سر اور آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں۔

تازہ خبریں

فوجی احکام میں ایک نوٹس شائع ہوا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہندوستانی نیلڈ فورس کا لفظ بھی لکھنا چاہئے۔ اور کوئی ڈاک خانہ تحریر نہ کرنا چاہئے۔

حیدرآباد (سندھ) کی تجارتی کوٹھیاں گورنمنٹ کے لئے گیہوں کی بڑی مقدار خرید رہی ہیں۔ اور للعہ اور للعہ فی من کے درمیان نرخ ٹھہرا ہے ہیں۔ اس شرط پر کیا جارہا ہے کہ قیمت اشرفیوں کی صورت میں ادا کی جائیگی اشرفی کا بھاؤ رفتہ رفتہ گھٹ گیا ہے اور اب صرف ۵ روپیہ لینے میں ہے +

ہندوستان میں نوٹوں کی اشاعت روز بروز بڑھ رہی ہے سالگذشتہ کے آغاز میں ۶۱۳۲ روپیہ کے نوٹ چل رہے تھے، اگست کے آخر تک اُن کی تعداد ۱۰۴ روپیہ تک پہنچگئی۔ اور سال رواں کی ابتدا میں ۷ ... روپیہ ہوگئی۔

پولیس کورٹ بمبئی میں چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ مسٹر جی ڈبلیو ہل کلینگ کی عدالت میں ایک یورپین کے خلاف یونائیٹڈ فری چرچ مشن کی مس ہیوٹ کو دھوکہ دیکر ۸۷۰۰ روپیہ حاصل کرنے اور بحیثیت ایک ملازم کے ۶۶ روپیہ غبن کرنے کے جرم میں مقدمہ دائر ہے۔

اس وقت تک قرضہ جنگ میں ۳۲۲۳ ۲۵۲ روپیہ جمع ہوچکا ہے۔

ہفتہ مختتمہ ۱۷ مئی کے اندر ہندوستان بھر میں پلیگ سے کل ۱۵ ... موتیں ہوئیں۔ احاطہ وار تفصیل:۔

بمبئی و سندھ ۶۰۴۔ مدراس ۳۲۔ بنگال ۵۶۔ بہار اڑیسہ ۴۲۔ ممالک متحدہ ۱۲۹۹۔ پنجاب ۳۲۱۔ برہما ۵۲۔ ممالک متوسط ۸ ... ریاست میسور ۷۹۔ حیدرآباد ۷۶۶۔ وسط ہند ۳۷۔ راجپوتانہ ...

مہاراجہ صاحب دربھنگہ نے حضور ملک معظم کی سالگرہ کے موقعہ پر جنگ سے متعلق کسی مقصد کے لئے جسے حضور ملک معظم پسند فرمائیں دو لاکھ روپیہ ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ ۷ جون ۱۹۱۷ء نمبر ۱۲۰

مولوی غلام رسول راجیکی کے جوابات پر ایک نظر

(۳)

صحابہ رضی اللہ عنہم اور فتوائے فسق

چوتھے سوال کے جواب میں بھی مولوی صاحب نے اصل مسئلہ زیر بحث سے پہلو تہی کی ہے۔ سوال یہ تھا کہ جن صحابہ نے حضرت علی رضہ کی بیعت نہیں کی تھی اور جن اہل بیت نے حضرت ابوبکر رضہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ ان کو حسب آیت استخلاف فاسق کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ میں سے کسی کو فاسق کہنا جائز نہیں سمجھتے۔ مولوی صاحب یہاں آپ کے سمجھنے یا نہ سمجھنے کا سوال نہیں۔ یہاں تو قرآنی فتوے کا سوال ہے جو آیت آپ ایک غیر مامور خلیفہ یعنی گدی نشین کی صداقت پر پیش کرتے ہیں۔ اس میں تو صحابہ کا استثناء موجود نہیں۔ اگر زید فلاں کام کرے تو چودھویں صدی کے خشک ملاں اسے کچھ نہ کہیں۔ اور اگر بکر وہی کام کرے تو گردن زدنی۔ ہمارے ایمانیات کے مطابق تو صحابہ پر کسی صورت میں بیعت نہ کرنے پر زد نہیں پڑتی۔ مگر آپ کے مزعومہ خیالات کی بنا پر کئی صحابہ اور خصوصاً حضرت فاطمہ رضہ پر یہ زد پڑتی ہے۔ بیشک خلیفۃ اللہ یعنی مجدد و مامور کے انکار پر توفسق کا فتوے ہر اس شخص پر لگتا ہے جو خلیفۃ اللہ کی بیعت نہ کرے خواہ وہ محمود احمد ہو یا راجیکی کا خشک ملا مگر گدی نشینوں کی بیعت پر نہ تو یہ آیت دلیل ہو سکتی ہے اور نہ ان کے انکار سے کوئی مسلمان قابل مواخذہ ہے ✦

صحابہ داخل بیعت تھے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا صحیح اور حقیقی مصداق ہم قرار دیتے ہیں نہ کہ وہ لوگ جو ہر کس و ناکس اور معمولی گدی نشینوں پر آیت استخلاف کو منطبق ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب کو تو مبہم سا کر دیا ہے [illegible] بات [illegible] اسی بات پر اگر لڑ مٹی ہے کہ وہ ہم کو پیٹ بھر کر گالی دے سکیں۔ سو اس بات کی ہمیں پرواہ نہیں ✦

اخیر میں اس ظالم اور کج خلق مولوی نے حضرت مسیح موعود کا ایک الہام بے محل چسپاں کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنی جہالت اور شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت اقدس ؑ کا وہ الہام معہ تشریح یہ ہے:۔

> خدا تعالےٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے .... سو خدا تعالےٰ نے اپنی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی۔ اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منہ الیزیدیون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے .... اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں (ازالہ اوہام)

یہ الہام ۱۸۹۱ء کا ہے اور اول یہ ان لوگوں پر چسپاں ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود (بروز حسین رضہ مظلوم) کی ان ایام میں مخالفت کرتے تھے۔ اور یا یہ ان لوگوں کی نسبت ہو سکتا ہے جو قادیان (دمشق) میں پیدا ہوں [illegible] خلافت دوسری خلافت کے رنگ میں حسین مظلوم [illegible] موعود [illegible] کی شان اور تعلیم پر زور وشور سے حملے کر رہے ہیں۔ کیونکہ الہام کا ترجمہ حضرت صاحب نے ’’اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے‘‘ کیا ہے۔ اس لئے خشک دماغ مولوی کی منطق اور اس کا ترجمہ حضرت صاحب کے ترجمہ و خیال کے مخالف ہونے سے ناقابل قبول ہیں۔ بلکہ اس کے مصداق ان کے اپنے سرگروہ ٹھہرتے ہیں ✦

مسئلہ نبوت و فضیلت

مولوی [illegible] نے اس مسئلہ پر باوجود ہماری طرف سے مدلل تحریرات نکلنے کے بھی اپنی غالیانہ عادت کو نہیں چھوڑا۔ اور جہاں تک ہو سکا ہے نا مکمل اقتباسات دیکر اپنی مطلب برآری کرنیکی کوشش کی ہے ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۹ پر حضرت مسیح موعود آپ کی طرف منسوب کرنے والوں کی تردید کی ہے اور اپنی نبوت کو مجازی نبوت قرار دیا ہے۔ اور بعینہ حقیقۃ الوحی استفتاء ص۶۵ پر اسی کی تائید فرمائی ہے کہ سمیت نبیًّا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ مگر مولوی صاحب کی غالیانہ عادت ہر دو مقامات میں لفظ مجاز کے علیحدہ معانی لینا چاہتی ہے جو کہ حضرت اقدس ؑ کے منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ مدینوجہ کہ ازالہ اوہام میں حضرت صاحب نے حقیقی نبوت کا انکار کر کے اپنی نبوت کو مجازی نبوت قرار دیا ہے جسے مولوی موصوف نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ وہاں مجازی نبوت سے مراد محدثیت ہی ہے مگر افسوس کہ غالیانہ اعتقادات نے مولوی صاحب کی سمجھ پر ایسا اثر کیا ہے کہ حقیقۃ الوحی میں باوجودیکہ حضرت صاحب نے حقیقت کے مقابلہ پر مجاز کا لفظ استعمال کیا ہے مگر یہاں مجازی نبی سے مراد محدثیت لینے کی بجائے مولوی صاحب نبوت کو تو حقیقی تسلیم کرانے پر زور دیتے ہیں صرف مجاز کا لفظ ذریعہ حصول پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ مولوی موصوف کی سمجھ بھی عجیب ہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

> ’’اب باوجود ان عبارتوں کے کون دانا کہہ سکتا ہے کہ آپ کا اپنے تئیں ناقص نبی یا مجازی اور ظلی اور بروزی نبی کہنا نقص نبوت کے باعث ہے؟‘‘

حالانکہ اسی جواب میں مولوی موصوف لکھ آیا ہے۔ کہ

> ’’اوائل میں آپ نبی اور رسول کے الفاظ کو ماؤل مان کر محدثیت کے معنوں میں لیتے تھے‘‘

دونوں عبارتوں کا فرق ظاہر ہے۔ مگر یہاں سمجھنے سے کسے غرض ہے۔ پھر فضیلت کے بارہ میں تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ اور ریویو آف ریلیجنز جلد اول صفحہ ۲۵۷ سے فرق دکھایا ہے۔ حالانکہ اس سے بعد کی تحریریں اور خود حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۷ میں مسیح موعود کی فضیلت صرف کارناموں کی وجہ سے ہے نہ کہ کلی لکھی ہے اسلئے ریویو کے الفاظ مع تمام شان میں بڑھ کر ہا کا مطلب کلی فضیلت کسی صورت سے نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب نے ناقص مجازی۔ بروزی۔ ظلی غیر مستقل غیر حقیقی ایم۔اے کی مثال دے کر اپنی روشنی طبع ثابت کر دی ہے؟ باوجود شاید مولوی صاحب کے غالیانہ دماغ کے سوا دنیا کے طبقہ پر نہیں پایا جاتا۔ مثال کا مطلب نکلتا ہے کہ استاد کو جو سند ایم اے کی ملی ہے اس کے مقابلہ پر جو سند شاگرد کو ایم اے کی ملی ہے وہ مجازی اور غیر حقیقی ہے۔ سبحان اللہ چودھویں صدی کے مولوی ہو کر فلسفہ میں اتنے ماہر نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ بھلا ایسے فلاسفروں کے سامنے کون چون وچرا کر سکتا ہے ✦

نبوت کے بارہ میں ہماری طرف سے النبوۃ فی الاسلام وغیرہ کتب و اخبارات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے مزید لکھنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ معترض کا مقصد غلط فہمی پھیلانا ہے جس کا ازالہ کافی سے زیادہ ہو چکا ہے ✦

ایک انجمن کی تجویز

ہندوستان میں اس وقت سینکڑوں انجمنیں قائم ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی شان ادعا کے لحاظ سے مسلمانوں کے میدان ترقی کی واحد علمبردار اور ان کی فلاح و بہبود کی ذمہ دار بنی بیٹھی ہے۔ لیکن تاہم جس چیز کی ضرورت ہے جس مقصد کے حصول کی امید دلائی جاتی ہے جس اعلےٰ نصب العین کو پیش نظر رکھا جاتا ہے وہ ہنوز دلی ہنوز دور است کا ہی مصداق بن رہا ہے سیاست میں دیکھو تو مذہب اور روحانیت میں دیکھو تو مسلمانوں کا قدم بڑھنے کے بجائے پیچھے ہی پیچھے دکھائی دیتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ تو یہی ہے۔ کہ کام کرنے والوں میں وہ جوش۔ وہ خلوص اور ایثار نہیں جو قرون اولےٰ کے مسلمانوں میں ہمیں نظر آتا ہے۔ انہی دردانگیز حالات و واقعات کا تذکرہ معزز معاصر ’’وکیل‘‘ نے اپنی مواشاعتوں میں ’’شیرازۂ قومیت کی پراگندگی‘‘ کے عنوان سے کرتے ہوئے آخر میں ایک صاحب ’’نظر‘‘ کی طرف سے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک انجمن یا ایک سلسلہ قائم کیا جائے جس کی غرض بعد معرفت خدا کے بعد خدمت اسلام و اسلامیاں ہو۔ یہ انجمن صوفیائے کرام اور مسلمانان خیر القرون کے تخیلات کی جامع ہو۔ اس کے شرائط داخلہ حسب ذیل مقرر کئے جائیں:۔

(۱) چالیس سال سے کم عمر کا شخص شریک انجمن نہ ہو سکیگا۔ یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ انجمن کا ہر رکن دنیا کا کافی تجربہ حاصل کر چکا ہو اور جسمانی خواہشات سے کچھ نہ کچھ سیر ہو چکا ہو تا کہ فراغ خاطر سے انجمن کے فرائض انجام دے سکے ✦

(۲) اس کی علمی حیثیت یہ ہو۔ اردو اچھی طرح جانتا ہو فارسی اتنی کہ فارسی کی تاریخی کتابیں سمجھ سکے عربی اتنی کہ قرآن شریف کے معانی معلوم کر سکے انگریزی اتنی کہ معمولی خط و کتابت کر سکے۔ اور عدالت کے فیصلے سمجھ سکے ✦

(۳) اس کی مذہبی معلومات خوب وسیع اور اچھے واعظوں [illegible] کم نہ ہوں۔

(۴) سچی اسلامی زندگی بسر کرنے کا عہد کرے۔

(۵) سال میں صرف ایک مہینہ اپنے اہل و عیال میں [illegible] عہد کرے۔

(۶) لباس و غذا میں بجد سادگی اختیار کرنے کا عہد کرے۔

(۷) کوئی اخلاقی جرم کا سزایاب داخل نہ کیا جائیگا۔

(۸) حتے الامکان ایسا شخص ہو جس کے متعلقین کثیر العیال نہ ہوں۔

(۹) ہر رکن کو ماہوار ۳۰ روپے اور سفر خرچ دیا جائیگا۔

(۱۰) اور نہایت سادہ خوراک۔

انجمن کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) انجمن کے ممبر محلہ محلہ اور قریہ قریہ پھر کر وعظ کریں [illegible] کی پابندی کریں یعنی نماز پڑھیں۔ روزہ رکھیں۔ نیز [illegible] کریں کہ مسلمان اپنی اولاد کو تعلیم دلائیں۔ اپنی روزی [illegible] صنعت و حرفت کے ذریعہ کمائیں۔

(۲) اصلاح تمدن کا وعظ کریں۔

(۳) جہاں مسلمانوں میں مذہبی جھگڑے پیدا ہوں [illegible] سلجھائیں۔

(۴) ہندو مسلمانوں میں کوئی فساد کھڑا ہو اس میں [illegible] مشورہ دیں۔ اور کامیابی کی تدابیر سمجھائیں۔

(۵) مسلمانوں میں اخبار بینی کا شوق پیدا کریں [illegible] (جو استطاعت رکھتا ہو) مجبور کریں کہ کوئی نہ کوئی اخبار یا رسالہ خرید کرے۔

(۶) ہندوستان کی ان مسلمان قوموں میں جن کی [illegible] نہیں ہے۔ اردو کی تبلیغ کریں۔ اور ان کو ترغیب دیں کہ [illegible] اختیار کریں۔

(۷) مسلمان امرا اغنیا کو سیر و سیاحت کی طرف مائل کریں۔

(۸) مسلمانوں کے خاندانی جھگڑوں کو حتی الامکان [illegible] فیصلہ کرا دیں ✦

(۹) اپنے عملی نمونہ سے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں [illegible] عظمت قائم کریں۔

(۱۰) مسلمانوں کو معاش کے ذرائع سمجھائیں [illegible] دیں مختصر یہ کہ مسلمانان ہندوستان میں قومیت و مذہبیت [illegible]

فی الحال ایسی ایک انجمن کافی ہوگی۔ اس کا مستقر [illegible] صدر مقام مقرر ہو سکتا ہے۔ اگر دس آدمی بھی مل جائیں [illegible] ہو سکتا ہے۔ سرمایہ کی ضرورت ہوگی فی الحال اگر دس [illegible] جمع ہو جائے۔ تو کوئی تجارت شروع کی جا سکتی ہے [illegible] کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے کچھ زمانہ درکار ہے مگر [illegible] ذریعہ یقینی ہے ✦

فی الحقیقت کام کرنے اور کامیابی کیساتھ ان عالیشان [illegible] کرنے کے لئے ان سے بڑھ کر کارگر تجاویز نہیں ہو سکتیں [illegible] یہ ہے کہ ایسے کام کرنیوالے کہاں سے آئیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ [illegible] اشاعت اسلام لاہور نے خاص اس قسم کے آدمی پیدا کرنے [illegible] عامل ہونے کے لئے اشاعت اسلام کالج کھولا [illegible] جدید کی طرح کا بر دلعزیز ہوں نے کچھ ایسا گھروید و بنا [illegible] مذہب کا نام آیا اور انہوں نے منہ چڑھایا۔ عملی طور پر [illegible] اس طرف توجہ کی۔ اور جنہوں نے کی ان میں سے بعض [illegible] موسطیح بنا کر نہیں آئے تھے۔ جو انجمن کے پیش نظر تھے [illegible] اور نہیں تو انجمن کو اسی تنگ و دو میں ایک دو تو کام [illegible] اب بھی انجمن ایسے آدمی اگر مل سکیں تو اسے لینے میں [illegible] صورت میں ہی اس کا ارادہ ہے کہ موجودہ کارکنوں کی [illegible] کے مختلف مقامات پر اشاعت اسلام مشن قائم کر [illegible] اسلامی روح پھونکنے کی کوشش کرے جس کے [illegible] ہے۔ بہتر ہو کہ ان آئے دن کی نئی بنیاد پڑنے والی انجمنوں [illegible] اس ایک انجمن کو اس قدر مالی امداد دی جائے کہ وہ [illegible] ہو کر کام کر سکے۔ ورنہ یاد رکھو کہ تمہارے ’’شیرازہ قومیت‘‘ کو نئی انجمنیں بجائے باندھ دینے کے کچھ تو پراگندہ کر دیں [illegible] بھی کر دیں گی ✦

مشن سکول اور مسلمان

[illegible] مسلمانوں [illegible]

از حد بہی نا واقفیت کے مشن سکولوں میں بھیجنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مارنا ہے یہ ایک بدیہی بات ہے۔ اور آئے دن کے واقعات اس کو صحیح ثابت کر رہے ہیں۔ لیکن تاہم مسلمان ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں چلتی۔ اور بارہا کئی ایک مسلمان بچوں کو مشن سکولوں کے چرچ ہال میں خدائے واحد کے بجائے تثلیث کے آگے سر جھکائے ہوئے دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ بظاہر لڑکا تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے۔ لیکن وہاں جا کر اسے سب کو بھی خیر باد کہنی پڑتی ہے۔ گو شروع شروع میں وہ اس سے دل سے بیزار اور متنفر رہتا ہے۔ اور صرف سکول کے احکام کی پابندی کی وجہ سے ان باتوں میں حصہ لیتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ یہی باتیں ان کے دلوں میں گھر کر جاتی ہیں۔ اور آخر وہ دن بھی آتا ہے۔ جب اسکے ماں باپ کو اپنے لخت جگر سے بصد حسرت و افسوس اس کے جیتے جی الگ ہونا پڑتا ہے۔ لیکن باوجود ان حالات کے مدت مدید سے وقوع پذیر ہونے کے جس کسی مشن میں جاؤ مسلمان طلبار کی تعداد کافی سے زیادہ پاؤ گے۔ بالمقابل ذرا کسی اسلامی سکول کا نام لیا۔ اور مسلمانوں کو غصہ آیا۔ بس جھٹ فتوے بازی پر اتر آتے ہیں۔ مسلم ہائی سکول لاہور کی مخالفت کا واقعہ ابھی بھولا نہ ہوگا۔ گو یہ مخالفت کارگر ثابت نہیں ہوئی۔ اور سکول بفضل خدا دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے تاہم دوسری طرف مشن سکولوں میں اس سے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ بچوں کا جانا کچھ کم موجب نقصان نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس طرف خاص طور پر توجہ کی جائے۔ بالخصوص مسلمان اخبارات متفقہ طور پر آواز اٹھائیں اور مسلمانوں کو ان خرابیوں سے متنبہ کر کے یا انہیں یاد دلا کر اپنے بچوں کو اسلامی سکولوں میں بھیجنے کی تحریص دلائیں

حدیث مجدد اور جماعت علما

ضد اور عداوت انسان کو کیسے کیسے کوتاہ ہتھیاروں سے لے آتی ہے۔ ہمارے اس زمانے کے علمار نے جب دلائل کے میدان میں اپنے آپ کو جری اللہ کے مقابل شکست فاش ہوتی دیکھی۔ اور اس بات کا کہ آنحضرت صلعم نے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کے مبعوث ہونے کی خبر دی ہے۔ لیکن موجودہ صدی میں سوائے حضرت مسیح موعود کے اور کوئی شخص مجددیت کا مدعی پیدا نہیں ہوا۔ تو اپنی بات رکھنے کے لئے آخر انہوں نے اس حدیث کی یہ ایک تاویل کی کہ مجدد سے مراد علمار کی جماعت ہے۔ وہی تجدید دین کرتے ہیں حالانکہ ... ان کے اس خیال کی تغلیط کرتا ہے۔ علمار کی جماعت اگر اس سے مراد ہوتی تو وہ تو صدی کا سر کیا۔ ہمیشہ ہی ہوتی ہے۔ پھر بعثت کی شرط کیوں لگائی اس کا اور تو کسی کو کوئی بھی جواب نہ بن آیا۔ ہاں آجکل ایک شخص نے اور کوئی راہ نہ دیکھ کر سرے سے اسکی حدیث صحت سے ہی انکار کر دیا۔ حالانکہ نہ تو اس کا کوئی راوی غیر معتبر ہے نہ اس کا مضمون ایسا ہے کہ وہ قرآن کے خلاف اور حالات عقلی میں سے ہو۔ حضرت ابو داؤد جنہوں نے اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ محدثین کرام میں یہانتک درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کہ الکمال فی اسمار الرجال میں بھی انکی کتاب سنن ابی داؤد کو اسی درجہ پر قرار دیا گیا ہے جو صحیح بخاری کے لئے مخصوص ہے۔ اور صاف لفظوں میں لکھا ہے۔ وقال ابن اعرابی ان کتاب ابی داؤد لو ان رجلاً لم یکن عندہ من العلم الا المصحف الذی فیہ کتاب اللہ عز وجل ثم ھذا الکتاب لم یحتج معھما الی شیٔ من العلم البتہ ابن اعرابی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے پاس سوائے کتاب اللہ اور اس کتاب سنن ابی داؤد کے اور کچھ نہ ہو۔ تو اسے علم کے حاصل کرنے کے لئے اور کسی چیز کی ضرورت نہ رہ جاتی۔ پھر ایسی تصریح کے ہوتے ہوئے کسی نادان کا اس پر ٹھٹھا اڑانا اور ساری سنن ابی داؤد پر اپنی خیالی اور وہمی باتوں سے پانی پھیر دینا کہانتک سود مند اور موجب برکت ہو سکتا ہے۔ فتدبر +

مہدی اور مسیح

کے منتظر مدت مدید سے ۱۳۳۵ھ کی انتظار لگائے بیٹھے تھے اور تمام ان نشانات کو بھلا کر جو اس آنیوالے کے زمانہ اور وقت کو بتا چکے ہیں اور اپنے وقوع سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آنیوالا آبھی چکا بعض پہلی امتوں کیطرح اسی لئے مسیح کی ہی راہ ابھی تک دیکھ رہے ہیں مگر ۱۳۳۵ھ بھی آگیا بلکہ نصف کے قریب ختم بھی ہو چکا معلوم نہیں۔ اب ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے خیالی پلاؤ پکا کر اسی راہ سے لگے ہوئے کے درپے رہا کرتے تھے۔ کاش یہ لوگ سمجھیں اور غور کریں کہ رسول کریم صلعم باوجود افضل الرسل ہونیکے اپنی امت کی اصلاح کیلئے اپنے کسی بیرونی کی بجائے کسی دوسرے نبی کے محتاج ہیں تو پھر آپکا کیا باقی رہ گیا اور پھر جبکہ قرآن و حدیث اسیر بتا رہے ہیں کہ وہ پہلا مسیح فوت بھی ہو چکا تو فوت شدہ دوبارہ کیونکر آسکتا ہے اور مہدی کے متعلق تو حدیث صاف کہہ رہی ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ۔ پھر جب ایک

دلیل العرفان

امام المنتظر

از قلم مرزا نذر علی پشاوری

محمد بن جریر طبری اور عبد الباقی بن فانع وغیرہ جو علم انساب اور فن تاریخ کے ماہر اور اہل ہیں۔ انہوں نے صاف لکھدیا ہے کہ امام حسن العسکری نے کوئی فرزند اور اولاد اپنے بعد نہیں چھوڑا۔ اور امامیہ مدعی ہیں کہ اسکا ایک لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا اور وہی مہدی موعود ہے اور وہ بروایات مختلفہ دو یا تین یا پانچ اور چھ سال کا تھا۔ کہ سرداب سرمن رائے میں خلیفہ کے خوف سے یا قتل کے خوف سے غائب ہو گیا۔ اور اس کی سنہ ولادت تشیع کی روایات کے مطابق ۲۵۵ھ ہجری تھی۔ اور حساب کے رو سے اسکی عمر فی الحال گیارہ سو سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور مرور زمانہ سب پر اثر کرتا ہے حتیٰ کہ سید الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس سے مستثنےٰ نہ رہے اور ۶۳ سال کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ مگر امام مہدی صاحب سرمن رائے والا اس سے مستثنےٰ ہے۔ اور خدا کا قانون اور حکم اس پر محیط نہیں۔

ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئاً اگر جناب امامیہ اس کا غار سے نکلنا کوفہ بغداد اور نجف کربلا اور حرمین کا چکر لگانا ظاہر نہ فرماتے تو قیاس ہو سکتا تھا کہ شاید غار میں یہ تاثیر رب العلمین نے رکھدی ہے کہ وہ اثر زمانہ سے محفوظ ہو سکتا ہے مگر معاملہ خود تشیع نے بگاڑ دیا ہے یخربون بیوتھم بایدیھم +

ایسا دو سال یا پانچ سال کا لڑکا اصطلاح شرع میں یتیم کہلاتا ہے اور باوجودیکہ وہ والدہ یا دادی یا چچا یا اور کسی قریبی رشتہ دار کی ضمانت میں تعجب کہ تشیع اس کے چچا کو جعفر کذاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی نے خلیفہ وقت کے پاس چغلی کھائی اور خلیفہ نے امام حسن العسکری علیہ السلام کے گھر کی تلاشی کرائی اور وہ لڑکا پانی کے بیچ مصلے پر نماز پڑھ رہا تھا اور چالیس دن کا تھا جبکہ چل پھر سکتا تھا۔ اور تولد ہوتے ہی سجدہ میں گر گیا تھا اور تولد ہوتے ہی قرآن شریف کا حافظ تھا۔ شرائع دین اسلام کو گویا ماں کے پیٹ ہی سے پڑھ کر اور سیکھ کر آیا تھا۔ یہ تمام اہلیات کا ذخیرہ کتب احادیث و تفاسیر تشیع میں پایا جاتا ہے +

میں حیران ہوں کہ ایسے ایسے عالم اور فاضل مجتہد تاج الشیعہ وغیرہ وغیرہ نا سمجھوں نے کس طرح ایسی لایعنی اور بیہودہ باتیں اپنی تفسیروں اور کتابوں میں لکھ کر اور ان باتوں کو خدا اور رسول قرآن اور ائمہ کی طرف منسوب کر کے شرماتے اور حیا تک بھی نہیں کرتے تھے اور ان کا ضمیر اور کانشنس ان کو ذرہ بھی ملامت نہیں کرتا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہاں ایک ایسی قوم سے جو تقلید کو مان اور بھیڑ چال میں دھم فی سکرتھم یعمھون کی مصداق ہو چکی ہو ایسی باتوں کا صدور بعید از عقل نہیں +

یہ تہذیب تمدن اور عقل کا زمانہ اور یہ تکلیم کا دعوے پھر عقیدہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام گہوارہ جنبانی کرنے حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ سے ہر روز آ کر مدینہ میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوتے تھے۔ اور بروقت پیدائش امام صاحب کو جبرئیل عرش اور آسمانوں پر لے گئے تھے۔ اور اسی طرح ہر امام کو ملائکہ لیجاتے ہیں اور حضرت امام المنتظر صاحب بھی پیدا ہوتے ہی روح القدس فرشتہ کے حوالے کئے گئے تھے۔ پھر وہاں سے واپس آ گئے اور پھرنے لگے مہینے یا دو مہینے میں اس قدر جوان ہو گئے کہ حلیمہ خاتون دیکھ کر پہچان نہ سکی۔ حضرت امام حسن العسکری نے شناسائی کرائی کہ یہ وہی مولود چہل روزہ ہیں کہ اب جوان بالغ عاقل عالم الغیب والشہادہ علم ماکان ومایکون کے جاننے والے حرام اور حلال کی مخلوط اشرفیوں کو فوراً جدا جدا کر کے نام بنام گن کر بتلانیوالے ہیں۔ الامان والحفیظ جھوٹ اور کذب بیانی کی بھی حد ہو گئی مسلمانوں کے تمام فرقوں میں ان سے بڑھ چڑھ کر کوئی دروغ باف نہیں۔

الغرض قرآن اور سنت اس پر گواہ ہے کہ بموجب شریعت اسلامی ایسے نابالغ یتیم کا ایک گارڈین اس کی ذات اور مال کا مقرر ہوا اور اس کا مال اس کے سپرد نہ کیا جاوے جبتک وہ بالغ نہ ہو جاوے وابتلوا الیتمیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشداً فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافاً وبداراً۔ یہ ہے اللہ تعالے کا کلام مجید جس کا اپنے مال تک کا حوالہ کرنا تا ایام بلوغ جایز اور لازم نہیں بلکہ وہ دوسرے بالغ عاقل کے تولیت کا وہ محتاج ہے۔ پھر وہ کس طرح قوم کا امام اور متولی امور مسلمین ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ کیا روافض کا ایمان اس بات پر نہیں۔ یا یہ آیت حضرت عثمان نے اپنی طرف سے گھڑ کر قرآن میں لکھوا دی ہے۔ طرفہ یہ کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ امر ... نابالغ یتیم کو ... [illegible]

ما لا یطاق۔ گیارہ سو سال گذر گئے ایک کام بھی امامت کا سر انجام نہ دیا ان دانش کی عقول کو دیکھو ہزار سال سے ایک شخص حکیم حاذق مشہور کیا والا اطبار کے القاب سے پکارا جاتا ہے مگر ایک شخص کی بھی عینی شہادت نہیں کہ ان سے حکیم صاحب کو دیکھا یا فلاں مرض کا اس سے علاج کرایا اور شفا پائی۔ فیا للعجب انہ لیس علے الامام الا ما حمل من امر ربہ الا البلاغ فی الموعظۃ والاجتھاد فی النصیحۃ والاحیاء للسنۃ واقامۃ الحدود علے مستحقیھا واصدار السھمان علے اھلھا الخ

(نہج البلاغہ جلد ا) ترجمہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں خوب جان لو امام کے ذمہ سوا اس کے اور کچھ نہیں جو پروردگار نے اس کے ذمہ مقرر کر دیا ہے اور وہ یہ باتیں ہیں) پند اور نصائح میں مبالغہ کرے نصیحتوں میں انتہائی کوشش پر کاربند ہو۔ سنت نبوی کو زندہ کرے مستحقین حدود پر حدیں شرعی جاری فرمائے اور حصوں کو ان کے مستحقین تک پہنچا دے (نیرنگ فصاحت)

فقال رسول اللہ المنذر ولکل زمان منا ھاد یھدیھم الی ماجاء بہ النبی ثم الھداۃ من بعد ثم الاوصیاء واحد بعد واحد (صلا اصول کافی) ترجمہ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ رسول اللہ منذر ہے اور بعد رسول اللہ ہر ایک زمانہ کے لئے ایک ہادی ہے ہم اہلبیت علیہم السلام سے جو ہدایت کرتا رہتا ہے لوگوں کو اس امر دینی کی طرف جو رسول اللہ صلعم پر اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہوئی ہے الخ

ایک اور مفصل حدیث طولانی اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۱۲۰ پر ہے جس کے چند فقرات قابل توجہ اہل علم حسب ذیل ہیں۔

ان الامامۃ ھی منزلۃ الانبیاء وارث الاوصیاء ان الامامۃ خلافۃ اللہ وخلافۃ الرسول ومقام امیر المومنین ومیراث الحسن والحسین۔ ان الامامۃ زمام الدین ونظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المومنین ان الامامۃ اس الاسلام النامی وفرعہ السامی بالامام تمام الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام والحج والجھاد وتوفیر الفیٔ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف الامام یحل حلال اللہ ویحرم حرام اللہ ویقیم حدود اللہ ویذب عن دین اللہ ویدعو الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ والحجۃ البالغۃ الخ

غرضکہ اس قسم کی بہت سی احادیث خود تشیع کی کتب میں موجود ہیں جن میں امام کے فرائض اور اس کے کاموں کی تفہیم اور تصریح مندرج ہے +

پس جناب امامیہ سے ہم نہایت ادب کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ وہ ذرہ سوچ کر جواب دیں کہ ہزار سال ہیں ان کے امام صاحب نے کون کون سی باتیں اپنے فرائض کی ان میں سے ادا کیں اور اگر ادا نہیں کیں تو وہ امام کیسے ہوئے +

بھلے لوگو اگر امام موجود ہوتا تو تمام دنیا ان کو جانتی اور یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مسلمانوں اور مومنوں کا امام ہو اور معدوم اور مفقود ہو اور اس قدر مدت دراز ہزار سال کی اس کے غائب ہونے کو گذر گئی ہو اور اسکا کچھ پتہ اور نشان کہیں بھی نہ ملتا ہو +

دیکھو اگر ایک عورت ہو اور اس کا ولی نکاح موجود نہ ہو تو شرع اسلام کے رو سے حاکم یا ولی حاضر اس کے نکاح کا متولی ہو کر اس کو نکاح کر دیتا ہے اور شارع اسلام نے ایک عورت کے مصالح تناکح کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکا انتظام اور تدارک کر دیا ہوا ہے۔ مگر بموجب مسلمات تشیع ہزار سال سے مصالح امامت کو نقصان ہو رہا ہے۔ اور امور مسلمین ضائع اور خراب برباد ہو رہے ہیں مگر شریعت نے اس کا کوئی تدارک نہیں فرمایا کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم الخ اور بقول تشیع تدارک یہ کیا کہ اصل مقاصد امامت پر عمل ہو کچھ اثر نہیں۔ وہ امام کے نکلنے کی دعائیں مانگتے ہو سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ یہ تدارک اور علاج تشیع کا قابل داد ہے +

من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ یہ حدیث جس پر تشیع حجت کرتے ہیں خود انپر حجت ہے کیونکہ اس حدیث کے مصداق خود تشیع ہیں انہوں نے ہزار سال میں ہرگز اپنے امام زمان کو نہیں پہچانا اور کروڑہا نفری ان کی موت جاہلیت کا شکار ہو چکی ہے۔ اور انتظار میں قیامت تک امام موہومی و مزعومی کا منہ نہ دیکھیں گے اور موت جاہلیت فتوے اپنے مسلمات کے رو سے خود اپنے پر وہ لگا چکے ہیں ہزار سال سے جن کا امام معدوم مفقود ہے وہ کس طرح اس دعوے میں صادق قرار دیئے جا سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے امام کی معرفت حاصل کر لی ہے۔ ہاں یہ جدا منطق ہے کہ ایک مفقود معدوم لا حس ولا خبر کو فرضی طور پر امام زمان قرار دیکر اس کا نام معرفت امام رکھیں +

دوستو اگر ایک شخص کے چچے کا بیٹا کسی ملک یا شہر میں موجود ہو اور وہ شخص اس کو نہ جانتا ہو نہ پہچانتا ہو نہ اس نے اس کو کبھی دیکھا ہو نہ اس سے ملاقات کی ہو تو ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس شخص کو اپنے ابن عم کی معرفت حاصل

مشاہیر اسلام

اس عنوان کے ذیل ہمارا ارادہ ہے۔ کہ اُن حضرات کے حالات درج کریں۔ کہ جو اپنی ذات سے نوع انسان کے لئے نہایت بابرکت تھے۔ یہ سلسلہ خاص رنگ کا تاریخی سلسلہ ہے۔ جس پر نظر غائر ڈالنے والے بہت سے مفید امور سے آگاہی حاصل کر سکیں گے جن کی تشریح و توضیح کرنے کی ہمیں یہاں چنداں ضرورت نہیں ہے۔ "ایڈیٹر"

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امیر معاویہؓ ابی سفیان بن حرب کے فرزند تھے۔ ابی سفیان سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوہرا تعلق رشتہ داری تھا۔ یعنی ابی سفیان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور آپ کے خسر تھے۔ حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ ابوسفیان کی ہی بیٹی تھیں۔ امیر معاویہؓ کو رسول اللہ صلعم کے حضور میں رہنے کا فخر حاصل رہا ہے۔ منصب امارت پر سب سے پہلے آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد مبارک میں بعد وفات یزید بن سفیان کے مقرر کئے گئے۔ جس میں آپ نے اپنی لیاقت خداداد۔ علم و دانائی اور امور سیاست میں اچھی قابلیت رکھنے کا ثبوت دیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی وجہ سے اپنے عہد میں انکو اُن کے اسی عہدے پر رہنے دیا۔ بحری بیڑا تیار کرنے اور بحری حملوں سے بعض ممالک کو فتح کرنے کا سب سے پہلے مشورہ حضرت عمرؓ کو دینے والے بھی آپ ہی ثابت ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے قبرس پر بحری حملہ کرنے کی اجازت طلب کی تھی مگر حضرت عمرؓ نے کسی خاص وجہ سے اجازت نہ دی۔ اور اُن کا یہ شوق دل ہی میں رہا۔ جسکو آخر حضرت عثمان غنیؓ نے پورا کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے وقت میں آپ کل ملک شام کے حاکم عام بنائے گئے۔ اور وہاں آپ نے اپنے علم و تدبر اور سیاست دانی و ہنرمندی سے نہایت اعلیٰ درجہ کی ہردلعزیزی حاصل کی۔ حلم و دانائی میں وہ ایسے فرد ہو گئے تھے۔ کہ اُن کا حلم خصوصاً ضرب المثل ہو گیا تھا۔ قبیصہ بن جابر کا قول ہے کہ میں نے معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو حلیم و عقیل نہیں دیکھا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵) ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن ابی عاصم نے اُن کے حلم پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ (صفحہ ۱۰۵ تاریخ الخلفاء)

شعبی کہتے ہیں کہ عاقلان عرب چار ہیں۔ معاویہؓ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد۔ معاویہؓ علم و دانائی کی وجہ سے۔ عمروؓ بن العاص بوجہ سلجھانے مشکلات پیش آمدہ کے۔ مغیرہ بسبب اور سان خطا نہ ہونے کے۔ اور زیاد ہر ایک چھوٹی بڑی بات میں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵)

امیر معاویہؓ جنگ کے وقت گو سخت تھے۔ مگر فتوحات کے وقت نہایت رحمدل اور منکسر المزاج تھے۔ داد و دہش میں اول نمبر پر رہنے والے۔ اور حاجتمندوں اور تکلیف زدہ حضرات کے لئے دردمند دل رکھنے والے تھے۔ اور اکثر ایسے حضرات کو زر کثیر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ کو آپ نے چالیس ہزار اشرفیاں دی تھیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں ایک زیور ایک لاکھ اشرفی کی قیمت کا (یعنی دو ہدیہ) پیش کیا تھا۔ (تاریخ خلفاء اسلام حصہ دوم صفحہ ۲۶)

حضرت امام حسنؓ کو ایک لاکھ روپیہ سالانہ آپ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ آپ مقررہ رقم امام حسنؓ کو ارسال نہ فرما سکے۔ مگر یاد آنے پر آپ نے بجائے ایک لاکھ کے پانچ لاکھ ارسال کر دیئے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۴)

امیر معاویہؓ طویل القامت خوبصورت اور بارعب آدمی تھے۔ رعب و سطوت اُن کے چہرے سے نمایاں ہوتا تھا۔

آپ کی فضیلت میں بہت سے اقوال اور حدیثیں مشہور ہیں۔ جنکو ان سے بغض و حسد رکھنے والوں نے غیر صحیح ٹھہرانے پر بھی بہت کچھ زور لگایا ہے۔ مگر درایت اور واقعات کے رو سے اُن کی صحت کا ثبوت ملتا ہے۔

اقوال اور احادیث ذیل قابل غور ہیں

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ الٰہی معاویہؓ کو ہدایت پانے والا اور ہدایت کرنے والا کر دے۔"

(۲) "امام احمدؒ نے اپنی مسند میں لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور عذاب سے بچا۔"

(۳) رسول اللہ صلعم نے امیر معاویہؓ سے فرمایا کہ "اے معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو تو لوگوں سے اچھی طرح سلوک کرنا۔"

(۴) حضرت عمرؓ امیر معاویہؓ کو دیکھکر فرمایا کرتے تھے کہ "یہ عرب کے کسریٰ ہیں" جب یہ تم لوگوں میں سے داخل عرب میں سے ... تو تم دیکھو گے۔ کہ بہت سے سر جسموں سے جدا کئے جائیں گے۔"

(۵) مقریزی کہا کرتے تھے۔ کہ تم لوگ ہرقل اور کسریٰ کا تو ذکر کرتے ہو۔ اور امیر معاویہؓ کو بھول جاتے ہو۔" (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۷)

سنہ ۲۵ ہجری تک آپ اپنی خوبیوں کی وجہ سے نہایت حلیم مشہور تھے۔ بلکہ آپ کا علم ضرب المثل تھا۔ چنانچہ یحییٰ غسانی کہتے ہیں۔ کہ ایک روز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے آئینہ دیکھا۔ تو اپنی جوانی اور حسن و جمال کو دیکھکر متحیر رہ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ محمد صلعم نبی تھے۔ ابوبکر صدیقؓ تھے۔ عمرؓ فاروق تھے۔ عثمانؓ حیادار تھے۔ معاویہؓ حلیم تھے۔ یزید صبور تھا۔ عبدالملک سیاست کرنے والا تھا۔ ولید جابر تھا۔ میں بادشاہ جوان ہوں۔" (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۲)

ایک شخص نے بعہد عمر بن عبدالعزیز بن مروان حضرت معاویہؓ کی کچھ گستاخی کی تو آپ نے اُس کے دُرّے لگوائے۔ (یہ عمر بن عبدالعزیز وہ بزرگ ہیں۔ جنکی پارسائی اور نکوئی میں کسی کو کلام نہیں ہے)۔ ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۹)

امیر معاویہؓ نے بحیثیت امیر ۲۰ برس ملک شام پر حکومت کی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے متعلق حضرت علیؓ اور اُن کے درمیان مناقشات اور جنگ و جدل ہونے کے بعد آخری فیصلہ ہوا۔ اور حضرت امام حسنؓ کی خلع خلافت کے بعد آپ خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ تو تادم مرگ اسی پر قائم رہے۔

جس سال آپ کی خلافت پر اجماع ہوا۔ اُسے سال جماعت کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ سنہ ۴۱ ہجری کا ہے۔

اسی سال آپ نے مروان بن حکم کو خالد بن ولید کو جو نہایت چالاک عقیل و فہیم اور مدبر و لائق فائق شمار کیا جاتا تھا۔ امیر مدینہ مقرر کیا۔

سنہ ۴۸ ہجری میں جبکہ کل مناقشات اندرونی ختم ہو چکے تھے آپ نے خلفائے راشدین کے طریق عمل کی طرف قدم اٹھائے یعنی سلطنت اسلامیہ کی وسعت اور حدود میں ترقی دینے کی طرف رجوع کیا جس کے لئے آپ نے بڑی اور بحری تیاری کی۔ اور ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ اس لشکر میں اُن سب آزمودہ کار حضرات کو جمع کیا جو جنگ بدر اور اُحد کا بقیہ موجود تھے۔ اس لشکر کا سپہ سالار اپنے بھائی سفیان کو کیا۔ مگر اس کی نام حکومت کے لائق یزید اپنے بیٹے کو سمجھکر اُس پر اسکو مقرر کیا اس جنگ میں جناب امام حسینؓ بن علیؓ بھی زیر کمان سفیان اور یزید شامل ہوئے (تاریخ خلفاء اسلام حصہ دوم صفحہ ۱۲)

اس جنگ کی اغراض حسب ذیل تھیں:-

(۱) بوجہ خانہ جنگی کے جو فتوحات کا سلسلہ رُک گیا تھا وہ از سر نو شروع ہو جائے۔

(۲) نبی کریم صلعم کی وہ پیشگوئی پوری ہو جو فتح قسطنطنیہ کو متعلق ہے

(۳) غیر اقوام پر پھر پہلے جیسا رُعب داب بٹھلایا جائے۔

یہ فوج بیڑے کے ذریعہ دردانیال کو بلا مزاحمت عبور کر گئی۔ اور شہر سے سات میل پر اتر کر شہر کا محاصرہ کر لیا جو چھ برس کامل تک رہا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی بلکہ بہت سا نقصان ہی برداشت کرنا پڑا بہت سے قابل آدمی بھی ضائع ہوئے حضرت ابو ایوبؓ انصاری جنکے گھر میں آنحضرت صلعم نے بوقت ہجرت قیام فرمایا تھا۔ زیر دیوار شہید ہوئے۔ (تاریخ فتوحات اسلام صفحہ ۱۵)

محاصرہ قسطنطنیہ کے وقت چونکہ ایک بڑا لشکر مصروف کارزار تھا۔ اس لئے دوسری طرف کم توجہ ہونے کے باعث طرابلس کے قبائل نے سرکشی اختیار کی۔ جن کی سرکوبی کے لئے اور ملکی فتوحات کے سلسلہ میں ترقی دینے کے لئے آپ کو عقبہ بن نافع الفہری جیسے عقیل و فہیم مدبر اور نیک و پارسا انسان میسر آ گئے۔ عقبہ بہت متقی و پرہیزگار اعلیٰ درجہ کے سپاہی اور داد مردانگی دینے والے اور اسلام کی اُلفت و محبت کی آگ سینہ میں رکھتے تھے۔ انکو حضرت امیر معاویہؓ نے سنہ ۵۰ ہجری میں اُس فوج پر سپہ سالار مقرر کیا تھا جو شمالی افریقہ کو دس ہزار کی تعداد دمشق سے روانہ کی گئی تھی۔ اس شخص نے جو کارگذاری کی ہے۔ اُس کا مختصر حال پیغام صلح کی ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں نذر ناظرین ہو چکا ہے۔

سنہ ۴۳ ہجری میں اُن کے رفیق اور دست و بازو حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر نے وفات پائی اور اسی سال میں رخج وغیرہ مضافات سجستان میں سے اور ودان برقہ میں سے اور کوزی بلاد سوڈان میں سے فتح ہوئے۔ اسی سال امیر معاویہؓ کو ایک نہایت عمدہ اور کارکن شخص زیاد نامی ملا۔ جس نے امور سلطنت میں آپکو بہت سی مدد دی۔ زیاد کی نسبت لکھا ہے کہ یہ امیر معاویہؓ کا بھائی تھا۔ یعنی ابی سفیان کی ایک یونانی لونڈی سمیہ نامی کے بطن سے تھا۔ جس کا مفصل حال کسی آیندہ اشاعت میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ شخص امیر معاویہؓ کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ سیاست دانی اور انتظام کی قابلیت اعلیٰ درجہ کی رکھتا تھا۔ انصاف و عدل کرنے اور سچ و جھوٹ کے نکھیڑنے میں فرد واحد تھا۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اسکو قاضی کے عہدے پر مقرر فرمایا تھا۔ (صفحہ ۱۹۔ تاریخ فتوحات اسلام حصہ دوم)

سنہ ۴۴ ہجری میں قوہستان فتح ہوا۔ اور اسی سال یزید کو قبل عہد بنانے کا مسئلہ چھیڑا گیا۔ اہل شام نے یزید کی ولی عہدی کو قبول کر لیا۔ مگر مدینہ میں جو اصحاب کبار کے فرزند تھے۔ چونکہ وہ بھی خلفاء کے فرزند ہونے کے باعث اپنے آپ کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے اس لئے انکو اس پر اعتراض تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے جب مروان بن حکم حاکم مدینہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اُن کے بعد یزید کو خلیفہ تسلیم کرانے کے لئے لوگوں سے بیعت لی جائے۔ اور مروان نے خطبہ میں کہا۔ کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے۔ کہ اُنکے بیٹے یزید کے لئے سنت ابوبکرؓ و عمرؓ پر بیعت ہو۔ تو عبدالرحمن بن ابی بکر نے یہ کہا کہ یوں کہو۔ کہ سنت کسریٰ و قیصر پر۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے خلافت کو اپنے خاندان اور اپنے بیٹے کے لئے خاص نہیں کیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۶)

مروان بن حکم کا یزید کی ولیعہدی کو سنت ابوبکرؓ و عمرؓ قرار دینا تاریخ الخلفاء سے یوں ظاہر ہوتا ہے۔ کہ:-

(۱) جب حضرت ابوبکرؓ صدیق کی طبیعت زیادہ بگڑی تو آپ نے عبدالرحمن بن عوف عثمان بن عفان، سعید بن زید اور اسید بن حضیر و دیگر مہاجرین و انصار سے حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں مشورہ کیا۔ (۲) حضرت ابوبکرؓ نے وفات کے وقت حضرت عثمانؓ سے کہا کہ لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے۔ کہ ابوبکر بن ابو قحافہ نے دُنیا فانی سے جاتے اور عالم باقی میں داخل ہوتے وقت لکھائی ہے۔ اے مسلمانو! میں نے تمہارے اوپر عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ تم پر اسکی اطاعت لازم ہے۔ الخ ... (صفحہ ۴۲ و ۴۳ تاریخ الخلفاء)

(۳) اسکے بعد اور صحابہ بھی آئے۔ جن میں سے ایک نے حضرت ابوبکرؓ صدیق سے سوال کیا کہ آپ خدا کو کیا جواب دینگے۔ کہ عمرؓ جیسے تند مزاج آدمی کو ہم پر خلیفہ کئے جاتے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے مسلمانوں پر اُن میں سے بہتر آدمی کو خلیفہ کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۲)

(۴) حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلوت میں بلا کر کچھ وصیتیں بھی کیں اور اُن کے چلے جانے کے بعد دُعا کی کہ الٰہی! اس کارروائی سے (حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے سے) میرا مقصود صرف صلاح مسلمین ہے۔ میں نے فتنہ سے ڈر کر جو کیا اسکو تو بھی خوب جانتا ہے۔ (صفحہ ۴۳۔ تاریخ الخلفاء)

(۵) آپ یعنی حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کی حیات میں ہی ولی عہد خلافت ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۰)

آسانی کے لئے اگر اس کے ساتھ ہی وہ واقعات بھی پڑھ لئے جائیں جو حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ پیش آئے۔ جو ان مذکورہ بالا واقعات سے بالکل موافقت رکھتے ہیں تو بہتر ہوگا۔ وھو ھذا

(۱) عمرو بن حزم نے امیر معاویہؓ کو لکھا کہ میں تمہیں خدا کا خوف دلاتا ہوں کہ تم اُمت محمدیہ میں کس شخص کو خلیفہ بنائے جاتے ہو۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں مشکور ہوں کہ تم نے اپنی رائے کے موافق میری خیر خواہی کی۔ کیفیت یہ ہے کہ اسوقت لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں۔ اور میرا بیٹا اُن میں زیادہ مستحق ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۱)

(۲) مروان امیر مدینہ نے ایک روز خطبہ میں یہ بیان کیا کہ امیر المومنین کی رائے بالکل صحیح ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے ہیں جس طرح ابوبکرؓ و عمرؓ نے بنایا تھا۔ یہ سنکر عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ بلکہ یوں کہو۔ کہ سنت ہرقل و کسریٰ کے موافق ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے بیٹے یا اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ معاویہؓ یہ کام صرف شفقت پدری کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ......

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۰)

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور - یک شنبہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۲۲

مرثیہ بر حالت اسلام و مسلمانان

مردم ذی مقدرت مشغول عشرتہائے خویش
خورم و خندہ نشستہ با بتان ماہ زبیں
عالماں را روز و شب باہم فساد از جوش نفس
زاہداں غافل سراسر از ضرورتہائے دیں
ہر کسے از بہر نفس دون خود طرفے گرفت
طرف دیں خالی شد و ہر دشمنے جست از کمیں
اے مسلماناں چہ آثار مسلمانی ہمیں است
دیں چنیں ابتر شما در جیفہ دنیا رہیں
کار دنیا را چہ استحکام در چشم شما ست
ہر گز از دل بیروں کردید موت اولیں
دور موت آمد قریب اے غافلاں فاش کنید
دور ہے تا کے بخوبان لطیف و سر جبیں
ہس خود را بستید دنیا مدار اے ہوشمند
وعدہ ثم لننبئنا پیہنی در ثبت انفس لیس بیں
دل بدہ اللابد لدارے کہ حسنش دایم است
تا سرور دایمی یابی ز خیر المحسنیں
آں خرد مندے کہ او دیوانہ راہش بود
ہوشیار آنکہ مست روئے آں بار حسیں

مسیح موعود

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ابرار اخیار ملّت اور اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ضروری ہے کہ جس سے دعا کرنا ہے اس پر ایمان کامل ہو۔ اس کو موجود ۔ سمیع ۔ بصیر ۔ خبیر ۔ علیم ۔ متصرف ۔ قادر سمجھے ۔ اور اس کی ہستی پر ایمان رکھے کہ وہ دعاؤں کو سنتا ہے ۔ اور قبول کرتا ہے ۔

مگر کیا کروں کس کو سناؤں اب اسلام میں مشکلات ہی اور آپڑی ہیں کہ جو محبت خدا تعالیٰ سے کرنی چاہیئے وہ دوسروں سے کرتے ہیں ۔ اور خدا کا رتبہ انسانوں اور مردوں کو دیتے ہیں ۔ حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تھی ۔ مگر اب جس قبر کو دیکھو وہ حاجت روا ٹھہرائی گئی ہے ۔ میں اس حالت کو دیکھتا ہوں تو دل میں درد اٹھتا ہے ۔ مگر کیا کہیں کس کو جا کر سنائیں ۔ دیکھو قبر پر اگر ایک شخص بیس برس بھی بیٹھا ہوا پکارتا رہے تو اس قبر سے کوئی آواز نہیں آئے گی ۔ مگر مسلمان ہیں کہ قبروں پر جاتے .... اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ قبر خواہ کسی کی بھی ہو اس سے کوئی مراد بر نہیں آسکتی ۔ حاجت روا اور مشکل کشا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور کوئی اس صفت کا موصوف نہیں ۔ قبر سے کسی آواز کی امید مت رکھو ۔ برخلاف اس کے اگر اللہ تعالیٰ کو اخلاص اور ایمان کے ساتھ دن میں دس مرتبہ بھی پکارو تو میں یقین رکھتا ہوں اور میرا اپنا تجربہ ہے کہ وہ دس دفعہ ہی آواز سنتا اور دس ہی دفعہ جواب دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پکارنے اس طرح پر جو پکارنے کا حق ہے ۔

ہم سب ابرار اخیار امت کی عزت کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں ۔ لیکن ان کی محبت اور عزت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہم ان کو خدا بنالیں اور وہ صفات جو خدا تعالیٰ میں ہیں ان میں یقین کرلیں ۔ میں بڑے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ **وہ ہماری آواز نہیں سنتے اور اس کا جواب نہیں دیتے** ۔ دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک گھنٹہ میں ۷۲ آدمی آپ کے شہید ہوگئے ۔ اس وقت آپ سخت نرغہ میں تھے ۔ اب ظاہر ایک شخص کا کانشنس گواہی دیتا ہے کہ وہ اس وقت جبکہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہونگے کہ اس مشکل سے نجات مل جاوے لیکن وہ دعا اس وقت منشاء الٰہی کے خلاف تھی اور قضا و قدر اس کے مخالف تھے اس لئے وہ اسی جگہ شہید ہوگئے ۔ اگر ان کے قبضہ و اختیار میں کوئی بات ہوتی تو انہوں نے کونسا طریقہ اپنے بچاؤ کے لئے اٹھا رکھا تھا مگر کچھ بھی کارگر نہ ہوا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قضا و قدر کا سارا مدار اور تصرف تمام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے ۔ جو اس قدر وسیع قدرت کا رکھتا ہے اور حی و قیوم ہے اس کو چھوڑ کر جو مردہ اور عاجز بندوں کی قبروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگتا ہے اس سے بڑھ کر بدنصیب کون ہوسکتا ہے ؟ انسان کے سینہ میں دو دل نہیں ہوتے ایک ہی دل ہے وہ دو جگہ محبت نہیں کرسکتا اس لئے اگر کوئی زندوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتا ہے وہ حفظ مراتب نہیں کرتا اور یہ مشہور بات ہے

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

خدا تعالیٰ کو خدا تعالیٰ کی جگہ پر رکھو اور انسان کو انسان کا مرتبہ دو اس سے آگے مت بڑھاؤ ۔ مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ حفظ مراتب نہیں کیا جاتا ۔ زندہ اور مردہ کی تفریق ہی نہیں رہی ۔ بلکہ انسان عاجز اور خدائے قادر میں بھی کوئی فرق اس زمانہ میں نہیں کیا جاتا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے معبودوں سے خدا تعالیٰ کا قدر نہیں پہچانا گیا ۔ اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت عاجز بندوں اور بیقدر چیزوں کو دی گئی ۔

مجھے تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جو مسلمان کہلاتے ہیں لیکن باوجود مسلمان کہلانے کے خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں اور اس کی صفات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں جیسا میں دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم کو جو ایک عاجز انسان تھا اور اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوئے ہوتے تو ان کی رسالت بھی ثابت نہ ہوتی بلکہ انجیل سے تو وہ کوئی اعلیٰ اخلاق کا آدمی بھی ثابت نہیں ہوتا لیکن عیسائیوں کے اثر سے متاثر ہوکر مسلمان بھی ان کو خدائی کا درجہ دینے میں پیچھے نہیں رہے کیونکہ جیسا کہ وہ صاف مانتے ہیں کہ وہ اب تک حی و قیوم ہے اور زمانہ کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوا آسمان پر موجود ہے ۔ مردوں کو زندہ کیا کرتا تھا ۔ جانور وں کو پیدا کیا کرتا تھا عیب جاننے والا تھا پھر اس کے خدا ماننے میں اور کیا باقی رہا ۔ افسوس مسلمانوں کی عقل ماری گئی جو ایک خدا کے ماننے والے تھے وہ اب انسان مردہ کو خدا سمجھتے ہیں اور ان خداؤں کا تو شمار نہیں جو مردہ پرستوں اور مزار پرستوں

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

اسلامی لٹریچر کی اشاعت ۔ ووکنگ کا اسلامی مشن اور مسلمان

موقر رسالہ اشاعت اسلام اپنی ماہ مئی کی اشاعت میں رقمطراز ہے ۔ اسلامی مذہبی علوم کی انگریزی زبان میں کمی مسلمانوں کی کم ہمتی یا عدم توجہی کی ایک نمایاں مثال ہے ۔ وہ رسول جس کے متعلق یہ ارشاد الٰہی تھا لیکون للعالمین نذیرا ساری قوموں کو ڈرانے والا اور اس کی امت نے آج اس پیغام مقدس کو دوسری قوموں میں پہنچانے کے لئے کیا کام کیا ہے ۔ وہ ساری قوموں کے لئے رسول ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کا پیغام ساری قوموں کی زبانوں میں ترجمہ ہو ۔ مگر کیسی افسوسناک حالت ہے کہ اس عظیم الشان قوم کی زبان میں ہمارا مذہبی لٹریچر معدوم کے حکم میں ہے جس کی سلطنت نہ صرف ہم پر بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی ہے ۔ دیگر قوموں کی زبانوں کا تو کیا پوچھنا کوئی باقاعدہ یا بیقاعدہ کوشش کی تکمیل ہم میں نمودار نہیں ہوئی جس کا مقصد یہ ہو کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق اور اقوال کو جو دلوں کو مسخر کرنے والے ہیں دوسری قوموں تک پہنچایا جائے ہم میں سے بہت ہیں کہ ان کا منتہائے مقصد صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اگر کوئی خادم اسلام نظر آیا تو اس کی پگڑی اتارنے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں ۔ اور پبلک کو بجائے حقائق کا علم دینے کے اور ان کو سیدھے راہ پر لگانے کے ان کے جذبات کو اشتعال میں لاکر کچھ ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ ان لوگوں کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ اسلام کی خدمت کس طرح ہو بلکہ زیادہ تر یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ لوگ ہمیں واہ واہ کہیں ۔ اور اگر کسی بھلے مانس کی پگڑی اتارنے سے واہ واہ کا نعرہ بلند ہوسکے تو وہ اس طرح بھی قسمت آزمائی کرنے سے نہیں ٹلتے ۔

ایک اور مصیبت یہ ہے کہ ایک کو کام کرتا ہوا دیکھ کر سب یہی خیال کرتے ہیں کہ ہم بھی یہی کام کرینگے تو کامیابی ہوگی ۔ ووکنگ مشن کے قیام سے پہلے کبھی لوگوں کا خیال جاپان کی طرف جاتا تھا ۔ اور کبھی امریکہ کی طرف ۔ جاپان میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی تجاویز تو مدتوں اخباروں میں گشت لگاتی رہیں لیکن ایک شخص کو جب اللہ تعالیٰ نے انگلستان میں کچھ کامیابی دی ۔ اور اس کے ذریعہ سے خدا کا نام تثلیث کی سرزمین میں بلند ہوا تو اب سب کا خیال یہی ہوا کہ یہی ایک کام کرنے کی جگہ باقی رہ گئی ہے ۔ حالانکہ یہ اسی کم ہمتی کی علامت ہے ۔ کہ کوئی کام خود شروع کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا ۔ آگے جہاں کام چلتا نظر آیا اگر خیال آیا ہے تو دوسروں کو بھی اسی جگہ کام کرنے کا خیال آتا ہے ۔ حالانکہ ابھی تک دنیا اسلام سے ناآشنا پڑی ہوئی ہے ۔ کہ اگر پچاس مبلغ بھی ہوں تو اپنے مرکز الگ الگ قائم کرکے ایک دوسرے کے لئے قوت کا باعث ہوسکتے ہیں نہ یہ کہ بعض وقت چلتے کام میں ہی روڑا اٹکانے والے بن جائیں ۔ چونکہ ایک شخص نے ووکنگ اور لندن میں کام شروع کیا ہے ۔ اس لئے سب کو تبلیغ اسلام کے لئے اب وہی ایک جگہ نظر آتی ہے ۔ زندہ قوموں کی حالت یہ ہوتی ہے ۔ کہ اگر ایک شخص ایک کام کرلیتا ہے تو دوسرا اگر اس کی مدد کرنا نہیں چاہتا اور اپنا زور علیحدہ لگانا چاہتا ہے تو ایک الگ کام اختیار کرتا ہے ۔

مسلمانوں کے سامنے بڑا وسیع میدان تبلیغ کا پڑا ہے ۔ ... ہیں جنکو سیکھنا اور انکے اندر اسلامی لٹریچر کو لانا ضروری ہے ... اگر اسی قدر انتظام بھی ہوسکتا ۔ کہ اسلامی ... زبانوں میں ہوجاتا تو اسلام ...

یہ نمونہ اخبار روزانہ ناظرین کئے جائیں گے اصل تا... کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے بقیمت ... فی جلد مل سکتی ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ہمارے ناظرین اور بالخصوص غیر احمدی احباب اس قابل قدر تصنیف کی پوری قدر کریں گے۔ اور اس کو ہاتھوں ہاتھ خرید کر کثرت سے شائع کرنے کا اہتمام فرمائیں گے ✦

میعاد ظہور امام مہدی میں توسیع

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ایک نوٹ میں یہ لکھا تھا۔ کہ منتظرین امام مہدی نے بہت سی ردو قدح کے بعد آخر ۱۳۳۵ھ کو ظہور امام مہدی کا سال قرار دیا تھا۔ اور ایک مدت سے اس کے منتظر تھے خوش قسمتی سے ۱۳۳۵ھ بھی آپہنچا بلکہ نصف سے زیادہ گذر بھی چکا ہے۔ لیکن امام صاحب ابھی تشریف نہیں لائے اس پر لکھنؤ سے میاں محمد عثمان صاحب محمودی تحریر فرماتے ہیں کہ

"واقعی یہ سچ ہے میں دس سال سے سن رہا ہوں کہ امام مہدی ۱۳۳۰ھ میں ضرور آجائینگے چنانچہ میں نے یہاں ایک معزز دوست جناب ڈاکٹر سید علی صاحب ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن انچارج پولیس ہسپتال لکھنؤ سے جو امام مہدی کے اشد منتظرین میں ہیں دریافت کیا تھا کہ وہ حضرت آپکے امام صاحب کہاں ہیں ۱۳۳۵ھ تو ختم ہو رہا ہے۔ اسکے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اب امام صاحب ۱۳۳۹ھ میں تشریف لائینگے۔ مجھے رؤیا ہوا ہے"

ہم حیران ہیں کہ لوگوں نے آخر اسے کیا سمجھ رکھا ہے۔ اور کیوں اسے بعض ایک بازیچۂ طفلاں قرار دیکر خود ہی تاریخیں مقرر کرتے اور پھر انہیں بدل بھی دیتے ہیں۔ کیونکہ غور کرنا چاہئے کہ کیا ظہور مہدی کی علامات پوری نہیں ہو چکیں۔ کیا وہ تمام نشان جو مہدی کے وقت کیساتھ مخصوص تھے ظہور پذیر نہیں ہو گئے اور ان سب میں سے بڑی نشانی جو رمضان میں کسوف و خسوف کے متعلق تھی پوری نہیں ہو گئی۔ اور ان سب علامات کے وقوع سے ثابت نہیں ہو گیا کہ آنیوالا آچکا۔ اگر نہیں آیا تو سوچنا چاہئے کہ کیا یہ تمہارا سفید مطلب ہے یا مغز ہے۔ تمہیں آخر کہاں سے خبر مل جاتی ہے کہ فلاں سال تمہارے مفروضہ امام صاحب آجائینگے۔ کہا جاتا ہے کہ رؤیا۔ لیکن پہلے ... پیشتر تم بہ دعویٰ ہی ... اور بڑے زور و شور سے تم اسکی بنا پر ۱۳۳۵ھ کا انتظار امام صاحب کے استقبال کیلئے اہتمام بلیغ کر رہے تھے۔ وہ کیا ہوئی۔ آیا وہ سچی تھی یا نہیں۔ اگر سچی تھی تو کیوں پوری نہ ہوئی اور اگر سچی نہیں تھی تو اس موجودہ رؤیا کے سچا ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ دوستو! خدا کیلئے غور کرو۔ دین کو بچوں کا کھیل نہ بناؤ کہ جو دل میں آیا بنایا۔ خدا کے ... ٹھنڈے دل سے اور سوچ سمجھ کر کسی کی طرفداری یا تعصب سے نہیں بلکہ خدا کیلئے غور کرو۔ کیا تمہارا یہ رویہ تمہیں قابل اعتبار ٹھہرانیوالا ہے۔ اور کیا تمہاری یہ رؤیا اگر واقعی ایسی رؤیا ہوئی ہو۔ قابل تسلیم ہو سکتی ہے جب (۱) تمہاری پہلی اس قسم کی خوابیں اور کشف غلط ثابت ہوئے (۲) جب آنیوالے تمام نشانات ظاہر ہو چکے۔ اور ایک شخص نے خدا کے حکم سے کھڑے ہو کر انہیں اپنے وجود میں ثابت بھی کر دکھایا۔ کیا منتظرین امام مہدی اس کا کوئی معقول جواب دینگے۔ بالخصوص ہمارے شیعہ حضرات جو ان کا ہمہ دانی کا مدعی اگر کچھ دلالفقار ہی اس معاملہ پر روشنی ڈالیں۔ کہ یہ کیا ہے کہ دنیا میں مصیبت پڑ رہی۔ بے دینی کا وہ زور ہے۔ جسکا ٹھکانا نہیں۔ خود لوگوں کی فطرتیں پکار رہی ہیں۔ کہ یہی وقت ہے۔ اس آنیوالے کا جسکا وعدہ تھا لیکن ہم انکے امام صاحب ہیں کہ غار میں چھپے بیٹھے ہیں باوجودیکہ کئی دفعہ منت زاری سے انہیں پکارا بھی گیا۔ لیکن وہ باہر نہ آنے تھے اور نہ آئے جبکہ حالت یہ ہے تو آئندہ کس بنا پر انکی راہ دیکھیں۔

"جواب دینا گناہ سمجھتے ہیں"

میاں محمد عثمان صاحب جو خیر سے محمودی بھی ہیں اور جنکی برکت سے میاں محمود احمد صاحب کے قلم سے آج تیس سال کا عرصہ ہوا یہ لفظ نکل چکے ہیں کہ

"نبوت کے متعلق میں یکو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح کو ظلی نبی مانتے ہیں لیکن چونکہ حضرت صاحب کے درجہ کو اسوقت بہت گھٹا کر لکھا جاتا ہے اس لئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے۔ کہ آپکے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جاوے ورنہ اسطرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا۔ نہ اسلئے کہ آپ نبی نہ تھے بلکہ اسلئے کہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے اور بطور علاج کے ہے کیونکہ اسوقت سب سے احمدی حضرت مسیح موعود کے درجہ سے ناواقف ہیں اور اخبارمیں بار بار یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ نہیں بلکہ پورا کرنے آئے ہیں"

وہی میاں محمد عثمان صاحب جنکو مندرجہ بالا الفاظ میاں صاحب نے لکھکر بھیجے تھے ہم سے شاکی ہیں کہ

"اب ہمارے خطوط کا جواب دیتے نہیں آپ تو آپ آپکے امیر صاحب جواب دینا گناہ سمجھتے ہیں"

لیکن یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کونسا خط ہمیں یا حضرت امیر کو لکھا جسکا جواب نہیں دیا گیا میاں خط ہی جو میاں محمد عثمان کیطرف سے ہمیں ملا ہی ... اور ہم نہیں سمجھتے کہ انہوں نے کیوں اسقدر صریح بہتان ہم پر باندھا کہ ہم انکے خطوط کا جواب نہیں دیتے۔ غالبًا اپنے پیر صاحب پر قیاس کیا ہوگا جو جواب دینا تو ایکطرف باوجود رجسٹری خطوط کی رسید بھی دینے کی انہیں عادت نہیں بلکہ ہضم کر جاتے ہیں۔ خود ہمارے خط ...

مذاکرہ علمیہ

تسبیح

وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم

(یعنی) جو چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں وہ سب خدا کی تقدیس اور تسبیح کرتی ہیں لیکن تم لوگ ان کی تقدیس اور تسبیح نہیں سمجھتے

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے وہ سب کچھ اپنے اپنے رنگ میں خداوند کریم کی تقدیس اور تسبیح کر رہا ہے۔

صرف یہی ایک آیت نہیں اور آیات میں بھی یہ بات بیان کیگئی ہے جس کائنات میں ہم رہتے ہیں وہ چار قسم کی ہے۔

(الف) حیوانات (ب) نباتات

(ج) جمادات (د) علویات

حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ انسان اور دیگر حیوانات

علویات کی چوتھی قسم اگرچہ نباتات اور جمادات سے بظاہر کوئی تعلق نہیں رکھتی لیکن انسانی ذریات کا ایک حصہ علوی بھی ہے اور دوسرا حصہ مادی یا سفلی۔ انسان جو روح رکھتا ہے اور جس کی بابت قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ قل الروح من امر ربی وہ ایک علوی چیز ہے گو سفلیات سے اس کا تعلق اور وابستگی ہے مگر ہے وہ دراصل ایک علوی حقیقت امر ربی اس حقیقت علوی کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ روح کی بہت کچھ تاویلیں کی جاتی ہیں مگر اب تک یہ کہنے کے سوائے کچھ بن نہ پڑا کہ وہ صرف ایک امر ربی ہے چونکہ اس کے امر کی حقیقت بھی ہم سے مادی رنگ میں پنہاں ہے۔ اور ہم اس کی نسبت بھی کچھ زیادہ تر نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے اس امر کی نسبت بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک سرالٰہی ہے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے اور جس قدر مخلوق اور کائنات ہے وہ زندہ نہیں ہے یا کسی قسم کی زندگی نہیں رکھتی۔

اگر ہم قرآن مجید کو بنظر غور پڑھیں تو ہم پر اس خیال یا اس قیاس کی غلطی خود بخود کھل جاویگی۔ صرف خیال اور قیاس ہی نہیں بلکہ یقینی طور پر یہ کہنا پڑیگا کہ انسانی ذریات یا دیگر حیوانات کے سوائے اور جس قدر مخلوق اور کائنات ہے وہ بھی کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہے۔ اور اس میں بھی جان ہے۔

بعض مفسرین قرآن مجید نے یہ خیال کیا ہے کہ تسبیح اور تقدیس سے مراد یہ ہے کہ دیگر مخلوقات اپنے خالق کی ہستی کی گواہ ہے۔ یہی ترجمہ مرحوم مولینا نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی کیا ہے۔ میری رائے ناقص میں یہ درست نہیں جہاں کسی آیت کا یہ مطلب ہے وہاں اور الفاظ یا اور طرز میں کہا گیا ہے۔ اس آیت میں یا اس قسم کی دوسری آیات میں یہی مراد ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جس قدر مخلوقات ہے۔ وہ سب کی سب اپنے خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اس بحث میں ضروری ہے کہ ہم امور ذیل پر غور کریں ✦

(۱) کیا صرف انسان اور دیگر حیوانات ہی زندہ یا زندگی رکھتے ہیں۔

(۲) یا دوسری مخلوق بھی کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہے۔

(۳) تقدیس اور تسبیح سے مراد کیا ہے۔

انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے ہمارے ارد گرد ہمارے ہی کرہ میں نباتات اور جمادات ہیں۔ یہ دونو قسم کی مخلوق اپنے اپنے رنگ میں نشوونما پاتی اور ایک وقت کے بعد نابود بھی ہو جاتی ہے۔ ان کے نشوونما اور قیام و ثبات کے اسباب بھی ہیں اور ان ہی اسباب کے تحت یہ نشوونما پاتی ہے جب ان کا اپنے اپنے رنگ میں نشوونما پانا ثابت ہے اور ان پر بعض اسباب موثر اور یہ ان سے موثر ہیں تو یہ ماننا پڑیگا کہ یہ مخلوق بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے اگرچہ ان کی زندگی انسانی یا حیوانی زندگی کے مشابہ نہیں ہے لیکن ایک قسم کی زندگی ضرور ہے۔ آجکل بعض اخباروں میں ڈاکٹر مسٹر بوس بنگالی کے نباتاتی اجتہاد کی نسبت ولایت اور جاپان تک شہرت ہے۔ پچھلے دنوں رسالہ الناظر لکھنؤ میں بھی ڈاکٹر موصوف کے نباتاتی اجتہاد پر ایک مبسوط مضمون نکلا ہے ڈاکٹر موصوف نے ثابت کیا ہے کہ نباتات میں ایک قسم کی زندگی ہے اور ایسا احساس جو لوازم یا آثار زندگی میں سے ہے ✦

ایک پرانا خیال ہے اور درست بھی ہے کہ لاجونتی بوٹی انسان کے سایہ سے کملا جاتی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ نباتات ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں۔ نباتات کی سیرابی اور نشوونما اس پر شاہد ہے کہ وہ بھی ایک قسم کے قانون زندگی کے ماتحت ہیں۔ دیکھو اگر انہیں کاٹ دیا جائے ...

رکھتا نہیں۔ لیکن دوسرے نقص سے کاشت ان کا نشوونما رک جاتا ہے۔ دیکھا ہے اسی طرح جمادات بھی ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں۔ اور ان میں نشوونما پائی جاتی ہے ✦

جب یہ مخلوق بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہے تو کہا جاویگا کہ انہیں بھی ایک قسم کا احساس حاصل ہے۔ اور اگر دوسرے الفاظ میں احساس ہی زندگی کا نام ہے کیونکہ جس زندگی میں احساس نہیں وہ زندگی ہی نہیں ہے

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

رہی باقی یہ بات کہ ہمیں ان کی زندگی کا ثبوت کس طرح ہے یہ کچھ مشکل نہیں ہم روز دیکھتے ہیں کہ نباتات مختلف درجوں میں نشوونما پاتے ہیں نیز بعض اسباب موثر اور غالب ہیں اور ان کے ماتحت ہی ان کی ہستی بھی رکھی گئی ہے۔ اور دوسری طرف وہ موثر بھی ہیں اور متاثر بھی۔ ان تمام باتوں سے ان کی زندگی تو ثابت ہے اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو کیوں بعض اسباب مفیدہ و اسباب مضرہ سے ان کی کیفیت بدل جاتی ہے دیکھو ایک پودہ پانی دینے سے بڑھتا ہے۔ اور ہوا میں لہلہاتا ہے۔ لیکن جب اسے کاٹ دیا جائے تو اگرچہ وہ کرہ ہوا میں ہی رکھا جاوے تو اس پر کوئی قوت نامیہ اثر نہیں کرتی نہ تو وہ نشوونما پا سکتا ہے اور نہ سبز اور شاداب ہو سکتا ہے یہ اس واسطے کہ اس کی زندگی منقطع ہو چکی ہے۔ اور جو حس تھی وہ ماری گئی ہے۔ یا تو یہ ہے کہ ایک پودہ ایک پھول ہاتھ لگانے سے ہی کملا جاتا ہے اور یا یہ کہ کوئی چیز بھی اس پر اثر نہیں کرتی ✦

اگر ہم علم نباتات سے واقف ہوں تو یہ راز ہم پر بآسانی کھل سکتا ہے کہ ان کی افزائش اور روئیدگی ہماری طرح ہی جوڑے پر موقوف ہے مکئی، گندم، کھجور وغیرہ پودے اور درخت تانیث اور تذکیر رکھتے ہیں اور ان کی افزائش اس قانون تانیث اور تذکیر کے ماتحت ہو رہی ہے اگر ان میں زندگی نہیں ہے تو ایسا کیوں ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہمارے نزدیک زندگی ثابت نہیں کیونکہ ہم سے مشابہ نہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ دیگر حیوانات کی زندگی بھی تو ہمارے مشابہ نہیں ہے۔ دیکھو بعض حیوانات میں ہماری طرح خون نہیں ہوتا نہ وہ اخلاط ہوتے ہیں جو ہم میں پائے جاتے ہیں اور پھر بھی وہ زندہ ہیں۔ اگر ہم میں خون ہے اور خون ہی ہماری زندگی کا موجب مقدم ہے تو نباتات میں بھی ایک قسم کا خون ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمارا خون لال ہے اور ان کا خون سفید یا زرد اور سفید ہے۔ ہمارا خون بھی سیال اور ان کا بھی سیال۔ ہم بھی خون کے نکل جانے سے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اور نباتات بھی مردہ ہو جاتے ہیں ✦

ہم چونکہ قدرتًا ناطق ہیں اس واسطے کسی صدمہ یا خون نکلنے کے وقت واویلا کرتے ہیں۔ اور نباتات اس رنگ میں نہیں کہتے دکھ انہیں ہوتا ہے۔ اگر دکھ نہ ہو تو ان کے نشوونما اور افزائش میں فرق نہ آوے رہی یہ بات کہ دوسری مخلوق یا نباتات اور جمادات ناطق نہیں اور ہم ہمکلام نہیں ہوتے یہ اور بات ہے ✦

اگر یہی بات ہے تو ہم دوسرے حیوانات کی بولیاں کب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی ہماری طرح جاندار ہیں کیا اس سے ہم یہ کہیں گے کہ وہ بھی زندہ نہیں ہیں۔ یہ ماننا پڑیگا کہ نباتات اور جمادات بھی اپنے اپنے رنگ میں ایک قسم کی زندگی رکھتے ہیں اور انہیں بھی ایک حس حاصل ہے گو وہ ہماری طرح ناطق نہیں ہیں مگر اپنے دائرہ میں ان کی زندگی باوجود ایک صامت زندگی ہونے کے بھی ایک احساس رکھتی ہے۔ وہی احساس اور روحی زندگی مدنظر رکھکر قرآن مجید میں چند مرتبہ یہ فرمایا گیا ہے کہ۔

"ہر مخلوق اور ہر چیز تقدیس اور تسبیح کر رہی ہے" اب رہی یہ بات کہ ایسی تقدیس اور تسبیح کس طرز اور کس رنگ کی ہوتی ہے ✦

"کسی قسم کے نطق سے" "رکوع و سجود سے" "تضرع و زاری سے" ان میں سے ہم کسی قسم کی تخصیص نہیں کر سکتے اسے اللہ کریم ہی جانتے ہیں اسی واسطے اس آیت کریمہ میں کہا گیا ہے کہ تم لوگ اسے نہیں سمجھ سکتے جب ہم زندہ حیوانات کی بولیاں نہیں سمجھ سکتے تو ان نباتات اور جمادات کی تقدیس و تسبیح کس طرح سمجھ سکتے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اس کا اعتراف بھی نہ کریں۔ تیرہ سو سال سے قرآن مجید یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سب مخلوق میری تقدیس اور تسبیح کر رہی ہے اس پر ہمیں یقین نہیں ہے مگر جب کوئی حکیم اور فلاسفر کہتا ہے کہ ان میں بھی ایک قسم کی زندگی اور حس ہے تو ہم اس کا ایک خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں ✦

ہر چیز اور ہر مخلوق اپنے اپنے رنگ میں ایک زندگی ایک احساس اور ایک زبان رکھتی ہے۔ اور اس سے اپنے خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے ✦

بار بار قرآن مجید جو اس بات کا اعلان کرتا ہے اس کا صرف یہی منشا تو نہیں کہ وہ یہ راز ہی ہم پر کھولدے بلکہ یہ ہے کہ تم بھی عملی رنگ میں اس پر غور اور کوشش کرو کہ جب دیگر مخلوق جسے ہم بیجان اور بے حس جانتے ہیں خدا کی تقدیس اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے تو اس کی مزید ریاضت بھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - چہارشنبہ ۴ جولائی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱

جلد چہارم کا اختتام

الحمد للہ ثم الحمد للہ محض فضل ایزدی سے آج ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ "پیغام صلح" کی چوتھی جلد کو اس پرچہ کے ساتھ ختم کریں +

پیغام صلح کو جاری ہوئے آج پورے چار سال ہو گئے۔ اس چہار سالہ مدت میں اس نے کن کن دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کیا کیا کیا قومی و ملی خدمات اس نے سرانجام دیں اور کہانتک اپنے منتہائے مقصود میں کامیابی حاصل کی ان سب پر تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں۔ البتہ ہمنے دیکھنا ہے۔ کہ سال گذشتہ میں جس کا آخری نمبر ناظرین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم نے کیا کیا اور کہانتک اپنے فرائض کو پہلے سے زیادہ کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا۔ بہ نسبت سابق کے پیغام صلح نے کیا ترقی کی۔ اور اس کے ناظرین نے کس کس طریق سے اسکا کہانتک ہاتھ بٹایا۔

اس میں شک نہیں کہ اس سال بخلاف سابق "پیغام صلح" کی ہفتہ میں تین اشاعتوں کو کم کر کے اسے ہفتہ میں دو دفعہ کر دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حجم کی زیادتی سے جو خوشگوار تبدیلی واقعہ ہوئی اور مضامین کی ترتیب اور ہر ایک نمبر کے ضروری مضامین سے جو انقلاب اس میں پیدا ہوا۔ وہ یقیناً اس کی کمی کا خوشگوار نعم البدل ہے +

"ملفوظات حضرت مسیح موعود" "مسائل علمیہ" "تحقیق الادیان" "معاصر اخبار" اور "مشاہیر اسلام" انکے عنوان سے مستقل کام کھولے گئے ہیں۔ بعض عنوانوں پر خاص ضروریات اور حالات کی وجہ سے بعض بعض نمبروں میں مضامین نہیں لکھے جاسکے۔ اور بعض ابھی چند دنوں سے ہی شروع ہوئے ہیں جیسے "عالم نسواں" کا کالم چند دن ہوئے کھولا گیا تھا۔ لیکن [illegible] ضروری سامان مہیا نہ ہونے کے اسے ملتوی کرنا پڑا امید ہے کہ نئے سال سے اس کے لئے کوئی پسندیدہ انتظام ہو سکے گا۔ لیکن تاہم ہر پرچہ میں اسی قسم کے مختلف مذہبی و علمی مضامین شائع ہوتے رہے۔ اور ہم ان معاونین کرام کے شکرگذار ہیں جنہوں نے ان مختلف عنوانات سے مضامین لکھ کر ہماری علمی معاونت میں حصہ لیا۔ مولوی عبدالحق صاحب۔ مرزا نذر علی صاحب۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ مکرمی حکیم شاہنواز صاحب۔ جناب مولوی [illegible] صاحب بی۔ اے۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ۔ جناب بابو منظور الٰہی صاحب بالخصوص قابل شکریہ ہیں۔ جنہوں نے باوجود کمی فرصت اور از حد مصروفیت کے اپنے اس قومی خادم کی معاونت میں وافر حصہ لیا۔ اور ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اسی قسم کی اعانت میں پورے طور پر حصہ لیتے رہینگے۔ اور بھی بہت سے ایسے دوست ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف مضامین لکھتے رہے۔ ان کا سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ اس لئے بغیر نام لکھنے کے ہی ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اس تبدیلی کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ناظرین "پیغام صلح" نے بھی بہت کچھ پسند کیا ہے۔ اور گو عملی طور پر نہیں۔ لیکن زبانی قدر افزائی سے ہی اس کا اظہار فرمایا ہے۔ ہمیں بعض احباب کرام کی طرف سے ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ اس سال پیغام صلح نے بہ نسبت سابق خاص طور پر ترقی کی ہے۔ اور اپنے اندر ایک خاص جدت اور کشش پیدا کی ہے۔ ان سب احباب کرام کے ہم ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے ہماری ناچیز کوششوں کو اس عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور انہیں سراہا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اپنے اس اعتراف کے باوجود اور باوجود اس مسلسل اور کامیاب کوشش کے جو "پیغام صلح" نے اپنی حالت کو ترقی دینے اور بہترین مائدہ روحانی اپنے محترم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کی۔ اس کی مالی حالت کو سدھارنے اس کی اشاعت کو بڑھانے اور بلحاظ اشاعت [illegible] کم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ہمیں افسوس ہے اور ہم اس افسوس کا اظہار دلی درد کے ساتھ کرتے ہیں۔ کہ باوجود ہماری بار بار تاکیدوں اور مسلسل طور پر توسیع اشاعت کے لئے اپلیں کرنے کے اس طرف کوئی توجہ نہیں کیگئی + اس وقت سلسلہ عالیہ احمدیہ میں "پیغام صلح" ہی ایک پرچہ ہے جو اعلان حق اور ابطال باطل میں اپنی رسے طور پر [illegible] نمایاں قدری اور مستقل مزاجی سے نبرد آزما ہے۔ اور [illegible] اس نے اس نبرد آزمائی میں ثابت کر دیا ہے۔ کہ غلبہ آخر حق کو ہی ملتا ہے۔ اور باطل کے پاؤں آخر لڑکھڑا ہی جایا کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ سلسلہ عالیہ کو بہت سی غلط اندازیوں کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اندرونی و بیرونی طور پر اس کی بیخکنی کے سامان پیدا کئے جا چکے ہیں۔ "پیغام صلح" نے جس ہمت و کوشش جس جوانمردی و کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ اور ان سب مغالطہ اندازیوں کو رفع کرنے میں جو کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ اس بات کی مستحق ہے۔ کہ جماعت کا ہر ایک فرد اسے اپنے پاس تعویذ کے طور پر رکھے۔ کہ باطل کے مقابلہ کے وقت اس سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن حالت یہ ہے۔ کہ جماعت میں ایک خاص طبقہ اس قسم کا ہے۔ جنہیں نہ تو سلسلہ کے حالات کی ہی پوری طرح خبر ہے۔ اور نہ وہ ان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اخبار وغیرہ خریدتے ہیں۔ گو یا وہ اس پہلو میں بالکل بے نیاز ہیں۔ پھر بعض ایسے بھی ہیں جو اخبار کو پڑھتے تو ہیں۔ لیکن دوسروں سے لے کر۔ کاش انہیں علم ہوتا۔ کہ کس محنت اور کس قدر اخراجات کے ساتھ اسے شائع کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ ہیں۔ کہ اسے محض ایک شغل بے کاری سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اور اپنی گرہ سے کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتے۔ بہت سے عذر ہیں جو ایسے لوگ پیش کرتے ہیں۔ اور ان میں سب سے بڑا عذر کمی استطاعت ہے۔ لیکن حیرت ہے۔ کہ وہ لوگ جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر چکے ہیں ان کی طرف سے عذر پیش ہو۔ باوجودیکہ اپنی تمام دنیوی ضروریات بغیر کسی قسم کے عذر کے وہ پوری کرتے ہیں۔ کاش ان ضروریات دنیوی میں سے کچھ کم کر کے دین کے لئے نکالا جائے۔ اور اپنی اخبار کو اپنی گرہ سے خرید کر اسے اس قابل بنائیں۔ کہ دوسرے مستحقین میں مفت تقسیم کیا جا سکے۔ اور دین کی اشاعت میں [illegible] حصہ لیا جا سکے۔ کوئی مفت قرآن [illegible] اس نازک وقت میں جبکہ ہر ایک چیز کی گرانی ہے۔ ایک عمدہ پرچہ ان کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے۔ اور پھر بھی بشرط ضرورت قیمت میں خاص رعایت کر دی جاتی ہے۔ کیا ہمارے دوست اور تمام وہ احباب کرام جو اپنے اس قومی خادم کو دل سے پسند کرتے اور اسے ترقی پر دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ زبانی قدر افزائی کو چھوڑ کر عملی طور پر اس کی امداد میں حصہ نہ لیں گے "پیغام صلح" کی اشاعت کی وجہ سے انجمن کو ہر سال ایک معتدبہ رقم کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جو لازمی امر ہے کہ بعض دوسری ضروری مدات سے منتقل ہو۔ جس کا اثر ان مدات کے متعلقہ کاموں پر پڑنا ضروری ہے۔ کاش یہ رقم تبلیغ سلسلہ کے ضروری کام پر صرف ہو۔ اور اخبار کو اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونے کے قابل بنایا جائے۔ اپنی طرف سے اخراجات میں بہت کفایت شعاری سے کام لیا جاتا ہے۔ عملہ اخبار میں اس وقت صرف ایک ایڈیٹر اور ایک کلرک کام کرتے ہیں۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے۔ کہ وہ باوجود اس کفایت شعاری کے آمد اس قدر کم ہے۔ کہ اخراجات کی متحمل نہیں +

ہمیں امید ہے کہ ہماری اس اپیل کو قبولیت کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اور ہمارے محترم ناظرین توسیع خریداران میں حصہ لینے میں پورے طور پر کوشاں ہونگے۔ فی الحال اگر ہر ایک موجودہ معاون چار نئے خریدار اخبار کے لئے نئے سال سے بہم پہنچا سکے۔ تو البتہ آئندہ سال کے لئے یہ ایک نیک فال ہوگی۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس صورت میں اخبار کی معنوی حالت کو اور بھی ترقی دینے اور اسے بیش از بیش دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جا سکے گی۔ اس اپیل کا جواب ہر ایک خریدار کی طرف سے آنا ضروری ہے۔ جو بشرط حوصلہ افزائی اخبار میں بھی شائع ہوگا +

یہاں ایک اور امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ ابھی چند دن ہوئے ہیں حضور ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع لاہور نے پیغام سے دفتر کی طرف سے "پیغام صلح" ایک سابق میں جو غلط فہمیاں "پیغام صلح" کی نسبت گورنمنٹ کو واقعہ ہوئی تھیں اور انکی بنا پر اس پرچہ کی بعض بندشیں پیدا کی گئی تھیں وہ اسکے موجودہ رویہ کو دیکھ کر ہٹا لی گئی ہیں۔ لہٰذا ہم ان تمام قیود سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ہم پنجاب گورنمنٹ اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے بدل ممنون ہیں کہ انہوں نے بغیر کسی قسم کی تاخیر کے حق دادرسی کیا اور اپنی مہربانانہ توجہات سے "پیغام صلح" کو مرہون منت فرمایا۔ گورنمنٹ عالیہ کی اس خاص عنایت کیلئے "پیغام صلح" اگلا سال خاص طور پر قابل یادگار ہے۔

جمع قرآن

قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق عیسائی معترضین اور دیگر مذاہب والوں نے جو جو بیجا خیالات [illegible] میں [illegible] کی طرف سے بالخصوص [illegible] یہ نہ دوسروں کو بھی گمراہی دکھانا زیادہ پسند کرتی ہے۔ اپنی کتب مقدسہ کی تحریف و تبدیل کے ساتھ قرآن کریم کو بھی اپنی مثل محرف و مبدل دیکھنا پسند کیا ہے۔ اور اس لئے اس پر بیجا اعتراضات کا طومار باندھ دیا ہے۔ بالخصوص وہ کوشش جو اس زمانہ میں انگلستان کی ایک مشہور ڈاکٹر منگانا نے کی ہے۔ اور جس کے ذریعہ کمال [illegible] اپنی طرف سے قرآن کریم کو محرف و مبدل ثابت کیا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ موجودہ زمانہ کے بعض ناواقف نے بھی اس موجودہ ترتیب قرآنی پر شک کرنے کی اپنی طرف سے نئی ترتیب [illegible] اسکو ایک بڑا ہی معرکۃ الآرا مسئلہ بنا دیا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان پے در پے کوششوں کی وجہ سے حفاظت قرآن کا سوال بعض لوگوں کے نزدیک بالکل مخدوش صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ عیسائیوں میں ڈاکٹر منگانا کے تین قدیم قرآنوں کے اوراق مسلمانوں میں احمد [illegible] الہ آباد کا قرآن جو ترتیب نزولی سے چھاپا گیا ہے۔ پھر ابھی حال ہی میں مولوی سید ممتاز علی صاحب کا اس خیال کی اشاعت کرنا کہ

"موجودہ ترتیب (قرآن) میں کسی قسم کی خوبی موجود نہیں نہ خود رسول اکرم صلعم نے اس کو اس طریق پر ترتیب دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ خلافت بھی اس ترتیب سے نا آشنا رہا۔ البتہ حضرت عثمان نے کثرت فتوحات کے باعث بلاد خارجہ میں قرآن حکیم کے نسخے بھیجنے سے قبل مناسب خیال کیا کہ اس کی کوئی خاص ترتیب قرار دی جائے۔ لیکن انہوں نے اس میں کچھ بہت چھان بین کرنا ضروری نہ سمجھا۔ بلکہ صرف یہ سیدھی سادی صورت اختیار کی کہ جو سورتیں سب سے بڑی اور احکام کے لحاظ سے بہت ضروری تھیں۔ وہ سب سے اول رکھیں۔ اور سب سے چھوٹی سورتیں [illegible] سے آخیر میں اور باقی سورتیں درمیان میں [illegible]"

اور [illegible] خیال [illegible] قرآن [illegible] ترتیب نزولی [illegible] قرآن کریم کی حفاظت [illegible] خود رسول کریم صلعم [illegible] بہت بڑا احسان ہے [illegible] اس پاک کلام کی حفاظت [illegible] فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون [illegible] حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب [illegible] اور [illegible] ان تمام [illegible] کے جمع قرآن کے نام سے شائع کیا ہے آپ نے اپنی اس رسالہ [illegible] میں جو ۳۰ × ۲۶ کے ۱۴۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ ادلہ [illegible] کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ

(۱) قرآن کریم کے متعلق حفاظت الٰہی کا جو وعدہ ہے وہ تیرہ سو سال سے تا این دم من وعن طور پر پورا ہوا ہے۔ اور اس میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔

(۲) کل قرآن کریم آنحضرت صلعم کی زندگی میں اور آپ کی ہدایت کے مطابق لکھا گیا +

(۳) سارا قرآن شریف آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی صحابہ حفظ کر چکے تھے۔

(۴) آیتوں اور سورتوں کی موجودہ ترتیب وحی الٰہی سے ہوئی۔

پھر آپ نے (۵) مصاحف ابوبکر و عثمان کے عنوان سے [illegible] بحث کی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کوئی نئی ترتیب قرآن کو نہ دی۔ بلکہ پہلی اور الٰہی ترتیب کے مطابق ہی اس کے سب مسودات [illegible] گیا۔

اس کے بعد (۶) ان سب اعتراضات کے جواب دیئے ہیں جو قرآن کریم کی اس موجودہ ترتیب یا اس کی حفاظت پر اور یورپین اور دیگر لوگوں کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ بالخصوص ڈاکٹر منگانا کے تین قدیم قرآنوں کے اوراق پر خوب روشنی ڈالی ہے +

اور آخر میں (۷) "سبعۃ احرف اور اختلاف قرأت" کے عنوان سے ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کو مختلف حروف پر پڑھنے سے کیا مراد تھی اور ان مختلف حروف یا قرأت کے مانند پر قرآن کو پڑھنے سے اس کی حفاظت پر کوئی حرف نہیں آسکتا +

یہ سات عنوان جو کسی قدر تشریح کے ساتھ ہم نے لکھے ہیں اس عظیم الشان کتاب کے سات باب ہیں۔ اور ان میں سے ایک ایک باب کے اندر بہت سے عالیشان مضامین ہیں جن میں دلائل و براہین اور حقائق و معارف کے خزائن جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولینا موصوف کو جزائے خیر دے آپ نے جس لطف اور عرق ریزی سے اس کام کو سرانجام دیا ہے۔ اور جس خوبی اور [illegible] سے اس کو نبھایا ہے وہ آپ ہی کا کام تھا۔ کبھی آئندہ اشاعت [illegible]

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۴ جولائی ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۲۵

التجا بحضور رب العالمین برائے نصرت اسلام

از رہِ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں

یاالٰہی باز کے آید زنو وقت مدد
باز کے بینم آں فرخندہ ایام و سنیں

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ خرجانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصار دیں

اے خداوندا زود آؤ برما آب نصرتہا ببار
یامرا بردار یارب زیں مقام آتشیں

اے خدا نور ہدیٰ از مشرقِ رحمت بیار
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

چوں مرا بخشیدہ صدق اندریں سوز و گداز
نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں

کار دِ بارِ صادقاں ہرگز نماند ناتمام
صادقاں را دستِ حق باشد نہاں در آستیں

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ہم کیا چاہتے ہیں؟ حقیقی ایمان پیدا کرنا

ایمانی حالت کمزور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایمانی قوت بالکل معدوم ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ **حقیقی ایمان** کی روح پھونکے جو اس سلسلہ کے ذریعہ سے اس نے چاہا ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کا اعتراض بیجا اور بیہودہ ہے۔ پس یاد رکھو کہ ایسا وسوسہ ہرگز کسی کے دل میں نہیں آنا چاہئے۔ اور اگر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے تو یہ وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔ غور سے کام نہ لینے کے سبب ہی سے وسوسہ آتا ہے جو ظاہری حالت پر نظر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ اور بھی مسلمان ہیں اس قسم کے وسوسوں سے انسان جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ میں نے بعض خطوط اس قسم کے لوگوں کے دیکھے ہیں جو بظاہر ہمارے سلسلہ میں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم سے جب یہ کہا گیا کہ دوسرے مسلمان بھی بظاہر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کلمہ پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ نیک معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اس نئے سلسلہ کی کیا حاجت ہے؟ یہ لوگ باوجودیکہ ہماری بیعت میں داخل ہیں ایسے وسوسے اور اعتراض سن کر لکھتے ہیں کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آیا۔ ایسے خط پڑھ کر مجھے ایسے لوگوں پر افسوس اور رحم آتا ہے کہ انہوں نے ہماری اصل غرض اور منشا کو نہیں سمجھا۔ وہ صرف دیکھتے ہیں کہ رسمی طور پر یہ لوگ ہماری طرح شعائر اسلام بجالاتے ہیں۔ اور فرائض الٰہی ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت کی روح ان میں نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ باتیں اور وساوس سحر کی طرح کام کرتے ہیں وہ ایسے وقت نہیں سوچتے کہ ہم **حقیقی ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں** جو انسان کو گناہ کی **موت** سے بچا لیتا ہے اور ان رسوم و عادات کے پیرو لوگوں میں وہ بات نہیں ان کی نظر ظاہر پر ہے۔ حقیقت پر نگاہ نہیں۔ ان کے ہاتھ میں چھلکا ہے۔ جس میں مغز نہیں۔

ماٴمور کے وقت کس چیز کی کمی ہوتی ہے

یاد رکھو اور سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں [illegible]

نہیں۔ یہودی تو اب تک بھی توریت کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں اور رسوم آج بھی اسی طرح ہوتی ہیں جیسے اس وقت کرتے تھے وہ برابر آج تک [illegible] کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ان کے بڑے بڑے عالم اور حبار بھی اس وقت موجود تھے اس وقت پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اللہ کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ دوسری طرف عیسائی قوم تھی ان میں بھی ایک فرقہ لاالٰہ الا اللہ کو مانتا تھا پھر کیا وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور کتاب اللہ کو بھیجا؟ یہ ایک سوال ہے جس پر ہمارے مخالفوں اور اعتراض کرنے والوں کو غور کرنا چاہئے۔ اگرچہ یہ ایک باریک مسئلہ ہے لیکن جو لوگ غور اور فکر کرتے ہیں ان کے لئے باریک نہیں ہے۔ **یاد رکھو** اللہ تعالیٰ روح اور روحانیت پر نظر کرتا ہے۔ وہ ظاہری اعمال پر نظر اور نگاہ نہیں کرتا وہ ان کی **حقیقت** اور **اندرونی حالت** کو دیکھتا ہے کہ ان اعمال کی تہ میں خود غرضی اور نفسانیت ہے

خدا تعالیٰ صدق اور وفا چاہتا ہے

یا اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت اور اخلاص مگر انسان بعض وقت ظاہری اعمال کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتا ہے جس نے ہاتھ میں تسبیح لی ہے یا وہ تہجد و اشراق پڑھتا ہے۔ بظاہر ابرار و اخیار کے کام کرتا ہے تو اس کو نیک سمجھ لیتا ہے مگر خدا تعالیٰ کو تو پوست پسند نہیں ہے یہ پوست اور قشر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور کبھی راضی نہیں ہوتا جب تک **وفاداری اور صدق** نہ ہو۔ یہ دنیا آدمی کتے کی طرح ہے جو مردار دنیا پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بظاہر نیک بھی نظر آتے ہوں لیکن افعال ذمیمہ ان میں پائے جاتے ہیں اور پوشیدہ بدچلنیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ جو نمازیں ریاکاری سے بھری ہوئی ہوں ان نمازوں کو ہم کیا کریں۔ اور ان سے کیا فائدہ؟ نماز اس وقت **حقیقی نماز** کہلاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے سچا اور پاک تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں اس حد تک فنا ہو۔ اور یہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کرے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک دیدینے اور مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس وقت کہا جائیگا کہ اس کی نماز نماز ہے مگر جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور سچا اخلاص اور وفاداری کا نمونہ نہیں دکھاتا اس وقت تک اس کی نمازیں اور دوسرے اعمال بے اثر ہیں۔

بلادِ غیر میں تبلیغ اسلام

برٹش مسلم سوسائٹی کا اہتمام بابرکت

ذیل کی دعا جو ہمارے اسلامی [illegible] ہے بتاتی ہے کہ ان لوگوں [illegible] اسلام [illegible] [illegible]

[illegible]

اس دعا کا عنوان ہے [illegible] جسمانی بیماری [illegible]

[illegible]

سراب نبوت

(سواد اعظم کے ایک مسلمان کے قلم سے)
(گذشتہ سے پیوستہ)

خدا اور رسولؐ کے بعد مرزا صاحب کی سُنئے کیا کہتے ہیں وہ کہتے ہیں "نبوت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً منقطع ہو گئی ... قرآن شریف کے پیچھے جو رب صحیفوں سے ... ہے اور اسکے بعد کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیہ کے پیچھے کوئی شریعت نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب مخلوقات سے بہتر ہیں انہوں نے میرا نام نبی رکھا اور اس کی متابعت کی برکتوں میں سے یہ ایک ظلی امر ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا اور جو کچھ میں نے پایا اس مقدس نفس سے ہی پایا اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس سے اوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے۔ **اور تحقیق ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اُن پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا** اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علیٰ وجہ الحقیقت"۔
(الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۲۲)۔

اسکے علاوہ مرزا صاحب کی کتابوں میں بے شمار زبردست حوالے ملتے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی خواہ کسی بات کے آنے کی نفی ہوتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو ہمارے رسولؐ کے ساتھ ختم کر دیا۔ اور وحی نبوت منقطع ہو گئی پھر مسیح کس طرح آسکتا ہے۔ اور ہمارے رسول کے بعد تو کوئی نبی ہے ہی نہیں" تحفہ بغداد ص۔ "کیا نہیں جانتے کہ خدائے رحیم کریم نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیا قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیتہ مذکورہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" حمامۃ البشریٰ ص۲۰) علیٰ ہذ القیاس۔ ازالہ اوہام۔ تحفہ بغداد۔ رازِ حقیقت۔ ایام الصلح۔ کتاب البریہ۔ کشف الغطا۔ غرضیکہ کس کس کا نام لوں سب کے صفحات اس مضمون سے معمور ہیں۔

حقیقۃ الوحی کا حوالہ ہے۔ اس لئے نقل کیا ہے کہ وہ بخیال میاں صاحب مرزا صاحب نے ... نبوت کی ... ہے لہٰذا وہ منسوخ ہے۔ اور نہ اس سے حجت پکڑنی غلط۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی بعض کتابوں کی نسبت حقیقۃ النبوۃ کے ص۱۲ پر دربار خلافت کا نوٹیفکیشن ہے۔ ہر چند کہ جناب مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے معنے بتلا کر کہ "آنحضرتؐ پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا" اور اپنی برائے نام نبوت کو ایک بار ظاہر کر کے کسی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ پھر بھی خاتم النبیین کی تفسیر تاویلوں کی دستبرد سے نہ بچ سکی۔

قرآن اور حدیث تو بالائے طاق رہے۔ مرزا صاحب کے اقوال محولہ بالا کے مقابلہ میں بھی کلام الخلیفہ کو خلیفۃ الکلام بننے کے لئے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے مگر جو اونچی سے اونچی تحریر جناب میاں صاحب کی ہمارے سامنے ہے وہ ناقل و دلیل کی معمولی حیثیت سے بھی معرّا ہے۔ چنانچہ سب سے بین اور سب سے چمکتی ہوئی دلیل جسکی روشنی میں آپ کو نبوت کا دروازہ کھلا نظر آیا ہے۔ القول الفصل کے صفحات میں بنی ہے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے :-

"اسی طرح پچھلے نبیوں کی مثال سمجھ لو۔ وہ اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے۔ بزرگ تھے۔ نبی تھے۔ لیکن ان میں سے ایک نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے مقام کو نہیں پایا۔ اسلئے ان کے مدرسہ کا آخری امتحان نبوت نہ تھا بلکہ لائیٹ تھا۔ پھر نبوت بلا واسطہ موہبت سے ملتی تھی لیکن ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا درجہ عطا کیا کہ آپ کے مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا اور آپکی شاگردی میں انسان نبی بن سکتا ہے" صفحہ ۱۷ پر درج ہے "الٰہی یونیورسٹی کی تعلیم ایسے اعلیٰ پیمانہ پر ترقی پا چکی تھی اور قرآن کریم جیسی مرتبہ کیلئے بیکساں مفید کتاب تیار ہو چکی تھی اس لئے اب پرائیویٹ امتحان سے دنیا کو روک دیا"۔ بہت اچھا!

... صاحب کے مدرسہ کالج کا پراسپکٹس دیکھتے ہیں ... سینہ لبریز ہو جاتا ہے۔ اور جب الٰہی یونیورسٹی کے تیرہ سو سالہ کلنڈر پر نظر پڑتی ہے تو تمام انگشت بدنداں ہو کر مبدّل ہو یاس ہوئی جاتی ہے۔ اشرف المخلوقات افضل الرسل حضرت محمد صلعم کا پرنسپل۔ قرآن شریف کا ایسا لاجواب کورس کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس جیسے طلبا۔ پھر اُن میں بھی "علم نبوت کے پینے وارث صحابہ" (برکات الدعا ص۱۰) کی برگزیدہ

جماعت اور میاں صاحب کے نقطہ نظر سے نتیجہ حسب ذیل !!!

نام طالب العلم	قابلیت اور حقوق	نتیجہ	کیفیت
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نبیوں کی سی کا بقیہ۔ کتاب نبوت کا اجمالی نسخہ (سر الخلافۃ ص۲۲)	فیل	
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ظلی طور پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود۔ (ایام الصلح ص۳۵)	،،	
حضرت عثمان ذی النورین رض	حضرت سید الکونین صلعم کا جنت میں رفیق	،،	
حضرت علی کرم اللہ وجہہ	امت محمدیہ کا ہارون۔ دار الحکمت کا دروازہ۔	،،	
حضرات حسنین ؓ	دوش مبارک کے راکب۔ جنتی جوانوں کے سردار۔	،،	
عشرۃ المبشرین رض	اصحاب رسول کریمؐ۔ جنت کے مکین	،،	
تابعین رح	اشاعت اسلام کا ذریعہ۔ فقہ	،،	
تبع تابعین رح	اسلام کو موجد۔ دین کے مجتہد	،،	
دیگر اولیائے رحمۃ اللہ علیہم	متبعین رسول اکرم صلعم۔ حجت الاسلام	،،	
مرزا غلام احمد صاحبؑ	سلطان القلم۔ مجدد، ملہم۔ مہدی۔ مسیح موعود۔ یسوع ناصری کا سفیر	پاس	۲۴ سال زیر تجربہ

بل بے انصاف! نمبر ایک دو تین چار پانچ چھ کے ایسے خادمان اسلام درخشندہ گوہروں کے لئے جانی اور مالی فیس ادا کرنے والی یونیورسٹی میں نبوت کا دروازہ نہ کھل سکا۔ اب آکر کھلا۔ لو کس کی خاطر جو یسوع ناصری کا سفیر بنکر آتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں جب جناب میاں صاحب خود ہی حصول نبوت کو میدان مسابقت قرار دیتے ہیں تو کیا انصاف مقتضی نہیں؟ کہ پہلے وہ محروم النبوۃ بزرگان دین کے فضائل سے اپنے خود ساختہ نبی کے فضائل کا مقابلہ کریں۔ پھر آگے چلیں۔

آپ حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۲۴۵ پر فرماتے ہیں "امت محمدیہ میں کسی کو نبی کہنے سے یہ مراد ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسا فنا ہوا ہے کہ بالکل آپ کا عکس بنگیا ہے اور آپ کے کل کمالات کو اس نے اپنے اندر لے لیا ہے" جزاک اللہ نکو گفتی اب اسی محک پر صحابہ کرام کو پرکھ لیجئے اور حضرت مرزا صاحب کے حق میں دعا کیجئے کہ انہوں نے آپ کو ضخیم سوانحعمریاں کی ورق گردانی کی تکلیف نہیں دی بلکہ خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ فتح اسلام کے ص۱۵ پر لکھتے ہیں! "اور اُن (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت) کے رو برو اندر ہر ناؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے۔ کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھے" اب جناب میاں صاحب اگر بانیٔ سلسلہ کے قائل ہیں اور اپنے والد معظم کے قول کی تعظیم کرتے ہیں تو دونوں اقوال منطبق فرمائیں کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی منصب نبوت کے حقدار ہیں یا نہیں ایک منصف مزاج اور سلیم الفطرت آدمی کو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ منصب نبوت پر صحابہ کرام کے حقوق کو مرزا صاحب کے استحقاق کی نسبت فائق سمجھے۔ کیونکہ مرزا صاحب خود اس امر کے اقبالی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ "ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے"۔ (ازالہ اوہام ص۱۳۸) ... ان حوالوں کو لفظ بہ لفظ پارینہ نہ کہئے مرزا صاحب کی یہ تحریریں اُس زمانہ کی ہیں جبکہ امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے تھے اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کیطرح اُن کی وحی بھی دخل شیطان سے منزہ ہو چکی تھی۔ اور مغز نبوت اُن پر کھولا گیا تھا اس لئے یہاں پہنچکر پھر ویسا ہی سوال بالطبع پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا صاحب کو نبی مان کر ساتھ ہی صحابہ کرام کو نبی تسلیم کر لو گے۔ یا اُن کی نبوت کا انکار کر کے مرزا صاحب کی نبوت سے جواب دیدو گے؟ مجھ سے پوچھیو تو سلامتی ایمان اسی میں ہے کہ نصوص قرآن و حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو بلا استثنا ختم شدہ سمجھو۔ یہی مذہب (اگر کہ نہیں مانتے تو کہا ہی سہی) حضرت مرزا صاحب کا ہے جیسا کہ ہو چکا ہے۔

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

ذیل کی کتب کتبخانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے ملسکتی ہیں۔

مرقاۃ الیقین:- سوانحعمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جنکو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ ۱۲

النبوۃ فی الاسلام:- اس میں نبوت و رسالت، محدثیت، مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی نبوت پر اصولی بحث کیگئی ہے۔ قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور مرزا صاحب نبی بمعنے مجدد تھے۔ قیمت:- بے جلد عہ۔ مجلد ۸/ ۔

غلامی:- غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔ ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ قیمت ..... ۲/ ۔

عصمت انبیاء:- عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ قیمت سات آنہ ۷/ ۔

اسوہ حسنہ موسومہ زندہ و کامل نبی اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ قیمت ..... ۴/ ۔

صحیفہ آصفیہ:- اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے دعوی کی تبلیغ کی ہے۔ ۲/ ۔

الوصیت:- اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی آخری وصیت درج ہے۔ جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی۔ اب بمع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مجلد کرکے شائع کیا۔ قیمت ..... ۲/ ۔

سلسلہ التصنیفات احمدیہ جلد اول یہ جلد براہین احمدیہ کے چاروں حصص پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام (صلعم) پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا۔ ولایتی کاغذ مجلد ہے۔ ولایتی کاغذ بے جلد عہ۔ دیسی کاغذ مجلد عہ۔ بے جلد ۸/ ۔

القول المجدد فی تفسیر اسمہ احمد۔ اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ۔ اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں اُن کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت .... ۸/ ۔

در ثمین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ ایک جگہ جمع کی گئی ہیں۔ قیمت بے جلد ۹/ ۔ مجلد ۱۲ +

اظہار النصائح فی رد المخزیات والفضائح میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ انوار خلافت پر تنقید۔ قیمت ... ۴/ ۔

اعجاز القرآن فی حفاظت القرآن اس میں فاضل مصنف نے پادری ٹسڈل کے رسالہ موسومہ بہ "تین قدیم قرآنوں کے اوراق" کا جواب دیا ہے۔ قیمت .... ۱/ ۔

رسالہ المہدی نمبر ا اس میں قابل مصنف نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے دعوئے نبوت پر بحث کی ہے اور فریق مخالف کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے قیمت ۲/ ۔ نمبر ۲ و ۳۔ مضمون ایضاً قیمت ۴/ ۔ نمبر ۴ و ۵۔ اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب حقیقت النبوۃ پر ریویو کیا گیا قیمت ۴/ ۔ نمبر ۶ و ۷ اسمیں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب القول الفصل پر ریویو کیا گیا ہے قیمت ۴/ ۔

مسلم پریئر۔ اسلامی نماز انگریزی میں اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

رسالہ مسلمانوں کا رویّہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی نسبت انگریزی میں اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری کی عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ قیمت ۸/ ۔

بابت پیشگوئی کی تھی۔ لیکن یہ انصاف ہے۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور اگر مولوی صاحب یہ کہے کہ مرزا صاحب کی یہ تمنا پوری کیوں نہ ہوئی تو یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ کسی کی تمنا کا پورا ہونا منشاء الٰہی پر منحصر ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب خود اس بات کو تسلیم کرتا ہے دیکھو تفسیر ثنائی جلد پنجم صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب آیا کہ ہم کعبہ شریف میں طواف کرنے کو داخل ہوتے ہیں۔ اس خواب کا آنا تھا کہ حضور نے شوق سے تیاری کر لی۔ اور سفر کرتے کرتے جب قریب مکہ معظمہ کے پہنچے تو کفار مکہ نے داخل ہونے سے رد کر دیا۔ اس پر صحابہ کرامؓ اور حضور علیہ السلام کو بہت سخت ملال ہوا۔ بعض صحابہؓ نے سخت کلامی سے اعتراض بھی کئے۔ مگر منشاء الٰہی ایسا ہی تھا کہ اس سال خواب کا ظہور نہ ہو گا۔ جو تاریخ علم الٰہی میں مقرر تھی۔ وہ صحیح رہی اور جو خواہش نبوی یعنی تمنا تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ یہ قصہ ایک مثال ہے اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن میں منشاء نبوی کا منشاء الٰہی کے ماتحت ہونا ثابت ہوتا ہے"۔

اب بھی اگر کوئی متعصب شخص ثناء اللہ کے زندہ رہنے پر حجت پکڑے تو وہ اس قانون الٰہی کی تکذیب کرتا ہے۔ جسکو خود ثناء اللہ اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء و ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۶ پر اسطرح لکھتا ہے کہ

ویمدھم فی طغیانھم یعمھون اور من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا۔ یعنی گمراہوں اور سرکشوں کو خدا مہلت دیتا ہے۔ پس ثناء اللہ اپنے مسلمہ خیال کے مطابق حسب قانون خدائی مہلت یافتہ ہے۔

مٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حجت تمام

اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار

خاکسار: بشیر محمد بزدار ساکنہ ڈیرہ غازیخان۔

دلائل احمدیہ

فی

ردّ خرافات اُمّتِ محمودیہ!

ناظرین کو معلوم ہو کہ فرقہ محمودیہ قادیان نے محض قیام خلافت کے لئے مرزا صاحب کو اُن کی وفات کے چھ سال بعد اصلی، کامل، مکمل نبی بنایا ہے۔ اور نبوت کے لئے آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ اس بشارت میں جو اسم احمدؐ آیا ہے۔ یہ مرزا صاحب کا نام ہے نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا۔

اس پر حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی، قادیان کے محمودیوں کو سمجھانے اور اس خطرناک گندے عقیدے سے بچانے کے لئے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام ہے "القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد" مولانا موصوف نے علاوہ اور دلائل قطعیہ یقینیہ عقلیہ و نقلیہ تاریخیہ کے اُن روایات احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ و اقوال مفسرین و محدثین کو بھی نقل کیا ہے۔ جن میں یہ لکھا ہے کہ آیت مذکورہ میں احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی اسم مبارک ہے اور آپ ہی پیشگوئی اسمہ احمد ہیں۔

اس پر فرقہ محمودیہ کے مجتہد مولوی سرور شاہ صاحب نے مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی پیش کردہ روایات یعنی احادیث نبویہ و آثار صحابہؓ کو اپنے رسالہ "القول المحمود" میں نقل کر کے انکو اکاذیب اور خرافات قرار دیا ہے۔ اور ان روایات کے راویوں کو کذاب وغیرہ وغیرہ گندے خطابات سے یاد کیا ہے۔ اور علامہ سید محمد احسن صاحب جیسے فاضل اجل اور حق گو، حق پرست پر ایسے تبرے کئے ہیں جیسے کہ رافضی خلفائے ثلاثہ پر کہا کرتے ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں خود ہی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے اس رسالہ کا رد لکھونگا مگر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ سے واپس آنے پر مجھے کئی ہفتے فرصت نہ ملی۔ اور پھر جب کچھ فرصت ملی۔ تو ساتھ ہی یہ خبر بھی ملگئی کہ حکیم محمد حسین صاحب معروف بہ مرہم عیسےٰ نے اس تودہ خرافات کا رد نصف سے زائد لکھ لیا ہے۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے رسالہ کے شائع ہونے میں اب تک دیر ہو گئی۔ جس پر محمودیوں نے تعلیں بجانی شروع کر دیں۔ کہ لوجی احمدیوں سے اب تک ہمارے رسالہ کا جواب نہیں ہو سکا۔

شائع ہونے تک ان جلدبا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمودیوں کی خاطر کچھ تھوڑا سا سردست میں ہی لکھدوں۔ جس سے امید کامل ہے کہ اس مختصر مضمون سے ان کے بیقراردلوں کو کچھ سہارا ملجائیگا۔ اور بشرط فرصت حکیم صاحب کے رسالہ کے شائع ہونے تک تھوڑا تھوڑا نمبروار ان کے قول المحمود پر لکھتا رہوں گا۔ انشاء اللہ

اقول وباللّٰہ التوفیق۔ احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ جن میں یہ لکھا ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نام ہے۔ لاغیر۔ اور اس پیشگوئی کے اصلی اور حقیقی، کامل مکمل مصداق نبی کریم صلعم ہی ہیں بلحاظ کثرت طرق روایات مطابق قواعد اور اصول محدثین وغیرہ سب ائمہ دین قابل قبول وعمل ہیں۔ لیکن بالفرض اگر اس بارہ میں ایک ہی ضعیف سے ضعیف روایت بھی ہو تب بھی وہ مطابق اصول مسلم محدثین و اجماع تمام مسلمین بمقابلہ "تاویلات فاسدہ وقیاسات باطلہ محمودیہ" کے صحیح اور معتبر اور قابل اعتماد اور واجب العمل ہے اور ایسی ایک ہی روایت محمودیوں کے رسالہ "القول المحمود" کو مردود بنانے کے لئے کافی سے بڑھکر ہے اور اصلی اصول محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ یہ ہے۔ فاذا لم یجد فی الباب اثرا یدفعہ ولا قول صاحب ولا اجماع علی خلافہ کان العمل بہ اولیٰ من القیاس ولیس احد من الائمۃ الا وھو موافقہ علی ھذا الاصل من حیث الجملۃ فانہ ما منھم احد الا وقد قدم الحدیث الضعیف علی القیاس فقد قدم ابو حنیفۃ حدیث القہقہۃ فی الصلوۃ علی محض القیاس واجمع اھل الحدیث علی ضعفہ وقد قدم حدیث الوضوء بنبیذ التمر علی القیاس واکثر اھل الحدیث یضعفہ الخ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو کتاب اعلام الموقعین صفحہ ۱۱ جلد اول مؤلفہ علامہ ابن قیم جوزی دمشقی رئیس المحدثین اور خود حضرت مرزا صاحب جنکو محمودی اصلی، کامل، مکمل نبی بلکہ عین محمدؐ ثانی قرار دیکر اسی رسالہ میں مرزا صاحب کے اقوال کو حجت مستقلہ مانتے ہیں۔ وہ یوں فرماتے ہیں ہم ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ مخالف قرآن نہ ہو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ دیکھو الحکم ۲۴ جلد ۸ سنہ ۱۹۰۴ء ۶۔ اب تمام محمودیوں کا فرض ہے کہ وہ علامہ ابن قیم جوزیؒ اور خود اپنے مسلمہ محمدؐ ثانی کے ان فقرات مندرجہ بالا کی تردید کر دکھائیں ورنہ وہ اس رسالہ القول المحمود کو جواب قول المردود ہو گیا ہے۔ جلاکر اسکی راکھ پیر پرست مصنف کے پاس بھیجکر ان گندے عقائد سے تائب ہو جائیں۔ اگر محمودی جماعت مرچکی ہے جیسے کہ واقعات چشمدید سے ثابت ہو گیا ہے اور اُنکے نزدیک بمصداق "تلخ شیریں بمذاق دلِ رنجور" کفر و اسلام، ہدایت اور ضلالت یکساں ہے اور یہ اپنی ضد سے باز آنا نہیں چاہتے۔ تو پھر یہ تبدیلی عقائد اور یہ روز انہ ذلت انہیں مبارک صد مبارک ہو۔

بالآخر جی چاہتا ہے۔ کہ محمودیوں سے ایک دو سوال بھی کر دوں۔ دیکھئے کیا گلفشانی فرماتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

مولانا مولوی سید محمد احسن امروہی نے اپنے پہلے اشتہار پیغام حق میں احمدی قوم میں اپنی اعلیٰ حیثیت ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل چار دعاوی کئے ہیں۔ (۱) مسیح موعودؑ نے مجھے فرشتہ کہا ہے (۲) مناظرات میں مسیح موعودؑ نے میری تارجیت کو اپنی ارجیت قرار دیا ہے۔ (۳) مسیح موعودؑ اہم مسائل شرعیۃ کا فیصلہ میرے سپرد کرتے تھے۔ (۴) مسیح موعودؑ کو میری نسبت یہ الہام ہوا ہے ~ از برائیش محمد احسن را ٭ تارک روزگار مے بینم ٭

علامہ احسن سلمہ ربہ کے ان دعاوی کی تصدیق محمودی ممبر مولانا محمد احسن صاحب کے اس اشتہار کے اخیر پر یوں لکھتے ہیں:۔

"ہم تصدیق کرتے ہیں کہ واقعات مندرجہ بالا جو مولانا سید محمد احسن صاحب نے بیان فرمائے ہیں بالکل صحیح اور ہمارے سامنے واقع ہوئے ہیں"۔ (نواب) محمد علی خان (صاحب) مرزا بشیر احمد ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین، مولوی شیر علی ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

اب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اپنے رسالہ القول المحمود میں علامہ سید محمد احسن صاحب کے ان ہر چہار دعاوی کو رد کر چکے ہیں اور یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ مولوی سید محمد احسن صاحب نے گویا جھوٹ اور خود غرضی سے کام لیا ہے۔ اب محمودی بتا دیں کہ اس بارہ میں وہ پہلے چار محمودی ممبر سچے سمجھے جاویں۔ اور مولوی سید سرور شاہ صاحب کو کاذب سمجھا جاوے اور یا کہ ان [illegible]

دوسرا سوال یہ ہے:۔ کہ علامہ سید محمد احسن سلمہ ربہ کے اشتہار پیغام حق کو شائع کرنے والے بھی اب محمودی ہیں۔ ان کا رد اور مولوی سرور شاہ صاحب کا رد بھی شائع کرنے والے اب محمودی ہیں۔ پس محمودیوں کا اس فاسق اور قابل شرم تبدیلی عقیدہ کی وجہ سے کیوں ان کو اُن یہودیوں کا مثیل نہ سمجھا جاوے۔ جو کہ پہلے عبداللہ ابن سلام کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور جب اُن کے اسلام کا پتہ لگا۔ تو فوراً اُن کی توہین اور تکذیب میں لگ گئے۔ علامہ احسن کی جو شان ہے وہ کسی کی تعریف کی محتاج قطعاً نہیں ہے۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را

لیکن تم بھی ان سفہا خرافاتیوں میں فرد تطبیق تو کر دکھاؤ کہ تم میں سچا کون ہے اور جھوٹا کذاب کون ہے اور پہلے سچ لکھا تھا یا پچھلا سچ ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار:

راقم محمد یمین احمدی از مقام داتہ۔ مانسہرہ۔ ہزارہ۔

چندہ جماعت پشاور

۴ مئی ۱۹۱۶ء	[illegible]	۱۲ جون ۱۹۱۶ء	[illegible]
۶ مئی ۱۹۱۶ء	[illegible]	۱۹ جون ۱۹۱۶ء	[illegible]
۹ مئی ۱۹۱۶ء	[illegible]		
۲۹ مئی ۱۹۱۶ء	[illegible]	میزان کل	[illegible]
۵ جون ۱۹۱۶ء	[illegible]		

منقولات

آزادی نسواں اور جنون

عورتوں کی بیجا آزادی کے حامیوں کے نزدیک پردہ امراض کا آماجگاہ ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ پردہ ترقی کا مانع اور تمدن کا مخالف ہے اور اسکو جسقدر جلد خیرباد کہا جائے اچھا ہے۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ یورپ کے فلسفیانہ دنیا کی باتوں میں آکر حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور واقعات کی طرف سے آنکھیں بند کر بیٹھتے ہیں۔

صوبہ پنجاب کے پاگل خانوں کی رپورٹ بابت ۱۹۱۶ء جو حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اور اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس دلچسپ حقیقت کو طشت از بام کرتی ہے کہ عورتوں کی بیجا آزادی میں جنون کے جراثیم بکثرت موجود ہیں۔

پنجاب کے پاگل خانوں میں سال زیر تبصرہ میں کل ۲۴۳ پاگل داخل ہوئے جن میں ۱۳۴ ہندو مرد اور ۲۴ ہندو عورتیں۔ ۱۱۱ مسلمان مرد اور ۹ مسلمان عورتیں۔ ۲ یورپین اور اینگلو انڈین مرد اور ۸ عورتیں۔ ۲ دیسی عیسائی مرد اور ۲ عورتیں اور ۹ دیگر اقوام کے مرد اور ۶ عورتیں تھیں۔

ان اعداد میں جو بات ہماری خاص توجہ کی مستحق ہے وہ یہ ہے کہ بلحاظ تناسب آبادی مسلمان پاگلوں کی تعداد ہندو پاگلوں سے کم تھی اور مسلمان عورتوں کی تعداد ہندو اور بالخصوص تمام دیگر اقوام کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ دوسری جانب یورپین اینگلو انڈین دیسی عیسائی اور دیگر اقوام کی عورتیں جو بالکل پردہ نہیں کرتیں زیادہ تعداد میں پاگل ہوئیں یا یوں کہئے کہ جس قوم یا جماعت کی عورتیں پردہ کی پابند نہیں ہیں اور کامل آزادی سے ہمکنار ہیں اُنہی پر زیادہ تر جنون اور دیوانگی نے حملہ کیا ہے۔ مثلاً دو یورپین اور اینگلو انڈین پاگلوں کے پیچھے ۸ عورتیں پاگل ہوئیں۔ حالانکہ بیجا آزادی کے حامیوں کے اصول کے مطابق انکو جنون سے قطعاً مامون و مصئون رہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ اسی طبقہ کی عورتیں سب سے زیادہ آزاد و بے راہ رو ہیں اس طبقہ کے بعد دیسی عیسائیوں کا نمبر آتا ہے جو یورپینوں سے کسی قدر کم آزاد ہیں اس جماعت کے ۳ مرد کے پیچھے ۲ عورتیں جنون کا شکار ہوئیں۔ ان کے بعد ہندو ہیں جن کی عورتیں مسلمانوں کی نسبت زیادہ آزاد ہیں اور وہ اسی نسبت سے زیادہ پاگل ہوئیں۔ پس کیا یہ شمار و اعداد اس بات کی کافی دلیل نہیں ہیں کہ جس قوم میں جسقدر زیادہ آزادی ہے اُسی قدر اسکی عورتیں زیادہ پاگل ہوتی ہیں اور جو جماعتیں پردہ کی پابند ہیں اُن میں آزار جنون نسبتاً کم ہے یاد رہے۔ ولایت میں بھی مردوں کی نسبت عورتیں ہی زیادہ پاگل ہوتی ہیں اور ان کا اگر اسلامی ممالک سے مقابلہ کیا جائے تو حالت اور بھی عجیب نظر آتی ہے۔

چشم بینا ہو تو ان اعداد میں تم اسلام کی صداقت صاف طور پر دیکھ سکتے ہو جو پردہ کا حامی اور عورتوں کی بیجا آزادی کا دشمن ہے۔ (از وکیل)

کو اطلاع دے۔ وہ دیکھینگے کہ کن وجوہات کی بنا پر اس نے ایسا کیا۔ اور آیا اس کا یہ فعل قابل سزا ہے یا نہیں۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ جب شریعت کا مسئلہ ہے کہ کافر کو لڑکی دینی ناجائز ہے۔ تو خواہ کیسی ہی وجوہات ہوں میاں صاحب کیونکر اس شریعت کے مسئلہ کو بدل سکیں گے۔ یا تو یہ مانیں کہ غیر احمدی کافر نہیں اور یا اس حرام امر کے ارتکاب کرنیوالے کو جماعت سے خارج کریں۔ مگر سنے تو کون۔ اب لکھے خواجہ میر اسیان اکمل نے مکرم شیخ مولا بخش صاحب کی محولہ بالا کھلی چٹھی کا جواب دیتے ہوئے میاں صاحب کی ان کا تعلق کمزوری پر مبنی ٹھیرایا ہے۔ اور مثال میں مسلمانوں کی بد افعالیوں کو پیش کیا ہے۔ مگر میاں اکمل کیا اسکی بھی کوئی مثال دکھا سکتا ہے۔ کہ کسی مسلمان نے آج تک کسی ہندو۔ کسی عیسائی کو لڑکی دی ہو۔ اور اگر کوئی دے۔ تو کیا ایسے کرنیکو محض اسکی ایک کمزوری قرار دیا جائیگا۔ اور ازروئے شریعت اسکے حرام ہونیکے باوجود اس تعلق کو ناجائز نہ ٹھیرایا جائیگا۔ پھر اگر کل مسلمان تمہارے نزدیک کافر ہیں۔ تو ان سے رشتہ کرنا تو پھر بھی حرام اور ایسا تعلق جو ان میاں بیوی میں ہوگا۔ ناجائز ٹھیرا۔ اسکو کمزوری کہکر ٹال دینا کچھ چیز نہیں ہے۔ پہلے اپنے پیر سے جاکر پوچھو کیوں ایسے رشتہ کو ناجائز ٹھیرایا اور کیوں یہ اعلان کیا کہ

"میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کریگا۔ تو میں اس کو جماعت سے نکال دونگا"

جماعت سے نکالنے کا اعلان کرکے پھر خود ہی اس سے اعراض کرنا اور اپنے مریدین کو ایک حرام امر کے مرتکب ہوتے ہوئے دیکھکر خاموش رہنا یہ کہاں کا شیوہ مومنانہ ہے۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔ اور خواہ مخواہ پیچیدگیاں ڈالکر اصل مطلب کو فوت نہ کرو دیکھو کہ تمہارے عقاید اور تمہارے اعمال کہانتک ایک دوسرے سے موافق ہیں۔ اور آیا انکے اختلاف کی وجہ سے تم اصول اسلام پر تو حملہ آور نہیں ہوتے۔ یا حرام کے مرتکب ہوکر ضلالت کیطرف تو راجع نہیں۔ پھر اگر ایسا ہے تو خواہ مخواہ پردہ ڈالنے کے بجائے صحیح راہ کو اختیار کرو۔ ورنہ تمہارا پردہ ڈالنا خود ہی اپنے بطلان اور جان بوجھ کر خلاف حق راہ کو اختیار کرنے پر شاہد ہے۔

ایک اور چالاکی

میاں اکمل کی ساری باتوں کا جواب تو شیخ صاحب مکرم ہی دینگے لیکن فی الحال اسکی ان چالبازیوں کو واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جنسے اسنے اپنے اس مضمون میں کام لیا ہے۔ شیخ صاحب مکرم نے اکمل کی ایک تحریر مندرجہ الفضل مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۶ء کا ذکر کرتے ہوئے جس میں اس نے لکھا تھا۔ کہ

"جناب میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسی کوئی تحریر حضرت اقدس مسیح موعود کی نہیں پہنچی جسکے رو سے احمد اور احمدیوں کی شکل سے بیزار لوگوں کا جنازہ پڑھنے کا جواز نکلے"

اس پر میر صاحب کے اصل خط کا مطالبہ کیا تھا۔ اور ساتھ ہی میر صاحب کا اپنا بیان شائع کیا تھا۔ کہ انہوں نے خط میں یہ بات نہیں لکھی۔ بجائے اسکے کہ وہ اصل خط کو شائع کرتا وہ کمال چالاکی سے لکھتا ہے۔

"پہلے آپ اپنا دعوٰے صحیح طور سے لکھیئے اگر میں وہ پرچہ دکھینے اس کے ہی مندرجہ بالا تحریروں پر متفق ہیں تو اصل خط کی کیا ضرورت ہے"

اور اسکے بعد اپنا اور شیخ صاحب کا اتفاق اس امر میں بتایا ہے کہ حضرت صاحب نے واقعی اپنے اولیٰ مریدین سے بیزار لوگوں کے جنازہ کی نماز اجازت دی۔ انکا جنازہ پڑھا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ جس بیدہ دلیری اور چالاکی سے میاں اکمل نے اپنے اس جواب میں اصل مطلب کو خبط کرنا چاہا ہے ظاہر ہے۔ اگر اس کی اس تحریر کا وہی مطلب ہے۔ جو اسنے اب پیش کیا تو (۱) اسنے اسوقت جب یہ تحریر لکھی کمال چالبازی سے ان الفاظ کو لکھکر اپنا مطلب بھی نکال لیا۔ اور آیندہ کیلئے اعتراض سے بچنے کی گنجائش بھی رکھ لی۔ کیونکہ جس بات کے جواب میں اسنے یہ تحریر لکھی ہے اسمیں "احمد اور احمدیوں کی شکل سے بیزار لوگوں" کا کوئی ذکر نہ تھا۔ سوال تو یہ تھا کہ آیا حضرت نے کوئی خط لکھا ہے یا نہیں جس میں بعض ان لوگوں کے جو باوجود سلسلہ سے علیحدہ ہونیکے خاموش اور درمیانی حالت میں ہوں جنازہ کی اجازت دی۔ اسکے جواب میں "خاموش اور درمیانی حالت" کی شق کو حذف کرکے "احمد اور احمدیوں کی شکل سے بیزار" کے الفاظ ایزاد کر دینا۔ اگر اسکا وہی مطلب ہو۔ جو اکمل نے اب لیا ہے تو صریحاً ایک چالاکی ہے۔ جب "بیزار" لوگوں کے متعلق سوال ہی نہیں تو جواب میں انکا ذکر کرنا یا تو لکھنے والے کی صریحاً بددیانتی پر مبنی ہے اور یا اگر اتفاقاً اس وقت یہ الفاظ لکھے گئے تو اب ان سے بیجا فایدہ اٹھا رہا ہے۔ (۲) خود میر حامد شاہ صاحب کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی اسکا مطلب اصل سوال کے مطابق ہی لیا یعنے یہ کہ خاموش اور درمیانی حالت کے لوگوں کے متعلق یہ جواب دیا گیا ہے۔ اور اگر میر صاحب بھی اسکا وہی مطلب سمجھتے تھے جو اب اکمل نے نکالا ہے۔ اور اپنے خط میں بھی انہوں نے یہی بات لکھی تھی۔ تو انہوں نے اسوقت اس سے انکار کیوں کیا۔ اور اگر خط نہیں بھی لکھا تھا۔ تو بقول اکمل وہ بھی تو آخر اس سے متفق تھے۔ کہ ایسے بیزاری رکھنے والے لوگوں کا جنازہ جائز نہیں اگر انہوں نے اس تحریر کا یہی مطلب سمجھا ہوتا تو کم از کم اس سے اتفاق ہی ظاہر کرتے (۳) میاں اکمل نے لکھا ہے۔ کہ میر صاحب ایسا "تحریر فرماتے ہیں" شیخ صاحب کا مطالبہ تھا کہ اس تحریر کا عکس چھاپ دیا جائے اسلئے میاں اکمل کا کام تھا۔ کہ اس مطالبہ کو پورا کرتا نہ کہ اسکا مطلب بیان کرنے بیٹھ جاتا اسکے ان الفاظ کا مطلب یا تو کچھ ہی ہو۔ اور خواہ کیسی ہی چالاکی اور بددیانتی سے کام لیکر [illegible]

اسلام اور موجودہ مسلمان

نامہ تاجر ۶

(گذشتہ سے پیوستہ)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

اسلام میں آجکل علماء و امراء و فقراء کی حالت

عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثال

یہ کہنا کہ دوسرے لوگ تو لوگوں کو یوں ہی کسی فرعی اختلاف کی بنا پر خارج از اسلام قرار دیکر کفر کا فتوے دیدیتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کو کسی اصولی اختلاف یا صریحاً کفریہ عقیدہ کی بنا پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں بڑا ہی لغو اور بیہودہ خیال ہے اور بالکل عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثال کیونکہ اس طرح تو ہر ایک مکفر و مکذب یہی کہہ سکتا ہے کہ ہم بھی اپنے نزدیک اسی بنا پر احمدیوں پر کفر کا فتوے دیتے ہیں اجی وہ کب مانتے ہیں کہ ہم نے کسی فرعی اختلاف کی بنا پر احمدیوں پر کفر کا فتوے لگایا تھا یا حضرت مرزا صاحب کو پکا مومن سمجھ کر یا مسیح موعود مانکر ان پر کفر کا فتوے لگایا تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب نے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوے کرکے خدا تعالےٰ پر افترا کیا اور جھوٹے الہامات (معاذ اللہ منہا) شائع کئے اس لئے وہ اہل قبلہ مسلمان نہ رہے دخاک بدہن قایل) لہذا ہم نے بھی ان کی تکفیر کی۔ اب آپ فرمائیں کہ اگر وہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں تو آپ نے کب تک اپنا یہ دعوے کہ واقعی حضرت صاحب ویسے ہی نبی و رسول تھے جیسے کہ گذشتہ انبیاء منوا لیا یا ثابت کر دکھایا۔ یہی حال حنفیوں اور موحدوں (وہابیوں)، سنیوں اور شیعوں کا بھی سمجھو جھگڑا تو اس بات کا ہے کہ جس بنا پر آپ لوگ آپس میں کفر بازی کرکے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلاتے رہتے ہیں۔ اسے کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بلکہ سچ پوچھو تو محمودیوں سے تو مخالفین کے بالمقابل اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک رائی کے برابر بھی کچھ بن نہیں پڑا بلکہ الٹا مخالفین کے دعوے کو ہی تقویت پہنچا رہے ہیں۔ اور پھر لو بیوتہم بایدیہم کے اپنے ہاتھوں خود ہی مصداق بن کر اپنے گھر کو خود ہی سرنگ لگا رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار کیونکہ ابتدا سے یہ تمام امت محمدیہ کا متفقہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت سوائے اس کے بعض اجزا یا آثار و اظلال کے قطعاً مسدود ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی اسی عقیدہ پر وفات پائی ہے کہ النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا (نبوت آنحضرت کے بعد منقطع ہو چکی) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعد تلثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کے ماسوائے کسی حقیقی معنوں میں نبی کے آنے کی خبر نہیں دی بلکہ صاف فرما دیا ہے کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا) اس حدیث کے ضعیف ہونے پر بڑا زور خرچ کیا گیا ہے لیکن جبکہ حضرت مسیح موعود نے باوجود الحکم العدل ہونے کے اسے صحیح تسلیم کرکے ازالہ اوہام میں اس سے نبوت کے مسدود ہونے کا استدلال کیا ہے تو پھر وہ جو مسیح موعود کو حقیقی طور پر نبی اللہ کا مرتبہ دے رہے ہیں ان کو ان کی مخالفت کرنے میں شرم ہونی چاہیئے۔ پھر صحیح بخاری کی وہ آخری اینٹ والی حدیث بھی ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ فرما کر فرمایا ہے کہ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین اس سے بھی صاف ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اب کوئی نبی نہیں کیونکہ جب قصر نبوت ہی مکمل ہو چکا اور جو ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی تھی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے پر ہو چکی تو آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کی کہاں گنجایش رہی؟ یہ کہنا کہ آنحضرت نے اس میں صرف انبیاء گذشتہ کی نسبت ذکر کیا ہے اور آپ کے بعد میں آنیوالے کسی نبی کی اس سے نفی نہیں نکلتی۔ بہت ہی حیرت انگیز منطق ہے بندگان خدا اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اب اس قصر نبوت کی تکمیل ہو چکی جس قدر اینٹیں لگانے کی ضرورت تھی وہ لگ چکیں اور وہ قصر مکمل ہو گیا۔ پھر فرمایئے اس میں گھس کر شامل ہونے کی گنجایش کہاں سے نکل آئی۔ ہاں اس مکمل قصر میں سے پہلے اگر ہٹا لینے کے لئے کسی اینٹ کو باہر نکال پھینکنا [illegible] چاہو نصب کرتے رہنا مگر جب یہ آپ سے ہو نہیں سکتا تو پھر آپ لوگ ان انہی اینٹوں میں (جن سے مراد انبیاء کی جماعت ہے) حضرت صاحب کو شامل کیسے کر لیا؟ وہ تو باہر کے باہر ہی رہے۔ پھر ہمارے فاضل دوست جناب میر صاحب فرماتے ہیں کہ "مکان میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک اینٹیں ...... (۲) اینٹوں کی حفاظت کے لئے لپائی کی ضرورت ہوتی ہے" جناب میر صاحب نے گویا اپنا گرہ ہی سمجھ لیا۔ نا قابل پھر اینٹوں سے مراد شریعت لیکر اس کی حفاظت کے واسطے غیر تشریعی نبیوں کے وجود کا لپائی سے استدلال کیا ہے مگر ان کو یہ سمجھ نہ آئی کہ جب تیرہ سو برس تک اس کی حفاظت یا لپائی غیر نبی ہی کرتے رہے (مامور ہوکر) تو معاذ اللہ خدا تعالےٰ کو آیندہ کے لئے کونسی ایسی مجبوری پیش آگئی کہ اپنے قانون کو ہی بدلنا پڑ گیا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور اگر بعذر لنگ اس چودھویں صدی کے مفاسد گذشتہ تمام صدیوں سے بڑھکر ہیں اس لئے اس میں کسی حقیقی نبی کا آنا ہی ضروری تھا تو میں عرض کرونگا کہ خواہ کتنا ہی بلحاظ زمانہ کو کیوں نہ کہو پھر بھی تم اپنا صحیح کے زمانہ سے تو بڑھکر نہیں جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکو بھی مسلم ہے کہ لیسوا منی ولست منہم کا ارشاد فرمایا اور مسیح موعود کے زمانہ کو ایک بابرکت زمانہ تسلیم کیا ہے پس تم ایسا کہکر اس کی توہین نہ کرو (۳) احادیث نبویہ سے بالعموم یہ ثابت ہے کہ ہر بعد میں آنیوالا زمانہ پہلے سے بدتر ہوگا حتے کہ قیامت بھی شرار الناس پر قایم ہوگی یعنے سب سے بدترین لوگوں پر۔ پس لامحالہ آپکو ماننا پڑیگا کہ مسیح موعود کے زمانہ سے وہ زمانہ بدتر ہوگا جو اس کے بعد میں آویگا۔ لہذا پھر آپ لوگوں کے اصول کے ماتحت چاہیئے کہ مسیح موعود کے بعد کوئی مسیح موعود سے بھی بڑھکر نبی آوے۔ حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے کہ خاتم الخلفاء کے بعد جو کہ خاتم الاولاد بھی ہے کوئی اس کا ہم پلہ پیدا ہو سکے چہ جائیکہ ان سے بڑھکر ہو۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب انسان اپنی نفسانی خواہشات کا پیرو ہوکر ایمان میں دخل دینے لگ جاتا ہے تو خواہ کتنا ہی عالم فاضل کیوں نہ ہو پھر بھی کوئی بات ٹھکانے کی اس کے منہ سے نہیں نکلتی چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی تمام خواہشات نفسانیہ کو خدا و رسول کی مرضی کے ماتحت چلایا جاتا لیکن بہت افسوس ہے کہ اکثر لوگ [illegible] خدا و رسول کو ہی اپنی مرضی کے ماتحت کرانا چاہتے ہیں اور خود ان کے ماتحت ہونا گوارا نہیں کرسکتے اس لئے آئے دن قرآن و حدیث [illegible] کو حسن تحریف تاویل کے سانچے میں ڈھال ڈھال کر تحریف کرتے رہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کا یہ مستمر قانون ہے کہ نیک کاموں سے نیکیاں پیدا ہوتیں اور بدکاریوں سے بدیاں پھیلتی رہتی ہیں۔ مثل ہے کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

جب معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھدیتا ہے تو ساری دیوار ہی ٹیڑھی جاتی ہے اس طرح جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کے بے نظیر کلام میں توڑ مروڑ کر تحریف کرنے کی ایک مشق حاصل کر لی ہے اب انہیں قرآن و حدیث کی تحریف کرنے میں بھی کوئی شرم دامنگیر نہیں ہو سکتی۔ خود ہی ایک بات اختراع کر لیتے ہیں پھر آپ ہی سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اب یہ اصولی اختلاف پیدا ہو گیا لہذا تمام مسلمانان عالم کی تکفیر کا پروانہ حاصل کر لیتے ہیں۔ خدایا تو ہی اس قوم کی حالت پر رحم فرما کہ اب تیرے سوا کوئی اس بات کا چارہ ساز نہیں (آمین) اب میں جناب مکرمی قاضی اکمل صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ جناب کے عذرات دربارہ تکفیر اہل قبلہ مندرجہ تشحیذ ماہ مئی ۱۹۱۶ء کہانتک صحیح اور قابل سماعت ہیں؟ جہانتک تو جناب کا فرمان بالکل بجا و درست ہے کہ کسی نبی کے منکر کا نام کافر صرف آپ لوگوں کی اختراع نہیں بلکہ یہ خود خدا و رسول اور ان کی شریعت نے ہی یہ اصل قایم کیا کہ نبی کا منکر کافر ہوتا ہے مگر خدا اور رسول نے یہ کہاں فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح موعود بھی ایک ایسا ہی نبی ہوگا جیسے کہ گذشتہ مستقل انبیاء۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خود اپنا اقرار بھی یہی ہے کہ میرا اس نبوت کا دعوے نہیں جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی دیکھو حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰۔ اس جگہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میرا ایسا کوئی دعوے نہیں پھر آپ کس بنا پر ان کو ایک ویسا ہی نبی بنا رہے ہیں جیسے کہ گذشتہ انبیاء تھے گو مستقل اور تشریعی نہ سہی تاہم نبوت تو ان کی ان کی ٹھیک ہی آپ مانتے ہیں مگر وہ تو کہتے ہیں کہ براہ راست نبیوں کو ملنے والی نبوت میری نہیں ہے فقد بر پس چاہیئے تھا کہ اول آپ لوگ حضرت صاحب کو گذشتہ انبیاء جیسی نبوت پانیوالا نبی (اپنے مفہوم تام کے ساتھ) لوگوں پر ازروئے قرآن و حدیث ثابت کر دیتے پھر منکر پر جس طرح چاہتے فتوے کفر عاید کر لیتے۔ لیکن جبکہ ابھی اس بحث کا باوجود تیسرا سال جانے کے کوئی تصفیہ یا صحیح نتیجہ سوائے مسیح موعود کے غیر نبی ثابت ہونیکے برآمد نہیں ہوا تو یہ قبل از مرگ واویلا کا حساب تو کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

باقی رہی کہ نواس ابن سمعان والی حدیث تو وہ تو آپ کو اگر سچ پوچھو تو یہ سچا ایمان ہے تو نام لینے سے بھی شرم آنی چاہیئے کیونکہ مسیح موعود نے بحیثیت الحکم العدل ہونے کے اسے بالکل ناقابل [illegible] اور مخالف قرآن

ف۔ غور کرو یہ متفق علیہ حدیث ہے اور اس میں نبوت تشریعی و غیر تشریعی کی کوئی تفریق نہیں کی گئی بلکہ مطلق نبوت کا ذکر ہے۔

[illegible] ہے کہ [illegible] اسکے
مقابل (یعنی نص قطعی کلام الٰہی کے مقابل - ناقل) وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کی جاتی ہے - جس پر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو ظاہر الفاظ کے رو سے صریح قرآن شریف کے منشا نص اور مفہوم کی ضد پڑی ہوئی ہے" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۶) - پس ایسی مخالف قرآن حدیث آپ کے یا ہمارے کس کام کی ہے - کیا اسی حدیث کی بنا پر آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی اللہ بنا ڈالیں یا کوئی دوسرا ذی عقل فرد بشر ان کو گذشتہ انبیاء کی مانند نبی مان سکتا ہے پھر غور فرمائیے - حضرت صاحب اسی حدیث کے متعلق سوال کرتے ہیں جواب دیجئے - فرمایا - "کیا ہم مسلم کی روایت کے لئے قرآن کو چھوڑ دیں ..... یہ بھی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لیکر حدیث کو مان لیا" ایضاً صفحہ ۱۲۷ .... پس معلوم ہوا کہ بغیر تاویل کے تو اس حدیث کا ایک لفظ بھی گویا قابل تسلیم نہیں پھر ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ پر فرمایا کہ "ہمارے علماء کی ضد تو اس بات میں ہے کہ ابن مریم کے اُترنے کے بارے میں جو حدیث ہے اسکو حقیقت پر حمل کرنا چاہئے - لیکن ان کے بعض عقلمندوں سے جب اس حدیث کے معنے پوچھے جائیں - تو ابن مریم کے لفظ کو تو حقیقت پر ہی حمل رکھتے ہیں (جیسا کہ بعینہ آجکل محمودی صاحبان کا شیوہ ہے کہ اور تو تمام الفاظ حدیث مثلاً دمشق اور منارہ اور ابن مریم اور کسر صلیب وقتل خنزیر وغیرہ وغیرہ کی تاویل کر لیتے ہیں مگر لفظ نبی اللہ کو ظاہر پر ہی حمل کرتے رہتے ہیں - ناقل) اور صلیب اور خنزیر کے بارہ میں کچھ دبی زبان سے ہماری طرح استعارہ اور مجاز سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں - پس وہ لوگ اپنی اس کارروائی سے خود ملزم ٹھیرتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ان پر یہ حجت وارد ہوتی ہے - کہ ان تین لفظوں میں سے ..... دو لفظوں کی نسبت تو تم آپ ہی قائل ہو گئے کہ بطور استعارہ ان سے اور معنے مراد ہیں تو پھر اکلمہ جو ابن مریم کا اُترنا ہے کیوں اس میں بھی بطور استعارہ کوئی اور شخص مُراد نہیں"۔ پس یہی سوال ہمارا اب محمودیوں پر ہے کہ سب الفاظ حدیث کی جب آپ لوگ ہماری طرح تاویل کر لیتے ہیں تو درمیان میں سے ایک لفظ (نبی اللہ) کا ظاہر پر کیوں حمل جائز سمجھتے ہیں جو کام غیر احمدیوں کے لئے حضرت صاحب نے جائز نہیں سمجھا - بلکہ اسکو بد دیانتی تصور فرما کر انہیں ملزم گردانا ہے وہی فعل اب آپ لوگوں کے لئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے - افسوس کہ اس موقعہ پر مجھے من تشبہ بقوم فھو منھم کی حدیث یاد دلانی پڑتی ہے کاش کہ کوئی انصاف سے کام لیکر غور کرنے والا ہو - خاصکر جبکہ حضرت مسیح موعود کو خود اس بات کا اقرار ہے کہ میرے الہام اور حدیث میں نبی کا لفظ ویسا ہی مجاز و استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوا ہے جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پہلے نوشتوں میں خدا کر کے لکھا گیا ہے - اور دانیال نبی کی کتاب میں مسیح موعود کا نام میکائیل یعنی خدا کی مانند لکھا ہے نہ حقیقی اور واقعی - اصطلاح شرعی کے مطابق - تو پھر کسی دوسرے حاشیہ نشین کا کیا حق ہے کہ مسیح موعود سے بھی بڑھکر استادی کا دم بھرے اور کہے کہ نہیں جو میں کہتا ہوں وہی ٹھیک ہے اور جو مسیح موعود نے کہا وہ غلط ہے (معاذ اللہ منہا) کیا نبی پر ایمان ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو وہ کہے اسے تو پس پشت ڈالدینا اور اپنی منطق چلائے جانا - حضرت مسیح موعود تو بار بار نواس بن سمعان والی حدیث کی سخت تضعیف کر رہے ہیں اور مخالف قرآن بتا رہے ہیں لیکن اپنی دھن کے پکے مگر پھر بھی پورے ایماندار علانیہ اسکے برخلاف اعلان کرکے اس حدیث کو گویا قرآن سے بھی بڑھکر وقعت دیکر اس پر مسیح موعود کی نبوت کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں دوستو اگر مسیح موعود پر ایمان اسی قسم کا ہوتا ہے تو ایسے ایمانداروں سے تو دُنیا بھری پڑی ہے پھر تمہیں اس قدر مشقت اُٹھانے کی کیا ضرورت - گھر میں ہی سمجھ لو کہ بس ساری دُنیا مسیح موعود کو نبی اللہ مان چکی ہے کیونکہ یہاں عمل کی تو ضرورت نہیں سو یہ بات پہلے ہی لوگوں کو حاصل ہے پھر میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کو خدا تعالے نے بھی الہامات میں صرف نبی نہیں کہا بلکہ اور بھی بہتیرا کچھ کہا ہے - اگر لفظ پرستی ہی [illegible] کر [illegible] والی قوم کی طرح کرنی ہے تو پوری طرح سے کرو - اور کوئی بھی (مستثنیٰ) رہ [illegible] سب باتوں کو حقیقت پر ہی [illegible] اور مانو کہ حضرت مسیح موعود فی الواقع مسیح ابن مریم بنگئے تھے جو بیٹے ہو گذرے ہیں پھر وہ مریم بھی پلٹ کر بنگئے تھے پھر اُن کو حاملہ ہو کر دردِ زہ بھی ہوا تھا - جو اُنہیں کبھی کھجور کے تنے کے پاس لے آیا تو آپ نے کہا یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا - کاشکہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی - اور ہوگئی ہوتی بھولی بسری پھر وہ سورج اور چاند بھی (دونوں اکٹھے ایک ہی وقت میں) کیا جسمانی مادی طور پر بنگئے تھے - (شائد دنیا میں

(ذرا) [illegible] دھوپ اور چاندنی ہو گی (کیوں نہ محمودی صاحبان ذرا گنتے چلیں) پھر وہ چمکتے ہوئے چراغ بھی بنگئے ہونگے -
(اجی جب استعارہ و مجاز کوئی چیز ہی نہیں اور سب الفاظ ہی آپ نے پورے کرنے ہیں تو پھر خدا نے یہ سب کچھ مسیح موعود کو کہا ہوا ہے - پس ہر ایک الہام کو ظاہر پر ہی منطبق کرتے چلے جائیے - مگر واقعات کے رو سے جسمانی طور پر بھی ان کو ثابت کر دکھانا آپ لوگوں کے ذمہ اور فرض ہے) پھر خدا نے ان کو فرمایا الارض والسماء معک زمین اور آسمان تیرے ساتھ ہے کیا زمین و آسمان اسکے ساتھ چمٹا ہوا تھا - پھر خدا نے ان کا نام آدم رکھا - کیا وہی آدم جن سے سلسلہ خلقت آدم چلا؟ پھر خدا نے ان کو کہا یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ اے مریم تو اور تیرا خاوند دونوں جنت میں رہو کیا وہی مادی طور پر ایسا ہو گیا تھا - ؟ پھر الہام ہوا یحمدک اللہ و یمشی الیک خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیرے پاس چلکر آتا ہے کیا کسی نے خدا کو چلکر آتے تم میں سے ان جسمانی آنکھوں سے دیکھا پھر الہام ہوا جری اللہ فی حلل الانبیاء خدا کا پہلوان نبیوں کے لباس میں کیا سب نبیوں کے کپڑے یا پہننے کے زیور آپ لوگوں نے حضرت صاحب کے جسم پر پڑے ہوئے کبھی دیکھے - پھر الہام ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں خاص خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا ہی کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے کیا واقعی حضرت صاحب خدا بنگئے تھے - شاید خدا مُٹھیاں بھی بھروایا کرتا ہے پھر الہام ہے اوقدلی یا ھامان اے ہامان میرے لئے بھٹی تیار کر حضرت صاحب اسجگہ ہامان سے مراد مولوی نذیر حسین دہلوی لیتے رہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمودیوں کے اصول کے مطابق وہ بھی شائد وہی ہامان وزیر فرعون مصر تھے جو موسٰی کے بالمقابل غرق نیل ہوئے - شائد اس زمانہ میں دوبارہ سیدوں کے گھر جنم لے لیا ہوگا - پھر ویسا ہی الہام ہے تبت یدا ابی لھب - ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے - شاید ابولہب بھی دوبارہ واقعی طور پر پیدا ہو کر چلا آیا ہوگا پھر الہام ہے انت منی بمنزلۃ ولدی - تو مجھے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے خوب تو نبی بنانے کی کیا ضرورت سیدھا خدا کا بیٹا مان لو - پھر الہام ہے سلام علی ابراھیم - ابراہیم پر سلام ہو - کیا واقعی خود حضرت ابراہیم بھی دوبارہ زندہ ہو کر دُنیا میں آگئے تھے پھر آپ کا یہ الہام ہے آسمان سے کئی تخت اُترے پر میرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا - قاضی اکمل صاحب اسبات کا جواب دینگے کہ یہ تخت کسی لکڑی کے بنے ہوئے تھے - پھر کیا وہ سب قادیان میں کسی کمرہ میں ایک دوسرے سے اوپر تلے پڑے ہیں - کیا ان میں حضرت نبی کریم صلعم کا بھی کوئی تخت ہے؟ پھر کیا اُس سے اوپر حضرت صاحب کا تخت بچھایا گیا؟ الفاظ پرستو! میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ استہزاءً نہیں بلکہ میں دردِ دل سے پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا - پھر ایک الہام ہے یا جبال اوبی معہ والطیر اے پہاڑو اور پرندو اسکے ساتھ ہو کر گڑگڑاؤ - کیا واقعی ہمالیہ اور کانگڑہ اور سیٹھان کوٹ وغیرہ کے پہاڑ اور پرندے حضرت صاحب کے پاس قادیاں اکٹھے آیا کرتے تھے اور ملکر دعائیں کرتے رہتے - اور عاجزی کرتے رہتے تھے؟ الغرض بھائیو! یہ مشتے از نمونہ از خروارے ہے۔ جو میں نے پیش کیا ہے اگر تمام استعارات کو میں اسجگہ جمع کرنے لگوں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے - پر میں اسیقدر پر اکتفا کرکے اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مسلم کی ایک ضعیف اور احادی روایت میں سے تو صرف ایک جملہ کی بنا پر آپ حضرت صاحب کو واقعی طور پر نبی اللہ بنا رہے ہیں اور اسی قیاس پر مسیح موعود کے الہامات میں بھی نبی و رسول کا لفظ پاکر اسکو حقیقت پر محمول کر رہے ہو مگر اس کثیر حصہ الہامات کو حقیقت کا جامہ نہیں پہناتے تو جب سینکڑوں باتیں اسی قسم کے ہیں تو ان میں سے صرف نبی و رسول کے الہام کو چنکر واقعیت کا جامہ پہنانا کونسا انصاف یا عقل کی بات ہے - اب میں تکفیر کے فتاوی جڑنیوالوں کی خدمت میں باادب التماس کرتا ہوں کہ اپنے من گھڑت اصولی اختلاف کیوجہ سے کسی مسلم کی تکفیر نہ کرو - کہ یہ سخت خطرناک بلا ہے - اسی بدولت تمام مسلم سوسائٹی تتر بتر ہو گئی اور ایک دوسرے سے بجائے ہمدردی کے دشمنی اور عناد پیدا ہو گیا - اگر ان حرکات سے باز نہ آؤ گے تو یاد رکھو کہ مسلم قوم کبھی فلاح نہیں پاسکے گی اور اسکو تباہ کرنے والے تمہیں لوگ قرار پاکر عنداللہ سخت عذاب پاؤ گے یہ مت خیال کرو کہ اگلے جہان چلکر دیکھا جائیگا کیا ہوگا - اسی دُنیا میں اسکا کچھ نہ کچھ خمیازہ اُٹھا کر مرو گے -
لطیفہ شیعہ سُنیوں کی اور سُنی شیعوں کی پھر احمدی و محمودی پارٹی، غیر احمدیوں کی

مراسلات

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

دُنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے مولوی ثناءاللہ امرتسری کی بدزبانی سے تنگ آکر ایک اشتہار دیا تھا - جس کا عنوان تھا - "مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اور اس تمام اشتہار کا خلاصہ یہ تھا - کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائیگا - چونکہ حضرت اقدس ثناءاللہ سے پہلے فوت ہو گئے ہیں - اسلئے وہ یہ حجت پکڑتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو میری بابت پیشگوئی کی تھی - وہ جھوٹی نکلی - ہم بھی مدت سے اخبارات میں مولوی ثناءاللہ کی طرف سے یہ اعتراض اور احمدیوں کیطرف سے اس کا جواب سنتے آئے ہیں مگر شنیدہ کے بود مانند دیدہ - اب میں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہوں جو یہ ہے کہ گذشتہ ماہ مئی ۱۹۱۷ء کو اہلحدیث کا ایک جلسہ ڈیرہ غازیخان میں منعقد ہوا - جس میں مولوی ثناءاللہ صاحب کو بھی مدعو کیا گیا - مولوی صاحب نے آتے ہی پہلے دن ایک چھپا ہوا اشتہار پڑھا - جس کی سرخی تھی - "مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" جس وقت مولوی صاحب اشتہار کی تردید کر چکا اور جلسہ بھی برخاست ہو چکا تو بندہ نے مولوی صاحب سے اشتہار مذکور دیکھنے کیواسطے التجا کی - اور مولوی صاحب نے خوشی سے وہ اشتہار مجھکو پڑھنے کے لئے دیدیا - جب میں نے اس اشتہار کو اول سے آخر تک غور سے پڑھا - تو معلوم ہوا کہ اشتہار مذکور کا جو اصلی مفہوم تھا اسکو مولوی صاحب نے بیان ہی نہیں کیا - اور عبارت کا سیاق و سباق چھوڑ کر ناحق لوگوں کو مغالطہ میں رکھا - چنانچہ اشتہار مذکور کے مفصلہ ذیل فقرے جنکو مولوی صاحب نظرانداز کر گئے قابل غور ہیں
(۱) "یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں"
(۲) "بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھدیں"۔
مولوی صاحب ان دو فقروں کی پرواہ نہ کرکے زیادہ تر اس بات پر زور دیتا رہا کہ دیکھو مرزا صاحب نے میری بابت پیشگوئی کی تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائیگا - پس میں سچا ہوں اور زندہ ہوں - مولوی صاحب نے جسقدر انصاف کا خون کرکے غلط بیانی سے کام لیا وہ تو عیاں را چہ بیاں کی مصداق ہے مگر میں اب ایک صاحب انصاف کے لئے چند ایک حوالے جو مولوی صاحب کے اپنے اخبار اہلحدیث میں تذکرہ بالا اشتہار کے متعلق چھپے ہیں دیتا ہوں - کیونکہ حضرت صاحب نے جو اشتہار کے آخر میں مولوی صاحب کو اجازت دی ہے کہ جو چاہیں وہ اپنے پرچہ میں چھاپ دیں - اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اس کا جواب اپنے پرچہ میں کیا دیا - اور اس دعا کو جو بطور مباہلہ کے تھی - جس میں طرفین کی منظوری ضروری ہوتی ہے منظور کیا یا نہ؟ دیکھو اخبار اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء جس میں مولوی صاحب لکھتے ہیں :-
"تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں - اور نہ کوئی دانا اسکو منظور کر سکتا ہے"
پھر اسی اخبار کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے :-
"اول یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اسکو شائع کر دیا - دوم اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا - بلکہ یہ کہا ہے کہ محض دعا کے طور پر ہے"!
پھر دیکھو مرقع ثنائی مندرجہ اخبار وطن ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱ - "کوئی ایسی نشانی دکھاؤ - جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں - مر گئے تو کیا دیکھیں گے"!
مولوی صاحب خود بھی اپنے اس انکار کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :-
"میرا انکار ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں نکلا تھا - مگر مرزا اور مرزا کے حاشیہ نشین اس کے بعد بھی اس دعا کو فیصلہ کن کہتے ہیں"!
اب مندرجہ بالا حوالوں سے معلوم ہو گیا - کہ مولوی صاحب نے منظوری دعا کے لئے خود راہ گریز اختیار کی - اور اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ یہ الہام نہیں تھا - بلکہ محض دعا تھی تو پھر باوجود اس تسلیم شدہ بات کے مولوی صاحب کا یہ شور مچانا کہ مرزا صاحب نے میری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یکشنبہ یکم جولائی ۱۹۱۷ء نمبر ۱۲۴

لاہور میں آریہ صاحبان سے بحث (۱)

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں مجمل طور پر اس مناظرہ کا ذکر کیا گیا تھا۔ جو فرخ آباد کے مرتد آریہ مہاشہ شانتی سروپ اور مسلمانوں میں ہوا۔ یہ مناظرہ ۲۰ سے ۲۶ جون ۱۹۱۷ء (سات دن) تک ہوتا رہا اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ پہلے دو دنوں میں مولوی احسان اللہ خانصاحب نجیب آبادی - مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی - اور مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے باری باری بحث میں حصہ لیا۔ اول الذکر ہر دو صاحبان نے معقولی اعتراضات اور ویدک تعلیمات سے تناسخ کا ابطال کرتے ہوئے ویدک ایشور کا نقشہ کھینچا۔ اور مولوی غلام رسول راجیکی اور ان کے ساتھ سید دلاور شاہ صاحب نے دوسرے دن ان اعتراضات کا جواب دیا جو آریہ مناظر نے قرآن پر کئے تھے ایک بڑی بات جو آریہ مناظر نے پہلے دن تناسخ کی تائید میں سوامی دیانند کی ہی تقلید کرتے ہوئے کہی تھی۔ اور جس سے اس کا منشا ان اعتراضات کا دفعیہ کرنا تھا جو اس مسئلہ پر کئے جاتے ہیں یہ تھی۔ کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے کہ [illegible] گذشتہ جنم کے اعمال کی پاداش ہے تو کیوں ہمیں گذشتہ جنم کے ان اعمال کا علم تک نہیں۔ جن کی جزا یا سزا میں ہمیں یہ جنم نصیب ہوا۔ اور یہ دکھ اور سکھ بھگتنے پڑتے۔ اس کا یہ جواب ہے [illegible] کی بھی باتیں یاد نہیں رہتیں۔ تو گذشتہ جنم کے اعمال کیسے [illegible] مولوی احسان اللہ خانصاحب نے اس کے جواب میں [illegible] جسم یا [illegible] اس وقت [illegible] سے [illegible] ہے کہ اس موجودہ جنم کے اعمال یاد نہیں رہتے ہیں۔ ایک بہت بڑا حصہ اپنی زندگی کا [illegible] اور مہاشہ جی بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ آج سے پہلے کہاں ہم نے صبح کی اور کہاں شام بسر کی۔ آریہ مناظر نے جواباً کہا کہ گذشتہ جنم کے اعمال کا نہ معلوم ہونا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ نہ گناہ یاد ہونگے۔ نہ آئندہ ان کا ارتکاب ہو سکیگا۔ اس لئے ان کا نقش ہی دل سے محو کر دیا گیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر اسی اصول کے مطابق آج کو گورنمنٹ کسی کو پکڑ کر جیل میں ڈالدے اور کسی کو پھانسی پر لٹکا دے۔ اور پوچھا جائے جرم؟ تو وہ جواب دے کہ جرم نہیں بتاتے تم پھر یہی کام کرو گے۔ تو ایسا گزار مہاشہ صاحب کے نزدیک کہاں تک اصول انصاف کے متقاضی ہوگا اور رسا تھی۔ اس بات کو بھی دہرایا کہ کسی بچہ کا کسی دکھ میں مبتلا ہونا بھی اگر گذشتہ جنم کے اعمال کی پاداش ہے۔ تو یہ بتایا جائے کہ کونسی مہذب سوسائٹی اور متمدن ایک بچوں پر اس حالت میں جبکہ وہ سزا اور جزا کو سمجھتے ہی نہ ہوں۔ اور انہیں معلوم تک نہ ہو۔ کہ گناہ کیسے کہتے ہیں۔ سزا دارد کرنی جائز ہے۔ کم از کم سزا اسی وقت دی ہوتی جب انہیں کچھ عقل اور تمیز ہوتی افسوس ہے کہ مہاشہ جی نے ان کا کوئی معقول جواب نہ دیا۔ اور یہ دن بھی بیچ پانچ منٹ کی بحث میں وقت کو ختم کر دیا ؛

دوسرے روز مضمون یہ تھا کہ "میں (شانتی سروپ) کیوں آریہ ہوا" بہتر ہوتا کہ مہاشہ جی اس وقت ویدک دھرم کی ان خوبیوں کو آشکار کرتے۔ جن کو دیکھ کر انہوں نے اسلام پر اسے ترجیح دی۔ لیکن جن لوگوں کا کام ہی اپنی آنکھوں کے شہتیر کو نظر انداز کر کے دوسروں کی آنکھوں میں تنکے ڈھونڈنا ہو وہ بھلا اس راہ کو کب اختیار کر سکتے۔ مہاشہ جی کہتے ہوئے۔ اور آیات قرآنی پڑھ پڑھ کر دتی کیا کھرا اور دھرم پال کے پیچھے بھاگ بیہودہ مارنا شروع کیا۔ قرآن کا خدا خود لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے جس کو چاہوں ہدایت دوں۔ اور جسے نہ چاہوں نہ دوں۔ وہ دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے جو کچھ میں چاہتا ہوں۔ یہ باتیں جو انہوں نے بار بار پیش کیں جنکے جواب میں [illegible] کی گئی۔ کہ ان تمام باتوں کو اگر اسی طرح سے بغرض محال تسلیم کر لیا جائے جیسے تم کہتے ہو۔ تو بھی اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اسلام کا خدا اس قدرت اور مطلق ہے کہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے لیکن اس خدا کو کیا کریں [illegible] اور اینٹ [illegible] بیٹھے رہے [illegible]

ہے۔ اور زمین میں سونا لاب پانی کے پی جاتا ہے۔ (نکونی گاڑی بن جھکر سیر کو نکلتا ہے جیسے گو یا منیم جی کسی گاؤں سے محاصل وصول کرنے جاتے ہیں) اور جو حمل کے اندر بھی سمانا اور بہت سی شرمناک باتیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس کا جواب تو کیا دینا تھا۔ مہاشہ جی نے یہ کہکر کہ اصل منتروں سے کون واقف ہوگا۔ اس کو یہ کہکر ٹالنا چاہا۔ کہ جس طرح سے میں قرآن کی اصل آیات پڑھتا ہوں ویسے ہی آپ بھی وید کے اصل منتر پڑھیں لیکن مولوی عبدالحق صاحب ان کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے سامنے آکھڑے ہوئے۔ تو لگے بغلیں جھانکنے۔ اور ان کے منہ سے دو منتروں کا لفظ سن کر اس کی لفظی عدم صحت کو بہانہ بنا کر غلط مبحث کرنے۔ لیکن جس بات کو وہ سننا نہ چاہتے تھے وہ سنا دی گئی۔ اور انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ ویدوں کے مقفل دروازے اب اسلامی ہاتھوں سے کھل کر عنقریب وہ سب کچھ باہر آجائیگا جس کو دیانندی تاویلات کے پردوں میں آجتک چھپایا گیا ہے۔ باوجودیکہ مہاشہ جی سے ان ویدک منتروں کے جواب کا بار بار مطالبہ کیا گیا۔ اور زہنی لفظی اغلاط کی بحث میں نہ پڑنے کے لئے کہا گیا۔ لیکن انہوں نے جواب نہ دینا تھا اور نہ دیا ؛

تیسرے دن مسئلہ تناسخ پر مہاشہ دیوا چند جی نے آریہ سماج مندر انارکلی میں لیکچر دینا تھا۔ لیکن وہاں جائے تنگ است و مرداں بسیار کا منظر دیکھ کر جلسہ کو منگل پر ملتوی کیا گیا اس سے اگلے روز پھر مہاشہ شانتی سروپ نے آریہ سماج مندر وچھووالی میں مذاہب عالم پر عقلی نظر کے عنوان سے ایک لیکچر دیا جس میں زیادہ تر اسلام اور عیسائیت کو ہی پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی قربانی کی تعلیم اور مسئلہ غفر پر اعتراض کیا۔ اور بتایا۔ کہ انصاف اسی بات کا مقتضی ہے کہ جو جیسا کرے ویسا بھرے۔ غفر کرنا ظلم ہے۔ اور ایسا ہی ایک جاندار وغیرہ پر چھری چلانا بھی ظلم ہے۔ نیز اسلام اپنے سے مخالف عقیدہ رکھنے والوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے جواب میں مولوی احسان اللہ خانصاحب نے انہیں بتایا کہ اسلام اس بات کا حامی نہیں۔ کہ عملوں کے بغیر نجات ہو سکتی ہے بلکہ خود رسول اللہ صلعم اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں رسول کی بیٹی ہونے کی وجہ سے چھوٹ جاؤں گی۔ عمل کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر نجات نہیں۔ اور پھر بتایا کہ اعمال میں [illegible] باتیں اور جو کمزوریاں انسان سے سرزد ہوں۔ ان پر غفر کرنا ہر ایک مہذب سوسائٹی کے نزدیک بالکل جائز بلکہ لابدی امر ہے۔ انسانی طبائع پر تو یہ خدائی صفت کا ہی ایک سلسلہ نقش موجود ہے۔ تو پھر اس احکم الحاکمین کے اندر تو یہ بہت بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیئے۔ پھر آپ نے مسئلہ قربانی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ کہ آج اس بات کو تسلیم کیا جا چکا ہے کہ نباتات وغیرہ میں بھی رنج اور حس موجود ہے۔ خود دیانندی بھی اس بات کے قایل ہیں۔ پس اگر حیوانات کی قربانی اس لئے ظلم میں داخل ہے کہ اس سے وہ دکھ اور درد محسوس کرتے ہیں۔ تو کیوں نباتات کی قربانی بھی جن میں روح پائی جاتی ہے۔ ظلم میں داخل نہیں۔ آریہ مہاشہ نے اول الذکر بات کا تو یہ جواب دیا کہ انصاف اور رحم دو متضاد باتیں ہیں۔ خدا کا انصاف کو چھوڑ کر کسی پر رحم کرنا ظلم ہے کیونکہ اسنے انصاف سے تجاوز کیا۔ پس اگر نجات کے لئے عمل ضروری ہے۔ تو غفر بے معنی بات ہے غفر نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلامی خدا کھٹ مٹھا خدا ہے۔ جو انصاف اور رحم دونوں کو جایز رکھتا ہے اس کے جواب میں کہا گیا۔ کہ اسلامی خدا اگر کھٹ مٹھا ہے۔ تو ویدک ایشور نرا کڑوا جس میں رحم کا نام و نشان تک نہیں۔ کھٹ مٹھا تو بہر حال لذیذ ہوتا ہے۔ لیکن کڑوا پھر کڑوا ہی ہے۔ آریہ مہاشہ نے قربانی کے متعلق کہا تھا۔ کہ نباتات میں گو روح ہے۔ لیکن ان کی حالت ایسی ہے۔ جیسے کسی کو کلوروفارم کیا ہوا ہو۔ اور وہ دکھ درد کو محسوس نہ کرے۔ جواباً ان سے کہا گیا۔ کہ دکھ درد کا اظہار تو ہر ایک نے اسی زبان سے کرنا ہے۔ جو اسے دی گئی ہے۔ ایک بکرا اگر چیخ کر اور تڑپ کر کرتا ہے۔ تو مولی کو جب توڑا جائے تو وہ تڑکتی ہے۔ باقی اگر کلوروفارم بھی مان لیا جائے۔ تو پھر اگر کوئی شخص کسی انسان کو جو کلوروفارم کی حالت میں ذبح کر دے۔ تو غالباً دیانندی اصول کے مطابق جایز ہوگا۔ اسی سلسلہ میں خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے ان ویدک احکام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو ویدوں میں جنگ کے متعلق دیئے گئے ہیں اور اپنے مخالفین کی تباہی اور ہلاکت کے لئے دعائیں کی گئی ہیں۔ پوچھا۔ کہ بکروں کی قربانی کو ظلم قرار دینے والے کیوں ان انسانی قربانیوں کے احکام کو ویدوں سے نہیں نکالتے۔ اور ویدوں کے فرضی رحم مجسم خدا کو اپنے اس اصل [illegible]

تھا یہ بھی پرانی عادت کے مطابق اصل منتر پڑھ کر سنا دیا گیا مولوی عبدالحق صاحب اس دن تشریف نہیں لے گئے تھے۔ ورنہ وہ بھی پڑھ کر سنا دیئے جاتے ؛

اگلے دن قدامت روح و مادہ پر بحث تھی مولوی عبدالحق صاحب اور مولوی احسان اللہ خانصاحب دونو نے حصہ لیا۔ اور عقلی و نقلی دلایل سے مادہ و روح کا حادث ہونا ثابت کر دیا۔ حدوث مادہ کے اعتقاد پر خدا کے مالک بلا مملوک اور رازق بلا مرزوق ہونے کا جو ڈھکوسلا پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب مولوی احسان اللہ صاحب نے یہ دیا کہ اگر یہ صحیح ہو۔ تو پھر مادہ کو ازلی ماننے پر بھی یہ اعتراض پڑ سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ زید جو ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوا۔ اس کے پیدا کرنے کی قدرت آیا خدا میں ازل سے تھی یا نہیں۔ اگر تھی۔ تو وہ کیوں ۱۹۱۰ء تک بیکار رہی اور اگر نہ تھی۔ تو خدا ناقص ٹھیرا۔ اور یا پھر ماننا چاہیئے۔ کہ ہم سب بایں ہیئت کذائی ازل سے ہی موجود ہیں۔ اور ہمارے پیدا کرنے کی اور اس حالت میں لانے کی صفت جو خدا تعالٰے میں ازل سے تھی۔ وہ اسی وقت کام میں لائی گئی۔ اس کا کوئی جواب آریہ مناظر کو بن نہیں آیا اور مولوی عبدالحق صاحب کے بالخصوص ویدک منتروں کے پڑھنے پر وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ہرگز گوارا نہ کیا۔ کہ وید جن کو جسے مقدس تسلیم کیا جاتا ہے مولوی صاحب کے منہ سے سن سکیں حاضرین بھی جو ۹۵ فیصدی ہندو تھے۔ اور ویدوں کی شکل تک سے ناواقف خواہ مخواہ شور برپا کرنے لگ گئے۔ اور غلط پڑھنے کا بہانہ کر کے اس مصیبت کو ٹالنا چاہا۔ لیکن وہ ٹل کیسے سکتی تھی۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بڑے زور سے پڑھکر سنائے اور ڈنکے کی چوٹ کہا کہ غلطی نکالنے والوں کو انعام دیا جائیگا۔ لیکن ہاں سوائے ہیں بائیں شائیں کے اور کیا تھا۔ اصل بحث کو چھوڑ کر قرآن پر اعتراض شروع کر دیئے اور ذاتی حملوں پر آگئے۔ ان کے بھی منہ توڑ جواب دیئے گئے۔ اور آخر میں خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے یہ اعلان کر دیا کہ جو تہذیب آج یہاں دکھائی گئی ہے۔ اور بے فایدہ شور سے ہمیں دبانے اور ذاتی حملوں سے بحث کو اور طرف لے جانے کی جو کوشش کی گئی ہے۔ وہ بہت ہی شرمناک ہے۔ اور اگر آئندہ بھی ان مناظرات میں یہی روش اختیار کی جائے گی۔ تو ہم آنے کے لئے تیار نہیں۔ اس تنبیہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ باقی دو دنوں میں مولوی عبدالحق صاحب نہایت اطمینان سے اپنی باتوں کو سنا سکے۔ اور ویدک منتروں کو بھی پڑھکر ان پر حجت تمام کی۔ ان آخری دو ایام میں تناسخ پر بحث ہوتی رہی۔ ایک دن تو وچھووالی مندر میں مہاشہ شانتی سروپ سے اور دوسرے دن ڈی۔ اے وی سکول میں مہاشہ دیوا چند ایم۔ اے پروفیسر ڈی اے وی کالج اور بعض دیگر آریوں سے چونکہ یہ بحث لمبی ہے۔ اور دل چاہتا ہے کہ ان سب دلایل کو بالتفصیل لکھا جائے۔ جو فریقین نے اس مسئلہ پر دیئے۔ اس لئے اسے آئندہ اشاعت پر ملتوی کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق ؛

غیر از جماعت کو لڑکی دینا

کسی گذشتہ اشاعت میں مکرم شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی کی چٹھی میاں اکمل کے نام شایع ہوئی تھی جس میں انہوں نے ایک حوالہ کے مطالبہ کا جواب دیتے ہوئے میاں صاحب کے بعض ان مریدین کے نام گنوائے تھے جو باوجود یہ عقیدہ رکھنے کے کہ تمام مسلمان جنہوں نے مسیح موعود کی بیعت نہیں کی دائرہ اسلام سے خارج ہیں بعض غیر از جماعت لوگوں کے جنازے پڑھتے انکو لڑکیاں دیں۔ بلکہ ایک دو مواقع پر نماز میں بعض غیر از جماعت لوگوں کی اقتدا بھی کی اسی قسم کی بعض مثالیں ہم بھی وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہے ہیں۔ اور بالخصوص میاں صاحب کے ایک خاص الخاص مرید میاں شمس الدین صاحب "تاجر چرم" کی مثال کو اس لئے بار بار دہرا چکے ہیں کہ انکی لڑکی کے نکاح میں جو ایک مخالف سے ہوا اکثر محمودی بھی شریک تھے۔ اور باوجود کفر پر بہت زور دینے کے انہوں نے آجتک انکے خلاف آواز تک نہیں اٹھائی۔ یوں تو اگر میاں صاحب اسے ناجایز نہ ٹھیراتے اور کل مسلمانوں کے کفر پر اصرار نہ کرتے۔ اور یہ اعلان نہ کرتے۔ کہ جو شخص غیر احمدی کو لڑکی دیگا "میں اسکو جماعت سے نکال دونگا" تو خیر انکے مریدین کے ان افعال کو ان کی کمزوری پر مبنی سمجھ لیا جاتا۔ لیکن ایک طرف تمام مسلمانوں کو کافر کہنا اور اسی بنا پر ان سے اس قسم کے رشتوں کو ناجایز قرار دینا اور دوسری طرف اپنے مریدین کے انہی کافروں کو لڑکیاں دینے اور اسی ناجایز امر کا ارتکاب کرنے پر چوں تک نہ کرنا کس قدر خطرناک بات ہے اسی لئے ہم نے اس پر لکھا۔ اور ہمیں توقع تھی۔ کہ ہمارا ایسا لکھنا اور اسطرف توجہ دلانے سے ممکن ہے اصلاح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے لیکن اول تو اس صدا بصحرا برخاست کا معاملہ رہا پھر میاں صاحب نے ایک [illegible] اپنے فتوے کو کچھ تھوڑا سا نرم کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ ان کا جب

پیغام صلح

اخبار

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفے ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد است نام
ہر نبوت را برو شد اختتام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
دامن پاکش بدست ما مدام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات انبیائے سابقیں
منکر آں مورد لعن خداست
آنچہ در قرآں بیانش ما یقیں
ہر کہ انکار سے کند از شقیاست
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
نزد ما کافر است خسران تباب

ہفتہ میں دو بار
یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ
قیمت ؎ ششماہی ؎ سہ ماہی ؏ طلبا سالانہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور - یکشنبہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری مطابق یکم جولائی ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۲۴

مرثیہ بر حالت اسلام و مسلماناں

بر مسلماناں ہمہ ادبار زیں رہ اوفتاد
کز پئے دیں ہمت شاں نیست با غیرت قریں
گر نبد دو عالمے از راہ دین مصطفے
از رہ غیرت نمی جنبند ہم مثل جنیں
فکر ایشاں غرق ہر دم در رہ دنیائے دوں
مال ایشاں غارت اندر راہ نسوان و بنین
ہر کجا در مجلسے فسق است ایشاں صدر شاں
ہر کجا مستے ایں معاصی حلقۂ ایشاں نگیں
با خرابات آشنا بیگانہ از کوئے ہدے
نفرت از ارباب دیں با مے پرستاں ہمنشیں
رو نگرد انید دلدار سے کہ صد اخلاص داشت
چوں ندید اندر دل ایں قوم صدق المخلصیں
آں زماں دولت و اقبال ایشاں در گذشت
شومئ اعمال شاں آورد ایام چنیں

(مسیح موعود)

ملفوظات حضرت مسیح موعود

سلسلہ میں داخل ہونیکی اصل غرض کیا ہے؟ | فرمایا سب لوگ یاد رکھو کہ رسمی طور پر بیعت میں داخل ہونا یا مجھکو امام سمجھ لینا اتنی سی بات نجات کے واسطے ہرگز کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے دلوں کو دیکھتا ہے۔ وہ زبانی باتوں کو نہیں دیکھتا۔

نجات کے واسطے جیسا کہ اللہ تعالے نے بار بار فرمایا ہے وہی ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اوا سچے دل سے اللہ تعالے کو وحدہ لا شریک سمجھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی یقین کرے۔ اور قرآن شریف کو کتاب اللہ سمجھے کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ قیامت تک اب اور کوئی کتاب یا شریعت نہ آئے گی یعنی قرآن شریف کے بعد اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو خوب یاد رکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں یعنی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت نئی کتاب نہ آئے گی نئے احکام نہ آئیں گے۔ یہی کتاب اور یہی احکام رہیں جو الفاظ میری کتابوں میں نبی یا رسول کے میری نسبت پائے جاتے ہیں اس میں ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ کوئی نئی شریعت یا نئے احکام سکھائے جاویں۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالے جب کسی ضرورت حقہ کے وقت کسی کو مامور کرتا ہے تو ان معنوں سے کہ مکالمات الٰہیہ کا شرف اس کو دیتا ہے اور غیب کی خبریں اس کو دیتا ہے اس پر نبی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور وہ مامور نبی کا خطاب پاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ نئی شریعت دیتا ہے۔ یا وہ آنحضرت

وسلم کی شریعت کو نعوذ باللہ منسوخ کرے جو کچھ اسکے ملتا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی اور کامل اتباع سے ملتا ہے اور بغیر اسکے نہیں۔

ملاوٹ | ہاں یہ ضروری ہے کہ جب زمانہ میں گناہ کثرت سے ہوتے ہیں اور اہل دنیا ایمان کی حقیقت

ان کے پاس پوست یا ہڈی رہ جاتی ہے اور مغز اور ایمانی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور قبیحانی تسلط اور ہے ایمانی ذوق اور حلاوت نہیں رہتی۔ ایسے وقتوں اس طرح پر جاری ہے کہ اللہ تعالے اپنے ایک کامل بندے کے سچی اطاعت میں فنا شدہ اور محو ہوتا ہے اور بخش کر بھیجتا ہے۔ اور اب اس وقت اس نے بھیجا ہے۔ کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں بالکل ٹھنڈی ہو گئی ہے۔

ظاہر میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ لا الہ الا اللہ کے صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی زبان سے تصدیق کرتے ہیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ مگر اصل روحانیت بالکل نہیں رہی اور دوسری طرف ان خلاف کام کرنا ہی شہادت دیتا ہے کہ وہ اعمال اعمال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ رسم اور عادت کے طور پر کئے جن میں اخلاص اور روحانیت کا شمہ بھی نہیں سبب ہے کہ ان اعمال صالحہ کے برکات اور انوار خوب یاد رکھو کہ جب تک سچے دل سے اور ساتھ یہ اعمال نہ ہوں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور یہ اعمال کامل صالحہ اس وقت اعمال صالحہ کہلاتے ہیں کا فساد نہ ہو۔ صلاح کی ضد فساد ہے۔ صالح وہ ہے جو ستر ہو جن کی نمازوں میں فساد ہے اور نفسانی ہیں۔ ان کی نمازیں اللہ تعالے کے واسطے ہرگز نہیں ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی ہیں کیونکہ ان نہیں اور روحانیت سے خالی ہیں۔

ضرورت؟ | بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اعتراض کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کی کیا ضرورت ہے؟

کیا نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس طرح پر دھوکا دیتے ہیں کہ بعض لوگ جو ناواقف ہوتے ہیں ایسی باتوں کو کھا جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ مل کر یہ کہدیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں اور درود پھر کیوں یہ پھوٹ ڈالدی۔ یاد رکھو ایسی با معرفت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ میرا اپنا کام پھوٹ اگر ڈال دی ہے۔ تو اللہ نے ڈالی ہے جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا۔ ازالحکم مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء

مسلم ہائی سکول لاہور و سینئر کیمبرج کلاس

کسی گذشتہ اشاعت میں یہ خبر لکھی جا چکی ہے کہ ... حلقہ لاہور نے مسلم ہائی سکول کا معائنہ کرنے کے بعد سے ... کیا۔ آپ نے سکول کی لاگ بک پر جو ریمارکس لکھکر بھیجے ہیں۔ ان کی نقل ہمیں جناب سیکرٹری صاحب کی طرف سے برائے اشاعت موصول ہوئی ہے۔

انسپکٹر صاحب بہادر کی رائے

نیو مسلم ہائی سکول کے پرنسپل اور منیجر صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی جانب سے جسکی سرپرستی میں سکول قائم کیا گیا ہے۔ ایک درخواست بدیں مضمون ارسال کی تھی کہ مدرسہ مذکور رجسٹر کیا جائے اور اسے گرانٹ بھی مرحمت ہو۔ اس پر ۲۶ جون ۱۹۱۷ء کو سکول مذکور کا باضابطہ معائنہ کیا گیا۔

غرض یا مقصد سکول ۔ یہ محسوس کر کے کہ یہاں ایک ایسے سکول کی ضرورت ہے جو ایچیسن چیفس کالج اور معمولی ہائی سکولوں کے بین بین ہو جو براہ راست اُن لڑکوں کی خواہش کو پورا کر سکے جو اعلے تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے انگلستان میں جانے کے آرزومند ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ماہ اپریل میں یہ سکول قایم کیا گیا اور کیمبرج سینیئر اور میٹرک کیولیشن کلاسیں کھول دیگئیں۔ سردست یہ تجویز کی گئی ہے کہ ایک محدود تعداد میں لڑکے داخل کئے جائیں یعنی اپر مڈل سے ہائی تک ڈیڑھ سو سے متجاوز نہوں۔ اسوقت تک ۹۶ طلبا درج رجسٹر ہو چکے ہیں۔

مالی حالت ۔ ذرایع آمدنی غیر معین ہیں۔ مگر چونکہ سکول انجمن کی سرپرستی کے نیچے ہے اس لئے اغلب یہی ہے کہ آمدنی اس قدر کافی رہیگی کہ جس سے مدرسہ کا قیام یقینی ہے۔

جماعت منتظم ۔ یہ جماعت ۱۱ کس اشخاص پر مشتمل ہے جو سب کے سب اہل علم اور باحیثیت آدمی ہیں۔

مکان مدرسہ ۔ فی الحال سکول ایک آرام دہ قابل رہایش بنگلہ میں ہے جسکے کمپاونڈ کے اندر ایک اور کوٹھی بھی ہے جو بورڈنگ ہاؤس کا کام دیتی ہے۔

سامان مدرسہ ۔ سکول میں دو سیٹوں کے ڈیسک اور بلیک بورڈ اور کچھ سائنس کے آلات کافی تعداد میں موجود ہیں۔

سٹاف مدرسہ ۔ ۹ مدرسین ہیں جنمیں سے ۶ بی۔ اے آنرس۔ ایم۔ اے آنرس اور ایم ایس سی ہیں۔ جن میں پرنسپل صاحب بی سی بھی ہیں جو بڑے وسیع تجربہ کار ہیں اور مدیران وہ ہیڈ ماسٹر اور ٹیچر بھی رہ چکے ہیں۔ اس واسطے انکا تجربہ بہت بڑا ہے۔

محکمہ قواعد مدارس کی پوری پابندی کی جاتی ہے۔

فیس مدرسہ ۔ فیس کی مقدار گورنمنٹ کے ریٹ سے کم نہیں ہے اور ۲ طلبا اول درجہ کی فیس ادا کرتے ہیں ...

سردست عارضی طور سے سکول رجسٹر کیا جاتا ہے اس غرض کے لئے جناب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن صاحب بہادر اور یونیورسٹی کی خدمت میں مناسب وقت یعنی ستمبر آیندہ میں باضابطہ سفارش کی جائیگی۔ ۲۶ جون ۱۹۱۷ء

دستخط ایم ... انسپکٹر آف سکولس لاہور ڈویژن

ولایت میں تشریف لے گئے - اُن کی جگہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - امیر قوم کالج میں کام کرتے رہے - اور اُنکے ماتحت مولوی فضل الٰہی صاحب بائبل وغیرہ مضامین کا درس دیتے رہے اور حضرت خواجہ صاحب وقتاً فوقتاً علوم مناظرہ پر لکچر دیتے رہے - اور خود طلباء ایک سوسائیٹی قائم کرکے زیر هدایت پروفیسر کالج تقریروں کی مشق کرتے رہے - اور دوسرے سال اپریل سے طلباء پر کچھ شرائط عاید کی گئیں تھیں جنکے داخل نہ ہونے کی وجہ سے کالج کو بند کر دیا گیا۔

(۳) دوسرا ضروری کام جو انجمن نے کیا وہ لائبریری اور ریڈنگ روم کا قیام تھا جس میں بعض معاونین نے بیش بہا کتابوں سے امداد فرمائی اور بہت سی کتابیں قیمتاً بھی خریدی گئیں گو لائبریری ابھی نامکمل ہے مگر امید ہے کہ رفتہ رفتہ اپنے کمال کو پہنچکر مخلوقات خدا کے لئے خاصکر اہل اسلام کے لئے باعث برکت ہو گی۔

(۴) اول ڈیڑھ سال میں ۱۶ - اشخاص زیر اہتمام انجمن اسلام میں داخل ہوئے - ایک سکھ - چار عیسائی - اور باقی ادنیٰ اقوام کے لوگ - مسجد احمدیہ بلڈنگس میں آنکر بصدق دل سے مشرف باسلام ہوئے۔

(۵) علاوہ وظائف طلباء نو مسلمین کی بھی امداد کی جاتی رہی اور جو نو مسلم تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوتا تھا اس کی تعلیم و تربیت کیطرف انجمن کافی توجہ منعطف کرتی رہی ÷

(۶) انجمن نے اپنے زیر نگرانی ۶ واعظ مقرر فرمائے جو مختلف اطراف ہندوستان میں جاکر تبلیغ اسلام کرتے ہیں جنکو تبلیغ کے ذاتی نفقت دیئے جاتے ہیں - مزید برآں اس عرصہ میں تیس ہزار کے قریب ٹریکٹ و رسائل مشتمل اسلامی مضامین و تبلیغ سلسلہ شائع کئے گئے۔

(۷) جماعت کے دور افتادہ لوگوں کے لئے ایک اخبار جاری کیا جسکا نام پیغام صلح ہے جس میں اسلام کے برخلاف جو جو اعتراضات غیر مذاہب کیطرف سے ہوتے ہیں اُن کا دفعیہ بذریعہ اخبار مذکور کیا جاتا ہے - اور سلسلہ کی غلط فہمیوں کو دور کیا جاتا ہے - اسلامی اور اخلاقی مضامین لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں - مگر افسوس ہے کہ ابھی تک مسلمانوں میں اخبار بینی کی شوق نہیں حتیٰ کہ احمدی بھی پوری توجہ اسطرف نہیں کرتے - جسکی وجہ سے اخبار اپنا خرچ خود برداشت نہیں کرتا - بلکہ ہر سال انجمن کو اسکی وجہ سے زیر بار ہونا پڑتا ہے - خدا تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور اُنکو اخبار بینی کا شوق پیدا ہو - انجمن کو مطبع کی بھی اشد ضرورت ہے اور اسی واسطے گذشتہ سال ایک اپنا مطبع جاری کیا گیا اور اسکا خرچ اخبار کی مد میں شامل کیا گیا تھا مگر اب اخبار سے الگ کر دیگئی ہے سو یہ مد بھی بہی خواہان کی امداد کی محتاج ہے امید کہ صاحب استطاعت اصحاب اس طرف بھی توجہ کو مبذول فرما کر انجمن کو ممنون احسان بنائینگے۔

(۸) درس قرآن شریف اور درس حدیث کا بندوبست باحسن اسلوب کیا گیا بہت سے اصحاب اس بے بہا درس سے مستفید ہوتے ہیں۔

(۹) علاوہ ازیں درس صرف و نحو و علم ادب بھی ہوتا رہا تاکہ قرآن و حدیث کے ساتھ عربی لٹریچر میں کافی مہارت ہو جائے۔

(۱۰) حضرت امیر قوم جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے علاوہ روزمرہ کے درس قرآن کریم و حدیث شریف کے ترجمۃ القرآن انگریزی کا وہ عظیم الشان کام سر انجام دیا ہے کہ جسکی نظیر نہیں مل سکتی - جو عرقریزی اور جانفشانی اس فدائے قوم نے قرآن شریف کے ترجمہ کرنے میں کی ہے - اسکی نظیر تلاش کرنا عبث ہے - صرف یہی نہیں بلکہ عقاید فاسدہ فرقہ محمودیہ کی تردید میں وہ دندان شکن رسائل تحریر فرمائے ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں سب پر سبقت لے گئے ہیں - اور طرفہ یہ کہ انجمن پر بالکل کچھ بوجھ نہیں ڈالا - پیٹ بھی اپنا اور اپنے کنبے کا اپنے پسینہ کی کمائی سے بھرتے ہیں اور انجمن سے ایک حبہ بھی نہیں لیتے۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین جزاءً۔

(۱۱) انجمن نے شہر لاہور اور ووکنگ میں مہمانخانہ بھی جاری کر رکھے ہیں جس میں مہمانوں کو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے - اور ہر طرح آرام پہنچایا جاتا ہے۔

(۱۲) سب سے اہم اور سب سے بڑھکر جو کام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی مسلم مشنری اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب نے اپنی آمدنیوں پر لات مار اور اپنے چلتے کام کو چھوڑ کر محض دین کی خدمت کی خاطر ولایت جاکر جو اسوہ حسنہ کا ثبوت دیا ہے - وہ اپنا آپ ہی نظیر ہے - اپنے عیال و اطفال کو ترک کرکے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کو بلبلاتے چھوڑ جانا کوئی معمولی بات نہیں بڑی مردانگی کا کام ہے - اور یہ انہی چند ایک مردوں کی برکت ہے کہ اسوقت تک پونے دوسو زن و مرد اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں اور سب سے بڑا مسرت کا یہ مقام ہے کہ جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہیں وہ کوئی معمولی یا ادنیٰ جماعت سے نہیں - بڑے بڑے عالم فاضل - بڑے بڑے لارڈ - کچھ شاہزادے اور شہزادیاں - کچھ بڑے بڑے فوجی عہدہ دار اور کچھ سولیئن ہیں - خواجہ کمال الدین

معیار صداقت

یعنی
نبی کی عمر

آجکل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طیار کردہ جماعت بعض اختلافوں کی وجہ سے جن اختلافات کی بنا پر دو ٹکڑے ہو چکی ہے انہی میں سے ایک مسئلہ نبوت اور دوسرے کفر و اسلام ہے - اس اختلاف کی وجہ سے جماعت کی تفرقہ کوشش کی طاقت مخالفین سلسلہ عالیہ پر اتنی صرف نہیں ہو سکی جتنی کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کے عہد میں تھی - میرے خیال میں کافی سے زیادہ وقت ان اختلافات پر صرف ہو چکا ہے - اور اب قطعی فیصلہ کی راہ ہر دو جانب کے اہل الرائے و ذمہ دار احباب نکالیں - جس سے اختلافات کا خاتمہ اگر نہیں تو ضرور ہو سکے کہ کسی طرز سے کام ہو - جو عام طور سے مخالفین کے مضحکہ کا نشان نہ بنے - ہم سب احمدیوں کو خواہ وہ انجمن قادیان سے تعلق رکھنے والے ہوں - یا انجمن لاہور سے بحیثیت مجموعی کسی سے بھی کسی قسم کی ذاتی عداوت نہیں اور نہ ہی ہونی چاہئے - اور اگر کوئی نفسانی بنا پر ہر دو جماعتوں کے سرکردہ احباب کے ساتھ عداوت رکھتا ہے - تو وہ خدا کے خوف سے ڈرے کہ اللہ کی لعنت کا طوق مت موجود ہے . . . میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے جسمانی لحاظ سے جو تعلق حضرت مرزا صاحب علیہ السلام سے ہیں جماعت کا ہر فرد بشر بخوبی واقف ہے پھر ہر دو جماعت اہل الرائے احباب جو کہ حضرت صاحب کے مخلصین ہوں اُن کے تجربہ کا پھل ہونے کا رتبہ رکھتے ہیں - ان سے بھی سبقت ہیں - پھر ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اپنی عام تحریروں میں . . . . تہذیب کی حد سے افراط و تفریط کرنا ہرگز ہمارے شایان نہیں ہو سکتا - میرے ناقص خیال میں اگر قادیانی جماعت جناب محمد علی صاحب امیر قوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور اسکے متعلقین احباب لاہور کے ساتھ تحریری یا تقریری طور سے تہذیب سے گرا ہوا سلوک روا رکھتے ہوں - تو وہ بھی اصل مقصد سے دور ہیں - اور ایسے ہی اگر لاہور والے جناب میاں صاحب . . . . . اور اُنکے متعلقین کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھیں تو وہ بھی حق پر نہیں - ان ہر دو جماعتوں کی طرف سے اگر اُن کے خلیفہ یا امیر اعلان اخبارات متعلقہ میں ایسا کر دیں کہ ہماری جماعت کے جو لوگ ایسی ہی کافرانہ روش کے مرتکب ہونگے - وہ قابل ملامت ہیں اور ہم اُن سے بیزار اعلان کرتے ہیں تو امید ہے کہ ہر دو جماعتوں کی طرز تحریر و تقریر ایک گونہ صلاحیت پیدا ہو سکے اور جو نقصان جماعت کو اس سے پہنچ رہا ہے - اُس سے نجات مل سکے۔

میں اس مسئلہ نبوت مسیح موعود علیہ السلام پر فریقین کے روبرو پیش کرتا ہوں کہ کتاب حمامۃ البشریٰ جو حضرت مسیح موعود نے ۱۸۹۴ء میں شائع کی وہ کتاب ہے جو کہ مکہ کے رہنے والے ایک عرب تک حق پہنچانے کے لئے لکھی گئی ہے حضرت صاحب نے جن دعاوی کو عربی زبان سے پیش کیا ہے - وہ مجدد دوران - امام الزمان - مہدی موعود کا دعویٰ ہے - اور نبی ہونے کے دعوے سے انکار کر صفحہ ۲۳ سطر ۷ :-

"افترا سے کہتے ہیں کہ میں نبوت کا مدعی ہوں اور آنحضرت کو خاتم الانبیا مانتے ہوئے یہ تسلیم کیسے کہ آنحضرت صلعم کا ظہور نہ ہو گا - اور کوئی نبی نہیں آ سکتا اور کہ نبوت آنحضرت ختم ہو گئی - صفحہ ۷۶ تا ۷۹ :-

"یہ جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبی صلعم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے - اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرت صلعم نے طالبوں کے لئے بیان واضح سے اسکی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں - اور اگر ہم آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وحی نبوت کے دروازہ کا افتتاح بند ہونے کے بعد جائز خیال رکھیں اور یہ باطل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی کیونکر آوے آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی اور آپ سے . . .

نبیوں کو ختم کر دیا۔"

اور اپنے دعوے کے متعلق فرمایا :- صفحہ ۱۰۱

"اور احادیث میں ان سے ایک عظیم الشان مجدد مراد ہے - جو مسیح کے قدم پر ہو گا - اور اُس کا نظیر اور مثیل ہو گا اور مسیح کا نام اُس پر بولا جاویگا . . . . . اسکے ہاتھ پر اللہ کی حجت پوری ہو گی - اور وہ اسلام کا بول بالا کریگا - اور دلائل کے ساتھ اسلام کو سب دینوں پر غالب کریگا "

صفحہ ۱۰۲ :-

"تو اس لئے حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ اس مجدد کا نام مسیح رکھا جاوے اور دوسری وجہ یہ کہ ہر ایک مجدد کسی ایسے نبی کے قدم پر آتا ہے کہ جسکے زمانہ سے اُسکا زمانہ مشابہ ہو اور ہماری قوم کا زمانہ مسیح کے زمانہ سے مشابہ ہے"

صفحہ ۱۰۳ :-

"پس حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ موافقوں اور مخالفوں کی رعایت سے اس مجدد کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا جاوے"

یہ ساری کتاب جو ایک عرب جماعت کو تبلیغ دعاوی کے طور سے روانہ کیجاتی ہے شروع سے لیکر اخیر تک پڑھ جاؤ - کہیں اپنی نبوت منوانے یا پیش کرنے کے الفاظ ہرگز نہ پاؤ گے - پس ہماری طرز تبلیغ بھی ایسی ہی ہو جو مسیح موعود علیہ السلام کی طرز ہے افراط و تفریط کی حدود نہ رکھے - رہا یہ امر کہ آپ میں نبوت تھی اس سے ہر احمدی و مصدق واقف ہے اور ایمان رکھتا ہے کہ بوجہ فنا فی الرسول ہونے کے آنحضرت صلعم کی نبوت ظلی طور سے آپ میں عیاں تھی - اسی وجہ سے اس قسم کی نبوت کو حضرت صاحب نے صرف لفظ نبی سے ہرگز موسوم نہیں کیا - بلکہ لفظ امتی، جزوی، لغوی، مجازی یا بروزی کو لگا کر یہ ثابت کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبوت تو آنحضرت صلعم ہی کی ہے - اور ہماری ذات کا اُس میں دخل نہیں جسکی چیز تھی اس کے پاس رہی - محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی - (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

اب اگر تبلیغ نبوت کرنا چاہو تو صرف آنحضرت صلعم کی ہی نبوت ہے جس کی اشاعت کر سکتے ہو جسکو خود حضرت مسیح موعود نے کیا اور اگر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی اشاعت کرنا چاہتے ہو تو ان کو اس زمانہ کا عظیم الشان مجدد - مسیح موعود - مہدی معہود - امام الزمان - نائب الرسول و خاتم الخلفائے محمدی کی حیثیت سے پیش کرو - اور وہ الفاظ جو تبلیغی طور سے خود مسیح موعود علیہ السلام نے استعمال نہیں کئے تم انکو خود بھی نہ کرو - اور جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ عام طرز تحریر و تقریر میں لفظ نبی کو ہمارے ساتھ نہ لگایا جاوے - ایسا ہی کرو - منکرین نبوت محمدیہ کے لئے اتمام حجت کے طور پر ہر زمانہ میں نبوت محمدیہ جلوہ گر رہی اور ہو گی اور اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کا وجود اس کا ثبوت ہے اور ہم نبوت محمدیہ کے منکران پر ہر عقلی و نقلی طور سے اسکو ثابت کرینگے خدا کے فضل سے حوصلہ رکھتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کی ذات بابرکات کا نمونہ پیش کرو۔

ہم میں سے بعض برادران غلطی سے اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بعد آنحضرت صلعم ایک نیا نبی سمجھ رہے ہیں اور اگر اُنکے خیال کے مطابق حضرت مرزا صاحب ایسے ہی نبی بلحاظ نفس نبوت ہیں جیسے کہ سابقہ انبیاء اور اس طرح سے وہ انبیاء کے گروہ میں شمار نہیں تو وہ برائے خدا حوالجات ذیل پر غور کریں۔

(۱) کتاب نزول المسیح میں حضرت مسیح موعود مولوی محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کرکے تحریر کرتے ہیں کہ " بجز گروہ انبیاء نہ مجھکو اور نہ ہی کسی اور انسان کو معصوم ہونیکا دعویٰ ہے - جس سے صاف اقرار ہے کہ میں انبیاء کے گروہ سے نہیں۔

(۲) کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۶۷ حاشیہ - چنانچہ طبرانی اور مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ " آنحضرتؐ نے اپنی مرض موت میں فاطمہؓ کو فرمایا - کہ جبرائیل ہر سال میں ایکدفعہ میرے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتا تھا - اور اس سال دو دفعہ کیا اور اُسنے مجھکو خبر دی ہے کہ ہر ایک اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ عیسیٰ ایک سو بیس سال زندہ رہا ہے - پس میں خیال کرتا ہوں - کہ ساٹھ سال کی عمر سے میں اس جہان سے رحلت کر جاؤنگا - بھائیو یقین کرلو کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے - اور اس کے سب راوی ثقہ اور معتبر ہیں "

اب حوالہ نمبر ۲ سے آنحضرت صلعم کی عمر ۶۰ سال ہے تو جیسے کہ اب قادیان سے یہ بھی کہا جاتا ہے - کہ آنحضرت صلعم کے بعد صرف مرزا صاحب ہی نبی ہیں تو اس حدیث کے مطابق جسکے متعلق خود

جلا سکتا ہے لیکن جو خود ایسا نہیں ہے وہ دوسرے کو کیا جلائیگا یہی وہ گر ہے جو ایمان باللہ کے ساتھ ملکر انبیاء کے ذریعہ سے ایک دنیا کی کایا پلٹ دینے کا باعث ہوا (الہٰی تو مجھے اپنا سچا فرمانبردار بنا)۔ دیکھو سچائی کے تو ہزارہا نظائر بھی پیش کئے جا سکتے ہیں مگر جو جھوٹ ہے اُسکا تو نشان ہی یہی ہے کہ اُسکی کوئی نظیر نہیں ملسکتی۔ بھلا کوئی ان احمدی کفر بازوں سے پوچھے کہ جس قسم کا نبی تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو منوانا چاہتے ہو اُسکی کوئی ایک آدھ نظیر بھی تم دکھا سکتے ہو یا پیش کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر تم اپنے ایمان کی فکر کرو کہ تم نے ایک ایسی بدعت نکالی جسکا کوئی بھی ثبوت تم پیش نہیں کر سکتے تم ایک ایسی خصوصیت کے مرزا صاحب میں پائے جانے کے قائل ہوئے جس کی حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک تمام بنی آدم میں کوئی دوسری نظیر نہیں ہے پس یہ ایک ایسی ہی بات ہے جس طرح کہ عیسائیوں نے الفاظ کو توڑ مروڑ کر یا کھینچ تان کر مسیح ابن مریم کو باوجود آدمزاد ہونے کے خدا بنالیا اور اُنکی طرف بعض ایسی خصوصیات منسوب کیں جو دیگر کسی بنی آدم میں پائی نہیں جاتیں تو لامحالہ ان کو خدا سمجھ لیا گیا۔ پھر بعینہٖ اُسی طرح تم بھی وہی چال چلے۔ اس لئے تمہیں بھی مسیح موعودؑ کو ایک ایسی نرالی قسم کا نبی ماننا پڑا جس کی کوئی دوسری نظیر موجود نہیں۔ کاش کہ آپ لوگ محکمات اور متشابہات میں تمیز کر سکتے اور اس گڑھے میں نہ گرتے جس میں پہلی قومیں پڑ کر ہلاک ہوئیں۔ تم یہ مت گمان کرو کہ ہم معذور ہیں کیا مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں ہی حقیقۃ الوحی میں یہ نہ لکھدیا تھا۔ کہ:۔

انّ التخصیص اساس الشرک۔

(لاریب تخصیص شرک کی بنیاد ہے)

یا یہ مسیح کےلئے ہو یا کسی اور کے لئے ہو ماسوائے مسیح موعودؑ کے تو وہ شرک کی بنیاد بن جاتی ہے؟ پھر سیدھا اُن کو ابن اللہ کیوں نہیں مان لیتے ہو اس ایچا پیچی سے کیا مطلب۔ ویسے بھی تو اُنکو ایک نرالی قسم کا نبی واحد لاشریک مان ہی رہے ہو کہ نہ ایسا نبی کوئی پہلوں میں گذرا کیونکہ وہ تو مستقل تھے جو یہ نہیں ہیں اور نہ پچھلے امتیوں میں گذرا کہ سب بقول آپ لوگوں کے مرزا صاحب سے نیچے ہی رہے۔ اور کوئی بھی اُس درجہ یا مرتبہ کو نہ پہنچا جس پر وہ پہنچے اور پھر آئندہ کسی کے اس درجہ کو پہنچنے کی بھی قطعی امید نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت خاتم الخلفاء بھی ہیں تو جس طرح تم مانتے ہو کہ خاتم الانبیاء کے بعد آئندہ الانبیاء خاتم الانبیاء کا ہمرتبہ نہیں ہوسکتا بلکہ اُن سے کم ہی ہے۔ اسی طرح خاتم الخلفاء کے بعد میں آئندہ الا بھی کوئی نبی خاتم الخلفاء کا ہمرتبہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ چونکہ خاتم الخلفاء (یعنی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام) ایک ایسی نرالی قسم کے نبی ہیں کہ نہ اُنکی نظیر کوئی مستقل انبیاء میں پائی جاتی ہے۔ اور نہ امتی نبیوں میں پائی جاتی ہے (بشرطیکہ اُن کا وجود تسلیم بھی کیا جائے) اس لئے وہ ہی بنائے واحد لاشریک ہیں) لہٰذا وہ خدا ہیں۔ پس انہیں نبی نہیں بلکہ علی الاعلان خدا کہو کیونکہ جس طرح خدا تعالےٰ کی ذات واحد لاشریک ہے اسی طرح تم نے مرزا صاحب کو بھی واحد لاشریک ہی مانا۔ پس سیدھی طرح سے اسبات کا اعلان کر دینا چاہئے تاکہ معاملہ صاف ہو جائے اور کوئی گنجھٹی درمیان میں نہ رہے۔ ونعوذ باللہ من ھذہ الخرافات اب فرمایئے کہ اس سے بڑھ کر اَور کوئی لغویت اس عقیدہ کی عیاں ہوگی۔ دیکھو عیسائیوں نے جب بن باپ ہونے کو مسیح کی خدائی کی دلیل گردانا تو خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی (جو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے اور توریت میں تو ملک صدق سالم نامی ایک اور شخص کا بھی ایسا ہی حال لکھا ہے) نظیر دیکر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر دیا کہ اس طرح تو پھر آدم ڈبل خدا ہونا چاہئے مگر ہمارے محمودی بھائیوں نے تو باوجودیکہ ایڑی سے لیکر چوٹی تک لاکھوں جتن کئے پھر بھی اب تک کوئی بھی ایسی نظیر پیش نہ کی جس سے اپنے مخالفین کا منہ بند کر سکتے۔ مگر میں کہتا ہوں وہ یاد رکھیں کہ انشاء اللہ قیامت تک بھی وہ کوئی اس قسم کے نبی کی نظیر ہرگز پیش نہ کرسکیں گے۔ اور پھر وہ جتنا چاہیں زور لگالیں۔ حضرت صاحب کی وہ اسلامی اصطلاح والی مخصوص نبوت ہرگز ثابت نہ کرسکینگے اسلام میں امت محمدیہ کے لئے ایک ہی نبی اور ایک ہی رسول ہے جس کا نام نامی و اسم گرامی محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اب کسی غیر کی مجال نہیں کہ غلامی کے دعوے کے ماسوائے آپ کے بالمقابل آکر

یہ مکمل عبارت اس طرح ہے وکیف نقبل غیرۃ اللہ ان یخصص احدا بصفۃ لاشریک لہ فیھا من بدء الدنیا الیٰ اٰخرھا و ای عقیدۃ اقرب الی الکفر منھا لو کانوا متدبرین فان التخصیص اساس الشرک وای ذنب اکبر من الشرک ایھا الجاھلون۔ (الاستفتاء عربی ملحقہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵)۔ اب اس کا جواب دیکھئے ہمارے بھائی کیا دیتے ہیں یا تو اس قسم کا کوئی نبی نہیں [illegible] دکھا دیں ورنہ حضرت صاحب کو نبی

ایک سنت کے لئے بھی کھڑا رہ سکے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت صاحب خود کس قدر دُعائیاں دے دیکر اس غلط خیال کی بار بار تردید فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ پر فرمایا کہ "یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا ایسا کوئی دعویٰ نہیں"۔ اب ہر ایک صاحب عقل سلیم اس بات کو بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت صاحب کی نبوت میں اور گذشتہ نبیوں کی نبوت میں کوئی فرق نہ تھا۔ تو حضرت صاحب نے یہ کیوں فرمایا کہ "گویا میں نے اس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی"۔ کیا اس کے یہ صاف معنے نہیں ہیں کہ حضرت صاحب کی وہ نبوت ہرگز نہیں جو گذشتہ انبیاء کو ملا کرتی تھی الفاظ "براہ راست نبیوں کو ملی" پر اچھی طرح سے غور کرلو۔ پھر خواہ براہ راست نبیوں کو ملنے والی نبوت سمجھ لو تب بھی مطلب درست ہے کہ یہ اُس قسم کی نبوت نہیں ہے جو براہ راست پہلے انبیاء کو ملا کرتی اور خواہ یہ سمجھ لو کہ براہ راست انبیاء جو [illegible] رہے اور نبوت پاتے رہے ان کو ملنے والی نبوت میری نہیں ہے مطلب دونوں طرح سے ٹھیک ہے۔ پھر آپ لوگ کس طرح حضرت صاحب کیطرف وہ نبوت منسوب کر سکتے ہیں۔ جو سابقہ انبیاء کو ملتی رہی اور کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ گذشتہ انبیاء اور حضرت صاحب کی نبوت میں نفس نبوت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں؟ یہ تو آفتاب پر تھوکنے کی کوشش ہے جو آپ لوگ کر رہے ہیں بھلا اسطرح وہ اندھیرا ہو سکتا ہے ہرگز کبھی نہیں۔ ہاں وہ اصل بات کہاں سے کہاں چلی۔ ہو سکے تو مخلوق خدا کو حلقہ اسلام میں داخل کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وابی) کی وہ تمنا پوری ہو کہ قیامت کے دن کثرت امت پر بھی تجھے تمام انبیاء پر فخر حاصل ہو [illegible] دارین تم بھی حاصل کرو۔ اور کسی کو خواہ مخواہ جو [illegible] کہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرتا ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی کوشش [illegible] اسلام [illegible] کرتے کرتے خود [illegible] خارج [illegible]

بقیہ مضمون از کالم ۳

صاحب حضرت مولوی حامد علی صاحب [illegible] نہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کام کی بنیاد ان [illegible] اب قوم کی جو [illegible] کی ترقی و استحکام [illegible] فرمائے [illegible] اسلام کے نام [illegible] اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق دل سے عشق کا دم بھرا کھو! [illegible] زمانے [illegible] مالوں سے دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جاؤ وہ کام جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تلواروں کی دھاروں کے نیچے سرانجام دیا تھا۔ اور خونوں کو اشاعت اسلام کیلئے پانی کی طرح بہا دیا تھا۔ اب تم شکر بجا لاؤ کہ تمہیں خون بہانے کی نوبت نہیں آئی۔ صرف مال کی ضرورت ہے تمام یورپ۔ افریقہ۔ امریکہ۔ تمہارے سامنے سر کرنا ہے انکو اسلامی جھنڈے کے نیچے لا کھڑا کرنا ہے اب اگر اس کام میں امداد سے پہلوتہی کرو گے۔ اور ان جانبازان قوم کی نہیں بھرو گے۔ تو یاد رکھو خدا تعالیٰ کا کام تو نہیں رک سکتا کسی نہ کسی طرح انجام کو پہنچیگا۔ اگر تم اپنی شقاوت قلبی سے [illegible] میں حصہ لینے سے باز رہوگے تو خدا حسب وعدہ خود لل [illegible] قوماً غیرکم کے کسی اور خوش نصیب قوم کو اس خدمت کیلئے چن لیگا۔ اور تم حسرت اور یاس کے ساتھ دیکھتے کے دیکھتے رہ جاؤ گے پھر وقت پچھتانا کچھ کام نہ آئیگا۔ کیا یہ کم افسوس کا مقام ہے کہ عیسائی قومیں اپنے دین کی اشاعت کے لئے کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں اور تم مسلمان کہلا کر اپنے سچے دین کے لئے محبت کا جوش نہیں دکھلا سکتے۔ اور اپنی جیبوں کو اشاعت کے لئے خالی کرنا نہیں چاہتے۔ اس میں خواجہ یا احمدیہ انجمن کا ذاتی فائدہ نہیں ہے۔ انجمن تو صرف دین کی اشاعت کے لئے قائم ہوئی ہے۔ اور تم نے مشاہدہ کر لیا۔ انجمن نے اس قلیل عرصہ میں کتنے بڑے عظیم الشان کام کئے

لہ ہزار افسوس کہ ہمارے ان ناخدا ترس مولویوں کے حساب سے تو مسلم تعداد کا نمبر صفر تک پہنچ گیا ہے اور یہ تو اپنی ہمت دکھلا رہے ہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا کو

مراسلات

رپورٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ذیل کی چٹھی برائے اطلاع بھیجتے ہیں:۔

الحمد للہ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ابتدائی سالہ رپورٹ ایک رسالہ کی صورت میں [illegible] شائع ہوئی ہے ایک حصہ تو یکم اپریل ۱۹۱۴ء لغایت اخیر ستمبر ۱۹۱۵ء کے متعلق ہے اور دوسرا حصہ یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء لغایت اخیر ستمبر ۱۹۱۶ء کے متعلق۔ یعنی اول رپورٹ ڈیڑھ سالہ ہے اور دوسری رپورٹ [illegible] سالہ۔ ان رپورٹوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ باوجود سخت [illegible] مشکلات و موانعات کے اس انجمن کو بفضل خدا کیسی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ یہ کامیابی کسی کی ہمت و کوشش سے نہ کسی کے [illegible] کے دبدبے سے نہ کسی کے دنیاوی عز و وقار [illegible] [illegible] کے فضل [illegible] عالم کی باگ [illegible] اور تبلیغ [illegible] یکساں [illegible] ذات کی [illegible] منتقل کر دیا۔ کہ دراصل میں یہ ایک خدائی کام ہے اور ہونہیں جانتا کہ اُس [illegible] کے سہارے ایسا [illegible] تو کبھی کا نابود ہو گیا ہوتا [illegible] کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں [illegible] زور اور قوت سے حملات [illegible] کا نقش یا سفحہ نہ ہوتا۔ [illegible] باقی رہ گئی تھی [illegible] احمدی [illegible] خدائے پاک کی نظر میں [illegible] خدا تعالیٰ نے تمہیں ہی ایک خدمت کے لئے چن لیا [illegible] اور خوب کمربستہ ہو جاؤ۔ [illegible] مشکلات کے پہاڑ کو جو تمہارے [illegible] سد راہ ہوگا۔ پاش پاش کر دیگا۔ اور تمہیں کامیابی کے اعلیٰ [illegible] پر [illegible] کرے گا۔

اب ہم ذیل میں دکھاتے ہیں کہ اول ڈیڑھ سال میں اس انجمن کو کیا آمد ہوئی اور کیا خرچ ہوا۔

قیام انجمن ہذا سے جس کی بنیادی اینٹ یکم اپریل ۱۹۱۴ء کو رکھی گئی اخیر ستمبر ۱۹۱۵ء تک انجمن کو 9-9-22539 روپیہ کی آمد ہوئی۔ اور اس دوران میں مبلغ 6-11-20931 روپیہ خرچ ہوئے۔ اور اگر حضرت خواجہ کمال الدین مسلم مشنری کی آمد و خرچ کو شامل کیا جائے۔ تو کل آمد [illegible] 52000 سے زائد ہوئی اور خرچ [illegible] 50 [illegible] ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اور آمد یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء سے اخیر ستمبر ۱۹۱۶ء تک 9-5-31814 روپیہ اور خرچ 9-10-38 3/4 روپیہ ہوا۔ اور اگر اس میں وہ آمد بھی شامل کریں جو اس سال ووکنگ مشن کو ہوئی تو پھر کل میزان سال 64140 روپیہ ہوتے ہیں

[illegible] کا کام ہم ذیل میں بتاتے ہیں کہ انجمن نے اس قلیل عرصہ میں کیا کیا [illegible] کیا۔ جسکی مختصر روئداد حسب ذیل ہے:

(۱) انجمن نے قواعد مرتب کرکے چندہ کی فراہمی کیلئے پنجاب و دیگر صوبجات ہندوستان کے اضلاع میں شاخیں کھولیں۔ چنانچہ بفضل خدا مفصلہ ذیل شہروں میں باقاعدہ شاخہائے انجمن قائم ہوچکی ہیں۔ لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شملہ، سری نگر، لائل پور، سرگودھا، راولپنڈی، بھیرہ، پشاور، بنارس، وزیرآباد، ایبٹ آباد، جموں، کوہمری، [illegible]، پٹیالہ، سامانہ، ملتان، جہلم، سیالکوٹ، پسرور۔ اور یہ سب انجمنیں باقاعدگی سے کام سرانجام دے رہی ہیں۔

(۲) سب سے پہلا کام انجمن نے عملی طور سے یہ کیا کہ ایک کالج بنام "اشاعت اسلام کالج" جاری کیا۔ جسکے بغیر اشاعت اسلام کے کام کو وسیع پیمانہ پر کرنا دشوار تھا۔ کیونکہ اس کالج کے قیام کی اصل غرض یہ تھی کہ اسمیں مبلغین کی ایک جماعت تیار کی جائے اور مختلف اطراف عالم میں اُن کے ذریعے تبلیغ کا کام شروع کیا جائے۔ چنانچہ ماہ نومبر ۱۹۱۴ء کو بر وقت تشریف آوری حاجی الحرمین الشریفین حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری رسم افتتاح اشاعت اسلام کالج ادا کی گئی۔ اس وقت کالج میں [illegible]

مراسلات

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام پر حملہ اور اسکا جواب

قادیانی اخبار الفضل میں ایک غالی نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام

"از برائے تش محمد احسن را - تارک روزگار مے بینیم"

پر یہ ناپاک حملہ کیا ہے کہ چونکہ اب سید محمد احسن صاحب حضرت مسیح موعودؑ کو حقیقی احمدؐ قرار نہیں دیتے لہٰذا وہ حضرت صاحب کے اس الہامی شعر کے مصداق نہیں ٹھہرتے

دنیا جانتی ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم فاضل شخص کا باطل عقائد محمودیہ سے پھر جانا غالیوں کیلئے ایک کمر توڑ شکست کا موجب ہوا ہے۔ اسلئے اب تعصب کے بھوت نے انکو لیا ... رکھا ہے۔ کہ اعتراض کرنے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے الہام پر بھی حملہ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ... مولوی محمد احسن صاحب تو جس قسم کا احمدؐ حضرت مسیح موعودؑ کو ہمیشہ سے سمجھتے تھے وہ تو اظہر من الشمس ہے ...... مگر اندھیر تو یہ ہے کہ جس قسم کا احمدؐ حضرت مسیح موعودؑ کو پہلے خود میاں صاحب اور انکے مرید سمجھتے تھے آج اس قسم کا احمدؐ کیوں نہیں سمجھتے؟ دیکھو ماہ رجب المرجب ۱۳۲۶ہجری کے تشحیذ الاذہان میں بعنوان "حضرت صاحب کی وفات پر بعض اخباروں کی رائے" میاں صاحب کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں آپ رسالہ عصر جدید کے اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے صفحہ ۲۳۷ پر رقمطراز ہیں:-

"اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نعوذ باللہ آنحضرتؐ سے بڑھ جانے کا دعوےٰ کیا ہے - بالکل افترا ہے کیونکہ باوجود ان دعووں کے جو آپ کرتے تھے آپ کو غلام احمدؐ ہونے کا فخر حاصل تھا - اور آپ پکار پکار کر کہہ رہے تھے ؎

"ابن مریم ہوں مگر اتروں نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار"

کیا میاں صاحب بتلائینگے کہ اب کیوں حضرت صاحب کے مندرجہ بالا الہامی شعر کا غلط استعمال کیا جائے اور کیوں حضرت صاحب کے آنحضرتؐ کی غلامی کے فخر کو علیحدہ کرکے آپکو عام معنی لفظ قرآن دیا جاوے۔ اب اصل میاں صاحب کا راسخ مرید اکمل تشحیذ الاذہان ۱۹۱۲ء میں زیر عنوان "احمدی جماعت کا عقیدہ امام مہدی کے متعلق" مثلاً پر مہدی کے نام کی سرخی دیکر لکھتے ہیں:-

"نام کے متعلق یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی ہواؤد میں آیا ہے اور اس اعتقاد سے لوگوں نے اس کا نام محمد بن عبداللہ سمجھا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس نام کے بعض مہدی ہوئے مگر انہوں نے اُسے تسلیم نہ کیا۔ لیکن ابی داؤد میں لیسمّی باسم نبیکم بھی آیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کا نام احمدؐ بھی تھا چنانچہ حضرت عیسےٰ نے اسی نام کے مطابق پیشگوئی فرمائی اور حضرت شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ اس بنا پر لکھتے ہیں کہ حضرت صلعم کا نام دنیا میں محمدؐ اور فرشتوں میں احمدؐ ہے۔" پھر آگے لکھتے ہیں "وہ اس امت محمدیہ کا ایک فرد کامل اور آنحضرت صلعم کا ایک غلام ہوگا۔ پس اس کا نام غلام احمدؐ ہی ہونا چاہئیے تھا اور رکھا گیا۔"

اب اکمل صاحب ہی اس عبارت کو دیکھکر بتائیں کہ کیوں وہ اسوقت حضرت عیسےٰ کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم کو سمجھا تھا اور کیوں مسیح موعودؑ کا نام "غلام احمدؐ" رکھنا تھا؟ کیا اب بھی اسمہ احمد کے متعلق عقیدہ مولوی محمد احسن صاحب نے تبدیل کیا یا تم نے - کیا تم سید صاحب کی ایسی تحریر دکھا سکتے ہو جس سے اسمہ احمد کا حقیقی مصداق آنحضرت صلعم کی بجائے مسیح موعودؑ کا ہونا پایا جاوے - اگر نہیں دکھا سکتے - اور یقیناً نہیں دکھا سکتے - تو پھر کیوں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام

"از برائے تش محمد احسن را
تارک روزگار مے بینیم"

کی تکذیب کرتے ہو۔ خاکسار شیر محمد نمبردار از ... ...

لفظ شوریٰ اور یدعیٰ الی الاسلام پر کچھ گذارش

میں نے تشحیذ الاذہان غالباً اپریل کا نمبر ہوگا - پڑھا - تو جناب صاحبزادہ صاحب کا خطبہ جمعہ درج تھا - میرا منشا صاحبزادہ صاحب (معاذاللہ) پر نا جائز نکتہ چینی کا جو بد نیتی پر مبنی ہو - ارادہ نہیں ہے - میں نے صاحبزادہ صاحب کے بہت سے مفید حصہ وعظ کو قبول بھی کیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اب بھی نیک نیتی سے جو سمجھا ہوں عرض کرتا ہوں - آخر اگر اتنا بھی نہ کیا جاوے تو اسلام کی وسیع تعلیم کے برخلاف ہے اور میں ایسا نا کہتا ہوں کہ جناب صاحبزادہ صاحب کی چند باتیں جو آجکل قادیان سے بکثرت اشاعت پا رہی ہیں - نہ صرف احمدیت (با صطلاح مروجہ قادیان جو اسلام سے الگ فرقہ کے رنگ میں پیش کیجاتی ہے) کے لئے بلکہ اسلام کے لئے سخت مضر اور سم قاتل ہیں۔

میں مختصر سی واقفیت دینی رکھتا ہوں - لیکن سچ اور جھوٹ کی تمیز کے لئے بڑے علم کی ضرورت نہیں ہے - سچ محکمات کی ذیل میں عام فہم اور سادہ رنگ میں اور باطل تہہ بہ تہہ ور پیچ مثبت اور منفی کا مجموعہ اجتماع النقیضین کا سانچہ - اور غلو اور غیر ممکن باتوں کا مرکب استعارات کو بدیہات میں، بدیہات کو استعارات میں خلط ملط کرنیوالا بن کر پیش ہوتا ہے - وہ اس بڑھیا عجوزہ کی طرح جو عیاری اور بناوٹ سے زیب و نگار کرکے رشک حور دور سے معلوم ہوتی ہے مگر قریب سے جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تو زن کوژ پشت ہے۔ مثل خوشکن مجابات اور ایلہ فریب اصولوں، بھول بھلیاں ملمع چالوں سے چمک دمک سے رعب ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر چشم حقیقت سے ایک آن میں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تو باطل ہے - جس کی نمود - علامات یہ ہوتی ہیں -

(۱) وہ مذہب ناقابل عمل ہوتا ہے - (۲) خود اس مذہب کے نام لیوا دلائل کے لحاظ سے سخت شرمسار ہوتے ہیں - (۳) ایسی باتیں پیش کرتے ہیں - جن سے بانی اس مذہب کا بالکل حقیر اور نگرا ہوا معلوم ہوتا ہے - (۴) اس بانی کے ماننے پر ہی ایمان کا دارو مدار اُن کا ہوتا ہے نہ عمل کا - سو میں نے دیکھا کہ خود مریدین میاں صاحب کا فرتو کُجا - سبقت کرکے غیر احمدیوں کو کہتے ہیں - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - انکے ساتھ بیٹھکر انکو جب تک مجبور نہ کیا جاوے کبھی بھی ایسا اشارہ تک نہیں کرتے کہ جس سے ان کو کافر سمجھیں بار بار مسلمان انکو کہتے ہیں - (۲) جب غیر احمدیوں میں انکو کہا جاوے کہ مرزا صاحب کو نبی ثابت کرو - تو عیسائیوں، آریوں کی طرح شرمسار ہوتے ہی دیکھا گیا - (۳) بانی نبی اللہ کے دعوےٰ کا اعلان دنیا کو دیا جاتا ہے ... ایسی بد دلی اور ... حالت پر حضرت صاحب کو پہنچاتے ہیں کہ سرے سے آپکو ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنی دعوت نبوت کا پتہ نہ لگا - یونہی بغیر سوچے سمجھے قرآن حدیث کے دلائل دیتے رہے - غیر احمدی بیچاروں کو سفت کوستے رہے - حالانکہ خود بدولت ابھی ناواقف تھے - کیوں مامور ہو کر سالہا سال غلطی کرتے رہے - اور ناحق فتوی بلندی دوسروں پر کرے تو جائز - اگر غیر احمدیوں کو حقیقی طور پر بعضوں کو نیک نیتی سے ماننے کا اتفاق نہیں ہوا تو کافر مرزا صاحب کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا - (۴) اکثر مریدین میاں صاحب کا دعویٰ کفارہ کی طرف (کہ مرزا صاحب کا ماننا محض کافی سمجھتے ہیں) جارہا ہے۔ انہی باتوں میں غلو کا قدم ہمیشہ بے دلیل آگے بڑھتا رہتا ہے۔

چنانچہ خطبہ مذکورہ تشحیذ الاذہان میں میاں صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وقت میں شوریٰ شوریٰ پکارتے تھے - اور اب بھی شوریٰ شوریٰ پکارتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ شور سے مشتق ہے - میں حیران ہوں کہ میں کیا عرض میاں صاحب کی خدمت میں کروں شور تو عجمی لفظ ہے اردو فارسی میں استعمال ہوتا ہے - عربی میں اسکو کہاں دخیل کیوں صاحبزادہ صاحب کو اتنی کھینچ تان کی ضرورت پڑتی ہے اسلام میں اونچ نیچ سب برابر ہے - صاحبزادہ صاحب معاف فرمائینگے - اگر میں ادب سے محض وہ بھی اسلام کی خاطر عرض کروں کہ براہ مہربانی اگر میں غلطی پر ہوں تو کسی جریدہ قادیان کے ذریعہ مطلع فرمایا جاوے - کہ کیوں شور کو آپ شوریٰ کا مشتق فرماتے ہیں - اس لئے کہ لاہوری جماعت کو کسی طرح ملزم قرار دیا جاوے اور نیز جناب نے شوریٰ کو محل ذم اور حقارت میں استعمال فرمایا ہے - جو حالانکہ قرآن شریف تو اسکو مومنوں کی علامات قرار دیکر محل مدح میں استعمال فرماتا ہے - چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ویعلم الذین یجادلون فی آیٰتنا ما لھم من محیص ۔ فما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوۃ الدنیا وما عند اللہ خیر وابقی للذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون ۔ والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون ۔ والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقنٰھم ینفقون ۔

(ترجمہ) جانیں وہ لوگ جو ہمارے نشانوں میں تکرار کرتے ہیں کہ اُن کے لئے کوئی بھاگنے کا رستہ نہیں ہے پس جو کچھ ہمکو دیا گیا وہ دُنیا کا متاع ہے - اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے بہتر اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کیواسطے ہے جو مومن اور متوکل ہیں جو بڑے گناہوں سے کنارہ کش ہوتے ہیں جب ناراض ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں - جنہوں نے قبول کیا اپنے رب کیواسطے اور نماز قائم کی - اُن کا کام ہی آپس میں مشورہ کرنا ہوتا ہے - اور خرچ دئے ہوئے میں سے کرتے ہیں -

امرھم شوریٰ بینھم کے معنے بقول جناب صاحبزادہ صاحب کے یوں ہونے چاہئیں کہ اُن کا کام ہی شور کرنا ہوا تو آیات قرآنی اور الفاظ عربی کے معانی اپنی تجویز اور جذبات کے پیچھے کرنا تو مومن کے لئے مقام خوف ہے - اگر ایسا عمداً نہیں فرمایا گیا تو ذوقی کلام کہدیا جاویگا مگر کیا ذوق کا میدان اتنا وسیع ہے جہاں جی چاہے آپ بڑھا سکتے ہیں اور حدود قرآنی و لغات و خشیۃ اللہ کو کفر انداز اور پس انداز کر دیا - تو مضائقہ نہیں - اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ شائد ہم بد نصیب ہیں کہ میاں صاحب کے فیض سے دور ہیں یا ہمارے صاحبزادہ صاحب قابل رحم حالت پر پہنچ گئے ہیں - چونکہ تھوڑی واقفیت والا آدمی بھی جھٹ غلط بات کو تاڑ لیتا ہے میرے خیال میں تو کافی ثبوت ہے اس امر کا کہ صاحبزادہ صاحب کی حالت قابل رحم ہے - پس یہی شوریٰ کا شور ہمیشہ چلا آیا یہی ہمارے مخدوم ان جماعت اب فرما رہے ہیں - اسی پر اگر عمل کیا جاتا - تو پھوٹ نہ پڑتی - اسی قرآنی حکم کی خاطر اختلاف کرنا تو آسان سمجھا گیا - مگر موجودہ بیعت سے ہمارے بزرگ مخدوم کنارہ کش رہے -

(۲) وھو یدعیٰ الی الاسلام میں ضمیر ھو کی ضمیر کا مرجع حضرت مرزا صاحب کو لیا جاتا ہے اسلام کے معنے غیر احمدیوں کا اسلام یعنی کفر لیا جاتا ہے یعنے لوگ مرزا صاحب کو موجودہ اسلام کی طرف دعوت دینگے -

تینوں باتیں غلط - ھو کا مرجع ذات پاک نبی کریم صلعم ہے سیاق، سباق پڑھو - کہیں ایسا قرینہ نہیں ملتا - کہ مرزا صاحب مُراد ہوں - اسلام کے معنے دو ہم نے کہیں نہیں دیکھے کافروں کا اسلام بھی ہو مسلمانوں کا اسلام بھی ہو - اسلام الگ ہے کفر الگ ہے - لفظی معنوں پر اگر طبع آزمائی متفرع ہے - کہ چونکہ غیر احمدی بھی مانتے ہیں کہ ہم سچے ہیں - اسلام کے معنے ماننا ہے اس لئے وہ اپنے خیال میں مسلمان ہیں - تو میرے خیال میں ہم مسلمان غیر مذاہب کے اصول سے انکار کرتے ہیں انکار معنے کفر ہے اسلئے ہم کافر بھی ہو سکتے ہیں - تو گویا کافروں کا ایک اسلام ہے تو مسلمان بھی کافر اس لحاظ سے ہو سکتے ہیں اگر تکہ بازی پر مذہب کا مدار آرہا ہے تو مولوی ثناء اللہ صاحب کا خیال بھی صحیح ہے کہ کافر اور فاسق بھی ایک معنی میں متقی ہو سکتے ہیں - افسوس کہ مذاق - موشگافی طبع آزمائی کو حل معضلات شرعی میں دخل دیا جا رہا ہے اور کوئی صاحب بصیرت سوچتا نہیں ہے - جیسے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی تحریر جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے جواب میں الفضل میں نکلی ہے پڑھی ہے وہ تو حضرت امیر قوم کی تحریر پر حملہ کرتا ہے مگر میں حیران ہوں کہ اُنکی تحریر ایسی غیر معقول اور گری ہوئی تھی کہ معمولی سمجھ کا طالب علم بھی فوراً پکار اُٹھیگا کہ کیا مولینا غلام رسول صاحب جیسے عالم کے دلائل ہو سکتے ہیں - اصل بات یہی ہے کہ باطل کی حمایت میں تو دلائل بہتر ہوتے ہی نہیں - جتنے جُبّہ پوش بھی اگر اُسکی تائید کریں تو نہیں کر سکتے - حضرت مخدوم امیر ملت کی تحریر یا علم و فضل دُنیا جانتی ہے - لیکن بالفرض محال آپ کے نزدیک بسبب آپکی انانیت و خودی کے اگر حضرت مولینا عالم نہیں ہیں تو ہمیں خوشی ہے کہ وہ اُن عالموں میں سے نہیں ہیں جن کی نسبت حضرت فرماتے ہیں ؎ وہ تو بولے ہو گئے پیروں ہوا ... زار و نزار

ہاں اُن متقی خدا رسیدہ اشخاص میں سے ہیں جنکا جگر و کلیجہ اسلام کے درد اور جماعت کے قلق کے لئے چھلنی چھلنی ہو رہا ہے وہ تو بار بار کہتا ہے ؎

جانم گداخت در غم ایمان العزیز ... ویں طرفہ تر کہ من نگہبان تو کافرم
ہاں یہ وہ برگزیدہ پاک شخص ہے جسپر تم مخول کرتے ہو - پر وہ خدا کا محبوب ہمارے لئے دعاؤں میں ... رو رہا ہے اور اُسے آرام نہیں ہے - ہاں تو ان ہمارا امیر اسلام نبی علم کا فیض یافتہ ہے - اور مولویانہ علم جیسا بعض کا انہیں نصیب ہے سچ فرماتا ہے ؎

www.aaiil.org

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور۔ یکشنبہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۸ جولائی ۱۹۱۷ء | نمبر (۱)

ازوحی خدا صبح صداقت بدمید

ازوحی خدا صبح صداقت بدمیدہ
چشمیکہ ندید آں صحف پاک چہ دیدہ

کاخ دل ما شد زہماں نافہ معطر
واں یار بیاید کہ زما بود رمیدہ

آں دیدہ کہ نورے نگرفت ست ز فرقاں
حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نرہیدہ

آں دل کہ جزاز وے گل گلزار حقیقت
سوگند تواں خورد کہ بوئش نشمیدہ

با خورند ہم نسبت آں نور کہ بینم
صد خور کہ بہ پیراہن او حلقہ کشیدہ

بے دولت و بدبخت کسانیکہ کہ ازاں نور
سرتافتہ از نخوت و پیوند بریدہ

(مسیح موعود)

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نفس کی تین اقسام

فرمایا نفس کو تین قسم پر تقسیم کیا گیا ہے۔ نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ۔ ایک نفس زکیہ بھی ہوتا ہے مگر وہ بچپن کی حالت ہے۔ جب گناہ ہوتا ہی نہیں۔ اس لئے اس نفس کو چھوڑ کر بلوغ کے بعد تین نفسوں ہی کی بحث کی ہے۔ نفس امارہ کی وہ حالت ہے جب انسان شیطان اور نفس کا بندہ ہوتا ہے اور نفسانی خواہشوں کا غلام اور اسیر ہو جاتا ہے جو حکم کرتا ہے اس کی تعمیل کے واسطے اس طرح تیار ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک غلام دست بستہ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ اس وقت یہ نفس کا غلام ہو کر جو وہ کہے یہ کرتا ہے وہ کہے خون کر تو یہ کرتا ہے۔ زنا کہے چوری کہے غرض جو کچھ بھی کہے سب کے لئے طیار ہوتا ہے۔ کوئی بدی کا کوئی برا کام ہو جو نفس کہے یہ غلاموں کی طرح کر دیتا ہے۔ یہ نفس امارہ کی حالت ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو نفس امارہ کا تابع ہے۔ اس کے بعد نفس لوامہ ہے۔ یہ ایسی حالت ہے کہ گناہ تو اس سے بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر وہ نفس کو ملامت بھی کرتا رہتا ہے اور اس تدبیر اور کوشش میں لگا رہتا ہے کہ اسے گناہ سے نجات مل جائے۔ جو لوگ نفس لوامہ کے ماتحت یا اس حالت میں ہوتے ہیں وہ ایک جنگ کی حالت میں ہوتے ہیں یعنی شیطان اور نفس سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نفس غالب آکر لغزش ہو جاتی ہے۔ اور کبھی خود نفس پر غالب آجاتے اور اس کو دبا بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ نفس امارہ والوں سے ترقی کر جاتے ہیں نفس امارہ والے انسان اور دوسرے بہائم میں کوئی فرق نہیں ہوتا جیسے کتا یا بلی جب کوئی برتن ننگا دیکھتے ہیں تو فوراً آجا پڑتے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے کہ وہ چیز ان کا حق ہے یا نہیں اسی طرح پر نفس امارہ کے غلام انسان کو جب کسی بدی کا موقعہ ملتا ہے تو فوراً اسے کر بیٹھتا ہے اور طیار رہتا ہے۔ اگر راستہ میں دو چار روپیہ پڑے ہوں تو فوراً ان کے اٹھانے کو طیار ہو جاویگا۔ اور نہیں سوچیگا کہ اس کو ان کے لینے کا حق ہے یا نہیں۔ مگر لوامہ والے کی یہ حالت نہیں وہ حالت جنگ میں ہے جس میں کبھی نفس غالب کبھی وہ۔ ابھی کامل فتح نہیں ہوئی۔ مگر تیسری حالت جو نفس مطمئنہ کی حالت ہے۔ یہ وہ حالت ہے جب ساری لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور کامل فتح ہو جاتی ہے اسی لئے اسکا نام نفس مطمئنہ رکھا ہے یعنی اطمینان یافتہ۔

اس وقت وہ اللہ تعالے کے وجود پر سچا ایمان لاتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ واقعی خدا ہے نفس مطمئنہ کی انتہائی حد خدا پر ایمان ہوتا ہے کیونکہ کامل اطمینان اور تسلی اسی وقت ملتی ہے جب اللہ تعالے پر کامل ایمان ہو۔

یقیناً سمجھو کہ ہر ایک پاکبازی اور نیکی کی اصلی جڑ خدا پر ایمان لانا ہے جس قدر انسان کا ایمان باللہ کمزور ہوتا ہے اسی قدر اعمال صالحہ میں کمزوری اور سستی پائی جاتی ہے لیکن جب ایمان قوی ہو اور اللہ تعالے کو اس کی تمام صفات کاملہ کے ساتھ یقین کر لیا جائے اسی قدر عجیب رنگ کی تبدیلی انسان کے اعمال میں پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا پر ایمان رکھنے والا گناہ پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایمان اس کی نفسانی قوتوں اور گناہ کے اعضاء کو کاٹ دیتا ہے۔ دیکھو اگر کسی کی آنکھیں نکال دی جاویں۔ تو وہ آنکھوں سے بدنظری کیونکر کر سکتا ہے۔ اور آنکھوں کا گناہ کیسے کریگا۔ اور اگر ایسا ہی ہاتھ کاٹ دیئے جاویں یا شہوانی قوے کاٹ دیئے جاویں پھر وہ گناہ جو ان اعضا سے متعلق ہیں کیسے کر سکتا ہے؟ ٹھیک اسی طرح پر جب ایک انسان نفس مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے تو نفس مطمئنہ اسے اندھا کر دیتا ہے۔ اور اس کی آنکھوں میں گناہ کی قوت نہیں رہتی وہ دیکھتا ہے پھر نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھوں کے گناہ کی نظر سلب ہو جاتی ہے۔ وہ کان رکھتا ہے مگر بہرہ ہوتا ہے اور وہ باتیں جو گناہ کی ہیں نہیں سن سکتا۔ اسی طرح پر اس کی تمام نفسانی اور شہوانی قوتیں اور اندرونی اعضا کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اس کی ان ساری طاقتوں پر جن سے گناہ صادر ہو سکتا تھا ایک موت واقعہ ہو جاتی ہے اور وہ بالکل ایک میت کی طرح ہوتا ہے۔ اور خدا تعالے ہی کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔ وہ اس کے سوا ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جب خدا پر سچا ایمان ہو اور جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامل اطمینان اسے دیا جاتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جو انسان کا اصل مقصود ہونا چاہیئے اور ہماری جماعت کو اسکی ضرورت ہے اور اطمینان کامل کو حاصل کرنیکے واسطے ایمان کامل کی ضرورت ہے پس ہماری جماعت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالے پر سچا ایمان حاصل کریں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالے ایبٹ آباد میں دینی خدمات کے سرانجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی ایبٹ آباد ہی تشریف لے گئے۔ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے شملہ میں آجکل مقیم ہیں۔ آپ نے وہاں درس قرآن شریف اور لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے وہاں کے دوستوں نے حکیم صاحب کے لیکچروں اور دیگر کوائف کی کوئی رپورٹ تاحال نہیں بھیجی جو اخبار میں درج کی جاتی موصول ہونے پر درج اخبار ہوگی۔ انشاء اللہ۔ حکیم صاحب موصوف شملہ تشریف لے جانے سے پیشتر دھرمسالہ اور کانگڑہ بھی گئے تھے۔ وہاں کے حالات میں آپ لکھتے ہیں کہ جناب سید ملوک صاحب درزی فسٹ گورکھا پلٹن نمبر ا دھرمسالہ اور جناب لعل دین صاحب نے ایک ایک روپیہ دیا اور آئندہ ماہوار چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دینے کا وعدہ کیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ قادیاں والے اشاعت اسلام کے لئے چندہ مانگیں گے تو ان کو بھی دینگے۔ اور لاہور بھی لیکن ماہوار چندہ لاہور دینگے۔

ایک قاضی صاحب کی تحریر

ایسا ہی ایک قاضی صاحب نے جو احمدی بھی نہیں۔ حکیم صاحب موصوف کو ایک تحریر لکھ کر دی جو حسب ذیل ہے:-

"میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ایک عالی مجدد و عالم ربانی و مہدی تک مانتا ہوں۔ علاوہ ازیں کوئی درجہ ان کا میرے خیال ناقص میں نہیں۔ اور میں ان کا درجہ نبی کا نہیں مانتا۔

حضرت عیسے علیہ السلام مانند ہر ایک نبی کے فوت ہو چکے ہیں جو مر گیا وہ دنیا میں نہیں آسکتا ایسے ہی حضرت عیسے بھی نہیں آسکتے جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے۔ اور جو مرزا صاحب کو کافر کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

میں ایک مسلمان ہوں اور اسلام کی فرقہ بندی کو برا سمجھتا ہوں۔ اور کسی فرقہ کا پابند نہیں۔ قرآن و حدیث کا پابند ہوں۔

ولایت علی دھرمسالہ

اعلان فسخ بیعت

ذیل کا اعلان سرگودھا سے جناب شیخ قمر الدین صاحب عینک ساز جہلم نے لکھ کر برائے اشاعت ارسال فرمایا ہے:-

"برا استفسار جناب بھائی قمر الدین صاحب سلمہ اللہ تعالے عقیدہ خود نسبت نبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موجب اقوال حضرت مسیح موعود و مہدی معہود ظلی و بروزی رنگ ۲۹ ... حضرت صاحب کو بروزی اور ظلی نبی مانتا ہوں۔ کیونکہ آنحضرت نے حقیقی نبوت سے انکار فرمایا ہے۔ اور جزوی نبوت یا رسالت مراد محدثیت ہے جسے دوسرے لفظوں میں بروزی نبوت یا ظلی نبوت کہتے ہیں۔ اور غیر ملکفرین حضرت صاحب کو مسلمان ...

جی سے پڑھ کر وید کو جاننے اور آریہ سماج کی غائط اور بد ولادت یا اس کی بنیاد سے خوب واقف ہیں۔ ان حالات میں تمام ہندوؤں کا وید بتل وغیرہ سے دست بردار ہو کر ایک نیا مذہب بنانا مذہبی دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب ہوگا۔ مذہب کے لئے آج تک یہ جائز نہیں سمجھا گیا۔ کہ کوئی انسان اسے بنائے۔ بلکہ خدا تعالے کی طرف سے ہی اس کا آنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالے نے تو دنیا کی سہولت اور رہنمائی کے لئے ایک ایسا عالمگیر مذہب بھیج کہ ہمارے ہندو دوستوں کو مطلوب ہے اسلام کی شکل میں دے رکھا ہے۔ اور اس بات کی ضرورت نہیں چھوڑی کہ کوئی انسان خود مذہب کو تراشے۔ اس لئے ہمارے ہندو دوستوں کے لئے خود مذہب بنانے سے اسلام کے جھنڈے تلے آ جانا زیادہ مفید ہوگا۔ انسانی بنائے ہوئے اصول اور قوانین تو آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن خدا تعالے نے جو قانون اسلام جیسے عالمگیر مذہب کے لئے بنائے ہیں۔ انہیں کسی زمانہ اور حالات میں بھی بدلنے کی ضرورت نہیں۔

گالیوں کا جواب نہیں دیا جائے گا

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک کافر سے لڑتے ہوئے اس پر غالب آگئے۔ اور فوراً خنجر ہاتھ میں لیکر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ آپ چاہتے ہی تھے کہ اس کا کام تمام کردیں۔ کہ عین اسی وقت اس کافر نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ بجائے اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے اور زیادہ مشتعل ہو کر اسے فوراً قتل کردیتے۔ آپ فوراً اس کے اوپر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ اس کافر نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس وقت تک تو نے میرے منہ پر نہیں تھوکا اس وقت تک میں اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ حق کے لئے لڑ رہا تھا۔ میری لڑائی اور میرا تجھ پر غالب آنا اس وقت تک خالصًا لوجہ اللہ تھا۔ لیکن جونہی کہ تو نے میرے منہ پر تھوکا۔ اسی وقت میرے نفس کو جوش آیا۔ اور میں نے سمجھا کہ اب یہ بات خالصًا لوجہ اللہ نہیں رہی۔ بلکہ اس میں میرے نفس کا دخل ہو گیا ہے۔ اس لئے میں نے یہ پسند نہ کیا کہ اپنے نفس کی خاطر تجھے قتل کروں۔ بعینہ یہی مثال ہماری اور موجودہ قادیانی باطل نگاروں کی ہوگئی ہے۔ ہماری طرف سے دلائل کیساتھ ان کے بطالت آمیز خیالات کا جواب دیا جاتا ہے۔ اور براہین قاطعہ سے معقولی طور پر ان پر حجت تمام کی جاتی ہے جس وقت وہ ہمارے اس غلبہ کو دیکھتے ہیں۔ تو اس سے اپنے بچاؤ کی خاطر ہمیں گالیاں دینی شروع کر دی جاتی ہیں۔ چنانچہ الفضل کے ایک تازہ پرچہ مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۰ء میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکے نے ہماری اس تنقید پر جو ہم نے پیغام صلح کی بعض اشاعتوں میں معقولیت کیساتھ ان کے بعض جوابات پر کی تھی۔ خوب جی کھول کر گالیاں دی ہیں جن کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) "بد لگام ایڈیٹر" (۲) اپنے مصنوعی امیر کی (۳) خوشامد کی غرض سے (۴) تحکم اور (۵) جہالت کی رو سے کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے (۶) روز روشن میں یہ خیانت اور (۷) بددیانتی (۸) گویا مصرع ذیل کے مصداق "دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" اسی کے لئے وضع کیا گیا (۹) بات کو ایسے طور سے پیش کرتا ہے جو محض دھوکا دہی اور مغالطہ ہوتی ہے" (۱۰) یہ شخص قواعد علمیہ سے محض نا آشنا ہے۔ اس لئے لاعلمی کی وجہ سے اردو عبارت کو بھی صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ (۱۱) دنی الطبع ہے (۱۲) تنگ ظرفی کی وجہ سے جلد تر جوش میں آکر (۱۳) منہ میں جھاگ لاتا ہوا (۱۴) دریدہ دہنی میں روافض اور خوارج کے بھی کان کاٹتا ہے۔ (۱۵) "پیغام کے کھنڈرات" (۱۶) وہ اس پیالے کو رہے کیطرح ابن آدم کی ایڑی کے ڈسنے کی فکر میں ہیں (۱۷) جن میں سے ایک پیغام کا بد لگام ایڈیٹر ہے جس کی (۱۸) شرارت (۱۹) خیانت اور جہالت کے بعض نمونے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے

اس طرح سے پورے ایک کالم میں گالیاں دیکر آگے مولوی صاحب نے ہمارے بعض فقرات کو غلط پیرایہ میں پیش کر کے ان پر نکتہ چینی کی۔ اور ان میں بھی گالیوں کا طومار ہے۔ شک ہے کہ کوئی پیش گوئی نہیں کر دی ورنہ اس سے پیشتر حضرت خواجہ صاحب اور دیگر بزرگان ملت کی تباہی کی پیشگوئیاں کر کے اور ساتھ ہی میعادیں مقرر کر کے جو بفضل خدا ختم ہو چکی ہوئی ہے مادر یکہ کہ اگر یہ پوری نہ ہوئی تو سمجھنا کسی حرامزادہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کارڈ میں کنجر اور ولد الزنا کی گالی ہے۔ اپنے اوپر جو فتوے لگا چکے ہیں وہ مخفی نہیں۔ بہرحال مولوی صاحب کی ان گالیوں کا تو جواب نہیں۔ بقول حضرت امام

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو

ہاں ہماری اصل باتوں کا اگر انہوں نے کوئی جواب دیا جو اس وقت تک نہیں دیا گیا تو ہم اس پر غور کرنے کیلئے تیار ہیں کیا مولوی صاحب ہمارے ان سوال کا اگر بقول انکے میاں عبدالرشید الدین صاحب کی لڑکی کا نکاح مفاد الہی سے حضرت صاحب نے پڑھنے کی اجازت

معارف علمیہ

"جمع قرآن"

گذشتہ اشاعت میں اس مہتم بالشان تصنیف کا مجملاً ذکر کیا گیا تھا جو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے "جمع قرآن" کے نام سے لکھی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان علمی جواہر پاروں میں سے چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ ناظرین کئے جائیں۔ کتاب کے شروع صفحات میں ہی "حفاظت الٰہی کا وعدہ" کے عنوان سے "تاویل القرآن" کے عیسائی مصنف کا جواب دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

حفاظت قرآن پر ابتدا سے اہل اسلام کا ایمان

ابتدائی زمانہ سے ہی مسلمانوں کا یہ اعتقاد چلا آتا ہے کہ ان آیات میں خدا تعالے نے قرآن شریف کو ہر قسم کے حملوں اور تصرف سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ حضرت مجاہد اور قتادہ جو تابعین میں سب سے پہلے مفسران قرآن ہیں وہ بھی اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اور آیت لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید سے یہی مطلب ہے کہ اس کلام پاک میں کوئی ایسا لفظ نہیں ڈالا جائیگا جو کلام الٰہی نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی حصہ کلام الٰہی اس میں درج ہونے سے رہ جائیگا یا درج ہونے کے بعد نکالا جا سکیگا۔ ایسا ہی یہ دونوں بزرگ اور ان کے علاوہ تمام مفسرین قرآن کریم اس بات پر متفق ہیں کہ الذکر سے مراد ان معنوں آیات میں قرآن کریم ہی ہے دیکھو تفسیر ابن جریر جلد ۱۱ صفحہ ۵ وجلد ۲۴ صفحہ ۷۱-۷۲ غرض یہ ایک ایسی بین اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن کریم کے پہلے اور پچھلے مفسرین ان آیات حفاظت قرآن کریم کے متعلق وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو آجکل مسلمانوں میں متفقہ طور پر مروج و مسلم ہے۔ اور اس امر کی کافی شہادت موجود ہے۔ ایسی صریح اور ثابت شدہ حقیقت پر جو آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہی ہے بے اعتباری کا پردہ ڈالنا ایک بیہودہ اور حماقت نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایفائے وعدہ کے ثبوت

مصنف تاویل القرآن نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی وعدے کا وجود اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ اس کا ایفا بھی ہو گیا۔ اور اس لئے وعدہ خود ثبوت نہیں ہو سکتا۔ ان کے اس خیال کے ساتھ تو ہم اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس وعدے کیساتھ ایسے واقعات موجود ہیں جن پر نگاہ انصاف ڈالنے سے صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ اس وعدہ کا ایفا نہایت صفائی اور عمدگی کے ساتھ ہوا ہے۔ کیونکہ اگر یہ وعدہ پورا نہ ہوا ہوتا اور قرآن کریم میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کو دخل ہو گیا ہوتا۔ تو یہ ضروری تھا کہ ان دو باتوں میں سے ایک ضرور واقع ہوتی یعنی یا تو جن لوگوں نے ان تصرفات و تغیرات کو دیکھا تھا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم وہ اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرتے۔ یا ان آیات بینات کی جن میں حفاظت قرآن کا وعدہ ہے موجودہ تفسیر کے سوا کوئی اور تعبیر و تاویل کرتے۔ لیکن یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ اس وجہ پر کسی نے قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے سے انکار نہیں کیا۔ اول تو ارتداد ہی شاذ و نادر تھا مگر اس بنا پر کہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا کوئی بھی مرتد نہیں ہوا۔ اور نہ کسی صحابی نے آیات وعدہ حفاظت قرآن کی کوئی اور تفسیر یا تاویل کی۔ بلکہ سب کے سب بالاتفاق اسی اعتقاد پر جمے رہے اور ایک صحابی کا نام بھی نہیں بتایا جا سکتا۔ جس نے ان دو شقوں میں سے کوئی ایک اختیار کی ہو بلکہ جن کا پتہ ہمیں تابعین سے ملتا ہے جن کے معلم اجلہ صحابہ تھے وہ وہی معنے ہیں جو ہم نے اوپر اختیار کئے ہیں اور جن کی بنا پر شروع سے لیکر آج تک تمام مسلمان قرآن کی حفاظت کے الٰہی وعدے کو سچا یقین کرتے چلے آئے ہیں۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ان لفظوں کے یہی معنے کرتے تھے۔ ان کے سوا کوئی اور مطلب ان الفاظ کا ان سے کہیں ثابت نہیں۔ اگر وہ ان الفاظ کے کوئی اور معنے کر جاتے تو ضرور تھا کہ وہ ہم تک بھی پہنچتے جیسا کہ اس پیشگوئی کی تفسیر اور معنے بیان کرنے میں ہوا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا۔

جن کے لمبے ہاتھ ہیں چنانچہ ... حضرت عائشہ ام المومنین سے ذیل میں نقل کی جاتی ہے عن عائشۃ ام المؤمنین قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا فکن یتطاولن ایتھن اطول یدا قالت فکانت اطولنا یدا زینب لانھا کانت تعمل بیدھا وتصدق۔ ترجمہ:۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے مجھ کو جلدی وہ ملیگی جس کے ہاتھ لمبے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا۔ یہ بات سن کر تمام ازواج مطہرات اپنے اپنے ہاتھ اس بات کے دریافت کرنے کے لئے ناپنے لگیں کہ کس کے سب سے لمبے ہاتھ ہیں پھر آخر کار زینب کے ہاتھ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس حدیث کے منشاء کے مطابق سب سے لمبے ثابت ہوئے۔ ان مقدس بیبیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر اس کے یہی معنے سمجھے کہ گویا اس سے مراد جسمانی طور پر لمبے ہاتھ ہیں۔ اور اسی لئے غلط فہمی سے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا۔ لیکن احادیث کی کتابیں ایسی احتیاط اور دیانتداری سے لکھی گئی ہیں کہ کسی قسم کی رعایت کے بغیر تمام امور کو درج کر دیا گیا ہے۔ ان کی یہ غلطی بھی حدیثوں میں صاف طور پر درج ہے اور اس کے صحیح معنے بھی کھلے طور پر لکھے ہوئے موجود ہیں چنانچہ امام نووی نے اس حدیث کے معنے یہ لکھے ہیں۔ معنی الحدیث انھن ظنن ان المراد طول الید طول الید الحقیقیۃ وھی الجارحۃ فکن یذرعن ایدیھن بقصبۃ فکانت سودۃ اطولھن جارحۃ وکانت زینب اطولھن یدا فی الصدقۃ وفعل الخیر فماتت زینب اولھن فعلموا ان المراد طول الید فی الصدقۃ والجود قال اھل اللغۃ یقال فلان طویل الید وطویل الباع اذا کان سمحا جوادا۔ یعنی اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کی بیویوں نے یہی سمجھا تھا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد فی الحقیقۃ لفظی طور پر لمبے ہاتھ ہی ہیں۔ اور اس لئے انہوں نے اپنے ہاتھوں کی لمبائی کو ناپنا شروع کر دیا۔ ناپنے سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کی بیوی سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے تھے۔ اور حضرت زینب صدقہ و خیرات میں سب سے کھلا ہاتھ رکھتی تھیں۔ اور وہی سب سے پہلے فوت ہوئیں۔ اس وقت ان کو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کے اصل معنے یہ تھے کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت اور خیرات اور صدقہ میں سب سے سبقت اور فوقیت تھی۔ اہل لغت ایسے فقرات کے یہی معنی کرتے ہیں چنانچہ جب کہتے ہیں کہ فلان طویل الباع یا فلان طویل الید تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ فلاں شخص بہت بڑا سخی اور فیاض طبع ہے (دیکھو نووی حاشیہ مسلم) ایسا ہی حضرت امام بخاری اور مشہور و معروف صاحب فتح الباری بھی اس امر پر متفق ہیں کہ اس حدیث کے معنے ازواج مطہرات نے پہلے یہی سمجھے تھے لیکن بعد میں ان پر منکشف ہو گیا کہ اس کے معنے وہ نہیں جو انہوں نے سمجھے ہوئے تھے۔ بلکہ سخاوت اور فیاضی میں سبقت مراد تھی (دیکھو بخاری باب صدقات)

اہل اسلام کی حق گوئی

غرض اسلامی لٹریچر میں دین کو ایسا مقدم رکھا گیا ہے کہ کسی شخص کی کبھی کچھ رعایت نہیں کی۔ اور نہ ہی کبھی کسی کی پاس خاطر سے بھی کبھی اخفا یا کم و بیش کر کے لکھا گیا۔ یہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے ایک حدیث کے سمجھنے میں غلطی کھائی تو اکثر معتبر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی تھی۔ اگرچہ یہ پیشگوئی قرآن کریم کا کوئی حصہ نہ تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم کی زبانی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ صحیح منطوق کے ساتھ پوری ہوئی۔ یعنی ام المومنین زینب جو جود و سخا اور کرم و فیض میں سب بیویوں سے بڑھی ہوئی تھیں سب سے پہلے فوت ہوئیں اور سودہ سب سے پیچھے فوت ہوئیں جن کے ہاتھ جسمانی طور پر لمبے تھے جبکہ ایسی معمولی درجہ کی باتوں کے اختلافات اور معانی احادیث میں اس قدر دیانتداری اور احتیاط کے ساتھ درج ہیں تو قرآن کریم کی حفاظت کے وعدوں کی آیات تو ایک پہلو سے اصول اسلام میں شمار ہوتی ہیں اور ایسی اہم اور ضروری ہیں کہ ہر ایک کو انکے معانی کے ساتھ بڑا بھاری تعلق ہے تو ایسے اہم امر کی متعلقہ آیات کے لفظی معنوں اور اس عظیم الشان وعدہ کے ظاہری رنگ میں پورا ہونے میں ذرہ بھی اختلاف اور انحراف واقع ہوتا تو نہایت ضروری تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کثیر اس طرف جاتی کہ اس پیشگوئی سے مراد اس کا ظاہر الفاظ میں پورا ہونا نہیں۔ بلکہ اس سے کچھ اور مطلب ہے۔ تو بلاوقفہ مطلب بیان کرتے اور اس وعدہ کے اسلوں کو ... جمع کرتے

اصغر علی الحقانی

یا نہ کرنے سے عمدہ یا خراب اولاد پیدا ہوگی۔ یہ ہوگی تناسخ کا نتیجہ اب منقولات کو کیا کیا جائے۔ کاش پروفیسر صاحب انصاف سے کام لیکر غور کرتے۔ اور کھلے طور پر یا تو سوامی صاحب کے قول کو رد کرتے۔ اور یا تناسخ کو۔ لیکن افسوس کہ اُنھوں نے اسکو یونہی ادھر اُدھر کی باتوں میں ہی ٹلا دیا۔ اور اصل اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا۔

آیات قرآنی پر بحث اسی بحث تناسخ میں آریوں کی طرف سے بعض آیات قرآنی بھی پیش کی گئیں۔ مثلاً مہاشہ شانتی سروپ نے بار بار اس کو پیش کیا۔ کہ قرآن میں آیا ہے۔ کہ قالوا ربنا امتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فهل الی خروج من سبیل..

اس آیت سے آریہ مناظر نے تناسخ کو ثابت کرنا چاہا۔ لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے اسے بتایا۔ کہ تناسخ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ایک موت ہم پر وہ تھی جب ہم عدم کی حالت میں تھے۔ پھر خدا نے ہمیں زندگی بخشی۔ پھر وہ مارتا ہے۔ گویا دو موتیں ہوئیں۔ اور پھر عالم معاد میں زندہ کرے گا۔ تو دو ہی زندگیاں ہوئیں۔ اس سے تناسخ کہاں سے ثابت ہوا۔ تناسخ کی رو سے تو ایک لاکھ چوراسی ہزار جونیں بھگتنا ضروری ہے۔ اور یہاں صرف دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے پھر کونوا قردۃ خاسئین والی آیت پیش ہوئی تو اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں خاسئین۔ قردۃ کا بدل واقع ہوا ہے یعنی اسکے معنے ہیں کہ ذلیل ہو جاؤ۔ ورنہ اگر یہ مانا جائے کہ اسکے معنے ہیں۔ بندر ہو جاؤ ذلیل، تو کیا دُنیا میں کوئی بندر عزت والے بھی ہوتے ہیں تو یہاں قردۃ کے بعد خاسئین ہے۔ اور انکو ذات کی سزا دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر بھی آریہ مہاشہ نہ ٹھہرا۔ اور ایک تیسری آیت جعل منہم القردۃ والخنازیر کو پیش کر دیا۔ اس پر بھی جب اسے سیاق آیت سے بتایا گیا کہ وہاں لکھا ہے۔ کہ

اولئک شر مکانا و اضل عن سواء السبیل۔ اس میں اولئک کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ وہ انسان ہی تھے۔ بندر اور سؤر حقیقی طور پر نہیں بن گئے تھے۔ بلکہ ان میں بندروں اور سؤروں کی خصلتوں کا پیدا ہو جانا مراد ہے۔ تو انہیں مہاشہ جی نے یہ بڑ ہانکی۔ کہ یہ ان کی پہلی حالت کی طرف اشارہ ہے یعنے یہ کہا گیا ہے کہ پہلے یہ انسان تھے۔ اور اس سبب سے اب بندر اور سؤر بنائے گئے ہیں لیکن اسکا بھی جواب اگلی ہی آیت سے دیا گیا۔ کہ وہاں لکھا ہے واذا جاؤکم قالوا امنا وقد دخلوا بالکفر وھم قد خرجوا به والله اعلم بما کانوا یکتمون ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں جو اُنکے آنے اور جانے اور اقرار ایمان اور پھر انکار کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ واقعی بندر اور سؤر نہیں بنائے گئے تھے۔ ورنہ کیا بندر اور سؤر آ آکر ایمان کا اقرار کرتے اور پھر منکر ہو جاتے تھے۔ اس پر بھی مہاشہ جی نے وہی پہلی ہی بات کو دُہرا دیا۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ عربی گرامر میں جب ماضی پر اذا آ جائے۔ تو مضارع کے معنے ہوتے ہیں نہ کہ ماضی کے۔ افسوس کہ اس کا کوئی جواب اُنھوں نے نہ دیا۔

ایک لطیفہ کونوا قردۃ خاسئین کی یہ ایک مثال مولوی عبدالحق صاحب نے دی تھی کہ یہ ایسا ہے کہ جیسا ہم کسی کو کہدیتے ہیں کہ تو تو گدھا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ وہ واقعی گدھا بن گیا۔ بلکہ اس کی بیوقوفی کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ جواباً مہاشہ جی نے کیا خوب فرمایا۔ کہ کسی شخص کے متعلق وہ بات کہنی جو حقیقتاً اس میں نہ ہو۔ یہ جھوٹ ہے۔ یہ جو دُنیا میں ہم کسی کو گدھا وغیرہ کہدیتے ہیں۔ تو یہ بالکل جھوٹ ہوتا ہے۔ تو کیا خدا بھی جھوٹ بولتا ہے۔ چہ خوش! سخن فہمی مہاشہ جی معلوم شد۔ گویا آپ علم کلام کے ابتدائی اصولوں سے بھی قطعاً نابلد ہیں۔ غالباً اسی علم و عقل پر آریوں نے آپکو "مسابق مولوی" وغیرہ کے لقب سے ملقب کرکے یہاں تک چڑھایا کہ گویا آسمان ہی سر پر اُٹھا لیا۔ بتائیے اس کا کیا جواب ہو سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ جو مولوی عبدالحق صاحب نے کہا کہ علم کلام میں ایسے ویسے محاورات جھوٹ نہیں کہلاتے۔ جس طرح سے مثلاً آپ کو شیر کہا جائے۔ تو یہ محض اس بناء پر ہوگا۔ کہ آپ میں شیر کی کوئی صفت بہادری وغیرہ پائی جاتی ہے نہ کہ ویسے ہی دُم اور پنجے وغیرہ بھی لگ گئے۔ لیکن جہاں مخاطب ہی اس علم و عقل کا مالک ہو۔ کہ جو معمولی باتوں کو بھی سمجھنے سے عاری ہو۔ تو شکایت کس پر؟

خاتمہ الغرض یہ مباحثہ بحمداللہ نہایت کامیابی اور خیر و خوبی سے ختم ہوا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے دلائل کی بھرمار اور حجت تمام کرنے سے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی گئی۔ کاش کوئی سمجھے اور ایمان لائے۔

مشاہیر اسلام

اسلام میں غلامی کا منظر

ایک اور شہید کی لاش

حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ

(از حاجی معین الدین ندوی رفیق دار المصنفین)

غلاموں کے دردناک و نہایت گداز افسانوں سے تاریخ عالم پُر ہے، یونان کی فلسفہ زار سرزمین اپنی مردم خیزی پر جسقدر چاہے ناز کرے لیکن بے بس غلاموں کو ظالم آقاؤں کے دست ستم سے محفوظ رکھنے میں اس کا دامن بھی بے پناہ تھا۔ گو یونان کا مشہور مورخ ڈیماستھنس ملکی قانون معدلت میں غلاموں کو بعض حقوق دینے پر فخر کرتا ہے تاہم وہ اگر عملی حالت کا جائزہ لے تو اسکو اپنے ابنائے وطن کی جفا کاریوں سے شرمسار ہونا پڑیگا، انسائیکلوپیڈیا کا نامہ نگار لکھتا ہے "یونان میں اکثر اوقات غلاموں کیساتھ باربرداری کے جانوروں سے بھی زیادہ بُرا برتاؤ روا رکھا جاتا تھا"

معتبر اسپائر جسکی شان و شوکت کی صدائے بازگشت ابتک غلغلہ انداز عالم ہے اس بے بس مخلوق کیلئے بدترین حکومت تھی رومن قانون نے غلاموں کی انسانیت کے تمام حقوق سے محروم کر دیا تھا۔ اور خفیف سے خفیف جرم کیلئے قتل اور جرم کی سزائیں مقرر کی تھیں۔ ان قانونی آزادیوں نے ستم پیشہ آقاؤں کے ظلم کو قدرۃً زیادہ دراز کر دیا تھا، اور وہ مویشیوں سے زیادہ غلاموں کی قدر و قیمت نہیں سمجھتے تھے، کیٹو روم کے کاشتکاروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے "تم لوگ بڈھے بیلوں کی طرح، بڈھے اور بیمار غلاموں کو بھی بیچ دیا کرو"

جدید یورپ جو آج سب سے زیادہ تہذیب و انسانیت کی علمبرداری کا مدعی ہے وہ اٹھارویں صدی سے پیشتر اس بیکس نسل انسانی کا سب سے بڑا دشمن تھا، ایشیا کی قدیم اقوام میں بھی زیر اقتدار ہستیوں کے ساتھ رواداری کا احساس نہ تھا۔ ہندوستان میں شُدر اقوام کی جو حالت ہے وہ زبان حال سے آریہ فاتحین کے ظالمانہ طرز عمل کی ترجمان ہے،

اسلام نے اگرچہ غلامی کو معدوم نہیں کیا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس نے مختلف طریقوں سے اسکے رواج کو کم کر دیا، اور جسقدر قائم رکھا اس خوبی سے رکھا کہ غلامی غلامی نہیں بلکہ برادری اور ہمسری ہو گئی اس دعوی کی بہت سی شہادتیں اسلام کے احکام اور اس کی متفرق تاریخ سے پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم نظیر میں ایک شخصی زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہیں جو اسلام میں غلام بنکر آیا اور سرداروں کا سردار بنکر رخصت ہوا اس سے ہماری مراد سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہیں،

حضرت سالم جنکا نام زیب عنوان ہے ان کا شمار اکابر صحابہ میں ہے تم پوچھوگے کہ عرب کے یہ کس خاندان سے تھے؟ خاندان قریش کے کس معزز گھرانے کے وہ سپوت تھے، جواب ملیگا کہ افسوس یہ گوہر عرب کی کان کا نہ تھا اسکے پیکر قدس میں شرفائے عرب کا خون موجزن نہ تھا وہ ایرانی النسل تھے اور اصطخر ان کا وطن آبائی تھا عرب کیونکر پہنچے؟ یہ یوسف اسلام ایک عرب نژاد آقا کی غلامی میں مدینہ پہنچا تھا۔ قسمت حضرت ثبیتہ بنت یعار انصاریہ کے گھران کو لائی۔

حضرت ثبیتہ حضرت ابوحذیفہ کی بیوی تھیں۔ جو ایک قریشی سردار اور مکہ کے رہنے والے تھے اسلئے حضرت سالم غالباً مکہ ہی میں مسکن گزین تھے۔ کہ صدائے توحید سامع نواز ہوئی اور فطری سلامت روی اور حق پسندی نے ابتداہی میں آقا و غلام دونوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا (طبقات ابن سعد)

اسلام درحقیقت محبت کا دریا ہے، جسمیں مساوات و اُلفت کی دھاریں بہتی ہیں جو بیجا فخر و غرور کی کاغذی ناؤ نکو بہا کر فنا کر دیتی ہیں حضرت ابوحذیفہ کا خاندان جب اسلام کا حلقہ بگوش ہوا تو اسکو طبعاً بندگی و خواجگی کے امتیاز سے نفرت ہو گئی، حضرت ثبیتہ نے حضرت سالم کو آزاد کر دیا اور حضرت ابوحذیفہ نے اُن کو متبنی کر کے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے بیاہ دیا۔ لفظوں میں نہیں بلکہ حقیقت میں دیکھو کہ یہ اسلامی مساوات و رواداری کا کیسا حیرت انگیز نمونہ ہے۔

قبیلۂ قریش جو نسبی و خاندانی اعزاز میں اپنے آپکو افضل ترین مخلوق عالم سمجھتا تھا اور عجم ایکطرف خود عرب کے دوسرے قبائل میں اپنی بیٹی دینا عار و ننگ خیال کرتا تھا وہ دفعتہً اسلامی تعلیم سے اس درجہ رواداری ہو جاتا ہے کہ ایک قریشی سردار ایک عجمی غلام کو بھی داماد و نور نظر بنا لینے میں پس و پیش نہیں کرتا کل تک جسکو غلام کہتا تھا آج وہ اسکو فرزند اور لخت دل کہتا ہے۔

لوگوں نے بھی اس انتساب کو تسلیم کیا، حضرت سالم اسوقت کے بعد حضرت ابوحذیفہ کے انتساب سے سالم ابن ابی حذیفہ مشہور ہوئے۔ حضرت ابوحذیفہ ان کو نہایت محبوب رکھتے اور اپنا لخت جگر و نور بصر خیال کرتے تھے۔ مثل اپنے بچہ کے زنانخانہ میں بے تکلف آتے جاتے تھے لیکن چونکہ متبنی اولادوں کے ساتھ عرب میں نہایت بیقاعدہ برتاؤ ہوتا تھا۔ اور حقیقی بیٹوں کے حقوق اُن پر عاید کئے جاتے تھے اسلئے قرآن مجید نے اس فرضی الوہت و بنوت کو کالعدم قرار دیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند الله۔ [illegible]

اسکا درجہ خدا کے نزدیک یہ زیادہ قرین انصاف ہے۔

اس بنا پر حضرت سالم کو ابن ابی حذیفہ کے بجائے مولیٰ ابی حذیفہ کے لقب سے زبان زد عام ہوئے اور حضرت ابوحذیفہ کو قدرتاً انکا گھر میں تمہارا آنا جانا اگوار گذرنے لگا۔ چنانچہ انکی بیوی حضرت سہیلہ بنت سہیل نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر عرض کی۔ یارسول اللہ! سالم کو ہم اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمیشہ گھر میں آتا جاتا تھا لیکن اب ابوحذیفہ کو ناگوار گذرتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اسکو دودھ پلا دو۔ وہ تمہارا محرم ہو جائیگا۔ درحقیقت ایک آزاد شدہ نوجوان عجمی غلام کو دودھ پلانا ایک قریشی خاتون کی الفت و محبت کا نہایت سخت امتحان تھا لیکن جس نے ابتداء سے مادرانہ شفقت کے ساتھ پرورش کی ہو۔ اور اپنا لخت دل سمجھکر کبھی جدا ہونے نہ دیا ہو اسکو اسمیں کبھی پس و پیش نہ تھا۔ حضرت سہیلہ نے دودھ پلایا اور اس طرح حضرت سالم حضرت ابوحذیفہ کے رضاعی فرزند ہو گئے لیکن ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ یہ سالم کے لئے مخصوص اجازت تھی ورنہ جوانی کی حالت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت سالم کو اسلام کے دربار سے اب تک صرف خاندانی شرف عطا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ موقع آتا ہے کہ اُن کو مذہبی امتیاز بخشا جاتا ہے۔

ہجرت کے موقع پر آنحضرت صلعم سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت مدینہ پہنچ گئی تھی اور قباء میں ایک مسجد کی بنیاد رکھکر آزادی کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت و پرستش کا فرض انجام دیتی تھی اس وقت تک جسقدر قرآن نازل ہو چکا تھا حضرت سالم اس کے حافظ تھے نیز ان کو خدا نے فطرت سے غیر معمولی حسن صوت و خوش الحانی کی نعمت بھی مرحمت ہوئی تھی اس لئے بارگاہ نبوت سے مسجد قبا کی امامت انکو عطا کی گئی۔ اور یہ وہ درجہ ہے جو ایک مسلم کی نگاہ میں انتہائے معراج کمال ہے رواداری اور مساوات کا کیسا مؤثر و حیرت انگیز نظارہ ہے کہ شرفاء و معززین کی ایک مقتدر جماعت (جس میں فاروق اعظم و ابوسلمہ بن عبدالاسد جیسے بلند پایہ و جلیل القدر حضرات شامل ہیں) شب و روز پنج وقتہ بارگاہ الٰہی میں جبہ سائی کیلئے اسطرح حاضر ہوتی ہے کہ ایک آزاد شدہ غلام اسکا امام و پیشوا ہے اور وہ اسکے ایک ایک اشارہ پر حرکت کر رہی ہے کیا تاریخ عالم میں ایسی مساوات و رواداری کی کوئی نظیر ہے؟ آج یورپ کی تہذیب و مساوات کے ادعائی زمانہ میں کسی سیاہ رنگ انسان کو کسی سپید رنگ کلیسا میں کلرجی کی خدمت بھی نہیں مل سکتی

وہ طبقۂ صحابہ میں فن قرأت کے امام سمجھے جاتے تھے آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے۔ کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو، ابن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے، خوش الحان اسقدر تھے کہ جب آیات قرآنی تلاوت فرماتے تو لوگوں پر ایک عام محویت طاری ہو جاتی اور آیندہ و روند ٹھٹھک کر سننے لگتے، ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے میں دیر ہوگئی آپ نے توقف کی وجہ پوچھی تو بولیں کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا۔ اُس کے سننے میں دیر ہوگئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ آنحضرت صلعم خود چادر سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لے آئے دیکھا تو سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہیں آپ نے خوش ہوکر فرمایا "خدا کا شکر ہے جس نے تمکو میری امت میں پیدا کیا۔"

وہ مسجد قباء کے مستقل امام مقرر ہوئے مہاجرین اولین جن میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی شامل تھے اکثر اُن کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے غرض قرآن کی برکت اور علم و فضل نے اُن کو غیر معمولی عظمت و شرف کا مالک بنایا حضرت عمر فاروق ان کی بیحد تعریف فرمایا کرتے یہاں تک کہ دم واپسیں کے وقت انہوں نے منصب خلافت کے متعلق وصیت فرمائی تو کہا، "اگر سالم موجود ہوتے تو اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ کے حوالہ نکرتا" خدا اس فقرہ کو غور سے پڑھو، خلافت کا وہ بار گراں جسکے لئے ایک طرف کسی غیر قریشی کے دست و بازو کافی نہ تھے اسکے لئے ایک آزاد شدہ غلام کی قوت کا انتخاب ہے۔

غزوۂ بدر، احد، خندق، اور عہد نبوی کی تمام اہم جنگوں میں غیر معمولی شجاعت اور جانبازی کے ساتھ وہ سرگرم کارزار ہوئے۔ عہد صدیقی میں یمامہ کی مہم پر بھیجے گئے۔ مہاجرین کا علم اُنکے ہاتھ میں تھا۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا اور کہا "ہمکو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے اس لئے ہم کسی دوسرے کو علمبردار بنائینگے" بولے "اگر میں بزدلی دکھاؤں تو سب سے بدبخت حامل قرآن ہوں" یہ کہکر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور درحقیقت انہوں نے اپنے کو بہترین حامل قرآن ثابت کیا، اثنائے جنگ میں دست راست قلم ہوا تو دست چپ نے قائم مقامی کی، وہ بھی شہید ہوا تو دونوں بازوؤں نے حلقہ کرکے لوائے توحید کو سینہ سے چمٹا دیا زبان پر یہ جاری تھا۔

وما محمد الا رسول وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر

"محمد صرف ایک رسول ہیں اور کتنے انبیاء ایسے ہیں جنکے ساتھ بہت سے علماء نے جہاد کیا ہے" .... مخمور ہ ہوکر گرے تو پوچھا "ابوحذیفہ کیا ہوئے؟" لوگوں نے کہا "شہید ہوئے" بولے "وہ کیا ہوا جس نے مجھ سے اندیشہ ظاہر کیا تھا؟" جواب دیا گیا، کہ وہ بھی شہید ہوئے۔ فرمایا مجھے ان دونوں کے درمیان دفن کرنا ... ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہارشنبہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۷ء نمبر ۱

ماہ صیام اور موجودہ مسلمان

روزوں کی علت غائی

رمضان المبارک بفضل خدا نصف سے زیادہ ختم ہوچکا ہے اور جس وقت یہ سطور ناظرین کرام کے زیر مطالعہ ہوں گی۔ اس وقت تک اس کا دو تہائی حصہ بھی گذر چکا ہوگا۔ اور ہم اس آخری عشرہ میں ہونگے جو اپنی فضیلت اور مدارج کے لحاظ سے پہلے دو عشروں سے بھی زیادہ ممتاز خصوصیت اور برکات کا جامع ہے +

اس دفعہ رمضان المبارک گو موسم کی تپش کے لحاظ سے بہ نسبت سال گذشتہ اپنے اندر ایک شدت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سی گوناگون برکات اپنے ساتھ لیکر آیا ہے۔ اور درحقیقت یہی وہ دن ہیں۔ جب روزوں کی اصل علت غائی پوری ہوتی ہے۔ اور وہ مقصد حاصل ہوتا ہے جس کے لئے کتب علیکم الصیام کا مبارک حکم نازل ہوا۔ کیا اسپر تم نے کبھی غور کیا کہ روزے کیوں ہم پر فرض کیے گئے اس کے لئے کسی پیچیدہ بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف تاریخ اسلام پر ایک نظر ڈال لینا کافی ہے۔ جب یہ حکم نازل ہوا +

سورۃ بقرہ جس میں روزوں کا یہ حکم ہے۔ مدنی سورت ہے۔ اور زمانہ کے لحاظ سے اس وقت نازل ہوئی ہے۔ جب اسلام اپنی غربت ومسکنت کی حالت سے نکل کر خدم وحشم اور مال ودولت سے بہت کچھ مالامال ہوچکا تھا۔ روزوں کا حکم بھی اس سورت کے اندر ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدائے حکیم نے کس حکمت کیساتھ اس ترتیب کو قائم کیا ہے جو نماز اور روزہ کی عبادات کی فرضیت کی تاریخوں میں ہے نماز اس وقت فرض ہوئی ہے۔ جب ابھی حضرت نبی کریم صلعم مکہ میں کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے۔ جس وقت کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ علانیہ خدائے واحد کا نام تک لے سکے۔ چہ جائیکہ پانچ وقت بلند آواز سے اس کی توحید کا ڈنکا بجا کر اور اس کے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر کے اسی خدا کے آگے سربسجود ہوں ایسے وقت میں نماز جیسی عبادت مسلمانوں پر فرض کی جاتی ہے۔ اور بظاہر خواہ مخواہ انہیں کفار کے مظالم کا شکار بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ جب مقصود عبادت ہی سے تھا تو روزہ بھی تو ایک عبادت تھی۔ اس سے بھی تو وہ ثمرات حاصل ہوسکتے تھے۔ جو نماز سے حاصل ہونے میں مقصد دونوں کا ایک ہی ہے۔ نماز کے لئے بھی فرمایا کہ الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر اور روزہ کے متعلق بھی یہی ارشاد ہوا۔ کہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ تو جب یہی تقوے جو نھی عن الفحشاء والمنکر کے مرادف ہے روزوں سے حاصل ہوسکتا تھا اور اس میں یہ ایک سہولت بھی تھی۔ کہ کسی کے دن بھر بھوکے پیاسے رہنے سے کسی دوسرے پر نہ تو کوئی اثر پڑتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کو معلوم بھی ہوسکتا ہے جس سے وہ ان مظالم پر آمادہ ہو۔ جو نماز کی وجہ سے مومنوں پر توڑے گئے۔ تو پھر کیوں اس ابتدائی حالت میں کم از کم ان مظالم سے غریب مسلمانوں کو بچانے کے لئے نماز کی جگہ روزوں کو مقرر نہ کیا گیا۔ اور روزوں کو پیچھے ڈال دیا گیا۔ یہ ایک سوال ہے۔ جس کے جواب میں درحقیقت اس اصل حقیقت اور علت غائی کا پتہ چلتا ہے جو روزوں کے احکام میں مضمر ہے +

روزہ کس بات کا نام ہے۔ کیا صرف اس کا نام روزہ ہے۔ کہ ہم سارا دن اپنے مونہوں کو کھانے اور پینے سے بند کئے رکھیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو فی الحقیقت ہم میں اور اس حیوان میں کوئی فرق نہیں جس کے منہ کو اس کے مالک نے مضبوط رسیوں سے صبح سے شام تک باندھ رکھا ہو۔ کیا دنیا میں ایسے حیوان نہیں جو صبح سے شام تک نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ پھر اگر صرف نہ کھانے اور نہ پینے کا نام ہی روزہ ہے۔ تو ہم بے شبہ کہ وہ حیوان روزہ دار ہیں۔ لیکن نہیں روزہ اس سے بڑھ کر حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ تو ان گوناگون اور جائز کھانے اور پینے۔ اور تعلقات زن وشوئی کے وابستہ ہیں۔ روزہ یہ نہیں کہ انسان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو۔ پینے کے لئے پانی نہ ہو۔ خواہشات نفسانی کو پورا کرنے یا حصول اولاد کے لئے عورت نہ ہو۔ اور ان سب چیزوں سے محروم ہونے کے باعث وہ روزہ دار کہلانے لگ جائے جبطرح سے اس شخص کا کسی ظالم کے ظلم کو معاف کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو اس ظالم کے بدلہ لینے کی قطعاً طاقت ہی اپنے اندر نہیں پاتا۔ ویسے ہی وہ شخص حقیقی طور پر روزہ دار کہلانے کا مستحق نہیں۔ جو بوجہ کھانے اور پینے اور جورو وغیرہ کے میسر نہ آنے کے ان سے محروم رہے۔ ہاں روزہ اپنے اصلی تحقیقی معنوں میں کہتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس کھانے کو بھی سب کچھ موجود ہے لذیذ سے لذیذ غذائیں اور عمدہ سے عمدہ روٹی اس کے پاس ہے پینے کو بھی اس شدید گرمی کے موسم میں ٹھنڈا پانی اس کو آسانی میسر آسکتا ہے۔ بلکہ اس کے پاس موجود ہے پھر ان چیزوں کے استعمال سے اسے کوئی روکنے والا بھی .... نہیں۔ ہاں وہ وقت بھی اسپر ہے۔ کہ وہ ایک حسین وماہ جبین نازنین کے پہلو میں بیٹھا ہے جو جائز طور پر اس کے نکاح میں ہے۔ اور اسے دقت پیش نہیں آسکتی کہ اس سے ہم آغوش ہو۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے وہ بچتا ہے اور ایک خدائے واحد کے حاضر وناظر ہونے پر ایمان لاکر ان سب چیزوں سے اجتناب کرنے میں ہی اپنی نجات دیکھتا ہے۔ یہ ہے روزہ کی اصل حقیقت۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ روزہ کا حکم ابتدا میں مکہ ہی کے اندر آنحضرت صلعم پر نازل نہیں ہوا کیونکہ اس وقت اسپر عامل ہونے کا چنداں فایدہ نہ تھا اس وقت تو مسلمانوں پر از حد مفلسی وبیکسی کی حالت طاری تھی۔ بعض وقت کئی کئی دنوں تک انہیں بھوکا اور پیاسا رہنا پڑتا تھا۔ عورتیں ان کی کھوئی جاچکی تھیں۔ پھر ایسی حالت میں اگر انہیں روزوں کا حکم ہوتا۔ تو گو اپنی اس حالت کے باعث وہ باسانی اسے نبھا سکتے تھے لیکن یہ ان کی اس مجبورانہ حالت کا اضطراری نقشہ ہوتا۔ جو مفلسی میں انسان کے اندر پایا جاتا ہے۔ اور جو ویسے اس حکم کے بغیر بھی ان کے اندر نظر آتا تھا۔ حقیقت میں یہ روزہ نہ ہوتا۔ اور نہ ہی اس اختیاری اجتناب کا نقشہ جو روزہ دار کے لئے ضروری ہے۔ اسی واسطے یہ حکم اس وقت اور ایسی حالت میں نازل ہوا جب اسلام پر عسرت بیکسی کی حالت بدل چکی تھی۔ اور وہ مفلسی کے گرد وغبار سے نکلکر فارغ البالی کی چاندنی میں چمکنے لگا۔ اس وقت جبکہ مال ودولت اور بہت سی عورتیں مسلمانوں کے لونڈی غلام بنکر سامنے آکھڑے ہوئے۔ انہیں حکم ہوتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ مومنو تم پر روزے فرض کئے گئے۔ جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض تھے۔ تاکہ تم تقوے اختیار کرو۔

یہ حکم کیوں ہوا؟

کیا اللہ تعالے کو یہی پسند ہے۔ کہ اس کے مومن بندے بھوکے اور پیاسے رہا کریں۔ کیا تقوے اسی میں ہے۔ کہ ہم اپنی جائز اور حلال بیویوں کے نزدیک نہ جائیں۔ ایسا کہنا تو یقیناً نعمائے الٰہی کی بے قدری میں داخل ہوگا۔ اور اللہ تعالے پر ایک خواہ مخواہ کا بہتان۔ لیکن بات اصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالے کو ہم سے اسلام کی راہ میں کچھ ایسے کام لینے منظور ہیں۔ جن میں ہوسکتا ہے۔ کہ بعض ایسے بھی مواقع پیش آجائیں کہ بھوک اور پیاس یا جورو فرزند اس کام میں حایل ہوں۔ ایک تو وہ محرمات ہیں۔ جن کا ویسے بھی ارتکاب جایز نہیں۔ چاہے روزہ ہو یا نہ ہو۔ اور ایک خاص وقت تک کے لئے حلال چیزوں کو بھی انسان کو اپنے اوپر حرام کرلینا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ اس سے بہت سے اشد نقصانات واقع ہونگے۔ شیخ سعدی رح نے بہت خوب کہا ہے۔

تنور شکم دمبدم تافتن
مصیبت بود روز نایافتن

یہ روز نایافتن ہر ایک مسلمان کو مدنظر رکھکر روزہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔ کوئی مفلسی وقلاشی کا وقت نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن ایک وقت وہ بھی ہے۔ کہ کوئی اہم مذہبی یا ملکی [illegible] دے رہا ہو کسی جنگی خدمت پر مامور ہے۔ اور صبح سے شام تک دشمن کے مقابلہ سے فراغت نہیں ہوسکتی۔ یا تبلیغ اسلام کے ضروری کام میں کسی ایسے موقع پر پہنچ گیا ہے۔ یا ایسے اسباب پیش آگئے ہیں کہ یہ ضروری حاجات پوری نہیں ہوسکیں تو ایسی حالت میں ایک پیٹو شخص جسے روزوں کی عادت نہ ہو۔ کہاں اس خدمت کو نبھا سکتا۔ اور اس کام کو سرانجام دے سکتا ہے +

اسلام ہمیں سکھانا چاہتا ہے کہ ایک دولتمند شخص جو اپنی دولت کے نشہ میں نہیں دیکھ سکتا کہ اس کے ایک فاقہ مست بھائی کس کسمپرسی میں کیا کیا دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اور اس تکلیف کو محسوس نہیں کرسکتا۔ جو فاقہ کشی کی حالت میں اسپر وارد ہوتی ہے۔ سو ہے بھی تمام دن فاقہ رہکر اس کا احساس ہو۔ اور اس غریب بھائی کی مدد کرے۔ فی الحقیقت امیر آدمیوں کو اپنی امارت میں غرباء کی مصائب کا علم بھی نہیں ہوتا۔ وہ انہیں وہم میں بھی نہیں لاسکتے۔ اور اس لئے ان کا روزہ رکھنا اس سے اشد ضروری ہے۔ کہ مفلس وقلاش شخص فاقہ کشی سے اور بھی نڈھال ہو۔

لیکن آہ آج اس کے برعکس یہ حالت ہے۔ کہ امیر تو روزوں کا نام بھی نہیں لیتے۔ اول تو انہیں پتہ بھی نہیں لگتا کہ رمضان کہاں آیا۔ اور کہاں گیا۔ اور اگر اس طرف توجہ بھی ہو۔ تو زیادہ سے زیادہ فدیہ دیدیا اور بس روزوں سے چھٹکارا حاصل ہوگیا۔ خدا رحم کرے۔ ان کوتاہ بین انسانوں پر۔ جو قرآن کریم کی آیات کی حسب مطلب تاویل کر کے اصل منشا کو ہی غتر بود کر دیتے ہیں بعض لوگوں کو اور کچھ نہیں تو علی الذین یطیقونہ کی آیت کے غلط معانی نے ہی سہارا دے رکھا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس آیت کے مطابق جسے فدیہ کی طاقت ہے۔ وہ خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے فدیہ دیدے اور روزہ اسے معاف۔ حالانکہ جیسا کہ اس سے پیشتر حضرت امیر ایدہ کے "نکات القرآن" سے بدلایل ثابت کیا جاچکا ہے۔ اس کے معنے یہ نہیں کہ اس کے خلاف روزہ کے ساتھ طاقت ہونے پر بھی فدیہ دینے کا یہاں حکم ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ سلب طاقت کے معنوں میں بوڑھے۔ اور دائم المریض۔ اور حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورتیں فدیہ دیکر روزہ سے معافی کی حقدار ہوسکتی ہیں۔ ورنہ اگر یہی منشا ہو۔ کہ باوجود طاقت ہونے کے روزہ نہ رکھے اور فدیہ دیدے تو اس سے تو روزہ کا فرض ہونا نہ ہونا برابر ہوگیا گویا وہ مقصدی فوت ہوجاتا ہے۔ جو اس کے اندر مضمر تھا کاش کوئی سمجھے اور غور کرے

"دل خوشکن مگر دور از کار"

ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ جو شخص کسی پر بہتان باندھتا ہے۔ وہ نہیں [illegible] خود اس بہتان کا شکار نہ ہوجائے [illegible] تجربہ شدہ حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے اس شخص کا ذکر کرنا غالباً بیجا نہ ہو جسے ہم مولوی ظفر علی خان کے مشہور ومعروف نام سے پیشتر ازیں کئی بار [illegible] معرف کرا چکے ہیں ابھی دو تین ہفتے ہوئے مولوی صاحب نے اپنے [illegible] ووکنگ کے اسلامی مشن کو بھی اس طرح طبع آزمائی سے [illegible] جاتا تھا۔ کہ مولوی صدر الدین صاحب کی "بی ٹی" کی ڈگری [illegible] "[illegible]" ہے جسکے معنے ہیں "تابع مہم" یعنے جسطرح سے [illegible] کثرت اشتہارات اور ارزاں معروف ہونے کے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ویسے ہی ووکنگ کے اسلامی مشن کا بھی صرف نام ہی نام ہے۔ اور کام کوئی نہیں۔ خدا کی شان ابھی اس بیہودہ خیال کو شائع ہوئے پورے تین ماہ کا عرصہ بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہی مولوی ظفر علی خان صاحب کے قلم سے ایک ایسی بات نکلتی ہے۔ جو خود ان کو بھی اس الزام کا مورد ٹھیراتی ہے۔ جو انہوں نے ووکنگ کے اسلامی مشن پر لگایا۔ ووکنگ کا اسلامی مشن تو بفضل خدا کامیاب ہو رہا ہے بلکہ کامیاب ہوچکا ہے۔ اور اس کی کامیابی آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر وباہر ہے۔ لیکن اس [illegible] کو کیا کیا جائے جسے خود مولوی ظفر علی خان صاحب نے اپنی [illegible] اغراض کیلئے فضائے ہوا میں تیار کیا۔ اور "زمیندار" کی شکل [illegible] کی گوبیلوں کی طرح اس کا اشتہار اس کثرت سے دیا گیا۔ کہ تمام دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوگیا۔ گویا یہی ایک چیز مولوی صاحب کا اوڑھنا اور بچھونا تھی .... [illegible] اسی کی خاطر انہیں اپنی آزادی کو بھی کھو دینا پڑا۔ اور وہ گورنمنٹ کے بھی مورد عتاب ٹھیرے۔ لیکن آہ! وہی قصر سیاست کہ جس کی رفیع الشان برجیاں اپنے دلفریب انداز میں ایک وقت کہنے کو آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ آج خود مولوی صاحب کے ہاتھوں سے بے طرح مسمار ہوتا ہے۔ اور "دور از کار" کے فتوے کے نیچے آکر اپنے اصلی [illegible] معنوں میں بے حقیقت۔ اور بے چیز ٹھیرتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں مولوی صاحب نے "ستارہ صبح" کو ہفتہ وار سے "روزنامہ" بنانے کے متعلق اعلان اخبارات میں چھپوایا ہے اسمیں اپنی سابقہ عادت کے خلاف لیکن اپنی سنہری [illegible] ردیلی اغراض کی خاطر اپنے سابقہ تعمیر کردہ قصر کو یکسر بالکل منہدم کردیا ہے کہ "سیاسیات کی دل خوشکن مگر دور از کار مباحث سے اس روزنامہ کو تعلق نہ رہیگا"

جلد ۵ | مقام اشاعت بیت المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۱۷ء | نمبر ۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

اصلاح نفس کا سچا ذریعہ

فرمایا یاد رکھو۔ اصلاح نفس کے لئے نری تجویزوں اور تدبیروں سے کچھ نہیں ہوتا ہے جو شخص نری تدبیروں پر رہتا ہے وہ نامراد اور ناکام رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی تدبیروں اور تجویزوں ہی کو خدا سمجھتا ہے اسواسطے وہ فضل اور فیض جو گناہوں ظلماتوں پر موت وارد کرتا ہے اور بدیوں سے بچنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی قوت بخشتا ہے وہ انہیں نہیں ملتا کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے آتا ہے جو تدبیروں کا غلام نہیں تھا انسانی تدبیروں اور تجویزوں کی ناکامی کی مثال خود خدا تعالےٰ نے دکھائی ہے یہودیوں کو توریت کیلئے کہا کہ اس میں تحریف تبدیل نہ کرنا۔ اور بڑی بڑی تاکیدیں اس کی حفاظت کی ان کو کی گئیں لیکن کمبخت یہودیوں نے تحریف کر دی اسکے بالمقابل مسلمانوں کو کہا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم نے اس قرآن مجید کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں پھر دیکھ لو کہ اس نے کیسی حفاظت فرمائی ایک لفظ اور نقطہ تک پس و پیش نہ ہوا۔ اور کوئی ایسا نہ کر سکا کہ اس میں تحریف تبدیل کرتا۔

صاف ظاہر ہے کہ جو کام خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ بڑا ہی بابرکت ہوتا ہے۔ اور جو انسان کے اپنے ہاتھ سے ہو وہ بابرکت نہیں ہو سکتا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب تک خدا کا فضل اور اسی کے ہاتھ سے نہ ہو تو کچھ نہیں ہوتا پس محض اپنی سعی اور کوشش سے طہارت نفس پیدا ہو جاوے۔ یہ خیال باطل ہے لیکن اسکے یہ معنے نہیں ہیں کہ پھر انسان کوشش نہ کرے اور مجاہدہ نہ کرے۔ نہیں بلکہ کوشش اور مجاہدہ ضروری ہے اور سعی کرنا فرض ہے۔ خدا تعالےٰ کا فضل سچی محنت اور کوشش کو ضایع نہیں کرتا اس واسطے ان تمام تدابیر اور مساعی کو چھوڑنا نہیں چاہئے جو اصلاح نفس کے لئے ضروری ہیں مگر یہ تجاویز اور تدابیر اپنے نفس اور خیال سے پیدا کی ہوئی نہیں ہونی چاہئیں بلکہ ان تدابیر کو اختیار کرنا چاہئے جن کو خود اللہ تعالےٰ نے بیان کیا ہے اور جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھائی ہیں آپ کے قدم پر قدم مارو اور پھر دعاؤں سے کام لو تم ناپاکی کے کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہو مگر خدا تعالےٰ کے فضل کے بغیر صرف تدبیروں سے صاف چشمہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ جو طہارت کا موجب ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خدا تعالےٰ کو چھوڑتے ہیں اور اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتے ہیں وہ احتیاطیں کرتے کرتے خود مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں اسواسطے کہ خدا کا فضل ان کے ساتھ نہیں ہوتا اور ان کی دستگیری نہیں کی جاتی۔ خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر اپنی تجویز اور خیال سے اگر کوئی اصلاح نفس کرنیکا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے۔

اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالےٰ نے یہ بتائی ہے کونوا مع الصادقین یعنی جو لوگ قولی فعلی عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ یعنی ایمان والو تقوی اللہ اختیار کو کونوا مع الصادقین کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟ اس سے کہنا چاہئے کہ ہاں تو کریگا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاویگا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے اسی طرح جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئیگا کہ وہ ضرور پیئیگا +

پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اصلاح نفس کیلئے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک دن نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائیگا ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف اسی صحبت کے نہ ہونیکی وجہ سے محروم رہ گئے اگر وہ ہمارے پاس آکر رہتے ہماری باتیں سنتے تو ایک وقت آجاتا کہ اللہ تعالیٰ انکو انکی غلطیوں پر متنبہ کر دیتا اور وہ حق کو پالیتے۔ لیکن اب چونکہ اس صحبت سے محروم ہیں اور انہوں نے ہماری باتیں سننے کا موقعہ کھو دیا ہے۔ اس لئے کبھی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ دہریے ہیں شراب پیتے ہیں زانی ہیں اور کبھی لیتھام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ صحبت نہیں اور یہ قہر الٰہی ہے۔ کہ صحبت نہ ہو لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپکے پاس پاس آنیکا موقع ملا۔ اور انہوں نے آنحضرت صلعم کی باتیں سنیں۔ تو انہیں سے صد ہا مسلمان ہو گئے جبتک انہوں نے آنحضرت صلعم کی باتیں نہ سنی تھیں انمیں اور آنحضرت صلعم کے درمیان ایک دیوار حایل تھی۔ جو آپ کے حسن و جمال پر انکو اطلاع نہ پانے دیتی تھی۔ اور جیسا دوسرے لوگ کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہدیتے تھے۔ اور ان فیوض برکات سے بے نصیب تھے جو آپ لیکر آئے تھے اس لئے کہ دور رہتے تھے۔ لیکن جب وہ حجاب اٹھ گیا اور پاس آکر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے اسی طرح بہتوں کی بدنصیبی کا اب بھی باعث ہے ان سے پوچھا جاوے کہ تم نے انکے دعوے اور دلایل کو کہاں تک سمجھا ہے تو بجز چند بہتانوں اور افتراؤں کے کچھ نہیں کہتے جو بعض مفتری سنا دیتے ہیں اور وہ آنکھ بند کر کے مان لیتے ہیں اور خود کوشش نہیں کرتے کہ یہاں آکر خود تحقیق کریں اور ہماری صحبت میں رہکر دیکھیں۔ پس ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حق کو نہیں پا سکتے لیکن اگر وہ تقوے سے کام لیتے تو کوئی گناہ نہ تھا۔ اگر ہم سے ملتے جلتے رہتے اور ہماری باتیں سنتے رہتے ہیں عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی تو ملتے ہیں اور انکی باتیں سنتے ہیں اور ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں پھر کونسا امر مانع تھا جو ہمارے پاس آنے سے پرہیز کیا۔

غرض یہ بڑی ہی بدنصیبی ہے اور انسان اسکے سبب محروم ہو جاتا ہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کونوا مع الصادقین اس میں ...

کلام بسمل

ہمارے دوست جناب بسمل نے جو کبھی کبھی "وجدانی" کے نام سے پیغام صلح کے صفحات کو اپنی نتائج قلم سے زینت دیا کرتے ہیں۔ اپنا ایک تازہ کلام "نظم" کی صورت میں مرحمت فرمایا ہے۔ جسے ضیافت طبع ناظرین کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

تری ذرہ نوازی کا اثر یا رب کہاں تک ہے،
کہ ذروں کا تصرف بھی زمیں سے آسماں تک ہے

مری دلبستگی دنیا سے نیرنگ جہاں تک ہے
ہوس تو دیکھئیگا؟ آرزوئی ہیں کہاں تک ہے

ذرا چشم حقیقت بیں سے دیکھ افتادگی تو بھی
کہ رنگ ارتقا حاوی غبار ناتواں تک ہے

دیگر

عش نہ کرنا تھا تجھے طور پہ جل مرنا تھا
حوصلہ دیکھ لیا موسئے عمراں تیرا

اخبار احمدیہ

مسجد احمدیہ میں حسب دستور سابق رمضان المبارک میں حافظ فضل احمد صاحب نماز عشا کے بعد آٹھ رکعت نماز وتر پڑھاتے اور قرآن کریم سناتے ہیں۔ اس وقت ۲۵ پارے ختم ہو چکے ہیں +

جناب مرزا خدا بخش صاحب کوٹ موکھل کرائم پیشہ آبادی کو سدھانے کے کام پر بحیثیت سپرنٹنڈنٹ عارضی طور پر لگائے گئے ہیں +

آریوں کے جلسے کے بعد لاہور میں محمودیوں کی طرف سے بھی ایک جلسہ انکے جواب کیلئے منعقد ہوا جسمیں رد تناسخ اور اسلام اور آریہ سماج پر میر قاسم علی کے لیکچر ہوئے ان دونوں لیکچروں میں مولوی عبد الحق صاحب نے بھی وید منتروں کے جادو سے آریوں کے طلسم کو پاش پاش کیا۔ پہلے دن جب ایک آریہ نے ایک منتر پڑھکر وید سے تناسخ کو ثابت کرنا چاہا تو آپ نے اسپر معقول جرح کی اور ثابت کیا کہ اول وہ وید منتر نہیں دوسرے اسکے وہ معنے نہیں جو آریہ کرتے ہیں۔ دوسرے دن ایک سناتنی کے جواب میں آپ نے وید کے صاف منتروں کو پڑھکر بتایا کہ سناتنیوں کا اصل مذہب ویدانت اور ہمہ اوست ہے۔ پس جب سب کچھ خدا ہے تو یہ خدا ہی ہے جو تناسخ کے چکر ان کے نزدیک کاٹ رہا ہے اور ہر ایک پلیدی کی جون میں بھی جاتا ہے۔ لیکن افسوس انکا اس سناتنی مہاشہ نے کوئی جواب نہ دیا +

یا این چکانہ نہ سواسیہ دیدہ با این ددرش ہیر ر کنو تسمائے
سا نا تر یونا پرایو یوانسر کہیر جا ہر ٹی ما دولیش

(ترجمہ) جو اسکو بنا تا ہے وہ اسکو نہیں جانتا جو اسکو دیکھتا ہے وہ اس سے الگ ہی ہے وہ ماتا کی شرمگاہ میں لپٹا ہوا بہت طرح سے پیدا ہوتا ہوا نرتی (زمین جو چلتی نہیں۔ حرکت نہیں کرتی، ساکن ہے) میں داخل ہوتا ہے۔

یہاں لفظ نرتی زمین کے لئے آیا ہے جسکے معنے ساکن کے ہیں دیکھو نرکت ادھیائے ۲ کھنڈ ۷۔

" نرتی نرمنات" نرتی اسکو کہتے ہیں جو حرکت نہ کرے اور نہ چلے جو ساکن ہو۔

نگھنٹو ا۔ نرتی پرتھوی نام۔ نرتی یہ زمین کا نام ہے۔

زمین گردش نہیں کرتی

رگوید منڈل ۱۰ اسوکت ۱۲۱ منتر ۵ ییں دیو ز لرا پرتھوی چے درڑھا یین سود ستبھتم یین ناکہ یو انتر یکھشے رجسو ومانہ کسمئی دیوائے ہویشا ودھیم "جس سے آسمان آبی اور زمین جنبش نہ کرنیوالی جس سے نظام شمسی اور جس سورگ لوک (جنت) قائم جو خلا میں پانی کا ناپنے والا ہے کس دیوتا کے لئے ہم نذر نیاز دیں"۔

اس منتر سے زمین کا جنبش نہ کرنے والی ہونا ثابت ہے ایسے صاف منتروں کی موجودگی میں زمین کو گردش کرنے والی کہنا سوامی جی ہی کا کام ہے۔

الیشور جی مہاراج کا لسیان کہئے یا مزید احتیاط کہ انہوں نے اس منتر کو دوبارہ یجروید میں بھی دُہرایا ہے ۔۔۔ سوامی جی کے تیسرے منتر کے مقابل زمین کی گردش کے خلاف۔ تیسرا منتر دیکھو۔ یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۴۳ - آکرشنین رجسا آ ورتما نو نیشین نہ امرتم مرتیم ہرنیین سویتا رتھین دیوو یاتی بھوونانی پشیین - (ترجمہ) سورج دیوتا سنہری رتھ (بیلگاڑی) میں رونق افروز ہو کر تاریک خلا میں لافانی (دیوتا) اور فانی (انسانوں) کو اپنے اپنے کام میں لگاتا اور تمام ممالک کو دیکھتا آتا ہے۔

اس وید منتر سے صاف طور پر سورج کا ملکوں کو دیکھتے زمین کے اردگرد رتھ میں سوار ہو کر پھرنا ثابت ہے۔

اس وید منتر کو دیکھکر زمین کو چکر میں لانیوالے آئندہ کے لئے کان پکڑیں اور کبھی زمین کی گردش کا نام نہ لیں۔

ایک اور منتر:- یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۱۰:-
سوریہ ایکاکی چرتی چندرما جائتے پنہ - اگنر ہمسیہ بھیشجم بھومر مہا ویپنم مہت۔

(ترجمہ)- سورج اکیلا چلتا ہے چاند بار بار پیدا ہوتا ہے۔ سردی کا علاج آگ ہے۔ زمین زراعت کا بڑا کھیت ہے۔

جناب الیشور کی منفار بلاغت نے جن لاجواب سوالوں کا حل اس منتر میں فرمایا ہے وہ انہی کی امرج الیشوری کے شایان شان تھا۔ مگر اس میں سوامی وگیان بھکشو کے لئے ایک درس لطیف ہے اور وہ یہ کہ سورج اکیلا چلتا ہے۔

رگوید منڈل اسوکت ۲۴ منتر ۸ میں فرمایا:- اُرم ہی را جا ورونشچکار سوریائے پنتھام نو بنوا اُد ایدو یا دا پرتی دھاتوا کرد اپوکتا ہردیا ودھنچتا۔ (ترجمہ) ورن راجانے درحقیقت سورج کے رستے کو کشادہ کر دیا ہے جس پر سے آفتاب اپنا روزانہ دَورہ پورا کرتا ہے۔ ایک بے راہ رستہ میدان میں راہ طے کرنے کو رستہ بنا دیا ہے ایسا ہو کہ وہ سب دل دکھانیوالوں کو دفع کرے"۔

اس منتر سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ سورج زمین کے گرد دَورہ کرتا ہے۔ زمین کی گردش کے خلاف اور سورج کی گردش کے ثبوت میں اس قدر منتر ہیں کہ اگر میں ان سب کو نقل کروں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے فی الحال میں زمین کے سکون کے ثبوت میں خود سوامی دیانند جی کا ہی ایک حوالہ پیش کر کے بحث تمام کرتا ہوں۔

دھرِوا دیوُ دھرُوا پرتھوی دھرُوم وشوم ادم جگت دھرُواسہ پروتا امے دھرُوا استری پتی کلے ایَم

(ترجمہ) جیسے ساکن آسمان، ساکن زمین، ساکن یہ سب جہان اور ساکن پہاڑ ہیں ویسے یہ عورت خاوند کے قبیلے میں ٹھہری رہے سنسکار ودھی مؤلفہ دیانند بار دوم صفحہ ۱۲۹۔

ویدوں سے اس قدر تو زمین کے ساکن ہونے کے بارے میں سن چکے ہو اور آئندہ اگر ضرورت ہوئی تو سنائیں گے۔

ع - سنائیں گے ہم تم کو یہ داستاں پھر بھی

خاکسار- عبدالحق ودیارتھی -- (باقی)

تصدیق المسیح

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک ثبوت

سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قائم ہوئے آج نصف صدی کے قریب زمانہ ہوگیا ہے۔ اسقدر عرصہ میں کسقدر دلائل و براہین اور زبردست ثبوتوں سے سلسلہ کی صداقت کو ثابت کیا گیا اور سب سے بڑھکر خود اس سلسلہ کا اس قدر لمبے عرصہ تک دنیا میں قائم رہنا روز افزوں ترقی کرتے چلے جانا اس بات کا زبردست نشان ہے کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس کا مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ربانی انسان تھا جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح ومہدی ہو کر آیا۔ ورنہ خدا تعالیٰ کاذب کو کبھی اتنی لمبی مہلت نہیں دیتا۔ نہ اس کا یہ قانون ہے کہ جو شخص صریحاً اسپر ایک بہتان باندھے اور کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور درحقیقت وہ خدا کی طرف سے نہ ہو۔ وہ کبھی کامیاب اور کامگار ہوسکتا ہے ہمیشہ وہی لوگ اسکی درگاہ میں پھل پاتے اور اسکے حکم سے کامیاب ہوتے ہیں جو خاص اُسکے حکم کے ماتحت کھڑے ہوں نہ کہ خود بخود۔ ایسے لوگوں کی چاہے دنیا کتنی ہی مخالف کیوں نہ ہو۔ وہ کامیاب ہوتے اور ان کا سلسلہ دن بدن ترقی پکڑتا ہے۔

کاروبارِ صادقاں ہرگز نماند ناتمام

لیکن باوجود ان زبردست دلائل اور اس روز افزوں ترقی کے وہ لوگ جنکی قسمت میں ازل سے شقاوت قلبی لکھی ہے اور جنہوں نے اسی کو اپنا مقصد ومدعا ٹھیرالیا ہے کہ راستبازوں کے منہ آتے رہیں اس آفتاب نصف النہار سے آنکھیں بند کئے ہوئے جب کبھی میدان مقابلہ میں آتے ہیں اور حامیان حق سے بحث ومباحثہ ۔۔۔ کی نوبت آتی ہے تو وہ اصولی طور پر اس مامور من اللہ کی صداقت پر روشنی ڈالنے والی ہیں۔ اکثر متشابہات کے پیچھے لگ جایا کرتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ متشابہات میں عموماً انسان کو غلطیاں لگ جایا کرتی ہیں اور وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا اسفل سافلین میں گرتا ہے۔

باوجود اس دعویٰ ہمہ دانی اور ۔۔۔ فضیلت کے جو مولوی ثناء اللہ کو بزعم خود ہے۔ اور جسکے زعم میں وہ اپنے اخبار اہلحدیث کی ہر ایک پرچہ میں سلسلہ عالیہ پر لے دے کرتا رہتا ہے۔ مولوی مذکور کا یہ طرز عمل ایک لاتبدیل قانون کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ وہ کبھی اصولی طور پر کسی اصل پر ہو کر بحث نہیں کریگا بلکہ ہمیشہ ان متشابہات کے پیچھے جائیگا جو پیشگوئیوں وغیرہ سے متعلق ہے۔ اگرچہ ان پیشگوئیوں میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے خلاف ہو۔ مگر پھر بھی چونکہ بعض دقت ظاہر الفاظ سے مخالف اپنے حسب منشا مطلب اخذ کر کے عوام کو دھوکا دیسکتا ہے۔ اسلئے اپنی بات بنانے اور آسانی کے ساتھ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے لئے یہی راہ زیادہ پسند کر رکھی ہے کہ ان پیشگوئیوں کے ظاہر اور عام فہم معنوں پر حصر کر کے ان پر استہزا کیا کرے" آتھم والی پیشگوئی" نکاح والی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں جن پر اُسے استہزا کا موقعہ ملسکتا ہو اور یہی اکثر اس کے زیر نظر رہتی ہیں یا بعض ایسے واقعات جن کا کچھ بھی تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کے ساتھ نہیں اور جن سے وہی استہزا کا مطلب پورا ہوسکتا ہے۔ مجال ہے کہ نظر سے کہیں اوجھل ہو جائیں لیکن وہ چیز جس کا تعلق دعاوی سے ہے وہ اصل دلائل جو اس مامور من اللہ کے دعاوی کو محکم طور پر سچا کرنیوالی ہیں کبھی اس کے نزدیک سے بھی ہو کر نہیں پھٹک سکتیں۔ ابھی حال ہی میں ڈیرہ غازیخان میں مولوی ثناء اللہ کے لیکچر پر حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے (حسب روایت اہلحدیث) جب پیشگوئیوں کی طرف جانے کے بجائے وفات مسیح اور دعاوی مسیح موعود پر بحث کرنے کو کہا تو اس نے انہیں یہ کہکر ٹالدیا۔ کہ وفات مسیح کا تعلق مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے سے نہیں۔ اور اسکو سب سے پہلے سرسید احمد خان علیگڈھی نے مانا ہے۔ مرزا صاحب کی خصوصیت نہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب کے دعاوی کی بنا ہی اسپر ہے۔ کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں جو شخص مسیح کو فوت شدہ نہیں مانتا وہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا کب قائل ہوسکتا ہے۔ وہ تو اسی پہلے مسیح کا منتظر ہوگا۔ ہاں پہلے اس مسیح کو فوت شدہ تسلیم کرو۔ تو پھر اس بات

مرزا صاحب کے وجود میں آیا پورا ہوا یا نہیں۔ باقی یہ کہدینے سے کہ سرسید احمد خان نے بھی وفات مسیح کو مانا ہے اصل بات سے چھٹکارا نہیں ہوجاتا۔ کسی ایک شخص کے مان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت مسیح موعود نے بھی یہ خیال اُس سے لیا ہے۔ سرسید احمد اور حضرت مسیح موعود نے خیالات میں تو زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہاں تو بعد المشرقین کا واقعہ ہوا۔ سرسید کے خیال کی بنا قرآن کریم نہیں۔ بلکہ موجودہ فلسفہ وسائنس ہے۔ وہ پہلے فلسفہ وسائنس کو اپنا پیش امام بناتے ہیں اور بعدہٗ اس کی بنا پر ایک خیال قائم کر لیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے جو وفات مسیح کا اعلان کیا۔ آپکو جو اس بات کا خیال پیدا ہوا تو ارشاد خداوندی کے ماتحت۔ اور اسی ارشاد پر آپ نے قرآن کریم پر توجہ کی۔ تو وہ زبردست دلائل آپ کو اسکی تائید میں ملے۔ کہ جن کا قطعاً کوئی جواب آجتک کسی مخالف سے بن نہیں آیا۔ ان دلائل سے اغماض کرنا اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں انہیں ٹال جانا خود اپنے بطلان اور اس مامور من اللہ کی صداقت کا ثبوت دیتا ہے۔ آخر کیوں مولوی ثناء اللہ اور اُن کے دوسرے ہم خیال علانیہ ان دلائل کو رد کر کے حیات مسیح کو ثابت نہیں کرتے یا کم از کم اپنے اس خیال کا اظہار نہیں کرتے کہ مسیح علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر تشریف لیگئے۔ اور اس وقت سے اب تک الآن کما کان وہاں زندہ وبرقرار موجود ہیں اور پھر دوبارہ اسی جسم کے ساتھ نازل ہونگے۔ کسی کا اس طرف سے سکوت اختیار کر کے اپنا پہلو بچا لینا خود ان دلائل کی صحت پر مہر لگاتا ہے جو اس دعویٰ کی کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں تائید میں دیئے گئے۔ کیوں مولوی ثناء اللہ صاحب کھلے طور پر اس بات کا اعلان نہیں کرتے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو زندہ تسلیم کرتے ہیں اور اس پر بحث کے لئے اپنے اخبار کے کالموں کو نہیں کھولتے۔ کیوں ان دلائل صداقت کو دیکھکر جو حضرت مسیح موعود کی تائید میں معقولی ومنقولی طور پر دیئے گئے۔ اور اس کے ساتھ زمین وآسمان نے بھی اپنے تائیدی نشانات سے آپکی صداقت پر مُہر لگا دی وہ خاموش ہیں اور ان کی تردید میں انہیں قلم اُٹھانے کی ذرا بھر توفیق نہیں۔ بلکہ جب کبھی لکھتے ہیں بعض پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ پر تمسخر اُڑا کر بس رہ جاتے ہیں بات اصل یہ ہے کہ دل خود اندر سے ان دلائل سے کھائے گئے ہیں۔ اور اسکو نہیں مانتے کہ ان کی تردید ہو۔ زبان بے شک دوسرے پہلوؤں سے انکار کرتی چلی جائے۔ لیکن دل اصل باتوں سے انکار نہیں کرسکتے۔ گو شرارت سے بھرے ہوئے ہونے کے باعث زبان کے لئے انکار کے محرک ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارا ارادہ ہے کہ ان سب دلائل پر ایک ایک کر کے اپنی آئندہ اشاعتوں میں غور کریں اور ان سب کا "مولوی فاضل" اور اس کے دوسرے ہمنواؤں سے جواب طلب کریں۔ لیکن پیشتر اسکے کہ ان اصولی مباحث کی طرف قدم اُٹھایا جائے۔ ان لوگوں کی شرارتوں اور خلاف بیانیوں کو آشکارا کرنے کے لئے ان موٹی باتوں اور پیشگوئیوں وغیرہ پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالیں گے۔ جن پر ہمیشہ ان کی زبان قلم اعتراض رہا کرتی ہیں۔ ان سب پر ہم آئندہ اشاعتوں میں ایک ایک کر کے غور اور بحث کریں گے اور دیکھینگے کہ مولوی فاضل باایں ہمہ فضیلت کہاں تک ان کے جوابات سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔

نعت

(از سید محمود اختر احمدی آف میرٹھ)

کاش جانے کا مدینہ کو بھی ساماں ہوتا ۔ یا الٰہی کبھی پورا مرا ارماں ہوتا
ساری دنیا کے لئے بنکے جو رحمت آیا ۔ اُس رسولِ عربی کا میں ثناخواں ہوتا
یا ہی کعبۂ مقصود مجھے مل جاتا ۔ در اقدس کا جو میں آپکے دربان ہوتا
وہیں صحرا میں کہیں خاک اُڑاتا پھرتا ۔ آپؐ کی زلف پریشاں کا پریشاں ہوتا
وہیں مرجاتا پہنچکر میں خوشی کے مارے ۔ ملک الموت کا سر پر مرے احساں ہوتا
وہیں ہوتا جو مرا گور وکفن قسمت سے ۔ زندہ رہنے سے بھی مرنا مجھے آساں ہوتا
حشر میں آپ سفارش مری حق سے کرتی
اور میں اپنے گناہوں سے پشیماں ہوتا
ایسے دجال کے فتنہ میں نہ آتا جو مسیح
کوئی اسلام میں پورا نہ مسلماں ہوتا
ہے یہ مدت سے تمنائے دلی اختر کی

سراب نبوت

(سواد اعظم کے ایک مسلمان کے قلم سے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

علاوہ بریں یہ عذر کہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے رسول کریم صلعم کا کمال فیضان ثابت ہوتا ہے محض تولیت سے ایسا ہی کورا ہے۔ حضور صلعم آسمان رسالت کے مہر منیر ہیں اور بمصداق آفتاب آمد دلیل آفتاب آنحضور کو کسی خارجی ثبوت کی احتیاج نہیں۔ تو پھر کیا ضرور ہے کہ آفتاب میں گرمی ثابت کرنے کی خاطر دھوپ کھا کر تپ چڑھا لی جائے؟ اگر خیر الوریٰ کے اثبات فیضان کے لئے مرزا صاحب کو نبی ماننا ضروری ہے تو پھر غریب عیسائیوں کا کیا گناہ؟ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ظہور الوہیت کیلئے حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ باور نہیں تو اپنے عقائد کے فوٹو سے اُن کے عقائد کی تصویر ملا کر دیکھ لو۔ جو آپ کے روبرو پہلو بہ پہلو حاضر ہیں۔ خط و خال ایک ہی ہیں اختلاف صرف رنگت میں ہے۔ وہاں نبی کو خدائی کا رتبہ دیا گیا ہے اور یہاں امتی کو نبی کا۔

صدائے خلیفہ

میرا اور تمام ان احمدیوں کا جو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ صحیح تعلق رکھتے ہیں اور خود حضرت مسیح موعود کا ہرگز ہرگز کبھی یہ مذہب نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آ سکتا ہے جو قرآن کریم کو منسوخ کرے یا اُسکے بعض احکام پر خط نسخ کھینچ دے۔ بلکہ ہم ایسے شخص کو جو اب قرآن کریم کے نئی شریعت لانیکا مدعی ہے یعنی اسے کذاب خیال کرتے ہیں۔ بعد قرآن کریم کے کوئی اور شریعت نہیں۔ پورے طور پر اسے منسوخ کرنے والی نہ اُسکے کسی حصہ کو منسوخ کرنے والی۔ قرآن کریم کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی کوئی شخص بدل نہیں سکتا نہ اسکی زیر و زبر میں تغیر کر سکتا ہے چہ جائیکہ اسکے بعض احکام کو بدل دے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی صاحب کمال نہیں گذرا۔ پس جب ہم کسی شخص کو آپ کی امت میں سے نبی کہتے ہیں تو اُس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ وہ شخص آپ کے غلاموں میں سے سب سے زیادہ فرمانبردار غلام ہے۔ اسکا نبی ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کمال کو پہنچ گیا پس اس قسم کے نبی مانتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں کرتے بلکہ آپ کے درجہ کی بلندی کا اظہار کرتے ہیں۔

نادان انسان ہمپر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلعم کی ہتک کرتے ہیں اُسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اُسے اس محبت پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

[illegible]

ہمارا آقا نہایت زبردست طاقتیں رکھتا تھا اور وہ یا رتبہ رکھتا تھا کہ اس کی قوت قدسیہ سے ایک نبی کا پیدا ہونا عجیب نہیں۔ اسکا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے اس نے [illegible]

لی۔ گو بروزی طور پر نہ کسی اور کو بروزی طور کی نبوت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ اگرچہ بلحاظ منصب نبوت مسیح موعود بھی ویسے ہی نبی ہیں۔ جیسے آپ کا آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

بلکہ اس عقیدہ میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئیگا اس کا مطلب یہ ہے کہ فیضان ناقص اور آپ کی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر چلکر انسان کمالات نبوت نہیں پا سکتا۔ اور آپ کی قوت قدسی ایک نبی بھی نہیں بنا سکتی۔

ندائے بشپ

میرا اور تمام ان عیسائیوں کا جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ صحیح تعلق رکھتے ہیں اور خود حضرت عیسےٰ کا ہرگز ہرگز کبھی یہ مذہب نہیں کہ خداوند خدا کے علاوہ کوئی ایسا خدا ہو سکتا ہے جو قوانین الٰہی کو منسوخ کرے یا اُسکے بعض قانونوں پر خط نسخ کھینچ دے۔ بلکہ ہم ایسے خدا کو جو بعد فطرت اللہ کے نیا قانون بنانیکا مدعی ہے یعنی اسے کذاب خیال کرتے ہیں بعد فطرت اللہ کوئی اور نیچر نہیں پورے طور پر اسے منسوخ کرنیوالی نہ اسکے کسی حصہ کو منسوخ کرنیوالی۔ کتاب فطرت کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی چھوٹا خدا نہیں بدل سکتا۔ نہ اس کی زیر و زبر میں تغیر کر سکتا ہے۔ چہ جائیکہ اُس کے بعض احکام کو بدل دے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ خداوند خدا سے بڑھکر کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ پس جب ہم ابن آدم کو اُسکی مخلوق میں سے خدا کہتے ہیں تو اُسکے دوسرے معنے یہ ہیں کہ کنواری کا بیٹا اُسکی مخلوق میں سب سے زیادہ برگزیدہ بندہ ہے اُسکا خدا ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خداوند خدا کی رضا سے کمال کو پہنچ گیا۔ پس اس قسم کے خدا ماننے میں ہم خدائے ذو الجلال کی کسر شان نہیں کرتے بلکہ اُسکی قدرت کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔

نادان انسان ہمپر الزام لگاتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کو خدا مانکر گویا ہم وحدہٗ لا شریک سے شرک کرتے ہیں۔ اُسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اُسے اس محبت پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل [illegible]

[illegible]

مسیحا کو جو ہیں خدا مانتا ہوں
خدا کو خدا جانے کیا جانتا ہوں

ہمارا مالک نہایت زبردست طاقتیں رکھتا ہے وہ ایسی قدرت رکھتا ہے کہ اُسکی قوت سے ایک خدا کا پیدا ہو جانا عجیب کی جگہ نہیں کیونکہ اسکا نام آسمان پر [illegible]

ہیں کہ خدا کی خدائی آخر خدا ہی کو ملی گو وراثت کے طور پر کسی غیر کو رعیتی طور کی الوہیت سے توحید کی مہر نہیں ٹوٹتی اگرچہ بلحاظ منصب الوہیت عیسےٰ مسیح بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا اُسکا باپ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ۔

بلکہ اس عقیدہ میں قادر مطلق کی ہتک ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ اُسکے علاوہ کوئی اور خدا ہی نہیں ہوگا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت ناقص اور اس کی خالقیت کمزور ہے کہ اس کی بادشاہت میں داخل ہو کر انسان کمال الوہیت نہیں پا سکتا۔ اور اس کی قدرت اعلےٰ ایک بھی خدا خلق کرنے پر قادر نہیں۔

بالفرض اگر قال اللہ سے نتائج کے استخراج کا یہی طریق ہے جو میاں صاحب نے اختیار فرمایا ہے تو پھر بلا تامل کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت مسیح کی الوہیت سے زیادہ دلفریب ہے کیونکہ ان کی نبوت کے لئے تو آیات کی تاویل رکیکہ کا دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ اور مسیح کے حق میں بالتصریح وارد ہے۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ یعنے میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت کے مثل پیدا کرتا ہوں پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے۔

بالآخر مجھے اعتراف ہے کہ مرزا صاحب کی تحریروں کے تمام حوالے مندرجہ مضمون ہذا میری دیدہ ریزی کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ کلہم جناب مولوی محمد علی صاحب کی عرقریزی کے مشکور ہیں۔ میں جناب میاں صاحب کے رشحات قلم کا بھی ممنون ہوں۔ جن سے اُن کے عقائد کے متعلق میرے علم میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ پس میں ان ہر دو بزرگوں کے شکریہ پر اس آرٹیکل کو ختم کرتا ہوں۔

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور۔ یک شنبہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۱۷ء | نمبر ۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صحبت صادقین

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے۔ تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ۔ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا۔ اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا +

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں۔ اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان سے پوچھتا ہے۔ کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے۔ کیونکہ انھم قوم لا یشقی جلیسھم اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے۔

غرض نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں۔ امّارہ والے میں نفس امّارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور لوّامہ والے میں لوّامہ کی تاثیریں ہوتی ہیں۔ اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اس پر بھی اطمینان اور سکینت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور اندر ہی اندر اسے تسلی ملنے لگتی ہے +

مطمئنہ والے کو پہلی نعمت یہ دی جاتی ہے کہ وہ خدا سے آرام پاتا ہے۔ جیسے فرمایا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اے خدا تعالےٰ میں آرام یافتہ نفس اپنے رب کی طرف آجا۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ اس میں ایک باریک نکتہ معرفت ہے جو یہ کہا کہ خدا تجھ سے راضی تو خدا سے راضی۔ بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس مرحلہ پر نہیں پہنچتا اور لوّامہ کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت تک وہ خدا تعالےٰ سے ایک قسم کی لڑائی رکھتا ہے۔ یعنی کبھی کبھی وہ نفس کی تحریک سے نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے لیکن جب مطمئنہ کی حالت پر پہنچتا ہے تو اس جنگ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے صلح ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ خدا سے راضی ہوتا ہے اور خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لڑائی جھگڑا بالکل جاتی رہتی ہے +

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ ہر شخص خدا تعالےٰ سے لڑائی رکھتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور دعائیں کرتا ہے اور بہت سی امانی اور امیدیں رکھتا ہے لیکن اس کی وہ دعائیں نہیں سنی جاتی ہیں یا خلاف امید کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو دل کے اندر اللہ تعالےٰ سے ایک لڑائی شروع کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ پر بدظنی اور اس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن صالحین اور عباد الرحمن کی کبھی اللہ تعالےٰ سے جنگ نہیں ہوتی کیونکہ وہ رضا بالقضاء کے مقام پر ہوتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقی ایمان اس وقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک انسان اس درجہ کو حاصل نہ کرے کہ خدا کی مرضی اس کی مرضی ہو جاوے۔ دل میں کوئی کدورت اور تنگی محسوس نہ ہو بلکہ شرح صدر کے ساتھ اس کی ہر تقدیر اور قضا کے سامنے کو طیار ہو +

اس آیت میں راضیۃ مرضیۃ کا لفظ انہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ انسان کا اعلےٰ مقام ہے جہاں کوئی ابتلا باقی نہیں رہتا دوسرے جس قدر مقامات ہیں وہاں ابتلا کا اندیشہ رہتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اس وقت محبت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک اللہ تعالےٰ سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے۔ تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے۔ اس ذاتی محبت کو دعا سے حاصل کرنا چاہیئے جب تک یہ محبت پیدا نہ ہو انسان محض نفس امّارہ کے نیچے رہتا ہے اور اس کے پنجہ میں گرفتار رہتا ہے۔ اور ایسے لوگ جو نفس امّارہ کے نیچے ہیں ان کا قول ہے کہ

ایہہ جہان مٹھا تو اگلا کن ڈٹھا

یہ لوگ بڑی خطرناک حالت میں ہوتے ہیں۔ اور لوّامہ والے ایک گھڑی میں ولی اور ایک گھڑی میں شیطان ہو جاتے ہیں۔ ایک رنگ نہیں رہتا۔ کیونکہ ان کی لڑائی نفس کے ساتھ شروع ہے جس میں کبھی وہ غالب اور کبھی مغلوب ہوتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ محل مدح میں ہوتے ہیں کیونکہ ان سے نیکیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور خوف خدا بھی ان کے دل میں ہوتا ہے۔ لیکن نفس مطمئنہ والے بالکل فتحمند ہوتے ہیں۔ اور وہ سارے خطروں اور خوفوں سے نکل کر امن کی جگہ میں جا پہنچتے ہیں۔ وہ اس دارالامان میں ہوتے ہیں جہاں شیطان نہیں پہنچ سکتا۔ لوّامہ والا جیسا میں نے کہا ہے دارالامان کی ڈیوڑھی میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی دشمن بھی اپنا وار کر جاتا ہے۔ اور کوئی لاٹھی مار جاتا ہے۔ اس لئے مطمئنہ والے کو کہا ہے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ یہ آواز اس وقت آتی ہے جب وہ اپنے تقوےٰ کو انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ تقوےٰ کے دو درجے ہیں۔ بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا یہ دوسرا مرتبہ محسنین کا ہے اس درجہ کے حصول کے بغیر اللہ تعالےٰ کا خوف نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مقام اور درجہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت کی صحت اور مہمات دینیہ میں مصروفیت کی خبر بحمد اللہ راحت افزا ہے۔

اخویم صدیق حسین خانصاحب جو کچھ عرصہ تک لاہور میں اشاعت اسلام کالج میں تعلیم پا کر اور حضرت امیر کی صحبت سے مستفیض ہو کر اب حیدرآباد دکن تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت امیر کی خدمت میں ایک خط لکھتے ہیں جس میں اپنی تبلیغی کوششوں کا آپ نے تذکرہ کیا ہے چونکہ آپ نے اپنا کوئی مفصل پتہ نہیں لکھا اس لئے ان کے خط کی رسید بذریعہ اخبار دیدینا کافی ہوگی۔ برادر موصوف جس خلوص اور جوش کیساتھ تبلیغ کے کام میں سرگرم ہیں حضرت امیر اس پر خوشی کا اظہار فرماتے ہیں۔ برادر موصوف اپنی چٹھی میں لکھتے ہیں کہ:

"حیدرآباد سے میں اب گلبرگہ آیا ہوں کیونکہ یہاں کے مولوی سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں پبلک میں وفات حضرت مسیح ناصری و صداقت حضرت مسیح موعود پر کچھ بیان کرونگا۔ معترضین کو آدھا گھنٹہ دیا جائیگا۔ اور جواب کیلئے پھر مجھے آدھا گھنٹہ دیا جائیگا۔ اسی غرض سے میں یہاں آیا ہوا ہوں۔ میں نے تین دن پیشتر ایک خط لکھا تھا جس میں اپنے آنے کی اطلاع دی تھی اور جلسہ کی تحریک بھی کی تھی اب تک جواب نہیں آیا سنا گیا ہے کہ جواب دیا جائیگا۔ یہاں مخالفت مختلف رنگ میں ہو رہی ہے۔ دعا فرمایئے۔ یہاں سے یادگیر جانے کا ارادہ ہے قریباً (۲۰۰) سے زاید محمودی ہیں۔ اور چند احمدی بھی ہیں میرا بڑا انتظار کر رہے ہیں۔ ارادہ ہے انشاء اللہ تعالےٰ وہاں سے تھوڑا پور پیٹھا پور رگوگی جاؤنگا حیدرآباد میں مختلف فرق سے گفتگو ہوتی رہی۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اب تک میں نے کسی مولوی کو قرآن کا علم رکھتے ہوئے نہیں دیکھا حیرت ہوتی ہے نامور مشہور مولوی ہیں اور ایسی فاش غلطی کرتے ہیں۔ جود ہری نواب علی سے پبلک میں مباحثہ ہوا تعطیل کا دن تھا لوگ جمع تھے صرف مسئلہ نبوت پر گفتگو ہوتی رہی۔ دس دس منٹ دیئے جاتے تھے۔ ایک غیر احمدی ثالث تھے۔ خدا کا کام ایسا ہوا کہ جب خاتم النبیین کی آیت کے معنے حضرت صاحب کی کتابوں سے پڑھنے لگا پبلک حیرت میں آگئی اس کا ثبوت یہ تھا کہ ثالث خود محو ہو گیا۔ بجائے (۱۰) منٹ کے (۲۰) منٹ گذر گئے خبر ہی نہ ہوئی۔ آخر میں نے خود توجہ دلائی۔ غرض پبلک پر اثر اچھا ہوا

نذار سدو الی پیشگوئی پر پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں عام قومی رپورٹر مدراس کے جواب میں لکھا تھا۔ مدراس سے برادر عزیز اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں "آپکا مضمون بعنوان [illegible] ہوگا اس گھڑی کا حال [illegible] دیکھا۔ قومی رپورٹر۔ روزانہ جریدہ روزگار۔ مدراس میں درج کیا گیا۔ [illegible] کرنے پر میری درخواست پر اس کا جواب [illegible] قومی رپورٹر نے اب تک باوجودیکہ مضمون کو درج ہوئے کوئی [illegible] روز ہو گئے ہیں جواب لکھا ہی نہیں۔ جواب کیا لکھتا [illegible] کہا آپ نے محمودی بھائیوں نے بھی اسکو قبول کیا۔ ہمارے ایک رشتہ دار نے جو محمودی ہیں کہا ہے اگر پوری دنیا بھی مل جائے تو ایسا جواب نہیں لکھا جا سکتا بالکل پر از فلسفہ ہے۔ جناب حکیم محمد سعید صاحب نے بھی جو ایک پرجوش محمودی ہیں [illegible]

لئے جاوینگے۔ اور جن لوگوں نے بڑی محنتوں سے اسکو کلاً یا جزاً حفظ کیا ہوا ہے اُن کے حافظوں سے بھی اسکو سلب کر دیا جائیگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی عبادات بھی دُنیا سے معدوم ہو جائینگی اور اسوجہ سے اسلام ہی دُنیا سے رخصت ہو جائیگا ایسا بھی ممکن نہیں اور نہ ہی حدیث ابن ماجہ کی یہ منشا ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ تو اپنے اس دین قویم کو ابدالآباد تک زندہ رکھیگا۔ مصنف تاویل القرآن کے برا منانے اور اپنے دل کی معاندانہ ہرائی اُمنگوں کو اس رنگ میں بیان کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ کاش وہ حدیث ابن ماجہ کے ان الفاظ کا مطلب سمجھنے کے لئے اپنے ناقص علم پر ہی حصر نہ کرتا بلکہ اگر انصاف اور حق پژوہی سے اُسے غرض تھی تو کسی واقفکار سے پوچھ لیتا۔ اور مذکورہ بالا حدیث کے سوا ترمذی۔ احمد حنبل۔ اور دارمی سے اسی امر کی شہادت لے لیتا۔ تو پھر اسکو اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ تمام محدثین کا اس کے کونسے معنوں پر اتفاق ہے اور کون شخص مصنف تاویل القرآن کے ساتھ متفق ہے۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں ایک حدیث لکھی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ عن زیاد بن لبید قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فقال ذاک عند اوان ذھاب العلم قلت یا رسول اللہ کیف یذھب العلم و نحن نقرء القرآن و نقرئہ ابناءنا و یقرئہ ابناءنا ابناءھم الی یوم القیامۃ فقال ثکلتک امک زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود و النصاریٰ یقرءون التورات والانجیل لا یعملون بشیء مما فیھا یعنی زیاد بن لبید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کسی امر کے واقعہ ہونے کے متعلق فرمایا کہ وہ علم کے گم ہو جانے کے زمانہ میں واقعہ ہوگا۔ میں نے اس پر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علم مفقود ہو جائیگا۔ جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائیگی اور یہ سلسلہ روز قیامت تک چلا جائیگا۔ یہ بات سُنکر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے زیاد! تیری ماں تجھ سے محروم ہو جائے! میں تو سمجھتا تھا کہ مدینہ میں تو ایک بڑا دانا آدمی ہے کیا یہ یہود اور نصاریٰ تورات و انجیل کو نہیں پڑھتے لیکن وہ اُن کی کسی بات پر عمل نہیں کرتے۔" اب اس حدیث سے ہمارے مقصود پر اور بھی زیادہ روشنی پڑتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ کسی زمانہ میں علم گم ہو جائیگا۔ تو معاً ایک صحابی نے خیال کر کے کہ علم کے معنے صرف پڑھنے پڑھانے کے ہیں عرض کیا کہ جبکہ ہم خود قرآن کریم پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد میں یہ سلسلہ تعلیم و تعلم قرآن شریف تا قیامت جاری رہیگا۔ تو پھر علم گم کیونکر ہو جائیگا۔ چنانچہ اسکی تشریح خود آنحضور صلعم نے یہود اور نصاریٰ کی مثال پیش کر کے فرمادی۔ یعنی علم سے مراد یہ نہیں کہ کتاب الٰہی کو طوطے کی طرح پڑھتے رہیں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور علم گم ہونے سے یہی مطلب ہے کہ گویا لوگوں میں سے عمل قرآن اُٹھ جائیگا۔ نہ کہ اُسکے الفاظ اور عبارات ۔؎

پیغام صلح :۔ یہ چند جواہر ریزے ہیں جو امیر حضرت امیر رض کی اس نادر تصنیف میں سے نقل کئے گئے ہیں جو حال ہی آپ نے جمع قرآن کے نام سے شائع کی ہے اصل کتاب کو دیکھنے سے ان سے بھی بڑھکر عجیب عجیب ثبوت اور دلائل جمع اور حفاظت قرآن کے متعلق ملینگے۔ جن سب کے نہ تو اخبار میں لکھنے کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی شائع شدہ کتاب کو یوں نقل کرتے چلے جانا کسی اخبار کے لئے موزوں ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو بہت بہت تعداد میں ہمارے احباب خریدیں۔ خود بھی اس سے فائدہ اُٹھائیں اور دیگر لوگوں کو بھی مستفید کریں۔ قیمت فی جلد ۱۰ ۔ کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہے۔

بقیہ مضمون از صفحہ ۲ :۔

تو مرزا صاحب بھی ایسے شخصوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔

(۳) حضرت مرزا صاحب محض اسی قسم کے نبی ہیں جو صرف پیشگوئیاں کرتے تھے۔ جن کی بابت شہادت القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے نبی تورات کی تائید و تصدیق کے لئے اکٹھے چار چار سو بھی آ سکے ۔؎

(۴) حضرت مرزا صاحب بلحاظ مامور ہونے ہیں "محدث" سے بڑھکر ہیں

اب اے مبائعین دوستو۔ خدا کے لئے غور کرو۔ کہ یہ سراسر شخص پورے دو سال تک حضرت کی کتابیں پڑھکر یہ رائے ظاہر ... دنیا ان کی خبر لو۔ اور صرف خدا کی محبت کو سب باتوں پر مقدم جانو۔

مذاکرہ علمیہ

دفع شبہات نسبت وبالآخرۃ ھم یوقنون

رسالہ مسمّیٰ بہ دار آخرت

(از حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اندرونی اختلافات سلسلہ کو تصفیہ کیلئے قرآن کریم کا بتایا ہوا گُر

اور آپ نے جو شدت اختلاف کی تکلیف بہت لکھی ہے وہ فی الحقیقت یہی ہے لیکن غور تو کرو۔ کہ آیا کسی اختلاف شدید کے مٹنے کے لئے دین اسلام میں اور قرآن مجید میں کوئی ایسا معیار موجود ہے یا نہیں جس سے یہ اختلاف مٹ جائے۔ اگر نہیں تو پھر اس امر کا قائل ہونا پڑیگا۔ کہ نہ قرآن مجید کوئی چیز ہے۔ اور نہ دین اسلام میں کوئی ایسا ما بہ الامتیاز موجود ہے۔ جس سے دیگر ادیان باطلہ سے قرآن مجید اور دین اسلام ممتاز ہو سکے۔ مگر یہ تو محض باطل ہے۔ ضرور وہ معیار صدہا موجود ہیں۔ ایک تو یہی معیار ہے قال اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر وغیر ذالک من المعیارات الکثیرۃ

حضرت کا عملدرآمد بھی ایک معیار ہے

اور خود حضرت اقدس کا عملدرآمد دیکھا جاوے کہ کیا تھا حضرت میں اور غیر احمدی علماء میں ایک سخت اختلاف واقع تھا جسکو قیامت کا نمونہ کہا جاوے۔ تو بجا ہے۔ وہ یہی تھا کہ آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہی سے اپنے دعاوی کو ثابت کر کے مخالفین علماء پر اتمام حجت فرمایا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید کے معارف اور حقائق کے اپنے بیان کرنے کو دوسروں کے بیان کے مقابلہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ لاغیر۔ یہی طریقہ حضرت اقدس کا ابتدا سے الیٰ آخر وفات تک بھی رہا۔ کہ مخالفین جو اس قسم کے مطاعن و اعتراض کرتے تھے۔ کہ آپ کی کلام و الہام میں جو نبی و رسول کے الفاظ موجود ہیں وہ محض مخالف نصوص خاتم النبیین وغیرہ کے ہیں۔ تو اُنکے جوابوں میں ہمیشہ یہی فرمایا کہ میری نبوت جزوی ہے بروزی ہے۔ مجازی ہے۔ لغوی ہے عکسی ہے۔ وکذا وکذا حقیقی نہیں۔ کامل نہیں۔ امنّا بالفاظھا من یوم نزل فیہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین وغیرہ وغیرہ من الاستدلالات

مخالفین کو حضرت مسیح موعود نے کیا جواب دیا

ان مخالفین کے جوابوں میں کبھی یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ہاں میری نبوت کامل ہے حقیقی ہے۔ تامہ ہے۔ اور مجازی وغیرہ نہیں اور نبوت جزوی وغیرہ کا ہونا قیامت تک موجود ہے۔ اب ... منہج حضرت اقدس کی بالکل ضد کرنا اور اُسی طریقہ کو اختیار کئے جانا جو علماء مخالفین کا اصول اعتراض کرنے کا تھا۔ اور پھر اسپر بڑا زور و شور عمل میں لایا جانا کس قدر حضرت کے منہاج پر پانی پھیر دینا ہے۔ جس سے سخت اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور وہی اعتراضات جو مخالفین کرتے تھے ان کو حضرت اقدس کے خصائص میں شمار کیا جاتا ہے ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

اے پیارے عزیز دو حال سے خالی نہیں یا تو حضرت اقدس نعوذ باللہ منافقانہ اُن کو جواب دیتے تھے۔ اندریں صورت سخت سے سخت اعتراض حضرت پر وارد ہوتے ہیں۔ ایک تو نفاق کا دوسرے اپنی نبوت کاملہ پر ایمان نہ لانا جس پر ایمان لانا سب سے اول آپ پر ضروری تھا۔ اور پھر آپکی تحریرات میں ایک تناقض اور تضاد جو ان کی شان کے خلاف ہے۔

بالآخرۃ ھم یوقنون کے معنے تفاسیر سے

الحاصل اس بیان کی تائید تمام تفاسیر دُنیا بھر کی کر رہی ہیں ابتداء تفاسیر وحی ۔۔ سے لیکر اسوقت کی تفاسیر تک کسی تفسیر میں آخرت کے یہ معنے نہیں لکھے۔ چنانچہ ہم یہاں پر صرف تفسیر کشاف سے ہی اختصاراً لکھتے ہیں وفی تقدیم الآخرۃ و بناء یوقنون علیھم تعریض باھل الکتاب وبما کانوا علیہ من اثبات امر الآخرۃ علیٰ خلاف حقیقتہ و ان قولھم لیس بصادر عن ایقان و ان الیقین ما علیہ من آمن بما انزل الیک وما انزل من قبلک والایقان اتقان العلم بانتفاء الشک والشبھۃ عنہ والآخرۃ تانیث الآخر الذی ھو نقیض الاول وھی صفۃ الدار بدلیل قول اللہ تلک الدار الآخرۃ و ھی من الصفات الغالبۃ وکذالک الدنیا

حاصل ترجمہ عبارت کشاف کا یعنی لفظ آخرۃ کے مقدم کرنے میں اور یوقنون کو ضمیر فصل پر محمول کرنے میں ایک بڑی بزد ہے اہل کتاب کے اس گمان پر جو دربارہ امر آخرۃ کے خلاف حقیقت اُن کا مزعوم ہے۔ اور اُن کا یہ گمان یقین سے صادر نہیں ہے اور یقینی اعتقاد انہیں مومنین کا ہے۔ جو قرآن مجید اور پہلے صحیفوں پر ایمان لاتے ہیں جن میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے اور صیغہ آخرۃ کا مؤنث ہے لفظ آخر کا جیسا کہ تلک الدار الآخرۃ میں ہے اور یہ لفظ آخرۃ کا گو صفت تمام ہے مگر ان صفات میں سے ہے جو اُس عالم قیامت کے لئے مانند علم کے غالب ہوگئی ہے۔ جیسا کہ لفظ دنیا کا بھی آخرۃ کے مقابل ایسی ہی صفت غالبہ ہے اس عالم اول کے لئے انتہیٰ۔ پس لفظ آخرۃ کے معنے وحی مسیح موعود کی لینی ایسے ہی ہیں جیسے کوئی دوسرے میاں صاحب لفظ دنیا کے معنے وحی رسول مقبول کے لیویں جو خلاف تمام تفاسیر قدیم و جدید اور تمام شروح احادیث اور تمام محاورات عربی بلکہ اُردو کے بھی ہے۔ پس اگر یہ تحریف قرآن مجید کی نہیں تو اور کیا ہے۔

واٰخرین منھم کے معنے

اور سورۃ جمعہ کی آیت واٰخرین منھم سے استدلال کرنا یہ تحریف پر تحریف ہے۔ کیونکہ بعثت ثانی آپ کی تابعین سے لیکر امت محمدیہ کے تمام افراد کے لئے ہے جو قیامت تک ہونگے۔ ہاں مسیح موعود کے لئے ایک خصوصیت ضرور حاصل ہے جو الہام فتبارک من علم و تعلم سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ حضرت اقدس فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے ندانم ۔ کہ خواندم در دبستان محمدؐ

اور نہ اس آیت جمعہ سے حضرت اقدس کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ ورنہ لازم آوے کہ صحابہ کرام جو متعلم تھے اور رسول مقبول صلعم جو اُن کے معلم تھے۔ سب کے سب صحابہ نبی ہو جاویں۔

فیوض محمدیہ کسی کو نبی نہیں بنا دیتے

علیٰ ہٰذا القیاس جن افراد امت محمدیہ کو آپکی تعلیم روحانی سے فیوض و برکات جو قیامت تک پہنچتے رہینگے۔ وہ کبھی نبی نہیں ہو سکتے اور اس لئے حضرت اقدس نے جہاں پر لفظ نبی کا آپ کے لئے آ گیا ہے اُس کی تاویل مجازی، لغوی، بروزی، ظلی وغیرہ کے ساتھ کی ہے خلاصۃ المقال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کو بسبب الہام کے ایک خصوصیت نسبت دیگر افراد امت کے زیادہ تر حاصل ہو گئی ہے کہ لک خطاب العزۃ الہام موجود ہے۔ اور اگر کوئی غالی اس معیار مندرجہ قرآنی کو تسلیم نہ کرے تو اُس کے لئے عیسائیوں کی سڑک جو دو ہزار برس سے تیار شدہ موجود ہے۔ صراط المستقیم دین اسلام کو ترک کر کے اُسی سڑک پر چلا جاوے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایسا خدا تھا جو وحدہ لاشریک ہے یا خدا کا بیٹا تھا کیونکہ الہام موجود ہیں انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی اور انت منی بمنزلۃ اولادی وغیرہ وغیرہ ورنہ وہ منکر الہام کا احمدیت سے خارج ہو جاویگا کیونکہ مسیح موعود کے الہاموں کا منکر ہے۔ اب سب جھگڑا فیصل ہو گیا اور کچھ اختلاف باقی نہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ناظرین کی توجہ کیلئے

جو دو فقرے عزیز فیض علی صاحب کے اُن کے خط سے لکھے گئے ہیں وہ خط ہمارے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ یہ حال ہے اُن کے عقائد کا اور اخلاق اور اعمال کا ؎

بقیہ مضمون از کالم اول :۔

کیا ہم سب نے ایکدن مرنا نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنے شواہدات دینیات کو دیکھتے ہوئے پھر بھی ایک ایسے شخص کی ہاں میں ہاں ملاتے ہو جس نے حضرت مسیح موعود کی تمام کتابوں کو بغور مطالعہ نہیں کیا اور بات بات پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ اور انوار خلافت میں یہاں تک لکھ دیتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا فتوے اُنکے عمل کے خلاف ہے کیا یہی عزت و قدر ومنزلت تمہارے دلوں میں حضرت مرزا صاحب کی ہے کاش آپ لوگوں کو ایسی لغو باتوں کے سُننے سے دل لگا

تصدیق المسیح

زار کا حال زار اور مولوی ثناء اللہ کا اعتراض

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اُن پیشگوئیوں اور دیگر مختلف اعتراضات کا جو حضرت مسیح موعودؑ پر عام طور پر کئے جاتے ہیں ایک ایک کرکے جواب دینے اور پھر اصولی طور پر آپ کے دعاوی پر بحث کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ آج ہم اس سلسلہ کو ایک ایسی پیشگوئی سے شروع کرتے ہیں جو اس زمانہ میں خاص طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے ثبوت میں واقعہ ہوئی ہے اس سے پیشتر اس پیشگوئی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور ان سب اعتراضات کا بھی ایک ایک کرکے جواب دیا جا چکا ہے جو مخالفین نے اس پر کئے ہیں۔ خاص اہلحدیث کو جواب میں پیغام صلح میں متعدد مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ لیکن تاہم مولوی ثناء اللہ ہیں کہ انکو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اور وہی اپنی ہی رٹے جاتے ہیں۔

۲۹ر جون و ۶ جولائی ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں "قادیان میں زار کا حال زار" کے عنوان سے مولوی ثناء اللہ پھر اس مضمون پر قلم اُٹھایا ہے اور انہی پرانے اعتراضات کو جو اس سے پیشتر بھی مختلف اخبارات اور پمفلٹوں میں شائع ہوئے ہیں اور جن کا مفصل جواب حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۶ مئی ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں لکھ چکے ہیں دہرانے سے پیشتر یہ تمہید اٹھائی ہے۔ کہ

> "اخبار اہلحدیث میں آج سے پہلے بھی متعدد دفعہ اسپر مضمون لکھے گئے ہیں جن میں کافی طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی موجودہ جنگ اور زار روس کے متعلق نہیں۔ مگر قادیانی مشن کی دونوں پارٹیاں اپنی عادت کے مطابق اہلحدیث کے اعتراضات کی طرف تو رُخ نہیں کرتیں اپنی ہی کہی جاتی ہیں اسلئے آج ہم ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں۔"

انجمن صادقین کے سیکریٹری اور اہلحدیث کانفرنس کے جنرل سکریٹری کے قلم سے جو مولوی فاضل بھی کہلاتا ہو۔ گو یہ جھوٹ کوئی نیا نہیں۔ اس قسم کے بہت سے جھوٹ ہیں جو بوقت ضرورت "اہلحدیث" کے مولوی فاضل ایڈیٹر کو بولنے میں عموماً عار نہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جھوٹ بول کر پھر اسے سچ بھی بتانا اور برائے نام انجمن صادقین کا سکریٹری بن کر اپنے آپ پر یوں پردہ ڈالنا کس قسم کی بددیانتی ہے۔ اہلحدیث کی مندرجہ بالا عبارت کے جلی کردہ الفاظ اس مسق دامانت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ جو مولوی ثناء اللہ کے اندر ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ "اہلحدیث کے اعتراضات کا آجتک کوئی جواب نہیں دیا گیا اور دلائل کے دندان شکن ہتھوڑا" مولوی فاضل" کی زہریلی کچلیوں کو پاش پاش نہیں کیا گیا۔ اسکا فیصلہ ہم اپنے ناظرین پر چھوڑتے ہیں اور فی الحال مولوی فاضل کے پس خوردہ کو جس پر اس نے اہلحدیث کے محولہ بالا پرچہ پر مُنہ مارا ہے۔ اگلوانا چاہتے ہیں کہ کہیں بدہضمی لاحق نہ ہو۔

اعتراضات وہی ہیں جنکے جواب ۱۶ر مئی ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں حضرت امیر نے دیئے۔ اور خود ہم اور ہمارے ایک نامہ نگار مفصل طور پر دے چکے ہیں۔

(ا) "پیشگوئی میں زلزلہ عظیم کا ذکر ہے اور" وہ زلزلہ عظیم وہی ہے جسکو اُردو میں بھونچال کہتے ہیں یہی مرزا صاحب اور انکے الہام کنندہ کی مراد تھی"

(ب) حضرت مسیح موعودؑ نے اسکے متعلق لکھا ہے کہ یہ زلزلہ عظیم اُنکی زندگی میں آئے گا۔

(ج) آپ نے یہ بھی بتایا۔ کہ "وہ پیشگوئی میری میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئیگی"

(د) خود حضرت مسیح موعودؑ نے اس زلزلہ عظیم کو ۲۸ر فروری ۱۹۰۶ء والا زلزلہ قرار دیکر اپنی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اپنی زندگی ہی میں اعلان کر دیا۔

یہ وہ چار اعتراضات ہیں جو اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر نے ہمارے خلاف پیش کئے ہیں اور افسوس ہے کہ انکے متعلق جتنے حوالے اس نے نقل کئے ہیں وہ اس وقت کے ہیں۔ انکے سیاق و سباق کو چھوڑ کر اصل مطلب کو ہی ضبط کر دیا گیا ہے۔

ان سب تصریحات کے باوجود جو حضرت مسیح موعود نے اس پیشگوئی کے متعلق کی ہیں۔ صاف طور پر آپ اپنی کتاب براہین احمدیہ میں جس میں سے "مولوی فاضل" نے حوالجات نقل کئے ہیں۔ اس پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ

> "ماسوا اسکے ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ پیش از وقت کسی پیشگوئی کی پوری حقیقت نہیں کھلتی اور ممکن ہے کہ انسانی تشریح میں غلطی بھی ہو جائے۔ اسی لئے کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو۔ لیکن اگر قبل از وقت اجتہادی طور پر کوئی نبی اپنی پیشگوئی کے معنے کرنے میں کسی طور کی غلطی کھاوے تو اس پیشگوئی کی شان اور عزت میں فرق نہیں آئیگا کیونکہ ربانی پیشگوئی ایک خارق عادت اور انسانی نظر سے بلند اور انسانی خیالات سے برتر ہے کیا آپ دعوے کر سکتے ہیں کہ فرق آ جاتا ہے اگر یہی حالت ہے تو میں ایک لمبی فہرست ایسی پیشگوئیوں کی آپکو دے سکتا ہوں جنکے سمجھنے میں اولوالعزم نبیوں نے غلطی کھائی تھی مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ہرگز اسکے ایسا اعتراض ہرگز نہیں کرینگے۔ اور متنبہ ہو جائینگے کہ یہ اعتراض کہاں تک پہنچتا ہے صاف ظاہر ہے کہ جب پیشگوئی ظہور میں آ جائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھولدے اور اُن معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھکر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں تو پھر اُن میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے"

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ صاف طور پر اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے اپنی ان تصریحات پر جو الہام الٰہی سے نہیں بلکہ اپنے اجتہاد سے آپ کی تھیں حصر نہیں کر دیا۔ بلکہ فرمایا۔ کہ:۔

> "پیش از وقت کسی پیشگوئی کی پوری حقیقت نہیں کھلتی اور ممکن ہے کہ انسانی تشریح میں غلطی بھی ہو جائے......... جب پیشگوئی ظہور میں آ جائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھولدے اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھکر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں۔ تو پھر اُن میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص...)

اول تو یہی ایک بات کافی اسکے ثبوت کے لئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ کہا وہ اجتہاداً کہا۔ اور بعد میں خدا تعالیٰ کے عمل نے اس پیشگوئی کے اصل معنوں کو اس صورت میں کھولا۔ جیسا کہ آج ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن اسکو بھی چھوڑ کر اس بات کے جواب میں کہ حضرت صاحب اس زلزلہ کو بھونچال ہی سمجھتے تھے۔ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ یہ صریحاً غلط ہے کہ آپ نے صرف اسی پر حصر فرما دیا تھا کہ یہ بھونچال ہی ہوگا۔ اور کوئی آفت نہیں ہو سکتی۔ صاف طور پر اس براہین احمدیہ میں جہاں اس پیشگوئی کو بصورت نظم لکھا ہے جسکے اندر یہ مصرعہ ہے۔ کہ ع

> زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

آپ نیچے ایک فٹ نوٹ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

> "خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اسکو کہنا چاہئے جس کی طرف سورۃ اذا زلزلۃ الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے۔ جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے دیکھی نہ ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے"!

اب اس میں آپ نے صاف طور پر اس بات کو مانا ہے کہ یہاں زلزلہ سے کوئی اور شدید آفت بھی مراد ہو سکتی ہے یہ بیشک سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا لفظ ہونے کے باعث آپنے بھی اس لفظ کو بار بار استعمال کیا اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ آپ کا رجحان اسی طرف ہو کہ یہ کوئی بڑا عظیم الشان زلزلہ ہو۔ لیکن اس پر حصر آپ نہیں فرماتے اور جیسا کہ خدا کے ماموروں کا قاعدہ ہے۔ کمال سادگی سے اسکی اصل حقیقت سے بیخبری ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا"۔ تو جب آپ خود قطعی یقین کے ساتھ اس لفظ کو ظاہر پر نہیں جماتے اور صرف زلزلہ عظیم کے آنے کو ہی ضروری نہیں ٹھہراتے۔ تو کسی مخالف کا کیا حق ہے کہ آپکے اس ارشاد کے صریح خلاف اس بات کا دعوے کرے کہ آپ ضرور اس سے زلزلہ عظیم کو آنا ہی مراد لیتے تھے۔ اور اسی پر آپ کا قطعی یقین تھا۔

صرف زلزلہ کا لفظ ہی نہیں جو الہام کے اندر آ جانے کیوجہ سے آپکو بار بار استعمال کرنا پڑا اور اسی پر زیادہ زور دینا پڑا۔ گو قطعی یقین کے ساتھ نہیں۔ بلکہ ایک اور بات بھی جو اس الہام میں مذکور ہے اور جسکی وجہ سے بار بار طبیعت میں زلزلہ ہی کا خیال پیدا ہو سکتا تھا اور ہوا۔ اس پیشگوئی میں عمارتوں کے بھی گرنے کا ذکر ہے اور عفت الدیار محلھا ومقامھا کے صاف الفاظ میں عمارتوں پر عظیم الشان تباہی آنے کا بیان ہے۔ یہ ایک ایسی بات تھی کہ اسوقت جبکہ اس موجودہ جنگ کا نام و نشان تک بھی موجود نہ تھا اور نہ ہی کسی کو یہ وہم و گمان تک بھی ہو سکتا تھا۔ کہ یورپ میں اسقدر شدید جنگ برپا ہوگی۔ کہ جس کا اثر چہار اطراف عالم تک پہنچیگا اور ریمز کی عظیم الشان عمارتیں اور لیج اور اینٹورپ کے عظیم الشان قلعے بلکہ اُنکے ساتھ بہت سے کلیسا اور رفاہ عام کی عمارتیں بھی یوں کسی دشمن انسانیت کے ہاتھوں تباہ ہونگی۔ دوسری طرف الہام میں بھی زلزلہ کا لفظ تھا۔ جسکے سوائے عمارتوں پر تباہی لانیوالی اور کوئی آفت بظاہر قیاس میں نہیں آ سکتی تھی اس لئے آپ نے عموماً اسپر زور دیا اور لکھا۔ کہ:۔

> "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ الہام مذکورہ بالا کے یہی معنے ہیں کہ ایک حصہ ملک کی عمارتیں گر جائینگی۔ پس اس صورت میں یہ الہام اپنے ظاہری معنوں کی رو سے طاعون پر کیونکر صادق آ سکتا ہے۔ اور جس حالت میں ایک حادثہ سے عمارتیں گر گئیں۔ تو وہی حادثہ مصداق اس پیشگوئی کا ہوگا۔ کیا طاعون بھی عمارتیں گرایا کرتی ہے"!

اول تو اس عبارت میں جلی کردہ الفاظ اسکے بھی زیادہ مؤید نہیں کہ آپ کا قیاس زیادہ تر بھی زلزلہ کی طرف تھا۔ بلکہ یہاں تو زلزلہ کی جگہ حادثہ کا لفظ لکھکر جو عمارتوں کو گرا دے آپ اسی کو پیشگوئی کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا لیکن یہاں طاعون کی صاف طور پر اس بنا پر تردید کرنا کہ پیشگوئی میں عمارتوں کے گرنے کا ذکر ہے۔ اور طاعون عمارتیں نہیں گراتی اس کا کھلا ثبوت ہے۔ کہ زلزلہ کو بھی اگر مراد لیتے تھے تو اسوجہ سے کہ اس سے یہ حصہ پیشگوئی جو عمارتوں کے گرنے کے متعلق ہے پورا ہو سکتا ہے۔ مگر تاہم حصر آپ نے اسپر نہیں کیا۔ نہ ہی قطعی یقین کے ساتھ کبھی زلزلہ مراد لیا۔ مولوی فاضل کے پاس اگر کوئی اسکا ثبوت ہے تو پیش کرے۔ یا اس بات کو ثابت کرے کہ زلزلہ کا لفظ کبھی جنگ کے معنوں میں نہیں بولا جا سکتا۔ ہماری اس بات کا آجتک مولوی ثناء اللہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کہ قرآن کریم نے صاف طور پر زلزلہ کا لفظ جنگ کے معنوں میں استعمال کیا ہے کہ وزلزلوا زلزالا شدیدا" میں مومنوں کو سخت جنگ میں مبتلا کرنے کا ذکر نہیں۔ کیا قرآن کریم نے نہیں فرمایا کہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصر الله الا ان نصر الله قریب۔ اس آیت کریمہ کے اولین مخاطب جس زلزلہ شدیدہ میں مبتلا کئے گئے اور سخت کرب و اضطراب میں نصرت الٰہی کے طالب ہوئے۔ وہ کیا تھا۔ کیا مولوی فاضل اسکا کوئی جواب دیگا۔؟ ہم نے صاف طور پر کھولکر ثابت کر دیا ہے۔ کہ

ا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو اس پیشگوئی کے متعلق زلزلہ کا لفظ استعمال کیا۔ تو وہ الفاظ الہام کے مطابق اور اس قیاس پر مبنی تھا۔ کہ اس میں عمارتوں کے گرنے کا ذکر ہے۔ اور دوسری کوئی ایسی آفت اسوقت بظاہر قیاس میں نہ آ سکتی تھی جو اس کی مصداق ٹھیرے۔

ب۔ یہ کہنا غلط ہے کہ زلزلہ آنے پر ہی قطعی یقین تھا۔ اور یہی آپ مراد لیتے تھے۔ کسی اور شدید آفت کا آنا آپکے نزدیک جائز نہ تھا۔ باقی اعتراضات پر آئندہ انشاء اللہ غور کرینگے۔ وباللہ التوفیق۔

معاونین پیغام صلح

کی خدمت میں جو اپیل ماقبل اشاعتوں میں کی جا چکی ہے۔ اس کی طرف سے کسی بے اعتنائی کی امید کرنا یقیناً قوم کے مذاق کا غلط اندازہ ہوگا۔ کیا ہم امید کر سکتے ہیں۔ کہ ہماری اپیل کا جواب بہت جلد عملی طور پر دیا جائیگا؟

مراسلات

مبائعین میاں صاحب کی خدمت میں ایک مؤدبانہ التماس

امانت اور دیانت ہم سب کا مشترکہ مذہب ہے۔ اور دُنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب ہوگا جو مذکورہ باتوں کے برخلاف کرنے کی تلقین کرے۔ اسکے ساتھ ہی مسلم کو یہ بھی حکم ہے کہ نیکی کسی جگہ سے ملے اسکو حاصل کر لینا ایک امر ضروریہ ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کم از کم پکا مسلمان نہیں۔ یہ بھی بالکل سچا امر ہے کہ دُنیا میں اختلاف شروع سے چلا آیا ہے۔ خواہ وہ اختلاف اصولی ہو یا فروعی ہر ایک زمانہ میں اسکی نظیر ملتی ہے اور تو اور خانگی امور میں بھی ہم راتدن یہی دیکھتے چلے آتے ہیں لیکن بدبخت ہے وہ انسان جو فروعی اختلاف کو اصولوں پر ترجیح دیتا ہے پس ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کرنا چاہئے۔ نہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ پر۔ جماعت احمدیہ میں جو پھوٹ نمودار ہوئی ہے ہر ایک سچے اور خدا ترس احمدی کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپکو خدا کے حضور بری الذمہ کرے یعنی کسی پارٹی کے ساتھ شامل ہونے سے پہلے وہ دیکھ لے کہ در حقیقت عقائد حقہ کیا ہیں آیا ایک کلمہ گو مسلم جو حضرت رسول مقبول صلعم کے پسینہ پر اپنا خون بہادے وہ کافر ہے یا مسلمان۔ اور کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی محض حضرت رسول مقبول صلعم کی قوت قدسی ظاہر کرنے کے لئے ہی آیا کرتے ہیں۔ اسکے برعکس عقیدہ سے کہ بجز چند کس انسان جو ان کے متبعین میں ہوں سوائے اُنکے باقی ساری کی ساری اُمت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو۔ کس حد تک حضرت رسول مقبول صلعم کی عزت ہم دنیا میں قائم رکھ سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ ہر مسلم کا فرض اولین یہی ہے ایسے سوچنا ہونا چاہیے۔ پیارے دوستو۔ خوب سوچو۔ حضرت رسول رب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اسی میں ہے۔ اسی میں اُن کا جلال ثابت ہوتا ہے کہ ایک نہایت ہی تھوڑے عرصہ میں انہوں نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ کفرستان کو اسلام سے منور کر دیا اور تمام روئے زمین کو توحید سے مالا مال کر دیا اور بقول حضرت مسیح موعودؑ لوٹ کر دوڑ آدمی دنیا کے ہر طبقہ پر سربسجود ہو کر خدائے واحد کے نام کا سکہ دنیا میں جماتے اور جما رہے ہیں برعکس اسکے کسی مجدد کے آنے سے اگر تمام امت کا صفایا ہی ہونا چاہئے تھا۔ تو کم از کم اپنی عقلوں اور ذہنوں سے فتوے لے لو۔ کہ پھر مجددوں کا وجود باعث رحمت تو ہونے سے رہا۔ بلکہ اُلٹا باعث زحمت بنتا ہے۔ حالانکہ برعکس اسکے ہم دنیا میں اور صحیفہ قدرت میں بھی یہی نظائر دیکھتے چلے آتے ہیں کہ ہمیشہ ادنیٰ چیزیں اعلیٰ پر قربان ہوتی ہیں۔ اب دو ہی راستے ہمارے لئے کھلے ہیں یا تو ہم دنیا جہان کے مسلمانوں کو کافر بنانے کیلئے مجددوں کو نبیوں کی جگہ دیدیں۔ یا پھر ہم مجددیت کے صحیح منصب کو سمجھتے ہوئے وہ مجدد جو دانستہ انکار کرتے ہیں یا کسی غلط فہمی کیوجہ سے مجدد کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ ایک خدائی حکم کے نافرمان ہونیکے گو قابل مواخذہ ہوں لیکن کافر قرار نہ دیں (کفر اور مکذب مجددین جس فتوے کے مستحق ہوں اُنکو اسی نام سے پکارا جاوے۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔ جسکا تذکرہ کرنا کوئی ضروری نہیں معلوم ہوتا) پس ہر ایک خدا ترس احمدی کو اس امر پر تو ضرور ہی غور کرنا چاہیئے۔ خاصکر جبکہ شریعت میں یہ وعید بھی موجود ہو کہ ایک مسلم کو کافر کہنے والا خود کافر بنجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا کھلا کھلا اور آسان مسئلہ ہے کہ کسی قسم کی ذرا بھر بھی پیچیدگی نظر نہیں آتی ہم سب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پڑھکر مسلم کہلا سکتے ہیں۔ دیکھو کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۱ جس میں کہ حضرت مسیح موعود صاف طور پر فرماتے ہیں کہ مذہب اسلام کا خلاصہ:- لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہی صرف پڑھنا ہے۔ اب جو کوئی اسکو پڑھیگا وہ داخل اسلام ہوگا حضرت مرزا صاحب بھی یہ "کلمہ توحید" پڑھتے رہے ہیں۔ میاں محمود احمد بھی غالباً یہی پڑھتے ہیں تو پھر جب دوسرا بھی اسکو پڑھیگا تو وہ کیوں اسلام میں داخل نہ ہوگا ؟ اس شکل کو مدنظر رکھکر کہ کیا ایک اولوالعزم مجدد نے جس کا دوسرا نام مہدی و مسیح بھی ہے اُس نے اپنی تحریروں یا تقریروں میں محض اپنے انکار سے دوسرے کلمہ گو مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب ایسی شان کا مجدد جسکو "نبی اللہ" بھی ایک رنگ میں کہا گیا ہے وہ بھی اپنے منکرین پر کفر کا فتوے نہیں دیتا۔ تو دوسرے مجدد جو کہ اُس سے کم درجہ پر ہیں۔ وہ بھلا کب ایسی جرأت کر سکتے ہیں کہ اپنے منکرین پر کفر کا فتوے عاید کریں وغیرہ وغیرہ۔ مولوی عمر دین صاحب نے جو کہ مبائعین میاں صاحب میں سے ایک زبردست شخص مانے گئے ہیں اور جو کہ فی الحقیقت بحث و مباحثہ میں اپنی جولانی طبع بھی خوب رکھتے ہیں جماعت احمدیہ لاہوری کو چیلنج پر چیلنج دیا۔ کہ صرف مرزا صاحب کی تحریروں سے کسی غیر احمدی کو جو سوچنے سمجھنے کا ملکہ اور فیصلہ دینے کا اہل ہو ثالث مقرر کر لو۔ اور اس سے فتوے لے لو کہ آیا حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکرین کو کافر کہا ہے یا نہیں ؟ انہوں نے ہی جناب شیخ صاحب محمد عمر صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر چیفکورٹ کو بطور منصف مقرر کیا انہوں نے ہی سب سے اول اس امر کا اعلان کیا۔ کہ جناب مکرمنا شیخ صاحب ایک نہایت ہی فہمیدہ انسان ہیں۔ غرضیکہ مولوی عمر دین تو کجا سب اہالیان شملہ بھی اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ جناب شیخ صاحب کا وجود با وجود مسلم قومی کاموں کیلئے بطور ایک نعمت غیر مترقبہ کے ہے اور سارے مبائعین میاں صاحب بھی جناب وکیل صاحب محمد عمر کی شخصیت کو فیصلہ دینے کیلئے بالکل اہل جانا اور یہی وجہ ہے کہ خود قادیان سے جو تحریر شائع ہوئی ہیں اُن میں بھی جناب وکیل صاحب کی امانت و دیانت کو بکثرت سراہا گیا ہے۔

مولوی عمر دین نے جو پبلک میں مسلمانوں کو کافر بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بیجا فخر و مباہات سے یہ کہدیا۔ کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر وکیل صاحب یقیناً یقیناً یہ فیصلہ دئیے بغیر نہ ٹلینگے۔ کہ مرزا صاحب کا منکر کافر، بیدین، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ بہت آگے مولوی عمر دین کی خواہش ہو۔ تو اُنکے مبائعین بھائیوں سے جا پوچھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ حلفاً اس امر کا انکار کریں کہ عبدالحق نے خلاف واقعہ یہ بات اُن کی طرف منسوب کر دی ہے جو کہ مجھے امید نہیں کہ وہ ایسا کرینگے خیر یہ ایک جدا بحث ہے اور پھر میاں صاحب کا بذریعہ خطوط کے اس مباحثہ میں حصہ لینا (ایک خط ہمارے پاس موجود بھی ہے) نقلی سعدی و میاں عبدالعزیز صاحب جیسے مبائعین کا اس مباحثہ میں حصہ لینا خود اس بات پر کافی دلیل ہے کہ جناب میاں صاحب کے عقاید کی بخوبی جناب وکیل صاحب کی عدالت میں ترجمانی کی گئی۔ بالمقابل اسکے میں جو کہ علم میں۔ لیاقت میں مولوی عمر دین سے۔ بالکل مقابلہ نہیں کر سکتا اور بظاہر اُنکے مقابلہ کیلئے بالکل ایک کمزور تھا۔ اس بات پر کافی سے بھی بڑھکر دلیل ہے۔ کہ مجھسے لاہوری احمدی جماعت کی ترجمانی کا حق پورے طور سے کبھی بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اخبار الفضل میں اپنی موہومی و فرضی فتوحات کا ذکر کرکے اس امر کو اہم بنا دینا یہ بھی روز روشن کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ کہ بوجہ میری کم علمی کے مبائعین میاں صاحب کو کتنا گمان تھا۔ کہ وکیل صاحب فیصلہ اُنکے ہی حق میں دیگا وغیرہ وغیرہ۔ خدا کا شکر کہ وہ فیصلہ شائع ہوگیا اور معزز و مکرم وکیل صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو پورے دو سال مطالعہ کرنے میں صرف کیا۔ آخر انکی کیا رائے ہے۔ مفصل بحث دیکھنی ہو تو دفتر پیغام صلح میں ار کا ٹکٹ ارسال فرما کر رسالہ منگوا سکتے ہیں لیکن یہاں پر اس فیصلہ کا مفہوم اپنی زبان میں اسطرح پر لکھتا ہوں۔ معزز وکیل صاحب فرماتے ہیں

(۱) حضرت مرزا صاحب نے محض اپنے انکار کو ہرگز ہرگز کفر نہیں گردانا۔

(۲) مکذب و مکفر بماتحت فتوے نبوی جیسی وعید کا ذکر احادیث میں ہے اُسی کے وہ مستحق ہیں۔ اگر شریعت اُن کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ ۔ چہارشنبہ ۸ جولائی ۱۹۱۷ء نمبر ۴

عید الفطر کا پیغام مسلمانوں کے نام

(۱)

جس طرح سے رمضان المبارک کے ساتھ ہی لیلۃ القدر کا آنا بلحاظ ان فضائل کے جو ان کے اندر نازل ہوئے عین حکمت پر مبنی ہے۔ ویسے ہی عید کا عین رمضان المبارک کے بعد واقعہ ہونا بھی حکمت سے خالی نہیں ۔

ہم نے بتایا تھا کہ رمضان المبارک اس پیغام قدس و برکات کے نزول کے لئے جو قرآن کریم کی شکل میں لیلۃ القدر کی رات کو نازل ہوا اور ان لا انتہا برکات سے مستفیض ہونے کے لئے جو اس مبارک کتاب کی برکت سے اس رات کو ہمیشہ کے لئے عنایت ہوئی ہیں ایک تیاری کا مہینہ تھا۔ جسمیں ایک مسلمان رمضان کے روزوں کے ذریعہ افضال الٰہی کی بارش کو جذب کرنے کے لئے قدم بڑھاتا ہے۔ جو لیلۃ القدر کو نازل ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے اندر لیلۃ القدر کو قرآن کریم جیسی پاک کتاب جناب الٰہی سے حاصل کرتے ہیں جس سے اس رات کو وہ شرف و قدس حاصل ہوا جو آج اسے ہماری نظروں میں ہے یعنی اس کے بعد عید آتی ہے ۔

(۲)

عید کیا ہے؟ اس رحمت باری کے نزول کے بعد جو قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوئی ۔ عید اسپر اظہار شکر یا اظہار خوشی کے منائی جاتی ہے۔ اس دن اس شرف و قدس اس عنایت ایزدی اور اس رحم و کرم پر جو اللہ تعالےٰ کا بنی نوع مخلوق الٰہی پر خاص طور پر ہوا اور ہمیشہ ہوتا ہو ایک خوشی و سرور و فرحت و انبساط اور شکر و امتنان کے جذبات خدا تعالےٰ کے پاک بندوں کے قلوب میں موجزن ہوتے ہیں ۔ اور وہ ذات باری کے آگے سر نیاز خم کر کے تشکر و نعمت کا اظہار اور اس کی ان نعمائے بیکران کا اعتراف کرتے ہیں ۔

(۳)

لیکن آہ اس کے ساتھ بہت سی ایسی گھاٹیاں ہیں۔ جو آیندہ ہمارے راستہ میں آ واقعہ ہوئیں۔ بہت سی ایسی کٹھن منزلیں ہیں جو ہمیں طے کرنیکی ضرورت ۔ اور بہت سے بھیانک نظارے ہیں۔ جو اس یوم عید کے بعد ایک دل اور آنکھ رکھنے والے ہم ۔ بیشک گذشتہ نعما کی جس قدر ہو سکے قدر کرو ۔ اسپر خوشیاں مناؤ ۔ عمدہ کھاؤ ۔ اور اچھا پہنو ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آیندہ کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ کہ جس مقام پر تم کھڑے کئے گئے ہو۔ جو افضال تم پر نازل ہوئے ہیں جس پیغام کے تم حامل ٹھیرائے گئے ہو۔ وہ آیندہ تم سے بہت سی قربانیاں چاہتا اور ایک موت کے اندر تمہیں ڈال کر ایک نئی زندگی عطا کرنا چاہتا ہے ۔

(۴)

کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ اس عید کے بعد جسمیں تم خوشیاں اور رنگ رلیاں منا رہے ہو اس مقدس رات کو جس کی اتباع میں یہ دن نصیب ہوا کیا دقتیں کس قدر مشکلات اور مصائب کے کتنے عظیم الشان معرکے سر کرنے پڑے ۔ کیوں؟ آخر قرآن کریم جیسی دولت کو پاکر وہ کونسی مشکلات تھیں جو آپ کے لئے باقی رہ گئیں۔ قرآن کریم سے بڑھکر وہ کونسی فیروزمندی ہے جس کے لئے آپ کو اس قدر مشکلات اٹھانی پڑیں ۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے بڑھکر اور کوئی دولت نہیں ۔ نہ ہی کوئی اور ایسی کامیابی ہے جو کسی انسان کو کبھی میسر آسکتی ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی تمہاری طرح اس پیغام کو نفیس غلافوں کے اندر لپیٹ کر طاق کے اوپر رکھدینا ذات بابرکات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا شیوہ نہ تھا۔ وہ پاک پیغام جو حضور خداوندی سے اس عظیم الشان انسان پر نازل ہوا اس لئے دنیا میں نہیں بھیجا گیا تھا۔ کہ اسے خوبصورت جزدانوں میں بند کر کے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ کسی اونچی جگہ پر رکھدیا جائے ۔ اور کبھی کبھی کوئی فال لینے کے لئے اسے اتار کر کھولا جائے ۔ یا قسم اٹھانے کے لئے اتارا جائے ۔

(۵)

قرآن کریم کس لئے آیا تھا ۔ اس کے آنے کی غرض کیا تھی ۔ اس کا جواب اٹھانی پڑیں ۔ وہ خود اسی جگہ جہاں شہر رمضان میں اس کے نزول کا ذکر ہے ۔ اپنے نزول کی غرض کو بھی بیان کر دیتا ۔ اور بڑے زور کیساتھ اپنی یہ شان بیان فرماتا ہے ۔ کہ ھدی للناس و بینات من الھدی والفرقان ۔ یہ ہدایت نامہ ہے لوگوں کے لئے اور اس میں ہدایت کی کھلی کھلی باتیں ہیں ۔ اور یہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہے ۔ یہ وہ غرض و غایت ہے ۔ جسکے لئے یہ پاک کتاب دنیا میں نازل ہوئی ۔ اور اسی غرض کو پورا کرنا دنیا کے پاک انسان کا کام تھا ۔ جس کے اوپر یہ مقدس پیغام نازل ہوا .... اور بڑے زور کیساتھ اسے یہ حکم دیا گیا ۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک اے رسول صلعم پہنچا دے اسکو جو کچھ تیرے اوپر نازل کیا گیا ہے پس اس پیغام کو پاکر خاموشی اختیار کرنا اور اسپر خوشی و امتنان کا اظہار کر کے رہ جانا نہ صرف اس کی غرض و غایت کو عنت ربود کرنا تھا ۔ بلکہ اس صریح ارشاد الٰہی کی بھی خلاف ورزی تھی ۔ اس لئے یوم عید کے بعد پہلا کام جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ اس مبارک پیغام کو دنیا میں پہنچانا ۔ اور لوگوں کو رجوع الی اللہ کی تلقین کر کے الٰہی دین کی طرف بلانا تھا ۔ جو آپ نے کیا ۔ اور اس کی سرانجام دہی میں جو جو سخت مصائب آپ کو برداشت کرنی پڑیں اور جن خطرناک سے خطرناک مشکلات سے ہو کر آپ کو گذرنا پڑا ۔ ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں ۔ تاریخ کے صفحات ان سے بھرے پڑے ہیں ۔ اور شاید ہی کوئی مسلمان ہو جو ان سے کچھ نہ کچھ واقف نہ ہو ۔

(۶)

عید پر خوشیاں منانے والو ۔ ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولو ۔ اپنے گذشتہ اعمال کا احتساب کرو ۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس جدوجہد کا جو آپ نے اس مبارک پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کی جسکی خوشی میں آج تم عید منا رہے ہو ۔ ذرا اندازہ لگاؤ ۔ اور دیکھو کہ تم کہانتک اس مقدس فرض کی سرانجام دہی کے لئے تیار ہو کیتنی ہی عیدیں تم نے اس سے پیشتر منائیں ۔ کس قدر گلچھرے اڑائے ۔ اور نفیس غذاؤں اور عمدہ پوشاکوں سے اس ظاہری جسم کے بناؤ سنگار خرچ کیا ۔ لیکن اپنی اور اس کے ساتھ باقی دنیا کی روحانی پرورش کا کیا انتظام کیا ۔ کیا ہم بھی اس بلغ ما انزل الیک کے فرض سے سبکدوش ہوئے ۔ یا آیندہ ہی کم از کم اس سے سبکدوش ہونے کے لئے کوئی تیاری ہم نے کی ہے ۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام وہ لوگ جو آپ صلعم کی اتباع کا دم بھرتے ہیں اس حکم الٰہی کی تعمیل پر مکلف ہیں ۔ وہ بھی اس خطاب میں داخل ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا ۔ پھر ہم نے کہانتک اس مخاطبہ کا تسلی بخش جواب دیا ۔ اور کہانتک آیندہ دینے کے لئے تیار ہیں ۔

(۷)

آجتک جو کچھ ہم نے کیا ۔ اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ۔ زمانہ خود بتا رہا ہے ۔ کہ ہم کس طرف چلے جا رہے ہیں ۔ اور ہمارے اعمال کس قسم کے ہیں ۔ دوسروں کو تلقین کرنا تو ایک طرف ہم تو خود بھی قرآن کریم کو اٹھا کر نہیں پڑھتے ۔ اور اس کے پاک احکام کو نظر تلے نہیں لاتے ہم نے اسے محض قسمیں اٹھانے یا فال نکالنے کا آلہ بنا رکھا ہے ۔ اور اسکا یہ نتیجہ ہے ۔ کہ ہمارے ان اعمال کو دیکھ دیکھ کر دنیا خود بخود اسلام کی طرف سے بدظن ہو رہی ہے ۔ کیا ہی سچ فرمایا حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کہ تم دنیا کے نمک ہو ۔ نمک ہی ہے جو کھانے کو لذیذ بناتا ہے جس کھانے میں نمک بگڑ جائے اس کھانے کا کیا حال ۔ مسلمان ہاں وہ مسلمان جن کو خیر امت کہا گیا تھا ۔ جنہیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا کی تلقین کی گئی تھی ۔ جن کو حکم تھا ۔ کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کی بھلائی کی طرف بلائے ۔ نیکیوں کا حکم کرے اور بدیوں سے منع کرے ۔ اور اس کے نتیجہ کے طور پر یہ خوشخبری سنائی گئی تھی ۔ کہ اولئک ھم المفلحون یہی لوگ فلاح یافتہ ہونگے ۔ آہ آج وہی لوگ ۔ وہی خیر امت وہی اعتصام بحبل کرنے والے اور دنیا کو نیکیوں کی ہدایت کرنے والے خود شر امت بن رہے ہیں ۔ اور حبل اللہ کو چھوڑ کر تفرقہ کے تباہ کن ہاتھ سے برباد ہوئے جاتے اور دنیا کو ہدایت کی طرف بلانے کے بجائے گمراہ کر رہے ہیں ۔ یہ وہی نمک ہے جو دنیا کی اصلاح کرنے والا تھا ۔ لیکن آج خود بگڑ کر اپنے ساتھ دنیا کو بھی بگاڑ رہا ہے ۔

(۸)

مسلمانو! آؤ ہم تمہیں ایک دفعہ پھر اس پرانے سبق کو یاد دلائیں اور بتائیں کہ تمہیں عید کیونکر منانی چاہئے ۔ بیشک خوشی و انبساط کی قرآن کریم کا حکم ہے ۔ کہ تواصوا بالحق ۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرو اس لئے حق کی وصیت کو کسی کی طبیعت کو ناگوار گذرنے کے ڈر سے چھوڑا نہیں جا سکتا ۔ دیکھو آؤ اور اس عید کا عملی طور پر فایدہ اٹھاؤ ۔ پھر اس پیغام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو جاؤ ۔ جو گذشتہ ماہ کی ایک مقدس رات کو آج تیرہ سو سال پیشتر نازل ہوا ۔ اور جسکی تبلیغ و اشاعت اس اس عید کے بعد سے شروع ہوئی ۔ ہاں اس اسلام کی اشاعت کے لئے اٹھ کھڑے ہو ۔ جو آج چاروں طرف سے نشانہ ملامت بن رہا ہے ۔ اور ہر ایک طرف سے اسپر حملے ہو رہے ہیں ۔ دیکھو تم مسلمان کہلا کر اپنے پیارے مذہب کے نمایندہ بن چکے ہو ۔ پھر کس قدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے کہ آج دنیا کی بعض حقیر حقیر سی باتوں کے غلط طور پر پیش کئے جانے پر تو تم اپنے فرضی نمایندوں پر وہ لے دے کرتے ہو کہ جس کی انتہا نہیں لیکن خود اپنے مذہب کے نمایندہ ہو کر حق نمایندگی کو ادا نہیں کرتے بلکہ الٹا اسے بدنام کرتے ہو ۔ یاد رکھو ۔ اسلام ہی ہے جس کے نشر و اشاعت کیساتھ تمہاری دنیوی اور عاقبت کی فلاح وابستہ ہے ۔ بس فرض کی ادائیگی سے تم فلاح کے وہ تمام مراتب حاصل کر لوگے جنکے لئے آج تم ہاتھ پیر مار رہے ہو ۔ ہر ایک قسم کی سیاسی و اقتصادی اور تعلیمی بہبودی تمہیں اس وقت حاصل ہوگی ۔ جبکہ تم اشاعت اسلام کے کام میں لگ جاؤ گے ۔ پس اٹھو ۔ کہ تمہاری پاک کتاب قرآن کریم اولئک ھم المفلحون کا سرٹیفکیٹ تمہیں دینے کے لئے تیار ہے ۔

(۹)

اس موقعہ پر اس بات کا اظہار کر دینا بھی ضروری ہے ۔ بلکہ ناانصافی ہوگی اگر اس مبارک تحریک کا نام نہ لیا جائے جو اس مقدس فرض کی سرانجام دہی کے لئے ۔ اب بھی دنیا میں ایک خاص جماعت کی طرف سے جاری و ساری ہے ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس مبارک فرض کو لیکر کھڑی ہوئی ہے ۔ جس کے ماتحت انگلستان کا اسلامی مشن داعی اسلام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کے ماتحت وہ حیرت انگیز کام کر رہا ہے جس کی نظیر موجودہ بلکہ گذشتہ کئی صدیوں تک اسلامی دنیا میں مفقود ہے ۔ انگلستان کے اس مشن کے مستحکم کے بعد اب اس انجمن نے ہندوستان میں بھی متعدد مشن قائم کرنیکا ارادہ کیا ہے ۔ جسکے لئے ایک بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہوگی ۔ محبان اسلام کا فرض ہے کہ اس انجمن کو امداد دیکر تبلیغ اسلام کے فرض سے سبکدوش ہوں ۔ عید کا موقعہ اتفاق سے آرہا ہے ۔ جو اس مبارک کام کے لئے ایک بہت ہی موزون تقریب ہے ۔ اس موقعہ پر جہاں آپ سینکڑوں روپے خرچ کرتے ہو ۔ اشاعت اسلام کے کام میں بھی حصہ لیکر ثواب آخرت کو حاصل کرو ۔ اس عید پر کچھ فطرانہ دیا جاتا ہے ۔ جو دو سیر گندم فی کس کے حساب سے ہوتا ہے ۔ بیشک ۔ بہتا سے مساکین ہونگے جو اس فطرانہ کے اپنی اپنی جگہوں پر مستحق ہونگے ۔ لیکن اسلام سے بڑھکر مستحق کوئی نہیں جسکو آج کوئی بھی پوچھنے والا نہیں ۔ چاہئے کہ یہ فطرانہ انجمن کو بھیجکر ثواب دارین حاصل کریں ۔ اور یاایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم کے مصداق ٹھیریں ۔ احمدی احباب کو بالخصوص اس کا خیال رکھنا چاہئے ۔

خلافت محمودیہ اور اسلام

جو لوگ ۔ ابتدا سے ان تحریرات کو پڑھتے رہتے ہیں یا کم از کم ان کو سننے کا موقعہ ملا ہے ۔ جو خلافت محمودیہ کی تائید میں شائع ہوتی رہی ہیں انہیں یہ بات بھولی نہ ہوگی ۔ کہ ابتدائے قیام خلافت فاسدہ محمودیہ کے وقت میاں صاحب اور ان کے ہم نواؤں کی طرف سے اپنی صداقت کی یہ ایک بہت بڑی دلیل پیش کی جاتی تھی ۔ کہ ان کے ساتھ جماعت کی زیادہ تعداد ہے ۔ اور ہمارے ساتھ تھوڑی ۔ ہمیں کہا جاتا تھا کہ تم ہو کیا ۔ چند آدمی کر ہی کیا سکتے ہیں ۔ ہمارے ساتھ اٹھانوے فیصدی آدمی ہیں ۔ دیکھو الفضل مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۳ کالم ۲ و ۲۳ جون ۱۹۱۴ء ۔ پھر اس کے بعد میاں صاحب نے ایک اور پہلو بدلا ۔ اور دسمبر ۱۹۱۵ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے یہ لفظ کہے ۔ کہ

"جب بیعت ہوئی تھی اس وقت جماعت کا اکثر حصہ ان کے یعنی ہمارے ۔ ناقل ۔ ساتھ تھا ۔ چنانچہ انہوں نے خود بھی لکھا تھا ۔ کہ ہماری طرف جماعت کے بہت آدمی ہیں ۔ لیکن مجھے خدا تعالےٰ نے اس وقت بتا دیا تھا کہ میں تمہیں ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا ۔ اس کے یہ معنی نہیں ۔ کہ ان کی ہڈیاں توڑ کر انکے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاوینگے ۔ بلکہ یہ کہ خدا تعالےٰ ان میں سے ایک ایک کو توڑ توڑ کر ہماری طرف لے آئیگا ۔"

اس عبارت میں میاں صاحب نے گو ہر بجا ایک جھوٹ لوائے بلکہ اپنے

اجتماع انکی زندگی کا اصلی محور بنجائے، اُسکا تحفظ، اُسکی بقا، اس کا وجود تمام افراد قوم کی زندگی کی غرض اصلی بنجائے، اُسوقت ان مجموعۂ افراد کو ایک قوم کہا جاسکتا ہے اور وہی نقطۂ اتحاد ان کا شیرازۂ قومیت رشتۂ جامعیت اور رابطۂ وحدت قرار پائیگا کسی قوم کی تباہی کا اصلی سبب یہی ہوتا ہے کہ اُسکی قومیت کی یہ گرہ کھلجاتی ہے اور تمام مجتمع افراد متفرق و منتشر ہو کر ہوا کا ایک جھونکا اُنکو اڑا لیجاتا ہے۔

یورپ کے تمام متمدن ممالک کا وجود جامع وطنیت کے اندر پوشیدہ ہے۔ ہندوستان کی ترقی کی تمام کوششیں اسوقت تک بے اثر رہینگی جب تک اُسکی تمام قوموں میں مذہب یا وطن یا زبان کسی چیز کا نقطۂ اتحاد نہ پیدا ہو۔ اسلام نے اپنے سامنے دنیا کی عمومی برادری رکھی ہے وہ کسی ایک وطن کو دوکی خاص جغرافی ملک کو صرف باہم متحد نہیں کرنا چاہتا بلکہ تمام دنیا کو متحد کردینا چاہتا ہے۔ تاکہ دنیا میں ایک عام امن وسلامتی پیدا ہو جائے۔ موجودہ جنگ کے مصائب اسی غلطی کے نتائج ہیں یورپ کا رشتۂ اجتماع وطن یا نسل ہے۔ جس کا اشتمال لامحالہ صرف ایک محدود نسلی یا جغرافی ملک پر ہوگا، اسلئے یورپ میں سینکڑوں جمعیتیں پیدا ہوگئی ہیں، اسوقت انگریز جرمن سے نہیں لڑتے بلکہ انگلستان جرمنی سے لڑ رہا ہے۔ . . . . . .

اسلام نے جغرافی اور نسلی امتیازات کو جنکے اندر کبھی تمام دُنیا نہیں سماسکتی مٹا کر مذہب کو جامعۂ ارتباط اور رابطۂ جامعیت قرار دیا تاکہ دنیا کے جس حصہ اور انسانوں کی جن نسلوں تک بھی اس کا دائرہ وسیع ہو۔ وہ ایک برادری کے اندر داخل ہو جائیں،

اسلام نے باواز بلند کہا:- انما المومنون اخوۃ (حجرات) مسلمان تو سب آپس میں بھائی بھائی ہیں،

اسلام کے پیغمبر نے اسکی تفسیر میں کہا: تری المومنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی (بخاری مسلم)

(ترجمہ) مسلمان باہمی رحم محبت اور مہربانی میں ایک بدن کی طرح ہیں دیکھو کہ ایک عضو کو بھی درد ہوتا ہے تو تمام بدن بیخوابی اور تپ کی دعوت ایک دوسرے کو دیتا ہے + پھر فرمایا:- المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا (بخاری مسلم) ترجمہ۔ تمام مسلمان مثل ایک دیوار کے ہیں۔ جسکے ایک حصّہ سے جُڑ کر دوسرا حصّہ مستحکم ہو جاتا ہے۔

ارشاد ہوا: المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ (بخاری مسلم) ترجمہ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اُس پر ظلم کرے۔ اور نہ اُس کی اعانت ترک کرے۔

آپ نے فرمایا:-

کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ (مسلم) ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان پر تمام چیزیں حرام ہیں اسکا خون۔ اور اسکی آبرو۔+

ایک دفعہ آپؐ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ انصر اخاک ظالما او مظلوما۔ (بخاری مسلم) اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم)۔

صحابہ میں سے ایک نے عرض کی۔ مظلوم ہو تو مدد کرونگا لیکن ظالم ہو تو کیونکر مدد کروں۔ فرمایا۔ اسکی مدد یہ ہے کہ اسکو ظلم سے باز رکھو

امت اسلامیہ کی اجتماعی زندگی کی نسبت فرمایا:-

ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار (ترمذی) اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر مجتمع نکریگا۔ خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں الگ ہوا + تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ (احمد ابوداؤد، ترمذی) میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہوگی بہتر دوزخ میں اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہوگی + انہیں معنی کی اور بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ اُن سے اہل السنۃ کے لفظ والجماعۃ کی تفسیر ہوتی ہے (رشتہ)

بقیہ از کالم ۲

تو کلام (تینوں خداؤں میں کا ایک) جو مجسم ہوا۔ تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ باپ مجسم ہوا تھا نہ بیٹا اور باپ نے اپنا اکلوتا نہیں بخشا۔ بلکہ بیٹے نے باپ کو کفارہ کے لئے دیا تھا۔ یا تینوں کے تینوں خدا گنہگاروں کی خاطر صلیب پر چڑھ گئے۔ کیونکہ کثرت تو اُن کی محض اعتباری ہے اور درحقیقت تو وہ ایک ہی ہے پھر جب مسیحؑ نے کہا کہ اس دن اور اس گھڑی کی بابت سوائے باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ زمین میں کوئی نہیں جانتا اب اس آیت میں بیٹے کو تو گھڑی کا علم نہیں اور باپ کو ہے۔ باپ بیٹے میں امتیاز ہوگیا۔ پھر انجیل یوحنا ۱۴ باب ۲۸ میں فرماتے ہیں کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ حضرت مسیح کے اس قول نے صاف ثابت کردیا

مذاکرۂ علمیہ

التوحید

۲۹ / جون کے مسیحی معاصر نور افشاں میں ہمیں پھر ان منطقیانہ اُلجھنوں کے حل کی دعوت دی گئی جو تثلیث کے گورکھ دھندا کو عقلی معیار پر پورا اُتارنے کے لئے ایک مسیحی نامہ نگار عبد الحق نامی نے ڈالنے کی ابیعار بیسود کوشش کی حالانکہ ہماری طرف سے ان سب اُلجھنوں کو آج سے ۹ ماہ قبل ہمارے مہربان ہمارے قابل دوست مولوی عبد الحق صاحب نے معقولیت سے بکھیر کر رکھدیا ہوا ہے۔ یہ مضمون ۱۱ / اکتوبر ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں چھپ چکا ہوا ہے جسکے ساتھ اب کچھ اور اضافہ کرکے نور افشاں کے اس تازہ چیلنج کے جواب میں دوبارہ اشاعت کے لئے مولوی عبد الحق صاحب نے ہمیں دیا ہے۔ جو بصد شکریہ ہدیۂ ناظرین کیا ہے:-

تقاضائے فطرت ہے کہ انسان ہر شے کے امتحان۔ احتساب اور انتخاب کے وقت تو ازن علم وعقل سے کام لیکر حسن وقبح اعلیٰ وادنیٰ لطیف اور خبیث کا فتویٰ دیا کرتا ہے۔ سچ پوچھو تو اسکے حقیقی معمل میں اس سے بڑھکر اور کوئی میزان نہیں۔ یہی ایک قسطاس مستقیم ہے جو فاطر فطرت نے اسکے دماغ میں ودیعت کردی ہے اور انسان طوعاً وکرہاً اپنے پیش آمدہ امور میں اس سے کام لینے پر مجبور ہے پھر تم اس شے کو کس قدر عجیب کہو گے کہ جسکے وزن کو گراں ثابت کرنے کے لئے تم ترازو کی مرمت کے درپے ہو جاؤ۔ آہ! وہ انسان کیسا عجیب انسان ہے۔ جو ایک نظریہ کو درست ثابت کرنے کیلئے اپنے دماغ کی اصلاح کو مقدم سمجھتا ہے۔ پر اسطرح نہ تو نظریہ صحیح نظریہ قرار پاتا ہے اور نہ دماغ اپنے زاویے پر قائم رہتا ہے۔ قسطاس غیر مستقیم نہ خود پایہ اعتبار سے گری ہوئی ہے۔ بلکہ جس قدر کام اس سے لوگے وہ غلط اور نادرست ہوگا ویل للمطففین الذین اذا کتالوا...

تثلیث فی التوحید

ایڈیٹر صاحب اخبار نور افشاں نے اپنے کسی لائق اور ہونہار نوجوان مسیحی کی قلم حقیقت رقم سے ایک مضمون بعنوان تثلیث فی التوحید درج کرکے ہمارے پاس نطور فخر جواب کے لئے ارسال فرمایا ہے۔ کیونکہ اخبار مذکور کا تبادلہ پیغام صلح سے ایک مدت سے بند ہے اور باوجود اصرار پادری صاحب نے اپنی نور افشانی سے ہمیں محروم رکھا ہوا ہے۔ قابل مسیحی نوجوان نے اپنے عندیہ کو میزان اور منطق کے کانٹے پر پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہاں اسی علم وعقل کے کانٹے پر کہ جس سے کام لینے پر آدم کا بہشت سے ہبوط ہوا۔

ہمارے مسیحی دوست رقمطراز ہیں کہ مسئلہ مطلق وحدت یا احدیت سے مسئلہ کثرت فی الوحدت زیادہ قرین عقل اور قابل پذیرائی ہے" کسقدر قرین عقل اور قابل پذیرائی ہے۔ وہ قابل مضمون نگار خود ہی آگے چلکر صاف کردیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کلام اقدس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ ذات قدوس الوہیم تعالیٰ شانہ میں باپ بیٹا۔ روح القدس تین اقنوم ہیں۔ ان اقانیم کا امتیاز بطون ذات میں ہے۔ کنہ اس کی عقل انسانی سے پرے ہے"

اس عجیب وغریب فلسفہ اعداد کو سمجھنے سے واقعی دنیا مجبور ہے کہ ۱+۱+۱ برابر ہے ایک کے۔ اس ذات کے تین اقنوم بھی ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے کامل بھی ہے۔ پھر بھی تین کامل نہیں۔ بلکہ ایک کامل ہے۔ ایک جگہ تو اسکو وحدت کی نسبت زیادہ قرین عقل اور قابل پذیرائی بیان کرنا اور دوسری جگہ اس کی کنہ کو عقل انسانی سے پرے بتلانا نامہ نگار کی اندرونی کشمکش کو صاف ظاہر کررہا ہے۔ بہتر ہوتا۔ کہ ہمارا دوست پہلے توریت اور انجیل سے تثلیث یا ثلاث واحد کو ثابت کرتا اور جو دلائل کثرت فی الوحدت پر انجیل یا توریت میں مذکور ہیں ان کو پیش کرتا۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی تعجب انگیز امر نہیں کہ دعویٰ تو خدا کرے اور اسکے ثابت کرنے کے لئے دلائل انسانی دماغ وضع کرے۔ ہمارا یہ دعوےٰ ہے کہ کتاب مقدس کے کسی صحیفے میں کثرت فی الوحدت کا نام ونشان تک نہیں۔ چنانچہ میزان الحق مطبوعہ مرزاپور صفحہ ۱۲۶ پر لکھا ہے کہ مسیحیوں کے اعتقاد میں اس عمدہ مطلب کو تثلیث یا ثلاث واحد کہتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ لفظ بعینہ انجیل میں نہیں پائے جاتے۔ مگر انجیل کی اس عمدہ تعلیم کا عبادت کے موافق ایسا نام ہوا ہے" . . . . . میں کہتا ہوں کہ تثلیث مقدس کو منطقی اور عقلی دلائل سے ثابت کرنے سے بڑھکر مسیحی شرع میں کوئی گناہ نہیں۔ اسی لئے خداوند یسوع کے قابل شاگردوں نے علم کلام کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے۔ پادری فانڈر جیسا فاضل میزان الحق صفحہ ۱۲۶ پر لکھتا ہے کہ" اگر تو کہے کہ ان مطالب کا اس طور پر ہونا کیونکر ممکن ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں اپنے تئیں یونہی بیان کیا ہے سو آدمی کو یہ مطالب جیسے کہ لکھے ہیں مان لینا واجب ہے۔ پس درحالیکہ صورت یہ ہے۔ تو آدمی کی کیا طاقت ہے جو خدا کے ساتھ بحث کرے" . . . . . مگر فاضل مصنف نے اس پر غور نہ کیا۔ کہ آدمی کو تو خدا سے بحث کی طاقت نہیں۔ لیکن کیا خدا میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ مسائل کو عقول انسانی کے مطابق بیان کرتا۔

پہلا اعتراض مسیحی دوست نے یہ کیا ہے کہ اگر ذات واجب سبحانہٗ ہر طرح کی کثرت سے خالی ہے تو مخلوق کثیر کیسے ہو سکتی ہے اگر واحد محض سے دو معلول صادر ہوں تو مصدریت ایک معلول کی دوسرے کی مصدریت سے مغایر ہوگی۔ اس لئے کہ دو معلولوں کی مصدریت دو متغایر مفہوم ہیں کیونکہ تحقق ایک کا بغیر دیگر کے ہوتا ہے" اس تقریر سے تثلیث کی تردید ہوتی ہے نہ تائید۔ اسلئے کہ جب علل متعدد ہونگی یعنی ہر معلول کی علت واحد ہوگی۔ تو چونکہ معلول کثیر ہیں علل بھی کثیر ہونگے۔ علل کے کثیر ہونے میں ہر علت دوسری سے مغایر ہوگی اور کثرت حقیقی ہوگی نہ کہ اعتباری کیونکہ علل کثیرہ کا مفہوم ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ علل میں مغایرت ہے۔ علل میں مغایرت ہو تو ان میں مابہ الامتیاز ضروری جو مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک سے مرکب ہو وہ حادث ہوا نہ قدیم خدا کو حادث ماننا مسلمات فریقین کے خلاف ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ عالم میں گو بہ ظاہر ہزاروں لاکھوں اشیا نظر آتی ہیں لیکن عالم ایک شئے واحد ہے اور یہ تمام اشیاء اس کی فانیات اور اجزا ہیں۔ اور ایک شئے واحد کی دو علت تامہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ علت تامہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کے وجود کے ساتھ بلا انتظار کسی اور چیز کے معلول وجود میں آجائے اسلئے اگر ایک معلول کے لئے دو علت تامہ ہوں تو ایک بالکل بیکار رہیگی۔ چونکہ خدا عالم کی علت ہے اور عالم شئے واحد ہے شئے واحد کی علتیں متعدد نہیں ہو سکتیں لہذا خدا متعدد نہیں ہو سکتا چونکہ تثلیث تعداد کو ظاہر کرتی ہے اس لئے تثلیث باطل۔ رہا یہ اعتراض کہ خدا تعالیٰ کو کثرت کا علم حضوری تھا یا حصولی ہم خدا تعالیٰ کی تمام صفات کو قدیم مانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو قبل از خلق اسی قسم کا علم تھا جسکو اصطلاح میں حضوری یا لزومی اشراقی کہتے ہیں جیسے کہ انجینئر کو بھی ناقص طور پر قبل از تعمیر عمارت کا علم ہوتا ہے تاہم ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ کو جب کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اسوقت بھی [illegible] علم ہوتا ہے کہ یہ امر واقع ہوگیا۔ علم حضوری کے لئے وجود کی ضرورت نہیں: . . . مسیحی دماغ کا دوسرا سوال فلسفہ اور اعداد کی ایک عجیب تجدید ہے یعنی یہ کہ اگر کثرت کا مفہوم حادث مانا جاوے تو ماننا پڑیگا کہ ہر طرح کی وحدت کا مفہوم بھی حادث ہو کیونکہ وحدت بمقابلہ کثرت کے ہے نہ کہ کوئی خاص وجود خارجی یعنی کثرت بتکرار وحدت ہے۔ اور وحدت تجزیہ کثرت ہے جیسے بغیر بیشی کے کمی کا مفہوم کچھ نہیں ایسا ہی بغیر کثرت کے وحدت کوئی شئے نہیں"

اس فلسفہ پر جی قربان ہونیکو چاہتا ہے کاش اس قسم کے علم حساب کے رضا ب کا نفاذ دنیا میں ہوتا اور پھر دنیا دیکھ لیتی کہ گنگا کس طرح بہا کرتی ہے۔ آہ کیسے بھولے بھالے ہیں ہمارے قابل دوست کہ ابتک کسی نے ان کو نہیں سمجھایا کہ ایک عدد معین ہے اور کثرت کوئی عدد معین نہیں۔ واحد خاص ہے۔ اور کثیر عام۔ کیا مسیحی فلسفۂ اعداد کی رو سے جو شئے حقیقتاً واحد ہو وہ کثیر بھی ہوگی۔ کیا اگر قابل مسیحی منطقی کو ہم نے چند روپے دینے ہوں اور اس کے عوض میں صرف ایک روپیہ دیکر یہ کہدیا جائے کہ یہ روپیہ واحد نہیں بلکہ یہ کثیر روپے ہیں کیونکہ ایک روپیہ تو یہ تصویر والے رخ کی طرف سے ہے اور دوسرا روپیہ دوسرے رُخ سے اور تیسرا روپیہ کناروں کے رُخ سے پس یہ ایک روپیہ نہیں بلکہ تین روپے ہیں اور کثیر روپے ہیں۔ تصویر کے رُخ سے بھی یہ روپیہ کامل ہے اور دوسری رُخ سے دیکھو تو بھی کامل روپیہ ہے اور کناروں کی طرف سے بھی روپیہ کامل ہے۔ پھر بھی یہ تین کامل نہیں بلکہ ایک کامل ہے اور جب سے اس کا ایک رُخ بنا تب ہی سے دوسرا اور تیسرا لہذا یہ تینوں ازلی پھر بھی تینوں ازلی نہیں بلکہ ایک ہی ازلی۔ اور چونکہ بغیر کثرت کے وحدت کوئی شئے نہیں۔ اگر ہم ایک روپیہ مسیحی سے چھین لیں تو گویا ہم نے کچھ نہیں چھینا۔

وحدت حقیقی اور کثرت اعتباری

پادری فانڈر صاحب نے مفتاح الاسرار کے صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے کہ" خدا میں وحدت حقیقی بھی ہے اور تثلیث حقیقی بھی۔ اور ایسی تثلیث کسی مخلوق کی ذات میں نہیں کیونکہ موجودات میں خدا کی ذات کی مثل اور مانند نہیں" . . . . . . اب نوجوان مسیحی کثرت کو محض اعتباری قرار دیتے ہیں اور وحدت حقیقی اور ان کا باہمی امتیاز بطون ذات میں

تیسرا موقعہ آتا ہے۔ اور اس وقت بھی اصلی کثرت پر زور دیا دیکر اسپر اپنی صداقت کی بنیاد رکھی جاتی ہے چنانچہ گذشتہ دسمبر ۱۹۱۶ء کے جلسہ سالانہ میں ایک ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔ جس میں یہ لفظ لکھے جاتے ہیں کہ

”احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہرگز جماعت احمدیہ کے قایمقام نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ جماعت احمدیہ کا ایک نہایت ہی قلیل حصہ ہے جو دو فیصدی بھی بمشکل ہوتا ہے“

اسمیں بھی صریحاً اپنی کثرت کو میاں صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے اپنی صداقت کی دلیل گردانا۔ اور ہمیں قلیل کہکر جھٹلانا چاہا ہے۔ اگرچہ یہاں ایک یہ سوال ہوتا ہے۔ جو ہم اس سے پیشتر بھی میاں صاحب سے کر چکے ہیں کہ جب ۱۹۱۴ء میں بھی ہماری تعداد دو فیصدی تھی۔ کیا مطلب کہ چار لاکھ کی جماعت میں سے آٹھ ہزار آدمی اس وقت بھی ہمارے ساتھ شامل تھے جنہیں الفضل نے چند آدمی قرار دیا) اور دسمبر ۱۹۱۶ء کو حسب ریزولیوشن مندرجہ بالا ہم دو فیصدی یعنے وہی آٹھ ہزار تھے۔ تو اس کے کیا معنے کہ ۱۹۱۵ء میں میاں صاحب باعلان کرتے اور اپنے الہام لیمزقنہم کا اسے ایک ثبوت ٹھہراتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں سے بہت سے لوگ علیحدہ ہوکر میاں صاحب کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اگر واقعی لوگ کٹ کٹ کر ہم سے علیحدہ اور میاں صاحب کے ساتھ شامل ہوگئے تھے تو الفضل کے ۱۹۱۴ء والے حساب دو فیصدی یعنے آٹھ ہزار سے ہماری تعداد کم رہ جانی چاہئے تھی۔ لیکن یہ کیا ہوا کہ ۱۹۱۶ء میں پھر ہم وہی دو فیصدی ہوگئے۔ کیا کہیں ایک سال میں اس الہام کا کوئی الٹا اثر تو نہیں ہوگیا۔ خیر یہ تو ایک حل طلب معمہ ہے۔ جسے چھ ماہ ہوئے ہم میاں صاحب اور انکے مریدین کے آگے حل کرنیکے لئے پیش کر چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی کی ادھیڑبن میں مصروف ہونیکے باعث انہیں ہمارے رجسٹرڈ خطوط کے جواب کی بھی فرصت نہ ملی ہو۔ اس لئے ہم انہیں بمصداق فذرہم فی خوضہم یلعبون اسی ادھیڑبن میں چھوڑکر آگے بڑھتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین کو بتانا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جو ایک وقت اپنی صداقت کا معیار ہی کثرت کو ٹھہرایا کرتے تھے اب کس پانی میں ہیں۔ ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہونگے۔ کہ خاص خلافت مآب ہی کے اس اخبار میں جسکے سابق مذہب کو اوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔ ایک سلسلہ مضامین شایع ہو رہا ہے جسکا یہ عنوان ہے کہ

”اسلام کثرت افراد کو کسی مذہب کی صداقت کی دلیل نہیں سمجھتا“

اس مضمون کے اندر بڑے زور شور سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ”دیگر مذاہب صرف کثرت افراد کو اپنی صداقت کی ایک دلیل ٹھہراتے ہیں انکے عقاید ایک ہوں یا نہ ہوں لیکن اسلام اسکے خلاف ہے۔ وہ عقاید میں اتفاق چاہتا ہے۔ خواہ افراد تھوڑے ہوں چنانچہ لکھا ہے کہ

”غرض کسی قوم یا مذہب نے اس بات پر توجہ نہیں کی کہ ہم اچھے اور برے میں کوئی امتیاز قایم کریں۔ اور اچھوں سے جوڑیں۔ اور بروں کو بالکل اپنی قوم سے الگ کر دیں اور اس بات کا خیال تک بھی دل میں نہ آنے دیں۔ کہ اگر ہم اس کثیر التعداد لوگوں کو اپنے اس مذہبی یا قومی دایرہ سے خارج کر دینگے۔ تو ہمارا شکم ہو جائیگا۔ بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ہمیشہ اس بات کی ہی کوشش کیا کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ ان اختلافات کو بھی رہنے دو مگر فلاں کام مل کر کر دیا یہ کہ اختلاف ہوا کرے مگر آپسمیں اتفاق ہونا چاہئے۔ لیکن سوال ہے کہ یہ ہو ہی کیسے سکتا ہے کہ جو شخص اس طریق سے دور ہے جسپر ہم ہیں پھر ہم اسکے ساتھ مل جائیں۔ اور کوئی کام کریں اور وہ کام نتایج بھی اچھے پیدا کرے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اسکے پیرو کہلانے والوں کی تعداد زیادہ ہو خواہ کسی ہی قسم کے لوگ کیوں نہ ہوں تمام دیگر مذاہب اور اسلام میں یہ ایک فرق عظیم ہے“

الفاظ اپنا مطلب خود ادا کر رہے ہیں کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان الفاظ کو پڑھکر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مدیر الفضل اپنے پیر اور تمام جماعت محمودیہ کو کن لوگوں میں شامل سمجھتا ہے۔ آیا اسکے نزدیک میاں صاحب بھی انہی دوسری قوموں میں شامل ہیں جو بخلاف اسلام کثرت کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہیں یہی نہیں بلکہ آجتک تو اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ اختلاف عقاید رکھکر بیعت کرلینی چاہئے کس قدر کوششیں کی گئیں اور لوگوں کو اکسایا گیا کہ ”ان اختلافات کو بھی رہنے دو، مگر بیعت کرلو۔ آج معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ اسی سبب سے کہا جاتا تھا۔ کہ ایسی باتیں کہنے والوں کو اسلام سے واسطہ نہیں۔ اسلام کو وہ چھوڑ چکے ہیں۔ اور غیروں کے ہم آواز ہونے میں ہی اپنی خیر دیکھتے ہیں مدیر الفضل نے کیا ہی معقول سوال کیا ہے۔ جسکا جواب میاں صاحب کے ذمہ ہے کہ ”یہ ہو ہی کیسے سکتا ہے کہ جو شخص اس طریق سے دور ہے جسپر ہم ہیں پھر ہم اسکے ساتھ مل جائیں۔ اور کوئی کام کریں۔ اور وہ کام نتایج بھی اچھے پیدا کرے“

پھر وہ کیا تھے جو ہم کبھی انکی دلیل کثرت کے جواب میں پیش کیا کرتے تھے ہمارا تو آجتک میاں صاحب نے کوئی جواب نہ دیا لیکن اسکے خود انکے اپنے گھر سے انہی کے اپنے اخبار ...

مقالات

اہل السنّة والجماعة

اہل السنت والجماعۃ کسے کہتے ہیں۔ اور وہ قبر پرست اور پیر پرست لوگ جو آج خلاف سنت نبویہ طرح طرح کی بدعات میں گرفتار اور کسی امام کے رشتہ تقلید میں برائے نام وابستہ اپنے آپکو ظاہر کرتے ہیں۔ کہانتک اس نام کے مصداق ہوسکتے ہیں۔ ایسا ہی بعض ایسے فرق اسلام جیسا کہ مسلمانوں سے الگ ہوکر صرف قرآن اور سنت رسول صلعم کو ہی اپنے لئے واجب الاتباع جانتے اور ہر قسم کی بدعات سے مجتنب رہتا پسند کرتے ہیں اس اصطلاح کے صحیح مفہوم کے اندر آسکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب ذیل کے مضمون سے شاید زیادہ وضاحت اور عمدگی سے مل سکے جس میں اہل سنت والجماعۃ کے لغوی و شرعی معانی اور پھر تاریخی تحقیق سے اسکے اصل مفہوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایڈیٹر

قوموں ملکوں اور ممتاز افراد انسانی کی تاریخ بڑی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہے۔ اور صاف نظر آتا ہے کہ کیا تھے اور کیا ہوگئے۔ لیکن کبھی اسپر بھی تم نے غور کیا کہ الفاظ کی بھی کوئی تاریخ ہوسکتی ہے؟ کیا قوموں ملکوں اور انسانوں کی طرح ان میں بھی انقلابات کا وہی مد وجزر ہے جس سے ذرہ بھی مستثنے نہیں۔

صبر کا حقیقی مفہوم عزم و استقلال اور مصائب کی جبین خاطر اور اطمینان قلب کے ساتھ برداشت ہے لیکن اب صبر کا مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ کوئی زبردست گالی دے۔ اور ہم خاموش رہیں کوئی مارے اور ہم یہ کہکر چپ ہو جائیں کہ ”خداوندا! ہم نے صبر کیا تو ہی اس سے مجھ غریب کا انتقام لینے والا ہے“ لیکن کیا بجز بایں کا مفہوم اس سے کچھ زیادہ ہے؟

ظلم کے اصلی معنی جنمیں قرآن نے اسکا استعمال کیا ہے۔ وہ حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔ خواہ وہ معاملہ اپنے نفس کے ساتھ ہو۔ یا دوسرے کے ساتھ ہو کسی غریب کا امیر کے ساتھ یا امیر کا غریب کے ساتھ۔ رعیت کا بادشاہ کے ساتھ یا بادشاہ کا رعیت کے ساتھ بالعموم اس کے معنے زبردست کا زیردست کو ستانا

شریف کا لفظ اصل میں رئیس کا مرادف تھا۔ پھر خاندان نبوی کے لئے اس کا استعمال ہوا اور اب اس کو شریف کہتے ہیں جسکے نسب میں ناسادی یا آبرو باختہ خاندان کی شرکت نہ ہو۔ دہشت کے صحیح معنی استعجاب و حیرت کے ہیں لیکن وہ اب خوف اور ڈر کے ہم معنی ہے۔ اسلام کے معنی آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام رضہ کے عہد میں خدا کو ایک۔ پیغمبروں کو سچا۔ اور کلام الہی کو برحق ماننا تھا لیکن اب صفات الہی کو عین ذات۔ یا زاید بر ذات۔ معجزات کا دلیل نبوت ہونا یا نہ ہونا کلام کا مخلوق یا غیر مخلوق ہونا بھی اسکے معنی میں داخل ہے۔

مسلمانوں میں ہر دور میں سیکڑوں فرقے پیدا ہوئے۔ لیکن وہ نقش بر آب تھے۔ ابھرے اور مٹ گئے۔ آج مسلمان آبادی کا کثیر حصہ جو اکناف عالم میں پھیلا ہے۔ اپنے آپکو فرقہ ”اہل السنۃ والجماعۃ“ میں شمار کرتا ہے لیکن سب سے پہلے اس کے معنے پر اور پھر اسپر غور کرنا چاہئے کہ اسی طرح ”اہل السنۃ والجماعۃ“ کے مفہوم میں بھی تو کوئی تغیر اور اس کی حقیقت میں کوئی انقلاب تو نہیں ہوگیا ہے۔ عام طور سے اہل سنت کے معنی ہندوستان میں یہ سمجھے جاتے ہیں کہ جو شیعہ نہ ہو۔ آیا یہ تعبیر واقعہ کے مطابق ہے؟

ا

”اہل سنت والجماعت“ تین لفظوں سے مرکب ہے ”اہل“ کے معنی اشخاص۔ متعلقین۔ اتباع۔ اور پیرو کے ہیاں ہیں ”سنت“ عربی میں راستہ کو کہتے ہیں۔ اور مجازاً روش زندگی اور طرز عمل کے معنی میں یہ لفظ آتا ہے ”سنت“ سے مقصود عام سنت نہیں۔ بلکہ اصطلاح دینی میں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی اور طریق عمل کو ”سنت“ کہتے ہیں ”جماعت“ کے لغوی معنی گروہ کے ہیں لیکن یہاں جماعت سے مراد جماعت صحابہ رضہ ہے اس لفظی تحقیق سے ”اہل السنۃ والجماعۃ“ کی حقیقت بھی واضح ہوتی ہے یعنی یہ کہ اس فرقہ کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جنکے اعتقادات اعمال و مسایل کا محور پیغمبر علیہ السلام کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اثر مبارک ہے۔

”سنت“ کا مقابل لفظ ”بدعت“ ہے ... بدعت کے لغوی معنی نئی بات“ کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کے یہ معنی ہیں کہ مذہب کے عقاید یا اعمال میں کوئی ایسی بات داخل ہو جس کی تلقین صاحب مذہب نے نہ فرمائی ہو۔ اور نہ ان کے کسی حکم یا فعل سے اسکا منشا ظاہر ہوتا ہے۔ خود آنحضرت نے اور صحابہ نے ان دو لفظوں کو انہیں معنوں میں مستعمل فرمایا ہے۔ اور کبھی ”سنت“ کے بجائے ”ہدی“ اور ”بدعت“ کے بجائے ”محدث“ فرمایا ہے۔ لغت میں بھی یہ الفاظ مترادف ہیں ہدی طریقہ کو کہتے ہیں اور محدث کے معنی ”نیا“

صحیح مسلم میں آپکا وہ خطبہ مذکور ہے جسکو دیتے ہوئے آپکی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ آواز بلند ہو جاتی تھی اور لہجہ غضبناک ہو جاتا تھا۔

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی محمد وشر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ

بعد اس کے بہترین کلام خدا کا کلام ہے بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے۔ بدترین امور نئی باتیں ہیں۔ اور ہر نئی بات گمراہی ہے۔

مسند احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ

میرا طریقہ اور میرے ہدایت یاب جانشینوں کا طریقہ اختیار کرو اسکو اچھی طرح پکڑے رہو اور اسکو دانت سے دبائے رہو۔ نئی باتوں سے بچنا ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔

ایاکم والمحدثات فان کل محدثۃ ضلالۃ

نئی باتوں سے بچنا ہر نئی بات گمراہی ہے۔

اس قسم کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نہایت کثرت سے ہیں ان روایات میں آنحضرت صلعم نے ”نئی بات“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس کی تفصیل دوسرے موقعوں پر آگئی ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں حضرت عایشہ سے مروی ہے۔

من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد

ہمارے اس مذہب میں یا تعلیم میں جو کوئی نئی بات داخل کریگا جو اسمیں نہیں وہ مردود ہے

صحیح مسلم میں ہے

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فہو رد

جو کوئی ایسا کام کریگا جسپر ہمارا مذہب نہیں وہ رد ہے۔

ابوداؤد میں بایں الفاظ ہے

من صنع امرا علی غیر امرنا فہو رد

جس نے ہمارے عمل یا مذہب کے خلاف کوئی کام کیا وہ رد ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوگا کہ آنحضرت صلعم جو تعلیم دینا میں لائے جن عقاید کی تلقین آپ نے اپنی امت مرحومہ کو زبانی سے مذہب کا جو طریقہ عمل آپ نے اپنے متبعین کو فرمایا۔ اس میں ایک ذرہ اسقاط و اضافہ بھی بدعت ہے۔ اور کسی حال میں وہ اسلام کا جزو و عنصر نہیں قرار پا سکتا کسی قوم میں اصلاح کے ظہور کے بعد فساد کا رکیونکر راہ پاتا ہے شارع اسلام علیہ الوف التحیات والسلام اس سے بیخبر نہ تھا فرمایا

ما من نبی بعثہ اللہ الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاہدہم بیدہ فہو مومن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل (مسلم)

خدا نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں فرمایا لیکن اس کے چند خاص اتباع اور پیرو بنائے جو اسکی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے مذہب کی اقتدا کرتے تھے پھر ان کے بعد ایسی نسلیں آتی ہیں جو کہتی ہیں وہ جو کرتی نہیں اور کرتی ہیں وہ جسکا انکو حکم نہیں دیا گیا جو انکے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے جو دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں۔

اسلام ہر حکم قطعی کے بعد کہ صاحب شریعت کی تعلیمات اور احکام پر کسی قسم کا اضافہ کرنا۔ یا ان میں سے کسی جزو کو ساقط کر دینا ”سنت“ کی بیخکنی اور ”بدعت“ کی پرورش ہے۔ ”اہل السنۃ“ کے معنی واضح ہو جاتے ہیں لیکن اسکے بعد ”والجماعۃ“ کا لفظ سامنے آتا ہے۔ اس لئے ”جماعۃ“ کی تفسیر بھی خود صاحب شریعت کی زبان سے سن لینی چاہئے

اسلام دنیا کے تفرقوں کو مٹا کر تمام دنیا کی ایک عمومی برادری قایم کرنے آیا تھا۔ وہ آیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ اس نے عرب کے متفرق قبایل کو جو باہم دشمن یا کم از کم نا آشنا تھے۔ ان کی قبایلی تقسیم کو مٹا کر صرف ”جامعہ اسلام“ کے ایک رشتہ میں انکو باہم متحد کر دیا۔ مہاجرین و انصار میں وہ اخوت پیدا کر دی کہ ... برادریاں اسکے آگے ہیچ ہوگئیں۔

کسی قوم میں حقیقی ... اسوقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک ...

تصدیق المسیح

زلزلہ بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حالِ زار

(۲)

پہلے نمبر میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اصل الہام میں زلزلہ کا لفظ جو آیا ہے۔ اسکو حضرت صاحب بھی اس پیشگوئی کو بیان کرتے وقت استعمال کرتے رہے۔ اور چونکہ اسکے ساتھ ایک بات یہ بھی تھی کہ اس سے عمارتیں بھی تباہ ہونگی۔ اس لئے اس وقت بظاہر زلزلہ کی طرف ہی قیاس کا رجحان ہو سکتا تھا۔ گو آپ کے صریح الفاظ کے مطابق آپ کو اس پر ہرگز نہ تھا۔ کہ ضرور زلزلہ ہی ہوگا۔ اور کوئی اور شدید آفت نہ ہوگی۔ بلکہ آپ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ پیشگوئی میں جس شدت کی تباہی کا بیان ہے اسکے لحاظ سے آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ:-

"ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔"

بلکہ اس نظم کے اندر جس میں آپ نے اس پیشگوئی کو بیان کرتے ہوئے اس کے نیچے یہ فٹ نوٹ دیا ہے۔ صاف طور پر ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم سے نکلوا دیئے ہیں۔ جو سوائے جنگ کے اور کسی پر لگ ہی نہیں سکتے۔ مثلاً فرمایا۔

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کر دیگی انہیں مثل درختانِ چنار

چنار کے درخت کے پتے بالکل خون آلودہ معلوم ہوتے ہیں اور یہ درخت فرانس میں جو بلحاظ لباس و آرائش خوبصورتی کا گھر ہے بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اس لئے یاسمن اور چنار کی ہر دو تشبیہات خاص اس مقام پر خوب ہی صادق آتی ہیں۔

پھر فرمایا:-

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار

یہاں مُردوں کے خون کے الفاظ خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ اگر زلزلہ اس سے مراد ہوتی تو زیادہ سے زیادہ لوگ مکانوں کے نیچے دب کر مر جاتے لیکن مُردوں میں سے خون بہنے کے کیا معنے۔ ظاہر ہے کہ اسکا نظارہ بھی جنگوں کے سوائے اور کہیں نظر نہیں آتا۔ پھر اس قدر خون بہنے میں اور ایسے مقام پر بہنے ہیں جہاں کوہستان کے آب رواں سُرخ ہوتے ہیں موجودہ جنگ کے اندر اس کا بھی نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ جب ہم ان مقامات کو جہاں لڑائی ہو رہی ہے۔ کوہستانوں کے اندر دیکھتے ہیں اور دوسری طرف معمولی زلزلہ کے اسقدر خونوں کے بہنے اور پھر بالخصوص کوہستان کے پانیوں کے اُن سے سُرخ ہونے کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

ایسا ہی فرمایا:-

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان
آسماں حملے کریگا کھینچکر اپنی کٹار

کیا ان حالات جنگ میں آسمان کے حملے کرنے میں کوئی شُبہ باقی رہ گیا ہے۔ ہوائی جہازوں کے حملوں کو دیکھنے والے اس کی گواہی دینگے۔

پس اس قدر تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت اقدس نے اس سے زلزلہ ہی مراد لیا ہے اور کسی دوسری شدید آفت کا آنا آپ اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے جائز نہیں سمجھتے تھے کسقدر خلاف بیانی ہے۔

اعتراض نمبر ۲

دوسرا اعتراض جو مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اس پیشگوئی کا اپنی زندگی میں واقعہ ہونا بیان کیا ہے۔ اور صاف طور پر کہا ہے کہ یہ آپ کی زندگی ہی میں پوری ہوگی۔ اس اعتراض کا جواب جیسا کہ ہم اس سے پیشتر بتا چکے ہیں۔ ۱۷ مئی ۱۹۴۰ء کے پیغام صلح میں حضرت امیر ایدہ اللہ پوری تفصیل سے دے چکے ہیں اور اسکے ما لہ و ما علیہ پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے حسب عادت خود اس کو تو چھوا نہیں۔ اور عدم جواب کا الزام ہم پر دیکر پھر وہی اعتراض کر دیا جو اسکے ہمنواؤں نے اس سے پیشتر کیا تھا۔ حالانکہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود کی اصل تحریرات اور اگلے اور پچھلے بیانات کو سامنے رکھ کر کسقدر

حضرت مسیح موعود نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ پہلا زلزلہ میری زندگی میں ہوگا۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ تاریخ اور دوسرے الہامات کو بھی دیکھنا ضروری ہے۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم اور اس کا ضمیمہ ایک ایسی کتاب ہے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں شائع نہیں ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کتاب لکھی کب گئی۔ سو اسکے لئے ہمیں زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خود اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر جہاں اشعار میں زلزلہ کی پیشگوئی درج کی ہے وہیں اس کی تاریخ بھی حضرت کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی ہے چنانچہ یہ پیشگوئی اس مصرعہ سے شروع ہوتی ہے "اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد" جسکے نیچے یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں تاریخ امروزہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ اشعار اس تاریخ کو اس کتاب میں لکھے گئے۔ اب اصل کتاب تو یہیں صفحہ ۱۲۰ پر ختم ہو جاتی ہے اور یہ اس کا آخری صفحہ ہے۔ جو ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء کو لکھا گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضرت صاحب کی کتب جو بعد میں شائع ہوئیں۔ وہ چھپی آپ کی زندگی میں ہی تھیں۔ بلکہ مسودہ لکھنے کے ساتھ ساتھ ہی چھپتی جاتی تھیں۔ ناتمام رہنے کی وجہ سے یا بعض دوسری کتابوں کے درمیان میں آ جانے کی وجہ سے انکی اشاعت آپ کی زندگی میں نہیں ہوئی۔ تو یہ اوراق تاریخ مذکورہ کے قریب قریب طبع ہو چکے تھے۔ انہیں ایام میں یعنی ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کو آپ نے ایک اشتہار اسی زلزلہ کے متعلق شائع کیا۔ جس پر پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں کچھ اعتراضات کئے گئے اور ان اعتراضات کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے اسی کتاب کا ایک ضمیمہ شروع کر دیا۔ کیونکہ یہ کتاب زلزلہ کی پیشگوئی پر ختم ہوتی تھی۔ اس لئے ساتھ ہی ان اعتراضات کا جواب شروع ہو گیا چنانچہ یہ ضمیمہ ذیل کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

"ایک صاحب محمد اکرام اللہ نام نے روزنامہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں میرے ان اشتہارات کی نسبت جن میں اول دفعہ اور دوسری دفعہ کے زلزلہ کی نسبت پیشگوئیاں ہیں۔ کچھ اعتراض شائع کئے ہیں" ان اعتراضات کا جواب ضمیمہ مذکور کے صفحہ ۱ سے لیکر ۲۰ تک چلتا ہے۔ اور صفحہ ۲۰ سے مزید اعتراضات کا جواب شروع ہوتا ہے۔ جو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے پیسہ اخبار ۱۹ جون ۱۹۰۵ء میں شائع کئے تھے۔ ان دونوں اعتراضات کی نوعیت ملتی جلتی ہے۔ یعنی ایک ہی اشتہار پر ہیں اور ظاہر ہے کہ محمد اکرام اللہ صاحب کے اعتراضات مندرجہ پیسہ اخبار ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء کا جواب لکھا جا چکا ہے جب ۱۹ جون کا پیسہ اخبار حضرت صاحب کو ملتا ہے اور اس میں مزید اعتراضات ہیں جن کا جواب ضمیمہ ۱۰۲ سے شروع کیا جاتا ہے۔ پس یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت صاحب کی کتاب کا وہ حصہ جو ضمیمہ صفحہ ۱ سے ۱۰۲ تک ہے وہ ۲۲ مئی اور ۱۹ جون ۱۹۰۵ء کے درمیان لکھا گیا اور اس میں یعنی ضمیمہ ۹۲ یا بعض دوسرے مقامات میں یہ عبارت ہے کہ یہ ضروری ہے کہ یہ زلزلہ میری زندگی میں آئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کو ان عبارات کے لکھنے کے وقت یہی علم دیا گیا تھا۔ کہ یہ زلزلہ آپ کی زندگی میں آنے والا ہے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا اس کے بعد اس علم میں کوئی تبدیلی واقعہ ہوئی اور اسکو حضرت مسیح موعود نے شائع فرمایا دسمبر ۱۹۰۵ء میں ہی لکھکر شائع فرما دیئے۔ ان الہامات میں یہ الہام بھی ہے۔ "قرب اجلک المقدر" اور یہ بھی کہ "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں" اور یہ بھی کہ "واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک" یعنی چاہیں تو ہم تمہیں بعض وہ امور دکھلا دیں جن کا ان کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں یا تمہیں وفات دیدیں۔ جس میں یہ صاف اشارہ پایا جاتا ہے کہ بعض امور جن کا وعدہ دیا گیا تھا۔ بعد از موت واقعہ ہوں گے۔ اگر اسی قدر بات رہتی تو ایک معترض کو پھر بھی نکتہ چینی کی گنجائش تھی لیکن چونکہ یہ ایک بڑی اہم پیشگوئی تھی۔ اس لئے الہام الٰہی نے اس میں اور بھی وضاحت کر دی اور اس کتاب کے لکھے جانے کے بعد اور ان اوراق کے طبع ہو جانے کے بعد اور پہلی خبر سے قریباً ۱۰ ماہ بعد حضرت مسیح موعود پر یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ زلزلہ کے وقت میں تاخیر ڈالدی گئی ہے۔ چنانچہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت اپریل ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۴۲ پر ذیل کے رویا اور الہامات درج ہیں۔

"۷ مارچ ۱۹۰۶ء فرمایا۔ آج زلزلہ کے وقت کے لئے

وقت ھذا۔ یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اس کا وقت کچھ پیچھے ڈالدے۔ قاعدہ نحو کے مطابق ھذا کی جگہ ھذہ چاہیے تھا۔ مگر اس جگہ ھذا سے مراد ھذا العذاب ہے۔ کیونکہ اصل غرض تو عذاب سے ہے جو دنیا پر پہلے بھی آچکے ہیں۔ پھر بعد اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ ربّ سلطنی علی النار یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کردے۔" اسکے ساتھ ہی ایک اور الہام درج ہے:-

"۸ مارچ ۱۹۰۶ء اخرہ اللّٰہ الی وقت مسمی اللہ تعالیٰ نے اس میں تاخیر ڈالدی ہے وقت مقرر تک۔ فرمایا۔ چھوٹے زلزلے تو آتے رہتے ہیں لیکن سخت زلزلہ جو آنے والا ہے اس کے وقت میں تاخیر ڈالی گئی ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ تاخیر کتنی ہے۔"

اس تصریح کے بعد اب کسی شخص کو یہ گنجائش نہیں کہ وہ اس بات پر اعتراض کرے جو کچھ پہلے آپکو بتایا گیا۔ اس میں یہی بتایا گیا کہ آپ کی زندگی میں وہ واقعہ ظہور آنیوالا ہے۔ یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے یہی چاہا کہ آپکی زندگی میں یہ واقعہ نہ ہو۔ چونکہ یہ کتاب حضرت صاحب کی زندگی میں شائع نہیں ہوئی اس لئے آپ کو یہ موقعہ بھی نہیں ملا کہ اس عبارت میں جو اس کتاب میں لکھی گئی تھی ترمیم فرماتے بہر حال جہاں تک اشاعت کا سوال ہے اس زلزلہ عظیم کے وقت میں تاخیر کے واقعہ ہو جانے کا ذکر یعنی آپ کی زندگی میں اس کا ظاہر نہ ہونا براہین احمدیہ حصہ پنجم کی اشاعت سے جس میں زلزلہ کی تفصیلی خبر ہے مدت پہلے شائع ہو چکا اور کافی طور پر شائع ہو چکا یعنی سلسلہ کے سارے اخبارات اور رسالوں میں اس کی اشاعت ہو چکی اور اس کے بعد کوئی شخص انصاف سے کام لیکر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ زلزلہ آپ کی زندگی میں کیوں نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ کہ کس صفائی سے جو بات آپ پر ظاہر ہوتی تھی وہ آپ شائع فرما دیتے تھے اور آپ کے الہامات کے منجانب اللہ ہونے پر یہی یہ ایک قطعی اور فیصلہ کن دلیل ہے۔ جو چاہے۔ اس سے فائدہ اٹھائے۔"

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خود الہامات سے صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ سے مراد واقعی کوئی اور واقعہ ہائلہ ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر کی تحریر میں درج ہے اس کی طرف جب اشارہ کیا گیا تو ایسے لفظ سے اشارہ کیا گیا جو زلزلہ کے لئے نہیں بلکہ مطلق عذاب کی طرف اشارہ ہے اور پھر ساتھ ہی دوسرے الہام میں سلطنی علی النار کے لفظ بتاتے ہیں کہ اسی زلزلہ کو نار بھی کہا ہے۔ اور نار کا لفظ استعارةً جنگ کے لئے بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ہے کلما اوقدوا نارا للحرب۔ یہ باتیں ان لوگوں کے لئے جو دل رکھتے ہیں سوچنے کو کافی ہیں وکاین من اٰیۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔

لیکن باوجود اس دندان شکن جواب کے مولوی ثناء اللہ نے عمداً جان بوجھ کر اسکی طرف توجہ کئے بغیر ہی اپنے ہمنواؤں کے پس خوردہ پر منہ مارنا زیادہ پسند کیا۔ کیا مولوی فاضل حضرت امیر ایدہ اللہ کی پیشکردہ مندرجہ بالا تصریحات پر غور کرنے کے بعد ان کا کوئی جواب دے گا؟ (باقی آئندہ)

مشاعرہ:- سکرٹری صاحب بزم احباب اطلاع دیتے ہیں کہ عید کے دوسرے دن باغ بیرون موچی دروازہ میں مشاعرہ کا انتظام ایسے کئے کہ خطاب بھی بجوید کا

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ و یکشنبہ ۸ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۱۷ء | نمبر ۵-۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صحبت صادقین

ایمان کی شرط ابتلا اور امتحان

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

یقیناً یاد رکھو کہ ابتلا اور امتحان ایمان کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان ایمان کامل ہوتا ہی نہیں اور کوئی عظیم الشان نعمت بغیر ابتلا ملتی ہی نہیں ہے۔ دنیا میں بھی عام قاعدہ یہی ہے کہ دنیوی آسائشوں اور نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے قسم قسم کی مشکلات اور رنج و تعب اٹھانے پڑتے ہیں۔ طرح طرح کے امتحانوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر کامیابی کی شکل نظر آتی ہے۔ اور پھر بھی وہ محض خدا تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے۔

پھر خدا تعالےٰ جیسی نعمت عظمےٰ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں بدوں امتحان کیسے میسر آسکے۔

پس جو چاہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کو پاوے اُسے چاہئیے کہ وہ ہر ایک ابتلا کے لئے طیار ہو جاوے۔

جب اللہ تعالےٰ کوئی سلسلہ قائم کرتا ہے جیسا کہ اس وقت اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے تو جو لوگ اس میں اولاً داخل ہوتے ہیں۔ ان کو قسم قسم کی تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں۔ ہر طرف سے گالیاں اور دھمکیاں سننی پڑتی ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ یہاں تک کہ ان کو کہا جاتا ہے۔ کہ ہم تم کو یہاں سے نکال دینگے یا اگر ملازم ہے۔ تو اس کے موقوف کرانے کے منصوبے ہوتے ہیں جس طرح ممکن ہوتا ہے تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔ اور اگر ممکن ہو تو جان لینے سے دریغ نہیں کیا جاتا ایسے وقت میں جو لوگ ان دھمکیوں کی پروا کرتے ہیں۔ اور امتحان کے ڈر سے کمزوری ظاہر کرتے ہیں ....

.... یاد رکھو خدا تعالےٰ کے نزدیک اُن کے ایمان کی ایک پیسہ بھی قیمت نہیں ہے کیونکہ وہ ابتلا کے وقت خدا سے نہیں انسان سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی عظمت و جبروت کی پروا نہیں کرتا وہ بالکل ایمان نہیں لایا۔ کیونکہ دھمکی کو اسکے مقابلہ میں وقعت دیتا اور ایمان چھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صالحین میں داخل ہونے سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ خلاصہ اور مفہوم ہے اس آیت کا۔ ومن الناس من یقول امنا فاذا اوذی فی اللہ۔

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک وہ بزدلی کو نہ چھوڑیگی۔ اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہر مصیبت و مشکل کے اُٹھانے کے لئے طیار نہ رہیگی وہ صالحین میں داخل نہیں ہو سکتی۔ تم نے اس وقت خدا تعالےٰ کے قائم کردہ سلسلے کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اسلئے ضروری ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ تم کو ستایا جاتا ہے [illegible]

قوم اور برادری سے خارج کرنے کی دھمکیاں ملتی ہیں۔ وہ تکالیف تمہارے خیال میں آسکتی ہیں اس کے دینے کو وہ موقعہ ہاتھ سے نہیں دیتے لیکن اگر تم نے ان تکالیف اور مشکلات اور ان موذیوں کو خدا نہیں بنایا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو خدا مانا ہے تو ان تکالیف کو برداشت کرنے پر آمادہ رہو۔ اور ہر ابتلا اور امتحان میں پورے اُترنے کیلئے کوشش کرو اور اللہ تعالےٰ سے اسکی توفیق اور مدد چاہو تو میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ تم صالحین میں داخل ہو کر خدا جیسی عظیم الشان نعمت کو پاؤ گے اور ان تمام مشکلات پر فتح پا کر دارالامان میں داخل ہو جاؤ گے۔

ایک قابل قدر مثال

صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اُس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے۔ اس نے دُنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اسنے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔

عبد اللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مریگا۔ اگرچہ اسکو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اُٹھایا۔ اسکو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہیگا۔ مگر اس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ ان کو ہیچ سمجھا۔ یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شئے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا بلکہ دین کو مقدم کیا۔ جس کا اس نے خدا کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔

میں بار بار کہتا ہوں۔ کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو۔ کیونکہ اسکی شہادت یہی نہیں کہ اعلےٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے۔ بلکہ یہ خدا تعالےٰ کا عظیم الشان نشان ہے جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں تیئیس برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ وہاں صاف لکھا ہے

شاتان تذبحان وکل من علیہا فان

کیا اس وقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ تیئیس یا چوبیس سال بعد عبد الرحمن اور عبد اللطیف افغانستان سے آئیں گے اور پھر وہ وہاں جا کر شہید ہونگے۔ وہ دل لعنتی ہے جو ایسا خیال کرے۔ (باقی آیندہ)

اعتذار

اس سے پیشتر عید کیوجہ سے ایک پرچہ کے شائع نہ ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔ یہ چھٹی دراصل پیغام صلح کے کاتبوں کے عید منانے کے لئے اپنے اپنے گھر چلے جانے کیوجہ سے مجبوراً کرنی پڑی۔ امید تھی کہ پہلا کاتب عید کے بعد دوسرے یا تیسرے دن واپس آجائیگا لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور ایک کاتب آج تک گھر سے واپس نہیں آیا۔ اسی دقت کے باعث دو دن تک انتظار کر کے مجبوراً پرچہ بجائے باہر سے لکھوا کر دو پرچوں کے بجائے آج آٹھ صفحے پر اختصار [illegible]

اخبار احمدیہ

لاہور میں جمعہ کی شام کو چاند نظر نہیں آیا۔ اسلیئے عید فطر ہفتہ کی بجائے اتوار کو ہوئی۔ جو احباب احمدیہ نے مسجد احمدیہ میں پڑھی نماز حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے پڑھائی۔ اور ایسا ہی خطبہ بھی خطبہ میں آپ نے روزہ کی اصل غرض تقا کا ذکر بیان فرماتے ہوئے بتایا کہ عید اس خوشی کا اظہار ہے۔ جو ایک مومن کو روزوں کی وجہ سے تقا کے اعلےٰ مرتبہ پر پہنچنے سے ہو سکتی اور ہوتی ہے۔ جو شخص اس تقا کو حاصل نہیں کرتا اس نے روزہ کی اصل غرض کو ہی حاصل نہیں کیا۔ آپنے ڈاکٹری اصول کو مد نظر رکھ کر بتایا کہ روزہ سے جسم کو صحت حاصل ہوتی ہے۔ اور تمام قسم کے عوارض جو موجب بیماری ہو سکتے ہیں۔ دور ہو جاتے ہیں۔ اور اسیات نے اس رمضان میں قرآن کریم کے بغور مطالعہ کرنے کا ذکر کیا۔ اس کے ضمن میں آپنے اشاعت اسلام کی طرف بھی خاص طور پر توجہ دلائی۔ اللہ تعالےٰ ان پاک نصائح سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین

مسجد احمدیہ لاہور کے اندرونی حصہ میں حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب نے اپنے خرچ سے پلستر وغیرہ کرایا ہے۔ جس نے مسجد کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ مسجد کا بیرونی فرش بھی کسی صاحب استطاعت کی ہمت و توجہ کا محتاج ہے۔

شملہ سے جناب ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب جناب حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کی اس کامیابی کا حال لکھتے ہیں۔ جو انہیں عام طور پر دوسرے مسلمانوں میں حاصل ہوئی ہے حکیم صاحب کا ایک مباحثہ امرتسر کے دو مخالف مولویوں کے ساتھ شملہ کی جامع مسجد میں ہوا جسمیں مخالف اسبات کے ثابت کرنے کے درپے تھا کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبوت کا دعویٰ کیا ہے حکیم صاحب نے بالمقابل حضرت اقدس کی تحریرات سے ثابت کیا کہ آپ مدعی نبوت نہیں الحمد للہ کہ آپ کو کامیابی ہوئی اور آپکے پیش کردہ حوالجات موثر ثابت ہوئے جس کا یہ کھلا نتیجہ تھا۔ اسی مسجد میں حکیم صاحب نے نماز پڑھائی۔ آپ کی اقتدا میں بعض معزز مسلمان صاحب بھی شامل نماز ہوئے حکیم صاحب کے ساتھ خاص مسئلہ نبوت میں غیر از جماعت مولویوں کا یہ مناظرہ محمودیوں کے لئے سبق عبرت کا کام دے سکتا ہے۔ گویا اسبارہ میں میاں صاحب اور غیر از جماعت مخالف مولوی ایک ہیں یہ دونوں حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت قرار دیتے ہیں۔

سنا ہے کہ بعض محمودیوں نے اس مباحثہ میں مخالف مولویوں کو امداد بھی دی۔ کاش وہ دیکھتے۔ کہ وہ ان کی اس امداد سے فائدہ اُٹھا کر حضرت مسیح موعود کو کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

دہلی کی جماعت کی طرف سے اخویم حافظ عبد العزیز صاحب مبلغ عہ روپیہ چندہ ارسال فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔

نو مبایعین۔ ذیل کے اصحاب حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں:۔

مسماۃ زینب صاحبہ کانگڑہ۔ میاں محمد رمضان صاحب حرم سالہ جناب کرم علی خان صاحب موضع [illegible] ضلع بہرائچ مسماۃ حلیمہ بیگم از گلبرگہ۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۲۵ (یکشنبہ ۲۹) جولائی ۱۹۱۷ء نمبر ۵

ایک مسلم کی عید

(از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ)

ذیل کا مضمون جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے روزنامہ اخبار العصر کے عید نمبر کیلئے لکھا ا ہمیں بھی ازراہ عنایت مرحمت فرمایا ہے دفتر پیغام صلح میں اس وقت موصول ہوا۔ جب گذشتہ نمبر تیار ہو کر پریس جا چکا تھا۔ اسلئے عید کا مضمون عید کے بعد درج ہونا اگرچہ کچھ موزوں نہیں لیکن مجبوری امر ہے۔ اُمید کہ ناظرین اس تاخیر کیلئے معاف فرمائینگے۔ اب بھی کہ یہ مضمون عید کے بعد درج ہوتا ہے بہت سے ضروری سبق ہیں۔ جو ایک مسلم کو اس سے حاصل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ دیدۂ عبرت اور گوش ہوش وا ہو:-

عید کے معنے عربی زبان میں السرور العائد ہیں یعنی وہ خوشی جو بار بار لوٹ کر آتی ہے +

قرآن کریم میں عید کا لفظ صرف ایک ہی دفعہ آتا ہے۔ اور وہ بھی ایک مسلم کی عید کے لئے نہیں بلکہ ایک مسیحی کی عید کے لئے آیا ہے سورہ مائدہ میں حواریوں کی درخواست پر حضرت مسیح جناب باری میں عرض کرتے ہیں اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واٰخرنا۔ اے اللہ ہمارے رب ہم پر ایک مائدہ آسمان سے اُتاریئے جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو۔ یہ مائدہ نازل ہوا یا نہ ہوا اس پر ہمارے مفسرین میں اختلاف ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی اس مشہور دُعا میں جو خداوند کی دُعا کے نام سے موسوم ہے۔ ہم کو یہ عجیب بات نظر آتی ہے۔ کہ اس میں بھی روٹی کی دُعا پر زور ہے ہماری روزینہ کی روٹی آج ہم کو بخش" شاید اسی دُعا کا نتیجہ ہو کہ مسیحی اقوام نے روٹی کمانے میں بڑا کمال دکھایا ہے۔ بہرحال ایک طرف موجودہ انجیل میں یہ شہادت موجود ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے جو دُعا مانگی اور اسکو دُعا سکھائی اس میں روٹی کا ذکر خصوصیت سے ہے دوسری طرف قرآن کریم میں مسیح کی ایک دُعا کا ذکر ہے۔ جس میں مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے لئے کھانا مانگتے ہیں۔ اور اسی کو اپنی قوم کی عید قرار دیتے ہیں۔ اس سے ہم کم از کم اس نتیجہ پر ضرور پہنچتے ہیں۔ کہ ایک مسیحی کے لئے عید کے معنے یہ ہیں کہ کھانے پینے کو خوب ملے۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات میں زیادہ تر کھانے پینے کے قصے ہی ہیں۔ چنانچہ کہیں تو پانچ روٹیوں سے پانچ ہزار کے پیٹ بھرنے کا ذکر ہے۔ کہیں شادی کی دعوت میں شراب کے خم کے خم بنا کر براتیوں کو مدہوش کرنے کا ذکر ہے۔ کہیں کسی حالت میں انجیر کے درخت کی طرف جانے کا اور اسکو خالی پاکر بددُعا سے اسے خشک کر دینے کا ذکر ہے بلکہ عیسائیوں میں جسے مسیح کی زندگی بعد الموت سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی واقعہ صلیب کے بعد قبر سے نکل پڑنا۔ اس میں بھی آنجناب مچھلی کے کباب وغیرہ حواریوں کے ساتھ ملکر کھاتے ہیں اور عشائے ربانی جو عیسائی مذہب کا ایک بڑا رکن ہے جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے اس میں بھی کچھ کھانے پینے کا ہی قصہ ہے۔ اناجیل میں زیادہ غور کرنے سے اور بھی اس کے مؤید واقعات ملتے ہیں۔ مگر سردست ہمیں اس مضمون سے تعلق نہیں میری غرض یہ دکھانا ہے کہ ایک مسیحی کی عید تو کھانے پینے سے بیشک تعبیر ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک مسلم کی عید کے نیچے حقیقت کچھ اور ہے +

مسلم کی عید کیا ہے جس طرح ایک مسیحی کی عید کا پتہ خداوند کی دُعا کے ایک فقرہ سے لگ جاتا ہے اسیطرح ایک مسلم کی عید کی اصل حقیقت بھی ہمیں مسلم کی اس دُعا سے معلوم ہو سکتی ہے جو قرآن کریم کے اعظم ترین دُعا ہے جس سے ہر ایک مسلم اس سے واقف ہے۔ یہ وہ دعا ہے جسے مسیحی کی طرح مسلم ایک دفعہ نہیں مانگتا۔ بلکہ کم از کم بتیس دفعہ تو ضرور دن میں اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یہ دُعا سورۂ فاتحہ میں ہے۔ اس ساری دُعا میں صرف ایک ہی چیز مانگی گئی ہے۔ اور وہ ہے صراط مستقیم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

فرما ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کی جن پر غضب ہوا نہ گمراہوں کی۔ پس یہ وہ صراط مستقیم ہے جو افراط اور تفریط سے بچا ہوا ہے کی وجہ سے انسان کو حقیقی کامیابی تک پہنچاتا ہے جس طرح مسیحی کی عید کا پتہ روزینہ روٹی سے لگ سکتا ہے مسلم کی عید کا پتہ صراط مستقیم سے لگ سکتا ہے جس طرح ایک انسان اس دُنیا کے سارے آرام کے سامانوں کو پاکر (درحقیقت انہی سامانوں کو اس مقدس انسان نے جو دُنیا کے آرام اور آسایش پر لات مارتا تھا ایک حقیر سے لفظ روزینہ کی روٹی سے تعبیر کیا ہے) اپنے لئے خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ وہ خوشی اس کے لئے سرور عائد یعنی بار بار لوٹ کر آنیوالی ہو اسیطرح ایک مسلم صراط مستقیم کو پاکر حقیقی خوشی محسوس کرتا ہے ایسی حقیقی خوشی کہ یہی اس دُنیا میں اُس کیلیئے جنت ہو جاتی ہے۔ اور ایک دفعہ نہیں بلکہ بتیس دفعہ روزانہ جناب باری میں عرض کرتا ہے۔ کہ یہ حقیقی خوشی اسے بار بار ملے بلکہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کے ساتھ رہے +

جو کچھ عید کی اصل حقیقت کا استنباط یہاں میں نے ایک مسلم کی دُعا سے کیا ہے۔ کیا اس کی تائید واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا قرآن کریم میں تو مسلم کی عید کا ذکر نہیں لیکن سنت صحیحہ ثابتہ نے مسلم کے لئے دو عیدیں رکھی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے ہی یہ استنباط اس وحی خفی کے ذریعہ سے کیا جو شریعت کی تفصیلات میں انبیاء علیہم السلام کے شامل حال ہوتی ہے۔ مگر یہ دو عیدیں آپ نے کس موقعہ پر رکھیں۔ ایک عید کو اختتام رمضان پر رکھا۔ اور دوسری عید کو اختتام حج پر۔ اب عید کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اسی قدر دیکھ لینا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم کی عید کو ان خاص موقعوں سے وابستہ کیوں کیا۔ رمضان کیا ہے کیوں ایک مسلم کو اس کے اندر کھانے پینے کی حلال چیزیں بھی ترک کرنی پڑتی ہیں۔ (جب حلال چیزیں ترک کرائیں تو یہ تو خود معلوم ہو گیا۔ کہ حرام سے مسلم کو کس قدر دور بھاگنا چاہیئے) اس کی وجہ ہم کو خود تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اپنے فلسفہ سے قرآن کو مدد دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہماری پاک کتاب خود فلسفہ کے لئے بھی رہبر ہے۔ اسلئے رمضان کا فلسفہ خود بتا دیا۔ لعلکم تتقون تاکہ تم متقی ہو۔ اپنے آپ کو بدیوں سے بچاؤ دکھوں سے اپنی حفاظت کر لو۔ اور آگے چلکر اسی ذکر میں دُعا کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ لعلھم یرشدون تاکہ وہ کامیاب ہوں پس رمضان ایک مسلم کو کیا سبق دیتا ہے۔ یہ کہ بدیوں سے بچنے کیلئے دکھوں سے نجات پانے کے لئے کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے سخت جد و جہد کرو۔ اور اس حد تک اپنی کوشش کو پہنچا دو کہ جس سے آگے پہنچنا انسان کیلیئے ممکن نہیں یہی ایک مسلم کی رہبانیت ہے۔ یہی اس کا حقیقی چلہ ہے۔ یہی اسکی ریاضت ہے اور جب وہ اس جد و جہد میں کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔ جب وہ اس کٹھن منزل کو طے کر لیتا ہے تو شارع علیہ السلام اُسے بتاتا ہے کہ اب تمہاری خوشی کا موقعہ آیا۔ تم اللہ کو راضی کرنے میں اپنے نفس کی اصلاح میں کامیاب ہو گئے۔ اور اب تمہیں حق ہے کہ تم عید مناؤ اور خوشی کرو۔ مگر کس بات پر اس بات پر [illegible] کہ اب تمہیں کھانے پینے سے کوئی روک نہیں۔ بلکہ اس بات پر کہ تم ایک امتحان میں کامیاب ہو کر نکلے ہو۔ اور تم نے اس منزل مقصود کو پہنچنے میں جو تمہاری زندگی کی اصلی غرض ہے ایک اور قدم کامیابی سے اُٹھایا۔ ایک گھاٹی کو طے کر لیا۔ اب تمہارے لئے آگے رستہ پہلے سے صاف ہو گیا۔ حقیقت میں انسان کے خوش ہونے کا موقعہ یہی ہوتا ہے۔ نادان ہے جو محض کھانے پینے پر خوش ہوتا ہے انسان کی حقیقی خوشی جد و جہد کے بعد ترقی اور کامیابی حاصل کرنے میں ہے۔ اور یہی ایک مسلم کے لئے سرور عائد یعنی بار بار لوٹ کر آنے والی خوشی ہو سکتی ہے +

دوسری عید کا موقعہ اس حقیقت کو اور بھی زیادہ واضح کرتا ہے وہ عید درحقیقت خوشی میں ہماری شمولیت کا اظہار ہے جنہوں نے محمد رسول اللہ سے نہیں بلکہ خود خدا سے اپنے عشق اور وفاداری کا سچا ثبوت دیدیا ہے۔ اور اپنے تمام آرام اور آسائش کو چھوڑ کر اپنے وطن کو ایک وقت کے لئے ترک کرکے اپنے قریبیوں اور دوستوں سے الگ ہو کر سفر کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے۔ مگر ان تمام آسائشوں کو چھوڑنے اور ان مصیبتوں کو اُٹھانے میں حقیقی راحت قلب محسوس کرتے ہوئے دیوانہ وار اپنے محبوب کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ اور جب ہر ایک قسم کی مصیبت کے امتحان سے گذر کر دیار محبوب سے

اور ننگے پاؤں ننگے سر صرف دو چادروں میں سچے عاشقوں کی طرح اس گھر کے گرد گھومتے ہیں جو رشد جانیت کی اس مجرم اج کا سرچشمہ ہے جہاں سے انہوں نے بھی سیرابی حاصل کی ہے۔ وہاں وہ اس دُنیا میں عالم محشر کا ایک نقشہ دکھاتے ہیں کہ کس طرح اللہ کے حضور بادشاہ اور گدا مساوی ہیں۔ اس عاشقوں کے عظیم الشان مجمع میں ہر ناظر دُنیا دکھانے سے خاص ہے اور قاصر رہیگی۔ کوئی ظاہری علامت سیادت کی نہیں سچائی کر شاہ منفرد کون ہے اور گدا بیچارا کون بس جب یہ اہل سلام میں سے حقیقی عزت کا حقدار گروہ ساری وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ تو اپنے نفس کی قربانی کی جو وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی خدا کی راہ میں کرے نشان کے طور پر صرف ایک جانور کی گردن پر چھری چلاتا ہے۔ اور درحقیقت اپنے آپ کو مثل ایک ذبح شدہ جانور کے اپنے مالک حقیقی کے حضور پیش کرتا ہے بس کا دُور بیٹھا ہوا مسلم بھائی جس کا دل تو اس مجمع میں حاضر ہونے کے لئے تڑپتا ہے مگر وہ سامان ابھی اسے میسر نہیں آیا۔ اس کے اس فعل میں شریک ہو کر بتاتا ہے کہ جو قربانی ان عاشقان الٰہی نے کر دکھائی ہے۔ اسی کے لئے اس کا بھی دل حاضر ہے۔ اسلئے اگر وہ اپنے جسم کے ساتھ وہاں حاضر نہیں ہو سکا۔ تو اپنے دل کے ساتھ اُنہی میں شامل ہوتا ہے۔ اور اسیطرح ایک ذبح شدہ جانور کی صورت میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم۔ گوشت اور خون یہیں رہ جاتا ہے۔ ہاں وہ کیفیت قلبی وہ دل کا تقویٰ رب العالمین کے حضور پہنچ جاتا ہے +

ذوالفقار کی تبرا بازی اور گندہ دہانی

وہ لوگ جو کسی قوم کے اخلاق سے اس کے مذہب کی صداقت کو جانچنا چاہتے ہیں۔ اُن کیلئے شاید اس مذہب کی صداقت و عدم صداقت کا اندازہ لگانا چنداں مشکل امر نہیں ہے۔ جس کی بناہی دوسروں کو گالیاں دینے کسی شریف سے شریف اور بھلے مانس کی پگڑی اُتارنے اور مقدس ترین انسانوں کو بُرا بھلا کہنے اور ان پر تبرا بھیجنے پر ہو۔ لاہور کا نوزائیدہ اخبار ذوالفقار جو اسی مذہب کی نمایندگی کا دم بھرنے کیلئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ...... کتم عدم سے عالم شہود میں جلوہ فگن ہوا ہے اس خاص پہلو میں ایک نمایاں امتیاز رکھتا ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جسے اس کا کم از کم ایک ہی نمبر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس بات کی شہادت دے سکتا ہے۔ کہ اس امتیاز کے حاصل کرنے اور اپنے مذہب کی اس نمایندگی میں وہ پوری جد و جہد اور سرگرمی سے کام لے رہا ہے بطور مثال اگر چاہو۔ تو ۲۱ جولائی کا پرچہ اُٹھا کر دیکھ لو جس میں شروع سے آخر تک جو کچھ گند ظاہر ہوا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ رمضان المبارک کے پاک اثرات کا نتیجہ ہے۔ شاید خلاف واقعہ بات ہوگی ہاں اگر یوں کہا جائے۔ کہ ہمارے اس شیعی معاصر کو رمضان المبارک کے پاک مہینہ میں بھی اپنی مذہبی فطرت و جبلت کے مطابق اسی چیز کا ہی شاید ایک حصہ وافر ملگیا ہے۔ جس کے لئے اُس کے مذہب کو ایک خاص درجہ امتیاز حاصل ہے تو اس کے۔ ۲۹ رمضان المبارک کے پرچہ میں اس گند کا ظاہر ہونا اور شروع سے آخر تک حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گندہ زبانی اور بُرے اور رکیک الفاظ سے یاد کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہاں تعجب ہمیں اس پر آتا ہے۔ کہ وہ باتیں یا کیوں کہنا چاہئے۔ کہ وہ بیہودہ الزامات جو حضرت مسیح موعود پر دیئے ہیں اور آئے دن اسی شیعی اخبار میں دیئے جاتے ہیں۔ خود پہلے اپنے گھر کی صفائی ان سے کیوں نہیں کی جاتی۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اصل مستحق نبوت تسلیم کرنے سے بیچارہ شیعہ حضرات نے انکار کر دیا ہے۔ کیا وہ اسبات کے قائل اب نہیں رہے کہ جبرئیل نے تمام غلطی سے علی کی بجائے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کو نازل کر دیا۔ کیا اس ڈھکوسلے پر اب ان کا ایمان نہیں رہا۔ کہ موجودہ قرآن کریم وہ پورا قرآن نہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ بلکہ اس کا ایک حصہ ہی باقی ہے۔ اور وہ امام مہدی کے پاس ہے۔ جو بخیال شیعہ کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ اور کسی وقت ظاہر ہو کر وہ قرآن دنیا کو دینگے ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کہ یہ لغو عقائد حقیقت نفس الامری سے بعید ہونے کے باعث ایک ادنےٰ سمجھ رکھنے والے آدمی کے نزدیک بھی رد کرنے کے لائق ہیں۔ لیکن بحث اس سے ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس پر از حد تعجب ہے۔ کہ ان عقائد کے حامی کیونکر دوسروں پر اسی قسم کے الزام دیکر انہیں مورد طعن ٹھیرا سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ الاناء یترشح بما فیہ برتن سے ہمیشہ وہی ٹپکتا ہے۔ جو اس کے اندر ہو۔ وہ لوگ جو خود واہی باتوں کے حامی ہوں۔ وہ لوگ بمصداق المرء یقیس علی نفسہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا ہی دیکھیں۔

بینھما، ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ۔ (حجرات) لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو۔ پھر جب رجوع ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو۔ خدا اہل انصاف کو دوست رکھتا ہے مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔ اور خدا سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وہ صحابہ جو ان لڑائیوں میں شریک نہ ہوئے اسلام کی تباہی پر اُنکے پُردرد کلمات اور زمانہ فتن کے متعلق آنحضرت صلعم کے اقوال اور نصائح جس حسرت اور افسوس کے ساتھ بیان کرتے تھے انکا اُنکے پڑھنے سے آنکھیں اشک آلود ہو جاتی ہیں، فاتح ایران حضرت سعد وقاص خانہ نشین ہو گئے تھے، اور کہتے تھے کہ اگر میرے گھر آکر بھی کوئی مجھ پر تلوار چلائے تو میں اُس پر اپنا ہاتھ نہ اُٹھاؤنگا، سہل بن حنیف سے عدم شرکت کی وجہ پوچھی گئی۔ تو کہا میں نے جب اپنی تلوار میان سے نکالکر کندھے پر رکھی ہے۔ تو دفعتہً تمام مشکلیں حل ہو گئی ہیں لیکن موجودہ مشکلات کی نسبت میں نہیں جانتا کہ کیا کروں؟ حضرت علیؓ نے ایک بزرگ سے شرکت کی درخواست کی، انھوں نے عرض کی، میرے دوست اور آپکے چچیرے بھائی یعنی رسول اللہ صلعم نے مجھسے کہا ہے کہ جب ایسا وقت آئے تو لکڑی کی تلوار رکھنا سو وہ لکڑی کی تلوار لیکر چل سکتا ہوں، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ وہ زمانہ ہے۔ جس میں سونے والا بیٹھنے والے اور بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے۔ کھڑے ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے)

چند ایسے صحابہ بھی تھے۔ جو اس زمانہ میں گھروں کو چھوڑ کر گاؤں اور پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ ایسے بھی تھے کہ جو اپنی رائے کے مطابق اِدھر یا اُدھر فوج میں موجود تھے۔ لیکن انہوں تلوار نہیں چلائی، احادیث کے ابواب الفتن کو دیکھو تو اس قسم کے واقعات صفحہ صفحہ پر ملیں گے۔ (از معارف)

بقیہ مضمون از صفحہ ۳ - کالم ۱:- کے دل نشین ہونے سے نہیں بلکہ محض سکھوں کی خاطر علانیہ اسلام کو گالیاں دیتے ہوئے پائے گئے۔ لیکن کبھی جناب حائری یا "ذوالفقار" کی "سرکار سر لعینمدار" کے منہ سے ہم نے اسکو اسلام کی بطلان کی دلیل کے طور پر نہ سنا۔ کبھی انھوں نے یہ نہ کہا کہ جب اسقدر مسلمان اور بڑے بڑے مولوی کہلانیوالے مسلمان اسطرح سے سکھوں کے غلام ہیں تو باقی عوام کا حال۔ وہاں تو اگر کبھی سُنا تو یہی کہ کسی کا مرتد ہونا یا طمع دنیا سے کسی دوسرے مذہب میں جانا اس کا اپنا قصور ہے نہ کہ اسکے مذہب کا اور نہ ہی کسی ایک شخص کا کوئی بُری راہ اختیار کرنا عوام کے بھی بدراہ ہونے کی کوئی دلیل ہے۔ لیکن آج "ختم نبوت کا فلسفہ القرآن" کے دوران میں جناب حائری کا دماغ انہیں اجازت دیتا ہے کہ اس قسم کے پوچ دلائل پر اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھیں اور یوں احمدیت کو نہیں بلکہ اسلام کو بھی سرے سے جواب دیدیں اسی خیال سے اور اس لئے بھی کہ جس مشہور مشنری واعظ کی تحریر کا جناب حائری نے حوالہ دیا ہے اسکے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو نبی و رسول مانتا ہے۔ ہم نے آجتک اسپر قلم اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن معلوم نہیں کہ "ذوالفقار" کو اپنی "سرکار سر لعینمدار" کے ساتھ کوئی اندرونی دشمنی بھی ہے کہ وہ اس فرضی "مشہور مشنری واعظ مرزائی" کی تحریر کو چھاپ دینے کے لئے ہم سے پوچھتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہم اسکو اجازت دیں کہ وہ اس تحریر کا عکس شائع کرکے اپنی "سرکار سر لعینمدار" کے کذب پر مُہر لگائے۔ باوجودیکہ افضل نے جسکا کہ اصل حق تھا۔ کہ اصل تحریر کا مطالبہ کرتا۔ کیونکہ بقول جناب حائری وہ مشہور مشنری واعظ مرزا صاحب کو نبی و رسول مانتا ہے بار بار اس تحریر کا عکس شائع کرنے کیلئے کہا ہے۔ لیکن ذوالفقار کو خدا جانے اسی پر اصرار ہے کہ پیغام صلح بھی اس کا مطالبہ کرے حالانکہ حائری صاحب کے الفاظ بتاتے ہیں کہ وہ ہمارے فریق اول تو تعلق نہیں رکھتا اور اگر بفرض محال تعلق رکھتا بھی ہو تو ہم کسی ایک انسان کے بدراہ ہونے کو عقائد حقہ کے بطلان کی دلیل نہیں سمجھتے تاہم چونکہ "ذوالفقار" کو اصرار ہے۔ کہ اسکی "سرکار سر لعینمدار" کی عفت کا پردہ "پیغام صلح" کے ہاتھ سے ہی چاک ہو اسلئے ہم اُسے اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس تحریر کو شائع کرے لیکن اسبات کو ثابت کرے کہ بقول جناب حائری وہ تحریر لکھنے والا (۱) مشہور مشنری واعظ ہو۔ (ب) وہ مسیح موعودؑ کو نبی و رسول مانتا ہو۔ (ج) وہ شیعوں کی معقول ملازمت کے بدلے بقول جناب حائری مرزائی مذہب (عقائد حقہ احمدیہ) سے دست بردار ہو کر شیعہ مذہب کو اختیار کرکے اشاعت عقائد امامیہ اثنا عشریہ اور خدمت شیعہ کالج کے لئے تیار رہو۔۔۔۔ یہ ہر سہ باتیں جو جناب حائری نے اپنے "فلسفہ القرآن" والے مضمون میں لکھی ہیں اور اوپر ہم انکے اصل الفاظ

تحقیق الادیان

بمبئی میں عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ

بمبئی شہر میں متصل کھڑا پارسی کے بُت کے عیسائیوں کے ہندوستانی چرچ کا ایک ہال ہے۔ جو ہر ہفتہ کی شام کو کھلا کرتا ہے۔ اور اس میں عیسائیوں کی طرف سے عام پبلک کو دعوت ہے۔ کہ جو کوئی چاہے عیسائیت پر اعتراض کرے جس کا جواب وہاں عیسائیوں کے پادری دیا کرتے ہیں۔ اسطرح سے انہوں نے ایک عجیب قسم کا پھندا ڈال رکھا ہے۔ جس سے ہفتہ وار وہ ایسے بھولے کبوتر بھی اندازہ کرتے رہتے ہیں جو انکے عجیب عجیب طریقوں سے شکار ہونے ممکن ہوں۔ پھر وہ اُنکے عقب میں لگ کر اپنے مشن کی ترقی کرتے رہتے ہیں۔ محض انفرادی طور سے چند مسلمان جو قدرے اسلامی درد دل میں رکھتے ہیں۔ اُن کے ہال میں بھی جاتے ہیں تاکہ اگر کوئی اسلام پر حملہ ہوا کرے۔ تو پبلک کی غلط فہمی کو رفع کرسکیں۔ اس زمرہ میں جناب مولوی عبدالرؤف صاحب سکریٹری انجمن ضیاء الاسلام بھی تشریف لایا کرتے ہیں۔ جو بذات خود اگر پبلک طور سے کوئی اور مسلمان اسلام پر اعتراضات کا جواب نہ دے سکے تو خود بھی مدافعانہ پہلو اختیار کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے جو انجمن ضیاء الاسلام قائم کر رکھی ہے۔ اس میں ہر جمعہ کی رات کو اسی طور سے ہال میں مجلس مناظرہ منعقد ہوتی ہے جس میں عیسائی صاحبان معترضین کی حیثیت سے جلوہ نما ہوتے ہیں۔ الغرض یہاں ایک معقول طرز بحث و مباحثہ کی جاری کر رکھی ہے۔

گذشتہ مہینوں میں ماسٹر عبدالرحیم صاحب سکریٹری انجمن ترقی اسلام قادیان سے یہاں آئے ہوئے تھے۔ اُن کے دوران قیام بمبئی میں ایک معتداُن کا جانا بھی اس مسیحی ہال میں ہوا۔ اور انھوں نے مسیحی ہال کے اس معتد کے پریذیڈنٹ مولوی عبدالرؤف صاحب سے اجازت لی۔ کہ ہمیں کافی وقت تقریر کیواسطے چاہئے۔ چنانچہ وہاں عام طور سے دستور ہے کہ سوال و جواب کیواسطے دس دس منٹ کا وقت رہتا ہے ماسٹر صاحب کے کہنے پر مولوی عبدالرؤف صاحب نے اُنکو نصف گھنٹہ کا وقت دیا۔ اور جب ماسٹر صاحب تقریر کر چکے تو مولوی عبدالرؤف صاحب نے ریمارک پاس کیا۔ کہ ماسٹر صاحب وقت تو بہت چاہتے تھے۔ مگر ۵ منٹ سے زیادہ تقریر نہ کرسکے اور اسکے متعلق اور بھی چہ میگوئیاں سننے میں آئیں۔ بندہ اکثر برادرم سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کے مکان پر جایا کرتا ہے وہاں معلوم ہوا کہ آج ہفتہ کی رات کو مسئلہ وفات مسیح یا خون بر صلیب یا وفات مسیح بر صلیب پر بحث ہے۔ اور ماسٹر صاحب نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ برادرم سیٹھ آدم صاحب کی تحریک پر فدوی بھی اُس مسیحی ہال میں گیا۔ اور وہاں وقت مقررہ پر سب لوگ حاضر ہو چکے تھے مگر ماسٹر صاحب کو آنے میں دیر ہو گئی اسواسطے چودھری سردار علی کو عیسائی پادریوں نے اس مسئلہ وفات مسیح کے متعلق ہے۔ جسپر میں نے سکریٹری صاحب مولوی عبدالرؤف صاحب سے درخواست کی کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے وقت دیا اور میں نے کہا۔ کہ آخر اس مسئلہ وفات مسیح بر صلیب سے عیسائیوں کا منشاء بھی ثابت کرنیکا ہوگا۔ کہ وہ صلیب پر مرا اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوا۔ اصل مسئلہ تو کفارہ مسیح ہے۔ اسواسطے میں تیار ہوں۔ کہ عیسائیوں کے خیالی مسیح کی وفات بر صلیب کو فرضاً تسلیم کرکے کفارہ مسیح پر تقریر کروں۔ مسیحی پادریوں نے اس بحث سے گریز کرنا چاہا مگر آخر بہت جد و جہد کے بعد انھوں نے مانا اور کفارہ مسیح پر بحث شروع ہوئی

کفارہ مسیح تمہید کے طور پر میں نے بیان کیا۔ کہ کتاب پیدائش باب ۲-آیت ۱- ۱۷- سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند خدا نے آدم کو پیدا کرنے کے بعد جنت میں رہنے کو جگہ دی۔ اور ہر قسم کے پھل کھانے کی اجازت دی مگر ایک پھل سے منع کیا۔ وہ ممنوعہ پھل کے کھانے سے ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس کے اثر سے نیک و بد کی تمیز آدم کو نہ ہو۔ اور نہ ہی خدا یہ چاہتا تھا کہ ایسا ہو یعنی آدم کو نیک و بد کی تمیز ہو۔ مگر شیطان کے دھوکے میں آکر حوا نے اُس ممنوعہ پھل کو کھایا اور آدم کو بھی کھلایا۔ جس سے اُنکو نیک و بد کی تمیز ہوئی۔ اور وہ جاننے لگے کہ ہم ننگے ہیں۔ اتنے میں خداوند خدا باغ میں آیا۔ تو آدم و حوا نے اپنے آپکو برہنگی کی وجہ سے درختوں میں چھپایا۔ اور جب خداوند نے پوچھا ہے۔ تو آدم نے حوا کے دھوکہ کھانے اور خود پھل کھانے کے علاوہ آدم کو بھی کھلانے کا ماجرا بیان کیا۔ اس سے خداوند خدا غضب میں آیا۔ اور اُن پر لعنت کی۔ حوا کو کہا کہ تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا اور درد سے تو لڑکے جنیگی۔ اور اپنے خصم کی طرف تیرا اشتیاق ہوگا۔ اور وہ تجھپر حکومت کریگا۔ آدم سے کہا اس سبب سے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سُنی اور ممنوعہ پھل سے کھایا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ اب تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اُس سے کھاویگا اور وہ تیرے لئے کانٹے اُگاویگی۔ اور تو کھیت کی نباتات کھاویگا اور اپنے مُنہ کے پسینے کی روٹی کھاویگا۔ جب تک کہ زمین میں پھر نہ جاوے۔ تو خاک ہے اور پھر خاک میں جاویگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس مضمون کو عیسائی برادران یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اصل آدم گنہگار ہونے کی وجہ سے لعنتی ہوا۔ اور چونکہ جملہ بنی آدم اُس کی نسل سے آئے ہیں۔ اس لئے ہر انسان میں اُس اصل آدم کے خون کا حصہ ہونے کی وجہ سے گناہ کا مادہ موجود ہے۔ کیونکہ اصل آدم کے جسم اور خون میں وہ مادہ موجود ہے جو کہ نسلاً بعد نسلاً ہر انسان میں ذریت آدم ہونے کی وجہ سے پیدائشی گناہ ملا۔ اس طرح ہر ایک انسان خواہ وہ کوئی بھی حیثیت کیوں نہ رکھتا ہو۔ مثلاً غریب۔ امیر۔ بادشاہ۔ نبی۔ رسول وغیرہ سب کے سب اس لحاظ سے پیدائشی فطرتی گنہگار رہا۔ یہاں تک کہ آدم ثانی یعنی حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم کا ظہور ہوا۔ جو کہ بغیر باپ پیدا ہونے کی وجہ سے محض روح اللہ کے باعث آدم کے فطرتی گناہ سے پاک تھا بیں خدا نے چاہا۔ کہ زمین پر رحم کرے۔ اور عام مخلوق کو نجات دیوے۔ کیونکہ گناہ کی وجہ لعنت کے سزا چاہتا ہے۔ اسواسطے اپنے بیٹے کو جو معصوم یعنی گناہوں سے پاک تھا۔ گنہگاروں کیواسطے لعنت کی موت سے صلیب پر مارا۔ تا وہ خدا کا برّہ سب کے گناہوں کا بار خود اٹھا لیوے۔ اور پھر جو کوئی بھی کفارہ مسیح پر ایمان لاکر اسکے خون اور گوشت سے اپنے خون اور گوشت میں ٹیکہ بصورت بپتسمہ لگا دے تو اسکے بدن میں سے فطرتی گناہ کا مادہ بوجہ اس کفارہ مسیح پر ایمان لاکر بپتسمہ کے ٹیکہ لگانے کے خارج ہو جاتا ہے۔ اور گناہ سے نجات پا جاتا ہے۔ چنانچہ اس اصول پر فرقہ عیسائیت کفارہ مسیح کا معتقد اور بپتسمہ یعنی عشائے ربانی کا عامل ہے یعنی ہر اتوار کے دن گرجوں میں صبح کی نماز میں عشائے ربانی تقسیم ہوتی ہے۔ روٹی کے ٹکڑے اور انگور کی شراب دونوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کے بدن کا گوشت اور خون سمجھ کر کھاتے ہیں۔ تا وہ گناہوں سے پاک ہوں اور اسطرح وہ خون اور گوشت رشتہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکے بدن میں۔ جیسا وہ پاک تھا۔ یہ بھی پاک ہوں۔ اور جیسے وہ خدا میں ہے یہ بھی خدا میں ہوں۔ وغیرہ وغیرہ +

نیک و بد کی تمیز عیسائی پادریوں نے اس تمام ماجرہ کو قبول کیا اور کہا کہ بالکل درست ہے۔ مگر یہ امر غلط ہے۔ کہ معترض نے جو کہا ہے کہ خدا نہیں چاہتا تھا کہ آدم کو نیک و بد کی تمیز ہو۔ وغیرہ وغیرہ اسکے جواب میں اُنکو کتاب پیدائش باب ۳- آیت ۲۲ پڑھکر سُنائی گئی۔ جہاں لکھا ہے۔ "اور خداوند خدا نے کہا۔ دیکھو۔ کہ انسان نیک و بد کی تمیز میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ لہذا اب ایسا نہ ہو کہ اپنا ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے کچھ پھل لے اور کھاوے۔ اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اس لئے خداوند خدا نے اُس کو باغ عدن سے باہر کر دیا" اور حیات کے پھل کی حفاظت پر فرشتوں کو لگا دیا۔ اب اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ خداوند خدا ہرگز ایسا نہ چاہتا تھا۔ کہ ایسا ہو۔ جبھی تو وہ سراسیمگی کی حالت کرتا ہے۔ اور اب ایسا نہ ہو۔ گویا کہ خداوند خدا کا اصل منشا آدم کو نیک و بد کی تمیز اور بعد اسکی حیات دینے کا ہرگز نہ تھا۔ صاف عیاں ہے اسکے جواب میں عیسائی پادریوں سے [illegible] بن نہ آیا۔ پھر پادران عیسائی پادریوں نے بیان کیا کہ کفارہ مسیح پر ایمان رکھنے سے صرف انسان پیدائشی گناہ ہی سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ عملی [illegible] سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر گویا کہ اُنکے اعمال میں گناہ کا نام ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ گناہ کر سکتا ہے اعتراضاً اُن پر ظاہر کیا گیا۔ کہ ہمیں اُن گناہوں سے نجات کے متعلق منقولی و معقولی دلائل سے دکھانا چاہئے۔ کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے ایسی تعلیم دی ہے کہ کفارہ مسیح پر ایمان لاکر یا یہ کہ میرے کفارہ پر ایمان لاؤ۔ یا یہ کہ میرے کفارہ پر ایمان لانے سے تمہارے پیدائشی و عملی گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ معصوم ہو جاتا ہے جس حالت سے پھر ان میں گناہ سرزد ہی نہیں ہو سکتے اور نہ [illegible] اعمال کو گناہ کی ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ بات تو بہت مزے کی ہے اگر ایسا ہو تو انسان کو تزکیہ نفس کے مراحل سے گذرنے کی ضرورت نہیں۔ آؤ دیکھیں کہ

رات سے وہی باتیں بصورت الزامات دوسروں کی طرف فرضی طور پر منسوب کرکے انہیں مورد طعن ٹھیرانا "ذوالفقار" کی "سرکار شرلعیتمدار" اور اس کے مہذب ایڈیٹر ہی کا کام ہے۔ ہم تو حیران ہیں۔ کہ وہ لوگ جن کا شغل ہی رات دن سوگواری اور ماتم گذاری کے سوا اور کچھ نہیں۔ جن کو بعض واقعات گذشتہ پر چھاتیاں پیٹتے ہوئے تیرہ سو سال کا طویل زمانہ گذر گیا اور ہنوز روز اول کا نقشہ ہی نظر آتا ہے۔ بجائے اسکے کہ وہ اس ماتم گذاری میں مصروف رہیں۔ اور کوئی لمحہ ایسا نہ گذرے کہ حسین کے غم میں ان کے آنسو بہہ نہ رہے ہوں۔ تا من بکا علی الحسین فوجبت له الجنة کا مقولہ ان پر صادق آسکے (اور ایسا نہ ہو کہ بنا بتول کسی وقت خشک ہو جائیں اور انہیں بھرنے کیلئے کم از کم ذوالفقار کے گندہ دہان ایڈیٹر کی آنکھوں سے انہیں کوئی آنسو میسر آسکیں) ان کو اسبات کی فرصت کیونکر میسر آگئی۔ کہ "ختم نبوت" یا دعاوی مسیح موعود جیسے اہم بالشان مسائل پر بحث کرسکیں۔ کیا ذوالفقار کے مہذب ترین ایڈیٹر نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیکر کلیجہ ٹھنڈا کر لیا ہے۔ کہ اب امام پاکباز حضرت مسیح موعود کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ یا کیا اسکی "سرکار شرلعیتمدار" نے قرآن سے علی کی بلا فصل خلافت کو ثابت کردیا۔ اور یزید و معاویہ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے معائب کو گنوا لیا۔ کہ اب "ختم نبوت کا فلسفۃ القرآن" بیان کرکے حضرت مرزا غلام احمد جری اللہ فی حلل الانبیا کو خواہ مخواہ مدعی نبوت ثابت کرنے کی فضول کوشش کے درپے ہوئے ہیں۔ چاہئے تھا کہ اپنی ان باتوں سے پہلے فراغت حاصل کرلی جاتی۔ یا ان تمام دعاوی اور عقائد سے خود دست بردار ہو جاتے ہیں پھر دعاوی مسیح موعود کو بھی دیکھ لیتے۔ اگر پچھلے ماتموں کی پگڑیاں اتارنے اور شرفا کے منہ آنے کو ہی موجب ثواب سمجھ رکھا ہے۔ خواہ وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہوں یا حضرت مسیح موعود۔ تو بھی کم از کم بات تو وہ کہی جائے جسمیں اپنے عقائد کا ابطال نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود نے دعوے نبوت کیا یا نہیں۔ اور وہ جزوی، ظلی اور مجازی اور جزوی نبی اپنے آپ کو کہا۔ وہ قرآن سے کہاں تک مطابق ہے۔ اور ختم نبوت کے کہاں تک موافق اسکو پھر دیکھا جائیگا۔ سب سے پہلے فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ حضرت علی کو اصل مستحق نبوت سمجھنا۔ اور جبرائیل کو غلطی خوردہ یقین کرنا۔ پھر قرآن کے موجودہ نسخہ کو غیر مکمل یقین کرنا پھر ان ان سب باتوں کے علاوہ من بکا علی الحسین کو موجب نجات اور شرفا اور راستبازوں پر تبرے بھیجنے کو موجب ثواب ماننا یہ کہاں تک قرآن کے مطابق اور اس کی تائید کرنیوالا ہے۔ کیا ذوالفقار کی "سرکار شرلعیتمدار" اس کا جواب دیگی؟

ایک مطالبہ اور اسکا جواب | "ذوالفقار" کی اس "سرکار شرلعیتمدار" نے اپنے اس "ختم نبوت کے فلسفۃ القرآن" والے مضمون میں ۱۴ جون ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں ایک یہ بات بھی لکھدی۔ کہ:۔

> مرزا قادیانی کا جرأت سے دعوے نبوت و رسالت کرنا اسقدر تعجب خیز نہیں جسقدر کہ ان بعض حق پرستوں اور دین فروشوں کا صریح نصوص آیات اور حدیثوں سے اغماض کرکے صرف دنیا کی لالچ کیواسطے اسکو نبی و رسول تسلیم کر لینا حیرت انگیز ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور مشنری واعظ مرزائی کی دستخطی تحریر میرے پاس بایں غرض آئی ہے کہ اگر میں اسکو شیعوں کے ہاں معقول ملازمت دلادوں تو وہ آج مرزائی مذہب سے دست بردار ہو کر شیعہ مذہب کو اختیار کرکے اشاعت عقائد امامیہ اثنا عشریہ اور خدمت شیعہ کالج کے لئے تیار ہے آئندہ بشرط ضرورت ہم اسکا پورا خط شائع کرسکینگے تاکہ لوگوں کو مرزائیوں کی حقیقت مذہب معلوم ہوسکے۔ کہ مرزا صاحب کے مرید کس قماش کے ہیں۔ دنیا کی خاطر وہ کیا کچھ نہیں کرنا چاہتے جب اس فرقہ کے مولوی اور واعظوں کا یہ حال ہے تو دوسرے عوام مریدوں کی نسبت ع

> "قیاس کن ز گلستان من بہار مرا"

"ختم نبوت کا فلسفۃ القرآن" نامی مضمون میں جناب حائری کا یہ بے نظیر انکشاف معلوم نہیں فلسفہ کی کونسی قسم سے تعلق رکھتا ہے اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہونے کے باعث ہم نے آجتک اسپر قلم اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور اس دماغ کے مالک کو جو کسی مذہب کے حامی یا بقول جناب مولوی اور واعظ کے ٹکڑوں کا غلام ہونے کو (جو بفضل خدا ہم ہیں نہیں) اس مذہب کے بطلان کی دلیل سمجھتا ہو۔ اسکے حال پر ہی چھوڑ دینا چاہا۔ آجتک ہم نے کتنے ہی مسلمان واعظ اور مولوی ...

مقالات

اہل السنۃ والجماعۃ

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

اسلام میں "سنت" اور "جماعت" میں سے سب سے پہلے "جماعت" کا اصول ٹوٹا۔ اس جماعت شکنی نے سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ فرقے خود صحابہ کے آخر عہد میں پیدا ہو چکے تھے۔ سب سے حضرت عثمان کے ملکی طرز عمل اور سیاسی انتظامات کی بنا پر دو فرقوں کا ظہور ہوا۔ ایک ان کا حامی اور طرفدار تھا۔ اور دوسرا ان کا مخالف اور دشمن تھا۔ پہلا فرقہ تاریخ میں عثمانیہ کہلاتا ہے۔ اور دوسرے کا نام سبائیہ ہے (ابن سبا ایک یہودی نومسلم تھا۔ جس نے مخالفین عثمان کو ایک شیرازہ میں مجتمع کیا تھا) عثمانیہ خالص عرب تھے سبائیہ میں عرب و عجم دونوں عنصر شامل تھے۔ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ان دونوں قوموں کے خصائص طبعی کیا ہیں؟ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک نے اپنے لئے "علویہ یا شیعۂ علیؓ" کا لقب پسند کیا اور دوسرا خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ لوگ ان کو عموماً حروریہ کہتے تھے (حرورا ایک مقام کا نام تھا۔ جہاں اس فرقہ نے اپنی علیحدہ ہستی کا سب سے پہلے اعلان کیا) یہ تمام تر عرب تھے۔ اور نظریۂ سابق کے مطابق اس نے اپنے دعووں کا دو ڈھائی سو برس تک ہمیشہ تلواروں کے ذریعہ سے اعلان کیا۔ اور کبھی خلفاء عہد کی انہوں نے اطاعت نہ کی۔

علویہ میں عرب کم تر لیکن اہل عجم کا بڑا حصہ شامل تھا۔ اسی لئے اس آخر عنصر میں تلوار کے بجائے سازشوں کا مادہ فطرتاً زائد تھا عرب اپنی وفاداری پر قائم رہے انصار کا ایک حصہ علوی تھا۔ بہت سے محدثین علوی تھے یعنی حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل جانتے تھے۔

فرقۂ عثمانیہ سو برس تک بنو امیہ کی زندگی کے ساتھ قائم رہا۔ بعض صحابہ اور بعض اکابر محدثین اس فرقہ میں داخل تھے اسماء الرجال میں بعض محدثین کے حالات کے ضمن میں اس کی تصریح ملتی ہے کہ عثمانی یا علوی تھے۔ لیکن بنو امیہ کے زوال کے بعد اس فرقہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔

ان فرقوں نے تھوڑے دن کے بعد ملک کی جغرافی تقسیم کر لی۔ عثمانیہ شام میں علویہ اور حروریہ عراق میں اور اہل السنۃ حجاز میں ابتداءً عثمانیہ اور علویہ میں صرف اسقدر فرق تھا کہ عثمانی حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل سمجھتے تھے۔ اور علویہ حضرت علی کو ان سے بہتر جانتے تھے شیخین کی فضیلت پر دونوں کو اتفاق تھا لیکن رفتہ رفتہ عثمانیہ ناصبیہ ہو گئے یعنی حضرت علی کو علی الاعلان نعوذ باللہ گالیاں دینے لگے۔ لامحالہ اس کا ردعمل ہونا ضرور تھا۔ علویہ نے نہ صرف بنو امیہ بلکہ نیز خلفاء اولین کو برا کہنا شروع کیا یہاں معلوم ہوتا ہے کہ علویہ کا یہ فعل بہت بعد شروع ہوا۔ کیونکہ حدیث کی کتابوں میں بنو امیہ کی ان شرارتوں اور خوارج کی بدعقیدگیوں کی تردید صحابہ کی زبان سے بتصریح مذکور ہے لیکن علویہ کی نسبت کوئی حرف میری نظر سے نہیں گذرا۔

ہم نے لکھا ہے کہ ان سیاسی اختلافات نے مذہبی اختلافات کی بنا قائم کی سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ جو لوگ جنگ جمل و صفین وغیرہ میں ادھر یا ادھر سے شریک ہوئے۔ ان میں برسر حق کون تھا۔ اور آیا وہ دوسرا فریق اس آیت کا مستحق ہے یا نہیں۔

ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا	جو کسی مسلمان کو عمداً قتل کریگا۔ اسکی جزا جہنم ہے جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا

یہ اختلاف سب سے پہلے کوفہ میں پیش آیا۔ اور یہیں سے یہ صدا بلند ہوئی صحابہ زندہ تھے سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ فرمایا نہیں۔ یہ آخری آیتوں میں ہے (مسلم کتاب التفسیر) خوارج اس کے قائل تھے۔ کہ چونکہ طرفین نے ایک دوسرے پر جان بوجھ کر تلوار اٹھائی۔ اسلئے دونوں جہنمی ہیں۔ چنانچہ اسی اصول کی بنا پر ان تمام خانہ جنگیوں میں دونوں جماعتوں کو برابر کافر جانتے تھے۔ چونکہ قتل عمداً گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کے لئے خدا نے جہنم کی دھمکی دی ہے۔ جو کافروں کی سزا ہے اس سے وہ ثابت کرتے تھے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب مومن نہیں ہیں۔ یہ آیت بظاہر بہت صاف بھی۔ کہ خوارج اپنے خیالات کی اشاعت میں سرگرم تھے مسلم میں روایت ہے کہ چند تابعین خوارج کے دلائل سے معقول ہو کر خارجی بن گئے۔ اتفاق سے حج کا زمانہ پیش آیا۔ اور ان کا مدینہ میں

دوسرے فرقوں کے سامنے قرآن مجید کی دوسری آیت تھی۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم گتھ جائیں اور خونریزی کریں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ اور اگر ان میں ایک دوسرے پر ظلم کرے۔ تو ظالم جماعت سے لڑو یہانتک کہ وہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کرے۔	وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٔ الیٰ امر اللہ (حجرات)

علوی اور عثمانی دونوں اس آیت کو اپنے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے تھے خود کو برسر حق ٹھیرا کر دوسرے فریق کو برسر باطل قرار دیتے تھے۔ اور اسلئے اس پر تلوار اٹھانا جائز سمجھتے تھے۔

۲

اتنے تو بر تو پردوں کے اٹھنے کے بعد اب وقت آیا ہے کہ "اہل السنۃ والجماعۃ" کی حقیقت پر غور کیا جائے۔ فتنۂ عثمان ذوالنورین سے لے کر اس وقت تک تین فرقے برابر برابر کے قائم ہو گئے تھے۔ "علویہ" "عثمانیہ" "حروریہ یا خوارج" ان کی تعداد تمام ملک میں محدود تھی۔ یہ تینوں فرقے جو اصل علم جس صراط مستقیم جس شاہراہ قدیم کو چھوڑ کر الگ الگ رستوں پر پڑ گئے تھے۔ اسی کا نام "سنت" اور اسی کا نام "جماعت" تھا۔ اور جو سواد اعظم اس راہ پر قدم زن تھا وہی "اہل السنت والجماعت" تھے۔ جو ایک طرف مذہبی حیثیت سے ان اصول سے جن کی شارع نے تعلیم کی تھی ایک ذرہ ہٹنا نہیں چاہتے تھے دوسری طرف سیاسی نقطہ سے سواد اعظم جمہور اور جماعت کی رائے کے پابند تھے۔ ان تمام خانہ جنگیوں میں کچھ لوگ امیر معاویہ کے ساتھ تھے وہ عثمانیہ تھے۔ کچھ جناب علی مرتضےٰ کے ساتھ تھے وہ علویہ تھے۔ اور کچھ دونوں کو برا جانتے تھے وہ حروری اور خوارج تھے۔ "اہل السنۃ" وہ تھے جو دونوں میں سے کسی فریق کو برا نہیں جانتے تھے۔ ان کی اصل نیت پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی حیثیت ان تمام خانہ جنگیوں میں "ناطرفدار جماعۃ" کی تھی۔ اسلئے "اہل السنت" کسی فریق کے طرفدار گروہ کا نام نہ تھا بلکہ ناطرفدار گروہ کا نام تھا وہ ان خانہ جنگیوں کو مذہبی جنگ نہیں بلکہ سیاسی جنگ جانتا تھا۔ وہ اس کو فتنہ سمجھتا تھا اور اسکی شرکت پر عدم شرکت کو ترجیح دیتا تھا۔

صحابہ کبار میں سے ان خانہ جنگیوں کے عہد میں ہزاروں صحابہ زندہ تھے لیکن فریق کی حیثیت سے جن کا نام پیش کیا جا سکتا ہے وہ معدودے چند اشخاص تھے۔ بقیہ سواد اعظم ناطرفداری کی حالت میں تھا جو بعض اشخاص فریق کی حیثیت سے ادھر یا ادھر شریک تھے وہ ایکدوسرے کو نعوذ باللہ فاسق یا کافر نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر حضرت علی مرتضیٰ کے سخت طرفدار تھے۔ اور حضرت عائشہ کی فوج کے مقابل میں اہل کوفہ کو شرکت جنگ کے لئے ابھارتے ہیں۔ تو یہ الفاظ ان کی زبان سے نکلتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ وہ دنیا میں آپ کی بیوی تھیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیوی رہینگی لیکن خدا تم کو	انی لا علم انھا زوجتہ فی الدنیا والاخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم لتتبعوہ او ایاھا (بخاری فضل عائشہ)

آزماتا ہے کہ ان کا ساتھ دیتے ہو یا ان کا دیتے ہو۔

حضرت زبیر کے قاتل نے جب حضرت زبیر کا سر مبارک حضرت علی کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ قاتل ابن صفیہ کے لئے جہنم کی بشارت ہو۔ ہم ہی وہ ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے

ان کے سینوں کی عداوتیں ہم نے دور کردیں اور وہ جنت میں بھائی بن کر آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہونگے۔	ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخواناً علیٰ سرر متقابلین

امیر معاویہ کو حضرت علی سے جس قدر سیاسی مخالفت تھی وہ پوشیدہ نہیں لیکن جب علمی و دینی ضرورت پیش آئی تو ان کو اسی بارگاہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ حضرت عائشہ حضرت علی کے مقابل فوج لائی تھیں لیکن دینی ضرورتوں کے موقع پر انہوں نے بھی حضرت امیر کے پایہ سے انکار نہ کیا۔

بہرحال ان روایتوں سے صرف یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ ان بعض محدود صحابہ میں جو اختلاف تھا۔ وہ فرقہ بندی کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اختلاف رائے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس بنا پر سواد اعظم نے ان خانہ جنگیوں کو خطاء اجتہادی سے تعبیر کیا۔ قرآن کی جو چند آیتیں علویہ اور عثمانیہ ہم کو سنا کر چکے تھے وہ پوری آیت پر ہم کو سناتے ہیں۔

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم لڑیں تو انکے درمیان صلح کرا دو اگر ایک دوسرے پر ...	وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٔ

کہ ان کے ... پر ... مسٹر ... سپرنٹنڈنٹ ریلوے ... صاحب نے ... یا ... میری ... میں سے کسی کو بھی رد نہ کرسکے اس مباحثہ کے پریذیڈنٹ مولوی عبدالرؤف صاحب سکریٹری انجمن ضیاء الاسلام ہی تھے۔ اُن سے پہلے درخواست بھی لی۔ کہ ایک کے مقابلہ میں باری باری سے دوسری جانب سے پادریوں کا جواب دینا موزون نہیں۔ مگر انھوں نے یہ کہکر گو ایک طرح سے ٹال دیا کہ اسلام کی طرف سے آپ ایک شیر ہو۔ پرواہ نہ کرو۔ مگر میری ہمت اور بڑھ گئی۔ آخر چوتھے ہفتے پریذیڈنٹ موصوف نے کہا۔ کہ کفارہ مسیح پر کافی سے زیادہ بحث ہوچکی ہے۔ آج کچھ اور مضمون شروع ہو۔ چنانچہ حسب الایماء پہلے اُس روز کا مضمون "انجیل میں حضرت محمد صلعم کی نسبت بشارات" رکھا۔ جس کی بحث کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

انجیل میں حضرت محمد صلعم کی نسبت بشارت

(۱) یوحنا باب ۱-۲۱-۲۵ "یحییٰ نے اقرار کیا۔ کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تو انھوں نے اُس سے پوچھا۔ پھر کون ہے۔ کیا ایلیا ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ انھوں نے اُس سے سوال کیا۔ کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا۔ نہ وہ نبی۔ تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔ (۲) یوحنا باب ۱۶-۷-۸۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں۔ تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آویگا۔ لیکن اگر میں جاؤنگا تو اُسے تمہارے پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آکر دُنیا کو گناہ۔ راستی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہراویگا۔ (۳) اعمال باب ۷-۳۷۔ موسٰے نے بنی اسرائیل سے کہا۔ کہ خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ (۴) عبرانیوں باب ۸-۱۰۔ پھر خداوند فرماتا ہے کہ جو عہد اسرائیل کے گھرانے سے اُن دنوں کے بعد باندھونگا وہ یہ ہے کہ میں اپنے قانون اُن کے ذہن میں ڈالونگا۔ اور اُنکے دلوں پر لکھونگا

اوّل۔ حوالہ نمبر ۱ سے ظاہر ہے کہ توریت اور نبیوں کی کتابوں کے حوالہ کے مطابق بنی اسرائیل قوم تین شخصوں کی منتظر تھی۔ ایک تو مسیح کی۔ دوسرے ایلیا کی۔ تیسرے ایک اور نبی کی ... حضرت یحییٰ علیہ السلام سے جب انہوں نے سوال کیا۔ تو انہوں نے ان تینوں ہستیوں میں سے اپنے ہونیکا انکار کیا۔ مگر دوسری جگہ انجیل میں درج ہے۔ کہ مسیح نے کہا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہی ایلیا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ اُن تین افراد میں سے ایک ایلیا تو ہوچکا اور مسیح خود حاضر تھا۔ پھر ایک اور نبی ابھی باقی تھا۔ جسکے متعلق ساری انجیلوں کو دیکھ لو۔ کہیں یہ نہ لکھا ملیگا۔ کہ مسیح نے یہ کہا ہو۔ کہ میں وہ نبی بھی ہوں۔ اگر کہیں ایسا لکھا ہے۔ تو پیش کرو۔ اور اگر پیش نہیں کرسکتے۔ تو پھر ماننا پڑیگا۔ کہ مسیح کے علاوہ ایک اور نبی کی آمد کی بشارت موجود ہے۔

دوئم۔ حوالہ نمبر ۲ سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنے جانے کے بعد ایک مددگار کی آمد کی بشارت دی۔ اور اُس کی شناخت بھی بتلادی کہ وہ آکر تین امورات سے پہچانا جاسکتا ہے۔ یہاں لفظ آکر پر ذرا غور کرنا ہوگا۔ آنا اور جانا صاف الفاظ ہیں جیسے جسمانی لحاظ سے مسیح نے اپنا جانا ضروری اور فائدہ مند بتلایا ایسا ہی مددگار کا آنا سمجھو۔ خیر وہ تین امورات یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ دُنیا کو گناہ۔ دوم یہ کہ راستی۔ سوم یہ کہ عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرانے سو اسکے بارے میں انجیلوں سے یا کسی معتبر تواریخ سے ثابت کرو کہ کوئی مددگار آیا ہو۔ اور اُس نے دُنیا کو مسیح علیہ السلام کے متعلق گناہ۔ راستی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرایا ہو۔ اگر ہے۔ تو وہ نقل مقدمہ عدالت اور فیصلہ پیش کرو۔ اور سناؤ مگر تم ایسا ہرگز نہ انجیلوں سے ثابت کرسکتے ہو۔ اور نہ ہی کسی تواریخ سے۔ نہ ہی کسی عدالت کا فیصلہ بطور نقل مقدمہ لاسکتے ہو۔ ہاں ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں یہ فیصلہ درج ہے کہ ایک مددگار آیا۔ اور اُس کے روبرو یہود و نصاریٰ کے متعلق حضرت عیسٰے علیہ السلام کی شان کا اظہار ہوا۔ اُس نے گناہ راستی اور عدالت کے بارے میں دُنیا کو قصوروار ٹھہرایا۔ وہ مددگار کون تھا۔ وہ حضرت محمد صلعم تھے۔ کتاب قرآن شریف میں اُنکا فیصلہ جو ربانی حکم سے کیا گیا ہے درج ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم۔ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ" یہود یہ کہتے تھے کہ توریت میں درج ہے۔ کہ صلیب کی موت لعنت کی موت ہے۔ اور نبی کو لعنت کی موت نہیں آسکتی۔ مگر چونکہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل سے یا صلیب سے مار ڈالا ہے۔ اسواسطے وہ لعنتی ہوا۔ اور گنہگار ... راستبازوں اور ... سے ہرگز تعلق نہ رکھتا تھا۔ نصاریٰ یہ کہتے تھے۔ کہ بے شک وہ صلیب پر تو مرگیا۔ مگر قتل سے نہیں مرا ... صلیب پر مرنے سے ... لعنتی ...

موت سے مرا۔ گویا کہ یہ خود اُن کے پیرو بھی نادان دوست کی طرح سے اُن کی موت صلیبی مان کر لعنت کے نیچے لاکر گنہگار ہی تسلیم کرتے تھے۔ کیونکہ جو صلیبی موت سے مرا وہ ملعون ہوا اور ملعون میں اور گنہگار میں کیا فرق ہے۔ بلکہ ملعون تو شیطان کا نام پکارا گیا ہے جو سب سے بڑھکر گنہگاروں کا سردار ہے اس طرح سے یہود و نصاریٰ گناہ و راستی کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں عدل پر قائم نہ تھے۔ پس اُن کی عدالت بھی غلط اور قصوروار تھی۔ آنحضرت صلعم نے بیان کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ ہی قتل سے مرے ہیں۔ اور نہ ہی صلیب سے مرے ہیں۔ یقیناً وہ ان ہر دو ذریعوں سے قتل نہیں ہوئے۔ لیکن تم دونوں شبہ میں ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف رفع دیا۔ یہ بھی ایک مسئلہ توریت کا تھا۔ کہ جو ملعون ہوتا ہے۔ وہ شیطان کا ساتھی ہوکر اسفل سافلین میں سے شمار ہوتا ہے۔ اور زمین کی طرف گرتا ہے اور جو راستباز برگزیدہ مقبول بارگاہِ الٰہی ہوتا ہے۔ اسکو اللہ کی طرف بلند کیا جاتا ہے۔ یعنی قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے پس یہ بیّن فیصلہ تیرہ صد برس سے کتاب قرآن مجید میں محفوظ چلا آتا ہے کہ بعد مسیح علیہ السلام کے اور نے ہرگز یہ تین کام جو مددگار سے متعلق تھے سرانجام نہیں دیئے۔ بلکہ صرف آنحضرت صلعم نے کہ جنہوں نے یہود و نصاریٰ دونوں کو گناہ۔ راستی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرایا۔ تو یہ لفظ مددگار یا سچائی کی روح کی بشارت محض آنحضرت صلعم کے متعلق تھی۔ اور انہی پر پوری ہوئی۔

سوئم۔ حوالہ نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا میرے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ یہ ہرگز نہیں کہا کہ تم میں سے بلکہ تمہارے بھائیوں میں سے کہا۔ بنی اسرائیل تو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پشت سے ہیں جو کوئی بھی اُن کی پشت سے ہے وہ اُن میں سے ہے مگر حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بھائی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں پس یہ بشارت حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کے متعلق ہے اور اگر لامحالہ مان بھی لیں کہ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد سے ہے تو ثابت کرو۔ کہ کونسا نبی حضرت موسٰی علیہ السلام کی مثل پیدا ہوا۔ عیسائی پادری صاحبان تو اس بشارت کو حضرت عیسٰے علیہ السلام پر چسپاں کرتے ہیں۔ مگر برعکس اسکے یہ بھی تو مانتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ نبی نہیں۔ بلکہ خدا۔ خدا کے بیٹے اور روح القدس ہیں اور جیسا کہ مسٹر والٹر اور دوسرے عیسائیوں نے ایک روز کے مکالمہ میں تسلیم بھی کیا۔ کہ ہم حضرت عیسٰے علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے۔ تو ان کا پھر کوئی حق نہیں کہ وہ اس بشارت کو حضرت عیسٰے علیہ السلام پر چسپاں کریں۔ تاہم تھوڑی دیر کے واسطے تسلیم کرتے ہیں۔ اب انجیل سے ثابت کرو۔ اور دکھاؤ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہاں اپنے آپ کو اس بشارت کا مصداق بیان کیا اور یہ تم ہرگز دکھا نہیں سکتے اور اگر کسی اور نبی کے متعلق کہو جیسے یشوع علیہ السلام وغیرہ تو وہ بھی ہم ہرگز تسلیم نہیں کرسکتے۔ جب تک کہ آپ یہ نہ دکھاؤ کہ اُس نبی نے اس بشارت کا مصداق اپنے آپکو ہونا کہا ہو۔ ورنہ یہ معاملہ مدعی سست و گواہ چست کا سا ہوگا۔ پھر اگر کسی اور نبی کو اس بشارت کا مصداق بیان کرو تو اُن کی مماثلت ... میں حضرت موسٰی علیہ السلام سے ثابت کرنی ہوگی۔ اور یہ تم ہرگز نہ ہی پرانے عہدنامہ سے کرسکتے ہو۔ نہ ہی نئے عہدنامہ سے۔ مگر اسکے مقابلہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے بعد صرف ایک ہی جلیل القدر انسان ہوا ہے۔ جس نے اس بشارت کا مصداق اپنے آپکو کہا۔ اور .... حضرت موسٰی علیہ السلام سے پوری مماثلت .... رکھتا ہے۔ وہ کون ہے وہ عرب کا اُمّی نورِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلعم ہی ہے۔ جسکے متعلق قرآن شریف کی آیت "انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا" گواہ ہے۔ کہ یہ ایسا ہی رسول بھیجا گیا ہے جیسا کہ فرعون کیطرف بھیجا گیا تھا۔ وہ حضرت موسٰی علیہ السلام تھے۔ اب اُن کی مماثلت بھی دیکھ لو۔ جس طرح سے حضرت موسٰی علیہ السلام کو کتاب۔ شریعت اور امت ملی۔ ویسے ہی انکو کتاب۔ شریعت اور امت ملی۔ جیسے اُن کے نام سے امت موسوی موسوم ہوئی۔ ویسے ہی ان کے نام سے اُمت محمدیہ یا احمدیہ موسوم ہوئی۔ جس طرح سے وہ یتیمی کے رنگ میں کفار کے گھر میں پرورش پائے۔ ویسے ہی یہ پرورش پائے جیسے کہ وہ باوجود مغلوب ہونے کے سب پر غالب آئے ویسے ہی یہ بھی غالب ...

ویسے ہی ان کا ہوا۔ جیسے کام اُنکے خلفاء نے زمانہ کے حسب حال سرانجام دیئے۔ ویسے ہی کام ان کے خلفاء نے زمانہ کے حسب حال کئے جیسا ان کا خاتم الخلفا حضرت عیسٰے علیہ السلام مسیح ناصری تھا ویسے ہی انکا خلیفہ مسیح محمدی ہوا جس روحانی رنگ میں مسیح ناصری نازل ہوا۔ اُسی روحانی رنگ میں مسیح محمدی نازل ہوا۔ جیسے اُس مسیح کے بعد کلیسیا یعنی مسیح کی تیار کردہ جماعت کی انجمن حسب ہدایت مسیح ناصری قائم ہوئی ویسے ہی اس مسیح محمدی کی تیار کردہ جماعت کی انجمن حسب ہدایت مسیح محمدی قائم ہوئی۔ اسقدر بیّن مماثلت کے ہوتے ہوئے اب کون ہے جو حق سے منہ کو موڑ سکتا ہے۔ اور اس بشارت کے آنحضرت صلعم کے متعلق نہ ہونے پر اصرار کرسکتا ہے۔

چہارم حوالہ نمبر ۴ سے ظاہر ہے کہ خداوند نے اسرائیل سے محض نہیں بلکہ اسرائیل کے گھرانے سے ایک عہد باندھنے کا وعدہ دیا ہے جو قانون کے طور پر اُنکے ذہن اور دلوں میں ڈالکر لکھدیگا عہد یا عہدنامہ کیا شے ہے۔ وہ یہی کتاب مقدس بتاتی ہے کہ اُس میں دو عہدنامے ہیں۔ ایک پرانا عہدنامہ اور دوسرے نیا عہدنامہ۔ پرانا عہدنامہ کیا ہے وہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی توریت اور دیگر کتب اور نبیوں کی کتابوں کا مجموعہ ہے اور نیا عہدنامہ کیا ہے وہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے۔ اسطرح گویا عہد یا عہدنامہ کسی نبی کی کتاب کو کہتے ہیں۔ اب ہم پر لفظ عہد کا مطلب کھل گیا۔ کہ وہ ایک کتاب ہوگی جو کسی نبی کی معرفت خدا اسرائیل کے گھرانے کو دیگا جو قانون کی شکل میں ہوگی اور جس قوم کو دیگا اُس کے ذہن میں ڈالیگا اور اُنکے دلوں پر لکھدیگا بالفاظ دیگر وہ اُس قوم کے ذہن اور دلوں میں محفوظ ہوگی ان امورات سے بھی ظاہر ہوا۔ کہ ایک عظیم الشان نبی کی آمد کی بشارت ہے جسکو ایسا محفوظ قانون ملیگا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا وہ ایسا عہد خدا نے کسی وقت میں اب تک باندھا یا کہ نہیں اگر عیسائی برادران یہ دعوے کریں کہ وہ عہد نیا عہدنامہ یعنی انجیل ہے تو آؤ اسکو ذرا آزمائش کرلیں۔ عیسائی برادر عیسائی دنیا میں سے ایک لاکھ آدمی انتخاب کرلیں اور ہم مسلمانوں سے ایک لاکھ منتخب کرلیتے ہیں نہ ہی انجیل ان کے ہاتھ میں ہو۔ اور نہ ہی قرآن اُنکے ہاتھ میں۔ اب امتحان کرلو۔ کہ آیا عہدنامہ کس کے ذہن و دل میں محفوظ ہے۔ ہمارا جس شخص کو جی چاہے عہدنامہ کا مضمون جہاں سے چاہیں اُس کے ذہن اور دل سے طلب کریں۔ اور آپ کا جس مسلمان منتخب شدہ سے دل چاہے جہاں سے چاہیں مضمون طلب کریں اگر وہ فیل ہو جاوے تو دعوے خارج۔ ورنہ ڈگری بحال۔ مگر میرے دوستو دُنیا بھر کے کسی مذہب میں یہ جرأت نہیں ہوسکتی وہ فقط ایک اسلام ہی ہے کہ جسکو وہ عہدنامہ ملا اور تیرہ صد برس ہوئے۔ کہ آنحضرت صلعم کی معرفت نازل ہوا۔ اور اسوقت سے لیکر آجتک مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں میں ایسا ہی محفوظ چلا آتا ہے جیسا کہ نزول کے وقت تھا۔ اسکے مضمون کی حفاظت کا ایک دوسرا پہلو بھی معقولی طور پر قابل غور ہے کہ اگر آج کوئی حضرت نوح علیہ السلام کے وقت کا سا طوفان آجاوے۔ جس سے کل دُنیا کے مکانات وغیرہ غرق ہوجاویں اور کسی بلند جگہ پر سب لوگ بچ جاویں ان کا سامان بھی غرق ہوجاوے یہاں تک کہ کتب سماوی یا جسقدر مذاہب کہ دُنیا میں ہیں اُن سب کی الہامی کتب کا ذخیرہ بھی نابود ہوجاوے تو وہ محفوظ عہدنامہ پھر بھی محفوظ ہے کیونکہ وہ مسلم کے ذہن اور دل میں موجود ہے جہاں سے پھر کتاب کی صورت میں اُس شان سے جلوہ گر ہوگا جیسا کہ پہلے تھا۔ اس بشارت کے لحاظ سے بھی انجیل ہمارے نبی صلعم کی خوشخبری دیتی ہے ان چاروں حوالوں سے چاروں پہلو دکھلاکر عیسائیوں پر اتمام حجت کی گئی ✠

عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر جوسف بہاری جواب دینے کو اُٹھے۔ مگر موسلادھار ہوچکی تھی اور ایک ذرہ بھر بھی جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ پریذیڈنٹ صاحب نے اختتام جلسہ کے وقت صاف کہدیا۔ عیسائی مناظر ہرگز جواب دینا تو درکنار بات بھی نہیں کرسکا۔

احمدیوں کے قابل توجہ اس بحث کے خاتمہ پر ہمارے برادر جنکو پروفیسر صاحب کرکے پکارتے ہیں جو کہ قادیان سے بمبئی میں ہمراہ مفتی صاحب تشریف لائے تھے۔ اور اب تک یہاں ہی مقیم ہیں۔ وہ ملے۔ اُن کو جب اس مباحثہ کے انجام اور عیسائیوں کے لاجواب ہونے کی خبر ہوئی۔ تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے کل خواب دیکھا۔ کہ حضرت صاحب بمبئی تشریف لائے ہیں اور ان عیسائیوں کے ہال میں ایسی مؤثر اور بارُعب تقریر کی ہے۔ کہ عیسائی لاجواب ہوگئے۔ اور کچھ نہ بن آیا۔ انھوں نے اس واقعہ سے پیشتر ہی اس خواب کو چوہدری سردار علی اور ایک دو اور دوستوں سے کہا ہوا تھا

ملتے ہیں۔ ایک وہ حصہ جو کہ صلیب کے واقعہ سے پہلے کا ہے اور دوسرا وہ حصہ جو صلیب کے واقعہ کے بعد کا ہے۔ صلیب کے واقعہ کے اوّل میں مفصلہ ذیل حوالہ جات حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے ملتے ہیں:۔

یوحنا باب ۳ - ۳۶۔ "جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے لیکن جو بیٹے کی نہیں مانتا۔ زندگی کو نہ دیکھے گا۔ بلکہ اُس پر خدا کا غضب رہتا ہے"۔ یوحنا باب ۱۲ ۴۴ یسوع نے پکار کر کہا کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتا ہے کیونکہ میں کچھ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں"۔ یوحنا باب ۱۴ ۲۴ "جو مجھ سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ میرے کلام پر عمل نہیں کرتا اور وہ کلام جو تم سنتے ہو میرا نہیں۔ بلکہ باپ کا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔

اور صلیب کے واقعہ کے بعد مفصلہ ذیل حوالجات حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے ملتے ہیں:۔ متی باب ۲۸ ۱۷-۲۰ "یسوع نے پاس آکر اُن سے باتیں کیں اور کہا۔ کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جاکر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُنہیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُنہیں یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کرو۔ جس کا میں نے تم کو حکم دیا"۔

مرقس باب ۱۶ ۱۶-۱۸۔ اور اُس نے اُن سے کہا کہ تم تمام دُنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ اور جو ایمان لائے اور بپتسمہ لے۔ وہ نجات پائیگا"۔

اب ان ہر دو اقوات قبل از واقعہ صلیب و بعد از واقعہ صلیب کی جو کچھ حضرت مسیح نے تعلیم دی ہے ہرگز اُس میں ایک لفظ تک بھی ایسا موجود نہیں کہ کفارہ مسیح پر ایمان لاؤ بلکہ اپنے پر ایمان لانے یا بالفاظ دیگر احکام ماننے اور عمل کرنے کا حکم ہے یا انجیل کے سامنے پیش کردہ احکام پر ایمان لانا یعنی مان لینا اور اُن پر عمل کرنا اور پھر اپنے احکام کو بھی اپنے ذاتی احکام نہیں کہا بلکہ خدا کی طرف منسوب کئے۔ اور کہا کہ میں اسکا بھیجا ہوا ہوں اور جو کچھ وہ حکم کرتا ہے وہ کہتا ہوں۔ لفظ بھیجا ہوا عربی زبان میں رسول کہلاتا ہے گویا اپنی پوزیشن یہاں بحیثیت اللہ کے رسول کے بتاکر جیسا کہ سابقہ رسولوں کی سنت چلی آئی ہے صاف کردی ہے سابقہ رسول بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ کہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اپنے آپکو پیش کرنا اور اللہ کا کلام جو اُن پر پہنچتا اُسکو لوگوں تک پہنچانا اور لوگوں کو اُسکے ماننے یا بالفاظ دیگر ایمان لانے کو کہنا۔ جو کوئی مان لیتا یا ایمان لاتا اور عمل کرتا وہ مستحق نجات ہوتا یہی سنت ہمیں حضرت مسیح کی ملتی ہے۔ پھر جیسا کہ ایمان لاکر عمل ضروری ہونا سب رسولوں کی تعلیم رہی ہے۔ ویسی ہی تعلیم حضرت مسیح کی ہے۔ اور عیسائی پادری صاحبان جو کہتے ہیں کہ محض ایمان لانے سے نجات پا جاتا ہے بالکل غلط بات ہے۔ تسلی کے واسطے مفصلہ ذیل حوالہ جات انجیلوں سے پیش کئے گئے ہیں:۔

متی باب ۱۹ ۱۷۔ "اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔ متی باب ۷ ۲۰۔ "جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔

لوقا باب ۶ ۴۷-۴۹۔ "یسوع کے احکام پر جو عمل نہیں کرتا وہ کچھ ثمر حاصل نہ کریگا"۔

لوقا باب ۱۱ ۲۸ "زیادہ مبارک وہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں"۔ ..... ان حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر عمل نیک کے خواہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان بھی رکھتا ہو۔ ہرگز نجات نہیں پا سکتا یہی تعلیم تمام اللہ کے رسولوں کی تھی اور انجیل میں کہیں بھی ایسی تعلیم موجود نہیں ہے کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور نجات پا جاتا ہے بلکہ برعکس اسکے صاف ظاہر ہے کہ توبہ کرنے اور بپتسمہ پانے یعنی گناہ آلود اعمال سے دستبردار ہوکر نیک اعمال پر کاربند ہونے سے نجات ملتی ہے چنانچہ میرے ان الفاظ کی تائید خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی کرتے ہیں۔ لوقا باب ۲۴ ۴۷۔ یروشلیم سے شروع کرکے ساری قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اُسکے نام سے کی جائیگی۔

جس سے صاف عیاں ہے کہ مسیح کے نام سے توبہ اور گناہ آلود زندگی سے دست بردار ہونا اور اعمال نیک پر کاربند ہونے کا عہد (بیعت) ہو جاتا ہے کیونکہ جن باتوں اور گناہوں کے متعلق وہ توبہ کرنا کر لوگوں کو تعلیم دیتے تھے وہ سب احکام الٰہی تھے۔ تو گویا اللہ کے احکام پر عامل ہونے اور سابقہ زندگی کے اعمال سے توبہ کرنے کا نام بپتسمہ رکھا۔

معقولی بحث و مسئلہ | مذکورہ بالا منقولی دلائل سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے نجات نہیں۔ اب معقولی طور سے دیکھا جاوے کہ آیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ نہیں۔ اور ہمارے روزانہ تجربہ و مشاہدہ میں ایسا پایا جاتا ہے کہ نہیں۔ تا اُسکے مطابق انسان دستور العمل مقرر کر سکے۔

پادری صاحبان سے کہا گیا کہ نیک و بد کی تمیز ہی وہ شئے ہے۔ جس سے کسی فعل کے نیک و بد ہونے کا فتوےٰ ملسکتا ہے۔ جس شخص میں یہ تمیز نہ ہوگی وہ ہرگز کسی کے نیک و بد اعمال کا فتوےٰ نہیں دیسکتا۔ اور اسطرح سے اگر کسی انسان میں یہ تمیز نیک و بد کی جاتی رہے تو اسکو عام لفظوں میں مخبوط الحواس۔ جنونی۔ پاگل۔ اجہل کہا جاتا ہے مگر پاگل یا مخبوط الحواس سب سے بڑھکر ہے۔ اب اگر کوئی مخبوط الحواس کوئی ایسا فعل کرے کہ وہ عام نگاہ میں بدتمیز رہا ہاوے۔ تو اُسکو ہرگز دنیا کی کوئی عدالت یا سوسائٹی مجرم قرار نہ دیگی اور نہ ہی سزا دیگی۔ یہاں تک کہ اگر کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے اگر قتل بھی ہو جاوے تو اُسکو ہرگز پھانسی یا قتل نہ کیا جاویگا۔ بلکہ برعکس اُسکے اُسکو حفاظت سے پاگل خانہ میں داخل کیا جاویگا شریعت بھی ایسے انسانوں پر تعزیر قائم نہیں کرتی۔ تو گویا نیک و بد کی تمیز سے مبرا ہونا گناہ یا ثواب کے اجر سے مبرا ہونا ہے اور یہ وہ شئے ہے جو ہمکو نطفہ اوّل آدم کی سرشت سے حصہ میں آئی ہے۔ پس یہ پیدائشی گناہ جس کی تمیز اس وقت ہی ہوتی ہے۔ جبکہ کسی میں یہ نیک و بد کی تمیز موجود ہو۔ جیسے کہ ایک باپ بیٹے کو شراب کے بد نتائج سے پاک و صاف رکھنے کے واسطے بیٹے کو حکم دے۔ کہ شراب مت پینا اور پھر اگر کسی وقت بیٹے کی حرکات شرابیوں کی سی دیکھے تو وہ پوچھے کہ ایسی حرکات کیوں ہیں۔ کیا تم نے شراب پی ہے اور بیٹا جواب میں سچ بولے کہ ہاں۔ تو وہ باپ کی حکم عدولی کا مرتکب ہو کر محض اپنے حرکات سے شناخت ہو گیا۔ کہ اس میں اب شراب کام کر رہی ہے۔ اس طرح سے جس شخص میں بھی نیک و بد کی تمیز ہوگی۔ تو وہ اُس کے پیدائشی گناہ کی دلیل ہوگی اب جبکہ عام لوگ اس نیک و بد کی تمیز یا بالفاظ دیگر پیدائشی گناہ میں قائم ہیں تو آؤ دیکھیں کہ وہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے جاتی رہتی ہے۔ کہ نہیں۔ عام مشاہدہ میں ہمیں عیسائی دنیا کے بڑے بڑے پوپ۔ پادری بشپ، وغیرہ جو بحیثیت رتبہ روحانی معنوں میں دوسرے عیسائیوں سے بڑھکر شمار ہوتے ہیں۔ اُن میں ہم ہر ایک کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ شب و روز لوگوں کو نیکیوں کیواسطے ہدایت کرتے ہیں۔ بدیوں سے پرہیز کرنے کی تعلیم دیتے ہیں جس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ وہ نیک و بد کی تمیز اپنے اندر رکھتے ہیں جبھی تو وہ نیک و بد پر لکچر دیتے ہیں۔ اور ویسے بھی عام عیسائی دُنیا میں کوئی ایک نفس بھی ایسا نہیں پایا جاسکتا کہ جو نیک و بد کی تمیز سے مبرا بوجہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے کے ہو گیا ہو۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے پیدائشی گناہ کا مادہ ہرگز دُور نہیں ہوتا۔ خواہ ہر اتوار چھوڑ دن میں سو سو دفعہ عشائے ربانی کا استعمال کریں۔

لعنت سے نجات | اب اسکو دوسرے پہلو سے دیکھو۔ اگر فرضاً مان لیں۔ کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے پیدائشی گناہ دُور ہو جاتا ہے تو پھر ضروری ہوا۔ کہ وہ لعنت بھی دُور ہو۔ جو خدا نے اس گناہ کی وجہ سے عورت اور مرد پر کی۔ یعنی یہ کہ عورت حمل میں بغیر درد کے بچے جنے۔ اور مرد اپنے پسینے کی کمائی سے نجات پاکر زمین پکڑ لیں جانے سے بچے مگر ایسا بھی ہرگز ہرگز ہمارے مشاہدہ میں نہیں آتا۔ کہ کوئی ایک آدھا واقعہ بھی دنیا بھر کسی عیسائی کی طرف سے پیش ہو سکے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے ہرگز ہرگز پیدائشی گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔

عملی گناہ سے نجات | ایسا ہی کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے عملی گناہ سے بھی انسان پاک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گناہ کی تشریح خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جو کی ہے وہ اسوقت تمام دُنیا بھر کے عیسائیوں کو بھی خواہ دیکھو۔ ہرگز عملی گناہ سے پاک ایک فرد بھی نہ پاسکوگے۔ خدا کے حکم کے خلاف ایمان رکھنا یا عمل کرنا ہی گناہ ہے۔ اب ذیل کے حوالہ جات میں منقولی طور سے میں ثابت کرتا ہوں۔ کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے عیسائی دُنیا کا ایک فرد بھی عملی گناہ سے نہ بچ سکا۔

مرقس باب ۱۲ ۳۰۔ یسوع نے جواب دیا۔ اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔

تیمتھیس خط اوّل باب ۶ ۱۵-۱۶۔ واحد حاکم بادشاہوں کا بادشاہ۔ خداوندوں کا خداوند ہے۔ بقا صرف اسی کو ہے۔ اور وہ اُس نور میں رہتا ہے۔ جس تک کسی کی گذر نہیں ہو سکتی۔ نہ اُسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے اُس کی عزت اور سلطنت ابد تک ہے۔

ماکرین خداؤں کی مسئلہ تثلیث پر ایمان رکھتی ہے۔ خود باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح القدس خدا۔ اب یہ تینوں ملکر بھی ایک خدا۔ مذکورہ بالا حوالہ میں سوائے باپ خدا کے دوسرا کوئی شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ اس تک کسی کی گذر نہیں ہو سکتی نہ اُسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ مگر برعکس اسکے بیٹے اور روح القدس کو کئی انسانوں نے دیکھا اور دیکھ سکتے ہیں۔ وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ صاف ظاہر ہے کہ توحید کے خلاف تثلیث پر ایمان خدا کا حکم ہرگز نہیں تھا اب جبکہ یہ خلاف حکم پر ایمان رکھتے ہیں تو گنہگار ٹھہرتے ہیں پھرا ور دیکھئے۔

کرنتھیوں باب ۵ ۱۱-۱۳۔ حرامکار۔ لالچی۔ بت پرست۔ گالی دینے والے۔ شرابی۔ ظالم سے صحبت نہ رکھو۔ نہ اُن کے ساتھ کھاؤ پیو۔ اپنے درمیان سے نکالدو۔

کرنتھیوں باب ۶ ۹-۱۰۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہونگے۔ فریب نہ کھاؤ۔ نہ حرامکار خدا کی بادشاہت کے وارث ہونگے نہ بُت پرست۔ نہ عیاش۔ نہ لونڈے باز۔ نہ لالچی۔ نہ شرابی۔ نہ گالیاں بکنے والے۔

اب اعمال کو نگاہ میں رکھکر کفارہ مسیح پر ایمان لائے ہوئے لوگوں کی زندگی پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے نے کہاں تک اُنکو پاک کر دیا ہے۔ نتیجہ صفر ملیگا۔ پھر اور ملاحظہ ہو۔

متی باب ۵ ۱۷۔ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت اور نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔

اب حوالہ پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ عیسائی دُنیا نے کس حد تک توریت اور نبیوں کی کتابوں کے احکام کو نگاہ رکھا ہے۔ حرام و حلال اور ختنہ جو توریت اور نبیوں کی کتابوں میں درج تھا۔ خصوصاً سؤر کا گوشت اُن کے متعلق کیا عمل ہو رہا ہے۔ جو کہ خلاف حکم الٰہی ہے۔ پس جو خلاف حکم کام ہے۔ وہ گناہ ہے۔ مزید ملاحظہ ہو۔

متی باب ۵ ۳۸-۴۰۔ تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تمہاری داہنی گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اُسکی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لینے دو۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جاوے۔ تو اُسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔

اب حکم کے مطابق غور کرو۔ اور دیکھو کہ اسوقت تمام روئے زمین پر عیسائی دُنیا کیا عمل کر رہی ہے اور ہزارہا عدالتیں جو اُن کی گورنمنٹ کے ماتحت قائم ہیں وہ کس بات پر عمل کر رہی ہیں اگر اس پر عامل ہوں تو شریر کے مقابلہ سے گریز کریں۔ مگر یہاں برعکس کام ہے۔ اور جب کرتہ لینے والے کو چوغہ بھی دینے کا حکم ہے تو عدالتوں میں دعوے کس بنا پر ہو۔ نہ مدعی ہو نہ مدعا علیہ بلایا جاوے۔ نہ ہی گواہوں کی ضرورت ہو۔ اور نہ ہی وکیل و بیرسٹر تکلیف کریں۔ بالفاظ دیگر عدالتی کاروبار سب خلاف حکم۔ پس کیا یہ بوجہ خلاف حکم ہونے کے گناہ نہیں ہے۔

ان سب امورات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے عملی گناہ سے بھی نجات نہیں مل سکتی۔ آؤ۔ ذرا معقولی طور سے ایک موٹی بات سے بھی اسکو آزمائش کریں۔ کسی ایک عیسائی کو بھی دُنیا میں پیش کردو۔ کہ جو کفارہ مسیح پر اوّل درجہ کا ایمان رکھتا ہو۔ ہم اسکو آزما کر دیکھ سکتے ہیں اُسکو کہدیں کہ وہ کسی شخص کو روز روشن میں قتل کرکے پولیس اور عدالت میں اقبال کرکے پھر سزا سے مبرا خیال کیا جائے۔ اگر ایسا ہو سکے۔ تو پھر یقیناً عام مشاہدہ میں لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ دیکھو محض کفارہ مسیح پر ایمان لانے کی وجہ سے باوجودیکہ اُس نے قتل کیا پھر بھی سزا سے صاف بچا رہا۔ کیونکہ گو یہ اس کا فعل گناہ ہے مگر اُسکے گناہ کا تو کفارہ ہو چکا ہے اسواسطے اسکو کسی عدالت میں بھی سزا نہیں ہو سکتی۔ مگر دوستو ایسا بھی ہرگز کوئی شخص اس زمین پر اور آسمان کے نیچے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ معمولی سے گناہوں یا جرموں کے عوض میں بھی سرکاری عدالتوں سے سزا سے نہیں بچ سکتا۔ یہ تو قتل ہے۔

پس اب جبکہ ہمارے علم و عقل، دلیل و برہان، تجربہ و مشاہدہ میں کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے پیدائشی اور عملی گناہ دُور نہیں ہو سکتے تو کفارہ مسیح پر ایمان کیونکر لایا جاسکتا ہے اور کیسے اسکو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

یہ تین مضمونوں کی بحث تا حد ہے۔ جسکو مختصراً لکھا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین اخبار خود بھی نتیجہ نکال سکیں۔ کہ صداقت کیا شئے ہے۔ عیسائی پادریوں کی طرف سے ڈاکٹر یوسف بہاری، مسٹر والش، مسٹر ڈ لوڈ۔ اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ میں قائم ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ جان بھی احمدیت کی حالت میں ہی جا دینگے اور کام کرینگے۔ تو وہ کام اور اس کا صلہ ہمارے نام نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے نام ہے۔ بلکہ میرے خیال میں ہر ایک احمدی بذاتِ خود مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت کی حیثیت سے کھڑا ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ احمدی نام کا احمدی نہ ہو۔

اب چونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ عیسائی برادران اخبار نور افشان لدھیانہ میں چند غلط فہمیوں کے طور پر ان مباحثات کا اندراج کرتے ہیں۔ اسواسطے میں اخبار پیغام صلح میں اسکو درج کرنے کے واسطے ارسال کرتا ہوں جو بالکل حقیقت الامر ہے۔ اور اخبار فاروق قادیان اور الفضل قادیان سے بھی درخواست ہے کہ اس مباحثہ کا اندراج اپنے پرچہ میں بھی کردیں۔ تاکہ اکثر افراد کو ہدایت کا موجب ہو سکے۔

آخر میں میں بمبئی کی مذکورہ بالا عیسائی سوسائٹی کو مبلغ پچاس روپیہ انعام رکھکر چیلنج بھی دیتا ہوں کہ وہ مضمون کا آخری حصہ یعنی "انجیل میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بشارات" پر تحریرًا تقریرًا جیسا چاہیں بحث کرلیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے دجل میں ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ فقط

خاکسار۔ شاہ محمد خان ریلوے انجینئر۔ ایگت پوری۔ ۱۲/۷/۱۲

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ مشن کے خلاف پادریوں کی کوششیں

معزز معاصر اشاعت اسلام اپنے جولائی ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں رقمطراز ہے کہ پادریوں کی کوششوں کا دائرہ ولایت میں تبلیغ اسلام کے خلاف روز بروز وسعت اختیار کر رہا ہے۔ مسجد ووکنگ میں پھر ایک پادری صاحب پہنچے اور خواجہ صاحب کی بیماری سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ کہ شاید وہ جواب نہ دے سکینگے۔ اتفاق سے اس روز مسئلہ کفارہ پر بحث تھی اور ملک عبدالقیوم صاحب کا لکچر تھا۔ اختتام لکچر پر خواجہ صاحب نے یہ اعلان کیا۔ کہ جس مسئلہ پر لکچر دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اگر کسی شخص نے کوئی سوال کرنا ہو۔ تو کرے۔ اب پادری صاحب کو لینے کے دینے پڑگئے۔ مسئلہ کفارہ اور اس پر دلیل یہ کہاں سے لے۔ عقل تو اس مسئلہ کو قبول نہیں کرتی۔ اسلئے پادری صاحبان نے یہ اصول تجویز کر رکھا ہے کہ مذہب میں عقل کا کچھ دخل نہیں اور کفارہ پر محض ایمان ہی لانا ضروری ہے۔ بیچارے پادری صاحب اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ انجیل میں ایک مقام کو کفارہ پر دلیل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ مگر کھلی ناکامی اٹھائی اور پھر رُخ نہ کیا ٭

اب رسالہ "مسلم ورلڈ" میں جس کے نام سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ عالم اسلامی کا حامی کوئی رسالہ ہے۔ حالانکہ اس کے اجرا کا اصل مقصد عالم اسلامی کی تخریب ہے اور پادریوں نے اسے اسلام کی مخالفت کیلئے خاص کر رکھا ہے اس مشن کی مخالفت طرح طرح کے پیرایوں میں شروع ہوئی ہے جنوری ۱۹۱۷ء کے رسالہ میں وائیٹ بریخت صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مسلم اور خدا کی ابوّت" نکلا ہے جس میں ایک نومسلمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اس نے کہا کہ "گو میں مسلمانوں کو اچھا نہیں سمجھتی مگر اس کے بعد اب میں تثلیث کو کبھی نہیں مان سکتی"۔ پادری صاحب کو اگر یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کی کچھ برائیاں کرکے انھوں نے اس کے منہ سے یہ فقرہ نکلوانے میں کوئی کامیابی حاصل کرلی ہے۔ تو یہ خود ایک خیال باطل ہے۔ سوال مسلمانوں کو اچھا یا برا سمجھنے کا نہیں۔ بلکہ جنگ اصولِ اسلام اور اصولِ مسیحیت کے درمیان ہے کیا اس جنگ میں اصول اسلام کامیاب ہوتے ہیں یا اصولِ مسیحیت۔ جبتک اصولِ مسیحیت کو ایک شخص دھکے دیتا ہے مسلمانوں کے بحیثیت قوم عیب اسکے سامنے بیان کرلینے سے کوئی کامیابی نہیں ہو جاتی۔ تثلیث اور کفارہ عیسائیت کے دونوں شہتیر تو پاش پاش ہوچکے ہیں۔ اور جوں جوں زمانہ عقل و علم میں ترقی کرتا ہے۔ عیسائی دنیا خود ان اصول سے بیزار ہو رہی ہے ٭

پادری صاحب کا یہ خیال ہے کہ مسلمان خدا کی ابوّت یعنی خدا کے باپ ہونیکے مسئلہ کو سمجھ نہیں سکتے۔ وہ لکھتے ہیں "کیا تم درحقیقت خدا کا علم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ وہ تمہارے نزدیک آ رہا ہے۔ کیا تمہیں ایک آسمانی باپ کی ضرورت ہے؟ ہاں ہاں ہے۔ اچھا خوب یاد رکھو۔ کہ یہ مذہب اسلام جسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کا ایسا سادہ اور صاف خیال پیش کرتا ہے۔ اس میں ایسے خدا کی جگہ نہیں جو تمہارا باپ ہو قرآن کہتا ہے۔ کہ اگر وہ باپ ہے تو اسکی جورو بھی ہونی چاہئے"۔ اگر تم حیران ہیں کہ پادری صاحب کیوں اپنے آپکو دھوکا

مسیح کی خصوصیت کیا۔ سوال یہ ہے کہ آیا خدا صرف مسیح کا باپ ہے یا ہر ایک انسان کا۔ اگر سب کا باپ ہے تو پھر مسیح ابن اللہ نہیں۔ ساری دنیا ابن اللہ ہے۔ اور پھر کسی مصلوب ابن اللہ کی ضرورت نہیں۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ پادری صاحب کو خود خدا کے باپ ہونے میں کچھ شک ہے یا یہ ماننا پڑیگا۔ کہ خدا مسیح کا باپ اور طرح سے ہے اور باقی مخلوق کا اور طرح سے۔ پھر وہی اعتراض ہے کہ وہ رنگ انسان کے باپ ہونے کا رنگ نہ ہوگا۔ اور اسی حالت میں خدا کے لئے جورو کی ضرورت بھی ہوگی۔ افسوس ہے ان لوگوں پر کہ قرآن کریم نے کن کن لطیف پیرایوں میں ابنیت مسیح کے عقیدہ کا بطلان ان کو سمجھایا تھا۔ لم تکن له صاحبة میں یہی سمجھایا تھا۔ مگر پادری صاحبان کو تحقیقات سے کیا غرض اور دلائل سے کیا کام ٭

قرآن کریم نے اسی لئے نحن ابناء الله ونحن احباؤه (ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں) کہنے والوں پر اس طرح اعتراض نہیں کیا جس طرح مسیح کو ابناء اللہ کہنے والوں پر کیا۔ نحن ابناء الله واحباؤه کا جواب یہ دیا ہے۔ فلم یعذبکم بذنوبکم پھر تمکو تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے۔ لیکن جہاں یہودیوں کے عزیر کو ابن اللہ کہنے اور عیسائیوں کے مسیح کو ابن اللہ کہنے کا ذکر ہے وہاں اسکے بعد فرمایا قاتلهم الله انی یؤفکون۔ یعنی ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو خدا ہلاک کرے کہاں سے اُلٹے پھیرے جاتے ہیں۔ گویا یوں تو سب ابن اللہ مجازی رنگ میں کہلا سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ وہ خدا کے پیارے بن جائیں۔ ایسے اولیاء اللہ کو مجازًا اطفال اللہ یا ابناء اللہ کہا جاسکتا ہے مگر جب ایک شخص کے لئے یہ ابن اللہ ہونے کا مقام خاص کیا جاتا ہے تو وہ مفہوم باقی نہیں رہتا۔ افسوس ہے۔ کہ پادری صاحبان قرآن کو اپنی مشکلات حل کرنے کے لئے نہیں پڑھتے۔ بلکہ محض کوئی اعتراض پیدا کرنے کے لئے۔ اگر تو مسیح ابن اللہ اس رنگ میں ہے۔ جس رنگ میں ہے۔ جس رنگ میں اولیاء اللہ ابناء اللہ مجازًا کہا جا سکتا ہے تو تثلیث اور کفارہ کا عقیدہ باطل ہوگیا۔ اور اگر وہ کسی اور رنگ میں ابن اللہ ہے۔ تو پھر بیٹے کی کوئی ماں بھی ہونی چاہئے ٭

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم نے ان الفاظ کا استعمال پسند نہیں فرمایا۔ جن سے غلط فہمی پیدا ہوکر دنیا ہلاک ہوگئی۔ خدا کا باپ ہونا بیشک بڑا دل خوش کن فقرہ ہے۔ مگر اسی باپ ہونے کے خیال نے پھر ایک خدا باپ اور ایک خدا بیٹا بھی بنا دیا۔ اور خطرناک شرک بنیاد رکھدی ہے اس لئے قرآن کریم نے ایسے الفاظ کو مجازًا بھی استعمال نہیں فرمایا۔ مگر یہ خیال نہ کیا جائے کہ خدا نے ابوّت کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ تو یہ کوئی نقص ہے۔ اب سے بہتر لفظ ربّ قرآن کریم نے استعمال کیا ہے اب کا تعلق ابن سے تو بہت ہی تھوڑا ہے مگر ربّ کا تعلق مربوب سے اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اب کے ذریعہ سے ایک انسان صرف وجود میں آتا ہے۔ لیکن ربّ وہ ہے جو اسے وجود میں لاتا ہے اسکو سامان بھی عطا فرماتا ہے اسکی پرورش کرتا ہے۔ اور پھر اُسے کمال تک بھی پہنچاتا ہے۔ پس قرآن نے اگر خدا کو اب نہیں کہا۔ تو اس سے بدرجہا بڑھ کر لفظ ربّ استعمال فرمایا ہے۔ پس ابوت کے حامی غور کریں۔ کہ ابوت بہتر ہے یا ربوبیت ٭

مگر تعجب ہے کہ ایک پادری صاحب تو کہتے ہیں قرآن ابن اللہ کی تردید کرتا ہے۔ اور خدا کے باپ ہونے کے لئے اس میں کوئی جگہ ہی نہیں ایک دوسرے پادری ای ڈبلیو تھونگ صاحب اسی رسالہ میں لائے اور ان کا مضمون پادری وائیٹ بریخت صاحب کے مضمون کے ساتھ درج ہے) اس بات کے حامی ہیں کہ قرآن مسیح کی ابنیت کے عقیدہ کی تردید ہی نہیں کرتا بلکہ ایک رنگ میں اس کا حامی ہے۔ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ قرآن کریم نے ولدیت کی تردید کی ہے۔ ابنیت کی تردید نہیں کی۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ان دونوں میں سے سچا کس کو مانیں۔ اگر پادری وائیٹ بریخت سچا ہے۔ کہ خدا کے باپ ہونے کے لئے کوئی جگہ نہیں (اور اس کے بغیر خدا سمجھ ہی نہیں آتا) کیونکہ وہ ابنیت مسیح کا منکر ہے تو پادری تھونگ صاحب جھوٹے ہیں اور اگر موخر الذکر صاحب سچے ہیں تو پادری وائیٹ بریخت نے غلط لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ ایڈیٹر رسالہ نے دو مضمونوں کو ایک ہی نمبر میں یکے بعد دیگرے جگہ دی ہے جو دونوں ایکدوسرے کی تردید کرتے ہیں۔ خدا کا کلام سچا ہے اسلام کے مخالفین کی ہمیشہ یہی حالت رہیگی جس کا نقشہ خود قرآن نے کھینچا ہے۔ انکم لفی قول مختلف ایک کچھ بات کہیگا تو دوسرا اسکی تردید کرتا ہوا کچھ اور کہیگا ٭

تصدیق المسیح

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین

قدیم سے یہ سنت اللہ چلی آتی ہے کہ جب دنیا میں معصیت کا زور ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا خوف دلوں سے اُٹھ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے اپنی مخلوق کی دستگیری کے لئے ایک مزکی دنیا میں بھیجتا ہے جو آکر اس تباہ شدہ مخلوق کا تزکیہ کرتا ہے اور خدا کی یاد پھر اُن کے دلوں میں تازہ کردیتا ہے۔ اسوقت چاروانگ عالم میں بحر عصیاں کا زور اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر وہ حملہ کہ بجائے صفت واحد لاشریک باپ۔ واحد لاشریک بیٹا اور واحد لاشریک روح القدس کہا جاتا ہے دیکھکر خدا کی غیرت نے جوش مارا اور ایک ایسا مزکی ہمارے پاس بھیجا جو عیسائیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی ہو کر آیا۔ ضرورت اس بات کی مقتضی تھی کہ مسیح اور مہدی کا زمانہ چودھویں صدی سے آگے نہیں ہر صدی کے سر پر مجدد آنے کا وعدہ بجائے خود ظاہر کرتا ہے کہ ایک عظیم الشان مجدد اسوقت ہونا چاہئے تھا۔ چونکہ صلیبی فتنہ کثرت سے پھیل چکا ہے۔ اس لئے اس صدی کے مجدد کا نام بھی کاسر الصلیب ہونا چاہئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں جسکا نام کاسر الصلیب رکھا گیا ہے وہ وہی ہے۔ جسکو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہا گیا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب قرآن ہم میں موجود ہے تو پھر کسی مہدی یا مسیح کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک کوئی معلم یا مزکی نہ ہو۔ تب تک ہم نرا قرآن سے کوئی فائدہ اُٹھانا مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر القرون قرنی یہ صدی جس میں میں ہوں بڑی خیر و برکت کی بھری ہوئی ہے اور حقیقت میں وہ صدی بڑی ہی بابرکت تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں موجود تھے اور آپ کی وساطت سے لوگ تزکیہ سے متمتع ہوتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دوسری صدی بھی اس پہلی کی طرح خیر و برکت والی ہوگی اور پھر تیسری پر بھی اس پہلی کا اثر پڑیگا۔ مگر اسکے بعد جھوٹ پھیل جائیگا۔ اب غور طلب یہ امر ہے۔ کہ کیا قرآن شریف اس چوتھی صدی میں نہ رہا تھا۔ جس میں جھوٹ کے پھیلنے کی آپ نے پیشگوئی فرمائی۔ کیا تعامل اور حدیث اُن میں نہ تھی؟ پھر وہ بات کیا ہے جو یفشوا الکذب کہا؟ بات اصل یہی ہے کہ وہ مزکی ان میں نہیں رہا۔ مزکی کو اُٹھے ہوئے کئی سال گذر گئے۔ ورنہ وہی قرآن اور وہی حدیث موجود ہے جو ان سے پہلے بھی تھی۔

ریلگاڑیوں کو دیکھو۔ خواہ زنجیروں کے ساتھ ایکدوسرے سے پیوستہ ہوں۔ مگر جب تک اُن میں سٹیم انجن نہ ہو وہ خود بخود کبھی نہیں چل سکتیں۔ اسی طرح جب تک ہم میں مزکی نہ ہو۔ ہم کبھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا۔ اور آپ عرش پر جاکر خدا تعالےٰ سے ملاقی ہوئے تو خدا نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھوں میں کیا چیز ہے آپ نے جواب دیا کہ ایک ہاتھ میں امام حسین علیہ السلام کا خون ہے اور دوسرے ہاتھ میں اپنی امت کے گناہ ہیں۔ یہ سُنکر خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اچھا اس خون کے بدلے تیری امت کے تمام گناہ بخشدئے ہیں۔ اب بتاؤ کہ جس قوم نے امام حسین علیہ السلام کو عیسائیوں کی طرح اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ رکھا ہو کیا ان کے لئے کسی مزکی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو اُس کا کوئی نشان بھی چاہئے۔

قرآن شریف میں چاند اور سورج کی سنت کے متعلق فرمایا ہے قدرناه منازل لتعلموا عدد السنین والحساب سورج اور چاند کے نظام و قانون کو دیکھکر بہت سے حساب سمجھ سکتے ہیں۔ جنتریاں بنا سکتے ہیں۔ جیسے دو اور دو چار ایک یقینی بات ہے اسی طرح یہ آسمانی نظام بھی برحق ہے۔ تیرہ سو سال پیشتر کہا گیا تھا۔ کہ اس مہدی کے وقت میں رمضان شریف میں کسوف و خسوف ہوگا۔ لیکن جب وہ وقت آگیا اور مدعی نے بھی دعوے کیا تو بہتوں نے انکار کر دیا۔ سچ ہے ع تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۳۵ ہجری مطابق یکم اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۸۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صحبت صادقین

ایمان کی ایک قابل قدر مثال

یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے ... یہ نشان پورا ہو گیا۔ اس سے پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف شہید کا شاگرد تھا امیر نے قتل کرا دیا۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے۔ اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم فغانستان میں پھیلاتا تھا۔ اور اب اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا۔ یہ عظیم الشان نشان جماعت کیلئے ہے۔ اس پیشگوئی کے معنی اب مخالفوں سے پوچھو کہ کیا یہ پیشگوئی صریح الفاظ میں نہیں ہے؟ اور کیا اب یہ پوری نہیں ہو گئی ہے؟

کیونکہ انگریزوں کے ملک میں تو کوئی کسی کو بیگناہ ذبح نہیں کرتا ہے۔ اسلئے یہاں تو اس کا وقوع نہیں ہونا تھا۔ اور علاوہ بریں ہماری تعلیم ایسی تعلیم نہیں تھی۔ کہ کوئی اسکو پکڑ سکے۔ بلکہ تعلیم تو امن کو پھیلانے والی ہے۔ پھر یہ پیشگوئی کیسے پوری ہوتی اسلئے خدا تعالیٰ نے اس نشان کے پورا کرنے کیلئے **کابل کی سرزمین کو مقدر کیا ہوا تھا۔** اور آخر ۲۴ سال کے بعد یہ پیشگوئی ٹھیک اسی طرح پوری ہوئی جس طرح پہلے فرمایا گیا تھا۔ اس سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم۔ یہ ایک قسم کی تسلی ہے یعنی جب ایسا معاملہ ہو تو تم غم نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اور وہ اچھی نہیں ہوتی ہیں۔ اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لئے مفید ہوتی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ارشاد بالکل سچ ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس کی شہادت کی حکمت نکلنے والی ہے۔ اور میں نے سُنا ہے کہ اس وقت ۴۰ آدمی قید کیئے گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عبداللطیف کو ناحق شہید کرایا گیا ہے۔ اور یہ **ظلم** ہوا ہے وہ **حق** پر تھا۔ اس پر امیر نے اُن کو قید کرا دیا ہے۔ اور اُن کے وارثوں کو کہا ہے۔ کہ وہ ان کو سمجھائیں کہ ایسے خیالات سے وہ باز آ جائیں۔ مگر وہ موت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس یقینی بات کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اگر عبداللطیف شہید نہ ہوا ہوتا تو یہ اثر کس طرح پیدا ہوتا اور یہ رُعب کس طرح پڑتا۔

یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ نے کسی بڑی چیز کا ارادہ کیا ہے۔ اور اسکی بنیاد عبداللطیف کی شہادت سے پڑی ہے۔ اگر مولوی عبداللطیف زندہ رہتے تو دس بیس برس تک زندہ رہتے آخر موت آ جاتی۔ اور موت آنی ہے اس سے تو آدمی بچ نہیں سکتا۔ مگر یہ موت موت نہیں۔ یہ **زندگی** ہے۔ اور اس سے مفید نتیجے پیدا ہونیوالے ہیں۔ اور یہ مبارک بات ہے۔ دشمن بھی اگر خبیث نہ ہو تو براہین احمدیہ کی پیشگوئی کو پڑھ کر اور اسکے اس طرح پر پوری ہونے کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اگر مفتری افتراء ... کو حصول الہام بنا کر ... دیتا ہے۔ تو یہ اثر استقامت کیوں ہوتا اور ... بیس یا چوبیس سال کی ایک بات جو بطور ... پیشگوئی کے کہی گئی تھی کیوں پوری ہو جاتی ہے۔

اس قدر عرصہ دراز تک تو انسان کو اپنی زندگی کی بھی امید نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اس کے ماننے والوں میں اس قدر استقامت اور قوت ہے۔ کہ بیوی بچوں تک کی پروا نہیں کرتا۔ مال اور جان کا خیال تک بھی نہیں کرتا۔ **ایمان جیسی دولت پر سب کچھ قربان کرنے کو طیار** ہو جاتا ہے۔ ایک اہل بصیرت اس سے نتیجہ نکالنے میں غلطی نہیں کریگا کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کے منشا ہی کے ماتحت ہے۔ ایک سلسلہ جو خود اس نے قائم کیا ہے۔ اور آپ جس نے ایک نشان دیا ہے اسی نے وہ قوت اور استقامت اس شہید کو عطا کی۔ تاکہ اس کی شہادت اس سلسلہ کی سچائی پر زبردست دلیل اور گواہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے۔ اب یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے ہدایت اور ترقی ایمان کا موجب ہوگا۔ اور خدا چاہے تو اس کے آثار ابھی سے نظر آنے لگے ہیں۔

الاستقامۃ فوق الکرامۃ مشہور بات ہے۔ عبداللطیف کے اس استقلال اور اس استقامت سے بہت بڑا فائدہ ان لوگوں کا ہوگا جو اس واقعہ پر غور کرینگے۔ چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونیوالی ہے۔ اسلئے یہ ایسی **موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں۔**

پھر اس پیشگوئی میں **کل من علیھا فان** جو فرمایا ہے۔ یہ دشمنوں کے لئے ہے کہ تمہیں بھی کبھی مرنا ہی ہے۔ موت تو کسی کو نہیں چھوڑیگی۔ پھر عبداللطیف کی موت پر جو موت نہیں بلکہ زندگی ہے۔ تم کیوں خوش ہوتے ہو۔ آخر تمہیں بھی مرنا ہے۔ عبداللطیف کی موت تو بہتوں کی زندگی کا باعث ہوگی۔ مگر تمہاری جان اکارت جائیگی۔ اور کسی ٹھکانے نہ لگیگی۔

مولوی عبداللطیف کی شہادت اور استقامت کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا۔ کہ ۲۳ یا ۲۴ برس کی ایک پیشگوئی براہین میں موجود تھی۔ جو پوری ہو گئی اور یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہو گی لیکن سوا اب یہ خون اُٹھنے لگا ہے؟ اس کا اثر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کر دیگا۔ یہ خون کبھی خالی نہیں جائیگا اللہ تعالیٰ تمام مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے لیکن جہانتک پیشگوئی کے الفاظ پر غور کرتا ہوں اس میں عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم ایک ہی بڑی تسلی اور اطمینان کی بات ہے کہ جس سے ثابت پایا جاتا ہے کہ اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونیوالے ہیں جو میں جانتا ہوں اور اس پر افسوس بھی کرتا ہوں کہ جس قسم کا نمونہ صدق اور وفا کا عبداللطیف نے دکھلایا ہے۔ اس قسم کے ایمان کے لئے میرا کانشنس فتویٰ نہیں دیتا۔ کہ ایسے لوگ میری جماعت میں بہت ہیں اسلئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اخلاص اور صدق عطا کرے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو عزیز نہ سمجھیں۔ میں ابھی جماعت میں بزدلی کو دیکھتا ہوں اور جب تک یہ بزدلی دُور نہ ہو اور عبداللطیف کا سا ایمان پیدا نہ ہو۔ یقیناً یاد رکھو کہ وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ یخرجون ... اللہ میں داخل ہے۔ مومنوں میں وہ اس وقت داخل ہونگے۔ جب اپنی نسبت یہ یقین کر لیں گے کہ ہم مر چکے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ...

اخبار احمدیہ

گذشتہ اشاعت میں مکرمی شاہ محمد خان صاحب ریلوے انجنیئر ایگزیکٹ بوری کا ایک طویل مضمون بعنوان "بمبئی میں عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ" طبع ہو چکا ہے اس مضمون کے شروع میں آپ لکھتے ہیں کہ تھوڑے دن ہوئے جب مفتی محمد صادق صاحب ولایت جانے کے لئے بمبئی وارد ہوئے تو اُن کا لیکچر تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ہال میں مشتہر کیا گیا تھا جس میں عام پبلک کو مدعو کیا گیا تھا لیکچر انگریزی میں Islam as a universal religion یعنی اسلام بحیثیت عالمگیر مذہب تھا۔ مدتم الحروف بھی لکچر ہال میں گیا ہال پر بہت ہی کم تعداد لوگوں کی تھی۔ انگریزی طبقہ تو نفی کا حکم رکھتا تھا۔ اور سدا ... صاحب ... جو جلسہ کے صدر تجویز ہوئے تھے وہ بھی تشریف لائے اور وقت معینہ سے ایک گھنٹہ زائد گذر گیا۔ جس پر جناب مفتی صاحب و دیگر متعلقین نے تجویز کیا کہ کارروائی جلسہ شروع ہو۔ اور چونکہ مجوزہ پریزیڈنٹ تشریف نہ لا سکے۔ اسواسطے بندہ کو صدارت کیواسطے کہا گیا۔ ہر چند کہ میں اس صدارت کے قابل اپنے آپ کو نہ سمجھتا تھا مگر اس اہم جلسہ کو سرانجام دینے کیواسطے اس عزت افزائی کو قبول کیا اور بعد تقریر افتتاحیہ کے مفتی صاحب موصوف سے بندہ نے عرض کی کہ چونکہ مجمع قلیل ہونیکے علاوہ انگریزی دان طبقہ ندارد کے مساوی ہے۔ اسواسطے بجائے لکچر انگریزی کے اردو میں لکچر دیں۔ اور لیکچر کا موضوع "اسلام میں احمدیت کا مقام" ہو۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اسی موضوع پر لیکچر دیا اور ہر قسم کی دلائل نقلی و عقلی سے ثابت کیا کہ موجودہ زمانہ کے مجدد کی وہ عظیم الشان شان ہے کہ جس سے وہ بحیثیت فنا فی الرسول ہونیکے ظلی طور سے احمد کے رنگ میں رنگین ہو گئے اور احمدی صفات کا ظہور پایا گیا اسواسطے کل جماعت ہی اسی رنگ میں رنگین ہو کر اس مقصد کو جو مدعا نصب العین رکھتی ہے احمدیت کے نام سے موسوم ہوئی کہ حقیقی اسلام کامل طور پر مجدد ہے۔ اور مسلمان حقیقی معنوں میں عملی رنگ میں مسلمان ہو جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملہم من اللہ کی شان سے پیش کیا اور ثابت کیا۔ لفظ نبی لغوی معنوں میں لفظ نبا سے مشتق ہونیکے باعث اس لحاظ سے حضرت صاحب جیسا ہے اور حضرت مسیح موعود کا امتی۔ ظلی۔ بروزی نبی ہونا پیش کیا وغیرہ وغیرہ۔ مولوی عبدالرؤف صاحب سیکرٹری انجمن ضیاء الاسلام بھی اس لیکچر میں موجود تھے چنانچہ بندہ نے بحیثیت صدر جلسہ اُنکو مفتی صاحب موصوف کی تقریر پر ریویو کرنیکو کہا۔ تو انہوں نے نہایت اختصار کے رنگ میں بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب کے لیکچر پر اظہار مسرت کیا۔ اور سب سے آخر دعا کی درخواست کی کہ جو ملک مفتی صاحب اسوقت ولایت کو بحیثیت مشنری جا رہے ہیں خدا اُنکو سلامت پہنچاوے اور اُنکے مقصد کو بر لاوے۔ دوران تقریر میں سکریٹری صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی صدرالدین صاحب کے ووکنگ مشن کی اہمیت کو پیش کر کے عام طور پر ہر مسلمان کو ان خدا کے برگزیدہ مجاہدین و مشنریان اسلام کی کوششوں میں امداد کی اپیل کی۔ اور کہا کہ یہ احمدی جماعت کے بزرگ حقیقی طور پر خدمت اسلام کر رہے ہیں اور ووکنگ مشن کو ان کا ہی مشن نہ جانو بلکہ روئے زمین کے مسلمانوں کا مشن سمجھو۔ ووکنگ مشن نے جو کچھ کام اب تک کیا ہے اسکی تعریف کی وغیرہ وغیرہ۔ خیر یہ ایک الگ واقعہ ہے میرا منشا اب ناظرین کو اسی ہال کے مباحثہ کیطرف ... ہے۔ جن دنوں گذشتہ ماہ جون میں جناب ماسٹر عبدالرؤف صاحب سکریٹری انجمن ترقی الاسلام قادیان بمبئی تشریف فرما ہوئے تھے۔ تو اُنکے ساتھ بموجودگی سیٹھ اسمٰعیل آدم ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵۔ چہارشنبہ یکم اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۸

ناظرین پیغام صلح سے دو دو باتیں

قریباً تین ہفتے ہوئے جب ہم نے پیغام صلح کی جلد پنجم کو شروع کرتے ہوئے اخبار کی موجودہ مالی حالت کا ذکر کیا تھا۔ اور ناظرین کرام کو ان کے اس فرض کیطرف توجہ دلائی تھی کہ وہ اس حالت کو سنوارنے میں مدد دیں۔ ہم نے اس کے لئے ایک سہل تجویز بتائی تھی۔ کہ ہر ایک موجودہ خریدار کم از کم چار زاید خریدار بہم پہنچا دے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر آسان اور سہل تجویز کوئی نہیں ہو سکتی۔ بجائے اس کے کہ اس کمی کو پورا کرنے اور قرض اتارنے کے لئے آئے دن چندوں کے لئے دست سوال دراز کیا جاوے۔ یہ ایک عمدہ صورت تھی۔ کہ اخبار کے خریدار چار گنا کر دیئے جائیں اور اس طرح سے اس قرض کو اتارا جائے ہمیں امید تھی کہ ہماری اس اپیل کا جواب جلد دیا جائیگا۔ اور اگر یہ صورت ناقابل عمل ہوئی۔ تو بھی ہمارے محترم معاونین ہمیں اس کی اطلاع دیکر کوئی دوسری راہ بتائیں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ آجتک صدائے برنخاست کا معاملہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس امر واقعہ کا اظہار بھی اگرچہ بعض طبیعتوں کو ناگوار گذرے۔ لیکن ہم ایسا کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کہ موجودہ خریداران میں سے بھی بہت سے ایسے ہیں جن کے ذمہ اخبار کا بہت کچھ بقایا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ بذریعہ پرائیویٹ خطوط کے ان سے بار بار مطالبہ کیا گیا۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ متواتر آٹھ آٹھ اور دس دس مرتبہ ان کو لکھا گیا۔ اور بقایوں کی ادائگی کے لئے کہا گیا۔ لیکن آجتک کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ کس طریق سے اپنے ان محترم دوستوں کی توجہ کو اس طرف مبذول کریں۔ اور وہ کونسی راہ ہے جس سے ہم ان کی توجہ کو کھینچنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہم ان کی نیات پر کسی قسم کا حملہ نہیں کرتے۔ وہ نیک نیت ہیں۔ اور ہرگز کسی قسم کی کوئی بدظنی ان پر نہیں کی جا سکتی بلکہ صرف ان کی توجہ اس طرف درکار ہے۔ شاید انہوں نے ہمارے ان خطوط کو بھی چنداں قابل وقعت نہیں سمجھا اور ایسا ہی اس اپیل کو جو زاید خریدار بہم پہنچانے کے متعلق ہم نے کی تھی۔ اس قدر ضروری خیال نہیں کیا کہ اس پر کوئی عملدرآمد کیا جائے یا کم از کم ہمیں اس کا جواب ہی دیں۔ ایسی حالت میں ہم نہیں جانتے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اور کس راہ سے انہیں متوجہ کرنا چاہئے۔ "پیغام صلح" کوئی مفت تو چھپ نہیں جاتا۔ اس کی کتابت اسکی چھپائی۔ اس کا محصول ڈاک اور پھر اس کے عملہ کا خرچ یہ تمام اخراجات سال بھر میں ہزاروں کی تعداد تک رقموں کو پہنچا دیتے ہیں۔ اگر ان کثیر اخراجات کے بالمقابل آمد کوئی نہ ہو۔ یا اس کی وہی صورت رہے جو آجکل ہے۔ تو سوائے اس کے کہ انجمن کے اوپر یہ ایک خواہ مخواہ کا بوجھ ہو۔ اور وہ روپیہ جو تبلیغ اسلام کے اور مہتم بالشان کاموں میں صرف ہونا ہے۔ اسی پر خرچ ہو جائے۔ اور کیا ہوگا۔ مگر کیا ہمارے دوست پسند کرتے ہیں کہ ان کا ایک قومی اخبار جو اس جماعت کا جسکو عظیم الشان قوم کا واحد آرگن ہونے کا فخر حاصل ہو۔ جو جماعت احمدیہ کے نام سے دنیا میں اپنی عالیشان ہمت اور مساعی جمیلہ کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ وہ اس کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہے کہ سال بھر میں اس کی آمد اس کے اخراجات کے نصف کو بھی نہ پہنچ سکے۔ اور بجائے آیندہ اور وسیع بنیاد پر کام شروع کرنے اور تبلیغ اسلام کے متعلق متعدد مشن کھولنے کے قوم کے چندے جو اس غرض سے موصول ہوں اسی پر صرف ہو جائیں۔ غور کرنے کی بات ہے۔ ایک طرف تم ہیں جنکو ایک ایسی بلند ہمت جماعت سے واسطہ پڑنے کا فخر ہے کہ جو اپنے مہتم بالشان کاموں کی وجہ سے اسلامی دنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ کہا جا چکا ہے کہ وہ زمین کے کیڑے ہیں جو بالآخر زمین میں ہی تباہ و برباد ہو جائینگے لیکن ان زمینی کیڑوں کو جب ہم دیکھتے ہیں۔ جب ان کے اخبارات کی حالت اور قومی سرگرمی پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ وہ وہ کام کر رہے ہیں جو شاید ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ ان کے اخبارات کی ... اشاعت کو دیکھو جو ہزاروں تک پہنچ ہوئی ہے۔ اور وہ ... کہ ہمارے اور عام طور پر تمام اسلامی اخبارات کے ساتھ ہے۔ بلکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں اپنے خریداروں کو وی پی بھیجتے ہیں جو ہیں سے سوائے شاذ و نادر کے سب ہی وصول ہو جاتے ہیں۔ ایک آریہ صاحب نے خود اس بات کا اظہار کیا کہ اس نے چار ہزار وی پی کئے جن میں سوائے نو یا دس کے کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ بالمقابل ہماری اس حالت کو دیکھو۔ کہ بقایاداروں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ ان کے ذمہ اس قدر رقم ہے۔ اگر فلاں تاریخ تک انہوں نے جواب نہ لکھا تو انہیں وی پی کیا جائیگا۔ وہ براہ مہربانی اسے واپس نہ کریں۔ باوجود اس اطلاع کے نہ تو کوئی جواب آتا ہے۔ اور نہ ہی وی پی وصول ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ پھر بالمقابل اشاعت بھی کوئی اتنی زیادہ نہیں کہ تھوڑے ... سے وی پی واپس آنا کوئی بڑی بات نہ ہو بیا بخیر سے وہ تھوڑی تعداد ہی اخبار کی ...... ساری پونجی اور کائنات ہے۔ اور اس کے ساتھ موجودہ روز افزوں گرانی مزید برآں۔

ہم حیران ہیں کہ ایسی حالت میں کیا کیا جائے۔ کیونکر اپنے محترم بزرگواروں اپنے ذی ہمت اور مخلص دوستوں اور مہربان ناظرین کو توجہ دلائی جائے کہ ان پر کوئی اثر ہو۔ اور وہ کچھ تو ہمیں جواب دیں۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اس وقت بھی ہماری میز پر پچاس ساٹھ ایسے خطوط پڑے ہیں۔ جو بقایاداروں کو لکھے گئے ہیں۔ اور وہ خطوط اس کے علاوہ ہیں۔ جن میں اکثر دوستوں کو ان کے چندے ختم ہو جانیکی اطلاع دے کر ان سے پوچھا گیا ہے۔ کہ وہ آیندہ چندہ کب بھیجیں گے اور کیونکر؟ ان خطوط کا بھی جو کچھ حشر ہوگا۔ وہ تو ہمیں معلوم ہی ہے لیکن کیا ہمارے مہربان دوست ہمیں یہ پوچھنے اجازت دیں گے کہ ایسی حالت میں جب آپ اخبار کے ساتھ اس قدر بے التفاتی اور سرد مہری کا برتاؤ روا رکھتے ہیں۔ کہ نہ تو ہماری اپیلوں کا کوئی جواب ہے اور نہ ہی پرائیویٹ مطالبات کا تو اخبار کے اجرا سے کیا مطلب ہے اگر آپکو اس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ تو لازماً آپکو بھی اس کے ساتھ ہمدردی ہونی چاہئے۔ اور اس قدر بے التفاتی کا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں ایک دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اخبار آپکے حسب مطلب کام نہ کرتا ہو جس طریق پر آپ اخبار کو چلانا چاہتے ہیں جس قسم کے مضامین کی آپ کو خواہش ہے "پیغام صلح" اس نہج پر نہ چلتا ہو۔ اگر واقعی آپ کو یہ اعتراض ہے تو آپ اسے پیش کریں ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ اس قسم کا نقص نکالنا ذرا مشکل امر ہے۔ بلکہ عموماً "پیغام صلح" کی خوبیوں کا عام طور پر اعتراف ہی ہمارے احباب کو کرنا پڑا ہے۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ عملی طور پر ہمدردی کو کیوں بالائے طاق رکھا جاتا ہے۔ اور مالی حالت کی طرف سے اس قدر لاپرواہی اختیار کر لی جاتی ہے۔ یہ ایک سوال ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے محترم ناظرین اس کو بھی پہلے کی طرح معرض تعویق میں نہ ڈال دینگے۔

مسلمان سنگ پرست نہیں

۲۵ جولائی ۱۹۱۷ء کے "اخبار عام" میں "الفت" نامی کسی صاحب نے اپنی اس حماقت کا اظہار کیا ہے کہ

"راقم مضمون آج توریت کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک ایسی جگہ نظر پڑی جہاں حضرت موسےٰ نے اپنی امت یہود کو تحریک کی ہے۔ کہ سنگ احمر کو ڈھونڈو اس سے نجات ملیگی۔ اس عبارت کو پڑھ کر دل میں یکایک خیال ہوا کہ حضرت عیسےٰ کی انجیل میں اسی طرح سنگ سفید کو پانے کی خواہش ظاہر کی گئی ہے جیسا کہ قرآن میں اہل اسلام کو سنگ اسود دیعنے سیاہ پتھر کو چومنے کا ارشاد کیا گیا ہے"

اس سے آگے راقم مضمون نے مسلمانوں و دیگر اقوام پر بھی سنگ پرستی کا الزام دیکر بعض پتھروں کی کچھ صفات گنوائی ہیں مثلاً یہ کہ پتھروں میں بھی روح ہے۔ اور کہ سنگ اسود جسے ہندو سالگرام کہکر پکارتے ہیں۔ اس کو دھو کر پانی پینے سے "دل کو ٹھنڈک اور دماغ کو فرحت پہنچتی ہے۔ اور کہ اگر اس کے ساتھ تلسی کے پودا کے پتے بھی توڑ مروڑ کر ڈالے جاویں تو کرم شکم اور رشاد کی تکالیف سے نجات دیتا ہے" نیز یہ کہ ان پتھروں سے ریڈیم بھی نکلتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔ مگر کاش جناب "الفت" اس قدر اور "الفت" سے کام لیتے کہ جہاں قرآن میں سنگ اسود کو چومنے کے ارشاد کا ذکر کیا تھا اس آیت کو نقل کر دیتے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان سنگ اسود کو جو خانہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے چومتے ضرور ہیں لیکن جیسے یہ غلط ہے کہ قرآن میں کوئی ایسا ارشاد ہے ویسے ہی یہ بھی جناب وغیرہ کرتے ہیں۔ جناب "الفت" کا یہ سنگ اسود کو بعض صفات سے موصوف قرار دیکر اس کو قابل پرستش ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان اگر چومتے بھی ہیں تو صرف ایک خاص پتھر کو اور وہ بھی اس کی کسی اپنی خاص صفت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ محض اس پیشگوئی کے نشان پورا ہونے کی وجہ سے جو حضرت مسیح نے کونے کے پتھر کے متعلق کی تھی۔ اور آنحضرت صلعم کے وجود میں پوری ہوئی۔ ظاہر ہے کہ کسی کو بوسہ دینا عبادت کا حصہ نہیں بلکہ یہ محض ایک محبت کا اظہار ہے وہ بھی سنگ اسود کی کسی ذاتی صفت کی وجہ سے نہیں بلکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ اس دیکھا یک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ظاہری نشان ہونے کے باعث ہوتا ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بالکل صحیح ہے جو انہوں نے اسی سنگ اسود کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے پتھر تو ویسا پتھر ہے۔ جیسے کہ دوسرے پتھر ہیں۔ اگر تو اس خدا کے گھر میں نہ ہوتا تو میں ویسا سلوک تیرے ساتھ کرتا جو دوسرے پتھروں سے کیا جاتا ہے۔ پس۔ جناب "الفت" خواہ مخواہ مسلمانوں اور کل دنیا پر سنگ پرستی کا الزام دینا اس ظلم ہے اس عنایت کو ہندوؤں پر ہی مبذول رکھئے جن کے ہاں نہ صرف پتھر ہی نہیں۔ اور بھی ہر ایک چیز بلکہ یہ تمام کائنات معبود ہی معبود نظر آتی ہے۔ باقی پتھروں میں اگر کوئی صفات ہیں تو ہوں۔ جناب "الفت" کے ہی دماغ میں اس سے ان کی خدائی سما سکتی ہے ہم افسوس ہے کہ ایسی چیزوں کو خدا سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جناب مفتی صاحب اور "قیصر ہند کا سلام"

ہمارے مکرم مفتی محمد صادق صاحب جب سے انگلستان تشریف لے گئے ہیں۔ پے در پے خطوط اپنی کامیابی کے بھیج رہے ہیں یہ نہ صرف خاص قادیان کے اخبارات میں ہی بلکہ بعض دوسرے اخبارات میں بھی ان کی چٹھیاں آئے دن شایع ہوتی ہیں۔ گو اس قدر فرق ضرور ہوتا ہے کہ دوسرے اخبارات میں جو چٹھی چھپتی ہو۔ اس میں بجائے یہ لکھنے کہ فلاں شخص "احمدی" ہوا یا فلاں نے میاں صاحب کی بیعت کی یا فلاں شخص احمد نبی اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ عموماً ان کی الفضل میں شایع ہونیوالی چٹھیوں میں ہوتا ہے۔ برعایت ناظرین اخبار یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص داخل اسلام ہوا یعنی اسلام پر ایمان لایا۔ یا جماعت مومنین میں داخل ہوا اگرچہ یہ دونو باتیں مفتی صاحب کے نقطۂ نگاہ سے کوئی تضاد نہیں رکھتیں کیونکہ اسلام بھی وہ حقیقی اسی کو سمجھتے ہیں۔ کہ احمدیت کی بیعت کرے اور نبی اسلام پر بھی ایمان لانا ان کے نزدیک یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مانا جائے۔ ایسا ہی جماعت مومنین بھی ان کے نزدیک سوائے مریدین میاں صاحب کے کوئی نہیں۔ تو اس لحاظ سے گو ان سب فقرات میں ان کے نزدیک کوئی تضاد نہیں لیکن خاص خلافت آب کے اخبار میں ایک ہی قسم کے فقرات کا استعمال اور دوسرے اخبارات میں دوسری قسم کے فقرات سے کام لینا بھی شاید مصلحت اندیشی اور موقعہ بینی کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اس خاص "سلام" کا حال بتانا چاہتے ہیں۔ جو مفتی صاحب مکرم کو حضور ملک معظم نے بنا دیا۔ یہ سلام کس طرح ہوا اس کے متعلق بغیر کسی قسم کی تمہید کے مفتی صاحب کا اپنا بیان نقل کر دینا شاید لطف سے خالی نہ ہوگا۔ ۲۴ جولائی کے الفضل میں آپ لکھتے ہیں کہ

"۲۲ جون ۱۹۱۷ء کو حضرت قیصر ہند جارج پنجم بمعہ ملکہ معظمہ اور ملکہ الیگزینڈرا اور دیگر ممبران شاہی خاندان ہائیڈ پارک سیرگاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور سپاہیوں کو جو میدان جنگ سے آئے ہوئے تھے تمغہ مرحمت فرمائے۔ عاجز راقم اور مکرم قاضی صاحب بھی بادشاہ کو دیکھنے کے واسطے وہاں گئے۔ ناظمان جلسہ نے نہایت مہربانی سے ہم ہر دو کو ایک ایسی ممتاز جگہ پر کھڑا کر دیا جہاں سے بادشاہ کی سواری گزرنے والی تھی۔ ہم ہر دو عمامے پہنے ہوئے تھے۔ اور عاجز تو یہاں ہمیشہ ہر وقت عمامہ ہی رکھتا ہے وہی سبز عمامہ جو احباب نے ہندوستان میں دیکھا۔ بادشاہ سلامت نے دور سے ہم کو دیکھا اور برابر ہماری طرف ہی دیکھتے رہے۔ جب سواری قریب پہنچی تو ہم نے سلام کیا۔ بادشاہ سلامت نے ہمارے سلام کا جواب خندہ پیشانی سے دیا اور ملکہ الیگزینڈرا تو گاڑی کے آگے نکل جانے پر بھی پیچھے پھر کر ہماری طرف دیکھتی رہیں"

یہ وہ سلام ہے جو مفتی صاحب کو حضور ملک معظم نے کیا اور جسکا وہ دنیا

اور اعمال نعوذ باللہ من ذالک لعنت ہی ہیں۔ اور وہ جو قرآن میں آگیا ہے **ماقتلوہ وما صلبوہ** اسکے معنے یوں کر دیئے جائینگے۔ کہ ما یہاں موصولہ ہے۔ اور معنے یہ نہیں کہ اُسے قتل نہیں کیا۔ اور صلیب پر نہیں مارا بلکہ یوں معنے ہیں وہ جو اُسے قتل کر دیا۔ اور وہ جو اُسے صلیب دیا۔ ہمارے بھائی یہ خیال مت کریں کہ یہ بعید از قیاس باتیں ہیں لکھ رہا ہوں۔ جو لوگ ایک خدا کے تین بنا سکتے ہیں۔ ان سے کوئی بات انہونی نہیں۔ موسیٰ اور سارے پیغمبر اعمال پر زور دیتے اپنی عمریں گذار گئے مگر آج معلوم ہوا کہ فی الحقیقت وہ بھی کفارہ مسیح پر ایمان لاتے اور نعوذ باللہ اعمال کو لعنت سمجھتے تھے۔ پھر اگر قرآن سے بھی یہی ثابت ہونے لگے تو اس میں غیر ممکن کیا ہے ⁂

تبلیغ اسلام بالخصوص ایسے ملکوں میں جہاں اپنے مذہب یعنی مسیحیت کو تو آنکھیں بند کر کے قبول کیا جاتا ہے اور اس پر دلیل کا مانگنا بھی گناہ ہے۔ مگر دوسرے مذاہب پر جرح کرنے میں پورا زور صرف کیا جاتا ہے کوئی آسان کام نہیں۔ طرح طرح کے اعتراضات کا اسلام کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سوال ختنہ پر بھی ہوا ہے۔ اسلام نے عملاً بیشک ختنہ کے رواج کو قائم رکھا ہے مگر یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کے بغیر انسان مسلمان نہ ہو سکتا ہو۔ اگر اصول صحت پر دیکھا جائے تو بلاشبہ یہ ایک نہایت ضروری امر ہے۔ مذہب کی غرض صرف یہی نہیں کہ چند عبادات کا طریق بتا دے۔ اسلام سے پہلے عموماً ایسا خیال کیا گیا تھا۔ مگر اسلام نے مذہب کے مفہوم کو بہت وسیع کیا ہے جو چیزیں ہمارے لئے نقصان دہ ہیں ان سے ہمکو روکا گیا ہے جو ہمارے لئے مفید ہیں اُن کی ہم کو تعلیم دی گئی ہے ⁂

لیکن ایک بات جو اسلام کی صداقت پر بڑی بھاری دلیل ہے وہ یہ ہے کہ گو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ آپ نے کسی مذہب کی کوئی کتاب پڑھی نہیں۔ تاہم وہ تمام باتیں اسلام کے اندر پائی جاتی ہیں۔ جو پہلی پیشگوئیوں میں صداقت کا نشان ٹھہرائی گئی تھیں۔ پیدائیش ۱۷ باب میں ختنہ کو ایک نشان قرار دیا گیا ہے چنانچہ ذیل کے الفاظ قابل غور ہیں اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی پشت در پشت کے لئے اپنا عہد۔ جو ہمیشہ کا عہد ہو۔ کرتا ہوں۔ کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہونگا۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے تیرے ملک ہو۔ اور میں اُن کا خدا ہوں گا۔ پھر خدا نے ابراہام سے کہا۔ کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو تو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جاوے۔ اور یہ اُس عہد کا نشان ہوگا۔ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ روز کا ہو ختنہ کیا جائیگا۔ (درس ۷ سے ۱۲ تک) ⁂

اب جائے غور ہے کہ یہ دوہرا عہد سوائے مسلمان قوم کے دُنیا میں کہیں پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ خدا کا عہد یہ تھا کہ وہ کنعان کا ملک بطور ملک ابراہیم کے تا ابد اولاد کو دیگا۔ اور بالمقابل اس قوم کا عہد یہ تھا کہ وہ ختنہ کرے اب گو ختنہ کا رواج یہودیوں میں بھی پایا جاتا ہے لیکن ان میں وہ دوسرا نشان ملک کنعان کے ملنے کا نہیں پایا جاتا۔ ایک امر تو اختیاری تھا۔ مگر دوسرا محض خدا کی خاص ارادہ سے ہی پورا ہو سکتا ہے سو وہ دونوں نشان دُنیا کی ایک ہی قوم مسلمان میں ہی پورے ہوتے ہیں۔ کیا یہ بیّن نشان صداقت اسلام پر نہیں جس کا کوئی جواب پادری صاحبان کے پاس نہیں سوائے اسکے کہ وہ اس عہد ابراہیمی کو ہی جھوٹ قرار دیں ⁂

روس کی مشکلات۔ لنڈن ۲۵ جولائی۔ بہت سے اخبارات روسی حالت پر رائے زنی کرنے سے احتراز کرتے ہیں اور مزید حالات کے منتظر ہیں۔ عام یقین ہے لوگوں کو موجودہ واقعات کے جو نتیجہ ہوئے ہیں اور کسی امر سے انارکسٹوں اور جرمنوں کی سازش کے خوفناک ہونے کا یقین نہ ہوتا۔ اب ملک کو معلوم ہو گیا ہے کہ جرمن پوشیدہ اور ظاہرا طور پر روس کی اندرونی بد نظمی سے فائدہ اُٹھا رہا ہے اسلئے امید کیجاتی ہے کہ اب بد نظمی اور بد امنی پھیلانے والوں کے خلاف لوگوں کے خیالات میں بھاری تبدیلی پیدا ہو جائیگی گلیشیا میں صورت معاملات کے متعلق ماہرین کی رائے ہے کہ باوجود گلیشیا میں روسیوں کی پسپائی کے تمام روسی محاذ پر شدید کارروائیاں شروع ہو گئی ہیں

ڈھائی روپیہ کا نوٹ۔ لنڈن ۲۵ جولائی۔ دیوان عام میں مسٹر چیمبرلین نے بیان کیا کہ [illegible] کے نوٹوں کی تیاری بہت کچھ ہو چکی ہے۔ مسٹر مانٹیگو اور مسٹر [illegible] ہندوستان کے معاملات کرنسی کے متعلق مزید اصلاحات پر غور کر رہے ہیں۔

مراسلات

نبوۃ مسیح موعود اور ایک غلطی کا ازالہ

از مسٹر بی۔ ایم۔ ابراہیم از کالیکٹ۔

نبوۃ مسیح موعود پر ہر دو فریق کے اخبارات و رسالجات میں خوب بحث ہو چکی ہے۔ اور ابتک ہو رہی ہے۔ لیکن اختلافات کے مٹانے کی کوئی صورت ابتک نہیں ہوئی۔ ہر ایک فریق اپنے آپکو راستی پر خیال کرتا ہے۔ اور دوسرے کو سخت غلطی پر۔ اور نوبت باینجا رسید۔ کہ ہمارے اختلافات اصولی رنگ اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور تھوڑے عرصے کے اندر ہر ایک فریق دوسرے کو احمدیت سے بھی خارج سمجھنے لگ جائیگا۔ دوستو! مسلمانوں کے باہمی اختلافات دور کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم و عدل بنکر آئے تھے۔ مگر آپ کی وفات پر سات برس بھی گزرنے نہ پائے کہ آپکی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا اور اصولی اختلاف بھی ہو گئیں جہاں ہمارے اختلافات پر اب قریباً تین سال گذر گئے ہیں سو اب جماعت کو ایک کرنیکی کوشش کرو اور خوف خدا سے کام لو حضرت امام ہمیں وصیت کر گئے۔ کہ جب تک تم میں سے روح القدس پاکر کوئی کھڑا نہ ہو تب تک میرے بعد سب ملکر کام کرو۔ لیکن ہم نے اس پر کہانتک عمل کیا؟

ہمارے درمیان بڑا اختلاف مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق ہے اور باقی کل اختلافات اسی مسئلہ سے نکلے ہیں۔ اور میری غرض یہاں مسئلہ نبوت کے متعلق چند موٹی موٹی باتیں جناب میاں صاحب کے مریدوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک انکو غور سے اور ٹھنڈے دل سے پڑھیگا۔

مسئلہ نبوت کے متعلق اختلاف یہ ہے۔ کہ میاں صاحب کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک حضرت مسیح موعود جزئی نبوۃ کے مدعی تھے۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء سے کامل نبوۃ کا دعوےٰ کرنے لگے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب شروع سے لیکر آخر تک صرف جزئی نبوت کے مدعی تھے اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب نے اپنے دعوےٰ نبوۃ میں تبدیلی کی تھی۔ بات کچھ مانی بھی جا سکتی ہے گر نہیں ہووے تو پھر مریدین میاں صاحب کا فرض ہے کہ صراط مستقیم کو اختیار کریں۔

جزئی نبوۃ کے دعوےٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بنتا ہے۔ مگر کامل نبوت کا دعویٰ ایک اور بات ہے۔ اسکے نہ ماننے سے انسان کافر بن جاتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ اگر واقعی حضرت صاحب نے اپنے دعویٰ نبوۃ میں تبدیلی کی تھی تو ضرور تھا۔ کہ آپ اُسی وقت یعنے سنہ ۱۹۰۱ء میں اسکا کھلا کھلا اعلان کرتے اور دوست و دشمن کو اس سے خوب آگاہ کرتے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایسا اعلان کہاں ہے؟ حضرت صاحب نے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کونسی کتاب یا رسالہ یا اشتہار یا اخبار یا خط یا تقریر میں اس تبدیلی کا اعلان یا اظہار کیا ہے؟ دیکھو پہلے حضرت صاحب بھی مسیح کو زندہ مانتے تھے۔ لیکن جب آپ پر اپنی غلطی ظاہر ہو گئی تو بار بار اپنی غلطی کا ذکر کیا اور شروع سے لیکر آخر تک اسکا ازالہ کرتے رہے۔ اگر حضرت صاحب کو دعوٰی جزئی نبوۃ میں غلطی لگی اور سنہ ۱۹۰۱ء میں آپکو اسکا علم بھی ہو گیا تھا۔ تو ضرور آپ اسی وقت اعلان کر دیتے کہ ابتک ہم غلطی سے جزئی نبوۃ کا دعوٰی کرتے تھے مگر آج سے ہمارا دعوےٰ کامل نبوۃ کا ہے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے ہم نے اپنی نبوۃ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے۔ اسکو اب منسوخ یقین کر لو۔ اور پھر بار بار اس کا ذکر کرتے۔ جناب میاں صاحب اور انکے رفیق حضرت صاحب کو کامل نبی ثابت کرنیکے لیئے بہت کچھ کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اجتک وہ تبدیلی نبوۃ کا کوئی اعلان پیش نہیں کر سکتے۔ اور نہ کبھی پیش کر سکتے ہیں کیونکہ حضرت صاحب نے دعوٰی نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اور اس واسطے اعلان کرنیکی ضرورت بھی نہیں ہوئی۔ ہمارا سوال صاف ہے ہمیں حضرت صاحب کا سنہ ۱۹۰۱ء کا کوئی اعلان یا اشتہار یا رسالہ یا خط یا آپکی کوئی تقریر یا تحریر بتا دو جس میں اس تبدیلی کا صاف ذکر ہو۔ اور جب تک تم ایسا نہیں کر سکوگے تب تک تمہارا حقیقۃ النبوۃ جیسی لمبی لمبی کتابیں لکھنا بیفائدہ ہے۔ تمہارے پاس تبدیلی نبوۃ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہو تو کیوں پیش نہیں کرتے؟

کا اعلان خیال کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ ابتک اس میں سے ایک بھی کوئی عبارت نہیں بتا سکے جس میں اس تبدیلی کا ذکر ہو۔ غلطی کا ازالہ کو شروع سے آخر تک دیکھلو۔ اُس میں ایک بھی ایسا لفظ نہ پاؤ گے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہو۔ کہ حضرت صاحب سنہ ۱۹۰۱ء تک غلطی سے جزئی نبوت کا دعوٰی کرتے تھے۔

"ایک غلطی کے ازالہ" میں کونسی غلطی کا ازالہ تھا اور کس کی غلطی کا؟ کیا جزئی نبوت کے دعوےٰ کی غلطی کا؟ یا اس غلطی کا جو حضرت صاحب کے دعوےٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھنے سے پیدا ہوئی تھی؟ اُسکا جواب ناظرین خود ذیل کی عبارت سے سمجھ سکتے ہیں جس سے "ایک غلطی کا ازالہ" شروع ہوتا ہے:۔

"ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں۔ کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے۔ کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کیطرف سے یہ اعتراض پیش ہوا۔ کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوٰی کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں"

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت صاحب بجائے اپنی کوئی غلطی کا اظہار کرنے کے اپنی جماعت کے بعض صاحبوں کی غلطی کا ازالہ کر رہے ہیں اور اسی طرح اس رسالہ میں کوئی بھی لفظ ایسا پایا نہیں جاتا جسمیں اپنی غلطی کا (جو بقول جناب میاں صاحب حضرت صاحب کو اپنے جزئی نبوت کے دعوٰی کے متعلق لگی تھی) کوئی اقرار یا اظہار یا ازالہ کیا گیا ہو۔ اور جب اپنی غلطی کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کو اپنے دعوٰی نبوۃ میں کسی قسم کی غلطی نہیں لگی۔ اگر لگی ہوئی ہوتی تو ضرور اسکا ذکر کرتے۔ اور پھر آپکو راستباز ماننے والا کوئی بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ حضرت صاحب نے دوسروں کی غلطی کی آڑ میں اپنی ہی غلطی کا ازالہ کیا ہے۔ یعنے یہ کہ اپنی غلطی کا ازالہ تو کیا۔ مگر یہ بات چھپانی چاہی کہ آپکو نبوۃ کے متعلق تب تک کوئی غلطی لگی ہوئی تھی۔ سو پہلی بات جو اس عبارت سے صاف ظاہر ہے یہ ہے کہ حضرت صاحب کو اپنے دعوٰی نبوت میں کوئی غلطی نہیں لگی۔

دوسری بات جو اس عبارت سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اپنی نبوت کے متعلق ہے۔ کہ وہ کس قسم کی ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ کونسی غلطی تھی جسکا ازالہ حضرت صاحب اس رسالہ میں کر رہے ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔ کہ بعض لوگوں کو یہ غلطی لگی تھی کہ حضرت صاحب کو کسی قسم کی نبوت کا دعوےٰ نہیں تھا اور اسی لیئے وہ کہدیتے تھے کہ حضرت صاحب کی تحریروں میں نبی یا رسول کا لفظ اپنے متعلق کہیں بھی نہیں ہے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ "حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں" اور پھر اس غلطی کا سبب بھی بتلاتے ہیں: "ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے" حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اپنی کتابوں سے پوری واقفیت رکھتے تو انکو ایسی ندامت اٹھانی نہ پڑتی۔ اب یہ کتابیں کس زمانہ کی ہیں؟ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی۔ جناب میاں صاحب کو اس بات کا اقرار ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک حضرت صاحب کا دعوٰی جزئی نبوۃ کا ہی تھا۔ سو یہاں جو دعوے اور دلائل اور کتابوں کا ذکر ہے وہ جزئی نبوت کے متعلق ہی ہوا۔ دیکھو ایک شخص پر ایک مخالف کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے۔ کہ جس سے تم نے بیعت کی وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوٰی کرتا ہے۔ وہ اسکو جواب دیتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنی نسبت نبی یا رسول کا لفظ بولا ہی نہیں۔ اور اس پر حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ہم نے سب قسم کی نبوۃ سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور ہمارے الہامات میں پہلے سے ہی نبی اور رسول کے الفاظ موجود ہیں اس تبدیلی نبوت کا اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ پھر اس رسالہ میں آگے چل کر حضرت صاحب فرماتے ہیں [illegible]

مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لیئے اس کا نام پاکر اسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا" کیسی صاف عبارت ہے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آپ ہمیشہ سے ایک قسم کی نبوت سے انکار کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی کرتے ہیں یعنے مستقل نبوۃ یا تشریعی نبوۃ سے۔ اور ہمیشہ سے ایک قسم کی نبوۃ کا اقرار کرتے رہے۔ اور اب بھی کرتے ہیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ جزئی نبوت کے سوائے اور کونسی نبوت تھی جس سے حضرت صاحب نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور نہ اب کرتے ہیں۔ غلطی کا ازالہ لکھنے کے وقت تک حضرت صاحب صرف ایک قسم کی نبوۃ کا اقرار کرتے تھے۔ اور وہ نبوت (جیسا کہ میاں صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں) جزئی نبوۃ تھی۔ اور یہاں حضرت صاحب صاف فرماتے ہیں کہ ایسی نبوت سے ہم اب بھی انکار نہیں کرتے ہیں۔ سو غلطی کا ازالہ سے ہی صاف ثابت ہوگیا۔ کہ دعوٰی نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی پہلے بھی جزوی نبوت کا دعوٰے تھا۔ اور بعد میں بھی اسی کا۔

میاں صاحب کی پہلی دلیل جو آپ تبدیلی نبوت کے متعلق غلطی کے ازالہ میں پیش کرتے ہیں یہ ہے۔ کہ حضرت صاحب نے نبوت کا دعوٰی اس رسالہ میں ایسا زور سے کیا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دعوٰی زور سے کرنے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعوٰی میں تبدیلی بھی ہوگئی۔ بڑے زور سے نبوت کا دعوٰی کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اسکا جواب اسی رسالہ کی ابتدائی سطور پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا۔

دوسری دلیل جو جناب میاں صاحب اپنے دعوٰی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ اس رسالہ میں حضرت صاحب نے اپنی نبوت کے ساتھ "جزئی" کا لفظ لکھنا ترک کر دیا ہے۔ اگر کامل نبوۃ کا دعوٰی نہ ہوتا تو پھر جزئی کے لفظ کو کیوں ترک دیا۔ اگر حضرت صاحب نے کہیں یہ الفاظ لکھے ہوتے۔ کہ ہم آج سے جزوی نبوت کے دعوٰی کو منسوخ کرتے ہیں تو یہ دلیل کچھ وقعت رکھتی تھی برخلاف اسکے حضرت صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ ہم جس قسم کی نبوت کا دعوٰی پہلے کرتے تھے اب بھی کرتے ہیں۔ جب ایسے کھلے الفاظ موجود ہیں تو پھر ضد کر بیٹھنا کہ چونکہ حضرت صاحب نے اس رسالہ میں اپنی نبوۃ کے ساتھ جزئی کا لفظ نہیں لکھا ہے۔ اس لیے دعوٰی میں تبدیلی کرلی ہے۔ بالکل خلاف عقل ہے۔

جناب میاں صاحب کی تیسری دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اس رسالہ میں محدث ہونے سے صاف انکار کیا ہے۔ پہلے اپنی نبوت کو جو صرف جزئی نبوت تھی محدثیت کے نام سے بھی موسوم کرتے تھے۔ سو اب محدث ہونے سے انکار کرنا درحقیقت جزوی نبی ہونے سے انکار کرنا ہے۔ بظاہر یہ انکے دعوٰی کے ثبوت میں ایک زبردست دلیل نظر آتی ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو بڑی ضعیف نکلیگی۔ حضرت صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔ "اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اسکا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت صاحب "لغوی" معنوں کی رو سے محدث ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن کیا اس انکار کے وہی معنے ہیں جو جناب میاں صاحب کرتے ہیں؟ الفاظ تو صاف سیدھے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنے والے کا نام لغت نبی رکھتی ہے۔ محدث نہیں پس لغت کی رو سے اسکا نام محدث رکھنا غلط اور ناجائز ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے اور ہم میں سے کوئی بھی حضرت صاحب کو لغت کی رو سے محدث نہیں کہتا مگر خود حضرت صاحب نے لفظ محدث کے لغوی معنوں کے علاوہ اور معنے بھی بتلائے جن سے بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ لفظ محدث کے یہ بھی معنے ہیں کہ خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنے والا۔

مثلاً امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے۔ اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے" (براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۵۴۵)

"اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے اس امت کے لیئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لیئے نبوت تامہ نہیں" (توضیح مرام صفحہ ۹ و ۱۰)

"چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۶) "ہاں محدث آئینگے۔ جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸) اللہ جل شانہ خود مدعی صادق کے لیئے یہ علامت قرار دیکر فرماتا ہے ... اور فرماتا ہے ولا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۲) "کیونکہ محدث بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔ اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر ہوتے ہیں" (حمامۃ البشرےٰ صفحہ ۸۱)

اوپر کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ محدث کے لغوی معنوں کے علاوہ اور معنے بھی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنے والا۔ لغوی معنوں کی رو سے محدث ہونے سے حضرت صاحب انکار کرتے ہیں۔ مگر اصطلاحی معنوں سے محدث ہونیسے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور کیونکر کر سکتے تھے۔ جبکہ محدث کے اصطلاحی معنے خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنے والے کے ہیں۔ غرض حضرت صاحب لغوی معنوں سے نبی تھے اور اصطلاحی معنوں سے محدث تھے۔

غرض ہم نے دیکھ لیا کہ تبدیلی نبوۃ ثابت ہونے کے بجائے غلطی کا ازالہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضرت صاحب کا دعوٰی نبوۃ شروع سے لیکر آخر تک ایک ہی رہا۔ یعنے جزوی نبوت کا۔

پھر تبدیلی نبوت کے ثبوت میں حقیقۃ الوحی کی ایک عبارت بھی پیش کی جاتی ہے۔ جو اس وقت سے جبکہ کہا جاتا ہے۔ کہ تبدیلی نبوت ہوئی۔ پانچ سال بعد لکھی گئی۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک بھاری مسئلہ میں جس پر کفر و اسلام کی بنیاد ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اور اسکا اعلان پانچ سال کے بعد ہوتا ہے۔ حقیقۃ الوحی کو تبدیلی نبوت کے ثبوت میں پیش کرنا بالکل لغو ہے۔

اور ایک بات جو اس بحث کے متعلق یاد رکھنی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ واقعی اگر دعوٰی نبوۃ میں تبدیلی ہوتی تو ضرور مخالفین اس پر اعتراض کرتے۔ اور حضرت صاحب اسکا جواب بھی فرماتے جیسا کہ حیات مسیح کے عقیدہ کے متعلق ہوا تھا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ کوئی معترض یہ اعتراض نہیں کرتا کہ مرزا صاحب پہلے جزوی نبوت کا دعوٰی کرتے تھے۔ اور اب کامل نبوت کا دعوٰی بھی شروع کر دیا ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود کی تحریر یا تقریر سے تبدیلی نبوۃ ثابت نہیں ہوتی۔ اگر آپ ہمیں حضرت صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے صرف یہ الفاظ ہی بتا دیں کہ ہم اسوقت (یعنے سنہ ۱۹۰۱ء تک) غلطی سے جزوی نبوۃ کا دعوٰی کرتے تھے مگر آج سے ہم اس (جزوی نبوت والے) دعوٰی کو ترک کرتے ہیں۔ اور کامل نبوت کا دعوٰی کرتے ہیں" تو ہم ماننے کو ہر وقت تیار ہیں۔ اگر تم ایسا کوئی اعلان کبھی نہ بتا سکتے تو اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور لوگوں کو جانکر دھوکے میں نہ ڈالو۔ دیکھو۔ خواجہ صاحب نے لنڈن سے واپس آکر تمہیں فیصلہ کی ایک نہایت آسان راہ بتائی تھی۔ مگر تم نے کوئی پرواہ نہ کی۔ خواجہ صاحب نے ان بزرگوں سے جنہوں نے مسیح موعود کی سب سے پہلے بیعت کی تھی نبوۃ مسیح موعود اور دیگر مسائل کے متعلق حلفیہ شہادت پر بھی فیصلہ کرنیکے لیئے تیار تھے۔ لیکن میاں صاحب نے انکو شہادت دینے سے روک دیا۔ جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ جناب میاں صاحب خواجہ صاحب کے مطالبہ سے کیسا گھبراتے تھے ورنہ وہ اسی وقت اپنے مریدوں کو شہادت دینے کیلئے اجازت دیدیتے۔ اگر جناب میاں صاحب کو اپنا حق پر ہونا یقین تھا تو پھر آپکو کونسی بات کا خوف تھا؟ جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا؟ یہ صرف ایک بہانہ تھا سمجھنے والوں کے لیئے وہ ایک واقعہ کافی تھا اور بعض نے اس سے فائدہ بھی اٹھایا۔ دیکھو میں کہتا ہوں کہ اگر تم حق پر ہو۔ تو حضرت صاحب کا تبدیلی نبوت کے متعلق کوئی اعلان دکھادو۔ اگر تمہارے پاس ایسا کوئی اعلان یا اشتہار موجود نہیں یعنے تبدیلی نبوت کا ثبوت آپکے پاس کچھ بھی موجود نہیں تو ہم جو کہتے ہیں یقین کرو۔ اور حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کرو۔ خدا تعالےٰ تمہیں سمجھ دے۔ اور تمہارے دلوں سے تعصب اور ضد کو دور کرے۔ آمین۔

خاکسار [illegible] احمد [illegible] ۱۹۱۶ء

اعلان فسخ بیعت

حضرت قبلہ امیر نا جناب مولانا حضرت مولوی محمد علی صاحب دام فیضانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار پہلے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت میں داخل تھا۔ اور عرصہ تک اختلافات کے متعلق تحقیق کرتا رہا۔ خدا کا فضل ہے۔ کہ بھائی محمد حیات کی تبلیغ اور عقاید طرفین کی تحقیق کے بعد میں آج معہ اپنے اہل عیال و برادر کے فسخ بیعت میاں محمود صاحب کا اعلان کرتا ہوں۔ کیونکہ میاں صاحب خلاف عقاید حضرت مسیح موعود حضرت صاحب کو حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اور اسی طرح سے حضرت صاحب کے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب نے سوائے مکذبین و مکفرین کے بموجب حدیث کے کسی کو کافر نہیں کہا۔ اسی طرح سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق حضرت مسیح موعود کو میاں صاحب مانتے ہیں۔ جو حضرت صاحب کے عقاید کے خلاف ہے چونکہ آنجناب کا مذہب اور عقاید وہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کا تھا۔ اس لیئے میں اور میرے دیگر متعلقین آج سے آپ کے عقاید کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب کے عقاید کی اختلاف کی وجہ سے اعلان فسخ بیعت کرتے ہیں۔ مدعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو استقامت بخشے اور ہم سب کو اسی اصل کے ماتحت رکھے۔ آمین۔

العبد حیات محمد ولد چوہڑ قوم زمیندار ساکن ہانگٹ [illegible] تحصیل حافظ آباد
العبد۔ پیر محمد ولد چوہڑ قوم زمیندار ساکن ہانگٹ [illegible] تحصیل حافظ آباد
العبد مسماۃ سردار بی بی دختر حیات محمد
العبد مسماۃ مراد بی بی زوجہ حیات محمد

نور اسلام کا عالم میں درخشاں ہوتا...

اخی المکرم سیدی اختر کا ایک دلچسپ کلام احمدی [illegible] کی اشاعت میں "بدلغت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس نے مجھ کو بھی زمین میں کچھ لکھنے کی تحریک کی چنانچہ چند شعر ذیل میں عرض کرتا ہوں بعض جگہ پر حضرت اختر کا مصرعہ موزون سمجھ کرلے لیا گیا ہے کیونکہ فوجی ہوں شاعر نہیں۔ ہاں اشاعت کے لیئے تحریک ہے "الحمد"

کاش! اسلام کی خدمت کا بھی ارماں ہوتا
کفر سے سب کو چھڑانے کا بھی ساماں ہوتا

ساری قوموں کی طرف جسکو ہے بھیجا تو نے[1]
اسپہ قوموں کا الٰہی! کہیں ایماں ہوتا

ظلمت کفر کا عالم میں نہ دور ہوتا
نور اسلام کا عالم میں درخشاں ہوتا

کعبہ مقصود سمجھتے تیری الفت سارے[2]
گبر و ترسا جو ترے صدق کا جویاں ہوتا

خاک صحرا میں اڑانے کی نہ خواہش ہوتی
زلف جاں راہ میں تیری جو پریشاں ہوتا

شوق میں تیری اشاعت[3] کے اگر مر جاتا
ملک الموت کا سر پہ مرے احساں ہوتا

تیری الفت کی ہر اک سمت ہوائیں چلتیں
تیری چاہت سے ہر اک دہر میں شاداں ہوتا

ظلمت شرک سے بچنے کی تمنا ہوتی
نور وحدت سے کبھی قلب جو تاباں ہوتا

گو یہاں جانے سے پہلے تیرے گر کام آتا
میرا مرنا بھی جہ[illegible] نمایاں ہوتا

شبل اختر [illegible] سے دلی ہے الحمد
تیرے کوچہ کا یہ ناچیز غزل خواں ہوتا

[1] حضرت اقدس نبی کریم صلعم اور مقدس اسلام۔
[2] یعنے اسلام کو قبول کرلے اور آنحضرت صلعم پر صداقت کا۔
[3] اسلام کی راہ اور آنحضرت صلعم کی پیروی کے طریق میں۔
[4] اشاعت اسلام و اعلان کلمۃ اللہ
[5] آنحضرت صلعم و اسلام کی الفت و محبت کی

گلیشیا میں روسی پسپائی

لندن ۳ جولائی ایک لاسلکی روسی کمیونک میں مرقوم ہے دشمن نے نارنوپول کیطرف مزید طاقتور حملے کئے۔

ہماری فوج نے ثابت قدم رہ کر اور اپنے افسر جنگی احکام کے خلاف وہ بار بار پیچھے ہٹتی رہیں اور [illegible] پوکرادا اور [illegible] تک ہٹ آئی ہیں جنہیں تو کہنے کے مسلسلہ [illegible] ایک ٹیلہ کو پسپا کرو یا [illegible] دالی ہیں ایک ہی موضع پر قبضہ کر لیا [illegible]

احترام اور محبت کا سلوک کرنا ضروری ہے خواہ وہ مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ اگر ایک مسلمان غیر مسلم بی بی سے شادی کرے تو اسے یہ حکم ہے کہ اسکے لئے وہ سامان مہیا کرے کہ جن سے وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی عبادت کر سکے اور دوسری رسوم بجا لا سکے۔ یہ خاوند کا فرض ہے کہ ان سامانوں کے مہیا کرنے پر وہ روپیہ خرچ کرے۔ مثلاً اگر عیسائی بی بی ہے تو ضرور ہے۔ کہ اُسکے لئے گرجا مہیا کرے یا اُسے اپنے گھر میں گرجا کرنے کی اجازت دے۔ تاکہ وہ ضمیر کے مطابق خدا کی عبادت کر سکے اگر بچوں کی حفاظت کا سوال ہو تو مسلم خاوند کو محض مسلمان ہونے کیوجہ سے اپنی غیر مسلمہ بی بی پر کوئی فوقیت نہیں۔

پھر عورت کا اسقدر احترام اسلام کو منظور ہے کہ محض عورت کے اس احترام کی وجہ سے ہی ایک مسلمان عورت کی غیر مسلم خاوند کے ساتھ شادی کی اجازت نہیں دی۔ ایک مسلمان مرد اپنے مذہب کی رُو سے اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنی یہودی یا عیسائی بی بی کے مذہبی احساسات اور جذبات کی پوری عزت کرے۔ کیونکہ وہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کا بھی اپنے مذہب کی رُو سے احترام کرتا ہے اور اس لئے کہ اس کی مذہبی کتاب اسے صاف طور پر اجازت دیتی ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی بی بی سے شادی کرے۔ لیکن اگر ایک مسلم بی بی کو یہ اجازت دیجاتی کہ وہ غیر مسلم خاوند سے شادی کرے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو چونکہ غیر مسلم خاوند اپنے مذہب کی رُو سے اپنی بی بی کے مذہب کا احترام نہ کر سکتا۔ اور نہ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت کر سکتا۔ کیونکہ اس کا مذہب اسے یہ نہیں سکھاتا اور اس وجہ سے بھی کہ یہ مذاہب یعنی یہودی اور عیسائی اس قسم کی شادی کو جس میں ایک فریق دوسرے مذہب کا ہو جائز نہیں ٹھہراتے غیر مسلم خاوندوں سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ کہ وہ مسلمان بی بی کے جذبات اور احساسات مذہبی کی عزت کریں۔ لیکن چونکہ عورت کی عزت اسلام کو بہر حال منظور تھی اس لئے اس نے مسلم بی بی کا نکاح غیر مسلم خاوند سے جائز نہیں رکھا۔

چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کا عمل خدا کا آخری عہد نامہ یعنی قرآن شریف کی بہترین تفسیر ہیں۔ اس لئے اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے عورتوں کے متعلق کیا فرمایا۔ اور خود اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اس سے قرآن کریم کے احکام پر مزید روشنی پڑیگی ایک اصل اصول جو بیبیوں کے ... آپ نے بیان فرمایا۔ وہ ان جامع الفاظ میں ہے خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے۔ جو اپنی بی بی کے ساتھ بہترین ہے۔ یہاں انسان کے اخلاق کا معیار اس کا بی بی کے ساتھ سلوک رکھا ہے اسکے علاوہ عورت کی عزت و احترام کے اور بہت سے اقوال آپ کی احادیث میں پائے جاتے ہیں مثلاً دُنیا اور اس کی سب چیزیں قیمتی ہیں لیکن دُنیا کی سب سے قیمتی چیز ایک نیک بی بی ہے جب ایک عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرتی ہے اور رمضان کے روزے رکھتی ہے اور پاکدامن رہتی ہے اور اپنے خاوند کی نافرمانی نہیں کرتی۔ تو اسکو کہدو کہ جس دروازہ سے چاہے بہشت میں داخل ہو جائے۔

جو لوگ اپنی بیبیوں کو مارتے ہیں وہ اچھے لوگوں میں سے نہیں وہ میرے طریق پر نہیں جو ایک عورت کو گرا ہی سمجھتا ہے جس شخص کے اخلاق اُس کی بی بی کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں وہ بہترین مسلم ہے حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ امر خدا کے نزدیک طلاق ہے۔ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ تمہاری مائیں۔ بیٹیاں اور خالائیں ہیں۔

عورتوں کے حقوق قابلِ عزت ہیں۔ دیکھتے رہو کہ وہ حقوق قائم رکھے جاتے ہیں جو اُن کو دیئے گئے ہیں۔

ایک نیک بی بی انسان کا سب سے قیمتی خزانہ ہے۔

اپنی بیبیوں کو سجے ... میں آنے سے مت روکو۔

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جو خدا کی عنایت سے اِس دُنیا میں مطلوب بنانے کے قابل ہو آپ نے فرمایا۔ زبان جو خدا کے ذکر میں مسرور ہو۔ دل جو شکر گذار ہو اور ایسا ہی بی بی ۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ جب وحی کا بوجھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر زیادہ ہوتا۔ تو وہ اپنی بی بی عائشہؓ کو ہاتھ لگاتے اور فرماتے اے عائشہؓ مجھ سے کلام کرو۔ یہ آپ اسلئے کرتے تاکہ آپ میں ایک قوت پیدا ہو۔

ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اپنی بی بی کو وہ روپیہ دینا جس کی اُسے حاجت ہو خیرات دینے سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر ایک شخص ایک دینار جہاد میں صرف کرے ایک اور دینار غلام کے آزاد کرنے میں صرف کرے ایک اور دینار خیرات میں ... (باقی صفحہ ...)

تحقیق الادیان

اسلام و عیسویت

پادری کفونگ صاحب چین کے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہاں اب اہلِ اسلام میں بیداری شروع ہوگئی ہے اور سورۂ بقرہ کا ترجمہ بھی چینی زبان میں ہوگیا ہے اور وہ ہر قسم کی تحریکات میں قدم آگے بڑھا رہے ہیں۔ مگر دنیا میں کوئی نیک کام نہیں ہوتا جس کا کریڈٹ پادری صاحبان عیسائیت کو دینے کے لئے تیار نہ ہوں حالانکہ خود یورپ کے اندر جس قدر ترقی اور علوم کی روشنی پھیلی ہے اس میں بھی عیسائیت خطرناک طور پر حائل ہوتی رہی ہے اور خود یورپ کی موجودہ ترقی عیسائیت کی مخالفت کے باوجود ہوئی ہے اور ابھی صدیوں کا ہی ذکر ہے۔ کہ سائینس کی تحصیل کرنیوالوں کو عیسائیت سے خارج قرار دیا جاتا تھا۔ آج دُنیا بھر کی خوبیوں کا سرچشمہ ہی عیسائیت ہے اس میں شاید پادری صاحبان ایک حد تک مجبور بھی ہیں کیونکہ وہ اپنے مذہب کی خوبی تو کوئی بیان نہیں کر سکتے۔ اس لئے جہاں دُنیا میں کوئی خوبی نظر آئے اُسے عیسائیت کا نتیجہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ جس کے مرہونِ احسان ہو رہے ہیں اُسی کی بیخکنی کے در پے ہیں اسلام کے ان لوگوں پر کتنے بڑے احسان تھے۔ مگر اسلام کے ساتھ ہی سب مذاہب سے بڑھکر عداوت ہے۔ خود عیسائی مذہب میں اصلاح جو پروٹسٹنٹ کے نام سے وابستہ ہے۔ اسلامی خیالات کی توسیع و اشاعت کا نتیجہ ہے ۔

پادری کفونگ صاحب پیکن کے ایک چینی اہنگ (مُلا) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مُلا صاحب نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ سورۂ توبہ میں جہاں یہ ذکر ہے کہ یہود عُزیر کو ابن اللہ کہتے ہیں اور نصاریٰ مسیح کو ابنُ اللہ کہتے ہیں اور اس کے بعد یہ لفظ آتے ہیں کہ یضاھؤن قول الذین کفروا من قبل (التوبہ ۳۰) وہاں یوں بھی معنے کئے جا سکتے ہیں کہ یضاھؤن میں ضمیر نصاریٰ کی طرف نہ جائے صرف یہود کی طرف جائے اور معنے یوں ہوں کہ یہودی کہتے ہیں کہ عُزیر خدا کا بیٹا ہے۔ یہ اُن کے (یعنی اکیلے یہود کے) مُنہ کے لفظ ہیں جو پہلے کافروں کی سی باتیں کہتے ہیں؛ اور عیسائی جو مسیح کو ابنُ اللہ کہتے ہیں تو وہ مستثنےٰ ہیں۔ بیشک یہ منطق اس قابل ہے کہ اسکے ذریعہ سے مسلمانوں میں ابنیت مسیح کے عقیدہ کو قرآن سے ثابت کیا جائے۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے پہلے مسیح کی ابنیت کے عقیدہ کو مروّج کیا ایسے ہی عقلمند تھے۔ اسی قسم کے لطائف اور نکات سے توریت سے ثابت ہوگیا۔ کہ مسیح ابن اللہ ہے اب ان پہلے عقلمند بزرگوں کے حقیقی فرزند قرآن سے اس قسم کے دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن بھی مسیح کے ابن اللہ ہونے کا قائل ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن نے یہود اور نصاریٰ دونوں کے عقیدہ ابنیت عزیر اور ابنیت مسیح کا ذکر کرکے دونوں کو ملزم کیا ہے مگر ہم اسکو نہیں مانتے۔ بلکہ اسکے معنے یوں کرینگے کہ یہود عزیر کو ابن اللہ کہتے اور عیسائی مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں مگر یہود نے یہ عقیدہ ابنیت پہلے کافروں سے لیا۔ مگر نصاریٰ ایسا کہنے میں سچے ہیں۔ بیشک اسی قسم کے تراجم انجیل کے پہلے بزرگوں نے کئے ہونگے۔ جنکی صحت پر شک پیدا ہونے سے رد کرنے کے لئے اصل نسخے جن سے ترجمے ہوئے تھے ضائع کر دینے ضروری سمجھے گئے ہونگے۔ اس سے کم از کم اسقدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ ابنیت مسیح کے عقیدہ کو دُنیا میں قائم کرنے کے لئے اس قابل رحم قوم کو کن ہتھیاروں سے کام لینا پڑا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ مُلا صاحب نے یہ فرمایا تھا۔ کہ عربی قواعد کے رُو سے یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے اگر پادری صاحب اس کے بجائے مُلا صاحب کی طرف کوئی جنوں پریوں کا قصہ منسوب کر دیتے۔ تو ہمیں پادری صاحب پر حسنِ ظن سے کام لیکر اپنے ایک بھائی کو غلطی کا مرتکب ٹھیرانا پڑتا۔ پادری صاحب اگر ان مُلا صاحب کا نام دیدیتے۔ تو یہ امر بذریعہ خط و کتابت بھی معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ پادری صاحب نے کہاں تک راست بیانی سے کام لیا ہے۔ مگر اتفاق سے جس امر کو پادری صاحب نے مُلا صاحب کی طرف منسوب کیا ہے وہ ایک ایسا امر ہے کہ عربی زبان کا ماہر تو کیا۔ اُس کی سند بُدھ سے واقف ... [illegible]

میں موجود ہیں اور کہیں نہیں۔ اور اگر فی الواقع اُن کا وجود خارج میں بھی ہے تو یہ مکالمہ بہر حال پادری صاحب کے دماغ کی اختراع ہے اور اسکے لئے میں قرآن کے الفاظ قارئین کرام کے سامنے رکھتا ہوں۔

سورۂ توبہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وقالت الیھود عزیر ن ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ ذالک قولھم بافواھھم یضاھؤن قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انی یؤفکون اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا لا الہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون (آیت ۳۰-۳۱)

ان آیات کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں۔ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ اُن کے مُنہ کی بات ہے۔ پہلے کافروں کی سی باتیں یہ بھی کہتے ہیں خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں سے الٹے پھیرے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے عالموں اور اپنے راہبوں کو اور مسیح ابن مریم کو خدا کے سوا ارباب بنالیا ہے اور اُنکو کچھ حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سوائے اسکے کہ وہ ایک ہی خدا کی عبادت کریں۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پاک ہے وہ اس سے جو یہ شرک کرتے ہیں۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ یہود اور عیسائی دونوں کے عقیدہ ابنیت کا ذکر کرکے پھر یہ فرمانا کہ یہ اُن کے مُنہ کی باتیں ہیں یا یہ پہلے کافروں کی نقل کرتے ہیں۔ صرف یہود کے متعلق ہے اور عیسائی اس سے مستثنےٰ ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی عدالت میں تین چار شخصوں کا ایک ہی جرم بیان کرکے یوں کہے کہ ہم اس جرم کی وجہ سے ان پر فردِ جرم لگاتے ہیں اور اُن میں سے دو بدقسمت ملزم یہ سمجھ لیں کہ ان پر فردِ جرم لگانے سے مُراد صرف یہ ہے کہ ہمارا ... دو ساتھیوں پر فردِ جرم لگاتے ہیں کیونکہ زبان کے قواعد اس کی اجازت دیتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ قرآن کریم نے تو اسی پر بس نہیں کی کر دی۔ آگے صاف طور پر ان راہبوں کا ذکر ہے اور پھر دوبارہ مسیح ابن مریم کے رب بنانے کا ذکر ہے۔ ہمارے خیال میں پادری صاحب کی یہ تصنیف اس قابل ہے کہ بڑے سے بڑے عیسائی کتبخانہ میں ... سب سے بلند جگہ دیجائے۔ بھلا ایسی خدمت ہر ایک کہاں کر سکتا ہے امید ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی تو ہندوستان کے ایک سرے سے ... دوسرے سرے تک اس تفسیر کی وجہ سے اس بات کے قائل ہو جائینگے کہ قرآن بھی مسیح کی ابنیت کے عقیدہ کی تائید کرتا ہے۔ اور کفارہ کے عقیدہ کی تائید تو پادری صاحبان کے نزدیک لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ میں موجود ہے ۔

اور بھی کئی ایک آیات کی تفسیر پادری صاحب نے خود کرکے مُلا صاحب کو قائل کر لیا۔ مثلاً جب آپ نے فرمایا کہ انما المسیح ابن مریم رسول اللہ (جس کا ترجمہ یوں ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ ہیں یعنی اس سے بڑھکر کچھ نہیں) کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ انما کا ترجمہ Verily that کیا جائے۔ یعنی یقیناً کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ ہیں۔ تو مُلا صاحب قائل ہو گئے۔ یہ انما کے نئے معنے بھی لغت عرب میں اضافہ کے قابل ہیں۔ اور باقی آیات کی تشریح بھی عنقریب پادری صاحب کر دیں گے۔ مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول۔ کہ مسیح ابن مریم کچھ نہیں مگر رسول۔ یہ بھی لفظاً رسول اللہ سے ملتے جلتے ہیں۔ یعنے ان میں بھی مسیح کی رسالت سے بڑھکر کچھ ہونے کی نفی ہے۔ لیکن کیا حرج ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ... الا زائد ہے۔ اور معنے یہ ہیں کہ مسیح ابن مریم رسول نہیں۔ اور جب وہ رسول نہ ہوا تو خدا کا بیٹا ہوا۔ یا مثلاً جہاں مسیح سے سوال کیا ہے ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ کیا تُو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو خدا بنالو؟ شاید یہاں یوں تشریح کر دی جائیگی۔ کہ اتخذونی میں جو یا ضمیر متکلم ہے وہ عزیر کی طرف جاتی ہے اسلئے کہ یہودیوں نے جو عزیر کو ابن اللہ کہکر شرک کیا تھا۔ اور مسیح کو خدا کہنا تو شرک میں گویا داخل نہیں اس لئے ضرور ہے۔ کہ یہ ضمیر یا کی عزیر کی طرف جائے اور امی میں جو یا کی ضمیر متکلم کی ہے۔ اس سے مُراد مسیح بھی ہو یعنی اُمی کے معنے میری ماں ہوں۔ لوگ کہیں گے یہ بے تکی بات ہے مگر جو شخص یضاھؤن میں عیسائیوں کو مستثنےٰ کرکے ضمیر یہود کی طرف لیجا سکتا ہے اس سے یہ کچھ مشکل نہیں اگر پادری صاحب چینی اہنگ صاحب سے ان معنوں کی تصدیق کرا دیں تو شاید مسلمانوں کو اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ رہیگا۔ کہ دراصل قرآن کی تعلیم اصل میں یہی ہے کہ مسیح خدا ... [illegible]

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین - سوانحعمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا - نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت عہ

النبوت فی الاسلام اس میں نبوت، رسالت، محدثیت، مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر مطول بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور مرزا صاحب نبی نہیں محدث ہیں۔ قیمت مجلد عہ - مجلد عہ

اسلامی غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں اُن سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں .... قیمت ۳ر

عصمت انبیاء - عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ ۲ر

سکھ ازم انگریزی میں۔ اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان ہیں اور اُن کا مختصر حال ہے۔ قیمت ... ار

اُسوۂ حسنہ موسومہ زندہ و کامل نبی: اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں قیمت ۴ر

صحیفہ آصفیہ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ قیمت ۲ر

بنگال کی دلجوئی اردو میں: اس میں اُس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی نسبت کی۔ قیمت ۰ر

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں: حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر ہے جو انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ ۰ر

رسالہ مسلمانوں کی تاریخ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف: اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے یہ انگریزی میں۔ قیمت ۰ر

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں: اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے ..... قیمت ۴ر

الوصیت اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی اسپر ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دربارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا قیمت ۲ر

رسالہ فیصلہ آسمانی اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدی مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے .... قیمت ۰ر

رسالہ تحفۃ المتقین اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بجواب کتب مخالفین لکھی ہے .... قیمت ار

رسالہ تحفۃ السلطان - قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اُردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے .... قیمت ار

بائیبل کا پیرچار یعنی سچائی کا اظہار: اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا فوٹو دیا ہے قیمت ار

نیر اسلام اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کر کے قرآن سے تطبیق دی ہے .... قیمت ۲ر

آیات بینات: عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کیگئی ہے ۲ر

خورشید عاقل مذہبی ناول: اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں قیمت ار

رباعیات اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے ۰ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانئ اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زبردست تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا ولائتی کاغذ مجلد ہے، ولائتی کاغذ مجلد ... دیسی کاغذ مجلد ... بے جلد عہ

القول الممجد فی ... اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے تفسیر اسمہ احمد کا اعتقاد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں انکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت ۸ر

در ثمین مکمل: حضرت مسیح موعود کی تمام اُردو اور فارسی نظمیں جو اب تک شائع ہو چکی ہیں ایک جگہ جمع کی گئی ہیں۔ مجلد ۱۲ر بے جلد ۹ر

الضحیٰ - حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث و لا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث .... قیمت ار

اظہار المصالح فی رد الخزعبلات والفضائح میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ القول الفصل پر تنقید .... قیمت ۴ر

عسل مصفی - مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری تحقیقات اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفی منگا کر ملاحظہ کریں کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں ان مصنف نے ذکر کر کے ان میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید قیمت مجلد ہر دو حصہ ... بے جلد ہر دو حصہ ...

نکات القرآن ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآرا اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ، آل عمران اور النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ قیمت حصہ اول ۶ر - حصہ دوئم ۶ر - حصہ سوئم ۸ر - حصہ چہارم ۶ر

حدوث مادہ - یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں کوہ مری پر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا - فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو زائد ابواب میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دے سکتا ہے۔

ملنے کا پتہ: کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - احمدیہ بلڈنگس - نولکھا - لاہور

مولوی غلام رسول راجیکی کا خط

جماعت احمدیہ وزیر آباد کے نام

ناظرین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ بنداء قیام خلافت فاسدہ محمودیہ کے وقت، لاہوریت مولوی غلام رسول راجیکی نے مکرمی جناب شیخ نیاز محمد صاحب تاجر وزیر آباد کو ایک کارڈ لکھا تھا جس میں جماعت حقہ احمدیہ کے بزرگوں کو کوستے ہوئے آخر میں انکی تباہی اور بعض کے رجوع اور باقیوں کے ذلیل اور خوار ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور ساتھ ہی لکھا کہ "اگر ایسا نہ ہو تو کہنا کسی لعنتی اور بے ایمان نے گپ ہی بڑ ماری تھی۔"

خدا کی شان ابھی اس خط کو لکھنے کے بعد بہت دن نہیں ہوئے تھے۔ کہ مولوی مذکور کے یہ الفاظ عملاً اس کے وجود پر ہی پورے ہوگئے اور اس کی وہی سزا ملی جو ڈوئی کو جناب الہٰی سے ملی تھی۔ جس سے آج تک چھٹکارا نصیب نہیں ہوا۔ تاہم مولوی مذکور نے اس سے عبرت پکڑنے کے بجائے شوخی و شرارت میں اور بھی ترقی کی۔ اور ایک دوسرا اسی مضمون کا خود شیخ صاحب موصوف کو لکھا جس میں حضرت خواجہ صاحب کا نام لیکر آپ کی تباہی کی پیشگوئی کی تھی اور میعاد بھی شاید ایک سال مقرر کی تھی۔ جو بفضلہ ختم ہو چکی ہے۔ اس دوسرے کارڈ کے آخر میں مولوی مذکور نے یہ لفظ لکھے تھے کہ اگر ایسا نہ ہوا۔ تو سمجھنا کہ حرامزادہ اور کنجر کی بڑ ہے۔ اس بات کی طرف ہم نے اپنے ایک گذشتہ نوٹ میں مجملاً اشارہ کیا تھا جس پر مولوی مذکور نے ہمیں ایک کارڈ لکھا ہے جس میں اپنے ان الفاظ سے انکار کیا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ کارڈ محفوظ نہیں رہا۔ ورنہ ہم اسکا عکس شائع کر دیتے شیخ نیاز محمد صاحب کے ہاں سے وہ حضرت خواجہ صاحب کے پاس آیا اور پھر خدا جانے کہاں ضائع ہوگیا۔ اس لئے ہم اسکا عکس شائع کرنے سے قاصر ہیں اور اسکو صرف مولوی مذکور کی حلف پر چھوڑتے ہیں کہ اس نے یہ لفظ نہیں لکھے۔ گو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے محض دیدہ و دانستہ جماعت میں دیگر فتن کو پھیلانے جھوٹی پیشگوئیاں کرنے اور بزرگان سلسلہ پر بیفائدہ لعن طعن کرنے اور حضرت مسیح موعود کے الہامات کو غلط طور پر ان پر عاید کرکے انہیں مورد وعید ٹھہرانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی انکے لئے جھوٹی قسم کھا لینا بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ جیسا کہ اس سے پیشتر میاں صاحب کے بعض اکابر مریدین نے کئی ایک جھوٹی قسمیں کھانے سے دریغ نہیں کیا۔ لیکن چونکہ اس پر کسی مذہبی عقیدہ کا دارومدار نہیں بلکہ مولوی مذکور کا اپنے متعلق ایک فتوے ہے جسکے نہ ہونے سے ہمارا کچھ بگڑ نہیں جاتا۔ اس لئے اگر وہ جھوٹی قسم بھی کھالیں تو ہمیں ان الفاظ پر کوئی اصرار نہیں لیکن ہاں مولوی مذکور کا وہ پہلا خط جو اس نے جماعت احمدیہ وزیر آباد کے نام لکھا۔ اور اس کا ایک حصہ "پیغام صلح" میں بھی شائع ہوچکا ہے جس میں مندرجہ بالا الفاظ میں اپنے اوپر "لعنتی" اور "بے ایمان" کا فتوے لیا ہے۔ ابھی تک بجنسہ موجود ہے۔ پھر تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے اس کا عکس شائع کرنے کا کیوں مطالبہ نہیں کیا۔ ہم نے اپنے محولہ بالا نوٹ میں جس پر مولوی صاحب نے "حرامزادہ اور کنجر" کے متعلق ہم سے عکس کا مطالبہ کیا ہے۔ اس "لعنتی اور بے ایمان" والے فتوے کی طرف بھی اشارہ کیا تھا۔ لیکن مولوی صاحب مطالبہ میں ان الفاظ کو حذف کر گئے۔ معلوم نہیں یہ فتوے انہیں اپنے لئے پسند ہے یا غالباً خدا تعالےٰ کے فضل سے اسکے سچا ہونے کی وجہ سے انہیں خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ انہوں نے جو پیشگوئیاں اس خط میں کی تھیں وہ تو ابھی تک پوری نہیں ہوئیں۔ کیونکہ انہوں نے لکھا تھا۔

"سنو اور کان کھول کر سنو۔ میں بصیرت سے کہتا ہوں اور نہایت راستی سے کہتا ہوں کہ کچھ لوگ تو واپس آجائیں گے اور انکار کے بعد انہیں توبہ نصیب ہوگی۔ اور وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت کرینگے۔ اور ایک گروہ جو تکبر اور نخوت اور شوخی کے ساتھ شرارت اور مخالفت کرتا ہے وہ عنقریب ہلاک کیا جائیگا اور ایک وہ جو منافقانہ اور مداہنہ طرز سے پیش آنیوالے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل اور خوار ہونگے۔ یہ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ میری اس بات کو لکھ رکھو۔ اور عنقریب اس کا ظہور مشاہدہ کرو اگر ایسا نہ ہوا تو کہنا کہ کسی لعنتی اور بے ایمان نے یونہی بڑ ماری تھی۔" فتدبروا تاملوا۔ ان فی ذالک [illegible] فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔ میں نے آپ کے فائدہ کے لئے اور آپ کی بہتری کے لئے اسقدر لکھدیا۔ آگے خواہ آپ اس پر ہنسی کرو۔ خواہ قبول کرو۔ لیکن ہنسی اور ٹھٹھہ کرنے والوں کو بھی یاد رہے کہ وہ خالی نہیں چھوڑے جائیں گے۔ بلکہ عنقریب پکڑے جائینگے۔ فاعتبروا یا اولوا الابصار۔"

لیکن اس خط کو لکھے ہوئے آج تین سال کا عرصہ منقضی ہوچکا اس عرصہ میں ذلیل و خوار یا تائب و ہلاک ہونا تو ایک طرف خود میاں صاحب کا الہام نمزقنھم ان کی اپنی جماعت پر پڑا۔ اور ان میں سے اکثر نکل کر ہم سے آملے اور ابھی آرہے ہیں۔ ایسی حالت میں مولوی صاحب کے اپنے الفاظ میں طویل تجربہ کی رو سے جو کچھ فتوے ان پر عاید کر رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔ کیا وہ اس کا عکس شائع کرنیکا مطالبہ کرینگے۔ مگر نہیں میاں صاحب کی اس پیشگوئی کی طرح جو انہوں نے تین سال کے اندر ہماری تباہی کے متعلق کی تھی۔ اور اب میعاد ختم ہوجانے پر اور دو یا تین سال کا اسپر اضافہ ہوگیا ہے مولوی صاحب کی اس پیشگوئی کی بھی میعاد بڑھ گئی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان کی پیشگوئی کی تو کوئی میعاد معین ہی نہیں۔ جب بھی جماعت حقہ کا کوئی ممبر خدانخواستہ کسی حادثہ میں مبتلا ہو۔ یا موت جو ہر انسان کے لئے لازمی ہے اس پر وارد ہو۔ مولوی صاحب کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ چنانچہ مولوی صاحب اپنے اس کارڈ میں جس میں ہم سے عکس کا مطالبہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ بلکہ ایک اور پیشگوئی بھی کرتے ہیں جس کی میعاد شاید کبھی بھی ختم نہ ہو کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ

"آپ لوگ یاد رکھیں کہ وہ دن کہ جس میں آپ لوگوں کو اپنے کئے پر ندامت پر ندامت اور ذلت پر ذلت اٹھانی ہے وہ گذرا نہیں۔ بلکہ باقی ہے۔ اور ضرور آنے والا ہے۔ مجھے آپ لوگوں کے متعلق صرف الہام ذیل ہوا ہے۔ انظروا الی ابن المسیح اذا جاءکم فی وقت المعضل۔ ترجمہ الہام۔ یعنی وہ نظارہ قابل دید ہوگا۔ جبکہ غیر مبائعین حضرت ابن المسیح کے حضور معذرت اور معافی کے لئے حاضر ہونگے اسوقت دیکھنا کہ وہ کیسے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ یعنی لا تثریب علیکم الیوم کے مضمون میں۔"

مولوی صاحب کے ان الفاظ کو پڑھ کر اس بات کا بے اختیار منہ سے نکل جانا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ کہ ع

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اور اس لئے ہم ان الفاظ پر کوئی ریمارک کئے بدون اسوقت کی انتظار میں اس ناگوار تذکرہ کو ختم کئے دیتے ہیں۔ کہ جب مولوی صاحب اپنی روح کو بعد حسرت و یاس ملک الموت کے قبضہ میں دے دینگے۔ اور ان کے یہ الفاظ بھی اگر انکے وجود کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے مٹی کے اندر نہ مل گئے۔ تو بہر حال یونہی دنیا میں ان کے "لعنتی اور بے ایمان" کے الفاظ کی تصدیق کرتے رہینگے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمان خان صاحب منصف درجہ دوئم ملتان

دوکان حاجی رحیم بخش محمد ابراہیم کاروبار بمقام ملتان شہر بذریعہ حاجی رحیم بخش ولد حاجی اللہ دسایا قوم خواجہ سکنہ ملتان شہر حصہ دار وکارکن دوکان مدعی
بنام
غلام محمد ولد الہ جوایا ذات ونجارا ساکن کہا لیہ ضلع منٹگمری مدعا علیہ

دعوے [illegible] روپیہ

نمبر مقدمہ ۲۸۰ سال ۱۹۱۷ء

اندریں مقدمہ مدعا علیہ مذکور دانستہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کر رہا ہے اور روپوش ہوجاتا ہے لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ بتاریخ [illegible] بعدالت ہذا برائے پیروی مقدمہ حاضر نہ ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی۔

مشتہرہ ۱۲ [illegible]

آج بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

۱۲؍ جولائی ۱۹۱۷ء

بقیہ مضمون از صفحہ ۴ کالم اوّل:-

اور جو کھانا دیتا ہے اپنی بی بی کو دے تو یہ آخری فعل ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے۔

کسی شخص کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ کوئی پسندیدہ یا خوب چیز کھائے بغیر اس کے کہ اپنی بی بی کو اس میں شامل کرے بہتر یہ ہے کہ وہ اکٹھے کھائیں جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میاں بی بی اکٹھا کھانا کھاتے ہیں تو خدا اپنی برکات ان پر بھیجتا ہے اور فرشتے انکے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

پھر ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا جو شخص اپنی بی بی کی بدمزاجی کو صبر سے برداشت کرتا ہے۔ وہ ویسے ہی ثواب کا مستحق ہے جیسے ایوب [illegible] کے برداشت سے جو آپ کو اٹھانی پڑیں اور پھر فرمایا جو [illegible] بی بی اور بچوں کو چھوڑ دیتا ہے وہ ایک بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جب تک وہ ان کے پاس نہیں آیا۔ اسکے روزوں اور نمازوں کو خدا قبول نہیں کرتا۔

بہتیری نصائح ہیں جن میں مسلمان کو نکاح کی ترغیب دلائی ہے مثلاً آپ نے فرمایا کہ جب والدین مر جائیں تو بچوں کی دعائیں ان کو نفع پہنچاتی ہیں اور جو اپنے والدین سے پہلے مر جاتے ہیں وہ قیامت کے دن ان کے شفیع ہو جاتے ہیں جب ایک بچہ کو بہشت میں داخل ہونے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے ماں باپ کے بغیر اس میں داخل نہیں ہوں گا۔ ایکدن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی آستین کو پکڑا اور اسے زور سے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اس طرح بچے اپنے والدین کو بہشت میں لیجائیں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بچے بہشت کے دروازے پر جمع ہو جاتے ہیں اور اپنے ماں اور باپ کے لئے چلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ماں باپ جو بہشت سے باہر ہیں اس کے اندر داخل ہوتے اور اپنے بچوں سے ملتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری بڑا وعظ۔ آپ کا پہاڑی وعظ بہت سے نصائح پر مشتمل تھا۔ جن میں ذیل کی نصائح بھی ہیں۔

"تم خاوند حقوق رکھتے ہو۔ اور تم بیبیاں بھی حقوق رکھتی ہو۔ سو وہ جو خاوند ہیں وہ اپنی بیبیوں سے محبت کریں اور انکی خبر گیری کریں۔ تم نے ان کو خدا کی ضمانت پر اپنی بیبیاں بنایا ہے۔ اس لئے ان سے اچھا سلوک کرو۔"

"اپنے غلاموں کو مرد ہوں یا عورتیں وہ کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر تم انکو نہیں رکھ سکتے یا وہ کوئی قصور کر بیٹھیں تو ان کو آزاد کر دو [illegible] طرح خدا کے بندے ہیں۔ اور تم کو چاہئے کہ تم ان سے [illegible]"

مرض الموت کی حالت میں آپ نے فرمایا۔ نمازوں کو قائم رکھو [illegible] اپنی بیبیوں سے اچھا سلوک کرو۔ (از اشاعت اسلام)

روس میں عارضی حکومت کے خلاف شورش

پیٹروگراڈ۔ ۱۷ جولائی۔ کرونشٹاٹ سے [illegible] مسلح سپاہی یہاں آئے ہیں۔ اور انھوں نے [illegible] کے خلاف سخت شورش مچا رکھی ہے۔ [illegible] وہ گولیاں چلاتے رہے اور کلدار بندوقوں سے [illegible] تمام طور پر [illegible] پھیلی ہوئی ہے مقامی کمانڈر نے فوجوں کو بھیجا۔ کہ وہ مسلح آدمیوں کو شہر سے نکال دیں۔ باشندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دروازوں کو بند کر دیں اور [illegible] تو سیل کو نہ آنے دیں۔ (جسکا نام) اسوقت گورنمنٹ اور [illegible] کے درمیان ایک آخری فیصلہ کن معرکہ درپیش ہے۔ مسلح موٹریں سپاہیوں اور [illegible] کمیٹی کے قبضہ میں ہیں مقامی فوجیں جابجا حفاظت کر رہی ہیں [illegible] تمامی روسی قوم کی ایک کانگریس طلب کی ہے تاکہ وہ اس [illegible] کمیٹی گورنمنٹ کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ایم [illegible] نے اعلان کیا ہے۔ کہ اس کانگریس کا اجلاس دو ہفتے کے اندر ماسکو میں منعقد ہوگا [illegible] کی مقامی فوجیں اس میں مداخلت نہ کریں۔ ماسکو میں سپاہیوں [illegible] راتے سے شہر میں مظاہرے روک دئے ہیں۔ کرونشٹاٹ کے [illegible] پیٹروگراڈ میں پہنچ گئے ہیں۔ لیکن اب وہ رفتہ رفتہ صورت حال سے [illegible] جاتے ہیں۔ پیٹروگراڈ کی فوج نے ان شورش پسندوں کا ساتھ نہیں دیا [illegible] لڑائی میں بہت سے آدمی مجروح ہوئے۔ کاسکوں پر نہایت دھوکہ سے [illegible] ایک موقعہ پر حملہ ہو رہا تھا کہ ایک غیر مسلح کاسکوں کی جماعت [illegible] چند گولیاں ہوا میں چلیں اسکے بعد ہی اس جماعت پر ایک باڑھ [illegible] سے بہت سے ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ایک اور مقام پر بھی کاسکوں پر حملہ کیا گیا جس [illegible] ہلاک اور ۹۰ زخمی ہوئے۔ شورش بہت تیزی سے [illegible] ایک خط جنرل برسیلاف کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں مشہور شورش پسند لیڈر ایم لینن کو جرمنوں کا ایجنٹ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایم [illegible] جو سوشلسٹ پارٹی کا لیڈر ہے، وہ جرمنی کا سب سے [illegible] فی الحال تمام اختیارات گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن سپاہیوں اور [illegible] کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۵ - اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۹

ہمارے ارباب سیاست اور انکا مذہب

(۱)

"پیغام صلح" کا مقصد و مدعا مذہب اور صرف مذہب ہی کی تلقین واشاعت ہے۔ اور بالعموم مذہبی مضامین ہی سے اسے واسطہ رہا ہے لیکن ایک ایسے ملک میں جہاں مذہب کے نام کو چھوڑ کر عام طور پر کسی دوسرے خیال نے لوگوں کو اپنی طرف رجوع کر رکھا ہو۔ اور چاروں طرف سے اسی خیال کی صدائیں اس قدر شور برپا کر رہی ہوں۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی ہو۔ یہانتک کہ وہ تمام اخبارات بھی جو ہماری طرح مذہبی عقاید وخیالات پر ہی گفتگو کرنے کو اپنا مقصد اصلی قرار دیتے ہوں اکثر اوقات اپنے زیادہ تر صفحات کو اس دلفریب دیوی کے دل خوشکن تذکرہ سے پُر کرتے ہوں۔ جبکہ ملک کا اکثر حصہ بلا سوچے سمجھے نثار ہونے کو تیار ہے تو ناممکن ہے۔ کہ "پیغام صلح" ان اذکار پر ایک گہری نظر ڈالنے اور ان ہنگامہ آفرینیوں میں الجھنے سے باز رہ سکے۔ اس لئے اس سبب سے بھی کہ ان خیالات پر خاص مذہبی نقطہ نگاہ سے ایک نظر ڈالنا بھی دراصل اسی مذہب ہی کی خدمت ہے۔ جس کی تلقین کے لئے ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ آج ہم ان دل خوشکن باتوں سے اپنے ناظرین کی تواضع کرنا چاہتے ہیں جو نیشنلسٹ کے پر رعب لیکن نہایت ہی دلکش نام سے ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔

(۲)

اس کے لئے ہمیں کسی قدر پیچھے جانا پڑیگا۔ اور وہ بھی ایک مدت پہلے اس وقت کی باتوں کو دہرانا ہوگا .... جب نیشنل کانگریس کے نام سے ایک بین الاقوامی مجلس ہندوستان میں اس غرض سے قائم ہوئی کہ وہ ہندوستان کے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت کرے۔ ابتدا ہی سے اس مجلس کے بانی اور ممبروں میں زیادہ تر وہی لوگ شامل تھے جو ہندو قوم سے رکھتے ہیں۔ اگرچہ مجلس کے ظاہر قوانین اور اساسی خیالات اس قسم کے نہ تھے کہ جس سے یہ گمان ہو سکے۔ کہ یہ صرف اس ایک قوم سے وابستہ ہے اور اس کے تمام کام صرف اسی ایک قوم کے خاص فوایدتک مختص ہونگے لیکن یہ نمائشی باتیں ایک کاٹھ کی ہنڈیا سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں اور وقت آنے پر اصل حقیقت کا اظہار ہو کر ہی رہا ⁘

(۳)

یہ اصل حقیقت کیا تھی۔ اس کو سردست نظر انداز کر کے ہم اس وقت کو یاد دلانا چاہتے ہیں۔ جب تقسیم بنگال نے نہ صرف بنگالی ہندوؤں کے امن وسکون پر ہی آتش سوزاں کا کام کیا۔ بلکہ ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک وہ شور محشر برپا ہوا کہ الامان والحفیظ۔ وہ بندے ماترم کے نعروں سے صرف بنگال کی سرزمین ہی نہیں۔ بلکہ تمام کا تمام ملک گونج اٹھا۔ اور شیر برطانیہ کو بہت سی لومڑیاں اپنی مصنوعی ہو ہو سے غرانے لگیں۔ اس ایسے وقت میں جبکہ برطانوی ہندوستان ایک بہت ہی نازک مرحلہ میں سے ہو کر گذر رہا تھا مسلمانوں کو بھی ایک شدید امتحان میں مبتلا ہونا پڑا۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ بالآخر اللہ تعالےٰ نے انہیں اس امتحان میں کامیاب کیا۔ ہمارے برادران وطن اس غصہ وجوش کی حالت میں اسی نیشنل کانگریس کو جسے اس سے پہلے دونو اقوام کی نمایندگی کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ اپنے ذاتی خیالات کا آماجگاہ بنا کر مسلمانوں کو بھی شرکت کے لئے بار بار مدعو کرتے اور اتفاق واتحاد کی دل خوشکن صداؤں سے انہیں مسحور کرنا چاہتے تھے۔

(۴)

لیکن اسے اتفاق کہو۔ یا مسلمانوں کی خوش قسمتی اور ان پر خاص افضال الٰہی کا نتیجہ کہ انہوں نے ان سب صداؤں کا جواب نفی میں دیتے ہوئے اپنی ایک علیحدہ مجلس "مسلم لیگ" کے نام سے قایم کی جو خاص مسلمانوں کے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت کا دم بھرنے کے علاوہ اس سابقہ نیشنل کانگریس کا بہترین رد عمل اپنے آپ کو ظاہر کرتی تھی جس سے مسلمانوں کی توجہات تو اس جانب لگ گئیں اور ارباب کانگریس اپنا سا منہ لیکر رہ گئے ایسکے بعد عام نقطہ نگاہ میں "نیشنل کانگریس" خاص ہندوؤں کی مجلس سیاست اور "مسلم لیگ" مسلمانوں کے حقوق کی ضامن سمجھی جانے لگی ⁘

(۵)

اس بات کو چھوڑ کر کہ "نیشنل کانگریس" یا "مسلم لیگ" نے آجتک کیا کیا۔ اور ہندوستانیوں کی نام نہاد سیاست کے ان جداگانہ مندروں میں کس حد تک اپنے اپنے طرق عبادت کو ملحوظ رکھا گیا۔ نہیں یہ کہنا غلط ہوگا۔ کہ مسلمان جس مجلس سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی مندر ہی کے قایم مقام ہے اس لئے ہمیں یوں کہنا چاہئے۔ کہ آیا مسلمانوں نے مسجد کے اندر قدم رکھکر اس کی عزت واحترام کو بھی ملحوظ رکھا اور اس طریق عبادت کو نوبجا نہیں دیا۔ جو ایک مسلمان کے شایان ہے۔ اس کا جواب گو آج سے پہلے مشکل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن موجودہ حالات میں بہت ہی سہل ہے جس کے لئے صرف ان ہر دو مجالس کے اساسی قوانین پر ایک نظر ڈال لینا کافی ہے ⁘

(۶)

اس وقت جبکہ "مسلم لیگ" قایم ہوئی کیا حالات تھے۔ جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی۔ آیا ہندوستان کی انہی دو بڑی قوموں کو "قومیت واحدہ" کے سنہرے رنگ میں رنگین کرنا اس کا مقصد و مدعا تھا۔ یا نہیں ممکن ہے۔ کہ اس کا جواب اثبات میں دیا جائے لیکن جہانتک ظاہر نظر کام کرتی ہے۔ اور ظاہر حالات اس کے شاہد ہیں ہمیں جواب نفی میں ملتا ہے۔ ورنہ کیا ضرورت تھی۔ کہ کوئی علیحدہ مجلس قایم کیجاتی نیشنل کانگریس کے ظاہر قوانین اسی "قومیت متحدہ" ملک کے حامی تھے۔ اور اس وقت برادران وطن اس خوبصورت مندر کی دلآویز چھت کے سایہ میں کھڑے ہو کر ہمیں بلا رہے اور گلے ملانے کو تیار تھے لیکن مسلمانوں نے اس مندر کے اندر قدم رکھنے کے بجائے یہی پسند کیا۔ کہ اپنی ایک علیحدہ مسجد کھڑی کریں جو انہوں نے کی ⁘

(۷)

پھر کیا اس مسجد میں انہوں نے کبھی اذان دی۔ اس میں شک نہیں کہ اذان کی گونج تو ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچتی رہی لیکن کیا اس اذان کے بعد باقاعدہ نماز باجماعت بھی انہوں نے ادا کی یعنی آیا ان مقاصد مہمہ کو طے کرنے کے لئے جن کی سرانجام دہی ان کے پیش نظر تھی۔ انہوں نے کوئی قومی اجتماع کیا۔ اس کا بھی جواب اثبات میں دیا جا سکتا ہے۔ اور غالباً لیگ کے دفتر میں بہت سے ایسے رجسٹر ہونگے۔ جو اس اجتماع ملی اور باہمی مشوروں کا ثبوت سالانہ ریزولیوشنوں کی شکل دے سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اس اجتماع اور ان مصنوعی نمازوں نے آجتک کیا اثر پیدا کیا۔ اور اب ارباب لیگ جس طرف کو منہ موڑ چکے ہیں۔ جس خوشنما اور دلفریب چیز کو اپنا قبلہ مقصود بنا چکے ہیں وہ ان ابتدائی خیالات اور اسلامی منشاء کے مطابق ہے۔ یا اس کے منافی۔ اس کے لئے صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ آجکل "ہوم رول" یا "حکومت خود اختیاری" کے نام سے بعض ایسے دلآویز نغمے ہمارے سننے میں آرہے ہیں۔ اور "قومیت متحدہ" ملک کے نام سے بعض اس قدر دل خوشکن خیالات ہمارے سامنے رکھے گئے ہیں۔ کہ جنہیں اس ابتدائی قانون اساسی اور ان سالانہ اجتماعات کا نتیجہ کہنا تو غلط ہے۔ جو اس کے بعض خیر اندیش بانیوں کے پیش نظر اور ان کے قایم کردہ تھے۔ ہاں اگر "قومیت متحدہ" کی تعریف بدل نہیں گئی اور وہی ہے۔ جو پہلے تھی۔ تو یہ کہنا غالباً غلط نہ ہوگا۔ کہ ارباب لیگ کے خیالات بدل چکے ہیں۔ اور وہ اب مسجد کو چھوڑ کر مندر کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں ⁘

(۸)

اس بات کو چھوڑ کر کہ ان کا پہلا مطمح نظر عمدہ تھا یا موجودہ فعل مستحسن۔ ہم صرف اس قدر کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان کی اور ایسا ہی برادران ہنود کی یہ بلند پروازیاں اگر تو ان کے اپنے اپنے مذاہب کے مطابق ہوتیں۔ تو شاید کسی قدر حق بجانب بھی تھیں کیونکہ ہندو اور مسلمانوں کی دونو قومیں ظاہر ہے۔ کہ مذہب کی بنا پر کھڑی ہوئی ہیں۔ اس بات کو چھوڑ کر کہ ہندو مذہب کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے ان مختلف شعار وعقاید کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو برادران ہنود کے مختلف طبقوں میں رائج ہیں۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔ لیکن جس چیز نے ہندو قوم کا ڈھانچہ کھڑا کیا۔ اور انہیں اس نام سے موسوم کیا۔ وہ ہندو مذہب ہی تھا۔ خواہ ہم اس کی اصل کیفیت دیکھ کر جو اس کے تمام پیرودں پر مشترکہ طور پر حاوی ہو بتانے سے قاصر ہوں۔ ایسا ہی مسلمانوں کی قوم کیونکر پیدا ہوئی۔ محض اسلام کی وجہ سے قرآن کو ہاتھ میں لینے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اپنا واحد عقیدہ ٹھہرانے سے پس ان ہر دو قوموں کے لئے سیاست بھی وہی جائز ہو گی۔ جو ان کا اپنا اپنا مذہب جس کے اوپر ان کی بنیاد ہے۔ بتا سکے اور اس کے حصول کی انہیں تلقین کرے۔ کیونکہ جب تک وہ چیز جس کے اوپر ان کی بنیاد ہے۔ [illegible]

عمارات کے مضبوطی کے ساتھ کھڑا رہنے کی ممد ومعاون نہ ہو اور وہ اس قابل نہ ہو۔ کہ اس کے اوپر ان عمارات کو کھڑا کیا جا سکے۔ یا ہم خود ایک علیحدہ بنیاد پر قایم ہوں۔ ہمارے اپنے پاؤں تو ایک دوسری چیز پر رکھے ہوئے ہوں اور جن عمارات کو اپنی بود و باش کے لئے ہم قایم کرنا چاہتے ہیں وہ ہم علیحدہ کسی اور بنیاد پر کھڑی کریں اس وقت تک ہم ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی بنیاد سے پاؤں کو اکھیڑ رہے ہیں۔ اور کیا نتیجہ پیدا ہوگا۔

(۹)

کیا ارباب نیشنل کانگریس اور اصحاب لیگ یا بالفاظ دیگر ہندوستان کی قومیت متحدہ کے رہنماؤں اور ہوم رول کے چاہنے والوں نے اس بات کو مد نظر رکھا۔ اس کا جواب تمام ارباب سیاست کے ذمہ ہے۔ اور ہم خود بھی کسی آیندہ اشاعت میں اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ ⁘

خلافت محمودیہ اور اسلام

کے عنوان سے ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مدیر الفضل سے اسکے اس بیان پر کہ "اسلام کثرت افراد کو کسی مذہب کی صداقت کی دلیل نہیں سمجھتا" یہ پوچھا تھا کہ وہ ذرا اپنے پیر اور تمام جماعت محمودیہ کو کن لوگوں میں شامل سمجھتا ہے آیا اس کے نزدیک میاں صاحب بھی انہی دوسری قوموں میں شامل ہیں جو بخلاف اسلام کثرت کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہیں" اس کا جواب دیا اور نہایت ہی قابلانہ جواب جو الفضل نے دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ

"آپ لوگوں کا کم ہونا آپ کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ ایک پیشگوئی کے ماتحت کم ہوئے ہیں۔ اور آیندہ دیکھئے کہ آپ کو کن حالات سے گذرنا پڑتا ہے۔ آپ لوگوں نے ابتدائے بغاوت میں زور شور سے اعلان شروع کئے تھے۔ کہ ہم زیادہ اور میاں صاحب کی بیعت کرنے والے چند طلبا اور دیہاتی اور ان پڑھ لوگ ہیں۔ اور اس کے بعد خدا نے اپنے محمود کی زبان پر جاری کیا کہ لیمنزقنہم میں خدا نے آپکی جمعیت کو پراگندہ کر دیا اور حق ظاہر ہو گیا۔ اور وہی لوگ جو غوغا کناں تھے کہ ہم زیادہ ہیں۔ لگے سر چھپانے اور پھر جیسا کہ پیغام نے خود تسلیم کیا وہ اپنی کمی جو پیشگوئی کے بعد واقعہ ہوئی اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرانے حالانکہ ابتدا میں زیادہ ہونا اور بعد میں کم ہو جانا ان کے برسر باطل ہونے کی قطعی اور یقینی دلیل ہے۔ کیونکہ جو حزب اللہ ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ پہلے تعداد کے لحاظ سے کم ہوا کرتے ہیں۔ اور حزب غیر اللہ زیادہ ہاں ان کے درمیان امتیاز اس طرح قایم ہوا کرتا ہے۔ کہ حزب اللہ کمی سے ترقی کی طرف بڑھتا ہے اور حزب غیر اللہ زیادتی سے کمی کی طرف ہٹتا ہے"

یہ ہے مدیر الفضل کی وہ قابلانہ طبع آزمائی جو اس نے ہمارے سوال کے جواب میں فرمائی لیکن کاش وہ کسی ایسی تحریر کا بھی حوالہ دیدیا ہوتا جس میں ہم نے کہیں ابتداءً اپنی کثرت کا ذکر کر کے اس پر ناز کیا ہو۔ برخلاف اسکے ہم الفضل کے ان پرچوں کے حوالے دے چکے ہیں جن میں اس نے ابتدا ہی میں ہمیں "چند" کہکر ہم پر طعن اور اپنی کثرت پر فخر کرنا شروع کیا تھا اگر مدیر الفضل کو بوجہ دلی تعصب کے وہ نظر نہیں آئے تو ہم پھر انہیں لکھے دیتے ہیں۔

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء وہ دن تھا جب میاں صاحب کے ذریعہ جماعت میں موجودہ اختلافات علی الاعلان شروع ہوئے۔ اول تو اسی وقت بلکہ اس سے ایک دن قبل ہی لوگوں کے دستخطوں کے ذریعہ سے جماعت کی کثرت کو انہوں نے اپنا ہم آواز بتایا۔ پھر اس کے بعد قادیان سے ایسے اشتہارات شائع ہوئے جن میں ہر طبقہ کے آدمیوں کی کثرت کو اپنے ساتھ ظاہر کر کے باقی لوگوں کو بھی بیعت کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن اگر یہ سب کچھ کافی نہیں۔ تو اس کے تین ماہ بعد ۲۰ جون ۱۹۱۴ء کا الفضل اٹھا کر دیکھو جس میں ہمارے متعلق کہا گیا تھا کہ تم ہو کیا۔ چند آدمی کہہ کیا سکتے ہیں۔ پھر ۲۲ جون ۱۹۱۴ء کے الفضل میں بھی یہی لکھا گیا۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مدیر الفضل یا اسکے پیر کا اپنا الزام ہم پر تھوپنا کس قدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے یہ تو ہے گذشتہ اور ابتدائی حالت۔ رہا یہ کہ اب کونسی جماعت ترقی پر ہے الحمد للہ کہ میاں صاحب کی پیشگوئی لیمزقنہم ہم پر پوری ہوئی۔ یا ان کی اپنی جماعت پر۔ اس کا جواب بھی واقعات دے رہے ہیں آئے دن کس جماعت سے لوگ نکل نکل کس طرف آ رہے ہیں۔ فسخ بیعت کے پے در پے اعلان کیا کہانتک جماعت محمودیہ کی حمایت میں ہیں۔ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی جیسا بے نظیر انسان جو لاکھوں کے قائمقام ہے کس کا ساتھ چھوڑ کر کس کے ساتھ آ ملا ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ... قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل + ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے — حضرت مسیح موعود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح

ہفتہ میں دو بار

یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور یک شنبہ ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۵ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صدق اور استقامت

اللہ تعالےٰ لاف وگزاف کو پسند نہیں کرتا وہ دل کی اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ اس میں ایمان کا کیا رنگ ہے جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر انسان اپنی جان و مال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا۔ اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا لیکن جب استقامت ہوتی ہے پھر انعامات الٰہیہ کا دروازہ کھل جاتا ہے دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں مکالمات الٰہیہ کا شرف بھی دیا جاتا ہے۔ یہانتک کہ استقامت والے سے خوارق کا صدور ہونے لگتا ہے ظاہری حالت اگر اپنی جگہ کوئی چیز ہوتی اور اس کی قدر و قیمت ہوتی تو ظاہرداری میں تو سب کے سب شریک ہیں۔ عام مسلمان نمازوں میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کے نزدیک شرف اور بزرگی اندرونہ سے ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور بزرگی ظاہری نماز اور اعمال سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی فضیلت اور بزرگی اس چیز سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔ حقیقت میں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ شرف اور علو دل ہی کی بات سے مخصوص ہے مثلاً ایک شخص کے دو خدمتگار ہوں اور ان میں سے ایک خدمتگار تو ایسا ہو جو ہر وقت حاضر رہے اور بڑی جانفشانی سے ہر ایک خدمت کے کرنے کو حاضر اور طیار رہے۔ اور دوسرا ایسا ہے کہ کبھی کبھی آجاتا ہے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے جو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے آقا بھی خوب جانتا ہے کہ یہ محض ایک مزدور ہے جو دن پورے ہو جانے پر تنخواہ لینے والا ہے اور اسی کے لئے کام کرتا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک قدر و قیمت اور محبت اسی سے ہوگی جو محنت اور جانفشانی سے کام کرتا ہے نہ کہ اس مزدور سے۔

پس یاد رکھو کہ وہ چیز جو انسان کی قدر و قیمت کو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑھاتی ہے۔ وہ اس کا اخلاص اور وفاداری ہے۔ جو وہ خدا تعالےٰ سے رکھتا ہے۔ ورنہ مجاہدات خشک سے کیا ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مجاہدات کرتے تھے۔ جو چھت سے رسہ باندھ کر اپنے آپکو ساری رات جاگنے کے لئے لٹکا رکھتے تھے لیکن کیا وہ ان مجاہدات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہو گئے تھے؟ ہرگز نہیں۔

نامرد۔ بزدل۔ بیوفا جو خدا تعالےٰ سے اخلاص اور وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ دغا دینے والا ہے وہ کس کام کا ہے۔ اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ ساری قیمت اور شرف وفا سے ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو شرف اور درجہ ملا وہ کس بنا پر ملا؟ قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا ہے ابراھیم الذی وفی۔ ابراہیم وہ جس نے ہمارے ساتھ وفاداری کی آگ میں ڈالے گئے۔ مگر انہوں نے اس کو منظور نہ کیا کہ وہ ان کافروں کو کہدیتے کہ تمہارے ٹھاکروں کی پوجا کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ کے لئے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خدا تعالےٰ نے کہا کہ اپنی بیوی کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آ۔ انہوں نے فی الفور اس کو قبول کر لیا۔ ہر ایک ابتلا کو انہوں نے اس طرح قبول کر لیا کہ گویا عاشق اللہ تھا۔ درمیان میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتلا پیش آئے۔ خویش و اقارب نے مل کر ہر قسم کی ترغیب دی کہ اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم دینے کو طیار ہیں اور اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنا بادشاہ بنا لینے کو طیار ہیں۔ اگر بیویوں کی ضرورت ہے تو خوبصورت بیویاں دینے کو موجود ہیں۔ مگر آپ کا جواب یہی تھا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے تمہارے شرک کے دور کرنے کے واسطے مامور کیا ہے۔ جو مصیبت اور تکلیف تم دینی چاہتے ہو دے لو میں اس سے رک نہیں سکتا کیونکہ یہ کام جب خدا نے میرے سپرد کیا ہے پھر دنیا کی کوئی ترغیب اور خوف مجھ کو اس سے ہٹا نہیں سکتا۔ آپ جب طائف کے لوگوں کو تبلیغ کرنے گئے تو ان خبیثوں نے آپ کے پتھر مارے جس سے آپ دوڑتے دوڑتے گر جاتے تھے۔ لیکن ایسی مصیبتوں اور دکھوں نے آپ کو اپنے کام سے نہیں روکا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کے لئے کیسی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور کیسی مشکل گھڑیاں ان پر آتی ہیں مگر باوجود مشکلات کے ان کی قدر شناسی کا بھی ایک دن مقرر ہوتا ہے۔ اس وقت ان کا صدق روز روشن کی طرح کھل جاتا ہے اور ایک دنیا ان کی طرف دوڑتی ہے۔

عبد اللطیف کے لئے وہ دن جو اس کی سنگساری کا دن تھا کیسا مشکل تھا۔ وہ ایک میدان میں سنگساری کے لئے لایا گیا۔ اور ایک خلقت اس تماشا کو دیکھتی تھی مگر وہ دن اپنی جگہ کس قدر قدر و قیمت رکھتا ہے اگر اس کی باقی ساری زندگی ایک طرف ہو اور وہ دن ایک طرف تو وہ دن قدر و قیمت میں بڑھ جاتا ہے۔ زندگی کے یہ دن بہر حال گذر ہی جاتے ہیں۔ اور اکثر بہایم کی زندگی کی طرح گذرتے ہیں۔ لیکن مبارک وہی دن ہے جو خدا تعالےٰ ...... کی محبت و وفا میں گذرے فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس لطیف اور عمدہ غذائیں کھانے کے لئے اور خوبصورت بیویاں اور عمدہ عمدہ سواریاں سوار ہونے کو رکھتا ہے۔ بہت سے نوکر چاکر ہر وقت خدمت کے لئے حاضر رہتے ہیں مگر ان سب باتوں کا انجام کیا ہے؟ کیا یہ لذتیں اور آرام ہمیشہ کے لئے ہیں۔ ہرگز نہیں ان کا انجام آخر فنا ہے۔

مردانہ زندگی یہی ہے کہ اس زندگی پر فرشتے بھی تعجب کریں۔ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ اس کی استقامت اخلاص اور وفاداری تعجب خیز ہو۔ خدا تعالےٰ نامرد کو نہیں چاہتا۔ اگر زمین و آسمان بھی ظاہری اعمال سے بھر دیں۔ لیکن ان اعمال میں وفا نہ ہو تو ان کی کچھ بھی قیمت نہیں کتاب اللہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک انسان صادق اور وفادار نہیں ہوتا۔ اس وقت تک اس کی نمازیں بھی جہنم ہی کو لیجانے والے ہوتی ہیں۔ جب تک پورا وفادار اور مخلص نہ ہو ریاکاری کی جڑ اندر سے نہیں جاتی ہے۔ لیکن جب پورا وفادار ہو جاتا ہے۔ اس وقت اخلاص اور صدق آتا ہے۔ اور وہ زہریلا مادہ نفاق اور بدعملی کا جو پہلے پایا جاتا ہے۔ دور ہو جاتا ہے۔

اب وقت تنگ ہے میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اسیطرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے یہ آخری زمانہ ہے

اخبار احمدیہ

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب لاہور میں۔ گذشتہ اشاعت میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے اس ہفتہ میں امروہہ سے ... لاہور تشریف لانے کی امید دلائی گئی تھی۔ بحمد اللہ ... اگست ۱۹۱۷ء کو ۱۲ بجے دوپہر کی گاڑی سے حضرت موصوف بمعہ عیال واطفال ... لاہور پہنچ گئے حضرت مولینا کی صحت بحمد اللہ رو بترقی ہے۔ پہلے سے بیماری کو بہت افاقہ ہے۔ اللہ تعالےٰ آپکو پورے طور پر صحت یاب فرمائے۔ آمین۔ آپ کو امروہہ سے ساتھ لانے کے لئے مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور سے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن جس ٹرین میں آپ امروہہ پہنچے ... ہو کر براہ مرادآباد آنے کے لئے حضرت مولینا پہلے سے سٹیشن پر آ گئے ہوئے تھے۔ آپ کا لاہور آنا بہت سی برکات اور فوائد کا موجب ہوگا انشاء اللہ ... سب سے بڑھ کر جماعت خفہ احمدیہ کو اس بات پر سجدات شکر بجا لانے چاہئیں کہ وہ پاک انسان جس نے ایک وقت مسیح موعود کی خاطر اپنی ملازمت کو ترک کیا تھا۔ اور اس مامور من اللہ کی محبت میں ایسی ایسی خدمات دینیہ کو سرانجام دیا تھا کہ جس کی نظیر سلسلہ میں ملنی مشکل ہے۔ وہی خدا کے برگزیدہ کا پیارا ... الناظر آج الہی کے ساتھ ہے اور ان کی تائید اور نصرت کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر مدینۃ المسیح لاہور میں آ بیٹھا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے وجود کو اس سے بھی زیادہ بابرکت کرے۔ اور آپ کے پاک فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق ہم سب کو عطا فرمائے آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بفضلہ ایبٹ آباد میں بخیر و عافیت ہیں اور ... ترجمۃ القرآن کے کام میں ہی مصروف ہیں۔

حضرات شاہ صاحب و مرزا صاحب و شیخ صاحب بفضلہ بخیریت ہیں ... خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف۔

داروغہ عبد المجید صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کوٹ ... شاہ صاحب کی گاڑی میں سے اترتے ہوئے افسوس ہے کہ گر پڑے ... اور بہت سخت چوٹیں لگیں ... اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔

بکسری جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب سنا ہے کہ ... کے عہدہ پر تبدیل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے ... بھی زیادہ ترقی دیوے۔ والسلام ...

رسید ... پشاور سے حسب ذیل چندہ موصول ہوا ...

چندہ جماعت ... [illegible]

و نوٹا کی ببیاں اور اگر یہ صرف عبرانی تسلسل ہے تو قبطی زبان کی لفظ کامت زمیاں کی تو یہ عبارت تکوین مشکلات کا مجموعہ ہے۔ لیکن اگر کدش ... ابراہیم اور دو شمال عرب میں ہیں۔ اور حام مختفر ہے برہم (جرہم) کا تو تمام ذہنی مشکلات رفع ہو جاتی ہیں۔ اور کنعان کی نسبت تو بالخصوص معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ عربی نام ہے۔ یہ بات محقق ہے کہ تقریباً ہم ہزار سال قبل از مسیح بنی سام کی ایک موج عرب سے اٹھی اور بابل کو تو یقیناً غالباً کم و بیش شام اور فلسطین کو غرقاب کر دیا۔ اور ۲۸۰۰ اور ۲۶۰۰ کے درمیان ایک دوسری موج عرب سے اٹھی۔ اور نہ صرف بابل بلکہ شام اور فلسطین اور غالباً ایجپٹ پر چھا گئی۔ اس سے تھوڑی مدت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عظیم موسس شہنشاہی و تمدن حمورابی (ابو جرہم) تمام ممالک بابلیہ کا پہلا بادشاہ ہوا۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس کے نام کا پہلا جزو جس کو کتاب تکوین میں حام پدر کنعان لکھا ہے اس کے عربی الاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اس عبارت سے علاوہ اس کے کہ کنعان کے عرب میں ہونے کا اقرار ہے۔ اور یہ کہ بنی سام کا اصلی وطن عرب تھا۔ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم کا خاندان کیونکر بابل پہنچا۔ اور پھر جب انہوں نے دیکھا کہ دولت اور حکومت نے ان کی قوم کو بالکل ناقابل اصلاح کر دیا تو وہ اپنے آبائی ملک اور قومی و مذہبی مرکز کی طرف واپس آئے۔ پہلے کنعان پہنچے۔ اور پھر وہاں سے برابر جنوب کی طرف بڑھتے گئے تا آنکہ بیت ایل تک پہنچے۔ قدیم مرکز توحید کو نئے سر سے زندہ کیا۔

تعیین مصر ہمارا دعویٰ ہے کہ مصر سے یہاں پر صرف عرب کا شمالی و مغربی حصہ مراد ہے۔ کنعان سے جنوب بھی پڑتا ہے نہ مصر نیل۔ انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ اسیریا کے کتبوں سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مصر سے صرف عرب کا شمالی و مغربی حصہ مراد ہے اور بائبل مصر نیل کی طرف اشارہ کرتی ہے اس لئے اس مسئلہ پر علماء میں بہت بحث رہی مگر بالآخر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ بیشک مصر کا اطلاق عرب کے شمال و مغربی حصہ پر ہوتا تھا۔ بعض اہل نظر ہر موقع پر یہی مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ تعمیم ٹھیک نہیں۔ خلاصہ یہ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ بائبل میں ہر جگہ مصر سے عرب کا شمال و مغربی گوشہ مراد لینا چاہئے لیکن رحلت ابراہیمی میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کنعان سے نکلے اور مصر سے گذرتے ہوئے جنوب کی سمت میں برابر چلتے رہے تو مصر نیل جو بہت دور مغرب کی طرف ہے۔ کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔

بیت ایل بیت ایل کا بیت المقدس کے پاس فلسطین میں ہونا جیسا کہ اہل کتاب کا دعویٰ ہے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) یہود نے اولاً عرب میں قوت حاصل کی۔ اور آہستہ آہستہ شمال کے ممالک فتح کئے۔ حضرت داؤد کے زمانہ تک فلسطین مفتوح نہ ہوا تھا۔ اور قوم یہود شمال و مغربی عرب میں پڑی رہی جب فلسطین پر تسلط ہو گیا تو حضرت سلیمان نے وہاں بیت المقدس بنایا۔ اس کے بعد یہود نے اس کی بزرگی ثابت کرنے کے لئے بہت سی روایتیں اپنے صحف میں داخل کر دیں یہود کی یہ عام عادت تھی کہ اشخاص اور مقامات کے ناموں کے متعلق روایتیں گھڑ لیا کرتے تھے۔ اور قدیم ناموں کو بدل کر نئے نام رکھ دیتے تھے۔ چونکہ یہ روایتیں مختلف زمانوں میں مختلف مصنفین نے داخل کی ہیں ان کا تناقض اور بے ربط ہونا بادنیٰ تامل ظاہر ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کی نسبت قصے داخل کر دیئے گئے ہیں کہ وہ بیرشبع سے سفر کر کے شمال میں گئے اور بیت المقدس کے پاس بیت ایل میں آئے۔ انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ یہ تینوں قصے غلط روایات سے ماخوذ ہیں۔ اس زمانہ میں جو فلسطین کی حالت تھی اسکے رو سے خلاف قیاس ہیں۔ بالخصوص حضرت ابراہیم کے متعلق جو روایت ہے کہ وہ بتقریب جنگ بیت المقدس کی طرف گئے اور وہاں یروشلم کے ایک نبی بادشاہ سے جنکا نام ملک صدق تھا ملاقات کی اور مال غنیمت کا عشر ادا کیا اس کی نسبت اہل نظر لکھتے ہیں کہ بالکل بے ربط قصہ ہے اور بعد کو داخل کیا گیا ہے اس قصہ کی صحت یا قدامت کا ثبوت نہ تو مسکانی حروف کے کتبات سے ملتا ہے نہ اور کہیں سے۔

(۲) یہود کی مختلف روایات نے بیت ایل کو ایسا مشتبہ کر دیا کہ اس کی تعیین وہ خود نہ کر سکے۔ بالآخر ایک مقام کو نامزد کیا اور اسکو بیت المقدس سے گیارہ میل شمال میں قرار دیا۔ یہ اس لئے تاکہ بیت المقدس کو مذبح ابراہیمی قرار دیں کیونکہ ان کے یہاں یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بیرشبع سے صبح کو چلے اور تیسرے روز مذبح کے پاس پہنچے مگر یہ روایت خود باطل ہے بیت ایل سے مذبح کیوں اتنی ... رکھا۔ اور پھر بیت ایل اصلی معبد تھا تو یہ بات کیونکر تسلیم کی جائے کہ حضرت ابراہیم کے بنا کردہ معبد کو چھوڑ کر حضرت سلیمان نے اس سے گیارہ میل ہٹ کر بیت المقدس کی بنیاد ڈالی۔

(۳) بیت ایل کو لکھا ہے کہ حبرون میں ہے اور پھر ایک جگہ لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں ... کا نام ... تھا۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ارکان نماز

کے متعلق

حضرت خواجہ صاحب سے ایک سوال اور اُسکا جواب

آئے دن بہت سے خطوط حضرت خواجہ صاحب کے نام ایسے آتے ہیں جن میں اسلامی مسائل کے متعلق بہت سے دلچسپ سوالات کے جواب طلب کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ نہایت ہی دلچسپ اور قابلانہ سوال ایک شخص نے اٹھایا ہے۔ کہ

(۱) صرف محبت الٰہی کی آگ ہوتی ہے جو ایک عابد انسان کو اس معبود حقیقی کے آگے سربسجود کر سکتی ہے یہ ضروری نہیں کہ رکوع اور سجدہ کی ظاہر حرکات ہی ضرور اس سے صادر ہوں۔ تو اس کی عبادت ہو گی۔ بلکہ جو بھی محبت الٰہی کی آگ دل میں رکھتے ہوئے عبادت کرتا ہے وہی حقیقی طور پر عابد ہے۔ خواہ اس کی ظاہر حرکات کیسی ہی ہوں۔ اسی لئے عابد انسان تمام اُن لوگوں کو جو اپنے اپنے طرز پر معبود حقیقی کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انہیں ایک جیسا سمجھتے ہیں وہ اس پر کفر یا جہنم وغیرہ کا کوئی فتوے نہیں لگاتے۔ نماز کی حالت میں وہ شخص جو بالکل اللہ تعالےٰ کی محبت میں مستغرق ہو۔ ایسا کہ گویا فنا فی اللہ کی حالت اس پر وارد ہو جائے اُسکو پھر کسی دوسری چیز کی ہوش یا خبر تک نہیں ہوتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق روایت ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کو چیرا دیکر آپ کی ران میں سے تیر نکالا گیا۔ لیکن آپکو ذرا بھر درد محسوس نہیں ہوا" اس سوال کا جو کچھ جواب حضرت خواجہ صاحب نے دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

اس میں شک نہیں کہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہماری نماز کی اصلی روح ہے اور ہونی چاہئے۔ لیکن اسلام کے سوائے دوسرے کسی مذہب نے اللہ تعالےٰ کی پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ عبادت کرنے کے لئے صفات الٰہی کے انتخاب میں اس خیال کو پوری وسعت کے ساتھ مدنظر نہیں رکھا۔ محبت اور عبادت حسن اور احسان کو چاہتی ہے۔ اور اسلامی نماز میں ہمیں اللہ تعالےٰ کے اس حسن اور احسان کو یاد دلایا جاتا ہے۔ جو اس تمام کائنات کے اندر ایسے رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ کہ اس سے ہماری فرحت و انبساط میں اضافہ ہوتا اور ہماری ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہمارے اندر بعض جذبات اور خواہشات کو پیدا کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت وہی جذبات و خواہشات ہی ہیں جو ہماری تمام کوششوں اور سرگرمیوں کا اصلی منبع ہیں۔ جو چیزیں ہمیں پورے طور پر محظوظ کرنیوالی ہوں۔ وہ ہمیں محبوب ہو جاتی ہیں اور اس کے بالمقابل جن چیزوں سے ہماری خواہشات پوری نہ ہوں۔ یا جذبات کو صدمہ پہنچے۔ ان سے ہمارے اندر غصہ اور نفرت جوش زن ہوتی ہے۔ یہ تمام کائنات ہماری خوشی اور مسرت کا ذریعہ ہے۔ اور اس لئے اس کے پیدا کرنے اُسکو قائم و برقرار رکھنے اور اُس کی پرورش کرنے والے کے لئے قلب میں سے تشکر و امتنان کی لہریں اٹھتی اور اُس کی حمد کے چشمے اُبلتے ہیں۔ اس دُنیا کی پرورش کرنے اور اسے تکمیل تک پہنچانے والا ایک ہی معبود برحق ہے جس کی قدر اور عزت ہم پر واجبی طور پر فرض ہے اور اس معبود حقیقی کی محبت ہمارے دل میں موجزن ہونی چاہئے یہ وہ جذبہ ہے جو ہمیں اس وقت محسوس ہوتا ہے جب ہم اسلامی نماز کا سب سے پہلا فقرہ اپنی زبان سے نکالتے اور اپنے قلب کے اندر سے اس زبردست آواز کی گونج سنتے ہیں جو الحمد للہ رب العلمین کے الفاظ سے پیدا ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمیں ایسی ہی محبت اور تشکر و امتنان کے جذبہ سے معمور ہو کر عبادت الٰہی میں منہمک ہونا چاہئے۔ لیکن کیا آپ اس احساس کے جو آپ اپنے قلب کے اندر پاتے ہیں اور اس کے بیرونی اظہار کے درمیان کوئی ایسی حد فاصل اس قدر باریک بینی کیساتھ قائم کر سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسری سے جُدا کر دے۔ کیا آپ کوئی ایسی ذہنی کیفیت بتا سکتے ہیں۔ کہ جس کی رو سے انسان کی بیرونی حرکات و سکنات ... اندرونی جذبہ یا احساس کے محتاج ثابت نہ ہو سکیں کیا اول الذکر کی جدائی مؤخر الذکر سے کسی صورت میں بھی ہونی ممکن ہے۔ جسمانیات کی روحانیات کیساتھ یہاں تک آمیزش اور اتحاد ہے کہ کسی بھی خیال اور ارادہ کا جو دل کے اندر پیدا ہو۔ ظاہر جسم پر اثر نمایاں ہونے بغیر رہ سکتا ہی نہیں اور نہ ہی ظاہر جسم سے کوئی ایسی حرکت ہی سرزد ہو سکتی ہے جس کا ہمارے قلب کے اوپر کوئی اثر نہ ہو۔ عام طور پر خاص خاص نشانات و حرکات خاص خاص معنی رکھتے ہیں خیالات اپنا خاص رنگ رکھتے ہیں۔ اور اس طرح ہر ایک جسمانی حالت اور حرکت ایک خاص کیفیت قلبی کا مظہر ہوتی ہے۔ اگر یہ سب باتیں حقیقت ہیں۔ اور انسانی قلب ان کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا تو ہم عبادت کی اس ظاہر حالت اور صورت سے بھی کیسے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ عبادت بیشک ہمیں محبت کی آگ سے مشتعل ہو کر کرنی چاہئے لیکن آگ کی افروختگی میں بھی شعلہ کی کوئی ایک شکل ہونی چاہئے کیا ہمارے الفاظ ہمارے دل کی حالت کا نقشہ اور کسی اندرونی کیفیت کو بیرونی شکل میں ظاہر نہیں کرتے۔ کیا جذبہ محبت کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ الفاظ اس کیفیت کا جو دل کے اندر ہے نقشہ کھینچتے اور اسے ترتیب دیتے اور مضبوط بناتے ہیں۔ الفاظ اور اشارات کے اندر ہم کس طرح سے کوئی حد فاصل قائم کر سکتے ہیں۔ پھر کیا ہم نماز کے الفاظ سے اپنے آپ کو علیحدہ کر سکتے ہیں سوچ و فکر بہت ہی مفید ہے۔ لیکن اُسے نشوونما دینے کے لئے تمہیں ایک چیز سے گذر کر دوسری چیز تک پہنچنے کی ضرورت ہے تم الفاظ کو اپنے دل میں قائم کرتے ہو۔ اور اُن الفاظ کے ذریعہ سے خیالات کا ایک منظر تمہارے دل کی آنکھوں کے سامنے سے ہو کر گذرتا ہے اور یوں اس سے تمہاری قوت متفکرہ کو خاص خاص الفاظ کے پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے اور میرے نزدیک الفاظ اور اشارات ایک ہی چیز ہیں۔ قلب کے اندر کی بعض باتوں کے اظہار کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے الفاظ سے کام لو یا اشارات سے۔ بات دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے پھر اس سوال کا سائیکالوجی (علم النفس) کے لحاظ سے ایک اور بھی پہلو ہے۔ ہمیں بعض باتوں کا احساس ہوتا ہے۔ یا بعض خیالات ہمارے قلب میں موجزن ہیں اس احساس اور ان خیالات کو اگر تقویت دینا ہو ... کے لئے ان کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے بہت فائدہ ہو گا۔ بعض اوقات ایک نہایت ہی عمدہ خیال ہمیں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ابتداء میں اکثر اوقات وہ بہت ہی بھدا سا ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم قلم اور دوات لیکر بیٹھتے اور اسے کاغذ کے اوپر الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں۔ یا اپنے کسی دوست سے اس پر گفتگو اور بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ تو پھر وہ نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ ایک عمدہ رنگ اختیار کر لیتا ہے اور یوں وہ بات جو ابتداء میں ایک بیج سا تھا۔ اب پورا اور عالیشان درخت بن جاتا ہے ان باتوں پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ ہماری اندرونی تحریکات و جذبات اور اُن کے بیرونی اظہار کے متعلق ہماری ظاہر حرکات کیونکر باہم ایسی ملی ہوئی ہیں۔ کہ وہ دونوں ایکدوسری سے علیحدہ نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ ازیں اگر آپ عبادت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو بالضرور کوئی خاص شکل و صورت اختیار کرنی ہو گی۔ ضرور ہے کہ تم ایسی حالت میں بیٹھو۔ یا لیٹ جاؤ۔ یا جھک جاؤ یا کھڑے ہو جاؤ۔ بہر حال وہ کوئی نہ کوئی وضع اور صورت ہو گی جو تمہیں اختیار کرنا ہو گی یا تم اختیار کرو گے۔ پس ایسی حالت میں جب نماز میں تمہارے لئے کسی نہ کسی وضع کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ تو کیوں تم ایسی وضع کو اختیار نہ کرو۔ جو محبت۔ فروتنی۔ عزت و عظمت۔ کامل اطاعت اور تشکر و امتنان کے جذبات کو پیدا کرنے والی ہو۔ اگر ہمارے روزانہ عبادت میں ایک خاص وضع کا اختیار کرنا دل کی خاص کیفیت کا مظہر ہوتا ہے۔ تو مجھے یقین ہے کہ میں کبھی ایسی حالت میں ان حرکات سے کام نہ لونگا۔ جو میرے اپنے خیال کے مطابق غرور و نخوت۔ خود بینی اور ... و مذاق کو ظاہر کرتی ہو۔ میں جو کہ اللہ تعالےٰ سے محبت اور پیار رکھتا ہوں۔ اپنے محبوب کی مہربانی اور اس کے افضال کو حاصل کرنے کے لئے بعض اوقات اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہوں بعض دفعہ جھکتا ہوں۔ اور پھر سجدہ میں گر پڑتا۔ اور نہایت مضطربانہ عاجزی کی تمام ظاہر علامات سے اس اپنی محبت کے بدلہ کی التجا اور سوال کرتا ہوں۔ میں اس محبوب برحق اور جلیل القدر بادشاہ کے حضور اقدس میں تکبر و غرور کے تمام خیالات و احساسات سے علیحدہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں خاکسار ہوں۔ اور جب میں اپنے سر کو زمین کے اوپر رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو خاکساری کی انتہا تک پہنچا دیتا ہوں۔

آپ کا ...... خواجہ کمال الدین

تصدیق المسیح

زار کا حال زار اور مولوی ثناء اللہ کا اعتراض

(۳)

تیسری بات جو مولوی ثناء اللہ نے بصورت اعتراض پیش کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے زلزلہ عظیم کی پیشگوئی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "وہ پیشگوئی میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئیگی"۔ لیکن ہر ایک شخص بلکہ ایک بچہ بھی جسے موجودہ جنگ کے عبرت انگیز نتائج سے ہندوستان کے بالخصوص حصہ لینے اور ان مصائب و آلام کا کچھ تھوڑا سا بھی احساس ہے۔ جو اہل ہند کو اس جنگ کی طفیل پیش آرہی ہیں۔ مولوی ثناء اللہ کے اس اعتراض پر بے اختیار ہنس دیگا۔ معلوم نہیں مولوی فاضل نے کس بناپر اس بات کو قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ کیا اس لئے کہ یہ موجودہ ہولناک جنگ ہم سے بہت دور چھ ہزار کوس پر جاری ہے۔ لیکن کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ اس جنگ کے نہایت ہی دردناک نتائج کا سامنا آج خود ہمارے اس ملک کو بھی کرنا پڑا ہے۔ اور باقی تمام ممالک سے بڑھ چڑھ کر کرنا پڑا ہے۔ صرف اپنی جانوں اور اموال سے ہی اہل ہند نے مشفق برطانیہ پر فدا ہو کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے گویا مسیح موعودؑ کے ملک کے بھی مبتلائے زلزلہ عظیم ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ دیگر مختلف معاشرتی و اقتصادی اور تمدنی نقصانات نے بھی جو موجودہ جنگ عظیم کا لازمی نتیجہ ہیں۔ کھلے طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہندوستان کا قدم اس زلزلہ عظیمہ کا مورد ٹھیرنے میں دیگر بہت سے ممالک سے آگے ہے ہندوستان جو پہلے ہی دنیا کے دیگر ممالک کے بسبب اپنی عزت و اخلاص کے جو خود اہل ہند کی غفلت شعاریوں کا نتیجہ ہے سب سے پیچھے تھا۔ جنگ کے ان تاثرات سے اور بھی نڈھال ہو چکا ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ اس کا یہ نڈھال ہونا چونکہ اپنے بادشاہ کے لئے ہے۔ اور اسی پر سے وہ اپنا سب کچھ نثار کر رہا ہے اس لئے چنداں قابل افسوس نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مصیبت اور دکھ آخر مصیبت اور دکھ ہی ہے۔ خواہ کوئی اسکو مفید سمجھے یا مضر۔ اور اس میں شک ہی کیا ہے کہ مصائب کسی آیندہ فائدہ کا ہی پیش خیمہ ہوتی ہیں اور عذاب کی بھی علت غائی یہی ہوا کرتی ہے۔ کہ لوگ اس سے عبرت پکڑ کر آئندہ راہ راست پر آئیں۔ اور نعمائے الٰہی کے مورد ٹھیریں سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہندوستان پر بھی وہ عذاب آیا۔ گو اس کی حقیقی آماجگاہ ایک دور و دراز جگہ ہے۔ لیکن مسیح موعودؑ کا اپنا ملک بھی اس کے اثر اور شدید ترین اثر سے خالی نہ رہا۔ اور اس لئے آپ کے یہ الفاظ سچے ثابت ہوئے۔ کہ "وہ پیشگوئی میرے ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئیگی"۔

یہاں تک تو صاف ہے حضرت مسیح موعودؑ نے جو اپنے ملک میں اس کے ظہور پذیر ہونے کا وعدہ دلایا تھا۔ وہ تو صحیح ثابت ہوا۔ گو مولوی ثناء اللہ کو اس سے انکار ہے۔ لیکن کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہاں حضرت مسیح موعودؑ کا اس کے اپنے ہی ملک میں ظہور پذیر ہونے کا وعدہ دلانے سے مطلب یہ تھا۔ کہ وہ آپ کے ملک سے باہر ظہور پذیر نہ ہوگی۔ اس کا ثبوت معترض کے ذمہ ہے۔ بلکہ اسکے خلاف ہم آپ ہی کے الفاظ سے یہ دکھا سکتے ہیں۔ کہ آپ اس زلزلہ کو عالمگیر سمجھتے تھے۔ اور کسی ایک ملک کے لئے ہی خاص نہیں کرتے تھے۔ علاوہ ان الفاظ کے جو اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے نظم اور نثر میں آپ نے لکھے ہیں۔ اور جو صاف طور پر کسی شدید اور عالمگیر آفت کے ظہور پذیر ہونے کے مظہر ہیں۔ کھلے لفظوں میں بھی آپ نے اسے عالمگیر قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسی ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۹۳ پر آپ لکھتے ہیں۔ کہ

> "وہ زلزلہ پہلے زلزلہ سے بڑھکر ہوگا۔ اور اس میں قیامت کے آثار ظاہر ہونگے اور دنیا میں ایک انقلاب پیدا کریگا"۔

کیا ان کھلے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی مولوی فاضل کا یہ اعتراض حق بجانب ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے اس پیشگوئی کے صرف اپنے ملک میں واقعہ ہونے کی خبر دی ہے۔ اگر آپ کی مراد "میرے ہی ملک" کے الفاظ سے وہی ہوتی جو مولوی فاضل نے لی ہے تو پھر آپ یہ کیوں لکھتے۔ کہ

"دنیا میں انقلاب پیدا کریگا"

پھر جس قدر انقلاب اس جنگ نے دنیا کے اندر پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی ایک متنفس ایسا نہیں رہا۔ جو اس انقلاب سے متاثر نہ ہوا ہو۔ اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں خود "مولوی فاضل" کا اپنے اخبار کے متعلق گرانی کاغذ کی شکایت کر کے ایزادی قیمت کا سوال اٹھانا اس اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اس زلزلہ عظیم کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ پھر یہ کہنا کسقدر غلط ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے ملک کے اندر ظہور پذیر ہونے کی خبر دی تھی اور وہ ہندوستان کے اندر ظہور پذیر نہیں ہوا۔ حالانکہ ہماری یہ ہیلیں اور بلبیلوں خاندانوں کی تباہیاں بتا رہی ہیں۔ کہ ہندوستان بھی اس زلزلہ سے بچا نہیں رہا۔ کوئی ان دکھیا دل بیواؤں اور ان یتیم بچوں سے جا کر پوچھے۔ جن کے خاوند اور جن کے شفیق اور مہربان باپ اس جنگ کی نذر ہوئے پھر ان سے پوچھو کہ کیا ابھی کوئی زلزلہ ہندوستان میں نہیں آیا۔ لتعصب کو اگر بالائے طاق رکھکر شہادت دی جائے تو اس سے بڑھکر زلزلہ اور کیا ہوگا۔ جو ہندوستان میں بھی آیا اور باقی کل دنیا میں بھی۔ اور یوں خدا کے مامور کی صداقت دنیا میں ظاہر ہوئی خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ اور وہ سب کچھ سچ ثابت ہوا۔ جو اسکے پیارے اور برگزیدہ انسان نے اس سے خبر پاکر بتایا تھا۔ نا فہم منکرین کا کام ہی اعتراض کرنا ہے۔ سو انہیں کرنے دو۔ کہ اس میں بھی اس مامور الٰہی کی صداقت کا اظہار ہے۔

اس سے پیشتر اس اعتراض کا بھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کے اپنی زندگی میں پورا ہونے کی خبر دی تھی تفصیل کے ساتھ جواب دیا جا چکا ہے۔ اس کے متعلق ایک اور بات یہ بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ اس ضمیمہ براہین احمدیہ میں آپ نے اس پیشگوئی کی میعاد ۱۶ برس قرار دی ہے۔ اور کھلے الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ

> "بہرحال وہ سولہ سال سے تجاوز نہیں کریگی"

پس ۹ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء کے بعد جو اس پیشگوئی کی تاریخ ہے سولہ برس تک کا حساب اگر کیا جائے تو سنہ ۱۹۲۱ء بنتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی اپنی میعاد کے اندر سنہ ۱۹۲۱ء سے پہلے ہی پوری ہوئی اور میعاد سے تجاوز اس نے نہیں کی۔ اگرچہ بموجب الہام الٰہی رب اخر وقت ھذا حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے لحاظ سے اس میں تاخیر ڈال دی گئی۔ یہ آپ کے بعد واقعہ ہوئی۔ پس اس میعاد نے صداقت کو اور بھی روشن کر دیا۔ گنجائش کوئی سمجھے۔

اپنی کمزوری کا یارب تجھ سے استظہار ہے

بے کسوں کا اے خدا تو ہی تو بس اک یار ہے
غم رسیدوں کا الٰہی! تو ہی اک غمخوار ہے

قدرداں دل کا نہیں پایا کوئی تیرے سوا
عشق بازوں کے لئے تو ہی تو اک دلدار ہے

عمر بھر گرچہ گناہوں میں نہ کی ہم نے کمی
تجھ سے بخشش کی تمنا ہے۔ کہ تو غفار ہے

بے اطاعت بے مدد حاصل نہیں ہوتی ہے خیر
اپنی کمزوری کا یارب! تجھ سے استظہار ہے

مشغلہ دنیا میں رہکر چاہئے رکھنا کوئی
دہر میں رہکر عجب یہ ہے کہ تو بیکار ہے

تم ہو عاجز خاک سے اس نے بنایا ہے تمہیں
کچھ کہو تو کس بنا پر تم میں استکبار ہے

کس مرض کا ہے اثر جس سے گھلے جاتے ہیں ہم
اے طبیبو! کچھ بتاؤ تو یہ کیا آزار ہے

قوم کے اقبال کے افسوس دن جاتے رہے
جس طرف دیکھیں نظر آتا ہمیں ادبار ہے

قوم پر اپنی گھٹا افلاس کی ہے چھا گئی
غیر قوموں میں جسے دیکھو وہ ہی زردار ہے

خدمت دینی کا دل سے شوق سب جاتا رہا
کچھ پتہ لگتا نہیں یارب! یہ کیا اسرار ہے

خوبرو نازک بدن غنچہ دہن کی ہے ہوس
جان و دل اس پر فدا کرنے پہ ہی اصرار ہے

چاہ غبغب میں کوئی ڈوبا اگر حسرت کے ساتھ
چاہ غفلت میں کوئی گر کر ہوا غمخوار ہے

قوم کی کشتی نہ ڈوبے کام وہ یارو! کرو
شعر بازی سے بھلا امجد کہیں کچھ کار ہے

ثروت و صنعت کی جانب پھیرے سب کی عنان
لیڈران قوم آگے فقط یہ [illegible]

[illegible]

مراسلات

فرقہ محمودیہ کی اعلےٰ ممبروں کی تبدیلی عقاید کے نمونے

جناب سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے اپنے رسالہ "الانذار" میں ایک طویل نظم لکھی ہے جس میں سے یہ چند شعر بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کرکے التجا کرتا ہوں۔ کہ ہر ایک مسلمان کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے خاتمہ بالخیر کے لئے ہر وقت دعا کرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی طفل مکتب کو مرشد کر لینے سے عقائد صحیحہ اسلامیہ کو خیرباد کہکر خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بنے۔ وھو ھذا

کسی کا آنا حدیثوں میں آخر آیا ہے
یہ ذکر ختم رسالت نے خود اٹھایا ہے

اور آنیوالے کا حلیہ الگ بتایا ہے
پھر اسکے وقت کا نقشہ بھی خود دکھایا ہے

پھر اسکی خدمتیں خود ہیں بیان فرمائیں
غرض کہ ہیں تو ساری گئی ہیں بتلائیں

کیا ہے ذکر مسیحائے صاحب انجیل
اور اسکے حلیہ کی بھی ہے حدیث میں تکمیل

جدائی حلیہ کی باہم جدائی کی ہے دلیل
نبی نے فرق ہی کی بتائی ہے یہ دلیل

کہا ہے اس نے خود خاتم النبیین ہے
یہ بات صاف ہے سمجھیگا جو کہ اہل یقین ہے

ہے کون ختم رسالت کے بعد جو آئے
مطاع جسکے نبی کیوں مطیع کہلائے

ہے کون مہر نبوت کو جو کہ لے جائے
خدا کا حکم بھلا کس طرح سے ٹل جائے

گئے رسول بھی دنیا میں پھر کے آتے ہیں
خدا کے فعل میں ہم تو یہی پاتے ہیں

یہ وقت امت احمد پہ نازک آیا ہے
کہ آنیوالے نے آکر اسے ملایا ہے

سماں مہیب ہے جو اس نے اب کہا یا ہے
سخن عظیم ہے جو منہ پہ اس کے لایا ہے

غضب ہے اور زمانہ ہلا دیا اس نے
کہ رستخیز کا نقشہ دکھا دیا جس نے

وہ کہہ رہا ہے کہ حجت تمام کرتا ہوں
نہ رد کرو مجھکو کہ میں حق کا کام کرتا ہوں

خدا کے دین کو مشہور عام کرتا ہوں
بلند دنیا میں احمد کا نام کرتا ہوں

نہ چھیڑو مجھکو کہ اسلام مجھکو پیارا ہے
مٹے یہ دین ہی یہ کام مجھکو پیارا ہے

مسیح آگیا جو چاہے اب کرے انکار
قدم ہو دکانے یا ہوا سکے وہ [illegible]

ظہور حق بھی تو ہو کر رہیگا آخر کار
یہود ی امت احمد سے ہو نہیں [illegible]

فلک جھکا کا نہ جھکے جنگ دل خدا کی پناہ [illegible]
خسوف ہو گیا ان کی سیاہ دلی پہ گواہ [illegible]

مختصراً دیکھو رسالہ "الانذار" مؤلفہ حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

۱ - اب میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے جس شخص کی بیعت کی ہے ختم نبوت کے خلاف یہ تعلیم دیتا ہے۔ **قائل ختم نبوت بمعنی لانبی مردود ہے** مختصراً دیکھو حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷ ... **نبوت کا دروازہ مسدود نہیں** - حقیقۃ النبوت صفحہ [illegible] میں بڑے زور سے اعلان کرتا ہوں کہ مرزا صاحب نبی ہیں۔ ... **نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے** - انوار خلافت صفحہ [illegible]

۲ - بعض نادان کہتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا ... حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۵۵ - کیا میر صاحب کا یہی اعتقاد ہے ... **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** کسی نادان کا قول ہے (العیاذ باللہ) اور کیا مرزا صاحب بھی بنسبت آپ کے مرشد کے نادان ہی تھے۔ جس نے یہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۹ پر لکھا ہے کہ "نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا"۔ اور کیا آپ مانتے ہیں کہ ... زیر بحث آپ کی نادانی پر بھی گواہ ہے۔

۳ - ہم خاتم النبیین کو بمعنے آخری نبی کے ہرگز نہیں لیتے قول المحمود مؤلفہ مولوی سرور شاہ صاحب صفحہ ۴۴ - کیا سید صاحب کے نزدیک خدا کا یہ حکم میاں صاحب کے اس قول سے منسوخ ہو سکتا ہے اگر ہو سکتا ہے تو پھر میر حامد شاہ صاحب بتاویں کہ ان کے نزدیک خدا بڑا یا محمود؟ اگر خدا بڑا ہے تو پھر میر صاحب بتادیں کہ وہ کس بناپر ایسے شخص کی بیعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ جو خدا کے احکام کی تبدیلی پر اسقدر دلیری سے کام لیتا ہے۔ کیا میر صاحب نے اپنے فیوض کے حصول کے لئے میاں صاحب کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کیا ہے۔ الفضل۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

۴ - آیت مبشراً ... میں احمد سے مراد مرزا صاحب ہیں نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم۔ مختصراً۔ انوار خلافت صفحہ ۱۸ ... اب میر صاحب اپنے ان اشعار مذکورہ ہیں جن میں جابجا لفظ احمد آیا ہے۔ اس کی شرح کرکے بتاویں کہ مسیحائے صاحب انجیل اور میر صاحب محمد رسول اللہ صلعم کو احمد سمجھتے اور سمجھتے رہے ہیں یا کہ مرزا صاحب کو احمد سمجھتے رہے - بینوا توجروا۔

اب میں جناب میر حامد شاہ صاحب کو انہیں کے اپنے ہی الفاظ منظومہ میں مخاطب کرکے ان سے ادائے شہادت کی درخواست کرتا ہوں۔ دیکھئے۔ میر صاحب کیا جواب دیتے ہیں

تحقیق الادیان

ملیریل فیور اور وید مقدس

حضرت ملیریا (موسمی بخار) کے نام نامی سے کون ہے جو واقف نہیں۔! ہندوستان میں برسات کے بعد آپ کا ندر ندرہ ہر شہر اور قریہ میں بڑے زور شور سے ہوتا ہے۔ متنوع طبائع کے لحاظ سے کسی گھر میں یونانی شربت چلتے ہیں، تو کسی میں فیور مکسچر نمبر فلاں اور فلاں کی بوتلیں خالی ہوتی ہیں۔ کہیں باٹلی والے کا کڑوا کسیلا عرق اس کا توڑ خیال کیا جاتا ہے۔ تو کہیں دیسی دوا خانہ یونانی دہلی کا عرق بخار۔ ایک طرف طبی رسالوں میں اس پر بحث ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف میڈیکل جرنلوں میں جدید مجربات شائع ہوتے ہیں۔ حفظان صحت کے افسر صاحبان اور میونسپلٹیاں اس کے خلاف یکسر علم جہاد بلند کرتی ہیں۔ اور حتے الوسع اس کے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تاہم جب یہ حضرت تشریف لاتے ہیں۔ تو بلا تخصیص مذہب وملت سن وعمر، امارت وغربت سب پر لرزہ ڈالکر اپنا سالیانہ وصول کر لیتے ہیں۔ کسی زمانہ میں ملیریا کی اس غارتگرانہ روش کا رُعب مصنفین وید مقدس پر بھی پڑ گیا۔ تو حسب معمول جس طرح کوئی شخص کسی شئے سے بدرجہ غائیت مرغوب ہو جاتا ہے تو اسکے قوے دقونی مانند پڑ جاتے ہیں۔ قوت تحقیق وتنقید معطل ہو جاتی ہے اور غور وفکر کا مادہ سلب ہو جاتا ہے۔ اُسکے آلات حواس کو بظاہر صحیح وسالم تاہم وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ ذی رُعب وسطوت شئے کے ماتحت ہو کر دیکھتا ہے۔ اُس کی تمامتر توجہ کا قبلہ حاجات وہی ذی رُعب شئے ہوتی ہے۔ اور وہ اُس سے اپنی جان بخشی کے لئے استدعا کرتا ہے۔ جذبہ خوف کے ان آثار جسمی اور کیفیات نفسی کو پیش نظر رکھکر وید مقدس کے ایک رشی کی آواز سنو (یا بقول آریہ سماج خود ایشور جی کی نوائے جانفزا) ملاحظہ ہو اتھرون وید اول ۲۵ کا منتر اتمام:-

(۱) یدگنر اپواد ہت پروش یتر اکرنوں دھرم دھرنو تما فسی تنترتا آہوہ پرم جنترم سہ نہ سمہ یددان پری ورنگدی تکمن۔

(۲) یدیر جہ یدی واس سنوجیہ شکل یشی یدی واتے جینترم ہرڈر ناماسی ہرتیہ دیوسہ نہ سمودوان پری ورنگدی تکمن۔

(۳) یدی سنوکو یدی وابھی سنوکو یدی والاگیو ورنساسی پترہ ہرڈر ناماسی ہرتیہ یدوا سہ نہ سمودوان پری ورنگدی تکمن۔

(۴) نمہ شیتائے تکمنے نمور وراے سنوجیش کرنومی۔ یوانیہ دیور بھے ادیورجیبیتی ہرتیکاے نمواسنو تکمنے۔

ترجمہ۔ جب آگ بھڑکی جب اُس نے پانی کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جہاں (جوں ہی) دھرم کے واقف کاروں نے اسکو سجدہ کیا۔ (وہ وہی) وہاں لوگوں نے بلند پیدائش والے کو پکارا اے تپ ہماری دُعا کو قبول کرکے ہم کو بچا۔ اگر تو چڑھنے والا ہے یا ورم ڈالنے والا یا تیری پیدائش ایندھن کا ٹکڑا طلب کرتی ہے تیرا نام ہرڈر (آتشدان) ہے زرد رنگ (بیمار) کے دیوتا اے تپ ہماری دُعا کو قبول کرکے ہمکو بچا۔ میں ٹھنڈے سرد بخار کو سجدہ کرتا ہوں۔ میں اُسکی جلانیوالی حدت کو ہاتھ جوڑتا ہوں دوسرے دن آنے والے۔ تیسرے دن آنے والے بخار کو سلام یا دو دن چڑھنے والے کو"

دیدک دھرم کے حامیو وید مقدس نے کیا عجیب اور نادر علاج بخار کا رقم فرمایا۔ کاش اس قسم کا طریق علاج خود ویدک کے حامی اپنے عمل میں تجویز فرماتے کہ جب کوئی تپ لرزہ کا مریض اُنکے ہاں علاج کے لئے آتا تو وہ فیور مکسچر کی بجائے اسے مشورہ دیتے کہ دیکھو بھئے بخار دیوتا کے سامنے سجدہ کرو اور بار بار اُسکو سلام کرو۔ اور اُس کے سامنے ادب سے دست بستہ کھڑے ہو جاؤ اور کہو اے تپ دیوتا آپ ہماری عرض قبول کرو اور تشریف لیجاؤ اے دو دن چڑھنے والے تجھکو سلام اے تیسرے کے بخار اے چوتھے کے بخار تجھ کو سلام!

بخار اُتارنے کا جادو کس قدر محیر العقول اور مافوق الفہم یہ بخار اُتارنے کا نسخہ ہے۔ تاہم ہمارے آریہ دوست جھنجھلا کر کہینگے ابھی یہ دعا ہے جو ایشور سے بخار اُتارنے کے لئے مانگنی چاہئے اور بخار اور بخار دیوتا سے مُراد ایشور جی ہیں جو دوسرے تیسرے اور چوتھے آچڑھتے ہیں۔ اس جواب کی غرض محض رفع الوقتی سمجھکر ہم آریہ دوستوں کو بخار کا ایک اور مجرب نسخہ خاص وید کے اسرار صدریہ میں سے سناتے ہیں۔ ہندی ویدک کے شوقین نوٹ کرلیں۔ جب کبھی ان کے پاس کوئی مصیبت کا مارا بخار زدہ آئے۔ تو ایک مینڈک پکڑ کر اُسکے گرد دو مختلف رنگ کے دھاگے باندھیں اور اتھرون وید ہفتم ۱۱۶ کا یہ اول اور دوم منتر پڑھیں۔

(۱) سنور ورائے چیونائے نودنائے دھرشنوے۔ نمہ شیتائے پورکام کرتوں۔

(۲) یوانیہ دیور بھے ادیور بھیتام منڈکم بھیت وسدتہ۔

ترجمہ:- جلانے والے کو سلام۔ لرزانے والے۔ حرارت دینے والے (یا آگسانے والے) شدت والے کو سلام۔ سرد بخار کے لئے سلام۔ جو اپنی قدیمی طرز پر کرنیوالا ہے (یعنے ہر سال باقاعدہ آتا ہے) وہ بے بھولا جو باری باری آتا ہے۔ یا دو دن متواتر آتا ہے اُترے اور مینڈک کو پکڑلے"

ایشور نے چاہا تو بخار کا مارا ہوا اور مینڈک دونوں راہی ملک بقا ہونگے۔ بخار زدہ تو اپنے بخار کی شدت سے اور مینڈک کے ساتھ ظلم کرنے کے سبب مینڈک کا جنم پانے کے لئے اور مینڈک انسانی جون میں آنے کے لئے۔ اسی طرح ہر مرض کا نسخہ خاص ویدک رشیوں کے مجربات میں سے اور اسرار صدریہ وید مقدس ہیں کا خاکسار سے بلا فیس دستیاب ہو سکتا ہے۔ فی الحال بال بڑھانے کا۔ سر درد۔ کان درد۔ جیسے بھوت پریت چمٹ جائے۔ یرقان کا۔ جنون کا۔ جذام کا۔ ہر قسم کے زہر کا تریاق۔ نظر بندی (جس کی جی چاہے نظر بند کرلو اور اس کا مال اُڑا لو۔ خاص وید کا مجرب) کل آسمان اور زمینوں کی چیزیں نظر آجانے کا نسخہ۔ طاقت بڑھانے کا (شیر، چیتا، ہاتھی، افعی کی سی طاقت اور پھرتی، منتر پڑھتے پڑھتے آجائے) دشمن کی ہلاکت کا نسخہ۔ اسقدر نسخے تیار ہیں۔ آریہ دوستوں کی خاطر بلا فیس ہی بتلائے جاتے ہیں۔

خاکسار۔ عبدالحق ودیارتھی۔

ابدی زندگی اور عشائے ربانی

پیغام صلح کی مجلد ثالث کے نمبر ۱۱ میں ہم نے عنوان بالا سے ایک ضروری مضمون شروع کیا تھا جس میں ہمارا منشا تھا کہ حضرت مسیح کے ان الفاظ کو پیش نظر رکھکر جو آپ نے ابدی زندگی پانے کے متعلق کہے۔ اور اس سے مسیحی دنیا نے عشائے ربانی کی رسم کا استدلال کیا۔ ان الفاظ کے اصل معانی پر غور کیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا حضرت مسیح کی ان الفاظ سے وہی مراد تھی جو مسیحی دنیا نے سمجھ رکھی۔ یا جیسا کہ آپ کا قاعدہ تھا۔ آپ نے تمثیلی رنگ میں ان الفاظ میں کسی اور حقیقت کی طرف رہنمائی کی تھی۔ جس کو آپ کے پیرو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اس مضمون کو جو اس میں شک نہیں کہ بہت پہلوؤں سے مفید ہو سکتا تھا۔ ہم نے محولہ بالا نمبر میں شروع تو کیا۔ لیکن ایک ہی نمبر لکھا جا سکا اور پھر خدا جانے یہ کیوں آجتک معرض التوا میں پڑا رہا۔ آج ہم پھر اس سلسلہ کو شروع کرتے ہیں۔ اور سلسلہ کو آگے چلانے سے پہلے اس کا پہلا حصہ بھی برائے یاددہانی ناظرین پھر سے نذر کئے دیتے ہیں۔ ۔ مدیر نبراد

حضرت مسیح تمثیلوں میں بات کیا کرتے تھے یہ ایک مانی ہوئی بات ہے اور خود انجیل سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ اور قرآن کریم کی بھی متعدد آیات سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ اور اپنے شاگردوں کو تمثیلوں میں ہی تمام باتیں سمجھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ متی ۱۳-۳۴ آیت کے مندرجہ ذیل فقرات سے ظاہر ہے۔

"یہ سب باتیں یسوع نے بھیڑ سے تمثیلوں میں کہیں اور بغیر تمثیل کے وہ ان سے کچھ نہ کہتا تھا۔ تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو۔ کہ میں تمثیلیں کہنے کو اپنا منہ کھولوں گا"

کسی تمثیلی کلام کو ظاہر الفاظ پر حمل کرنا ٹھیک نہیں اب جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے تو دوسرا مرحلہ ہمیں یہ طے کرنا باقی رہ گیا کہ آیا کسی تمثیلی کلام کو ظاہر الفاظ پر حمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ یہ بات اول تو خود بخود حل ہو جاتی ہے۔ جب اس پر تمثیل کا لفظ عاید ہوتا ہے کیونکہ تمثیل کسی اصل حقیقت کا نام نہیں ہوتا۔ بلکہ تمثیل تو کسی حقیقت کے اظہار کیلئے بطور مثال کے بیان کی جاتی ہے۔ اور اس کی تہ میں حقیقت کچھ اور ہوتی ہے جس سمجھنے کے لئے ظاہر الفاظ کی تاویل کرنی پڑتی ہے۔ خود انجیل کے پڑھنے سے جا بجا اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نہ خود اور نہ انکے حواری ان کی تمثیلات کو ظاہر الفاظ پر حمل کرتے تھے۔ ۔ ۔ ذکر اکثر موقعوں پر جہاں انہوں نے کوئی تمثیل بیان کی ہے اور ان کے حواریوں کو اس کی سمجھ نہیں آئی تو وہ ان سے کہتے ہیں۔ کہ اور یہ تمثیل ہمیں سمجھا دے"، اور موجودہ اناجیل میں اس قسم کی باتوں کے ساتھ جہاں کسی تمثیل کو حضرت مسیح نے سمجھایا ہے "تاویل" کا لفظ بطور عنوان کے لکھا ہوا موجود ہے۔ جو خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس تمثیلی کلام کی بہرحال تاویل ہی کی جا سکتی ہے۔ ظاہر الفاظ پر انہیں حمل کرنا ٹھیک نہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو متی باب ۱۳ آیت ۳۶ تا ۴۳۔

عوام کا طرز عمل لیکن باوجود ان کھلی تصریحات اور معمولی اور سیدھی سادی باتوں کے اکثر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو نہ تو استعارات ومجازات کی حقیقت کو ہی سمجھتے ہیں اور نہ کسی تمثیلی کلام کو تمثیل کے رنگ میں باور کرتے ہیں بلکہ بجائے کسی بات کی تہ تک پہنچنے کے اس کے ظاہر الفاظ پر ہی ان کی نظر ہوتی ہے اور وہ اسی کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ جو ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہو۔ آج بھی مسیحی دنیا کے علاوہ خود ہمارے اپنے گھر میں نبوت مسیح موعود کا تنازعہ اسی وجہ سے رونما ہوا ہے کہ ایک فریق نے بعض استعارات کو حقیقت پر حمل کر لیا۔ اور ان الفاظ کی تاویل کرنا ضروری نہ سمجھا۔

ایک مثال لیکن چونکہ ہمارا موضوع اس وقت ایک مسیحی عقیدہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ اس لئے مثال کے طور پر ہم اس بات کا ذکر کریں گے جو ہمارے اس مضمون کا اصل موضوع ہے چنانچہ وہ انجیل یوحنا۔ باب ۶۔ آیت ۵۳ سے ۵۹ تک کی یہ عبارت ہے۔

"یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جبتک تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ۔ اور اس کا خون نہ پیو۔ تم میں زندگی نہیں۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اور میں اسے آخری دن پھر زندہ کرونگا کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز اور میرا خون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے۔ وہ مجھ میں قایم رہتا ہے۔ اور میں اس میں جسطرح زندہ باپ نے مجھے بھیجا اور میں باپ کے سبب سے زندہ ہوں اسی طرح سے وہ بھی جو مجھے کھائیگا میرے سبب سے زندہ رہیگا۔ جو روٹی آسمان سے اتری یہی ہے۔ باپ دادوں کی طرح نہیں کہ کھایا اور مر گئے۔ جو یہ روٹی کھائیگا وہ ابد تک زندہ رہیگا"

اب اس نصیحت تمثیل کی بنا پر مسیحی دنیا کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ یہاں "میرا گوشت" اور "میرا خون" سے مراد حقیقت مسیح کا گوشت اور مسیح کا خون ہے۔ اور اس میں حضرت مسیح نے انہیں اسی اپنے حقیقی گوشت اور حقیقی خون کو کھانے اور پینے کی نصیحت کی ہے اور اسی لئے ان کے ہاں عشائے ربانی کے نام سے ایک رسم ہے جس میں وہ روٹی کے ٹکڑے اس شراب میں جو ان کے گمان میں گرجے میں آکر مقدس ہو جاتی ہے ڈبو کر کھاتے اور شراب کو پیتے بھی ہیں۔ انہیں شراب میں ڈبوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو وہ مسیح کا گوشت اور اس مقدس شراب کو وہ مسیح کا خون سمجھتے ہیں۔ لیکن حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ گوشت اور خون کے الفاظ کو تو انہوں نے حقیقت پر محمول کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہ اصلی اور حقیقی گوشت اور خون تو انہیں میسر نہیں آتا نہ وہ اسے کھاتے ہیں۔ نہ مسیح کی زندگی میں اس کے حواریوں نے کبھی اس کے اصلی اور حقیقی گوشت اور خون کو کھایا اور پیا۔ بلکہ اس کا بدل ہی اور وہ بھی اعتقادی رنگ میں کھاتے اور پیتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس کا بدل جایز تھا تو ان الفاظ کی کوئی دوسری تاویل جو کسی حقیقت کو کھولنے والی ہو کیوں نہیں کی جا سکتی؟

ہمیشگی کی زندگی گوشت اور خون سے میسر نہیں آتی پھر ایک اور بات جو اس طرز عمل کو غلط ٹھہرانے والی ہے یہ ہے کہ خود یسوع نے اس گوشت اور خون کا نتیجہ یہ بتایا ہے۔ کہ جو ان کو کھائے اور پیئے گا "ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے"، حالانکہ آجتک انیس سو سے کچھ کم سال کا عرصہ اس اعتقاد کو رائج ہوئے اور مسیحی دنیا کو باعتقاد خود مسیح کا گوشت اور خون کھاتے ہوئے ہو گیا لیکن کسی نے بھی ہمیشگی کی زندگی نہ پائی۔ بلکہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح طبعی عمر پانے کے بعد فوت ہو جاتے رہے اور اب تک فوت ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اس کے جواب میں یہ کہدیا جائیگا کہ ہمیشگی کی زندگی سے مراد یہ دنیوی زندگی نہیں۔ بلکہ اخروی اور روحانی زندگی ہے تو میں کہونگا کہ یہ تاویل کہاں سے جایز ہے۔ جب تم گوشت اور خون کے الفاظ کی کوئی تاویل نہیں کرنا چاہتے اور ان کو حقیقت پر محمول کرکے وہی یسوع کا ہی گوشت اور خون کھانا چاہتے ہو تو اس ہمیشہ کی زندگی کے متعلق تو یسوع نے خود بیان کیا ہے۔ کہ

"باپ دادوں کی طرح نہیں کہ کھایا اور مر گئے۔ جو یہ روٹی کھائیگا۔ وہ ابد تک زندہ رہیگا"

تو پھر ان صاف الفاظ کی موجودگی میں ان کی تو تاویل کرنا اور گوشت اور خون کو حقیقت پر محمول کرنا یہ کہاں تک جایز ہے۔

(باقی آئندہ)

منقولات

قومی زندگی

(۱)

(از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ ڈی)

قوموں کی تاریخ میں یہ ایک بڑا نازک وقت ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر قوم نہ صرف اپنی موجودہ حالت پر غور کرے بلکہ اگر اسے اقوام عالم کے دفتر میں اپنا نام قائم رکھنا منظور ہے تو اپنی آیندہ نسلوں کی بہبودی کو بھی ایک موجودہ واقعہ تصور کرے۔ اور ایسا طریق عمل اختیار کرے جس کے احاطۂ اثر میں اس کے خلاف کا تمدن بھی شامل ہو۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ اقوام دنیا کی باہمی معرکہ آرائیوں کا فیصلہ تلوار سے ہوا کرتا تھا اور یہ فولادی حربہ دنیائے قدیم کی تاریخ میں ایک زبردست قوت تھی۔ مگر حال کا زمانہ ایک عجیب زمانہ ہے۔ جس میں قوموں کی بقا محض افراد کی تعداد اُن کے زور بازو اور اُن کے فولادی ہتھیاروں پر انحصار نہیں رکھتی۔ بلکہ اُن کی زندگی کا دارومدار اس کاٹھ کی تلوار پر ہے جو قلم کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ آج کل کی جنگوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قومیں ہتھیار بند ہوں۔ اور ایک خاص میدان میں آراستہ ہو کر جدال و قتال کا بازار گرم کریں۔ نہ آجکل یہ ضروری ہے کہ کوئی قوم کسی ہمسایہ قوم پر فتح پانے کے لئے اس ملک پر چڑھائی کرے۔ یہ تمام سامان زمانہ قدیم کے ساتھ مختص ہے ہمارے زمانے میں ایک اور خاموش قوت ہے۔ جس پر قوموں کی بقاء و فنا انحصار رکھتی ہے۔ اور جس کے بل پر ایک قوم گھر بیٹھے دوسری قوم کو ہمیشہ کے لئے صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹا سکتی ہے۔ ہاتھوں کی لڑائی کا زمانہ گذر چکا۔ اب دماغوں تہذیبوں اور تمدنوں کی ہنگامہ آرائیوں کا وقت ہے۔ اور یہ جنگ ایک ایسی جنگ ہے جس کے زخم رسیدہ زنگباری اور کافوری مرہم سے ہرگز اچھے نہیں ہو سکتے ظاہری فاصلہ جو قوموں کے مابین حائل تھا وہ ایک سد سکندری کے تھا۔ اب ریل اور پیام بر قی کی حرکت انگیز ایجادوں سے گویا بالکل معدوم ہو گیا ہے اور وہ ممالک جو کبھی ناپیدا کنار سمندروں کی وجہ سے ایکدوسرے سے اسقدر دور تھے کہ ایک کو دوسرے کی ہستی کا بھی علم نہ تھا اس صدی میں فن جہاز رانی کی تعجب خیز ترقی سے ایک شہر کے دو محلوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ جس سے دنیا کی تمام قومیں ایکدوسری کی تہذیب و تمدن سے روز بروز متاثر ہو رہی ہیں۔ برق جسکی مضطربانہ چمک تہذیب کے ابتدائی مراحل میں انسان کے دل میں مذہبی تاثرات کا ایک ہجوم پیدا کر دیا کرتی تھی۔ اب اس کی پیام رسانی کا کام دیتی ہے۔ نسیم اس کی سواری ہے اور ہوا اس کے پنکھے جھلا کرتی ہے آفتاب جسکی عظمت و جلال نے نہ صرف ابراہیم کی باریک بین نگاہوں کو دھوکے میں ڈالدیا تھا۔ بلکہ ایک مہذب قوم کے دل و دماغ کو بھی متأثر کر رہا تھا۔ اب اپنی حرارت اور روشنی کو حضرت انسان کے اشارہ سے بر صرف کرتا ہے۔ غرضیکہ نظام قدرت کے وہ تمام قوائے جنکے ناقابل تشریح عمل سے مرعوب ہو کر قدیم قومیں انہیں ربوبیت کے لباس سے مزین کر کے ان کے لئے عظیم الشان معابد تعمیر کیا کرتی تھیں موجودہ علوم کی وساطت سے انسان کے دست بستہ غلام ہیں اور یہ ظلوم و جہول اس عظیم الشان امانت کا بار اُٹھائے جس کے اُٹھانے سے پہاڑوں نے بھی انکار کر دیا تھا۔ اپنے اشرف المخلوقات ہونے پر بجا ناز کر رہا ہے۔ اسکی متفسرانہ نگاہیں قدرت کے سربستہ رازوں کو کھول رہی ہیں۔ اور اس کا دماغ اپنی علمی فتوحات کے سہارے پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، حتیٰ کہ چاند، سورج اور ستاروں پر بھی حکومت کر رہا ہے۔ یہ ہے وہ حیرت انگیز تغیر جو زمانہ حال کو زمانہ ماضی سے متمیز کرتا ہے اور جس کی حقیقت اس امر کی متقاضی ہے کہ تمام قومیں جدید روحانی اور جسمانی ضروریات کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اپنی اپنی زندگی کے لئے نئے سامان بہم پہنچائیں۔ میرا منشاء یہ ہے کہ اس تغیر کے لحاظ سے اقوام ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کی موجودہ حالت پر ایک نظر دوڑاؤں اور اس امر کو واضح کروں کہ زندگی کی کٹھن راہ میں ہمیں کون کون سی مشکلات درپیش ہیں اور ہمیں ان کے ازالے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں میرا مقصد زیادہ تر ناظرین کے دل و دماغ کو قومی زندگی کے اہم اور ضروری سوال کی طرف متوجہ کرنا ہے اور اگر ناظرین سے کسی ایک فرد کو بھی اس ضروری مسئلے پر سوچنے کی تحریک ہو گئی تو میں سمجھونگا کہ یہ مضمون لاحاصل نہیں گیا۔

واقعات عالم کے مشاہدے سے حکماء اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ زندگی کی مختلف صورتوں یعنی انسانوں حیوانوں پودوں وغیرہ میں ایک قسم کی عالمگیر جنگ شروع رہتی ہے گویا نظام فطرت کا راز زندگی کا ایک دردناک نظارہ ہے۔ جس میں ہر طبقے کے حیوان اپنے ہمسایہ طبقوں سے برسر پیکار رہتے ہیں۔ اس کشمکش حیات میں کامیاب ہونے کے لئے ہر طبقہ زندگی میں مصروف رہتا ہے لیکن فتح صرف اسی طبقے کو حاصل ہوتی ہے۔ جس میں رہنے کی قابلیت ہو۔ یعنے جس نے زندگی کے متغیرہ حالات کے ساتھ موافقت پیدا کر لی ہو صدہا اقسام کے عجیب و غریب چوپائے اور پرندے کبھی روئے زمین پر اور سمندروں میں موجود تھے۔ مگر اب ان کا نام و نشان بھی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جوں جوں زندگی کے حالات اور اسکی شرائط تبدیل ہوتی گئیں۔ یہ حیوان فنا ہوتے گئے۔ کیونکہ یہ اس انقلاب کے مختلف مراحل میں حالات کے ساتھ موافقت پیدا نہ کر سکے یہ قانون جسکو حکماءِ حال نے کمال محنت سے دریافت کیا ہے ایک عالمگیر قانون ہے۔ انسان، حیوان، چرند، پرند، درخت غرض کہ زندگی کی کوئی ایسی صورت نہیں جو اس کے اثر سے آزاد ہو سکی ہو میں اس وقت یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس زبردست قانون نے طبقۂ انسانی کے نشوونما اور اس کے ارتقاء پر کیا عمل کیا ہے اور اب کیا کر رہا ہے کیا موجودہ انسان ابتداء ہی سے ایسا تھا جیسا اب ہے؟ نہیں ہرگز نہیں نوع انسان و موجودہ نسل اُن زبردست قومی تہذیبوں اور تمدنوں کی یادگار ہے۔ جو زندہ رہنے کی کوشش میں فنا کا شکار ہو گئیں اور فنا بھی اس طرح ہوئیں کہ اس وقت ان کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی پر موجود نہیں ہے۔ اہرام مصری کے بانی ہزار سال ہوئے مٹ گئے۔ یونانیوں کے اشراقین اور مشائین کے فلسفے رہ گئے۔ لیکن قوم کا نام و نشان تک بھی دُنیا میں نہیں ہے۔ افریقہ کی وہ زبردست قوم جسکے دلیر فوجی افسروں نے ممالک مغرب کو پامال کر کے اہل روما کی عظیم الشان سلطنت پر حملے کئے تھے اب کہاں ہے؟ کیا اس قوم کی کوئی یادگار باقی ہے؟ صدہا قومیں پیدا ہوئیں پھلیں پھولیں اور آخر اس اٹل قانون کے عمل سے متاثر ہو کر خاک میں مل گئیں۔ نوع انسان کی موجودہ ترقی جیسا کہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کوئی سستے داموں کی چیز نہیں ہے سیکڑوں قومیں علمی اور تمدنی ترقی کی دیوی کے لئے قربان ہوئی ہیں، اور ہزارہا افراد کا خون اسکی خوفناک قربانگاہ پر بہایا جاتا ہے۔ جنگیں، وبائیں اور قحط اس ہمہ گیر قانون کے عمل کی صورتیں ہیں اور اگر ان کو ارتقاء نوع انسانی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ واقعات جو بظاہر آفات سماوی معلوم ہوتے ہیں طبقۂ انسانی کے لئے ایک برکت ہیں جسکا وجود نظام قدرت کی آراستگی کے لئے انتہا درجہ ضروری ہے۔ اس قانون کا اثر اقوام انسانی تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ بزم ہستی کے کسی حصے کی طرف نگاہ کرو اس کا عمل جاری نظر آئیگا۔ سیکڑوں مذاہب دُنیا میں پیدا ہوئے بڑھے پھلے پھولے اور آخر کار مٹ گئے۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کا عقلی ارتقاء کے ساتھ ساتھ جدید روحانی ضروریات پیدا ہوتی گئیں۔ جنکو ان مذاہب کے اصول پورا نہ کر سکے، یہی سبب ہے کہ اہل مذہب کو وقتاً فوقتاً نئے علم کلام ایجاد کرنے کی ضرورت پیش آتی رہی جس کے اصول کی رو سے اُنہوں نے اپنے اپنے مذاہب کو پرکھا اور اُن کی تعلیم کو ایسی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی جو عملی اور روحانی زندگی میں انسان کی راہ نما ہو سکے۔ علی ہذا القیاس ایک زمانہ تھا۔ جب یونانی، لاطینی اور سنسکرت وغیرہ زندہ زبانیں تھیں۔ مگر اب ایک عرصے سے یہ زبانیں بیجان ہو چکی ہیں۔ ان کی موت کا راز اس قانون کا عمل ہے۔ اور خود پنجابی زبان جسکو ہم روز مرہ استعمال کر رہے ہیں اس سے روز بروز متاثر ہو رہی ہے سیکڑوں الفاظ ہیں جو تعلیم یافتہ لوگوں کے روز مرہ کے استعمال میں ہیں مگر اس زبان میں نہیں) اظہار خیالات کے جدید طریق ہماری عقلی ترقی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ زبان اُن کے ادا کرنے سے قاصر ہے ایسے حالات میں یہ لازم ہے کہ اس زبان کا حشر بھی وہی ہو جو اور قدیم زبانوں کا ہوا ہے۔ حال کی قوموں کی طرف نظر دوڑاؤ تو معلوم ہوگا کہ امریکہ اور آسٹریلیا کی اصلی قومیں ایک اعلےٰ تر تمدن و تہذیب کے سیل رواں کے آگے قریباً قریباً نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ اور ممالک ایشیا میں چینی ایرانی اور وسط ایشیا کی قومیں اس قانون کے عمل سے روز بروز متاثر ہو رہی ہیں۔ یہاں تک کہ حکماء کے خیال میں ان اقوام کی آئندہ حالت نہایت مخدوش ہے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ معارف ہستی نوع انسان کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ نہال صرف اس صورت میں بار آور ہوتا ہے۔ کہ ہزاروں چھوٹے چھوٹے پودے اس کی نمو کی خاطر باد سموم کی نذر ہو جائیں۔ جس طرح نوع انسان کی مجموعی ترقی [illegible]

... یہ بھی لازم ہے کہ کسی خاص قوم کے ارتقاء کے لئے کئی افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں یا اور قوم کے نشوونما کی خاطر اُن کے ذاتی حقوق کی کوئی پرواہ نہ کی جائے لیکن یہاں ایک عجیب اور مشکل سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جس صورت میں کسی خاص فرد کو قوم کی آئندہ نسلوں کی بہبودی اُنکی عظمت و جلال اور ان کی عقلی اور تمدنی ترقی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے تو کیوں اُس کے ذاتی حقوق پر قومی ارتقاء کو ترجیح دی جائے؟ کیا میں آج سے سو سال بعد زندہ ہوں گا؟ نہیں۔ پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اپنے آپ کو قوم کے لئے قربان کروں۔ اور اپنی نیند حرام کر کے قوم کی آئندہ بہبودی کے لئے بے خواب راتیں بسر کروں؟ یہ ایک مشکل اور لا ینحل سوال ہے جو کسی قوم کے افراد کے دلوں میں پیدا ہونا ممکن ہے۔ اور جس کا کوئی عقلی جواب ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن اس خطرناک شبہ کے وقت مذہب اپنی دستگیری کرتا ہے۔ اور ہمیں بتاتا ہے کہ ایثار یعنی اوروں کے نفع کو اپنے ذاتی نفع پر مقدم رکھنے کی بنا عقل نہیں ہے۔ بلکہ یہ نیکی جو ارتقاء نوع انسانی اور قومی کے لئے سخت ضروری ہے اس فوق العادت اصول پر مبنی ہے آواز نبوت کا زور اور اس کی حقیقی و متعین عقلی دلائل اور براہین پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مدار اس روحانی منشا پر ہے جو نبی کے غیر معمولی قوائے کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کی بنا پر اُن کی آواز میں وہ ربانی سطوت و جبروت پیدا ہو جاتی ہے جس کے سامنے انسانی شوکت ہیچ محض ہے۔ (از وکیل)

اشاعت اسلام کا ایک سبب

تیج گزٹ کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ گوپال گنج میں ایک براہمن بیوہ سے (جو یہاں کے سناتن دھرم رکھشنی سبھا کے سابق سکٹری کی بھینجی ہے) ایک مسلمان نے نکاح پڑھا لیا ہے۔ ہم لوگ اس کی تحقیقات کے لئے جہاں گئے ہیں۔ ایک دو بیواؤں کے مسلمان ہونے کی خبر تھی۔ ادھر دس پندرہ دنوں میں آٹھ دس بیوائیں مسلمان ہو گئی ہیں"

ابھی چند روز ہوئے ایک بڑی دولتمند ہندو عورت کے مسلمان ہونے کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی تھی۔ جس نے مسلمان ہونے پر بہت سا روپیہ خرچ کر کے نیاز بانٹی تھی۔

ایسے ہی مراد آباد میں بھی کئی ہندو بیوائیں مسلمان ہو گئی ہیں۔ اور ہر جگہ ہوتی رہتی ہیں۔

انسان کی آخری جائے پناہ اسلام ہے۔ اس لئے آریہ اخبارات کو ہندو بیواؤں کے مسلمان ہونے پر تعجب یا ملول نہیں ہونا چاہئے۔ کہ مایوسیوں کے لئے اگر دین الفطرت کی آغوش بھی بند ہو جائے تو پھر وہ کہاں جائیں۔

قطع نظر اس کے کیا ان واقعات سے "اسلام بزور شمشیر" کی فرسودہ کہانی غلط نہیں ثابت ہوتی؟ اسلام کی سرعت اشاعت اسی قسم کے اسباب پر مبنی ہے لیکن جن لوگوں کو ہر بات میں اسلام کی شمشیر نظر آئے۔ اُن کا کیا علاج؟ (م م)

نجات ہو گئی

دُنیا میں اگر آپ کسی ایسے شخص کو دیکھنا چاہیں جسے عذاب آخرت سے نجات مل گئی ہو۔ اور آتش دوزخ کا اب اُسے کوئی کھٹکا نہ رہا ہو تو مفتی محمد صادق کو دیکھئے جنہیں خاص "قیصر ہند کا سلام" حاصل ہوا ہے مفتی صاحب قادیانی جماعت احمدیہ کی طرف سے لندن میں تبلیغ احمدیت کے لئے مقیم ہیں۔ "قیصر ہند کا سلام" انہیں جس طرح حاصل ہوا اسکی کیفیت انہیں کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:

"حضرت قیصر ہند جارج پنجم مع ملکہ معظمہ اور ملکہ الیگزنڈرا اور دیگر ممبران شاہی خاندان کے ہائڈ پارک کی سیرگاہ میں تشریف فرما ہوئے اور سپاہیوں کو جو میدان جنگ سے آئے ہوئے تھے شرف رحمت فرمایا۔ عاجز راقم اور مکرم قاضی صاحب بھی بادشاہ کو دیکھنے کے واسطے وہاں گئے۔ ناظمان جلسہ نے نہایت مہربانی سے ہم ہر دو کو ایک ایسی ممتاز جگہ پر کھڑا کر دیا۔ جہاں سے بادشاہ کی سواری گذر رہی تھی ہم ہر دو عمامے پہنے ہوئے تھے۔ اور عاجز تو یہاں عموماً ہر وقت عمامہ ہی رکھتا ہے۔ وہی سبز عمامہ جو احباب نے ہندوستان میں دیکھا بادشاہ سلامت نے دُور سے ہمکو دیکھا اور برابر ہماری طرف ہی دیکھتے اور مسکراتے رہے۔ جب سواری قریب پہنچی تو ہم نے سلام کیا۔ بادشاہ سلامت نے ہمارے سلام کا جواب خندہ پیشانی سے دیا۔ اور ملکہ الگزینڈرا تو گاڑی کے آگے نکل جانے پر بھی پیچھے پھر کر ہماری طرف دیکھتی رہیں"

اس پر ہم قلم "پیغام صلح" لکھتا ہے:

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین - سوانحعمری حضرت مولوی نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا - نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ **قیمت** عہ

النبوت فی الاسلام - اس میں نبوت، رسالت، محدثیت، مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اور مرزا صاحب نبی بمعنے محدث ہیں۔ **قیمت** بے جلد عہ مجلد عہ

غلامی - غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔ ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں .... **قیمت** ۳ر

عصمت انبیاء - عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں ان کو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے **قیمت** ۶ر

سکھ ازم انگریزی میں - اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب سچے مسلمان ہیں اور ان کا مختصر حال ہے۔ **قیمت** ار

اسوۂ حسنہ موسومہ زندہ و کامل نبی :- اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ ... اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ **قیمت** ۴ر

تحفہ آصفیہ : اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے - **قیمت** ۲ر

بنگال کی دلجوئی اردو میں :- اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی بابت کی۔ **قیمت** ۰ر

رسالہ اسلام اور اس کے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں :- حضرت خواجہ صاحب کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا **قیمت** ۰ر

رسالہ مسلمانوں کا رویہ - ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف :- اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ انگریزی میں .... **قیمت** ۵ر

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں :- اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ **قیمت** ... ۴ر

الوصیت - اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا۔ ۲ر

رسالہ فیصلہ آسمانی اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے۔ کہ فرقہ احمدی مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے ... ... **قیمت** ۰ر

رسالہ تحفۃ المتقین - اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدًی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے .. .. .. **قیمت** ار

رسالہ تحفۃ السلطان - قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے .. .. .. **قیمت** ار

بائیبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار - اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے۔ اور اس کا پورا فوٹو دیا ہے **قیمت** ار

نیّر اسلام - اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کر کے قرآن سے تطبیق دی ہے .. .. **قیمت** ۲ر

آیات بینات : عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں حضرت عیسےٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کی ہے : ۲ر

تردید عاقل مذہبی ناول - اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں۔ **قیمت** ار

رباعیات - اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول - یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانیٔ اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے۔ اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے وعدۂ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شائع کیا۔ ولایتی کاغذ مجلد ے) بے جلد عہ ۔ دیسی کاغذ مجلد عہ ۔ بے جلد عہ ۔

القول المجدد فی تفسیر اسمہ احمد - اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد در بارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں۔ انکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ **قیمت** ۵ر

درثمین مکمل : حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو اب تک شائع ہو چکی ہیں ایک جگہ جمع کیگئی ہیں قیمت مجلد ۱۲ر بے جلد ۹ر

النصحیٰ :- حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث .. .. .. **قیمت** ۱۲ر

اظہار النصائح فی رد المخزیات والفضائح | میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ القول الفصل پر تنقید .. .. **قیمت** ۴ر

عسل مصفّٰی - مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفّٰی منگا کر ملاحظہ فرمائیں کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر کر کے اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست که خود ببوید نه که عطار بگوید۔ **قیمت** مجلد ہر دو حصہ ے ۔ بے جلد ہر دو حصہ [illegible]

نکات القرآن - ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآرا اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں البقرہ آل عمران اور النساء کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا - تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے **قیمت** حصہ اول ۶ر حصہ دوم ۶ر حصہ سوم ۸ر حصہ چہارم [illegible]

حدوث مادہ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۰ء میں بمقام ... حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا۔ فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو زبردست اور لاجواب ... میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دیسکتا ہے۔

ملنے کا پتہ

کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ

بلڈنگس - نو لکھا - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہار شنبہ ۸ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۰

"احمدی مسلمان" اور "فیج اعوج کا مسلمان"

ذیل کی ایک چھٹی ہمیں لندن سے موصول ہوئی ہے :-

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اخبار پیغام صلح میں بلال ووکنگ کی ایک مراسلت چھپی ہے جس میں ہندوؤں کو اس زمانہ کے کرشن مسیح کی دعوت دی گئی ہے مگر پیشتر اس کے کہ ہندو مسلمان ہو جاویں ان کو مسیح موعود کی تبلیغ کرنا تو پیغام کی پولیسی کے خلاف تھا - اور اگر پولیسی بدل گئی ہے توکیا اب ہم انگلینڈ میں بھی عیسائیوں کو بجائے فیج اعوج کا مسلمان بنانے کے احمدی مسلمان بنانا شروع کر دیں اس بارے میں آپ کی کیا ہدایت ہے - نیز جناب مولوی محمد علی صاحب نے زار روس کی پیشگوئی کو پورا ہونے پر اہل ہند کو مسیح موعود کی طرف دعوت دی ہے مگر یہ پیشگوئی تو زیادہ تر اہل یورپ کے واسطے تھی - جہاں اس کا وقوعہ ہوا ہے - اور یورپ میں مسیح موعود کا نام لینا مناسب نہ ہوا تو اب کیا کیا جاوے - موقعہ ہاتھ سے جا رہا ہے - اس مشکل کو بھی ضرور حل فرما دیں - اور آپ نے ۲۲ - اپریل کے پرچے میں دہریت اور الحاد کے زہر کا علاج سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وجود مسعود پیش کیا ہے اور سب سے زیادہ الحاد اور دہریت تو یورپ میں ہے اور یہاں احمدیت کی فرقہ بندی کا نام سم قاتل ہے - تو اب یہاں کیا کیا جاوے - مہربانی کر کے ان مضامین پر ضرور روشنی ڈالیں -

عبد المحی عرب (مولوی فاضل)
۲۳ جون ۱۹۱۷ء لندن

اس بات کو نظر انداز کر کے راقم خط کس قماش کا انسان ہے - اور کہاں تک قابل خطاب - نیز یہ کہ اس نے یہ خط ہمیں کس نیت سے لکھا ہے - اور کن لوگوں کی تحریک سے ہم اس چٹھی کے صرف اس فقرہ کی طرف اپنے ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جس میں دو قسم کے مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے -

۱ - "احمدی مسلمان"

۲ - "فیج اعوج کا مسلمان"

اور ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ

"کیا اب ہم انگلینڈ میں بھی عیسائیوں کو بجائے فیج اعوج کا مسلمان بنانے کے احمدی مسلمان بنانا شروع کر دیں"

ہم نہیں جانتے مولوی عبد المحی صاحب کا اس سوال سے کیا مطلب ہے - کیا وہ اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مفتی صاحب جن کے ساتھ وہ آجکل ہیں - لوگوں کو "احمدی مسلمان" (جیسا کہ الفضل میں ظاہر کیا جاتا ہے) نہیں بلکہ فیج اعوج کا مسلمان بنا رہے ہیں - اگر ایسا ہے تو ہم افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ انہوں نے مفتی صاحب کی گود میں بیٹھ کر ان کی داڑھی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے - ہاں واقعی بیشک - ان کا ایک حد تک صحیح ہے - کیونکہ جس قسم کا "احمدی مسلمان" مفتی صاحب لوگوں کو بنانا چاہتے ہیں - وہ ایک فیج اعوج کے مسلمان سے کسی صورت میں بھی مغایر نہیں - محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ آپ کے بعد کسی اور کی رسالت کا اقرار - اس میں شک نہیں فیج اعوج نے مسلمان ہی کا کام ہو سکتا ہے لیکن مولوی عبد المحی صاحب کو معلوم نہیں باوجود مفتی صاحب کے ساتھ ہونے کے کیوں یہ لکھ کر

"کیا اب ہم انگلینڈ میں بھی عیسائیوں کو بجائے فیج اعوج کا مسلمان بنانے کے احمدی مسلمان بنانا شروع کریں"

ان کی پردہ دری کے درپے ہوئے ہیں - بہتر ہوتا کہ وہ اس کا جواب اپنے پیر سے طلب کرتے جن کے زیر حکم مفتی صاحب وہاں تبلیغ کے لئے گئے ہیں [illegible]

اللہ تعالیٰ کی شریعت و رسالت کو جو آنحضرت نبی اللہ کے نام سے ایک نئی نبوت و رسالت [illegible] کی کوشش کی جاتی ہے [illegible] باللہ [illegible] پڑھنے [illegible] قرآن کے ارشاد کے ماتحت [illegible] کہ "ھو سمّٰکم المسلمین" تمہارا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے [illegible] لوگوں کو مسلمان بناؤ۔

مسلمان بنانے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے - وہ ہے کلمہ شہادت یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ - اگر اس کے ادا محض اسی کے خلوص دل کے ساتھ پڑھنے سے کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے - تو ہمارے لئے یہی ہے کہ ہم اس کی تلقین ان عیسائیوں کو کریں لیکن اگر جیسا کہ میاں صاحب اور ان کے ساتھ اب غالباً میاں عبد المحی کا بھی اعتقاد ہے - نرا اس کلمہ شہادت کے پڑھنے یا بالفاظ دیگر توحید باری تعالیٰ اور رسالت آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور پھر بھی کافر کا کافر ہی رہتا ہے - جبتک نبوت مسیح موعود نہ مانے تو پھر آج اسلام ہاں وہ اسلام منسوخ ہو گیا - جو تیرہ سو سال ہوئے حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا - اور آجتک کل مسلمانوں کا دین ہے - وہ کلمہ شہادت جو آجتک اظہار اسلام کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ خود مسیح موعود بھی اسی کے ذریعہ سے لوگوں کو مسلمان کرتے رہے - اور کبھی مسلمان ہونے کے لئے اس کے ساتھ اپنے اوپر بھی ایمان لانے کو ضروری نہ ٹھہرایا - آج وہ میاں صاحب کے نزدیک "کافی ہونے کی وجہ سے قابل ترمیم ٹھہرا" یا یوں کہو کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ احمد نبی اللہ کے الفاظ کا اضافہ اس کے ساتھ ضروری ہوا اس لئے اگر ہم سے پوچھا ہے - تو ہم تو یہی کہیں گے - کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تعلیم ان کو اور کلمہ شہادت کی انہیں تلقین کرو - کہ یہی اسلام کی سادہ اور اصل تعلیم ہے - اور یہی ایک مسلمان کی خصوصیت - رہا "احمدی مسلمان" یا "فیج اعوج کے مسلمان" کہو نامہ بہتر ہوتا کہ میاں عبد المحی بجائے "فیج اعوج کا مسلمان" کہنے کے "کافر مسلمان" کے لفظ لکھتے کیونکہ جیسا کہ انکے پیر کا اعتقاد ہے - احمدیوں کے سوائے کل دنیا کے مسلمان جو مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتے کافر اور دایرہ اسلام سے خارج ہیں پس اگر "فیج اعوج کے مسلمان" سے ان کی مراد مفتی صاحب کے بنائے ہوئے مسلمان نہیں جیسا کہ ان کے لفظ "ہم" سے ظاہر ہوتا ہے - بلکہ وہ نو مسلم مراد ہیں جو محض کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں - اور خاتم النبیین کے بعد کسی اور کے نبی ہونے پر ایمان نہیں لاتے تو انہیں اپنے پیر کے اعتقاد کے بموجب یہ لکھنا چاہئے تھا کہ

"کیا اب ہم انگلینڈ میں بھی عیسائیوں کو بجائے کافر مسلمان بنانے کے احمدی مسلمان بنانا شروع کر دیں"

گو اس صورت میں یہ فقرہ کسی حد تک بے ربط ہو جاتا ہے - اور "کافر مسلمان" کے دو متضاد الفاظ اس پر مستزاد ہیں - لیکن چونکہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کے نئے علم کلام نے اس قسم کی بے ربط عبارات کو اظہار مطلب کا ذریعہ ٹھہرایا ہے - اور ان کی نو ایجاد اصطلاحات میں مسلمانوں کی یہی دو قسمیں تجویز کی گئی ہیں -

۱ - کافر مسلمان -

۲ - احمدی مسلمان

اس لئے ان انوکھی اصطلاحات کے لکھنے کے لئے ہمیں معذور سمجھا جائے -

ہاں اگر میاں عبد المحی کی "فیج اعوج کے مسلمان" سے مراد اپنے پیر کے اعتقاد کے مطابق کافر مسلمان سے نہیں - بلکہ وہ انہیں ایک قسم کا ناقص مسلمان ہی سمجھتے ہیں - تو انہیں چاہئے کہ اس کی تشریح کریں - اور پہلے اپنے پیر سے اس کا فیصلہ کریں - کہ دیکھیں ان نو مسلموں کو جو کلمہ شہادت پڑھ کر داخل حلقہ اسلام ہوتے ہیں - خارج از اسلام قرار دیتے ہیں - اس کا فیصلہ ہو جانے پر ہم بھی بتا دینگے کہ جنہیں تم ناقص یا "فیج اعوج کا مسلمان" قرار دیتے ہو - وہ تم سے کہیں زیادہ کامل اور اعلےٰ درجہ کے مسلمان ہیں - باقی "زار روس" کی پیشگوئی کے متعلق جو سوال کیا گیا ہے - اس کے جواب میں صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ اس کا ترجمہ انگریزی اور فرانسیسی میں بھی ہو چکا ہے - اور انشاء اللہ عنقریب ممالک غربیہ میں مناسب ذرائع سے تقسیم ہوگی - رہا یہ کہ دہریت اور الحاد کے زہر کا علاج سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وجود مسعود ہے یہ بیشک صحیح ہے - لیکن کس لحاظ سے اس لئے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پاک بندوں کو اپنے کلام سے اپنے وجود کا ثبوت دیکر ان کے ایمان کو حق الیقین تک پہنچا دیتا ہے - اس کے بغیر وہ انسان جسے اس بات پر یقین ہے کہ [illegible]

اور اس کے اثبات الوہیت پر ایمان [illegible] کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ وہ خدا ہے بھی یا کہ نہیں - پس مکالمہ و مخاطبہ کے جاری ہونے پر ایمان ہی ہے جو انسان کو دہریت اور الحاد سے باہر نکالتا ہے - اور اسی بات کی تلقین حضرت خواجہ صاحب پیشتر سے یورپ میں کر رہے ہیں - ان کے لیکچروں اور ان کے رسائل میں جابجا مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کے جاری ہونے کا ذکر ہے - بلکہ وہ لوگ بھی جو آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے ہیں اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پاک بندوں سے کلام کرتا ہے جس کا ثبوت بشرط ضرورت ان مضامین سے دیا جا سکتا ہے - جو اسلامک ریویو کے ذریعہ ان نو مسلمین کے قلم سے شائع ہوتے ہیں - خود الفضل اس واقعہ پر شاہد ہے - کہ ایک دفعہ حضرت مولینا صدر الدین صاحب مسجد ووکنگ میں لیکچر دے رہے تھے - اور دوران لیکچر میں اسی مکالمہ و مخاطبہ کے جاری ہونے کا ذکر فرما رہے تھے کہ ایک لیڈی نے یہ سوال کیا کہ کیا اب بھی کوئی ایسا انسان ہے - جو یہ کہہ سکتا ہو - کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرتا ہے جس کا جواب حضرت مولینا نے اثبات میں دیا اور فرمایا کہ اس مسجد میں ایک ایسا انسان ہے جس سے خدا ہم کلام ہوتا ہے آپ کا اشارہ شیخ نور احمد صاحب بلال کی طرف تھا - الفضل نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے - کہ حضرت مولینا نے باوجود لارڈ ہیڈلے کے کہنے کے حضرت مسیح موعود کا نام نہ لیا - حالانکہ اگر آپ ایسا کرتے تو یہ صریحاً اس کے سوال کے خلاف تھا - وہ صرف کسی زندہ انسان کا مطالبہ کر رہی تھی - اس کے سامنے اگر حضرت مسیح موعود کا نام لیا جاتا تو اس کے سوال کا جواب نہ تھا - غرض جس حد تک دہریت اور الحاد کے علاج کا سوال ہے - وہ تو حضرت خواجہ صاحب پیشتر سے کر رہے ہیں - باقی فرقہ بندی کا اصولی طریقہ تبلیغ جیسا کہ محمودیوں کا دستور العمل ہے بیشک اسلام کے لئے سم قاتل ہے - اور بس

کیا سنسکرت ایک زندہ زبان ہے

معزز معاصر وکیل رقمطراز ہے کہ

"ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مسلمانان ہند کو تحصیل عربی پر توجہ دلاتے ہوئے لکھا تھا کہ ۱۹۱۶ء کے نتائج امتحان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال مذکور میں صرف ۵۰۴ مسلمانوں نے عربی کے امتحانوں میں کامیابی حاصل کی بجائیکہ سنسکرت کے امتحان میں ۲۰۳۱ ہندو کامیاب ہوئے - اس امر کی بنا پر ہمارا ایک ہندو معاصر مسلمانوں کے اس دعوے کا مضحکہ اڑاتا ہے - کہ عربی ایک زندہ زبان ہے - اور سنسکرت مردہ - وہ پوچھتا ہے کہ کیا زندہ زبانیں ایسی ہی ثقیل اور غیر مانوس ہوتی ہیں - کیا زندہ زبانیں وہ ہوتی ہیں جن کی طرف کوئی رجوع نہ کرے؟"

ہمیں ایک طرف تو مسلمانان ہند کی عربی سے بے اعتنائی پر افسوس ہوتا ہے - کہ ان کی غفلت اور بے عملی متعصب اور محدود خیال غیر مسلموں کو اس قسم کی بیجا تضحیک کا موقع دیتی ہے - اور دوسری طرف معاصر مذکور کی کج فہمی پر ہنسی آتی ہے کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ عربی بجائے سنسکرت کی طرح محض ہندوستانیوں کے رحم پر نہیں ہے - وہ مصر، طرابلس، الجیریا، مراکش - حجاز اور یمن وغیرہ کی ملکی و مادری زبان ہے اور جملہ مسلمانان عالم کے لئے تبادلہ خیالات کا ذریعہ ہے - مگر کیا وہ کسی ایسے ملک کا نام لے سکتا ہے - جہاں سنسکرت بولی جاتی ہو - یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اگر آج ہندو اصحاب سنسکرت کی طرف سے غافل ہو جائیں تو یہ زبان جو زندہ زبان ہونے کی حیثیت صدیوں سے کھو چکی ہے صفحہ عالم سے یکقلم ناپید ہو جائے - مگر عربی کی یہ حالت نہیں ہے - ماء النیل اور ہوائے یمن نے اس کی روح تا حال تر و تازہ رکھی ہے اور وہ دیگر زندہ زبانوں کی طرح ارتقائی تغیرات سے متاثر ہو رہی ہے -

دراصل ہمارے ہمعصر کو زندہ زبان کی تعریف میں مغالطہ ہوا ہے اس نے گمان کیا ہے - کہ جس زبان کے امتحان میں زیادہ طلبا کامیاب ہوں اسے زندہ کہنا چاہئے - لیکن اسے اول تو یہ غور کرنا چاہئے کہ سنسکرت میں امتحان دینے والے تو صرف ہندوستان کی چار دیواری میں محدود ہیں - بجائیکہ عربی کے امتحانات اسلامی ممالک میں ہر سال ہزارہا طلبا پاس کرتے ہیں - جنکی اگر میزان لگائی جائے تو شاید ۱۹۱۶ء کے طلبا سنسکرت سے کئی گنا زیادہ ہو - علاوہ ازیں کیا وہ لاطینی کو بھی ایک زندہ زبان قرار دینے کے لئے تیار ہے کہ اس میں بھی ہزاروں یورپین طلبا ہر سال سندیں حاصل کرتے ہیں"

معاصر مذکور کا خیال ہے - کہ "عربی کے آنرز کا پاس کیا ہوا طالبعلم بھی شاید ہی لیکچر دینے کی مہارت رکھتا ہو - لیکن سنسکرت کے اس سے بدرجہا کم ڈگری یافتہ طالب علم بھی سنسکرت میں دیا کھیان دے سکتا ہے - یہی وجہ ہے کہ ہم سنسکرت کے لیکچروں کے متعلق تو سنتے رہتے ہیں لیکن عربی لکچر یا کھیان ہونے کا تذکرہ سننے میں نہیں آتا" ہمیں اپنے معاصر [illegible]

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور چہار شنبہ ۸ شوال المکرم ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۸ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود

صدق واستقامت

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے۔ اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے جو تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقعہ ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت ہے جو اس موقعہ کو کھو دے۔ نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو۔ اور اللہ تعالے سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ۔ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو۔ اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے۔ عبد اللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ اس نے کس طرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں کس طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ نمونہ خدا تعالے نے تمہارے لئے پیش کیا ہے۔ ہمیشہ ملتے رہو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے ایک دن آتا ہے کہ ہم ہونگے نہ تم اور نہ کوئی اور۔ اور یہ سب جنگل ویرانہ ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی کیا حالت ہوگئی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے۔ پس اس حالت کو مدنظر رکھو۔ اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی اور اسی نمونہ کو دیکھیں گی اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنیوالی نسلوں کو تم تباہ کروگے۔ انسان کی فطرۃ میں نمونہ پرستی ہے۔ وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو۔ یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو۔ ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو۔ تو ان کی نصیحتوں سے دوسرے کیا فایدہ اٹھائیں گے۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اس کا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے والے اور خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں۔ اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے +

ایک مولوی کا ذکر ہے کہ اس نے ایک مسجد کا بہانہ کر کے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا۔ ایک جگہ وہ وعظ کر رہا تھا اس کے وعظ سے متاثر ہو کر ایک عورت نے اپنی پازیب اتار کر اس کو چندہ میں دیدی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اے نیک عورت کیا تو چاہتی ہے کہ تیرا دوسرا پاؤں جہنم میں جاوے۔ اس نے فی الفور دوسری پازیب بھی اتار کر اسے دیدی۔ مولوی صاحب کی بیوی بھی اس وعظ میں موجود تھی اس کا اس پر بھی بڑا اثر ہوا اور جب مولوی صاحب گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کی عورت روتی ہے اور اس نے اپنا سارا زیور مولوی صاحب کو دیدیا کہ اسے بھی مسجد میں لگا دو۔ مولوی صاحب نے کہا کہ تو کیوں روتی ہے یہ تو صرف چندہ کی تجویز تھی اور کچھ نہ تھا +

غرض ایسے نمونہ سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے ... [illegible]

کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ تم ایسے دبنو چاہئیے کہ تم ہر قسم کے جذبات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے منہ کو تاڑتا ہے اور تمہارے اخلاق۔ عادات۔ استقامت۔ پابندی احکام الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ نہیں تو تمہارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ بس ان باتوں کو یاد رکھو۔

دلایل الخیرات اور دیگر وظایف کی نسبت امام الوقت کی رائے

جناب قاضی آل احمد صاحب رئیس امروہہ نے دریافت کیا کہ دلایل الخیرات جو ایک کتاب وظیفوں کی ہے۔ اگر اسے پڑھا جائے تو کچھ حرج تو نہیں کیونکہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہی ہے۔ اور اس میں آنحضرت صلعم ہی کی جابجا تعریف ہے +

فرمایا کہ انسان کو چاہئیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے۔ اور ان بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی بلاندوقی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کبھی باطل بھی ہوتی ہے۔ اور ایسی رائے جس کی مخالفت احادیث میں موجود ہو۔ وہ محدثات میں داخل ہوگی۔ رسم و بدعات سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظایف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہئیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فایدہ اٹھاوے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔ خدا کے سوا اور کس کی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورہ یٰس پڑھوگے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں +

کلام منظوم

خلق خدا کی سچی ہمدردی

بدل دردیکہ دارم از برائے طالبان حق
نمیگردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر او شان است
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم

بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

نہ من از خود نہم در کوچہ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی برد آنجا بجبر و زور و اکراہم

غم خلق خدا صرف از زبان خوردن چہ کار است این
گر از بہرش بجاں مبتلا ہرگز نیم اینجا کشم نالم

چو شام پر غبار و تیرہ حال عالمے بینم
... [illegible]

اخبار احمدیہ

گذشتہ جمعہ مورخہ ۳ ماہ اگست ۱۷ء کو حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب دام برکاتہ نے مسجد احمدیہ میں خطبہ پڑھا جس میں سلسلہ عالیہ کے موجودہ اختلافی مسایل پر روشنی ڈالتے ہوئے کلمہ شہادت کو قیامت تک کے لئے ختم نبوت کی دلیل ٹھہرایا۔ اور ثابت کیا کہ جسطرح کلمہ شہادت کے ایک جزو سے شرک کا رد اور توحید کا اثبات ہوتا ہے ویسے ہی اسکے دوسرے جزو سے آنحضرت صلعم کی نبوت کا اثبات اور شرک فی النبوت کا رد ہوتا ہے۔ اس کے دوران میں بہت سے ضروری نکات اور زبردست دلایل آپ نے بیان فرمائے۔ جن سب کو انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کیا جائیگا +

مسجد احمدیہ میں حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب سلمہ نے صرف اندرونی حصہ میں ہی بلکہ باہر بھی دونو طرف پلستر اور سفیدی کرائی ہے۔ جس نے مسجد کی شان کو دو بالا کر دیا ہے۔ اللہ تعالے الشیخ صاحب مکرم کو جزائے خیر دے اور بیش از بیش حسنات کا مورد ٹھہرائے +

اخبار احمدیہ کی ذیل میں ان سب ضروری واقعات کا درج ہونا ضروری ہے۔ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں تاکہ سب احباب کو دوسرے مقامات اور ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت بہم پہنچتی رہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود بار بار کی تاکید کے احباب اس بارہ میں عموماً تساہل سے کام لیتے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے بعض خاص اہل قلم حضرات اپنی قلمی اعانت اور بیش بہا مضامین سے خاکسار ایڈیٹر کو مرہون منت اور ناظرین پیغام صلح کو مستفید فرماتے ہوئے سبکدوش ہوگئے ہیں۔ بالخصوص مکرمی مرزا مظفر علی صاحب جناب حکیم شاہنواز صاحب مکرمی جناب مصطفےٰ خانصاحب بی اے جن کے ایک ضروری مضمون کا ایک ہی نمبر شایع ہوکر باقی مضمون ابھی تک معرض تعویق میں پڑا ہوا ہے۔ مکرمی مولینا عبد الکریم صاحب تاجر لودھیانہ جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے مکرمی مرتضےٰ خانصاحب بی اے۔ اور مکرمی شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی کی توجہ اس طرف خاص طور پر درکار ہے +

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا نام اسی ذیل میں سب سے پہلے نوٹ کرنے کے قابل تھا۔ لیکن آپ بوجہ ایک خاص امتحان کی تیاری میں مصروف ہونے کے کچھ لکھ نہیں سکے۔ بعد از فراغت بیش قیمت مضامین دینے کا آپ وعدہ کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ تعالے احباب آپ کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں +

ڈیرہ غازیخاں سے ہمارے قابل دوست شیر محمد خانصاحب بردار کی پے درپے متعدد مضامین پر طبع آزمائی اور ان سے پیغام صلح کی قلمی اعانت خاص طور پر قابل شکریہ ہے۔ امید کہ آپ آیندہ بھی ہمیشہ اسی طرح سے اپنے قیمتی مضامین سے مستفید فرماتے رہینگے

جن ناظرین نے تاحال بقایوں کی ادائگی اور پیغام صلح کی مالی اعانت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ وہ بہت جلد اس طرف متوجہ ہوں۔ ... [illegible]

ملائکہ سے اللہ تعالیٰ کیوں کام لیتا ہے

ایک یہ اعتراض ہے کہ خدا تعالیٰ کو فرشتوں سے کام لینے کی کیا حاجت ہے۔ کیا اُس کی بادشاہی بھی انسانی سلطنتوں کی طرح عملہ کی محتاج ہے۔ اور اُسکو بھی فوجوں کی حاجت ہے جیسے انسان کو حاجت ہے۔ اما الجواب۔ پس واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہیں نہ فرشتوں کی نہ آفتاب کی، نہ ماہتاب کی، نہ ستاروں کی لیکن اسی طرح اُس نے چاہا کہ تا اُس کی قدرتیں اسباب کے توسط سے ظاہر ہوں۔ اور تا اس طرز سے انسانوں میں حکمت اور علم پھیلے۔ اگر اسباب کا توسط درمیان نہ ہوتا۔ تو نہ دُنیا میں علم ہیئت ہوتا نہ نجوم، نہ طبعی، نہ طبابت، نہ علم نباتات، یہ اسباب ہی ہیں جن سے علم پیدا ہوئے۔ تم سوچ کر دیکھو کہ اگر فرشتوں سے خدمت لینے سے کچھ اعتراض ہے تو وہی اعتراض۔ سورج اور چاند اور کواکب اور نباتات اور جمادات اور عناصر سے خدمت لینے میں پیدا ہوتا ہے جو شخص معرفت کا کچھ حصہ رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہر ایک ذرہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق کام کر رہا ہے اور ایک قطرہ پانی کا جو ہمارے اندر جاتا ہے وہ بھی بغیر اذن الٰہی کے کوئی تاثیر موافق یا مخالف ہمارے بدن پر ڈال نہیں سکتا۔ پس تمام ذرات اور سیارات وغیرہ درحقیقت ایک قسم کے فرشتے ہیں۔ جو دن رات خدمت میں مشغول ہیں۔ کوئی انسان کے جسم کی خدمت میں مشغول ہے اور کوئی روح کی خدمت میں۔ اور جس حکیم مطلق نے انسان کی جسمانی تربیت کے لئے بہت سے اسباب کا توسط پسند کیا اور اپنی طرف سے بہت سے جسمانی مؤثرات پیدا کئے تا انسان کے جسم پر انواع اقسام کے طریقوں سے تاثیر ڈالیں۔ اُسی وحدہٗ لاشریک نے جس کے کاموں میں وحدت اور تناسب ہے یہ بھی پسند کیا کہ انسان کی روحانی تربیت بھی اسی نظام اور طریق سے ہو کہ جو جسم کی تربیت میں اختیار کیا گیا تا وہ دونوں نظام ظاہری و باطنی اور روحانی اور جسمانی اپنے تناسب اور یکرنگی کی وجہ سے **صانع واحد مدبر بالارادہ** پر دلالت کریں۔

پس یہی وجہ ہے کہ انسان کی روحانی تربیت بلکہ جسمانی تربیت کے لئے بھی فرشتے وسائط مقرر کئے گئے مگر یہ تمام وسائط خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں مجبور اور ایک کل کی طرح ہیں جسکو اُس کا پاک ہاتھ چلا رہا ہے اپنی طرف سے نہ کوئی ارادہ رکھتے ہیں نہ کوئی تصرف۔ جس طرح ہوا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہمارے اندر چلی جاتی ہے اور اُسی کے حکم سے باہر آتی ہے۔ اور اُسی کے حکم سے تاثیر کرتی ہے یہی صورت اور ہُوبہو یہی حال فرشتوں کا ہے۔ **یفعلون ما یؤمرون**

پنڈت دیانند نے جو فرشتوں کے اس نظام پر اعتراض کیا ہے۔ کاش پنڈت صاحب کو خدا تعالیٰ کے نظام جسمانی اور روحانی کا علم ہوتا تا سچائی اعتراض کرنے کے کمالات تعلیم قرآنی کے قائل ہو جاتے کہ کیسی قانون قدرت کی صحیح اور سچی تصویر انہیں موجود ہے۔

(از دافع الوساوس)

اقوالِ زرّین

اصل مفلس کون ہے؟

اصل مفلس ہے کون بندہ نواز ✦ اُس کا حضرت نے یہ بتایا راز
کرکے اعمال جسکو کچھ نہ ملے ✦ ظلِ رحمت کے جو نہ آئے تلے
وہ جو ہیں جو کرتے ہیں غیبت ✦ افترا اُن کی ہے جنہیں عادت
کچھ نہ حاصل ہو جُز ندامت کے ✦ اُس کے بدلے میں دن قیامت کے
نیکیاں اُنکی ہونگی ہیں زائل ✦ مفلسوں میں وہ ہوتے ہیں شامل

(ترجمہ حدیث)

گناہ کے بعد توبہ

خالی نہیں خطا سے گرچہ ہے ابن آدم ✦ رغبت گناہ سے ہی رکھتا ہی گرچہ ہر دم
توبہ جو صدق دل سے کرنے کی سُوجھ جائے ✦ حضرت نے یہ بتایا جنت وہی کمائے

(ترجمہ حدیث)

جھوٹے معبود کی سوگند

عبدالرحمٰن سے روایت ہے پیغمبر نے کہا ✦ جھوٹے معبود کی سوگند کھانا ہے بُرا
باپ دادا کی قسم کھانا نہ کبھی او بندے ✦ ایسے افعال نہ سرزد ہوں کہ جو ہیں گستاخ
حال پر تیرے خداوند ہی رکھتا ہے نظر ✦ جھوٹے معبود کو ہوتی ہے کہاں اسکی خبر

(ترجمہ حدیث)

کڑے جانور کو تابو کر

خواجہ لعبری نے خوب فرمایا ✦ کیسا اچھا طریق بتلایا
نفس مُنہ زور جانور سے ترا ✦ اسکے حملوں سے بچکے رہئے ذرا
مُنہ میں اسکے کڑی لگام لگا ✦ تاکہ غفلت میں تجھکو دے نہ پچھا

الاسلام

سورۂ فاتحہ اور نماز

قرآن حمید بڑے بڑے عظیم الشان حقائق و دقائق سے پُر ہے جتنا جتنا انسان غور کرتا جائے۔ اور جتنا جتنا مولا کریم اُس پر کھولتا جاوے۔ اسی قدر اس پاک کتاب کی خوبیاں اور دلفریبیاں دیکھ دیکھ کر بیساختہ انسان کے دل سے اس قدرت و جبروت والے پُر حکمت خدا کی حمد وثنا کے الفاظ نکلتے ہیں۔

میں کوئی مولوی ملّا تو ہوں نہیں اور نہ مجھے علم قرآن کا دعویٰ ہے ایک معمولی طالب علم ہوں۔ لاہور میڈیکل کالج میں پڑھتا ہوں۔ اور آجکل موسم گرما کی چھٹیوں پر گھر ہوں۔ کوئی مدت مدید نہیں گذری کہ میرے دل میں اکثر یہ خیال متلاطم رہتا۔ کہ سورۂ فاتحہ جو ہم ہر ہر نماز میں کئی کئی دفعہ پڑھتے ہیں۔ اس کی آخر وجہ کیا ہے۔ لاریب خدائے علیم نے اس میں کوئی ایسی اعلیٰ حقیقت رکھی ہے جس نے اس سورۃ کو ایسی اہمیت بخشی کہ ہر روز بیسیوں دفعہ اس کی تلاوت کرنے کا حکم فرمایا۔ اکثر سُنا کرتا تھا کہ یہ سورۂ مبارک تمام کلام مجید کا خلاصہ اور نچوڑ ہے جھوٹ کیوں کہوں۔ آمنا وصدقنا۔ جیسا کہ ہر مسلمان کا قاعدہ ہے۔ میں بھی کہدیا کرتا۔ مگر دل میں کھٹک لگی رہتی کہ یہ کس طرح؟ کیونکر ہے؟ اور کیسے ہے؟

اس مولیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے خود ہی ایک ایسا نکتہ سمجھا دیا جس سے کم از کم میرے دل میں ایسا حظ اور اطمینان پیدا ہوا۔ کہ میں دونوں اس میں محو رہا۔ میرا فرض ہے کہ اُس حقیقت کو اپنے بزرگوں اور بھائیوں کی خدمت میں پیش کردوں۔ وھو ھذا:۔

جب ہم خدا کے دربار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ تو اسکی لاتعداد افضال و اکرام کا تصور چشم بصیرت کے سامنے لاتے ہیں۔ اُس نے ہم پر کسقدر انعامات کئے۔ بالعموم کیا یہی ایک انعام کم وقعت رکھتا ہے کہ ہمکو اشرف المخلوقات بنایا۔ اگر بجائے انسان کے گدہا یا اُلو بنا دیتا۔ تو کیا اسکی قدرت سے کچھ بعید تھا۔ پھر صورت وسیرت سے مزین کیا۔ آنکھ۔ کان۔ زبان اور سب سے بڑھکر دماغ ایسے انعامات ہیں۔ جنکو اگر مناسب ذرائع سے استعمال کیا جائے تو انسان ایسے ایسے اعلےٰ اور بلند مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ ایک دُنیا کی آنکھیں تعجب وحیرت کی بجلی سے چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ بنا ہیر عالم کے نام آج آسمان شہرت پر ستاروں کی طرح روشن ہیں۔

ان انعاموں کے علاوہ جو مختص بالذات اکرام ہوتے ہیں وہ ہر ایک انسان خود ہی اپنے گریبان میں مُنہ ڈالکر دیکھ سکتا ہے ان تمام موہبات الٰہیہ کو جب ہم سامنے لاتے ہیں تو بے اختیار مُنہ سے "الحمد للہ" نکلتا ہے یعنی سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ کون اللہ؟ وہ اللہ جو رب العلمین ہے۔ عربی لفظ رب کے معنے جیسا کہ اکثر جناب خواجہ صاحب نے اپنے لکچروں میں فرمایا ہے۔ انگریزی لفظ Evolver ... سے نہایت خوبی سے تعبیر ہو سکتے ہیں۔ جس کے معنے ہیں ادنےٰ سے اعلےٰ حالت پر لیجانے والا ہے۔ اس میں ایک نہایت ہی لطیف حقیقت ہے جس سے انسان کے دل میں ہر ترقی کے میدان میں قدمزن ہونے کے لئے ایک زبردست جوش پیدا ہوتا ہے شروع میں ہی اللہ عظیم نے اس توصیفی نام کو اختیار کرکے ہمکو جتا دیا کہ جس حالت پر تم ہو۔ خواہ وہ اعلیٰ یا ادنےٰ۔ خواہ تم معمولی درجہ کے آدمی ہو یا بڑے ذی علم و حکم یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ بس یہی ہماری ترقی کی انتہا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ قادر خدا اُنکو ادنےٰ سے اعلےٰ ترین اور اُسکے آگے لاانتہا ترقیوں سے مشرف کرنے کی زبردست طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا۔ ان اجرھم غیر ممنون۔ ترقی کی کوئی حد نہیں۔ اگر تم افلاطون بھی بنگئے تو ابھی آگے بہت کچھ ہے۔ پس اُٹھو اور کمر ہمت کو چستی اور مردانگی کے پٹکوں سے مضبوط باندھو۔ اور آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہارا خدا رب العلمین ہے۔ جوں جوں تم آگے بڑھوگے اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کے دروازے تمہارے لئے کھولدیگا۔ کسقدر حوصلہ افزا نظارہ ہے۔ آگے فرمایا الرحمٰن الرحیم شاید بعض نور بصیرت سے معرا لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ الرحمٰن بڑی صفت اور الرحیم نسبتاً چھوٹی۔ اس لحاظ سے چاہئے تھا۔ کہ پہلے چھوٹی آتی اور بعد میں بڑی۔ ہائے جو خوبصورتی ان دونوں لفظوں کی قرآنی تطبیق، اور جو عظیم الشان قانون قدرت جس پر دنیا جہان کی کامیابیوں کا انحصار ہے۔ ان دو لفظوں میں پوشیدہ ہے۔ وہ کبھی اُنکے شان و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ الرحمٰن اُسکو کہتے ہیں جو بغیر مشقت کے دے اور الرحیم وہ ہوتا ہے۔ جو بجز مشقت کے نہ دے۔ مگر مشقت رائیگاں جانے پر بڑی اچھی مزدوری دے۔ اُس حکیم خدا نے پہلے یہ بتا کر کہ میں ادنےٰ سے اعلےٰ کر دینے والا ہوں۔ رب العلمین ہوں۔ آگے یہ دو صفتیں اختیار کرکے ہمکو مُتنبہ بالشان قانون کی تعلیم کیا جو ہر کامیابی کی بنیاد ہے خوب غور کرلیں۔ اس ہونے کا ہر ایک کام کسی نہ کسی قانون کے ماتحت ہوگا۔ چنانچہ وہ حکیموں کا حکیم فرماتا ہے۔ کہ میرا یہ فضل کہ ہما ادنےٰ سے اعلےٰ اور اعلےٰ سے اعلےٰ ترین کر دیتا ہوں۔ خوب یاد رکھنا میری ان دو صفتوں کے ماتحت ہوگا۔ میں شروع میں تمہارے ساتھ رحمٰن ہونگا اور بعد میں رحیم۔ تمہاری عمر کے پہلے حصے میں رحمٰن ہونگا۔ تمکو سب کچھ مُفت دونگا۔ بغیر تمہاری گذارش کے دل و دماغ دونگا۔ بغیر مانگے۔ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، اور عقل و دماغ دونگا بغیر کسی التجا کے تمہاری پرورش اور خدمت کے لئے اعلےٰ سامان مہیا کردونگا۔ مگر خوب یاد رکھو۔ اس کے بعد ایک وہ وقت آئیگا کہ پھر میں تمہارے لئے رحیم ہونگا بغیر کوشش اور جد و جہد کچھ نہ دونگا ہاتھ پر ہاتھ رکھکر خواہ کتنی بھی دُعائیں مانگو گے۔ ایک حبّہ تک نہیں ملیگا۔ ہاں اگر میری عنایات کو جو میں نے تمکو رحمٰن کی صفت کے ماتحت دے دی ہیں اُنکو مناسب ذرائع سے استعمال کروگے۔ اگر دماغ کو اعلےٰ علوم کی تحصیل میں صرف کروگے۔ آنکھ، کان وغیرہ کی طاقتوں کو بیہودہ ضائع کرنے کی جگہ مشاہدات عالم کی حقیقت کی جستجو میں لگا دوگے اور ہر ایک قسم کی مشقت اور محنت اٹھانے کے لئے ہمہ تن تیار رہوگے تو بیشک میں رحیم ہوں۔ بہت اعلےٰ اجر دینے والا ہوں اور تمکو وہ وہ اعلےٰ رُتبے عطا کردونگا۔ کہ دیکھنے والے دنگ رہ جائینگے بزرگو! آؤ تو ذرا دیکھیں۔ اس اصول پر چلنے والوں کو ذرا دیکھیں اپنے خیال کو چند لمحوں کے لئے دس بارہ سو برس پیچھے ہٹا لیجاؤ۔ تو اس زرّین اصول کو سمجھنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے والوں کی شان و شوکت اور اُنکے تجمل و احتشام کے باغ جو کامیابیوں اور کامرانیوں کے خوش رنگ و خوش بو پھولوں سے لہلہا رہے ہیں تمہاری قوت متخیلہ کو سست کر دینگے۔ کہاں وہ ہر دم و شام کی سلطنتیں اور کہاں آجکل کی ذلت و خواری۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اپنے اسلاف کو چھوڑکر آؤ ذرا دوسری دُنیا پر نظر ڈالیں۔ شیکسپیئر، ڈراؤن - جانسن - گولڈسمتھ - ٹے نی سن - نیوٹن - بائیل - کولمبس، فرینکلن - ابوالفضل - فیضی ایسا ہی مختلف بزرگان وطن ہیں۔ اور ہمارے اپنے زمانہ کے - سرسید احمد خان صاحب شمس العلماء مولوی نذیر احمد خان صاحب۔ حالی، شبلی، مسٹر گوکھلے وغیرہ وغیرہ ایسے اسمائے گرامی ہیں۔ جنکی عزت ہر شخص کے دل میں موجزن ہے۔ کیا یہ یونہی آسمان شہرت پر آ چمکے۔ ہرگز نہیں، بڑی بڑی محنتیں ان لوگوں نے کیں۔ اِنکے حالات پڑھنے سے انسان پر روشن ہوتا ہے کہ ہاں جو کچھ ہے محنت ہے۔ ؎

قدر محنت کی جو پہچانتے ہیں
اسے کیمیا سے سوا جانتے ہیں

ان لوگوں نے بڑی بڑی مشقتیں کیں۔ نیوٹن جس کا نام آج سائنس اور ریاضی کی دُنیا میں چاند کی طرح چمکتا ہے۔ اپنے طالب العلمی کے زمانہ میں ایک دفعہ تعطیلات پر گھر آیا تو ایکدن اپنے باغ میں بنچ پر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ کہ اچانک درخت پر سے جسکے نیچے وہ بیٹھا تھا، پھل کا ایک دانہ گرا۔ (خدا جانے کس چیز کا درخت تھا) اس فیلکر انسان نے اسی سوچ میں کئی سال لگا دیئے۔ کہ پھل کا دانہ زمین کی طرف کیوں گرا؟ اُڑ کر کسی اور سمت کو کیوں نہ چلا گیا۔ یا آسمان کو کیوں نہ چڑھ گیا۔؟ دن رات کی محنت اور سوچ بچار کے بعد آخر اُس نے وہ قانون جسکو Law of Gravity (لاآف گریوٹی) کہتے ہیں۔ دریافت کیا۔ جس کے ماتحت یورپ نے کلیں ایجاد کیں جن کی بدولت انہوں نے لاکھوں روپے کمائے۔ یہ شخص کئی دفعہ دیکھا گیا کہ صبح کو اٹھا ہے۔ تو کسی ایسی اُلجھن کی سُلجھن میں غرق ہے کہ دُنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ رات کا لباس پہنے سویٹوالی چارپائی پر بیٹھے بیٹھے چائے کا وقت بھی گذر گیا۔ کھانے کا وقت بھی گذر گیا۔ تب جا کر وہ اُٹھا۔ کپڑے بدلے اور کھانا کھایا۔

ان اولوالعزم شخصوں کی جانکاہیوں کا نتیجہ ہے کہ انگلستان اور دیگر یورپین قومیں آج اس قدر مہذب و ممتاز ہیں۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو! تمہارا خدا قانونی خدا ہے۔ وہ اُسی کو عزت اور اوج کی کرسی عطا کریگا جو اُسکے بنائے ہوئے قوانین پر چلیگا۔ خواہ وہ تم ہو۔ یا کوئی ہندو۔ یا انگریز۔ ہاں! تم پر اُس نے ایک خاص مہربانی ضرور کی۔ اور یہ ایک عظیم الشان مہربانی ہے کہ اپنے قانون اپنی پاک کتاب کے ذریعے تمکو بتا دئے اور پھر یہیں

ندوہ یا مدرسہ دیوبند میں قدم رکھا ہوتا۔ لیکن کیا وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر ہے کہ سنسکرت میں تقریر کرنے کی ضرورت ہو تو ہندوستان کے کسی گوشے سے ایک آدھ تعلیم یافتہ پنڈت کو ڈھونڈ کر لانا پڑیگا اور سننے کا تو ذکر ہی چھوڑیئے کہ مقرر صاحب خود بھی شاید ہی اپنی تقریر کو سمجھ سکیں بجائیکہ عربی ایک ایسی سہل آموز اور آسان زبان ہے کہ تعلیم یافتوں کا تو کیا ذکر لاکھوں بے علم اسے استعمال کر رہے ہیں۔ رہے سنسکرت کے لیکچر۔ اس کے متعلق غالبًا یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ مردہ زبان ہونے کی وجہ سے سنسکرت میں تقریر ایک اعجوبہ سمجھی جاتی ہے اور اس لئے اسکا چرچا کیا جاتا ہے علاوہ بریں ہندوؤں احیار سنسکرت کی خواہش بھی انہیں اس قسم کے چرچوں پر مجبور کرتی ہے مگر عربی کی حیات مسلمہ ہے۔ اور وہ اس قسم کی

آخر میں ہم مسلمانان ہند سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اب بھی وہ کروٹ نہ لیں گے اور کیا اب بھی عربی سے ان کی بے اتفاقی میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ کیا یہ اسلامی کالجوں کا فرض نہ ہونا چاہیئے کہ وہ ترویج عربی کا موثر ذریعہ بننے میں کوشاں ہوں +

جبلپور میں اسلامی مساجد پر حملہ

ایک طرف ملک میں ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا جاتا ہے اور ہندوستان کی بہبودی کا انحصار اسی پر بنایا جاتا ہے۔ کہ دونو قومیں باہمدگر ایسی شیر وشکر ہوں۔ کہ "قومیت متحدہ" کا اصل مفہوم ان پر صادق آئے۔ بلکہ دوسری طرف انہی برادران وطن کی طرف سے جن کی پے در پے کوششوں اور دعوتوں نے بالآخر مسلم لیگ کو بھی نیشنل کانگریس کے آگے اظہار اطاعت کرائے بغیر نہ چھوڑا۔ آئے دن ایسی ایسی کارروائیاں ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ جو "قومیت متحدہ" کے اس شاندار خواب کو پریشان خیالات سے بڑھکر وقعت نہیں دیتیں۔ ابھی انہی دنوں ایک طرف ممبئی میں مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس کا مشترکہ اجلاس ایک ہی پلیٹ فارم پر منعقد ہوتا ہے۔ اور دوسری جانب جبل پور سے ہندو مسلم نفاق کا ناگوار قضیہ ملک میں عام طور پر دہرایا جا رہا ہے کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ان مظالم سے تنگ آکر جو مساجد کے آگے شور وغوغا اور خلاف تہذیب کلمات کی صورت میں انہوں نے رمضان المبارک میں عین تراویح کے موقعہ پر توڑے شروع کئے۔ اور جس کا سلسلہ تا حال ختم نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے اپنی مساجد کے دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ اور بجائے خود تنگی کی بہ نسبت کی جواب دیگر فساد کو بڑھانے کے صاحب کمشنر بہادر کو تار دیا ہے۔ معلوم نہیں اس تار کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور دوسری طرف مسلم لیگ نے اس بارہ میں کیا کاروائی کی ہے۔ بلکہ ہمیں ارباب نیشنل کانگریس سے بھی یہ پوچھنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اس طرف کہانتک اپنی توجہ کو مبذول کیا۔ اور ہوم رول کا شاندار خواب دیکھنے سے قبل ایسے ایسے ناگوار معاملات کو جو ان کی ساری تجاویز پر پانی پھیرنے والے ہیں۔ کہانتک سلجھانے کی کوشش کی۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمانوں کا باہم اتفاق ہو۔ اور نفاق کی یہ خلیج خدا کرے کسی طرح سے بند ہو جائے۔ لیکن اسکو کیا کیا جائے۔ کہ ایک تو اس اتفاق کے لئے راہ ہی وہ سوچی جاتی ہے۔ جو سے

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

کی مصداق ہے۔ اور دوسرے اس راہ میں بھی خود اپنے مقاصد کو اپنے عمل سے پامال کیا جاتا ہے۔ کاش کوئی توجہ کرے +

صلح اور اتحاد کی بہترین راہ

صلح اور اتحاد کے پاک اور اعلےٰ مقاصد کے حصول کی بہترین راہ اگر کوئی ہوسکتی تو وہ وہی ہے۔ جو ابھی بہت عرصہ نہیں ہوا۔ خدا کے اس مامور و مجدد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک پیغام صلح کی صورت میں ہندو برادران وطن کے سامنے پیش کی تھی۔ اصل میں بیمار کے لئے دوائی تجویز کرنے سے پیشتر اسکی مرض کی تشخیص بہت ضروری ہوتی ہے۔ بغیر اسکے نہ تو دوائی کارگر ہوگی۔ اور نہ ہی مریض جانبر ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اسی اصل کے مطابق سب سے پہلے یہ بتاکر کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی منافرت صرف مذہبی اختلاف اور ایک دوسرے کے پیشواؤں کی عزت دلوں کے اندر نہ ہونے سے ہے۔ اس کا سہل علاج یہ بتایا۔ کہ ایک دوسرے فریق کے لوگ باہم ایک اس قسم کا معاہدہ کریں۔ کہ جس کے رو سے ایک دوسری قوم کے پیشواؤں کی عزت کرنا لازمی ہو۔ اس معاہدہ کے نقض کی صورت میں فریق ناقض تاوان کی ایک بیش قرار رقم دوسرے فریق کو دے۔ ایسے معاہدے ہو جانے پر حضرت مسیح موعود نے ہندو برادران وطن کی دلجوئی کے لئے گائے کا گوشت کھانے سے قسم اٹھانے کا اقرار کیا۔ لیکن افسوس کہ آجتک اس طرف کسی نے توجہ نہ کی جسکا نتیجہ موجودہ ناگوار حالت کی صورت میں پیش آ رہا ہے +

مُباحثِ علمیہ

نسب نامۂ نبوی

آنحضرت کا سلسلہ نسب اور بعض مباحث مہمہ متعلق سیرۃ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

افادہ مولانا حمید الدین بی۔اے صدر دار العلوم حیدر آباد دکن

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

تعیین مروہ چونکہ قربان ابراہیمی کی اصل جگہ یہی مروہ ہے اس لئے اسکی تعیین زیادہ مہتم بالشان ہے۔ یہود نے بہت کوشش کی ہے کہ اس کو بیت المقدس میں ثابت کریں مگر اس کے متعلق سخت اختلاف بیان ہے تکوین ۲۲:۲ میں ہے "زمین مورہ کی طرف جا اور وہاں ایک پہاڑ پر جس کو میں بتاؤنگا قربانی چڑھا" یشپ کولنزو نے اس کے متعلق جو بحث کی ہے ہم پہلے اس کا ملخص لکھتے ہیں۔ وہ اس لفظ کے متعلق توراۃ کے نسخوں کا اختلاف حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

نسخ توراۃ	وہ مقامات جہاں یہ لفظ آیا ہے	صورت لفظ مرو
عبرانی	تکوین ص ۲۲:۲	(۱) طرف ارض مورہ
"	تکوین ص ۱۲:۶	(۲) میدان مورہ
"	تثنیہ ص ۱۱:۳۰	(۳) بطرف میدان مورہ
"	قضاۃ ص ۷:۱	(۴) نزدیک کوہ مورہ
ترجمہ سبعین	تکوین ص ۲۲-۲	(۱) سوئے زمین بلند
"	تکوین ص ۱۲:۶	(۲) بلند بلوط
"	تثنیہ ص ۱۱:۲	(۳) نزدیک بلوط بلند
"	قضاۃ ص ۷:۱	(۴) نزدیک کوہ مورہ
ترجمہ اکیولا	تکوین ص ۲۲:۲	(۱) طرف زمین نمایاں
ترجمہ سماخس	"	(۱) طرف زمین رویا

اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ بائبل کے تمام صحف میں جو حضرت سلیمان کے بعد ہیں۔ اور تمام انبیاء کے صحف میں اور مقدم مزامیر میں بلا استثنا روہ پہاڑ جس پر بیت المقدس بنایا گیا۔ صیہون کے نام سے پکارا گیا ہے اور مقام ہیکل کو کہیں موریا نہیں کہا گیا۔ یہود کا دعوے ہے کہ موریا وہیں ہے جہاں بعد کو مسجد بیت المقدس ہے۔ اسکے خلاف نصاریٰ نے حضرت مسیح کے مصلوب ہونیکی جگہ اسے قرار دیا۔ قربانگاہ ابراہیمی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ابراہیم نے اسے دور سے دیکھا اور یہ کہ مشرق سے آئے۔ یہ صفت ہیکل یہود پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ مشرق سے مسافر وادی ہنام ہو کر آتا ہے۔ اور بالکل قریب آجاتا ہے۔ تو ہیکل پر اس کی نگاہ پڑتی ہے"۔ (خلاصۃً) پھر لکھتے ہیں کہ اسطانلی نے اپنی منقح رائے اسپر لکھی ہے +

"وہ اپنے خیمے سے جو بیر شبع میں تھا صبح کو حضرت ابراہیم روانہ ہوئے۔ اور اس مقام کی طرف جس کا خدا نے حکم دیا تھا۔ چلے یہ جگہ وہ نہیں ہے جس کے یہود مدعی ہیں کہ بیت المقدس کے جبل موریا پر ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ خلاف قیاس ہے جس کے نصاریٰ مدعی ہیں کہ قبر مقدس کے پاس ہے اور اس سے زیادہ خلاف قیاس ہے جس کے مسلمان مدعی ہیں کہ جبل عرفات پر ہے۔ جبل جریزیم زیادہ تر مذبح کی شکل پر ہے۔ غالبًا یہی مذبح ابراہیمی ہے جبل جریزیم سامری یہود کا معبد تھا۔ اور وہ مقام وسیع اور مسطح ہے۔ اس بنا پر اسطانلی کی رائے ہے کہ موزون تر جگہ یہی ہوسکتی ہے۔"

عبارت بالا کا ماحصل حسب ذیل ہے

(۱) عبرانی اور سامری یہود اور نصاریٰ سب مذبح ابراہیمی کو مختلف مقامات پر قرار دیتے ہیں۔

(۲) یہود نے بیت المقدس کے جس پہاڑ کا نام موریا رکھدیا نہ تو اس کا یہ پہلے نام تھا اور نہ اس پر مذبح ابراہیمی کے صفات راست آتے ہیں +

(۳) سامری یہود کا جبل جریزیم صرف اس لئے مذبح ابراہیمی قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس کی شکل اس مقصد کے لئے بہ نسبت کوہ صیہون اور عرفات کے زیادہ موزون ہے +

(۴) مذبح ابراہیمی جس مقام پر ہو اس کے نام کے متعلق بائبل کے نسخوں میں سخت اختلاف ہے۔

امر اول اور دوم پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ امر سوم کے متعلق صرف یہ کہنا ہے کہ مذبح ابراہیمی کے تعلق اور وسیع جگہ کی ضرورت نہیں بتائی گئی۔ اور نہ یہ امر خود مذبح ہی کے لئے ضروری ہے۔ اور نہ صرف کوہ جریزیم پر صادق آتی ہے۔ رہا کوہ عرفات کا معاملہ تو مسلمان ہرگز یہ دعوے نہیں کرتے۔ اس لئے اس کی تردید کی ہمیں ضرورت نہیں۔ امر چہارم کسی قدر تفصیل طلب ہے یعنی یہ دیکھنا کہ اصل حقیقت کیا تھی۔ اور یہ اختلافات کیونکر پیدا ہوئے +

شبہ ثانی پر نظر پہلے شبہ کے جواب میں یہ لکھا گیا اس کے بعد یہ شبہ خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ قربانگاہ خلیل جبل مروہ ہے جو بطحا مکہ میں ہے تو اہل کتاب خود حضرت اسحاق کا مکہ سے کوئی تعلق نہیں مانتے۔ لیکن ہمارے دعوے پر اور بھی مستقل دلیلیں ہیں جن میں سے بعض کو ہم مختصرًا یہاں لکھتے ہیں۔

(۱) بائبل میں بہ تصریح موجود ہے کہ حضرت ابراہیم کو اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ہوا۔ اور یہ بھی ہے کہ حضرت اسحاق کی پیدائش اس وقت ہوئی جب حضرت اسمعیل چودہ سال کے ہو چکے تھے۔ اب حضرت اسحق کیونکر اکلوتے ہو سکتے ہیں۔

(۲) بائبل میں بتصریح موجود ہے کہ حضرت اسحق کی پیدائش کی بشارت جب حضرت ابراہیم کو دی گئی تو اسی کے ساتھ ان سے یہ بھی کہا گیا کہ ان کی نسل بہت زیادہ ہوگی۔ اب یہ ممکن ہے کہ ان سے پھر کہا جائے کہ ان کو ذبح کردو۔ یہ کہنا بالکل فضول ہوگا۔ کہ جب حضرت اسحق صاحب اولاد ہو چکے تو قربانی کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ خود بائبل میں لکھا ہے کہ جب حضرت اسحق کی عمر ۶۰ برس کی ہو چکی تو ان کا پہلا لڑکا پیدا ہوا اور قربانی کے قصے میں صاف موجود ہے کہ جو قربانی کیا گیا وہ ہنوز کمسن بچہ تھا قرآن مجید میں بھی ایسا ہی ہے +

حضرت اسمعیل کی اولاد کی نسبت جو برکت اور ترقی کی بشارت حضرت ابراہیم کو ملی اسکے متعلق بائبل میں کہیں نہیں کہ وہ ان کی پیدائش سے پہلے یا فورًا بعد پیدائش دی گئی۔ بلکہ قربانی واقع ہونے کے بعد ایک بشارت حضرت ابراہیم کو ان الفاظ میں دی گئی "میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ چونکہ تو نے یہ کام کیا اور اپنے اکلوتے لڑکے کو دریغ نہ کیا۔ میں تجھکو برکت دونگا اور تیری نسل کو آسمان کے تاروں اور ساحل بحر کی ریگ کی مثل بڑھاؤنگا۔ تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازوں کی وارث ہوگی۔ اور تمام ساکنان زمین اس سے برکت پائیں گے۔ یہ اس لئے کہ تو نے میرے حکم کو مانا"۔

اہل کتاب اس بشارت کو حضرت اسحق کے حق میں سمجھتے ہیں حضرت اسحق کی نسبت تو پہلے ہی بشارت ہو چکی تھی۔ اور بنی اسرائیل تو اپنے دشمنوں کو خود اپنے دروازے سے نہ روک سکے۔ بارہا اسیر ہو کر بابل اور مصر میں پکڑ کر گئے۔ اور ہمیشہ انہیں دشمنوں نے کچلا۔ خیر یہ تو الگ بات ہے کہ یہ بشارت بنی اسرائیل پر ہرگز صادق نہیں آئی۔ اور پہلی ایسی لڑکے کا حق ہے۔ جو قربان کیا گیا۔ یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ قربانی سے پہلے جسکے متعلق کثرت نسل کی بشارت دیگئی ہو اسکے ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا +

(۳) باایں ہمہ کہ یہود کی مذہبی عبادات کا جزو اعظم محض قربانی ہے۔ مگر تمام بائبل میں کہیں اسکو حضرت ابراہیم اور اسحق کی یادگار قرار نہیں دیا گیا۔ حضرت موسیٰ اس کے بانی ہیں اور اس کی بنیاد یہ بتائی ہے کہ چونکہ خدا نے قوم فرعون کی تمام پہلی اولاد کو مار ڈالا اسلئے تم اسکے شکریہ میں ہر پہلی پیداوار کو نذر کرو۔ انسان کے بدلے جانوروں کو ذبح کرو۔ برخلاف اسکے ہمارے یہاں حج فرض ہے۔ اور عرب میں ہمیشہ قایم رہا اور تمام مناسک حج میں سنت ابراہیمی کی یادگار قایم رکھی گئی۔ اسکے متعلق کسی قدر مزید تفصیل آگے آئیگی۔

شبہ ششم پر نظر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی حکایتیں صحف یہود سے کہیں کہیں مخالف ہیں مگر اس سے قرآن مجید پر بجائے شبہ ہونیکے زیادہ اعتماد ہوتا ہے ایک مدت دراز سے محققین اہل کتاب لکھتے تھے کہ صحف یہود پایہ اعتبار سے ساقط ہیں مگر اس صدی میں جب مصر و بابل و شام اور بعض اطراف عرب میں قدیم کتبات نکلے۔ اور قرون متطاولہ کی تاریخ کا ایک نیا دروازہ کھل گیا جو بائبل کے ناقدین اور مقلدین میں بہت کچھ صلح ہو گئی جہاں ایک حد تک بائبل کی تصدیق ہوئی وہاں یہ بھی مسلم ہو گیا کہ اس موجودہ بائبل میں بہت ترمیم اور بے اصل واقعات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ گویا بالکل ہمارے عقیدہ سے اتفاق کیا گیا ہم اصل بائبل کو مانتے ہیں مگر اس امر کے قایل ہیں کہ اس میں بہت کچھ تبدل اور تغیر ہوئے ہیں۔ اور اب حق و باطل کی تمیز نہایت مشکل ہو گئی ہے +

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ قرآن مجید ان مہمل متناقض روایتوں سے خالی ہے اور قصص یہود کے علاوہ جو تاریخی باتیں قرآن مجید میں ہیں اسکی تصدیق قدیم کتبات سے ہوتی ہے البتہ جو روایتیں احادیث میں ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ کچھ تو خالص عربی الماخذ ہیں اور کچھ یہود سے ماخوذ ہیں۔ جو یہود سے ماخوذ ہیں وہ اکثر قابل اعتماد نہیں مگر جو خالص عربی ہیں انکی بھی قدیم کتبات سے تصدیق ہوتی ہے [illegible] وہ عرب روایت کرتے ہیں کہ فرعون یوسف عمالیق میں سے تھا اور اسکا نام ریان بن ولید تھا۔ مصر میں ایک مجسمہ نکلا [illegible] اس بنا پر ڈاکٹر ریل و مسٹر کوپ و پائنٹ ماؤس کہتے ہیں کہ یہ عربی روایت واقعات پر مبنی ہے۔ یا مثلاً ہمارے یہاں لکھا ہے کہ فرعون [illegible]

مُراسلات

خلافت اور خلیفہ

خلافت کے معنے جانشین ہونے کے ہیں اور خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کسی کا جانشین ہو۔ مگر اب خلافت ایک مذہبی لفظ ہوگیا ہے۔ اور خلیفہ بھی ایک مذہبی عہدہ خیال کیا جاتا ہے۔

ابتداء اسکی رومن کیتھولک مذہب سے ہوئی۔ سب سے بڑا افسر سینٹ پیٹرز چرچ روالی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواری سینٹ پیٹرز کا جانشین سمجھا جاتا ہے جسکو پوپ کہتے ہیں مسلمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق جانشین قرار پائے۔ اور ان کو خلیفہ رسول اللہ کا لقب بھی ملا مگر وہ ایسے خلیفہ نہ تھے۔ جیسے رومن کیتھولک والے اپنے پوپ کو سمجھتے ہیں۔ پوپ جو دینی حکم دیتا تھا وہ ہر ایک کو ماننا پڑتا تھا۔ خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز مگر اسلام میں جنکو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ اُن کے احکام ماننے میں ہر ایک شخص کو حق تھا۔ کہ اگر وہ خدا اور رسول کے حکموں کے برخلاف ہو تو اسکو نہ مانے اور اُس پر حجت کریں اس میں کلام نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ رسول اللہ کہا گیا ہے مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ سے یہ لفظ متروک ہوگیا اور بجائے اس کے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا گیا۔

بدقسمتی سے آج کل مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو صحابہ کرام کے اُسوۂ حسنہ کو پس پشت ڈالکر رومن کیتھولک مذہب کے نقش قدم پر چلنے لگا ہے۔ چنانچہ جن باطل عقائد کو انہوں نے جائز قرار دیکر قرآن، حدیث اور مسیح موعودؑ کی تحریروں کو مخدوش ٹھیرایا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کبھی اہل قبلہ کی تکفیر ہے تو کبھی آنحضرت صلعم کے اسم احمدؐ سے انکار ہے۔ کبھی مسیح موعودؑ کے دعاوی میں غلو ہے تو کبھی آنحضرت صلعم کی نبوت پر حملہ ہے۔

قطع نظر ان تمام غلط عقائد کے سب سے اوّل ہم قادیانی خلیفہ کی گدی نشینی پر غور کرتے ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں نفاق کی بنیاد ہے۔

ایک گدی پرست غالی المعروف اکمل ۱۹۱۲ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق صفحہ ۲۵ پر لکھتا ہے۔ کہ "کیا اتنی بڑی جماعت کا امام اور ان میں وحدت کی روح پھونکنے والا دیوانہ ہے۔ یا عیاذاً باللہ دنیا پرست ہے اگر تھے تو اس کا کوئی نشان بھی؟ چار پانچ لاکھ مرید۔ اسقدر روپے کی آمد کہ ڈاکخانہ کے رجسٹروں سے پتہ لگ سکتا ہے۔ پھر آپ نے کوئی جائیداد خریدی؟ کوئی زمین حاصل کی؟ کوئی مکان عالیشان اپنی ذات کے لئے بنوایا؟ اپنی اولاد کے لئے گدی نشینی کی وصیت کی؟ ہرگز نہیں"

اب تمام محمودیوں سے عموماً اور اکمل صاحب سے خصوصاً ہمارا سوال ہے کہ جب مسیح موعودؑ نے اپنی اولاد کے لئے گدی نشینی کی کوئی وصیت نہیں کی تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے دیدہ دانستہ خلاف منشاء مسیح موعودؑ ایک ایسی گدی کی بنیاد ڈالدی جو آپ کے دامن شرافت پر دھبہ لگانیوالی ہے۔ کیا یہ ایک شرمناک نظارہ نہیں ہے کہ جو شخص دنیا کے گدی نشینوں کی تردید کرتے تھے۔ آج وہ خود اُس گدی نشینی کا شکار ہو بیٹھے ہیں۔ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

پھر مولوی نورالدین صاحب گدی نشینی کی تردید میں فرماتے ہیں۔
"میں سقیفہ کی بحث پڑھتا تھا۔ اور منکم امیر و منا امیر پر میں نے غور کی ہے۔ تو مجھے خدا نے اس مسئلہ میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے گھر بار تعلقات چھوڑ دیئے تھے اس لئے اُن کو ہی اِس مسند خلافت پر اوّل جگہ ملنی ضرور تھی"

پس جس خلافت کی بنیاد خلاف وصیت مسیح موعودؑ اور خلاف منشاء مولوی نورالدین صاحب ہو۔ وہ کسی طرح بھی اتباع کے قابل نہیں ہوسکتی۔

خاکسار شیر محمد بزدار
از ڈیرہ غازیخان
31 7/17

مکرمی! السلام علیکم۔ مضمون مندرجہ (ا) کو اپنے اخبار گوہر بار میں اطلاع عام کیلئے شائع فرماویں۔
آپ کا نیازمند۔ محمد حسین۔ صادق

روزنامہ ستارہ صبح

پہلا پرچہ
۸ راگست ۱۹۱۷ء کو

جناب مولوی ظفر علی خان صاحب بی۔اے۔ مدیر "زمیندار" کی ایڈیٹری میں سر دست کرم آباد، وزیرآباد پنجاب سے شائع ہوگا۔

حکمت، فلسفہ، شعر و سخن، تاریخ، معاشرت، تعلیم صنعت و حرفت و زراعت کے لطیف مباحث اس اخبار کے خاص خاص موضوع ہونگے۔

یہ اخبار ثابت کردیگا۔ کہ ملک کے حقیقی فلاح کیلئے دین کا اجرا کس قدر ضروری اور سود مند ہے۔ ادبیات اُردو میں اس کے شاندار مضامین کی شگفتگی اور شیفتگی ایک نئے دور کی جانفزا تمہید ہوگی

روزنامہ ستارہ صبح کا عام حجم ۲۲×۱۸ کی بڑی تقطیع پر آٹھ صفحہ روزانہ ہوگا۔ لیکن پہلے پرچہ کی ضخامت اس سے دگنی ہوگی۔ پہلے پرچہ کی قیمت ایک آنہ (۱ر) ہوگی۔ جو "زمیندار" کے ایجنٹوں سے ہر جگہ دستیاب ہوسکیگا۔ جو صاحب براہ راست دفتر سے نمونہ منگانا چاہیں۔ وہ ایک آنہ کے ٹکٹ ڈاک روانہ کریں۔

محمد حسین صادق منتظم روزنامہ ستارہ صبح کرم آباد۔
ڈاکخانہ وزیرآباد پنجاب۔

روسی سپاہیوں کی ۳۰۰ ملاحوں سے مشتمل بٹالین آف ڈیتھ (چل) اپنے آدمیوں پر تشہیرانے دشمن کی چار خندقیں فتح کرلیں حالانکہ اُسے صرف دو خندقیں فتح کرنے کا حکم دیا گیا تھا جب انہوں نے کمک کیلئے درخواست کی تو فوجی سپاہیوں نے ملاحوں پر گولیاں چلانا شروع کردیا۔ جو دو آتشبازیوں کے درمیان تھے اور انہوں نے پسپا ہونا شروع کردیا۔ ان میں سے صرف ۱۵ آدمی غیر مجروح بچے اور تین افسر ملک نے پسپائی کی بجائے اپنے آپکو گولی مار کر خودکشی کرلی۔
(العصر)

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین: سوانحعمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جسکو اُنھوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے قیمت عہ

النبوۃ فی الاسلام: اس میں نبوت، رسالت، محدثیت، مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوۃ آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اور مرزا صاحب نبی یعنے محدث ہیں:-
قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

غلامی: غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں اُن سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں ...... قیمت ۳ر

عصمت انبیاءؑ: عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں اُنکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے .... قیمت ۷ر

اُسوۂ حسنہ رسول زندہ و کامل نبی۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں عہ

صحیفہ آصفیہ اسمیں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے دعوے کی تبلیغ کی ہے .... قیمت ۲ر

الوصیت: اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی آخری وصیت درج ہے۔ جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی۔ اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا ہے .... قیمت ۲ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اوّل یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا۔

قیمت ولایتی کاغذ مجلد ہے ولایتی کاغذ بے جلد عگار
دیسی کاغذ مجلد عگار دیسی کاغذ بے جلد عہ

سکھ ازم انگریزی میں:- اسمیں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان تھے اور اُن کا مختصر حال ہے۔ قیمت ار

بنگال کی دلجوئی اُردو میں:- اسمیں اُس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے تقسیم بنگال کی بابت کی قیمت ۰ر

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف:- اسمیں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ انگریزی میں۔ .... قیمت ۰ر

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں:- حضرت خواجہ صاحب کا وہ لیکچر ہے جو اُنھوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا قیمت ۰ر

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں:- اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قیمت ۴ر

رسالہ فیصلہ آسمانی اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے۔ قیمت ۰ر

رسالہ تحفۃ المتقین اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بجواب کتب حنفیہ لکھی گئی ہے ۱ر

رسالہ تحفۃ السلطان قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اُردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے۔ .... قیمت ار

بائیبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار:- اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اُس کا پورا فوٹو دیا ہے۔.. قیمت ار

نیّر اسلام:- اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کرکے قرآن سے تطبیق دی ہے۔ .... قیمت ۲ر

آیات بینات۔ عیسائی رسالہ "آیات القدسیہ یعنی معجزات" کی جس میں حضرت عیسےٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کیگئی ہے تردید کی گئی ہے۔ قیمت ۲ر

خورشید عاقل مذہبی ناول:- اسمیں مصنف نے آریوں کے اُن اعتراضات کی تردید کی گئی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارہ میں کرتے ہیں قیمت ار

القول المجدد فی تفسیر اسمہ احمد اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب نے عقائد در بارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ جزوی نبی ہیں۔ اُنکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا .... قیمت ۴ر

درثمین مکمل: حضرت مسیح موعودؑ کی تمام اُردو اور فارسی نظمیں جو ابتک شائع ہوچکی ہیں ایک جگہ جمع کی گئی ہیں۔ مجلد ۱۲ر بے جلد ۹ر

الضحٰی حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث .... قیمت ار

اظہار النصائح فی رد المخزیات والفضائح میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ القول الفصل پر تنقید .... قیمت ۴ر

عسل مصفےٰ مہدی اور مسیح موعودؑ کی آمد کی نسبت پوری پوری اقوال تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفےٰ منگا کر لطف اٹھاؤ۔ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر کرکے اُس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔
قیمت مجلد ہر دو حصہ ہے بے جلد ہر دو حصہ للعہ

نکات القرآن ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآرا اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ، آل عمران اور النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا۔ تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ قیمت حصہ اول ۱ر حصہ دویم ۱ر حصہ سوئم ۱ر حصہ چہارم ۱ر

حدوث مادہ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں کوہمری پر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا۔ فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو زائد الوابا میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دیسکتا ہے۔
قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے مرزا ... بیگ ... سلسلہ ... حجت ... ۔

بس نہیں کر دی - بلکہ کمال دور اندیشی سے ایسا انتظام کر دیا کہ وہ اصول ہر وقت تمہارے زیر نظر رہیں - ہر نماز میں تمہیں "الرحمن الرحیم" کا سبق پڑھایا -

اس کے بعد فرمایا "مٰلک یوم الدین" یعنی مالک ہے دن مت کا - بھلا یہاں اس صفت کے اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ کریم جو تمام نعمتوں کا منبع اور رحمتوں کا سرچشمہ ہے وہ فطرت انسانی سے خوب واقف ہے - بھلا اس فطرت کا خالق ہی جب وہ خود ہوا - تو اس کے ہر رگ و ریشہ سے واقف کیوں نہ ہوگا - وہ خوب جانتا ہے کہ کاہلی اور سستی آدمی کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے - اگرچہ آدمی کو یہ یقین بھی ہو کہ فلاں کام کرنے سے اسکو فائدہ ہوگا - مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہو کہ اس کے نہ کرنے سے کوئی نقصان بھی نہ ہوگا - تو وہ اسکے کرنے کی طرف چنداں دھیان نہیں کرتا - لیکن اگر دوسری جانب یہ یقین ہو کہ نہ کرنا موجب نقصان ہوگا - تو وہ پوری توجہ کامل جو دل سے اور دلسوزی سے اسکی تکمیل میں کوشاں ہوتا ہے - پس خدائے حکیم نے جانفزا کامیابیوں کے وعدہ کے ساتھ ہی ڈر بھی لگا دیا کہ دیکھو! خبردار رہنا - جو یہ بیش قیمت عطیات میں نے تم کو دئے ہیں - اگر تم نے ان کو میرے قوانین کے ماتحت اعلےٰ درجہ کے نور اور روشنی سے منور کرنے کی بجائے اپنی سستی اور کاہلی سے یونہی برباد کر دیا - تو خوب سمجھ رکھو ایک دن میں ان کا حساب بھی لینے والا ہوں -

ہم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ تحائف دئے گئے ہیں اسلئے کہ ہم اُن کو علم و اخلاق کی پالش سے خوب چمکا دیں - اور صیقل کریں - پھر ایک دن نمائش کا آئیگا - اور ہم کو حکم کیا جاویگا - کہ اپنے اپنے تحفے (دل، دماغ، روح وغیرہ) نمائش گاہ میں پیش کریں - اسدن جن خوش نصیب لوگوں کے تحفے صاف و شفاف ہونگے - علم و اعمال کے موتیوں سے زیبا ہوں گے وہ خوشی سے پھولے نہ سمائینگے - اور اور خدا کی حمد و جلال کے گیت گاتے ہوئے سرمدی جنت کی طرف خراماں خراماں چلینگے - مگر جنہوں نے اپنی عمر غفلت اور عیش پسندی میں ضائع کی ہوگی - اور ان بیش بہا تحفوں کو گویا ردی سمجھکر ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا - اور اس طرح اُن تحفوں کی نہیں بلکہ اُن کے عطا کنندہ کی تحقیر کی - وہ خائب و خاسر ہونگے -

واقعی یہ تحفے اُس مولےٰ کے بے بہا تحفے ہیں - ذرا خیال تو کیجئے - اگر اُس کی دی ہوئی ایک آنکھ پھوٹ جائے - تو دُنیا کی مال و دولت کیا، اگر اس جیسی سات دُنیا کی مال و دولت بھی جمع کر کے دی جائے تو کبھی نہیں مل سکتی - اور یہ انسانی دماغ خدا کی قدرت کا ایک عالیشان کرشمہ ہے جو لوگ اِس سے کام لیتے ہیں - وہ نہ صرف اسی جہان میں کامیاب - بلکہ آئندہ جہان میں بھی کامران - باتوں سے کچھ نہیں بنتا - کام کرنے والے آگے بڑھ جایا کرتے ہیں -

باقی ماند حصّہ اس سورۂ مبارکہ کا دعائیہ ہے - کہ اے سب طاقتوں کے مالک ہم نے تیرے حکموں اور ہدایتوں کو سُنا - تیرے زرّین اصول سمجھے ہم دل و جان سے اُن پر کاربند ہونے کی کوشش کرینگے - اور اپنی طرف سے کوئی بات اُٹھا نہیں رکھینگے - مگر اے مولےٰ! آخر ہم کیا ہیں - کمزور انسان ہیں - ممکن ہے مشکلات میں ہمارے قدم ڈگمگا جائیں - اور صبر و استقلال کو ہم کھو بیٹھیں - اس لئے ہم تیرے حضور سر جھکائے ہوئے نہایت عاجزی سے التماس کرتے ہیں - کہ تو ہماری مدد کیجیو - اور جو راستے کامیابیوں کی پُر فضا وادیوں میں پہنچا دینے والے ہوں - اُنہیں پر ہم کو چلائیو اور اپنے منعم علیہ لوگوں میں شامل کیجیو - ایسا نہ ہو کہ ہم غلط راہ ہوں پر چلکر تیری ناراضگی اور اپنی بربادی کا باعث ہوں - ایّاک نعبد وایّاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم - صراط الذین انعمت علیھم - غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین ثم آمین ۰

خاکسار - محمد یوسف عفی عنہ ، از وزیر آباد -

"خدا کو چھوڑ کے کس کس کی جستجو میں ہے"

صنم کی یاد میں اور بُت کی گفتگو میں ہے ۰ خدا کو چھوڑ کے کس کس کی جستجو میں ہے
نسیم صبح سے غنچہ نے مسکرا کے کہا ۰ بتا مجھے کہ تو کس گل کی آرزو میں ہے
تلاش میں ئے توحید کے کہاں نہ گئے ۰ پتہ لگا کہ وہ اسلام کے سبو میں ہے
نہ قیس بن کے پریشاں ہو زلف لیلےٰ سا ۰ تلاش جسکی ہے وہ یار خوبرو میں ہے
بوقت قتل یہ عاشق نے اُسکو ہنسکے کہا ۰ بسی ہوئی تیری اُلفت مرے لہو میں ہے

کلی کھلا گل اسلام کی خدا و ندا!
نسیم صبح اسی کی ہی آرزو میں ہے
بہا کے خون تمنا کا مہری وہ امجد
غضب ہے کہ …

منقولات

قومی زندگی

(۲)

یہ ہے نمونہ مذہب کا اصلی راز جسکو سطحی خیال کے لوگوں نے نہیں سمجھا اور اسے غلطی سے انہوں نے اصول مذہب کو خونریزیوں اور عالمگیر جنگوں کا محرک تصور کیا ہے - یہی حقیقت ہے قربانی کی جسکو تمام دُنیا کی قوموں نے وقتاً فوقتاً مختلف صورتوں میں اختیار کیا ہے - باریک بین لوگ جانتے ہیں کہ اگر قبائل انسانی کو ایثار کی تعلیم نہ دیجاتی تو یقیناً ارتقاء انسانی کا سلسلہ ٹوٹ جاتا اور موجودہ تہذیب و تمدن کی وہ صورت مطلق نہ ہوتی جو آج ہے - اگر ارتقاء تمدن و تہذیب انسان کو ایک درخت سے تعبیر کیا جائے - تو مذہب اسکا ایک پھل ہوگا - اور پھل بھی ایسا پھل جس کا کھانا قومی زندگی کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسے پانی ہوا اور غذا کا استعمال جسمانی بقا کے لئے لازم ہے - مذہب کچھ تعلیم ایثار کی رُو سے ہی ارتقاء انسانی کا ممد نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے - جسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اہل نظر جانتے ہیں زمانہ قدیم میں غلامی تمدن انسانی کا ایک ضروری جزو تصور کیجاتی تھی - یہانتک کہ افلاطون جیسے فلسفی نے بھی اسے اپنی کتاب المملکت میں جائز قرار دیا ہے - اس جواز کی ایک وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی سے اُجرت پر کام کرا لینے کا خیال بھی انسانی ذہن میں نہیں آسکتا تھا - ملازمت ایک آزاد معاہدہ نہیں تصور کیجا سکتی تھی اور چونکہ نظام تمدن اصول ملازمت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا تھا - اسواسطے غلامی کو جائز قرار دینا لازمی ہوا - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ افراد انسانی کی ایک بہت بڑی تعداد بیجان اشیاء کی طرح ملکیت سمجھی جانے لگی - اور آخرکار اس آزاد جنگ کے میدان سے خارج ہوگئی - جو ارتقاء انسان کے لئے نہایت ضروری ہے - سب سے پہلے نبی عرب نے انسان کی فطری آزادی کی تعلیم دی اور غلاموں اور آقاؤں کے حقوق کو مساوی قرار دیکر اس تمدنی انقلاب کی بنیاد رکھی - جسکے نتائج کو اس وقت تمام دنیا محسوس کر رہی ہے ایسا کرنا گویا نوع انسانی کے ایک کثیر حصے کو اس آزاد مقابلے کے میدان میں واپس لے آنا تھا - جسکے اثر سے تمدن و تہذیب کی اعلیٰ صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور جو دنیا کی تمام تہذیب و شائستگی کی بیخ و بنیاد ہے - حکیم عرب کی اس مبارک تعلیم کا نتیجہ کیا ہوا مسلمانوں میں غلام بادشاہ ہوئے - غلام وزیر ہوئے - غلاموں کو اسکی تعلیم دیگئی غلاموں میں فلسفی اور ادیب پیدا ہوئے - غرض کہ اس قبیح امتیاز کے مٹ جانے سے ہر غلام ایک اعلےٰ خاندان کے آدمی کے ساتھ عقلی مقابلہ کر سکتا تھا اور اس مقابلے میں کامیاب ہو کر سلطنت کے اعلےٰ ترین مناصب پر پہنچ سکتا تھا - اس تعلیم کا سب سے اعلےٰ نمونہ جناب فاروق نے پیش کیا - جبکہ وہ بیت المقدس کی فتح کیلئے جا رہے تھے جہاں تک مجھے معلوم ہے دُنیا کی کسی قوم کی تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی اور مسلمان اس تعلیم پر جسقدر ناز کریں بجا ہے علیٰ ہذا القیاس عورتوں کے حقوق کا نازک مسئلہ ہے جسکے متعلق حکیم عرب نے ایسی ہی آزادانہ تعلیم دی - مگر چونکہ یہ مضمون نہایت وسیع اور بحث طلب ہے - اسواسطے میں اسے یہاں نظر انداز کرتا ہوں - البتہ مناسب مقام پر اسکی طرف چند اشارات کرونگا لیکن شرائط زندگی کے متعلق ایک اور غور طلب بات ہے کیا وہ تمام حالات جن پر کسی قوم کی زندگی کا دارومدار ہے - انسانی کوشش سے ایک خاص ترتیب میں جمع ہو سکتے ہیں؟ بالفاظ دیگر قوم کی زندگی قوم کے اختیار میں ہے - یا پودوں اور حیوانوں کی طرح افراد انسانی کی زندگی بھی قوائے فطرت کے غیر اختیاری عمل پر منحصر ہے -

اگرچہ زندگی کی اصلیت مخلوقات کی صورت میں وہی ہے - تاہم انسان اپنی عقل خداداد کی وجہ سے آفرینش کی ہر صورت سے ممتاز ہے اللہ تعالےٰ نے اسے ایک ایسی قوت دی ہے جس وساطت سے یہ شرائط زندگی کو سمجھ سکتا اور ہر انقلاب کے لوازمات پر غور کر سکتا ہے اسکی گرفت ایسی زبردست ہے کہ یہ قدرت کے بعض قوائے کو معلوم کر کے اُن سے فائدہ اٹھا سکتا - اور اپنی ارتقا کے رُخ کو متعین کر سکتا ہے - جب یہ دیکھتا ہے کہ آبادی کی افزائش کے ساتھ زمین کی پیداوار قدرتی اسباب سے کم ہو رہی ہے تو یہ ان اسباب کا مقابلہ کرتا ہے - اور مختلف اقسام کی ایجادوں سے ان کے مخالف کو روک کر اپنی زندگی کے سامان بہم پہنچاتا ہے - اگر انسان عقل کے زیور سے معرّا ہوتا - تو ترقی تہذیب و تمدن کے لئے کوششیں کرنا بالکل بیسود ہوتا ہماری زندگی حیوانوں اور درختوں کی طرح ہوتی ہم قدرتی اسباب پر ہوتا جن کی قدرت کے سامنے ہم بالکل بیکس ہوتے -

یہاں تک قوموں نے شرائط زندگی پر زیادہ تر نظری لحاظ سے بحث کی ہے اب میں واقعات کی طرف آتا ہوں جن سے میں چند ایسے نتائج پیدا کرنے کی کوشش کرونگا - جو اہل ملک و قوم کے لئے عملی لحاظ سے مفید ہوں اگر ہم متمدن دُنیا کی گذشتہ اور موجودہ تاریخ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اقوام قدیمہ میں سے صرف چار قومیں ایسی ہیں جو قوانین زندگی کی تیز تلوار سے بچ کر بڑی بھلی حالت میں اب تک صفحۂ ہستی پر قائم ہیں یعنی چینی، ہندو، بنی اسرائیل اور پارسی، حال کی قوموں میں سے دیگر مغربی اقوام کے علاوہ ایشیا میں جاپانی اور فرنگستان میں اہل اطالیہ دو قومیں ایسی ہیں جنہوں نے موجودہ تغیر کے مفہوم کو سمجھکر اپنے تمدنی اخلاقی اور سیاسی حالات کو اسکے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے - لیکن چونکہ ہندوؤں اور چینیوں کی قومی زندگی کے اسباب اسرائیلیوں اور پارسیوں کی قومی زندگی کے اسباب سے بالکل مختلف ہیں اور جہانتک زیر بحث کا تعلق ہے ہمیں کوئی عملی فایدے ابھی نہیں دیسکتے - اسواسطے میں ان دونوں قوموں کی دلچسپ اور حیرت انگیز سرگذشت کی طرف اشارہ نہیں کرونگا - اگرچہ یہ ساری قومیں قومی زندگی کے اصل مفہوم کو ادا نہیں کرتیں تاہم یہ بات کچھ کم تعجب خیز نہیں ہے کہ باوجود تمام خارجی یورشوں کے جو انکے ممالک پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں باوجود صدہا سال کی غلامی اور دیگر ارضی و سماوی آفات کے جو ان قوموں نے برداشت کیں - ان کا نام و نشان ابتک قائم ہے - بنی اسرائیل کی تاریخ ایک دردناک کہانی ہے جسکو ایک دردمند دل سُن بھی نہیں سکتا - تاہم یہ قوم اپنے فطری قوٰی کے لحاظ سے اسقدر حیرت انگیز ہے کہ کوئی مشرقی اور مغربی قوم سوائے ہندوؤں کے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی دُنیا کے سب سے پہلے مقنن اور توحید مطلق کے پہلے استاد حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے - علیٰ ہذا القیاس زمانہ حال میں توحید وجود کا پہلا استاد بھی ہالینڈ کا ایک یہودی تھا - تعجب ہے کہ حقیقت اشیاء کے یہ دو اصول جو بظاہر ایکدوسرے کے نقیض ہیں - اور جو دُنیا کی تہذیب و تمدن میں سب سے بڑی قوتیں ہیں - ایک ہی قوم کے دل و دماغ سے کسطرح پیدا ہوئے اگرچہ توحید وجود کا مسئلہ آل یافث کی ایشیائی شاخ یعنے ہندوؤں میں ایک حیرت انگیز ترقی پا چکا تھا تاہم یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ہالینڈ کے یہودی یعنے سپائی نوزا کی تعلیم ویدانت کے دقیق فلسفے سے بالکل متاثر نہیں ہوئی سینکڑوں پیغمبر اس برگزیدہ قوم میں مبعوث ہوئے - سینکڑوں شہنشاہ اور بڑے بڑے مقنن پیدا ہوئے جنہوں نے قوم کے تمدن اور اسکی تہذیب کو معراج کمال تک پہنچایا مگر آخر قہر الٰہی نے قوانین حیات کی صورت میں دنیا عمل کیا اور یہ قوم غلامی کی خوفناک مصیبتیں اٹھاتی وطن سے بیوطن ہوئی نہ وہ عظمت رہی نہ وہ سلطنت نہ وہ شوکت نہ وہ تہذیب نہ وہ تمدن غرضکہ پریشان اور خستہ حال ہو کر مغربی ممالک میں منتشر ہوگئی اور اب تک غیر اقوام کی سختیاں اٹھا رہی ہے - اس میں کچھ شک نہیں کہ اس قوم کی ایک شاخ یعنی قوم افاغنہ ایشیا کے ایک کوہستانی حصے میں آزاد حکومت کر رہی ہے - تاہم قوموں کے عروج و زوال کے اسباب پر غور کرنے والے اس بات کو جانتے ہیں کہ اگر افغانوں نے موجودہ انقلاب کے مفہوم کو نہ سمجھا اور اپنی آزاد حکومت سے تمدنی فوائد نہ اٹھائے تو یقیناً اُن کا وہی حال ہوگا جو وسط ایشیا کی موجودہ قوموں کا ہو رہا ہے باوجود ان تمام مصائب کے جو قوم بنی اسرائیل نے زمانے کے ہاتھوں برداشت کئے - حیران کر دینے والی بات یہ ہے کہ یہ قوم اب تک زندہ ہے اگرچہ قومیت اور حکومت نہیں رہی تاہم دولت کا یہ حال ہے کہ دُنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں اس قوم کی مقروض ہیں - اور اس دولت کے بل پر یہ قوم ایک عرصہ سے اس تجویز کو عملی صورت دینے میں مصروف ہے کہ سلطنت عثمانیہ سے اپنا آبائی وطن خرید کر اپنی پرانی عظمت و جلال کی از سر نو بنیاد رکھے - یہودیوں کو چھوڑ کر پارسیوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالو - پارسی قوم ایک زمانہ میں عظیم الشان قوم تھی - یہودیوں کی طرح اس قوم میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے - کیانی تہذیب و تمدن انتہائی نقطہ تک پہنچا - اور آخرکار شہنشاہ یزدجرد کے عہد میں عربی تلوار نے کیانی شائستگی کو صفحۂ عالم سے معدوم کر دیا اور موبدوں کی آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی - آتشکدے ویران ہوگئے - اور پیروان زرتشت وطن سے بےوطن ہو کر ہندوستان میں پناہ گزین ہوئے - لیکن کیا یہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہے؟ حقیقت یہ ہے - کہ ان دونوں قوموں نے اس انقلاب کے مفہوم کو کسقدر سمجھ لیا ہے - جس کی سب سے بڑی خصوصیت صنعت و تجارت ہے - دُنیا کی تجارت کا ایک کثیر حصہ ان کے ہاتھوں میں ہے - اور یہی وجہ انکے سنبھل جانے کی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۱۲ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۱

محدثیت و نبوت

زمانہ کے حالات پر ذرا نظر ڈالو کس قدر قابل اور پاک نفوس اہل گیتی نے دنیا میں پیدا کئے جو اپنے حین حیات میں ایک زمانہ کو اپنے بیش قیمت فوائد علمیہ و فیوض حسنہ سے مستفید کرنے میں ایک خاص امتیاز رکھتے تھے ۔لیکن افسوس کہ وہ فیض خاص انکے وقت تک ہی جاری رہا کہ اس کا سلسلہ ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ۔پس بایں حالات اس قحط الرجال کے زمانہ میں جو کبھی مثال ہمیں اس قسم کی مل سکے کہ جس سے کسی بزرگ اور قابل انسان کی اولاد میں بھی اس کے فیوض علمی کے آثار پائے جاتے ہوں ۔وہ بہت ہی غنیمت سمجھی جا سکتی ہے +

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب جیسے پاک اور فاضل انسان کے خاندان اور اولاد سے بھی اگر ہم کوئی ایسی ہی توقع رکھیں ۔جو الولد سر لابیہ کے ارشاد کے مطابق آپ کے کمالات علمیہ سے انکے بہرہ ور ہونے کی صورت میں ہو ۔تو یہ کوئی بیجا بات نہیں ۔اور ہم یہ دیکھکر خوش ہیں ۔کہ بفضل خدا آپکی اولاد میں اس قسم کے آثار موجود ہیں ۔

اس وقت جس قابلانہ مضمون کو ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کرنے لگے ہیں ۔وہ آپ ہی کے فرزند رشید خواجہ سید محمد یعقوب صاحب کے قلم حقیقت رقم کا نتیجہ ہے جس کے شروع میں حضرت مولینا نے چھ مقدمات کی صورت میں اصولی طور پر اس مضمون پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے ۔ہم امید کرتے ہیں ۔کہ یہ دلچسپ اور عالمانہ مضمون بہت کچھ خیر و برکت اور فوائد حسنہ کا موجب ہوگا ۔

مضمون کی طوالت اور اس کے ساتھ ہی اس کی اہمیت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ آج کے پرچہ کا بڑا حصہ اس کے لئے مخصوص کر دیا جائے ۔ہم اسے دو بسیط ٹکڑوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے اس کی خاص دلچسپی اور اہمیت میں فرق نہ آئے ۔امید ہے کہ ناظرین کرام ہمیں اس کے لئے معاف فرمائیں گے ۔اور صاحب مضمون کے لئے خاص طور پر دعا کریں گے ۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

فِیْكَ مَادَّةٌ فَارُوْقِیَّةٌ + یَدْفَعُ مِنْهَا نِتْنَةٌ جَالُوْتِیَّةٌ

چند مقدمات

از قلم حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی

چند مقدمات مضمون آیندہ کے لئے جنکے مضامین ہمارے رسایل میں مندرج ہو چکے ہیں اولاً یہاں پر لکھے جاتے ہیں :

مقدمہ اول نصوص شرعیہ کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے بلکہ اجماع صحابہ سے لیکر مسیح موعود تک سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلعم مصداق ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے ہیں جس کی تفسیر و توضیح خود نبی کریم نے فرما دی ہے ختم بی النبیون انا العاقب الذی لانبی ابعدہ ختم بی النبیین ۔الا انہ لانبی بعدی ۔جانو اُن لوگوں کی نسبت فرمایا کلھم یزعم انہ نبی ۔کلھم یزعم انہ رسول اللہ وانہ لانبی بعدی ۔لوکان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب وغیرہ وغیرہ من النصوص البینات ۔تصنیف ام المصنفین کو کند بیاں حضرت مسیح موعود لاتے ہیں ۔امنا بالقطاعہ من یوم نزل فیہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وغیرہ وغیرہ من عقاید المسیح موعود التی صرحنا سابقاً فی الرسایل ۔ان نصوص بینات کے وہ معانی جو مخالف معنی بیان کریں حضرت خاتم النبیین کے ہرگز وہ ہرگز مقبول نہیں ہو سکتے ۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کیا ہے اسکا جواب مقدمہ ثانیہ میں مذکور ہے +

مقدمہ ثانیہ حضرت مسیح موعود کا الہام بڑی تاکید اور تکرار کے ساتھ یہ ہے جاری نجری کی تقدیم سے اور لفظ مادہ کے لانے سے جسکا مصدر و ماخذ ہے ثابت ہوتا ہے ۔تمام کارخانہ سلسلہ حقہ مسیحائیہ کا اسی الہام پر منفرع ہے اب حضرت فاروق کی نسبت جو نقد رہ جاتی ہے تو قطع نظر دیگر فضایل بے شمار کے اس بحث نبوت وغیرہ میں دو حدیثوں پر نظر ڈالنی ہے اول حدیث تو یہ ہے کہ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب جو علے منہاج لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فرمائی گئی ہے ۔اور دوسری حدیث یہ ہے انہ قد کان فیما مضیٰ قبلکم من الامم محدثون فانہ ان کان فی امتی ھذہ منھم فانہ عمر بن الخطاب اس کی شرح ہمارے رسایل میں موجود ہے ۔اور مضمون برخوردار سید محمد یعقوب میں انشاء اللہ تعالیٰ بہار ابھی آتی ہے +

نکتہ یہ ایک عجیب نکتہ ہے کہ اوایل زمانہ دین اسلام یعنی حضرت خاتم النبیین کے زمانہ میں بھی ایک محدث عظیم الشان اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جس کے محدث ہونے کی شہادت خود حضرت خاتم النبیین نے دیدی ۔اور وہ شہادت اس زور و شور سے واقع ہوئی جو کتب سیر کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں ۔اور زمانہ آخری کے محدث کے واسطے الہام الٰہی نے ایسی شہادت دی جس کا شور و غل ممالک یورپ و امریکہ تک پہنچ گیا ۔اور پہنچ رہا ہے ۔والحمد للہ ان دونوں شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ محدثیت کا درجہ بڑا ہی عظیم الشان ہے جو اوایل میں بھی بڑے زور و شور سے واقع ہو رہا ہے ۔پس معلوم ہوا کہ درجہ محدث کا درمیان نبی اور غیر نبی کے بطور برزخ کے ہوتا ہے جیسا کہ حضرت خاتم النبیین درمیان ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے بطور برزخ کے واقع ہوئے ہیں کیا اچھا لکھا ہے کسی شاعر نے ۔ع

اودھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

نصوص شرعیہ بھی اس شعر کی تصدیق فرما رہی ہیں وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ او رکنت سمعہ الذی یسمع بہ ویدہ التی یبطش بہا ولسانہ الذی یتکلم بہ ورجلہ التی یمشی بہا وغیرہ وغیرہ ۔باوجود ان آیات اور نصوص کے نبی کریم کو اللہ نہیں کہہ سکتے جیسا کہ عیسائی بعض ایسے ہی الہامات حضرت عیسیٰ بن مریم سے گمراہ ہو گئے ۔سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۔ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ الآیہ ۔عیسائی زیغ سے تو شرک فی الالوہیت میں گرفتار ہو گئے جنکی دفع کے لئے حضرت خاتم النبیین مبعوث ہوئے ۔اول زمانہ کے محدث جو حضرت عمر بن الخطاب تھے ۔باوجودیکہ محدث عظیم الشان تھے جن سے اکثر بلکہ بہت سے مسایل دین اسلام کے حل بھی ہوئے اور قرآن مجید کی متعدد آیات انکی رائے صائب کے موجب وارد ہوئیں ۔لیکن وہ نبی نہیں ہو سکے ۔کما ھو فی الحدیث ۔پس آخری زمانہ کے محدث جو بطور برزخ کے درمیان ہمارے اور حضرت خاتم النبیین کے واقع ہیں وہ بھی ہرگز نبی نہیں ہو سکتے گو بسبب ایسے تشابہ کے جیسے ایک درخت کے دو پھل ہوتے ہیں نظر کشفی میں اور نیز الہام میں لفظ نبی کا آپکی نسبت استعمال کیا گیا ہو اسی لئے حضرت نے جا بجا بڑی تاکید سے لفظ نبی کی تاویلات فرمادیں پس حضرت مسیح موعود بھی اسی حدیث کی حد تک رہیں گے کہ لوکان بعدی نبی لکان المسیح الموعود ۔جیسا کہ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب ۔حضرت خاتم النبیین نے باوجود عمر کے محدث ہونے کے حضرت عمر کی نبوت کو ایسے الفاظ تاکیدی کے ساتھ نفی فرما دیا ۔جیسا کہ الھہ باطلہ کی الوہیت کو کیونکہ اس سے شرک فی النبوت لازم آتا ہے +

مقدمہ ثالثہ پس جس طرح وما رمیت اذ رمیت وغیرہ نصوص سے حضرت خاتم النبیین صلعم خدا نہیں ہو سکتے اسی طرح من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رآنی جیسے کلام یا الہام سے حضرت مسیح موعود عین محمد صلعم اور عین احمد صلعم کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ خود فرماتے ہیں ۔ع

ا من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ۲ ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

۳ شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم ۴ آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم

۵ گرد منسوبم کنند سوے لحاد و ضلال + چوں دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

۶ برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے + جسکا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

۵ این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم + یک قطرہ زبحر زلال محمد است

پھر دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ۔کیا اس آیت سے جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اسکے میں کچھ فرق نہیں کیا وہ رسول عین خدا ہیں ؟ پس جو اس آیت کے معنے ہونگے وہی معنے من فرق بینی الخ کے بالضرورت ہونگے علاوہ اسکے نام کے دلایل یعنی شبہات عقلی و نقلی حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کے لئے یا ان کے ابن اللہ ہونے کے لئے پیش کرتے ہیں جو تمام سست شبہات سے بدرجہا افضل ہیں دیکھو کتاب شرح التثلیث کو اور اس کا مقابلہ کرو اپنی انوار خلافت سے تب آپکو حقیقت کھل جائے گی +

مقدمہ چہارم مسیح موعود نے بحث نبوت وغیرہ میں جو کسی جگہ دو قسم کے معنی لکھے ہیں اول تو ایسے معنی لکھے جس کی تائید تمام نصوص شرعیہ قطعیہ کر رہی ہیں اور کسی جگہ برعکس کے خلاف کفرین اور مکذبین کے خطاب میں ایسے معنی لکھ دیئے ہیں کہ جو ان کے مذاق کے موافق ہیں جن سے وہ ساکت ہو جاویں ۔جیسا کہ خاتم النبیین کی تفسیر دو معنی لکھے ہیں اور نظائر دیا نتے ہیں کہ مناظرات میں ایسا اتفاق اکثر پڑ جاتا ہے کہ بحکم کلموا الناس علے قدر عقولھم ان کے الزامات کے موجب کلام کیا جاتا ہے ۔چونکہ غالیوں نے ان تینوں قسم کے اقوال میں تنازعہ فیہا میں جو ایمانیات سے قرار دے لیا ہے حضرت کے اقوال سے سند لاتے ہیں وہ صحیح نہیں ہو سکتا ۔پس حضرت مسیح موعود کے تمام اقوال جو کتب مناظرات میں آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ لائق سند اور مسلک عقاید ایمانیات کے نہیں ہو سکتے ۔صرف وہی اقوال سند ہونگے جو آپ نے عقاید کے طور پر لکھے ہیں یا جن کی تائید نصوص شرعیہ قطعیہ کر رہی ہیں ۔اہل غلو ان عاشقانہ حضرت کے ہر ایک قول کو لے دوڑتے ہیں ۔اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ایسی ابحاث دقیقہ میں حضرت کا ہر ایک قول کیونکر حجت ہو سکتا ہے جبکہ خود سید عالی ۱۹۰۱ء کے تمام کی تحریرات کو جو ہزارہا صفحات کی ہیں لائق تمسک کے نہیں جانتے ۔اور اسی طرح جبر اجتہادیات حضرت کے بمقابلہ شرعیہ قطعیہ کے حجت نہیں ہو سکیں اس امر کو ہم نے اپنے رسایل میں مبرہن کر دیا ہے ۔اور خود اہل غلو بھی اسے تو اس کے قایل نہیں آپ کو تو سب اور دوسرے کو احتو کی شکل کر رکھی ہے ۔حضرت کو کھلم کھلا شارع تو نہیں کہتے لیکن اپنے قول و فعل سے نبی شارع قرار دیا ہے ۔صدق اللہ تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم ۔دیکھو تفسیر اس آیت کی ہمارے رسایل میں ۔

مقدمہ پنجم محدث کو خصوصاً زمانہ آخری کے محدث کو تمام انبیاء و رسل کے ساتھ سخت تشابہ دائمی ہونا چاہئے ۔اور ایسا تشابہ ہے جیسا کہ ایک درخت کے دو پھل ہوتے ہیں جن میں نظر کشفی دوئی بھی بہت مشکل ہے ۔اس لئے حضرت مسیح موعود کو تمام انبیاء کے ساتھ تشابہ کا واقع ہونا ضروری ہوا ۔کیونکہ حضرت خاتم النبیین جامع تمام کمالات نبوت کے ہیں ۔اور حیات النبی ہیں ۔حضرت مسیح موعود نہ آدم ہو سکتے ہیں نہ نوح ع اور نہ ابراہیم ع اور نہ یعقوب ع نہ یوسف ع اور نہ موسیٰ ع نہ عیسیٰ ع نہ محمد صلعم نہ احمد صلعم اسی طرح نبی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ گو بسبب تشابہ کے آپ سب کچھ ہیں ۔نادیلی نبی بھی ہیں نادیلی ابراہیم ع بھی ہیں نادیلی محمد و احمد صلعم بھی ہیں لیکن حقیقتاً نہیں جیسا کہ نبی کریم خدا نہیں ہو سکتے گو پہلی کتابوں میں آپ کو خدا بھی کہا گیا ہے +

مقدمہ سادسہ حضرت خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کے مبعوث نہ ہونیکا جو شریعت اسلامیہ میں اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ نبی کریم کی آخری حیات اور مرض الموت میں بھی اسود عنسی مدعی نبوت سے جہاد واقع ہوا جس میں صحابہ بھی شہید ہوئے اور حضرت صدیق اکبر کے اوایل ہی عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب سے جہاد ہوا جس میں اکثر حفاظ قرآن شہید ہوئے اور سلاطین اسلامیہ کے عہد میں بھی بعض مدعیان نبوت قتل کئے گئے اور تکفیر تو ایسے مدعیوں کی اب تک واقع ہو رہی ہے ۔باوجودیکہ یہ سب مقتولین بظاہر اسلام میں داخل تھے ۔اس اہتمام عظیم امتناعی کرنے میں کیا سر ہے پھر خود حضرت مسیح موعود نے جابجا اپنے حق میں جو لفظ نبی کا آ گیا اس میں بڑے اہتمام سے نفی تاکیدی کی ۔حالانکہ محدث بھی کام وہی کرتا ہے جو نبی کرتا ہے ۔حضرت عمر تو ایسے محدث ہوئے کہ قرآن مجید میں بعض آیات بھی ان کی رائے صائب کے موجب بعینہا نازل ہوئیں اور ان کی خلافت میں صدہا مسایل دینیات کے جو منصوصات میں سے نہیں تھے دین اسلام میں داخل ہو گئے لیکن معہذا ان کی نبوت کی نسبت بھی یہی فرمایا گیا کہ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب پھر دیکھو تفصیل اس کی ہمارے رسایل میں ۔اور حدیث نواس بن سمعان میں بروایت حضرت امام ترمذی کے لفظ نبی کا ہرگز موجود نہیں اور ازالہ اوہام میں اس حدیث کو علاوہ دیگر عیوب کے ساقط الاعتبار بھی لکھا ہے پس جبکہ محدث کا کام بھی وہی ہے جو نبی کرتا ہے ۔تو اس اہتمام دفع شرک فی النبوت میں حضرت مسیح موعود کا ایسا اہتمام کرنا اس میں کیا سر ہے ۔اور ایسی کوشش کرلی جس طرح شرک فی الالوہیت کے دفع میں سعی کی جاتی ہے اس میں کیا نکتہ ہے تو بیان مختصر جواب اس کا یہی ہے کہ دین اسلام وہ کامل اور اکمل دین ہے جس کے لئے الیوم اکملت لکم دینکم فرمایا گیا ۔اور پھر انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون خاص اسی دین اسلام کے لئے ارشاد ہوا ۔وغیرہ وغیرہ من الآیات البینات اور اسی ؛

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نماز میں حصول حضور کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے قلم سے

۶ مئی سنہ ۱۹۰۳ء کو دوپہر کی گاڑی میں بمقام گورداسپور احاطہ کچہری میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر دو تین احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ ان آنیوالے ارادتمندوں میں ایک شخص بالکل اجنبی تھا۔ اور دریافت پر معلوم ہوا کہ اپنا نام مولوی نظیر حسین سخا دہلوی ہے کسی وقت آپ جادرہ میں پرشین پروفیسر تھے ہوائے سیاحت در سفر والامعاملہ ہوا اور وہاں سے الگ ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ اور سیاحت کے لئے پسند کیا کہ ایک تھیٹریکل کمپنی کے ساتھ بطور ڈرامائسٹ تعلق پیدا کرکے مختلف شہروں میں پھرتے پھراتے امرتسر میں وارد ہوئے۔ اور حضرت اقدس کا نام عرصہ سے سنا ہوا تھا۔ تمنائے زیارت باقی تھی اس لئے امرتسر سے صرف ایک دن کی رخصت لیکر حاضر ہوئے۔ آپ کے چہرہ سے اخلاص اور سعادت کے آثار نظر آتے تھے۔........

....

..............................غرض

انہوں نے احاطہ کچہری میں ہی بیٹھ کر اپنی پاکٹ بک نکال کر اس پر ایک عریضہ لکھا۔ اور ایڈیٹر الحکم کو دیا کہ حضرت اقدس کے حضور میں پیش کردے۔ خود وہ پاس ادب کی وجہ سے یہ جرأت نہ کرسکے۔ حضرت کی خدمت میں وہ عریضہ پیش کیا گیا۔ حضرت نے جو جواب اس پر لکھا وہ مع اصل عریضہ کے ہم ذیل میں دیتے ہیں۔ ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے۔ کہ سخا صاحب نے حضرت اقدس کے گرامی نامہ کو نہایت احترام سے لیا اور عرض کیا کہ اس بارگاہ عالی میں میں وہ چیز مانگنے آیا ہوں جو اور جگہ نہیں مل سکتی۔ دنیا اور اسکے سامان بقدر ضرورت... بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مولا کریم نے عطا کئے ہیں۔ اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ یہاں اس کا کوئی سوال کروں۔ وہ دوسری جگہ مل سکتی ہے۔ اور اس بارگاہ کو اس سے کیا واسطہ یہاں وہ چیز ملتی ہے جو ابدی ہے فانی نہیں ... وہ یہ عرض کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اب ہم یہ تحریریں درج کرتے ہیں۔

قبلہ و کعبہ مدظلکم العالی

حضور کے پابوس کا از حد شوق تھا الحمد للہ کہ شرف زیارت حاصل ہوا۔ حاجت ہے تو صرف یہ ہے کہ کچھ ہدایت فرمائی جاوے۔ تاکہ حضوری حاصل ہو۔ اور خدا کی طرف دل لگے۔ اگر اسی پر جواب سے سرفرازی ہو تو یہ دستاویز عزت ہمیشہ حرز جان رہیگی زیادہ حد ادب فقط

عریضہ نظیر حسین سخا دہلوی

جواب حضرت اقدس

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

بے خیال نماز پر خوش نہوں بلکہ جہانتک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں۔ اور اگر توجہ نہ ہو تو پنج وقت ہر ایک نماز میں خداتعالے کے حضور میں بعد ہر ایک رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ اے خدائے قادر ذوالجلال میں گنہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہیں ہوسکتا تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کردے۔ اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھادے تاکہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور نماز میں میسر آوے اور یہ دعا صرف قیام پر موقوف نہیں بلکہ رکوع اور سجود میں اور التحیات کے بعد بھی یہی دعا کریں۔ اور اپنی زبان میں کریں۔ اور اس دعا کے کرنے میں ماندہ نہوں اور تھک نہ جاویں۔ بلکہ پورے صبر اور پوری استقامت سے اس دعا کو پنج وقت کی نمازوں میں اور نیز تہجد کی نماز میں کرتے رہیں اور بہت بہت خداتعالے سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں کیونکہ گناہ کے باعث دل بہت سخت ہو جاتا ہے۔ ایسا کروگے تو ایک وقت یہ مراد حاصل ہو جائیگی۔ مگر چاہیئے کہ اپنی موت یاد رکھیں آیندہ زندگی کے دن تھوڑے سمجھیں یہی طریق حضور حاصل کرنے کا ہے۔ والسلام +

جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

دنیا کی تلخیوں اور رعاہ ناکامیوں پر فرمایا کہ مثنوی میں لکھا ہے؎

وشت دنیا جز دد و جز دام نیست

جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

فرمایا دنیا کی مشکلات اور تلخیاں بہت ہیں۔ یہ ایک دشت پرخار ہے اس میں سے لذت پانا ہر شخص کا کام نہیں ہے گذرنا تو سب کو پڑتا ہے لیکن راحت اور اطمینان کے ساتھ گذر جانا ہر ایک کو میسر نہیں آسکتا یہ صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی زندگی کو ایک فانی اور لاشے سمجھ کر اللہ تعالے کی عظمت اور جلال کے لئے اسے وقف کردیتے ہیں۔ اور اس سے سچا تعلق پیدا کرلیتے ہیں ورنہ انسان کے تعلقات ہی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی تلخی اس کو دیکھنی پڑتی ہے۔ بیوی اور بچے ہوں تو کبھی کوئی بچہ مرجاتا ہے تو صدمہ برداشت کرنا ہے لیکن اگر خداتعالے سے سچا تعلق ہو۔ تو ایسے ایسے صدمات پر ایک خاص صبر عطا ہوتا ہے جس سے وہ گھبراہٹ اور سوزش پیدا نہیں ہوتی جو ان لوگوں کو ہوتی ہے جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا پس جو لوگ اللہ تعالے کے منشا کو سمجھکر اس کی رضا کے لئے اپنی زندگی کو وقف کرتے ہیں وہ بیشک آرام پاتے ہیں۔ ورنہ ناکامیاں اور نامرادیاں زندگی تلخ کردیتی ہیں +

ایک کتاب میں عجیب بات لکھی ہے کہ ایک شخص سڑک پر روتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک ولی اللہ اس سے ملے انہوں نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دوست مرگیا ہے اس نے جواب دیا کہ تجھ کو پہلے سوچ لینا چاہیئے تھا مرنیوالے کے ساتھ دوستی ہی کیوں کی +

اخبار احمدیہ

درس حدیث۔ نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی نے مسجد احمدیہ لاہور میں حدیث شریف کا درس ہفتہ کے دن ۱۱ اگست ۱۹۱۷ء سے شروع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ یہ درس جن گوناگون فوائد علمیہ و برکات عالیہ کا جامع ہوگا۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو حضرت مولینا جیسی شخصیت سے پورے طور پر واقف ہیں۔ احباب لاہور کے لئے یہ ایک نادر موقعہ ہے۔ گویا علم حدیث کا دریا ان کے گھر کے اندر ہے۔ جو عنقریب اپنے سیراب کن پانی سے ان کی پیاس کو بجھانا چاہتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے فائدہ اٹھانے اور سیراب ہونے کے لئے کسی قدر خود بھی ہاتھ بڑھایا جائے۔ ہفتہ کے دن سے سب احباب لاہور مسجد احمدیہ میں ۴ بجے قبل از نماز مغرب جمع ہو جایا کریں تاکہ مغرب سے پہلے پہلے حضرت مولینا کے فوائد حدیثیہ سے مستفیض ہوسکیں اللہ تعالے سب کو فایدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

انگریزی ترجمۃ القرآن۔ ولایت سے حضرت خواجہ صاحب کا تار آج ہی ۱۰ اگست ۱۷ء کو موصول ہوا ہے۔ کہ ترجمۃ القرآن انگریزی کی کچھ مجلدات اس ہفتہ کی ولایتی ڈاک میں روانہ کی جائیں گی۔ احباب دعا کریں کہ یہ پاک صحیفہ راستہ میں پیش آنے والی تمام آفات سے محفوظ رہے۔ اور جلد سے جلد ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہو +

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ عبدالرحمن خانصاحب منصف درجہ دوم ملتان

مہنہ آسانند ولد مہتہ اڑامل بنام صالح محمد ولد نبی بخش قوم ذات مراں بناسکنہ کہروڑ | قریشی سکنہ کہروڑ پکا تحصیل

تحصیل لودھراں مدعی | لودہراں مدعا علیہ

دعوے للعہ بروئے تمسک

۱۳/۹ پار

نمبر مقدمہ ۸۷۴ سال ۱۹۱۷ء

اندریں مقدمہ مدعا علیہ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے اور روپوش ہوجاتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ بتاریخ ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء بعدالت ہذا برائے پیروی مقدمہ حاضر نہ ہوگا تو اسکی نسبت کاروائی یکطرفہ کیجاویگی۔ تحریر ۳۱ جولائی

آج بہ ثبت دستخط ... [illegible]

میاں صاحب کی خدمت میں انکے ایک مبائع کا خط

اخویم مکرم شیخ صادق علی صاحب پٹیالوی میاں صاحب کی جماعت کے ایک خاص الخاص رکن اور انکے بڑے زبردست مُریدہیں۔ آپ ایک عرصہ تک ان غلط فہمیوں میں مُبتلا ہونے کے باعث جو بزرگانِ سلسلہ کے متعلق عام طور پر پھیلائی جاتی ہیں۔ احباب احمدیہ کی مخالفت پر کمربستہ رہے۔ لیکن آخر کار میاں صاحب کے نئے اعتقادات اور قادیانی اخبارات کی بیجا حرکات کو دیکھ دیکھ کر اُن سے کچھ نفرت سی ہونے لگی جس کا نتیجہ تحقیق حق کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور بالآخر الحق یعلوا ولا یعلی کے مصداق جماعت حقہ احمدیہ کی صداقت کا انہیں یقین ہو گیا۔ یہانتک کہ اب آپ "پیغام صلح" کو بہت ہی عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے چندوں وغیرہ کی تحصیل میں خاص جوش اور سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں اس عالم جارو جہد میں، جبکہ آپ میاں صاحب کے عقائد اور اُن کی جماعت کی بد عنوانیوں سے متنفر ہو کر اُن کی اصلاح کے درپے تھے۔ آپ نے میاں صاحب کو ایک طویل خط کے اندر ان سب خرابیوں سے متنبہ کرتے ہوئے انکو اصلاح اور رجوع الی الحق کے لئے لکھا اور بصورت غلط فہمی اُسکے ازالہ کے لئے التجا کی۔ لیکن افسوس کہ خلافت مآب نے دربار خاموشی سے دوسری بعض چٹھیوں کی طرح اس کا بھی آج تک کوئی جواب نہ بن آیا اور نہ ہی کبھی قیامت تک بن سکتا ہے۔ گو یہ صاف ظاہر ہے کہ خاموشی بھی بمصداق۔ ع

خموشی معنئے دارد کہ درگفتن نمے آید

اپنے اندر ایک جواب رکھتی ہے۔ لیکن شیخ صاحب موصوف چاہتے ہیں کہ ایکدفعہ بذریعہ اخبار بھی اُنکی طرف سے میاں صاحب کو ان خرابیوں سے متنبہ کر دیا جاوے جسکے لئے انہوں نے اپنا وہ مکتوب اخبار میں شائع کرنے کے لئے دیا ہے۔ تاکہ میاں صاحب پر حجت ملزمہ کا کام دے سکے اور انکے دوسرے مریدین کے لئے بھی مفید ہو۔ وھو ھذا:۔

سیدی مولائی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں چندماہ سے مذہب کی حقیقت پر غور کر رہا ہوں۔ اور ہمارے درمیان جو باہمی اختلاف ہے اُس پر میں نے کافی سے زیادہ توجہ کی ہے۔ جہانتک میں سمجھ سکا ہوں یہ محض لفظی نزاع ہے۔ لیکن اب وہ اختلاف ایک اصولی رنگ پکڑ گیا ہے۔ کیونکہ ہم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو حقیقت نبوت کے لحاظ سے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی نبوت کو لیکن مولوی محمد علی صاحب اس میں ہمارے ساتھ متفق نہیں ہیں وہ حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی سمجھتے ہیں لیکن اسکو حقیقی نبوت نہیں سمجھتے۔

دوسرا اختلاف ہمارے اور مولوی محمد علی صاحب کے درمیان یہ ہے کہ ہم مسیح موعودؑ کے منکرین کو یا بالفاظ دیگر غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں لیکن جناب مولوی صاحب کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح موعود کے محض انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کی تکفیر سے کافر ہو جاتا ہے۔

تیسرا اختلاف مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی کی تعین کے بارے میں ہے۔

چوتھا اختلاف جو نے بواقع پہلا اور اصلی اختلاف ہے اور جس نے اس اختلاف کو اصولی رنگ دے دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۱ء میں عقیدہ کو تبدیل کر لیا۔ فریق ثانی اسکو مستثنیٰ کرتا ہے۔ اور اس کا قائل نہیں۔

سو اصل بات یہی ہے کہ اگر تبدیلیٔ عقیدہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود نے کسی وقت میں اپنے تئیں کامل اور حقیقی نبی قرار دیا ہو۔ یا یہ فرمایا ہو کہ ختم نبوت اس امر کی مانع نہیں۔ کہ کوئی نبی لوازمات نبوۃ کے ساتھ آ جائے۔ یا یہ فرمایا ہو کہ نبوت سے مقصود بالذات پیشگوئیاں ہیں۔ تو یہ تنازعہ ہی طے ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے ماننے والوں کے لئے اُن کی تحریر حجت ہے۔ لیکن اگر یہ امر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے تو فریق ثانی حق پر ہے۔

میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے حضرت صاحب کی طرف تبدیلیٔ عقیدہ کبھی بھی منسوب نہیں کیا کیونکہ ظلی نبی۔ امتی نبی اپنے تئیں حضرت مسیح موعود اپنی پہلی تصانیف میں لکھتے رہے ہیں اور یہی میرا اور آپ کا عقیدہ اب بھی ہے۔ جب صورت حالات یہ ہے تو تبدیلیٔ عقیدہ بیہنسی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

آپ نے حقیقۃ النبوت میں تبدیلیٔ عقیدہ کا وقت تعین فرمایا ہے اور وہ سنہ ۱۹۰۱ء ہے۔ اور اس تبدیلی کا اعلان ایک غلطی کے ازالہ کے ذریعے تسلیم کیا ہے۔ یہ بات بالبداہت غلط معلوم ہوتی ہے اس میں حضرت صاحب نے اپنے ایک مرید کی غلطی کا ازالہ کیا ہے۔ نہ کہ اپنی کسی غلطی کا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے مولوی محمد علی صاحب کی تصنیف النبوت فی الاسلام مطالعہ فرمائی ہو گی اُنہیں اس موضوع پر کافی بحث ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ کسی دانا انسان کے لئے اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت ہو گی۔ ایک غلطی کے ازالہ میں حضرت صاحب کا تبدیلیٔ عقیدہ سمجھنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سے حملوں کی زد میں لانا ہے۔ جس سے یہ مذہب ...... کسی صورت میں بھی معتبر نہیں۔ آپ غلطی کے ازالہ کی بنا پر حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ کی تمام پہلی کتابوں کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور ان سے حوالہ پکڑنا جائز نہیں رکھتے۔ لیکن میں اس غلطی کے ازالہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایک غلطی کا ازالہ لکھکر حضرت صاحب نے اپنی پہلی تصانیف کو اور زیادہ وقعت اور عظمت دی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے دعوے کو نہ سمجھنا ہماری کتابوں سے عدم توجہی کی وجہ سے ہے۔ گویا آپ کا جو نبوت کا دعوے ہے۔ وہ آپ کی پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے اور اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الواقع ایک قسم کی نبوت کا دعوے آپ ہر ایک کتاب میں فرماتے آئے ہیں۔ اور وہ وہی ظلی، بروزی اور جزوی نبوت ہے جو اتباع خیر الرسل سے ملتی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آپ سے فاضل انسان کے قلم سے یہ باتیں کس طرح نکل گئیں۔ اور اب میں شرح صدر سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ آپ نے اپنی غلطی کو محسوس فرما لیا ہو گا۔ آخر بشریت ہی ہے اور غلطی لازمۂ بشریت ہے۔

پھر اگر یہ خیال کر لیا جاوے۔ کہ حضرت صاحب پندرہ برس اپنے دعوے کو سمجھ نہ سکے تو اس سے اور بہت سے فتور لازم آتے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب نے بہت جگہ اپنے مرتبہ کی تفہیم کو منجانب اللہ بیان فرمایا ہے۔ اگر یہ آپ کا اپنا اجتہاد ہوتا۔ تو اور بات تھی۔ گو حضرت کا اجتہاد بھی دیگر لوگوں کے اجتہاد پر فائق ہے۔ پھر اگر یہ محض قرآن کریم و احادیث نبویہ سے استنباط بھی ہوتا۔ تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا۔ گو ایک مامور من اللہ کا استنباط بہت بڑی عظمت سے دیکھا جانا چاہئے اور وہ ہزارہا معارف اپنے اندر لئے ہوئے ہوتا ہے۔ لیکن حضرت صاحب تو لکھتے ہیں کہ یہ بات مجھے خدا نے بتائی ہے

ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے آخر آپ بھی یہ تو تسلیم فرماتے ہیں کہ حقیقت نبوت آپ کے وجود میں مرکوز تھی۔ لیکن چونکہ آپ نبوت کی اور تعریف فرماتے تھے۔ اس لئے اپنے تئیں نبی نہ سمجھتے تھے لیکن یہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً حقیقت نبوت میں سے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ حقیقت نبوت قرار دی ہے کہ نبی کو اپنا دعوے نہایت کھول کر سمجھایا جاتا ہے لیکن آپ کرر یہ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اپنا دعوے پندرہ سال کے لمبے عرصہ تک نہیں سمجھا۔ پھر حقیقت نبوت میں سے ایک بات معصومیت ہے۔ خواہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعوے کو نہ سمجھتے لیکن اس طاقت کا تو ضرور انکو علم ہوتا۔ کہ انبیاء والی معصومیت ہمارے اندر ہے۔ مگر حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ "لیکن بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعوے ہے۔" کرامات الصادقین۔

پھر آئینہ کمالات اسلام میں حضرت صاحب نے اپنی آزمائش انبیاء کی طرح دینے سے انکار کیا ہے۔ اب اگر ہم آپ کے اعتقاد سے متفق رہیں تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہمکو سمجھ نہیں۔ کہ جب مسیح موعودؑ کی انبیاء کے طریق پر آزمائش کی گئی۔ تو آپ نے انکار فرما دیا لیکن جب آزمائشوں کا زمانہ گذر گیا۔ تو نعوذ باللہ انہا اپنا دعوے قائم کر دیا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ جیسے پاکباز انسان کی شان کے منافی ہے۔ اور حضرت کی شان اس سے بہت ارفع و اعلےٰ ہے۔

کفر و اسلام کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ اوّل تو جب حضرت صاحب حقیقی نبی نہیں۔ تو آپ کا منکر کافر نہیں۔ اور نہ ہی حضرت صاحب نے کہیں یہ لکھا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف مولوی محمد حسین بٹالوی کے فتوے کفر کو واپس لیکے کو اُس کی ذلت قرار دیتے ہیں۔ اور اسی طرح اپنی فتح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا مذہب ... ہے۔ کہ

فرماتے ہیں۔ کہ محض صاحب شریعت انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے پھر ہم زیادہ سے زیادہ حضرت صاحب کو غیر تشریعی نبی کہہ سکتے ہیں تو آپکا منکر پھر بھی کافر نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی حضرت [illegible] نے کبھی تردید نہیں فرمائی۔ اور نہ کبھی اس سے اختلاف کیا ہے۔ اب اگر عامہ مسلمین مکفرین کے علاوہ بھی کافر ہو گئے۔ تو حضرت صاحب پر ایک خطرناک الزام آتا ہے۔ مگر آپ کے دل میں تو یہ بات تھی کہ لوگوں کے فتنہ اور گورنمنٹ کے خوف سے اس بات کو پوشیدہ رکھا ورنہ آپ صاف الفاظ میں فرما دیتے۔ کہ اس میں میرا کیا قصور ہے میری ماموریت کا تقاضا یہی ہے اور ارشاد ربانی لم تقولون ما لا تفعلون کی زد میں نہ آتے۔ لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے حضرت صاحب نے جو لکھا۔ وہ کھلے لفظوں میں لکھا۔ آپ خدا کی طرف سے مامور تھے۔ اور خدا کے مامور حق پہنچانے میں کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کامل جاہ و جلال کے ساتھ اپنے عقائد پر قائم رہے اور اپنے فرائض ماموریت کو انجام دیتے رہے۔ جب آپ اپنے عقائد پر تلواروں کے نیچے بھی قائم رہنا پسند فرماتے ہیں تو حضرت صاحب کی شان تو آپ سے بہت ارفع و اعلےٰ ہے۔ اور حضرت کے ساتھ تو یعصمک من الناس کا وعدہ بھی حتمی تھا۔ متشابہات اور محکمات تو ہر ایک فاضل انسان کی کتاب میں ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن کریم میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں آخر وہاں بھی تو مطابقت ہوتی ہے۔ حضرت صاحب کے کلام میں کیوں مطابقت نہیں دی جاتی۔ پھر جن باتوں سے غیر احمدیوں کے کفر کا تمسک کیا جاتا ہے۔ وہ غیر معمولی نہیں۔ ہر ایک مجدد بلکہ ہر ایک مسلمان کے منکر کے لئے وہ باتیں یکساں ہیں۔ لیکن ہم میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں۔ کہ مجددین کے منکر کافر ہوتے ہیں۔ الفاظ کو کسی اصول کے ماتحت کرنا چاہئے۔ پھر دلیلوں کی نوعیت سے اصل مفہوم سمجھکر نتیجہ مترتب ہونا چاہئے۔ خدا کے ماموروں کو دوسروں کو کافر کہکر خوشی نہیں حاصل ہوتی۔ ان کا مذاق اڈیٹر الفضل جیسا نہیں ہوتا۔ اُن کا دل کافر کہنے سے دُکھتا ہے مجھے حیرانی اور افسوس ہوا۔ جب میں نے ایڈیٹر الفضل کی یہ تحریر پڑھی۔ کہ جب مسیح موعودؑ نبی ہیں تو اُن کے حقوق بھی دیگر انبیاء جیسے ہونے چاہئے۔ کس قدر عرفان سے دور بات ہے۔ کس قدر مذہب سے بے خبری ہے۔ انبیاء کے حقوق تو لغائے الٰہی ہوتے ہیں نہ کہ دوسروں کو کافر بنانا یا کہنا۔ یہ سب بدقسمتی نبوت کے مقاصد اور مذہب کی اغراض کو نہ سمجھنے سے واقع ہوئی۔ ان سب باتوں کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جاوے اور یہ خیال کر لیا جاوے کہ ہمیں کیا کوئی کافر ہے یا مسلم۔ لیکن کس کو کیا جاوے کہ یہ خیال کر کے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حرف آتا ہے اور ایک مرید کے دل میں یہ خیال کہ اس کا پیشوا قول و فعل میں یکساں صاف نہ تھا۔ اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ در آنحالیکہ یہ سب بے سمجھی اور نادانی اس کی اپنی ہی کم فہمی کا نتیجہ ہو۔

رہی اسمہ احمد والی پیشگوئی۔ وہ بھی کوئی علیحدہ قسم سے نہیں یہ عجیب بات ہے۔ کہ چار باتوں میں ہمیں مولوی محمد علی صاحب سے اختلاف ہے۔ اور ان میں ہمارے اعتقاد کے مطابق مسیح موعودؑ پر زد پڑتی ہے۔ دیکھئے وفات مسیح ثابت فرماتے ہوئے حضرت اس پیشگوئی سے ایک لطیف استدلال فرماتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح ناصری وفات نہیں پا گئے تو حضرت رسول کریمؐ کی بعثت بھی ابھی نہیں ہوئی۔ کہ احمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیحؑ کے بعد تشریف لانا تھا۔ اب جیسا کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ پر یہ پیشگوئی چسپاں فرماتے ہیں اور حقیقتاً یہ پیشگوئی اُنکے حق میں سمجھتے ہیں تو اس سے یہ محظور لازم آتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنا چاہتے تھے تو ہر ایک قسم سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے جائز و ناجائز تصرف فرما لیا کرتے تھے حالانکہ یہ غلط ہے آپکی باتیں ہمیشہ سچی اور مضبوط ہوتی تھیں جس کا قلب دشمن سکو اقرار ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ احمد کے معنے میں بار بار آتے ہیں سو تمام مجددین کرام نے علےٰ قدر مراتب اس سے حصہ پایا اور علیحدہ کہ حسب قدر مجددین کرام اسوقت تک ہوئے ہیں سب کے نام احمد ہی تھے اور وہ قدسی اسی صفت احمدیت یعنی جمالی شان کے مظہر تھے۔ بیشک حضرت مسیح موعودؑ چونکہ سب مجددوں سے بزرگتر تھے۔ اس لئے آپنے اس صفت سے سب سے زیادہ حصہ پایا۔ اور احمدیت کے کامل مظہر ہوئے۔ یہ وہ مشہور استدلال ہے جس سے حضرت صاحب نے شیعیت اور عیسویت کو ہلاک کر دیا تو کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم بھی حضرت کے اس علم کلام سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور اپنے عقائد کو اس معیار پر پرکھیں حضرت صاحب کو نبی ماننے اور آپ کے نام سے تبدیلیٔ عقیدہ منسوب کرنے سے اعتراضات کا ایک دریائے حد مہ آمنڈ آتا ہے اور ...

حقیقت میں، تو آپ کے اندر ایک چیز رہ جاتی ہے جانتے ہیں آپ تمام دنیا سے بڑھ کر ... ایک اپنی فضیلت ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دنیا میں اور کسی فرد کو نہیں ملی۔ آپ نے تمام مذاہب باطلہ کو ہلاک کر دیا۔ آپ نے قرآن کریم سے لطیف استنباط کئے اور کسی اور شخص نے آپ سے پہلے نہیں کئے۔ غرض جتنا بھی غور کیا جائے آپکے فضائل اعلےٰ سے اعلےٰ معلوم ہوتے ہیں۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارك وسلم +

آپ غور فرماویں یہ حضرت مسیح موعودؑ کی عزت کا سوال ہے یہ خدا کے مامور کی صداقت کا سوال ہے اس سے ایک جماعت کا ایمان وابستہ ہے جس کی کامل ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے۔ جماعت غلو میں حد سے تجاوز کر گئی۔ ۱۹۱۷ء میں مولوی سرور شاہ صاحب اور مفتی محمد صادق نے یہ کہکر کہ حضرت رسول کریمؐ نے آنا تھا اور وہ ہی حضرت مسیح موعود کے ذریعہ نازل ہوئے۔ جماعت کو ایک خطرناک غلو میں مبتلا کر دیا۔ پچھلے دنوں کا واقعہ ہے کہ جب میاں عبدالوہاب صاحب بنوڑی نے سکرٹری راجپورہ سے ایک بحث کے دوران میں یہ کہدیا کہ میں حضرت صاحب کو رسول کریمؐ کے خدام میں سے سمجھتا ہوں۔ تو تمام ریاست کے احمدیوں میں ایک ہلچل پڑ گئی کہ میاں جی پیغامی ہوگیا۔ سکرٹری جیوڑ وسکرٹری سنور نے جواب ماشاء اللہ جنرل سکرٹری ریاست پٹیالہ ہیں۔ اسی بحث میں یہ کہا کہ میں تو حضرت صاحب کو اسی درجہ کا نبی سمجھتا ہوں جس کا حضرت رسول کریمؐ کو۔ یا بہ تغیر الفاظ یوں کہو۔ کہ ایک مجسٹریٹ قانون دیگر تبدیل ہوگیا دوسرا مجسٹریٹ اسکی جگہ آگیا۔ العیاذ باللہ۔ میں نے جو میاں عبدالوہاب صاحب سے بذریعہ کارڈ استفسار کیا۔ تو انہوں نے لکھا کہ میں اس میں حضرت ختمی مآب کی ہتک سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود کو درجہ میں اُن سے ساوی سمجھوں۔ تو جماعت پٹیالہ کے میرے ایک محترم دوست نے بھی جو ایک ذکی اور معقول طبیعت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ اس فقرہ سے پیغامیت کی بو آتی ہے۔ یہ ہو گئی ہے جماعت کی حالت اگر بزرگان دین یا مرسلین اولوالعزم کا انکے سامنے ذکر کیا جائے۔ تو انکی طبیعت منغض ہو جاتی ہے۔ راستی سے قطعاً پیار نہیں رہا۔ اور یہ سب غلو کی شامت ہے۔

آپ کے سامنے ایڈیٹر الحکم حضرت مسیح موعودؑ کی سوانحعمری کا نام جو ایک مستقل کتاب ہے اور آئندہ نسلوں کیلئے یادگار ہے رکھتا ہے۔ لیکن آپ اسے بند نہیں فرماتے۔ ایڈیٹر الفضل ہمیشہ احمد نبی اللہ احمد رسول اللہ اخبار میں لکھتا ہے لیکن کوئی اُسے مردمیدان بنکر نہیں سمجھاتا کہ تمہارا یہ فعل مستحسن نہیں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مجھے صرف نبی کہنا رسول کریمؐ کی ہتک ہے۔ میں شرح صدر سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود یا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں وہ ایسا کہتے تو اسکو جماعت سے خارج کر دیا جاتا۔ اخباروں کی کمزوری سے آپ ناواقف نہیں۔ کبھی کبھی کوئی کام کا مضمون ان اخبارات میں نہیں نکلا۔ حتیٰ کہ ریویو آف ریلیجنز کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہوگئی ہے جس کا اقرار ایڈیٹر صاحب الفاروق نے بھی ایک مضمون میں کیا ہے۔ کبھی تو ہماری وہ حالت تھی۔ کہ خدمت اسلام میں ہم سب سے پیش پیش تھے اور ہمارے ملائل ایک دنیا میں تغیر پیدا کرنیوالے تھے۔ اور کجا یہ بیکسی کا عالم ہوا ہے کہ اسلام کی ایک خوبی بھی ہمارے اخبار میں نہیں ہوتی اور ایڈیٹروں کی ناقابلیت کیوجہ سے مفصلات کے سکرٹریوں کی رپورٹوں سے صفحے کے صفحے بھر دئے جاتے ہیں۔ خدا ہماری قوم پر رحم کرے اور ہمیں وہی بلندی عطا فرمائے جس پر مسیح موعودؑ نے ہمیں کھڑا کیا تھا۔ ہماری قوم ایک علم دوست قوم تھی لیکن آج اسکی کیفیت ماتم کے قابل ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کی تصانیف کے ساتھ جو جلسہ کے مواقع پر تقسیم ہوتی ہیں عجیب بیدردی کا سلوک ہوتا ہے ٹریکٹوں کو تقسیم کنندوں کے سامنے پھاڑا جاتا ہے اُنکو جلا دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر الفاروق کھلے طور سے اخبار میں لکھدیتا ہے کہ اس سے غسلخانہ کا پانی گرم ہوگا۔ جہالت کی بھی حد ہے دوسرے لوگ ہمارے اس اُسوہ سے کیا سبق لیتے ہونگے۔ اگر کوئی دوسرا ہماری کتابوں سے بھی یہی سلوک کرے تو کیا ہماری شکایت جائز ہوسکتی ہے۔ پھر قادیان میں بعض خرابیوں کا انکشاف ایڈیٹر الفاروق اپنے اخبار میں کرتا ہے بھلا اس سے کیا فائدہ جب وہاں ذمہ وار شخص موجود ہے۔ تو قوم کو ابتلاء میں ڈالنے کے سوا اسکا کیا مقصود ہوسکتا ہے۔ ان تمام باتوں کو لکھکر میں آپکے عزم اور استقلال سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ سوچ سمجھکر مولوی محمد علی صاحب سے کوئی فیصلہ کی راہ نکالیں۔ میں آپکی ذمہ داریوں سے بیخبر نہیں ہوں میں جانتا ہوں کہ آپ کی پوزیشن بڑی نازک ہے۔ لیکن خدا جس نے آپکے مقدس والد کی مدد کی تھی راہ حق میں آپکی بھی مدد کریگا۔ میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ جب میں یہ سوچتا ہوں کہ موجودہ اختلاف میں میں آپکا ساتھ نہیں دے سکتا تو آپکی جدائی کا خیال مجھے بڑا بے چین کر دیتا ہے اور میرے جسم میں ایک سنسناہٹ سی پیدا ہوتی ہے بہت سے عزیز دوست جماعت میں ہیں۔ حافظ روشن علی صاحب شیخ عبدالرحیم صاحب کلرک تعمیذ۔ میرے بنوڑ کے دوست اور پٹیالہ کے دوست خدا ان سب کو راہ ہدایت نصیب فرمائے مجھے ان کی جدائی بڑی شاق گذرتی ہے۔ لیکن صداقت کے مقابلہ میں یہ سب تعلقات ہیچ ہیں۔ میں ایمانداری سے کہتا ہوں۔ کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی عزت موجودہ اعتقادات سلسلہ سے خطرہ میں نہ ہوتی۔ تو میں ہرگز آپ سے توجہ اس طرف مبذول فرمانے کی التجا نہ کرتا۔ آپ میرے مرشد ہیں۔ خدا را سوچیں کہ جماعت پھر راہ راست پر قائم ہو جائے۔ ہم جب متفقہ کوشش سے کام کرینگے تو انشاء اللہ کل دنیا پر بھاری ہونگے۔ خدا نے ہم میں مسیح موعودؑ بھیجا۔ اور ہمیں طاقت بخشی اور ہمیں خدمت اسلام کا ذمہ وار بنایا ہے۔ ہمیں زیبا نہیں کہ ذاتیات کو درمیان میں لادیں اور اپنے فرائض سے غافل ہو جاویں۔ اے خدا تو ہم پر رحم کر۔

آپ میرے پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اپنی صاف رائے سے خاکسار کو اطلاع بخشیں۔ میں جناب کی تحریر کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں آپ میرے آقا کے فرزند ہیں۔ اگر میں خطا پر ہوں تو میرے لئے دعا فرماویں۔ بددعا ہرگز ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ میں بلاہال ایک غریب الشان ہوں۔ اور بددعا سے بہت ڈرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ سے اس معاملہ میں استمداد طلب کریں۔ اگر ہم خطا پر ہیں تو ہمیں اسپر اصرار نہیں ہونا چاہئے۔

اگر جناب کو میرے خیالات سے اتفاق نہ ہو۔ اور مجھے آپ کے جواب سے اطمینان قلب حاصل نہ ہو۔ تو مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی اس تحریر کو اخبار میں شائع کردوں۔ شائد کسی اور روح کو فائدہ پہنچے۔ والسلام۔

دعاگو صادق علی

اسلامی لٹریچر کا بہترین مجموعہ

مرقاۃ الیقین سوانحعمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت ۱۲؍

النبوۃ فی الاسلام اس میں نبوت، رسالت، محدثیت، مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اور مرزا صاحب نبی نہیں محدث ہیں قیمت بجلد ۱۲؍، مجلد ۱؍

غلامی غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں اُن سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں .... قیمت ۳؍

عصمت انبیاء عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں اُنکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے قیمت ۷؍

سکھ ازم انگریزی میں۔ اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے۔ کہ باوا نانک پکے مسلمان ہیں اور اُن کا مختصر حال ہے۔ قیمت ۱؍

اسوۂ حسنہ موسومہ زندہ وکامل نبی:- اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ قیمت ۴؍

صحیفہ آصفیہ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ قیمت ۲؍

بنگال کی دلجوئی اردو میں:- اسمیں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے تقسیم بنگال کی نسبت کی۔ قیمت ۰؍

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں:- حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر ہے جو انھوں نے ... یونیورسٹی میں دیا۔ ۰؍

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ... گورنمنٹ کی طرف:- اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ انگریزی میں .... قیمت ۰؍

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں:- اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قیمت ۴؍

الوصیت اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کی آخری وصیت درج ہے۔ جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی۔ اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب وعکس تحریر حضرت مرزا صاحب دربارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپواکر شائع کیا۔ .... قیمت ۲؍

رسالہ فیصلہ آسمانی۔ اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے۔ .... قیمت ۰؍

رسالہ تحفۃ المتقین۔ اس میں فاضل مصنف نے آیت هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے۔ ...... قیمت ۱؍

رسالہ تحفۃ السلطان۔ قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے۔ ...... قیمت ۱؍

بائبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا فوٹو دیا ہے قیمت ۱؍

نیّر اسلام۔ اس میں بشارات محمدیہ کو بائبل سے یکجا کر کے قرآن سے تطبیق دی ہے۔ ...... قیمت ۲؍

آیات بینات۔ عیسائی رسالہ آیات اللہ یعنی معجزاتؑ کی جس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کیگئی ہے تردید کیگئی ہے قیمت ۲؍

خورشید عاقل مذہبی ناول:- اس میں مصنف نے آریوں کے اُن اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں قیمت ۱؍

رباعیات اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا الٹا فوٹو کھینچا ہے .... قیمت ۰؍

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اوّل یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانیٔ اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے وعدۂ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شائع کیا۔ قیمت ولایتی کاغذ مجلد ؍ ولایتی کاغذ بے جلد ؍ دیسی کاغذ مجلد ؍ بے جلد ۸؍

القول المجید فی تفسیر اسمہ احمد:- اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ جزوی نبی ہیں اُنکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا قیمت ۸؍

درثمین مکمل۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو اب تک شائع ہوچکی ہیں۔ ایک جگہ جمع کی گئی ہیں جو .... قیمت مجلد ۱۲؍ بے جلد ۹؍

الضحیٰ۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث .... قیمت ۱؍

اظہار النصائح فی رد الخرافات والفضائح:- میاں محمود احمد کے رسالہ القول الفصل پر تنقید ..... قیمت ۴؍

عسل مصفےٰ:- مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفےٰ منگا کر لطف اٹھاؤ۔ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر کر کے اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت مجلد ہر دو حصہ ؍ بے جلد ہر دو حصہ ... للعہ

نکات القرآن ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآرا اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ، آل عمران اور النساء) کے اندر آتے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا۔ تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ ....

قیمت حصہ اوّل ۱۲؍ حصہ دوئم ۶؍ حصہ سوم ۸؍ حصہ چہارم ۶؍

حدوث مادہ۔ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں کوہمری پر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا۔ فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو زائد ابواب میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دے سکتا ہے .... قیمت ۴؍

ملنے کا پتہ

کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احمدیہ بلڈنگس ... الاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہارشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۲

محدثیت و نبوت

(۲)
محدث کس کو کہتے ہیں

دوسرے امر یعنے محدث کی نسبت فتح الباری میں اس طرح لکھا ہے۔

قولہ محدثون بفتح الدال جمع محدث واختلف فی تاویلہ فقیل ملہم قالہ الاکثر قالوا المحدث بالفتح ھو الرجل الصادق الظن وھو من القی فی روعہ شئی من قبل الملاء الاعلی فیکون کالذی حدثہ غیرہ بہ وبہذا جزم ابو احمد العسکری وقیل من یجری الصواب علی لسانہ من غیر قصد۔ وقیل مکلم ای تکلمہ الملائکۃ بغیر نبوۃ وھذا ورد من حدیث ابی سعید الخدری مرفوعا ونفظہ قیل یا رسول اللہ وکیف یحدث قال تتکلم الملائکۃ علی لسانہ رویناہ فی فوائد الجوہری وحکاہ القابسی وآخرون ویؤیدہ ما ثبت فی روایتہ المعلقۃ ویحتمل ردہ الی المعنی الاول ای تکلمہ فی نفسہ وان لم یرہ مکلما فی الحقیقۃ فیرجع الی الالہام

محدثون کا لفظ دال کے زبر کے ساتھ جمع محدث کی ہے اسکے معنی میں شارحین حدیث کا اختلاف ہے اکثر نے کہا ہے کہ محدث ملہم کو کہتے ہیں یعنی جو آدمی بہت صادق الظن ہو اور اس کی اٹکل سچی اور ٹھیک ہو۔ وہ شخص ہوتا ہے جس کے دل پر ملاء اعلیٰ کی طرف سے باتیں ڈالی جاتی ہیں گویا وہ ایسا ہو کہ غیر نے اس سے باتیں کیں اس واسطے وہ محدث ہو اس معنی کا ابو احمد عسکری نے یقین کیا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ محدث وہ ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے حق اور صواب جاری ہو۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ محدث وہ ہے جس سے فرشتے کلام کریں اور نبی تام نہ ہو اور یہ معنی حدیث مرفوع میں آ گئے ہیں حضرت ابو سعید خدری سے اس کے لفظ یہ ہیں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلعم محدث سے از طرف ملاء اعلیٰ کیونکر باتیں کی جاتی ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں اس کی روایت ہمکو فوائد جوہری سے بھی پہنچی ہے اور قابسی نے بھی روایت کی ہے تعلیقاً بھی آئی ہے اور اس معنی کا اول معنے کیطرف رد اور رجوع کرنا بھی ممکن ہے یعنی فرشتے اسکے نفس میں ہی کلام کرتے ہوں۔ اگرچہ وہ محدث کسی کلام کرنیوالے کو خارج میں نہ دیکھے۔ پس یہ معنی الہام ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں ٭

وفسرہ ابن التین بالتفرس ووقع فی مسند الحمیدی عقب حدیث عائشۃ المحدث الملہم بالصواب الذی یلقی الی فیہ

اور ابن التین نے اسکی تفسیر فراست کی ہے۔ اور مسند حمیدی میں حدیث حضرت عائشہ کے بعد یہ مذکور ہے کہ محدث یعنی ملہم بصواب ہے جس کے دل پر ملاء اعلیٰ کی طرف سے القا کیا جاتا ہے۔

وعند مسلم من روایۃ ابن وھب ملہمون وھی الاصابۃ بغیر نبوۃ

اور ابن وہب کی روایت میں مسلم کے نزدیک ملہمون ہے جس کے معنی ہیں کہ ملاء اعلیٰ کیطرف سے اسکو نبوت تام کے بغیر حق اور صواب پہنچے۔

وفی روایۃ الترمذی عن بعض اصحاب ابن عیینۃ محدثون یعنی مفہمون

اور ترمذی کی روایت میں بعض اصحاب ابن عیینہ سے وارد ہے کہ محدثون وہ ہیں جو ملاء اعلیٰ کی طرف سے سمجھائے جاتے ہیں۔

وفی روایۃ الاسمٰعیلی قال ابراہیم یعنی ابن سعد راویہ قولہ محدث ای یلقی فی روعہ انتہی ویؤیدہ حدیث ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ اخرجہ الترمذی من حدیث ابن عمر واحمد من حدیث ابی ھریرۃ والطبرانی من حدیث بلال واخرجہ فی الاوسط من حدیث ابی ذر عند احمد وابی داؤد یقول بہ بدل قولہ وقلبہ وصححہ الحاکم وکذا اخرجہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث عمر نفسہ

اور روایت اسمٰعیلی میں ہے کہ ابراہیم بن سعد جو حدیث کا راوی ہے اس نے کہا ہے کہ محدث وہ ہے جس کے دل میں ملاء اعلیٰ کی طرف سے القا کیا جاتا ہے۔ انتہی۔ اور اس کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو حضرت عمرؓ کے دل اور زبان پر گردان دیا ہے۔ ترمذی نے ابن عمر کی حدیث سے اسکو روایت کیا ہے۔ اور احمد نے حدیث ابی ہریرہ سے اور طبرانی نے حدیث بلال سے اور اوسط میں حدیث ابوذر سے۔ احمد اور ابو داؤد کے نزدیک بجائے قلبہ کے بقول ہے۔ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور اوسط میں طبرانی نے خود حضرت عمر کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔

شارح کرمانی نے لکھا ہے۔

محدثون بفتح الدال المشددۃ قال الخطابی المحدث الملہم یلقی الشئی فی روعہ فکانہ قد حدث بہ یظن فیصیب ویخطر الشئی ببالہ فیکون وھذہ منزلۃ جلیلۃ من منازل الاولیاء وقال بعضہم ھو من یجری الصواب علی لسانہ وقیل من تکلمہ الملائکۃ الخ

محدثون دال مشدد کے زبر کے ساتھ ہے خطابی نے کہا ہے کہ محدث یعنی ملہم ہے جس کے دل میں کوئی شئی القاء کی جاتی ہے تحقیق کہ وہ ملاء اعلیٰ کی طرف سے کلام کیا جاتا ہے گمان کرتا ہے تو صواب پر ہوتا ہے جب کوئی شئے اس کے دل میں خطور کرتی ہے وہ تو واقع ہو جاتی ہے اور یہ مراتب اولیاء سے بہت بڑا درجہ کا مرتبہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ محدث وہ شخص ہے جس کی زبان پر حق و صواب جاری ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ محدث وہ شخص ہے جس سے ملائکہ بات کرتے ہیں۔

تاج العروس میں لکھا ہے۔

ومن المجاز ما جاء فی الحدیث قد کان فی الامم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر ابن الخطاب قالوا المحدث الملہم الصادق الحدس وجاء فی تفسیر الاحادیث انہم الملہمون والملہم الذی یلقی فی نفسہ الشئی فیخبر بہ حدسا وفراسۃ وھو نوع یخص اللہ بہ من یشاء من عبادہ الذی اصطفی۔

اور مجاز کے طور پر ہے وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوئے تھے سو اگر میری امت میں کوئی ہے تو عمر بن خطاب ہے کہتے ہیں محدث سچی فراست والا ہے۔ اور حدیث کی تفسیر میں آیا ہے کہ وہ ملہم ہیں اور ملہم وہ ہے جس کے دل میں کوئی چیز القا کی جائے پس وہ اس کی خبر دے از روئے فراست اور وہ ایک طرز ہے جس سے خاص کر لیتا ہے اللہ اپنے بندوں میں سے ان کو جن کو برگزیدہ کرتا ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹ مکتوب ۵۱ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ

اعلم ایہا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاہا وذالک الافراد من الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیہم بالتبعیۃ واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منہم سمی محدثا کما کان امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھذا غیر الالہام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بہذا الکلام الانسان الکامل واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (مکتوبات ربانی)

اے بھائی صدیق تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی رو برو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں۔ اور کبھی اس ہمکلامی کا مرتبہ بعض کمل لوگوں کو نبیوں کے اتباع اور وراثت سے ملتا ہے جو شخص کثرت سے ہمکلامی کا شرف پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور یہ مکالمہ الٰہی از قسم الہام نہیں بلکہ غیر الہام ہے اور یہ القاء فی الروع بھی نہیں ہے۔ اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتے کے ساتھ ہوتا ہے اس کلام سے وہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے جو انسان کامل و جامع ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ایہا العزیز اب آپکو ثابت ہو گیا ہوگا کہ محدث ملہم بصواب کو کہتے ہیں جو اپنے الہامات کے صدق میں کمال تک پہنچ گیا ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے حق اور صواب جاری ہوتا ہے جن کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہیں جس کو مکالمہ الٰہی کا شرف بطور محدثیت کے حاصل ہوتا ہے جس کے دل میں کوئی شئے خطور کرتی ہے۔ تو وہ واقع ہو جاتی ہے غرض مراتب اولیاء الرحمن سے یہ ایک جلیل القدر مرتبہ ہے جو حضرت نبی صلعم کی سچی اور کامل متابعت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ٭

کیا محدث کو جزئی یا مجازی نبی کہہ سکتے ہیں؟

اب ان دو امور کو ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت اقدس نے ہرگز ہرگز دعوے نبوت نہیں کیا۔ بلکہ حسب منشاء حدیث نبوی حکم الٰہی سے محدثیت کا دعوے کیا ہے ناظرین کی توجہ اس تیسرے امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ کیا محدث کو مانا اور کہنا کہ ایسے شخص کو غیبیہ اور کثرت سے رؤیائے صالحہ ظاہر ہوں جزئی یا مجازی طور پر نبی کہہ سکتے ہیں؟

جواب} یہ امر بھی ہو تا یا ہمیں کہ مکالمہ ہا از اسلئے کا جزو نبوت ہے جب کہ محدثانہ کا مرتبہ ماموریں کو حضرت خاتم الانبیاء صلعم کی اقتداء کی بدولت خداوند کریم کی طرف سے مرحمت ہوتا ہے تو گویا ان مقدسین کی ذات میں ایک صفت نبوت الٰہی کے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اگر اس اعتبار سے محدث کو بطریق اطلاق الکل علی الجزء جزوی یا مجازی نبی کہا جاوے۔ تو ظاہر ہے کہ کوئی محظور شرعی لازم نہیں آ سکتا۔ جب یہ بات مسلم ہے کہ نبی کا لفظ نبا سے مشتق ہے اور نبا کے معنی خبر دینے کے ہیں تو نبی کے معنے خبر دہندہ کے ہوئے ہم اس اعتبار سے محدث کی نسبت جو بعض امور غیبیہ سے ہی خبر دیتا ہے بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک معنی میں سے جزئی طور پر نبی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس آخری خط بنام اخبار عام میں تحریر فرماتے ہیں میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ پس لغوی معنی سے نبی مجازی کا اطلاق اسپر جائز ہے نہ کہ مستقل نبی کا۔

اب آگے رہی رؤیائے صالحہ کی بحث۔ بیشک رؤیائے صالحہ حدیث صحیح سے جزو نبوت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کے اول الاول میں جو بدء الوحی ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا انہا قالت اول ما بدی بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرؤیاء الصالحۃ

حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ پہلی وحی جو آنحضرت صلعم پر شروع ہوئی۔ وہ رؤیا صالحہ تھی جو جزو نبوت ہے۔

اے میرے دوست اس حدیث شریف سے ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رؤیائے صالحہ بھی وحی ہے۔ جب اس کے ساتھ یہ بات مسلم ہے کہ مقدسین و مامورین کو جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتے ہیں ان کو رؤیائے صالحہ کثرت سے دی جاتی ہیں تو بلا خوف یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزوی طور پر وحی کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے (توضیح مرام صفحہ ۱۹) مگر اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ وحی ولایت ہے جس کا سلسلہ قیامت تک امت مرحومہ میں جاری رہیگا۔ نہ وحی نبوت تامہ یا رسالت جو نبیوں اور رسولوں سے ہی مختص ہے۔ اور جس کا باب آنحضرت صلعم کے بعد مسدود ہو چکا ہے۔ اور پھر کبھی کھلنے والا نہیں۔ اور پھر رؤیائے صالحہ کی نسبت بخاری شریف کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ

فان قلت کانت ھذہ الرؤیا وحیا قبل النبوۃ من مقدماتہا وقد علم ان رؤیا الانبیاء وحی دون غیرہم فکیف قلت ھذہ الرؤیا وحیا قبل النبوۃ قلت بل الرؤیاء الصالحۃ مطلقا من اقسام الوحی کیف وقد سماہا النبی صلعم جزءا من اجزاء النبوۃ

اگر تو کہے کہ یہ رؤیا بطور مقدمات قبل نبوت وحی تھی حالانکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء کی رؤیا وحی ہے نہ غیر انبیاء کی تو پھر تو نے کیونکر کہا کہ یہ رؤیا قبل نبوت وحی ہے میں کہونگا کہ رؤیائے صالحہ مطلقاً اقسام وحی سے ہے یہ کیسے نہ ہوگا جبکہ خود نبی کریم صلعم نے اس کو اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ٹھیرایا ہے ٭

اس مضمون متذکرہ بالا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رؤیائے صالحہ مطلقاً اقسام وحی سے ہے۔ اور نبوت کا ایک جزو ہے پس اس اعتبار سے بھی محدث کو جس پر بکثرت رؤیاء صالحہ و امور غیبیہ ظاہر ہوتی ہیں جزئی نبی کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت صاحب توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ پس جزوی نبی ہے نہ کہ مطلق نبی۔

ایک اور حدیث بھی ہے جس میں احمد اور بیہقی انس سے اور ابو داؤد اور ترمذی عبادہ بن صامت سے۔ اور ابن ماجہ ابی ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ رؤیاء المومنین ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

مزید براں محدثیت قرآن شریف میں بیک قراءت نبوت و رسالت کے بعد بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی وہ قراءت یاد کرو۔ جو ابن عباسؓ سے مروی ہے ٭

قولہ وقال ابن عباس [illegible]

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور۔ یک شنبہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

دنیا میں ہم کیونکر خوش رہ سکتے ہیں

دنیا عجیب مشکلات کا گھر ہے۔ بیوی بچوں کے نہ ہونے سے بھی غم ہوتا ہے۔ اور اگر ہوں تب بھی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے بعض نادان انسان عجیب عجیب مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور صراط مستقیم سے ہٹ کر ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مال بہم پہنچاتا ہے۔ اور پھر اور مشکلات میں پھنستا ہے۔ ایک فقیر ننگ دھڑنگ جس کے پاس ستر پوشی کے سوائے اور کوئی کپڑا تک نہ تھا خوش وخورم کھیلتا کودتا جا رہا تھا کسی سوار نے اس سے پوچھا کہ سائیں صاحب آپ ایسے خوش کیوں ہیں؟ اس نے کہا کہ جس کی مرادیں حاصل ہو جائیں وہ خوش ہوتا ہے یا نہیں۔ سوار نے کہا کہ تیری ساری مرادیں کسطرح پوری ہوگئی ہیں؟

اس نے کہا کہ جب خواہشیں چھوڑ دیں تو مرادیں پوری ہو گئیں ہیں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے انسان دو طرح ہی خوش ہو سکتا ہے یا تو حصول مراد کے ساتھ یا ترک مراد کے ساتھ اور ان میں سے سہل طریق ترک مراد کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سب کی زندگی تلخ ہے بجز اس کے جو اس دنیا کے علاقوں سے الگ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بادشاہوں نے بھی ان تلخیوں اور ناکامیوں سے عاجز آکر خودکشی کر لی ہے +

دنیا کی لذت خارش کی طرح ہے۔ ابتدا لذت آتی ہے پھر جب کھجلاتا رہتا ہے تو زخم ہو کر اس میں سے خون نکل آتا ہے۔ یہانتک کہ اس میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ اور وہ ناسور کیطرح بن جاتا ہے۔ اور اس میں درد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ گھر بہت ہی ناپایدار اور بے حقیقت ہے۔ مجھے کئی بار خیال آیا ہے کہ اگر اللہ تعالے کسی مردے کو اختیار دیدے۔ کہ وہ پھر دنیا میں چلا جاوے تو وہ یقیناً توبہ کر اٹھے کہ میں اس دنیا سے باز آیا۔ خداتعالی پر سچا ایمان ہو تو انسان ان مشکلات دنیا سے نجات پا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ درد مندوں کی دعاؤں کو سن لیتا ہے۔ مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ دعائیں کرنے سے انسان تھکے نہیں تو کامیاب ہوگا۔ اور اگر تھک جاویگا تو نری ناکامی نہیں بلکہ ساتھ بے ایمانی بھی ہے۔ کیونکہ وہ خداتعالے سے بدظن ہو کر سلب ایمان کر بیٹھے گا۔ مثلاً ایک شخص کو اگر کہا جاوے کہ تو اس زمین کو کھود خزانہ نکلے گا۔ مگر وہ دو چار پانچ ہاتھ کھودنے کے بعد اسے چھوڑ دے اور دیکھے کہ خزانہ نہیں نکلا تو وہ اس نامرادی اور ناکامی پر ہی نہ رہیگا بلکہ بتانیوالے کو بھی گالیاں دیگا۔ حالانکہ یہ اس کی اپنی کمزوری اور غلطی ہے جو اس نے پورے طور پر نہیں کھودا۔ اسی طرح جب انسان دعا کرتا ہے اور تھک جاتا ہے تو اپنی نامرادی کو اپنی سستی اور غفلت پر تو حمل نہیں کرتا۔ بلکہ خداتعالے پر بدظنی کرتا ہے اور آخر بے ایمان دہریہ ہو کر مرتا ہے +

نجات کے لئے کامل الایمان ہونا ضروری ہے

[illegible]

کچے پھل لگے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا۔

دیکھو اس کو آم کا پھل لگا ہوا ہے۔ مگر یہ کچا پھل ہے۔ اگر کوئی اسکو کھانے جاوے۔ اور اس کو ہی اصل مقصد سمجھ لے تو بجز اس کے کھانے سے پھنسیاں وغیرہ نکل آویں کچھ فایدہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح پر یم بلاں خطرہ ایمان والی بات سچ ہے نارسیدہ منزل کچے پھل کیطرح ہوتا ہے۔ وہ جو کسی بات کو سنائیگا تو سے گمراہ کریگا۔ اور اگر خود کریگا تو آپ گمراہ ہوگا خداتعالی کی راہ میں جب تک انسان بہت سی مشکلات اور امتحانات میں پورا نہ اترے وہ کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فرمایا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے محض اتنی ہی بات پر راضی ہو جاوے کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں ایسے لوگ جو اتنی بات پر اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ یاد رکھیں انہیں کیلئے دوسری جگہ آیا ہے۔ وما ھم بمومنین۔ اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا لا تقولوا امنا ولکن قولوا اسلمنا۔ یعنے تم یہ نہ کہو کہ ایماندار ہوگئے بلکہ یکہو کہ ہم نے مقابلہ چھوڑ رہا۔ اور اطاعت اختیار کر لی ہے بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کامل ایماندار بننے کے لئے مجاہدات کی ضرورت ہے اور مختلف ابتلاؤں اور امتحانوں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شوند

فوٹو اور تصویر کے متعلق

منشی نظیر حسین صاحب نے سوال کیا کہ میں فوٹو کے ذریعہ تصویریں اتارا کرتا تھا۔ اور دل میں ڈرتا تھا کہ کہیں خلاف شرع نہو۔ لیکن جناب کی تصویر دیکھ کے یہ وہم جاتا رہا۔

فرمایا انما الاعمال بالنیات ہم نے اپنی تصویر محض اس لحاظ سے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیجدیں کیونکہ ان لوگوں کا عام مذاق اسی قسم کا ہوگیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اس کی تصویر دیتے ہیں۔ جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔ مولوی لوگ جو میری تصویر پر اعتراض کرتے ہیں وہ خود اپنے پاس روپیہ پیسہ کیوں رکھتے ہیں۔ کیا ان پر تصویریں نہیں ہوتی ہیں؟

اسلام ایک وسیع مذہب ہے اس میں اعمال کا مدار نیات پر رکھا ہے۔ بدر کی لڑائی میں ایک شخص میدان جنگ میں سلا جو اتر اکر چلتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ چال بہت بری ہے۔ کیونکہ خداتعالے نے فرمایا ہے لا تمش فی الارض مرحا مگر اس وقت یہ چال خداتعالے کو بہت پسند ہے کیونکہ یہ اسکی راہ میں اپنی جان تک نثار کرتا ہے اور اس کی نیت اعلے درجہ کی ہے۔ غرض اگر نیت کا لحاظ رکھا جاوے تو بہت مشکل پڑتی ہے۔ اسیطرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنکا تہبند نیچے ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جاوینگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سنکر رو پڑے کیونکہ انکا تہبند بھی ویسا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظ مراتب ضروری شے ہے۔

منشی نظیر حسین صاحب نے کہا میں خود تصویر کشی کرتا ہوں اسکے لئے کیا حکم ہے۔

اخبار احمدیہ

وفات حسرت آیات ۔ یہ خبر نہایت افسوس اور رنج کیساتھ سنی جائے گی۔ کہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا فرزند اصغر عبد السلام قریباً ایک سال کی عمر پا کر گذشتہ شنبہ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۱۷ء کو بعد نماز مغرب وفات پا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیز موصوف قریباً ایک ہفتہ تک تپ محرقہ میں مبتلا رہا۔ ڈاکٹری علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ لیکن مشیت ایزدی یہی تھی۔ کہ یہ معصوم اس چھوٹی سی عمر میں ہی راہئی ملک بقا ہو۔ اس کے فوت ہونے کے بعد فوراً سب احباب کو خبر دی گئی۔ نماز عشا تک بہت سے دوست جمع ہوگئے۔ مسجد احمدیہ میں جنازہ پڑھا گیا۔ اور اس کے بعد بہت سے احباب قبرستان تک ساتھ گئے۔ اللہ تعالے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور حضرت مرزا صاحب اور دیگر اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین +

درس حدیث کا عارضی التوا ۔ شنبہ گذشتہ کو عزیز عبد السلام فرزند حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب کی حالت نازک ہونے کی وجہ سے درس حدیث ملتوی رہا۔ دوسرے دن اتوار کو بارش تھی آج پیر کو بھی آسمان ابر محیط ہے ممکن ہے۔ اس ہفتہ میں کسی روز درس شروع ہو جائے +

آج کے پرچہ میں "محدثیت و نبوت" کے عنوان سے سید محمد یعقوب صاحب کے مضمون کا بقیہ حصہ درج کرنے کے ساتھ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے اس پہلے خطبہ جمعہ کا ایک حصہ بھی شایع کیا گیا ہے۔ جو آپ نے ۳۔ اگست ۱۹۱۷ء کو مسجد احمدیہ لاہور میں دیا۔ یہ دو مضامین احباب احمدیہ کی خاص توجہ کے مستحق ہیں ضرورت ہے۔ کہ انہیں محمودی حلقوں میں خاص طور پر پہنچایا جاوے۔ بالخصوص حضرت مولینا نے کلمہ شہادت سے جو استدلال کیا ہے۔ اور محدثیت کے اوپر جو روشنی ڈالی ہے۔ وہ باطل کو ہباء منثورا کرنے والی ہے کاش کوئی سمجھے +

فہرست چندہ جماعت لائل پور

۱ شیخ مولا بخش صاحب مالک کارخانہ	سے	۶ شیخ محمد حسین صاحب کارخانہ	سے
۲ ؍ میاں محمد صاحب ؍	سے	۷ بابو محمد حسین صاحب نقشہ نویس	۸؍
۳ مولا بخش صاحب مالک کلاتھ ہاؤس	عہ	۸ شیخ مولا بخش صاحب آڑتی	عہ
۴ منشی نذر محمد صاحب کارخانہ	۸؍	۹ حاجی مبارک دین صاحب جکی گھر	عہ
۵ اللہ جوایا صاحب	۸؍	۱۰ محمد حسین صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ شہر	

میزان کل — سے
بقایا سابقہ — ۴؍
میزان — سے

چندہ ماہ جون از شیخ محمد حسین کارخانہ — سے
؍ ؍ ؍ مستری نظام الدین — عہ

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا ٰیۃ کا ابن عباس سرا دفیہ ولا محدث اخرجہ سفیان بن عیینہ فی اواخر جامعہ واخرجہ عبد بن حمید من طریقہ واسنادہ الی ابن عباس صحیح ولفظہ عن عمرو بن دینار قال کان ابن عباس یقرأ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي ولا محدث

ترجمہ یعنی ابن عباس نے ولا نبی کے بعد ولا محدث زیادہ کیا ہے سفیان بن عیینہ نے اس روایت کو اپنی کتاب جامع کے اخیر میں نقل کیا ہے اور عبد بن حمید نے بھی اس کو اپنے طریقہ اور اسناد سے جو ابن عباس تک بطور صحیح پہنچتے ہیں بیان کیا ہے اور اس کے الفاظ عمرو بن دینار سے لئے گئے ہیں اس نے کہا ہے کہ ابن عباس اس آیہ کو یوں پڑھتے تھے وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث - اھ

(فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۱ و ۴۲ -)

اب اس قرأت قرآنی پر نظر کیجئے جس میں محدث کا لفظ رسول اور نبی کے بعد شامل کیا گیا ہے - محدثیت کو نبوت کا ایک شعبہ قویہ یا مجازی نبوت قرار دیں تو کونسا محذور شرعی لازم آتا ہے - جیسا کہ حضرت صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے - اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے - جس حالت میں رؤیا رصالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے - جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے - اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جاوے - یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا *

اگر بموجب اطلاق الشیٔ علی الشیٔ کے بھی نظر کی جاوے تو محدث کو نبی مجازی یا جزئی کہہ سکتے ہیں - رسایل منطق مثل شرح سلّم اور حواشی اس کی میں لکھا ہے کہ اجزا کی دو قسمیں ہیں - ایک اجزاء خارجیہ جو منطقیوں کے نزدیک مادہ اور صورت میں منحصر ہیں - دوسرے اجزاء عقلیہ جو ان کے نزدیک جنس اور فصل میں منحصر ہیں - پس اگر محدثیت کا جزو عقلی نبوت کا بمنزلہ جنس کے مانا جاوے تو پھر اس اطلاق میں کوئی محذور لازم نہیں آتا کیونکہ اجزاء عقلیہ کا حمل ایک دوسرے پر اور ہر ایک جزو کا حمل کل پر اور برعکس اس کے بطور حمل بالمواطاۃ کے بھی مجازاً درست ہے *

لان اطلاق الحیوان علی الناطق واطلاق الناطق علی الحیوان واطلاق الانسان علی الحیوان وعکسہ جایز صحیح فکذا القول بان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول جزء من اجزاء النبوۃ جائز صحیح لان الجزء العقلی متحد بالحمل مع الکل ومع جزء الآخر وان شئت التفصیل فارجع الی شارح السلّم وحواشیہا -

بے شک ناطق پر حیوان کا اطلاق اور حیوان پر ناطق کا اطلاق اور حیوان پر انسان کا اطلاق اور اس کا عکس مجازاً جایز اور صحیح ہے - اس لحاظ سے نبی محدث ہے اور محدث نبی ہے - اس اعتبار سے کہ اس کو اجزاء نبوت میں سے ایک جزو حاصل ہے - کیونکہ جزو عقلی بطور حمل کے کل کے ساتھ اور دوسرے جزو کے ساتھ مجازاً متحد ہے - دیکھو اس کی تفصیل شروح سلّم اور اس کے حواشی وغیرہ کو *

یہ کہنا کہ حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ خاکسار محدث ہے اور المحدث نبیٌ یعنی محدث نبی ہوتا ہے - عزیزمن اس عبارت کے آگے اتنا اور بنظر انصاف دیکھ لیا ہوتا کہ ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ - توضیح مرام صفحہ ۱۹ -

حضرت اقدس کی عبارت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے ہرگز یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ محدث نبی مطلق ہے - بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے - کہ وہ ایک اعتبار سے نبی ہے نہ کلی طور پر - اسی بنا پر حضرت اقدس نے اپنی تالیفات میں نبی کے لفظ کی نسبت جو مسیح موعود کی شان میں بتایا گیا ہے یہ بیان کیا ہے - کہ چونکہ مسیح موعود کا امتی ہونا قولاً اور فعلاً یوں ثابت ہے - کہ نمازیں بھی آخر وقت تک جناب قبلہ کی اقتدا میں پڑھتے رہے اور آنحضرت تام کا آنحضرت صلعم کے بعد دنیا میں آنا عام اس سے کہ وہ نیا ہو یا پرانا قرآن کریم اور احادیث سے ممتنع ہے اس لئے اس لفظ نبی سے ناقص یا مجازی یا جزئی نبی مراد لینی چاہئے - جو دوسرے لفظوں میں محدث کے اسم سے موسوم ہے - یہی بات ہے جو حضرت اقدس کی تحریرات سے ظاہر ہوتی ہیں - جیسا کہ حضرت صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسیح موعود جو آنیوالا ہے - اس کی یہ علامت لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا - (لغوی معنی کے رو سے) یعنی خدائے تعالےٰ سے وحی پانے والا - لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے - بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم

تک محدود ہے - نبوت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی - عزیزمن اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے صرف محدثیت کا دعوےٰ کیا ہے مگر پھر بھی یہ کیسی شامت اعمال ہے - کہ بجائے محدث کے نبی حقیقی و کامل کا اس کو خطاب دیا جاتا ہے جو بالکل ناجایز ہے - اور حضرت اقدس ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہاں یہ بھی سچ ہے - کہ آنے والے مسیح کو نبی کرکے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اسکو امتی کرکے بھی تو بیان کیا گیا ہے - بلکہ خبر دی ہے کہ اے امتی لوگو وہ تم ہیں سے ہی ہوگا - اور تمہارا امام ہوگا - اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا - اور حل معضلات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کریگا - اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھیگا - جیسا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم حضرت قبلہ کے اقتدا میں اخیر تک نماز پڑھتے رہے - اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا - ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جاویگی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے - سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا - اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جاوینگی - جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے - لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے - غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے - اسی لئے خدائے تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی (یعنی محدث) عزیزمن اس تحریر سے بیّن طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کا یہی مقصد ہے کہ اس حدیث شریف کو جس میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے ان احادیث صحیحہ کے ساتھ تطابق دیا جاوے - جن میں آنے والے مسیح موعود کو امتی کہا گیا ہے اور اس توجیہ سے آپ کی یہ بھی غرض ہے کہ حدیث مذکور کا مفہوم کس طرح ختم نبوت کے معنی کے منافی نہ پڑے - جو شخص میری اس تحریر مندرجہ بالا کو غور سے پڑھیگا - اس پر یہ اچھی طرح منکشف ہو جائیگا کہ محدث بھی جیسا کہ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے - نبوت تامہ کی شانوں میں سے بعض شان اپنے اندر رکھتا ہے - حدیث میں جو مسیح موعود کو امتی اور نبی کہا ہے - وہ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ محدثیت کے رنگ سے رنگین ہوگا - چونکہ حضرت اقدس نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے محدثیت کا دعوےٰ کیا ہے - جیسا کہ میں ابھی اوپر لکھ آیا ہوں اور جس کا پختہ ثبوت بھی وہ اپنے قال و حال سے دیتے رہے اس لئے اگر آپ کا نام ملاء اعلےٰ کی طرف سے امتی اور نبی کہا جاوے - تو کیا ہم اس کو انصافاً حقیقی نبوت کی طرف محمول کر سکتے ہیں - جو نصوص بیّنہ کے خلاف ہے - ہرگز نہیں - اور کریں بھی کس ایمانداری سے جبکہ حضرت اقدس کی تحریرات کے سیاق و سباق سے جس کو میرے دوست نے یک لخت ترک کر دیا ہے - صاف طور پر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس سے وہی مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے نہ نبوت تامہ - عزیزمن میری اس کل تحریر مندرجہ بالا سے آپ پر ذیل کی باتیں اچھی طرح واضح ہو گئی ہونگی جن کا یاد رکھنا آپ کو ضرور مفید ہوگا -

اوّل یہ کہ حضرت اقدس نے دعوےٰ نبوت ہرگز ہرگز نہیں کیا - ورنہ دوسروں کے اقتدا میں ہمیشہ نمازیں کیوں پڑھتے -

دوسرے یہ کہ حضرت اقدس کو محدثیت کا مرتبہ جلیلہ حضرت خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ صلعم کے سچے اقتدا کی بدولت اللہ تعالےٰ کے خاص فضل سے ملا -

تیسرے یہ کہ حضرت اقدس مدعی نبوت کو مخرج عن ملۃ الاسلام سمجھتے ہیں *

چوتھے یہ کہ محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس کو ملایک سے بکثرت ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے اس پر بعض امور غیبیہ بھی کھلتے ہیں اور رویائے صالحہ بکثرت دی جاتی ہیں - اس طرح اس میں نبوت کی بعض شانیں پائی جاتی ہیں - لہٰذا اس کو ایک معنی سے جزئی یا مجازی یا تاویلی طور پر نبی کہہ سکتے ہیں -

پانچویں یہ کہ محدثین کا وجود اس امت مرحومہ میں متحقق ہے اور وہ قیامت تک مشکوٰۃ نبوت محمدی سے فیض پا کر آتے رہیں گے -

چھٹے یہ کہ غیر نبی کی رویاء صالحہ بھی اقسام وحی اور جزو نبوت سے ہے *

ساتویں یہ کہ مسیح موعود کو جس کا قولی اور فعلی طور سے امتی ہونا ثابت ہے حدیث میں جو نبی کہا گیا ہے - امام ترمذی کی روایت میں لفظ نبی اللہ ہرگز نہیں - اور حضرت نے ازالہ اوہام میں اس کو ساقط الاعتبار [illegible]

آٹھویں یہ کہ حضرت اقدس کو جو امتی اور نبی سے براہین احمدیہ میں خطاب دیا گیا ہے - اس کے معنی حضرت اقدس کی تحریر سے صرف محدثیت ہیں نہ نبوت حقیقی یا کرد لک خطاب الفاظ الہام کو - اور ظاہر ہے کہ خطاب میں معنی حقیقی مراد نہیں ہوا کرتے - یہ جو میں نے اپنی تحریر مندرجہ بالا کا جو حضرت اقدس کی تحریرات سے عین موافق ہیں (خلاصہ لکھا ہے) اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت اقدس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو منافی ختم نبوت ہے بلکہ آپ کی تمام تحریرات سے صرف محدثیت کا دعوےٰ پایا جاتا ہے - جو مراتب اولیاء الرحمن سے ایک مرتبہ جلیلہ ہے - اے محب دلی اسپر بھی اگر کوئی شخص اپنی ہٹ دھرمی سے حضرت اقدس پر مدعی نبوت ہونے کا الزام لگائے تو اب اس کے . . . . ہونے میں کیا شک ہے - سہ

قرآن و خبر بھول گئے تم حسد سے
کیوں سینوں کو کینوں سے مصفا نہیں کرتے

اتقوا اللہ فان الموت قریب واللہ یعلم ما تکتمون - سہ

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست * سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست
تلخ و شیریں بمذاق دل رنجور یکیست * بے بصیرت چہ شناسد سخن کامل را
در نیابد حال پختہ ہیچ خام * پس سخن کوتاہ باید والسلام

جو کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہے وہ اولاً مقدمات ستہ کو بھی پیش نظر رکھ لے - ورنہ جواب کا لکھنا اسپر حرام ہوگا *

آپ کا ناصح دلی سید محمد یعقوب پسر حضرت قبلہ و کعبہ مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی - از امروہہ محلہ شاہ علی سرائے

شان خودداری

۱۰ اگست ۱۹۱۷ء کے معاصر ہمدم میں مولوی حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی کی ایک نظم طبع ہوئی ہے - جس کے اوپر آپ لکھتے ہیں کہ

"میرے ایک مسلمان دوست نے جو ایم - اے ہیں اور تاریخ اسلام پر ایک وسیع نظر رکھتے ہیں - اپنا یہ عقیدہ بیان کیا - کہ کسی ہستی کے سامنے خواہ وہ خدائے عزوجل ہی کی ذات ہو جھکنا انسان کی خودداری کے خلاف ہے - لہٰذا نماز اور دیگر ارکان اس خیال سے ادا نہیں کرنے چاہئیں کہ ہم خدا کے سامنے تضرع و تذلل کرتے ہیں بلکہ اگر قوم کا تمدن و اخلاق ناقص غیر ترقی یافتہ اور ابتدائی حالت میں ہوں تو یہ ارکان اپنے دوسرے فوائد مثلاً یکرنگی - اتحاد و انضباط اوقات - عادت استقلال و جفاکشی وغیرہ کے لحاظ سے ادا کئے جا سکتے ہیں - ان کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس عقیدہ میں منفرد نہیں بلکہ ان کے ہم خیال اور بھی ہیں اور ہوتے جاتے ہیں"

مولوی حامد حسن صاحب کا یہ بیان اگر صحیح ہے - اور عام طور پر موجودہ تعلیم یافتہ حضرات کے خیالات و عقاید کو پیش نظر رکھکر اس کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا - تو یہ مسلمانوں کے لئے رونے کا دن ہے - یہ خودداری نہیں - بلکہ کبر و نخوت کا کیڑا ہے جس نے باوجود موجودہ تنزل و انحطاط کے مسلمانوں کے دماغوں کے اندر یہاں تک قدم جما لئے ہیں - کہ خدائے ذی الجبروت کے سامنے بھی جو ہمارا پیدا کرنے والا ہمیں ہر ایک قسم کے سامان بہم پہنچانے والا ہے جس کی زندگی کے سہارے ہماری زندگی اور جس کے قیام کے سہارے ہمارا قیام ہے - اور جس کے ذرا سے اشارے ہم پر وہ تباہی وارد ہو سکتی ہے - کہ ہمارا نام و نشان تک ایک لمحہ کے اندر اندر مٹ جائے - ایسے قادر و مقتدر بادشاہ کے سامنے جھکنے کو آج اپنی خودداری کے خلاف سمجھا جاتا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون - کونسی خودداری اور کیسی عزت - انسان کیا وہ انسان جس کو ایک کیڑے سے اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا - وہ اپنی نام و نہاد خودداری پر گمان کرتا ہے - اور پھر خدا تعالےٰ کے سامنے - کتنی دل ہلا دینے والی بات ہے - اور کس قدر کبر آلود کلمہ - ہاں وہ تمہارا اتحاد - انضباط اوقات - عادت استقلال و جفاکشی وغیرہا جن کو تم نماز سے حاصل کرنا چاہتے ہو - اور جو بیشک نماز سے بدرجہ اولیٰ حاصل ہو سکتے ہیں - لیکن (انہیں مقصود بالذات بنا کر نہیں) کہاں ہیں خودداری کے کبر آلود مادہ سے آلودہ ہونیوالو - ذرا ہوش سے کام لیکر دیکھو - کہ جس بات کو تم مقصود بالذات بنائے بیٹھے ہو - وہ بھی تو تمہیں حاصل نہ ہوا - اور ادھر یہ حال ہے کہ ادنےٰ ادنےٰ سے حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے جھکتے ہو - انکے آگے تو سر کو نیچا کرتے ہوئے تمہیں عار نہیں - نہ ہی تمہاری مایہ ناز خودداری کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے - لیکن خدائے تعالےٰ کے سامنے جب تم آتے ہو - تو خودداری جاتی ہو - تمہیں پاس خودداری اپنے ہاتھ کو اس کے آستانہ الوہیت پر رکھنے [illegible]

خطبۂ جمعہ

مؤرخہ ۴ ؍ اگست ۱۹۱۶ء

(از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

کلمۂ شہادت سے ختم نبوت کا اثبات اور شرک فی النبوت کا رد

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون ○ اس آیت کو صرف اس لئے میں نے پڑھا ہے۔ کہ اس سے شہادت کے معنے بیان کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اسکے اندر فرماتا ہے۔ کہ جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ تحقیق منافق جھوٹے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس میں بڑے زور شور سے گواہی دی منافقوں کے جھوٹا ہونے کی۔ حالانکہ وہ بھی وہی لفظ کہتے تھے۔ کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی بات کہی۔ تو پھر وہ جھوٹے کیسے ہوئے۔ وہ کیا بات جھوٹی تھی جو منافقوں نے کہی۔ شہادت جو انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی دی ہے۔ تو اس میں انہوں نے جھوٹ کونسا بولا۔ جبکہ یہی بات خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی ہے۔

شہادت کسے کہتے ہیں یہ بات حل ہو جاتی ہے جب ہم شہادت کے معنوں پر غور کرتے ہیں۔ شہادت کسکو کہتے ہیں۔ شاہد کیا گواہی دیتا ہے۔ کیا بات ہوتی ہے شاہد میں۔ جو اسے شاہد ٹھہراسکے۔ اصل میں شاہد کی شہادت ایسی قطعی طور پر ہونی چاہئے۔ جو بمنزلہ دید کے ہو۔ چنانچہ سماعی شہادت جو ہے۔ وہ گورمنٹ کے ہاں مقبول نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں سماعی طور پر بھی وہ معقول ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسے صدق دل سے ہو۔ کہ کوئی شک وشبہ اُسکے اندر نہ ہو۔ تو وہی شہادت قابل قبول ولائق وثوق ہوگی۔ جو دید یا بمنزلہ دید کے ہو۔ دوسری بات جو شہادت کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم۔ محاورات حدیث۔ و زبان عرب۔ نیز محاورات ہندی۔ اردو۔ فارسی اور پنجابی وغیرہ میں شہادت کسکو کہتے ہیں۔ دو فریق ہیں۔ ایک کی بات دوسرے کے مخالف ہے۔ ورنہ اگر ایک کی بات دوسرے کے مخالف نہ ہو۔ تو شہادت کس چیز کی دوینگے تو ایک تو یہ قطعی ہو۔ کہ دونوں فریق ایکدوسرے کے مخالف ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہونی چاہئے۔ کہ وہ شہادت فریق ثانی کے خلاف ہو۔ قرآن کریم میں تو یہ آیات شہادت کے متعلق ہیں۔ شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولى العلم (۲) شهد عليهم سمعهم وابصارهم وجلودهم بما كانوا يعملون۔ (۳) الا من شهد بالحق وهم يعلمون۔ (۴) قل ارءيتم ان كان من عند الله وكفرتم به وشهد شاهد من بنى اسرائيل على مثله فامن واستكبرتم ان الله لا يهدى القوم الظالمين۔ ان آیات میں شہادت مخالف فریق ثانی کے ہے۔

شہادت میں دو ضروری باتیں تو مختصراً شہادت میں یہ دو باتیں ضروری ٹھہریں۔ ایک تو یہ کہ وہ دید یا بمنزلہ دید کے ہو۔ دوسری یہ کہ وہ کسی کے خلاف ہو۔ ورنہ اگر کسی کے خلاف نہ ہو۔ کسی کا رد اس سے نہ ہوتا ہو۔ تو وہ شہادت نہیں کہلاسکتی شہادت وہی ہوگی کہ جو دوسرے کے خلاف ہوگی۔ اور اس سے اس دوسرے فریق کا رد ہوتا ہو۔ اور اسکے دعاوی کا ابطال ہو جائے۔

چار ضروری مسائل جو اسلام کا اصل الاصول ہیں

قرآن مجید۔ احادیث۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مسیح موعود کی بعثت کو اگر دیکھا جائے۔ تو ان میں چار مسئلوں کو ہم پاتے ہیں۔ جن میں سے دو تو صاف اور کھلی باتیں ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) اثبات توحید۔ (۲) شرک فی الالوہیت کا رد۔ قرآن کریم میں تمام جگہ ایک توحید کا اثبات کیا گیا ہے۔ دوسرے شرک فی الالوہیت کا رد کیا گیا ہے۔ باقی دو باتیں جو ہمیں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور حضرت مسیح موعود

شرک فی النبوت کا رد کیا ہے۔ . . . .

. . . . اثبات اللہ خاکسار نے دریعہ

. . . . ایک سو نمبر) تک ان اقوال کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ جن میں آپ نے اس شرک فی النبوت کی بڑے زور سے تردید کی ہے۔ اور اقوال بھی بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ تو یہ چار مسئلے ہوئے۔ (۱) اثبات توحید۔ (۲) شرک فی الالوہیت کا رد۔ (۳) اثبات نبوت خاتم النبیین۔ (۴) شرک فی النبوت کا رد۔

اس وقت پہلی دو باتوں پر تو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ اسوقت ہمارے سامنے انصار سے تو یہاں کوئی نہیں جن کیلئے شرک فی الالوہیت کا رد کرکے توحید کا اثبات کیا جائے۔ اس وقت تو شرک فی النبوت میں باہم نزاع ہے۔ اس لئے اس پر ہی بحث کرنی اور اس کا رد ضروری ٹھہرا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے نبی ہونے کی تاویل کیوں کی؟ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام میں صریحاً نبی کہا گیا ہے۔ لیکن تاہم آپ کے اقوال میں کئی جگہ آ جاتا ہے کہ یہ ظلی نبوت ہے۔ بروزی نبوت ہے۔ جزوی نبوت ہے۔ جب الہام کے درمیان نبی کا لفظ آ گیا تھا۔ تو اس کی۔ جو کیا کہ اس قدر اہتمام آپ نے فرمایا؟ بات یہ ہے کہ شریعت اسلام میں ان چاروں مذکورہ صدر مسئلوں کا بہت ہی خیال رکھا گیا ہے۔ شرک فی النبوت کا رد ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ اور اس بات کا ہمیشہ ہی اہتمام ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کوئی زد نہ آسکے۔

محدث کی بحث

دو محدث اس امت میں عظیم الشان ہوئے ہیں۔ ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

محدث کسے کہتے ہیں محدث اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس سے فرشتے کلام کریں۔ صاف حدیث میں يكلمون منه الملئكة لغير ان يكونوا انبياء کے لفظ ہیں۔ یعنے محدث وہ ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت نے بھی کئی دفعہ بیان فرمایا۔ کہ رات عجیب معاملہ ہوا۔ کہ تمام رات اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ تو حضرت کے کلام سے بھی تصدیق ہوگئی کہ محدث سے اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے کہ اللہ تعالیٰ اُنہی کے توسط سے کلام کرتا ہے۔ ما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحى باذنه ما يشاء انه على حكيم) کلام کرے تو ہمارے حضرت بھی محدث تھے۔

تحدیث کے معنے ازروئے لغت اور ہیں اور باصطلاح شریعت اور اگر کوئی کہے کہ حضرت نے تو لکھا ہے کہ " تحدیث کے معنے کسی لغت میں اظہار غیب نہیں ہے " تو یہاں تحدیث کے لغوی معنوں کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ نہ کہ ان معنوں کا جو حدیث شریف میں محدث کے لکھے ہیں۔ شریعت اسلام میں اگر کوئی غور کرے

اسلام میں دو عظیم الشان محدث تو بڑے اسرار ہیں۔ ایک محدث تو اوائل اسلام میں ہوا اور ایک آخری زمانہ میں ہونا ضروری تھا اوائل اسلام میں کون تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ جنکی نسبت آیا ہے۔ لقد كان فيمن قبلكم من بنى اسرائيل رجال يكلمون من غير ان يكونوا انبياء فان يكن فى امتى احد فانه عمر۔ یعنے تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ ومخاطبہ رکھتے تھے۔ بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس اگر تم میں بھی کوئی ہے۔ تو وہ عمرؓ ہے۔ . . . .

حضرت عمرؓ کو کیوں محدث کہا گیا یہ اس شخص کو معلوم ہوگا۔ کہ جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری دیکھی ہوگی صدہا مسائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں حل ہوئے۔ اور متعدد آیات بھی آپ کی رائے صائب کے بموجب نازل ہوئیں۔

حضرت مسیح موعود کس بنا پر محدث تھے آپ کہینگے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حدیث کے رو سے محدث تھے۔ لیکن آپ کے مسیح موعودؑ کیونکر محدث ہوئے تو آپ کا ایک الہام ہے۔ [illegible] ذلك مادة فاروقية۔ تجھ میں بھی فاروقی مادہ ہے۔ یہاں جار مجرور مقدم کرنا حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنے تجھ ہی میں کسی اور میں نہیں۔ پھر مادہ کا لفظ لایا۔ جس کا ماخذ

محدث اور نبی میں فرق اب نبی اور محدث میں فرق کیا ہے۔ جس میں شبہ واقعہ ہوتا تھا۔ کہ محدث میں اور نبی میں فرق تو تھوڑا ہی سا ہے۔ کوئی نبی کہدے تو کیا حرج ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو علوم اولین اور آخرین کے دیئے گئے تھے۔ جن کا تعلق دینیات سے تھا۔ آپ نے خود فرمایا۔ علمت علم الاولين والاخرين مجھے اولین وآخرین کے علوم دیئے گئے۔ آپ نے جو حضرت عمرؓ کے متعلق بالخصوص فرمایا۔ کہ لو كان بعدى نبى لكان عمر ابن الخطاب۔ اس میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام بالخصوص کیوں لیا اور صرف آپ ہی کو کیوں محدث فرمایا اصل میں آپ کو شبہ واقعہ ہوا۔ کہ چونکہ نبی اور محدث میں فرق کم ہے ایسا نہ ہو۔ کہ حضرت عمرؓ کو کوئی محدث کے ساتھ نبی کہنے لگے۔ محدث کیا ہے؟

نبی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان بطور برزخ کے ہوتا ہے جس طرح سے نبی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان بطور برزخ کے ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی برزخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور دیگر مخلوق کے درمیان جسکو شاعر نے کس خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ کہ ؎

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبرے میں تھا حرف مشدد کا

اور خود قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے کہ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى - ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم اور پھر حدیث شریف میں ہے کہ كنت سمعه الذى يسمع به ويده التى يبطش بها ولسانه الذى يتكلم به۔ ورجله التى يمشى بها میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے اور اسکے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ اور اسکے پاؤں ہو جاتا ہوں۔ جن سے وہ چلتا ہے۔ . . . .

محدث ہمارے اور نبی کریم صلعم کے درمیان بطور برزخ ہوتا ہے اسی طرح سے محدث بھی بطور برزخ کے ہوتا ہے ہمارے اور نبی کریم صلعم کے درمیان۔ کیونکہ من غير ان يكونوا انبياء موجود ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شبہ واقعہ ہوا کہ کہیں کوئی حضرت عمرؓ کو نبی ہی نہ بنالے۔ اسلئے فرمادیا۔ کہ لو كان بعدى نبى لكان عمر ابن الخطاب برزخ میں ایسا اشتباہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فرق بہت کم ہوتا ہے۔ حضرت نے بھی یہی مثال دی ہے۔ جیسے ایک درخت کے مدکھل۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی نبوت کی نفی کیوں کی؟ تو پس چونکہ حضرت مسیح موعودؑ بھی محدث اور برزخ تھے۔ آپ کو بھی اشتباہ واقعہ ہوا۔ کہ کہیں لوگ آپ کو بھی نبی نہ کہنے لگ جائیں جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق اشتباہ ہوا۔ ورنہ کیوں حضرت عمرؓ کے نبی ہونے کی آپ نے نفی کی کیوں کسی اور کے متعلق آپ نے ایسا نہ کہا۔

حضرت عمرؓ کی نبوت کی نفی میں شرک فی النبوت کا رد ہے پھر کس شان سے اس فقرہ میں حضرت عمرؓ کی نبوت کی نفی کی ہے جسطرح سے قرآن کریم میں شرک فی الالوہیت کی نفی انہیں الفاظ میں کی گئی ہے۔ لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا۔ اگر اس دنیا میں متعدد اللہ ہوتے۔ تو البتہ فساد واقعہ ہوتا۔ بعینہ اسی طرز کے الفاظ میں فرمایا۔ لو كان بعدى نبى لكان عمر ابن الخطاب۔ بالفاظ دیگر لفسدتا لیے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ جسکو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا۔ تو البتہ فساد واقعہ ہو جاتا۔ یعنے شریعت میں اور دین اسلام میں فساد واقعہ ہو جاتا یعنے شرک فی النبوت کا بھی دین اسلام میں وہی نتیجہ ہے جو شرک فی الالوہیت کا ہے۔

متشابہات کیوں ہوتے ہیں شبہات اور اشتباہ میں سے باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ متشابہات میں آکر خرابی پڑتی ہے لیکن ان کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ لوگوں کی عقلوں کو آزمایا جاوے [illegible] اسی لئے جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ الذين فى قلوبهم زيغ [illegible] نام رکھا ہے

آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ نے اشتباہ ہی کے دور کرنے کے لئے شرک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے حضرت عمرؓ کو صاف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یک شنبہ ۱۹ - اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۳

ہماری اپیل اور اسکا جواب

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

بعض گذشتہ اشاعتوں میں ہم نے ”پیغام صلح“ کی مالی حالت کا ذکر کرتے ہوئے بعض بقایا داروں کی مسلسل خاموشی کی شکایت کی تھی شکر ہے کہ ہماری اس شکایت پر بعض اطراف سے مہر خاموشی ٹوٹنے لگی ہے - اور کچھ کچھ جواب آنے شروع ہوئے ہیں - ان سب جوابات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں ماسکے اظہار کے لئے اس ایک چٹھی کو پیش کر دینا کافی ہوگا - جو ہمارے مکرم دوست جناب بشیر محمد صاحب بردار ڈیرہ غازیخاں نے ایسے بقایا داروں کی وکالت کے رنگ میں ہمیں لکھی ہے - آپ لکھتے ہیں کہ

”یکم اگست کا پرچہ میری نظر سے گذرا ہے - جس میں آپ نے ایسے اشخاص کی جن کے پاس ابھی تک بقایا چلا آتا ہے - شکایت کرتے ہوئے مفصلہ ذیل الفاظ میں ان سے استفسار کیا ہے کہ

”کیا ہمارے مہربان دوست ہمیں یہ پوچھنے کی اجازت دینگے کہ ایسی حالت میں جب آپ اخبار کے ساتھ اس قدر بے التفاتی اور سرد مہری کا برتاؤ روا رکھتے ہیں - کہ نہ تو ہماری اپیلوں کا جواب ہے اور نہ ہی پرائیویٹ مطالبات کا - تو اخبار کے اجرا سے کیا مطلب ہے“

اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ان کی طرف سے معذرت نامہ لکھ کر عارض ہوں کہ پیغام صلح کے خریدار تین قسم کے لوگ ہیں - اول وہ جو ذی استطاعت ہیں - اور ہر سال پیشگی رقم بھیج دیتے ہیں - دوم وہ جو سفید پوش ہیں اور وی پی آنے پر رقم ادا کر دیتے ہیں - سوم وہ جو مفلس ہیں اور ابھی تک بقایا ان کے ذمہ باقی چلا آتا ہے +

درجہ سوم کے لوگ باوجود مفلس ہونے کے اخبار کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں - اگر ترسیل قیمت میں توقف کرتے ہیں تو وہ کسی حد تک معذور ہیں کیونکہ قحط مالی کا زمانہ ہے - ہر چیز گراں ہے - یہی وجہ ہے کہ ان کی حالت بین بین ہے - نہ وہ اخبار کو جواب دے سکتے ہیں - اور نہ وہ اسکے مطالعہ سے محروم ہونا چاہتے ہیں - کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ پیغام صلح جیسا خادم اسلام آرگن جس کا نام بھی پیارا ہے - اور جس نے اپنا مسلک ہی یہ بنا رکھا ہے کہ

آزادہ روہوں مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

ایک قابل قدر اور مفید قومی پرچہ ہے - اگر آج پیغام صلح نہ ہوتا تو قادیان سے سینکڑوں میل دور بیٹھنے والے لوگ یقیناً باطل عقاید محمودیہ کا شکار ہو جاتے - مگر خدا بھلا کرے پیغام صلح کے کارکنوں کا جنہوں نے دنیا کے چاروں کونوں تک حضرت مسیح کے اصل عقاید پیش کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچا لیا -

مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم شخص کا گدی پرستی کے دام تزویر سے بچ جانا - بجائے خود ایک نشان ہے - سچ فرمایا ہے جوگی جی نے ؎

خواجہ سا مبلغ ہی دیکھتا ہے ہم میں
لو آن ملا ابتو فرشتہ بھی ہے ہم میں

ملفوظات مسیح موعود - تصدیق المسیح - مذاکرہ علمیہ - عالم نسوان اور تحقیق الادیان کے کالم صاف بتا رہے ہیں کہ مخالفین اسلام اور دشمنان مسیح موعود کے خوب لتے لئے

شخص پیغام صلح سے ایک منٹ کے لئے بھی جدا ہونا گوارا نہیں کرتا - یہی وجہ ہے کہ وہ خاموش ہیں - لیکن جب وقت مساعد ہوگا تو بغیر کسی مطالبہ کے تمام بقایا فوراً بھیج دینگے اس لئے ایڈیٹر صاحب کو چاہئے کہ بار بار خطوط لکھکر نہ اپنا نقصان کرے اور نہ ان کو شرمندہ احسان کرے صرف اخبار کے ذریعہ اطلاع دینا کافی ہوگا

خاکسار بشیر محمد بردار از ڈیرہ غازیخاں

قریباً اسی قسم کی باتیں ان سب خطوط میں دہرائی گئی ہیں - جو بقایا داروں کی طرف سے اس وقت تک ہمیں موصول ہوئے ہیں - لیکن ہمارے دوست ہمیں معاف فرمائیں اگر ان کے ان فیاضانہ خیالات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جو وہ ”پیغام صلح“ کے متعلق رکھتے ہیں - یا جن کا انہوں نے اپنی ان چٹھیات میں اظہار کیا ہے - یہ عرض کرنے لئے ہم مجبور ہوں کہ افلاس اس قدر نہیں جتنی لاپرواہی اپنے قومی معاملات اور بالخصوص اخبار کی مالی امداد میں حصہ لینے سے مانع ہو رہی ہے بیشک افلاس بھی ہوتا ہے - لیکن اگر سچ پوچھو - تو اس کے ہوتے ہوئے بھی آخر تمام ضروریات زندگی بھی پوری ہوتی ہی رہتی ہیں - اگر نہیں ہو سکتی تو ”پیغام صلح“ کی قیمت ادا نہیں ہو سکتی - سال بھر میں چھ روپیہ ادا کرنے میں جس کے ماہوار ۸ آنے یعنی ایک پیسہ یومیہ بنتا ہے - بیشک ایسے بھی لوگ ہونگے جنکو یہ ایک پیسہ بھی یومیہ میسر نہ ہو - لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا - کہ جو کچھ انہیں میسر ہوتا ہے - اور جب کبھی میسر ہوتا ہے - وہ کچھ نہ کچھ اس میں سے بچا بھی سکتے ہیں - مگر اس کا کیا علاج کہ انہیں اس کی پرواہی نہ ہو - ہم ان کے ان محبت آمیز جذبات کو جو اخبار کے متعلق ان کے قلب میں موجزن ہیں اس صاف گوئی سے صدمہ نہیں پہنچاتے - بلکہ انہیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں - کہ اخبار کے ساتھ از حد محبت رکھنے اور اسے اس قدر قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھنے کے باوجود ایک قدر کی تساہل ہے جو بروقت ادائیگی چندہ سے انہیں قاصر رکھتا ہے - اور اس طرح سے ہوتے ہوتے جب رقم بہت بڑھ جاتی ہے - تو اس کا بوجھ زیادہ معلوم ہوتا ہے - اور کسی طرح سے بھی ادا نہیں ہو سکتی جس کا نتیجہ ہوتا ہے - کہ مجبوراً اخبار ان کے نام بند کرنا پڑتا ہے - یا بار بار کے مطالبات سے تنگ آ کر وہ خود ہی بند کر دیتے ہیں - ہماری طرف سے حتی الوسع بہت کچھ ڈھیل دی جاتی ہے - اور دینی ضروری ہے - لیکن اس کا کیا علاج کہ ہمارے دوست کا متوقعہ وقت مساعد ہی خدانخواستہ نہ آئے - یا اگر آئے تو اس بارہ میں بعض حضرات کی طرف سے بالکل ہی تساہل اور لاپرواہی سے کام لیا جائے - چنانچہ اسی کا یہ نتیجہ ہے - کہ اس وقت ۷۶۴ روپے ہم آنے کی گرانقدر رقم صرف ان لوگوں کے ذمہ ہے جو مدت ہوئی خریداری سے دستبردار ہو چکے ہیں - اور اب کوئی امید ان سے اس رقم کی وصولی کی نہیں -

پھر اس کے علاوہ ایک دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے - بقایا داروں کو تو افلاس کے عذر سے چھٹکارا ہو گیا - لیکن منتظمین اخبار جن کو ہر روز یا کم از کم ہر تیسرے روز ایک گرانقدر رقم خرچ کرنی پڑتی ہے - انہیں کیونکر چھٹکارا ہو - وہ ہر آئے سال قرض کی گرانقدر رقوم کو جو اخراجات کو پورا کرنے کے لئے لینی پڑتی ہیں - کہاں سے پورا کریں - یہ سوال بھی آخر کچھ اہمیت رکھتا ہے - بیشک انجمن کے خزانہ میں چندوں وغیرہ کا روپیہ رہتا ہے - اور ممکن ہے کہ منتظمین اخبار کو انہی رقوم سے فائدہ اٹھانے کی اجازت بھی حاصل ہو جائے لیکن کیا اس طرح سے ہر سال ہزار ہا روپیہ کسی اور اہم قومی کام اور اشاعت اسلام کے دیگر اہم ترین شعبوں میں خرچ ہونے سے رہ نہ جائیگا - اور دوسرے ضروری کاموں میں ہرج واقعہ نہ ہوگا - کہا جائیگا - کہ ان کے لئے پھر زاید چندے جمع ہو سکتے ہیں لیکن یہ زاید روپیہ کون لوگ دیں گے - آیا وہی مفلس لوگ جن کی وجہ سے اخبار کو زیر بار ہونا پڑا - یا کوئی اور لوگ آ کر ان کاموں کو سرانجام دینگے - غور کرنے کا مقام ہے - حضرت مسیح موعود کے وقت اور آپکے بعد کس قدر چندے آئے دن جماعت کو اسی غریب اور مفلس جماعت کو جس کا افلاس آج ایک اخبار کا متحمل نہیں ہو سکتا ادا کرنے پڑتے تھے - پھر ان کے علاوہ ایک چھوڑ دو دو تین تین اخبار تھے اور ان سب کی قیمتیں بھی بدستور ادا ہوتی تھیں - لیکن اب صرف اخبار کے متعلق ہی یہ شکایت نہیں - بلکہ چندوں وغیرہ کی ادائیگی میں بھی بہت بڑی سستی پائی جاتی ہے - ضرورت ہے - کہ ہمارے احباب اس طرف متوجہ ہوں - اور دیکھیں کہ جو کام روپیہ کا ہو وہ روپیہ دیئے بغیر چل کیونکر سکتا ہے - لیکن نہ صرف بقایوں وغیرہ کی شکایت ہی حالات کو ایک حد تک نازک بنا رہی ہے - بلکہ دوسری طرف بعض احباب کی بے اعتنائی اور قطع رشتہ ڈھانے والی ہے کہ انہیں ... [illegible]

کہانتک اس سے واقف رہنے کی ضرورت ہے - ان حالات میں اگر شکایت نہ کی جائے - اور اپنے دوستوں کو اس تغافل شعاری سے متنبہ نہ کیا جائے - تو معصیت میں داخل ہوگا لیکن ہمیں ڈر ہے کہ اس ناگوار تذکرہ کو زیادہ طوالت دینے سے معاملہ رہ براہ ہونے کے بجائے کہیں اور بھی بگڑ نہ جائے - اس لئے اس ناگوار تذکرہ کو ہم یہیں پر ختم کئے دیتے ہیں - ؎

اندکے باتو بگفتیم و بدل ترسیدیم
کہ دل آزردہ نہ شوی ورنہ سخن بسیار است

فاضل امروہوی سے ایک سوال اور اس کا جواب

آئے دن الفضل اور فاروق وغیرہ میں دیگر بزرگان ملت کے ساتھ فاضل امروہوی کو بھی پانی پی پی کر کوسا جاتا ہے - اور بعض بیہودہ سوالات و مطالبات سے مغالطہ دینے کی بے سود کوشش کی جاتی ہے - پھر یہ بھی نہیں - کہ جن سے سوال کیا ہے ان کے پاس تو ان پرچہ کو براہ راست بھیجدیں یا بذریعہ چٹھی ہی آپ سے جواب پوچھیں - بلکہ حتی الوسع کوشش ہوتی ہے - کہ آپ کو اس کی اطلاع ہی نہ ہو تا کہیں دندان شکن جواب سے ناطقہ ہی بند نہ ہو جائے - مثال کے طور پر ۸ مارچ ۱۹۱۷ء کے فاروق میں حامد حسین خانصاحب پنشنر میرٹھ کا ایک سوال چھپا ہوا ہے جس میں حضرت مولانا کی کتاب شمس بازغہ کے صفحہ ۹۶ و ۹۷ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے - کہ

”ویصلی علیہ المسلمون - نماز جنازہ تو ہر ایک مسلمان کی پڑھی جاتی ہے مسیح موعود کی نماز جنازہ پڑھنے سے کیا غرض خاص ہے جو اس پیشگوئی میں مخبر صادق صلعم نے بیان فرمائی ہے پس واضح ہو کہ مراد اس جملہ سے کہ یصلی علیہ المسلمون بطور مفہوم مخالف کے یہ ہے کہ جو لوگ اسپر نماز جنازہ نہ پڑھیں گے وہ مسلمان نہیں رہیں گے - کیونکہ نماز جنازہ تو ہر ایک میت مسلمان کی پڑھنی فرض کفایہ ہے چہ جائیکہ مجددین اسلام کی نماز جنازہ - پس جو لوگ ایسے مجددین اسلام کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہ جانیں گے تو وہ گویا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوینگے - کیونکہ بحکم کفرِ دون کفر کے یہ ایک قسم کا کفر ہے - اور جو لوگ کہ نماز پڑھیں گے وہ مسلمان رہیں گے غرض کہ اس حدیث کے تمام جملے مسیح موعود پر بخوبی صادق ہیں والحمد للہ کہ یہ پیشین گوئی مخبر صادق کی اس مسیح موعود اور مہدی موعود پر پورے طور پر صادق ہے فالحمد للہ“

معترض کا خیال ہے - کہ اس عبارت میں حضرت مولینا نے کل غیر از جماعت لوگوں کو کافر قرار دیا ہے - اور اس لئے وہ پوچھتا ہے - کہ اب یہ عبارت آپ پر حجت ہو سکتی ہے یا نہیں - ہمارا خیال تھا کہ الفاروق کا یہ پرچہ براہ راست حضرت مولینا کے پاس بھیجا گیا ہوگا - یا بذریعہ چٹھی ہی آپ سے یہ سوال پوچھا گیا ہوگا - لیکن اب دریافت کرنے پر پتہ لگا ہے کہ ایسا نہیں ہوا اس لئے معترض کو ہم ہی بذریعہ اخبار بتائے دیتے ہیں - کہ اس عبارت سے جو مفہوم اس نے نکالنا چاہا ہے - وہ قطعاً غلط ہے نہ تو حضرت مولانا نے اس میں غیر از جماعت لوگوں کو کافر قرار دیا ہے اور نہ ہی آپ اب ایسا سمجھتے ہیں - بلکہ اس میں تو آپ نے ان لوگوں کے خارج از اسلام ہونے کا ذکر کیا ہے ”جو لوگ ایسے مجددین اسلام کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہ جانیں گے“ اور ظاہر ہے - کہ نماز جنازہ آپ کی پڑھنی وہی درست نہیں جانتے جو آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے - ورنہ مسلمان سمجھ کر تو وہ نماز جنازہ آپ پر پڑھنا حرام نہیں سمجھ سکتے - تو جو مسلمان نہیں سمجھتا - بموجب حدیث فتوے کفر خود اسپر لوٹ کر پڑا - اس میں بھی ”گویا“ کے لفظ اور ”کفر دون کفر“ کی تصریح نے جو عبارت مندرجہ بالا میں ہے صاف کر دیا ہے - کہ یہ اس رنگ کا کفر نہیں جیسا کہ محمودی کل غیر احمدیوں کے لئے قرار دیتے ہیں - پھر سب سے بڑھ کر آپ نے ”بطور مفہوم مخالف“ کے الفاظ سے بتا دیا ہے - کہ یہ مخالف کا مفہوم ہے - نہ آپ کا اپنا - لیکن ان الفاظ کی رعایت کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے - تو بھی جناب حامد حسین خانصاحب کے ذمہ ثابت کرنا باقی ہے - کہ تمام غیر از جماعت لوگ مسیح کا جنازہ پڑھنا حرام سمجھتے ہیں - جیسا کہ حضرت مولینا نے شرط قرار دی ہے - بلکہ اس کے صریحاً خلاف ہمیں خوب یاد ہے کہ جب حضرت مسیح موعود لاہور میں فوت ہوئے اور قادیاں آپ کی لاش پہنچائی گئی - تو لاہور کے ایک بڑے رئیس خانصاحب شہزادہ سلطان ابراہیم مرحوم و مغفور نے جو حضرت کی بیعت میں نہیں تھے - اور باصطلاح محمدیاں غیر احمدی تھے لیکن ... [illegible]

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور یک شنبہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۹ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود

فلسفۂ دعا

باوجود اس کے کہ انسان اپنے نفس کے اندر اختیار اور قدرت کا ایک مادہ پاتا ہے مگر پھر بھی وہ الہٰی قدرت کے تصرفات سے باہر نہیں ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام قوتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ جو اللہ تعالےٰ کی ذات ہے وہ اس سے قوت طلب کرے اس طلب کرنے میں بھی اسے خدا تعالےٰ کے فضل کی خاص ضرورت ہے بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ایک ضرورت کو محسوس کرتا ہے جانتا ہے کہ اس کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ لیکن باوجود اس علم اور قدرت کے وہ دعا نہیں کرتا اور اسے اس کے لئے انشراح صدر حاصل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ اس بار یک سر اور تصرفات الہٰی کو مدنظر نہ رکھ کر دعا پر اعتراض کرتے ہیں ان کے ایسے اعتراضات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر دعا اپنے اختیار میں ہوتی تو انسان جو چاہتا کر لیتا۔ اسی لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوست یا رشتہ دار کے حق میں ضرور فلاں بات ہو ہی جاوے گی بعض وقت باوجود سخت ضرورت محسوس کرنے کے دعا نہیں ہوتی اور دل سخت ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس کے سر سے لوگ واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے گمراہ ہو جاتے ہیں سا سر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جف القلم والی (یعنی مسئلہ تقدیر جس رنگ میں سمجھا گیا ہے) بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے علم میں سب کچھ ضرور ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالےٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ فلاں کام ضرور ہی کر دیوے۔ اگر ان لوگوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ سب کچھ ہو چکا اور ہماری محنت اور کوشش بے سود ہے تو در دسر کے وقت علاج کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔ پیاس کے لئے کیوں ٹھنڈا پانی پیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کے تردد پر ہی کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

دعا ایک عمدہ شے ہے اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ خدا تعالےٰ مہربان ہو جاتا ہے۔ دعا کے نہ کرنے سے اول زنگ دل پر چڑھتا ہے۔ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا سے اجنبیت۔ پھر عداوت پھر سلب ایمان ہوتا ہے۔

خداشناسی کا ذریعہ

ایک رئیس کا یہ خیال سن کر کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ دعا سے مشکل حل ہوتی ہے ان کو بہت ہی کمزور کرنیوالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دعا سے منکر ہے وہ خدا سے منکر ہے۔ صرف ایک دعا ہی ذریعہ خداشناسی کا ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ اس کی ذات کو طوعاً و کرہاً ماننا پڑے گا۔ اصل میں ہر جگہ دہریت ہے۔ آجکل کی مجلسوں کا یہ حال ہے کہ دعا اور توکل اور انشاء اللہ کہنے پر تمسخر کرتے ہیں ان باتوں کو بیوقوفی کہا جاتا ہے۔ ورنہ اگر ذرا سے ان کو ذرا بھی انس ہوتا تو اس کے نام سے کیوں چڑتے جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ ہر پھر کے کسی نہ کسی طرح سے محبوب کا نام لے ہی لیتا ہے اگر ان کے نزدیک خدا کوئی شے نہیں ہے تو اب موت کا دروازہ کھلا ہے ... [illegible]

اس کے وجود پر امیدیں ہیں اسی قدر وہ دوسرا گروہ اس سے ناامید ہے۔ اصل میں خدا کے فضل کی ضرورت ہے۔ اگر وہ دل کے قفل نہ کھولے تو اور کون کھول سکتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک کتے کو عقل دے سکتا ہے کہ اس کی باتوں کو سمجھ لیوے اور انسان کو محروم رکھ سکتا ہے +

اہل اللہ میں ریا نہیں ہوتا

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں ریا آوے؟ اس پر فرمایا کہ کبھی چڑیا خانہ گئے ہو میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا۔ دیکھو وہاں شیر چیتے اور دوسرے حیوانات ہوتے ہیں کبھی یہ خیال وہاں جا کر دل میں آسکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی لمبی نمازیں پڑھیں کبھی یہ خیال وہاں جا کر ریاکار سے ریاکار کے دل میں بھی نہیں آسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ حیوانات ہماری جنس سے تو نہیں ہیں تو پھر ریا کہاں رہی۔ ریا تو ہمجنسوں سے ہوتی ہے تو اہل اللہ کس سے ریا کریں ان کے سامنے دوسرے لوگوں کی وہی مثال ہے جیسے چڑیا خانہ میں جانور بھرے ہوئے ہیں +

حضرت مسیح موعود کی اپنے ساتھ عہد دوستی باندھنے والوں سے رعایت

مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم تریاق القلوب جب تالیف ہو رہی تھی اور ابھی ابتدائی اوراق طبع ہو رہے تھے جس مجلس کے یہ نوٹ ہیں اس میں تریاق القلوب کا قصیدہ سنا رہے تھے۔ یہ شعر

> نیست حادثہ دنیا و دین جا برو
> اگر زلت ما ظل شان جدا باشد

پڑھا اور فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے خاص طور پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا میرے خلق کی پیروی کر میں نے عرض کی کہ دعا کرو تو فرمایا کہ اگر کسی نے ایک بار میرے ساتھ عہد دوستی باندھا ہو تو مجھے اس قدر اس کی رعایت ہوتی ہے کہ اگر اس نے شراب پی ہوئی ہو تو بھی بلاخوف لومتہ لایم اسے اٹھا لاؤں گا۔ یعنی جب تک وہ خود ترک نہ کرے ہم خود نہ چھوڑیں گے ہیں اگر کوئی اپنے بھائیوں کو ترک کرے گا۔ وہ سخت گنہگار ہوگا +

مومن کب ہوتا ہے؟

مولانا موصوف کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مومن مومن کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہو جاوے۔ فتح مسیح کو ایک بار ہم نے رسالہ بھیجا۔ اس پر اس نے انگریزی میں کھینچ کر واپس بھیج دیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپ نے دکھایا ہے کسی اور نے نہیں دکھایا۔ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کر دیا کہ ہمارا دل دکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو کہ کفر مایوس ہو جاوے۔ کہ میرا قابو نہیں چلتا۔ اشدا علی الکفار کے یہ معنی بھی ہیں +

سخت دل

سخت دل ہر ایک فاسق سے بدتر ہوتا ہے۔ اور وہ خدا سے بعید ہوتا ہے ... [illegible] وہ بلا تلخ دیکھنے کے مرتا ہے +

اخبار احمدیہ

ایک پیغام

> غنیمتے شمر شمع! وصل پروانہ
> کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

پیغام صلح کے قارئین کرام کی خدمت میں آج دلی جوش اور خلوص نیت سے ایک پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور وہ بایں الفاظ میں یہ ہے۔ کہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب مدظلہ العالی آجکل احمدیہ بلڈنگس میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولینا کی مقدس زندگی سے جو لوگ واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے ایک عرصہ دراز تک حضرت مسیح موعود کی خدمت میں اقامت پذیر ہو کر حضرت اقدس سے فیض حاصل کیا ہے۔ اور آپ کے علمی تبحر وفضیلت کے حضرت مسیح موعود اس قدر معترف تھے کہ مناظرات ومباحثات میں آپ کے ساختہ پرداختہ کو منظور فرماتے تھے +

حضرت مولینا کی عمر اس وقت اسی برس سے متجاوز ہے۔ اس پر آپ فالج اور دوسری کئی امراض میں بھی مبتلا ہیں۔ لیکن باوجود اس کے آپ کے قلب مبارک سے وہ معارف وحقایق نکلتے ہیں کہ سننے والے ششدر رہ جاتے ہیں +

میرے دوستو! یہ دن پھر نہ ملیں گے۔ آؤ اور حضرت اقدس کی پاک زندگی کے کوائف ایک شاہد عینی کی زبان سے سنو۔ تاکہ تمہارا ایمان ازسرنو تازہ ہوں۔ اور ذکر حبیب سے وصل حبیب کے مزے لے سکو۔ سچ ہے۔ ؎

> ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

حضرت مولینا کی عمر ظاہری نظر میں اب انتہائی عمر ہے۔ چنانچہ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ امروہہ سے اس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں کہ آپ کے انفاس واپسین احباب لاہور کے پاس گذریں۔ اس لئے میں اپنے دور افتادہ بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت کو غنیمت سمجھو پھر خدا جانے یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔ ؎

> غنیمتے شمر شمع! وصل پروانہ
> کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

خاکسار مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب جمعہ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۱۷ء کو شام کی گاڑی سے کشمیر سے ایبٹ آباد اور سیالکوٹ ہوتے ہوئے واپس لاہور پہنچ گئے۔ کشمیر میں حضرت مولینا موصوف کے تین لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ جنکی مفصل روئیداد جراح حکیم خواجہ عبدالغنی صاحب نے لکھ کر بھیجی ہے۔ آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگی انشاء اللہ +

مسلم ہائی سکول موسمی تعطیلات کے بعد آج مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۱۷ء کو کھل گیا ہے +

دفن نہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ وہاں گئے۔ اور انہوں نے آپ کا جنازہ پڑھا۔ اب اگر فیصلہ علماء المسلمین کا معیار صحیح ہے۔ تو اس معیار کے مطابق کم از کم خانصاحب مغفور باوجود حضرت صاحب کی بیعت نہ ہونے کے مسلمان ثابت ہوئے۔ جس سے میاں صاحب کا یہ مذہب باطل ہو گیا۔ کہ جب تک کوئی بیعت نہ کرے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ پھر اس عبارت میں حضرت مولینا نے حضرت کو مجدد ہی لکھا ہے۔ اور نبی قرار نہیں دیا۔ اور علماء العموم مجددین ہی کی نماز جنازہ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ

”بلکہ جو لوگ ایسے مجددین اسلام کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہ جانیں گے۔ تو وہ گویا دایرہ اسلام سے خارج ہو جاویں گے“

ایسی حالت میں اس کا اطلاق کفر پر کرنا صریحاً خلاف بیانی ہے۔ بلکہ یہ تو محمودیوں پر حجت ہے۔ کہ حضرت مولینا حضرت صاحب کو شروع ہی سے مجدد سمجھتے رہے ہیں نہ کہ نبی۔ فاین المسائل الثلاث ؟

صدق اللہ تعالٰے یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین

جمع قرآن

”معارف العصر“ اس عنوان سے رقمطراز ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے ایل ایل بی۔ ان عقیلا تمثال اور عدیم النظیر بزرگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے باوجود اعلیٰ درجہ کی علمی اور قانونی ڈگریاں حاصل کرنے کے دنیا کی روپہلی اور سنہری اغراض کو ملت بیضا کی علم برداری پر قربان کر دیا۔ اور اپنے وجود باجود کو خدمت اسلام کے لئے وقف کیا۔ اللہ اکبر۔ یہ قربانی اس زمانہ میں جبکہ یورپ کی مادہ پرستی کے اثرات اور تہذیب جدید کے طلسم سے نئی تعلیم کے گہوارہ میں پرورش یافتہ جوان ”لکچھمی“ اور ”فیشن“ کی پرستش اسی قدر انہماک سے کرتے ہیں جس طرح کہ برادران وطن دیوالی میں یا یورپ کے امیدواران پارلیمنٹ ہائیڈ پارک میں ایک اعجازی رنگ رکھتی ہے +

اللہ تعالٰے کا وعدہ ہے۔ کہ جو لوگ اس کی راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ وہ آخرکار منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور جو اس کے لئے اپنے آپ کو کھوتے ہیں۔ اس کو پا لیتے ہیں۔ الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ چنانچہ حضرت مولانا کی قربانیوں نے جب آپ کے قلب کو دنیا کی اغراض و خواہشات سے پاک و صاف کر دیا۔ تو پھر لا یمسہ الا المطھرون کے ماتحت آپکو کلام مجید کے نکات و معارف سمجھنے کے لئے بھی خاص ملکہ دیا گیا جن حضرات نے آپ کے ”نکات القرآن“ کے چہار حصص دیکھے ہونگے۔ وہ بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ مولانا کو کلام الٰہی کا خاص فہم دیا گیا ہے۔ اور آپ موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھکر عجیب و غریب معارف کا دریا بہاتے ہیں۔ چنانچہ آپکے ان چہار رسالوں کے متعلق صحافت حاضرہ نے نہایت ہی قیمتی آرا کا اظہار کیا ہے +

اب حال ہی میں ایک اور کتاب ”جمع القرآن“ بھی تصنیف کی ہے۔ جس میں آپ نے جمع قرآن کے متعلق تمام واقعات کو نہایت خوش اسلوبی سے سپرد قلم کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ قرانی وعدہ ان علینا جمعہ وقرانہ کے مطابق کل قرآن مجید حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی ہدایت کے مطابق لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جو اعتراضات عموماً غیر مذاہب کے لوگوں کی طرف سے جمع قرآن اور حفاظت قرآن پر ہوتے رہے ہیں۔ ان کا بھی نہایت تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے غرض یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک جامع و مانع تصنیف ہے۔ اور ہمارے خیال میں ہر ایک مسلمان کو علی العموم اور اہل اسلام کے ان حضرات کو بالخصوص جنہیں تبلیغ اسلام کے لئے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے اعتراضات سے سابقہ پڑتا ہے۔ یہ کتاب اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ لکھائی چھپائی کاغذ بھی عمدہ ہے۔ قیمت ۱۰؍ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر سے مل سکتی ہے +

مولوی ثناء اللہ کے چیلنج کی منظوری

کچھ دن ہوئے ڈیرہ غازیخان میں مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر کچھ جرح کی تھی۔ اور انکے ظاہر الفاظ میں پورا نہ ہونے پر اعتراض کیا تھا جس پر جواباً آنحضرت صلعم کی بعض ان پیشگوئیوں کو پیش کیا گیا جو وہ بھی ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوئیں۔ باوجودیکہ انکی تفہیم ظاہر الفاظ کے مطابق ہی سمجھی گئی تھی مثلاً اطولکن یدا والی پیشگوئی۔ آریہ گزٹ نے ازراہ عناد اسکو اس رنگ میں لکھ کر گویا اس جواب میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے غلط ہونے کا اقرار کیا گیا ہے۔ بیجا طور پر تمسخر کیا۔ مولوی ثناء اللہ نے بجائے اس مغالطہ کو دور کرنیکے الٹا اسکی تائید کی اور ایسا ثابت کرنیکا چیلنج دیتے ہوئے اسپر انعام وغیرہ مقرر کیا اس چیلنج کے جواب میں ہمارے مکرم دوست بابو شمس الدین صاحب ہیڈ کلرک دفتر ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ نے ایک کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ کے نام لکھی ہے جو کسی دوسری جگہ درج ہے۔ بابو صاحب موصوف کی اس چٹھی میں مولوی ثناء اللہ کے اس مغالطہ کا صراحت سے ذکر نہیں ہوا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ نے چیلنج کو

مُذاکرۂ علمیّہ

شراب کا اثر حیوانات پر

اختبارات حدیثہ و تجارب جدیدہ کے عملی نتائج

اثمھما اکبر من نفعھما

شراب کی مذمت مختلف طریقوں سے کی گئی ہے لیکن اس کی مذمت میں سب سے زیادہ عام اور متداول فقرہ یہ ہے کہ ”انسان شراب کے نشے میں انسان نہیں رہتا بلکہ جانور بن جاتا ہے“ لیکن سوال یہ ہے کہ خود جانور بھی شراب کی بدمستی میں جانور باقی رہتا ہے یا نہیں ؟

جدید طبی اختبارات سے ثابت ہو گیا ہے کہ شراب حیوانات کی قوت شعور اور حس و ادراک میں بہت بڑا اختلاط پیدا کر دیتی ہے اس لئے وہ باعیان احکام شریعت۔ جو شراب کے نشے میں چور رہتے ہیں۔ فی الحقیقت اسی درجہ کے جانور ہیں۔ جن کے پست درجہ کو شراب اور بھی پست کر دیتی ہے۔ ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ وہ لوگ بالکل جانور ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گمراہ تر۔

بلیوں پر تجربہ

حال میں جدید طبی طریقہ سے ڈاکٹر کلینٹس ہو درج نے (جو کلارک کی اینیورسٹی میں علم الحیات کے پروفیسر ہیں) چند بلیوں پر اسکا تجربہ کیا ہے۔ یہ بلیاں شراب کی عادت ڈالنے سے پہلے نہایت چست چالاک اور تنومند تھیں۔ پہلی بار کے تجربہ سے ثابت ہوا کہ بلیاں فطرتاً شراب کی طرف مایل نہیں ہوتیں۔ اس لئے پروفیسر موصوف نے شراب میں دودھ ملایا جو بلیوں کی مخصوص غذا ہے۔ لیکن بلیوں نے اس مخلوط دودھ کی طرف بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ ڈاکٹر موصوف نے جبراً ان کو نلکی کے ذریعہ پلایا۔ لیکن دس ہی روز شراب کے نشے میں گذرے تھے کہ بلیوں کی حالت اس آدمی سے بھی بدتر ہو گئی۔ جو شراب کے آخری نتائج کا عبرتناک منظر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے پہلے وہ فطرتاً رقیق القلب و نرم خو تھیں۔ اب ان میں وحشت و شقاوت آگئی۔ پہلے وہ ذکی الحس تھیں۔ اب بالکل بلید الطبع ہو گئیں اگر ان کے سامنے ایک گیند پھینک دیا جاتا تھا تو حسب دستور قدیم اس کی طرف جھپٹنے کے لئے ان میں کسی قسم کی حرکت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ چوہے ان کے سامنے سے گذر جاتے تھے۔ مگر انہیں خبر تک نہیں ہوتی تھی۔ کتے اپنا منہ ان کے منہ میں ڈال دیتے تھے۔ مگر ان کو اتنا بھی محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ ان کا قدیم دشمن ہے۔ نہ تو اچھی طرح بولتی تھیں۔ نہ دوسری بلیوں سے چہل کرتی تھیں۔ ان کی عقل ان کا شعور ان کا نشاط اس طرح مفقود ہو گیا تھا۔ گویا ان کے سر میں دماغ ہی نہیں تھا۔ دس دن کے بعد پروفیسر موصوف نے اعادہ صحت کے لئے ان کی شراب چھوڑا دی۔ لیکن ان کی برباد شدہ صحت پھر عود نہ کر سکی +

دوسرا تجربہ

ڈاکٹر موصوف نے کتوں پر بھی شراب کا تجربہ کیا۔ اور نتائج اس سے بھی زیادہ افسوسناک صورت میں ظاہر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے چار اسپنی کتوں کو (جن میں دو نر اور دو مادہ تھیں) اس کے لئے انتخاب کیا۔ جو ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے دو کتوں کو جو نسبتاً زیادہ قوی اور چالاک و چست تھے۔ اپنا تختہ مشق بنایا۔ اور دو کو ان کی اصلی حالت پر چھوڑ دیا۔ تاکہ نتائج کے مقابلہ کا موقعہ مل سکے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ کتے کی فطرت بھی شراب نوشی سے انکار کرتی ہے۔ آخرکار ان کو بھی جبراً شراب پلائی گئی۔ تاہم اس کی مقدار اس سے کم تھی جو عموماً شراب نوشوں کا روزانہ معمول ہے۔ چند ہی دنوں میں وہ نتائج ظاہر ہونے لگے جن کو قرآن حکیم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر کر دیا تھا۔

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر۔ شیطان چاہتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان شراب نوشی اور قمار بازی کے ذریعہ باہم عداوت قایم کرا دے۔

چنانچہ ان کتوں کے پنجرے میدان کارزار بن گئے۔ جن میں شب و روز معرکہ جدال و قتال گرم رہتا تھا۔ ابتداءً ہر بار سبھی و تند خوئی کا اظہار دونوں شراب نوش کتوں ہی کی طرف سے ہوتا تھا۔ لیکن مقابلہ میں ان کتوں سے شکست کھا جاتے۔ جن کو اس مرض میں مبتلا نہیں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر موصوف نے جسمانی ورزش کے ذریعے سے بھی ان کی

تھے۔ اور یہ کتے جھپٹ کے ان کو اٹھا لاتے تھے۔ لیکن متواتر کئے ایک بار بھی گوے سبقت نہ لیجا سکے۔ اور ان کے پاؤں شل سے ہو گئے +

کتے عموماً دلیر ہوتے ہیں۔ لیکن شراب نے ان دونوں کو اسقدر بزدل بنا دیا تھا۔ کہ ہوا کی کھڑکھڑاہٹ۔ اور گھنٹی کی آواز سے بھی گھبرا کر بھونکنے لگتے تھے۔

شراب کا اثر توالد و تناسل پر

ڈاکٹر موصوف نے توالد و تناسل کے لحاظ سے بھی ان کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے شراب نوش جوڑے کو ایک پنجرے میں علیحدہ رکھا اور غیر شراب نوش جوڑے کو ان سے الگ کر کے دوسرے پنجرے میں بند کر دیا۔ شراب نوش مادہ نے پہلی بار سات بچے جنے۔ جن میں دو مردہ تھے دوسری مرتبہ صرف تین بچے پیدا ہوئے۔ جن میں دو اپنی روح کو ماں ہی کے پیٹ میں دفن کر آئے تھے۔ تیسری بار گیارہ بچے ہوئے جن میں دو مردہ تھے۔ اور چھ جننے کے ساتھ ہی مر گئے۔ تین زندہ رہے۔ مگر وہ بھی نہایت کریہ المنظر تھے۔ چوتھی دفعہ تین مردہ بچے پیدا ہوئے۔ مگر اس مرتبہ ماں کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ غرض اس مادہ کے کل ۲۶ بچوں میں صرف چار صحیح و توانا تھے۔ باقی یا تو ماں کے پیٹ ہی سے مردہ پیدا ہوئے۔ یا پیدا ہونے کے ساتھ ہی مر گئے۔ جو زندہ رہے۔ ان میں بھی کوئی نہ کوئی جسمانی عیب ضرور تھا +

لیکن غیر شراب نوش مادہ کے بچوں کی مجموعی تعداد ۴۵ تھی جن میں ۴۱ بالکل صحیح و سالم تھے +

نتائج تجارب

ڈاکٹر موصوف نے ان کتوں کے تجارب سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو شخص جس قدر قوی اور چست و چالاک ہوگا اسی قدر شراب کی مضرت کا اثر اس پر زیادہ پڑیگا۔ اس بنا پر ان لوگوں کو شراب سے قطعاً احتراز کرنا چاہئے۔ جو لوگ اس قسم کے مشاغل میں مصروف رہتے ہیں جن میں قوت و نشاط کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ حالانکہ اکثر لوگ قوت و نشاط کے بڑھانے ہی کے حیلے سے شراب نوشی کی ابتدا کیا کرتے ہیں +

اسلام ایک دین الٰہی و فطری ہے۔ فطرتی قوانین کے انکشاف کے ساتھ اس کے اسرار و مصالح بھی روز بروز نمایاں ہوتے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ہم لوگ سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور اعمال شاقہ میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم کو حرارت و قوت و نشاط کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے ہم لوگ گیہوں کی شراب پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا وہ نشہ آور ہے ؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے سختی کے ساتھ ان کو ممانعت کی +

جدید طبی تحقیقات آج حرف بحرف اس کی تائید کرتی ہے۔ انسان کے نظام عصبی پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے۔ اسکا بھی مختلف طریقوں اور مختلف آلات سے تجربہ کیا گیا ہے +

جہاز عصبی اور الکحل

انسان اپنے اعضاء میں سب سے زیادہ دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے کام لیتا ہے۔ ایک اطالی عالم نے ایک عجیب و غریب آلہ ایجاد کیا ہے جب وہ ہاتھ میں لگا دیا جاتا ہے تو ہاتھ کی حرکت کو بالکل روک دیتا ہے۔ صرف انگشت شہادت کھلی رہتی ہے۔ اور آلہ کی قوت مانعہ کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے اس کی حرکت سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ شراب کا اثر اس انگلی کے عضلات پر کس قدر پڑتا ہے۔

چنانچہ مختلف تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ شراب اس کی قوت میں نمایاں کمی پیدا کر دیتی ہے۔ ایک شخص کو پہلے ثرودین[1] کھلا کر۔ ایک کیلوگرام[2] کا بوجھ اٹھوایا گیا۔ اس کے بعد اسی شخص کو شراب پلا کر یہی تجربہ کیا گیا۔ نتیجہ میں سخت اختلاف نظر آیا۔ ثرودین کھانے کے بعد وہ متعدد بار اس بوجھ کو اٹھا سکتا تھا۔ لیکن شراب پینے کے بعد اس میں دفعتاً کمی آگئی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر شراب میں ثرودین جتنی بھی قوت ہوتی تو نتائج میں اس قدر اختلاف نہ ہوتا +

قواء عقلیہ پر اس کا اثر

عام اعصاب دماغی پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے۔ اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ شراب قوائے دماغی میں اشتعال۔ روانی اور تیزی پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن علمی تجارب اس کی تائید نہیں کرتے ایک شخص کو ایک سادہ حساب دیدو (مثلاً جمع کرنا) وہ ان اعداد کو جتنی دیر میں جمع کرے۔ اس کو محفوظ رکھو پھر اسی شخص سے شراب پلا کر انہی اعداد کو جمع کراؤ۔ تم کو اوقات کی نسبت میں نمایاں اختلاف نظر آئیگا یعنی دوسری صورت میں بہ نسبت پہلی صورت کے زیادہ دیر لگیگی اور یہ انحطاط قوائے عقلیہ کی کھلی دلیل ہے +

---

[1] ایک غذا ہے جو عموماً مریضوں اور ضعیفوں کو دی جاتی ہے۔
[2] کیلوگرام فرانس کا سیر ہے جو ۸۵ تولے سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے۔ مترجم

[illegible] سے بھی واضح ہے کہ حالت صحت عقل میں ایک شخص سے اس کے گھر کا نقشہ پوچھیں۔ مثلاً اس کا گھر مختلف چیزوں کا مجموعہ ہوگا۔ خانداں، پلنگ، کرسیاں، میز، کرسی وغیرہ پاس سے [illegible] کو کمرہ کے ساتھ ان تمام چیزوں کا تصور بھی اس کو محسوس کرنا پڑیگا کیونکہ انہی اجزاء کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ اب ان تمام خانگی اسباب کی وجہ گھر کے تصور کے ساتھ اس کے ذہن میں آئے ہیں۔ ایک فہرست مرتب کرو۔ پھر اسی شخص کو شراب پلا کر ۲ گھنٹے کے بعد اسی قسم کا تجربہ کرلو۔ تم کو ان دونوں تجربوں کے بعد دونوں حالتوں میں محسوس فرق نظر آئیگا۔ پہلی حالت میں گھر کی تمام چیزیں نہایت تیزی اور خاص ترتیب و نظام کے ساتھ اس کے ذہن میں آئینگی لیکن دوسری صورت میں نہ تو یہ حسن نظام قایم رہیگا۔ نہ اس ذہنی انتقال ذہنی کی شان نظر آئیگی ◆

شراب اور علم الجراثیم

انسان مختلف خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن قدرت نے اس کے اندر مختلفہ قوائے دافعہ پیدا کر دیئے ہیں جو ان خطروں کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ انسانی زندگی اس کشمکش کا نتیجہ ہے۔ لیکن انسان میں امراض متعدیہ (ایک سے دوسرے کو لگنے والے امراض) کے مقابلہ کرنے کی جو قوت ہے۔ شراب اس کو بالکل فنا کر دیتی ہے۔ پروفیسر منفی گوف نے اپنے تجربہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ انسان کے خون میں بہت سے سفید رنگ کے جراثیم ہوتے ہیں وہ امراض متعدیہ کی مدافعت کرتے ہیں اور شراب دفعتاً ان جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہے اس لئے امراض ساریہ و متعدیہ کی مقاومت کے لئے اور مہلک کیڑوں کے دفع کرنے کے لئے فطرت نے جو فوج ہمارے جسم کے اندر مرتب کر دی ہے شراب کا پہلا تباہ کن حملہ اسی پر ہوتا ہے اور اسے برباد کر دیتا ہے ◆

شراب اور قوائے جسمانی

لیکن یہ تمام نتائج ایک دوسرے اصول کے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ شراب میں اجزائے غذائیہ ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اجزائے غذائیہ کی کافی مقدار رکھتی ہے۔ تو یقیناً وہ تمام غذاؤں کی طرح جسم کی قوت کے بڑھانے کا سبب ہو سکتی ہے۔ لیکن یقینی اختبارات نے اسکا بھی مایوسانہ جواب دیا ہے۔ پروفیسر ولیم اٹارٹر نے (جو موجودہ زمانے کا بہت بڑا کیمیا دان ہے) ایک صندوق تیار کیا ہے جس سے غذا کے افعال طبیہ کا تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آدمی کو اگر اس صندوق میں بند کر دیا جائے۔ تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ غذا کا کس قدر حصہ جزو بدن ہوا اور کس قدر فضلہ بن کر نکل گیا؟ شراب کی غذائیت کا اس آلہ کے ذریعہ سے تجربہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے اندر غذائیت کی کافی مقدار رکھتی ہے اور اس کے سو حصوں میں سے ۹۸ حصہ جزو بدن ہوتا ہے ◆

جو لوگ انسداد شراب نوشی کے حامی تھے۔ وہ اس تجربہ سے سخت گھبرا گئے لیکن بعد کو خود پروفیسر مذکور کی تشریح سے معلوم ہوا کہ وہ روٹی، گوشت۔ اور عام غلوں کی سی غذائیت نہیں رکھتی۔ یعنے وہ تحلیل کیمیاوی کی رو سے مختلف اجزاء نباتیہ و معدنیہ پر مشتمل نہیں ہے جو جسم کو لگتے ہیں اور اسکی قوت کو بڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ تمام غذاؤں میں ان اجزاء کا کافی ذخیرہ ہوا کرتا ہے بلکہ وہ ایک غذائے ناقص یا صرف ایک ہی قسم کی غذا ہے۔ بالخصوص اس سے اعصاب کے ریشوں کی تولید تو بالکل ہی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ ریشے نیٹروجن اور دوسرے معدنی اجزاء سے بنتے ہیں مگر شراب میں ان اجزاء کا وجود نہیں پایا جاتا

لیکن شراب کی مضرت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ خود جزو بدن ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ اسکا اصلی نقصان یہ ہے کہ دوسری غذاؤں کو بھی جزو بدن نہیں ہونے دیتی۔ چنانچہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھانا کھانے کے بعد ایک شخص سے کوئی بوجھ اٹھوایا جائے تو وہ اس کو [illegible] بار اٹھا سکیگا۔ لیکن اگر کھانے کے ساتھ اسکو شراب بھی پلا دی جائے تو اسکے جسم کی قوت کم ہو جائیگی۔ اور وہ اس بوجھ کو متصل کئی بار نہ اٹھا سکیگا۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ طبیعت ہمیشہ مرغوب چیزوں کی طرف توجہ کرتی ہے اس لئے جب غذا کے ساتھ شراب پی لی جاتی ہے تو تمام قوائے طبعیہ شراب ہی کے کیف و سرور میں رقص مستانہ کرنے لگتے ہیں۔ اور اپنے وظائف ضروریہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غذا غیر منہضم رہ جاتی ہے اور جزو بدن نہیں ہونے پاتی۔ شراب میں بجائے خود ایسے اجزاء غذائیہ موجود نہیں ہیں جو اس کمی کا بدل ما یتحلل ہو سکیں اس لئے تمام نظام جسمانی دفعتاً کھوکھلے درخت کی طرح گر پڑتا ہے اور اعصاب کے ریشے بیخ و بن سے اکھڑ جاتے ہیں ◆

احادیث کے اشارات و کنایات سے بھی شراب کی عدم غذائیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ انسان کی فطری غذا دودھ ہے جو نہایت مفید اجزائے غذائیہ سے مرکب ہے۔ شب معراج میں حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیمہ کو ممتحن کرنے کے لئے دو پیالے پیش کئے تھے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا۔ آپنے دودھ کا پیالہ لے لیا اس پر حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ آپ دین فطرت پر ہیں۔ یعنے اسی چیز کو آپنے انتخاب کیا ہے جو فطرتاً اجزائے غذائیہ کا بہترین مجموعہ ہے۔

جب بلی و رکتے کی فطرت شراب سے ابا کرتی ہے تو اسکی غذا سے غیر فطری ہو سکیں [illegible]

الاسلام

دین الفطرة اور صورتگری

اسلام صورت گری کا دشمن ہے۔ یہی مذہب ہے۔ جس نے بُت پرستی کے خلاف دُنیا میں سب سے زبردست اور مؤثر آواز بلند کی اور اس معاملہ میں اس حزم اور احتیاط سے کام لیا کہ اپنے حلقہ بگوشوں پر تصویر بنانا اور رکھنا دونوں حرام کر دیئے۔ فلسفۂ اسلام اسبات کا حامی ہے کہ دنیا میں انسان کی صورت یا اسکے اعضا کی بناوٹ اسقدر اہمیت نہیں رکھتی جسقدر کہ اس کے خیالات و اعمال رکھتے ہیں ہم کسی فیلسوف کی توقیر یا تحقیر اس بناء پر نہیں کرتے۔ کہ وہ خوبصورت یا بدصورت ہے۔ بلکہ اسکی عزت و ذلت کا واحد معیار صرف اسکے خیالات و افعال ہی ہو سکتے ہیں۔ لقمان سیاہ فام تھے۔ لیکن ان کی نصائح ایسی بیش قیمت اور قابل قدر ہیں۔ کہ ہزار خوبصورتیوں کو اُن پر قربان کر دینا چاہئے پس جب حسن وجہ اعمال کے مقابلہ میں ہیچ محض ہے۔ اور جب امریکہ کا ایک بدصورت لنگڑا اہل عالم کے قلوب میں صدہا خوبصورتوں سے زیادہ توقیر حاصل کر سکتا ہے۔ تو صورت گری سے صرف یہ نتائج متصوّر ہو سکتے ہیں کہ یا تو خوش اعتقاد اور کمزور طبائع کو بزرگ پرستی پر مائل کرے اور یا بعض صورتوں میں جذبات حیوانی کی ممد ہو۔ دین الفطرة نے اسی بنا پر اسکے خلاف جنگ کی ہے۔

مگر زمانہ بدل چکا ہے۔ اب دنیا میں مغرب برسر اقتدار ہے اور وہ فن تصویر کا حامی ہے۔ مغرب کی تقلید نے مشرق میں تصویر سازی کو اور بھی تقویت دی ہے۔ اور اس وقت دُنیا میں ان بے جان نقوش کو وہ قوت حاصل ہے۔ کہ متحرک ہما نداروں کی مخالفت انکے مقابلہ میں بحالت موجودہ کارگر ہوتی نظر نہیں آتی۔ لیکن حامیان صورتگری سے ہم اسقدر عرض کرنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ انہیں ہمارے حقوق میں دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور وہ اپنی روایات کے مطابق اپنے ہم مذہبوں کی جسطرح چاہیں تصویریں کھینچیں لیکن ہمارے بزرگان دین کی تصاویر بنا کر اُن کی پاک ارواح کو اور ہمارے دینی جذبات کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرنا سراسر انصاف کا خون کرنا ہے۔ ہمارے ائمہ دین اور مجد دین ملت تصویر سازی کے خلاف رہے ہیں۔ اور یہ یقیناً صریح ظلم ہے کہ بعض لوگ انہی حضرات کو اس نفرت انگیز حرکت کا تختۂ مشق بنا رہے ہیں

مغربی مصنفین کی کتابوں میں پیغمبر اسلام صلعم اور صحابہ کرام کی تصاویر اکثر دیکھنے میں آتی ہیں۔ لیکن ان کی صحت و واقعیت پر شاید کوئی فاتر العقل بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ جو بزرگ تصویروں کے اسقدر دشمن تھے۔ اور جنہوں نے کبھی اس امر کی اجازت نہیں دی کہ ان کی کوئی بڑی یا چھوٹی تصویر کھینچی جاوے۔ ان کا عکسی فوٹو دُنیا میں کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا۔ اور آج تیرہ سو برس کے بعد اگر کوئی شخص اُن کی سچی تصویر پیش کرنے کا مدعی ہے تو اسکی جہالت و نادانی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ . . حقیقت یہ ہے کہ یورپ نے جہاں عکسی تصویر سازی کو معراج کمال پر پہنچا دیا ہے۔ وہاں خیالی صورت گری میں بھی لاجواب ترقی کی ہے اہل یورپ نے دنیا کے سامنے ہزار ہا تصویریں ایسی پیش کی ہیں۔ جن کا اصل دنیا میں کبھی وجود پذیر نہیں ہوا۔ دراصل اس قسم کی تصاویر اپنے مصوّروں کے غیر مرئی تخیل کا محض مرئی نمونہ ہوتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت مریم اور جناب مسیح کے متعلق ایک ہی منظر کو مختلف مصوّروں نے بالکل جدا گانہ صورتوں میں پیش کیا ہے۔ جس کا سبب اختلاف تخیل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہمارے رہنما روحی فداہ کی جسقدر تصویریں دُنیا میں اشاعت پذیر ہیں۔ محض تخیل کی مدد سے وجود میں آئی ہیں۔ وہ یا تو سراسر لاعلمی و بے خبری پر مبنی ہیں اور یا ان میں ان روایات کا کسی قدر لحاظ رکھا گیا ہے جو احادیث میں آنجناب کے حلیہ مبارک کے متعلق موجود ہیں۔ لیکن دونوں صورتوں میں اعتبار سے گری ہوئی ہیں۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آجکل فرانس میں پیغمبر اسلام صلعم کی ایک سوانحعمری لکھی جا رہی ہے۔ جس کے لئے بہت بڑے پیمانے پر گرانقدر مصارف سے تصویریں بنائی جا رہی ہیں۔ ان تصویروں میں [illegible] اور [illegible]

موجب دلآزاری ہونگی۔ یورپ تصویر سازی کا عادی ہے۔ اور مغربی مصنفین اسکو ایک بزرگ کی توہین کے برابر خیال کرتے ہیں کہ اسکے حالات زندگی کے ساتھ اس کی تصویر نہ دی جائے۔ لیکن اسلامی اخلاق کا نقطۂ نگاہ اس سے بالکل مختلف ہے یہاں اسلام تو دوسروں کی تصویریں دیکھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں یہ جائیکہ خود انہیں کے بزرگوں کی کاغذی صورتیں ان کے سامنے پیش کی جائیں۔

فرانسیسی سوانح نویسوں کی کوشش سے بھی زیادہ دل آزار وہ دستی مرقع ہے۔ جو آجکل ریاست بڑودہ کے عجائب خانہ کے شرقی حصہ میں آویزاں ہے۔ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سبز عبا پہنائی ہے۔ اور سر مبارک پر مرصع تاج رکھا ہے آپ گھوڑے پر سوار ہیں۔ گھوڑے کو ہوا میں چار فرشتے اڑا رہے ہیں۔ اور اسکے آگے اور پیچھے دو فرشتے عزرائیل و جبرائیل ہیں۔ نیچے کعبہ کی تصویر ہے جس میں مسجد الحرام کا پورا نقشہ دیا ہے۔ اور جس کے نیچے فارسی الفاظ میں یہ تحریر ہے کہ "رسول اللہ کا سینہ اس مکان میں شق کیا گیا"۔ اس سے کچھ فاصلہ پر بیت المقدس کا نقشہ بنا ہے اور آسمان پر چند طبقے دکھا کر انکے دروازوں پر مختلف پیغمبروں کی تصویریں بنائی ہیں۔ جن میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں: حضرت آدم، حضرت عیسی، حضرت یحیے اور حضرت یوسف علیہم السلام وغیرہ۔ اس تصویر کے نیچے لکھا ہے "حضرت محمد کا سوئے بہشت" اس کے قریب ایک دوسری تصویر جنت کی بنائی ہے جس میں بھی چند پیغمبروں کی تصویریں ہیں۔ جنت کے ادپر عرش کی تصویر ہے جسکو فرشتے معلق کئے ہوئے ہیں سدرۃ المنتہی کے قریب ایک مرغ کھڑا ہے۔ جسکے پروں پر کلمہ طیبہ تحریر ہے اسکے علاوہ ایک اور تصویر ہے۔ جسکے نیچے یوسف و زلیخا لکھا ہوا ہے۔ اس میں یوسف علیہ السلام زلیخا کے جانب کھڑے ہیں۔ اور ان کے بالمقابل بہت سی عورتیں بیٹھی ہیں جنہوں نے چھریوں سے اپنی انگلیاں کاٹ لی ہیں۔

ہمارے خیال میں ممکن ہے اس قسم کی اور بھی بہت سی تصویریں دریافت ہو سکتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیگر اہل مذاہب اس معاملہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بڑی بے انصافی سے نظر انداز کر رہے ہیں۔ لیکن قصور خود مسلمانوں کا ہے۔ جنہوں نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ کبھی کسی شکایت کے خلاف آواز نہ اُٹھائینگے۔ ہمیں صاف طور پر اقوام عالم کو جتا دینا چاہئے کہ ہمارے مذہب میں تصویر کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر دیگر مذاہب کے پیرو اسکے مجاز ہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے بزرگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ اور اپنے فن کو اپنے ہی بزرگوں تک محدود رکھیں۔

بڑودہ میں انجمن اسلام موجود ہے۔ اور ہمیں حیرت ہے کہ اس کے اراکین نے اس معاملے میں کیوں چپ سادھ رکھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر روشن ضمیر مہاراجہ بڑودہ کو توجہ دلائی جائے۔ تو وہ مسلمانوں کی شکایت کو فوراً رفع کرنے پر آمادہ ہو جائینگے۔ غالباً یہ مرقع عجائب خانہ میں آجتک محض اس خیال سے رہنے دیا گیا ہے۔ کہ یہ بزرگان مذکور کو کسی برے رنگ میں نہیں دکھاتا۔ مگر ہم غیر مسلم اصحاب کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں سرے سے تصویر ہی پر اعتراض ہے اچھی یا بری کا سوال تو بالکل جدا ہے۔

مسلمانوں کی مذہبی بے حسی اور مردہ دلی کے مقابلہ میں جب ہم ہندوستان کی دوسری قوموں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو انکی مذہبی زندگی میں عجیب جوش و ولولہ دکھائی دیتا ہے گذشتہ ہولیوں کا ذکر ہے کہ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں میں چند ہندؤں نے گورو نانک۔ گورو گوبند سنگھ اور دیگر سکھ بزرگوں کے سوانگ نکالے تھے۔ اور بظاہر کسی بُری نیت سے یا بُرے رنگ میں نہیں نکالے تھے۔ تاہم سکھوں نے بڑے زور سے اعتراض کیا اور فوجداری استغاثہ دائر کرنے کی دھمکی دی۔ قوم سے چندہ کے لئے اپیل کی گئی اور روپیہ آناً فاناً جمع ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سوانگ نکالنے والوں کو معافی مانگنے کے علاوہ "تاوان" بھی ادا کرنا پڑا۔ یہ ہیں زندہ قوموں کے کارنامے۔ جو قومیں دُنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہیں وہ خاموشی سے اپنے حقوق کو پامال ہوتے نہیں دیکھ سکتیں۔ اگر مسلمانوں کو کوئی [illegible]

مراسلات

کھلی چٹھی بنام مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب!

حسب اعلان جناب در الامطبوعہ اخبار اہلحدیث مؤرخہ ۲۳ اگست ۱۹۱۶ء خاکسار نے اپنا در چیلنج" معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور جناب کی خدمت میں روانہ کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ جناب اسکو ملاحظہ فرما کر جواب سے مطلع فرمادیں گے۔ مکرر آنکہ اگر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی .... اپنے ظاہری الفاظ میں پوری ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت عیسے ابن مریم دوبارہ تشریف لاکر خنزیروں کو قتل کر دینگے۔ اور صلیبوں کو توڑینگے۔ تو براہ مہربانی حیات مسیح کو ثابت کرکے اس پیشگوئی کے ظاہرا الفاظ میں پورا ہونے کی تشریح کر دیویں۔ کیا حضرت عیسے اپنے ساتھ کتوں کو لیکر خنزیروں کو قتل کرتے پھرینگے اور صلیباں کی لکڑیوں کو توڑتے پھرینگے۔ نعوذ باللہ من ذالک اور اگر وہ ایسا ہی کرینگے۔ تو پھر اس سے اشاعت اسلام کو کیا فائدہ؟

شمس الدین ہیڈ کلرک دفتر پرنسپل ایم اے او کالج علی گڈھ۔

اعلان فسخ بیعت

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد قادیان میں جاکر میاں صاحب کی بیعت کر لی تھی۔ جس وقت میں نے بیعت کی تھی۔ اس وقت صرف یہ خیال دل میں جاگزین تھا۔ کہ جماعت کے تفرقہ کا باعث کسی فرد بشر کو نہ ہونا چاہئیے اس خیال سے بیعت کر تو بیٹھا۔ لیکن چند ہی ایام کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ میاں صاحب کے اعتقادات اور خیالات میں اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم میں ایک بیّن فرق ہے۔ لیکن جب قادیانی اخبارات

حضرت رسالت مآب کی شان میں ہتک آمیز کلمات شائع دیکھے۔ تو میاں صاحب کی طرف سے دل میں نفرت پیدا ہو گئی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اس قابل ہو گیا ہوں۔ کہ اعلان فسخ بیعت آپ کے اخبار کے ذریعہ سے کردوں۔ اور اعلان کر دوں کہ میرے خیالات اور عقائد وہی ہیں جو مولوی محمد علی صاحب امیر قوم کے ہیں۔ لہٰذا عرض پرداز ہوں کہ اپنے اخبار میں یہ اعلان شائع فرماکر ثواب دارین حاصل کریں۔ خاکسار عبد المجید۔ بی۔ اے۔ سانپلہ ضلع روہتک

رسید زر

فہرست چندہ جماعت احمدیہ شملہ
معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر بابت ماہ جون ۱۹۱۶ء

(۱) منشی امام خاں صاحب سیالکوٹی حال وارد شملہ — عہ
(۲) خواجہ خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس — ۱۲/
(۳) منشی عبد الرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ — ۱۲/
(۴) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس — ۱۲/
(۵) .... — عمر
(۶) مولانا اکبر علی صاحب میڈیکل برانچ — ۴/
(۷) بابو امیر علی صاحب کمرشل اینڈ انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ — ۸/
(۹) منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل پریس — ۴/۹ پائی
(۱۰) شیخ اللہ دین کمپوزیٹر " " — ۸/

میزان کل — ۸/ ۹ پائی

× یہ فہرست کسی قدر دیر سے شائع ہوتی ہے۔ ایڈیٹر

° یہ رقم چندہ مجھے یاد نہیں کس صاحب نے دی تھی۔ اللہ دین

ایک نوجوان طالب العلم کی مساعی کا نتیجہ

میاں شاہدین صاحب متعلم مسلم ہائی سکول لاہور نے دوران رخصت میں اس سے پیشتر بھی مبلغ .... روپیہ چندہ جمع کرکے ارسال کیا تھا اب پھر ۵/ کی رقم انہوں نے چندہ جمع کرکے بھیجا ہے اس نوجوان طالب العلم کی ہمت اور اخلاص خاص طور پر قابل قدر اور دیگر طلباء کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے۔ ایڈیٹر

(۱) منشی محمد بخش صاحب — عامنہ عید الفطر
(۲) مستری حسن محمد صاحب — عہ
(۳) منشی عبد الحق صاحب مدرس چک نمبر ۳۵۳ — عہ
(۴) منشی رحمت علی صاحب چک نمبر ۳۶۳ — عمر
(۵) مولوی غلام محمد صاحب — عمر
(۶) منشی محمد بخش صاحب و مستری حسن محمد صاحب — عمر زکوٰۃ
(۷) منشی فیروز دین صاحب — عمر
(۸) میاں عمر دین صاحب — ۶/ زکوٰۃ
(۹) میاں محمد دین صاحب — ۴/
(۱۰) میاں کرم دین صاحب — ۴/
(۱۱) میاں نبی بخش صاحب چک نمبر ۳۵۶ — ۴/
(۱۲) میاں امام دین صاحب — ۴/
(۱۳) میاں نور دین صاحب — ۴/
(۱۴) میاں خدا بخش صاحب — ۲/
(۱۵) مستری علی محمد صاحب چک نمبر ۳۵۳ — ۱/
(۱۶) منشی غلام محمد صاحب پوسٹ مین چک نمبر ۳۵۳ — ۲/
(۱۷) مسٹر ملک محمد صاحب — ۱/
(۱۸) چودہری محمد قاسم صاحب سفید پوش موضع .... — ۱/

کل میزان — ۵/
۲/ محصول منی آرڈر — ۴/۱ و پائی

خاکسار شاہدین ارائیں پور چک نمبر ۲۵۵ ضلع لائل پور ریاست .... ڈاک مہدی آباد

اخبار "درّ نجف" لاہور

یہ شیعوں کا ہفتہ وار مذہبی اخبار ہے۔ جو دار السلطنت پنجاب لاہور سے نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہونے والا ہے گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے منظور ہو چکا ہے۔ عنقریب ملاحظہ ناظرین سے گذریگا... چندہ سالانہ ۲/ ... (نامہ نگار)

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین: سوانحعمری حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت ۱۲/

النبوت فی الاسلام۔ اس میں نبوت، رسالت، محدثیت، مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور مرزا صاحب نبی بمعنے محدث ہیں۔ بجلد عہ مجلد عہ

غلامی: غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ .... قیمت ۳/

عصمت انبیاء۔ عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ ۷/

سکھ ازم انگریزی میں۔ اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان ہیں اور ان کا مختصر حال ہے۔ قیمت ۱/

اسوۂ حسنہ سوسو مرزندہ و کامل نبی۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ قیمت ۴/

تحفۂ آصفیہ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ قیمت ۲/

بنگال کی دلجوئی اردو میں:- اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی نسبت کی۔ قیمت ۰/

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں۔ حضرت خواجہ صاحب کا وہ لکچر جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ قیمت ۰/

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف:- اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ ازروئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ انگریزی میں۔ قیمت ۳/

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں:- اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ .... قیمت ۴/

الوصیت اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دربارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا۔ قیمت ۲/

رسالہ فیصلہ آسمانی اس میں مسٹر گبن صاحب ڈسٹرکٹ جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے .... قیمت ۰/

رسالہ تحفۃ المتقین۔ اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے۔ قیمت ۱/

رسالہ تحفۃ السلطان۔ قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے۔ .... قیمت ۱/

بائیبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار۔ اسمیں دکھلایا گیا ہے۔ کہ انجیل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا فوٹو دیا ہے۔ قیمت ۱/

نبیٔ اسلام۔ اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کرکے قرآن سے تطبیق دی ہے۔ .... قیمت ۲/

آیات بینات:- عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں حضرت عیسے ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کیگئی ہے قیمت ۲/

خورشید عاقل مذہبی ناول:- اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں ۱/

رباعیات اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے .... قیمت ۰/

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول۔ یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے وعدہ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شائع کیا۔ ولایتی کاغذ مجلد .... ولایتی کاغذ بیجلد عہ دیسی کاغذ مجلد عہ .... بے جلد .... القول المجد فی تفسیر اسم احمد .... اس میں .... مصنف

نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعود جزئی نبی ہیں انکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت ۸/

درثمین مکمل:- حضرت مسیح موعود کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو ابتک شائع ہو چکی ہیں ایک جگہ جمع کیگئی ہیں۔ مجلد ۱۲/ بیجلد ۹/

النضحی۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث ہے قیمت ۱/

اظہار النصائح فی رد المخزیات والفضائح۔ میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ انوار خلافت پر تنقید .... قیمت ۴/

عسل مصفٰے۔ مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث دیکھنی ہو تو عسل مصفٰے منگا کر لطف اٹھاؤ۔ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر کرکے اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت مجلد ہر دو حصہ .... بے جلد ہر دو حصہ ۸/

نکات القرآن ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآراء اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ، آل عمران اور النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا ہے تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ قیمت حصہ اول ۶/ حصہ دوم ۶/ حصہ سوم ۸/ حصہ چہارم ۱۲/

حدوث مادہ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۰ء میں کوہمری پر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا۔ فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو بڑے ابواب میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دے سکتا ہے قیمت ۴/

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور۔

خطبۂ جمعہ

(مؤرخہ ۱۳ اگست ۱۹۱۷ء)

(از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی)

کلمۂ شہادت سے ختم نبوت کا اثبات اور شرک فی النبوت کا رد

(گذشتہ سے پیوستہ)

خلاصہ بیان سابق اب خلاصہ یہ ٹھہرا کہ نبی اور محدث میں فرق یہ ہے کہ نبی کریم صلعم خدا اور مخلوق کے درمیان بطور برزخ کے ہیں۔ اس لئے آپ کی الوہیت کے اشتباہ کو دُور کرنے کے لئے قرآن کریم نے شرک فی الالوہیت کا رد کیا۔ ایسا ہی محدث ہمارے اور رسول کریم صلعم کے درمیان بطور برزخ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ۔ حضرت نبی کریمؐ اور ہمارے مابین بطور برزخ واقعہ ہوئے ہیں۔ اور چونکہ اسوجہ سے اُسے نبی کریمؐ سے بہت کچھ تشابہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسکی نبوت کے اشتباہ کو دُور کرنے کے لئے شرک فی النبوت کا رد بھی ضروری ہے جیساکہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارہ میں کیا۔ اور مسیح موعودؑ نے اپنے متعلق بار بار نبی ہونے سے انکار کیا۔ ....

من فرق بینی وبین المصطفیٰ کے معنے تو جس طرح سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ نہیں ہوسکتے۔ باوجود وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کے الٰہی ارشاد کے۔ اسی طرح سے من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ ہرگز حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بن جاتے آج اس پر بہت زور ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان تفریق کرنے کو عدم عرفان .... پر مبنی ٹھہرایا۔ لیکن ان کو اتنی سمجھ نہیں۔ کہ تفریق کے یہ معنے نہیں کہ آپکو بس آنحضرت صلعم کے برابر ٹھہرایا جائے۔ تو وہ تفریق ہوگی تفریق تو یہ ہوتی ہے کہ آنحضرت صلعم کو سچا مانکر پھر مسیح موعودؑ کی تکفیر و تکذیب کریں۔ تفریق تو دونوں کو سچا سمجھنے کے بارہ میں ہوسکتی ہے نہ کہ مساوات میں۔ جیساکہ کفار کے حق میں قرآن کریم میں ہے۔ یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ۔ اب کیا یہاں اللہ اور رسول کو ساوی سمجھ لیا جائے۔ بلکہ یہاں ایمان لانے میں تفریق کرنے کا بیان ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے بہت اہتمام فرمایا۔ اس بات کی تصریح میں کہ آپ نبی نہیں ہیں۔ اور بار بار ختم نبوت پر آپ نے زور دیا۔

عود الی المقصود
کلمۂ شہادت سے ختم نبوت پر دلیل

شہادت تو آپ نے سمجھ لی۔ کہ خلاف ہوتی ہے فریق ثانی کے۔ ورنہ وہ شہادت نہیں کہلائی جاسکتی۔ دوسرے یہ کہ شہادت وہ ہوتی ہے۔ جو دیکھی ہو۔ یا اُس پر قطعی یقین ہو۔

منافق شہادت دینے میں کیوں جھوٹے تھے تو وہ منافق جو شہادت دیتے تھے کہ تحقیق تو رسول ہے۔ اللہ کا۔ اور اُن کو اللہ تعالےٰ نے جھوٹا قرار دیا۔ تو وہ جھوٹے کس بات میں تھے جبکہ خود اللہ تعالےٰ نے بھی وہی بات کہی۔ جھوٹے وہ یہ تھے کہ ان کی شہادت زبانی ہی زبانی تھی جو قلبی تصدیق کے خلاف تھی۔ زبان سے وہ شہادت دیتے تھے کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ لیکن دل سے منکر تھے اس لئے ان کا یہ شہادت دینا راستی پر نہ تھا۔ بلکہ وہ بحیثیت شہادت جھوٹے تھے۔ یہ تو ہیں اس آیت کے معنے جس سے شہادت کی کیفیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شہادت اسوقت تک قابل پذیرائی اور لائق قبول نہیں ہوتی۔ جبتک دل کی تصدیق اسکے ساتھ نہ ہو۔ اور دل کے اندر سے قطعی یقین کے ساتھ وہ گواہی نہ نکلے۔

اذان کی شہادت اور ختم نبوت کا اثبات اب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ اس میں کیا سِر ہے۔ کہ پانچوقت بآواز بلند کہا جاتا ہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ شہادت کے متعلق یہ بھی بتا چکا ہوں۔ کہ وہ فریق ثانی کے خلاف ہونی چاہئے۔

قرآن کریم کا ہر کلمہ مخالف پر زد ہے ہمارے حضرت نے جلسہ مہوتسو کے مضمون کے متعلق پیشتر سے ایک خط لکھا تھا۔ جو ہمیں لاہور میں ملا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ قرآن مجید کا ہر ایک کلمہ اور لفظ دو دھاری تلوار ہے۔ باطل کے اور پر [illegible]

کرتا ہے۔ اور اسلام کی تصدیق۔ اسی طرح سے یہ جو شہادت دن میں تیس مرتبہ تم اذانوں اور تکبیر کے اندر دیتے ہو۔ اور بڑے زور سے پکار کر کہتے ہو۔ اشہد ان محمد رسول اللہ اس میں بھی تم فریق ثانی کے عقائد پر زد ہی تو مارتے ہو۔ ایک طرف تو اس کلمہ شہادت کے اندر اثبات توحید اور شرک فی الالوہیت کا رد ہے جو نصاریٰ کے خلاف ہے۔ اور دوسری طرف اثبات نبوۃ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو شہادت کی رنگ میں ہونے کی وجہ سے گویا اُن لوگوں کے خلاف ہے جو شرک فی النبوۃ کرتے ہیں

حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ اور رضیت باللہ ربًا ..... وبمحمد نبیًا میں شرک فی النبوت کا رد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک دفعہ توریت پڑھ رہے تھے تو نبی کریم صلعم کا چہرہ متغیر سا ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے نہ دیکھا۔ مجلس میں سے دوسروں نے انہیں کہا۔ کہ کیا کر رہے ہو۔ دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسقدر غضبناک ہو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جونہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا۔ فوراً آپ کے مُنہ سے لفظ نکلے۔ أعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ۔ رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان موسیٰ حیًا لما وسعہ الا اتباعی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُنہیں بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ اللہ۔ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ ایسے محدث تھے۔ کہ ان کے ان الفاظ رضیت باللہ ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد نبیًا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اخذ کرکے ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔ کہ جو ان الفاظ کو تین تین مرتبہ صبح اور شام کے وقت پڑھے۔ اس سے اللہ تعالےٰ راضی ہوگا۔

ان الفاظ میں کیا بیان کیا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ بیان کی۔ کہ رضیت باللہ ربًا۔ میں اللہ تعالےٰ کے رب ہونے پر راضی ہوا۔ یعنے یہ کہ سوائے اُس کے اور کوئی رب نہیں۔ بس میں اسی پر راضی ہوا۔ دوسری یہ کہ وبالاسلام دینًا اور اسلام کے اپنا دین ہونے پر راضی ہوا۔ یعنے اسکے سوائے اسکو ئی دین مجھے درکار نہیں۔ اور تیسری بات یہ کہی۔ وبمحمد نبیًا۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے رسول ہونے پر میں خوش ہوں۔ یعنے آپ ہی کی رسالت بس میرے لئے کافی ہے۔ اور کوئی رسول مجھے درکار نہیں۔

اذان تکبیر اور تشہد میں غیر محمدؐ کی رسالت اور نبوت کی نفی تو ایک تو جس وقت تم بآواز بلند پکار کر کہتے ہو۔ اشہد ان محمد رسول اللہ اور دن میں تیس مرتبہ اس شہادت کو دہراتے ہو۔ تو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ یہ ایک شہادت ہے۔ اور شہادت فریق ثانی کے ہمیشہ خلاف ہوتی ہے تو جس وقت تم نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے رسول ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ تم نے ان لوگوں کے خلاف جو کسی اور کو رسول بنائے بیٹھے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی رسالت کی گواہی دی۔ یعنے آپ ہی اکیلے رسول ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں۔ یہی حال تشہد میں ہے۔ جہاں توحید کے ساتھ رسول کی رسالت ثابت ہو رہی ہے۔ اور غیر محمدؐ کی رسالت کی نفی ہو رہی ہے۔ کیونکہ وہ بھی شہادت ہے۔ اور شہادت فریق ثانی کے خلاف ہوتی ہے۔

بالحق انزلناہ وبالحق نزل کے معنے قرآن کریم میں ہے۔ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل۔ اس سے وہ بات جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی کہ قرآن کریم کا ہر ایک کلمہ اپنے مخالف پر دو دھاری تلوار ہی ہے وہ اور بھی صحیح ثابت ہوتی ہے۔ یہاں جو یکرر فرمایا۔ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل۔ حق کے ساتھ ہم نے اُسے اُتارا ہے اور حق کے ساتھ یہ اُترا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس قرآن کو ہم نے ضرورت حقہ کے ساتھ نازل کیا ہے اور قیامت تک اس کا ہر ایک کلمہ ضرورت حقہ کے مطابق ہونے کے باعث مخالف پر زد مارتا رہیگا۔ ....

پیدائش کے دن سے لیکر دفن ہونے کے بعد تک اثبات ختم نبوت اور غیر محمدؐ کی نبوت کی نفی پر شہادت تو بس تم خود ان میں تیس مرتبہ ہر روز شہادت دیتے رہتے ہو۔ اور تمام [illegible]

ہیں اندر تشہد کے یہ شہادت جو ادا کی جاتی ہے۔ وہ بھی ملی جائے۔ تو ساتھ ستر مرتبہ ہو جاتی ہے۔ قطع نظر امور نوافل چاشت و غیرہ کے۔ پھر لڑکا جب پیدا ہوتا ہے تو اُس کے داہنے کان میں اذان دی جاتی ہے اور بائیں میں تکبیر کہی جاتی ہے۔ اس میں بھی یہ کلمہ شہادت چار دفعہ اس کے کان میں پہنچایا جاتا ہے۔ پھر بوقت موت بھی من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ الخ حدیث سے ثابت ہے۔ اور پھر بعد دفن ہونے کے منکر ونکیر کے سوال میں مومن کی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے۔ کہ اللہ ربی ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور منافق لا ادری وغیرہ کہکر اس شہادت پر ثابت نہیں رہ سکتا۔ پس اب اوّل ولادت سے لیکر دفن کے بعد تک کونسا وقت رہا۔ تمہاری ان عمروں میں۔ کہ جس میں کسی غیر کی رسالت اور نبوت کا اقرار ہوتا ہو۔ ان سب باتوں میں غیر کی رسالت کی نفی خودبخود ہو جاتی ہے تو پس اس قدر شہادتوں کے ہوتے ہوئے یہ فتنہ جو شرک فی النبوت کا پیدا ہوا ہے۔ وہ انشاءاللہ قائم نہیں رہیگا۔

خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں یہ جو مذہب باطل کسی کا ہو۔ کہ سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے اور کوئی رسول بھی بعد میں ہے۔ تو وہ سمجھ لے۔ کہ یہ پانچوں وقت کی شہادت شروع اسلام سے۔ برابر اسکے خلاف ہو رہی ہے۔ جس میں غیر کی رسالت ونبوت کی صریحًا نفی پائی جاتی ہے۔

محدث ہوسکتے ہیں لیکن وہ نبی نہیں ہاں محدث البتہ ہوسکتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محدث ہی تھے۔ انکو بوجہ برزخ مابین نبی کریم صلعم اور ہمارے ہونے اور نبوت کے رنگ میں رنگین ہونے کے نبی سمجھ لینا متشابہات کی پیروی کرنا ہے۔ جو الذین فی قلوبھم زیغ کا کام ہے۔ متشابہات میں ہمیشہ بڑی سمجھ چاہئے۔ اسی لئے حضرت صاحب کو اہتمام کرنا پڑا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ آپکو کوئی بعد میں نبی ہی بنالے۔ اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس میں بڑا اہتمام کیا۔ چونکہ نظر کشفی میں حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کو ایسا تشابہ تھا۔ کہ اس میں فرق کرنا مشکل تھا۔ اور لفظ نبی کا بھی الہام میں آگیا تھا۔ اس لئے اس تشابہ کی وجہ سے شبہ کو دُور کرنے کے لئے آپ نے اہتمام کے ساتھ اپنے نبی ہونے کا رد کیا۔

امتی نبی بعد خاتم النبیین پھر امتی نبی کے لفظ پر بہت زور دیا جاتا ہے اور خاتم النبیین کی تاویلیں ہو رہی ہیں۔ حالانکہ امتی نبی کہتے ہی ہیں۔ محدث کو۔ اور خاتم النبیین کے متعلق کھلے طور پر حضرت صاحب کی کتابوں میں لکھا جاچکا ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ نیا ہو یا پُرانا۔ اور خود رسول مقبول صلعم نے جو معنے خاتم النبیین کے بیان فرمائے ہیں ختم بی النبیون وختم بی البنیان وانا عاقب الذی لا نبی بعدی وانا المقفی وغیرہ وغیرہ ان معنوں کے سوا جو لوگ تاویلیں کرتے ہیں وہ تاویلیں بمقابل رسول کریم صلعم کے کیونکر قبول کی جاسکتی ہیں کہ تصنیف را مصنف نکوکند بیاں۔

نوٹ:۔ شہادت کے جو اصل معنے اس مضمون میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ ہر جگہ پر بموجب فرمانے حضرت کے کہ کلام اللہ میں ہر کلمہ مخالف کے مذہب پر زد ہے۔ یاد رکھنے چاہئیں۔

جام مئے پی کے نہ عزت کو گنوائے کوئی

دُختر رز کو کبھی مُنہ نہ لگائے کوئی ✦ اُسکی اُلفت کو نہ سینہ میں بسائے کوئی
دشمن جاں ہے عدو رز کی اسے کہتے ہیں ✦ ایسے دشمن کے نہ کوچہ میں کبھی جائے کوئی
سرخ کھائل کئے لاکھوں تو مٹائے لاکھوں ✦ اس ستمگر سے نہ اب دل کو لگائے کوئی
اپنی سُرخی سے بتاتی ہے کہ وہ ہے قاتل ✦ ایسا خونی نہ کبھی سر پہ چڑھائے کوئی
خبث کی ماں ہے خباثت میں یہ کرتی ہے اثر ✦ اسکے پھندے میں نہ جان اپنی پھنسائے کوئی
کیف لئے سمجھے ہو جسکو اُسے ذلت سمجھو ✦ جام مئے پی کے نہ عزت کو گنوائے کوئی
خُون کرنے پہ ہے تیار یہ سُرخی سے عیاں ✦ ایسے خونخوار سے جان اپنی بچائے کوئی
فاقہ مستی کی یہ باد پر بھیلی اِس سے ✦ اپنی دولت کبھی اس طرح نہ اُڑائے کوئی
اچھے خاصوں کو یہ لحظہ میں بناتے پاگل
جام مئے شوق میں ذکر جو چڑھائے کوئی

جلد ۵ | مقام بیت المسیح لاہور چہارشنبہ ۲ ذیقعد ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نصیحت بعد البیعت

۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کی شام کو اعلیحضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک پر چند احباب نے بیعت کی۔ جس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

عملی استقلال مطلوب ہے

تم لوگوں نے اس وقت جو بیعت کی ہے اس کا زبان سے کہدینا اور اقرار کر لینا تو بہت ہی آسان ہے۔ مگر اس اقرار بیعت کا نباہنا اور اس پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ نفس اور شیطان انسان کو دین سے لاپرواہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ دنیا اور اس کے فوائد کو آسان اور قریب دکھاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے معاملہ کو دور۔ جس سے انسان سخت دل ہو جاتا ہے۔ اور پچھلا حال پہلے سے بدتر بن جاتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ہی ضروری امر ہے کہ اگر خدا تعالے کو راضی کرنا ہے۔ تو جہانتک کوشش ہو سکے ساری ہمت اور توجہ سے اس اقرار کو نباہنا چاہئے۔ اور گناہوں سے بچنے کے لئے کوشش کرتے رہو +

گناہ کیا ہے

گناہ کیا چیز ہے۔ اللہ تعالے کے خلاف مرضی کرنا۔ اور ان ہدایتوں کو جو اسنے اپنے پیغمبروں خصوصًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بھیجی ہیں توڑنا اور دلیری سے ان ہدایتوں کی مخالفت کرنا یہ گناہ ہے۔ جبکہ ایک بندہ کو خدا تعالے کی ہدایتوں کا علم دیا جاوے۔ اور اس کو سمجھا جاوے۔ پھر اگر وہ ان ہدایتوں کو توڑتا اور شوخی اور شرارت سے گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالے بہت ناراض ہوتا ہے۔ اور اس ناراضگی کا یہی نتیجہ نہیں ہوتا کہ وہ مرنے کے بعد دوزخ میں پڑیگا۔ بلکہ اسی دنیا میں بھی اس کو طرح طرح کے عذاب آتے اور ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ دنیاوی حکام کا بھی یہی حال ہے۔ کہ وہ ایک قانون مشتہر کردیتے ہیں اور پھر اگر کوئی انکے احکام کو توڑتا اور خلاف ورزی کرتا ہے تو پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے۔ لیکن دنیوی حکام کے عذاب سے اور ان کے قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی سزا سے آدمی کسی دوسری عملداری میں بھاگ کر بچ سکتا ہے۔ اور اس طرح پیچھا چھڑا سکتا ہے مثلًا اگر انگریزی عملداری میں کوئی خلاف ورزی کی ہے تو وہ فرانس یا کابل کی عملداری میں بھاگ جانے سے بچ جاتا ہے۔ لیکن خدا تعالے کے احکام و ہدایات کی خلاف ورزی کرکے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ زمین و آسمان جو نظر آتا ہے یہ تو اسی کا ہے۔ اور کوئی اور زمین و آسمان کہیں اور کا کہیں نہیں ہے۔ جہاں تم کو پناہ مل جاوے۔ اس لئے بہت ضروری امر ہے۔ کہ انسان ہمیشہ خدا تعالے سے ڈرتا رہے۔ اور اس کی ہدایتوں کے توڑنے یا گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو۔ کیونکہ گناہ بہت ہی بُری شے ہے۔ اور جب انسان اللہ تعالے سے نہیں ڈرتا اور گناہ پر دلیری کرتا ہے۔ تو پھر عادت اللہ اسطرح جاری ہے کہ اس جرأت و دلیری پر خدا تعالے کا غضب آتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

دکھ کی دو قسمیں ہیں

دنیا میں دو قسم کے دکھ ہوتے ہیں۔ بعض دکھ [illegible]

اور صبر کی توفیق ملتی ہے۔ فرشتے سکینت کے ساتھ اترتے ہیں اس قسم کے دکھ نبیوں اور راست بازوں کو بھی ملتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالے کی طرف سے بطور ابتلا آتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے ولنبلونکم بشیٴ من الخوف الآیہ میں فرمایا ہے۔ ان دکھوں کا انجام راحت ہوتا ہے اور درمیان میں بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا کی طرف سے صبر اور سکینت ان کو دی جاتی ہے۔ مگر دوسری قسم دکھ کی وہ ہے جس میں یہی نہیں کہ [illegible] ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں صبر و ثبات کھو دیا جاتا ہے۔ اس میں نہ انسان مرتا ہے نہ جیتا ہے۔ بلکہ سخت مصیبت اور بلا میں ہوتا ہے۔ یہ شامت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔ اور اس قسم کے دکھوں سے بچنے کا یہی طریق اور علاج ہے کہ وہ اللہ تعالے سے ڈرتا رہے کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور اس زندگی میں شیطان اس کی تاک میں لگا رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس کو خدا سے دور پھینک دے۔ اور نفس اس کو دھوکا دیتا رہتا ہے کہ ابھی بہت عرصہ تک زندہ رہنا ہے۔ لیکن یہ بڑی بھاری غلطی ہے اگر انسان اس دھوکے میں آکر خدا تعالے سے دور جا پڑے اور غفلتوں سے وسکا شکار ہو جاوے۔ موت ہر وقت قریب ہے۔ اور یہی زندگی دار عمل ہے۔ مرنے کے ساتھ ہی عمل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور جس وقت یہ زندگی کے دم پورے ہو گئے پھر کوئی قدرت اور توفیق کسی عمل کی نہیں ملتی۔ خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔ مگر خدا تعالے کو راضی کرنے کے واسطے کوئی عمل نہیں کر سکوگے اور ان گناہوں کی تلافی کا وقت جاتا رہیگا۔ اور اس بدعملی کا نتیجہ آخر بھگتنا پڑیگا +

کون خوش قسمت ہے

خوش قسمت وہ شخص نہیں ہے جس کو دنیا کی دولت ملے۔ اور وہ اس دولت کے ذریعہ ہزاروں آفتوں اور مصیبتوں کا مورد بن جاوے۔ بلکہ خوش قسمت وہ ہے جس کو ایمان کی دولت ملے۔ اور وہ خدا کی ناراضگی اور غضب سے ڈرتا رہے۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاتا رہے۔ کیونکہ خدا تعالے کی رضا کو وہ اس طرح پر حاصل کرے گا مگر یاد رکھو کہ یہ بات یونہی حاصل نہیں ہو سکتی اس کے لئے ضروری ہے کہ تم نمازوں میں دعائیں کرو۔ کہ خدا تعالے تم سے راضی ہو جاوے۔ اور وہ تمہیں توفیق اور قوت عطا فرماوے۔ کہ تم گناہ آلود زندگی سے نجات پاؤ۔ کیونکہ گناہوں سے بچنا اس وقت تک ممکن نہیں۔ جبتک۔ اس کی توفیق شامل حال نہ ہو۔ اور اس کا فضل عطا نہ ہو۔ اور یہ توفیق و فضل دعا سے ملتا ہے۔ اس واسطے نمازوں میں دعا کرتے رہو کہ اے اللہ ہم کو ان تمام کاموں سے جو گناہ کہلاتے ہیں۔ اور جو تیری مرضی اور ہدایت کے خلاف ہیں بچا اور ہر قسم کے دکھ اور مصیبت اور بلا سے جو ان گناہوں کا نتیجہ ہے بچا۔ اور سچے ایمان پر قایم رکھ۔ آمین۔ کیونکہ انسان جس چیز کی تلاش کرتا ہے وہ اس کو ملتی ہے اور جس سے لاپرواہی کرتا ہے اس سے محروم رہتا ہے۔ جو بندہ یابندہ مثل مشہور ہے۔ مگر جو گناہ کی فکر نہیں کرتے ہیں اور خدا تعالے سے نہیں ڈرتے ہیں وہ پاک نہیں ہو سکتے۔ گناہوں سے وہی پاک ہوتے ہیں جن کو یہ فکر لگی رہتی ہے +

اخبار احمدیہ

حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے لیکچر سرینگر کشمیر میں

اخویم خواجہ عبدالغنی صاحب کشمیر سے تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے متواتر تین لیکچر سرینگر کشمیر میں ہوئے۔ پہلے دن کے پریذیڈنٹ جناب خان بہادر چودھری خوشی محمد صاحب بی۔ اے گورنر تھے۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ مولوی صدرالدین صاحب سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کو ان لوگوں کی قدر و منزلت کرنی چاہئے۔ انگلستان میں تبلیغ اسلام میں جو کامیابی ہوئی ہے یہ انہی لوگوں یعنی جناب خواجہ کمال الدین صاحب جو جناب خواجہ جمال الدین صاحب کے بھائی ہیں اور جناب مولوی صدرالدین صاحب کی جانکاہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس وقت تک کافی تعداد انگریزی نژاد احباب کی جو ٹھیک ٹھیک جناب مولوی صاحب موصوف خود بتائینگے۔ زمرہ اسلام میں شامل ہو چکے ہیں۔ (حضرت مولینا نے اسی وقت بتا دیا کہ پونے ۲سو کے قریب تعداد ہے) ایسے لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ اور ان کے کلام سے مستفیض ہونا چاہئے۔ اور کسی قسم کا بغض و عناد و تنگ دلی احمدیت کا لفظ سن کر پیدا نہ ہونی چاہئے تاجتک پہنے ان کے پرچوں یعنی اسلامک ریویو واشاعت اسلام میں جو کچھ پڑھا وہ عین اسلام ہے +

اس کے بعد حضرت مولینا کو لیکچر کے لئے کہا گیا۔ جنہوں نے سورہ یاسین کی چند ایک شروع کی آیات تلاوت فرمائیں۔ اور ایک فصیح و بلیغ تقریر میں حاضرین کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا۔ حضرت مولینا نے آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کرکے یہ ثابت کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کامل انسان ہیں۔ کیونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں آپ نے اپنے کمال اخلاق کا نمونہ نہ دکھایا ہو۔ دوسرے روز کے جلسے کے پریذیڈنٹ جناب خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر آف سکولز تھے۔ اس لیکچر میں بھی حضرت مولینا نے سورہ یاسین کی پہلی آیات کی ہی تفسیر سابقہ روز کے سلسلہ میں ہی بیان فرمائی۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کے سوانح زندگی کو پیش نظر رکھکر اور دلائل کاملہ سے یہ ثابت کر دیا۔ کہ آنحضرت صلعم ہی کامل انسان ہو سکتے ہیں۔ اور اس لئے لائق پیروی بھی آپ ہی کی ذات پاک ہے۔ آنحضرت صلعم کی وسیع القلبی۔ تمدنی و معاشرتی پہلو سے آپکی اعلےٰ شان۔ آپکے اخلاق حسنہ۔ دشمنوں سے کمال عفو کا سلوک۔ عسر و یسر کی حالت۔ بادشاہت و مسکینی سپاہ سالاری اور غلامی۔ اپنی بی بیوں سے حسن سلوک اور محبت کا برتاؤ۔ الغرض آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ احادیث و قرآن کریم کے حوالوں سے پیش کیا۔ جس سے سب سامعین مسلم و غیر مسلم پر گہرا اثر پڑا۔ تیسرے دن کے لیکچر میں آپ نے دنیا کی تمام چیزوں حتی کہ اجرام فلکی وغیرہ کو بھی انسان کے خادم بتاتے ہوئے گائے کی پرستش کے خلاف خوب زور دیا۔ اور بتایا کہ یہ چیزیں ہرگز قابل پرستش نہیں۔ بلکہ یہ ہماری خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ پھر آپ نے شفقت علے خلق اللہ پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ خدا کی مخلوق پر شفقت کرنا اسلام کی سب سے بڑی اور اہم تعلیم ہے۔ آپ نے بتایا کہ ہمارا خدا رب العالمین ہے۔ نہ رب العرب یا رب الہند وغیرہ اس لئے وہ اپنی تمام مخلوق کا یکساں طور پر [illegible] (باقی دیکھو صفحہ ۲ کالم ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۴

دسہرہ اور محرم اور ہندو اور مسلمان

جوں جوں دسہرہ اور محرم سر پہ آتے جاتے ہیں۔ ملک میں چاروں طرف ایک انتشار اور پریشانی سی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ ایک گھبراہٹ سی ہے جو خود بخود دلوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ اور بعض خوفناک خیالات کا تصور کر کر ایک دہشت سی پیدا کر رہی ہے۔ چاروں طرف ملکی لیڈر اس بات کی کوشش میں ہیں۔ کہ ان پریشان خیالات کے وقوع سے پیشتر ہی ان کا سدباب کر دیں۔ قبل اس کے کہ وہ ہولناک واقعات ظہور پذیر ہوں جن کا تصور رہ رہ کر ہر ایک ہندوستانی کے بدن میں ایک کپکپی سی پیدا کر رہا ہے۔ یا اگر یہ نہیں تو جن سے کم از کم ہمارے سیاست دان لیڈروں کی مایہ ناز ہوم رول لیگ کے مقاصد میں کوئی رخنہ اندازی پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔ لوگوں کے دماغ اس طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ کہ پہلے ہی سے ان کے وقوع کو ہی روک دیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک نہایت ہی مبارک نہایت ہی پاکیزہ اور اعلیٰ خیال ہے جسے اگر ہندوستان کی آیندہ بہبودی کی فال نیک کہا جائے تو بیجا نہیں۔ صرف خیال اور اس کی بنا پہ جد و جہد ہی نہیں۔ بلکہ کس قدر خوشی کی بات ہے کہ بعض حصص ملک میں اس مبارک خیال کی کامیابی کے آثار بھی نمایاں ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ایک پانی پت کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے کہ وہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک متفقہ جلسہ میں یہ بات طے ہو گئی ہے کہ پہلے ایک قوم کا جلوس گذر جائے تو پھر دوسری قوم کا جلوس نکالا جائے۔ بلکہ ہمارے برادران وطن کا یہ ایثار قابل مبارکباد ہے۔ کہ انہوں نے باوجود مسلمانوں کے تقاضوں کے کہ پہلے آپ کا جلوس نکلے مسلمانوں ہی کو پہلے جلوس نکالنے کی اجازت دی۔ کاش اس ایثار کا ایک شمہ بھی جبل پور کے ہندوؤں کے دلوں میں بھی ہوتا۔ تو وہ دردانگیز واقعات جو آج وہاں اسلامی معابد کے منتقل ہونے کے متعلق سننے میں آ رہے ہیں کسی طرح بھی پیش نہ آتے۔ اور معاملہ صلح و صفائی سے طے ہو جاتا کس قدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ ایک جگہ تو ملک کے اندر ہندو مسلمانوں کا یہاں تک اتحاد ہے۔ کہ گویا دونو بھائی بھائی ہیں۔ اور آپس میں کسی قسم کا غل و غش دل میں نہیں رکھتے۔ لیکن اسی ہندوستان کا ایک دوسرا بدنصیب حصہ انشقاق و افتراق بلکہ باہمی ہنگامہ و فساد کا آماجگاہ ٹھیرا ہوا ہے۔ ان حالات میں کیا ضروری نہیں کہ آیندہ خطرات کا سدباب کرنے سے پیشتر ان حصص ملک کے لوگوں کو سمجھایا جائے اور انہیں صلح کی طرف متوجہ کیا جائے۔ ہمارے خیال میں یہی ایک بات ان آیندہ خطرات کو بھی روکنے والی ہوگی۔ اور ملک کو ایک پر امن زندگی بسر کرنے کے قابل بنا سکیگی۔

یہ تو کام ہے ہمارے ملکی لیڈروں یا یوں کہنا چاہئے کہ ان لوگوں کا جو بظاہر محض سطحی اتفاق و اتحاد کے لئے کوشاں ہیں۔ اور انہیں نہیں معلوم کہ اس صلح و اتحاد کے مشن کو حقیقی اور مضبوط بنیاد پر کیونکر کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ بظاہر سب کی ایک متفقہ آواز ہو اور ایک ہی رنگ میں سارے کے سارے رنگین نظر آئیں۔ اور اس جسمانی اتحاد سے علاوہ روح کے ساتھ انہیں ذرا بھی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی وہ جانتے ہیں۔ کہ کس طرح سے دلوں کے اندر سے عداوت کو نکالا اور اسے دور کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ کیونکر اس بات پر متوجہ ہوں جبکہ ان کے مقاصد انہیں اتنی دور جانے کی اجازت ہی نہیں دیتے۔ یہ کام تھا ہمارے مولوی کہلانے والے جبہ پوشوں کا لیکن اس کی طرف انہیں توجہ نہیں۔ یوں تو وہ قرآن میں پڑھتے بھی ہیں۔ اور نمازوں میں بھی سنا دیتے ہیں۔ کہ لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔ زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔ مگر آہ یہ کون کہے کہ ان باتوں کا نہ قرآن میں حکم۔ نہ حدیث میں جواز نہ تاریخ میں ثبوت۔ ان کے ارتکاب سے جو تم آئے دن فساد ڈلاتے ہو۔ اور نہ صرف اپنے ہی قومی و مذہبی نقصانات کے موجب ہو کر دنیا اور آخرت ہر دو میں خسران مبین کے مورد ٹھیرتے ہو۔ بلکہ حکام اور دیگر ذمہ دار

یہ تمہارے لئے کس قدر شرمناک۔ کیسا تباہ کن اور باعث ننگ ہے۔ تمہاری یہ مہندیاں اور تعزیئے۔ یا حسین یا حسین کے ماتم انگیز نعروں سے ایک آسمان سر پر اٹھانا۔ اور پھر ایک ہمسایہ قوم سے اتنی بھی رواداری روا نہ رکھنا کہ تمہارے تعزیوں کے سامنے سے ان کے بھی جلوس گذر جائیں۔ بلکہ ہر آن اس پر آمادہ فساد رہنا کس قدر خلاف تہذیب اور قابل شرم بات ہے۔

ایسا ہی برادران وطن جس مقدس انسان کی یادگار میں دسہرہ کا تیوہار مناتے اور جلوس وغیرہ نکالتے ہیں کیا ان میں کوئی اس طرف متوجہ کرنے والا ہے کوئی یہ پوچھنے والا نہیں کہ یہ کس مذہبی حکم کی تعمیل آپ لوگ کرتے ہیں۔ راجہ رامچندر جی مہاراج نے اگر باپ کے حکم سے ۱۴ برس جنگلوں میں بسر کئے۔ اور اپنی حکومت اپنے سوتیلے بھائی کے سپرد کی۔ اگر کسی خبیث انسان نے آپ کی بیوی کو لے جانے پر آپ کی غیرت و حمیت نے یہ تقاضا کیا۔ کہ آپ اس پر چڑھائی کر کے باوجود اس کی عظمت و شوکت کے ایسی سخت سزا دیں کہ جو ہمیشہ کے لئے یادگار رہے۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ کیا انہوں نے یا کسی اور مذہبی پیشوا یا خود وید مقدس نے کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ تم بھی اب ان واقعات کی نقل اتارا کرو۔ افسوس کہ رسم پرستی نے ہندوستان کو اس قدر تباہ کیا ہے کہ جس سے اصل سبق جو کسی قابل یادگار واقعہ سے لیا جا سکتا تھا۔ بالکل نظر انداز ہو کر ہر سال کروڑہا روپیہ اور فتنہ فساد کی وجہ سے سینکڑوں جانیں بھی تلف ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کو احساس تک نہیں۔ کہ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں۔ بزرگوں اور رشیوں وغیرہ کے حالات سے بجائے اس کے کہ ہم کوئی نیک سبق لیں۔ بجائے اسکے کہ امام حسین کے واقعہ شہادت سے اس عالیشان بردباری استقلال و استقامت کا سبق حاصل کریں جو آپ نے ایک حق امر پر کھڑے ہو کر دکھائی۔ ایسا ہی ہندو برادران وطن بھی جناب رامچندر جی مہاراج کے سوانح زندگی سے بجائے اس کے کہ اپنی عالیشان اسباق سے بہرہ اندوز ہو کر اور لوگوں کو بہرہ اندوز کر کے آپ کی پیروی کا حق ادا کریں۔ صرف نقل اتارنے سوانگ بھرنے اور ریلنگ مبالغہ پر اتر آتے ہیں۔ کہ اس خدائے واحد کے نام کو چھوڑ کر۔ حسین اور رامچندر کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس پرستش کے معاملہ میں ہندو تو خیر ابھی کسی حد تک معذور ہیں۔ لیکن ان مسلمان مردوں اور عورتوں کو کیا کہیں۔ جو محرم کے ایام میں اپنی مرادوں کا ملجا و ماوےٰ صرف جناب حسین ہی کو سمجھ کر طرح طرح سے شرک کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اور مولوی صاحبان ہیں۔ ان کی انہی دنوں میں مرادیں بر آتی ہیں۔ طرح طرح کے کھانے اور پلاؤ سے لطیف غذائیں اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر جناب حسین کی نذر چڑھتی ہیں۔ اور ملا جی ان پر فاتحہ کہکر ہضم کر جاتے ہیں۔ کوئی دن تھا۔ جب ہندوستان میں شیعہ سنی کا فساد ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ وہ اس سے کبھی بڑھ کر موجب دکھ اور باعث اذیت تھا جیسا کہ ہندو مسلمانوں کا فساد ہے لیکن اگر اس فساد کی وجہ سے سنی مسلمان شیعیت کے اثر سے الگ رہ سکتے اور رہتے تھے۔ تو یہ کہنا کچھ بیجا امر نہیں۔ کہ سنی مسلمانوں کے لئے ایک حد تک وہ بھی باعث رحمت تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ آج سنی کہلانیوالے مسلمان کس قدر شیعیت کے اثر کے نیچے اور مشرکانہ خیالات کے پابند ہیں۔ تعزیئے نکالیں تو سنی۔ مہندیاں نکالیں تو سنی۔ تعزیوں وغیرہ سے مرادیں مانگیں تو سنی۔ ایسی حالت میں کیا تمہارے لئے یہ رونے کا مقام نہیں۔ کہ ایک طرف تو ان خیالات کے حامی نہیں۔ اور پھر دوسری طرف انہی پر عامل بھی ہوتے ہو۔ حسین پر رونے والو۔ آؤ اور اسلام پر روؤ۔ کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی بیکس اور یتیم نہیں۔ وہ امام حسین کا واقعہ گذرے ہوئے کئی سو صدیاں ہو گئیں پھر محققین اور خود شیعہ محققین اور مورخین کو کلام بھی ہے۔ کہ حالات وہ نہیں تھے۔ جو بیان کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اگر تاریخ کے بیان کردہ واقعات اور خود ان شیعہ محققین کے اقوال پر اعتبار کیا جاوے تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ جیسا کہ آج کے پرچہ میں کسی دوسری جگہ ہمارے محترم کرمفرما جناب مرزا نذر علی صاحب نے اس بات کے ثبوت بہم پہنچائے ہیں۔ تو پھر ایسے خیالات کے ہوتے ہوئے خواہ مخواہ اس پر وقت اور روپیہ ضایع کرنا اور معنت میں عذاب آخرت کا مورد ٹھیرنا کہاں کی دانشمندی اور قابل عزت بات ہے۔

ایسا ہی کیا ہم ہندو برادران وطن سے بھی یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ کیوں آپ لوگ اسی روپیہ کو جو دسہرہ پر خرچ کرتے ہیں کسی مفید قومی کام پر نہیں لگا دیتے۔ آج ہماری محترم گورنمنٹ ایک عظیم الشان جنگ میں مبتلا ہے۔ جس میں امداد دینا ہر ایک ہی خواہ ملک کا فرض ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ سخت ناعاقبت اندیشی اور اسراف

صرف کیا جاتا یا یوں کہئے کہ کاغذ کے چند ٹکڑے بناکر ... ملا دیا جاتا اور اس کو ہنسی کوئی ملاحظہ کیجئے۔ ضرورت ہے کہ بہی خواہان ملک اس طرف متوجہ ہوں اور اس ملکی معاملہ کو بھی مدنظر رکھکر مولوی کہلانے والوں کے فرائض کو بھی سرانجام دینے کی کوشش کریں۔ کہ یہ امر صلح و اتحاد کے لئے بہت حد تک ممد و معاون کا کام دیگا۔ اور تمام وہ خطرات جو آئے دن کے فتنہ فساد کے متعلق لگے رہتے ہیں۔ خودبخود رفع ہو جائیں گے۔

"امرتسر میں مقدمہ بازی"

کے عنوان سے معاصر اہلحدیث رقمطراز ہے:-

"امرتسر کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر مسٹر سی۔ ایم کنگ ہر چند کثرت مقدمات کو روکنے میں کوشش کرتے ہیں تاہم افسوس ہے کہ مقدمہ بازی بڑھتی جاتی ہے۔ مزید افسوس یہ ہے۔ کہ مذہبی طبقے میں بھی اس کا اثر ہوتا جاتا ہے حال میں ایک مسجد (مشہور کوتوال والی) میں نمازیوں کا باہمی بول چال پر ایک فریق نے دوسرے کے برخلاف حفظ امن کی درخواست دی۔ پولیس نے تفتیش کر کے فریق مستغیث (مدعی) کی طرف کے دس اور فریق ثانی کے سات اشخاص کا چالان بغرض ضمانت حفظ امن کے کر دیا۔ ان دس میں حکیم ابو تراب عبد الحق بھی مع فرزند ہیں۔ ۲۳ اگست کو عدالت میں پیشی ہے۔ ناظرین دعا کریں خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔"

بات تو بیشک بڑی ہی افسوسناک ہے۔ لیکن جن مذہبی طبقے کا مولوی ثناء اللہ صاحب نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اور جن مسلمانوں کی سمجھ آنے کے لئے دعا کی تحریک کی ہے۔ کیا خود مولینا ان میں شامل نہیں۔ ابھی بہت دن نہیں گذرے۔ جب انہی حکیم ابو تراب عبد الحق صاحب کے ساتھ خود مولوی صاحب کا بھی ایک مقدمہ چل رہا تھا جس میں فریقین کا مچلکہ اور سو سو روپیہ جرمانہ بھی ہوا تھا۔ پھر سید عنایت علی شاہ صاحب کے ساتھ جو حرامزادہ کی رسی دراز ہے پر مقدمہ بازی ہوئی وہ قابل فراموش نہیں سید صاحب نے مولوی ثناء اللہ کا جواب الجواب ایک مبسوط کتاب کی شکل میں تیار کر کے عدالت میں دیا ہے جو رہتی دنیا تک آپ کی اس مقدمہ بازی اور دیگر فتنہ انگیزیوں کی یادگار رہیگا۔ ایسی حالت میں مولوی فاضل کا دوسروں کی مقدمہ بازی پر شور کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھول جانا کس قدر خود فراموشی کا ثبوت دینا ہے کیا عجیب بات ہے کہ حکیم ابو تراب عبد الحق اگر کسی وجہ سے ماخوذ ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب کو مذہبی طبقہ پر افسوس بھی آئے اور مسلمانوں کیلئے دعا کی بھی درخواست ہو لیکن خود مولوی صاحب اگر اس قسم کے واقعات کے مرتکب ہوں تو وہ کوئی قابل افسوس امر نہیں بلکہ وہ تو اسلام اور کفر کی جنگ ہے جس کا ہونا ضروری تھا۔

نکاح بیوگان اور آریہ گزٹ

معاصر آریہ گزٹ نے اپنے کالموں میں ہندو بیوگان کی بدحالت زار کا فوٹو نہایت دردانگیز الفاظ میں کھینچا ہے۔ اور مسلسل اور پرزور مضامین کے ذریعہ ہندوؤں کو بیوگان کے ازدواج ثانی کی تحریک کی ہے۔ ورنہ اس کے خیال میں تمام ایسی عورتیں مسلمان اور عیسائی ہوتی جاتی ہیں۔ اور بعض جگہ ایسے ایسے دلال موجود ہیں۔ جو انہیں گھروں سے نکال کر دوسری جگہ بیچ ڈالتے اور بیچ ڈالتے ہیں۔ جس سے ان مصیبت زدہ نوجوان لڑکیوں کو اور بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اپنے سناتن دھرمی بھائیوں سے پوچھتا ہے کہ ہندو مستورات کی اس تباہی کو دیکھ کر بھی کیوں ان کا دل نہیں پسیجتا۔ اور نکاح بیوگان کو جائز نہیں کر دیتے۔ وہ ہندو قوم کی غیرت و حمیت کو اپیل کرتا ہے۔ اور ان سے اس بڑھتی ہوئی تباہی خیز مرض کے سدباب کے لئے درخواست کرتا ہے۔ آریہ گزٹ کی یہ اپیل ہندو ہندو مسلمانوں کے بھی سننے کے لائق ہے۔ آہ وہ قوم جس کے مذہب نے ہی سرے سے بیوگان کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ بقول معاصر اہلحدیث خود سوامی دیانند جی مہاراج بھی اسکے متعلق یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ

"برہمن کھتری اور ویش میں مدخولہ بیوہ کا نکاح نہ ہونا چاہئے (ستیارتھ اردو طبع اول ص۱۲۵)"

اس کے پیرو تو آج اپنی مرض کو سمجھ کر اس کے علاج کے درپے ہو گئے ہیں۔ لیکن مسلمان وہ مسلمان جن کو حکم تھا۔ وانکحوا الایامیٰ منکم ان کے گھروں میں جا کر دیکھو۔ تو وہاں بھی شاید ہی کوئی گھر کسی بیوہ عورت سے خالی دکھائی دے۔ بڑی بوڑھی عورتوں کا ذکر نہیں اس قسم کی نوجوان عورتیں جیسی کہ ہندوؤں میں پائی جاتی ہیں مسلمانوں میں بھی بکثرت ہیں۔ وہ بیچاری اپنے رنڈاپے کو نیکہ بیٹھی ہیں۔ اور اپنی قسمت پا یوں کہو کہ والدین کی ناجایز طور پر بڑھی ہوئی ناک کو رو رہی ہیں جو ...

تصدیق مسیح

زار کا حال زار

اور

اہلحدیث کا فرار

قبل ازیں ہم زلزلہ کی پیشگوئی کے متعلق ان تمام اعتراضات کے جواب بالتفصیل لکھ چکے ہیں جو مخالفین بالخصوص اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر کی طرف سے بڑے کروفر کے ساتھ شایع ہوئے ہیں۔ افسوس کہ مولوی ثناء اللہ نے ہمارے تو ان جوابات کو ہاتھ تک نہیں لگایا صرف ایک پہلے نمبر کے متعلق چند تمہیدی باتیں لکھی تھیں اور بس۔ البتہ ایک دوسرے مضمون مندرجہ الفضل پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے۔ اور اپنے سابق اعتراضات کو دہراتے ہوئے ان کا جواب نہ ملنے کی شکایت کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بعض ان باتوں پر بھی کسی قدر لکھا ہے جنکا نامہ نگار الفضل اور ہمارے مضمون میں توارد ہو گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ زلزلہ کا لفظ جنگ پر بھی بولا جاتا ہے۔

زلزلوا زلزالا شدیدا کے معنے

اسپر مولوی فاضل نے یہ اعتراض کیا کہ اسکے ثبوت میں جو قرآن کی آیت زلزلوا زلزالا شدیدا کو پیش کیا ہے۔ تو یہاں زلزلوا کے معنے جنگ نہیں۔ بلکہ بے چینی اور اضطراب ہے۔ جو تکلیف میں ہوا کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ دیا ہے کہ

"اس موقع پر مسلمانوں کافروں کے مابین جنگی کارروائی بالکل معمولی ہوئی۔ چند روز کفار ٹھیر کر بالکل بھاگ گئے تھے۔ قرآن مجید کو غور سے پڑھو جہاں اس واقعہ کا ذکر ہے رد اللہ الذین کفروا لم ینالوا خیراً وکفی اللہ المؤمنین القتال (یعنے خدا نے کافروں کو ناکام واپس کیا اور مسلمانوں کو جنگ کی تکلیف سے بچا لیا۔) قرآن مجید تو جنگ کی نفی کرتا ہے۔ مگر مرزائی جماعت اس لفظ زلزلوا کے معنے ہی جنگ کے کرتے ہیں۔ یا للعجب!!"

مولوی فاضل نے ان الفاظ میں واقعی اپنی فضیلت علمی کا ثبوت دیا ہے اول تو آیت ہی غلط نقل کی ہے۔ اصل آیت یوں ہے ورد اللہ الذین کفروا بغیظہم لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المؤمنین القتال۔ اور پھر اس کے معنے کرنے میں جس حیرت انگیز فضیلت علمی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے مکفی اللہ المؤمنین القتال کے یہ معنے کہ "خدا نے ... مسلمانوں کو جنگ کی تکلیف سے بچا لیا"۔ یہ کس لغت اور کونسی تفسیر سے لیئے گئے ہیں امید کہ مولوی فاضل اسکا جواب دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔ اور دلایل سے ثابت کرینگے کہ کفی کے معنے یہاں بچا لینے کے ہیں۔ لیکن بہرحال مولوی صاحب نے اتنا تو مانا ہے کہ زلزلوا زلزالا شدیدا کی آیت جنگ ہی کی بے چینی اور اضطراب کے متعلق ہے۔ ہمارا بھی یہی مدعا تھا۔ یہ کہنا کہ ہم نے زلزلوا زلزالا شدیدا کے معنے جنگ میں مبتلا ہونے کے کیئے ہیں قطعاً غلط ہے۔ بلکہ ہم نے بے چینی اور اضطراب کے معنے ہی کیئے ہیں۔ جو جنگ کی تکلیف کی وجہ سے ہوئی۔ خواہ وہ مولوی فاضل کے خیال کے مطابق بالکل معمولی جنگ ہو۔ یا بعد میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اس سے بچا لیا ہو۔ اس سے بحث نہیں۔ بحث اس سے ہے کہ یہ لفظ زلزلہ جنگ کیوجہ سے جو تکلیف ہوئی اسپر بولا گیا ہے۔ چنانچہ سباق و سیاق کی آیات بتا رہی ہیں۔ کہ اس میں جنگ ہی کی وجہ سے لاحق ہونیوالی تکلیف کا اظہار ہوا ہے جیسا کہ فرمایا اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ۔ ھنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔

تو پس جب یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ یہاں زلزلہ کا لفظ جنگ ہی کیوجہ سے واقع ہونیوالی تکلیف پر بولا گیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود نے بھی اگر اس قسم کی تکلیف اور بے چینی و اضطراب کے اظہار کے لیئے یہ کہدیا ہو۔ کہ ع

یک بیک اک زلزلہ سے سخت گردش کھائینگے

تو اسمیں کونسا محذور لازم آتا ہے۔ موجودہ جنگ نے ظاہر ہے۔ کہ کچھ تھوڑی تکلیف و اضطراب پیدا نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کے اس الہام اور اس پیشگوئی میں تو لوگوں پر عذاب کے آنے کا وعدہ تھا۔ مطلق جنگ تو غرض نہیں۔ بلکہ جنگ کے نتایج اور تاثرات جو کچھ ہیں۔ وہی اصل عذاب ہیں۔ خواہ وہ میدان جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے انسان پر وارد ہوں یا یہاں ہندوستان میں بیٹھے ہوئے کسی اور رنگ میں وارد ہوں۔ بہرحال وہ ایک عذاب ہے۔ اور اس سے پیدا ہونیوالی گھبراہٹ و بے چینی کو پیشگوئی میں "زلزلہ" کہدیا گیا۔ حسب منطوق آیت قرآن کریم زلزلوا زلزالا شدیدا جسکے معنے خود مولوی ثناء اللہ نے بھی بے چینی اور اضطراب کے کیئے ہیں۔ رہا یہ کہ یہ عربی کا محاورہ ہے کہ زلزلوا کو گھبراہٹ اور بے چینی کے معنوں میں استعمال کیا گیا۔ اردو محاورہ اسکے خلاف ہے۔ اسکا جواب پھر بھی

سبق الادیان

التوحید والتثلیث

وان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

دنیا میں انسان کے لیئے عقل و بصیرت ہے۔ داناؤں کی دانایاں ہیں۔ ہادیوں کی ہدایتیں ہیں۔ خدا کے مقدس نوشتے ہیں۔ تاریخ عالم کے اوراق ہیں۔ آثار و علایم ہیں۔ دلایل و استشہاد ہیں۔ پر اس شخص پر افسوس کہ جس کے لیئے یہ تمام غفلت سے بیدار کرنے والی اور ٹھوکر سے بچانے والی تدبیریں بے کار ہیں۔ عقلا کی بصیرتیں اس کے سامنے شطحیات لاطائل سے بڑھ کر نہیں۔ خدا کے مقدس نوشتے اس کی کم ظرف نگاہ میں خرافات بے معنی ہیں۔ اور اس لیئے وہ اس کے گوشہ التفات کے مستحق نہیں وہ دوسروں کے قواعد و ضوابط اور جادہ عمل پر نہایت بلند آہنگی سے مگر نہایت غیر معقول حملے کرتا ہے۔ باایں ہمہ کسی ضابطہ کسی قاعدہ کسی اصول کی کسی ایک موقعہ پر بھی تصریح و تعیین نہیں کرتا۔ تثلیث فی التوحید یا ثلاث واحد کا محیر العقول مسئلہ اپنے یوم بعثت سے ہی ایک ایسا لاینحل مسئلہ چلا آیا ہے کہ اس کی گرہ کشائی کی امید منطقیین نے قیامت پر ہی اٹھا رکھی تھی۔ کہ لدھیانہ کے اخبار نور افشاں نے کسی "ہونہار مسیحی نوجوان کی قلم حقیقت رقم سے" (بقول جناب پادری کیول سنگھ صاحب) بل بوتے پر اپنے نور کی شعاعیں اس پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ قابل مسیحی کی منطقیانہ منقار بلاغت سے جو نوالے جالفزا البند ہوئے ہیں اس کا نمونہ میں کسی گذشتہ اشاعت میں گوش گذار کر چکا ہوں میں نے جو کچھ قابل مسیحی کے جواب میں لکھا تھا وہ صرف اس غرض سے تھا کہ کسی طرح وہ اپنے عقیدہ تثلیث فی التوحید کی تصریح کریں تا کہ پتہ چل سکے کہ وہ تثلیث کو حقیقی مانتے ہیں۔ اور وحدت کو اعتباری یا توحید کو حقیقی مانتے ہیں اور تثلیث کو اعتباری یا دونوں کو حقیقی۔ مگر آفرین ہے قابل مسیحی منطقی کے نطق بلاغت اثر پر کہ انہوں نے میری عرضداشت کو تو بے سرو پا قرار دیا مگر اپنی تثلیث مقدس کے سرو پا کا نشان تک نہ دیا۔ اور دہی انشا اللہ آیندہ دیں گے۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

پس اس سے پیشتر کہ میں قابل مسیحی نامہ نگار کے دلایل مبینہ (جن کی تعلی اور خودستائی کا کوئی ٹھکانا نہیں کہ وہ اپنے لایعنی اعتراضات کو تو دلایل مبینہ قرار دیتے ہیں۔ اور ہمارا جواب انہیں بے سروپا اور محض تعلی نظر آتا ہے۔ عبدالحق) کی طرف توجہ کروں میں اس شخص کو جو تثلیث فی التوحید کو میزان منطق کے کانٹے پر پورا اتارنا چاہتا ہے کھلے لفظوں میں چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ تثلیث مقدس پر سے اس پردہ زنگاری کو دور کر کے صاف لفظوں میں اس کا جواب دے کہ آیا وہ تثلیث کو اعتباری مانتا ہے یا حقیقی۔ اور وہ کتاب مقدس میں سے کوئی آیت اپنے اس عقیدہ پر بطور شاہد لائے جو آیات ہم نے گذشتہ اشاعت میں پیش کی ہیں ان کی مطابقت کر کے دکھائے۔ (یہ جواب محض دفع الوقتی ہے۔ کہ آپ ان پیش کردہ آیات کو کفارہ سے متعلق سمجھ رہے ہیں جو آپ کی خوش فہمی پر دال ہے)

مسیحی قلم کی گوہر ریزی

ان بوقلمون قاشوں میں سے جو قابل مسیحی کے دیدہ زیب تخیل نے ہمارے لیئے طیار کی ہیں۔ چند قاشیں اس قدر خوش مزہ اور لذیذ ہیں کہ جس سے ناظرین اخبار کے کام و زبان بھی بے حد بہرہ اندوز حلاوت ہونگے۔ میں نے اپنے مضمون میں کتاب مقدس سے استنباط کر کے یہ لکھا تھا کہ حد عقل و تمیز (نیک و بد کی شناخت) کے شجر ملعون سے بہرہ اندوز ہونے کے سبب جناب آدم کو بہشت سے ہبوط نصیب ہوا۔ اور اس گناہ عظیم نے قانون توارث کے ماتحت ایسی قدر مہیب شکل اختیار کی کہ خداوند عالم کو اپنا اکلوتا بیٹا اسکی نذر کرنا پڑا اسپر قابل مسیحی کا شجر علم و عقل کے اثمار سے یوں بے تکلفی برتنا کس قدر جرات ہے۔ جو ایک ذخیرہ آیندہ نسلوں کے لیئے بطور ورثہ چھوڑے گا۔ جس کے کفارے کے لیئے تثلیث مقدس بھی بمشکل کفایت کرے گی۔ یہ شرح ہے اس متن کی جس کو آپ نے اپنی خوش فہمی سے منطق کی تاریخ سمجھ کر اعتراض کیا ہے کہ میں نے منطق کو آدم سے منسوب کر کے ارسطا طالیس کو معلم اول کی کرسی سے گرا دیا ہے۔ افوہ کس قدر بے خبری کے عالم میں ہیں ہمارے مسیحی دوست کہ کسی نے ان کو اتنا بھی نہ بتایا کہ علوم اور استنباطات کی صحت کے معیار استدلال اور اثبات مدعا کے طریقے زمانے اور ہر قوم میں ہمیشہ سے موجود ہے۔ اور اس کا وجود انسان کی آفرینش سے وابستہ۔ اور یہ فن منطق دنیا کی بنا و آبادی کی سرشت میں ازل سے فطرت نے ودیعت کیا ہوا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان جزئیات اور نظریات کے لیئے کوئی مربوط اور مستقل نظام کسی خاص زمانے میں مرتب ہوا ہو۔

کیا تثلیث قرین عقل ہے؟

قابل مسیحی نے توحید کی نسبت تثلیث کے زیادہ قرین عقل اور قابل پذیرائی ہونے کا دعوےٰ کر کے آگے چل کر خود ہی اس کی تردید کر دی تھی میں نے اپنی عرضداشت میں اس پر توجہ دلائی تو ہونہار مسیحی نے کسی قدر چھپ کر پہلو بچانے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس پہلو تہی میں ان کا عیب صاف نمایاں ہو گیا ہے۔ ان کی اصل عبارت جس سے تثلیث کا قرین عقل نہ ہونا ثابت ہے یہ ہے۔

(۱) ذات قدوس الوہیم تعمشنا یعنی باپ۔ بیٹا۔ روح القدس تین اقنوم ہیں۔

(۲) ان اقانیم کا امتیاز بطون ذات میں ہے۔

(۳) کسی خارجی مابہ الامتیاز کو اس ذات اعلےٰ و اتم منزہ از کیف و کم میں گذر نہیں۔

(۴) نہ کسی بیرونی تفریق کو دخل ہے۔

(۵) کیونکہ اس کی عقل انسانی سے بہت پرے ہے۔

اس عبارت کے سمجھنے کے لیئے میں نے ہر ایک فقرہ پر نمبر لگا دیا ہے۔ اب ان پانچوں فقروں پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں ضمایر کا مرجع تثلیث فی التوحید ہے۔ اور ان پانچوں فقروں کی شکل دراصل یوں ہے

(۱) ذات قدوس الوہیم (حسب تسلیم مسیحی صاحبان الوہیم جمع کا صیغہ ہے اور اس سے تثلیث مراد ہے عبدالحق) تعمشنا یعنی باپ۔ بیٹا۔ روح القدس تین اقنوم ہیں۔ (اقنوم سے مراد شخص ہے عبدالحق)۔

(۲) ان اقانیم (ثلاثہ) کا امتیاز بطون ذات میں ہے۔

(۳) کسی خارجی مابہ الامتیاز کو اس ذات اعلےٰ و اتم (۴) نہ کسی بیرونی تفریق کو ثلاث واحد میں دخل ہے (۵) کیونکہ اسکی (ثلاث واحد منزہ از کیف و کم میں ....) کی عقل انسانی سے پرے ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ تثلیث فی التوحید یا ثلاث واحد (تین میں ایک اور ایک میں تین) قرین عقل نہیں بلکہ بعید از عقل ہے۔ اب قابل مسیحی نے اس پر یوں پردہ ڈالا ہے کہ فقرہ ۵ میں اس کی ضمیر کا مرجع وہ ذات اعلےٰ و اتم ہے اور کثرت فی الوحدت حالانکہ آپ اس کل عبارت میں تثلیث کی تشریح کر رہے ہیں نہ ذات اعلےٰ و اتم کی صفات کی۔ تثلیث فی التوحید کو بعید از عقل قرار دیتے ہوئے آج مسیحی نوجوان گھبراتے ہیں مگر ان کو کیا خبر کہ ان کے واجب التعظیم و التقلید بزرگان دین نے اسکو ایسا ہی تسلیم کیا ہے سنیئے پادری فانڈر صاحب کس بلند آہنگی سے فرماتے ہیں کہ اگر تو کہے کہ ان مطالب کا اس طور پر ہونا کیونکر ممکن ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں اپنے تیئں یوں ہی بیان کیا ہے سو آدمی کو یہ مطالب جیسے کہ لکھے ہیں مان لینا واجب ہے ...... پس درحالیکہ صورت یہ ہے تو آدمی کی کیا طاقت ہے جو خدا کے ساتھ بحث کرے (میزان الحق صفحہ ۱۹۹)

ثلاث واحد اور فلسفہ اعداد

میں نے مسیحی حضرات کی توحید حقیقی اور تثلیث حقیقی کی مثال اس طرح دی تھی کہ ۱+۱+۱=۱۔ اور اس پر عرض کیا تھا اس عجیب و غریب فلسفہ اعداد کے سمجھنے سے واقعی دنیا مجبور ہے۔ آپ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ "یہ جبر مسئلہ تثلیث فی التوحید کی طرف سے نہیں بلکہ آپ کے عجیب فلسفہ اعداد کی جہت سے ہے" اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ۱=۱+۱+۱ اور کل دنیا کا فلسفہ اعداد مسیحی فلسفہ اعداد سے جدا ہے۔ تو اس لحاظ سے آپکو حق پہنچتا ہے کہ آپ ہمارے اور کل دنیا کے فلسفہ اعداد کو عجیب و غریب قرار دیں اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ۱+۱+۱=۱ کے کہیں نہیں لکھا ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے بایں ہیئت تثلیث فی التوحید کی تشریح نہیں کی۔ لیکن توحید حقیقی اور تثلیث حقیقی کی اس کے خلاف کوئی مثال آپ فلسفہ اعداد سے پیش کر کے دکھائیں "باپ کامل بیٹا کامل۔ روح القدس کامل پھر بھی تین کامل نہیں بلکہ ایک کامل" (دیکھو تشریح التثلیث) کیا اس کی مثال ۱+۱+۱=۱ کے سوا اور کوئی پیش کی جا سکتی ہے (باقی آیندہ) خاکسار عبدالحق

جاپان کا مذہب

جاپان کا پرانا مذہب شنٹو ازم ہے۔ یہ مذہب قدرتی چیزیں جیسے سورج۔ چاند۔ ہوا اور بزرگوں کی عبادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مذہب کے مندر میں بت نہیں ہوتے۔ اور لوگ مندروں میں جا کر آسمان کی جانب مخاطب ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ پوجاریوں کو شادی کرنے کی اجازت ہے۔

بدھ مذہب جاپان میں کوریا سے آیا اور کوریا والوں نے چینیوں سے لیا تھا ۵۵۲ء کے قریب ایک شخص نے لارڈ بدھ کا سنہرا بت اور ان کے مذہب کی کتابیں شاہ جاپان کی نذر کیں۔

اعلان فسخ بیعت

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح دام عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اور برادرم محمد حسین عرصہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت میں ہیں۔ چند یوم ہوئے مرلوی عبد العزیز صاحب تشریف فرما دھرمسالہ ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ جماعت میں انتشار نہیں ہونا چاہئے۔ خلیفہ جماعت کی بیعت کر لینی چاہئے۔ اور آیت مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد، حضرت صاحب نے اپنی طرف حقیقی طور پر منسوب فرمائی ہے۔ حقیقۃ الوحی میں درج ہے۔ مگر چونکہ حقیقۃ الوحی تحفہ گولڑویہ وغیرہ میں آیت مذکور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے البتہ مجازی طور پر اسم احمد میں حضرت امام بھی شریک ہیں۔ اور حضرت اقدس کا اصلی نام غلام احمد قادیانی ہے۔ نہ صرف احمد۔ اس اختلاف عقاید کو سکرٹری صاحب دھرمسالہ منافقت بیان فرماتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اختلاف کی وجہ سے تمہاری فسخ بیعت ہو چکی منافقانہ طریقہ کو چھوڑ دو۔ علی الاعلان فسخ بیعت کر دو۔ اس لئے میں نے ۱۵/۸ اور برادرم محمد حسین نے ۱۶/۸ کو فسخ بیعت کے کارڈ قادیان میں تحریر کر دیئے ہیں۔ آئندہ منافقت سے توبہ۔ خداوند کریم ایسی منافقت سے بچاوے۔ فقط

فتح دین احمدی از کوتوالی بازار دھرمسالہ ۱۶/۸

منقولات

جمع قرآن

اسلام کا صحیفہ آسمانی کب اور کس طرح جمع ہوا؟ اس کا کیا ثبوت ہے کہ انا لہ لحافظون کا وعدہ پورا کیا گیا۔ پیغمبر اسلام صلعم نزول آیات کے ساتھ ساتھ ضبط و حفاظت قرآن کے لئے کیا کارروائی کرتے رہے؟ خلیفہ اول رضہ اور ان کے بعد خلیفہ ثالث رضہ نے قرآن شریف کی کیا خدمات انجام دیں؟ قرآن اسی قدر نازل ہوا تھا جس قدر اب موجود ہے یا اس سے کم و بیش؟ ان تمام سوالات کا مدلل و معقول جواب پڑھنا ہو تو "جمع قرآن" کا بغور مطالعہ کرو جو مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے حال میں تصنیف فرمائی ہے۔ مولوی صاحب نے ڈاکٹر منگانا کے مسودات و اعتراضات کی بھی خوب قلعی کھولی ہے۔ اور اختلاف قرأت کے وجوہ وار اسباب پر بھی کافی بحث کی ہے۔ بغرض بحیثیت مجموعی کتاب اس قابل ہے۔ کہ مسلمان اور بالخصوص نوجوان مسلمان اسے سر آنکھوں پر لیں۔ تعداد صفحات ۱۴۰۔ سرورق رنگین۔ لکھائی اور چھپائی اوسط درجہ کی۔ قیمت صرف ۱۰ آنہ جو کتاب کی خوبیوں کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہے۔ (وکیل)

مذہبی اخبارات کی بعض تحریرات کا نمونہ

بعض اخبارات کو دعوے ہے کہ وہ دینی اور اسلامی پرچے ہیں۔ اور ان میں سوائے اشاعت دین کے اور کوئی بات نہیں چھپتی۔ اسی قسم کے اخبارات میں سے ایک الفضل قادیان ہے۔ مگر اس کے ۷ اگست کے پرچہ میں ایک دلچسپ مراسلت چھپی ہے۔ جو بظاہر دین اسلام کی کچھ خدمت نظر نہیں آتی۔ ایک صاحب غلام رسول راجیکی ایڈیٹر صاحب پیام کے نام ایک کھلی چٹھی چھپواتے ہیں۔ جس میں لکھتے ہیں:۔

"آپ نے میری نسبت لکھا ہے کہ میں نے کبھی کہی امر کو مشروط قرار دیکر یہ لکھا ہے۔ کہ اگر ایسا ظہور میں نہ آیا تو مجھ کو کنجر اور حرامزادہ سمجھنا ..... اور آپ نے میری تحریر کا عکس شایع نہ کیا۔ اور بات کو دوسرے الفاظ میں بدل دیا۔ تو آپ کے اس اتہام اور افترا کے جواب میں اور کیا کہیں کہ آپ نے ان الفاظ کو بطور افترا میری طرف منسوب کر کے اپنے کنجر اور حرامزادہ ہونیکا ثبوت دیا ہے"

کیسا نیک خیال اور کیسی پاک زبان ہے جو صرف مذہبی آدمیوں اور مذہبی اخباروں کے استعمال کے لائق ہی ہے۔ (دبدبہ اخبار)

مفتی محمد صادق کون ہیں

ہم نے اب سنا ہے۔ کہ مفتی محمد صادق صاحب جو آجکل اسلامی برادری میں جدید لوگوں کے شامل ہونے کی خوشخبری ولایت سے بھیجتے رہتے ہیں۔ فرقہ محمودیہ (قادیاں) کے فرستادہ ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے مقابلہ میں یہ کوشش شروع کی گئی ہے۔ یا محض حسبۃً للہ۔ اگر اس کی بنا خواجہ صاحب سے حسد کرنے پر ہے تو ہم اس کو ایک نامبارک تحریک سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ عامہ مسلمین فرقہ محمودیہ کے عقاید کو اسلام کا ضد سمجھتا ہے بس مفتی محمد صادق صاحب کی سفارت ایک مہمل چیز ہے۔ جس کی طرف قوم کو توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کا مشن واقعی قابل امداد ہے۔ ضرورت ہے کہ وہ خود بھی اپنے اصلاح حال سے غافل نہ ہوں۔ اور قوم کا اعتماد ضائع ہونے کا کوئی موقع نہ آنے دیں۔ (مساوات الہ آباد)

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ضابطہ دیوانی

بعدالت شیخ عبد الرحمن خانصاحب منصف درجہ اول ملتان

نند لعل ولد ٹاکنداس قوم چاولہ بنام گردہاری لعل ولد نامعلوم وزملداس ولد شامداس قوم نارنگ قوم برہمن ساکنہ تلمبہ تحصیل
سکنا پیرووال تحصیل کبیروالہ میاں کبیروالہ۔ مدعاعلیہ

دعوے مبلغ ۱۱۰/۹ روپے بروئے رقعہ بات

نمبر ۲۶۵ - ۱۹۱۷ء

اندریں مقدمہ مدعاعلیہ دیدہ دانستہ تعیل سمن سے عمداً گریز کر رہا ہے۔ اور روپوش ہو جاتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعاعلیہ بتاریخ ۱۹/۹ بعدالت ہذا برائے پیروی مقدمہ حاضر نہ ہوگا تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جائے گی۔ تحریر ۱۴/۸

آج بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین سوانحعمری حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب جس کو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت عہ

النبوۃ فی الاسلام۔ اس میں نبوت (رسالت) محدثیت مجددیت۔ اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ اور مرزا صاحب نبی بمعنے محدث ہیں۔ بےجلد عہ، مجلد عہ

غلامی۔ غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔ ان سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ قیمت ۳ ر

عصمت انبیاء۔ عصمت انبیاء کو قرآن شریف سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ ۷ ر

اسوۂ حسنہ۔ موسومہ زندہ کامل نبی۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ قیمت ۴ ر

صحیفہ آصفیہ۔ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ قیمت ۲ ر

بنگال کی دلجوئی (اردو میں)۔ اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی نسبت کی۔ قیمت ۱ ر

رسالہ اسلام اور اس کے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں حضرت خواجہ صاحب کا وہ لکچر ہے جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ قیمت ۱ ر

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے۔ قیمت ۱ ر

مسلم پریئر۔ یعنی اسلامی نماز انگریزی میں:۔ اس اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قیمت ۴ ر

سکھ ازم انگریزی میں۔ اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک

الوصیت۔ اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھ کر شایع کی اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شایع کیا۔ قیمت ۲ ر

رسالہ فیصلہ آسمانی۔ اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدیہ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے۔ قیمت ۱ ر

رسالہ تحفۃ المتقین۔ اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدیً للمتقین کی تعبیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے۔ قیمت ۱ ر

رسالہ تحفۃ السلطان۔ قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے۔ قیمت ۱ ر

بائیبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا فوٹو دیا ہے۔ قیمت ۱ ر

نیر اسلام۔ اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کر کے قرآن سے تطبیق دی ہے۔ قیمت ۲ ر

آیات بینات:۔ عیسائی رسالہ "آیات اللہ" یعنی معجزات کی جس میں حضرت عیسٰے ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کی گئی ہے۔ قیمت ۲ ر

خورشید عاقل۔ مذہبی ناول۔ اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں۔ ۱ ر

رباعیات۔ اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ قیمت ۱ ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول۔ یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلایل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے وعدہ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شایع کیا۔ ولایتی کاغذ مجلد ۵ ولایتی کاغذ بےجلد ۴ دیسی کاغذ مجلد ۴ بے جلد ۳

محمود احمد صاحب کے عقاید درباره پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوۃ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں انکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت ۸ ر

درثمین مکمل۔ حضرت مسیح موعود کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو اب تک شایع ہو چکی ہیں یکجا جمع کی گئی ہیں۔ مجلد ۱۲ ر بےجلد ۹ ر

الضحی۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث۔ قیمت ۱ ر

اظہار النصائح فی رد المخزیات والفضائح۔ میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ القول الفصل پر تنقید۔ قیمت ۴ ر

عسل مصفےٰ۔ مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفےٰ منگا کر لطف اٹھاؤ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لایق مصنف نے ذکر کر کے اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت مجلد ہر دو حصے للعہ بے جلد ہر دو حصہ للعہ

نکات القرآن۔ ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر خاتمہ سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسایل اور معرکۃ الآرا اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ۔ آل عمران۔ النسا) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے۔ اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا ہے تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ قیمت حصہ اول ۶ ر حصہ دوم ۶ ر حصہ سوم ۶ ر حصہ چہارم ۶ ر

حدوث مادہ۔ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں کوہمری میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنداامل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا۔ فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ ازیں زاید ابواب میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلایل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دے سکتا ہے۔ قیمت ۴ ر

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

مراسلات

عزیز عبدالسلام کی تعزیت

اس سے پیشتر حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب کے فرزند ارجمند عزیز عبدالسلام کی وفات کی خبر لکھی جا چکی ہے۔ اس خبر کو پڑھ کر بہت سے احباب نے حضرت مرزا صاحب کے نام تعزیت کے خطوط لکھے ہیں۔ بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ نے تو (جنہیں بذریعہ کارڈ اطلاع دی گئی تھی) ایک خط کے اندر اس قسم کے ابتلاؤں پر ایسی ایسی قیمتی نصائح کی ہیں۔ اور قرآن کریم کے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے بعض ان باتوں کو پیش کیا ہے جو اکیلے حضرت مرزا صاحب کے لئے نہیں بلکہ ہم سب کے کام آنے والی ہیں۔ اس لئے ہم مرزا صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اس چٹھی کو اخبار میں شائع کرنے کے لئے ہمیں دیا جس کے شروع میں آپ نے تعزیتی خطوط کا ذکر کرتے ہوئے احباب کے محبت آمیز خیالات کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اور بطور تشکر وامتنان ان خاص تعلقات محبت کو بھی دہرایا ہے جو حضرت مسیح موعود۔ حضرت مولینا نورالدین۔ اور دیگر احباب و بزرگان ملت آپ سے رکھتے تھے اور رکھتے ہیں امید کہ آپ کی یہ تحریر اور حضرت امیر کا خط احباب کے لئے خاص فوائد اور دلچسپی کا موجب ہوگا۔ اور ایک ایسے شخص سے جس کا دینی اخلاص اور للہیت خود مسیح موعود اور آپ کے پاک صحابہ کی محبت وکشش کا موجب رہی ہے ہمارے تمام دوست تعلق اخوت بڑھانے میں ساعی ہونگے۔

آپ لکھتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

عزیز عبدالسلام کی وفات حسرت آیات پر مجھے بہت سے احباب کے تعزیت کے خط آئے ہیں۔ میں ان میں سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو اس ہمدردی کی جزائے خیر دے۔ آمین مرحوم کی عمر اگرچہ صرف اٹھارہ ماہ کی تھی۔ مگر وہ نہایت ہونہار کشادہ پیشانی خوبصورت و پاک سیرت بچہ تھا۔ اور ہم سب کو نہایت ہی عزیز تھا جن جن احباب نے اسے دیکھا بہت پیار کیا۔ وہ بھی بہت محبت والی روح لیکر آیا تھا کہ ہر ایک شخص سے بہت جلد پیار ڈال لیتا تھا۔ غالباً اس میں یہی سر تھا کہ اس نے جلدی رخصت ہو جانا تھا۔ اللھم اجعلہ لنا سلفاً و فرطاً و ذخراً و اجراً۔ ہر ایک صاحب اولاد شخص سمجھ سکتا ہے کہ اولاد کی محبت ایک فطری تقاضا ہے۔ اور پھر ایسی اولاد جس سے سب احباب دلی محبت رکھتے تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا نہایت ہی احسان ہے کہ اس نے خاکسار کو اور عزیز مرحوم کی والدہ و دیگر متعلقین کو اپنے فضل سے صبر کی توفیق دی۔ اور ہم نے محض اس کی توفیق سے اس کی محبت اور رضا پر اس فانی محبت کو نثار کیا اور اس نے ہم کو والذین آمنوا اشد حباً للہ پر عامل ہونے کی توفیق دی۔

احباب لاہور بالخصوص ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ان کے عیال اور حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب اور ان کے عیال نے اس حادثہ کے وقت ہمارے ساتھ دلی ہمدردی و خلوص کا ثبوت دیا۔ اور میرے متعلقین کو حضرت مولانا صاحب و شاہ صاحب نے صبر کی تلقین فرمائی اللہ تعالےٰ ان کو اور دیگر احباب کو جزائے خیر دے۔

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا بھی میں بالخصوص گرویدہ احسان ہوں جنہوں نے ہمیشہ سے میرے ساتھ مشفقانہ و برادرانہ سلوک رکھا ہے۔ وہ اور ان کا عیال اگرچہ بظاہر ہم سے دور رہتے مگر انہوں نے ہمارے اس صدمہ میں اسی طرح سے حصہ لیا گویا کہ ان کی اپنی ذات پر یہ واردات گذری ہے۔ ان کا تعزیت کا جو خط میرے نام آیا ہے اس کو ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ دیگر احباب کے لئے بھی اس سے مفید نتائج مترتب ہوں اور رضا بالقضاء کے مسئلہ کو اچھی طرح سے سمجھیں۔ حضرت مولانا صاحب ممدوح کا نمونہ عسر اور یسر میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمارے لئے قابل تقلید ہے میں اس دلی تعلق یگانگت پر جس قدر بھی خوشی کا اظہار کروں کم ہے جس کا کہ حضرت ممدوح نے اپنے اس خط میں اظہار فرمایا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ جس نے اس خاکسار کی نسبت اور اس کے عیال کے متعلق اس قدر تعلق و ہمدردی حضرت امیر قوم کے دل میں رکھی ہے میں اپنے گذشتہ تعلقات ادا کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود مرحوم و مغفور کو جو دلی تعلق اس خاکسار سے تھا سب واقف حال احباب کو معلوم ہے۔ چنانچہ جب میں نے ڈاکٹری کا آخری امتحان ۱۸۹۷ء میں دیا۔ تو آپ نے میرے لئے دعا کی آپ کو الہام ہوا کہ "تم پاس ہو گئے"۔ اس پر آپ نے مجھے فرمایا۔ بلکہ حقیقۃ الوحی ..... میں لکھ دیا کہ چونکہ مجھ میں اور یعقوب بیگ میں یگانگت ہے اس لئے اس الہام میں مجھے مخاطب کیا گیا ہے۔ اور مراد اس سے یعقوب بیگ ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر حضرت مرحوم و مغفور مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کی شفقت و مہربانی سب احباب کو معلوم ہے۔ کہ مجھے ہمیشہ اپنا بیٹا سمجھتے۔ اور ابتدا ہی سے بطور بیٹے کے خطاب کرتے۔ اور ان تعلقات کو ہمیشہ انہوں نے نبھایا۔ بلکہ آپ مرض الموت میں سوائے اس خاکسار و حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے اور کسی کے ہاتھ سے غذا یا دوا نہ پیتے تھے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس دنیا سے انہوں نے جو آخری گھونٹ شہد کا پیا اس خاکسار کے ہاتھ سے لیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا تو خود حضرت مسیح موعود نے مجھے بھائی بنایا تھا۔ اور آخیر دم تک وہ مجھ سے اسی طرح سے شفقت کرتے رہے ہیں اللہ تعالےٰ کا جس قدر شکر بھی کروں کم ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ان ہر سہ بزرگوں کی خدمت کی ان کی زندگی میں بہت بہت توفیق دی۔ اور بحیثیت طبیب کے بھی ان کے مرض الموت میں اللہ تعالےٰ نے اسی خاکسار سے خدمت لی۔ اپنے مرحوم بزرگان دین میں اپنے والد صاحب مرحوم میرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور کا ذکر بھی کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جن کا تقوےٰ طہارت خشیت اللہ ہمارے شہر و اس کے نواح میں ضرب المثل ہے اور جو احباب ان کے حالات سے واقف ہیں ان کی عزت دصرف ان کی عمر و تجربہ کی وجہ سے کرتے تھے بلکہ ان کے اتقا و متقیانہ زندگی کی وجہ سے کرتے ہیں اور جہاں کہ ان کی جدائی کا میرے دل پر ایک صدمہ ہے اس سے بڑھ کر مجھے اس امر کی خوشی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ کرتا ہوں کہ جب سے اللہ تعالےٰ نے مجھے ہوش دی ہے۔ میں نے اپنے مال اور جان سے ہر ایک طرح سے ان کی خدمت کی اور کبھی کسی امر میں ان کا عصیان نہیں کیا۔ وہ میرے باپ ہی نہیں تھے۔ بلکہ مجھ پر عاشق تھے۔ اور میں ان کا عاشق تھا۔ اور خدا کا احسان ہے جس نے مجھے ان کی زندگی کے آخری ایام میں بھی پورے طور پر ان کے پاس رہکر ان کی خدمت کا موقعہ دیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

مصائب و تکالیف کا آنا اس دار الابتلاء میں ایک طبعی امر ہے۔ مگر مومنین کے لئے اس کے اندر انعام کا سامان ہوتا ہے۔ اور اس سنت الٰہی سے انبیاء بھی باہر نہیں جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اشد البلاء علی الانبیاء۔ اور حضرت فرماتے ہیں۔ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

پہلے حضرت والد صاحب کا انتقال۔ پھر بھائی صاحب مرحوم و مغفور کا انتقال اور پھر اس پیارے بچے کا انتقال ایک دنیا دار کے لئے معمولی حادثات نہیں ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ سے اور میرے عیال سے دنیا داروں کی سی کوئی حرکت یا رسوم بد نہیں ہونے دیں۔ بلکہ ہم کو اس نے توفیق صبر کی دی۔ اور ہم نے ہر رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔ اور ان مصائب سے ہمارے ایمان و تعلق باللہ میں اور بھی ترقی ہوئی۔ الحمد للّٰہ۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ہم کو اس صبر کا بہترین اجر دیگا۔ اور ہم کو بیش از بیش خدمات دین کی توفیق دیگا۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مختلف طریق سے انسانوں پر دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے مگر اکثر انسان اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے مگر وہ مبارک ہیں جو کہ ان مصائب اور شدائد کی حقیقی غرض کو سمجھ کر اللہ تعالےٰ کے لئے گذارتے اور خدمت دین متین میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنے ہر ایک کام میں مد نظر رکھتے اور اسوہ حسنہ آنحضرت صلعم پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے سب احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے متعلقین کو پورے طور پر صبر و خدا کی رضا کو مقدم کرنے اور اعمال صالحہ و خدمت قرآن کی توفیق دے۔ اور میری اولاد کو صالح و متقی بنا دے۔ اور خادم دین بنا دے۔ آمین بالآخر حضرت مسیح موعود کی اس نصیحت پر ختم کرتا ہوں۔ ؎

اے بے خبر بہ خدمت فرقاں کمر بہ بند ٭ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

حضرت امیر کا تعزیت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایبٹ آباد۔ ۴ اگست ۱۹۱۷ء

کل شام کو آپ کا کارڈ ملا جس میں عزیز عبدالسلام کے انتقال کی خبر تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس خبر سے یہاں سب کو بہت صدمہ ہوا مگر مشیت ایزدی میں چارہ نہیں۔ اللھم اجعلہ لنا سلفاً و فرطاً و ذخراً و اجراً۔ اس سال میں آپ کو بہت سے مالی اور جانی صدمات پہنچے ہیں جناب مرزا صاحب مرحوم کا انتقال نعدازاں آپکے برادر کلاں کا انتقال۔ اور اب اس عزیز بچہ کا انتقال۔ مگر یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ ان مصائب کو کسی عظیم الشان انعام کا پیش خیمہ بنائے گا۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین۔ مومن پر مصائب اس کو انعام دینے کے لئے آتی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ بڑے بڑے انعام الٰہی بدون مصائب میں ڈالے جانے کے نہیں ملتے۔ پس اس کی جناب میں یہی دعا ہے کہ وہ اپنے اس وعدہ کے مطابق ان تمام ابتلاؤں کو جو اس سال میں آپ پر وارد ہوئے ہیں عظیم الشان انعامات کا پیش خیمہ بنائے۔

اس میں شک نہیں کہ جب انسان پر ایک مصیبت آتی ہے تو غم اور حزن کا پہنچنا ایک فطری امر ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ آنحضرت صلعم کی زندگی میں وہ سال جب آپکی بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چچا فوت ہوئے عام الحزن یعنی غم کا سال کہلاتا ہے۔ اور اسی عام الحزن کے بعد اہل مدینہ میں آپ کے پیغام مقدس کی قبولیت شروع ہوئی۔ آخری عمر میں جب آپکا پیارا بچہ ۱۸ ماہ کی عمر میں وفات پاگیا تو آپ نے فرمایا۔ انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون۔ سو یہ فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ لیکن جہاں ایک طرف فطرت انسانی میں یہ بات اللہ تعالےٰ نے رکھی ہوئی ہے۔ کہ عزیز کی جدائی پر حزن پہنچے۔ اسی فطرت میں یہ بھی اثر موجود ہے کہ ہر قسم کے صدمات کا اثر خود بخود کم بھی ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا خود زمانہ ہی اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ ہاں بعض وقت انسان غلطی سے اس حزن میں بھی حد سے تجاوز کر جاتا ہے اس لئے ہماری شریعت نے منع کیا ہے۔ بالخصوص اولاد کی جدائی پر ماں باپ کو جو صدمہ ہوتا ہے وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی ماؤں کو یہ تسلی دی ہے۔ کہ چھوٹی اولاد نہ صرف جنت میں اس کے ساتھ ہوگی بلکہ وہ جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک اپنے ماں باپ کو ساتھ نہ لے لیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ جس عورت کے تین بچے صغر سنی میں فوت ہو جائیں وہ جنت میں جائیگی۔ ایک بی بی نے پوچھا یا رسول اللہ جس کے دو فوت ہوئے ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی۔ ایک اور بی بی نے پوچھا یا رسول اللہ جس کا ایک فوت ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا وہ بھی۔ پس اگر ماں کیلئے صدمہ ہوتا ہے تو انعام بھی بڑا ہے۔ اور یہ تو محض خدا کا رحم ہے کہ ایک انعام اپنی جناب سے خود عطا فرماتا ہے۔ اسکا اختیار تو ہے کہ جب چاہے اسے واپس لے۔ مگر اس کو واپس لینے پر انسان کے ساتھ کس قدر رحم و کرم کا اظہار فرمایا ہے۔

بعض وقت یہ خیال انسان کے دل میں گذر کر اس صدمہ کو بڑھاتا ہے کہ اس کا کوئی مصیبت زدہ نہیں۔ حالانکہ فی الحقیقت بات یہ ہے کہ انسان پر خدا کا رحم و کرم اور انعام تو ہر آن شب و روز ہوتا رہتا ہے اور مصیبت کبھی شاذ و نادر آتی ہے جن رات ہم جن کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اگر زندگی میں دو چار دفعہ کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے تو حرف شکایت منہ پر لانا شکر گذاری سے بعید ہے۔ یوں دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک مصیبت آتی ہے پس ہر انسان کو جب اسے مصیبت پہنچے۔ یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اس سے بڑھ کر بھی مصیبت اس پر وارد ہو سکتی تھی۔ اس خیال سے مصیبت کا صدمہ کم ہوتا ہے۔ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تین لڑکے یکے بعد دیگرے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے حالانکہ آپ سے بڑھکر خدا کے نزدیک کسی انسان کی عزت نہیں۔ آپکے بچوں کے فوت ہونے پر جب دشمنوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد رسول اللہ صلعم ابتر ہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا انا اعطیناک الکوثر۔ اگر ایک رنگ میں نہیں تو دوسرے رنگ میں کتنی کثیر اولاد دی۔ اولاد صرف ماں باپ کے نام کو ایک دو پشت تک باقی رکھتی ہے مگر محمد رسول اللہ کو وہ اولاد ملی جو قیامت تک آپکی نام لیوا ہے۔ پس خدا تعالےٰ کے انعامات پر انسان کی نظر ہمیشہ بڑھ بڑھ کر رہنی چاہئے۔ وہ اگر ایک انعام کو واپس لیتا ہے۔ تو اس سے ہزار ہا گنا بڑھکر دے بھی دیتا ہے۔ اور جیسا انسان اس پر گمان کرتا ہے ایسا ہی اسکا معاملہ بھی انسان کے ساتھ ہوتا ہے جس انسان کی نظر مصیبت کے موقعہ پر اللہ تعالےٰ کے دوسرے انعامات پر ہوتی ہے اور مایوسی کو وہ اپنے پاس نہیں آنے دیتا اللہ تعالےٰ ان انعامات سے ہی اس کو حصہ دیتا ہے اور مایوس نہیں کرتا۔ اور جو مایوس ہوتا ہے خدا بھی اسے مایوس کرتا ہے انا عند ظن عبدی بی۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو اپنے انعامات سے بیش از بیش حصہ عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

مجھے پندرہ بیس یوم سے کئی متوحش رویا ہوئے اور بار بار ہوئے جن میں کسی چھوٹی عمر کے بچہ کا صدمہ نظر آتا تھا۔ چنانچہ دس پندرہ روز ہوئے میں نے انہی خوابوں کی بنا پر صدقہ بھی کیا۔ شاید یہ آپ کے بچہ کے متعلق رویا ہو ... [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یک شنبہ ۲۶ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۵

گئو رکھشا اور ہندو مسلمان

گذشتہ اشاعت میں ہم نے محرم اور دسہرہ کے متعلق ہندو مسلمانوں کے باہمی تنازعات پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ لکھا تھا۔ کہ یہ دونو تقریبات جو آئے سال موجب فتنہ وفساد ہوتی ہیں۔ جب ہندوؤں اور مسلمانوں کی اپنی ایجاد ہیں۔ اور ان کی ادائیگی دیگر مذہبی احکام کی طرح ضروری نہیں۔ بلکہ جہانتک محرم کا سوال ہے۔ ہم زور سے کہیں گے۔ اور کہہ رہے ہیں کہ اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور موجودہ شیعی رسوم میں حصہ لینا ایک حد تک اسلام کو بدنام اور رسوا کرنا ہے۔ اور پھر کیوں خواہ مخواہ ایسی بدعات میں حصہ لیکر ایک تو دنیا میں موجب فساد ہوں۔ اور دوسرے عاقبت میں بھی مورد عذاب الیم ٹھیریں +

آج ہمارے اس اہم ترین مسئلہ کے متعلق جو ہندو مسلم اتحاد کے نام سے تمام خیر خواہان اور بہی خواہان ہندو مسلمانان کے زیر غور ہے اور ہونا چاہئے۔ ایک اور سوال ہے۔ جو ہندو برادران وطن کیطرف سے اٹھایا گیا ہے۔ اور آج ہی نہیں بہت مدت سے اسی ایک سوال پر ہی ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ کے تصفیہ کا مدار رکھا جاتا ہے۔ یہ سوال ہے۔ گئو رکھشا کا یعنے ہندو برادران وطن ہم سے چاہتے ہیں۔ کہ ہم ان کی خاطر ان کی دلجوئی کے لئے گائے کو جو ان کی معبود سمجھی جاتی ہے ذبح کرنا چھوڑ دیں +

ان لاطایل اور لایعنی دلایل کو چھوڑ کر جو اپنے اس منشار کو پورا کرانے کے لئے بعض اطراف سے آئے دن پیش ہوتی ہیں صرف یہ دلجوئی کا ہی ایک سوال ہے۔ جو کسی حد تک قابل غور ہے۔ کیونکہ اسلام نے جو صلح سلامتی کا مذہب ہے۔ ہمیں نے دوسروں کی دلجوئی اور ان سے ابطار اتحاد بڑھانے کے لئے یہانتک ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم کافروں کو بھی گالی تک نہ دیں۔ چہ جائیکہ ان پر ان کے سامنے چھری چلانا شروع کردیں۔ پھر یہیں تک نہیں بلکہ تمام مذاہب کو جو اہل کتاب ہونے کے مدعی ہیں ایک سٹیج پر کھڑے ہو کر خدائے واحد کو منوانے کے لئے دعوت دی ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کی بیجا دلآزاری کو روا نہیں رکھا لیکن اس کے ساتھ ہمیں حیرانی اور تعجب ہوتا ہے۔ جب ایک طرف ہم ہندوؤں میں سے ہی ایک خاص طبقہ کے مونہوں سے یہ سنتے ہیں۔ کہ وہ خدائے واحد کے پرستار اور تثلیث کروڑ دیوتاؤں کو پرے پھینکنے والے ہیں۔ وہ ہندوؤں کی تمام پرانی مورتیوں کے خلاف وعظ کرتے اور رگیں پھلا پھلا کر مورتی پوجا کا کھنڈن (تردید) کرتے ہیں۔ اس بات پر انہوں نے مباحثات کئے ہیں۔ اور آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ آجتک سناتنی ہندوؤں کو مشرک اور بت پرست کہکر اور ان کی توہم پرستی اور بتوں اور دیگر اجرام فلکی وغیرہ کے سامنے ڈنڈوت پر مضحکے اڑا کر انہیں ذلیل کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہانتک اپنے آپ کو موحد اور ایک اور صرف ایک ہی خدا کے پرستار ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اسلام جیسے مذہب کو بھی جو توحید الٰہی کا دنیا میں قایم کرنے والا ہے جس کے آنے سے دنیا کا وہ سب سے بڑا شرک گڑھ جو عرب کی بت پرست آبادی میں تھا۔ اور ۳۶۰ بتوں کی وہاں پرستش ہوتی تھی۔ ایک ۲۳ سال کے اندر توحید الٰہی کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ ہاں وہ مذہب جس کے نور کے سامنے شرک کی تاریکی کو سوائے بھاگنے کے چارہ نہیں رہتا۔ جس نے صاف طور پر اور کھلے لفظوں میں یہ تعلیم دی۔ الٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم پھر خود اس پاک انسان کو بھی جو توحید الٰہی کا سب سے بڑا معلم ہو کر آیا کوئی کسی قسم کا بھی معبودیت کا مرتبہ نہیں دیا۔ بلکہ اس کے متعلق بھی اگر فرمایا تو یہی کہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد دیکھو یاد رکھو۔ میں تمہارا کوئی معبود نہیں ہوں۔ مجھے ایسی طاقت تم سے بڑھکر نہیں۔ کہ جس سے مجھے خدا کی خدائی اور اس کی معبودیت میں دخل اور شرکت حاصل ہو۔ نہیں بلکہ میں تو تمہارے جیسا ایک بندہ ہوں۔ مجھے تو صرف اتنی خصوصیت حاصل ہے۔ کہ میری طرف وحی آتی ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ کہ میری خدائی کو ثابت کرنے والی ہو۔ تمہارا خدا تو صرف ایک ہی خدا ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ پس تم اسی کی عبادت کیا کرو۔ اور دیکھو خوب یاد رکھو مجھے اس کی عبادت میں شریک نہیں کرنا۔ اللہ اللہ اس ایسے مذہب کو بھی جس نے شرک کو یہانتک جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ کہ اس ہادی راہبر یاس رحمۃ للعالمین اور مخلوق خدا کے سچے محسن اور شفیق کو انما انا بشر مثلکم کہنے کا ہی حکم دیا۔ اور اپنی خدائی میں اس کو بھی کسی قسم کا دخل اور تصرف نہیں دیا ایسے پاکیزہ اور بے لوث پر بھی آج ہمارے آریہ دوست حرف رکھتے ہیں اور اسے شرک کی تعلیم دینے اور مردم پرستی وکعبہ پرستی وحجر پرستی سکھانے والا قرار دیتے ہیں۔ اور خود بدولت اس قدر پکے موحد۔ واحدانیت باریتعالےٰ کے شیدائی۔ اور شرک کے اس قدر دشمن اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ان کے سوائے دنیا میں اور کوئی موحد ہے ہی نہیں۔ آہ جاؤ تو ان کی توحید کا ذرا جایزہ لو۔ ان کے عقاید وخیالات کو ذرا عمل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھو۔ اور دیکھو کہ وہ عملاً کہانتک اپنے ان عقائد پر قایم ہیں۔ تو تمہیں حیرت اور افسوس کے ساتھ دکھائی دیگا کہ ایک ایسے عظیم الشان اور کھلے شرک کے اندر وہ مبتلا ہیں کہ جس کے سامنے ان کے باطل ادعاؤں کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ روح ومادہ کی قدامت اور ازلیت وابدیت کی بحث کو چھوڑ کر صرف اس ایک گئو رکھشا کے معاملہ میں ہی دیکھو۔ کتنے آریہ ہیں۔ جو اس سے اجتناب کرتے اور دل سے اس کو برا جانتے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف ہمیں تو آئے دن دیگر ہندو اخبارات کی طرح سماجی اخبارات میں بھی اسی ایک بات کا رونا رویا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کہ مسلمان گائے کو ذبح کرکے ہندوؤں کی دلآزاری کرتے ہیں۔ کیا مطلب کہ خود بدولت کے دل میں گائے کی وہی عزت ہے۔ جو دیگر ہندوؤں کے دلوں میں ہے۔ ورنہ کیوں اپنے بھائیوں کو نہیں سمجھاتے کیوں اس بات کی تعلیم نہیں دیتے۔ کہ یہ جس بات پر تم شور وغوغا مچاتے اور فتنہ فساد برپا کرتے ہو۔ یہ کوئی بری بات نہیں۔ گائے بھی آخر ایک مخلوق ہے۔ جو دیگر مخلوقات کی طرح ہم انسانوں ہی کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم جو اس کی پوجا کرتے اور دیگر مخلوق سے بڑھ کر اپنے دلوں میں اس کی عزت رکھتے ہو۔ تو یہ تمہارے مشرکانہ خیالات ہیں انہیں چھوڑو اور فتنہ وفساد کی راہوں سے باز آؤ۔ لیکن یہ نہیں بلکہ الٹا اس کے خلاف ایک نہیں دو نہیں متواتر کئی ایک سماجی اخبارات میں اس بات کا اعلان ہوتا ہے۔ کہ

> "مصر میں جو خالص مسلمانوں کا ملک ہے سلطان مصر کی مسلم گورنمنٹ نے اپنے ملک میں گائے بھینس کی قربانی بند کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شاہی فرمان ۱۹۱۵ء میں شایع کیا تھا۔
>
> گورنمنٹ نے ایک شرعی فتوے مسلمانوں کے چاروں فرقوں کے اعلےٰ علماء کے فتووں سے شایع کیا ہے۔ جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ قربان بیرم (بقر عید) کے موقعہ پر جو اس ماہ کی ۸ تاریخ کو پڑے گی۔ ایک ایک بکری سے زیادہ ذبح نہ کریں"

صرف اسی قدر نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ ریمارک بھی کیا جاتا ہے۔ کہ

> "کیا ہمارے ہندوستانی مسلمان بھائی ہندوؤں کی ضد چھوڑ کر اس پر وچار کریں گے"

یہ نوٹ آگرہ کے مشہور سماجی اخبار "مسافر" میں جو دوسروں پر نیش زنی کا عادی ہے۔ شایع ہوتا ہے۔ اور ہمارا لاہوری آریہ گزٹ بھی جس نے اپنی اسی اشاعت میں ہی کلمہ طیبہ کو بھی شرک سے آلودہ بتایا ہے۔ جس کی حقیقت ہم گذشتہ اشاعت میں کھول چکے ہیں۔ مسافر سے اسے نقل کرتا ہے۔

اس بات کو فی الحال نظر انداز کرکے کہ مصری گورنمنٹ کے اس فرضی اعلان کی کیا حقیقت ہے۔ اور گئو رکھشی سبھا کے ہندو نامہ نگار نے اس خبر میں کس قدر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ نیز مسافر کی دعوت "وچار" سے بھی تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کرکے ہم اپنی اس حیرانی کا اظہار کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔ جو ایک طرف آریہ دوستوں کے ان خیالات کو جو توحید الٰہی کے متعلق وہ ظاہر کرتے ہیں۔ رکھنے اور دوسری طرف گائے کی جو ہندوؤں کی معبود سمجھی جاتی ہے۔ اس قدر عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے لئے وہ بھی دیگر ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کے منہ آنے لگتے ہیں پرستار ہو۔ اگر تمہارے دلوں کے اندر شرک کا کھوٹ پنہاں نہیں۔ تو پھر یہ شرک حمایت کیوں؟ اٹھو اور نہیں تو ایک بات میں ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ لوگوں کو اس کے خلاف وعظ کرو۔ یا انہیں سمجھاؤ۔ کہ تم کیوں مسلمانوں سے اس ایسی بات پر جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ جو شرک کو توڑنے والی ہے۔ جھگڑتے اور فتنہ فساد برپا کرتے ہو۔ انہیں بتاؤ کہ یہ جس چیز کے لئے تم جھگڑتے ہو۔ یہ تمہاری خادم ہے۔ اس سے وہی کام لو۔ جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ اور خدائے واحد کے تخت الوہیت پر اسے نہ بٹھاؤ۔ نہ ہی کسی اور قسم کا دخل اور تصرف اسے اللہ تعالےٰ کی بادشاہت میں دو +

دیکھو یہ ایک بات ہے۔ جس پر عامل ہونے سے تمہارا یہ دعویٰ توحید پرستی کسی حد تک سچا ثابت ہو سکتا ہے۔ ورنہ جیسے دوسرے ہندو مشرک ہیں۔ ویسے ہی تم مشرک۔ کیونکہ تم اس شرک کی حمایت میں لڑتے اور جھگڑتے ہو۔ کیا معاصران آریہ گزٹ اور مسافر اور دیگر کاش ٹھنڈے دل کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرکے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینگے +

آیندہ اشاعت میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ مصری گورنمنٹ کے محولہ بالا فرضی فرمان پر غور کرنے کے بعد مسافر اور دیگر ہندو اخبارات کی دعوت "وچار" پر وچار کرینگے۔ اور بتائینگے۔ کہ گائے کا مسئلہ ہندو مسلم اتحاد کی راہ کہانتک روک ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح سے اس کا تصفیہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی تصفیہ کرنا چاہتا ہو۔ فتنہ وفساد کی آگ کو مشتعل رکھنا ہی اس کا منشا نہ ہو +

بیوہ سے بڑھکر معلقہ

گذشتہ اشاعت میں ہم نے معاصر آریہ گزٹ کے ان مضامین کا حوالہ دیتے ہوئے جو اس نے ہندوؤں میں بیواؤں کی حالت زار کے متعلق حال ہی میں لکھے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا تھا کہ خود ان کی قوم میں بھی بیواؤں اور نوجوان بیواؤں کی اتنی کثرت ہے کہ جسے دیکھ کر رونا آتا ہے۔ اور اپنا یہ حال ہے۔ کہ بیواؤں کی دوسری شادی کو قرآن کریم کے صریح حکم وانکحوا الایامی منکم کے خلاف باعث ذلت سمجھتے ہیں۔ یعنے یوں کہنا چاہئے۔ کہ ان کی عزت وذلت اب قرآن کے احکام کی تعمیل وخلاف ورزی پر نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف اپنی وضعی "ناک" (خدا اس فرضی ناک کا ستیاناس کرے) پر منحصر ہے۔ دنیا داروں نے ایک ناک بنا رکھی ہے۔ وہ ہر ایک اس بات کو جو دنیوی رسوم ورواج کے مطابق انہیں نظر نہ آئے یعنے ذلیل کرانے والی اور اسلام کے صریح خلاف جو بات ہو۔ لیکن دنیوی رسوم کے مطابق ہو۔ اسے ناک بنانے یعنے عزت کرانے والی سمجھتے ہیں۔ گویا دنیا کی عزت کی ہی انہیں ضرورت ہے۔ عاقبت کی کوئی پروا نہیں۔ تو بس یہی ناک آج کئی ایک بیکس بیواؤں کو خون کے آنسو رلا رہی ہے۔ لیکن اس سے بڑھکر قابل رحم وہ غریب وبیکس بچیاں ہیں۔ جنہیں ان کے خاوند جنہیں اگر ظالم کہا جائے تو بیجا نہیں۔ بغیر طلاق کے جیتے جی چھوڑ رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی تو ان کو نان ونفقہ تک نہیں دیتے۔ اگر کسی نے بڑی مہربانی بھی کی اور دو چار روپے گذارا کے لئے دے بھی دئے۔ تو بھی کتنا بڑا ظلم ہے۔ کہ ان کو تمام عمر کے لئے معلقہ کئے رکھتے ہیں نہ انہیں طلاق دیتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں بساتے ہیں۔ قرآن نے تو اس کی بھی جڑ کاٹ دی تھی۔ جب اس نے فرمایا کہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ لیکن افسوس کہ مسلمان کہلانے والوں نے آج ان عربوں سے بھی بڑھکر بے غیرتی دکھائی ہے۔ جن کی ایک ہزاروں برس کی عادت اور رسم کی قرآن کریم نے ان الفاظ میں تردید فرمائی۔ اور انہوں نے قرآن کریم کے اس ارشاد کو ایسا سر آنکھوں پر رکھا۔ کہ عرب سے معلقہ چھوڑنے کی رسم اٹھ گئی۔ لیکن آج ہماری یہ حالت ہے۔ کہ قرآن کا حکم سنایا جاتا ہے۔ بلکہ خود اسے ہر روز پڑھتے ہیں۔ مگر پھر اس اور اور ایسے ہی کئی ایک ارشادات پر عامل ہونا۔ اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ نفسانی خواہشات وجذبات نے انہیں اپنا ایسا مطیع بنایا ہے۔ کہ انہیں چھوڑنا کسی صورت میں گوارا نہیں۔ قرآن کا حکم ٹلتا ہے۔ تو ٹلنے دو۔ کسی بیکس ویتیم بچی پر ظلم ہوتا ہے۔ تو ہونے دو۔ ہماری خواہشات۔ ہمارے جذبات ہمارے عیاشانہ رویہ میں تبدیلی واقعہ نہ ہو۔ ان کا قربان ہو جانا گوارا نہیں۔ مگر خدائی حکم کا قربان کر دینا آج ہمیں گوارا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون +

ضرورت ہے کہ مسلمان اس طرف متوجہ ہوں۔ اور ان سخت بدترین امراض کا دفعیہ کرکے اپنی قوم کو ضلالت وگمراہی اور بےغیرتی وبےحیائی کے گڑھے میں گرنے سے بچا لیں۔ کیونکہ نہ صرف اس کا یہی نتیجہ ہے۔ کہ بیچاری معلقہ یا اپنے خاوندوں کے ہاتھوں سے تنگ۔

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور ۔ یک شنبہ ۶ ذیقعد ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۶ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نصیحت بعد البیعت

(گذشتہ سے پیوستہ)

کورانہ زیست گناہوں سے نجات کا طریق

بہت سے آدمی اس دنیا میں ایسے ہیں کہ ان کی زندگی ایک اندھے آدمی کی سی ہے۔ کیونکہ وہ اس بات پر کوئی اطلاع ہی نہیں رکھتے۔ کہ وہ گناہ کرتے ہیں۔ یا گناہ کسے کہتے ہیں۔ عوام تو عوام بہت سے عالموں فاضلوں کو بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ گناہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بعض گناہ دل میں مبتلا ہوتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ گناہ کا علم جب تک نہ ہو۔ اور پھر انسان ان سے بچنے کی فکر نہ کرے تو اس زندگی سے کوئی فایدہ نہ اس کو ہوتا ہے۔ اور نہ دوسروں کو خواہ سو برس کی عمر بھی کیوں نہ ہو جاوے۔ لیکن جب انسان گناہ پر اطلاع پالے اور ان سے بچے تو وہ زندگی مفید زندگی ہوتی ہے۔ مگر یہ ممکن نہیں ہے جبتک انسان تدبر نہ کرے اور اپنے حالات اور اخلاق کو ٹٹولتا نہ رہے۔ کیونکہ بہت سے گناہ اخلاقی ہوتے ہیں۔ جیسے غصہ۔ غضب کینہ۔ جوش۔ ریا۔ تکبر۔ حسد وغیرہ یہ سب بداخلاقیاں ہیں۔ جو کہ جہنم تک پہنچا دیتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک گناہ جس کا نام تکبر ہے شیطان نے کیا تھا۔ یہ بھی ایک بدخلقی ہی تھی۔ جیسے لکھا ہے ابیٰ واستکبر اور پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا وہ مردود خلایق ٹھیرا۔ اور ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوا۔ مگر یاد رکھو کہ یہ تکبر صرف شیطان ہی میں نہیں بلکہ بہت ہیں جو اپنے غریب بھائیوں پر تکبر کرتے ہیں اور اس طرح بہت سی نیکیوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور یہ تکبر کبھی طرح طرح ہوتا ہے کبھی دولت کے سبب سے کبھی علم کے سبب سے۔ اور کبھی حسن کے سبب سے کبھی نسب کے سبب سے غرض مختلف صورتوں سے تکبر کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ وہی محرومی ہے۔ اور اسی طرح بہت سے برے خلق ہوتے ہیں جن کا انسان کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ کبھی ان پر غور نہیں کرتا اور نہ فکر کرتا ہے۔

انہیں بداخلاقیوں میں سے ایک غصہ بھی ہے جب انسان اس بداخلاقی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو دیکھئے کہ اس کی نوبت کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ ایک دیوانہ کی طرح ہوتا ہے اس وقت جو اس کے منہ میں آتا ہے کہہ گذرتا ہے۔ اور گالی وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اب دیکھو کہ اس ایک بداخلاقی کے نتایج کیسے خطرناک ہو جاتے ہیں پھر ایسا ہی ایک حسد ہے کہ انسان کسی کی حالت یا مال و دولت کو دیکھ کر کڑھتا اور جلتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ اس کے پاس نہ رہے اس سے بجز اس کے کہ وہ اپنی اخلاقی قوتوں کا خون کرتا ہے۔ کوئی فایدہ نہیں اٹھا سکتا۔ پھر ایک بداخلاقی بخل کی ہے۔ باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے اس کو مقدور دیا ہے۔ مگر یہ اللہ اوں پر رحم نہیں کرتا ہمسایہ خواہ ننگا بھوکا ہو۔ مگر اسکو اس پر رحم نہیں آتا [illegible]

جمع کرتا رہتا ہے۔ اور کوئی کام دوسروں کی ہمدردی اور آرام کے لئے نہیں رکھتا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا اور کوشش کرتا تو اپنے قوی اور دولت سے دوسروں کو فایدہ پہنچا سکتا تھا مگر وہ اس بات کی فکر نہیں کرتا۔ غرضیکہ طرح طرح کے گناہ ہیں۔ جن سے بچنا ضروری ہے یہ تو موٹے موٹے گناہ ہیں جنکو گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ پھر زنا چوری خون وغیرہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں۔ اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

گناہوں سے بچنا یہ تو ادنےٰ سی بات ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ گناہوں سے بچکر نیکی کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اطاعت کرے۔ جب وہ گناہوں سے بچیگا۔ اور خدا کی عبادت کریگا تو اس کا دل برکت سے بھر جائیگا۔ اور یہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ دیکھو اگر کسی کپڑے کو پاخانہ لگا ہوا ہو اس کو صرف دھو ڈالنا ہی کوئی خوبی نہیں ہے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ پہلا اسے خوب صابن سے ہی دھو کر صاف کرے۔ اور پھر نیل ڈال کر اسے سفید کرے اور پھر اس کو خوشبو لگا کر معطر کرے۔ تاکہ جو کوئی اسے دیکھے خوش ہو۔ اسی طرح انسان کے دل کا حال ہے۔ وہ گناہوں کی گندگی سے ناپاک ہوتا ہے اور گندہ اور متعفن ہوتا ہے پس چاہئے تو چاہئے کہ گناہ کے چرک کو تو بہ استغفار سے دھو ڈالے۔ اور خدا تعالےٰ سے توفیق مانگے کہ گناہوں سے بچتا رہے۔ پھر اس کے بعد ذکر الٰہی کرتا رہے۔ اور اس سے اسکو بھر ڈالے۔ اسطرح سیر سلوک کا کمال ہو جاتا ہے اور پھر اسکے اسکی وہی مثال ہے کہ کپڑے سے صرف گندگی کو دھو ڈالا لیکن جبتک یہ حالت نہ ہو کہ دل انسان کا اخلاقی ردیہ اور رذیلہ سے صاف ہو کر خدا کی یاد کا عادی ہو جاوے اور [illegible] ہو جاوے۔ اس وقت تک خدا تعالےٰ کا شکر نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن جب اپنی حالت اس قسم کی بنا تا ہے تو پھر شکوہ کا کوئی محل اور مقام ہی نہیں رہتا۔

آجکل وبا کے دن ہیں اس لئے لاپروا نہیں ہونا چاہئے سچی تبدیلی کرنی چاہئے۔ بہت سے آدمی اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے بیعت کی تھی وہ مر گیا۔ مگر یہ اعتراض فضول ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ صحابہ جو لڑائیوں میں شریک ہو کر شہید ہو جاتے تھے۔ حالانکہ وہی جنگ مخالفوں کے [illegible] بیتی تھی۔ لیکن اس سے نہیں سمجھنا چاہئے کہ بیعت کے بعد انسان کا [illegible] نہیں ہے۔ بلکہ بیعت کے بعد حجت پوری ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اپنی اصلاح اور تبدیلی نہیں کرتا تو سخت جوابدہ ہے پس ضرورت اس بات کی ہے کہ سچے مسلمان ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمہاری کوئی قدر و قیمت ہو۔ جو چیز کارآمد ہوتی ہے اسی کی قدر کی جاتی ہے۔ دیکھو اگر تمہارے پاس ایک دودھ دینے والی بکری ہو جس سے تمہارے بیوی بچے پرورش پاتے ہوں تو تم کبھی اسکو ذبح کرنے کے لئے طیار نہیں ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر وہ بکری دودھ نہ دے بلکہ نری چارہ ہی کی [illegible] ہو تو فوراً اس کو ذبح کر دوگے اسی طرح جو آدمی اللہ تعالےٰ کا [illegible] کام کرنیوالا اور دوسروں کو نفع پہنچانیوالا نہ ہو اسوقت تک خدا [illegible] پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ اس بکری کیطرح ذبح کے لایق [illegible]

اخبار احمدیہ

لاہور میں کل جمعہ کی صبح سے مسلسل بارش ہو رہی ہے تمام سڑکیں اور بازار ندیاں نالے بنے ہوئے ہیں۔ شہر میں کئی ایک مکانات بیٹھ گئے ہیں۔ جن میں سے ایک میں بعض عورتوں کے دب جانے کی خبر ہے اللہ تعالےٰ اپنا رحم فرمائے۔ اس بارش کی وجہ سے حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب جمعہ میں تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے جمعہ حضرت مولینا صدرالدین صاحب نے پڑھایا۔ جس میں تحویل قبلہ میں اسلام کی جملہ مذاہب سے اخوت و دلجوئی کا ثبوت دیتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلعم کی اطاعت میں کہانتک سرشار تھے۔ اس بات پر بہت زور دیا اور آیت قرآنی کے حوالہ سے ثابت کیا۔ کہ اسلام نہ اس بات کو نہیں دیکھتا کہ کوئی شخص کدھر منہ کر کے نماز پڑھتا ہے بیشک یہ بھی اس کے مدنظر ہے۔ کیونکہ یہ بھی بہت سے عظیم الشان مقاصد پر مشتمل ہے۔ لیکن اسکے علاوہ اسلام جس بات کو دنیا کا اصل الاصول قرار دیتا اور کاربند ہونا ضروری ٹھیراتا ہے۔ وہ ہے حقیقت ایمانیہ۔ جس شخص کے دل میں یقین نہیں۔ اسکا قبلہ کی طرف منہ کرنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ انسان کو نماز کی حقیقت پر کاربند ہونا چاہئے۔ کہ یہی اصل نیکی ہے۔ مطابق آیۂ کریمہ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن الخ جو شخص اس حقیقت پر عامل نہیں وہ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ صرف قبلہ کی طرف منہ کر کے رسمی طور پر نماز پڑھ لینا اسے کوئی فایدہ نہیں دے سکتا ہے۔ الغرض آپ نے اس کو خوب واضح کرتے ہوئے حقیقت ایمانیہ پیدا کرنے پر بہت زور دیا۔ اور بتایا کہ قرآن کریم کے سوائے دنیا کی کوئی کتاب نہیں جو ہر ایک حکم کیساتھ اس کے وجوہات بھی بتلائے آپ کا یہ خطبہ انشاءاللہ کسی قریبی اشاعت میں درج ہوگا۔

اخویم مسٹر پی ایم ابراہیم صاحب کالیکٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں پر سلسلہ کے متعلق ایک بڑا مقدمہ چل رہا ہے۔ ایک غیراحمدی صاحب نے ملیباری احمدیوں کے خلاف ایک اشتہار شایع کیا۔ اور قاضی کنانور نے اس اشتہار کو جمعہ کے دن خطبہ میں پڑھکر سنایا۔ اور لوگوں میں تقسیم کیا اس اشتہار میں بانی سلسلہ کے حق میں اور احمدیوں کو نہایت گندی گندی گالیاں لکھی ہیں۔ دجال اور کافر کہا گیا۔ اور لکھا گیا کہ احمدیوں کو لڑکیاں دینا گویا نعوذباللہ زنا کروانا ہے۔ اور بھی بہت سی گالیاں دی گئیں۔ گورنمنٹ نے اشتہار کو قبضہ کر لیا ہے۔ اور مشتہر اور قاضی کو عدالت میں کھینچا ہے۔ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ حق کو فتح دے اور مخالفین کی یہ فتنہ انگیز کوششیں ناکام ثابت ہوں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ انہیں بھی ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

نو مبایعین مفصلہ ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔

چوہدری [illegible] الدین صاحب جانگریاں

سماۃ سردار بیگم صاحبہ شملہ

ہے۔ یعنے نبوت کا دعویٰ وغیرہ۔ جتنا۔ محکمات کی طرف رجوع نہ کیا جائیگا۔ اور متشابہات کو ان کے ماتحت نہ کر لیا جائیگا۔ ان کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اسی متشابہات کی پیروی سے ہی عیسائیوں نے کتنی بڑی بڑی ٹھوکریں کھائیں۔ یہانتک کہ انہوں نے اپنے باطل عقاید کو جنکی بنا ہی متشابہات پر تھی۔ ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ منطق اور فلسفہ اور تصوف کی کتابوں کو ہی انہوں نے حفظ کر لیا ہے۔ اور ان سے بھی استدلال پکڑتے ہیں۔ حالانکہ سلسلہ سارا ان کا متشابہات پر مبنی ہے +

ہمارے عقاید اور کام

تو ایک طرف تو وہ مخزیات ہیں۔ جو مخالفین اور اب برائے نام موافقین نے بھی حضرت مسیح موعود کیطرف منسوب کیں اور کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ہمارے خیالات اور عقاید ہیں جو محکمات کے ماتحت اور حضرت مسیح موعود کے خیالات کے عین مطابق ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارا کام کیا ٹھیرا۔ وہی جو مسیح موعود کا تھا۔ یعنے جس طرح آپ نبوت کی نفی اور رد فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح آج ہم بھی آپ پر سے اس اتہام کو دور کرتے ہیں۔ بلکہ شروع سے رد کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ میری کتابیں شاہد ہیں [illegible] مسیح موعود کے ہم آواز ہو کر بڑی بلند آہنگی کے ساتھ یہ [illegible] کر گئے ہیں۔ اور آج ہی نہیں ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ و [illegible] النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی نقد [illegible] بانقطاعها من یوم نزل فیہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنے نبوت تامہ کاملہ جو [illegible] کمالات وحی کی جامع ہے۔ ہم اس کے انقطاع پر ایمان لا چکے ہیں۔ اسی دن سے۔ جب سے کہ یہ آیت نازل ہوئی ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس وقت تک بھی جب حضرت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ ہم مخزیات بجز اس کے اور کوئی نہیں پاتے تھے۔ کہ آپ کی طرف لوگوں نے خواہ مخواہ دعوائے نبوت منسوب کیا۔ اور کافر آپ کو ٹھیرا دیا۔ اور اسی لئے ہم بار بار اس کا رد کرتے رہے۔ آج بھی اس دعوائے نبوت کے منسوب کرنے کو ہم مخزیات سمجھتے اور اسی کا رد کرتے ہیں۔ اور فی الحقیقت ہمارا کام یہی ہے کہ ان مخزیات کو رفع کریں اور بس۔ سو انشاء اللہ یہ سب کی سب مخزیات رفع ہو جائے گی۔ اور الہام الٰہی پورا ہو کر رہیگا۔

ہمارا دوسرا کام

ہمارا دوسرا کام ہے۔ ایمانیات کا استحکام۔ ایمان کی باتیں کچھ ایسی معمولی نہیں ہوتیں۔ کہ ان کا کوئی رد کر سکے۔

ایمانوں کی باتیں [illegible]

ایمان کی باتیں ایسی قاہرات و باہرات سے ہوتی ہیں کہ کوئی ان کا جواب نہیں دے سکتا۔ بھلا کون رد کر سکتا ہے ہمارے حضرت کی محدثیت کا۔ کوئی آ تو جائے میدان میں۔ پھر دیکھے آیا دلایل و براہین سے اس کا سر توڑا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اسی لئے ایک شخص نے [illegible] دیان سے لکھا (مرزا ارا کمل) کہ اپنے اعتقادات کو [illegible] اس کو ایسا اکمل جواب دیا۔ کہ پھر وہ بول نہیں سکا۔ مگر آج ایک فریق کا سردار (مراد از میاں محمود) کہتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ ایمانیات سے ہے کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی آیت [illegible] حضرت مسیح موعود کے حق میں ہے۔ نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں۔ اس کے نزدیک اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔ نہ حضرت رسول کریم صلعم۔

مبشراً برسول میں تنوین تعظیمی [illegible] عقاید باطلہ کا رد کرتی ہے

حضرت مسیح موعود نے منن الرحمن میں لکھا ہے۔ کہ تنوین جو کسی لفظ پر آتی ہے۔ تو وہ تعظیم کے لئے ہوتی ہے یہاں بھی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مبشراً اور رسول کے اوپر [illegible] تنوین تعظیمی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کسی بزرگ عظیم الشان کی نسبت پیشگوئی حضرت مسیح [illegible] نے کی ہے۔ یعنے اس کے [illegible] کہ حضرت مسیح نے کہا۔ کہ ایک عظیم الشان رسول کی میں [illegible] جو میرے بعد آئیگا۔ اور اس کا نام احمد ہوگا۔ ایسی [illegible] مسیح موعود کو اس کا حقیقی مصداق ٹھیرانا بجائیکہ آپ عظیم الشان رسول ہو [illegible] مطلق رسالت و نبوت سے بھی آپ منکر ہیں [illegible] کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ اور اسکو ایمانیات میں سے ٹھیرانا اور بھی صریح گمراہی کا ثبوت دینا ہے۔ سو اتفاق [illegible] نہیں گئے جب کبھی کوئی حضرت مسیح موعود کے پاس آیا اور [illegible] کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو آپ نے بڑے [illegible] اس کی تردید کی اور ختم نبوت کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں ٹھیرایا

[illegible] احمد الحامدین اور رسول اللہ [illegible]

پھر احمد کا لفظ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی اصل میں ہے احمد الحامدین تمام [illegible] سے

بڑھ کر حمد کرنیوالا۔ تمام کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلعم تمام رسولوں سے بڑھکر حمد کرنیوالے ہونگے۔ یہاں نرا احمد لاکر مضاف الیہ کو مبالغہ کے لئے حذف کر دیا ہے۔ یہ تعمیم پر دلالت کرتا ہے جو مبالغہ کے لئے کی جاتی ہے یعنی نرا احمد لاکر جو تعمیم کی گئی ہے۔ اس میں اور بھی مبالغہ ہو گیا۔ پہلے ہی احمد الحامدین میں افعل التفضیل تھی پھر مضاف الیہ کو حذف کر کے تعمیم کی جس سے اور بھی مبالغہ ہو گیا۔ اور اس میں ایک سر یہ بھی ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ آخر انبیائے بنی اسرائیل نے جو اسم احمد کے ساتھ پیشگوئی کی اس میں تمام انبیائے ماسبق جو حامدین ہیں۔ وہ سب داخل ہو گئے۔ اور آنحضرت ان سب انبیاء سے بڑھ کر حمد کرنے والے ٹھیرے۔ تمام سیر کی کتابوں میں آپ کو احمد الحامدین ہی لکھا ہے۔ پھر بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ان سب دلایل کو نذر انداز کر کے خلاف قرآن۔ خلاف حدیث خلاف اجماع امت و انبیائے سابق ایک گمراہی کے رستہ کی طرف پڑ کر اور [illegible] سی باتیں ایجاد کر کے انہیں ایمانیات میں سے قرار دیا جائے +

حضرت مسیح موعود کا مذہب شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم

خود حضرت مسیح موعود بھی کھلے طور پر اس فاسد خیال کی جا بجا تردید فرماتے ہیں اور حضرت رسول کریم صلعم کو ہی حقیقی احمد سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ ؎

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

ایک اعتراض

اس شعر پر ابتدا میں یہاں لاہور کے اہلحدیث گروہ نے بہت شور و غوغا کیا تھا۔ اور انہوں نے مجھے لکھکر بھیجا کہ اب تو تم بھی مشرک ہو گئے کیونکہ تم اس کے مرید ہو۔ کہ جس نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی ذات سے ایسے جدا ہوئے کہ احمد کے درمیان سے میم گر گئی۔ جب میم گر گئی۔ تو پیچھے احد رہ گیا۔ تو گویا مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کو خدا بنا دیا۔ میں نے

معترض کی کم فہمی کہ آنحضرت صلعم احمد ہونے میں یکتا ہیں

انہیں جواب میں لکھا کہ تم اس کو سمجھتے نہیں ہو۔ ؎

چو بشنوی اہل سخن مگو کہ خطا است
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

میں نے ثابت کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ احمد ہونے میں احد ہیں۔ نہ یہ کہ آپ احمدیت کو چھوڑ کر احد ہو گئے۔ یہ اس حدیث کے مطابق ہے

نبی کریم صلعم کے قول سے تائید و تصدیق

جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ان لی خمسۃ اسماء انا محمد وانا احمد۔ بیشک میرے ہی لئے یہ پانچ نام ہیں۔ کسی کے لئے نہیں۔ میں ہی محمد ہوں اور میں ہی احمد۔ یہاں جار مجرور کو مقدم کیا ہے۔ اور جار مجرور کی تقدیم میں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ قاعدہ علم معانی کے مطابق تخصیص کے لئے ہوتی ہے۔ یعنے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں ہی احمد ہوں۔ اور کوئی احمد ہے ہی نہیں۔ تو میں نے بتایا کہ احمد بھی ایک ہی ہے۔ اور اسی ایک ہونے کا حضرت مسیح موعود نے اس مصرع میں بیان کیا ہے۔ ع

آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

موجودہ فاسد عقیدہ ایمانیات میں سے نہیں ہو سکتا

تو پس خود حضرت مسیح موعود بھی اور حضرت رسول کریم صلعم بھی اس فاسد خیال کے جواب بتایا جاتا ہے۔ مخالف ہیں۔ ایسی حالت میں اسے کیونکر ایمانیات میں سے قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آج کہا جاتا ہے۔ ایمانیات کی باتیں پختہ اور مضبوط ہوتی ہیں۔ نہ یہ کہ خود آنحضرت صلعم بھی ان کے مخالف ہوں۔ اس لئے [illegible] ہمارا کام ایمانیات یا محکمات کا استحکام ہے۔ ایک تو ہمارا کام مخزیات کو دور کرنا تھا اور دوسروں کا متشابہات کی پیروی کر کے ان مخزیات کو قایم کرنا۔ دوسرا کام ہمارا ہے محکمات کا استحکام۔ محکمات ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ایمان کی دلایل اس قدر مضبوط ہم بنا چکے۔ کہ انکو کوئی ٹال نہ سکے +

ہمارا تیسرا کام

ایمانیات پر ہماری پختگی اور مخالف فریق کی دورنگی

پھر اس پر ہم اس پختگی کیساتھ ہم قایم ہونگے اور ہیں۔ کہ بادشاہ کے سامنے خواہ کسی کے سامنے ہوں۔ ہم اس کو بڑی بلند آہنگی کیساتھ بیان کرینگے۔ اس میں دورنگی ہرگز نہ ہوگی۔ لیکن اس کے بالمقابل ہمارے مخالف فریق کا کام کیا ہے۔ دورنگی۔ مجھے لکھتے ہیں۔ کہ

تعیین امور غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے اسکو میں اتنی وقعت نہیں دیتا۔

لیکن دوسری طرف کتاب کے اندر لکھتے ہیں۔ کہ

[illegible] ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے (انوار خلافت صفحہ ۲۱) اور یہ ایمانیات سے ہے اور کہ اس پیشگوئی کا حقیقی مصداق حضرت رسول کریم صلعم کو ٹھیرانا درست ہوں سوسنا ہی نہیں (انوار خلافت صفحہ ۲۲)

جب تمہارا ایمان ہے۔ اور تم اس کے خلاف اعتقاد رکھنے والوں کو مومنانہ نہیں سمجھتے۔ تو پھر یہ دورنگی کیوں ہے۔ کہ مجھے اس کے خلاف کچھ اور لکھتے ہو۔ اور اپنے اس ایمان کو کچھ وقعت ہی نہیں دیتے۔ اس کے خلاف ہماری تمام کتابیں دیکھ جاؤ۔ ابتدا سے لیکر آخر تک ہمارا ایک ہی مذہب پاؤ گے کبھی اس میں دورنگی نہیں ہوگی +

تو ہمارا تیسرا کام یہ ہوا کہ ہم ان ایمانیات اور محکمات پر ایسی پختگی کے ساتھ قایم رہیں اور قایم ہیں۔ کہ کسی کے سامنے بھی ان کے بیان کرنے سے ہچکچاتے نہیں۔ جیسا کہ ابتدا سے ہمارا رویہ چلا آتا ہے اور ہچکچائیں کیسے جب وہ باتیں جن پر ہم ایمان رکھتے ہیں ایسی مضبوط ہوتی ہیں کہ دلایل بینہ سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے بالمقابل مخالف چونکہ کسی مضبوط بنیاد پر نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ اپنی باتوں کو بیان کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ اور ان کے کلام میں دورنگی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس وقت ہے۔

ہمارا چوتھا کام

چوتھا مسلک ہمارا یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی جتنی تحریریں

حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے متعلق فریق مخالف کا خیال

ہیں اول سے آخر تک ان سب کو صحیح سمجھیں ہمارا دوسرا فریق اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ پندرہ برس تک جو حضرت مسیح موعود اپنی نبوت کی نفی کرتے رہے۔ تو اس قدر عرصہ میں آپ کو یہ بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔ کہ نبوت کہتے کسے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں آ کر حضرت صاحب کو کچھ شک پڑ گیا۔ اور آپ نعوذ باللہ مجبور ہو گئے۔ دورنگی اختیار کرنے پر کبھی کہتے کہ میں نبی ہوں۔ اور کبھی کہتے کہ نہیں میں نبی نہیں ہوں۔ آخر سنہ ۱۹۰۱ء میں آ کر پورے طور پر سمجھ آئی کہ میں تو نبی ہوں۔ اور پہلے جو کچھ نبوت کے بارہ میں لکھتا رہا ہوں۔ وہ سب غلط تھا +

استغفر اللہ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کل تحریریں منسوخ۔ پندرہ برس کی کارروائی ساری کی ساری عنت ربود۔ حالانکہ بار بار بیان فرمایا کہ میں محدث ہوں۔ الہام میں صاف طور پر آپ کو محدث کہا گیا۔ انت محدث اللہ فیک مادۃ فاروقیۃ۔ یہ سب غلط۔

۲۳ سالہ مہلت کا معیار صداقت بھی عنت ربود کر دیا گیا

پھر اپنی صداقت کے ثبوت میں جو ۲۳ برس کی مہلت دیئے جانے کا استدلال کیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے تئیس سال کی مہلت دی ہے۔ جو میری صداقت پر ثبوت ہے۔ اب یہاں ان لوگوں نے وہ استدلال بھی کھو دیا۔ کیونکہ جو تاریخ آپکے دعوائے نبوت کی انہوں نے قرار دی ہے۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء اس کے سات سال بعد آپ فوت ہو جاتے ہیں۔ جس سے یہ اعتراض آپ پر آتا ہے کہ آپ اپنے دعوائے نبوت میں جو یہ لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں صادق ہوتے۔ تو تاریخ دعوے سے حسب استدلال خود ۲۳ سال بعد فوت ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں۔ جونہی کہ آپ نے ان لوگوں کے قول کے مطابق دعوائے نبوت کیا۔ بس اللہ تعالےٰ نے آپ کو مہلت نہ دی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اٹھا لیا۔ فنعوذ باللہ من ہذہ الھفوات۔

تو ہمارا یہ چوتھا کام ہے کہ ان لوگوں کے خلاف آپکی تمام کتابوں کو اول سے لیکر آخر تک ایک جیسی مانیں۔ اور اس تنسیخ کے بیہودہ خیال کو رد کریں +

کلمہ طیبہ سے کیا مراد ہے

اب جو آیت میں نے سورۃ ابراہیم سے پڑھی تھی۔ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ الخ اس کی طرف آتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کلمہ طیبہ کی کیسی مثال ہے۔ جیسے درخت طیبہ جو اصل کا پھل بھی میٹھا ہے۔ اس کی جڑیں جو ہیں۔ وہ زمین میں بھی پھیل گئی ہیں۔ اور ایسی شاخیں آسمان میں ہیں۔ اور ہر وقت اپنے پھل سے لوگوں کو محظوظ کرتا ہے۔ اسی کلمہ طیبہ کا نام جس کو ایسے درخت سے مثال دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آگے چل کر قول ثابت رکھا ہے اور بتایا ہے۔ کہ اس قول ثابت کے ساتھ اللہ تعالےٰ مومنین کو ثبات بخشتا ہے۔ اور اس کے بالمقابل خبیث کلمہ کی مثال خبیث درخت سے دیکر فرمایا۔ اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار۔ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر ہے اس کو قرار نہیں +

کلمۃً طیبۃً کلمہ شہادت ہے جس سے مخالف کا رد ہوتا ہے

یہ کلمہ طیبہ کیا ہے۔ یہ وہی کلمہ شہادت ہے جس کا ذکر میں نے پچھلے خطبہ میں کیا تھا۔ اس شہادت کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ اس میں حق کی تائید کے ساتھ مخالف کا رد [illegible]

بعض حیا سوز حرکات بھی بعض اوقات ان سے سرزد ہو جاتی ہیں جنکی سب سے بڑی ذمہ واری ان بگے نمائندوں پر عاید ہوتی ہے +

تناسخ کا مسئلہ حل ہوگیا

پچھلے دنوں ہمارے آریہ معاصرین نے کسی ایکسالہ بچہ کے پنسل یا قلم دوات ہاتھ میں لیکر اتفاقاً بعض ایسی کیریں ڈالنے کو جن سے ممکن ہے سنسکرت کا کوئی لفظ بن گیا ہو تناسخ کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ کیونکہ ان کا خیال ہے۔ کہ بغیر اس کے ہو نہیں سکتا کہ وہ بچہ کسی گذشتہ جنم میں ایک بڑا پنڈت ہو۔ ہم نے بھی اپنے آریہ معاصرین کی اس نادر دلیل کو سراہتے ہوئے بتایا کہ ہم پرچار ک سے یہ پوچھا تھا۔ کہ آیا وہ بچہ دوبارہ بھی اس لفظ کو لکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا تو کوئی جواب ہمارے معاصرین نے آج تک نہیں دیا لیکن اس سے زیادہ واضح اور دلنشین حل البتہ معاصر آریہ گزٹ نے اپنے یکم بھادوں کے پرچہ میں اس مسئلہ تناسخ کا کیا ہے وہ آریہ اخبار کا پنر جنم، کے عنوان سے لکھتا ہے۔ کہ

”ہم یہ خبر اپنے پاٹھکوں کو خوشی سے سنانا چاہتے ہیں کہ مہاودیالہ جوالا پور کا اخبار ”بھارت اودیہ“ از سر نو شائع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اس کے سمپادک مدستور پنڈت پدم سنگھ جی ہیں۔ جن کی پرزور قلم کا سکہ دشمنوں پر بھی بیٹھا ہوا ہے۔ یہ آریہ بھاشا کا اخبار آریہ لوگوں کے لئے بہت مفید ہے۔ ضروری ہے۔ کہ اب اس کی اچھی طرح مدد کی جائے۔ تاکہ اسے پھر مرتیو کا دکھ نہ دیکھنا پڑے +

دوسرا اخبار جو نئے روپ اور نئے ڈھنگ سے شائع ہوا ہے۔ وہ آریہ سماچار ہے۔ یہ پہلے کانپور سے نکلتا تھا۔ لیکن اب اس کا پنر جنم میرٹھ سے ہوا ہے۔ اور ہم دیکھکر خوش ہوئے ہیں۔ کہ اس کو اب کے اچھا جنم ملا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب نفیس ہیں مضامین بھی اعلے ہیں۔ اب کے اس ماہواری رسالہ کو پنڈت گھاسی رام جی ایم اے کی ایڈیٹری کا فخر حاصل ہوا ہے۔ پرماتما کرے کہ یہ آریہ سماچار خوب پھلے پھولیں گے“

اب اس میں ہمارے لایق معاصر نے بعض آریہ اخبارات کے جو پہلے بند ہو چکے تھے۔ از سرنو جاری ہونے اور اسی ”کاغذی شکل وصورت میں جاری ہونے کو ان کا ”پنر جنم“ بالفاظ دیگر تناسخ قرار دیا ہے ظاہر ہے۔ کہ یہ آریہ اخبارات بھی دیگر مخلوق کی طرح ہمارے آریہ دوستوں کے عقاید کے مطابق اسی کاغذی شکل وصورت میں اپنے ...ح رکھتے ہیں۔ ان کے لئے بھی اسی طرح اپنے اعمال کی جزا وسزا بھگتنی ضروری ہے۔ جس طرح دوسری مخلوق کے واسطے لیکن معاصر آریہ گزٹ نے مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ جب اس نے ہمیں یہ بتایا کہ انہوں نے جو ”پنر جنم“ لیا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک دفعہ مر جانے کے بعد دوبارہ جس نئی جون میں وہ پیدا ہوئے ہیں۔ وہ پھر وہی ہے۔ جس جون یا قالب میں وہ پہلے تھے۔ بندر او سور یا ورگدھے نہیں بنے۔ کیا معاصر موصوف ہمیں بتائیگا کہ ایسا کیوں ہوا۔ اور ان کے وہ کونسے ایسے اعمال تھے۔ جن کی وجہ سے انہیں دوبارہ اس جون میں ”پنر جنم“ لینا نصیب ہوا۔ اور کیوں کسی دوسری مخلوق کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ ایکدفعہ مر کر پھر کسی دوسرے قالب میں ہی جائے اسی قالب میں اسے دوبارہ جنم لینا نصیب نہ ہو +

دار با حال زار

خدا کی شان وہی زار جو کبھی پیٹرو گریڈ کے عالیشان ایوان سلطنت کا واحد مالک تھا اور زار سکو سیلو جیسے رفیع الشان قصر شاہانہ میں عیش وعشرت سے زندگی بسر کیا کرتا تھا جن عالیا ممبو رجکو جو کبھی کبھی موجودہ انقلاب کی حمایت میں آواز بلند کر دیتے تھے رہے کی بیڑیوں سے جکڑ کر سائبیریا جیسے برفانی اور غیر سرسبز علاقہ کی شدید ترین مصائب کو جھیلنے کے لئے تبعید یا کرتا تھا آج زمانہ کی نیرنگی دیکھو کہ اسی شہنشاہ ذی اقتدار کو نہ صرف اس ایوان سلطنت سے بیدخل اگر زار سکو سیلو جیسے سربلند محلات سے بھی نکال دیا جاتا ہے۔ نہ صرف اسکی تمام آزادی کو سلب کر کے ایک قیدی کی حیثیت میں اسے رکھا جاتا ہے بلکہ اسی سائبیریا کے غیر سرسبز برفستان میں خود انہی انقلاب پسندوں کے حکم سے لے جانا پڑتا اور وہی کٹھن مصائب اسے جھیلنی پڑتی ہیں جو ایسے انقلاب پسندوں کیلئے مخصوص تھیں۔ ان حالات میں اب بھی اگر ...کیا خدا کے مسیح کے ان الفاظ کی صداقت میں شک کرنے والا کوئی ہے تو اسکو شک اور اعتراض ہی رہیگا۔ جو اس نے آج سے ۱۱-۱۲ سال پیشتر فرمائے کہ

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

خطبۂ جمعہ

مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۱۷ء

فریق ثانی اور ہمارا مسلک

از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء

یہ جو میں نے سورہ ابراہیم سے پڑھی ہے۔ یہ مشرکین یہود اور نصاریٰ کے رد میں ہے۔ اس کی تفسیر تو میں آگے چل کر کرونگا۔ پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ اختلاف جو ہم میں اور دوسرے فریق میں ہو گیا ہے اس میں یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اور فریق ثانی کیا کر رہا ہے حضرت مسیح موعود کے چار الہام ہیں۔

(۱) لا نبقی لک من المخزیات شیئاً۔

(۲) لا نبقی لک من المخزیات ذکراً۔

(۳) نبقی لک من الآیات بینات۔

(۴) ونبقی لک من الآیات باہرات۔

حضرت مسیح موعود کے دو الہام

ان میں جو پہلے دو الہام ہیں۔ لا نبقی لک من المخزیات شیئاً اور لا نبقی لک من المخزیات ذکراً۔ ایک غرض سے ہوئے۔ ان کا شان نزول کیا ہے۔ یہ دونو الہام ایک جیسے ہیں۔ صرف ایک شیئاً کا لفظ ہے۔ اور دوسرے میں شیئاً کی جگہ ذکراً کا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اے میرے مسیح موعود میں تیرے رسوا کرنے والی جو باتیں ہیں ان کو باقی نہیں رہنے دونگا۔ تو یہ دو دفعہ ہوا۔ جس سے بڑی تاکید پائی جاتی ہے۔ ان میں مخزیات کو آپ لوگ یاد رکھیں۔ مخزیات کہتے ہیں رسوا کرنیوالی چیزوں کو۔ باقی دو الہامات کو پھر دیکھا جائیگا۔ فی الحال انہی دونو کے متعلق دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ کیوں ہوئے۔ اور وہ کونسی چیزیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے مقدس ومطہر انسان کو جن کا خاندان بھی اعلےٰ اور حسب ونسب کے لحاظ سے بھی آپ ایک ممتاز گھرانے کی طرف منسوب۔ پھر اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی آپ برگزیدہ ایسے باوقار انسان کو وہ کونسی باتیں جو رسوا کرنے والی تھیں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تو کوئی بھی بات آپ کو رسوا کرنے والی نہیں ہو سکتی۔ ہاں دنیا اور اہل دنیا کے نزدیک بعض باتیں تھیں جن کو آپ کی طرف منسوب کرکے وہ آپ کو رسوا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے +

مخزیات کیا ہیں وہ باتیں کیا تھیں۔ وہ وہی تھیں۔ اور وہی ہیں جنکا ذکر میں نے اپنی کتاب تحذیر المومنین عن اکفار المسلمین میں کیا ہے۔ ایک شخص تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اس نے ہمارے حضرت کی تکفیر کی اور تمام ہندوستان کے مولویوں سے الا ماشاء اللہ اس کفر نامہ پر دستخط کرائے۔ اور سب کی مہریں لگوائیں۔ کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ مرزا صاحب مسلمان نہیں۔ بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیوں؟ وہ کونسی باتیں تھیں۔ جو اس نے اپنے کفر نامہ کی توثیق کے لئے کیں۔ جو وجوہات اس نے لکھی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی وجہ یہی لکھی ہے۔ کہ مرزا صاحب نبوت کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور بھی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی بات ان میں یہی ایک دعوے کا اتہام ہے۔ جس پر ان کی تکفیر کا دارومدار ہے۔ بالفاظ دیگر تما کفر اور تکفیر کی انہوں نے نبوت قرار دی ہے +

یہی وہ مخزیات تھیں۔ جن کا ذکر الہام الٰہی میں ہوا۔ اور تو کوئی بھی مخزیات نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں جو مخزیات کا رنگ رکھتی ہو۔ خاندان بھی آپکا اعلےٰ اور روپیہ بھی آپ پاک ومطہر انسان۔ تو پھر سوائے اس فتوے کفر کے اور کونسی بات باعث تضحیک (اہل دنیا کے نزدیک) ہو سکتی ہے +

تو اصل بات یہی ہے کہ مخزیات جن کی الہام الٰہی میں اشارہ ہے یہی تھیں۔ کہ مخالفین اور بالخصوص مولوی محمد حسین بٹالوی نے آپکی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرکے آپ پر کفر کا فتوے دیا۔ وہ اس کفر نامہ کو تمام ہندوستان میں لئے لئے پھرا۔ میرے پاس بھی پہلے ہی سے حضرت کا معتقد تھا۔ پھر میں کیسے اسپر دستخط کرتا۔ میں نے صاف انکار کر دیا +

تو مخزیات کیا تھیں یہی تکفیر جس کی بنا اسپر تھی۔ کہ وہ کہتے تھے کہ مرزا صاحب نے دعوےٰ نبوت کیا ہے۔ میں نے اس کا جواب لکھا اور اپنی اس کتاب کا نام رکھا تحذیر المومنین عن اکفار المسلمین جس کا ذکر حضرت مسیح موعود نے بھی بڑی ہی تعریف کے رنگ میں ایک کشف کی بنا پر براہین احمدیہ میں کیا ہے۔ کہ جسکا انکار کوئی احمدی ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی کتاب کسی احمدی کی اس کشف کی مصداق ہو سکتی ہے۔ دمن ادعی فعلیہ البیان۔ نہ ہی تحذیر المومنین کا جواب آجتک کسی مخالف موافق سے ہو سکا ہے۔ اس کتاب میں ۶۰ یا ۶۵ اولیاء اللہ جو گذرے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیکر اس وقت تک ان سب کی تکفیر کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ اپنے اپنے وقت میں ان سب بزرگوں پر کفر کا فتوے مخالفین نے لگایا۔ بلکہ طرح طرح کی جسمانی تکالیف بھی پہنچائیں۔ کیونکہ مامور جب آتا ہے۔ تو اس وقت حقایق ایمانیہ سے غفلت ہو جاتی ہے۔ مامور الٰہی اس وقت اسی غفلت کا رد کرتا ہے۔ اور لوگ اسے الٹا کفر پر محمول کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے حضرت بھی ہمارے اور حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان بطور برزخ کے تھے۔ بوجہ محدث ہونے کے۔ اور یہ ایک ایسا پردہ ہوتا ہے۔ جس سے لفظ کشفی میں اشتباہ واقع ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس برزخیت اور محدثیت کے ذکر سے مخالفین نے بھی دھوکا کھایا۔ اور اپنوں میں بھی۔ اور دعوےٰ نبوت حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کر دیا۔ یہی وجہ ہوئی ہمارے اختلاف کی کہ وہ بات۔ وہ دعوے نبوت کا اتہام جو دنیا اور اہل دنیا کی نظروں میں مخزیات کا رنگ رکھتی تھیں۔ اور الہام الٰہی نے بھی انہیں مخزیات قرار دیا۔ آج وہ اپنوں نے حضرت مسیح موعود پر لگانا شروع کر دیا۔ غلو ہونیوالا تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود کو الہامات میں علی بھی کہا گیا ہے۔ یا علی دعہم وانصارہم وزراعتہم۔ اور علی کی نسبت جو غلو ہوا ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اس کے سوائے اور کوئی بات حضرت مسیح موعود کو رسوا کرنے والی نہیں کہ آپ کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کیا جائے۔ جیسا کہ مخالفین نے اسی غرض سے منسوب کیا۔ ہمارے فریق کا بھی ایسی بات کو آپ کی طرف منسوب کرنا انہی مخزیات میں حصہ لینا ہے +

دعوےٰ نبوت منسوب کرنا متشابہات کی پیروی ہے کیوں آپ کی طرف ایسا دعوےٰ منسوب کیا گیا ہے۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ اس تشابہ کی وجہ سے جو آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ الہام الٰہی میں اور آپ کی تحریرات میں بھی لفظ نبی کا آگیا۔ لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس کی تاویل کرتے جیسا کہ متشابہات کا قاعدہ ہے۔ اسے خلاف ارشادات حضرت مسیح موعود اپنے اصلی اور حقیقی معنوں پر محمول کر لیا۔ حالانکہ ہر ایک کے کلام میں متشابہات بھی ہوتے ہیں اور محکمات بھی۔ خود اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیٰت محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات۔ یعنے خود قرآن کے اندر بھی بعض آیات محکمات ہیں بعض متشابہات۔ اسی طرح سے اولیاء اللہ اور بزرگان کے کلام میں متشابہات بھی پائے جاتے ہیں۔ اور محکمات بھی۔ مگر چونکہ سب لوگ اس کو سمجھنے والے نہیں ہوتے۔ اس لئے لوگوں کے بھی دو فرقے ہیں۔ ایک کے متعلق تو قرآن نے بتا دیا کہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔ یعنے ان کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ وہ ان متشابہات کے ہی پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور فتنہ پردازی کرنے لگتے ہیں۔ لیکن دوسرا گروہ جو ہے۔ اس کے متعلق فرمایا وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا تو اس میں ہمیں اصول بتایا۔ کہ جہاں کہیں متشابہات تم دیکھو انہیں محکمات کے ماتحت کرکے جنہیں ام الکتاب کہا ہے۔ ان کی تاویل کر لیا کرو۔ یہ ایک معیار ہے جس سے ہم اولیاء اللہ کے کلام میں متشابہات میں ٹھوکر کھانے سے بچ سکتے ہیں۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قرآن کریم میں ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو متشابہات کا رنگ رکھتے ہیں۔ مثلاً وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم وغیرہ وغیرہ من الآیات الکثیرہ +

ان متشابہات کے لانے میں سر یہ ہے۔ کہ تا لوگوں کی عقلوں کو آزمایا جائے۔ ان کے اخلاق جانچے جائیں۔ اور دیکھا جائے۔ کہ وہ کس قدر سمجھ رکھتے۔ اور غور وفکر سے کام لیکر اپنی بلندی اخلاق اور دانائی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اسی متشابہات ومحکمات کے ذکر کے بعد کہ وما یذکر الا اولوا الالباب یعنے نصیحت اولوا الالباب وہ ہیں جو محکمات کو پکڑ لیں۔ اور متشابہات کو ان کے ماتحت کریں +

خرابات

فرقہ محمودیہ کے ممبر سے ایک سوال طلب

جناب میاں صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ باوجود اختلاف عقاید ایمانیہ بغرض اتحاد قوم اور ماتحت آیتہ استخلاف میری بیعت کرنی ہر ایک احمدی پر فرض ہے۔ اور جو میری بیعت سے انکار کرتا ہے وہ مطابق آیتہ واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ابلیس ہے۔ فاسق ہے۔ کافر ہے رسالہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے) مگر جسے تم لوگ سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ایک اولوالعزم نبی مانتے ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔

آجکل کے پیروں کے مرید۔ فاحشہ عورتوں کو مرید بناتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کے پیر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی بدکاریوں پر اور اپنے کفر پر برابر قائم رہتے ہیں۔ صرف پیر کو چندہ دیکر مرید بن سکتے ہیں اعمال و عقاید خواہ کیسے ہی ہوں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوجہل کو بھی مرید بنا سکتے تھے۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش بھی کرتا رہتا اور اس قدر لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہ پڑتی۔ مگر یہ باتیں بالکل گناہ ہیں۔ دیکھو اخبار بدر نمبر ۱۷ اگست ۱۹۱۴ء جلد ۶ صفحہ ۱۳۔

اسپر پہلا سوال یہ ہے کہ تم مانتے ہو کہ مرزا صاحب ایک کامل بکمل اولوالعزم عظیم الشان نبی ہیں۔ اور یہ بھی تم بلکہ ساری دنیا مانتی ہے کہ نبی کے منکر کافر خارج از دایرہ اسلام ہوتے ہیں۔ پس جس کام کو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود ع نے حرام اور ناجائز سمجھ کر نہیں کیا۔ وہ کام میاں صاحب کے لئے باوجود دعوے مسلمانی اور مسیح موعود کے خلیفہ ثانی ہونے کے کیونکر جایز ہو گیا کہ جو احمدی یا غیر احمدی مرزا صاحب کو اصلی حقیقی کامل عین محمد رسول اللہ نہ مان کر خود بموجب فتوے میاں صاحب کافر خارج از دایرہ اسلام ہو چکے ہیں ان سے بیعت لیکر اپنے مرید بنا کر ایسے خود ساختہ کافروں کے پیر بن کر خوش ہو رہے ہیں۔

اگر اتحاد قائم رکھنے کے لئے کفار یعنے منکرین نبوت انبیا سے بیعت لینی جایز ہے۔ تو پھر میاں صاحب کے اس اصول اور اور تعامل کی بنا پر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم نے نعوذ باللہ بڑی غلطی کی جو کفار مکہ کے اس وفد سے مصالحت نہ کی۔ جو صرف اتنا چاہتے تھے کہ آنحضرت ہمارے بتوں کی توہین نہ کریں +

میاں صاحب کا دعوےٰ ہے کہ میرے سپرد وہ کام کیا گیا ہے جو حضرت عمرؓ کے سپرد ہوا تھا۔ اور کہ میرا نام ہی فضل عمر رکھا گیا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ نے بھی منکرین نبوت محمدی سے بیعت لیکر انہیں اپنے مریدین میں داخل قرار دیکر ان سے چندہ لیا ہے جس طرح میاں صاحب نے اس محمد ثانی کی نبوت حقیقی کے منکرین سے بیعت لے کر اپنے مریدین میں داخل کر کے چندہ لیتے ہیں۔ کیا میاں صاحب کے اس قول اور فعل کے رو سے میاں صاحب کی گدی باقی گدی نشینان کی گدیوں سے بدرجہا بدتر نہیں ہے +

دوسرا سوال یہ ہے کہ اختلاف عقاید اصول اسلام اور ایمانیہ کی صورت میں کس آسمانی کتاب اور نبی اللہ اور خلیفۃ اللہ نے اپنے مخالفین سے باوجود ان کے اپنے کافرانہ عقیدہ میں قایم رہنے کی صورت میں محض بغرض اتحاد و اتفاق قایم رکھنے کے ان سے بیعت لیکر انہیں اپنے خاص الخاص مریدین میں داخل کر کے ایسے کافروں کو مقبرہ بہشتی میں دفنا کر انہیں بہشتی قرار دیا ہو+ پس میاں صاحب کا یہ بنیا الٹو یا یہ نیا مذہب قایم کرنا در پردہ صاحب شریعت نبی ہونیکا دعوےٰ نہیں تو اور کیا ہے علیم ہونیکا بھی نیا نصاب دعوےٰ ہے اور خلاف تعلیم اسلام ایک نئے مذہب کی بنیاد بھی قایم کر چکے ہیں۔ اور اخبار الحکم میں اپنے فرقے کا الگ نام محمودی بہادر رفقی شایع کرا چکے ہیں۔ ناظرین غور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر مندرجہ بالا اور میاں صاحب کی تحریرات اور تعامل پر مطالعہ کریں کہ مذہب اسلام اور محمودیوں کے درمیان بلحاظ عقاید و اعمال کونسا تعلق باقی رہ گیا ہے۔ ظاہری نمازیں حسب احمدی کے مسلمان بننے کے لئے محمودی اصول کے رو سے ہیچ ہیں۔ تو محمودیوں کی نمازوں کو کیوں ہیچ نہ سمجھا جاوے۔ ظاہری اعمال تو تب ہی قابل اعتماد ہو سکتے ہیں جبکہ عقاید بھی موافق قرآن شریف ثابت ہوں۔ راقم محمد یمین احمدی از داتہ ضلع

خدمت اسلام

اخی المکرم حضرت امجد نے پیغام صلح میں میری طبع آزمائی فرمائی تھی۔ جو میری بڑی عزت افزائی ہے اب ۱۵ اگست ۱۹۱۴ء کے اخبار میں حضرت امجد کا دلربا کلام شایع ہوا ہے جو سچی اسلامی خدمات کی ایک بڑی خوشنما تصویر ہے۔ میرا بھی دل چاہا کہ اسی زمین میں طبع آزمائی کروں۔ آمد میں چند شعر موزوں ہو گئے ہیں جو محض میرے دلی خیالات کا نمونہ ہیں۔ ورنہ فن شاعری سے سروکار نہیں جیسا کہ میرے آقا حضرت مسیح موعود فرما گئے ہیں۔ ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں ہے مطلب
اس ذہب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

ملت بیضا کی خدمت کا تجھے اقرار ہے — یا الٰہی تجھ سے اپنے درد کا اظہار ہے
تیری استمداد سے چلتے ہیں سب دنیا کے کام — ورنہ جو کوشش کرے انسان وہ بیکار ہے
ہم تو ہیں عاجز ازل سے اور تو عاجز نواز — فضل تیرا اپنے ہر اک کام میں درکار ہے
سن لے تو آفت رسیدوں کا تو حال زار دل — ڈھونڈتے ہیں تیرا سہارا ہیں مگر تو غمخوار ہے
دور دورہ ہے خزاں کا گلشن اسلام میں — بلبل رنگین نوا کی بند کیا منقار ہے
کیسے گرداب بلا میں ہے سفینہ قوم کا — تیری رحمت کا سہارا ہو تو بیڑا پار ہے
تو ہی مشرق کا خدا ہے تو ہی مغرب کا خدا — پھر یہ حالت ہے میں کیوں امت تری پر خار ہے
چھوڑ کر تعلیم قرآں جسنے دیکھا ہے یہ دین — اب نہ وہ پہلی سی الفت ہے نہ وہ ایثار ہے
فرقہ بندی دیکھ کر اسلام میں ہے تنگ دل — ہم کو غم اپنوں کا ہے کس کو غم اغیار ہے
کفر بازی میں ہیں یکجا ایک طرف اخیار قوم — دوسری جانب ہے ہم پر حملہ اغیار ہے
ان کو نفرت ہے مسیح احمدی کے نام سے — جو کہ اک سچا غلام احمد مختار ہے
مل نہیں سکتی ہے آفت تو سر آئی ہوئی — تو نہ غمخواری کرے تو کون پھر غمخوار ہے

مدتیں گذریں کہ اختر ترک کر دی شاعری
اب یہ جو کچھ بھی ہے اپنے درد کا اظہار ہے

خاکسار
سید محمود اختر احمدی
آف میرٹھ

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین۔ سوانحعمری حضرت مولوی نورالدین صاحب جس کو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت ۱۲/

النبوۃ فی الاسلام۔ اس میں نبوت رسالت محدثیت۔ مجددیت۔ اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ اور مرزا صاحب نبی بمعنی محدث ہیں۔ قیمت بجلد عہ مجلد ۱۲/ +

غلامی۔ غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ قیمت ۳/

عصمت انبیاء۔ عصمت انبیا کو قرآن شریف سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں ان کو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ قیمت ۲/

اسوہ حسنہ۔ رسول مسلم زندہ و کامل نبی۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں قیمت ۱/

صحیفہ آصفیہ۔ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ قیمت ۲/

الوصیت۔ اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے۔ جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھ کر شایع کی اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب درباره احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شایع کیا۔ قیمت ۲/

سلسلہ تصنیفات براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل **احمدیہ جلد اول** ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن اور آنحضرت صلعم کی صداقت براہین نیرہ اور دلایل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام .... اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں ان کے ...... اور منکرین اسلام پر حجت ...... کرنے کے ...... مجلد ......

ولایتی کاغذ بے جلد عہ مجلد عہ دیسی کاغذ مجلد عہ۔ دیسی کا بجلد عہ

سکھ ازم انگریزی میں۔ اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان ہیں اور انکا مختصر حال ہے۔ قیمت ۱/

بنگال کی دلجوئی اردو میں۔ اس میں اس پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی بابت کی۔ قیمت ۱/

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف۔ اسمیں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے انگریزی میں۔ قیمت ۲/

رسالہ فیصلہ آسمانی۔ اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج منٹگمری پنجاب کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدیہ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے قیمت ۱/

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں۔ حضرت خواجہ صاحب کا وہ لیکچر جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ قیمت ۱/

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں۔ اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قیمت ۴/

رسالہ تحفۃ المتقین۔ اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب صوفیہ لکھی ہے ۱/

رسالہ تحفۃ السلطان۔ قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے۔ قیمت ۱/

بائیبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا فوٹو دیا گیا ہے قیمت ۱/

نیر اسلام۔ اس میں بشارت محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کر کے قرآن سے تطبیق دی ہے۔ قیمت ۲/

آیات بینات۔ عیسائی رسالہ آیات اللہ یعنی معجزات" کا جس میں حضرت عیسےٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کی گئی ہے قیمت ۲/

خورشید عاقل۔ مذہبی ناول اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارہ میں کرتے ہیں۔ قیمت ۱/

القول المجدد فی تفسیر اسمہ احمد۔ اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقاید دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت نیترہ کے ساتھ تردید کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں۔ ان کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت ۸/

درثمین بکمل۔ حضرت مسیح موعود کی تمام اردو فارسی نظمیں جو اب تک شایع ہو چکی ہیں۔ ایک جگہ جمع کی گئی ہیں۔ مجلد ۱۲/ بے جلد ۹/

الفتح۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث۔ قیمت ۱/

اظہار النصائح فی رد الخزیات والفضائح میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ انوار خلافت پر تنقید۔ قیمت ۴/

عسل مصفےٰ۔ مہدی اور مسیح موعود کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات۔ اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفےٰ منگا کر دیکھئے۔ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت مجلد ہر دو حصہ ۳/ بے جلد ہر دو حصہ ۲/۸

نکات القرآن۔ ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورہ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآرا اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ، آل عمران اور النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے علاوہ بہت سے لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا ہے۔ تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے قیمت حصہ اول ۶/ حصہ دوم ۶/ سوم ۸/ چہارم ۶/

حدوث مادہ۔ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں کوٹھری پر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنگا رام صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو زاید ابواب ہیں حدوث مادہ پر علمی دلایل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دیسکتا ہے + قیمت ۴/

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت

اسلام احمدیہ بلڈنگس ...... لاہور

کی شہادت دیتا ہے۔ اس سے ایک تو مخالف کا رد کرتا ہے۔ دوسرے اس کو تباہ کرتا جاتا ہے۔ اور اہل حق کو ترقی دیتا ہے +

تو یہ کلمہ شہادت ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شجر طیبہ سے مثال دی حدیثوں میں بھی یہی آیا ہے۔ اور اقوال مجتہدین میں بھی اسی کو کلمہ طیبہ کہا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر تو حدیثیں ہیں۔ جن میں خود نبی کریم نے تشریح کر دی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کی کون تفسیر کرسکتا۔ آپ تو خود مورد وحی ٹھیرے۔ پھر کیا کسر رہ گئی +

تو پھر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھر مجتہدین عظام اور ائمہ کرام سب نے بالاتفاق اسی کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ کو ہی کلمہ طیبہ قرار دیا ہے امام اعظم علیہ الرحمۃ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ شہادت سے جو اقرار ہو وہ ملفوظ ہوتا ہے کلمہ شہادت سے ہی دنیا میں اور مرنے کے بعد اثبات اور نجات ہے۔ ورنہ نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کلمہ طیبہ یعنے قول ثابت سے وہ ثابت رکھیگا۔ ان کو جو ایمان لائے۔ اب آپ دیکھیں کہ اس کلمہ طیبہ کے ساتھ ہی ہم ثابت ہیں۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں۔ تو حکم ہے۔ کہ بچے کے ایک کان میں اذان کہو اور دوسرے میں تکبیر اس میں بھی کلمہ شہادت پڑھتا ہے۔ جو پیدا ہونے کے وقت ہمارے کان میں ڈالا گیا۔ پھر جب مرتے ہیں تو اس کے متعلق بھی فرمایا۔ من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ فدخل الجنۃ۔ جس کی آخری کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ تو ہماری تمام عمر کو اس کلمہ شہادت نے گھیر لیا۔ یہ قول ثابت ہے۔ کیونکہ اول پیدائش سے موت تک وہی شہادت چلی گئی۔ پھر یہیں تک بس نہیں۔ اس کے بعد دفن ہوتے ہیں۔ تو وہاں قبر میں بھی دو فرشتے آتے ہیں۔ نہایت بھیانک شکل میں۔ اسی واسطے ان کا نام ہے منکر اور نکیر۔ یہ فرشتے ہی متشکل ہوتے ہیں۔ تو وہ فرشتے یہ سوال کریں گے۔ کہ من ربک۔ تیرا رب کون ہے۔ دعائیں کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ اس وقت ثابت قدم رکھے تو اس وقت جو جواب دیا جاتا ہے۔ وہ ہے۔ ربی اللہ۔ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ سوال ہوتا ہے۔ ما دینک۔ تیرا دین کیا ہے۔ جواب ملتا ہے۔ دینی الاسلام۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ من نبیک۔ تیرا نبی کون ہے۔ جواب دیا جاتا ہے۔ نبی محمد رسول اللہ صلعم مکذا فی الحدیث الصحیح۔ اللہ تعالیٰ توفیق دیگا وہاں اپنے مومن بندوں کو ان جوابات کی۔ وہاں بھی یہی سوال نبوت کا ہوگا۔ کہ کوئی اور تو نہیں جس کو محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نبی سمجھا جاتا ہو۔ اس وقت بھی وہی نجات پائینگے۔ جو اس کلمہ طیبہ اور قول ثابت پر قائم ہوں۔ اور سچے دل سے شہادت دیں کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ خدا ایک اور محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی رسول نہیں۔ صدق اللہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ۔ اس کے مخالف کے واسطے فرمایا۔ ویضل الظالمین ویفعل ما یشاء۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ اور سب لوگوں سے دعا کراتے ہیں۔ کہ ہمارے دوسرے احباب بھی اس قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت رہیں +

نعت

دردلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ درخوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یار ازل — آنکہ روحش واصل آن دلبرے
آنکہ مجذوب عنایات حق است — ہمچو طفلے پروریدہ دربرے
آنکہ در بر و کرم بحر عظیم — آنکہ در لطف و کرم یکتا درے
آنکہ در جود و سخا ابر بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے — آں کریم وجود حق را مظہرے
آں رخ فرخ کہ یک دیدار او — زشت رو را میکند خوش منظرے
آں دل روشن کہ روشن کرد صد — صد دل تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذات او — رحمتے زاں ذات عالم پرورے
احمد آخر زماں کز نور او — شد دل مردم ز خور تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ — در دلش از پر معارف کوثرے
بہر حق داماں ز غیرش برفشاند — تا نئے او نیست در بحر و برے

آں چراغش داد حق کش تا ابد
نے خطرے نے غم ز باد صرصرے

عالم نسواں

عورتوں کا قبروں پر جانا

۴۔ اگست کے تہذیب نسواں میں جناب سالک نے عنوان بالا پر ایک مختصر مضمون لکھا ہے۔ جو اس قابل ہے کہ دردمند مسلمان جنہیں ننگ اسلام کو زندہ رکھنے کی آرزو ہے۔ اس کا دیدۂ دل سے مطالعہ کریں اور ہر وقت ادائے فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں ہم ذیل میں اس مضمون کو بجنسہ درج کرتے ہیں :-

لاہور کی زمین کے نیچے بہت سے صوفی بزرگ خاک کی چادر تانے سوئے پڑے ہیں۔ مگر جتنی دھوم دھام اور نذر و نیاز حضرت مخدوم علی ہجویری گنج بخش رح کے مزار پر ہوتی ہے۔ اور کسی پر نہیں دکھائی دیتی۔ یوں تو ہر وقت زایروں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ لیکن جمعرات کی شام کو بہت دھوم دھام ہوتی ہے۔ عمارت روضہ کی ڈیوڑھی میں رنڈیاں آکر گاتی اور ناچتی کودتی ہیں۔ اور ان کے گرد تماشائیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہوتے ہیں +

ضعیف الاعتقادی کا برا ہو۔ جس نے مسلمان جیسی موحد اور خدا پر بھروسہ رکھنے والی قوم کو شرک و کفر پر مایل کیا۔ اور وہ لوگ جو توحید و رسالت کا ڈنکا کفرستان ہند میں سنانے آئے تھے ماننے کے مزار ان کے بعد بت کی طرح پوجے جانے لگے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی ہجویری گنج بخش رح کے مزار پر مرد تو مرد عورتیں ہزارہا کی تعداد میں جاتی۔ ماتھا رگڑتی۔ روتی۔ منتیں مانگتی ہیں۔ داتا روپیہ دے داتا بچہ دے۔ داتا میری بچی کا کہیں اچھی جگہ نکاح ہو جائے۔ داتا میرے شوہر کے دل کو نرم کر۔ غرض اس قسم کی دعائیں داتا صاحب کی درگاہ میں مانگی جاتی ہیں +

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ عرس کے موقع پر ہزارہا عورتیں لاہور سے اور باہر کے شہروں سے دلا گنج بخش کے مزار پر آتی ہیں۔ عمدہ نفیس لباس پہنے۔ خوب بناؤ سنگار کئے مردوں کے پہلو بہ پہلو عرس میں شریک ہوتی ہیں۔ اور رنڈیوں کا ناچ قوالی گانا بجانا سب کچھ آزادانہ دیکھتی اور سنتی ہیں۔ بعض صوفیائے حال کے حلقوں میں تو یہ دستور ہے کہ عورتیں اپنے پیروں اور پیر بھائیوں سے پردہ کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتی۔ اور حال و قال کی محفل میں شریک ہوتی ہیں +

عام طور پر جو مستورات مزار پر آتی ہیں۔ وہ مزار کی عمارت سے باہر تو برقع اوڑھے سمٹی سمٹائی لپٹی لپٹائی آتی ہیں۔ مگر جونہی اس عمارت کی ڈیوڑھی میں داخل ہوئیں سب دیا اور پردہ رخصت ہو جاتا ہے۔ اور پھر خواہ اس احاطے کے اندر ہزارہا غیر محرم مرد پھر رہے ہوں۔ ان کی پروا نہیں کی جاتی۔ اور برقع نہایت آزادی سے چہرے پر سے اٹھا لیا جاتا ہے +

مزار پر پہنچ کر پہلے تو قبر کے عین سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اور فاتحہ وغیرہ پڑھنے کے بعد داتا صاحب کی دہلیز پر آنکھیں پیشانی ناک اور رخسار رگڑتی ہیں۔ ایسی حالت میں اگر غیر محرم مرد پاس آکھڑا ہو۔ تو اس کی بھی پروا نہیں کی جاتی اور اپنی ان حرکات کو جاری رکھتی ہیں۔ اس کے بعد روضے کے گرد صدقے کی بکریوں کی طرح چکر لگاتی ہیں۔ اور آخر ساری عمارت میں اوپر نیچے ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر الٹے پاؤں وہاں سے واپس آتی ہیں۔ چہرہ داتا صاحب کی قبر کی طرف ہوتا ہے۔ اور پیٹھ باہر کی طرف تاکہ بے ادبی نہ ہو +

اس قسم کے شرمناک اور روح فرسا نظاروں کو دیکھ کر ایک دردمند مسلمان کی آنکھیں خون روتی ہیں اور وہ ایسا بیزار ہوتا ہے۔ کہ پھر مدت العمر وہاں جانے کا نام نہیں لیتا۔ تاکہ وہ قابل شرم منظر پھر نظر نہ آئے +

میں ان واقعات کو کسی طرح جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ سب باتیں میری آنکھوں دیکھی ہیں۔ اور اس قسم کے نظاروں نے مجھے بہروں متاسف رکھا ہے۔ بھلا اپنے دل میں خود ہی انصاف کرو۔ کہ عورتوں کے لئے مزاروں پر جانا۔ مرادیں مانگنا۔ بدکار عورتوں کے ناچ رنگ اور میراسیوں کا گانا۔ بجانا سننا۔ بے پردہ غیر محرم مردوں میں جانا۔ اور اسی قسم کی شرمناک حرکتیں جائز ہیں ؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں +

میں یہ مضمون کبھی نہ لکھتا۔ اگر میں چند تعلیم یافتہ خاندانوں کی خواندہ خواتین اور لڑکیوں کو خواجہ گنج بخش رح کے مزار پر جاتے

انتا متاسف نہیں ہوا۔ جتنا پڑھی لکھی اور عقیل فہیم خواتین کو دیکھ کر ہوا۔ خدا کے لئے غور کرو۔ کہ کیا یہ طرز عمل قرآن کے رو سے، حدیث و فقہ کے رو سے۔ اقوال اولیا کے رو سے، قانون اخلاق کے رو سے، قواعد معاشرت کی رو سے۔ غرض کسی طرح بھی قابل تعریف ہے ؟ اگر نہیں تو۔ اے مزاروں پر جانے والیو ! تم پر یہ کیا بے حیائی اور جہالت کی گھٹا چھائی ہے۔ کہ تم خدا اور رسول کے احکام سے واقفیت کے باوجود اس قسم کی حرکات کی مرتکب ہوتی ہو ؟

مجھے معلوم ہے کہ خواندہ خواتین میں سے ۸۰ فیصدی بلکہ زیادہ کے خیالات اس قسم کی بیہودگیوں کے خلاف ہوں گے اس لئے میں ان تعلیم یافتہ بہنوں سے عاجزانہ التجا کرتا ہوں کہ وہ اس قبر پرستی اور بے پردگی کو روکنے کی کوشش کریں۔ اگر ان کے شوہر یا بھائی یا اور عزیز اس مرض میں مبتلا ہیں تو دلایل سے۔ حکمت عملی سے سمجھا بجھا کر قبر پرستی کی تحقیر ان کے دل میں بٹھا دیں۔ سب سے زیادہ ضروری کام یہ ہے۔ اگر ان کے محلے میں کچھ ایسی عورتیں ہوں جو اسی طرح مزاروں پر جاتی ہوں تو انہیں روکیں۔ حضور پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے عورتوں کا اس طرح آزادانہ باہر نکلنا اور مزاروں پر جانا ناپسند فرمایا ہے۔ جس حالت میں عورتوں کو محلے کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت نہیں۔ جمعہ کی نماز ان پر فرض نہیں۔ جنازے کی نماز ضروری نہیں۔ تاکہ پردے کے اہتمام میں خلل نہ پڑے۔ اور کسی غیر محرم سے سامنا نہ ہو جائے۔ تو پھر مزاروں پر جا کر منتیں مانگنا کس حالت میں درست ہو سکتا ہے ؟ جب خداوند تعالیٰ خود اپنی عبادت میں عورتوں کو پردے کی اس قدر حفاظت کا حکم دیتا ہے تو انسانوں کی قبروں پر جانے اور مرادیں مانگنے کے فضول اور مشرکانہ فعل کے لئے اس قسم کی آزادی کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے ؟

ہندوستانی بہنوں کو حضور ملکہ معظمہ کی عکسی تصویریں

موجودہ جنگ سے جس قدر تباہی خیز اور بربادی بخش منظر دیکھنے میں آیا ہے۔ وہ انہد قابل عبرت ہے۔ ان غریب بیواؤں کے دلوں سے جا کر پوچھو۔ جن کے خاوند اس وقت تک اس ہولناک جنگ کی نذر ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس لحاظ سے کہ وہ بادشاہ وقت کے زیر اطاعت اور برطانیہ جیسی محسن و عدل پرور گورنمنٹ کی حمایت میں لڑتے ہوئے قربان ہو گئے ہیں۔ ان کی یہ قربانی از حد قدر و منزلت کے لائق ہے۔ اور وہ غریب بیوہ عورتیں اپنے خاوندوں کی اس جان نثاری پر جس قدر بھی فخر کریں۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ حکومت کی طرف سے انکو جس قدر بھی عزت و عظمت کے مقام پر جگہ دی جاوے بجا ہے۔ اور خوشی اور مسرت کا مقام ہے۔ کہ حکومت عالیہ نے اس پہلو سے غفلت و لاپرواہی اختیار نہیں کی۔ بلکہ حتے الوسع ان غریب بیواؤں کے دلوں کو ڈھارس اور تسلی دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں حضور ملکہ معظمہ کا وہ پیغام اور اس کے آپ کی اپنی عکسی تصویریں جو ہندوستانی بیواؤں میں تقسیم کرنے کے لئے موصول ہوئی ہیں۔ از حد لائق مسرت و ابتہاج ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ ہندوستانی مستورات ان تصاویر اور ملکہ معظمہ کے اس پیغام کو جو ان تصاویر کے نیچے آپکے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ عزت و عظمت کے مقام پر جگہ دینگی حضور ملکہ معظمہ کا وہ پیغام حسب ذیل ہے۔

"درد و رنج اور ہمدردی کے ساتھ مجھے سمندر پار رہنے والی اپنی وہ بہنیں یاد آتی ہیں۔ جو ہندوستان میں رہتی ہیں۔ وہ خوبصورت ملک جہاں میں دو دفعہ جا چکی ہوں اور جس سے مجھے بے حد محبت ہے۔ میں تمہیں یہ تصویر اس لئے بھیجتی ہوں۔ تاکہ اس بہادر سپاہی کی عزت کا اظہار کروں۔ جو صداقت اور آزادی کے لئے لڑتے ہوئے میدان جنگ میں کام آیا۔ (میری ار۔ ای)"

یہ تصویریں عنقریب تقسیم ہونگی۔ بہتر ہو کہ اس کے ساتھ ہی حکومت عالیہ ان غریب مستورات اور ان کے بال بچوں کے گذارے کے لئے کچھ رقمیں بھی بطور وظایف مقرر فرماوے۔ کہ یہ ان کے خاوندوں کی قربانیوں کا بہترین اعتراف ہوگا۔ اور سب سے زیادہ دلوں کو ڈھارس دینے والی چیز سمجھی جائیگی۔ انشاء اللہ +

ایک دلی خوشخبری

حضرت علامہ فہامہ مولانا ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی کی لاثانی کتاب المسمی بہ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط علی لباب المناسک ایک بھائی بیچنا چاہتے ہیں قیمت بحضور ضرورت بیشکی فوجنت مو [illegible]

لہ محمودی خیالات کے پیروؤں کو غور کرنا چاہیے مسیح موعود کس کو احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہارشنبہ ۲۹ اگست ۱۹۱۷ء نمبر ۱۶

گئو رکھشا اور ہندو اور مسلمان

(۲)

گذشتہ اشاعت میں ہم نے آریہ معاصرین مسافر اور آریہ گزٹ کے حوالہ سے گورنمنٹ مصر کے اس فرضی فرمان کا ذکر کیا تھا۔ جو گئو رکھشنی سبھا کے کسی ہندو نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ ۱۹۱۰ء میں شایع ہوا تھا اور اس میں گائے کی قربانی کے متعلق امتناعی حکم صادر کیا گیا تھا۔ لیکن ہماری حیرانی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب ہم ان الفاظ کو پڑھتے ہیں جو آریہ معاصرین نے گورنمنٹ کے اس فرمان میں سے نقل کئے ہیں۔ کیونکہ اس سارے فرمان میں کہیں کوئی ایسا لفظ تک نہیں جس سے گائے وغیرہ کے ذبیحہ کی ممانعت کا اشارہ تک بھی پایا جاتا ہو۔ اس میں اگر ممانعت ہے۔ تو صرف اتنی کہ

> "مسلمان قربان بیرم (بقر عید) کے موقعہ پر جو اس ماہ کی ۸ تاریخ کو پڑے گی ایک ایک بکری سے زیادہ ذبح نہ کریں"

اول تو ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کونسی عید ہے۔ جو مصر جیسے اسلامی ملک میں جہاں اسلامی سن ہجری کا رواج ہے۔ اور اسی ہجری سن کی تاریخیں عدالتی و سرکاری کاغذات میں بھی لکھی جاتی ہیں۔ ۸ تاریخ کو پڑتی ہے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ بقر عید ماہ ذی الحج کی ۱۰ تاریخ کو ہر جگہ تمام اسلامی دنیا میں ہوتی ہے۔ لیکن نامہ نگار گئو رکھشنی سبھا لکھتے ہیں کہ مصری گورنمنٹ نے اپنے اس اعلان میں ۱۹۱۰ء میں لکھا تھا۔ کہ عید ۸ تاریخ کو پڑے گی۔ معلوم ہوتا ہے۔ نامہ نگار صاحب کو اعلان وضع کرتے وقت بقر عید کی صحیح تاریخ یاد نہیں رہی یا ان کی علمیت ہی کا دایرہ خیر سے اتنا وسیع ہے۔ کہ انہیں آجتک یہ بھی نہیں معلوم کہ بقر عید ۸ تاریخ کو ہوتی ہے۔ یا ۱۰ کو۔ لیکن اس کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے۔ اور اس ۸ تاریخ کو ہی صحیح سمجھ کر الفاظ پر غور کیا جائے۔ تو بھی آریہ معاصرین کا ان الفاظ سے یہ استدلال کرنا کہ اس میں گائے کے ذبح کرنے کی ممانعت ہے۔ صریحاً دھوکا دینا ہے "ایک ایک بکری سے زیادہ ذبح نہ کریں" ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس سے یہ کہاں سے نکل آیا۔ کہ گائے بھی ذبح نہ کریں۔ یہاں تو بکریوں کے ایک سے زیادہ ذبح نہ کرنے کا حکم ہے۔ اگر گائے بکری کی جمع ہے۔ بالفاظ دیگر اگر ایک سے زیادہ بکریوں کو گائے کہتے ہیں۔ تو تو بیشک ہمارے آریہ معاصرین کا استدلال صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن جب گائے ایک دوسری جنس کا نام ہے جس کی ہندو پرستش کرتے اور ماں سے زیادہ اسے واجب العزت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بکری خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ نہ تو وہ گائے کہلا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی ہندوؤں کے نزدیک وہ قابل پرستش سمجھی جاتی ہے۔ تو پھر اس کے کیا معنے کہ "ایک ایک بکری سے زیادہ ذبح نہ کریں" کے فقرہ کو اس کے مرادف قرار دیا جاتا ہے۔ کہ کوئی گائے وغیرہ ذبح نہ کریں۔

غالباً ہمارے آریہ معاصرین کا یہ استدلال اس بنا پر ہوگا۔ کہ گائے چونکہ جسامت میں بکری سے بڑی اور زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ اس لئے جب بکری کی نفی کر دی گئی۔ اور یہ کہہ دیا۔ کہ "ایک ایک بکری سے زیادہ ذبح نہ کریں" تو اس زیادہ میں وہ گائے بھی آ گئی۔ لیکن انہیں شاید معلوم نہیں۔ کہ ذبیحہ کے متعلق شریعت اسلامی نے جو قوانین نافذ کئے ہیں۔ ان میں گائے اور بکری کو دو مختلف حیثیتیں دی ہیں۔ بکری بیشک گائے کی نسبت سستی ہوتی ہے۔ اور گائے اس کے بالمقابل مہنگی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ ایک بکری کا جتنا بوجھ ایک آدمی پر ہوتا ہے۔ گائے کا اتنا نہیں ہوتا۔ کیونکہ بکری تو ایک اکیلے آدمی کو اپنے خرچ سے خرید کر ذبح کرنی پڑتی ہے۔ اور گائے بہت سے آدمی ملکر خرید سکتے اور اسے ذبح کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بکری کی قیمت اگر آجکل کے لاہوری بھاؤ کے مطابق زیادہ سے زیادہ سات آٹھ روپے ہو اور ایک گائے کی ۳۰ یا ۴۰ روپے۔ تو بکری کے سات آٹھ روپے تو بیشک ایک اکیلے آدمی پر پڑ گئے۔ لیکن گائے کو سات آدمی ملکر خریدتے ہیں۔ تو ہر ایک کو زیادہ سے زیادہ ۵ یا ۶ روپے دینے پڑے۔ پس ایسی حالت میں مصری اس سے لوگ جو خواہ مخواہ وسعت طاقت سے زیادہ بوجھ سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ زیادہ خرچ سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن گائے کے چونکہ مشترکہ ہونے کے سبب سے کوئی ایسا خرچ نہیں پڑ سکتا۔ اس لئے اس کی ممانعت نہیں کی۔ لیکن ہمارے آریہ معاصرین کا ذہن رسا ہے۔ کہ باوجود اس عدم ممانعت کے ایک دوسری چیز کی ممانعت کو ہی گائے کی ممانعت سمجھ رہے ہیں۔

یہ تو ہے۔ اس مصری فرمان کی حقیقت اور ہمارے آریہ معاصرین کی دعوت وچار کا جواب۔ لیکن اب ہم اس مسئلہ کے ایک اور پہلو پر بھی غور کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ وہی پہلو ہے۔ جس کی طرف ہم گذشتہ نمبر کے شروع میں توجہ دلا چکے ہیں۔ یعنے اصولاً ہمیں دیکھنا چاہئیے۔ کہ ہمیں ہندو برادران وطن کی دلجوئی کے لئے گائے کا ذبح کرنا اور کھانا چھوڑ دینا چاہئیے یا نہیں۔ اور آیا وہ کونسی راہ ہے جس سے ہم اس پر کاربند ہو سکتے ہیں۔ ان لایعنی دلایل کو چھوڑ کر جو گئو رکھشا کے تمدنی یا اقتصادی فواید کے متعلق ہندو برادران وطن کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ صرف یہ ایک دلجوئی ہی کا سوال ہے۔ جو ہمیں اصل پر غور کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ ورنہ ان دلایل پر غور کرانے کے لئے ہم سے بڑھ کر بہت سے یورپین دل ودماغ رکھنے والے لوگ اسی ہندوستان کے اندر موجود ہیں۔ جن کی خاطر بیف مارکیٹ کا بازار ہر روز گرم رہتا ہے ہمیں تو شاید سالہا سال گذر گئے ہونگے۔ کہ کبھی گائے کے گوشت کو دیکھا تک نہیں۔ پھر ہم سے اس قسم کے سوال کرنے اور ہمیں دلایل سے قایل کرنے کی کوشش کرنا بیہودہ ہے۔ جبتک کہ بیف مارکیٹ کو اٹھوایا نہ جائے۔ لیکن وہاں تو ہمارے ہندو معاصرین کا زور نہیں چل سکتا۔ اس لئے بمصداق نزلہ بر عضو ضعیف مے ریزد ہمیشہ مسلمانوں ہی کے منہ آنے کا انہوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

مگر خیر بہر حال ہم ان کی دعوت کو رد کرکے ان کی خواہشات کو پامال کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان کے احساسات وجذبات کی عزت کرتے ہوئے۔ ان کے سوال دلجوئی پر غور کرتے ہیں۔

معاصر "ہندوستان" اسی مصری فرمان کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے ایک نوٹ میں یہ ایک فقرہ لکھتا ہے۔ کہ

> "ہم مانتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ مصر کا یہ حکم ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے نہیں ہے۔ مگر اس سے یہ تو ثابت ہے۔ کہ گائے کا ذبح کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ضروری نہیں ہے۔ کیا ہندوستان کے مسلمان اس مثال سے سبق حاصل کرینگے"

مصری گورنمنٹ کے اعلان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اور کیا نہیں۔ اس کی حقیقت تو ہم اوپر کھول چکے ہیں۔ رہا یہ کہ "گائے کا ذبح کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں ہے" اس کا مدار کوئی مصری گورنمنٹ کے کسی فرمان پر ہی نہیں۔ بلکہ ویسے بھی ہم اس کا جواب اثبات ہی میں دے سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ فایدہ اٹھانا کہ چونکہ یہ محض ایک جواز ہے اور کوئی فرض نہیں۔ اس لئے چلو ہندوؤں کی خاطر اس جواز کو بھی ترک کر دیا جائے۔ یہ جایز نہیں ہو سکتا۔ جبتک ہمیں یہ یقین نہ دلا دیا جائے۔ کہ آیندہ وہ دلآزاری اور توہین جو ہندو اخبارات میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔ وہ نہیں ہوا کرے گی۔ کیونکہ ہندو مسلمانوں کے نفاق کے متعلق جہانتک ہم غور کرتے ہیں۔ اور اس کے اسباب کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سوائے اس کے اس کی کوئی وجہ نہیں پاتے کہ ہندو اخبارات میں بالخصوص آرین لٹریچر کے اندر اسلام و پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قدر برے الفاظ اور توہین آمیز کلمات سے یاد کیا گیا اور کیا جاتا ہے۔ کہ جنہیں دیکھ کر ایک مسلمان کا کلیجہ شق ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف سیاسی اور تمدنی نقصانات ہیں۔ جو ہندو برادران وطن کی طرف سے مسلمانوں کو پہنچتے ہیں۔ پھر یہ عجیب بات ہے۔ کہ ان نقصانات کی تو کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ ان بیہودہ سرائیوں کا تو علاج نہ سوچا جائے۔ جن کا ایک ایک حرف تلوار اور تیر سے بڑھکر وہ زخم پیدا کرنے والا ہے۔ جو کبھی بھی مندمل نہیں ہو سکتا۔ اور مسلمانوں سے یہ توقع کی جائے۔ کہ وہ ان کی خاطر سے انہیں خوش کرنے کے لئے گئو رکھشا کرینگے۔ ع

این خیال است ومحال است وجنوں

باقی تمام باتوں کو چھوڑ کر بھی صرف ایک بات جس کا ہم مدتوں سے ہندو برادران وطن سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور جس کو آج سے ۸۔ ۹ سال پیشتر اسی شہر لاہور خدا کے مسیح کی طرف سے پیغام صلح کے نام سے پیش بھی کیا گیا تھا۔ ہمارے لئے بس ہے۔ اور اگر اسی ایک بات کا تصفیہ ہو جائے تو ہم ہندو برادران وطن کی خاطر آج بھی گائے کا کھانا حلفاً چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ وہی بات ہے۔ جس طرف مجملاً ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ کہا جائے۔ اور وہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ ہندو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی نہ مان لیں۔ کیونکہ اگر وہ آپ کو ایسا نہیں سمجھتے۔ اور اپنے دل میں آپ کو جھوٹا افترا پرداز اور مخلوق خدا کو گمراہ کرنے والا یقین کرتے ہیں۔ تو اول تو کبھی ان کے قلم اور نہ ہی زبان سے ہی کوئی عزت کے الفاظ میں آپ کا ذکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہو بھی تو یہ صریحاً نفاق ہوگا۔ جو کسی صورت میں بھی جایز نہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہندو برادران وطن آنحضرت صلعم کو خدا کا سچا نبی مان کر اسلام اور ہندو ازم یا آریہ سماج کا باہمی مقابلہ کریں۔ اگر یہ نہیں تو پھر وہ یاد رکھیں۔ کہ نہ تو موجودہ نفاق کی علاج ہی کسی صورت میں مل سکتی ہے۔ اور نہ ہی نرا گائے کے ذبیحہ کے بند ہو جانے سے یہ آئے دن کا فتنہ وفساد دور ہو سکتا ہے۔ ہم تم سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتے۔ جو ہم خود پورا نہ کرتے ہوں۔ بلکہ ہم تو پیشتر سے اسی بات پر عامل ہیں۔ اور جس قدر ہمارے دل میں ہندو رشیوں اور منیوں وغیرہ کی عزت ہے۔ شاید خود ہندوؤں کے دلوں میں بھی نہ ہو۔ آج ہی کی اشاعت میں ناظرین کرام "سری کرشن جی مہاراج" کے ان شاندار حالات کو ملاحظہ فرمائینگے۔ جو آپ کی تقدیس بلکہ نبوت کو بھی ثابت کرنے والے ہیں۔ یہ وہ دریا دلی ہے۔ جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے۔ اس نے اس بات کی تعلیم نہیں دی۔ کہ تم دوسروں کے پیشواؤں کو برا کہتے پھرو۔ جیسے کہ آریوں کا دستور ہے۔ بلکہ ان کی واجبی عزت اور قدر کرنے اور ان کی خوبیوں کے اعتراف کی ہمیں ہدایت کی ہے۔ جو اس کے سچا اور خدا کی طرف سے ہونے پر شاہد ہے۔ کیونکہ اگر یہ مذہب سچا نہ ہوتا۔ اور کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا۔ تو اسے خطرہ ہوتا۔ کہ دوسروں کی خوبیوں کے اعتراف سے خود اس کی طلاقت ماند پڑ جائے گی۔ جیسا کہ سونے کے بالمقابل ملمع ماند پڑ جاتا ہے۔ لیکن نہیں چونکہ وہ آفتاب ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ اس کی چمک اور دمک کے بالمقابل کوئی بھی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کے مقابلہ سے اس کی صداقت اور بھی روشن اور آشکارا ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی خوبیوں کے اعتراف میں اسے کوئی کلام نہیں۔ اور وہ کھلے لفظوں میں اور شرح صدر کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر اور لکل قوم ھاد۔ دیکھو یاد رکھو۔ سب امتوں میں کوئی نہ کوئی ڈرانیوالا آیا ہے۔ ہر ایک قوم میں ہم نے اپنا ایک ہادی بھیجا ہے پس جس طرح سے قرآن نے ایک مسلمان کو سری رامچندر جی مہاراج اور سری کرشن جی مہاراج کو بھی خدا کا سچا نبی ماننے کی ہدایت کی ہے۔ اور ہم انہیں مانتے ہیں۔ اسی طرح سے کیا ہندو برادران وطن کا یہ فرض نہیں کہ وہ بھی ہمارے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا برگزیدہ اور نبی تسلیم کریں۔ اگر وہ ایسا کریں۔ تو ہم سمجھینگے۔ کہ ہندوستان پر رحمت کا سورج طلوع ہوا۔ وہ دن ہوگا۔ جب ہندوستان کو امن وامان کا مرکز قرار دینا بیجا نہ ہوگا۔ کیونکہ اسی دن فتنہ وفساد کی اصل بنیاد کے کٹ جانے کے بعد گائے کے مسئلہ کا بھی فیصلہ ہماری طرف سے ہو جائیگا اور ہم اپنے برادران وطن کی دلجوئی کی خاطر اور انہیں خوش کرنے کے لئے اس مذہبی جواز کو بھی ترک کر دینگے۔

کیا ہمارے ہندو معاصرین اس پر غور کرینگے؟

ذوالفقار اور مولوی سید علی الحائری جواب دیں

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے لاہور کے شیعہ مولوی سید علی الحائری کے اس بے نظیر "فلسفۃ القرآن" کو پیش کرتے ہوئے جو ۱۶ جون ۱۹۱۷ء کے "ذوالفقار" میں "ختم نبوت" کے عنوان سے شایع ہوا تھا۔ اور جس میں ہمیں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ "ایک مشہور مشنری واعظ مرزائی کی دستخطی تحریر" جناب حائری کے پاس آئی ہے۔ جس میں اس نے لکھا ہے۔ کہ اگر اسے "شیعوں کے ہاں معقول ملازمت" مل جائے۔ تو وہ "مرزائی مذہب سے دست بردار ہو کر شیعہ مذہب کو اختیار کرکے اشاعت عقاید امامیہ اثنا عشریہ اور خدمت شیعہ کالج کے لئے تیار ہے" اس "مشہور مشنری واعظ مرزائی کی دستخطی تحریر" کا مطالبہ کیا تھا۔ اور جناب حائری کے دل ودماغ کو اپنے اس فلسفہ کی تنقیح کے لئے اپیل کرتے ہوئے اصل تحریر جو بدیں شرایط مشروط ہو کہ

۱۔ وہ "مشہور مشنری واعظ" ہو۔

۲۔ وہ بقول جناب حائری مرزا صاحب کو نبی ورسول مانتا ہو۔

۳۔ وہ شیعوں کی معقول ملازمت کے بدلے بقول جناب حائری "مرزائی مذہب" سے دست بردار ہو کر اشاعت عقاید امامیہ اثنا عشریہ اور خدمت شیعہ کالج کے لئے تیار ہو۔

عکس شایع کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور وہ بھی اس بنا پر کہ ذوالفقار کے شیعی ایڈیٹر کو اصرار تھا۔ کہ پیغام صلح ایسا مطالبہ کرے۔ وہ شرمعنی

جلد ۵ | مقام بیت المسیح لاہور چہارشنبہ ۹ ذیقعد ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲۹ اگست ۱۹۱۷ء | نمبر ۱۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نصیحت بعد البیعت

(گذشتہ سے پیوستہ)

عمل کی ضرورت ہے انسان سمجھتا ہے کہ نرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ یا نرا استغفر اللہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ مگر یاد رکھو۔ زبانی لاف و گزاف کافی نہیں ہے۔ خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ استغفر اللہ کہے یا سو مرتبہ ہر روز تسبیح پڑھے اس کا کوئی فایدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے۔ طوطہ نہیں بنایا۔ یہ طوطہ کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا ہے اور سمجھے خاک بھی نہیں انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتا ہے اسکو سوچ کے اور پھر اس کے موافق عملدرآمد بھی کرے۔ لیکن اگر طوطہ کی طرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو نری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے۔ جبتک دل اس کے ساتھ نہ ہو اور اس کے موافق اعمال نہ ہوں۔ وہ نری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نرا قول ہے۔ خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ خدا تعالے اعمال چاہتا ہے۔ اس لئے بار بار یہی حکم دیا کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جا سکتے۔ بعض نادان کہتے ہیں۔ کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کر لیا ہے۔ لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ اس سے کیا فایدہ ہوا؟ نری زبان سے تم نے کام لیا۔ مگر باقی اعضاء کو بالکل بیکار چھوڑ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالے نے تمام اعضاء اس لئے بنائے ہیں کہ ان سے کام لیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ کیونکہ ان کی تلاوت نرا قول ہی قول ہوتا ہے۔ اور اس پر عمل نہیں ہوتا۔

جو شخص کہ اللہ تعالے کی قایم کردہ حدود کے موافق اپنا چال چلن نہیں بناتا ہے۔ وہ ہنسی کرتا ہے۔ کیونکہ پڑھ لینا ہی اللہ تعالے کا منشا نہیں وہ تو عمل چاہتا ہے۔ اگر کوئی ہر روز تعزیرات ہند کی تلاوت تو کرتا رہے مگر ان قوانین کی پابندی نہ کرے۔ بلکہ ان جرایم کو کرتا رہے۔ اور رشوت وغیرہ لیتا رہے۔ تو ایسا شخص جس وقت پکڑا جاویگا تو کیا اس کا یہ عذر قابل سماعت ہوگا کہ میں ہر روز تعزیرات ہند کو پڑھا کرتا ہوں یا اسکو زیادہ سزا ملیگی کہ تو نے باوجود علم کے پھر جرم کیا ہے۔ اس لئے ایک سال کے بجائے چار سال کی سزا ہونی چاہیئے۔

غرض نری باتیں کام نہ آئیں گی۔ پس چاہئیے کہ انسان پہلے اپنے آپ کو دکھ پہنچاوے تا خدا تعالے کو راضی کرے اگر وہ ایسا کریگا تو اللہ تعالے اس کی عمر بڑھا دے گا۔ اللہ تعالے کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا اس نے جو وعدہ فرمایا ہے کہ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ بالکل سچ ہے۔ عام طور پر بھی یہی قاعدہ ہے کہ جو چیز نفع رساں ہو اس کو کوئی ضایع نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کوئی گھوڑا بیل یا گائے بکری اگر مفید ہو۔ اور اس سے فایدہ پہنچتا ہو کون ہے جو اس کو ذبح کر ڈالے۔ لیکن جب وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور کسی کام نہیں آ سکتا تو پھر اس کا آخر علاج

کہ کھال ہی بک جائے گی۔ اور گوشت بھی کام آجائے گا۔ اسی طرح پر جب انسان خدا تعالے کی نظر میں کسی کام کا نہیں رہتا۔ اور اس کے وجود سے کوئی فایدہ دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالے اس کی پروا نہیں کرتا۔ بلکہ حسب حکم جہاں پاک کے موافق اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ غرض یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف و گزاف اور زبانی قیل و قال کوئی فایدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ اور ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء سے نیک عمل نہ کئے جاویں جیسے اللہ تعالے نے قرآن شریف بھیجکر صحابہ سے خدمت لی کیا انہوں نے صرف اسی قدر کافی سمجھا تھا کہ قرآن کو زبان سے پڑھ لیا اس پر عمل کرنا ضروری نہ سمجھا تھا؟ انہوں نے تو یہانتک اطاعت و وفاداری دکھائی کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ اور پھر انہوں نے جو کچھ پایا اور خدا تعالے نے ان کی جس قدر قدر کی وہ پوشیدہ بات نہیں ہے۔

خدا تعالے کے فضل اور فیضان کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ کر کے دکھاؤ۔ ورنہ نکمی شے کی طرح تم پھینک دیئے جاؤگے۔ کوئی آدمی اپنے گھر کی اچھی چیزوں اور سونے چاندی کو باہر نہیں پھینک دیتا ہے۔ بلکہ ان اشیاء کو اور تمام کارآمد و قیمتی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتے ہو۔ لیکن اگر گھر میں کوئی چوہا مرا ہوا دکھائی دے تو اس کو سب سے پہلے باہر پھینک دوگے۔ اسیطرح پر خدا تعالے اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے ان کی عمر دراز کرتا ہے۔ اور ان کے کاروبار میں ایک برکت رکھدیتا ہے وہ ان کو ضایع نہیں کرتا اور بے عزتی کی موت نہیں مارتا لیکن جو خدا تعالے کی ہدایتوں کی بے حرمتی کرتا ہے اللہ تعالے اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ خدا تعالے تمہاری قدر کرے تو اس کیواسطے ضروری ہے کہ تم نیک بن جاؤ تا خدا تعالے کے نزدیک قابل قدر ٹھہرو جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں وہ ان میں اور انکے غیروں کے درمیان ایک فرقان رکھدیتا ہے یہی راز انسان کی برکت پانیکا ہے کہ وہ بدیوں سے بچتا رہے۔ ایسا شخص جہاں رہے وہ قابل قدر ہوتا ہے کیونکہ اس سے نیکی پہنچتی ہے وہ غریبوں سے سلوک کرتا ہے ہمسایوں پر رحم کرتا ہے شرارت نہیں کرتا۔ جھوٹے مقدمات نہیں بناتا جھوٹی گواہیاں نہیں دیتا۔ بلکہ دل کو پاک کرتا ہے۔ اور خدا کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ اور خدا کا ولی کہلاتا ہے۔

خدا کا ولی بننا آسان نہیں بلکہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اسکے لئے بدیوں کو چھوڑنا برے ارادوں اور جذبات کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ اخلاقی کمزوریوں اور بدیوں کو چھوڑنا بعض اوقات بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک فعلی خلل کرنا چھوڑ سکتا ہے چور چوری کرنی چھوڑ سکتا ہے۔ لیکن ایک بداخلاق کو غصہ چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے یا ایکو اسکو تکبر چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں دوسروں کو جو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے پھر خود اپنے آپ کو حقیر سمجھے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ خدا تعالی کی عظمت کیلئے اپنے آپ کو چھوٹا بناویگا تو خدا تعالی اسکو خود بڑا بنادیگا۔ یہ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی بڑا نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ آپکو چھوٹا نہ بنالے۔ یہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان کے دل پر ایک نور نازل ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے جسقدر اولیاء اللہ دنیا میں گذرے ہیں اور آج لاکھوں انسان جنکی قدر و منزلت کرتے ہیں انہوں نے اپنے آپکو ایک چیونٹی سے بھی کمتر سمجھا

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ایبٹ آباد میں بخیر و عافیت ہیں۔

حضرت فاضل امروہوی اور دیگر بزرگان ملت بھی بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ شملہ سے واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ عنقریب کسی اور لمبے سفر پر جانے کا ارادہ ہے اللہ تعالے کامیاب فرمائے۔

پچھلے دنوں حکیم مرہم عیسے صاحب کا جو مباحثہ نبوت مسیح موعود پر شملہ میں ایک غیر از جماعت مولوی کے ساتھ ہوا تھا اس کے متعلق اخبار میں یہ غلط خبر درج ہو گئی تھی۔ کہ اس مباحثہ کے بعد حکیم صاحب نے اسی مسجد میں نماز پڑھائی۔ اور محمودیوں نے ان کی اقتدا میں پڑھی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جناب عبد الرحمن صاحب نے جو میاں صاحب کی بیعت میں ہونے کے باوجود کفر و اسلام کے مسئلہ میں انکے مخالف ہیں۔ وہاں نماز پڑھائی تھی۔ اور حکیم صاحب اور دیگر محمودیوں نے آپکے پیچھے پڑھی تھی۔ ایسا ہی مباحثہ جامع مسجد میں نہیں۔ بلکہ مسجد قطب خانساماں میں ہوا تھا۔ یہ غلطیاں اس وجہ سے واقع ہوئیں۔ کہ اخویم مکرم ماسٹر یعقوب خانصاحب کا اصل خط اس وقت ہمارے سامنے نہ تھا جو انہوں نے ہمیں لکھا تھا۔ ورنہ ان کے خط میں یہ تصریحات نہیں تھیں یہ بعض ادھر ادھر کی غلط روایات پر اعتبار کرنیکا نتیجہ تھا۔ لہذا اس غلطی کو ماسٹر صاحب موصوف کی طرف منسوب کرنا جایز نہیں۔ اس کا خطاوار خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح ہے۔ لیکن یہ کہنا غلط ہے۔ کہ دیدہ دانستہ کسی نے خواہ مخواہ جھوٹ زاعلی کر لکھدیا۔ ہم نے اس وقت بھی جب ہمیں شملہ سے لکھا گیا۔ کہ اس میں کچھ غلطیاں ہیں۔ اپنے پرایویٹ خط میں لکھدیا تھا اگر کوئی غلطیاں ہوں تو وہ نوٹ کر دی جائیں ہم ان کی اصلاح کر دینگے اور ہم نے سنا ہے۔ کہ ہمارا وہ خط جناب عبد الرحمن صاحب کو بھی دکھا دیا گیا۔ باوجود اس کے کسی پر جھوٹ اور غلط بیانی کا الزام دینا خود اپنی بداخلاقی کا ثبوت دینا ہے۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت شیخ عبد الرحمان خانصاحب منصف درجہ دوم ملتان

لوڑیندامل ولد کوڑامل ذات بنام کیول مل وغیرہ

سیٹھ سکنہ جلال پور پیر والہ | مدعا علیہم

لبش عباد مدعی

بمقدمہ نمبر ۳۸۳ سنہ ۱۹۱۷ء دعوے دخلیابی ایک قطعہ مکان واقعہ جلال پور پیر والہ تحصیل لبش عباد مدعا علیہ۔

اندرین مقدمہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کر رہا ہے۔ اور روپوش ہو جاتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ بتاریخ ۳۱ ماہ ۹ سنہ ۱۷ کو بعدالت ہذا برائے پیروی مقدمہ حاضر نہ ہوگا۔ تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاویگی تحریر ۲۷ ماہ ۸۔ آج بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت سے

۱۹۱۷

"فلسفۃ القرآن" کے نام سے موسوم کر کے انہیں اس قدر اہمیت دینے کو تیار ہو۔ خواہ مخواہ بحث چھیڑ کر اپنے قیمتی صفحات کو ضائع کریں۔ لیکن ہم حیران ہیں۔ کہ جونہی کہ ہم نے اس کا مطالبہ کیا۔ بس ذوالفقار کو سانپ ہی تو سونگھ گیا۔ آج ہمارے اس مطالبہ کو پورا ایک مہینہ ہو چکا ہے لیکن ذوالفقار کی "سرکار شتر بےمہار" کی طرف سے اور نہ ہی خود جناب ذوالفقار کی "برادر مکرم" (!) زنبیل سے ہی اسکا کوئی معقول جواب نکل سکا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ آخر اس خاموشی کے معنے کیا ہیں۔ کیوں اس مدعو یہ فرضی و جعلی تحریر کو اب اندر چھپا رکھا ہے۔ جس پر اس قدر فخر و ناز تھا۔ کہ اس کے ذریعہ سے تمام سلسلہ حقہ کی صداقت پر پانی پھر جانے کا دعوے کیا گیا تھا۔ اور جس کے اوپر وہ طوفان بےتمیزی برپا تھا۔ کہ گویا اس کے ذریعہ سے شیعی اباطیل کا بکھرا ہوا تار و پود دوبارہ اکٹھا ہو جائیگا۔ ہم خوش ہوتے۔ اگر وہ "ذوالفقار" کی ٹوکری سے نکل کر یہ عربا اس کے صفحات پر بھی نمایاں ہوتی۔ اگر اس سے کچھ اور فایدہ نہ ہوتا تو نہ سہی لیکن کم از کم اس کی سرکار شتر بےمہار کے کذب پر تو مہر لگتی۔ مگر ہماری حیرانی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب ہم خود ذوالفقار ہی کے ایک نامہ نگار کی تحریر سے جو ہمیں برائے اشاعت موصول ہوئی ہے۔ اور آج کے بہرہ مراسلات میں درج ہے۔ یہ فقرہ پڑھتے ہیں کہ

"کوئی چیٹھی ان کے پاس یقیناً نہیں ہے"

ہم نہیں کہہ سکتے کہ میاں فتح محمد کا یہ بیان کہانتک صحیح ہے۔ گو اس بنا پر کہ وہ بھی "ذوالفقار" کی "سرکار" میں بہت کچھ رسوخ یافتہ ہونے کے علاوہ خود اس کے صفحات پر بھی احمدیت کی مخالفت اور تائید مذہب شیعہ میں کوتاہی نہیں کرتا۔ یہ باور کرنا کچھ بیجا امر نہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ اور خود اپنی قوم کی جو یہ مخالفت کی ہے تو کسی علم و یقین کی بنا پر کی ہے۔ پس اگر میاں فتح محمد کا یہ بیان صحیح ہو۔ تو جناب حائری سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے متعلق ایسی حالت میں کیا فتوےٰ دیتے ہیں۔ اور سچ ہے

قیاس زگلستان من بہار مرا

کا مصرعہ کس راستباز پر صادق آتا ہے۔ .... ایک قوم کے لیڈر ہو کر اس کی "سرکار شتر بےمہار" کے منصب پر فائز ہو کر پھر اس قدر کذب بیانی سے کام لینا۔ اور "ذوالفقار" کا پھر اس قدر نعرہ دینا۔ اور یہانتک لکھ دینا کہ وہ چیٹھی جناب حائری سے لیکر ہم نے اپنے قبضہ میں کر لی ہے۔ پھر اس پر شہادتیں لکھوا لکھوا کر شائع کرنا۔ حالانکہ اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں کس قدر شرمناک کام ہے؟

لیکن اگر یہ غلط ہے۔ اور جیسا کہ ہمارا خیال ہے۔ جناب حائری کے بیان میں کچھ نہ کچھ صداقت ہے۔ گو اس قدر نہیں جتنا اسے بڑھایا گیا ہے۔ تو "ذوالفقار" کیوں اس تحریر کا عکس شائع نہیں کر دیتا کیوں وہ اسے اندر چھپا چھپا کر رکھتا ہے۔ اور باوجود ہمارے مطالبوں کے اخبار کے کالموں میں اسے جگہ نہیں دیتا۔ ظاہر ہے کہ سوائے اس کے کہ وہ اس سے خود اپنی "سرکار شتر بےمہار" کو جھوٹا اور کاذب ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اور کچھ بھی مدعا نہیں۔ ورنہ کیا وہ اس کا تسلی بخش جواب دیگا؟

ایک دردانگیز موت

اسلامی دنیا کا ہر ایک ذرا سا دردانگیز سانحہ ہے جو پنجاب کے ایک لائق و قابل انسان راجہ غلام حسین خانصاحب کی موت کیصورت لکھنؤ کی سرزمین پر واقعہ ہوا۔ ان کے آنسو رلائیگا۔ راجہ غلام حسین صاحب ان قابل نوجوانوں میں سے تھے جو اسوقت ہندوستان کی اسلامی دنیا میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ انگریزی کے ایک اعلےٰ انشاپرداز ہونے کیوجہ سے آپ کامریڈ مرحوم کی جان تھے۔ اور پھر ایک عرصہ تک انڈین ڈیلی ٹیلیگراف کے ایڈیٹوریل سٹاف میں کام کرنیکے بعد ابھی پانچ ہی ماہ ہوئے ہیں کہ نیو ایرا کے نام سے لکھنؤ سے ایک اعلےٰ درجہ کا ہفتہ وار انگریزی اخبار انہوں نے جاری کیا تھا۔ یہ اخبار اپنی نوعیت میں جس پایہ کا تھا۔ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو انگریزی کا اچھا خاصہ ملکہ رکھنے کے علاوہ قومی معاملات میں دلچسپی لینے کے عادی ہیں جسکی گواہی وہ لوگ بھی دے رہے ہیں۔ جو خود اپنے آپکو انکا مخالف ظاہر کرتے ہیں۔ مرحوم چند دن ہوئے بازار میں چلتے ہوئے گھوڑے کی جھپٹ میں آگئے۔ جس سے آنکھ پر سخت زخم اور دماغ کو صدمہ پہنچنے کیوجہ سے بیہوش ہو گئے۔ ہسپتال سول سرجن کے چند دن زیر علاج رہکر آج ۲۵ اگست کی صبح کو اپنی والدہ ماجدہ اپنی نوعروس بیوی اور ایک معصوم بچی کو داغ جدائی دے گئے۔ اس جوانامرگ اور فاضل انسان کی موت پر ہر طرف سے حسرت و افسوس کے آنسو بہائے جا رہے ہیں۔ جو ایک اضطراری امر ہے۔ لیکن آخری چارہ کار

"محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت"

کے عنوان سے ایک مضمون تشحیذ الاذہان ماہ اگست ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں شائع ہوا ہے جس میں نہایت جرأت اور بیباکی سے کام لیکر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی۔ چونکہ یہ رسالہ مجھے اپنے ایک عزیز اور مکرم بھائی قاضی احمد علی صاحب سارجنٹ اول پولیس سٹیشن پیالٹو سے ملا ہے اور اسکو پڑھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس لئے مینے مناسب سمجھا کہ اس کی اصل حقیقت اور راقم مضمون کی بیباکی اور شوخی سے ناظرین اخبار پیغام صلح کو بھی اطلاع دی جائے۔

ابتداء میں راقم مضمون نے اس کو اس عنوان سے شروع کیا ہے "محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی صحیح تفسیر" اور اس کے آگے یہ عبارت لکھی ہے۔ "محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کما حقہ کوئی نہیں جو سمجھ سکتا ہو سوائے اس کے جو خود حضرت خاتم الانبیاء کیطرح خاتم الاولیاء ہے کیونکہ کسی چیز کی اصل حقیقت کا سمجھنا اس کے اہل پر موقوف ہوتا ہے الخ" من الخرافات والهذيانات۔ مگر تعجب اور حیرت اور افسوس یہ ہے کہ اس نادان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ خاتم النبیین تو وحی الٰہی ہے۔ مگر خاتم الاولیاء وحی میں آیا ہوا لفظ نہیں۔ پھر کس طرح ہم سمجھیں کہ دونوں کے مطلب اور معنے ایک ہیں۔ جو نااہل محض ہے اور جس کو قرآن اور حدیث سے کوئی مناسبت نہیں۔ خواہ نام کا محمود ہو یا فرضی مصلح موعود یا نام کا سعید ہو اور لقب کا سعدی۔ وہ کیونکر ختم نبوت جیسے عظیم الشان رکن اسلام پر کچھ بیان کر سکتا ہے۔ پس حق تو یہ ہے کہ ختم نبوت کی اصل حقیقت کو سمجھنا صرف اسی نبی کا ہی کام ہے جس پر خدا کی طرف سے "خاتم النبیین" کی آیت وحی ہوئی اور خدا نے اس کو اس کا مطلب سمجھایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم سوائے خاتم النبیین صلعم کے کسی کو بھی اس حقیقت کے سمجھنے کا حقدار نہیں سمجھتے۔ اور ہمارا ایمان یہی ہے کہ ختم نبوت کی اصل حقیقت کو سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ کوئی شخص پورے طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ آجتک سمجھ سکا ہے۔ کیونکہ تمام کے تمام تو جو نبی نہ ہونے کے اس حقیقت سے ناآشنا تھے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہونے میں ملحوظ رکھی گئی۔

یہ کہنا کہ "محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو حضرت مسیح موعود نے خاتم الانبیاء کی طرح خود خاتم الاولیاء بن کر ظاہر کیا" پرلے درجے کی بےعلمی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ نہ خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں حضرت مسیح موعود کو خاتم الاولیاء فرمایا۔ اور نہ حضرت نبی کریم نے حضرت مسیح موعود کو خاتم الاولیاء فرمایا۔ تو خاتم الانبیاء کی طرح خود خاتم الاولیاء بنکر حضرت مسیح موعود اس حقیقت کو کیسے ظاہر فرما سکتے تھے۔ خدا نے خود حضرت نبی کریم کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم نے اپنے آپ کو خود خاتم النبیین نہیں کہا۔ اور نہ کسی نبی کے کہنے پر بغیر خدا کی وحی کے اپنے آپکو خاتم النبیین فرمایا۔ مگر یہاں تو معاملہ برعکس ہے مانا کہ حضرت مسیح موعود خدا کی طرف سے مامور اور ملہم من اللہ تھے لیکن الہام میں خاتم الاولیاء کا لفظ حضرت مسیح موعود کی نسبت کہیں نہیں۔ تاہم اسپر قیاس کر کے خاتم النبیین کے وہ معنی کریں جو حضرت صاحب نے خاتم الاولیاء کے معنے کئے۔

راقم مضمون کی عادت میں داخل ہے کہ وہ افترا سے بہت کام لیتا ہے۔ چنانچہ اس نے کئی افترا حضرت صاحب پر باندھے ہیں جن کو میں نمبروار عرض کرتا جاؤنگا۔

(۱) ایک افترا یہ ہے۔ کہ وہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ

"میرے خاتم الاولیاء ہونے سے اب میرے بعد کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی امام ہو سکتا ہے بجز اسکے جو میری مہر اور میری ظلیت کاملہ سے ولی بنے"

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت اقدس نے کہیں ایسے الفاظ یا اس سے ملتے جلتے کبھی نہیں فرمائے اور نہ لکھے۔ پھر اس ناسمجھ کو یہ بھی تو سمجھ نہیں کہ اگر حضرت اقدس مسیح موعود پر تمام مدارج عالیہ اور تمام کمالات ولایت ختم ہیں اور اس لئے آپ خاتم الاولیاء رہیں تو حضرت مسیح موعود اس سے نبی تو ثابت نہ ہوئے وہ تو ولی کے ولی ہی رہے۔ اور اگر تمام کمالات ولایت کے ختم ہونے سے کوئی نبی ہو سکتا ہے تو اس قاعدہ کے رو سے ماننا پڑیگا۔ کہ تمام مدارج عالیہ اور تمام کمالات نبوت جس پر ختم ہوئے وہ پھر خدا ہو۔ دیکھو

آیت خاتم النبیین کے یہ معنے سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط اور آپ پر تہمت ہے آپ آنحضرت صلعم کے بعد باب نبوت کو بکلی مسدود و یقین فرماتے تھے اور آپکی تحریرات سب کی سب اس پر گواہ عادل کے طور پر موجود ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو آنحضرت صلعم کے بعد بھی اسی طرح نبی ہوتے۔ جس طرح انبیائے ماسبق سنت اللہ کے ماتحت نبی ہوئے۔ اور یہ کہنا۔ کہ "حق یوں ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں بھی نبوت ہے۔ اور نبی ہیں گو لفظ نبی کا بوجہ عظمت محمدیہ استعمال نہیں کیا گیا" محض ایک ڈھکوسلا ہے۔ اور ایک لغو خیال سے بڑھکر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ ان میں بھی نبوت ہو اور نبی ہوں مگر عظمت محمدیہ کی وجہ سے ان پر نبی کے لفظ کا استعمال نہ ہو۔ کیوں؟ کیا عظمت محمدیہ مانع استعمال لفظ نبی و نبوت ہے؟ اگر مانع ہے تو مسیح موعود کے لئے کیوں مانع نہیں۔ کیا اس قاعدہ کے رو سے مسیح موعود پر لفظ نبی کے استعمال سے عظمت محمدیہ رہ سکتی ہے۔ اگر رہ سکتی ہے تو اُن غریب اولیاء امت اور ائمہ اور خلفاء اور مجددین نے کیا گناہ کیا تھا۔ کہ ان میں بقول ان کے نبوت بھی ہو۔ اور وہ نبی بھی ہوں مگر ان پر لفظ نبی کے بولنے سے عظمت محمدیہ اڑ جاتی تھی۔ نبوت کی برکات اور فیوض کو نبوت کہنا ایک لغو جہالت ہے۔ جو اس ضال و مضل فرقہ نے اختیار کی ہے۔ اگر بموجب اس نااہل کے لکھنے کے یہ مان بھی لیا جاوے کہ کوئی جنا و من [illegible] نبوت اور کوئی کمال من کمالات نبوت مسدود نہیں۔ بلکہ فنا فی الخاتم الانبیاء کے ذریعے وہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ جو پہلے [illegible] اور نبیوں کو ملتا رہا"۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ پہلے انبیاء کی طرح کتاب اور شریعت بھی کسی امتی کو فنا فی الخاتم الانبیاء ہونے کے ذریعے مل جائے۔ جب سب کچھ حاصل ہو سکتا [illegible] نئی کتاب اور نئی شریعت بھی ملنی اور حاصل ہو لی چاہیئے ممکن ہے ان کے خیال میں جبکہ ان کا بڑا یعنی "محمود" کتاب [illegible] نبی اور آئیں گے۔ کوئی نبی فنافی الخاتم الانبیاء ہو کر صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی بھی ہو جائے۔ مگر ان محمودیوں کا کوئی مذہب کوئی اصول نہیں۔ ان کا نبی شل ان کی اپنی خیالی اور فرضی بات کے ان کا خود ایجاد کردہ ہے۔ جس کا قرآن کریم اور صحیفہ سابقہ اور سنت اللہ میں کچھ پتہ نہیں ملتا۔ اور نہ اس کی طرف سے "انا النبی" کی آواز آتی ہے اور نہ اس نے کوئی ایسا نہ کام دکھلایا جو دوسرے صلحاء دکھلا نہ سکے اس کی فرضی نبیانہ وحیوں کے اثر سے ایک قرآن کی آیت کا اثر زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اور اس ایک آیت کی حقیقت پر اطلاع پا کر ایک دوسرا مسلمان ہو سکتا ہے۔ اور ایک کمزور انسان بھی اعلےٰ قسم کی روحانی قوت پا سکتا ہے پس افسوس ہے ایسی نبوت پر جو ایک آیت قرآنی سے تاثیر میں کمتر ہے۔

قرآن کا خاتم الکتب ہونا اور اسلام کا زندہ اور سچا مذہب ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر موقوف ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کا ہر ایک بدعتی فرقہ اپنے منہ سے کہتا ہے کہ ہم بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ غیر از جماعت مسلمان یہی دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور ایسا ہی محمودی بھی باوجود اس کے کہ نبوت میں مرزا صاحب کو آنحضرت کا شریک اور مساوی بنا رکھا ہے۔ آنحضرت کے خاتم النبیین ہونے کے مدعی ہیں۔ لیکن یہ تمام بدعتی فرقے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا کوئی یقینی ثبوت نہیں دے سکتے۔ اور نہ قرآن کریم کے اکمل الکتب ہونے پر ان کے دل تسلی پذیر ہیں۔ اس لئے ان کے دعوے کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں صرف دعوے ہی دعوے ہیں۔ لہذا ان کے پاس ایسے اقرار آنحضرت صلعم کی عظمت اور شان کا رنگ ان کے دلوں پر نہیں چڑھا سکتے۔ اور آنحضرت کو خاتم النبیین ماننا تو کیا دراصل ان لوگوں کو اس قدر بھی نصیب نہیں کہ یقینی طور پر قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہوں۔ وجہ یہ کہ قرآن کریم میں تو پیشگوئی کے طور پر خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائیگا۔ اور وقت کا نبی عہد کا نبی اور آخری نبی آنحضرت صلعم کو قرار دیکر اپنے پاک کلام قرآن مجید میں حکم دیا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ الخ۔ مگر جن کے دل تاریکی میں پڑے ہیں۔ اور جو اپنے لئے خاتم النبیین کے بعد ایک نیا نبی تراشتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کے اس عظیم الشان حکم پر ہرگز کاربند نہیں ہو سکتے کیونکہ "الرسول" میں اگر ایک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ نہ کوئی اور نبی اور اگر "الرسول" سے مراد حضرت مرزا صاحب مراد لیویں تو حضرت نبی کریم کی اطاعت کا حکم کہاں سے نکالیں گے۔ اور اگر "الرسول" سے مراد آنحضرت لیویں تو مرزا صاحب کو رسول بنا کر ان کی اطاعت کا حکم قرآن میں کہاں سے دکھا دینگے۔ بہرحال ایک کو ترک کرینگے۔ اور دوسرے

"کشتی اسلام کے ناخدا"

(۱)

مقدس اسلام کی محبت و اُلفت کا عملی نمونہ جن حضرات نے آسمان کے نیچے اور صفحۂ ارض پر دکھلایا اُن کی تعداد اسقدر نہیں کہ جنکو انگلیوں پر گِنا جا سکے۔ لیکن عنوان بالا کے ذیل میں ہم جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس حد تک محدود نہیں کہ ہم لوگوں کے دلی خیالات و جذبات یا کیفیتوں کی ایک تصویر صفحۂ قرطاس پر کھینچنے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ بلکہ تاریخ عالم نے جنکے کارناموں سے اُنکو حامی و ناصر اسلام ثابت کیا ہے اُن کا ذکر خیر کرنا مقصود خاطر ہے۔ کیونکہ ہمارے خیال میں ان لوگوں کی ہی مساعی جمیلہ سے اسلام ہم تک پہنچا ہے۔ گو اللہ تعالےٰ اپنے مقدس دین متین کا خود محافظ و نگران انا نحن نزلنا الذکر الخ کے وعدہ کے مطابق ہے تاہم جن حضرات نے اسکے احیاء اور اُس کے قیام و انتشار کے لئے عملی حرکت کی ہو۔ اُن کا جہاں شکریہ اسلام سے محبت رکھنے والوں کے لئے ادا کرنا من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے ارشاد حقہ کے بموجب نہائیت ضروری ہے۔ وہاں اُنکے عملی نمونے بھی قابلِ تقلید ہیں۔

یوں تو تاریخ عالم کے اوراق میں ایسے بہت سے حضرات ملتے ہیں۔ کہ جنکے دلوں میں اسلام کی محبت نے ایسا گھر کیا تھا۔ کہ اُن کو اسکے سوائے اور کوئی پسند ہی نہ تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں ہم انہیں بزرگوں کے حالات پیش کرنے کی سردست ضرورت سمجھتے ہیں کہ جن کی سیرت و سریرت سے بیش قدر اور لائق صد افتخار عمل ظاہر ہوئے۔ یہ وہ بزرگ تھے۔ کہ جنہوں نے فتنوں فسادوں اور انانیت کی عام ہوا اور لہر بحر کے وقت کشتی اسلام، کی ناخدائی کی، اور اُسکو ڈوبنے سے بچایا یہ وہ لوگ تھے کہ جن کی نوازشوں اور مہربانیوں کا جسقدر بھی شکریہ کیا جاوے وہ تھوڑا ہے اور اُنکے عملی نمونوں سے جتنے سبق حاصل کئے جائیں اُنکے حاصل کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ ان لوگوں کو اسلام کی منتشر شدہ جماعت کو پھر ایک کرنے میں بہت سی محنت، دلیری، بہادری، جانگدازی، جسارت، ہمت، مردمی، حلم و بردباری۔ تواضع اور ایثار اور خلق و مروّت سے کام لینا پڑا۔ اور ایک عرصہ کی محنت شدید کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب و بامُراد ہوئے۔ اور یوں اُنہوں نے اسلام اور ملّتِ بیضاء کو تباہی، بربادی اور ورطۂ ہلاکت میں گرنے سے بال بال بچایا۔

اسلام کے آدمِ ثانی حضرت صدیق رضؓ نے جسوقت زمامِ سلطنت یا خلافت ہاتھ میں لی۔ اُسوقت سے نازک کوئی وقت اسلام پر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ تاریخ تمدن الاسلام نے اُس کا فوٹو یوں کھینچا ہے۔ کہ اُسوقت اسلام نہایت بے چینی اور خطرہ کی حالت میں تھا۔ اس اضطراب کی وجہ ردّۃ تھی۔ ارتداد کے اسباب میں یہ امر بھی شامل تھا۔ کہ بعض قبیلے بظاہر اسلام کے مطیع تو ہو چکے تھے لیکن اسلام کا دلوں میں وہ اثر ابھی قائم نہ ہوا تھا۔ کہ جسکی ضرورت ہے۔ اور جس کے لئے اسلام کا حلقہ بگوش ہونے کے لئے اُن کو تحریک کی گئی تھی۔ چنانچہ اس لئے جسوقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ تو بعض منچلوں اور دُنیا کمانے کے خواہشمندوں کے دماغ میں یہ خبط سمایا کہ نبوت کا دعوےٰ کر لینا آسان امر ہے۔ اُنکے یہ امر بھی ذہن نشین تھا کہ اگر وہ دعوےٰ کرینگے تو یقین ہے کہ اُنکے قبیلے کے لوگ اُنکی امداد کے لئے کھڑے ہو جاوینگے۔ اُنکے دماغ میں انانیت اور خودغرضی و نفس پرستی نے یہ ہوا بھی بھر دی کہ قبیلۂ قریش سے جبکہ ہماری تعداد نسبتاً زیادہ ہے اسلئے اُنکی اطاعت سے یہ بہتر و برتر طریق ہے۔ کہ ہمارے قبیلے کے لوگ اپنے قبیلے کے ہی کسی چلتے ہوئے اور چالاک انسان کی اطاعت کریں۔ یہ وجہ ہوئی کہ جسکے باعث کئی چلے مانسوں نے نبوّت کاذبہ کے دعوے کئے۔ مثلاً خاندان بنی اسد میں سے طلیحہ بن خویلد الاسدی نے۔ بنی تمیم میں سے سجاح نے اور یمامہ کے باشندوں میں خاندان حنیفہ میں سے مسیلمہ وغیرہ نے۔ اُن میں سے ہر شخص نے اپنے قبیلے اور مددگاروں سے امداد حاصل کی اور نہایت طوفانِ بے تمیزی برپا کئے۔ اِنہی مؤخرالذکر مسیلمہ نے تو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذیل کا خط بھی روانہ کیا تھا:

"سلامٌ علیک۔ امّا بعد۔ میں تمہارا نبوت میں شریک کیا گیا ہوں۔ لھٰذا نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی ہے۔ مگر قریش حد سے بڑھتے ہیں"

یہ خط لیکر مسیلمہ کے دو قاصد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے قاصدوں سے دریافت کیا۔ کہ تم کیا کہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو خط میں لکھا ہے۔ آنحضرت صلعم نے مسیلمہ کے نام ذیل کا جواب لکھکر قاصدوں کے حوالہ کیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ نامہ ہے محمدؐ رسول خدا کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو۔ سلام ہے اُس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ امّا بعد۔ زمین خدا کی ہے۔ جسکو وہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے عنایت کرتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے واسطے ہے" یہ واقعہ سنہ ہجری کا ہے"

(سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۹۷۵)

مسیلمہ کذاب کے خط کے مضمون سے وہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ جو اِن مدعیان نبوّت کاذبہ کے ذہن نشین تھی۔ اور جس کا کسی قدر اظہار ہم نے اس سے پہلے کیا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب ہی یہ معاملے شروع ہو گئے تھے۔ اور آپ کی وفات نے اُن کو اور بھی حوصلہ دلایا۔ شروع میں تو انصار اور مہاجرین میں بھی کچھ اختلاف رہا۔ کہ اُن میں کون زیادہ تر حقدارِ خلافت ہے۔ جس کا فیصلہ بھی اسی مقدس انسان صدیق اکبر رضؓ نے ایک حدیث سُنا کر کیا۔ جس سے سب کے سب راضی ہو گئے۔ مگر یہ بیرونی مصیبت اور قبائل میں جو کھلبلی پڑ گئی تھی۔ وہ نہایت شدید آفت تھی۔ چنانچہ مدعیان نبوّت کاذبہ کے فتنوں اور فسادوں نے اسقدر طول کھینچا۔ اور اسقدر شور و شر برپا کیا کہ جس کا بیان ایک دفتر سے کم نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ان باطل پرستوں کے موید اور پیرو بن گئے۔ اور بہت سے اس راہ پر چل پڑے۔ کہ ارکانِ اسلام خصوصاً زکوٰۃ دینا قطعاً بند کر بیٹھے۔ حالانکہ زکوٰۃ اسلام کے ابتدائی احکام اور ارکان میں سے ہے۔ یعنے نماز کے ساتھ ہی دوسرے درجہ پر اسلام نے اسکو مقرر کیا ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں متعدد جگہ یہ ارشاد ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ، زکوٰۃ سے جسقدر کام نکلتے تھے اور جو قوم کی نفع رسانی کا وہ ذریعہ تھا اُس کے بند ہونے سے بہت سے نقصان پہنچنے کا امکان تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اسلام محض طفلِ نوخیز تھا۔ اس کی مالی امداد کی اشد ضرورت تھی۔ زکوٰۃ کا سلسلہ دراصل ایک ایسا مالی امداد کا سلسلہ ہے کہ جسکے جاری رہنے سے قوم کی بہت سی ضروریات رفع ہو سکتی ہیں۔ اُسوقت یہ ایسی حالت میں تھا جیسے کہ سلطنت میں صیغہ مال ہوا کرتا ہے۔ یورپین اقوام میں فرقۂ اشتراکیت یعنے سوشلزم جن وجوہات کے باعث پیدا ہوا ہے اُس کا خیال زیرِ نظر مقدس اسلام نے پہلے ہی رکھ لیا ہے۔ سوشلزم والے جو کام زبردستی کرانے کے خواہشمند ہیں اسلام نے اسکو ارکان اسلام میں داخل کرکے بخوشی خاطر کرانے کا راہ بتا دیا ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ کی غرض یہ ہے کہ مالدار مال کی زکوٰۃ نکال کر غربا کو دیں اور اسکی وجہ سے وہ دونوں غریبوں اور امیروں کو زندگی کی دوڑ کو پورا کرنے میں کافی مدد ملے۔ چونکہ نبی کریم صلعم کی زندگی میں ہی حسب وعدہ اللہ تعالےٰ نے نبوت کے ساتھ سلطنت کو بھی جمع کر دیا تھا۔ اس لئے اس سلسلہ کی نہائیت ضرورت تھی جس سے کل کاروبارِ سلطنت چلتا تھا۔ جن لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے۔ اور جنہوں نے اُنکی پیروی کی اُنہوں نے تو اس رنگ میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کی راہ اختیار کی مگر جن لوگوں نے ارکانِ اسلام اور خصوصاً زکوٰۃ دینے کے طریق کو ترک کیا۔ اُنہوں نے مالی حالت کو کمزور کرکے اُسکو تباہ کرنے کی جانب قدم اٹھائے۔ اسلام پر یہ ایسا نازک زمانہ تھا کہ جس کا مفصل ذکر طوالت سے کم نہیں اس سخت تر آزمائش کیوقت جو لوگ اسلام کے وفادار اور اُسکے خیرخواہ رہے وہ مکّہ اور مدینہ کے رہنے والے انصار اور مہاجر تھے رضی اللہ عنہم۔ ابوبکر رضؓ گو ایک تجارت پیشہ بزرگ تھے۔ کوئی جنگی آدمی نہ تھے عمر رسیدہ بھی تھے۔ یعنے کل صحابہ سے عمر میں قریبًا بڑے ہی تھے مگر تاہم اُنہوں نے اُسوقت جو کام کیا اُس نے یہ ثابت کر دیا کہ خدا نے اپنے قول میں جسکو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا فعلی طور پر بھی اُسی کے نام ٹھیک اور صحیح طور پر قرعۂ خلافت ڈلوا دیا۔ اور خلیفہ کے لائق اور بار خلافت سنبھالنے کی توفیق اور طاقت بخشی تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میرے باپ پر اسقدر گراں اور سخت بوجھ پڑ گیا تھا۔ کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر پڑتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ بالکل صحیح ہے۔ صدیق اکبر رضؓ نے اس نازک وقت میں وہ کام کیا کہ جس کی صحیح معنوں میں اربابِ سیاست ہی کچھ قدر و منزلت کر سکتے ہیں۔ اگر نپولین اعظم۔ کرامویل، بسمارک اور گلیڈسٹون جیسے مدبّروں کے سامنے صدیقی تدبّر و دانائی اور تمدّنی نہ حکمتوں کو پیش کیا جاتا تو وہ کبھی یہ مناسب نہ سمجھتے کہ کوئی ابوبکر رضؓ سے بڑھکر مدبّر، عقلمند، پختہ دماغ، معاملہ فہم، دور اندیش اور سیاست کے عقدوں کی گرہ کشائی کرنے والا اُن کو یقین کرے۔

ردّۃ کا معاملہ کوئی معمولی معاملہ نہ تھا بلکہ ایسا سخت اور ہمہ گیر تھا۔ اور مرتدین نے اسقدر زور پکڑا کہ اُن میں بعضوں نے خود مدینہ پر جو اُسوقت مسلمانوں کی سلطنت کا سب سے پہلا دارالخلافہ تھا حملہ کرنے کا ارادہ کرکے اُسپر حملہ کر ہی دیا تھا۔ اور اسقدر زور دکھایا کہ گویا وہ اُسکو فتح ہی کر لینگے۔ اور اس میں شک بھی نہیں کہ وہ اسکو ضرور ہی فتح کر لیتے اگر صدیق اکبر رضؓ جری القلب انسان زمامِ خلافت ہاتھ میں نہ لئے ہوتا۔ حضرت صدیق رضؓ نے اُسوقت نہ صرف ایک دانا خلیفۂ وقت کا کام بلکہ ایک فتح نصیب جنرل کی صورت میں اپنے آپکو پیش کیا۔ فنونِ حرب و ضرب میں یکتائے روزگار اور ممتاز ثابت کر چنانچہ لکھا ہے کہ آپ نے گیارہ فوجی نشان بنا کر اسلامی فوج کو مختلف گیارہ افسروں کے ماتحت تیار کیا۔ جنکی کمان خالدؓ بن ولید۔ عکرمہؓ بن ابوجہل اور عمروؓ بن العاص وغیرہ کے سپرد کی۔ اس فوج نے ایسی خوبصورتی سے مرتدین پر دھاوا کیا کہ مرتدین کی جڑ بنیاد کو ہی اکھیڑ کر پھینکدیا۔

خالدؓ۔ عکرمہؓ اور عمروؓ اگرچہ اُن حضرات میں سے تھے کہ جو فتح مکّہ کے قریب یا اُسکے بعد ایمان لائے تھے۔ مگر اُسوقت جو کام اُنہوں نے کیا اُنکے پچھلے قصور ضرور ہی اُن کے نامۂ اعمال سے اُس نے مٹا دئے ہونگے۔ خدا کی شان! دیکھئے کہ یہی وہ بزرگ تھے کہ جو کفار مکّہ پر سر دھرے اور جنرل سمجھے جاتے ہی نہ تھے۔ بلکہ حقیقتاً اپنے اعمال سے ثابت ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے ستانے دکھ دینے اور آپ کی ملّتِ بیضاء کے مٹانے میں ناخنوں تک زور لگایا مگر مسلمان بھی بنے تو ایسے کہ جس سے اُنکی کسی پچھلی کرتوت پر نظر کرنا فضول اور بیسود ٹھہرتا ہے۔ ردّۃ کے موقعہ پر خالدؓ، عکرمہؓ اور عمروؓ وغیرہ کے کارناموں سے نہ صرف اسلام ہی زندہ رہا بلکہ اُسکے ساتھ ہی اُنکے نام بھی آسمانِ اسلام پر مثل نیّر چمکنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا۔ کہ دراصل اسلام کا زندہ رہنا اور اُسکو مخالفوں کے شر اور ناپاک حملوں سے بچانا ہی زندگی کا اصل مدعا ہے۔ اور یہی وہ امر ہے۔ کہ جس سے ایک انسان ابدی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ اپنے دشمنوں کے دلوں میں ایسا اعلےٰ گھر کرنا اور اپنی محبت و اُلفت میں ایسا سرشار کر دینا یہ وہ خصوصیت ہے کہ جس سے ہی ہمارے اصل اسلام نے اقطاعِ عالم میں قبولیت کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اُسکی صاف اور بے عیب سیدھی صاف اور مختصر تعلیم اور عین فطرت کے مطابق وہ باتیں ایسی ہیں کہ جب ایک دفعہ اُس کا حال معلوم ہو جائے اور قلب کو اُس کی حقیقت معلوم ہوکر اطمینان حاصل ہو جائے تو پھر اُس کا اثر لوحِ دل سے محو نہیں ہوتا۔ خواہ اُسکی راہ میں کوئی ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دے۔

ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت کو ابھی پورے دو سال بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ آپ کی پاک توجہ اور آپ کے جاں نثار رفقاء کی ہمت و سعی بلیغ نے کل شورشیں فرو کر دیں نظامِ سلطنت اسلامی باقاعدہ ہو گیا۔ کل مفسد اور فتنہ پرداز پیادہ پا ہو گئے۔ یا ہباءً منثورًا ہو گئے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ ارکان اسلامی باقاعدہ ادا ہونے لگے۔ اور آیتِ استخلاف نے جو خلیفہ کی شان بیان فرمائی یعنے تمکینِ دین اور خوف کا امن سے بدل جانا" اُس کا حقیقی معنوں میں سب سے پہلے حضرت صداقت مآب کے قدم کی برکت سے ظہور ہوا فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الخبر پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۱۷

اے بیخبر بخدمت قرآن کمر بہ بند

قرآن حکیم کے نشر و اشاعت میں جو ہمت وجد و جہد اور سعی پیہم درکار ہے - جس ہمت وخلوص کیساتھ ہمیں اس پاک صحیفہ اس فرقان عظیم اور کلام حکیم کی اشاعت میں حصہ لینا چاہئے - اس سے کہانتک ہم نے کام لیا - اور کہانتک کام لینے کا ارادہ رکھتے ہیں - یہ ایک سوال ہے جسکا جواب آج احمدی جماعت ہاں اس طایفہ حقہ کے ذمہ ہے جو ہر قسم کی ضلالت وگمراہی سے بچ کر صراط مستقیم پر قایم ہونے اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینے کا فخر رکھتا ہے - آج ہم اس بات کے جوابدہ ہیں - اور عنقریب ہمیں کھلے لفظوں میں اپنی اس جوابدہی سے اپنے آپ کو باہر نکالنا ہوگا کہ کہانتک ہم نے اس مقدس فریضہ سے جو قرآن کریم کی اشاعت سے متعلق ہے سبکدوش ہونے کی کوشش کی ہے +

قرآن کریم کا وہ انگریزی ترجمہ - وہ زندہ اسلام کا فوٹو جو مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ جیسے فاضل انسان کے خداداد علم وفضل اور آپکی سالہاسال کی شبانہ روز محنتوں اور جانکاہیوں کا نچوڑ ہے - جس کی طرف ایک مدت سے نہ صرف اسلامی دنیا ہی کی آنکھیں لگ رہی تھیں بلکہ دیگر مذاہب کے بھی اکثر تشنہ لبان صداقت اس سے سیراب ہونے کے لئے ترس رہے تھے - کیا تمہیں معلوم ہے - کہ چھپکر تیار بھی ہوگیا ہے - اور مطبع سے نکلکر ڈاک میں بھی ڈالا جاچکا ہے - کیا عاشقان کلام اللہ کی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس پاک صحیفہ کے منتظر نہیں - پھر وہ کسقدر خوشی کا دن ہوگا - جب یہ مبارک چیز ہمارے ہاتھوں میں ہوگی - اور ہماری آنکھیں اس سے ٹھنڈک پائیں گی +

لیکن کتنے ہیں - جنہوں نے اس خوشی کے دن کو منانے کا کما حقہ سامان پیشتر سے کر رکھا ہے - کس قدر لوگ ہیں - جو اس آنیوالے دن اس روز عید سے پیشتر ہی اس مبارک تحفہ کو عملی طور پر عزت وعظمت کی آنکھوں پر بٹھلانے کے لئے اس کے استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں - آہ سوائے ان چند نفوس کے جنہوں نے بہت سے ایسے دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اپنا شعار بنا رکھا ہے - کتنے ہیں جنہوں نے اگر خود کچھ نہیں دیا تو دوسروں کو ہی اس پاک صحیفہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے - فرزندان توحید وعاشقان فرقان مجید! اٹھو کہ تمہاری اس فرزندیت اور اس عشق کے عملی ثبوت کا وقت آ پہنچا - دیکھو وہ محبوب اب دروازہ پر کھڑا تمہیں بلا رہا ہے اٹھو اور اسے دروازہ کھولو - کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد اسی وقت کے لئے تھا - یہی وہ موقعہ ہے جس کے لئے ہمیں تیار کیا گیا - اور یہی وہ چیز ہے - جس کی طرف ہمیں توجہ دلائی گئی +

قرآن کریم اور پھر اس کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر اور وہ بھی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب جیسے خدا رسیدہ وفاضل انسان کے قلم سے وہ مولوی محمد علی جو ابتدا ہی سے مسیح موعود کے ... میں شامل ہوکر نہ صرف الخاین لما یلحقوا بھم کا مصداق ٹھیرا بلکہ جو اپنے سحر نگار قلم سے یورپین طلسم کو پاش پاش کرکے اور غیر مذاہب کے باطل نگار قلموں کو توڑ کر لیظہرہ علے الدین کلہ کی پیشگوئی کا احسن وجہ مصداق ٹھہرا - ہاں اسی فاضل انسان کی خداداد قابلیت نے فرقان حمید کی یہ تفسیر و ترجمہ انگریزی زبان میں مہیا کیا ہے - جو اس وقت بھی گمرہان بادیہ ضلالت سے اپنا سینہ سپر کر اس جماعت حقہ کی نصرت پر قایم ہے - جو عقاید حقہ کی حمایت میں عقاید باطلہ کے مقابل سینہ سپر ہوکر کھڑی ہے - پھر کس قدر حق ناشناسی اور ناقدردانی ہوگی اگر خود احمدی جماعت ہی اس ترجمہ کی اشاعت میں عملی طور پر وہ امداد نہ دے جو کہ دینے کا حق ہے +

ہم آپ سے کچھ نہیں چاہتے - سوائے اس کے کہ آپ اس مژدہ جانفزا کو ہر ایک اس شخص کے کانوں تک پہنچا دیں - جو اپنے سینہ میں دل اور اپنے سر میں دماغ رکھتا ہے - اس سے واسطہ نہیں کہ وہ احمدیت سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں - وہ مسلم ہے یا غیر مسلم - جو کوئی بھی ہو - جس طبقہ سے بھی وہ تعلق رکھتا ہو - اگر وہ انگریزی جانتا ہے - تو اسے اس پاک صحیفہ کا کام نکم ... اگر انگریزی نہ جانتا

تو فیق اس کی کاپیاں خرید کر مستحقین میں ہی تقسیم کرا دے سکیں اسے ... میں بھی کوئی بڑی دقت نہیں - ہماری جماعت بفضلہ ... لوگ ہیں - بعض تاجر تاجروں میں پیشہ ور پیشہ وروں میں ملازم ملازمین میں - اور علیٰ ہذا القیاس ہر ایک طبقہ کے احمدی اپنے اپنے حلقوں میں بآسانی اس خبر کو پہنچا کر تحریک کر سکتے ہیں جو انشاء اللہ بہت کچھ بارآور ہوگی - اس وقت مصارف کے سوال کو چھوڑ کر محض تبلیغ واشاعت اسلام کا سوال ہی ہمارے پیش نظر ہے - اور آپ دیکھینگے کہ اس طریق سے نہ صرف اشاعت اسلام کا مہتم بالشان کام کس قدر آسانی کے ساتھ سرانجام پائیگا - بلکہ مصارف کا مسئلہ اسی سے طے ہو جائیگا +

ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا کہ ہمارے بالمقابل ایک کوشش کی گئی ایک مسجد ضرار کی بنیاد ڈالی گئی بلکہ اس مسجد ضرار کی تعمیر میں بعض لوگوں نے طرف سے پوری مستعدی اور جانفشانی سے حصہ لیا - لیکن خدا کا کرنا تھا - کہ وہ کوشش کامیاب نہ ہوئی - اور تعمیر کا وہ کام جس کی بنیاد ہی فسادنیت اور حق کے مقابلہ پر تھی - ناتمام ہی رہ گیا - باوجودیکہ ان کے ایک ایک فرد نے اس ایک پارہ کے لئے ہی جو ان کی طرف سے شایع ہوا - وہ زور مارا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں - ایک ایک مسلمان - بلکہ ہندو سکھوں اور عیسائیوں تک سے اس ایک پارہ کے بدلے دو دو روپے وصول کرنے کے لئے ان کو کتنی جوتیاں چٹخانی پڑیں - لیکن خدا کا شکر ہے - کہ حق آخر غالب آیا - انہوں نے چاہا تھا کہ کسی طرح ہمارا کام نہ ہو - یہ الہی دربار میں قبولیت یافتہ ترجمہ دنیا میں شایع نہ ہوسکے - اسی لئے انہوں نے کبھی حق ملکیت کا دعوے کیا - کبھی مقدمات کی دھمکی دی - کبھی دنیا میں شور مچایا - کہ اس کے لئے چندہ دینا اپنے روپیہ کو برباد کرنا ہوگا - اور بالآخر سب طرف سے ناکام ہوکر اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے اسے دیا سلائی دکھانے کے قابل ردی قرار دیکر خدا کے پاک صحیفہ پر وہ حملہ کیا جس کی پاداش اس سے بہت زیادہ ہے - جو وہ دوسروں کے متعلق ناجایز طور پر تجویز کیا کرتے ہیں - لیکن اس سزا سے پہلے ہی یہ کتنی بڑی سزا ہے - جو اللہ تعالے نے انہیں دی - کہ وہ جس کو برباد کرنا چاہتے تھے وہ کامیاب ہوگیا - اور وہ جو خود انہوں نے ایک مسجد ضرار کی داغ بیل ڈالی تھی - وہ ناتمام رہ گئی - اور بارآور نہ ہوسکی اب کہاں ہے ان کا وہ حق ملکیت - اور کہاں گئی ان کی مقدمہ بازی - بیشک انہوں نے شور وغوغا بپا تو بہت کیا - لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے اس پارہ کو بکوانے کی سوائے اس کے اور کوئی تدبیر انہیں نظر نہ آئی - کہ اسی فاضل انسان کو اس کا مصنف ظاہر کریں - جس کے اس ترجمہ قرآن بلکہ اس کے نام کے ساتھ انہیں اسقدر عداوت ہے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ خواہ ہم لاکھ اس کے خلاف شور مچائیں - اور دنیا کو اس طرف سے ہٹائیں مگر خدا کے آگے پیش نہیں جاسکتی - جو خود بخود دلوں کو اسی طرف پھیر رہا ہے - اور اس مسجد ضرار کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوتا - یہ ہے وہ نشان صداقت جو حامیان حق کے ساتھ ہوا کرتا ہے - لیکن تھوڑے ہیں جو اس سے سبق عبرت حاصل کریں +

ہمارا یہ انگریزی ترجمۃ القرآن دو قسم کے کاغذوں پر طبع ہوا ہے - قسم اول آنڈیا پیپر جیسے اعلے اور باریک لیکن نہایت مضبوط کاغذ پر ہے - جس کی مہنگے کاغذ کی گرانی ونفاست اور جلد کی خوبصورتی کے باوجود صرف ۱۵ روپے ہے - صرف دوسری قسم کا کاغذ بھی بہت اعلے اور مضبوط ہے - اس کی قیمت ۱۰ روپیہ ہے +

کیا ہم امید کریں - کہ اس مبارک صحیفہ کے ممبئی پہنچنے سے بیشتر ہی اس قدر فرمائشیں دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں آجائینگی کہ یہ پہلی قسط ہاتھوں ہاتھ لگ جائیگی +

ایک لطیف دلیل

۲۸ - اگست کے الفضل میں مدیر ایڈیٹر ستارہ صبح کی ظلمت نشانی کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں مولوی ظفر علی خان صاحب کے اس ریمارک کے جواب میں کہ الفضل نے جب ان کو کتنے کا کانٹا ... مسیح موعود کی مخالفت کا نتیجہ ٹھیرایا - تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک وہ شخص جسے کتا کاٹے وہ مسیح موعود کا مخالف ہے - یہ ایک منطقانہ دلیل دی گئی ہے - جو فی الواقع درست بھی ہے - کہ

"جس طرح ہر ایک قتل ہونے والے پر لو تقول کی آیت چسپاں کرکے اسے جھوٹا نبی نہیں کہا جاسکتا بلکہ جو مدعی نبوت قتل ہو وہ جھوٹا نبی ہوتا ہے کیونکہ قرآنی دلیل کا مدعا یہ ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت ضرور قتل ہوتا ہے - اسی طرح ہر ایک وہ جسے دیوانہ کتا ... نازل ہوا ہے ... لیکن ایسے ... کہ ہر ایک ... جس ... ہوتا ہے ..."

کیا ہی مزیدار دلیل ہے - لیکن کیا ہمارے دوست میاں غلام حسین صاحب نے ... کبھی یہ بات گوشگذار ... لرسینہ پیام انکم خودی ... تسلیم کرتے کہ حقیقۃ النبوت کے مصنف اپنی بیزاری کا اعلان فرمائینگے کہ جنکے نزدیک یہ تمام باتیں از سر تا پا غلط ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو اگر یہ کلیہ درست ہے - کہ ہر ایک انسان حیوان ہے - تو اس کے بالعکس یہ بھی صحیح اور حقیقت نفس الامری کے عین مطابق ہے - کہ ہر ایک حیوان انسان ہے - جیسا کہ میاں صاحب اپنی کتاب حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں - کہ

"گو ایسی نبوت اب نہیں آسکتی جس میں نئی شریعت ہو لیکن یہ خیال کرنا کہ نبی بھی کوئی نہیں آسکتا کیونکہ ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین کے ماتحت مبشرات جاری ہیں"

یعنے میاں صاحب کے نزدیک ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین کے ماتحت چونکہ ... حالانکہ میاں غلام حسین صاحب کی دلیل اس کے خلاف ہے - ان کے نقطہ خیال ... سے جو اصول منطق کے عین مطابق ہے - جس طرح سے لو تقول کی آیت کے ماتحت ہر ایک جھوٹا مدعی نبوت ضرور قتل ہوتا ہے - یہ نہیں کہ جو قتل ہوجائے وہ ضرور جھوٹا نبی بھی ہوتا ہے - ویسے ہی اور ٹھیک اسی طرح ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین کے ماتحت ہر ایک مرسل مبشر ومنذر تو ضرور ہوتا ہے - یہ نہیں کہ ہر مبشر ومنذر نبی بھی ہو - بالفاظ دیگر جس طرح سے مکذب اور منکر پر عذاب کا آنا ضروری ہے - لیکن یہ نہیں کہ ہر ایک جس پر کوئی عذاب آتا ہے وہ ضرور مکذب اور منکر بھی ہوتا ہے - ویسے ہی مرسل کے لئے ٹھیک ضروری ہے کہ وہ مبشر اور منذر ہو لیکن ہر ایک مبشر ومنذر کو نبی اور رسول کہنا جایز نہیں - پس کیا میاں غلام حسین صاحب گوارا کریں گے کہ اپنے پیر صاحب کے خلاف اس منطقانہ دلیل کو سن کر بھی ان کے فاسد اعتقادات کو ہی صحیح سمجھیں گے - اگر ایسا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ مولوی ظفر علی خاں کے بالمقابل ان کا ان دلائل سے کام لینا - اور لو تقول والی آیت کے وہ معنے کرنے جن کو خود ہی دوسری جگہ رد کرتے ہیں - کیا معنے رکھتا ہے - اگر عقل اور دلیل کوئی چیز ہے اور واقعی تم اس دلیل کو صحیح سمجھتے ہو - تو جاؤ اپنے پیر کو سمجھاؤ - جو اس قسم کے غلط دلایل سے تمہیں گمراہی کی طرف لئے چلا جارہا ہے لیکن انصاف بھی تو ہو +

ایک اور معجزہ

بعض اشاعتہائے ماقبل میں ہم ان دلچسپ معجزات کو ہدیہ ناظرین کرتے رہتے ہیں جو قادیان سے آجکل ظہور پذیر ہوتے ہیں - ان معجزات کا دائرہ اب زیادہ وسیع ہورہا ہے - پہلے صرف بیمار وں کو میاں صاحب کی طرف خط لکھتے ہی شفا ہوجایا کرتی تھی خواہ وہ خط ابھی دربار خلافت میں موصول بھی نہ ہوا ہو - چہ جائیکہ دعا کے لئے ہاتھ بھی اٹھائے جائیں - بلکہ یہانتک کہ جب کبھی کسی نے "حضرت خلیفۃ المسیح" کا نام ہی لیا - تو فوراً وہ شفایاب ہوگیا - لیکن اب ذرا اور دائرہ وسیع ہوا ہے - کیونکہ حضور خلافت مآب کے مقتدرانہ کرشموں سے شہروں کے شہر تباہ ہونے سے بچنے لگے ہیں - چنانچہ اسی ضمن میں ۲۸ اگست کے الفضل میں ایک زبردست معجزہ کا اعلان ہوا جو بلفظہ حسب ذیل ہے :-

"برادر بابو محمد اکبر خان صاحب لکھتے ہیں :- کہ ایک عرصہ بارش نہ ہونے کے بعد یکدم علاقہ ڈیرہ غازیخاں میں ایسی بارشیں شروع ہوگئیں کہ اللہ کی پناہ - جدید شہر غازیخاں کی شرقی جانب ایک نہر بہتی ہے - اور شمالی جانب بھی ایک چھوٹا نالہ ہے - بارشوں کی وجہ سے رودکوہی کا پانی بڑی کثرت سے جمع ہوکر ان دونوں نالوں کے کناروں کے ساتھ آکر جمع ہوگیا - یہ پانی اس قدر زور سے آیا کہ نالوں کے بند ٹوٹنے اور شہر کے غرقاب ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا - چنانچہ اس خطرہ کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کے لئے ضروری تار دی گئی - اللہ تعالے کا فضل ہوا کہ پانی شہر کی طرف رخ کرنے سے پہلے ذمہ دار حکام نے دوسری جانب نالہ کے بند کاٹ کر پانی جانے کا رستہ پیدا کردیا - اور پانی نے خود بھی اسی طرف راستہ نکال لیا اور اس طرح شہر غرقابی سے بچ گیا - ورنہ خدا جانے کیا ہوتا - پھر بھی دوسری طرف پانی جانے سے بہت سا نقصان ہوا ہے - کہتے ہیں کہ دور تک میلوں پانی چلا گیا ہے - کئی بستیاں ڈوب گئی ہیں اور زراعت کا از حد نقصان ہوا ہے - اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب بچاؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد است نام
ہر نبوت را بروشد اختتام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
دامن پاکش بدست ما مدام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا می بود

آزاد ہو رہوں اور مرا سب کام بھی کامل ہو ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ارنہاء یک ذرہ زشیوۂ معاد
ہر چہ گفتہ آں مرسل بانداد
ہر بہ ان حضرت اصدق ست
منکر آں نحق لعنت شد
معجزات او ہمہ حق و راست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار سے کند از شقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ [illegible]

قیمت سے ششماہی [illegible]

جلد ۵ | دفتر المسیح لاہور - یکشنبہ ۱۳ ذیقعد ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء | نمبر [illegible]

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نصیحت بعد البیعت

(گذشتہ سے پیوستہ)

تکبر کی قسمیں تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جب کہ یہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے۔ تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکلتا ہے۔ اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے۔ اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں۔ اور مومن کو چاہیئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بو آوے۔ اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو +

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاق رذیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں۔ مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اس لئے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیئے۔ بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے۔ دولتمند متکبر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبر ہوتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے۔ ایک عورت سیدانی تھی اسے پیاس لگی۔ وہ دوسرے کے گھر میں جا کر کہنے لگی۔ کہ امتی! تو پانی تو پلا۔ مگر پیالہ کو دھو لینا کیونکہ تم امتی ہو اور میں سیدانی اور آل رسول ہوں۔ بعض وقت تکبر علم سے بھی ہوتا ہے۔ ایک شخص غلط بولتا ہے تو جھٹ اس کا عیب پکڑتا ہے۔ اور شور مچاتا ہے۔ کہ اس کو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔ غرض مختلف قسمیں تکبر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں۔ اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں ان سب سے بچنا چاہیئے۔ مگر ان سب سے بچنا ایک موت کو چاہتا ہے۔ جب تک انسان اس موت کو قبول نہیں کرتا خدا تعالےٰ کی برکت اس پر نازل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ خدا تعالےٰ اس کا متکفل ہو سکتا ہے +

اور اگر انسان پورے درجہ کی صفائی نہیں کرتا اور کامل تبدیلی نہیں کرتا تو اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ اس دیوار سے سوئی کے برابر سوراخ کر دیں۔ خواہ ایسے سوراخ دس ہزار بھی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان سوراخوں کے ذریعہ سے وہ روشنی اندر نہیں آ جائے گی جو کل مکان کو خوب روشن اور منور کر دے۔ لیکن جب ایک اچھا روشندان اس میں کھولا جائے تو اس سے کافی روشنی اندر آئے گی جو کل مکان کو خوب روشن اور منور کر دے گی۔ اسی طرح جب تک تم سچے دل سے مسلمان ہو کر پوری تبدیلی

سکینت اور اطمینان بخشتا ہے اور جو بدیوں اور برائیوں کا امتیاز عطا کرتا ہے نازل نہیں ہوتا۔ اور سچے مسلمان بننے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ اور جبتک سچا مسلمان نہیں ہوتا اس وقت تک اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں سے جو سچے مومنوں اور متقیوں سے اس نے کئے ہیں کوئی فایدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور چونکہ ان وعدوں سے اسے حصہ نہیں ملتا اور وہ خود محروم رہتا ہے۔ اس لئے شکایت کر بیٹھتا ہے کہ سچے مسلمانوں سے کیا وعدے ہوئے ہیں۔ میری دعا تو قبول نہیں ہوئی لیکن وہ کمبخت نہیں سوچتا کہ میں سچا مسلمان تو ہوا ہی نہیں۔ پھر ان وعدوں کا ایفا کس طرح چاہوں۔ اس کی مثال اس بیمار کی سی ہے۔ جس نے ابھی پوری صحت تو حاصل نہیں کی اور نہ تندرستوں کی طرح اس کے قویٰ میں طاقت آئی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے تندرستوں کی طرح بھوک نہیں لگتی اور میں چل پھر نہیں سکتا۔ تو اسے یہی کہا جائیگا کہ ابھی تو پورا تندرست نہیں ہوا۔ جب تک تندرست نہ ہو تندرستوں کے لوازمات تجھے کیونکر حاصل ہو جائیں۔ پس اسیطرح جبتک کہ ایک شخص مسلمان نہ ہو جاوے اسے اللہ تعالےٰ کی کوئی شکایت نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ جب ایک شخص سچا مسلمان بن جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ پر پورا ایمان لاتا ہے اور اپنے اعمال کو اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کے ماتحت کر لیتا ہے وہ یقیناً ان وعدوں کو پورا پاتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخلص اور مومن بندوں سے کئے ہیں۔ وہ اپنی جان پر ان وعدوں کو پورا ہوتا ہوا پاتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ سچا مسلمان بننا ہی تو مشکل ہے۔ سچا مسلمان بننا اور اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلنا ایک ہی بات ہے۔ جبتک کہ نفس اونٹ کیطرح موٹا ہے یہ اس میں سے نکل نہیں سکتا۔ لیکن جب دعا اور تضرع کے ساتھ نفس کو مار لیتا ہے۔ اور وہ جسم جو عارضی طور پر اس پر چڑھا ہوا ہوتا ہے دور ہو جاتا ہے تو یہ لطیف ہو کر اس میں سے نکل جاتا ہے اس کیلئے ضرورت ہے دعا کی پس ہر وقت دعا کرتا رہے۔ کیونکہ دعا تو ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ دعا کے ساتھ مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو دعا کی قدر و قیمت معلوم نہیں وہ بہت جلد ملول ہو جاتے ہیں۔ اور ہمت ہار کر چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے۔ جب انسان پوری ہمت سے لگا رہتا ہے۔ تو پھر ایک بدخلقی کیا ہزاروں بدخلقیوں کو اللہ تعالےٰ دور کر دیتا ہے اور اسے کامل مومن بنا دیتا ہے۔ لیکن اس کے واسطے اخلاص اور مجاہدہ شرط ہے۔ جو دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے +

یاد رکھو نری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا اللہ تعالےٰ اس رسم سے راضی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے اس وقت تک بیعت بیعت نہیں نری رسم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشا کو پورا کرنے کی کوشش کرو یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو اور پھر عمل کرو۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نرے اقوال اور باتوں سے کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے حاصل

کلام منظوم

از حضرت مسیح موعود

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند

دردا کہ حسن و صورت فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثر عارفاں نماند

مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجا است
صد کور در دو صد دریغ کہ اعجاز آں نماند

کوریم و زکمال تغافل بچشم ما
آں روئے خوب گیسوئے عنبر فشاں نماند

بینم کہ ہر کسے بہ غم نفس مبتلا است
کس را غم اشاعت فرقاں بجاں نماند

یوسف شنیدہ ام کہ شد از کارواں معیں
ایں یوسفے کہ ہیچکسش کارواں نماند

جانم کباب شد زغم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند

دوش اندکے مرا بجیائے شکیب بود
امشب مپرس حال کہ تاب و تواں نماند

اے سید الورا مددے وقت نصرت است
در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند

صد بار رقصہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

در رنج و درد ہے گذرانیم روزگار
یارب ترحمیکہ دگر مہرباں نماند

یارب زہجر حسن غم فرقاں مقدر است
یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند

دیدم کہ زاہداں رہ فرقاں گذاشتند
ناچار در دلم اثر مہر شاں نماند

اے خواجہ پنج روز بود لطف زندگی
پس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

امروز گر دل از پئے فرقاں بسوز دت
عذرے دگر ترا بجناب یگاں نماند

بگذار درد مثنوی و شغل غزل و شعر
ایں خود چہ چیز ہست اگر قدر آں نماند

در خادماں نشینی و صد ناز میکنی
آنرا کہ سید است کس از خادماں نماند

خلق از برائے شوکت دنیا چہا کنند
دردا کہ بہر کعبہ جو مہر بتاں نماند

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند

طفیل ہوا ہے۔ مقامی حکام کی ہمت قابل داد ہے۔ کاش یہ لوگ سوچیں کہ آئے دن یہ عذاب کیوں آ رہے ہیں"

اس معجزہ پر کسی ریمارک کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود ہی اس کی کیفیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ الفاظ خود تشریح کر رہے ہیں۔ اور اس معجزہ کی داد ہم سے زیادہ خود راقم معجزہ نے دے دی ہے۔ ایسی ایسی باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی دن جاتا ہے۔ جب میاں صاحب کو خدا ماننے لگیں گے۔ ع

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ایک عجیب مچھلی

بعض اخبارات میں ایک عجیب مچھلی کی تصویر اور اس کے متعلق کچھ کیفیت شائع ہوئی ہے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مچھلی زنجبار میں پکڑی گئی ہے۔ اور اس کی دم کے ایک پہلو پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے۔ اور دوسرے پر شان اللہ یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اول اول ایک ماہی گیر اسے پکڑ کر منڈی میں لایا لیکن پہلے تو کسی نے اسے نہ خریدا۔ آخر کار ایک ہندوستانی سوداگر نے ۵ پیسے دیکر اسکو خرید لیا۔ اور دم پر عربی کے نشانات دیکھ کر ایک عالم کے پاس دکھانے گیا جس نے اس عبارت کو پڑھا۔ پھر یہ مچھلی سلطان زنجبار کے سامنے پیش ہوئی۔ انہوں نے تین ہزار روپیہ اس کی قیمت پیش کی مگر اصل مالک اسے فروخت کرنے پر راضی نہ ہوا۔ دوسرے دن ۵ ہزار روپیہ پیش کئے گئے۔ مگر پھر بھی انکار رہا۔ انجام کار یہ فیصلہ ہوا کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔ اس لئے سرکاری کیمیائی خانہ میں اسے پہنچا دیا گیا۔ زنجبار کے سرکاری گزٹ میں عوام کو بہ ٹکٹ پر دکھانے کے لئے عام اعلان شائع ہوا ہے۔ اس کیفیت کو ایک انگریزی اخبار میں پڑھ کر ہمارے ایک کرمفرما ہم سے اس کے متعلق رائے پوچھتے ہیں۔ لیکن ہم اس پر سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ علمہا عند ربی۔ اللہ تعالے ہی بہتر جانتا ہے۔ کیا تعجب ہے اس۔ اس رنگ میں بھی اپنی مقتدرانہ طاقت کے اظہار کے لئے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ دکھا دیا ہو کو۔ بعض سابقہ واقعات کو پیش نظر رکھکر کہ جن میں لوگوں نے محض کسی مسالہ سے درختوں کے پتوں پر کلمہ طیبہ کو لکھا۔ اور پھر خود ہی اسے بطور معجزہ کے مشہور کر دیا۔ ایسی باتوں کو مانتے ہوئے بعض طبائع میں کچھ جھجک اور تامل بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اسے غیر مصنوعی اور قدرتی ماننے میں بھی ہمیں تو کوئی ہرج نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے کوئی بعید بات نہیں۔ اگر ایسا ہوا ہو تو اس میں ہرج ہی کیا ہے +

"جیو ہتیا کا پھل" اور آریہ گزٹ۔

آجتک تو ہمارے برادران وطن اور بالخصوص آریہ معاصرین "جیو ہتیا" کے نام سے جا بجا چلینج شائع کرتے رہے ہیں ان میں دلیل تو خیر کیا ہوتی تھی صرف "رحم" "رحم" کے قابل رحم لفظوں سے ہی لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں کوشاں رہے لیکن آج ہمارے دیرینہ کرمفرما معاصر آریہ گزٹ ایک زبردست دلیل بھی اسبار میں پیش کرتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس ادعائی جیو ہتیا کی پاداش میں عذاب الٰہی کی خبر دیتا ہے چنانچہ کلکتہ کے ایک گاؤں میں دو راجپوتوں کی سر پھٹول کا ذکر کرتے ہوئے جو اس وجہ سے ہوئی کہ انمیں سے ہر ایک ایک خرگوش پر جو انہوں نے مارا تھا اپنا حق ملکیت جتاتا تھا۔ یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ

"اے جیو ہتیا کرنے والو یہ مت سوچو۔ کہ پرماتما ظلم و ستم کا بدلہ نہیں دیتا۔ اس کے یہاں دیر ہے۔ اندھیر نہیں ہے"

تناسخ کے چکر میں گردش کھاتے ہوئے ہمارے لائق معاصر کو بیشک یہ بہت دور کی سوجھی ہے۔ اور اسمیں کیا شک ہے۔ کہ جو شخص خدا کی مخلوق کو ناحق ستاتا اور دکھ دیتا ہے دیر ٹھیک اسی قسم کی باتوں کو ستانا اور دکھ دینا قرار دیا جائے اللہ تعالےٰ اسے اسکی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے لائق ... مہاشہ جی نے ...... خود اپنے متعلق کیوں یقین کر رکھا ہے۔ کہ آپ خواہ کتنا ہی جیو ہتیا کریں آپکو پرماتما سزا نہیں دیگا کیونکہ ہم تو نہیں دیکھتے کہ کوئی لمحہ آپکا جیو ہتیا سے خالی جاتا ہو کیا وہ ہزارہا جرم جو سانس کے ساتھ نگلتے چلے جاتے ہو۔ تمہاری جیو ہتیا کا شکار نہیں ہوتے پھر ہر روز جو کچھ تم کھاتے ہو خواہ وہ سبزی ہو یا گوشت وہ بھی تو جیو ہتیا ہم کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارے اپنے مسلّمات کے مطابق نباتات میں بھی روح موجود ہے) آخر یہ جیو ہتیا پرماتما کی اسی سزا کی ... کیوں نہیں ہوگی جو ہمارے مہاشہ جی نے کلکتہ کے دو راجپوتوں پر نازل کی ہے سوائے اسکے نہیں کہ یا تو ہمارا دوست اپنے آپکو اس سزا سے مستثنےٰ سمجھتا ہے اور یا اپنے ان افعال کو جیو ہتیا نہیں جانتا اور ہم جانتے ہیں کہ موخرالذکر خیال قائلین تناسخ کے لئے پہلی بات سے زیادہ وزنی اور قرین عقل ہے۔ کیونکہ تم روزمرہ خواہ لاکھ کیڑے کھا جاؤ۔ اور سبزی وغیرہ چھوڑ پھر بکری اور اونٹ وغیرہ ...

تحقیق الادیان

التوحید والتثلیث

(۳)

ازاثر خامہ مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی ادام اللہ فیوضہم

کیا ایک خدا کافی نہیں

مسیحی نوجوان کی اس دلیل نے کہ واحد محض سے صدور کثیر محال ہے۔ باریتعالےٰ کے متعلق ان کے عقیدے کو ظاہر کر دیا۔ اور تثلیث کی حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ اصل میں ایک خدا مخلوق کے پیدا کرنے میں قادر نہیں تھا۔ اس لئے اس جیسے دو اور کی ضرورت پڑی۔ مگر جس خدا کی ہمت اور قدرت کا یہ حال ہے کہ اس سے سوائے ایک معلول کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ایسے تین تو کیا لاتعداد ولا تحصٰے خدا ہی کیوں نہ ہوں ان سے کائنات کا وجود پذیر ہونا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہوگا۔ خدا قدوس کے آخری مقدس صحیفے نے جس نے ارباب ذوق سلیم کے لئے ایک نئے انداز مکالمہ کی بنیاد ڈالی ہے کہ کامل الہامی کتاب وہ ہو سکتی ہے۔ جو اپنے صدق دعاوی پر دلایل بھی خود ہی پیش کرے۔ تاکہ مدعی سست اور گواہ چست کی مثال خدائی کتاب اور انسانی وکالت کے رنگ میں پوری نہ ہو۔ خداوند عالم تو دعاوی کو بلا دلایل بولے اور انسان ان دعاوی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے دلایل وضع کرے۔ باپ۔ بیٹا۔ روح القدس کی تثلیث کا دعوےٰ تو خدا کرے اور اس کی کل بٹھانے کو مسٹر عبدالحق مسیحی نوجوان کی ضرورت پڑے۔ قرآن کریم آپ کے اس اصول کی کہ واحد محض سے صدور کثیر محال ہے۔ اور یہ کہ تثلیث باطل ہے ان الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ اور دلیل بھی خود ہی دیتا ہے فرمایا اللہ خالق کل شیئ وھو الواحد القہار اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ اور واحد بھی ایسا کہ قہار ہے یعنے قادر اور غالب ہے۔ اس دعوے اور دلیل کی شکل یوں قایم ہوئی ہے۔ کہ صغریٰ اس کا یہ ہے کہ خدا واحد اور مقتدر ہے۔ اور کبریٰ یہ کہ جو واحد اور قہار ہے وہ تمام موجودات کا پیدا کنندہ ہے۔ اثبات قضیہ اولے یعنے صغریٰ کا اس طرح پر ہے۔ کہ خدا (بیٹے اور روح القدس کو چھوڑ کر) واحد قادر اور غالب ہے۔ یہ اصول مسلمہ حضرات مسیحی ہے۔ اور اثبات قضیہ ثانیہ یعنی مفہوم کبریٰ اس طرح ہے کہ اگر خدا یتعالےٰ باوصف قادر اور غالب ہونے کے موجودات کا خالق نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں وہ واحد قادر اور غالب بھی نہیں ہو سکتا۔ جو صغریٰ کے (جو اصول مسلمہ ہے) خلاف ٹھہرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسکو یوں سمجھو کہ اس آیت مبارکہ میں واحد قہار کہا گیا ہے۔ یعنی وہ عالم کی علت موجبہ نہیں۔ بلکہ وہ فاعل مختار ہے۔ اگر وہ علت موجبہ ہوتی تو البتہ شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ واحد محض سے صدور کثیر کیسے ہوا۔ دوسری جگہ الوہیت مسیح کو رد کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا اللہ ملک السموات والارض وما بینہما یخلق ما یشاء واللہ علی کل شیئ قدیر آسمانوں اور جو کچھ ان ہر دو کے درمیان ہے اس کی ملکیت تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ (مستجمع جمیع صفات کاملہ) ہر شئے پر قادر ہے۔ اس آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالےٰ کو فاعل مختار کہا گیا ہے۔ لفظ اللہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ کا مظہر ہے اس کو فاعل مختار اور قادر کہا گیا ہے۔ علم الٰہیات میں یہ مسئلہ بدلایل ثابت ہو چکا ہے کہ مستجمع الکمالات ہونا واجب الوجود کا تحقق الوہیت کے واسطے شرط ہے۔ یعنی یہ لازم ہے کہ کوئی مرتبہ کمال کا مراتب ممکن التصور سے جو ذہن اور خیال میں گذر سکتا ہے اس ذات کامل سے فوت نہ ہو۔ پس بلاشبہ عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ کمال الوہیت باریتعالےٰ کا یہی ہے۔ کہ سب موجودات کا وہ واحد مالک ہو اور ساری موجودات کا سلسلہ پیدایش صرف اس کی قدرت تک منتہی ہو نہ یہ کہ صفت مالکیت اور ہستی حقیقی اور خالقیت بہت سے شریکوں میں بٹی ہوئی ہو۔ پس اثبات صغریٰ اس شکل میں ہوا۔ کہ تحقق الوہیت کے لئے واجب الوجود کا مستجمع الکمالات ہونا ضروری ہے +

اثبات کبریٰ کہ ہر ایک کمال ذات باری کو حاصل ہے اس طرح پر ہے کہ اگر بعض کمالات ذات باری کو حاصل نہیں تو اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ محرومی ان کمالات سے بخوشی خاطر ہے یا بمجبوری (یعنی واحد محض سے صدور کثیر محال ہے۔ آلہ محال)

لاحق ہے یا بمجبوری۔ اگر کہو کہ بخوشی خاطر تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اپنے کمال میں نقص روا نہیں رکھتا۔ اور نیز جبکہ یہ قدیم سے خدا کی ذات کو لاحق ہے تو خوشی خاطر کہاں رہی۔ اور اگر کہو کہ مجبوری سے تو وجود کسی اور قاسر کا ماننا پڑا جس نے خدا کو مجبور کیا۔ اور نفاذ اختیارات خدائی سے اس کو روکا۔ یا یہ فرض کرنا پڑا کہ وہ قاسر اس کا اپنا ہی ضعف اور ناتوانی ہے۔ کوئی خارجی قاسر نہیں بہرحال وہ مجبور ٹھہرا اور مجبوری سے کہ بطلان الوہیت کو مستلزم ہے خدا تعالیٰ پاک اور منزہ ہے پس صفت کاملہ خالقیت کا اس ایک ہی ذات تک منتہی ہونا ثابت ہوا۔ اور نیز اس اصول کا کہ "واحد محض سے صدور کثیر محال ہے" اللہ تعالیٰ بر باطل ٹھہرا۔ جو عالم کی علت موجبہ نہیں بلکہ جیسا کہ خدائے قدوس کی کامل کتاب نے دلایل بینہ سے ثابت کیا فاعل مختار اور قادر مطلق ہستی ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ ارشاد کہ اگر علت واحد سے معلولات کثیرہ کا صدور ہوگا تو وہ علت واحد محض نہ ہوگی بلکہ اس کی وحدت میں کسی طور کا تکثر ضروری ہے۔ عام اس سے کہ وہ تکثر حیثیات و اضافات کے طور کا ہو یا شرائط و اعتبارات کے طور کا" اس سے بھی آپ کے اقانیم ثلاثہ وحدت یا تثلیث فی التوحید ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حیثیات اضافات جہات اور شرائط و اعتبارات کے منشا نہیں ہوتے جس سے ان کے تشخصات ثابت ہوں۔ اور اقانیم کے لئے تشخصات ضروری ہیں +

الوہیت مسیح کی ایک لطیف تردید

پس ذات باریتعالےٰ واحد ہے اپنی تمام صفات میں اور ذات میں اور افعال میں اور اس میں کسی قسم کا کوئی شریک نہیں چنانچہ علت تامہ کی تعریف یہ کی تھی کہ اس کے وجود کے ساتھ بلا انتظار کسی اور چیز کے معلول وجود میں آجائے میرے ان الفاظ سے صاف ثابت ہے۔ کہ "بلا انتظار کسی اور چیز کے" سے مراد بلا انتظار کسی اور علت اور شریک کے ہے نہ زمانے کے۔ آپ میری اس تعریف سے عالم کے ازلی ہونے کی دلیل خواہ مخواہ پکڑتے ہیں۔ چونکہ آپ نے خود ہی عالم کی ازلیت کا سوال اٹھایا ہے۔ لہٰذا میں اس سے بھی الوہیت مسیح کی تردید پر دلیل لاتا ہوں علم الٰہیات کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے جمیع صفات کاملہ کے ساتھ قدیم سے۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ موجودہ عالم ہی جو مسیحی نقطۂ نگاہ سے صرف چند ہزار سال سے ہے خداوند عالم کی پہلی کوشش کا نتیجہ ہوا۔ اور ازل سے اسی تمام صفات معطل چلی آئی ہوں اسکے جواب میں قرآن کریم جو اللہ تعالےٰ کی کامل کتاب ہے نہایت لطیف انداز بیان میں مخلوقات کی قدامت نوعی کا اقرار کرتا ہے اور جناب آدم کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کر کے اس امر کو ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ کسی گذشتہ مخلوق کے خلیفہ تھے اور احادیث صحیحہ میں ان گذشتہ مخلوقوں کے بالترتیب نام بھی آگئے ہیں اور عقل سلیم بھی اس بات کی مقتضی ہے کہ اس عالم سے پہلے بھی کوئی عالم ہو۔ اور ان عالموں کا سلسلہ بلحاظ انواع کے نہ بلحاظ شخصیت کے ازل تک چلا جاتا ہے اور ہر عالم میں مخلوق کو خدا کی اطاعت کے لئے اوامر و نواہی ضروری اور مخلوق کا احکام الٰہی کی بجا آوری کے لئے صاحب اختیار ہونا ضروری اور مخلوق کے گنہگار ہونے پر خدا کے عدل و رحم (مسیحی نقطۂ خیال سے) دونوں کا پورا ہونا لازمی۔ اس صورت میں ہر عالم کے لئے خدا کے ایک اکلوتے کی ضرورت۔ پس غور فرمایئے۔ ازل سے اب تک کسقدر اکلوتے مخلوق کے لئے مجسم اور صلیب کی نذر ہوئے ہونگے۔ یا صرف ایک ہی جناب مسیح بار بار مجسم اور کفارہ ہوتے رہے۔

کیا خدا تعالےٰ کی ذات میں ذوات اور اجزا ہیں؟

میں نے تثلیث کی تردید میں عالم کو واحد (ایسا واحد کہ جس میں ذوات اور اجزاء ہوں) قرار دیکر ثابت کیا تھا۔ کہ شے واحد کی متعدد علتیں تامہ نہیں ہو سکتیں۔ اس پر قابل مسیحی نوجوان مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ جیسے تم عالم میں (باوجود ذوات اور اجزاء کے) وحدت مانتے ہو۔ ایسا ہی عالم کی علت یعنی خدا میں مان لو۔ تو آپ کی مفروضہ وحدت محفلہ یا احدیت خود بخود باطل ٹھہر گئی۔ اور کثرت فی الوحدت ثابت ہوگی" ہونہار مسیحی کے مشورے کو میں ضرور تسلیم کر لیتا۔ اگر میں خدائے الوہیت کو مسیحی کارگاہ کی بافت سمجھ لیتا۔ اور ساتھ ہی اسکے ایک وقت کے بعد اس خدائے الوہیت کا تار تار ہو جانا بھی تسلیم کر لیتا۔ مگر یہ شان الوہیت کچھ مسیحی دماغ کو ہی زیب دیتی ہے اسلام کا خدا ایسے حصے بخروں سے پاک ہے

علم الٰہی کے لئے وجود کی حاضری ضروری نہیں

حضرت سینٹ پولوس کے لطائف میں ایک فقرہ کیسا عجیب ہے۔ آپ اپنی شان سے فرماتے ہیں کہ "اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی ظاہر ہوئی۔ اور اس کی بزرگی زیادہ ظاہر ہوئی تو کیوں اب میں گناہ گار گنا جاتا ہوں"

... [illegible] ... حصہ ... گئے ... اس طرح غلط ... نے علم الٰہی کے متعلق لکھا تھا کہ وہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک حضوری یا نوری یا اشراقی اور دوسرا حب فعل واقعہ ہو جاتا ہے تو اس کا بھی علم ... کہ فلاں واقعہ ہو گیا اور علم حضوری یا نوری یا اشراقی کے لئے وجود کی حاضری ضروری نہیں ہے۔ کہ انجینیر کو بھی ناقص خود بہ قبل از تعمیر عمارت کا علم ہوتا ہے۔ میرے اس آخری فقرے سے ہمارے ... نے دھوکا کھایا ہے۔ کہ گویا میں نے خدا تعالیٰ کے علم کو انجینیر کے علم کی طرح ناقص قرار دیا ہے۔ اور انجینیر کے علم کو علم الٰہی سے ہر پہلو میں تشبیہ کامل دی ہے۔ یہ بھی منطقی کی نہمی ہے۔ ورنہ ہر ایک صاحب بصیرت کو یہ معلوم ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں تشبیہ صرف ایسی امر میں ہوتی ہے۔ جس میں تشبیہ دی جائے نہ کہ کل میں۔ میری عبارت سے یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ تشبیہ صرف اس امر میں ہے کہ ایک قسم علم کی یہ بھی ہے۔ کہ اس میں وجود کی حاضری ضروری نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ علم عدم محال ہے۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ آیا مسیحی عقاید میں وہ وجود جو عدم سے وجود پذیر ہونے والا ہے اس کا علم خدا کے لئے محال ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو تمہارے اس قسم کے خدا سے دنیا کا پیدا ہونا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کامل کتاب نے تمہارے اس سفسطہ کا ازالہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ...... وهو بکل شئ علیم۔ وہی تو ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے فایدے کے لئے پیدا کیا کیونکہ وہ ہر ایک شئے کا بہترین علم رکھنے والا ہے۔" اس آیۃ مبارکہ میں علاوہ دلایل ہستی باری جالےگے اور سائینس کا بنیادی اصول بتلانے کے مخلوق کی حاضری سے پہلے خدا کا علیم ہونا بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ خلق سے پیشتر جبتک خالق کو اس کا علم نہ ہو وہ کیسے خلق کر سکتا ہے۔ پس خدا کے علم کے لئے وجود کی حاضری ضروری نہیں۔ اور اسی علم کو حضوری یا نوری اشراقی کہتے ہیں +

اب رہا آپ کا یہ اعتراض کہ "اگر خالق کا علم کثرت مخلوق کے کثیر ہونے پر موقوف ہے .... تو قدیم کے حادث پر موقوف ہونے کا استحالہ لازم آئیگا۔ کیونکہ اس صورت میں اسکا وجوب یا ممکن ہوگا یا واجب نہیں اور یہ محال ہے۔" جواباً گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں اسیطرح وہ علیم کل ہے اپنی ذات سے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اسکو ممکنات کا علم ہے تو اسکے یہ معنی نہیں کہ اسکا علم ممکنات پر موقوف ہے۔ بلکہ اسکے علم پر ممکنات کا وجود موقوف ہے اسکا علم پیشتر سے نہ ہو تو وہ ممکنات کا خالق کیسے ہو سکتا ہے۔

مسیحی خداؤں میں عمومیت اور خصوصیت مسیحی فلسفہ اعداد کی دلچسپ تجدید میں نے واحد اور کثیر کے عموم اور خصوص پر چند فقرے چست کئے تھے ہونہار مسیحی کو وہ کچھ ایسے پسند آئے ہیں کہ ایکے آپ نے مزے لے لے کر میرے جواب میں انہی کو دہرایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "وحدت بمقابلہ کثرت کے ہے نہ کہ کوئی خاص وجود خارجی (اس بحث کو مسئلہ الوہیت سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے اسکو اسی لئے فلسفہ اعداد کی جدید قرار دیا تھا) اسکے جواب میں میں کہتا ہوں کہ کثرت تکرار وحدت کا نام ہے نہ کہ کوئی خاص وجود خارجی۔ وحدت کے بغیر کثرت کوئی شے نہیں آپ کہتے ہیں کہ ایک سنکھ کثیر ہے میں کہتا ہوں کہ چونکہ سنکھ عدد ایک ہی ہے لہذا یہ بھی واحد ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ تین سو کثیر ہے میں کہتا ہوں کہ چونکہ ایک ہی تین سو کا ذکر ہے لهذا یہ بھی واحد ہے۔ هلم جرا لیکن اس لغو بحث سے فائدہ کیا اگر آپکا یہ مطلب ہے کہ واحد خدا کا خیال بغیر کثرت آلہات محال ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ واحد کے تصور کیلئے ہم جنس کی کثرت کی ضرورت نہیں ہم کثیر مخلوق کے مقابلے میں خدا کو واحد کہتے ہیں اور مخلوق کی ذوات نوعی کے قائل ہیں۔ پہلے کثرت کی نسبت آپ لکھا تھا کہ وہ کوئی عدد معین نہیں اور واحد ایک عدد متعین ہے۔ قابل ... بچھری رکھکر کثرت کو اعداد سے ہی خارج کر رہے ہیں۔ پہلے واحد کو عدد خاص قرار دیا تھا اور کثرت کو عام ... جوان مسیحی کی چالاکی دیکھئے کہ آپ ... کثرت ... ایک تعداد متعین ... اسکو واحد کی نسبت خاص قرار دے ... اس وجہ ہم ایک کو جنس قرار دیتے ہیں اور دوسری وجہ سے ... نوع قرار ... تو اسکے یہ معنی نہیں کہ پہلے جو ہم نے اسکو جنس قرار دیا تھا وہ غلط ہے۔ نہیں اس وجہ وہ جنس ہی تھی۔ اور اس وجہ وہ نوع ہے یا اسی طرح ہم ایک شئے کو اس وجہ کل قرار دیتے ہیں اور دوسری حیثیت سے اسی شئے کو جزء۔ وحدت اور کثرت میں خاص اور عام کی بحث ہے اگر آپ کا یہ منشا ہے کہ خدا کی ذات میں عام اور خاص کا ... تو فرمائیے کونسے خدا عام ہیں اور کونسا خدا خاص ... اگر عام ... تو بقول آپکے خاص خدا بھی کوئی نہ ہوا جیسا کہ آپ نے خود ہی ... فرمایا ہے۔ کہ "اگر عام ... نہیں تو خاص کا وجود کہاں" پھر آپ فرماتے ہیں کہ "واحد عدد کا نقص ... میں کہتا ہوں کہ واحد ہی کامل عدد ہے اور کثرت ... کوئی وجود نہیں مگر تکرار وحدت کا نام کثرت ہے۔ ...

مذاکرۂ علمیہ

امام معصوم اور تشیّع

(۱) ولا تکفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا امن ذالك من فعلی الا ان یکفی الله من نفسی ما هو املك به منی فانما انا وانتم عبید مملوکون لرب لا رب غیره یملك منا ما لا نملك من انفسنا اخرجنا مما کنا فیه الی ما صلحنا علیه فابدلنا بعد الضلالة بالهدیٰ واعطانا البصیرة بعد العمی۔ (نہج البلاغۃ صفحہ ۵۳۹ جلد ۱)

ترجمہ۔ ہرگز قول حق اور منصفانہ مشورے سے میرے سامنے کف لسان مت کرو تحقیق میں اپنے نفس میں خطاؤں سے مبرا نہیں ہوں اور نہ میرا فعل خطاؤں سے امن میں ہے۔ مگر یہ کہ خدا مجھکو میرے نفس کی خطاؤں سے محفوظ رکھے جو میرے سے زیادہ میرے نفس کا مالک ہے۔ سوائے اسکے نہیں کہ میں اور تم دونوں خدا کے بندے ہیں دونوں اس پروردگار کے غلام ہیں۔ جسکے سوا کوئی پروردگار نہیں ہم اپنے نفسوں پر اسقدر قادر نہیں ہیں جتنا کہ وہ ہے۔ اس نے ہمکو ایک مقام جہالت سے جس میں کہ ہم اول تھے نکال کر ایسے راہ علم پر کھڑا کر دیا ہے جسکے سبب ہم صالح ہو گئے۔ ہماری ضلالتوں کو ہدایتوں سے بدل دیا اور اندھے پنے کے عوض ہمکو بصیرت عطا فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ کا مکالمہ حضرت عثمان سے رضی اللہ عنہما

(۲) ان الناس ورائی وقد استسفرونی بینك وبینهم ووالله ما ادری ما اقول لك ما اعرف شیئا تجهله ولا ادلك علی شئ لا تعرفه انك لتعلم ما نعلم۔ ما سبقناك الی شئ فنخبرك عنه ولا خلونا بشئ فنبلغكه وقد رأیت كما رأینا وسمعت كما سمعنا وصحبت رسول الله كما صحبنا۔ (نہج البلاغۃ صفحہ ۳۷۲ جلد ۱)

ترجمہ۔ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ اور مجھے اپنے اور تیرے درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ تجھکو کیا کہوں میں کسی چیز کو زیادہ نہیں جانتا جس سے تو جاہل ہو۔ میں کسی چیز کی تجھکو دلالت نہیں کر سکتا جسکو تو نہ جانتا ہو۔ بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں اسکو تم بھی جانتے ہو۔ ہم نے کسی چیز میں آپ سے سبقت نہیں کی جس سے آپکو خبردار کریں اور ہم کسی چیز کے علم حاصل کرنے میں منفرد نہیں کہ اسکو آپ تک پہنچا دیں تحقیق آپ نے بھی وہی دیکھا (آنحضرت صلعم سے) جو ہم نے دیکھا۔ اور جو کچھ آپ نے آنحضرت صلعم سے سُنا وہی ہم نے بھی سُنا۔ آنحضرت صلعم کی صحبت میں جیسے ہم رہے ویسے ہی آپ بھی رہے۔

(۳) دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول..... وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا (نہج البلاغۃ صفحہ ۲۱۹ جلد ۱)

حضرت عثمان کے قتل کے بعد لوگوں نے آپ سے بیعت کرنی چاہی جناب مولےٰ علی اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

مجھکو چھوڑ دو۔ میرے غیر سے التماس کرو۔ ہم سب ایک ایسے امر کی طرف رُخ کر رہے ہیں۔ جس کی صورتیں اور رنگ مختلف ہیں دل اسکے لئے قائم نہیں ہوئے اور عقلیں اس پر ثابت قدم اور قائم نہیں ہیں ..... اگر تم مجھ کو چھوڑ دو تو میں تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں اور میں اس شخص کا جسکو تم متفق ہو کر امیر مقرر کر دو امید ہے کہ زیادہ مطیع اور فرمانبردار ہونگا۔ اور میرا وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے۔

سابقہ تین خلافتوں میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام وزیر تھے۔ بہت عمدہ کام چلتا رہا۔ غور کریں یہ اس کا کلام ہے جسکے متعلق تشیع (بقول مدعی سُست گواہ چُست) یہ ادعا کرتے ہیں کہ حدیث غدیر کے مطابق خلیفہ بلا فصل تھا اور خدا کے حکم سے مقرر ہوا تھا۔ جب وہی خلافت ملتی ہے۔ تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کسی دوسرے کو خلیفہ بناؤ اور جسکو تم خلیفہ بناؤ گے۔ میں اس کا سب سے زیادہ حکم اور فرمان قبول کرونگا اور میں وزیر بنا رہوں تو بہتر ہے جناب امیر کو وہ حدیث صحیح یاد تھی۔ ... [illegible] ...

اور حضرت موسیٰ نے دعا کی تھی۔ واجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی الخ۔

(۴) والله ما کانت لی فی الخلافة رغبة ولا فی الولایة اربة ولکنکم دعوتمونی الیها وحملتمونی علیها۔ (نہج البلاغۃ صفحہ ۵۱۹ جلد ۱) قسم ہے مجھکو اللہ تعالیٰ کی کہ مجھکو خلافت میں کوئی رغبت نہیں اور نہ مجھکو حاکم بننے میں کچھ غرض اور مطلب ہے۔ لیکن تم نے خود مجھکو خلافت کی طرف بلایا اور خلافت کے انتظام پر مجھکو مقرر کیا .... غور کریں اس کلام میں کہ اگر خلافت اس کو خدا کے حکم سے مل چکی ہوتی تو جناب مولےٰ مرتضیٰ اسکی ایسی توہین روا رکھتے۔ کیا کوئی ایسا ہے کہ جسکو خدا خلیفہ مقرر کردے اور وہ منصوص من اللہ خلافت کا یہ حال کرے۔

(۵) واما ما ذکرتما من امر الاسوة فان ذالك امر لم احکم انا فیه برأی ولا ولیته هوی منی بل وجدت انا وانتما ما جاء به رسول الله صلعم (نہج البلاغۃ ...)

اور یہ جو آپ مساوی تقسیم اموال کے متعلق اعتراض کرتے ہیں پس یہ بات میں نے اپنی رائے سے اختیار نہیں کی اور نہ ہوا نفس نے مجھ کو اس پر آمادہ کیا۔ بلکہ یہ وہ بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں ایسا کرتے تھے اور میں نے اور تم نے یہ امر رسول اللہ سے دیکھا ہوا ہے۔

ایک اور موقعہ پر جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں۔ جیسا وہ دین کی گھاٹ پر اترے میں بھی اُترا۔ اور جیسا وہ داخل ہوئے میں بھی داخل ہوا اور جہاں سے وہ نکلے میں بھی نکلا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان تمام مہاجرین کو اندھا پنے میں چھوڑ دے۔

ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں جبکہ مبائعین علی نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ نے حکم مقرر کرنے کیوں منظور فرمائے۔ اس موقعہ پر آئت اطیعوا الله واطیعوا الرسول الخ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول۔ یعنی جب خلیفہ اور امام سے تنازع پیش آجاوے تو رفع نزاع کے لئے قرآن اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع لاؤ۔ اس میں سمجھایا کہ امام وقت اور خلیفہ سے نزاع کا واقع ہو جانا ممکن ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں اور اس کا حکم دلیل نہیں۔ جیسا کہ خدا اور رسول کا حکم ہے بلکہ اس کا حکم رسول اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ اسی واسطے آیت میں اولی الامر منکم کو اطیعوا الرسول کے ماتحت رکھا اور اس پر اطیعوا کا کلمہ مکرر نہیں لایا گیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ اصل حکم رسول اللہ کا ہے۔

الغرض یہ تمام اقوال اور اس جیسے اور بہت سے اقوال جناب مولےٰ مرتضیٰ علی علیہ السلام کے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز ائمہ اہلبیت یا علی مرتضیٰ اپنے معصوم ہونے کے مدعی کبھی نہیں ہوئے۔ یہ عصمت کا مسئلہ علماء تشیع کا من گھڑت ہے۔ بلکہ خلاف قرآن واحادیث اور خلاف مذہب ائمہ ہے

خاکسار نذر علی از شہر پشاور۔

آریہ میرج بل

آریہ سماجی حضرات مدت سے اس فکر میں پائے جاتے ہیں کہ کسی طرح انہیں شدھی کا حق قانوناً حاصل ہو جائے اب اگر کسی مسلمان یا عیسائی کو آریہ سماجی شدھ کرتے ہیں تو اور رکاوٹوں کے علاوہ قانوناً بھی وہ ایسے شدھ شدگان کے ساتھ رشتہ ناطہ نہیں کر سکتے کچھ آریہ سماجی احباب گن کرم سبھاؤ کے خیال سے یا اپنے ورن میں بیوی نہ مل سکنے کے باعث اپنے سے مختلف ورنوں بلکہ نیچ جاتیوں میں شادیاں کرلی ہیں۔ قانوناً یہ تمام شادیاں ناجائز ہیں اور اگر کسی ایسی شادی کا معاملہ عدالت تک پہنچا تو اُسے ہندو لا کے مطابق ناجائز قرار دیا جائیگا۔ ہائیکورٹ بمبئی میں ایک برہمن کی اولاد جو دیش عورت سے تھی ناجائز قرار دیجا چکی ہے اور اُسے باپ کی وراثت کا حقدار تسلیم نہیں کیا گیا ایسا ہی ایک فیصلہ ہائیکورٹ الہ آباد صادر کر چکی ہے ان دقتوں کو ہمیشہ کیلئے مٹا دینے کی غرض سے یو پی کے آریہ سماجی حضرات کی پرتی ندھی سبھا ایک ایسا قانون پاس کرانے کی فکر میں ہے جو دو مختلف ورنوں کے عورت و مرد میں شادی کو جائز قرار دے۔ اور اس خطرہ کو کہ دو مختلف ورنوں کے بیوی خاوند کی اولاد معاملہ کے عدالت میں پیش ہونے پر ناجائز قرار دیجائیگی ہمیشہ کیلئے مٹا دے۔ اس سے پیشتر قریباً اس قسم کا ایک قانون آنریبل مسٹر بھوپیندر ناتھ باسو نے وائسرائے کی کونسل میں پیش کیا تھا جسکی تمام ملک نے مخالفت کی اور آخر وہ قانون پاس نہ ہو سکا۔ سمجھا اس نئے آریہ میرج بل کے پاس ہونے میں بھی شبہ ہے اور امید نہیں کہ یہ قانون پاس ہو جائے۔ لیکن اس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قل یااہل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللّٰہ ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود آزاد ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ۔ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے ۔ حضرت مسیح موعود

اور آپ کی جماعت کا مذہب	
مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام او ست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آن از خود از ہماں جا مے بود

ہفتہ میں دو بار

یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح

اور آپ کی جماعت کا مذہب	
ما از ویابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد	ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مورد و لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
برہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہرکہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری از آن روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

سالانہ قیمت ۷ ؎

ششماہی ۴ ؎ ۔ سہ ماہی ۲ ؎ ۔ طلباء سالانہ ۵ ؎

جلد ۵ | مندرجہ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۱۷ عیسوی | نمبر ۲۱

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

روح کا تعلق قبور سے

(سوال ہوا روح کا تعلق جو قبور سے بتلایا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟)

فرمایا اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ارواح کے تعلق قبور کے متعلق احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے ہاں یہ دوسرا امر ہے کہ اس تعلق کی کیفیت اور کنہ کیا ہے؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں البتہ یہ ہمارا فرض ہوسکتا ہے کہ ہم یہ ثابت کردیں کہ اس قسم کا تعلق قبور کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا ۔

اور اس کے لئے اللہ تعالےٰ کے قانون قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں ۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے اور اس کو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں ۔ کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں ۔ بعض خواص آنکھ کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں ۔ اور بعض صداقتوں کا پتہ صرف کان لگاتا ہے اور بعض ایسی ہیں ۔ کہ حس مشترک سے ان کا سراغ چلتا ہے اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکز قوی یعنی دل سے معلوم ہوتی ہیں ۔ غرض اللہ تعالےٰ نے صداقت کے معلوم کرنے کے لئے مختلف طریق اور ذریعے رکھے ہیں ۔ مثلاً **مصری** کی ایک ڈلی کو اگر کان پر رکھیں تو وہ اس کا مزہ معلوم نہ کرسکیں گے اور نہ اس کے رنگ کو بتلا سکیں گے ۔ ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکیگی ۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں ۔ اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنا ہو ۔ اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو تو کیا ہم یہ کہیں گے ۔ کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں ۔ یا آواز نکلتی ہو ۔ اور کان بند کرکے زبان سے وہ کام لینا چاہیں تو کب ممکن ہے ۔ آجکل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہ بڑا دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے کسی صداقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں ۔ روزمرہ کے کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں ۔ سقہ پانی لاتا ہے ۔ دھوبی کپڑے صاف کرتا ہے ۔ باورچی کھانا پکاتا ہے ۔ غرضکہ **تقسیم محنت** کا سلسلہ ہم انسان کے خود ساختہ نظام میں بھی پاتے ہیں ۔ پس اس اصل کو یاد رکھو کہ مختلف قوتوں کے مختلف کام ہیں ۔ انسان بڑے قویٰ لے کر آیا ہے ۔ اور طرح طرح کی خدمتیں اس کی تکمیل کے لئے ہر ایک قوت کے سپرد ہیں ۔ نادان فلسفی ہر بات کا فیصلہ اپنی عقل خام سے چاہتا ہے حالانکہ یہ بات غلط محض ہے تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہونگے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکیگا ذرائع ہیں ۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے ۔ جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے بیٹھتا ہے میں اس اصول کی صداقت پر زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا ۔ کیونکہ ذرا سے فکر سے یہ بات خوب سمجھ میں آجاتی ہے اور روزمرہ ہم ان باتوں کی سچائی کو دیکھتے ہیں ۔ پس جب روح جسم سے مفارقت کرتی ہے ۔ یا تعلق پکڑتی ہے ۔ تو ان باتوں کا فیصلہ عقل سے نہیں ہوسکتا ۔ اگر ایسا ہوتا تو فلسفی اور حکماء ضلالت میں مبتلا نہ ہوتے ۔ اسی طرح پر قبور کے ساتھ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے یہ ایک صداقت تو ہے ۔ مگر اس کا پتہ دینا اس آنکھ کا کام نہیں یہ کشفی آنکھ کا کام ہے کہ وہ دکھلاتی ہے اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل کا پتلا اتنا ہی بتلائے کہ روح کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں اور ہزار فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں ۔ جو منکر ہیں اگر نری عقل کا یہ کام تھا ۔ تو پھر اختلاف کا کیا کام؟ کیونکہ جب آنکھ کا کام دیکھنا ہے ۔ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھ تو سفید چیز کو دیکھے اور بکر کی ویسی ہی آنکھ اس سفید چیز کا ذائقہ بتلا دے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نری عقل روح کا وجود بھی یقینی طور پر نہیں بتلا سکتی چہ جائیکہ اس کی کیفیت اور تعلقات کا علم پیدا کرسکے فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں ۔ اور روح فی الخارج ان کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں ۔ یہ تفاصیر روح کے وجود اور اس کے تعلق وغیرہ کی چشمۂ نبوت سے ملی ہیں ۔ اور نرے عقل والے تو دعوےٰ ہی نہیں کرسکتے ۔ اگر کہو کہ بعض فلاسفروں نے کچھ لکھا ہے تو یاد رکھو کہ انہوں نے منقولی طور پر چشمۂ نبوت سے کچھ لیکر لکھا ہے ۔ پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ روح کے متعلق علوم چشمۂ نبوت سے ملتے ہیں ۔ تو یہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے ۔ اسی چشم سے دیکھنا چاہئے ۔ اور کشفی آنکھ نے بتلایا ہے کہ اس تودۂ خاک سے روح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اہل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے پس جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہوسکتا ہے وہ ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے ۔

اخبار احمدیہ

مناظرۂ شملہ میں کامیابی ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کل رات آریوں سے لائق مناظر مولوی عبدالحق صاحب کا مناظرہ الہامی کتاب پر نہایت کامیابی کیساتھ ہوا ۔ یہاں کے مسلمانوں کا شوق اور جوش قابل رشک ہے مناظرہ کا وقت ۸ بجے شام مقرر تھا ۔ لیکن ۶ بجے سے ہی لوگ جوق در جوق شروع ہو گئے ۔ ٹکٹ آریوں کی طرف سے دیئے گئے ۔ وہ بہت تھوڑے تھے ۔ اور ہجوم بہت زیادہ ۔ دوسری طرف آریہ سماج کا ہال اسقدر زیادہ آدمیوں کی گنجائش نہ رکھتا تھا ۔ اس کے علاوہ ایک اور پیچیدگی نے اس مباحثہ کو ہندو مسلمانوں میں کشیدگی بڑھ جانے کا موجب خیال کرکے اسمیں شرکت پسند نہ کی جس سے عام طور پر فساد کا اندیشہ ہوگیا آریہ سماج نے تو خیر اپنا ایک اور پریزیڈنٹ تجویز کرلیا ۔ اور ان کے سیکرٹری صاحب نے ہندوؤں کی ایک محدود تعداد کی طرف سے ذمہ واری بھی لی ۔ لیکن یہاں مسلمان جو ہزارہا کی تعداد میں جمع ہو چکے تھے اور سماج مندر سے لیکر سڑک کے اوپر اور دور تک ان کے پرے کے پرے جمے ہوئے تھے ۔ انکی ذمہ واری کون لیتا ۔ بالخصوص جبکہ صرف پانچ سو کی محدود تعداد اپنی ذمہ واری پر اندر لے جانے کے لئے کہا گیا ۔ ایسی حالت میں تو خطرہ تھا ۔ کہ شوقین دروازے توڑ کر بھی اندر چلے جائینگے ۔ لیکن تاہم آریہ سماج کیطرف سے اخویم بابو عبدالحق صاحب پر یہی اصرار تھا کہ آپ مسلمانوں کی ذمہ واری لیں ورنہ بحث کو بند کردیں ۔ خیر اسی حیث و بحث میں مناظرہ کا وقت آن پہنچا اور وہی ہوا ۔ جو پیشتر سے خیال تھا ۔ لوگوں نے نہ تو ٹکٹوں وغیرہ کی پرواہ کی اور نہ قلت گنجائش کی ۔ بس ہال کے اندر گھستے چلے گئے ۔ یہاں تک کہ آدمیوں کے اوپر آدمی چڑھنے لگا جب حالت یہاں تک پہنچ گئی ۔ اور ابھی باہر لوگوں کی وہ کثرت اور ہجوم تھا ۔ کہ مشکل سے کوئی شخص دروازہ تک بھی پہنچ سکتا تھا ۔ تو سماج والوں نے دروازے بند کردیئے ۔ ابھی اس وقت تک ہم میں سے بھی کوئی بھی اندر نہ گیا تھا ۔ خیر خدا خدا کرکے مولوی عبدالحق صاحب ۔ اور ہم میں سے ایک دو اور آدمیوں کو کھڑکیوں کے اوپر سے گذار کر اندر لے گئے ۔ لیکن ہمارے لئے جو سٹیج بنی ہوئی تھی ۔ وہ پہلے ہی سے بھرپور تھی ۔ بلکہ منبر کے اوپر بھی لوگ چڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے اسی لئے تمام دوران مناظرہ میں خود ہمارے مباحث کو بھی ایک پاؤں منبر کے اوپر اور ایک نیچے رکھکر ہی کھڑا رہنا پڑا نیچے دوسرا پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی بہرحال مناظرہ شروع ہوا ۔ ابتدائی ڈیڑھ گھنٹہ ہمیں بحث کے لئے دیا گیا اور آخری ایک گھنٹہ محمودیوں کو ۔ پہلے مولوی عبدالحق صاحب نے **کامل الہامی** کتاب کا یہ معیار بتاکر کہ وہ دنیا کے تینوں طبقات وحشی ۔ متوسط اور اعلےٰ تہذیب کے لوگوں کو انکے حسب حال ہدایات بہم پہنچائے ۔ قرآن کریم سے وہ آیات پڑھکر سنائیں جو ان ہر سہ طبقات کو تہذیب کے اعلےٰ مدارج پر پہنچانے اور علمی پہلو سے انہیں بہترین ہدایات دینے والی ہیں ۔ آپنے اسی قسم کی ہدایات کا مطالبہ جو ان ہر سہ طبقات کے لئے کافی ہوں فریق مخالف سے بھی کیا کہ وہ وید مقدس سے دکھائے ۔ لیکن بجائے اس کے کہ اسکا کوئی معقول جواب دیا جاتا مخالف مناظر رامچند صاحب دہلوی نے (جو آریوں کا سب سے بڑا مایہ ناز مناظر ہے) اسے تو یہ کہکر ٹال دیا ۔ کہ یہ جو تعلیم قرآن کی پیش کی گئی ہے ۔ یہ تو دنیا کے عام عقلمند انسان بھی یہی تعلیم دیا کرتے ہیں ۔ یہ الہامی کتاب کی کوئی خصوصیت نہیں ۔ اور اپنی طرف سے یہ ایک من گھڑت معیار پیش کردیا ۔ کہ الہامی کتاب وہ ہوسکتی ہے ۔ جو ابتدائے آفرینش میں ... الہام کی گئی ہو ۔ باوجودیکہ مولوی عبدالحق صاحب نے یہ کہا بھی کہ اول تو اس قسم کی جامع تعلیم جو تمام طبقات انسانی پر حاوی ہو ۔ دنیا کی کسی بھی دوسری کتاب میں پائی نہیں جاتی اور دوسرے ابتدائے آفرینش کے معیار پر خود وید مقدس بھی پورا نہیں اترتا ۔ اس کے ثبوت میں آپ نے بہت سے منتر پڑھکر سنائے ۔ جن میں رشیوں کے راجوں کی تعریف کرنے اور دان وغیرہ...

مراسلات

مولوی ثناء اللہ کا جواب الجواب

مولوی صاحب اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۱۶ء میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ نامہ نگار کا فرض ہے۔ کہ وہ پہلے محمدی پیشگوئی کے الفاظ بحوالہ صحیح نقل کرے۔ اور دعوے کرے کہ یہ پیشگوئی صحیح نہیں ہوئی۔ اور جس محمدی پیشگوئی کو مرزائی پیشگوئی کی طرح سمجھتا ہے پیش کرے جناب مولوی صاحب حضرت محمدؐ کی پیشگوئی کے الفاظ بحوالہ صحیح نقل کرنے کی اسوقت ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ مخالف حضرت محمدؐ کی پیشگوئی کو نہ تو تسلیم ہی کرتا ہو۔ اور نہ ہی پیشگوئی کو سچا سمجھتا ہو اگر آپ بھی ایسے ہی مخالف ہیں۔ اور یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت محمدؐ کی یہ پیشگوئی کہ حضرت عیسٰے ابن مریم دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے صحیح اور سچی نہیں ہے۔ تو اس کا اعلان کر دیجئے تاکہ آپ کو ان کتابوں کا جن کو آپ مستند سمجھتے ہیں۔ صحیح حوالہ دیا جائے اور اگر ان مستند کتابوں سے یہ پیشگوئی نہ نکلے تو پھر آپکا عقیدہ حضرت عیسٰےؑ کی حیات اور ان کے دوبارہ آنے کے متعلق باطل سمجھا جائیگا۔ اگرچہ اس پیشگوئی کے متعلق بہت سے حوالے دئے جاسکتے ہیں۔ مگر براہ مہربانی پہلے اُن مستند کتابوں کا نام بتلادیا جائے۔ جن سے اس پیشگوئی کے متعلق آپ کو حوالہ دیا جاوے۔ کیونکہ اگر پہلے ہی سے حوالہ دیا جاوے تو آپ نہایت آرام اور آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ حوالہ مستند کتاب کا نہیں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اسی طرح سے چیلنج کے جواب کو ٹالتے رہینگے۔ اگر آپنے بغیر کسی مستند کتاب کا نام بتلائے کے حوالہ طلب کرنا ہے تو یہ اعلان کر دیجئے۔ کہ جو حوالہ دیا جائیگا اس کو صحیح سمجھونگا۔ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے۔ جیسا کہ آپ کا اعتقاد ہے۔ تو پھر حوالہ طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپنے رامپور کے مباحثہ میں بغیر حوالہ طلب کرنے کے ہی مباحثہ کیا تھا۔ اگر آپنے بغیر حوالہ طلب کرنے کے مباحثہ کیا تھا۔ تو پھر نواب صاحب کا سرٹیفکیٹ فضول۔ کیونکہ اس سرٹیفکیٹ میں کوئی ایسے الفاظ اور دلیل نہیں ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ آپ نے حیات مسیح کو ثابت کر دیا ہے۔ اور نہ ہی آپ کے رسالہ "فتح ربانی در مباحثہ قادیانی"۔ اور نہ ہی تفسیر ثنائی اور نہ ہی آپکے معزز رکن مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہ کے مستقل رسالوں میں ہمارے اعتراضوں کو رفع کر کے حیات مسیح کو ثابت کیا گیا ہے۔ اپنے گھر میں بیٹھکر حیات مسیح کو ثابت کرنا اور بات ہے۔ اور ایک مخالف کے اعتراضوں کا جواب دیکر پھر حیات مسیح کو ثابت کرنا کارے دیگر است اور اگر اس پیشگوئی کے متعلق رامپور کے مباحثہ میں آپ کو مستند کتابوں سے حوالہ دیا گیا تھا۔ تو پھر بار بار حوالہ طلب کرنے سے سوائے تضیع اوقات اور بحث سے گریز کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر یہ پیشگوئی کہ حضرت عیسٰے ابن مریمؑ دنیا میں تشریف لائینگے حضرت محمدؐ کی سچائی نہیں ہے۔ تو پھر آپ کس واسطے حضرت عیسٰےؑ کی آسمان سے آنے کی انتظار کر رہے ہیں۔ صاف اعلان کر دیجئے کہ ہم حضرت عیسٰےؑ ابن مریم کی تشریف آوری کے منتظر نہیں ہیں۔ ہمارا دعوے ہے کہ حضرت محمدؐ کی پیشگوئی کہ حضرت عیسٰے ابن مریم دنیا میں تشریف لائینگے ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کی تاویل کی گئی ہے۔ اور تاویلی رنگ میں پوری ہوئی ہے۔ اگر آپ حضرت محمدؐ کی اس پیشگوئی کے تاویلی رنگ میں پوری ہونے کے قائل نہیں تو پھر ہمارے اس چیلنج کا جواب دیکر حیات مسیح کو ثابت کر کے اس پیشگوئی کے ظاہر الفاظ میں پورا ہونے کا ثبوت دیجئے۔ اگر آپ اس پیشگوئی کے ظاہر الفاظ میں پورا ہونے کا ثبوت نہ دیسکیں اور مبلغ سو روپیہ علاوہ کمیشن کے ادا کر دیں۔ تو اس وقت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کی وہ پیشگوئیاں جو کہ حضرت محمدؐ کی پیشگوئیوں کی طرح تاویلی رنگ میں پوری ہوئی ہیں۔ آپ کے سامنے پیش کی جائینگی۔ مگر پہلے آپ کو چیلنج کا ہی جواب دینا چاہیئے۔ تاکہ بحث کے لئے ایک اصول مقرر ہو جائے۔ جس سے یہ معلوم ہو سکے۔ کہ پیشگوئی تاویلی رنگ میں بھی پوری ہو سکتی ہے۔ ظاہری الفاظ میں پورا ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ چیلنج کا جواب دینے سے پہلے ہی مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی وہ پیشگوئیاں جو کہ حضرت محمدؐ کی پیشگوئیوں کی طرح تاویلی رنگ میں پوری ہوئی ہیں۔ آپ کے سامنے پیش کیجائیں۔ تو آپ کو پہلے اصولاً ایک اعلان شائع کر دینا چاہیئے۔ کہ نبیوں کی بعض پیشگوئیاں تاویلی رنگ میں پوری ہوا کرتی ہیں۔ اور ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوتیں۔ اور اگر آپ کو ایسا اعلان دینا منظور ہو۔ تو پھر ساتھ ہی اس اعلان کے آپ کو لازم ہے۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب کی وہ پیشگوئیاں اُن کی تصنیف میں سے جو کہ ہمارے نزدیک تمام مستند ہیں مع حوالہ کے نقل کر کے ثابت کریں۔ کہ یہ پیشگوئیاں غلط ہیں۔ اور لفظ بلفظ پوری نہیں ہوئیں۔ تاکہ ہم آپ کو بتلا سکیں۔ کہ جس طرح سے حضرت محمدؐ کی پیشگوئی جو کہ حضرت عیسٰے ابن مریم کے دنیا میں آنے کے متعلق ہے ظاہر الفاظ میں پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ تاویلی رنگ میں ہوئی ہے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی پیشگوئیاں ظاہرہ الفاظ میں پوری نہیں ہوئیں۔ تاویلی رنگ میں پوری ہوئی ہیں۔ اور اس طرح سے سو روپیہ مزید علاوہ کمیشن کے لینے کے حقدار ٹھہریں۔ اور اگر آپ کو ایسا اعلان شائع کرنا منظور نہ ہو۔ تو پھر سب سے پہلے آپ کو چیلنج کا ہی جواب دینا چاہیئے۔ اور حیات مسیح کو ثابت کر کے حضرت محمدؐ کی پیشگوئی کے لفظ بلفظ پورا ہونے کا ثبوت دیجئے۔

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

شمس الدین۔ از علیگڈھ

مباحثہ شملہ:۔ کی (جو مکرمی مولوی عبد الحق صاحب اور آریہ مناظر راجیندر کے درمیان ہوا) ایک مختصر سی روئداد کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہے یہ روئداد خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے جو کہ مولوی عبد الحق صاحب کی معیت میں شملہ گیا ہوا تھا۔ وہیں سے دوسرے دن لکھکر ارسال کی تھی۔ ابھی بعض تفصیلی کوائف رہ گئے ہیں جو آیندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہونگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اعلان فسخ بیعت

پیشتر ازیں اخبار ہذا میں صادق علی صاحب ٹیچر سٹی ہائی سکول پٹیالہ کا وہ ضروری مکتوب ہدیہ ناظرین کیا جا چکا ہے جو انہوں نے میاں صاحب کو باعث نے موجودہ تنازعات کے متعلق لکھا تھا۔ الحمد للہ کہ شیخ صاحب موصوف نے حق کو پا کر زیادہ دیر تک میاں صاحب کی بیعت میں رہنا پسند نہیں کیا اور اب اپنا فسخ بیعت کا اعلان لکھکر برائے اشاعت ارسال فرمایا ہے بلکہ اسکے ساتھ "محمودیوں کی حرکات مذبوحی" کے عنوان سے ایک ضروری درشتی لکھکر بھیجا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ شیخ صاحب موصوف کو تائید حق کے لئے بیش از بیش توفیق عنایت فرمائے اور انکے ذریعہ سے اور بھی حق کو ترقی نصیب ہو۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

ڈھک بازار پٹیالہ۔ ۲۶ اگست ۱۹۱۶ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو تین ماہ کا عرصہ ہوا۔ میں نے ایک عریضہ جناب میاں صاحب کی خدمت میں لکھا تھا۔ جو پیغام صلح کے کسی گذشتہ نمبر میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ میاں صاحب کی شان بے نیازی نے جواب دینا پسند نہ فرمایا۔ یا اُن کی سنہری روپہلی مصلحتوں کا تقاضا ہی یہ ہوگا۔ خیر اُن کا مسلک انہیں مبارک۔ میرے لئے اب انتظار فضول ہے۔ اسلئے آپ کے معزز اخبار کے ذریعہ میں فسخ بیعت کا اعلان کرتا ہوں۔ سیدنا حضرت مولوی محمد علی صاحب کے عقائد سے مجھے کلی اتفاق ہے اور اس سے مجھے بڑی راحت ہوتی ہے۔ ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار۔ آپ بھی میرے لئے دعا فرمادیں۔ کہ خدا مجھے صراط مستقیم پر رکھے اور اشاعت اسلام کی توفیق دے۔ آمین۔

والسلام ٭ خاکسار۔ صادق علی ٹیچر سٹی ہائی سکول پٹیالہ۔

محمودیوں کی حرکات مذبوحی

صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی قومیں اپنے اوضاع واطوار۔ خصائل وعادات میں ہمیشہ باہم مشابہت رکھتی ہیں اور یہی مطلب تشابہت قلوبھم کا ہے۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی دعا میں جو راز مضمر تھا وہ مسیح ثانی کے ظہور سے کھل گیا۔ ابھی بہت دن نہیں گذرے کہ یہودی صفت مولویوں نے اپنے پیشرو یہود کے نقش قدم پر چلکر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی تھی۔ کبھی خدا کے اس فدوی کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرکے افترا کیا تو کبھی اس پر جھوٹے الزام لگا کر اُسے عدالتوں میں گھسیٹا۔ یہود نے مسیح ناصری کے مقابلہ میں کوئی ایسی نازیبا حرکت نہ کی تھی جو انہوں نے اٹھا رکھی ہو۔ جب ایک قوم مسیح موعود کی تکذیب وایذا دہی سے مغضوب ٹھیری تو لازم تھا کہ مسیح کو ماننے والی کوئی قوم ضالین کے قدم بقدم چلے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب قدس اللہ سرہٗ اپنے متبعین ہونے کی وجہ سے قوم کے غلو سے اکثر ڈرتے رہتے تھے آخر وہی ہوا۔ جسکا خوف تھا۔ آپکے وصال کے ٹھیک چھ سال بعد آپ کے ماننے والوں میں سے ایک قوم اٹھتی ہے اور مجاز کو حقیقت، ظل کو اصل قرار دیکر ضالین کی راہ پر قدم مارتی ہے اور ان تمام خصوصیات میں نصاریٰ کی گمراہ قوم کی شبراً بشبرٍ پیروی کرتی ہے۔ چند دن ہوئے مجھے ایک غالی محمودی سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ کاش یہ ملاقات کبھی نہ ہوئی ہوتی جسطرح ایک نصرانی مسیح ناصری کی الوہیت ثابت کرنے کیلئے خدا کے تمام پاک اور معصوم رسولوں کو گنہگار ثابت کرنے کی جدوجہد کرتا ہے بعینہٖ اسیطرح اس محمودی نے مسیح ثانی کی نبوۃ ثابت کرنے کے لئے خدا کے ہر ایک قدسی پر بے تحاشا حملے کئے۔ بحث میں دلچسپی لینے والے احباب حیران تھے کہ آیا یہ شخص رسول کریم اور صحابہ کبار کی شان میں ایسے ناپاک کلمے استعمال کرنیکے باوجود بھی ادعائے مسلمانی کرسکتا ہے۔ میں اس گفتگو کو جو میرے اور اس غالی محمودی کے مابین ہوئی ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

احمدی۔ نبیوں کو ان کا دعوےٰ نبوۃ نہایت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے آپکے مسلمات کی رو سے مرزا صاحب اٹھارہ سال تک اپنے دعاوی نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا وہ ہرگز ہرگز نبی نہ تھے۔

محمودی۔ اب یا تو مرزا صاحب ہی نبی مانے جائینگے یا سب انبیاء کی نبوۃ سے انکار لازم آئیگا۔ کیونکہ نبی بعض اوقات ایسے کام کر بیٹھتے ہیں۔ جنکو ایک بیوقوف عورت بھی ناپسند کریگی۔ مثلاً حضرت رسول کریمؐ نے تین دن تک متعہ کی اجازت دی۔ حالانکہ یہ ایک گندہ اور ناپاک فعل ہے کسی بوڑھی عورت کے پاس چلو میں اسکی تصدیق کرانے کے لئے تیار ہوں۔

احمدی۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ جواز متعہ کو تفہیم نبوت سے کیا تعلق۔ بیوقوف عورت کی مثال بذاتہ غلط ہے آخر وہ بھی عورتیں ہی تھیں۔ جو متعہ جائز رکھتی تھیں۔

محمودی۔ میں نہیں مانتا۔ چلو پہلے کسی بڑھی عورت کے پاس چلو۔ مخاطب کو خبط ہوتا دیکھکر میں نے سلسلہ کلام بدلکر سوال کیا۔

احمدی۔ جب نبوت کو آپ ایمان ہی کا ایک اعلےٰ مرتبہ مانتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ فاروق جو سابقون الاولون میں سے ہیں۔ جنکا خاکپائے ہونا بھی حضرت صاحب اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور بالخصوص جبکہ کھڑکی ہی صدیقی کی کھلی ہو۔ تو رسول کریمؐ کے یہ ظل کامل کیوں نبی نہ ہوئے۔

محمودی یہ لوگ چالیس سال تک شراب پیتے رہے۔ یہ کسطرح نبی ہوسکتے تھے۔

احمدی کیا حضرت صدیق اعظم شراب پیا کرتے تھے اسکا آپکے پاس کیا ثبوت ہے؟

محمودی حضرت ابوبکر کی نسبت میں نہیں کہتا۔ البتہ حضرت عمرؓ فاروق ضرور شراب پیتے تھے۔

احمدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آپ کا یہ افترا ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جاوے تو بھی یہ امر خیر البشر سید الرسل کے نزدیک مانع نبوت نہیں کیونکہ آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ گویا حضرت عمرؓ میں استعداد کاملہ تو موجود تھی۔

محمودی۔ پھر وہ کیوں نبی نہ ہوئے۔

احمدی۔ ختم نبوت کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی مانع تھی۔

اس سلسلہ کلام کو قطع کرکے میرے ایک غیر احمدی بھائی نے محمودی سے سوال کیا

غیر احمدی مولوی نور الدین صاحبؓ نے خواجہ کمال الدین صاحب کو انگلستان میں غیر احمدیوں کے اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی تو آپکو اب خواجہ صاحب پر کیا اعتراض ہے۔

محمودی۔ مولوی نور الدین صاحب کے فتاوے اکثر متضاد ہیں لیکن ادب کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا۔ سلسلہ احمدیہ میں سوائے صاحبزادہ صاحب کے سب کا یہی حال ہے۔ خواجہ صاحب کا یہ قصور ہے کہ انہوں نے ایسی حالت میں جبکہ مولوی صاحب بیمار تھے کیوں فتوےٰ طلب کیا۔ جبکہ پہلے ایک نظیر موجود تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی حالت میں قلم ودوات نہیں دی تھی۔

یہ ہیں ان محمودی دیوانوں کی حرکات مذبوحی۔ اور یہ ہے انکا شرمناک طرز استدلال۔ ہم وقتاً فوقتاً ان کے حالات میاں صاحب کی آگاہی اور دانشمندوں کی عبرت کے لئے لکھتے رہینگے۔ کیونکہ میاں صاحب کی امت میں ایسے دیوانوں کی کوئی کمی نہیں ٭

خاکسار صادق علی ٹیچر سٹی ہائی سکول پٹیالہ

اندرونی مباحث سلسلہ عالیہ احمدیہ

محمدی ختم نبوت کی اصلی حقیقت

(۳)

پیشکردہ اعتراضات پر نظر

(از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ)

قولہ۔ حضرت خاتم ولائت مسیح موعود نے اِس بات کو بیسیوں جگہ لکھا ہے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے سلسلہ نبوت بند نہیں ہوتا بلکہ برابر چلتا ہے" الخ من الخرافات و الہزلیات۔ تشحیذ اگست ۱۹۱۷ء۔ ص۲۔

اقول یہ دوسرا افتراء ہے جو اس شخص نے حضرت صاحب پر کیا ہے۔ حضرت صاحب نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔ اگر آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوت بند نہ مانا جائے اور خاتم النبیین کے یہ معنی نہ کئے جاویں کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو یہ ایک خطرناک نقص اسلام میں پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسان کو کافر بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ یعنے یا تو اللہ تعالےٰ پر نعوذ باللہ من ذالك غلط بیانی کا اتہام لگانا پڑتا ہے یا آنحضرت صلعم پر معاذ اللہ جھوٹ کا الزام۔ پس اللہ کی طرف تو غلط بیانی کا اتہام نہیں لگایا جا سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی ذات تو ہر ایک عیب سے پاک اور ہر نقص سے منزہ ہے۔ اسی طرح حضرت نبی کریم بھی بالکل معصوم اور بے عیب نبی ہیں اور چونکہ خدا تعالےٰ کے نبی تھے۔ اس لئے وہ خدا کی منشاء کے خلاف نہ کہہ سکتے تھے۔ آپ پر جبرائیل وحی لیکر آتا تھا۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم خلاف منشاء ایزدی ورضی کے کوئی بات کہتے تو فوراً خدا تعالےٰ اِس خیال کو آنسرور کائنات کے دل سے نکال دیتا اور اپنی محکم آیات سے اُس کا صحیح مفہوم اور مطلب القاء فرماتا تو پس آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری کہنے اور مسیح موعود کو نبی قرار دینے پر اللہ تعالےٰ یا حضرت نبی کریم دونوں میں سے ایک پر ضرور الزام لگانا پڑتا ہے اور یہ ہر دو باتیں انسان کے تباہ کر دینے والی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں نے مسیح موعود کو نبی قرار دے لیا ہے۔ اُنہوں نے کبھی اِس امر پر غور نہیں کیا کہ قرآن خود اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ اور حدیث کیا کہتی ہے اور مرزا صاحب کی تحریریں کیا کہتی ہیں۔ ورنہ بہت سے حق پسند نیک فطرت اور سعید انسان اِس ناپاک خیال سے فوراً توبہ کر لیتے اور اپنے عقیدہ پر پشیمان ہوتے اور سمجھتے کہ مسیح موعود کو نبی بنا کر ہم اسلام سے الگ ہوئے جاتے ہیں۔ اب حق پسندوں کے لئے سوائے دو راہوں کے اور کوئی راہ نہیں۔ یا تو یہ بات مان لیں کہ آنحضرت خاتم النبیین تھے اور آپ کا یہ فرمانا کہ "لا نبیّ بعدی" قرآن کے مخالف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے یا یہ مان لیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ یہ کسی نے آنحضرت صلعم پر بہتان لگایا اور اُن تمام صحیح متواتر مرفوع احادیث کو یکقلم دنیا سے مفقود کر دیں جن میں بار بار آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یا حضرت مرزا صاحب کو اپنا نبی مان کر اور حضرت نبی کریم کے اس قول لا نبیّ بعدی کو غلط مان کر رسول اللہ صلعم کی اتباع کو چھوڑ دیں۔ میں نہیں جانتا کس قرآن کی آیت یا حدیث سے یہ معنی نکل سکتے ہیں کہ "آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا متحقق ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ آپ کی ظلیت میں ہو کر آپکی امت میں کوئی نبی نہ ہو۔ گویا (حضرت مرزا صاحب نے۔ ناقل) خاتم النبیین کے لئے بعد میں نبی کا ہونا لازمی اور ضروری ٹھہرایا ہے"

یہ تیسرا افتراء ہے جو اس شخص نے حضرت صاحب پر کیا ہے۔ حضرت صاحب نے ایسا کہیں نہیں فرمایا۔ اگر خاتم النبیین کے لئے بعد میں نبی ہونا لازمی اور ضروری ہے تو اس آیت کو قرآن مجید میں سے نکال دینا چاہئے جو فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول حضرت مرزا صاحب کو نبی مان کر ایک راہ ضرور اختیار کرنی پڑیگی۔ یا قرآن کریم کی ترمیم کرنی پڑیگی یا خدا تعالےٰ اور حضرت نبی کریم دونوں میں سے ایک کو نعوذ باللہ جھوٹا کہنا پڑیگا۔ انسان ناواقفیت کی وجہ سے ایک کواس کو دیتا ہے کہ بجز اِس بات کے ماننے کے کہ آنحضرت کا بھی ایک ظل ہونا چاہئے جو نبی ہو۔ خاتم النبیین کی حقیقت کامل نہیں ہو سکتی۔ بات یہ ہے کہ ظلی نبی کو نبی کہنا ہی ایک حماقت ہے اور آنحضرت صلعم کے سایہ اور ظل کو آنحضرت کہنا ہی ایک جہالت ہے خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ اگر آنحضرت کی ظلیت میں ہو کر بھی کوئی نبی کہلائیگا تو گویا وہ اِس مُہر کو توڑ نیوالا ہوگا۔ جو خاتم النبیین پر ہے۔ خواہ کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو جائے کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالے اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اُس میں انعکاس بھی ہو جائے اور گو وہ ظلی طور پر اپنے آپکو محمد یا احمد بھی کہے اور ظلی طور پر اپنے آپکو نبی بھی کہے۔ تب بھی وہ بغیر مُہر توڑنے کے صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ سیّدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کسی اور کے نبی ہونے سے خدا کی مُہر ختمیت ٹوٹتی ہے اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ آنحضرت کی تصویر اور ظل پر آنحضرت کا نام آنے سے نہ وہ تصویر حقیقت میں آنحضرت ہو سکتی ہے اور نہ انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پانے والا خاتم الانبیاء یا نبی کہلا سکتا ہے اور نہ ظلی اور بروزی یا مجازی یا جزوی یا طفیلی یا مستعار طور پر نبی کوئی نبی ہوتا ہے۔ ایسا کہنا غلطیاں اور لفظی مغالطے ہیں جو ناواقفوں کو دئے جاتے ہیں قرآن مجید کی کسی آئت میں نہیں لکھا کہ تم رسول اللہ صلعم کے ظل کو نبی سمجھو یا رسول اللہ کے ظل کو تم رسول اللہ مانو۔ اور نہ قرآن اور حدیث میں کہیں لکھا ہے کہ ظلی نبوت کوئی نبوت ہوتی ہے۔ اور نہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا کہ ظلی نبوت نبوت ہوتی ہے وہ لوگ جو اِس غلط خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اُس نبی میں سے نکلا ہوا ہو۔ اور اُسی کی روح کا روپ یا ظلی طور پر اپنے کو محمد یا احمد کہے۔ وہ نبی اور رسول بھی ہوتا ہے وہ درحقیقت نبوت کی حقیقت سے ہی بے خبر ہیں کیونکہ روح کا روپ ہونا اور ظلی طور پر محمد اور احمد ہونا اور شئے ہے اور اُس منصب نبوت کے درجہ عین الیقین تک پہنچنا اور بات ہے اور چونکہ شریعت ظاہر پر ہے اِس لئے ہر ایک سچا مسلم اور مومن بالقرآن ظلی طور پر محمد اور احمد کو وہی محمد اور احمد اور ظلی طور پر نبی کو وہی نبی ماننے کے لئے مکلف نہیں ہو سکتا اور نہ شریعت اسلام نے کوئی ایسا مسئلہ پیش کیا +

تیسرا افتراء یہ بھی حضرت صاحب پر افترا اور بہتان ہے کہ گویا "مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کی دیگر انبیاء پر صرف یہی ایک امتیازی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ دیگر انبیاء تو صرف نبیٔ امت ہی ہیں لیکن آنحضرت صلعم دیگر انبیاء کی طرح صرف نبیٔ امت ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بھی ہیں" حضرت صاحب نے ایسا کہیں نہیں فرمایا اور نہ لکھا۔ عجیب عجیب من گھڑت باتیں ہیں جو اس فرقہ ضالہ مضلہ نے اپنے باطل کی تائید کے لئے گھڑی ہیں۔ اگر کوئی صاحب حیا ہو تو ایک ہی جواب پا کر اور اپنی صریح غلطی اور نادانی دیکھ کر مارے شرم کے مر جائے۔ مگر ایسے لوگوں نے شرم و حیا سے بھی فراغت پائی ہوئی ہوتی ہے۔ بھلا میں تم سے انصافاً للہ پوچھتا ہوں کہ جو شخص ایک نبی کی نسبت یہ رائے ظاہر کرے کہ اُس میں نبی بنانے کی طاقت ہے اور اُس نے اپنے جیسا ایک نبی بنا لیا اور آئیندہ بھی اور کئی نبی اپنے جیسے بنالیگا تو ایسے شخص کا کیا نام رکھنا چاہئے اندھا یا بینا ....۔ کیا اسی طرح کی رائے نہیں جو بعض مشرک ہندو خدا کی نسبت رکھتے ہیں۔ کہ خدا میں خدا بنانے کی طاقت ہے اِس لئے اُس نے اپنے جیسے ایک خدا نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں خدا بنا دئے۔ پس یہ حضرت مرزا صاحب پر ایک خطرناک حملہ ہے۔ کہ اُن کی طرف ایسی لغو بات کو منسوب کیا جائے کہ گویا وہ خاتم النبیین کی آیت کے معنے نبیٔ الانبیاء کے کرتے تھے یا نبی صلعم کو دوسرے انبیاء پر ایسی فرضی فضیلت دیتے تھے جو کسی طرح پر بھی آپ پر راست نہ آسکتی تھی بلکہ توحید کی تعلیم کے صریح خلاف تھی۔

قولہ یہ کہنا کہ حضرت خاتم الاولیاء نے آنحضرت صلعم کی وحی نبوۃ کو قطعاً ایسا مسدود مانا ہے کہ وہ فنافی الخاتم الانبیاء کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی نہ صرف غلط ہی ہے۔ بلکہ حضرت خاتم الاولیاء پر ایک خطرناک حملہ ہے جو کسی نادان نے حضرت محمود کے جوش عداوت میں حضرت مسیح موعود پر کیا ہے۔

اقول اب اس کا کیا جواب دیا جائے۔ بجز اس کے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ رہا یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کے بعد وحی نبوۃ کو قطعاً مسدود نہیں مانا بلکہ کہا ہے کہ وہ فنا فی الخاتم الانبیاء کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت صاحب کی کسی تحریر سے یہ نکلتا ہے کہ وحی نبوۃ پر مُہر نہیں بلکہ وحی نبوّۃ جاری ہے۔ کیا حضرت صاحب نے کبھی بھی بھولے سے اپنی وحی کو وحیٔ نبوت لکھا یا فرمایا ہے۔ اگر لکھا یا فرمایا ہے تو وہ حوالہ پیش کرو۔

رہا زشت الفاظ کا ہماری نسبت لکھنا۔ ہمکو تو ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ پہلے اس سے بہتیرے مثیل ابوجہل علیہ اللعنۃ ہمکو بُرا بھلا کہہ چکے ہیں۔ اور محمود کی بغض و عداوت کا الزام لگا چکے ہیں مگر ہم [illegible] گئیا [illegible] نے حضرت امیرؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بلکہ محمودی بدقسمتوں کو اسی وجہ سے آگ میں جلنا پڑتا ہے کہ ادھر جماعت بنتی چلی جاتی ہے اور [illegible] حضرت مسیح موعود نے کہیں اور کسی [illegible] فرمایا کہ [illegible] بعد باب نبوت مسدود نہیں۔ بلکہ آپ نے ہر جگہ لکھا ہے کہ ختم نبوت سے باب نبوت بکلی مسدود ہے۔ صرف جزوی نبوت جو نبوت نہیں بلکہ محدثیت ہے اُس کا دروازہ کھلا ہے اور صاف لکھا ہے۔ کہ نہ شریعت والا نبی اور نہ غیر تشریعی نبی کوئی بھی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آسکتا۔ اور صاف صاف لکھا ہے۔ اور متعدد جگہ لکھا ہے کہ "جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئیگا۔ اور اپنے فرمودہ کے خلاف عیسےٰ کو بھیجدے تو پھر کسقدر یہ فعل آنحضرت صلعم کی دل آزاری کا موجب ہوگا" اور لکھا اور بارہا دفعہ لکھا کہ "کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخکنی ہو جاتی ہے ..... اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین نعوذ باللہ اِس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اور اِس آئت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مُہر لگ گئی ہے" پھر لکھا کہ "خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مُہر ہے جو آنحضرت صلعم کی نبوت پر لگ گئی اب ممکن نہیں۔ کہ کبھی یہ مُہر ٹوٹ جائے" غرض کوئی ایک حوالہ ہو تو آدمی پیش کرے اور جو نبوت بتوسط آنحضرت صلعم حاصل ہو سکتی ہے وہ تو جزوی نبوت ہے جسکا نام محدثیت ہے نہ کہ نبوت۔ اور جو آنحضرت صلعم پر نبوت کا ختم ہونا نہیں مانتا۔ اُس پر حضرت مسیح موعود کا فتوےٰ یہ ہے:۔

"اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بے دین
اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

کافر ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو
پورے طور پر بند نہیں سمجھتے"

حضرت صاحب تو اُن کو اپنا ظالم مخالف کہہ رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ بابِ نبوت بعد آنحضرت صلعم کے بھی کھلا ہے۔

حضرت صاحب کے کلام کو مطابق قرآن و حدیث کرنا ہر ایک نتھو خیرے کا کام نہیں کچھ تو تمیز اور علم دین چاہئے۔ نرا گھر بیٹھ کر مضمون نویس نہ بن بیٹھے۔ اگر کہیں ظلی یا بروزی نبی کا لفظ حضرت مرزا صاحب نے اپنے متعلق لکھا ہے تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے بروزی یا ظلی نبی اپنے کو کہدیا ہے اس لئے بابِ نبوت آنحضرت صلعم کے بعد کھلا ہوا ہے۔ معاذ اللہ حاشا للہ مسیح موعود کا ظلی یا بروزی نبی لکھنا ہرگز ہرگز اس بات کی دلیل شرعی نہیں کہ بابِ نبوت کھلا ہے بابِ نبوت کو کھلا کہنے والا یقیناً مسیح موعود کا مخفی دشمن ہے۔ اگر بابِ نبوت کھلا ہوتا تو حضرت مسیح موعود کیوں لکھتے کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا" اور کیوں لکھتے "النبوّۃ قد انقطعت" اور کیوں لکھتے۔ کہ "سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں" اور کیوں لکھتے کہ "اگر بابِ نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا" اور کیوں لکھتے کہ "مستعار طور پر مجھکو رسول اور نبی کہا گیا" اب ہم ان شپر طینتوں پر اُن کی کور باطنی کہاں تک ظاہر کریں احباب کو متنبہ رہنا چاہئے۔ کہ مسیح موعود کی تسخ مسخ کردہ تحریروں کو ظالمانہ پیرایہ میں ظاہر کرکے ہم پر حملہ کرنے سے ان کا ارادہ صرف ہم پر حملہ کرنا نہیں بلکہ اسلام پر حملہ کرنا ہے تمام نبیوں پر اور آنحضرت صلعم پر حملہ کرنا ہے۔ ان کو دین اسلام کی کچھ پرواہ نہیں بلکہ اسلام کے یہ چھپے دشمن ہیں۔ خدا تعالےٰ اپنے دین کو ان کے شر سے محفوظ رکھے +

(باقی دارد)

آریہ سماج لاہور کے مقدمات

ناظرین کو معلوم ہی ہوگا کہ لاہور کی وچھووالی آریہ سماج (گھاس پارٹی) کے عہدہ داروں اور ممبروں وغیرہ میں مدت سے مقدمہ بازی ہو رہی ہے گذشتہ دنوں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور نے ایک درخواست کے گذرنے پر حکمدیا۔ کہ تا فیصلہ مقدمہ دیوانی سماج مندر میں کوئی فریق جلسہ نہ کرے۔ چنانچہ سماج مندر مقفل پڑا ہے اور ایک پارٹی نے گذشتہ ہفتہ کا سپتاہک جلسہ حویلی کلین میں اور دوسری پارٹی نے ڈاکٹر رام رتن صاحب کے مکان میں کیا لیکن اب آریہ سماجی ہمعصر "پرکاش" کو معلوم ہوا ہے کہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہارشنبہ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۲۲

شملہ کی پُرفضا چوٹیوں پر ایک نظر بازگشت

گذشتہ اشاعت میں ہم اس مباحثہ کی مختصر سی روئداد ہدیۂ ناظرین کرچکے ہیں۔ جو شملہ کی پُرفضا چوٹیوں پر ہمارے فاضل دوست مولینا عبدالحق صاحب اور آریہ سماج کے مائۂ ناز ہیرو پنڈت راجندر صاحب دہلوی کے مابین ہوا۔ لیکن اس مباحثہ کے علاوہ بعض اور بھی ضروری باتیں ہیں۔ جو اس پُرفضا وادی سے متعلق ہونے کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ اپنے ناظرین کے بھی انہیں گوش گذار کیا جائے۔

شملہ وہ شملہ جہاں حدت و حرارت کا سال بھر میں کہیں نام و نشان تک بھی سننے میں نہیں آسکتا۔ وہ پُرفضا وادی جو اپنی ٹھنڈک اور فرحت آشامی کے باعث سخت سے سخت گرمیوں کے اندر بھی تشنہ لبوں کو سیراب کرتی ہے لیکن باوجود اسکے بعض وہاں کے رہنے والے اپنی خنک مزاجی میں یکتا اور غالباً آب و ہوا کی حدت سے متاثر ہونیکے باعث روحانی حرارت سے بھی کورے ثابت ہوچکے ہیں۔ وہ جگہ وہ پتھروں کی بلند ترین چٹانیں جن کے اندر سے آبشاروں کا اگر ایک طرف و انّ من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار کے قرآنی بیان کی تصدیق کرتاہے۔ تو دوسری طرف خود اُسی مقام پر بعض مستبداد مست ہستیاں صاحبان بصیرت کے آگے اپنے قلوب کے اس نقشہ کو پیش کرتی ہیں جو ھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ کا مصداق ہے۔ اس دلفریب ایک سنگستانی مقام کے ان ضروری اسباق کو آج ہم دوہرانا چاہتے ہیں۔ جو ہم نے وہاں جاکر سیکھے اور ہم بتائینگے۔ کہ کیونکر وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت دل جو اس جگہ کے ارباب اقتدار میں شمولیت رکھنے کے ساتھ اس کی بعض ان عمارات پر بھی قابض ہیں۔ جہاں سے خلق خدا کو صدائے حق و صدق پہنچائی جاسکتی اور اعلائے کلمۃ اللہ سے باطل کے سر کو آسانی کُچلا جاسکتاہے۔ ان ہزار ہا بندگان خدا کے دل کا خون کرنے سے دریغ نہیں کرتے جو چاہتے ہیں۔ کہ خدا کے گھر کو صرف خدا ہی کے نام کے بلند کرنے کے کام میں لایا جائے۔ اور کسی زید و عمر کی آواز اور دست تصرف کو وہ اقتدار حاصل نہ ہو۔ جو اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں اُس کا موجب روک ہوجائے ہم اس سے پیشتر اپنی اس مختصر رپورٹ میں جو مباحثہ شملہ کے عنوان سے شملہ سے لکھکر ہم نے بھیجی تھی مسلمانان شملہ کے اس جوش و خلوص اور دین کے لئے غیرت و حمیت کو قابل رشک بتا چکے ہیں۔ جو ۱۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کی شام کو دیکھنے میں آئی۔ بلکہ اسکے بعد بھی اس وقت تک دیکھی جاتی رہی۔ جب تک شملہ سے ہم واپس نہیں ہوئے۔ خدا کرے یہ جوش و خلوص یہ غیرت و حمیت اور دین کے لئے یہ سچّا درد اُن نوجوانوں اور بڈھوں میں روز افزوں ترقی کرے اور اُنہیں اپنے نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم حیران رہجاتے ہیں۔ جب وہیں کے بعض ارباب اقتدار کی اس علٰی منزل استبدادیت اور دین کیطرف سے بے رغبتی کو دیکھتے ہیں جو مساجد کے متولی ہی نہیں اُن کے امام بنکر روزانہ پانچوقت مخلوق خدا کی امامت میں خدا کے حضور کے آگے سربسجود ہوکر اور ہر آٹھویں دن منبر پر سے دین الٰہی کا وعظ کرکے پھر بھی ایسے کررہے ہیں۔ اس قدر سخت دل ہیں اور دین کی طرف سے اس قدر لاپروا کہ اور تو اور انجمن اسلامیہ شملہ کو بھی خود جامع مسجد کا ہال اپنے مقاصد کی اشاعت۔ اپنے سالانہ اجتماع اور لوگوں کو دین حق کا ... دینے کے لئے نہیں دیتے اور اس سے صاف انکار کرجاتے ہیں۔

ہم نے دیکھا تھا۔ کہ مسلمانان شملہ مولوی عبدالحق صاحب کا خاص لیکچر بھی شملہ میں کرانے کے خواہشمند ہیں۔ لیکن جس جگہ یہ ہجارے ... انجمن اسلامیہ کو بھی صاف جواب مل گیا وہاں غریب عبدالحق کو کون پوچھتاہے۔ مسلمانوں اور نوجوان مسلمانوں نے اپنی طرف سے لیکچر کے لئے بہت زور مارا۔ بلکہ کرایہ تک ادا کردینے کی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن سوائے جامع مسجد کے مسلمانوں کا اور ہال تھا ہی کون سا جو ملتا۔ ایک دوسری جگہ جو سینک ہال کے نام سے موسوم تھی۔ پیشتر سے رکی ہوئی تھی۔ ہاں ایک اور مسجد میں کسی قدر انتظام ہو بھی گیا اور اسکے بعض ارباب بست و کشاد نے مسجد میں لیکچر ہونا منظور بھی کرلیا بلکہ اشتہار تک اپنی طرف سے دینے کی آمادگی ظاہر کی جس کے لئے ہم اور جملہ مسلمانان شملہ اُن کے از حد مشکور ہیں لیکن اس کو کیا کیا جائے۔ کہ بعض دوسرے مسلمان کہلانے والوں نے اس میں روک ڈالدی اور اُن آمادہ لوگوں کو بھی اس سے روک دیا۔ کہ وہ کلمہ حق کے سُنانے میں ساعی ہوں یہ ہے امت مرحومہ کے اُن علماء کا حال جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کی گدی پر سمجھتے ہیں لیکن جن کا ہادی و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک عہد میں خود اپنی مسجد کے اندر عیسائیوں تک کو گرجا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ آج مسلمانوں کو خود خانۂ خدا کے اندر دین حق کا وعظ کرنے کی اجازت نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون .... ہم تو حیران ہیں۔ ایسے لوگوں کو جو خدا کے گھروں پر اس قسم کا قبضہ و تصرف جمائے بیٹھے ہیں اور ہزارہا مسلمانوں کی خواہشات کے خلاف اُن پر اپنا ایسا ہی اقتدار سمجھتے ہیں۔ کہ گویا کوئی اُن کی جائداد ہے ان کے اس قبضہ و اقتدار کو کیوں توڑنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اور تو اور خود انجمن اسلامیہ جسکے ماتحت ایک اینگلو ورنیکولر سکول بھی قائم ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو علوم سے بہرہ ور کرتا ہے۔ کیوں اپنا سالانہ جلسہ بعض اسوجہ سے روک دیتی ہے کہ اُنہیں جامع مسجد کا ہال نہیں مل سکتا۔ مولوی عبدالحق صاحب کا لیکچر نہ ہونے کا ذکر جو ہم نے کیاہے تو وہ ضمناً ان ارباب استبداد کے ناجائز تصرفات کی تازہ شہادت کے طور پر کیا ہے لیکن اصل غرض جو ہمارے اس مضمون میں مدنظر ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ شملہ جیسے مقام پر مساجد کے اوپر ان لوگوں کا اس قسم کا تصرف کہ جس کی وجہ سے اعلائے کلمۃ اللہ میں روک واقع ہوجاتی ہے یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کا انسداد وہاں کے مسلمانوں اور انہی پُرجوش اور قابل رشک مسلمانوں کو کرنا چاہیئے۔ جن کے جوش و خلوص کا ہم اعتراف کرتے ہوئے نہیں تھکتے اپنی مساجد کے ہوتے ہوئے ان کے اندر بڑے بڑے وسیع ہال ہونے ہوئے پھر غیروں کے دست نگر ہونا اور وہاں سے بھی صاف جواب ملنا بہت ہی رنجدہ امر ہے۔ فرقوں کے سوال کو چھوڑکر جمہور مسلمانان کو اپنے مشترکہ مقاصد کی تبلیغ میں جب ایسی مصیبت پیش آتی ہے۔ تو یہ کس قدر ملال خیز امر ہے۔ ضرورت تھی۔ کہ شملہ جیسے مقام پر تبلیغ حق کا کوئی بہترین بندوبست ہوتا۔ دیکھو دوسری طرف آریہ سماج والوں کا اپنا ہال ہے جہاں وہ ہرسال اپنا سالانہ جلسہ کرتے اور ہمیں بھی بحث و مناظرہ کے لئے بلاتے ہیں پھر سناتنیوں کا بھی اپنا ہال ہے۔ عیسائیوں کی تبلیغی کوششیں بھی باقاعدہ جاری ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کام کا بیڑا اُٹھائے اور جو اُٹھائے اُسے قدم دھرنے کو بھی جگہ نصیب ہو۔

فی الحال اس مختصر سی عرضداشت پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں۔ اور امیدوار ہیں کہ وہ ارباب استبداد جنکی طرف ہم نے اشارہ کیاہے۔ اپنے رویّہ کو بدلکر اپنے طرز عمل کو تبدیل کرنے میں کوشاں ہونگے۔ اور اپنی مساجد اور عام لیکچر گاہوں پر سے ان اقفال کو اُتار دینگے۔ تاکہ دین کی بیکسی کی ذمہ واری اُن کے اوپر عائد نہ ہو۔ اور مسلمان آزادی کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کرسکیں +

سخن دانیٔ عالم بالا آج کی اشاعت میں دوسری جگہ ناظرین کرام ان دو عجیب طریقوں کو ملاحظہ فرمائینگے جو شملہ کے عالم بالا میں بیٹھکر فیصلہ کے لئے میاں صاحب نے تجویز کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"(۱) قرآن کریم لیکر ایک بچّہ کے ہاتھ میں دیدیا جائے وہ کوئی سا مقام نکالے ... اور غیر مبائعین کا کوئی ایسا قائم مقام جس کا عمل اُن پر حجت ہو ہمارے مقابل اس مقام کی تفسیر لکھے۔ پھر دنیا دیکھ لیگی کہ خدا کسکو پسند کرتا ہے اور کس کی اپنے کلام کو سمجھانے میں تائید کرتاہے اور کون ... کا محجوب ہے۔

دوم۔ وہ ایک طرح ہمکو کافر قرار دیتے ہیں اور ہم سے اصولی فرق کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ہمیں مباہلہ کا چیلنج دیسکتے ہیں اور اپنے قائم مقام کو ہمارے سامنے کھڑا کرسکتے ہیں۔ پھر دُنیا دیکھ لیگی کہ خدا کا عذاب کس پر آتاہے اور رحمت کا نزول کس پر ہوتاہے صادق کون ہے کاذب کون ہے!!"

اسکے جواب میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب نے طریق اول کے متعلق جو منظوری کا اعلان کیاہے اور اس کیلئے جو کچھ شرائط تجویز فرمائی ہیں امید کہ میاں صاحب نہیں دیکھتے ہی میدان میں اُتر آئینگے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ جو میاں صاحب نوا اپنی قرآن دانی پر ناز ہے جس کا اب وہ پبلک پر بھی سکہ بٹھانا چاہتے ہیں بلکہ اسے اپنے محبوب الٰہی ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہیں یہ وہی قرآن دانی تو نہ ہوگی جو اس سے پیشتر بھی خود اپنے والد بزرگوار ہاں خدا کے مسیح کی مخالفت کا موجب ہوچکی ہے آیا کہیں اس میدان مقابلہ میں بھی وما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللہ کی آئت پر یہ لکھکر۔ کہ

"بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اور اسکی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتاہے کہ وما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللہ اور اس آئت سے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر کے ہے" حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۹۵۔

اس خدا کے مسیح اور ہاں خود اپنے والد بزرگوار کو نادان اور کم تدبر ثابت کرنے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور تو نہ لگائینگے جو میاں صاحب کے اس ادعا اور تفسیر نادرہ کے خلاف فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اُسکا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہوجانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رُو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جلشانہٗ فرماتاہے وما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتاہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو!"

یہی نہیں ہمیں تو خطرہ ہے کہیں آپ اپنے خطبہ جمعہ کی طرح اس میدان مقابلہ میں بھی لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کے معنے کرنے ہوئے پھر اُس شخص کو جاہل مطلق نہ کہدیں۔ جو اس سے یہ استدلال کرتاہے کہ اس آیت میں تبشیر دینے والوں کا آنا پایا جاتا ہے حالانکہ یہ وہ معنے ہیں جو خود مسیح موعودؑ نے اس آئت کے کئے ہیں۔ ہاں آپکی وہ تفسیر قرآنی بھی ابھی ہمیں بھولی نہیں گئی۔ جس میں آپ نے بڑے پُرزور لفظوں میں یہ کہا۔ اور اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے فہم قرآن دئے جانے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا۔ کہ:۔

"میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے اپنے حیسے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قرآن کریم کا فہم دیاہے کہ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ نکاح کا حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتاہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع فان خفتم الّا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اصل حکم دو دو تین تین چار چار کا ہے۔ اگر عدل نکرنے کا خوف ہو تو پھر ایک کا حکم ہے ...... پس اس آئت سے صاف ظاہر ہے کہ منشاء الٰہی ایک سے زیادہ بیوی کا ہے۔ ہاں جو عدل نہ کرے وہ ایک ہی کرے" (خط میاں صاحب بنام محمد عثمان ...)

آہ کیا یہی وہ فہم قرآن ہے جسے میاں صاحب اس میدان مقابلہ میں بھی پیش کرنے پر مصر ہیں اور اسے اپنے قرب الٰہی کی دلیل ٹھہراتے ہیں گویا ہمارے نہیں خود اپنے ابّا جان اور ہاں خدا کے مامور کے بالمقابل میدان مقابلہ میں اُترتے اور اُسکے اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں کہ

"کیا کوئی ایسا دلیر اور مرد میدان معترض ہے جو ہمکو یہ دکھلاسکے کہ قرآن کہتا ہے کہ ضرور ضرور ایک سے زیادہ عورتیں کرو۔ ہاں یہ ایک سچی بات ہے۔ اور ... بالکل طبعی امر ہے کہ اکثر اوقات انسان کو ضرورت پیش آجاتی ہے مثلاً عورت اندھی ہوگئی یا کسی اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہوکر اس قابل ہوگئی کہ خانہ داری کے امور سرانجام نہیں دے سکتی اور مرد از راہ ہمدردی یہ بھی نہیں چاہتا کہ اسے علیحدہ کرے یا رحم کی خطرناک بیماریوں کا شکار ہوکر مرد کی طبعی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتی۔ تو ایسی صورت میں اگر نکاح ثانی کی اجازت نہ ہو تو بتلاؤ کہ اس سے بدکاری اور بداخلاقی کو ترقی نہ ہوگی!"

ایسی ہی اسی قسم کی بیسیوں کی تفاسیر ہیں جو میاں صاحب ... پیشتر کرچکے ہیں۔ اور یوں خدا کے مسیح کی مخالفت کرکے اور اسے ... اور حامل "خطا" قرار دیکر اپنی قرآن دانی اور اس قرب ...

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

آزاد ہوں اور جو اسلام کے صلح کل ہیں ہم کبھی کسی سے عداوت نہیں سمجھتے

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا [illegible]
[illegible] دین آمده از مادریم
[illegible] ما [illegible]
آن کتاب حق که قرآن نام اوست | بادهٔ عرفان ما از جام اوست
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
ما از و نوشیم هر آبے [illegible] | [illegible]
آنچه ما را وحی و ایمائے بود | آن نه از خود از همان جا بود

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دو پا بیم هر [illegible] | [illegible]
[illegible] | هر چه [illegible] ثابت شود [illegible]
[illegible] | هر چه گفت آن مرسل ربّ العباد
این همه از حضرت احدیت است | منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اند و راست | منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین | آنچه در قرآن بیانش بالیقین
بر همه از جان و دل ایمان ما | هر که انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری از آن روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

سالانہ قیمت
سے ششماہی ۔ سالانہ طلباء سالانہ للعہ

جلد ۵ | بیت احمدیہ لاہور | چہارشنبہ پنجم ذوالحجہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۲۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

روح کا تعلق قبور سے

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ہم ایک بات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک تھیلی میں کچھ [illegible] اور ایک مصری کی ڈلی رکھی ہو۔ اب عقل محض اُن چیزوں کو شناخت نہ کر سکیگی۔ ہاں اگر اُن کو چکھیں گے تو فوراً کہہ دیگا۔ ضرورت معلوم ہو جائیگی۔ کہ یہ نمک ہے اور وہ مصری ہے۔ لیکن اگر حس زبان ہی نہیں تو نمکین اور شیرین کا فیصلہ کون کیا کریگا؟ پس ہمارا کام صرف دلائل سے سمجھا دینا ہے۔ آفتاب کے چڑھنے میں جیسے ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آسکتا اور ایک مسلوب الغوة کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اٹھانے سے اس کا ابطال نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا۔ تو وہ اُس تعلق ارواح کو کیونکر دیکھ سکتا ہے؟ محض اس لئے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا اُس کا انکار جائز نہیں ہے۔ ایسی باتوں کا پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا۔ اللہ تعالےٰ نے اسی لئے انسان کو مختلف قوتے دئیے ہیں۔ اگر ایک ہی قوت سب کا کام دیتی تو پھر اس قدر قویٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بعض کا تعلق آنکھ سے ہے اور بعض کا کان سے۔ بعض زبان سے متعلق ہیں اور بعض ناک سے۔ مختلف قسم کی حسّیں انسان رکھتا ہے قبور کے ساتھ تعلق ارواح کے دیکھنے کے لئے کشفی قوت اور حس کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی کہے یہ تعلق نہیں ہے تو وہ غلط کہتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد کروڑہا اولیاء و صلحاء کا سلسلہ دنیا میں گذر رہا ہے۔ اور مجاہدات کرنیوالے بیشمار لوگ گذرے ہیں اور وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں۔ گو اس کی اصلیت اور تعلقات کی وجہ عقلی طور پر ہم معلوم کر سکیں یا نہ۔ مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ غرض کشفی دلائل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں کان اگر نہ دیکھ سکیں تو اُن کا کیا قصور؟ وہ آنکھوں کا کام ہے۔ ہم اپنے ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں کہ روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ انسان میّت سے کلام کر سکتا ہے۔ روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے۔ جہاں اُس کو ایک مقام ملتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی موجود ہے یہ مسئلہ عام طور پر مسلّمہ مسئلہ ہے بجز اُس فرقہ کے جو نفیٔ بقائے روح کرتا ہے۔ اور یہ امر کہ کس جگہ تعلق ہے کشفی قوت خود ہی بتلا دیگی۔ جیسا کہ جیالوجسٹ (علم طبقات الارض) بتلا دیتے ہیں۔ کہ یہاں فلاں دھات ہے۔ اور وہاں فلان کان ہے۔ دیکھو ان میں یہ ایک قوت ہوتی ہے۔ جو فی الفور بتلا دیتی ہے۔ [illegible]

اہل کشف توجّہ سے میّت کے ساتھ کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور اوہام اور اعتراضوں کا سلسلہ تو ایسا لمبا ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔

الہامات و اعمال صالحہ

ایک نوجوان نے اپنے کچھ رؤیا اور الہامات سُنانے شروع کئے۔ جب وہ سُنا چکا تو آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں نصیحت کے طور پر کہتا ہوں۔ خوب یاد رکھو۔ کہ ان خوابوں اور الہامات ہی پر نہ رہو۔ بلکہ اعمال صالحہ میں لگے رہو۔ بہت سے الہامات اور خواب سنبیرو پھل کی طرح ہوتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد گر جاتے ہیں۔ اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا ہے اصل مقصد اور غرض اللہ تعالےٰ کے ساتھ سچّا اور بے ریا تعلق، اخلاص اور وفاداری ہے جو نرے خوابوں سے پوری نہیں ہو سکتی مگر اللہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔

جہاں تک ہو سکے صدق و اخلاص۔ ترک ریا و ترک منہیات میں ترقی کرنی چاہئے۔ اور [illegible] کرتے رہو کہ ان باتوں پر کس حد تک قائم ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں ہیں۔ تو پھر خواب اور الہامات بھی کچھ فائدہ نہیں دینگے۔ بلکہ صوفیوں نے لکھا ہے کہ اوائل سلوک میں جو رؤیا یا وحی ہو اُس پر توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ وہ اکثر اوقات اس راہ میں روک ہو جاتی ہے۔

انسان کی اپنی خوبی اس میں تو کوئی نہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فعل ہے۔ جو وہ کسی کو کوئی اچھی خواب دکھا دے یا کوئی الہام کرے۔ اس نے کیا کیا؟ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت وحی ہوا کرتی تھی۔ لیکن اس کا کہیں ذکر بھی نہیں کیا گیا کہ اسکو یہ الہام ہوا۔ یہ وحی ہوئی بلکہ ذکر اگر کیا ہے تو اس بات کا کیا۔ کہ

ابراھیم الذی وفّٰی - وہ ابراہیم جس نے وفاداری کا کامل نمونہ دکھایا۔ یا یہ کہ یا ابراہیم **قد صدّقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین**۔

یہ بات ہے جو انسان کو حاصل کرنی چاہئے۔ اگر یہ پیدا نہ ہو تو پھر رؤیا و الہام سے کیا فائدہ! مومن کی نظر ہمیشہ اعمال صالحہ پر ہوتی ہے۔ اگر اعمال صالحہ پر نظر نہ ہو۔ تو اندیشہ ہے کہ وہ مکر اللہ کے نیچے آجائیگا۔

ہمکو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ اور اس کیلئے ضرورت ہے اخلاص کی، صدق و وفا کی۔ نہ یہ کہ قیل و قال تک ہماری ہمت و کوشش محدود ہو۔ جب ہم اللہ تعالےٰ کو راضی کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ بھی برکت دیتا ہے اور اپنے فیوض و برکات کے دروازے کھول دیتا ہے اندر رؤیا اور وحی کو القاء شیطانی سے پاک کر دیتا ہے اور اضغاث احلام سے

سے آدمی دیکھے گئے ہیں کہ اُن کو رؤیا اور الہام ہوتے رہے لیکن انجام اچھا نہیں ہوا۔ جو اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے۔ اس تنگ دروازہ سے جو صدق و وفا کا دروازہ ہے گذرنا آسان نہیں ہے۔ ہم کبھی ان باتوں سے فخر نہیں کرسکتے کہ رؤیا یا الہام ہونے لگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہیں اور مجاہدات سے دستکش ہو رہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کو پسند نہیں کرتا وہ تو فرماتا ہے۔ **لیس للانسان الّا ما سعٰی** اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مجاہدہ کرے اور وہ کام کر کے دکھا دے جو کسی نے نہ کیا۔ اگر اللہ تعالےٰ صبح سے شام تک مکالمہ کرے۔ تو یہ فخر کی بات نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ تو اس کی عطا ہوگی دیکھنا یہ ہوگا۔ کہ خود ہم نے اس کے لئے کیا کیا؟

بلعم کتنا بڑا آدمی تھا۔ مستجاب الدعوات تھا۔ اسکو بھی الہام ہوتا تھا۔ لیکن انجام کیسا خراب ہوا۔ اللہ تعالےٰ اُس کو کتے کی مثال دیتا ہے۔ اسی انجام کے نیک ہونے کیلئے مجاہدہ اور دعا کرنی چاہئے۔ [illegible]

اخبار احمدیہ

بمبئی سے مکرمی مصطفےٰ خان صاحب کا خط موصول ہوا ہے کہ وہاں محمودیوں کے ساتھ مسئلہ نبوت پر تحریری مباحثہ ہوا۔ پہلے تو قرآن و حدیث کی بنا پر فریقین نے بحث کی۔ جس میں فریق مخالف کی طرف سے میر محمد اسحاق مباحث مقرر تھے۔ پھر جب حضرت اقدس کی تحریرات کی باری آئی تو کلمندی نے بحث کی ہماری طرف سے شروع سے آخر تک حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ ہی بحث کرتے رہے ہمارے سب کے سب پرچے بفضلہ تعالےٰ عمدہ ہوگئے۔ فریق ثانی کے وہی آئیں بائیں شائیں۔

درخواست جنازہ غائب۔ لودھیانہ میں جناب نور محمد صاحب احمدی کی ہمشیرہ صاحبہ (جو وہ بھی احمدی تھیں) بعمر ۲۰ سال ایک خوردسال بچی چھوڑ کر فوت ہوگئی ہیں۔ **فانا للہ وانا الیہ راجعون**۔ ہمیں اس صدمہ جانکاہ میں اپنے مکرم بھائی اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

دعائے صحت کی درخواست - وزیرآباد سے مکرمی [illegible] محمد جان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جناب بابو عطاء الٰہی صاحب بعارضہ کاربنکل بیمار ہیں۔ اسسٹنٹ سرجن سے اپریشن کرایا گیا۔ احباب بابو صاحب مکرم کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون - اوپر کی خبر لکھی جا چکی تھی کہ مکرم بابو عطاء الٰہی صاحب کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔ بابو صاحب مکرم کی بے وقت رحلت پر ہمیں از حد افسوس ہے اور ہم اس دلی درد اور ہمدردی کا پورے طور پر اظہار کرنے سے قاصر ہیں جو آپ کے پسماندگان کے ساتھ ہمیں ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہار شنبہ ۵ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۱۸

ترجمۃ القرآن

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق ہم گذشتہ اشاعت میں اپنے احباب کو توجہ دلا چکے ہیں آج ہم اپنے لائق معاصر "العصر" کے اس مقالۂ افتتاحیہ کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو اس نے اپنی ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں اسی موضوع پر لکھا ہے۔ معاصر موصوف رقمطراز ہے:۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ان نادر الوجود بزرگوں میں سے جن کی عمر کا گرانمایہ حصہ خدمت اسلام اور اشاعت ملت بیضاء میں صرف ہوا ہے۔ اعلےٰ درجہ کی علمی اور قانونی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد اپنی تمام زندگی کو محض خدمت دین کے لئے وقف کرنا ان عزیز القدر قربانیوں کو چاہتا ہے۔ جو آجکل کے مادہ پرستی کے زمانہ میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہیں۔ لیکن مولوی صاحب ممدوح نے تمام اغراض دنیوی پر لات مار کے اپنے آپ کو خدمت قرآن کے لئے وقف کیا ہے۔ اور آپکی عمر کا ہر ایک لمحہ اشاعت اسلام اور خدمت قرآن میں گذرا ہے گذشتہ تین سال میں آپ نے کئی ایک مفید مذہبی کتابیں پبلک کے سامنے پیش کی ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے موضوع پر فیصلہ کن تصنیف ہے۔ حدوث مادہ جمع القرآن۔ نکات القرآن کے ہر چہار حصص میں آپ نے شریعت غرا پر اعتراض کرنیوالے دریدہ دہن مخالفوں کے جہاں دندان شکن جواب دئے۔ وہاں اسلام کی تعلیم و فلسفہ کے حسب موقعہ سرت کھینچکر رکھدیا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی مہتم بالشان تصنیف یعنے انگریزی ترجمۃ القرآن بھی خدا کے فضل سے اب چھپکر تیار ہو گیا ہے۔ اس ترجمہ کو مولوی صاحب ممدوح نے کامل آٹھ سال کی محنت شاقہ سے تیار کیا ہے۔ اور اس میں ضرورت زمانہ کو ملحوظ رکھکر ان معترضین کے جواب بھی دئے گئے ہیں جو مشنری حلقوں میں خصوصیت سے دہرائے جاتے ہیں ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید کی شکل آیات و الفاظ کی تشریح و تفسیر بھی فٹ نوٹوں میں کی گئی ہے۔ ترجمہ حامل المتن ہے اور اسلامک ریویو میں اس کے نمونہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہایت خوش خط عربی حروف میں لکھوا کر بلاک بنوائے گئے ہیں۔ اور "انڈیا پیپر" جو غالباً سب سے نفیس کاغذ ہے۔ اور انگریزی زبان میں اکثر ضخیم اور حجیم کتابیں اس پر چھپتی ہیں استعمال کیا گیا ہے۔ الغرض یہ ترجمہ (مع تفسیر) ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ پیراستہ ہو کر اب چھپ گیا ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ وہ لوگ جنہیں مقابلہ مذاہب کے مطالعہ کرنے کا شوق ہے عموماً اور جملہ مسلمان خصوصاً اس کو حرز جان سمجھینگے۔

ذیل میں ہم علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کی رائے اس ترجمہ کے متعلق درج کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ پبلک کو اس ترجمہ کے متعلق کس قسم کی خوش آیند امیدیں ہیں۔

"کلام مجید کے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجموں کی ضرورت محتاج بیان نہیں۔ اور انگریزی زبان میں اس ترجمہ کی ضرورت اس نسبت سے زیادہ ہے جس نسبت سے اس زبان کو اہمیت حاصل ہے۔ یوں تو قرآن مجید کے متعدد ترجمے خود انگریزوں کے کئے ہوئے موجود ہیں۔ مگر ان میں بوجہ عدم واقفیت اور نقص عام بعض مقامات پر نہایت فاش غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ ضرورت عرصہ سے محسوس کی جاتی تھی۔ کہ کوئی مسلمان عالم (جو اس ذمہ داری کے بار کو اٹھانے کے بخوبی اہل ہوں) اس کار خیر کو اپنے سر لیں۔

عالیجناب نواب عماد الملک بہادر چندسال سے اس کام میں مصروف ہیں۔ مگر ممدوح کے دیگر مشاغل اور ضعف صحت اور علی الخصوص نہایت احتیاط پسند طبیعت کی وجہ سے ترجمہ ہنوز پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ "[illegible]" کی تازہ ترین اشاعت سے یہ دریافت کرنا موجب مسرت ہے کہ مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر "ریویو آف ریلیجنز" کا ترجمہ ولایت میں زیر اہتمام ووکنگ اسلامی مشن عنقریب چھپکر شائع ہونے والا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی زبان پر قدرت اور اُن کے معلومات کی وسعت مسلم ہے اس لئے ترجمہ (جو مع تفسیر ہے) اس کی خوبی پر ایمان بالغیب لایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کی اور ووکنگ مشن اور اس کے بانی مولانا خواجہ کمال الدین صاحب کی پالیسی کے اعتبار سے بھی یہ یقین کر لینا آسان ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں صرف عام اور مسلمہ عقائد اسلامیہ کو درج کیا گیا ہوگا۔ جس کی تبلیغ اسلام کے کام کے لئے سخت شدید احتیاج ہے۔ ترجمہ حامل المتن ہے۔ صفحات کی تعداد تقریباً ۱۳ سو ہے۔ اور قیمت ۲۰ شلنگ (پندرہ روپے) ہو گی۔ یقین ہے کہ مسلمان اس کو ایک بہت بڑی خدمت دین تصور کر کے اسکے ہدیہ کی درخواست کرینگے۔ کیونکہ اس وقت جبکہ یورپ منجانب اللہ اسلام اور اس کے اصول کی جانب رجوع ہو رہا ہے کسی صحیح ترجمہ کا جویان حق کے ہاتھوں میں پہنچنا ازبس ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ عیسائی پادری نو مسلموں اور دوسرے آمادہ لوگوں کو یہ کہکر ورغلانے لگے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اسلامی مشن پورا کلام مجید پبلک میں پیش نہیں کرتا۔ اور اس کو چھپا چھپا کر رکھتا ہے۔ گویا بقول ان مغربیین کے ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اور واقعی یہ ایک چبھتا ہوا اعتراض ہے۔ اور انصافاً اس حقیقت واقعی کی جانب بہت کم خیال رجوع ہو سکتا ہے۔ کہ موجودہ تراجم کے قابل اعتبار نہ ہونے کی وجہ سے ان کے مطالعہ کی سفارش نہیں کی جا سکتی۔ درخواستوں کے لئے پتہ حسب ذیل ہے:۔

مینیجر صاحب مسجد ووکنگ۔ (انگلستان)

ہم اپنے ناظرین کرام میں سے انگریزی خوان حضرات کو خصوصاً اس ترجمہ کی خریداری کے لئے سفارش کرتے ہیں کیونکہ ہمارے خیال میں اسلامی دنیا میں یہ ترجمہ اپنی وضع کا خاص ترجمہ ہے اور ہمیں امید ہے۔ کہ یورپ کے مذہبی حلقوں اور مشنری دائروں میں اس سے کھلبلی مچ جائیگی۔ یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے بہترین ذریعہ یہ ہے۔ کہ اس ترجمۃ القرآن کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کی جائیں"۔

اسلام اور مسیحیت قبل ازیں ہم بارہا ان شمار و اعداد کو پیش کر چکے ہیں جو حاملان انجیل کی اس جد و جہد کو ظاہر کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے مذہبی صحیفہ کی اشاعت (دہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اس کے کثیر التعداد تراجم کو تقسیم کرنے میں) آجتک دکھائی ہے۔ مسلمانوں نے اس کے بالمقابل کہاں تک قرآن کریم کی اشاعت میں حصہ لیا۔ کس قدر زبانوں میں اُسکے ترجمے شائع ہوئے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہندوستان میں بہت سے اردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ گو اُن سے فائدہ اٹھانے والے بہت کم ہیں۔ لیکن اس سے باہر دیگر ممالک کی حالت کسقدر ناگفتہ بہ ہے۔ اس کا حل اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بقول "معاصر معارف" ترکی میں کبھی قرآن مجید کا ترجمہ علمائے اتراک کی کوششوں کے باوجود نہیں انجام پا سکا۔ اور بعض علمائے مصر نے اس کی حرمت کا فتوے دیا۔ کہ اس سے اصل قرآن کی وسعت میں فرق آئیگا" جن ممالک کی یہاں تک حالت پہنچ چکی ہو۔ جنکے علماء علم اور اہل علم دین سے اسقدر بے بہرہ ہو چکے ہوں۔ ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ اشاعت اسلام میں اگر آجتک کوئی حصہ نہیں لے سکے تو شاید کبھی آئندہ ہی انکی آنکھیں کھل جائیں۔ لیکن دوسری طرف دیکھو ہندوستان کی طرف سے صرف ایک مشن انگلستان میں قائم ہوتا جو وہ بھی مسیحیوں کے مقابلہ پر ادنیٰ گوارا نہیں۔ اور اس لئے وہ نہ صرف اسلام اور اس اسلامی مشن کے [illegible] نفسیاں پھیلانے کی ہی بیہودہ کوشش پر اکتفا نہیں۔ بلکہ اب وہ اپنے مشنوں اور اپنی مبلغانہ کوششوں کو اور بھی وسیع کرنے کی فکر میں ہے جیسا کہ مسیحی رسالہ مسلم ورلڈ کی اس اپیل سے ظاہر ہے جو اسنے ٹرکی، ایران، عرب، مصر اور شمالی افریقہ میں بعد از جنگ پیدا ہونیوالے حالات میں وسیع پیمانہ پر کام کرنے کیواسطے تیار ہونے کے لئے ابھی سے کی ہے۔ ان حالات میں جبکہ ایک طرف ابھی انگلستان کا اسلامی مشن بھی کوئی اتنے وسیع پیمانہ پر نہیں کہ اسکی آواز ان اسلامی ممالک کا جو حال ہے جو مذہبی و تبلیغی سپرٹ انکے اندر پائی جاتی ہے۔ وہ "معارف" کے مندرجہ بالا قول سے ظاہر ہے۔ تو کیا یہ ان ممالک کے لئے ایک سخت خطرہ پیدا کرنیوالا امر نہیں۔ پولیٹکل طور پر یہ ممالک جس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ لیکن ابھی ایک اور خطرناک مذہبی جنگ انہیں پیش آنیوالی ہے۔ سیاست میں تو ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن انکے مذہبی بچاؤ کے لئے اگر خود انہیں کوئی درد اور پاس نہیں اور وہ اپنے آپکو اپنے غلط الزامات کے باعث حقائق قرآنیہ سے محروم کر رہے ہیں تو مسلمانان ہند کو ہی ان ممالک میں حفاظت اسلام یا کم از کم انہیں متنبہ کرنے کے لئے کوئی بندوبست کرنا چاہئے۔ جس کا ابتدائی مرحلہ ہمارے خیال میں یہ ہونا چاہئے۔ کہ اسلامک ریویو کے دائرہ اشاعت کو اسقدر وسیع کر دیا جائے۔ کہ اس کے تراجم عربی اور دیگر مختلف زبانوں میں کرا کر اُن ممالک میں پھیلائے جا سکیں۔ امید کہ ہمارے احباب اس طرف بالخصوص توجہ فرمائینگے۔

قرآن مجید انگریزی اور اسکے متعلق ضروری اعلان قبل ازیں اور آج کے پرچہ میں بھی انگریزی ترجمۃ القرآن کی ولایت سے روانگی کی خبر دیجا چکی ہے۔ آج سکریٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اسکے متعلق ایک ضروری اعلان برائے اشاعت ارسال فرمایا ہے جو حسب ذیل ہے امید ہے کہ احباب اسکی طرف خاص طور پر متوجہ ہونگے۔

خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ اس نے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ کی کوشش کو بارآور کیا اور وہ دن قریب ہے کہ جب قرآن مجید (مکمل) معہ انگریزی ترجمہ و تفسیر کے ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔

جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے۔ قرآن مجید کی جلدیں بذریعہ ڈاک کے جہازوں میں آتی رہینگی اور اس قرآن مجید کی پہلی قسط انگلستان سے روانہ ہو چکی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ اخیر ستمبر تک اس جگہ پہنچ جاویگی۔ مگر چونکہ تھوڑی کاپیاں آئینگی۔ اس لئے صرف انہی احباب کو بھیجی جا سکیں گی۔ جنکی قیمت مع محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ پیشگی ۲۰ ستمبر تک وصول ہو جائے گی خواہ ایسے احباب لاہور کے رہنے والے ہوں۔ یا بیرونجات کے۔ اور جس ترتیب سے پیشگی قیمت وصول ہوگی اسی ترتیب سے کاپیاں بھیجی جا سکینگی اس لئے جو صاحب زیادہ شائق ہوں۔ وہ اپنی پیشگی قیمت جمع کرانے میں جلدی کریں۔

قیمت فی جلد (مجلد) انڈیا پیپر .... پندرہ روپیہ ۱۵ عہ

" " انگریزی کاغذ قسم دوئم ... دس روپیہ ۱۰ عہ

خرچ محصولڈاک اپیکنگ اور جسٹری وغیرہ ایک روپیہ عہ

نوٹ:۔ ہر دو قسم قرآن مجید کا کاغذ اعلےٰ درجہ کا ہے۔ موجودہ قیمت قریباً اصل لاگت ہے۔ چونکہ اس لئے کم رکھی گئی ہے کہ سب شائقین اس نعمت عظمےٰ سے فائدہ حاصل کر سکیں اور بالخصوص ۱۰ روپیہ والی جلد ہر متوسط الحال انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ کل کتاب کی ضخامت ۱۴۰۰ صفحات سے اوپر ہے تمام درخواستیں مفصلہ ذیل پتہ پر آئیں:۔

آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور"

خاکسار۔ مرزا یعقوب بیگ آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

حج میں مشکلات موجودہ جنگ نے جہاں اور بہت سی مشکلات پیدا کی ہیں۔ وہیں حج میں بھی ہر آئے سال [illegible] اس کی تصریح ذیل کے اس اعلان سے ہوگی جو بمبئی حج کمیٹی نے گورنمنٹ کے توسط سے شائع کیا ہے۔ چنانچہ اُس کی ایک نقل جو ہمیں موصول ہوئی ہے۔ اُس میں لکھا ہے۔ کہ جہازوں کے میسر نہ آسکنے کی وجہ سے بمبئی حج کمیٹی کی [illegible]

جلد ۵ | مندرہ المسیح لاہور چہارشنبہ ۱۶ ذیقعد ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۵ ستمبر ۱۹۱۷ عیسوی | نمبر ۱۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود

نصیحت بعد البیعت

سلسلہ اشاعت گذشتہ

گناہ کسطرح دُور ہو

اصل غرض انسان کی پیدائش کی یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے اور ان باتوں سے جو گناہ کہلاتے ہیں ۔ بچتا رہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ گناہوں اور بدیوں سے بچے لیکن ان کے دور کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟ یاد رکھو کہ ہر گناہ اور بدی نری اپنی کوشش سے دور نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالےٰ کا فضل اُس کے شامل حال نہ ہو ۔ پس اس کے واسطے ضرورت ہے کہ گناہوں کے ترک کرنیکے لئے اس قدر تدبیر کرے ۔ جو تدبیر کا حق ہے اور اسقدر دعا کرے جو دعا کا حق ہے ۔ تدبیر کے لئے چاہیئے کہ گناہوں کو یاد رکھو کہ فلاں فلاں بات گناہ کی ہے ۔ اس سے بچنے کی کوشش کرے ۔ رات دن ان بدیوں کو دور کرنے کی فکر میں لگے رہو ۔ اور ان اسباب پر غور کرو جو ان بدیوں کا باعث ہوتے ہیں ۔ اگر ان بدیوں کا موجب **بد صحبت** ہے تو اس صحبت کو چھوڑ دو ۔ اور اگر **خلق بد** اس کا باعث ہے ۔ تو اس خلق کو چھوڑ دو ۔ ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اور کوئی اُسے چھوڑ نہیں سکتا جبتک کہ اس سبب کو نہ چھوڑ دے ۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ بعض ... انسان ان اسباب اور وجوہ کو چھوڑنا چاہتا ہے ... عاجز ہو جاتا ہے اور اُسے چھوڑنا چاہتا ہے ... اس کے چھوڑنے میں قادر نہیں ہو سکتا ایسی صورت میں دعا سے کام لینا چاہیئے ۔ اور خدا تعالےٰ سے توفیق مانگے تا وہ اسے اس گناہ کی زندگی سے رہائی دے ۔ یاد رکھو گناہ کی زندگی سے **موت** اچھی ہے ۔ کیونکہ گناہ کی زندگی مجرمانہ زندگی ہے اگر اس پر موت وارد نہ ہو تو یہ سلسلہ لمبا ہو جاتا ہے لیکن جب موت آجاتی ہے تو کم از کم گناہ کا سلسلہ لمبا تو نہیں ہوتا اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان خود کشی کر لیوے بلکہ انسان کو چاہئے کہ اس زندگی کو اس قدر قبیح خیال کرکے اس سے نکلنے کے لئے کوشش کرے اور دعا سے کام لے ۔

کیونکہ جب وہ حق تدبیر ادا کرتا ہے اور پھر بھی دعاؤں سے کام لیتا ہے ۔ تو آخر اللہ تعالےٰ اسکو نجات دیدیتا ہے اور وہ گناہ کی زندگی سے نکل آتا ہے ۔ کیونکہ دعا بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک **موت** ہی ہے ۔ جب اس موت کو انسان قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُسکو مجرمانہ زندگی سے جو **موت کا موجب** ہے بچا لیتا ہے اور اس کو ایک پاک زندگی عطا کرتا ہے

دعا کیا ہے اور کسطرح کرنی چاہیئے

بہت سے لوگ دعا کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں ۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ دعا یہی نہیں کہ معمولی طور پر نماز پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر بیٹھ گئے ۔ اور جو کچھ آیا منہ میں سے کہہ دیا ۔ اس دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ نہ دعا ... ایک منتر کی طرح ہوتی ہے نہ اس میں دل شریک ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالےٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کوئی ایمان ہوتا ہے ۔ یاد رکھو دعا **ایک موت** ہے ۔ اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بیقراری ہوتی ہے اسیطرح پر دعا کے لئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے ۔ اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جبتک نہ ہو بات نہیں بنتی پس چاہیئے کہ رات کو اٹھکر نہایت تضرع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے اسوقت وہ دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے ۔

یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اوّل اور ضروری دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے ساری دعاؤں کا اصل اور جزیہی دعا ہے کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالےٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے تو پھر دوسری دعائیں جو اسکی حاجات ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس کو مانگنی نہیں پڑتی ہیں وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں بڑی مشقت اور محنت طلب یہی دعا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے اور خدا تعالےٰ کی نظر میں **متقی** اور **راستباز** ٹھہرایا جاوے ۔ یعنے اول اول جو حجاب انسان کے دل پر ہوتے ہیں ۔ ان کا دور ہونا ضروری ہے جب وہ دور ہو گئے تو دوسرے حجابوں کے دور کرنیکے واسطے اسقدر محنت اور مشقت کرنی نہیں پڑیگی ۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا فضل اُس کے شامل حال ہو کر ہزاروں خرابیاں خود بخود دور ہونے لگتی ہیں ۔ اور جب اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ خود بخود اس کا متکفل اور متولی ہوتا ہے ۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگے اللہ تعالےٰ خود اس کو پورا کر دیتا ہے یہ ایک باریک ستر ہے جو اسوقت کھلتا ہے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے ۔ اس سے پہلے اسکا اسکی سمجھ میں آنا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن یہ ایک عظیم الشان مجاہدہ کا کام ہے کیونکہ دعا بھی ایک مجاہدہ کو چاہتی ہے ۔ جو شخص دعا سے لاپرواہی کرتا ہے اور اس سے دُور رہتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ بھی اسکی پرواہ نہیں کرتا اور اس سے دُور ہو جاتا ہے ۔ جلدی اور شتابکاری یہاں کام نہیں دیتی خدا تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے جو چاہے عطا کرے ۔ اور جب چاہے عنایت فرماوے ۔ سائل کا کام نہیں ہے کہ وہ فی الفور عطا کئے جانے پر شکایت کرے اور بدظنی کرے بلکہ استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جاوے دنیا میں بھی دیکھو کہ جو فقیر اڑکر مانگتے ہیں اور خواہ اسکو کتنی ہی جھڑکیاں دو اور جتنا چاہو گھرکو مگر وہ مانگتے چلے جاتے ہیں اور اپنے مقام سے نہیں ہٹتے یہاں تک کہ کچھ نہ کچھ لے ... آخر وہ لے ہی مرتے ہیں ... آخر ان کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اور ... پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ اسیطرح پر انسان جب اللہ تعالےٰ کے حضور گڑگڑاتا ہے ۔ اور بار بار مانگتا ہے تو اللہ تعالےٰ تو رحیم کریم ہے وہ کیونکر نہ دے ؟ دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے مگر مانگنے والا بھی ہو ۔ انسان اپنی شتاب کاری اور جلد بازی کی وجہ سے محروم ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ پس تم اس سے مدد مانگو اور پھر مانگو اور پھر مانگو جو مانگتے ہیں ۔ انکو دیا جاتا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ دعا ہو نری بک بک نہ ہو ۔ اور زبان کی لاف زنی اور چرب زبانی ہی نہ ہو ۔ ایسے لوگ جنہوں نے دعا کے لئے استقامت اور استقلال سے کام نہیں لیا اور اداب دعا کو ملحوظ نہیں رکھا جب انکو ہاتھ کچھ نہ آیا تو آخر وہ دعا اور اس کے اثر سے منکر ہو گئے اور پھر رفتہ رفتہ خدا تعالےٰ سے بھی منکر ہو بیٹھے کہ اگر خدا ہوتا تو ہماری دعا کو کیوں نہ سنتا ۔ ان احمقوں کو اتنا معلوم نہیں کہ **خدا تو ہے** مگر تمہاری دعائیں بھی دعائیں ہوں پنجابی زبان میں ایک ضرب المثل ہے جو دعا کے مضمون کو خوب ادا کرتی ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

یعنی جو مانگنا چاہتا ہے اُسکو ضروری ہے کہ ایک موت اپنے اوپر وارد کرے اور مانگنے کا حق اُسی کا ہے جو اول اس موت کو حاصل کرلے ۔ حقیقت میں اسی **موت کے نیچے دعا کی حقیقت** ہے ۔

اصل بات یہ ہے کہ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اسوقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجے کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے اسوقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں ۔ پہلے سامان آسمان پر ہو ستے ہیں اس کے بعد وہ زمین پر اُترا کرتے ہیں ۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے ۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ

جسکو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہوئے سے چاہیئے کہ دعا کرے ۔

اخبار احمدیہ

دوشنبہ گذشتہ کو با خویم مکرم مصطفےٰ خانصاحب بی ۔ اے اور مکرمی سید ... صاحب اور اس سے اگلے روز یعنی منگل کو حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ بمبئی تشریف لیگئے جہاں وہ کچھ مدت تک قیام فرماکر تبلیغ کرینگے ۔ پیشتر ازیں وہاں قادیان سے بعض لوگ گئے ہوئے ہیں ۔ جنہوں نے اپنے فاسد عقائد کو پھیلاکر سلسلہ عالیہ کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں ۔ ان غلط فہمیوں کے ازالہ کے ساتھ عام اسلام پر بھی لیکچر وغیرہ ہونگے اور ممکن ہے محمودیوں سے کوئی مناظرہ وغیرہ بھی ہو ۔ وہاں سے فارغ ہو چکنے کے بعد ان ہرسہ اصحاب کا ارادہ مدراس سیلون اور دور مختلف علاقہ جات میں بھی جاکر تبلیغ کرنے کا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب فرمائے اور انکے پاک مقاصد کو بار آور کرے آمین ۔ اس سفر کے ضروری ...

جائیں۔ تا حال روانگی جہاز کی صورت نہیں ہو سکی۔ اور جہاز راں کمپنیوں نے حاجیوں کیلئے فی الحال ایک جہاز بھی مہیا کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کی ہے۔ اس لئے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جو شخص حج کو جانے کیلئے بمبئی پہنچیگا۔ اُسے بہت زیادہ عرصہ تک وہاں ٹھہرنا پڑیگا۔ اور وہ بھی اس غیر مستقین حالت میں کہ ممکن ہے۔ کہ کوئی جہاز اُنہیں مل بھی سکے یا نہ ہی ملے۔ اور اگر بالفرض محال کوئی جہاز اُنہیں مل بھی گیا۔ تو اس کا کرایہ بہت زیادہ ہوگا۔ اور اسکی روانگی سے قبل تردد اور انتظار میں مسافروں کو خود بمبئی کثیر اخراجات جو برداشت کرنے پڑینگے۔ وہ علیحدہ ہیں اور اگر جیسا کہ ابھی تک خیال ہے۔ کوئی بھی جہاز نہ گیا۔ تو پھر تو ان غریب مسافروں کو اسقدر کثیر اخراجات پر بھی نہایت ہی دل شکستہ ہو کر واپس گھروں کو لوٹنا ہوگا۔ اور اس کا جو کچھ اثر ان کی طبیعت پر ہوگا۔ جس سخت تکلیف کو وہ محسوس کرینگے۔ وہ انہی کا دل جانتا ہوگا۔ ان ناگزیر حالات میں جو بوجہ جنگ کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں۔ بمبئی حج کمیٹی تمام عازمانِ حجاز کو بڑے زور سے یہ نصیحت کرتی ہے اور وہ بھی انہی کے اپنے فائدہ کے لئے کہ سرے سے بمبئی کا عزم ہی نہ کریں۔ اور امسال اپنا ارادہ حج ملتوی کر دیں۔ تمام مقامی حج کمیٹیوں اور دیگر انجمنوں سے درخواست ہے کہ وہ اس بارہ میں مناسب تدابیر اختیار کریں اور اس اعلان کو عازمانِ حجاز میں کثرت سے شائع کریں بلکہ ان انجمنوں کے تمام ممبر اپنے ذاتی رسوخ سے بھی کام لیکر اور حتے الوسع جس ذریعہ سے بھی ہو سکے وہ اُنہیں گھر سے اس ارادہ پر روانہ ہونے سے ہی روک دیں۔“

”کوئی نبی کیوں نہ آئے“ اس قوم کی حالت کسقدر درد انگیز ہے جو دوسروں کو بیمار دیکھتی ہے۔ لیکن اپنی اس مرض کو تندرستی اور شفا کا موجب جانتی ہے جسکا انجام سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔ دُنیا میں شر پھیلے۔ عقل بالاتفاق دنیا سے غارت ہو جائے ہدایت کا نام و نشان تک عملاً لوگوں میں پایا نہ جائے۔ تو یہ سب کچھ ایک خطرناک مرض کا حکم رکھتے ہیں جسکے انسداد کیلئے ہم سے سوال ہوتا ہے کہ ”کوئی نبی کیوں نہ آئے“؟ گویا اُنکے خیال میں ان سب باتوں کا انسداد اگر ہو سکتا ہے تو نبی کے ہاتھ سے ہو سکتا ہے۔ اور جبتک کوئی نبی نہ آئے یہ باتیں رفع ہو سکتی ہی نہیں۔ کاش اسکے ساتھ یہ بھی ثابت کر دیا جاتا کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں کیا ”خدا کی مخلوق ہدایت پا چکی تھی تمام ابناء آدم کے قلوب نیکی، خدا پرستی اور تقوے اللہ سے معمور ہو چکے تھے“ اگر یہ بات نہیں اور جیسا کہ تم اس موجودہ زمانہ کی نسبت بیان کرتے ہو اس گذشتہ تیرہ سو سال میں بھی تمام دُنیا تو بجائے خود رہی وہ قوم بھی جو اپنے تئیں فخر اولین و آخرین نبی کے دامن سے وابستہ سمجھتی رہی پاک اور صاف نہیں رہی اور انکا اکثر و بیشتر حصہ ان خرابیوں میں پابگل رہا ہے۔ جن سے دُنیا کو نکالنے کے لئے ان کو مامور کیا گیا تھا۔ اگر شیعہ سُنیوں کی باہمی فتنہ پردازیوں نے ایک وقت بغداد جیسی اسلامی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہلاکو خان کے تباہ کن ہاتھ نے وہ نقشہ پیدا کر دیا۔ جو ان نوشتہ نبوت کے نزدیک **ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا** کی شرط کو پورا کر کے کسی نبی کی بعثت کو ضروری ٹھیراتا ہے۔ اگر ہندوستان میں آج سے پہلے بھی وہ وقت کبھی آ چکا ہے جب اباحت و گمراہی کا یہاں تک زور تھا۔ کہ دین کیطرف سے لوگوں کی آنکھیں قطعاً بند ہو چکی تھیں اور سیاست کے زور سے خدا پرستوں نے بانے اور درباروں میں حضرت مجدد الف ثانی جیسے انسان کو ذلیل کرانے سے بھی اور تو اور خود مسلمان بادشاہ بھی چوکتے نہ تھے تو بتاؤ ایسی حالت میں اسقدر ضلالت و گمراہی کے ہوتے ہوئے بھی تمہارے ہی وضع کردہ اصول کیمطابق اسوقت ”کوئی نبی کیوں نہ آئے“۔ ہم تو حیران ہیں ان لوگوں نے نبوت کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ خاتم النبیین صلعم تو ان سب گمراہیوں اور خرابیوں کے ازالہ کیلئے کسی نبی کی ضرورت نہ سمجھیں۔ کیونکہ نبی کی ضرورت اسوقت ہوتی ہے جب ان خرابیوں کے رونما ہونیکے ساتھ اللہ تعالےٰ کیطرف سے آئی ہوئی ہدایت مفقود ہو جائے۔ اور کسی نئی ہدایت کی ضرورت ہو لیکن یہاں قرآن کریم موجود ہے نہ اسمیں آج تک کوئی کمی بیشی ہوئی نہ کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے۔ ہاں اس کام کیلئے اس ضلالت و گمراہی کو

تحقیق الادیان

التوحید والتثلیث

(۴)

(از خامہ مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی ادام اللہ فیوضہم)

تثلیث کا معمہ آپ فرماتے ہیں کہ ”ہم باعتبار ذات کے خداتعالےٰ کو واحد کہتے ہیں اور باعتبار اقانیم کے تین مانتے ہیں۔“ اب حل طلب یہ امر ہے کہ ان تین میں ہر اقنوم کو کامل اور جمیع صفات کاملہ (جو تحقیق الوہیت کے لئے لازمی ہیں) سے متصف مانتے ہیں اور ان تین شخصیتوں کے مجموعے میں ہر واحد اقنوم کی نسبت کسی قسم کی زیادتی نہیں مانتے۔ اور تشریح التثلیث کی تشریح سے متفق ہیں۔ یا نہیں۔ کہ باپ کامل، بیٹا کامل، روح القدس کامل، پھر بھی تین کامل نہیں۔ بلکہ ایک ہی کامل ہے۔ باوجود اسکے کہ تین میں کا ہر ایک کامل ہے۔ پھر بھی تین کامل نہیں بلکہ ایک ہی کامل۔ براے مہربانی ان اشکال کو میزان منطق کے کانٹے پر اور فلسفہ اعداد سے حل کر کے دکھائیے۔

کتاب مقدس اور کثرت فی الوحدت میرے اصرار سے تنگ آ کر آپ نے ایک نگاہ غلط انداز کتاب مقدس پر بھی دوڑائی ہے۔ اور الفاظ الوہیم کتاب بیٹا روح القدس کے قائم الزاویہ مثلث کی طرف ایک دلربایانہ خاموش اشارہ کیا ہے۔ ہم اس دزدیدہ نگہی کی قدر کرتے ہیں اور اُن سے کسی قدر اور بے حجابی کی آرزو کرتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کتاب مقدس کے کسی صحیفے میں سے لفظ الوہیم کے معنے میں جہاں اس کا اطلاق معبود حقیقی پر ہوا ہو لازمًا تعدد آلہات کے مفہوم کو ثابت کر دکھائیں اور میں لفظ الوہیم بصیغہ جمع آنے پر بھی واحد حقیقی کے معنوں میں عبری لغت اور محاورہ تورات سے ثابت کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور دم نقد میر صاحب کی عبرانی لغت کو پیش کرتا ہوں جس میں لفظ الوہیم کے بصیغہ جمع آنے پر بھی پانچ معنی لکھے ہیں (۱) آلہہ (۲) حکام۔ (۳) ملائک۔ (۴) ایک اِلٰہ۔ (۵) اللہ پس حضرت مسیحی کا لفظ الوہیم کی میم کے چکر میں پڑ کر تعدد آلہات کا قائل ہو جانا ترجیح بلا مرجح ہے۔ اب رہا۔ آپ کا باپ، بیٹا، روح القدس، سو عہد عتیق میں خداوند عالم کے اسقدر ابناء ہیں۔ کہ میں کتاب کی کسی آئت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ریت کے ذروں کو گننا آسان ہے پر ابناء اللہ کو اعداد میں لانا مشکل سو جبتک آپ اُن سب ابناء اللہ سے بڑھکر جناب مسیح کے حق میں ابن اللہ ہونے کی خصوصی ڈگری نہ لے دیں میں باقی ابناء اللہ کے خداوند عالم کے جائز وارث ہونے سے انکار نہیں کر سکتا یہ گتھی اس وقت تک نہیں سلجھ سکتی جب تک آپ کتاب مقدس کی کسی آئت کی طرف سیماء گویا سے اشارہ کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں (ہمت کیجئے آپ جھیپتے کیوں ہیں؟)

قرآن کریم کی سطر سے کل منطقی الجھنوں کا خاتمہ مسیحی نوجوان کی منطقی الجھنوں کے تار و پود کو یکسر اُلٹ دینے کے لئے قرآن کریم کا ایک اشارہ لطیفہ فرمایا۔ **قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد** ان متردوں کے جواب میں کہدو (هو الله احد) اللہ ایک ہے ہاں ایسا ایک (احد) کہ اسکے سلسلے یا جنس کا کوئی دوسرا نہیں۔ وہ جمیع صفات کاملہ کے ساتھ یکتا ہے۔ تم کہتے ہو۔ کہ واحد کے لئے ثانی ضرور ہوتا ہے۔ تو سُن لو۔ اللہ تعالےٰ احد ہے اور احد اعداد میں سے نہیں لہٰذا اس پر کوئی ثانی بھی نہیں۔ اور جب اسکے لئے ثانی نہیں تو وہ کسی کثرت موہومہ (جب اس کا ثانی نہیں تو اسکے مقابلے میں کثرت کہاں ہو گی) کے مقابلے میں ناقص بھی نہیں پس وہ ایسا کامل ہستی ہے۔ جس پر کوئی کامل نہیں۔ اس آئت میں نفی انواع الکثرت کی بالدلائل تردید موجود ہے۔ (اللہ) جمیع صفات الوہیۃ کا مستجمع (الصمد) اور جمیع صفات سلبیہ کا مجمع ہے۔ ایسی ذات کی نسبت یہ ہوتا ہے۔ جب اس ذات کو قدرت اور اختیار حاصل ہے تو اس کے لئے کوئی کمال کا درجہ محال نہیں۔ اس آیت میں نفی النقص والمخلو بینہ کی بالدلائل تردید موجود ہے (**ولم یلد**) وہ تجزیہ ترکیب اور تعدد سے پاک ہے۔ اور نہ وہ مخلوق کی علت مادی ہے۔ لھذا اس میں اقانیم ثلاثہ کا خیال تک باطل۔ ایک ذات میں تین مستقل شخصیتوں اور کثرت حقیقی کا ہونا ترکیب اور تعدد کو چاہتا ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ پاک ہے (**ولم یولد**) نہ کوئی اس کا منبع مخرج علت اور والد ہے اور نہ وہ کسی کل کی جُز کہ اس پر کلی اور جزئی کا اطلاق ہو۔ جسکے لئے باپ ہو۔ جس کی علت ہو۔ جس کا منبع اور مخرج ہو وہ خدا ازلی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسکے منبع، مخرج، علت اور والد کو اس پر تقدم زمانی حاصل ہوگا۔ لھذا خدا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اس میں الوہیت مسیح کی بالدلائل تردید موجود ہے۔ (**ولم یکن له کفوا احد**) جمیع صفات کاملہ میں نہ کوئی اس کی مثل عدیل۔ نہ کوئی اس کا رشتہ دار۔ نہ اسکے اضداد اور انداد کہ خرقۂ الوہیت مسیحی انداد ہمارگاہ کی بافت سمجھا جائے۔

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

ہمارا اسلامی مشن ایک پادری کی نگاہ میں

مشہور مسیحی رسالہ مُسلم ورلڈ رقمطراز ہے ”تبلیغ اسلام نے انگلستان میں گذشتہ چار پانچسال میں خاصی تیزی دکھائی ہے۔ مگر جنگ کے آغاز کے بعد یہ حرکت اور بھی تیز ہو گئی ہے اس دلکش طریق سے متاثر ہو کر جس میں چالاک تعلیمیافتہ ہندوستانی اسے پیش کرتے ہیں بہت سی ذہین انگریزی خواتین نے نبیٔ اسلام محمد (صلعم) کی تعلیم کے جان نثار پیرو ہونے کا اعلان کیا ہے“ اس تمہیدی اعتراف کے بعد مضمون نویس نے کچھ تو اپنی بوسیدہ اعتراض کو دوہرایا ہے۔ کہ یہ ہندوستانی مبلغین جو بڑے جوش سے لنڈن اور اس کے گرد و نواح میں کام کر رہے ہیں مسلمانوں کے فرقۂ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں جسکو راقم مضمون ملحد اور فرضی اسلام پیش کرنیوالا قرار دیتا ہے یا کسی ہندوستانی سلسلۂ صوفیا کے ممبر ہیں۔ اور کچھ ان غلطی خوردہ انگریز خواتین پر لے دے کی ہے۔ جنہوں نے اسلامی ملکوں کی حالت سے ناواقفیت کیوجہ سے اس بیان کو قبول کر لیا ہے کہ اسلام عورت کی عزت بلند کرتا ہے اور اپنے پیروؤں کو عورت کی عزت کرنے کی تعلیم دیتا ہے“

ہاں یہ تعجب ہے کہ غلطی لگتی ہے۔ تو صاحب تحریر مسلم ورلڈ ”ذہین“ انگریزی خواتین کو لگتی ہے۔ اور وہی اسلام کی شیدا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر مشنریوں کی تمامتر کوششیں اور اُن کا اسلامی ممالک کی حالت کو تاریک سے تاریک رنگ میں پیش کرنا اور ان کی عیب شماری میں اپنی تمامتر طاقت کو لگا دینا انکو اس غلطی سے باہر نہیں نکال سکتا۔ حالانکہ ایسی غلطی تو جاہل یا ”ملحد“ خواتین کو لگنی چاہئے تھی۔ مگر الفضل ما شهدت به الاعداء۔ اسلام کا پہلے اس طبقہ پر اثر کرنا جو عوام الناس سے بالاتر ہے اور فہمیدہ طبقہ ہے جو اعلےٰ خیالات کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اسلام کی طاقت کا ایک ایسا اعتراف ہے۔ جس پر ہزار اعتراض سے بھی اب پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے تو نہ یہ امر نا ممکن ہے کہ ایک معقول آدمی کو خود اس طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے کہ اسلام کی وہ کونسی خوبی ہے جس کی وجہ سے اس کا اثر اعلےٰ طبقہ پر ہی پہلے ہوتا ہے۔

ایک وقت تھا کہ اسلام پر یہ اعتراض تھا۔ اور عیسائی مشنریوں کی تحریروں میں اسے بار بار دہرایا گیا تھا۔ کہ اسلام بیشک پھیلتا جاتا ہے مگر اس کا اثر جاہل لوگوں پر ہی ہوتا ہے۔ اور تعلیمیافتہ اور مہذب قومیں اسے قبول نہیں کر سکتیں۔ لیکن اب جب اس کے بالکل برخلاف یہ معلوم ہوا کہ اسلام نہ صرف تعلیمیافتہ اور مہذب قوموں پر ہی اثر ڈال سکتا ہے بلکہ ان قوموں کے بھی ”ذہین“ طبقہ کو اپنا شیدا اور گرویدہ بنا لیتا ہے۔ تو پادری صاحبان کے موجد دماغ نے اب یہ قابل قدر ایجاد کی ہے کہ یہ فرضی اسلام ہے۔ اور اصلی اسلام نہیں۔ اس سے تو پادری صاحبان کو غرض نہیں کہ جو لوگ اسلام پیش کرتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کو ہی پیش کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اسلام وہی ہو سکتا ہے جو انھوں نے بچپن سے ایک تنگ خیال کے مذہبی دائرہ میں رہکر سمجھ رکھا ہے اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ فرضی اسلام ہے۔

چنانچہ اسی رسالہ مُسلم ورلڈ میں ایک پادری کے مضمون کا حوالہ دیا ہے۔ جو اُس نے چرچ مشنری ریویو میں لکھا ہے جس کا عنوان ہے

تکمیل کرے۔ یہ دعوت تامہ ہے۔ اس میں اور کسی طرح کا الحاق نہیں ہو سکتا۔ الت محمدن الوسیلة۔ جب بعض صحابہؓ نے وسیلہ اور مقام محمود کو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وسیلہ وہ مقام محمود ہے۔ کہ وہاں کوئی کھڑا نہ ہو سکیگا۔ یہ شفاعت کبریٰ کا مقام ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے وسیلہ کے دعا کرتے رہو۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ ہے لا ینالہا الا رجل واحد وانا ارجو ان اکون انا ھو۔ کیا غنائے ذاتی ہے پروردگار کی اور رسول اللہ صلعم کی شان عبدیت و عجز و انکسار کی کہ باوجودیکہ وعدہ مستحکم ہے وہ بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی بادشاہ ارضی کی طرف سے نہیں ہے۔ مگر اس پر بھی انا ارجو ان اکون انا ھو فرماتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس دوسرے الفاظ میں بھی پیشگوئیاں ہیں۔ جو غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

تفسیر الفاظ آیت کی۔ دلوک کہتے ہیں اسکو کہ جب آفتاب مغرب کی طرف جھکتا ہے۔ الیٰ غسق اللیل۔ غسق میں اختلاف ہے۔ لیکن جبکہ غسق تاریکی کو کہتے ہیں تو اس میں عشاء تک کی نماز آ گئی۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جب انسان کو شیاطین الانس اور جن کچھ وساوس ڈالنا چاہیں۔ جیسا کہ یہود نا بود نے آپ کو وسوسوں میں ڈالنا چاہا تھا۔ تو حکم آیا کہ اقم الصلوٰة لدلوک الشمس الیٰ غسق اللیل تو پھر رسول مقبولؐ نے اس وسوسہ یہود سے رجوع فرمایا۔ اس لئے مومن کو بھی ایسا ہی عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ احمد بصیغہ افضل التفضیل ہیں تو آپ کی غلامی سے آپ کی امت حمّادون ہوئی۔ اسی لئے آپ کے پاس قیامت کے روز واسطے نشان سید المرسلین ہونے کے ایک نیزہ ہوگا۔ جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔ کیونکہ وہاں آپ اس قدر حمد الٰہی کریں گے۔ کہ کوئی نبی نہ کر سکیگا۔ اسلئے اس وقت سب انبیاء شفاعت سے عذر کرینگے۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کہ سل تعطی اشفع تشفع اسی لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ فانا حامل لواء الحمد آدم فمن دونہ تحت لوائی وامتہ الحمّادون یحمدون اللہ فی السرّاء والضرّاء یحمدون اللہ فی کل منزلة منزلة۔ اس لئے فرمایا کہ اونچی جگہ پر جب چڑھے تو کہے اللہ اکبر اور جب اترے تو کہے الحمد للہ۔ پس آپ کی امت کا یہی مرتبہ ایسا ہے۔ کہ انبیاء نے بھی آپ کی امت میں داخل ہونے کی التجا کی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

از کمال خوبی و حسن اتم
جملہ خوباں را کند زیر قدم

اور مولانا روم رح فرماتے ہیں ؎

عو طہ دہ موسیٰ خود را در بحار
در میان امت احمد برآر

پس ایسی فضائل جزئی حضرت کی امت کو بھی حاصل ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بعض فضائل حاصل ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ حقیقی طور پر عین مصطفےٰ ہو گئے۔ ورنہ اس کے کیا معنے ہونگے ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر زلال محمدؐ است

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

علمہا از بحر علمش قطرۂ
آں چہ خورشید است وایںہا ذرّۂ
گر کسے در علم صد لقماں بود
پیش علم کاملش ناداں بود

اسی واسطے حضرت سید عبدالقادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

اب سمجھ لو کہ جس طرح یہ آفتاب جسمانی صرف ایک ہی ہے دوسرا کوئی شمس دنیا میں موجود نہیں اسی طرح یہ آفتاب روحانی بھی ایک ہی ہے دوسرا کوئی نہیں۔ مگر یہ آفتاب روحانی افق اعلیٰ پر درخشاں و تاباں رہیگا۔ یعنی آپ حیات النبی ہیں۔ پھر آپ کے بعد دوسرے نبی کے کیا معنے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

آں شہ عالم کہ نامش مصطفیٰ
سید عشاق حق شمس الضحیٰ

شمس الضحیٰ حضرت صاحب نے اسواسطے لکھا کہ وہ مثل چاشت کے وقت کے تاباں و درخشاں رہیگا۔ [illegible]

کیا ضرورت ہے سید المرسلین کو جو یہ مقام محمود عنایت ہوا وہ نماز تہجد کا نتیجہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلة لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً اس کا نتیجہ یہ کہ چونکہ آپ کی ازواج امت نے بھی لقب حمّادون کا پایا ہے اس لئے ظلی طور پر اپنی اپنی استعدادوں کے بموجب اس مقام سے ان کو بھی حصہ ملیگا۔ خصوصاً خاتم النبیین سید المرسلین کے ساتھ لازم آوے۔ ان سے سخت اجتناب کرنا فرض اور واجب ہے چونکہ یہ مقام محمود صرف آپ کے واسطے ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو اس سے حصہ وافر مرحمت ہوگا۔ تو ان الفاظ سے جن سے کہ التباس ایسے الفاظ سے قرآن شریف بھی سخت منع کرتا ہے۔ تاکہ آنحضرت صلعم کے واسطے جو فضائل خصوصیتوں کے ساتھ ہیں۔ ان میں اشتباہ واقع نہ ہو جاوے۔ تاکہ شریعت غرّا اور بیضاء ہے جس کی شان لیلہا کنہارہا ہے۔ تحریف واقع نہ ہو۔ چنانچہ حدیث صحیح میں فرمایا۔ کہ ایسے نام بھی مت رکھو جن سے اشتباہ لازم آوے جیسے لا تکنوا بکنیتی۔ الخ۔۔۔ یہ اس وقت منع فرمایا تھا۔ جبکہ اہل اسلام میں آپ کا خاتم النبیین ہونا خوب دلنشین نہیں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قاسم تو میں ہی ہوں۔ تقسیم تو میں ہی کرتا ہوں۔ التباس سے سخت ممانعت اس لئے فرمائی گئی ہے۔ کہ اکثر لوگوں کی طبائع طفلانہ ہوتی ہیں مبادا ایسا نہ ہو کہ جس طرح پر ایک لڑکا یہ جانتا ہے کہ مجھکو دایہ ہی سب کچھ دیتی ہے۔ حالانکہ اصل میں دایہ تو اس کے والدین کی ملازم ہے۔ اور والدین ہی اصل میں پرورش کرنے والے ہیں مگر نادانی سے وہ لڑکا یہ سمجھتا ہے۔ کہ دایہ ہی مجھے سب کچھ دیتی ہے۔ مگر یہ خیال اس کا محض غلط ہے۔ یہاں پر بھی اس لڑکے کا سا خیال ہو رہا ہے ذرا غور تو کرو۔ کہ جو شخص مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق خاص حضرت مرزا صاحب کو قرار دیتے ہیں اور اصلی مصداق اس کا ہرگز رسول کریم کو اعتقاد نہیں کرتے۔ اور اس کو قطعی ایمانیات سے قرار دے رکھا ہے اور تنوین مبشراً اور رسول میں تعظیم کے لئے ہے اور علم وہ ہوتا ہے جو مابین المتکلم والمخاطب معلوم ہو۔ معہود ہو اس ان کے ایمان سے کس قدر التباس لازم آتا ہے۔ اور کیسے کیسے مفاسد اس مسئلہ پر متفرع ہونگے۔ صدق اللہ تعالیٰ۔ بئس ما یأمرکم بہ ایمانکم تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم

یہ ایک ایسا فتنہ برپا ہوا ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں۔ رسول عظیم الشان مرزا صاحب ہی ہوئے اور تمام انبیاؤں سے زیادہ حمد کرنے والے بھی مرزا صاحب ہی ہوئے۔ اور مرزا صاحب ہی نبی حقیقی ہوئے۔ اور جو بیعت میں داخل نہیں۔ وہ سب کے سب کافر خارج از اسلام ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کانما من کان ذا بین کان ومنی کان۔ اب فرماؤ کہ دین اسلام میں کیا باقی رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیرہ سو برس کا تو یہ مقدمہ ہے عیسائیوں پر اتمام حجت کیا جا رہا ہے۔ اور مصدق لما بین یدیہ من التوراة بھی موجود ہے۔ جس میں اشارہ ہے۔ کہ سفر ملاکی باب ۱۸ کی پیشگوئی عظیم الشان کی بھی میں تصدیق کرتا ہوں۔ اور خود حضرت صاحب قصیدہ الہامیہ میں فرماتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اور یہ الہام بھی ہے۔ فتبارک من علم وتعلم

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

اور اسپر یہ غلو کہ تمام دنیا کے علماء کو مدعو کیا جاتا ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سچ کہا ہے ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنة او یصیبہم عذاب الیم۔

التباس سے پرہیز کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضاً۔

ادھر ہم نے نص قرآنی پیش کی۔ حدیث منصوص پیش کی۔ وہ دوسری طرف کو کھسک گئے۔ نص قرآن مجید کی تاویل فاسد کی آڑ میں۔ ایک اٹھا اس کی آڑ میں۔ دوسرا بھی اٹھ بیٹھا کبھی ریل کی باتیں کرنے لگا۔ اور کبھی انجن ریلوں سے۔ اور کبھی بیرسٹروں سے نصوص قرآنی اور احادیث رسول مقبولؐ کی کچھ پروا نہیں۔ لا یجاوز حناجرہم۔ خیر۔ اس وقت کو یہ لوگ حیلے اور بہانے اور آڑ ڈھونڈ ڈھونڈ کر چھپ جاتے ہیں مگر یہ بھی یاد رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسکے آگے فرماتا ہے۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنة او یصیبہم عذاب الیم

ایسے حیلے بہانے مندرجہ ذیل ہرگز ہرگز کام نہ آوینگے۔ کہ یہاں غلام احمد کسی زبان میں حضرت کا نام نہیں ہو سکتا اگر عربی نام ہووے تو غلام احمد ہونا چاہیئے۔ اور اگر فارسی اردو ہوتا تو غلام احمد ہوتا۔ اور اگر پنجابی ہو تو احمد دا غلام ہوتا مگر ان تینوں زبانوں کا یہ نام نہیں ہو سکتا۔ پس نام احمد ہی رہا پس اس لئے یہ پیشگوئی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد صرف مرزا صاحب ہی کے لئے ہوئی۔ واہ واہ کیا عمدہ دلیل ہے۔ جس سے مباحثہ کرنے کے لئے تمام دنیا کے علماء مدعو کئے جاتے ہیں۔ شرم۔ شرم! شرم! اس نوجوان پر تو مجھکو کوئی تعجب نہیں آتا۔ کہ نازو نعمت کا پرورش یافتہ کوئی علم اس نے نہیں پڑھا۔ تیار معاملہ پر مسند خلافت پر بیٹھ گئے۔ مگر ان لوگوں پر بڑا افسوس آتا ہے کہ کوئی ہائیکورٹ کا وکیل ہے اور کسی کو علم دینیات سے کچھ بہرہ بھی حاصل ہے وہ اب تک بیعت میں چلے جاتے ہیں۔ میرا اصل حال تو وہ ہے جو ایک قصیدہ میں لکھ چکا ہوں ؎

حسن لبنے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم
لیکن الحمد کہ از حال خبردار شدم
توبہ کردم کہ چرا بانی ایں کار شدم

مراسلات

قادیانیوں سے ایک سوال

حضرت مسیح موعودؑ سراج منیر کے صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں بیہودہ اعتراضوں کو چھوڑ دو۔ ناحق کی نکتہ چینیوں سے پرہیز کرو۔ اور فاسقانہ خیالات سے اپنے تئیں بچاؤ۔ جھوٹے الزام مجھپر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ چار قسم کے لوگ کون ہیں جو جھوٹے الزام لگانے والے۔ فاسقانہ خیال رکھنے والے۔ ناحق نکتہ چینی کرنے والے۔ بیہودہ اعتراض کرنے والے ذرا سوچکر جواب دو۔ کیا تم نے یہ سب جھوٹے الزام حضرت صاحب پر نہیں لگائے۔ اگر ایمان دلوں سے اٹھ نہیں گیا۔ تو ایسے معتقد لوگوں کو توبہ کرنی چاہیئے۔ غور تو کرو کہ جو کام دشمن کرتے تھے۔ وہ تم خود ملے ہوئے کر رہے ہو۔ جیسے قادیان والے کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب حقیقی نبی ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب تو فرماویں کہ جھوٹے الزام مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ استغفر اللہ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

پھر منیر کے صفحہ پر فرماتے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل اور معتقد ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔۔۔۔۔۔ پھر صفحہ پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے اور نہ کوئی قدیم نبی آ سکتا ہے (صفحہ سراج منیر) [illegible]

نازل کرے۔ یہ دعوت نامہ ہے۔ اس میں اور کسی طرح کا الحاق نہیں ہوسکتا۔ ات محمدن الوسیلۃ۔ جب بعض صحابہؓ نے وسیلہ اور مقام محمود کو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وسیلہ وہ مقام محمود ہے۔ کہ وہاں کوئی کھڑا نہ ہوسکیگا۔ یہ شفاعت کبریٰ کا مقام ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے واسطے دعا کرتے رہو۔ وہ ایک اعلےٰ درجہ ہے لا ینالہا الا رجل واحد وانا ارجو ان اکون انا ھو۔ کیا غنائے ذاتی ہے پروردگار کی اور رسول اللہ صلعم کی شان عبدیت وعجز وانکسار کی کہ باوجودیکہ وہ مدہ مستحکم ہے وہ بھی جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی کسی بادشاہ ارضی کی طرف سے نہیں ہے۔ مگر اس پر بھی انا ارجو ان اکون انا ھو فرماتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا لقیاس دوسرے الفاظ میں بھی پیشگوئیاں ہیں۔ جو غور کرنے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

تفسیر الفاظ آیت کی۔ دلوک کہتے ہیں اسکو کہ جب آفتاب مغرب کی طرف جھکتا ہے۔ الیٰ غسق اللیل۔ غسق میں اختلاف ہے۔ لیکن جبکہ غسق تاریکی کو کہتے ہیں تو اس میں عشاء تک کی نماز آگئی۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جب انسان کو شیاطین الانس اور جن کچھ وساوس ڈالنا چاہیں۔ جیسا کہ یہود نامسعود نے آپ کو وسوسوں میں ڈالنا چاہا تھا۔ تو حکم آیا کہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق اللیل تو پھر رسول مقبولؐ نے اس وسوسہ یہود سے رجوع فرمایا۔ اس لئے مومن کو بھی ایسا ہی عمل کرنا چاہیئے۔ چونکہ آپ احمد بصیغہ افضل التفضیل ہیں تو آپ کی غلامی سے آپ کی امت حمّادون ہوئی۔ اسی لئے آپ کے پاس قیامت کے روز واسطے نشان سید المرسلین ہونے کے ایک نیزہ ہوگا۔ جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔ کیونکہ وہاں آپ اس قدر حمد الٰہی کریں گے۔ کہ کوئی نبی نہ کرسکیگا۔ اسلئے اس وقت سب انبیاء شفاعت سے [illegible] کرینگے۔ اور اس وقت اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ کہ سل تعطیٰ واشفع تشفع اسی لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ فانا حامل لواء الحمد آدم فمن دونہ تحت لوائی وامتہ الحمادون یحمدون اللہ فی السراء والضراء یحمدون اللہ فی کل منزلۃ منزلۃ۔ اس لئے فرمایا کہ اونچی جگہ پر جب چڑھے تو کہے اللہ اکبر اور جب اترے تو کہے الحمد للہ۔ پس آپ کی امت کا یہی مرتبہ ایسا ہے۔ کہ انبیاء نے بھی آپ کی امت میں داخل ہونے کی التجا کی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

از کمال خوبی و حسن اتم
جملہ خوباں را کند زیر قدم

اور مولانا روم رح فرماتے ہیں ؎

غوطہ دہ موسیٰ خود را در بحار
وانہ میان امت احمد برآر

پس ایسی فضائل جزئی حضرت کی امت کو بھی حاصل ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بعض فضائل حاصل ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ حقیقی طور پر عین مصطفےٰ ہوگئے۔ ورنہ اس کے کیا معنے ہونگے ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

علمہا از بحر علمش قطرۂ
آں چہ خورشید است وا اینہا ذرۂ
گر کسے در علم صد لقماں بود
پیش علم کاملش ناداں بود

اسی واسطے حضرت سید عبدالقادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

اب سمجھ لو کہ جس طرح پر آفتاب جسمانی صرف ایک ہی ہے دوسرا کوئی شمس دنیا میں موجود نہیں اسی طرح پر آفتاب روحانی بھی ایک ہی ہے دوسرا کوئی نہیں۔ مگر یہ آفتاب روحانی افق اعلیٰ پر درخشاں وتاباں رہیگا۔ یعنی آپ حیات النبی ہیں۔ پھر آپ کے بعد دوسرے نبی کے کیا معنے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

آں شہ عالم کہ نامش مصطفیٰ
سید عشاق حق شمس الضحیٰ

شمس الضحیٰ حضرت صاحب نے اسواسطے لکھا کہ وہ منزل چاشت کہا ضرور رسنہ ہے سیدالمرسلین کو جو یہ مقام محمود عنایت ہوا وہ نماز تہجد کا نتیجہ

ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً ؎ اس کا نتیجہ یہ کہ چونکہ آپ کی افراد امت نے بھی لقب حمّادون کا پایا ہے اس لئے ظلی طور پر اپنی اپنی استعدادوں کے بموجب اس مقام سے اُن کو بھی حصّہ ملیگا۔ خصوصاً خاتم النبیین سید المرسلین کے ساتھ لازم آوے۔ اُن سے سخت اجتناب کرنا فرض اور واجب ہے چونکہ یہ مقام محمود صرف آپ کے واسطے ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو اس سے حصّہ وافر مرحمت ہوگا۔ تو ان الفاظ سے جن سے کہ التباس آپکے الفاظ سے قرآن شریف بھی سخت منع کرتا ہے۔ تاکہ آنحضرت صلعم کے واسطے جو فضائل خصوصیتوں کے ساتھ ہیں۔ اُن میں اشتباہ واقع نہ ہوجاوے۔ تاکہ شریعت غرّا اور بیضاء ہیں جس کی شان لیلہا کنہارہا ہے۔ تحریف واقع نہ ہو جنانچہ حدیث صحیح میں فرمایا۔ کہ ایسے نام بھی مت رکھو جن سے اشتباہ لازم آوے جیسے لا تکنوا بکنیتی۔ الخ۔ یہ اُس وقت منع فرمایا تھا۔ جبکہ اہل اسلام میں آپ کا خاتم النبیین ہونا خوب دلنشین نہیں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قاسم تو میں ہی ہوں۔ تقسیم تو میں ہی کرتا ہوں۔ التباس سے سخت ممانعت اس لئے فرمائی گئی ہے۔ کہ اکثر لوگوں کی طبائع طفلانہ ہوتی ہیں مبادا ایسا نہ ہو کہ جس طرح ہر ایک لڑکا یہ جانتا ہے کہ مجھکو دایہ ہی سب کچھ دیتی ہے۔ حالانکہ اصل میں دایہ تو اس کے والدین کی ملازم ہے۔ اور والدین ہی اصل میں پرورش کرنے والے ہیں مگر نادانی سے وہ لڑکا یہ سمجھتا ہے۔ کہ دایہ ہی مجھے سب کچھ دیتی ہے۔ مگر یہ خیال اُس کا محض غلط ہے۔ یہاں پر بھی اس لڑکے کا سا خیال ہو رہا ہے ذرا غور تو کرو۔ کہ جو شخص مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ کا مصداق خاص حضرت مرزا صاحب کو قرار دیتے ہیں اور اصلی مصداق اس کا ہرگز رسول کریم کو اعتقاد نہیں کرتے۔ اور اس کو قطعی ایمانیات سے قرار دے رکھا ہے اور تنوین مبشراً اور رسول میں تعظیم کے لئے ہے اور علم وہ ہوتا ہے جو مابین المتکلم والمخاطب معلوم ہو۔ معہود ہو اس اُن کے ایمان سے کس قدر التباس لازم آتا ہے۔ اور کیسے کیسے مفاسد اس مسئلہ پر متفرع ہونگے۔ صدق اللہ تعالےٰ۔ بئس ما یأمرکم بہ ایمانکم تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم

یہ ایک ایسا فتنہ برپا ہوا ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں۔ رسول عظیم الشان مرزا صاحب ہی ہوئے اور تمام انبیاؤں سے زیادہ حمد کرنے والے بھی مرزا صاحب ہی ہوئے۔ اور مرزا صاحب ہی نبی حقیقی ہوئے۔ اور جو بیعت میں داخل نہیں۔ وہ سب کے سب کافر خارج از اسلام ہوئے۔ . . . . کانما من کان واین کان ومتی کان۔ اب فرماؤ کہ دین اسلام میں کیا باقی رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیرہ سو برس کا تو یہ مقدمہ ہے عیسائیوں پر اتمام حجت کیا جارہا ہے۔ اور مصدق لما بین یدیہ من التوراۃ بھی موجود ہے۔ جس میں اشارہ ہے۔ کہ سفر مثنیٰ باب ۱۸ کی پیشگوئی عظیم الشان کی بھی میں تصدیق کررہا ہوں۔ اور خود حضرت صاحب قصیدہ الہامیہ میں فرماتے ہیں ؎ من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب

اور یہ الہام بھی ہے۔ فتبارک من علم وتعلم

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

اور اسپر یہ غلو کہ تمام دنیا کے علماء کو مدعو کیا جاتا ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سچ کہا ہے ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم۔

التباس سے پرہیز کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضاً۔ اور ہم نے نص قرآنی پیش کیا۔ حدیث متعدد پیش کی وہ دوسری طرف کو کھسک گئے۔ نص قرآن مجید کی تاویل فاسد کی آڑ میں۔ ایک اٹھا اُس کی آڑ میں۔ دوسرا بھی اٹھ بیٹھا کبھی ریل کی باتیں کرنے لگا۔ اور کبھی انجن ریلوں سے۔ اور کبھی پیر ملٹل سے نصوص قرآنی اور احادیث رسول مقبولؐ کی کچھ پروا نہیں۔ لا یجاوز حناجرہم۔ خیر اس وقت کو یہ لوگ حیلے اور بہانے اور آڑ ڈھونڈ ڈھونڈ کر چھپ جاتے ہیں۔ مگر یہ بھی یاد رہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اسکے آگے فرماتا ہے۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم

ایسے حیلے بہانے مندرجہ ذیل ہرگز ہرگز کام نہ آوینگے۔ کہ یہاں غلام احمد کسی زبان میں حضرت کا نام نہیں ہوسکتا اگر عربی نام ہووے تو غلام احمد ہونا چاہیئے۔ اور اگر فارسی اُردو ہوتا تو غلام احمد ہوتا۔ اور اگر پنجابی ہو تو احمد دا غلام ہوتا مگر ان تینوں زبانوں کا یہ نام نہیں ہوسکتا۔ پس نام احمد ہی رہا پس اس لئے یہ پیشگوئی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ صرف مرزا صاحب ہی کے لئے ہوئی۔ واہ واہ کیا عمدہ دلیل ہے۔ جس سے مباحثہ کرنے کے لئے تمام دنیا کے علماء مدعو کئے جاتے ہیں۔ شرم۔ شرم! شرم! اس نوجوان پر تو مجھکو کوئی تعجب نہیں آتا۔ کہ نازو نعمت کا پرورش یافتہ کوئی علم اُس نے نہیں پڑھا۔ نیا ر معاملہ پر مسند خلافت پر بیٹھ گئے۔ مگر اُن لوگوں پر بڑا افسوس آتا ہے کہ کوئی [illegible] کا وکیل ہے اور کسی کو علم دینیات سے کچھ بہرہ بھی حاصل ہے۔ وہ ابتک بیعت میں چلے جاتے ہیں۔ میرا اصل حال وہ ہے جو ایک قصیدہ میں لکھ چکا ہوں ؎

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمیں بود گرفتار شدم
لیکن اکنوں ز احوال خبردار شدم
توبہ کردم کہ چرا بانی ایں کار شدم

مراسلات

قادیانیوں سے ایک سوال

حضرت مسیح موعودؑ سراج منیر کے صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں بیہودہ اعتراضوں کو چھوڑ دو۔ ناحق کی نکتہ چینیوں سے پرہیز کرو۔ اور فاسقانہ خیالات سے اپنے تئیں بچاؤ۔ جھوٹے الزام مجھپر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ چار قسم کے لوگ کون ہیں جو جھوٹے الزام لگانے والے۔ فاسقانہ خیال رکھنے والے۔ ناحق نکتہ چینی کرنے والے۔ بیہودہ اعتراض کرنے والے ذرا سوچکر جواب دو۔ کیا تم نے یہ سب جھوٹے الزام حضرت صاحب پر نہیں لگائے۔ اگر ایمان دلوں سے اٹھ نہیں گیا۔ تو ایسے سعید لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے۔ غور تو کرو کہ جو کام دشمن کرتے تھے۔ وہ تم خود ملے ہوئے کررہے ہو۔ جیسے قادیان والے کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب حقیقی نبی ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب تو فرماویں کہ جھوٹے الزام مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کیا ہے۔ استغفر اللہ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

پھر تیسرے صفحہ پر فرماتے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے . . . . . پھر سے یہ یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے اور نہ کوئی قدیم نبی آسکتا ہے (صفحہ سراج منیر) [illegible]

مومنین ہی کو مخاطب سمجھا - مگر قرآن کریم میں ہر جگہ یہ قاعدہ نہیں بلکہ کئی آیتیں ایسی بھی ہیں جن میں پہلے بالفاظ صریح جو شخص مخاطب ہے تو پیچھے اسکے کوئی اور ہی مخاطب کیا گیا ہے یا پہلے جس کا قول بیان ہوا ہے پیچھے اسکے کسی اور کا ہی بیان ہو گیا ہے اور وہاں سوائے قرائن کے کوئی صریح الفاظ بھی موجود نہیں ہوتا جس سے کسی دوسرے شخص کا مخاطب یا متکلم ہونا سمجھا جاوے۔ مثلاً سورہ یٰسین میں ہے ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون - الآیۃ الی انی اٰمنت بربکم فاسمعون آگے ہے " قیل ادخل الجنۃ " کہ مطلب پہلے ایک رجل رسولوں کی تصدیق کرنے والے کا کلام ہے - اسکے بعد خدا کی طرف سے حکم دئے جانے کا بیان ہے - اس کے بعد پھر اسی رجل مومن کا کلام ہے - قال یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین اس کے بعد وما انزلنا علی قومہ سے خدا کا مقولہ ہے جسکے ساتھ ہی یا حسرۃ علی العباد موجود ہے - اور جیسے یالیت قومی یعلمون اس رجل مومن کا مقولہ ہے اسی طرح یا حسرۃ علی العباد بھی اسی کا قول حکایۃ عن الطیر کے طور پر خدا تعالٰے نے یہاں نقل فرمایا ہے ایسا ہی سورہ یوسف میں آیت یوسف اعرض عن ھذا واستغفری لذنبک کے پہلے جملہ میں یوسف کو خطاب ہے - اور دوسرے میں عزیز مصر کی عورت کو - مگر یہ بات صرف قرینہ سے پائی جاتی ہے۔

ایسا ہی اسی سورہ میں ذالک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب اور وما ابرئ نفسی قابل غور ہیں - دیکھئے ما ابرئ نفسی بظاہر قول یوسف علیہ السلام کا معلوم ہوتا ہے مگر نہیں جب یوسف علیہ السلام آیت انی لم اخنہ بالغیب میں اپنے آپ کو بری الذمہ ٹھہراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے بادشاہ کی کوئی غائبانہ خیانت نہیں کی - یعنی اس کی عورت سے کوئی بد قصد نہیں کیا - اور حضرت یوسفؑ کے اس دعوے کی خود امرأۃ عزیز تصدیق کرتی ہے اور کہتی ہے وانہ لمن الصادقین پس یوسف علیہ السلام کبھی بھی اپنی زبان سے اپنے خلاف یہ اقرار نہیں کر سکتے تھے - وما ابرئ نفسی یعنے میرا نفس امارہ بالسوء ہے - پس یہ مقولہ عزیز کی عورت کا ہے - جو اپنے نفس کے امارہ بالسوء ہونے کو ان لفظوں میں تسلیم کرتی ہے انا راودتہ عن نفسہ - ایسا ہی سورہ آل عمران میں ولیس الذکر کالانثی کا جملہ بظاہر والدہ مریم کا قول معلوم ہوتا ہے - لیکن حقیقتاً یہ والدہ مریم کا قول نہیں یہ اللہ تعالٰے کا مقولہ ہے جو والدہ مریم کی شکایت انی وضعتہا انثی کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ ماں تیرا دانی سے لڑکی کے ہونے پر افسوس کرتی ہے ولیس الذکر کالانثی حال یہ ہے کہ لڑکا اس لڑکی کی مانند نہ ہوتا ...... خلاصہ مطلب یہ کہ جسطرح قرآن کریم کی ان مندرجہ بالا مقامات سے میں نے دکھایا ہے کہ ماقبل پر نظر کرنے سے جو فاعل یا قائل یا مخاطب معلوم ہوتے ہیں وہ نہ تو فاعل نہ قائل نہ مخاطب ہیں بلکہ آیت کے مطالب کے لحاظ سے اسکے فاعل یا قائل یا مخاطب کوئی اور ہوتے ہیں اسی طرح آیت زیر بحث لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون کے مخاطب آیت ماقبل یا ایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ پر نگاہ کرنے سے مومن لوگ معلوم ہوتے ہیں مگر وجوہات ذیل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکے مخاطب مومن اور مسلم نہیں - بلکہ کفار ہیں - اول یہ کہ ولکن لا تشعرون کہنا صاف ہی بتلاتا ہے کہ اسکے مخاطب کفار ہی ہو سکتے ہیں نہ مومن - کیونکہ قرآن مجید میں ... جگہ کافروں کو ہی ایسا کہا گیا ہے تم نہیں جانتے تم نہیں شعور رکھتے تم ... کی باتیں کرتے ہو - مومنوں کی شان میں یہ الفاظ کہیں نہیں آسکتے - دوسرے ... کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کہا ہے کہ تم شہیدوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں مگر تم لوگ انکی زندگی کو نہیں سمجھتے ہو اسلئے صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ جو لوگ مسلمانوں میں شہید ہو جاتے تھے وہ تو سب مسلمانوں کو مرتے ہی نظر آتے تھے اگر وہ اسی وقت غائبانہ بدرگاہ رب العٰلمین زندہ ہو جاتے تھے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ اسپر کہا جاتا - لیکن تم اس بات کو سمجھتے یعنے جانتے نہیں ہو یا تم اس بات کا شعور نہیں رکھتے قرآن مجید میں سینکڑوں غائبانہ باتیں بیان ہوئی ہیں پہلا ہی سبق ہے الذین یؤمنون بالغیب وہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے یعنی وقوع قیامت غائب ہے جنت و دوزخ غائب ہے حالات امم و رسل سالفہ و ملائکہ جبرئیل و میکائیل غائبات ہیں مگر ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی نہیں کہا گیا کہ تم مسلمان اسکو نہیں سمجھتے تو شہیدوں کی زندگی کے متعلق مسلمانوں کو کیوں کہا جاتا ولکن لا تشعرون کہ اسکو سمجھتے نہیں جو کچھ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے اسکو مومنین مانتے اور خوب سمجھتے ہیں اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں ہاں

خطبۂ جمعہ

مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۱۷ء

(از حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقراٰن الفجر ان قراٰن الفجر کان مشہودا ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا - مقام محمود کے معنے چند ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت نبی کریمؐ کی اس میں حمد کیجاویگی دوسرے یہ کہ خود رسول مقبولؐ اللہ تعالٰے کے ایسے محامد الٰہی بجا لاوینگے جو دوسرے انبیاء نہ کر سکیں - تیسرے یہ کہ وہ خود مقام ایسا پسندیدہ ہے جسکو محمود کہا گیا - اس آیت کریمہ میں ایک بڑی بشارت آنحضرت صلعم کے لئے اور آپ کے ذریعہ سے امت محمدیہ کیلئے ہے - احادیث صحاح سے ثابت ہے - تفسیر کبیر اور فتح البیان وغیرہ اور کتب احادیث سب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ ایک بڑی بشارت ہے یہ جو اللہ تعالٰے نے وعدہ فرمایا تھا - کہ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا - نبی کریمؐ سے بعض صحابہؓ نے اس مقام کی نسبت دریافت کیا تھا - آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا - کہ یہ وہ کرامت اور عزت کا مقام ہے جو تمام بنی آدم میں بجز میرے اور کسی کو نصیب نہیں ہوا - جہاں حضرتؐ قیامت کے روز گنہگاروں کے لئے شفاعت کرنے کو کھڑے ہونگے جس روز کہ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسٰیؑ تک کسی کو مجال نہ ہوگی کہ شفاعت کی کرسی پر بیٹھے - صحیح بخاری وغیرہ میں شفاعت کبریٰ کے بیان میں وارد ہے کہ قیامت کے روز جو طرح طرح سے سختی واقع ہوگی - تو لوگ حضرت آدمؑ کے پاس آوینگے کہ وہ شفاعت کریں مگر وہ عذر کرینگے - حتٰے کہ انکے بعد دیگرے سب انبیاء اولوالعزم کے پاس آوینگے - ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور عیسٰے علیہم السلام وغیرہم سب اپنا اپنا عذر کرینگے - کما فی الاحادیث الصحیحہ - اور کہیں گے - کہ محمد صلعم کے پاس جاؤ - اور کنز الاعمال کی اکثر حدیثوں میں جو مختلف طرق سے آئی ہیں ان میں بجائے احمد کا نام لیا گیا ہے کیونکہ ایک وہی ہیں جنکی نسبت فرمایا گیا ہے لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر بجز ان کے اور کسی کے واسطے یہ بات حاصل نہیں - پس میرے پاس آکر مجھ سے درخواست کرینگے تب میں جناب باری میں سربسجود ہوں گا - اور محامد الٰہی بجا لاؤنگا - پس حکم ہوگا - کہ اے محمد صلعم سر اٹھاؤ - سل تعطہ واشفع تشفع وقل یسمع تب میں شفاعت کرونگا - الغرض اس طرح پر تین بار سجدہ میں جاؤں گا اور ہر ایک بار میں اسی قدر ایک جم غفیر امت محمدیہ کا بخشا جاویگا کہ سوائے کفار اور مشرکین کے کوئی باقی نہ رہیگا - جو جہنم میں داخل ہو - سچ کہا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ؎

نہ ماند بعصیاں کسے در گرد
کہ دارد چنیں سید پیشرو

یہ مضمون ماحصل اُن احادیث کا ہے جو صحاح ستہ میں مندرج ہیں آپ جو اذان کے بعد یہ دعا پڑھتے ہیں اللہ اس کے پڑھنے کے لئے بڑی تاکید وارد ہے حدیث صحیح میں اس دعا کے لئے یہاں تک وارد ہے کہ وجبت لہ الجنۃ اور بعض میں حلت لہ شفاعتی بھی ہے وہ یہ ہیں اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اٰت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ جب صحابہؓ نے وسیلہ کے بارہ میں سوال کیا سو اس کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ اور مقام محمود قریب المعنے اور قریب المراد ہیں سئلوا اللہ لی الوسیلۃ - اللہ تعالٰے کا قادر مطلق ہونا اور اس کی غناء ذاتی کس درجہ تک ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ عسٰی افعال مقاربہ میں سے ہے - لیکن یہاں پر وجوب کے واسطے ہے تفسیر میں لکھا ہے - اتفق المفسرون علی ان کلمۃ عسٰی من اللہ واجب قال اھل المعانی لان لفظۃ عسٰی تفید الاطماع ومن اطمع انسانا فی شیء ثم حرمہ کان عارا واللہ تعالٰی اکرم من ان یطمع احدا فی شیء ثم لا یعطیہ ذالک باوجودیکہ یہ وعدہ حتمی ہے لیکن سب مسلمانوں کے واسطے یہ حکم ہے کہ یہ دعا بعد اذان کے پڑھتے رہیں - اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اٰت محمدن الوسیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ

آیت نازل ہوئی تھی - تفاسیر میں لکھا ہے - مدینہ شریف سے حضرت رسول مقبولؐ کے جانے کے لئے طرف شام اور بیت المقدس کی یہود نے طرح طرح کے حیلے بہانے کئے - کیونکہ آپ کے کلمات طیبات کی تاثیرات لوگوں کو گرویدہ کرتی تھیں اور علماء یہود کا بازار سرد ہوتا چلا جاتا تھا - اس لئے چاروناچار علماء یہود نے بہانہ کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ بیت المقدس بڑا مقام مقدس ہے اور تمام انبیاء کی ارواح مقدسہ کا مجمع وہیں ہے آپ وہاں تشریف لیجائیے تو آپ کی دعوت کو بڑا فائدہ ہوگا - وہیں پر نبوت کا مرکز ہے اگر آپ کا دعوٰے صادق ہے تو بطفیل ارواح مقدسہ انبیاء کے آپکو بہت امداد پہونچیگی اور آپکی دعوت پر بہت لوگ ایمان لاوینگے - تب ہم بھی مان لینگے - چونکہ بظاہر ایک بات معقول سی نظر آتی تھی اس لئے رسول کریم صلعم کا بھی ارادہ مصمم وہاں جانیکا ہو گیا کیونکہ آپ انکے ایمان لانے کے بڑے مشتاق تھے - حتٰے کہ آپ سامان سفر بھی تیار کر چکے اس کے جواب میں اللہ تعالٰے نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تجھکو شام اور بیت المقدس جانے کی تحصیل تبرک کے لئے کوئی ضرورت نہیں ہے - ہم تجھ کو یہ نسخہ بتاتے ہیں کہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الخ ہاں علاوہ پنجوقتہ نماز کے چھٹی نماز تہجد کی بھی ہم پر فرض کرتے ہیں ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک - اس کے نتیجہ میں تو تمام انبیاؤں کا سید المرسلین ہوگا - اور تجھکو وہ مرتبہ اور مقام ہماری جناب سے مرحمت ہوگا کہ وہ مرتبہ آدمؑ سے لیکر عیسٰےؑ تک کسیکو نصیب نہیں ہوا - اور تم تو خود تمام انبیاؤں کو فیض پہنچاؤ گے - اور قیامت کو تمام انبیاء تمہارے افاضہ اور شفاعت کے محتاج ہونگے - احادیث صحیح میں بھی ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ کسی کو عنایت نہیں ہوا - ہاں آپ کی طفیل آپ کی امت کو بھی ظلی طور پر ملیگا پچھلی کتابوں میں جہاں احمدؐ یا محمدؐ نام آیا ہے - وہاں یہ بھی آیا ہے کہ امتہ الحمادون یحمدون اللہ فی السراء والضراء ویحمدون اللہ فی کل منزلۃ اور اب تیرہ سو برس ہو گئے کہ ہر وقت یہ امت اللہ تعالٰی کی حمد کرتی ہے - کیونکہ زمین گردی ہے پنجوقتہ نمازوں کی اوقات اس وجہ سے مختلف رہتی ہے - پس یہ محامد الٰہیہ جو اذان سے لیکر اختتام نمازوں تک یہ امت بجا لارہی ہے وہ کسی امت کو نصیب نہیں - ہر وقت حمد کرتے ہو - احادیث میں ہے کہ اذان کے بعد جو یہ دعا پڑھیگا - اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ الخ تو اس کے لئے شفاعت اور جنت واجب ہوگی - پس غلط ہے کسی کا یہ دعوٰے کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ کی دعوت تامہ نہیں ناقص ہے جبتک کہ کسی امتی نبی کی دعوت بھی شامل نہ کیجاوے - جبکہ کسی کو امتی قرار دیا گیا تو اس کے لئے بھی یہی دعوت تامہ ہوئی نہ ناقص - الامتی من امتثل بسنتی تعبیہ مسلمہ ہے - کیونکہ اس دعوت تامہ کے ایک ایک لفظ میں پیشگوئی ہے - اس میں پانچ لفظ آئے ہیں - رب ھذہ الدعوۃ التامۃ - قیامت تک وہ پوری دعوت تامہ ہے - کامل دعوت تامہ ہے اس وقت کہ تیرہ سو برس گذر چکے - وہی اذان بلا تحریف و تبدیل چلی آتی ہے - گو اہل تشیع نے کسی قدر الفاظ اس میں شامل کر دئے ہیں مگر النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں - اگر اہل غلو بھی اُن کی حرص میں آکر اس دعوت تامہ کو ناقص کہیں تو وہ یاد رکھیں کہ النادر کالمعدوم کے حکم میں رہیگی - انشاء اللہ تعالٰے دوسرا لفظ والصلوٰۃ القائمۃ ہے - نماز بھی وہی قائم ہے - دیگر انبیاء کی تعلیم عبادت کی بدل گئی ہے - اس میں پیشگوئی ہے - کہ وہی نماز بھی قائم رہیگی - وہی قیام وہی رکوع وہی سجدے وہی قاعدہ وہی تشہد کہ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ وہی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کسی کی مجال نہیں کہ اس فقرہ میں کسی دوسرے فرضی نبی کو داخل کر سکے تمام افراد مکمل اور غیر مکمل دوسرے اس جملہ میں داخل ہیں جو یہ ہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین - سچ فرمایا حضرت مسیح موعودؑ نے ؎

جاں کنی صدکن بکین مصطفٰے
رہ نہ بینی جز بدین مصطفٰے
تا نہ ورز احمدؐ آید حب رہ گر
کس نے آرد ز تاریکی بدر

بعض لوگ جو جلدی جلدی نماز پڑھ لیتے ہیں اور تعدیل ارکان نہیں کرتے وہ جدا بات ہے - اس سے تحریف نماز میں نہیں ہو سکتی لیکن نماز وہی قائم رہیگی - کیونکہ اللہ تعالٰی نے اسے دین اسلام کے

آدی بھاشیہ بھومکا نے چند سائیفک مسائل کی ویدمنتروں سے تصدیق کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ مگر ان کی یہ بہت کوشش محض ویدوں اور شاستروں کی نافہمی اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی نیت پر مبنی ہے۔ ورنہ حقیقت میں وید اور سائنس کا دستہ بالکل الگ الگ ہے اس امر کے ثبوت کے لئے اول ہم سائنس کے اس مسئلہ کو کہ زمین اور سورج متحرک ہیں یا غیر متحرک۔ ویدوں سے پڑتال کرتے ہیں۔

سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے سملاس آٹھویں کے صفحہ ۲۱۰ میں اس سوال کے جواب میں کہ پرتھوی وغیرہ لوک گھومتے ہیں یا نہیں؟ فرماتے ہیں "گھومتے ہیں" اور آپ نے اس دعوے کے ثبوت میں یجروید ادھیائے ۳ منتر ۶ کا حوالہ دیتے ہیں۔ (ترجمہ) "یہ کرۂ زمین پانی کے سمیت سورج کے چاروں طرف گھومتی جاتی ہے"۔ اس منتر میں لفظ "گو" کو بحوالہ نرکت ادھیائے ۲ کھنڈ ۵ دلیل بنایا گیا ہے کہ "گو" زمین کا نام ہے۔ جو مرکز سے دُور دُور پھرتی ہے یا جس میں جاندار چلتے پھرتے ہیں اسکو "گو" کہتے ہیں۔ دیکھو رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۸۶۔

مگر اس میں سوامی جی نے لوگوں کو سخت دھوکہ دیا ہے درحقیقت سوامی جی کا زمین کو متحرک ثابت کرنے کے لئے منتر محولہ میں لفظ "گو" کو دلیل بنانا بالکل غلط ہے۔ لفظ "گو" محض زمین کے معنے میں نہیں آتا۔ بلکہ کئی معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیوں یہاں اس سے خاص زمین مراد لی گئی ہے؟ اگر کہا جائے کہ موقعہ اور محل سے اس کے یہ بھی معنے نکلتے ہیں۔ تو یہ اس لئے باطل ہے کہ اس کا دیوتا اگنی ہے اور بقول آپ کے "جس منتر میں اگنی کے مضمون کو بیان کیا گیا ہے اس منتر کو اگنی دیوتا والا کہتے ہیں"۔ دیکھو رگ وید بھاشیہ بھومکا مضامین وید پرکاش صفحہ ۴۳ سطر ۸۔

زمین کے لئے وید میں خاص نرالی شبد آیا ہے۔ جیساکہ رگ وید ۱-۴-۱۲-۳۲ میں لکھا ہے۔

"بھو پرچا نتر تی مادی ولش۔ اس کا نگھنٹو نرکت یہ ہے۔ "نرتی نرمنات تسچل تتولے نہ دیو ستھانات یعنی جس میں حرکت نہیں ہوتی۔ یعنی جو ساکن ہو اُسے نرتی کہتے ہیں نگھنٹو نرکت ۲-۶۔

علاوہ ازیں "گو" شبد کے نرکت میں بھی آپ نے من مانے معنے کئے ہیں۔ اس کا اصل نرکت یہ ہے۔ "گو ریتی پرتھوی نام دھیم یہ دور نگتا بھوتی یچیا سیام بھوتا نی گچھنتی گا تر و گو کا رونام کرن

ترجمہ۔ جو دُور تک دفعہ پرانیوں (جانداروں) سے علیحدہ ہوتی ہے۔ جس کا رن سے کہ اس پر پرانی چلتے ہیں۔ اس سے پرتھوی (زمین) کا نام "گو" ہے۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ اس نرکت میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا۔ کہ پرتھوی سورج کے گرد گردش کرتی ہے یا زمین کے حرکت کرنے کے باعث پرتھوی کا نام "گو" ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ سوامی جی نے کیونکر پرتھوی کو وید سے گھومنے والی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا یہ جھوٹی تاویل نہیں؟ بیشک جھوٹی تاویل ہے۔ مگر افسوس! اس کے جھوٹے ہونے پر بھی لوگ سوامی جی کی تقلید سے نہیں نکلتے۔ اور بار بار وید کا فرضی سائنس کو بیان کرنے کے لئے نرالے راگ کو الاپتے ہی جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ اُن کی باطنی آنکھیں کھلیں اور حقیقت کو پہچانیں اور اسپر کاربند ہونے کی کوشش کریں۔ آمین!

خاکسار۔ پی۔ این او پال لاہور

مذاکرۂ علمیہ

شہدا کی زندگی کے متعلق ایک محققانہ بحث

ایک سوال اور اُسکا جواب

گذشتہ ماہ مئی ۱۹۱۷ء میں ہمارے مخدوم و مکرم دوست سید محمود اختر صاحب نے حضرت امیر سے بذریعہ خط یہ سوال کیا تھا۔ کہ

"قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید مرتے نہیں بلکہ زندہ جاوید ہیں۔ اسلئے جو بزرگ شہید ہوتے ہیں اُن کی ارواح جنت میں رہتی ہیں یا اُن کی مزاروں پر اُن کو حاضر سمجھا جاوے اور یہ سمجھا کہ اُنکی مزاروں پر حاضری دی جاتے کہ وہ موجود ہیں اور ہمکو دیکھ رہے ہیں ہماری التجائیں سن رہے ہیں۔"

اس کا جواب مکرمی حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد سے انہی دنوں میں لکھکر بھیجا تھا جس کی ایک نقل اُنہوں نے ازراہ عنایت برائے اشاعت مرحمت فرمائی ہے۔ وھو ھذا:۔

اخویم مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بجواب خط آں مکرم عرض ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شہید مرتے نہیں۔ بلکہ زندہ جاوید ہیں۔ قرآن کریم تو صاف فرماتا ہے کہ کلّ نفس ذائقۃ الموت۔ اگر جناب کا اشارہ قرآن کریم کی ان دو آیتوں کی طرف ہے "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون" "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربھم الخ" تو اس جگہ اس بات کا ذکر کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا۔ کہ عام لوگ یوں تو ہر ایک شخص (مومن ہو یا کافر، فاسق ہو یا فاجر) کی روح کو موت کے بعد باقی رہنا خیال کرتے ہیں۔ مگر شہیدوں کی نسبت جو اُن کا اعتقاد ہے وہ نہایت ہی تعجب انگیز ہے کہتے ہیں کہ شہید مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ کافۂ انبیاء و رسل جو فضیلت میں شہداء سے بدرجہا بہتر و بمراتب اعلےٰ و اشرف ہوتے ہیں۔ ان میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل الرسل اور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اور سید المرسلین ہیں اُن کی نسبت تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "انک میت و انھم میتون" یعنے اے پیغمبر تو بھی مرنیوالا ہے اور تحقیق یہ کافر بھی مرنیوالے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ "وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون کل نفس ذائقۃ الموت الخ" یعنی نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لئے بھی جو تجھ سے پہلے پیدا ہوئے ہیں (انبیاء ہوں یا شہداء) ہمیشہ زندہ رہنے والا۔ پس کیا اگر تو مرگیا تو یہ لوگ باقی رہجا ئینگے۔

پھر حضرت یعقوبؑ کے متعلق قرآن مجید میں یہ ذکر موجود ہے۔ "ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت۔ الخ" یعنی کیا تم حاضر تھے جب سامنے ہوئی یعقوبؑ کو اُس کی موت پھر کل انسانوں کے متعلق خواہ وہ نبی ہوں یا شہید قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ...... ثم انکم بعد ذالک لمیتون۔"

ان آیات سے بلا ریب ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حاضرین و منکرین جملہ رسل، انبیاء مرگئے۔ اُن میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ اسیطرح جملہ رسل، انبیاء اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بھی فوت ہو چکے ہیں ان انبیاء اور شہداء میں سے کسی ایک کو بھی زندہ سمجھنا مخالفت کتاب اللہ ہے جب حضرت خاتم النبیینؐ کے لئے انک میت و انھم میتون صریح وارد ہے تو جب ایسے اولو العزم سیّد النبیین افضل المرسلین اور تمام انبیاء و رسل سے مجتبےٰ اور مصطفےٰ پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میت کہنا ارشاد الٰہی ہے۔ تو شہیدوں کو جو نبیوں کو نہ مرا ہوا کہنا کس قدر اسلام سے دور ڈالنے والی راہ ہے۔ اگر ان ہر دو آیات متذکرہ بالا "لا تقولوا" و "لا تحسبن الذین قتلوا" سے دنیا میں شہداء کو زندہ دائم وخیال کیا جاوے۔ تو اس سے بہت سی آیات کتاب اللہ کا انکار کرنا پڑیگا۔ بلکہ مابین آیات متذکرہ بالا کتاب اللہ المجید تخالف وتناقض بھی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ جب تمام آیات کتاب اللہ سے صریح وصاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کافۂ انبیاء و رسل فوت ہو گئے یہانتک کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین اور افضل المرسلین تھے وہ بھی فوت ہوگئے تو شہید بیچارے کس گنتی میں رہے۔ اگر آیت کلّ نفس ذائقۃ الموت کے ماتحت شہید بھی دوسرے تمام انسانوں کی طرح ذائقہ موت نہ چکھتے اور شہداء کو مرا ہوا خیال کرنا گناہ ہوتا۔ تو اللہ تبارک وتعالےٰ اس آیت اور اس کی مثل دوسری آیات میں شہیدوں یا اُن کی روحوں کو مستثنےٰ عن الحکم کر دیتا اور فرماتا کہ تمام مخلوق مع جملہ انبیاء و رسل تو مرتی ہے۔ مگر شہید نہیں مرتے۔ مگر اُس نے ایسا نہیں فرمایا۔ یہ سب مفتریات ہیں کہ شہید مرتے نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ آیات مذکورۃ الصدر سے قطعی اور یقینی طور پر صاف ثابت ہوتا ہے کہ جملہ شہداء سب کے سب جب بسبب قتل فوت ہو جائیں یعنی مرجائیں تو پھر اُن میں سے کسی کو زندہ کہنا یا زندہ سمجھنا سراسر غلطی ہے۔ جبکہ سید العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے حق میں "انک میت" مذکور و موجود ہے۔ اور تمام رسل، انبیاء جو قبل از حضرت خاتم النبیین صلعم ہوئے۔ قد خلت کے نیچے آچکے تو شہیدوں کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مرتے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اگر کتاب اللہ المجید سے بے خبری کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پس جو لوگ شہیدوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ مرتے نہیں یا بعض لوگ بعض انبیاء مثل حضرت عیسےٰ وحضرت ادریس کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ یا خضر اور الیاسؑ کی نسبت یہ وہم کرتے ہیں کہ وہ زمین پر زندہ اسوقت تک موجود ہیں یہ باطل خیالات اُن لوگوں کے دل میں ہی قائم رہ سکتے ہیں۔ جن کی حالت ایمانی بالکل مردہ ومجذوم ہو چکی ہے۔ کیونکہ من حیث الایمان اور بحیثیت اعتقادات و اعمال وغیرہ کے نہ تو وہ صرف کتاب اللہ قرآن مجید کے پورے اور پکے مومن ہی ہیں۔ اور نہ وہ بالفاظ صریح زبانی طور پر کتاب اللہ المجید کے ماننے کے اقرار سے انکار کر کے اس سے مطلق منکر اور کافر کہلانا ہی پسند وگوارا کرتے ہیں۔ زبانی جمع وخرچ میں تو بیشک تمام قرآن مجید کے مسلمان ہیں۔ لیکن عموماً عبادات و طاعات وغیرہ جملہ امور دینی میں عملدرآمد اُن کا اپنے اماموں، مجتہدوں، پیروں، مشائخوں، ولیوں، گدی نشینوں، باطل مرشدوں کے اقوال وروایات وحکایات پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید کو اگر اُن کے سامنے پڑھا جائے۔ اور اُسکے معنے کئے جائیں تو جھٹ کہدیتے ہیں کہ کیا یہ بات جو فلاں بزرگ نے لکھی غلط اور جھوٹ لکھی ہے۔ اور کیا تم اُن بزرگوں سے زیادہ قرآن جاننے والے پیدا ہوگئے۔ ظالم یہ نہیں جانتے کہ کیا وہ بزرگ اُن کے نبی اور رسول ہیں یا محمد رسول اللہ صلعم اُن کے نبی اور رسول ہیں۔ ہزار طرح سے اُنکو سمجھاؤ۔ قرآن مجید کی بیان کردہ باتوں پر ان نام کے مسلمانوں کے دل تسلی پذیر نہیں ہوتے اس لئے اُن کا یہ دعوےٰ کہ ہم قرآن مجید کو خدا کا کلام سمجھتے ہیں صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ لہٰذا اُنکے ایسے اقرار حقیقی ایمان اور اسلام کا رنگ اُنکے دلوں پر نہیں چڑھا سکتے۔ خدا تعالےٰ کی کلام کو ماننا تو کیا دراصل ان لوگوں کو اسقدر نصیب بھی نہیں کہ قرآن کریم میں کبھی غور اور فکر اور تدبر کریں اور قرآن کریم کی باتوں کو اپنے بزرگوں کی باتوں سے ہی ملا کر دیکھیں۔ بلکہ اُنکے دل تاریکی میں پڑے ہیں۔

اس درد دل کی کہانی کے بعد ذیل میں اب میں اُن آیتوں کے معنے لکھتا ہوں جو شہداء کی نسبت قرآن مجید میں آئی ہیں اور اللہ کی توفیق اور فضل سے دکھاتا ہوں کہ جو معنی لوگ ان آیتوں کے لیکر شہیدوں کا زندہ ہونا مانتے ہیں وہ معنے ان آیتوں کے ہرگز ثابت نہیں

پہلی آیت جسکے تمام لوگ یہ معنے لیتے ہیں کہ شہید مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ یہ ہے "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون"۔ اس آیت کے ترجمہ میں سب سے پہلی غلطی یہ کی گئی ہے کہ "ولا تقولوا" کے مخاطب مسلمان ٹھیرائے گئے ہیں اور غلطی کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے پہلی آیت میں جو یہ ہے۔ "یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین" [illegible] کہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہار شنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۲۰

محمودیوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع تعلق

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اس سے پیشتر مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ تشحیذ کے اس مضمون کے ایک حصہ پر کافی جرح و نقد کر چکے ہیں جو "محمدی ختم نبوت کی حقیقت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے - آج ہم اسی موضوع پر اپنے ایک قابل احمدی دوست کے خیالات کو نذر ناظرین کرتے ہیں :-

چند دن گذرے میرے ایک عزیز دوست نے تشحیذ الاذہان بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء جس میں ایک مضمون بعنوان "محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت" نوشتہ میاں محمد سعید صاحب درج ہے - مجھے پڑھنے کے لئے دیا - لیکن میں اور ضروری کاموں میں انہماک کی وجہ سے اُسے پڑھ نہ سکا - کل دفتر تشحیذ سے براہ راست یہ رسالہ میرے پاس پہنچا - اور ساتھ ہی پیغام صلح میں ایک مضمون اس رسالہ کی تردید میں میری نظر سے گذرا جس نے بڑی شدت سے مجھے اس مضمون کیطرف متوجہ کر دیا - محمودی اس رسالہ پر بڑے نازاں ہیں - اور بڑی شدومد سے اس کی اشاعت کر رہے ہیں - لیکن نادان اس امر سے بےخبر ہیں کہ اس مضمون نے انہیں کفر و ارتداد کی آخری منزل تک پہنچا دیا - آئے دن یہ محمودی ہم پر کفر، فسق، نفاق اور ارتداد کے فتوے لگاتے تھے - لیکن آخر خدا نے اُن کا پردہ فاش کر دیا - اور وقت آگیا - کہ اس باطل پر کاری ضرب لگا دی جاوے -

میاں سعدی صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ اے محب الدین سیدنا حضرت مولوی محمد علی صاحب و قبلہ سید محمد احسن صاحب کو نااہل کہکر کیا فائدہ حاصل ہوا - یہی نہ کہ بجنسہ یہی الفاظ تمہارے اور تمہارے مزعومہ مصلح موعود کے مُنہ پر کھینچ مارے گئے - آخر شرافت بھی دنیا میں کوئی چیز ہے کاش تم اپنی اور اپنے نام نہاد خلیفہ کی حیثیت اور خدمات اسلام کا اندازہ کر لیتے - تمہارے نااہل کہنے سے کوئی فی الحقیقت نااہل نہیں بنجاتا - جنکو خدا نے عزت دی ہے تم اُن سے چھین نہیں سکتے - مولوی محمد علی صاحب اور قبلہ سید صاحب تو وہ بزرگ ہیں جن پر مسیح موعود کو ناز تھا - جنکے خداداد علم نے مشرق و مغرب میں دوست و دشمن سے خراج تحسین وصول کیا - اور ایک نازک زمانہ میں نہ صرف اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ہی بچایا - بلکہ کل ادیان باطلہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر کر دیا - پھر اُن کے دلائل قاہرہ نے تمہارے خلیفہ کی حالت کو اسقدر مبتلا کر دیا - کہ اُسکو زمین و آسمان میں کوئی امان کی جگہ نظر نہ آئی - اور اُسے اپنے مقدس باپ جناب مسیح موعود کو بے علم نادان - قول و فعل میں مختلف کہنا پڑا - اور اس طرح سے عقلمندوں پر ظاہر کر دیا کہ وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا - بلکہ محض اپنی گدی کی خیر مناتا ہے - ختم نبوت پر اصولی رنگ میں تو جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ بحث کرینگے - لیکن میں یہاں تمہارے مسلمات کے مطابق تم پر اتمام حجت کرتا ہوں -

میاں محمد سعید صاحب لکھتے ہیں کہ "محمدی ختم نبوت کی حقیقت تو دنیا میں کماحقہ کوئی نہیں سمجھ سکتا - سوائے اسکے جو خود حضرت خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء ہے" میں نہیں جانتا کہ ان کا اسکے متعلق کیا ایمان ہے کہ خود مہبط وحی خاتم النبیین بھی اسے سمجھ سکا تھا - یا نہیں - کیوں دُنیا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو تمہارا فرض اولین تھا - کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے آیۂ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی جو تفسیر فرمائی ہے پہلے اُسے لکھتے پھر حضرت اقدس جناب مسیح موعود کی تشریحات کو اُنکی مطابقت میں پیش کرتے - لیکن ایسا کرنا تو تمہارے لئے موت تھا - خیر میں اسی اصول پر اپنے دعوے کو ثابت کرتا ہوں - قال رسول اللہ [illegible]

خاتم النبیین کے معنے لا نبی بعدی بیان فرمائے - پھر فرمایا - خُتم بی النبیون وخُتم بی البنیان وانا العاقب الذی لا نبی بعدی وانا المقفی - آنکھیں کھولکر دیکھو - کہ پھر یہاں خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی کر دی - اب تمہیں انکار کی کیا گنجائش ہے - جب خود رسول کریم صلعم نے ایک معنے بیان فرما دئے - تو اور کس کی حیثیت ہے - کہ ان معنوں سے اختلاف کرے لیکن تمہارے اطمینان خاطر کیلئے اب میں تمہیں وہ معنے سناتا ہوں جو جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کے کئے ہیں - حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں - مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں - کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا - اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے - کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" بنظر اختصار میں محض ایک حوالہ اور نقل کرتا ہوں - فرمایا "طالبین حق کیلئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں - تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھولدیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا - اور یہ امر خلاف ہے - جیسے کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں - اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ اُنکی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی - اور اللہ تعالےٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا - اور اللہ تعالےٰ نے اس قول ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں بھی اشارہ ہے - پس اگر ہمارے رسول صلعم اور اللہ کی کتاب قرآن کریم کو تمام آنے والوں زمانوں اور تمام اُن زمانے کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رُوحت مناسبت نہ ہوتی - تو اس عظیم الشان نبی کریم کو اُنکے علاج کیواسطے قیامت تک ہمیشہ کے لئے نہ بھیجتا اور ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں" حمامۃ البشریٰ ۵۸ ایماندار انسان کے لئے یہی حوالے کافی ہیں - اور جسکو سمجھنا ہی مقصود نہ ہو وہ اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرے - اُسے خدا اور رسول اور جناب مسیح موعود سے کوئی تعلق نہیں وہ تو اپنے عجائب پرست طبیعت کا بندہ ہے -

صفحہ ۲ سطر ۲ پر میاں سعدی صاحب رقمطراز ہیں کہ "محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو حضرت مسیح موعود نے خاتم الانبیاء کی طرح خود خاتم الاولیاء بنکر ظاہر کر دیا - اور فرمایا - کہ جس طرح میرے خاتم الاولیاء ہونے سے اب میرے بعد کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی امام ہو سکتا ہے بجز اسکے جو میری مُہر اور میری ظلیت کاملہ سے ولی بنے - اسی طرح اور بعینہٖ اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے بعد آپ کے خاتم الانبیاء ہونے سے کوئی نبی نہیں بن سکتا - بجز اسکے جو آنحضرت صلعم کی مہر اور ظلیت کاملہ سے نبی بنے"

مجھے اس سے بحث نہیں کہ حضرت اقدس جناب مسیح نے اپنی کسی کتاب میں کہیں اس قسم کا استدلال کیا ہے یا نہیں - میاں سعدی صاحب سے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے اس حوالہ کا مطالبہ کیا ہے - لیکن محمودیو! کیا تم میں کوئی بھی صاحب انصاف نہیں - کیا تم سب کے سب عقل و دانش کو میاں محمود کی گدی پر قربان کر چکے ہو - اور کیا بدقسمت میاں سعدی نے جب مسیح موعود پر یہ افترا کیا تھا - تو اس نے مُہر اور ظلیت کاملہ کے کچھ معنے بھی سمجھے تھے - بھلا فنا فی الرسول ہوکر کوئی نبی بن جائے - تو اس میں کچھ نہ کچھ معقولیت تو ہے - کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول کی کامل اتباع کی - وہ اسی راستہ پر چلکر نبی بن گیا - لیکن عقل کے دشمنو! مسیح موعود کی اتباع کوئی کیا کریگا - کیا مسیح موعود صاحب شریعت رسول تھا - کیا ولی بننے کے کوئی خاص قواعد ان پر نازل ہوئے تھے - جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے - تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا - تمہاری فطرتیں کیوں مسخ ہوگئیں - کیا اسکی وجہ پیر پرستی اور سیدنا مولوی محمد علی صاحب کی عداوت تو نہیں؟ اگر نادان میاں سعدی کو یہ علم ہوتا - کہ خاتم الاولیاء کے یہ معنے کرنے سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جواب ملتا ہے - تو میں خیال کرتا ہوں - کہ وہ اس عبارت کو لکھنے کی نسبت اپنے ہاتھ کاٹ لینا زیادہ بہتر سمجھتا - محمودیو! تم نے مسیح موعود کے اس قول کی عزت نہ کی - کہ "محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد [illegible]

سے فیض کا کلی انقطاع مان لیا - تمہارے مسلمات کی رو سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ہی نبی آسکتا ہے اور وہ مسیح موعود ہے اب ولی اور امام اور محدث ہو سکتے ہیں - سو وہ خاتم الاولیاء کی مُہر اور ظلیت سے بنینگے سوچو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تم سے کیا تعلق رہ گیا - تمہیں محمد صلعم کی کیا ضرورت رہ گئی - کیا تمہارے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہنے کی ان منافقوں سے زیادہ وقعت ہے جنکی نسبت خدا خود فرماتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں - اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون - اپنے ایمانوں کی فکر کرو - اور توبہ کرو - محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا قیامت ہے وہ حیات النبی ہے اس کے زندہ ہوتے ہوئے اور کوئی نبی نہیں آسکتا - تمہارا مصلح موعود تمہیں کہاں سے کہاں لے گیا کیا تم نے جناب مسیح موعود کی بیعت محض اسلئے نہیں کی تھی - کہ تمہارا تعلق خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہو - پھر آج تمہیں کیا ہوگیا - کہ تم یہ ثابت کرتے پھرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اب کوئی فیض نہیں ملسکتا اور نہ ہی تمہیں ضرورت ہے کیونکہ نبی امت میں ایک ہی ہونا تھا - اب مسیح موعود خاتم الاولیاء کی مُہر اور ظلیت سے تم امام اور ولی بنجایا کروگے فاعتبروا یا اولی الابصار -

پھر آگے چلکر میاں سعدی لکھتے ہیں کہ "حضرت خاتم الخلفاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو یوں بھی جگہ لکھا ہے کہ محمدی ختم نبوت کیوجہ سے سلسلہ نبوت بند نہیں ہوتا - بلکہ برابر چلتا ہے اور فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا متحقق ہو ہی نہیں سکتا - جبتک آپکی ظلیت میں ہوکر آپ کی امت میں کوئی نبی نہ ہو - گویا خاتم النبیین کے لئے بعد میں نبی ہونا لازمی اور ضروری ٹھہرایا"

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست - جب آپ کوئی خاص حوالہ پیش کرینگے تو ہم اسکی تشریح بھی کر دینگے - لیکن سردست تو ہمیں آپ کے مسلمات سے بحث ہے - کیا تیرہ سو سال تک خاتم النبیین کا دعوےٰ متحقق نہ تھا - کیا تیرہ سو سال تک ختم نبوت پر ایمان ضروری نہ تھا - کیا تیرہ سو سال تک مسلمان اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے تھے - اگر ایسا ہی تھا - تو پھر آج یہ کس طرح متحقق ہوگیا - کہ یہ لفظ خاتم النبی ہے یا خاتم النبیین - تمہارے نزدیک اور محمودیوں کے استدلال کے مطابق تو یہ دعوے آج بھی غلط ہے اور قیامت تک غلط رہیگا - کیونکہ اب اور کسی نے تو نبی ہونا نہیں تمہارے قدم میاں صاحب کی گدی کی محبت میں کہاں سے کہاں چلے گئے - میاں صاحب جہلا کو دام تزویر میں پھنسانے کے لئے بیعت لیتے وقت اُن سے اقرار لیتے ہیں کہ "میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا رہونگا" کیا انہوں نے کبھی اس ختم نبوت کی جو اُنکے نزدیک نہ کبھی ثابت ہوئی نہ ہوگی تشریح بھی کی ہے - پھر کیا دنیا کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے خدا آپ لوگوں پر رحم کرے اور غلو اور پیر پرستی کی لعنت سے نکال کر صراط مستقیم پر قائم کرے - اور تمہیں اپنے سچے ہمدردوں کے پہچاننے کی توفیق دے - اللھم آمین!!

وید اور سائنس

پیارے ناظرین! زمانہ سیف کے رشی آدر مہرشیوں میں وید کے و لیشے (مضمون) کی نسبت اختلاف رہا ہے - کوئی تو وید کو دھرم کا مول مانتا ہے - جیسا کہ منو کا قول ہے "ویدو اکھلو دہرم مولم" یعنی وید دھرم کا مول (جڑ) ہیں - ایسے ہی کٹھ اپنشد کے پہلے ادھیائے کی تیسری ولی کے ۵ واک میں ویدوں کا وشے ایشوری گیان قرار دیا گیا ہے مگر یہ خلاف اس کے منڈک اپنشد میں لکھا ہے کہ ودیا دو قسم کی ہوتی ہے - اپرا کنی - (سفلی) پرا یعنی علوی رگ وید یجر وید، شام وید، اتھروید - شکشا، کلپ، ویاکرن، نروکت - چھند - جوتش - یہ تمام اپرا ودیا یعنی علوم سفلی کی کتابیں ہیں - اور برہم کے جاننے کے لئے پرا ودیا کی ضرورت ہے - مگر کل یگ آچاریہ سوامی دیانند کا ان رشیوں سے نرالا ہی دعوے ہے اسکے خیال میں وید برہم گیان اور [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آزاد ہوں ور مرا مسلک ہے صلح کل * ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ہرادیا ہشیر شد اندر بدن	جان شد و باجان بدرخواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	دامن پاکش بدست ما مدام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہماں جا می بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مااز ویابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او درجان ماست	ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد	ہرچہ گفت آن مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں سوئے لعنت ہاست
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیابی بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباہ

ہفتہ میں دوبار

یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ ۴

قیمت ۴ ششماہی ۲ سہ ماہی ۱

طلباء سے سالانہ ۳

جلد ۵ | امتنا ہم المسیح لاہور | چہار شنبہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ عیسوی | نمبر ۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود

تسبیح پھیرنے کے متعلق

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بمقام گورداسپور احاطہ کچہری میں ایک صاحب نے پوچھا کہ بعد نماز تسبیح لیکر ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر وغیرہ جو پڑھا جاتا ہے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔؟

فرمایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ حسب مراتب ہوا کرتا تھا۔ اور اسی حفظ مراتب کے نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آئی ہیں اور انہوں نے اعتراض کر دیا ہے کہ فلاں دو احادیث میں باہم اختلاف ہے حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل اور موقعہ کے ہوتی تھی۔ مثلاً ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزت نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزت کر اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ بس اور تمام نیکیوں کو ترک کر دیا جاوے یہی نیکی ہے۔ ایسا نہیں اسی طرح پر تسبیح کے متعلق ہے۔ قرآن شریف میں تو آیا ہے واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ اللہ کا بہت ذکر کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اب یہ واذکروا اللہ کثیراً نماز کے بعد ہی تو ۳۳ مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ ۳۳ مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے۔ ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذت سے یاد کرتا ہے۔ اسے شمار سے کیا کام وہ تو بیرون از شمار یاد کریگا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی اس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گن گن کر درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گن گن کر کیا یاد کرنا ہے۔ اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو۔ وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ۳۳ مرتبہ فرمایا ہے۔ وہ آنی اور شخصی بات ہوگی۔ کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہوگا تو آپ نے اسے فرما دیا کہ ۳۳ مرتبہ کر لیا کر اور یہ جو تسبیح ہاتھ میں لیکر بیٹھتے ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ آپ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے

کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے رات جو میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہونگے چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپ کو نہ پایا۔ پھر میں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ سجد لک روحی وجنانی

اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ ۳۳ مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے۔ پھر گنکر ذکر کرنا تو کفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولا سے اسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہی نہیں۔ کہ تسبیح لیکر دانہ شمار کرے کسی نے کہا ہے۔

من کا منکا صاف کر

انسان کو چاہیئے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا سے سچا تعلق پیدا کرے تب وہ کیفیت پیدا ہوگی۔ اور وہ ان دانہ شماریوں کو ہیچ سمجھیگا۔

تعداد رکعات کی حکمت

پھر پوچھا گیا کہ نمازوں میں تعداد رکعات کیوں رکھی ہے۔؟

فرمایا

اس میں اللہ تعالیٰ نے اور اسرار رکھے ہیں جو شخص نماز پڑھیگا۔ وہ کسی نہ کسی حد پر تو آخر رہیگا ہی اور اسی طرح پر ذکر میں بھی حد تو ہوتی ہے۔ لیکن وہ حد وہی کیفیت اور ذوق و شوق ہوتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ جب وہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ بس کر جاتا ہے۔

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں جو شخص اسمیں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے کہ اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہیگا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ۷۰ ہزار کا سودا لیا اور ۷۰ ہزار کا دیا مگر وہ ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوا۔ پس یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ کے وہی ہوتے ہیں۔ جنکی نسبت فرمایا لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع

پیدا کر لیتا ہے۔ تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اسطرح پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو خواہ وہ کہیں جاوے کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہیگا۔ اسیطرح پر جو لوگ خدا کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا کو فراموش نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں۔ کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں ہے جتنا عارف کی ہنسی میں ہے وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں رنگین ہوتا ہے۔ ... اور غرض اسلام کی یہ ہے کہ وہ آستانۂ الوہیت پر اپنا سر رکھ دے ...

کلام منظوم مسیح موعود

رہبر ما سید ما مصطفےٰ است
آنکہ ندیدست نظیرش ...
آنکہ خدا اش زخش نافرید
آنکہ زہش مخزن ... عقل و ہوش
دشمن دیں حملہ بر و میکند
حیف بود گر بنشینم خموش
چوں سخن سفلہ بگوشم رسید
در دل من خاست ...
چند توانم کہ شکیبی کنم
چند کند صبر دل زہر نوش
آن نہ مسلماں تبرا کافر است
کش ہنر از پے آن پاک جوش
جان شود اندر رہ پاکش فدا
مژدہ ہمیں است گر آید بگوش
سر کہ نہ در پائے عزیزش رود
بار گران است کشیدن بدوش

ایک ضروری اعلان

معلوم ہوا ہے کہ کوئی شخص محمد حسین نامی امرتسر کا باشندہ اپنے آپکو ڈاکٹر ایل۔ ایم۔ ایس لکھتا ہے اور بمبئی کے علاقہ میں ہماری انجمن کے نام پر اشاعت اسلام کے لئے چندہ وصول کرتا پھرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ تحریر ہذا اطلاع عام شائع کی جاتی ہے کہ ہم نے کسی ایسے شخص کو وصولی چندہ کیلئے نہیں مقرر کیا۔ ہماری طرف سے جو شخص چندہ لینے جاتا ہے۔ اس کے پاس سیکرٹری صاحب انجمن ہذا کے دستخطی اجازت نامہ اور انجمن کی مطبوعہ رسید بک ہوتی ہے جس میں سے کوئی رقم وصول کی جاتی ہے اسکو باقاعدہ رسید دیجاتی ہے۔ اگر کسی صاحب نے اس محمد حسین نامی شخص کو کوئی رقم اشاعت اسلام کیلئے بطور چندہ دی ہے۔ اور انکے پاس رسید موجود ہو تو ...

متعلق مسلمان بھائیوں کو اس قسم کا اعتراض ہو سکے" لیکن اسکے نزدیک یہ شکایت اور اعتراض صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ خود ہندوؤں کو ہندوؤں سے ہے" اور یہ بھی غلط ہے۔ کہ ہندو اپنا کوئی کام محض مسلمانوں کی دلآزاری کے لئے کرتے ہیں" لیکن کاش معاصر موصوف ان الفاظ کو لکھتے ہوئے گائے کے بارہ میں بھی یہی خیال کر لیتا تو اسے اسقدر پیچیدگی واقعہ نہ ہوتی۔ کیونکہ جس طرح ہندوؤں کی بعض رسوم پر باوجودیکہ مسلمانوں کو اعتراض بھی ہے۔ مگر تاہم ہندو انہیں مسلمانوں کی دلآزاری کی نیت سے ادا نہیں کرتے اسی طرح سے مسلمان بھی گائے کو ہندوؤں کی دلآزاری کے لئے نہیں بلکہ ایک حلال چیز سمجھکر اپنے خاص فوائد کے لئے ذبح کرتے ہیں۔ اسے ہندوؤں کی دلآزاری کہنی ٹھیرانا خود موجب فساد پھیلانا ہے

دلآزار تحریرات اس کے علاوہ معاصر موصوف ان تحریروں کو جن میں اسلام اور آنحضرت صلعم کی ہتک کی گئی اور کی جاتی ہے کسی "غیر ذمہ دار ہندو" کی تحریریں قرار دیا ہے لیکن کیا ہمارا معاصر ہمیں بتائیگا اور کھلے لفظوں میں اس بات کو تسلیم کریگا کہ وہ سوامی دیانندجی مہاراج کو غیر ذمہ وار شخص قرار دیتا ہے کیا لیکھرام۔ منشی اندرمن اور دیگر ہندو اور آریہ سماجی بزرگوں کو وہ غیر ذمہ وار کا خطاب دینے کے لئے تیار ہے۔ پھر کیا ان سب کی تحریرات آریہ کتب خانوں میں فروخت نہیں ہوتیں کیا اخبارات میں انکے اشتہارات شائع نہیں ہوتے کیا خود معاصر ہندوستان کے صیغۂ اشتہارات میں ستیارتھ پرکاش کی اس کتاب کے اردو ترجمہ کا اشتہار نہیں دیا جاتا جس میں ہندوستان کے اس واجب الاحترام شہنشاہ اور اس کے خاندان پر جسے مسلمان اپنے وقت کا مجدد سمجھتے ہیں۔ ایسے ایسے ناپاک اور دلخراش گالے اور اسقدر گندے اور شرمناک الزام لگائے گئے ہیں۔ کہ جنکی کوئی انتہا نہیں اور تو اور خود اشتہار کے اندر بھی ایسے ایسے شرمناک الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ کہ جن کو نقل کرنا بھی ہم موجب گناہ سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ مسلمانوں کی طرف سے گذشتہ دنوں میں کتنے ہی رنج [illegible] ہوئے اخبارات میں صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ لیکن ہمارے ہمعصر نے نہ ماننا اور نہ مانا اور اشتہار مذکور برابر ہندوستان میں شائع ہوتا رہا۔ اور اس فحش کتاب کی بکری برابر جاری رہی۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کی دلآزاری نہیں ہوتی کسقدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔ اور بھی بہت سے نام ہیں جو گنوائے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے عمداً ان سب کو چھوڑ دیا ہے ہاں ہمارے معاصر کا عذر ہے کہ یہ سب کتابیں مسلمانوں کی گالیوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مگر کیا وہ ہمیں بتائیگا کہ ستیارتھ پرکاش کس مسلمان کے جواب میں لکھی گئی ہے مسلمانوں کی کونسی گالیوں یا کس کتاب کے جواب میں اور تو اور خود سوامی جی نے اس کا چودھواں سمولاس لکھا۔ اور اس میں قرآن کی ایک ایک سورت بلکہ ایک ایک آیت پر اس اس قدر تمسخر و استہزا کیا کہ جو دلوں میں ناسور ڈال دینے والا ہے۔ ہاں وہ کونسی مسلمانوں کی تصنیف تھی۔ جس کے جواب میں آپ کے مایہ ناز شہید دہلی نے وہ دلخراش مضامین لکھے۔ جنہیں "کلیات لیکھرام" کے نام سے فروخت کیا جاتا ہے دور کیوں جاؤ۔ ہمارے لالہ صاحب صرف ان اسباب کو ہی بیان کر دیں۔ جنکی بنا پر سٹوریا آف دموگر کی فحش ترین تصنیف کا ترجمہ کیا گیا۔

امید ہے کہ ہمارا لائق ہمعصر آئندہ اشاعت میں ہمارے بقیہ مطالبات کا جواب دینے یا ان پر خوردہ گیری کرنے کے ساتھ ان سب باتوں پر بھی وضاحت سے روشنی ڈالیگا۔

محمودیوں کیلئے قابل مبارکباد کسی گذشتہ اشاعت میں مولنا محمد یحییٰ صاحب دالوی نے حضرت اقدس کی ایک تحریر سے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ اختلاف عقائد رکھکر بیعت لینا ناجائز ہے جو میاں صاحب کی طرح آجکل کے گدی نشینوں کا شعار ہے اس پر الفضل لکھتا ہے یہ تو وہ ایک خاص وقت تک تھا۔ صاحب ان لوگوں کو منکرین میں شامل نہیں کرتے تھے" کیا مطلب کہ جن لوگوں سے اختلاف [illegible] رکھکر بیعت کی ہے انکو اس خاص وقت کے بعد جسکی میعاد نہیں ہے یا منکرین میں شامل کر دینگے۔ مبایعین میاں صاحب کیلئے کسقدر مبارکباد ہے۔

خطبۂ جمعہ

مؤرخہ ۱۷ / اگست ۱۹۱۷ء

(از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

طلوع الشمس من مغربہا کی پیشگوئی

اور

مغرب سے آفتاب اسلام کا طلوع

ایہا الاحباب۔ یہ ضعیف ناتوان بڈھا اسی برس سے متجاوز کچھ اللہ تعالےٰ کا فضل ہی ہے۔ کہ آپ میرے کلام کو سنتے ہیں۔ آپ کو مجھ سے حدیث سننے کا بہت شوق ہے۔ اس لئے میں اس وقت حدیث ہی بیان کرتا ہوں جس میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها وان امتی سیبلغ ملکها ما زوی لی منها۔ رواہ مسلم۔ (الحدیث مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۲ سطر ۱۰) اس حدیث میں ایک بڑی عظیم الشان پیشگوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں۔ اور ایسے وقت میں بیان فرماتے ہیں جب آپ کے پاس نہ لشکر تھا۔ نہ کوئی خزانہ۔ لیکن تاہم ایسی حالت میں آپ فرماتے ہیں کہ ان اللہ زوی لی الارض۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو لپیٹ کر میرے سامنے کر دیا۔ فرأیت مشارقها ومغاربها پس میں نے دیکھ لئے کل مشارق زمین کے اور کل مغارب اسکے۔ وان امتی سیبلغ ملکها اور تحقیق میری امت پہنچیگی ان ممالک مغربیہ تک جو لپیٹ دئے اللہ تعالےٰ نے میرے لئے۔ یہاں

مشارق و مغارب کے معنے مشارق اور مغارب کے لفظ خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ تین طرح پر آیا ہے کہیں تو فرمایا ہے کہ رب المشرق والمغرب۔ کہیں فرمایا۔ رب المشارق والمغارب۔ ایک جگہ فرمایا رب المشرقین ورب المغربین یہ جو تثنیہ کا صیغہ یہاں استعمال کیا ہے اس کے متعلق یہ توجیہ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ اس وجہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک ملک میں دو ہی فصلیں ہوتی ہیں اس لحاظ سے ایک مشرق ایک فصل کا ہوا۔ اور ایک دوسری فصل کا۔ پھر علم ہیئت کا مسئلہ بھی ہے جسے سب لوگ جانتے ہیں کہ آفتاب کا مشرق اور مغرب روزانہ بدلتا رہتا ہے۔ اور ایک ہی مشرق اور ایک ہی مغرب قائم نہیں رہتا۔

رب المشارق و رب المغارب مشرق و مغرب کی روحانیت پر دلالت کرتا ہے لیکن اس بحث کو چھوڑکر ایک اور پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ رب المشارق و رب المغارب میں مغرب اور مشرق کی صرف ظاہری تربیت پر ہی حصر نہیں۔ بلکہ ایک اشارہ اس طرف بھی ہے کہ خدا تعالےٰ دین اسلام کی تربیت کریگا۔ یہانتک کہ وہ تمام جگہوں پر پھیل جائیگا۔ اور سب لوگ اس سے پرورش پا دینگے۔ صراحت کیساتھ بھی دوسری جگہ بیان فرما دیا۔ کہ وما ارسلناك الا رحمة للعلمین۔ ہم نے تجھے سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ایسا ہی حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ انی بعثت للناس عامة۔ میں عام طور پر سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور کافة للناس تو قرآن کریم میں جابجا آیا ہے۔ اسی کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جس میں کل زمین کو لپیٹ کر سامنے کرنے اور مشارق و مغارب تک پہنچنے کا بیان ہے۔ اس حدیث میں جو مشارق و مغارب کا ذکر ہے تو ان لفظوں میں بھی دین اسلام کے مشارق و مغارب کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اصلی تربیت تو دین اسلام ہی کی ہے ایک دوسری حدیث میں طلوع الشمس من مغربها

طلوع الشمس کی پیشگوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کا کشف آیا ہے یعنی سورج اپنے مغرب میں سے طلوع کریگا۔ اس کے بھی معنے مغرب میں اسلام کے پھیلنے یا بالفاظ دیگر مغرب سے آفتاب اسلام طلوع ہونے کے معنے ہیں چنانچہ حضرت کو اس کے متعلق ایک کشف ہوا جس کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں۔ اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔

بعد اس کے میں نے [illegible] پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلینگی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔

پھر حضرت کو انگریزی میں بھی الہام ہوئے ہیں جس سے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ کے سلسلہ کے ذریعہ سے ہی اسلام مغرب میں پھیلیگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور

زوی لی الارض والی حدیث پہلے خلفاء کے وقت بھی پوری ہوئی میں جو پیشگوئی کی ہے اس کے پورا ہونے کا ایک تو وہ وقت تھا۔ جب خلفاء کا عہد شروع ہوا۔ اور اگر اس وقت کا جب یہ پیشگوئی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کی۔ جب آپ کے دہان مبارک سے یہ پاک الفاظ نکلے خلفائے ثلثہ کے وقت اور انکی فتوحات سے مقابلہ کیا جائے۔ تو اسکی زبردست شان معلوم ہوتی ہے۔ وہ زمانہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی ایک ایسا زمانہ تھا۔ جب اسکے قطعاً آثار تک نہ پائے جاتے تھے۔ نہ ہی بظاہر کوئی ایسی شوکت ظاہری آپ کے شامل حال تھی۔ کہ جو اس پیشگوئی کے کسی آئندہ زمانہ میں پورا ہونیکا وہم و گمان تک بھی پیدا کر سکے۔ لیکن پھر دیکھو کہ خلفائے ثلثہ کیوقت میں کس شان سے یہ الفاظ پورے ہوتے ہیں۔ لیکن انکے

اس زمانہ میں یہ اور رنگ میں پوری ہوگی بعد ایک اور زمانہ بھی آنیوالا تھا جب ان ممالک میں بھی جہاں ابھی تک اسلام نہیں گیا۔ اسکو پھیلنا تھا۔ وہ یہی زمانہ ہے جس میں ہم اور آپ ہیں۔ ان ملکوں میں جو ایشیاء کے سوائے ہیں عام طور پر عیسائیت کا غلبہ اور زور آجتک رہا ہے۔ خلفائے راشدین کے وقت میں اسلام پھیلا تو دور دور تک ہے لیکن اسلام کے پھیلنے بالفاظ دیگر اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا رنگ جو دوسرا تھا اسوقت چونکہ مقابلہ تلوار کے ساتھ تھا۔ اس لئے تلوار ہی کو مخالفین کے اندفاع کے لئے کام میں لانا پڑتا تھا۔ لیکن آج اس آخری زمانہ میں ایک دوسرے رنگ کا جہاد ہے۔ آج یہ پیشگوئی اور رنگ میں پوری ہوگی۔ اور ہو رہی ہے۔ آج دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ سے دین اسلام کی حقیقت ظاہر ہوگی۔ اور اسی سے اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہوگا۔

طلوع الشمس کی پیشگوئی کس کے ذریعہ پوری ہوگی تو یہ جو طلوع الشمس کی پیشگوئی تھی یہ آخری زمانہ کیلئے ہی خاص تھی۔ اور اس آخری زمانہ میں بھی ہمارے حضرت مسیح موعودؑ کے لئے۔ کیونکہ جو معنے آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے حضرت نے لئے ہیں۔ اور جسپر آپ کا کشف بھی شاہد ہے۔ یعنے مغربی ممالک میں آفتاب اسلام کا طلوع۔ وہ اسی زمانہ میں پورے ہوتے ہیں۔ مگر یہ آفتاب کے جسمانی طلوع سے بھی آپ نے انکار نہیں کیا۔ لیکن یہ دوسری حقیقت جسکو آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ:۔

"طلوع شمس جو مغرب کی طرف سے ہوگا۔ اسکی حقیقت ایک رؤیا میں یہ ظاہر کی گئی۔ کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے۔ اور انکو اسلام سے حصہ ملیگا"

صرف حضرت مسیح موعودؑ کے خدام کے وقت میں ہی پوری ہونے والی تھی۔ جو بحمد اللہ پوری ہو رہی ہے۔

شمس سے مراد آفتاب یہ امر کہ آفتاب سے مراد آفتاب اسلام لیا جا سکتا ہے۔ نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال سے ہی بلکہ دیگر بزرگان دین کے کلام سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ایک عظیم الشان بزرگ فرماتے ہیں ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علی افق العلی لا تغرب

پہلے لوگوں کے آفتاب یعنی ادیان سالفہ تو سب کے سب غروب ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لئے افق کی بلندیوں پر چمکتا رہیگا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ؎

جلد ۵ | سنہ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۹ ستمبر ۱۹۱۷ عیسوی | نمبر ۱۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

روح اخوت

احباب کے باہمی تعلقات اور اس سوال پر اس کے بھائی سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کے دیگر احباب کا کیا برتاؤ ہونا چاہئے۔ فرمایا اصل بات یہ ہے کہ سب لوگ ایک طبقہ کے نہیں ہوتے۔ خدا تعالےٰ بھی قرآن شریف میں مومنوں کے طبقات بیان کرتا ہے **منھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات** کہ بعض اُن میں سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعض میانہ رو اور بعض سبقت کرنیوالے۔ دوسری یہ بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تو ترقی آہستہ آہستہ ہی کی تھی۔ ایمان میں بھی اور عمل میں بھی۔ لکھا ہے کہ جب آنحضرت مدینہ تشریف لائے تو ایک صحابی سے آپنے ایک ٹکڑا زمین کا مسجد بنانے کیلئے طلب کیا اُسنے عذر کیا اور کہا کہ مجھکو آپ مکہ سے اب یہ اسقدر گناہ کی بات ہے کہ خدا کا رسول مسجد کیلئے زمین طلب کرے اور یہ باوجود مرید ہونیکے اپنی نفسانی ضرورت کو دین کی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے لیکن آخر وہی صحابہ تھے کہ جنھوں نے اللہ کیلئے اپنے سر کٹوائے۔ ترقی ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے ایکسال انسان کچھ کرتا ہے دوسرے سال کچھ۔ لیکن اگر بدظنی کریں تو اُسکی مثال یہ ہوگی کہ ایک مریض ہمارے پاس آتا ہے جو کہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہے اور ہم اسے ایکدو دن دوا دیکر نکال دیں اور پورے طور پر الگ کر اُسکا علاج نہ کریں ہمارا کام تو ایسا ہونا چاہئے کہ اُن کیلئے دعا تضرع اور ابتہال میں لگا رہنا ہے سبحین کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ہر ایک بات پر چڑ کر دوسروں سے متنفر ہوتے رہیں ابھی یہ لوگ قابل رحم ہیں اور خدا تعالیٰ اُنکی اصلاح کے سامان کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں سب ایکدرجہ کے نہیں ہوتے صحابہ میں سے بعض اس درجہ کے تھے کہ عنقریب نبی کے درجہ پر پہنچ جاویں اور بعض ادنے درجہ کے جیسے دریا میں موتی بھی ہوتا ہے اور مونگا بھی اور سیپ اور دوسری اشیاء مثل سونا اور دوسرے حیوانات کی۔ ایسا ہی جماعت کا حال ہوتا ہے.... ہماری جماعت کو چاہئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھکر اُسکے لئے دُعا کریں لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اُسکو بیان کر کے دُور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کونسا ایسا عیب ہے جو کہ دُور نہیں ہو سکتا اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہئے۔

حکایت:۔ ایک صوفی کے دو مرید تھے ایک نے شراب پی اور نالی میں بیہوش ہو کر گرا دوسرے نے صوفی سے شکایت کی۔ اُسنے کہا تو بڑا بے ادب ہے کہ بھائی کی شکایت کرتا ہے اور جا کر اُٹھا نہیں لاتا وہ اُسیوقت گیا اور اُسے اُٹھا کر لے چلا۔ کہتے تھے کہ ایک نے تو بہت شراب پی اور دوسرے نے کم پی کہ اُسے اُٹھا کر لے جا رہا ہے۔ صوفی کا مطلب یہ تھا کہ تو نے اپنے بھائی کی غیبت کیوں کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اُسکی عدم موجودگی میں اس طرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اُسے بُرا لگے۔ غیبت ہے اور اگر وہ بات اُس میں نہیں ہے اور تو بیان کرتا ہے تو اُسکا نام بہتان ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے **لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل** کھانے سے تنبیہ کیا گیا ہے۔ اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے اُن میں عیب کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے۔ تو پھر یہ آیت بیکار ہو جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہر ہونا تھا اور اُن سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی۔ تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے بعض کمزور ہیں۔ جیسے سخت بیماری سے کوئی اُٹھتا ہے۔ بعض میں کچھ طاقت آگئی ہے پس چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اُسے خفیہ نصیحت کرے اگر نہ مانے۔ تو اُس کے لئے دعا کرے۔ اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاؤ قدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا نے اُن کو قبول کیا ہوا ہے۔ تو تم کو چاہئے۔ کہ کسی کا عیب دیکھکر سر دست جوش نہ دکھایا جائے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جائے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ **القطب قد یزنی** کہ قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے۔ کسی کا بچہ خراب ہو۔ تو اُس کی اصلاح کیلئے وہ پوری کوشش کرتا ہے ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اُس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھکر اُسے پھیلاؤ۔ اور دوسرے سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے۔ **تواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ** کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھکر اُسے نصیحت کیجاوے۔ اور اُس کے لئے دعا بھی کی جاوے۔ دعا میں بڑی تاثیر ہے۔ اور وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے۔ کہ ایک کے عیب کو بیان تو سو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا۔ عیب کسی کا اُسوقت بیان کرنا چاہئے۔ جب پہلے کم از کم ۴۰ دن اُسکے لئے رو رو کر دعا کی ہو۔ سعدی نے کہا ہے "خدا داند و بپوشد و ہمسایہ نداند و خروشد" خدا تو جانکر پردہ پوشی کرتا ہے۔ مگر ہمسایہ کو علم نہیں ہوتا اور شور کرتا پھرتا ہے خدا کا نام ستار ہے تمہیں چاہئے کہ **تخلقوا باخلاق اللہ** ہو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ عیب کے حامی ہو۔ بلکہ یہ کہ اشاعت اور غیبت نہ کرو۔ کیونکہ کتاب اللہ میں جیسا آگیا ہے تو یہ گناہ ہے کہ اُس کی اشاعت اور غیبت کی جاوے۔

شیخ سعدی کے دو شاگرد تھے ایک اُن میں سے حقائق و معارف بیان کرتا تھا۔ اور دوسرا جلا بھنا کرتا تھا۔ آخر پہلے نے سعدی سے بیان کیا کہ جب میں کچھ بیان کرتا ہوں۔ تو دوسرا جلتا ہے۔ اور حسد کرتا ہے شیخ نے جواب دیا۔ کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا۔ اور تو نے غیبت کی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہیں سکتا۔ جب تک رحم۔ دعا۔ ستاری اور مرحمہ آپس میں نہ ہوں +

اخبار احمدیہ

بمبئی سے تار موصول ہوا ہے۔ کہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے اور دیگر احباب (جناب مصطفے خان صاحب بی اے اور سید عبداللہ شاہ صاحب) بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اللہ تعالےٰ ان ہرسہ اصحاب کو اپنے پاک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ میاں صاحب کے حواری میاں اکمل کو اس پر اعتراض ہے کہ یہ وفد بمبئی کیوں بھیجا گیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے

"وہاں احمدی فضلاء احمدیت کی تبلیغ فرما رہے ہیں اور یہ بات باوجود ادعاء احمدیت تمہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی"!

حالانکہ حق بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں سے بن بلائے تو کوئی بھی نہیں گیا پہلے تم نے جا کر وہاں زہر پھیلائی۔ اور نام نہاد احمدیت کے پردہ میں خلاف اسلام عقائد کو پیش کر کے مسیح موعود کو بدنام کرنے کی سعی کی مسلمانوں کو کافر بنانے میں بھی بہت زور مارا۔ مگر آخر تمہیں منہ کی ہی کھانی پڑی۔ انہی سب خرابیوں کے انسداد اور مسیح موعود کی اصل پوزیشن کو واضح کرنے اور تمہاری پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دفع کر کے احمدیت کا روشن اور منور چہرہ دکھانے کیلئے ان اصحاب ثلاثہ کو یہاں سے بھیجا گیا۔ اور وہ بھی وہاں سے دعوت آنے پر۔ تمہاری طرح نہیں کہ ولایت کے اسلامی مشن کی مخالفت اور اسلام کے نام کو بدنام کرنے کیلئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تم نے علیحدہ جا بنائی۔ پھر ابھی کشمیر کا واقعہ کوئی دیر کی بات نہیں جہاں حضرت مولینا صدرالدین صاحب کے اسلامی مواعظ پر تمہاری آتش حسد یہانتک بھڑکی۔ کہ وہاں بھی تم نے آدمی پر آدمی بھیجکر احمدیت کو بدنام کرنے کے سوائے جا بجا نہ دیکھا۔ ہاں وہ کون بزرگوار تھے جنہوں نے گذشتہ سال ایبٹ آباد میں ہمارے بالمقابل ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔ اور جھوٹ بول بول کر احمدیت کو مٹانے کے در پے تھے۔ تمہاری یہ بدعنوانیاں ہم سے تو چھپی ہوئی نہیں پھر کیوں حامیان حق پر زبان طعن دراز کر کے اپنی پردہ دری کراتے ہو۔ اگر تمہیں بھی ایسا ہی تبلیغ کا جوش تھا۔ تو جاپان میں آدمی بھیجتے۔ وہاں اپنا مشن قائم کرتے۔ انگلستان میں بھیجنے اور ایک قائم شدہ مشن کے بالمقابل بھیجنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ آئے دن جو لوگوں کو دام تزویر میں پھنسا پھنسا کر گدی پرستی میں انہیں شریک کرنا چاہتے ہو۔ یہی رویہ اور کوشش آریوں اور دیگر مذاہب کے بالمقابل صرف کی ہوتی۔ لیکن دوسروں پر اعتراض کر لینا آسان ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر کو دیکھنا مشکل +

نو مبائعین:۔ ذیل کے اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت میں داخل ہوئے۔ میاں محمد شفیع صاحب ساکن [illegible]

مولوی حامد حسین فرماتے ہیں۔ کہ "در قول بالبداء اصلاً شناعتے و قباحتے و ایرادے و اعتراضے لازم نمے آید"

اور مولوی دلدار علی صاحب آیت اللہ فی العٰلمین فرماتے ہیں کہ بداء اس لائق نہیں کہ کوئی اس کا قائل ہو۔ کیونکہ اس کو ماننے سے اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ جاہل ماننا لازم آتا ہے اگر مولوی دلدار علی صاحب اور محقق طوسی زندہ ہوتے تو ہم حامد حسین صاحب کو اُن کے سامنے کر دیتے۔ کہ تینوں علماء اور متکلمین امامیہ آپس میں تصفیہ کر لیتے کہ سچا کون ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است!

خاکسار۔ نذر علی از شہر پشاور۔

محمدی ختم نبوۃ کی اصل حقیقت

(۳)

پیش کردہ اعتراضات پر نظر

(از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ)

قولہ اگر کہو۔ کہ نہیں ایک مدت دراز تک کسی کا نبی نہ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ باب نبوت مسدود ہو چکا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کیا بنی اسماعیل کے لئے حضرت اسماعیل کے بعد باب نبوت کھلا تھا۔ یا بند۔ اگر کہو کھلا تھا۔ تو پھر سوائے نبی کریم صلعم کے بنی اسماعیل میں اور کس قدر نبی ہوئے۔ اگر کہو کہ کوئی نہیں ہوا۔ اور بنی اسماعیل میں نبی کہلانے کے لئے صرف نبی کریمؐ مخصوص ہیں تو اس بات کا جواب دو۔ کہ آیا بنی اسماعیل کے لئے اصولاً باب نبوت کھلا تھا یا بند۔ اگر کہو کہ کھلا تھا تو پھر ایک ہی نبی کیوں ہوا بہت سے نبی ہونے چاہئیں الخ من الخرافات والھزلیات واللغویات۔

اقول۔ ہم اس بچوں کی سی سمجھ اور سادہ لوحی پر جو بہت سے غصہ اور استغنا کے ساتھ ملا کر ظاہر کی گئی ہے ہنسیں یا روویں حقیقت میں محمودی لوگ ماننے اور بل چھل کرنے میں کیسے ہی ہوشیار ہوں۔ مگر دین کے بارے میں بہت ہی ابلہ اور بے تمیز ہیں۔ ناحق نادانی اور بے سمجھی کی راہ سے آپ ہی ایک بات کہکر دانشمندوں پر ثابت کر دیتے ہیں کہ کسقدر دماغ اُن کا علمی روشنی کو ملے۔ اور کس قدر معلومات اُنکے تنگ ہیں۔

کیا خوب سمجھ ہے۔ اس نادان سے کوئی پوچھے۔ کس نبی کو خاتم النبیین کہا گیا تھا۔ جو اُس کے بعد نبوت کے دروازے کا بند ہونا یقین کیا جاتا۔ خاتم الانبیاء تو حضرت عیسےٰ کو بھی زبانِ وحی میں نہیں کہا گیا۔ اگر وحی میں لفظ حضرت عیسےٰؑ کی نسبت بھی خاتم الانبیاء کا آجاتا تو اس قسم کے لغو اعتراضوں کے لئے دس گز کی زبان نکالنی بھی سود مند ہوتی۔ ہمیں تو ان لوگوں کی ایسی باتوں پر نہ کچھ خیال نہیں نہ کچھ افسوس۔ لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ جب کوئی نادان ہو کر دانائی کا دعوےٰ کرے اور جاہل ہو کر عالم ہونے کا دم مارے اور دروغگو راست گو بن بیٹھے اور چور ہو کر اُلٹا کوتوال کو ڈانٹے۔ تو ایسا شخص ہر ایک کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور علےٰ ہٰذا القیاس ہمکو بھی۔ رہی یہ بات کہ اُن کی عقل عجیب اور علم غریب کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہی نہیں کہ نبیوں کا آنا آنحضرت صلعم پر ختم کیا گیا ہے تو اس کا فیصلہ تو اُن کے دلائل کے ساتھ خود مقابلہ و موازنہ سے ہو جائیگا۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے محمودی بھائیوں کو جسقدر مسیح موعودؑ کی نسبت نبی بنانے کا شوق اور جوش و خروش ہے۔ وہ دراصل ایک ہی شخص معزول خلیفہ "محمود احمد" کی الاف زنی کی بنا پر ہے۔ ورنہ ان کے ہاتھ پلے کچھ بھی نہیں نہ قرآن کریم نہ حدیث شریف نہ حضرت مسیح موعودؑ کی کلام کا صحیح استدلال۔

افسوس یہ لوگ نبوت مسیح موعودؑ کے جال میں پھنسکر اور بعد آنحضرت صلعم کے نبی ہونے کے خیال محال میں مبتلا ہو کر اس میں ایسے مدہوش ہوئے کہ پھر کسی آیت قرآن کریم کے صحیح اور سچے معنے جو قرآن کریم کی دوسری آیات کے خلاف نہ ہوں تلاش کرنے کے عادی ہی نہ رہے۔ اور میاں صاحب کی گمراہ کنندہ تعلیموں نے حقیقی قرآنی تعلیم سے اُن کا منہ پھیر کر بار بار نبوت مسیح موعودؑ کے ہی گورکھ دھندے میں ڈالکر ضلالت کے گڑھے ہی میں اُنکو گرایا اور ساری ... مرزا صاحب کی تعلیم ... بس سے صرف ایک یہی لفظ اُنکے دل میں بیٹھ گیا کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں" اس ایک جملہ کے مقابل سارا قرآن اور ساری ... اور تعلیم ... نعوذ باللہ حرف غلط

کی طرح ہو گئیں۔ کیا کوئی محمودی مولوی ...... عجیب نبوت کو ہمیں سمجھا سکتا ہے۔ جس کا قرآن اور حدیث اور صحف انبیاء میں کہیں پتہ تک نہیں۔

اور پھر نبوت مسیح موعودؑ پر دلیل بھی کیا ہی عمدہ تشحیذ ماہ اگست ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۴ پر دی گئی ہے۔

قولہ "اگر ہم بفرض محال مان ہی لیویں کہ آنحضرت صلعم کے بعد تا لقیامت کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا نہ مسیح موعودؑ اور نہ کوئی اور تب بھی اس سے لازم نہیں آتا کہ باب نبوت اصولاً و کلاً بند ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس امت میں محدثین کا ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے۔ کہ باب نبوت کلی طور سے بند نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تمام لوگ بالقوۃ تمام اجزاء نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام حقیقت نبوت حاصل کرتے رہے الخ من الخرافات واللغویات والھزلیات۔

اقول۔ ہائے افسوس ان لوگوں نے دین کی باتوں اور حکمتوں کو بچوں کا کھیل سمجھکر نبوت اور رسالت کو کیا خاک میں ملا دیا ہے۔ اور کیسا خفیف کر دیا ہے۔ صرف ایک نبوت مسیح موعودؑ کے بیہودہ خیال سے ہزارہا صداقتوں کا خون کرتے جاتے ہیں۔ بھلا خیال تو فرمائیے۔ نبوت کے جاری اور باب نبوت کے کھلا ہونیکا کیا شستہ ثبوت دیا ہے جسکے پیش کرنے کیوقت نہ تو یہ سوچا۔ کہ یہ جو دعوےٰ کیا گیا ہے کہ محدثوں (بالفتح) میں بالقوہ تمام اجزاء نبوت اور تمام کمالات نبوت اور تمام حقیقت نبوت پائی جاتی ہے۔ اس لئے باب نبوت مسدود نہیں یہ دعوےٰ دراصل صحیح ہے یا غلط۔ اور نہ یہ خیال کیا۔ کہ جیسے میرا دعوےٰ عام ہے دلیل جو پیش کرتا ہوں وہ بھی عام ہے یا نہیں۔ دراصل یہ دعویٰ ہی فاسد ہے کہ محدثوں (بالفتح) کے وجود سے باب نبوت کھلا معلوم ہوتا ہے۔ احادیث کے روسے فقط اتنا مسلم ہے کہ محدث (بالفتح) مکلم من اللہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں مانا جا سکتا کہ محدث کے دل میں جس طرح کلام ڈالا جاتا ہے۔ اُسی طرح نبی کے دل میں ڈالا جاتا ہے بلکہ بہداہت ثابت ہے کہ انبیاء کے ساتھ خدا کے کلام کا طرز الگ ہے اور محدثوں (بالفتح) کے ساتھ خدا کے کلام کا طرز اور۔ انبیاء پر وحی جبرائیل لیکر آتا ہے اور وہ وحی کتاب اللہ کہلاتی ہے اور محدثوں پر کلام یا وحی جبرائیل لیکر نازل نہیں ہوتا اور نہ وحی محدثیت و وحی ولایت کتاب اللہ کہلا سکتی ہے اور اسی کی طرف اُس پاک اور مقدس کلام میں اشارہ ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے محدثوں (بالفتح) کے بارے میں نکلا ہے۔ "من غیر ان یکونوا انبیاء" یعنے محدث غیر نبی ہیں سو یہی صداقت حقہ ہے۔ جسکو ایک قاعدہ کلی کے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں بیان فرما دیا۔ نادانوں اور جاہلوں کی نظر محیط نہیں ہوتی اس لئے ... نبوت کی ایک جز کو دیکھکر اپنی غرض فاسد کے مطابق اسکے لئے ایک مسئلہ گھڑ لیتے ہیں۔ اور دوسرے جزیات اور لوازمات نبوت کو جو محدث میں پائے ہی نہیں جاتے چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسی ہی باب نبوت کے کھلا ہونے پر اس نادان کی یہ منطق ہے جو آنکھیں بند کر کے نبوت مسیح موعودؑ کی خاطر گھڑی گئی ہے بھلا کوئی سوچے کہ محدثوں (بالفتح) کے وجود سے کہاں سے اور کس دلیل سے سمجھا جاوے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ کیا سچ نہیں کہ محدث (بالفتح) نبی نہیں ہوتا۔ اگر وہ نبی ہی نہیں ہوتا۔ تو اُن کے ہونے سے باب نبوت کھلا کس طرح ہوا۔ اب اگر محمودیوں کا یہ مسئلہ سچا ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہر محدث (بالفتح) نبی اور ہر نبی محدث (بالفتح) ہوتا ہے۔ سو بعد نبی کریمؐ صرف محدثوں کا وجود ہی سد باب پر ایک پختہ دلیل ہے۔ نہ کہ نبوت کے دروازے کھلے ہونے پر۔ اب اس دعوے کی خوبی کا تو بیان ہو چکا ہے۔ محمودی دلیل کی بھی کیفیت سُنئے۔ وہ کہتا ہے۔

قولہ۔ ہم قطع نظر اس تمام بات کے ایک موٹی مثال لیتے ہیں۔ عورت صدیقہ ہو سکتی ہے۔ اسے وحی آ سکتی ہے جبرائیل اُس کے پاس آ سکتا ہے۔ اور وہ بالقوہ استعداد باطنی کیوجہ سے وہ تمام کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ جو نبی حاصل کرتے۔ لیکن وہ نبیہ نہیں ہو سکتی۔ کیوں؟ کیا اس وجہ سے کہ باب نبوت اصولاً بند ہے۔ یا اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت ایک عورت کو منصب نبوت پر مامور کرنے سے مانع ...

اقول۔ میں کہتا ہوں۔ یہی تم خاتم النبیین کی آیت کے متعلق سمجھ لو۔ کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کسی کو منصب نبوت پر مامور کرنے سے مانع ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا نبی نہ ہونا اسی وجہ سے ہے۔ کہ باب نبوت من کل الوجوہ مسدود ہے۔ حضرت مریم صدیقہ کی مثال امت محمدیہ کے مومنوں کے متعلق کیوں دیگئی۔ اسی لئے کہ اب خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے یہی چاہا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے کوئی نبی نہ ہو۔ ہزار کوئی مریم کی طرح صاحب وحی بھی ہو۔ خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بھی رکھتا ہو۔ اظہار امر غیب بھی اسپر بکثرت ہوتا ہو۔ مگر چونکہ وہ مریمؑ کی طرح ایک امتی اور ایک نبی کے زیر تربیت رہیگا۔ اور اس نبی کی اطاعت سے آزاد نہیں ہوگا۔ اس لئے اسکو صدیقیت سے آگے نبوت کا منصب نہیں مل سکتا۔ باب نبوت کے بکلی اور من کل الوجوہ مسدود ہونے پر قرآنی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ مومنوں کے متعلق صدیق ہونا تو لکھا ہے۔ اولٰئک ھم الصدیقون مگر اولٰئک ھم النبیون" کہیں سارے قرآن میں نہیں آیا۔ گویا بتلایا کہ نبی بننے کے لئے تو قیامت تک باب نبوت بند ہے۔ لیکن صدیق بننے کے لئے بہ متابعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب منطوق آیت دروازہ صدیقیت کھلا ہے۔ اور عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ سورہ تحریم میں امت محمدیہ کے تمام افراد کاملہ کو ہی مریمؑ سے تشبیہ دی گئی ہے اور کہیں مسیح موعودؑ کو اس سے الگ بیان نہیں کیا کہ دوسرے تمام افراد کاملہ تو مریمؑ ہو کر صدیق ہونگے۔ اور ایک فرد امت کا مسیح موعود بنکر نبی ہو جائیگا۔ یہ تخصیص سورۂ تحریم کی اُس آیت میں کہیں بھی بیان نہیں کی گئی۔ اور یہ اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ کوئی ایک فرد امت بھی قیامت تک نبی کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اسوجہ سے کہ مریم نبیہ نہ تھی۔ اور مریمؑ سے ہی تمام افراد کاملۂ امت کو تشبیہ دی گئی ہے۔ نہ کسی نبی سے اور یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ باب نبوت بعد آنحضرت صلعم بکلی بند ہے۔ پس اس وجہ سے کہ تمام کامل افراد امت مع مسیح موعودؑ مریمؑ ہونے کے سبب سے بالقوہ تو تمام کمالات نبوت حاصل کر سکتے ہیں مگر بالفعل نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ بقول راقم مضمون مریمؑ کا نبیہ ہونا خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ پس ہم تو یہی کہینگے کہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے ماتحت باب نبوت ظاہراً و باطناً تمام افراد کاملۂ امت کے لئے تو بالکل بند ہے۔ کیونکہ وہ سب کے سب اپنے کفیل نبی سے تربیت پانے کے لئے مریمؑ کے حکم میں ہیں۔ اور چونکہ مریمؑ بھی ایک امتی فرد تھی۔ اسلئے امتی کے لئے اصولاً باب نبوت بند ہے۔ اسلئے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ باب نبوت اصولاً بند ہے۔ اور نبوت کے تمام اجزاء اور تمام لوازم اور تمام شرائط جو قرآن مجید نے بیان کئے ہیں وہ سب کے سب اجزاء اور لوازم کبھی کسی امتی کو خواہ وہ مسیح موعودؑ ہی کیوں نہ ہو۔ یا بفرض محال حضرت عیسےٰؑ ہی کیوں نہ امتی بنکر آ جاویں امتی ہونے کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ امتی ہونے کی صورت میں وہ اپنی اصل نبوت بھی کھو بیٹھینگے۔ خواہ کسی کو لاکھ مرتبہ تمام کمالات نبوت بالقوہ حاصل ہو جاویں اور کروڑوں وہ پیشگوئیاں خدا تعالیٰ سے علم اور خبر پاکر کرے اور وہ سب کی سب پوری بھی ہو جاویں تب بھی نبی ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے ماتحت باب نبوت بالکل ہی بند ہے۔ اور کوئی سچا مسیح موعودؑ اور حقیقی مہدی معہود نبی کے عہدہ پر نہیں آ سکتا۔ اسلئے یہ بات نادانی اور حماقت اور سفاہت سے بھرپور ہے کہ کہا جائے کہ محمدی ختم نبوت کی وجہ سے باب نبوت بند نہیں بلکہ کھلا ہے۔

نے خبر دی - (در ہی کو وہ ٹھہرایا - ہاں میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ آیا میں ہی مصلح موعود ہوں کیونکہ مجھے خدا نے اس کی خبر نہیں دی - اگر مجھے خبر دی گئی - تو کسی سوال کی ضرورت نہ ہوگی - میں خود اعلان کر دوں گا -

سوال - غیر مبائعین کو آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر ؟

جواب - جو حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ یقین کرتے ہیں خواہ وہ نبی اللہ کی کوئی تاویل کریں - وہ مسلمان ہیں مگر جو حضور کی نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں "

سوال - غیر مبائعین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

جواب - مکروہ ہے - ضرورت کے وقت پڑھ لی جائے - گو غیر مبائع مستقل امام نہ ہو "

سوال - کیا غیر مبائعین سے رشتہ ناطہ جائز ہے ؟

جواب - چونکہ عقائد بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے (نا جائز تو نہیں) مکروہ ہے "

سوال - غیر مبائع کا جنازہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب - وہ کافر تو نہیں - اس لئے جائز ہے "

ملاحظات

تقریر مندرجہ بالا اور اس کے بعد کے سوالات وجوابات کسی توضیح کے محتاج نہیں - مگر ہمیں تعجب ہے کہ جب ایک طرف میاں صاحب اپنے انکار کو کل انبیائے بنی اسرائیل - خود رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح موعود تک کا انکار قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف ان کا ہمارے متعلق یہ حسن ظن کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو تاویلی رنگ میں نبی یقین کرتے ہیں - جب ہم میاں صاحب کے ان کے فاسد اعتقادات کے باعث کھلے طور پر مخالف ہیں - اور اس انکار و مخالفت سے بقول میاں صاحب ہم کل انبیائے کرام اور حضرت مسیح موعود کے منکر ہو گئے ہیں - تو پھر آپکو نبی اللہ یقین کرنا چہ معنی دارد ؟ منکر بھی ہیں اور پھر نبی اللہ بھی یقین کرتے ہیں پھر اسقدر انبیاء کے منکر ہو کر پھر بھی ان کے مسلمان ہیں نماز بھی ہمارے پیچھے جائز - رشتہ ناطہ بھی درست ہے گو مکروہ ہی سہی سمجھ نہیں آتا - کہ ایک صحیح دماغ انسان ایک ہی وقت میں - ایک ہی مجلس کے اندر کیونکر ایسی متضاد باتیں کر سکتا ہے -

بہر حال ہمیں خوشی ہے کہ میاں صاحب نے آہستہ آہستہ بلیوں کا سا رنگ تو اختیار کر لیا - اب کوئی دن جاتا ہے کہ وہ نبی بھی اپنے آپ کو کہنے لگیں گے - اور ان کے مزعومہ کل انبیاء کے منکرین کا مسلمان ہونا بھی محض انکے دعوے نبوت کے ساتھ ہی غت ربود ہو جائیگا - پھر دنیا میں اسلام کا دائرہ صرف محمود دیت کے حلقہ تک ہی محدود ہو گا - اور بس -

خدا کرے ان مندرجہ بالا متحدیانہ دعاوی کیطرح دعوے نبوت کا شرف بھی شملہ کے مقام تک کنڈی کو ہی حاصل ہو - کہ اس سے کوہ طور کی مماثلت قائم ہو کر ثبوت دلیل نبوت کے لئے کام آسکے -

کسی آئندہ اشاعت میں ان متحدیانہ دعاوی اور پیشگوئیوں وغیرہ پر جو بزعم میاں صاحب انبیائے کرام نے ان کے لئے کی ہیں - مفصل بحث کی جائیگی - انشاء اللہ تعالیٰ ۔

حضرت امیر کا پیغام احباب کے نام

ذیل کا پیغام حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے برائے اشاعت موصول ہوا ہے :-

"میں کل دیگر ان میں تھا - ہمارے نہایت ہی مخلص اور بزرگ دوست مولوی محمد یعقوب صاحب بیمار ہیں - ان کی خواہش تھی - کہ دوسرے احباب بھی ان کے لئے دعا کریں - مجھے ان سے بہت محبت ہے - اس لئے بذریعہ اخبار احباب سے التجا ہے - کہ مولوی صاحب موصوف کی صحت کے لئے دعا کریں ۔ خاکسار محمد علی از ایبٹ آباد ۲۳ ستمبر ۱۹۱۴ء"

اگلا پرچہ

آئندہ ۲۷ ستمبر کو یوم حج اور ۲۸ کو عید الاضحیٰ ہے ان تقریبات سعید پر دفتر پیغام صلح کو تعطیل منانے کا بھی حق حاصل ہے اسلئے اگلا پرچہ بجائے ۳۰ ستمبر ۱۹۱۴ء کے ۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو شائع ہو سکیگا اور وہ بھی آٹھ صفحات پر - جس میں بہت سے دلچسپ انکشافات اور حقائق درج ہونگے۔

خطبہ جمعہ

ختم نبوت کے بیس دلائل

مسئلہ رجعت اور اکمال دین و اتمام نعمت

(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ان فی ذالک لرحمۃ وذکری لقوم یؤمنون قل کفی باللہ بینی وبینکم شھیدا یعلم ما فی السموات والارض والذین امنوا بالباطل وکفروا باللہ اولئک ھم الخاسرون - یہ آیت بھی خاتم النبیین

بعد نزول قرآن مجید ہرگز ہرگز کوئی نبی نہیں آسکتا	کی آیت کی تائید ختم نبوت کے بارہ میں کر رہی ہے - بڑی تاکید سے فرماتے

ہیں کہ کیا اب بھی تم کو کسی نبی کے آنے کی ضرورت و انتظار ہے - ہرگز ہرگز نہیں ہونی چاہئے - ہم نے تمہارے لئے ایسی کتاب جامع تمام اسرار ظاہر و باطن کی نازل فرمائی ہے کہ ہماری رحمت کاملہ سے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت اس کے بعد باقی ہی نہیں رہی - کیونکہ وقتاً فوقتاً مقتضائے حالات زمانہ کے مطابق اس میں تمام علوم کا خزانہ موجود ہے - اس پر علاوہ یہ کہ ہر صدی کے سر پر مجددین مبعوث ہو کر مومنین کے لئے باعث رفع ان کی غفلت کے ہوتے رہینگے - اور مقتضائے حال کے مطابق اس کے ان علوم کو جو اس میں مرکوز ہیں یاد دلاتے رہینگے - اور اس امر پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ان کے رہیگی - پھر اللہ تعالیٰ کی شہادت یعنی نصرت کے ہوتے ہوئے جو اکمال دین اور اتمام نعمت میں ہوتی رہیگی - اب کسی نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہے - جبکہ ایسی ذات جامع تمام صفات حمیدہ نے نازل فرمائی ہے جسکو ما فی السموات والارض اور ما بینھما کا علم حاصل ہے - اس نے تمام علوم غیر متناہی کے خزانے اس میں رکھدئے ہیں اور جن لوگوں نے بعد ایسی کتاب کامل کے کسی نبی کے آنے کا انتظار کر رکھا ہے تو یہ اعتقاد ان کا اس کتاب کے نزول کے بعد محض باطل ہے - گو انہوں نے اس کا نام ایمان رکھا ہے - مگر وہ آمنوا بالباطل کے مصداق ہیں - کہ مثل ثالث فی النبوت کے معتقد ہیں - اور اس اعتبار ذیل سے کفروا باللہ کے بھی مصداق ہیں کیونکہ انکے اس خیال باطل سے لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو ایسا علم اور قدرت حاصل نہیں - کہ علوم غیر متناہی کو اس کتاب

براہین احمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ والنبوت الختمیہ	میں جمع کر دیوے اس لحاظ سے وہ کفروا باللہ کے بھی مصداق

ہوئے - گو بظاہر ان کی کثرت بھی ہو اور چندوں کی آمدنی بھی بہت کچھ حاصل ہوتی ہو لیکن بالآخر اولئک ھم الخاسرون میں شامل ہو جاوینگے - کیونکہ ان کا اعتقاد اللہ تعالیٰ کے اکمال دین اور اتمام نعمت پر نہیں رہا - جو کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت بعد نزول قرآن مجید کے سمجھ رہے ہیں

برہان دیگر ختم نبوت پر

ختم نبوت کی برہان	خاتم النبیین کا انکار کرنیوالا اندھا ہو گیا ہے

کہ جو صدہا آیات قرآن مجید کی ختم نبوت کا اثبات کر رہی ہیں انکو کبھی نہیں دیکھتا - مثلاً انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - جو ایک چھوٹی سی آیت ہے ختم نبوت پر صریح دال ہے - کیونکہ کسی پہلی کتاب کے واسطے یہ وعدہ حفاظت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں کیا گیا تھا - جو کتابیں کہ اب تک باقی ہیں وہ بھی محرف اور مبدل و متغیر ہو گئی ہیں بدیں وجہ پہلے بسبب تحریف و تبدیل صحیفوں انبیاء کے نبیوں کی ضرورت پڑتی تھی - اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا

سب طرح سے قرآن مجید کی حفاظت کی گئی ہے حتیٰ کہ رسم الخط قرآن مجید کا محفوظ ہے	ذمہ بڑی تاکیدات سے خود لے لیا ہے - اور سب طرح سے قرآن مجید

کی حفاظت کی گئی ہے حتیٰ کہ رسم الخط بھی قرآن مجید کا وہی محفوظ ہے جو نبی کریم صلعم کے وقت میں تھا - حالانکہ ہر ایک زبان کا رسم الخط بدلتا رہتا ہے - بلکہ خود عربی کا رسم الخط بھی

ختم نبوت پر برہان	اور وہ اصحاب ہے - جو آپ کے وقت میں موجود تھا -

کے وقت میں تھا - اور وہی رسم الخط ہے قرآن شریف کا لکھنا فرض ہے اور اسی رسم الخط میں لکھا جا رہا ہے - اس کے قواعد محفوظ ہیں صرف بلکہ محفوظ جبکہ اس طرح تمام حفاظت قرآن مجید کی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اپنے ذمہ لے لی ہے تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیا رہی - نبی کے آنے کی ضرورت پہلے اس وجہ سے ہوتی رہی کہ کتب اللہ دیگر تحریف و تبدیل ہو جاتی تھیں - مگر اسلام میں یہ خرابی ممکن نہیں - کیونکہ قرآن مجید میں تو کوئی ایسی تبدیلی ہرگز نہیں ہو سکتی - پس سوائے مجددین کی ضرورت کے جو لوگوں کو غفلت سے آگاہ کرتے ہیں کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہی ....

دوسری آیت ختم نبوت کے لئے برہان	انزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للعلمین

جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نسبت تبیانا لکل شیء بھی فرمایا ہے کہ اس میں تمام حقائق و معارف اور احکام اور اخبار از منہ ماضیہ کے بھی موجود ہیں اور تمام دلائل و رفع شبہات بطور ہدایت کاملہ کے بھی اس میں موجود ہیں اور رحمت کاملہ بھی اس میں موجود ہے جو مقربین الٰہی کو اس کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور تمام آئندہ کی پیشگوئیاں بھی اس میں موجود ہیں وغیرہ وغیرہ - تو تمام امور اکمال دین اسلام کے اور تکمیل نعمت الٰہی کے بھی اس میں موجود ہوئے - اور تمام تحصیل فضائل کے سامان اجتناب رذائل کے اسباب اس کتاب سے حاصل ہیں - تو نبی کے آنے کی کیا ضرورت رہی - بجز اس کے کہ کوئی مجدد نمونہ بنکر موافق مقتضائے حال زمانہ کے امت محمدیہ کو ان امور سے خبردار کرے - پس بعد نزول ایسی کتاب اللہ اور قرآن مجید کے کسی نبی کو ماننا تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین کی تکذیب کرنا ہے - نعوذ باللہ منہ - پس میں خلاصہ کے طور پر اصل آیت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - کہ اس آخری زمانہ میں جبکہ فتح سد یاجوج ماجوج ہو جائیگا اس وقت یہ رجعت روحانی واقع ہوگی - ادھر ارواح خبیثہ کے بظاہر دین اسلام پر حملے کرینگے - ادھر اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت دین اسلام

تائیدات غیبی جو بعد وفات مسیح کے ہونگی وہ قدرت ثانی کے کارکنوں کو حاصل ہونگی	کے اکمال اور اتمام نعمت پر متوجہ ہوگی - اور ارواح مقدسہ

انبیاء علیہم السلام کی توجہ باطنی بھی اس طرف مبذول فرماویگی اور اس ...... میں فتح بیکراں و نصرت عظیم الشان دین اسلام کو حاصل ہوگی جسکے آثار ابھی سے نمایاں ہو رہے ہیں - کہ یورپ وغیرہ میں خصوصاً مسجد ووکنگ وغیرہ میں بفضلہ نوبت اسلام کی بج رہی ہے اور اسلام کو وہ فتوحات حاصل ہو رہی ہیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھیں - اور یہ جو فرمایا گیا کہ اقترب الوعد الحق یہ وعدہ وہی ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے جہاں ذوالقرنین کی سد کے ٹوٹ جانے کا ذکر ہے - قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا اور یہ جو ارشاد ہے کہ فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا یویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظالمین یہ اس قیامت کے نمونہ کی خبر دی گئی ہے جو ایک جنگ عظیم الشان اس آخری زمانہ میں ہونے والی تھی - جو ہماری گورنمنٹ عالیہ دام اقبالہا سے جرمن کم بخت الجھ پڑا ہے اللہ اسکو غارت کرے جو اب قریب زمانہ میں تباہ ہو جاویگا - اطمینان رکھو - اس کی خبر دوسری جگہ قرآن مجید میں اس طرح فرمائی گئی ہے - وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنا ھم جمعا وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا - اخیر سورہ کہف تک جن میں ایک فرقہ اہل اسلام میں داخل ہونے کے لئے اشارہ ہے - علاوہ ان دو فرقوں عیسائیوں کے جو ایک فرقہ رشک رہیگا اور دوسرا صنعت میں کامل ....

.... پس اس آیت متلو میں جو حرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون ہے - اس میں اس رجعت روحانی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے - کہ بعد فتح سد یاجوج ماجوج کے یہ رجعت روحانی ارواح خبیثہ ہلاک شدہ کی بھی ہوگی جو بذریعہ اپنے مظاہر کے اکمال دین اسلام پر حملہ کرینگے اور رجعت روحانی کا اشارہ بھی اس آیت سے اس آیت میں ہے - جہاں فرمایا گیا ہے انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا

...بلکہ انبیاء کا تو فروع میں دین اسلام سے بہت بہت کچھ اختلاف ہے۔ پھر وہ کیونکر اس دین اسلام کے اکمال کی طرف توجہ روحانی ... اس شبہ کو یوں دفع فرمایا گیا کہ ان ھذہ امتکم امۃ دین اسلام بلحاظ اصول کے تمام ادیان منزلہ من اللہ ... سلمانوں! یہ سب انبیاء اور اس فرقت کے ایمان والے اصول دین کے اعتبار سے تمہارے دین اسلام ہی کے گروہ کے ہیں۔ اور تم سب ایک ہی امت رسول مقبول کے ہو اس لئے ان کی رجعت روحانی اور توجہ روحانی جو دین اسلام کے اکمال کی طرف ہے وہ توجہ ہماری ہی طرف ہے۔ کیونکہ ہم معہ سب فرشتوں کے تمہارے نبی کے لئے رحمت بھیج رہے ہیں۔ اس لحاظ سے ان سب انبیاء کی توجہ جو دین اسلام کے اکمال کی طرف ہے وہ توجہ ہماری طرف ہے۔ کل الینا راجعون۔ کیا اچھا کہا مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ؎

(یہ ساتھ تعلق اسکے اور ادواج انبیاء سابقین کی ایک طرف ہیں) | (ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ کی مراد)

نام احمدؐ نام جملہ انبیاء ست
چوں بیامد صد نود ہم پیش ماست

الحاصل وہ رجعت جسمانی جسکے قائل شیعہ ہیں وہ تو نصوص قرآنی سے باطل ہے اور غالیوں کی رجعت بھی محمدؐ رسول اللہ صلعم کے بارہ میں جو سمجھ رہے ہیں وہ بھی باطل ہے ہاں وہ رجعت روحانی جو مسیح موعود نے بڑی بڑی تحریروں کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ وہ ہے۔ اور اس آخر زمانہ میں جو لاکھوں فتنے دین اسلام پر وارد ہو رہے ہیں۔ وہ اس آیت قرآنی سے بطور التباس اور اشارہ کے مفہوم ہوتی ہے۔ اور وہ اُن اصفیاء کے ساتھ ہی تائید کر رہی ہے۔ جو قدرت ثانی کے کارکن ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک اور الہامات مسیح موعودؑ کے جن میں آپ کو آدم، نوح، ابراہیم وغیرہ وغیرہ کہا گیا ہے۔ وہ بھی اس التباس پر اشارہ کر رہے ہیں یہی حقیقت ان الہامات کی ہے اور یہی ہے حقیقت اس رجعت روحانی کی اور اہل غلو نے جو حضرت مسیح موعودؑ کو عین مصطفےٰ قرار دے رکھا ہے وہ بھی غلط ہے۔ اس سے مراد سرور عالم سید المرسلین کی ایک توجہ با دشاہانہ ہے دین اسلام کے اکمال کی طرف و بس ؎

(رجعت روحانی جو بطور اشارہ کے التباساً آیت متلوے مفہوم ہوتی ہے)

آں شہ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سید عشاق حق شمس الضحےٰ
سید و سرور محمدؐ نور جہان
مہتر و بہتر شفیع مذنبان

قرآن مجید انگریزی اور اسکے متعلق ضروری اعلان

خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ اس نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی کوشش کو بار آور کیا۔ اور وہ دن قریب ہے کہ جب قرآن مجید (مکمل) معہ انگریزی ترجمہ و تفسیر کے ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔

جیسے کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے قرآن مجید کی جلدیں بذریعہ ڈاک کے جہاز میں آتی رہینگی اور اس فرقان حمید کی پہلی قسط لنڈن سے روانہ ہو چکی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اخیر ستمبر تک یہاں پہنچ جاویگی۔ مگر چونکہ تھوڑی کاپیاں آئینگی اس لئے صرف انہی احباب کو بھیجی جاسکینگی جنکی قیمت معہ محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ پیشگی ۲۰ ستمبر تک وصول ہو جائیگی خواہ ایسے احباب لاہور کے رہنے والے ہوں۔ یا بیرونجات کے اور جس ترتیب سے پیشگی وصول ہوگی اسی ترتیب سے کاپیاں بھیجی جاسکینگی اس لئے جو صاحب زیادہ شائق ہوں وہ اپنی پیشگی قیمت جمع کرانے میں جلدی کریں۔

قیمت فی جلد (مجلد) انڈیا پیپر .... پندرہ ۱۵ روپیہ
" انگریزی کاغذ قسم دوئم ..... دس ۱۰ "

نوٹ:- ہر دو قسم قرآن مجید کا کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہے موجودہ قیمت قریباً اصل لاگت ہے جو کہ اس لئے کم رکھی گئی ہے کہ سب شائقین اس نعمت عظمےٰ سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ اور بالخصوص دس ۱۰ روپیہ والی جلد ہر متوسط الحال انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ کل کتاب کی ضخامت ۱۴۰۰ صفحات سے اوپر ہے۔ تمام درخواستیں مفصلہ ذیل پتہ پر آئیں:-

آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت لاہور

خاکسار
مرزا یعقوب بیگ۔ آنریری سکریٹری احمدیہ ...

احکام عید الاضحےٰ

(۱) بقرعید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے۔ اور جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں معروف ہوں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ جس میں قربانی اور تکبیرات تشریق وغیرہ کے احکام بتلا دے۔ اس نماز کے لئے بھی باہر عیدگاہ میں جانا مستحب ہے اور راستہ میں پکار کر تکبیر پڑھتا رہے اور دوسرے راستہ سے واپس ہو کہ دونوں راستے گواہی دیں۔

(۲) بقرعید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں۔ اگرچہ حرام بھی نہیں بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھاوے۔

(۳) تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد جو جماعت سے پڑھی گئی ہو۔ کہنا واجب ہے۔ اور امام اور مقتدی سب ایکبار اس طرح تکبیر کہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ نویں ذوالحجہ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک۔

قربانی کے احکام

(۴) ہر ایک مسلمان آزاد مقیم جس پر صدقۂ فطر واجب ہے ایک بکرا یا بھیڑ یا دنبہ یا ساتواں حصہ گائے۔ بیل بھینس۔ اونٹ کا قربانی کرنا واجب ہے۔ اور ایک گائے، بیل وغیرہ میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی شریک ہو کر پوری گائے کریں۔ تب بھی درست ہے۔ بکرا بکری ایک برس کا پورا ہونا چاہئے۔ اور گائے، بیل، بھینس دو برس کی اور اونٹ پانچ برس کا۔ دنبہ دنبی اور بھیڑ اور مینڈھا چھ ماہ سے زیادہ کا بھی درست ہے۔ بشرطیکہ موٹا اور تیار ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو۔

(۵) قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے۔ اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف پائے یا کھال بھی لگا دی جائے۔ تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔

(۶) شہر والے قربانی بعد نماز کے کریں۔ اور اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی۔ تو جس وقت نماز کا وقت گذر جائے اُس وقت قربانی کرنا درست ہے یعنی بعد زوال کے اور دوسرے اور تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے یعنی اگر نماز بقرعید کی کسی عذر سے قضا ہوگئی۔ تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسی طرح بارہویں تاریخ کو بھی اور گاؤں والوں کو صبح صادق ہونے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

(۷) قربانی کے دن تین ہیں۔ دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں ذوالحجہ کی مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرے دن۔ پھر تیسرے دن۔ اور تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہو سکتی ہے۔

(۸) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہیں ہے۔

(۹) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

(۱۰) قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا یا دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کر دیا۔ تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن اگر دعا ماثورہ جو آگے آتی ہے۔ پڑھیگا تو بہتر ہے۔ اور ثواب زیادہ ہے۔

(۱۱) جب قربانی کو قبلہ رخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین

(۱۲) ذبح کرنے کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیھما الصلوٰۃ والسلام۔

(۱۳) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غرباء و مساکین پر صدقہ کرے۔ ایک تہائی اپنے دوستوں کو دے اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لے۔ لیکن جس شخص کے کنبہ بہت ہو یا کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

(۱۴) ... [illegible]

کرنا واجب ہو گیا۔ اس کو فروخت نہیں کر سکتا اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے اس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ واسطے محتاجوں کو دے دینا چاہئے۔ نذر کرنیوالے کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۵) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی کے دن گذر جائیں اور وہ قربانی نہ کرے تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۶) جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے اور اگر بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو۔ تب بھی قربانی درست ہے اگر جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ یا لنگڑے۔ اندھے اور کانے کی قربانی درست نہیں اور ایسے دبلے جانور کی قربانی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو۔ اور نہ ایسے لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جاسکے۔ اور نہ ایسے بیمار کی جس کی بیماری ظاہر ہو۔ اور نہ ایسے جانور کی جس کا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو۔ یا تہائی سے زیادہ دُم کٹی ہوئی ہو اور نہ اس کی جس کے بالکل کان نہ ہوں۔ اور نہ اس کی جسکے دانت نہ ہوں البتہ اگر تھوڑے سے گر گئے۔ اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے۔

(۱۷) اجرت قصاب کی قربانی میں سے دینا جائز نہیں ہے۔ چرم قربانی کو صدقہ کرنے کے لئے فروخت کرنا درست ہے۔

(۱۸) چرم قربانی یا اس کی قیمت کو کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام مسجد و مؤذن کو بسبب اس کی امامت و اذان کے دینا درست نہیں ہے۔ اس کے لئے بہترین مصرف آجکل اشاعت اسلام ہے دین الٰہی سے زیادہ آج اور کون زیادہ مسکین ہے جو اندرونی اور بیرونی حملوں سے زار و نزار ہو رہا ہے۔ اور کوئی اسکا پوچھنے والا نہیں۔ پس چرم قربانی کی قیمت اس انجمن کو دینی چاہئے جو خدمت دین متین کے لئے قائم ہو۔ جو اس وقت لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے قائم ہے۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت خواجہ صاحب کا تازہ خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۵ اگست ۱۹۱۷ء بمقام ووکنگ انگلینڈ

برادران سلمکم الرحمٰن۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مدت ہوئی میں نے یہاں کے حالات کے متعلق کوئی خط نہیں لکھا اسکا باعث وہ خطرناک بیماری تھی جو مجھے آخر ماہ فروری میں لاحق ہوئی اور جسکا اثر اسوقت تک مجھ پر ہے اس بیماری کا محرک تو یہاں کا گذشتہ سالہ غیر معمولی موسم سرما تھا۔ جس سے مجھے اول انفلوئنزا ہو گیا اور پھر چند ہفتہ تک شدید بخار پلوریسی خفیف نمونیا وغیرہ وغیرہ رہے لیکن اس بیماری کو اس صدمے نے خطرناک بنا دیا جو کرمی لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی بیماری مرض اور اسکے ماتحت تکلیف دہ نتائج جو ظہور پذیر ہوئے۔

اللہ تعالےٰ کے علم میں شاید میری زندگی کے ساتھ کوئی خدمت وابستہ ہوگی ورنہ امید زیست باقی نہ تھی۔ اس حالت سے میں نے عام طور پر اطلاع دینی اس لئے پسند نہ کی کہ بدقسمتی سے ہم مسلمانوں میں ایک کی موت یا ایک کی مصیبت دوسرے کی خوشی یا کرامت بنجاتی ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے دوبارہ زندگی عطا کی اور اپنی خدمت کے قابل رکھا۔ اور ساتھ اس باعث کو بھی دُور کر دیا جس سے یہ بیماری حالت نازکی تک پہنچ گئی تھی۔ یعنے واقعہ لارڈ موصوف۔ اس نے مشن کی ترقی پر بھی بڑا اثر ڈالا۔

اسوقت بحمد اللہ لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے نہ صرف بیماری سے نجات پائی بلکہ اپنی غلطیوں کا بھی اعتراف خدا تعالےٰ کے آگے کیا جیسا اُن کی اس دعا سے ظاہر ہوا ہوگا۔ جو اسلامک ریویو بابت ماہ جون کے پرچہ میں شائع ہوئی۔ اور اب انہوں نے علی الاعلان دنیا کو اطلاع دینی چاہی ہے۔ کہ کن اسباب کے ماتحت یہ مصیبت انکو جھیلنی پڑی۔ جو لوگ ذاتی طور پر لارڈ موصوف کو جانتے ہیں وہ ہمیشہ سے انکی محبت اسلام۔ محبت آنحضرت صلعم اور جرأت ایمانی کے قائل ہیں۔ جس جرأت ایمان سے چار سال ہوئے انہوں نے مشرف باسلام ہونے کا اعلان کیا تھا۔ اسی جرأت سے وہ آج پبلک کے سامنے یہ کہنے کے لئے بھی تیار ہیں ؎ من نہ کردم شما حذر بکنید۔ لارڈ موصوف بسلسلہ لیکچر ان امور کے اعلان کا ارادہ کرتے ہیں۔

ایام جنگ کے باعث جو چٹھی ہمارے مختلف احباب کی خدمت ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ یکشنبہ مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۲۳

مسئلہ قربانی اور عید الضحیٰ

آج سے چند دن بعد وہ مقدس اسلامی دن ہم پر آنیوالا ہے جب ایک طرف عرب کی وادیٔ غیر ذی زرع میں کروڑ ہا انسان ننگے سر اور ننگے پاؤں ایک ہی لباس کے اندر خدائے برحق کے سامنے عاشقانہ وار اپنے سر عبودیت کو جھکائے کھڑے ہونگے۔ اور دوسری طرف انہی بیوطن و بے خانمان مسافروں کی تقلید کل اسلامی دنیا اپنے اپنے شہروں کی مساجد میں اسی مولا کریم کے سامنے سر نیاز خم کرتی ہوئی دکھائی دیگی۔ ایکطرف وادیٔ بطحا کا وہ قابل دید دلنشین نظارہ پیش نظر ہوگا۔ جو فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم کی دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا نشان اور یاتین من کل فج عمیق کی قرآنی پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اور دوسری طرف نہ صرف مکہ ہی میں بلکہ کل دنیا کے اندر اس عظیم الشان قربانی کی عملی یادگار منائی جائیگی۔ جو ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ماں اس جگر گوشہ کے گلے پر چھری رکھکر جو آپ کی پیرانہ سالی کا ایک ہی اکیلا ثمرہ اور نشان تھا۔ یہ ثابت کردیا۔ کہ خدائے ذو الجلال کے احکام کے آگے آپ اپنی نفسانی خواہشات تو کیا جسم و جان اور اولاد و اطفال کی بھی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور صرف حکم خداوندی کو پورا کرنے کے لئے عزیز سے عزیز کے گلے پر بھی چھری رکھدینا آپ کے آگے کوئی بڑی بات نہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جسکو یاد دلانے کے لئے جس کی تقلید کرانے اور اس کا سبق پڑھانے کی خاطر ایک مسلمان سے ہر سال وہ کام لیا جاتا ہے جسے جیو ہتیا جیو ہتیا کہہ کر لوگوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ حالانکہ اگر دیکھتے۔ اگر ان کی چشم بصیرت ذرا بھی وا ہوتی۔ تو وہ اس نظارہ کو دیکھکر اور ان حالات پر غور کرکے جن کی یادگار میں یہ ہر سال قائم ہوتا ہے۔ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے تھے۔ کہ جس قسم کا عالیشان سبق اور انسان کو با خدا انسان بنانے کی جو راہ اس قربانی میں ہر سال ہمیں سکھائی جاتی ہے اس سے بڑھکر انسان کے لئے خدا تک پہنچنے کی اور کوئی راہ نہیں بشرطیکہ نرا رسم ادا کرنا ہی مطلوب نہ ہو بلکہ کچھ نہ کچھ سبق بھی اس سے سیکھا جائے اور دنیا کے حالات پر ایک نظر ڈال کر دیکھو۔ کیا تصویری زبان میں بعض یادگار انسانوں کی یادگاریں قائم نہیں ہوئیں کیا دنیا کے عظیم الشان انسانوں کے لوگ مجسمے قائم کرکے آئندہ نسلوں کے لئے انکے محاسن اور کارناموں کی یادگاریں مجسموں کی صورت میں نہیں چھوڑتے۔ جو پیچھے آنے والوں کو ان کی پیروی و تقلید کے لئے تحریک و تحریص دلاتے ہیں۔ پس جناب ابراہیم علیہ السلام نے جو عظیم الشان قربانی کی۔ اور الٰہی ارشاد کے ماتحت اپنی رؤیا کو پورا کرنے کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھری رکھکر اس وفاداری اور صدق و صفا کا ثبوت دیا۔ جو جناب الٰہی سے آپ کو تھا۔ تو یہ وہ عظیم الشان بات تھی جسکی تقلید کل نسل انسانی کے لئے ضروری اور لابدی ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب نہیں جو احکام خداوندی کی تعمیل کو ضروری نہ ٹھہراتا ہو۔ کوئی اہل دین نہیں۔ جسکے نزدیک یہ جائز ہو کہ خدائے برحق کے حکم سے انحراف ایک سر مو بھی تجاوز نہ کرے۔ تو جب اسی کی تعمیل جناب ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔ اور ایک رنگ میں ہوئی ہے۔ کہ دنیا کا کوئی فدیا ایسا نہیں جو اس کا نمونہ دکھلا سکے۔ سوائے اس عظیم الشان انسان کے جو اسی ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے نتیجہ آپ ہی کے اسی فرزند کی نسل سے پیدا ہوکر جس نے الٰہی ارشاد کے آگے [illegible] رکھکر اپنے [illegible] کا ثبوت دیا۔ یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ و بذلک امرت و انا اول المسلمین۔ تو پس اگر [illegible] قربانی اس [illegible] احکام خداوندی

کی تقلید کے لئے اللہ تعالیٰ نے [illegible] یادگار اس تصویری زبان میں قائم کردی۔ کہ خدا کی راہ میں بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ کو قربان کرکے خود اپنے آپ کو بھی الٰہی مذبح پر قربان کردینے کے لئے تیار کیا جائے۔ اپنی گردن تک کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں ضرورت کے وقت کٹوا دینے کا اقرار کیا جائے۔ تو اس میں کون سی برائی کی بات ہے

تم کہتے ہو کہ اس سے جیو ہتیا ہوتی ہے۔ لیکن کاش یہ بھی بتا دیا جائے۔ کہ خود تم جو روزانہ کئی ذی روح نفوس کو ہلاک کرتے ہو۔ اور اپنی زندگی کو قائم رکھنے، اپنے پیٹ کو پالنے۔ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے انہیں بے ڈکار ہضم کر جاتے ہو۔ یہ کہاں کا رحم اور مہربانی ہے۔ اور تو اور اب گھاس پات اور نباتات وغیرہ میں بھی تم خود یہ مانتے ہو۔ کہ روح ہے۔ ان میں بھی دکھ درد۔ رنج و غم، اور تکلیف وغیرہ کا احساس پایا جاتا ہے۔ تو پھر کس منہ سے تم گوشت نہ سہی ساگ پات وغیرہ کو کھا کر بھی یہ کہنے کا حق رکھتے ہو کہ ہم بڑے رحمدل اور مہاتما پرش ہیں۔ اور مسلمان بڑے ظالم اور خدا سے دور۔ ہم تو حیران ہیں کہ وہ کونسا اصول ہے۔ جسکی رو سے ہمارے ہندو دوست جن میں سے اکثر حصہ کی اب گوشت وغیرہ پر ہی بسر اوقات ہوتی ہے۔ ایک ذی روح و ذی احساس روزی کو پکا کر اور اسے چبا کر خود تو جیو ہتیا کے الزام سے بری ہو جاتے ہیں اور مسلمان ایک دوسری اسی قسم کی ذی احساس مخلوق پر چھری چلانے اور پھر خدا کے سوا باقی سب چیزوں کو انسان کا خادم ہی سمجھنے اور اس سے خدمت لینے سے مورد الزام ٹھہر سکتے ہیں سب سے بڑھکر حیرانی ہمیں ان لوگوں پر ہوتی ہے جو مدعی ہیں اس بات کے۔ کہ وہ ایک خدا کو مانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس ادعا کے جب بھی ان سے معاملہ پیش آتا ہے تو وہ شرک و بت پرستی کے ہی حامی پائے جاتے ہیں لیکن اس کے خلاف اسلام صرف یہی نہیں کہ زبانی ہی توحید الٰہی منواتا ہو بلکہ اسکی تمام تعلیم کے اندر عملاً بھی اس بات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک خدا کے سامنے باقی کسی چیز کی کوئی حقیقت اور وقعت نہیں سمجھتا۔

(۱) خدا ایک۔

(۲) کل انسان برابر۔

(۳) باقی کل اشیا انسان کی خادم۔

یہ وہ پاک خیالات ہیں۔ جن کے بغیر توحید الٰہی کا عقیدہ قائم و برقرار رہ سکتا ہی نہیں۔ اور یہی وہ پاک تعلیم ہے۔ جسکو کماحقہ طور پر سمجھ لینے کے بعد انسان ترقی کی ان اعلیٰ منازل پر پہنچ سکتا ہے۔ جو اعلیٰ تہذیب کے نام سے موسوم کی جاسکتی ہیں۔ اور جہاں سے علوم کے چشمے ابل ابل کر نکلتے ہیں۔

یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کی طرف لے جانے کے لئے ہمیں قربانی کا سبق سکھایا گیا ہے۔ اور اسی حقیقت کو پا لینے سے نسل انسانی فلاح و رشد کی بلند چوٹیوں پر پہنچ سکتی ہے۔ ہاں قلب صمیم اور چشم حقیقت بین درکار ہے ⁕

"دنیا میں ایک نبی آیا"

۱۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کے الفضل میں کسی شخص کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ کہ:۔

"ہم تو حضرت مرزا صاحب کے سب دعاوی ماننے کو تیار ہیں۔ مگر یہ الفضل کی لوح پر "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا" کیوں چھپتا ہے۔ اس سے لوگ خواہ مخواہ بدکتے اور مولوی لوگ بھڑکتے ہیں۔ ایسا نہیں چاہئے"۔

اس کا جو کچھ جواب دیا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

"اول تو عرض ہے کہ یہ ہمارا قول نہیں۔ یہ اسی کا فرمان ہے۔ جو اللہ العالمین ہے۔ جب خود اس نے اپنے نبی پر یہ ظاہر فرمایا تو ہم کون ہیں کہ اسکو چھپائیں۔ دوسرے اگر اسکو چھپایا جائے تو کیسے معلوم ہو کہ خدا نے جو حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ فرمایا تھا۔ وہ درست نکلا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف علماء کے فساد سے تکفیر ہیں۔ تو دوسرے طرف خدا کے قہری نشان اپنی شوکت کے ساتھ تجلی فرما۔ جس سے خدا کے مسیح کی صداقت اسی الہام کے ماتحت ثابت ہے۔ باقی رہا مولوی صاحبان کا بھڑکنا۔ انکے بھڑکنے کا باعث یہ الہام نہیں بلکہ وہ دعاوی [illegible]

"اصل بات یہ ہے۔ کہ خدا کی اپنے بندوں سے کئی قسم کی باتیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک حصہ خاص ان کے دعاوی کے متعلق ہوتا ہے۔ جن کا لوگوں پر ظاہر کرنا خدا کے.... حکم فاصدع بما تؤمر کے ماتحت نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر انبیاء ان باتوں کو چھپائیں تو وما بلغت رسالتہ کے مصداق ٹھہریں۔ حالانکہ وہ تو خدا کے ہو چکتے ہیں۔ پھر ان سے خلاف ارشاد حضرت رب العلیٰ کیسے ممکن ہے"۔

ایک طرف الفضل کے اس جواب کو دیکھکر اور دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کے اس عمل کو مدنظر رکھکر کہ آپ نے کبھی ساری عمر اس "دنیا میں ایک نبی آیا" کے جملہ کو کہیں بھی نہیں لکھا اور ہمیشہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" کا الہام ہی لکھتے رہے۔ یہ سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ کہ ان حامیان عقائد فاسدہ کے دل میں مسیح موعودؑ کی کیا وقعت باقی رہ گئی ہے۔ بالخصوص جبکہ مسیح موعودؑ اپنے مکتوب مندرجہ الحکم مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء میں اسی الہام "دنیا میں ایک نبی آیا" پر یہ نوٹ دیتے ہیں کہ:

"ایک قرأت اس الہام میں یہ بھی ہے۔ کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" اور یہی قرأت براہین میں درج ہے۔ اور فتنہ سے بچنے کے لئے یہ دوسری قرأت (یعنی دنیا میں ایک نبی آیا۔ ناقل) درج نہیں کی گئی"

گویا مسیح موعودؑ کے نزدیک اس دوسری قرأت یعنے دنیا میں ایک نبی آیا۔ کو لکھنا فتنہ ڈالنا ہے۔ الفضل کے نزدیک یہ نہیں مسیح موعودؑ اسے چھوڑتے ہیں کیونکہ اس سے فتنہ پڑتا ہے الفضل کہتا ہے نہیں۔ جو ایسا کرے۔ وہ گنہگار اور خدا کے کلام کو چھپانے والا ہے مسیح موعودؑ اسے ترک کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ لیکن الفضل کے نزدیک یہ فاصدع بما تؤمر کے خلاف اور فما بلغت رسالتہ کے نیچے آتا ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ اور اسی لئے مسیح موعودؑ نے اسے ترک کیا۔ کہ آپ نبی نہ تھے ورنہ آپ اس قرآنی حکم کی خلاف ورزی کیوں کرتے لیکن اب جبکہ آپ نے ایسا کیا اور تم خود کہتے ہو کہ ایسا کرنا شان نبوت کے خلاف ہے تو پھر کس منہ سے تم آپ کی طرف ادعائے نبوت کو منسوب کرتے ہو۔

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

دو ہی باتیں ہیں یا تو کہو کہ مسیح موعود نبی نہیں اور پھر آپ کی تقلید میں ان الفاظ کا لکھنا ترک کرو۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو پھر بھی نہ تمہارے ہاتھ کچھ آتا ہے اور نہ ہی مسیح موعود کی نبوت بلکہ صداقت ہی باقی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ اگر نبی ہوکر چھپایا۔ تو خود تمہارے مسلمات کے بموجب خدا کے حکم بلغ ما انزل الیک کی نافرمانی کی اور فما بلغت رسالتہ کے وعید کے نیچے نعوذ باللہ آئے۔ کیا کوئی ہے جو اس پر غور کرے ⁕

مباحثہ شملہ اور پرکاش

ہمیں افسوس ہے کہ مباحثہ شملہ کے متعلق مقامی معاصر "پرکاش" نے اس بیان میں دیانتداری سے کام نہیں لیا جبکہ ایک مذہبی آدمی کا فرض ہونا چاہئے۔ مولوی عبدالحق صاحب کی سنسکرت دانی کو اس نے سنسکرت کی ٹانگ توڑنا قرار دیا ہے اور ویدوں کے منتر اور شلوکوں کو غلط طور پر پڑھنے کا ادعا کیا ہے۔ حالانکہ آریوں کی اس فطرت سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ غلطی ہونا تو ایکطرف خواہ مخواہ بھی وہ دوسروں کی تضحیک کیلئے بر سر مجلس شور و واویلا برپا کردیا کرتے اور ملائے دہائی مچا دیتے ہیں جیسا کہ گذشتہ ماہ رمضان میں وچھووالی سماج مندر میں ہوا لیکن شملہ پر کسی بھی آریہ نے باوجودیکہ وہاں بڑے بڑے سنسکرت دان بلکہ خود سوامی سردھانند جیسا فاضل شخص موجود تھا کوئی غلطی نہیں پکڑی معلوم نہیں پرکاش کے دماغ [illegible] تو ایکطرف رہے [illegible] جسکے رو سے انہوں نے مولوی عبدالحق کی سنسکرت خوانی کو غلط کہا۔ کاش وہ ایک دو غلطیاں تو پیش کردیتے لیکن جب ایسا نہیں تو دوسری طرف اسقدر فاضلان سنسکرت کے جلسہ میں کسی نے بھی کوئی غلطی نہیں نکالی تو پھر یہ صریح خلاف بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ رہا یہ منتروں کے معنے غلط کئے۔ اور جب صحیح معنے بتائے گئے تو کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ اسکا جواب ہم نہیں دیتے شملہ کے ان بعض آریوں کے قلوب سے پوچھو۔ جنہوں نے صاف طور پر اپنے بعض دوستوں کے سامنے اس کا اعتراف کیا کہ مولوی عبدالحق صاحب نے وہ منتر پڑھے ہیں اور ان کی بنا پر وہ اعتراض کئے ہیں جو آریہ سماج کی عمارت کو متزلزل کردینے والے ہیں۔ آیات قرآنی کے متعلق دعوے ہے کہ آریہ مناظر نے بہت سی پڑھیں اور ان کا بھی کوئی

ایک غلط بیانی کی تردید قبل ازیں ہم لکھ چکے ہیں کہ لاہوری اخبار "ذوالفقار" نے شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم کے نام سے جو چٹھی شائع کی ہے اسکے متعلق خود چٹھی کے شیعہ بانی اور اسکے خصوصی خاص نامہ نگار میاں فتح محمد کا بیان ہے کہ وہ جعلی ہے۔ "ذوالفقار" نے اس چٹھی کو چھاپنے کے ساتھ ایک معافی نامہ بھی شائع کیا ہے جو اس کا بیان ہو کہ میاں فتح محمد مذکور نے اس مراسلت کے متعلق لکھکر دیا ہے۔ جو ۲۱ راگست ۱۹۱۷ء کے پیغام صلح میں شائع ہوئی تھی اور انہیں لکھا تھا کہ ایسی کوئی چٹھی شیعیوں کے پاس نہیں لیکن ذیل کی مراسلت جو اسی میاں فتح محمد نے پھر لکھکر ہمیں دی ہے۔ کسی ایسے معافی نامہ وغیرہ کی بھی تردید کرتی ہے۔ اور ہمیں پھر اس چٹھی کے جعلی ہونے پر زور دیا گیا ہے ان کے متعلق یہ کہہ لینا تو آسان ہے کہ یہ سب تحریرات دھوکا سے لکھوائی گئی ہیں۔ لیکن اسے ثابت کرنا مشکل۔ ہم نے تو کبھی میاں فتح محمد سے اس چٹھی کا خود تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ چہ جائیکہ اس سے دھوکا دیکر کچھ لکھوایا جاتا۔ خود بخود وہی بغیر کسی تحریک کے وہ اس قسم کی تحریرات ہمیں شائع کرنے کے لئے دے جاتا ہے سمجھ نہیں آتی کہ ایک اچھے بھلے انسان کو جو عقائد کے بارہ میں یہاں تک خودسر ہے کہ اسی ذوالفقار کے اندر سلسلہ احمدیہ کے خلاف لکھنے اور بیہودہ اعتراضات کرنے سے دریغ نہیں وہ کیونکر خود اپنے ہی بھائی بندوں کے خلاف اس قسم کی تحریرات کسی دھوکہ میں آکر دے سکتا ہے اور اگر اسے بالفرض دھوکہ ہی مان لیا جائے تو بھی اس سے "ذوالفقار" اور اسکے نامہ نگار شیعیان لاہور جناب علامہ الحائری کی صداقت کہاں ثابت ہو گئی یہ بات تو پھر بھی قابل ثبوت ہی رہی۔ کہ کسی مشہور احمدی مستری نے کوئی چٹھی انہیں لکھی ہے جس میں عقائد اثنا عشریہ کو قبول کرکے انکی اشاعت اور خدمت شیعہ کالج کے لئے اپنی آمادگی چند روپوں کے معاوضہ میں ظاہر کی ہے "ذوالفقار" نے اس بارہ میں جو تحریر شائع کی ہے وہ اسوقت تک ہرگز ہرگز قابل سماعت اور لائق قبول نہیں۔ جب تک کہ اسکا عکس شائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ خود اس کے شیعہ بھائی اور خاص الخاص نامہ نگار کا بیان ہے کہ وہ جعلی ہے اور ہرگز شیخ رحیم بخش کے قلم کی لکھی ہوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر "ذوالفقار" اور جناب حائری کے دل میں ذرا بھر بھی صداقت ہے تو انہیں اس چٹھی کا عکس شائع کرنے سے ہرگز دریغ نہ ہوگا۔ ورنہ انکے اس بیان کو کذب صریح یقین کرکے دنیا کو ان دروغ گویوں کے حالات سے متنبہ کرنے پر ہم مجبور ہونگے۔ کیا "ذوالفقار" یا اس کی سرکار شریعتمدار ہمارے اس مطالبہ کو پورا کریگی؟ میاں فتح محمد مذکور کی تحریر حسب ذیل ہے:۔

"اخبار ذوالفقار مورخہ ۸ ستمبر میں جہاں ایڈیٹر صاحب نے مصنوعی چٹھی نقل کرکے اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے وہاں ساتھ ہی میرے متعلق بھی کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے چٹھی کے متعلق تو ہمارے دوست شیخ رحیم بخش صاحب خود جواب دینگے میں یہاں صرف ان امور کی تردید کرونگا جو خاص میرے حق میں یعنی اول میرا معافی نامہ شائع کیا گیا ہے حالانکہ حاشا وکلا میں نے کوئی معافی طلب نہیں کی یہ شیعیوں کا جھوٹ ہے سب جانتے ہیں کہ معافی قصور پر مانگی جاتی ہے جب قصور ہی کوئی نہیں تو معافی کیسی۔ میرے خلاف کاتب شاید کھڑا کرکے میرے مضمون مندرجہ پیغام صلح ۲۹ راگست پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے ہمیں شیعیوں کی ناکامی پر سخت افسوس آتا ہے کہ میرے مقابلہ میں کیسی مذبوحی حرکات کی جرأت کی گئی اور بے حیائی کا برقعہ پہنکر خلاف حقگوئی کی سزا کی سرخی باندھکر نجاست پر نشتر مارتے ہوئے لکھا کہ میاں فتح محمد نے مرزائیوں کے چکمہ میں آکر سراسر جھوٹ اور غلط مضمون لکھدیا تھا اسی دن وہ اس جھوٹ کی سزا یا مرزائیوں کی حمایت کی وجہ سے ایسا بیمار ہوا کہ آج پانچ چھ روز سے ہوش وحواس اسکے جاتے رہے اونادانو! خدا سے ڈرو۔ جسکے سامنے حاضر ہوکر آخر ایک دن اپنے اعمال کا پھل پانا ہے میں برائے نام ایڈیٹر ذوالفقار سے دریافت کرتا ہوں کہ پچھلے دنوں جب آپکا لڑکا بیمار تھا تو بتا سکتے ہو کہ تم نے جھوٹ میں گرفتار تھا ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ باپ کے گناہوں کے سبب پڑا گیا تھا۔ آپ کی حیثیت کے مطابق یہ جواب موزون ہے۔ ورنہ اسلامی تعلیم یہ نہیں۔ سنو میرا دعوےٰ ہے کہ تمہاری چٹھی جعلی ہے بفضل خدا مجھے اپنے بیان پر کامل وثوق ہے۔ زندگی۔ موت حیات۔ ہمارے پاک پروردگار کے ہاتھ میں ہے اسی لئے میں کہتا ہوں کہ تمہارا اخبار مخلوق کی بہتری کیلئے نہیں نکلا۔ لوگوں کے جگر ہلاک کرنے کے لئے نکلا ہے۔ آج تک میں احمدیوں کے خلاف لکھتا رہا۔ لیکن چٹھی والے معاملہ میں نہیں اُٹھے"

خطبۂ جمعہ

(مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۷ء)

(از حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی)

مسئلہ رجعت اور بعثت مسیح موعودؑ

اکمال دین و اتمام نعمت

اِنّهم كانوا يسارعون في الخيرات ويدعوننا رغباً ورهباً وكانوا لنا خاشعين۔ پھر فرمایا۔ انّ هٰذه امّتكم امّةً واحدةً وانا ربكم فاعبدون و تقطعوا امرهم بينهم كلٌّ الينا راجعون اسکے بعد فرماتے ہیں وحرام على قرية اهلكناها انهم لا يرجعون حتى اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون واقترب الوعد الحق فاذا هي شاخصة ابصار الذين كفروا يا ويلنا قد كنا في غفلة من هٰذا بل كنا ظٰلمين○

وجہ تسمیہ سورہ کی باسم انبیاءؑ یہ آئت سورہ انبیا میں ہے اس کا نام سورہ انبیا اس لئے رکھا گیا۔ کہ ۱۶ نبیوں کا ذکر اس میں فرمایا گیا ہے۔ ابراہیم، نوح، موسیٰ، ہارون، لوط، اسحاق، یعقوب، داؤد، سلیمان، ایوب، اسمٰعیل، ادریس، ذوالکفل، ذوالنون، ذکریا، عیسیٰ علیہم السلام۔

ترجمہ حرام سے آخر تک ترجمہ۔ اور حرام ہے ہر ایک اس بستی پر جسکو ہم نے ہلاک کردیا۔ بیشک وہ لوٹ کر نہیں آدینگے یہانتک کہ کھولدئے جاویں۔ یاجوج ماجوج اور وہ ہر بلندی سے دوڑے آویں۔ اور نزدیک ہوجاوے وعدہ سچا۔ پس یہ حال ہوگا کہ چڑھی ہونگی آنکھیں کافروں کی۔ کہ ہائے ہماری کم نصیبی بیشک تھے ہم غفلت میں اس سے۔ بلکہ تھے ہم ظالم۔ مفسرین کو اس آئت کے معنے مرادی میں بہت اختلاف واقع ہے۔ اور یہ آئت واقع میں ایک مشکل آیات قرآن مجید میں سے ہے علمائے شیعہ نے اس آئت سے رجعت کا مسئلہ نکالا ہے۔ کہ جملہ اہل بیت کرام

مسئلہ رجعت شیعیوں کا اس آئت سے نکلا ہے کے لوگوں کو آخر زمانہ مہدی میں رجعت واقع ہوگی اور جن جن کو یہ لوگ ظالم اور غاصب خلافت وغیرہ کا سمجھتے ہیں۔ ان کو بھی رجعت ہوگی اور غاصبوں سے ظلم کا بدلہ لیوینگے۔ مگر یہ مسئلہ رجعت کا دنیا میں تو محض نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے قال اللّٰہ تعالےٰ۔ ومن وراۓهم برزخ الى يوم يبعثون وغیرہ وغیرہ آیات اس مسئلہ رجعت کو باطل کر رہی ہیں اصل اس کی صرف

زمانہ دوری ہے اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ دوری ہے۔ جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی موسم کی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں جاڑا۔ گرمی۔ برسات۔ ہمیشہ دورہ کرتے رہتے ہیں۔ روحانی طور پر ہر ایک صدی کے سر پر مجدد آتے رہتے ہیں۔ موسم حج، رمضان شریف، عیدین ہر سال دورہ کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ شب وروز میں پنجوقتہ نماز وغیرہ دائر سائر ہمیشہ رہتی ہے۔ اسی طرح سے ہزار برس کا دورہ یا کم زیادہ کسی حادثہ عظیمہ کا ہوسکتا ہے اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ زمانہ دوری ہے۔ اس زمانہ آخری میں حضرت مسیح عیسےٰ بن مریم کا دورہ واقع ہوا ہے۔ جس میں دین اسلام پر بڑے بڑے فتنے واقع

قدرت ثانی کی تمہید ہے ہو رہے ہیں۔ پس اصل مسئلہ رجعت کی صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے۔ کہ دور ضلالت اور اضلال کا بھی ہوتا ہے۔ اور اسکے دفعیہ کے لئے دوسری طرف دور اکمال اور اتمام نعمت کا بھی ہوا کرتا ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہوچکا ہے۔ کہ صدی کے سر پر یہ دور واقع ہوتے رہتے ہیں ہم اس آخری دور کا ذکر کرتے ہیں۔ جو مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے۔ یہ تو ہمکو معلوم ہے کہ دو نبیوں کی نسبت اہل کتاب اور اہل اسلام کے نزدیک یہ اعتقاد چلا آتا تھا۔ کہ وہ دوبارہ دنیا میں بجسم عنصری مبعوث ہونگے۔ ایک تو یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم۔ حضرت عیسےٰ نے تو اس ایلیا کی رجعت کا یہ فیصلہ کیا کہ یحییٰ بن ذکریا کے پیدا ہونے سے اُن کا آسمان سے اُترنا یا بجسم عنصری مبعوث ہونا غلط ہے۔ اور وہ یحییٰ کے پیدا ہونے سے وقوع میں آگیا۔ اور حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسےٰ کا آسمان سے اُترنے کا فیصلہ حضرت عیسےٰ ہی کے فیصلہ پر منصرح فرماکر دلائل کتاب وسنت سے یہ فیصلہ فرمادیا۔ کہ میرے وجود سے عیسےٰ کا دوبارہ آنا واقع

حضرت عیسےٰ کے دوبارہ آنیسے کیا مُراد ہے۔ ہوگیا۔ اور اس پر بڑی تحدیاں بھی مخالفین کے مقابلہ میں پیش فرمائیں۔ جن کا توڑ مخالفین سے نہ ہوسکا۔ نہ روحانی طور پر اور نہ علوم ظاہر کتاب وسنت کے نہج پر۔ پس یہ مسئلہ رجعت جسمانی کا تو صاف ثابت ہوگیا۔ کہ باطل ہے۔ مراد اس سے صرف اس قدر ہے کہ اس زمانہ میں عیسےٰ کے دوبارہ آنے سے یہی مُراد ہے۔ کہ چونکہ کل دنیا میں مذہب باطل عیسوی شایع ہو رہا ہے۔ اس کی اصلاح کے واسطے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا۔ کہ زمانہ حال کے موافق اس مذہب کی اصلاح اس کے ہاتھ سے ہونیوالی ہے۔ ولبس۔ نہ عیسےٰ خود آدینگے اور نہ ایلیا آدینگے۔ اور اسی فیصلہ سے مہدی کے آنے کا مسئلہ بھی حل ہوگیا جو لوگوں کے خیال میں تھا۔ کہ محمد نام کے مہدی آوینگے۔ اُن

محمدؐ مہدی کے آنے سے کیا مُراد ہے کے باپ کا نام عبداللّٰہ ہوگا۔ اور ماں کا نام آمنہ اور خود ان کا نام محمدؐ۔ یعنی وہ خود آدینگے۔ یہ سب خیالات تو باطل ہوگئے کہ خود تو کوئی بھی نہیں آنیکا اور نہ کوئی آسکتا ہے۔ شیعیوں کا مسئلہ بھی غلط ثابت ہؤا۔ اور یہود کا خیال بھی غلط ثابت ہوگیا۔ کما ثبت في محله بالبراهين اور اب اہل غلو جو اس دھوکا میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد مجدد عظیم الشان کی بعثت عین بعثت ثانی حضرت خاتم النبیین سید المرسلین کی ہے جس وجہ سے ان بیچاروں کو حضرت صاحب کا نبی کامل اور رسول حقیقی ماننا ضروری ہوگیا ہے یہ بھی ازسرتاپا غلط ہے۔ اور نیز حضرت

بعثت ثانی رسول مقبول صلعم سے کیا مُراد ہے مسیح موعودؑ کی بعثت کو بعثت ثانوی حضرت خاتم النبیین صلعم کی ماننا یا ہونا محض غلط وباطل ہے۔ ہاں صرف اس قدر ہم مانتے ہیں جو وہی حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب بھی ہے کہ اس زمانہ کی اصلاح کے لئے خاص مسلمانوں کے لئے میری بعثت بلحاظ مہدویت کی شان کے ہے ؎

دگر اُستاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

فتبارک من علم وتعلم۔ اور عیسائیوں کی اصلاح کے لئے میری بعثت مجددیت مسیح موعود کی نہج پر ہے کہ ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
ابن مریم مصلحت را نام من بنہادہ اند

وغیرہ ذالک من الاشعار والعبارات۔ اب میں آئت متلوکی تفسیر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ تم دیکھتے ہو کہ اس زمانہ آخری میں دین اسلام پر ارواح خبیثہ شیاطین اپنے مظاہر جسمانی میں ہوکر کیسے کیسے حملے کر رہے ہیں اور لاکھوں اعتراضات بطور وساوس اور شبہات کے دین اسلام پر وارد کر رہے ہیں جو کبھی پہلے زمانوں میں نہ ہوئے تھے پس ضرور ہؤا کہ تمام ارواح طیبہ انبیاء علیہم السلام کی بھی دین اسلام کے اکمال اور اتمام نعمت کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ اللّٰہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان الله وملٰئكته يصلّون على النبي يا ايها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليما۔ خود اللّٰہ تعالےٰ تو دین اسلام کا حامی ہے مگر تمام اس کے فرشتے اور تمام مومنین اس صلوٰۃ وسلام میں نبی علیہ السلام پر بھیجنے کے لئے مصروف ہیں اور مقصود اصلی صلوٰۃ وسلام سے یہی ہے کہ آپ کے دین اسلام کے اکمال اور اتمام نعمت میں ساعی وکوشاں رہیں اسلئے تمام انبیاء کی ارواح مقدسہ بھی اسی طرف

کیونکہ اسلام کے اکمال اور اتمام نعمت کی طرف سب انبیاء کو متوجہ ہونے کی عادت ہے۔ ورد کے پڑھنے سے اصل مقصد یہ ہے متوجہ ہیں کیونکہ یہ سب انبیاء تو آپ کے خادم ہیں جبکہ سردار عالم سید ولد آدم اصل ہیں ... لہٰذا تمام انبیاء ان کی طرف

لہ والتي احصنت فرجها فنفخنا فيها من روحنا وجعلناها وابنها اٰية للعٰلمين۔

لہ فمن يعمل من الصٰلحٰت وهو مؤمن فلا ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۰ - چہارشنبہ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۲۴

مسئلہ قربانی اور عید الاضحیٰ

(۲)

قربانی کے متعلق ایک چیلنج اور اُس کا جواب

قبل ازیں مسئلہ قربانی پر اس اعتراض کا جواب دیا گیا تھا۔ جو ہندو برادران وطن کی طرف جیو ہتیا کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن صرف ہندو ہی نہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی یا خوشامد و چاپلوسی کے لئے بعض مسلمانوں کو بھی اس پر اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ستمبر کے اخبار عام میں میرٹھ کے سید احمد حسن صاحب شوکت نے جو خیر سے "مجدد السنہ مشرقیہ" کا القاب بھی اپنے نام کے ساتھ ضروری سمجھتے ہیں۔ ایک انعامی چیلنج شائع کیا ہے۔ اور ان آیات قرآنی کا حوالہ طلب کیا ہے۔ جن میں عید الاضحیٰ اور اس کے بعد کے تین دنوں میں قربانی کا حکم ہو۔ لیکن "مجدد" صاحب نے یہ مطالبہ کیوں کیا۔ کیا اس لئے کہ مسلمانوں کا ان تین دنوں میں بالخصوص قربانی کرنا قرآن کے خلاف ہے یا اس لئے کہ عید الاضحیٰ کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔ نہیں بلکہ وہ اس کی وجہ خود بیان کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ کے معلوم ہونے سے ان کے چیلنج کا بھی اصل مدعا معلوم ہو جاتا ہے — وہ کہتے ہیں کہ قربانی کرنا جیو ہتیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا۔ کہ عید الاضحیٰ اور اس کے بعد کے تین ایام میں ہی قربانی کرنا جیو ہتیا ہے یا کہ ہمیشہ ہی جب کبھی کوئی شخص قربانی کرے۔ وہ جیو ہتیا کرتا ہے۔ اگر تو ہمیشہ کے لئے یہ جیو ہتیا ہے۔ تو پھر چیلنج غلط ہو گیا۔ اُنہیں قرآن سے مطلق قربانی کا ثبوت طلب کرنا چاہئے تھا۔ نہ کہ خاص عید الاضحیٰ اور اس کے بعد کے تین ایام کی قربانی کا اور اگر "مجدد" صاحب اپنی نئی تجدید کی رو سے عید الاضحیٰ اور اس کے بعد کے تین ایام کی قربانی کو تو جیو ہتیا پر مبنی سمجھتے ہیں۔ لیکن ویسے عام طور پر نہیں۔ تو اس کی تصریح ہونی چاہئے تھی اور اس اصول رحم کا پتہ دینا چاہئے تھا۔ جو دیگر ایام میں قربانی کرتے وقت مجدد صاحب ملحوظ رکھا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے ہم قرآن کریم سے مطلق قربانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ بھی انہی ایام کی قربانی جن پر انہیں اعتراض ہے۔ اور وہ بھی دنوں کی تخصیص کے ساتھ۔

سورۃ حج میں حج کے بیان میں ہی حکم ہوتا ہے۔ کہ واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشہدوا منافع لھم و یذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منہا و اطعموا البائس الفقیر

اور لوگوں میں حج کے لئے اعلان کر۔ وہ پیدل اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر چڑھے ہوئے تیری طرف آئینگے۔ بہت دور دور کے مقامات سے لوگ آئینگے۔ تاکہ اپنے منافع کو پائیں اور ایام معلومات (خاص ایام میں) مویشی جانوروں کو اللہ کے نام سے ذبح کریں۔ خود بھی اس قربانی میں سے کھاؤ۔ اور دیگر تباہ حال اور محتاج لوگوں کو بھی کھلاؤ۔

پھر حکم ہوتا ہے۔ و لکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا و بشر المخبتین۔

ہر قوم کے لئے ہم نے عبادت کا یہ ایک طریق مقرر کر دیا ہے۔ کہ وہ مویشی جانوروں کو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دئے اُس کے نام سے ذبح کریں۔ (کیونکہ یاد رکھو) کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے پس اُسی کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور فرمانبرداروں کو خوشخبری دے

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر۔ فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا و اطعموا القانع والمعتر کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون ۔

قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے۔ ان میں تمہارے لئے فائدے ہیں۔ پس تم انہیں قطار میں کھڑا کر کے اللہ کے نام سے ذبح کرو۔ اور جب کسی پہلو پر گر پڑیں تو اس میں سے کھاؤ۔ اور قانع اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے مطیع کر دیا ہے کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔

ان آیات کریمہ میں صاف طور پر قربانی کا حکم ہے۔ اور انہی ایام میں قربانی کا حکم ہے جن میں قربانی کرنے کے متعلق مجدد صاحب کو اعتراض ہے۔ اور وہ انعامی چیلنج شائع کر رہے ہیں۔ ہم تو حیران ہیں کہ السنہ مشرقیہ کی فرضی تجدید نے "مجدد" صاحب کو قرآن کریم کی طرف سے کیوں اس قدر غافل کر دیا ہے۔ اُن کی آنکھوں میں مشرقیت کی روشنی میں اسقدر چکا چوند کیوں ہے کہ اس کے صریح احکام کے بھی وہ منکر ہو بیٹھے اور ان صاف آیات کو بھی دیکھ نہ سکے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان آیات کے بھی کوئی اور معنے کرتے ہوں۔ جن کا ہمیں علم نہیں۔ لیکن قرآن کریم کوئی السنہ مشرقیہ کی قابل تبدیل ہستی تو نہیں رکھتا کہ مجدد صاحب کے لفظی ہیر پھیر کا آماجگاہ بن سکے۔ اور تیرہ سو برس کا تعامل خود رسول اللہ صلعم کا عملدرآمد نظر انداز ہونے کے ساتھ فکلوا منہا و اطعموا البائس الفقیر فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا و اطعموا القانع والمعتر کے تصریحی و توضیحی الفاظ کے بھی کچھ اور کے اور ہی معنے ہو جائیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ "مجدد" صاحب اپنی منطق اور تجدید کو (اگر کوئی آج تک کی ہے۔ یا اب کرنا چاہتے ہیں) صرف السنہ مشرقیہ تک ہی محدود رہنے دیں۔ اور قرآن کریم پر ہاتھ صاف نہ کریں۔ اگر انہیں اس میں کوئی جیو ہتیا نظر آتی ہے یا کوئی خوشامد و چاپلوسی ہی مدنظر ہے۔ تو یہ الگ بات ہے۔ قرآن کریم پر ہاتھ کیوں صاف کرتے ہیں۔ امت مرحومہ کے تیرہ سو برس کے عملدرآمد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے تعامل کو غت ربود کیوں کرتے ہیں۔ صاف کہو کہ گو قرآن کریم میں ایسا حکم ہے۔ لیکن ہم اسکو نہیں مانتے ورنہ یہ دعویٰ کہ قرآن کریم میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ کسی صورت میں بھی چل نہیں سکتا۔ کیا ہم امید کریں کہ "مجدد" صاحب آیات مندرجہ بالا کو پڑھکر اپنے خیالات سے رجوع کرینگے۔ اور موعودہ انعام (۲۵ روپے) بھیجنے سے انہیں انکار نہ ہو گا۔ ورنہ وہ معنے بتائیں جو وہ قرآن کریم کی ان آیات کے کرتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو اپنے خوشامدانہ خیالات کی بنا اپنی ہی دماغی "تجدید" پر رہنے دیں۔ اور قرآن کریم کو اپنی ان ہزلیات کا ذمہ دار نہ ٹھیرائیں۔

قربانی کی کھالیں اور عید فنڈ

احباب احمدیہ کی خاص توجہ کے قابل

لاہور میں منگل کی شام کو ماہ ذوالحجہ کا چاند دیکھا گیا اس حساب سے ۲۶ ستمبر کو جمعہ کے دن یہاں عید ہوگی۔ قربانی اور عید کے ضروری احکام کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہیں لیکن یہاں ہمیں اپنے احباب سے بالخصوص یہ عرض کرنا ہے۔ کہ حسب معمول سابق قربانی کی کھالوں اور عید فنڈ کے لئے خاص اہتمام سے کام لیں۔ جن جن دوست کے ہاں قربانی ہو۔ وہ تمام کھالیں یا اُن کی قیمت اپنے اپنے ہاں مقامی انجمنوں کے سکریٹریوں کے پاس جمع کرا دیں۔ اور ان سب کھالوں کو بیچکر نقد رقم خزانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں داخل کرائی جائے۔ اس خوشی کے موقعہ پر جہاں اور بہت کچھ زائد خرچ کیا جاتا ہے۔ اشاعت اسلام کیلئے عید فنڈ کے نام سے کم از کم ایک روپیہ فی کس دے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ عید کا موقعہ ہے۔ دین اسلام کی خدمت ہے اور ہماری اپنی خوشحالی کا باعث۔

امید ہے کہ ہمارے سب احباب ان باتوں کا بالضرور خیال رکھینگے۔ اور اگر اپنے ساتھ دیگر دوستوں اور احباب کے ہاں جو قربانیاں ہوں۔ اُن سے کھالیں لینے یا نقد کچھ وصول کرنے کا اہتمام کریں۔ تو یہ اور بھی موجب ثواب ہے۔

میاں صاحب کا قرار شملہ کی تازہ رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے [illegible]

شملہ کی آب و ہوا

شملہ کی گھاٹیوں پر اشاعت کفر

میاں صاحب کا انکار کل انبیائے بنی اسرائیل

خود رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود کا انکار ہے

ناظرین کرام کو معلوم ہوگا۔ کہ آجکل میاں محمود احمد صاحب شملہ میں بغرض تبدیل آب و ہوا تشریف فرما ہیں۔ اس تبدیل آب و ہوا کا آپکو جسمانی طور پر تو کچھ فائدہ ہوا ہوگا سو وہ کچھ اُنکے ارد گرد کے لوگ ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم تو صرف اُن خیالات فاسدہ کے متعلق جو اُنہوں نے ایک مدت سے اختیار کر رکھے ہیں آج یہ شہادت دینا چاہتے ہیں کہ اُن میں البتہ ترقی شملہ پہنچکر ضرور ہوئی ہے۔ اسے تبدیل آب ہوا کا اثر کہو یا اُنکی طبیعت کا نتیجہ۔ بہرحال شملہ کی گھاٹیوں سے جو صدائیں بلند ہو کر ہمارے کانوں تک پہنچ رہی ہیں وہ اگر دنیا کی کچھ خبر نہیں دیتیں تو ایک حد تک اُنکی ترقی کا پتہ ضرور دیتی ہیں چنانچہ ابھی گذشتہ پیوستہ اشاعت میں ہم ان ماموران تحدیوں کا پتہ دے چکے ہیں جو میاں صاحب نے غیر مامور ہو کر ایک مامور من اللہ کی شان خصوصی پر پانی پھیرنے کے لئے کی ہیں آج ہم اُنکی ایک اور تقریر کا ایک حصہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء کے الفضل میں شائع ہوئی ہے اور جس میں میاں صاحب نے اگرچہ اپنے آپکو نبی تو نہیں کہا لیکن اپنی حیثیت کو نبیوں سے کچھ کم بھی ظاہر نہیں کیا۔ کل انبیائے بنی اسرائیل خود رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود نے میاں صاحب کے لئے پیشگوئیاں کی ہیں اور اسلئے اُن کا انکار ان سب انبیائے کرام خود رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود کا انکار ہے۔ جیسا کہ اُنکے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"مسیح موعود کے ایک بیٹے کی خبر انبیاء بنی اسرائیل نے کہا کہ مسیح موعود کی دو بعثتیں ہونگی۔ دوسری بعثت میں اُس کا بیٹا [illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یتزوج و یولد لہ۔ [illegible] فرماتے ہیں:- "پسرش یادگار سے بینم" مسیح موعود اُس کا نام محمود رکھتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جانشین اپنے پیشرو کے کام کو ہی سرانجام دیگا۔ مسیح موعود ایمان کو ثریا سے لایا۔ جانشین کا بھی یہی کام تھا۔ اگر خدانخواستہ وہ عقائد کا بگاڑنے والا اور اسلام کا [illegible] ہوتا تو پہلے لوگوں کو اُس کی بشارت دینے کی بجائے اُس سے ڈرایا جاتا تھا۔ اور مسیح موعود کو اس کی خبر محمود کے نام سے نہیں بلکہ مذموم کے نام سے دینی چاہئے تھی۔ ہم سے خدا تعالےٰ نے کام لیا ہے اور میں [illegible] موعود کا وہی بیٹا ہوں جس کی خبر دی گئی تھی۔"

"میرا انکار انبیاء کا انکار ہے" جس طرح مسیح موعود کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے۔ اسی طرح میرا انکار انبیاء بنی اسرائیل کا انکار ہے۔ جنہوں نے میری خبر دی میرا انکار رسول اللہ کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔ میرا انکار شاہ نعمت اللہ ولی کا انکار ہے۔ جنہوں نے میری خبر دی۔ میرا انکار مسیح موعود کا انکار ہے۔ جنہوں نے میرا نام محمود رکھا اور مجھے موعود بیٹا ٹھیرا کر میری تعیین کی۔"

تناقض

لیکن اس قدر تصریحات کے بعد۔ مصلح موعود تو ایک طرف اپنے آپ کو نبیوں تک کی حیثیت دے دینے اور اپنے نہ ماننے والوں کے لئے جماعت حقہ احمدیہ کو یوں کھلے لفظوں میں کافر ٹھیرا دینے کے بعد جب اُن پر سوال ہوتے ہیں اور زیادہ وضاحت کے لئے ایک احمدی کی طرف سے جسے الفضل نے غیرانہ جماعت کہکر پکارا ہے۔ جس پر پھر کسی وقت ہم لکھینگے۔ جب جرح ہوتی ہے۔ تو میاں صاحب عجیب کشمکش میں پڑتے ہیں۔ جس کا حال ذیل کے سوالات و جوابات سے معلوم ہوگا جو الفضل کے اسی پرچہ میں اسی تقریر کی ذیل میں شائع ہوئے ہیں۔

سوال۔ کیا آپ مصلح موعود ہیں۔

جواب۔ میں نے ایسی کہا ہے کہ میں وہ بیٹا ہوں جس کی خبر [illegible]

جلد ۵ | سنۃ المسیح لاہور۔ چہار شنبہ مورخہ ۸ ذوالحجہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۲۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو؟

(گذشتہ سے پیوستہ)

عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی۔ ابدی اور لذت مجسم جو جوڑ ہے۔ وہ انسان اور خدا تعالے کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے۔ کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزا نہ آئے تو طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا۔ روپیہ خرچ کرتا اور دکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامراد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ! وہ مریض دل وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جسکو عبادت میں لذت نہیں آتی؟ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے۔ مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر بے نصیب ہے کیسا ہی محروم ہے یا عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پا لیتا ہے۔ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ مستقل اور ابدی راحت کے علاج نہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر تلاش حق میں مستقل اور پویہ قدم درکار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقع پر خدا تعالے نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے اس میں بھی سر اور بھید ہے۔ ایمان لانیوالوں کو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنے خدا تعالے مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے بہرحال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنے جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایکدوسرے پر فریفتہ ہو۔ تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے۔ ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہوکر صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں۔ آتشک سے مجذوم ہوکر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اولاد ہو بھی جاوے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ برابر چلا جاتا ہے۔ اور ادھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے۔ اور عزت و آبرو کو دھو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کر سکتی غرض اس جوڑے سے الگ ہوکر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے۔ دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے جیسا کہ عورت و مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقا کے لئے حظ ہے۔ اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی بقا کے لئے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہیں۔ کہ جسکو یہ حظ نصیب ہو جاوے وہ دنیا اور مافیہا کے حظوظ سے بڑھکر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسکو [illegible]

نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں صرف ٹکریں ہیں۔ اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہے۔ مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جاویں۔ اور پھر اس نماز سے یہ بات انکو حاصل ہو جاتی ہے یعنی وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہیں۔ پھر انکو کیوں یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا۔ کہ جب جھوٹ موٹ اور بیدلی کی نماز سے اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ تو کیوں ایک سچے عابد بننے سے اُن کو عزت نہ ملے گی۔ اور کیسی عزت ملیگی؟

غرض میں دیکھتا ہوں۔ کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اس لئے ہوتے ہیں۔ کہ اُن کو اُس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالے نے نماز کے اندر رکھا ہے۔ اور بڑی بھاری وجہ اسکی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے۔ سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتا۔ پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ انکو اس لذت کی اطلاع نہیں۔ اور نہ کبھی انہوں نے اس مزے کو چکھا۔ اور مذاہب میں ایسے احکام تو ہیں نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور موذن اذان دے دیتا ہے پھر وہ سننا بھی نہیں چاہتے۔ گویا اُن کے دل دکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ اُن کی دکانیں دیکھو تو مسجدوں کے نیچے ہیں۔ مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ خدا تعالے سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ دعا مانگنی چاہیئے۔ کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں۔ نماز اور عبادت کا بھی ایکبار مزا چکھا دے کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو! اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اسکے مجسم ہو کر سامنے آ جاتی ہے ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اٹھکر سردی میں وضو کرکے خوب راحت چھوڑکر اور کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُسے بیزاری ہے وہ اسکو سمجھ نہیں سکتا۔ اُس لذت اور راحت سے جو نماز میں ہے اُسکو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو۔

اخبار احمدیہ

مباحثہ بمبئی کی مختصر خبر گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں دی جا چکی ہے اب مکرمی شاہ محمد خاں صاحب انگیت پوری نے مسبقدر تفصیلی حالات لکھکر ارسال کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

براستہ بی بی اینڈ سی آئی دوسرے دن بعد میں۔ قادیانی وفد کے ساتھ شرائط تبادلہ خیالات کے متعلق سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب مقرر تھے اس واسطے ہمارے مبلغین کی آمد پر انہوں نے جناب حکیم صاحب کے ستورہ سے شرائط لکھکر روانہ کردیں۔ سب کی سب شرائط معتدل تھیں مگر مجھکو شبہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شرائط کے فیصلہ کرنے میں یہ تبادلہ خیالات کا موقعہ جاتا رہے اسواسطے میں باوجود مصروفیت کار سرکاری کے شام کو پہنچ گیا۔ اور رات کے ۲ بجے تک قادیانی علماء کو مکان پر جمع کر شرائط کا فیصلہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر محنت کا کچھ معلوم نہ ہوئی دوسرے دن ہفتہ کے روز پھر پیچے اُن پر زور ڈالا۔ آخر انہوں نے مولوی محمد اسمٰعیل کو میرے ہمراہ سیٹھ اسمٰعیل آدم کی دکان پر بھیجدیا قریبًا سارا دن شرائط کے انفصال پر گذر گیا۔ گو انکی طرف سے ہر طرح سے ایسے موقعہ ہوتے رہے جس سے اگر میں محض تبادلہ خیالات کی نسبت مخاصمانہ اثر کہتا ہوتا۔ تو جائز اصول سے ہرگز شرائط کا فیصلہ نہ ہو سکتا۔ آخر میں نے علماء کو سب باتوں کے ماننے پر مجبور کرلیا۔ اور انہوں نے بلا چون و چرا سب شرائط مان لیں۔ شرائط حسب ذیل فیصلہ ہوئیں خلاصۃً درج کی جاتی ہیں۔ چار مسائل متنازعہ فیہا سمجھے گئے۔ اور ان چاروں میں قادیانی مدعی بننے پر مصر ہوئے جسکو مان لیا گیا دعوے نمبر (۱) آنحضرت صلعم کی بعثت کے بعد قرآن و حدیث کی رو سے حسب اصطلاح اسلام نبی آسکتا ہے۔ اس مسئلہ پر تین دن بحث تھی۔ اتوار اور پیر کو محض قرآن و حدیث سے ثبوت تھا۔ اور منگل کے دن محض تحریرات و تقریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ (دعوے نمبر ۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب اصطلاح اسلام نبی ہیں یعنی آپ نبی ہیں نہ کہ صرف محدث (۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد انکی جماعت کا یکے بعد دیگرے ایک شخص کے ماتحت رہنا حضرت صاحب کی تحریروں کی رو سے ضروری ہے جو اس جماعت کا پیشرو واجب الاطاعت خلیفہ ہو۔ (۴) حضرت مسیح موعود کا منکر کافر خارج از دائرہ اسلام ہے۔ (مسئلہ نمبر ۱) میں یہ عہد موجود رہا۔ اور بحث تحریری تھی۔ مدعی کے ۳ پرچے اور مدعا علیہ کے ۳ پرچے ہوتے تھے۔ قادیانی وفد کی طرف سے اول دو دن تو میر محمد اسحاق صاحب مناظر تھے اور بعد کے دونوں میں جیسا کہ انکی جانب سے انتظام کیا گیا تھا لاہور سے میاں سعدی پہنچ گیا تھا وہ باقی کے دنوں میں مناظر رہا۔ ہماری طرف سے جناب حکیم مرہم عیسےٰ صاحب تھے۔ قادیانی گروہ کا عقیدہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے حسب ذیل ہے:۔ کہ حضرت محمد صلعم کے بعد نبوت کا سلسلہ ویسا ہی جاری ہے جیسے پہلے تھا۔ اور ختم نہیں ہوا۔ گو حصول نبوت کے لحاظ سے اس سلسلہ اور سابقہ سلسلہ میں فرق ہے۔ سابقہ انبیاء براہ راست نبوت پاتے تھے مگر مابعد کے محض بالواسطہ آنحضرت صلعم کے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ویسے ہی نبی ہیں جیسے آنحضرت صلعم۔ عیسےٰ۔ موسیٰ وغیرہ وغیرہ۔ نبوت کے لحاظ سے ان میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں۔ ہاں طریق حصول نبوت میں فرق ہے جو کہ منصب نبوت میں فرق نہیں کرتا۔ پھر یہ کہ حضرت مسیح موعود کا منکر کافر خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اور اب کوئی نحو [illegible]

سیر بغداد

ہمارے کرم دوست ڈاکٹر حسن علی صاحب اسسٹنٹ سرجن کچھ عرصہ سے سرکاری خدمات پر بغداد تشریف لے گئے ہوئے ہیں آپ نے وہاں کے مزاروں اور لوگوں کی [illegible] حالت کی ایک مفصل کیفیت لکھ کر بھیجی ہے۔ جو احباب کی خاص دلچسپی کا موجب ہوگی۔ فرماتے ہیں:

شہر بغداد کے اردگرد کئی قبرستان ہیں۔ خاص لب لو میں حضرت سید عبد القادر قدس سرہ کا مزار ہے۔ شہر کے باہر شرقی جانب شیخ شہاب الدین صاحب سہروردی کا مزار ہے۔ اس مزار کو عمر کے نام سے یہاں کے لوگ بولتے ہیں۔ کچھ نہ پوچھئے کہ آج کل اس مزار کے اوٹ میں تماش بین لوگ کیا کیا کچھ کرتے نظر آتے ہیں۔ مزار معمولی گنبد والا ہے۔ حضرت سید عبد القادر کی درگاہ پر سرکاری گارڈ ہر دم موجود رہتا ہے۔ مزار کے احاطہ میں کئی دیگر مزار ہیں۔ احاطہ میں افلاس زدہ مرد و زن بچے لڑکیاں بخشیش جو آج کل یہاں کی تمام قوموں میں مروج ہوگیا ہے۔ مانگتے نظر آتے ہیں۔ مزار کے باہر [illegible] سے گذر کر اندر مزار ہے۔ مزار کا کٹہرہ خالص چاندی کا بنا ہے۔ مسلمان لوگ طواف کرتے ہیں۔ بوسے دیتے ہیں اور اپنی حاجات کی قبولیت کے واسطے آرزوئیں کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ گدی کئی بزرگوں کے درمیان منقسم ہے۔ ہر ایک بزرگ صاحب اپنے ہاں علیحدہ طور پر پیری مریدی کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ ہندی مسلمانوں کے واسطے ترجمان موجود ہیں۔ وہ لوگ جو خانقاہ کے دروازے کی چابی رکھتے ہیں۔ وہ بھی پیر کہلاتے ہیں ہر ایک زائر سے وہ خود زیارت کا ہدیہ طلب کرتے ہیں۔

شہر سے قریباً ۳ میل کے فاصلہ پر ٹریم وے کے ذریعہ جانے سے شمال کی طرف کاظمین میں رحمت اللہ کی عالیشان عمارت جس کی نظیر انڈیا بھر میں نہیں ہے۔ چاندی۔ سونے۔ پتھر۔ شیشہ کی بنی ہوئی نظر آتی ہے۔ متولی شیعہ گروہ کے پیر صاحبان ہیں جن میں ایک بڑے پیر صاحب ہیں۔ اور ان کے آگے پیر [illegible] پیر صاحبان ہیں۔ اللہ اکبر مسلمان کیا تھے۔ اور کہاں تھے اب کیا ہیں۔ اور اب کہاں نکل آئے ہیں۔ کوئی شخص بھی قرآن۔ حدیث۔ سنت پر عمل درآمد کرنے کی ترغیب نہیں دیتا ہے۔ ہر ایک مزار پر ہر ایک پیر صاحب زائر کو اپنے ہاں کے امام یا اولیاء کو دین و دنیا میں وسیلہ [illegible] ہیں . . . . . میں سید عبد القادر کی درگاہ میں دو دفعہ گیا ہوں۔ اور وہاں کے پیر صاحبان میں سے ایک پیر صاحب سید نور الدین صاحب کو بھی مل چکا ہوں۔ کاظمین کی زیارت خوب کی۔ اور جہاں تک ہو سکا۔ صدقہ خیرات کیا۔ مزار پر تحفہ گذاری اور اللہ تعالےٰ سے بھی دعا کی۔ کہ اللہ تعالےٰ مشرک ہونے سے بچائے۔ آمین۔

کاظمین کی اندرون عمارت کا حال دیکھنے سے پتہ معلوم ہو سکتا ہے۔ عجب کاریگروں نے دیواریں۔ چھتیں۔ فرش پر نقش ونگار بنائے ہیں۔ کہ ان معماروں اور مزدوروں کی محنت کی داد دینی پڑتی ہے۔ کاظمین کے بڑے بڑے مینار ہیں۔ جو بڑی دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک بڑا کلاک لگا ہوا ہے۔ عمارت کے ۴ بیرونی دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازہ قلعہ کے دروازے کی مانند بڑا اور مضبوط ہے۔ بغداد کے قلعہ کے باہر شمالی جانب دروازہ ہے اس سے باہر آنے پر آج کل دو انگریزی ہاسپٹل ہیں۔ نزدیک ہی پرانا ترکی جیل خانہ موجود ہے۔ جیل خانہ کی عمارت اعلےٰ پیمانہ پر ہے۔ دروازہ کے باہر ٹمٹموں کا اڈا موجود ہے۔ ایک گاڑی میں سوار ہو کر بغداد سے ۲ میل کے فاصلے پر بغداد شہر کے اس حصہ پر پہنچے۔ جہاں امام اعظم اور شیخ شبلی کے مزار واقعہ ہیں۔ خداوند تعالےٰ نے زندگی اور موت کے بعد بھی انسان کے مراتب کا خیال رکھا ہے۔ امام اعظم علیہ رحمت کا مزار بھی ایک بڑی عمارت ہے۔ جو خوبصورت طریقے سے بنی ہوئی ہے۔ احاطہ کے اندر مسجد ہے۔ مسجد ہر وقت کھلی رہتی ہے۔ مجاور کو نذرانہ دینے پر زائر دیکھ سکتا ہے۔ پہلے ہم نے امام اعظم کے مزار کے چابی بردار کو ایک روپیہ دیا۔ اس نے ہم کو مزار کا دیدار کرایا۔ جیسے پایہ کا امام اعظم تھا ویسے پایہ کا مزار ان کا بنا ہوا ہے۔ مزار کے اردگرد چاندی کا کٹہرہ موجود ہے۔ کئی ایک چاندی کے شمعدان پاس رکھے ہیں۔ ایک قرآن شریف قلمی بھی رکھا ہوا ہے۔ جس کی جلد خالص سونے کی بنی ہوئی ہے۔ اور پشت پر دینے والے کا نام لکھا ہوا ہے۔ رسول کریم کی ریش مبارک کا ایک بال بھی تھا . . . . .

مسجد بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ منبر۔ فرش۔ دیوار۔ گیلری چھت نہایت اعلےٰ درجہ پر آراستہ پیراستہ ہیں۔ جابجا اللہ۔ محمد۔ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ حسنؓ حسینؓ کے اسمائے مبارک قطعوں پر لکھے آویزاں ہیں۔ گیلری کے اوپر ایک جگہ پر ایک بڑا اعلےٰ درجہ کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید بڑی تختی پر رکھا ہوا ہے۔ مسجد میں ایک دو آدمی بیٹھے ہوئے قرآن شریف کی آیات کبھی کبھی نہایت دلکش لہجہ میں پڑھتے دیکھے۔ مگر افسوس یہاں عالم باعمل کوئی نہیں ملا۔ چند گزوں کے فاصلے پر شیخ شبلی قدس سرہ کا مزار ہے۔ وہاں کی مجاور ایک عورت اور ایک لڑکی ہیں۔ مزار معمولی بنا ہوا ہے۔ نہ نقش نہ نگار۔ نہ پتھر نہ آرائش۔

مزار کے اوپر ایک پگڑی رکھی ہوئی ہے۔ آہ یہ اسی شبلی نام بزرگ کا مزار ہے۔ جس کے نام پر ہندی لوگ اپنے ہاں اپنی اولاد کے نام رکھتے ہیں۔

ہماری قیام گاہ بغداد کے اس حصہ پر ہے جو دریا کا دایاں کنارہ کہلاتا ہے۔ دریا کے اس طرف زیادہ مسلمان عربی لوگ آباد ہیں۔ ہوٹل تو اس شہر میں بعض بازاروں میں ۲۰۰ یا ۳۰۰ گز کے فاصلہ پر ملتے ہیں۔ بعض بازاروں میں ۴۰۰ گز سے بھی کم فاصلہ پر نظر آتے ہیں۔ یہاں کے مرد۔ یہودی اور مسلمان ان ہوٹلوں میں بیٹھ کر خوب کافی اڑاتے ہیں۔ اور حقہ نوشی کرتے ہیں۔ حقہ کا عام رواج اس جگہ پر ہے۔ سگریٹ بھی پیتے ہیں سگریٹ کو تو گویا کھا ہی ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ بیکار بیٹھ کر عمر کے حصہ کو گذارتے ہیں۔ کوئی کام نہیں . . . . . اعلیٰ کا یہی حال ہے کافی کا ایک کپ جس میں تھوڑا سا [illegible] کافی ہوتی ہے ۲ آنہ کو ملتا ہے۔ عربی۔ یہودی لوگ دن میں کئی کپ اڑا جاتے ہیں۔ اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ دریا ہمارے سامنے ہے۔ کاظم پاشا کا محل جس میں آج کل انگریزی آفیسر ہاسپٹل ہے۔ ایک عالیشان عمارت دریا کے کنارے پر کھڑی ہے آفیسر ہاسپٹل کے وجود سے پہلے ہم نے کاظم پاشا کے اس محل کی سیر کی عمارت کا نظارہ قابل دید ہے۔ اس محل اور ہماری قیام گاہ کے درمیان صرف سڑک کا فاصلہ ہے۔ رائٹ بنک کے باہر ریلوے سٹیشن ہے۔ اور سرکار انگریزی کے کیمپ لگے ہوئے ہیں۔ ریل چلتی ہے۔ مگر فقط سرکاری کام کے واسطے استعمال ہوتی ہے۔

شہر کے اس حصہ کے شمال و مغربی جانب عاشقان خدا اور رسول کی چند مزاریں ہیں۔ اپنی سیر میں ہم اس جانب سب سے پہلے منصور سولی والا کے مزار پر پہنچے۔ مزار ریلوے لائن سے ۱۰۰ گز کے فاصلہ پر ہے۔ نہ درخت نہ چرند۔ نہ پرند۔ نہ کھجور۔ منصور کی مزار کا دروازہ ایسا بنا ہے۔ جیسے انڈیا میں پھانسی دیئے جانے والے قیدی کی کوٹھڑی کا دروازہ بنا ہوتا ہے۔ نہ چراغ نہ گل نہ بلبل۔ مزار کے گرد بہت قبریں ہیں۔

منصور کو اس جگہ حلاج منصور کے نام سے بولتے ہیں۔ حلاج عربی میں دھنیا یعنی پنجا کو کہتے ہیں

اسی مزار سے آگے بڑھتے ہوئے زبیدہ خلیفہ ہارون رشید کی بیوی کی قبر ہے۔ اور اس سے تھوڑے فاصلے پر مشہور ولی شیخ معروف کرخی قدس سرہ کا مزار ہے۔ شیخ معروف کرخی کی فضیلت بغداد کے لوگ پیر سید عبد القادر سے کم لیکن امام اعظم کے اوپر جانتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر اس مزار کے اردگرد چاندی کا کٹہرہ نہیں ہے۔ کٹہرہ لکڑی کا بنا ہے اور ساتھ ہی ایک معمولی لیکن خوبصورت مسجد بنی ہے۔ معروف کرخی قدس سرہ کے مزار سے آگے بڑھ کر شیخ جنید بغدادی کے مزار پر گئے۔ یہ مزار بھی معمولی عمارت کے اندر بنا ہے۔ مزار کے اردگرد لکڑی کا کٹہرہ ہے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی صاحب الہامی اور خدا کے بزرگ ولی تھے۔ حضرت شیخ جنید کی مزار کے ساتھ ان کے استاد شیخ سری سقطی کا مزار ہے۔ ان مزاروں کو دیکھ کر ہم پھر ایک مزار پر گئے۔ یہ مزار یوشع بن نون نبی اسرائیلی کی ہے۔ جو ایک نبی تھا۔ یہ مزار زمانہ مزید کا بنا ہوا ہے۔ اور اب گرا چاہتا ہے۔ مرمت کے واسطے اینٹ پتھر دھرے ہیں۔ مگر اب کام رہ گیا ہے۔ اس مزار کے پاس دو اور مزار ہیں ایک مزار شیخ ابراہیم خواصی کا ہے۔ دوسرا بہلول دانا کا۔ بہلول دانا کے مزار کے احاطہ میں ایک چھوٹا سا کنواں ہے۔ اور دو درخت توت کے ہیں۔ مزار کے دوسرے کمرہ میں ایک مزار ہے۔ اور باقی جگہ خالی ہے۔ اس خالی جگہ پر کہا جاتا ہے۔ کہ بابا نانک جی نے بغداد میں آکر چلہ کیا تھا۔

وفد جنوبی ہند

کی مختصر روئیداد تبلیغ اس سے پیشتر ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے۔ جس میں میلاپور مدراس کے حالات خاص طور پر قابل دلچسپی تھے۔ ان سب واقعات کو اب ہمارے کرم دوست عزیز اللہ خان صاحب نے جو وہاں کے ایک نہایت پُرجوش نوجوان احمدی ہیں۔ زیادہ مفصل لکھ کر ارسال کیا ہے جو احباب کرام کو تشکر کا مزا دیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ:

جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ۔ جناب مرشد شاہ صاحب و جناب مصطفےٰ خان صاحب بی اے ۱۱ ماہ ستمبر کی صبح کو مدراس پہنچے۔ اور دوسرے دن تک ہوٹل میں رہے۔ چونکہ حکیم صاحب کو بخار ہو گیا تھا مناسب سمجھا گیا۔ کہ آپ کے لئے ایک آرام دہ مقام تجویز کیا جائے۔ چنانچہ عاجز اور جناب مصطفےٰ خان صاحب اسی کوشش میں لگے رہتے۔ کہ کوئی عمدہ مقام مل جائے جب میں نے یہ کیفیت جناب قبلہ والد صاحب کے گوش گذار کی تو انہوں نے کہا۔ کہ کسی اور جگہ نہ ٹھہریں۔ میں تیار ہوں۔ کہ ان کے آرام کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لاؤں۔ چنانچہ انہوں نے میرے کرم دوست جناب نواب محمد عبد النظیر صاحب سے مشورہ کر کے ان کے میدان میں کیمپ وغیرہ کا انتظام کر دیا۔ اور مبلغین دوسرے روز وہاں پہنچ گئے۔

جناب مرشد شاہ صاحب ہوٹل میں بھی جب تک وہ وہاں رہے۔ تبلیغ سرگرمی سے کرتے رہے۔ جناب مرشد شاہ صاحب کا ماسہ کچھ ایسا بھاتا تھا۔ کہ لوگ خود ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور پوچھتے۔ کہ آپ کہاں کے متوطن ہیں۔ اور کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ آپ تو فقط موقعہ کے منتظر رہا کرتے۔ موقعہ پا کر اپنی کہانی شروع کی جس از ملک سے آپ [illegible] وہ کیسی ہی اہم کیوں نہ ہو۔ اس کو دین پر قربان کر دیا۔ پس [illegible] مصروف ہے۔ چنانچہ آپ دوائی خریدنے کے لئے ایک [illegible] سے گئے۔ وہاں کے مہتمم صاحب نے جو ہندو مذہب رکھتے ہیں۔ آپ سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں۔ پھر کیا تھا۔ آپ نے بیان کرنا شروع کر دیا۔ میں [illegible] ایک مشنری ہوں۔ میری غرض تبلیغ اسلام و احمدیت ہے۔ ہم تمام مذاہب کے پیشواؤں کو مانتے ہیں۔ اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر خدا تعالےٰ آگے سنتا تھا۔ تو اب بھی سنتا ہے۔ آگے بات کرتا تھا تو اب بھی کرتا ہے۔ اگر اب بات نہیں کرتا۔ تو کیوں یہ احتمال نہیں کہ سنتا بھی نہیں ہو۔ آگے نبی آیا کرتے تھے۔ اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ مجدد آتے ہیں۔ چنانچہ اس صدی کے مجدد جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ مہتمم صاحب شاہ صاحب کی طرف کوئی تین گھنٹہ متوجہ رہے۔ اور نہایت غور سے آپ کو سنا کیا اور کہا کہ آپ جہاں تک ہو سکے متعدد اوقات میں یہاں آنے کی کوشش کریں۔

پھر ہوٹل گئے۔ نماز وغیرہ سے فراغت پائی۔ اور پھر تبلیغ میں مصروف۔ آپ کا طرز بیان کچھ ایسا دلربا ہوا کرتا تھا۔ کہ رنگون و مدراس کے لوگ گرویدہ ہوئے جاتے تھے۔ اور باوجود اختلاف عقاید کے آپ کی تقریر کو غور سے سنا کرتے۔

مبلغین کا میلاپور آنا ہی تھا۔ کہ دوست واقربا جوق جوق آنے لگے کیونکہ یہ خبر تمام حلقوں میں گشت کرنے لگی۔ کہ جناب حکیم صاحب ہندوستان کے ایک مشہور حکیم ہیں۔ حکیم صاحب نے کئی مریضوں کا علاج کیا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ آپ جسمانیات کی طرف متوجہ ہو کر روحانیات سے غافل رہیں۔ یہ تو ایک حیلہ تھا۔ جس سے آپ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ جملہ تو میں آپ سے اکثر سنا کرتا تھا۔ اچھا جی جسمانی باتیں ہو چکیں اب روحانی کی طرف چلیں۔

جناب غلام حیدر صاحب کو بھی جو یہاں بطور وکیل آئے تھے۔ خوب تبلیغ ہوئی۔ حکیم صاحب کو میں نے بارہا یہ کہتے سنا ہے۔ بالکل غلام حیدر صاحب آپ جسمانی ایجنٹ ہونے کے علاوہ ہمارے روحانی ایجنٹ بھی ہو جائیں۔ تبلیغ بہت مفید ثابت ہوئی۔ آپ حضرت صاحب کو ایک اعلیٰ پایہ کے ولی اور مجدد ماننے لگے ہیں۔ اور حکیم صاحب سے وعدہ کیا ہے۔ کہ حضرت صاحب کی تصانیف کا مطالعہ ضرور کریں گے۔

جناب نواب شیخ عبد الحق صاحب [illegible] حکیم صاحب کی صحبت کے کچھ ایسے دلدادہ ہو گئے تھے۔ کہ وہ رات میں بہت دیر تک آپ سے باتیں کرتے رہے۔ اور حکیم صاحب خوب کھول کھول کر سلسلہ کو پیش کرتے۔ آپ نے حضرت صاحب کو مجدد تسلیم کیا ہے۔ نواب صاحب نے پہلی ملاقات میں ہی اعتراضات شروع کر دیئے تھے۔ جن کا جواب جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے نہایت مدلل پیرایہ میں دیا۔ جب آپ سب کو [illegible] تفرقہ کی طرف اشارہ کیا۔ جناب شاہ صاحب نے حضرت صاحب کی کتابوں سے بتلایا۔ کہ حضرت صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نواب صاحب غالیانہ عقائد سے سخت متنفر ہو گئے۔

جناب نواب عبد العظیم صاحب و نواب عبد الحمید صاحب بھی جو اکثر اوقات مبلغین کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ بہت قریب آ گئے ہیں خدا وہ دن جلد لائے۔ جب میں آپ کے بیعت نامے جناب امیر کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

جناب نواب محمد منور صاحب گو ہر بھی مبلغین کی صحبت میں دیر تک رہا کرتے تھے۔ اور آپ کو بھی سلسلہ کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہو گئیں۔

چہارشنبہ مورخہ ۲۴ ستمبر کو جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے گیلٹ ہال میں انگریزی میں ایک لیکچر پڑھا۔ مسلمان اور ہندو بکثرت موجود تھے۔ خان صاحب نے دوران تقریر میں جب حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کا ذکر کیا تو سامعین بہت متعجب ہوئے۔ تقریر کے بعد سامعین نے خان صاحب سے بھی ایک دو سوالات کئے۔ جن کا جواب کافی و شافی طور پر دیا گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ سامعین پر لیکچر کا اثر بہت زیادہ ہوا ہے۔ اور وہ لیکچر ہال سے جاتے نظر نہیں آتے۔ تو خود ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے لائق مقرر نے اسلام کو ایک نئے طور پر پیش کیا ہے۔ ہم نے کبھی ایسا لیکچر سنا نہیں۔ ہم کو یہ علم نہ تھا کہ یہ تقریر ایسی دلکش ہوگی۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ لائق مقرر کی مسلسل تقاریر ہوا کریں۔ جس میں اس عظیم الشان انسان کا ذکر بھی ہو۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ نہایت درجہ محظوظ ہوئے ہیں۔ تو [illegible] کے حالات بیان کئے۔ اور حضرت صاحب کی زندگی کا ایک مختصر حال بھی بیان کیا۔ پیشگوئیوں پر بھی روشنی ڈالی۔ انہوں نے میرا کالج والا پتہ لیا تاکہ وہ مجھ سے ملاقات کریں۔ شب کو جناب حکیم صاحب و شاہ صاحب نے "عظمت حدیث" پر [illegible]۔ زنانہ کا انتظام بھی ہوا تھا [illegible] مبلغین کا جناب مولانا مولوی سید شاہ حسین صاحب قادری [illegible] کی ملاقات کا ہے۔ آپ کے مرید ترپاتور و [illegible] بلور وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں [illegible] یہ اکثر لوگوں کا خیال ہے۔ کہ علم میں آپ کا ثانی [illegible]

قربانی گاؤ کے متعلق ایک غیر متعصب آواز

عید الضحیٰ اور اسکے قبل و مابعد کے ایام میں ملک کے اکثر حصص میں قربانی بقر کے متعلق شور و شر برپا ہو جاتا ہے۔ امسال بھی اکثر مقامات سے فسادات کی پے درپے خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ جو موجب افسوس ہیں۔ مسلم لیگ نے بیشک اتفاق کی اشاعت کا جوا اٹھا لیا۔ لیکن اس اتحاد کے دلفریب خواب خدا جانے کس دن پورے ہونگے۔ ملک کے چہار اطراف میں ایک شور برپا ہے کہ ہندو جذبات کی توہین ہو گئی۔ مسلمان قربانی گائے سے باز آ جائیں۔ تو فساد رفع ہو جائے۔ لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا۔ کہ زید نے کسی بکر سے فعل سے (بالفرض اگر وہ برا بھی ہو) ناحق کی ذات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اسکے جذبات کی توہین کیونکر ہو گئی اور اسکے عقائد کس طرح سے متزلزل ہو سکتے ہیں۔ کیا دنیا میں رات دن حرام اشیاء کی گرم بازاری نہیں۔ کیا شراب خوری دنیا میں ترقی پر نہیں۔ کیا خنزیر جیسی ناپاک چیز پر تشنہ مارنے والے دنیا میں نہیں۔ پھر ان سب کے ان افعال سے ان کے مخالفین و محترزین کے جذبات کہاں جاتے ہیں۔ کیا ہی بہتر ہو کہ اس بارہ میں خود ہندو لیڈران غور سے کام لیں۔ اور مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے کے بجائے خود اپنی قوم کو بھی کچھ سمجھانے کی کوشش کریں۔ ہم خوش ہیں کہ بعض غیر متعصب اخبارات نے اس بارہ میں صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اور جہاں مسلمانوں کے بعض جاہل طبقات کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ وہ ان فتنہ پیدا کرنے والی باتوں سے بچیں۔ وہاں ہندوؤں کو بھی بڑے زور اور سختی کے ساتھ ایسے جاہلانہ خیالات پر ڈانٹا ہے۔ چنانچہ معاصر کانپور گزٹ کے یہ الفاظ اس بارہ میں نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔ کہ

"صوبہ بہار و دیگر مقامات میں بقر عید کے موقع پر ہندو مسلمانوں میں جو فسادات برپا ہوئے ہیں اُن پر جتنا افسوس و رنج کیا جائے کم ہے۔ تاوقتیکہ مسئلہ قربانی طے نہ ہو جائے یہ فسادات ہر سال ہوتے رہیں گے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے اس مسئلہ کو حل کرنے کا ایک ہی بہتر اور مفید طریقہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ جاہل ہندو مسلمانوں کے دماغوں کو جہالت اور تعصب سے پاک کیا جائے دیہاتی لوگوں میں تعلیم کی اشاعت بڑے وسیع پیمانہ پر کی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ گائے کی قربانی سے مسلمانوں کو بہشت نہیں ملیگا۔ اور نہ ہندوؤں کو انسانی جان کے عوض گائے کی جان بچانے سے سورگ حاصل ہوگا۔ نادان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ ایک گائے کی جان بچانے کے خیال سے بیسیوں انسانی جانیں ضائع کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ علاوہ ازیں قابل غور بات یہ ہے کہ سال کے ۳۶۴ دن تو خواب غفلت میں گذار دئے جاتے ہیں لیکن ایک دن طوفان بے تمیزی برپا ہو جاتا ہے۔ یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا اہل ہنود اس بات سے ناواقف ہیں؟ کہ ہر روز سینکڑوں بلکہ ہزاروں گائیں ذبح کی جاتی ہیں لیکن اُن کے متعلق کسی مسلمان یا عیسائی سے بازپرس نہیں کی جاتی۔ اگر ہمارے ہندو بھائیوں کے دلوں میں گائے کی سچی عظمت اور عزت ہے۔ تو ان کو ہر روز قربانی کے خلاف ایجی ٹیشن برپا کرنا چاہئے۔ اور جس طرح بقرعید کے دن انسانی جانوں کے خون بہائے جاتے ہیں اسی طرح ہر روز بہائے جائیں تو بیشک غیر مذاہب والے ہمارے مذہبی جذبات کو بنگاہ قدر دیکھیں گے۔ اور ہمارے جوش اور ایجی ٹیشن کا اثر بھی پیدا ہوگا۔ لیکن سال میں ایک دن کے لئے شور و غل برپا کرنے خواہ مخواہ اپنے مخالفوں کو طعنہ زنی کا موقع دینا کہ ہندو مسلمانوں میں اتفاق نہیں ہے۔ ایک سخت غلطی کا مرتکب ہوتا ہے اس لئے ہم اپنے ہندو بھائیوں سے باادب التماس کرتے ہیں کہ موجودہ وقت میں خانہ جنگی اور بیجا تعصب کو بالائے طاق رکھکر اپنے مسلمان بھائیوں سے رشتۂ الفت و یگانگت پیدا کر کے انکے پہلو بہ پہلو مادر ہند کی خدمت بجا لانی چاہئے۔ دوسری طرف ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی اس امر پر توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ مادر ہند کی خدمت سے بڑھکر گائے یا کسی اور چیز کی قربانی زیادہ اہم اور قیمتی چیز نہیں ہے اگر آپ اپنے اندر مادر ہند کے لئے کچھ بھی محبت رکھتے ہیں۔ تو اس کے کروڑوں فرزندوں یعنی اپنے حقیقی بھائیوں کے جذبات کچلنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ فراخ دلی سے اپنے ہندو بھائیوں کے جذبات کا خیال رکھیں"

گذشتہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۔۔ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ کا ایک عظیم الشان جلسہ [illegible] منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور مولوی عبد الحق صاحب [illegible] [illegible]

مذاکرۂ علمیہ

دلیل العرفان پر ریویو

(۶)

احمدیوں کو چیلنج

اگر کوئی احمدی اہلسنّی و شیعہ کی کسی معتبر کتاب سے ایسی حدیث دکھلا دے جس میں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہو کہ آخری زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی ابن حکیم غلام مرتضٰی پیدا ہونگے اور خلیفہ اور مہدی اور مسیح موعود ہوگا۔ تو اُسکو ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جاویگا۔ اور علی حائری صاحب مجتہد ذی فہم و ذکا معہ چند کسان معتبرین تشیع اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۱ دلیل العرفان)

جواب ۔ سبحان اللہ۔ کیا علمیت اور مجتہدیت کے کرشمے ہیں۔ اور کیا مطالبہ ہے۔ "برین عقل و دانش بباید گریست"

مگر ایسی قوم سے یہ مطالبہ جائے تعجب نہیں جس قوم کے مجتہد اور علما کا یہ عقیدہ مذہبی ہو کہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حسینؑ اور دیگر ائمہ اہلبیت اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس دار فنا میں دار النعیم اور جنت سے واپس لوٹائے جاوینگے ان سے ایسے ہی مطالبہ کی توقع ہو سکتی تھی۔

اعلموا۔ انما الحیوۃ الدنیا لعب ولهو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباته ثم یهیج فتراه مصفرا ثم یکون حطاما وفی الاخرة عذاب شدید ومغفرة من الله ورضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها کعرض السماء والارض اعدت للذین امنوا بالله ورسله الخ۔ (سورۃ الحدید)

کیا اسی دنیا میں جس کی یہ حقیقت ہے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو واپس جنت سے لاتے ہو۔ اے حقیقت اور معرفت سے بے نصیب گروہ تمہاری مثال۔ ولتجدنهم احرص الناس علی حیوۃ ومن الذین اشرکوا یود احدهم لو یعمر الف سنة وما هو بمزحزحه من العذاب ان یعمر والله بصیر بما یعملون۔

سنو اور غور سے سنو۔ تمہارے ایک شیخ نجفی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نشان مانگا تھا۔ لیکھرام کا نشان دیکھکر بھی وہ ایمان نہ لایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھا اور جاہلانہ اور سفیہانہ نشان کی طرف دعوت کی کہ میں اور آپ مسجد کے منارہ سے دونوں ہاتھ پکڑ کر چھلانگ مارتے ہیں۔ جو مر گیا وہی کاذب ہے۔ یہ تمہارے مجتہدین اور اکابر علماء کی دانشمندی اور دینی اور مذہبی علمیت کے کرشمے اور نظارے ہیں۔ تم بھی انہی کی ذریت ہو۔ مگر حضرت امام علیہ السلام نے بھی اس نجفی کے متعلق ایک پیشگوئی فرمائی۔ اور اسکو مخاطب میں اس سے اطلاع دے دی کہ تم اس سے عبرت پکڑ کر فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ "ایها النجفی لم تؤذینی قد رأیت آیاتی وشاهدت تجلی دینانی ..... الخ

انی اعرضک ومنیتک من هذا السفر ولا نسلک ترجع خائبا ولا تری فائزا اوجد الخفر۔ فاسترجع فی ضلة المسعی والمحال المرعی وسوء المرجع و خسماء فانک من المفسدین۔

خط کشیدہ جملہ کو دیکھیں پھر نجفی کے مآل پر غور کریں خدا نے اس امام علیہ السلام کو اس نجفی کا مآل بتلا دیا تھا پھر وہ تبت اور کشمیر کی طرف دریوزہ گری کرتے کرتے دربدر فوت ہوا اور اپنے وطن کو خائب و خاسر ہو کر واپس نہ پہنچا۔ فتفهم۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں۔ کہ ایسا سوال اور مطالبہ ایسے لوگوں سے صادر ہوتا ہے جو دین اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھے ہوں۔ اُن کا علم اُن کے لئے حجاب اکبر ہو گیا ہے [illegible] [illegible]

اگر علم روحانیات اور مکاشفات سے انکو ذرہ بھی بہرہ ہوتا اور اس کوچہ سے واقفیت رکھتے تو کبھی یہ نامربوط سوالات ہم سے نہ کرتے۔

(۱) مولوی احمد علی صاحب آپکو معلوم ہے کہ آپ کے اُستاد علی حائری صاحب نے ایک کتاب الموسوم "بشارات احمدیہ فی اثبات نبوت محمدیہ" لکھی ہے جس میں قریباً تین بشارات تورات، انجیل، زبور وغیرہ کتب انبیاء سابق سے اُس میں درج کی ہیں اور اُس میں بہت کوشش کی ہے کہ اُن مطالب کو کھینچ تان کر علیؑ اور حسینؑ اور امام مفقود المخبر الاحسن والا خیر اور دیگر ائمہ اہلبیت پر چسپاں کریں بھلا بتلاؤ تو کسی پیشگوئی میں وہ لکھا ہوا بتلا سکا ہے "حسین ابن علی" یا "حسین ابن فاطمۃ الزہرا" افسوس صد افسوس اسقدر کوشش بے سود اور نام ایک جگہ بھی لکھا ہوا نہ ثابت کر سکا۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی میں فارقلیط بتلا کر جسکا خود معنے کرتا ہے تسلی دینے والا اور ابن مریم [illegible] لکھا ہے کہ لفظ محمد بھی اس معنوں کے قریب ہی ہے۔ افسوس اس قوم پر جو قول سے لینا چاہتے ہو اس قول سے دینا نہیں چاہتے۔ تلک اذا قسمة ضیزی۔

(۲) کیا حسن العسکری کے فرزند مفقود الخبر کو محمد ابن عبد اللہ ثابت کر کے بتلا سکتے ہو۔ اپنے استاد کی غاثت المقصود کے صفحہ ۵۳ و لغایت ۲۷۲ پر اُن پر اگندہ اور زہلیہ بیانات کا مطالعہ کرو۔ جو اسکے پیش آتے ہیں اور کسقدر متحیر ہے تم بھی دیکھکر متحیر ہو جاؤ گے۔ اسقدر طول ہو کر کنیت کے معنے نہیں سمجھ سکا ہے۔ اور سمجھیگی کے جو اُسکو پیش آئی ہیں لکھتا ہے۔ "کنیت حضرت عبد اللہ والد حضرت رسول اللہ نیز ابو محمد است" کیا کسی کتاب میں تم یا تمہارا استاد بتلا سکتے ہو۔ کہ کبھی اہل عرب یا بنی ہاشم نے حضرت عبد اللہ کو ابو محمد کر کے پکارا ہو۔ اسقدر نا سمجھ ہے کہ انکو یاد ہی نہیں رہا۔ کہ حضرت محمد رسول صلعم تو اپنے والد کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے پھر ابو محمد کی کنیت سے کب وہ پکارے گئے۔ شرم! شرم! شرم!

اگر تم اپنے امام مفقود الخبر کو محمد ابن عبد اللہ کسی حدیث سے بغیر تاویل کے ثابت کر دو۔ تو ہم ہزار روپیہ تمکو انعام دینگے۔ ورنہ لعنة الله علی الکاذبین کافی ہے۔

ایسی تاویلات رکیکہ۔ محمد ابن عبد اللہ۔ اگر دسویں پشت میں امام مہدی محمد ابن امام حسین اخذ ابو عبد اللہ کی کنیت کی مناسبت سے ہو سکتے ہیں تو غلام احمد ابن غلام مرتضٰی سے دونوں غلام کے لفظ ہٹا دو۔ احمد ابن مرتضٰی ۔ روحانی مناسبت کے لحاظ سے ثابت ہو جاویگا کیونکہ تم قائل ہو۔ کہ آنحضرتؐ اور علی مرتضٰی دونوں اس امت کے صلحاء کے باپ ہیں۔ پھر "سلمان منا اهل البیت" پر ہی نظر کر لو۔ فتفهم ..... پھر انصاف سے کہو تمہارے استاد حائری کی تاویل سے ہماری تاویل اقرب بصواب ہے یا نہ۔

(۳) مولوی صاحب آپ کو معلوم نہیں۔ آیندہ کی پیشگوئیاں مجاز اور استعارات سے مملو ہوتی ہیں اور ہرگز معاہدہ وجار کی طرح ثابت نہیں ہو سکتیں۔ ایمان بالغیب کی حقیقت اس سے باطل ہو جاتی ہے۔ یہ تمہاری ہی قوم کی الف لیلہ ہے۔ کہ حالت سفلگی میں محسن کا سقط ثابت کرتے ہیں۔ یا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام سات ہزار سال اصلاب حسینؑ پیدا ہونے اور اسکو متفق بتاتے ہیں۔ "چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا"

سنت اللہ یہ ہے کہ الہامی زبان میں وصفی نام سے پیشگوئی کی جاتی ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "یاتی من بعدی اسمه احمد" حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ کے والدین نے جو آپ کا نام رکھا تھا وہ محمد تھا۔ مگر خدا کے پاس آسمانی نام احمد تھا جسے ایک نبی نے پیشگوئی آئندہ میں آسمانی نام سے بشارت دی۔ یہی الہامی زبان کا اصول پیشگوئیوں میں رہتا ہے لیکن بشناس نہ دلبرا خطا اینجا ست۔

[illegible] قادیانی [illegible] کی تاب نہ لا کر [illegible] بالله الکبیا [illegible] اہلبیت [illegible] علی علیہم السلام کا نام [illegible]

آپ کا مطالبہ عقلاً و شرعاً آپ کی سفاہت اور حماقت ہی ثابت کرتا ہے نہ اور کچھ۔ اور اگر آپ کا مطالبہ صحیح ہے تو اسکے بالمقابل ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حسن العسکری کے فرزند محمد ابن عبداللہ ثابت کر کے بتلاؤ۔ فہو جوابکم جوابنا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا

(۴) تمہارے استاد علی حائری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ہماری کتب امامیہ میں اسقدر وارد ہے کہ امام مہدی کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے یعنی محمدؐ۔ اور کنیت اسکی بھی رسول اللہ صلعم کی کنیت کے مطابق ہے (ص۵ غایۃ المقصود حصہ ۲) پر لکھتے ہیں "پوشیدہ نماند کہ در اکثر از مقالات اسم حضرت امام مہدی علیہ السلام اسم حضرت رسول الثقلین یعنی محمد است وکنیت آنجناب نیز بہ کنیت حضرت رسول اللہ صلعم است۔ کہ ابوالقاسم باشد" یہ خط کشیدہ عبارت مجتہد لاہور کی لفظہ ہے۔ اب اگر آپ اور آپ کا استاد اور تمام شیعان کربلا ونجف و ایران وساجرہ ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے شیعی جمع ہو کر یہ ثابت کر کے بتلا دیں۔ کہ امام مہدی شیعی مفقود الخبر کا کوئی فرزند دلبند قاسم نام پیدا ہوا ہے۔ فلاں نام زوجہ یا بیوی سے اور فلاں شخص نے اس کی ملاقات کی ہے۔

تو ہم آپ کو دس ہزار روپیہ کی اپنی جائداد ہبہ اور تملیک کر دیں گے۔ آپ کا دعوے ایک لاکھ کا تو زبانی کی بڑ تھا۔ اور میری جائداد دس ہزار کی موجود ہے۔ اگر کسی موضوع روایت ہی سے اپنی کتاب ہی میں ثابت کر کے بتلا دیں تو میں الفاعد عدہ پر تیار ہوں کیونکہ یہ امر بالکل صاف اور واضح ہے کہ آپکا امام مفقود الخبر لاحس ولا خبر ابوالقاسم سے تب ہی مکنی ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسکا کوئی فرزند قاسم نام موجود ہو۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم اسی وجہ سے تھی کہ ان کا کوئی فرزند قاسم نام تھا اپنے استاد کی کتاب کی عبارت بغور دیکھکر جواب دینا ایسا نہ ہو کہ جواب عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہو۔

اگر تم انصاف سے اپنے وجدان صحیح کی طرف رجوع کرو۔ اور گریبان میں منہ ڈال کر ذرا ٹھنڈے دل سے تامل کرو۔ تو تمکو تمہاری کانشنس فتوے دیگی کہ باہیں اعتقاد لغو تمہاری جیسی بدنصیب کوئی قوم دنیا بھر کے اہل اسلام میں نہ ہوگی مومنوں کی تو یہ شان ہے۔ کہ وہ اپنی دعاؤں میں اکثر محروم نہیں کئے جاتے۔ حضرت ذکریا علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "ولم اکن بدعائک رب شقیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں "عسٰی الا اکون بدعاء ربی شقیا" [illegible] انصاف کرو کہ ہزار سال [illegible] کر [illegible] بلکہ [illegible] کی دعائیں کر کر کے [illegible] قبروں میں جا لیٹے مگر ایسی بے نصیب اور بدبخت اسقدر [illegible] دعا سے محروم اور شقاوت کے فتوے کے نیچے کوئی قوم آلا مان والحفیظ۔

ان کا امام منتظر ان کی کوئی دعا نہیں سنتا۔ نہ خداوند عالم ہی انکی دعاؤں کو سنکر ان پر فرح کے دروازے کھولتا ہے۔ درحقیقت کوئی امام اگر ہو۔ تو نکلے جب معدوم اور مجہول کو پکار رہے ہیں۔ تو کہاں سے وہ نکلے۔ قرآن نے تو باواز بلند انکو پکار کر کہہ دیا تھا۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ اور [illegible] ہر وقت یہ صدا انکو آرہی ہے۔ فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاہلین اگر فائدہ اس سے [illegible] اور [illegible] نہیں اٹھا سکتے۔ ان فی ذالک لذکرٰی لمن کان لہٗ قلب اوالقی السمع وھو شہید

(تفسیر [illegible] شیعی [illegible])

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ تقریر للقرب ووعد الداعی بالاجابۃ ۔۔۔۔ فی المجمع عن الصادق ای ولیتحققوا انی قادر علی اعطائھم ما سئلوہ۔۔۔ ۔۔۔ فقال لانکم تدعون من لا تعرفون وتسئلون مالا یفہمون فالاضطرار عین الدین وکثرۃ الدعاء مع العمٰی من علامۃ الخذلان من لم یشہد ذلۃ لفنسہ وقلبہ الخ

اپنی دعاؤں کو جناب امامیہ اس تفسیر سے مقابلہ کریں اور پھر مکرر سہ کرر غور کریں۔ مگر جو لوگ خدا کے دشمن رسول کے دشمن اولیاء الرحمٰن کے دشمن ہوں۔ انکی دعاء درجہ قبولیت کس طرح حاصل کرے۔ من عادی لی ولیاً فاذنتہ للحرب

تحقیق الادیان

سرگودہ میں آریہ سماج سے بحث

اور

فضیلت اسلام پر لیکچر

گذشتہ ۱۰ و ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء سرگودہ میں خاص طور پر قابل یادگار سمجھے جائیں گے۔ جب کہ اس بت ناتراشیدہ کو پاش پاش کر کے رکھ دیا گیا۔ جو آریہ سماج کے سٹیج پر اسلام کے خلاف ایک مدت سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں جلوہ نما ہو رہا تھا۔ اور جسے پیشتر ازیں بھی لاہور میں گذشتہ ماہ رمضان میں شکست فاش دی جا چکی تھی

لاہور اور اس کے گردونواح میں اپنے طلسم کو بے کار دیکھ کر مہاشہ شانتی سروپ صاحب سرگودہ میں جا پہنچے۔ اور سابق محمد علی کے نام سے حسب عادت قرآن کریم پر بیہودہ اعتراضات کر کے وہاں کے مسلمانوں کو بھی مرعوب کرنا چاہا۔ جس پر مسلمانوں نے لاہور سے مولوی عبدالحق صاحب کو طلب کیا کہ اس زہر کا تریاق سوائے اس کے نہیں۔ کہ اس فوراً آریہ اور دیگر تمام لوگوں کے سامنے ویدوں کی اصل حقیقت کو کھول کر رکھ دیا جائے۔ جن سے مولانا موصوف بوجہ سنسکرت دانی کے بخوبی ماہر ہو چکے ہیں۔ اور بھی بعض مسلمان مناظرین کو انہوں نے بلایا۔ جن میں سے غازی محمود صاحب سابق دھرمپال ہی وہاں پہنچ سکے۔

طرز مباحثہ پر گفتگو

(وید کی خوبیوں سے انکار)

سب سے پہلا کام جو سرگودہ پہنچکر کیا گیا۔ وہ یہ تھا کہ بعض مسلمانان سرگودہ کی معیت میں خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح مہاشہ شانتی سروپ کے پاس گیا اور اس سے یہ کہا کہ آپ جو اس موضوع پر لیکچر دیتے ہیں۔ کہ "میں نے اسلام کیوں چھوڑا"۔ اس کے ساتھ ہی آپ کا فرض ہے کہ آپ یہ بھی ہمیں بتائیں کہ آپ نے ویدک دھرم کیوں قبول کیا۔ کسی کے نقائص گنوا دینے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ خواہ وہ نقائص اس میں موجود نہ بھی ہوں۔ نہ ہی یہ کوئی خوبی کی بات ہے کہ دوسروں پر بے فائدہ نکتہ چینی کر کے وقت کو ضائع کیا جائے۔ خوبی اگر ہو سکتی ہے تو اس میں کہ آپ اپنے مذہب کی خوبیاں بتائیں ہم اپنے مذہب کی۔ اور ان خوبیوں کا مقابلہ خوبیوں سے ہو جائے۔ جس سے حق خود بخود اظہر من الشمس ہو جائے گا مگر مہاشہ صاحب اس کو قبول کرتے تو کیونکر۔ وید سے تو وہ خود بھی واقف نہیں۔ چہ جائیکہ اس کے اندرونی نقائص کا انہیں علم ہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ اسلام کے متعلق میرے شکوک کو رفع کر دیا جائے تو بس میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ خواہ ویدک مذہب سچا ہو یا نہ ہو۔ اس میں کوئی خوبیاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ جس کے جواب میں انہیں کہا گیا۔ کہ ایسا کہنے کا آپ اس وقت حق رکھتے تھے جب آپ اس اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار نہ کرتے لیکن اب جبکہ آپ ایک دوسرا مذہب اختیار کر چکے ہیں۔ تو ہم یہ بتائیں گے۔ کہ جو نقائص آپ اسلام میں بتاتے ہیں۔ وہ تو کوئی نقص نہیں۔ ہاں ان سے بڑھ کر نقص آپ کے اس مذہب میں پائے جاتے ہیں جسے آپ نے اسلام کو چھوڑ کر اختیار کیا ہے۔ پھر اگر صرف آپ کو سمجھنا مقصود ہوتا تو آپ علیحدہ بھی کسی مسلمان عالم سے سمجھ سکتے۔ اور اپنے شکوک رفع کرا سکتے تھے۔ لیکن اب جبکہ آپ جلسے منعقد کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے مذہب کی وکالت میں کھڑے ہو کر اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو پھر نرا آپ ہی کو سمجھانا ہمارا مقصود نہیں رہ جاتا۔ بلکہ تمام پبلک کو جس میں ہندو مسلمان سب ہی ہونگے یہ سمجھانا اور بتانا مقصود ہے۔ کہ اسلام میں یہ خوبی ہے اور وید میں یہ۔ لیکن مہاشہ صاحب نے نہ ماننا تھا اور نہ مانا۔ آخر بڑی مشکل سے انہیں اس بات پر راضی کیا گیا کہ پہلے وہ ایک لیکچر میں نرے اسلام ہی کے مزعومہ نقائص بتائیں اور دوسرے دن ایک لیکچر دیں۔ جس میں ویدوں کی خوبیاں ہی جنہیں دیکھ کر وہ آریہ ہوئے۔ ظاہر کریں۔ مگر جس دن پہلا لیکچر ہونا تھا اسی دن ہمیں اپنی قیام گاہ پر آکر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر محمد شریف صاحب سول سرجن سرگودہ کو جو وہاں سے تبدیل ہو کر ہوشیارپور جانے والے تھے۔ اہالیان سرگودہ کی طرف سے ایک ٹی پارٹی دی جانے والی ہے۔ جس میں اکثر ہندو مسلمان اور تمام وہ لوگ بھی شریک ہونگے۔ جو مسلمانوں کیطرف سے اس بحث کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے اسی وقت مہاشہ شانتی سروپ صاحب کو ایک خط لکھا گیا۔ جو حسب ذیل ہے:۔

کرمی مہاشہ صاحب!

تسلیم آپ سے گفتگو کر کے واپس آنے پر معلوم ہوا۔ کہ آج ہی شام کے وقت ڈاکٹر محمد شریف صاحب سول سرجن کو ایک ٹی پارٹی دی جانے والی ہے۔ جس میں بہت سے ہندو اور مسلمان معززین شامل ہونے والے ہیں۔ جن سب کی شمولیت آپ کے لیکچر میں بھی از حد ضروری ہے۔ جو ہم میں سے بھی بہت لوگ اس میں شامل ہونگے۔ کیونکہ وہاں بھی ان کی شمولیت ضروری ہے۔ اس لئے افسوس ہے کہ آج کسی صورت میں بھی جلسہ منعقد نہیں ہو سکتا خود جن لوگوں کی طرف سے اشتہار شائع ہوا ہے اور جو اس [illegible] ذمہ وار ہیں۔ وہی جب شامل نہ ہو سکیں۔ تو اس کا لیا فائدہ [illegible] خیال میں آج کا دن تو بہر حال مفید نہیں۔ لہذا آج جلسہ ملتوی [illegible] انشاء اللہ صبح سویرے ہی آئندہ پروگرام کے متعلق آپ سے [illegible] ہے۔ بطور اطلاع یہ رقعہ ارسال خدمت ہے [illegible]

اس خط کا جواب مہاشہ شانتی سروپ صاحب نے یہ دیا کہ [illegible]

جناب عالی

لفافہ ملا مضمون پڑھا۔ کل صرف میں نے اسلام کیوں چھوڑا اسی مضمون پر گفتگو ہوگی۔ آج کا وقت آپ نے ضائع کیا ہے۔ اور آج کی کاروائی ملتوی رہے گی۔

اس جواب کے موصول ہونے پر مسلمانان سرگودہ کی میٹنگ [illegible] پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی۔ کہ آئندہ بحث کی طرح [illegible] جس سے پبلک کو بھی کوئی فائدہ ہو سکے۔ نہ کہ مہاشہ صاحب حسب عادت [illegible] میں پبلک کا وقت ضائع کریں۔ چنانچہ سب کے مشورہ سے [illegible] سکرٹری صاحب آریہ سماج سرگودہ کے نام اسی وقت بھجوائی گئی۔

کرمی نائب سکرٹری صاحب آریہ سماج سرگودہ

تسلیم۔ آپ کے ہاں بہت دنوں سے مہاشہ شانتی سروپ صاحب اس مضمون پر لیکچر دے رہے ہیں۔ کہ میں نے اسلام کیوں چھوڑا۔ جس کے [illegible] پیشتر ازیں بھی اسی جگہ دے چکے ہیں۔ اب لاہور سے مولوی عبدالحق صاحب کو بھی تبادلہ خیالات کے لئے بلایا گیا ہے۔ مہاشہ شانتی سروپ صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ کل پھر اسی مضمون پر آپ کے ہاں لیکچر ہوگا۔ ہمارے خیال میں بہتر یہ ہوگا۔ کہ یہ باہمی تبادلہ خیالات کے لئے [illegible] سے نہ تو مناظرین کو ایک دوسرے کے مطالبات اور سوالات [illegible] میں کمی رہنے کے باعث کوئی شکایت پیدا ہو۔ اور نہ پبلک کا وقت [illegible] ضائع ہو۔ بحث کا طریق ایسا ہونا چاہئے۔ جس سے پبلک کو بھی کچھ [illegible] ہو سکے۔ اگر ایک طرف مسلمانوں کے سامنے بعض اعتراضات آریہ سماج کی طرف سے رکھے جاتے ہیں۔ اور اس طرح سے انہیں اسلام کی طرف سے متنفر کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ دنوں میں ہوتی رہی ہے۔ تو بالمقابل مسلمانوں کا بھی حق ہے کہ وہ اس مذہب کی خوبیوں کو [illegible] جس کو مہاشہ شانتی سروپ نے اختیار کیا ہے۔ مقابلہ کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ مہاشہ شانتی سروپ صاحب بجائے اس کے کہ اسلام کے نقص بیان کریں۔ ویدک دھرم کی ان خوبیوں پر روشنی ڈالیں۔ کہ جنہیں دیکھ کر وہ آریہ ہوئے ہیں بالمقابل ہم بتائیں گے۔ کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جس میں ہر قسم کی خوبیاں ہی خوبیاں موجود ہیں۔ اور نقص کوئی نہیں۔ لیکن اگر اعتراضات ہی کرنے ہیں اور نقص ہی بتانے ہیں۔ تو پھر اول تو انصاف یہ ہے۔ کہ جہاں مہاشہ صاحب [illegible] وہاں ساتھ ہی کچھ خوبیاں بھی اس مذہب کی ظاہر کریں۔ جسے انہوں نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ آخر انہوں نے اسلام چھوڑ کر ایک دوسرا مذہب اختیار کیا ہے اس لئے ہم ان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ کن خوبیوں کو دیکھ کر انہوں نے اس مذہب کو اختیار کیا۔ لیکن اگر یہ نہیں۔ تو جیسے وہ اعتراضات اسلام پر کرینگے۔ ہمارا بھی حق ہے۔ کہ بالمقابل ویدوں سے وہی باتیں دکھائیں۔ جنہیں وہ نقص قرار دیتے ہیں۔ براہ مہربانی اس کا آپ جواب دیں۔ کہ آیا ان میں سے کوئی بات آپ کو منظور ہے۔ اس چٹھی پر مختلف مسلمانان سرگودہ کے دستخط ثبت تھے۔

اس چٹھی کے جواب میں آریہ سماج نے جس قسم کی تنگدلی اور بودا پن دکھایا ہے۔ وہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

از آریہ سماج سرگودہ

مکرم بندہ مولوی عبدالحق صاحب تسلیم!

آپ کی چٹھی مورخہ [illegible] بنام سکرٹری آریہ سماج ابھی ملی ہے۔ جواباً عرض ہے کہ مہاشہ شانتی سروپ کا پہلے لیکچر ہوا تھا۔ جس کا مضمون تھا میں نے اسلام کیوں چھوڑا۔ اس پر چند اسلامی بھائیوں نے اثنائے لیکچر میں گفتگو کرنے [illegible] بات چیت کی ٹھہرائی۔ اور چنانچہ ایک روز بات چیت درست [illegible] اب آج کی تاریخ [illegible] بجے سے ۵ بجے شام تک اسی سلسلہ میں گفتگو کی جانا ڈاکٹر محمد امین و مولوی فتح محمد صاحب فیصلہ کر چکے ہیں۔ [illegible] وقت مشتہر کر دی گئی تھی۔ اس صورت میں مضمون کا بدلنا مناسب نہیں ہے۔ اور جب ایک مضمون کا فیصلہ ہو جاوے۔ اور مہاشہ شانتی سروپ جی کو اسلام کے متعلق جو شکوک ہو رہے ہیں۔ جب آپ وہ رفع کر دیں گے تو پھر آئندہ دیکھا جاوے گا۔ لیکن یہ بھی پہلے ہی عرض کر دوں کہ مہاشہ شانتی سروپ بہت دنوں سے اور جگہ جانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ انہیں [illegible] کل ضرور چلے جانا ہے۔ ویدک دھرم پر اعتراض کرنے کا [illegible] ستمبر کو ۲ گھنٹے وقت دیکر ہم نے موقعہ دیا تھا لیکن اس وقت کوئی صاحب تشریف نہیں لائے۔ ابھی اس بات کو دو مہینہ بھی نہیں گذرا۔ ان حالات میں یہ توقع کرنا کہ ہم از سر نو بحث کا انتظام اٹھا لیں گے۔ درست نہیں معلوم ہوتا اگر آپ کو ویدک دھرم پر شکوک ہیں اور آپ ان کو رفع کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ بمقام لاہور بات چیت کرنے کا کوئی وقت اور دن مقرر کر لیں۔ ہم اپنی سبھا سے مناسب انتظام کرنے کی درخواست کریں گے۔ اور اگر کوئی رکاوٹ [illegible]

[illegible]

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۷ - اکتوبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۲۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

مامور من اللہ کی شناخت

اشاعت گذشتہ سے آگے

پھر جس طرح پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ حضرت مسیح علیہ السلام پر آکر ختم ہوگیا۔ اسی سلسلہ کی مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اُسی وقت اور اسی زمانہ پر جب حضرت مسیح حضرت موسیٰ کے بعد آئے تھے۔ مسیح محمدی بھی آتا۔ اور یہ بالکل ظاہر اور صاف بات ہے۔ کہ مسیح موسوی چودھویں میں آیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسیح محمدی بھی چودھویں صدی میں آتا اگر کوئی نشان اور شہادت نہ بھی ہوتی۔ تب بھی اس سلسلہ کی تکمیل چاہتی تھی۔ کہ اس وقت مسیح محمدی آوے۔ مگر یہاں تو صدہا اور نشان اور دلائل ہیں۔ پھر آنے والے کو اُسی اُمت میں سے ٹھیرایا گیا ہے جیسے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْكُمْ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں فرمایا گیا ہے اور اسی طرح پر احادیث میں بھی آنیوالا اسی اُمت سے ٹھیرایا گیا ہے۔ جبکہ فرمایا ہے واما مکم منکم۔ اب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بوضاحت شہادت دیتے ہیں۔ کہ آنے والا مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا۔ اور ضرورتاً چاہئے خود داعی ہے۔ کیونکہ اسلام پر سخت حملے ہورہے ہیں۔ اور کوشش کی جاتی ہے۔ کہ جہاں تک ان مخالفوں کا بس چلے۔ اسلام کو نابود کردیں۔ پھر دیکھنے کے قابل یہ بات ہے۔ کہ اس کے آنے کا وقت کونسا ہے۔ سلسلہ موسوی کے ساتھ مماثلت تامہ کا تقاضا صاف طور پر ظاہر کرتا ہے۔ کہ آنیوالا مسیح موعود جو اسی اُمت میں سے ہوگا چودھویں صدی میں آنا چاہئے۔ اس کے علاوہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے آنے کا وہ وقت ہے۔ جب کہ صلیب پرستی کا غلبہ ہوگا کیونکہ کسر صلیب اسی کا کام ٹھیرایا گیا ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک انقلاب عظیم کی خبر قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ اس وقت آئیگا۔ وہ انقلاب کیا ہے؟ سواری بھی بدل جاوے گی۔ اونٹوں اور اونٹنیوں کی سواریاں بیکار ہوجائیں گی۔ اب دیکھو کہ ریلوے کی ایجاد نے اس پیشگوئی کو کس طرح پورا کیا ہے۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ حجاز ریلوے جو بن رہی ہے۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ اور مکہ کے درمیان بھی ریل ہی دوڑتی نظر آئے گی۔ اور پھر اخبارات اور رسالہ جات کی اشاعت کے اسباب کا پیدا ہو جانا۔ جیسے پریس ہے ڈاکخانہ ہے۔ اور تاروں کے ذریعہ سے کل دنیا ایک شہر کے حکم میں ہوگئی ہے۔ دریا چیرے گئے ہیں۔ اور نہریں نکالی جارہی ہیں۔ طبقات الارض کے عالموں نے زمین کے طبقات کو کھود ڈالا ہے۔ غرض وہ تمام ایجادات اور علوم و فنون کی ترقیاں جو مسیح موعود کے زمانہ کی علامتوں میں سے قرار دی گئی تھیں۔ وہ پوری ہوچکی ہیں۔ اور ہوچکی ہیں۔ اس کے بعد انکار اور شبہ کی کونسی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اس وقت خداتعالےٰ کی طرف سے کسی کا آنا اور مامور ہونا افسوسناک بات نہیں؟ بلکہ افسوس ناک یہ امر ہوتا اگر کوئی مامور ہوکر نہ آیا ہوتا۔ ان علامات اور نشانات کو چھوڑ کر ایک اور بات بھی [illegible] کہ تمام اولیاء اللہ اور اکابر اُمت جو [illegible]

اور بعض نے اور الفاظ میں بھی کی ہے۔ ان میں سے شاہ نعمت اللہ ولی نے شہادت دی ہے۔ اور میرا نام لے کر بتایا ہے۔ اسی طرح پر ایک اہل اللہ بزرگ گلاب شاہ مجذوب تھے۔ جنہوں نے ایک شخص کریم بخش ساکن جمال پور ضلع لودھیانہ سے میرا نام لے کر پیشگوئی کی ہے۔ اور اس کو کہا کہ وہ قادیان میں ہے۔ کریم بخش کو قادیاں کا شبہ پڑا کہ شاید لدھیانہ کے قریب کی قادیاں میں ہوں۔ مگر آخر اس نے بتایا کہ یہ قادیاں نہیں۔ اور اس نے یہ بھی بتایا۔ کہ وہ لودھیانہ میں آئے گا اور مولوی اُس کی مخالفت کرینگے۔ چنانچہ اس کا یہ سارا بیان چھپ چکا ہے۔ اور کل گاؤں کریم بخش کی راست بازی اور نیکوکاری کی شہادت دیتا تھا۔ اور جس وقت وہ بیان کرتا تھا تو روپڑتا تھا۔ اس نے گلاب شاہ سے یہ بھی کہا۔ کہ عیسیٰ تو آسمان سے آئیگا۔ اس نے جواب دیا کہ جو آسمان پر چلا جاتا ہے۔ وہ پھر واپس نہیں آیا کرتا۔ اس پیشگوئی کے موافق کریم بخش میری جماعت میں داخل ہوا۔ بہت سے لوگوں نے اس کو روکا اور منع بھی کیا۔ مگر اس نے کہا کہ میں کیا کروں۔ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ میں اس شہادت کو کیونکر چھپاؤں۔ غرض اس طرح پر بہت سے اکابر اُمت گذرے ہیں۔ جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی۔ اور پتہ بتایا بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی۔ جو چراغ دین ۱۲۶۸ سے نکلتی ہے۔

اور اس کے علاوہ وہ نشان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے تھے سو وہ بھی پورے ہوگئے۔ منجملہ ان کے ایک کسوف و خسوف کا نشان تھا۔ جب تک کہ یہ کسوف و خسوف کا نشان نہیں ہوا یہ مولوی جواب میری مخالفت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تکذیب کر رہے ہیں۔ اس کی سچائی کے قائل تھے۔ اور یہ نشان بتاتے تھے۔ کہ مسیح و مہدی کا یہ نشان ہوگا کہ رمضان کے مہینہ میں سورج و چاند کو گرہن ہوگا۔ لیکن جب یہ نشان میرے دعوے کی صداقت کی شہادت کے لئے پورا ہوگیا۔ تو پھر جس منہ سے اس کا اقرار کیا کرتے تھے۔ اسی منہ سے انکار کرنے والے ٹھیرے۔ کسی نے تو سرے سے ہی اس حدیث ہی کا انکار کردیا۔ اور کسی نے اپنی کم سمجھی اور نادانی سے یہ کہدیا۔ کہ چاند کی پہلی تاریخ کو گرہن ہونا چاہئے۔ حالانکہ پہلی رات کا چاند تو خود گرہن ہی میں ہوتا ہے۔ اور علاوہ بریں حدیث میں قمر کا لفظ ہے۔ جو پہلی رات کے چاند پر بولا ہی نہیں جاتا۔ غرض اس طرح پر جس قدر نشان تھے وہ پورے ہوگئے۔ مگر یہ لوگ ہیں کہ محض میری مخالفت کی وجہ سے خداتعالےٰ اور اس کے سچے اور پاک رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کررہے ہیں۔ اور آپ کی تکذیب کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ان نشانات اور علامات کے بعد پھر یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ کہ کیا مدعی کے اپنے ہاتھ پر کوئی نشان اُس کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوا ہے یا نہیں؟ اس کے لئے میں کہتا ہوں۔ کہ اس قدر نشان اللہ تعالےٰ نے ظاہر کئے ہیں۔ کہ ان کی تعداد ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے اور اگر میری جماعت کو خداتعالےٰ کی قسم دیکر پوچھا جائے۔ تو میں امید نہیں کرتا کہ کوئی شخص ایک بھی ایسا نکلے۔ جو یہ کہے کہ میں نے کوئی [illegible] نہیں دیکھا اور پھر یہ کہ نشانوں کی بارش برس رہی ہے۔ [illegible] کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

یعنی خوارق کا صدور اُن سے ہوتا رہتا ہے۔ اور نشانات ہی سے [illegible]
العزت ہوتے ہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو شام کے [illegible] بجے کی گاڑی میں ایبٹ آباد سے واپس لاہور تشریف لے آئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت فاضل امروہی کے قلم سے حدیث مجدد پر ایک محققانہ مضمون عنقریب بطور ضمیمہ بصورت کتاب ہدیہ ناظرین ہوگا۔ [illegible] ہی لے۔

وفد جنوبی ہند کی تازہ رپورٹوں سے یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ [illegible] میں مسلمانوں نے مخالفت میں بڑا جوش و خروش دکھایا۔ ہمارے احباب کی کتابوں کو اٹھا کر تالاب میں پھینک دیا۔ ہزاروں آدمی ان پر حملہ آور ہوئے پولیس نے اپنے پہرہ میں انہیں سٹیشن تک پہنچایا۔ لیکن جاہل لوگ وہاں بھی برا بھلا کہتے اور تالیاں دیتے چلے آئے۔ مگر الحمد للہ کہ باوجود اس تمام مخالفت کے حضرت مسیح موعود کے دعاوی کی ان میں خوب کھول کر تبلیغ کردی گئی۔ جو انشاء اللہ کسی نہ کسی موقعہ پر رنگ لائے گی۔ یہاں پر مسلمانوں کا جوش و خروش انجمن کے کام کی اسپین جہاں سے بڑھ گیا [illegible] دنوں وہاں ایک مقدمہ بھی کی گئی ہے۔ ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں ذکر کیا تھا۔ کہ تنوچناپلی میں احمدیوں پر کسی مسلمان مولوی نے پتھر بازی کی تھی کی پاداش میں اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن یہ سن کر افسوس ہوگا۔ کہ [illegible] مقدمہ کا فیصلہ بالآخر اس مولوی کے حق میں ہوا۔ ہمارے خیال میں [illegible] اس بارہ میں ذرا احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ سلطنت انگلشیہ کے [illegible] سایہ اس کی عطا کردہ امنی آزادی کے باوجود ایک غریب طبقہ کا اس طرح ستایا جانا آسمان کی راہ میں آنے والی نئی سے نئی مشکلات پیدا ہوا جس کی نہ داد ہوسکتی ہے نہ فریاد۔ ایک بہت ہی معیوب امر ہے [illegible] جلد انسداد ہونا چاہئے۔

مندرجہ بالا حالات کے ساتھ اخویم [illegible] خلیل صاحب کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تاریخ کو آپ بمع حکیم محمد حسین صاحب ڈسپنسر [illegible] حیدرآباد دکن میں ہیں۔ جہاں بحث و مباحثہ اور تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے حکیم صاحب کچھ بیمار بھی ہیں۔ احباب اپنے اس مکرم بھائی کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

مولود مسعود

حضرت شاہ صاحب مکرم جناب ڈاکٹر سید [illegible] صاحب کے فرزند ارجمند سید الطاف حسین صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا ہے۔ ہم [illegible] پر سب سے پہلے اس مولود مسعود کے نانا جان یعنی حضرت شاہ صاحب کے برادر بزرگوار جناب سید ناصر حسین صاحب [illegible] گھر ہے۔ مبارک [illegible] اللہ تعالےٰ اس بزرگ خاندان کو [illegible] عطا فرمائے

مراسلات

میاں صاحب پٹیالہ میں

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

پٹیالہ میں میاں صاحب کی تشریف آوری کا بڑا غلغلہ تھا۔ پیر کے استقبال کے لئے مرید بڑی بڑی تیاریاں کر رہے تھے ہمیں بھی بڑے دل خوش کن وعدے دیئے جا رہے تھے۔ میاں صاحب آئیں گے آپ اُن سے عذر ورملنا۔ اور اپنے شکوک رفع کرا لینا۔ تھوڑے تھوڑے لفظی تغیر کے ساتھ بجنسہٖ یہی باتیں تھیں۔ جو میاں صاحب کا ہر ایک مرید ہم سے کہا کرتا تھا۔ آخر سکریٹریان جماعت پٹیالہ و سنور کے نام میاں صاحب کا فرمان آیا۔ کہ ہم ۹۔ اکتوبر کو آئیں گے۔ سنور و پٹیالہ میں جہاں دونوں جماعتیں متفق ہو جائیں ایک جگہ تقریر کریں گے۔ اگر دونوں جماعتوں میں اتفاق نہ ہو سکا۔ تو کسی ایک جگہ بھی تقریر نہ ہوگی۔ ہمارا ان حالات کے بیان کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ جماعت سنور و پٹیالہ کے مابین کسی قسم کا نقیض ہے۔ اور جو دربار خلافت تک بھی پہنچ چکا ہے۔ اور نہ ہمارا ذاتی جھگڑوں اور کاوشوں کی طرف اشارہ کرنے کا مدعا ہے۔ جن سے میاں صاحب کے مرید ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ میاں صاحب محض اپنے مریدوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تقریر کیا کرتے ہیں اور خدمت اسلام ان کا نصب العین نہیں ہوتا۔ ورنہ اسکے کیا معنے۔ کہ "ہم کسی جگہ بھی تقریر نہیں کریں گے۔" میاں صاحب آپ تقریر کیا کریں یا نہ کیا کریں۔ نذرانہ تو بہر حال مل ہی رہا کریگا۔ خیر مارا چہ ازیں قصہ۔ خدا خدا کر کے میاں صاحب کی تشریف آوری کا دن آیا۔ میں نے اپنے ایک محترم دوست کے جو میاں صاحب کے مرید بھی ہیں مشورہ کے مطابق سکریٹری جماعت پٹیالہ کی خدمت میں ایک رقعہ لکھا۔ کہ وہ میاں صاحب سے میری ملاقات کا انتظام کر دیں۔ اور لکچر کے بعد سوال وجواب کے لئے بھی میاں صاحب سے اجازت حاصل کر دیں۔ سکریٹری صاحب نے حتمی وعدہ کیا کہ وہ ضرور میاں صاحب سے وقت لے دیں گے یا کم از کم وہ اپنی انتہائی کوشش صرف کریں گے۔ میں اُن کے اعتبار پر اطمینان کر کے بیٹھ رہا۔ اتنے میں اشتہار تقسیم ہونے شروع ہو گئے۔ کہ "بتاریخ ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء بروز منگل چار بجے بعد دوپہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مرزا محمود احمد صاحب پسر جانشین حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود قادیان صداقت اسلام پر لکچر فرماویں گے۔ جملہ مذاہب کے اشخاص وقت معینہ پر تشریف لا کر مستفید ہوں۔ یہ نادر موقع حسن اتفاق سے حاصل ہوا ہے۔" (اصل اشتہار)

اگلے دن بتاریخ ۹۔ اکتوبر میاں صاحب بمعیت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب و ماسٹر عبد الرحیم صاحب وغیرہم پٹیالہ تشریف لائے اور تھوڑی سی دیر ٹھہر کر سنور تشریف لے گئے۔ لکچر کا وقت چار بجے مقرر تھا میاں صاحب کے ریاست کے تقریباً تمام مرید تشریف لائے ہوئے تھے۔ ۴ بجے بہت سے لوگ میاں صاحب کی تقریر سننے کے اشتیاق میں جلسہ گاہ میں آ گئے۔ لیکن وہاں تو میاں صاحب کا کوئی نشان نہ تھا روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرانے والا خود بھی اسلام کا عملی نمونہ بن کر نہ دکھلا سکا۔ کالج کے طلباء اور شہر کے بعض دیگر معززین بھی موجود تھے۔ ۴ بجے چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ لوگوں کو ۴ بجے کا وقت دیکر خود نہ آنا وعدہ خلافی ہے۔ اور یہ ایک گناہ ہے۔ ان بیچاروں کو کیا خبر تھی۔ کہ ہمارے میاں صاحب ۹ بجے وقت دے کر ۱۲ بجے تقریر شروع کیا کرتے ہیں۔ ۴½ بجے اکثر لوگوں نے جنکے نزدیک وقت ایک قابل قدر چیز ہے۔ اٹھنا شروع کر دیا۔ میاں صاحب کے مرید سخت اضطراب اور بے چینی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے۔ کالج کے طلباء اور دیگر تعلیمیافتہ اشخاص ان پر آوازہ کستے تھے کہ یہ انڈین ٹائم ہے۔ ہم تو آکر یونہی پھنس گئے وغیرہ وغیرہ۔ میاں صاحب کے مرید سخت خفیف ہو رہے تھے۔ آخر تجویز ہوئی کہ جب تک میاں صاحب تشریف نہ لائیں۔ میاں صاحب کے مرید لوگوں کو نظمیں پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ شائع شدہ پروگرام کی یہ خلاف ورزی بھی تعلیمیافتہ اشخاص کو بڑی ناگوار معلوم ہوئی۔ ہر نظم کے اختتام پر یہ کہنا اور سننا کہ "میاں صاحب آ رہے ہونگے۔ میں ایک نظم اور پڑھ دوں" بڑا تکلیف دہ اور صبر آزما تھا۔ میاں صاحب کی تقریر سننے کا لوگوں کو بڑا شوق تھا۔ لیکن میاں صاحب کی اس عملی غلطی نے سب شوق دُور کر دیا۔ اور سمجھدار لوگوں نے دلوں میں میاں [illegible]

دس بجکر ۴۰ منٹ پر میاں صاحب تشریف لائے۔ ۵ منٹ آرام لیکر لکچر شروع کیا۔ اعلان تو یہ کیا گیا تھا۔ کہ میاں صاحب صداقت اسلام پر لکچر دیں گے۔ لیکن سامعین میں سے تو کوئی نہ سمجھ سکا کہ میاں صاحب کس موضوع پر تقریر کر رہے ہیں۔ غالباً خود میاں صاحب کو بھی علم نہ تھا کہ میں نے کیا بیان کرنا ہے۔ اور میں کیا کہہ رہا ہوں۔ تقریر کیا تھی۔ پریشان خیالوں کا ایک مجموعہ تھا۔ اصل تقریر تو جب الفضل میں شائع ہوگی۔ احباب ملاحظہ فرما لیں گے۔ لیکن میں بھی اُس کا ایک مختصر سا خلاصہ یہاں پیش کئے دیتا ہوں۔ سورہ فاتحہ تلاوت فرما کر میاں صاحب نے ۱۰ منٹ تو اس امر پر بحث کی۔ کہ بہت سی چیزیں دنیا میں ایسی ہیں کہ ان کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن اُن کی ہستی کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً انگور کی شیرینی۔ قوت حافظہ۔ پھول کی خوشبو وغیرہ۔ اور اس سے آپ نے ہستی باری تعالیٰ پر استدلال کیا اس کے بعد آپ نے الحمد للہ رب العٰلمین پڑھکر میاں مظہر جانجاناں کے لڈو کھانے کا قصہ اور ایک اس لڈو کا قصہ بیان کیا جس کا حال آپ نے کبھی کسی ابتدائی جماعت میں پڑھا تھا۔ یہ قصہ آپ سالانہ جلسہ کے موقع پر بھی سُنا چکے تھے۔ لیکن فرق یہ تھا۔ کہ اسوقت آپ نے یہ قصہ بسبیل تذکرہ پیش کیا تھا۔ اس وقت لڈو کھانے کا یہ طریقہ بتایا۔ اور کہا کہ مظہر جانجاناں نے لڈو کھانے کا یہ طریقہ بتلایا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ خود جناب میاں صاحب کا بھی اس پر عمل ہے یا نہیں۔ اس قسم کے قصہ سنا کر میاں صاحب اپنے مریدوں کو مذہب کی اصل غرض سے جس قدر دُور لیجا رہے ہیں۔ وہ عقلمندوں سے پوشیدہ نہیں۔ ورنہ اگر کسی صوفی منش بزرگ نے ذوق کی حالت میں تمام دن میں لڈو کا ایک ذرہ کھایا۔ تو اسے لڈو کھانے کا طریقہ قرار دینا میاں صاحب کی نادانی ہے۔ ابھی لڈو کھانے کا قصہ ہی میاں صاحب ختم نہ کر سکے تھے کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ اور مسلمان تقریباً تمام کے تمام اُٹھکر چلے گئے۔ محض میاں صاحب کے مرید اور دس پندرہ اور شخص بیٹھے رہے۔ لڈو کا قصہ ختم کر کے تقریباً پانچ منٹ میاں صاحب نے اس موضوع پر تقریر کی کہ مسلمان تمام جہان میں انبیاء کی بعثت کے قائل ہیں اور جب کبھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فلاں ملک میں فلاں نبی ہوا ہے۔ تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور فرمایا کہ پہلے نبی مخصوص زمانے اور خاص خاص قوم کیلئے ہوتے تھے۔ لیکن "میں تمام جہان کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اگر ایسا کسی نے دعوے کیا ہے تو وہ ہمارے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ اس موضوع پر چند اقتباسات میں میاں صاحب کے الفاظ میں ہی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں

"اگر ایسا کوئی نبی آ جائے۔ تو پھر ضرورت نہیں کہ اور نبی آئیں۔ وہی کافی ہے"۔ "اگر انسان کو پیدا کیا تھا تو کوئی نبی بھی شریعت دیکر بھیجتا۔ کیونکہ انسان کو شریعت کی ضرورت ہے"۔ "ہر زمانہ میں نبی گذرے ہیں۔ تاکہ دُنیا کی اصلاح کریں"۔ اس سلسلہ تقریر کو بدل کر پھر میاں صاحب نے اس طرح شروع کیا کہ "حضرت رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ہر زمانے میں ایسے لوگ آتے رہینگے جو اللہ تعالیٰ سے کلام پا کر دُنیا کی اصلاح کیا کریں گے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ آتے رہے ہیں اس زمانہ میں بھی ایک شخص آیا۔ جس نے کہا کہ میں نے اسلام پر چلکر خدا کو پایا"۔ (افسوس میاں صاحب کو یہاں یاد نہ رہا۔ کہ تیرہ سو سال میں مرزا صاحب اپنی قسم کے ایک ہی شخص آئے ہیں) پھر فرمایا کہ "جس طرح پہلے زمانوں میں لوگوں نے کلام پایا اسی طرح اس زمانہ میں بھی پایا"۔ یہ باتیں بیان فرما کر حضرت اقدس جناب مسیح موعود کے چند الہام کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ تجھے تمام زمانہ میں شہرت دیجائیگی۔ لوگ دور دور سے تیرے پاس تحفے لائیں گے۔ پیش کر کے صداقت مسیح موعود پر مضمون شروع کیا۔ نذیر کے معنے نبی بتلائے۔ ایکدو دفعہ مسیح موعود کی طرف دعوئے نبوت منسوب کیا۔ لیکن خدا معلوم یہ کیا بات تھی۔ کہ جب میاں صاحب حضرت صاحب کو نبی کہنے لگتے اُن کی زبان میں لکنت آ جاتی تھی۔ شاید آیت خاتم النبیین کا خیال آتا ہوگا۔ یا حدیث وسیکون فی امتی ثلٰثون کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی یاد آ جاتی ہوگی۔ یا جناب مسیح موعود کی وصیت کا کہ مجھے صرف نبی کہنا آنحضرت صلعم کی نبوت کاملہ کی ہتک کرنا ہے کا دھیان آکر ضمیر ملامت کرتی ہوگی۔ پٹیالہ کے لوگ بڑے ادا شناس ہیں۔ انہوں نے اس بات کو بڑے غور سے محسوس

صاحب کی نبوت کے متعلق پیش کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ "جو اسلام کی خدمت کرے۔ جو رسول کریم کا عاشق ہو۔ جو اسلام کا سچا خادم ہو۔ وہ دجال ہے یا نبی؟" میاں صاحب نے خوب دلیل دی۔ نبوت ثابت ہو گئی۔ آخر آپ کے دل میں مجددین کرام کا کیا نقشہ ہے کیا وہ خادم اسلام تھے یا نہیں۔ کیا وہ رسول کریم کے سچے عاشق تھے یا نہیں۔

اس کے بعد میاں صاحب نے اپنے انگریز مریدوں کا ذکر کیا۔ کہ وہ میرے خادم ہونے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم کی کامل اطاعت سے انسان نبی بن جاتا ہے میاں صاحب اور اُنکے مرید اس راستہ پر چلکر نبیل پا رہے ہیں۔ اور آئندہ پائیں گے۔ میاں صاحب کچھ ایسے طریقے جانتے ہیں جن پر چلکر پہلے لوگ نبی بنگئے اور وہ خط وکتابت کے ذریعہ پٹیالہ کے لوگوں کو بتانے کیلئے تیار ہیں علیٰ ہذا۔ میاں صاحب کی تقریر کا یہ حصہ سخت غیر مسلسل تھا۔ لیکن اب احباب کو انتظار رکھنی چاہئے کہ میاں صاحب اور اُنکے ہزاروں مرید نبی بن جائیں گے۔ لیکن میاں صاحب اور اُنکے مریدوں کو اپنے اپنے دعوئے نبوت پیش کرنے میں دنگا مشتی کرتے ہوئے دیکھنا ایک خطرناک نظارہ ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وقت کا تقاضا بھی ضروری ہے اور ایک وقت میں ایک ہی نبی آسکتا ہے تو میاں صاحب کے اصول کے مطابق یہ بھی غلط ہے جس کسی نے مقررہ کورس ختم کر لیا۔ وہ نبی بن گیا۔ (؟)

میاں صاحب کے اصول کے لحاظ سے خدا کا اس میں کیا فائدہ ہے کہ لوگوں کی ایمانی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے (خیر) جب وہ دن آئیگا۔ تو ہم دیکھ لیں گے۔ لیکن میاں صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا اس خطرناک کھیل کے لئے تیار نہیں

لکچر کے ختم ہوتے ہی میرے ایک احمدی دوست شیخ محمد حسن صاحب میاں صاحب سے چند سوالات دریافت کرنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ لیکن میاں صاحب کے بیٹھتے ہی مریدوں نے چاروں طرف سے اُنہیں گھیر لیا۔ اور اُن کے ہاتھ پاؤں دبانے لگے۔ پھر بیچارے محمد حسن کو کون پوچھتا تھا

میاں صاحب کے لکچر کے متعلق پبلک کی رائے اچھی نہیں میاں صاحب کی وقت کی عدم پابندی کا عام گلہ ہے۔ حتیٰ کہ لالہ سانون رام صاحب بی اے ایڈیٹر نے میاں صاحب کو لکھ دیا کہ ہم لوگ وقت کے پابند ہیں۔ ۴ بجے آپ نے لکچر کا اعلان کیا تھا میں ۴ بجے آیا۔ بڑی دیر انتظار کی ۴½ بجے تک آپ کا انتظار کر کے میں چلا گیا۔ اب ۹ بجے میں آیا۔ تو آپ کا لکچر ختم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں میں اس بات کا بڑا چرچا ہے کہ "میاں صاحب نے جلسہ گاہ میں آکر سلام علیکم نہیں کہا۔ اگر وہ عام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں تو اپنے مریدوں کو ہی سلام علیک کہا ہوتا۔" اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ تقریر کی نسبت عام رائے یہ ہے کہ غیر مسلسل تھی۔ اصل موضوع پر نہیں تھی۔ اس میں کوئی علمی بات نہ تھی۔ میاں صاحب لاف وگزاف کے بہت عادی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

لکچر کے اختتام پر میں نے سکریٹری صاحب جماعت پٹیالہ سے استفسار کیا کہ آپ نے میرے لئے کونسا وقت لیا ہے۔ انہوں نے کمال سادگی سے فرمایا کہ مجھے جناب میاں صاحب سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ان کے اس جواب سے مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ کیونکہ وہ کامل ۱۲ گھنٹے میاں صاحب کے ساتھ ہی رہے تھے۔ میں نے اور کوئی سبیل نہ دیکھکر خود ہی ایک رقعہ میاں صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے پیش کیا۔ میاں صاحب نے رقعہ پڑھکر جیب میں ڈال لیا۔ اور خاموش بیٹھے رہے پھر میں نے زبانی عرض کیا۔ تو میاں صاحب تو ابھی خاموش ہی بیٹھے تھے کہ ایک مرید میاں امام علی صاحب سنوری نے مجھ سے جھگڑا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ تم پیغامی ہو۔ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تم پیغامی لوگ ہو۔ میاں صاحب سے کیوں باتیں پوچھتے ہو۔ بعض اور بھی زیادہ سخت باتیں بھی کہیں۔ میاں صاحب خاموشی اور سکون سے اپنے مرید کی یہ نامعقول باتیں سنتے رہے۔ آخر میں نے میاں صاحب کو پھر مخاطب کیا۔ اور عرض کیا کہ آپ کے مرید صاحب کا یہ رویہ ناقابل برداشت ہے۔ یہ ہمیں ہی گالی گلوچ نہیں دیتا بلکہ ان کا آپ کے سامنے اس قسم کی باتیں کرنا آپکی بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ [illegible] جب یہ میرے سے پوچھتے ہیں تو تم کیوں دخل دیتے ہو۔ لیکن [illegible] امام علی نے تو میاں صاحب کا حکم نہ ماننا تھا نہ مانا [illegible]

دریائے راوی کے سیلاب سے نواح سیلاب سے نقصان

دریائے راوی کے سیلاب سے نواح لاہور خصوصاً شاہدرہ اور بیرونی دیہات کو جو نقصان پہنچا ہے۔ اس سے گورنمنٹ پنجاب اب بے خبر نہ رہی ہوگی۔ کثرت باران سے شاہدرہ کی حالت اب سے اور بھی زیادہ مخدوش ہو گئی تھی ۲۶، ۲۷ ستمبر کی درمیانی شب کو سیلاب کا پانی گاؤں میں پہنچ گیا۔ دریا اور نہر کے درمیانی رقبہ کے دیہات اکارخانے اور فصلیں نہ آب ہو گئیں اور سیلاب کے فرو ہونے تک اس کی حملوں کی ہدف بنی رہیں کہا جاتا ہے کہ ریلوے لائن اور نہر کے پشتہ نے اس حالت کو اور بھی مخدوش بنا دیا تھا۔ کیونکہ اخراج آب کے راستے کو انہوں نے روک رکھا تھا۔ اس شکایت کے صحیح ہونے کی صورت میں گورنمنٹ کو ادھر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ آئندہ شاہدرہ اور متصلہ دیہات کو ہدف سیلاب نہ ہونا پڑے ۔ (ایضاً)

گوشت وسبزی کی گرانی سے عوام کی تکالیف

شہر لاہور میں گوشت وسبزی کی گرانی بدرجہ کمال پہونچ گئی ہے گوشت ساٹ آٹھ سیر۔ اور عام سبزی ۵ - ۶ سیر بک رہی ہے۔ جو عام باشندگان کی سخت تکلیف کا موجب ہے کیونکہ یہ عام استعمال کی چیزیں ہیں۔ اور ما یحتاج زندگی میں داخل ہیں۔ جبکہ اوسط آمدنی رکھنے والے اشخاص بھی اس گرانی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ تو قلیل آمدنی رکھنے والے اصحاب اور مشقت پیشہ لوگوں کے مصائب کا ذکر ہی فضول ہے۔ حالانکہ یہی آبادی کا جزو اعظم ہیں۔ مقامی حکام اور میونسپلٹی کو ادھر توجہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ سبزی فروش اور قصاب اپنی باہمی ذاتی اور مرضی سے نرخ مقرر کرکے عام باشندوں کی تکلیف کا باعث نہ ہوں۔ جہلم کے قصابوں نے بھی وہاں کے مقامی اخبار کے بیان کے مطابق گوشت نہایت گراں کردیا تھا۔ آخرش میونسپلٹی نے ان کو یکم اکتوبر تک مارکیٹ خالی کردینے کا حکم دیدیا اور شہر میں بھی دکانیں کھولنے کی ممانعت کردی۔ اور وزیرآباد سے قصاب طلب کرلئے۔ جنہوں نے ارزاں نرخ پر گوشت بیچنا منظور کرلیا۔ اب سابق قصاب اپنی روش پر پشیمان ہو کر دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ لاہور میں بھی سبزی و گوشت کی گرانی ہم سنتے ہیں کہاں تک پہونچ گئی ہے۔ کہ مقامی حکام و میونسپلٹی کی مداخلت نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ (ایضاً)

اخبار احمدیہ

وفد جنوبی ہند کی تبلیغی رپورٹ

(گذشتہ سے پیوستہ)

میلاپور مدراس

اس کے بعد ہم میلاپور میں گئے۔ وہاں بھی پورے طور سے تبلیغ کی گئی ہے۔

بیعت چنانچہ حسب ذیل دو احباب نے بیعت کرلی ہے:۔

محمد عبدالعزیز صاحب نمبر کا ن ۱۴ اشکوہ الملک سٹریٹ میلاپور مدراس

محمد ابوبکر صاحب۔ میلاپور بازار روڈ نمبر ۵۶ - مدراس۔

مریدین میاں صاحب سے گفتگو میاں صاحب کے بھی یہاں پر دو تین مرید ہیں۔ جب ان کو میاں صاحب کے عقائد بتلائے گئے۔ اور ان کا مقابلہ حضرت صاحب کی کتابوں سے کر کے بتلایا گیا تو وہ بہت متعجب ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ اگر یہی عقائد میاں صاحب کے ہیں تو ہم ان سے متفق نہیں رہ سکتے۔ بلکہ ایک صاحب نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ خود قادیان جاکر میاں صاحب سے زبانی فیصلہ کروں

ایک گدی نشین اور عالم کا مجدد والی حدیث کی صحت کا اقرار اور فی زمانہ ضرورت مجدد کا اعتراف

میلاپور میں جناب سید حسین شاہ صاحب قادری ایک عالم اور حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی مجدد کے خلفاء میں سے ہیں اور لوگ ان کے بہت معتقد ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ مجددوں والی حدیث آپ کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ہمیشہ مجدد آتے رہتے ہیں۔ اس پر ہم نے عرض کیا کہ اس چودھویں صدی میں حضرت مرزا صاحب نے مجددیت کا دعویٰ [illegible]

دور زمانہ ملک میں رہتا ہوں اور میں نے حضرت صاحب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ اسلئے میں ان کے دعاوی سے پورا واقف نہیں ہوں۔ ہاں میں نے ان کے مخالفوں کے رسائل اور کتابیں بھی نہیں پڑھیں والبتہ بعض علماء کی زبانی سُنا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور [illegible] نیز یہ کہ اگر مرزا صاحب مجدد بھی ہوں۔ تو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ قصہ مولوی صاحب بہت ہی شریف الطبع اور حلیم المزاج ہیں۔ انہوں نے ہمارے سلسلہ کی کوئی کتاب مستقل طور سے نہیں پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے واقعات پیدا کردئے ہیں کہ اگر احمدیت کی صحیح تبلیغ کی جاوے تو لوگ اسکو قبول کرنے پر آمادہ معلوم کرتے ہیں۔ اور جس طرح کہ وہ ہمارے عقائد سے اتفاق کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں اس سے بڑھ کر وہ میاں صاحب کے عقائد اور کئی باتوں کے مخالف نظر آتے ہیں اور ان کے عقائد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

ایک میڈیکل ہال میں میں ایک دوائی خریدنے کے واسطے گیا وہاں پر ایک ہندو منیجر سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے مجھ سے بھی مدراس میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ میں نے مفصل بیان کیا۔ وہ نہایت خوش ہوئے۔ اور بہت شوق ظاہر کیا۔ کہ میں انکو پھر ملوں

روح کے متعلق سوال اور اُس کا جواب ایک تعلیم یافتہ ہندو ہماری جگہ پر آئے۔ وہ اردو اچھی طرح سے نہیں بول سکتے تھے۔ انہوں نے انگریزی میں دریافت کیا اور یہ سوال پیش کیا کہ آیا حیوانات میں Soul یعنی روح ہے یا نہیں اس کا جواب مکرمی مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے نے انگریزی میں یوں دیا کہ روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح حیوانی دوسری روح انسانی۔ روح حیوانی میں تمام حیوانات معہ انسان کے شریک ہیں وہ صرف ایک زندگی ہے۔ لیکن انسان میں اس قسم کی روح بھی پائی جاتی ہے جو اپنے افعال کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہے۔ یہ روح حیوانات میں نہیں ہے۔ ایک بدیہی دلیل یہ ہے کہ انسان کی روح میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور محبت کے حصول کے لئے ایک خواہش اور جوش موجود ہے اور اُسکی فطرت کے اندر اس خواہش کو ودیعت کیا گیا ہے اور یہ بات ہم دوسرے حیوانات میں نہیں پاتے۔ غرضیکہ سائل کی تسلی ہوگئی

میلاپور مدراس میں انگریزی لیکچر بعد ازاں چند نوجوان تعلیم یافتہ صاحبان نے یہ خواہش کی کہ خان صاحب ممدوح انگریزی زبان میں اسلام پر لیکچر سنائیں چنانچہ آج رات بوقت ۶ بجے شام کیٹل ہال میں آپ کا لیکچر انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا جس میں ہندو۔ برہمن اہل اسلام وغیرہ سب مذاہب کے لوگ شریک ہوسکیں گے

ایک مبائع میاں صاحب کی بیزاری عقائد محمودیہ سے میاں صاحب کے مریدوں کیسا تھ پھر گفتگو ہوئی جب انکو میاں صاحب کے عقائد ان کی کتابوں سے بتلائے گئے۔ تو ایک صاحب مبائع کہنے لگے کہ مجھے میاں صاحب کی کتابوں میں سے صرف تحفۃ الملوک پسند ہے۔ اور باقی انکی کتابیں مجھے پسند نہیں۔ اور میں میاں صاحب کو فاش غلطی پر دیکھتا ہوں۔ میں نے بیان کیا کہ چونکہ تحفۃ الملوک حضرت کی تعلیم اور عقائد کے موافق ہے اس لئے اس میں ضرور کچھ نہ کچھ اثر ہوگا۔ لیکن باقی کتابیں حضرت صاحب کے عقائد کے صریح خلاف ہیں اس لئے اُن کو قبولیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

انگریزی میں لیکچر کے اصل محرک میاں صاحب کے احکام ان کے مریدین کے نزدیک ناقابل تسلیم ہیں مکرمی مصطفےٰ خان صاحب بی اے کے لیکچر کے اصل محرک میاں صاحب کے مرید ہیں ہم ان کی وسعت قلبی کو دیکھکر بہت خوش ہوئے آپ نے کہا کہ اگرچہ میاں صاحب کیطرف سے اخبار الفضل میں بار بار یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اخبار پیغام صلح نہ پڑھا جاوے اور آپ لوگوں سے میل جول نہ کیا جاوے مگر چونکہ میں قریبی خیال کا شخص ہوں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ آپکا لیکچر محاسن اسلام پر ہونا چاہئے۔ اس نوجوان نے اس کار خیر میں بہت دلچسپی سے سعی کی اللہ تعالیٰ اُسکو دونوں جہان کے مقاصد میں کامیاب فرمادے۔ آمین۔

میاں صاحب کے خیالات قبول احمدیت میں روک ہیں جن دو اصحاب نے بیعت کا خط بخدمت حضرت امیر جماعت احمدیہ لکھا ہے بہت ہی سمجھدار اور مخلص ہیں ان میں سے محمد عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ میں تو عرصہ سے بیعت کرلیتا اور میں لمبے زمانہ سے حضرت صاحب کے مشن کیطرف دل سے مائل ہوں۔ اور ان پر اعتقاد رکھتا ہوں مگر قادیان سے [illegible] مبلغین بعد وفات حضرت مولینا نورالدین صاحب یہاں اس شہر میں آتے رہے میں انکی باتوں اور تقریروں کو بڑے غور و تامل سے سنتا اور انکی تقریریں میرے لئے رکاوٹ کا موجب ہوئیں۔ ان مبلغین نے بہت کوشش کی

پایا چونکہ آپکی باتیں بالکل احمدیت کے موافق ہیں اسلئے میں بیعت کیلئے تیار ہوں۔

مدراس میں مستقل تبلیغ کی تجویز انجمن کے احمدیوں کی یہ خواہش ہے کہ مدراس میں مستقل مکان خرید لیا جاوے اور ایک مستقل طور سے یہاں پر مبلغ رہے بلکہ ایک نوجوان نے فرمایا کہ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ بطور مبلغ کے کام کروں۔ یہ نوجوان [illegible] اس کا طالب العلم ہے الغرض ہر ایک جگہ پر ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کیلئے تیار ہیں صرف ان کو تشریح کی ضرورت ہے۔

مدراس میں انگریزی لیکچر ہم لوگ مدراس میں قریباً دو ہفتہ تک مقیم رہے بجلہ کے احمدی باستثناء دو تین آدمیوں کے سب ہمارے ہم خیال اور ہمارے عقائد سے متفق ہیں۔ انکے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ اسلام پر انگریزی میں لیکچر دیا جاوے چنانچہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۸ء بوقت ۶ بجے شام گوکھلے ہال میں جناب مصطفےٰ خان صاحب بی اے احمدی نے لیکچر دیا حاضرین میں مسلم برہمن ہندو اور عیسائی تھے لیکچر نہایت مؤثر اور دلچسپ تھا۔ آپ نے لیکچر کو یوں شروع کیا کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اس فرقہ کے بانی ہیں انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مسلمان اور عیسائی جس مسیح کی آمد کے منتظر ہیں وہ میرے آنے سے پوری ہوگئی ہے۔ اور مذہب اسلام میں مجددوں کی پیشگوئی اور برکات کے یہ ایک عظیم الشان خوبی ہے کہ ایسے باکمال لوگ ہمیشہ مسلمانوں میں سے پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے رہینگے۔ جنکے ساتھ خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے جسطرح کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے اسیطرح بولتا ہے۔ اگر اسکی صفت تکلم کو ہمیشہ کیلئے بند اور معطل مانا جاوے تو ممکن بلکہ اغلب ہے کہ اسکی صفت سمع بھی معطل ہو جاوے اس امر کے ثبوت میں کہ حضرت مرزا صاحب شرف مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز تھے خانصاحب نے دو پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے ایک تقسیم بنگال اور بنگال کی تجویز کے متعلق دوسری زار روس کے متعلق۔ الغرض خانصاحب نے معقولیت کے ساتھ اس لیکچر کو مرتب کیا حاضرین پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ لیکچر کے خاتمہ پر تعلیم یافتہ برہمن بڑی خندہ پیشانی سے خان صاحب سے مؤدبانہ طریق سے پیش آئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ پھر بھی لیکچر دینگے یا نہ۔ ایک تعلیم یافتہ صاحب نے جو اخبار نیو انڈیا مدراس میں کام کرتے ہیں یہ خواہش کی کہ یہ لیکچر انکو دیا جاوے تاکہ وہ اپنے اخبار میں شائع کریں۔ چنانچہ وہ لیکچر انکو دیا گیا ہے چونکہ اس مضمون کا اقتباس اخبار میں شائع ہوچکا ہوگا۔ اسلئے مجھے اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکچر کے بعد بعض عیسائی صاحبان نے بھی مسیح کی آمد ثانی کے متعلق کچھ سوالات ہمارے دوستوں سے کئے۔ اور ان کو مناسب جواب دیا گیا۔

دیگر تقاریر اور مباحثات اس کے بعد اس شام کو میلاپور۔ شکوہ الملک سٹریٹ میں میری تقریر ہوئی۔ میں نے آیت خاتم النبیین اور وفات مسیح پر مفصل تقریر کی اور حاضرین بڑی دلچسپی سے سنتے رہے اور ان کی جانب سے کوئی اعتراض پیش نہ کیا گیا۔ بعدہٗ حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے اپنی نادر اور پُراثر تقریر سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ آپ نے بعثت مجددین کی ضرورت پر مفصل بحث کی۔ اور لوگ بڑے اطمینان سے تقریر سُنتے رہے۔ اور اسپر جلسہ ختم ہوا۔ اس پر لوگوں [illegible] ہو گیا اور بعض لوگوں نے خواہش کی کہ وفات مسیح پر گفتگو کی جاوے لیکن جو وقت وہ مقرر کرنا چاہتے تھے ہم اُس وقت تک نہیں ٹھیر سکتے تھے۔ کیونکہ ترچناپلی میں انجمن احمدیہ کے ممبران ہماری انتظار کر رہے تھے اور بذریعہ خط و کتابت ہماری روانگی کا پہلے ہی سے فیصلہ ہو چکا تھا۔ اسلئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ جو لوگ وفات حضرت مسیح کے متعلق کچھ تحقیقات کرنا چاہتے ہیں انکی جگہ پر خاکسار جاکر گفتگو کرے چنانچہ میں سید پیر صاحب مالک امپیریل ہوٹل کی جگہ پر گیا وہاں پر چند اور صاحب بھی موجود تھے وفات مسیح اور خاتم النبیین پر مفصل تقریر کی گئی۔ تقریر کے خاتمہ پر ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد پُرانا نبی تو آسکتا ہے۔ مگر نیا نبی نہیں آسکتا۔ میں نے جواب دیا کہ کس لفظ کا یہ معنی ہے کہ پُرانا نبی تو آسکتا ہے مگر نیا نہیں آسکتا۔ خیر جانبین کی جانب سے مباحثہ ہوتا رہا۔ آخرالامر سید پیر صاحب ممدوح اور حاضرین نے فرمایا کہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی سے یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ پُرانے نبی تو آوینگے مگر نئے نہیں آوینگے عجیب زمانہ آگیا ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ اگر پُرانا نبی آجائے تو آیت خاتم النبیین پر کوئی زد نہیں آتی لیکن دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہیں اگر نیا نبی آجاوے تو خاتم النبیین پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ایک کہتا ہے کہ پُرانے نبی کا آنا بہتر ہے۔ لیکن دوسرا کہتا ہے کہ پُرانے نبی کا آنا معجزہ ہے۔ الغرض اگر ایک گروہ نے افراط کی راہ کو اختیار کیا تو دوسرے نے تفریط کی راہ پر قدم مارا۔ خیر اس کے بعد ہم ترچناپلی روانہ ہو گئے۔ اور اس جگہ کے حالات بذریعہ جداگانہ چٹھی کے عرض کروں گا۔

مراسلات

عجیب کھوپریاں

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد
کہ آں بہر دنیا دہد دیں بباد

اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان کو جامۂ انسانیت پہنا کر اور اُسے سمجھ ولطیف ذی عقل وہوش بنا کر ایک ایسا بے مثل ومانند احسان فرمایا ہے۔ کہ جس کا شکریہ کبھی ابد تک بھی اس سے ادا ہونا محالات سے ہے۔ اگر وہ مالک الملک انسان کو انسان بنانے کی بجائے کسی اور دوسری قسم کی ذلیل ترین مخلوق بنا دیتا تو کسی کا کیا اجارہ تھا کہ اُس سے باز پُرس کر سکتا۔ پھر صرف انسان بنانے کا ہی احسان نہیں۔ بلکہ سب سے بڑھکر احسان یہ ہے کہ اُسکو وہ نورِ عقل بخشا جسکی بدولت وہ تمام مخلوقات ارضی وسماوی پر ایک قسم کی حکومت جما کر سب کو مسخر و فرمانبردار کئے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اسکے یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ بعض اوقات یہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سُنتا ہوا نہیں سُنتا اور دل ودماغ رکھتا ہوا پھر بھی عقل نہیں کرتا۔ کبھی دیکھو تو جمادات کو اپنا معبود سمجھ رہا ہے۔ اور کبھی نباتات کی پرستش کر رہا ہے کبھی حیوانات کو پوج رہا ہے۔ ہاں باوجود جملہ مخلوقات میں سے ایک اعلےٰ اور مخدوم ہستی ہونے کے اُلٹا خود اُنہی کا محکوم اور خادم بنکر اُنہیں سجدے کرتا رہتا ہے خدا تعالیٰ نے کیا ہی سچ فرمایا۔ کہ ما قدروا اللّٰہ حق قدرہٖ۔ جانتے ہو یہ کس بات کی شامت ہے؟ یہ صرف اسی بات کی شامت ہے کہ انسان اپنی ہوا وہوس کا تابع ہو کر جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ اگر اسکو خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو تو اپنی تمام ناجائز خواہشات نفسانیہ کو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے ماتحت ہو کر ذبح کر ڈالتا۔ یہی سر تھا اُن قربانیوں کا جو اسلام میں پہلے دن سے رائج کی گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ نالائق انسان صرف جانوروں کے گلے پر بے معنے طور پر چھُری چلانے کا کچھ ایسا عادی اور رسمی القلب ہو گیا ہے کہ ہر طرف شتر بے مہار کی مانند بڑا بھٹک رہا ہے۔ خدا کے بندو آؤ سچے دل سے اللہ پر ایمان لاؤ کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے ماسوا سبھی فانی ہستیاں ہیں۔ آؤ سب سے توڑ کر صرف اُسی کے ہو رہو کہ اُسی میں سب راحتِ جان پاؤگے۔ آؤ اپنی خواہشات نفسانیہ کو چھوڑ دو۔ اور خدا ورسول کی رضامندی کو مقدم کر کے تمام ناجائز خواہشات نفسانیہ پر چھُری چلا دو۔ یاد رکھو جو شخص ایسی قربانی کریگا اعلےٰ علیین میں جگہ پائیگا۔ ہائے افسوس پیارے بچھڑے ہوئے بھائی کہاں جا رہے ہیں میں نے ہزار بار اُن کے اخبار مل اور رسالوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ کس خلوص نیت اور صاف دلی سے دیکھا مگر روحانیت کا سوائے خدا ورسول کے سرسری نام کے نام تک نہ پایا۔ کبھی دیکھو تو گدی کو آسمان پر بٹھا رہے ہیں اور قرآن وحدیث کو پیروں تلے روند رہے ہیں کبھی تحریفات کا ایک سیلاب بہا رہے ہیں کبھی افترا پر افترا ناحق جما رہے ہیں۔ اے میرے پاک مولا یہ وہی قوم ہے جو کل تک بھلی چنگی تھی آج کیا ہوا۔ کیا دماغ اُلٹ گئے یا مسیح موعود کا سمجھایا ہوا قرآن وحدیث اُلٹ گیا یا یہ خود ہی سراسر اُلٹ گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مسیح موعود علیہ السلام کی ایک سراسر انوکھی اور نرالی نبوت منوانے کے لئے اُنہوں نے کیا کیا جتن نہیں کئے۔ مگر جو کام خدا کا ہو وہ ان بیچاروں سے کیا ہو سکے نہ ہوگا اور یاد رکھیں کہ انشاء اللہ ابد تک یہ کام اُن سے نہ ہوگا۔ ؎

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُسپہ آساں ہے

کبھی تو یہ عجیب کھوپریاں حضرت مسیح موعودؑ کو واقعی طور پر خود محمد صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی وروحی) بنانے لگ جاتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔ جو وفات پا گئے وہ کبھی قیامت تک بھی واپس اس دنیا میں نہیں آسکتے۔ کبھی اُن کو ایک علیحدہ ہستی دیکر ایک مستقل نبی قرار دینے لگ جاتے ہیں حالانکہ یہ ایک کفر عظیم ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کی رسالت ونبوت کا عہد مقرر کیا جاوے کبھی کہتے ہیں۔ کہ پہلے بھی اسی طرح فیضیافتہ لوگ نبی بن جایا کرتے تھے تو اب کیوں نہ ہو حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے کبھی [illegible] آفرینش سے [illegible]

ایسے عظیم الشان نبی ہیں کہ بے مثل طور پر اپنے فیض سے لوگوں کو نبوت بخشنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پھر یوں کیوں نہیں کہتے کہ بیشمار نبی ہوئے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبی بنے۔ صرف ایک سادہ ہو را سا نبی پیش کر کے تم اپنے اس دعوے میں کہ آنحضرت کی قوت روحانیہ نبی تراش ہے راستباز نہیں کہلا سکتے بلکہ ایک طرف نبی تراش نام رکھکر دوسری طرف نتیجہ میں صرف ایک کا لفظ بولکر سراسر نبی کریم صلعم کی ہتک کر رہے ہو۔ پھر کیا وہ پہلے انبیاء بھی ایسے ہی محکوم ہوتے تھے۔ کہ کسی گورنمنٹ کے خوف سے آئندہ کے لئے انذاری پیشگوئیاں موت وغیرہ کے متعلق کرنے سے رُک جایا کرتے تھے اور اقرار لکھدیا کرتے تھے۔ کہ آئندہ ہم موت کی پیشگوئی کسی کی نہ کیا کرینگے۔ خدا کی گورنمنٹ زبردست ہے۔ یا انسانوں کی۔ پہلے مسیح نے تو سولی قبول کی مگر کلمۃ الحق پہنچانے سے انکار نہیں کیا۔ مگر اپنے من گھڑت نبی کے حالات سے تم خود ہی واقف ہو۔ ہمیں تشریح کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر نادان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ جس فیض محمدی سے مرزا صاحب کو نبی بنا رہے ہیں اس کا دروازہ تو خود اُن کے نبی نے قیامت تک کھلا مانا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہزاروں ہمارے نبی کی اتباع سے مسیح سے بڑھکر بن گئے۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ صرف مرزا صاحب ہی بے مثل ومانند نبی ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ خدا کے بندو ؎

کیا یہی توحید حق کا راز تھا
جسپہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

بے مثل ومانند تو وہ ایک ہی ذات باری تعالےٰ عز اسمہٗ ہے کیا نہیں پڑھا کہ لیس کمثلہ شیءٌ۔ اُس کی مانند کوئی دوسرا نہیں مگر تم نے تو مرزا صاحب کو بھی بے مثل ومانند مان لیا۔ کیونکہ تم کہتے ہو۔ کہ ایسا نبی فیضیافتہ ابتدائے آفرینش سے کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ اور یہ بھی سچ کہ مرزا صاحب کی مانند کوئی دوسرا نبی یعنی امتی نبی پہلے نہیں گذرا۔ اور اگر بے مثل ومانند نبی نہیں تو ماننا پڑیگا کہ تمام مجددین بھی ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ مرزا صاحب اور بات یہی حق ہے۔ چاہو تم قبول کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اس من گھڑت ایجاد کا انجام سوائے دہریت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آج تمہیں قرآن وحدیث اپنے اثبات دعوے کے لئے کڑوے کیوں معلوم ہوتے ہیں اسی لئے کہ وہاں سے اس اعتقاد کو دھکے ملتے ہیں مگر تم لوگ ڈھیٹ بنکر اپنی ہی راگنی علیحدہ الاپ رہے ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کا خوف کرو۔ اپنے علموں پر گھمنڈ نہ کرو کہ گھمنڈی ہمیشہ منہ کی کھاتے رہے ہیں۔ پھر کیا یہ عجیب کھوپریاں نہیں جو ایک طرف تو مسیح کو خدا کا بیٹا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ یہودیوں نے اُسکو پکڑ کر طمانچے مارے اور کانٹوں کا تاج پہنا کر صلیب دیدیا۔ پھر اسی طرح ایک طرف تو تمام ذخیرہ احادیث نبی کریمؐ کو تو وہ ظنیات قرار دیکر بالکل بیوقعت اور سراسر ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا۔ ظن اظہار حقیقت کے لئے کچھ بھی چیز نہیں مگر دوسری طرف اپنے اثبات دعوے کا سارا دارومدار اُسی ظنی حدیث نواس بن سمعان پر ہے جسکو خود اپنے بنائے ہوئے نبی نے بھی بغیر تاویل کے سراسر لغو قرار دیا ہے۔ یا آں ستو راشوری یا ایں بے نمکی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ پھر کیا وہ عجیب کھوپریاں نہیں جو ایک طرف تو حضرت مسیح موعودؑ کو ایسا الحکم العدل بنائے بیٹھے ہیں کہ اُنکی تمام سرسری تحریرات کو بھی بمنزلہ وحی قرآن توقعت دے رہے ہیں مگر جب کہا جاتا ہے کہ ازالہ اوہام میں اُنہوں نے صاف لکھا ہے کہ امتی اور نبی کا مفہوم ہی بالکل متبائن (جداگانہ) ہے لہذا اگر کوئی نبی ہوگا تو امتی نہیں ہوسکتا اور اگر امتی ہے تو وہ نبی نہیں ہو سکتا تو ایسے مر جاتے ہیں کہ صدائے برنخاست۔ ہمیں کہتے ہیں کہ تم مسیح موعودؑ پر پورا ایمان نہیں رکھتے اور اپنا یہ حال ہے کہ مسیح موعود چھوڑ نبی مان کر بھی ان کی تحریرات پر بلا وجہ لات مار جاتے ہیں۔ پھر مسیح موعود نے بار بار صاف طور پر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وحی نبوت پر اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مہر لگا دی گئی ہے اور جبرئیل وحی نبوت لانے سے قطعًا بند کر دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ممکن نہیں کہ آفتاب چڑھے اور اُس کے ساتھ دھوپ نہ ہو اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی نبی دنیا میں آوے اور اُسپر نزول جبرئیل بوحی نبوت نہ ہو۔ اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر بقول تمہارے وہ واقعی نبی تھے تو اُنکی وحی نبوت دکھلاؤ تا وہ نبوت پانے کا دعوے دکھلاؤ۔ پھر جب یہ ثابت [illegible]

لکھدیا کہ تیرہ سو برس سے وحی نبوت مسدود ہے اور کوئی جبرئیل وحی نبوت لانے سے اب ابد تک بند کر دیا گیا ہے۔ مطلقًا کوئی عہد نہ کرے کہ ایک طرف تو مسیح موعود کے ساتھ اپنا اخلاص [illegible] جتلایا جاتا ہے کہ بس دوسرا خدا بنانے لگ گئے ہیں مگر عملی طور پر ان کو سراسر جھوٹا جانتے ہیں۔

آج بہت مدت کے بعد مجھے فاروق اور الفضل دیکھنے کا موقعہ ملا بوجہ عدیم الفرصت ہونیکے اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُنکی تحریرات کا جواب دیتے دیتے رہ جاتا ہے۔ فاروق نمبر ۲۵ مورخہ [illegible] زیر سرخی مولوی محمد احسن امروہوی نے سب رسولوں [illegible] میں لکھا ہوا پڑھا۔ کہ بڈھا امروہوی ...... دو کل [illegible] قبلہ وکعبہ تھا۔ اور عالم بے بدل اور احسن الناظرین وغیرہ [illegible] سے اور فرشتہ ثانی بناتے رہے۔ مگر آج عبد اللہ بن سلام کی مانند جسطرح یہودیوں نے اُن کے ساتھ کیا یہ بھی وہی سلوک [illegible] ہیں۔ ناقل) نہایت نازک حالت میں جا رہا ہے...... ایمانی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایک شہزدہ غلیلہ کو خوش کرنے کے [illegible] حضرت نبی کریمؐ کے سب رسولوں سے انکار کر دیا ہے [illegible]

بڑی حیرت کے ساتھ میں اس سارے مضمون کو پڑھتا گیا گویا پہاڑ اور نکلا مرا ہوا چوہا کی مثال صادق آتی دیکھی۔ تعصب بھی ایک بہت بُری بلا ہے۔ نہ تو ٹھنڈے دل سے انسان کو [illegible] کا موقعہ ملتا ہے نہ عقل ہی ٹھکانے رہتی ہے۔ میں اس مضمون [illegible] کرتا ہوں کہ مولوی محمد احسن صاحب کے الفاظ سے بڑھکر [illegible] الفاظ اگر دیکھنا چاہو تو کشتی نوح کا مطالعہ کرو۔ جہاں حضرت مسیح موعود نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ اب تمہارے لئے آسمان کے نیچے سوائے حضرت نبی کریمؐ کے کوئی دوسرا نبی نہیں۔

اب اگر ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں اور ہرگز نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوائے کوئی دوسرا نبی نہیں "آپ ہی اکیلے رسول ہیں دوسرا کوئی نہیں" کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پہلے بھی کوئی نبی نہیں ہوا بلکہ ان کا صاف مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک آنحضرت کے ماسوائے کوئی دوسرا رسول نہیں صرف آپ ہی اکیلے [illegible] ہر ایک فہمیدہ مگر با ایمان انسان غور کر سکتا ہے کہ یہ کیسی سچی بات ہے [illegible] اس سے کس سچے مسلمان کو انکار ہے۔ کہ اب قیامت تک صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی عہد نبوت ہے۔ پھر جب تم خود بھی مانتے ہو کہ مسیح موعود کی نبوت وہی نبوت محمدیہ ہی ہے تو بتلاؤ کہ مرزا صاحب نبی کس طرح بنگئے نبی تو وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہے۔ پھر اس میں غیر کی ملاوٹ کیا معنے۔ اگر مرزا صاحب غیریت کے ساتھ نبی تھے تو سمجھو کہ وہ تو کچھ بھی نہیں حضرت نبی کریمؐ ہی نبی رہے نہ کہ مرزا صاحب نبی بن گئے۔ اور اگر یہ نبوت نبوت محمدیہ نہیں بلکہ مرزائیہ ہے۔ تو تمہارے جھوٹے ہونے میں کسیکو کلام نہیں۔ یاد رکھو اسی طرح سے نفی غیریت کر کے تمام اولیاء اللہ جو امت محمدیہ میں ان گنت تعداد میں ہوئے ہیں۔ سب کے سب نبی ہی تھے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود بھی آئینہ کمالات اسلام [illegible] میں لکھا ہے۔ "پس کوئی محمدؐ بنا کوئی احمدؐ بنا۔ جیسی جیسی ضرورت وقت تھی خدا تعالےٰ نبی بنا کر بھیجتا رہا۔ مگر یہ سب لوگ اپنے وجود سے ہرگز نبی نہیں کہلا سکتے۔ یہی تو کفریہ عقیدہ ہے۔ بلکہ کمال اتحاد یعنی نفی غیریت سے اپنے اپنی ہستی کو درمیان سے بالکل فنا کر کے۔ کھوکر۔ اُڑا کر لوگ نبی۔ محمدؐ چھوڑ خدا بھی بنا کرتے ہیں۔ اور یہ علیحدہ بات ہے۔ جسکو کوڑ مغزوں نے کچھ نہ سمجھا مگر خشک الفاظ کو بیٹھے چاٹ رہے ہیں۔ باقی پھر سہی انشاء اللہ تعالیٰ

خاکسار۔ [illegible]

سمن لغرض قطعی انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت شیخ رکن الدین صاحب ایم اے جج بہادر عدالت مطالبہ خفیفہ [illegible]

نمبر مقدمہ 574 بابت ۱۹۱۵ء

مدکان [illegible] امر تسر بنام گنڈال کھتری ساکن [illegible]

مدعی ضلع لاہور مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام نالش بابت للعہ ۵ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تمکو بذریعہ تحریر ہذا حکم ہوتا ہے کہ تاریخ ۲ [illegible] وقت ۱۰ بجے قبل دوپہر اصالتًا یا معرفت وکیل جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو ایسے سوالات کا جواب دے سکے عدالت ہذا میں حاضر ہو۔ اور چونکہ [illegible] تاریخ جو تمہاری حاضری کیلئے مقرر ہوئی واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تمکو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہوں کو پیش کرو جنکی شہادت پر تم کو استدلال کرنا چاہئے ہو [illegible]

جلد ۵ | بنده المسیح لاہور چہارشنبہ ۲۲ ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۲۷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"میں کسی قسم کا دعوئے نبوت نہیں کرتا"

حضرت مسیح موعود کا ایک مکتوب

ذیل کا مکتوب اخبار الحکم میں ان دنوں میں شائع ہوا تھا۔ جب بخیال میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوت کی سمجھ آچکی تھی اور آپ نے دعویٰ کیا ہوا تھا۔ یعنی ۲۴ - جنوری سنہ ۱۹۰۴ء۔ لیکن باوجود اس کے کسی نے بھی اسکی تردید اسوقت نہ کی۔ جس سے ثابت ہے کہ اسوقت تک بھی جماعت حضرت مسیح موعود کو غیر نبی ہی سمجھتی تھی اور خود حضرت مسیح موعود کا بھی نبوت کا دعوے نہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلے

"مکرمی اخویم مولوی احمد اللہ صاحب سلمہ ..... السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ افسوس کہ مجھے دہلی سے واپس آنے کے وقت آپ سے ملاقات کرنیکا اتفاق نہوا۔ ہرچند ارادہ تو تھا۔ کہ چند روز آپکی ملاقات کیلئے امرتسر میں ٹھیر جاؤں مگر اہل و عیال میرے ساتھ تھے۔ اور میں بوجہ مرض خارش جو مجھ کو تھا اس وجہ سے ٹھہر نہ سکا اور اسجگہ آکر بیماری خارش اسقدر ترقی کر گئی۔ کہ ابھی سفر کرنیسے بھی مجبور رہوں۔ با ایں ہمہ آپکی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے اور تمنائے قلبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو کر بعض امور واجب الاظہار آپکی خدمت میں عرض کئے جاویں لیکن بوجہ سخت مجبوری بیماری مذکورہ کے امرتسر میں جا نہیں سکتا اور چونکہ خارش امراض مزمنہ میں سے ہے اس لئے معلوم نہیں کہ کب تک اس سے شفا حاصل ہو۔

آج غلبہ شوق ملاقات کیوجہ سے اور نیز بنظر محبت و اخلاص آنمکرم کے یہ خیال آیا۔ کہ اگر آنمکرم کو اسی جگہ آنے کی تکلیف دوں تو امید قوی ہے۔ کہ تشریف آوری سے دریغ نہ فرماوینگے۔ لہذا مکلف ہوں کہ براہ مہربانی صرف تین چار روز کیلئے ضرور تشریف لادیں۔ آپ کی آمد و رفت کا خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ محض مصلحت دینی کیوجہ سے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیونکہ دیکھتا ہوں۔ کہ تقویٰ جو راس الخیرات ہے آنمکرم میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک امر دینی فہم اور فراست اور درایت کا تقوے پر موقوف ہے۔ اگر کسی انسان میں تقویٰ موجود نہ ہو۔ تو اگرچہ وہ کتنی کتابوں سے لدا ہوا ہو۔ کہ جس قدر ریلگاڑی میں لکڑی وغیرہ لدی ہوئی ہوتی ہے۔ تب بھی وہ کتابیں بغیر تقویٰ کے اسکو کچھ مفید نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ یہود یوں میں بہت سے علماء ایسے تھے۔ کہ توریت کی آیت آیت انکو حفظ کی طرح تھیں لیکن چونکہ اُن میں تقویٰ نہیں تھا۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے قرآن میں اُن کا نام علماء ربانی نہیں کہا بلکہ اُنکو اس لائق بھی قرار نہیں دیا کہ انسان کے نام سے موسوم کئے جائیں۔ غرض جوہر کمال جو ہر تقوے کے صرف علم رسمی کی آنکھ کسی کام نہیں آتی۔

آجکل اکثر لوگوں کی آنکھوں [illegible] تاریکی [illegible] اگر غور کرکے دیکھا جاوے۔ تو اسکا باعث بجز ترک تقویٰ اور کوئی چیز نہیں [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible]

آنکھوں کو جھٹلایا اور تیری تصدیق کی۔ سو انہوں نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھکر پھر اسکے صرف قسم کھانے پر کیوں اسکو محل سرقہ سے بری قرار دیا۔ اس کا یہی سبب تھا۔ کہ اس نبی معصوم کی آنکھیں تقوے کے کحل الجواہر سے مکحل تھیں۔ سو اس نے نہ چاہا کہ ایک شخص کو اللہ جلشانہٗ کی قسم کھاتے دیکھکر پھر اس قسم کو ذلت اور خواری کی نظر سے دیکھے لیکن اسجگہ اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں۔ کئی دفعہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھاکر کہا۔ کہ میں کسی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اور نہ معجزات کا منکر ہوں۔ اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائکہ کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدہ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے۔ انکی آنکھوں میں اس عاجز کی اس جوہر تقویٰ کی بھی قدر نہیں جو مسیح علیہ السلام کی آنکھوں میں تھا۔ اس کا انصاف روز انصاف پر ہوگا۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے "لا تقف ما لیس لک بہ علم"۔ مگر ان لوگوں نے بغیر اس کے کہ میرے حالات کا اُن کو پورا علم ہوتا۔ یونہی کافر کافر کا شور مچا دیا۔ اور ہر چند میں نے ہزار ہا دفعہ اُن کے روبرو شہادت دی کہ میں کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور معتقد ہوں۔ اور ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ و مرفوعہ متصلہ میں درج ہیں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔ لیکن ان علماء نے میرے اس بیان کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر میری کسی تالیف میں کچھ ایسا کلمہ ہے۔ جو آپ لوگوں نے عقیدہ حقہ اسلام کے مخالف سمجھ لیا ہے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ میری تالیف کا منشاء وہی ہے جو میں اپنے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر چکا ہوں۔ اور اگر کوئی آدمیت اور اہلیت سے میری کتاب کے مواضع معترض علیہا میرے سامنے پیش کرے تو میں چند منٹ میں اسکو مطمئن کر سکتا ہوں میری تالیفات میں کوئی امر مخالف اسلام نہیں۔ بلکہ ہر ایک جگہ اصل عقیدہ اسلام کو مسلم رکھکر نکات کشفیہ اور معارف روحانیہ کا بیان ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ علماء میرے یہ تمام بیانات سنکر صرف یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں تو کفر ہے۔ اور صرف زبان پر ایمان گویا انہوں نے دل کو چیر کر دیکھ لیا ہے۔

بعض یہ آیت پڑھکر سناتے ہیں۔ ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ اور نہیں جانتے کہ یہ تو منجانب اللہ بذریعہ وحی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بعض منافق کفار کی خبر دی گئی تھی۔ مگر ان مولویوں پر تو کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ان کو تو یہ آیت یاد رکھنی چاہیئے جس میں لست مومنا ہے۔ غرض ان امور کی بخوبی اطلاع دینے کے لئے اور نیز بعض خاص مسائل متعلقہ اپنے پر مطلع کرنے کے لئے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں اور میں دلی یقین سے خیال کرتا ہوں۔ کہ جن امور کو آنمکرم بالشراح صدر سمجھ لیں گے۔ اُن کا دوسروں کے دلوں پر اثر ڈالنے کے لئے پوری پوری کوشش عمل میں لائیں گے۔

[illegible]

واشنگٹن ارونگ

کے خیالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعلق

(از خورشید انور بی اے)

اپنی کتاب "محمد (صلعم) اور اُنکے جانشین" میں واشنگٹن ارونگ آنحضرت صلعم کی ذیل کی تصویر کھینچتا ہے:- "آپ خوراک کے معاملہ میں بہت سادہ اور پرہیزگار تھے اور روزوں کے پورے پابند تھے آپ کبھی فاخرہ لباس زیب تن نہ کرتے تھے جو ہلکے لوگ نمائش کیلئے کر لیتے ہیں اور یہ لباس کی سادگی آپ میں تکلف سے نہ تھی بلکہ آپ سچے دل سے ایسے ظاہر امتیازات کو لاپرائی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ کے کپڑے بعض وقت اُون کے ہوتے بعض وقت یمن کے دھاریدار سوتی کپڑوں کے اور بیشتر اُن میں پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ پرائیویٹ معاملات میں آپ انصاف پسند تھے آپ دوستوں اور اجنبیوں۔ دولتمندوں اور غربا۔ طاقتوروں اور کمزوروں سے عدل کا سلوک کرتے تھے۔ اور عام لوگ آپکو محبوب رکھتے تھے۔ اسلئے کہ آپ اُنسے نہایت مہربانی سے پیش آتے اور اُنکی شکایات کو سنتے تھے۔ آپ کی جنگی فتوحات نے آپ میں کوئی فخر اور کوئی نمود پیدا نہیں کیا جیسا کہ اُنکا یہ نتیجہ لازمی تھا۔ اگر وہ خود غرضی پر مبنی ہوتیں۔ اپنی اعلےٰ سے اعلےٰ طاقت کے زمانہ میں آپکے اخلاق و اطوار اور ظاہری شکل و صورت میں وہی سادگی پائی جاتی تھی۔ جیسے کہ آپکی سخت سے سخت تکلیف اور بیکسی کے دنوں میں۔ شاہانہ شان و شوکت کو اختیار کرنا تو ایکطرف رہا آپ بسا اوقات بیزار بھی ناخوش ہوتے کہ آپکے کمرہ میں یا کسی مجلس میں آئیں تو کسی غیر معمولی عزت کی علامت کا اظہار کیا جائے۔ اس دنیوی حکومت کے متعلق جسنے آپکے ہاتھوں میں نشوونما پائی۔ اگر مذہب کی عالمگیر حکومت آپکے مدنظر تھی تو وہ بیرلطرت جسطرح آپنے اُسے بغیر نمود کے استعمال کیا اسی طرح اپنے خاندان میں اسکو جاری رکھنے کی کوئی تدبیر آپنے کبھی نہیں کی ۔ اسلام کے دشمن آئیں اور بتائیں کہ وہ آنحضرت صلعم کے متعلق اُنکے کیا خیالات ہیں۔ جب ان امور مذکورہ کے ساتھ اُنکو یہ بھی مدنظر رہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی سختی کے ساتھ سادہ تھی۔ کسطرح آپ بعض جو اور کھجوروں پر گذارہ کر لیا کرتے تھے جبکہ آپ چاہتے تو بہتر سے بہتر سامان زندگی اپنے لئے فراہم کر سکتے تھے کسطرح پر اپنی فتوحات میں آپنے حکم دے رکھا تھا کہ جو مائیں قید ہوکر آئیں اُنہیں اپنے بچوں سے علیحدہ نہ کیا جائے اور کسطرح آپنے اعلان عام کر دیا کہ جس شخص کو کوئی تکلیف آپکے ہاتھ سے پہنچی ہو وہ اسکا قصاص آپسے یہیں لے لے۔ حتےٰ کہ بستر مرگ پر بھی آپنے اسی بات پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ آنحضرت صلعم کی زندگی کی یہ ایک ہی نمایاں خصوصیت کہ آپنے بادشاہت اور حکومت کیوقت ایک ذرہ بھی اپنی پہلی زندگی کی عادت میں فرق آنے نہیں دیا اور بیت المال پر پورا اختیار رکھتے ہوئے آپنے روپیہ اور مال کو اپنے پاس لے کیا اپنی ازواج مطہرات کے پاس تک نہیں آنے دیا۔ آپکو وہ [illegible]

[illegible]

سُرا بسلا

القول المحمود مؤلفہ مولوی سرور شاہ صاحب محمودی قادیانی

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

سب سے اول میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہ رسالہ ایک آتشوی لفظی مولوی قادیانی نے اپنے رنگ میں جس کا دل خوشامد کی زہر سے آلودہ نانِ شبینہ کی احتیاج سے دریوزہ گری در دروازہ محمود کو اپنا مطمع نظر سمجھ کر حرص شکم کی آگ کو فرو کرنے کے لئے اسکے دروازہ کو باب الرحمۃ تصور کر کے وہاں پر دھرنا لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ ایسے فاضل اجل شخص کے نتائج میں لکھا ہے جس کی تعریف اس مؤلف رسالہ کے نبی احمد رسول اللہ نے جو بموجب اس کے معتقدات و مسلمات کے اس کا پیغمبر اور نبی آخر الزمان ہے۔ حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ اور اگر یہ تعریف بموجب نطوق ما ینطق عن الھوی الخ جو ایک نبی کے شایان شان ہے درست ہے۔ تو ہم تمام مبائعین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسی تعریف مسیح موعود علیہ السلام کی زبانی کسی مبائع کے حق میں تم اپنی تمام جماعت مبائعین میں سے تلاش کر کے پیش کر دو۔ اور یہ وہ تعریف ہے۔ جو تحفہ موعود طور پر مجز اور مباہات کے رنگ میں اہل کہ ور صلحا کے ام القری کو جناب مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تبلیغی خط میں لکھی ہے۔ فمنھم الاخ المکرم العالم المحدث الفقیہ وحبیل السید المولوی محمد حسن کان اللہ معه فی کل موطن ولنصرہ فی المیادین انه رجل صالح تقی غیور الاسلام ھدم ھیکل جھالۃ العلماء المخالفین بتالیفات لطیفۃ اطفاء نارھم وجاء بنور مبین واطفاء الفتن المنتظرۃ بماء معین ورزقہ اللہ ذخیرۃ کثیرۃ من علوم الدین والآثار النبویۃ ولہ بسطۃ عجیبۃ فی فن الاحادیث وتنقیدھا وتمیز بعضھا من بعض والمخالف لا یمالک فی میدانہ طرفۃ عین وھم مع تحرکات غیظھم وغضبھم وکثرۃ امعالنھم وخوضھم وشدۃ حرصھم علی المناضلۃ یفرون منہ کفرار الحمیر من الاسد وان ھذا الا تائید اللہ الذی ھو مؤید الصادقین ومع ذالک انہ زاھد منقی کثیر البکاء من خوف اللہ یخاف مقام ربہ ویعیش کالمسکین (مشا حمامۃ البشری)

یہ تحریر میں نے اس لئے بھی نقل کی ہے۔ کہ اس میں مسیح موعود علیہ السلام کی دعا ہے جناب سید صاحب کے لئے اور اس میں وہ واقعات درج ہیں۔ جو مشاہدہ اور حسی ہیں جناب سید عالی مرتبت پر اجینہ منطبق ہوتے چلے آئے ہیں اور چلے جائیں گے اور بوجہ طوالت میں اس کی تشریح نہیں کر سکتا عبارت میں خط کشیدہ جملوں پر خود مبصرین غور کر کے نتیجہ پر پہنچیں۔

اب میں اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اصل مدعا وانکشاف دروغ بے فروغ مولوی سرور شاہ
(بطور مشتے نمونہ خروارے)

او مولوی اور وہ جو تیرے بھائی ہیں خدا سے ڈرو۔ اور اپنے نامہ اعمال کو چند روزہ نفع دنیا کے لئے سیاہ مت کرو یہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔ خدا کے سامنے تم کیا عذر پیش کرو گے۔ بدبختو جہاں ضرور جزا و سزا کے دن تمہارے نامہ اعمال کھولے جاوینگے۔ اور تمہاری وہ چوری پکڑی جاوے گی جو تم نے مسیح موعود کی تحریر میں اور عبارتوں میں کی تھی۔ تو تم مسیح موعود کی شرمندگی سے کیا جواب دو گے۔ کیا یہ جواب دو گے کہ حضور آپ کے فرزند ارجمند کی خاطر ہم نے آپ کی تحریرات میں یہ سرقہ کیا تھا۔ اور کیا اس جواب سے تم مخلصی پا جاؤ گے۔ کسقدر بیحیائی اور دلیری ہے اور کسقدر ذلت اُن مولویوں کے لئے ہے جو جناب مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں میں کتر و بیونت کر کے آگے اور پیچھے سے عبارت چھوڑ کر سیاق و سباق عبارت کو منہدم کر دیتے ہیں اور اپنے مزعوم باطل کے مطابق اس تحریر کو بنانے کے لئے یہ قبیح بے خبر ان کو ہم بھولے نہیں دیکھیں۔ کیونکہ یہ عادت ہے کہ وہ مسیح موعود کی تمام کتابوں کو دیکھیں اور نہ ان کو یہ عادت ہے کہ قرآن اور احادیث رسول اللہ سے اس کو مطابق کریں اور نہ یہ عادت ہے کہ ان عبارتوں کو دوسری تحریرات مسیح موعود سے ملاویں۔ بلکہ وہ لوگ جو گذشتہ ہیں ان کو اسقدر کبھی میسر نہیں آ سکتا۔ کہ کم از کم وہ تحریر جن میں سرقہ اور کتر و بیونت کی گئی ہے وہ اس کتاب سے نکال کر دیکھیں کیسی نالائق اور ذلیل حرکت، محمودی اور مبائعین مولویت سرزد ہو رہی ہے

او بدبخت مولویو! کیا تمہارا ضمیر مر گیا ہے۔ کہ تم مسیح موعود کی جماعت کہلا کر ایسی ذلیل چوری کا ارتکاب کر رہے ہو۔ اور پھر اسی کا نام احقاق حق رکھتے ہو۔ اور ایسے ہی کمینہ طرز عمل سے تم دنیا کو فتح کرنے کے خواہشمند ہو اور یہ امید رکھتے ہو کہ تمہارے جیسے چوروں اور سارقوں کے ساتھ ہم ملجاویں گے۔ بیشک تمہارے ساتھ خود غرض طامع لالچی اور جنکی لف اغراض دنیا تمہارے سے وابستہ ہوں گی ملینگے۔ بخلاف وہ شخص جو تمہاری تحریرات کو اصل تحریرات مسیح موعود سے ان کی کتابوں سے نکال کر مقابلہ کرتا ہے اور پھر قرآن اور احادیث صحاح سے بھی اس کا مقابلہ کرتا رہتا ہے اور تمہارے اس کمینہ سرقہ اور کتمان حق کی چال پر مطلع بھی ہو جاتا ہے سب تمہارے ساتھ اتفاق کر سکتا ہے بلکہ تمہاری اس حق پوشی سے اہل حق اور صاحبان بصیرت تنفر ہی کرتے رہینگے تاں چند ..... گدی کے دلدادہ لقمہ تر کے لئے وھم فی سکرتھم یعمھون کے مصداق تمہارے ساتھ ہمیشہ رہینگے۔ جیسا کہ اکثر ہندوستان کی گدیوں میں روزمرہ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

سُنو اور غور سے سُنو!

مولوی سرور شاہ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲ و ۳ پر دو حوالے درج کئے ہیں دو کتابوں سے۔ اول اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴ کے حوالہ سے۔ دوئم تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹۶ کے حوالہ سے اور دونوں میں کتمان حق اور کتر و بیونت عبارت اور سیاق و سباق مضمون کو منہدم کرنے سے کام لیا ہے تاکہ پیش کردہ عبارت سے اسکے دعوی کی تائید ہو مگر یہ مولوی کیسا نادان ہے جو یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسکی اس چال کو کوئی نہ سمجھیگا۔ یا اس کی اصلیت ظاہر نہ کریگا۔

جو عبارت اعجاز المسیح سے مولوی سرور شاہ نے نقل کی ہے۔ اس کا سلسلہ صفحہ ۹۷ سے شروع ہوتا چلا آیا ہے۔ اور جب تک وہ تمام عبارت نہ پڑھی جاوے جو اس سے سابق مذکور ہے یہ سر بریدہ عبارت کتمان حق اور خیانت ہے۔ اس تمام عبارت میں جناب مسیح علیہ السلام نے بہت سے معارف کو جمع فرمایا ہے اور بہت سے لطیف نکات ذکر کئے ہیں اور اللہ کے اسم رحمان اور رحیم کی تفسیر وہ بیان کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان دونوں ناموں کے بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام محمد و احمد ہیں۔ ہم اس عبارت کو نقل نہیں کر سکتے اہل حق خود صفحہ ۹۷ سے لیکر صفحہ ۱۲۴ تک سب کو بغور پڑھیں۔ البتہ چند عبارتیں اس میں سے نقل کر دیتے ہیں

وسمی نبینا محمدا واحمد کما سمی نفسه الرحمن والرحیم فی هذه الآیة فهذه اشارة الی انه لا جامع لهما علی الطریقة الظلیة الا وجود سیدنا خیر البریة ...... وما اعطی نصیبا کاملا منهما الا نبینا خاتم سلسلة النبوة فانه اعطی اسمین کمثل هاتین الصفتین اولهما محمد والثانی احمد من فضل رب الکونین الخ ... (صفحہ ۱۰۱ اعجاز المسیح)

ویستعرف من هذا المقام شان نبینا الامام الهمام فان الله سماه محمدا او احمد وما سماهما عیسی ولا کلیما واشرکه فی صفته الرحمن الرحیم ...... وما ذکرها تین الصفتین فی البسملة الا لیعرف الناس انهما لله کالاسم الاعظم وللنبی من حضرته کالخلعة فسماه الله محمدا اشارة الی ما فیه من صفته المحبوبیة وسماه احمد ایماء الی ما فیه من صفته المحبیة (صفحہ ۱۰۱ اعجاز المسیح)

ولا ریب ان نبینا سمی محمدا لما اراد الله ان یجعله احمد لما اراد سبحانه ان یجعله محب ذاته ومحبب المؤمنین المسلمین فهو محمد بشان واحمد بشان واختص احمد هذین الاسمین بزمان والآخر بزمان (صفحہ ۱۰۶ اعجاز المسیح)

اراد الله ان یورثهما الامة المرحومة علی الطریقة الظلیة لیکونا الامة کالبرکات المنعکسة ...... فجعل الصحابة ومن تبعهم مظهر اسم محمد بالشیون الرحمانیة الجلالیة ...... وجعل المسیح الموعود مظهر اسم احمد وبعثه بالشیون الرحیمیة الجمالیة (صفحہ ۱۱۱ اعجاز المسیح)

ثم لما ورث الاصحاب اسم محمد من الله الوهاب ...... وکذالک ورث المسیح الموعود اسم احمد الذی هو مظهر الرحیمیة والجمال واختاره الله من الامم ولمن تبعه وصار له کالآل فالمسیح الموعود مع جماعته مظهر من الله بصفته الرحیمیة والاحمدیة (صفحہ ۱۱۱ اعجاز المسیح)

ثم لما کان کمل امته علیه السلام من اجزائه الروحانیة وکالجوارح للحقیقة النبویة۔ اراد الله لابقاء آثار هذا النبی المعصوم ان یورثهم هذین الاسمین کما جعلهم ورثاء العلوم فادخل الصحابة تحت ظل اسم محمد الذی هو مظهر الجلال وادخل المسیح الموعود تحت اسم احمد الذی هو مظهر الجمال وما وجد هولاء هذه الادلة الا بالظلیة فاذن ما ثم شراکت علی الحقیقة (صفحہ ۱۲۱ اعجاز المسیح)

اب تمام عبارات پر جو صفحہ ۹۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۲۴ تک مسلسل مذکور ہیں۔ ایک صاحب عقل سلیم غور کرے تو معلوم ہوگا کہ جناب مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپکو اسم احمد کا مظہر اور ظل قرار دیا ہے۔ نہ کہ اصل کیونکہ جیسا صحابہ کرام مظہر اور ظل اسم محمد ہیں ویسے مسیح موعود اور ان کی جماعت مظہر اور ظل اسم احمد ہیں۔ جیسا کہ محمد اور احمد ظل اور مظہر اسم رحمن و رحیم ہیں۔ اس تمام بحث میں مسیح موعود نے [illegible] اس سے یہ استدلال کرنا کہ احمد اسم مسیح موعود [illegible] غلام احمد ہے سراسر جہالت اور حماقت ہے۔ تعجب کا مقام ہے کہ ظل کو اصل قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ امام اسقدر محتاط تھا کہ جب الہام میں احمد کا لفظ آیا تو آپ نے لکھدیا کہ یہ ظلی طور پر اس عاجز کا نام ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۴۴ حقیقت الوحی)

پھر جناب مسیح موعود نجم الہدی میں لکھتے ہیں [illegible] فاجل ذالک ما سمی احد منهم باسم احمد فانه ما اثنی علی الله احد منهم کحمد (صفحہ نجم الہدی) فلا مهدی الا محمد ولا احمد الا محمد علی وجه الکمال وهو الذی یدعی فی السماء باسم احمد (صفحہ ۲ نجم الہدی) ...... وان هذین الاسمین قد وضعنا لنبینا من یوم بناء هذه الدار ترتیبا للذی جاد له کالاضلال والآثار [illegible] ان الله یرزق منهما عبدا له فی آخر الزمان کما جاء فی الاخبار۔ (صفحہ ۵ نجم الہدی)

ان جھوٹوں کو دیکھو۔ کس قدر باطل کے حامی ہیں۔ یہ امام موعود جو ان کے خیال میں اور اعتقاد میں نبی ہے۔ وہ تو کہے کہ میرا نام احمد ظلی طور پر ہے اور احمد نام سے سوائے رسول کریم صلعم کے اور کسی کو مسمی نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ محمد الرسول اللہ کی طرح اور کسی نے خدا کی حمد بوجہ کمال و اتم نہیں کی اور اسم احمد سے مسمی ہونے کی علت جناب امام علیہ السلام یہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم جیسی حمد اللہ تعالی کی اور کسی نے نہیں کی مگر محمودی کہتے ہیں کہ غلام احمد کا نام احمد ہے۔ گویا بالفاظ دیگر یہ قائل ہیں کہ غلام احمد نے خدا کی حمد بہت کی اور رسول اکرم صلعم سے بڑھ گئے تب احمد نام پایا۔ نعوذ باللہ من هذا الاعتقاد۔ جناب امام موعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا نام احمد آسمان پر بھی ہے اور محمد و احمد آنحضرت صلعم کے ایسے نام ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے آنحضرت صلعم کو اللہ تعالی نے عطا فرمائے ہوئے ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کے جنکو یہ نام دیئے جاتے ہیں بطور ظل کے ملے جاتے ہیں اور اسی طرح ظلی طور پر مجھکو یہ نام عطا فرمایا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ مورخہ ۱۷ ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء نمبر ۲۶

میاں صاحب کی فیصلہ کی دو طریق

اور

اُن پر ایک منصفانہ نظر

(از حضرت امیر ایدہ اللہ)

گذشتہ اشاعت میں اس خط و کتابت کو نقل کیا جا چکا ہے جو میاں صاحب کے چیلنج در بارہ تفسیری مقابلہ کو حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے قبول فرمانے پر اخویم شیخ عبدالحق صاحب شملوی اور میاں صاحب کے درمیان ہوئی جس میں میاں صاحب نے یہ عذر لنگ پیش کر کے کہ انہوں نے حضرت مولینا محمد علی صاحب کو مخاطب کیا تھا اپنے ہی تجویز کردہ فیصلہ سے راہ گریز اختیار کی ہے۔ ہم نے یہ خط و کتابت شملہ سے موصول ہونے پر اسیوقت حضرت امیر ایدہ اللہ کے ملاحظہ کے لئے ایبٹ آباد بھیجدی تھی۔ جس کے جواب میں آپ نے حسب ذیل چٹھی لکھی ہے جو ناظرین کرام کی خاص دلچسپی کا موجب ہوگی (ایڈیٹر)

ایبٹ آباد — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یکم اکتوبر ۱۹۱۷ء — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخویم منشی دوست محمد صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط معہ اخبار الفضل مورخہ ۱۵ ستمبر پہنچا۔ جس میں میاں محمود صاحب کے "فیصلہ کے دو طریق" کا ذکر ہے۔ اور شیخ عبدالحق صاحب کے خط سے بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب نے جو میاں صاحب کے ایک طریق فیصلہ کو قبول کر کے بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اسکو میاں صاحب نے یہ کہکر ٹال دیا ہے کہ انہوں نے مقابلہ کے لئے مجھ کو بلایا تھا۔ میں تو پہلے سے جانتا تھا۔ کہ یہ شغل میاں صاحب نے اپنی جماعت کو بہلانے کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ اور اُن کی غرض اس میں کوئی نہیں ہوتی۔ میں کسی کی نیت اور ارادہ سے واقف ہونے کا دعوےٰ نہیں کرتا۔ مگر ان کا پچھلا سارا طریق عمل یہی بتاتا ہے۔ دو سال ہوئے۔ جب وہ لاہور آئے تو مسائل نبوت اور کفر و اسلام پر بحث کی طرح ڈالی۔ مگر چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ان کے کارندوں نے شرائط کے طے کرنے میں لگا دیا اور شرط ایک بھی طے نہ ہوئی۔ اتنے میں سالانہ جلسہ آ گیا اور اُن کی غرض پوری ہو گئی۔ سال گذشتہ اسمہ احمد والی پیشگوئی پر ایک زور کا چیلنج شائع کیا۔ کہ احمد آنحضرت صلعم کا نام نہ تھا۔ اس لئے پیشگوئی آنحضرت صلعم کے آنے سے پوری نہ ہوئی مگر جب اس چیلنج کو منظور کیا گیا۔ تو پھر وہی دفع الوقتی شروع ہوئی۔ کبھی یہ عذر کہ جلسہ عام نہ ہو اور اس میں مولوی فاضل کی سند والوں کے سوائے یا اعلاس قسم کی چند سند والوں کے سوائے کوئی شامل نہ ہو۔ طریق فیصلہ سے صریح گریز۔ حالانکہ میں نے سیدھا طریق بتایا تھا کہ میں اُنکی جماعت میں سے تین منصف چن لیتا ہوں۔ وہ میرے رفقاء میں سے چن لیں۔ یہ چھ آدمی جو فیصلہ کثرت رائے سے کریں وہی فیصلہ سمجھا جائے۔ مگر میاں صاحب کو حالانکہ ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے کہ جماعت مبایعین کی سوائے کوئی جماعت ہی دنیا میں نہیں۔ مگر اپنی جماعت پر اپنے مریدوں پر ہمارے سامنے بولنے کی مجال نہیں رکھتے اتنا بھی بھروسہ نہیں کہ اپنے دلائل پر انکو حکم ٹھہرا سکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ خود اپنی جماعت پر نہیں۔ بلکہ اپنے دلائل پر بے اعتبار ہے۔ بھلا جس شخص کے دلائل ایسے کچے اور بودے ہیں کہ وہ اپنے ایک مرید کو بھی قائل نہیں کر سکتا وہ دنیا کو کیا قائل کریگا۔

بالمقابل یہ کہا گیا کہ ہم اپنے مریدوں میں سے خود ہی چن لینگے۔ تم اپنی جماعت سے چن لو۔ میں کہتا ہوں اس کا کیا فائدہ وہ اُن غالیوں کو چن لیگے حکم رفت تمہارا [illegible]

سے واقعات اور دلائل پر غور کرنے کی امید رکھنا فضول اور عبث ہے اور ان کے سامنے دلائل کا پیش کرنا محض تضیع اوقات۔ جب میں ان کی جماعت سے انتخاب کرتا تھا تو ان کو شبہ کس بات کا تھا۔ میں نے تو یہاں تک بھی کہدیا تھا کہ جن مریدین کے متعلق وہ یہ اعلان کر دیں کہ یہ لوگ منافق ہیں اور صرف اس لئے میرے ساتھ شامل ہیں کہ مجھے میرے دشمنوں سے ذلیل کرائیں میں اُن کے نام پیش نہیں کرونگا۔ لیکن اگر احقاق حق منظور ہو تو اس سیدھے طریق فیصلہ سے گریز نہ کرتے۔ وہاں تو غرض ہی کچھ اور تھی اس لئے جلسہ سالانہ تک جماعت کو بہلائے رکھا۔

اصل بات یہ ہے کہ میاں صاحب اپنے آپ کو کسی اصول کا پابند کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ اور مذہبی شطرنج بازی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ پہلے جوش میں آکر کچھ کا کچھ اعلان کر دیتے ہیں پھر جب وقت آتا ہے۔ تو بات کو ٹالنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اسی احمد والی بحث میں ان کے ان متحدیانہ الفاظ پر کوئی غور کرے۔ "تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کو تیار ہوں" اور پھر اس جواب کو دیکھے کہ جلسہ عام نہ ہو فیصلہ کرنے والے علمائے اہل اسلام نہ ہوں۔ انکے اپنے مریدین میں سے بھی وہ لوگ نہ ہوں جنکو میں منتخب کروں۔ مثل مشہور ہے یا تو ان شورا شوری یا بایں بے نمکی۔ یہی حالت انکے موجودہ چیلنج کی ہے

"غیر مبائعین کا کوئی ایسا قائمقام جس کا عمل اُن پر
حجت ہو میرے مقابل اس مقام کی تفسیر لکھے۔ پھر
دنیا دیکھ لے گی۔ کہ خدا کسکو پسند کرتا ہے"

اب سوال یہ ہے کہ یہ دنیا جو دیکھ لیگی۔ اور جس دنیا پر قرآن کریم کے ایک رکوع کی تفسیر سے میاں صاحب کی ولایت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جائیگی۔ کون سی دنیا ہے۔ جب ذرا اپڑتال کی جائیگی تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ دنیا صرف اُن کے غالی مریدین کی دنیا ہے۔ جو ایک معمولی لفظ کو الگ رکھا۔ ایک غلط ترین تاویل کو میاں صاحب کے منہ سے نکلکر سبحان اللہ کے نعرے سے بلند کر دیتی ہے۔ انہی کے ایک مرید نے کہا تھا کہ جب میاں صاحب نے حدیث لا نبی بعدی کی یہ تاویل بیان کی۔ کہ بعدی سے مراد آپ کے زمانہ نبوت کے بعد کا زمانہ ہے اور آپ کا زمانہ نبوت قیامت تک ہے (گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ کہ میرے زمانہ کے یعنے قیامت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اپنے زمانہ نبوت کے اندر دوسرے نبی کے ہونے سے انکار نہیں کیا۔ تو ساری مجلس سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی۔ حالانکہ اتنا ایک نے بھی غور نہ کیا۔ کہ حدیث تو یوں ہے یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔ اے علیؓ تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو اب یہ زمانہ نبوت کے اندر دوسرے نبی کا انکار لازم نہیں آتا تھا۔ تو حضرت علیؓ کو یہ کیا کہا۔ کیا حضرت علیؓ قیامت کے بعد نبوت کے خواہاں تھے؟ کلام نبوی کو اپنے کلام کی طرح بچہ نہ بنانا چاہئے۔ یا دوسری حدیث یوں ہے سیکون من امتی ثلثون دجالون کذابون کلهم یزعم انه نبی الله و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی اب یہ تیس دجال کیا اب قیامت کے بعد آنے والے ہیں۔ بلکہ آپ کے زمانہ نبوت کے اندر ہی آنے والے ہیں۔

اور اگر دنیا دیکھ لیگی سے میاں صاحب کی مراد واقعی وہی ہے جو ایک پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ میاں صاحب کی تفسیر کے ساتھ ہی ساری دنیا یا ایک جم غفیر اُن کی ولایت کا قائل ہو جائیگا۔ اور اس بات کو مان لیگا کہ واقعی میاں صاحب خدا کے مقربین میں سے ہیں۔ اور وہ سب میاں صاحب پر ایمان لے آئینگے۔ تو خدارا اس تفسیر کو بہت جلد دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ یہ بھی انتظار کیوں ہے کہ جب تک محمد علی بالمقابل نہ بیٹھا ہو اسوقت تک یہ تفسیر ظاہر نہیں ہو سکتی اور دنیا اس خزانہ سے محض ایک محمد علی کی وجہ سے محروم رکھی گئی ہے۔ صرف دنیا ہی محروم نہیں۔ بلکہ ہمارے میاں خود بھی محروم ہیں۔ کیونکہ جب ساری دنیا ان کے ساتھ ہو جائیگی تو محمد علی اور اس کے چند رفیقوں کی کیا ہستی ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ میاں صاحب محض ایک کھیل کے رنگ میں باتیں کرتے ہیں وہ قرآن کے ہر مقام کی ایک ایسی عجیب و غریب تفسیر کر سکتے ہیں جسکو دیکھتے ہی دنیا اس بات کی قائل ہو جائیگی کہ وہ خدا کے

کہ ہمارے ہی بکری شیر کو ناکتی ہے [illegible]
کیوں نہیں تو ان کا نہایت معقول جواب یہ ہے [illegible]
ہو میاں صاحب ایسی تفسیر لکھ تو سکتے ہیں مگر [illegible]
اور شاید یہاں ہمارا تجربہ ہی کوئی کام نہیں [illegible]
ایک آیت یا رکوع چھوڑ ایک پارہ کی تفسیر میاں صاحب نے
لکھی اور اپنی جماعت کے سارے علماء کی مدد سے [illegible]
دنیا نے اب تک نہ دیکھا کہ خدا اسکو پسند کرتا ہے [illegible]
کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے اگر کوئی کچھ [illegible]
مریدین پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ تو یہ بھی درست [illegible]
سے مریدین دب نکا، اُن کے ہم عقیدہ نہیں ہو [illegible]
وجہ سے وہ اپنے مریدین میں سے اپنے دلائل [illegible]
نہیں بنا سکتے اور اگر سارے مریدین پر بھی یہ [illegible]
تو میاں صاحب کو اس سے بڑھکر کوئی مقام حاصل [illegible]
گدی نشین کو حاصل ہے کیونکہ ایک پیر کے مرید اپنے پیر کے
ایک لفظ کو معرفت الٰہی ڈوبا ہوا ہی تصور کیا کرتے ہیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ میاں صاحب کسی اصول کے پابند نہیں
جب کوئی زد اُن پر پڑتی ہے تو پھر وہ خاموشی اختیار کر لیتے
ہیں۔ اور ایسے چپ ہوتے ہیں کہ اس دنیا سے گویا ان کا تعلق
ہی نہیں۔ اُن کی اعلےٰ شان کے سامنے پھر کسی شخص کی بات کتنی
ہی معقول کیوں نہ ہو ناقابل التفات ہوتی ہے۔ مسئلہ نبوت پر
حقیقۃ النبوۃ حصہ اول لکھتے وقت دعوےٰ کیا کہ [illegible] حصہ
حصہ بھی لکھیں گے۔ لیکن النبوۃ فی الاسلام [illegible]
سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش آجتک [illegible]
صرف یہ کوشش کی کہ اس کتاب کو کوئی مرید [illegible]
جب وعدہ بھی ہو چکا تھا اور بالمقابل انکے [illegible]
دھجیاں بھی اڑ چکی تھیں۔ تو چاہئے تھا کہ اس [illegible]
مگر نہیں اس کی بجائے اسمہ احمد کے دلائل [illegible]
کے بجائے اب یہ نیا طریق فیصلہ کا سوجھا ہے [illegible]
سوجھا کیا تھا حضرت مسیح موعودؑ کی نقل کرنے [illegible]
مل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ حقیقت اس کے نیچے [illegible]
انہوں نے اتنا نہیں سوچا کہ جو ایک مامور کے اختیار [illegible]
ان سب کو ایک ایک کر کے وہ ابھی تین سال کے [illegible]
ہونے کی حالت میں اپنی طرف منسوب کر چکے ہیں [illegible]
حضرت پر تو حملہ نہیں۔ اگر ایک غیر مامور اسی طرح [illegible]
ہے جس طرح ایک مامور تو وہ تحدیاں اُسکی [illegible]
نہیں ہونگی۔ میاں صاحب اپنے الہام کی بنا پر [illegible]
تفسیر نویسی پر تحدی کر رہے ہیں۔ اور یا اپنے [illegible]
اپنے مونہہ سے اپنے آپکو غیر مامور کہتے ہیں [illegible]
بھی کر سکتا ہے۔ اس کے کر لینے کی وجہ سے [illegible]
مامور کیونکر ہو گئے؟ ہاں حضرت مسیح موعودؑ نے
جو خدا نے آپکو سکھائی تھیں کسی مقابلہ کے لئے
بلکہ آپ کی کتابیں ان قیمتی ذخائر سے بھری پڑی ہیں
جس مخالف نے دلائل کی پرواہ نہ کی اور آپکو [illegible]
بے بہرہ اور جاہل کہا۔ اور اپنے مریدین کو اپنی [illegible]
بہکایا اور حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھنے [illegible]
آپ نے اتمام حجت کے لئے یہ ایک بات بھی [illegible]
خود اس مقام کی تفسیر لکھکر دکھا بھی دی۔ [illegible]
کے لئے جسکے نیچے حقیقت کوئی نہ ہو غور لکار نہیں [illegible]
لوگوں نے یہ ضرب المثل بھی بنا لی ہے۔ نقل را عقل [illegible]

میاں صاحب نے پہلے صاف لفظوں میں [illegible]
کسی سرکردہ کو اپنے مقابلہ کے لئے بلایا چنانچہ [illegible]
کے یہ لفظ ہیں "جماعت شملہ کو ارشاد فرمایا کہ وہی
شملہ کو اس فیصلہ پر اپنے سرگروہ کو راضی کر [illegible]
کریں"۔ لیکن جب مولینا سید محمد احسن صاحب نے [illegible]
میاں صاحب کے نزدیک اب کچھ نہ ہو تو نہ ہو حضرت [illegible]
مسلم تھا تفسیر نویسی کے لئے اپنے آپکو پیش کیا تو میاں صاحب
یہ غلط عذر بنا کر پیش کر دیا کہ وہ صرف مجھ کو [illegible]
چاہتے ہیں اور کسی کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے [illegible]
کی تشریح بھی کر دی ہے کہ آیا سرگروہوں سے [illegible]
بعض افراد سے مراد ایک ہی فرد ہے۔ سارے [illegible]
واحد ہو گئے اور ساعدے ماضی مستقبل ہو گئے [illegible]
کہا نہ کہتے۔ [illegible] الفاظ کے سامنے [illegible]

اخبار امید

وفد جنوبی ہند کی تبلیغی رپورٹ

ناظرین کرام کو بیشتر سے معلوم ہے کہ اخویم مکرم سید انور شاہ صاحب بی اے بمعہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے وسید مدثر شاہ صاحب بمبئی میں برائے تبلیغ تشریف لیگئے تھے۔ وہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہ ہرسہ احباب جنوبی ہند کے دیگر مختلف مقامات کا دورہ کر رہے ہیں۔ بمبئی سے پونا ہوتے ہوئے آجکل ... کے مختلف مقامات میں پھر رہے ہیں ان مقامات کی تبلیغی رپورٹیں جو ہمیں مختلف اخبارات میں موصول ہوئی ہیں اپنے اندر ایک خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔ ہم سید مدثر شاہ صاحب کے مشکور ہیں کہ ہماری استدعا کے مطابق ہر جگہ کے تفصیلی حالات سے آگاہ فرماتے چلے جا رہے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ :۔

بمبئی میں بزرگان جناب سیٹھ بابا زین الدین صاحب احمدی ہمارا اور مبلغین فرقہ محمودیہ کا جو قادیان اور لاہور سے آئے تھے تحریری مباحثہ ہوا۔ اس مباحثہ کے تفصیلی واقعات کو اس جگہ پر درج کرنے کی میں کوئی ضرورت نہیں دیکھتا۔ کیونکہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب طرفین کی تحریرات کو شائع کیا جائیگا اور اس سے منصف مزاج اہل علم اندازہ کر لینگے کہ کس فریق کے دلائل قوی اور کس کے ضعیف تھے۔

پونا میں ایک پادری صاحب سے مباحثہ اس وقت میں ایک اور مباحثہ کے واقعات سے آپکو آگاہ کرتا ہوں۔ ہم دوشنبہ ۱۷ ستمبر بوقت ایک بجے پونا میں پہنچے۔ اور دوسرے دن ۱۸ ستمبر بوقت ۹ بجے صبح ہم ایک عیسائی مشنری کی جگہ پر گئے جسکا نام ... خانصاحب ہے۔ جو تبلیغ عیسائیت کے لئے پونا میں مقرر ہے۔ ہماری طرف سے حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے نے گفتگو کرنی شروع کی جو ذیل ہے :۔

پادری صاحب - آپ کس مطلب کے لئے یہاں آئے ہیں۔

حکیم صاحب - ہم احمدی ہیں۔ تبلیغ اسلام واحمدیت کیلئے آئے ہیں

پادری صاحب - کچھ تبادلہ خیالات ہونا چاہئے

حکیم صاحب - ...

پادری صاحب - آپ اعتراض کریں میں جواب دونگا۔

حکیم صاحب - کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ میں ایک پیشگوئی یوں درج ہے کہ "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا" یہ پیشگوئی کس کے حق میں ہے۔

پادری صاحب - حضرت مسیح کے حق میں۔

حکیم صاحب - کیا حضرت مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر کبھی چسپاں کیا یا اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھیرایا۔

پادری صاحب - یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت مسیح نے اس کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہو۔ لیکن جب ہم وہ تمام باتیں حضرت مسیح میں پاتے ہیں جو پیشگوئی میں مذکور ہیں تو اس کا مصداق بجز حضرت مسیح کے اور کوئی نہیں۔

حکیم صاحب - یہ تعجب کی بات ہے کہ جبکہ پرانے نوشتوں میں حضرت مسیح کی نسبت ... پیشگوئی درج ہے۔ اور اسی قوم سے مقابلہ شروع ہوگیا ہے جو اس نوشتہ پر ایمان رکھتی ہے تو پھر ان کے مقابلہ میں حضرت مسیح نے بذات خود اس گواہی کو کیوں پیش نہ کیا۔ جو اسکے حق میں تھی۔

پادری صاحب - یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ اور حضرت مسیح کے حوالہ نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں۔

حکیم صاحب یہ تو وہ مثال ہے کہ مدعی سست۔ گواہ چست۔ برخلاف اس کے آنحضرت صلعم نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں درج ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔ یعنے ہمنے تمہاری طرف رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کیطرف بھیجا گیا تھا۔

پادری صاحب - اس آیت میں توراۃ کا ذکر موجود نہیں ہے۔

حکیم صاحب - قرآن کریم نے توراۃ اور انجیل دونوں کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل۔ یعنی اس رسول کا ذکر توراۃ اور انجیل میں اُنکے پاس لکھا ہوا موجود ہے۔

پادری صاحب - بہتر ہے کہ آپ اپنے اعتراضات ... لکھا دیویں اور ان سب کا جواب آپکو دونگا۔

حکیم صاحب - اعتراضات تو بہت ہیں۔ لیکن بالفعل میں چند اعتراضات لکھا دیتا ہوں۔ اول اسی پیشگوئی والا اعتراض ہے دوسرا یہ کہ آیا حضرت مسیح نے کبھی خود دعوے کیا کہ میں خدا ہوں۔ تیسرا یہ کہ حضرت مسیح نے خود کبھی یہ دعوے کیا ہے کہ میں نے انسانی قالب اس لئے اختیار کیا ہے کہ مصلوب ہوکر بذریعہ کفارہ دنیا کو نجات دوں۔ چوتھا۔ حضرت مسیح اپنے آپ کو کیا سمجھتے تھے یعنی خدا یا انسان۔

پادری صاحب - اچھا میں ان سوالات کے متعلق آپ کو انجیل سے حوالہ نکال کر بتلا دونگا۔

حکیم صاحب - بہت اچھا۔ لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ پونہ میں اگر ممکن ہو تو اسلام اور عیسائیت کے متعلق لیکچر دیا جاوے اگر آپ شریک ہوں تو بہت اچھا ہوگا۔

پادری صاحب - میں بمعہ اپنے چند دوستوں کے شریک ہونگا لیکن تہذیب سے لیکچر دیا جاوے تاکہ اس میں کوئی فساد وغیرہ نہ ہو۔

حکیم صاحب - انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کا فساد نہ ہوگا۔ اور نہایت تہذیب اور شائستگی سے لیکچر ہوگا اور صرف دلائل وبراہین سے کام لیا جاویگا۔

پادری صاحب - میں نے اورنگ آباد میں قادیان کے اخبارات کی چند پرچے دیکھے ہیں ان میں نہایت درشت اور ہتک آمیز الفاظ درج تھے چنانچہ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک پرچہ میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ اگر عیسائیوں کے گناہ کفارہ کے وسیلہ سے معاف ہوگئے ہیں تو پھر وہ ماں بہن کے ساتھ کیوں بدکاری نہیں کرتے پس اگر آپ نے بھی ایسی کلام کرنی ہے تو میں شرکت سے معذور ہونگا۔

حکیم صاحب مجھے تو یقین نہیں آتا کہ قادیان کے کسی اخبار میں ایسا درج ہو

پادری صاحب - میں نے خود پڑھا اور میرے کئی دوستوں نے بھی اسکو پڑھا۔ اور ہمارے درمیان بہت کچھ گفتگو ہوئی

مولوی مصطفےٰ خان صاحب - یہ کب کی بات ہے۔

پادری صاحب - قریب ایک سال کا عرصہ ہوا ہے۔

حکیم صاحب - شاید آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کے مریدوں میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور باہم دو فریق بن گئے ہیں اور ہم فریق قادیان سے الگ ہیں اسلئے اُنکی کسی حرکت کے ذمہ وار ہم نہیں ہو سکتے۔

پادری صاحب آپ نے کس جگہ ڈیرہ کیا ہے میں ضرور آپکو ملونگا۔ میں آپ سے ملکر اور گفتگو سنکر بہت خوش ہوا۔

حکیم صاحب ہم آپ کے بالکل قریب پنجاب لاج میں اُترے ہوئے ہیں

دیگر مخالف کو الفت علاوہ ازیں اس جگہ پنجاب کے مختلف اضلاع کے مسلمان ملازم ہیں۔ اُن کے ساتھ بھی ہماری گفتگو شروع ہے چنانچہ ۹ بجے تک ان کے ساتھ وفات مسیح اور ختم نبوت پر گفتگو ہوتی رہی۔

ہم تین چار روز تک کیمپ پونہ پنجاب لاج میں مقیم رہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے چند نوجوان مسلمانان کیمپ پونہ ملٹری آفس میں بطور کلرک کام کرتے ہیں۔ اُن میں برادرم محمد دین صاحب احمدی ہیڈ افسر ... صاحبزادہ صاحب سے ہیں۔ صاحب ممدوح سے ہماری ملاقات بمبئی میں ہوئی تھی اور انہوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ ہم پونہ آکر سلسلہ کے متعلق تبلیغ کریں۔ چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق ہم لوگ پونہ میں اُترے۔ تمام نوجوان نہایت شرافت سے ہمارے ساتھ پیش آئے اور انہوں نے بڑی خوشی سے ہمیں اجازت دی کہ ہم ہر رات کیوقت اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق کچھ بیان کریں۔ عصر کے وقت ہم لوگ پونہ مسلم لائبریری میں گئے بعد ازاں ہم چند تعلیم یافتہ مسلمانان سے ملاقات کی۔ بعدہ ہمنے اپنے مشن اور سلسلہ کے اہم اعتراض کو حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ حاضرین میں سے مولوی عبدالباری صاحب پروفیسر دکن کالج نے فرمایا۔ کہ سُنا گیا ہے کہ آج رات پنجاب لاج میں ایک بڑا مباحثہ ہونیوالا ہے اور دوسری طرف سے بھی مولوی آنیوالے ہیں اور طرفین میں کشتی اور زبردآزمائی ہونے والی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمنے یہ سمجھا یا کہ ہمیں تو کوئی ایسا خطرہ نہیں کہ پنجاب لاج میں کوئی ایسی بات واقعہ ہو جو خلاف تہذیب ہو۔ ہاں چند نوجوانان نے خواہش ظاہر کی ہے کہ ہم بعد از نماز شام آپ کے مشن کے اغراض سُنینگے۔

ایک مولوی صاحب کی ناکام مخالفت الغرض کہ ہم مسلم لائبریری سے نیچے اُترکر پنجاب لاج میں پہنچے ہی تھے۔ کہ ہمارے پیچھے وہی مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ اور آتے ہی پنجاب لاج کے ممبران سے چہ میگوئیاں شروع کر دیا۔ کہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ آپ لوگ کوئی مذہبی گفتگو ان سے کریں یا ان کی باتیں سنیں۔ ایسی بیہودہ جگہ میں ان سے کچھ سننا مناسب نہیں کیونکہ آپ ناواقف اور کم علم ہیں پنجاب لاج کے ممبران نے جواب دیا کہ ہمیں کوئی خطرہ یا اندیشہ نہیں ہم بچے اور نادان تو نہیں ہیں کہ یہ لوگ ہمکو دھوکہ میں ڈالدینگے ہمارا مطلب صرف تبادلہ خیالات تھا ... اور ... غرضیکہ مولوی صاحب نے پورے زور سے ہمارے مشن کی مخالفت کی اور ان کو ہر طرح سے آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کوئی بات بھی نہ کریں مگر ممبران مذکور نے جنکے پاس ہم اُترے ہوئے تھے اس بات کو منظور نہ کیا۔ بلکہ مولوی صاحب کی منت ہی کرتے رہے۔ مولوی ... کے چلے جانے کے بعد کھانا سے فارغ ہوکر پھر سلسلہ گفتگو شروع ہوگیا۔ چنانچہ جناب چوہدری

نکاح والی پیشگوئی پر گفتگو احمد خان صاحب بی اے نے سوال کیا کہ میں مرزا صاحب کی نکاح والی پیشگوئی کے متعلق میں کچھ سننا چاہتا ہوں۔ اس پر ہماری طرف سے حضرت حکیم محمد حسین صاحب نے نہایت صفائی سے بیان کیا کہ بعض وعید کی پیشگوئیاں مشروط ہوتی ہیں لہذا جب وہ شرط پوری ہو جائے تو پھر پیشگوئی محو یا منسوخ کر دی جاتی ہے یہ خدا تعالےٰ کی رحمت ہے کہ وعید کی پیشگوئیوں میں منسوخی کا سلسلہ اس کی طرف سے جاری ہے اور وعید کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا بموجب نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کے ضروری نہیں کیونکہ وہ کسی بلا کے نازل ہونے کی خبر دیتی ہیں اور باتفاق ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کے ہر ایک بلا صدقہ اور خیرات اور دعا اور تضرع وزاری سے ٹل سکتی ہے۔ یونس نبی کی پیشگوئی بھی عذاب اور بلا کے متعلق تھی اور اس پیشگوئی کے ساتھ بظاہر کوئی شرط موجود نہ تھی۔ لیکن پھر بھی توبہ کرنے سے وہ سب لوگ عذاب سے بچائے گئے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وان یک کاذباً فعلیہ کذبہ وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم۔ یعنی اگر یہ نبی کاذب ہے تو خود تباہ ہو جائیگا اور اگر صادق ہے تو بعض پیشگوئیاں وعید کی اس کی تم پر پوری ہو جائینگی۔ اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ کل پوری ہو جائینگی۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وعید کی تمام پیشگوئیوں کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ بعض ٹل بھی سکتی ہیں۔

اسی طرح چند اور مسائل پر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ اسکے بعد حضرت مسیح کی نبوت اور مسئلہ کفر واسلام پر گفتگو ہوئی۔ چونکہ جناب حکیم صاحب اور مکرمی مولوی محمد مصطفےٰ خان صاحب مکان کی تلاش کیلئے باہر تشریف لے گئے۔ اس لئے اُن کی غیر حاضری میں مجھے گفتگو کرنی پڑی۔ (باقی آئندہ)

متفرق خبریں

فیروزپور میں آریہ سماج سے مباحثہ گذشتہ ۲۶ و ۲۷ ستمبر ۱۹۲۸ء کو آریہ سماج فیروزپور کی مذہبی کانفرنس کا جلسہ تھا۔ جہاں انکی دعوت پر ہماری طرف سے مولوی عبدالحق صاحب شریک جلسہ ہوئے۔ مولوی صاحب کو ۲۷ ستمبر ۲۸ء کی رات کے ۹ بجے ... وقت ملا تھا۔ جسمیں انہوں نے الہامی کتاب پر ایک بسیط مضمون پڑھکر سُنایا جسکے اندر قرآن کریم کی خوبیاں بتلانے کے ساتھ ویدوں کے اندرونی نقائص کو بھی کھولکر بتایا گیا تھا۔ اس مضمون کو سُننے سے آریہ سماج میں تو ایک آگ لگ گئی لوگوں نے ... کہ مولوی صاحب کو اور وقت دیا جائے لیکن پریذیڈنٹ کو تاب برداشت کہاں۔ مولوی عبدالحق صاحب نے دوران تقریر میں یہ بھی شکایت کی تھی کہ ... مضمون ان کے ... سماج والوں ... کو منتظمین سے انکے ملاحظہ کیلئے دیا گیا تھا ... منتظمین نے کاٹ دئیے ہیں اسکے جواب میں منتری صاحب سے کہا گیا اور ... نے صاف صاف کہدیا کہ میں نے صرف دو ہی فقرے کاٹے ہیں اور وہ بھی اسلئے کہ وہ اندر ... گئے ہوتے تھے۔ اور اُنکو سُنانا تہذیب کے سخت خلاف تھا۔ اس اختتام کے بعد انہوں نے مولوی صاحب ممدوح کو مباحثہ کا بھی چیلنج دیا جسکو انہوں نے بخوشی خاطر منظور کیا۔ اور ۲۸ ستمبر ۲۸ء کی شام کو ... ۸ بجے تک خوب بحث ہوئی جسمیں آریہ مناظر کو ویدوں کے نقائص کا اعتراف کرنا پڑا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے شروع میں صرف قرآن کریم کی بے نظیر خوبیوں کا ذکر کیا تھا اور ویدوں میں ایسی باتیں ملتی ہیں مثلاً یہ کہ الہامی کتاب کیلئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی اس کا ذکر کرے ... دیں۔ ... خود ... اس کی تائید آپ نے قرآن کریم سے الہام کی غرض وغایت کی ضرورت اور دیگر مختلف امور کے متعلق دلائل دیئے ... سُنائے آریہ مناظر نے بجائے ویدوں سے اس قسم کی خوبیاں بتانے کے قرآن کریم پر اعتراض کیا۔ کہ اس میں خدا کی پنڈلی کا ذکر ہے اور عرش وغیرہ کا بیان ہے جسکے جواب میں پھر مولوی صاحب نے ویدوں کی اندرونی ... کا پردہ چاک کیا۔ اور ایک ایک وید سے خدا کی آنکھ اور پنڈلیاں انہیں دکھا دیں اور بھی کئی ایک باتیں ویدوں سے دکھائی گئیں جس سے ...

اپنی لڑکی کو ... کریم النفس باپ کی ... شرافت ... کی ثقاہت ... اور اس ... آپ کی طفیلی ہیں اس کو آزاد کرتا ہوں مگر کریم النفس کی شریف لڑکی کہنے لگی کہ میں اپنی باقی سہیلیوں کو قید میں چھوڑ کر تنہا آزاد ہونا پسند نہیں کرتی۔ تب ذات رسالت مآب صلعم نے اس کی خاطر باقی اسیروں کو بھی چھوڑ دیا۔ حاتم کی بیٹی نے جب حضور صلعم کے حسن سلوک کا اپنے ... سے ذکر کیا تو وہ سنتے ہی دربار رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

... میں ایک ... سے مجھے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ تو وہ کہنے لگے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ تب میں نے کہا کہ ان ولایت ... مسلمان ... پر کون تلوار چلاتا ہے۔ تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ اور اس پر ثابت ہوا کہ اسلام پر یہ الزام بالکل لچر اور لغو ہے کہ وہ بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔

معزز سپیکر نے پھر بیان کیا۔ کہ ذات اور صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے تخت پر بیٹھے ہوئے ایک بادشاہ کی حیثیت میں دیکھنا چاہئے آپ کی ذات میں سینکڑوں ایسی نظیریں ملیں گی۔ کہ کسی دوسرے میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں مل سکے گا۔

آپ بیمار تھے ایک یہودی کا کچھ قرضہ دینا تھا۔ اس نے آکر تقاضا کیا اور زیادہ اصرار کرتے کرتے درشت کلامی کرنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اس کو تنبیہ کی۔ تو حضور صلعم نے حضرت عمر کو ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا۔ کہ اگر تم اس یہودی کو اِتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ اور مجھے اَدَاءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ کی تلقین کرتے تو میں بہت خوش ہوتا۔ بجائے اس کے کہ تم نے قرضخواہ کو گو وہ یہودی تھا توبیخ کی۔

باوجود عرب کا بادشاہ ہونے کے یہ کیفیت تھی۔ کہ ایک روز نماز کو نکلے ادھر تکبیر ہو گئی۔ یاد آیا کہ گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا ہے۔ پہلے جا کر وہ دے آئے اور اسے گھر سے باہر کر کے نماز پڑھی۔ کیا کوئی دوسرا مذہب ایسا پیشوا پیش کر سکتا ہے۔ یہ حضور ہی کے اسوہ حسنہ کا تقاضا تھا کہ نصارے نجران کے راہبوں اور عالموں کی عزت و تواضع کی ہدایت فرمائی۔ باوجودیکہ وہ مفترح اور نیہ مذہب ... تھے

جس وسیع الخیالی اور عالی ظرفی سے اسلام نے مستورات کو حقوق عطا فرمائے ہیں۔ وہ کسی دوسرے مذہب نے نہیں دئے۔ مذہب عیسوی جو حقوق نسواں کا بڑا مدعی ہے کہتا ہے کہ عورت کی وجہ سے ہی گناہ دنیا میں پیدا ہوا۔ لہذا اس کو گرجا کے نزدیک نہ آنے دینا چاہئے۔ مگر اسلام کی ہدایت

بیعہ ۔ کہ خیرکم لاهلی ... تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی) کے ساتھ اچھا ہو۔ گویا احسن اور اپنے سلوک و برتاؤ کا سرٹیفکیٹ (بیوی) سے حاصل کرنا چاہئے۔ جو اس کو ہر حال سے آگاہ ہوتی ہے اس موقع پر فاضل سپیکر نے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالے عنہا کی حکایت بیان کی۔ جب ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کہا زملونی زملونی تو ام المومنین نے کہا کہ آپ جیسا صلہ رحمی کرنے والا شخص آپ جیسا رحیم و کریم انسان جو لوگوں کا بوجھ اٹھاتا اور مہمان کی مہمان نوازی فرماتا ... کہا کہ آپ کا ... کبھی ذلیل ... گا +

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ ... عزیز ترین اشیا ہے۔ اور دوزخ جو شدید ترین مقام ہے وہ بھی والداؤں کے قدموں کے نیچے ہیں یعنی جس کے مطابق تم والداؤں سے سلوک کروگے۔ وہیں ٹھکانا پاؤگے۔

بیوی بچوں اور ماؤں کے حقوق کے بعد معزز سپیکر نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حلیمہ تھیں۔ آپ اس کی لڑکی کو ہمشیرہ اور اس کے بیٹے کو اپنا بھائی فرماتے۔

جنگ موازن میں سینکڑوں قیدی گرفتار ہو کر آئے اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ چونکہ یہ اسیر لوگ حضور صلعم کی دایہ حلیمہ کے قبیلے سے تھے۔ وہ ان کی واپسی کے لئے آپ کے حضور میں عارض کرنے کو حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی رہا فرما دئے۔ اور مال غنیمت کی بابت صحابہؓ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضور یہ تو مال ہی غنیمت کا ہے۔ اگر چاہیں فرمائیں تو وہ بھی حاضر ہیں۔ چنانچہ سب مال بھی دیدیا۔ اور اس طرح ایک دایہ تمام اسیران جنگ و مال غنیمت واپس لے جاتی ہے۔ یہ ہیں اخلاق محمدی اور اسلام میں حقوق نسواں۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ اسلام نے ہدایت کی ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى الخ - مرد ہو یا عورت۔ ان میں جو بھی عمل صالح کرے گا۔ اس کا اجر اللہ تعالے دیگا۔ اور اس کو پاک زندگی عطا کرے گا:

ایک یہودیہ نے حضور صلعم کی دعوت کی آپ نے منظور فرمائی اس نا اہل عورت نے حضور صلعم کے طعام میں زہر ملا دیا۔ مگر حضور نے اس کو معاف فرمایا۔ اس کے بعد چند اور مثالیں قیام حقوق نسواں کی اسلام میں بیان کر کے آیت وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَصِيًّا تلاوت کر کے اس کی تفسیر بیان کی اور بتایا کہ حضرت مریمؑ پر جو الزام لگایا جاتا

نقطہ ... انہیں نقطہ قرآن کریم نے بھی ... ثابت کیا ہے ... تو کہتے تھے جو ... اس کے بعد ... عہدوں کے اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ ان کا ذکر کیا اور بتایا۔ کہ کسی دوسرے مذہب نے سوائے اسلام کے عورتوں کو نہیں دئے ہیں۔ الغرض بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ مذاہب سے زیادہ حقوق مستورات کو دلائے ہیں۔

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت شیخ عبدالرحمان خانصاحب منصف درجہ دوئم ملتان

نند لعل ولد تاکا اس ذات چاولہ و نرل داس ولد شاہ داس قوم نارنگ سکنائے پیرو وال تحصیل کبیر والہ مدعیان

بنام گردھاری لعل وغیرہ

نمبر مقدمہ ۲۳۶ د ۱۹۱۷ء

دعویٰ [illegible] بروئے تمسکات

بنام گردھاری لال ولد نامعلوم قوم برہمن سکنہ تلمبہ تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان مدعاعلیہ

اندریں مقدمہ مدعاعلیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کر رہا ہے اور روپوش ہو جاتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعاعلیہ بتاریخ [illegible] بعدالت ہذا برائے پیروی مقدمہ حاضر نہ ہوگا تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ کی جاویگی [illegible]

آج بثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم — مہر عدالت

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین: سوانح عمری حضرت مولوی نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ ہے .... **قیمت** [illegible]

النبوۃ فی الاسلام: اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت۔ مجددیت اور حضرت میرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث اور حضرت میرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور میرزا صاحب بمعنے محدث ہیں۔ **قیمت** بے جلد عہ مجلد عہ

غلامی - غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں .... **قیمت** ۳ر

عصمت انبیا - عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں ان کو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے **قیمت** ۱۷ر

سکھ ازم انگریزی میں: اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان تھے اور ان کا مختصر حال ہے۔ **قیمت** ۱ر

تحیفہ آصفیہ - اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت میرزا صاحب مسیح موعودؑ کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ **قیمت** ۲ر

بنگال کی دلجوئی اردو میں۔ اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے۔ جو حضرت میرزا صاحب مسیح موعودؑ نے تقسیم بنگال کی بابت کی۔ **قیمت** ۱ر

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں: حضرت [illegible] صاحب کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ **قیمت** ۱ر

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف۔ اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن ثابت کی ہے۔ انگریزی میں .... **قیمت** ۵ر

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں: اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ بھی نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ **قیمت** ۴ر

وصیت - اس میں حضرت میرزا صاحب مسیح موعودؑ کی آخری وصیت ہے۔ جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع [illegible] مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت

رسالہ فیصلہ آسمانی: اس میں مسٹر گلین صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدیہ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے .... **قیمت** ۱ر

رسالہ تحفۃ المتقین: اس میں فاضل مصنف نے آیت هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی گئی ہے .... **قیمت** ۱ر

رسالہ تحفۃ السلطان: قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے .... **قیمت** ۱ر

بائیبل کا پرچار: یعنی سچائی کا اظہار۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اسکا پورا فوٹو دیا ہے۔ **قیمت** ۱ر

نیر اسلام: اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے نکال کر کے قرآن کریم سے تطبیق دی ہے .... **قیمت** ۲ر

آیات بینات: عیسائی رسالہ آیات اللہ یعنی معجزات کی جس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کی گئی ہے۔ **قیمت** ۲ر

خورشید عاقل مذہبی ناول: اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارہ میں کرتے ہیں۔ **قیمت** ۱ر

رباعیات: اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے .... **قیمت** ۱ر

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے وعدہ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شائع کیا۔ **قیمت** ولایتی کاغذ مجلد ... مجلد ... دیسی کاغذ مجلد ... بے جلد ...

القول المحمدی فی تفسیر اسمہ احمد: اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد درباره پیشگوئی اسمه احمد اور نبوت حضرت مرزا صاحب علام احمد مسیح موعودؑ اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمه احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ

فارسی نظمیں جو اب تک شائع ہو چکی ہیں ایک جگہ جمع کی گئی ہیں قیمت مجلد ۱ر بے جلد ۹ر

الضحیٰ: حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث .... **قیمت** ۱ر

اظہار النصائح فی رد المخزیات والفضائح: میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ انوار خلافت پر تنقید **قیمت** ۴ر

عسل مصفیٰ: مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفیٰ منگا کر لطف اٹھاؤ۔ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر کر کے اس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید **قیمت** مجلد ہر دو حصہ ... بے جلد ہر دو حصہ ...

نکات القرآن: ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں۔ جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآراء اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ - آل عمران اور النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا دریا بہا دیا گیا ہے۔ تفسیر کی عمدگی کے لئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ قیمت حصہ اول ۶ر حصہ دوم ۶ر حصہ سوئم ۸ر حصہ چہارم ۶ر

حدوث مادہ: یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں کوہ مری میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور لالہ [illegible] گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا۔ فریقین کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو زائد ابواب میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ آریہ سماج کے بالمقابل ایک مستند حربہ اور کاری ہتھیار کا کام دے سکتا ہے۔ **قیمت** ۲ر

جمع قرآن مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ جس میں قرآن کریم کی جمع و حفاظت پر دلائل بینہ سے معقولی بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم جسطرح سے نازل ہوا۔ بعینہ اسیطرح سے بلا تبدیل و تحریف موجود ہے بلکہ اسکی موجودہ ترتیب بھی وہی ہے جو ارشاد ربانی کے ماتحت آنحضرت صلعم نے خود قرار دی اس ضمن میں ان تمام واقعات پر جرح و تنقید کی گئی ہے جو کتب احادیث میں جمع قرآن کے متعلق مذکور ہیں اور جن سے قرآن کریم کی حفاظت

کا پتہ دیچکے ہیں جو انہیں بارگاہ ایزدی میں حاصل ہے نہیں تو ڈر ہے کہ میدان مقابلہ میں آکر بھی میاں صاحب اپنی اسی عادت سے مجبور ہو کر خود اپنا جان ہی کی پگڑی اُتارنے کے درپے نہ ہو جائیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مناظرین سے انکے چیلنج کو قبول فرماتے ہوئے صاف طور پر ایسی شرائط تجویز کردی ہے جنکے مطابق فریقین معانی مسلّمہ سے جو قواعد علوم نحو اور معانی وغیرہ کے مطابق ہوں باہر نہیں جا سکتے۔ پس اگر اب قرآن کریم کا کوئی نیا فہم جناب الٰہی سے میاں صاحب کو عنایت ہوا ہے۔ اور اسی سابقہ فہم قرآن کو ہی وہ اس میدان مقابلہ میں پیش نہیں کر یں گے۔ تو مبارک۔ صبح کا بھولا ہوا گھر آئے تو اُسے بھولا ہوا نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر یہ نہیں اور وہ انہی سابقہ دور از قیاس تاویلات اور فاسد خیالات سے کام لینے کو ہی تائید ایزدی اور قرب الٰہی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ تو انہیں تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔ دُنیا کو وہ پیشتر سے معلوم ہے اور میاں صاحب کے میدان مقابلہ میں اُترنے کے بغیر ہی بھیر ایمان لا چکے ہوئے ہیں۔

یا طریق ثانی یعنی مباہلہ سو اس کے متعلق میاں صاحب ظہیر الدین اور مولوی محمد یٰسین صاحب دونوں سے کیوں فیصلہ نہیں کرتے۔ جو انہیں بار بار میدان مباہلہ میں بلاتے رہے۔ ہم نے تو میاں صاحب کو کہیں بھی کافر قرار نہیں دیا۔ ہاں یہ ہر دو اشخاص انہیں کافر سمجھتے اور آئے دن مباہلہ کے لئے للکارتے ہیں۔ ان کے بالمقابل میاں صاحب کا خاموشی اختیار کرنا اور نہیں چیلنج کے لئے کہنا باوجودیکہ خود اسے انبیا کا کام قرار دے کر اس سے گریز کرتے ہیں خود ہی اپنے کذب پر مُہر لگاتا ہے۔ ہم تو حیران ہیں کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی نقل اتار کر اور اس قسم کی باتوں کو پیش کرکے جو ایک مامور من اللہ کے امتیازات خصوصی میں سے ہیں وہ کون سا امتیاز ہے جو ایک مامور اور غیر مامور میں باقی رہنے دینگے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ میاں صاحب کا دراصل حضرت مسیح موعودؑ پر بھی ایمان نہیں۔ وہ اس قسم کی باتوں کو محض خود اختراع سمجھ کر خدا کے مامور کی نقل اُتارنا چاہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ دراصل حضرت مسیح موعود انہی گیدڑ بھبکیوں سے لوگوں کو ڈرا لیا کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت صاحب نے اس وقت تک مباہلہ کا نام ہی نہیں لیا۔ جب تک کہ انہیں جناب الٰہی سے اسکا حکم نہیں ہوا۔ نہ ہی آپ نے ارشاد الٰہی کے بغیر کسی کو تفسیر قرآنی کے لئے بالمقابل بلایا۔ لیکن آج ایک غیر مامور کے مُنہ سے بھی انہی الفاظ کا نکلنا اور میاں صاحب کا اسی قسم کی تحدیوں کا کام لینا صریحاً حضرت مسیح موعودؑ کی شان امتیازی پر پانی پھیرنا ہے ✦

پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان کے مقولہ کی بے ہودگی

معاصر پیسہ اخبار رقمطراز ہے کہ بنوابزادہ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان بیرسٹر ایٹ لا کی اس تقریر کی نسبت جس میں آنریبل موصوف نے یہاں کے مسلمانوں کو پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان بنا یا تھا۔ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب نیا عقیدہ قبول کرنے کے جوش میں پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان کے ناقابل التفات اور عرصہ دراز سے رد کردہ مقولہ کی بیہودگی کو محسوس نہ کر سکے اور اس کا اپنی تقریر میں انہوں نے اعادہ کردیا۔ ہم یہ دیکھنے سے قاصر ہیں۔ کہ کس طرح کسی شخص کا مسلمان ہونا اس کے ہندوستانی ہونے کے خلاف ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے نادرا امتیازات کی کوشش نہ صرف حماقت نہ بلکہ فتنہ انگیز ہے۔ اسلام ملکی حب الوطنی اور روحانی نجات پر حاوی ہونے کے لئے کافی وسیع ہے اب وقت ہے کہ جہال اور نافہم عامۃ الناس کی تحسین و آفرین حاصل کرنے کے بجائے اس قسم کی فتنہ خیز ابلہ فریبیوں سے احتراز کیا جائے۔" آنریبل مسٹر مظہر الحق جو بہت بڑے نیشنلسٹ خیال کئے جاتے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو پہلے مسلمان اور پھر ہندوستانی یا کچھ اور تصور کرتے ہیں۔ غرضکہ آنریبل صاحبزادہ صاحب کے اس گمراہ کن خیال کو ہندوستان کے تمام اردو و انگریزی اسلامی اخبارات نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ صاحبزادہ صاحب سے امید ہے کہ وہ اپنے اس خیال کی اصلاح فرما ئینگے ✦

معذرت

موسمی بخار کی وجہ سے ہمارا ایک کاتب کام کرنے سے معذور رہا اسی وجہ سے گذشتہ دو تین پرچوں سے اخبار کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے آج کا یہ پرچہ انہی مشکلات کیوجہ سے ہم صرف چار صفحات پر شائع ...

مراسلات

نکات القرآن پر ایک بیہودہ گو کا اعتراض اور اسکا جواب

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

نہیں معلوم قادیان والوں کو مولانا مولوی محمد علی صاحب سے کیا عداوت ہے۔ جو امور کہ اُن کی فضیلت علمی پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی اُن کی آنکھوں میں خس و خاشاک رذائل ہو کر چبھ جاتے ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است
چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

چنانچہ میرے دوست میاں اکمل صاحب نے جو اعتراض نوٹ نمبر ۲۶۸ پر کیا ہے کہ شھر رمضان الّذی انزل فیه القرآن هُدًی للنّاس وبیّنٰت من الهدٰی والفرقان کے متعلق کہتے ہیں کہ جو نوٹ مولانا فاضل ایم اے نے لکھا ہے غلط ہے اُس سے میاں اکمل نے اپنے اُس علم کی پردہ دری کی ہے جو سُنے سُنائے سے کچھ اُن کو حاصل ہے۔ اول تفسیر شیخ یعقوب بیگ علی صاحب ہی کو دیکھ لیا ہو۔ تا جو مولانا حکیم نور الدین صاحب کے دروس اور اُن کی تفسیر اور پُرانی یادداشتوں سے اور انہی کی اصلاح اور نظر ثانی کے بعد لکھی گئی ہے کہ وہ کیا لکھتے ہیں اُنہوں نے تو علاوہ نوٹ کے ترجمہ بھی یہ ہی لکھا ہے "ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں یا جس کے بارہ میں قرآن شریف اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور ہدایت کے کھلے نشان اور دلائل اپنے ساتھ رکھتا ہے اور حق و باطل میں فرق کرنیوالا بھی ہے" پھر علاوہ ترجمہ کے اُس کے نوٹ میں بھی اُسی کا اعادہ کرتے ہیں " کہ قرآن جیسی ہدایت اس مہینہ میں نازل ہوئی اور الفرقان بھی اس مہینہ میں واقع ہوا" اس ترجمہ اور نوٹ سے ظاہر ہے کہ لکھنے والا الفرقان کو انزل کا مفعول مالم یسمّ فاعلہ قرار دے رہا ہے۔ جو فاعل کی جگہ پر ہوتا ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ فرقان کی نسبت اسکی تائید میں لکھا ہے کہ :- "یعنی بدر کے دن کا فیصلہ اور مکّہ معظمہ بھی رمضان میں فتح ہوا" یہ لکھنے والا لفظ فرقان کو فاعل کی جگہ مفعول مالم یسمّ فاعلہ قرار دے رہا ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ کی مہارت نحوی قادیان کی ڈھاب میں کسی جگہ پر ڈوب گئی ہے یا جہاں آپ نے مکان بنایا ہے اُس میں کہیں مٹی میں دب گئی۔ ذرا مجھکو بتا دیں تا کہ میں ہی اُس کو ڈھاب میں سے تلاش کرکے یا مٹی میں سے نکال دوں۔ پھر درس کے نوٹوں میں حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں۔ " الفرقان - قرآن سے مجھے اس کے معنے یہ معلوم ہوئے کہ فرقان نام ہے اُس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ جاوے اور یہ بدر کا دن تھا۔ اور غزوہ بدر بھی ماہ رمضان میں ہوا ہے۔ غرض رمضان المبارک کیا بلحاظ فتوحات دنیاوی اور کیا باعتبار ابتداء نزول قرآنی بتاکید قرآنی ہر طرح قابل قدر و حرمت ہے" اس سے بھی ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مولوی نور الدین صاحب بھی الفرقان کو مرفوع سمجھ رہے ہیں اب آپ فرمائے کہ جو کسی متواتر قراءت میں وارد ہے اُس کو یعنی الفرقان کو مولانا مرفوع کیوں قرار دے رہے ہیں۔ بینوا وتوجروا - خیر میں ہی اب اپنے قدیمی دوست کو معہ ترکیب نحوی کے سمجھائے دیتا ہوں۔

اے حضرت هدًی اور بیّنٰت یہ دونوں بذریعہ عطف کے حال واقع ہوئے ہیں۔ القرآن سے جو مفعول مالم یسمّ فاعلہ اُنزل کا - ای انزل حال کونہ هادیا للناس بما فیه من الاعجاز وغیرہ و حال کونہ بیّنٰت من الهدٰی والفرقان - ای حال کونہ ایات واضحات مرشدۃ الی الحق فارقۃ بینہ وبین الباطل بما فیه من الحکم والاحکام۔

لفظ هدًی معطوف علیہ ہے اور بیّنٰت معطوف ہے جس کا بیان من الهدٰی والفرقان واقع ہوا ہے اور الفرقان معطوف ہے الهدٰی پر نحویوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ عطف خاص کا اوپر عام کے بھی ہوتا ہے جس کو عطف نوع کا اوپر جنس کے بھی کہیں کہتے ہیں یہ عطف اسی قسم سے ہے اور جو فاضل ایم اے نے یہ نوٹ میں لکھا ہے۔ وہی بعینہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔" والتقدیر کانه قیل هذا هدًی وهذا بیّن من الهدٰی وهذا بیّنٰت من الهدٰی اور اس کے اوپر لکھا ہے فکانه قیل هو هدًی لانه هو البیّن من الهدٰی والفارق بین الحق والباطل فهذا من باب ما یذکر الجنس ویعطف نوعه علیه لکونه اشرف انواعه۔ اور تفسیر کشاف میں بھی ایسا ہی کچھ ہے ذکر اولا انه هدًی ثم ذکر انه بیّنٰت من جملة ما هدی به الله وفرق به بین الحق والباطل اور تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے وبیّنٰت من عطف الخاص علی العام۔ اس سب کا حاصل یہی ہوا کہ جب بیّنٰت حال ہے القرآن سے اور بیّنٰت کی دو قسم ہیں ایک ہدایت واضحہ دوسری ایسی آیات واضحہ کہ فارق بین الحق والباطل ہو۔ پس اس لئے الفرقان بھی ایک صفت قرآن ہی کی ہوئی۔ کیونکہ اقسام مقسم سے جدا نہیں ہو سکتیں اور مقسم حال ہے۔ القرآن سے جو صفت یا حال ہے قرآن کے لئے۔ پس الفرقان بھی قرآن مجید کا حال یا صفت ہو گئی۔ جیسا کہ عام تفاسیر مذکورہ سے واضح ہوا۔ اور مولانا نور الدین صاحب نے تو خاص ترجمہ ہی میں الفرقان کا حال یا صفت یا خبر قرآن مجید کی قرار دی ہے۔ لیکن فاضل ایم اے نے تو ایسے نوٹ میں جس میں حاصل ترجمہ بطور توضیح کے لکھا جایا کرتا ہے اس میں صفت یا خبر یا حال الفرقان کو قرآن مجید کی لکھا ہے۔ جس میں کوئی وسوسہ وارد ہی نہیں ہو سکتا۔ اب ہم تراجم مسلّمہ مشہورہ کیطرف بھی نظر کرتے ہیں۔ تفسیر حقانی میں یہ ترجمہ لکھا ہے اور ہدایت کی کھلی نشانیاں اور فرق کرنیوالا حق اور باطل میں ہے۔ نذیر احمد کی ترجمہ میں لکھا ہے "اور قرآن لوگوں کا رہنما ہے اور اُس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے کھلے کھلے حکم موجود ہیں۔ اس میں بھی الفرقان کو ایک صفت یا خبر وغیرہ قرآن ہی کی لکھی ہے" شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے "اتارا گیا بیچ اس کے قرآن مجید ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں ہدایت کی اور معجزے - شاہ عبد القادر صاحب نے ترجمہ میں لکھا ہے۔ "مہینہ رمضان کا جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت واسطے لوگوں کے اور کھلی نشانیاں راہ کی اور فیصلہ" ایسا ہی کچھ اور تراجم میں بھی لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الفرقان صفت یا خبر یا حال قرآن کا ہے گو ترکیب نحوی میں هدًی اور بیّنٰت صرف حال ہی واقع ہوا ہے لیکن تراجم عربی میں محاورہ اردو کے بموجب ترجمہ کیا جا سکتا ہے نہ کہ محاورہ عربی کے مطابق الشاذ والنادر۔ اور خود قرآن مجید نے بھی اپنا نام فرقان رکھا ہے۔ تبارك الّذی نزّل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ بالآخر آپ کی خدمت میں ایک عرض اور ہے کہ جس ترجمہ کو آپ نے اپنی طرف سے صحیح کر کر لکھا ہے ہم تو اسکو بھی بموجب ان تراکیب نحوی کے جو محاورہ اُردو کے مطابق لکھی گئی ہیں محض غلط نہیں کہتے۔ مگر آپ کے مسلک کے بموجب وہ ترجمہ بھی بالکل غلط ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کا ترجمہ یہ ہے۔ "کہ قرآن مجید ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت وفرقان کے واضح دلائل ہیں" ظاہر ہے کہ یہ جملہ مبتدا اور خبر ہو کر جملہ اسمیہ ہو گیا ہے۔ مگر قرآن مجید کے ان لفظوں میں نہ کہیں مبتدا ہے اور نہ خبر ہے اور نہ جملہ اسمیہ ہے۔ لفظ هدًی للنّاس اور بیّنٰت ترکیب نحوی کی رو سے حال واقع ہوا ہے۔ جو منصوب ہوتا ہے اور آپ نے اُس کو بحیثیت خبر ہونے کے مرفوع قرار دیدیا حالانکہ کل الفاظ انزل سے لیکر آخر تک ... فاین هذا من ذالك ؎

میں الزام اُنکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اے میرے دوست آپ نے نہ کسی عربی کتاب کا ترجمہ کیا ہے نہ نحو و صرف کی کتابیں پڑھی ہیں اور نہ ... [illegible]

الحدیث منهم الحاکم فی المستدرک والبیهقی فی المدخل و
ممن نص علی صحته من المتاخرین الحافظ ابن حجر۔ جمع الغایة فی البدایة
والنہایہ میں ہے۔ و بیہقی گفتہ لما کان برأس المائة من الله علی هذه الامة
عمر بن عبد العزیز اخرجه الحاکم فی المستدرک عن وهب عن یونس عن الزهری
قال الحافظ وهذا یشعر بان الحدیث کان مشهورا فی ذلک العصر
ففیه تقویة لسنده مع انه قوی لثقة رجاله۔ انتہی امام سیوطی رحمۃ اللہ
کا ایک قصیدہ ہے۔ جو اسی حدیث کے متعلق لکھا ہے۔ اور مجددین ہر صدی کا اس
میں شمار کیا ہے۔ اس کا اول یہ ہے۔ ؎ لقد اتی فی خبر مشتهر ⁂ رواه
کل حافظ معتبر ⁂ بانه فی راس کل مائة ⁂ یبعث ربنا لهذی الامة
منا علینا عالما یجدد ⁂ دین الهدی لانه مجتهد ⁂ الی آخره۔ جمع الغایة
میں ہے واخرج الحاکم وصححه عن بریدة۔ قال۔ قال رسول الله
صلعم ان لله ریحا یبعثها علی رأس مائة سنة تقبض
روح کل مؤمن۔ ازینجا معلوم شد کہ بر سر ہر صد سال تغیر در ایمان
این زمان واقع میشود۔ و برائے دفع این تغیر مجدد دین را بر سر ہر صد سال می آید
و کار خود کردہ می برود۔ و باز چون در صد سال دیگر تغیر بہم می رسد۔ مجدد دیگر میرسد
وهلم جرا الی آخر الدهر و مؤید است بروایت ابن باکویہ شیرازی در کتاب
[illegible] بسند خود از ذو النون مصری کہ یکون فی هذه الامة
فی کل مائة سنة فترة تموت الحکماء والعلماء ثم یبعث الله
علی عدد الانبیاء حکماء یردون الخلق الی الله وهم بمنزلة
الانبیاء لاهل الزمان انتهی۔ غرضیکہ مأة اولیٰ سے لیکر اس چودھویں
صدی تک علماء محدثین اور مفسرین و مجتہدین کا اتفاق بلکہ اجماع اس حدیث کی
صحت پر چلا آیا ہے۔ کہ مجددین ہر مأة کی تعیین اپنے ظن غالب سے بھی علماء
کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ حدیث گویا ایک پیشگوئی مجدد کیلئے

وارد ہوئی ہے مگر تیرہ سو برس تک مدّ تعامل میں بھی داخل ہو گئی ہے۔
اس اعتبار و لحاظ سے قطعی الصحت ہے اور مرتبہ ظن سے نکل کر یقین کے
مرتبہ تک پہنچ گئی ہے۔ ہاں مجددین کی تعیین بالضرور ظنی ہے مگر مراتب
ظنیت میں بھی بڑا تفاوت ہے۔ بعض ظن ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ قریب قریب
مرتبہ یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ قربان جائیے اس چودھویں صدی کے مجدد کے
کہ اس نے غیر احمدیوں کو صرف غیر احمدیت کیوجہ سے کافر نہیں کہا۔ بلکہ تکفیر کیوجہ
سے بحکم حدیث صحیح کافر کہا ہے۔ نہ صرف اپنے انکار سے۔ اگر آپ نبی حقیقی ہوتے اور
اپنی نبوت کیلئے تحدی بھی فرماتے۔ اور پھر اس تحدی کو کوئی منقوض بھی نہ کر سکتا
تو پھر آپ کے انکار سے کافر ہونا چہ معنے دارد۔ اسلئے ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس
بیان کے خاتمہ میں چند امور ملحوظ خاطر رکھیں جو اس مذکورہ بیان سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اولاً
یہ کہ امت محمدیہ میں جو ماموریں کی نسبت پیشگوئیاں آئی ہیں وہ ایک نبی یا متعدد انبیا
کے بارہ میں ہرگز نہیں آئیں ومن ادعی فعلیه البیان۔ دوم۔ جس قدر پیشگوئیاں
کتاب و سنت میں آئی ہیں وہ مجدد۔ محدث۔ مہدی وغیرہ کی نسبت ہیں سوئم جو مسیح
عیسےٰ بن مریم کے نزول کی پیشگوئی ہے اول تو اس میں اما مکم منکم ہے بنبیکم منکم
نہیں اور سلسلہ احمدیہ کی تمام بنیاد اسی حدیث پر قائم ہے اگر عیسےٰ بن مریم کا نزول بحیثیت
نبوت مانا جاوے تو پھر تمام سلسلہ احمدیہ غت ربود ہوا جاتا ہے۔ اور نواس بن سمعان کی
حدیث سے مسیح موعود کی نبوت ہرگز ثابت نہیں ہوتی امام ترمذی نے جو اس حدیث کو اپنی جامع
ترمذی میں روایت کیا ہے اس میں کہیں لفظ نبی کا موجود نہیں ہاں لفظ نبی کا جو الہاموں میں
آیا ہے وہ الہام یک خطاب العزت کو پورا کر رہا ہے۔ چہارم حضرت مرزا صاحب نے اپنی تمام کتابوں
میں جو دعویٰ کیا ہے وہ صرف محدثیت ملہم وغیرہ ہونیکا کیا ہے اور نبی ہونیکا دعویٰ یا تحدی کبھی کسی اپنی
تحریر میں نہیں کیا بلکہ انکار ہی کیا ہے۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم
پنجم کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ بلکہ اصح الصحاح ختم نبوت کو علی الاعلان پکار پکار کر کہہ رہی ہیں بلکہ عیاں ہو دیکھو
دجال کذاب کی بھی تعداد بتا رہی ہیں۔ ششم جو کہیں الہام میں لفظ نبی کا آگیا ہے حضرت نے اسکی تاویل بجائے خود کی

۳

زمان و زمانیاں اور جہاں اُس کی اصلاح کیلئے نہایت اصح اور بہت ہی ٹھیک ہے کیونکہ ہم نظام جسمانی اور سنا قوانِ قدرت میں بھی دیکھتے ہیں کہ ایک صدی کی میعاد میں تمام نظام جسمانیات میں ایک قسم کا تغیر واقع ہو جاتا ہے اور نظام روحانی بھی نظام جسمانی کے قریب قریب ہی واقع ہوا ہے۔ اس لئے ایک صدی میں اس اصلاح اور تجدید کی ضرورت بھی بالضرور واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایک صدی کی مدت ایسی طویل ہے۔ جو موجب تغیر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:- ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون ۰ آگے اس کے نظام جسمانی کی ایک نظیر عمدہ پیش فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا قد بیّنا لکم الآیات لعلکم تعقلون ۰ وغیر ذالک من الآیات۔ حدیث مجدد کی اور یہ آیات بیّنات باہم ایسی واقع ہوئی ہیں کہ خواہ حدیث کو ان آیات کی تفسیر کہو تو بھی درست ہے، یا ان آیات کو حدیث مجدد کی شرح میں بیان کرو تو بھی ہو سکتا ہے۔ اور عقل بھی یہی کہتی ہے۔ کیونکہ کوئی مکان عالیشان ہو یا کوئی باغ نہایت عظیم الشان ہو کہ کل اشجار اور کل نباتات دُنیا بھر کے اس میں موجود ہوں مگر اس کے لئے ایک ایسے باغبان یا مکاندار کا ہونا ضروریات سے ہوتا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً مناسب نگرانی اس کی کرتا رہے بس اس نظام روحانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی انتظام کے ساتھ منتظم فرما دیا ہے۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا قد بیّنا لکم الآیات لعلکم تعقلون ۰ پس حدیث مجدد کا مضمون قرآن مجید کے بھی مطابق ہے۔ اور عقل انسانی بھی اسی کی مقتضی ہے۔ آگے رہا یہ امر کہ حدیث کی صحت کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے الفاظ رکیک یا غیر فصیح نہ ہوں سو آج تک جسکو تیرہ سو برس سے زیادہ ہو چکے کسی نے اس حدیث کے الفاظ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ اسکے الفاظ رکیک یا غیر فصیح ہیں۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ الفاظ وکلمات حدیث کی فصاحت اور بلاغت کا بیان کسیقدر کرینگے۔ چوتھا مرتبہ تنقیح حدیث کا اسکی اسناد کی تحقیق پر موقوف ہے۔ تو اس کے اسماء الرجال میں بھی کسی کامل محدث اور عالم فن نے کبھی جرح نہیں کی۔

کے لحاظ سے مجدد کی بعثت ہونی چاہئے۔ کسی جگہ پر اُسکے زمانہ میں تعدد بحسب مصلحت الٰہی ہوگا۔ اور کسی زمان اور مکان میں تو حد مصلحت الٰہی کا مقتضا ہوگا۔ جیسا کہ حکمت الٰہی کا اقتضا ہوگا ویسا ہی عمل میں آویگا۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں انسان کی رائے اور عقل یا علم کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ہاں البتہ عقل اس میں حیران ہے۔ کہ الفاظ رسول مقبول میں کیسی فصاحت اور بلاغت ہے۔ کہ اسپر کوئی اعتراض عقل انسانی سے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بیان سے وہ اعتراض بھی دور ہو گیا کہ جب سنہ ہجری کی صدیوں کا اول ہی ہر تجدید کے لئے ضروری ہے تو اس اصول پر مجددین کی بعثت کب واقع ہوئی۔ کیونکہ کلام نبوت میں جو حدیث کے الفاظ ہیں ان میں کہاں یہ قیود مندرج ہیں۔ بلکہ یہ قیود تو علماء کے خیال سے پیدا ہوئی ہیں۔ کجا کلام نبوت اور کجا لوگوں کے خیال یا رائے۔ سہ ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا۔
مفہوم کلی کے لئے جسقدر افراد ہوں گے۔ اپنے اپنے وقت پر وہ سب اُن مفہومات کے مصداق ہو سکتے ہیں چنانچہ ہم اسکو لفظ رأس اور مأیۃ کے معنے میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایسا نہیں چاہئے کہ اپنے ایجادی معنے کے لحاظ سے نبی کریم کے الفاظ پر اعتراض کیا جاوے۔ اور لفظ مَنْ کا کلام عرب میں واحد کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور متعدد کے لئے بھی بکثرت آتا ہے۔ وَ مِنَ النَّاس مَنْ یقول اٰمنا باللہ والیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین پس یہ اعتراض بھی رفع ہو گیا کہ مجدد کا تو حد تمام ممالک اسلامیہ میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ کلام نبوت میں عجیب وغریب طرح سے فصاحت اور بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ اُسکے اسرار و معارف کا بھی بیان کرنا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ اس جملہ میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ علی اول کل مائۃ سنۃ اور نہ ابتداء کل مائۃ سنۃ بلکہ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ ارشاد فرمایا گیا۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ رأس کے معنوں میں بڑی وسعت ہے جو لفظ اول میں ہے اور نہ ابتداء میں۔ دیکھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعثت مجدد پر بحث

از روئے قرآن کریم و احادیث نبویہ

(از قلم حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی)

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ ....

یہ آیت استخلاف کی جس طرح نبیوں کی بعثت کو بعد خاتم النبیین کے روکتی ہے اُسی طرح پر خلفاء کے آنے کو خواہ دوسرے لفظوں میں ایسے مجددین کے مبعوث ہونے کو بھی ثابت کر رہی ہے۔ جنکی بعثت سے دین اسلام کو خوف کی تبدیل امن کے ساتھ ہو جاوے اور قواعد دین اسلام میں جو کچھ تنزلزل ہوگیا ہو۔ اُن تو عدی تمکین کی جاوے۔ اور خواہ وہ مجدد و اعمال و اخلاق و خوف خدا و عبادات میں ایسا نمونہ رسول مقبول کا ہو کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا کے مصداق ہوں۔ آیت استخلاف سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ دین اسلام کو قیامت تک ایسے خلفاء یا مجددین کی ضرورت تحقیق واقع ہے۔ اور بغیر اسکے دین اسلام علی حالتہ الاصلی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اگرچہ بھی ایک صورت مظہر ہو سکتی ہے کہ لا تغیّر دین۔ بسبب ضرورت وقت خواہ ایسا شخص ایک ہو یا چند متعدد ہوں۔ اور خواہ اُس کی ضرورت کسی وقت میں واقع ہو تھوڑی مدت میں ہو یا زیادہ مدت میں۔ لیکن حدیث میں کی اکثر مدت بحکمت بالغہ صرف ایک صدی قرار دیدی گئی ہے۔ اور عند العقل یہ اکثر مدت بلحاظ تغیر

کتب لغت مثل قاموس و قطر المحیط وغیرہ وغیرہ کو دیکھو۔ راس کے معنے یہی لکھتے ہیں۔ و هو قسم برأسه ای مستقل بنفسه - ایضا و عاد الیه من رأس ای من اوله - ایضا۔ و فعلت ذالك رأسا ای ابتدائه ایضا و رأس المال اصله - ایضا والرأس ایضا اعلیٰ کل شئ - ایضا و نعدم الشئ رأسا ای بکلیة وغیرہ وغیرہ۔ حضرت افصح العرب کو معلوم تھا۔ کہ دین اسلام کل دُنیا میں شائع ہوگا اور اُسکے شیوع کے ازمنہ بھی مختلف ہونگے۔ باعتبار ابتداء کے بھی اختلاف زمانہ ہوگا۔ اور ممالک اسلامیہ بھی متعدد اور مختلف ہونگے۔ اور اُس کے شیون میں بھی باعتبار السنہ کے بہت اختلاف ہوگا۔ وکذا وکذا۔ اس لئے نہ تو ابتداء صدی کا کسی واقعہ کی ابتداء سے مثل تاریخ ہجرت سے لیا جا سکتا ہے۔ اور نہ کسی اُس ملک کی جماعت اسلامیہ سے جس میں ابتداء اشاعت اسلام ہوئی سب جگہ اُسی صدی کا ابتداء یا آخر ماخوذ ہو سکتا ہے۔ اور نہ سنین عیسوی کی تاریخ سے صدی ملحوظ ہو سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے لفظ راس لایا گیا ہے جو ابتداء اور انتہا اور وسط اور وسط کو شامل ہے۔ اور لفظ مأۃ کا مطلق بغیر کسی قید تاریخی مخصوص واقعہ کے بیان فرمایا گیا۔ جس میں نہایت درجہ کی وسعت و وسعت موجود ہے۔ کیونکہ اول تو لفظ راس ابتداء کو بھی شامل ہے اور انتہا بھی اُس میں داخل ہے اور صدی کا وسط بھی اس میں آ سکتا ہے اور صدی کا وسط بھی۔ اور صدی بھی ہر ایک ملک کی وہی لی جاویگی۔ جس میں شیوع اسلام ابتداء اُس میں ہوا ہو۔ لا غیر۔ غرضکہ اکثر مدت تجدید کی نفس صدی کے اندر اندر ہو جانا ضروری ہے۔ جس میں تجدید واقع ہوگی۔ اور جس کی مدت اقل کی کوئی حد بیان نہیں فرمائی۔ تاکہ اگر کوئی تغیر اسلامی تھوڑی مدت میں واقع ہو جاوے۔ جیساکہ صدیق اکبر کے زمانہ میں فتنہ ارتداد میں تھوڑا واقع ہوگیا۔ تو اُس کے لئے بھی تجدید اسلام کی داخل ہے۔ غرضکہ کوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغامِ صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء نمبر ۳۷

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اپنے قبیلہ کے بارہ میں

خدا کا وہ [illegible] بندہ جو مسیح اور مہدی کے نام سے ہم میں کھڑا ہوا اپنی زندگی کے پاک ایام کو گذار کر ہم سے جب رخصت ہوا تو کس کو وہم و گمان تھا کہ آپ کے بعد آپ ہی کے متبعین میں ایک گروہ غلو کی اس راہ کو اختیار کریگا۔ جو اس سے پیشتر آپ کے مکفرین و مکذبین کی مغضوب علیہم میں شمولیت کا موجب ہوا تھا۔ لیکن نہ صرف یہی کہ اس بارہ میں پیشتر سے ان نادان مخالفین و موافقین کے لئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جو خبر دے رکھی تھی اور اپنی امت کے دو ایسے گروہوں کا پتہ دیا تھا جو سابق امتوں یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلیں اور تفریط و افراط کی راہ پر گامزن ہو کر مغضوب علیہم اور الضالین میں سے قرار پائیں ان کا پورا ہونا مقدر تھا بلکہ خود حضرت مسیحؑ کو بھی ان الفاظ کو جو ہمیشہ مومنوں کو [illegible] غلو اور افراط کی پیشتر سے خبر دیکر اور اپنے متبعین کو اس سے بچنے کی نصیحت کر کے یہ بتادیا تھا۔ کہ ایک گروہ آپ کے ماننے والوں میں سے بھی ضالین کے نقش قدم پر چلنے والا ہے۔ جیسا کہ تحفہ گولڑویہ میں آپ کا یہ صاف ارشاد موجود ہے۔ کہ:-

"پس اس صورت میں بطور اشارات مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ یہود کی طرح آنے والے مسیح موعود کی تکذیب میں جلدی نہ کریں۔ اور حیلہ بازی کے فتوے تیار نہ کریں اور اس کا نام لعنتیں نہ رکھیں۔ ورنہ وہی لعنت انکی گردن پر پڑے گی۔ ایسا ہی عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں پس بلا شبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرایہ میں میری نسبت ایک پیشین گوئی ہے۔"

مکرمی مولینا مولوی عبد اللہ خان صاحب پٹیالوی نے ایک عرصہ ہوا کہ حضرت اقدس کی اس عبارت کو بعض احباب و علمائے احمدیہ محمودیہ کے سامنے پیش کرکے ان سے یہ حلفیہ شہادت طلب کی تھی کہ وہ بتائیں کہ حضرت اقدس کے ان الفاظ کے مطابق کون فریق ہے جو ضالین کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اس کا جواب علمائے محمودیہ نے تو کیا دینا تھا۔ انکے نام نہاد سرکاری الفضل نے ان سب کا قائم مقام ہو کر حسب عادت ایک نئی لغت تراشی اور ضال کے معنے درجہ کو گم کرنے والا بتاکر اسے ہم پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ہمیں اس سے مطلب نہیں۔ کہ الفضل کا یہ بیان صاحبان علم و عقل کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے۔ بلکہ ہم ایک اور پہلو سے اس کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود حضرت مسیح موعود نے بھی آیا اس کی کوئی تصریح کہیں کی ہے یا نہیں۔ کہ یہ غلو کرنے والے کون لوگ ہونگے۔ جاؤ اور آپ کی کتاب انجام آتھم کا صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ پڑھکر دیکھو کس قدر صاف الفاظ میں آپ لکھتے ہیں کہ

"وان عشیرتی سیرجعون مرۃ اخری الی الفساد ویزدادون فی الخبث والعناد فینزل یومئذ الامر المقدر من رب العباد۔ لاراد لما قضی ولا مانع لما اعطی وانی اراھم انھم قد مالوا الی سیرھم الاولی وقست قلوبھم کما ھی عادۃ الموتی ونسوا ایام الفزع وعادوا الی التکذیب والطغوی فسینزل امر اللّٰہ اذا ذا ھم بیزایدون۔ وما کان اللّٰہ لیعذب قوماً وھم یخافون۔ (ترجمہ فارسی) بہ تحقیق قبیلہ من عنقریب بار دیگر بسوئے فساد رجوع خواہند کرد و در خبث و عناد ترقی خواہند نمود۔ پس آں روز امر مقدر از خدا تعالیٰ نازل خواہد شد [illegible] من سے بینم کہ اوشاں سوئے عادتہائے پیشین میل کردہ اند۔ و دلہائے شاں سخت شد۔ چنانکہ عادت جاہلاں است و ایام خوف را فراموش کردند۔ و سوئے زیادتی و تکذیب عود نمودند پس عنقریب امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد۔ چوں خواہم دید کہ ایشاں در غلو خود زیادت کردند و خدا قومے را عذاب نے کند چوں بے بیند کہ ایشاں می ترسند۔"

یہ غلو میں زیادتی کرنے والے قبیلہ والوں کے بارہ میں صاف پیشین گوئی ہے جو کسی حاشیہ کی محتاج نہیں۔ پہلا فتنہ تو حضرت مسیح موعودؑ کے رشتہ داروں سے دربارہ نکاح اٹھا۔ اب دوسرا غلو کی زیادتی کے باعث تکذیب کرنے سے تھا اور ہمارے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے قبیلہ سے ظاہر ہو کر حضرت صاحب کی اس تحریر کی صداقت ثابت کر رہا ہے۔ اور نہ اسکے علاوہ حضرت صاحب کے قبیلہ سے اور کوئی فتنہ ظاہر نہیں ہوا بقول میاں اکمل قریبا سارا قبیلہ جو نکاح کے معاملہ میں فتنہ پرداز تھا اب محمودی فرقہ میں شامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب دوسرا فتنہ غالی رشتہ داروں سے اٹھا جنہوں نے حضرت صاحب کی اصل تعلیم کی تکذیب کرکے اس میں زیادتی اور غلو ملا دیا۔ اور محض دنیاوی شان و شوکت کے حصول کے لئے گدی جمانے کی فکر میں جاہلوں کی عادات اختیار کر لی۔ اور ان کے دل سخت ہو گئے۔ جو لوگ غالی فرقہ کے بانی اور اسکے مشیران خاص۔ ناصر۔ اسحاق وغیرہ کی عادات سے واقف ہیں وہ حضرت صاحب کے ان کلمات کی سچائی کی شہادت دے سکتے ہیں جو صاف ثابت کرتے ہیں کہ تحفہ گولڑویہ کی مندرجہ بالا عبارت میں جس غلو کرنے والے گروہ کی خبر دی تھی وہ خود آپ کے قبیلہ ہی کے متعلق تھی اور ہیں۔

کیا غالیان محمود اس سے متنبہ ہو کر اس فتنہ و فساد سے محترز نہ ہوں گے؟

دسہرہ میں قرآن کریم کی بے حرمتی

یوں تو اسوقت ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی جو لہر دوڑ رہی ہے جس عاجلانہ سابقت کے ساتھ مسلمانان ہند نے اپنے ہم وطنوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے وہ اس میں شک نہیں کہ بہت ہی خوش آئیند اور نہائت درجہ کار آمد ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس سابقت کے باوجود آئے دن جو کچھ مضرات پیدا ہو رہی ہیں اور بعض جاہل اور کوتاہ اندیش ہندوؤں کی طرف سے جس قسم کا بیدردانہ سلوک مسلمانوں کے ساتھ انکے مذہب کے اوپر انکے جذبات دینیہ سے روا رکھا گیا ہے۔ اور آئے دن روا رکھا جاتا ہے اسنے ناقابل برداشت پاکر برادران وطن کے حد درجہ تمرد کے ساتھ خود مسلمان لیڈروں کی بھی غلط کاری کا شکوہ مصیبت زدگان کی کی زبانوں پر جاری ہو۔ تو اسے چنداں بیجا نہیں کہا جاسکتا شاہ آباد کے مظلومین کی پر درد داستان گو ہم نے اپنے ناظرین کو آجتک نہیں سنائی لیکن ایسے اہم واقعہ سے امید نہیں کہ کوئی فرد بشر بھی بے خبر رہ گیا ہو۔ اور اس نے وہاں کے ہندوؤں کے جور و ستم اور مسلمانوں کی بے کسی و خانماں بربادی پر جو عید قربان کے موقعہ پر گائے کے عوض فرزندان ملت بیضا کے خون کی صورت میں برپا ہوئی آٹھ آٹھ آنسو نہ بہائے ہوں۔ یہ اور اس قسم کے واقعات تو ہر آئے سال پیش آتے ہی ہیں۔ گو امسال باوجود ہندو مسلم اتحاد کے شور و غوغا کے انکی عظمت بہت ہی بڑھ گئی۔ لیکن یہ بات اس سے پہلے سننے میں نہ آئی ہوگی کہ برادران وطن نے مسلمانوں کے اجسام پر حملہ آور ہو کر انکے خون بہانے پر اکتفا نہ کرکے ان کی جان سے بھی پیاری کتاب قرآن کریم کی وہ بیحرمتی کی ہو۔ جو گذشتہ دسہرہ کے موقعہ پر نواب گنج ضلع بریلی میں واقعہ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں دسہرہ کے ہں کا غذی بت پر جو آخری دن جلایا جاتا ہے جو کاغذ صرف ہوئے وہ کوئی معمولی ردی کاغذ نہیں بلکہ خود قرآن کریم کے اوراق مقدسہ تھے۔ ہم حیران ہیں کہ برادران وطن نے بایں ہمہ شور و غوغا اور اتحاد و اتفاق کی پر جوش صداؤں کے ایسے نازک وقت میں کیونکر اپنی ہمسایہ قوم کے دلوں کو یوں بیدردی کے ساتھ اس موقعہ پر جلانے کی سعی کی۔ دوسرے دن اسکی راکھ میں سے جمع کئے گئے جو وہاں جمع ہو چکی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ حکام نے اس موقعہ پر خاموش رہنے کے بجائے ملزمین پر مقدمہ چلاکر غریب مسلمانوں کے دلوں پر مرہم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔ جو آئیندہ سب کے

مسلمانوں کی شدید ترین مذہبی ضرورت

اب عنوان سے ایک مضمون ہمارے عام مذہبی بعض [illegible] سے شائع ہوا ہے۔ جسمیں بعض اخبارات میں بھی یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ صاحب وزیر ہند کے ورود ہندوستان پر دیگر مطالبات کے ضمن میں یہ بھی ایک عرضداشت پیش ہونی چاہئے کہ مسلمانان ہندوستان کے مذہبی امور کے تصفیہ کے لئے ایک خاص شیخ الاسلام مقرر کیا جائے۔ جسکے ماتحت ہر ضلع میں ایک عدالت قائم کی جائے۔ جہاں ایک مسلمان قاضی کے سپرد جسکے اختیارات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے برابر ہوں۔ مقدمات پیش ہوں غرض تصفیہ پیش ہوں۔ اس کے بعد آخری فیصلہ کے لئے شیخ الاسلام سے رجوع کیا جائے۔ جسکے سامنے تمام ایسے مقدمات کی اپیلیں پیش ہونگی۔ اس میں شک نہیں کہ تجویز نہائت ہی اہم ہے۔ لیکن مسلمانان ہند کے موجودہ تعصب آمیز اختلاف و انشقاق سے یہ امید کرنا فضول ہے کہ یہ کچھ نتیجہ خیز بھی ہوگا بالفرض اگر یہ تجویز منظور بھی ہو جائے۔ تو کیا وہ علماء جو ایک ذرا اختلاف پر ایک دوسرے فریق پر فتوے بازی کرنے سے نہیں جھجکتے اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح سے فریق مخالف کو لپس زندہ ہی چھوڑیں کچھ اختیار ملجانے پر کیا کچھ نہ کرینگے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ لکھنو کے جلسہ علماء نے جو اس قسم کی دیگر تجاویز پر غور کرانے اور صاحب وزیر ہند کی خدمت میں ایڈریس پیش کرنے کی غرض سے منعقد ہوا تھا۔ اس تجویز کو باوجود پیش ہونے کے مسترد کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ افسوسناک امر یہ ہے کہ پیش کرنے والی پارٹی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ مسلمان قاضی اور شیخ الاسلام [illegible] مقرر ہو جائیں تو وہ قانون گورنمنٹ کے خلاف کوئی تصفیہ نہیں کر سکتے پس سب سے پہلے غور طلب وہ قوانین ہیں جو شرع محمدی کے نام سے موجود ہیں وہ شریعت کا جزو لاینفک سمجھے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کا اسلامی احکام سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ مثلاً عورت و مرد کے حقوق ہیں ایک کو دوسرے پر [illegible] و برتری دی گئی ہے۔ مرد کو جو آزادی عورت پر حاصل ہے [illegible] ہے اور عورت کو اس کے مقابل پابند زنجیر کر دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے غور کرنا چاہئے کہ یہ کہاں تک جائز ہے۔ اور لائق توجہ ہے مگر افسوس ہے کہ اس طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ [illegible] کوشش کی جاتی تو محض ایک امر کی توجہ ہی کافی ہوتی کیا مسلمانان ہند پسند کرتے ہیں۔ کہ عدالتیں اور قاضی تو مقرر ہوں۔ شیخ الاسلام بھی ایک ان پر متمکن ہو لیکن حقیقت اسکے نیچے کوئی نہ ہو۔ کیونکہ ہونا یہی ہے۔ جس کی قانون اجازت دے اسلئے قانون کو بدلوانے کی کوشش کرنی چاہئے [illegible]

اخبار احمدیہ

حضرت مولینا صدرالدین صاحب کا لیکچر وفات حیات مسیح پر

گذشتہ اتوار [illegible] کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت مولینا صدرالدین صاحب نے حیات و وفات مسیح پر ایک عام لیکچر دیا جس میں آپ نے پہلے عیسائی اور [illegible] معتقدات کو بیان کرکے بتایا کہ انکا کس قدر اثر انکے اعمال پر پڑتا ہے مثلاً کفارہ کا عقیدہ جسکا لازمی نتیجہ ہے کہ کل انسانوں اور خود انبیائے کرام کو بھی نعوذ باللہ گنہگار مانا جائے یا الہام کا شروع دنیا میں ہی ہو کر آگے بند ہو جانا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ کل نبیوں کو نعوذ باللہ مفتری قرار دیا جائے اسکے خلاف آپ نے بتایا کہ اسلام جن باتوں کو ہمارے معتقدات و ایمانیات میں داخل کیا ہے ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں کہ جس سے کسی صداقت کا انکار لازم آتا ہو۔ اسکی تشریح کرنے کے بعد آپ نے مسئلہ حیات و وفات مسیح پر روشنی ڈالی اور قرآن کریم سے [illegible] ثابت کرتے ہوئے انجیل اور پھر احادیث نبویہ سے بھی اسکا ثبوت دیا آپ نے انجیل کے اپنے الفاظ سے یہ دکھایا کہ کیونکر وہ باوجود حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کے اسکے بند رہنے اور مشابہ بالمصلوب ہونے کے مؤید ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح بھاگ کر کسی اور مقام کو چلے گئے اسی ضمن میں آپ نے اس خیال کی [illegible] کیا بلحاظ حیثیت ہے اور کیا بلحاظ واقعات و ادلہ سے ثابت کیا جو حضرت مسیح کی [illegible] کے ملنے بمشکل ہو کر پھانسی ملجانے اور حضرت مسیح کے آسمان کو اٹھ جانے کے متعلق مشہور ہے لیکچر ہر طرح سے جامع تھا ہمیں آخر میں آپ نے مسلمانوں [illegible] کو بتایا ہیں کہ ایک پادری کے بالمقابل حیات مسیح کے اعتقاد کے ہوتے ہوئے وہ کیونکر آنحضرت صلعم کی فضیلت حضرت مسیح پر ثابت کر سکتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی اگر حضرت مسیح جو نبی اللہ ہیں دوبارہ آسکتے ہیں تو آنحضرت صلعم خاتم النبیین کیسے رہے وہ تو حضرت مسیح ہی خاتم النبیین ہوئے [illegible] لغو ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں آکر امت محمدی [illegible]

جلد ۵ | [illegible] المسیح لاہور چہارشنبہ مورخہ ۲۸ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۱۷ | نمبر ۳۷

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ

متفرق سوالات او جوابات

حق و باطل فرمایا حق اپنے زور اور قوت سے چلتا اور اُسکے ساتھ باطل بھی ضرور چلتا ہے لیکن باطل اپنی قوت اور طاقت سے نہیں چلتا بلکہ حق کے پرتو سے چلتا ہے کیونکہ حق چاہتا ہے کہ ساتھ ساتھ کچھ کچھ باطل چلے تاکہ تمیز ہو دکاذبوں اور منکروں کے وجود سے بہت سی تحریکیں ہو جاتی ہیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دن ہی سارا مکہ آمنا و صدقنا کہکر ساتھ ہو لیتا تو پھر قرآن شریف کا نزول اسی دن بند ہو جاتا اور وہ اتنی بڑی کتاب نہ ہوتی۔ جس جس قدر زور سے باطل حق کی مخالفت کرتا ہے اسی قدر حق کی قوت اور رفتار تیز ہوتی ہے۔ زمینداروں میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ جتنا جیٹھ ہاڑ تپتا ہے اسی قدر ساون میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک قدرتی نظارہ ہے۔ حق کی جسقدر زور سے مخالفت ہو اسی قدر وہ چمکتا اور اپنی شوکت دکھاتا ہے۔

ہم نے خود آزما کر دیکھا ہے کہ جہاں جہاں ہماری نسبت زیادہ شور و غل ہوا ہے وہاں ایک جماعت تیار ہو گئی اور جہاں لوگ اس بات کوسن کر خاموش ہو جاتے ہیں وہاں زیادہ ترقی نہیں ہوتی۔ فتح کے لئے اول لڑائی کا ہونا ضروری ہے۔ اگر لڑائی نہ ہو تو فتح کا وجود کہاں سے آئے پس اسی طرح اگر حق کی مخالفت نہ ہو تو اس کی صداقت کس طرح کھلے۔

قصر نماز نماز کے قصر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ جو شخص یہاں آتے ہیں وہ قصر کریں یا نہ فرمایا جو شخص تین دن کے واسطے یہاں آوے اُس کے واسطے قصر جائز ہے۔ میری دانست میں جس سفر میں عزم سفر ہو پھر خواہ وہ تین چار کوس ہی کا سفر کیوں نہ ہو۔ اُس میں قصر جائز ہے۔ یہ ہماری سیر سفر نہیں ہے ہاں اگر امام مقیم ہو تو اسکے پیچھے پوری ہی نماز پڑھنی پڑیگی۔ حکام کا دورہ سفر نہیں ہو سکتا۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے باغ کی سیر کرتا ہے خواہ مخواہ قصر کرنے کا تو کوئی وجود نہیں۔ اگر دوروں کی وجہ سے انسان قصر کرنے لگے۔ تو پھر یہ دائمی قصر ہوگا۔ جس کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے حکام کہاں مسافر کہلا سکتے ہیں۔ سعدیؒ نے بھی کہا ہے۔

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوابگاہ ساخت

باجا اور آتشبازی نکاح پر باجا بجانے اور آتشبازی چلانے کے متعلق سوال ہوا فرمایا۔ ہمارے دین میں دین کی بنا یُسر پر ہے۔ عُسر پر نہیں۔ اور پھر انما الاعمال بالنیات ضروری ہے۔ باجوں کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اعلان نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے کیونکہ اکثر دفعہ نکاحوں کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے اور پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو جو فسق و فجور کا موجب ہو۔ رنڈی کا تماشا آتشبازی فسق و فجور اور اسراف ہے۔ یہ جائز نہیں۔ باجے کے ساتھ اعلان پر پوچھا گیا کہ جب برات لڑکے والوں کے گھر سے چلتی ہے کیا اسی وقت سے باجا بجتا جاوے یا نکاح کے بعد فرمایا ایسے سوالات اور جزوی در جزوی نکالنا بیفائدہ ہے۔ اپنی نیت

اور اگر یہ غرض ہے کہ نکاح کا صرف اعلان ہو تو اگر گھر سے بھی باجا بجتا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اسلامی جنگوں میں بھی تو باجا بجتا ہے وہ بھی ایک اعلان ہی ہوتا ہے۔

زیوروں میں ملاوٹ ایک زرگر کی طرف سے سوال ہوا کہ پہلے ہم زیوروں کی مزدوری کم لیتے تھے اور ملاوٹ ملا دیتے تھے۔ اب ملاوٹ چھوڑ دی ہے اور مزدوری زیادہ مانگتے ہیں۔ تو بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ ہم مزدوری وہی دینگے۔ جو پہلے دیتے تھے۔ تم ملاوٹ ملاؤ۔ ایسا کام ہم اُن کے کہنے سے کریں یا نہ کریں۔ فرمایا۔ کھوٹ والا کام ہرگز نہیں کرنا چاہئے اور لوگوں کو کہدیا کرو کہ اب ہم نے توبہ کرلی ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں کہ کھوٹ ملا دو۔ وہ گناہ کی رغبت دلاتے ہیں پس ایسا کام اُن کے کہنے پر بھی ہرگز نہ کرو۔ برکت دینے والا خدا ہے۔ اور جب آدمی نیک نیتی کے ساتھ ایک گناہ سے بچتا ہے تو خدا ضرور برکت دیتا ہے۔

اسقاط پھر سوال ہوا کہ ملا لوگ مُردہ کے پاس کھڑے ہو کر اسقاط کراتے ہیں۔ کیا اس کا کوئی طریق جائز ہے۔

فرمایا اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ ملاؤں نے ماتم اور شادی میں بہت سی رسمیں پیدا کرلی ہیں یہ بھی اُن میں سے ایک ہے۔

جھوٹے گواہ بنانا ایک مختار عدالت نے سوال کیا۔ کہ بعض مقدمات میں اگرچہ وہ سچا اور صداقت پر ہی مبنی ہو مصنوعی گواہوں کا بنانا کیسا ہے۔ فرمایا:- اول تو اس مقدمہ کے پیروکار بنو جو بالکل سچا ہو۔ یہ تفتیش کرلیا کرو۔ کہ مقدمہ سچا ہے یا جھوٹا پھر آپ آپ ہی فروغ حاصل کردیگا۔ دوم۔ گواہوں سے آپ کا کچھ واسطہ ہی نہیں ہونا چاہئے۔ یہ موکل کا کام ہے۔ کہ وہ گواہ پیش کرے۔ یہ بہت ہی بڑی بات ہے۔ کہ خود تعلیم دی جاوے۔ کہ چند گواہ تلاش کرلاؤ۔ اور اُن کو یہ بات سکھاؤ۔ تم خود کچھ بھی نہ کہو۔ موکل خود شہادت پیش کرے۔ خواہ وہ کیسی ہی ہو۔

مصلحت وقت اور سچی بات کا چھپانا پھر سوال ہوا۔ کہ بعض باتیں واقع میں صحیح ہوتی ہیں۔ مگر مصلحت وقت اور قانون اُنکے اظہار کا مانع ہوتا ہے تو کیا ہم لا تکتموا الشہادۃ کے موافق ظاہر کردیا کریں۔

فرمایا یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب آدمی آزاد بالطبع ہو۔ دوسری جگہ یہ بھی تو فرمایا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ قانون کی پابندی ضروری شے ہے جب قانون روکتا ہے تو رکنا چاہئے جبکہ بعض جگہ اخفاء ایمان بھی کرنا پڑتا ہے تو جہاں قانون بھی مانع ہو وہاں کیوں اظہار کیا جاوے۔ جس بات کے اظہار سے خانہ بربادی اور تباہی آتی ہو۔ وہ اظہار کرنا منع ہے۔

آتشبازی پر کچھ اور آتشبازی کے متعلق فرمایا کہ اسمیں ایک جزو گندھک کا بھی ہوتا ہے اور گندھک وبائی ہوا صاف کرتی ہے چنانچہ آجکل طاعون کے ایام میں مثلاً انار بہت جلد ہوا کو صاف کرتا ہے اگر کوئی شخص صحیح نیت اصلاح کے واسطے ایسی آتشبازی جس سے کوئی خطرہ نقصان کا نہ ہو چلاوے تو ہم اسکو جائز سمجھتے ہیں مگر یہ شرط اصلاح نیت کے ساتھ ہو کیونکہ تمام نتائج نیت پر مترتب ہوتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ صحابی نے گھر بنوایا اور آپکو مجبور کیا کہ آپ اس میں قدم ڈالیں آپ نے اس مکان کو دیکھا اسکے ایکطرف کھڑکی بھی

کہ آپ نے کیوں اسطے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اذان سننے کیواسطے رکھی نیت رکھتا تو ہوا تو آ ہی جاتی اور تیری نیت کا ثواب بھی تجھے مل جاتا۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ میں عید ضحیٰ کی شاندار تقریب

برادران! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عید ضحیٰ امسال انگلستان کی اسلامی برادری نے جمعرات ۲۷ ستمبر کو منائی عیدیوں تو جہاں کہیں بھی اسلامی کنبہ کے عناصر پھیلے ہوئے ہیں ایک یوم سعید مبارک ہے لیکن انگلستان یا دوسرے لفظوں میں مغربی ساری دنیا میں اس اسلامی تیوار کا منایا جانا خاص معنی رکھتا ہے اسکے معنے یہ ہیں کہ اسلام ایک زندہ مترقی اور پُر عظمت طاقت ہے جو دنیا کے کسی خاص حصہ یا انسانی جماعت کے کسی خاص فرقہ کی ملکیت نہیں بلکہ عالم کے عرض و طول پر حاوی ہے شرق و وسط یورپ میں ہمیشہ اسلامی جماعت کا ایک معتدبہ حصہ ساکن ہے۔ اور اگر کوئی گوشہ ایسا جہاں کا دور دورہ ہونا باقی تھا تو ووکنگ کی گذشتہ چار سال کی عیدوں نے اس کی تلافی کردی ہے۔ انگلستان کی اسلامی آبادی میں عید کا خیر مقدم اس جوش سے کیا جاتا ہے جیسا کہ عیسائی طبقہ میں کرسمس کا۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ اول الذکر موقعہ پر پروردگار عالم کے پرستار اپنی گردنیں خم کرتے ہیں اور آخر الذکر موقعہ پر لوگ اپنے معمولی مذہبی فرائض سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں۔

عید کارڈ ۲ ہفتہ سے ارسال کردیئے گئے۔ اور بعض احباب بدھ کی شام سے ہی رونق افروز ووکنگ ہو گئے تھے جمعرات کی صبح کو میوریل ہوس کا مجاز مسلمین و مسلمات سے پُر ہو گیا۔ . . . . مجمع ٹھیک ۱۱ بجے خواجہ صاحب کی امامت میں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ **خطبہ عید** حج کے فضائل اور خصائص سے مملو تھا اور انشاء اللہ نومبر کے ریویو میں مکمل شائع ہوگا۔ ظہر کے قبل عید لنچ نوش فرمایا گیا حاضرین کی تعداد جس میں غیر مسلم بھی شامل تھے سو سے اوپر تھی ظہر اور عصر کے درمیان جناب خواجہ صاحب نے ایک مختصر سا لکچر بعض احباب کے اصرار پر اسلام کے فضائل پر دیا جو بہت پسند کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان چائے کے بعد چند احباب رخصت ہو گئے لیکن شام کے کھانے پر مجمع خاصہ تھا۔ اس مبارک یوم کے اختتام پر مسٹر رچرڈسن جن کا اسلامی نام عمر ہے نے قبول اسلام فرمایا۔ اس کا اعلان قبل ازیں جناب کی خدمت میں ارسال ہو چکا ہے۔ عشاء کے بعد جملہ بھائی اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے ہوئے رخصت ہوئے اس ذات معبودیت نشان کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس اسلامی کنبہ کو بیش از بیش مذہبی و دنیوی ترقی ہو آمین!

خاکسار۔ عبد القیوم ملک

ووکنگ مورخہ ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء

عالم نسواں

الرجال قوامون علی النساء

(خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ای۔ اے۔ سی کے قلم سے)

آسان نہ پیدہ ایم گل چوں حنا
خون گشتہ ایم دوست نگارے گرفتہ ایم

بعض دفعہ انسان اپنی خیالی دوڑ میں اس قدر بڑھ جاتا ہے۔ کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا۔ کہ اس کا مرکز کس قدر دور رہ گیا ہے۔ اور وہ جہاں تک چلتے جا رہا ہے۔ وہ کتنی دور ہے۔ اور اس میں کس قدر مشکلات ہیں۔ چونکہ پہلے مرکز سے ایسا شخص دور نکل آتا ہے۔ اور اگلا مقام نزدیک نہیں ہوتا اس واسطے یا تو وہ راہ ہی میں تھک کر رہ جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتا ہے کہ یہی اصل مرکز ہے اور یا پیچھے مڑتا ہے۔ اور یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ دراصل کوئی مقام مرکزی حیثیت نہیں رکھتا۔

یورپ کی مختلف ہواؤں سے رفتہ رفتہ ہندوستان والوں کے خیالات میں بھی تغیر ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ بعض دفعہ دوسروں کے طریقے بوجہ جدت طرازی کے جلد باز نگاہوں میں موزوں اور مفید معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی کشش ہے۔ جس سے بہت لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے جب ہندوستان کے بعض نکتہ رس لوگوں نے دیکھا۔ کہ یورپ کی عورتیں بمقابلہ ایشیائی عورات کے اس قدر آزادی سے بھرتی اور بظاہر خود مختار معلوم ہوتی ہیں۔ اس واسطے ان کے دلوں پر یہ صدمہ ہوا کہ ہندوستانی مستورات اس منصب یا اس حق جائز سے محروم کی گئی ہیں۔ چونکہ ایسے لوگ کچھ نہ کچھ مذہب رکھتے ہیں۔ اس واسطے سب سے پہلی روک جو انہیں مزاحم ہوئی وہ مذہب تھا بضرورت اس امر کی محرک ہوئی۔ کہ مذہب کے احکام اگر سہولت سے نظرانداز نہ ہو سکیں۔ تو اپنے خیال کی تائید میں اُن کی تاویل کی جائے۔

کثرت ازدواج کے متعلق بعض بڑے بڑے عقیل لوگوں نے بھی زور مارے اور قرآنی آیات کی تاویل اور تعبیریں کوششیں کیں۔ لیکن جب تک قرآن ہے۔ ان صریح آیات اور اصول اسلاف اسلام کی تاویل کیا ہو سکے اگرچہ بعض وقت تعبیر میں قیاس بھی کام دے جاتا ہے۔ مگر اس حالت میں جب قرآن تعبیر کے احاطے سے باہر نہ جائے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے۔ کہ کثرت ازدواج سے بد اولاد پیدا ہوتی ہے اس کی نسبت جواب کا منشا ہے۔ حالانکہ وہ خود بھی اُن بزرگوں کی اولاد میں سے تھے۔ جو کثرت ازدواج کی برکات ہی کا اثر تھے۔ بعض اوقات اس قسم کی بھی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔ بعض مسلمانوں میں کشادہ دلی اس درجہ تک بڑھ گئی ہے۔ کہ دوسرے لوگوں سے کوئی اعتراض منکر فوراً ہاں میں ہاں ملا کر اس کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ کہ جس طرح سے ہو سکے اصل حصہ ہی سے انکار کیا جائے۔ یہ کشادہ دلی دن بدن مسلمانوں کو ذلت کا کوچہ دکھا رہی ہے۔ خودداری روز بروز بہت بڑھتی جاتی ہے۔ ہم دوسرے کے خوش کرنے کے واسطے اپنے مرکز سے بالکل دور ہٹ جانا بھی نامناسب خیال نہیں کرتے بلکہ اپنی اس تعبیر پر ناز کرتے ہیں۔

ہر چہ باد اباد ما آں زلف سودائے کنم
نا امید سود نہ بیم زیاں داریم ما

ایک دوست نے ایک دن کہا کہ آیت مندرجہ عنوان سے ظاہر ہے کہ عورتوں کا درجہ اسلام کم سمجھتا ہے۔ اور مردوں کے برابر جگہ نہیں دیتا اور یہ بات عقل اور تہذیب کے خلاف ہے۔ میں یہ سن کر خاموش رہا۔ زیادہ تر اس واسطے کہ کچھ کچھ میں بھی یورپ دیکھ چکا ہوں۔ میری نگاہوں سے بھی یورپ کی عورتوں کی آزادی اور خود مختاری کا نقشہ گزر چکا ہے اور میں بھی ایک تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق اندازہ لگا چکا ہوں کہ یورپ کی عورتیں کس قدر حقوق رکھتی اور ان کی آزادی کس خوش اسلوبی سے گزرتی ہے۔ قبل اس کے کہ میں آیت مندرجہ عنوان کی بابت کچھ بحث کروں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ یورپ کی غریب یا تیسرے درجہ کی عورتوں کی زندگی کی کیا کچھ کیفیت ہے۔ کوئی انہیں تھیٹروں میں بیٹھے اور ٹرین پر چڑھا ہوا نہ دیکھے انہیں دیکھے دکانوں۔ کارخانوں میں جا کر اور پھر کے کہ اُن کی زندگی کس مشکل سے گزرتی ہے۔ یہ صنف نازک ۷-۸-۹-۱۰ اور ۱۱ شلنگ ہفتہ پر ۸-۹-۱۰-۱۱ گھنٹے تک برابر کام کرتی ہیں۔ کام کر کے گھر میں جاتی ہیں۔ تو ماں باپ بھی اُن سے بعض دفعہ روٹی کی قیمت اور گھر کا کرایہ لے لیتے ہیں صدہا عورتیں بوجہ نہ ملنے خاوندوں کے اپنی زندگی کے دن گویا مصیبت میں کاٹ رہی ہیں۔ فیشن کی وجہ سے نہ انہیں کوئی خاوند ملتا ہے۔ اور نہ زندگی

صبح ہی صبح روزی کی خاطر رہنے والوں کی جرابیں اور رومال دھوتی ہیں۔ اور انہیں غریبوں کو پیشاب کا برتن بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

خود روٹی تیار کرتی ہیں۔ اور خود ہی سودا بھی لاتی ہیں۔ روزی انہیں مجبور کرتی ہے۔ کہ رہنے والوں کی خدمت کریں۔ اور اُن کی کسی تکلیف کی باعث نہ ہوں انہیں دیکھ کر ایک غور کرنے والا دل و دماغ افسوس کرنے کے سوا نہیں رہ سکتا بیشک اتوار کے دن انہیں رخصت ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی کھانا پینا اور کھلا کر تھیٹروں میں بھی چلی جاتی ہیں۔ مگر دن بھر جو کچھ ان کی گت ہوتی ہے۔ انہیں دیکھ سکتی ہیں۔ اگر یہاں کی سراؤں میں کوئی کسی بھٹیارن سے یہ کہے کہ یہ پیشاب والا باسن تم ہی اٹھاؤ۔ تو وہ کبھی بھی قبول نہ کرے۔

میری رائے میں یورپین عورتوں کی یہ ہمت ہے کہ وہ اس قدر کام کرتی ہیں۔ اور پھر اُف نہیں کرتیں۔ یہاں کی غریب سے غریب عورت بھی اس قدر کام نہیں کرتی۔ اور طرفہ یہ کہ باوجود اس محنت و مشقت کے بھی ان عورتوں کو کوئی حق حاصل نہیں۔ بیشک سیر کر لیا کرے۔ تھیٹر میں چلی جایا کرے۔ ٹرین میں سوار ہو لے۔ مگر مال و متاع پر نظر بھی نہیں کر سکتی۔ وہ سب خاوند کا مال ہے۔ ایک طرف رکھو اس آزادی کو اور دوسری طرف رکھو اس حقوق کشی کو پھر کہو۔ کہ دونوں میں کیا کچھ نسبت ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

اب بھی اگر قوامون علی النساء کا مطلب نہ سمجھ آئے تو کون سمجھائے جن قوموں خصوصاً مسلمانوں میں یہ آیت مانی جاتی ہے۔ اُن کی عورتوں کی حالت باوجود اس قدر ادبار کے بھی حقوق کے بارے میں صد ہا یورپین مستورات سے اچھی ہے۔ جہاں خاوندوں کے ساتھ بنتی ہی نہیں۔ وہاں بھی وہ اپنے اثاثہ کی جداوارث ہیں۔ یہ جدا بات ہے۔ کہ کوئی نصیبوں کی ماری کسی جلاد خاوند کی خود غرضیوں کا شکار ہو چکی ہو۔

ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہاں بھی بہت سی عورتوں اور مردوں کی نہیں بنتی۔ مگر کیا یورپ اس سے خالی ہے۔ وہاں بہت کچھ جوتیوں میں دال بٹتی ہے۔ یورپ کے ایک شہر میں طلاق کا اسٹامپ کم ہونے پر تین مہینے کے اندر ۷ ہزار عورتوں اور مردوں کی جانب سے طلاق کے دعوے دائر ہوئے تھے۔ اس سے آپ یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ یورپ میں بھی عورات کی کیا کچھ کیفیت ہے۔ اگر خاوندوں کے عموماً موافقت ہوتی ہے۔ تو یہ ۷ ہزار کی چاند ماری کس بات کا نتیجہ ہے

شکوہ ہا از باد دردل مے برم
از گلے صد خار در دل مے برم

فرانس میں ایک لیڈی سے معقد نکاح کا ذکر اتفاقاً چل پڑا کہنے لگے۔ ایک فرنچ لیڈی نکاح پر مستعد ہے۔ میں یہ بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ میری پہلے بھی ایک بیوی ہے۔ اور اولاد بھی ہے۔ اس پر بھی اب تک مصر ہے اور یہ جواب دیتی ہے۔ میری زندگی پھر بھی اچھی گذرے گی۔

یہ تکلیفات ہیں۔ جن کی وجہ سے بعض وقت یورپین لیڈیاں دیسیوں کے ساتھ نکاح کر لیتی ہیں۔ ممکن ہے کہ محبت والنس بھی ہو۔ مگر اکثر یہ تکلیف بہت کچھ محرک ہوتی ہے۔ فیشن نے یورپ کے بعض افراد خصوصاً غربا کو تباہ کر دیا ہے۔

اب سنو آیت مندرجہ عنوان کی تفسیر اور ضرورت آپ کریم فرماتے ہیں

"مرد عورتوں پر قائم کئے گئے ہیں"۔
قائم کرنے کے ایک معنی نہیں ہیں

(الف) مرد عورتوں کے سردھرے ہیں۔
(ب) مرد عورتوں کی خبرگیری کرتے ہیں
(ج) مرد عورتوں کا سہارا ہیں۔
(د) مرد عورتوں سے بہت ہی باتوں میں توانا اور قوی ہیں۔
(ہ) مردوں کے قوائے اور عورتوں کے قوائے میں فرق ہے
(و) مردوں اور عورتوں کے فرائض جداگانہ ہیں۔
(ز) عورتیں مردوں کی تسکین اور خانہ آبادی کا موجب ہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں۔ جن سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ نہ تو مرد انکار کر سکتے ہیں۔ اور نہ عورتیں منکر ہو سکتی ہیں۔ جن ڈاکٹروں نے مردوں اور عورتوں کے دماغوں اور دلوں کا معائنہ کیا ہے۔ اُن کی رائے یہ ہے۔ کہ مردوں اور عورتوں کی قوتوں میں فرق ہے اور عورتوں کی قوتیں کمزور ہیں۔ بیشک عورتوں کو بھی خدا نے وہی قوتیں دی ہیں۔ جو مردوں کو دے رکھی ہیں۔ لیکن پیمانہ اور وزن میں فرق ہے۔ اور کاروبار میں بھی امتیاز ہے

ہزاروں سالوں سے دنیا میں کشت کاری ہو رہی ہے اور دنیا کا بہت سا حصہ یہی کاروبار کر رہا ہے۔ اور ہر ملک یہ شغل رکھتا ہے۔ کبھی دیکھا بھی کہ کس قدر عورتیں ہل چلاتی ہیں۔ اور کس قدر مرد فی صد کیا فی لاکھ بھی دس پانچ عورتیں ایسی نہیں نکل سکتیں۔ یہ کیوں۔ اس واسطے کہ یہ عورتوں کا یہ کام نہیں یا وہ اس قابل نہیں ہیں۔

(الاسلام اور جنگ ... مردوں کی زیادہ ترجمہ لیتے ہیں)

کر رہی ہے۔

ایک طرف تو اُن عورتوں کو صنف نازک پر خوشی خوشی جگہ دیتے ہیں اور اُن کی بے بسی پر صنف نازک ہی کہ کر دلائل لاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں تو توں اور ہمت و حوصلہ میں مردوں کے برابر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے۔ تو کبھی مردوں کو کیوں صنف نازک نہیں کہتے اگر مردوں اور عورتوں کی ایک ہی حالت ہے تو انہیں بھی یہ خطاب دیکر دیکھ لو۔ بعض لوگ غور نہیں کرتے۔ ورنہ انہیں ایسے اعتراض کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے بیشک یہ فرق صنف نازک سے۔ صنف نازک ہی نہیں اس کی پیدائش میں بھی بمقابلہ مرد کے ایک امتیاز رکھ دیا گیا ہے۔

ذرا کسی مرد نوجوان کو بھی زنانہ لباس پہنا کر دیکھو اور ایک عورت بھی اس کے ساتھ کر دو۔ دونوں کو پیچھے چلتے ہوئے غور کے ساتھ دیکھو تو پتہ لگ جائے گا کہ دونوں کی چال اور رفتار میں کیا کچھ فرق ہے۔ تاڑنے والے فوراً کہہ دیں گے۔ کہ ان میں سے ایک عورت ہے اور ایک مرد ہے

ایک کمرہ میں ایک مرد اور ایک عورت بند کر دو۔ اور دونوں کو بولنے دو۔ ایک غیر آدمی بھی فوراً یہ سمجھ جاوے گا۔ کہ ان میں سے ایک آواز عورت کی ہے۔ اور دوسری آواز مرد کی۔ ذرا دونوں کے اعضا اور بناوٹ پر بھی غور کرو۔ ساخت ہی دونوں کا فرق بتلا دے گی۔

مرد اور عورتوں کے خطوط اور رسم تحریر میں بھی گونہ فرق ہوتا ہے۔ شاعرہ عورتوں کے شعر کچھ اور ہی سماں رکھتے ہیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کی عورتوں کے راگوں اور مردوں کے راگوں میں بین فرق ہوتا ہے۔

سب باتیں چھوڑ کر صنف نازک ہی لے لیجئے اس میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کہ مردوں اور عورتوں میں کیا کچھ فرق ہے۔ اس آیت سے بعض لوگ یہ سمجھتا ہے کہ اسلام عورتوں کا درجہ گراتا ہے یہ درست نہیں ہے قرآن صرف یہ کہتا ہے۔

"مرد عورتوں پر قائم کئے گئے ہیں"۔
وہ ان سے بوجوہ زبردست ہیں
وہ عورتوں کا بوجوہ سہارا ہیں۔
اُن کے بعد عورت لاچار ہو جاتی ہے
عورت مرد کے بغیر خود کو بے بس جانتی ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر ہیں اور سب لوگ ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جناب ملکہ معظمہ خود یہ پھانسی کے وارنٹ پر بہت کم دستخط کرتی تھیں۔ اور اس وقت ان کے دل و دماغ پر ایک صدمہ ہوتا تھا۔

دیکھو ملکہ ہو کر بھی ملکہ معظمہ کی رحمدلی اور نرم مزاجی جو عورت کا خاصہ ہے کم نہیں ہوئی تھی۔ مردوں میں یہ رحمدلی نہیں پائی جاتی۔ اگر کچھ پائی جاتی ہے تو عورتوں کے مقابلہ میں نہیں۔

دنیا میں صدہا قتل ہوتے ہیں۔ صدہا بلوے ہوتے ہیں۔ صدہا نہیں بلکہ ہزاروں کی زیر دفعہ ۱۰۷-۱۰۹-۱۱۰ مچلکے اور ضمانتیں لی جاتی ہیں۔ ہندوستان کے جرائم میں فی لاکھ دو چار بھی حصہ لیتی ہیں۔ ۱۴۷ تعزیرات بلوے کے جرم میں شاید ہی کبھی کوئی عورت چالان ہوئی ہو۔ پچاس سال سے مجسٹریٹی کر رہا ہوں مجھے تو ایک عورت بھی بلوے میں چالان ہونے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

دیہات میں جب کبھی تعزیری چوکیاں بیٹھیں۔ مردوں کی زیادتی اور وارداتوں کی بدولت ہی بٹھائی گئیں۔ عورتوں کو کوئی دخل نہیں تھا۔

ہاں مورخین بہ سقمات ۸۹م-۷۹م-۷۴م وغیرہ دیکھی جاتی ہیں۔ عورتوں کا کبھی دنگل نہ لگا اور نہ انہیں کوئی کشتی کے واسطے ... یہ کیوں اس واسطے کہ وہ قدرتاً صنف نازک ہیں۔ اُن کے یہ کام نہیں ہیں ان کے کچھ اور ہی کام ہیں۔

عورتوں کے مردوں سے فرائض اور فدیہ میں کم نہیں ہیں۔ مگر اُن کے کام دوسرے سے جدا ہیں۔ مرد بجائے خود مستقل ہے۔ اور عورت بجائے خود مستقل ہے یہ بندیاں قدرت کی طرف سے ہیں۔ اس میں کسی اور کا دخل نہیں ہے۔

عورتیں دو برس تک بچوں کو دودھ پلاتی ہیں۔ اگر قدرت یہ فیصلہ کر دیتی کہ نصف اس کا مرد پلایا کریں۔ تو مرد شاید گھر بار ہی چھوڑ کر رخصت ہوں یا جنگل کا رخ کرتے اگر عورتوں کے ذمہ مردوں کی بعض ڈیوٹیاں لگائی جائیں تو عورتیں بھی انکار کر دیں گی۔

عورت کے مرنے پر مردوں کو بے شک صدمہ ہوتا ہے مگر وہ عورتوں کی مانند بے حوصلہ نہیں ہوتے۔ عورت مرد کے مر جانے سے گویا زندگی کی ... ہی رہ جاتی ہے۔ ایک عورت یہ ہمت رکھتی ہے کہ اپنے بچے کو لئے جوش ... میں بھی بیسیوں سال جوں توں گذار دیتی ہے۔ مگر مرد بہت کم ایسا کرنے میں ... باتوں میں عورتوں کی ہمت بردباری اور حوصلہ مردوں سے کہیں زیادہ ہے

عورتیں تو شاید پہلی سنو ہیں۔ مردوں میں سے ایک بھی نہ سنا اور اگر کبھی تو یہ کہ عورت کی جدائی پر مغموم سا ہو نے لگا۔ اور یا چند روز تک مایوس ہو کر پھر کسی جگہ رشتہ ہی کر لی۔ یہ تمام باتیں دونوں میں فرق خلقت ظاہر کرتی ہیں اگر یہ کہا جاتا کہ عورتیں مردوں پر قائم کی گئی ہیں۔ اور عورتیں اُن کی نگران ہیں یا ان

اپنے رسالہ احمدیت میں صفحہ ۱۰ وصفحہ ۱۱ پر اس کا کافی وشافی جواب دے چکے ہیں۔ اسلئے اس پر کچھ لکھنا میرے لئے تحصیل حاصل ہے۔ حسن ظن پسند لوگ سمجھ لیں اس قدر ضرور کہ انہوں کے بیعت رضوان کے متعلق جس طرح ید اللہ فوق ایدیھم میں حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالےٰ کا ہاتھ قرار دیا گیا ممکن ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہاتھ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیکر لوگوں سے بیعت لیتے ہوں۔

چوتھا ثبوت | آپ کے احمدؐ ہونے کے متعلق یہ ہے کہ آپ نے کئی کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمدؐ لکھا ہے جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ آپ کا نام احمدؐ ہے۔"

یہ ثبوت تنکے کے سہارے سے بھی کمزور ہے ممکن ہے بعض کتابوں میں مرزا صاحب نے اپنا نام احمدؐ لکھا ہو۔ مگر جسقدر کتابیں۔ اشتہارات کاروباری کاغذات میری نظر سے گذرے ہیں ان پر اُن کا اصلی نام غلام احمد ہی پایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ میں ایک ایسے پتہ کی بتاتا ہوں جسکو تسلیم کرنے میں میاں صاحب کو چون وچرا کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہ ہوگی۔ بشرطیکہ وہ مرغے کی ایک ہی ٹانگ پر نہ اڑے رہیں۔ وہو ھذا۔ حفظ امن کے مقدمہ میں مرزا صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب میں مصالحت کرانے کے لئے مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے حلفی اقرار نامہ کا مسودہ تیار کرکے فریقین سے دستخط کرائے تھے تو مرزا صاحب نے اپنے نام غلام احمدؐ کی حلفاً تصدیق کی تھی۔ اسکے بعد مولوی کرم دین پر جو مرزا صاحب نے ازالہ حیثیت عرفی کا دعوےٰ کیا۔ تو کیا استغاثہ پر انہوں نے اپنا نام غلام احمدؐ نہ لکھا تھا؟ اور پھر جب بحیثیت مستغیث اُن کا حلفی بیان ہوا تو اُنہوں نے اس نام کی تصدیق نہ کی تھی؟ پس میاں صاحب یا اُن کا کوئی مرید اب بھی اگر اس بات پر ضد کرے کہ مرزا صاحب کا اصلی نام غلام احمدؐ نہیں بلکہ خالی احمدؐ ہے۔ تو یاد رکھیں کہ وہ اپنے ممدوح کی ڈبل توہین کرینگے۔ ایک تو یہ کہ وہ حلف اٹھا کر بھی جھوٹ بول لیتا تھا جو عنداللہ سخت سزا کا مستوجب ہے دوسرے یہ کہ وہ اُس جرم کا ارتکاب کرتا رہا ہے جو دنیاوی عدالتوں میں مطابق تعزیرات ہند واجب التعزیر ہے۔

پانچواں ثبوت | فقط مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے وہ خود بھگت لیں گے۔

چھٹا ثبوت | حضرت صاحب کے الہامات میں کثرت سے احمدؐ ہی آتا ہے۔ ہاں ایک یا دو جگہ غلام احمدؐ بھی آیا ہے۔ اور ان مقامات کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہاں بطور صفت کے آیا ہے۔"

ثبوت ہذا کو معتبر بنانے کی راہ میں میاں صاحب نے خود ہی کانٹے بوئے ہوئے ہیں حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۲۹۱ پر وہ اقبال کرچکے ہیں۔ مرزا صاحب کے ہزاروں الہامات شائع نہیں ہوئے پس جب تک وہ سارے شائع نہ ہوں ایک ثالث بالخیر کس طرح فیصلہ کرسکتا ہے کہ الہامات میں کثرت سے احمدؐ آیا ہے یا غلام احمدؐ؟ ماسوائے اسکے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۴۱ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے "یا احمد" یہ ظلی طور پر اس عاجز کا نام ہے۔ یعنی اصل میں استعارہ ہے" مندرجہ بالا عبارت کو میاں صاحب غور سے پڑھکر پہلے مرزا صاحب سے استعارہ کا لفظ قلمزن کرادیں وہ نہ مانیں تو پھر شیخ سعدی کی منت کریں کہ وہ ؎

کہن خرقۂ خویش پیراستن
بہ از جامۂ عاریت خواستن

کے فلسفہ کو بدل دیں۔

ساتواں ثبوت | میاں صاحب لکھتے ہیں "پھر آپ کا نام احمدؐ ہونے پر حضرت خلیفہ اول کی بھی شہادت ہے۔ آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف والنحو میں لکھتے ہیں ....." مکہ خاص شہر کا نام ہے جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ احمدؐ نام ہمارے اُس امام کا ہے جو قادیان سے ظاہر ہوا"

سبحان اللہ کا سوت اور دیوار دلال۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس شہادت کو پیش کرنے میں میاں صاحب نے کونسا فائدہ سوچا ہے۔ محقق کی نظر میں ایسی شہادت جو خوش اعتقادی پر مبنی ہو۔ رتی بھر وزن نہیں رکھتی اور اگر حضرت مولوی نورالدین صاحب کے تقوےٰ کا پاس کرکے اسے پذیرا بھی کیا جائے تو میاں صاحب کے اغراض کے سخت منافی ہے اُنکی آرزو ہے کہ مرزا صاحب رسول ثابت ہوں۔ لیکن مولوی صاحب یہ نہیں کہتے کہ احمدؐ نام ہے ہمارے رسول کا بلکہ وہ کہتے ہیں احمدؐ نام ہے ہمارے امام کا۔ چونکہ امام کا درجہ رسول کے رتبہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا بناءً علیہ رسالت میں امامت تو شامل ہوسکتی ہے لیکن امامت میں رسالت کا سمانا عادتاً محال ہے پس مولوی صاحب کے اعتقاد میں مرزا صاحب اگر رسول ہوتے تو وہ اُن کے لئے رسول یا نبی کا جامع لفظ استعمال کرتے نواب کو ... بادشاہ کہنے میں مضائقہ نہیں لیکن بادشاہ کو نواب کہنا تحقیر میں داخل ہے۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب نے اسکے سامنے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی تسلیم کرکے نبی اور امام کے

علاوہ ازیں دیکھنا یہ ہے۔ کہ خود حضرت میرزا صاحب نے اپنا نام کیا بتایا ہے۔ بات وہ قابل تسلیم ہوگی جو خود مدعی کہے یا وہ جو دوسرے اُس کی طرف منسوب کریں۔ حضرت مولوی صاحب نے میرزا صاحب کو احمدؐ کہا۔ لیکن اسے آپکا ذاتی نام قرار نہیں دیا۔ میرزا صاحب کا ذاتی نام وہی ہے جو خود انہوں نے لکھا ہے چنانچہ کتاب البریہ میں میرزا صاحب کی قلمی شہادت موجود ہے۔ کہ

"میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمدؐ میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضےٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمدؐ اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمدؐ تھا"

پس اس صاف وواضح شہادت کے باوجود آپکو غلام احمدؐ سے احمدؐ بنادینا اور اسی کو آپ کا اصلی نام قرار دینا صریحاً خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔

آٹھواں ثبوت | احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منقول ہے

نواں ثبوت | اس میں میاں صاحب نے ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۶۷۳ ایڈیشن اول کا حوالہ دیکر دعوےٰ کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کا نام احمدؐ ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ خود آپ نے اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔

اس ثبوت کو میاں صاحب نے خود ہی مرزا صاحب کو کثیر التعداد تصانیف کو منسوخ کرکے ساقط الاعتبار کردیا ہے ازالہ اوہام چونکہ پرانی تصنیفات میں سے ہے لہٰذا وہ گرداب تنسیخ سے کسی طرح سلامت نہیں نکل سکتا۔ پس ایک نیم جان کتاب میں سے کنگنا تا ہوا حوالہ پیش کرنا حتبرہ عیرت اور دیانت سے بعید ہے خصوصاً اُس وقت جبکہ اُسکے خلاف جیتے جاگتے اور اٹل حوالے خط تقدیر کی طرح مرزا صاحب کی تحریروں کی پیشانی پر موجود ہوں اشتہار واجب الاظہار میں آنجناب کا ارشاد ہے۔ "ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے (۱) محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم (۲) احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو خدا تعالےٰ نے ان دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی کہ ابتدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسم احمدؐ کا ظہور تھا ..... پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا"

لیجئے! یہاں مرزا صاحب نے قطعی طور پر تسلیم کرلیا کہ محمدؐ کے ساتھ احمدؐ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی نام تھا۔ نام ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ فیصلہ ہی کردیا کہ احمدؐ نام کا ظہور حضور کے زمانہ رسالت کے ابتدائی حصہ میں ہوچکا تھا۔ اور محمدؐ کا من بعد تا کہ محمدؐ نام کا ظہور حائل ہوکر حقیقی اور مصنوعی احمدؐ میں بعد المشرقین قائم کردے اسی ثبوت کی ذیل میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ اس (اسمہ احمد والی) پیشگوئی کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں اور کہ اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دیگئی ہے برعکس اسکے رسالہ احمدیت کے صفحہ ۱۰ پر الحکم ۱۹۰۱ء جلد ۵ کے حوالہ سے ہم مرزا صاحب کا قول پڑھتے ہیں۔ تو دونوں کے مسلمات میں زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ یہ فرماتے ہیں "حضرت نبی کریمؐ کا نام احمدؐ وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلافصل آئیگا" الحمد للہ۔ بلافصل کے لفظ نے میاں صاحب کے تیر تُکے کا رہا سہا نشان بھی منہدم کردیا۔ جسپر انہیں ناز تھا کہ من بعدی سے فوراً یا بلافصل مراد نہیں ہے۔

ظلم ہے کہ والد مہربان کے کیئے سنگ راہ بن بن کر خلف الرشید کو قدم قدم پر ٹھوکریں لگارہے ہیں مگر نہیں یہ بُرا ماننے کی بات نہیں کیونکہ میاں صاحب کے مرزا صاحب روحانی وستاد بھی ہیں۔ لہٰذا جو بہ استاد بہ زنجیر پلید۔

دسواں ثبوت | میاں صاحب نے ایک دلچسپ ڈراما کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس میں کا ایک پارٹ نہایت کپکپا دینے والا سین دکھاتا ہے ملخصاً اُن کی رشحات قلم کو یوں قلمبند کیا جاسکتا ہے

(۱) انجیل میں لفظ احمدؐ کہیں نہیں آیا۔ صرف مسیح کی دوسری بعثت کی خبر دی ہے (۲) قرآن نے عربی محاورہ المعود احمد کی بناپر مسیح کی دوسری بعثت کا اسمہ احمد ترجمہ کرلیا ہے (۳) مسیح کی دوسری بعثت اُس کی پہلی بعثت سے بہتر ہوگی۔ کیونکہ جب انسان کسی کام کے کرنے کی طرف دوبارہ توجہ کرے تو اُسے پہلے کی نسبت اچھا کرتا ہے۔ آیت ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی والی شے مدنظر ہوتی ہے۔

چراغ بکف باطل آرائیوں کا کہاں تک بھانڈا پھوڑا جائے انجیل ہمارے پاس ہے نہیں کہ اس میں لفظ احمدؐ کی تلاش کریں

کی سند کے بغیر گذارہ نہیں ہوسکتا۔ تو اچھا ہی پتہ ہیں میں تا ہوں منجملہ اور سطر اپنے رسولی سے دریافت کرلیجئے۔ آپ اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں "تم سن چکے ہو۔ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ (۲) دوسرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

اس جگہ بھی جان مجنوں کو دوگونہ رنج و عذاب کا سامنا ہے۔ یعنی کو سچا سمجھیں تو ازالہ خلافت کو تنسیخ کا کیڑا کھائے جاتا ہے جب وہ منسوخ ہوگئی تو مرزا صاحب کی رسالت بھی اُڑ گئی اور اگر ازالہ خلافت کو صحیح تصور کریں تو اربعین باطل اور مرزا صاحب کا فیصلہ کرتے ہیں پھر بھی وہ رسول بنتے ہیں۔

اب بتق کہ حب بدوہ اٹھا کر ہیں وہ دردناک سین دکھاتا ہوں جس میں محمودی مشن پر اوعائے عشق محمد صلے اللہ علیہ وسلم بغل میں چھری منہ میں رام رام جپتا ہوا اسلامی دنیا کے جذبات کو مجروح کرتا نظر آتا ہے۔ میاں صاحب کا کلیہ یہ ہے "اما تنسخ کا پتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کلام کرنے میں زیادہ خوبی والی شے مدنظر ہوتی ہے" چونکہ مسیح کو خدا نے دوبارہ بشکل مرزا صاحب بھیجنا تھا۔ بالفاظ میاں صاحب یہ نکلا کہ مسیح کی "دوسری بعثت (یعنی مسیح موعود) پہلی بعثت (یعنی مسیح ناصری) سے عمدہ ہے" اس سے آگے چلکر صفحہ ۹ پر لما یلحقوا بھم کی تفسیر میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ دوسری بعثت سے مراد مسیح موعود ہی ہے۔ اب ناظرین کرام میاں صاحب کے کلیہ کے مطابق خود ہی نتیجہ نکال لیں جو سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت مسیح موعود (یعنی احمدؐ قادیانی) حضور کی پہلی بعثت (یعنی محمدؐ عربی) سے عمدہ ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ...... اے ..... کے بوسہ ..... کی شان والے خلیفہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ہمخیالوں کو ہدایت دے۔ اُردو کی مشہور ضرب المثل ہے "احمد کی پگڑی محمود کے سر پر" باندھتے ہوئے آپ نے وہ وہ گل کترے ہیں کہ قرآن وحدیث تو بجائے خود مرزا صاحب کی تحریروں سے انحراف کرکے انکی وہ شان رسالت کو بھی تار تار کردیا ہے۔ مسیلمہ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی فضیلت کا مدعی نہ ہوا۔ ابن سبا نے لا نبیۃ بعدی کے فقدان پر اپنی نبوت کی بنیاد رکھی۔ لیکن لا نبی بعدی کی تکذیب نہ کی حسن بن صباح نے کیا کچھ نہ کیا؟ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے برتری یا برابری کے ادعا کا اُسے بھی حوصلہ نہ ہوا۔ آپ عجیب مسلمان ہیں۔ کہ مسلمانوں کی تکفیر کے نشہ میں اکفر الکافرین سے بھی آگے نکل گئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ع "پیر ان نمے پرند مریدان مے پرانند" کو سینے کے لئے ازل سے ہی مسیح کے لقب میں قوت جاذبہ ودیعت کی گئی ہے۔ ایک مسیح نبی ہوکر گلیل میں آیا اُس کا دم بھرنے والوں نے ابن اللہ بناکر عرش پر خدا کے داہنے ہاتھ بٹھلا دیا۔ ایک مسیح مجدد ہوکر قادیان میں اُٹھا آپ نے نبی بناکر ثریا تک پہنچا دیا مگر طاقت پرواز ہی بڑا شب کا معیار ہے تو جاؤ! عرش کا ابن اللہ ناپ کر ثریا کی اونچائی سے مقابلہ کرلو۔ جو نبی تھا اٹھکر عرش پر جابیٹھا۔ اُمتی اپنی نشیمن کو ثریا سے اوپر نہ لیجاسکا۔ سوچو تو سہی دُور کی کوڑیاں لالاکر بھی قادیانی خلافت۔ خلافت راشدہ کے ہم پلہ ہوجائیگی؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں ؎

گل کو ہے ناز نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہیں نازو نزاکت والے

عجیب کھوپڑیاں

۱۴ اکتوبر کے الفضل میں صفحہ ۵ پر ایڈیٹر صاحب الفضل نے سیلے تا حضرت امیر (اہلحیلہ غیر مبایعین احمدی جماعت) کو جناب مرزا عبدالکریم صاحب تاجر پونچھ کے ایک مضمون کی بناپر سینچ دیکر یہ ظاہر کردیا ہے کہ وہ فی الحقیقت عجیب کھوپڑی کے انسان ہیں وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم بعض ایسے واقعات ظاہر کریں جن سے مسیح موعود کی بے استبازی پر حرف آتا ہو۔ میں حیران ہوں کہ یہ کس قسم کا مطالبہ ہے۔ اگر ہمیں کسی ایک ہی ایسے واقع کا علم ہوتا تو ہم حضرت مرزا صاحب کو ..... [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ - ۱۸ نومبر ۱۹۱۷ء - نمبر ۳۸

اب کیوں کوئی نبی آئے؟

آج ہم سے یہ سوال ہوتا ہے کہ کیوں اب کوئی نبی دنیا میں نہ آئے؟ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ جب دنیا میں فتنہ و فساد برپا ہے اور اپنے پورے زور کیساتھ عالم کو تباہی کے گڑھے کی طرف لیجا رہا ہے جبکہ سابق میں بھی انبیاء کرام ایسے وقتوں میں ہی مبعوث ہو کر دنیا کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ تو بتاؤ آج کیوں کوئی نبی نہ آئے۔ لیکن ہم جب وہ کامل اور امی انسان جو حسب ارشاد قرآن کریم جس طرح سے اولین کا مزکی تھا۔ جیسے ان کا تزکیہ نفس کرتا اور تلاوت آیات کے ساتھ کتاب و حکمت انہیں سکھاتا تھا ویسے ہی جب آج بھی وہی ہمارا مزکی ہے اور اس کے فیض کے سمندر ہر وقت موجزن ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ جب اس خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی کامل مکمل کتاب ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ کہ جس کے بعد اور کسی بھی شریعت کی حاجت نہیں رہی۔ اور نہ ہی اس اتمام نعمت کے بعد اور کسی اور انعام نبوت کی ضرورت۔ (دیکھو آیہ کریمہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی) تو پھر یہ کفران نعمت نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم پھر بھی کسی اور نبی کی ضرورت جتائیں۔ اور اپنے آپ کو اس انعام نبوت کا ابھی حاجتمند ہی بتاتے چلے جائیں۔ خدا تو کہے۔ اتممت علیکم نعمتی لیکن ہم کہیں۔ کہ نہیں جس طرح سے بنی اسرائیل کو کہا تھا۔ اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا ویسی ہی نعمت نبوت ہمیں بھی ملنی چاہیئے کیا مطلب کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص آنا چاہیئے تھا جو آپ کے دامن فیض کو منقطع کر کے اپنا سکہ چلاتا۔ اور اپنی ہی پیروی کا حکم دیتا جیسے کہ موسےٰ کے بعد یوشع اور یوشع کے بعد داؤد اور سلیمان اور پھر عیسےٰ علیہم السلام نبی ہوئے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو تم ہی خدا کے لئے بتاؤ کہ یہ دین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دین ہوتا۔ آپ کا سکہ دنیا میں پھر بھی رائج ہوتا۔ یا اس دوسرے نبی کا۔ آخر یہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہمارا کلمہ ہوتا۔ یا محمد رسول اللہ کی بجائے کسی اور کا کلمہ تم پڑھتے۔ اگر تو یہ سب صحیح ہے۔ اور ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ تو صاف کہو کہ تمہارا دین دین اسلام نہیں۔ کوئی اور دین ہے۔ پھر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پڑھنا چھوڑ دو۔ اور اس جدید نبی کی شہادت پنجوقتہ اذانوں میں دیا کرو۔ اور اگر یہ نہیں۔ اور دین تمہارا وہی ہے۔ وہی کلمہ ہے۔ اور وہی کتاب۔ اسی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ پر تمہارا ایمان ہے۔ اور اس کے بعد قیامت تک اور کسی بھی نئے حکم کی ضرورت نہیں۔ تو پھر بتاؤ اس جدید نبوت کی حاجت کیا رہی اور کیونکر بنی اسرائیل والی نبوت ہم میں بھی رائج ہو سکتی ہے۔ جب دین کامل ہو گیا۔ اور نعمت تمام ہو گئی۔ تو کسی اور نبوت کا چاہنا لا حاصل یا تو اس سے انکار کرو۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے جو نعمت تم کو ملی تھی وہ تمہارے لئے مکتفی بھی ہو سکتی ہے۔ اور صاف کہو کہ ابھی کسی اور نبوت کی ہمیں ضرورت ہے۔ ورنہ تم ہی خدا کے لئے بتاؤ کہ کوئی اور نبی آئے تو کیوں؟ اور کیا لے کر آئے؟ کیا قرآن؟ وہ تو پہلے ہی کامل و مکمل صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کے لئے خود مشیت ایزدی میں قرار پا چکا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح سے کامل و مکمل رہے گا۔ اور اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی واقعہ نہ ہوگی۔ پس قرآن جو ہی کامل کتاب اب بھی ہم میں موجود ہے۔ تو بتاؤ اب کیوں کوئی نبی آ سکے +

دیکھو یہ وہ بات ہے۔ کہ جو ہم ہی نہیں کہتے بلکہ حضرت مسیح موعود بھی جنہیں نبی بنانے کے لئے تم ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا رہے ہو۔ یہی فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی کتاب مواہب الرحمٰن کھول کر پڑھو جو ۱۹۰۲ء کے بعد کی تصنیف ہے۔ یعنے ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی۔ اور ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ... ... کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ

" و للہ مکالمات و مخاطبات مع اولیائہ فی

ولیسوا انبیین فی الحقیقۃ فان القرآن اکمل وطر الشریعۃ ولا یعطون الا فہم القرآن ولا یزیدون علیہ ولا ینقصون منہ ومن زاد او نقص فاولئک من الشیاطین الفجرۃ۔

جس کا ترجمہ خود ہی فارسی زبان میں یوں فرماتے ہیں۔

" وخدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود درین امت وایشان را رنگ انبیاء داده میشود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است۔ و داده نمے شوند مگر فہم قرآن و نہ زیاده میکنند و نہ کم میکنند از قرآن و ہر کہ زیاده کرد یا کم کرد پس او از شیطانان است "

ان عبارتوں کا اردو ترجمہ یوں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس امت میں اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمے اور مخاطبے کرتا ہے۔ اور ان کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ فی الواقع نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو سوائے قرآن کے فہم کے اور کچھ نہیں دیا جاتا۔ اور وہ نہ قرآن میں کچھ زیادہ کرتے ہیں۔ اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور جو شخص زیادہ یا کم کرتا ہے وہ بدکار شیطانوں میں سے ہے +

کس قدر صاف اور فیصلہ کن بات ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اپنے ولیوں کے ساتھ مکالمات و مخاطبات بھی ہوتے ہیں۔ انہیں انبیاء کا رنگ بھی دے دیا جاتا ہے لیکن وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ کیوں؟ اس لئے نہیں۔ کہ انہوں نے بقول میاں صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نہیں کی۔ یا ان کے وقت میں اس قدر عالمگیر فتن و فساد برپا نہیں تھے۔ جیسے کہ آج برپا ہوئے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے داعی ہیں۔ یا ان کے وقت میں مذاہب کا تمسک ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج ہے جس سے حضرت مسیح موعود کو مقابلہ پیش آیا۔ نہیں بلکہ اس لئے وہ نبی نہیں تھے۔ کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ یہ بھی نہیں کہ انہیں قرآن کا فہم نہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ نبی نہیں تھے۔ اور آپ نبی ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ داده نمے شوند مگر فہم قرآن قرآن کا فہم تو انہیں بھی دیا گیا تھا۔ پس اصل وجہ جو ان کے نبی ہونے کی ٹھیری یہی ہے۔ کہ فان القرآن اکمل وطر الشریعۃ۔ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کامل طور پر پورا کر دیا۔ پس دوستو خدا کے لئے غور کرو۔ کہ جو وجہ ان اولیاء اللہ کے نبی ہونے کی مانع تھی جس بنا پر وہ نبی نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی وجہ اور اسی مانع کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود کیونکر نبی ہو گئے یا تو کہو اور صاف الفاظ میں اس کا اعلان کرو۔ کہ ہاں بیشک اولیاء اللہ کے وقت میں قرآن کریم ہی کامل شریعت تھی۔ اور ضرورت نہیں تھی کہ اس میں کوئی کمی یا زیادتی کی جاتی۔ لیکن اب قرآن کامل شریعت نہیں رہی۔ اب اس میں کوئی نقص واقعہ ہو گیا ہے۔ اب کسی اور نئی شریعت کی ضرورت ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ ایسا کہتے ہوئے بھی تمہیں مسیح موعود کے قول فان القرآن اکمل وطر الشریعۃ پر پانی پھیرنا پڑیگا۔ اور اس کی صداقت سے انکار کرنا ہوگا۔ کیونکہ خواہ قرآن نے حاجت شریعت کو پورا نہ کیا ہو یا بعد میں ہی کہنا چاہیئے تھا۔ کہ قرآن ان کے وقت میں کامل کتاب تھی لیکن اب نہیں +

خدا را اے وہ لوگو جو مسیح موعود کے نام لیوا ہو۔ جو آپ کے ان الفاظ کی صداقت پر دلی ایمان رکھتے ہو۔ کہ "قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است" اور اس بات کو مانتے ہو۔ کہ کسی خاص ایک وقت کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن نے حاجت شریعت کو تمام و کمال پورا کر دیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی ہرگز ہرگز اس میں کسی بھی کمی بیشی کا اختیار نہیں تھا۔ جیسے کہ پہلے اولیاء کو نہیں تھا۔ اس پر غور کرو۔ اور بتاؤ۔ کہ اگر پہلے اولیاء اللہ بوجہ قرآن کے کامل شریعت ہونے اور اس میں کمی بیشی نہ کر سکنے کے نبی نہ ہو سکے تو حضرت مسیح موعود کیسے نبی ہو گئے +

دیکھو یہ کہنا کہ یہاں "در حقیقت انبیاء نیستند" اسے مراد ہے کہ حقیقی یعنے صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتے۔ خود تمہارا اپنے مسلمات پر پانی پھیرنا ہوگا۔ یہاں حضرت صاحب اولیاء اللہ کا ذکر فرما رہے ہیں۔ پس اگر اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ اولیاء اللہ حقیقی یعنے صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن غیر صاحب شریعت نبی ہو سکتے تھے۔ تو چلو مبارک۔ پھر جیسے غیر صاحب شریعت نبی وہ تھے ویسے ہی حضرت مسیح موعود ہیں۔ رہے پھر بھی انہیں اولیاء اللہ ہی کے زمرہ میں +

لیکن یہ صاحب شریعت و غیرہ صاحب شریعت کا تفرقہ تو خود ہے کیونکہ تمہارے خیال کے مطابق نعمتا یہ ہو چکا تھا کہ نبی تو وہ ہیں لیکن حقیقی نبی نہیں مگر حضرت صاحب تو یہ مانتے ہی نہیں کہ وہ نبی ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ ایشاں را رنگ انبیاء داده میشود یعنی انبیاء کا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ "ودر حقیقت انبیاء نیستند" یعنی درحقیقت وہ نبی نہیں +

تو پس جس طرح وہ اولیاء اللہ نبی نہیں کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ اسی طرح ابھی حاجت کے پورے ہوتے ہوئے اب کوئی نبی کیوں آئے۔ کیا اب قرآن میں کوئی نقص واقعہ ہو گیا ہے۔ یا وہ اس زمانے کے لئے کافی نہیں رہا۔ اگر یہ کہو کہ حضرت صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ بعد او (یعنے آنحضرت صلعم) ہیچ پیغمبرے نیست مگر آنکہ از فیض او پرورش یافته شد و موافق وعده او ظاہر شد۔ اس میں گویا انہوں نے اپنے آپ کو مستثنےٰ کر دیا۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ جب آگے اولیاء اللہ کے نبی نہ ہونے کی علت غائی یہی قرار دیتے ہیں۔ کہ قرآن نے حاجت شریعت کو پورا کر دیا ہے۔ تو اس سے تمہارا مزعومہ استثنا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا ان کے اپنے لئے ضرورت نبوت کچھ اور تھی۔ اور باقیوں کے لئے کچھ اور یہ تو تم حضرت پر ایک الزام دوگے کہ آپ کے لینے کے بٹے اور رکھے اور دینے کے اور۔ پس یہ استثنا تو استثنا منقطع کا رنگ رکھتا ہے جس کی آگے ہی آپ نے تشریح کر دی کہ نبی تو آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نہیں۔ لیکن یہ کالمہ مخاطبہ جس میں اولیاء اللہ کو رنگ انبیاء دے دیا جاتا ہے۔ البتہ جاری ہے ہم نہیں جانتے کہ ان صاف و صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے کسی صاحب دانش و بینش کو کوئی چارہ باقی رہ جاتا ہے پس کیا ہم امید کریں کہ میاں صاحب ان الفاظ سے حضرت مسیح موعود کی مزعومہ نبوت منطبق کرنے کی بے سود کوشش کرنے کے بجائے راہ حق اختیار کریں گے۔ ورنہ ہمیں بتائیں گے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے اس کے حاجت شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینے کے بعد اب کیوں کوئی نبی آئے۔ بالخصوص جبکہ حضرت مسیح موعود بھی اسی کو مانع نبوت قرار دیتے ہیں۔ کیا میاں صاحب اس کا جواب دینگے +

حُب علی اور بغض معاویہ

۹ نومبر ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ نے "صوفیا کی حمایت" کے عنوان سے ہمارے اس مضمون کو جو ہم نے شیخ اکبر حسین حضرت محی الدین ابن عربی کے حق میں ظفر علی خاں کے گستاخانہ کلمات پر لکھا تھا۔ لا لحب علی بل لبغض معاویہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور بڑے زور سے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ چونکہ حضرت شیخ اکبر وحدت وجودی عقاید رکھنے والوں میں سے تھے۔ اور میرزا صاحب نے ان عقاید کی اپنی کتب و اشتہارات میں تردید کی ہے۔ اس لئے جو الفاظ حضرت میرزا صاحب نے ایسے عقاید والوں کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ ان کے مستحق ابن عربی ہونگے۔ تو پس پیغام صلح نے جو حضرت ابن عربی کی حمایت کی ہے۔ تو یہ ان سے کسی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ظفر علی خاں سے عداوت رکھنے کے باعث اس نے یہ سمجھا ہو لیکن افسوس کہ فاضل مولانا یہ بتانا بھول گئے۔ کہ خود انہیں عقاید وحدت وجودیہ سے کہاں تک اتفاق ہے۔ ظفر علی خاں کے مضامین کے متعلق تو انہوں نے یہ کہہ دیا ہے۔ کہ

" ہم ان مضامین میں ستارۂ صبح کی تائید نہیں کر سکتے "

لیکن دوسری طرف آیا وہ بھی وحدت وجودی ہیں یا حضرت محی الدین ابن عربی کے وحدت وجودی عقاید سے انہیں کچھ ہمدردی ہے۔ اس کا ان کی طرف سے کھلے طور پر اعلان ہونا چاہیئے تھا۔ اگر نہیں اور باوجود ظفر علی خاں کے مضامین کی تائید نہ کر سکنے کے حضرت ابن عربی کے وحدت وجودی خیالات کے بھی وہ مخالف ہیں۔ تو پھر جو الزام حضرت میرزا صاحب پر انہوں نے دیا ہے۔ اور جس جرم کا مرتکب "پیغام صلح" کو گردانا ہے۔ کیوں خود فاضل مولانا اسی کی زد میں نہیں آ سکتے۔ حضرت میرزا صاحب بیشک وحدت وجودی عقاید و خیالات کے مخالف تھے۔ اور ویسے ہی مخالف تھے جیسے خود مولوی ثناء اللہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ حضرت محی الدین ابن عربی کو جس اعلےٰ پایہ کا انسان مانتے تھے۔ وہ آپ کی تحریرات سے ظاہر ہے۔ لیکن یہیں مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اس لئے تو صرف حضرت میرزا صاحب کی حضرت ابن عربی سے مخالفت بتائی ہے جس کے لئے وحدت وجودی خیالات کی آڑ پکڑنے کے سوائے اور کوئی چارہ دکھائی نہ دیا ... ...

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور۔ یک شنبہ ۔۲۔ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۸ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۳۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود
محض انکار دعوےٰ مسیح موعود وجہ تکفیر نہیں
حضرت مسیح موعود کا ایک خط

نوشتہ اگست ۱۹۰۶ء

(منقول از روزانہ پیسہ اخبار و اخبار الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۰ صفحہ ۳ کالم ۳ مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی اخویم ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپکا جو خط مولوی محمد علی صاحب کے نام آیا تھا میں نے اس کو سنا ہے۔ بڑے تعجب ہے کہ کیونکر مخالف لوگ ہم پر تہمتیں لگاتے ہیں تکفیر کے معاملہ میں اصل بات یہ ہے کہ پہلے میں ان تمام لوگوں کو کلمہ گو خیال کرتا تھا۔ اور کبھی میرے دل میں نہیں آیا کہ ان کو کافر قرار دوں۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت ایک استفتاء تیار کیا۔ اور وہ استفتاء مولوی نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا۔ اور انہوں نے فتوےٰ دیا کہ یہ شخص اور اس کی جماعت کافر ہیں۔ اگر مر جاویں تو مسلمانوں کی قبروں میں ان کو دفن نہیں کرنا چاہئے۔ پھر بعد اس کے دو سو مہر تکفیر کی اس فتوےٰ پر مولویوں کی لگائی گئیں یعنی تمام پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے اس پر مہریں لگا دیں کہ درحقیقت یہ شخص کافر ہے۔ بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ کافر ہیں۔ اور اگر یہ مسلمان ہیں تو پھر ہم کافر ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ پس اس بنا پر ہمیں ان لوگوں کو کافر ٹھیرانا پڑا۔ نہ ہماری طرف سے ہرگز اس بات کی سبقت نہیں ہوئی کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ ان لوگوں نے خود سبقت کی اس کا فتوےٰ پہلے ان لوگوں کی طرف سے شائع ہوا ہم نے کوئی کاغذ ان لوگوں کی تکفیر کا شائع نہیں کیا اب جس شخص کو یہ امر گراں گذرتا ہو کہ اس کو کیوں کافر کہا جاوے تو اس کے لئے یہ سہل ہے کہ وہ اس بات کا اقرار شائع کر دے کہ میں ان لوگوں کو کافر نہیں جانتا بلکہ وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے آپکو کافر ٹھیرایا اسی بات کا ہمارے مکفرین مولوی محمد حسین وغیرہ کو اقرار ہے کہ بموجب اصول اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ پس جبکہ پنجاب ہندوستان کے تمام مولویوں نے مجھے اور میری جماعت کو کافر ٹھیرایا۔ اور عدالتوں میں بھی لکھا دیا کہ یہ کافر اور دین اسلام سے خارج ہیں تو پھر اس میں ہمارا کیا گناہ ہے ان کو پوچھ کر دیکھو یا جاوے خود کہتے ہیں کہ مسلمان کو کافر ٹھیرانے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم نے اس فتوےٰ کفر کے پہلے ان کو کافر ٹھیرایا تو وہ کاغذ پیش کرنا چاہئے۔ پھر جو شخص مولوی محمد حسین اور نذیر حسین وغیرہ کو باوجود اس فتوےٰ کے مسلمان جانتا ہے تو بونکر ہمیں مسلمان کہہ سکتا ہے۔ اور اگر ہمیں مسلمان جانتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو کافر کہنے کے لئے مجبور ہوئے۔

خاکسار میرزا غلام احمد

(نوٹ) یہ خط اس وقت کا ہے جبکہ حقیقۃ الوحی قریباً دو تین سو صفحے لکھی جا چکی تھی۔ گویا مسئلہ کفر میں حقیقۃ الوحی کی تفسیر ہے جس میں غیر احمدیوں کے کفر کی وجہ صاف صاف محکمات کے رنگ میں بیان کر دی ہے۔ یہ خط حضرت اقدس ؑ کی زندگی میں ہی روزانہ پیسہ اخبار اور پھر الحکم قادیان میں شائع ہوا۔ اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر حضرت اقدس کی کسی سابقہ تحریر سے کسی احمدی کو اس مسئلہ کے بارہ میں غلطی بھی لگی ہو تو بھی اس خط کی اشاعت کے بعد اس کے لئے عقیدہ بیان کردہ خط کے مطابق اپنا عقیدہ درست کر لینا لازمی ہو گیا [illegible] گیا کہ دوسروں کی وجہ کفر ان کا فتوےٰ کفر ہے نہ کہ نبوت مسیح ۔ ۔ ۔ ہوش ہونگے اگر فریق مقابل بھی کوئی ایسی محکم تحریر مسئلہ کفر پر ۱۹۰۶ء کے بعد کی پیش کر سکے۔

اخبار احمدیہ
ترچناپلی میں ہمارا وفد

ترچناپلی میں ہمارے وفد کو جو کچھ واقعات پیش آئے انکی مختصر کیفیت پیشتر ازیں اخبار احمدیہ کی ذیل میں دی جا چکی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کے متعلق ابھی تک بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اور واقعات سے قطع نظر کر کے قیاسیات سے کام لیا جا رہا ہے۔ غیر احمدی معاندین نے تو خیر ہمارے سلسلہ کی مخالفت کا اجارا قدیم سے لے رکھا ہے۔ اور ان کا یہ شیوہ خاص ہے کہ وہ بات کا بتنگڑ بنا کر دکھایا کرتے ہیں مگر زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ ہمارے جدید مخالفین یعنی محمودیوں نے بھی اپنے صحائف میں [illegible] من گھڑت باتوں کو شائع کرنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں کسی صاحب نے جنہیں واقعات سازی میں غالباً ید طولیٰ حاصل ہے اپنی خوش فہمی یا بغض دلی کا ثبوت یہ لکھ دیا ہے کہ گویا ہمارا وفد تبلیغ احمدیت کے لئے نہیں بلکہ محمودی جماعت کے پھیلانے کے لئے گیا تھا اس بات سے قطع نظر کر کے کہ مضمون نگار صاحب کے نزدیک غالباً محمودی عقاید اس انار کی طرح ہیں جیسا پنی میل کچیل نے اس قدر بوسیدہ کر دیا ہو کہ وہ ذرا سی بیرونی تحریک سے ٹوٹ جاتا ہے ہم یہ دعوےٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ترچناپلی میں میاں صاحب کی کوئی جماعت نہیں۔ بلکہ تقریباً تمام جماعت نے حال ہی میں امیر قوم حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ہاں ہمارے مبلغین کو وہاں کے احمدیوں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہاں بھی دو اشخاص نے میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ سن کر وہ ان حضرات کے پاس گئے لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو فی الواقعہ نبی منواتے ہیں تو لگے کانوں پر ہاتھ دھرنے چنانچہ صاف الفاظ میں یہ کہا کہ اگر میاں صاحب کا یہ اعتقاد ہے۔ تو ہم ان کی مریدی سے باز آئے لیکن ہمارے وفد کا کام زیادہ تر تبلیغ احمدیت پر مشتمل رہا اور اس راہ میں جو کچھ مشکلات اسے پیش آئیں اور جن مصائب کا بالخصوص ترچناپلی میں انہیں سامنا پڑا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مجمع ۵۰۰ مبالغ سے گفتگو

یہاں موجود تھا اور اس سے دربارہ نبوت مسیح موعود گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن اس بیچارے کو حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی متعلق خبر نہ تھی چنانچہ کبھی اس کتاب کو پکڑتا اور کبھی دوسری کو لیکن اپنے مطلب کا حوالہ ایک بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ بلکہ اس بیچارے کو تو ان حوالوں کا بھی علم نہ تھا جو محمودی کتابچے کے خاص چٹے بٹے ہیں لیکن لفاظی بار بار کہتا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے لیکن ہرگز نہ بتا سکتا کہ کیا فرمایا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس بیچارے کو حضرت صاحب کی کتابوں کی بالکل واقفیت نہیں تھی۔ اور جس صورت میں خود میاں صاحب بھی کورے ہی ہوں مبلغین پر کیا افسوس ہو سکتا ہے۔

غیر احمدیوں سے مباحثہ

مدراس کے اخبار قومی رپورٹ میں بھی ایک مختصر سا مضمون غالباً غیر احمدیوں کی طرف سے کسی صاحب نے شائع کروایا ہے جس میں حق و باطل میں تمیز کی پوری کوشش کی گئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مولانا شاطر کے دلایل ایسے پر مغز و شائستہ تھے۔ کہ قادیان کے مولویوں سے ان کا جواب نہیں پڑتا تھا اب ان دلایل کی شائستگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شاطر جن کے نام کے ساتھ مولانا کا لفظ لگانا۔ ان کے کوششوں اور کرزن فیشن [illegible] کی ہتک ہے محض مولوی ثناء اللہ کا ایک چھوٹا سا رسالہ "عقائد میرزا" ہی پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے کچھ بھی نہ بولے۔ ہمارے مبلغین نے مباحثہ شروع ہونے سے پیشتر وہاں کے لیڈر یعنی سید مرتضےٰ صاحب جو امن کے ذمہ وار تھے یہ درخواست کی کہ وہ تحریری طور پر انہیں [illegible] مگر غالباً سید صاحب کا منشا یہی تھا کہ مباحثہ کے بہانے سے عوام الناس کو بھڑکا دیا جائے اور شور و غل مچا کر یہ ثابت کر دیا جائے کہ احمدی مبلغ بات نہیں کر سکتے۔ اور اسی لئے انہوں نے اس قسم کی تحریری درخواست دینے سے گریز کیا۔ ہاں زبانی طور پر ان کو یہ تسلی دیتے رہے کہ تمام لوگ نہایت آرام سے تقریروں کو سنیں گے۔ لیکن جو واقعات پیش آئے وہ ان کی تکذیب کے لئے کافی ہیں شاطر صاحب نے بجائے اس کے کہ حیات و وفات مسیح پر بحث کرتے جو سب سے مقدم مسئلہ تھا صرف عقاید میرزا کو پڑھنا شروع کر دیا۔ ہمارے مبلغین نے یہ بھی چاہا کہ اس کی ہر ایک بات کا جواب ساتھ ساتھ دیا جائے لیکن سید [illegible] اور شاطر کا منشا چونکہ محض پبلک کو بھڑکانا تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ تمام رسالہ پڑھ لیا جائے۔ جب وہ رسالہ ختم ہوا تو ہمارے مبلغین نے اتہامات کی تردید کی اور بتایا کہ کہاں تک تحریف سے کام لیا گیا۔ اس کے علاوہ ہماری طرف سے وفات مسیح اور حضرت میرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے متعلق تقریباً دو گھنٹے تقریر ہوتی رہی جس میں سلسلہ کے تمام دعاوی و دلائل کا ذکر کر کے ان سے مطالبات کئے گئے کہ ان دلایل کا آپ صاحبان کے پاس کیا جواب ہے لیکن شاطر صاحب نے تقریر کا پہلو بدل کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب سلطان کی لڑکی کو گالیاں دیتے تھے اور اسی قسم کی بلکہ اس سے بھی بدتر جھوٹ باتیں جن کو بحث سے دور کا تعلق بھی نہ تھا بیان کرنی شروع کر دیں۔ ہماری طرف سے بار بار یہ مطالبہ ہوتا رہا کہ یہ باتیں خارج از بحث ہیں۔ اور ان سے خواہ مخواہ اصل بات کو ٹالا جاتا ہے لیکن شاطر صاحب یہ کہہ کر تسلی دیتے رہے کہ اصل مضمون کو ابھی بیان کرتا ہوں۔ چونکہ شام کا وقت قریب ہو رہا تھا اس لئے [illegible] یہ دیکھ کر کہ شاطر صاحب کی لایعنی تقریر ختم نہیں ہوتی [illegible] صدر مرتضےٰ اور شاطر کے بیہودہ اور غلط اتہامات [illegible]

پر مساوات مطلق ہے محال — کہ ہیں دُنیا کے مختلف احوال
مختلف ہے ہر ایک کا رجحان — ہے الگ ایک ایک کا میلان
ایک محتاج ہے اور ایک غنی — ہے ذہین ایک اور ایک غبی
ایک عالم ہے ایک ہے جاہل — ایک کم فہم ایک ہے عاقل
ایک حاکم ہے ایک ہے محکوم — ایک خادم ہے ایک ہے مخدوم
مختلف رُتبہ الغرض سارے — گوناگوں دنیا کے ہیں نظارے

پر یہ جمہور کی ہے اہلیت — کہ ہوں یکساں ذرائعِ "راحت"
تا کریں ساری قوم کے افراد — فیض حاصل بقدرِ استعداد
چاہئے قوم وہ کرے تدبیر — بہرہ ور جس سے ہوں غریب و امیر
مفت و جبری ہو سر بسر تعلیم — حرفت و فن کی جا بجا تنظیم
خرچ قومی پہ مدرسے جاری — سیر حاصل ہو سر زمین ساری
مدرسہ اپنا کارگاہ اپنا — نیس کا ڈر نہ قوت کا کھٹکا

ورنہ ناقص ہے نظمِ جمہوری — کہ ہے فطری قویٰ پہ مجبوری
یہیں مجبوریوں سے ملک اپنا — ہوا مخذول و خستہ حال و تباہ
نشو حاصل نہ گر کریں امیال — قوم گر جائیگی بقعرِ زوال
اس بنا پر ہے دینِ اسلامی — نشوِ فطرت کا سر بسر حامی
مولیٰ، مولیٰ بنا دیئے اس نے — ادنیٰ اعلیٰ بنا دیئے اس نے
ایھا الناس ہو مساوی تم — اکرمیت بنصیبِ اتقاکم

اور وہ اخلاص منبعِ عرفان — ہے کلیدِ درِ خزائنِ جانان
اصلِ عرفان ہے فنا فی اللہ — اور فنا - فائز لقا باللہ
ہے یہ وہ اعلیٰ رتبۂ عرفان — جس پہ ہوں زندگیاں قربان
صبغتی رنگ میں فنائیت — فائزِ منزلِ لقائیت
یہ وہ منزل کہ ایک ہے جس جا — مرضیٔ عبد و مرضیٔ مولیٰ
قدرت اُس کی خدا کی قدرت ہے — نصرت اُس کی خدا کی نصرت ہے
دوست اُسکے ہیں دوستانِ خدا — دشمن اُس کے ہیں دشمنانِ خدا

ہے مساوات عدل کا ماوا — اور ہے اخلاص تقویٰ کا ملجا
عدل و تقویٰ بہم ملانے میں — غایتِ زندگی دکھاتے ہیں
جسم میں اعتدال ہے "صحت" — روح میں اعتدال ہے "راحت"

صحتِ جسم ہے - قیام "بود" — راحتِ روح - حاصلِ "بہ بود"
عدل ہے دنیا میں مرادفِ "بود" — تقویٰ ہے دین میں روح کی "بہ بود"
بود و بہ بود سے یہ ہے ظاہر — کہ نہیں دین دنیا سے باہر
"بود" "بہ" سے ملے بنے "بہ بود" — گویا دنیا میں دین ہے موجود
"بود" و "بہ بود" کا ہے مفہوم — کہ ہیں دنیا و دیں بہم ملزوم
ثابت اس سے یہ ہوگیا یکسر — دنیا "بہ" ہے تو دین ہے "بہتر"
دنیا اچھی ہے - دین ہے اچھا — عمل اچھا - یقین ہے اچھا
بہ اور بہتر بہم جو ملتے ہیں — گویا دریا دو یکجا بہتے ہیں
ان سے شاداب گلشنِ دارین — ان سے سیراب مزرعِ کونین
عدل کی دنیا میں ہے سالاری — تقویٰ کی دین میں ہے سرداری
عدل میں ہیں مراتبِ دُنیا — تقویٰ میں ہیں مناصبِ عقبیٰ
عدل و تقویٰ جو ہوں بہم یکجا — دنیا میں دین - دین میں دُنیا
ثمرِ زندگی ہے تقویٰ و عدل — ثمرِ بندگی ہے تقویٰ و عدل
الغرض دین و دُنیا کے سب کام — ایک "وحدت" سے پاتے ہیں انجام

اول اسلام آخیرت اسلام
اللہ اللہ ہے کیا عجیب نظام

رسیداتِ زر

از پشاور

(بر موقعہ جلسہ)

نام	روپیہ	آنہ	پائی
میاں شیر احمد صاحب سیٹھی	۵۰	۰	۰
میاں غلام رسول صاحب سوداگر چرم	۲۵	۰	۰
میاں وزیر محمد صاحب سوداگر چرم	۱۵	۰	۰
حاجی میاں جان محمد صاحب ٹھیکیدار	۲۰	۰	۰
مولوی سعد الدین خان صاحب	۱۰۰	۰	۰
حاجی میاں فضل الٰہی صاحب سوداگر	۲۰	۰	۰
سردار مغل خان صاحب پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر پشاور	۲۰	۰	۰
خان صاحب غلام سرور ٹھیکیدار و آنریری مجسٹریٹ	۲۰	۰	۰
مرزا احمد جان صاحب انسپکٹر پولیس سی آئی ڈی	۱۰	۰	۰
میاں عبد اللہ خان صاحب سوداگر چرم	۵	۰	۰
خان صاحب مرزا علی محمد صاحب انسپکٹر مدارس	۵	۰	۰
میزان	۲۹۰	۰	۰

نام	روپیہ	آنہ	پائی
میزان پچھلا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ ہدایت اللہ صاحب سوداگر بوٹ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ڈاکٹر محمد دین صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مرزا رمضان علی صاحب	[illegible]	[illegible]	[illegible]
محمد صفدر خان صاحب وکیل بی - اے۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میاں نور احمد صاحب ملازم مشن سکول	۱۵	[illegible]	[illegible]
معلوم الاسم	۱۰	[illegible]	[illegible]
میزان کل	[illegible]	[illegible]	[illegible]

از فیروزپور

نام	روپیہ	آنہ	پائی
۱ - جناب شیخ محمد صادق صاحب سب انسپکٹر پولیس [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲ - خانصاحب جناب میاں غلام رسول خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳ - جناب میاں غلام عباس صاحب تمیم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴ - جناب میاں غلام حیدر صاحب تمیم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵ - جناب میاں غلام بشیر صاحب تمیم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶ - جناب میاں دوست محمد صاحب تمیم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷ - سید محمد شاہ نواز صاحب سب انسپکٹر پولیس	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸ - منشی محمد سیف الدین صاحب حکیم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان	۳۰	۰	۰
وضعات فیس منی آرڈر	۰	۵	۰
باقی	[illegible]	۱۱	۰

بقیہ صفحہ اول

اگرچہ مباحثہ شروع کرنے سے پیشتر ہمیں یہ یقین دلایا گیا تھا کہ پولیس کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ اور چند سپاہی پولیس کے شروع مباحثہ میں موجود بھی تھے۔ مگر خاتمہ پر معلوم نہیں پولیس کے سپاہی کہاں گئے۔ ورنہ ایسا شور و غل نہ برپا ہوتا +

یہ ہیں صحیح واقعات اس مباحثہ کے کہ جن کو غلط طور پر بیان کیا جاتا ہے

پرائیویٹ گفتگو

اس مباحثہ کے علاوہ سید مرتضے کے مکان پر بھی کوئی دو تین سو حاضرین کے روبرو ایک لطیف مکالمہ ہوا جس میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ نے ایک مولوی صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے نہایت وضاحت سے ثابت کیا کہ اگر حضرت مسیح ناصری کو زندہ تسلیم کیا جائے۔ اور پھر ان کا نزول مانا جائے تو اسلام کا تختہ ہی الٹ جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب

اسلامی لیٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین سوانح عمری حضرت مولوی نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ **قیمت** ۱۲

النبوۃ فی الاسلام - اس میں نبوت، رسالت، مجددیت، محدثیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کیگئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اور مرزا صاحب بمعنے محدث ہیں۔ **قیمت** بے جلد ۱۲ مجلد ۱۲

غلامی غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں اُن سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں .... **قیمت** ۳

عصمت انبیاء عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے۔ ۷

سکھ ازم انگریزی میں جسمیں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان ہیں اور اُن کا مختصر حال ہے۔ **قیمت** ۱

اسوہ حسنہ موسومہ زندہ و کامل نبی:- اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ **قیمت** ۴

صحیفہ آصفیہ - اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔ **قیمت** ۲

بنگال کی دلجوئی - اُردو میں: جسمیں اُس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی بابت کی۔ **قیمت** ۰

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں - حضرت خواجہ صاحب کا وہ لکچر جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ **قیمت** ۰

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کیطرف انگریزی میں جسمیں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ ازروئے قرآن کریم ثابت کی ہے .... **قیمت** ۳

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی [illegible] **قیمت** ۴

ہے جو آپ نے حسب منشاء الہٰی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی ہے اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب در بارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا .... **قیمت** ۲

رسالہ فیصلہ آسمانی جسمیں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدیہ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے ۰

رسالہ تحفۃ المتقین - جس میں فاضل مصنف نے آیت ھدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً نہایت عمدگی سے لکھی ہے۔ ۱

رسالہ تحفۃ السلطان - قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اُردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے .... **قیمت** ۱

بائیبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا نقشہ دیا ہے .... **قیمت** ۱

نیر اسلام اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کر کے قرآن کریم سے تطبیق دی ہے .... **قیمت** ۲

آیات بینات - عیسائی رسالہ آیات اللہ یعنی معجزات کی جس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے تردید کیگئی ہے **قیمت** ۲

خورشید عاقل - مذہبی ناول جس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارہ میں کرتے ہیں **قیمت** ۱

رباعیات جسمیں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے ۱

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یہ جلد براہین احمدیہ کے چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلایل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگاتے ہیں بوجوہ احسن تردید کی ہے اور منکرین پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے دس ہزار روپیہ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شائع کیا۔ **قیمت** ولایتی کاغذ مجلد ۳ دیسی کاغذ مجلد ۲ بے جلد ۱۲ ......

القول المجید فی تفسیر اسمہ احمد - اس فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد در بارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کا [illegible]

مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں اُن کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا .... **قیمت** ۸

درثمین مکمل - حضرت مسیح موعود کی تمام اُردو اور فارسی نظمیں جو الگ الگ شائع ہو چکی ہیں، ایک جگہ جمع کی گئی ہیں **قیمت** مجلد ۱۲ بے جلد ۹

الضحیٰ - حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث پر مفصل اور مبسوط بحث .... **قیمت** [illegible]

اظہار النصائح فی رد الخرافات والفضائح - میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ القول الفصل پر تنقید .... **قیمت** [illegible]

عسل مصفے - مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفے ملاحظہ کریں کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس لائق مصنف نے ذکر کرکے اُس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ بشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید **قیمت** ہر دو حصہ مجلد [illegible] **قیمت** بے جلد ہر دو حصہ [illegible]

نکات القرآن ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورہ فاتحہ سے لیکر آخر سورۃ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری اور [illegible] معرکۃ الآراء اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ آل عمران و النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے ایسے ہی لطیف نکات اور معارف کا ایک دریا بہا دیا گیا ہے تفسیر کی عمدگی کیلئے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے۔ **قیمت** حصہ اول [illegible] حصہ دوم ۱۲ حصہ سوم ۸ حصہ چہارم ۶

حدوث مادہ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ۱۹۱۲ء میں کوہ مری میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا اس کے پرچوں کو نقل کرنے کے علاوہ دو درجن ایڈ ابواب میں حدوث مادہ پر مزید علمی دلائل سے روشنی ڈالی گئی ہے آریہ سماج کے بالمقابل ایک کاری ہتھیار کا کام دیسکتی ہے۔ **قیمت** [illegible]

جمع قرآن مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی اس میں قرآن کریم کی جمع و حفاظت پر دلائل بینہ سے منقولی و معقولی بحث کیگئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم جیسا کہ نازل ہوا۔ بعینہ اسی طرح بلا تبدیل و تحریف موجودہ ہے یعنی [illegible] موجودہ ترتیب بھی وہی ہے جو ارشاد ربانی کے ماتحت آنحضرت صلعم نے خود قائم فرمائی میں نیز تمام وہ اقوال جرح و تنقید کئے گئے ہیں جو بعض [illegible]

مراسلات

ایک خط کا جواب

اخویم شیخ صادق علی کے مومنانہ اظہار صداقت پر جو انہوں نے خط بنام میاں صاحب اور دیگر مختلف مضامین کی شکل میں کیا۔ دربار خلافت کے ایک چوبدار بلکہ خواجہ سرائے اکمل نے مجھ نہیں خط کے ذریعہ سے درغلانے کی کوشش کی جس کا جو کچھ جواب انھوں نے لکھکر بھیجا وہ برائے افادۂ ناظرین کرام آپ نے پیغام صلح کی نذر کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

مکرمی قاضی صاحب! السلام علیکم۔ میری طبیعت اچھی نہیں رہی اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرما دیجئے۔ آپکا گلہ بیجا ہے کہ میں نے میاں صاحب کے مریدوں کو محمودی کہا۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میری نیت آپ لوگوں کی نسبت نفرت یا حقارت پھیلانے یا آپ کا دل دکھانے کی نہ تھی یہ لفظ صرف امتیاز کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔ اور پھر میری معلومات کیمطابق آپ لوگوں کا مذہب جمہور علمائے اسلام کے عموماً اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصاً خلاف ہے تو آپکو محمودی نہ کہا جائے تو آخر کہا کیا جائے۔ مختصر طور سے میں یہاں وہی اختلافات آپ کے پیش کرتا ہوں۔ جو حضرت اقدس جناب مسیح موعودؑ اور میاں صاحب کے مذہب میں ہیں۔

(۱) میاں صاحب نے حال ہی میں اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ کہ غیر مبائعین کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حالانکہ جناب مسیح موعودؑ کا یہ مذہب تھا کہ اگر کوئی غیر از جماعت شخص ان مولویوں کو کافر سمجھتا ہے۔ جنہوں نے حضرت صاحب پر فتوے کفر دیا تھا تو اسکی اقتداء میں نماز جائز ہے۔ میاں صاحب ہمیں احمدی بھی سمجھتے ہیں اور پھر ہمارے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ بھی قرار دیتے ہیں اگر وہ ہمیں احمدی نہ بھی سمجھتے ہوتے۔ تو بھی مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق ہمارے پیچھے نماز جائز تھی۔ میاں صاحب کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسیح موعودؑ کے فتوے کے صریح خلاف ایسا فتویٰ دیتے۔ پھر جماعت کا یہ فرض تھا۔ کہ میاں صاحب کو اُن کی غلطی سے آگاہ کرتی ہر جائز و ناجائز میں میاں صاحب کی اطاعت ایک لغویت ہے۔

(۲) حضرت صاحب ۱۲ر نومبر ۱۹۰۷ء کو فتوٰے دیتے ہیں کہ جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو اُس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ مگر میاں صاحب ہر ایک غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا حرام قرار دیتے ہیں بعض صاحب نے محض جھک مارا ہے۔ کہ میں نے حضرت سے دریافت نہیں کیا تھا۔ خود ہی لکھ دیا تھا۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہے تو انہوں نے جھوٹ لکھا۔ کہ "حضرت د..... بحواتی فرصت نہیں کہ ہر خط کا جواب خود لکھیں۔ دوسرے کو فرما دیتے ہیں کہ یہ بات لکھو" پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اخیر ۱۹۰۷ء تک جماعت کا عمل یہی تھا اس کے بعد مسیح موعودؑ نے اس کے برخلاف نہیں فرمایا۔ تو گویا میاں صاحب کا مذہب اس بارہ میں بھی جناب مسیح موعودؑ سے مختلف ہے۔ ہاں یہ اُنکی اپنے مقدس باپ پر عنایت ہے کہ عام مجمع میں کہہ دیا کہ مسیح موعودؑ کا قول اور فعل مختلف تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۳) حضرت صاحب کی زندگی میں کسی کے وہم اور خیال میں بھی نہ تھا کہ مسیح موعودؑ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابیں مسئلہ نبوت کے متعلق منسوخ ہیں نہ اُن کا کوئی اس قسم کا ارشاد موجود ہے۔ بلکہ ایک غلطی کے ازالہ کے ذریعہ حضرت صاحب نے اپنی سب کتابوں کی صحت کو تسلیم کر لیا لیکن میاں صاحب اسکے صریح برخلاف حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلی تصانیف کو منسوخ اور مسترد قرار دیتے ہیں۔

(۴) مسئلہ کفر و اسلام میں بھی میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ مسیح موعودؑ لکھتے ہیں۔ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا..... میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے"۔ میاں صاحب کا یہ مذہب ہے کہ حضرت صاحب کو نہیں ماننا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔

(۵) حضرت صاحب نہایت کھلے کھلے الفاظ میں مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کا مصداق آنحضرت صلعم کو قرار دیتے ہیں۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۴۳) لیکن میاں صاحب مصر ہیں کہ نہیں یہ پیشگوئی مسیح موعودؑ کے حق میں ہے اور اسے ایمانیات میں داخل کرتے ہیں یہاں تک کہ مسیح کی نبوت کی دلیل اس آیت سے پکڑتے ہیں گویا اس مسئلہ میں بھی میاں صاحب کا مذہب حضرت صاحب سے مختلف ہے۔

(۶) ایسا ہی حال مسئلہ نبوت کا ہے اور باتوں کو تو جانے دیجئے کیونکہ میاں صاحب من النبوۃ الا عین النبوۃ کرکے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیتے ہیں مگر ایک بات تو صاف ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کہ حضرت اقدس جناب مسیح موعودؑ اپنے تئیں منفرد نبی کہلانا محض ناپسند ہی نہیں کرتے بلکہ اسے سلسلہ خاتم النبیین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کی ہتک قرار دیتے ہیں لیکن اب آپ میاں صاحب اور اُن کے متبعین کا طرز عمل دیکھئے الفضل کی ہر ایک اشاعت میں احمد نبی اللہ۔ مسیح موعود نبی اللہ۔ قادیان کا نبی۔ خاندان نبوت وغیرہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں میاں صاحب خود سیرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں اور اُس کا عنوان احمدؑ آخری زمانہ کا رسول قرار دیتے ہیں۔ ایڈیٹر الحکم مسیح موعودؑ کی سوانح عمری لکھنا شروع کرتا ہے۔ اور اُس کا ٹائیٹل سیرت النبی لکھتا ہے۔ قاضی صاحب آپ ایمانداری سے غور کریں کہ آیا میاں صاحب اور اُن کی جماعت کا یہ طریقہ مسیح موعودؑ کی وصیت کے کھلا کھلا برخلاف ہے یا نہیں۔ اور کیا میاں صاحب کی جماعت اور خود میاں صاحب ایسے الفاظ استعمال کرکے آنحضرت صلعم کی ہتک کر رہے ہیں یا نہیں۔ آپ اگر اس کی تاویل کر سکتے ہیں تو کیجئے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار..... غرض اس مسئلہ میں بھی میاں صاحب اور حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب میں اختلاف ہے۔

ایسے حالات کی موجودگی میں میاں صاحب اور اُن کی جماعت کو اس مقدس نام سے یاد کرنا جو ہمارے مرشد اور آقا جناب مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ میرے نزدیک ظلم اور بعید از انصاف ہے۔ جب آپ لوگ مسیح موعودؑ کی کسی بات کی قدر ہی نہیں کرتے اور اُن کے اقوال سے صریح انحراف کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کو ضرورت بھی کیا پڑی ہے کہ اپنے تئیں مسیح موعودؑ کی جماعت کی طرف منسوب کریں۔ مسیح موعودؑ کو حقیقی نبی ٹھہرانے میں اُن کی عزت نہیں۔ بلکہ ذلت ہے۔ کیونکہ یہ خود اُن کے دعاوی کے خلاف ہے اور نبی حقیقی کے اوصاف امتیازی اُن میں نہیں پائے جاتے) علاوہ ازیں جب میاں صاحب نے اس نام کو پسند فرمایا ہے تو آپکے ناراض ہونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ کا یہ ارشاد کہ احباب پٹیالہ سے میری کچھ چھیڑ چھاڑ تھی۔ اور وہ مجھے کچھ زبانی کہہ لیتے تھے۔ تو میں بھی انہیں زبانی کہہ لیتا۔ کیونکہ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ بڑا نامناسب اور تقوےٰ سے دُور ہے۔ مجھے جماعت پٹیالہ کے کسی ممبر اور نہ دُنیا میں کسی اور شخص سے کسی قسم کا عناد ہے آپ میری نیک نیتی کو اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے مکالمہ میں کسی کا نام درج نہیں کیا اور پھر مکالمہ کو شائع کرکے ہر ایک ایسے شخص سے جواب کا مطالبہ کیا ہے جو میاں صاحب کا مرید ہے۔ اور پھر یہ مکالمہ میں نے میاں صاحب کو جماعت کی حالت سے آگاہ کرنے کے لئے شائع کیا ہے میں بہرحال آپ کا بہی خواہ ہوں۔ وقتاً فوقتاً آئیندہ بھی میں ایسی باتیں لکھتا رہونگا۔ تاکہ کسی نہ کسی پہلو پر تو میاں صاحب کی جماعت کی اصلاح ہوتی رہے۔ مجھے تو امید تھی کہ میاں صاحب اپنی جماعت کو ہدایت اور تنبیہہ کر دینگے۔ کہ وہ آئیندہ مباحثوں میں محتاط رہیں۔ اور حضرت رسول کریمؐ اور صحابۂ کرام کی شان میں گستاخانہ اور ہتک آمیز الفاظ استعمال نہ کیا کریں لیکن افسوس یہ امید غلط ثابت ہوئی بیشک آپ کے کسی اخبار میں مجھے کچھ نہیں کہا گیا۔ تو میں نے بھی آپکو کیا کہا ہے۔ میاں صاحب کے پیچ در پیچ عقائد میری سمجھ میں نہ آئے۔ تو میں نے اس الجھن سے نکلنے کے لئے خود اُنہی کو بڑے ادب سے مخاطب کیا مگر اُن کی شان بے نیازی دیکھئے۔ کہ آجتک جواب دینے کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔ میرے لئے اسکے سوا کیا چارہ تھا۔ کہ اپنی چٹھی اخبار میں شائع کر دوں اس پر بھی کچھ جواب نہ ملا۔ بالآخر اللہ تعالےٰ کے فضل نے مجھے ان مسائل کو خود ہی سمجھا دیا..... آپ نے مجھے ظالم کہا۔ اظلم کہا۔ اخبار میں مخاطب کرنے کی دھمکی دی۔ آپ کو اختیار ہے میں گالیوں کا بدلہ گالیوں سے نہیں دینا چاہتا۔ میں بڑا مشکور ہونگا۔ اگر آپ میری یہ چٹھی اخبار میں شائع کرکے جواب دینگے۔ تاکہ حق و باطل میں عام امتیاز ہو سکے..... آپ کے ان الفاظ کا۔ کہ "مجھے آپ کی تحریروں سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہے کہ حضرت ۱۹۰۱ء سے پہلے کیوں اپنی نبوت نہ سمجھ سکے۔ کیا آپ مہربانی فرما کر ۱۹۰۱ء سے پہلے کے چند چوٹی کے حوالے لکھکر مجھے بقید صفحہ و نام کتاب بھیجو اگر ممنون نہ فرمائینگے۔ جس سے بلا تاویل یہ ظاہر ہو تا ہو کہ حضرت اقدس اپنے آپکو غیر نبی سمجھتے اور غیر نبی کے طور پر پیش فرماتے تھے" مجھے کچھ مطلب سمجھ نہیں آیا۔ کیا میں یہ خیال کر لوں۔ کہ آپ کا مذہب میاں صاحب سے مختلف ہے کیونکہ میاں صاحب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "چونکہ اپنے آپکو نبی نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے آپکا خیال تھا کہ نبی سے نیچے اُتر کر جو درجہ ہے وہ محدث کا ہے۔ میں وہی ہونگا۔ اور اس درجہ کا نام محدث ہی ہوگا" میرا تو یہ مذہب ہے۔ کہ حضرت صاحب نے جب سے دعوے مسیحیت کیا ہمیشہ تادم وفات ایک ہی دعوے پر قائم رہے۔ اور اپنے تئیں غیر نبی سمجھتے رہے۔ تاہم آپ کے ارشاد کے مطابق چند حوالجات آپ کے غور کے لئے پیش کرتا ہوں۔

(۱) ..... ہے۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۹۔

(۲) لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا۔ کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونیکا دعوےٰ ہے۔ کرامات الصادقین صفحہ ۵۔

(۳) ابن مریم جو آنیوالا ہے۔ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ فقط امتی لوگوں میں سے ایک شخص ہوگا۔ صفحہ ۲۹۱۔ ازالہ اوہام۔

(۴) نبوت کا دعویٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱۔

(۵) صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ازالہ اوہام ۵۶۹۔

(۶) جس حالت میں مسیح ابن مریمؑ اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو وہ پھر باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متباین ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵۔

(۷) اگر ایک دفعہ ہی وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مُہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کیلئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷۔

(۸) اُنؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "میں نبوت کا مدعی نہیں کہ تا موذی عذاب نازل کروں"۔ اُن پر واضح رہے۔ کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اُس کے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے..... غرض جبکہ نبوت کا دعوےٰ اس طرف بھی نہیں صرف مجددیت اور ولایت کا دعویٰ ہے مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳۔

(۹) اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اسکے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین ۔ دسمبر ۱۸۹۱ء۔ الحوار الاسلام صفحہ ۴۴۔

(۱۰) ان سب حوالجات کا جملی ثبوت "مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور اُن کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھیں..... اس لفظ نبی سے مُراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے جسکے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلم مُراد لئے ہیں۔ مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۷۔

قاضی صاحب یہ حوالجات جو میں نے پیش کئے ہیں ان میں نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ وہ دلائل ہیں جو حضرت صاحب نے ختم نبوت کے متعلق دیئے ہیں۔ اور نبی اور غیر نبی کے درمیان امتیازی نشان ہیں کیا حضرت صاحب نے کبھی ان دلائل کو رد کیا ہے اگر نہیں۔ تو آپ یا میاں صاحب ان کی تردید کر سکتے ہیں امید کہ آپ سچے دل سے غور فرمائینگے۔ والسلام۔

مضمون بہت طویل ہو گیا ہے معافی چاہتا ہوں لیکن ایک بات میں جناب کے غور کیلئے اور پیش کرتا ہوں۔ میاں صاحب ان الفاظ میں ہر احمدیت قبول کرنیوالے شخص سے بیعت لیتے ہیں کہ "میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی قبول کرتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا رہونگا"۔ اگر حضرت صاحب کا دعویٰ نبوت یقینی اور ثابت شدہ امر ہے تو پھر میاں صاحب کی گول مول باتیں کیا معنی اور یہ کہنے کی کیا وجہ کہ میں کسی کو مسیح موعود کی نبوت ماننے کیلئے مجبور نہیں کرتا۔ ہمارے محترم میاں صاحب کے طرز عمل سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ خود انہیں بھی حضرت صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں۔ یا کم از کم انکے نزدیک بھی یہ ایک ثابت شدہ صداقت نہیں۔ اسکے بالمقابل انا النبی لا کذب پر بھی غور فرمایئے کیا کسی اسلام قبول کرنیوالے سے بھی اس قسم کے گول مول الفاظ کہلا لئے پڑتے ہیں یا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ جیسے کھلے کھلے الفاظ میں اقرار لیا جاتا ہے فقط ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء نمبر ۴۱

جلسہ سالانہ قریب آگیا

آج نومبر سنہ ۱۷ء کی ۲۶ تاریخ ہے جس کے پورے ایک مہینہ بعد ہم پھر اس مبارک تقریب میں شامل ہونگے - جو قوم کے سالانہ اجتماع اور قومی بہبودی و فلاح کے مختلف دروس و اسباق کی صورت میں سال کے سال ہمیں پیش آتی ہے - جلسہ سالانہ کیوں اور کس بنا پر قائم ہوتا ہے - کیا یہ کوئی سالانہ میلہ یا عرس ہے - جیسے عام طور پر پیروں کی خانقاہوں پر لوگ عرس کیا کرتے ہیں - یا کوئی محض چندوں کے جمع کرنے یا اور کسی دنیاوی یا نفسانی غرض کے لئے ہم یہاں جمع ہوتے ہیں - عرس اور میلہ کا تو ذکر ہی فضول ہے - نہ یہاں کوئی خانقاہ اور نہ کسی عرس کی یہ جگہ - رہا چندوں کے جمع کرنے کا سوال - اگر سچ پوچھا جائے تو اصل غرض یہ بھی نہیں اور نہ کوئی نفسانی اغراض ہر سال اس قدر اشخاص کو کھینچ کر یہاں لاتی ہیں محض ایک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قوم میں ایک نئی روح ایک نیا جوش پیدا کرنا اپنی بہبودی اور فلاح کے اسباب و وسایل پر غور کرنا صحیح مذہبی خیالات و عقاید کی تبلیغ اور ناجایز و غلط تعلیمات کے نقایص کا اظہار - یہ وہ اصل اغراض ہیں جو مسیح موعود کے نام لیوؤں کو ہر سال کشاں کشاں ایک مرکزی مقام پر کھینچ کر لاتیں اور باہم تبادلہ خیالات کا موقعہ دیتی ہیں +

پھر ان عالیشان اغراض اور ایسے اعلےٰ درجہ کے مقاصد کے ہوتے ہوئے کہ جن پر دنیا و آخرت ہر دو میں انسان کی بھلائی اور فلاح و بہبودی منحصر ہے - یہ کس قدر کفران نعمت ہوگا - اگر ایسے مبارک موقعہ سے فایدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی جائے - عرس اور میلوں پر جہاں نہ دین کا فایدہ نہ دنیوی نفع کی امید سوائے اس کے کہ شرک و بدعت کے ناجایز ارتکاب سے خسران دین کی ہی وراثت نصیب ہو - وہاں تو ہزارہا مخلوق کے جمع ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئے لیکن جس جگہ قرآن کا وعظ ہو - دینی و مذہبی علوم کے دریا بہہ رہے ہوں اور عقاید صحیحہ کا اظہار کیا جاتا ہو - جن پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے وہاں آنا تو ایک طرف - رخ تک کرنا بھی خدا جانے کیوں لوگوں کو دوبھر ہو جاتا ہے - یہ مانا کہ ان میلوں اور عرسوں میں جو لوگ جمع ہوتے ہیں - وہ زیادہ تر ان عوام کا طبقہ ہوتا ہے - جنہیں کسی نے صحیح طور پر کالانعام کا خطاب دیا ہے - لیکن جس طرح سے یہ عوام کالانعام ہوکر ان امور میں جنہیں وہ اپنا دین و مذہب سمجھتے یا قومی فرض خیال کرتے ہیں پورے طور پر دلچسپی لیتے ہیں - کیا سمجھدار اور جان بوجھ رکھنے والے طبقہ کا بھی یہ فرض نہیں کہ وہ بھی اسی طرح ان باتوں میں جنہیں وہ صحیح سمجھتے اور قابل عمل معتبر مانتے ہیں - پوری دلچسپی سے کام لیں - ان قبروں والوں کو بھی چھوڑ کر آج ایک اور منظر بھی ہمارے سامنے ہے جسے دیکھکر اور اپنی حالت کا اس سے مقابلہ کر کے بہت ہی افسوس پیدا ہوتا ہے - آجکل لاہور میں آریہ سماج کا جلسہ ہو رہا ہے - اور جیسا کہ ہم اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں - ایک نہیں دو نہیں اکٹھے تین سالانہ جلسے اس ایک ہی قوم کے تین مختلف فرقوں کی طرف سے ایک ہی تاریخوں پر لاہور ہی کے مختلف مقامات پر ہو رہے ہیں - پھر جس جلسہ میں جاکر دیکھو وہی نظر آتا ہے - کہ گویا ساری دنیا یہیں امنڈ آئی ہے بہت بڑے بڑے وسیع پنڈال - اور ان میں آدمی پر آدمی لوٹا پڑتا ہے - کہا جاتا ہے - کہ پنجاب میں مسلمان زیادہ ہیں ہونگے - لیکن لاہور کا نظارہ اگر کوئی آکر دیکھے - اور مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں بھی کبھی اسے شامل ہونے کا اتفاق ہوا ہو - تو وہ اس حقیقت نفس الامری پر ایمان بالغیب لانے کو تو آئے ورنہ یہ ظاہری تقابل تو اسکے لئے اس کو غلط ٹھہرانے کا پورا سامان کر دیتا ہے - رات مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کا آریہ سماج سے مباحثہ تھا - اور آریہ سماج کے جس فریق کیساتھ مباحثہ تھا اس کے متعلق کہا جاتا ہے - کہ آریوں کی بہت تھوڑی تعداد اس میں شامل ہے - لیکن جس وقت پنڈال میں ہم گئے تو اتنی بڑی وسعت کے باوجود وہ لوگوں سے اس قدر بھر پور تھا - کہ ہمارے مل سکی - پھر یہ کون لوگ تھے - جو وقت سے بھی پہلے وہاں اس قدر تعداد میں جمع ہو گئے - کیا مسلمان؟ خدا جھوٹ نہ بلوائے وہ کوئی مجلس مشاعرہ تھوڑی ہی تھی - کہ مسلمانوں اور وہ بھی مسلمان طالبعلموں کے ہزارہا کی تعداد میں وہاں جمع ہونے کی توقع کی جا سکتی تھی - یہ تو ایک مذہبی مباحثہ تھا - یہاں تو ہزارہا چھوڑ پورے سو مسلمان بھی نہیں ہونگے - پھر کس قدر رشک آتا ہے - اس جوش کو دیکھکر جو ہندو قوم کے اندر جس کے جسم کا ایک ایک رگ و ریشہ ایک دوسرے سے قطعاً علیحدہ ہو چکا ہے - ان سب اختلافات سے قطع نظر کر کے مذہب کے لئے پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان کے بھی اکثر علاقوں میں گھر گھر آریہ سماج کا چرچا ہے - اور صرف یہی نہیں - کہ مذہبی مباحثات ہی تک ان کی کوششیں محدود ہوں - بلکہ تعلیم اور دیگر مختلف شعبوں میں بھی وہ ترقی کی شاہراہ پر پوری تیزی کے ساتھ دوڑ رہے ہیں - لاہور میں ڈی اے وی کالج اور سکول کے شاندار نتایج اور اس کے کارکنوں کا قلیل گذارہ اوقات پر جہد تبلیغ سے کام لینا کس کو معلوم نہیں - اس کے ساتھ ہی اب یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیئے - کہ اسی پیمانہ پر اب کانپور میں بھی ایک اور دیانند کالج کھلنے والا ہے - جس میں لاہور کالج ہی کا ایک قابل انسان اور آریہ سماج کا درخشندہ گوہر (پروفیسر دیوی چند ایم اے) نہایت قلیل مشاہرہ پر پرنسپل مقرر ہوا ہے +

یہ واقعات ہیں جنہیں دیکھ کر ہم اپنے آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم نے کیا کیا - اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے - لیکن آہ بہت ہیں جو ان سوالات کو یونہی لاابالی کے ساتھ دیکھتے اور نہایت بے پروائی کے ساتھ انہیں نظرانداز کر دیتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ ہمیں بالکل نئے سرے سے کام شروع کرنا پڑا ہے - اور اس لئے ابتدائی حالت میں مسلم ہائی سکول جیسے شاندار پیمانہ کے مدرسہ کا قیام اور ووکنگ مشن کا سنبھال لینا بھی بہت بڑی بات ہے - لیکن اس کے ساتھ ہی اور نہیں تو اس سالانہ اجتماع میں تو قوم کے ہر ایک متنفس کو شامل ہوکر اپنی قومی مشین کے پہیہ کو چلانے میں امداد دینی چاہیئے +

سالانہ جلسہ میں اگر تو ہزارہا لوگوں کا ایک جگہ جمع ہوکر دلپسند وعظوں اور عمدہ عمدہ تقاریر کا سن لینا اور تھوڑی دیر کے لئے خوش ہو جانا ہی کافی سمجھا جائے - تو بھی یہ چنداں قابل تحسین امر نہ ہوگا - یہ موقع صرف تقاریر سننے کا ہی نہیں - بلکہ قومی امور اور پیش آمدہ کاموں کی سرانجام دہی اور آیندہ وسیع پیمانہ پر کام شروع کرنے کی تدابیر پر بھی غور کرنا ہوتا ہے - جس کے لئے عام جلسہ کے علاوہ احمدیہ کانفرنس کے نام سے انہیں دنوں ایک خاص جلسہ بھی ہر سال ہوتا ہے - اور اس کے لئے بھی احباب کا کثرت کے ساتھ جمع ہوکر نہ صرف اپنی قیمتی آرا سے مستفید کرنا ہی لابدی امر ہے - بلکہ انجمن کے اختیار کردہ کاموں اور آیندہ پیش آنیوالی ضروریات کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے چندوں کی فراہمی کی بھی جس قدر ضرورت ہے اس سے ہمارے احباب بخوبی واقف ہیں - پس اپنے اس قومی جلسہ میں احباب کا جمع ہونا - اور جمع ہوکر اپنی قیمتی آرا اور مواعظ حسنہ سے مستفید فرمانا اور درام و درم کے ساتھ انجمن کی امداد کرنا ان کا قومی فرض ہے - جس سے وہ بغیر اس کی ادائیگی کے کسی طرح بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے +

جلسہ کی تاریخوں - اس کے اخراجات اور دیگر ضروری ہدایات کا بعد میں خود جناب سیکرٹری اور محاسب صاحب اعلان فرمائیں گے ہم اس موقعہ کے لئے احباب - ابھی سے تیار کرنا چاہتے ہیں - کہ جونہی وقت آئے انہیں جلسہ میں شمولیت اور اس کے کاموں میں پوری دلچسپی لینے میں کوئی روک یا تساہل واقعہ نہ ہو - پس کیا ہم امید کریں کہ ہماری اس عرضداشت کو قبولیت کی نظروں سے دیکھا جائیگا؟ +

معاصر پیسہ اخبار ہمارے ایڈریس پر

آج کسی دوسری جگہ اس ایڈریس کا پورا ترجمہ دیا گیا ہے جو ۱۰ نومبر سنہ ۱۷ء کو وفد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کیطرف سے ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور صاحب وزیر ہند کی خدمت میں پیش ہوا تھا - اس ایڈریس پر لوکل ہمعصر پیسہ اخبار نے جسنے آنریبل میاں محمد شفیع کی پرائی لیگ کا ہمنوا ہونے کی وجہ سے تمام ان لوگوں پر جو اصلاحات کے حامی ہوں اور ترقی کے طالب بیجا نکتہ چینی کرنے اور بیتے ہی پرچے سینے کی قسم اٹھا رکھی ہے اپنی عادت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے وہ لکھتا ہے کہ

"غلام احمد صاحب کے پیروؤں کے ایک دوسرے لیڈر یعنی مخالفین لیڈر قادیان کی مجلس ہے جس طرح انجمن موید الاسلام لکھنؤ یا علمائے دیوبند کے وفود اصلاحات کے متعلق مسلمانوں کے مذہبی پہلو کو روشنی میں لائے ہیں اور ان کی دینی ضروریات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے - اسی طرح لاہوری احمدی انجمن سے بھی امید کی جا سکتی تھی کہ وہ اشاعت اسلام کے بارہ میں کوئی امر نوٹس میں لائیگی مگر یہ معلوم کر کے تعجب ہوتا ہے کہ یہ بھی کانگرس و لیگ کی مشترک سکیم کی تائید کرنے گئی تھی - اس کا ایڈریس کے آٹھ پیراگرافوں میں سے آخری یعنی صرف آٹھویں پیراگراف ہی سا طلبا و سرکاری ملازموں واہل مقدمات کو ادائیگی نماز کی اجازت دیئے جانے اور سرکاری ضروریات کے لئے مساجد و مقابر منہدم نہ کئے جانے کے متعلق تھا ایڈریس میں دنیاوی امور کی تقسیم [illegible] قدر و قعت اور زیادہ جگہ دینے سے گمان ہوتا ہے - کہ جماعت کا ایڈریس بھی پہلے ہندوستانی و پھر مسلمان ہونیکا ادعا رکھتے ہیں چونکہ احمدی مذہب کے سرچشمہ قادیان کے احمدی مسلمان اور انکے لیڈر اور ہندوستان میں دیگران کے ہم خیالوں اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے بعض اعتقادات میں [illegible] کی وجہ سے دونوں میں مخالفت ہے اور جبکہ قادیانی جماعت کانگریس و لیگ کی سکیم اصلاحات سے اختلاف کر چکی تھی تو ممکن ہے کہ برعکس اس کے جماعت لاہور نے قادیانی احمدیوں کی مخالفت کے اصول کو برتتے ہوئے سکیم مذکور کی تائید مناسب خیال کی ہو - باوجود دونوں پارٹیوں میں اس قدر اختلافات کے معلوم نہیں کہ ایڈریس میں لاہوری جماعت کا ہندوستان کے تمام احمدیوں کی نیابت کا دعوے کہاں تک بجا ہو سکتا ہے"

جواب اعتراضات

پیسہ اخبار کے ان فقرات کو پڑھکر ہماری اس حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ مولینا حاجی محبوب عالم صاحب کا دل و دماغ ایسی لایعنی باتوں کو لکھنے کی کیونکر انہیں اجازت دیدیتا ہے - آخر اشاعت اسلام کی راہ میں کونسی ایسی رکاوٹیں تھیں جن کی اصلاحات کیلئے صاحب وزیر ہند کو توجہ دلائی جانی ضروری تھی - ہر ایک مذہب کو اپنے حق کیلئے کوشش و جد و جہد کرنے میں پوری آزادی حاصل ہے - اور ایسا ہی مسلمانوں کو بھی - پس جب ہم پیشتر ہی سے تبلیغ دین متین کی اشاعت پوری آزادی و اطمینان سے کر سکتے اور کر رہے ہیں - تو وہ کونسی اصلاحات ہیں جو اشاعت اسلام کے بارہ میں ہونی چاہئیں تھیں اور وہ پیش نہیں ہو سکیں - ہاں البتہ پریس ایکٹ ایک حد تک موجب رکاوٹ ہو سکتا ہے - اور مذہبی آزادی میں اس سے بیشک بہت حد تک خلل واقعہ ہوا ہے جس کی منسوخی کی بابت اس وفد نے بھی اسی ایڈریس میں التجا کی تھی - لیکن صاحب وزیر ہند نے اسے اپنے ہندوستان آنے کی اغراض سے باہر پاکر کٹوا دیا - اسکے علاوہ دیگر دینی و مذہبی ضروریات کا جو ذکر کیا گیا انکو پیچھے رکھنے سے پیسہ اخبار کا یہ نتیجہ نکالنا کہ ہم بھی پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان ہونے کا ادعا رکھتے ہیں - اظہر من الشمس غلط ہے - پیغام صلح اس ادعائے باطل کی ہمیشہ تردید کرتا رہا ہے - نہ ہی ہمارے نزدیک پہلے مسلمان ہونا ہندوستانی ہونیکی اہمیت کو کم کرتا ہے - لیکن تاہم ایڈریس میں ملکی اصلاحات کا پہلے ذکر کرنا ہی مناسب تھا - کیونکہ انہی ملکی مطالبات کا سننا ہی صاحب وزیر ہند کی آمد کی اصل غرض و غایت ہے - لیکن یہاں تو پھر بھی امور مذہبیہ کا ذکر کر دیا گیا اور ضروری اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا - مگر خود پیسہ اخبار کے پہلے مسلمان ہونیکا ادعا رکھنے والے ایڈیٹر صاحب جس وفد میں شامل ہوکر صاحب وزیر ہند کی خدمت میں پیش ہوئے - اور جو ایڈریس انہوں نے دیا - اس میں انہوں نے امور مذہبیہ کا ذکر تک بھی نہ کیا - کس قدر حیرت کی بات ہے - کہ ہمیں تو امور مذہبیہ کے پیچھے رکھنے سے پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان کے ادعائے باطل کا حامی ٹھہرایا جائے اور خود مولینا حاجی محبوب عالم صاحب کسی ایک مذہبی بات کا ذکر تک بھی نہ کرنے کے باوجود اسکے مخالف ہی اپنے آپ کو قرار دیں - ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پیسہ اخبار کی اس مخالفت کیوجہ

پیسہ اخبار کا خیال ہے کہ "چونکہ قادیانی جماعت کانگریس و لیگ کی سکیم اصلاحات سے اختلاف کر چکی تھی تو ممکن ہے کہ برعکس اسکے جماعت لاہور نے قادیانی احمدیوں کی مخالفت کے اصول کو برتتے ہوئے سکیم مذکور کی تائید مناسب خیال کی ہو"

اول تو یہی الزام جو پیسہ اخبار نے ہم پر دیا ہے - خود اسپر عاید ہوتا ہے کہ کانگرس اور مسلم لیگ سے جو اسے دلی عناد پیدا ہو چکا ہے - وہ اب اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ کسی بھی تائیدی آواز کو اطمینان کیساتھ سننا اسے گوارا نہیں چنانچہ اسی مخالفت اصول کو برتتے ہوئے اراکین وفد احمدیہ کے ایڈریس پر بھی اس نے لکھنا ضروری سمجھی - ورنہ اگر میاں محمد شفیع کی سکیم کی تائید کی جاتی تو پھر خواہ کسی بھی مذہبی حاجات کا نام تک نہ لیا جاتا - وہ نہ تو اشاعت اسلام کے اغراض و مقاصد سے

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور۔ چہارشنبہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود

وحدت وجود

پر حضرت اقدس کا ایک خط

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

... دنیا میں اکثر بہت سی مکروہات اپنی مرضی کے برخلاف دیکھتا ہے اور بہت سے مطالب باوجود دعا اور تضرع کے بھی حاصل نہیں ہوتے پس اگر انسان فی الحقیقت خدا ہی ہے تو کیوں کن فیکون کے اشارہ سے اپنے تمام مقاصد حاصل نہیں کر لیتا اور کیوں صفات الوہیت اس میں متحقق نہیں ہوتیں کیا کوئی حقیقت اپنے لوازم ذاتی کے سوا ہو سکتی ہے پس اگر انسان کی حقیقت الوہیت ہے تو کیوں آثار الوہیت اس سے ظاہر نہیں ہوتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس برس تک روتے رہے مگر اپنے فرزند عزیز کا کچھ پتہ نہ ملا مگر اسی وقت کہ جب خدا نے چاہا پس جب صفات الوہیت ان میں ظاہر نہ ہوئیں تو اور کون ہے جس میں ظاہر ہونگی۔ اور جبکہ اب تک ایسا مرد پیدا نہیں ہوا کہ جس نے میدان میں آکر تمام مخالفوں اور موافقوں کے سامنے الوہیت کی طاقتیں دکھلائی ہوں۔ تو پھر آیندہ کیونکر امید رکھیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ انسان سے کیسے کیسے برے اور ناپاک کام صادر ہوتے ہیں پس کیا عقل کسی عاقل کی تجویز کر سکتی ہے کہ یہ سب ناپاکیاں خدا کی روح کر سکتی ہے؟ پھر علاوہ اس کے مخلوق کے وجود سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں اس بات کا دعوے ہے کہ خدا تعالے قادر مطلق نہیں کیونکہ اگر اس کو قادر مطلق مان لیا جائے تو پھر اس کی قدرت تامہ کا اسی بات پر ثبوت موقوف ہے کہ جو چاہے پیدا کرے نہ یہ کہ ہندوؤں کے اوتاروں کی طرح ہر جگہ بڑے بڑے کام کرنے کے لئے آپ ہی جنم لیتا رہے۔ سو خدا کی ذات سے سلب قدرت کرنا اور اس کو طرح طرح کے گناہوں اور پاپوں اور بے ایمانیوں کا مورد ٹھہرانا اور انواع اقسام کی جہالتوں کو اس پر روا رکھنا اسی توحید وجودی کا نتیجہ ہے جس کو وجودی لوگ نہیں سمجھتے۔ عقلمند انسان کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ایسا دعوے ہرگز نہیں کرتا جس دعوے کا ثبوت اس کے پاس موجود نہیں ہوتا پس اگر یہ لوگ عاقل ہوتے تو ایسا دعوے کرنے سے باز آتے۔ زیادہ تر خرابی ان میں یہ ہے کہ ان کے قول اور عمل پر نفسانیت غالب ہو رہی ہے۔ ذرہ خیال نہیں کرتے کہ ہم کو نفس امارہ نے کہاں تک پہنچا رکھا ہے اور کس قدر ہم کی ظلمت ہمارے دلوں پر طاری ہو رہی ہے اور کیونکر ہم دن رات جیفہ دنیا میں غرق ہو رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ ایسا خیال کرتے اور انسانی ترقیات کو حال کے ذریعہ سے دیکھتے نہ صرف قال کے ذریعہ سے تو یہ تمام اوہام ان کے خود بخود اٹھ جاتے۔ مثلاً ایک عاقل سیاح کے پاس یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی سیاح خود فلاں جزیرہ میں سے سنتا ہے۔ اور کانوں کے ساتھ دیکھ سکتا ہے تو ایسی خلاف قیاس خبر پر ایسی حالت میں عقلمند یقین کرے گا کہ جب بیان کنندہ اس خبر کا خود اس جزیرہ سے ہو کر آیا ہو اور یہ چار آنکھیں اور ایسا مونہہ اور ایسے کان اس نے دکھلا دیئے ہوں یا کوئی اور انسان پیش کر دیا ہو جس میں یہ صفتیں موجود ہوں اور اگر ایسا نہیں کیا تو ہرگز وہ عاقل اس بات کو تسلیم نہیں کریگا اور غایت کار اس احمق کو یہ جواب دیگا کہ بھائی میں بھی اس جزیرہ کی طرف چلا جاتا ہوں۔ سو اگر ایسی ہی اس جزیرہ میں خاصیت ہے تو میری بھی وہاں چار آنکھیں ہو جائیں گی اور میں بھی مونہہ سے سنونگا اور کانوں سے دیکھونگا تب خود میں تیری اس بات کو قبول کر لونگا اب میں بلا ثبوت کیونکر قبول کر سکتا ہوں۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ جو انسان اپنے نفس کو دھوکا نہیں دیتا اور اپنے خیال کو گمراہی میں نہیں ڈالنا چاہتا وہ باتیں چھوڑ دیتا ہے اور کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور سرگرمی سے منزل مقصود کی طرف قدم رکھتا ہے پھر اس راہ کے تمام عجائبات بالضرورت اس کو دیکھنے پڑتے ہیں ... اور بڑی آسانی سے حق الامر اس پر کھل جاتا ہے۔ مگر جو کوئی صرف باتوں میں مقید رہتا ہے اور محض سنے سنائے قصوں پر کہ جو عقل اور شرع کے بکلی منافی ہیں جم جاتا ہے وہ اپنے نفس کو آپ ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ حقیقت میں ایسے لوگ خدا تعالے سے بکلی بے غرض ہیں اور وسیع مشرب کے پردہ میں اپنے نفس امارہ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کی سرشت میں کچھ صدق کی ہے تو پہلے انسان بن کر ہی دکھلائیں پیچھے سے الوہیت کا دعوے کریں کیونکہ انسان بننے کے لیے لوازم ہیں جن کی ابھی تک بو ان میں نہیں آئی نہ اس کے حصول کی کچھ پرواہ رکھتے ہیں۔ خدا تعالے امت محمدیہ کی آپ اصلاح کرے عجب خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

اور یہ عاجز باعث اپنی علالت طبع کے اس مضمون کو تفصیل اور بسط سے نہیں لکھ سکا۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ مگر جس شخص کا مقصد خدا نہیں اس کو کوئی دقیقہ معرفت اور کوئی نشان مفید نہیں۔

یہ عاجز دوسرے دن امرتسر جانے سے مجبور تھا۔ اور آج عین روانگی کے وقت آنمخدوم کے رفع انتظار کی غرض سے یہ خط لکھا گیا اور اب میں توکلاً علے اللہ امرتسر کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔ والسلام

۱۳ فروری ۱۸۸۶ء مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ

اخبار احمدیہ

آریہ سماج لاہور میں ایک شاندار اور کامیاب مباحثہ

گذشتہ اشاعت میں یہ اطلاع دی گئی تھی۔ کہ ۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو بروز اتوار مولوی عبد الحق صاحب آریہ سماج وچھووالی لاہور کے ایک فریق سے متعلق ویدوں کے "الہامی" ہونے پر بحث کرینگے کہ "کیا وید الہامی ہیں؟" کے مضمون پر بحث فرمائینگے۔ الحمد للہ کہ یہ مباحثہ اس شان اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوا کہ جس کی نظیر شاید ہی اس سے پہلے آریہ سماج نے خود ویدک رشیوں کے اقوال۔ ہندوؤں کی دیگر مستند کتب کے حوالجات جو آریہ سماج کو مسلم ہیں۔ خود ویدوں کی اندرونی شہادت سے اور آریہ سماج کے اس معیار کے خلاف جو اس نے الہامی کتاب کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ کہ وہ شروع دنیا میں نازل ہو۔ ویدوں کے اندر قصوں کی موجودگی ثابت کر کے بین طور پر ثابت کر دکھایا کہ وید اپنی موجودہ صورت میں ہرگز الہامی نہیں۔

بالمقابل راؤ بہادر ماسٹر آتما رام صاحب انسپکٹر آف اسکولز بڑودہ مجیب تھے۔ لیکن افسوس کہ باوجود قابلیت و تجربہ کے جو سماجی دنیا میں ماسٹر صاحب کو حاصل ہے۔ مولوی صاحب کے زبردست سوالات کا وہ قطعاً جواب نہ دے سکے۔ شروع شروع میں تو انہوں نے مولوی صاحب موصوف کے سوالات کے جوابات یہ کہکر پہلو بچانا چاہا کہ ویدوں کو کل انگریز مصنفوں اور تاریخ ہند کے لکھنے والوں نے شرتی قرار دیا ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی ہندو کتب مقدسہ کو سمرتی کہا ہے۔ تو پس شرتی کے معنے سنی ہوئی بات کے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وید الہامی ہیں۔ ماسٹر صاحب کی اس دلیل کا مولوی صاحب نے نہایت قابلیت کیساتھ جواب دیا کہ شرتی کے معنے الہامی کے نہیں۔ نہ ہی سنی ہوئی بات اسے کہدینے سے وہ الہامی ٹھہر جاتے ہیں جبکہ ویدک رشیوں اور خود ویدوں کی اندرونی شہادتیں اسکے صریحاً خلاف ہیں۔ شرتی کے معنے سنی ہوئی بات۔ تو انہیں اس لئے کہا گیا کہ وید کہیں لکھے ہوئے نہیں تھے۔ بلکہ جو لوگ ان غزلوں کو جانتے تھے جو انکے منتروں میں درج ہیں۔ ان سے دوسرے سن سنا کر یاد کر لیتے تھے۔ دیکھ پر میشر نے کسی نے اس کلام کو سنا اور اس لئے الہامی ہے لیکن ماسٹر صاحب نے مولوی صاحب کے پیشکردہ معقول دلایل کی طرف توجہ دینا بھی نہ چاہا۔ باوجودیکہ انہوں نے بار بار اسطرف توجہ بھی دلائی اور چیلنج دیئے لیکن ماسٹر صاحب کی یہ حالت تھی کہ اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے مگر زبان سے کچھ کا کچھ نکلتا تھا۔ بجائے معقول جواب دینے کے غلط مبحث کر دیتے تھے۔ جیسے ... صاف کرتے۔ دراصل سوال کو دہرا سکا جو ... تھے کہ کچھ کر نہ دم تھے نہ ختنی جبکہ یہ ادقا۔ نہ خود ہندو وید ... الحاکیہ جانے لگے۔ آخر میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنے جلسہ کا جو آیندہ دسمبر کو منعقد ہونیوالا ہے۔ اعلان کرتے ہوئے آریہ سماج کو بحث کیلئے ... چیلنج دیا جس کے جواب میں ... صاحب نے قبولیت کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ... آریہ سماج جس کو اپنی طرف سے مقرر کر کے بھیجے اسے موقعہ دیا جائیگا۔

الغرض مباحثہ جو اپنی نوعیت میں ایک بے نظیر مباحثہ تھا نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ جس کے لئے مولوی عبد الحق صاحب خاص طور پر قابل مبارکباد ہیں۔ اللہ تعالے ہر میدان میں آپکا حامی و ناصر ہو۔ آمین

ایک اور مباحثہ

اس کے علاوہ آیندہ ۵-۲ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بروز ... آریہ سماج وچھووالی کی ... کے ساتھ جو بیرکاش پار ... کے نام سے نامزد ہے۔ تالاب ... پر شام کے ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک بحث ہوگی۔

مضمون بحث۔ وید مقدس کی تحقیق سوامی دیانند صاحب کے معیار پر ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵۔ یک شنبہ۔ ۲ دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۴۲

آریہ سماج سے ایک اہم امر کا مطالبہ

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جس دن سے آریہ سماج کا وجود صفحہ ہستی پر قایم ہوا ہے ہندوؤں کی مقدس کتاب وید کے متعلق بالکل ایک نیا خیال اور ان کی ایک نرالی پوزیشن ہمارے سامنے پیش کی جارہی ہے۔ آریہ سماج نے یا یوں کہو۔ کہ ان کے بانی سوامی دیانندجی نے مذہبی مناظرات کے میدان میں قدم رکھتے ہی ان تمام خیالات اور عقاید کو جو ہندوؤں میں عام طور پر رائج تھے۔ قطعاً خیر باد کہکر بعض نئے خیالات ویدوں کی طرف منسوب کئے۔ اور ان سابق مترجمین پر جنہوں نے نہ صرف ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کے بڑے بڑے ودوان پنڈتوں کی امداد سے ویدوں کی شرحیں لکھی تھیں طرح طرح کے فتوے دیکر ان کے ترجموں یا با الفاظ دیگر متقدمین ہندو ودوانوں کی محنتوں کے نتائج اور ان کے علوم انہیں ویدوں کے قطعاً خلاف قرار دیکر بالکل پانی پھیر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جونہی کہ آریہ سماج نے یہ اعلان کیا۔ اور شنکر اچاریہ اور ساین وغیرہ جیسے مستند وید بھاشیوں کو پوپوں وغیرہ کی بانیاں کہکر ان سے منہ پھیرا۔ آریہ سماج کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ خود ان اصل خیالات کو جو اس کے نزدیک ویدوں کے اندر ہیں۔ ان صحیح تراجم کو جو اس کے نزدیک مسلم ہو سکتے ہیں۔ مذہبی اور علمی دنیا کے سامنے رکھتی۔ سوامی دیانندجی نے کہتے ہیں کہ اس کوشش کو شروع کیا۔ لیکن کس زبان میں کونسی عام فہم طرز پر انہوں نے بھومکا وغیرہ کو ان لوگوں کے آگے جو سنسکرت اور ہندی کی دیگر زبانوں سے ناواقف ہیں پیش کیا۔ پھر جتنا کیا بھی خواہ نا قابل فہم زبان میں ہی سہی وہ بھی افسوس ہے۔ کہ مکمل نہیں۔ کیا آریہ سماجی حضرات کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ پیشتر اس کے کہ میدان مناظرہ میں قدم رکھتے۔ قبل اس کے کہ وہ ویدوں کو ایک عالمگیر کتاب کے نام سے دوسرے مذاہب کے سامنے پیش کر کے انہیں شدھ ہو جانیکی ترغیب دیتے اور سٹیجوں کے اوپر چڑھ کر بھرے مجمع میں بڑے زور سے للکار کر یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ

نقارہ دھرم کا بجتا ہے آئے جسکا جی چاہے
صداقت وید اقدس آزمائے جسکا جی چاہے

پہلے اپنی کتاب کے ان اصل معانی اور مطالب کو تو عام فہم زبان میں شائع کر دیتے۔ جو ان کے نزدیک مسلم ہیں۔ ورنہ اس کے بغیر تمام مباحثات مضول اور شدھی کی تمام تحریکات لایعنی۔ جب ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ویدوں کے اندر لکھا ہوا کیا ہے۔ اور اگر کوئی بندہ خدا ہمیں معلوم بھی کرا دے تو آریہ سماج کے نزدیک وہ مسلم ہی نہیں۔ ان سے بحث کس طرح سے ہوسکتی ہے۔ اور وہ کیا حق رکھتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے ساتھ مل جانے کی تحریک کریں +

یہ ایک بڑا ہی ضروری سوال ہے۔ جسکا جواب آریہ سماج کے ذمہ ہے۔ اور وہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ جبتک کہ وہ سب سے پہلے ویدوں کے ان تراجم کو شائع نہ کر دے جو اس کے نزدیک مسلم ہیں۔ لیکن اسکے جواب میں ہمیں کہا جاتا ہے۔ اور خود آریہ سماج ہی کے سٹیج سے (جب گذشتہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۷ء کو تالاب لنگے منڈی پر وچھووالی سماج میں مولوی عبدالحق صاحب کے بحث کر چکنے کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف سے یہی سوال پیش ہوا) مہاتما کانشی رام صاحب وید جیسے سماجی لیڈر کے منہ سے یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ کہ اس راز کو پوشیدہ ہی رہنے دو۔ اور اس پردہ کو اٹھواؤ نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ویدوں کا ترجمہ تو تم میں سے کوئی جانتا ہی نہیں۔ اور سوائے کسی یوگی کے کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو اس سربستہ راز کو کھولے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس بستے پر تنا پانی ہماری دنیا کو چیلنج دیتے دیتے تھک گئے۔ آئے دن مباحثات اور لیکچروں میں ویدوں کی اہمیت ان کی تعلیمات کی دوسری کتابوں پر فضیلت کے دعوے کرکے زبانیں خشک ہو گئیں۔ خود اس اعلان [illegible]

مناظر پنڈت بھگوت دت بی۔ اے ریسرچ سکالر جو معنے کرتا ہوں وہی صحیح ہیں بلکہ اسی منٹ یہی پنڈت کانشی رام صاحب وید ہمیں تحریری یا ہر روز تقریری مباحثہ کا چیلنج دیتے رہتے تھے۔ لیکن اب یہ کیا ہو گیا کہ ویدوں کا ترجمہ ہی سوائے یوگیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو بتاؤ تمہارے اس مباحثہ کی کیا حقیقت رہی اور پنڈت بھگوت دت صاحب کے بیان کردہ معنے کہاں صحیح رہے ان کو تو معنے کرنیکا حق ہی نہیں تھا۔ تمہیں تو چاہئے تھا۔ کہ وہیں انہیں روک دیتے کہ ویدوں کو تم سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے تم اس کے معنے مت کرو۔ لیکن ایک طرف تو صرف یوگیوں ہی کو اس کے معنوں کا حقدار ٹھیراتے ہو۔ اور اسی بنا پر کوئی اپنا مسلم ترجمہ ہمارے سامنے نہیں رکھتے۔ آپ ہی اعلان کرتے ہو۔ کہ ہم ویدوں کو نہیں سمجھ سکتے اور خود ہی ہم سے مباحثات بھی کرتے ہو۔ ہمارے پیش کردہ تراجم کو غلط بھی بتاتے ہو۔ بلکہ یہانتک کہ ان تراجم کو بھی جو کسی کسی وید منتر کے بعض سماجی لیڈروں نے کئے ہیں۔ ماننے کے لئے تیار نہیں جیسا کہ اس مباحثہ میں مولوی عبدالحق صاحب کی طرف سے پروفیسر راجارام صاحب کے ایک ترجمہ کو پیش کرنے پر ہوا۔ اور خود پروفیسر صاحب کو اس کی صحت کی ذمہ واری لینی پڑی۔ پھر اپنی طرف سے اور تراجم بھی کرتے ہو۔ اور بڑی بلند آہنگی سے مزید مباحثات کے بھی چیلنج دیتے ہو۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پنڈت کانشی رام صاحب وید ہمیں بتائیں کہ جس مباحثہ کا انہوں نے ہمیں چیلنج دیا۔ وہ کس بنا پر چل سکتا ہے۔ ان کا

چیلنج ہمیں بسر و چشم منظور

لیکن یہ بھی تو بتایا جائے۔ کہ مباحثہ ہو گا تو کیونکر؟ ویدوں کے تراجم تو نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی اور آریہ سماجی۔ ہمارے تراجم انہوں نے ماننے نہیں۔ پھر کیونکر ان کے یا اور کسی سماجی کے ساتھ یہ مباحثہ چل سکتا ہے +

اسی طرح سے تمام آریہ سماج اور ان کی پرتی ندھی سبھاؤں کو مخاطب کر کے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ویدوں کا ترجمہ انہوں نے کیوں ابھی تک اردو یا انگریزی زبان میں ایسا نہیں کیا۔ کہ جو ان کے نزدیک مسلم ہو۔ اس کا ایک یہ جواب دیا جاتا ہے۔ اور پنڈت کانشی رام صاحب وید کے متذکرہ صدر جواب کو ان کی ذاتی رائے قرار دیکر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ محض ہندو قوم کی سستی کے سبب سے ویدوں کا ترجمہ اس وقت تک نہیں ہو سکا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جواب پہلے جواب سے کسی قدر زیادہ معقول ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا واقعی ایسا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہندو قوم کو ویدوں کے ساتھ کوئی رغبت نہیں۔ اور اسے وہ اپنے ملک کی سہل ترین زبان اردو یا کم از کم انگریزی ہی دیکھنا نہیں چاہتے اور نہ ہی اسے یہ پسند ہے۔ کہ عام مخلوق بھی ویدوں کے اس فیض و منبع سے مستفیض ہو سکے۔ اور ان کے ان کمالات کا اعتراف کر سکے کہ جو موجودہ ساینس کے علمی کرشموں کی صورت میں پیشتر سے ان کے اندر موجود ہیں۔ بیشک ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر واقعات کی طرف جائیں تو یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ درحقیقت ایسا کہنا ہندو قوم کو اس جیتی جاگتی سپرٹ اور ان کے اس مذہبی جوش پر دھبہ لگاتا ہے۔ جو آریہ سماج کے ان جلسوں میں (جن کی کیفیت ہم گذشتہ اشاعت میں عملاً لکھ چکے ہیں) اور ان کثیر التعداد تصانیف و تراجم کے لکھوکھا کی تعداد میں آئے۔ دن شائع ہونے سے ظاہر ہے۔ آجتک کتنی بڑی بڑی مذہبی کتابیں ہیں۔ جنہیں خود آریہ سماج نہ صرف اردو اور سنسکرت میں ہی بلکہ انگریزی زبان میں بھی بڑی بڑی تعداد میں شائع کر چکی ہے۔ ستیارتھ پرکاش کے کس قدر ایڈیشن سنسکرت کے علاوہ اردو اور انگریزی میں چھپ کر تقسیم ہوئے۔ خدا خوش رکھے لالہ لاجپت رائے کو جنہوں نے سوامی جی کی لائف کو اردو اور انگریزی میں ضخیم مجلدات کے اندر پبلک کے سامنے پیش کیا۔ اور بھی کئی ایک کتب ہیں۔ جو مذہبی مناظرات کے رنگ میں آئے دن شائع ہوتی ہیں۔ اور دنوں ہی میں ختم بھی ہو جاتی ہیں یہ سب ہندو قوم کے اس جوش اور مذہبی سپرٹ پر دال ہے۔ جو اپنے عقاید کے متعلق ان کے دلوں کے اندر موجود ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ صرف ہندوؤں کی غفلت اور سستی کے سبب سے ویدوں کا ترجمہ نہیں ہو سکا صریحاً خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔ ہندو قوم کی سستی اور غفلت نہیں جو ویدوں کا ترجمہ ہوتے نہیں دیتی رہی۔ پنڈت کانشی رام صاحب کے قول کے مطابق یہ کوئی یوگیوں وغیرہ ہی کے ترجمہ کرنے کی کتاب ہے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو اور ان متضاد بیانات کی کنہ تک پہنچنا چاہو تو حقیقت حال [illegible]

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ورنہ کیوں ستیارتھ پرکاش اور دیگر بڑی بڑی ضخیم کتابیں [illegible] کے ترجمہ کی اشاعت ہندو قوم کی وہی سستی مانع نہیں ہوئی [illegible] سال لگے آریہ سماجی جلسوں کی رونق اور چندوں وغیرہ [illegible] غفلت اور سستی آڑے نہیں آجاتی۔ بات اصل [illegible] چھڑانے کے لئے یہ عذر تراشیاں کی جاتی ہیں۔ ورنہ [illegible] ہے وہ اس قابل ہی نہیں کہ اسے دنیا کے سامنے پیش کیا [illegible]

اچھا اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ہندو قوم کی [illegible] سے یہ ترجمہ نہیں ہو سکا۔ تو کیا سماجی لیڈروں کا جو [illegible] اور مناظرات پر پانی کیطرح روپیہ بہاتے ہیں۔ یہ فرض نہیں [illegible] سستی کو دور کریں۔ یا کم از کم تھوڑے عرصہ کے لئے تو ہی ان موجودہ [illegible] اور دیگر کتب کی اشاعت کو روک کر بھی سب سے پہلے ویدوں کی طرف توجہ کریں۔ اور ان کے تراجم کی اشاعت کے فرض [illegible] اپنے آپ کو سبکدوش بنائیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش۔ [illegible] اور دیگر ایسی ہی کتب تمہارے لئے چنداں مفید نہیں ہو سکتیں۔ یا کم از کم ان کو وہ اہمیت حاصل نہیں۔ جو خود ویدوں کو حاصل ہے۔ پھر جب اصل ہی پر پردہ پڑا رہے۔ جب خود ویدوں کے مطالب و مضامین [illegible] سے نہ صرف ہمیں بلکہ خود تم کو بھی [illegible] تمہارا ہمیں ویدوں کی جانچ پڑتال کا چیلنج دینا [illegible] ہو کر اپنے آپکو انکے سمجھنے کے جاری بتانا کس قدر گمراہی پر قائم ہونا ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ تم مباحثات [illegible] اور دوسروں کو اپنے مباحثہ ملانے میں کوشاں ہو خود اپنی کتاب پھر کر ہمارے سامنے رکھو۔ اس کا وہ ترجمہ جسے تم بھی مانتے ہو ہمارے سامنے پیش کرو۔ پھر تبلیغ کے لئے قدم بڑھاؤ +

کیا ہم امید کریں۔ کہ آریہ سماجی لیڈران بالخصوص [illegible] صاحب وید۔ پروفیسر راجارام صاحب۔ پنڈت بھگوت دت صاحب بی۔ اے اور سب سے بڑھکر لالہ ہنسراج جی ہمارے اس معقول مطالبہ کا معقول اور تشفی بخش جواب ہمیں دینگے؟ جب تک یہ نہ ہو۔ اور ویدوں کا کوئی مستند ترجمہ آریہ سماج کی طرف سے ہمارے سامنے [illegible] ہمارا یہ فرض ان کے سر پر رہیگا جس کے لئے ہم [illegible] سے بار بار اس کا مطالبہ کریں +

مولوی عمرالدین شملوی سے ایک مطالبہ

ناظرین کرام کو [illegible] مولوی عمرالدین صاحب شملوی [illegible] محمودی پارٹی [illegible] پھر ہمیں [illegible] فاسدہ کے وقت اس کے سخت ترین مخالفوں میں [illegible] مخالفت میں انہوں نے ایک مضمون بھی پیغام صلح میں [illegible] شملوی محمودی برکت علی کی ان چالاکیوں کا ذکر [illegible] لیکر اس نے لوگوں سے میاں صاحب کی بیعت کے متعلق [illegible] تھے۔ لیکن بعد میں انہیں مولوی عمرالدین صاحب نے [illegible] ایک حلفی [illegible] کی۔ واللہ باللہ ثم تاللہ کی سہ لڑی قسم [illegible] کا کفر و اسلام کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کا ہے۔ ان کی بیعت کر لی۔ [illegible] بس بھی اس کا کھلے طور پر اعلان کر دیا۔ کہ مولوی سرور [illegible] اس حلفیہ شہادت پر ہی انہوں نے بیعت کی ہے۔ اور ان [illegible] وہی ہے۔ جو حضرت امیر المومنین مولانا مولوی محمد علی صاحب [illegible] اس کی میاں صاحب نے تو تردید نہ کی۔ لیکن بعد میں [illegible] مولوی عمرالدین صاحب نے الٹا اپنا عقیدہ بدل لیا۔ اور کفر و اسلام کے بارہ میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے عقیدہ [illegible] شروع کر دی۔ چہ جائیکہ مولوی سرور شاہ صاحب کی شہادت کے مطابق خود میاں صاحب سے توقع کرتے۔ کہ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی اس بارہ میں مخالفت نہیں بلکہ ان سے [illegible] کریں گے۔ لیکن مولوی عمرالدین صاحب کی اس تبدیلی عقیدہ سے قطع نظر کر کے فی الحال ہم اس امر واقعہ کا اظہار کرنا چاہتے ہیں [illegible] بعض معتبر ذرائع سے علم ہوا ہے۔ کہ مولوی عمرالدین نے [illegible] میاں صاحب کو کوئی خط بھی لکھا تھا۔ اور ان سے عقاید کے متعلق سوال [illegible] کیا تھا۔ جس کا میاں صاحب نے انہیں پرائیویٹ خط میں [illegible] دیا تھا۔ اور وہ خط ابھی تک مولوی صاحب کے پاس محفوظ ہے [illegible] عمرالدین صاحب سے یہ امید کرنا فضول ہے۔ کہ وہ اب اپنے [illegible] عقاید کو جن پر وہ سختی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ اور [illegible]

کے ذریعہ سے رائج ہوا ہے چیچک کا کامیاب علاج انہیں کا رہین منت ہے۔ زمانہ حال کا مشہور مستشرق طبیب اس امر کا معترف ہے۔ کہ طب یورپ اپنی موجودہ ترقیوں کے باوجود بہت کچھ عربوں کی ممنون احسان ہے۔ بقول گبن کے یورپ کی تاریکی کے زمانہ میں افریقہ۔ اسپین اور اٹلی میں عربوں کے قائم کردہ طبی مدارس قائم تھے۔ سلرنو کا سب سے پہلا یورپین طبی مدرسہ قسطنطین نامی ایک راہب نے قائم کیا تھا جس نے اپنی زندگی کے ۳۹ سال مشرقی ممالک کی سیاحت اور عربی علوم کی تحصیل میں صرف کئے تھے۔ غریبوں کے لئے ہسپتال اور مخصوص خاص امراض کے خاص شفاخانوں کے قیام کا طریقہ بھی یورپ نے عربوں سے سیکھا ہے۔ چنانچہ ۱۳۰۴ء میں قاہرہ میں ایک بہت بڑا پاگل خانہ موجود تھا۔ حالانکہ یورپ میں اس کی ابتدا اس سے کم و بیش ایک صدی بعد ہوئی۔

علوم ریاضیہ

میں عربوں کے تفوق کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اعداد نویسی کا طریقہ انہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ یا یہ کہ کم از کم انہوں نے چینیوں اور ہندوستانیوں سے لے کر اس درجہ ترقی دی۔ کہ وہ ان ہی سے منسوب ہو گیا الجبرے کا خود نام ظاہر کرتا ہے۔ کہ یورپ میں عربوں کے ذریعے پہنچا۔ اور اس طریقہ اعداد نویسی سے تجارت وغیرہ کی ترقی میں جو مدد ملی وہ محتاج بیان نہیں

علم ہیئت

میں انہوں نے جس درجہ ترقی کی تھی۔ اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے۔ کہ زمین کی پیمائش جو مسلمانوں نے کی ہے۔ جدید ترین پیمائش کے لحاظ سے صحت کے نہایت ہی قریب ہے۔

علم المرایا

میں بھی عربوں نے بہت ترقی کر لی تھی۔ ان کے بعض بعض مصنفوں کا یہ عالم ہے۔ کہ باوجودیکہ ان کے اور افلاطون کے زمانہ میں ایک ہزار سال کا فصل ہے۔ تاہم وہ اس سے بہت ہی قریب معلوم ہوتے ہیں۔ عینک کی ایجاد اعرب علماء ہی کی تیز نظری کا نتیجہ ہے

فن تعمیر

میں انہوں نے جس درجہ ترقی کی تھی۔ اس کے ثبوت میں جملہ دیگر اسلامی عالم عمارات کے قصر الحمرا (اسپین) اور ان کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ کی مسجد عمر (بیت المقدس) اور مسجد عمرو بن عاص اور مسجد طولون (قاہرہ) ان کی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے اب

زراعت

کو لیجئے۔ بابل۔ ایران۔ مصر اور ہندوستان کی ترقی زراعت اس زمینوں میں انہیں کی تخم افشانی اور قلبہ رانی کا نتیجہ ہے۔ اس باب میں بھی عربوں کے احسان کا جوا یورپ کی گردن پر ہے۔ قلمی (دیسی) کی ترویج یورپ میں عربوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ نیز نیشکر کے ذریعہ سے دنیا کو شیریں کام کرنا عربوں کا ہی کام تھا۔ پارچہ بافی اور چیلنے اور رنگنے۔ شیشہ سازی۔ ظروف سازی منبت کاری اور اُن اشیاء کا استعمال مخصوص ان صنائع کے تھے جن میں عرب صناع مشاق تھے۔ یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ انگلستان میں خانگی کاموں میں شیشہ کا کام ملکہ الزبتھ سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ طلیطلہ (اسپین) کی ایک عرب کوشک میں شفاف اور تاریک دونوں قسم کے شیشوں کا پایا جانا تاریخ سکسن زمانہ میں بھی معلوم ہوتا ہے۔ کاغذ کی صنعت کو ترقی دینے کا سہرا بھی عربوں کے سر ہے۔ جس نے علوم و فنون کی ترویج میں دنیا کو اس درجہ کی مدد دی ہے۔

جغرافیہ

کا علم عربوں کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ وہ اپنی ترقی کے زمانہ میں سائبیریا اور روس کے اور افریقہ کے ایسے ایسے مقامات پر پہنچے۔ جن کا دنیا کو اب تک بھی بہت تھوڑا حال معلوم ہے۔ مغرب کے فن جہاز رانی کی ترقی کو اس سے بہت گہرا تعلق ہے۔

رسل و رسائل اور آمد و رفت کے ذرائع کو آسان بنانے کی جانب بھی انہوں نے توجہ کی تھی۔ جس میں وہ رومیوں سے یقیناً سبقت لے گئے تھے۔ اور ان کے مفتوحہ ممالک کی مرفہ الحالی اور امن کا راز اسی میں مضمر تھا۔

لیکن عرب فاتح واقف تھے کہ انسان صرف روٹی کا پر گذارہ نہیں کر سکتا۔ وہ عزت و دولت کی ترقی کے ساتھ خدا پرستی اور تربیت اخلاق کی جانب بھی کامل توجہ رکھتے تھے۔ ان کے بچوں کی تعلیم قرآن کی تعلیم سے شروع ہوتی تھی۔ جو ان کے نزدیک تمام دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ تھی تعلیم قرآن سے ان کے یہاں فلسفہ و حکمت کے مدارس پیدا ہوئے اور ان مدارس نے بڑھ کر یونیورسٹیوں کی شکل اختیار کی۔ اس کا نتیجہ تھا۔ کہ وسط افریقہ جو اس براعظم کا دور افتادہ ترین حصہ ہے۔ جس کو اس بیسویں صدی کی روشنی کے زمانہ میں بھی تاریک براعظم کہا جاتا ہے۔ وہ ترقی کے اعتبار سے اپنے عہد کی بڑی سے بڑی یورپین سلطنتوں سے بہتر تھا۔ تاریخ علم کے لئے سوسائیٹیاں اور لائبریریاں کثرت سے قائم ہیں۔ یہ ذوق علم ہر کس و ناکس کے اندر موجود تھا۔ یہاں تک کہ عورتیں بھی اس سے خالی نہ تھیں۔ وہ بہر

پایہ کی جراح گذری ہیں حالانکہ میرے علم میں مغرب کی کسی عورت کو اب تک یہ فخر نصیب نہیں ہوا۔ وہ یونیورسٹیوں تک میں درس دیتی تھیں

آخر میں میں آپ سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ آپ مشرق کے حالات پر ٹھنڈے دل سے اور انصاف کو مدنظر رکھ کر غور کیجئے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ کوئی خوبی نہیں ہے۔ جس کی مذہب اسلام نے تعلیم نہ کی ہو اور کوئی برائی نہیں ہے۔ جس سے اس نے انسان کو نہ روکا ہو اور مشرق میں ایسی بہت کم برائیاں اس وقت نکلیں گی۔ جو اس نے مغرب سے اخذ نہ کی ہوں۔ لارڈ کرومر نے سچ کہا ہے۔ کہ قاہرہ کا وہ حصہ جو فلاح کاریوں کا مرکز ہے۔ وہ مصر کے بہترین خزانوں کی قبر ہے

اور میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ سستی و کاہلی کو خیرباد کہیں۔ اور ترقی کے لئے کمر ہمت چست باندھیں۔ کامیابی کا انحصار نسل و نسب پر ہے نہ مذہب و ہوا پر۔ کیونکہ عرب فاتحوں کے اجداد جس پست حالت میں تھے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ اور حضرت عمرو ابن عاص نے مصر کو جولائی کے مہینہ میں فتح کیا تھا۔ جو وہاں ہر کام کے لئے نہایت ناموافق سمجھا جاتا ہے ہمارے مذہب نے جد و جہد سعی اور کوشش کی بہت کچھ تعلیم دی ہے۔

مراسلات

خلافت معزولہ کا تار عنکبوت

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب میں ناظرین کی توجہ اس نصیحت کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جناب میاں صاحب کی پر معارف تقریر موسومہ "ذکر الٰہی" کے صفحہ ۶۲ سے لے کر صفحہ نمبر ۶۳ تک تحریر کی گئی۔ مگر یہ عرض کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ میاں صاحب کا طرز عمل خود "ذکر الٰہی" کی مندرجہ نصیحت کے خلاف بھی مشاہدہ سے ظاہر ہو گیا۔ ۔ جس کا ذکر ذیل میں عرض کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی تعجب خیز ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جناب میاں صاحب کی مراد فقط اس نصیحت کے فرمانے سے یہی ہے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے پیری تقلید کا ہی جوا اپنی گردنوں پر رکھ لیا ہے دام تزویر سے نکل نہ جائیں۔ مگر میاں صاحب یاد رکھیں کہ جن لوگوں کا نزدیکی خود خدا و ند کریم ہو رہا ہے۔ اُن کے سامنے آپ جیسوں کی پھیلائی ہوئی تار عنکبوت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ وہ لوگ اللہ کریم کے فضل و کرم سے اِستَمسَکُوا بِحَبلِ اللہ کے ماتحت ہو کر بے نیاز اور کو اپنی پاک لغزش سے اتارتے ہوئے نہایت سکینت اور اطمینان کے ساتھ صداقت میدان میں اتر آتے ہیں۔ جس کے بعد اللہ کریم اُن کا حزن اور خوف دور کرا کر اپنے فضل خاص سے اطمینان قلب عطا فرماتے ہوئے اپنی لامحدود رحمت سے یہ خطاب يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي مرحمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ میاں صاحب نصیحتاً ارشاد فرماتے ہیں "ایک اور بات میں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ کہ اگر اُن کے دل میں کسی مسئلہ کے متعلق کوئی شک ہو۔ تو اسے اپنے دل میں ہی دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ بہت خراب نکلتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ شک ایک بیج کی طرح ہوتا ہے۔ اگر اس کو اپنے دل سے نکال نہ دیا جائے۔ تو پھر آنا بیٹھ جاتا ہے۔ کہ پھر اس کا اکھڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پس جس وقت کوئی شک پیدا ہو اسی وقت اس کے اکھیڑنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ میں اب سب لوگوں کو ایک نصیحت کرتا ہوں۔ اگر آپ لوگ اس کو مانیں گے۔ تو بہت فائدہ میں رہیں گے۔ اور وہ یہ کہ اگر کسی کے دل میں کوئی شک ہو تو اس کو چھپایا نہ جائے۔ بلکہ پیش کیا جائے۔ کیونکہ چھپانا بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ اور بیان کرنا بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ شک کو چھپایا کیوں جاتا ہے۔ دنیاوی باتوں کے متعلق تو مجھ سے مشورہ لیا جاتا ہے اور دعا کرائی جاتی ہے۔ لیکن جب ہمارے دشمنوں کی طرف سے اُن کے دلوں میں کسی قسم کے شکوک ڈالے جاتے ہیں۔ تو اس وقت مجھے نہیں لکھتے۔ اور اُن کا ازالہ نہیں کراتے۔ شاید اسے شرم سمجھتے ہوں لیکن اکثر اوقات یہ شرم بے شرمی ہو جاتی ہے"۔

اس سے آگے حضرت عائشہ صدیقہ کی مثال دینے کے بعد چند الفاظ میں نصیحت کو دہراتے ہوئے غالب کے ایک شعر کی تشریح کرتے ہوئے یوں گویا ہیں۔

یہی حال اس وقت لوگوں نے ایمان کا کر رکھا ہے۔ ایمان کی عظمت دل میں نہیں رہی۔ سمجھتے ہیں کہ ایک عقیدہ چھوڑا تو دوسرا اختیار کر لیں گے دوسرا چھوڑا تو تیسرا اختیار کر لیں گے لیکن آپ لوگ یاد رکھیں کہ ایمان ۔۔۔ اعلیٰ اور قیمتی چیز ہے ۔۔۔ آپ لوگ ۔۔۔ حفاظت اور

ازاں بعد حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کے ارشاد کی تمثیل بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں "بیشتر اس کے کہ کسی کے دل میں شک پیدا ہو کر بڑھے اور بیشتر اس کے کہ اس کو ہلاکت اور تباہی کی طرف لے جائے۔ بہتر بلکہ ضروری ہے کہ اپنے شک و شبہ سے مجھے اطلاع دے۔ یا ان لوگوں سے جن کو خدا تعالیٰ نے ازالہ شکوک کی قابلیت بخشی ہے"۔ آگے چل کر اسی ضمن میں ایک بیمار و طبیب کی مثال دے کر بڑے دردِ دل سے ارشاد ہوتا ہے۔ "میں آپ لوگوں کو درد دل سے نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جس کو کوئی شبہ ہو وہ مجھے اطلاع دے۔ میں اس کو جواب پہنچا دوں گا۔ وہ اس سے انکار کرے بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ کسی ناواقف کے سامنے شبہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے تسلی بخش جواب نہ دینے کی وجہ سے شبہ اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے شکوک میرے سامنے کیوں پیش نہیں کرتے۔ اور کیوں مجھ سے جواب نہیں پوچھتے۔ تم لوگوں نے میری بیعت کس غرض کے لئے کی ہے۔ اگر وہ مجھ سے باتوں میں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ تو ان کی بیعت کس غرض کے لئے ہے۔ انہوں نے بیعت اس لئے کی ہے۔ کہ جماعت قائم رہے اور جماعت میں کسی قسم فتنہ نہ ہو۔ پس جب کوئی شخص اُن کے دل میں کوئی وسوسہ یا شبہ ڈالے۔ تو کیوں مجھ سے اُن کا ازالہ نہیں کراتے۔ خلیفہ کا وجود ایک محبت اور اسلی ہے۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان بیعت الفاظ کے بعد دینی خلافت موسومہ کا سکہ جمانے کی غرض سے آیت استخلاف پڑھ کر ایک حیلی انسان کا قصہ بیان کر کے یوں فرماتے ہیں"۔

"اگر کوئی ہم سے اپنے شکوک کا ازالہ کرانے کی کوشش کرتے پھر خواہ وہ دور نہ ہوں۔ مگر وہ قیامت کے دن کہہ سکتا ہے ۔ ۔ ۔ کہ اے خدا میں تیرے مقرر کردہ خلیفہ کے پاس ان شکوک کو لے کر گیا تھا۔ مگر وہاں بھی دور نہ ہو سکے۔ لیکن جو شخص میرے پاس آنے کی بجائے ایسے لوگوں سے ازالہ چاہتا ہے جو ان کے دور کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اور حق سے زیادہ دور ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو خدا تعالیٰ پوچھے گا۔ کہ کیوں تم نے خلیفہ سے نہ پوچھا اور اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اس ملنے۔ اب تمہیں اس کی سزا دی جائے۔ پس اپنے ایمان کی فکر کرو۔ اور ہر ایک بات کے متعلق مجھ سے پوچھو۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے"

اب جناب میاں صاحب کے اس ازالہ شکوک کی نصیحت کے پڑھنے کے بعد یہ بھی ضروری اور لابدی ہے۔ کہ جناب میاں صاحب کے طرز عمل کو بھی دیکھا جائے۔ کیونکہ اگر میاں صاحب کا طرز عمل بیان کردہ نصیحت کے مطابق تو ہے قلیل بھی ملامت معلوم ہو جائے۔ تو میاں صاحب کا یہ فرمان ایک حد تک قابل وقعت ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہ ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ میاں صاحب فقط نصیحت آمیز کلمات کی شیخی بگھار کر شکار کھیل کر سادہ لوح انسانوں کو عنکبوت کی طرح دام تزویر میں پھنسا کر اپنی گدی کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

چنانچہ ایام گذشتہ میں جب اخی المکرم جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالوی سے نے میاں صاحب کے عقائد فاسدہ سے آگاہ ہو کر بذریعہ خط جو پیغام صلح میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ مدلل پیرایہ میں نہایت ادب اور منت و سماجت کے ساتھ میاں صاحب سے ازالہ شکوک کی درخواست کی۔ تو میاں صاحب نے دہن مبارک پر مہر خاموشی لگانے کے سوا پیش کردہ شکوک جناب ماسٹر صاحب موصوف کا کسی طرح سے کچھ بھی ازالہ نہ کیا بدیں وجہ مجھے حق حاصل ہے۔ کہ میں جناب میاں صاحب کی خدمت میں عرض کر کے درخواست کروں۔ کہ جناب میاں صاحب مجھے آگاہ فرمائیں کہ جب جناب نے اپنی کلیم مریدین کے لئے یہ نصیحت فرمائی تھی۔ جس پر ماسٹر صاحب موصوف نے حسب الارشاد اپنے شکوک کے ازالہ کے لئے بالکل درخواست پیش کی۔ تو پھر کیا وجہ حائل ہو گئی۔ جس کے باعث ماسٹر صاحب کے پیش کردہ شکوک کا بموجب فرمان خود ازالہ نہ کیا۔ کیا جناب ماسٹر صاحب موصوف آپ کے اس وقت مرید نہ تھے۔ یا انہوں نے جناب کی نصیحت کے مطابق بالکل پیرایہ میں شکوک کو پیش کر کے مقصد کی بو پر جناب کے ناخوشی کا باعث ہو گئے۔ بلکہ ماسٹر صاحب موصوف نے تو اپنی شکوک کو مدنظر رکھ کر تا کہ بموجب فرمان جناب بے حجاب نہ ہونا پڑے آپ کے عقائد باطلہ کی تیغ بعد قصد انتظار جواب تقریباً ڈیڑھ یا ساڑھے ماہ کی ہے۔ اس قدر عرصہ میں تو جناب سب کچھ ازالہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ جناب نے تین سو صفحات کی کتاب چند گھنٹوں میں خود ساختہ کرامت کے ذریعہ تصنیف فرما دی ہے۔ تو کیا ایک انسان کا یہ بالبعید از قیاس ہے۔ میں جہاں تک خیال اور غور کرتا ہوں۔ سوائے اس بات کے اور کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ کہ ماسٹر صاحب موصوف کے پیش کردہ دلائل نہایت ہی قوی اور مدلل تھے۔ ورنہ مہر خاموشی کا لگ جانا چہ معنی دارد

کیونکہ جب واقعات گذشتہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصولی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہار شنبہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۷ء نمبر ۳۷

حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی اپنے قبیلہ کے بارہ میں

خدا کا وہ پاک و مطہر بندہ جو مسیح اور مہدی کے نام سے ہم میں کھڑا ہوا اپنی زندگی کے پاک ایام کو گذار کر ہم سے جب رخصت ہوا تو کس کو وہم و گمان تھا۔ کہ آپ کے بعد آپ ہی کے متبعین میں ایک گروہ غلو کی اس راہ کو اختیار کر لیگا۔ جو اس سے پیشتر آپ کے مکفرین و مکذبین کی مغضوب علیہم میں شمولیت کا موجب ہوا تھا۔ لیکن نہ صرف یہی کہ اس بارہ میں پیشتر سے ان نادان مخالفین و موافقین کے لئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی جو خبر دے رکھی تھی اور اپنی امت کے دو ایسے گروہوں کا پتہ دیا تھا جو سابق امتوں یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلیں اور تفریط و افراط کی راہ پر گامزن ہو کر مغضوب علیہم اور الضالین میں سے قرار پائیں ان کا پورا ہونا مقدر تھا بلکہ خود حضرت مسیح کو بھی معاً الفاظ پڑھ کر خود میں تھے جن کی آپ نے بعض غلو اور افراط کی پیشتر سے خبر دیکر اور اپنے متبعین کو اس سے بچنے کی نصیحت کر کے یہ بتا دیا تھا۔ کہ ایک گروہ آپ کے ماننے والوں میں سے بھی ضالین کے نقش قدم پر چلنے والا ہے۔ جیسا کہ تحفہ گولڑویہ میں آپ کا یہ صاف ارشاد موجود ہے۔ کہ:-

> "پس اس صورت میں بطور اشارات مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ یہود کی طرح آنے والے مسیح موعود کی تکذیب میں جلدی نہ کریں۔ اور علیہ بازی کے فتوے تیار نہ کریں اور اس کا نام لعنتیں نہ رکھیں ورنہ وہی لعنت الٹ کر ان پر پڑے گی۔ ایسا ہی عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں پس بلا شبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرایہ میں میری نسبت ایک پیشین گوئی ہے۔"

کرمی مولینا مولوی صمد اللہ خان صاحب پٹیالوی نے ایک عرصہ ہوا کہ حضرت اقدس کی اس عبارت کو بعض احباب و علمائے احمدیہ و محمودیہ کے سامنے پیش کر کے ان سے یہ حلفیہ شہادت طلب کی تھی کہ وہ بتائیں کہ حضرت اقدس کے ان الفاظ کے مطابق کون فریق ہے جو ضالین کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اس کا جواب علمائے محمودیہ نے تو کیا دینا تھا۔ انکے نام نہاد سرکاری الفضل نے ان سب کا قائم مقام ہو کر حسب عادت ایک نئی لغت تراشی اور ضال کے معنے درجہ کو کم کرنے والا بنا کر اسے ہم پر چسپاں کرنے کی ناجائز کوشش کی۔ ہمیں اس سے مطلب نہیں۔ کہ الفضل کا یہ بیان صاحبان علم و عقل کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے۔ بلکہ ہم ایک اور پہلو سے اس کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود حضرت مسیح موعود نے بھی آیا اس کی کوئی تصریح کہیں کی ہے یا نہیں۔ کہ یہ غلو کرنے والے کون لوگ ہونگے۔ جاؤ اور آپ کی کتاب انجام آتھم کا صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ پڑھ کر دیکھو کس قدر صاف الفاظ میں آپ لکھتے ہیں کہ

"وان عشیرتی سیرجعون مرۃ اخریٰ الی الفساد ویزدادون فی الخبث والعناد فینزل یومئذ الامر المقدر من رب العباد۔ لاراد کما قضی ولا مانع لما اعطی وانی اراھم انھم قد مالوا الی سیرھم الاولیٰ وقست قلوبھم کما ھی عادۃ النوکی ونسوا ایام الفزع وعادوا الی التکذیب والطغوی فسینزل امر اللہ اذا رایٔتھم یبزایدون۔ وما کان اللہ لیعذب قوماً وھم یخافون۔ ترجمہ فارسی، وبتحقیق قبیلۂ من عنقریب بار دوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد و در خبث و عناد ترقی خواہند نمود۔ پس آں روز امر مقدر از خدا تعالےٰ نازل خواہد شد

من مے بینم کہ ایشاں سوئے عادتہائے پلید میل کردہ اند۔ و دلہائے شاں سخت شد۔ چنانکہ عادت جاہلان است۔ و ایام خوف را فراموش کردند۔ و سوئے زیادتی و تکذیب عود نمودند پس عنقریب امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد۔ چوں خواہد دید کہ ایشاں در غلو خود زیادت کردند و خدا قومے را عذاب نے کند چوں مے بیند کہ ایشاں مے ترسند۔"

یہ غلو میں زیادتی کرنے والے قبیلہ والوں کے بارہ میں صاف پیشین گوئی ہے جو کسی حاشیہ کی محتاج نہیں۔ پہلا فتنہ تو حضرت مسیح موعود کے رشتہ داروں سے دوبارہ نکاح اٹھا۔ اب دوسرا غلو کی زیادتی کے باعث تکذیب کرنے سے اٹھا اور ہمارے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے قبیلہ سے ظاہر ہو کر حضرت صاحب کی اس تحریر کی صداقت ثابت کر رہا ہے۔ ورنہ اسکے علاوہ حضرت صاحب کے قبیلہ سے اور کوئی فتنہ ظاہر نہیں ہوا بقول میاں اکمل قریباً سارا قبیلہ جو نکاح کے معاملہ میں فتنہ پرداز تھا اب محمودی فرقہ میں شامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب دوسرا فتنہ غالی رشتہ داروں سے پیدا ہوا جنہوں نے حضرت صاحب کی اصل تعلیم کی تکذیب کر کے اس میں زیادتی اور غلو ملا دیا۔ اور محض دنیاوی شان و شوکت کے حصول کے لئے گدی جمانے کی فکر میں جاہلوں کی عادات اختیار کر لی۔ اور اُن کے دل سخت ہو گئے۔ جو لوگ غالی فرقہ کے بانی اور اسکے مشیران خاص۔ ناصر۔ اسحاق وغیرہ کی عادات سے واقف ہیں وہ حضرت صاحب کے ان کلمات کی سچائی کی شہادت دے سکتے ہیں جو صاف ثابت کرتے ہیں کہ تحفہ گولڑویہ کی مندرجہ بالا عبارت میں جس غلو کرنے والے گروہ کی خبر دی تھی وہ خود آپ کے قبیلہ ہی کے متعلق تھی اور بس۔

کیا غالیان محمود اس سے متنبہ ہو کر اس فتنہ و فساد سے محترز نہ ہوں گے؟

دسہرہ میں قرآن کریم کی بے حرمتی

یوں تو اس وقت ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی جو لہر دوڑ رہی ہے جس عاجلانہ سابقت کے ساتھ مسلمانان ہند نے اپنے ہم وطنوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے وہ اس میں شک نہیں کہ بہت ہی خوش آئند اور نہایت درجہ کار آمد ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس سابقت کے باوجود آئے دن جو کچھ معرات پیدا ہو رہی ہیں اور بعض جاہل اور کوتاہ اندیش ہندوؤں کی طرف سے جس قسم کا بیدردانہ سلوک مسلمانوں کے ساتھ انکے مذہب کے اوپر انکے جذبات دینیہ سے روا رکھا گیا ہے اور آئے دن روا رکھا جاتا ہے اسے ناقابل برداشت پاکر اگر برادران وطن کے حد درجہ تمرد کے ساتھ خود مسلمان لیڈروں کی بھی غلط کاری کا شکوہ مصیبت زدگان کی زبانوں پر جاری ہو۔ تو اُسے چنداں بیجا نہیں کہا جاسکتا شاہ آباد کے مظلومین کی پُر درد داستان گو ہم نے اپنے ناظرین کو آجتک نہیں سنائی۔ لیکن ایسے اہم واقعہ سے۔ امید نہیں کہ کوئی فرد بشر بھی بے خبر رہا ہو۔ اور اس نے وہاں کے ہندوؤں کے جور و ستم اور مسلمانوں کی بیکسی و خانماں بربادی پر جو عید قربان کے موقعہ پر گائے کے عوض فرزندان ملت بیضا کے خون کی صورت میں واقعہ ہوئی آٹھ آٹھ آنسو نہ بہائے ہوں۔ یہ اور اسی قسم کے واقعات تو ہر سال پیش آتے ہی ہیں۔ گو امسال باوجود ہندو مسلم اتحاد کے شور و غوغا کے انکی عظمت بہت ہی بڑھ گئی۔ لیکن یہ بات اس سے پہلے سننے میں نہ آئی ہوگی کہ برادران وطن نے مسلمانوں کے اجسام پر حملہ آور ہونے انکے خون بہانے پر اکتفا نہ کر کے اُن کی جان سے بھی پیاری کتاب قرآن کریم کی وہ بیحرمتی کی ہو۔ جو گذشتہ دسہرہ کے موقعہ پر نواب گنج ضلع بریلی میں واقعہ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں دسہرہ کے دن کا غذی تبت پہ جو آخری دن جلایا جاتا ہے جو کاغذ صرف ہوئے وہ کوئی معمولی ردی کاغذ نہیں بلکہ خود قرآن کریم کے اوراق مقدسہ تھے۔ ہم حیران ہیں کہ برادران وطن نے باایں ہمہ شور و غوغا اور استحاد و اتحاد کی پرجوش صداؤں کے ایسے نازک وقت میں کیونکر اپنی ہمسایہ قوم کے دلوں کو یوں بیدردی کے ساتھ اس موقعہ پر جلائے گئے۔ دوسرے دن اُس راکھ میں سے جمع کئے گئے جو وہاں جمع ہو چکی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ حکام نے اس موقعہ پر خاموش رہنے کے بجائے ملزمین پر مقدمہ چلا کر غریب مسلمانوں کے دلوں پر مرہم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں جو آئندہ سب کے

مسلمانوں کی شدید ترین مذہبی ضرورت

[illegible] اس عنوان سے [illegible] میں ایک [illegible] شائع ہوا [illegible]

میں بھی یہ تجویز کی گئی ہے کہ صاحب وزیر ہند کے وہ رو برو [illegible] ہر دیگر مطالبات کے ضمن میں یہ بھی ایک عرضداشت پیش [illegible] کہ مسلمانان ہندوستان کے مذہبی امور کے تصفیہ کے لئے [illegible] خاص شیخ الاسلام مقرر کیا جائے۔ جسکے ماتحت [illegible] عدالت قائم کی جائے۔ جہاں ایک مسلمان قاضی کے [illegible] اختیار ات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے برابر ہوں۔ [illegible] بغرض تصفیہ پیش ہوں اور اجلاس کے بعد آخری [illegible] شیخ الاسلام سے رجوع کیا جائے۔ جسکے سامنے تمام [illegible] کی اپیلیں پیش ہونگی۔ اس میں شک نہیں کہ تجویز نہایت [illegible] لیکن مسلمانان ہند کے موجودہ متعصب آمیز [illegible] یہ ایک فضول ہے کہ یہ کچھ نتیجہ خیز بھی ہو [illegible] اگر یہ تجویز منظور بھی ہو جائے تو کیا وہ علماء جو ایک فروعات [illegible] ایک دوسرے فریق پر فتوے بازی کرنے سے نہیں چوکتے [illegible] کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح سے فریق مخالف کو [illegible] کچھ اختیار ملجانے پر کیا کچھ نہ کرینگے۔ غالباً یہی وجہ [illegible] جلسہ علماء نے جو اس قسم کی دیگر تجاویز پر غور کرنے اور صاحب وزیر ہند کی خدمت میں ایڈریس پیش کرنے [illegible] تھا۔ اس تجویز کو باوجود پیش ہونے کے مسترد کر دیا۔ لیکن [illegible] ساتھ افسوسناک امر یہ ہے کہ پیش کرنے والی [illegible] کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ مسلمان قاضی اور شیخ الاسلام مقرر بھی [illegible] تو وہ قانون گورنمنٹ کے خلاف کوئی تصفیہ نہیں کر سکتے [illegible] پہلے غور طلب وہ قوانین ہیں جو شرع محمدی کے نام [illegible] کا جزو لاینفک ہو چکے ہیں۔ حالانکہ ان کا اسلامی احکام سے کوئی تعلق نہیں مثلاً عورت و مرد کے حقوق میں ایک کو [illegible] و برتری دی گئی ہے۔ مرد کو جو آزادی عورت پر جبر و ستم [illegible] ہے اور عورت کو اس کے مقابل پا بزنجیر کر دیا گیا ہے۔ [illegible] غور کرنا چاہئے کہ یہ کہاں تک جائز ہے اور لائق [illegible] افسوس ہے کہ اس طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوتا [illegible] کوشش کی جاتی تو محض ایک [illegible] مسلمانان ہند پسند کرتے ہیں۔ کہ عدالتیں [illegible] ہوں۔ شیخ الاسلام بھی ایک ان پر متمکن ہو لیکن حقیقت [illegible] کوئی نہ ہو۔ کیونکہ ہونا وہی ہے۔ جس کی قانون اجازت [illegible] قانون کو بدلوانے کی کوشش کرنی چاہئے دگر ہیچ

اخبار احمدیہ

حضرت مولینا صدر الدین صاحب کا لیکچر وفات حیات مسیح پر

گذشتہ اتوار [illegible] کو احمدیہ بلڈنگس [illegible] مولینا صدر الدین [illegible]

حیات وفات مسیح پر ایک عام لیکچر دیا۔ جس میں آپنے پہلے عیسائی [illegible] معتقدات کو بیان کر کے بتایا کہ انکا کس قدر دشمن کے اعمال پر [illegible] کا عقیدہ جسکا لازمی نتیجہ ہے کہ کل انسانوں اور خود انبیائے کرام کو بھی [illegible] مانا جائے یا الہام کا سلسلہ دنیا میں ہی ہو کہ آگے بند ہو جائے [illegible] کل نبیوں کو نعوذ باللہ مفتری قرار دیا جائے اسکے خلاف [illegible] جن باتوں کو ہم مسلمان معتقدات عیسائیات میں داخل [illegible] بھی ایسی نہیں کہ جس سے کسی صداقت کا انکار لازم آتا ہو۔ اسکی تشریح [illegible] آپنے مسئلہ حیات وفات مسیح پر روشنی ڈالی اور قرآن کریم [illegible] کرتے ہوئے انجیل اور پھر احادیث نبویہ سے بھی اسکا ثبوت دیا [illegible] الفاظ سے یہ دکھایا کہ کیونکر وہ باوجود حضرت مسیح کے صلیب پر [illegible] کے اسکے زندہ اور مشابہ بالمصلوب ہونے کے مؤید ہیں جسکے بعد [illegible] بھاگ کر کسی اور مقام کو چلے گئے اسی ضمن میں آپنے [illegible] حیثیت سے اور کیا مستند واقعات و ادلہ سے ثابت کیا جو حضرت مسیح [illegible] کے انکے مستقل ہو کر چلے جانے اور حضرت مسیح کے آسمان [illegible] منہوں ہے۔ لیکچر ہر طرح سے جامع تھا جسکے آخر میں آپنے مسلمانوں [illegible] کہ وہ بتلائیں کہ ایک پادری کے بالمقابل حیات مسیح کے اعتقاد [illegible] آنحضرت صلعم کی فضیلت حضرت مسیح پر ثابت کر سکتے ہیں۔ آپنے [illegible] صلعم کے بعد بھی اگر حضرت مسیح جو نبی اللہ ہیں دوبارہ آسکتے ہیں تو آنحضرت [illegible] خاتم النبیین کیسے رہے پس تو حضرت مسیح ہی خاتم النبیین ہوئے [illegible] تعویت ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں آکر ہم سے ہی قرآن [illegible]

اپنے رسالہ احمدیت میں صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۳ پر اس کا کافی و شافی جواب دے چکے ہیں۔ اس لئے اس پر کچھ لکھنا میرے لئے تحصیل حاصل ہے۔ حسن ظن کے طور پر اس قدر ضرور کہتا ہوں کہ بیعت رضوان کے متعلق جس طرح ید اللہ فوق ایدیہم میں حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ قرار دیا گیا ممکن ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہاتھ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیکر لوگوں سے بیعت لیتے ہوں۔

چوتھا ثبوت آپ کے احمد ہونے کے متعلق یہ ہے کہ آپ نے کئی کتابوں کے خاتمہ پر اپنا نام صرف احمد لکھا ہے۔ جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ آپ کا نام احمد تھا ہے"۔

یہ ثبوت تنکے کے سہارے سے بھی کمزور ہے ممکن ہے بعض کتابوں میں مرزا صاحب نے اپنا نام احمد لکھا ہو۔ مگر جس قدر کتابیں۔ اشتہارات کاروباری کاغذات میری نظر سے گذرے ہیں ان پر اُن کا اصلی نام غلام احمد ہی پایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ میں ایک ایسے پتہ کی بتاتا ہوں۔ جسکو تسلیم کرنے میں میاں صاحب کو چون و چرا کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہ ہو گی۔ بشرطیکہ وہ مُرغے کی ایک ہی ٹانگ پر بنا اڑے نہیں وہو ھٰذا۔ حفظ امن کے مقدمہ میں مرزا صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب میں مصالحت کرانے کے لئے مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے حلفی اقرار نامہ کا مسودہ تیار کر کے فریقین کے دستخط کرائے تھے تو مرزا صاحب نے اپنے نام غلام احمد کی حلفاً تصدیق کی تھی اسکے بعد مولوی کرم دین پر جو مرزا صاحب نے ازالہ حیثیت عرفی کا دعوے کیا۔ تو کیا استغاثہ پر انہوں نے اپنا نام غلام احمد نہ لکھا تھا؟ اور پھر جب بہ حیثیت مستغیث اُن کا حلفی بیان ہوا تو انہوں نے اس نام کی تصدیق نہ کی تھی؟ پس میاں صاحب یا اُن کا کوئی مرید اب بھی اگر اس بات پر مصر ہے کہ مرزا صاحب کا اصلی نام غلام احمد نہیں بلکہ خالی احمد ہے۔ تو یاد رکھیں کہ وہ اپنے ممدوح کی ڈبل توہین کرینگے۔ ایک تو یہ کہ وہ حلف اٹھا کر بھی جھوٹ بول لیتا تھا جو عند اللہ سخت سزا کا مستوجب ہے دوسرے یہ کہ وہ اس جرم کا ارتکاب کرتا رہا ہے جو دنیاوی عدالتوں میں بمنشائے تعزیرات ہند واجب التعزیر ہے۔

پانچواں ثبوت فقط مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے وہ خود نپٹ لیں گے۔

چھٹا ثبوت حضرت صاحب کے الہامات میں کثرت سے احمد بھی آتا ہے۔ ہاں ایک یا دو جگہ غلام احمد بھی آیا ہے۔ اور ان مقامات کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہاں بطور صفت کے آیا ہے"۔

ثبوت ہذا کو معتبر بنانے کی راہ میں میاں صاحب نے خود ہی کانٹے بوئے ہوئے ہیں حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۲۹۲ پر وہ اقبال کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب کے ہزاروں الہامات شائع نہیں ہوئے پس جب تک وہ سارے شائع نہ ہو لیں ایک ثالث بالخیر کس طرح فیصلہ کر سکتا ہے کہ الہامات میں کثرت سے احمد آیا ہے یا غلام احمد؟ ماسوائے اسکے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۴ پر مرزا صاحب نے لکھا ہے "اے احمد"۔ یہ ظلی طور پر اس عاجز کا نام ہے۔ یعنی اصلی نہیں مستعار ہے"۔ مندرجہ بالا عبارت کو میاں صاحب غور سے پڑھکر پہلے مرزا صاحب سے مستعار کا لفظ قلمزن کروائیں وہ نہ مانیں تو پھر شیخ سعدی کی یاد کریں کہ وہ ؎

کہن خرقۂ خویش پیراستن
بہ از جامۂ عاریت خواستن

کے فلسفہ کو بدل دیں۔

ساتواں ثبوت میاں صاحب لکھتے ہیں "پھر آپ کا نام احمد ہونے پر حضرت خلیفہ اول کی بھی شہادت ہے۔ آپ اپنے رسالہ مبادی الصرف والنحو میں لکھتے ہیں ..... "مکہ خاص شہر کا نام ہے جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ احمد نام ہمارے اُس امام کا ہے جو قادیان سے ظاہر ہوا مہاجر کا مسوت اور مولد دجال"۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس شہادت کو پیش کرنے میں میاں صاحب نے کونسا فائدہ سوچا ہے۔ محقق کی نظر میں ایسی شہادت جو خوش اعتقادی پر مبنی ہو۔ رتی بھر وزن نہیں رکھتی اور اگر حضرت مولوی نورالدین صاحب کے تقوے کا پاس کر کے اسے پذیرا بھی کیا جائے تو میاں صاحب کے اغراض کے سخت منافی ہے جنکی آرزو ہے کہ مرزا صاحب رسول ثابت ہوں لیکن مولوی صاحب یہ نہیں کہتے کہ احمد نام ہے ہمارے رسول کا بلکہ وہ کہتے ہیں احمد نام ہے ہمارے امام کا۔ چونکہ امام کا درجہ رسول کے رتبہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا بناءً علیہ رسالت میں امامت تو شامل ہو سکتی ہے لیکن امامت میں رسالت کا سمانا عادتاً محال ہے پس مولوی صاحب کے اعتقاد میں مرزا صاحب اگر رسول ہوتے تو وہ اُن کے لئے رسول یا نبی کا تابع لفظ استعمال کرتے تو ایک ... بادشاہ کہنے میں بعضا لقہ نہیں لیکن بادشاہ کو نواب کہنا تحقیر میں داخل ہے۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب نے اسکے ساتھ ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی تسلیم کر کے نبی اور امام کے

علاوہ ازیں دیکھنا یہ ہے۔ کہ خود حضرت میرزا صاحب نے اپنا نام کیا بتایا ہے۔ بات وہ قابل تسلیم ہو گی جو خود مدعی کہے یا وہ جو دوسرے اس کی طرف منسوب کریں۔ حضرت مولوی صاحب نے میرزا صاحب کو احمد کہا۔ لیکن اسے آپکا ذاتی نام قرار نہیں دیا۔ میرزا صاحب کا ذاتی نام وہی ہے جو خود انہوں نے لکھا ہے چنانچہ کتاب البریہ میں میرزا صاحب کی قلمی شہادت موجود ہے۔ کہ

"میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد۔ میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضےٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پر دادا صاحب کا نام گل محمد تھا"۔

پس اس صاف و واضح شہادت کے باوجود آپکو غلام احمد سے احمد بنا دینا اور اسی کو آپ کا اصل نام قرار دینا صریحاً خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔

آٹھواں ثبوت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے متعلق ہے

نواں ثبوت اس میں میاں صاحب نے ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۶۷۳ ایڈیشن اول کا حوالہ دیکر دعوے کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کا نام احمد ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ خود آپ نے اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔

اس ثبوت کو میاں صاحب نے خود ہی مرزا صاحب کو کثیر التعداد تصانیف کو منسوخ کر کے ساقط الاعتبار کر دیا ہے ازالہ اوہام چونکہ پُرانی تصنیفات میں سے ہے لہٰذا وہ گرداب تنسیخ سے کسی طرح سلامت نہیں نکل سکتا۔ پس ایک نیم جان کتاب میں سے گنگنا تا ہوا حوالہ پیش کرنا وتیرۂ عیرت اور دیانت سے بعید ہے خصوصاً اس وقت جبکہ اُسکے خلاف جیتے جاگتے اور سالم حوالے خط تقدیر کی طرح مرزا صاحب کی تحریروں کی پیشانی پر موجود ہوں اشتہار معیار الاخیار میں آنجناب کا ارشاد ہے۔ "ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے (۱) محمد صلے اللہ علیہ وسلم (۲) احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو خدا تعالیٰ نے ان دونا موں کی اس طرح تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا ..... پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا"۔

لیجئے! یہاں مرزا صاحب نے قطعی طور پر تسلیم کر لیا کہ محمد کے ساتھ احمد بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی نام تھا۔ نام ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ احمد نام کا ظہور حضور کے زمانہ رسالت کے ابتدائی حصہ میں ہو چکا تھا۔ اور محمد کا من بعد تاکہ محمد نام کا ظہور حائل ہو کر حقیقی اور مصنوعی احمد میں بعد المشرقین قائم کر دے۔ اسی ثبوت کی ذیل میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ اس (یعنی اسمہ احمد والی) پیشگوئی کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں اور کہ اس آیت میں ضمنی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر دیگئی ہے برعکس اسکے رسالہ احمدیت کے صفحہ پر الحکم ۱۹۰۲ جلد ۵ کے حوالہ سے ہم مرزا صاحب کا قول پڑھتے ہیں۔ تو دونوں کے سمات میں زمین تا آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ یہ فرماتے ہیں "حضرت نبی کریم کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئیگا"۔ للہ الحمد۔ بلا فصل کے لفظ نے میاں صاحب کے ہوائی قلعہ کا رہا سہا نشان بھی منہدم کر دیا۔ جسپر انہیں ناز تھا کہ من بعدی سے فوراً یا بلا فصل مراد نہیں ہے۔

ظلم ہے کہ دالد مہربان کے کٹیے سنگ راہ بن بنکر خلف الرشید کو قدم قدم پر ٹھوکریں لگا رہے ہیں مگر نہیں یہ بُرا ماننے کی بات نہیں۔ میاں صاحب کے مرزا صاحب والد ثانی و استاد بھی ہیں۔ لہٰذا جو استاد بنہ زند پدر مہربان بہ

دسواں ثبوت میاں صاحب نے ایک ایسے ڈرامے کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس میں کا ایک پارٹ نہایت کپکپا دینے والا سین دکھاتا ہے ملخصاً اُن کی رشحات قلم کو یوں قلمبند کیا جا سکتا ہے

(۱) انجیل میں لفظ احمد کہیں نہیں آیا۔ صرف مسیح کی دوسری بعثت کی خبر دی ہے (۲) قرآن نے عربی محاورہ المعود احمد کی بنا پر مسیح کی دوسری بعثت کا اسمہ احمد ترجمہ کر لیا ہے (۳) مسیح کی دوسری بعثت اُس کی پہلی بعثت سے بہتر ہو گی۔ کیونکہ جب انسان کسی کام کے کرنے کی طرف دوبارہ توجہ کرے تو اُسے پہلے کی نسبت اچھا کرتا ہے۔ آیت ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی والی شے مدنظر ہوتی ہے۔

چراغ کذب باطل آرائیوں کا کہاں تک بھانڈا پھوڑا جائے انجیل ہمارے پاس ہے نہیں کہ اُس میں لفظ احمد کی تلاش کریں۔

کی سند کے بغیر گذارا نہیں ہو سکتا۔ تو اجمالی پتہ میں دیتا ہوں تفصیل اور سطر اپنے رسول سے دریافت کر لیجئے۔ آپ اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں "تم سن چکے ہو۔ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ (۲) دوسرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک اجمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"۔

اس جگہ بھی جان مجنوں کو دوگونہ رنج و عذاب کا سامنا ہے۔ اربعین کو سچا سمجھیں تو ازالہ اوہام کو تنسیخ کا کیڑا کھائے جاتا ہے جب وہ منسوخ ہو گئی تو مرزا صاحب کی رسالت بھی اُڑ گئی اور اگر ازالہ اوہام کو صحیح تصور کریں تو اربعین باطل اور مرزا صاحب کاذب ٹھہرتے ہیں پھر بھی وہ رسول نہ رہے۔

اب شق ثانی کے پردہ اظہار میں وہ دردناک سین دکھانا چاہتا ہوں جس میں محمدی مشن بزادہ عاشق محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بغل میں چھری منہ میں رام رام جپتا ہوا اسلامی دنیا کے جذبات کو مجروح کرتا نظر آتا ہے میاں صاحب کا کلیہ یہ ہے "ما ننسخ الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی والی شے مدنظر ہوتی ہے"۔ چونکہ مسیح کو خدا نے دوبارہ بشکل مرزا صاحب بھیجا۔ نتیجہ بالفاظ میاں صاحب یہ نکلا کہ مسیح کی "دوسری بعثت (یعنی مسیح موعود) پہلی بعثت (یعنی مسیح ناصری) سے عمدہ ہے"۔ اس سے آگے چلکر صفحہ ۹ پر لتاملکو بھم کی تفسیر میں میاں صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ دوسری بعثت سے مراد مسیح موعود ہی ہے۔ اب ناظرین کرام میاں صاحب کے کلیہ کے مطابق خود ہی نتیجہ نکال لیں جو سوائے اس کے ہو نہیں سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت مسیح موعود (یعنی احمد قادیانی) حضور کی پہلی بعثت (یعنی محمد عربی) سے عمدہ ہے۔ اعوذ باللہ ... من الشیطٰن الرجیم۔ ...... اے منبر پر منبر شاخ دین سے ہر بیئہ کی شان والے خلیفہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ہمخیالوں کو ہدایت دے۔ اُردو کی مشہور ضرب المثل۔ "احمد کی پگڑی محمود کے سر پر" باندھتے ہوئے آپ نے وہ وہ گل کترے ہیں کہ قرآن و حدیث تو بجائے خود مرزا صاحب کی بتھیرو ل سے انحراف کر کے اُنکی دستار رسالت کو بھی تار تار کر دیا ہے مسیلمہ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی فضیلت کا مدعی نہ ہوا۔ مسیلمہ نے لا نبیۃ بعدی کے فقدان پر اپنی نبوت کی بنیاد رکھی۔ لیکن لا نبی بعدی کی تکذیب نہ کی۔ حسن بن صباح نے کیا کچھ دکیا؟ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے برتری یا برابری کے ادعا کا اُسے بھی حوصلہ نہ ہوا۔ آپ عجیب مسلمان ہیں۔ کہ مسلمانوں کی تکفیر کے نشہ میں اکفر الکافرین سے بھی آگے نکل گئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ع "پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند" کو سینے کے لئے ازل سے ہی مسیح کے لقب میں قوت جاذبہ ودیعت کی گئی ہے۔ ایک مسیح نبی ہو کر گلیل میں آیا اُس کا دم بھرنے والوں نے ابن اللہ بنا کر عرش پر خدا کے داہنے ہاتھ بٹھلا دیا۔ ایک مسیح مجدد ہو کر قادیان میں اُٹھا آپ نے نبی بنا کر ثریا تک پہنچا دیا۔ مگر طاقت پرواز ہی مراتب کا معیار ہے تو جاؤ! عرش کا ارتفاع ناپ کر ثریا کی اونچائی سے مقابلہ کر لو۔ جو نبی تھا اُڑ کر عرش پر جا بیٹھا۔ اُمتی اپنی نشیمن کو ثریا سے اوپر نہ لیجا سکا۔ سوچو تو سہی دور کی کوڑیاں لا لا کر بھی قادیانی خلافت۔ خلافت راشدہ کے ہم پلہ ہو جائیگی؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں ؎

گل کو ہے ناز نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اُس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

عجیب کھوپڑیاں

۱۴ اکتوبر کے الفضل میں صفحہ ۵ پر ایڈیٹر صاحب الفضل نے پہلے تا حضرت امیر ایدہ اللہ جملہ غیر مبائعین (احمدی جماعت) کو جناب مرزا عبدالکریم صاحب ناجر پونچھ کے ایک مضمون کی بنا پر چیلنج دیکر دنیا پر ظاہر کر دیا ہے کہ وہ درحقیقت عجیب کھوپڑی کے انسان ہیں وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم بعض ایسے واقعات ظاہر کریں جن سے مسیح موعود کی سیاستبازی پر حرف آتا ہو ہمیں حیران ہوں کہ یہ کس قسم کا مطالبہ ہے۔ اگر ہمیں کسی دیکھی ایسے واقع کا علم ہوتا تو ہم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ہم کب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۷ء نمبر ۳۸

اب کیوں کوئی نبی آئے؟

آج ہم سے یہ سوال ہوتا ہے کہ کیوں اب کوئی نبی دنیا میں نہ آئے؟ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ جب دنیا میں فتنہ و فساد بانی ہے۔ اور اپنے پورے زور کیساتھ عالم کو تباہی کے گڑھے کیطرف لیجا رہا ہے۔ جب سابق میں بھی انبیاء کرام ایسے وقتوں میں ہی نزول فرما کر دنیا کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ تو بتاؤ آج کیوں کوئی نبی نہ آئے۔ لیکن جب وہ کامل اور امی انسان جو حسب ارشاد قرآن کریم جس طرح سے اولین کا مزکی تھا۔ جیسے ان کا تزکیہ نفس کرتا اور تلاوت آیات کے ساتھ کتاب و حکمت انہیں سکھاتا تھا ویسے ہی جب آج بھی وہی ہمارا مزکی ہے اور اس کے فیض کے سمند رہر وقت موج میں ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ جب اس خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی کامل مکمل کتاب ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ کہ جس کے بعد اور کسی بھی شریعت کی حاجت نہیں رہی۔ اور نہ ہی اس اتمام نعمت کے بعد اور کسی انعام نبوت کی ضرورت۔ دیکھو اس آیہ کریمہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی) تو پھر یہ کفران نعمت نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم پھر بھی کسی اور نبی کی ضرورت جتائیں۔ اور اپنے آپ کو اس انعام نبوت کا ابھی حاجتمند ہی بناتے چلے جائیں۔ خدا تو کہے۔ اتممت علیکم نعمتی لیکن ہم کہیں۔ کہ نہیں جس طرح سے بنی اسرائیل کو کہا تھا۔ اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا۔ ویسی ہی نعمت نبوت ہمیں بھی ملنی چاہیئے کیا مطلب کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص آنا چاہیئے تھا جو آپ کے دامن فیض کو منقطع کر کے۔ اپنا سکہ چلاتا۔ اور اپنی ہی پیروی کا حکم دیتا۔ جیسے کہ موسٰے کے بعد یوشع اور یوشع کے بعد داؤد اور سلیمان اور پھر عیسٰے علیہم السلام نبی ہوئے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو تم ہی خدا کے لئے بتاؤ کہ یہ دین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دین ہوتا۔ آپ کا سکہ دنیا میں پھر بھی رائج ہوتا۔ یا اس دوسرے نبی کا۔ آخر یہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہمارا کلمہ ہوتا۔ یا محمد رسول اللہ کی بجائے کسی اور کا کلمہ تم پڑھتے۔ اگر تو یہ سب صحیح ہے۔ اور ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ تو صاف کہو کہ تمہارا دین دین اسلام نہیں۔ کوئی اور دین ہے۔ پھر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پڑھنا چھوڑ دو۔ اور اس جدید نبی کی شہادت پنجوقتہ اذانوں میں دیا کرو۔ اور اگر یہ نہیں۔ اور دین تمہارا یہی ہے۔ وہی کلمہ ہے۔ اور وہی کتاب۔ اسی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ پر تمہارا ایمان ہے۔ اور اس کے بعد قیامت تک اور کسی بھی نئے حکم کی ضرورت نہیں۔ تو پھر بتاؤ اس جدید نبوت کی حاجت کیا رہی اور کیونکر بنی اسرائیل والی نبوت ہم میں بھی رائج ہو سکتی ہے۔ جب دین کامل ہو گیا۔ اور نعمت تمام ہو گئی۔ تو کسی اور نبوت کا چاہنا لا حاصل یا تو اس سے انکار کرو۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے جو نعمت تم کو ملی تھی وہ تمہارے لئے مکتفی ہی ہو سکتی ہے۔ اور صاف کہو کہ ابھی کسی اور نبوت کی ہمیں ضرورت ہے۔ ورنہ تم ہی خدا کے لئے بتاؤ کہ کوئی اور نبی آئے تو کیوں۔ اور کیا لے کر آئے۔ کیا قرآن؟ وہ تو پہلے ہی کامل و مکمل صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کے لئے خود مشیت ایزدی یہ قرار پا چکا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی طرح سے کامل و مکمل رہے گا۔ اور اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی واقعہ نہ ہوگی پس جب قرآن جیسی کامل کتاب اب بھی ہم میں موجود ہے۔ تو بتاؤ اب کیوں کوئی نبی آئے۔

دیکھو یہ وہ بات ہے۔ کہ جو ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود بھی جنہیں نبی بنانے کے لئے تم رات دن ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا رہے ہو۔ یہی فرماتے ہیں۔ جاؤ اور آپ کی کتاب مواہب الرحمٰن کھول کر پڑھو جو ۱۹۰۱ء کے بعد کی تصنیف ہے۔ یعنے ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی۔ اور ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس کے صفحہ ۶۶ پر اپنے عقاید ... کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ

"و للہ مکالمات و مخاطبات مع اولیائہ فی هذه الامة ویعطون صبغة الانبياء وليسوا نبيين فی الحقيقة فان القرآن اكمل وطر الشريعة ولا يعطون الا فهم القرآن ولا يزيدون عليه ولا ينقصون منه ومن زاد او نقص فاولئك من الشياطين الفجرة۔"

پھر اس کا ترجمہ خود ہی فارسی زبان میں یوں فرماتے ہیں۔

"و خدا را مکالمات و مخاطبات است با دلیائے خود در ین امت و ایشاں را رنگ انبیاء داده میشود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است۔ و داده نمی شوند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ میکنند و نہ کم میکنند از قرآن و ہر کہ زیادہ کرد یا کم کرد پس او از شیطانان است۔"

ان عبارتوں کا اردو ترجمہ یوں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس امت میں اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمے اور مخاطبے کرتا ہے۔ اور ان کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ فی الواقع نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کو سوائے قرآن کے فہم کے اور کچھ نہیں دیا جاتا۔ اور وہ نہ قرآن میں کچھ زیادہ کرتے ہیں۔ اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور جو شخص زیادہ یا کم کرتا ہے وہ بدکار شیطانوں میں سے ہے۔

کس قدر صاف اور فیصلہ کن بات ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اپنے ولیوں کے ساتھ مکالمات و مخاطبات بھی ہوتے ہیں۔ انہیں انبیاء کا رنگ بھی دے دیا جاتا ہے لیکن وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے کیوں؟ اس لئے نہیں۔ کہ انہوں نے بقول میاں صاحب رسول اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نہیں کی۔ یا ان کے وقت میں اس قدر عالمگیر فتن و فساد برپا نہیں تھے۔ جیسے کہ آج برپا ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے داعی ہیں۔ یا ان کے وقت میں مذاہب کا تمبکھٹا نہیں نہیں تھا جیسا کہ آج ہے جس سے حضرت مسیح موعود کو مقابلہ پیش آیا۔ نہیں بلکہ اس لئے وہ نبی نہیں تھے۔ کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ یہ بھی نہیں کہ انہیں قرآن کا فہم نہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ نبی نہیں تھے۔ اور آپ نبی ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ دادہ نمے شوند مگر فہم قرآن قرآن کا فہم تو انہیں بھی دیا گیا تھا۔ پس اصل وجہ جو ان کے نبی ہونے کی مغیری یہی ہے کہ فان القرآن اکمل وطر الشریعۃ۔ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کامل طور پر پورا کر دیا۔ پس دوستو خدا کے لئے غور کرو کہ جو وجہ ان اولیاء اللہ کے نبی ہونے کی مانع تھی۔ جس بنا پر وہ نبی نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی وجہ اور اسی مانع کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود کیونکر نبی ہو گئے یا لکھو اور صاف الفاظ میں کا اعلان کرو۔ کہ ہاں بیشک اولیاء اللہ کے وقت میں قرآن کریم ہی کامل شریعت تھی۔ اور ضرورت نہیں تھی کہ اس میں کوئی بھی کمی یا زیادتی کی جاتی۔ لیکن اب قرآن کامل شریعت نہیں رہی۔ اب اس میں کوئی نقص واقعہ ہو گیا ہے۔ اب کسی اور نئی شریعت کی ضرورت ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ ایسا کہتے ہوئے بھی تمہیں مسیح موعود کے قول فان القرآن اکمل وطر الشریعۃ پر پانی پھیرنا پڑیگا۔ اور اس کی صداقت سے انکار کرنا ہوگا۔ کیونکہ خواہ قرآن نے حاجت شریعت کو پہلے پورا نہ کیا ہو یا بعد میں ہی کہنا چاہیئے تھا۔ کہ قرآن ان کے وقت میں کامل کتاب تھی لیکن اب نہیں۔

خدارا اے وہ لوگو جو مسیح موعود کے نام لیوا ہو۔ جو آپ کے ان الفاظ کی صداقت پر ہی ایمان رکھتے ہو۔ کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است اور اس بات کو مانتے ہو۔ کہ کسی خاص ایک وقت کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن نے حاجت شریعت کو تمام و کمال پورا کر دیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی ہرگز ہرگز اس میں کسی بھی کمی بیشی کا اختیار نہیں تھا۔ جیسے کہ پہلے اولیاء کو نہیں تھا۔ اس پر غور کرو۔ اور بتاؤ۔ کہ اگر پہلے اولیاء اللہ بوجہ قرآن کے کامل شریعت ہونے اور اس میں کمی بیشی نہ کر سکنے کے نبی نہ ہو سکے تو حضرت مسیح موعود کیسے نبی ہو گئے۔

دیکھو یہ کہنا کہ یہاں "در حقیقت انبیاء نیستند" سے مراد ہے کہ حقیقی یعنے صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتے۔ خود تمہارا اپنے مسلمات پر پانی پھیرنا ہوگا۔ یہاں حضرت صاحب اولیاء اللہ کا ذکر فرما رہے ہیں۔ پس اگر اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ اولیاء اللہ حقیقی یعنے صاحب شریعت نبی نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن غیر صاحب شریعت نبی ہو سکتے تھے۔ تو چلو مبارک۔ پھر جیسے غیر صاحب شریعت نبی وہ تھے ویسے ہی حضرت مسیح موعود ہیں۔ رہے پھر بھی انہیں اولیاء اللہ ہی کے زمرہ میں۔

لیکن یہ صاحب شریعت و غیر صاحب شریعت کی تقسیم تو خود

ہے کیونکہ تمہارے خیال کے مطابق کہنا تو یہ چاہیئے تھا کہ نبی تو ہیں لیکن حقیقی نبی نہیں مگر حضرت صاحب تو یہ مانتے ہی نہیں کہ وہ نبی ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں۔ کہ ایشاں را رنگ انبیاء داده میشود یعنی انبیاء کا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ "و در حقیقت انبیاء نیستند" لیکن وہ نبی نہیں۔

تو پس جس طرح وہ اولیاء اللہ نبی نہیں کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ اسی طرح اسی سبب سے ہوتے ہوئے ابھی کوئی نبی کیوں آئے؟ کیا اب قرآن میں کوئی نقص پیدا واقعہ ہو گیا ہے۔ یا وہ اس زمانے کے لئے کافی نہیں رہا۔ اگر یہ کہو کہ حضرت صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ لعبداو (یعنے آنحضرت صلعم) نبی نیست مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ شد و موافق وعدہ فرمایا اللہ شد [illegible] اس میں گویا انہوں نے اپنے آپ کو مستثنےٰ کر دیا۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ جب آگے اولیاء اللہ کے نبی نہ ہونے کی علت غائی یہی قرار دیتے ہیں۔ کہ قرآن نے حاجت شریعت کو پورا کر دیا ہے۔ تو اس سے تمہارا مزعومہ استثنا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا ان کے اپنے لئے ضرورت نبوت بچا رکھی۔ اور باقیوں کے لئے کچھ اور یہ تو تم حضرت پر ایک الزام دو گے کہ آپ کے لینے کے باٹ اور رکھے اور دینے کے اور یہ استثنا تو استثنا منقطع کا رنگ رکھتا ہے جس کی آگے ہی آپ نے تشریح کر دی کہ نبی تو آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نہیں۔ لیکن مکالمہ مخاطبہ جن میں اولیاء اللہ کو رنگ انبیاء دے دیا جاتا ہے۔ البتہ جاری ہے پس ہم جانتے ہیں کہ ان صاف و صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے کسی صاحب دانش و بینش کو کوئی چارہ باقی رہ جائے پس کیا ہم امید کریں کہ میاں صاحب ان الفاظ سے حضرت مسیح موعود کی مزعومہ نبوت منطبق کرنے کی بے سود کوشش کرنے کے بجائے راہ حق اختیار کریں گے۔ ورنہ ہمیں بتائیں گے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے اس کے حاجت شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینے کے بعد اب کیوں کوئی نبی آئے۔ بالخصوص جبکہ حضرت مسیح موعود بھی اسی کو مانع نبوت قرار دیتے ہیں۔ کیا میاں صاحب اس کا جواب دینگے۔

حب علی اور بغض معاویہ

۹ نومبر ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ نے "صوفیا کی حمایت" کے عنوان سے ہمارے اس مضمون کو جو ہم نے شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کے حق میں ظفر علی خاں کے گستاخانہ کلمات پر لکھا تھا۔ لا لحب علی بل لبغض معاویہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور بڑے زور سے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ چونکہ حضرت شیخ اکبر وحدت وجودی عقاید رکھنے والوں میں سے تھے۔ اور مرزا صاحب نے ان عقاید کی اپنی کتب و اشتہارات میں تردید کی ہے۔ اس لئے جو الفاظ حضرت مرزا صاحب نے ایسے عقاید والوں کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ ان کے مستحق ابن عربی ہونگے۔ تو پس پیغام صلح نے جو حضرت ابن عربی کی حمایت کی ہے۔ تو یہ ان سے کسی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ظفر علی خاں سے عداوت رکھنے کے باعث اس نے یہ سب کچھ کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ فاضل مولانا یہ بتانا بھول گئے۔ کہ خود انہیں عقاید وحدت وجودیہ سے کہاں تک اتفاق ہے۔ ظفر علی خاں کے مضامین کے متعلق تو انہوں نے یہ کہہ دیا ہے۔ کہ

"ہم ان مضامین میں سنتا رکو بعج کی تائید نہیں کر سکتے"

لیکن دوسری طرف آیا وہ بھی وحدت وجودی ہیں یا حضرت محی الدین ابن عربی وحدت وجودی عقاید سے انہیں کچھ ہمدردی ہے یا نہیں۔ اس کا ان کی طرف سے کھلے طور پر اعلان ہونا چاہیئے۔ اور اگر نہیں اور باوجود ظفر علی خاں کے مضامین کی تائید نہ سکنے کے ابن عربی کے وحدت وجودی خیالات کے بھی وہ مخالف ہیں۔ تو پھر جو الزام حضرت مرزا صاحب پر انہوں نے دیا ہے۔ اور جس جرم کا "پیغام صلح" کو گردانا ہے۔ کیوں خود فاضل مولانا اسی کی زد میں نہیں آ سکتے۔ حضرت مرزا صاحب بیشک وحدت وجودی عقاید و خیالات کے مخالف تھے۔ اور ویسے ہی مخالف تھے جیسے خود مولوی ثناء اللہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ حضرت محی الدین ابن عربی کو جس اعلےٰ پایہ کا انسان مانتے تھے۔ وہ آپ کی تحریرات سے ظاہر ہے۔ لیکن نہیں مولوی ثناء اللہ صاحب کو ماننا نہیں لگا تا ہاں [illegible] تو صرف حضرت مرزا صاحب کی حضرت ابن عربی سے مخالفت بتانی ہو جس کے لئے وحدت وجودی خیالات کی آڑ پکڑنے کے سوائے اور کوئی چارہ دکھائی نہیں دیا ....

جلد ۵ | احمدیۃ المسیح لاہور ۔ یک شنبہ ۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۸ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۳۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود
محض انکار دعوے مسیح موعود وجہ تکفیر نہیں

حضرت مسیح موعود کا ایک خط

نوشتہ اگست ۱۹۰۶ء

(منقول از روزانہ پیسہ اخبار و اخبار الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۰ صفحہ ۳ کالم ۳ مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی اخویم ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپکا جو خط مولوی محمد علی صاحب کے نام آیا تھا میں نے اس کو سنا ہے ۔ بڑے تعجب ہے کہ کیونکر مخالف لوگ ہم پر تہمتیں لگاتے ہیں تکفیر کے معاملہ میں اصل بات یہ ہے کہ پہلے میں ان تمام لوگوں کو کلمہ گو خیال کرتا تھا ۔ اور کبھی میرے دل میں نہیں آیا کہ ان کو کافر قرار دوں ۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت ایک استفتاء تیار کیا ۔ اور وہ استفتاء مولوی نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا ۔ اور انہوں نے فتوے دیا کہ یہ شخص اور اس کی جماعت کافر ہیں ۔ اگر مر جاویں تو مسلمانوں کی قبروں میں ان کو دفن نہیں کرنا چاہئے ۔ پھر ابعد اس کے دو سو مہر تکفیر کی اس فتوے پر مولویوں کی لگائی گئیں یعنی تمام پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے اس پر مہریں لگا دیں کہ درحقیقت یہ شخص کافر ہے ۔ بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ کافر ہیں ۔ اور اگر یہ مسلمان ہیں تو پھر ہم کافر ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے ۔ پس اس بنا پر ہمیں ان لوگوں کو کافر ٹھیرانا پڑا ۔ نہ ہماری طرف سے ہرگز اس بات کی سبقت نہیں ہوئی کہ یہ لوگ کافر ہیں ۔ ان لوگوں نے خود سبقت کی اس کا فتوے پہلے ان لوگوں کی طرف سے شائع ہوا ہم نے کوئی کاغذ ان لوگوں کی تکفیر کا شائع نہیں کیا اب جس شخص کو یہ امر گراں گذرتا ہو کہ اس کو کیوں کافر کہا جائے ۔ تو اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس بات کا اقرار شائع کر دے کہ میں ان لوگوں کو کافر نہیں جانتا کیونکہ وہ لوگ کافر نہیں جنہوں نے انکو کافر ٹھیرایا ہی بات کا ہمارے مکفروں مولوی محمد حسین وغیرہ کو اقرار ہے بموجب اصول اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے ۔ پس جبکہ پنجاب ہندوستان کے تمام مولویوں نے مجھے اور میری جماعت کو کافر ٹھیرایا ۔ اور عدالتوں میں بھی لکھا دیا کہ یہ کافر اور دین اسلام سے خارج ہیں تو پھر اس میں ہمارا کیا گناہ ہے ان کو پوچھ کر دیکھو یا جاوے خود کہتے ہیں کہ مسلمان کو کافر ٹھیرانے والا خود کافر ہو جاتا ہے ۔ اور اگر ہم نے اس فتوے کفر کے پہلے ان کو کافر ٹھیرایا تو وہ کاغذ پیش کرنا چاہیئے ۔ پھر جو شخص مولوی محمد حسین اور نذیر حسین وغیرہ کو باوجود اس فتوے کے مسلمان جانتا ہے تو کیونکر ہم اس مسلمان کہہ سکتا ہے ۔ اور اگر [illegible]

کہ ہم ان لوگوں کو کافر کہنے کے لئے مجبور ہوئے +

خاکسار میرزا غلام احمد

(نوٹ) یہ خط اس وقت کا ہے جبکہ حقیقۃ الوحی قریباً دو تین سو صفحے لکھی جا چکی تھی ۔ گویا مسئلہ کفر میں حقیقۃ الوحی کی تفسیر ہے جس میں غیر احمدیوں کے کفر کی وجہ صاف صاف محکمات کے رنگ میں بیان کر دی ہے ۔ یہ خط حضرت اقدس ؑ کی زندگی میں ہی روزانہ پیسہ اخبار اور پھر الحکم قادیان میں شائع ہوا ۔ اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر حضرت اقدس کی کسی سابقہ تحریر سے کسی احمدی کو اس مسئلہ کے بارہ میں غلطی بھی لگی ہو تو بھی اس خط کی اشاعت کے بعد اس کے لئے عقیدہ بیان کردہ خط کے مطابق اپنا عقیدہ درست کر لینا لازمی ہو گیا [illegible] گیا کہ دوسروں کی وجہ کفران کا فتوے کفر ہے نہ کہ نبوت مسیح +

ہم خوش ہونگے اگر فریق مقابل بھی کوئی ایسی محکم تحریر مسئلہ کفر پر ۱۹۰۶ء کے بعد کی پیش کر سکے

اخبار احمدیہ
ترچناپلی میں ہمارا وفد

ترچناپلی میں ہمارے وفد کو جو کچھ واقعات پیش آئے ۔ انکی مختصر کیفیت پیشتر ازیں اخبار احمدیہ کی ذیل میں دی جا چکی ہے ۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے متعلق ابھی بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں ۔ اور واقعات سے قطع نظر کر کے قیاسیات سے کام لیا جا رہا ہے ۔ غیر احمدی معاندین نے تو خیر ہمارے سلسلہ کی مخالفت کا اجارہ قدیم سے لے رکھا ہے ۔ اور ان کا یہ شیوہ خاص ہے کہ وہ بات کا بتنگڑ بنا کر دکھایا کرتے ہیں ۔ مگر زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ ہمارے جدید مخالف یعنی محمودیوں نے بھی اپنے صحائف میں [illegible] سن گھڑت باتوں کو شائع کرنا شروع کیا ہے ۔ چنانچہ الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں کسی صاحب نے جنہیں واقعات سازی میں غالباً ید طولیٰ حاصل ہے اپنی خوش فہمی یا بغض دلی کا ثبوت یہ لکھ دیا ہے کہ گویا ہمارا وفد تبلیغ احمدیت کے لئے نہیں بلکہ محمودی جماعت کے پھیلانے کے لئے گیا تھا اس بات سے قطع نظر کر کے مضمون نگار صاحب کے نزدیک غالباً محمودی عقاید اس انار کی طرح ہیں جسے اپنی میل کچیل نے اس قدر بوسیدہ کر دیا ہو کہ وہ ذرا سی بیرونی تحریک سے ٹوٹ جاتا ہے ہم بدعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ترچناپلی میں میاں صاحب کی کوئی جماعت نہیں ۔ بلکہ تقریباً تمام جماعت نے حال ہی میں امیر قوم حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ۔ ہاں ہمارے مبلغین کو وہاں کے احمدیوں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہاں بھی دو اشخاص نے میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ یہ سن کر وہ ان حضرات کے پاس گئے لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو فی الواقعہ نبی منواتے ہیں تو لگے کانوں پر ہاتھ دھرنے ۔ چنانچہ صاف الفاظ میں یہ کہا کہ اگر میاں صاحب کا یہ اعتقاد ہے ۔ تو ہم ان کی مریدی سے باز آئے لیکن ہمارے وفد کا کام زیادہ تر تبلیغ احمدیت پر ہی مشتمل رہا اور اس راہ میں جو کچھ مشکلات اسے پیش آئیں یعنی مصائب کا بالخصوص ترچناپلی میں انہیں سامنا پڑا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

[illegible]

یہاں موجود تھا اور اس سے دربارہ نبوت مسیح موعود گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن اس بیچارے کو حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی مطلق خبر نہ تھی چنانچہ کبھی اس کتاب کا ذکر کرتا اور کبھی دوسری کو لیکن اپنے مطلب کا حوالہ ایک بھی نہیں نکال سکتا تھا ۔ بلکہ اس بیچارے کو تو ان حوالوں کا بھی علم نہ تھا جو محمودی تھیلے کے خاص چٹے پٹے ہیں لیکن الفاظ بار بار کہتا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے ۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے لیکن یہ ہرگز نہ بتا سکتا کہ کیا فرمایا ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس بیچارے کو حضرت صاحب کی کتابوں کی بالکل واقفیت نہیں تھی ۔ اور جس صورت میں خود میاں صاحب بھی کوئی نبی نہیں ہیں مبلغین بھیجا کیا افسوس ہو سکتا ہے +

غیر احمدیوں سے مباحثہ

مدراس کے اخبار قومی رپورٹ میں ابھی ایک مختصر سا مضمون غالباً [illegible] کی طرف سے کسی صاحب نے شائع کرایا ہے جس میں حق و باطل میں امتیاز کی پوری کوشش کی گئی ۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مولانا شاطر کے دلایل ایسے پر مغز و شایستہ تھے کہ قادیان کے مولویوں سے ان کا جواب بن میں پڑتا تھا ۔ اب ان دلایل کی شایستگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شاطر صاحب کے نام کے ساتھ مولانا کا لفظ لگانا ۔ ان کے کوششوں اور کرزن فیشن امیٹری داڑھی کی ہتک ہے محض مولوی ثناء اللہ کا ایک چھوٹا سا رسالہ عقائد میرزا بلند ہی پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے کچھ بھی نہ بولے ۔ ہمارے مبلغین نے مباحثہ شروع ہونے سے پیشتر وہاں کے ایڈیٹر یا سید مرتضے صاحب سے جو امن و فساد کے ذمہ دار تھے یہ درخواست کی کہ وہ تحریری طور پر انہیں دعوت دیں مگر غالباً سید صاحب کا منشا یہی تھا کہ مباحثہ کے بہانے سے عوام الناس کو بھڑکا دیا جائے اور شور و غل مچا کر یہ ثابت کر دیا جائے کہ احمدی مبلغ بات نہیں کر سکتے ۔ اور اسی لئے انہوں نے اس قسم کی تحریری درخواست دینے سے گریز کیا ۔ ہاں زبانی طور پر ان کو یہ تسلی دیتے رہے کہ تمام لوگ نہایت آرام سے تقریروں کو سنیں گے ۔ لیکن جو واقعات پیش آئے وہ ان کی تکذیب کے لئے کافی ہیں ۔ شاطر صاحب نے بجائے اس کے کہ حیات و وفات مسیح پر بحث کرتے جو سب سے مقدم مسئلہ تھا صرف عقاید میرزا کو پڑھنا شروع کر دیا ۔ ہمارے مبلغین نے یہ بھی چاہا کہ اس کی ہر ایک بات کا جواب ساتھ ساتھ دیا جائے لیکن میر [illegible] اور شاطر کا منشاء چونکہ محض پبلک کو بھڑکانا تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ تمام رسالہ پڑھ لیا جائے ۔ جب وہ رسالہ ختم ہوا تو ہمارے مبلغین نے اتہامات کی تردید کی اور بتایا کہ کہاں تک تحریف سے کام لیا گیا ۔ اس کے علاوہ ہماری طرف سے وفات مسیح اور حضرت میرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے متعلق قریباً دو گھنٹے تقریر ہوتی رہی جس میں سلسلہ کے تمام دعاوی و دلایل کا ذکر کر کے ان سے مطالبات کئے گئے کہ ان دلایل کا آپ صاحبان کے پاس کیا جواب ہے لیکن شاطر صاحب نے تقریر کا پہلو بدل کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کو گالیاں دیتے تھے اور اسی قسم کی بکلا تیں کہ جن کا نفس بحث سے دور کا تعلق بھی نہ تھا بیان کرنی شروع کر دیں ۔ ہماری طرف سے بار بار یہ مطالبہ ہوتا رہا کہ یہ باتیں خارج از بحث ہیں ۔ اور ان سے خواہ مخواہ اصل بات کو ٹالا جاتا ہے لیکن شاطر صاحب یہ کہکر تسلی دیتے رہے کہ اصل مضمون کو بھی بیان کرتا ہوں ۔ چونکہ شام کا وقت قریب تھا ۔ اس لئے ہمارے مبلغ [illegible] یہ دیکھکر کہ شاطر صاحب کی لا یعنی تقریر ختم نہیں ہو گی اٹھکر [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

آزاد ہ رہوں ور مرا مسلک ہے صلح کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
آں بسوئے کش محمد است نام
مہر او باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود

مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادہ عرفاں ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار
پیغام صلح
لاہور

ہفتہ میں دوبار
یک شنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملایک و ز خبرہائے معاد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اور است
معجزات انبیائے سابقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر حقیقت کو رسید ما را بیان
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خداست
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

سالانہ قیمت
ے۔ ششماہی ۴ سہ ماہی ۲ طلبا سے سالانہ ۵

جلد ۵ | مقام المسیح لاہور | چہارشنبہ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۳۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود

وحدت وجود
پر
حضرت اقدس کا ایک خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم عباس علی سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بعد ہذا آپ نے جو قول وحدت وجود کی نسبت استفسار فرمایا ہے اس میں یہ منتظر تھا کہ اول آپ ان وساوس اور اوہام کو لکھتے جن کو قائلین اس قول سقیم کے بطور دلیل آپ کے روبرو پیش کرتے ہیں کیونکہ اس عاجز نے ہر چند ایک مدت دراز تک غور کی اور کتاب اللہ اور احادیث نبوی کو بتدبر و تفکر تمام دیکھا اور محی الدین عربی وغیرہ کی تالیفات پر بھی نظر ڈالی کہ جو اس طور کے خیالات سے بھری ہوئی ہیں اور خود عقل خداداد کی رو سے بہت سوچا اور فکر کیا ۔ لیکن آجتک اس دعویٰ بے بنیاد پر کوئی دلیل اور حجت صحیح ہاتھ نہیں آئی ۔ اور کسی نوع کی برہان اس کی صحت پر قائم نہیں ہوتی بلکہ اس کے ابطال پر براہین قویہ اور حجج قطعیہ قائم ہوتی ہیں کہ جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتیں ۔ اول بڑی بھاری دلیل مسلمانوں کے لئے بلکہ ہر ایک کے لئے کہ جو حق پر قدم مارنا چاہتا ہے قرآن شریف ہے کیونکہ قرآن شریف کی آیات محکمات میں بارہا تاکیدی طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جو کچھ مابین سموات والارض ہے وہ سب مخلوق ہے اور خدا اور انسان میں ابدی امتیاز ہے کہ جو نہ اس عالم میں اور نہ دوسرے عالم میں مرتفع ہوگا ۔ اس جگہ بھی بندگی بجا رہی ہے اور وہاں بھی بندگی بجا رہی ہے بلکہ اس پاک کلام میں نہایت تصریح سے بیان فرمایا گیا ہے کہ انسان کی روح کے لئے عبودیت دائمی اور لازمی ہے اور اس کی پیدائش کی عبودیت ہی علت غائی ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ہے ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ یعنے میں نے جن اور انس کو پرستش دائمی کے لئے پیدا کیا ہے ۔ اور پھر انسان کامل کی روح کو اس کے آخری وقت پر مخاطب کرکے فرماتا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ یعنے اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ۔ سو میرے بندوں میں داخل ہو اور میرے بہشت میں اندر آ جا ۔ ان دونوں آیات جامع برکات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ انسان کی روح کے لئے بندگی اور عبودیت دائمی ولازمی ہے ۔ اور اس عبودیت کی غرض سے وہ پیدا کیا گیا ہے ۔ بلکہ آیت موخر الذکر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو انسان اپنی سعادت کاملہ کو پہنچ جاتا ہے اور اپنے تمام کمالات فطرتی کو پالیتا ہے اور اپنی جمیع استعداد کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیتا ہے اس کو اپنی آخری حالت پر عبودیت کا ہی خطاب

سو اب دیکھئے ۔ اس آیت سے کس قدر بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا کمال مطلوب عبودیت ہے اور سالک کا انتہائی مرتبہ عبودیت تک ہی ختم ہوتا ہے ۔ اگر عبودیت انسان کے لئے ایک عارضی جامہ ہوتا اور اصل حقیقت اس کی الوہیت ہوتی تو چاہئے تھا کہ بعد طے کرنے تمام مراتب سلوک کے الوہیت کے نام سے پکارا جاتا ۔ لیکن فادخلی فی عبادی کے لفظ سے ظاہر ہے کہ عبودیت اس جہان میں بھی دائمی ہے جو ابد الآباد ہے اور آیت باواز بلند پکار رہی ہے کہ انسان کو کیسے ہی کمالات حاصل کرے مگر وہ کسی حالت میں عبودیت سے باہر ہو ہی نہیں سکتا ۔ اور ظاہر ہے کہ جس کیفیت سے کوئی شے کسی حالت میں باہر نہ ہو سکے وہ کیفیت اس کی حقیقت اور ماہیت ہوتی ہے ۔ پس چونکہ از روئے بیان واضح قرآن شریف کے انسان کے نفس کے لئے عبودیت ایسی لازمی چیز ہے کہ نہ نبی بنکر اور نہ رسول بنکر اور نہ صدیق بنکر اور نہ شہید بنکر اور نہ اس جہان میں اور نہ اس جہان میں الگ ہو سکے ۔ جو مہتر اور بہتر انبیاء تھے انہوں نے عبدہ ورسولہ ہونا اپنا فخر سمجھا تو اس سے ثابت ہے کہ انسان کی اصلی ماہیت وحقیقت عبودیت ہی ہے الوہیت نہیں ۔ اور اگر کوئی الوہیت کا مدعی ہے تو بمقابل اس محکم اور بین آیت کے کہ جو فادخلی فی عبادی ہے کوئی دوسری آیت ایسی پیش کرے جس کا مفہوم فادخلی فی ذاتی ہو اور خود قرآن شریف جابجا اپنے نزول کی علت غائی یہی ٹھہراتا ہے کہ تا عبودیت پر لوگوں کو قائم کرے ۔ اور خدا نے اپنی کتاب عزیز میں ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے مسیح اور بعض دوسرے نبیوں کو خدا سمجھا تھا پس کیونکر وہ لوگ رحمت کے مستحق ہو سکتے ہیں جنہوں نے تمام جہان کو یہانتک کہ ناپاک اور نجاست خوار جانوروں کو بھی بلکہ پلید روحوں کو بھی کہ جو شرارت اور فسق وفجور سے بھری ہیں خدا سمجھ لیا ہے ۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم کے رو سے توحید تین مرتبہ پر منقسم ہے ایک ادنیٰ اور ایک اوسط اور ایک اعلیٰ ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ادنیٰ مرتبہ توحید کا کہ جس کے بغیر ایمان متحقق ہو ہی نہیں سکتا نفی شرک رکھتا ہے یعنے اس شرک سے بیزار ہونا کہ جو مشرکین محض ظلم اور زیادتی کی راہ سے مخلوق چیزوں کو خدا کے کاموں میں شریک سمجھتے ہیں ۔ جیسے کسی قوم نے سورج اور چاند یا آگ اور پانی کو دیوتے قرار دے لیا ہے ۔ اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں ۔ اور کسی قوم نے بعض انسانوں کو خدائی کا رتبہ دے رکھا ہے ۔ اور خداوند کریم کی طرح ان کو قادر مطلق اور قاضی الحاجات خیال کر رکھا ہے ۔ سو یہ شرک صریح اور ظلم بدیہی ہے ۔ کہ جو ہر ایک عاقل کو بدا ہتہً نظر آتا ہے ۔ لیکن دوسری قسم شرک کی کہ جو قرآن شریف سے ثابت ہے جس کے چھوڑنے پر توحید کی دوسری قسم موقوف ہے وہ اس کی نسبت کچھ باریک ہے کہ عوام کالانعام اس کو سمجھ نہیں سکتے یعنے اسباب کو کارخانہ قدرت حضرت باری میں شریک سمجھنا اور فاعل اور موثر حقیقی خدا ہی کو نہ جاننا مثلاً ایک دوکاندار مسلمان جس عین ہجوم خریداروں کے وقت میں بانگ نماز جمعہ سنتا ہے تو دل میں خیال کرتا ہے کہ اگر میں جمعہ کی نماز

خطبہ سننے اور نماز پڑھنے اور پھر شاید وعظ سننے میں ضرور دیر لگے گی اور اس عرصہ میں سب خریدار چلے جائینگے ۔ اور جو آمدنی اب یہاں ٹھہرے رہنے سے متصور ہے اس سے محروم رہوں گا ۔ سو یہ شرک فی الاسباب ہے کیونکہ اگر دوکاندار جانتا کہ میرا ایک رازق قادر و متصرف مطلق ہے ۔ جس کے ہاتھ میں تمام قبض وبسط رزق ہے اور اس کی اطاعت کرنے میں کوئی نقصان عاید حال نہیں ہو سکتا اور اس کے ارادہ کے برخلاف کوئی تدبیر وسیلہ رزق کو فراخ نہیں کر سکتی تو وہ اس شرک میں ہرگز مبتلا نہ ہوتا ۔ اور یہ قسم دوم شرک کی چونکہ باریک ہے ۔ اس وجہ سے ایک عالم اس میں مبتلا ہو رہا ہے اور اکثر لوگ اسباب پرستی پر اس قدر جھک رہے ہیں کہ گویا وہ اپنے اسباب کو اپنا ارباب سمجھ رہے ہیں اور یہ شرک دق کی بیماری کی طرح ہے جو اکثر نظروں میں مخفی اور محتجب رہتا ہے ۔

ظفر علی خاں کو جواب
ایک صوفی کے قلم سے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را مے شناسم

بزرگوں کے سر دھر کے الزام یارو
مسائل ہیں گو مختلف ہیں ائمہ
مگر تم کو کیا دین وملت سے مطلب
کتاب اور سنت کے وارث بنے عالم
خردمند کی بے خرد اگر جگہ لیں
کتاب اور سنت کے نقارے سنا کر
کبھی چندے سے لیتے ہو ترک بقر پہ
یہی راز ہیں مسئلہ ارتقا کے
اثر آ گئے اسپر کہ ارباب باطن
پڑھاؤ گے قرآن کیا قوم کو تم
یہاں کی ترقی پہ مرٹنے والے
معاصر کی جرح وقدح دیکھ کرکے
برعکس دین وملت کا شیوہ رہا ہے
نسخہ مغربی سے کاسہ میں بھرا ہے
ہمیں مولویوں سے پہلے چھڑایا
یہ سچ ہے کہ اس کس مپرسی کے دن میں
کبھی بننے ہم وقوم کے حق کے طالب
کبھی بنکے مولانا کتنے ہو ہم سے
سیاسی مسایل میں جب سنگی کھائی
جو مرتے ہیں اس مادی زندگی پر

لگے کھونے مفت اپنے بھرم کو
مگر احترام ان کا واجب ہے یارو
سمجھتے تم اپنا مذہب درم کو
بلند اب لگے کرنے تم اس علم کو
دکھے دل نہ کیوں دیکھ کر اس ستم کو
لگے پھانسنے اب توصید حرم کو
بناتے ہو تم ایک دیر وحرم کو
سمجھتے ہیں ہم آپ کے زیر وبم کو
بتاتے ہیں ہستی وہ ملک عدم کو
سمجھتے نہیں جبکہ لاولنعم کو
برا کیوں نہ سمجھیں فصوص الحکم کو
دکھانے لگے تم بھی زور قلم کو
سدا رکھیں اگلوں پہ سب قسم کو
مگر درس دیتے ہو قرآن کا ہم کو
جھٹرانے ہو اب صوفیوں سے بھی ہم کو

اللہ تعالیٰ [illegible] لقد [illegible] آیا ہے۔ لیکون للعالمین نذیرا کہ تمام عالم [illegible] عذاب کی خبر دینے والا ہے۔ اب جو اُن کا پیرو ہوگا وہ [illegible] ایک رنگ میں نذیر ہونا چاہئے چنانچہ اسلئے مرزا صاحب کو بھی الہام ہوا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا [illegible] یورپ، ایشیا و امریکہ کو ڈرایا تھا۔ اور اسوقت اُنکی باتوں پر ہنسی [illegible] آج خدا کے زور آور حملوں نے اُسکی سچائی کو [illegible] عقلمند انسان رہ گئے جو ان تمام باتوں سے عبرت پکڑتا ہے۔ وہ پیشگوئیاں قابل غور ہوتی ہیں جنکا اثر تاریخ پر پڑتا ہے۔ جن سے قوموں کے انقلاب وابستہ ہوتے ہیں جو دنیا کے صفحہ ہستی پر ایک گہرا نقش چھوڑ جاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فہیم آدمی [illegible] نہیں کھاتا۔ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر جب آپ غور کرینگے تو وہ پیشگوئیاں جن کا تعلق قوموں کے انقلاب سے وابستہ ہے جو دنیا کی تاریخ کی جان ہیں۔ وہ نہایت صفائی سے پوری ہوئی ہیں مثلاً جاپان کا ایک مشرقی طاقت بننا۔ کوریا کی نازک حالت۔ بنگال کی دولخت [illegible] کا پڑنا۔ ایران کی حکومت کا تنزل۔ بلقان میں روم کا مغلوب ہوکر غالب ہونا۔ زار روس کی تباہی۔ دنیا کی عالمگیر جنگ ایسی صفائی سے پوری ہوئی ہیں کہ کوئی شک و شبہ کا باقی نہیں رہ جاتا۔ البتہ وہ پیشگوئیاں جو کسی شخص واحد کی ذات سے تعلق رکھتی تھیں ان میں گو اکثر پوری ہوگئیں مگر بعض میں بظاہر نگاہ ابہام نظر آتا ہے لیکن اوّل تو انذاری پیشگوئیاں ہمیشہ مشروط ہوتی ہیں جو ذرا سے رجوع یا توبہ سے ٹل جاتی ہیں۔ چنانچہ قرآن میں بھی یصبکم بعض الذی یعدکم ہی آیا ہے [illegible] وعید کی پیشگوئیاں کیگئی ہیں۔ اُن میں بعض پوری ہو جائینگی۔ کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ بندوں کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا اگر وہ ذرا بھی رجوع کریں تو اُسکی رحمت آڑے آ جاتی ہے۔ جیسا کہ یونس کی قوم سے توبہ سے عذاب ٹل گیا۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کو اسقدر ندامت ہوئی کہ وہ قوم میں واپس نہ آئے بلکہ وہاں سے بھاگ پڑے اور اسی لئے بہت تکلیفیں اٹھائیں اور اسی لئے قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کو ارشاد ہوا کہ لاتکن کصاحب الحوت یعنے تو مچھلی والے یعنی یونس کی طرح نہ بنیو کیا مطلب کہ اگر کوئی عذاب ان کفار سے ٹل جاوے تو بیدل نہ ہو جائیو! دوم خدا کے باریک در باریک قانونوں سے انسان کو ناواقفیت ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ الہام سے کسی اجتہاد کرنے میں غلطی لگ جاتی ہے۔ اسکی تفصیل آگے کرونگا

سوال معم۔ عبداللہ آتھم کا رجوع کس طرح ثابت ہوا۔ اسکو حلف پر کیوں مجبور کیا گیا؟ یہ جائز نہیں۔

جواب۔ اوّل تو جیسا کہ آپ نے بھی فرمایا) دجّال کے لفظ پر ہی یہ درد مرزا صاحب کے دل میں پیدا ہوا۔ اسی اسلامی غیرت رسول کریم صلعم کی محبت نے آپ کی توجہ کو خدا کی طرف پھیرا۔ اصلی الہام تو معلوم نہیں کیا ہوا۔ البتہ جو اجتہاد ہے وہ ان الفاظ میں درج ہے۔ جو آپ نے نقل کئے ہیں۔ یہ رجوع سے خود حضرت مرزا صاحب نے پہلے یہی مطلب سمجھا تھا۔ کہ شاید عبداللہ آتھم کا مسلمان ہونا مشروط ہے۔ مگر واقعات نے اس کو غلط ثابت کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ اس سے مراد صرف اسی قدر تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کرنا چھوڑ دے۔ لیکھرام بھی اسی گستاخی کی سزا میں پکڑا گیا تھا۔ جیسا کہ ہے

الا اے دشمن نادان و بے راہ ۔ بترس از تیغ بران محمد

ظاہر ہے عبداللہ آتھم کی سزا بھی اسی گستاخی کے عوض میں تھی جو اس سے سرزد ہوئی تھی۔ صرف فرق یہ ہوا کہ لیکھرام اپنی گستاخی کی سزا میں میعاد کے اندر پکڑا گیا۔ عبداللہ آتھم نے آپ کی شان میں گستاخی کرنی چھوڑ دی اس لئے اُسے مہلت دی گئی۔ لیکن جب حق کی شہادت سے انکاری ہوا تو دوسری پیشگوئی کے مطابق ایک سال کے اندر میعاد کے اندر ہلاک ہوگیا۔ مرزا صاحب نے بھی اسکے اس رجوع کی طرف پہلے خیال نہ کیا کیونکہ وہ بھی غالباً یہی خیال کرتے تھے کہ مسلمان ہونا شرط ہے مگر جب واقعات نے معاملہ صاف کر دیا تو حقیقت کھل گئی کہ جس امر کی سزا تھی اُس سے تو وہ اُسوقت رجوع کر چکا۔ اور اس پندرہ ماہ میں اُس نے کوئی گستاخی آنحضرت صلعم کی شان میں نہیں کی۔ اس لئے سزا بھی ٹل گئی۔

آپ نے جو حوالہ اُس کی تصنیف کا دیا ہے اوّل تو معلوم نہیں وہ کب کی تصنیف ہے۔ دوم آنحضرت صلعم کی شان میں اُس میں کوئی گستاخی کا لفظ موجود نہیں۔ جو اصل موجب عذاب کا تھا۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے اُسی وقت کیوں نہ سمجھ لیا۔ اجتہاد میں کیوں غلطی کی۔ سو گذارش یہ ہے کہ الہام کا مطلب سمجھنے میں اجتہاد میں غلطی لگ جانا کسی کے نبی یا ملہم ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ الہام خدا کا علم ہوتا ہے اور اجتہاد انسان کا اپنا علم و [illegible] یہ فرق اس لئے [illegible] رکھا ہوا ہے کہ تا انسان کو معلوم ہو کہ الہام انسانی دماغ سے ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جیسا کہ بعض نیچریوں یا فلسفیوں کا خیال ہے بلکہ یہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ اگر الہام انسانی دماغ سے ہی پیدا شدہ ہوتا تو یہ کبھی نہ ہوتا۔ کہ ملہم کے الہام کے الفاظ کے مطابق تو پیشگوئی پوری ہو جائے مگر اُس کا اجتہاد غلط ہو جائے۔ یعنے ملہم کا الہام تو صحیح ثابت ہو اور اُس کا اجتہاد غلط نکلے۔ اگر دماغ میں ہی غیب دانی کی قوت ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک امر کے متعلق اسی دماغ سے جو الہام نکلتا ہے وہ تو پورا ہو جاتا ہے مگر وہی دماغ اسی الہام کا جو مطلب کہتا ہے اُسکے خلاف ہوتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت الہام کسی اور عالم الغیب ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اجتہاد ملہم کی اپنی تفہیم ہوتی ہے۔ جو ممکن ہے صحیح ہو۔ ممکن ہے غلط ہو چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی پہلے یہی سمجھتے رہے کہ داؤد کے تخت کا وعدہ جو اُن سے ہے وہ ظاہر الفاظ میں پورا ہوگا اور اپنے شاگردوں کو تاکید کرتے رہے کہ کپڑے بیچکر بھی ہتھیار خریدو۔ لیکن بعد میں واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ تخت ظاہری نہ تھا بلکہ باطنی تھا ایسی غلطیاں اکثر لگا کرتی ہیں۔ اگر آپ چاہینگے تو بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

اصل میں آپکو علم نہیں کہ عبداللہ آتھم کسقدر دشمن اسلام تھا اس مباحثہ سے پہلے دن رات اُسکا اسلام کے خلاف حملے کرنا کام تھا وہ ڈپٹی تھا۔ جن ضلعوں میں رہا ہے مجھ سے وہاں کے مسلمانوں نے بیان کیا کہ جس گاؤں میں دورہ پر جاتا وہاں کے مسلمانوں سے مباحثہ کرتا رہتا۔ وہ بیچارے جاہل کیا جواب دیسکتے تھے۔ دن رات اسلام کے خلاف زہر اگلنا اس کا کام تھا جب سے مباحثہ ہوا تھا ساکن ہوگیا تھا۔ آپکو کسی نے غلط بتلایا کہ لیکھرام کے واقعہ قتل سے ڈرتا تھا۔ عزیز من لیکھرام تو آتھم کی میعاد کے گذر جانے کے بعد قتل ہوا۔ جب لیکھرام قتل ہی نہ ہوا تھا تو وہ ڈرتا کس واقعہ قتل سے تھا آپ عام لوگوں کے دھوکہ میں نہ آویں علاوہ اسکے نور افشاں میں اُس نے چھپوایا تھا کہ مرزا صاحب نے میرے پیچھے ایک تعلیم یافتہ سانپ چھوڑ دیا ہے جو دن رات میرے پیچھے کاٹنے کیلئے پھرتا تھا اور رات کو باوجود پولیس کے پہروں کے چلانے لگتا تھا۔ سوار ننگی تلوار سے آتے ہیں کبھی اُسے پیادہ ننگی تلوار والے نظر آتے تھے یہ باتیں اُس نے نور افشاں میں چھپوائیں۔ ایک دفعہ بخار چڑھا تو رونا دھونا پڑ گیا کہ [illegible] پکڑا گیا ان شہادتوں سے صاف ظاہر ہے کیا تو خوف سے اُسکے حواس تک مختل ہوگئے تھے یا اگر مرزا صاحب میں اتنی کرامت تھی کہ سچ مچ ملائکہ کی فوج اُسکے قتل کیلئے آیا کرتی تھی مگر صرف مہلت کیوجہ سے اسکو ہلاک نہ کرتی تھی تو بڑا کمال مرزا صاحب کا ہے اور کیا عجیب ہے کہ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی پورا کرنے کیلئے خدا اُسے یہ نظارہ دکھاتا ہو تاکہ وہ ڈرے اور وہ پیشگوئی رسول اللہ صلعم کی پوری ہو جس میں فرمایا تھا کہ آل محمد اور آل عیسٰے کی جنگ ہوگی اُسمیں شیطان یہ مشہور کریگا کہ آل عیسٰے کی فتح ہوئی اور آسمان سے یہ آواز آئیگی کہ آل محمد کی فتح ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے فرزند کہینگے کہ عیسائی مناظر جیت گئے مگر خدا کی وحی یہ بتلائیگی کہ نہیں مسلمان جیت گئے۔ اور یہ عیسائیوں کی ظاہری فتح جھوٹی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب قسم کھانے کو کہا تو وہ منکر ہو گیا۔ کیونکہ اُس کا دل اُسکی ضمیر اُسکو ملزم کرتی تھی اور چور اُسکے دل میں تھا ورنہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر میدان میں آتا ان تمام واقعات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ وہ کسقدر خائف تھا۔ ایک دفعہ میں فیروزپور گیا تو وہاں میرے ایک رشتہ دار ہیں جو غیر احمدی ہیں اور احمدیت کے سخت مخالف ہیں اُن سے میرا مباحثہ ہوا اسی عبداللہ آتھم کی پیشگوئی پر گفتگو ہوئی تو انہیں اس امر کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ سچ ہے کہ اسی فیروزپور میں عبداللہ آتھم جب آ کر رہا۔ تو باوجود پولیس کے پہرہ کے وہ راتوں کو چلایا کرتا تھا کہ وہ آ گئے وہ ننگی تلوار والے سوار آ گئے اُنکی اہلیہ نے یہ گواہی دی کہ آتھم کی بیٹی مجھ سے ملنے آیا کرتی تھی اُس نے اُن دنوں مجھ سے خود کہا کہ مرزا قادیانی نے میرے باپ کے پیچھے ایک سانپ سحر [illegible] کرکے چھوڑ دیا ہے جو اُسے ہر وقت نظر آتا اور کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ اب یہ فرمایئے جبتک کسی چیز کی عظمت قلب پر طاری نہ ہو کب یہ دہشت پیدا ہو سکتی ہے کیا رسول اللہ صلعم کی شان میں وہ گستاخیاں کہاں یہ رات دن کا دھڑکا اور خوف خدا نے اُسکی اس حالت پر رحم کیا اور عذاب میں تاخیر ڈالدی۔ اب آؤ میں آپکو قرآن سناؤں کہ بغیر مسلمان ہونے کے یا ظاہری طور پر رجوع کرنیکے کسطرح عذاب ٹلجایا کرتے ہیں۔ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون انّی لھم الذکرٰی وقد جاءھم رسول مبین ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون یوم نبطش البطشة الکبرٰی انا منتقمون۔ پس انتظار کر اُس دن کا کہ آسمان کھلا کھلا قحط لاویگا یعنی سخت خشک سالی اور قحط پڑیگا جو لوگوں کو ڈھانک لیگا یہ بڑا دردناک عذاب ہوگا کافر کہینگے کہ اے ہمارے رب ہم پر سے یہ عذاب دور کر دے ہم ایمان لے آئے لیکن انکو کہاں نصیحت ہو سکتی ہے حالانکہ کھولکر بیان کر دینے والا رسول اُنکے پاس آیا [illegible]

تو وہ اُس سے پھر گئے [illegible] تو پھر وہ دن آ جائیگا جسدن ہم بڑی سخت پکڑ سے پکڑینگے [illegible] پورا پورا بدلہ لینگے۔ اب واضح ہو کہ یہ پیشگوئی عذاب کی مکہ کے سات سال والے قحط کی ہے اس پیشگوئی کے مطابق مکہ میں سات سال کا قحط پڑا جس میں لوگ بھوک سے ہڈیاں اور چمڑا تک کھا گئے۔ اور اُنکی حالت بہت ابتر ہوگئی [illegible] یہ عذاب ٹل گیا۔ اور کفار مکہ کو مہلت ملگئی تھی کہ وہ یوم بدر کے دن ہلاک ہوئے [illegible] اس جگہ اس ہفت سالہ عذاب کے آنے پر ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون یعنے ہم سے عذاب ہٹا دے ہم مومن ہیں کی دعا کفار کیطرف منسوب ہے حالانکہ ان کافروں میں سے کوئی بھی بظاہر ایمان نہیں لایا تھا صرف اُن کی قلبی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ انّی لھم الذکرٰی کہکر بھی اس بات پر شاہد ہے کہ وہ لوگ [illegible] واقعی ایمان نہیں لائے تھے۔ کیونکہ جب خود خدا جو علیم بذات الصدور ہے [illegible] فرمایا ہے کہ انہیں کہاں نصیحت ہونے لگی تو صاف ظاہر ہے کہ وہ محض عذاب سے ڈر گئے تھے ورنہ اُنکے دل میں واقعی کوئی ایمان نہ تھا۔ اس قلبی خوف کو ایک رنگ کا ایمان قرار دیا ہے اور اس ایمان یا دوسرے لفظوں میں رجوع کا فائدہ اُنکو یہ بتلا کر فرمایا انا کاشفوا العذاب قلیلا کہ یقیناً ہم عذاب کو کچھ عرصہ کیلئے اٹھا لینگے۔ انکم عائدون فرما کر بتلا دیا کہ اگر پھر وہی حرکتیں کروگے تو یوم نبطش البطشة الکبرٰی یعنے بڑی سخت پکڑ سے پکڑینگے۔ اب یہاں کفار مکہ کی [illegible] آتھم کو رکھ لیجئے سو یہی قلبی خوف جسے یہاں قرآن نے ایمان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے [illegible] مرزا صاحب نے رجوع کے لفظ سے تعبیر کیا ہے سو جو وہی فائدہ اُنکو ملا جو مکہ والوں کو ملا تھا۔ کہ کچھ مدت کیلئے عذاب ٹل گیا لیکن چونکہ وہ حق کو چھپا کر گویا پھر اپنی اسی پہلی حالت پر لوٹ گیا کیونکہ اب وہ میعاد کی [illegible] کیوجہ سے دلیر ہوگیا تھا۔ اسلئے پیشگوئی کے مطابق ایک سال کے اندر بطشة الکبرٰی کے نیچے آ گیا۔ اور ہلاک ہوگیا۔ نہ مکہ والے ظاہر میں ایمان لائے نہ عبداللہ آتھم۔ بلکہ اُنکے قلبی خوف کو جو اُنکے قلب پر مستولی تھا ایمان اور رجوع کے نام سے تعبیر کیا گیا اور عذاب میں تاخیر پڑ گئی ...... باقی رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے انجیل کے خلاف اُس سے قسم کھلانی چاہی۔ اور [illegible] مارٹن کلارک نے یہ کہا۔ کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) خنزیر [illegible] نہیں رہ سکتے تو آتھم قسم کھا کر عیسائی نہیں رہ سکتا تعجب ہے [illegible] گورنمنٹ عیسائی ہے وہ اپنی عدالتوں میں ہر ایک سے حلف اٹھواتی ہے گویا ایک حرام فعل کا خود ارتکاب کرتی اور کراتی ہے۔ طلاق اور [illegible] کے متعلق تو پادری گورنمنٹ کو انجیل کے خلاف کچھ کرنے نہیں دیتے۔ بڑی مشکلوں سے انگلینڈ میں زنا کی صورت میں طلاق کا قانون پاس ہوا ہے مگر اس حلف اٹھوانے کے قانون پر کبھی کوئی پادری شور مچاتا کہ یہ ایک حرام فعل ہے جو گورنمنٹ کرتی اور کرواتی ہے۔ کم سے کم عیسائیوں کی حلف ہی بند کرا دی جاتی۔ پھر خود شہنشاہ [illegible] جس کا پروٹسٹنٹ عیسائی ہونا شرط ہے وہ تاجپوشی کیوقت حلف [illegible] گویا اُسوقت عیسائیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور یہ حرام فعل سب سے بڑے [illegible] پادری کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اب اگر وہ حلف لیتا ہے تو عیسائی نہ رہا [illegible] عیسائی نہ رہا۔ تو بادشاہ نہیں ہو سکتا جسکا بادشاہ ہونا ہی عیسائیت پر [illegible] ہے گرجے میں شادی کیوقت میاں بیوی حلف لیتے ہیں گویا شادی کیوقت عیسائیت سے خارج ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ جب حق کو چھپانا ہو تو سینکڑوں حجتیں ہو سکتی ہیں۔ مرزا صاحب کے مقابلہ میں آ کر سچی قسم کھانا حرام ہوگیا۔ اگر ایسا ہے تو یہی اس مذہب کے بطلان کی بدیہی دلیل ہے۔ کیونکہ دنیا کی کوئی عیسائی گورنمنٹ حلف اور قسم سے خالی نہیں اور اسکے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ جو مذہب ایسی بات سکھا دے جو ناقابل عمل ہو اُسکے باطل ہونے پر مُہر لگ چکی۔ اور عزیز من اصل بات تو یہ ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ حرام حلال تو شریعت سے تعلق رکھتا ہے جس مذہب نے شریعت کو لعنت قرار دیا اور کفارہ پر مذہب کی بنیاد رکھی تو وہ حرام حلال کیا پیش کر سکتا ہے۔ کسی چیز کا حرام ہونا چہ معنی دارد جب شریعت کا [illegible] حرام حلال کی لعنت سے تو مخلصی ہو چکی اب پھر وہی لعنت دوبارہ [illegible] گلے میں پادری صاحب مارٹن کلارک کیوں ڈالنے لگے تھے [illegible] تھا۔ جس سے یہ حرکات مذبوحی سرزد ہوتی تھیں۔ ...... باقی رہا آپکا فرمانا کہ شریعت کے کس مسئلہ کے رو سے آتھم صاحب سے مرزا صاحب حلف اٹھواتے تھے سو واضح ہو کہ شریعت کا یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب مدعی اور مدعا علیہ [illegible] گواہ کوئی نہ ہو تو اُن کا فیصلہ قسم ہی پر ہو سکتا ہے۔ قسم کے معنے خدا کو گواہ [illegible] کے ہوتے ہیں سو اس میں کیا حرج ہے اگر ایک شخص سچا ہے کہ وہ کہدے [illegible] میرا خدا گواہ ہے جو دلوں کو دیکھتا ہے۔ اسکی بہت سی مثالیں قرآن و حدیث میں بھری پڑی ہیں اگر ضرورت ہوگی تو عرض کرونگا کہ قسم پر فیصلہ شریعت کا مسئلہ ہے۔ آجکل خود مسیحی گورنمنٹوں کی عدالتوں میں قسموں پر فیصلہ ہوتا ہے ایک اور بات سناتا ہوں۔ خود رسول کریم صلعم نے نجران کے پادریوں سے مباحثہ کے بعد اُنکو مباہلہ پر فیصلہ کرنے کے لئے بلایا۔ مذہبی [illegible] متنافسین کو اصطلاحی طور پر مباہلہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں [illegible] یکدوسرے کے مقابلہ میں خدا کے حضور ابتہال و زاری کرتے ہیں [illegible] کا فیصلہ [illegible]

میں معاملات فیما بین اہل اسلام کو بموجب قانون شریع محمدی (شرع اسلام) کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ ایڈیٹر) تصفیہ کرانے کے لئے اسلامی عدالتوں کی خواہش کی گئی ہے۔ جو اگر مان لی گئی تو باہمی تنازعات کا شکار نہ ہوں تو زہے قسمت۔ باقی تجاویز حسب ذیل ہیں:۔

(۴) تحفظ اوقاف۔ وسماجد و معابد و مقابر و غیرہ و غیرہ اہل اسلام زیر نگرانی مشیخ الاسلام بموجب قواعد شرعیہ اسلام ہونی چاہئے۔

(۵) کوئی ایکٹ و اضعان آئین و قوانین جو اس معاملہ پر قوانین شرعیہ اسلام کے متصادم ہونا فذ نہیں ہونا چاہئے۔

(۶) ایک علیحدہ محکمہ بماتحتی شیخ الاسلام کے جس کے ارکان علماء انتخاب کئے جاویں۔ قایم ہونا چاہئے۔ ہر فرقہ کے قایم مقام اس کی مجلس کے رکن ہوں۔ اور اس فرقہ کے معاملات کی نگرانی ان کے سپرد کی جائے۔

(۸) معاملات مذہبی فیما بین اہل اسلام و دیگر اقوام کا تصفیہ مخلوط عدالتوں میں ہونا چاہئے۔

(۹) سند یافتگان مدارس مذہبی کو ان صیغہ جات میں جو ان کے مناسب حال ہوں ملازمت ملنا چاہئے۔

(۱۰) خزانہ عامرہ سے سالانہ ایک خاص (امداد) تعلیم مذہبی کے واسطے ملنی چاہئے۔

خدا کرے علمائے دیوبند اور ایسا ہی علمائے لکھنؤ کی بھی یاد اور اسی قسم کی دیگر تجاویز مفید اور بار آور ثابت ہوں۔ جیسا کہ بظاہر ان سے امید پڑتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان سب علمائے کرام کی خدمت میں اس قدر اور عرض کر دینا غیر مناسب اور بے محل نہ ہوگا کہ یہ بیداری و تیقظ جو اس وقت پیدا ہوگا ہے۔ اسے اب جانے نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ اب تو دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی موقعہ آ بننے پر آپ بھی جاگ اٹھے۔ اور پھر جونہی کہ شور و زلزلہ ہونے لگا تو بس آپ بھی تان کر سو گئے۔ کوئی کام بغیر لگاتار جد و جہد اور محنت و سعی کے نہیں ہوا۔ لہذا بہتر ہو کہ حتی الوسع نہایت ادب کے ساتھ ان عرض معروضات کو حکومت کے سامنے پیش کیا جاتا رہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی قومی عزت و وقار قایم رکھنے اور مدینہ دار آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے کے لئے دین حق کی حفاظت و اشاعت میں بھی پوری ہمت و سعی سے کام لیا جائے۔

ستارۂ صبح کا بائیکاٹ

"ستارۂ صبح" نے بزرگان دین پر جو نکتہ چینی شروع کر رکھی ہے۔ اور بڑے بڑے اعلیٰ پایہ کے صوفیا کے فضایل کو نظر انداز کر کے ان پر خردہ گیری اور نہایت بیباکانہ طعن آمیز اور گستاخانہ کلمات سے اپنے خبث باطنی کا ثبوت دینا شروع کیا ہے۔ اسپر اسلامی طبقہ کی برانگیختگی ان مفید تاثرات کو ثابت کر رہی ہے جو ہمارے اس طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ پیشتر ازیں لاہور کی انجمن خدام الصوفیہ کے اس جلسہ کی رپورٹ دی جا چکی ہے۔ جس میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور دیگر اکثر مسلمانوں کی طرف سے ستارۂ صبح کا مقاطعہ (بائیکاٹ) عمل میں آیا۔ اب امرتسر سے بھی ایک اسی قسم کے جلسہ کی خبر آئی ہے۔ جس کی مجمل کیفیت یوں ہے۔ کہ ۶ نومبر کو جامع مسجد شیخ خیر الدین مرحوم میں بعد نماز جمعہ جناب مولوی غلام احمد صاحب اخگر سابق ایڈیٹر اہل فقہ نے اولیاء امت کے متعلق ایک عالمانہ مدلل موثر تاریخی مضمون بیان فرمایا۔ اور ان مضامین کا حوالہ دیا۔ جو ستارۂ صبح میں بزرگان دین اہل تصوف کی نسبت میں لکھے گئے ہیں۔ وعظ کے آخر میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ مسلمان اہل سنت والجماعت کو لازم ہے۔ کہ اخبار ستارۂ صبح کو ہرگز نہ لیں۔ اور نہ دیکھیں۔ سامعین پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا اور جلسہ وعظ ختم ہوا"۔

یہ تو جلسوں وغیرہ کی کیفیت ہے۔ اخباروں میں جو کچھ لکھا جا رہا ہے۔ وہ اس پر مستزاد ہے۔ جس کا نمونہ کسی دوسری جگہ ایک نظم میں ناظرین ملاحظہ فرمائینگے۔ کاش ظفر علی خان کو اس سے عبرت ہو اور وہ سمجھے کہ راستبازوں اور خدا کے بندوں کے مقابلہ آنے کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ملتا۔

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ کا وفد صاحب وزیر ہند کی خدمت میں

اسوقت جبکہ ملک کے ہر طبقہ و فرقہ کے نمایندگان صاحب وزیر ہند کی خدمت میں ملک کی اصلاحات کے متعلق اپنی اپنی آرا کو پیش کر رہے ہیں۔ اور ضروری مطالبات کو پیش کر رہا ہے انہیں موقعہ حاصل ہے۔ یہ امر موجب مسرت و شادمانی ہے کہ سید عالی مرتبہ بزرگوں نے بھی اپنی قوم کی نیابت کا حق ادا کرنے کا تہیہ [illegible]

تصدیق المسیح

چند سوالوں کے جواب

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے ایک عزیز دوست نے چند سوالات کئے تھے۔ جن کے جواب آپ نے اخبار میں شایع کرنے کے لئے ارسال فرمائے ہیں۔ جو ذیل میں امید کہ ناظرین کرام کے خاص فائدہ کا موجب ہونگے۔ ایڈیٹر

عزیزم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ۔ امتحان میں مصروف تھا اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اپنے وساوس کا اظہار کر دیا۔ سوادکا خارج ہو جانا اچھا ہے۔ جو کچھ عرض کرتا ہوں۔ اگر غور و فکر سے اور ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ جو امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کریم اپنے فضل سے طمانیت قلب پیدا کر دیگا۔ آپ کے اعتراض کو چند اصولوں کے ماتحت میں نے مختصر کر دیا ہے۔ تا جواب دینے میں آسانی اور صفائی پیدا ہو سکے۔

سوال اول۔ آپ کا خیال ہے کہ جو شخص دنیا کے لئے رحمت ہو کر آئے اس کو بددعا یا انذاری پیشگوئیاں نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے کیوں بددعا یا انذاری پیشگوئیاں کیں حضرت نبی کریم صلعم نے کبھی کوئی بددعا نہ کی۔ تو پھر مرزا صاحب نے جو ان کے ظل ہونے کے مدعی ہیں کیوں بددعا کی۔ اس طرح وہ دنیا کے لئے رحمت نہیں رہتے بلکہ زحمت ہو جاتے ہیں؟

جواب۔ آپ کے ذہن میں یہ بات کسی ایسے شخص نے ڈالی ہے جو مذہب کے فلسفہ اور اسلام سے محض ناواقف ہے۔ نبی یا کوئی خدا کا مامور جو رحمت ہو کر دنیا کے لئے آتا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ دنیا میں جیو ہتیا کے خلاف کوئی وعظ کرنے آتا ہے۔ بلکہ رحمت اس کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کو حق اور ہدایت سکھاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان روحانی اور اخلاقی اور ہر ایک قسم کی ترقیات کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اور گمراہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله کیا معنے کہ وہی تو خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو سارے دینوں پر غالب کر کے دکھاوے اب جو شخص اس حق اور ہدایت کی مخالفت کرتا ہے۔ ضروری ہے کہ پہلے اس کو سمجھایا جاوے اور جب وہ اس پر بھی باز نہ آوے۔ بلکہ یہ کوشش کرے کہ اس حق اور ہدایت کا استیصال کر دے یا اس کے تعلیم دینے والے کو ہی ہلاک کر دے تو کیا پھر یہ اس نبی یا مامور کا حق نہیں کہ اس کے معاملہ میں جناب باری میں جس کی طرف سے وہ مامور ہے عرض کرے اور پھر وہاں سے جیسا فیصلہ صادر ہو اس سے دنیا کو خبر کرے۔ یا دنیا کے لئے ایک نشان ہو۔ اور وہ شخص خدا کے عذاب سے ہلاک یا ذلیل ہو۔ خواہ وہ ہلاکت خدا کی طرف سے بلا واسطہ غیرے ہو یا بالواسطہ (نبی) کے ہاتھ سے اس پر مسلط ہو۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کی ہلاکت جو دنیا سے حق اور ہدایت کو مٹانا چاہتے ہیں اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں دنیا کے لئے ایک رحمت ہے نہ کہ زحمت۔ مثلاً ہماری برٹش گورنمنٹ اسی وجہ سے ہندوستان کے لئے رحمت ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے امن اور انصاف ملک میں قایم ہے۔ اور ملک ترقی کرتا ہے۔ کیا اگر ایسے لوگ ہوں جو لوگوں کے حقوق کو بے انصافی سے غصب کریں اور امن میں خلل ڈالیں جس سے ملک کی ترقی رک جائے۔ تو گورنمنٹ کا فرض نہ ہوگا کہ وہ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دے۔ تو ایسے عدل اور امن کے دشمن لوگوں کو سزا دینے کی وجہ سے گورنمنٹ رحمت نہ رہیگی بلکہ زحمت ہو جائیگی حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ اسی صورت میں رحمت کہلا سکتی ہے کہ وہ مفسد لوگوں کو سزا دے۔ جو امن اور عدل کے قانون کو توڑتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی طرف سے جو سچائی اور ہدایت آتی ہے درحقیقت وہی رحمت ہے جس کی وجہ سے نبی بھی رحمت کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہدایت اور حق پرستی کا معلم ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی اس کی مخالفت کرے اور ہدایت اور حق کو ہی مٹانا چاہے تو کیوں اس نبی کا حق نہیں کہ [illegible] باری میں اس کے شر اور مخالفت سے بچنے کے لئے عرض کرے۔ اور اگر خدا اس حق کے دشمن کو سزا خود دیدے یا اس نبی کے [illegible] اور قبل از وقت اپنے نبی یا مامور کو اطلاع دے [illegible]

دنیا ضلالت و گمراہی میں پڑنے سے بچ گئی۔ اور اس کے شر سے محفوظ ہو گئی اور اس کی موت سے حق اور ہدایت کے پھیلنے میں ترقی ہوئی۔ بلکہ ایک نبی یا مامور رحمت کہلا سکتا ہی نہیں جب تک وہ حق اور ہدایت کو دنیا میں تمام نہ کر جائے اور اس کے تمام مخالفوں کا منہ کالا نہ کر جائے۔ پس اگر درحقیقت دنیا کے لئے زحمت تو وہ لوگ ہیں جو اپنے عناد یا جہالت اور اپنی بدی اور شرارتوں سے حق اور ہدایت کو جو دنیا کے لئے رحمت ہے پھیلنے نہیں دیتے اور اس کے مٹانے کے در پے ہیں۔ [illegible] کامل اس وقت ہوتی ہے کہ جب حق پوری طرح جڑ پکڑ لے اور اس کی [illegible] اور مخالفوں کا کوئی خطرہ نہ رہے۔ جس طرح [illegible] کی طرح جڑ پکڑ گیا اور تمام مخالفوں اور دشمنوں کا منہ کالا ہو گیا اور حق اور ہدایت کے پھیلنے میں کوئی روک باقی نہ رہی اور دین بھی پوری طرح کامل ہو گیا تو آواز آ گئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنے دین کامل کر دیا۔ اور نعمت تمام کر دی۔ اسی نعمت کو دوسری جگہ قرآن میں رحمت کہا ہے۔ اب آپ کو پتہ ہے کہ اسلام جیسی رحمت کو محمد رسول اللہ صلعم جیسے رحمۃ للعالمین کے ہاتھ سے دنیا میں پھیلنے میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔ اور جب باوجود سمجھانے کے دشمنوں نے اس حق اور ہدایت کے مٹانے کی کوشش کی تو ان کا سر کچل دیا گیا۔ آپ تو بددعا کو ہی رو رہے ہیں۔ وہاں حق کے دشمن قتل کئے گئے۔ کیا ان جنگوں کو جو اسلام کے پیدا ہونے کے وقت ہوئیں آپ رحمت کہیں گے یا زحمت۔ کیا وہ خونریزیاں جو حق کی حمایت میں ہوئیں وہ رحمت تھیں یا زحمت [illegible] ضرور کہیگا۔ کہ وہ رحمت تھیں۔ کیونکہ اس سے حق کا بالا اور حق کے دشمنوں کا ناش ہوتا تھا۔ اگر وہ اس وقت ہلاک نہ ہوتے تو حق دنیا سے مٹ جاتا اسی جنگ بدر میں آنحضرت صلعم نے اپنے خیمہ میں دعا اور مخالفوں کے لئے بددعا نہایت جوش سے کی ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تیرا نام لینے والا دنیا میں کوئی نہ رہیگا۔ اس جنگ میں ہی ایک مخالفوں کے مارے جانے کی خبر قبل از وقت دی۔ [illegible] کے متعلق بڑی بڑی انذاری پیشگوئیاں قرآن میں مذکور ہیں تبت یدا ابی لهب وتب میں ابولہب اور اس کی جورو کی موت کی خبر ہے۔ خود رسول اللہ صلعم نے ایک موقعہ پر کئی ماہ تک ایک قوم کے لئے نماز میں بددعا کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شیء او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون۔ یعنے تیرا کوئی اختیار نہیں جس پر خدا چاہے رحم کرے جس کو چاہے عذاب دے کیونکہ بے شک وہ ظالم ہیں۔ باوجود انکو ظالم تسلیم کرنے کے لئے پھر بھی خدا تعالیٰ نے اس امر کو اپنے ذمہ رکھا کہ خواہ رحم کرے یا عذاب دے آپکی دعا کو اس موقعہ پر قبول نہیں فرمایا۔ یہ تمام واقعہ بخاری میں موجود ہے۔ ایک بددعا آنحضرت صلعم کی آپکو میں بھی سکھا دیتا ہوں جو بہت مجرب ہے۔ شاید وہاں آپ کے بھی دشمن ہوں جو آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں وہ یہ ہے۔ اللهم انا نجعلك في نحورهم ونعوذ بك من شرورهم۔ اے اللہ ہم تجھے ان کے سینوں میں کرتے ہیں یعنے انکے مقابلہ میں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ خدا جانے کس نے آپ کو بتلایا تھا کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی ہرگز ہرگز کوئی بددعا نہیں کی۔ بددعا کیا ہے۔ اپنے [illegible] اور مخالفوں کی مخالفت سے تنگ آ کر خدا کے حضور فریاد کرنا۔ کون نبی ہے جو نہیں کرتا۔ کیا آپ کو نوح علیہ السلام کی بددعا معلوم نہیں جس سے سورۂ نوح بھری ہوئی ہے۔ جس کی ایک آیت یہ ہے کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ کہ اے میرے رب زمین پر کافروں کا کوئی گھر نہ چھوڑ۔ کیا حضرت موسیٰ کی بددعا یاد نہیں جس کو سنکر دل کانپ اٹھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ کہ اے ہمارے رب ان کے مالوں پر جھاڑو پھیر دے۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ ایمان نہ لاویں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ اب آیا حضرت عیسیٰ کی بددعا سناؤں جو بہت حلیم نبی مشہور ہیں۔ قرآن شریف میں آتا ہے لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسی ابن مریم یعنی بنی اسرائیل میں سے جو لوگ منکر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ کی بددعا سے لعنت پڑی۔ یہ لیجئے قوم کی قوم پر لعنت پڑی۔ [illegible] میں بھی بددعائیں بہت مرقوم ہیں۔ اس کی تفصیل پھر کبھی موقعہ پر سہی۔ یہ غلط ہے کہ مرزا صاحب نے ہمیشہ عذاب کی ہی پیشگوئیاں کیں۔ سچا سوں پیشگوئیاں دیگر امور کے متعلق بھی ہیں۔ جو تریاق القلوب حقیقۃ الوحی میں درج ہیں۔ جو مثلاً ہیں۔ بطور نمونہ لندن میں انگریزی و عربی میں خطبہ پڑھنا اور [illegible] پکڑنا جس کی تعبیر خود ہی حضرت نے فرمائی کہ میرا کوئی شاگرد وہاں جائیگا اور وہ انگریزی و عربی میں خطبہ پڑھیگا اور اس کے ہاتھ پر انگریز مسلمان ہونگے۔ اس سے بڑھ کر خوشخبری اسلام کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ [illegible]

مراسلات

ایک خط کا جواب

اخویم شیخ صادق علی کے موسنانہ اظہار صداقت پر جو انہوں نے خط بنام میاں صاحب اور دیگر مختلف مضامین کی شکل میں کیا۔ دربار خلافت کے ایک چوبدار بلکہ خواجہ سرائے اکسل نے اہم نہیں خط کے ذریعہ سے ورغلانے کی کوشش کی جس کا جو کچھ جواب انہوں نے لکھکر بھیجا وہ برائے افادۂ ناظرین کرام آپ نے پیغام صلح کی نذر کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

مکرمی قاضی صاحب! السلام علیکم۔ میری طبیعت اچھی نہیں رہی اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرماویں۔ آپکا گلہ بیجا ہے کہ میں نے میاں صاحب کے مریدوں کو محمودی کہا۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میری نیت آپ لوگوں کی نسبت نفرت یا حقارت پھیلانے یا آپ کا دل دکھانے کی نہ تھی یہ لفظ صرف امتیاز کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔ اور پھر میری معلومات کیمطابق آپ لوگوں کا مذہب جمہور علمائے اسلام کے عموماً اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصاً مخالف ہے تو آپکو محمودی نہ کہا جائے تو آخر کہا کیا جائے۔ مختصر طور سے میں یہاں وہی اختلافات آپ کے پیش کرتا ہوں۔ جو حضرت اقدس جناب مسیح موعودؑ اور میاں صاحب کے مذہب میں ہیں۔

(۱) میاں صاحب نے حال ہی میں اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ کہ غیر مبائعین کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حالانکہ جناب مسیح موعودؑ کا یہ مذہب تھا کہ اگر کوئی غیر از جماعت شخص ان مولویوں کو کافر سمجھتا ہے۔ جنہوں نے حضرت صاحب پر فتوے کفر دیا تھا (تو اس کی) اقتداء میں نماز جائز ہے۔ میاں صاحب ہمیں احمدی بھی سمجھتے ہیں اور پھر ہمارے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ بھی قرار دیتے ہیں اگر وہ ہمیں احمدی نہ بھی سمجھتے ہوتے۔ تو بھی مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق ہمارے پیچھے نماز جائز تھی۔ میاں صاحب کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسیح موعودؑ کے فتوے کے صریح خلاف ایسا فتوے دیتے۔ پھر جماعت کا یہ فرض تھا۔ کہ میاں صاحب کو اس کی غلطی سے آگاہ کرتی ہر جائز و ناجائز میں میاں صاحب کی اطاعت ایک لغویت ہے۔

(۲) حضرت صاحب ۱۲ نومبر ۱۹۰۱ء کو فتوے دیتے ہیں کہ جو مخالف برا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ مگر میاں صاحب ہر ایک غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا حرام قرار دیتے ہیں۔ مفتی صاحب نے محض جھک مارا ہے۔ کہ میں نے حضرت سے دریافت نہیں کیا تھا۔ خود ہی لکھدیا تھا۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہے تو انہوں نے جھوٹ لکھا۔ کہ "حضرت ...." بجواتنی فرصت نہیں کہ ہر خط کا جواب خود لکھیں۔ دوسرے کو فرما دیتے ہیں کہ یہ بات لکھو"۔ پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اخیر ۱۹۰۱ء تک جماعت کا عمل یہی تھا اس کے بعد مسیح موعودؑ نے اس کے برخلاف نہیں فرمایا۔ تو گویا میاں صاحب کا مذہب اس بارہ میں بھی جناب مسیح موعودؑ سے مختلف ہے۔ ہاں یہ انکی اپنے مقدس باپ پر عنایت ہے کہ عام مجمع میں کہدیا کہ مسیح موعودؑ کا قول اور فعل مختلف تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۳) حضرت صاحب کی زندگی میں کسی کے وہم اور خیال میں بھی نہ تھا کہ مسیح موعودؑ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابیں مسئلہ نبوت کے متعلق منسوخ ہیں نہ ان کا کوئی اس قسم کا ارشاد موجود ہے۔ بلکہ ایک غلطی کے ازالہ کے ذریعہ حضرت صاحب نے اپنی سب کتابوں کی صحت کو تسلیم کر لیا لیکن میاں صاحب اسکے صریح برخلاف حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلی تصانیف کو منسوخ اور مہجور قرار دیتے ہیں۔

(۴) مسئلہ کفر و اسلام میں بھی میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ مسیح موعودؑ لکھتے ہیں۔ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا .... میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے"۔ میاں صاحب کا یہ مذہب ہے کہ جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔

(۵) حضرت صاحب نہایت کھلے کھلے الفاظ میں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق آنحضرت صلعم کو قرار دیتے ہیں۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۴۲) لیکن میاں صاحب مصر ہیں کہ نہیں یہ پیشین گوئی مسیح موعودؑ کے حق میں ہے اور اسے ایمانیات میں داخل کرتے ہیں۔ یہانتک کہ مسیح کی نبوت کی دلیل اس آیت سے پکڑتے ہیں گویا اس مسئلہ میں بھی میاں صاحب کا مذہب حضرت صاحب سے مختلف ہے۔

(۶) ایسا ہی حال مسئلہ نبوت کا ہے اور باتوں کو تو جانے دیجئے کیونکہ میاں صاحب من النبوۃ الا عین النبوۃ کرکے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیتے ہیں مگر ایک بات تو صاف ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کہ حضرت اقدس جناب مسیح موعودؑ اپنے تئیں صرف نبی کہلانا محض ناپسند ہی نہیں کرتے بلکہ اسے سید المرسلین خاتم النبیین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کی ہتک قرار دیتے ہیں لیکن اب آپ میاں صاحب اور ان کے متبعین کا طرز عمل دیکھئے الفضل کی ہر ایک اشاعت میں احمدؑ نبی اللہ۔ مسیح موعود نبی اللہ۔ قادیان کا نبی۔ خاندان نبوت وغیرہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں میاں صاحب خود سیرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں اور اس کا عنوان (احمدؑ آخری زمانہ کا رسول) قرار دیتے ہیں۔ ایڈیٹر الحکم مسیح موعودؑ کی سوانحعمری لکھنا شروع کرتا ہے۔ اور اس کا ٹائیٹل سیرت النبی لکھتا ہے۔ قاضی صاحب آپ ایمانداری سے غور کریں کہ آیا میاں صاحب اور ان کی جماعت کلیہ طریقہ مسیح موعودؑ کی وصیت کے کھلا کھلا برخلاف ہے یا نہیں۔ اور کیا میاں صاحب کی جماعت اور خود میاں صاحب ایسے الفاظ استعمال کرکے آنحضرت صلعم کی ہتک کر رہے ہیں یا نہیں۔ آپ اگر اس کی تاویل کر سکتے ہیں تو کیجئے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار۔ .... غرض اس مسئلہ میں بھی میاں صاحب اور حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب میں اختلاف ہے۔

ایسے حالات کی موجودگی میں میاں صاحب اور ان کی جماعت کو اس مقدس نام سے یاد کرنا جو ہمارے مرشد اور آقا جناب مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے لئے تجویز فرمایا تھا میرے نزدیک ظلم اور بعید از انصاف ہے۔ جب آپ لوگ مسیح موعودؑ کی کسی بات کی قدر بھی نہیں کرتے اور ان کے اقوال سے صریح انحراف کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کو ضرورت بھی کیا پڑی ہے کہ اپنے تئیں مسیح موعودؑ کی جماعت کی طرف منسوب کریں۔ مسیح موعودؑ کو حقیقی نبی ٹھہرانے میں ان کی عزت نہیں۔ بلکہ ذلت ہے۔ کیونکہ یہ خود ان کے دعاوی کے خلاف ہے اور نبی حقیقی کے اوصاف امتیازی ان میں نہیں پائے جاتے) علاوہ ازیں جب میاں صاحب نے اس نام کو پسند فرمایا ہے تو آپکے ناراض ہونے کی کیا وجہ ہے آپکا یہ ارشاد کہ احباب پٹیالہ سے میری کچھ چھیڑ چھاڑ تھی۔ اور وہ مجھے کچھ زبانی کہہ لیتے تھے۔ تو میں بھی انہیں زبانی کہہ لیتا۔ کیونکہ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ بڑا نامناسب اور تقوے سے دور ہے۔ مجھے جماعت پٹیالہ کے کسی ممبر اور نہ دنیا میں کسی اور شخص سے کسی قسم کا عناد ہے آپ میری نیک نیتی کو اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے مکالمہ میں کسی کا نام درج نہیں کیا اور پھر مکالمہ کو شائع کرکے ہر ایک ایسے شخص سے جواب کا مطالبہ کیا ہے جو میاں صاحب کا مرید ہے۔ اور پھر یہ مکالمہ میں نے میاں صاحب کو جماعت کی حالت سے آگاہ کرنے کے لئے شائع کیا ہے۔ میں بہرحال آپ کا بہی خواہ ہوں۔ وقتاً فوقتاً آئندہ بھی میں ایسی باتیں لکھتا رہونگا۔ تاکہ کسی نہ کسی پہلو پر تو میاں صاحب کی جماعت کی اصلاح ہوتی رہے۔ مجھے تو امید بھی کہ میاں صاحب اپنی جماعت کو ہدایت اور تنبیہہ کر دینگے۔ کہ وہ آئندہ مباحثوں میں محتاط رہیں۔ اور حضرت رسول کریمؐ اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخانہ اور ہتک آمیز الفاظ استعمال نہ کیا کریں لیکن افسوس یہ امید غلط ثابت ہوئی بیشک آپ کے کسی اخبار میں مجھے کچھ نہیں کہا گیا۔ تو میں نے بھی آپکو کیا کہا ہے۔ میاں صاحب کے پیچ در پیچ عقائد میری سمجھ میں نہ آئے۔ تو میں نے اس الجھن سے نکلنے کے لئے خود انہی کو بڑے ادب سے مخاطب کیا مگر ان کی شان بے نیازی دیکھئے کہ آجتک جواب دینے کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔ میرے لئے اسکے سوا کیا چارہ تھا۔ کہ اپنی چٹھی اخبار میں شائع کردوں اس پر بھی کچھ جواب نہ ملا۔ بالآخر اللہ تعالےٰ کے فضل نے مجھے ان مسائل کو خود ہی سمجھادیا .... آپ نے مجھے ظالم کہا۔ ظلم کہا۔ اخبار میں مخاطب کرنے کی دہمکی دی۔ آپ کو اختیار ہے میں گالیوں کا بدلہ گالیوں سے نہیں دینا چاہتا۔ میں بڑا مشکور ہونگا۔ اگر آپ میری یہ چٹھی اخبار میں شائع کرکے جواب دینگے۔ تاکہ حق و باطل میں عام امتیاز ہو سکے .... آپ کے ان الفاظ کا۔ کہ "مجھے آپ کی تحریروں سے یہ معلوم ہوا۔ کہ آپ کے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہے کہ حضرت ۱۹۰۱ء سے پہلے کیوں اپنی نبوت نہ سمجھ سکے۔ کیا آپ مہربانی فرماکر ۱۹۰۱ء سے پہلے کے چند چوٹی کے حوالہ لکھکر مجھے بقید صفحہ و نام کتاب بھیجکر ممنون نہ فرمائینگے۔ جس سے بلا تاویل یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت اقدس اپنے آپکو غیر نبی سمجھتے اور غیر نبی کے طور پر پیش فرماتے تھے" مجھے کچھ مطلب سمجھ نہیں آیا۔ کیا میں یہ خیال کر لوں۔ کہ آپ کا مذہب میاں صاحب سے مختلف ہے کیونکہ میاں صاحب حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں "چونکہ اپنے آپکو نبی نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے آپکا خیال تھا کہ نبی سے نیچے اتر کر جو درجہ ہے وہ محدث کا ہے۔ میں وہی ہونگا۔ اور اس درجہ کا نام محدث ہی ہوگا۔" میرا تو یہ مذہب ہے۔ کہ حضرت صاحب نے جب سے دعوے مسیحیت کیا ہمیشہ تا دم وفات ہمیشہ ایک ہی دعوے پر قائم رہے۔ اور اپنے تئیں غیر نبی سمجھتے رہے تاہم آپ کے ارشاد کے مطابق چند حوالجات آپ کے غور کے لئے پیش کرتا ہوں۔

(۱) ... ہے۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۹۔

(۲) لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا۔ کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونیکا دعوے ہے۔ کرامات الصادقین صفحہ ۵۔

(۳) ابن مریم جو آنیوالا ہے۔ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ فقط امتی لوگوں میں سے ایک شخص ہوگا۔ صفحہ ۲۹۱۔ ازالہ اوہام۔

(۴) نبوت کا دعویٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوے ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱۔

(۵) صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہوجانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ازالہ اوہام ۵۶۹۔

(۶) جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو وہ پھر باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵۔

(۷) اگر ایک دفعہ ہی وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کیلئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷۔

(۸) ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہتا ہوں جو ایسا نازل کروں"۔ ان پر واضح رہے۔ کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ .... غرض جس جگہ نبوت یا رسالت کا دعوے اس طرف بھی نہیں صرف مجددیت اور ولایت کا دعویٰ ہے مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۴۔

(۹) اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ کلمہ کفر ہے۔ تو بجز اسکے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین۔ ضمیمہ رسالہ انوار الاسلام صفحہ ۳۴۔

(۱۰) ان سب حوالجات کا عملی ثبوت "مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرماکر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں .... اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے جسکے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں۔ مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۷۔

قاضی صاحب یہ حوالجات جو میں نے پیش کئے ہیں ان میں نمبر ۱ و ۲ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ دلائل ہیں جو حضرت صاحب نے ختم نبوت کے متعلق دیئے ہیں۔ اور نبی اور غیر نبی کے درمیان امتیازی نشان ہیں کیا حضرت صاحب نے کبھی ان دلائل کو رد کیا ہے اگر نہیں۔ تو آپ یا میاں صاحب ان کی تردید کر سکتے ہیں۔ امید کہ آپ سچے دل سے غور فرمائینگے۔ والسلام۔

مضمون بہت طویل ہو گیا ہے معافی چاہتا ہوں لیکن ایک بات میں جناب کے غور کیلئے اور پیش کرتا ہوں میاں صاحب ان الفاظ میں ہر احمدیت قبول کرنیوالے شخص سے بیعت لیتے ہیں کہ "میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی قبول کرتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا رہونگا"۔ اگر حضرت صاحب کا دعویٰ نبوت حقیقی اور ثابت شدہ امر ہے تو پھر میاں صاحب کی گول مول بات کے کیا معنی اور یہ کہنے کی کیا وجہ کہ میں کسی کو مسیح موعود کی نبوت ماننے کیلئے مجبور نہیں کرتا۔ ہمارے محترم میاں صاحب کے طرز عمل سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ خود انہیں بھی حضرت صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں۔ یا کم از کم انکے نزدیک بھی یہ ایک ثابت شدہ صداقت نہیں۔ اسکے بالمقابل انا النبی لا کذب پر بھی غور فرمایئے کیا کسی اسلام قبول کرنیوالے سے بھی اس قسم کے گول مول الفاظ کہہ لیتے پڑھتے ہیں یا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان

www.aaiil.org

جلد ۵ مدینۃ المسیح لاہور یک شنبہ ۹ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء نمبر ۴۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود

وحدت وجود پر حضرت اقدس کا ایک خط

(گذشتہ سے آگے)

تیسری قسم شرک کی کہ جو قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے جس کے چھوڑنے پر تیسری قسم توحید کی موقوف ہے۔ وہ نہایت ہی باریک ہے کہ بجز خاص بالغ نظروں کے کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ اور بغیر افراد کاملہ کے کوئی اس سے خلاصی نہیں پاتا۔ اور وہ ہے ماسوائے اللہ کی یادداشت دل پر رہنا اور ان کی محبت یا عداوت میں اپنے اوقات کو ضائع کرنا اور انکی ناچیز ہستی کو کچھ چیز سمجھنا۔ اور اس شرک کا چھوڑنا جس پر توحید کامل موقوف ہے تب متحقق ہوتا ہے کہ محب صادق پر اس قدر محبت اور عظمت الٰہی کا استیلا ہو جائے کہ اس کی نظر شہود میں ہر ایک موجودہ ماسوا اللہ باوجود موجود ہونے کے معدوم دکھائی دے۔ یہاں تک کہ اپنا وجود بھی فراموش ہو جائے۔ اور محبوب حقیقی کا نور ایسا کامل طور پر چمکے کہ اس کے آگے کسی چیز کی ہستی اور حقیقت باقی نہ رہے اور اس توحید کا کمال اس بات پر موقوف ہے کہ ماسوا اللہ واقعی طور پر موجود تو ہو مگر سالک کی نظر عاشقانہ میں کہ جو محبت اللہ سے کامل طور پر بھر گئی ہے۔ وہ وجود عدم کا لعدم دکھائی دے اور غلبہ محبت احدیت کی وجہ سے اس کے ماسوا کو منتفی اور معدوم خیال کرے کیونکہ اگر وجود ماسوا کا فی الحقیقت منتفی اور معدوم ہی ہو تو پھر اس توحید درجہ سوم کی تمام خوبی برباد ہو جائیگی۔ وجہ یہ کہ ساری خوبی اس توحید درجہ سوم میں یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی محبت اور عظمت اس قدر دل پر استیلا کرے کہ بوجہ غلبہ اس شہود تام کے دوسری چیزیں معدوم دکھائی دیں۔ اب اگر دوسری چیزیں فی الحقیقت معدوم ہی ہیں تو پھر اس استیلاء محبت اور غلبہ شہود و عظمت کی تاثیر کیا ہوئی اور کونسا کمال اس توحید میں ثابت ہوا۔ کیونکہ جو چیز فی الواقع معدوم ہے۔ اس کو معدوم ہی خیال کرنا یہ ایسا امر نہیں ہے کہ جو استیلاء محبت پر موقوف ہو بلکہ محبت اور شہود عظمت تامہ کی کمالیت اسی حالت میں ثابت ہوگی کہ جب عاشق دلدادہ محض استیلاء عشق کی وجہ سے نہ کسی اور وجہ سے اپنے محبوب ماسوا کو معدوم سمجھے۔ اور اپنے معشوق کے غیر کو کالعدم خیال کرے۔ گو عقل و شرع اس کو سمجھاتی ہوں کہ وہ چیزیں حقیقت میں معدوم نہیں ہیں۔ جیسے ظاہر ہے کہ جب دن چڑھتا ہے اور لوگوں کی آنکھوں پر نور آفتاب کا استیلا کرتا ہے تو باوجود اس کے کہ لوگ جانتے ہیں کہ ستارے اس وقت معدوم نہیں مگر پھر بھی بوجہ استیلاء اس نور کے ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے ایسا ہی استیلاء محبت و عظمت اللہ کا محب . . . ادنیٰ کی نظر میں ایسا ظاہر کرتا ہے کہ گویا تمام عالم بغیر اس کے محبوب کے معدوم ہے۔ اور اگرچہ عشق حقیقی میں یہ تمام . . .

کہ خود اپنے نفس کو کالعدم سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ مجنوں جس کا نام قیس ہے اپنے عشق کی آخری حالت میں ایسا دیوانہ ہوگیا کہ یہ کہنے لگا کہ میں آپ ہی لیلیٰ ہوں۔ سو یہ بات تو نہیں کہ فی الحقیقت وہ لیلیٰ ہی ہوگیا تھا مگر اس کا یہ باعث تھا کہ چونکہ وہ مدت تک تصور لیلیٰ میں غرق رہا۔ اس لئے آہستہ آہستہ اس میں خود فراموشی کا اثر ہونے لگا۔ ہوتے ہوتے اس کا استغراق بہت ہی کمال کو پہنچ گیا۔ اور وہ محویت کی اس حد تک جا پہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جنون عشق سے انا اللیلیٰ کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور یہ خیال دل میں بندھ گیا کہ فی الحقیقت میں ہی لیلیٰ ہوں۔ غرض غیر کو معدوم سمجھنا لوازم کمال عشق میں سے ہے اور اگر غیر فی الحقیقت معدوم ہی ہے تو پھر وہ ایسا امر نہیں ہے کہ جسکو استیلاء محبت اور جنون عشق سے کچھ بھی تعلق ہو اور غلبہ عشق کی حالت میں محویت کے آثار پیدا ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو انسان مشکل سے سمجھ سکے۔ شیخ مصلح الدین شیرازی نے خوب کہا ہے۔

نہ از چنیم حکایت کن نہ از روم + کہ دارم دلستانے اندریں بوم
چو روئے خوب او آید بیادم + فراموشم شود موجود و معدوم

اور پھر ایک اور جگہ پر آپ فرماتے ہیں ؎

باتو مشغول و با تو ہم آہم + و ز تو . . . . میخواہم
تا مرا از تو آگہی دادند + بوجودت . . . . از خود آگاہم

اور خود وہ محویت کا ہی اشغفا جس سے زلیخا کی سہیلیوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں +

اب خلاصہ کلام یہی ہے کہ قرآن شریف میں کمال توحید کا درجہ یہی بیان کیا گیا ہے کہ محب صادق بوجہ استیلاء محبت اور شہود عظمت محبوب حقیقی کے غیر کے وجود کو کالعدم خیال کرے۔ نہ یہ کہ فی الواقع غیر معدوم ہی ہو۔ کیونکہ معدوم کو معدوم خیال کرنا ترقیات عشق اور محبت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ تو عاشق صادق کے لئے توحید ضروری اور لابد ہے جو اس کے کمال عشق کی علامت ہے یہی توحید ہے جو اس کا شہود بجز ایک کے نہ ہو نہ یہ عقلی طور پر بھی فی الواقع ایک ہی موجود سمجھتا ہو کیونکہ وہ اپنی عقل میں ہو کا ایسی باتیں ہرگز مونہہ پر نہیں لاتا اور حق الیقین کے مرتبہ کے لحاظ سے جب دیکھتا ہے۔ تو حقائق اشیاء سے انکار نہیں کر سکتا بلکہ جیسا کہ اشیاء فی الواقع موجود ہیں ایسا ہی ان کی موجودات کا اقرار رکھتا ہے۔ اور چونکہ یہ توحید شہودی کے لئے لازمی اور ضروری ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی پاک کلام میں بسط سے فرمایا ہے۔ اور نادان جب ان بعض آیات کو دیکھتا ہے۔ تو اس دھوکے میں پڑ جاتا ہے کہ گویا وہ آیات توحید وجودی کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کو نہیں سمجھتا کہ خداوند تعالیٰ کی کلام میں تناقض نہیں ہو سکتا جس حالت میں اس نے صدہا آیات بینات اور نصوص صریحہ میں اپنے وجود اور مخلوق کے وجود میں اتنیا کلی ظاہر کر دیا ہے۔ اور مصنوعات کو وجود واقعی قرار دیکر اپنی صانعیت اس سے ثابت کی ہے۔ اور اپنے غیر کو شقی اور سعید کی قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اور بعض کے لئے خلود جنت اور بعض کے لئے خلود جہنم قرار دیا ہے۔ اور اپنے تمام نبیوں اور رسولوں اور صدیقوں کو

کے مقابلہ پر کہ جو بالکل عقلی طریق سے بھی مطابق ہے۔ بعض آیات کے کسی طرح پر معنے بیان کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے کہ جو راہ راست کے طالب نہیں بلکہ آرام پسند اور آزاد طبع ہو کر صرف الحاد اور زندقہ میں اپنی عمر بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر انسان صرف عقل کے رو سے بھی نظر کرے تو وہ فی الفور معلوم کرلے گا کہ مشت خاک کو حضرت پاک سے کچھ بھی نسبت نہیں + (باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ کا وفد صاحب وزیر ہند کی خدمت میں

حسب اعلان سابق گذشتہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے ایک وفد صاحب وزیر ہند کی خدمت میں بمقام دہلی باریاب ہوا اور اپنا ایڈریس پیش کیا۔ ایڈریس حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے پڑھا اور پھر تمام ارکان وفد کا ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور صاحب وزیر ہند سے تعارف کرایا۔ وفد حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھا۔ (۱) حضرت امیر الملت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ (۲) حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے بی ٹی پرنسپل مسلم ہائی سکول لاہور۔ (۳) جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویئر ہوس لاہور۔ (۴) جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس لاہور۔ (۵) جناب شیخ محمد امین صاحب تاجر چرم لاہور (۶) جناب ملک غلام محمد صاحب رئیس لاہور (۷) جناب سردار عبد الحمید صاحب ایبٹ آباد (۸) جناب شیخ نور احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد۔ (۹) جناب عالم دین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل چیف کورٹ پنجاب (۱۰) سید الطاف حسین صاحب رئیس لاہور۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے ایڈریس کے جواب میں شکریہ ادا کیا۔ اور پیش کردہ تجاویز پر غور کرنے کا وعدہ فرمایا +

ایڈریس میں جن امور کو پیش کیا گیا تھا۔ ان کا خلاصہ مقامی معاصر سول اینڈ ملٹری گزٹ سے لیکر کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ ملکی اصلاحات کے متعلق سول اینڈ ملٹری گزٹ کی بیان کردہ تجاویز کے علاوہ مذہبی امور کے متعلق ہمارے ایڈریس میں یہ تجاویز پیش کی گئی تھیں کہ۔

(۱) نماز جمعہ کے لئے دو گھنٹہ کی رخصت لازمی طور پر منظور ہونی چاہئے اور اسوقت کیلئے تمام سرکاری دفاتر اور سکول و کالج بند رہنے چاہئیں

(۲) مسلمانوں کو نماز باجماعت کا حکم ہے اس لئے سرکاری محکموں میں باجماعت نماز سے کوئی روک نہیں ہونی چاہئے۔

(۳) مذہبی آزادی جو سلطنت برطانیہ کے اندر حاصل ہے اسکا مقتضا ہے کہ مذہبی عبادتگاہوں پر کوئی دستبرد نہ ہو بلکہ یہ حکم ہونا چاہئے کہ کوئی بھی مسجد کسی حالت میں گرائی نہ جائے خواہ کیسی ہی شدید ضرورت کیوں نہ پیش آجائے۔

خاص ملاقات

ایڈریس کے تھوڑی دیر بعد خاص ملاقات کیلئے وقت مقرر تھا جس میں حضرت امیر الملت اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور جناب میرزا یعقوب بیگ صاحب شامل ہوئے اور صاحب وزیر ہند اور انکے سکرٹری . . .

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور سے ترجمہ کیا گیا)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وفد میں سے مولوی صدر الدین صاحب پرنسپل مسلم ہائی سکول لاہور نے ایڈریس پڑھا جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی سکیم اصلاحات پر ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کی طرف سے فوری عملدر آمد نہ صرف ہندوستانیوں کی جائز خواہشات کو ہی پورا کرنا ہو گا۔ بلکہ اس سے اُن تمام وعدوں کا بھی ایفا ہو جائیگا۔ جو حضور ملک معظم اور آپ کے وزراء کیطرف سے ہو چکے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس ذریعہ سے برطانوی حکومت کو ہندوستان کے اندر اور بھی زیادہ ہر دلعزیزی حاصل ہو گی۔ اور بہت زیادہ مستحکم بنیادوں پر کھڑی ہو گی۔ جو تمام قسم کے باغیانہ خیالات کیلئے زہر قاتل ثابت ہونگی۔

ہندوستان کے خاص حالات لاریب اسکے متقاضی ہیں کہ چھوٹی جماعتوں کی حفاظت خاص طور پر کی جائے۔ اور کانگریس اور لیگ کی مشترکہ سکیم میں اسے بہت حد تک مدنظر بھی رکھا گیا ہے۔ لیکن ابھی تک اس میں کسیقدر ترمیم اور مزید توسیع بکار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کا تناسب ہندوؤں کے بالمقابل بہت کم ہے لیکن اسکے ساتھ اس حقیقت نفس الامری سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ملک کی آبادی کے لحاظ سے انکی تعداد بہت کافی ہے۔ اور وہ اتنی زیادہ تعداد رکھتے ہیں کہ صرف انہی کے وجود سے ایک ملک آباد ہو سکتا ہے۔ تحفظ سلطنت میں ان کا حصہ انکی آبادی کے تناسب سے بہت بڑھکر ہے اور بہت سی ایسی روایات اور تعلقات انہیں حاصل ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے وہ اس قابل ہیں کہ ایک علیحدہ قوم کی حیثیت میں کھڑے ہوں۔ ہندوستان کی ترقی (ہندو اور مسلمان) دونوں قوموں کی یکساں ترقی اور ملک کے انتظامات میں برابر کے اختیارات پر ہی منحصر ہے۔ اور اصلاحات کی کوئی بھی سکیم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس میں ہندوستان کیمتعلق اس بنیادی اصول سے اغماض برتا گیا کہ ہندو اور مسلم ترقی کی دونوں نہریں یکساں طور پر ایک دوسرے کے متوازی بہنی چاہئیں۔

مسلمان تعلیم میں ابھی تک بیشک پیچھے ہیں لیکن دیگر انتظامات کی قابلیت ان میں کافی طور پر موجود ہے۔ وہ ذلت کا احساس جو اسوقت عام طور پر ہندوستانیوں کے دلوں میں کشیدگی پیدا کر رہا ہے مسلمانوں کی صورت میں وہ ہمیشہ کیلئے باقی نہ رہنا چاہئے ورنہ قومی تباغض و تحاسد ہمیشہ ملک کے پرامن انتظامات میں خلل انداز ہوتا رہیگا اسلئے یہ تجویز کیجاتی ہے کہ:-

(الف) مسلمانوں کو امپیریل اور پراونشل لیجسلیٹو کونسلوں اور صاحب وزیر ہند کی کونسل میں نیابت کے پورے حقوق دیئے جائیں۔

(ب) لیجسلیٹو کونسلوں میں عام طور پر آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ان کو نیابت کا حق ملنا چاہئے۔ جس میں یہ لحاظ ہونا چاہئے کہ جن صوبجات میں ان کی آبادی زیادہ ہے۔ وہاں انتخابی ممبر زیادہ ہوں۔ اور جہاں تناسب بہت کم ہے وہاں اصل تناسب سے کسی قدر زیادہ۔

(ج) جداگانہ انتخاب کا قاعدہ میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں بھی رائج ہونا چاہئے۔

(د) سرکاری ملازمتوں اور دیگر معاملات میں جو ان سے متعلق ہوں۔ مسلمانوں کو اپنی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ہی حصہ ملنا چاہئے۔"

"احمدیہ جماعت کا ایڈریس"

(اخبار پنجابی سے ترجمہ کیا گیا)

کسی دوسری جگہ اس ایڈریس کا خلاصہ دیا گیا ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے بدھ کے دن وزیر ہند اور ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو دیا۔ یہ اسلامی جماعت پراونشل مسلم لیگ سے ایک بالکل علیحدہ جماعت ہے۔ اور کانگریس کے ساتھ اس کا کسی قسم کا بھی کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں۔ ان حالات میں کانگریس اور مسلم لیگ کے موجودہ غالب اثرات ان کی خصوصیات کا اس سے بڑھکر صاف اور بیّن ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس سکیم اصلاحات کو انہوں نے تجویز کیا ہے۔ اس احمدیہ جماعت نے بھی اسے عملی طور پر کلیۃً تسلیم کیا ہے۔ اور صاف طور پر یہ شہادت دی ہے کہ "انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی سکیم اصلاحات پر ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کی طرف سے فوری عملدرآمد نہ صرف ہندوستانیوں کی جائز خواہشات کو ہی پورا کرنا ہو گا۔ بلکہ اس سے ان تمام وعدوں کا بھی ایفا ہو جائیگا جو حضور ملک معظم اور آپ کے وزراء کی طرف سے ہو چکے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس ذریعہ سے برطانوی حکومت کو ہندوستان کے اندر اور بھی زیادہ ہر دلعزیزی حاصل ہو گی۔ اور وہ بہت زیادہ مستحکم بنیادوں پر کھڑی ہو گی۔ جو تمام قسم کے باغیانہ خیالات کیلئے زہر قاتل ثابت ہونگی۔"

اسکے ساتھ ہی انجمن مذکور بھی دوسری مسلم جماعتوں کی طرح یہ سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کی بہبودی کیلئے جداگانہ نیابت پر منحصر ہے۔ اور یہ تجویز کرتی ہے کہ مسلمانوں کو امپیریل اور پراونشل لیجسلیٹو کونسلوں اور صاحب وزیر ہند کی کونسل میں نیابت کے پورے حقوق دیئے جائیں۔ لیجسلیٹو کونسلوں میں عام طور پر آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ان کو نیابت کا حق ملنا چاہئے جس میں یہ لحاظ ہونا چاہئے کہ جن صوبجات میں ان کی آبادی زیادہ ہے وہاں انتخابی ممبر زیادہ ہوں۔ اور جہاں تناسب بہت کم ہے وہاں اصل تناسب سے کسی قدر زیادہ۔ جداگانہ انتخاب کا قاعدہ میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں بھی رائج ہونا چاہئے۔ سرکاری ملازمتوں اور دیگر معاملات میں جو ان سے متعلق ہوں۔ مسلمانوں کو اپنی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے حصہ ملنا چاہئے۔

ان تجاویز کو خود مسلمانوں کی بہبودی و فلاح یا تمام ملک کی خوشحالی کے نقطۂ نظر سے خواہ کیسا ہی کیوں نہ سمجھا جائے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ان مطالبات کے بالمقابل جو دوسری مسلمان جماعتوں کی طرف سے پیش ہوئے ہیں۔ نہ تو مبالغہ آمیز ہیں اور نہ ہی غیر معقول۔ جداگانہ نیابت اگر ضروری ہے تو اس میں شک نہیں کہ یہ بھی ضروری اور پسندیدہ ہے کہ ملک کے انتظامی شعبوں میں کسی بھی قوم کو اپنے تناسب آبادی سے بڑھکر حصہ نہیں ملنا چاہئے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ کانگریس سکیم میں مسلمانوں کو انکے جائز حصے سے کسی قدر بڑھکر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ صرف مصالحانہ طریق پر کیا گیا ہے اور اسی بناء پر کہ مسلمانوں کی قوم اس سے مطمئن ہو جائے گی۔

پیغام صلح:- گو جداگانہ نیابت کا سوال اس مصالحانہ طریق کے بھی کسی طرح خلاف نہیں ہو سکتا۔ جو کانگریس اور مسلم لیگ نے اختیار کیا ہے۔ صرف طریق مصالحت میں ہی فرق ہے۔ اور مصالحت میں تو جداگانہ نیابت کا طریق اور بھی زیادہ تقویت کا موجب ہو گا۔

چار مہینہ میں قرآن ختم

یہ مژدہ ہمارے احباب کی خاص خوشی کا موجب ہو گا کہ حضرت امیر [illegible] کہ آئندہ جنوری ١٩١٨ء سے ایک ربع (پاؤ) پارہ روزانہ قرآن شریف کا درس دینا شروع کر کے چار ماہ میں قرآن شریف ختم کریں۔ اس مبارک موقع سے جو لوگ فائدہ اٹھانا چاہیں [illegible] ملک اور بیرونجات کے جو اصحاب اس درس میں شامل ہو کر قرآن کریم کو سیکھنا چاہتے ہوں انہیں چاہئے کہ آئندہ دسمبر تک حضرت [illegible]

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

مرقاۃ الیقین: سوانح عمری حضرت مولوی نورالدین صاحب جسکو انھوں نے خود لکھوایا نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت ۱۲/

النبوت فی الاسلام - اس میں نبوت، رسالت، مجددیت، محدثیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر مفصل بحث کیگئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور مرزا صاحب نبی بمعنے محدث ہیں قیمت بے جلد ۱۲/ مجلد ۱۲/

غلامی غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں اُن سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔ .... قیمت ۳/

عصمت انبیاء - عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن سے رد کیا گیا ہے ۷/

سکھ ازم انگریزی میں:- اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب سچے مسلمان تھے اور اُن کا مختصر حال ہے..... قیمت ۱/

اسوۂ حسنہ موسومہ زندہ و کامل نبی:- اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں۔ قیمت ۴/

صحیفہ آصفیہ اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے .... قیمت ۲/

بنگال کی دلجوئی اُردو میں - اس میں اُس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی نسبت کی ہے ... قیمت /

رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں حضرت خواجہ صاحب کا وہ لکچر ہے جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا۔ قیمت /

رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کیطرف:- اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے انگریزی میں .... قیمت /

مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں:- اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے .... قیمت ۴/

جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی اسمیں ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریرات حضرت مرزا صاحب بابت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا۔ قیمت ۲/

رسالہ فیصلہ آسمانی اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے کہ فرقہ احمدیہ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے قیمت /

رسالہ تحفۃ المتقین اس میں فاضل مصنف نے آیت ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بجواب کتب حنفیہ لکھی ہے قیمت ۱/

رسالہ تحفۃ السلطان قرآن کریم کی منتخبہ آیات کا ترجمہ منظوم قیمت ۱/

بائیبل کا پیرچار یعنی سچائی کا اظہار - اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اُس کا لوگوں پر اثر کچھ نہیں ہوا ہے۔ قیمت ۱/

تیر اسلام اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا کر کے قرآن کریم سے تطبیق دی ہے .... قیمت ۲/

آیات بینات عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں حضرت عیسےٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کیگئی ہے تردید کیگئی ہے۔ قیمت ۴/

خورشید عاقل مذہبی ناول اس میں مصنف نے آریوں کے اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں قیمت ۱/

رباعیات اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے قیمت /

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول یہ جلد براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے اسمیں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کی ہے اور مخالفین اسلام کے الزامات جو اسلام اور بانیٔ اسلام پر لگائے ہیں بڑے زور سے تردید کی ہے اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کو وعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا قیمت ولایتی کاغذ مجلد ۵/ بے جلد ۴/ دیسی کاغذ مجلد ۴/ بے جلد ۳/

القول المجدد فی تفسیر اسمہ احمد اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہیں اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں انکے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ قیمت ۸/

درثمین یکجا حضرت مسیح موعود کی تمام اردو اور فارسی نظمیں جو اب تک شائع ہو چکی [illegible]

نصیحی بجواب معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث [illegible]

اظہار النصائح فی رد المخزیات و الفضائح میاں محمود احمد صاحب کے رسالہ انوار خلافت پر تنقید .... قیمت [illegible]

عسل مصفیٰ مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت پوری پوری مکمل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفیٰ ملاحظہ فرمائیں [illegible] حدیث اور آثار نہیں ہے جو ہمیں لائق مصنف نے ذکر کر کے تمام مباحث کا فیصلہ [illegible] اہل سنت کہ خود بمو بُد نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت مجلد [illegible]

نکات القرآن ہر چہار حصص میں قرآن کریم کی سورۂ فاتحہ سے لیکر آخر سورۂ النساء تک کے تفسیری نوٹ ہیں جن میں بہت سے ضروری مسائل اور معرکۃ الآراء اسلامی مضامین پر جو ان سورتوں (البقرہ، آل عمران اور النساء) کے اندر آئے ہیں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی گئی ہے اور بہت سے لطیف نکات اور معارف کا دریا بہا دیا گیا ہے تفسیر کی عمدگی کیلئے حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے قیمت حصہ اول ۶/ حصہ دوم ۶/ حصہ سوم ۸/ حصہ چہارم [illegible]

حدوث مادہ یہ وہ زبردست مباحثہ ہے جو ١٩١٣ء میں کوہمری پر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور مہاشہ گنڈا مل صاحب آریہ سماجی کے مابین ہوا تھا [illegible] کے پرچوں کو نقل کرنیکے علاوہ دو زائد ابواب میں حدوث مادہ پر مزید [illegible] روشنی ڈالی گئی ہے آریہ سماج کے بالمقابل ایک عمدہ اور کاری ہتھیار کا کام دے سکتا ہے .... قیمت ۴/

جمع قرآن مصنفہ حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی میں قرآن کریم کی جمع و حفاظت پر دلائل بیّنہ سے منقولی و معقولی بحث کیگئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم جس طرح سے نازل ہوا بعینہٖ اسی طرح سے بلا تبدیل و تحریف موجود ہے بلکہ اسکی موجودہ ترتیب بھی وہی ہے جو ارشاد ربانی کے ماتحت آنحضرت صلعم نے خود فرمائی۔ اس ضمن میں اُن تمام واقعات پر جرح و تنقید کیگئی ہے جو بعض کتب احادیث میں جمع قرآن کریم کے متعلق مذکور ہیں اور جن سے قرآن کریم کی حفاظت پر ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو سکتا ہے اسکے علاوہ پادری سنگاناکے اُن تین دو آنوں کے اوراق کا بھی جواب دیا ہے جو اُس نے پچھلے دنوں قرآن کریم کی تحریف کے ثبوت میں شائع کئے تھے ١٩٠ صفحات .... قیمت فی جلد [illegible]

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ احمدیہ انجمن اشاعت [illegible]

کا مجموعی اثر بعض مخفی استعدادوں کو بیدار کر دیتا ہے اور بعض باتیں جو ساری عمر مخفی رہ سکتی تھیں ظہور پذیر ہو جاتی ہیں اور دماغ میں عارضی طور پر ایک قسم کا اختلال سا پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ایسے حالات میں ایک چھوٹا سا سبب بھی یعنی گو شراب کا استعمال تھوڑی سی مقدار میں ہو۔ دماغی توازن جس سے اچھے اور برے میں انسان تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے درہم برہم کا باعث ہو جاتا ہے

آبائی ورثہ کا اثر دیگر محرکات پر

بہت سے لوگوں میں پیدائش سے ہی دماغ کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ کسی تحریک کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے یا اس میں حس تیز ہوتی ہے ایسے دماغوں پر تھوڑی سی شراب کا اثر بھی بہت خطرناک ہوتا ہے اور ان حالات کی طرف میں خاص طور پر توجہ کرنا چاہتا ہوں بہت ہی کم لوگ ہیں جنکو اپنے بزرگوں کی خصوصیات کا پتہ ہوتا ہو۔ اور ان سے بھی تھوڑے ہیں جو یہ غور کرنا پسند کرتے ہوں۔ کہ اُنھوں نے اُن لوگوں سے جن کی وہ عزت کرتے ہیں بعض کمزوریاں کو بھی ورثہ میں لیا ہے مگر اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک بہت قسم کی صفات اور طبائع کا مجموعی نتیجہ ہے یہ تو بلا شبہ ناممکن ہے کہ ایک فرد پر جو اثر بزرگوں کے ہیں اُن کا پورا اندازہ کیا جائے لیکن ہمیں بھی شک نہیں کہ اگر کچھ بھی وجوہات اس امر کی موجود ہوں کہ کوئی خاص قسم کی کمزوری تین یا چار نسلوں سے ورثہ میں چلی آئی ہے تو اس کے خلاف مزید احتیاط سے کام لینا ضروری ہے۔ میں کئی ایسے معتدل مزاج کے لوگوں کو جانتا ہوں جنکے والدین یا والدین کے والدین اعتدال سے بالکل گذرے ہوئے تھے اور ایسے بے اعتدالی والوں کو جانتا ہوں جنکی پہلی یا دوسری نسل کے بزرگ کسی قسم کے الزام سے بالاتر تھے۔ ہم صرف اسی قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر بعض بڑے میلانوں کے ورثہ میں لینے کی ادنٰی شہادت بھی موجود ہو تو تمام قسم کے محرکات محض زہر سمجھنے چاہئیں اور اُن سے پورا پورا پرہیز کرنا چاہئے۔ اس میں کوئی ذلت نہیں کیونکہ یہی بات بعض غذاؤں کے اثر کے متعلق بھی معلوم ہوتی ہے جو عام طبائع پر کوئی بُرا اثر پیدا نہیں کرتیں لیکن خاص حالات میں اُن کا اثر بُرا ہوتا ہے ہاں یہ فرق ہے کہ غذاؤں کا اثر صرف ہاضمہ پر ہے اور اُن سے تکلیف اور بیماری پیدا ہوتی ہے۔ مگر شراب کی زہر انسان کے

شراب نوشی کے بد نتائج

دل پر بھی اثر کرتی ہے اور اسلئے یہ ہزاروں گنا زیادہ خطرناک ہے کیا ہم کو چاروں طرف ایسی مثالیں نظر نہیں آتیں کہ کس طرح پر اعلٰے درجہ کی زندگیاں دل پر زہر کے اثر کر جانے کے ایک ہی فعل یا چند متواتر فعلوں سے تباہ ہو گئیں۔ اسی ضمن میں میں شراب افیون اور بعض دوسری چیزوں کو رکھتا ہوں جنکو مرد اور عورتیں پوشیدہ طور پر استعمال کرتے ہیں مصیبت اور امتحان کے وقت میں لوگ دواؤں کے ذریعہ سے پٹھوں پر ایک سستی اور کاہلی وارد کر کے اس تکلیف سے راحت چاہتے ہیں اور اس قسم کی دواؤں کی عادت بالخصوص عورتوں میں شراب کی بد مستی سے بھی زیادہ خطرناک نتائج پیدا کرتی ہے بہت سے آدمی شراب کو چھوڑ سکتے ہیں اگر اُن کو یہ اچھی طرح جتا دیا جائے کہ وہ انکے لئے بری ہے مگر زہریلی ادویہ کا ترک کرنا بہت زیادہ مشکل ہے کوئی شخص جو اس قسم کی ادویہ کا عادی ہو گیا ہو کسی ذمہ داری کے عہدہ پر رکھا جانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ انکی خطرناک کمزوری اُسے تنہائی پسند بنا دیتی ہے اور اسکے اخلاقی تنزل کے ساتھ قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے اور اس پر اسقدر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا جسقدر ایک معمولی شرابخور پر۔ ایسی دواؤں کے اثر کے نیچے جو زہر دل میں پیدا ہوتی ہے اس سے ایک قسم کا جنون ہو جاتا ہے اور اس جنون کے [illegible] کے نیچے بعض دفعہ بیمار (کیونکہ ایسے شخص کو میں مجرم [illegible] نہیں کرتا) قتل اور خطرناک جرائم کا ارتکاب کر دیتا ہے اور اگر ان لوگوں سے جو سیانہ روی کے طریق سے بھر چکے ہوں۔ صرف یہ ضرر افعال ہی سرزد ہوں تو انہیں اپنے آپکو خوش قسمت سمجھنا چاہئے۔

شیطان کی گہری چالیں

ہمکو یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہئے۔ کہ شیطان کی چالیں بڑی ہی گہری ہوتی ہیں وہ ہمکو گناہوں کے لئے تیار کرنے کے لئے اور ہمکو دھوکا دینے کے لئے خطرناک چالبازیوں کا ایک بڑا ذخیرہ جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں اور جن سے اُن کا کام نکلتا ہے استعمال کرتا رہتا ہے۔ اور خواہ وہ ہمیں ایک نارنگی کے چھلکے سے نیچے گرا دے۔ جسکا نتیجہ ایک ٹوٹا ہوا عضو ہو۔ یا ایک شراب کے پیالہ سے جو ہماری عقل کے توازن کو درہم برہم کر دیتا ہے اور ہم سے جرم یا بیوقوفی کے کام کراتا ہے بہر حال نتیجہ ہمکو ٹوٹے ہوئے عضو یا چوٹ یا ذلت کی حالت میں دکھا دیا جاتا ہے۔

دنیا کے کام اتفاق نہیں بلکہ مشیت ایزدی کا نتیجہ ہیں

میں اس بات کو نہیں مانتا کہ اتفاق سے کوئی کام ہو جایا کرتے ہیں تمام واقعات جو دنیا میں ہوتے ہیں وہ خدا کے ارادہ کے ماتحت ہوتے ہیں جسکے لئے ماضی حال مستقبل یکساں ہیں بدی کیونکر پیدا ہوئی۔ بدی کی روح کب تک رہیگی کب تک شیطان کو یہ اجازت ہے کہ وہ دنیا کو خونریزی سے بھرے۔ [illegible]

[illegible] اور جیسے ہم خدا [illegible] میں وہ آسمان کے مالک خدا کی بجائے اُنکی پرستش کرتے ہیں اور ایسے سائنس رکھتے ہیں بیشک ابلیس کے کہنے پر چل رہے ہیں اور اُنکے لئے نمونہ شیطان ہے جو دشمنی کرنیوالا ہے۔ اے بغض و عداوت کے خیال! یہ محض کوئی اتفاق نہیں ہوگا جو تمہارے مجنونانہ بڑوں کو خاموش کر دیگا کیا تو نہیں جانتا کہ خدا سب باتوں پر قدرت رکھتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان اور زمین پر خدا کی سلطنت ہے۔

شیطان اور فرشتوں کا مقابلہ

شیطان کی ذریت ہر طرف چھوٹوں بڑوں کو بہکانے کے کام میں لگی ہوئی ہے مگر مجھے تو یہ بھی صاف نظر آتا ہے۔ کہ خدا کے فرشتے بہت زیادہ تعداد میں ان بد اثروں کو ملیامیٹ کرنے اور اُن کا مقابلہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں میں یہ باتیں بغیر علم کے نہیں کہتا۔ کیونکہ بہت دفعہ میں اُن میں رہ چکا ہوں جن سے مجھے صاف اور صحیح رائے لگانے کا موقعہ ملتا ہے۔

من نکردم شما حذر بکنید بر عملدرآمد بھی موجب برکت ہے

خواہ وہ مصائب اور امتحانات جو گذشتہ چند سال سے مجھے لگے ہوئے ہیں میرے کسی قصور کا نتیجہ ہیں یا کسی ورثہ میں پائی ہوئی کمزوری یا اصلی گناہ کا یا شیطان کی چالوں کا یا اور کسی ایک یا بہت سے اسباب کا جنکی طرف ہم اپنی ناکامیوں کو منسوب کیا کرتے ہیں۔ میں ان تمام کو فوائد ہی سمجھونگا۔ بلکہ قابل قدر انعام سمجھوں گا۔ اگر ان کا نتیجہ دوسروں کے لئے ٹھیک وقت پر ایک مفید تنبیہ ہو۔ کالی سنڈیا بننا بھی ایک برکت ہے اگر اسی طریق سے کوئی شخص اپنے بھائیوں کو شیطان کے پنجہ سے بچا سکے۔

میں نے اکثر اوقات یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پرلے درجہ کا ہشیار اور واقفکار نہ ہو تو اس سے دوسرے درجہ پر یہ بات ہے کہ ایک شخص میں اپنی حماقت اور جہالت کو پہچاننے کے لئے کافی احساس موجود ہو اور اسی مثل کو ایک قدم اور آگے بڑھا کر میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ اگر ایک شخص نیک اور ستارہ نہیں تو یہ بھی اس کے لئے کافی ہے کہ وہ ایسا گنہگار ہو جسکی مثال دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔ بہر حال کچھ نہ ہونے کے بجائے کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے کیونکہ جس نے اپنی ہستی کو کچھ بھی نہیں بنایا۔ اسکے لئے نیچے دوزخ میں جانا یا اوپر آسمان پر جانا یکساں غیر اغلب ہے اس تصویر پر غور کرو کہ کس طرح شیطان بھی اس سطح پر حقارت کا اظہار کرتا ہے جو اپنی استعداد کو ایک رومال میں لپیٹے لئے پھرتی ہے اور اسکو کسی کام پر نہیں لگاتی نہ اچھے پر نہ بُرے پر۔

مصائب عالم کا منبع

میں یقین رکھتا ہوں کہ دُنیا کی نصف مصیبتیں خوف کی وجہ سے ہیں اور باقی نصف شریروں اور بیوقوفوں کے افعال کا نتیجہ۔ کوئی شخص پسند نہیں کرتا کہ اسے کسی قسم کی بدتمیزی کے ارتکاب میں دوسرے لوگ دیکھیں اور اس بات کا خوف کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اکثر اوقات ان لوگوں پر ایک فالج کا سا اثر پیدا کر دیتا ہے جو اس بات کو شناخت نہیں کر سکتے۔ کہ ٹھیک اس غلطی میں دوسروں کی ہدایت کا بڑا بھاری موقعہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسطرح پر وہ زندگی کی راہ میں جو گڑھے ہیں اُن کا پتہ بتا دیتے ہیں اور ان لوگوں کے آنسو پونچھ سکتے اور ان کے غم و تاسف کو ہلکا کر سکتے ہیں جنکا مایوسی کے دیو کے پنجہ میں گرفتار ہو جانا اغلب ہے۔ وہ دیو جو ترقی کا سخت ترین مخالف ہے میں نے اکثر اوقات اس ضرب المثل کو نقل کیا ہے۔ جو میں نے سب سے پہلے اپنے قابل ترین فلسفی وزیر جے۔ اے۔ بالفور کے منہ سے سنی اور یہ اسوقت بھی موقعہ کے مناسب ہے۔ "مصیبت سے بدتر ایک ہی شے ہے اور وہ شے مایوسی ہے"۔ خوف اور مایوسی دو توام بھائی ہیں اور وہ انگلستان میں پیدا نہیں ہوئے۔ مگر میں نے سخت رنج کے ساتھ ایک قسم کی اخلاقی بزدلی کے نشانات دیکھے ہیں جب ایسے اہم معاملات جو ملک کی بہتری سے تعلق رکھتے ہیں بولنے کا موقعہ ہو۔ مثلاً تم اکثر اچھے مرتبہ کے لوگوں کو پاؤگے کہ وہ دوسروں کی نسبت جو کسی اعلٰے عہدہ پر ہیں نہایت ہی سخت الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کو گولی مار دینی چاہئے۔ یا وہ دغا باز ہے یا اسکو پھانسی دینا عین نیکی کا کام ہے لیکن اگر ایک عام محضرنامہ تیار کرنا مقصود ہو کہ ایسے اشخاص کو اختتام جنگ تک ملکی کاروبار سے مستعفی کر دیا جائے تو یہی لوگ ایسے محضرنامہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دینگے۔ اور جب اُن سے انکار کی وجہ دریافت کی جائیگی تو کہدینگے کہ ہم نہیں چاہتے کہ لوگ ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں کہیں یا وہ لوگ خود ہمارے متعلق بُرا خیال رکھیں۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے طور پر ایک شخص کو ہر طرح بُرا کہتے ہیں لیکن جب فی الواقع کوئی مفید کام کرنے کا موقعہ آتا ہے تو وہ اپنے خاص فوائد کے سامنے ملک و قوم کے فوائد کو قربان کر دیتے ہیں۔ اس بات کو یقیناً مان لو۔ کہ ایسے موقعوں پر دیانت [illegible]

[illegible] فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جہاں کسی بیمار کو صاف کرنیکا [illegible] دیکھے جو معالجات [illegible] یورپ یا ایشیا میں آتے ہیں بڑے ولائتی بجائے [illegible]

سابقہ خیالات

[illegible] سالوں سے میں دوسرے لوگوں پر جو اس کے پرہیز کے قائل ہیں ہنسی کرتا رہا ہوں اور حد اعتدال کر کے اندر شراب پینے کی اجازت پر میں یہ دلیل دیتا رہا ہوں کہ [illegible] کی نفی کرو۔ اور وہ تمام اچھی چیزیں جو ہم کو دی گئی ہیں [illegible] کے اندر استعمال کرو۔ شراب پینے کے خلاف اقرار کرنے کے یہ معنے [illegible] کہ تمہارا دل تو شراب پینے کو چاہتا ہے مگر تم نے وہ اخلاقی قوت [illegible] اپنے نفس پر حاصل ہے اُسے کھو دیا ہے"۔ اب بظاہر یہ بات [illegible] معلوم نہ ہوتی تھی۔ اور اگر کوئی ایسی ہستیاں ہوتیں جو تمام کی تمام ایک خاص نمونہ پر بنی ہوئی ہوتیں اور تمام کی دماغی اور جسمانی ساخت بالکل یکساں ہو۔ تو کام چل سکتا ہے۔ لیکن ہم اپنے گرد و پیش کیا دیکھتے ہیں کوئی دو دل یا جسم بھی یکساں نہیں اور اس بارہ میں لمبی شہادت [illegible] پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ دُنیا میں تعصب سے زیادہ جرائم موجب شراب کی بلا استعمالی ہے۔ اور کہ ہزار ہا انسان ہر سال اس سے مصیبت کی منہ دیکھتے ہیں۔

فیہما اثم کبیر و منافع للناس

شراب عارضی طور پر انسان کے دل میں جرأت پیدا کر سکتی ہے مگر کوئی چیز ایسی دھوکا دینے والی یا خوشی کو سفاہت میں تبدیل کرنے والی نہیں یہ حالت بالخصوص ان [illegible] پیدا ہوتی ہے جہاں دماغ میں احساس زیادہ ہو۔ تب ہمکو سلیمان کے ساتھ اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ شراب ایک مخول کرنے والی چیز ہے [illegible] بحیثیت متوفی مشہور سرجن نے اپنے لیکچر کی تمہید ان الفاظ میں شروع کی تھی۔ کہ کسی شخص نے کبھی ایک گلاس شراب کا نہیں پیا جسکے ساتھ دوسرے کے پینے کی خواہش اس میں پیدا نہ ہوئی ہو۔ اور ہر قسم کے [illegible] کے نقصانوں کو بتاتے ہوئے اُنہوں نے شراب سے پورے پرہیز کی تائید کی۔

ایک نہایت ضروری بات کی طرف سے عموماً بے توجہی کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ شراب کا مجموعی اثر بعض طبائع پر دوسروں کی نسبت بہت زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ اس لئے بار بار کے شراب پینے سے جو اثر دماغ [illegible] اور پٹھوں پر پیدا ہوتا ہے اُس کے ٹھیک نتیجہ کا تمام افراد کی حالت پر یکساں اندازہ نہیں کیا جا سکتا ویسے تمام مستثنٰی حالات میں ایک انسان اپنی ضروریات کا فیصلہ کرنے کا بدترین جج ہوگا اور گو اس کا منشاء یہی ہو کہ وہ ٹھیک کام کرے۔ لیکن اس کا خاص نقطہ نگاہ چونکہ اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے نہ وہ صحیح طور پر تشخیص کر سکتا ہے نہ صحیح نسخہ تجویز کر سکتا ہے یہ میں ذاتی تجربہ سے جانتا ہوں۔

رجوع الی الحق اور توبہ

جو دلائل میں اعتدال سے شراب پینے کے متعلق دیا کرتا تھا۔ وہ اس وقت مجھے بہت واضح معلوم ہوتی تھیں لیکن اس سوال کے دوسرے پہلو پر توجہ نہ ہوئی یہاں تک کہ خود ذاتی تجربہ نے مجھے اس بات کے ماننے پر مجبور کیا یعنی یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ شراب کا حد اعتدال کے اندر استعمال بھی خاص حالات میں اور خاص طبائع پر خطرناک ہو سکتا ہے اور اس لئے میں نے ہر قسم کی شراب کا استعمال ترک کر دیا ہے یہاں تک کہ جو کی شراب کا بھی [illegible] اس امید پر کہ یہ دوسروں کے لئے ایک نیک مثال ہو اور کسی کو [illegible] وجہ سے تکلیف نہ پہنچے۔ چاہئے کہ وہ شخص جو کھڑا ہے احتیاط کرے کہ کہیں وہ گر نہ پڑے۔

سابقہ تجارب

کسی آئندہ لیکچر میں میں آپ کے سامنے ایک [illegible] تاریخ ان تجربوں کی بیان کرونگا جو بہت سالوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور جو عام روزمرہ کی باتوں سے اسقدر ممتاز ہیں کہ اُنکی طرف سنجیدگی سے توجہ کی ضرورت ہے اگر یہ واقعات مجھے صرف دماغی جوش، پریشانی، اچھوتا پن [illegible] طبع اور پیش آئے ہوتے تو میں سمجھتا کہ یہ میرے قوائے عقلی میں کسی خرابی کا نتیجہ ہیں مگر حالت یہ ہے کہ یہ کیا مصیبت اور غم میں اور کیا ٹھنڈے دل سے غور کے موقعوں میں میرے لئے ایک پیغام کی طرح تھے خواہ کچھ بھی ہو [illegible] انکی یادداشت تحریر میں اور حافظہ میں مکمل طور پر رکھی ہے اور [illegible]

ابتلا موجب رضائے الٰہی ہیں

اگر ہر چیز کے لئے جو ہمارے سامنے آئے خدا کا [illegible] اور ان مصائب کو وقت جو تاریک اور ناقابل تشریح ہیں اسکی [illegible] پر یہ محسوس کرینگے کہ یہ مصائب ہمکو سمجھانے کیلئے اور ہماری ترقی کیلئے ہیں خدا [illegible] محبت کرتا ہے اسے مصائب میں ڈالکر ٹھیک کرتا ہے اور جس بیٹے کو وہ قبول کرتا ہے اُسے تکلیفوں میں بھی ڈالتا ہے

اس صفائی بیان کی وجہ

نوٹ۔ میں جانتا ہوں کہ بہت لوگ میری اس صفائی سے ان امور کو بیان کرنے کی ضرورت پر سوال کرینگے مگر [illegible] جبکہ ہماری قوم کے بہترین لوگ اپنے آپکو قربان کر رہے ہیں اسلئے کہ ہم [illegible] اور ہم زندہ رہیں تو یہ تو ضرور ہے کہ تمام ذاتی خیالات کو ترک کرنا ضروری ہے [illegible] یہ مناسب نہیں کہ جس چیز سے اسکے ملک کو نفع پہنچ سکتا ہے اُسے محض [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۷ء نمبر ۱۸

جلسہ سالانہ قریب آگیا

آج نومبر ۱۹۱۷ء کی ۲۶ تاریخ ہے جس کے پورے ایک مہینہ بعد ہم پھر اس مبارک تقریب میں شامل ہونگے۔ جو قوم کے سالانہ اجتماع اور قومی بہبودی وفلاح کے مختلف دروس واسباق کی صورت میں سال کے سال ہمیں پیش آتی ہے۔ جلسہ سالانہ کیوں اور کس بنا پر قائم ہوتا ہے۔ کیا یہ کوئی سالانہ میلہ یا عرس ہے۔ جیسے عام طور پر پیروں کی خانقاہوں پر لوگ عرس کیا کرتے ہیں۔ یا کوئی محض چندوں کے جمع کرنے یا اور کسی دنیاوی یا نفسانی غرض کے لئے ہم یہاں جمع ہوتے ہیں۔ عرس اور میلہ کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ نہ یہاں کوئی خانقاہ اور نہ کسی عرس کی بیٹھک۔ رہا چندوں کے جمع کرنے کا سوال۔ اگر سچ پوچھا جائے تو اصل غرض یہ بھی نہیں اور نہ کوئی نفسانی اغراض ہر سال اس قدر اشخاص کو کھینچ کر یہاں لاتی ہیں محض ایک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قوم میں ایک نئی روح ایک نیا جوش پیدا کرنا اپنی بہبودی اور فلاح کے اسباب ووسائل پر غور کرنا صحیح مذہبی خیالات وعقاید کی تبلیغ اور ناجائز وغلط تعلیمات کے نقایص کا اظہار۔ یہ وہ اصل اغراض ہیں جو مسیح موعود کے نام لیووں کو ہر سال کشاں کشاں ایک مرکزی مقام پر کھینچ کر لاتیں اور باہم تبادلہ خیالات کا موقعہ دیتی ہیں۔

پھر ان عالیشان اغراض اور ایسے اعلیٰ درجہ کے مقاصد کے ہوتے ہوئے جن پر دنیا وآخرت ہر دو میں انسان کی بھلائی اور فلاح وبہبودی منحصر ہے۔ یہ کس قدر کفران نعمت ہوگا۔ اگر ایسے مبارک موقعہ سے فایدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی جائے۔ عرس اور میلوں پر جہاں نہ دین کا فایدہ نہ دنیوی نفع کی امید سوائے اس کے کہ شرک وبدعت کے ناجائز ارتکاب سے خسران دین کی ہی وراثت نصیب ہو۔ وہاں تو ہزارہا مخلوق کے جمع ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئے لیکن جس جگہ قرآن کا وعظ ہو۔ دینی ومذہبی علوم کے دریا بہہ رہے ہوں اور عقاید صحیحہ کا اظہار کیا جاتا ہو۔ جن پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے۔ وہاں آنا تو ایک طرف۔ رخ تک کرنا بھی خدا جانے کیوں لوگوں کو دوبھر ہو جاتا ہے۔ یہ مانا کہ ان میلوں اور عرسوں میں جو لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ تر ان عوام کا طبقہ ہوتا ہے۔ جنہیں کسی نے صحیح طور پر کالانعام کا خطاب دیا ہے۔ لیکن جس طرح سے یہ عوام کالانعام ہوکر ان امور میں جنہیں وہ اپنا دین ومذہب سمجھتے یا قومی فرض خیال کرتے ہیں پورے طور پر دلچسپی لیتے ہیں۔ کیا سمجھدار اور جان بوجھ رکھنے والے طبقہ کا بھی یہ فرض نہیں کہ وہ بھی اسی طرح ان باتوں میں جنہیں وہ صحیح سمجھتے اور قابل عمل ٹھیراتے ہیں۔ پوری دلچسپی سے کام لیں۔ ان قبروں والوں کو بھی چھوڑ کر آج ایک اور منظر بھی ہمارے سامنے ہے جسے دیکھکر اور اپنی حالت کا اس سے مقابلہ کر کے بہت ہی افسوس پیدا ہوتا ہے آجکل لاہور میں آریہ سماج کا جلسہ ہو رہا ہے۔ اور جیسا کہ ہم اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں۔ ایک نہیں دو نہیں اکٹھے تین سالانہ جلسے اس ایک ہی قوم کے تین مختلف فرقوں کی طرف سے ایک ہی تاریخوں پر لاہور ہی کے مختلف مقامات پر ہو رہے ہیں۔ پھر جس جلسہ میں جاکر دیکھو یہی نظر آتا ہے۔ کہ گویا ساری دنیا یہیں امنڈ آئی ہے عجب بڑے بڑے وسیع پنڈال۔ اور ان میں آدمی پر آدمی لوٹا پڑتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں مسلمان زیادہ ہیں ہونگے۔ لیکن لاہور کا نظارہ اگر کوئی آکر دیکھے۔ اور مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں بھی کبھی اسے شامل ہونے کا اتفاق ہوا ہو۔ تو وہ اس حقیقت نفس الامری پر ایمان بالغیب لئے بغیر نہ رہے ورنہ یہ ظاہری تقابل تو اسکے لئے اس کو غلط ٹھیرانے کا پورا سامان کر دیتا ہے۔ رات مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کا آریہ سماج سے مباحثہ تھا۔ اور آریہ سماج کے جس فریق کیساتھ مباحثہ تھا اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ آریوں کی بہت تھوڑی تعداد اس میں شامل ہے۔ لیکن جس وقت پنڈال میں ہم گئے تو اتنی بڑی وسعت کے باوجود وہ لوگوں سے اس قدر بھرپور تھا۔ کہ ہمارے ساتھ جانے والے چند گنتی کے آدمیوں کو ہم بہت مشکل سے جگہ مل سکی پھر یہ کون لوگ تھے۔ جو وقت سے بھی پہلے وہاں اس قدر تعداد میں جمع ہوگئے۔ کیا مسلمان ہیں خدا جھوٹ نہ بلوائے وہ کوئی مجلس مشاعرہ تھوڑی ہی تھی۔ کہ مسلمانوں اور وہ بھی مسلمان طالب علموں کے ہزارہا کی تعداد میں وہاں جمع ہونے کی توقع کی جا سکتی تھی یہ تو ایک مذہبی مباحثہ تھا۔ یہاں تو ہزارہا چھوڑ پورے سو مسلمان بھی نہیں ہونگے۔ پھر کس قدر رشک آتا ہے۔ اس جوش کو دیکھکر جو ہندو قوم کے اندر جس کے جسم کا ایک ایک رگ وریشہ ایک دوسرے سے قطعاً علیحدہ ہو چکا ہے۔ ان سب اختلافات سے قطع نظر کرکے مذہب کے لئے پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان کے بھی اکثر علاقوں میں گھر گھر آریہ سماج کا چرچا ہے۔ اور صرف یہی نہیں۔ کہ نرے مباحثات ہی تک ان کی کوششیں محدود ہوں۔ بلکہ تعلیم اور دیگر مختلف شعبوں میں بھی وہ ترقی کی شاہراہ پر پوری تیزی کے ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ لاہور کے ڈی اے وی کالج اور سکول کے شاندار نتائج اور اس کے کارکنوں کا قلیل گذارہ اوقات پر جہد تبلیغ سے کام لینا کس کو معلوم نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اب یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ اسی پیمانہ پر اب کانپور میں بھی ایک اور دیانند کالج کھلنے والا ہے جس میں لاہور کالج ہی کا ایک قابل انسان اور آریہ سماج کا درخشندہ گوہر (پروفیسر دیوچند ایم اے) نہایت قلیل مشاہرہ پر پرنسپل مقرر ہوا ہے۔

یہ واقعات ہیں جنہیں دیکھکر ہم اپنے آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم نے کیا کیا۔ اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ لیکن آہ بہت ہیں جو ان سوالات کو یونہی لاابالی کے ساتھ دیکھتے اور نہایت بے پروائی کے ساتھ انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمیں بالکل نئے سرے سے کام شروع کرنا پڑا ہے۔ اور اس ابتدائی حالت میں مسلم ہائی سکول جیسے شاندار پیمانہ کے مدرسہ کا قیام اور ووکنگ مشن کا سنبھال لینا بھی بہت بڑی بات ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اور نہیں تو اس سالانہ اجتماع میں تو قوم کے ہر ایک متنفس کو شامل ہوکر اپنی قومی مشین کے پہیہ کو چلانے میں امداد دینی چاہیئے۔

سالانہ جلسہ میں اگر ہزارہا لوگوں کا ایک جگہ جمع ہوکر دلپسند وعظوں اور عمدہ عمدہ تقاریر کا سن لینا اور تھوڑی دیر کے لئے خوش ہو جانا ہی کافی سمجھا جائے۔ تو بھی یہ چنداں قابل تحسین امر نہ ہوگا۔ یہ موقع صرف تقاریر سننے کا ہی نہیں۔ بلکہ قومی امور اور پیش آمدہ کاموں کی سرانجام دہی اور آئندہ وسیع پیمانہ پر کام شروع کرنے کی تدابیر پر بھی غور کرنا ہوتا ہے۔ جس کے لئے عام جلسہ کے علاوہ احمدیہ کانفرنس کے نام سے ایک خاص جلسہ بھی ہر سال ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے بھی احباب کا کثرت کے ساتھ جمع ہوکر نہ صرف اپنی قیمتی آرا سے مستفید کرنا ہی لابدی امر ہے۔ بلکہ انجمن کے اختیار کردہ کاموں اور آئندہ پیش آنیوالی ضروریات کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے چندوں کی فراہمی کی بھی جس قدر ضرورت ہے اس سے ہمارے احباب بخوبی واقف ہیں۔ پس اپنے اس قومی جلسہ میں احباب کا جمع ہونا۔ اور جمع ہوکر اپنی قیمتی آرا اور مواعظ حسنہ سے مستفید فرمانا اور دامے درمے کے ساتھ انجمن کی امداد کرنا ان کا قومی فرض ہے۔ جس سے وہ بغیر اس کی ادائیگی کے کسی طرح بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

جلسہ کی تاریخوں اس کے اخراجات اور دیگر ضروری ہدایات کا بعد میں خود جناب سیکرٹری اور محاسب صاحب اعلان فرمائیں گے ہم اس موقعہ کے لئے احباب کو ابھی سے تیار کرنا چاہتے ہیں کہ جونہی وقت آئے انہیں جلسہ میں شمولیت اور اس کے کاموں میں پوری دلچسپی لینے میں کوئی روک یا تساہل واقعہ نہ ہو۔ پس کیا ہم امید کریں کہ ہماری اس عرضداشت کو قبولیت کی نظروں سے دیکھا جائیگا؟

معاصر پیسہ اخبار ہمارے ایڈریس پر

آج کسی دوسری جگہ اس ایڈریس کا پورا ترجمہ دیا گیا ہے جو ۱۱ نومبر ۱۹۱۷ء کو وفد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے ہز ایکسیلنسی وایسرائے اور صاحب وزیر ہند کی خدمت میں پیش ہوا تھا۔ اس ایڈریس پر لوکل معاصر پیسہ اخبار نے جسے آنریبل میاں محمد شفیع کی پرانی لیگ کا ہمنوا ہونے کی وجہ سے تمام ان لوگوں پر جو اصلاحات کے حامی ہوں اور ترقی کے طالب بیجا نکتہ چینی کرتے رہتے ہی پر جیسے رہنے کی قسم اٹھا رکھی ہے اپنی عادت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے وہ لکھتا ہے کہ

"... الخ ... غلام احمد صاحب کے پیروؤں کے ایک دوسرے طبقہ یعنی محمد علی لیڈر قادیان کی مجلس ہے۔ جس طرح انجمن موید الاسلام لکھنؤ یا علمائے دیوبند کے وفود اصلاحات کے متعلق مسلمانوں کے مذہبی پہلو کو روشنی میں لائے ہیں اور ان کی دینی ضروریات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح لاہور کی اس انجمن سے بھی امید کی جا سکتی تھی کہ وہ اشاعت اسلام کے بارہ میں کوئی امر نوٹس میں لائے گی مگر یہ معلوم کرکے تعجب ہوا ہے کہ یہ بھی کانگرس ولیگ کی مشترکہ سکیم کی تائید کرنے گئی تھی۔ اس کا ایڈریس کے آٹھ پیرا گرافوں میں سے آخری یعنی صرف آٹھواں پیرا ہی تھا سا طلبا وسرکاری ملازموں واہل مقدمات کو ادائیگی نماز کی اجازت دیئے جانے اور سرکاری ضروریات کے لئے مساجد ومنادر منہدم نہ کئے جانے کے متعلق تھا ایڈریس میں دنیاوی امور کی تقسیم اور کو اس قدر وقعت اور زیادہ جگہ دینے سے گمان ہوتا ہے۔ کہ حاملان ایڈریس بھی پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان ہونیکا ادعا رکھتے ہیں چونکہ احمدی مذہب کے سرچشمہ قادیان کے احمدی مسلمان اور انکے لیڈر اور ہندوستان میں دیگر ان کے ہم خیالوں اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے بعض اعتقادات میں فرق ہونیکی وجہ سے دونوں میں مخالفت ہے اور بجائیکہ قادیانی جماعت کانگریس ولیگ کی سکیم اصلاحات سے اختلاف کر چکی تھی تو ممکن ہے کہ برعکس اس کے جماعت لاہور نے قادیانی احمدیوں کی مخالفت کے اصول کو نباہتے ہوئے سکیم مذکور کی تائید مناسب خیال کی ہو۔ باوجود دونوں پارٹیوں میں اس قدر اختلافات کے معلوم نہیں کہ ایڈریس میں لاہوری جماعت کا ہندوستان کے تمام احمدیوں کی نیابت کا دعوے کہاں تک بجا ہو سکتا ہے"

جواب اعتراضات

پیسہ اخبار کے ان فقرات کو پڑھکر ہماری اس حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ مولینا حاجی محبوب عالم صاحب کا دل ودماغ ایسی لایعنی باتوں کو لکھنے کی کیونکر انہیں اجازت دیدیتا ہے۔ آخر اشاعت اسلام کی راہ میں کونسی ایسی رکاوٹیں تھیں جن کی اصلاحات کیلئے صاحب وزیر ہند کو توجہ دلائی جانی ضروری تھی۔ ہر ایک مذہب کو اپنے مذہب کی اشاعت کیلئے کوشش وجدوجہد کرنے میں پوری آزادی حاصل ہے۔ اور یہی مسلمانوں کو بھی۔ پس جب ہم پیشتر ہی سے تبلیغ دین متین کی اشاعت پوری آزادی و اطمینان سے کرسکتے اور کرتے ہیں۔ تو وہ کونسی اصلاحات ہیں جو اشاعت اسلام کے بارہ میں ہونی چاہئیں تھیں اور وہ پیش نہیں ہوئیں۔ ہاں البتہ پریس ایکٹ ایک حد تک موجب رکاوٹ ہو سکتا ہے۔ اور مذہبی آزادی میں اس سے بیشک بہت حد تک خلل واقعہ ہوا ہے جسکی منسوخی کی بابت اس وفد نے بھی اسی ایڈریس میں التجا کی تھی لیکن صاحب وزیر ہند نے اسے اپنے ہندوستان میں آنیکی اغراض سے باہر پاکر کٹوا دیا۔ اسکے علاوہ دیگر دینی ومذہبی ضروریات کا جو ذکر کیا گیا انکو پیچھے رکھنے سے پیسہ اخبار کا یہ نتیجہ نکالنا کہ ہم بھی پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان ہونے کا ادعا رکھتے ہیں۔ سراسر غلط ہے۔ پیغام صلح اس ادعائے باطل کی ہمیشہ تردید کرتا رہا ہے۔ نہ ہی ہمارے نزدیک پہلے مسلمان ہونا ہندوستانی ہونیکی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ لیکن تاہم ایڈریس میں ملکی اصلاحات کا پہلے ذکر کرنا ہی مناسب تھا کیونکہ ان ملکی مطالبات کا سننا ہی صاحب وزیر ہند کی آمد کی اصل غرض وغایت ہے۔ لیکن یہاں تو پھر بھی امور مذہبیہ کا ذکر کر دیا گیا۔ اور ضروری اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا مگر خود پیسہ اخبار کے "پہلے مسلمان" ہونیکا ادعا رکھنے والے ایڈیٹر صاحب جس وفد میں شامل ہوکر صاحب وزیر ہند کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور جو ایڈریس انہوں نے دیا۔ اس میں انہوں نے امور مذہبیہ کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ کس قدر حیرت کی بات ہے۔ کہ ہمیں تو امور مذہبیہ کے پیچھے رکھنے سے پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان کے ادعائے باطل کا حامی ٹھیرایا جائے اور خود مولینا حاجی محبوب عالم صاحب کسی ایک مذہبی بات کا ذکر تک بھی نہ کرنیکے باوجود اسکے مخالف ہی اپنے آپ کو قرار دیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پیسہ اخبار کی اس مخالفت کی وجہ

پیسہ اخبار کا خیال ہے کہ "در بجائیکہ قادیانی جماعت کانگریس ولیگ کی سکیم اصلاحات سے اختلاف کر چکی تھی تو ممکن ہے کہ برعکس اسکے جماعت لاہور نے قادیانی احمدیوں کی مخالفت کے اصول کو نباہتے ہوئے سکیم مذکور کی تائید مناسب خیال کی ہو"

اول تو یہی الزام جو پیسہ اخبار نے ہم پر دیا ہے خود اسپر عاید ہوتا ہے۔ کہ کانگریس اور مسلم لیگ سے جو اسے دلی عناد پیدا ہو چکا ہے۔ وہ اب اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ کسی بھی تائیدی آواز کو اطمینان کیساتھ سننا اسے گوارا نہیں چنانچہ وہ اسی مخالفت کے اصول کو نباہتے ہوئے "اراکین وفد احمدیہ کے" ایڈریس پر بھی اس نے نکتہ چینی ضروری سمجھی۔ ورنہ اگر میاں محمد شفیع کی سکیم کی تائید کی جاتی تو پھر خواہ کسی بھی مذہبی بات کا نام تک نہ لیا جاتا۔ وہ نہ تو اشاعت اسلام کے اغراض ومقاصد کے

ہو سکتا یہ سب محض کانگریس مسلم لیگ کی سکیم کی تائید میں آواز بلند کرنے کی شامت ہے کہ پیسہ اخبار نے اس قلم کی [illegible] ضروری سمجھی۔ ورنہ بالمقابل محمودی ایڈریس کی جو اس نے تائید کی ہے۔ سچ ایک اسمیں بہت سی ایسی باتیں [illegible] ہوئی ہیں جناب خلافت مآب ؟؟ کی ہی شان خلافت کے متقاضی ہیں یعنی یہ ہم پھر روشنی ڈالینگے) اسپر کیوں اس نے نکتہ چینی نہ کی اسکا اسپر خاموشی اختیار کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ محض کانگریس اور مسلم لیگ کیسا تھ دلی عناد ہی ہے۔ جسنے اسے ہمارے ایڈریس کی مخالفت پر مجبور رکھا۔

کانگریس اور مسلم لیگ اور حضرت مسیح موعود کا حکم

لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ ہم نے کانگریس اور مسلم لیگ کی مشترکہ سکیم اصلاحات کی تائید کی ہے تو یہ محمودیوں سے مخالفت ہو ؟؟ کی وجہ سے نہیں کی محمودی ایڈریس تو ہمارے وفد کو اسوقت سنایا ہوا جب ہمارا ایڈریس پریس میں بھی جا چکا تھا۔ پھر کیوں ہم نے مسلم لیگ اور کانگریس کی سکیم اصلاحات کی تائید کی۔ ان دلایل کے علاوہ جو کانگریس اور مسلم لیگ کے مطالبات کے برسرحق ہونے پر شاہد ہیں ایک سب سے بڑی بات جو ثابت کرتی ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کے ہی نقش قدم پر چلنا اور آپ ہی کے ارشادات کی تعمیل اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود نے بھی کانگریس کے مطالبات کی پر زور تائید کی ہے۔ اور ان مسلمانوں کو غلطی پر قرار دیا ہے۔ جو اسکے ممبر نہیں۔ چنانچہ اپنے آخری لیکچر پیغام صلح میں آپ ہندو مسلم کے نفاق کی وجوہ و اسباب پر غور کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

”مجھے اس جگہ ان باتوں کے ذکر کرنے سے کچھ غرض نہیں کہ وہ نفاق اور فساد جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں آجکل بڑھتا جاتا ہے اسکے وجوہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہیں ہیں بلکہ دوسری اغراض بھی اسکی وجوہ ہیں جو دنیا کی خواہشوں اور معاملات سے متعلق ہیں مثلاً ہندوؤں کو ابتدا سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں انکا دخل ہو یا کم سے کم یہ کہ ملکداری کے معاملات میں انکی رائے لیجائے۔ اور گورنمنٹ انکی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سنے۔ اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح انکو بھی ملا کریں مسلمانوں نے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں۔ اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فایدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کیلئے اس لئے نہ صرف شرکت سے دستکش رہے۔ بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سد راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان وجوہ نے بھی اصل عداوت پر حاشیے چڑھا دئے ہیں“

ان صاف و صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ محمودیوں سے اصول مخالفت کو نباہنے کیلئے کانگریس اور مسلم لیگ کی ہماری طرف سے تائید ہوئی صریحاً غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ خود حضرت مسیح موعود کے نقش قدم پر چلنے والا کون فریق ہے۔ اور کون مخالف حق و راستی کا حامی کون ہے اور صرف مخالفت و عناد پر کمربستہ ہو کر کون اپنے مرشد و مقتدا کی تعلیم کو ضائع کرتا ہے۔

وفد محمودیہ کے اراکین

پیسہ اخبار نے ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ جبکہ قادیان کے احمدیوں نے کانگریس و مسلم لیگ کی سکیم کی مخالفت کی ہے تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وفد کا کل احمدیوں کی نیابت کا دعوےٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ جسکا سہل اور سیدھا جواب تو یہ ہے۔ کہ قادیان سے جو ایڈریس پیش ہوا ہے وہ چونکہ حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ بالا ارشاد کے صریح خلاف ہے۔ اس لئے اسے احمدیوں کی طرف سے کہنا ہی غلط ہے وہ تو محض محمودی خیالات کا آئینہ ہے۔ اس لئے کل ہندوستان کے احمدیوں کی نیابت کا جہانتک تعلق ہے وہ اسی فریق کیطرف سے ہوئی ہے۔ جس نے مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق کارروائی کی علاوہ لوگ احمدی قوم کی نیابت کے کیونکر دعویدار ہو سکتے ہیں۔ جو نہ صرف عملاً ہی مسیح موعود کے کھلے کھلے ارشادات کے مخالف ہیں۔ بلکہ خود اپنے منہ سے بھی اس مخالفت کا اقرار کرتے ہیں مثلاً محمودی وفد کے اراکین میں خان بہادر راجہ پایندہ خان صاحب ممبر آف دارالپور ضلع جہلم کا نام بھی درج ہے۔ جو نہ صرف سلسلہ عالیہ کے کاموں میں ہی کبھی اس سے پیشتر شامل نہیں ہوئے بلکہ خود اس بات کے بھی اقراری ہیں کہ باوجود مسیح موعود کے منع کرنے کے غیر احمدی لوگوں کے پیچھے (جنہیں انکے پیر صاحب کافر جانتے ہیں)۔ وہ نماز بھی پڑھ لیا کرتے ہیں اور ہرگز انہیں کافر نہیں سمجھتے۔ یہ اقرار انہوں نے اس وقت کیا جبکہ وہ ایڈریس کا کام ختم کر کے دہلی سے واپس لاہور تشریف لائے اسپر ہمارے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں اور انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تب انہوں نے صاف جواب دیا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ میں انہیں کافر سمجھتا ہوں [illegible] تو کبھی مرزا صاحب کی بھی [illegible] اور باوجود انکے منع کرنے کے [illegible] نماز پڑھ لیتا ہوں [illegible] جس جلسہ میں [illegible] کیا میاں محمود صاحب [illegible] راجہ پایندہ خان [illegible] کیونکہ نہ صرف انکی مریدی [illegible] بلکہ کل احمدی قوم کی نیابت کا حق بھی نہیں

الاسلام

اسلام اور ترقی

(از مارمڈیوک پکتھال)

نمبر ا

عیسائی ممالک میں اسلام کے متعلق عام طور پر یہ خیال مروج ہے کہ عیسائیت کے مقابلہ میں یہ مذہب اصولاً ناقابل ترقی ہے اور انسان کی عقل اور ذہانت کی تحقیر کرنیوالا ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی امر صداقت سے بعید نہیں ہو سکتا۔ وہ غفلت کے خواب جس نے گذشتہ تین صدیوں میں عوام اہل اسلام پر اثر ڈال کر جہالت اور توہم پرستی ان میں پیدا کر دی ہے۔ وہ تاریخی واقعات کا نتیجہ ہے جو بہت کچھ ان واقعات سے ملتے جلتے ہیں جنہوں نے موجودہ تہذیب کی روشنی سے پہلے مغربی یورپ کو تاریک کر رکھا تھا۔ مذہب اسلام کے ساتھ اس کا تعلق محض جغرافیہ کی حیثیت سے ہے یعنے جہاں یہ غفلت ظہور پذیر ہوئی ہے وہ ممالک اسلامی آبادی کے ہیں اور اب سائنس کی تعلیم کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے اس وجہ سے کہ موجودہ اسلامی دنیا تعلیم اور ترقی کے دور میں پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ فرض کر لینا کہ خود اسلام ہی مانع ترقی ہے اس لحاظ سے جو ترقی کا مفہوم آجکل مانا گیا ہے خطرناک غلطی ہے۔ یہ کسطرح ہو سکتا ہے۔ جب یہ غور کیا جائے کہ موجودہ ترقی کسی عیسائی عقیدہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خیال کی آزادی کا نتیجہ ہے۔ اور کہ اسلام نے مسلمانوں کے لئے خیال کی آزادی کو ایک ضروری فرض ٹھیرایا ہے برخلاف عیسائیت کے جو خیال کی آزادی کو روکتی ہے۔

”علم کو تلاش کرو گو چین میں ملے“ یہ بانی اسلام کا پیغام ہے جو اس نے اپنے پیروؤں کو پہنچایا اور اس طرح پر انہیں یہ بتا دیا کہ علم کا حصول فی نفسہ ایک اعلےٰ درجہ کا مقصد ہے جس پر جس قدر محنت صرف کی جائے ضروری ہے اور خواہ وہ علم ایک غیر اسلامی قوم سے ہی کیوں نہ ملے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ”ایک ساعت خدا کے واسطے مخلوق میں فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے“ ”جو علم کے حصول میں لگ جاتا ہے اسپر موت نہیں آتی“ ”جو عالم کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے“ ”علم کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد اور مسلم عورت پر فرض ہے“ ”پہلی چیز جو خدا نے پیدا کی وہ عقل ہے“ ”اللہ تعالےٰ نے عقل سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ جو نعمتیں اللہ تعالےٰ دیتا ہے وہ اسی کے سبب سے ہیں۔ اور اسی سے فہم ہے اسی سے اللہ تعالےٰ کی ناراضگی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی سے ثواب و عتاب ملتا ہے“ ”ایک شخص نماز روزہ زکوٰۃ حج اور دوسرے اعمال صالحہ بجا لاتا ہے مگر اس کا اجر اسی کے مطابق ہے جس قدر وہ فہم سے کام لیتا ہے“ ”عالم کی بات سننا اور اس کو دوسروں کے دل میں ڈالنا مذہبی عبادت سے بہتر ہے“ ”وہ سیاہی جس کو ایک عالم کام میں لاتا ہے وہ شہید کے خون سے زیادہ پاک ہے“ ”جو شخص علم کی تلاش میں گھر چھوڑتا ہے وہ خدا کی راہ میں نکلتا ہے“ ”علم حاصل کرو کیونکہ علم صاحب علم کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کرے۔ یہ بہشت کا رستہ روشن کرتا ہے۔ یہ جنگل میں ہمارا دوست ہے تنہائی میں ہمارا مونس ہے جب کوئی دوست نہ ہو تو یہ ہمارا رفیق ہے یہ ہمیں راحت کی طرف لیجاتا ہے۔ یہ مصیبت میں ہمارا سہارا ہوتا ہے۔ یہ دوستوں میں ایک زیور اور دشمنوں کے خلاف ایک ہتھیار ہے“ (ماخوذ از اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بزبان انگریزی)

یہ وہ تعلیم تھی جو رسول خدا نے خود اپنے پیروؤں کو دی۔ اور آپکے اقوال قرآن سے جو خدا کی وحی ہے دوسرے درجہ پر ہیں خود قرآن میں کافروں اور مومنوں دونوں کو بار بار یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ تاریخ عالم کا مطالعہ کریں۔ قدرت کے مناظر اور واقعات پر غور کریں اور مذاہب کے اصول پر محققانہ نگاہ ڈالیں۔ رب زدنی علماً۔ اے میرے رب میرے علم کو بڑھاتے رہیو۔ وہ دعا ہے جو خود خدا نے اپنے پیغمبر کو سکھائی ہے۔ اور جو قرآن میں موجود ہے جن امور کو انسان حیطہ عقل میں لا سکتا ہے ان تمام کے متعلق ایک مسلمان کو خیال کی کامل آزادی اور آزادانہ تحقیقات کا اختیار دیا گیا ہے۔ ایک قدیم مسلمان مصنف خلق عالم کے متعلق لکھتا ہوا کہتا ہے۔ ”جب ساری مخلوقات کو پیدا کر کے اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا اور اس کو کہا کہ تم علم حاصل کرو۔ اس نے علم حاصل کیا تب اللہ نے اسے کہا کہ تمام امور کی قابلیت کو لے لو۔ اور ایسا ہی ہوا تب خدا نے کہا۔ سب چیزوں میں سے جو میں نے اپنی قدرت اور جلال سے پیدا کی ہیں میں سوائے تیرے کسی سے محبت نہیں کرتا۔ تیری وجہ سے میں محروم کرونگا

ہے تو عقلمند وہ ہے جو راستباز ادر متقی ہے۔ اور یہ دل ہے جو انسانوں کو بدی سے نجات دیتا ہے“

یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلام میں ہر ایک فرد کے قلب کو وہ اختیار اور وسعت حاصل ہے جو عیسائیت میں صرف مذہبی پیشواؤں کے لئے مخصوص ہے۔ ان کا دل ہی زمین پر خدا کا خلیفہ ہے۔ اور اس کو ہر ایک امر کے متعلق جسکو یہ سمجھنے کے قابل ہے رائے لگانے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ صرف خدا کی ذات ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی کنہ تک عقل انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے ایمان کا نام اسی پر صادق آسکتا ہے۔ ایک مسلمان خدا کی ہستی کو علت و معلول کے سلسلہ سے ثابت کرتا ہے کیونکہ جب ہر معلول کے لئے کوئی علت چاہئے تو اس سلسلہ کی ابتدا ایک سبب اول کو چاہتی ہے۔ پھر وہ اسے ان صفات سے متصف کرتا ہے جو ایک مہربان خالق میں ہونی چاہئیں۔ اگر اس کے لئے کوئی بات جایز نہیں تو وہ صرف یہ ہے کہ خدا کو انسانی اصطلاحات کی حدبندی کے اندر لائے۔ ہاں وہ صرف توحید الٰہی پر زور دیتا ہے مشرک کا انسانی صفات سے خدا کو متصف کرنا اس کے نزدیک کفر ہے۔ اور عیسائیوں کی تثلیث اس کے نزدیک قابل افسوس ہے۔ کیونکہ تثلیث کا عقیدہ ایک غیب الغیب ہستی کو ایک محدود شے کی طرح تقسیم کے ماتحت کرنا چاہتا ہے۔

پھر یہ کہنا کہ یسوع مسیح خدا کا پیدا شدہ بیٹا ہے اس ازلی ذات میں انسانی افعال کا ہونا تسلیم کرنا ہے۔ اور یہ کفر ہے اور انسان کے خیال پر جو حدبندی ہے اس سے آگے گذرنا ہے۔ ھانتم ھولاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم (دیکھو تم (اہل کتاب یا عیسائی) وہ لوگ ہو جنہوں نے اس بارہ میں تو جھگڑا کیا جس کا تم کو کچھ علم تھا۔ لیکن اس بارہ میں تم کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تم کو کچھ علم نہیں۔

خدا تعالےٰ کی اس کتاب قدرت میں جو انسان کے سامنے کھلی ہوئی ہے کوئی عجیب بات ایسی واقعہ نہیں ہو سکتی۔ نہ سائنس کی کوئی تحقیقات جدید ایسی ہو سکتی ہے جو ایک سچے مسلم کے ایمان کو متزلزل کر سکے۔ وہ ہر نئے واقعہ میں ہر نئے مظہر قدرت میں اللہ تعالےٰ کی شوکت و جلال۔ اس کی قدرت اس کی رحمانیت کی نئی شہادت پاتا ہے۔ اس کا دل اس کی قوت متفکرہ تمام معاملات زمینی میں آزاد ہے بشرطیکہ وہ بعض ان وجود کی پابندی اختیار کرے جو اس کی جسمانی دماغی اور روحانی صحت کے لئے اس کو بتائے گئے ہیں۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں علوم طبعی کی تحقیقات میں لگا رہے اور جن باتوں کو اس کی عقل درست بتاتی ہے انہیں قبول کرے۔ خواہ اس سے وہ خیالات جو مسلمانوں میں دیر سے چلے آئے ہوں غلط ہی ثابت ہوں۔ اس کے مذہب کی بنیاد کو کوئی چیز ہلا نہیں سکتی۔ نہ دنیا کی کوئی تحقیقات لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو غلط ثابت کر سکتی ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے متعلق گیتا نے طنزاً لکھا ہے کہ اس میں ایک ازلی صداقت اور ایک فرضی امر ہے جو ضرورتاً بڑھا لیا گیا ہے۔ لیکن ہم کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اگر کبھی یہ فرضی امر تھا تو کم از کم تاریخ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ بھی ایک ضروری صداقت ہے۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسلمانوں کا کثیر حصہ جاہل اور توہم پرست ہے اور انہوں نے بہت سے فرضی قصے اور غلط خیالات کو قبول کر رکھا ہے۔ یہی اور ایک حوالہ عمداً ایک ایسی کتاب بائبل سے دیا ہے۔ جس میں بہت سی فرضی کہانیاں اور قصے بھرے ہوئے ہیں۔ میری غرض اس حوالہ کے دینے سے یہ تھی کہ ایک ایسی کتاب میں بھی جس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ زمین ایک فرشتے کے کندھوں پر ہے فرشتہ زمرد کی ایک چٹان پر ہے چٹان ایک بیل کے سینگوں پر ہے بیل ایک مچھلی کے اوپر کھڑا ہے جو ایک بڑے سمندر میں تیر رہی ہے جس کو ہوا نے اٹھایا ہوا ہے اور جسکے چاروں طرف تاریکی محیط ہے ایسی کتاب میں بھی عقل انسانی کی تعریف موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولاً مسلمان عقل انسانی کو کس قدر وقعت دیتے ہیں۔ اور جب عقل انسانی کو اس قدر بلند پایہ دیا جائے تو یہ یقینی امر ہے کہ بیہودہ خیالات دیر و زود قلع قمع ہو جائیگا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ باتیں جو آجکل ہمیں اس قدر بیہودہ معلوم ہوتی ہیں کسی گذشتہ زمانہ کی سائنس کا بقایا ہیں۔ اسلام کی روح اس امر کی مقتضی ہے کہ آج کا سائنس ہی اس زمانہ میں غالب ہو۔ باقی جو قصے کہانیاں ہیں وہ صرف دلچسپ آمیزیاں ہیں۔

میں یہ بھی کہونگا کہ ان قصوں کہانیوں میں بہت سی علمی خوبیاں اور تاریخی دلچسپی کے سامان ہیں اور میرا خیال یہ نہیں کہ اہل مشرق جنہوں نے سیاحت میں خاصی ترقی کی ہوئی ہے کبھی ان باتوں کو مذہبی رنگ میں وہ وقعت دیتے تھے جو مغربی عیسائی انکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قصوں کہانیوں میں بھی ایک صداقت ہوتی ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵۔ یکشنبہ۔ ۲ دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۴۲

آریہ سماج سے ایک اہم امر کا مطالبہ

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جس دن سے آریہ سماج کا وجود صفحہ ہستی پر قایم ہوا ہے ہندوؤں کی مقدس کتاب وید کے متعلق بالکل ایک نیا خیال اور ان کی ایک نرالی پوزیشن ہمارے سامنے پیش کی جارہی ہے۔ آریہ سماج نے یا یوں کہو۔ کہ ان کے بانی سوامی دیانند جی نے مذہبی مناظرات کے میدان میں قدم رکھتے ہی ان تمام خیالات اور عقاید کو جو ہندوؤں میں عام طور پر رائج تھے۔ قطعاً خیرباد کہکر بعض نئے خیالات ویدوں کی طرف منسوب کئے۔ اور ان سابق مترجمین پر جنہوں نے اکیلے ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کے بڑے بڑے وِدوان پنڈتوں کی امداد سے ویدوں کی شرحیں لکھی تھیں طرح طرح کے فتوے دیکر ان کے ترجموں یا بالفاظ دیگر متقدمین ہندو وِدوانوں کی محنتوں کے نتائج اور ان کے علوم انہیں ویدوں کے قطعاً خلاف قرار دیکر بالکل پانی پھیر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جونہی کہ آریہ سماج نے یہ اعلان کیا۔ اور شنکر اچاریہ اور ساین وغیرہ جیسے مستند وید بھاشیہ کاروں وغیرہ کی بانیاں کہکر ان سے منہ پھیرا۔ آریہ سماج کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ خود ان اصل خیالات کو جو اس کے نزدیک ویدوں کے اندر ہیں۔ ان صحیح تراجم کو جو اس کے نزدیک مسلم ہو سکتے ہیں۔ مذہبی اور علمی دنیا کے سامنے رکھتی۔ سوامی دیانند جی نے کہتے ہیں کہ اس کوشش کو شروع کیا۔ لیکن کس زبان میں کونسی عام فہم طرز پر انہوں نے بھو مکا وغیرہ کو ان لوگوں کے آگے جو سنسکرت اور ہندی کی دیگر زبانوں سے ناواقف ہیں پیش کیا۔ پھر جتنا کیا بھی خواہ نا قابل فہم زبان میں ہی سہی، وہ بھی افسوس ہے کہ مکمل نہیں۔ کیا آریہ سماجی حضرات کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ پیشتر اس کے کہ میدان مناظرہ میں قدم رکھتے۔ قبل اس کے کہ ویدوں کو ایک عالمگیر کتاب کے نام سے دوسرے مذاہب کے سامنے پیش کر کے انہیں شدھ ہو جانیکی ترغیب دیتے اور سٹیجوں کے اوپر چڑھ کر بھرے مجمع میں بڑے زور سے للکار کر یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ

نقارہ دھرم کا بجتا ہے آئے جسکا جی چاہے
صداقت وید اقدس آزمائے جسکا جی چاہے

پہلے اپنی کتاب کے ان اصل معانی اور مطالب کو تو عام فہم زبان میں شائع کر دیتے۔ جو ان کے نزدیک مسلم ہیں۔ ورنہ اس کے بغیر تمام مباحثات فضول اور شدھی کی تمام تحریکات لایعنی۔ جب ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ویدوں کے اندر لکھا ہوا کیا ہے۔ اور اگر کوئی بندہ خدا ہمیں علوم بھی کرا دے تو آریہ سماج کے نزدیک وہ مسلم ہی نہیں۔ ان سے بحث کس طرح سے ہو سکتی ہے۔ اور وہ کیا حق رکھتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے ساتھ مل جانے کی تحریک کریں۔

یہ ایک بڑا ہی ضروری سوال ہے۔ جسکا جواب آریہ سماج کے ذمہ ہے۔ اور وہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ وہ سب سے پہلے ویدوں کے ان تراجم کو شائع نہ کر دے جو اس کے نزدیک مسلم ہیں۔ لیکن اسکے جواب میں ہمیں کہا جاتا ہے۔ اور خود آریہ سماج ہی کے سٹیج سے (جب گذشتہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۷ء کو تالاب لنگے منڈی پر وچھووالی سماج میں مولوی عبدالحق صاحب کے بحث کر چکنے کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کیطرف سے یہی سوال پیش ہوا) مہاتما کانشی رام صاحب وید جیسے سماجی لیڈر کے منہ سے یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ کہ اس راز کو پوشیدہ ہی رہنے دو۔ اور اس پردہ کو اٹھواؤ نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ویدوں کا ترجمہ تو ہم میں سے کوئی جانتا ہی نہیں۔ اور سوائے کسی یوگی کے کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو اس سربستہ راز کو کھولے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس برتے پتا پانی ساری دنیا کو چیلنج دیتے دیتے تھک گئے۔ آئے دن مباحثات اور لیکچروں میں ویدوں کی اہمیت ان کی تعلیمات کی دوسری کتابوں پر فضیلت کے دعوے کرتے زبانیں خشک ہو گئیں۔ خود اس اعلان [illegible]

مناظر پنڈت بھگوت دت بی۔ اے ریسرچ سکالر جو معنے کرتا ہوں وہی صحیح ہیں پھر اسی منٹ یہی پنڈت کانشی رام صاحب وید ہمیں تحریری یا ہر روز تقریری مباحثہ کا چیلنج دے رہے تھے۔ لیکن اب یہ کیا۔ گویا کہ ویدوں کا ترجمہ ہی سوائے یوگیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو بتاؤ تمہارے اس مباحثہ کی کیا حقیقت رہی اور پنڈت بھگوت دت صاحب کے بیان کردہ معنے کہاں صحیح رہے ان کو تو معنے کرنیکا حق ہی نہیں تھا۔ تمہیں تو چاہئے تھا۔ کہ وہیں انہیں روک دیتے کہ ویدوں کو تم سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے تم اس کے معنے مت کرو۔ لیکن ایک طرف تو صرف یوگیوں ہی کو اس کے معنوں کا حقدار ٹھہراتے ہو۔ اور اسی بنا پر کوئی اپنا مسلم ترجمہ ہمارے سامنے نہیں رکھتے۔ آپ ہی اعلان کرتے ہو۔ کہ ہم ویدوں کو نہیں سمجھ سکتے اور خود ہی ہم سے مباحثات بھی کرتے ہو۔ ہمارے پیش کردہ تراجم کو غلط بھی بتاتے ہو۔ بلکہ یہانتک کہ ان تراجم کو بھی جو کسی کسی وید منتر کے بعض سماجی لیڈروں نے کئے ہیں۔ ماننے کے لئے تیار نہیں جیسا کہ اس مباحثہ میں مولوی عبدالحق صاحب کی طرف سے پروفیسر راجارام صاحب کے ایک ترجمہ کو پیش کرنے پر ہوا۔ اور خود پروفیسر صاحب کو اس کی صحت کی ذمہ واری لینی پڑی۔ پھر اپنی طرف سے اور تراجم بھی کرتے ہو۔ اور بڑی بلند آہنگی سے مزید مباحثات کے بھی چیلنج دیتے ہو۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پنڈت کانشی رام صاحب وید ہمیں بتائیں کہ جس مباحثہ کا انہوں نے ہمیں چیلنج دیا۔ وہ کس بنا پر چل سکتا ہے۔ ان کا

چیلنج ہمیں بسر و چشم منظور

لیکن یہ بھی تو بتایا جائے۔ کہ مباحثہ ہوگا کیونکر؟ ویدوں کے تراجم تو نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی اور آریہ سماجی۔ ہمارے تراجم انہوں نے ماننے نہیں۔ پھر کیونکر ان کے یا اور کسی سماجی کے ساتھ یہ مباحثہ چل سکتا ہے۔

اسی طرح سے تمام آریہ سماج اور ان کی پرتی ندھی سبھاؤں کو مخاطب کر کے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ویدوں کا ترجمہ انہوں نے کیوں ابھی تک اردو یا انگریزی زبان میں ایسا نہیں کیا۔ کہ جو ان کے نزدیک مسلم ہو۔ اس کا ایک یہ جواب دیا جاتا ہے۔ اور پنڈت کانشی رام صاحب وید کے متذکرہ صدر جواب کو ان کی ذاتی رائے قرار دیکر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ محض ہندو قوم کی سستی کے سبب سے ویدوں کا ترجمہ اس وقت تک نہیں ہو سکا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جواب پہلے جواب سے کسی قدر زیادہ معقول ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا واقعی ایسا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہندو قوم کو ویدوں کے ساتھ کوئی رغبت نہیں۔ اور اسے وہ اپنے ملک کی سہل ترین زبان اردو یا کم ازکم انگریزی ہی میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ اور نہ ہی اسے یہ پسند ہے۔ کہ عامہ مخلوق بھی ویدوں کے اس فیض و منبع سے مستفیض ہو سکے۔ اور ان کے ان کمالات کا اعتراف کر سکے کہ جو موجودہ سائنس کے علمی کرشموں کی صورت میں پیشتر سے ان کے اندر موجود ہیں۔ بیشک ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر واقعات کی طرف جائیں تو یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ درحقیقت ایسا کہنا ہندو قوم کو اس جیتی جاگتی سپرٹ اور ان کے اس مذہبی جوش پر دھبہ لگانا ہے۔ جو آریہ سماج کے ان جلسوں میں (جن کی کیفیت ہم گذشتہ اشاعت میں عملاً لکھ چکے ہیں) اور ان کثیر التعداد تصانیف و تراجم کے لاکھوں کی تعداد میں آئے دن شائع ہونے سے ظاہر ہے۔ آجتک کتنی بڑی بڑی مذہبی کتابیں ہیں۔ جنہیں خود آریہ سماج نہ صرف اردو اور سنسکرت میں ہی بلکہ انگریزی زبان میں بھی بڑی بڑی تعداد میں شائع کر چکی ہے۔ ستیارتھ پرکاش کے کس قدر ایڈیشن سنسکرت کے علاوہ اردو اور انگریزی میں چھپ کر تقسیم ہوئے۔ خدا خوش رکھے لالہ لاجپت رائے کو جنہوں نے سوامی جی کی لائف کو اردو اور انگریزی میں ضخیم مجلدات کے اندر پبلک کے سامنے پیش کیا۔ اور بھی کئی ایک کتب ہیں۔ جو مذہبی مناظرات کے رنگ میں آئے دن شائع ہوتی ہیں۔ اور دنوں ہی میں ختم بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ سب ہندو قوم کے اس جوش اور مذہبی سپرٹ پر دال ہے۔ جو اپنے عقاید کے متعلق ان کے دلوں کے اندر موجود ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ صرف ہندوؤں کی غفلت اور سستی کے سبب سے ویدوں کا ترجمہ نہیں ہو سکا صریحاً خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔ ہندو قوم کی سستی اور غفلت نہیں جو ویدوں کا ترجمہ ہونے نہیں دیتی رہی۔ پنڈت کانشی رام صاحب کے قول کے مطابق یہ کوئی یوگیوں وغیرہ ہی کے ترجمہ کرنے کی کتاب ہے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو اور ان متضاد بیانات کی کنہ تک پہنچنا چاہو۔ تو حقیقت [illegible]

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ورنہ کیوں ستیارتھ پرکاش اور دیگر بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے اردو انگریزی ترجموں کی اشاعت ہندو قوم کی وہی سستی مائل نہیں ہے [illegible] سال کے آریہ سماجی جلسوں کی رونق اور چندوں وغیرہ کی [illegible] غفلت اور سستی آڑے نہیں آجاتی۔ بات اصل یہ ہے [illegible] چھڑانے کے لئے یہ عذر تراشیاں کی جاتی ہیں۔ ورنہ ویدوں [illegible] ہے۔ وہ اس قابل ہی نہیں۔ کہ انہیں دنیا کے سامنے پیش کیا [illegible]

اچھا اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ہندو قوم کی [illegible] سے یہ ترجمہ نہیں ہو سکا۔ تو کیا سماجی لیڈروں کا جو آئے سال [illegible] اور مناظرات پر پانی کیطرح روپیہ بہاتے ہیں۔ یہ فرض نہیں کہ [illegible] سستی کو دور کریں۔ یا کم ازکم تھوڑے عرصہ کے لئے تو ہی ان موجودہ [illegible] اور دیگر کتب کی اشاعت کو روک کر بھی سب سے پہلے ویدوں کی طرف توجہ کریں۔ اور ان کے تراجم کی اشاعت کے فرض سے اپنے آپ کو سبکدوش بنائیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش۔ اور سوامی جی کی [illegible] اور دیگر ایسی ہی کتب تمہارے لئے چنداں مفید نہیں ہو سکتیں۔ یا کم ازکم ان کو وہ اہمیت حاصل نہیں۔ جو خود ویدوں کو حاصل ہے۔ [illegible] جب اصل ہی پر پردہ پڑا رہے۔ جب خود ویدوں کے مطالب و مضامین سے ہی نہ صرف ہمیں بلکہ خود تم کو بھی سر سے نیچے تک واقفیت [illegible] تمہارا ہمیں ویدوں کی جانچ [illegible] کا چیلنج دینا اور خود شدھیوں پر [illegible] ہو ہو کر اپنے آپکو انکے سمجھنے کے عاری بتانا کس قدر کج راہی پر [illegible] ہونا ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ تم مباحثات کے لئے [illegible] اور دوسروں کو اپنے ساتھ ملانے میں کوشاں ہو۔ خود اپنی کتاب کو لیکر ہمارے سامنے رکھو۔ اس کا وہ ترجمہ جسے تم بھی مانتے ہو ہمارے سامنے پیش کرو۔ اور پھر تبلیغ کے لئے قدم بڑھاؤ۔

کیا ہم امید کریں۔ کہ آریہ سماجی لیڈران بالخصوص [illegible] صاحب وید۔ پروفیسر راجارام صاحب۔ پنڈت بھگوت دت [illegible] بی۔ اے اور سب بڑھ کر لالہ ہنس راج جی ہمارے اس معقول مطالبہ کا معقول اور تسلی بخش جواب ہمیں دینگے؟ جب تک یہ نہ ہو۔ اور ویدوں کا کوئی مستند ترجمہ آریہ سماج کی طرف سے ہمارے سامنے نہ رکھا جائے ہمارا یہ فرض ان کے سر پر رہیگا جس کے لئے ہم حق رکھتے ہیں کہ [illegible] سے بار بار اس کا مطالبہ کریں۔

مولوی عمر الدین شملوی سے ایک مطالبہ

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ مولوی عمر الدین صاحب شملوی جو [illegible] محمودی پارٹی کے نہایت [illegible] ممبر ہیں۔ ابتدائے قیام خلافت [illegible] فاسدہ کے وقت اس کے سخت ترین مخالفوں میں سے تھے [illegible] مخالفت میں انہوں نے ایک مضمون بھی پیغام صلح میں لکھا تھا [illegible] شملوی محمودی برکت علی کی ان چالاکیوں کا ذکر کیا تھا [illegible] لیکر اس نے لوگوں سے میاں صاحب کی بیعت کے متعلق خطوط [illegible] تھے۔ لیکن بعد میں انہیں مولوی عمر الدین صاحب نے میاں صاحب [illegible] ایک حواری کی واللہ باللہ ثم تاللہ کی سہ لڑی قسم پر اس خیال [illegible] کا کفر و اسلام کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو حضرت امیر مولانا [illegible] محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کا ہے۔ ان کی بیعت کر لی۔ [illegible] میں بھی اس کا کھلے طور پر اعلان کر دیا۔ کہ مولوی سرور شاہ صاحب کی [illegible] اس حلفیہ شہادت پر ہی انہوں نے بیعت کی ہے۔ اور ان کا [illegible] وہی ہے۔ جو حضرت امیر السدف مولینا مولوی محمد علی صاحب کا [illegible] اس کی میاں صاحب نے تو تردید نہ کی۔ لیکن بعد میں خدا جانے کیا [illegible] مولوی عمر الدین صاحب نے الٹا اپنا عقیدہ بدل لیا۔ اور [illegible] کے بارہ میں حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کے عقیدہ کی [illegible] شروع کر دی۔ چہ جائیکہ مولوی سرور شاہ صاحب کی شہادت [illegible] مطابق خود میاں صاحب سے توقع کرتے۔ کہ وہ حضرت مولینا [illegible] محمد علی صاحب کی اس بارہ میں مخالفت نہیں بلکہ ان سے [illegible] کریں گے۔ لیکن مولوی عمر الدین صاحب کی اس تبدیلی عقیدہ [illegible] قطع نظر کر کے فی الحال ہم اس امر واقعہ کا اظہار کرنا چاہتے ہیں [illegible] بعض معتبر ذرایع سے علم ہوا ہے۔ کہ مولوی عمر الدین نے انہی دنوں میں [illegible] میاں صاحب کو کوئی خط بھی لکھا تھا۔ اور ان سے عقاید کے متعلق سوال [illegible] کیا تھا۔ جس کا میاں صاحب نے انہیں پرائیویٹ خط میں جواب بھی دیا تھا۔ اور وہ خط ابھی تک مولوی صاحب کے پاس محفوظ ہے [illegible] عمر الدین صاحب سے یہ امید کرنا معقول ہے۔ کہ وہ اب اپنے [illegible] تھا کہ حق پر وہ سمجھ کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ اور اسے [illegible]

نہ تھا انتظام کرنا ضروری تھا۔ اس لئے ان حالات میں تعدد ازدواج ایک ضروری علاج تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو پہلے یہی ہدایت کیجاتی ہے۔ کہ تم یتیم بچوں کی خبر گیری کرو۔ لیکن اگر اور طرح سے ان کی خبر گیری نہ کرسکو تو پھر بیوہ عورتوں سے شادی کرلو۔ کیونکہ اس طرح یہ یتیم بچے تمہارے اپنے بچے ہو جائیں گے اور چونکہ اسوقت عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی۔ اس لئے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیگئی پس تعدد ازدواج کی اجازت پہلے پہل ان خاص حالات کے ماتحت ہوئی جو اسوقت اسلامی سوسائٹی میں پائے جاتے تھے یہ صرف خیال ہی نہیں بلکہ اگر ہم صفحات تاریخ کی ورق گردانی کریں تو آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کی زندگیوں میں عملی طور پر اسی کا نقشہ نظر آتا ہے۔ کہ اُن کے گھروں میں جب بیبیاں ایک سے زیادہ ہوئیں تو عموماً یہ بیوہ عورتیں ہی تھیں۔ تعدد ازدواج کی جس رنگ میں آنحضرت صلعم نے اجازت دی تھی۔ وہ بُرائی نہیں گو آپ کے بعض نا اہل پیروؤں نے دولت کے نشہ میں اس صحیح اصول کا ناجائز طور پر استعمال کرلیا ہو۔ اس کے متعلق ذیل کے الفاظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورًا رحیمًا۔ (النساء۔ ۱۲۹) اور تم طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل کرو۔ گو تم کتنا ہی چاہو پس ایک کی طرف سے بالکل بے رغبت نہ ہو جاؤ کہ اُسکو معلقہ کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور تقوےٰ اختیار کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ایک سے زیادہ بیبیوں کی صورت میں ہر بی بی کے لئے الگ مکان اور انتظام بھی ضروری ہے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قانون اس بارہ میں عورتوں پر رحم پر مبنی ہے۔ اپنے زمانہ میں مخالفین آپ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ عورتوں کی آپ بہت زیادہ طرفداری کرتے ہیں اور اس طرفداری پر ہی جو اسوقت بطور ایک علاج کے ضروری تھی اور جس پر عورتوں کی حالت میں اصلاح کی بنیاد رکھی گئی آج تک آپ کے مخالف آپ پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ عیاش نہ تھے۔ جیسا کہ ایک دراز زمانہ تک عیسائی آپ کی تصویر کھینچتے رہے ہیں آپ نے اپنا سارا شباب کا زمانہ صرف ایک بی بی خدیجہؓ کے ساتھ گذارا اور چوبیس سال برابر آپ کی ایک ہی بی بی رہیں۔ جنکے ساتھ آپکو بہت محبت تھی گو وہ عمر میں آپ سے بہت بڑی تھی*۔ ایک یا دو استثناؤں کے ساتھ آپ کے بعد کی شادیاں یا تو ملکی مصالح پر مبنی تھیں یا عورتوں پر رحم پر۔ اور خاوند اور والد دونوں حیثیتوں میں آپ فی الواقع ایک قابل پیروی نمونہ تھے جو افراط کی راہ ان معاملات میں آپ کے بعد آپ کے بعض پیروؤں نے اختیار کی اگر آپ کے سامنے وہ ایسا کرتے تو آپ یقیناً انہیں سزا دیتے۔

ایک اور جھوٹا خیال جو مسیحی ممالک میں پھیلا ہوا ہے اُس کی اصلیت معلوم کرنی زیادہ مشکل ہے اور وہ جھوٹا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک عورتوں میں روح نہیں ہے اس قسم کا کوئی خیال نہ قرآن میں نہ سنت میں نہ کسی مسلمان عالم کی تحریر میں جہانتک میں واقف ہوں پایا جاتا ہے۔ قرآن کریم تصریح کے ساتھ اس کے خلاف فرماتا ہے۔ ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرًا۔ اور جو کوئی شخص اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو۔ تو وہ جنت میں داخل ہونگے اور ذرا بھر کمی نہ کیجائیگی اور آنحضرت صلعم کا فاطمہؓ کی شادی کے دن یہ فرمانا کہ اسکے دائیں اور بائیں فرشتوں کے گروہ ہیں یہ ظاہر نہیں کرتا۔ کہ آپ عورتوں میں روح

نہ سمجھتے تھے۔ اور ایسا ہی خدیجہؓ کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ سے فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے خدیجہؓ کو سلام پہنچاؤ۔ اور اُسے کہدو کہ اُس کے لئے اس باغ میں جہاں تکلیف نہیں ہے ایک جاندی کا محل تیار ہے یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ [illegible] پر جو یہ بہتان باندھا گیا ہے اسکی کوئی بھی بنیاد نہیں، آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عورتوں میں سے چار عورتوں نے اخلاقی اور روحانی کمال کو حاصل کیا ہے یعنی آسیہؓ فرعون کی بی بی۔ مریمؑ حضرت عیسےٰؑ کی والدہ خدیجہؓ اور فاطمہؓ۔ یہ امر کہ آپ نے عورتوں کے حصول کمال کا ذکر کیا ہے اس بات کا صریح بطلان کرتا ہے کہ آپ سمجھتے تھے ان میں روح نہیں ہے۔ علاوہ بریں قرآن میں ہر وصل کے ہر ایک کمال کے ساتھ جسکو مرد روحانی طور پر حاصل کرسکتے ہیں اس قسم کے عورتوں کے کمال کا ذکر موجود ہے۔ ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرًا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرًا عظیمًا۔ (الاحزاب۔ ۳۵) مسلم مرد اور مسلم عورتیں ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔ فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ صادق مرد اور صادق عورتیں۔ صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں عاجزی کرنیوالے مرد اور عاجزی کرنیوالی عورتیں۔ خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔ اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنیوالی عورتیں۔ اللہ نے اُن کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

عورتوں کے متعلق اسلامی نقطۂ خیال انصاف کا خیال ہے۔ جو اس مرتبی نظم میں جو عالم میں پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے مغربی نقطۂ خیال میں اُنکی پرستش اور مبہم مخفی رنگ میں اُنکی عظمت کا خیال پایا جاتا ہے مگر یہی خیال اس کے پیروؤں کو اُنکے حق میں عالم انصاف کے ناقابل بنا دیتا ہے۔ انگلستان میں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے عورتوں کے لئے کسی قسم کے حقوقِ ملکیت مسلم نہ تھے۔ اسلامی سرزمینوں میں پیغمبر اسلام کیوقت سے یہ حقوق ان کو حاصل چلے آئے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ ایک عجیب مثال میری اپنی یادداشت میں ہے۔ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک ترک کے ساتھ میں لندن کے ہوٹل میں شام کا کھانا کھا رہا تھا۔ ہمارے ساتھ ہی ایک انگریزی پارلیمنٹ کا ممبر تھا جس نے کھانے کے بعد جیسا کہ اسوقت رواج تھا۔ جنونی طلب دونوں کے خلاف باتیں شروع کیں۔ انکو اُسلن ایک گروہ نے نزدیکوب کی تھی۔ اور ممبر پارلیمنٹ نے کہا کہ اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک چاہئے مسلمانوں کے متعلق چونکہ اس کا خیال بھی وہی تھا جو عام عیسائیوں کا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ذلیل مخلوق جانتے ہیں تو اس کا خیال تھا کہ ترک جنٹلمین اُس کے ساتھ اتفاق کریگا مگر اس میں دوست کے چہرے سے دیکھ رہا تھا۔ کہ مسلم ترک کو اس سے سخت رنج پہنچ رہا ہے۔ آخر اُس نے کہا "میرے دوست تم جو کہتے ہو اسپر غور نہیں کرتے۔ ایک عورت سے مار کھا لینا میرے لئے بیشک بُرا ہے مگر ایک عورت کو مارنا اس سے بدرجہا بدتر ہے۔ تمہاری گورنمنٹ اس قسم کے ظلم کی اجازت دیتی ہیں ایذا رسانی بھی کرتی ہے اور بیوقوفی بھی" ممبر پارلیمنٹ نے حیران ہوکر پوچھا "پھر تمہاری رائے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے" جواب ملا "جو حقوق وہ مانگتی ہیں انکو دو۔ یہ عین انصاف ہے۔ اگر تم اپنی سوسائٹی میں انکے لئے مردوں کی جگہ لینا جائز سمجھتے ہو تو اُن کو مردوں کے حقوق بھی دو"

عام طور پر لوگوں کے جو کچھ خیالات اسلام کے متعلق ہیں انکو یہ بات خواہ کیسی ہی عجیب معلوم ہو مگر حق یہی ہے کہ اگر ان حالات میں آنحضرتؐ زندہ ہوتے تو وہ بھی کچھ کہتے جو اس ترک نے کہا +

چار مہینہ میں قرآن ختم

یہ مژدہ ہمارے احباب کی خاص خوشی کا موجب ہوگا کہ حضرت امیر نے ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ آئندہ جنوری ۱۹۱۸ء سے ایک ربع (پاؤ) پارہ روزانہ قرآن شریف کا درس دیں اور اسطرح چار ماہ میں قرآن شریف ختم کردیں اس مبارک موقع سے جو لوگ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور بیرونجات کے جو احباب اس درس میں شامل ہوکر قرآن کریم کو سیکھنے کا شوق رکھتے ہوں انہیں چاہئے کہ دسمبر ۱۹۱۷ء تک حضرت امیر کو اپنے اس ارادہ سے مطلع کردیں تاکہ اُنکی رہائش اور خوراک وغیرہ کا بندوبست کیا جاسکے اور [illegible]

مراسلات

[illegible]

ختم نبوت کی اصل حقیقت

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کے جواب میں [illegible]

تشحیذ الاذہان ماہ اگست ۱۹۱۷ء پر ایک [illegible]

(گذشتہ سے پیوستہ)

گو قرآن نہیں کیا اور خدا کے الہام سے کہا تو کیا تکمیل دائرہ کی [illegible] الف آدم سے لیکر الف احمد تک سفت ظہرت کا خاتم [illegible] بنا رکھا تھا۔ دیکھو اسیطرح کا کلام کہ خدا نے اُنکو کہا یعنی سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے۔ انت خاتم الاولیاء [illegible] ختم الولایت ہوجاتا ہے۔ اب بتلاؤ اگر خاتم الاولیاء سے یہی [illegible] ہے کہ بعد کوئی ولی نہیں اگر یہی [illegible] ہے اور پھر [illegible] اس طرح ماننا پڑیگا کہ حضرت صاحب بھی سید عبدالقادر [illegible] ورنہ اُنہیں کے عہد پر ہیں اور اب آئندہ جو ولی ہوگا وہ حضرت صاحب میں سے اور وہ آپ کے عہد پر ہی ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب [illegible] ہیں خدا تک پہنچنے کے تمام راستے مسدود ہیں [illegible] ایک جہت سے ہم خاتم الاولیاء کے معنے کر بھی لیتے ہیں [illegible] حضرت صاحب نے خاتم الانبیاء کے ایک معنے کر بھی لئے ہیں کہ کمالات نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوئے اسیطرح ہم اسکے یہ معنے بھی کہینگے کہ کمالات [illegible] حضرت صاحب پر ختم ہیں مگر دوسرے معنے خاتم الانبیاء کے جو حضرت صاحب نے خود کئی جگہ کئے ہیں نبی آنحضرت صلعم پر ختم ہیں اور جس طرح خاتم الشرائع اور خاتم الکتب کے یہ معنے آپ نے فرمائے ہیں کہ شریعتیں اور کتابیں قرآن مجید پر ختم ہوگئی ہیں تو اسطرح ہم خاتم الاولیاء کے معنے نہیں کرسکتے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے ان کے معنوں کا حصر کردیا [illegible] آپنے یہاں ہے نہ دوسرے معنوں کی۔ مگر خاتم الانبیاء کے یہ دونوں معنے مراد لئے ہیں۔ اس توجیہ کے سوا ہم خاتم الاولیاء کے [illegible] نہیں کرسکتے اور اسلئے بھی ان میں معذوری ہے کہ یہ لفظ الہام [illegible] ہے تاہم ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ کسطرح خاتم [illegible] خاتم الاولیاء کو الہام الٰہی سمجھکر ہم انکے یہی معنے کریں [illegible] اگر ہم خاتم النبیین کے وہی معنے کرینگے جو خاتم الاولیاء کے [illegible] ہیں تو اس سے تو نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم خیر الرسل سید النبیین کی عزت اور حقانیت الکتاب القرآن کریم کی بنیاد [illegible] تعدی سے حملہ کرنیوالے ٹھہرینگے تو کیا ضرور نہ تھا۔ کہ [illegible] کفا ما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ [illegible] اللہ آیاتہ۔ اگر آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین [illegible] کہ لا نبی بعدی تو خدا کے اس قول [illegible] کہ وہ اس غلط تفسیر کو آنحضرت کے قلب مطہر سے مفقود کردیتا [illegible] جو صدق سے بیان کیا جاتا ہے آنحضرت صلعم کے قلب مطہر پر [illegible] یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس نبی کے قلب مطہر پر قرآن مجید جیسی [illegible] کے وقت ہی نازل کیگئی اُسکو اس آیت کا یہ مطلب نہیں [illegible] برعکس حضور پر نزول الہام [illegible] الکرام [illegible] لی النبیون۔ دیکھو صحیحین باب خاتم النبیین [illegible] معنی کی اس تفسیر کا بطلان ثابت کرنیکیلئے طرح طرح کی کوشش [illegible] اور یہ کہنا کہ چونکہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ بعد وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود [illegible] اسیلئے نبی بھی رہے کہ مسیح موعود نبی ہے [illegible] حضرت صاحب [illegible] حضرت عمرؓ کو بھی وجود رسول اللہ صلعم کا قرار دیا ہے [illegible] نے جیسا کہ لکھا ہے [illegible]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا [illegible] عالم وحی میں حضرت [illegible] کا ہاتھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیا گیا [illegible]

خلاصہ کلام یہ کہ حضور کا کہنا یہ ہے کہ جس مقام پر مسیح موعود پہنچے ہیں وہ ظلی اور بروزی الفاظ سے یہی سمجھ لئے ہیں کہ وہ فی الحقیقت نبی ہے جیسا کہ اخبار الفضل نے بھی یہ نہایت غضبناک فقرے حضرت صاحب کی شان میں لکھے ہیں۔ دیکھو الفضل ۲۹ جون ۱۹۱۵ء نمبر ۳ جلد [illegible]

---

* احمد بن یوسف لکھتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے۔ شادی سے پہلے آپ خدیجہؓ کے لئے تجارت کیا کرتے تھے۔ اور خدیجہؓ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جایا کرتا تھا شادی کے بعد آپ نے اُن کے مال کو دکیونکہ وہ بڑی متمول بی بی تھیں) خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ اور اُن کی وفات کے بعد آپ ہمیشہ اُن کا ذکر محبت سے کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کو جو جوان اور خوبصورت تھیں رشک پیدا ہوا۔ اور اُنہوں نے کہا آپ اُن کا ذکر کیوں بار بار کرتے ہیں وہ بوڑھی تھیں۔ اور خدا نے اب آپ کو اُن کی جگہ بہتر بی بی عطا کی ہے آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ اس سے بہتر میرا کوئی رفیق نہیں ہوسکتا۔ وہ مجھ پر اسوقت ایمان لائیں۔ جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے۔ اور مجھ پر ہنسی کرتے تھے۔ اور اُس نے اپنا روپیہ مجھے بے دریغ خرچ کرنے کے لئے دیا۔ جب لوگ میری مخالفت کرتے تھے۔ وہ میرے ساتھ نہایت درجہ کی مہربان اور فیاض تھی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں آئندہ ہمیشہ ان کا ذکر ادب سے کرونگی۔

قاضی محمد یوسف پشاوری کا دروغ

غلط بیانی مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء

کی اصلاح

پچھلے دنوں جب حضرت امیر اور حضرت مولینا صدرالدین صاحب پشاور میں لیکچر دینے کیلئے تشریف لے گئے تو آپکی وہاں سے واپسی کے بعد قاضی محمد یوسف محمودی نے الفضل میں ایک لمبا چوڑا مضمون لکھا اور باوجود اسکے کہ ان بزرگان ملت کی موجودگی میں وہ پشاور میں موجود بھی تھا واقعات سازی میں بڑے بڑے دروغ بافوں کے کان کترنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جس کا نمونہ ذیل کی مراسلت سے ظاہر ہے جو ہمیں پشاور ہی سے برائے اشاعت موصول ہوئی ہے۔

قاضی صاحب! مجھے آپ کا مضمون پڑھکر بڑا افسوس ہوا۔ اس لئے کہ آپ خود تو لیکچر والے دن پشاور بھی چھوڑ گئے تھے اور جو کچھ آپ نے اپنے خبر رسانوں کے ذریعہ سُنا سراسر غلط ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ جہاں تمام ہال اور برآمدے سامعین سے پُر تھے آپ خود بھی تشریف لاکر لیکچر سن لیتے اور اگر لعباً سکے الفضل میں ان دلائل عقلیہ ونقلیہ کی جو حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے پیش کئے تھے احسن طریقہ سے تردید کرتے معلوم نہیں کہ کس فائدہ کا خیال کرکے آپ نے ایسی طرز اختیار کی۔ بلکہ بعض جگہ اپنی تحریر میں شرافت کو بھی جواب دے دیا۔ خیر اس کی تو آپ سے توقع بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ؎

نیشِ عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

ایک عقرب نے ایک راہ گذر کو خواہ مخواہ بغیر چھوئے کاٹ لیا ایک صاحبدل نے پوچھا بھلے لوگ یہ کیوں تو جواب دیا۔ **لیعرفہ من اتاہ** اگر محض یہ مقصد ہو کہ قادیان والوں کو آپکی ہستی اور کارگذاری کا پتہ لگے تو اس مقصد کیلئے آپ کے مضمون بیشک خراج تحسین لینے کے لئے موزون ہے۔ بھلا انسانو آپ خیال کریں کہ کیا عبدالرحمن اور عبدالخالق اسقدر فاضل ہوگئے ہیں کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ہی انکو تبلیغ کرنے تشریف لادیں اُن کی آمد کی اصل غرض تو یہ تھی کہ مولوی صدرالدین صاحب نے ہماری دعوت پر انگلستان سے واپسی پر آغاز موسم بہار میں پشاور آکر لیکچر دینے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن بعض وجوہات سے جن میں سے بڑی وجہ لاہور میں نئے مدرسہ کا ابتدائی انتظام اور اجراء تھا۔ وہ موعودہ وقت اور ایام میں تشریف نہ لاسکے اور بعدہ موسم گرما کے ورود کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا۔ اور نیز حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب اور حضرت مرزا صاحب بھی مدعو کئے گئے تھے جس لئے وہ تشریف فرما ہوئے۔ عبدالرحمن اور عبدالخالق بچے ہیں ان کے فعل کو وہی وقعت دیجا سکتی ہے جیسا ایک بچہ کیچڑ کے کھلونے بناتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ رنگ بدل جاتا ہے اگر آپ کے خلیفہ صاحب برضا ورغبت خود بھیس بدلکر ان دنوں جب امرتسر امتحان انٹرنس دینے تشریف لیگئے تھے۔ رات کے اندھیرے تھیئٹر کا سیر کرنے جاتے تو کیا ہوا۔ اگر ہمارے کسی بچہ نے کسی دوست اور آشنا کے اصرار اور حیلہ سے آپ کے خلیفہ صاحب کی بیعت کرلی فرق تو چنداں ہے نہیں۔ باقی رہا بھائی غلام رسول کا معاملہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے ازراہِ ہمدردی جس خیال کا اظہار کیا تھا۔ وہ اُنکے شایان شان تھا اور جو کچھ بھائی غلام رسول نے کیا وہ اُس کے شایان شان تھا یعنی دعوت الی الحق مولینا صاحب کا حق تھا۔ جو انھوں نے پورا کیا اور چونکہ آپ نے کوئی وجہ نہیں لکھی بلکہ آپ کی تحریر سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ بھائی غلام رسول نے عمداً اور ارادتاً اظہار کیا جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس نے ان فرائض میں سے سب سے اول فرض کو جو تجدید بیعت سلسلہ قادیان سے ان پر عائد ہوتی ہیں کما حقہٗ پورا کیا۔ ورنہ کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ باطل سے بھاگے۔ عبدالخالق کے چہرہ کی تبدیلی میں کیا آپ کو شک۔ مولینا صدرالدین صاحب نے اسوقت اسکو دیکھا تھا کہ وہ بڈل کلاسوں میں تعلیم پاتا تھا اب لفضل خدا وہ سیکنڈ ایر میں ہے۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اتنے [illegible]

نہوتا ہوگا۔ باقی رہا ہمارے مولانا صاحب کی طرف اس امر کا منسوب کرنا کہ وہ اپنے بچے کو یہ کہیں کہ بیعت کے بعد اُس کے چہرہ میں تبدیلی واقع ہوئی ہے نہ محض مضحکہ خیز امر ہے بلکہ حماقت سے کچھ بڑھکر ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا نہیں کہ اس امر کی شہادت دے کہ انھوں نے ایسے الفاظ کسی کے حق میں استعمال کئے ہوں ایسے اخلاق کا مرکز آپ ہیں اور ایسا غلو آپ کی ہی عادت ہے دیکھیں آپکو خوب یاد ہوگا۔ کہ جب تک آپ میاں محمود احمد صاحب کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ آپ انکو بوجہ انکے نام میں لفظ محمود ہونے کے اصحاب فیل کے اُس بڑے جسیم ہاتھی سے تشبیہت دیتے تھے جو کعبہ کے گرانے میں سب سے آگے تھا کیا یہ تشبیہ مولانا صاحب نے دی تھی یا آپنے۔ کسقدر افسوس کی بات ہے۔ بندہ خدا اعتدال سے کام لیں نہ دوستی میں غلو کریں اور نہ دشمنی میں۔ اب رہا آپ کا خط۔ اگر واقعی آپ کا مدعا یہی ہوتا کہ آپ مولینا صاحب کے لیکچر کی تردید کریں یا اصلاح کریں تو اب بھی وقت ہے۔ اور قیصریہ ہال موجود ہے بسم اللہ ہم بھی سُننے کو حاضر ہونگے۔ لیکن نہیں ہرگز نہیں اگر ایک ذرہ بھی اس خیال اور ارادہ کا آپ کے دل میں جگہ ہوتی تو کم از کم آپ لیکچر سُننے کو تو حاضر ہوتے تاکہ بعدہٗ کسی دن قیصریہ ہال میں تردید کرسکتے یا بذریعہ تحریر ہی مولانا صاحب کے دلائل کو باطل ثابت کرسکتے۔ لیکن اور تو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ہم خوب سمجھتے ہیں تیری طرز نگاہ کو۔

مولینا مولوی محمد علی صاحب نے تو آپ کا خط پڑھا تک بھی نہیں۔ اور خاموشی کس امر کا جواب ہوتا ہے۔ یہ تو مشہور بات ہے لیکن اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک اور گندی وجہ خود ہی اختراع کرکے اسکو ہمارے مولینا صاحب کیطرف منسوب کردیا۔ کہ دہنا بنا یا کھیل نہ بگڑ جاوے) اللہ اکبر۔ پشتو میں ایک مثل مشہور ہے۔ کہ گھوڑوں کو نعل لگ رہے تھے۔ مینڈکوں نے بھی پاؤں اونچے کئے کہ ہمکو بھی نعل لگاؤ۔ کھیل ہمیشہ وہی بگڑا کرتے ہیں جنکے چلانے والے لڑکے ہوں۔ کھیل تو تب بگڑتا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کا دعوےٰ ہوتا کہ ہوں تو میں غیر مامور لیکن ہوں ہیں مطاع اور میرا انکار تمام انبیاء کا انکار اور انبیاء کا انکار خدا کا انکار ہے اس لئے میرا انکار خدا کا انکار ہے۔ اور اسلئے کفر ہے اور خلافت کی سب سے بڑی دلیل تو خطوط وحدانی میں اس طرح آپ بیان فرماتے ہیں کہ (جسکو خداتعالیٰ کی منشاء کے ماتحت گروہ کثیر مومنین نے برضا ورغبت خود خدا کے رسول کے تختگاہ قادیان دارالامان میں جو از روئے الوصیت مرکز سلسلہ ہے منتخب کیا) اب آپ حضرت معاویہؓ کو کیا خطاب عطا فرماتے ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ کی خلافت سے جنکو خداتعالےٰ کی منشاء کے ماتحت گروہ کثیر مومنین نے برضا ورغبت خود خدا کے آخری رسول اعظم رحمۃ للعالمین خیر الرسل خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے تختگاہ مدینہ منورہ مرکز خلافت اسلام میں منتخب کیا) انکار کیا تھا۔ اور حضرت معاویہؓ کو اس اپنی دلیل کے ماتحت جو آپ کے خلیفہ صاحب پیش کیا کرتے ہیں کہ ایک خلیفہ کی موجودگی دوسرے مدعی یا باغی (بالفاظ آپ کے فاسق) کو گردن زدنی قرار دیتے ہیں یا نہیں۔ رسول اللہ صلعم کا وجود اور اُنکے صحابہ کرامؓ ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ جو فتوےٰ اُنکے حق میں آپ دینگے یا اپنے تختگاہ خلافت سے صادر ہوگا۔ ہمکو بھی منظور ہوگا۔ اور امید ہے کہ دیگر اہل اسلام کو بھی اس سے فائدہ ہوگا۔ اور کسی حد تک شیعہ سُنّی کا سوال بھی حل ہو جائیگا۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ ہماری مخالفت میں بڑا اٹھنا چاہتے ہیں سب کی بابت تو کسی نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے البتہ آپ کی دلی تمنا کی تصویر حیا کی زنجیریں توڑ کر بے حجاب ہو چکی ہے اور اس پر چادر نہیں پڑ سکتی پڑے تو کیونکر جبکہ خداتعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت مسیح موعودؑ کو ان آلات حرب میں سے ایک کا نقشہ جنکے ذریعے اس کے باغ کو تباہ کیا جاتا تھا ان الفاظ میں کھینچ کہ چھوٹے بڑے کئے جائیں گے اور بڑے چھوٹے کئے جائینگے۔ صدر انجمن احمدیہ کے ان ۱۴ ممبران میں سے جنکو حضرت صاحب نے منشاء الٰہی کے ماتحت خود لائق ممبر منتخب کیا تھا۔ مسیح موعودؑ کا ایک فرشتہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم ومغفور اب وفات کے بعد منافق بنائے جارہے ہیں حضرت مولوی محمد علی صاحب۔ حضرت مولوی غلام حسن صاحب حضرت خواجہ صاحب۔ ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مسیح موعود کا دوسرا فرشتہ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب۔ فاسق ٹھہرے [illegible]

ان بڑوں کو چھوٹا بنائیگا تو ان پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ ان [illegible] نے جبکہ قوم ہلاکت میں پڑنے لگی حق کے لئے اپنی صدا بلند کی [illegible] طرح جس طرح قالوا ربنا اللہ کہنے والوں نے مکہ چھوڑکر مدینہ کو ہجرت کی قالوا ربنا اللہ کہکر اور اربابا من دون اللہ کی غلامی [illegible] کا جوا قبول نہ کرکے قادیان کو چھوڑ دیا اور اب انکو خدا نے یہی جماعت دی ہے کہ کما حقہ انکی عزت اور حرمت کرتی ہے وہ حقیقی عزت اور حرمت جو خدا کے بندوں کو ملا کرتی ہے ہاں البتہ ایسے مطاع نہیں جو حضرت عمرؓ سے بھی بڑھکر ہوں جسکے سامنے عرب کی ایک [illegible] بوڑھی عورت اٹھکر خطبہ میں اُنکے استدلال اور خیال کو غلط [illegible] بیان کرسکے لیکن ان مطاع سے اختلاف رائے رکھنے کا مجاز نہ ہو کر [illegible] بھی اسکے کسی غلط عقیدہ کے خلاف اپنے صحیح اور حق عقیدہ [illegible] اظہار کرنے کا مجاز نہ ہو۔ اور نہ ایسا مطاع جو ایک مضحکہ خیز استدلال [illegible] کرکے اپنا حق ثابت کرے کہ مشورہ میں کرونگا لیکن کرونگا وہی جو میرے [illegible] جی میں آئے۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ [illegible] قادیان کی بنی بنائی اماکن اور نقدی وغیرہ جملہ اسباب جو قومی کہا جاسکتا [illegible] ہے آپ لوگوں کے لئے چھوڑ دیا گیا اور بے سروسامانی کی حالت میں [illegible] مولوی محمد علی صاحب نے ہجرت کی۔ لیکن دیکھو خدا دن دگنا [illegible] ترقی دے رہا ہے۔ مدرسہ بھی بن گیا ہے انگلستان میں تبلیغ کا کام بھی جاری ہے قرآن شریف لفضل خدا چھپ گیا ہے جس کا [illegible] ہدیہ باوجود ولایت میں چھپنے کے جہاں عربی خط کے چھپنے کا کوئی [illegible] پریس نہیں اور جہاں جنگ کی وجہ سے گرانی کی حد ہے اور [illegible] ڈاک کے سنگین اخراجات کے ۲۰ سے ۲۵ روپیہ رکھا گیا ہے حالانکہ آپ کا صرف ایک پارہ قادیان سے نکلا ان دنوں [illegible] ارزانی تھی پھر بھی ایک پارہ کا ہدیہ کم از کم دو روپیہ رکھا گیا [illegible] پورے قرآن شریف کا ہدیہ کم از کم ساٹھ روپیہ کیا [illegible] تجارت ہے یا تبلیغ اسلام۔ اب آپ خود اندازہ لگالیں [illegible] عرصہ میں آپ لوگوں نے کیا مفید کام کیا ہے کیا یہی کام کہ [illegible] خلافت کے قیام کے لئے ہزارہا روپیہ خرچ کیجئے [illegible] سمجھے یا کچھ اور بھی۔ [illegible]

باقی رہا آپ کے مضمون کیا بہ پورٹ کا آخری فقرہ [illegible] آپ نے صرف زہر اگلا ہے ورنہ اصولاً اعتراض تو کوئی نہیں [illegible] پھر بھی امید ہے یہ چند سطور اینٹی پائزن [illegible] کا اثر آپ کے دل پر اور آپ جیسے زہر آلود دلوں پر کرکے [illegible] آپ کا یہ فرمانا کہ ہمارے مولانا صاحب نے جنکے تقویٰ [illegible] وغیرہ صفات حسنہ کے شمار کرنے میں اپنے پشتو [illegible] کئی ورق سیاہ کئے تھے اپنے اصلی اعتقادات کو دنیا کی [illegible] کے سامنے چھپانے کی کوشش کی۔ ان کا جیسا کہ آپ [illegible] میں بھی ذکر ہے اپنے ۳۰ سالہ تعلق کا ذکر کرنا خود آپ کے خیال کے [illegible] بطلان کیلئے کافی ہے۔ انھوں نے تو لفضل خدا اسوقت [illegible] پالیسی سے کام نہیں لیا جبکہ وہ بالکل اس سرحد میں تنہا تھے [illegible] ہے کہ نسل افغانی میں سے وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت [illegible] آخری دم تک ساتھ دیا اب اُنکو کیا ڈر ہے کہ تقیہ کریں جبکہ [illegible] ایک جماعت کا انکو سردار کیلئے اور وہ ہر طرح نہ صرف اپنے [illegible] نظروں میں بلکہ پشاور کی پبلک اور گورنمنٹ کی نظروں میں [illegible] ہیں اغلباً آپ کی سلطنت کا خوف ہوگا۔ خیر لمبا کیوں [illegible] آدمی تقیہ اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص گھر بیٹھا جہاں [illegible] رعب اور اسکو کوئی خطرہ نہ ہو اور وہ ہر وقت [illegible] جب ایک خود وارد ملک کی حکمرانی کو تبلیغی رسالہ خدا [illegible] کے ماتحت لکھے تو اُس میں نبی کا لفظ تک لانا حرام جانے [illegible] کے معمولی بحیال آپ کی لفظ پر اکتفا کرنے [illegible] وجہ تھی ہماری روح اُسوقت میاں صاحب میں آگئی تھی [illegible] کس امر نے اُنکو مجبور کیا کہ حضرت صاحب کی حیثیت کو کم کرکے [illegible] اگر یہ پالسی اور تقیہ نہیں تو کیا یہ پالسی اور تقیہ ہے کہ اپنے اصل [illegible] کو جن پر کوئی شروع سے کاربند چلا آرہا ہو کئی ہزار مجمع میں [illegible] آپکو یہ رنج ہوگا۔ کہ انھوں نے کیوں یہ نہیں کہا کہ مرزا صاحب [illegible] احمد ہیں اور اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق بھائی [illegible] اس لئے کہ ابھی تک ہم کو صرف نحو کے اُن کچھ قاعدہ کی جسکی [illegible] قادیان میں ہوئی ہے سمجھ نہیں آئی ہے کیونکہ اس قاعدہ [illegible] غلام احمد کی ترکیب سے حضرت مرزا صاحب کا حقیقی نام [illegible] ثابت کیا جاتا ہے اور اسی قاعدہ کی رُو سے محمود احمد کا حقیقی نام [illegible] بجائے احمد کے محمود ثابت کیا جاتا ہے تاکہ مقام محمود کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق ثابت ہو۔ یہ ظلم نہیں تو کیا ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ چہارشنبہ ۵ دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۴۳

خلافت مآب امور سیاسیہ پر
قادیان ایک سیاسی مرکز کی حیثیت میں

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں اس وفد کے ایک رکن کا حال مجملاً لکھا جا چکا ہے جو ۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو محمودیہ کمیونٹی کی طرف سے صاحب وزیر ہند کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن اس کے علاوہ ان باتوں کے سننے کے لئے بھی ہمارے ناظرین کرام مشتاق ہونگے جو اس وفد نے ایک ایڈریس کی صورت میں جو "Under the directions of His Holiness Hazrat Basheer-ud-din Mahmud Ahmad Second Successor of the Promised Messiah" (ہز ہولی نیس حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی کے زیر ہدایات) تیار ہوا تھا صاحب وزیر ہند سے کیں۔ اس امر کے متعلق کہ موجودہ مطلوبہ اصلاحات کی ہز ہولی نیس جناب بد یوپ صاحب یا بالفاظ دیگر (عزومر) خلیفۃ المسیح نے کہاں تک تائید کی۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا کہیں۔ ہندوستان میں ان اصلاحات کے لئے ایک عام بے چینی بھی ہے۔ اور لوگ موجودہ طرز حکومت سے مطمئن بھی نہیں۔ لیکن ابھی ہوم رول کو اکثر حصہ آبادی جانتا بھی نہیں۔ ہاں اصل بے چینی انگریزوں اور دیسیوں سے متفاوت سلوک کی وجہ سے واقعہ ہوئی ہے لیکن پھر بھی کوئی ایسی اصلاح نہیں ہونی چاہئے۔ کہ جس سے دیسیوں کو انگریزوں کے برابر اختیارات مل جائیں۔ اعلےٰ عہدے صرف انگریزوں ہی کے قبضہ میں رہنے چاہئیں۔ اور بس۔ اب معلوم نہیں کس بات کی جناب خلافت مآب نے تائید کی اور کس کی تردید۔ اس عقدہ کو خود خلافت مآب یا ان کے ارکان وفد ہی حل کریں تو کریں۔ ورنہ کسی صاحب عقل انسان کی سمجھ میں تو یہ آنا مشکل ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی لوٹ ہے جن بود عدہ دلایل کو سنکر جو جناب خلافت مآب کی امور سیاسیہ میں پوری اہلیت کے بارہ میں دیئے گئے ہیں۔ اسپر ایمان بالغیب نہ لے آئے۔ کہ واقعی جو کچھ کہا گیا ہے وہی حق ہے۔ جن کی موجودگی میں کانگریس اور مسلم لیگ کو تو ان امور سے مس تک نہیں اور ہو کیسے سکتی ہے۔ جبکہ ان کے ہاں وہ سیاسی نظام ہی موجود نہیں۔ جو جناب خلافت مآب نے دین کی آڑ میں قادیان کے اندر قایم کر رکھا ہے۔ سنئے خود فرماتے ہیں۔ کہ

> "ہم پورے یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان (ملکی) معاملات میں ہمارے خیالات دوسری تمام جماعتوں کے خیالات سے بہت زیادہ غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ اور ان سے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ احمدیہ جماعت کے لوگ ہندوستان کے تمام حصص میں موجود ہیں۔ نہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی وہ پائے جاتے ہیں۔ اور ہماری زندگی کے تمام معاملات اور اب امام کے جو ہمارا معلم ہی نہیں۔ بلکہ تمام قوم کی اخلاقی۔ تمدنی۔ سیاسی اور روحانی بہبودی اور رہنمائی کا ذمہ وار بھی ہے۔ زیر ہدایت سر انجام پاتے ہیں جماعت کا سر ایک فرد اس قدر مضبوطی سے اس کے ساتھ گانٹھا گیا ہے کہ عامہ ضروریات کے تمام معاملات کی متواتر رپورٹیں اس کی ہدایت اور اس سے مشورہ لینے کے لئے اس تک پہنچتی رہتی ہیں۔ ہندوستان کے تمام حصص اور بہت سے دوسرے ممالک سے بھی لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں تاکہ ذاتی طور پر لوگ سوسائٹی کے ہر ایک طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہماری جماعت کے مرکزی مقام میں ان واقعات سے جو ہمارے ہموطنوں کے تمام مختلف طبقات کی زندگیوں سے متعلق ہیں ہمیشہ براہ راست خبریں بہم پہنچتی رہتی ہیں۔"

یہ ہیں وہ دلایل جو جناب خلافت مآب کے زیر ہدایت محمودی وفد کے ارکان نے حضور صاحب وزیر ہند کی خدمت میں اپنی تجاویز اور مشوروں کی اہمیت اور سب سے بڑھی ہوئی واقفیت کے ثبوت میں پیش کیں۔ جن کو پڑھ اور سن کر کون ہے جو میاں صاحب اور ان کے وزراء کی جرأت و جسارت پر انگشت بدنداں نہ ہو جائے۔ آجتک تو یہ کہا جاتا تھا۔ کہ میاں صاحب سے الگ ہونے والے لوگ دنیا کے خیرخواہ ہیں۔ گورنمنٹ کے باغی ہیں قرار دیا جاتا تھا۔ اور اسپر سو الزام ٹھہرایا جاتا تھا کہ خواجہ صاحب کا مسلم لیگ کے ممبر ہی نہیں بلکہ صاف طور پر کچھ جرم کر رہے ہیں الگ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس وقت کو یاد کرو جب خواجہ صاحب نے مسلم انڈیا میں پولیٹیکل معاملات پر بھی بحث کرنیکا اعلان کیا تو قادیان کے محمودی حلقوں سے اخبار الحکم کے ذریعہ کس قدر شور و غوغا برپا ہوا کہ خواجہ صاحب کا رسالہ کوئی مت خریدے یہ باغی لوگوں کا رسالہ ہے۔ سلسلہ احمدیہ کو پولیٹیکل امور سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور یہ پولیٹیکل مباحث میں بھی حصہ لیتا ہے۔ ایک طرف ان تمام خیالات کو رکھو اور دوسری طرف مندرجہ بالا بیانات کو بھی جو جناب خلافت مآب کی ہدایات کا نتیجہ ہیں دیکھو کہ

پھنسا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب تو قادیان ہاں وہ قادیان جہاں سے کبھی علوم دینیہ کے چشمے پھوٹتے تھے۔ ایک اچھا خاصہ پولیٹیکل مرکز بن چکا ہے۔ ہندوستان کے ہر حصہ کے لوگوں سے وہاں پولیٹیکل امور کے متعلق خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ لوگ وہاں آتے ہیں۔ تو کوئی دین سیکھنے کے لئے نہیں۔ بلکہ محض سیاسی امور کے متعلق جناب خلافت مآب سے مشورہ لینے اور ان سے گفتگو کرنے کے لئے۔ صرف ہندوستان کے لوگ ہی نہیں۔ بلکہ بہت سے دیگر ممالک (افغانستان وغیرہ) سے بھی لوگ اسی ایک غرض کو لیکر آتے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان کے پولیٹیکل معاملات ان سے بالکل علیحدہ ہیں۔ لیکن میاں صاحب ہیں کہ برطانوی حکومت کے مفاد کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے ان لوگوں سے ان باہر کے آئے ہوئے لوگوں کے ساتھ ان پولیٹیکل معاملات پر گفتگوئیں کرتے ہیں۔ ان سے خط و کتابت جاری رکھتے ہیں۔ اور لوگ چل کر ان سے ملنے آتے ہیں۔ تاکہ قادیان کے اندر بیٹھ کر ان سے ان معاملات پر بات چیت کریں۔ کیا ان حالات ان خود زسودہ واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا بعید از انصاف ہوگا۔ کہ دین کی آڑ میں میاں صاحب وہ کچھ کرتے ہیں۔ جو بڑے بڑے پولیٹیکل سازشیوں سے بھی ناممکن ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس

خلاف بیانی

کو تو دیکھو۔ جو اپنے اس ایڈریس کے اندر ارکان وفد محمودیہ نے کی ہے اور خود ہز ہولی نیس جناب خلافت مآب کے زیر ہدایت اس صریح جھوٹ سے کام لیا ہے۔ کہ

> "بہت سی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کہ جن میں خود ہماری جماعت سے بہت لوگوں نے محض اس ایک وجہ پر اپنے تعلقات کو منقطع کر لیا ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کے خلاف ایجیٹیشن کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ جنہوں نے ان سے ایسی نفرت کا برتاؤ کیا۔"

یعنے میاں صاحب سے جو لوگ الگ ہوئے ہیں۔ ان کی علیحدگی کی وجوہات کوئی مذہبی اور دینی وجوہات نہیں۔ اور کوئی عقاید کا اختلاف ایسا نہیں۔ جو ان کی سلسلہ عالیہ سے علیحدگی کا موجب ہوا ہو سوائے اس ایک وجہ کے کہ بعض برطانوی افسروں نے جو نفرت کا برتاؤ ہندوستانیوں کے ساتھ روا رکھا ہے (کیونکہ سیاق و سباق عبارت میں اسی کا ذکر ہے) وہ اس کے خلاف ایجیٹیشن کئے بغیر رہ سکتے ہی نہیں تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میاں صاحب مہربانی کر کے قسم کھا کر بتائیں۔ کہ یہ جن لوگوں کے علیحدہ ہونے کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ یہ کن لوگوں کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے۔ آیا وہی نہیں۔ جن سے ہر روز مسئلہ نبوت۔ مسئلہ کفر و اسلام اور اسمہ احمد وغیرہ بحثیں ہوتی رہتی ہیں۔ جن بحثوں پر بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں سے [illegible] القول الفصل وغیرہ کی تصنیف خود میاں صاحب کی شب و یک روزہ محنت کا نتیجہ ہے۔ پھر کون نے پولیٹیکل امور پر اس میں بحث کی گئی ہے کہ برطانوی افسروں کے ہمارے ساتھ نفرت آمیز سلوک پر ایجیٹیشن [illegible] سے باز رہنے کی شکایت کی۔ اور ان کے خلاف علم بغاوت اٹھائے بغیر رہ نہ سکے۔

میاں صاحب اگر دیانتداری اور ایمان کوئی چیز ہے۔ تو یا تو اس افترا کو واقعات سے ثابت کیجئے۔ ورنہ اس بہتان پر سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر میاں صاحب کے ان الفاظ میں جماعت احمدیہ کے وہ لوگ مراد نہیں۔ جو عقاید کے اختلاف کی بنا پر ان سے علیحدہ ہوئے ہیں تو وہ ان لوگوں کے نام لیں جنکی طرف انہوں نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔ اور بتائیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جنہوں نے حکام کی نفرت آمیز برتاؤ کے خلاف ایجیٹیشن کئے بغیر رہ نہ سکنے کی وجہ سے سلسلہ احمدیہ سے اپنے تعلقات کو منقطع کر لیا۔ اور کب۔ کیا وہ اس کا جواب دے سکیں گے۔

تعجب ہے کہ خود خلافت مآب پولیٹیکل امور میں اس قدر سرگرم ہیں کہ ہر وقت ہر چہار حصص ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک افغانستان وغیرہ سے بھی ملکی امور کی خط و کتابت ہوتی رہتی ہو لوگ ان کے پاس ملکی مشورہ کرنے کے لئے آئیں۔ اور قادیان کو (دین سے تو اب خیر چنداں واسطہ نہیں) ایک اچھا خاصہ پولیٹیکل مرکز بنا لیا جائے۔ لیکن پھر بھی میاں صاحب بیچارے گورنمنٹ کے وفادار کے وفادار اور وہ لوگ جو ان سے الگ ہوئے اور ان کے اعتقادات اور رویہ کے سخت مخالف ہی نہیں بلکہ علانیہ اس کی تردید بھی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ایجیٹیشن پھیلانے والے بن گئے ان خیالات کے ہوتے ہوئے جو میاں صاحب۔ نے اپنے پاس سے بنا کر محض ہمیں بدنام کرنے کے لئے صاحب وزیر ہند کے سامنے بیان کر دیئے۔ ان کی دیانتداری اور حق پوشی کا اندازہ لگانا محال ہے۔ کاش ان کے مرید اسپر غور کریں اور صداقت کی طرف آئیں۔

آریہ سماج انارکلی کے سالانہ جلسہ پر چندہ

قبل ازیں ہم لکھ چکے ہیں کہ امسال لاہور میں آریہ سماج کے تین فریقوں کے جلسے ایک ہی تاریخوں میں منعقد ہوئے لیکن تاہم جس جلسہ میں جاؤ۔ پنڈال بھرا ہوا ہوتا تھا اور کہیں کھڑے ہونے کو بھی جگہ نہیں ملتی تھی۔ یہ ہے تو اس جوش کا حال ہے جو اپنے مذہبی کاموں میں ہندو قوم بالخصوص آریہ سماج اندر پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی عملاً بھی جو ایثار کا مادہ ہر سال ان جلسوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ بہت ہی کم کہیں دکھائی دیگا۔ تفصیلات ہر سال کو چھوڑ کر بھی امسال جبکہ سماج دو کی بجائے تین حصوں میں تقسیم تھی صرف

۳۵۳۸۲ روپے ۱۵ آنے - ۶ پائی

پینتیس ہزار تین سو بیاسی روپے پانچ آنے چھ پائی

چندہ صرف آریہ سماج انارکلی المعروف بہ کالج پارٹی کے جلسہ پر ہوا۔ دوسری پارٹیوں کے چندہ کا ابھی تک اعلان نہیں ہوا لیکن ان کے چندہ ہوئی کی رقم بھی اگر اس کے برابر نہیں۔ تو کچھ تھوڑی ہی کم ہوگی۔ کیا ان مثالوں سے احمدی قوم کو ابھی اور تیاری کی ضرورت نہیں۔ ہمارا بھی سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے پھر کیا یہ امید کچھ بیجا ہوگی۔ کہ احمدی قوم کے افراد اس سے بڑھ کر ہمت و جوش دین کے لئے عملی طور پر دکھائیں گے۔ اس کا جواب سالانہ جلسہ کے بعد ہی دیا جا سکیگا۔

ہندو کتنے بڑھے؟

کسی گذشتہ اشاعت میں لالہ [illegible] کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے بتایا تھا۔ کہ باوجود مسلمانوں پر جبر و اکراہ سے اسلام پھیلانے کا الزام لگانے کے آخر لالہ صاحب بھی اس حقیقت نفس الامری کے اعتراف سے باز نہ رہ سکے کہ سلطنت انگلشیہ کی پر امن حکومت کے اندر بھی ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۱ء تک دس سال کے اندر کل چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ اب آریہ سماج انارکلی لاہور کے جلسہ میں بھی لالہ صاحب نے دوبارہ اس بات کا اعلان کرتے ہوئے اس تناسب تعداد کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو گذشتہ دس سال کے اندر صوبہ وار ہندو اور مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کا موجب ہوا آپ فرماتے ہیں کہ

> "مردم شماری کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے پچھلے دس سال کے عرصہ میں سارے ہندوستان میں ۵ فیصدی ترقی کی ہے۔ اور مسلمانوں نے سات فیصدی اور عیسائیوں نے ۳۴ فیصدی ترقی کی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ ہندوؤں کی بڑھتی کی حالت ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اگر ہندوؤں کا مقابلہ کریں تو دیکھیں کہ ہندوؤں کی کیا حالت ہے۔

آسام میں ہندو [illegible] فیصدی گھٹے [illegible]
مسلمان ۲۰۴۳۲ [illegible]

بنگال میں ہندو ۵۰۹ فیصدی [illegible]
مسلمان ۸۰۱۳ [illegible]
[illegible] ۱۴۳۰۱۳ [illegible]

کی صورت تمام کمالات کا باطل ماننا پڑتا ہے۔ ہاں اگر کلام الٰہی انبیاء سے مخصوص ہوتا مع نبوت کے مکالمہ مخاطبہ کا بند ہونا بھی ممکن تھا۔ علاوہ بریں اس امت کے مومنوں کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام سے دی ہے (دیکھو سورہ التحریم ۱۲)

پس اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت مریمؑ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور انکو امور غیبیہ پر اطلاع دی۔ تو ضرور ہے کہ اس امت کے برگزیدہ لوگوں سے بھی کلام کرے اور انکو امور غیبیہ پر اطلاع دے۔ ان تمام باتوں پر حدیث سے بین ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ پہلی امتوں میں غیر انبیاء سے کلام کیا کرتا تھا۔ اور ان کو امور غیبیہ پر اطلاع دیتا تھا۔ اسی طرح اس امت میں بھی اسکی یہ سنت جاری رہیگی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ قال النبیّ صلیّ اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم نی امتی احد منہم فعمر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن لوگوں میں جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں سے تھے ایسے لوگ تھے کہ اُن سے کلام کی جاتی تھی۔ حالانکہ وہ نبی نہ ہوتے تھے ایسے لوگوں میں سے ایک عظیم الشان انسان اگر میری امت میں ہے تو عمرؓ ہے۔ اس حدیث پر مفصل بحث آگے چلکر ہوگی۔ یہاں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ جس طرح پہلی قوموں میں غیر انبیاء سے مکالمہ ہوتا تھا۔ اور اُن کو امور غیبیہ سے اطلاع دیجاتی تھی۔ اسی طرح اس امت میں بھی ہوگا۔ حضرت عمرؓ کا ذکر یہاں صرف اظہار عظمت کے لئے یا اُن کے اولین میں سے ہونے کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ تمام شارحین حدیث کا اس پر اتفاق ہے۔ علاوہ اس کے قرآن کریم نے بالتصریح بھی امت کے مومنین کو اطلاع علے الغیب دیئے جانے کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے الا انّ اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ... لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدّنیا وفی الاخرۃ (یونس ۱۳۔ ۷۰) دیکھو اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے ان کیلئے اس دنیا کی زندگی میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی یہاں البشریٰ کے معنے احادیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رؤیائے صالحہ مروی ہیں اور رؤیائے صالحہ وہی ہے جس میں کوئی آئندہ کی صحیح خبر ظاہر کی جائے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے۔ عن النبی صلعم انّہٗ قال البشریٰ ھی الرؤیا الصالحۃ یراھا المومن او تریٰ لہٗ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات آخری الفاظ میں امام رازی نے آیت کے معنے پر ایک دوسری حدیث کی شہادت پیش کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نبوت ختم ہوگئی اور مبشرات باقی رہ گئے

چنانچہ جو کچھ اس آیت قرآنی کا منشاء ہے اس کی تفسیر اس حدیث سے ہوتی ہے جو بخاری میں ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ۔ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات لوگوں نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا۔ رؤیاء صالحہ۔ اور اس رؤیاء صالحہ کے متعلق دوسری جگہ فرمایا عن النبی صلعم قال الرؤیاء المومن جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ مومن کی رؤیا نبوت کی چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہے اور اس سے مراد صرف خواب نہیں۔ اور حدیث رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء سے جو اوپر نقل ہو چکی مکالمہ کا باقی رہنا ظاہر ہے۔ پس مبشرات میں مکالمہ مخاطبہ جو اللہ تعالیٰ کا اولیاء سے ہوتا ہے شامل ہے چنانچہ فتح الباری میں ان الفاظ کی تشریح میں لکھا ہے قال ابن تین معنی الحدیث ان الوحی ینقطع بموتی ومایبقی مایعلم منہ ما سیکون الرؤیاء ویرد علیہ الالہام فان فیہ اخبار بما سیکون وھو الانبیاء بالنسبۃ الوحی کالرؤیاء ویقع لغیر الانبیاء کما فی حدیث الماضی فی مناقب عمرؓ قد کان فیمن مضی من الامم محدثون وفسر المحدث بفتح الدال بالملھم بالفتح ایضاً وقد اخبر کثیر من الاولیاء عن امور مغیبۃ فکانت کما اخبروا۔ یعنی ابن تین کہتے ہیں کہ حدیث کے معنے یہ ہیں کہ وحی (وحی نبوۃ) میری موت سے منقطع ہو جائیگی اور رؤیا باقی رہ جائیگی۔ اور اس میں الہام بھی شامل ہے کیونکہ اس میں اس چیز کی خبر ہوتی ہے جو ہونے والی ہو۔ اور وہ یعنی الہام انبیاء کے لئے وحی کی نسبت سے رؤیا کی طرح ہے اور وہ غیر انبیاء کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ پچھلی حدیث سے ظاہر ہے جو حضرت عمرؓ کے مناقب میں ہے کہ گذری ہوئی امتوں میں محدث تھے اور محدث کی تفسیر ملہم سے کی ہے اور بہت سے اولیا غیب کی خبریں دیتے رہے ہیں اور جس طرح انہوں نے خبریں دیں اسی طرح وقوع میں آیا یہاں صاف طور پر الہام یعنی اولیاء اللہ کی وحی کو رؤیائے صالحہ میں شامل کیا ہے اس لئے کہ انبیاء کی وحی جو حضرت جبرئیل لاتے ہیں اور جو صفائی کے لحاظ سے کمال رکھتی ہے اور جو

بیشک رؤیا اور الہام دونوں کا ذکر کرتے ہیں ایک یہ وجہ بھی اختیار کیگئی ہے کہ خواب عام ہے۔ اور کثرت سے دیکھا جاتا ہے اور عام مومنین بھی اس سے حصہ پاتے ہیں اور الہام خواص سے جیسے محدثین سے مخصوص ہے اس لئے اس لفظ کو اختیار فرمایا جس میں عمومیت زیادہ ہے کیونکہ خاص کلام اس کے اندر شامل ہو جاتا ہے اور خود اولیا کی وحی میں بھی زیادہ حصہ خوابوں کا ہوتا ہے اور امام راغب لفظ وحی کے معنے میں لکھتے ہیں۔ ویقال المکلمۃ الالٰھیۃ التی تلقیٰ الی انبیاءہ و اولیائہ وحی یعنی مکالمہ الٰہیہ جو انبیاء اور اولیاء سے ہوتا ہے اُسکو وحی کہا جاتا ہے۔ یعنی لفظ وحی کا اولیاء کے الہام پر بولنا بھی جائز ہے اور اس پر قرآن کریم کی شہادت اوپر نقل کی جا چکی ہے کہ حضرت موسیٰ کی والدہ کے لئے لفظ وحی ہی استعمال کیا۔ حالانکہ وہ نبی نہ تھیں۔ اس کی مزید تائید امام قرطبی کے اس قول سے ہوتی ہے جو باب رؤیا الصالحین کے ماتحت فتح الباری میں نقل کیا گیا ہے۔ المسلم الصادق الصالح ھو الذی یناسب حالہ حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم بہ الانبیاء وھو الاطلاع علی الغیب مسلم صادق صالح وہ ہے جس کا حال انبیاء سے مشابہ ہو۔ پس اس کو وہ چیز عطا کی جاتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کیجاتی ہے یعنی اطلاع علی الغیب

اب ہم اس سوال کے دوسرے پہلو پر غور کرتے ہیں اور وہ ہے اس امت میں محدثین کا وجود۔ محدث کے وجود پر امت کا اجماع ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت میں وما ارسلنا من قبلک من رسول و لا نبی الا اذا تمنی (الحج ۵۲) حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت ولا نبی ولا محدث مروی ہے (دیکھو فتح البیان) اور بخاری میں یہی روایت ابن عباس کی مروی ہے اس سے کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ محدث کا وجود ایک مسلم امر ہے اور دوسرے یہ کہ اسکو انبیاء و رسل سے اشد مشابہت ہے کیونکہ اس کا ذکر رسول اور نبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور جب ہم حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ذیل کی متفق علیہ حدیث فیصلکن ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمرؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تم سے پہلے امتیں گذری ہیں اُن میں محدث ہوا کرتے تھے میری امت میں اگر کوئی ایک ہے تو عمرؓ ہے یعنی حضرت عمرؓ ان میں ایک عظیم الشان محدث ہے حضرت عمرؓ کا نام بالخصوص اس لئے بھی لیا کہ دوسری حدیث میں آتا ہے۔ لوکان بعدی نبیّا لکان عمرؓ میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا۔ تو عمرؓ ہوتا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محدث کے مقام کو نبی کے ساتھ بہت تشبیہ ہے۔ ان یک فی امتی سے مراد یہ نہیں۔ کہ میری امت میں کوئی نہیں نہ ہی یہ مراد ہے کہ حضرت عمرؓ ہی ایک محدث ہیں فتح الباری میں اسکی شرح یوں کی ہے۔ لم یورد ھذا القول مورد التردید فان امتہ افضل الامم واذا ثبت ان ذالک وجد فی غیرھم فامکان وجودہ فیھم اولی وانما اوردہ مورد التاکید یعنی اس قول سے مراد محدثوں کے ہونے کی تردید کرنا نہیں۔ کیونکہ آپ کی امت تو سب امتوں سے افضل ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ دوسری امتوں میں محدث پائے گئے ہیں تو اس امت میں اُن کا پایا جانا بدرجہ اولیٰ ثابت ہے اور ان الفاظ میں درحقیقت تاکید کرنا مقصود ہے۔ اس کی مثال یوں دی ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ان یکن لی صدیق فانہ فلان یعنی اگر کوئی میرا دوست ہوسکتا ہے تو وہ فلاں ہے اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ میرا کوئی دوست نہیں۔ یا اس خاص شخص کے سوائے کوئی دوست نہیں بلکہ اسکی خصوصیت ظاہر کرنا اصل مقصود ہوتا ہے اور آگے صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ اس امت میں محدث بہت کثرت سے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ یوں بیان کی ہے۔ وقد تکون الحکمۃ فی تکثیرھم مضاھاۃ بنی اسرائیل فی کثرۃ الانبیاء فیھم فلما فات ھذہ الامۃ کثرۃ الانبیاء فیھا لکون نبیھا خاتم الانبیاء عوضوا بکثرۃ الملھمین یعنی اس امت میں محدثین کی کثرت میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل میں انبیاء کی کثرت سے مشابہت ہو۔ پس جب اس امت میں نبی تو کثرت سے ہو نہیں سکتے کیونکہ اس کا نبی خاتم الانبیاء ہے تو اسکے عوض ان میں ملہم کثرت سے پیدا کئے گئے۔

محدث سے کیا مراد ہے؟ کسی نے اسکے معنے ملہم کئے ہیں کسی نے یہ کئے ہیں کہ وہ مرد صادق الظن ہے جسکے دل میں ملاء اعلیٰ بعض باتیں ڈال دیتے ہیں یعنی القاء کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ شخص جس کی زبان پر بلا ارادہ صحیح بات جاری ہو۔ اور بعض نے کہا وہ جو نبی نہ ہو مگر مکلم ہو اور یہ آخری معنی حدیث مرفوع میں کئے جاتے ہیں جو ابوسعید سے مروی ہے درحقیقت بخاری کی یہی دوسری حدیث

دوسرے طریق سے بخاری میں ہی یوں مروی ہے عن ابی ھریرۃ قال قال النبیّ صلعم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی منھم احد فعمر یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لوگوں میں سے جو بنی اسرائیل میں سے تم سے پہلے تھے ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جن سے کلام ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس میری امت میں اگر کوئی اُن میں سے ہے تو وہ عمرؓ ہے اس حدیث کے الفاظ میں اور پہلی حدیث کے الفاظ میں صرف ایک ہی فرق ہے۔ کہ وہاں لفظ محدث رکھا ہے اور یہاں رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ محدث کے معنے ہی یہ ہیں کہ ایک شخص نبی نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو پس محدث کے معنے بروئے حدیث یہ ہوئے کہ ایسا شخص جو نبی تو نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اُس سے ہم کلام ہو۔

محدث کی حیثیت کیا ہے؟ اس پر بھی فتح الباری کا قول ہی نقل کردینا کافی ہے۔ وہ نبی کی طرح خود مطاع نہیں ہوتا بلکہ اپنے نبی کا مطیع ہوتا ہے اور اس کی گردن اپنے نبی متبوع کے جوئے کے نیچے ہوتی ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے المحدث منھم اذا تحقق وجود لا یحکم بما وقع لہ بل لا بد لہ من عرضہ علی القرآن فان وافقہ او وافق السنۃ عمل بہ والا ترکہ وھذا وان جاز ان یقع لکنہ نادر ممّا یکون امرہ منھم مبنیا علیٰ اتباع الکتاب والسنۃ یعنی محدث کا وجود جب متحقق ہو جائے تو وہ اسکے مطابق حکم نہیں دیتا جو اس پر واقع ہوتا ہے (یعنی الہام اسکو ملتا ہے۔ بلکہ اسکے لئے ضروری ہے کہ اسکو قرآن پر پیش کرے پس اگر قرآن سے موافقت رکھتا ہو یا سنت سے موافقت رکھتا ہو تو اس پر عمل کر لیتا ہے ورنہ اُسے ترک کر دیتا ہے اور گو ایسا ہونا جائز ہے لیکن ان لوگوں سے جن کا سارا دارومدار ہی اتباع کتاب وسنت پر ہو ایسا نادر ہی وقوع میں آسکتا ہے۔

متاخرین نے جو کچھ محدث کے متعلق لکھا ہے اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب پنجاہ و یکم میں لکھتے ہیں۔ اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا وذالک الافراد من الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیھم بالتبعیۃ والوراثۃ ایضاً واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا کما کان امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی اے صدیق جان کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام کبھی انسان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ جیسا ان کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے۔ اور کبھی ان کے پیروؤں میں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بسبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے۔ اور جب یہ قسم کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسے امیر المومنین حضرت عمرؓ کا رکھا گیا

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں یہاں صرف اردو ترجمہ دیا جاتا ہے " اور انہا محدثیت ومجددیت ہے۔ اور ان کی حقیقت یوں ہے۔ کہ امت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں۔

" اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقامات اور ہیں یہ مقام ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں۔ ان مقامات کا عکس ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جیسا کہ سورج کی روشنی کا اس آئینہ پر عکس پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل رکھا ہوا ہے۔ پھر اس آئینہ کی روشنی کا عکس دیوار پر اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام مجددیت اور محدثیت کے ہیں"

حضرت مجدد الف ثانی نے تحریر فرمایا ہے کہ محدث کے ساتھ اللہ تعالے کا مکالمہ کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ نے محدث کو مثیل انبیاء قرار دیا ہے وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور پھر اس میں بطور عکس یا ظلی طور پر نبوت کا ہونا مانا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کے مقام کا عکس اُن پر ایسا پڑتا ہے جیسے چاند کی روشنی کا عکس آئینہ پر۔ ان احادیث سے جو اوپر نقل ہوئیں۔ اور شارحین کے اقوال سے اور ایسا ہی جو کچھ مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابوں

ہوتے ہیں۔

(۱) اس امت میں نبی کوئی نہیں ہوگا۔ محدث ہوں گے۔

(۲) محدث حقیقی طور پر نبی نہیں۔ بلکہ امتی ہوتا ہے۔

(۳) محدثیت امتی کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام ہے۔

(۴) محدث کو کمالات نبوت حاصل ہوتے ہیں۔

(۵) محدث نبی سے بطور عکس کے روشنی لیتا ہے یعنی ظلی رنگ میں نہ اصلی رنگ میں نبوت پاتا ہے۔

(۶) اس امت میں محدث پہلی امتوں کے بالخصوص بنی اسرائیل کے انبیاء سے قائم مقام ہیں۔

(۷) محدث نبی سے اشد مشابہت رکھتا ہے اس کا وارث ہوتا ہے۔ مگر رسول نہیں ہوتا۔

(۸) محدث کے ساتھ کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے۔

(۹) محدث کی وحی دخل شیطانی سے منزہ ہوتی ہے،

(۱۰) بااینہمہ محدث اپنی وحی کی پیروی نہیں کرتا۔ جبتک کہ اُسے قرآن شریف پر اور سنت نبوی پر عرض نہ کرے۔ اور اگر وہ خلاف کتاب وسنت ہو۔ تو وہ اُسے ترک کرتا ہے۔

ان تمام دلائل سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ قرآن کریم وحدیث دونوں کے رُو سے اس امت کے اندر ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ٹھہرتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں۔ اور اُن پر امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے ہیں اب ظاہر ہے کہ امور غیبیہ کا ظاہر کرنا کوئی کھیل کے طور پر نہیں۔ بلکہ یہ اظہار غیب محض تائید دین کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے خود انبیاء علیہم السلام کو جو معجزات دیئے جاتے ہیں۔ یا پیشگوئیاں اُنکے ذریعے سے ظاہر کیجاتی ہیں۔ اُن کی غرض محض تائید دین ہوتی ہے اصل کام انبیاء علیہم السلام کا معجزات دکھانا یا پیشگوئیاں کرنا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی رضا کی راہیں بتانا ہے معجزات اور پیشگوئیاں محض اتمام حجت کے لئے ہوتی ہیں۔ کہ تا مخالفین پر اتمام حجت ہو۔ اور پیروؤں کا ایمان بڑھے یعنی اصل غرض ہدایت کا پہنچانا ہے۔ اور اسکے پہنچانے میں پیش گوئی یا معجزہ معاون ہوتا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے۔ کہ ہدایت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنی ہدایت کی تمام راہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا پر ظاہر ہو چکیں۔ مگر تائیدات دین کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اس لئے لهم البشریٰ کا وعدہ فرمایا۔ نبوت کے ایک حصہ مبشرات کو باقی رکھنے کی بھی تصریح فرمادی۔ اس امت میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور اطلاع علے الغیب کے جاری رہنے کی خوش خبری بھی سنادی۔ وہ لوگ جنکو اللہ تعالےٰ اپنی کلام سے سرفراز فرماکر تائید دین کے لئے مامور کرتا ہے۔ اور تائید کے سامان ان کو اطلاع علے الغیب کے رنگ میں عطا فرماتا ہے۔ مجدد کہلاتے ہیں۔ اور مجددین کا انکار کرنا یہ معنے رکھتا ہے کہ گویا اللہ تعالےٰ نے تائید دین کا سلسلہ بھی ختم کردیا۔ اور جس رنگ میں وہ نبیوں کے ذریعہ سے تائید دین کیا کرتا تھا۔ اب اسلام میں یہ دروازہ کھلا نہیں۔ اور یہ بات نہ صرف اصولاً قرآن کریم اور حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر دکھایا جاچکا۔ بلکہ ایک طرف خدا تعالیٰ کی صفت کلام کا تعطل لازم آتا ہے اور دوسری طرف اسکو ماننا کر اسلام کی زندگی ہی کچھ باقی نہیں رہتی۔ اور اس چیز کو بند کرنا جس کی ضرورت ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اسلام کو ہے۔ گویا یہ معنے رکھتا ہے کہ خدا کا یہ منشاء ہی نہیں ہے کہ دین اسلام دنیا میں پھیلے۔ ورنہ وہ اپنی اس قدیم سنت کو جو تائید دین کے لئے رہی ہے۔ کیوں ترک کردیتا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دین کو اس قدر کمال تک پہنچا کر اب اسکی تائید کا سامان ہی باقی نہ رکھا جائے۔ بلکہ اس میں تو تائیدات کا غیبی سامان پہلے ادیان سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیئے۔ اور حق یہی ہے کہ فی الواقع ایسا سامان بہت بڑھکر ہے یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی جو کثرت اس امت میں پائی جاتی ہے اس کے مقابلہ پر سابقہ امتوں میں اولیاء اللہ کا وجود النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ اور درحقیقت اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں۔ یعنی وہ کام جو انبیائے بنی اسرائیل کرتے تھے۔ اس امت میں وہ کام اللہ تعالیٰ غیر نبیوں سے لیگا۔ کیونکہ مشابہت بغیر اسکے قائم نہیں ہوسکتی۔ کہ جو کمال انبیاء میں پایا جاتا تھا وہ کسی رنگ میں اس امت میں پایا جائے۔ پس درحقیقت اس حدیث میں مراد وہی علماء ہیں۔ جنکو انبیاء کی طرح تائید اور تجدید دین کے لئے مامور کیا جاتا ہے۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے۔ یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق۔ یعنی اللہ تعالیٰ روح یعنی کلام کو اپنے امر سے یا اپنے امر کو پہنچانے کے لئے نازل فرماتا ہے [illegible]

سے ڈرائے۔ جو ملاقات کے دن پیش آنیوالی ہیں۔ اس آیت میں روح کے معنے کلام یا وحی حضرت قتادہ سے مروی ہیں اور من یشاء من عبادہ میں مجددین بھی داخل ہیں۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر میں مندرج ہے۔ اور یہ تفسیر اہل سنت والجماعت کے مذہب پر لکھی گئی ہے۔ والاسفرار التجددی المفہوم من یلقی ظاہر فان الالقاء لم ینزل من لدن آدم علیہ السلام الی انتہاء زمان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی حکم المتصل الی قیام الساعۃ باقامۃ من یقوم بالدعوۃ علی ماروی ابوداؤد عن ابی ھریرۃ عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ قال ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اور استمرار تجدد (یعنی ایک بات کا ہمیشہ نئے رنگ میں ہوتے چلے جانا اور اس کا کبھی بند نہ ہونا جو یلقی کے لفظ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کیونکہ القائے وحی آدم علیہ السلام سے شروع کرکے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آخر تک جو قیامت سے جا ملتا ہے ہمیشہ رہا ہے اور رہیگا۔ بذریعہ ان لوگوں کو کھڑا کرنے کے جو صرف دعوت کے لئے کھڑے ہوں۔ جیسا کہ ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہیگا۔ جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کرتا ہے پس حدیث مجدد درحقیقت قرآن کریم کی اس آیت ہی کی تفسیر ہے کیونکہ آیت یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی اس سنت کو جاری رکھے۔ کہ اپنی طرف سے یا اپنے امر سے وقتاً فوقتاً کسی شخص کو کھڑا کرتا ہے جس پر اپنا کلام بھی نازل فرمائے۔ جو دعوت الی الحق کرے۔ پس یہ حدیث بوجہ قرآن کریم کے موافق ہونے اور اس آیت کریمہ کی تفسیر ہونے کے ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔

اب میں حدیث مجدد کو لیتا ہوں۔ اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے بیان کیا ہے۔ الفاظ حدیث اوپر نقل ہو چکے ہیں اور امام سیوطیؒ مرقات مسعودیہ میں کہتے ہیں اتفق الحفاظ علی صحتہ حدیث کے حافظ اس کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ چنانچہ متقدمین میں سے حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مدخل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور متاخرین میں سے ابوالفضل عراقی اور ابن حجر بھی اس کی صحت کے قائل ہیں۔ اور ہر زمانہ میں علماء اسکی صحت کے قائل چلے آئے ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے بھی اس حدیث کی صحت کو بیان کرکے لکھا ہے۔ کہ اس حدیث سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ثابت ہوتا ہے۔ قریب زمانہ میں اور ہمارے ملک میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اور اسکے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں " وخبر داد اینکہ بر سر ہر مائۃ مجدد پیدا خواہد شد وہمچناں واقع شد یعنی اس امر کی خبر دی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوا کریگا اور اسی طرح پر واقع ہوا۔ اور تفہیمات الٰہیہ میں بھی آپ فرماتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک ایسا شخص مبعوث کیا کریگا جو اس کے لئے اس کے دین کے لئے تجدید کرتا رہیگا۔ اب ایک طرف نہ صرف اس حدیث کے راویوں پر جرح نہیں بلکہ بلحاظ روایت اس کی صحت پر عظیم الشان آئمہ کی شہادت موجود ہے۔ دوسری طرف نہ صرف یہ کہ حدیث قرآن کریم کی مخالف نہیں بلکہ یہی ایک حزوہت بھی کہ اسے رد کیا جاسکتا۔ بلکہ قرآن کریم کی آیت کا صحیح منشاء وہی ہے جس کی وضاحت حدیث کرتی ہے۔ اور اس طرح پر یہ دوسری تائید اس حدیث کی ہے۔ تیسرے اصول دین کے یہ امر مخالف نہیں۔ بلکہ وہ خود اس کی صحت کے مقتضی اور مؤید ہیں پس اس قدر زبردست شہادتوں اور تائیدات کے ہوتے ہوئے اس کا انکار کرنا ایک مسلمان کے لئے شایاں نہیں۔

علاوہ ازیں اگر اس حدیث کو غلط مانا جائے تو بڑے بڑے بزرگان دین کو جنہوں نے مجددیت کے دعوے کئے یا جن کا مجدد ہونا دوسروں نے تسلیم کیا نہ صرف باطل پر بلکہ بعض حالات میں نعوذ باللہ من ذالک مفتری ماننا پڑیگا۔ مجدد کے لئے یہ تو بہرحال ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں معلوم اور مشہور ہو اور لوگ اسے [illegible]

میں ہے۔ ان ابن الاثیر والطیبی وغیرھما زعموا ان المجدد ھو الذی انقضت المائۃ وھو حی معلوم مشہور مشار الیہ یعنی ابن الاثیر والطیبی وغیرہما کہتے ہیں کہ مجدد وہ ہے جو صدی گذر جانے تو زندہ معلوم مشہور ہو اور لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں۔ یعنیٰ انہے مجدد مانتے ہوں اب جسقدر مجددین تسلیم کئے گئے ہیں۔ جن کا ذکر امام سیوطیؒ نے جوزی صدی تک کیا ہے۔ ان سب کے متعلق اور ان کے ماننے والوں کے متعلق جن میں عظیم الشان آئمہ ہیں (مثلاً امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو پہلی صدی کا اور امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے) ان سب کو ماننا پڑیگا۔ کہ ایک ایسی حدیث کی بنیاد پر جو محض جھوٹی تھی انھوں نے ایسے ایسے دعوے کئے۔ اور خود بھی باطل پر رہے۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ خود امام سیوطیؒ نویں صدی کے مجدد ہونے کے مدعی ہیں۔

پھر اسکے بعد اسی ہمارے ملک میں ایک بزرگ محض اسی نام مجدد سے مشہور رہیں یعنے دوسرے ہزار کے مجدد۔ اور انہوں نے بڑے زور سے الف ثانی کے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے چنانچہ اپنے مکتوبات میں وہ فرماتے ہیں؟ ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علے اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند وبطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم ومعارف مجدد ایں الف است ...... وبدانند کہ بر سر ہر مائۃ مجدد سے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است ومجدد الف دیگر۔ چنانچہ درمیان مائۃ والف فرق است درمجددین اینہا نیز ہم القدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں ومجدد آنست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بہ امتاں برسد بتوسط او برسد۔ اگرچہ اقطاب واوتاد آں وقت بود وبدلا ونجبا باشند۔ مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۱۳۔ مکتوب چہارم) یہ علوم نبوت کے انوار کی مشکوٰۃ سے حاصل ہوتے ہیں جو دوسرے ہزار کی تجدید کے بعد وراثت کے طور پر تازہ ہو گئے ہیں اور تروتازگی سے ظہور پایا ہے ان علوم اور معارف کا بانی مبانی اس ہزار کا مجدد ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد گذرا ہے۔ ہاں مجدد صدی کا اور ہے اور مجدد ہزار کا اور۔ جیسا کہ سو اور ہزار میں فرق ہے اسی کے مطابق صدی اور ہزار کے مجددوں میں فرق ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ اور مجدد وہ ہے کہ اس زمانہ میں جسقدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے وہ اس مجدد کے توسط سے پہنچتا ہے۔ خواہ اس زمانہ کے قطب اور اوتاد اور ابدال اور نجبا بھی موجود ہوں۔

ایسا ہی ایک بڑے مشہور بزرگ ہمارے ملک میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ آپ نے بھی مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ چنانچہ تفہیمات الٰہیہ میں آپ فرماتے ہیں۔ فہمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام ھذہ الطریقۃ واوصلنا بک ذروۃ سناماھا وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک ...... فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا۔ میرے رب جل جلالہ نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے اور اس کی اعلیٰ چوٹی تک پہنچایا ہے۔ اور ہم نے آج کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب الٰہی تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔ سوائے ایک طریقہ کے اور وہ تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری کا طریقہ ہے۔ پس اہل مغرب اور اہل مشرق سب تمہاری رعیت ہیں اور تم اُن کے بادشاہ ہو خواہ وہ تم کو جانیں یا نہ جانیں۔ پس اگر جانیں گے تو کامیاب ہو جائینگے۔ اور اگر جاہل رہیں گے تو ناکام رہیں گے۔

پھر فرماتے ہیں۔ کنت قد البسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ حین انتھت بی دورۃ الحکمۃ۔ جب میرے ساتھ حکمت کا دورہ کمال کو پہنچ چکا تو اللہ تعالےٰ نے مجھے مجددیت کا خلعت پہنایا۔

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے کہ حدیث مجدد کا انکار [illegible] کہ اس شان کے بزرگ اسی حدیث کے ماتحت کھلا کھلا دعوےٰ مجدد ہونے کا کرچکے ہیں۔ اور ایک دنیا اُن کے سامنے سر جھکا چکی ہے [illegible] سے قطعاً ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور اگر ان تمام بزرگوں کو نعوذ باللہ من ذالک مفتری قرار دیا جائے۔ اور اس کھلے کھلے دعوےٰ کی صورت میں سوائے اسکے چارہ نہیں کہ یا تو اس حدیث کو صحیح مانا جائے اور انکے دعووں کو سچا۔ اور یا نعوذ باللہ ان کو مفتری قرار دیا جائے۔ تو [illegible]

جلد ۵ | مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگز لاہور - یکشنبہ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

ایمان بالغیب کی حقیقت

جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ اور عالم مجازات اور دیگر امور مبدء اور معاد کے ماننے میں فلسفیوں کا طریقہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے بہت مختلف ہے نبیوں کے طریق کا اصل اعظم یہ ہے کہ ایمان کا ثواب تب مترتب اور بارور ہوگا کہ جب غیب کی باتوں کو غیب ہی کی صورت میں قبول کیا جائے اور ظاہری حواس کی کھلی کھلی شہادتیں یا دلایل ہندسیہ کے یقینی اور قطعی ثبوت طلب نہ کئے جائیں کیونکہ تمام وکمال مدار ثواب اور استحقاق قرب و توصل الٰہی تقوےٰ پر ہے اور تقوےٰ کی حقیقت وہی شخص اپنے اندر رکھتا ہے جو افراط آمیز تفتیشوں اور لمبے چوڑے انکاروں اور سر بسر جزئی کی موشگافی سے اپنے تئیں بچاتا ہے اور صرف دور اندیشی کے طور سے ایک راہ کی سچائی کا دوسری راہوں پر غلبہ اور رجحان دیکھ کر بحسن ظن قبول کر لیتا ہے ۔ اسی بات کا نام ایمان ہے ۔ اور اسی ایمان پر فیوض الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے اور دنیا و آخرت میں سعادتیں حاصل ہوتی ہیں جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دعا اور تضرع اور فکر اور نظر سے اپنی حالت علمی میں ترقی چاہتا ہے تو خدا تعالےٰ خود اس کا متولی ہو کر اور آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر درجہ ایمان سے درجہ عین الیقین تک اس کو پہنچا دیتا ہے مگر یہ سب کچھ بعد استقامت و مجاہدات و ریاضات و تزکیہ و تصفیہ نفس ملتا ہے پہلے نہیں ۔ اور جو شخص پہلے ہی تمام جزئیات کی بکلی صفائی کرنا چاہتا ہے ۔ اور قبل از صفائی اپنے بد عقاید اور بد اعمال کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا ۔ وہ اس ثواب اور اس راہ کے پانے سے محروم ہے ۔ کیونکہ ایمان اسی حد تک ایمان ہے جب تک وہ امور جنکو مانا گیا ہے کسی قدر پردہ غیب میں ہیں یعنی ایسی حالت پر واقعہ ہیں جو ابھی تک عقلی ثبوت نے ان پر احاطہ تام نہیں کیا ۔ اور نہ کسی کشفی شہادت سے بے پردہ نظر آئے ۔ بلکہ ان کا ثبوت غلبہ ظن تک پہنچا ہے وبس۔

یہ تو انبیاء کا سچا فلسفہ ہے جس پر قدم مارنے سے کروڑہا بندگان خدا آسمانی برکتیں پا چکے ہیں ۔ اور جس پر ٹھیک ٹھیک چلنے سے بیشمار خلق اللہ معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ چکی ہے اور ہمیشہ پہنچتی ہے ۔ اور جن اعلےٰ درجہ کی افیوں کو شوخی اور جلدی سے فلسفی لوگوں نے ڈھونڈا اور نہ پایا وہ سب مراتب ان ایماندار بندوں کو بڑی آسانی سے مل گئے اور اس سے بھی بڑھ کر اس عین معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ گئے جو کسی فلسفی کے کانوں نے اسکو نہیں سنا ۔ اور نہ اس کی آنکھوں نے دیکھا اور نہ کبھی اس کے دل میں گذرا ۔ لیکن اس کے مقابلہ پر خشک فلاسفروں کا جھوٹا اور مغشوش فلسفہ جس پر آج کل کے نو تعلیم یافتہ لوگ فریفتہ ہو رہے ہیں ۔ اور جس کے بد نتائج کی بیخبری نے بہت سے سادہ لوحوں کو برباد کر دیا ہے ۔ بات یہ ہے کہ جب تک کسی اصل یا فروع کا قطعی طور پر فیصلہ نہ ہو جائے اور بکلی اس کا انکشاف نہ ہو جائے تب تک اسکو

درجہ کے اور کامل فلاسفر جنہوں نے ان اصولوں کی سخت پابندی اختیار کی تھی ۔ انہوں نے اپنا نام محققین رکھا جن کا دوسرا نام دہریہ بھی ہے ۔ ان کامل فلاسفروں کا یہ پابندی اپنے اصول قدیمہ کے یہ مذہب رہا ہے ۔ کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا وجود قطعی طور پر بذریعہ عقل ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ ہم نے ان کو بچشم خود دیکھا ۔ اس لئے ایسے خدا کا ماننا ایک امر مظنون اور مشتبہ کا مان لینا ہے ۔ جو اصول متقررہ فلسفہ سے بکلی بعید ہے ۔ سو انہوں نے پہلے ہی خدا تعالےٰ کو درمیان سے اڑا دیا پھر فرشتوں کا یوں فیصلہ کیا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرح نظر نہیں آتے چلو یہ بھی درمیان سے اٹھاؤ ۔ پھر روحوں کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور یہ رائے ظاہر کی کہ ہم کوئی ثبوت قابل اطمینان اس بات پر نہیں دیکھتے کہ بعد مرنے کے روح باقی رہ جاتی ہے ۔ کوئی روح نظر آتی ہے اور نہ واپس آ کر کچھ اپنا قصہ سناتی ہے ۔ بلکہ سب روحیں مفارقت بدن کے بعد خدا اور فرشتوں کی طرح بے اثر و بے نشان ہیں سو انکا بھی وجود ماننا خلاف دلیل و برہان ہے ۔ ان سب فیصلوں کے بعد ان کی نظر عمیق نے تکالیف شرعیہ کی مشقت اور حلال و حرام کا فرق اصول فلسفہ کا سخت مخالف سمجھا ۔ اس لئے انہوں نے صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی کہ ماں اور بہن اور جورو میں فرق کرنا یا اور چیزوں میں سے بلا ثبوت ضرر طبی بعض چیزوں کو حرام سمجھ لینا یہ سب بناوٹی باتیں ہیں جن پر کوئی فلسفی دلیل قایم نہیں ہو سکتی ۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ گنہگار رہنے میں کوئی شناعت عقلی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں طبی قواعد کی رو سے فواید ہیں ۔ اور فلاسفران کے مذہب کا یہی ہے کہ وہ بجز دلایل قطعیہ عقلیہ کے کسی چیز کو نہیں مانتے اور ان کی فلاسفی نے نگاہ میں گو کیسی ہی کوئی بد عملی ہو جب تک اس میں کوئی طبی ضرر یا دنیوی بد انتظامی متصور نہ ہو تب تک اس کا ترک کرنا بیجا ہے مگر جو دوسرے درجہ کے فلاسفر ہیں انہوں نے لوگوں کے لعن طعن سے اندیشہ کر کے اپنی فلاسفری کے اصولوں کو کچھ نرم کر دیا ہے اور قوم کے خوف اور رسم جنسوں کی شرم سے خدا اور عالم جزا اور دوسری کئی باتوں کو ظنی طور پر تسلیم کر لیتے ہیں لیکن یا اعلےٰ درجہ کے فلاسفر ان کو سخت نالایق اور بد فہم اور غبی الطبع اور بزدل اور اپنی سوسائٹی کے بدنام کنندہ خیال کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے فلاسفر ہونے کا دعوےٰ کر کے پھر اصول فلاسفی پر پورا پورا نہیں چلے اس لئے اول درجہ کے فلاسفر اس بات سے عار رکھتے ہیں کہ ان ناقصوں کو فلاسفر کے باعزت لفظ سے مخاطب یا موسوم کیا جائے ۔ کیونکہ انہوں نے کچھ کچھ تو فلسفہ پر قدم مارا اور کچھ عام لوگوں کی ملامت لعنت سے ڈر کر نبیوں کی کتابوں میں کچھ جو فلسفیوں کے منشاء کے موافق قطعی اور یقینی دلایل سے ثابت نہیں ہو سکتے ٹانگ اڑا دی ۔ اس لئے یہ لوگ ان کی نظر میں حکیم ہیں حقیقی فلاسفر نہیں ہاں ممکن بلکہ قریب قیاس ہے ۔ اور امید کی جاتی ہے کہ جیسے ایک سخت جوش قطعی اور یقینی اور ثبوت عقلی غلبہ کرے گا ان کے منہ اور سو نہار لوگوں کے دلوں میں آ جائے گا ویسی ویسی وہ کسر جو باقی رہ گئی ہے ان کے خیالات سے وہ سب نکل جائیں گی اور عقاید و اعمال میں پوری پوری مطابقت اپنے بڑے بھائیوں

کرنے کے لئے ایک ہی ہو رہیں گے ۔ اور آئندہ ذریت میں فلسفہ نے ترقی کی تو وہ بجائے اس کے کہ حال کے فلسفیوں کی طرح یہ سوال کریں کہ اگر ملائک یا شیاطین کچھ چیز ہیں تو ہمیں دکھلاؤ ۔ یہ اعلےٰ درجہ کے سوالات کریں گے کہ اگر خدا اور اس کی قدرتیں کچھ چیز ہیں تو ہمیں ظاہر ظاہر بلا واسطہ اسباب دکھلاؤ ۔ اور اگر روحیں بعد مفارقت بدن باقی رہ جاتی ہیں ۔ اور ان کا وجود بھی کچھ چیز ہے تو وہ بھی ہمیں دکھلاؤ غرض جیسے جیسے ان نوآموزوں کے فلسفہ میں صیقل ہوتا جائیگا ۔ اعلےٰ سے اعلےٰ ایمان کے دلوں میں پیدا ہوتے جائیں گے ۔ یہاں تک کہ اول درجہ کے [illegible]وں سے ناتہ جا ملائیں گے ۔ ابھی تو حال بھی کچا اور خیال بھی کچا ہے ۔

اخبار احمدیہ

امتحان میں کامیابی: ہمارے ناظرین کے لئے یہ خبر بہت باعث از حد موجب خوشی اور فرحت ہوگی ۔ کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حال ہی میں ڈاکٹری میں جو گریڈ کا امتحان دیا تھا اس میں آپ بفضلہ تعالےٰ کامیاب ہو گئے ہیں ۔ اور آپ کی ترقی فرسٹ گریڈ میں ہو گئی ہے ۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے ۔ اور سلسلہ کے لئے بیش از بیش موجب برکات ہو آمین ۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے دو نہایت دلچسپ مضامین بھی لکھ کر بھیجے ہیں ۔ جو اشاعتہائے آیندہ میں درج ہونگے انشاء اللہ اور بھی بہت سے .... مضامین بھیجنے کا آپ وعدہ فرما چکے ہیں

درخواست دعائے صحت: ۔ اخویم مکرم محمد زحید الحق صاحب حقی .... تھانہ بھون کا ضلع بہرائچ کی طبیعت نصیب اعدا کچھ ناساز ہے ۔ آپ احباب کرام سے دعائے صحت کے لئے ملتجی ہیں ۔ احباب انکے لئے دعا فرمائیں ۔

اعلان فسخ بیعت ۔ چک ۱۲ سے میاں کریم بخش صاحب حضرت امیر کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں

"میں کریم بخش چک ۱۲ شمالی پہلے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بیعت میں شامل تھا ۔ مگر چونکہ حضرت صاحب مذکور کا اعتقاد اب ٹھیک نہیں ہے ۔ اس لئے بیعت سے تائب ہوتا ہوں اور چونکہ آپکا اعتقاد بموجب ارشاد مسیح موعود ہے اس لئے آپکی بیعت سے مشرف ہوتا ہوں "

فہرست چندہ عید الضحیٰ وصول شدہ از جماعت احمدیہ شملہ بتوسط شیخ نصیر الحق صاحب سیکرٹری

(۱) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس عہ (۲) مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے سیڈیکل برانچ عہ (۳) شیخ عبد الحق صاحب دفتر اگزیمینر اکونٹس ملٹری ورکس عہ (۴) منشی عبد الرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ عہ (۵) شیخ نصیر الحق صاحب کلرک میڈیکل برانچ عہ (۶) منشی عبد اللطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس عہ (۷) منشی امام خان صاحب بانکوٹی بملازم سول سرجن جنرل ڈویژنل صاحب بہادر عہ (۸) بابا میر علی صاحب محکمہ جرنیل مینسٹری انڈیا ۸ (۹) شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ سنٹرل

یعنے خدا نے مجھے غیر نبی ہی قرار دیا ہے - نبی قرار نہیں دیا - اور حدیث میں نبی نام آنے کے متعلق اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں -

"اور محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا - اور پھر خاتم الخلفا کا نام باعتبار ظہور بتین صفات محمدیہ کے محمد واحمد رکھا گیا - اور بستعار طور پر رسول اور نبی کہا گیا" (حاشیہ صہ)

اور اخیر تصنیف میں بھی صاف اقرار اس امر کا کرتے ہیں -

"النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلے اللہ علیہ وسلم" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صلا)

اور لکھا ما لعنی من النبوۃ ما لعنی فی الصحف الاولیٰ - غرض حضرت صاحب سو جگہ لکھیں کہ میں نبی نہیں میں نبی نہیں مگر یہ غیر نبی کو نبی ہی لکھیں گے خواہ اس سے قرآن کی تکذیب ہی لازم آوے - سو یہ لوگ ایسا ہی کر رہے ہیں - جیسا کہ ان کیلے خطا کاروں یعنے نصاریٰ نے کیا - اور اس سے مسیح بیٹے ابن مریم کا خدا ہونا نکال لیا - اور عوام کو دھوکا دیتے پھرے - کہ یہ باتیں استعارہ اور مجاز کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت کے طور پر ہیں -

اہل حق کے نزدیک اس امر میں کہ آیا مسیح موعود نبی ہے - یا نہیں - اتمام حجت اور کامل تسلی ...... کے چار طریقے ہیں

(۱) اول نصوص صریحہ کتاب اللہ یا احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کہ جو مسیح موعود کے ٹھیک ٹھیک نبی ہونے کی بابت بیان کرتی ہوں -

(۲) دوم وہ دلایل قرآنیہ جن سے ثابت ہو کہ بعد آنحضرت کے بھی ایک نبی ہے جن سے گریز کی کوئی راہ نہیں -

(۳) وہ الہامات سماویہ جو سچے ملہموں اور صادق اولیاء اللہ کو ہوئے ہوں جن میں خاتم النبیین کے یہ معنے خدا نے ان کو بتلائے ہوں کہ ایک نبی اور بھی آپ کے بعد آنے والا ہے - تا ان معنوں پر آسمانی الہام کی گواہی کی مہر ہو -

(۴) خود حضرت مسیح موعود اور ان ابرار اور اخیار کی شہادتیں کہ انکو خدا سے الہام پاکر کسی نبی کا آنا آنحضرت کے بعد مانا ہو -

اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ چاروں طریق اتمام حجت اور کامل تسلی کے ہمارے ہاتھ میں اکٹھے ہو گئے ہیں - ہم ذیل میں ان چاروں اتمام حجت کے طریقوں کو لکھتے ہیں - اور حق کے طالبوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان مخالفوں سے پوچھیں کہ ان دلایل بینہ سے کیوں روگردانی کرتے ہیں - اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے متعلق نبی کے لفظ کی ہر جگہ تاویل کی ہے - اور اس کو مجازات کے استعارات کے رنگ میں پیش کیا ہے - کیونکہ قرآن کی یہ آیت "وخاتم النبیین" الیقین کے مرتبہ تک پہنچانے والی ہے - اور وہ بھی چاہتی ہے - کہ جو اتمام یا جو امور اس کے نقیض واقع ہوں وہ استعارات کے رنگ میں ظاہر کئے جاویں تا خدا کے کلام میں تناقض لازم نہ آوے - ورنہ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ نہ ہوتے کہ اب نبی آنے آنحضرت پر ختم ہو گئے تو کیا ضرور تھا کہ لکھا جاتا کہ خدا نے مجازی طور پر میرا نام نبی رکھا ہے نہ حقیقی طور پر - جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ غیر نبی ہوں -

اب ہم ان دلایل کو لکھتے ہیں جو متذکرہ بالا امور چارگانہ سے متعلق ہیں اور ان سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں -

(۱) حق کے طالبوں کے لئے سب سے پہلے یہ امر پیش کرنا ہوں کہ اس آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں خوب غور کریں کہ آیا اس سے صاف ثابت ہے یا نہیں کہ دروازہ نبوت بعد آنحضرت کے بکلی مسدود ہے - اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ آیت "وخاتم النبیین" نے صاف اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم اسی طرح اپنی امت کے ایمانی اور روحانی باپ ہیں جس طرح اللہ کے دوسرے رسول اپنی اپنی امت کے ایمانی اور روحانی باپ تھے لاکن کا لفظ جو عربی میں استدراک کے لئے آتا ہے اس نے ما کان محمد ابا احد من رجالکم کے آگے ولکن رسول اللہ کہکر بتلا دیا ہے کہ ہر ایک رسول اپنی امت کا روحانی اور ایمانی باپ ہوتا ہے - اور ہر ایک رسول سے دنیا میں ایمانی مومن بنا کرتے ہیں - اور ایمانی مومن بیٹے پیدا ہوا کرتے ہیں - ایسے ہی ایمانی مومن بیٹے آپ کے بھی ہیں اور ہوا کرینگے - اور آپ ان کے لئے روحانی اور ایمانی باپ ہیں - لہذا بجائے اس کے کہ کہا جاتا ولکن ابو المومنین ولکن رسول اللہ کہا گیا - اور بطور کنایہ رسول بول کر اس کے لازم معنی کی طرف اشارہ کیا گیا - پھر "خاتم النبیین" فرما کر بتلا دیا کہ آپ کا روحانی فیض کسی دوسرے رسول کے آنے سے کبھی منقطع نہیں ہوگا - کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں - آپ پر نبیوں کا آنا بند کیا گیا - یہ آیت "وخاتم النبیین" بطور پیشگوئی کے ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا - اور آپ کا فیض روحانی اپنی روحانی اولاد سے کبھی منقطع نہ ہوگا - اب اگر آنحضرت کے بعد بھی نبی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا فیض روحانی بھی منقطع ہونیوالا ہے - اور آپ کی نبوت اور رسالت بھی گذشتہ انبیا کی طرح منسوخ ہونے والی ہے - کیونکہ جب نبی آگیا تو پھر "اس امت کا ایمانی اور روحانی باپ ہوگا - نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم - رہی یہ بات کہ "خاتم" کے [illegible] کیا معنے ہیں؟ اس کا فیصلہ نہایت صفائی سے صحیح بخاری باب التفسیر میں ہو گیا ہے - کہ "خاتم" کے معنے بند کرنے اور کسی چیز کے اخیر پر ہونے کے ہیں - اور خاتم کے معنے بند کرنا اور ختم کرنا خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے جیسا کہ حدیث مثلی ومثل الانبیاء ...... و انا اللبنۃ وانا خاتم النبیین میں ختم بی البنیان وختم بی النبیون کے الفاظ کے ساتھ ان معنوں کو اور بھی واضح کیا گیا ہے - امام شارح عینی اور تمام شروح حدیث نے اس حدیث سے یہی دلیل ہے اور اس آیت کے یہی معنی کئے ہیں - کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اب ایک تسلی ڈھونڈنے والا سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید اور اس کتاب میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے صاف گواہی دی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم پر نبی آنے ختم ہو گئے ہیں اور اس شہادت میں صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی منفرد نہیں بلکہ تمام اکابر و صحابہ تمام اولیا تمام علما تمام خلفا تمام ملہمین اسی کے قایل ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں اور تمام اکابر امت کا قایل ہونا - تمام امت کا قایل ہونا ہے اس جگہ یاد رہے کہ ہمارے دعوی کی بنیاد آیت خاتم النبیین پر ہے اب دیکھو یہ بنیاد کس قدر مضبوط اور محکم ہے جس کی صحت پر قرآن مجید گواہی دے رہا ہے - حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دے رہی ہے - آئمہ اسلام گواہی دے رہے ہیں اور ان سب کے بعد عقل بھی گواہی دیتی ہے کہ بعد آنحضرت کے کوئی نبی نہیں - اور خود حضرت مسیح موعود کی تحریریں بھی گواہی

برقیات جنگ

روس

اخبار ٹائمز کو پیٹروگراڈ سے ایک تار مورخہ ۲۸ نومبر موصول ہوا ہے جس سے پایا جاتا ہے - کہ جوز السیبی اور راہ رکین اتحادی صفہ نظام میں مامور تھے - انہوں نے روس کی طرف سے عارضی طور پر جداگانہ صلح کے عمل میں لائے جانیکے خلاف اپنی آواز بلند کی تھی - اسپر ٹروٹسکی روسی وزیر صیغہ خارجہ نے اتحادی سفیروں کے نام احتجاج آمیز تحریر بھیجی جسمیں اس نے ظاہر کیا تھا کہ وہ سفراء مذکور یا اتحادیوں کے جنگی نمایندوں کی طرف سے روس کے اندرونی معاملات میں دخیل ہونے یا از سر نو خانہ جنگی کی آگ بھڑکانیکی کوشش کرنے کا روادار نہیں ہو سکتا اپنی تحریر کے خاتمہ پر اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر ایسی حرکتیں ان لوگوں کی طرف سے پھر سرزد ہوئیں تو اس سے نہایت ہی سخت پیچیدگیاں پڑ جائیں گی +

پیٹروگراڈ کے ایک لاسلکی تار سے پایا جاتا ہے کہ روس بھر کے کسانوں کے کلا کی کانگریس نے ایک رزولیوشن پاس کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ کیرنسکی کی گورنمنٹ نے جسکا ارکان طبقہ متوسط کے افراد پر مشتمل تھے تقسیم اراضی کے مسئلہ میں جو تاخیر و تعویق روا رکھی - وہ مجرمانہ تھی - اس سلسلہ میں کانگریس کی طرف سے یہ مطالبہ پیش ہوا کہ جس زمین کی کچھ بھی زراعتی قدر و قیمت ہو لیکن جسکے مالک ایسے کسان ہوں جو زمین کو مطلقاً خود ہی کاشت نہ کرتے ہوں - مویشی و مکانات وآلات زراعت سمیت فوراً مجالس تقسیم اراضی کے سپرد کر دی جائے تاکہ مجالس مذکورہ اسے بحصہ رسدی کسانوں میں بانٹ دیں +

پیٹروگراڈ سے اخبار ڈیلی کرانیکل کو حسب ذیل مضمون کا تار وصول ہوا ہے - جو روسی وکلا صلح سمجھوتے کے بارہ میں گفتگو کر رہے ہیں - ان میں سے کرنل فوجی اگر نامہ و پیام صلح کا منقطع ہو گیا تو پیام ہر منزل ہے کہ روسی فوج کا جزو غالب قابل جنگ بنایا جاسکے اس لئے کہ خواہ بولشویک (انتہا پسند) جماعت کا کچھ ہی اقتدار کیوں نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ روسی قوم من حیث المجموع صدق دل سے امن اور صلح کی خواہاں ہے -

رائٹر کا نامہ نگار متعینہ پیٹروگراڈ بیان کرتا ہے کہ ڈیوکھانن (سابق سپہ سالار) کو صدر مقام سے نکل کر نکلنے کا موقع دیا گیا تھا لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا - انتہا پسندوں کے چار نامہ بر فوجی دستے بجانب تیف روانہ کئے گئے ہیں جسمیں کے گروہ جن وزراے سابق نے اعلان بدستخط کئے تھے ان کی نسبت حکم دیا گیا تھا کہ انکو نظر بند کر دیئے جائیں - لیکن وہ فرار ہو گئے +

اطالیہ

ایک اطالوی سرکاری اعلان ناقل ہے کہ کل دشمن نے اوزیگو کے نشیب سلاسل اور قلعوں کی مزید جمعیت کے ساتھ ایشیاگو کی سطح مرتفع پر حملہ کیا - ہم نے پہلے حملہ کو پامردی و ثابت قدمی سے روکے رکھا - اور اگرچہ دشمن نے ہمارے بعض استحکامات پر قبضہ کر لیا لیکن ہماری قوت مدافعت میں اس سے کوئی ضعف نہ پیدا ہوا - دشمن نے مقام میلیٹ دوسرا حملہ کیا ہم نے میلیٹ ڈی گیلیو کی جنوبی و مشرقی ڈھلوانوں پر دشمن کے تین حملوں میں سے پہلے حملہ کو فیصلہ کن طریق پر پسپا کیا - اور ایک سو قیدی ہمارے ہاتھ آئے - دوسرا حملہ دشمن نے کوہ ٹونڈارکا رادر کوہ بادنی کا ہی کے درمیان کیا جسکا سلسلہ رات دیر تک قایم رہا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے ہماری بعض خندقوں پر قبضہ کر لیا - اور ہماری بڑی صفوں کو پیچھے ہٹنا پڑا - دریائے زلسان پر ہم نے پانچ پل تباہ کر دیئے اور دریا کے موڑ پر دشمن کو نقصان پہنچایا - موسم دشمن کا ساتھ دے رہا ہے +

اطالیہ کے فوجی صدر مقام سے رائٹر کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ زمستانی کیفیات کا فقدان دشمن کی بے حد مساعدت کر رہا ہے - اس لئے کہ دشمن نے زیادہ تر کثیر التعداد فوجوں اور زیادہ تر زبردست توپخانوں کے ساتھ حملہ پھر شروع کر دیا ہے - اس دوران میں اطالویوں نے اپنے مورچے مضبوط کر لئے ہیں - اور اطالوی افواج کی عزیمت اور جوش سے نئی کامیابی کی امید رونما ہو رہی ہے آسٹریوں اور جرمنوں کا جنگی المقصد العین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی افواج کو ایشیاگو کے سطح مرتفع اور نیز کوہ گراپا کی مغربی سمت میں وادی برنتا کی جانب والسلاگا کے قریب کسی مقام پر جمع کر دیں - اس حال سے انہیں امید پڑتی ہے کہ وہ وینشیا کے میدانوں میں مقام بدانو پہنچ جائینگے

فرانس

ایک اعلیٰ برطانی جنگی افسر نے اپنے ہفتہ وار تبصرہ جنگ میں بیان کیا ہے کہ اس میں شک کرنیکی اب کوئی وجہ نہیں کہ جرنیل لوڈنڈورف نے خود ہی تازہ ترین جوابی حملہ کی تجویز کی اور اسکا انتظام کیا اس لئے کہ مشہور ہنڈنبرگ خط مدافعت بھی جرنیل کا مجوزہ ہے جس کی نسبت اس نے کہا تھا کہ برطانی کبھی اس خط کے توڑنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ اپنی محفوظ افواج میں سے اس قدر امداد میدان جنگ میں بھیجے گا کہ انجام کار وہ فتحیاب ہو کر رہے گا - اگرچہ غنیم کو نہایت ہی شدید نقصانات اٹھانے پڑے - لیکن پھر بھی اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا کیونکہ انہوں نے اس بائڈ ہیرڈ بریج پر قبضہ کر لیا ہے جو نہر کے اوپر ہے - چونکہ ہمارے خانہ کا ایک حصہ پیچھے ہٹا تھا اس لئے اس محاذ پر سپاہ کا مہیا کرنا قدرے

مئی ۱۹۱۵ء کے بعد سے یہ پہلا موقعہ ہے کہ غنیم نے ہماری توپوں پر قبضہ کر لیا مگر ہم نے اس کی ۲۰۵ توپوں پر قبضہ کر لیا جن میں سے اس سال ۱۵۱ ہمارے قبضہ میں آئیں اگر بفرورت ہم اپنے خط مدافعت کو شمال کی طرف تھوڑا سا پیچھے ہٹانے پر مجبور بھی ہو جائیں تاہم ہنڈنبرگ خط مدافعت تمامتر ہمارے قبضہ میں ہے جو دس میل تک چلا جاتا ہے - اور ہم نے بہت سی توپوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ قیدیوں کو بھی گرفتار کیا ہے - لیکن ممکن ہے یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے ہماری پیشقدمی کو روک دیا ہے +

ہوا بازی کے متعلق سر ڈگلس ہیگ کا اعلان مظہر ہے - دو شنبہ کے روز ہوائی جہازوں نے پیدل فوج کے ساتھ ملکر مقامی لڑائیوں میں حصہ لیا کبرے کے مغرب میں شب کے وقت انہوں نے دیہات پر ۲۹۰ بم گرائے - غنیم کے دو ہوائی جہازوں کو بیکار کر دیا گیا - ہمارے دو جہاز غائب ہیں +

آبدوزی جنگ

برطانیہ - امارت بحری کا بیان ہے کہ ہفتہ زیر رپورٹ میں ۲۱۸۷ جہاز بندرگاہوں میں داخل اور ۲۳۲۱ روانہ ہوئے - سولہ سو ٹن سے اوپر کے سولہ اور اس سے کم کے ایک کا ایک جہاز غرق ہوا - آٹھ جہازوں پر دشمن کا حملہ ناکامیاب رہا - چار ماہی گیر کشتیاں بھی ڈبو دی گئیں +

اطالیہ - روما - ہفتہ مختتمہ ۲ دسمبر میں ۲۶۲ جہاز بندرگاہوں میں داخل ہوئے - اور ۳۴۸ نے لنگر اٹھایا - پندرہ سو ٹن سے زاید وزن کا ایک جہاز اور اس سے کم وزن کا ایک جہاز غرق ہوا -

فرانس - ہفتہ زیر نظر میں ۹۳۹ جہاز آئے اور ۸۱۶ گئے سولہ سو ٹن سے زاید اور اس سے کم وزن کے دو دو غرق ہوئے دو پر غنیم کا حملہ ناکام رہا

امریکا

نیویارک ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار متعینہ واشنگٹن کو معلوم ہوا ہے کہ منگل کے روز دارالعلوم کے منعقد ہونے سے پیشتر مسٹر ولسن نے کانگریس کے بعض مقتدر اراکین سے گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا کہ آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ ہونا زیادہ تر اس بنا پر قرین مصلحت سمجھا گیا ہے کہ کسی وقت بھی امریکی سپاہیوں کو اطالیہ کی امداد کے لئے روانہ کرنا ضروری ہو سکتا ہے -

واشنگٹن - کانگریس کا ایک متفقہ رزولیوشن ناوس آف ریپرزنٹیٹیوز (دارالوکلا) میں پیش کیا گیا ہے - جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت متحدہ امریکہ اور آسٹریا ہنگری کے درمیان کل دوپہر سے حالت جنگ رونما ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - چہارشنبہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۴۵

خواجہ حسن نظامی میاں صاحب اور ہم

قلمی جہاد کا اعلان

خواجہ حسن نظامی کے اس فلسفہ کی حقیقت پر ہم بخوبی روشنی ڈال چکے ہیں جس میں ۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کے ستارہ صبح کے توسط سے آپ نے حضرت مسیح موعود کی مختلف حیثیات اور دعاوی پر تبصرہ کیا تھا ہاں اس کے ایک آخری حصہ کا جواب ابھی باقی ہے جو آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ دیا جائیگا۔ ہمارے ان مضامین کے بعد خواجہ صاحب نے "نظام المشائخ" کے محرم نمبر میں اپنے اخلاق کا جو نمونہ دکھایا اور جن ناپاک الفاظ میں حضرت مسیح موعود پر دریدہ دہنی شروع کی۔ وہ اس قابل نہیں۔ کہ کوئی مہذب انسان اسے پڑھے۔ اور خواجہ صاحب کی بازاری زبان کا قائل نہ ہو۔ اس لئے اس سنجیدگی اور متانت کا جو خواجہ صاحب نے اس میں دکھائی ہے۔ نمونہ دکھائے بدوں ہم اسکی بعض باتوں کا انشاء اللہ جواب دینگے۔ ہاں خواجہ صاحب کے اس چیلنج کے متعلق جو "نظام المشائخ" کے اسی مضمون کے آخر میں انہوں نے میاں صاحب کو دیا ہے۔ اور جو پیغام صلح میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ میاں صاحب کے اصول کے مطابق تھا۔ نیز صرف میاں صاحب کی ذات سے یہ چیلنج تعلق رکھتا تھا۔ جس کا دعاوی مسیح موعود پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا جیسا کہ خود خواجہ صاحب کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے کہ

"دیکھو بہت آسان بحث ہے۔ بہت جلد ہی
ہندوستان کی ایک مصیبت ختم ہو جائیگی جو تمہارے میاں صاحب
کے وجود سے پیدا ہو گئی ہے"

اس لئے ہم نے اس کو نقل کیا۔ اور میاں صاحب کو ان کی مراد بر آنے پر مبارکباد بھی دی کہ وہ ہر روز "مباہلہ" "مباہلہ" کرتے رہتے تھے اور لوگوں کو مباہلہ کے لئے نہ آنے پر سور دطعن ٹھیراتے تھے۔ اب خواجہ حسن نظامی نے ان کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ باقی جہانتک دعاوی مسیح موعود کا معاملہ ہے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ خواجہ حسن نظامی نے ان کی صداقت پر لکھنے کے لئے چیلنج نہیں دیا کیونکہ جو دعا اس نے اس مباہلہ میں مانگنے کا اعلان کیا ہے۔ اس میں میاں صاحب کو ہی مد مقابل ٹھیرایا ہے۔ نہ حضرت مسیح موعود کو یعنے دعا کے الفاظ یہ ہیں کہ

"اے خدا بطفیل اس صاحب مزار کی حقانیت کے
اپنی صداقت کو ظاہر کر اور ہم دونوں (خواجہ صاحب اور
میاں صاحب) میں جو جھوٹا ہو اس کو اسی وقت اور اسی
لمحہ میں ہلاک کر دے"

پس یہ مباہلہ کا چیلنج میاں صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کی صداقت کا اس سے فیصلہ ہوگا۔

اس کے متعلق خواجہ حسن نظامی نے ایک خط میں بھی لکھا ہے جو یہ ہے:-

"مقام صلح یا پیغام صلح

آپ کو غالباً اب اپنے اخبار کا نام بدلنا ہوگا۔ کیونکہ آپکے فرقہ کی جماعت کا نام مقام جنگ ہے۔ پیام جنگ ہے۔ اور اس کے خاتمہ کا وقت قریب آگیا ہے ۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کو بمقام اجمیر شریف میاں محمود احمد صاحب سے میرا مباہلہ ہے جس میں یقیناً وہ قوت حق سے مغلوب ہو کر رحلت فرمائینگے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی وفات کے بعد قادیان کا مرز جنگ نابود ہو جائیگا۔ اور آپکا اخبار اور آپکا کام حقیقی پیام صلح یا مقام صلح بن جائیگا بشرطیکہ آپ الفاظ سے آگے بڑھ کر معناً بھی صلح و آشتی سے زندہ

آپ نے سلسلہ مضامین میری بابت شائع کیا تھا۔ بہ [illegible] سفر میں نے اس کو اب تک دیکھا نہیں۔ ابھی حال میں واپس آیا ہوں۔ کوئی بات جواب دینے کی اس میں ہوئی۔ تو جواب دیا جائیگا۔ آپ زیادہ مسرور نہ ہوں یہ سمجھ کر کہ میری خاموشی لاجوابی ہے۔ بالفعل تو آپ اپنے میاں صاحب کا انجام دیکھئے اجمیر شریف آیئے تاکہ [illegible] حسن نظامی"

میاں صاحب کے انجام کو ہم نے کیا دیکھنا ہے اور خواجہ حسن نظامی نے کیا دکھانا ہے۔ اس قسم کی کید [illegible] کام نہیں بننے کا۔ انہیں میاں صاحب سے اگر کوئی عداوت اور کد و کاوش ہے تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ انہوں نے اگر ایسا مباہلہ منظور کر لیا ہے تو وہ خود سمٹ لینگے۔ اور اگر نہیں منظور کیا۔ اور ابھی تک صدائے برنخاست کا معاملہ ہے تو قبل ان کی منظوری کے یونہی دنیا میں اعلان کرتے پھرنا کہ ۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کو مباہلہ ہوگا [illegible] کو دعوت دینا کہ اجمیر آؤ۔ کہاں کی شرافت اور انصاف ہے۔ جب تمہارا حریف ابھی تک تمہارے طریق فیصلہ سے متفق ہونے کا ہی اعلان نہیں کرتا اور وہ خاموش ہے۔ تو تمہیں کیا حق ہے کہ اس کی منظوری کے بغیر یہ اکھاڑا قایم کرو۔ اور لوگوں کو شرکت کی دعوت دو۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہہ دینا بھی بے محل نہیں۔ کہ خواجہ صاحب نے جو یہ باطنی جہاد کا اعلان کیا ہے۔ ان کو جو یقین ہے۔ کہ میاں صاحب ان کے بالمقابل آنے ہی ایک گھنٹہ کے اندر ہلاک ہو جائینگے۔ کاش یہ باطنی تاثیر انہوں نے کبھی غیر مذاہب کے متعلق بھی دکھائی ہوتی کبھی اسلام کی صداقت۔ اسلام کی عظمت اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو بھی انہوں نے دنیا میں اس باطنی جہاد کے ذریعہ سے ہی ثابت کیا ہوتا دنیا میں آریہ عیسائی [illegible] اور کون کون مذاہب کے لوگ ہیں۔ جو رات دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں۔ اسلام پر پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اس کو غلط طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکے دیتے اور دین حق کو ملیا میٹ کر دینے کے درپے ہیں۔ لیکن ان پر تو ہی خواجہ صاحب کو جوش نہ آیا اسلام کی اس حالت پر انہیں کبھی غیرت نہ آئی اور نہ کبھی ایسے شدید حملہ آوروں کے بالمقابل انہوں نے اس "باطنی جہاد کا اعلان" کیا۔ اگر یہ اعلان کرنا انہوں نے ضروری سمجھا۔ اگر ان کی غیرت نے جوش کھایا۔ تو میاں محمود کے بالمقابل وہ بھی کسی دین کے مسئلہ پر نہیں بلکہ اس لئے کہ ان کے مریدوں کے منہ سے کہیں یہ سن لیا۔ کہ خواجہ صاحب نے جو یہ حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں قلم اٹھایا ہے اسکا انجام اچھا نہ ہوگا "گویا انہیں اپنی ذات پر جوش آتا ہے۔ اور رسول کریم صلعم کی توہین اور اسلام پر نہیں۔ رات دن ظفر علی خاں علانیہ صوفیا پر دریدہ دہنی کرتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگ لیسرے نمام باطنی تاثرات کو [illegible] منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربی حضرت ذوالنون مصری اور اور بزرگان کرام و صوفیائے عظام پر جس دریدہ دہنی اور گندہ زبانی سے اس نے کام لیا ہے۔ شاید ہی اس قسم کے الفاظ کسی مخالف سے مخالف نے بھی کہے ہوں لیکن کیا ہے۔ وہاں خواجہ صاحب کا "باطنی جہاد" کچھ کام نہیں دے سکتا وہاں ان کی تمام تاثیرات ہبا منثورا ہو گئیں۔ نہ اللہ تعالےٰ سے کسی زمینی تعلق نے کام دیا اور نہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا واسطہ ہی کچھ کام آیا۔ بلکہ وہاں اگر ضرورت پڑتی رہے تو ظاہری تلوار کی۔ وہاں خواجہ صاحب کے دل سے ایک آہ اٹھتی ہے۔

کا سر قلم کر دیتا۔ ہم زول کے اپنے بیٹھے خواجہ صاحب بنے بیٹھے ہیں یہ محض اس لئے کہ غیرت نہیں یا دنیا دار اور بزدلوں کو کوئی کچھ کہے چلا بیل لوز تو کچھ آتا نہیں۔ صرف عدم اقتدار استعمال کیسے ہو منہ کا عفونتی کام دے سکتا ہے۔ وہاں "باطنی جہاد" کے اعلان سے بھی تو کام نہیں چل سکتا۔ یہ گیدڑ بھبکی دجو خلاف سنت [illegible] کام آسکتی ہے۔ تو میاں صاحب کے بالمقابل یا اس جیسے میاں صاحب پر فتح پانے کا یہ انہوں نے بہترین ذریعہ دیکھا جو اسے [illegible] کام آسکے۔ لیکن خواہ کچھ بھی ہو اس کا تعلق میاں صاحب کی اپنی ذات سے ہے۔ اور ہمیں اس سے تعلق نہیں۔ ہمیں صرف حضرت مسیح موعود سے واسطہ ہے۔ جن کی صداقت کے ثبوت میں ہم پیشتر ازیں کئی نمبروں میں خواجہ صاحب کے اعتراضات کی لغویت کو واضح کر چکے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ خواجہ صاحب ان کا جواب دینے کے لئے تیار ہیں لیکن پیشتر سے عرض کئے دیتے ہیں۔ کہ جس شرافت اور متانت سے نظام المشائخ کے محرم نمبر میں کام لیا گیا ہے۔ اگر اسی کو ان جوابات میں بھی پیش نظر رکھا گیا اور مید نہیں۔ کہ خواجہ صاحب ہمارے معقول دلایل کو ناقابل تردید پاکر سوائے گالیاں دینے اور گیدڑ بھبکیوں سے کام لینے کے اور کچھ جواب دیں تو ایسی حالتیں ہماری طرف سے جواب الجواب نہ سمجھئے۔ اس لئے نہیں کہ خواجہ صاحب کی ان مزخرفات کا ہمارے پاس جواب نہیں۔ نہ اس لئے کہ ان کی یہ گل افشانی کچھ توجہ کے قابل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس لئے کہ پڑھنے اور سننے والے خود بخود دیکھ لینگے کہ خواجہ صاحب نے ہمارے دلایل کا جواب کہانتک دیا۔ کہانتک اپنے مردود فلسفہ کو مقبول بنانے اور شکستہ دلایل کو جوڑنے کی سعی کی۔ اور بالمقابل پیغام صلح کے دلایل اور خواجہ صاحب کے فلسفہ کی تردید کس قدر مضبوط تھی۔ صرف موازنہ باہمی فیصلہ کے لئے کافی ہوگا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس بحث کا ہماری طرف سے خاتمہ ہو جائیگا۔ ہاں اگر کسی دلیل سے خواجہ صاحب نے کام لیا۔ یا سابق دلایل کو چھوڑ کر اور ہماری باتوں کا کوئی جواب نہ دیکر گولی اور حیلہ تکذیب کا اختیار کیا۔ تو اس پر روشنی ڈالنے کے لئے ہم حاضر ہیں۔ بہتر ہو کہ خواجہ صاحب میدان میں نکلیں۔ باطنی جہاد تو وہ میاں صاحب سے کرنیکا اعلان کر ہی چکے ہیں۔ جس کا جو حشر ہونا ہے وہ بھی معلوم ہی ہے۔ اس قلمی جہاد میں ہم سے مجادلہ آرائی کریں لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔

ہاں دنیا پھر خود دیکھ لیگی کہ اس دلایل کے میدان میں کون زندہ رہتا اور کون ہلاک ہوتا ہے۔ بلکہ ہم بھی پیشتر سے ہی یہ بتا دیتے ہیں۔ کہ اس میدان میں خواجہ صاحب کو ہی بالآخر ہلاکت نصیب ہوگی۔

اس قلمی جہاد کے سلسلہ میں ہم اپنے سابقہ مضامین کے بقیہ حصے کو بھی انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شائع کر دینگے جو خواجہ صاحب کے بقیہ اعتراضات مندرجہ ستارہ صبح مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء کے جواب پر مشتمل ہے۔ وباللہ التوفیق۔

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق ضروری اعلان

اس سے پہلے ترجمۃ القرآن انگریزی کے ۲۳۲ نسخوں کی وصولی کے متعلق اعلان ہو چکا ہے۔ اب خریداران ترجمۃ القرآن کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ چونکہ جنگ کے خطرات کی وجہ سے قرآن مجید ولایت سے بطریق بیمہ [illegible] منگوایا جاتا ہے جس سے محصول و کمیشن کے مصارف بہت بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے اب قیمت میں ایک روپیہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ قسم اول و قسم دوم کی قیمت علے الترتیب گیارہ روپیہ اور سولہ روپیہ علاوہ محصولڈاک ہوگی۔ ہاں جن حضرات کی قیمت آج سے پہلے وصول ہو چکی ہے۔ ان کو ۱۰ روپیہ اور ۱۵ روپیہ میں ہی دیا جائے گا۔

پھر وہی کثرت و قلت کا سوال

[illegible] ۲ دسمبر ۱۹۱۷ء کے الفضل میں پیغام صلح کے ان اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد جو اس نے ہمارے [illegible] پر کئے۔ ایک علیحدہ نوٹ میں پھر وہی کثرت و قلت کا اعتراض اٹھایا گیا ہے۔ الفضل کو یہ اعتراض ہے۔ کہ ہم تمام جماعت احمدیہ کے قائم مقام [illegible] ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ جماعت کا کثیر حصہ ہمارے ساتھ نہیں۔ چنانچہ ہماری اس قلت کے ثبوت میں اس نے بعض ہماری [illegible] نقل کئے ہیں۔ جن میں ہم نے ان آیات قرآن کو اپنے حق میں [illegible] کثرت کو محل ذم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور افرادکی قلت کو محل [illegible] اس سے گویا اس نے ثابت کیا ہے۔ کہ ہم تو ان آیات قرآنی کی [illegible] آپکو برسرحق قرار دیکر خود اپنی قلت تعداد کا اقرار کر چکے ہیں۔ [illegible] جماعت احمدیہ کے قائم مقام کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں الفضل [illegible] کو یہ کس نے بتا دیا کہ ہم نے کبھی ان بھیڑوں کے قائم مقام ہونے کا [illegible] کیا ہے جو اپنی عقل و فہم کو بالائے طاق رکھکر اپنی نکیل ایک شخص کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ اور نہ قرآن حدیث سے انہیں واسطہ رہا اور نہ حضرت مسیح موعود کی تعلیمات سے۔ الفضل کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ ہم نے کبھی ایسے لوگوں کے قائمقام ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہم ان کو احمدی کہکر پکارتے ہیں۔ ان کا نام محمودی ہے احمدی نہیں۔ احمدی وہ ہیں جو قرآن حدیث اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم پر چلنا انہی کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار اپنا فرض سمجھتے ہیں [illegible] انہی کی قائمقامی ہمارے وفد نے اپنے ایڈریس کے ذریعہ سے کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل ÷ ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال ۔ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ۔ ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد ۔ ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
ایں ہمہ از حضرت احدیت است ۔ منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست ۔ منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں ۔ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ۔ ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دو بار
یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت
ششماہی سہ ماہی طلباء سے سالانہ

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور ۔ چہارشنبہ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود

اپنے دعاوی پر حضرت امام کا ایک مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ ۔ بعد سلام مسنون آنمخدوم کا دوبارہ عنایت نامہ پہنچا ۔ اس عاجز کو اگرچہ بباعث علالت طبع طاقت تحریر جواب نہیں ۔ لیکن آنمخدوم کی تاکید دوبارہ کی وجہ سے ۔ کچھ بطور اجمال عرض کیا جاتا ہے +

(۱) یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدد ہے ۔

(۲) تجدید کے یہ معنے نہیں ہیں کہ کم یا زیادہ کیا جاوے ۔ اس کا نام تو نسخ ہے ۔ بلکہ تجدید کے یہ معنے ہیں کہ عقاید حقہ میں فتور آگیا ہے ۔ اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں ۔ یا جو اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آگئی ہے ۔ یا جو وصول اور سلوک الی اللہ کے طرق اور قواعد محفوظ نہیں رہے ان کو مجددا تاکید آ بالاصل بیان کیا جائے ۔ وقال اللہ تعالیٰ ۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا ۔ یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب دل مر جاتے ہیں اور محبت اللہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے ۔ اور ذوق اور شوق اور حضور اور خضوع نمازوں میں نہیں رہتا ۔ اور اکثر لوگ رو بدنیا ہو جاتے ہیں ۔ اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع و اقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحب قوت قدسیہ پیدا کرتا ہے ۔ اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے ۔ اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے ۔ یہ وسوسہ بالکل نکما ہے ۔ کہ قرآن شریف و احادیث موجود ہیں پھر مجدد کی کیا ضرورت ہے ۔ یہ انہیں لوگوں کے خیالات ہیں جنہوں نے کبھی غمخواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی ۔ اپنی حالت اسلامیہ کو نہیں جانچا ۔ اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا ۔ بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے ۔ اور پھر رسم اور عادت کے طور پر لا الہ الا اللہ کہتے رہے ۔ حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا ۔ قرآن شریف تو اس وقت بھی ہو گا جب قیامت آئے گی ۔ مگر وہ صدیق لوگ نہیں ہوں گے جو قرآن شریف کو سمجھتے تھے ۔ اور اپنی قوت قدسی سے مستعدین پر اس کا اثر ڈالتے تھے ۔ لا یمسہ الا المطہرون ۔ پس قیامت کے وجود کا مانع صرف صدیقوں کا وجود ہے ۔ قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے ۔ جب تک یہ دو نمایاں انوار ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچتا فتدبروا وتفکروا ۔

(۳) اس کا جواب ۔ جواب دوم میں آگیا ہے ۔

(۴) اول قرآن شریف مجدد کی ضرورت بتلاتا ہے ۔ جیسے ہم نے ابھی بیان کیا ۔ یعنی قال اللہ تعالیٰ ۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا ۔ وقال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور ایسا ہی حدیث نبوی ص بھی مجدد کی ضرورت بتلاتی ہے ۔ عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا رواہ ابوداؤد اور اجماع سنت و جماعت بھی اس پر ہے ۔ کیونکہ کوئی ایسا مومن نہیں کہ جو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روگردان ہو سکتا ہے ۔ اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے ۔ کیونکہ جس حالت میں خدا تعالیٰ شریعت موسوی کی تجدید ہزار ہا نبیوں کے ذریعہ سے کرتا رہا ہے ۔ اور گو وہ صاحب کتاب نہ تھے مگر مجدد شریعت موسوی تھے ۔ اور یہ امت خیر الامم ہے قال اللہ تعالیٰ ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس امت کو خدا تعالیٰ بالکل گوشہ خاطر عاطر سے فراموش کر دے ۔ اور باوجود صدہا خرابیوں کے کہ جو مسلمانوں کی حالت پر غالب ہو گئی ہیں اور اسلام پر بیرونی حملے ہو رہے ہیں نظر اٹھا کر نہ دیکھے ۔ جو کچھ آجکل اسلام کی حالت خفیف ہو رہی ہے ۔ کسی عاقل پر مخفی نہیں یعنی تعلیم یافتہ عقاید حقہ سے دست بردار ہوتے جاتے ہیں ۔ پرانے مسلمانوں میں صرف یہودیوں کی طرح ظاہر پرستی یا قبر پرستی رہ گئی ہے ۔ ٹھیک ٹھیک رو بخدا کتنے ہیں کہاں ہیں اور کہاں ہیں ۔ ہر ایک صدی میں کوئی نامی مجدد پیدا ہو نا ضروری نہیں ۔ نامی گرامی مجدد صرف اسی صدی کے لئے پیدا ہوتا ہے کہ جس میں سخت ضلالت پھیلتی ہے ۔ جیسے آجکل ہے +

(۵) پانچواں سوال میں آپکا سمجھا نہیں ۔ مجھ سے اچھی طرح پڑھا نہیں گیا +

(۶) حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں آپ ہی فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے بعد آنے والے ہیں ۔ جنہیں حضرت احدیت کی خاص خاص عنایات ہیں ۔ میں ان سے افضل نہیں ہوں اور نہ وہ میرے پیرو ہیں ۔ سو یہ عاجز بیان کرتا ہے ۔ نہ فخر کے طریق پر بلکہ واقعی طور پر شکر النعمۃ کہ اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے ان بہتوں پر فضیلت بخشی ہے کہ جو حضرت مجدد صاحب سے بھی بہتر ہیں ۔ اور مراتب اولیاء سے بڑھکر نبیوں سے مشابہت دی ہے ۔ سو یہ عاجز مجدد صاحب کا پیرو نہیں ہے ۔ بلکہ براہ راست اپنے نبی کریم ص کا پیرو ہے ۔ اور جیسا سمجھایا گیا ہے بدلی یقین سمجھتا ہے کہ ان سے اور ایسا ہی ان بہتوں سے کہ جو گذر چکے ہیں افضل ہے وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء +

(۷) خدا تعالیٰ کے کلام میں مجھ سے یہ محاورہ نہیں ہے مجھکو حضرت خداوند کریم محض اپنے فضل سے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے ۔ اور نیز دوسرے ایسے لفظوں سے جن کے سننے کی آپ کو برداشت نہیں ہوگی ۔ اور حضرت خداوند کریم نے مجھکو اس خطاب سے معزز فرما کر انی فضلتک علے العالمین ۔ قل انی امرت وانا اول المومنین ۔ اسرار الہیہ مجھ پر کھولے ۔ کو تمام عالمین یعنی تمام زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی ہے پس سوال ہفتم کے جواب میں اسی قدر کافی ہے +

(۸) اس ناکارہ کے والد مرحوم کا نام غلام مرتضےٰ تھا ۔ جو ایک حکیم حاذق تھے ۔ اور دنیوی وضع پر اس ملک کے گردونواح میں مشہور بھی تھے ۔ والسلام علے من اتبع الہدےٰ ۔ ۳۰ دسمبر ۱۸۸۵ء

اخبار احمدیہ

جلسہ پٹیالہ ۔ گذشتہ یکم و ۲ دسمبر ۱۷ء کو پٹیالہ کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا جلسہ تھا ۔ جو ہمارے مکرم دوست شیخ صادق علی صاحب کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا ۔ اس جلسہ میں حضرت امیر و حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی زبردست تقاریر ہوئیں ۔ جلسہ کی کیفیت کی نسبت شیخ صادق علی صاحب لکھتے ہیں :-

"یہ جلسہ نہایت کامیاب جلسہ تھا ۔ یہ خدا کا محض فضل اور اس کے نشانوں میں سے ایک زبردست نشان تھا ۔ جب میں اس کی کیفیت پر نظر کرتا ہوں تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے ۔ اللہ ہماری بیکسی اور یہ شاندار جلسہ ہمارے محمودی بھائیوں نے بہت کم فائدہ اٹھایا ۔ وہ جلسہ میں آئے ہی نہ ۔"

انگریزی لیکچر ۔ گذشتہ ۴ دسمبر ۱۹۱۷ء کو شام کے ساڑھے پانچ بجے اسلامیہ کالج لاہور میں مارٹن ہسٹاریکل سوسایٹی لاہور کے زیر اہتمام حضرت مولانا صدر الدین صاحب بی ۔ اے بی ٹی مسلم مشنری کا آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعض پہلوؤں پر ایک معرکۃ الآرا لیکچر بزبان انگریزی ہوا جس میں آپ نے رسول اللہ صلعم کے حسن اخلاق ۔ آپکا عفو رحم ۔ دشمنوں سے صدور جیسا پایا جاتا ۔ اور ان کے لئے نیک دعائیں کرنا ۔ غلاموں پر مہربانی ترغیبات پر بھی توحید جیسے اعلے مقصد کو ہاتھ سے نہ دینا ۔ مخالفین سے معافی کرنا ۔ عورتوں سے حسن سلوک ۔ وہ جمہوریت جو آپ نے اسلام کے اندر قایم کی ۔ اور اپنے عمل سے اس کا نمونہ دکھایا ۔ جنگوں میں اعلے اخلاق کا اظہار ۔ غرض آپ کی زندگی کے کئی ایک پہلوؤں پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی ۔ اور غیر مذاہب بالخصوص عیسائیت جس نے پیدائش بغیر باپ دری کے کسی کام کی ہے ۔ اور نہ بغیر پادری سوسائٹی ۔ اسلام میں ہر ایک مسلمان بجائے خود پادری ہے اور اپنا امام ۔ مقابلہ ۔ لیکچر نہایت دلچسپ اور سامعین کے دلوں کو کھینچنے والا تھا ۔ جس کا منتظمین سوسائٹی نے اعتراف بھی کیا ۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب صدر جلسہ تھے ۔ جنہوں نے حاضرین کو ان اعلیٰ اخلاق نبوی کی پیروی کی تلقین کی ۔ آخر میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور ڈاکٹر صاحب ہر دو کو سوسائٹی کے آنریری ممبر بنایا گیا +

کہ غیبت حضرت امیر معاویہ کے مقابلہ میں کس قدر اعلام کیا جاتا کہ وہ ہو کے

کو تیار ہوں۔ اور یہ سچ ہے کہ میاں ان کی اس خوبی کا دل میں اقرار کیا کرتا تھا۔ مگر جب آریوں اور چیالوی والوں کے اعتراض پر حضرت مرزا صاحب نے ایک آیت کی تفسیر کی۔ اور تفسیر بھی اس شان کی کہ آفتاب چڑھ گیا۔ تو مولوی صاحب کی تفسیر جو دل کے اندر سمائی تھی گرد ہو کر رہ گئی۔ شہرت کے بھوکے کا اس طرح پیچھے رہ جانا ان کو بہت ناگوار ہوا اور کوشش یہ کرنے لگے کہ کسی طرح مرزا صاحب کی تفسیر کو نیچا دکھایا جائے تو اپنا کرا دیں کا نشان نادیا لوگوں کی نظروں میں بیٹھے۔ اس کوشش میں ان کے چہرے سے حضرت امیر معاویہ کی تقلید کا ریشمی اور ریا کے تاروں کا بنا ہوا خوشنما نقاب اتر گیا۔ اور اندر سے نہایت مکروہ و بدنما نفسانیت اور شہرت پرستی کا اصلی چہرہ نظر آنے لگا۔ سچ ہے کہ

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

آپ کو کوئی تفسیر چیالوی والوں کے جواب میں یاد تھی تو وہ اسے بیان کرتے چشم ما روشن دل ما شاد۔ مگر خواہ مخواہ مرزا صاحب کے دست و گریباں کیوں ہونے لگ گئے۔ یہ تو ایک مشترکہ کام تھا۔ اسلام کی خدمت تھی۔ مرزا صاحب سے بہتر مولوی صاحب کر سکتے تھے تو کر لے دنیا آپ فیصلہ کر لیتی۔ چیالوی جاننے والے خود کھوٹا کھرا پرکھ لیتے۔ یہاں وہ حضرت امیر معاویہ کی فرضی تقلید کہاں چلی گئی؟ وہ ملمع کیوں اتر گیا؟ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص جھوٹ کو برا نہ سمجھتا ہو۔ اور عدالت میں حلفی بیان دے کہ جھوٹ بول کر بھی آدمی متقی کا متقی رہتا ہے۔ وہ جس قدر بھی حقیقت پر پردہ ڈال کر دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کرے کم ہے۔ اور اس کی کسی بات پر بھی یقین کرنا حماقت ہے۔ جب اصول ایسا خطرناک ہوا تو اس کے ہر قول و فعل سے امان اٹھ گیا۔

عالمِ نسواں

حضرت مسیح موعود کی نصائح عورتوں کو

ذیل کی تحریر میں حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ کی عورتوں کو جو قابل قدر نصائح کی ہیں۔ وہ اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان خاتون بالخصوص احمدی خواتین انہیں گوش حق نیوش سے سنکر یا بدیدۂ عبرت اندوز سے مطالعہ فرما کر حرز جان بنائیں کہ اسی میں ان کی دنیا و عاقبت ہر دو کی بہبودی مضمر ہے۔

چونکہ قرآن شریف اور حدیث صحیح نبویہ سے ثابت ہے۔ کہ ہر ایک شخص سے اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر وہ کسی قدر اختیار رکھتا ہے۔ سوال کیا جاوے گا۔ کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا۔ اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں۔ اس لئے میں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات و دیگر متعلقین کو جو ہمارے رشتہ دار و اقارب اور واسطہ دار ہیں ان کی بد رسموں و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار ہذا کے خبردار کر دوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالایق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ نیک اور دیندار کو کاموں سے کرنا چاہئے۔ ہر چند سمجھایا گیا کچھ نہیں سنتے۔ ہر چند ڈرایا گیا۔ نہیں ڈرتے۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں اس لئے ہم نے ان لوگوں کے برا ماننے اور برا کہنے اور رشتہ توڑ دینے سے بالکل لاپرواہ ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لئے بذریعہ اس اشتہار کے ان کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا کہ ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے۔ کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔ اور سیدھا راستہ نہیں بتایا۔ تو آج ہم کھول کر با آواز بلند کہتے ہیں۔ کہ سیدھا راستہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جاوے۔ اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے۔ اس راہ سے نہ دائیں طرف منہ پھیریں اور نہ بائیں طرف منہ پھیریں اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا اور چیخیں مار کر رونا۔ اور بے صبری کے کلمات زبان پر لانا یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا۔ اور ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے۔ کہ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہیں یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں۔ اسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو۔ تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جایز ہے۔ اور جو اس سے زیادہ کرے۔ وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا۔ اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا۔ اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا کر رونا۔ اور کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۳) سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بہت ہوتے ہیں۔ حرام خور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دور دور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں۔ اور مکر و فریب سے منہ کو ڈھانپ کر اور بہنوں کی طرح ایک دوسری سے سر ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتلانے کے لئے صدہا روپیہ کا پلاؤ و زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے۔ تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا برا جانتی ہے۔ جیسا کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے۔ اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ اور پاکدامن بیوی ہو گئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے۔ جو بیوہ ہونے کی حالت میں برے ہونے کی حالت میں برے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے۔ اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے جس عورت کو اللہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پیارا ہے اس کو چاہئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے۔ اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

(۵) عورتوں میں ایک خراب عادت یہ بھی ہے۔ کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں۔ اور ان کی اجازت بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں۔ اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ برا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ اور رسول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک پوری پوری خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم نہ بجا لائے۔ اور پس پشت اس کے لئے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں اور نیز فرمایا ہے۔ کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جایز ہوتا۔ تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے۔ یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے۔ اور حکم ربانی سن کر بھی باز نہیں آتی۔ تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں۔ اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہئے۔ کہ بجز خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ شیطان ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بد وضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور نہ ان کو اپنی خدمت میں رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں ایک یہ بھی بد عادت ہوتی ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں۔ اور گالیاں دیتے اور شور مچاتے ہیں۔ اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں۔ مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے۔ تو اس کو کیوں برا کہا جاوے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ نہایت مردود اور شیطان کے بہن بھائی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے رب کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بد ذات بیوی ہو۔ تو اسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں۔ اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریقہ ہے۔ جو احکام شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے۔ اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے۔ جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

(۹) ہماری قوم میں ایک یہ بھی بد رسم ہے۔ کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلانا اور رنڈی بھڑووں ڈوم ڈھاڑیوں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضایع جاتا ہے۔ اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ اور اس کے علاوہ شرع شریف میں تو صرف اتنا حکم ہے۔ کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے۔ یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی میں بہت سستی کی جاتی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے مگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں۔ جیسے چیچک کی پوجا۔ بعض فرضی بیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے۔ یا حقہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ ورنہ مرنے کے بعد ذلت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے۔ اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ جس کی انتہا نہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

پیغام صلح ...

تو ہم نے آپ کی اسی تحریر "پیغام صلح" سے نقل کر چکے ہیں جو صاف طور پر ہمارے حق میں ہے۔ پس اگر الفضل کے نزدیک مسیح موعود کی مخالفت میں کھڑا ہونے والا گروہ ہی جس کے ساتھ کثیر آدمی ہوں بر سر حق ہو سکتا ہے۔ اور صحیح طور پر جماعت احمدیہ کی قائمقامی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ تو اسے مبارک ہو۔ لیکن کثرت افراد کوئی چیز نہیں۔ اور حقیقی نمائندگی ان خیالات کی ہے۔ جو کسی فرقہ کے پیشرو یا سلف الصالحین کے ہوں اور انہی خیالات کے رکھنے والوں کی ہی ہمارے دعوے قائمقامی بھی کی۔ تو پھر جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ حق کس طرف ہے۔ جس کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو پیغام کی حسب ذیل تحریر سے نظر آجائیگا۔ جو لکھتا ہے کہ :-

"احمدیوں کے دو ڈیپوٹیشن وزیر ہند کے پاس"

احمدی جماعت کی طرف سے دو ڈیپوٹیشن وزیر ہند کے پاس گئے۔ ایک لاہور فریق کی طرف سے اور دوسرا قادیانی فریق کی طرف سے۔ لطف یہ ہے کہ جہاں ہندوستانیوں نے ادھیکاروں کا سوال آتا ہے۔ وہاں دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ لاہوری فریق کا ایڈریس سیلف گورنمنٹ کی اس سکیم کی تائید کرتا ہے جو کانگریس و مسلم لیگ نے پیش کی ہے۔ بخلاف اس کے قادیان کی جماعت سوراجیہ کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتی ہے۔ اور پرانے خیالات کے ہندوؤں کی طرح ہندوؤں کے ساتھ ملنے سے جھجکتی ہے۔ پیسہ اخبار جو آجکل تمام بوسیدہ خیالات کا ماخذ بن رہا ہے۔ لاہوری فریق کے ایڈریس پر اعتراض کرتا ہے۔ کہ اس نے کانگریس و لیگ کی مشترکہ سکیم کی تائید کیوں کی۔ ہمعصر پیغام صلح نے مرزا غلام قادیانی سرگباشی کے الفاظ پیش کر کے پیسہ اخبار کا خوب منہ توڑ جواب دیا ہے۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں :-

"ورنہ مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا۔ کہ ہم تعداد میں کم ہیں۔ اور یہ سوچا کہ اگر ان تمام کوششوں کا کچھ فائدہ ہے۔ تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔ اس سے نہ صرف شراکت سے دست کش رہے بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سد راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی ہے"

ان الفاظ کو پیش کر کے "پیغام صلح" سچا سوال کرتا ہے کہ "حضرت مسیح موعود کے نقش قدم پر چلنے والا کون فریق ہے" دیکھیں قادیانی جماعت اس کا کیا جواب دیتی ہے۔

مولوی ظفر علی خانصاحب کے نئے معتقدات

یکم دسمبر ۱۹۱۷ء کے روزنامہ ستارہ صبح میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا جو زبردست مضمون "بعثت مجددین" پر شائع ہوا تھا۔ اس کے جواب کی کوشش مولوی ظفر علی خانصاحب ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے اخبار میں کر چکے ہیں کبھی "المجددیۃ فی الاسلام" کے عنوان سے انہی سابقہ دلائل کو دوہرا کر جن کی رو سے حدیث مجدد کو موضوع قرار دیا تھا۔ پھر ایک طرح سے بعثت مجددین کو تسلیم کرتے ہوئے بھی حضرت مرزا صاحب کا ذکر لا کے آپ ہی کی تجدید ہوا تھا کہ انکار و انحراف از حدیث نبوی کا باعث ہوئی ہے حالانکہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے سارے مضمون میں کہیں بھی حضرت مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا۔ اور صرف بعثت مجددین و محدثین پر اصولی بحث کی ہے کبھی مولوی صاحب بعثت کے لفظ بار بار لاتے ہیں اور اسے انبیاء کیلئے خاص سمجھتے ہیں۔ ۱۷ دسمبر کے ستارہ صبح میں تو وحی کو بھی جو مطلق الہام پر مشتمل ہو۔ صرف انبیاء کیلئے خاص قرار دیدیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم شاہد ہے ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا اور کلام الہیٰ کی ان تین طریقوں میں سے صرف آخری طریق یعنی جبرئیل کا وحی لانا انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ اور پہلے دو طریق کی وحی امت محمدیہ و مجددین اور اولیائے کرام پر بھی ہوتی ہے لیکن یہ باتیں تو شاید ابھی بحث طلب ہوں جن پر پھر تفصیل سے بحث کیا جا سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب صاف الہام پا کر دعویٰ مجددیت کرتے ہیں اور حدیث مجدد کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی اس حدیث کی بنا پر خود بھی مجدد ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ سب بزرگوار اپنے وقت کے اولیاء و اقطاب و اوتاد تھے انہی بزرگوں کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ پہلے بزرگان نعوذ باللہ مفتری علی اللہ تھے۔ کہ ایک موضوع حدیث کی بنا پر ایک دعویٰ کر دیتے ہیں اور اس کی تائید میں الہام الٰہی پیش کرتے ہیں لیکن تو کیا جواب مولوی ظفر علی خان صاحب کے پاس نہیں اور نہ وہ دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ لکھ چکے ہیں۔ کہ ان بزرگوں کا تخطیہ کرنا مقصود نہیں ... اندر جواب دینے کی کوشش کیجاتی ہے کوئی نہ کوئی نیا عقیدہ پیش کر دیتے ہیں ...

تصدیق المسیح

خلق ارض و سماوات اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

(۱)

ازقلم حضرت مولوی الطاف شاہ رحمت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کھیوڑہ ضلع جہلم

مولوی ثناء اللہ صاحب کے وجود کو میں ہمیشہ عبرت کی نگاہ سے دیکھا کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ قرآن کی آیت انما نملی لھم لیزدادوا اثما کی زندہ تفسیر ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ اور کس طرح مولوی صاحب خود بھی اس اخبار کے ذریعہ کا سب اعمال کا نامہ بنایا کرتے ہیں۔ اور ان کی مدد کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا کوئی اخبار نہیں نکلتا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ملش زنی نہ ہوئی ہو۔ بات کوئی ہو کہیں کی ہو۔ مگر مولوی صاحب کی گاڑی لوٹ کر آ کر مرزا صاحب پہ یا ان کے مریدوں پہ۔ وہی لیزدادوا اثما کا تقاضا! کہتے ہیں کسی نے سرسید احمد مرحوم سے کہا تھا کہ بھوکا مرتا ہوں کوئی ترکیب بتاؤ۔ جس سے پیٹ چلے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری مخالفت میں ایک اخبار نکالو۔ اور مجھے خوب نمک مرچ لگا کر گالیاں دیا کرو۔ لوگ بڑی خوشی سے خریدینگے۔ اور تمہارے کھرے ہو جائیں گے۔ سو مولوی صاحب نے بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا ہوا ہے۔ ورنہ یہ کیا ڈھنگ ہے کہ ہر ایک بات خواہ کیسی ہی اچھی ہو اگر مرزا صاحب کی طرف منسوب ہے۔ تو اس کی مخالفت کرنی مولوی ثناء اللہ کے لئے ضروری ہے۔ اصولوں پر بحث کرنی۔ ان میں اختلاف کرنا برا نہیں۔ مگر دھڑے بازی ضد اور شقاق سے مخالفت برابر کئے چلے جانا یہ شیوہ خدا پرستی اور انصاف اور راستبازی کا نہیں۔ شیعوں کی مخالفت میں اہل بیت کے ائمہ معصومین کو برا بھلا کہنے چلے تو وہاں بھی مرزائیوں پر آ ٹھکے۔ حالانکہ شیعہ دین اور مرزائیت سے کیا نسبت یوں کہنے کو تو زبان کے آگے خندق ہے۔ بلو جا ہو کہتے چلے جاؤ۔ اپنی استر جیسی زبان سے جس پر چاہو چرکے لگاؤ۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ شیعوں سے اگر مشابہت ہے تو ان کو ہے جنہوں نے نبی کریم صلعم کے آخری خلیفہ مسیح موعود کو نہیں مانا۔ نہ کہ ان کو جو تمام خلفاء کو مانتے ہیں۔ اسی طرح مولوی صاحب کو ایک آیت کی تفسیر بزعم خود جیالوجی کے مطابق سوجھی یعنی خلق السماوات والارض فی ستۃ ایام کی آیت کی تفسیر میں انہوں نے یہ کمال دکھایا کہ بزعم خود جیالوجی سے تطبیق ہو گئی۔ سمجھنے لگے کہ بس علم کلام کے معراج پر جا پہنچے۔ اور فلسفہ کے سدرۃ المنتہیٰ پر قابض ہو گئے۔ اتفاقاً اسی آیت کی مسیح موعود نے تفسیر کی ہوئی تھی کہیں ایڈیٹر پیغام صلح نے اخبار میں چھاپ دی۔ مولوی صاحب کی شہرت پسندی کی رگ پر وہ تیر ہو لگی۔ بس پھر کیا تھا تھرمامیٹر کا پارہ حد سے زیادہ چڑھ گیا۔ بڑی لے دے مرزا صاحب پر ہوئی۔ اور ان کی سلطان القلم ہونے کی حیثیت پر بڑے زور سے حملہ کیا گیا۔ مگر وہی ملانوں والا بودا حملہ۔ کوئی مضبوط حملہ نہیں جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ کہ وقالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیءٍ و قالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شیءٍ وھم یتلون الکتاب کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم یعنی یہود نے کہہ دیا کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں۔ یعنی ان میں کوئی بھی خوبی نہیں۔ اور نصاریٰ نے کہہ دیا کہ یہود کسی چیز پر نہیں۔ حالانکہ یہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح کہتے ہیں وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے۔ بس آپ کے مضمون کو پڑھ کر اس آیت کا نقشہ آنکھوں کے آگے کھنچ جاتا ہے۔ سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے کوئی علمی طریق اور طریق استدلال مرزا صاحب کی تمام طریق میں نہیں پایا۔ یہ مولوی صاحب کا فتویٰ ہے جو کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم کی زندہ تفسیر ہے۔ کیا یہ صریح جھوٹ نہیں۔ ابھی مرزا صاحب کی تصانیف دنیا میں موجود ہیں۔ علم کلام میں جو عظیم الشان انقلاب حضرت سلطان القلم مسیح موعود کی ذات بابرکات سے وجود میں آیا ہے وہ ان کے پڑھنے والوں سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ اس کی تفصیل ایک مستقل کتاب کو چاہتی ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط توفیق ایزدی و زندگی اپنے احباب کی خدمت میں جلد یا بدیر پیش کرونگا۔ لیکن غور کی جگہ ہے کیا اس طرح چاند پر خاک ڈالی جا سکتی ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ عیاں را چہ بیاں ان لوگوں کو جن کو مرزا صاحب کی تحریریں پڑھنے سے مولوی صاحب جو شپرہ چشم اپنی آنکھیں بند کئے پھرتے ہیں۔ ان کو مولوی صاحب بیشک جاہیں دھوکا دے لیں۔ مگر ارباب بصیرت پر ان کے اس فقرہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ یہ صرف شقاق اور تعصب ہے۔ در حقیقت کا انکار کرنا یہ راستبازوں کا شیوہ نہیں۔ قرآن کریم کی اسی ادا کا ایک عقلمند عاشق ہو جاتا ہے کہ جو بات سچی ہے۔ حقیقت ہے۔ خواہ وہ کسی میں ہے اسے فوراً تسلیم کر لیا ہے۔ شراب اور جوئے جیسی گندی چیز کی مذمت مگر یوں فرمایا کہ اثمھما اکبر من نفعھما کیا معنے کہ جو گناہ اور بدی اور نقصان ان چیزوں میں مضمر ہیں وہ ان کے نفع سے زیادہ ہیں۔ ان میں کسی قدر نفع کا انکار نہیں کیا۔ مگر ان کے نقصانات کی زیادتی کو بتلا کر اسے ناجائز قرار دیا۔ یہود کو ملعون مردود سبھی کچھ کہا۔ مگر ان کے بعض آدمیوں کے نیک اعمال کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا کہ ومن اھل الکتاب من ان تامنہ بقنطار یؤدہ الیک۔ یعنے اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس زر نقد کا ایک ڈھیر بھی امانت رکھو تو وہ واپس دیدینگے۔ نصاریٰ کو مشرک قرار دیا۔ ان کے عقاید کی سخت تردید کی۔ مگر ذالک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون فرما کر ان کے بعض قسیس اور رہبان کے فروتنی کے وصف سے انکار نہیں کیا۔ یہی وہ رنگ ہے جس سے قرآن کریم کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کیا پاک تعلیم ہے۔ کیا سچی تعلیم ہے کیسے پختہ اصول ہیں۔ حقیقت سے انکار نہیں کرنا۔ واقعات پر پردہ نہیں ڈالنا۔ جو خوبی جس میں ہو خواہ وہ شخص کیسا ہی گندہ ہے اسے صاف تسلیم کر لینا۔ جبھی تو نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن۔ کہ حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے جہاں سے ملے لیلو۔ اس میں صاف اشارہ ہے کہ حکمت دوسری جگہوں سے بھی مل سکتی ہے۔ کیا وہ مذہب یا وہ شخص جو حقیقت پر پردہ ڈال کر اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اپنی بڑائی کو ظاہر کرتا ہے وہ سچا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ عقل کے اندھوں کو جس قدر چاہو دھوکہ دے لو۔ اور ایسے لوگوں کی دنیا میں کمی نہیں۔ مگر ارباب بصیرت کے لئے یہ پردہ پوشی ہی ان پر ثابت کر دیتا ہے۔ کہ پردہ ڈالنے والا دراصل جھوٹا ہے۔ وہ آپ خوبیوں سے بے بہرہ ہے۔ اس لئے وہ دوسرے کی خوبیوں پر پردہ ڈال کر اپنے تئیں ممتاز کرنا چاہتا ہے۔ آفتاب کو اپنی چمک دمک کا سکہ جمانے کے لئے ضرورت نہیں کہ وہ ہر ایک روشن چراغ کی روشنی کا انکار کرے۔ اس کی اپنی چمک ہی سب کو ماند کر دیتی ہے۔ وہ لوگ جو دراصل بودے اصول رکھتے ہیں ان کو مجبوراً یہ وطیرہ اختیار کرنا پڑتا ہے کہ اپنے سوا ہر ایک چیز میں نقص نکالیں۔ تا ان کو کچھ امتیاز حاصل ہو۔ اسی لئے خدا نے اس طریقہ کو فرمایا کہ کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم۔ کہ یہ بے علم لوگوں کا طریق ہے۔ جن کے اصول علم اور حکمت پر مبنی نہیں رہے۔ کیا انہی یہود اور نصاریٰ کی تقلید میں مولوی ثناء اللہ اٹھتے ہیں۔ اور لیس المسیح علیٰ شیءٍ کہہ اٹھتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس سے اپنی شہرت پسندی کی پیشانی پر کذب اور شقاق کا بدنما اور سیاہ داغ نہیں لگوا لیا۔ کیا ایک شخص جو مرزا صاحب کی کتابوں کو ٹھنڈے دل اور غور و فکر سے پڑھتا ہے۔ مولوی صاحب کی اس تحریر کو حقارت اور نفرت کی نظر سے ردی کے ٹوکرے میں نہیں پھینک دیگا۔ کیا ان کے دادا استاد مولوی محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ پر ریویو نہیں لکھا تھا کہ گذشتہ تیرہ سو برس میں اسلام کی تائید میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ یہ تو شاگرد رشید کہے کہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اپنے منہ میاں مٹھو کہلاتے تو شیر پنجاب ہیں۔ مگر حملہ دیکھا ہے تو کاہنیں گیدڑ کا ہے۔ سوائے بجوائے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم اپنے منہ کی پھونکوں سے خدائی نور کو بجھانے کی کوشش کرنے کے سوائے کوئی بات کام کی تو کہی نہیں محض انکار ہی انکار۔ دلیل کوئی بھی نہیں۔ جو تقریر کا رنگ ہے وہی تحریر کا نظر آتا ہے جس طرح اسٹیج پر ناز و کرشمے۔ بتاوے۔ اور درمیان میں بیجا اشعار پڑھنے کا طرز ہے۔ اور معنی و حقیقت سے تقریر کا اکثر حصہ نا آشنا ہوتا ہے یہی رنگ تحریر میں جھلکتا ہے۔ بڑی لے دے کے مولوی صاحب کی بانگی اس میں تھی کہ ہر جگہ حضرت امیر معاویہ کے ملک کے نمونہ کی تقلید کے آپ مدعی تھے۔ کہ لوگ عش عش کریں۔ اور آپ کو صحابہ کرام کا نمونہ سمجھیں۔ وہ یہ کہ جیسا حضرت علی رضہ اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جب جنگ تھی۔ تو اس آپس کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھانے کے لئے بادشاہ روم نے جو عیسائی تھا مسلمانوں پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا۔ تو امیر معاویہ نے اسے کہلا بھیجا کہ یہ نہ سمجھو کہ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اگر تو نے ہم پر حملہ کیا تو سب سے پہلے حضرت علی رضہ کے جھنڈے تلے ... مقابلہ ...

جلد ۵ | بیت المسیح لاہور یک شنبہ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۱۷ | نمبر ۴۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود

اقوال الٰہی اور افعال الٰہی

فرمایا ہر ایک شخص اپنی عادت کے لحاظ سے معذور ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں فیصلہ کا ایک موٹا طریق ہے جسے ہم پیش کرتے ہیں۔ اس وقت مختلف اقوام جن کا اسلام سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ الہام کی مدعی ہیں۔ دس سال کا عرصہ گذرا کہ ایک دفعہ امرتسر سے ایک سکھ کا خط آیا کہ مذہب سکھ کے سچا ہونے کی بابت مجھے الہام ہوا ہے۔ اور ایسے ہی ایک انگریز نے الہ آباد سے لکھا کہ مجھے عیسویت کے سچا ہونے کی بابت الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی ہے۔ اور ایک مولوی عبد الحق صاحب غزنوی جن کو میں ٹھیک جانتا ہوں ان کی اولاد امرتسر میں ہے ان کو بھی دعوائے الہام کا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ جھوٹا ہے اور مرزا صاحب کاذب اور دجال ہیں۔ پھر ادھر ہماری جماعت میں بھی ہزارہا ایسے آدمی ہیں جن کو الہام اور رویا کے ذریعہ یہ اطلاع ملی ہے اور خود رسول اللہ صلعم نے زبان مبارک سے تصدیق کی ہے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے۔ اور یہی ذریعہ ان کی بیعت کا ہوا ہے۔ تو اب ان مختلف اقسام کے الہاموں میں جلدی سے فیصلہ تجویز کرنا تقوےٰ سے بعید ہے اس لئے میں جلدی کو پسند نہیں کرتا انسان کو چاہیئے کہ صبر اور دعا سے کام لے اور تقوےٰ کے پہلو کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا۔ اس وقت خود اسلام میں کئی فرقے موجود ہیں جو کہ ایک دوسرے کی تردید کر رہے ہیں پھر دوسرے مذاہب کے جھگڑے الگ ہیں۔ ایک کتاب ترک اسلام لکھی گئی تھی۔ اور اب ایک تہذیب الاسلام لکھی گئی ہے جس میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر سخت فحش اور شرمناک حملے کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کل مذاہب اور فرقوں میں ایک جنگ چل رہی ہے اور ہر ایک کا دعوےٰ یہی ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ پس ایسی حالت میں فیصلہ کرنا ایک انسان کا کام نہیں ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو فہم دے اور رشد عطا کرے۔ اور یا خود انسان جلدی نہ کرے اور صبر اور دعا سے کام لے۔ تاکہ وقت پر حقیقت کھل جاوے کہ خدا کی تائید اور نصرت کس کے شامل حال ہے۔ کیونکہ جھوٹے مذہب کے ساتھ اس کی نصرت اور تائید کبھی شامل نہیں ہو سکتی۔ اگر جھوٹے مذہب کی بھی وہی خاطر خدا کو ہو جو کہ سچے مذہب کی ہوتی ہے۔ تو پھر سچ اور جھوٹ کا امتیاز کرنا محال ہو جائیگا۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے جیسے کہ قرآن شریف میں درج ہے یہ جواب دیا کہ اعملوا علٰی مکانتکم انی عامل کہ اگر تم لوگوں پر میرا الہام بہا ہونا مشتبہ ہے تو تم بھی اپنی اپنی جگہ عمل کرو میں بھی کرتا ہوں۔ انجام پر دیکھ لینا کہ خدا کی تائید اور نصرت کس کے شامل حال ہے جو امر خدا کی طرف سے ہوگا وہ بہرحال غالب ہو کر رہیگا واللہ غالب علٰی امرہٖ +

ان مختلف الہامات کے فیصلہ کے لئے بھی دراصل یہی معیار ہے سکھ وغیرہ بھی۔ پس اگر یہ سب الہامات خدا کی طرف سے سمجھے جائیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ خدا بھی بہت سے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ سب ایک ہی کا کلام ہے تو آپس میں ایک دوسرے کی ضد کیوں ہیں کہ وہی خدا ایک کو کہتا ہے کہ فلاں شخص سچا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے کہ جھوٹا ہے۔ پس اس میں فیصلہ کی جو آسان ترین راہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک قول ہوتا ہے اور ایک فعل اگر قول میں اختلاف ہے تو اب فعل کی انتظار چاہیئے قول پر اگر فیصلہ کا مدار رکھا جاوے تو اس کی نظیر دوسری جگہ نکل آتی ہے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ تم کذاب ہو لیکن فعل کو کہاں چھپا لیں گے۔ اس کی مثال تو ایک سورج کی ہے جس کی روشنی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ قول سے مراد ہماری وحی الٰہی ہے اور فعل سے نصرت اور تائیدات الٰہیہ۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فعل کو دکھلاؤ تو یاد رکھو کہ اس کا جلدی ظاہر کرنا ہمارا اپنا اختیار نہیں ہے اور کسی نبی کے اختیار میں بھی یہ بات نہیں ہوئی کہ وہ آیات اللہ کو جب چاہے دکھا دیوے۔ ہاں خلق اللہ کی خاطر ان کو اس قسم کے اضطراب ضرور ہوتے ہیں اور وہ خواہاں ہوتے ہیں مگر آخر آیات خدا کے ہاتھ میں ہیں اور وہ اپنے مصالح سے ان کو دکھاتا ہے آنحضرت صلعم کو بھی بڑا اضطراب تھا تو خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ تو آسمان پر زینہ لگا کر جا اور ان کو نشان لا دے اگر ہم کذاب اور دجال ہیں تو صبر کرو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ و ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم جب سے دنیا قایم ہوئی ہے کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ نے کاذب کی تائید کر کے سچے کو شکست دی ہو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں آپ کے مقابلہ پر الہام کے مدعی موجود تھے اور وہ آپ کو جھوٹا خیال کرتے تھے مسیلمہ کذاب بھی انہی میں تھا۔ اگر قول پر مدار ہوتا تو اشتباہ رہتا مگر آخر فضل الٰہی نے فیصلہ کر دیا۔ دیکھ لو کہ اب کس کے دین کا نقارہ بج رہا ہے کس کا نام روشن ہے۔ جو خدا کی طرف سے ہوتا ہے اس کو برکت دی جاتی ہے۔ وہ بڑھتا ہے اور پھلتا اور پھولتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں پر اسے فتح میسر ہوتی ہے۔ لیکن جو خدا کی طرف سے نہیں ہوتا وہ مثل جھاگ کی ہوتا ہے جو کہ بہت جلد نابود ہو جاتا ہے خدا کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا جس کا مدار تقوےٰ پر ہوگا اور جس کے خدا کے ساتھ پاک تعلقات ہونگے اسی کی نصرت ہوگی۔ یہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں ہے کہ اس وقت ملہم ہمیں جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ بلکہ عیسےٰ علیہ السلام اور موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو کہ ملہم تھے اور وہ ان نبیوں کی تکذیب کرتے تھے تو اس وقت کے داناؤں نے یہی فیصلہ دیا تھا کہ جو سچا ہوگا۔ اس کا کاروبار بابرکت ہوگا۔ پس اب بجز اس بات کے اور فیصلہ نہیں نظر آتا کہ اگر قول میں پیچیدگی ہے تو فعل کو دیکھو لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے یہ درخواست کہ فعل ظاہر ہو عبث ہے میں تو ایک عاجز بندہ ہوں۔ خدا کا کام ہے کہ جو فعل وہ چاہے ظاہر کر دے میں کیا ہوں خود رسول اللہ صلعم نے یہی جواب دیا کہ انما الآیات عند اللہ انما انا النذیر و نذیرہ انبیا کا کام بازیگروں کی طرح تماشے دکھانا نہیں ہوتا۔ وہ تو خدا کے پیغام رساں ہوتے ہیں کہ اگر قول میں تعارض ہے تو فعل خود فیصلہ کر دیگا۔ ایک مفتری تحصیلدار گورنمنٹ سے عزت نہیں پا سکتا اور گرفتار کیا جاتا ہے۔ تو مفتری علی اللہ کیسے اس کا محبوب ہو سکتا ہے۔ اور وہ کب اس کی تائید کر سکتا ہے اگر سچے کی عزت بھی ویسی ہو جیسے کہ جھوٹے کی۔ تو پھر دنیا سے امان اٹھ جائیگا۔ پس یاد رکھو کہ قول کے اشتباہ فعل سے ہی دور ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ جو وعدے خدا کے ہیں۔ وہ ۲۵-۳۰ سال پیشتر براہین میں درج ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے پورے ہو گئے ہیں۔ جو باقی ہیں۔ چاہو تو ان کا انتظار کرو۔ الہام میں دخل شیطانی بھی ہوتا ہے جیسے کہ قرآن شریف سے بھی ظاہر ہے۔ مگر جو شخص شیطان کے اثر کے نیچے ہوا سے نصرت نہیں ملا کرتی۔ نصرت اسے ہی ملا کرتی ہے جو رحمان کے زیر سایہ ہو۔ ہم اپنی زبان سے کسی کو مفتری نہیں کہتے۔ جبکہ وحی شیطانی بھی ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ کسی سادہ لوح کو دھوکا لگا ہو۔ اس لئے ہم فعل الٰہی کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے بھی یہ پیش کی تھی اور خدا تعالیٰ نے فعل پر بہت مدار رکھا ہے۔ ولو تقول علینا لاخذنا منہ بالیمین میں فعل ہی کا ذکر ہے۔ پس جبکہ یہ مسنون طریق ہے تو اس سے کیوں گریز ہے۔ ہم لوگوں کے سامنے ہیں اور اگر فریب سے کام کر رہے ہیں تو خدا تعالیٰ ایسے عذاب سے ہلاک کریگا کہ لوگوں کو عبرت ہو جاویگی اور اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور ضرور خدا کی طرف سے ہے تو پھر دوسرے لوگ ہلاک ہو جاویں گے +

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت خواجہ صاحب کا تازہ خط

ایک مقتدر بزرگ کا قبول اسلام

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ عید کے ہفتہ ایک مقتدر مفید رئیس بزرگ مشرف باسلام ہوئے ان کا نام مسٹر جارج ملڈ مور ہے ۱۹۱۴ء سے اسلامک ریویو کو باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں جس مضمون نے ان پر سب سے پہلے نقش اول کا اثر کیا وہ میرا مضمون یونیورسل ریلیجن (عالمگیر مذہب) تھا۔ جو جون ۱۹۱۴ء کے پرچہ میں شایع ہوا جو میں نے پروفیسر آئوکن یونیورسٹی (جرمنی) کی ایک تقریر کے جواب میں لکھا تھا جو پروفیسر مذکور نے برسن کی مذہبی کانفرنس میں ۱۹۱۳ء میں کی تھی۔ اور اس امر پر زور دیا تھا کہ عالمگیر مذہب ایک غلط خیال ہے۔ ہمیں بلکے وسیع ملتے رہتے۔ جون ۱۹۱۵ء میں مسٹر ملڈ مور نے مجھ سے خط و کتابت شروع کی۔ اور اس مضمون کا شکریہ ادا کیا اسکے بعد کئی دفعہ ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ اور انہوں نے مسلم ہوس لنڈن میں واقفیت بڑھانے کیلئے خط میں آنا شروع کیا۔ ایک دو دفعہ ووکنگ بھی آئے آخر کار اسلام کی ... اس کی صاف اور سادی لیکن پرمغز الہیات اور اسلام کی عدم تمیز قوم و رنگ انکو ایسے مطالعہ کے بعد ... اسلام کیطرف لے آئی اور وہ آنحضرت صلعم کے حلقہ غلامی میں شریک ہو گئے انکی درخواست پر ... شیخ مشیر حسین قدوائی نے ان کیلئے ... نام تجویز کیا۔ خدا تعالیٰ انہیں مبارک کرے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۵ - یکشنبہ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر ۱/۴۴

فلسفہ نظامی اور حضرت مسیح موعود

(۸)

دعوائے کرشن

سب سے آخر میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے حضرت مسیح موعود کے دعوائے کرشن پر جرح کی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے۔ کہ اسے کرشن کے نام سے نہیں بلکہ کلنکی اوتار کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہندوؤں کے کسی کلنکی اوتار کی ہی علامات آپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کا دعوے کرشن ہونے کا ہے۔ نہ کلنکی اوتار ہونے کا۔ چنانچہ آپ کے الہام میں بھی آپ کو کرشن ہی کہہ کر پکارا گیا۔ جس کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں آئی ہے"۔ پس خواجہ صاحب کو چاہئے تھا۔ کہ اس الہام الٰہی کے مطابق گیتا میں کرشن کی بعثت ثانی کی علامات کو ڈھونڈتے نہ کہ کلنکی اوتار کے پیچھے پڑتے۔ بالخصوص جبکہ ہندوؤں کو کلنکی اوتار کا نہ انتظار ہے۔ اور نہ گیتا میں ان کی کسی کتاب میں اس نام کے کسی شخص کا وعدہ دیا گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی "کتاب الامر" میں بھی جہاں امام مہدی کے متعلق دیگر مختلف کتب اور کسی فرضی طلسماتی تختہ سے چند ایک علامات گنوائی ہیں وہیں ہندوؤں کی کتاب کلنکی پوران کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور اس کے چند ابتدائی صفحات کی عبارات نقل کر کے بتایا ہے۔ کہ ان میں کلنکی اوتار کے ظہور کی جو علامات بتائی گئی ہیں۔ وہ امام مہدی پر ہی چسپاں ہوتی ہیں۔ غالباً حضرت مسیح موعود کی طرف بھی کلنکی اوتار کے دعوے کو منسوب کر کے آپ میں انہی علامات کے فقدان کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے۔ حالانکہ کلنکی پوران کو خواجہ صاحب کے نقل کردہ ابتدائی صفحات سے آگے چلکر دیکھا جائے تو صاف نظر آ جائے گا۔ کہ انہوں نے ہندوؤں کو کلنکی اوتار کا منتظر بنانے اس کی علامات کو امام مہدی پر چسپاں کرنے اور حضرت مسیح موعود میں ایسی علامات تلاش کرنے میں کیسی خطرناک غلطی کی ہے۔ بلکہ جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ کیونکہ کلنکی پوران کے ابتدائی صفحات میں کلنکی اوتار کے ظہور کا جو وعدہ دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق آگے چل کر لکھا ہے کہ وہ پورا بھی ہو چکا۔ خواجہ صاحب نے تو شمبل دیپ سے مراد مکہ اور برہمن سے سید۔ بشنو لیس سے عبداللہ اور سومتی سے آمنہ مراد لیکر اپنی طرف سے "یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی" سے مطابقت دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن اس کو کیا جائے۔ کہ جس کلنکی پوران سے انہوں نے یہ علامات نقل کیں۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ ہندوستان ہی کے کسی شمبل دیپ نامی گاؤں میں کسی بشنو لیس نامی برہمن کی بیوی سومتی سے پیدا ہو بھی چکا۔ اور اپنا کام کر کے واپس بھی چلا گیا۔ یہ کلنکی اوتار کون تھا۔ کلنکی پوران کو جا کر پڑھو۔ اس کا بیان ہے۔ کہ جب دنیا میں ادھرم پھیل گیا۔ جب اور تو اور خود برہمن بھی بگڑ گئے۔ اور ہر قسم کی بدیاں چاروں طرف محیط ہو گئیں۔ تو دیوتا لوگ خود ایشور جی مہاراج کے حضور حاضر ہوئے۔ اور انہیں دنیا کی حالت کی خبر دی۔ جس پر جناب پرمیشر جی نے ارشاد فرمایا کہ اچھا ہم خود فلاں جگہ فلاں آدمی کے گھر میں جنم لیں گے۔ چنانچہ آپ نے وہاں جنم لیا۔ آپ ایک راجہ کی لڑکی پر آپ عاشق ہو چکے تھے۔ جس سے ایک طوطے کے ذریعہ نامہ و پیام ہوا۔ اس عشق میں آپ نے یہاں تک اس سے کہا۔ کہ "میرے سوائے جو کوئی تیری طرف لالچ کی نظروں سے دیکھے گا۔ وہ مرد سے عورت بن جائیگا۔" اس کا علم اس لڑکی کے والدین کو بھی ہوا جس سے وہ خوش بھی ہوئے۔ کہ خود ایشور جی مہاراج ہمارے داماد بننے والے ہیں۔ لیکن یہ وعدہ تو انہوں نے اس وقت کیا تھا۔ جب ابھی آپ نے بشنو لیس کے گھر میں جنم نہیں لیا تھا۔ اور اب جبکہ آپ جنم لے چکے تھے تو ضرورت تھی کہ کہیں آپ بلوغت کی عمر تک پہنچیں اور انہیں اس راجہ کے داماد ہوں۔ راجہ کو اس کا علم نہیں وہ تمام راجے جنہوں نے اس لڑکی کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرنی چاہی اسی وقت مرد سے عورت بن گئے۔ اور شہزادی کی سہیلیوں میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد وہ وقت آتا ہے۔ جب ایشور جی مہاراج جو بشنو لیس کے گھر میں جنم لینے کے بعد اب کلنکی اوتار کے نام سے مشہور تھے۔ طوطے کی معیت میں چوری چوری اس شہر میں وارد ہوئے۔ اور راجہ کے ساتھ (کہ یہ اس شہزادی کا نام تھا) ان کی شادی ہوئی اور راجاؤں کو حکم دیا کہ پھر عورت سے مرد بنے۔

یہ اس مہدی کی کہانی ہے جس کے خواجہ صاحب نے ہندوؤں کی مشہور کتاب کلنکی پوران کی بنا پر عنقریب مکہ سے ظہور پذیر ہونے کی خبر دی ہے۔ اور جس کی علامات کو وہ حضرت مسیح موعود میں بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ یقین کرنا تو مشکل ہے۔ کہ خواجہ صاحب کو اس کہانی کا علم نہیں۔ کیونکہ اسی کتاب کلنکی پوران میں جہاں سے خواجہ صاحب نے کلنکی اوتار کی جس سے انہوں نے مہدی مراد لیکر اس کی بعض علامات اپنی "کتاب الامر" میں نقل کی ہیں۔ یہ تمام کہانی لکھی ہوئی موجود ہے۔ پس سوائے اس کے اور کیا کہا جائے۔ کہ انہوں نے اپنی بات بنانے کے لئے اس کتاب کا وہ حصہ نقل کر دیا۔ جہاں صرف ابھی کلنکی اوتار کے آنے کی خبر تھی۔ اور اسے مہدی موعود پر چسپاں کر دیا اور باقی حصہ کو جس میں اس کے ظہور اور بعد کے حالات تھے چھپا رکھا لیکن ہم اس کو بھی مان لیتے۔ اگر کلنکی اوتار کے اس ظہور کے بعد پھر بھی کبھی اس کی آمد کا کوئی ذکر ہوتا۔ جیسا کہ جناب کرشن نے خود اپنے متعلق یہ خبر دی ہے۔ کہ جب دنیا میں ادھرم اور پاپ بڑھ جاتا ہے۔ تو میں کسی کی شکل میں آتا ہوں۔ مگر جب یہ بھی اس میں نہیں تو ہم نہیں جانتے۔ کہ خواجہ صاحب نے کس بنا پر کتاب الامر میں کلنکی اوتار کی ان علامات مندرجہ کلنکی پوران کو مہدی موعود پر چسپاں کیا اور اس کے آئندہ ظہور ... کی خبر دی۔ اور ان کا یہ مطالبہ کیونکر حق ... بجانب ہوسکتا ہے۔ کہ حضرت ... مسیح موعود میں بھی وہی ... علامات پائی جائیں ... آپ نے ... تو کسی سے دعوے ... ہی نہیں کہ میں کلنکی اوتار ہوں۔ پھر ان علامات کا آپ کے اندر پایا جانا چہ معنے دارد؟

جلسہ سالانہ ۱۹۱۷ء
۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو ہوگا

۲۴ تاریخ کو ۱۱ بجے جلسہ شروع ہوگا۔ جس میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب اور حضرت امیر ہفتہ کے لیکچر اختلافات سلسلہ پر ہونگے۔ حضرت امیر کے لیکچر کے بعد سوال و جواب بھی ہونگے۔ ۲۵ کو بھی اختلافات سلسلہ پر مختلف لیکچر ہونگے۔ ۲۶ کو نزول ابن مریم اور وفات مسیح پر حضرت امیر ہفتہ کا لیکچر ہوگا جس میں سوالات کی بھی اجازت ہوگی۔ ایک لیکچر شیعہ مذہب کے متعلق اور اور بھی مختلف تقاریر ہونگی۔ آخری یعنی ۲۷ کا دن غیر مذاہب کیلئے مخصوص ہوگا۔ مفصل پروگرام آئندہ شائع ہوگا۔ احباب کرام خود بھی ۲۳ کی صبح تک تشریف فرما ہوں اور دوسروں کو بھی ساتھ لائیں۔

اس سے بھی بڑھ کر ہمیں حیرت اس پر ہے کہ یہی خواجہ حسن نظامی صاحب اسی کلنکی پوران کے حوالہ سے اپنے ایک لیکچر میں جو ۱۹۱۰ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور میں دیا تھا۔ ان سب علامات کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کر چکے ہیں۔ اس وقت انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی دنیا کے تمام نبیوں اور رسولوں نے کی ہے۔ کلکی پوران کا بھی حوالہ دیا۔ اور اس میں جس کلنکی اوتار کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اس سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا اور تمام علامات آپ ہی پر صادق آتی ہیں۔ اس کو چھوڑ کر کہ خواجہ صاحب کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔ اور کلکی پوران کی مندرجہ بالا حسن و عشق کی کہانی کے ہوتے ہوئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کے کیونکر مصداق ٹھہر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب وہ یہ مان چکے ہیں۔ کہ کلکی اوتار حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور انہی پر کلکی پوران کی علامات صادق آتی ہیں۔ تو اب مہدی موعود کو ان علامات کا مصداق ٹھہرانا اور حضرت مرزا صاحب میں انہی کو تلاش کرنے کے کیا معنے۔ کیا ان کا خیال ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی دوبارہ ظہور فرمائینگے۔ اور اسی طرح آپ پر پھر الہام نازل ہوگا۔ جس کی کہ کلکی اوتار کے متعلق خبر دی گئی ہے۔ اور خواجہ صاحب نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اسے چسپاں کر کے اس سے جبرئیل مراد لی تھی۔ یعنے مہدی موعود پر بھی آیا ان کا ایمان ہے کہ جبرئیل ہی نازل ہوا کریگا۔

ہے۔ اور اسی کے متعلق آپ کو الہام بھی ہوا ہے۔ کہ

"ہے کرشن اور گوپال تیری مہما گیتا میں آئی ہے"

اس میں الہام الٰہی نے خود بتا دیا ہے کہ "کرشن" اور "گوپال" کی علامات کو گیتا میں تلاش کرو۔ نہ کہ کلکی پوران میں۔ چنانچہ اسی ارشاد الٰہی کے مطابق جب گیتا کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہاں صاف الفاظ میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ

"جب جب پرتھوی پر دھرم نہیں رہتا۔ تب تب دھرم کے قایم کرنے کے لئے میں زمین پر اوتار لیتا ہوں"

جس کا ترجمہ فیضی نے ان الفاظ میں بھی کیا ہے۔

چوں بنیاد دین سست گردد بسے
نمایم خود را بشکل ..... کسے

جناب کرشن کے اس وعدہ کے مطابق ہی ہندو قوم کے افراد کو ایک مدت سے ان کا انتظار رہا آتا تھا۔ بالخصوص آج جبکہ دنیا کے کل ادیان کے ساتھ ہندو دھرم بھی بالکل بگڑ چکا ہے۔ اور کوئی ایک ایسا عقیدہ اس ساری قوم میں پایا نہیں جاتا۔ جو ہندو مذہب کا بنیادی عقیدہ کہا جا سکے۔ تو ایسے وقت میں ہی اس وعدہ کے ایفا کی ضرورت تھی۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے دنیا کے سب مذاہب پر حجت تمام کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کو متعدد حیثیتوں میں کھڑا کیا۔ آپ کو جہاں ایک طرف مسلمانوں کے لئے مہدی اور عیسائیوں کے لئے مسیح قرار دیا وہیں ہندوؤں کے لئے کرشن بھی آپ ہی کو ٹھیرایا۔ پھر چونکہ آج دنیا پر آخری اور اکامل دین صرف ایک اسلام ہی ہے۔ اس لئے دنیا کے مذاہب کی اصلاح اور تجدید اگر ہو سکتی ہے۔ تو اسلام ہی پر چل کر بموجب وعدہ الٰہی "ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ"۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود کو ہی کرشن مسیح اور مہدی کی کل حیثیات دیکر آپ کو اسلام کے اندر مبعوث کیا کہ آپ کل اہل مذاہب کو اپنے پاک دین کی طرف بلا سکیں۔ اور یہی آپ نے کیا کیونکہ جس آقا کے آپ غلام تھے وہ بھی کل دنیا کی طرف ہی آیا تھا۔ خواجہ صاحب کو آپ کی انہی حیثیات پر ہم سے سوال کرنا چاہیئے۔ کلنکی اوتار کے فرضی قصوں کا نہ آپ سے کوئی تعلق ہے۔ اور نہ ہم ان کے ذمہ وار ہیں۔ باقی پھر سہی۔

میاں صاحب اور ہم

۱۱ دسمبر ۱۹۱۷ء کے معاصر ستارہ صبح لکھنؤ نے ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر محمد عمر صاحب کی ایک مراسلت شائع کی ہے جس میں انہوں نے خواجہ حسن نظامی کو ان کی دعوت مباہلہ کا جواب دیتے ہوئے آخر میں "پیغام صلح" کو بھی یہ کہہ کر ڈانٹا ہے۔ کہ گویا ہم نے میاں صاحب کی شان میں بیگستاخی کی۔ کہ ان کی بھی ایسی ہی دعوت ہائے مباہلہ یا پیشگوئی کو گیدڑ بھبکی کے نام سے تعبیر کیا۔ ڈاکٹر صاحب کو اس پر افسوس ہے کہ ہم نے خواجہ حسن نظامی کی اس دعوت کے جواب میں امیر معاویہ کی تقلید کیوں نہ کی۔ جنہوں نے باوجود حضرت علی سے مصروف پیکار ہونے کے ہرقل کو یہ کہہ کر ڈانٹ دیا تھا۔ کہ گو ہماری آپس میں جنگ ہے لیکن تمہارے بالمقابل سب سے پہلے میں علی کے جھنڈے تلے کھڑا ہونگا۔ ہم حیران ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو ہم پر اس قدر رنج کرنے کی ضرورت کیا تھی جبکہ ہم نے خواجہ حسن نظامی کی دعوت مباہلہ کو شائع کرتے وقت جو کچھ لکھا وہ محض میاں صاحب کو ان کے اصول مباہلہ کی غلطی سے متنبہ کرنے کے لئے لکھا تھا جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں ہم اس کو دوہرا چکے ہیں .... اب پھر ہم یہ کہے دیتے ہیں کہ مباہلہ کو میاں صاحب نے بھی خواجہ حسن نظامی کی طرح ایک کھیل بنا رکھا ہے۔ اور روز آئے دن ہمارے بالمقابل ذرا ذرا سی بات پر "مباہلہ" "مباہلہ" کا شور برپا کر کے اور ہلاکت کی دھمکیاں دیکر اپنے مریدوں پر رعب جمائے رہتے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے بھی انہی کے اصول کو برتا ہے۔ پس میاں صاحب کو اس کی یہ دعوت منظور کرنی چاہیئے۔ کہ یہ انہی کے اصول کے مطابق ہے۔ باقی جہانتک حضرت مسیح موعود کا معاملہ ہے۔ ہم یہ کھول کر لکھ چکے ہیں۔ کہ آپ کی ذات پر اس مباہلہ کا کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور جہاں ہم دیکھیں گے کہ حضرت مسیح موعود پر کسی طرح کا حملہ ہوتا ہے۔ وہاں اس حملہ کی مدافعت کے لئے تیار رہیں۔ میاں صاحب سے بیشک ہمیں بھی مخالفت ہے۔ کہ وہ مسیح موعود کے خلاف عقاید بنا کر آپ پر لوگوں کو حملہ کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس لئے اسی اختلاف عقاید کی وجہ سے امیر معاویہ کی طرح ہم سے بھی میاں صاحب کے ساتھ ہو کر لڑنے کی خواہش کرنا غلط ہے کہ امیر موصوف کو حضرت علی سے سیاسی اختلاف تھا اور ہمیں میاں صاحب سے اعتقادی اختلاف۔ ہاں اپنے طور پر جیسا ہم نے بتایا ان حملوں کا براہ راست حضرت مسیح

اس نے میاں صاحب کے اعتقادات پر جرح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کو بھی مورد طعن بنایا تھا اور اسلام میں تجدید سے قطعاً انکار کر دیا تھا۔ الفضل اور دوسرے قادیانی اخبارات نے باوجود کیا نہی کے اعتقادات کی بنا پر اسنے وہ حملے کئے تھے۔ اور ابھی سے اس لئے جواب کو بھی مطالعہ کیا تھا۔ ان کا قطعاً کوئی جواب نہ دیا۔ اب خواجہ حسن نظامی کے حملوں کا بھی جواب اگر دیا تو پیغام صلح نے اور جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ خواجہ صاحب کی دعوت مباہلہ کی بھی ہم نے ہی لغویت ثابت کی۔ آج تک میاں صاحب اور نہ ہی ان کے کسی مرید کو اس پر قلم اٹھانے کی جرأت تک نصیب ہوئی۔ ان کھلی شہادتوں کے ہوتے ہوئے ہم کو مورد طعن ٹھہرانا کہ ہم نے بھی میاں صاحب کی جماعت کی طرح امیہ معاویہ کا نمونہ نہیں دکھایا۔ غلط ہے۔ ہاں میاں صاحب کے ساتھ مل کر ان کی ہاں میں ہاں ملا کر دشمنوں کی مدافعت البتہ ہم نے نہیں کی۔ اور نہ ہی اس وقت تک ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ جبتک کہ وہ اپنے غلط اعتقادات کو بدل نہ دیں۔ اس لئے ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی اس نصیحت کہ

چناں با نیک و بد عرفی بسر کن کز پس مردن
مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزانت

پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔ اور نہ ہی ہم اسے اسلام سمجھتے ہیں۔ کہ اپنے مذہبی اعتقادات کو چھوڑ کر۔ مسلمان رہیں نہ ہندو۔ نہ احمدی ہوں نہ محمودی۔ اگر یہی اصول صحیح ہے تو ہمیں تعجب ہے۔ کہ خود ڈاکٹر صاحب نے بھی اس پر عمل کرنے کے بجائے خواجہ حسن نظامی کو کیوں اس قدر ڈانٹا۔ اور انہیں برا بھلا کہنے سے دریغ نہیں کیا۔ کیا ڈاکٹر صاحب بتائیں گے کہ عرفی کی یہ مندرجہ بالا نصیحت کس قرآنی آیت کا ترجمہ ہے۔ یا کونسی حدیث نبوی کی یہ شرح ہے؟

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔

ایک بات ڈاکٹر صاحب نے کی کہی وہ یہ کہ ہم نے جو میاں صاحب کی پیشگوئیوں اور دھمکیوں کو گیدڑ بھبکیاں قرار دیا۔ تو یہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ کے خلاف ہے۔ کیا مطلب کہ میاں صاحب بھی ان بتوں میں سے ہیں جن کو لوگ من دون اللہ اپنا معبود گردان لیتے ہیں۔ بہت خوب۔ غالباً ہمارے محمودی بھائیوں کو یہ نکتہ بڑا ہی پسند آیا ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک وہ اچھلتے ہونگے۔ ہم بھی ڈاکٹر صاحب کی تائید کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے میاں صاحب کی حیثیت کو بہت خوبی سے واضح کیا۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ ہم نے جو ان معبود من دون اللہ صاحب کی دھمکیوں کو گیدڑ بھبکی قرار دیا۔ تو یہ کوئی گالی نہیں بلکہ اصل حقیقت کا اظہار ہے۔ جیسے کہ دوسرے من دون اللہ معبودین کی پیشگوئیاں وغیرہ ہوتی ہیں۔ ہاں انہیں روحانی صد قرار دینا یہ چونکہ حقیقت کے خلاف ہے اس لئے اسے اگر گالی کہا جائے تو شاید بے جا نہیں +

ڈاکٹر صاحب کی خواہش

ہے کہ ان کے مضمون مندرجہ ستارہ ہند اور ایک دوسرے مضمون کو جو انہوں نے قلمی لکھ کر ہمیں بھیجا ہے۔ اور جس میں میاں صاحب سے مخالفت رکھنے والے احمدیوں کو بھی بہت کوسا گیا ہے۔ اور ہم پر بغاوت اور مصلحتی کمزوریوں کا الزام دیکر "عام اسلامی ہمدردیوں سے بھی امیدوار کرم" بتایا گیا ہے۔ پیغام صلح میں شائع کیا جائے۔ پہلے تو تعجب ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے کس منہ سے یہ لفظ کہے ہیں جبکہ وہ خود بھی اب تک اس گروہ کے ساتھ شامل اب آج تک اس کی مخلصانہ مدد وین کی تائید کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ہم نے دوبارہ ان سے استصواب کیا کہ مبادا یہ کسی نے ان کے نام سے لکھ کر بھیجدیا ہو۔ جبکہ انہوں نے یہی جواب دیا۔ کہ آپ مضمون کو چھاپ دیں۔ اور جن باتوں پر اعتراض ہو ان کا جواب دیدیا۔ آپ کے اس ارشاد کو ہم بسر و چشم بجا لاتے۔ اور اب بھی بجا لانے کو حاضر ہیں۔ لیکن بہتر ہو کہ پہلے فریق مخالف قادیانیوں کے اخبارات سے بھی ہمیں یہ اقرار نامہ لے دیا جائے۔ کہ وہ ہمارے ان مضامین کو جو ہم وہاں شائع کرنے کے لئے بھیجا کریں۔ درج کر دیا کریں گے۔ خواہ ان پر جو دل چاہے ریمارک بھی ساتھ ہی کر دیا کریں۔ اگر ایسا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر احمدی جماعت کی بہبودی کی راہ اور کیا ہو سکتی ہے ہم سب سے پہلے ایسے اقرار نامہ پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کے مضمون ہم پیغام صلح میں شائع کر دیا کریں گے بشرطیکہ قادیانی اخبارات بھی ہمارے مضامین شائع کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کیا اچھا ہو۔ ڈاکٹر محمد عمر صاحب کی بانیکی مداخلت بھی ایک شخص ہے جو اس مبارک [illegible]

تصدیق المسیح

خلق ارض و سماوات اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت خلق السموات و الارض فی ستۃ ایام کی کیسی پر از حکمت تفسیر کی تھی۔ کہ یہ چھ دن کا ذکر درحقیقت مراتب تکوینی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ہر ایک چیز بطور خلق صادر ہوئی ہے۔ اور جسم اور جسمانی ہے اور خواہ وہ مجموعہ عالم ہے اور خواہ ایک فرد افراد عالم۔ اور خواہ وہ عالم کبیر ہے۔ جو زمین و آسمان و ما بینہما سے مراد ہے۔ اور خواہ وہ عالم صغیر جو انسان سے مراد ہے۔ وہ بحکمت و قدرت باری تعالے پیدائش کے چھ مرتب طے کر کے اپنے کمال خلقت کو پہنچتی ہے۔ اور یہ عام قانون قدرت ہے۔ کچھ ابتدائی زمانہ سے خاص نہیں چنانچہ اللہ جلشانہ ہر ایک انسان کی پیدائش کی نسبت بھی انہیں مراتب ستہ کا ذکر فرماتا ہے۔" مگر مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب اس پر بہت بگڑ اٹھے۔ اور پہلے تو یہ ثابت کرنا چاہا کہ آسمان دو یوم میں بنا۔ اور زمین چار یوم میں۔ یعنے آسمان اور زمین میں سے ہر چیز چھ یوم میں نہیں بنی۔ بلکہ آسمان کو دو یوم میں اور زمین کو چار یوم میں بنا کر اس طرح چھ دن پورے کئے۔ اور اس جوش میں خلق الارض فی یومین ..... وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبرک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام کی صاف عبارت میں کہ زمین کو دو یوم میں پیدا کیا اور اس میں پہاڑ اور ہر طرح کی برکتیں اور کھانے کے سامانوں کا مناسب اندازہ کے ساتھ بندوبست چار یوم میں کیا۔ ترجمے میں اپنی طرف سے "یہ سب کام پہلے کام کے" کے الفاظ بڑھا دیئے۔ اور کچھ خدا کا خوف نہ کیا۔ اس قدر دلیری بھی محل تعجب ہے! اور اس وقت یہ بھی یاد نہ رہا کہ دوسری جگہ خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام آتا ہے۔ اب زمین تو چار یوم میں بنی۔ آسمان دو یوم میں بنا۔ یہ ما بینہما کس ذیل میں آئیگا یہ کونسے ایام میں بنا۔ چھ یوم تو پورے ہو گئے۔ اس پر میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح اس پر خوب لکھ چکے ہیں۔ اور مولوی صاحب کی قرآن دانی اور اس تحریف معنوی کا راز طشت از بام کر چکے ہیں۔ لیکن میں ایک اور بات پر توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے انوکھے تفسیر جو بڑے ناز سے بیان فرمائے ہیں۔ اور جن کے ذریعہ بزعم خود جیالوجی سے ہاتھ ملایا ہے۔ اسے جیالوجی کی کسوٹی پر پرکھنا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "قرآن مجید انہی یوم کی تعیین فرماتا ہے ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ اول یہ لفظ انہی یوم" قابل غور ہے قرآن نے کسی جگہ تخصیص نہیں فرمائی کہ آسمان و زمین کی پیدائش کے متعلق جن ایام کا ذکر ہے وہ ایسے یوم ہیں جو ہزار سال کا ہے۔ بلکہ مختلف مقام طور پر ایک امر کی نسبت یوم کا ذکر کیا ہے۔ اور وہاں اس کی مقدار ہزار سال بتائی ہے۔ دوسری جگہ ایک اور امر کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اس یوم کی مقدار خمسین الف سنۃ بتلائی ہے یعنے پچاس ہزار سال۔ کاش کہ پچاس ہزار سال والا یوم مولوی صاحب مراد لیتے تو کچھ بات بھی بنتی۔ مگر مولوی صاحب نے فی یوم ہزار سال پر ہی اکتفا کیا۔ اور زبردستی ہی انہی کا لفظ بھی اپنی طرف سے جوڑ دیا۔ پھر فرماتے ہیں "پس چھ ہزار دنوں میں زمین اور آسمان کی پیدائش بتائی گئی ہے۔ وہ دراصل چھ ہزار سال ہیں جو **جیالوجی کے بالکل مطابق ہے**" میں نے اس قدر تجاہل عارفانہ کی نہیں دیکھی۔ ایک صریح غلط امر بیان کر رہے ہیں۔ اور کمال یہ ہے کہ نہایت جرأت سے یقین دلا رہے ہیں۔ کہ "جیالوجی کے بالکل مطابق ہے" کیوں مولوی صاحب یہ کس جیالوجی کی کتاب میں لکھا ہے کہ آسمان دو ہزار برس میں بنا اور زمین چار ہزار برس میں آپ کے اخبار کے ناظرین تو پھڑک اٹھے ہونگے۔ اور آپ کی اس جیالوجی دانی کے قابل ہو گئے ہونگے۔ اور تمام شائق دنیا خصوصاً اس لئے کہ ایک حصہ غیر مقلدین کا آپ کو گرو سمجھتا ہے۔ اس نعرہ سے گونج اٹھی ہوگی کہ مولانا شیر پنجاب نے جیالوجی کا تختہ الٹ دیا۔ مگر جو جیالوجی کا علم رکھتے ہیں ان کو یہ پتہ لگ گیا کہ مولوی صاحب جیالوجی و دیالوجی کچھ جانتے وانتے نہیں۔ یادنہی یا لوگوں سے رعب جمانے کی کوشش کی ہے۔ اور شہد [illegible] کے حقیقت [illegible] دنیا کو پتہ لگ گیا کہ مولوی صاحب [illegible]

مگر اس جا [illegible] ہوئیں [illegible] کر دیا۔ اور مولوی صاحب مباہلہ کے لئے تحقیقیں کر سکے جو سامنے نظر آگئے۔ مولوی صاحب پر ایک حکایت صادق آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خلیفہ ہارون رشید تو عربی تھے عرب تھے۔ اور ان کے وزیر جعفر برمکی عجمی تھے۔ آپس میں محبت بھی تھی۔ بے تکلفی بھی تھی۔ ایک دن کھانا کھاتے وقت جعفر نے عربوں کی سادگی اور کھانے کے تکلفات سے بالکل ناواقفیت کا ذکر کیا۔ ہارون رشید نے انکار کیا۔ اتفاقاً ایک بادیہ نشین اعرابی آدھر سے گذر رہا تھا جعفر نے اسے بلا لیا اور اپنے ساتھ کھانے میں شامل کر لیا۔ فالودہ کی طشتری اس کے آگے کر دی جو نہایت لطیف اور مزیدار تھی۔ وہ بڑے شوق سے کھانے لگا۔ تو جعفر نے پوچھا کہ اے برادر یہ کیا چیز ہے جو تم کھا رہے ہو۔ وہ کہنے لگا یقیناً یہ کوئی جنت کا کھانا ہے۔ اور خدا نے جنت کے کھانوں کا اس آیت میں ذکر کیا ہے کہ فیہا فاکہۃ ونخل ورمان۔ فاکہہ تو میوے ہیں۔ نخل کھجور ہوا جو ہم روز کھاتے ہیں یقیناً یہ طشتری رمان کی ہے۔ کیونکہ اب یہی لفظ باقی رہ گیا ہے۔ جعفر نے ہنس کر خلیفہ ہارون رشید سے عرض کی کہ یہ نار (انار) کو بھی نہیں جانتا کہ کیا ہوتا ہے۔ بلکہ رمان (انار) سے بھی ناواقف ہے سو وہ مثل مولوی صاحب کی ہوئی۔ کہ قرآن کی تفسیر کرنے لگے تو معلوم ہوا کہ نہ قرآن جانتے ہیں نہ جیالوجی۔ قرآن میں تو جو کچھ کیا سو کیا۔ جیالوجی میں آکر تو بالکل لٹیا ہی ڈبو دی۔ علاوہ [illegible] برس میں سارا آسمان بنا اور چار ہزار برس میں زمین بنی۔ حالانکہ زمین کی مقدار سارے آسمان کے مقابل میں ایک قطرہ اور سمندر کی نسبت ہے۔ گویا تمام آسمان مع اپنے ہزارہا ستاروں اور سیاروں اور بے شمار نظاموں کے جو ہیں سے [illegible] ایک ہمارا نظام شمسی ہے۔ اور زمین جس کا ایک معمولی سیارہ ہے۔ [illegible] اسی آسمان کے اجرام فلکی میں سے ایک طرف ایک نکتہ ہے۔ وہ سب کچھ تو دو ہزار برس میں بنا۔ بہت جلدی بنا۔ مگر زمین چار ہزار برس میں بنی۔ معلوم ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ تکان ہو گئی۔ تو پیدائش کی رفتار سست پڑ گئی۔ سبحان اللہ عما یصفون۔ پھر اس مدت قلیل یعنی دو ہزار اور دو ہزار برس کو دیکھو۔ اور اس پر یہ ضد دیکھو کہ عین جیالوجی کے بالکل مطابق ہے۔ گویا آپ ابھی جیالوجی کا لکچر سنتے آ رہے ہیں جیالوجی کے آفرینش عالم کے طول طویل زمانوں کو کبھی مولوی صاحب سنیں تو حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں لا تقف ما لیس لک بہ علم کا فرمان آپ کو یاد نہ رہا کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑا کرو۔ اور ہم پر یہ دم مارا کرو۔ کیا لطیف تفسیر حضرت مسیح موعود نے کی تھی۔ اور بات بھی سچ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں جب ابھی زمین اور آسمان بنے ہی نہ تھے اور آفتاب اور زمین موجود ہی نہ تھے۔ کہ جن کے آپس کے تعلق اور گردش سے دن رات پیدا ہوتے ہیں تو یہ معنی یوم کے تو کبھی ہو سکتے ہی نہیں [illegible] چوبیس گھنٹہ والا دن رات۔ دوم یہ کہ یوم کا لفظ خود باری تعالے نے مختلف مقامات پر جب بعض امور کی نسبت بیان فرمایا۔ تو بعض جگہ اس کی تشریح خود ہی فرما دی۔ کہ یہاں یوم ہزار سال کا ہے اور یہاں پچاس ہزار سال کا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوم کی مدتیں مختلف ہیں۔ جہاں تشریح سے کھول کر مدت بیان کر دی وہاں تو مدت معین ہو گئی۔ جہاں کوئی تشریح نہیں کی وہاں از خود انکلیں دوڑانا حد عبودیت سے قدم آگے دھرنا ہے۔ اس کا علم اللہ کو ہے کہ وہاں یوم کتنے عرصہ کا ہے۔ ہاں چھ یوم سے نتیجہ یہ ضرور نکلے گا۔ کہ جب آفرینش خلق کو چھ یوم میں تقسیم کیا اور یوم کی تشریح نہ کر کے کسی مدت کی تخصیص نہ فرمائی تو منشائے باری تعالے اس جگہ مدت بتلانے کی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ دراصل ان چھ یا ایام یا چھ مراتب کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جن میں سے ہر ایک چیز کو اپنے پیدائش کے وقت گذرنا پڑتا ہے چھوٹی چیز کے مراتب اپنی مقدار کے لحاظ سے۔ اور بڑی چیز کے مراتب بڑی چیز کی مقدار کے لحاظ سے یہ نہایت صاف بات ہے۔ مگر مولوی صاحب نے دو ڈنڈ کی لیلی فہمی حول اور سخت منہ کی کھائی۔ مگر باایں ہمہ بس نہیں کی۔ چنانچہ مولوی صاحب اپنی عادت کے مطابق جس طرح وہ لکچروں میں کیا کرتے ہیں۔ "دو بتاؤ بتاؤ ہاں پھر کہتے ہیں؟ "اچھا نہیں بتاتا" اور اس طرح لوگوں کی آتش شوق اور اپنے بازار کو تیز کیا کرتے ہیں۔ اسی ادا کو کام فرمایا ہے یہاں بھی گل افشاں ہوئے ہیں۔ پھر ہم اس کا جواب اور طرح بھی دیا کرتے ہیں۔ مگر یہاں اس کا مقام نہیں۔ کیا کہنے ہیں مولوی ثناء اللہ یہاں اس کا مقام کیوں نہیں؟ مہربانی فرما کر اسے بھی تھیلے سے باہر نکال ڈالئے۔ پہلی تفسیر تو جیالوجی سے جا ٹکرائی تھی۔ اب یہ دوسری بھی دیکھیں کس دیوار سے ٹکراتی ہے! +

باقی

[illegible] بشارت احمد علی عنہ [illegible]

مراسلات

ختم نبوت کی اصل حقیقت

رسالہ "محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت" کے حوالجات پیش کردہ "تشحیذ الاذہان" ماہ اگست ۱۹۴۹ء پر ایک نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسلم والی حدیث ایک حدیث ہے جس میں عیسیٰ نبی اللہ تین چار دفعہ آیا ہے۔ اس کی بابت حضرت مسیح موعود کے منہ سے یہ ثابت ہوتی کہ اس جگہ نبی اللہ کا اطلاق استعارہ اور مجاز کے طور پر ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

"یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔"

(ایام الصلح صفحہ ۷۵)

اور اس تاویل سے شہ والی دلیل کے اس اجماعی عقیدہ کو خاک میں ملا دیا۔ کہ درحقیقت کوئی نبی بھی بعد آنحضرت کے ہرگز دنیا میں آئے گا حق کے طالب اس مقام میں خوب سوچیں کہ نصوص قرآنیہ سے نصوص حدیثیہ سے پہلی کتابوں کی شہادت سے ائمہ کی گواہی سے دلائل عقلیہ سے یہی مذہب سچا ثابت ہوتا ہے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہو گئی۔ اور نبیوں کا آنا ہمیشہ کے لئے بند ہے۔ پیشتر ماننے کے آگے یہ مقدمہ پیش کرتے ہیں وہ جواب دیں کہ اب جدید میں کونسی کسر باقی رہ گئی ہے۔ تمام قرآن یہ گواہی دے رہا ہے۔ کہ خاتم اور ختم اور ختام کے معنے بند کرنے کے ہیں نہ کہ کھولنے کے۔ ان مہر کا اپنے قبضہ میں لے لینا دو طور سے ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ مہر لگا کر ایک چیز کو بند کر دینا۔ اور ایک یہ کہ مہر لگا کر ایک چیز کی تصدیق کر دینا یہی دو صورتیں ہیں جو مہر کے معنوں میں بیان کی جاتی ہیں۔ مگر قرآن مجید میں ختم یا خاتم یا ختام کے الفاظ بمعنی تصدیق کہیں بیان نہیں فرمائے گئے۔ اور کسی لغت والے نے لکھا کہ ختم یا خاتم یا ختام کے یہ معنی ہیں کہ تصدیق کرنے والا۔ بلکہ بالاتفاق تمام اہل لغت یہی کہتے ہیں کہ اس کے معنے بند کرنا یا اخیر پر ہونا ہے دلیل لا تو خاتم النبوۃ کے یہی معنی ہونگے کہ سب سے پیچھے آنے والا یا بند کرنے والا۔ اور محاورہ قرآنی میں یہ دونوں باتیں آگئی ہیں۔ کہ خواہ اللہ تعالیٰ کسی کے دل کان آنکھ منہ پر مہر لگا کر ان کو بند کر دے۔ اور خواہ اللہ تعالیٰ نے بطور پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاتم النبیین فرما کر آئندہ کے لئے نبیوں کا آنا بند کر دے۔ مگر مہر لگانے کا فعل ہمیشہ بند کرنے یا آخر پر ہونے کے معنی سے ہی تعلق رکھیگا۔ نہ کہ کھولنے کے معنوں سے۔ ہمارے مخالف محمود شاہی لوگ جو نبوت کے دروازوں کو بند نہیں سمجھتے یہ بھی غلطی کرتے ہیں کہ خاتم کے معنے مہر اور مہر بمعنی تصدیق ہی لیتے ہیں۔ خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ ان کو سمجھنا چاہئے کہ "خاتم" "تصدیق" کو ہرگز نہیں کہتے۔ اور کبھی یہ لفظ زبان عربی میں تصدیق کے معنوں میں نہیں بولا گیا۔ اور اس لفظ خاتم کے معنے نہ قرآن میں نہ کسی لغت کی کتاب میں نہ حدیث میں تصدیق کے معنے لئے گئے ہیں بلکہ خاتم ختم ختام کے دو ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ ابھی پہلے ذکر کیا۔ یعنے ایک یہ معنی کہ اخیر پر ہونا اور دوسرے یہ معنی کہ کسی چیز پر مہر کر کے اس کو بند بتلانا منظور ہو۔ غرض یہ فیصلہ نہایت صفائی سے ہو گیا ہے۔ کہ "خاتم" کے معنے کسی چیز کے آخر پر ہونے یا بند کر دینے کے ہی ہیں۔ نہ کھولنے اور تصدیق کرنے کے۔

اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کے ختم ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں حق ہماری طرف ہے اس ثبوت کے ساتھ اور بہت سے دلائل ہیں کہ اس مسئلہ ختم نبوت کو حق الیقین تک پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کی تفسیر میں فرمانا ان مثلی ومثل الانبیاء ...... وانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ اور فرمانا ختم بی البنیان اور ختم بی النبیون اور فرمانا ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (ترمذی) اور فرمانا ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات ... دجالون کذابون کلھم یزعم انہ رسول اللہ اور فرمانا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی اور فرمانا لو کان بعدی نبی لکان عمر اور تمام صحابہ کا آیت "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے ان معنوں پر اتفاق کرنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس بات پر قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ بعد آنحضرت کے کوئی نبی نہیں۔ ایسا ہی ہے کہ نبوت تو یقیناً ختم ہو چکی ہے ہاں ولایت امامت خلافت تا ابد باقی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسمٰعیل شہید و حضرت مجدد سرہندی وغیرہ بزرگان امت نے لکھا ہے۔

صراط المستقیم کے صفحہ ا پر حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"اور باوجودیکہ عہدہ نبوت کا ختم ہوا اب بھی واسطے متفاوت ہونے اوقات اور انتقال کے عہدے امامت کے مقرر ہوئے۔ اور منصب امامت کا حقیقت میں ظل نبوت کا ہے۔ اب نبی نہ ہونگے مگر امام زمان کے ہوا کریں گے۔"

کتاب صراط مستقیم صفحہ ا پر یہ عبارت درج ہے۔

"منجملہ اس کے یہ ہے کہ قیامت تک اس امت مرحومہ میں کتنے حافظ ہوا کریں گے اور کتنے کشفی اور عقلی دلیلوں سے اسرار اور حقائق کے خبردار پیدا ہونگے۔ اور بہتیرے ایسے زکی اور مصفی ہونگے کہ ان کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت ہوگی اور رسالت کے ظل ہونگے۔ اور جس موقعہ سے انبیاء لوگ علوم غیبیہ کو اخذ کرتے تھے اسی جگہ سے یہ لوگ بھی حاصل کریں گے اسی واسطے ایسے لوگ انبیاء کے استاد بھائی کہلاتے ہیں۔ الغرض یہ لوگ اس درجہ پر ہوتے ہیں کہ اگر نبی کا ہونا ختم نہ ہوتا تو منصب نبوت پر یہ لوگ قائم ہوتے حاصل کلام ایسے لوگ قیامت تک ہوا کریں گے۔"

حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اکمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیائے متبوعہ خود را جذب مے نمایند و بکلیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتی کہ فرق نمی ماند درمیان تابعان و متبوعان الا بالاصالت والتبعیت والاولیت والاخریت ...... ازیں جا است کہ مبادی تعینات جمیع انبیاء و ارباب ایشان از مقام اصل است امتان از اعالی تا اسافل ارباب ایشان از مقام ظلال آں اصل علٰی تفاوت الدرجات فکیف یتصور المساوات بین الاصل والظل۔"

(مکتوبات امام ربانی صفحہ ۲۶۶ جلد اول)

مکتوب دو صد و چہل و ہشتم بنام مرزا حسام الدین احمد:

"دریں مقام تابع و متبوع بیچے مشابہت پیدا میکنند کہ گویا اسم تبعیت از میان خیزد و انبیاء تابع و متبوع زائل میگردد و درمیان متوہم میشود کہ تابع در رنگ متبوع ہر چہ میگیرد از اصل میگیرد گویا ہر دو در یک سینہ اند و ہر دو در رنگ شیر و شکر اند تابع کجا و متبوع کجا و تبعیت کرا و اتحاد و نسبت تغایر گنجائش ندارد عجب معاملہ است دریں مقام۔" (مکتوبات امام ربانی جلد ثانی صفحہ ۱۰۴)

مکتوب پنجاہ و دوئم:

"ہر چند منصب نبوت ختم یافتہ است اما از کمالات نبوت و خصائص آں بطریق تبعیت و وراثت اکمل تابعان انبیاء را نصیب است علیہم الصلوات والتحیات۔"

(جلد ثانی مکتوب پنجم صفحہ ۱۶۱)

ان حوالجات سے بھی یہی نتیجہ نکلا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبوت اور رسالت نہیں اور نہ کوئی نبی ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود نے تو اس قدر شرح و بسط سے ختم نبوت کا بیان کیا کہ کسی نے کیا بیان کرنا ہے۔ مثلاً یہ الفاظ: ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر جانتا ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

"بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۲)

"نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

"ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرئیل کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے۔ اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام ۵۸۳)

اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے حق میں ہرگز روا نہیں رکھیگا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ایک ضروری امر ہے۔ اسلام کا تختہ ہی الٹ دے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جاویگا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶)

اکیسویں آیت یہ ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا ...... اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہو گئی ہے۔" (ازالہ ۶۱۴)

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔" (ازالہ صفحہ ۷۶۱)

"اگر اللہ نے نبیوں کو ہمارے رسول کے ساتھ ختم کر دیا۔ اور وحی نبوت منقطع ہو گئی ...... اور ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی نہیں۔" (تحفہ بغداد صفحہ)

"اور سب حدیثیں اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ کیونکہ نبوت ختم کر دی گئی۔ اور ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں۔"

"جب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو کوئی شک نہیں کہ جو شخص اس کے نزول پر ایمان لاتا ہے جو نبی اسرائیل کا ایک نبی ہے وہ خاتم النبیین کا کافر ہے۔" (تحفہ بغداد صفحہ ۲۵)

"اللہ کو یہ شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہ شایان اس کو کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے بعد اسکے کہ اسے قطع کر چکا ہے۔" (آئینہ کمالات صفحہ ۳۷۷)

"یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت میں ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ)

"اگر ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا ہے ...... اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں یہی اشارہ ہے ......

اگر ہمارے رسول صلعم اور اللہ کی کتاب کریم کو تمام آنے والے زمانوں اور تمام ان زمانے کے لوگوں کے علاج اور دوا کے رو سے مناسبت نہ ہوتی۔ خدا تعالیٰ اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کیواسطے تا قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہرگز نہ بھیجتا۔ اور ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کی برکات جہان پر محیط اور آپ کے فیوض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر۔ بلکہ کل مخلوقات پر وارد ہوتے ہیں خواہ ان کو اس کا کچھ بھی علم نہ ہو۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۹)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبی اور رسول ہوں۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۸)

"اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ...... محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین نہیں مانتا اور کہتا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں پاک ذات ہے میرا رب میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ...... اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ دجال ہیں۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹)

"اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲)

"اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ (محدث) بالفعل بھی نبی ہوتا۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹) (باقی آئندہ)

ہونے خلاف مفہوم حضرت صاحب کے غیر احمدی یا غیر از جماعت کے نام سے آئندہ پکارا جاوے ۔

(۲) غیر احمدی یا غیر از جماعت سے پکارا جانا آپ لوگوں کو ناگوار خاطر معلوم ہو۔ تو ہر بتاؤ کہ کون سے نام سے مخاطب کیا جاسکے ۔ آیا اس لفظ احمدی کے بدعتی مفہوم کی وجہ بدعتی احمدی کے نام سے یا کسی اور نام سے ۔

(۳) چونکہ حضرت مرزا صاحب اپنے احمدی ہونیکا اعلان در اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء میں عام طور سے پبلک اور گورنمنٹ میں کر چکے ہیں ۔ اور اب آپ لوگ حضرت صاحب کو سچائے احمدی احمد سمجھتے ہیں ۔ اور ان کے اعلان کے خلاف ایمان رکھتے ہیں ۔ تو آپ لوگوں کا یہ عقیدہ یعنی حضرت صاحب کو احمدی نہ ماننا ۔ یا احمدی نہ ہونا سمجھنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشار کے مطابق ہے ۔ یا کہ مخالف ۔ اور کہ وہ درپردہ حضرت صاحب پر حملہ تو نہیں ۔ کہ حضرت مرزا صاحب غیر احمدی ہیں ۔ اگر حملہ نہیں ۔ تو کیوں ۔ حضرت صاحب نے اشتہار واجب الاظہار میں اپنے آپ کو جماعت احمدیہ کا امام یا پیشوا ہونا لکھ کر اور صاف کر دیا ہے کہ احمدیوں کا امام بھی احمدی ہے " امامکم منکم " اس پر نص صریح ہے ۔

(۴) خلافت محمدیہ تو ماتحت آیت استخلاف خلافت منصوصہ ہے ۔ حضرت مرزا صاحب پر کونسا الہام ہوا جو نص صریح اس امر پر ہو سکے ۔ کہ آپ کے بعد بھی خلفاء کا سلسلہ ہے ۔ ورنہ برعکس اس کے جس قسم کا وعدہ حضرت عیسے علیہ السلام سے " جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ " کا ہوا ۔ ویسا ہی انہی الفاظ میں حضرت صاحب پر الہام ہونے کی وجہ سے نص صریح اس امر پر ہے ۔ کہ جماعت احمدیہ کا غلبہ حضرت صاحب کے منکران پر اسی مماثلت سے ہوگا ۔ جس طور سے کہ مسیح ناصری کی جماعت کا غلبہ ہوا ۔ یعنی کلیسیا یعنی انجمن کے ذریعہ نہ کہ خلافت کے ذریعہ ۔

(نوٹ) جواب مدلل ہونے کی صورت میں دس روپیہ انعام دیا جاویگا ۔ انعام کے واسطے سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی خدمت میں درخواست معہ جواب آنا چاہئے

خاکسار

ایس ۔ ایم ۔ خاں

انجمن اشاعت اسلام پٹیالہ کا عظیم الشان جلسہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پٹیالہ کا عظیم الشان جلسہ یکم و دوم دسمبر کو نہایت کامیابی سے منعقد ہوا ۔ اس تقریب پر حضرت امیر قوم مولانا محمد علی صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب ۔ حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب تقریریں کرنے کے لئے پٹیالہ تشریف لائے تھے ۔ پروگرام میں مولوی عبد الحق صاحب کا بھی نام تھا ۔ مگر چونکہ مولوی صاحب بوجہ علالت تشریف نہیں لاسکے ۔ اس لئے ان کی بجائے مولوی مصطفےٰ خاں صاحب نے ایک مختصر سی تقریر اس موضوع (کتاب کامل) پر کی ۔ اس کے بعد حضرت مولوی محمد علی صاحب نے اسلام و دیگر مذاہب پر اپنی تقریر دلپذیر شروع کی ۔ اس تقریر کا ہر ایک لفظ اثر اور جذب میں ڈوبا ہوا تھا ۔ چنانچہ تمام حاضرین جلسہ جن کی تعداد تقریباً پانچ سات سو ہوگی ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے ۔ اس وقت تمام حاضرین پر ایک وجد کا عالم طاری تھا ۔ چنانچہ آپ نے تقریر ختم کی تو لوگوں کے منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے نکل گئے اور وہ نہایت بعقیدت اور ارادتمندی حضرت مولانا موصوف کے ساتھ مصافحہ کرتے رہے ۔ اس اجلاس میں معزز اور تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے تھے ۔ اور غیر مذاہب کے معزز عہدہ دار بھی تھے ۔

دوسرے دن حضرت ڈاکٹر میرزا صاحب کا لیکچر شروع ہوا جس میں ڈاکٹر صاحب ممدوح نے نہایت فصاحت سے حضرت امام الزمان مسیح موعود کے دعاوی ۔ آپکی صداقت کا ثبوت اور آپ کے کارنامے نمایاں کا ذکر کیا ۔ نبوت مسیح موعود کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت ڈاکٹر صاحب نے ایک نہایت لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے ۔ کہ حضرت صاحب کو حدیث میں جو نبی کا خطاب دیا گیا ہے اور ایسا ہی الہام میں بھی ۔ یہ لفظ استعمال ہوا ہے ۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں دہریت اور مادہ پرستی کی وجہ سے طبائع میں مکالمہ الٰہی کی طرف سے ایک گونہ انکار ہو گیا تھا ۔ اور لوگ حقیقت نبوت سے بے خبر تھے اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرح خدا تعالےٰ اپنے بندوں سے کلام کرتا تھا ۔ چونکہ حضرت مسیح کے کارنامے نمایاں میں سے یہ بھی ایک کام تھا کہ آپ نے اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کے ذریعہ سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ اس طرح سے اللہ تعالےٰ غیب کی خبریں انبیاء پر کھول دیتا ہے ۔ اور اسی طرح ان کو تعلیم [illegible] ہے حضرت مسیح موعود کے الہام میں الفاظ نبی وارد ہوئے [illegible] حضرت صاحب نے آپ ہی تشریح کر دی ہے کہ یہ الفاظ مجازی [illegible] مگر افسوس کہ میرزا محمود احمد صاحب کی پارٹی اس کو حقیقت قرار دیتی ہے ۔ اسی پر محمودی مبلغ یعنے عبد الصمد نے کہا کہ میاں صاحب بھی حقیقی نبی حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتے یہ ان پر الزام ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت حقیقۃ النبوۃ کا وہ فقرہ پڑھ کر سنا دیا ۔ جس میں لکھا ہے :

" شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے ۔ اس کے معنے سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں " (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۷۴)

اور یہ بھی فرمایا کہ شکر ہے کہ میاں عبد الصمد صاحب میاں محمود احمد کے مذہب پر ہیں ۔ اس کے بعد عبد الصمد صاحب خدا جانے کہاں چلے د[illegible]

اس کے بعد مولوی صدر الدین صاحب کا لیکچر تبلیغ اسلام انگلستان میں " کے متعلق ہوا جو نہایت سکون اور آرام سے سنا گیا ۔ اس لیکچر کا اثر بھی سامعین پر خاص تھا ۔ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب کے لیکچر ختم نبوت پر شروع ہونے سے پہلے لوگ کثرت سے آگئے ۔ چنانچہ منتظمین کو زائد دریاں بچھانی پڑیں ۔ اس لیکچر کے وقت حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی ۔ اور تمام جگہ وہ معمور ہو گئی تھی ۔ حضرت امیر قوم نے ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے کہ اب کسی نبی کی گنجائش نہیں حتیٰ کہ مسیح ناصری کی جگہ نہیں ۔ کیونکہ اگر وہ مجدد کا کام آ کر کریں گے ۔ تو پھر ایک نبی کو دو ہزار برس تک سنبھال کر مجدد کے کام کے لئے رکھ چھوڑنا کس حکمت پر دلالت کرتا ہے ۔ کیونکہ مجدد تو اس امت میں سے پیدا ہونا تھا ۔ یہ کیا ایسی بات ہوئی کہ ایک مجدد کے لئے ایک نبی کو دو ہزار برس تمام قوانین قدرت کے خلاف رکھا جاتا ۔ اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور مارے شرم کے مسکراتے تھے ۔

المختصر اس جلسہ میں تبلیغ احمدیت نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئی [illegible] اور لوگوں پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ اب دعائیں کرتے ہیں پھر حضرت امیر قوم کسی جلسہ کے موقعہ پر تشریف لائیں اور مواعظ حسنہ سے خلق [illegible] فائدہ پہنچائیں ۔ کالج کے طلباء کہنے لگے کہ ہم آج مسلمان ہوئے ہیں [illegible] پٹیالہ کی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو اس کامیابی پر خصوصیت سے مبارکباد دیتے ہیں اور انکی مساعی جمیلہ کیلئے کہتے ہیں جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔

برقیات جنگ

روس

انتہا پسندوں اور کاسکوں کی جھڑپ :۔ ریوٹر کا نامہ نگار متعینہ پیٹروگراڈ اپنے کل شام کے تار میں بیان کرتا ہے کہ جنگی انقلابی کمیٹی نے ایک اشتعال انگیز اعلان اس مضمون کا جاری کیا تھا کہ کل لوگ دن اشتعال انگیز نعروں کے ساتھ جابجا مظاہرے کرنے چاہئیں ۔ لیکن بالآخر یہ اعلان منسوخ کر دیا گیا ۔ لوگوں کے کچھ جلوس مجلس اساسی کے افتتاح کی خوشیاں مناتے ہوئے ٹارائڈ پیلس میں آ کر جمع ہوئے ۔ جس کے بعد کچھ مجلسیں جنکا انتظام وقت نے وقت پر کیا گیا تھا منعقد ہوئیں ۔ لیکن شام کے چار بجے تک کوئی بدامنی واقع نہ ہونے پائی ۔

انتہا پسندوں کی جماعت لونشویکیس کی خبر رساں ایجنسی اعلان کرتی ہے کہ روس بھر میں انقلابی عدالتیں قائم ہو گئی ہیں جس کے ارکین سپاہیوں ۔ ملاحوں مزدوروں اور مزدوری پیشہ عورتوں پر مشتمل ہیں ۔ کہ ان کا انتخاب بذریعہ مقامی جماعت ہائے سوویٹ عمل میں آئیگا ۔

انقلاب لپٹ اشتراکیین کانگرس میں حلقۂ چپ و حلقۂ راست کے درمیان قطعی مخالفت پیدا ہو گئی ہے ۔

صیغہ خارجہ کے نمائندہ جمہور نے ایک فرمان جاری کیا ہے ۔ جس کی رو سے وہ تمام روسی ارکان سیاست برطرف کر دیئے گئے ہیں ۔ جنہوں نے جماعت ہائے سوویٹ کے ماتحت خدمات بجالانے کے بارہ میں اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا ۔

انتہا پسندوں کی سیکملسٹ جماعت کے اخبار پراوڈا نے اعلان کیا ہے بیلاگراڈ کے قریب انتہا پسند فوج کے ساتھ جرنیل کرنیلاف کے چار ہزار رسالہ کی پہلی جھڑپ ہوئی ۔ اور دونوں طرف سے کلدار توپوں کی آتشباری ہوئی ۔ نتیجہ نہ نکلا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بحیرۂ اسود کے بحری دستے چند وفود کے ساتھ جرنیل کلیدن کے خلاف بھیجے گئے ہیں ۔ جس نے ایک وفد کو گرفتار کر لیا ہے ۔ جرنیل کلیدن نے ایک سخت تنبیہی اطلاع اس مضمون کی جاری کی ہے ۔ کہ بحیرۂ اسود بیڑہ کاسکوں کے علاقے کی خود مختاری میں قطعاً دست اندازی نہ کرے ۔

ر ۱۱ [illegible] ایک رومانوی سرکاری اعلان مظہر ہے ۔ ہم نے دشمن کی [illegible]

اسٹرڈم ایک جرمن نیم سرکاری اعلان مظہر ہے ۔ کہ روسی فوج کی واپسی شروع ہو گئی ہے ۔

جینی سے ایک تار اخبار ٹائمز کے نام آیا ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رومانوی فوج کا سپہ سالار جرنیل پریزان مقرر کیا گیا ہے ۔

آبدوز کشتیوں کی زبردست ہوا

انگلش جہاز غرق ۔ امارت بحری اعلان کرتی ہے کہ اس ہفتہ ۲۴۲۷ جہاز برطانی بندرگاہوں میں داخل ہوئے اور ۲۲۸۴ روانہ ہوئے ۔ ۱۶ اسو ٹن سے اوپر کے چودہ اور سات اس سے کم وزن کے جہاز غرق ہوئے ۔ گیارہ جہازوں پر ناکام حملے ہوئے ۔

اطالوی اعلان :۔ روم ۱۸ دسمبر تک کے ہفتہ میں آنے والے جہازوں کی کوئی تعداد نہیں ظاہر کی گئی ۔ البتہ روانہ ہونے والے ۱۴۹ تھے ۔ ایک جہاز جس کا وزن پندرہ سو ٹن سے اوپر تھا اور ایک اس سے کم وزن کا غرق کیا گیا اور ایک کو نقصان پہنچایا گیا ۔ دو جہازوں پر ناکام حملے ہوئے ۔

صرف ایک جہاز غرق :۔ اس ہفتہ فرانسیسی بندرگاہوں میں ۸۴۵ جہاز داخل ہوئے اور ۹۴۷ روانہ ہوئے ۔ صرف ایک جہاز غرق کیا گیا ۔ جس کا وزن ۱۶ اسو ٹن سے اوپر تھا ۔ تین جہازوں پر ناکام حملے ہوئے ۔

ہیلیفاکس کا زبردست دھماکا

واقعہ کی تفصیل ۔ ہیلیفاکس سامان حرب کے جہاز کے کپتان کا بیان حسب ذیل ہے :۔ ہمارے جہاز پر پانچ ہزار ٹن کا سامان لدا ہوا تھا جس میں بیشتر حصہ آتشگیر مواد کا تھا ۔ صبح صاف تھی ۔ پانی میں کوئی طغیانی نہ تھی ۔ ہمارے راستہ میں کوئی جہاز بھی نہ تھا ۔ یہاں تک کہ ہم نے دو میل کے فاصلہ پر ایک جہاز کو دیکھا ۔ سگنل دینے میں ایسی گڑبڑ ہو گئی جس کی وجہ سے یہ تصادم واقع ہوا ۔ کپتان بیان کرتا ہے جس وقت آمو جہاز ٹکرایا تو پکرک ایسڈ میں بینزول مل گیا ۔ اور اس میں آگ لگ گئی ہم نے فوراً سفائن حیات پانی میں پھینک دیں اور کنارہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ پکرک [illegible] تو ۲۰ منٹ بعد وہ ایسڈ تک پہنچ گیا ۔ جس کے بعد دھماکا [illegible] بیہوش کر دیا صرف ایک توپچی بری طرح مجروح ہوا ۔

۲۰ ہزار بے خانماں :۔ ہیلیفاکس سے سرکاری اطلاع [illegible] گیا ہے کہ ہیلیفاکس میں ایک ہزار سے زائد موتیں وقوع [illegible] اور ۲۰ ہزار بے خانماں پھر رہے ہیں ۔

میکسیکو میں جرمن سازش :۔ میکسیکو میں جرمن سازشوں کی گرم بازاری ہے ۔ افواہ ہے کہ کرنزا نے تین جرنیل میکسیکو کے تیل کے چشموں پر بہ جبر قبضہ کر لینے کے لئے روانہ کئے ہیں ۔ جرمنوں کی سرگرمی کو دیکھتے ہوئے یہ واقعہ تشویش پیدا کر رہا ہے ۔

پرتگال :۔ لزبن ۔ جمہوریہ پرتگال کا پریذیڈنٹ ہوتے [illegible] ہوا تھا ۔ اس لئے وہ گرفتار کر لیا گیا ۔

فرانس

توپخانہ کی وسیع سرگرمی :۔ سر ڈگلس ہیگ کا آج شب کا اعلان مظہر ہے ۔ سکاٹ لینڈ کی فوجوں نے آج حملہ کر کے بورسیز کی مشرقی چوکی سے مدافعین کو نکال دیا کئی ایک جرمن مارے گئے ۔ یا گرفتار ہوئے ۔ غنیم کا توپخانہ پھر کمبرے کے جنوب اور جنوب مغرب میں سرگرم کار ہو گیا ہے ۔ یپرز کے مشرق اور شمال مشرق میں خصوصاً پانیگلن جنگل اور ریلوے کے قرب و جوار میں [illegible] کی شدت اور بھی بڑھ گئی ہے ۔

جوابی گولہ باری :۔ گذشتہ شب کو فرانسیسی اعلان مظہر ہے ۔ دریائے این وائز کے درمیان سپین میں مین ڈی ہجز پر دریائے میوز کے بائیں کنارہ پر اور بالائی السیس میں توپ خانہ کی جوابی گولہ باری جاری رہی ۔ پہلے تو بالس ڈی شام کے محاذ پر ورکانوں کی طرف سخت گولہ باری ہوئی اور بعد میں جرمنوں نے دو حملے کئے مگر ان دونوں کو ناکام کر دیا گیا ۔

ہوائی مصروفیت :۔ آج سہ پہر کا سر ڈگلس ہیگ کا اعلان مظہر ہے ۔ دریائے سکارپ کے جنوب اور رینز کے شمال میں خصوصاً اور کل عام طور پر توپ خانہ اور ہوائی جہازوں کی غیر معمولی سرگرمی رہی ۔ ایاپی کے مشرق میں ہم نے ایک ہوائی حملہ کو پسپا کیا ۔ اور کمبرے کے محاذ پر کام کرنیوالی جماعتوں کو منتشر کر دیا ۔ اور کئی قیدی گرفتار کئے ۔

فاروقیوں کو دس روپیہ انعام

بجواب

پیغامیوں کو پانچ روپیہ انعام

اخبار فاروق قادیان جلد ۲۵ پرچہ نمبر ۳۸-۳۹ سلم صفحہ ۲۰ کالم ۲ و ۳ میں جواب درست دینے کی صورت میں " پیغامیوں کو پانچ روپیہ انعام " کے عنوان سے ہمارے ایک دوست بابو رسول بخش صاحب سب اور سیر کریم پور تحصیل ملتان کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں چار سوال ہم احمدیان متعلقہ جماعت لاہور کو پیغامیوں کے نام سے منسوب کر کے کئے گئے ہیں۔ چونکہ ایسے مضامین سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف غلط فہمی ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس واسطے اپنا فرض منصبی سمجھ کر ازالہ کے طور پر بابو رسول بخش صاحب کے جوابات لکھتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ جوابات ان کے واسطے تسلی بخش ہونگے۔ اور انعام مشتہر کردہ کو وہ از راہ مہربانی اشاعت اسلام فنڈ لاہور بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس روانہ کر دیں گے۔

سوال (۱) آپ لوگوں کے نزدیک غیر احمدی غیر از جماعت ہیں۔ اور اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور ہم احمدی محمودی کے لقب سے ملقب ہیں۔ تو آپ پیغامی اب تک اپنے آپ کو احمدی کیوں کہتے ہیں۔ غلام احمدی کیوں نہیں کہتے۔ جب حضرت مرزا صاحب۔ آپ کے نزدیک احمد ہی نہیں۔ تو آپ احمدی کیسے ہوئے؟

اقول ۔ بجواب واضح ہو۔ کہ ہم احمدی محض اس وجہ سے احمدی ہیں جس وجہ سے خود حضرت مرزا صاحب احمدی ہیں۔ دیکھو حضرت صاحب کا "اشتہار واجب الاظہار" مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء جو حضرت صاحب نے اپنی جماعت اور گورنمنٹ کی توجہ کے لئے مردم شماری کے موقعہ پر شائع کیا۔ تریاق القلوب کے اخیر میں بھی یہ اشتہار درج ہے۔ اس اشتہار سے پیشتر نہ خود حضرت صاحب احمدی کہلاتے تھے۔ نہ ہی ان کی جماعت۔ اشتہار کے صفحہ ۴ کی عبارت سے جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔ آپ کے سوال کا جواب بخوبی مل جاتا ہے۔

"اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے۔ جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں۔ وہ نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** ہے۔ اور جائز ہے۔ کہ اس کو **احمدی مذہب کے مسلمان** کے نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے ....
.... اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم اسم محمد جلالی نام تھا اس میں مخفی پیشگوئی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دینگے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلا دینگے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی۔ کہ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کریگا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آوینگی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس **فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ** رکھا جاوے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے۔ کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے"
(اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء)

اب اشتہار کے مضمون مندرجہ بالا سے آپ کے تین سوالوں کا حل ہو جاتا ہے جس میں قابل غور امور" مندرجہ ذیل ہیں:-

اول یہ کہ۔ حضرت مرزا صاحب احمدؐ نہ تھے۔ بلکہ احمدی ورنہ وہ [illegible] ہرگز نہ لکھتے کہ احمدؐ کا ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کیلئے

دوم یہ کہ۔ جن معنوں میں حضرت مرزا صاحب احمدی ہیں انہی معنوں میں ہم یعنی ان کی جماعت احمدی ہے۔

سوم یہ کہ۔ ہمارا احمدی ہونا بوجہ حضرت صاحب کے احمد نام ہونے کے نہیں۔ بلکہ حضرت صاحب اور آپ کی جماعت کا احمدی ہونا محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد کی وجہ سے احمدی صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے ہے۔ جو دنیا میں صلح اور آشتی پھیلانے کو اپنا نصب العین قرار دیکر آنحضرت صلعم کے اسم احمد کے ظہور کا ہوئے۔ وہ احمدی صفات پر کاربند ہونے کی وجہ سے احمدی کہلائے اور کہلاتے ہیں۔

چہارم یہ کہ۔ احمدی کہلانے کا یہ مفہوم ہرگز درست نہیں اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب کا منشاء ایسے مفہوم کا ہے۔ کہ لوگ احمدی کے لفظ سے یہ سمجھیں کہ یہ فرقہ حضرت اور نام احمدؐ یا غلام احمدؐ کی وجہ سے احمدی ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم صرف اس قدر ہے۔ کہ اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے۔ کہ یہ فرقہ دنیا میں صلح اور آشتی کے پھیلانے کو اپنا نصب العین قرار دینے کی وجہ سے احمدی ہے۔

اب آپ کے سوال ۱ کا جواب مکمل ہے۔ غیر احمدی بیشک غیر از جماعت ہیں اور رہیں گے۔ جب تک کہ وہ خدا کے مامور کے منشا کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر کے صلح و آشتی کے اصولوں پر کاربند ہو کر احمدی صفات کے حامل نہ ہوں۔ اور آپ لوگ بوجہ محض حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے احمد نام سے احمدی کہلانے کے مدعی ہو کر ایک بدعت کرنیوالے ہیں کیونکہ احمدی کہلانے کا مفہوم آپ لوگوں کا سراسر خلاف منشا مسیح موعود علیہ السلام ہے۔ بیشک حضرت مرزا غلام احمد صاحب فی الواقع ہرگز ہرگز احمدؐ نہیں ہیں۔ ہاں مظہر صفات احمدیہ ہیں۔ تو جس حالت میں ہمارے آقا حضرت مسیح موعود نے اپنے نام غلام احمد کی وجہ سے اپنی جماعت کو غلام احمدی کہلانیکا حکم نہیں دیا۔ بلکہ عام پبلک میں اشتہار دیکر اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو احمدی ہونیکا اعلان کیا۔ تو یہ بدعت ہی کوئی ہرگز نہیں نکال سکتا۔ کہ ان کے نام پر کسی فرقہ کا نام رکھ سکے۔ اور نہ ہی غیر احمدی کہلا سکتا ہے جبتک کہ احمدی کہلانے کے اصل مفہوم کے خلاف مفہوم نہ رکھے۔

سوال (۲) ۔ قولہ۔ جب آپ حضرت مرزا صاحب کو احمد نہیں سمجھتے بلکہ احمد کہنے والے کو مشرک کہتے ہو۔ تو اس لحاظ سے اپنے آپ کو تم غیر احمدی کیوں نہیں کہتے۔

اقول ۔ اس کا جواب سوال ۱ کے جواب میں اوپر مفصل آچکا۔

سوال (۳) جب ہم حضرت اقدس کو احمد ماننے کی وجہ سے اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ تو حضرت صاحب کو احمد نہ ماننے کی وجہ سے آپ کو غیر احمدی کیوں نہ کہا جاوے؟

اقول ۔ اس کا جواب بھی سوال ۱ کے جواب میں آچکا مزید بر آں یہ کہ آپ لوگوں کا حضرت صاحب کو احمد ماننے کی وجہ سے احمدی کہلانا خلاف منشاء حضرت صاحب ہے (دیکھو اشتہار مندرجہ بالا کا مضمون) تو یہ ایک بدعت ہے۔ اب بوجہ تمہارے اس بدعتی نام کے تم بدعتی احمدی ہو۔ حقیقی طور سے احمدی ہونیکا وہی مفہوم ہے جسکے رو سے حضرت نے خود اپنے لئے اور اپنی جماعت کیلئے احمدی ہونیکا اعلان کیا۔ اگر حضرت صاحب احمدؐ نہ تھے۔ تو اپنے آپ کو احمدی ہرگز نہ کہہ سکتے تھے۔ اور جبکہ ان کا اعلان پبلک میں اپنی جماعت اور گورنمنٹ کی توجہ کے لئے موجود ہے۔ کہ ہم اور ہماری جماعت احمدی ہے۔ تو پھر اس کے خلاف جب تک کوئی اعلان (ایسا نہ ہو کہ وہ اعلان منسوخ ہے۔ بلکہ میں تو احمد ہوں۔ اور [illegible]) میری جماعت احمدی میرے نام احمد ہونے کی وجہ سے ہے تب تک کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل موجود ہو۔ حضرت صاحب کے نام کی وجہ سے اپنا احمدی ہونا ہرگز ہرگز نہیں بیان کر سکتا۔ اور نہ ہی غلام احمدی۔ یہ ایک نص صریح اس امر پر ہے کہ جو آپ کے مفہوم کے مطابق احمدی کہلانے والے ہیں۔ وہ غلو کرنیوالے ہیں۔ اور گمراہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اور احمدی کہلانے کا اصل مفہوم وہی ہے جو کہ سوال ۱ کے جواب میں بیان کیا گیا ہے۔ تو تمہیں غیر احمدی یا غیر از جماعت کہنے والے مزید زیادتی کرنیوالے ہیں۔

سوال (۴) قولہ خلافت اولیٰ کو آپ لوگ جم مثال ملنے رہے جب خلافت ثانیہ کے وقت [illegible] ہونے لگے۔ تو ہماری طرف سے خلافت اولیٰ کے ماننے کا حوالہ دیا گیا۔ تو آپ نے بڑی ایچا پیچی کے بعد ایسا مدلل جواب دیا۔ کہ اگر اس وقت لقمان زندہ ہوتا۔ تو بقرو وہ آپ لوگوں کی دلیل کا لوہا مانتا۔ وہ جواب مختصر تھا۔ ہم نے چھ

سکتی۔ اور غلطی میں نہیں۔ ممکن ہے کہ چھ سال کے بعد آپ پھر یہ دیں کہ ہم نے اختلاف مسائل میں غلطی کھائی کیوں نہ ہم آپ سے چھ سال بعد تقسیم کریں یا اب اس وقت آپ کو غلطی پر سمجھیں کیونکہ آپ کی عقل ابھی موعودہ اور مقررہ میعاد پاگل پن کے اندر ہے۔ جواب معقولیت سے دیا جاوے [illegible] جواب تسلی بخش پانچ روپیہ انعام دیا جاویگا۔

اقول ۔ آخر یہ کس قسم کا معقولیت سے بھرا ہوا سوال ہے جس کا جواب معقول طلب کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے بیہودہ و فضول و نا مہذب استعمال کے جامہ میں سوال کے رنگ میں دینا کیا یہ تہذیب کے کسی قانون میں جائز ہے سراسر لغویات کا مجموعہ ہے۔ میں حسب الفرمان ربانی دعوا للغو [illegible] ایسے لغویات کا جواب جس سے جہالت کی بو آتی ہے۔ سوائے اس کے اور کیا دے سکتا ہوں۔ کہ ع

جواب جاہلاں باشد خموشی

اصل کلام کا جواب یہ ہے۔ کہ خلافت موجودہ سے [illegible] ہونیکا کیا باعث ہے وہ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر خود سوچ لیں کہ یہ امر کیسے [illegible] ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء انہی معنوں میں ہیں جن معنوں میں .... حضرت مرزا صاحب خاتم الخلفاء ہیں جن کی تشریح آپ کی طرف سے یہ عام طور سے ہو چکی ہے۔ کہ خلفائے محمدیہ تو قیامت تک ہونگے۔ اب آئندہ وہی خلیفہ ہوا کریگا۔ جو کہ حضرت مسیح موعود [illegible] تو سلسلہ خلفائے محمدیہ باوجود بعثت خاتم الخلفاء کے بند نہیں [illegible] اسی طرح اس نظیر سے خاتم الانبیاء کی حقیقت کھلتی ہے [illegible] صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے کے نبیوں کا سلسلہ ختم نہیں [illegible] مگر نبی وہی ہوگا جو آنحضرت صلعم کی امت سے ہو۔ پھر اس بات [illegible] کر بعد میں یہ بھی آپ لوگوں کے مسلمات میں سے ہے۔ کہ حضرت [illegible] عیسیٰ محمد است اب مماثلت کے لحاظ سے خاتم الانبیاء کے بعد [illegible] دروازہ کھلا ہونے کے جو کہ صرف ایک ہی نبی آ سکتا ہے۔ اور وہ [illegible] موعود ہی ہے۔ تو پھر خاتم الخلفاء کے بعد باوجود دروازہ خلافت کھلا [illegible] .... بھی صرف ایک ہی [illegible] ہے۔ یا آ سکتا تھا۔ اور جیسا کہ جس قدر انبیائے بنی اسرائیل [illegible] ہوا غیر نبی ہی تھا۔ صرف ایک ہی نبی تھا۔ تو ویسا ہی اب بھی سوائے ایک ولی [illegible] اور سب کے سب اولیا جو سلسلہ احمدیہ میں ہوں یا ہونگے وہ غیر خلیفہ ہی ہونگے نہ کہ خلیفہ یعنی مثل انبیائے بنی اسرائیل جس طور سے غیر نبی ہیں ماسوی عیسیٰ سے مثل خلفائے محمدی یعنی خلفائے مسیح موعود بھی غیر خلیفہ ہی [illegible] صرف ایک ہی خلیفہ ہوا یا ہوگا۔ جیسا کہ حقیقی نبی ایک ہی ہوا یا تھا۔ اور وہ حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب [illegible] کوئی خلیفہ خواہ خلیفہ ہونیکا یا مثل خلیفہ ہونیکا مدعی بھی ہو ہرگز خلیفہ نہیں مانا جا سکتا۔ بلکہ غیر خلیفہ ہی [illegible]

ایسا ہی عیسیٰ محمد است کی مماثلت [illegible] کہ خلیفہ صرف ایک ہی ہونیکی وجہ سے تیرہ سو برس گذرنے کے [illegible] صدی کے سر پر ہو۔ اور جس قدر خلفائے مسیح موعود تیرہ صدی [illegible] کہلاویں یا ہونگے وہ جیسا کہ خاتم الانبیاء کے بعد کا انبیاء [illegible] کا سلسلہ فی الواقعہ نبی نہ ہونیکی وجہ سے غیر نبی ہی تھا۔ یہ سلسلہ بھی [illegible] خلیفہ نہ ہونیکی وجہ سے خلیفہ نہ ہوگا۔ پس حقیقی خلیفہ کا ظہور [illegible] برس بعد ہونا بھی ممکن ہے۔ اور جبکہ خلیفہ کے مقابل دوسرے خلفاء غیر خلیفہ ہی ہیں تو پھر ان غیر خلیفوں کو خلیفہ سمجھنے کا خیال بھی [illegible] خلیفہ جبکہ باوجود خلیفہ کہلانے کے حقیقی خلیفہ نہیں ہیں بلکہ خاتم [illegible] کی نظیر اس حقیقت پر آپ لوگوں کے مسلمات کے مطابق نص صریح ہے کہ خلیفہ بھی صرف ایک ہی آ سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکنات سے ہے۔ کہ وہ [illegible] خلیفہ کو بھی خدا نے مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے مصلح موعود کے نام سے جتلایا ہو جو مامور ہونیکی حالت میں تائید الٰہی منہاج نبوت کے اصولوں پر اپنے ساتھ لاویگا۔ واللہ اعلم۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانشین حسب الوصیت "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" انجمن ہے۔ اس کے پریذیڈنٹ [illegible] یا سیکرٹری مجلس کو خلیفہ کہو یا کہ امام پیشوا کہو یا کہ امیر یہ سب [illegible] مجوزہ نام ہونگے۔ نہ کہ کسی قرآنی آیت یا حدیث شریف یا الہامات [illegible] کے ماتحت نص صریح کے طور سے۔ ان مسلمات اور محکمات کو تسلیم [illegible] آپ کی طبیعت گوارا نہیں کر سکتی۔ تو پھر کس سے معقولیت کیساتھ [illegible] طلب کرنا کون سا معقول کام ہے۔

اب میرے سوال حسب ذیل ہیں [illegible]

(۱) جبکہ آپ لوگوں کا احمدی کہلانا خلاف مفہوم "اشتہار واجب الاظہار" ہے۔ تو یہ احمدی .... کا نام وہ احمدی ہرگز ہرگز نہیں [illegible] کے منشاء کے مطابق درست سمجھا جا سکے کیونکہ حضرت صاحب یا ان کی جماعت [illegible]

جلد ۵ | مقام بیت المسیح لاہور چہار شنبہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء | نمبر ۷۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود

متقی اور ملہم

"فرمایا مامور من اللہ کی صحبت میں رہنے والے لوگ بہت کچھ فایدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ایک حد تک علم صحیح اس تعلق کے متعلق جو مامور من اللہ اور خدا تعالیٰ میں ہوتا ہے حاصل کرتے ہیں مگر وہ کامل علم جو اس مامور کو دیا جاتا ہے کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کا علم تو بعید اور ہی رنگ رکھتا ہے۔ جب مامور کی تکذیب اور انکار حد تک پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر ٹھیک اسی طرح جیسے زمیندار جب فصل پک جاتی ہے تو اس کے کاٹنے کے واسطے درانتی کو درست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی مکذبوں کے لئے تیاری کرتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے خدا تعالیٰ نے ہر پہلو سے حجت پوری کر چکا ہے۔ اس لئے اب ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ خاموشی سے آسمانی ہتھیار اور حربے کو دیکھے دنیا میں ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ جب ایک حاکم کو معلوم ہو جاوے کہ فلاں مظلوم ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ جس کا علم سب سے زیادہ صحیح اور یقینی ہے۔ جو ہر حال کا بینا ہے کیوں اس مظلوم صادق کی مدد نہ کرے گا۔ جو محض اس لئے ستایا گیا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر یہ کہا۔ کہ میں خدا کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے راست باز بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا .... وہ ان کی مدد کرتا ہے۔ لیکن ہاں یہ سنت اللہ ہے کہ وہ صبر سے کام لیتا ہے۔ یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو اس تکذیب اور انکار کی خبر نہیں کفر ہے۔ وہ تو ابتدا سے جانتا ہے کہ کیا کیا جاتا ہے۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں۔ جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر جانتی ہے۔ اسی طرح مخالف اپنے غلو میں ہر قسم کی بے حیائی اور جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں شیطان نے ان کے دلوں میں جما دیا ہے کہ ہماری نسبت ہر قسم کا افترا اور بہتان ان کے لئے جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔ اس لئے اب ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو انکے مقابلہ میں بالکل چھوڑ دیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی نگاہ کریں جس قدر وقت ان کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کے لئے دیں۔

ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اس امر کو مد نظر رکھیں جو میں بیان کرتا ہوں مجھے ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ دنیا میں جو رشتے ناطے ہوتے ہیں۔ بعض ان میں خوبصورتی کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ بعض خاندان یا دولت کے لحاظ سے۔ لیکن جناب الٰہی کو ان امور کی پرواہ نہیں۔ اس نے تو صاف طور پر فرما دیا ہے

وہی معزز و مکرم ہے جو متقی ہے۔ اب جو جماعت اتقیا ہے۔ خدا اس کو ہی رکھیگا۔ اور دوسری کو ہلاک کریگا۔ یہ نازک مقام ہے۔ اور اس جگہ پر دو کھڑے نہیں ہو سکتے کہ متقی بھی وہیں رہے۔ اور شریر اور ناپاک بھی وہیں۔ ضرور ہے کہ متقی کھڑا ہو اور خبیث ہلاک کیا جاوے اور چونکہ اس کا علم خدا کو ہے کہ کون اس کے نزدیک متقی ہے۔ پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو متقی ہے اور بدبخت ہے وہ جو لعنت کے نیچے آیا ہے۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ان میں علماء بھی ہیں ملہم بھی ہیں تو یہ ایک خیالی بات ہے اور اس سے کوئی فائدہ اس مقصد کو نہیں پہنچ سکتا جو انسانی ہستی کا ہونا چاہئے۔ یاد رکھو وہ امر جس پر خدا راضی ہوتا ہے جب تک وہ نہ ہو نہ علم صحیح ہوتا ہے نہ الہام مفید۔ جو شخص پاخانہ کے پاس کھڑا ہے پہلے تو اس کو بدبو ہی آئیگی۔ پھر اگر عطر اس کے پاس کیا جاوے تو وہ اس سے کیا فایدہ اٹھائے گا۔ جب تک خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو کچھ نہیں بنتا اور خدا سے قریب کرنے والی یا حرف تقوے ہے سچی آواز سننے کے لئے متقی بننا چاہئے۔

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو ہر آواز کو جو انہیں آجاوے الہام ہی سمجھتے ہیں حالانکہ اضغاث احلام بھی ہوتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ جو آوازیں انہیں سنائی دیتی ہیں وہ بناوٹی ہیں نہیں ان کو آوازیں آتی ہونگی مگر ہم ہر آواز کو خدا تعالیٰ کی آواز قرار نہیں دے سکتے جب تک اس کے ساتھ وہ انوار اور برکات نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ الہام کے دعوے کرنے والوں کو اپنے الہاموں کو اس کسوٹی پر پرکھنا چاہئے اور اس بات کو بھی انہیں فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ بعض آوازیں نری شیطانی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان آوازوں پر ہی فریفتہ ہو جانا دانشمند انسان کا کام نہیں۔ بلکہ جب تک اندرونی نجاست اور گند دور نہ ہو اور تقوے کی اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل نہ ہو اور اس درجہ اور مقام پر انسان نہ پہنچ جاوے جو دنیا ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی حقیر اور ذلیل نظر آوے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قول [illegible] میں مقصود ہو اس مقام پر قدم نہیں پڑ سکتا جہاں پہنچ کر انسان اپنے اللہ کی آواز سنتا ہے اور وہ آواز حقیقت میں اسی کی ہوتی ہے کیونکہ اس وقت یہ تمام نجاستوں سے پاک ہو گیا ہے۔

غرض نرے [illegible] اور چند رسمی کتابوں کے پڑھ لینے سے مقصد نہیں ہوتا بلکہ مقصد کی اصل اور سچی راہ وہی ہے جس کو تائیدات الٰہیہ کہتے ہیں ان سے ہی فیصلہ ہوتا ہے اور خدا ہی کا حربہ فیصلہ کرتا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور ایسے مقام پر کھڑا ہے جو نجاست سے بالکل الگ ہے وہ وہی پاک آوازیں سنتا ہے جو حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت نوح حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے سنیں اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کو سنا تھا وہ سچ سچ کہتا ہوں کہ ان آوازوں کی صداقت اور سچائی کے لئے انسانی ہاتھوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود خدا تعالیٰ ان کی چمکار دکھاتا ہے اگرچہ یہ بہت ہی باریک باتیں ہیں جو معرفت کے

شناخت کی جا سکتی ہے۔ اچھے درخت کو کسی طرح پہچان [illegible] ہی شناخت کر لیتے ہیں۔ میں نے ایک بار الائچی کا درخت مدراس میں دیکھا اور ایک پتا اس کا لیکر سونگھا تو اس میں الائچی کی خوشبو موجود تھی [illegible] ابھی اس کے بیج دستیاب نہ تھے مگر خوشبو موجود تھی [illegible] سے قرائن سے امر واقعی کو معلوم کر لیتا ہے [illegible] چھپی رہتی ہے۔ اور تقوے بھی ہزاروں پردوں میں [illegible] ہے مگر ان کے آثار اور قرائن سے کچھ نہ کچھ پتہ لگ سکتا ہے......

صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے کوئی آدمی عین بدکاری کی حالت میں پکڑا جاوے تو اسے بہت ہی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ ایسے ہی ایک متقی جب اپنے تقوے کے سیر و عبادت میں مصروف ہو اور کوئی اجنبی اس پر گذرے تو اس کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے شرمندگی کے موجبات تو ایک ہی ہیں بدکار تو اپنی بدکاری کو امر مستور رکھنا چاہتا ہے۔ اور متقی اپنے [illegible] تقوے کے امور بہت پوشیدہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اہل تقوے [illegible] ملائکہ کو بھی خبر نہیں ہوتی پھر دوسرے کو کیسے اطلاع ہو سکتی [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کا جو تعلق [illegible] تھا اس کو کسی دوسرے نے ہرگز نہیں سمجھا [illegible] سمجھا نہ حضرت علی نے اور نہ کسی اور نے [illegible] پر توکل کرنا اور مخلوق کو مرے ہوئے کیڑے سے ہیچ سمجھنا [illegible] جو دوسروں کو نظر نہ آ سکتا تھا مگر خدا تعالیٰ کی تائیدیں [illegible] کہ جیسا خدا تعالیٰ [illegible] خدا تعالیٰ نے بھی ان سے کوئی فرق نہیں کیا [illegible]

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت خواجہ صاحب کا ایک خط

مس سعیدہ [illegible] کا مشرف باسلام ہونا

برادران سلمہ الرحمن ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مس سعیدہ [illegible] صاحبہ [illegible] کی رہنے والی ہیں [illegible] کتب [illegible] آپ [illegible] ریویو حاصل کرکے [illegible] وقیق غور کے بعد اسلام کی صداقت کی [illegible] اسلام سے ۳ ماہ قبل مجھ سے مزید معلومات حاصل [illegible] [illegible] اسلامی تعلیم [illegible] خدا کی توجہ [illegible] فرماتی ہیں [illegible] اسلامی [illegible] کی دعا فرماویں [illegible] مسلم بہنوں اور بھائیوں کو [illegible]

خاکسار [illegible]

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا چوتھا سالانہ جلسہ

پروگرام

دوشنبہ بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء

پہلا اجلاس بعد از نماز ظہر ۱½ سے ۵½ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نظم .... ۱½ بجے سے ۲ بجے تک

(۱) حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی .... فضائل رسول مقبول صلعم مع حضرت مسیح موعود .... ۲ بجے سے ۳½ بجے تک

(۲) حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی .... ختم نبوت .... ۳½ بجے سے ۴½ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوال و جواب .... ۴½ بجے سے ۵½ بجے تک

دوسرا اجلاس بعد از نماز مغرب ۶½ سے ۸½ بجے تک

(۱) پیر مدثر شاہ صاحب پشاوری .... اولیاء امت .... ۶½ بجے سے ۷ بجے تک

(۲) منشی صادق علی صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پٹیالہ .... میں نے میاں صاحب کی بیعت کیوں فسخ کی .... ۷ بجے سے ۷½ بجے تک

(۳) ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی۔اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول گوجرہ .... انگریزی لیکچر .... ۷½ بجے سے ۸½ بجے تک

سہ شنبہ بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۷ء

پہلا اجلاس ۹½ بجے سے ۱½ بجے تک

(۱) تلاوت قرآن مجید و نظم .... ۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک

(۲) منشی عبدالحق صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شملہ .... کیا حضرت مرزا صاحب نے دعوائے نبوت کیا؟ .... ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوال و جواب .... ۱۱ بجے سے ۱۱½ بجے تک

(۳) حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے۔ بی ٹی پرنسپل مسلم ہائی سکول لاہور .... حضرت رسول کریم صلعم کی خصوصیات .... ۱۱½ بجے سے ۱½ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲½ بجے سے ۵½ بجے تک

(۱) حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی .... میاں صاحب کے عقاید .... ۲½ بجے سے ۴½ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوال و جواب .... ۴½ بجے سے ۵½ بجے تک

تیسرا اجلاس ۶½ بجے سے ۹ بجے تک

(۱) مولانا مولوی محمد دین صاحب داتوی .... مصلح موعود .... ۶½ بجے سے ۷½ بجے تک

(۲) جناب مولوی عزیز بخش صاحب بی۔اے .... اغراض و مقاصد سلسلہ احمدیہ .... ۷½ بجے سے ۸½ بجے تک

(۳) احمدیہ کانفرنس و جنرل کونسل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام .... ۸½ بجے سے شروع

چہارشنبہ بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۷ء

پہلا اجلاس ۹½ بجے سے ۱½ بجے تک

(۱) سید مسعود شاہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ جموں .... نظم .... ۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک

(۲) مولانا مولوی مرزا نذر علی صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور .... شیعیت پر ایک نظر .... ۱۰ بجے سے ۱۰½ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوال و جواب .... ۱۰½ بجے سے ۱۱ بجے تک

(۳) حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی .... نزول ابن مریم .... ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوال و جواب .... ۱۲ بجے سے ۱۲½ بجے تک

(۴) مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی۔اے .... حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام .... ۱۲½ بجے سے ۱½ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲½ بجے سے ۵ بجے تک

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری .... مذہب کا اثر انسانی قویٰ پر .... ۲½ بجے سے ۳ بجے تک

(۲) آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور .... سالانہ رپورٹ .... ۳ بجے سے ۳½ بجے تک

(۳) حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے بی ٹی پرنسپل مسلم ہائی سکول لاہور .... جماعت کو خطاب .... ۳½ بجے سے ۴ بجے تک

(۴) جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب محاسب انجمن .... اپیل .... ۴ بجے سے ۴½ بجے تک

(۵) قومی شاعر حکیم اللہ یار خانصاحب واصل ربانی عرف جوگی جی .... نظم .... ۴½ بجے سے ۵ بجے تک

تیسرا اجلاس ۶½ بجے سے ۹ بجے شام تک

(۱) حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی .... وفات مسیح .... ۶½ بجے سے ۸ بجے تک

لیکچر کے متعلق سوال و جواب .... ۸ بجے سے ۹ بجے تک

پنجشنبہ بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء

پہلا اجلاس ۹½ بجے سے ۱½ بجے تک

(۱) تلاوت قرآن مجید و نظم .... ۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک

(۲) حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہوی .... ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

(۳) مولوی عبدالحق صاحب ریسرچ سکالر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور .... آریہ سماج کے سوالات کے جواب .... ۱۱ بجے سے ۱۲½ بجے تک

(۴) .... وید اور سوامی دیانند جی .... ۱۲½ بجے سے ۱½ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲½ بجے سے ۵½ بجے تک

(۱) حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی .... اسلام و دیگر مذاہب .... ۲½ بجے سے ۴ بجے تک

(۲) حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے بی ٹی پرنسپل مسلم ہائی سکول لاہور .... اسلام و عیسائیت .... ۴ بجے سے ۵ بجے تک

(۳) حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی .... موعظہ حسنہ و دعا .... ۵ بجے سے ۵½ بجے تک

جلد ۵ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ہجری مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۱۷ء | نمبر ۴۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیسی عظیم الشان بات ہے کہ آپ کو کوئی مقام ذلت کا کبھی نصیب نہیں ہوا۔ بلکہ ہر میدان میں آپ ہر طرح معزز و مظفر ثابت ہوئے ہیں لیکن بالمقابل اگر مسیح کی حالت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کیسی ذلت پر ذلت نصیب ہوئی ہے۔ لبا اوقات ایک عیسائی شرمندہ ہو جاتا ہوگا جب وہ اپنے اس خدا کی حالت پر غور کرتا ہوگا جو انہوں نے فرضی اور خیالی طور پر بنایا ہوا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوئی ہے کہ عیسائی اس تعلیم کو جو انجیل میں بیان ہوئی ہے اور اس خدا کو جس کے واقعات کسی قدر انجیل سے ملتے ہیں رکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اسے ترجیح کیونکر دیتے ہیں۔ مثلاً یہی تعلیم ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دو۔ اب اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرو تو صاف نظر آجائے گا کہ یہ کیسی بودی اور نکمی تعلیم ہے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے بچے خوش ہو جاتے ہیں۔ بعض سے متوسط درجہ کے لوگ اور بعض سے اعلےٰ درجہ کے لوگ۔

انجیل کی تعلیم صرف بچوں کا کھلونا ہے کہ جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ نے جو انسان کو اس قدر قویٰ عطا فرمائے ہیں ان سب کا موضوع اور مقصود یہی ہے کہ وہ طمانچے کھایا کرے؟ انسان انسان تب ہی بنتا ہے کہ وہ سارے قویٰ کو استعمال کرے۔ مگر انجیل کہتی ہے کہ سارے قویٰ کو بیکار چھوڑ دو۔ اور ایک ہی قوت پر زور دیئے جاؤ۔ بالمقابل قرآن شریف تمام قوتوں کا مربی ہے اور برمحل ہر قوت کے استعمال کی تعلیم دیتا ہے۔ جیسا کہ مسیح کی اس تعلیم کے بجائے قرآن شریف فرماتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفی واصلح یعنے بدی کی سزا تو اسی قدر بدی ہے مگر عفو بھی کرو تو ایسا عفو کہ اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ وہ عفو بے محل نہ ہو۔ مثلاً ایک فرمانبردار خادم ہے اور کبھی کوئی خیانت اور غفلت اپنے فرض کے ادا کرنے میں نہیں کرتا۔ مگر ایک دن اتفاقاً اس کے ہاتھ سے گرم چاء کی پیالی گر جاوے۔ اور نہ صرف پیالی ہی ٹوٹ جاوے بلکہ کسی قدر گرم گرم چاء سر پر بھی پڑ جاوے تو اس وقت یہ ضروری نہیں کہ آقا اس کو سزا دے۔ بلکہ اس کے حسب حال سزا یہی ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے۔ ایسے وقت پر موقع شناس آقا تو خود شرمندہ ہو جاتا ہے کہ اس بیچارے نوکر کو شرمندہ ہونا پڑیگا۔ لیکن کوئی شریر نوکر اس قسم کا ہے کہ وہ ہر روز نقصان کرتا ہے اور اس کو عفو کر دیا جائے تو وہ اور بھی بگڑیگا۔ اس کو تنبیہ ضروری ہے۔ غرض اسلام انسانی قویٰ کو اپنے اپنے موقع اور محل پر استعمال کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور انجیل اندھا دھند ایک ہی قوت پر

غرض حفظ مراتب کا مقام قرآن شریف نے رکھا ہے کہ وہ عدل کی طرف لے جاتا ہے۔ تمام احکام میں اس کی یہی صورت ہے۔ مال کی طرف دیکھو نہ ممسک بناتا ہے نہ مسرف۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کا نام ہی امتہ وسطاً رکھدیا گیا۔

پھر دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تقرب کو دیکھنا چاہئے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کے دل کی بات تو بادشاہ ہی جانتا ہے۔ مگر جس پر وہ اسرار ظاہر کرتا ہے یا اپنی رضامندی کے آثار جس پر دکھاتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم اس کو مقرب کہیں۔ اسی طرح پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب ہم دیکھتے ہیں تو آپ کے قرب کا مقام وہ نظر آتا ہے جو کسی دوسرے کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ وہ عطایا اور انعام جو آپ کو دیئے گئے ہیں سب سے بڑھکر ہیں اور جو اسرار آپ پر ظاہر ہوئے اور کوئی اس حد تک پہنچا ہی نہیں۔ قرآن شریف ہی کو دیکھو کہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں۔ حضرت مسیح کا مجھے بارہا خیال آتا ہے کہ یہ نادان عیسائی کس منہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا مقابلہ کرنے بیٹھتے ہیں۔ حضرت مسیح کا تو دعوےٰ ہی بجائے خود محدود ہے۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں ضربت علیہم الآیہ کی مصداق آپکی دعوت کی مخاطب قوم تھی۔ یہ دعوےٰ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی نمبرداری یا پتیداری کا دعوےٰ کرے۔ اب ان کی ہمت استقلال اور توجہ اسی دعوےٰ کی نسبت سے ہونی چاہئے۔ دوسری طرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اب اس ہمت اور بلند نظری اور توجہ کا مقابلہ کرو۔ کیا ہی خدائی کی شان ہے؟ کہ یہودیوں کے چار گھروں کے سوا اور کسی کی اصلاح کے لئے بھی نہیں آسکے؟

خدا کے حسب حال تو ہونا چاہئے تھا۔ کہ آپ کی دعوت کا میدان بڑا وسیع ہوتا۔ خیر بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے ہی دعوت سہی مگر اب یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ اس میں کامیابی کیا ہوئی۔ غور کیا جاوے اور انجیلی واقعات پر نگاہ کی جاوے تو یہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ آپ کو ہر میدان میں ذلیل ہونا پڑا۔ دشمنوں پر کامیابی نہ ملی بلکہ انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا اور قصہ پاک ہوا؟

اس خدا کا مقابلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا جاتا ہے۔ آپ ہر میدان میں مظفر و منصور رہے۔ آپ کے دشمن آپ پر کبھی قابو اور غلبہ نہ پا سکے اور آپ کے سامنے ہی ہلاک ہوئے۔ آپ کو بھیجا ایسے وقت میں گیا جب کہ زمانہ آپ کی ضرورت کو خود ثابت کرتا تھا اور اٹھائے ایسے وقت میں گئے جبکہ کامل اصلاح ہو چکی اور آپ اپنے فرض منصبی کو پوری کامیابی کے ساتھ ادا کر چکے۔ اور الیوم اکملت لکم دینکم کی آواز آپ نے سن لی۔

ایلی ایلی لما سبقتنی کی فریاد کرتے ہیں۔ یہودا اسکریوطی تیس روپیہ پر اپنے پاک استاد کو پکڑوا چکا ہے اور پطرس صاحب لعنت [illegible] رہے ہیں۔ مسیح کے لئے وہ نظارہ کیسا مایوسی بخش ہے دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپ کے جان نثار [illegible] کی طرح پر اپنی جانیں آپ کے قدموں پر قربان کر رہے ہیں۔ [illegible] اور فرمانبردار اصحاب اور رفیق کس کو ملے؟ اور یہ وفاداری اور اطاعت میں فنا کہ اپنی جانوں تک کے دینے میں دریغ نہ کیا۔ آپ کی ذاتی قوت قدسی کا ثبوت ہے جو مقابلہ کرنے سے مسیح میں کچھ بھی نظر نہیں آتی۔

پھر اسرار کی طرف نگاہ کرو۔ جس قدر اسرار اور رموز قرآن شریف میں ہیں تورات اور انجیل میں وہ کہاں؟ پھر قرآن شریف نے تمام امور کو صرف دعوے ہی کے رنگ میں بیان نہیں کیا جیسے کہ تورات یا انجیل جو دعویٰ ہی دعویٰ کرتی ہیں بلکہ قرآن شریف [illegible] رنگ رکھتا ہے کوئی بات وہ بیان نہیں کرتا جس کے ساتھ اس نے ایک قوی اور مستحکم دلیل نہ دی ہو جیسی قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت اپنے اندر ایک جذب رکھتی ہے جس طرح پر اس کی تعلیم میں معقولیت اور کشش ہے ویسے ہی اسکے دلائل مؤثر ہیں۔ غرض میرا [illegible] مطلب ان ساری باتوں سے یہ ہے کہ سب سے بڑھکر کامل [illegible] مؤثر نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ (باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

جلسہ سالانہ کے لئے بڑے زور شور سے خاص طور پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پروگرام میں جن جن لیکچروں کے بعد سوال و جواب کی [illegible] اجازت ہے۔ ان کے متعلق عام اعلان کرنے کے علاوہ خاص طور پر بھی مخالف لوگوں مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی [illegible] ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولوی سید علی صاحب حائری [illegible] شیع اور آریہ سماج لاہور کو خاص طور پر دعوتیں دی گئی ہیں [illegible] سماج کے لئے تو پہلے تجویز تھی کہ اگر وہ ۱۵ یا بیس تاریخ تک اطلاع دیدیں کہ وہ کس مضمون پر بحث کرینگے۔ تو انہی کے اس مقرر کردہ مضمون پر مولوی عبد الحق صاحب ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء کو ۱ [illegible] بجے تک ان سے بحث کریں۔ لیکن چونکہ باوجود بار بار کی یاد دہانی اور کوششوں کے انہوں نے مضمون کا کوئی پتہ نہ دیا۔ بلکہ [illegible] آگے میں انہوں نے تاریں دیں مگر جو بھی کوئی فیصلہ کی صورت [illegible] نہ ہوئی۔ اس لئے ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء کو سیکرٹری آریہ سماج کو یہ اطلاع دے دی گئی ہے کہ چونکہ ابھی تک آپ نے مضمون کا پتہ نہیں دیا اس لئے [illegible] اس مقرر کردہ وقت میں دو مسئلہ خدا از روئے وید اور قرآن پر مولوی عبد الحق صاحب تقریر کرینگے۔ جس کے بعد آپ کو اس پر بحث کی اجازت ہوگی۔ اس کی تصریح پروگرام میں بھی کر دی گئی ہے۔ بہرحال جلسہ سالانہ [illegible] شاندار ہیئت سے خواہ صرف کا موجب ہوگا۔ ساتھ ہی احباب کی آمد [illegible]

فی الحکم قرار دیکر ان الحکم الا للہ کے بموجب توحید کی طرف بلا رہا ہے مشرک قرار دیتا ہے تو آپ حدیث رجالٌ یا رجل من فارس کے مصداق ہرگز نہیں ہوسکتے جب تک کہ مثل حضرت صاحب کے اپنے دعاوی کا ثبوت مع توحید خالص کے نہ دیں۔ علاوہ یہ کہ میرزا صاحب نے رجل اور رجال دونوں صیغوں مفرد اور جمع کو اپنے لئے مراد رکھا ہے۔ ہاں الہام میں ابناء فارس بھی آیا ہے مگر اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ابھی تک توحید بھی حاصل نہیں ہے جبکہ آپ نے اپنے تئیں اس الہام میں شریک کر لیا ہے اور وہ الہام یہ ہے کہ خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس ابد بہ صورت اپنے ایمان کی فکر کیجئے۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام میں بھی انہیں الفاظ سے لکھا ہوا ہے۔ اور حقیقت الوحی میں بھی اسی طرح پر ہے۔ اس الہام سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود تو ضرور رجالٌ یا رجل من فارس میں سے ہیں۔ اور آپ ابناء سب کے سب توحید کے خلاف اور مخالف توحید ہیں جو ان تاکیدوں کے ساتھ آپ کو توحید کی طرف بلایا جاتا ہے صیغہ تاکید کا بلیغ کے کلام میں جب ہی استعمال میں آتا ہے جب مخاطب مخالف کو متکلم کی مخالفت پر اصرار ہو۔ پس اگر بموجب اپنے اقراروں کے صرف آپ ہی ابناء فارس ہیں اور دوسرا کوئی آپ جیسا ابناء فارس نہیں تو صرف آپ ہی اس الہام کے مورد رہے بموجب مقدمہ دوم کے اور مطابق بخوائے مقدمہ اول کے آپ ہی اس آیت کے مصداق ہیں قال لا ینال عہدی الظالمین۔ گو یا نکہ دوسری جگہ یہ ان الشرک لظلم عظیم بھی وارد ہوا ہے۔ ہم ابھی تک اس امر کا فیصلہ کامل نہیں کر سکے کہ یہ آپ کا شرک آیا وہ شرک ہے جو مخرج عن ملۃ الاسلام ہے۔ یا ایسا کفر ہے جس کو اندرون اسلام کے بھی کفر و شرک کہا گیا ہے +

اور جبکہ آپ کو ابھی تک بموجب آپ کے اقرار کے یہ بھی نہیں معلوم کہ میں مصلح موعود ہوں یا نہیں تو پھر آپ کو ان آبا و اجداد پر کیوں یہ فخر حاصل ہے جو ابناء فارس میں سے کامل الایمان گذرے ہیں اور جو اپنی تیرہ پشتیں حضرت میرزا صاحب نے حقیقت الوحی میں لکھی ہیں یعنی میرزا غلام مرتضےٰ بن میرزا عطا محمد بن میرزا گل محمد بن میرزا فیض محمد بن میرزا محمد قائم بن میرزا محمد اسلم بن میرزا دلاور بن میرزا الہ دین بن میرزا جعفر بیگ بن میرزا محمد بیگ بن میرزا عبد الباقی بن میرزا محمد سلطان بن میرزا ہادی بیگ۔ ان بزرگوں کی نسل میں ہونے سے ہرگز ہرگز کوئی فخر آپ کو حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کا حال تو کچھ ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ ینقطع اباءک ویبدء منک سے مفہوم ہوتا ہے۔ پھر جبکہ اس قدر پشتوں میں جو حضرت سلمان فارسی کے [illegible] ملحق درجہ بدرجہ بہت قریب ہوگئی ہیں تب بھی کوئی صاحب مجدد یا ملہم نہیں ہوئے تو آپ کو ابناء فارس سے ہونیکا ایک ہی پشت میں دو کون سا فخر حاصل ہوگیا جس سے آپ کا انکار حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین کا انکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ آپ کو ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم کہ میں مصلح موعود ہوں یا نہیں۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ اور حضرت میرزا صاحب نے کسی تحریر میں تحدی کے ساتھ یہ تحریر بھی نہیں فرمایا۔ کہ میرزا محمود صاحب ہی مصلح موعود ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون بھی وارد ہے تو یہ آیت بھی آپ کے مکاشفات معراجی کے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ اس میں ولکم ما کسبتم موجود ہے اور آپ کا کسب وہ ہے جو تمام ادلہ شرعیہ کے مخالف ہے فاین المفر خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس۔ اور اگر کہا جاوے کہ یہ الہام بھی تو ہے کہ ینقطع اباءک ویبدء منک تو یہ الہام بھی آپ کے مدعا کے لئے سخت مضر ہے جبکہ یہ آبا و اجداد ۱۳ پشتوں میں آپ کے ایسے گذرے ہیں کہ جن سے انقطاع کر کر بدایت نسل کی حضرت میرزا صاحب سے کی گئی ہے اور حضرت سلمان فارسی عظیم الشان صحابی کی ان تیرہ پشتوں میں بھی کوئی صاحب ایسے نہیں گذرے جن کا انکار حضرت خاتم النبیین سید المرسلین کا انکار ہو۔ جو مخرج عن ملۃ الاسلام ہے تو پھر یہ کیا ضرور ہے کہ حضرت میرزا صاحب کی ایک ہی اسی پشت میں بلا دلیل بلا بینہ ایک شخص ایسا پیدا ہو جائے جو ایسا مصلح موعود ہو کہ اس کا انکار تمام انبیائے بنی اسرائیل کا انکار ہو حتے کہ حضرت سید المرسلین کا بھی انکار ہو جاوے۔ غایت الامر یہ کہ شاید تیرہ پشتوں کے بعد کوئی ایسا مصلح موعود پیدا ہو جاوے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں۔ پس پھر تقریب تام نہیں ہوئی۔ جو مستلزم مطلوب کی ہوتی۔ بینوا وتوجروا فا-

ہیں۔ اور انہوں نے بفضلہ تعالیٰ دنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ وہ تو کچھ دعویٰ بھی نہیں کرتے ہیں اور نعمت اللہ ولی کے قصیدہ کے اس شعر کے وہ بھی مصداق ہوسکتے ہیں کہ ؎

پسرش یادگار مے بینم

کیونکہ العبرۃ بالظہور دنیا میں انہوں نے ایک اچھی عظمت پیدا کی ہے۔ ہاں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مسئلہ آپنے ایسا ایجاد کیا ہے کہ آپ ہی جس قدر مدت تک اللہ تعالیٰ چاہیگا یادگار رہیں گے۔ یہ مسئلہ جو قطعی ایمانیات سے ہے تیرہ سو برس کے بعد صرف آپ ہی کی خلافت میں بموجب خود آپ کے اقرار کے ایجاد ہوا ہے جس کی نسبت کسی بندہ خدا نے کہا ہے کہ ؎

بد عقائد کہ در انوار خلافت ہستند
لقد الحمد کہ رد کردہ پیرانوار شدم

یہ مسئلہ تو ایسی جدت رکھتا ہے کہ کبھی ان تیرہ سو برس میں کسی فرقہ اندرونی اسلام اور نیز کبھی فرقہ بیرونی اسلام نے یہ قول نسبت کسی انسان کے سوائے روح القدس کے نہیں کہا۔ ہاں مدعی نبوت تو ہوئے ہیں جو تباہ ہوگئے۔ اور تباہ کئے گئے۔ اور تکفیر اہل قبلہ کے بھی خوارج یا روافض قایل ہوئے لیکن اس مسئلہ قطعی ایمانیات کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا۔ اور نہ تمام دنیا کے علماء کو واسطے مناظرہ کرنے کے اس مسئلہ کے لئے کسی نے مدعو کیا۔ یہ آپ ہی کے حصہ میں رکھا ہوا تھا خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس اور اس قسم کے دلایل بھی کسی نے نہیں لکھے کہ صاحبو غلام احمد تو کسی زبان کا نام ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر فارسی یا اردو ہوتا تو غلام احمد ہوتا اور اگر عربی ہوتا تو غلام احمد ہوتا۔ اگر پنجابی ہوتا تو احمد دا غلام ہوتا پس غلام احمد تو نام نہ رہا پس اس لئے نام احمد ہی رہا تو پھر پیشگوئی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق حضرت میرزا صاحب ہی حقیقتاً ہیں۔ + نبی کریم صلعم اس لحاظ سے ہرگز ہرگز رسول عربی ہے لئے نہیں ہوسکتی۔ بھلا ناظرین بتلا دیں کہ ایسے ادلہ قاہرہ کبھی نے آج تک لکھے ہیں۔ ؎

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس کیا سچا الہام ہے الحمد للہ علی کا ؎ پسرش یادگار مے بینم۔

رجل من فارس کا مصداق ہم حضرت میرزا صاحب کو اعتقاد کرتے ہیں تو صرف ان کے الہام کی وجہ سے اس کا مصداق سمجھتے ہیں۔ ورنہ اس حدیث کی پیشگوئی خواہ بصیغہ مفرد ہو یا بصیغہ جمع منتظر الوقوع نہیں ہے اس کی مصداق تو پہلے واقع ہو چکی مختصر بیان اسکا یہ ہے کہ حضرت امام الدنیا فی الحدیث حافظ اور مجتہد فی الحدیث حضرت امام بخاری رجل من فارس ہیں جو فارسی الاصل ہیں اور اگر صیغہ جمع کا لیا جاوے تب بھی امام مسلم وغیرہ ہیں جن میں اکثر جامع امہات ستہ کے ہیں۔ چنانچہ شروح احادیث میں تحت اس حدیث کی لکھا ہے۔ الذین خرجوا من فارس العجم وهم رجال كثيرون طيبون ومنهم غالب اصحاب الامهات الست وذكر الثريا دليل على كمال ايمانهم الايمان من مكان بعيد ولهم على وجه البسيطة من حقل الايمان من موضع شاسع وتحمل باعباء جمع السنن الاحاديث ونوع الاخبار والآثار من معادنها ضبط اهل الحديث النبوي [illegible] الكتب [illegible] وصحف اسفارهم حتى ان واحدا منهم سافر في طلب حديث واحد الى سيرة شهر او زيادة عليها فكانهم نالوا الايمان من عند الثريا الذي هو ابعد المكان مالك لا تعجب ابدا سوادا واحدا من اسودة الفقهاء اهل الراى والقياس اتعب نفسه في كسب العلم السني هذا التعب وبلغ في ذلك من مراضعه ومعادنه هذا المبلغ فهذا الحديث لا مصداق له ان شاء الله تعالى الا عصابة الحديث [illegible] السنة في القديم والحديث في هذا معجزة ظاهرة للنبي صلعم ومنقبة باهرة للبخاري ومسلم وامثالهما ممن انتصدى لعلم الاحاديث وروايةالآثار ونقل السنن من الرجال الاحياء والرواة الابرار والحمد لله [illegible] واصلهم من فارس وبلاده والله يختص برحمته من يشاء من عباده۔ خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس یہ مضمون جو حدیث سے ثابت ہے جس [illegible]

بھی جا ملتی ہیں و فاعل سمجھتے ہیں لیکن [illegible] رجل فارس [illegible] ہیں تو اس الہام کی رو سے مشرک ہی معلوم ہوتے ہیں [illegible] خفی ہو یا شرک جلی۔ دیکھو الہام میں جو تاکید ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس۔ اللہ تعالیٰ اس توحید منصوص بہ الہام کے لئے آپ کو توفیق عنایت فرما دے پس آپ کا مکاشفہ حضرت میرزا صاحب کے الہام میں بھی کوئی منفعت پیدا نہیں کرتا بلکہ الٹا آپ ہی پر پڑا شاید یہ بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی دنیا ہی میں اس کا ملا ہے کہ تمام امت محمدیہ کو سوائے جماعت احمدیہ کے آپ نے سب کی تکفیر کی ہے۔ اور جماعت احمدیہ میں سے بھی ایک حصہ کی نسبت اس معراج شملہ میں آپ کو مکاشفہ ہو رہا ہے کہ اس حصہ کا ایمان بھی اٹھ رہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ سے بیعت نہیں کی۔ اور بہت سی تہدیدات ان کی نسبت آپ ارشاد کر رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا اس حصہ احمدیہ پر یہ فضل ہے کہ پچھلے الہاموں سابقہ اور لاحقہ کے اس قدر مفلح ہو رہا ہے کہ جو تہدیدات لیمزقنہم وغیرہ اور دیگر انذارات مندرجہ رسالہ جات القول الفصل وغیرہ میں آپ نے ارشاد فرمائے تھے۔ وہ سب کے اولٹ کر آپ پر اور آپ کی جماعت پر واقع ہو رہے ہیں۔ خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس۔ ناظرین سے امید ہے کہ ہر دو مقدمہ مذکورۃ الصدر کو ہر مضمون کے استدلال میں پیش نظر اپنے رکھیں۔ ہر ایک مضمون میں یہ دونوں مقدمے ناطق رہیں گے میں کچھ نہیں کہتا۔ والحمد للہ مباہلہ کی نسبت بھی لکھا ہو [illegible] کسی کی آنکھ کی روشنائی کے لئے دعا کرتا تھا تو اندھا ہو جایا کرتا تھا اور اگر کسی کی درازی عمر کے لئے دعا کرتا تھا تو جلد مر جایا کرتا تھا۔ [illegible] ہذا القیاس آپکا بھی یہی حال ہے جس کو [illegible] نہیں وجہ بفضل اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کے تہدیدات کی [illegible] پرواہ [illegible] اور آپ کی تفہیم کے لئے اول تو انہیں الہامات [illegible] کافی ہے اگر [illegible] اور پھر قرآن مجید [illegible] ایسے دعاوی بے بنیاد کے لئے مندرج ہیں ایمان [illegible] پچھلے انبیاء کی کتابوں میں بھی آپ جیسے بزرگوں کے [illegible] کچھ موجود ہے۔ ناظرین کی توجہ کے لئے سفر استثنا باب ۱۸ درس ۲۱ و ۲۲ کو لکھے دیتا ہوں "اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ کہا ہوا واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے مت ڈر"۔ یہاں پر تو آپ کی تہدیدات بمطابقہ مندرجہ رسایل کے واقعہ یا پورے ہونیکا تو ذکر ہی کیا ہے ہم تو مشاہدہ کر چکے کہ وہ سب کی سب آپ پر پڑی ہیں [illegible] یہ خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس اور آپ پہلے جو ایک شرذمہ قلیلہ کو مومن قرار دیکر باقی تمام امت احمدیہ کو کافر ٹھہرا دیا ہے یہ آپکی کوئی نئی بات نہیں فرق باطلہ کا ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کیونکہ انکو بھی اسی قسم کا گھمنڈ ہوتا تھا اپنے آبا و اجداد پر فخر کر کر اہل حق سے مقابلہ و مجادلہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کا قول نقل فرماتا ہے ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم اس کا جواب اللہ تعالیٰ نبی کی طرف سے یہ ارشاد فرماتا ہے قل ان الهدى هدى الله ان يؤتى احد مثل ما اوتيتم او يحاجوكم عند ربكم قل ان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء والله واسع عليم۔ خذوا التوحید التوحید یا ابناء فارس اگرچہ آپ نے تدابیر اور منصوبہ بازی اپنی خلافت سیاسی کے حصول کے لئے بہت سی کچھ کی ہیں جیسا کہ انوار خلافت سے ظاہر ہے۔ مگر الحمد للہ کہ کچھ پیش نہیں گئی۔ جیسا کہ اظہار النصائح میں عاکف صاحب نے آپ کو بہت سی نصائح اس بارہ میں کی ہیں۔ اگرچہ خدانخواستہ کچھ دخل خلافت سیاسی میں آپ کو حاصل ہو جاتا تو پھر نہیں معلوم کیسی کیسی معراجیں آپ کو ہونے لگتیں۔ پس الحمد للہ کہ اس حصہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے غالیوں کے شر سے محفوظ رکھا جس کے ایمان کی نسبت آپ ارشاد فرماتے ہیں ....
.... کہاں کا بھی ایمان اٹھا جاتا ہے۔ جیسا کہ تمام دنیائے مسلمانوں کے ایمان کی نسبت آپ کو معراج میں مکاشفہ ہو رہے ہیں کہ تمام مسلمان غیر احمدیوں کا ایمان تو اٹھ ہی گیا ہے یعنی سب کے سب کروڑوں مسلمان بے ایمان ہوگئے ہیں نعوذ باللہ منہ۔ اور شریعت کو کچھ پرواہ نہیں [illegible]